القرآن الکریم

تفسیر

خیر البیان

جلد دوم | پارہ 16 تا 30

لفظی ترجمہ، بامحاورہ ترجمہ، آسان تفسیر

ترجمہ و تفسیر: مولانا محمد ظفر اقبال مدظلہ

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

القرآن الکریم

تفسیر خیر البیان

جلد دوم | پارہ 16 تا 30

لفظی ترجمہ، بامحاورہ ترجمہ، آسان تفسیر

ترجمہ و تفسیر: مولانا محمد ظفر مدظلہ

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)
اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 042-37224228-37355743

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

MAKTABA-E-REHMANIA

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

نام کتاب

تفسیر خیر البیان

ترجمہ و تفسیر

مولانا محمد ظفر مدظلہ

ناشر

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

مطبع

خضر جاوید پرنٹرز لاہور

اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فون: 042-37224228-37355743

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

تنبیہ

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ

قَالَ	اَلَمْ	اَقُلْ	لَّكَ	اِنَّكَ	لَنْ	تَسْتَطِيْعَ	مَعِيَ	صَبْرًا﴿۷۵﴾	قَالَ	اِنْ
کہا اس نے	کیا نہیں	کہا میں نے	تجھ سے	بیشک تو	ہرگز نہ	کر سکے گا	میرے ساتھ	صبر	کہا اس نے	اگر

انہوں نے کہا کہ کیا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر کسی صورت صبر نہیں کر سکیں گے؟ ﴿۷۵﴾ موسٰی نے کہا کہ اگر

سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ

سَاَلْتُكَ	عَنْ	شَيْءٍۭ	بَعْدَهَا	فَلَا	تُصٰحِبْنِيْ ۚ	قَدْ	بَلَغْتَ	مِنْ	لَّدُنِّيْ
میں سوال پوچھوں تجھ سے	سے	کسی چیز کے	اس کے پیچھے	تو مت	ساتھ رکھنا مجھے	یقیناً	تو پہنچ گیا	سے	میری طرف

اس کے بعد میں آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیے گا، یقیناً آپ میری طرف سے عذر کو

عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا ۚ وقفة حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا

عُذْرًا﴿۷۶﴾	فَانْطَلَقَا	حَتّٰٓى	اِذَآ اَتَيَآ	اَهْلَ	قَرْيَةِ ِۨ	اسْتَطْعَمَآ	اَهْلَهَا	فَاَبَوْا
عذر کو	سو وہ دونوں چل پڑے	یہاں تک کہ	جب آئے وہ دونوں	رہنے والے	ایک بستی کے	کھانا طلب کیا	اس کے رہنے والوں سے	سو انکار کیا انہوں نے

پہنچ چکے ہیں۔ ﴿۷۶﴾ چنانچہ وہ دونوں چل پڑے، یہاں تک کہ جب وہ ایک بستی والوں کے پاس پہنچے تو وہاں کے لوگوں سے کھانا طلب کیا، اُنہوں نے اُن دونوں کی

اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ قَالَ

اَنْ	يُّضَيِّفُوْهُمَا	فَوَجَدَا	فِيْهَا	جِدَارًا	يُّرِيْدُ	اَنْ	يَّنْقَضَّ	فَاَقَامَهٗ ۭ	قَالَ
یہ کہ	مہمان نوازی کریں ان دونوں کی	سو پائی ان دونوں نے	اسمیں	ایک دیوار	چاہتی تھی	کہ	گر پڑے	سو اسے کھڑا کر دیا	کہا اس نے

مہمان نوازی سے انکار کر دیا، پھر اُن دونوں نے اُس بستی میں ایک دیوار پائی جو گری چاہتی تھی، سو اُسے سیدھا کر دیا، موسٰی نے کہا

لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ

لَوْ	شِئْتَ	لَتَّخَذْتَ	عَلَيْهِ	اَجْرًا﴿۷۷﴾	قَالَ	هٰذَا	فِرَاقُ	بَيْنِيْ	وَ	بَيْنِكَ ۚ
اگر	تو چاہتا	البتہ لے لیتا	اس پر	مزدوری	کہا اس نے	یہ	جدائی	میرے درمیان	اور	تیرے درمیان

کہ اگر آپ چاہتے تو اِس پر کوئی اجرت بھی لے سکتے تھے۔ ﴿۷۷﴾ اُنہوں نے کہا کہ اب میرے اور تمہارے درمیان جدائی ہے،

سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ

سَاُنَبِّئُكَ	بِتَاْوِيْلِ	مَا لَمْ	تَسْتَطِعْ	عَّلَيْهِ	صَبْرًا﴿۷۸﴾	اَمَّا	السَّفِيْنَةُ
عنقریب میں تجھے بتاؤں گا	حقیقت	جو نہیں	کر سکا تو	اس پر	صبر	رہی	کشتی

البتہ میں آپ کو اُن چیزوں کی حقیقت سے آگاہ کر دیتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔ ﴿۷۸﴾ جہاں تک تعلق ہے کشتی کا

﴿۷۵﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت خضر علیہ السلام کا وہی جملہ مذکور ہے جو اس سے پہلے آیت نمبر ۷۲ میں بھی گزر چکا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں لفظ "لك" آیا ہے جس سے حضرت موسٰی علیہ السلام کو اہمیت کے ساتھ توجہ دلائی گئی ہے کہ میں نے یہ بات آپ سے ہی کہی تھی، جبکہ گزشتہ آیت میں یہ لفظ نہیں ہے۔

﴿۷۶﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسٰی علیہ السلام کی یقین دہانی ذکر کی گئی ہے، وہ قتل کا واقعہ دیکھ کر سمجھ گئے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو جن ذمہ داریوں پر مقرر کیا گیا ہے، وہ اپنی جگہ ان کی ادائیگی میں حق پر ہیں، لیکن میرا ان پر خاموش رہنا آسان نہیں ہے، اس لیے انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام سے آخری موقع دینے کی درخواست کی کہ آپ ایک موقع مجھے اور دیدیں، اس کے بعد اگر میں آپ سے سوال کروں تو بیشک آپ مجھے اپنے ہمراہ نہ رکھیں۔

﴿۷۷﴾ اس آیتِ مبارکہ میں سفر کے تیسرے مرحلے میں پیش آنے والا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ دونوں حضرات سفر کرتے ہوئے ایک بستی میں پہنچے، وہ لوگ اخلاق اور مروت سے اس قدر عاری تھے کہ باوجود ان کی درخواست کے کسی نے انہیں کھانا نہیں کھلایا، ایسے بے مروت لوگوں سے کسی نیکی کی کیا توقع ہو سکتی ہے؟ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر کسی نے ہمارے ساتھ بے مروتی کی ہو تو ہم بھی اس کے ساتھ ایسا ہی کریں، اسی وجہ سے حضرت خضر علیہ السلام نے ان کی ایک دیوار پر ہاتھ پھیر کر اُسے سیدھا کر دیا، جو گرنے کے قریب تھی، حضرت موسٰی علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسے بے مروت لوگوں سے اس کام کی اجرت ہی لے لیتے، تاکہ اپنے کھانے پینے کی ضرورت پوری ہو جاتی اور انہیں بھی احساس ہوتا۔

﴿۷۸﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسٰی اور خضر علیہما السلام کے درمیان جدائی کا ذکر کیا گیا ہے، یہ طے شدہ معاہدہ تھا کہ اگر تیسری مرتبہ بھی حضرت موسٰی علیہ السلام خاموش نہ رہے تو حضرت خضر علیہ السلام انہیں اپنے ساتھ نہ رکھیں گے، چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام نے اب جدائی کا اعلان کر دیا، تاہم یہ واضح کر دیا کہ ان تینوں واقعات کی اصل حقیقت میں آپ کے سامنے بیان کر دیتا ہوں تاکہ تکوینیات کے سلسلے میں اسرارِ الٰہی کا ایک نمونہ دنیا کے سامنے آجائے، حضرت خضر علیہ السلام کی برأت کیلئے بھی ان امور کی وضاحت ضروری تھی۔

فَاَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ

فَكَانَتْ	لِمَسٰكِيْنَ	يَعْمَلُوْنَ	فِى	الْبَحْرِ	فَاَرَدْتُّ	اَنْ	اَعِيْبَهَا	وَ	كَانَ
تو وہ تھی	چند مسکینوں کی	کام کرتے تھے وہ	بیچ	سمندر کے	تو میں نے چاہا	کہ	عیب دار کردوں اسے	اور	تھا

تو وہ چند مسکینوں کی تھی جو سمندر میں محنت مزدوری کرتے تھے، سو میں نے چاہا کہ اُن کی کشتی کو عیب دار کر دوں کہ

وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿٧٩﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ

وَرَآءَهُمْ	مَّلِكٌ	يَّاْخُذُ	كُلَّ	سَفِيْنَةٍ	غَصْبًا ﴿٧٩﴾	وَ	اَمَّا	الْغُلٰمُ	فَكَانَ	اَبَوٰهُ
ان کے پیچھے	ایک بادشاہ	پکڑ لیتا وہ	ہر ایک	کشتی کو	چھین کر	اور	رہا	لڑکا	تو تھے	اس کے والدین

اُن کے پیچھے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو ناحق چھین لیتا تھا۔ ﴿٧٩﴾ اور باقی رہا وہ لڑکا تو اُس کے والدین

مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿٨٠﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ

مُؤْمِنَيْنِ	فَخَشِيْنَآ	اَنْ	يُّرْهِقَهُمَا	طُغْيَانًا	وَّ	كُفْرًا ﴿٨٠﴾	فَاَرَدْنَآ	اَنْ
ایمان والے	سو ہمیں اندیشہ ہوا	یہ کہ	وہ انہیں قریب کردے گا	سرکشی کے	اور	کفر کے	سو ہم نے چاہا	یہ کہ

مؤمن تھے، ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر اُنہیں سرکشی اور کفر میں مبتلا کر دے گا۔ ﴿٨٠﴾ سو ہم نے چاہا کہ اُنہیں

يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾ وَاَمَّا الْجِدَارُ

يُّبْدِلَهُمَا	رَبُّهُمَا	خَيْرًا	مِّنْهُ	زَكٰوةً	وَّ	اَقْرَبَ	رُحْمًا ﴿٨١﴾	وَ	اَمَّا	الْجِدَارُ
بدل دے انہیں	ان کا رب	زیادہ بہتر	اس سے	پاکیزگی میں	اور	زیادہ قریب	مہربانی کرنے میں	اور	رہی	دیوار

اُن کا رب پاکیزگی میں اُس سے بڑھ کر اور مہربانی کرنے میں اُس سے قریب تر اولاد بدلے میں عطا فرمائے۔ ﴿٨١﴾ اور باقی رہی وہ دیوار

فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ

فَكَانَ	لِغُلٰمَيْنِ	يَتِيْمَيْنِ	فِى	الْمَدِيْنَةِ	وَ	كَانَ	تَحْتَهٗ	كَنْزٌ	لَّهُمَا	وَكَانَ
تو وہ تھی	دو لڑکوں کی	دو یتیموں کی	بیچ	شہر کے	اور	تھا	اس کے نیچے	خزانہ	ان دونوں کا	اور تھا

تو وہ شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی، اور اُس کے نیچے اُن دونوں کا خزانہ تھا، اور اُن کا

اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا

اَبُوْهُمَا	صَالِحًا ۚ	فَاَرَادَ	رَبُّكَ	اَنْ	يَّبْلُغَآ	اَشُدَّهُمَا	وَ	يَسْتَخْرِجَا
ان دونوں کا باپ	نیک	سو ارادہ کیا	آپ کے رب نے	یہ کہ	وہ دونوں پہنچیں	اپنی جوانی کو	اور	نکالیں وہ

باپ نیک آدمی تھا، اس لیے آپ کے رب نے چاہا کہ یہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا

﴿٧٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں کشتی کو عیب دار کرنے کی حکمت بیان کی گئی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام کا کشتی کو عیب دار کرنا ان غریب ملاحوں کی خیر خواہی پر ہی مبنی تھا کہ اگر کشتی ٹوٹ گئی تو اسے دوبارہ مرمت کر کے ٹھیک کر لینا ممکن ہے، لیکن اگر کشتی ہی چھن گئی" جیسا کہ نظر آ رہا تھا کہ بادشاہ ان کی کشتی پر قبضہ کر لے گا" تو ان کا ذریعہ معاش ہی ختم ہو جائے گا، اس لیے بڑے نقصان سے بچنے کی خاطر چھوٹے نقصان کو برداشت کر لیا گیا۔

﴿٨٠﴾ ﴿٨١﴾ ان آیتوں میں لڑکے کو قتل کرنے کی حکمت بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہوئی کہ اس کے والدین کو اس سے زیادہ پاکیزہ، فرمانبردار اور نرم دل اولاد عطا فرمائے، اس کے والدین نعمت ایمان سے مالا مال تھے، اندیشہ تھا کہ اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو کہیں اپنے والدین کے کفر اور سرکشی کا سبب نہ بن جائے، اس لیے حضرت خضر علیہ السلام کو حکم دیا گیا، انہوں نے حکم کی تعمیل کی اور لڑکے کو قتل کر دیا، رہی یہ بات کہ آخر اسی لڑکے کیلئے ایمان اور والدین کی فرمانبرداری کا فیصلہ کیوں نہیں کیا گیا؟ ایک نیک روح کو وجود عطا فرمانے کیلئے ایک دوسری جان لینا کیا ضروری تھا؟ تو یہاں اس نوع کے بہت سے دوسرے سوالات بھی اٹھتے ہیں، جن کا یہاں جواب نہیں دیا گیا، یہاں تو صرف یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حکم الٰہی کی تعمیل میں لڑکے کو قتل کیا تھا، اس لیے ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا، جیسے مجاہدین دشمنانِ اسلام کو میدانِ جنگ میں قتل کریں تو ان پر کوئی مقدمہ یا اعتراض نہیں ہوتا، جہاں تک تعلق ہے مذکورہ اعتراضات کا تو ان کا جواب سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ٢٣ میں دیا گیا ہے "لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ"

كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ۭ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ

كَنْزَهُمَا	رَحْمَةً	مِّنْ	رَّبِّكَ	وَ	مَا	فَعَلْتُهٗ	عَنْ	اَمْرِیْ	ذٰلِكَ	تَاْوِيْلُ
اپنا خزانہ	رحمت ہے	سے	آپ کے رب کی	اور	نہیں	کیا میں نے اسے	سے	اپنے حکم کے	وہ	حقیقت

خزانہ نکالیں، یہ آپ کے رب کی رحمت ہے، میں نے اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کیا، یہ ہے اُن چیزوں کی حقیقت

ع ١٠ ١٢ ١ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨٢﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ

مَا	لَمْ	تَسْطِعْ	عَّلَيْهِ	صَبْرًا ﴿٨٢﴾	وَيَسْـَٔلُوْنَكَ	عَنْ	ذِی الْقَرْنَيْنِ	قُلْ
اس کی جو	نہیں	کر سکے آپ	اس پر	صبر	اور یہ تجھ سے پوچھتے ہیں	سے	ذوالقرنین کے	تُو کہہ

جن پر آپ صبر نہیں کر سکے۔ ﴿٨٣﴾ اور (اے نبی! ﷺ)، لوگ آپ سے ذوالقرنین کے متعلق دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے

سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ

سَاَتْلُوْا	عَلَيْكُمْ	مِّنْهُ	ذِكْرًا ﴿٨٣﴾	اِنَّا	مَكَّنَّا	لَهٗ	فِی	الْاَرْضِ	وَاٰتَيْنٰهُ	مِنْ	كُلِّ
عنقریب میں تلاوت کروں گا	تم پر	اس میں سے	کچھ ذکر	بیشک ہم نے	قدرت دی	اسے	بیچ	زمین کے	اور ہم نے دیا اسے	سے	ہر ایک

کہ میں تمہارے سامنے اُس کے احوال میں سے کچھ کی تلاوت کرتا ہوں۔ ﴿٨٤﴾ ہم نے اُسے زمین میں حکومت عطا کی تھی اور ہر چیز کا سامان

شَيْءٍ سَبَبًا ﴿٨٤﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ

شَیْءٍ	سَبَبًا ﴿٨٤﴾	فَاَتْبَعَ	سَبَبًا ﴿٨٥﴾	حَتّٰٓى	اِذَا	بَلَغَ	مَغْرِبَ	الشَّمْسِ
چیز کے	سامان	پھر اس نے تیاری کی	ایک سفر کی	یہاں تک کہ	جب	پہنچا وہ	غروب ہونے کی جگہ	سورج کی

اُسے دیا تھا۔ ﴿٨٥﴾ چنانچہ اُس نے ایک سفر کا سامان مہیا کیا۔ ﴿٨٦﴾ یہاں تک کہ جب وہ سورج غروب ہونے کی جگہ پہنچا

وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۗ قُلْنَا

وَجَدَهَا	تَغْرُبُ	فِیْ	عَيْنٍ	حَمِئَةٍ	وَّ	وَجَدَ	عِنْدَهَا	قَوْمًا ۗ	قُلْنَا
پایا اسے	غروب ہو رہا	بیچ	ایک چشمے کے	دلدل کے	اور	پایا اس نے	اس کے پاس	ایک قوم کو	کہا ہم نے

تو وہ اُسے ایک دلدل کے چشمے میں غروب ہوتا ہوا محسوس ہوا، اور اس نے وہاں ایک قوم بھی پائی، ہم نے کہا

يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ اَمَّا

يٰذَا الْقَرْنَيْنِ	اِمَّآ	اَنْ	تُعَذِّبَ	وَ	اِمَّآ	اَنْ	تَتَّخِذَ	فِيْهِمْ	حُسْنًا ﴿٨٦﴾	قَالَ	اَمَّا
اے ذوالقرنین	یا	یہ کہ	تو سزا دے	اور	یا	یہ کہ	پکڑ لے تو	بیچ ان کے	بھلائی	کہا اس نے	رہا

کہ اے ذوالقرنین! تم انہیں سزا دو یا ان کے معاملے میں اچھا رویہ اختیار کرلو۔ ﴿٨٧﴾ اُس نے کہا کہ جس

﴿٨٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مزدوری لیے بغیر دیوار سیدھی کرنے کی حکمت بیان کی گئی ہے کہ اس کا مقصد ایک خزانے کی حفاظت تھا جو شہر کے دو یتیم بچوں کا تھا، ان کا باپ نیک آدمی تھا، اپنی زندگی میں اپنے بچوں کیلئے کچھ سونا چاندی اس دیوار کے نیچے چھپا گیا تھا، تا کہ بڑے ہو کر اسے نکال لیں اور اپنی ضرورت پوری کرنے کیلئے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت سے بچ جائیں، اب اگر دیوار گر جاتی تو وہ خزانہ ظاہر ہو جاتا اور لوگ ان یتیم بچوں کے حق پر قبضہ کر لیتے، معلوم ہوا کہ باپ کی نیکی کے اثرات اور ثمرات اس کی اولاد کو بھی منتقل ہوتے ہیں اور اولاد ان سے فائدہ اٹھاتی ہے، آخر میں حضرت خضر علیہ السلام نے ایک مرتبہ پھر واضح کر دیا کہ ان میں سے کوئی کام بھی میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا، یہ سب حق تعالیٰ کے حکم کے عین مطابق ہوا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کائنات میں پیش آنے والے روزمرہ کے حالات، ضروری نہیں کہ ہماری عقل کی دسترس میں بھی ہوں، البتہ یہ ضرور ہے کہ ہر کام حکمت کے مطابق ہو رہا ہے اور اس میں رب العالمین کی حکمت کارفرما ہے۔

﴿٨٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین مکہ اور یہود مدینہ کے ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے جو انہوں نے ذوالقرنین کے حوالے سے پوچھا تھا، ذوالقرنین کون تھا؟ اس سلسلے میں تین قول زیادہ مشہور ہیں۔

(١) سکندر یونانی مقدونی، جس نے مشہور شہر اسکندریہ آباد کیا تھا۔

(٢) سکندر ذوالقرنین، جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاصر تھا۔

(٣) سائرس، جسے کتابِ مقدس میں خورس کہا گیا ہے، اہل عرب اسے "کیخسرو" کے نام سے یاد کرتے ہیں، ان تمام اقوال کی تنقیح اور تفصیل کیلئے اس ناکارہ کی کتاب "فتنہ یاجوج و ماجوج قرآن و حدیث کی روشنی میں" دیکھئے۔

﴿٨٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ذوالقرنین کے دو وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین کی حکومت عطا فرمائی تھی، یہ انداز بیان ان کی حکومت کی انفرادیت پر دلالت کرتا ہے، ورنہ حکمران تو بہت سے گزرے ہیں، دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر قسم کے ضروری اسباب عطا فرمائے تھے۔

﴿٨٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ذوالقرنین کے سامان سفر کو درست کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

﴿٨٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ذوالقرنین کے سفر مغرب کا ذکر کیا گیا ہے، اس سفر کی دو باتیں خاص ہیں، ایک تو یہ کہ ذوالقرنین سورج غروب ہونے کی جگہ پہنچا، آیت کے الفاظ سے ایک سوال کا جواب بھی مل جاتا ہے جو بعض لوگوں کی طرف سے پیش کیا گیا ہے کہ سورج تو کبھی غروب ہوتا ہی نہیں ہے تو ذوالقرنین سورج غروب ہونے کی جگہ کیسے پہنچ گیا؟ سو اس کا جواب "وجدھا" کے لفظ میں موجود ہے، اسی وجہ سے اس عاجز نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "ذوالقرنین کو سورج ایک دلدل کے چشمے میں غروب ہوتا ہوا محسوس ہوا" یعنی حقیقت ایسی تھی یا نہیں، انہیں یوں محسوس ہوا، الفاظِ قرآنی کا یہ اعجاز ہے کہ ہزاروں سال بعد پیدا ہونے والے اعتراض کا جواب پہلے ہی دے دیا، دوسری خاص بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو وہاں آباد قوم کے متعلق اختیار دیا کہ تم انہیں سزا بھی دے سکتے ہو اور ان کے ساتھ حسن سلوک بھی کر سکتے ہو، ممکن ہے کہ وہ لوگ کافر ہوں، اس لیے انہیں سزا اور جزا کے درمیان اختیار دے دیا گیا۔

مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾

مَنْ	ظَلَمَ	فَسَوْفَ	نُعَذِّبُهٗ	ثُمَّ	يُرَدُّ	اِلٰى	رَبِّهٖ	فَيُعَذِّبُهٗ	عَذَابًا	نُّكْرًا ﴿۸۷﴾
جو کوئی	ظلم کرے	سو عنقریب	ہم اسے عذاب دیں گے	پھر	لوٹایا جائیگا	طرف	اپنے رب کے	سو وہ عذاب دے گا اسے	عذاب	برا

شخص نے ظلم کیا ہے، اُسے تو ہم سزا دیں گے، پھر اُسے اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ بھی اُسے سخت عذاب دے گا۔ ﴿۸۷﴾

وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ِالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ

وَ	اَمَّا	مَنْ	اٰمَنَ	وَ	عَمِلَ	صَالِحًا	فَلَهٗ	جَزَآءَ	الْحُسْنٰى	وَسَنَقُوْلُ	لَهٗ
اور	رہا	وہ جو	ایمان لائے	اور	عمل کرے	نیک	تو اس کیلئے	بدلہ	عمدہ	اور عنقریب ہم کہیں گے	اس سے

اور باقی رہا وہ شخص جو ایمان لایا اور اُس نے نیک اعمال کیے تو اُس کیلئے بہترین بدلہ ہے اور ہم اپنے کام کیلئے بھی اُس سے

مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿۸۸﴾ ط ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ

مِنْ	اَمْرِنَا	يُسْرًا ﴿۸۸﴾	ثُمَّ	اَتْبَعَ	سَبَبًا ﴿۸۹﴾	حَتّٰۤى	اِذَا	بَلَغَ	مَطْلِعَ	الشَّمْسِ
سے	اپنے کام کے	آسان	پھر	اس نے تیاری کی	ایک سفر کی	یہاں تک کہ	جب	پہنچا وہ	طلوع ہونے کی جگہ	سورج کی

آسانی کی بات کہیں گے۔ ﴿۸۸﴾ پھر اُس نے ایک اور سفر کا سامان مہیا کیا۔ ﴿۸۹﴾ یہاں تک کہ جب وہ سورج طلوع ہونے کی جگہ پہنچا

وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ لا

وَجَدَهَا	تَطْلُعُ	عَلٰى	قَوْمٍ	لَّمْ	نَجْعَلْ	لَّهُمْ	مِّنْ	دُوْنِهَا	سِتْرًا ﴿۹۰﴾
پایا اسے	طلوع ہوتے ہوئے	پر	ایک قوم کے	نہیں	بنائی ہم نے	ان کیلئے	سے	علاوہ اس کے	کوئی آڑ

تو وہ اُسے ایک ایسی قوم پر طلوع ہوتا ہوا محسوس ہوا، جن کیلئے ہم نے سورج سے چھپنے کی کوئی آڑ نہیں بنائی تھی۔ ﴿۹۰﴾

كَذٰلِكَ ط وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤى اِذَا

كَذٰلِكَ	وَ	قَدْ	اَحَطْنَا	بِمَا	لَدَيْهِ	خُبْرًا ﴿۹۱﴾	ثُمَّ	اَتْبَعَ	سَبَبًا ﴿۹۲﴾	حَتّٰۤى	اِذَا
اسی طرح	اور	یقیناً	احاطہ کرلیا ہم نے	اس کا جو	اس کے پاس	خبر کا	پھر	اس نے تیاری کی	ایک سفر کی	یہاں تک کہ	جب

اِسی طرح ہوا، اور ہم نے اُس خبر کا احاطہ کر رکھا ہے جو اُس کے پاس تھی۔ ﴿۹۱﴾ پھر اُس نے ایک اور سفر کا سامان مہیا کیا۔ ﴿۹۲﴾ یہاں تک کہ جب

بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ

بَلَغَ	بَيْنَ	السَّدَّيْنِ	وَجَدَ	مِنْ	دُوْنِهِمَا	قَوْمًا	لَّا	يَكَادُوْنَ	يَفْقَهُوْنَ
پہنچا وہ	درمیان	دو دروں کے	پایا اس نے	سے	پیچھے ان دونوں کے	ایک قوم کو	نہیں	قریب تھے	سمجھے وہ

وہ دو دّروں کے درمیان پہنچا تو اُن کے پیچھے ایک ایسی قوم کو پایا جو بات سمجھنے کے قریب

﴿۸۷﴾ ﴿۸۸﴾ ان آیتوں میں ذوالقرنین کا جواب مذکور ہے، ذوالقرنین نے اس قوم کو دو حصوں میں تقسیم کردیا، ایک حصہ ان لوگوں کا جو کفر و ظلم اور سرکشی کی زندگی گزار رہے ہیں، دوسرا حصہ ان لوگوں کا جو ایمان اور عملِ صالح کی زندگی گزار رہے ہیں، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ ذوالقرنین نے گدھے اور گھوڑے کو ایک ہی صف میں کھڑا کرنے کی بجائے عدل و انصاف کے پہلو کو ترجیح دی، پہلی قسم کے لوگ سزا کے مستحق ہیں، لہٰذا دنیا میں بھی انہیں سزا کا مزہ چکھنا پڑے گا اور آخرت میں بھی وہ سزا سے دوچار ہوں گے اور دوسری قسم کے لوگ جزاءِ خیر کے مستحق ہیں اور دنیا میں بھی ان کے ساتھ حسنِ سلوک ہونا چاہیے۔

﴿۸۹﴾۔ اس آیتِ مبارکہ میں ذوالقرنین کے دوسرے سفر کا ذکر کیا گیا ہے جو اس نے مشرق کی جانب کیا اور اس کیلئے اس نے اسبابِ سفر مہیا کیے اور روانہ ہو گیا۔

﴿۹۰﴾ ﴿۹۱﴾ ان آیتوں میں ذوالقرنین کے سفرِ مشرق کا مختصر حال بیان کیا گیا ہے، اس سفرِ مشرق میں ذوالقرنین کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو لباس سے آزاد تھے، اس قوم کے متعلق بھی ذوالقرنین کو مذکورہ اختیار دیا گیا اور انہوں نے ان کے متعلق بھی سابقہ رویہ اختیار کیا، ان کے مکمل اور تحقیقی حالات صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، مؤرخین کے پاس اس سلسلے میں کوئی مستند بات نہیں ہے، اس لیے ان کی بیان کردہ تفصیلات کے پیچھے پڑنے کی ضرورت یا فائدہ نہیں ہے۔

﴿۹۲﴾۔ اس آیتِ مبارکہ میں ذوالقرنین کے تیسرے سفر کا ذکر کیا گیا ہے، بیشتر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ تیسرا سفر شمال کی جانب ہوا کیونکہ جنوب میں آبادی بہت زیادہ نہیں ہے، علاوہ ازیں مؤرخین کی تحقیقات سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، گو کہ قرآنِ کریم نے اس کی تعیین نہیں کی ہے۔

قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي

قَوْلًا ﴿۹۳﴾	قَالُوْا	يٰذَا الْقَرْنَيْنِ	اِنَّ	يَاْجُوْجَ	وَ	مَاْجُوْجَ	مُفْسِدُوْنَ	فِي
بات کو	کہا انہوں نے	اے ذوالقرنین	بیشک	یاجوج	اور	ماجوج	فساد کرنے والے	بیچ

بھی نہ تھے۔ ۹۳ وہ کہنے لگے کہ اے ذوالقرنین! بیشک یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد

الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ

الْاَرْضِ	فَهَلْ	نَجْعَلُ	لَكَ	خَرْجًا	عَلٰٓى	اَنْ	تَجْعَلَ	بَيْنَنَا	وَ	بَيْنَهُمْ
زمین کے	تو کیا	ہم مقرر کر دیں	آپ کیلئے	کوئی اجرت	پر	یہ کہ	تو بنا دے	ہمارے درمیان	اور	ان کے درمیان

پھیلاتے ہیں تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ہم آپ کی اجرت مقرر کر دیں اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک آڑ

سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ

سَدًّا ﴿۹۴﴾	قَالَ	مَا	مَكَّنِّيْ	فِيْهِ	رَبِّيْ	خَيْرٌ	فَاَعِيْنُوْنِيْ	بِقُوَّةٍ	اَجْعَلْ
ایک آڑ	کہا اس نے	وہ جو	قدرت دی مجھے	اسمیں	میرے رب نے	زیادہ بہتر	سو تم مدد کرو میری	ساتھ قوت کے	بنا دوں میں

قائم کر دیں؟ ۹۴ ذوالقرنین نے کہا کہ میرے رب نے مجھے جس چیز پر قدرت دی ہے وہ سب سے زیادہ بہتر ہے، سو تم افرادی قوت سے میری مدد کرو،

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ

بَيْنَكُمْ	وَ	بَيْنَهُمْ	رَدْمًا ﴿۹۵﴾	اٰتُوْنِيْ	زُبَرَ	الْحَدِيْدِ	حَتّٰٓى	اِذَا	سَاوٰى	بَيْنَ
تمہارے درمیان	اور	ان کے درمیان	موٹی دیوار	لیکر آؤ میرے پاس	تختے	لوہے کے	یہاں تک کہ	جب	برابر کر دیا	درمیان

تاکہ میں تمہارے اور اُن کے درمیان ایک موٹی دیوار بنا دوں۔ ۹۵ تم لوگ میرے پاس لوہے کے تختے لیکر آؤ، یہاں تک کہ جب اُسے پہاڑ کی دو پھانکوں کے درمیان

الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ

الصَّدَفَيْنِ	قَالَ	انْفُخُوْا	حَتّٰٓى	اِذَا	جَعَلَهٗ	نَارًا	قَالَ	اٰتُوْنِيْٓ	اُفْرِغْ	عَلَيْهِ
دو پھانکوں کے	کہا اس نے	دھونکو	یہاں تک کہ	جب	کر دیا اسے	آگ	کہا اس نے	لاؤ میرے پاس	ڈال دوں	اس پر

برابر کر دیا تو کہا کہ اب اِسے دھونکو، یہاں تک کہ جب اُسے آگ کی طرح کر دیا تو کہا کہ میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لیکر آؤ تاکہ

قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ

قِطْرًا ﴿۹۶﴾	فَمَا	اسْطَاعُوْٓا	اَنْ	يَّظْهَرُوْهُ	وَ	مَا	اسْتَطَاعُوْا	لَهٗ	نَقْبًا ﴿۹۷﴾	قَالَ
پگھلا ہوا تانبا	سو نہ	کر سکے وہ	یہ کہ	چڑھ جائیں اس پر	اور	نہ	کر سکے وہ	اس کیلئے	کوئی سوراخ	کہا اس نے

اس پر انڈیلوں۔ ۹۶ سو اُن میں اُس پر چڑھنے کی طاقت رہی اور نہ ہی وہ اس میں سوراخ کرنے پر قادر ہو سکے۔ ۹۷ ذوالقرنین نے کہا

۹۳ اس آیتِ مبارکہ میں ذوالقرنین کے شمالی سفر کا مختصر حال بیان کیا گیا ہے، ذوالقرنین شمال کی جانب سفر کرتے ہوئے ایک ایسے پہاڑی سلسلے میں پہنچا جہاں دو دروں کے درمیان ایک قوم آباد تھی، یہ لوگ ایسی زبان بولتے تھے جو ذوالقرنین کو نہیں آتی تھی، اس لیے الہام وتفہیم میں خاصی دشواری پیش آئی، تاہم انہوں نے کسی ترجمان کی مدد سے یا اشاروں کے ذریعے ذوالقرنین سے اپنی پریشانی کا اظہار کر کے تعاون کی درخواست کی، اب رہی یہ بات کہ "دو دروں" سے کون سے درے مراد ہیں اور یہ کون سی قوم تھی جس نے ذوالقرنین سے درخواست کی تھی؟ سو اس سلسلے میں مفسرین کی مختلف آراء ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ شمال کی جانب ایسے بہت سے درے واقع ہیں، ہر شخص نے اپنی تحقیق کے مطابق جن دروں اور آہنی دیواروں میں اس کی تمام یا زیادہ علامات دیکھیں، اس نے وثوق کے ساتھ اسی کو آیتِ مبارکہ کا مصداق قرار دیدیا، آیت نمبر ۹۷ کا حاشیہ دیکھئے۔ ۹۴ اس آیتِ مبارکہ میں دروں کے درمیان آباد قوم کی درخواست بیان کی گئی ہے، انہوں نے یاجوج وماجوج کی سرکشی، تاخت وتاراج اور فساد کی شکایت کر کے ذوالقرنین سے درخواست کی کہ ہمارے اور ان کے درمیان ایک ایسی آڑ اور دیوار قائم کر دیں کہ وہ کبھی ہم تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکیں اور ہم ان کے شر سے ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو جائیں، اس کیلئے انہوں نے ذوالقرنین کو پیشکش کی کہ آپ کا حق خدمت جو بھی ہوگا، ہم بخوشی وہ بھی ادا کریں گے، اس آیت میں پہلی مرتبہ یاجوج وماجوج کا لفظ آیا ہے، اس لیے یہاں اس کا مختصر تعارف بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے تیسرے بیٹے یافث کی نسل سے یاجوج و ماجوج کا تعلق ہے، تورات سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، دراصل یہ دو قبیلے ہیں جو اپنے بانی کی طرف منسوب ہیں، علامہ انور شاہ کاشمیریؒ فرماتے ہیں کہ روسیوں کا تعلق یاجوج سے ہے اور اہل برطانیہ ماجوج میں سے ہیں، بعض اہل علم چینیوں کو اور بعض ترکوں کو یاجوج وماجوج قرار دیتے ہیں، بعض کی تحقیق یہ ہے کہ چینی ترکستان یعنی کاکیشیا سے نکل کر جو اقوام مختلف علاقوں میں آباد ہوئیں، وہ سب یاجوج وماجوج کی نسل میں سے ہیں، اس عاجز کی رائے یہ ہے کہ متمدن علاقوں میں آ کر آباد ہونے والی اقوام ان وحشی قبائل کا ایک قابل ذکر حصہ ضرور ہو سکتی ہیں لیکن وہ وحشی قبائل مکمل طور پر اپنے اصل علاقے کو ترک کر کے دیارِ غیر میں جا کر نہیں بس گئے تھے، بلکہ ان کی ایک بڑی تعداد اب بھی اپنے سابقہ مستقر اور مرکز میں موجود ہے، اس لیے ہم صرف یورپ و برطانیہ کے باشندوں پر یہ لقب چسپاں کر کے اصل صحرانورد وحشیوں کو اس لقب سے ماوراء قرار نہیں دے سکتے، تفصیل کیلئے اس ناکارہ کی کتاب دیکھئے۔ ۹۵ ۹۶ ان آیتوں میں ذوالقرنین کا جواب مذکور ہے کہ مجھے تمہاری اجرت اور مزدوری میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، میرے رب نے مجھے اتنا کچھ دے رکھا ہے کہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، البتہ افرادی قوت تمہیں مہیا کرنا ہوگی، کیونکہ میں اپنے ساتھ مزدور لیکر نہیں آیا ہوں، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر ان لوگوں کو کسی قسم کی مزدوری بھی نہ دینی پڑتی اور وہ افرادی قوت بھی فراہم نہ کرتے تو اس دیوار کی تعمیر میں ان کا کوئی حصہ اور کردار نہ ہوتا، وہ خاموش تماشائی بن کر بیٹھے رہتے، ذوالقرنین نے اس کی اہمیت کے پیش نظر اس بات کو ضروری سمجھا کہ وہ لوگ بھی اس میں اپنا کردار ادا کریں، ذوالقرنین کا منصوبہ یہ تھا کہ ان دونوں دروں کے درمیان ایک آہنی اور موٹی دیوار قائم کر دی جائے تاکہ یاجوج ماجوج اس طرف آ کر قتل وغارت گری اور فساد نہ پھیلا سکیں، اس مقصد کیلئے ذوالقرنین نے ان سے لوہے کے تختے اور چادریں منگوائیں، لوہے کی ان چادروں سے "اینٹ پتھر کے بغیر" ذوالقرنین نے ایک آہنی دیوار تعمیر کی، جب دونوں درے بند ہو گئے اور لوہے کی وہ دیوار پہاڑ کی چوٹی سے باتیں کرنے لگی=

هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ

هٰذَا	رَحْمَةٌ	مِّنْ	رَّبِّيْ	فَاِذَا	جَآءَ	وَعْدُ	رَبِّيْ	جَعَلَهٗ	دَكَّآءَ	وَ	كَانَ	وَعْدُ
یہ	رحمت	سے	میرے رب کے	سو جب	آئیگا	وعدہ	میرے رب کا	کردے گا اسے	ریزہ ریزہ	اور	ہے	وعدہ

کہ یہ میرے رب کی رحمت ہے، جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو وہ اسے ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب کا

رَبِّيْ حَقًّا ﴿٩٨﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي

رَبِّيْ	حَقًّا ٩٨	وَ	تَرَكْنَا	بَعْضَهُمْ	يَوْمَئِذٍ	يَّمُوْجُ	فِيْ	بَعْضٍ	وَّ	نُفِخَ	فِي
میرے رب کا	برحق	اور	چھوڑ دیا ہم نے	ان میں سے بعض کو	اس دن	گھستے رہیں	بیچ	بعض کے	اور	پھونکا جائیگا	بیچ

وعدہ برحق ہے۔ ٩٨ اور اُس دن ہم اُنہیں ایک دوسرے میں گھستا ہوا چھوڑ دیں گے اور صور میں پھونک ماری

الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ

الصُّوْرِ	فَجَمَعْنٰهُمْ	جَمْعًا ٩٩	وَّ	عَرَضْنَا	جَهَنَّمَ	يَوْمَئِذٍ	لِّلْكٰفِرِيْنَ
صور کے	سو ہم جمع کریں گے انہیں	جمع کرنا	اور	پیش کردیں گے ہم	جہنم کو	اس دن	کافروں پر

جائے گی تو ہم اُن سب کو جمع کر لیں گے۔ ٩٩ اور اُس دن ہم جہنم کو کافروں کے سامنے خوب اچھی طرح پیش

عَرْضًا ﴿١٠٠﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا

عَرْضًا ١٠٠	الَّذِيْنَ	كَانَتْ	اَعْيُنُهُمْ	فِيْ	غِطَآءٍ	عَنْ	ذِكْرِيْ	وَ	كَانُوْا
پیش کرنا	جو لوگ	تھی	ان کی آنکھیں	بیچ	پردے کے	سے	میری یاد کے	اور	تھے وہ

کریں گے۔ ١٠٠ جن کی آنکھوں پر میری یاد کے حوالے سے پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ سننے کی بھی

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿١٠١﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا

لَا	يَسْتَطِيْعُوْنَ	سَمْعًا ١٠١	اَفَحَسِبَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اَنْ	يَّتَّخِذُوْا
نہ	طاقت رکھتے	سننے کی	تو کیا سمجھ لیا	ان لوگوں نے	کفر کیا انہوں نے	یہ کہ	بنالیں گے وہ

طاقت نہیں رکھتے تھے۔ ١٠١ تو کیا جن لوگوں نے کفر کیا، یہ سمجھتے ہیں کہ مجھے چھوڑ کر

عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾

عِبَادِيْ	مِنْ	دُوْنِيْٓ	اَوْلِيَآءَ	اِنَّآ	اَعْتَدْنَا	جَهَنَّمَ	لِلْكٰفِرِيْنَ	نُزُلًا ١٠٢
میرے بندوں کو	سے	میرے علاوہ	بہت سے دوست	بیشک ہم نے	تیار کر رکھی ہے	جہنم	کافروں کیلئے	مہمان نوازی

میرے بندوں کو اپنا دوست بنالیں گے؟ بیشک ہم نے کافروں کی مہمان نوازی کیلئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ ١٠٢

ع ١١/١٩/٢

=تو ذوالقرنین کے حکم سے اس دیوار کو آگ سے خوب اچھی طرح دھونکا گیا، پھر لوہے کی اس گرم دیوار پر پگھلا ہوا تانبہ یا سیسہ ڈالا گیا تا کہ وہ خوب مضبوط ہو جائے اور سد سکندری کی تعمیر مکمل ہوجائے۔ ٩٧ اس آیت مبارکہ میں سد سکندری کی مضبوطی اور اونچائی بیان کی گئی ہے کہ وہ دیوار اس قدر اونچی تھی کہ یاجوج وماجوج کیلئے اس پر چڑھ کر اسے پھلانگنا ممکن نہ رہا اور مضبوط اس قدر تھی کہ وہ اس میں کوئی نقب نہیں لگا سکتے تھے کہ سوراخ کر کے اس دیوار کو پھاڑ ڈالیں اور اتنی جگہ بنالیں کہ ایک پیدل یا گھڑسوار آدمی وہاں سے گزر سکے، بعض حضرات اس کا مصداق "دیوار چین" کو قرار دیتے ہیں، جو کہ ایک ہزار میل لمبی ہے، بعض حضرات وسط ایشیا میں دربند کے مقام پر واقع دیوار کو سدِ سکندری کہتے ہیں، بعض اہل علم نے درۂ داریال کو اس کا مصداق قرار دیا ہے جو کہ روس کے علاقہ داغستان میں واقع ہے اور کاکیشیا کے پہاڑی سلسلوں میں ہے، یہ تیسرا قول ماضی قریب کے بعض اہل علم نے نہایت وثوق سے ذکر فرمایا ہے، لیکن اصل حقیقت اللہ کو معلوم ہے۔ ٩٨ اس آیت مبارکہ میں سد سکندری کی تعمیر پر ذوالقرنین کا بارگاہِ الٰہی میں شکر ادا کرنا مذکور ہے، اللہ کے نیک بندوں کی شان یہی ہے کہ وہ اپنے کسی بھی کارنامے کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس پر فخر کرنے کی بجائے شکر ادا کرتے ہیں، ساتھ ہی ذوالقرنین نے یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ دیوار ہمیشہ رہنے کیلئے نہیں ہے کیونکہ دوام صرف حق تعالیٰ کی ذات کو ہے، جب میرے رب کا وعدہ آئے گا "جو کہ برحق ہے" تو یہ مضبوط اور ناقابلِ تسخیر دیوار بھی ریزہ ریزہ ہوجائے گی، اب رہی یہ بات کہ "رب کے وعدے" سے کیا مراد ہے؟ تو بعض مفسرین نے اس سے قرب قیامت کا زمانہ مراد لیا ہے، لیکن محتاط مفسرین کے نزدیک اس سے علم الٰہی میں طے شدہ وقت مراد ہے، جب اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق سد سکندری کے ٹوٹنے کا مقررہ وقت آجائیگا تو یہ دیوار ٹوٹ جائیگی اور اس کی پائیداری اس کے کچھ کام نہ آسکے گی، البتہ اس سے جلد بازی میں یہ نتیجہ اخذ کر لینا بھی صحیح نہیں ہے کہ سد سکندری مکمل طور پر ریزہ ریزہ ہوچکی ہے، کیونکہ اگر یہ نتیجہ صحیح ہو تو پھر یاجوج وماجوج کا خروج بھی ہوجانا چاہیے جو کہ قیامت کی اہم ترین علامت ہے، یہی وجہ ہے کہ ماضی قریب کے جن علماء نے تاتاریوں کو یاجوج و ماجوج کا مصداق قرار دینے کیلئے بعید از قیاس تاویلات کی ہیں، محقق علماء نے ان کے نظریے سے کبھی اتفاق نہیں کیا۔ ٩٩ اس آیت مبارکہ میں صور پھونکے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، اُس وقت لوگ ایک دوسرے میں خلط ملط ہوجائیں گے، نفسانفسی کا عالم ہوگا، کسی کو کسی کی پرواہ نہ ہوگی اور تمام اولین وآخرین بارگاہِ الٰہی میں جمع ہوجائیں گے۔ ١٠٠ اس آیت مبارکہ میں "عرض جہنم" کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی جس دن صور پھونکا جائیگا اور قیامت قائم ہوجائے گی، اس دن جہنم کو بھی لایا جائیگا، احادیث مبارکہ میں اس کی یہ کیفیت بیان کی گئی ہے کہ اس دن جہنم کے منہ میں ستر ہزار لگام ہوں گی اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتوں نے تھام رکھا ہوگا، اس کے باوجود بھی جہنم بے قابو ہو رہی ہوگی۔ اعاذنا اللہ منہا۔ ١٠١ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں جن کیلئے جہنم کو تیار کیا گیا ہے، پہلی یہ کہ ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ اللہ کی یاد سے غافل ہوچکے تھے، یعنی ظاہری بصارت تو تھی لیکن حقیقی بصیرت سے محروم تھے، دوسری یہ کہ وہ لوگ حق بات سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے، یعنی ظاہری سماعت تو انہیں حاصل تھی لیکن حقیقی سماعت انہیں میسر نہ تھی اس لیے ان کے کان حق سے ہمیشہ نا آشنا رہے۔ ١٠٢ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے ایک گمان فاسد کی تردید کی گئی ہے، وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے معبود "جن میں حضرت عیسیٰ وعزیز علیہما السلام اور دیگر اولیاء واتقیاء بھی شامل ہیں" =

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي

فِي	سَعْيُهُمْ	ضَلَّ	اَلَّذِيْنَ	اَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾	بِالْاَخْسَرِيْنَ	نُنَبِّئُكُمْ	هَلْ	قُلْ
بیچ	ان کی کوشش	ضائع ہوگئی	وہ لوگ	اعمال میں	سب سے زیادہ خسارے والے	ہم تمہیں بتائیں	کیا	تُو کہہ

آپ فرمادیجئے کہ کیا ہم تمہیں اُن لوگوں کے متعلق بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں ہیں؟ ﴿١٠٣﴾ وہ لوگ جن کی کوششیں دنیوی زندگی میں

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ اُولٰٓئِكَ

اُولٰٓئِكَ	صُنْعًا ﴿١٠٤﴾	يُحْسِنُوْنَ	اَنَّهُمْ	يَحْسَبُوْنَ	هُمْ	وَ	الدُّنْيَا	الْحَيٰوةِ
یہی لوگ	کام کی	نیکی کررہے ہیں	کہ بیشک وہ	سمجھتے رہے	وہ	اور	دنیا کی	زندگی کے

ضائع ہوگئیں اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ وہ نیکی کر رہے ہیں۔ ﴿١٠٤﴾ یہی لوگ ہیں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ

لَهُمْ	نُقِيْمُ	فَلَا	اَعْمَالُهُمْ	فَحَبِطَتْ	لِقَآئِهٖ	وَ	رَبِّهِمْ	بِاٰيٰتِ	كَفَرُوْا	الَّذِيْنَ
ان کیلئے	قائم کریں گے ہم	تو نہیں	ان کے اعمال	سو ضائع ہوگئے	اس سے ملنے کے	اور	اپنے رب کی	ساتھ آیتوں کے	کفر کیا انہوں نے	وہ جو

جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں اور اُس سے ملاقات کا انکار کیا، سو اُن کے اعمال ضائع ہوگئے، اس لیے قیامت کے دن ہم اُن کیلئے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا

وَاتَّخَذُوْٓا	كَفَرُوْا	بِمَا	جَهَنَّمُ	جَزَآؤُهُمْ	ذٰلِكَ	وَزْنًا ﴿١٠٥﴾	الْقِيٰمَةِ	يَوْمَ
اور پکڑلیا انہوں نے	کفر کیا انہوں نے	اس وجہ سے جو	جہنم	ان کی سزا	وہ	کوئی وزن	قیامت کے	دن

کوئی ترازو قائم نہیں کریں گے۔ ﴿١٠٥﴾ یہ اُن کا بدلہ جہنم ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر کیا، نیز میری آیتوں اور

اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿١٠٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ

كَانَتْ	الصّٰلِحٰتِ	وَعَمِلُوا	اٰمَنُوْا	الَّذِيْنَ	اِنَّ	هُزُوًا ﴿١٠٦﴾	رُسُلِيْ	وَ	اٰيٰتِيْ
ہیں	اچھے	اور عمل کئے انہوں نے	ایمان لائے	جو لوگ	بیشک	مذاق	میرے پیغمبروں کو	اور	میری آیتوں کو

میرے پیغمبروں کو مذاق کا نشانہ بنایا۔ ﴿١٠٦﴾ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک عمل کیے، اُن کی

لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿١٠٧﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا

عَنْهَا	يَبْغُوْنَ	لَا	فِيْهَا	خٰلِدِيْنَ	نُزُلًا ﴿١٠٧﴾	الْفِرْدَوْسِ	جَنّٰتُ	لَهُمْ
اس سے	خواہش کریں گے	نہ	اسمیں	ہمیشہ رہنے والے	مہمان نوازی کو	ٹھنڈی چھاؤں کے	باغات	ان کیلئے

مہمان نوازی کیلئے ٹھنڈی چھاؤں کے باغات ہیں۔ ﴿١٠٧﴾ وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سے منتقل ہونے کی خواہش

= قیامت کے دن ہماری حمایت اور سفارش کر کے ہمیں عذاب الٰہی سے بچالیں گے، اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ ان کا یہ گمان باطل اور غلط ہے، ایسا ہرگز نہ ہوگا، بلکہ کافروں اور مشرکوں کیلئے ہم نے جہنم میں مہمان نوازی کے اسباب فراہم کیے ہیں، جہاں اُن کی خوب اچھی طرح "مہمان نوازی" ہوگی۔

﴿١٠٣﴾ ﴿١٠٤﴾ ان آیتوں میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اعمال کے اعتبار سے خسارے میں رہیں گے، یعنی عمل کی مشقت بھی اٹھارہے ہیں اور آخرت میں انہیں اس کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہوگا، اس سے بڑا خسارہ اور نقصان کیا ہوگا کہ انسان محنت بھی پوری کرے اور اسے اس کی اجرت بھی نہ ملے، یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں بہت سے کام اچھے سمجھ کر سرانجام دیتے ہیں، حقیقت میں وہ کام اچھے نہیں ہوتے، چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ نیکی سمجھ کر ایک کام کرتے ہیں، حالانکہ وہ نیکی کا کام نہیں ہوتا، شیطان نے اسے ان کی نگاہوں میں نیکی بنا دیا ہوتا ہے، تمام بدعات کا یہی حال ہے کہ انسان نیکی سمجھ کر وہ کام کرتا ہے، لیکن بدعت ہونے کی وجہ سے انسان کو اس کا ثواب بھی نہیں ملتا اور اس کی محنت بھی ضائع ہوجاتی ہے، بلکہ خلاف شرع امور کو دین کا حصہ بنانے کا وبال بھی اس کے ذمے لازم آتا ہے، اسی طرح جو شخص ریا کاری کے جذبے سے اعمالِ صالحہ سرانجام دیتا ہے، اپنے خیال میں وہ نیکیوں کے پہاڑ اور انبار اکٹھے کررہا ہوتا ہے لیکن ریا کاری کے جذبے کی وجہ سے اس کی ساری محنت ضائع ہوجاتی ہے۔

﴿١٠٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے آیاتِ الٰہیہ پر ایمان لانے سے انکار کیا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور حق تعالیٰ سے ملاقات کو تسلیم کرنے سے انکار کیا، ایسے لوگ ظاہری طور پر نیکی اور فلاحِ عامہ کے جتنے مرضی کام کرلیں، آخرت میں ان کا کوئی وزن نہ ہوگا، انہیں میزانِ عمل میں رکھنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی، کیونکہ ان کے سارے اعمال ضائع ہوچکے ہوں گے، اس دن وہ سب سے زیادہ گھاٹے میں رہیں گے۔

﴿١٠٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کرتے ہوئے ان لوگوں کی سزا جہنم بیان کی گئی ہے، یہ سزا انہیں بلاوجہ نہیں دی جائیگی، اس کی دو وجہیں یہاں بیان کی گئی ہیں، پہلی وجہ ان کا کفر ہے، کیونکہ جنت کو کافروں کیلئے حرام کردیا گیا ہے، چنانچہ کوئی کافر جنت میں ہرگز داخل نہ ہوگا، دوسری وجہ آیاتِ الٰہیہ اور پیغمبرانِ باصفا کا مذاق اڑانا ہے، یہ لوگ قرآن کریم کی آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے اور پیغمبروں پر ہنستے تھے، آج اس کا بدلہ یہ ملا کہ ہمیشہ کیلئے اللہ کی رحمت سے محروم ہوگئے۔

﴿١٠٧﴾ ﴿١٠٨﴾ ان آیتوں میں ان لوگوں کا انعام بیان کیا گیا ہے جو ایمان لائے اور اپنے نامۂ اعمال کو نیکیوں سے سجالیا، ان کی مہمان نوازی ٹھنڈی چھاؤں کے باغات میں کی جائے گی، جیسے موسم بہار میں کسی پرفضا باغ میں انسان کو طبعی طور پر نشاط حاصل ہوتا ہے، اہل جنت وہاں ہمیشہ رہیں گے، انہیں جنت سے نکالا جائیگا اور نہ ہی وہ کبھی وہاں سے نقل مکانی کی خواہش کریں گے جیسا کہ بعض اوقات ایک ہی جگہ کچھ عرصہ گزارنے کے بعد انسان اکتا جاتا ہے اور وہ پہلے سے بہتر جگہ تلاش کرنے لگتا ہے، جنت میں ایسا نہ ہوگا۔

حِوَلًا ﴿١٠٨﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ

حِوَلًا ﴿١٠٨﴾	قُلْ	لَّوْ	كَانَ	الْبَحْرُ	مِدَادًا	لِّكَلِمٰتِ	رَبِّيْ	لَنَفِدَ	الْبَحْرُ	قَبْلَ	اَنْ
منتقل ہونے کی	تو کہہ	اگر	ہو	سمندر	روشنائی	کلمات کیلئے	میرے رب کے	البتہ ختم ہو جائے	سمندر	پہلے	یہ کہ

نہ کریں گے۔ ﴿١٠٨﴾ آپ فرما دیجئے کہ اگر میرے رب کے کلمات لکھنے کیلئے سمندر روشنائی بن جائے تو میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے

تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

تَنْفَدَ	كَلِمٰتُ	رَبِّيْ	وَلَوْ	جِئْنَا	بِمِثْلِهٖ	مَدَدًا ﴿١٠٩﴾	قُلْ	اِنَّمَآ	اَنَا	بَشَرٌ	مِّثْلُكُمْ
ختم ہوں	کلمات	میرے رب کے	اگرچہ	لے آئیں ہم	اس جیسا	مدد کیلئے	تو کہہ	وہ تو صرف	میں	ایک انسان	تمہاری طرح

سمندر ختم ہو جائے گا، اگرچہ ہم اس کی کمی پوری کرنے کیلئے ویسا ہی سمندر اور بھی لے آئیں۔ ﴿١٠٩﴾ آپ فرما دیجئے کہ میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہی ہوں،

يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ

يُوْحٰٓى	اِلَيَّ	اَنَّمَآ	اِلٰهُكُمْ	اِلٰهٌ	وَّاحِدٌ	فَمَنْ	كَانَ	يَرْجُوْا	لِقَآءَ	رَبِّهٖ
وحی کی جاتی ہے	میری طرف	کہ صرف	تمہارا معبود	معبود	ایک	سو جو کوئی	ہو	امید رکھتا	ملاقات کی	اپنے رب سے

مجھ پر یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، سو جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے،

فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿١١٠﴾ ع

فَلْيَعْمَلْ	عَمَلًا	صَالِحًا	وَّ	لَا	يُشْرِكْ	بِعِبَادَةِ	رَبِّهٖٓ	اَحَدًا ﴿١١٠﴾
تو چاہئے کہ عمل کرے	عمل	نیک	اور	نہ	شریک کرے	عبادت میں	اپنے رب کی	کسی ایک کو

اُسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے، اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ ﴿١١٠﴾

ع ١٢ ٩ ٣

اٰيَاتُهَا ٩٨ ۔ (١٩) سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ (٤٤) ۔ رُكُوْعَاتُهَا ٦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿١﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿٢﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿١﴾	ذِكْرُ	رَحْمَتِ	رَبِّكَ	عَبْدَهٗ	زَكَرِيَّا ﴿٢﴾	اِذْ	نَادٰى	رَبَّهٗ	نِدَآءً
كهيعص	ذکر ہے	رحمت کا	تیرے رب کی	اپنے بندے پر	زکریا	جب	پکارا اس نے	اپنے رب کو	پکار

كهيعص ﴿١﴾ یہ آپ کے رب کی اپنے بندے زکریا پر رحمت کا ذکر ہے۔ ﴿٢﴾ جب اُنہوں نے اپنے رب کو آہستہ آواز سے

﴿١٠٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ''رب کے کلمات'' سے اس کی صفات مراد ہیں اور آیت کا منشا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی صفات لا محدود و لا متناہی ہیں، اگر ساری دنیا کے انسان اور تمام مخلوقات مل کر تمام درختوں کے قلم بنا کر، تمام سمندروں کے پانی کو روشنائی کے طور پر استعمال کر کے اس کی صفات و کمالات اور اختیارات کا احاطہ کرنا چاہیں، تب بھی نہ کر سکیں گے اور بالآخر انہیں یہی کہنا پڑے گا۔

دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اول وصفِ تو ماندہ ایم

﴿١١٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کے دو وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا مشترکہ اور دوسرا امتیازی، مشترکہ وصف ''بشریت'' ہے کہ میں بھی تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں، کھاتا پیتا، چلتا پھرتا اور سوتا جاگتا ہوں، شادی بیاہ کرتا ہوں، خوش اور رنجیدہ ہوتا ہوں، مشقت برداشت کرتا ہوں، نماز اور روزے کا اہتمام کرتا ہوں، بیمار ہوتا اور علاج معالجہ کرواتا ہوں، جبکہ امتیازی وصف یہ ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ وحی اترتی ہے جو عام لوگوں پر نہیں اترتی، اس امتیاز کی وجہ سے مجھے نبوت و رسالت کا وہ مقام حاصل ہے جو مجھے دوسروں سے ممتاز کر دیتا ہے، اس وحی کی بنیادی اور مرکزی تعلیم ''توحید'' ہے، یہی وجہ ہے کہ مجھے دنیا سے کفر و شرک کو مٹانے اور صدائے توحید بلند کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے، لہٰذا جس شخص کو یقین ہو کہ اسے ایک دن اپنے رب کی بارگاہ میں پیش ہونا اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے، وہ عمل صالح کا اہتمام کرے اور شرک سے اجتناب کرے، کیونکہ مشرک کی مغفرت نہیں ہوگی۔

الحمد للہ! آج مورخہ ١٧ ستمبر ٢٠١٨ء بروز ہفتہ بعد نماز عصر سورۂ کہف کے تفسیری حواشی مکمل ہوئے۔

سورۃ مریم

سورۂ مریم مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ٣٨٠٢، کلمات ٩٦٢، آیات ٩٨ اور رکوعات ٦ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ١٦ وغیرہ میں حضرت مریم کا نام آیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورۂ مریم رکھا گیا، ان کے والد کا نام عمران اور والدہ کا نام حنہ تھا، ان کا سلسلۂ نسب حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملتا ہے، سریانی زبان میں ''مریم'' کا معنی خادم ہے کیونکہ انہیں بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کیا گیا تھا، اس سورت کا مرکزی موضوع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پائے جانے والے فاسد خیالات کی اصلاح ہے، اس کے ضمن میں حضرت مریم علیہا السلام کی پاکدامنی کا بیان بھی آ گیا ہے، سورت کا آغاز حضرت زکریا اور یحییٰ علیہما السلام کے تذکرے سے ہوا ہے، کیونکہ حضرت زکریا علیہ السلام رشتہ داری کے اعتبار سے حضرت مریم علیہا السلام کے خالو ہوتے تھے، اس کے علاوہ حضرت ابراہیم، موسیٰ، ہارون، اسماعیل اور ادریس علیہم السلام کا ذکر بھی کیا گیا ہے، جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ آزر کے ساتھ مکالمہ بھی مذکور ہے، اس کے بعد عقیدۂ قیامت کا انکار کرنے اور اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد کا قائل ہونے کی نظریے کی پرزور تردید اور تکذیب کی گئی ہے۔

سورۃ مریم

﴿١﴾ اس سورت کا پہلا جملہ اور پہلی آیت حروف مقطعات پر مشتمل ہے، حروف مقطعات پر سورۂ بقرہ کے آغاز میں چند سطریں لکھی جا چکی ہیں، ایک مرتبہ پھر ملاحظہ کر لی جائیں۔ ٢۔ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت زکریا علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر کیا گیا ہے، قرآن کریم نے چار سورتوں کی اٹھارہ آیتوں میں حضرت زکریا علیہ السلام کا تذکرہ کیا ہے، تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ ان کا سلسلۂ نسب حضرت سلیمان علیہ السلام سے جا کر ملتا ہے، بعض مورخین کو=

خَفِيًّا ③ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ

خَفِيًّا③	قَالَ	رَبِّ	اِنِّیْ	وَهَنَ	الْعَظْمُ	مِنِّیْ	وَاشْتَعَلَ	الرَّاْسُ	شَیْبًا	وَ	لَمْ
آہستہ	کہا اس نے	اے میرے پروردگار	بیشک میں	کمزور ہو چکی	ہڈیاں	میری	اور شعلہ مار رہا ہے	سر	سفیدی سے	اور	نہیں

پکارا۔ ③ کہنے لگے کہ پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور سر کے بالوں میں سفیدی چمک رہی ہے، اور پروردگار!

اَکُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِیًّا ④ وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَکَانَتِ

اَکُنْ	بِدُعَآئِكَ	رَبِّ	شَقِیًّا④	وَ	اِنِّیْ	خِفْتُ	الْمَوَالِیَ	مِنْ	وَّرَآءِیْ	وَ	کَانَتِ
رہا میں	تجھ سے مانگ کر	میرے پروردگار	محروم	اور	بیشک میں	ڈرتا ہوں	رشتہ داروں سے	سے	میرے پیچھے	اور	ہے

میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔ ④ اور مجھے اپنے پیچھے اپنے بھائی بندوں سے اندیشہ ہے، اور میری

امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ⑤ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ

امْرَاَتِیْ	عَاقِرًا	فَهَبْ	لِیْ	مِنْ	لَّدُنْكَ	وَلِیًّا⑤	یَّرِثُنِیْ	وَ	یَرِثُ	مِنْ	اٰلِ
میری بیوی	بانجھ	سو تو عطا کر	مجھے	سے	اپنے پاس	ذمہ دار	وارث ہو میرا	اور	وارث ہو	سے	گھرانے کے

بیوی بانجھ ہے، سو تو خاص اپنے پاس سے مجھے ایک ذمہ داری سنبھالنے والا عطا فرما۔ ⑤ جو میرا بھی وارث ہو اور آلِ یعقوب کا بھی

یَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ⑥ یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨاسْمُهٗ

یَعْقُوْبَ	وَ	اجْعَلْهُ	رَبِّ	رَضِیًّا⑥	یٰزَکَرِیَّآ	اِنَّا	نُبَشِّرُكَ	بِغُلٰمِ	اسْمُهٗ
یعقوب کا	اور	بنادے اسے	پروردگار	پسندیدہ	اے زکریا	بیشک ہم	تجھے خوشخبری دیتے ہیں	ایک لڑکے کی	نام اس کا

وارث ہو، اور پروردگار! اُسے اپنا پسندیدہ بنا۔ ⑥ اے زکریا! ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام

یَحْیٰی ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا ⑦ قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ

یَحْیٰی	لَمْ	نَجْعَلْ	لَّهٗ	مِنْ	قَبْلُ	سَمِیًّا⑦	قَالَ	رَبِّ	اَنّٰی	یَکُوْنُ	لِیْ	غُلٰمٌ
یحییٰ	نہیں	بنایا ہم نے	اس کا	سے	پہلے	ہم نام	کہا اس نے	پروردگار	کہاں	ہوگا	میرے لئے	لڑکا

یحییٰ ہوگا، ہم نے اس سے پہلے اس نام کا کسی کو نہیں بنایا۔ ⑦ وہ کہنے لگے کہ پروردگار! میرے یہاں لڑکا کیسے ہوگا

وَّکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ عِتِیًّا ⑧ قَالَ

وَّکَانَتِ	امْرَاَتِیْ	عَاقِرًا	وَّ	قَدْ	بَلَغْتُ	مِنَ	الْکِبَرِ	عِتِیًّا⑧	قَالَ
اور ہے	میری بیوی	بانجھ	اور	یقیناً	میں پہنچ چکا	سے	بڑھاپے کے	سوکھ جانے کے	کہا اس نے

جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بھی بڑھاپے کی وجہ سے سوکھ جانے کی عمر تک پہنچ گیا ہوں؟ ⑧ اللہ نے فرمایا اسی طرح ہوگا، آپ کا رب

= یہ غلط فہمی ہو گئی ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پانچ سو سال پہلے کا ہے، اس غلط فہمی کا منشا یہ ہے کہ تورات میں "زکریاہ" نام کے ایک نبی کا تذکرہ اور ان کا صحیفہ بھی موجود ہے، تورات میں انہیں مشہور فاتح دارا کے دور میں دکھایا گیا ہے، یقیناً وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو سال پہلے گزرے ہیں، لیکن یہاں جن "زکریا" کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خالو ہیں اور یہ ممکن نہیں ہے کہ ان دونوں کے درمیان پانچ سو سال کی مدت حائل ہو۔ ③ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت زکریا علیہ السلام کا اپنے رب سے دعا کرنا مذکور ہے اور یہ کہ انہوں نے یہ دعا پست آواز سے مانگی، اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک تو یہ کہ پست آواز سے دعا مانگنا دعا کا ادب ہے اور اللہ کو پسند ہے اور دوسری یہ کہ اللہ نے ان کی وہ پست آواز بھی سن لی، جیسا کہ اس کے "سمیع" ہونے کا تقاضا ہے۔ ④ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی رحمت کھینچنے والے الفاظ لائے گئے ہیں، چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام بارگاہِ الٰہی میں عرض کر رہے ہیں کہ پروردگار! میں اس قدر بوڑھا ہو چکا ہوں کہ میری ہڈیاں بھی کمزور ہو چکی ہیں، سر کے بال بھی سفید ہو چکے ہیں، اس بڑھاپے میں عادۃً کسی کے یہاں اولاد ہونا ممکن نہیں ہے، اگر میں کسی کے سامنے اس خواہش کا اظہار کروں تو لوگ میرا مذاق اڑائیں گے لیکن پروردگار! میرا ایمان اور مشاہدہ ہے کہ میں نے تجھ سے جب بھی دعا کی، تو نے مجھے کبھی محروم کر کے خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹایا، یعنی یہ کہ پروردگار! اس مرتبہ بھی مجھے محروم نہ فرمانا۔ ⑤ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت زکریا علیہ السلام نے واضح لفظوں میں اللہ تعالیٰ سے بیٹے کی دعا فرمائی ہے اور یہاں "ولی" سے مراد بیٹا ہی ہے، کیونکہ نبوت کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کیلئے "مرد" کا ہونا ضروری ہے، صنفِ نازک ان بھاری ذمہ داریوں کیلئے موزوں نہیں ہے، اس کے علاوہ انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ میری بیوی بانجھ ہے، اگر اس کے یہاں اولاد ہونا ہوتی تو جوانی میں ہی ہو جاتی، لیکن پروردگار! تو مریم کو بے موسمی پھل دے سکتا ہے، مجھے بانجھ بیوی سے بے موسم اولاد نہیں دے سکتا؟ دراصل مجھے یہ اندیشہ ہے کہ میرے دیگر رشتہ دار اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکیں گے جو تو نے مجھے عطا فرما رکھی ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے ایک فرزند عطا فرما، جو میرے مشن کو لیکر آگے چلے اور بنی اسرائیل کی ہدایت و رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتا رہے۔ ⑥ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے حوالے سے دو خواہشوں کا اظہار فرمایا ہے، پہلی یہ کہ وہ میرا اور آلِ یعقوب کا وارث بنے اور دوسری یہ کہ وہ اپنے رب کا پسندیدہ بندہ بنے، ان میں سے پہلی خواہش کو بعض لوگوں نے اپنی خواہش کے مطابق "مالی وراثت" پر محمول کیا ہے اور اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نبی تھے، وہ اپنے مال کی وراثت کے حوالے سے فکر مند تھے، انہوں نے اسی فکر مندی کو دور کرنے کیلئے اللہ سے بیٹا مانگا، معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مال میں وراثت جاری ہوتی ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلاوجہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نبی علیہ السلام کی وراثت دینے سے انکار کیا تھا، ان حضرات سے چند سوالات پوچھے جا رہے ہیں شاید کہ وہ ہماری تسلی کروا سکیں اور ہم ان کے اس دعوے کو تسلیم کر سکیں۔ (الف) کیا وارث ہونے کیلئے صرف بیٹا ہونا ضروری ہے یا بیٹی بھی وارث ہو سکتی ہے؟ (ب) حضرت زکریا علیہ السلام تو پیشے کے اعتبار سے ترکھان تھے، ان کے پاس کتنا مال و دولت آ گیا تھا جس کے حوالے سے وہ فکرمند تھے کہ کہیں یہ خزانہ میرے بھائی بھتیجوں کے ہاتھ نہ لگ جائے؟ (ج) حضرت زکریا علیہ السلام کو اپنا وارث چاہیے تھا یا پورے آلِ یعقوب کا؟ اور کیا ایک شخص پورے خاندان کا وارث ہو سکتا ہے؟ (د) کیا انبیاء کرام علیہم السلام کے دل میں مال کی محبت اس قدر ہوتی ہے کہ وہ بڑھاپے میں بارگاہِ الٰہی کی حاضری کے لطف کا تصور کرنے کی بجائے اس فکر میں پڑ جائیں کہ میرے مرنے کے بعد=

كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ⑨ قَالَ

قَالَ	شَيْـًٔا ⑨	تَكُ	وَلَمْ	قَبْلُ	مِنْ	خَلَقْتُكَ	قَدْ	وَ	هَيِّنٌ	عَلَيَّ	هُوَ	رَبُّكَ	قَالَ	كَذٰلِكَ
کہا اس نے	کوئی چیز	تھا تو	اور نہ	پہلے	سے	میں نے تجھے پیدا کیا	یقینا	اور	آسان	مجھ پر	وہ	تیرے رب نے	کہا	اسی طرح

کہہ چکا ہے کہ میرے لیے ایسا کرنا آسان ہے، میں نے اِس سے پہلے تمہیں بھی پیدا کیا تھا، جبکہ تم کوئی چیز نہ تھے۔ [9] وہ کہنے لگے

رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ⑩

سَوِيًّا ⑩	لَيَالٍ	ثَلٰثَ	النَّاسَ	تُكَلِّمَ	اَلَّا	اٰيَتُكَ	قَالَ	اٰيَةً	لِّيْٓ	اجْعَلْ	رَبِّ
صحت مند ہوکر	راتیں	تین	لوگوں سے	بات کر سکے گا تو	یہ کہ نہ	تیری نشانی	کہا اس نے	کوئی نشانی	میرے لئے	مقرر کردے	پروردگار!

کہ پروردگار! میرے لیے اِس کی کوئی علامت مقرر کر دیجئے، اللہ نے فرمایا کہ تمہارے لیے نشانی یہ ہے کہ تم تندرست ہونے کے باوجود تین راتوں تک لوگوں سے بات نہ کر سکو گے۔ [10]

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً

بُكْرَةً	سَبِّحُوْا	اَنْ	اِلَيْهِمْ	فَاَوْحٰٓى	الْمِحْرَابِ	مِنَ	قَوْمِهٖ	عَلٰى	فَخَرَجَ
صبح	تسبیح بیان کرو	یہ کہ	ان کی طرف	سو اس نے اشارہ کیا	حجرے کے	سے	اپنی قوم کے	پر	سو نکلا

چنانچہ وہ اپنے حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے، اور اُنہیں اشارے سے کہا کہ صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان

وَّعَشِيًّا ⑪ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ⑫

صَبِيًّا ⑫	الْحُكْمَ	وَاٰتَيْنٰهُ	بِقُوَّةٍ	الْكِتٰبَ	خُذِ	يٰيَحْيٰى	عَشِيًّا ⑪	وَ
بچپن میں	فیصلہ کرنا	اور دیا ہم نے اسے	ساتھ مضبوطی کے	کتاب کو	پکڑ لے	اے یحییٰ	شام	اور

کرتے رہو۔ [11] اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے تھام لو، اور ہم نے اُنہیں بچپن میں ہی فیصلہ کرنے کی صلاحیت عطا فرما دی تھی۔ [12]

وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ⑬ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا

جَبَّارًا	يَكُنْ	وَلَمْ	بِوَالِدَيْهِ	وَّبَرًّۢا	تَقِيًّا ⑬	كَانَ	وَ	زَكٰوةً	وَ	لَّدُنَّا	مِّنْ	وَّحَنَانًا
ظالم	تھا وہ	اور نہیں	ساتھ اپنے والدین کے	اور حسن سلوک والا	پرہیزگار	تھا وہ	اور	پاکیزگی	اور	اپنے پاس	سے	اور دل کی رقت

اور خصوصی طور پر اپنے پاس سے دل کی رقت اور پاکیزگی عطا فرمائی، اور وہ پرہیزگار تھے۔ [13] اور اُنہیں اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والا بنایا، اور وہ ظالم،

عَصِيًّا ⑭ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ⑮ ع

حَيًّا ⑮	يُبْعَثُ	يَوْمَ	وَ	يَمُوْتُ	يَوْمَ	وَ	وُلِدَ	يَوْمَ	عَلَيْهِ	سَلٰمٌ	وَ	عَصِيًّا ⑭
زندہ کرکے	اٹھایا جائیگا	جس دن	اور	مرے گا وہ	جس دن	اور	وہ پیدا ہوا	جس دن	اس پر	سلام ہو	اور	نافرمان

نافرمان نہ تھے۔ [14] اور اُن پر سلام ہے جس دن وہ پیدا ہوئے، جس دن وہ فوت ہوئے اور جس دن زندہ کر کے دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ [15]

= یہ مال کس کے پاس جائیگا؟ (ھ) ساری دنیا اس بات کو جانتی ہے کہ انسان کی اولاد اس کی وارث ہوتی ہے، پھر یہاں خصوصیت کے ساتھ "وارثت" کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ جو شخص بھی ان سوالات پر انصاف سے غور کرے گا، وہ اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ یہاں وارثت سے مالی وراثت مراد نہیں ہے، بلکہ "علمی وراثت" مراد ہے جس کی اعلیٰ ترین شکل "وراثتِ نبوت" ہے اور جس کے آگے مال و دولت کے خزانے حقیر اور ہیچ ہیں۔ [7] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت زکریا علیہ السلام کو خطاب کر کے قبولیت دعا کی خوشخبری سنائی گئی ہے کہ ہم تمہیں ایک لڑکا عطا کریں گے، اس کا نام بھی ہم خود تجویز کر رہے ہیں، اس کا نام "یحییٰ" ہوگا، وہ بچہ خود بھی انوکھا ہوگا، اسی لیے اس کا نام بھی انوکھا ہے، چونکہ وہ بچہ تمہاری حیاتِ نو کا سبب بنے گا، اس لیے اس کے نام میں "حیات" کا مادہ رکھ دیا گیا ہے، بعض مفسرین کے مطابق اس وقت حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ [8] اس آیت مبارکہ میں قبولیت دعا پر حضرت زکریا علیہ السلام کے تعجب کا ذکر کیا گیا ہے، سورۂ آل عمران میں اس پر لکھا جا چکا ہے۔ [9] اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی قدرت بیان کی گئی ہے کہ اس کیلئے ایک معدوم اور غیر موجود چیز کو وجود عطا فرمانا مشکل نہیں ہے تو ایک بوڑھے مرد اور بانجھ عورت سے کسی کو پیدا کرنا اس کیلئے کیا مشکل ہو سکتا ہے؟ وہ ظاہری اسباب کا محتاج نہیں ہے اس لیے اطمینان رکھو کہ ایسا ہی ہوگا اور اللہ تمہیں نعمت اولاد سے سرفراز فرمائے گا۔ [10] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت زکریا علیہ السلام کی ایک درخواست ذکر کی گئی ہے کہ میرے لیے کوئی ایسی علامت مقرر کردی جائے جس سے مجھے
ع ١٥ / ۴
اندازہ ہو جائے کہ اب میرے رب کی رحمت مجھ پر متوجہ ہو گئی ہے، اس پر سورۂ آل عمران میں بھی لکھا جا چکا ہے۔ [11] اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت ظاہر ہونے کے موقع پر حضرت زکریا علیہ السلام کا طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے کہ باوجود تندرست اور صحت مند ہونے کے جب ان کی زبان نے بولنے سے انکار کر دیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ حق تعالیٰ کی رحمت مجھ پر متوجہ ہو گئی ہے، تو وہ اپنے حجرے سے نکل کر باہر تشریف لائے اور لوگوں کو اشارے سے تسبیح وتحمید میں مشغول رہنے کی تاکید فرمائی، معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور ہو تو اس کی تسبیح وتحمید میں زیادہ سے زیادہ مشغول ہونا چاہیے۔ [12] [15] ان آیتوں میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے ایک حکم اور ان کی پانچ صفات بیان کی گئی ہیں، دو چیزوں کی ان سے نفی کی گئی ہے اور تین موقعوں پر ان کیلئے سلامتی کا ذکر کیا گیا ہے، حکم تو یہ ہے کہ کتاب کو مضبوطی سے تھام لو، یعنی اس پر مکمل یکسوئی کے ساتھ عمل کرو، یہاں کتاب سے مراد تورات اور دیگر آسمانی تعلیمات ہیں جو خود ان پر یا ان سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل ہوئیں، یاد رہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ ماہ قبل ہوئی تھی، ان کی پہلی صفت "بچپن میں ہی فیصلہ کرنے کی صلاحیت" بیان کی گئی ہے، دراصل یہ لفظ "الحکم" کا مفہوم ہے جو اس عاجز کے نزدیک زیادہ راجح ہے، بعض مفسرین نے "الحکم" سے نبوت مراد لیکر کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو خلافِ عادت بچپن ہی میں نبوت عطا فرما دی تھی، دوسری صفت "حنان" ہے، اگر اس کے نون پر تشدید پڑھی جائے تو یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی صفت بن جائیگا، عام طور پر مترجمین نے اس کا معنی شوق اور مہربانی کیا ہے، لیکن یہاں "دل کی رقت" ترجمہ کیا گیا ہے اور "من لدنا" کے لفظ سے اس میں مزید تخصیص کردی گئی ہے کہ "ہم نے یحییٰ کو خصوصی طور پر اپنے پاس سے دل کی رقت عطا فرمائی تھی" یہ ترجمہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے احوال سے نہایت مناسبت رکھتا ہے کیونکہ تمام تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ وہ اس قدر آہ و بکا اور گریہ وزاری کرتے تھے کہ ان کے چہرے پر آنسوؤں کی نالیاں سی بن گئی تھیں، تیسری صفت لفظ "زکوٰۃ" ہے، جس کا معنی پاکیزگی اور صفائی ستھرائی ہے، اسی سے لفظ "تزکیہ" بھی ہے، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پاکیزگی =

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾

وَاذْكُرْ	فِي	الْكِتٰبِ	مَرْيَمَ	اِذِ	انْتَبَذَتْ	مِنْ	اَهْلِهَا	مَكَانًا	شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾
اور ذکر کر	بیچ	کتاب کے	مریم کا	جب	الگ ہوگئی وہ	سے	اپنے گھر والوں کے	جگہ	مشرقی

اور اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم، کتاب میں مریم کا بھی ذکر کیجیے، جب وہ اپنے گھر والوں سے جدا ہو کر ایک مشرقی کونے میں چلی گئیں۔ ١٦

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۖ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا

فَاتَّخَذَتْ	مِنْ	دُوْنِهِمْ	حِجَابًا	فَاَرْسَلْنَآ	اِلَيْهَا	رُوْحَنَا	فَتَمَثَّلَ	لَهَا
سو بنالی اس نے	سے	ان کے پیچھے	ایک آڑ	سو بھیج دیا ہم نے	اس کی طرف	اپنی روح کو	سو وہ سامنے آگیا	اس کے

پھر اُن کے پیچھے ایک آڑ بنالی، سو ہم نے اُن کے پاس اپنا فرشتہ بھیج دیا، جو اُن کے سامنے ایک مکمل

بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ

بَشَرًا	سَوِيًّا ﴿١٧﴾	قَالَتْ	اِنِّيْٓ	اَعُوْذُ	بِالرَّحْمٰنِ	مِنْكَ	اِنْ	كُنْتَ	تَقِيًّا ﴿١٨﴾	قَالَ
انسان ہوکر	صحت مند	کہا اس نے	بیشک میں	پناہ مانگتی ہوں	رحمان کی	تجھ سے	اگر	تو ہے	پرہیزگار	کہا اس نے

انسان بن کر آگیا۔ ١٧ وہ کہنے لگیں کہ میں تجھ سے رحمان کی پناہ میں آتی ہوں اگر تو متقی ہے۔ ١٨ وہ کہنے لگا

اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ

اِنَّمَآ	اَنَا	رَسُوْلُ	رَبِّكِ	لِاَهَبَ	لَكِ	غُلٰمًا	زَكِيًّا ﴿١٩﴾	قَالَتْ	اَنّٰى	يَكُوْنُ	لِيْ
وہ تو صرف	میں	قاصد ہوں	تیرے رب کا	تاکہ عطا کروں	تجھے	ایک لڑکا	پاکیزہ	کہا اس نے	کہاں	ہوگا	میرے لئے

کہ میں تو آپ کے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ آپ کو ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں۔ ١٩ وہ کہنے لگیں کہ میرے یہاں لڑکا

غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ

غُلٰمٌ	وَ	لَمْ	يَمْسَسْنِيْ	بَشَرٌ	وَ	لَمْ	اَكُ	بَغِيًّا ﴿٢٠﴾	قَالَ	كَذٰلِكِ	قَالَ	رَبُّكِ	هُوَ
لڑکا	اور	نہیں	چھوا مجھے	کسی انسان نے	اور	نہیں	رہی میں	بدکار	کہا اس نے	اسی طرح	کہا	تیرے رب نے	وہ

کیسے ہوگا جبکہ مجھے کسی انسان نے چھوا تک نہیں ہے اور میں کبھی بدکار بھی نہیں رہی؟ ٢٠ اُس نے کہا کہ اسی طرح ہوگا، آپ کے رب نے فرمایا ہے کہ میرے لیے

عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا

عَلَيَّ	هَيِّنٌ	وَ	لِنَجْعَلَهٗ	اٰيَةً	لِّلنَّاسِ	وَ	رَحْمَةً	مِّنَّا	وَ	كَانَ	اَمْرًا
مجھ پر	آسان	اور	تاکہ ہم بنائیں اسے	نشانی	لوگوں کیلئے	اور	رحمت	ہم سے	اور	ہے	کام

ایسا کرنا آسان ہے، تاکہ ہم اُسے لوگوں کیلئے اپنی قدرت کی نشانی، اور اپنی خاص رحمت بنائیں اور اِس کام کا

= کا اندازہ مسند احمد کی اس روایت سے کیا جاسکتا ہے کہ اولادِ آدم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس نے کبھی گناہ یا کم از کم ارادۂ گناہ بھی نہ کیا ہو، سوائے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے، چوتھی صفت لفظ "تقیا" ہے، اس لفظ کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو نہایت متقی اور پرہیزگار ہو، چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ایسے ہی تھے، پانچویں صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنے والدین کے نہایت فرمانبردار تھے، وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے اور ان کے آداب سے خوب واقف تھے، عام طور پر منتوں اور مرادوں سے حاصل ہونے والی اولاد لاڈ پیار کی وجہ سے بگڑ جاتی ہے، اس لیے اگلے دو جملوں میں اس کی وضاحت کی گئی ہے، پہلے جملے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ ظالم اور سرکش نہ تھے، دوسرے نمبر پر یہ کہ وہ اپنے رب یا والدین کے نافرمان نہیں تھے، آخر میں تین موقعوں پر ان کیلئے سلامتی کا ذکر کیا گیا ہے، ولادت، وفات اور دوبارہ زندہ ہونے کے دن اور جس شخص کو ان تین مواقع پر سلامتی نصیب ہوگئی، وہ مکمل طور پر سلامتی پا گیا۔ رزقنا اللہ وایاکم بفضلہ۔

١٦ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت مریم سلام اللہ علیہا کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان کے والدین اور ولادت کا مفصل تذکرہ سورۂ آل عمران میں بیان ہو چکا ہے، وہیں لفظ مریم، مسیح اور عیسیٰ کے معانی بھی بیان ہو چکے ہیں، یہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا مفصل تذکرہ شروع ہو رہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو حضرت مریم کے یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے ظاہری اسباب پیدا کرنا منظور ہوئے تو انہیں غسل وغیرہ کی ضرورت سے تنہائی میں جانا پڑا، وہ مشرق کی جانب چلی گئیں، یہاں مشرق سے مراد بیت المقدس کی مشرقی جانب ہے، اسی وجہ سے عیسائی لوگ بیت المقدس کی مشرقی جانب کو قبلہ سمجھتے ہیں۔ ١٧ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت مریم کا پردے کا اہتمام کرنا بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے غسل سے پہلے پردے کے انتظامات کی خوب اچھی طرح تسلی کر لی، لیکن یہ انتظامات انسانوں کو ان تک پہنچنے سے بچا سکتے تھے، فرشتوں کو نہیں، چنانچہ جبرئیل امین نہایت خوبصورت اور کامل اعضاء والے انسان کی شکل میں حضرت مریم کے سامنے آ گئے، یہاں حضرت جبریل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے "اپنی روح" صرف ان کی اہمیت اور عظمت بیان کرنے کیلئے قرار دیا ہے، اسی وجہ سے انہیں روح القدس بھی کہا جاتا ہے، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہا جاتا ہے، روح القدس کی پھونک سے روح اللہ کا وجود نہایت اعلیٰ مناسبت رکھتا ہے۔ ١٨ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت مریم کا آنے والے شخص سے رحمان کی پناہ مانگنے کا ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ انسان نہیں ہے، بلکہ انسان کی شکل میں روح القدس ہے اور فرشتے نفسانی خواہشات سے پاک ہوتے ہیں، اسی وجہ سے ان میں توالد اور تناسل کا سلسلہ بھی نہیں ہوتا اور ان میں تذکیر و تانیث کا امتیاز بھی نہیں ہوتا۔ ١٩ اس آیتِ مبارکہ میں آنے والے کا تعارف اور مقصد بیان کیا گیا ہے، تعارف یہ کہ میں آپ کے رب کا قاصد ہوں، اپنی مرضی سے نہیں آیا، بلکہ مجھے خداوند قدوس نے آپ کے پاس بھیجا ہے، اس تعارف سے حضرت مریم کو تسلی دینا مقصود تھا، تاکہ ان کی گھبراہٹ اور خوف دور ہو جائے اور آنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں جو نہایت مبارک اور سعادت مند ہوگا۔ ٢٠ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت مریم کا تعجب مذکور ہے کہ جب انہوں نے فرشتے کی زبان سے لڑکے کی بشارت سنی تو انہیں یہ یقین تو ہو گیا کہ اس سے میری عزت کو کوئی خطرہ نہیں ہے، لیکن اس بشارت پر انہیں تعجب اس لیے ہوا کہ کسی بھی عورت کے یہاں اولاد ہونے کی دو ہی صورتیں ہیں، جائز یا ناجائز، حلال یا حرام اور یہاں ان دونوں میں سے کوئی صورت بھی نہیں ہے، جائز یہ کہ کسی سے نکاح ہوا ہو اور ناجائز یہ کہ کسی سے بدکاری کر کے منہ کالا کیا ہو اور آیت میں دونوں کی نفی کر دی گئی ہے تو پھر لڑکے کی ولادت کیونکر ہوگی؟

مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾ فَاَجَآءَهَا

مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾	فَحَمَلَتْهُ	فَانْتَبَذَتْ	بِهٖ	مَكَانًا	قَصِيًّا ﴿٢٢﴾	فَاَجَآءَهَا
فیصلہ کیا گیا	سو اس نے بوجھ اٹھالیا اس کا	سو الگ ہوگئی وہ	ساتھ اس کے	جگہ	دور کی	سو لے آئی اسے

فیصلہ ہو چکا ہے۔ ﴿٢١﴾ سو انہوں نے اُس کا بوجھ اٹھالیا اور اُسے لیکر ایک دور کی جگہ چلی گئیں۔ ﴿٢٢﴾ پھر ولادت کی

الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ

الْمَخَاضُ	اِلٰى	جِذْعِ	النَّخْلَةِ ۚ	قَالَتْ	يٰلَيْتَنِىْ	مِتُّ	قَبْلَ	هٰذَا	وَ	كُنْتُ
ولادت کی تکلیف	طرف	تنے کے	کھجور کے	کہا اس نے	اے کاش! میں	مرچکی ہوتی	پہلے	اس سے	اور	ہوجاتی میں

تکلیف اُنہیں ایک کھجور کے تنے کے پاس لے آئی، وہ کہنے لگیں کہ اے کاش! میں اِس سے پہلے مر چکی ہوتی اور میں

نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ

نَسْيًا	مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾	فَنَادٰىهَا	مِنْ	تَحْتِهَآ	اَلَّا	تَحْزَنِىْ	قَدْ	جَعَلَ	رَبُّكِ
بھولی	بھلائی ہوئی	سو اسے پکارا	سے	اس کے نیچے	یہ کہ نہ	غمگین ہوتو	یقینا	بنادیا ہے	تیرے رب نے

بھولی بسری بن چکی ہوتی۔ ﴿٢٣﴾ تو فرشتے نے اُنہیں نیچے سے آواز دی کہ تم غمگین نہ ہو، تمہارے رب نے تمہارے نیچے

تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا

تَحْتَكِ	سَرِيًّا ﴿٢٤﴾	وَ	هُزِّىْٓ	اِلَيْكِ	بِجِذْعِ	النَّخْلَةِ	تُسٰقِطْ	عَلَيْكِ	رُطَبًا
تیرے نیچے	ایک چشمہ	اور	ہلاتو	اپنی طرف	تنے کو	کھجور کے	گریں گی	تجھ پر	تازہ کھجوریں

ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔ ﴿٢٤﴾ اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف پکڑکر ہلاؤ، تم پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرنے

جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ

جَنِيًّا ﴿٢٥﴾	فَكُلِىْ	وَاشْرَبِىْ	وَ	قَرِّىْ	عَيْنًا ۚ	فَاِمَّا	تَرَيِنَّ	مِنَ	الْبَشَرِ	اَحَدًا ۙ
پکی ہوئی	سو کھاتو	اور پی	اور	ٹھنڈی رکھ	آنکھ	سو اگر	تو دیکھے	سے	انسان کے	کسی ایک کو

لگیں گی۔ ﴿٢٥﴾ سو تم کھاؤ، پیو اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھو، پھر اگر تمہیں کوئی انسان نظر آئے

فَقُوْلِىْٓ اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾ ۚ فَاَتَتْ

فَقُوْلِىْٓ	اِنِّىْ	نَذَرْتُ	لِلرَّحْمٰنِ	صَوْمًا	فَلَنْ	اُكَلِّمَ	الْيَوْمَ	اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾	فَاَتَتْ
تو کہہ دے	بیشک میں نے	منت مانی ہے	رحمان کیلئے	روزے کی	سو ہرگز نہ	کلام کروں گی	آج کے دن	کسی انسان سے	سو لے آئی

توتم کہہ دینا کہ میں نے رحمان کی خاطر روزے کی منت مان رکھی ہے، لہٰذا آج میں کسی انسان سے کسی صورت بات نہیں کرسکتی۔ ﴿٢٦﴾ چنانچہ وہ اُسے

﴿٢١﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت مریم کے تعجب کا جواب اور ولادت کی اس خاص صورت کی حکمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ روح القدس نے انہیں بتایا کہ آپ کے رب کیلئے ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں ہے، وہ تو معدوم کو وجود عطا فرماتا ہے، ایک موجود سے دوسرے موجود کو وجود عطا فرمانا اس کیلئے کیا مشکل ہو سکتا ہے؟ جہاں تک تعلق ہے ولادت کی اس خاص صورت کی حکمت کا تو وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کسی انسان کے ہاتھ لگائے بغیر اولاد عطا فرما کر اپنی قدرت کی ایک نشانی دکھانا چاہتا ہے، تاکہ ساری دنیا کو معلوم ہوجائے کہ نسل انسانی کو چلانے کیلئے اللہ تعالیٰ اسباب کا محتاج نہیں ہے، اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو ماں اور باپ دونوں کے بغیر اور حضرت حواء کو ماں کے بغیر پیدا کیا تھا، اب وہ ایک بچہ باپ کے بغیر پیدا کرنا چاہتا ہے تاکہ تخلیق کی تمام صورتیں دنیا کے سامنے آجائیں، وہ بچہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہوگا، آیت کے آخر میں حضرت مریم پر واضح کردیا گیا کہ اس کام کا فیصلہ ہو چکا ہے، لہٰذا اب یہ ہو کر رہے گا، اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم کی آستین پکڑ کر اس میں پھونک ماری اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ظہور کے اسباب بن گئے۔

﴿٢٢﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت مریم کے "امید" سے ہونے اور اپنے گھر سے دور چلے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، حضرت مریم کو "امید" تو اسی وقت ہو گئی تھی جب روح القدس نے پھونک ماری تھی، لیکن یہ ضروری نہیں ہے اسی وقت وہ اپنے گھر سے دور بھی چلی گئی ہوں، بظاہر یہ اس وقت کی بات ہے جب ان کے یہاں ولادت کا وقت قریب آیا، چونکہ اس سے پہلے ضرورت نہیں تھی اس لیے وہ اپنی جگہ پر ہی رہتی رہیں جب ضرورت پیش آئی تو وہ وہاں سے دور چلی گئیں۔

﴿٢٣﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت مریم کے یہاں ولادت کے وقت کا ذکر کیا گیا ہے، تب حضرت مریم "بیت اللحم" میں تھیں جو بیت المقدس سے تقریباً آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے عیسائیوں کے یہاں یہ جگہ نہایت محترم و بابرکت ہے، اس وقت وہاں کھجور کا ایک درخت تھا لیکن اس پر پھل نہیں تھا، ولادت کی تکلیف بڑھتی جارہی تھی، تنہائی اس کے علاوہ تھی، کوئی ہمدرد اور غم خوار خاتون بھی موجود نہ تھی جو ولادت کے مراحل میں تعاون کرتی، یہ احساس بھی تھا کہ لوگ میری پاکدامنی پر کس طرح انگلیاں اٹھائیں گے؟ جتنے منہ ہوں گے، اتنی ہی باتیں ہوں گی، میں ان تمام لوگوں کو مطمئن کیونکر کرسکوں گی؟ کیا لوگ فرشتے کی آمد اور محض اس کی پھونک پر "امید" سے ہوجانے کو تسلیم کرلیں گے؟ جب اس بچے کی شناخت کا مرحلہ آئے گا تو لوگ اس کے باپ کے متعلق سوالات پوچھ کر اسے شرمندہ کریں گے، کیا اس سے پہلے ایسی کوئی مثال موجود ہے؟ یہ اور اس طرح کی نجانے کتنی باتیں سوچ سوچ کر ان کی زبان سے نکل گیا اے کاش! میں اس سے پہلے ہی مرچکی ہوتی، لوگ میرا نام اور نشان بھی بھول چکے ہوتے اور میں ایک بھولی بسری داستان بن چکی ہوتی۔

﴿٢٤﴾ ﴿٢٦﴾ ان آیتوں میں حضرت مریم کو تسلی دینے اور آئندہ کے اندیشوں اور مشکلات سے بچنے کا نسخہ بتایا گیا ہے، تسلی دینے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ پھر روح القدس کو بھیجا، لیکن اس مرتبہ وہ سامنے نہیں آئے، کیونکہ حضرت مریم کی حالت اس وقت ایسی نہیں تھی کہ ان کا سامنا کرنا مناسب ہوتا، اس لیے پیچھے رہ کر آواز دی کہ آپ کو غمگین ہونے کی ضرورت نہیں ہے، یہ تو خوش ہونے کا وقت ہے، غمگین ہونا صحت کیلئے مفید نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی پریشانی ختم کرنے کیلئے اس ویرانے میں ہی آپ کی ضرورت کا انتظام کردیا ہے، اس وقت آپ کو کھانے اور پینے کی ضرورت ہے، چنانچہ پینے کیلئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے قریب ہی چشمہ جاری کردیا ہے اور جس بے پھل درخت سے آپ نے ٹیک لگا رکھی ہے، اسی کو ہلایئے اور قدرت کا اعجاز دیکھئے کہ کیسے آپ پر تازہ کھجوریں گرتی ہیں، کھانے کیلئے کھجوریں، پینے کیلئے پانی اور آنکھیں ٹھنڈی رکھنے کیلئے یہ خوبصورت ننھا معصوم بیٹا، ساری دنیا آپ =

بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا (٢٧) يٰۤاُخْتَ

بِهٖ	قَوْمَهَا	تَحْمِلُهٗ ؕ	قَالُوْا	يٰمَرْيَمُ	لَقَدْ	جِئْتِ	شَيْـًٔا	فَرِيًّا (٢٧)	يٰۤاُخْتَ
اسے	اپنی قوم کے پاس	اسے اٹھا کر	کہنے لگے وہ	اے مریم	البتہ یقیناً	تو لائی	ایک چیز	طوفان	اے بہن

اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں، وہ کہنے لگے کہ اے مریم! تم تو ایک ایسی چیز لیکر آئی ہو جو بڑا طوفان ہے۔ [٢٧] اے ہارون کی

هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا (٢٨) ۖۚ فَاَشَارَتْ

هٰرُوْنَ	مَا	كَانَ	اَبُوْكِ	امْرَاَ	سَوْءٍ	وَّ	مَا	كَانَتْ	اُمُّكِ	بَغِيًّا (٢٨)	فَاَشَارَتْ
ہارون کی	نہیں	تھا	باپ تیرا	مرد	برا	اور	نہ	تھی	تیری ماں	بدکار	سو اشارہ کیا اس نے

بہن! نہ تو تمہارا باپ برا آدمی تھا اور نہ ہی تمہاری ماں بدکار تھی۔ [٢٨] تو انہوں نے اس بچے کی طرف

اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا (٢٩) قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ

اِلَيْهِ ؕ	قَالُوْا	كَيْفَ	نُكَلِّمُ	مَنْ	كَانَ	فِي	الْمَهْدِ	صَبِيًّا (٢٩)	قَالَ	اِنِّيْ	عَبْدُ
اس کی طرف	کہا انہوں نے	کیسے	کلام کریں ہم	وہ جو	ہے	بیچ	گہوارے کے	بچہ	کہا اس نے	بیشک میں	بندہ

اشارہ کردیا، وہ کہنے لگے کہ ہم گہوارے کے بچے سے کیسے بات کریں؟ [٢٩] وہ بچہ بولا کہ میں اللہ کا

اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا (٣٠) ۙ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪

اللّٰهِ ؕ	اٰتٰىنِيَ	الْكِتٰبَ	وَ	جَعَلَنِيْ	نَبِيًّا (٣٠)	وَّ	جَعَلَنِيْ	مُبٰرَكًا	اَيْنَ	مَا	كُنْتُ ۪
اللہ کا	اس نے دی مجھے	کتاب	اور	بنایا اس نے مجھے	نبی	اور	بنایا اس نے مجھے	بابرکت	جہاں	بھی	میں ہوں

بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ [٣٠] اور میں جہاں بھی ہوں، مجھے بابرکت بنایا ہے

وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (٣١) ۖ وَّبَرًّاۢ بِوَالِدَتِيْ ؗ وَلَمْ

وَ	اَوْصٰنِيْ	بِالصَّلٰوةِ	وَ	الزَّكٰوةِ	مَا	دُمْتُ	حَيًّا (٣١)	وَّبَرًّا	بِوَالِدَتِيْ	وَ	لَمْ
اور	اس نے تاکید کی مجھے	نماز کی	اور	زکوٰۃ کی	جب تک	میں رہوں	زندہ	اور حسن سلوک والا	اپنی والدہ سے	اور	نہیں

اور جب تک میں زندہ رہوں، مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ [٣١] اور مجھے اپنی والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والا بنایا ہے، مجھے

يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا (٣٢) وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ

يَجْعَلْنِيْ	جَبَّارًا	شَقِيًّا (٣٢)	وَالسَّلٰمُ	عَلَيَّ	يَوْمَ	وُلِدْتُّ	وَ	يَوْمَ	اَمُوْتُ	وَ	يَوْمَ
بنایا اس نے مجھے	ظالم	بدبخت	اور سلام ہو	مجھ پر	جس دن	میں پیدا ہوا	اور	جس دن	میں مروں گا	اور	جس دن

ظالم اور بدبخت نہیں بنایا ہے۔ [٣٢] اور مجھ پر سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا، جس دن میں مروں گا اور جس دن

= کے قدموں میں جمع ہے، آپ کو فکر کرنے کی کیا ضرورت؟ رہ گئی بات لوگوں کی تو ان کے سامنے اپنی صفائی اور پاکدامنی بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، آپ چپ کا روزہ رکھ لیں اور لوگوں کو اشارہ سے بتادیں کہ میں نے چپ کا روزہ رکھا ہوا ہے، لہٰذا میں تو بات نہیں کرسکتی، جو پوچھنا ہے اس بچے سے پوچھ لو، بس آپ کا صرف اتنا ہی کام ہے، اس سے آگے ہم جانیں اور ہمارا کام، آپ کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔

[٢٧] اس آیت مبارکہ میں حضرت مریم کے اپنے نومولود بچے کے ساتھ اپنی قوم میں واپس جانے اور لوگوں کے تحیر کا ذکر کیا گیا ہے، جب حضرت مریم کی جسمانی صحت کچھ بحال ہوئی اور روحانی و ذہنی طور پر بھی تسلی نصیب ہوگئی تو وہ اپنے بیٹے کو لیکر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگئیں، شدہ شدہ یہ خبر پورے علاقے میں پھیل گئی کہ مریم کے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے، چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں کہ یہ بچہ کس کا ہے؟ کاہنوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے جلسہ عام منعقد کرنے اور لوگوں کی موجودگی میں مریم کو بلا کر ان سے تفتیش کرنے کا حکم جاری کردیا، یاد رہے کہ یہودی کاہنوں میں سے بہت سے لوگ پہلے ہی حضرت مریم کے مخالف تھے اور وہ موقع کی تلاش میں رہا کرتے تھے، اس لیے انہوں نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی تدبیر کی، اس طرح وہ حضرت زکریا علیہ السلام کو بھی شرمندہ کرنا چاہتے تھے جو کہ حضرت مریم کے سرپرست، خالو اور مربی تھے۔

[٢٨] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت مریم کے محاکمے کا ذکر کیا گیا ہے، کاہنانِ معبد نے تمام لوگوں کی موجودگی میں حضرت مریم کی پاکدامنی پر الزام لگایا، انہوں نے کہا کہ تمہارے ماں باپ تو ایسے نہ تھے، انہوں نے تو ساری زندگی تقویٰ، طہارت اور پاکدامنی کے ساتھ گزاری، تم نے اتنے بڑے گناہ کا ارتکاب کس جرأت کے ساتھ کرلیا؟ تم اپنے نسب نامے پر غور کرو کہ وہ حضرت ہارون علیہ السلام سے جا کر ملتا ہے، تم نے اپنے باپ دادا اور خاندان کے نام کو بٹہ لگایا اور تم نے نبیوں کے خاندان کو رسوا کردیا، یہاں بعض مفسرین نے "اخت ہارون" پر کلام کرتے ہوئے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ ہارون دراصل حضرت مریم کے بھائی کا نام تھا اور انہوں نے اس رواج کا حوالہ دیا ہے کہ لوگ اپنے بچوں کا نام صالحین کے نام پر رکھ دیتے ہیں، اس عاجز کو اس قول اور اسے بلا تردید نقل کرنے والے مفسرین پر تعجب ہوتا ہے کیونکہ حضرت مریم کا کوئی بھائی سرے سے تھا ہی نہیں، وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھیں، ان کے والد عمران اسی وقت فوت ہوگئے تھے جب وہ شکمِ مادر میں تھیں اور اس سے پہلے وہ دونوں لاولد تھے، اس لیے قرآن کریم کا وہ بیان" جو سورۂ آل عمران میں مفصل مذکور ہو چکا ہے" سامنے رکھا جائے تو یہ قول باطل ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ [٢٩] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت مریم کا "ہدایت کے مطابق" بچے کی طرف اشارہ کرنا اور لوگوں کا اس پر تعجب کرنا مذکور ہے، جب حضرت مریم سے محاکمہ کیا گیا تو انہوں نے چپ کے روزے کا حوالہ دیکر اشارہ کیا کہ اس بچے سے پوچھ لیں کہ اس کا باپ کون ہے؟ یہ خود ہی بتادے گا، لوگوں نے اپنی خفگی کا اظہار کیا کہ ایک تو گناہ کا ارتکاب کیا، اور اب ہم سے مذاق کر رہی ہے، بھلا گہوارے کے بچے کلام بھی کرتے ہیں؟ [٣٠] [٣٢] ان آیتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ان کا پورا تعارف آگیا ہے، پہلا جملہ ہی عیسائیوں کے عقیدۂ الوہیت کی تردید کر رہا ہے جس میں وہ کہہ رہے ہیں کہ میں عبد اللہ ہوں یعنی ابن اللہ نہیں ہوں، اب عیسائی ہی بتائیں کہ ان کی بات مانی جائے یا خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس تعارف میں اپنے لیے کتاب اور نبوت کا ذکر بھی فرمایا اور اسے ماضی کے صیغے سے تعبیر فرمایا ہے، مطلب یہ کہ مجھے کتاب اور نبوت عطا فرمانے کا فیصلہ ہو چکا ہے اور چونکہ اللہ کے فیصلوں کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا، اس لیے یوں سمجھو کہ گویا مجھے ابھی کتاب اور نبوت دی جاچکی، تیسرے جملے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بابرکت اور مبارک ہونا بیان =

أُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ

أُبْعَثُ	حَيًّا ﴿٣٣﴾	ذٰلِكَ	عِيْسَى	ابْنُ	مَرْيَمَ	قَوْلَ	الْحَقِّ	الَّذِيْ	فِيْهِ
میں اٹھایا جاؤں گا	زندہ کرکے	وہ	عیسیٰ	بیٹا	مریم کا	بات	حق کی	وہ جو	اسمیں

زندہ کرکے دوبارہ اٹھایا جاؤں گا۔ ﴿٣٣﴾ یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم، وہ حق بات جس میں لوگ

يَمْتَرُوْنَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا قَضٰٓى

يَمْتَرُوْنَ ﴿٣٤﴾	مَا	كَانَ	لِلّٰهِ	اَنْ	يَّتَّخِذَ	مِنْ	وَّلَدٍ	سُبْحٰنَهٗ	اِذَا	قَضٰٓى
شک کرتے ہیں	نہیں	ہے	اللہ کیلئے	یہ کہ	بنائے	سے	اولاد کے	پاک ہے وہ	جب	فیصلہ کرلے

جھگڑا کرتے ہیں۔ ﴿٣٤﴾ اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ اولاد بنائے، وہ پاک ہے، جب کسی کام کا

اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٣٥﴾ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ

اَمْرًا	فَاِنَّمَا	يَقُوْلُ	لَهٗ	كُنْ	فَيَكُوْنُ ﴿٣٥﴾	وَ	اِنَّ	اللّٰهَ	رَبِّيْ	وَرَبُّكُمْ	فَاعْبُدُوْهُ
کسی کام کا	توصرف	کہتا ہے	اس سے	ہوجا	تو ہوجاتا ہے	اور	بیشک	اللہ	میرا رب	اور تمہارا رب	سوتم اس کی عبادت کرو

فیصلہ کرلیتا ہے تو اُس سے صرف اتنا کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے۔ ﴿٣٥﴾ اور بیشک اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، سوتم اُسی کی عبادت کرو،

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٣٦﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ

هٰذَا	صِرَاطٌ	مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٣٦﴾	فَاخْتَلَفَ	الْاَحْزَابُ	مِنْۢ	بَيْنِهِمْ	فَوَيْلٌ
یہ	راستہ	سیدھا	پھر اختلاف کیا	گروہوں نے	سے	اپنے درمیان	سو ہلاکت

یہ سیدھا راستہ ہے۔ ﴿٣٦﴾ پھر مختلف گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا، سو اُس وقت

لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٣٧﴾ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ

لِّلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ	مَّشْهَدِ	يَوْمٍ	عَظِيْمٍ ﴿٣٧﴾	اَسْمِعْ بِهِمْ	وَاَبْصِرْ	يَوْمَ
ان لوگوں کیلئے	کفر کیا انہوں نے	سے	دیکھنے کے	ایک دن	بڑا	کیا خوب سنتے ہوں گے وہ	اور کیا خوب دیکھتے ہوں گے	جس دن

کافروں کیلئے ہلاکت ہوگی جب وہ ایک بڑا دن دیکھیں گے۔ ﴿٣٧﴾ اُس دن وہ کیا خوب سنتے اور دیکھتے ہوں گے جب

يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ

يَاْتُوْنَنَا	لٰكِنِ	الظّٰلِمُوْنَ	الْيَوْمَ	فِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾	وَ	اَنْذِرْهُمْ	يَوْمَ
وہ ہمارے پاس آئیں گے	لیکن	ظلم کرنے والے	آج کے دن	بیچ	گمراہی کے	کھلی	اور	ڈرادے انہیں	دن

ہمارے پاس آئیں گے، لیکن ظالم لوگ آج کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ ﴿٣٨﴾ اور آپ اُنہیں اُس حسرت کے دن سے

= کیا گیا ہے اور اس کیلئے جگہ کی تخصیص کو ختم کردیا گیا ہے، اسی وجہ سے انہوں نے فرمایا کہ میں جہاں کہیں بھی ہوں، مجھے بابرکت بنایا گیا ہے، نحوست اور بدنصیبی ومحرومی کو مجھ سے کوسوں دور رکھا گیا ہے، اور یہ جو فرمایا کہ "میں جہاں کہیں بھی ہوں" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے آسمانوں پر اٹھائے جانے کا علم بھی دیا گیا تھا اور انہوں نے اس جملے میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ میں ہمیشہ ایک جگہ نہیں رہوں گا، چوتھے جملے میں انہوں نے خود کو تاحیات نماز اور زکوٰۃ کا مکلف قرار دیا ہے، چونکہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک مخصوص وقت تک زمین پر رکھنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ حالت میں ہی آسمانوں پر اٹھالیا ہے، وہ دوسرے آسمان پر زندہ ہیں اور قیامت کے قریب اس آخری امت کی نصرت کیلئے زمین پر نزول فرمائیں گے اور مقررہ وقت پر طبعی انداز میں دنیا سے رخصت ہوں گے، اس لیے یہ تعبیر نہایت موزوں اور تمام صورتوں کو شامل ہے، رہی یہ بات کہ وہ آسمان پر نماز کیسے پڑھتے ہوں گے اور زکوٰۃ کیسے ادا کرتے رہوں گے؟ تو یہ سوال حیاتِ عیسیٰ کا انکار کرنے والے اور خودساختہ نبیوں پر ایمان لانے والوں کے نزدیک اہمیت کا حامل ہوسکتا ہے، حیاتِ عیسیٰ اور اس سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان رکھنے والوں کیلئے اس سوال میں کوئی وزن نہیں ہے، کیونکہ ہر جگہ کے اپنے احکام ہوتے ہیں اور موقع محل کی مناسبت سے الفاظ کے مختلف معانی بھی مراد لیے جاتے ہیں لہٰذا یہاں نماز اور زکوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ جس مقام اور وقت کے ساتھ جو نماز اور زکوٰۃ مناسبت رکھتی ہے، مجھے اس کی ادائیگی کا مکلف بنایا گیا ہے، پانچویں جملے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود کو والدہ کے ساتھ حسن سلوک کا پابند قرار دیا ہے، چونکہ ان کے والد نہیں تھے، اس لیے یہاں صرف والدہ کا ذکر کیا گیا ہے، ورنہ حسن سلوک کے مستحق ماں اور باپ دونوں ہی ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ظالم اور محروم وبدبخت نہیں بنایا، اس لیے میں کسی پر نہ ظلم کروں گا اور نہ ہی سنگدلی کا مظاہرہ کرکے بدنصیبی ومحرومی کا شکار بنوں گا، آخری جملے میں انہوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرح تین حالتوں میں اپنے لیے سلامتی کا ذکر فرمایا ہے، اپنی ولادت کے دن، اپنی وفات کے دن، اور اپنی دوبارہ بعثت اور اٹھائے جانے کے دن، کیونکہ یہ تینوں مواقع انسان کیلئے نہایت حساس اور اہم ہوتے ہیں اور ان میں سلامتی پانے والا مکمل طور پر سلامتی حاصل کرلیتا ہے۔ ﴿٣٤﴾ اس آیت مبارکہ میں اوپر بیان کی گئی تفصیل کی طرف اشارہ کرکے فرمایا گیا ہے کہ یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم، اور یہ ہے ان کے متعلق حق بات، لوگ بے مقصد اور بلادلیل جو باتیں کرتے رہتے ہیں، ان میں اعتدال اور حقیقت پر مبنی تفصیل وہی ہے جو گزشتہ آیات میں بیان کردی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ شاہِ حبشہ نجاشی نے ان آیات کی تلاوت سن کر زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا تھا کہ اصل حقیقت اور قرآن کے بیان میں اس تنکے کے برابر بھی فرق نہیں ہے۔ ﴿٣٥﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ سے اولاد ہونے کی نفی کی گئی ہے، اس کی ایک دلیل لفظ "سبحنہ" ہے کیونکہ یہ عیوب سے پاک ہونے کے معنی پر دلالت کرتا ہے اور اللہ ہر عیب سے پاک ہے، اس کیلئے اولاد ہونا عیب ہے، لہٰذا وہ اولاد ہونے سے پاک ہے، دوسری دلیل "اذا قضی"۔۔۔ ہے کہ اگر اسے اولاد کی ضرورت ہی تھی تو اس کیلئے اسے نو مہینے انتظار کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ تو صرف "کن" کہتا ہے اور ناممکن بھی ممکن ہوجاتا ہے، اس لیے بھی وہ اولاد سے پاک ہے۔ ﴿٣٦﴾ اس آیت مبارکہ میں صراطِ مستقیم کی نشاندہی کی گئی ہے کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ کسی اور کی پوجا مت کرو، یہی صراطِ مستقیم ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ میرا، تمہارا اور ساری کائنات کا رب ہے، لہٰذا عبادت کا مستحق بھی وہی ہے، رہی یہ بات کہ یہ جملہ کس کا ہے؟ سو بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہے اور بعض مفسرین نے اس کا =

الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا

الْحَسْرَةِ	اِذْ	قُضِيَ	الْاَمْرُ	وَ	هُمْ	فِيْ	غَفْلَةٍ	وَّ	هُمْ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾	اِنَّا
حسرت کے	جب	فیصلہ کردیا جائیگا	معاملے کا	اور	وہ	بیچ	غفلت کے	اور	وہ	نہیں	ایمان لائیں گے	بیشک ہم

ڈرا دیجئے جب معاملات کا فیصلہ ہوگا، اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔ ﴿۳۹﴾ بیشک ہم

ع ۲ ۲۵ ۵

نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ

نَحْنُ	نَرِثُ	الْاَرْضَ	وَ	مَنْ	عَلَيْهَا	وَ	اِلَيْنَا	يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾	وَ	اذْكُرْ	فِي	الْكِتٰبِ
ہم ہی	وارث ہوں گے	زمین کے	اور	جو کوئی	اس پر	اور	ہماری طرف	وہ لوٹائے جائیں گے	اور	ذکر کر	بیچ	کتاب کے

زمین اور اُس پر جو کوئی بھی ہے، سب کے وارث ہیں اور ہماری طرف ہی اُنہیں لوٹایا جائے گا۔ ﴿۴۰﴾ اور اے نبی! (ﷺ)، اِس کتاب میں ابراہیم کا بھی

اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا

اِبْرٰهِيْمَ	اِنَّهٗ	كَانَ	صِدِّيْقًا	نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾	اِذْ	قَالَ	لِاَبِيْهِ	يٰۤاَبَتِ	لِمَ	تَعْبُدُ	مَا
ابراہیم کا	بیشک وہ	تھا	بہت سچا	نبی	جب	کہا اس نے	اپنے باپ سے	اے میرے باپ	کیوں	تو عبادت کرتا ہے	جو

ذکر کیجئے، بیشک وہ صدیق، نبی تھے۔ ﴿۴۱﴾ اُس وقت کو یاد کیجئے جب ابراہیم نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان! آپ ایسی چیزوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو

لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ

لَا	يَسْمَعُ	وَ	لَا	يُبْصِرُ	وَ	لَا	يُغْنِيْ	عَنْكَ	شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾	يٰۤاَبَتِ	اِنِّيْ	قَدْ	جَآءَنِيْ	مِنَ
نہیں	سنتا	اور	نہیں	دیکھتا	اور	نہیں	کام آئیگا	تیرے	کچھ بھی	اے میرے باپ	بیشک میں	یقینا	آیا میرے پاس	سے

نہ سنتی ہیں اور نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپ کے کسی کے کام آسکتی ہیں۔ ﴿۴۲﴾ ابا جان! میرے پاس ایک ایسا علم

الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ

الْعِلْمِ	مَا	لَمْ	يَاْتِكَ	فَاتَّبِعْنِيْۤ	اَهْدِكَ	صِرَاطًا	سَوِيًّا ﴿۴۳﴾	يٰۤاَبَتِ	لَا	تَعْبُدِ
علم کے	وہ جو	نہیں	آیا تیرے پاس	سو تو پیروی کر میری	میں رہنمائی کروں گا تیری	راستے کی	سیدھے	اے میرے باپ	مت	عبادت کر

آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا، اس لیے آپ میری پیروی کیجئے، میں سیدھے راستے کی طرف آپ کی رہنمائی کروں گا۔ ﴿۴۳﴾ ابا جان! شیطان کی پوجا

الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ

الشَّيْطٰنَ	اِنَّ	الشَّيْطٰنَ	كَانَ	لِلرَّحْمٰنِ	عَصِيًّا ﴿۴۴﴾	يٰۤاَبَتِ	اِنِّيْۤ
شیطان کی	بیشک	شیطان	ہے	رحمان کا	نافرمان	اے میرے باپ	بیشک میں

نہ کیجئے، کیونکہ شیطان رحمان کا نافرمان ہے۔ ﴿۴۴﴾ ابا جان! مجھے

=تعلق "واذكر في الكتب مريم" سے جوڑا ہے، اس صورت میں یہ نبی ﷺ کا مقولہ ہوگا کہ میں نے تمہیں حکم الٰہی کے مطابق حضرت عیسیٰ ابن مریم کے حالات سنا دیئے ہیں، یہی حقیقت پر مبنی تفصیل ہے، اس لیے ان کی عبادت کرنے کی بجائے اللہ کی عبادت کرو، وہی میرا بھی رب ہے اور وہی تمہارا بھی رب ہے۔ ﴿۳۷﴾ اس آیتِ مبارکہ میں لوگوں کے باہمی اختلاف کا ذکر کیا گیا ہے، اس اختلاف کا تعلق عقیدہ توحید سے بھی ہے اور خود حضرت عیسیٰ ﷺ کے حوالے سے بھی ہے، ان میں سے جو لوگ کافر ہوگئے، وہ قیامت کے دن تباہ و برباد ہو جائیں گے، وہ نہایت ہولناک اور عظیم دن ہوگا، اس کی ہولناکی سے بچنے کا یہی راستہ ہے کہ کفر و شرک اور عقیدۂ ابنیت و تثلیث سے اپنا پیچھا چھڑا کر عقیدۂ توحید کو مضبوطی سے تھام لو۔

﴿۳۸﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن لوگوں کی قوتِ سامعہ اور قوت باصرہ کے خوب کام کرنے کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس دن انسان کی آنکھیں خوب دیکھتی ہوں گی، عینک کی ضرورت نہ ہوگی، کان خوب سنتے ہوں گے، آلۂ سماعت کی ضرورت نہ ہوگی، جن لوگوں نے کفر و شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا، آج دنیا میں وہ کھلی گمراہی کا شکار ہو چکے ہیں، اس لیے قیامت کے دن آنکھیں اور کان کھلنے سے وہ کوئی فائدہ نہ اٹھا سکیں گے، اُس دن وہ صرف جہنم کو دیکھیں گے اور اسی کی چنگھاڑ سنیں گے۔ اعاذنا الله منها۔

﴿۳۹﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن کو "یوم الحسرة" قرار دیا گیا ہے، جو لوگ دنیا میں ایمان نہیں لا رہے اور غفلت کی موٹی موٹی چادروں نے ان کی آنکھوں پر پردے ڈال رکھے ہیں، وہ فیصلے کے دن حسرت و ندامت اور شرمندگی و پشیمانی کا شکار ہوں گے، انہیں اپنی عمر عزیز کو ضائع کرنے پر حسرت ہوگی، ایمان نہ لانے پر پشیمانی ہوگی، پیغمبروں کی تکذیب کرنے پر ندامت ہوگی، اعمال صالحہ کا ذخیرہ نہ کرنے یا اسے محفوظ نہ رکھنے پر شرمندگی ہوگی، انہیں جہنم سے بچنے کی اور جنت میں جانے کی حسرت ہوگی، اسی وجہ سے اس دن کو ان کیلئے "یوم الحسرة" قرار دیا گیا ہے کہ اس دن ان کے پاس سوائے حسرت اور افسوس کرنے کے کچھ نہیں ہو گا۔ ﴿۴۰﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ نے خود کو "وارث" قرار دیا ہے، چنانچہ اس کے اسماء حسنیٰ میں "الوارث" بھی شامل ہے، چونکہ وارث پیچھے رہتا ہے اور مرنے والے کا مال اپنے قبضے میں کر لیتا ہے، اسی طرح روئے زمین پر موجود سارے لوگ مر جائیں گے اور اللہ تعالیٰ باقی رہنے والا ہے، اس لیے لوگ جو کچھ چھوڑ جائیں گے، وہ سب لوٹ کر اللہ کے پاس چلا جائیگا اس لیے اسے "الوارث" کہتے ہیں، اس دن ملکیت بھی اس کی ہوگی اور ملک بھی اس کا ہوگا، اسی لیے ظاہری ملکیت اور ملک سب ختم ہو کر رہ جائیگا۔ ﴿۴۱﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ان کا مختصر اور جامع تعارف سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۴ کے تحت گزر چکا ہے، یہاں ان کے دو خصوصی وصف "صدیقیت اور نبوت" ذکر کیے گئے ہیں، کیونکہ ہر نبی کا صدیق ہونا ضروری ہے، لیکن ہر صدیق کا نبی ہونا ضروری نہیں ہے، یہاں وصف صدیقیت کو خاص طور پر ذکر کرنے کا مقصد غالباً یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم ﷺ نے تین موقعوں پر جو ذو معنی الفاظ استعمال فرمائے تھے، اس سے ان کے اس وصف پر کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ مخاطب ان کا جو معنی سمجھ رہا تھا، متکلم نے وہ معنی مراد نہیں لیے تھے۔ ﴿۴۲﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم ﷺ کا اپنے والد کو دعوتِ توحید پیش کرنا مذکور ہے، اس دعوت میں "یا ابت" کے لفظ سے شیرینی، ہمدردی اور خیر خواہی کا وہ پاکیزہ جذبہ جھلک رہا ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا خاصہ رہا ہے، انہوں نے اپنے والد کے سامنے معبودانِ باطلہ کی عاجزی اور بے بسی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو خود سننے، دیکھنے سے عاجز ہو اور آپ کی کسی ضرورت میں آپ کے کام نہ آسکتا ہو، بھلا وہ معبود کیونکر ہو سکتا ہے؟ اپنے ہی ہاتھوں سے تراشے=

اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ

اَخَافُ	اَنْ	يَّمَسَّكَ	عَذَابٌ	مِّنَ	الرَّحْمٰنِ	فَتَكُوْنَ	لِلشَّيْطٰنِ
ڈرتا ہوں	یہ کہ	چھولے تجھے	عذاب	سے	رحمان کے	سو ہو جائے تو	شیطان کیلئے

اندیشہ ہے کہ کہیں رحمان کا عذاب آپ کو چھو نہ لے، سو آپ شیطان کے دوست

وَلِيًّا ﴿٤٥﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ

وَلِيًّا ﴿٤٥﴾	قَالَ	اَرَاغِبٌ	اَنْتَ	عَنْ	اٰلِهَتِيْ	يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ	لَئِنْ	لَّمْ	تَنْتَهِ
دوست	کہا اس نے	کیا اعراض کرنے والا	تو	سے	میرے معبودوں کے	اے ابراہیم	البتہ اگر	نہ	باز آیا تو

ہو جائیں گے۔ ﴿٤٥﴾ باپ نے کہا کہ اے ابراہیم! کیا تم میرے معبودوں سے بے رغبتی کر رہے ہو؟ اگر تم باز نہ آئے

لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿٤٦﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ

لَاَرْجُمَنَّكَ	وَاهْجُرْنِيْ	مَلِيًّا ﴿٤٦﴾	قَالَ	سَلٰمٌ	عَلَيْكَ ۚ	سَاَسْتَغْفِرُ	لَكَ
البتہ ضرور سنگسار کروں گا میں تجھے	اور چھوڑ دے مجھے	کچھ عرصہ	کہا اس نے	سلام	تجھ پر	عنقریب مغفرت طلب کروں گا میں	تیرے لئے

تو میں تمہیں ضرور سنگسار کردوں گا، اور کچھ عرصے کیلئے تم مجھے چھوڑ دو۔ ﴿٤٦﴾ ابراہیم نے کہا کہ آپ پر سلام، میں اپنے رب سے آپ کیلئے مغفرت

رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿٤٧﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

رَبِّيْ ۭ	اِنَّهٗ	كَانَ	بِيْ	حَفِيًّا ﴿٤٧﴾	وَاَعْتَزِلُكُمْ	وَ	مَا	تَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ
اپنے رب سے	بیشک وہ	ہے	مجھ پر	شفیق	اور میں جدا ہوتا ہوں تم سے	اور	وہ جو	تم پکارتے ہو	سے	علاوہ	اللہ کے

طلب کروں گا، بیشک وہ مجھ پر شفیق ہے۔ ﴿٤٧﴾ اور میں تمہیں اور اُن سب کو چھوڑ دیتا ہوں جنہیں تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو

وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ڮ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَاۗءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿٤٨﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ

وَ	اَدْعُوْا	رَبِّيْ ڮ	عَسٰٓى	اَلَّآ	اَكُوْنَ	بِدُعَاۗءِ	رَبِّيْ	شَقِيًّا ﴿٤٨﴾	فَلَمَّا	اعْتَزَلَهُمْ
اور	پکارتا ہوں میں	اپنے رب کو	امید ہے	کہ نہ	رہوں گا میں	مانگ کر	اپنے رب سے	محروم	سو جب	وہ کنارہ کش ہو گیا ان سے

اور میں اپنے رب کو پکارتا ہوں، امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر محروم نہیں رہوں گا۔ ﴿٤٨﴾ پھر جب ابراہیم اُن سے اور جن کی وہ اللہ کو

وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا

وَ	مَا	يَعْبُدُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ ۙ	وَهَبْنَا	لَهٗٓ	اِسْحٰقَ	وَ	يَعْقُوْبَ ۭ	وَ	كُلًّا
اور	جنہیں	وہ پوجتے تھے	سے	علاوہ	اللہ کے	تحفہ میں دیا ہم نے	اسے	اسحاق	اور	یعقوب	اور	ہر ایک کو

چھوڑ کر عبادت کرتے تھے، کنارہ کش ہو گئے تو ہم نے اُنہیں اسحاق اور یعقوب عطا کیے اور اُن میں سے ہر ایک کو

= ہوئے بت اور مجسمے کس طرح عبادت کے مستحق ہو سکتے ہیں؟ ایک سمیع وبصیر ذات اور ہر ایک کا کام بنانے والے رب کے مقابلے میں ان بے جان اور بے بس مورتیوں کی پوجا کرنا دانشمندی نہیں ہے۔

﴿٤٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کو اپنی اتباع کی ترغیب دینا مذکور ہے، جس کی دلیل انہوں نے یہ پیش کی ہے کہ میرے پاس ایسا علم آیا ہے جو آپ تک نہیں پہنچا، چونکہ علم ہی جہالت کے اندھیرے دور کرتا ہے اس لیے آپ جن اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں، ان سے نکالنے اور روشنی میں لے جانے کا ذریعہ میرے پاس ہے، اس لیے صراط مستقیم کو پانے اور اس پر گامزن ہونے کیلئے آپ میری اتباع کریں، آپ بہت جلد منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے۔

﴿٤٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کو شیطان کی پوجا سے منع کرنا مذکور ہے، انہوں نے اس کی دلیل یہ دی ہے کہ شیطان تو رحمان کا نافرمان ہے، لہٰذا وہ آپ سے بھی رحمان کی نافرمانی والے کام ہی کروائے گا، اس تعبیر میں اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ بت پرستی دراصل شیطان پرستی ہے ور رحمان کے بندے ایسا نہیں کر سکتے۔

﴿٤٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو اندیشے ذکر کیے گئے ہیں اور وہ دونوں ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہیں، پہلا یہ کہ اگر آپ رحمان کی نافرمانی اور شیطان کی عبادت سے باز نہ آئے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ پر رحمان کا عذاب آپڑے، اگر اس کے عذاب نے آپ کو صرف چھو لیا تو آپ کا بچنا ممکن نہیں رہے گا، دوسرا یہ کہ کہیں آپ ہمیشہ کیلئے شیطان کے دوست نہ بن جائیں، اگر آپ اولیاء الشیطان میں داخل ہو گئے تو آئندہ کیلئے ایمان اور توبہ کی توفیق ہی سلب ہو جائے گی اور آپ عذاب الٰہی کے مستحق ہو جائیں گے۔

﴿٤٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا ردعمل بیان کیا گیا ہے، ان کے والد نے ان کی نصیحت اور ہمدردی کو اہمیت دینے کی بجائے گمراہی اور بت پرستی میں اپنی پختگی اور مضبوطی کو ثابت کیا، انہیں اپنی دعوت پر جمے رہنے کی صورت میں سنگسار کرنے کی دھمکی دی اور کچھ عرصے کیلئے اپنے گھر سے نکال دیا، منشا یہ تھا کہ گھر سے نکل کر جب کوئی ٹھکانہ نہیں ملے گا تو خود ہی ہوش ٹھکانے آجائیں گے اور یہ بھوت اتر جائیں گے، لیکن اسے معلوم نہ تھا کہ توحید کا نشہ دنیا کی معمولی چیزوں کے کھو جانے سے اترنے والا نہیں ہوتا، چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا اور توحید کے مقابلے میں ساری دنیا بھی معمولی ہے۔

﴿٤٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کو الوداعی سلام کر کے اس سے رخصت ہونا بیان کیا گیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے یہ وعدہ بھی کیا کہ میں اپنے رب سے آپ کی مغفرت کی دعا کروں گا، وہ مجھ پر بے حد شفیق ومہربان ہے، امید ہے کہ وہ میری دعا ضرور قبول فرمائے گا، لیکن بعد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتا دیا گیا کہ کسی مشرک کے حق میں مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں ہے، سو اس کے بعد انہوں نے کبھی اپنے باپ یا کسی بھی مشرک کے حق میں مغفرت کی دعا نہیں کی۔

﴿٤٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فیصلہ بیان کیا گیا ہے جس سے ان کی یکسوئی اور اطمینان جھلک رہا ہے، انہوں نے اپنے والد سے فرمایا کہ اگر آپ میری بات نہیں مانتے اور مجھے اپنے گھر سے نکال دینا چاہتے ہیں تو شوق سے اس فیصلے پر عمل کیجئے، میں خود ترک وطن کیلئے تیار ہوں، اللہ کو چھوڑ کر آپ جن کی عبادت کرتے ہیں، میں انہیں بھی چھوڑتا ہوں، آپ لوگوں کو بھی چھوڑتا ہوں اور اس واحد و یکتا سے اپنا تعلق مضبوط کرتا ہوں =

جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ

جَعَلْنَا	نَبِيًّا ﴿۴۹﴾	وَ	وَهَبْنَا	لَهُمْ	مِّنْ	رَّحْمَتِنَا	وَ	جَعَلْنَا	لَهُمْ	لِسَانَ
ہم نے بنایا	نبی	اور	تحفہ میں دیا ہم نے	انہیں	سے	اپنی رحمت کے	اور	بنائی ہم نے	ان کیلئے	زبان

ہم نے نبی بنایا۔ ﴿۴۹﴾ اور ہم نے اُنہیں اپنی رحمت سے خاص حصہ عطا فرمایا، اور ہم نے اُن کا

صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ۬ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ

صِدْقٍ	عَلِيًّا ﴿۵۰﴾	وَاذْكُرْ	فِي	الْكِتٰبِ	مُوْسٰٓى	اِنَّهٗ	كَانَ	مُخْلَصًا	وَّ	كَانَ
سچی	برتر	اور ذکر کر	بیچ	کتاب کے	موسیٰ کا	بیشک وہ	تھا	چناہوا	اور	تھا

ذکر خیر بلند کیا۔ ﴿۵۰﴾ اور اے نبی! (ﷺ)، اِس کتاب میں موسیٰ کا بھی ذکر کیجیے، بیشک وہ چنے ہوئے تھے اور

رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾

رَسُوْلًا	نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾	وَنَادَيْنٰهُ	مِنْ	جَانِبِ	الطُّوْرِ	الْاَيْمَنِ	وَقَرَّبْنٰهُ	نَجِيًّا ﴿۵۲﴾
پیغمبر	نبی	اور ہم نے اسے پکارا	سے	جانب	طور کے	دائیں ہاتھ	اور ہم نے اسے قریب کیا	سرگوشی کو

رسول، نبی تھے۔ ﴿۵۱﴾ اور ہم نے انہیں طور پہاڑ کی دائیں جانب سے پکارا، اور ہم نے اُنہیں سرگوشی کرنے کیلئے اپنا قرب عطا کیا۔ ﴿۵۲﴾

وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ

وَ	وَهَبْنَا	لَهٗ	مِنْ	رَّحْمَتِنَآ	اَخَاهُ	هٰرُوْنَ	نَبِيًّا ﴿۵۳﴾	وَاذْكُرْ	فِي	الْكِتٰبِ
اور	تحفہ میں دیا ہم نے	اسے	سے	اپنی رحمت کے	اس کا بھائی	ہارون	نبی بنا کر	اور ذکر کر	بیچ	کتاب کے

اور ہم نے اُنہیں اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون نبی بنا کر عطا فرمائے۔ ﴿۵۳﴾ اور اے نبی! (ﷺ)، اس کتاب میں آسمٰعیل کا

اِسْمٰعِيْلَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ ۚ وَكَانَ يَاْمُرُ

اِسْمٰعِيْلَ	اِنَّهٗ	كَانَ	صَادِقَ	الْوَعْدِ	وَ	كَانَ	رَسُوْلًا	نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾	وَ	كَانَ	يَاْمُرُ
اسمٰعیل کا	بیشک وہ	تھا	سچا	وعدہ کا	اور	تھا وہ	پیغمبر	نبی	اور	تھا وہ	حکم دیتا

بھی ذکر کیجیے، بیشک وہ وعدے کے سچے تھے اور وہ رسول، نبی تھے۔ ﴿۵۴﴾ اور وہ اپنے گھر والوں کو

اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾ وَاذْكُرْ فِي

اَهْلَهٗ	بِالصَّلٰوةِ	وَ	الزَّكٰوةِ	وَ	كَانَ	عِنْدَ	رَبِّهٖ	مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾	وَ	اذْكُرْ	فِي
اپنے گھروالوں کو	نماز کا	اور	زکوٰۃ کا	اور	تھا وہ	نزدیک	اپنے رب کے	پسندیدہ	اور	ذکر کر	بیچ

نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے، اور وہ اپنے رب کے یہاں پسندیدہ تھے۔ ﴿۵۵﴾ اور اے نبی! (ﷺ)، اِس کتاب میں

=جس سے میں نے جب بھی مانگا، جو بھی مانگا، اس نے مجھے کبھی خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹایا اور میرا ایمان ہے کہ آئندہ بھی وہ کبھی مجھے خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹائے گا۔

﴿۴۹﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ترکِ وطن اور ہجرت کا انعام بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانی کے بدلے ان کی نسل چلانے کا انتظام فرما دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسحاق دیئے اور اسحاق کو یعقوب دیئے اور ان دونوں کو نبوت عطا فرمائی، پھر ان کے خاندان میں نبوت اور سلطنت رکھ دی، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مستقل ذکر آگے آ رہا ہے، اس لیے یہاں ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ ﴿۵۰﴾ اس آیتِ مبارکہ میں خانوادۂ ابراہیمی کیلئے دو انعام ذکر کیے گئے ہیں، گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کا انعام ان کی نسلوں کو بھی دیا گیا، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی خصوصی رحمت اور مہربانی کا مورد بنا دیا، نبوت سے بڑھ کر مہربانی اور کیا ہوگی؟ دوسرا یہ کہ بعد میں آنے والی قوموں اور زمانوں میں ان کا ذکر خیر ہمیشہ کیلئے جاری کر دیا، سو ہر زمانے اور ہر قوم میں ان کی تعریف اور ذکر خیر ہی ہوتا رہا ہے، یہ انسان کی بہت بڑی تمنا ہوتی ہے کہ میرے مرنے کے بعد لوگ اچھے لفظوں میں میرا تذکرہ کریں، سو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم و آل ابراہیم کو یہ انعام بھی دے دیا۔ ﴿۵۱﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے تین وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے چنیدہ اور منتخب بندے تھے اور اللہ کا انتخاب کبھی غلط نہیں ہو سکتا، دوسرا یہ کہ وہ رسول تھے اور تیسرا یہ کہ وہ نبی تھے، علماء نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق رسول اور نبی کے درمیان فرق بیان کیے ہیں، اس عاجز کے نزدیک رسول کی مرکزی حیثیت ہوتی ہے، جبکہ نبی انہی کی تعلیمات کو عام کرنے کیلئے ان کے نمائندے اور نائب ہوتے ہیں، صرف سمجھانے کیلئے اس کی مثال اس طرح دی جا سکتی ہے کہ کسی شہر یا بستی میں کسی صوفی

۳ ع ۱۰ ۶

بزرگ کی خانقاہ ہو، لوگ تزکیۂ نفس کیلئے ان کی طرف رجوع کریں اور جب ان کی تربیت کے مراحل مکمل ہو جائیں تو وہ انہیں مختلف علاقوں میں دین کی روشنی پھیلانے کیلئے بھیج دیں، ان کے تربیت یافتہ سالکین ان کی ہدایت اور طریقہ کار کی روشنی میں اپنے اپنے علاقے میں تزکیۂ نفس کی محنت شروع کر دیں، اسی طرح "رسول" وہ مرکزی رہنما ہوتا ہے جس کی تعلیمات اور رہنمائی کو آگے پھیلانے کیلئے کچھ نمائندے مقرر کیے جاتے ہیں، ان نمائندوں کا تقرر بھی اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے اور ان کے پاس وحی بھیجتا ہے، چونکہ اس امت کے علماء یہی فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، اس لیے احادیث میں انہیں انبیاء بنی اسرائیل سے تشبیہ دی گئی ہے، لیکن چونکہ ان کے پاس وحی نہیں آتی اور وہ اللہ کے منتخب نمائندے اس معنی میں نہیں ہوتے، اس لیے وہ نبی نہیں ہوتے۔ واللہ اعلم۔ ﴿۵۲﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شرف ہم کلامی کا ذکر کیا گیا ہے، وہ کوہِ طور کی دائیں جانب تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے قرب کا شرف بھی عطا فرمایا اور ان سے بغیر کسی واسطے کے براہِ راست خود کلام فرمایا، اس کلام کی خبر خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے، اسی وجہ سے انہیں کلیم اللہ کہا جاتا ہے۔ ﴿۵۳﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا اور درخواست پر ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی نبوت عطا فرما دی، یقیناً اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ پہلے سے فرما رکھا تھا، لیکن ظاہری طور پر اس کا سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا بن گئی۔ ﴿۵۴﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس میں دو وصف تو وہی ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرے میں گزر چکے ہیں کہ وہ رسول نبی تھے اور پہلا خصوصی وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ وعدے کے نہایت سچے تھے، ایک شخص کے وعدے پر ایک سال تک اسی جگہ انتظار کرتے رہے جہاں وہ انہیں چھوڑ کر گیا تھا، ان کا یہ خصوصی وصف ان کی نسلوں سے منتقل ہوتا ہوا رسول اکرم ﷺ تک پہنچا اور=

الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾

الْكِتٰبِ	اِدْرِيْسَ	اِنَّهٗ	كَانَ	صِدِّيْقًا	نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾	وَ	رَفَعْنٰهُ	مَكَانًا	عَلِيًّا ﴿٥٧﴾
کتاب کے	ادریس کا	بیشک وہ	تھا	بہت سچا	نبی	اور	بلند کیا ہم نے اسے	جگہ	بلند کے

ادریس کا ذکر بھی کیجیے، بیشک وہ صدیق اور نبی تھے۔ ﴿٥٦﴾ اور ہم نے انہیں بلند مقام عطا فرمایا۔ ﴿٥٧﴾

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ

اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	اَنْعَمَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِمْ	مِّنَ	النَّبِيّٖنَ	مِنْ	ذُرِّيَّةِ	اٰدَمَ	وَ	مِمَّنْ
یہی لوگ	وہ جو	انعام کیا	اللہ نے	ان پر	سے	نبیوں کے	سے	نسل	آدم کی	اور	انہیں سے جو

یہ وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا، یہ آدم کی اولاد میں سے تھے اور جنہیں

حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا

حَمَلْنَا	مَعَ	نُوْحٍ	وَ	مِنْ	ذُرِّيَّةِ	اِبْرٰهِيْمَ	وَ	اِسْرَآءِيْلَ	وَ	مِمَّنْ	هَدَيْنَا
ہم نے سوار کیا	ہمراہ	نوح کے	اور	سے	نسل	ابراہیم کی	اور	اسرائیل کی	اور	اس سے جو	ہم نے ہدایت دی

ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا، اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے تھے اور اُن لوگوں میں سے جنہیں ہم نے ہدایت دی

وَاجْتَبَيْنَا ۭ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿٥٨﴾ السجدة

وَاجْتَبَيْنَا	اِذَا	تُتْلٰى	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتُ	الرَّحْمٰنِ	خَرُّوْا	سُجَّدًا	وَّبُكِيًّا ﴿٥٨﴾
اور ہم نے چن لیا	جب	تلاوت کی جاتی ہیں	ان پر	آیتیں	رحمان کی	گر پڑتے ہیں وہ	سجدہ کرتے ہوئے	اور روتے ہوئے

اور پسند کیا، جب اُن کے سامنے رحمان کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے ہیں۔ ﴿٥٨﴾

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ

فَخَلَفَ	مِنْ	بَعْدِهِمْ	خَلْفٌ	اَضَاعُوا	الصَّلٰوةَ	وَ	اتَّبَعُوا	الشَّهَوٰتِ
پھر پیچھے آئے	سے	ان کے بعد	نااہل جانشین	ضائع کردیا انہوں نے	نماز کو	اور	پیروی کی انہوں نے	خواہشات کی

پھر اُن کے بعد ایسے نااہل جانشین آئے جنہوں نے نماز ضائع کر دی اور خواہشات کی پیروی کی،

فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿٥٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ

فَسَوْفَ	يَلْقَوْنَ	غَيًّا ﴿٥٩﴾	اِلَّا	مَنْ	تَابَ	وَ	اٰمَنَ	وَ	عَمِلَ	صَالِحًا	فَاُولٰٓئِكَ
سو عنقریب	وہ ملیں گے	گمراہی سے	سوائے	اس کے جو	توبہ کرلے	اور	ایمان لے آئے	اور	عمل کرے	نیک	تو یہی لوگ

عنقریب وہ اپنی گمراہی دیکھ لیں گے۔ ﴿٥٩﴾ سوائے اُس شخص کے جو توبہ کر لے، ایمان لائے اور نیک اعمال کرے تو یہی لوگ

السجدة ٥

= وہ "الصادق الامین" کے لقب سے قبل از بعثت ہی مشہور تھے، جو شخص وعدے کا سچا ہو، اس کیلئے دنیا میں بعض اوقات پریشان کن حالات آتے ہیں، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس پر استقامت اختیار کرتے ہیں، اس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی حضرت اسحاق علیہ السلام پر فضیلت بھی ثابت ہوگئی کہ وہ رسول اور نبی دونوں کے ساتھ موصوف کیے گئے ہیں۔ ﴿٥٥﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دو وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ وہ اپنے اہل خانہ کی تربیت کے حوالے سے فکرمند رہتے تھے، انہیں نماز اور زکوٰۃ کی تلقین وتاکید کرتے رہتے تھے، نماز اور زکوٰۃ کا ذکر بطور مثال کے ہے اور مراد تمام مکارمِ اخلاق ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ گھر کا سربراہ اپنے اہل خانہ کی دینی و مذہبی تربیت کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اس سے اس کے متعلق باز پرس کی جائے گی، دوسرا یہ کہ وہ حق تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ بندے تھے، کیونکہ ان کے اقوال اور افعال پسندیدہ تھے۔ ﴿٥٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ادریس علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان کیلئے وہی دو وصف بیان کیے گئے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے بیان کیے گئے ہیں کہ وہ صدیق بھی تھے اور نبی بھی تھے، قرآن کریم میں حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر صرف دو جگہ آیا ہے، بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوگئی ہے کہ ادریس اور الیاس ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں، لیکن محققین نے اسے تسلیم نہیں کیا ہے، ان کا نسب نامہ صرف پانچ واسطوں سے حضرت آدم علیہ السلام سے جا کر مل جاتا ہے، صحیحین کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شبِ معراج کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چوتھے آسمان پر استقبال حضرت ادریس علیہ السلام نے ہی کیا تھا، ان کی کل عمر بیاسی سال ہوئی، ایک حکیم و دانا آدمی کے طور پر ان کی بہت شہرت ہے اور بہت سے علوم وفنون اور متعدد نئی چیزوں کی ایجاد انہی کی طرف منسوب ہے۔ ﴿٥٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ادریس علیہ السلام کی "رفعت" کا ذکر کیا گیا ہے، بعض مفسرین اس سے رفعتِ جسمانی مراد لیتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا تھا، ان کا استدلال بعض اسرائیلی روایات سے ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے ایک فرشتے سے آسمانوں کی سیر کی فرمائش کی، وہ انہیں لیکر روانہ ہوا، چوتھے آسمان پر ملک الموت سے ملاقات ہوگئی، انہوں نے وہیں حکم الٰہی سے حضرت ادریس علیہ السلام کی روح قبض کرلی، محقق مفسرین اس روایت کو تسلیم نہیں کرتے، علاوہ ازیں فرشتوں کا محض کسی کی فرمائش پر "حق تعالیٰ کی اجازت کے بغیر" اسے آسمانوں کی سیر کیلئے لے جانا ممکن نہیں ہے، جہاں تک تعلق ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو وہ حق تعالیٰ کے حکم سے خصوصی انتظامات کے ساتھ ہوا تھا، اس لیے جمہور مفسرین اسے مقام و مرتبے کی بلندی اور عظمت پر محمول کرتے ہیں اور یہی راجح ہے۔ واللہ اعلم۔ ﴿٥٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ان تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو انعام یافتہ لوگوں میں شمار کیا گیا ہے جن کا اس سورت میں اب تک ذکر ہو چکا ہے، یہ سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی نسل اور ذریت سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام سے نسل چلی، اسی بناء پر انہیں ابوالبشر ثانی کہا جاتا ہے، ان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسل چلی، جنہیں "جدالانبیاء" کہا جاتا ہے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں زیادہ تر انبیاء حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل میں سے آئے، اس لیے ان کا ذکر بھی یہاں کیا گیا ہے، آخر میں ہدایت یافتہ اور منتخب افراد کی یہ خوبی بیان کی گئی ہے کہ وہ رحمان کی آیتیں سن کر اس کے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں، سجدہ کرتے ہیں، آہ و بکا کرتے ہیں، اس پر غور و فکر کرتے ہیں، نصیحت اور عبرت حاصل کرتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ہمارے یہاں بہت آسانی سے ایسے لوگوں پر ریاکاری کا فتویٰ لگانے والے افراد کی تعداد بھی کم نہیں ہے۔ ﴿٥٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ان نااہل جانشینوں کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے اپنے باوقار بزرگوں کی لاج نہیں رکھی، ان کے بزرگ خدا خوفی، اخلاص، للّٰہیت، تقویٰ اور حب فی اللہ کے جس بلند مقام =

يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿٦٠﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدَ

يَدْخُلُوْنَ	الْجَنَّةَ	وَ	لَا	يُظْلَمُوْنَ	شَيْـًٔا ﴿٦٠﴾	جَنّٰتِ	عَدْنِ	الَّتِيْ	وَعَدَ
داخل ہوں گے	جنت میں	اور	نہ	ظلم کئے جائیں گے وہ	کچھ بھی	باغات	ہمیشہ رہنے کے	وہ جو	وعدہ کیا

جنت میں داخل ہوں گے اور اُن پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ﴿٦٠﴾ ہمیشہ رہنے کے وہ باغات جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے

الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿٦١﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا

الرَّحْمٰنُ	عِبَادَهٗ	بِالْغَيْبِ	اِنَّهٗ	كَانَ	وَعْدُهٗ	مَاْتِيًّا ﴿٦١﴾	لَا	يَسْمَعُوْنَ	فِيْهَا
رحمان نے	اپنے بندوں سے	بن دیکھے	بیشک وہ	ہے	اس کا وعدہ	پورا ہونے والا	نہیں	سنیں گے وہ	اس میں

بن دیکھے وعدہ کر رکھا ہے، بیشک اُس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ ﴿٦١﴾ وہاں وہ کوئی بیہودہ بات نہ

لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿٦٢﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ

لَغْوًا	اِلَّا	سَلٰمًا	وَ	لَهُمْ	رِزْقُهُمْ	فِيْهَا	بُكْرَةً	وَ	عَشِيًّا ﴿٦٢﴾	تِلْكَ	الْجَنَّةُ	الَّتِيْ
کوئی بیہودگی	مگر	سلام	اور	ان کیلئے	ان کا رزق	اس میں	صبح	اور	شام	وہ	جنت	جس کا

سنیں گے، صرف سلام ہو گا اور وہاں اُن کیلئے صبح و شام رزق ہوگا۔ ﴿٦٢﴾ یہ وہ جنت ہے جس کا

نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا

نُوْرِثُ	مِنْ	عِبَادِنَا	مَنْ	كَانَ	تَقِيًّا ﴿٦٣﴾	وَ	مَا	نَتَنَزَّلُ	اِلَّا	بِاَمْرِ	رَبِّكَ	لَهٗ	مَا
وارث بنائیں گے ہم	سے	اپنے بندوں کے	وہ جو	ہوگا	پرہیزگار	اور	نہیں	اترتے ہم	مگر	حکم سے	تیرے رب کے	اس کا	وہ جو

وارث ہم اپنے بندوں میں سے اُس شخص کو بنائیں گے جو متقی ہوگا۔ ﴿٦٣﴾ اور ہم آپ کے رب کے حکم کے بغیر نہیں اُتر سکتے، ہمارے آگے،

بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ

بَيْنَ	اَيْدِيْنَا	وَمَا	خَلْفَنَا	وَ	مَا	بَيْنَ	ذٰلِكَ	وَ	مَا	كَانَ	رَبُّكَ	نَسِيًّا ﴿٦٤﴾	رَبُّ
درمیان	ہمارے ہاتھوں کے	اور وہ جو	ہمارے پیچھے	اور	وہ جو	درمیان	اس کے	اور	نہیں	ہے	تیرا رب	بھولنے والا	رب

پیچھے اور درمیان جو کچھ ہے، سب اُسی کا ہے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے۔ ﴿٦٤﴾ وہ آسمانوں،

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ

السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَ	مَا	بَيْنَهُمَا	فَاعْبُدْهُ	وَ	اصْطَبِرْ	لِعِبَادَتِهٖ	هَلْ
آسمانوں کا	اور زمین کا	اور	جو کچھ	ان دونوں کے درمیان	سو عبادت کر اس کی	اور	جما رہ	اس کی عبادت پر	کیا

زمین اور اُن کے درمیان تمام چیزوں کا رب ہے، سو آپ اُسی کی عبادت کیجئے اور اُسی کی عبادت پر ثابت قدم رہیے، کیا

= پر فائز تھے، بعد میں آنے والی نسلوں نے خود کو اس کا اہل ثابت نہیں کیا، وہ گناہوں پر جری ہو گئے، انہوں نے فرائض کو پامال کیا، حقوق کو روندا، نفسانی خواہشات کی پیروی کی، شیطان کو اپنا دوست بنایا، رحمان سے دشمنی اختیار کی اور بالآخر اندھے کنوئیں میں جا گرے، آخرت میں ان نااہلوں کا ٹھکانہ سوائے جہنم کے اور کچھ نہیں ہوگا، اس کا تعلق انبیا کرام علیہم السلام کے خاندان اور نسل میں آنے والے نااہل لوگوں سے بھی ہے اور دیگر اولیاء اور صوفیاء کی نسل میں آنے والے نااہل جانشینوں سے بھی ہے جو خود کو مخدوم اور سجادہ نشین کہلاتے ہیں لیکن وہ صرف اپنے بزرگوں کی نسبت سے کھا اور کما رہے ہیں، دین کی روح سے وہ یکسر خالی ہیں۔

﴿٦٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نااہل جانشینوں سے ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جو کفر و شرک اور گناہ کے بعد توبہ کر لیں، ایمان لے آئیں، اعمالِ صالحہ سے اپنی دستاویزات کو مزین کر لیں، ایسے لوگوں کو جہنم سے بچا لیا جائیگا، ان پر معمولی سا ظلم بھی نہیں ہوگا، ان کی کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی، کسی گناہ کا ان کے نامۂ اعمال میں اضافہ نہیں کیا جائیگا اور انہیں اللہ کی رحمت کے مرکز یعنی جنت میں داخلے کا پروانہ نصیب ہوگا۔

﴿٦١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں وعدۂ الٰہی کی حرمت اور اس کا اٹل ہونا بیان کیا گیا ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ہمیشہ رہنے کی جس جنت اور باغات کا وعدہ کیا ہے، اگرچہ بندوں نے اسے دیکھا نہیں ہے اور وہ بن دیکھے ہی اس پر دیگر ایمانیات کی طرح یقین رکھتے ہیں، یہ وعدہ بھی اٹل ہے اور ہر حال میں پورا ہو کر رہے گا، بندوں کے وعدے کی طرح نہیں جو بہت کم اپنے وقت پر پورے ہوتے ہیں۔

﴿٦٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں جنت کی دو اہم نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے، پہلی یہ کہ اہل جنت وہاں سلامتی کی بات کے علاوہ کوئی اور بات نہ سنیں گے، کسی کی زبان سے کوئی بیہودہ یا تکلیف دہ بات نہیں نکلے گی، جھوٹ، غیبت، چغل خوری اور لڑائی جھگڑے کی باتوں کا وہاں کوئی گزر نہ ہوگا، دوسری نعمت یہ کہ اہل جنت کو صبح و شام وافر مقدار میں رزق نصیب ہوگا، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہیں صرف صبح اور شام دو وقت کھانا ملے گا اور بس، بلکہ یہ محاوراتی زبان میں "ہمیشہ" کے معنی پر بولا جاتا ہے، لہٰذا مطلب یہ ہے کہ اہل جنت کو ہمیشہ رزق فراہم کیا جائیگا اور اس کیلئے انہیں کاروبار، ملازمت یا محنت اور مزدوری کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ ﴿٦٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مذکورہ جنت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا گیا ہے کہ اس جنت کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے صرف ان لوگوں کو بنائیں گے جو متقی ہوں گے، گویا کہ جنت متقیوں کی وراثت ہے اور جس طرح وراثت ورثاء کا حق ہوتی ہے اور بہرکیف انہی کو ملتی ہے، اسی طرح جنت بھی اہل تقویٰ کو مل کر رہے گی۔ ﴿٦٤﴾ اس آیتِ مبارکہ کا ایک خاص پس منظر ہے اور وہ یہ کہ ایک مرتبہ جبریل امین کے بارگاہِ رسالت میں حاضری کا وقفہ طویل ہو گیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک طبیعت پر اس کا بوجھ تھا، چند دن بعد وہ حاضر ہوئے تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے زیادہ آنے کی فرمائش کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہم اپنی مرضی سے کہیں آ جا نہیں سکتے، جیسا حکم ہوتا ہے اس کے مطابق عمل کرتے ہیں، جہاں تک تعلق ہے میرے تاخیر سے آنے کا تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ پروردگار بھول گیا تھا، اس پر کبھی بھول چوک طاری نہیں ہوتی اور اس کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے، زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے اور وہ ان میں جیسا چاہے تصرف کرتا ہے، ہم اس کے تصرف کے پابند ہیں۔

تَعۡلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ وَيَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوۡفَ اُخۡرَجُ ع ١٥

تَعۡلَمُ	لَهٗ	سَمِيًّا ﴿٦٥﴾	وَ	يَقُوۡلُ	الۡاِنۡسَانُ	ءَاِذَا	مَا	مِتُّ	لَسَوۡفَ	اُخۡرَجُ
آپ جانتے ہیں	اس کیلئے	کوئی ہم نام	اور	کہتا ہے	انسان	کیا جب	کبھی	میں مروں گا	البتہ ضرور	میں نکالا جاؤں گا

آپ اُس کے کسی ہم نام کو جانتے ہیں؟ ﴿٦٥﴾ اور انسان کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو کیا مجھے زندہ کرکے دوبارہ

حَيًّا ﴿٦٦﴾ اَوَلَا يَذۡكُرُ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ قَبۡلُ وَلَمۡ يَكُ شَيۡـًٔا ﴿٦٧﴾

حَيًّا ﴿٦٦﴾	اَوَلَا	يَذۡكُرُ	الۡاِنۡسَانُ	اَنَّا	خَلَقۡنٰهُ	مِنۡ	قَبۡلُ	وَ	لَمۡ	يَكُ	شَيۡـًٔا ﴿٦٧﴾
زندہ کرکے	اور کیا نہیں	یاد رکھتا	انسان	کہ بیشک ہم نے	اسے پیدا کیا	سے	پہلے	اور	نہ	تھا وہ	کچھ بھی

نکالا جائے گا؟ ﴿٦٦﴾ کیا انسان کو یاد نہیں رہا کہ اس سے پہلے ہم نے اُسے پیدا کیا تھا، جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔ ﴿٦٧﴾

فَوَرَبِّكَ لَنَحۡشُرَنَّهُمۡ وَالشَّيٰطِيۡنَ ثُمَّ لَنُحۡضِرَنَّهُمۡ حَوۡلَ جَهَنَّمَ

فَوَرَبِّكَ	لَنَحۡشُرَنَّهُمۡ	وَالشَّيٰطِيۡنَ	ثُمَّ	لَنُحۡضِرَنَّهُمۡ	حَوۡلَ	جَهَنَّمَ
سو تیرے رب کی قسم	البتہ ضرور جمع کریں گے ہم انہیں	اور شیاطین کو	پھر	البتہ ضرور حاضر کریں گے ہم انہیں	اردگرد	جہنم کے

سو آپ کے رب کی قسم! ہم اُنہیں اور شیاطین کو جمع کرکے رہیں گے، پھر اُنہیں جہنم کے سامنے گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہونے کی حالت میں

جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنۡزِعَنَّ مِنۡ كُلِّ شِيۡعَةٍ اَيُّهُمۡ اَشَدُّ عَلَى الرَّحۡمٰنِ

جِثِيًّا ﴿٦٨﴾	ثُمَّ	لَنَنۡزِعَنَّ	مِنۡ	كُلِّ	شِيۡعَةٍ	اَيُّهُمۡ	اَشَدُّ	عَلَى	الرَّحۡمٰنِ
گھٹنوں کے بل	پھر	البتہ ضرور کھینچ لیں گے	سے	ہر ایک	گروہ کے	ان میں سے کون	زیادہ سخت	پر	رحمان کے

ضرور حاضر کریں گے۔ ﴿٦٨﴾ پھر ہم ہر گروہ میں سے اُسے کھینچ کر ضرور نکالیں گے جو رحمان کے سامنے سب سے زیادہ

عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحۡنُ اَعۡلَمُ بِالَّذِيۡنَ هُمۡ اَوۡلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَاِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا

عِتِيًّا ﴿٦٩﴾	ثُمَّ	لَنَحۡنُ	اَعۡلَمُ	بِالَّذِيۡنَ	هُمۡ	اَوۡلٰى	بِهَا	صِلِيًّا ﴿٧٠﴾	وَ	اِنۡ	مِّنۡكُمۡ	اِلَّا
اکڑنے والا	پھر	البتہ ہم	زیادہ جانتے ہیں	ان لوگوں کو جو	وہ	زیادہ حقدار	اسمیں	داخل ہونے کے	اور	نہیں	تم میں سے	مگر

اکڑنے والا تھا۔ ﴿٦٩﴾ پھر ہم ہی اُن لوگوں کو سب سے زیادہ جانتے ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ ﴿٧٠﴾ اور تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو جہنم

وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتۡمًا مَّقۡضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّى الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا

وَارِدُهَا ۚ	كَانَ	عَلٰى	رَبِّكَ	حَتۡمًا	مَّقۡضِيًّا ﴿٧١﴾	ثُمَّ	نُنَجِّى	الَّذِيۡنَ	اتَّقَوۡا
اس پر آنے والا	ہے	پر	تیرے رب کے	لازم	فیصلہ کیا گیا	پھر	ہم نجات دیں گے	ان لوگوں کو جو	ڈرتے رہے

پر وارد نہ ہو، یہ آپ کے رب کے ذمے لازم ہے اور اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ ﴿٧١﴾ پھر ہم تقویٰ اختیار کرنے والوں کو نجات دیدیں گے

﴿٦٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی صفتِ ربوبیت بیان کرکے دو حکم دیئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اس کی عبادت کریں اور دوسرا یہ کہ اس کی عبادت پر قائم اور ثابت قدم رہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف عبادت کرنا کافی نہیں ہے، بلکہ اس پر ثابت قدم رہنا بھی ضروری ہے، اس کے بغیر عبادت کے اثرات عابد تک پوری طرح منتقل نہیں ہوتے اور وہ ان کی حقیقی لذت سے محروم رہتا ہے۔

﴿٦٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دوبارہ زندہ ہونے پر انسان کا تعجب بیان کیا گیا ہے کہ انسان کو دوبارہ زندہ ہونے کے فلسفے پر یقین کرنا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے اور وہ تعجب میں مبتلا ہوجاتا ہے کیونکہ اس نے اپنے آباؤ اجداد میں سے کسی کو دوبارہ زندہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھا ہوتا، دراصل اسے آخرت کا یقین نہیں ہوتا اس لیے وہ اسے دنیا پر ہی قیاس کرلیتا ہے کہ جیسے ابھی کوئی مردہ دوبارہ زندہ نہیں ہوسکتا، اسی طرح کبھی بھی کوئی مردہ زندہ نہیں ہوسکتا۔

﴿٦٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کے تعجب کو دور کرنے کیلئے اسے پہلی تخلیق پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے، جو شخص اس بات پر تعجب کرتا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا کیونکر ممکن ہے؟ انسان کی ہڈیاں تک ریزہ ریزہ ہوجاتی ہیں اور وہ گل سڑ کر ختم ہوجاتا ہے تو اسے دوبارہ کیسے زندہ کیا جا سکتا ہے؟ یہ سوال پوچھتے ہوئے انسان اس بات کو بھول جاتا ہے کہ اسے پانی کے ناپاک اور بے جان قطرے سے کس نے پیدا کیا تھا؟ اس وقت تو اس کا کوئی وجود ہی نہیں تھا، جو ذات ایک غیر موجود چیز کو موجود کرسکتی ہے، اسے ایک موجود کو دوبارہ وجود عطا کرنا کیا مشکل ہے؟

﴿٦٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر میدانِ حشر برپا کرنے کا اعلان فرمایا ہے جہاں تمام منکرینِ قیامت کو بھی لایا جائیگا، شیاطین کو بھی پیش کیا جائیگا اور صرف اس پیشی پر اکتفاء نہیں کیا جائیگا، بلکہ ان کے مشرک اور مجرم ہونے کی وجہ سے انہیں جہنم کے قریب پہنچا دیا جائیگا جہاں وہ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے، روئیں گے، چلائیں گے، فریاد کریں گے، لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ﴿٦٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں میدانِ حشر کے ایک دوسرے مرحلے کا ذکر کیا گیا ہے، جب درجہ بندیاں ہوں گی، مؤمن اور کافر، مجرم اور مخلص، قابلِ تکریم اور قابلِ سزا والگ الگ گروہوں میں تقسیم کیے جائیں گے، پھر جو رحمان کے سامنے جتنا زیادہ اکڑنے والا ہوگا، اسے کھینچ کر نکال لیا جائیگا اور یہ اللہ کیلئے کچھ مشکل نہیں ہے۔ ﴿٧٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہمیں خوب معلوم ہے کہ جہنم میں داخل ہونے کے حق دار کون لوگ ہیں؟ یہ آیت پڑھ کر ایک دم گریہ طاری ہوتا ہے اور دل سے دعا نکلتی ہے کہ پروردگارا ہمیں ان لوگوں میں شامل نہ فرمانا اور اپنے غضب سے بچانا۔ ﴿٧١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے ایک قطعی اور اٹل فیصلے کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ جہنم پر ہر شخص کو وارد ہونا ہے، اس "ورود" سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے کیونکہ جنت تک پہنچنے کیلئے جو پل صراط قائم کیا جائیگا، وہ جہنم کے اوپر ہی ہوگا، رہی یہ بات کہ "ورود" سے کیا مراد ہے تو اس میں مفسرین کے دو قول زیادہ مشہور ہیں، پہلا یہ کہ "ورود" سے مراد "دخول" ہے اور معنی یہ ہے کہ ہر شخص کو ہی جہنم میں داخل ہونا ہے خواہ سزا کیلئے یا صفائی کیلئے یا اس پر جہنم کی آگ کا کوئی اثر نہ ہوگا جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر نمرود کا اثر نہیں ہوا تھا، دوسرا یہ کہ "ورود" سے مراد "عبور" ہے اور معنی یہ ہے کہ ہر شخص کو ہی جہنم سے گزرنا اور اسے عبور کرنا ہے، اس عاجز کو یہ تو معلوم نہیں ہے کہ ان میں سے کون سا معنی حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہے لیکن خواہش ضرور ہے کہ پروردگار دوسرے معنی کے مطابق بس جہنم کے اوپر سے ہوا کی طرح گزار دے، اگر چل کر جانے کا حکم ہوگیا تو کہیں شامتِ اعمال نیچے ہی نہ گرادے۔ اعاذنا اللہ منہا۔

وَنَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا ﴿٧٢﴾ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ

وَنَذَرُ	الظّٰلِمِیْنَ	فِیْهَا	جِثِیًّا ﴿٧٢﴾	وَاِذَا	تُتْلٰی	عَلَیْهِمْ	اٰیٰتُنَا	بَیِّنٰتٍ	قَالَ
اور چھوڑ دیں گے ہم	ظالموں کو	اس میں	گھٹنوں کے بل	اور جب	تلاوت کی جاتی ہیں	ان پر	ہماری آیتیں	واضح	کہتے ہیں

اور ظالموں کو اسی میں اوندھا پڑا رہنے دیں گے۔ ﴿٧٣﴾ اور جب اُن کے سامنے ہماری واضح آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو کافر لوگ

الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ

الَّذِیْنَ	کَفَرُوْا	لِلَّذِیْنَ	اٰمَنُوْٓا ۙ	اَیُّ	الْفَرِیْقَیْنِ	خَیْرٌ	مَّقَامًا	وَّ	اَحْسَنُ
وہ لوگ	کفر کیا انہوں نے	ان لوگوں سے جو	ایمان لائے	کون سا	دونوں گروہوں میں	زیادہ بہتر	ٹھکانے میں	اور	زیادہ عمدہ

اہلِ ایمان سے کہتے ہیں کہ دونوں فریقوں میں سے کس کا ٹھکانہ زیادہ بہتر اور کس کی مجلس زیادہ

نَدِیًّا ﴿٧٣﴾ وَکَمْ اَهْلَکْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْیًا ﴿٧٤﴾ قُلْ

نَدِیًّا ﴿٧٣﴾	وَکَمْ	اَهْلَکْنَا	قَبْلَهُمْ	مِّنْ	قَرْنٍ	هُمْ	اَحْسَنُ	اَثَاثًا	وَّرِءْیًا ﴿٧٤﴾	قُلْ
مجلس میں	اور کتنی ہی	ہلاک کر دی ہم نے	ان سے پہلے	سے	بستیاں	وہ	زیادہ عمدہ	سامان میں	اور دکھائی دینے میں	تو کہہ

اچھی ہے؟ ﴿٧٣﴾ اور ہم اِن سے پہلے کتنی ہی بستیاں ہلاک کر چکے ہیں جو ساز و سامان اور دکھائی دینے میں اِن سے زیادہ بہتر تھے۔ ﴿٧٤﴾ آپ فرما دیجئے

مَنْ کَانَ فِی الضَّلٰلَةِ فَلْیَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ۬ حَتّٰٓی اِذَا رَاَوْا مَا

مَنْ	کَانَ	فِی	الضَّلٰلَةِ	فَلْیَمْدُدْ لَهُ	الرَّحْمٰنُ	مَدًّا ۚ۬	حَتّٰٓی	اِذَا	رَاَوْا	مَا
جو کوئی	ہو	بیچ	گمراہی کے	تو دراز کر دیتا ہے اس کیلئے	رحمان	دراز کرنا	یہاں تک کہ	جب	دیکھیں گے وہ	جو

کہ جو شخص گمراہی میں پڑا ہوا ہو، رحمان اُسے لمبی ڈھیل دیدیتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ دیکھ لیں گے اُس چیز کو

یُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ

یُوْعَدُوْنَ	اِمَّا	الْعَذَابَ	وَ	اِمَّا	السَّاعَةَ ؕ	فَسَیَعْلَمُوْنَ	مَنْ	هُوَ	شَرٌّ
وعدہ کئے گئے وہ	یا	عذاب	اور	یا	قیامت	سو عنقریب وہ جان لیں گے	کون	وہ	زیادہ برا

جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے، عذاب یا قیامت، تو اُنہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس کا ٹھکانہ

مَّکَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾ وَیَزِیْدُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا هُدًی ؕ وَ

مَّکَانًا	وَّ	اَضْعَفُ	جُنْدًا ﴿٧٥﴾	وَ	یَزِیْدُ	اللّٰهُ	الَّذِیْنَ	اهْتَدَوْا	هُدًی ؕ	وَ
ٹھکانے میں	اور	زیادہ کمزور	لشکر میں	اور	بڑھا دیتا ہے	اللہ	ان لوگوں کو جو	ہدایت حاصل کریں	ہدایت میں	اور

بدترین اور کس کا لشکر کمزور تر ہے؟ ﴿٧٥﴾ اور ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت میں اللہ اضافہ کر دیتا ہے، اور

﴿٧٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ تقویٰ کو جہنم سے بچا لینے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دینے کا ذکر آیا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ظالموں میں شامل نہ فرمائے۔

﴿٧٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں کفار اور مشرکین کے احساسِ برتری کا ذکر کیا گیا ہے، وہ مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ ہمارا اور تمہارا کوئی جوڑ ہی نہیں بنتا، ہمارے پاس بہترین رہائش گاہیں اور عمدہ سامانِ عیش ہے، تمہارے پاس تو جھونپڑی بھی نہیں ہے، ہماری محفلیں اور مجلسیں ہر طرح کے سامانِ راحت سے آراستہ ہوتی ہیں، بڑے بڑے سرداران میں شریک ہوتے ہیں، جام سے جام ٹکراتا ہے، ضیافت اور مہمان نوازی کے تمام لوازمات موجود ہوتے ہیں اور تمہاری محفلیں ویران اور سنسان ہوتی ہیں، تم اپنے مہمانوں کو نرم قالینوں، بہترین صوفوں اور گدوں کی بجائے زمین پر بٹھا دیتے ہو، بھلا تم ہمارے اوپر کس طرح فوقیت رکھتے ہو؟

﴿٧٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں کفار و مشرکین کے احساسِ برتری کو ختم کیا گیا ہے کہ تم جن چیزوں پر فخر کر رہے ہو وہ تم سے پہلے بھی بہت سی قوموں کو نصیب ہو چکی ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ بلند و بالا اور مضبوط رہائش گاہیں اور بارونق مجلسیں انہیں دی گئی تھیں، جنہیں دیکھ کر ہی انسان مبہوت رہ جائے، لیکن کیا یہ چیزیں انہیں اللہ کے غضب اور عذاب سے بچانے میں کوئی کردار ادا کر سکی تھیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تمہیں بھی ان چیزوں پر اترانے کی ضرورت نہیں، یہ چیزیں تمہیں بھی ہرگز نہ بچا سکیں گی۔

﴿٧٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں گمراہی کا شکار لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل کا ذکر کیا گیا ہے، یہ ڈھیل انہیں ایک مقررہ وقت تک دی جاتی ہے، بعض اوقات یہ ڈھیل دنیا میں کسی عذاب اور رسوائی پر جا کر ختم ہو جاتی ہے اور بعض اوقات اسے آخرت کیلئے اٹھا کر رکھ دیا جاتا ہے، دونوں صورتوں میں انسان کی آنکھوں سے پردہ ہٹ جاتا ہے اور اسے پتہ چل جاتا ہے کہ کس کا ٹھکانہ بدترین اور کس کا لشکر کمزور ہے؟ جب غبار چھٹتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ انسان گھوڑے پر سوار ہے یا گدھے پر۔

الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾ اَفَرَءَيْتَ

الْبٰقِيٰتُ	الصّٰلِحٰتُ	خَيْرٌ	عِنْدَ	رَبِّكَ	ثَوَابًا	وَ	خَيْرٌ	مَّرَدًّا ۷۶	اَفَرَءَيْتَ
باقی رہنے والی	نیکیاں	زیادہ بہتر	نزدیک	تیرے رب کے	ثواب میں	اور	زیادہ بہتر	لوٹ کر جانے میں	توکیا تو نے دیکھا

باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں۔ [۷۶] کیا آپ نے اُس شخص کو

الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ

الَّذِيْ	كَفَرَ	بِاٰيٰتِنَا	وَ	قَالَ	لَاُوْتَيَنَّ	مَالًا	وَّوَلَدًا ۷۷	اَطَّلَعَ	الْغَيْبَ	اَمِ	اتَّخَذَ
جس نے	کفر کیا	ہماری آیتوں سے	اور	کہا اس نے	البتہ میں ضرور دیا جاؤں گا	مال	اور اولاد	کیا جھانکا اس نے	غیب کو	یا	بنالیا اس نے

دیکھا جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہنے لگا کہ مجھے ضرور مال واولاد ملے گا۔ [۷۷] کیا اُس نے غیب کو جھانک کر دیکھا ہے یا اُس نے رحمان سے

عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ

عِنْدَ	الرَّحْمٰنِ	عَهْدًا ۷۸	كَلَّا	سَنَكْتُبُ	مَا	يَقُوْلُ	وَ	نَمُدُّ	لَهٗ	مِنَ
پاس	رحمان کے	کوئی عہد	ہرگز نہیں	عنقریب ہم لکھیں گے	وہ جو	کہہ رہا ہے وہ	اور	بڑھا دیں گے ہم	اس کیلئے	سے

کوئی عہد لے رکھا ہے؟ [۷۸] ہرگز نہیں، وہ جو کچھ کہہ رہا ہے ہم وہ لکھ رہے ہیں، اور ہم اُس کے عذاب میں اضافہ

الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ

الْعَذَابِ	مَدًّا ۷۹	وَّ	نَرِثُهٗ	مَا	يَقُوْلُ	وَ	يَاْتِيْنَا	فَرْدًا ۸۰	وَاتَّخَذُوْا	مِنْ	دُوْنِ
عذاب کے	بڑھانا	اور	ہم وارث ہوں گے	جو	وہ کہتا ہے	اور	آئیگا وہ ہمارے پاس	اکیلا ہو کر	اور بنا لیے انہوں نے	سے	علاوہ

کرتے رہیں گے۔ [۷۹] اور جو کچھ وہ کہہ رہا ہے، ہم اُسے لے لیں گے اور وہ ہمارے پاس اکیلا ہی آئے گا۔ [۸۰] اور انہوں نے اللہ کے علاوہ

اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ

اللّٰهِ	اٰلِهَةً	لِّيَكُوْنُوْا	لَهُمْ	عِزًّا ۸۱	كَلَّا	سَيَكْفُرُوْنَ	بِعِبَادَتِهِمْ	وَ	يَكُوْنُوْنَ
اللہ کے	کئی معبود	تاکہ ہو جائیں وہ	ان کیلئے	باعث عزت	ہرگز نہیں	عنقریب انکار کریں گے وہ	ان کی عبادت سے	اور	ہو جائیں گے وہ

اور معبود بنا رکھے ہیں تاکہ وہ اُن کیلئے باعثِ عزت بنیں۔ [۸۱] ایسا ہرگز نہ ہوگا، عنقریب وہ اُن کی عبادت سے انکار کریں گے اور اُن کے

عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ ع اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

عَلَيْهِمْ	ضِدًّا ۸۲	اَلَمْ	تَرَ	اَنَّآ	اَرْسَلْنَا	الشَّيٰطِيْنَ	عَلَى	الْكٰفِرِيْنَ
ان پر	مخالف	کیا نہیں	دیکھا تو نے	کہ بیشک ہم نے	چھوڑ دیے	بہت سے شیطان	پر	کافروں کے

مخالف ہو جائیں گے۔ [۸۲] کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم نے کافروں پر شیاطین چھوڑ رکھے ہیں

ع ۵ ۱۷ ۸

[۷۶] اس آیتِ مبارکہ میں ان چیزوں کے متعلق بتایا گیا ہے جن کا بدلہ بھی بہترین ہے اور جن کا انجام بھی عمدہ ہے، یہ نیکی کے وہ کام ہیں جو ہدایت یافتہ لوگ سر انجام دیتے ہیں، ان کی ہدایت میں مزید کمال اور ترقی آتی جاتی ہے اور ان کی نیکی ہمیشہ کیلئے باقی رہ جاتی ہے، دنیا کی یہ واحد چیز ہے جس پر "الباقیات" کا لفظ بولا گیا ہے، ورنہ دنیا کی ہر چیز ہی فانی اور ختم ہو جانے والی ہے۔

[۷۷] اس آیتِ مبارکہ میں "کافر" سے مراد عاص بن وائل السہمی ہے، جس نے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے لوہے کا کام کروایا تھا لیکن ان کی اجرت نہیں دے رہا تھا، انہوں نے اس سے رقم کا تقاضا کیا تو اس نے کہا کہ اگر تم اپنے ایمان کو ترک کر دو تو میں تمہاری رقم ادا کر دوں گا، انہوں نے فرمایا کہ اگر تو مر کر بھی زندہ ہو جائے تو میں ایمان سے منہ نہیں موڑ سکتا، عاص نے کہا کہ اگر مرنے کے بعد دوبارہ زندگی برحق ہے تو پھر میں تمہاری رقم وہیں ادا کر دوں گا، کیونکہ وہاں بھی مجھے مال واولاد ملے گا جیسے یہاں ملا ہے۔

[۷۸] اس آیتِ مبارکہ میں عاص بن وائل کے مذکورہ دعوے پر یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ اسے یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ آخرت میں بھی اسے مال واولاد سے نوازا جائیگا؟ کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے؟ کیا لوحِ محفوظ کو اس نے جھانک کر دیکھا ہے؟ کیا وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد کر کے آیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے اس سے آخرت میں بھی مال واولاد کا وعدہ کر رکھا ہے؟ اگر ایسا ہے تو کوئی ثبوت لیکر آئے۔

[۷۹] [۸۰] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے عاص بن وائل کے دعوے کی تردید فرمائی ہے کہ جو وہ کہہ رہا ہے، ایسا ہرگز نہ ہوگا، اتنی مضبوطی اور بلند آہنگی سے وہ جو دعوے کر رہا ہے، ہم وہ لکھ رہے ہیں اور وہ سب اس کے سامنے لیکر آئیں گے، جب وہ ہمارے پاس تن تنہا آئے گا، اس کے ساتھ نہ اس کی اولاد ہوگی اور نہ اس کا مال، تب ہم اس کے عذاب میں اضافہ کریں گے اور اسے معلوم ہوگا کہ اچھا انجام کس کا ہے؟

[۸۱] اس آیتِ مبارکہ میں بت پرستوں کے ایک خیالِ فاسد کا ذکر کیا گیا ہے، وہ ان بتوں کی عبادت سے عزت حاصل کرنے کے خبط میں مبتلا ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بت ان کی مدد کریں گے، ان کی خام خیالی ہے کہ یہ بت انہیں بارگاہِ الٰہی میں بلند و بالا درجات دلوادیں گے۔

[۸۲] اس آیتِ مبارکہ میں بت پرستوں کے خیالِ فاسد کی تردید کی گئی ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا، وہ ان کے درجات کی بلندی اور عزت و نصرت کا ذریعہ تو کیا بنتے، وہ تو خود ان کے مقابلے میں آکر کھڑے ہو جائیں گے اور کہہ دیں گے کہ تم ہماری عبادت کب کرتے تھے؟ ہم نے تمہیں اپنی عبادت کا کہاں حکم دیا تھا؟ اور ہمیں تو معلوم ہی نہیں تھا کہ تم ہماری عبادت کر رہے ہو، ایسی صورت میں ان بت پرستوں کی حالتِ زار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انہیں جن پر بھروسہ تھا، عین وقت پر وہ ساتھ چھوڑ گئے۔

تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ

تَؤُزُّهُمْ	اَزًّا ﴿٨٣﴾	فَلَا	تَعْجَلْ	عَلَيْهِمْ	اِنَّمَا	نَعُدُّ	لَهُمْ	عَدًّا ﴿٨٤﴾	يَوْمَ
اچھالتے ہیں وہ انہیں	اچھالنا	سو مت	جلدی کر	ان پر	وہ تو صرف	ہم گن رہے ہیں	ان کیلئے	گنتی	جس دن

جو انہیں خوب اچھالتے ہیں۔ ٨٣ اس لیے آپ اُن کے حوالے سے جلدی نہ کریں، ہم ان کیلئے گنتی گن رہے ہیں۔ ٨٤ جس دن

نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى

نَحْشُرُ	الْمُتَّقِيْنَ	اِلَى	الرَّحْمٰنِ	وَفْدًا ﴿٨٥﴾	وَّ	نَسُوْقُ	الْمُجْرِمِيْنَ	اِلٰى
جمع کریں گے ہم	متقیوں کو	طرف	رحمان کے	مہمان بنا کر	اور	ہانکیں گے ہم	مجرموں کو	طرف

ہم پرہیز گاروں کو رحمان کے پاس مہمان کی صورت میں جمع کریں گے۔ ٨٥ اور مجرموں کو ہم جہنم کی طرف پیاسا ہی

جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ

جَهَنَّمَ	وِرْدًا ﴿٨٦﴾	لَا	يَمْلِكُوْنَ	الشَّفَاعَةَ	اِلَّا	مَنِ	اتَّخَذَ	عِنْدَ
جہنم کے	پیاسا	نہیں	اختیار رکھتے ہوں گے وہ	سفارش کا	مگر	جو کوئی	بنالے	پاس

چلا کر لے جائیں گے۔ ٨٦ اُس شخص کے علاوہ کوئی سفارش نہیں کر سکے گا جس نے رحمان سے عہد

الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ

الرَّحْمٰنِ	عَهْدًا ﴿٨٧﴾	وَ	قَالُوا	اتَّخَذَ	الرَّحْمٰنُ	وَلَدًا ﴿٨٨﴾	لَقَدْ	جِئْتُمْ
رحمان کے	کوئی عہد	اور	کہتے ہیں	بنالی ہے	رحمان نے	اولاد	البتہ یقیناً	تم لائے ہو

لے رکھا ہوگا۔ ٨٧ اور وہ کہتے ہیں کہ رحمان نے اولاد بنا رکھی ہے۔ ٨٨ یقیناً تم ایک بہت بھاری چیز

شَيْـًٔا اِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ

شَيْـًٔا	اِدًّا ﴿٨٩﴾	تَكَادُ	السَّمٰوٰتُ	يَتَفَطَّرْنَ	مِنْهُ	وَ	تَنْشَقُّ	الْاَرْضُ
ایک چیز	بھاری	قریب ہے	آسمان	پھٹ جائیں	اس سے	اور	شق ہوجائے	زمین

لیکر آئے ہو۔ ٨٩ قریب ہے کہ اس بات سے آسمان پھٹ جائیں، زمین شق ہو جائے

وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ

وَتَخِرُّ	الْجِبَالُ	هَدًّا ﴿٩٠﴾	اَنْ	دَعَوْا	لِلرَّحْمٰنِ	وَلَدًا ﴿٩١﴾	وَ	مَا	يَنْۢبَغِيْ
اور گر پڑیں	پہاڑ	ریزہ ریزہ ہوکر	یہ کہ	دعویٰ کیا انہوں نے	رحمان کیلئے	اولاد کا	اور	نہیں	مناسب

اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں۔ ٩٠ کیونکہ انہوں نے رحمان کیلئے اولاد کا دعویٰ کیا ہے۔ ٩١ اور رحمان کیلئے شایانِ شان ہی

٨٣ اس آیتِ مبارکہ میں کافروں پر شیاطین کے تسلط کا ذکر کیا گیا ہے، یہ تسلط ایسا زبردست ہے کہ شیاطین ان کافروں کو جیسے چاہتے ہیں، چلاتے ہیں، انہیں ہواؤں میں اڑاتے ہیں، اپنی انگلیوں پر نچاتے اور اپنے اشاروں پر چلاتے ہیں اور یہ ایسے احمق ہیں کہ پھولے نہیں سماتے۔

٨٤ اس آیتِ مبارکہ میں نبی ﷺ کو کفار و مشرکین کی سزا میں جلدی کرنے سے منع کرتے ہوئے حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کی گنتی شروع ہو چکی ہے، گنتی مکمل ہوتے ہی ان کی سزا شروع ہو جائے گی، یہ گنتی ان کے دنوں اور راتوں کی ہے، ان کی سانسوں اور آہٹوں کی ہے، ان کے اعمال اور اقوال کی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ ان کی گنتی پوری ہونے دیں۔

٨٥ اس آیتِ مبارکہ میں میدانِ حشر میں متقیوں کا اعزاز بیان کیا گیا ہے کہ وہاں انہیں مہمان خصوصی کا پروٹوکول دیا جائیگا، لفظ "وفد" کا اطلاق معزز مہمانوں پر کیا جاتا ہے۔

٨٦ اس آیتِ مبارکہ میں مجرموں کی حالتِ زار بیان کی گئی ہے کہ انہیں جانوروں کی طرح ہانک کر لایا جائیگا، اس آیت میں "نسوق" کا لفظ آیا ہے، جس کا معنی پیچھے سے ہانکنا ہوتا ہے، عام طور پر بکریوں کا ریوڑ آگے آگے ہوتا ہے اور کوئی لڑکا یا لڑکی ہاتھ میں چھڑی پکڑ کر ان کے پیچھے پیچھے ہوتی ہے، قیامت کے دن مجرموں کی یہی حالت ہوگی، راستے میں پیاس لگے گی تو کہیں پانی نہ ملے گا اور اسی حالت میں انہیں جہنم پر پہنچا دیا جائیگا۔

٨٧ اس آیتِ مبارکہ میں واضح کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن سفارش صرف وہی لوگ کر سکیں گے جن کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما رکھا ہے کہ وہ انہیں سفارش کرنے کی اجازت دے گا اور ان کی سفارش قبول کرے گا جیسے انبیاء کرام علیہم السلام، فرشتے، حفاظ اور علماء وغیرہ۔

٨٨ اس آیتِ مبارکہ میں ان گمراہ لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹیوں کی نسبت کرتے ہوئے بھی نہیں شرماتے، کائنات میں اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کو والد اور اس کی مخلوق میں سے کسی کو اس کی اولاد مقرر کر دیا جائے، اگلی آیات میں اسی پر کلام کیا گیا ہے۔

٨٩ ٩٠ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنے پر شدید ناراضگی اور برہمی کا اظہار کیا گیا ہے کہ تم نے اتنی بڑی بات اتنی آسانی سے کہہ دی، یہ اتنی بڑی اور خطرناک بات ہے کہ اگر اسے سن کر آسمان چر جائیں، زمین پھٹ پڑے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں، سمندر کے پانی میں آگ لگ جائے، اور نظام عالم تباہ و برباد ہو جائے تو بجا ہے، انہوں نے کیسے رحمان کیلئے اولاد کا دعویٰ کر دیا؟ جبکہ یہ اس کی شان ہی نہیں ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو، بلکہ اس کیلئے اولاد ہونا عیب ہے، اسے اپنے اوپر قیاس مت کرو کہ اگر تم میں سے کسی کے یہاں اولاد نہ ہو تو اسے عیب سمجھا جاتا ہے، انسان کے یہاں اولاد نہ ہونا عیب ہے اور اللہ کیلئے اولاد ہونا عیب ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق اس کی مملوک اور غلام ہے، جبکہ اولاد انسان کی جزء ہوتی ہے مملوک نہیں، اب اگر کسی کو اللہ کی اولاد قرار دیا جائے تو اس سے پہلی خرابی یہ لازم آئی کہ ایک مملوک کو ملکیت سے نکال کر مالک کا جزء قرار دے دیا گیا اور دوسری خرابی یہ لازم آئی کہ کل اپنے اجزاء کے بغیر نہیں پایا جاتا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بھی کچھ اجزاء ہیں اور وہ ان اجزاء کے بغیر نہیں پایا جا سکتا (العیاذ باللہ) گویا اس طرح اللہ تعالیٰ کا محتاج ہونا لازم آتا ہے اور اللہ محتاج نہیں ہے، اس لیے یہ دعویٰ ہی غلط ہے، اللہ کو ان تمام لوگوں کی تعداد معلوم ہے جن کا یہ عقیدہ اور نظریہ ہے، وہ سب کے سب قیامت کے دن اُس =

لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

لِلرَّحْمٰنِ	اَنْ	يَّتَّخِذَ	وَلَدًا ﴿٩٢﴾	اِنْ	كُلُّ	مَنْ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ
رحمان کے	یہ کہ	بنائے وہ	اولاد	نہیں	ہرایک	جوکوئی	بیچ	آسمانوں کے	اور	زمین کے

نہیں ہے کہ وہ اولاد بنائے۔ ﴿٩٢﴾ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے،

اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾

اِلَّآ	اٰتِي	الرَّحْمٰنِ	عَبْدًا ﴿٩٣﴾	لَقَدْ	اَحْصٰىهُمْ	وَعَدَّهُمْ	عَدًّا ﴿٩٤﴾
مگر	آنے والا	رحمان کے پاس	بندہ ہوکر	البتہ یقیناً	اس نے انہیں شمار کرلیا	اور گن لی ان کی	گنتی

سب رحمان کے بندے بن کر آئیں گے۔ ﴿٩٣﴾ یقیناً اُس نے انہیں شمار کر رکھا ہے اور وہ اُن کی گنتی کر چکا ہے۔ ﴿٩٤﴾

وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

وَكُلُّهُمْ	اٰتِيْهِ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	فَرْدًا ﴿٩٥﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا
اور ہرایک ان میں سے	آنے والا اس کے پاس	دن	قیامت کے	اکیلا ہوکر	بیشک	جولوگ	ایمان لائے	اور عمل کئے انہوں نے

اور اُن میں سے ہرایک قیامت کے دن اکیلا ہی آئے گا۔ ﴿٩٥﴾ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اُنہوں نے

الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ

الصّٰلِحٰتِ	سَيَجْعَلُ	لَهُمُ	الرَّحْمٰنُ	وُدًّا ﴿٩٦﴾	فَاِنَّمَا	يَسَّرْنٰهُ	بِلِسَانِكَ
اچھے	عنقریب کردے گا	ان کیلئے	رحمان	محبت	وہ توصرف	ہم نے اسے آسان کردیا	تیری زبان پر

نیک اعمال کیے، عنقریب رحمان اُنہیں اپنی محبت عطا فرمائے گا۔ ﴿٩٦﴾ سو ہم نے اِس قرآن کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا ہے

لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ

لِتُبَشِّرَ	بِهِ	الْمُتَّقِيْنَ	وَتُنْذِرَ	بِهٖ	قَوْمًا	لُّدًّا ﴿٩٧﴾	وَكَمْ	اَهْلَكْنَا	قَبْلَهُمْ
تاکہ توخوشخبری دے	اس کے ساتھ	متقیوں کو	اور ڈرائے تُو	اس کے ساتھ	ایک قوم کو	جھگڑالو	اور کتنی ہی	ہلاک کردیں ہم نے	ان سے پہلے

تاکہ آپ اِس کے ذریعے پرہیزگاروں کو خوشخبری دیں اور جھگڑالو قوم کو اِس کے ذریعے ڈرائیں۔ ﴿٩٧﴾ اور اِن سے پہلے کتنی ہی بستیوں کو

مِّنْ قَرْنٍ ۭ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾ ع

مِّنْ	قَرْنٍ	هَلْ	تُحِسُّ	مِنْهُمْ	مِّنْ	اَحَدٍ	اَوْ	تَسْمَعُ	لَهُمْ	رِكْزًا ﴿٩٨﴾
سے	بستیوں کے	کیا	آپ محسوس کرتے ہیں	ان میں سے	سے	کسی ایک کے	یا	آپ سنتے ہیں	ان کیلئے	کوئی آہٹ

ہم نے ہلاک کر دیا، کیا آپ اُن میں سے کسی کی آہٹ بھی محسوس کرتے ہیں یا آپ اُن کی کوئی بھنک بھی سنتے ہیں؟ ﴿٩٨﴾

= کے پاس اکیلے ہی آئیں گے، کوئی گروہ اور جماعت بن کر حاضر نہ ہوں گے اور ہر ایک کو الگ الگ حساب دینا ہوگا۔

﴿٩٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کیلئے رحمان کی محبت کا وعدہ کیا گیا ہے جو ایمان لائے اور اپنے نامۂ اعمال کو نیکیوں سے مزین کرلیا، رہی یہ بات کہ رحمان کی محبت سے کیا مراد ہے؟ سو اس سلسلے میں مفسرین کے تین قول ہیں، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ اُن کے دل میں اپنی محبت پیدا کردے گا، دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ اُن سے محبت فرما کر انہیں اپنا محبوب بنالے گا، تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے دل میں اُن کی محبت پیدا کردے گا، تینوں ہی اپنی جگہ صحیح ہیں۔

﴿٩٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قرآن کریم کو رسالت مآب ﷺ کی زبان پر آسان کرنے اور نزولِ قرآن کے دو مقصد بیان کیے گئے ہیں، پہلا مقصد اس پر ایمان لانے اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کو اچھے انجام کی بشارت اور خوشخبری دینا ہے اور دوسرا مقصد جھگڑالو قسم کے نافرمان لوگوں کو ان کے برے انجام سے آگاہ کرنا ہے اور پورے قرآن میں اس پر خوب تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

﴿٩٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ان ہلاک شدہ قوموں اور بستیوں کا حوالہ دیا گیا ہے جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کی، اُن کی دعوت کو جھٹلایا، ان کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کیں اور ان کا مذاق اڑایا، آج اُن کی کوئی آہٹ تک نہیں سنائی دیتی، کسی کے کانوں میں ان کی آواز تک نہیں پڑتی، اگر آج بھی مشرک وہی رویہ اختیار کریں گے تو پہلوں کی کہانی دوبارہ دہرائی جاسکتی ہے۔ اعاذنا الله منها۔ الحمد لله! آج مؤرخہ ٢٧ ستمبر ٢٠١٨ء بروز بدھ سورۂ مریم کے مختصر حواشی سے فراغت ہوئی۔

ع ٦ | ١٦ | ٩

سورة طٰهٰ

سورۃ طٰہٰ مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ٥٢٤٢، کلمات ١٣٤١، آیات ١٣٥ اور رکوعات ٨ ہیں، اس سورت کا مرکزی موضوع دعوت الی التوحید ہے، اس سورت کی پہلی آیت ہی لفظ "طٰہٰ" ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورۃ طٰہٰ رکھا گیا، لفظ "طٰہٰ" رسول اکرم ﷺ کے اسماءِ گرامی میں سے بھی ہے اور حروف مقطعات میں سے بھی، اس لیے اس کا حقیقی معنی اللہ ہی کے علم میں ہے، سورت کا آغاز اللہ تعالیٰ کی چند صفات سے کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، قرآن کریم واقعاتی ترتیب کا لحاظ نہیں کرتا، اس لیے پہلے کوہ طور پر حق تعالیٰ کے ساتھ ان کی ہم کلامی اور اللہ کی بارگاہ میں چند خصوصی دعاؤں کا ذکر کیا گیا ہے، پھر ولادت کے بعد ان کی والدہ کا انہیں ایک صندوق میں بند کر کے سمندر میں اتار دینے کا ذکر ہوا ہے، اس کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے ہمراہ فرعون کے دربار میں پہنچ کر اسے اور اس کے سرداروں کی توحید کی دعوت دینا، فرعون کا مقابلے بازی کرنا، جادوگروں کو ان سے پنجہ آزمائی پر آمادہ کرنا، معجزۂ عصا کا ظاہر ہونا، جادوگروں کا ایمان قبول کرنا، بنی اسرائیل کا ملکِ مصر سے روانہ ہونا، راستے میں بچھڑے کی پوجا کرنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس پر شدید غصے کا اظہار کرنا اور اس سارے معاملے کے سرغنہ سامری کو سزا دینا، قیامت کے ان احوال و حوال، حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے درمیان پیش آنے والے حالات اور ذکر اللہ کی اہمیت بھی اس سورت میں بیان کی گئی ہے۔

اٰيَاتُهَا ۱۳۵ (۲۰) سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ (۴۵) رُكُوْعَاتُهَا ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

طٰهٰ ① مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ② اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ

طٰهٰ ①	مَآ	اَنْزَلْنَا	عَلَيْكَ	الْقُرْاٰنَ	لِتَشْقٰٓى ②	اِلَّا	تَذْكِرَةً	لِّمَنْ
طٰہٰ	نہیں	اتارا ہم نے	تجھ پر	قرآن	تاکہ مشقت میں پڑ جائے تُو	مگر	نصیحت	اس کیلئے جو

طٰہٰ ① ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔ ② مگر یہ تو اُس شخص کیلئے نصیحت ہے

يَّخْشٰى ③ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ④

يَّخْشٰى ③	تَنْزِيْلًا	مِّمَّنْ	خَلَقَ	الْاَرْضَ	وَالسَّمٰوٰتِ	الْعُلٰى ④
ڈرتا ہے	اتارا ہوا	اس سے جو	پیدا کیا اس نے	زمین کو	اور آسمانوں کو	بلند و بالا

جو ڈرتا ہے۔ ③ اُس ذات کی طرف سے اتارا ہوا ہے جس نے زمین اور بلند آسمان پیدا کیے۔ ④

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ⑤ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى

اَلرَّحْمٰنُ	عَلَى	الْعَرْشِ	اسْتَوٰى ⑤	لَهٗ	مَا	فِى	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِى
رحمان	پر	عرش کے	قائم ہوا	اس کیلئے	جو کچھ	بیچ	آسمانوں کے	اور	جو کچھ	بیچ

وہ بڑا مہربان ہے، وہ عرش پر قائم ہوا۔ ⑤ اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے، جو کچھ

الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ⑥ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ

الْاَرْضِ	وَ	مَا	بَيْنَهُمَا	وَمَا	تَحْتَ	الثَّرٰى ⑥	وَ	اِنْ	تَجْهَرْ	بِالْقَوْلِ	فَاِنَّهٗ
زمین کے	اور	جو کچھ	ان دونوں کے درمیان	اور جو	نیچے	گیلی مٹی کے	اور	اگر	تُو اونچی کرے	بات	تو بیشک وہ

زمین میں ہے، جو کچھ اُن دونوں کے درمیان ہے، اور جو کچھ گیلی مٹی کے نیچے ہے۔ ⑥ اور اگر آپ اونچی آواز سے کوئی بات کریں تو وہ

يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ⑦ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ⑧

يَعْلَمُ	السِّرَّ	وَاَخْفٰى ⑦	اَللّٰهُ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	لَهُ	الْاَسْمَآءُ	الْحُسْنٰى ⑧
جانتا ہے	پوشیدہ کو	اور زیادہ مخفی کو	اللہ	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہ	اسی کیلئے	بہت سے نام	اچھے

پوشیدہ اور اس سے بھی زیادہ مخفی باتوں کو جانتا ہے۔ ⑦ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، اُسی کیلئے سب اچھے نام ہیں۔ ⑧

سورۂ طٰہٰ

[۱] لفظ "طٰہٰ" کے متعلق جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے اس لیے اس کا حقیقی معنی اللہ کے حوالے کر کے سکوت کرنا زیادہ بہتر ہے، جبکہ بعض مفسرین نے اس میں تاویل کی ہے، امام رازیؒ نے اس سلسلے میں سات اقوال ذکر فرمائے ہیں۔ ① طاء سے مراد "طوبٰی" درخت اور ہاء سے مراد "ہاویہ" ہے، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کی قسم کھائی ہے۔ ② طاء سے مراد طہارتِ اہل بیت اور ہاء سے مراد ہدایتِ اہل بیت ہے۔ ③ اس کا معنی، "یا مطمع الشفاعة للامة ویاھادی الخلق الی الملة" ہے یعنی امت کیلئے سفارش کی امیدوں کا مرکز اور مخلوق کو صحیح راستہ پر لگانے والا ④ طاء سے مراد طیب اور ہاء سے مراد ہادی ہے ⑤ طاء سے مراد طہارت اور ہاء سے مراد ہدایت ہے اور معنی یہ ہے "یا طاہرا من الذنوب ویا ھادیا إلی علام الغیوب" ⑥ طاء سے مراد طول قراء اور ہاء سے مراد ہیبت ہے، یعنی اس قرآن کے پڑھنے والے بہت زیادہ ہوں گے جن کی ہیبت کافروں کے دلوں میں ہوگی ⑦ ابجد کے حساب سے طاء کے اعداد نو اور ہاء کے پانچ ہیں، یہ کل ۱۴ بنتے ہیں، گویا نبی علیہ السلام کو چودھویں کا چاند کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔ [۲] اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے آپ پر یہ قرآن آپ کو مشقت میں ڈالنے کیلئے نازل نہیں کیا کہ آپ اپنے جسم کو غیر معمولی طور پر تھکائیں، خود کو آرام سے بالکل دور کر لیں اور اپنی صحت کے حوالے سے توجہ نہ فرمائیں، یہ اعتدال پر مبنی وہ تعلیم ہے جس کا دنیا کے دوسرے ادیان و مذاہب میں تصور تک نہیں ہے، یہ الگ بات ہے کہ آج کل "اعتدال پسندی" کا نعرہ اپنی مرضی کے مفہوم میں استعمال کر کے نئی نسل کو نہایت آسانی کے ساتھ گمراہ کیا جا رہا ہے۔ [۳] اس آیت مبارکہ میں نزول قرآن کا ایک مقصد "تذکرہ" بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں خشیتِ الٰہی اور رقت پائی جاتی ہے، وہ اسے پڑھیں، اس سے نصیحت اور عبرت حاصل کریں، اس کے روحانی اور ظاہری و باطنی فیوض و برکات سے استفادہ کریں، اور اپنی زندگیوں کو سنوا دیں۔

[۴] اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کا ایک وصف بیان کیا گیا ہے کہ اسے زمین و آسمان کے خالق نے اتارا ہے، جس ذات نے اتنے بلند و بالا آسمان اور اس قدر وسیع و عریض زمین کو پیدا کیا، وہ خود کس قدر عظیم ہوگا، پھر ایسی عظیم ذات کا کلام بھی کس قدر عظیم ہوگا۔ [۵] اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کو نازل کرنے والے صاحب کلام کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ رحمان ہے اس کی رحمت سے اپنے اور پرائے سب ہی فائدہ اٹھا رہے ہیں، دوسری یہ کہ وہ عرش عظیم پر قائم ہے، اس پر مفصل کلام پہلے ہو چکا ہے۔ [۶] اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی ملکیت کاملہ کی وسعت اور ہمہ گیری بیان کی گئی ہے کہ وہ آسمان اور آسمان سے اوپر، زمین اور زمین کے نیچے، آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ثریٰ سے لیکر ثریا تک ہر جاندار اور بے جان مخلوق پر کامل ملکیت رکھتا ہے اور ان پر حکم چلاتا اور اُن میں تصرف کرتا ہے۔ [۷] اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کے علم کامل کی وسعت اور ہمہ گیری بیان کی گئی ہے کہ وہ ظاہری اسباب اور وسائل کا محتاج نہیں ہے اس لیے وہ ہر بات کو خوب اچھی طرح جانتا ہے، خواہ اونچی آواز سے کی جائے یا پست آواز سے یا اس سے بھی زیادہ مخفی ہو، مثلاً کسی مخلوق کے سینے میں کوئی راز ہو جو اس کی زبان پر کبھی نہ آیا ہو اور اس کے اپنے کانوں نے بھی اسے نہ سنا ہو، اللہ تعالیٰ کو اس کا بھی پورا علم حاصل ہے اس لیے حقیقی علم اسی کا ہے اور وہی حقیقی عالم ہے۔ [۸] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ معبودِ حقیقی ہے اس کے علاوہ کسی میں معبود بننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے کیونکہ وہ خالق ہے، مالک ہے، رحمان ہے، عرش پر قائم ہے اور اس کا علم بھی کامل ہے، اس کے علاوہ کسی میں ایسی عظیم الشان صفات نہیں پائی جاتیں، لہٰذا اس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہو سکتا، دوسری یہ کہ اس نے اپنے لیے بہترین، عمدہ اور پاکیزہ ناموں کا انتخاب کیا ہے، یہ اسماء حسنیٰ اس کی صفات اور خوبیوں پر دلالت کرتے ہیں لیکن اس سے مراد صرف وہ ننانوے اسماء حسنیٰ نہیں ہیں جو جامع ترمذی کی ایک مشہور روایت میں آئے ہیں، وہ بھی ہیں اور ان کے علاوہ بھی بے شمار ہیں، چونکہ یہ نام اس کی خوبیوں اور صفات پر دلالت کرتے ہیں، اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ان میں سے ہر نام جدا ذات پر دلالت کرتا ہے، بلکہ ذات ایک ہی ہے اور اس کی صفات بے شمار ہیں۔

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ⑨ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ

وَ	هَلْ	اَتٰىكَ	حَدِيْثُ	مُوْسٰى ⑨	اِذْ	رَاٰ	نَارًا	فَقَالَ	لِاَهْلِهِ	امْكُثُوْٓا	اِنِّيْٓ
اور	کیا	آیا تیرے پاس	واقعہ	موسیٰ کا	جب	دیکھی اس نے	ایک آگ	تو کہا	اپنے گھر والوں سے	تم ٹھہرو	بیشک میں نے

اور کیا آپ کے پاس موسیٰ کا واقعہ پہنچا ہے؟ ⑨ جبکہ اُنہوں نے ایک آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہنے لگے کہ تم یہیں ٹھہرو، میں نے

اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ⑩

اٰنَسْتُ	نَارًا	لَّعَلِّيْٓ	اٰتِيْكُمْ	مِّنْهَا	بِقَبَسٍ	اَوْ	اَجِدُ	عَلَى	النَّارِ	هُدًى ⑩
دیکھی ہے	ایک آگ	شاید میں	لے آؤں تمہارے پاس	اُسمیں سے	ایک شعلہ	یا	پالوں میں	پر	آگ کے	کوئی رہنمائی

آگ دیکھی ہے، شاید میں اس میں سے ایک شعلہ تمہارے پاس لا سکوں یا آگ کے پاس پہنچ کر راستہ ہی مل جائے۔ ⑩

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ⑪ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ

فَلَمَّآ	اَتٰىهَا	نُوْدِيَ	يٰمُوْسٰى ⑪	اِنِّيْٓ	اَنَا	رَبُّكَ	فَاخْلَعْ	نَعْلَيْكَ ۚ	اِنَّكَ
سو جب	آیا وہ اس کے پاس	آواز دی گئی	اے موسیٰ	بیشک میں	میں	تیرا رب	سو اتار دے تو	اپنے جوتوں کو	بیشک تو

سو جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو آواز آئی اے موسیٰ! ⑪ بیشک میں ہی تمہارا رب ہوں، سو تم اپنے جوتے اتار دو، بیشک تم

بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ⑫ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ⑬

بِالْوَادِ	الْمُقَدَّسِ	طُوًى ⑫	وَ	اَنَا	اخْتَرْتُكَ	فَاسْتَمِعْ	لِمَا	يُوْحٰى ⑬
وادی میں	پاکیزہ	طویٰ	اور	میں نے	منتخب کرلیا تجھے	سو توجہ سے سن	اسے جو	وحی کی جارہی ہے

مقدس وادی "طویٰ" میں ہو۔ ⑫ اور میں نے تمہیں منتخب کر لیا ہے، اس لیے جو وحی بھیجی جائے اُسے توجہ سے سنو۔ ⑬

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ⑭ اِنَّ

اِنَّنِيْٓ	اَنَا	اللّٰهُ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّآ	اَنَا	فَاعْبُدْنِيْ ۙ	وَ	اَقِمِ	الصَّلٰوةَ	لِذِكْرِيْ ⑭	اِنَّ
بیشک میں	میں	اللہ	نہیں	کوئی معبود	مگر	میں	سو تو عبادت کر میری	اور	قائم کر	نماز	میری یاد کیلئے	بیشک

بیشک میں ہی "اللہ" ہوں، میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، اس لیے تم میری ہی عبادت کرو، اور میری یاد کیلئے نماز قائم کرو۔ ⑭ بیشک

السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ⑮ فَلَا

السَّاعَةَ	اٰتِيَةٌ	اَكَادُ	اُخْفِيْهَا	لِتُجْزٰى	كُلُّ	نَفْسٍ	بِمَا	تَسْعٰى ⑮	فَلَا
قیامت	آنے والی	قریب ہوں میں	چھپاؤں گا میں اسے	تاکہ بدلہ دیا جائے	ہر ایک	نفس کو	اس کا جو	وہ کوشش کرتا ہے	سو نہ

قیامت آنے والی ہے، میں اُس کا وقت مخفی رکھنا چاہتا ہوں، تاکہ ہر نفس کو اُس کے کیے کا بدلہ ملے۔ ⑮ تمہیں اس سے کہیں

وقف لازم

⑨ اس آیتِ مبارکہ میں استفہام کا انداز اختیار کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ شروع کیا گیا ہے جس کا مقصد مخاطب کو متوجہ کرنا ہوتا ہے، سورۂ طٰہٰ کی ان آیات میں حیاتِ موسیٰ کے چند اہم واقعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اس تفصیل کے بعض اہم اجزاء صرف یہیں بیان ہوئے ہیں، دیگر واقعات اس کے علاوہ سورتوں میں بیان ہوئے ہیں جن میں سے بعض کا ذکر اس سے پہلے بھی ہو چکا ہے۔ ⑩ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سفرِ مصر کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جو مدین سے اپنے اہل خانہ کے ہمراہ واپسی کے موقع پر پیش آیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک جگہ پڑاؤ کیا، بارش شروع ہوگئی، موسم ٹھنڈا ہوگیا اور سردی نے زور پکڑ لیا، کئی مرتبہ آگ جلانے کی کوشش کی لیکن تیز ہواؤں کے باعث ایسا ہونا ممکن نہ ہوا، اس لیے جب دور سے آگ جلتی ہوئی نظر آئی تو امید کی کرن روشن ہوگئی، اہل خانہ کو تسلی دی کہ میں ابھی واپس آتا ہوں، اگر ممکن ہوا تو آگ کا جلتا ہوا کوئی شعلہ اور انگارہ لے آؤں گا، ورنہ کم از کم کسی سے راستہ ہی پوچھ لوں گا کہ مصر کی طرف جانے والا راستہ کون سا ہے؟ کہیں ہم غلط راستے پر تو نہیں جا رہے؟ کیونکہ آگ جلنے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں کچھ لوگ ضرور ہوں گے جنہوں نے یہ آگ جلائی ہے، انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ آگ نہیں بلکہ نورِ خداوندی ہے جس کا جلال اور جمال انہیں اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ ⑪ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس روشنی کے قریب پہنچنے اور انہیں ان کا نام لیکر آواز دیئے جانے کا ذکر آیا ہے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ آواز ہر سمت اور ہر جہت سے سنائی دی، وہ سمجھے کہ انہیں آواز مختلف جہتوں سے دی جا رہی ہے، اس لیے انہوں نے ایک سے زیادہ مرتبہ لبیک کہا، پھر جب انہوں نے پوچھا کہ تو کہاں ہے؟ میں تیری آواز بھی سن رہا ہوں اور تیری آہٹ بھی پا رہا ہوں لیکن تجھے دیکھ نہیں پا رہا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ میں تمہارے اوپر ہوں، ساتھ ہوں، سامنے ہوں، پیچھے ہوں اور تمہاری اپنی جان سے زیادہ تمہارے قریب ہوں۔ ⑫ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وادی مقدس کے ادب کی تلقین کی گئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان جب کسی پاکیزہ جگہ جائے تو اپنے جوتے اتار دے، خواہ جوتے پاک ہوں یا ناپاک، اسی بناء پر مساجد اور درس گاہوں میں جوتے اتارنے کی تلقین کی جاتی ہے، بعض اہلِ علم نے یہ جو کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جوتے ناپاک تھے اس لیے اتروائے گئے، طبیعت اس کی طرف مائل نہیں ہوتی، اس لیے کہ پاکیزہ مقامات پر جوتے اتارنے کا حکم ان کے تقدس اور عظمت کی بناء پر دیا جاتا ہے، اس سے فرق نہیں پڑتا کہ جوتے پاک ہیں یا ناپاک، دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہوتا ہے۔ ⑬ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے ایک خوشخبری اور ایک حکم بیان کیا گیا ہے، خوشخبری تو یہ کہ موسیٰ! میں نے تمہیں منتخب کرلیا ہے، یوں تو ہر نبی کو ہی اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا ہے، لیکن اس طرح اس کا اظہار صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے ہی ہوا ہے اور حکم یہ ہے کہ آئندہ تمہارے پاس جو وحی بھیجی جائے، اسے کان لگا کر توجہ اور غور سے سنو، تاکہ وہ تمہیں ذہن نشین ہو جائے اور تم اس پر موقع محل کی مناسبت سے عمل کرسکو۔ ⑭ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ نے اپنا تعارف کروا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دو حکم دیئے ہیں، تعارف یہ کہ میں ہی معبودِ حقیقی ہوں، میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، اس سے پہلے یہ فرمایا جا چکا ہے کہ تمہارا حقیقی رب میں ہی ہوں، لفظِ رب میں تربیت کی طرف اور لفظِ معبود میں عبادت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے، اس لیے جو دو حکم دیئے گئے ہیں، ان کا تعلق موسیٰ کی تربیت سے ہی ہے، پہلا یہ کہ میری عبادت کرو اور دوسرا یہ کہ میری یاد کیلئے نماز قائم کرو، اگرچہ "نماز" بھی عبادات میں شامل ہے، لیکن اس کی اہمیت اور خصوصیت کی بناء پر اس کا حکم الگ سے دیا گیا، یہیں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ انسان کی روحانی ترقی اور قربِ الٰہی کے حصول کا سب سے مؤثر اور آسان ترین نسخہ نماز ہے۔ ⑮ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے حوالے سے تین اہم باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ قیامت ضرور آئے گی، دوسری یہ کہ اس کا وقت اللہ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں ہے اور حکمتِ الٰہیہ کا تقاضا یہ ہے کہ اسے مخفی رکھا جائے، تیسری یہ کہ قیامت کا آنا اس لیے ضروری ہے کہ جزا اور سزا کے قانون پر عمل درآمد ہو سکے، دراصل دنیا میں ہر ظالم سزا سے دوچار نہیں ہوتا، وہ اپنے عہدے، مال و دولت، سفارش، جھوٹ اور رشوت کی بناء پر اکثر اوقات سزا سے بچ جاتا ہے اور مظلوم کو اس کا انصاف نہیں۔

يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى (١٦) وَمَا تِلْكَ

يَصُدَّنَّكَ	عَنْهَا	مَنْ	لَا	يُؤْمِنُ	بِهَا	وَ	اتَّبَعَ	هَوٰىهُ	فَتَرْدٰى (١٦)	وَمَا	تِلْكَ
روک دے تجھے	اس سے	وہ جو	نہیں	ایمان لاتا	اس پر	اور	پیروی کرے	اپنی خواہش کی	سو وہ ہلاک ہو جائے	اور کیا ہے	وہ

وہ شخص روک نہ دے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہشات کے پیچھے پڑ کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ (١٦) اور اے موسیٰ یہ تمہارے

بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى (١٧) قَالَ هِيَ عَصَايَ ج اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا

بِيَمِيْنِكَ	يٰمُوْسٰى (١٧)	قَالَ	هِيَ	عَصَايَ ج	اَتَوَكَّؤُا	عَلَيْهَا	وَ	اَهُشُّ	بِهَا
دائیں ہاتھ میں تیرے	اے موسیٰ	کہا اس نے	وہ	میری لاٹھی	ٹیک لگاتا ہوں میں	اس پر	اور	پتے جھاڑتا ہوں	اس سے

دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ (١٧) موسیٰ نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں، اپنی بکریوں پر اس سے

عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى (١٨) قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى (١٩)

عَلٰى	غَنَمِيْ	وَلِيَ	فِيْهَا	مَاٰرِبُ	اُخْرٰى (١٨)	قَالَ	اَلْقِهَا	يٰمُوْسٰى (١٩)
پر	اپنی بکریوں کے	اور میرے لئے	اسمیں	بہت سے فائدے	دوسرے	کہا اس نے	ڈال دے اسے	اے موسیٰ

پتے جھاڑتا ہوں، اور میرے لیے اس میں دوسرے منافع بھی ہیں۔ (١٨) اللہ نے فرمایا کہ موسیٰ! اسے ڈال دو۔ (١٩)

فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى (٢٠) قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ وقفة سَنُعِيْدُهَا

فَاَلْقٰىهَا	فَاِذَا	هِيَ	حَيَّةٌ	تَسْعٰى (٢٠)	قَالَ	خُذْهَا	وَ	لَا	تَخَفْ وقفة	سَنُعِيْدُهَا
سو اس نے ڈال دیا اسے	تو اچانک	وہ	سانپ	دوڑتا ہوا	کہا اس نے	پکڑ لے اسے	اور	مت	ڈر تو	عنقریب ہم اسے لوٹا دیں گے

موسیٰ نے اُسے ڈالا تو اچانک وہ سانپ بن کر دوڑنے لگا۔ (٢٠) اللہ نے فرمایا کہ اسے پکڑ لو اور ڈرو مت، ہم ابھی اسے اس کی

سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى (٢١) وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ

سِيْرَتَهَا	الْاُوْلٰى (٢١)	وَاضْمُمْ	يَدَكَ	اِلٰى	جَنَاحِكَ	تَخْرُجْ	بَيْضَآءَ
حالت پر	پہلی	اور ملالے	اپنے ہاتھ کو	طرف	اپنے بازو کے	نکلے گا وہ	روشن

پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔ (٢١) اور اپنے ہاتھ کو اپنی بغل کے ساتھ ملاؤ، وہ بغیر کسی بیماری کے روشن ہو کر

مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى (٢٢) لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى (٢٣) اِذْهَبْ

مِنْ	غَيْرِ	سُوْٓءٍ	اٰيَةً	اُخْرٰى (٢٢)	لِنُرِيَكَ	مِنْ	اٰيٰتِنَا	الْكُبْرٰى (٢٣)	اِذْهَبْ
سے	علاوہ	بیماری کے	معجزہ	دوسرا	تاکہ ہم تجھے دکھائیں	سے	اپنی نشانیوں کے	بڑی بڑی	جا تو

نکل آئے گا، یہ دوسرا معجزہ ہوا۔ (٢٢) تاکہ ہم تمہیں اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ (٢٣) فرعون کے پاس

= (١٥) گناہ گار کو ڈھیل ملتی جاتی ہے اور نیکوکار تنگدستی اور پریشانی کا شکار رہتا ہے، اس لیے عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ایک دن ایسا ضرور ہونا چاہیے جس میں مکمل انصاف ہو، ہر حقدار کو اس کا حق ملے، ظالم سزا سے اور مظلوم انصاف سے محروم نہ ہو، اسی دن کا نام قیامت ہے اس لیے قیامت کا آنا برحق ہے۔ (١٦) اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان لوگوں کی ہم نشینی اختیار کرنے سے روکا گیا ہے جو قیامت پر ایمان نہیں لاتے، اپنی خواہشات کے بے لگام گھوڑے پر سوار رہتے ہیں، خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں، اس لیے منکرین قیامت کی ہم نشینی سے اجتناب ضروری ہے۔ (١٧) اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانوس کرنے اور ایک عظیم الشان معجزہ عطا کرنے کیلئے ایک سوال پوچھا گیا ہے کہ موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ تاکہ موسیٰ مانوس اور متوجہ ہو جائیں کہ عقائد اور بنیادی تعلیمات کے بعد اب ان کی طرف پیغامِ الٰہی متوجہ ہونے والا ہے۔ (١٨) اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب مذکور ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ حق تعالیٰ اُن سے ہم کلام ہے اور کلام کی لذت ان کے رگ و پے میں سرایت کر چکی ہے اور محبوب کے ساتھ کلام اور راز و نیاز کا اپنا ہی لطف اور مزہ ہوتا ہے، اس لیے انہوں نے جواب دیا اور لمبا جواب دیا، حالانکہ اگر وہ صرف اتنا کہہ دیتے کہ یہ میری لاٹھی ہے، تب بھی ان کا جواب مکمل تھا، لیکن محبوبِ حقیقی سے بات کرنے کی خواہش میں انہوں نے اس پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ اس کے فائدے بھی بتانے شروع کر دیئے کہ میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں، اپنی بکریوں کیلئے اس کے ذریعے پتے جھاڑتا ہوں، اس کے علاوہ بھی بہت سے کاموں اور ضرورت کے مواقع پر اس سے فائدہ اٹھاتا ہوں۔

(١٩) اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دینے کا حکم دیا گیا ہے کہ تاکہ انہیں عصاءِ موسوی کا معجزہ عطا کیا جائے۔

(٢٠) اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعمیلِ حکم اور ظہورِ معجزہ کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ جب انہوں نے لاٹھی زمین پر ڈالی تو معجزہ ظاہر ہوا اور وہ سانپ بن گیا جو بعد میں بڑھتے بڑھتے اژدہے کی شکل اختیار کر گیا، یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اپنے پھرتیلے پن میں تو وہ سانپ کی طرح تھا اور اپنی جسامت اور پھنکار کے لحاظ سے وہ اژدہے کی طرح تھا۔ (٢١) ۔اس آیتِ مبارکہ میں ایک امر، ایک نہی اور ایک تسلی ہے، امر یہ کہ موسیٰ! اس اژدھے کو پکڑ لو، نہی یہ کہ ڈرو مت، گھبرانے اور خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑنے کیلئے اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹنا چاہا، لیکن حق تعالیٰ نے تسلی دی کہ ہم اسے اس کی اصلی حالت پر واپس لوٹا دیں گے اور یہ پہلے کی طرح لاٹھی بن جائیگا، یہاں کوئی شخص یہ نہ کہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اتنے بڑے نبی ہو کر ایک اژدھے سے ڈر گئے اور پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے؟ اس لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہونے کے ساتھ ساتھ انسان بھی تھے اور بشری تقاضوں سے مبرا نہ تھے، ان کا خوف زدہ ہونا نبوت کے اعتبار سے نہ تھا، بلکہ انسان ہونے کے اعتبار سے تھا، ان کی جگہ اگر کوئی دوسرا شخص ہوتا تو بہت ممکن ہے کہ وہ صرف خوف زدہ نہ ہوتا بلکہ دہشت کی وجہ سے اس کا خون ہی خشک ہو جاتا اور اس کی موت واقع ہو جاتی۔ (٢٢) ۔اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دوسرے معجزے کا ذکر کیا گیا ہے جسے "یدِ بیضاء" کہا جاتا ہے، اس کیلئے انہیں اپنا داہنا ہاتھ بائیں بغل کے نیچے رکھنے کا حکم دیا گیا، انہوں نے تعمیل کی، پھر نکالا تو وہ سورج سے زیادہ روشن اور چمکدار تھا اور اس کی یہ روشنی اور چمک کسی عیب یا بیماری کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ معجزانہ طور پر تھی۔ (٢٣) ۔اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا گیا ہے کہ ہم نے آپ کو یہ دو معجزے اس لیے دیے ہیں تاکہ آپ کو اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے ایک نمونہ دکھا دیں اور آپ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں کامل شرحِ صدر اور یکسوئی کے درجے تک پہنچ جائیں۔

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿٢٤﴾ ع قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِي ع ۱ ۱۲ ۱۰

اِلٰی	فِرْعَوْنَ	اِنَّهٗ	طَغٰی ۲۴	قَالَ	رَبِّ	اشْرَحْ	لِیْ	صَدْرِیْ ۲۵	وَیَسِّرْ لِیْ
طرف	فرعون کے	بیشک وہ	سرکشی کی اُس نے	کہا اس نے	اے میرے پروردگار	کھول دے تو	میرے لئے	میرا سینہ	اور آسان کردے میرے لئے

جاؤ کہ اُس نے سرکشی کی ہے۔ ۲۴ موسیٰ نے کہا کہ پروردگار! میرا سینہ کھول دے۔ ۲۵ اور میرا کام

أَمْرِي ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿٢٨﴾ وَاجْعَل

اَمْرِیْ ۲۶	وَ	احْلُلْ	عُقْدَةً	مِّنْ	لِّسَانِیْ ۲۷	یَفْقَهُوْا	قَوْلِیْ ۲۸	وَ	اجْعَلْ
میرا کام	اور	کھول دے	گرہ	سے	میری زبان کے	سمجھ لیں وہ	میری بات	اور	بنادے

آسان کردے۔ ۲۶ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ ۲۷ تاکہ وہ میری بات سمجھ سکیں۔ ۲۸ اور میرے گھر والوں میں سے

لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ﴿٢٩﴾ هَارُونَ أَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿٣١﴾

لِّیْ	وَزِیْرًا	مِّنْ	اَهْلِیْ ۲۹	هٰرُوْنَ	اَخِی ۳۰	اشْدُدْ	بِهٖ	اَزْرِیْ ۳۱
میرے لئے	بوجھ اٹھانے والا	سے	میرے گھر والوں کے	ہارون کو	میرا بھائی	مضبوط کر	اس کے ذریعے	میری کمر

میرا ایک وزیر مقرر کردے۔ ۲۹ میرے بھائی ہارون کو۔ ۳۰ اس کے ذریعے میری کمر کو مضبوط کردے۔ ۳۱

وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ﴿٣٢﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿٣٣﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿٣٤﴾ إِنَّكَ

وَ	اَشْرِکْهُ	فِیْ	اَمْرِیْ ۳۲	کَیْ	نُسَبِّحَکَ	کَثِیْرًا ۳۳	وَ	نَذْکُرَکَ	کَثِیْرًا ۳۴	اِنَّکَ
اور	شریک کردے اُسے	بیچ	میرے کام کے	تاکہ	ہم تیری تسبیح کریں	کثرت سے	اور	تیرا ذکر کریں ہم	کثرت سے	بیشک تو

اور اُسے میرے کام میں شریک کردے۔ ۳۲ تاکہ ہم کثرت کے ساتھ تیری تسبیح بیان کریں۔ ۳۳ اور کثرت کے ساتھ تیرا ذکر کریں۔ ۳۴ بیشک تو

كُنتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿٣٥﴾ قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا

کُنْتَ	بِنَا	بَصِیْرًا ۳۵	قَالَ	قَدْ	اُوْتِیْتَ	سُؤْلَکَ	یٰمُوْسٰی ۳۶	وَلَقَدْ	مَنَنَّا
ہے	ہمیں	خوب دیکھنے والا	کہا اس نے	یقیناً	تجھے دیا گیا	تیرا مانگا ہوا	اے موسیٰ	اور البتہ یقیناً	ہم نے احسان کیا

ہمیں خوب دیکھ رہا ہے۔ ۳۵ اللہ نے فرمایا کہ موسیٰ! تمہیں وہ دیدیا گیا جو تم نے مانگا۔ ۳۶ اور یقیناً ہم تم پر ایک مرتبہ

عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ﴿٣٧﴾ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ﴿٣٨﴾ أَنِ اقْذِفِيهِ

عَلَیْکَ	مَرَّةً	اُخْرٰی ۳۷	اِذْ	اَوْحَیْنَا	اِلٰی	اُمِّکَ	مَا	یُوْحٰی ۳۸	اَنِ	اقْذِفِیْهِ
تجھ پر	ایک مرتبہ	دوبارہ	جب	دل میں ڈالا ہم نے	طرف	تیری ماں کے	وہ جو	وحی کی جارہی ہے	کہ	ڈال دے اسے

پہلے بھی احسان کرچکے ہیں۔ ۳۷ جب ہم نے تمہاری والدہ کے دل میں وہ بات ڈالی جس کی وحی کی جاتی ہے۔ ۳۸ کہ اسے ایک صندوق میں

۲۴ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب رسالت پر فائز کر کے دشمن خدا فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا گیا ہے۔

۲۵ ۳۵ ان آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چند دعاؤں کا ذکر ہے جو موقع محل کی مناسبت سے نہایت اہمیت کی حامل ہیں، انہیں جب فرعون جیسے مطلق العنان بادشاہ کے پاس پیغام توحید لیکر جانے کا حکم ہوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے شرح صدر کی دعا مانگی، شرح صدر اس کیفیت کو کہتے ہیں جس میں انسان کو اپنے عقیدے اور نظریے میں کسی قسم کا تردد نہیں ہوتا اور ساری دنیا مل کر بھی اس کے عقیدے میں شک اور وہم پیدا نہیں کرسکتی، انہوں نے اپنے لیے آسانی کی دعا کی، مخاطب کو اپنی بات سمجھانے کیلئے زبان کی گرہ کھولنے کی درخواست کی، کہا جاتا ہے کہ گھوارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جلتے ہوئے انگارے اپنے منہ میں رکھ لیے تھے جس کی وجہ سے زبان جل گئی تھی اور بولنے میں لکنت آگئی تھی، اس لکنت کو ختم کرنے کی دعا فرمائی، یا پھر اپنے مافی الضمیر کے اظہار میں کسی بھی نوعیت کے تردد کو ختم کرنے کیلئے دعا فرمائی، اس کے علاوہ انہوں نے اپنی معاونت اور تائید کیلئے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی نبوت عطا فرمانے کی درخواست کی، انہیں اندازہ تھا کہ حضرت ہارون علیہ السلام اس عظیم الشان ذمہ داری کی ادائیگی میں ان کے بہترین معاون اور غیر موجودگی میں بہترین جانشین ثابت ہوں گے، اس طرح اجتماعی ذکر و تسبیح کا سلسلہ بھی شروع ہو سکے گا اور باہمی مشاورت سے بہترین لائحہ عمل بھی تیار ہو سکے گا، پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ حق تعالیٰ کی نظر کرم اور مسلسل توجہ ہمیں حاصل ہوگی اور وہ ہر لمحے ہماری رہنمائی فرمائے گا۔

۳۶ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمام دعاؤں کو قبول کرنے کی خوشخبری سنائی گئی ہے، چنانچہ ان کی پوری جدوجہد میں ان دعاؤں کی قبولیت کے آثار بجا طور پر نظر آتے ہیں۔

۳۷ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یاد دلایا گیا ہے کہ ہم اس سے پہلے بھی آپ پر ایک عظیم احسان کر چکے ہیں، اس لیے اس تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے ان دعاؤں کو قبول کر کے آپ پر ایک اور احسان کرتے ہیں، گزشتہ احسان کی تفصیل اگلی آیات میں بیان کی گئی ہے۔

۳۸ اس آیت مبارکہ میں مذکورہ احسان کی تفصیل بیان کی گئی ہے کہ موسیٰ! ہم نے تمہاری والدہ کے دل میں وہ بات ڈالی جس کا ذکر اگلی آیت میں آیا ہے، یہاں بعض حضرات کو لفظ ''وحی'' کے استعمال سے غلط فہمی ہوگئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی کیسے بھیجی گئی؟ پھر انہوں نے اس کی مختلف توجیہات کیں، اس عاجز نے ترجمے میں ہی اس غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہاں وحی کا لفظ اصطلاحی معنی میں نہیں، بلکہ لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ

فِيْ	التَّابُوْتِ	فَاقْذِفِيْهِ	فِيْ	الْيَمِّ	فَلْيُلْقِهِ	الْيَمُّ	بِالسَّاحِلِ	يَاْخُذْهُ	عَدُوٌّ
بیچ	صندوق کے	پھر ڈال دے اسے	بیچ	سمندر کے	پھر ڈال دے اسے	سمندر	کنارے پر	پکڑ لے اسے	دشمن

رکھ کر اُسے دریا میں ڈال دو، پھر دریا اُسے سمندر کنارے ڈال دے، تاکہ اسے میرا اور اس کا

لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ۬ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿۳۹﴾

لِّيْ	وَ	عَدُوٌّ	لَّهٗ ؕ	وَ	اَلْقَيْتُ	عَلَيْكَ	مَحَبَّةً	مِّنِّيْ ۚ۬	وَ	لِتُصْنَعَ	عَلٰى	عَيْنِيْ ﴿۳۹﴾
میرا	اور	دشمن	اس کا	اور	ڈال دی میں نے	تجھ پر	محبت	اپنے سے	اور	تاکہ پرورش کی جائے تیری	پر	میری آنکھوں کے

دشمن اٹھا لے اور میں نے تم پر اپنی طرف سے خصوصی محبت ڈال دی، تاکہ تمہاری پرورش میری نگرانی میں کی جائے۔ ۳۹

اِذْ تَمْشِيْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ

اِذْ	تَمْشِيْٓ	اُخْتُكَ	فَتَقُوْلُ	هَلْ	اَدُلُّكُمْ	عَلٰى	مَنْ	يَّكْفُلُهٗ ؕ
جب	چل رہی تھی	تیری بہن	سو کہنے لگی وہ	کیا	میں تمہاری رہنمائی کروں	پر	وہ جو	کفالت کرے اس کی

جب تمہاری بہن پیدل جا رہی تھی، سو وہ کہنے لگی کہ کیا میں اِس کی کفالت کرنے والے کی طرف آپ کی رہنمائی کروں؟

فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ؕ۬ وَقَتَلْتَ نَفْسًا

فَرَجَعْنٰكَ	اِلٰٓى	اُمِّكَ	كَيْ	تَقَرَّ	عَيْنُهَا	وَلَا	تَحْزَنَ ؕ۬	وَ	قَتَلْتَ	نَفْسًا
سو ہم نے تجھے لوٹا دیا	طرف	تیری ماں کے	تاکہ	ٹھنڈی ہو	اس کی آنکھ	اور نہ	غمگین ہو وہ	اور	قتل کر دیا تو نے	ایک جان کو

پھر ہم نے تمہیں تمہاری والدہ کے پاس لوٹا دیا تاکہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمگین نہ ہوں، اور تم نے ایک شخص کو مار دیا

فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۫ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ

فَنَجَّيْنٰكَ	مِنَ	الْغَمِّ	وَ	فَتَنّٰكَ	فُتُوْنًا ۫	فَلَبِثْتَ	سِنِيْنَ	فِيْٓ	اَهْلِ
سو نجات دی ہم نے تجھے	سے	غم کے	اور	ہم نے تجھے جانچا	کئی طرح جانچنا	سو تو ٹھہرا رہا	کئی سال	بیچ	رہنے والوں کے

تو ہم نے تمہیں اُس غم سے بھی بچا لیا، اور ہم نے تمہیں کئی طرح جانچا، پھر تم کئی سال اہلِ مدین میں

مَدْيَنَ ۙ۬ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾ ۚ

مَدْيَنَ ۙ۬	ثُمَّ	جِئْتَ	عَلٰى	قَدَرٍ	يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾	وَ	اصْطَنَعْتُكَ	لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾
مدین کے	پھر	آیا تو	پر	اندازے کے	اے موسیٰ	اور	تیار کیا میں نے تجھے	اپنی ذات کیلئے

رہے، پھر اے موسیٰ! تم ایک خاص اندازے پر آئے ہو۔ ۴۰ اور میں نے تمہیں خاص اپنے لیے بنایا۔ ۴۱

۳۹ اس آیتِ مبارکہ میں فصاحت و بلاغت کے اتنے مختلف النوع پہلو جمع ہو گئے ہیں کہ عقل حیرت میں ہے، پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دو حکم دیے گئے، ایک یہ کہ ننھے موسیٰ کو ایک صندوق یا ٹوکری میں رکھ دو، دوسرا یہ کہ اس صندوق یا ٹوکری کو دریا میں ڈال دو، یہ حکم انہیں اس وقت دیا گیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں فرعون انہیں قتل نہ کروا دے، دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو یہ اندیشہ بھی تھا کہ اگر موسیٰ کو دریا میں چھوڑ دیا گیا تو کہیں وہ پانی میں ڈوب ہی نہ جائیں، اس طرح ان کی جان کو خطرہ لاحق ہو گا، اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دی اور دریا کو حکم جاری کر دیا کہ اس ٹوکری کو ساحل سمندر پر پہنچا دے، ظاہر ہے کہ دریا پر حکم چلانا انسان کی دسترس سے باہر ہے، اس اعتبار سے یہ نہایت منفرد صناعت ہے، تیسرے نمبر پر اس کا نتیجہ ذکر فرمایا کہ موسیٰ اپنے اور میرے دشمن کے ہاتھ میں پہنچ جائیں گے، میں اس دشمن کے گھر میں موسیٰ کی پرورش کروا کر اپنی قدرت کا نمونہ دکھاؤں گا، اس مقصد کیلئے موسیٰ کو ایک منفرد محبوبیت عطا کروں گا کہ جو انہیں دیکھے گا، بے اختیار محبت کرے گا، دشمنی اور عداوت کا خیال بھی دل میں نہ لائے گا، اس طرح موسیٰ کی پرورش خاص میری نگرانی میں ہوگی اور کوئی انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

۴۰ اس آیتِ مبارکہ میں اجمالی طور پر بعد کے حالات کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے، جس کی تفصیل سورۂ قصص میں بیان کی گئی ہے، کس طرح ان کی بہن فرعون کے محل تک پہنچی؟ کس طرح اس نے شاہی محل کے لوگوں کو اپنی والدہ کا پتہ بتایا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ کے پاس واپس لوٹانے کا وعدہ کس طرح پورا ہوا؟ جوانی میں قبطی کا قتل کس طرح ہوا؟ کس طرح انہیں مصر چھوڑ کر مدین جانا پڑا؟ اور کس طرح وہ مختلف تدریجی اور تربیتی مراحل سے گزر کر مقامِ نبوت تک پہنچے؟ سورۂ قصص میں ان کی تفصیل دیکھیے۔

۴۱ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک خاص اعزاز ذکر کیا گیا ہے جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اہمیت اور فضیلت نمایاں ہوتی ہے کہ موسیٰ! میں نے تمہیں خاص اپنے لیے تیار کیا، خود تمہاری تربیت اور پرورش کی، زندگی کے ہر اتار چڑھاؤ میں تمہیں ایک خاص رنگ میں رنگا، تاکہ تم اس مقصد کی تکمیل کرو جس کیلئے تمہیں تیار کیا گیا ہے۔

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۴۲ اِذْهَبَآ اِلٰى

اِذْهَبْ	اَنْتَ	وَ	اَخُوْكَ	بِاٰيٰتِيْ	وَ	لَا	تَنِيَا	فِيْ	ذِكْرِيْ ۴۲	اِذْهَبَآ	اِلٰى
جا	تو	اور	بھائی تیرا	میری نشانیاں لیکر	اور	مت	سستی کرنا تم دونوں	بیچ	میری یاد کے	جاؤ تم دونوں	طرف

تم اور تمہارا بھائی میری نشانیاں لیکر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ ۴۳ تم دونوں فرعون کے

فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۴۳ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۴۴

فِرْعَوْنَ	اِنَّهٗ	طَغٰى ۴۳	فَقُوْلَا	لَهٗ	قَوْلًا	لَّيِّنًا	لَّعَلَّهٗ	يَتَذَكَّرُ	اَوْ	يَخْشٰى ۴۴
فرعون کے	بیشک وہ	سرکشی کی اُس نے	سو کہو تم دونوں	اس سے	بات	نرمی کی	شاید کہ وہ	نصیحت پکڑے	یا	ڈر جائے

پاس جاؤ کہ اُس نے سرکشی کی ہے۔ ۴۴ پھر تم دونوں اُس سے نرمی کی بات کہنا، شاید وہ نصیحت حاصل کرلے یا ڈر جائے۔ ۴۵

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ۴۵ قَالَ لَا تَخَافَآ

قَالَا	رَبَّنَآ	اِنَّنَا	نَخَافُ	اَنْ	يَّفْرُطَ	عَلَيْنَآ	اَوْ	اَنْ	يَّطْغٰى ۴۵	قَالَ	لَا	تَخَافَآ
کہا دونوں نے	اے ہمارے پروردگار	بیشک ہم	ڈرتے ہیں	یہ کہ	ظلم کرے وہ	ہم پر	یا	یہ کہ	سرکشی کرے	کہا اس نے	مت	ڈرو تم دونوں

اُن دونوں نے کہا کہ پروردگار! ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر ظلم کرے گا، یا سرکشی کرے گا۔ ۴۶ اللہ نے فرمایا کہ مت ڈرو،

اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ۴۶ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ

اِنَّنِيْ	مَعَكُمَآ	اَسْمَعُ	وَاَرٰى ۴۶	فَاْتِيٰهُ	فَقُوْلَآ	اِنَّا	رَسُوْلَا	رَبِّكَ	فَاَرْسِلْ
بیشک میں	ساتھ تمہارے	سن رہا ہوں	اور دیکھ رہا ہوں	سو تم دونوں جاؤ اس کے پاس	سو کہو تم دونوں	بیشک ہم	دونوں قاصد	تیرے رب کے	سو بھیج دے

میں تمہارے ساتھ ہوں، سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔ ۴۷ اس لیے تم دونوں اُس کے پاس جاؤ اور اُس سے کہو کہ ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں، سو تو ہمارے ساتھ

مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۥ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ

مَعَنَا	بَنِيْٓ	اِسْرَآءِيْلَ	وَ	لَا	تُعَذِّبْهُمْ	قَدْ	جِئْنٰكَ	بِاٰيَةٍ	مِّنْ	رَّبِّكَ
ہمارے ساتھ	بیٹوں کو	اسرائیل کے	اور	مت	عذاب دے انہیں	یقیناً	ہم لائے تیرے پاس	نشانی	سے	تیرے رب کی

بنی اسرائیل کو بھیج دے اور انہیں عذاب میں مبتلا نہ کر، یقیناً ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی لیکر آئے ہیں

وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ۴۷ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى

وَ	السَّلٰمُ	عَلٰى	مَنِ	اتَّبَعَ	الْهُدٰى ۴۷	اِنَّا	قَدْ	اُوْحِيَ	اِلَيْنَآ	اَنَّ	الْعَذَابَ	عَلٰى
اور	سلام ہو	پر	وہ جو	پیروی کرے	ہدایت کی	بیشک ہم	تحقیق	وحی کی گئی	ہماری طرف	کہ بیشک	عذاب	پر

اور سلامتی ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرلے۔ ۴۸ بیشک ہمارے پاس یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ عذاب اُس پر ہوگا،

۴۳ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے بھائی ہارون کے ساتھ اپنے مشن پر روانہ ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ تاکید کی گئی ہے کہ میری یاد اور ذکر میں کسی قسم کی کوتاہی اور سستی نہ کرنا، جب ضرورت پڑے تو معجزات دکھانا اور ہر لمحے میرے ذکر سے اپنی زبان کو تر رکھنا تا کہ دشمن کے شر سے تمہاری حفاظت ہو۔

۴۴ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی منزل متعین کی گئی ہے کہ تمہیں سرکش اور بے لگام فرعون کے پاس جانا ہے، تا کہ تم اسے ہمارا پیغام پہنچا دو۔

۴۵ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون کے سامنے بات کرنے اور پیغام پہنچانے کا ادب سکھایا گیا ہے جو دنیا بھر کے داعیوں اور واعظوں کیلئے ''رہنما'' کی حیثیت رکھتا ہے کہ اپنی بات شائستہ انداز، نرم لہجے اور شفقت و خلوص کے جذبے سے پیش کرو، اگر تمہاری بات حق پر مبنی ہو لیکن اندازِ بیان صحیح نہ ہو، لہجہ نرم اور شائستہ نہ ہو تو مخاطب تمہاری بات سے کبھی متاثر نہیں ہوگا، بلکہ اس کے ردِعمل میں وہ باطل پر مزید اکڑ جائیگا اور حق سے کوسوں میلوں دور چلا جائیگا۔

۴۶ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے اندیشے کا ذکر ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ جب ہم اس کے پاس پہنچیں تو وہ ہماری بات سننے کی بجائے ہمیں نقصان پہنچائے اور مزید سرکشی پر آمادہ ہو جائے؟ اس اندیشے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ اپنی جان و مال کے حوالے سے فکر مند تھے، بلکہ وجہ یہ تھی کہ جو اہم ذمہ داری ہمارے حوالے کی گئی ہے، کہیں اس کی سرکشی کی وجہ سے اس کی ادائیگی میں کوئی رکاوٹ تو نہیں آ جائے گی؟

۴۷ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو تسلی دی گئی ہے کہ فکر مند ہونے یا خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں ہر لمحے تمہارے ساتھ ہوں، تمہیں دیکھ رہا ہوں، تمہاری باتیں سن رہا ہوں، تم ضرور اپنی ذمہ داریوں سے سرخرو ہوگے۔

۴۸ اس آیتِ مبارکہ میں وہ پیغام بیان کیا گیا ہے جو فرعون کیلئے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے ہاتھوں بھیجا گیا، یہ پیغام نہایت جامع اور مانع ہے، اس پیغام کا پہلا نکتہ اپنی رسالت کا دعویٰ ہے، دوسرا نکتہ بنی اسرائیل کی رہائی ہے اور تیسرا نکتہ اپنے دعوے کے ثبوت کیلئے معجزے کے اظہار کی پیشکش ہے، رسالت کا دعویٰ سب سے پہلے پیش کرنا اس لیے ضروری تھا کہ اگر فرعون اس نکتے کو تسلیم کر لیتا تو اگلے تمام مراحل اور نکات پر بآسانی اتفاق ہو سکتا تھا، بنی اسرائیل کی رہائی کی بات کرنا اس لیے ضروری تھا کہ فرعون اور اہلِ مصر نے انہیں شدید ذلت اور اذیت میں مبتلا کر رکھا تھا، اب وقت آ گیا تھا کہ ان کی ذلت اور اذیت ختم کر دی جائے، جبکہ معجزے کا اظہار اپنے دعوے کی تصدیق کیلئے ضروری تھا، آخر میں ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر سلام بھیجا گیا ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو اور کہیں بھی رہتا ہو۔

مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿٤٨﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿٤٩﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ

مَنْ	كَذَّبَ	وَ	تَوَلّٰى ﴿٤٨﴾	قَالَ	فَمَنْ	رَّبُّكُمَا	يٰمُوْسٰى ﴿٤٩﴾	قَالَ	رَبُّنَا	الَّذِيْٓ
اس کے جو	جھٹلایا اُس نے	اور	منہ پھیر لیا	کہا اس نے	تو کون	تم دونوں کا رب	اے موسیٰ	کہا اس نے	ہمارا رب	وہ جس نے

جس نے تکذیب کی اور منہ پھیر لیا۔ [٤٨] فرعون نے کہا کہ اے موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے؟ [٤٩] موسیٰ نے کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے

اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿٥٠﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿٥١﴾

اَعْطٰى	كُلَّ	شَيْءٍ	خَلْقَهٗ	ثُمَّ	هَدٰى ﴿٥٠﴾	قَالَ	فَمَا	بَالُ	الْقُرُوْنِ	الْاُوْلٰى ﴿٥١﴾
دی	ہر ایک	چیز کو	اس کی صورت	پھر	راستہ دکھایا	کہا اس نے	تو کیا ہوا	معاملہ	بستیوں کا	پہلی

ہر چیز کو اُس کی صورت عطا کی، پھر راستہ دکھایا۔ [٥٠] فرعون نے کہا کہ پہلی جماعتوں کا کیا معاملہ رہا؟ [٥١]

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴿٥٢﴾ الَّذِيْ

قَالَ	عِلْمُهَا	عِنْدَ	رَبِّيْ	فِيْ	كِتٰبٍ ۚ	لَا	يَضِلُّ	رَبِّيْ	وَ	لَا	يَنْسَى ﴿٥٢﴾	الَّذِيْ
کہا اس نے	اس کا علم	پاس	میرے رب کے	بیچ	کتاب میں	نہ	بہکتا ہے	میرا رب	اور	نہ	بھولتا ہے	جس نے

موسیٰ نے کہا کہ اِس کا صحیح علم میرے رب کے پاس کتاب میں ہے، میرا رب نہ تو بہکتا ہے اور نہ ہی بھولتا ہے۔ [٥٢] جس نے

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ

جَعَلَ	لَكُمُ	الْاَرْضَ	مَهْدًا	وَّسَلَكَ	لَكُمْ	فِيْهَا	سُبُلًا	وَّ	اَنْزَلَ	مِنَ
بنایا	تمہارے لئے	زمین کو	بچھونا	اور بنائے	تمہارے لئے	اسمیں	راستے	اور	اتارا	سے

تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا، اور تمہارے لیے اس میں راستے بنائے اور آسمان نے

السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿٥٣﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا

السَّمَآءِ	مَآءً ۭ	فَاَخْرَجْنَا	بِهٖٓ	اَزْوَاجًا	مِّنْ	نَّبَاتٍ	شَتّٰى ﴿٥٣﴾	كُلُوْا	وَارْعَوْا
آسمان کے	پانی	سو ہم نے نکالا	اس کے ذریعے	جوڑوں کو	سے	پیداوار کے	مختلف	کھاؤ	اور چراؤ

پانی اتارا، پھر ہم نے اُس کے ذریعے طرح طرح کی سبزیاں اگائیں۔ [٥٣] کھاؤ اور اپنے جانوروں کو چراؤ،

اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿٥٤﴾ ع مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا

اَنْعَامَكُمْ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّاُولِي النُّهٰى ﴿٥٤﴾	مِنْهَا	خَلَقْنٰكُمْ	وَ	فِيْهَا
اپنے جانوروں کو	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانیاں	اہل عقل کیلئے	اسی سے	ہم نے پیدا کیا تمہیں	اور	اسی میں

بیشک اس میں اہل عقل کیلئے نشانیاں ہیں۔ [٥٤] اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا، اسی میں

ع ٢ ١١

[٤٨] اس آیتِ مبارکہ میں تکذیب اور اعراض کرنے والوں کیلئے سزا کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ تکذیب کرنے والے اپنی روش سے باز آجائیں۔

[٤٩] اس آیتِ مبارکہ میں فرعون کا رب کے متعلق سوال مذکور ہے کہ تم جس رب کی طرف سے نبوت و رسالت کا دعویٰ کر رہے ہو، اس کا تعارف تو کرواؤ۔

[٥٠] اس آیتِ مبارکہ میں رب العالمین کا مختصر تعارف کروایا گیا ہے کہ ہمارا رب خالق بھی ہے اور ہادی بھی ہے، اُس خالق و ہادی کا پیغام لیکر ہم تمہارے پاس آئے ہیں۔

[٥١] اس آیتِ مبارکہ میں فرعون کا ایک ''سیاسی سوال'' ذکر کیا گیا ہے کہ ہم سے پہلے جو قومیں اور نسلیں گزر چکی ہیں، ان کا کیا انجام ہوا؟ اس سوال کا منشا یہ تھا کہ جب موسیٰ کہیں گے کہ وہ سب جہنم میں ہیں تو لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکانا آسان ہو جائیگا کہ یہ شخص تمہارے آباؤ اجداد کو گمراہ اور جہنمی بتا رہا ہے کیا تم اپنے آباؤ اجداد کے گستاخ پر ایمان لاؤ گے؟

[٥٢] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیغمبرانہ جواب مذکور ہے کہ میں ان کے انجام کا ذمہ دار نہیں ہوں، میرا رب ہی ان کے انجام سے صحیح طرح واقف ہے، اس نے لوح محفوظ میں سب کچھ لکھ دیا ہے، نہ تو وہ کبھی بھٹکتا یا بہکتا ہے اور نہ ہی اسے بھول چوک کا عارضہ لاحق ہوتا ہے، تم موجودہ زمانے کی بات کرو۔

[٥٣] اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی چار صفات بیان کی گئی ہیں جن میں سے پہلی تین غائب کے صیغے کے ساتھ ہیں اور چوتھی صفت متکلم کے صیغے کے ساتھ، فصاحت و بلاغت کی اصطلاح میں اسے ''صنعتِ التفات'' کہا جاتا ہے اور یہ کلام کے حسن و خوبی کی علامت ہے، پہلی صفت یہ کہ اللہ نے زمین کو تمہارے لیے بچھونا اور بستر بنا دیا ہے، دنیا میں انسان کے پاس کوئی بستر نہ بھی ہو، زمین ہی اس کا بستر ہے، دوسری صفت یہ کہ اللہ نے زمین میں بہت سے راستے بنائے، یہ مختلف راستے بسا اوقات ایک ہی منزل تک پہنچاتے ہیں اور بسا اوقات مختلف منزلوں اور علاقوں تک پہنچاتے ہیں، تیسری صفت یہ کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا جس میں ہر چیز کی زندگی اور تازگی ہے، چوتھی صفت یہ کہ اس پانی سے اس نے مختلف قسم کے پھل اور پھول اگائے، فصلیں اور سبزہ اگایا اور انسان کی ضرورت کو پورا کیا، جس ذات میں یہ صفات پائی جائیں، وہی ہمارا رب ہے۔

[٥٤] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی ہے، لہٰذا جو چیزیں تمہارے کھانے کی ہیں وہ تم کھاؤ اور جو تمہارے جانوروں کے کھانے کی ہیں وہ انہیں کھلاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو، اور قدرت کی ان کاریگریوں اور نعمتوں میں غور کر کے قدرت والے تک پہنچنے کی کوشش کرو۔

نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿٥٥﴾ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا

نُعِيْدُكُمْ	وَ	مِنْهَا	نُخْرِجُكُمْ	تَارَةً	اُخْرٰى ﴿٥٥﴾	وَ	لَقَدْ	اَرَيْنٰهُ	اٰيٰتِنَا	كُلَّهَا
ہم لوٹائیں گے تمہیں	اور	اسی سے	ہم نکالیں گے تمہیں	ایک مرتبہ	دوسری	اور	البتہ یقیناً	ہم نے اسے دکھائی	اپنی نشانیاں	ساری

تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے ایک مرتبہ پھر تمہیں نکالیں گے۔ ﴿٥٥﴾ اور یقیناً ہم نے فرعون کو اپنی ساری نشانیاں ہی دکھا دیں،

فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿٥٦﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ

فَكَذَّبَ	وَاَبٰى ﴿٥٦﴾	قَالَ	اَجِئْتَنَا	لِتُخْرِجَنَا	مِنْ	اَرْضِنَا	بِسِحْرِكَ
سو جھٹلایا اس نے	اور انکار کیا	کہا اس نے	کیا تو آیا ہے ہمارے پاس	تاکہ نکال دے ہمیں	سے	ہماری زمین کے	اپنے جادو سے

پھر بھی اُس نے تکذیب کی اور نہ مانا۔ ﴿٥٦﴾ وہ کہنے لگا کہ اے موسیٰ! کیا تم اس لیے آئے ہو کہ اپنے جادو کے زور سے ہمیں ہماری

يٰمُوْسٰى ﴿٥٧﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا

يٰمُوْسٰى ﴿٥٧﴾	فَلَنَاْتِيَنَّكَ	بِسِحْرٍ	مِّثْلِهٖ	فَاجْعَلْ	بَيْنَنَا	وَبَيْنَكَ	مَوْعِدًا
اے موسیٰ	سو البتہ ضرور لائیں گے ہم تیرے پاس	جادو	ایسا ہی	سو کر دے تو	درمیان ہمارے	اور درمیان اپنے	وعدے کا وقت

زمین سے نکال دو؟ ﴿٥٧﴾ سو ہم بھی ایسا ہی جادو لا کر رہیں گے، تم ہمارے اور اپنے درمیان وعدے کا ایک دن مقرر کرو،

لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿٥٨﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ

لَا	نُخْلِفُهٗ	نَحْنُ	وَلَآ	اَنْتَ	مَكَانًا	سُوًى ﴿٥٨﴾	قَالَ	مَوْعِدُكُمْ	يَوْمُ	الزِّيْنَةِ
نہیں	خلاف کریں گے ہم اس کا	ہم	اور نہ	تو	جگہ	ہموار	کہا اس نے	تمہارے وعدے کا وقت	دن	جشن کا

جس کے خلاف نہ ہم کریں اور نہ تم کرو، وہ ایک ہموار میدان ہو۔ ﴿٥٨﴾ موسیٰ نے کہا کہ تمہارے لیے وعدے کا دن "جشن کا دن" ہے

وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿٥٩﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ

وَ	اَنْ	يُّحْشَرَ	النَّاسُ	ضُحًى ﴿٥٩﴾	فَتَوَلّٰى	فِرْعَوْنُ	فَجَمَعَ	كَيْدَهٗ	ثُمَّ
اور	یہ کہ	جمع کیے جائیں	لوگ	دن چڑھے	سو واپس پلٹا	فرعون	سو جمع کیا اس نے	اپنی تدبیر کو	پھر

اور یہ کہ لوگ دن چڑھے ہی جمع ہو جائیں۔ ﴿٥٩﴾ چنانچہ فرعون واپس پلٹا، اُس نے اپنی تدبیریں جمع کیں، پھر

اَتٰى ﴿٦٠﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ

اَتٰى ﴿٦٠﴾	قَالَ	لَهُمْ	مُّوْسٰى	وَيْلَكُمْ	لَا	تَفْتَرُوْا	عَلَى	اللّٰهِ	كَذِبًا	فَيُسْحِتَكُمْ
آ گیا	کہا	ان سے	موسیٰ نے	ہلاکت ہو تمہاری	مت	گھڑو تم	پر	اللہ کے	جھوٹ	کہ وہ غارت کر دے تمہیں

آ گیا۔ ﴿٦٠﴾ موسیٰ نے اُن سے کہا کہ تم پر افسوس ہے، اللہ پر جھوٹ نہ باندھو، ورنہ وہ تمہیں کسی مصیبت میں مبتلا کر کے

﴿٥٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کی تین حالتیں اور تینوں میں مٹی کے ساتھ اس کی مناسبت بیان کی گئی ہے، پہلی حالت انسان کی تخلیق کی ہے، سب جانتے ہیں کہ انسان کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے، دوسری حالت موت کی ہے اور جب انسان مر جاتا ہے تو اسے مٹی کا گڑھا کھود کر مٹی ہی کے حوالے کر دیا جاتا ہے سوائے ان لوگوں کے جو انسانی لاش کی بے حرمتی کر کے اسے جلا دیتے ہیں اور اس کی راکھ کو دریا برد کر دیتے ہیں، چونکہ یہ لوگ اکثریت میں نہیں ہیں اس لیے ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے، تیسری حالت دوبارہ زندہ ہونے کی ہے، چونکہ انسان کو مٹی میں دفن کیا جاتا ہے، اس لیے دوبارہ زندہ کرنے کیلئے اسے مٹی سے ہی نکالا جائیگا، اسی وجہ سے تدفین کے وقت قبر پر مٹی ڈالتے ہوئے اس آیت کو پڑھنا مسنون ہے۔

﴿٥٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں فرعون کو معجزات دکھانے اور اس کے تکذیب و انکار کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ جو فرمایا کہ ہم نے اسے ساری نشانیاں دکھا دیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ساری نشانیاں جو اسے دکھانا ہمیں منظور تھیں، مطلقاً ساری نشانیاں دکھانا مراد نہیں ہے۔

﴿٥٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں فرعون کا ایک سیاسی بیان ذکر کیا گیا ہے جو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر اپنی قوم کو ان کے تاثر سے نکالنے کیلئے دیا تھا کہ دراصل موسیٰ علیہ السلام کا مقصد تمہارے ملک اور سلطنت پر قبضہ کرنا ہے، وہ مصر پر بنی اسرائیل کی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، اس کا راستہ فوری طور پر روکنے کی ضرورت ہے، ورنہ وہ ہمیں ہمارے ملک سے دربدر کر کے خود اس پر قابض ہو جائیگا۔

﴿٥٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں فرعون کا یہ عزم بیان کیا گیا ہے کہ ہم موسیٰ سے مقابلہ کریں گے، اگر اس نے ہمارے سامنے جادوئی کرتب دکھائے ہیں تو ہم بھی ایسا ہی جادو اس کے مقابلے میں لا کر اسے عاجز کر دکھائیں گے، پھر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چیلنج کیا کہ آپ کوئی وقت مقرر کریں، ہم اس دن نامور ماہر جادوگروں کو بلا کر ایک مقابلے کا اہتمام کریں گے، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائیگا، شرط یہ ہے کہ مقررہ وقت میں آپ اور ہم سب جمع ہو جائیں، کوئی فریق بھی وعدہ خلافی نہ کرے، علاوہ ازیں مقابلے کا اہتمام ایسی جگہ ہونا چاہیے جو نہایت کشادہ اور ہموار میدان ہو، عام لوگوں کی اس تک رسائی بآسانی ہو سکے اور کسی شخص کو بھی وہاں آنے کی ممانعت نہ ہو۔

﴿٥٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے مقابلے کا دن اور وقت متعین کیا گیا ہے، اس تعیین میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیشِ نظر یہ تھا کہ اس موقع پر زیادہ سے زیادہ لوگ موجود ہوں، تاکہ وہ حق اور باطل کی یہ جنگ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر خود فیصلہ کریں کہ انہیں حق کا ساتھ دینا چاہیے یا باطل کا؟ موسیٰ کا یا فرعون کا؟ چنانچہ دن رکھا سالانہ تہوار کا اور وقت رکھا چاشت کا، دن چڑھے، تاکہ مقصد خوب اچھی طرح پورا ہو جائے۔

﴿٦٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں فرعون کا مقابلے کیلئے اہتمام اور تیاری کے ساتھ مقررہ دن اور وقت پر پہنچنا مذکور ہے۔

بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ۝٦١ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ

بِعَذَابٍ ۚ	وَ	قَدْ	خَابَ	مَنِ	افْتَرٰى ۝٦١	فَتَنَازَعُوْٓا	اَمْرَهُمْ	بَيْنَهُمْ
ساتھ عذاب کے	اور	یقیناً	ناکام ہوگیا	جس نے	گھڑ لیا	سو وہ جھگڑے	اپنے معاملے میں	آپس میں

غارت کر دے گا، اور یقیناً وہ شخص ناکام ہو گیا جس نے جھوٹ گھڑا۔ ٦١ پھر اپنے معاملے میں اُن کے درمیان جھگڑا ہو گیا

وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ۝٦٢ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ

وَ اَسَرُّوا	النَّجْوٰى ۝٦٢	قَالُوْٓا	اِنْ	هٰذٰنِ	لَسٰحِرٰنِ	يُرِيْدٰنِ	اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ
اور چھپ کر کرنے لگے	مشورہ	کہا انہوں نے	بیشک	یہ دونوں	البتہ جادوگر	چاہتے ہیں	یہ کہ نکال دیں تمہیں

اور وہ چھپ کر مشورہ کرنے لگے۔ ٦٢ وہ کہنے لگے کہ یہ دونوں ضرور جادوگر ہیں، اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے

مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ۝٦٣ فَاَجْمِعُوْا

مِّنْ	اَرْضِكُمْ	بِسِحْرِهِمَا	وَ	يَذْهَبَا	بِطَرِيْقَتِكُمُ	الْمُثْلٰى ۝٦٣	فَاَجْمِعُوْا
سے	تمہاری زمین کے	اپنے جادو سے	اور	لے جائیں دونوں	تمہارے طریقے کو	بہترین	سو جمع کر لو تم

نکالنا چاہتے ہیں، اور یہ کہ تمہارے بہترین طریقے کو ختم کر دیں۔ ٦٣ اس لیے تم اپنی تدبیریں

كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ۝٦٤ قَالُوْا

كَيْدَكُمْ	ثُمَّ	ائْتُوْا	صَفًّا ۚ	وَ	قَدْ	اَفْلَحَ	الْيَوْمَ	مَنِ	اسْتَعْلٰى ۝٦٤	قَالُوْا
اپنی تدبیر کو	پھر	آؤ تم	صف بستہ	اور	یقیناً	کامیاب ہوگیا	آج کے دن	وہ جو	غالب آیا	کہا انہوں نے

جمع کر لو اور قطار در قطار آؤ، آج وہی کامیاب ہو گا جو غالب آئے گا۔ ٦٤ وہ کہنے لگے

يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۝٦٥ قَالَ بَلْ

يٰمُوْسٰٓى	اِمَّآ	اَنْ	تُلْقِيَ	وَ	اِمَّآ	اَنْ	نَّكُوْنَ	اَوَّلَ	مَنْ	اَلْقٰى ۝٦٥	قَالَ	بَلْ
اے موسیٰ	یا	یہ کہ	تو ڈال	اور	یا	یہ کہ	ہم ہوں	سب سے پہلے	وہ جس نے	ڈالا	کہا اس نے	بلکہ

کہ اے موسیٰ! تم ڈالو گے، یا ہم پہلے ڈالنے والے بنیں؟ ٦٥ موسیٰ نے کہا بلکہ

اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا

اَلْقُوْا ۚ	فَاِذَا	حِبَالُهُمْ	وَ	عِصِيُّهُمْ	يُخَيَّلُ	اِلَيْهِ	مِنْ	سِحْرِهِمْ	اَنَّهَا
تم ڈالو	پھر اچانک	ان کی رسیاں	اور	ان کی لاٹھیاں	خیال ہونے لگا	اس کی طرف	سے	ان کے جادو کے	کہ بیشک وہ

تم ہی ڈالو، سو اچانک اُن کے جادو کی وجہ سے یوں معلوم ہونے لگا کہ اُن کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ

٦١ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں کو مقابلے سے پہلے نصیحت کرنا مذکور ہے تاکہ خیر خواہی کا حق ادا ہو جائے، اس نصیحت کا منشا یہ ہرگز نہیں تھا کہ وہ جادوگروں کے مقابلے سے جان چھڑا رہے تھے، اگر ایسا ہوتا تو وہ مقابلے کیلئے میدان میں ہی نہ آتے۔

٦٢ اس آیت مبارکہ میں جادوگروں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کا اثر بیان کیا گیا ہے، چونکہ یہ نصیحت خیر خواہی کے جذبے پر مبنی تھی اس لیے جادوگروں پر اس کا اثر ہوا اور وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے کہ موسیٰ سے مقابلہ کریں یا نہ کریں؟ فرعون نے جب یہ دیکھا تو گھبرا گیا اور فوراً جادوگروں کو مقابلے کیلئے للکارا تاکہ وہ مقابلے سے انکار ہی نہ کر دیں۔

٦٣ اس آیت مبارکہ میں جادوگروں کا فرعون کی للکار سے ڈر کر مقابلے کیلئے آمادہ ہونے اور ایک دوسرے کی ڈھارس بندھانے کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں وہی گھسی پٹی باتیں دہرائی گئی تھیں کہ یہ دونوں جادوگر ہیں، یہ تمہارے ملک پر قبضہ کر لیں گے، تمہارے بہترین طور طریقے ختم کر کے اپنے مذہب اور دین کو رواج دیں گے، اس لیے ان سے مقابلہ کرنا وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔

٦٤ اس آیت مبارکہ میں جادوگروں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلے پر متفق ہونا مذکور ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے کو تلقین کی کہ سب کے سب مل کر اپنے ہنر کو کام میں لاؤ، صف بندی کر دو اور اپنا کمال دکھاؤ، جس کا ہنر اور کمال دوسرے کے ہنر اور کمال پر بازی لے گیا، وہ مقابلہ جیت گیا اور وہی مردِ میدان قرار پایا۔

٦٥ اس آیت مبارکہ میں جادوگروں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مقابلے کی دعوت دینا مذکور ہے، انہوں نے پوچھا کہ اے موسیٰ! آپ پہل کریں گے یا ہم پہل کریں؟ کیونکہ ظاہر ہے کہ کسی نہ کسی کو تو پہل کرنا تھی۔

تَسْعٰى ﴿٦٦﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿٦٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ

تَسْعٰى ﴿٦٦﴾	فَاَوْجَسَ	فِيْ	نَفْسِهٖ	خِيْفَةً	مُّوْسٰى ﴿٦٧﴾	قُلْنَا	لَا	تَخَفْ
دوڑ رہی ہیں	سو ڈرا	بیچ	اپنے دل کے	ایک طرح کا ڈرنا	موسٰی	کہا ہم نے	مت	ڈر تو

رہی ہیں۔ ﴿٦٦﴾ تو موسٰی اپنے دل میں خوف محسوس کرنے لگے۔ ﴿٦٧﴾ ہم نے کہا کہ تم خوف زدہ نہ ہو،

اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿٦٨﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا

اِنَّكَ	اَنْتَ	الْاَعْلٰى ﴿٦٨﴾	وَ	اَلْقِ	مَا	فِيْ	يَمِيْنِكَ	تَلْقَفْ	مَا	صَنَعُوْا ؕ	اِنَّمَا
بیشک تو	تو ہی	سب سے اوپر	اور	ڈال دے	وہ جو	بیچ	تیرے دائیں ہاتھ کے	نگل جائیگا	جو کچھ	انہوں نے بنایا	وہ تو صرف

یقیناً تم ہی غالب رہو گے۔ ﴿٦٨﴾ اور تمہارے دائیں ہاتھ میں جو ہے اُسے ڈال دو، انہوں نے جو کچھ بنایا ہے وہ اُسے نگل جائے گا، انہوں نے

صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿٦٩﴾ فَاُلْقِيَ

صَنَعُوْا	كَيْدُ	سٰحِرٍ ؕ	وَ	لَا	يُفْلِحُ	السَّاحِرُ	حَيْثُ	اَتٰى ﴿٦٩﴾	فَاُلْقِيَ
انہوں نے بنایا	فریب	جادوگر جیسا	اور	نہیں	کامیاب ہوتا	جادوگر	جہاں سے بھی	آئے وہ	سو ڈالے گئے

جادوگر جیسا فریب ہی بنایا ہے اور جادوگر جہاں سے بھی آئے، کامیاب نہیں ہوتا۔ ﴿٦٩﴾ چنانچہ جادوگر

السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿٧٠﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ

السَّحَرَةُ	سُجَّدًا	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا	بِرَبِّ	هٰرُوْنَ	وَ	مُوْسٰى ﴿٧٠﴾	قَالَ	اٰمَنْتُمْ	لَهٗ
جادوگر	سجدے میں	کہنے لگے وہ	ایمان لائے ہم	رب پر	ہارون کے	اور	موسٰی کے	کہا اس نے	ایمان لائے تم	اس پر

سجدے میں گر پڑے، کہنے لگے کہ ہم ہارون اور موسٰی کے رب پر ایمان لے آئے۔ ﴿٧٠﴾ فرعون نے کہا کہ کیا تم میری اجازت سے

قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ

قَبْلَ	اَنْ	اٰذَنَ	لَكُمْ ؕ	اِنَّهٗ	لَكَبِيْرُكُمُ	الَّذِيْ	عَلَّمَكُمُ	السِّحْرَ ۚ	فَلَاُقَطِّعَنَّ
پہلے	یہ کہ	اجازت دوں میں	تمہیں	بیشک وہ	البتہ تمہارا بڑا	جس نے	تمہیں سکھایا	جادو	سو البتہ ضرور کاٹوں گا میں

پہلے ہی اس پر ایمان لے آئے؟ بیشک یہ تمہارا استاد ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے، سو اب میں مخالف سمت سے

اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫

اَيْدِيَكُمْ	وَ	اَرْجُلَكُمْ	مِّنْ	خِلَافٍ	وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ	فِيْ	جُذُوْعِ	النَّخْلِ ۫
تمہارے ہاتھوں کو	اور	تمہارے پاؤں کو	سے	مخالف سمت کے	اور البتہ ضرور سولی چڑھاؤں گا میں تمہیں	بیچ	تنوں کے	کھجور کے

تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوا کر رہوں گا، اور تمہیں ضرور کھجور کی شاخوں پر سولی چڑھاؤں گا،

﴿٦٦﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسٰی علیہ السلام کا جواب اور جادوگروں کا سحر بیان کیا گیا ہے، حضرت موسٰی علیہ السلام نے انہیں پہل کرنے کی اجازت دی تا کہ وہ اپنے سارے ہنر خوب اچھی طرح آزمالیں اور بعد میں یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں اپنے حوصلے نکالنے کا موقع ہی نہ ملا، چنانچہ انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر پھینک دیں، دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے سانپوں کی شکل اختیار کر لی اور وہ لوگوں کو میدان میں دوڑتے ہوئے نظر آنے لگے، جادو کا یہ مظاہرہ لوگوں کو متاثر کرنے اور انہیں اپنی طرف مائل کرنے کیلئے فرعون کی خواہشات کے عین مطابق تھا۔

﴿٦٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسٰی علیہ السلام کا اپنے دل میں خوف محسوس کرنا مذکور ہے، یہ خوف اس چیز کا نہیں تھا کہ کہیں میں ہار نہ جاؤں، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اپنی لاٹھی پھینکوں تو وہ اژدھا نہ بنے، بلکہ اندیشہ اس چیز کا تھا کہ کہیں لوگ سحر اور معجزے میں اشتباہ کا شکار نہ ہو جائیں، کیونکہ جادوگروں نے بھی لاٹھیاں پھینکی ہیں اور میں بھی اپنی لاٹھی ڈالوں گا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں کو جادو اور معجزے میں فرق کرنا مشکل ہو جائے۔

﴿٦٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسٰی علیہ السلام کو غلبۂ حق کی خوشخبری دے کر تسلی دی گئی ہے اور ان کے اندیشے کو ختم کیا گیا ہے کہ آپ مطمئن رہیں، اللہ تعالیٰ خود ہی حق اور باطل کے درمیان ایسی لکیر کھینچ دے گا کہ معمولی اشتباہ بھی پیش نہ آئے گا۔

﴿٦٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسٰی علیہ السلام کو ایک حکم دیا گیا ہے، پھر اس کا نتیجہ اور اس کی حقیقت بیان کی گئی ہے، حکم یہ کہ اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑی ہوئی لاٹھی زمین پر پھینک دو، نتیجہ یہ کہ تمہاری لاٹھی ان کے بنائے ہوئے جادو نگل جائے گی اور اس کا نام و نشان بھی برقرار نہ رہے گا اور حقیقت یہ کہ انہوں نے جو کچھ پیش کیا ہے، وہ جادو ہے اور تم نے جس کا اظہار کیا ہے، وہ معجزہ ہے، جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا اور معجزہ دکھانے والا نبی کبھی ناکام نہیں ہو سکتا۔

﴿٧٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسٰی علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر جادوگروں کا سجدہ ریز ہو جانا اور ایمان لے آنا مذکور ہوا ہے، جادوگر چونکہ فن شناس تھے اس لیے وہ فوراً سمجھ گئے کہ موسٰی جادوگر نہیں ہیں اور انہوں نے جو چیز ہمارے سامنے پیش کی ہے، وہ جادو نہیں ہے، بلکہ اس سے نہایت اعلیٰ اور برتر چیز ہے، اس طرح حضرت موسٰی علیہ السلام کو جو اندیشہ تھا کہ کہیں لوگ سحر اور معجزے میں فرق نہ کر سکیں، بھی ختم ہو گیا۔

وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ۝۷۱ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا

وَلَتَعْلَمُنَّ	اَيُّنَآ	اَشَدُّ	عَذَابًا	وَّاَبْقٰى ۝۷۱	قَالُوْا	لَنْ	نُّؤْثِرَكَ	عَلٰى	مَا	جَآءَنَا
اور البتہ ضرور جان لو گے تم	کون ہم میں	زیادہ سخت	عذاب میں	اور زیادہ باقی رہنے والا	کہنے لگے وہ	ہرگز نہیں	ترجیح دیں گے ہم تجھے	پر	وہ جو	آیا ہمارے پاس

اور تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ ۷۱ وہ کہنے لگے کہ ہمارے پاس جو واضح دلائل آچکے ہیں، ہم تجھے اُن پر اور اُس ذات پر

مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ

مِنَ	الْبَيِّنٰتِ	وَ	الَّذِيْ	فَطَرَنَا	فَاقْضِ	مَآ	اَنْتَ	قَاضٍ	اِنَّمَا	تَقْضِيْ
سے	واضح دلائل	اور	وہ جس نے	پیدا کیا ہمیں	سو گزر تو	جو کچھ	تو	کرنے والا	وہ تو صرف	فیصلہ کرے گا تو

ہرگز ترجیح نہ دیں گے جس نے ہمیں پیدا کیا، اس لیے تو جو کر سکتا ہے، وہ کرگزر، تو اس دنیوی

هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝۷۲ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا

هٰذِهِ	الْحَيٰوةَ	الدُّنْيَا ۝۷۲	اِنَّآ	اٰمَنَّا	بِرَبِّنَا	لِيَغْفِرَلَنَا	خَطٰيٰنَا	وَ	مَآ	اَكْرَهْتَنَا
اس	زندگی میں	دنیا کی	بیشک ہم	ایمان لے آئے	اپنے رب پر	تاکہ بخش دے ہمیں	گناہوں کو ہمارے	اور	وہ جو	تو نے مجبور کیا ہمیں

زندگی میں ہی کرسکتا ہے۔ ۷۲ بیشک ہم اپنے رب پر ایمان لے آئے تاکہ وہ ہماری خطائیں بھی معاف کرے اور وہ بھی جو تو نے

عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝۷۳ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ

عَلَيْهِ	مِنَ	السِّحْرِ	وَ	اللّٰهُ	خَيْرٌ	وَّ	اَبْقٰى ۝۷۳	اِنَّهٗ	مَنْ	يَّاْتِ	رَبَّهٗ
اس پر	سے	جادو کے	اور	اللہ	زیادہ بہتر	اور	زیادہ باقی	بیشک بات یہ ہے	جو کوئی	آئیگا	اپنے رب کے پاس

ہمیں جادو پر مجبور کیا، اور اللہ سب سے بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ ۷۳ بات یہ ہے کہ جو شخص اپنے رب کے پاس مجرم ہونے کی

مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝۷۴ وَمَنْ يَّاْتِهٖ

مُجْرِمًا	فَاِنَّ	لَهٗ	جَهَنَّمَ	لَا	يَمُوْتُ	فِيْهَا	وَ	لَا	يَحْيٰى ۝۷۴	وَمَنْ	يَّاْتِهٖ
مجرم بن کر	تو بیشک	اس کیلئے	جہنم	نہ	مرے گا وہ	اس میں	اور	نہ	جیئے گا	اور جو کوئی	آئیگا اس کے پاس

حالت میں آئے گا تو اُس کیلئے جہنم ہے، جہاں وہ مرے گا اور نہ ہی جیے گا۔ ۷۴ اور جو شخص مؤمن ہونے کی

مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝۷۵

مُؤْمِنًا	قَدْ	عَمِلَ	الصّٰلِحٰتِ	فَاُولٰٓئِكَ	لَهُمُ	الدَّرَجٰتُ	الْعُلٰى ۝۷۵
مؤمن بن کر	تحقیق	عمل کیے اس نے	اچھے	تو وہی لوگ	ان کیلئے	درجے	بلند

حالت میں آئے گا جبکہ اُس نے نیک اعمال کیے ہوں تو انہی لوگوں کیلئے بلند و بالا درجات ہیں۔ ۷۵

۷۱ اس آیتِ مبارکہ میں فرعون کا اپنے جادوگروں کے ایمان لانے پر ناراضگی کا اظہار اور انہیں سزا کی دھمکی دینا مذکور ہے، کیونکہ فرعون کے دربار میں جو کچھ ہوا، وہ اس کیلئے اور اس کے درباریوں کیلئے ناقابل یقین تھا، وہ اس شکست فاش کا صدمہ برداشت کرنے کیلئے ذہنی طور پر تیار نہیں تھے، پھر جب بازی بالکل پلٹ گئی اور جادوگر اپنے سابقہ دین سے توبہ کر کے ایمان بھی لے آئے تو ان کا غیظ وغضب اور بھڑک اٹھا اور انہوں نے جادوگروں کو دھمکیاں دینا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساز باز کرنے کا الزام لگانا شروع کر دیا اور ان کے درمیان استادی اور شاگردی کا رشتہ قائم کرنے لگے۔

۷۲ ۷۶ ان آیتوں میں فرعون کے ان درباری جادوگروں کا جواب مذکور ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئے تھے، یہ جواب پڑھ اور سن کر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی وقت درجہ احسان پر فائز کر دیا تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ فرعون کی دھمکی سے خوف زدہ ہونے کی بجائے استقامت اور عزیمت کا پہاڑ نظر آتے ہیں، وہ فرعون جیسے بادشاہ کو للکارتے ہیں کہ تو جو کر سکتا ہے، کر لے، ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ تیری سزا ہماری دنیوی زندگی کا خاتمہ کر دے گی، سو اس زندگی نے ایک نہ ایک دن تو ختم ہو ہی جانا ہے،

جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ

جَنّٰتُ	عَدْنٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	وَ	ذٰلِكَ
باغات	ہمیشہ رہنے کے	بہتی ہوں گی	سے	اس کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہنے والے	اسمیں	اور	وہ

ہمیشہ رہنے کے باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی

جَزٰۗؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿٧٦﴾ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ڏ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ

ع ٣ ٢٢ ١٢

جَزٰۗؤُا	مَنْ	تَزَكّٰى ﴿٧٦﴾	وَ	لَقَدْ	اَوْحَيْنَآ	اِلٰى	مُوْسٰٓى	اَنْ	اَسْرِ	بِعِبَادِيْ
بدلہ	اس کا جو	سنور جائے	اور	البتہ یقیناً	وحی بھیجی ہم نے	طرف	موسیٰ کے	یہ کہ	لے چل	میرے بندوں کو

اُس شخص کا بدلہ ہے جس نے اپنا تزکیہ کرلیا۔ (٧٧) اور یقیناً ہم نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو لیکر راتوں رات روانہ ہو جاؤ،

فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿٧٧﴾

فَاضْرِبْ	لَهُمْ	طَرِيْقًا	فِي	الْبَحْرِ	يَبَسًا	لَّا	تَخٰفُ	دَرَكًا	وَّ	لَا	تَخْشٰى ﴿٧٧﴾
سو مار دے	ان کیلئے	راستہ	بیچ	سمندر کے	خشک	نہ	ڈر ہو	پکڑے جانے کا	اور	نہ	اندیشہ رکھ تو

پھر اُن کیلئے سمندر میں خشک راستہ بنادو، نہ پکڑے جانے کا خوف ہو اور نہ ڈوبنے کا ڈر۔ (٧٨)

فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾

فَاَتْبَعَهُمْ	فِرْعَوْنُ	بِجُنُوْدِهٖ	فَغَشِيَهُمْ	مِّنَ	الْيَمِّ	مَا	غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾
سو پیچھا کیا ان کا	فرعون نے	اپنے لشکروں کے ساتھ	سو ڈھانپ لیا انہیں	سے	دریا کے	وہ جو	ڈھانپ لیا اس نے انہیں

پھر فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ اُن کا پیچھا کیا، سو دریا میں اُنہیں اُس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا۔ (٧٩)

وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿٧٩﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ

وَ	اَضَلَّ	فِرْعَوْنُ	قَوْمَهٗ	وَ	مَا	هَدٰى ﴿٧٩﴾	يٰبَنِيْٓ	اِسْرَاۗءِيْلَ	قَدْ	اَنْجَيْنٰكُمْ
اور	گمراہ کردیا	فرعون نے	اپنی قوم کو	اور	نہ	وہ ہدایت والا ہوا	اے بیٹو	اسرائیل کے	یقیناً	ہم نے تمہیں نجات دی

اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کردیا اور وہ ہدایت کے راستے پر نہ چلا۔ (٨٠) اے بنی اسرائیل! ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے

مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ

مِّنْ	عَدُوِّكُمْ	وَ	وٰعَدْنٰكُمْ	جَانِبَ	الطُّوْرِ	الْاَيْمَنَ	وَ	نَزَّلْنَا	عَلَيْكُمُ	الْمَنَّ
سے	تمہارے دشمن کے	اور	وعدہ لیا ہم نے تم سے	طرف	طور کے	دائیں ہاتھ	اور	اتارا ہم نے	تم پر	شیرنی

نجات عطا فرمائی، تم سے طور پہاڑ کی دائیں جانب کا وعدہ کیا، اور تم پر من و سلویٰ

وہ اپنے گناہوں اور خاص طور پر وقت کے پیغمبر سے مقابلے کی نادانی پر اللہ سے معافی مانگتے ہوئے نظر آتے ہیں، وہ مجرم اور مؤمن کا انجام نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ چند لمحوں کے ایمان میں تحلیل نفس کا بیڑا اس وقت تک پار نہیں ہوسکتا جب تک اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت اور توجہ ان کی طرف متوجہ نہ ہو، اسی کو اس عاجز نے ''درجہ احسان'' سے تعبیر کیا ہے۔ رزقنا اللہ وایاکم بفضلہ۔

(٧٧) اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے دو حکم بیان کیے گئے ہیں، چونکہ اب حق کا بول بالا ہو چکا ہے اور باطل عبرتناک شکست سے دوچار ہو چکا ہے اس لیے ضروری ہے کہ حق کی سربلندی مزید نمایاں ہو اور باطل کی شکست تام ہو جائے، اس لیے پہلا حکم یہ ہے کہ تم رات کے وقت بنی اسرائیل کو لیکر ملک مصر سے روانہ ہو جاؤ، دوسرا حکم یہ ہے کہ راستے میں سمندر حائل ہو تو اسی میں اپنے لیے خشک راستہ تلاش کرو، یہ دوسرا حکم دراصل خوشخبری ہے کہ تم اور تمہارے ساتھی سمندر کو دیکھ کر خوف زدہ نہ ہوجائیں، اسی سمندر میں سے ہم تمہیں خشک راستہ فراہم کریں گے، نہ تمہیں فرعون اور اس کے سپاہی پکڑ سکیں گے اور نہ ہی سمندر کا پانی آپس میں ملنے پائے گا کہ تم ڈوب جاؤ، بلکہ تم خیر و عافیت سے سمندر طے کرلو گے۔

(٧٨) اس آیتِ مبارکہ میں فرعون اور اس کے لشکر کا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کی تلاش میں روانہ ہونے اور سمندر میں غرق ہونے کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کیلئے نہایت بلیغ تعبیر اختیار کی گئی ہے کہ فرعون اور لشکرِ فرعون کو اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا، اس تعبیر میں سمندر کی لہریں اور پانی کی موجیں بھی داخل ہیں اور ان پر نازل ہونے والی لعنت اور عذابِ الٰہی بھی۔

(٧٩) اس آیتِ مبارکہ میں واضح کیا گیا ہے کہ فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کردیا، اپنی جھوٹی خدائی اور سلطنت کو بچانے کیلئے اس نے اپنی فوج اور قوم کو داؤ پر لگادیا، بجائے اس کے کہ انہیں سیدھے راستے پر لیکر چلتا، الٹا انہیں تباہی اور بربادی کی اندھیر نگری میں دھکیل دیا، اکثر قوم کے سردار ایسا ہی کرتے ہیں۔

وَالسَّلْوٰى ﴿٨٠﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ

وَالسَّلْوٰى ﴿٨٠﴾	كُلُوْا	مِنْ	طَيِّبٰتِ	مَا	رَزَقْنٰكُمْ	وَ	لَا	تَطْغَوْا	فِيْهِ	فَيَحِلَّ
اور بٹیر	کھاؤ تم	سے	پاکیزہ چیزیں	وہ جو	ہم نے تمہیں دیں	اور	مت	سرکشی کرو	اس میں	سو اترے گا

نازل کیا۔ ﴿٨٠﴾ وہ پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں، اور اس میں سرکشی نہ کرو، ورنہ تم پر میرا

عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿٨١﴾ وَاِنِّيْ

عَلَيْكُمْ	غَضَبِيْ ۚ	وَ	مَنْ	يَّحْلِلْ	عَلَيْهِ	غَضَبِيْ	فَقَدْ	هَوٰى ﴿٨١﴾	وَ	اِنِّيْ
تم پر	میرا غضب	اور	جو کوئی	اترے	اس پر	میرا غضب	تو یقیناً	ہلاک ہوگیا وہ	اور	بیشک میں

غضب اترے گا، اور جس پر میرا غضب اترے، وہ یقیناً ہلاک ہو گیا۔ ﴿٨١﴾ اور میں

لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾ وَمَآ

لَغَفَّارٌ	لِّمَنْ	تَابَ	وَ	اٰمَنَ	وَ	عَمِلَ	صَالِحًا	ثُمَّ	اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾	وَمَآ
البتہ بہت بخشنے والا	اسے جو	توبہ کرلے	اور	ایمان لے آئے	اور	عمل کرے	نیک	پھر	راہ راست پر رہے	اور کس چیز نے

اُس شخص کو بہت بخشنے والا ہوں جو توبہ کر لے، ایمان لے آئے اور نیک اعمال کرے، پھر راہِ راست پر رہے۔ ﴿٨٢﴾ اور

اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ

اَعْجَلَكَ	عَنْ	قَوْمِكَ	يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾	قَالَ	هُمْ	اُولَآءِ	عَلٰٓى	اَثَرِيْ
تجھے جلدی میں ڈالا	سے	اپنی قوم کے	اے موسیٰ	کہا اس نے	وہ	یہ لوگ	پر	میرے نشانِ قدم کے

اے موسیٰ! تمہیں اپنی قوم سے جلدی کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ ﴿٨٣﴾ موسیٰ نے کہا کہ وہ تو یہ میرے پیچھے ہی ہیں

وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿٨٤﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ

وَعَجِلْتُ	اِلَيْكَ	رَبِّ	لِتَرْضٰى ﴿٨٤﴾	قَالَ	فَاِنَّا	قَدْ	فَتَنَّا	قَوْمَكَ	مِنْۢ	بَعْدِكَ
اور میں جلدی آیا	تیری طرف	اے میرے پروردگار	تاکہ تو خوش ہوجائے	کہا اس نے	تو بیشک ہم	یقیناً	آزمایا ہم نے	تیری قوم کو	سے	تیرے پیچھے

اور پروردگار! میں تیرے پاس جلدی اس لیے آیا کہ تُو راضی ہوجائے۔ ﴿٨٤﴾ اللہ نے فرمایا کہ پھر ہم نے تمہارے پیچھے تمہاری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا

وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ

وَ	اَضَلَّهُمُ	السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾	فَرَجَعَ	مُوْسٰى	اِلٰى	قَوْمِهٖ	غَضْبَانَ	اَسِفًا ۚ
اور	گمراہ کردیا انہیں	سامری نے	سو لوٹ کر آیا	موسیٰ	طرف	اپنی قوم کے	غصے کی حالت میں	افسوس کرتا ہوا

اور سامری نے انہیں گمراہ کردیا ہے۔ ﴿٨٥﴾ چنانچہ موسیٰ غصے کی حالت میں افسوس کرتے ہوئے اپنی قوم کے پاس لوٹ کر آئے،

﴿٨٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے انہیں اللہ تعالیٰ کے وہ خاص انعامات یاد دلائے گئے ہیں جو صرف انہی پر کیے گئے مثلاً فرعون سے نجات، طور پہاڑ پر بلا کر تورات عطا فرمانا اور من و سلویٰ نازل فرمانا، یہ انعامات بنی اسرائیل کے علاوہ کسی اور قوم پر نہیں ہوئے، سو انہیں ان کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے رب کا احسان مند اور اطاعت گزار ہونا چاہیے۔

﴿٨١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ایک امر، ایک نہی اور ایک وعید وارد ہوئی ہے، امر بمعنی اجازت کے ہے کہ ہم نے تمہیں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں عطا فرما رکھی ہیں، انہیں کھاؤ پیو، وہ تمہارے لیے ہی پیدا کی گئی ہیں، نہی یہ کہ زمین میں سرکشی اور اللہ کی نافرمانی نہ کرو، بنی اسرائیل کے مزاج سے اس کی توقع تھی اس لیے خاص طور پر اس کی ممانعت کی گئی اور بعد میں اس سرکشی کا مظاہرہ بھی ہوا جیسا کہ تاریخ میں محفوظ ہے اور وعید یہ کہ جو شخص میری نافرمانی اور سرکشی پر کمر باندھے گا، اس پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہوگا، وہ بچ نہیں سکے گا اور نہایت ذلیل و رسوا ہوگا۔

﴿٨٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے توبہ کا دروازہ کھول دیا ہے، جو توبہ کرلیں، ایمان لے آئیں، عمل صالح کی زندگی اختیار کرلیں اور راہِ ہدایت پر گامزن ہو جائیں، مطلب یہ کہ اگر بنی اسرائیل اب بھی توبہ کرلیں تو ان کی بخشش کا فیصلہ ہوسکتا ہے۔

﴿٨٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ آپ اپنی قوم کے باقی لوگوں کو چھوڑ کر کیوں جلدی چلے آئے؟ یہ سوال اس وقت پوچھا گیا جب انہیں کوہِ طور پر اپنی قوم کے چند معززین کو ساتھ لانے کی تاکید کی گئی تھی اور وہ حق تعالیٰ سے ملاقات کے شوق میں تیز رفتاری کے ساتھ وہاں جا پہنچے، باقی لوگ ان کی تیز رفتاری کا ساتھ نہ دے سکے اور پیچھے رہ گئے۔

﴿٨٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اظہارِ نیازمندی مذکور ہے، کہ پروردگار! میں نے تو عجلت سے کام اس لیے لیا کہ تیری بارگاہ میں حاضری اور شرفِ تکلم کی خوشی سے میں نہال ہو چکا تھا، میں چاہتا تھا کہ تیرے بلاوے پر حاضری میں جلدی کروں تاکہ تو اسے دیکھ کر خوش ہوجائے، جہاں تک تعلق ہے میری قوم کا تو وہ لوگ میرے پیچھے چلے آرہے ہیں، عنقریب یہاں پہنچ جائیں گے۔

﴿٨٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا گیا ہے کہ آپ کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر سامری اپنی چال چل گیا ہے اور بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پوجا پر لگا دیا ہے، اس کی تفصیلات پہلے بھی کئی مرتبہ گزر چکی ہیں۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ۚ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ

قَالَ	يٰقَوْمِ	اَلَمْ	يَعِدْكُمْ	رَبُّكُمْ	وَعْدًا	حَسَنًا	اَفَطَالَ	عَلَيْكُمُ	الْعَهْدُ	اَمْ
کہا اس نے	اے میری قوم	کیا نہیں	وعدہ کیا تم سے	تمہارے رب نے	وعدہ	اچھا	تو کیا لمبی ہوگئی	تم پر	مدت	یا

کہنے لگے کہ اے میری قوم! کیا تم سے تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا تم پر عہد کی مدت دراز ہوگئی تھی؟ یا

اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿۸۶﴾

اَرَدْتُّمْ	اَنْ	يَّحِلَّ	عَلَيْكُمْ	غَضَبٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	فَاَخْلَفْتُمْ	مَّوْعِدِيْ ﴿۸۶﴾
ارادہ کیا تم نے	یہ کہ	اتر پڑے	تم پر	غضب	سے	تمہارے رب کے	سو تم نے خلاف کیا	میرے وعدے کے

تم نے خود ہی ارادہ کر لیا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب اترے، اس لیے تم نے میرے وعدے کے خلاف کیا؟ ﴿۸۶﴾

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ

قَالُوْا	مَآ	اَخْلَفْنَا	مَوْعِدَكَ	بِمَلْكِنَا	وَلٰكِنَّا	حُمِّلْنَآ	اَوْزَارًا	مِّنْ	زِيْنَةِ
کہا انہوں نے	نہیں	خلاف کیا ہم نے	تیرے وعدے کے	اپنے اختیار سے	اور لیکن ہم	لادے گئے	بوجھ بہت سارے	سے	زیور

وہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی، لیکن ہم پر قوم فرعون کے زیورات کا بوجھ

الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا

الْقَوْمِ	فَقَذَفْنٰهَا	فَكَذٰلِكَ	اَلْقَى	السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾	فَاَخْرَجَ	لَهُمْ	عِجْلًا
قوم کے	سو ہم نے اسے ڈال دیا	سو اسی طرح	ڈال دیا	سامری نے	پھر نکالا	ان کیلئے	ایک بچھڑا

لدا ہوا تھا، سو ہم نے اُسے پھینک دیا، اس طرح سامری نے اُسے ڈھال لیا۔ ﴿۸۷﴾ پھر اُن کیلئے ایک بچھڑا نکالا،

جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا

جَسَدًا	لَّهٗ	خُوَارٌ	فَقَالُوْا	هٰذَآ	اِلٰهُكُمْ	وَ	اِلٰهُ	مُوْسٰى	فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾	اَفَلَا
ایک جسم	اس کیلئے	گائے کی آواز	سو کہا انہوں نے	یہ	تمہارا معبود	اور	معبود	موسیٰ کا	سو وہ بھول گیا	تو کیا نہیں

جو ایک جسم تھا اور اُس کی آواز گائے جیسی تھی، سو وہ کہنے لگے کہ یہی تمہارا بھی معبود ہے اور موسیٰ کا بھی، وہ بھول گیا ہے۔ ﴿۸۸﴾ کیا یہ

يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۬ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ وَلَقَدْ ع ۴ ۱۴ ۱۲

يَرَوْنَ	اَلَّا	يَرْجِعُ	اِلَيْهِمْ	قَوْلًا	وَّ	لَا	يَمْلِكُ	لَهُمْ	ضَرًّا	وَّ	لَا	نَفْعًا ﴿۸۹﴾	وَ	لَقَدْ
دیکھتے وہ	کہ نہیں	جواب دیتا	انہیں	کسی بات کا	اور	نہیں	اختیار رکھتا	ان کیلئے	کسی نقصان کا	اور	نہ	کسی نفع کا	اور	البتہ یقیناً

لوگ دیکھتے نہیں کہ وہ اُن کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا؟ اور اُن کے کسی نفع نقصان کا مالک نہیں ہے؟ ﴿۸۹﴾ اور یقیناً

﴿۸۶﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واپسی پر بنی اسرائیل سے اظہار ناراضگی مذکور ہے کہ تم لوگوں نے میری غیر موجودگی میں بچھڑے کی پوجا کیوں کی؟ کیا مجھے تمہارے پاس سے گئے ہوئے طویل عرصہ گزر چکا تھا اور تم میری واپسی سے نا امید ہو گئے تھے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے تم سے بہترین وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا تم اللہ کے غضب کو دعوت دیتے ہو؟

﴿۸۷﴾ اس آیتِ مبارکہ میں بنی اسرائیل کا جواب مذکور ہے، اس جواب کے مطابق بنی اسرائیل نے اپنی غلطی تسلیم کی لیکن ساتھ ہی اپنی بے اختیاری کا رونا رویا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حالات ہی ایسے بن گئے کہ ہم سے یہ جرم سرزد ہوگیا، ہمارے پاس اہلِ مصر کے زیورات تھے، سامری نے انہیں آگ میں ڈالنے کا مشورہ دیا اور خود اپنے پاس رکھے ہوئے زیورات بھی آگ میں ڈال دیے۔

﴿۸۸﴾ اس آیتِ مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ جب تمام لوگوں نے اپنے اپنے زیورات آگ میں ڈال دیے اور وہ تمام سونا پگھل گیا تو سامری نے اس سے بچھڑے کی شکل کا ایک مجسمہ تیار کیا، اس میں جبریل امین کے قدموں کی مٹی ڈالی اور کرشمہ ظاہر ہوگیا، وہ بے جان مجسمہ بچھڑے کی آواز نکالنے لگا، سامری نے لوگوں کو یقین دلایا کہ موسیٰ نجانے کہاں بھٹکتے پھر رہے ہیں اور خدا کو تلاش کر رہے ہیں، خدا تو یہاں ہمارے پاس ہے، یہی بچھڑا ہمارا، تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے، بنی اسرائیل پہلے ہی سے کسی مجسمے کی تلاش میں تھے، ان کی عقل پر پتھر پڑ گئے اور وہ فوراً اس کی عبادت پر کمربستہ ہوگئے۔

﴿۸۹﴾ اس آیتِ مبارکہ میں تعجب کا اظہار کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کو اتنی موٹی بات بھی سمجھ میں نہ آئی کہ وہ بچھڑا ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا، محض بچھڑے کی آواز نکالنے سے وہ بچھڑا تو نہیں بن گیا، وہ ان کے کسی نفع نقصان کا مالک نہیں ہے، اگر وہ جاندار بھی ہوتا تو کیا وہ انسانوں کا معبود بننے کا قابل ہوتا؟ ہرگز نہیں۔

قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ

قَالَ	لَهُمْ	هٰرُوْنُ	مِنْ	قَبْلُ	يٰقَوْمِ	اِنَّمَا	فُتِنْتُمْ	بِهٖ	وَ	اِنَّ	رَبَّكُمُ	الرَّحْمٰنُ
کہا	ان سے	ہارون نے	سے	پہلے	اے میری قوم	وہ تو صرف	تم آزمائے گئے ہو	اس کے ساتھ	اور	بیشک	تمہارا رب	رحمان

اس سے پہلے ہارون بھی اُن سے کہہ چکے تھے کہ اے میری قوم! اس کے ذریعے تمہاری آزمائش کی گئی ہے، تمہارا رب تو رحمان ہے،

فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ۝۹۰ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى

فَاتَّبِعُوْنِيْ	وَاَطِيْعُوْٓا	اَمْرِيْ ۝۹۰	قَالُوْا	لَنْ	نَّبْرَحَ	عَلَيْهِ	عٰكِفِيْنَ	حَتّٰى
سو اتباع کرو میری	اور اطاعت کرو	میرے حکم کی	کہا انہوں نے	ہرگز نہیں	ٹلیں گے ہم	اس پر	جمے رہنے والے	یہاں تک کہ

اس لیے میری اتباع کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو۔ ۝۹۰ وہ کہنے لگے کہ ہم تو برابر اسی پر جمے رہیں گے، یہاں تک کہ

يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ۝۹۱ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۝۹۲ لا

يَرْجِعَ	اِلَيْنَا	مُوْسٰى ۝۹۱	قَالَ	يٰهٰرُوْنُ	مَا	مَنَعَكَ	اِذْ	رَاَيْتَهُمْ	ضَلُّوْٓا ۝۹۲
لوٹ آئے	ہماری طرف	موسیٰ	کہا اس نے	اے ہارون	کیا ہے وہ	روکا اس نے تجھے	جب	تو نے دیکھا انہیں	وہ گمراہ ہوگئے

موسیٰ ہمارے پاس لوٹ آئیں۔ ۝۹۱ موسیٰ نے کہا کہ اے ہارون! جب تم نے دیکھا کہ یہ گمراہ ہو رہے ہیں تو تمہیں کس نے اس چیز سے روکا؟ ۝۹۲

اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ۝۹۳ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ

اَلَّا	تَتَّبِعَنِ	اَفَعَصَيْتَ	اَمْرِيْ ۝۹۳	قَالَ	يَبْنَؤُمَّ	لَا	تَاْخُذْ	بِلِحْيَتِيْ
یہ کہ نہ	آئے تو میرے پیچھے	تو کیا نافرمانی کی تو نے	میرے حکم کی	کہا اس نے	اے بیٹے میری ماں کے	مت	پکڑ	میری ڈاڑھی کو

یہ کہ تم میرے پیچھے نہ آئے، کیا تم نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟ ۝۹۳ ہارون نے کہا کہ اے میرے ماں جائے! میری ڈاڑھی اور سر کو

وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ

وَ	لَا	بِرَاْسِيْ	اِنِّيْ	خَشِيْتُ	اَنْ	تَقُوْلَ	فَرَّقْتَ	بَيْنَ	بَنِيْٓ	اِسْرَاۗءِيْلَ	وَ	لَمْ
اور	نہ	میرے سر کو	بیشک میں	ڈرتا ہوں	یہ کہ	تو کہے	تو نے جدائی کر دی	درمیان	بیٹوں کے	اسرائیل کے	اور	نہیں

نہ پکڑیے، مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں آپ یہ نہ کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی، اور میری بات کا

تَرْقُبْ قَوْلِيْ ۝۹۴ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ۝۹۵ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ

تَرْقُبْ	قَوْلِيْ ۝۹۴	قَالَ	فَمَا	خَطْبُكَ	يٰسَامِرِيُّ ۝۹۵	قَالَ	بَصُرْتُ	بِمَا	لَمْ
انتظار کیا تو نے	میری بات کا	کہا اس نے	تو کیا	معاملہ تیرا	اے سامری	کہا اس نے	دیکھا میں نے	وہ جو	نہیں

انتظار بھی نہ کیا۔ ۝۹۴ موسیٰ نے کہا کہ اے سامری! تیرا کیا ماجرا ہے؟ ۝۹۵ وہ کہنے لگا کہ میں نے وہ چیز دیکھی جو

۝۹۰ اس آیت مبارکہ میں ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں ان کے جانشین حضرت ہارون علیہ السلام بھی تو نبی تھے اور بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پوجا کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے، آخر انہوں نے بنی اسرائیل کو اس سے کیوں نہیں روکا؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے موسیٰ کی جانشینی اور نیابت میں کوئی کوتاہی نہیں کی، بلکہ بنی اسرائیل کو مسلسل سمجھاتے رہے اور اپنا فریضہ ادا کرتے رہے۔

۝۹۱ اس آیت مبارکہ میں حضرت ہارون علیہ السلام کی بنی اسرائیل کو نصیحت کا اثر ذکر کیا گیا ہے کہ وہ لوگ سامری کے جال میں اس طرح پھنس چکے تھے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی بات سننا اور ماننا تو رہا ایک طرف، الٹا انہیں قتل کی دھمکیاں دینے لگے اور واضح لفظوں میں کہہ دیا کہ جب تک موسیٰ واپس نہیں آتے، اس وقت تک ہم اس کی پوجا کرنے سے نہیں رک سکتے۔

۝۹۲ ۝۹۳ ان آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام سے جواب طلبی کرنا مذکور ہے، کیونکہ وہ نبی تھے اور ان کے نائب و جانشین بھی، اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے ناراضگی کا اظہار کیا اور ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال پکڑ لیے، ظاہر ہے کہ اس کا مقصد اپنے بھائی اور نبی کی شان میں گستاخی یا بے عزتی کرنا ہرگز نہ تھا، بلکہ یہ غیرت فی اللہ کا مظاہرہ تھا، جس کا منشا یہ تھا کہ دین کے معاملے میں وہ ہر ایک سے باز پرس کر سکتے ہیں حتیٰ کہ اپنے بھائی اور نبی سے بھی۔

۝۹۴ اس آیت مبارکہ میں حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اصل وجہ اور صحیح صورتحال سے آگاہ کیا ہے کہ میرے کسی بھی اقدام سے بنی اسرائیل میں پھوٹ پڑنے اور مختلف جماعتوں اور گروہوں میں تقسیم ہو کر فتنے کی شکل اختیار کر لینے کا یقین تھا، اگر ایسا ہوتا تو آپ زیادہ ناراض ہوتے، اس لیے میں انہیں مسلسل سمجھاتا تو رہا، لیکن آپ کے آنے کے انتظار میں کوئی عملی اقدام نہیں کیا۔

۝۹۵ اس آیت مبارکہ میں روئے سخن سامری کی طرف ہے، کہا جاتا ہے کہ اس کا نام بھی موسیٰ تھا اور وہ بھی بنی اسرائیل میں سے تھا، لیکن اس کی شہرت اس کے اصل نام کی بجائے ''سامری'' کے نام سے تھی اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے اس کے مشہور نام سے ہی مخاطب کیا اور اس سے پوچھا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی؟

يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ

يَبْصُرُوْا	بِهٖ	فَقَبَضْتُ	قَبْضَةً	مِّنْ	اَثَرِ	الرَّسُوْلِ	فَنَبَذْتُهَا	وَ	كَذٰلِكَ
دیکھا انہوں نے	اسے	سو میں نے اٹھالی	ایک مٹھی	سے	نشان قدم کے	بھیجے ہوئے کے	سو میں نے اسے پھینک دیا	اور	اسی طرح

لوگوں نے نہیں دیکھی، سو میں نے بھیجے ہوئے فرشتے کے پاؤں کے نیچے سے ایک مٹھی کے برابر مٹی اٹھالی، وہ میں نے اس میں ڈال دی، میرے نفس نے

سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ

سَوَّلَتْ	لِيْ	نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾	قَالَ	فَاذْهَبْ	فَاِنَّ	لَكَ	فِي	الْحَيٰوةِ	اَنْ	تَقُوْلَ
مزین کیا	میرے لئے	میرے نفس نے	کہا اس نے	تو جا تُو	سو بیشک	تیرے لئے	بیچ	زندگی کے	یہ کہ	تو کہتا رہے

مجھے وہ بات اسی طرح مزین کرکے دکھائی۔ ﴿٩٦﴾ موسیٰ نے کہا کہ تو دور ہو جا، زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو یہ کہتا رہے

لَا مِسَاسَ ۪ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ

لَا	مِسَاسَ	وَاِنَّ	لَكَ	مَوْعِدًا	لَّنْ	تُخْلَفَهٗ ۚ	وَانْظُرْ	اِلٰٓى	اِلٰهِكَ	الَّذِيْ
نہیں	چھونا	اور بیشک	تیرے لئے	وعدے کا ایک وقت	ہرگز نہیں	اس کے خلاف کیا جائیگا تجھ سے	اور دیکھ تُو	طرف	اپنے معبود کے	وہ جو

"مجھے ہاتھ نہ لگانا" اور تیرے لیے وعدہ کا ایک وقت مقرر ہے جس کی خلاف ورزی ہرگز نہ کی جائے گی، اور تو اپنے اس معبود کو بھی دیکھ لے جس پر

ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ اِنَّمَآ

ظَلْتَ	عَلَيْهِ	عَاكِفًا ۭ	لَنُحَرِّقَنَّهٗ	ثُمَّ	لَنَنْسِفَنَّهٗ	فِي	الْيَمِّ	نَسْفًا ﴿٩٧﴾	اِنَّمَآ
سارا دن رہا تُو	اس پر	جما ہوا	البتہ ضرور آگ لگائیں گے ہم اسے	پھر	البتہ ضرور بکھیریں گے ہم اسے	بیچ	دریا کے	بکھیرنا	وہ تو صرف

تو سارا دن جما رہتا تھا، ہم اِسے جلا کر اس کی راکھ دریا میں بکھیر کر رہیں گے۔ ﴿٩٧﴾ تمہارا

اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾ كَذٰلِكَ

اِلٰهُكُمُ	اللّٰهُ	الَّذِيْ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ ۭ	وَسِعَ	كُلَّ	شَيْءٍ	عِلْمًا ﴿٩٨﴾	كَذٰلِكَ
معبود تمہارا	اللہ	وہ جو	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہ	وسیع ہے	ہر ایک	چیز سے	علم میں	اسی طرح

معبود تو وہ اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، اُس کا علم ہر چیز سے زیادہ وسیع ہے۔ ﴿٩٨﴾ اِسی طرح

نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾ ع

نَقُصُّ	عَلَيْكَ	مِنْ	اَنْۢبَاۗءِ	مَا	قَدْ	سَبَقَ ۚ	وَ	قَدْ	اٰتَيْنٰكَ	مِنْ	لَّدُنَّا	ذِكْرًا ﴿٩٩﴾
ہم بیان کرتے ہیں	تجھ پر	سے	خبروں کے	وہ جو	تحقیق	پہلے ہو چکا	اور	یقیناً	ہم نے تجھے دیا ہے	سے	اپنے پاس	خاص ذکر

ہم آپ کے سامنے اُن لوگوں کے احوال بیان کرتے ہیں جو پہلے گذر چکے، اور یقیناً ہم نے آپ کو اپنے پاس سے خصوصی طور پر "ذکر" عطا کیا ہے۔ ﴿٩٩﴾

﴿٩٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں سامری کا جواب مذکور ہے کہ مجھے میرے نفس نے اس کام کی ترغیب دی اور مجھے یوں لگا کہ یہ بہت اچھا کام ہے، سو میں نے اپنے نفس کی بات مان لی، بچھڑا تیار کیا، میرے پاس جبریل امین کے قدموں سے مس کی ہوئی مٹی تھی، جو صرف میں نے دیکھی تھی، کسی اور نے نہیں دیکھی تھی، میں نے وہ مٹی اس بچھڑے میں یہ سوچ کر ڈال دی کہ یقیناً اس میں کوئی خاص تاثیر ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کرشمہ ظاہر ہو گیا، رہی یہ بات کہ سامری کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں جبریل امین کے قدم پڑے ہیں؟ تو مفسرین نے اس کا جواب دیا ہے کہ سامری کو اس کی ماں نے قتل کے اندیشے سے بچانے کیلئے ایک ویرانے میں لے جا کر ڈال دیا تھا، وہاں جبریل امین نے اس کے منہ میں اپنا انگوٹھا دیدیا، جس سے اس کے منہ میں دودھ اور شہد پہنچنے لگا، اس طرح اسے جبریل امین کے ساتھ ایک خاص قسم کی مناسبت ہو گئی تھی، اس مناسبت سے اس نے ان کی شناخت کی۔ واللہ اعلم۔

﴿٩٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں سامری کی سزا اور اس کے بنائے ہوئے بچھڑے کا انجام بیان کیا گیا ہے، سامری کو دنیا میں تو یہ سزا ملی کہ اسے اچھوت بنا دیا گیا، کوئی اس کے قریب نہ جاتا، وہ خود ہی لوگوں سے کہہ دیتا کہ مجھے ہاتھ نہ لگانا، اس کے منع کرنے کے باوجود اگر کوئی شخص اس کے قریب چلا جاتا اور اسے ہاتھ لگاتا تو اسے شدید بخار ہو جاتا، آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہے جس کا اس سے وعدہ کیا گیا ہے اور وہ بھی اسے ضرور ملے گی، رہ گیا بچھڑے کا انجام تو اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگ میں جلا کر دریا میں بہا دیا، تاکہ زمین پر اس کا کوئی ذرہ بھی باقی نہ بچے اور بعد میں آنے والوں کیلئے نشانِ عبرت بنے۔

﴿٩٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عقیدۂ توحید کو واضح فرمایا ہے کہ یہ بچھڑا معبود بننے کے قابل نہیں، معبودِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے، اس کے علاوہ کوئی عبادت کے قابل نہیں ہے، اس کا علم کامل ہے، اس کے علاوہ کسی کا علم کامل نہیں ہے اور اس بچھڑے کو تو کچھ بھی معلوم نہ تھا، یہ معبود کیسے ہو گیا؟

﴿٩٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں خطاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ گزشتہ امتوں اور نبیوں کے یہ واقعات ہم نے آپ کے سامنے بیان کیے ہیں، اس لیے ان کے سچا ہونے میں کوئی شک نہیں، اس کے علاوہ ہم نے آپ کو قرآن کی شکل میں نہایت موثر نصیحت عطا فرمائی ہے، پڑھنے اور سننے والے اس کے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں اور اس کے حقائق سے آگاہی اور واقعات سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔

مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ

مَنْ	اَعْرَضَ	عَنْهُ	فَاِنَّهٗ	يَحْمِلُ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	وِزْرًا ﴿١٠٠﴾	خٰلِدِيْنَ	فِيْهِ
جو کوئی	منہ پھیرے	اس سے	تو بیشک وہ	اٹھائے گا	دن	قیامت کے	بوجھ	ہمیشہ رہنے والے	اُسمیں

جو شخص اُس سے اعراض کرے گا، وہ قیامت کے دن بوجھ اٹھائے ہوئے ہوگا۔ ﴿١٠٠﴾ وہ لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے

وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ

وَ	سَآءَ	لَهُمْ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	حِمْلًا ﴿١٠١﴾	يَّوْمَ	يُنْفَخُ	فِي	الصُّوْرِ	وَ	نَحْشُرُ
اور	بہت برا ہے	ان کیلئے	دن	قیامت کے	بوجھ اٹھانا	جس دن	پھونکا جائیگا	بیچ	صور کے	اور	جمع کریں گے ہم

اور قیامت کے دن اُن کا وہ بوجھ اٹھانا بہت برا ہوگا۔ ﴿١٠١﴾ جس دن صور پھونکا جائے گا اور مجرموں کو

الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿١٠٢﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا

الْمُجْرِمِيْنَ	يَوْمَئِذٍ	زُرْقًا ﴿١٠٢﴾	يَّتَخَافَتُوْنَ	بَيْنَهُمْ	اِنْ	لَّبِثْتُمْ	اِلَّا
مجرموں کو	اُس دن	نیلی آنکھوں والا	چپکے چپکے کہیں گے	آپس میں	نہیں	تم رہے	مگر

ہم اُس دن اِس حال میں جمع کریں گے کہ اُن کی آنکھیں نیلی ہوں گی۔ ﴿١٠٢﴾ چپکے چپکے آپس میں کہتے ہوں گے کہ تم تو صرف دس دن

عَشْرًا ﴿١٠٣﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ

عَشْرًا ﴿١٠٣﴾	نَحْنُ	اَعْلَمُ	بِمَا	يَقُوْلُوْنَ	اِذْ	يَقُوْلُ	اَمْثَلُهُمْ	طَرِيْقَةً	اِنْ
دس	ہم	زیادہ جانتے ہیں	اسے جو	وہ کہتے ہیں	جب	کہے گا	ان میں سب سے عمدہ	روش والا	نہیں

ہی رہے۔ ﴿١٠٣﴾ جو کچھ وہ کہہ رہے ہوں گے، ہم اُسے خوب جانتے ہیں، جبکہ اُن میں سب سے اچھی روش والا کہے گا کہ

لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿١٠٤﴾ ع وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ

لَّبِثْتُمْ	اِلَّا	يَوْمًا ﴿١٠٤﴾ ع	وَ	يَسْـَٔلُوْنَكَ	عَنِ	الْجِبَالِ	فَقُلْ	يَنْسِفُهَا	رَبِّيْ
رہے تم	مگر	ایک دن	اور	وہ پوچھتے ہیں تجھ سے	سے	پہاڑوں کے	سو کہہ دے	بکھیرے گا انہیں	میرا رب

تم تو صرف ایک ہی دن رہے ہو۔ ﴿١٠٤﴾ اور یہ لوگ آپ سے پہاڑوں کے متعلق دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ میرا رب انہیں اڑا کر

نَسْفًا ﴿١٠٥﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا

نَسْفًا ﴿١٠٥﴾	فَيَذَرُهَا	قَاعًا	صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾	لَّا	تَرٰى	فِيْهَا	عِوَجًا
بکھیرنا	سو چھوڑے گا انہیں	میدان	چٹیل	نہیں	دیکھے گا تو	اُسمیں	کوئی ٹیڑھا پن

بکھیر دے گا۔ ﴿١٠٥﴾ پھر انہیں چٹیل میدان بنا کر چھوڑے گا۔ ﴿١٠٦﴾ آپ اس میں نہ کوئی موڑ دیکھیں گے

ع ١٥ ١٤

﴿١٠٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قرآن کریم سے اعراض کرنے اور منہ موڑنے والوں کی سزا بیان کی گئی ہے کہ وہ قیامت کے دن بہت بھاری بوجھ اٹھائے آئیں گے، یہ بوجھ ان کی تکذیب، گناہوں اور قرآن سے اعراض کا ہوگا۔

﴿١٠١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اس بوجھ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ بوجھ ان سے کبھی دور نہیں کیا جائیگا، وہ ہمیشہ اس کے نیچے دبے رہیں گے، دوسری یہ کہ وہ بوجھ ان کیلئے خوشی اور راحت کا سبب نہیں ہوگا، بلکہ ان کیلئے تکلیف اور مصیبت کا سبب ہوگا، اس سے بچنے کا راستہ یہی ہے کہ قرآن سے اپنا تعلق مضبوط کریں۔

﴿١٠٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کا بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن صور پھونک دیا جائیگا، تمام عالم پر فنا طاری ہوجائے گی، جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائیگا تو تمام عالم دوبارہ زندہ ہوجائیگا، پھر جب میدانِ حشر میں سب لوگوں کو جمع کیا جائیگا تو مجرموں اور گناہ گاروں کی آنکھیں نیلی ہو چکی ہوں گی، اور یہ خوبصورتی کیلئے نہیں ہوگا بلکہ ان کے مجرم ہونے کی علامت کے طور پر ہوگا، بعض مفسرین نے اس سے اندھاپن مراد لیا ہے۔

﴿١٠٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن مجرموں کی ایک خفیہ گفتگو کا حوالہ دیا گیا ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے چپکے چپکے کہہ رہے ہوں گے کہ دنیا میں تو ہفتہ دس دن سے زیادہ رہنے کا موقع نہیں ملا، میدانِ حشر کی ہولناکی اور برے انجام کا یقین انہیں وہ سب کچھ بھلا دے گا جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے، اللہ کی نافرمانی، دنیا کی زندگی میں مست رہنا، شیطان کے بہکاوے میں آکر دنیا کی خاطر آخرت کو بھلا دینا، سب کچھ انہیں بھول چکا ہوگا۔

﴿١٠٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں گناہ گاروں اور مجرموں ہی میں سے ایک اور شخص کا قول نقل کیا گیا ہے جو ان میں نہایت دانشمند اور درست رائے والا سمجھا جاتا ہوگا، اس کا یہ کہنا ہوگا کہ ہفتہ دس دن تو پھر بھی ایک مدت ہوتی ہے، ہمیں تو دنیا میں ایک دن سے زیادہ ٹھہرنے کا موقع ہی نہیں ملا، یعنی ستر، اسی سال کی عمر رب کی نافرمانی میں گزار دی اور اب وہ ایک دن کے برابر معلوم ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ آخرت کی لافانی زندگی کے مقابلے میں اسے اگر پلک جھپکنے کی مقدار سے تعبیر کردیا جائے تو یہ بھی غلط نہ ہوگا۔

﴿١٠٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں منکرین قیامت کے ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے، ان کا اعتراض یہ تھا کہ اگر آپ کے بقول قیامت برحق ہے تو یہ بتائیے کہ اس وقت یہ بلند و بالا، عظیم الشان اور مضبوط ترین پہاڑ کہاں جائیں گے؟ انہیں تو اپنی جگہ سے ہلانا بھی ناممکن ہے، پھر زمین چٹیل میدان کیسے بنے گی؟ سو اس کا جواب دیدیا کہ یہ سارے کام میرا رب کرے گا، اس کیلئے ان پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دینا کیا مشکل ہے؟ وہ انہیں ریزہ ریزہ کرکے ہوا میں اڑا دے گا۔

﴿١٠٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں زمین کی حالت بیان کی گئی ہے کہ جب پہاڑوں کو ہوا میں بکھیر دیا جائے گا تو زمین بالکل چٹیل اور ہموار میدان رہ جائے گی اور ایسا کرنا اس وقت بہت سی حکمتوں کی وجہ سے ضروری ہوگا۔

وَّلَآ اَمْتًا ۝١٠٧ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ

وَ	لَآ	اَمْتًا ۝١٠٧	يَوْمَئِذٍ	يَّتَّبِعُوْنَ	الدَّاعِيَ	لَا	عِوَجَ	لَهٗ ۚ
اور	نہ	کوئی ٹیلہ	اس دن	پیچھے ہوں گے وہ	پکارنے والے کے	نہیں	کوئی ٹیڑھا پن	اُسمیں

اور نہ کوئی ٹیلہ۔ ۱۰۷ اُس دن لوگ پکارنے والے کے پیچھے دوڑیں گے جس میں کوئی کجی نہ ہو گی،

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ۝١٠٨

وَخَشَعَتِ	الْاَصْوَاتُ	لِلرَّحْمٰنِ	فَلَا	تَسْمَعُ	اِلَّا	هَمْسًا ۝١٠٨
اور پست ہوجائیں گی	آوازیں	رحمان کیلئے	سو نہیں	سنے گا تو	مگر	آہٹ

اور رحمان کے سامنے آوازیں دب جائیں گی، سو آپ آہٹ کے سوا کچھ نہ سن سکیں گے۔ ۱۰۸

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ

يَوْمَئِذٍ	لَّا	تَنْفَعُ	الشَّفَاعَةُ	اِلَّا	مَنْ	اَذِنَ	لَهُ	الرَّحْمٰنُ
اس دن	نہ	نفع دے گی	سفارش	مگر	جو شخص	اجازت دے	اسے	رحمان

اُس دن سفارش کچھ نفع نہ دے گی سوائے اُس کے جسے رحمان اجازت دے

وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ۝١٠٩ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

وَ	رَضِيَ	لَهٗ	قَوْلًا ۝١٠٩	يَعْلَمُ	مَا	بَيْنَ	اَيْدِيْهِمْ	وَ	مَا	خَلْفَهُمْ
اور	پسند کرے	اس کیلئے	بات کرنا	وہ جانتا ہے	جو کچھ	درمیان	ان کے ہاتھوں کے	اور	جو کچھ	ان کے پیچھے

اور اُس کے بات کرنے کو پسند کرے۔ ۱۰۹ وہ جانتا ہے جو کچھ اُن کے آگے اور اُن کے پیچھے ہے،

وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۝١١٠ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ

وَ	لَا	يُحِيْطُوْنَ	بِهٖ	عِلْمًا ۝١١٠	وَ	عَنَتِ	الْوُجُوْهُ	لِلْحَيِّ	الْقَيُّوْمِ
اور	نہیں	احاطہ کرسکتے وہ	اس کا	علم میں	اور	جھکے ہوں گے	چہرے	زندہ رکھنے والے کیلئے	قائم رکھنے والے کے

اور لوگ اپنے علم سے اللہ کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ ۱۱۰ اور چہرے اُس ذات کے سامنے جھکے ہوں گے جو سب کو زندہ رکھنے والا، قائم رکھنے والا ہے

وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝١١١ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ

وَ	قَدْ	خَابَ	مَنْ	حَمَلَ	ظُلْمًا ۝١١١	وَ	مَنْ	يَّعْمَلْ	مِنَ
اور	یقیناً	ناکام ہوگیا	وہ جو	بوجھ اٹھایا اُس نے	ظلم کا	اور	جو کوئی	عمل کرے	سے

اور یقیناً وہ شخص ناکام ہو گیا جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا۔ ۱۱۱ اور جو شخص نیک اعمال

۱۰۷ اس آیتِ مبارکہ میں گزشتہ جملے کی مزید تفصیل بیان کی گئی ہے کہ جب زمین ہموار ہوجائے گی تو وہاں کوئی موڑ، کوئی ٹیلہ اور کوئی اونچ نیچ نہ رہے گی، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ کسی مجرم کیلئے وہاں چھپنے یا کھسکنے کی کوئی جگہ باقی نہ رہے گی، وہاں کوئی بھول بھلیاں نہیں ہوں گی جس کے ذریعے تلاش کرنے والوں کو دھوکہ دیا جاسکے۔

۱۰۸ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن کا ایک منظر بیان کیا گیا ہے کہ اس دن سارے لوگ فرمانبردار ہو جائیں گے، جدھر چلایا جائیگا، چل پڑیں گے، آواز سنیں گے تو فوراً لپکیں گے، خاموشی اور سناٹا اس قدر گہرا ہوگا کہ آواز تک نہ سنائی دے گی، اگر کسی کو کسی سے کوئی بات کہنے کی ضرورت پیش آئے گی تو وہ اس کے ساتھ صرف کانا پھوسی کرے گا، اونچی آواز سے بات کرنے کی جرأت نہیں ہوگی اور رحمان کا جلال ان پر غالب ہوگا۔

۱۰۹ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کا ایک اور منظر بیان کیا گیا ہے جس میں لوگ اپنی سفارش کیلئے عند اللہ کسی معزز آدمی کی تلاش میں ہوں گے، اس آیت میں سفارش کرنے والوں کیلئے ایک معیار طے کر دیا گیا ہے، یہ معیار دو اصولوں پر مبنی ہے، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ جسے اجازت دے گا، وہی سفارش کر سکے گا، ہر شخص سفارش کرنے کا مجاز نہیں ہے، ظاہر ہے کہ اس معیار پر اللہ کے نیک اور مقرب بندے ہی پورا اتریں گے، دوسرا یہ کہ سفارش کرنے والا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق بات کرے، حق تعالیٰ کی مرضی کے خلاف بات نہ کرے، ورنہ اس کی سفارش قبول نہ ہوگی۔

۱۱۰ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا علم کامل اور بندوں کی بے بسی بیان کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کا علم تو اس قدر کامل ہے کہ وہ اپنے بندوں کے ظاہر و باطن، ماضی اور مستقبل ہر چیز سے بخوبی واقف ہے، لیکن بندے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے، اس لیے وہ انہیں بتا دے گا کہ کس کے حق میں سفارش کریں اور کسی کے حق میں خاموشی اختیار کریں۔

۱۱۱ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کا ایک اور منظر بیان کیا گیا ہے کہ تمام لوگ جھکے ہوئے چہروں اور گردنوں کے ساتھ رب العالمین کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے، وہ ایسی ذات کے سامنے کھڑے ہوں گے جو "حی قیوم" ہے، اس لیے ان کی گردنوں کا سریا نکل چکا ہوگا اور ان کا سارا غرور و تکبر ان کے اپنے ہی قدموں میں ڈھیر ہو جائیگا، اس وقت جن لوگوں نے اپنی پشت پر ظلم کا بوجھ اٹھا رکھا ہوگا، خواہ وہ کسی بھی نوعیت کا ظلم ہو، وہ ناکام اور نامراد ہو جائیں گے۔

الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾

الصّٰلِحٰتِ	وَ	هُوَ	مُؤْمِنٌ	فَلَا	يَخٰفُ	ظُلْمًا	وَ	لَا	هَضْمًا ١١٢
اچھے کاموں کے	اور	وہ	ایمان والا	سو نہیں	ڈرے گا وہ	ظلم سے	اور	نہ	نقصان سے

کرے گا، اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو تو اُسے کسی ظلم یا نقصان کا اندیشہ نہ ہوگا۔ ١١٢

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ

وَ	كَذٰلِكَ	اَنْزَلْنٰهُ	قُرْاٰنًا	عَرَبِيًّا	وَ	صَرَّفْنَا	فِيْهِ	مِنَ	الْوَعِيْدِ
اور	اسی طرح	ہم نے اسے اتارا	قرآن	عربی میں	اور	پھیر دیا ہم نے	اس میں	سے	وعید کے

اسی طرح ہم نے اسے عربی زبان میں قرآن بناکر اتارا ہے، اور ہم نے اس میں بار بار وعیدیں بیان کردی ہیں،

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ

لَعَلَّهُمْ	يَتَّقُوْنَ	اَوْ	يُحْدِثُ	لَهُمْ	ذِكْرًا ١١٣	فَتَعٰلَى	اللّٰهُ	الْمَلِكُ
تاکہ وہ	ڈرتے رہیں	یا	نئی پیدا کردے	ان کیلئے	سوچ	سو برتر ہے	اللہ	بادشاہ

تاکہ یہ ڈریں، یا ان کے دل میں سوچ پیدا کردے۔ ١١٣ سو اللہ بلند و برتر ہے، وہی حقیقی

الْحَقُّ ج وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ

الْحَقُّ ج	وَ	لَا	تَعْجَلْ	بِالْقُرْاٰنِ	مِنْ	قَبْلِ	اَنْ	يُّقْضٰٓى	اِلَيْكَ
حقیقی	اور	مت	جلدی کر	قرآن میں	سے	پہلے	یہ کہ	پوری ہوجائے	تیری طرف

بادشاہ ہے، اور آپ قرآن کے معاملے میں جلدی نہ کریں، جب تک کہ آپ پر اس کی وحی پوری

وَحْيُهٗ ز وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿١١٤﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ

وَحْيُهٗ ز	وَ	قُلْ	رَّبِّ	زِدْنِيْ	عِلْمًا ١١٤	وَ	لَقَدْ	عَهِدْنَآ	اِلٰٓى	اٰدَمَ
اس کی وحی	اور	تُو کہہ	اے میرے پروردگار	اضافہ فرما مجھ میں	علم کا	اور	البتہ یقیناً	عہد لیا ہم نے	طرف	آدم کے

نہ ہوچکے، اور آپ کہہ دیجئے کہ پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما۔ ١١٤ اور یقیناً ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا،

ع ٦ ١١ ١٥

مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿١١٥﴾ ع وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ

مِنْ	قَبْلُ	فَنَسِيَ	وَلَمْ	نَجِدْ لَهٗ	عَزْمًا ١١٥	وَ	اِذْ	قُلْنَا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ
سے	پہلے	سو وہ بھول گیا	اور نہیں	پایا ہم نے اس کیلئے	پختہ ارادہ	اور	جب	کہا ہم نے	فرشتوں سے

سو وہ بھول گئے اور ہم نے اس بھول کیلئے اُنہیں عزم کرنے والا نہ پایا۔ ١١٥ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب ہم نے فرشتوں سے کہا

١١٢ اس آیتِ مبارکہ میں ایمان اور عمل صالح والوں کو قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے نجات دلانے کی تسلی دی گئی ہے، اس لیے وہ مطمئن رہیں کہ ان کی کوئی نیکی ضائع نہ ہوگی اور وہاں انہیں کسی بھی قسم کا نقصان نہیں پہنچے گا۔

١١٣ اس آیتِ مبارکہ میں قرآن کریم کی دو صفتیں اور اس کے نزول کے دو مقصد بیان کیے گئے ہیں، پہلی صفت یہ کہ ہم نے قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل کیا ہے کیونکہ اس کے اولین مخاطب اہلِ عرب تھے، نیز اس زبان میں جس قدر جامعیت اور معنویت ہے، وہ کسی دوسری زبان میں نہیں، دوسری صفت یہ کہ اس میں مجرموں اور گناہ گاروں کا انجام اور ان کی سزا تفصیل کے ساتھ بار بار بیان کردی گئی ہے تاکہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں، نزولِ قرآن کا پہلا مقصد یہ ہے کہ لوگوں میں تقویٰ پیدا ہوجائے، گویا قرآن دلوں میں تقویٰ پیدا کرتا ہے، دوسرا مقصد یہ کہ اگر انسان تقویٰ کی صفت حاصل نہ کرسکے تو کم از کم اس کے دل میں اپنے انجام کی سوچ اور فکر تو پیدا ہوجائے، شاید یہی سوچ آگے بڑھ کر اسے تقویٰ کے قریب تر کردے۔

١١٤ اس آیتِ مبارکہ میں تین اہم مضمون بیان کیے گئے ہیں، پہلا اللہ تعالیٰ کی عظمت اور برتری کا، کہ وہی حقیقی بادشاہ ہے اس لیے حقیقی بالادستی بھی اسی کی ہے، دوسرا یہ کہ جب آپ پر وحی نازل ہورہی ہو تو آپ جبریل کے ساتھ ساتھ نہ پڑھا کریں، بلکہ پہلے اسے مکمل طور پر سنا کریں، جب وحی کا نزول مکمل ہوجائیگا تو اسے آپ کی زبان پر جاری کروانا اور آپ کے سینے میں اسے محفوظ رکھنا ہماری ذمہ داری ہے، آپ فکرمند نہ ہوں، تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے علم میں اضافے کی دعا فرماتے رہا کریں، علم کی اہمیت اور فضیلت کی اس سے بڑی کیا دلیل ہوسکتی ہے؟

١١٥ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے عہد لیے جانے اور ان کے بھول جانے کا ذکر کیا گیا ہے، اس عہد کی وضاحت آگے کی گئی ہے، البتہ آیت کے آخری جملے میں مترجمین نے یہ جو کہا ہے کہ "نہ پائی ہم نے اس میں کچھ ہمت (پختگی)" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے "لہٗ" کی ضمیر حضرت آدم علیہ السلام کی طرف لوٹائی ہے، لیکن اس عاجز کے نزدیک یہ سوءِ ادب ہے، اس لیے ترجمے میں آیت کا صحیح مفہوم واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ "ہم نے اس بھول کیلئے انہیں عزم کرنے والا نہ پایا" یعنی آدم سے ارادی اور شعوری طور پر ایسا نہیں ہوا، بلکہ بھولے سے ہوا، اس صورت میں یہ "فنسی" کی مزید وضاحت ہی ہوگی اور سوءِ ادب کا پہلو بھی نہیں پایا جائیگا۔ واللہ اعلم۔

اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ۝۱۱۶ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ

اسْجُدُوْا	لِاٰدَمَ	فَسَجَدُوْٓا	اِلَّآ	اِبْلِيْسَ ؕ	اَبٰى ۝۱۱۶	فَقُلْنَا	يٰٓاٰدَمُ
سجدہ کرو	آدم کو	توسجدہ کیا انہوں نے	سوائے	ابلیس کے	انکار کیا اس نے	سوکہا ہم نے	اے آدم

کہ آدم کو سجدہ کرو، تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا، اُس نے انکار کردیا۔ ۱۱۶ تو ہم نے کہا کہ اے آدم!

اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ

اِنَّ	هٰذَا	عَدُوٌّ	لَّكَ	وَ	لِزَوْجِكَ	فَلَا	يُخْرِجَنَّكُمَا	مِنَ
بیشک	یہ	دشمن	تیرے لئے	اور	تیری بیوی کیلئے	سو نہ	نکلوادے تم دونوں کو	سے

بیشک یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے، کہیں یہ تمہیں جنت سے

الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۝۱۱۷ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ۝۱۱۸

الْجَنَّةِ	فَتَشْقٰى ۝۱۱۷	اِنَّ	لَكَ	اَلَّا	تَجُوْعَ	فِيْهَا	وَ	لَا	تَعْرٰى ۝۱۱۸
جنت کے	کہ تم مشقت میں پڑجاؤ	بیشک	تیرے لئے	یہ کہ نہ	بھوکا ہوگا تو	اسمیں	اور	نہ	برہنہ ہوگا تو

نہ نکلوادے، پھر تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ ۱۱۷ تمہارے لیے یہاں یہ ہے کہ نہ تمہیں بھوک لگے گی اور نہ تم برہنہ ہو گے۔ ۱۱۸

وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ۝۱۱۹ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ

وَ	اَنَّكَ	لَا	تَظْمَؤُا	فِيْهَا	وَ	لَا	تَضْحٰى ۝۱۱۹	فَوَسْوَسَ	اِلَيْهِ
اور	یہ کہ بیشک تو	نہ	پیاسا ہوگا	اسمیں	اور	نہ	دھوپ چڑھے گی	سووسوسہ ڈالا	اس کیطرف

اور یہ کہ نہ تمہیں یہاں پیاس لگے گی اور نہ ہی دھوپ۔ ۱۱۹ پھر شیطان نے اُن کے دل میں

الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ

الشَّيْطٰنُ	قَالَ	يٰٓاٰدَمُ	هَلْ	اَدُلُّكَ	عَلٰى	شَجَرَةِ	الْخُلْدِ
شیطان نے	کہنے لگا	اے آدم	کیا	میں رہنمائی کروں تیری	پر	درخت کے	ہیشگی کے

وسوسہ ڈالا، کہنے لگا کہ اے آدم! کیا میں ہیشگی کے درخت اور نہ پرانی ہونے والی بادشاہت

وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ۝۱۲۰ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا

وَمُلْكٍ	لَّا	يَبْلٰى ۝۱۲۰	فَاَكَلَا	مِنْهَا	فَبَدَتْ	لَهُمَا	سَوْاٰتُهُمَا
اور حکومت کے	نہ	پرانی ہوگی	سوکھالیا دونوں نے	اس سے	تو ظاہر ہوگئیں	ان دونوں کیلئے	شرمگاہیں دونوں کی

کی جانب آپ کی رہنمائی کروں؟ ۱۲۰ پھر اُن دونوں نے اُس درخت میں سے کھالیا، تو اُن کے سامنے اُن کی شرمگاہیں نمایاں ہوگئیں،

۱۱۶ اس آیتِ مبارکہ میں فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم دینا، تمام فرشتوں کا سجدہ کرنا اور ابلیس کا سجدہ کرنے سے انکار کرنا مذکور ہوا ہے۔

۱۱۷ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت آدم علیہ السلام کو خبردار کیا گیا ہے کہ ابلیس تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے، اپنی دشمنی نکالنے کیلئے وہ تم سے بدلہ ضرور لے گا اور اس کی کوشش ہوگی کہ اگر وہ جنت میں نہیں رہا تو تمہیں بھی جنت میں نہ رہنے دے اور جس طرح وہ محروم ہوگیا ہے، تمہیں بھی محروم کردے، اس لیے اس سے چوکنے اور خبردار رہنا۔

۱۱۸ ۱۱۹ ان آیتوں میں حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے جنت کی چند اہم نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، کیونکہ ان کی اہمیت سے ہر شخص بخوبی واقف ہے، اگر کسی شخص کو یہ چیزیں میسر نہ ہوں تو اس کی زندگی مشکل ہو جاتی ہے، حضرت آدم علیہ السلام کو بتایا گیا کہ جنت میں آپ کو کبھی بھوک نہیں ستائے گی، لہٰذا پیٹ بھرنے کیلئے جو تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں، ان سے بھی نجات رہے گی، جنت میں آپ کبھی بے لباس نہ ہوں گے لہٰذا کپڑے خریدنے اور سلوانے کے جھنجھٹ سے آزادی ہوگی، جنت میں آپ کبھی پیاسے نہیں ہوں گے، لہٰذا مشروبات کا ذخیرہ ہر وقت فراہم کرنے کی ضرورت نہ رہے گی، جنت میں آپ کو دھوپ نہیں ستائے گی، لہٰذا آپ کو نہ تو گرمی لگے گی اور نہ ہی گرمی کو دور کرنے کیلئے اے سی کی ضرورت پیش آئے گی، بصورت دیگر آپ کو یہ چیزیں برداشت کرنا پڑیں گی۔

۱۲۰ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت آدم علیہ السلام پر شیطانی حملے اور وسوسے کا ذکر کیا گیا ہے، اس پر سورۂ اعراف میں کلام ہو چکا ہے۔

وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۡ وَعَصٰٓى

وَ	طَفِقَا	يَخْصِفٰنِ	عَلَيْهِمَا	مِنْ	وَّرَقِ	الْجَنَّةِ	وَ	عَصٰٓى
اور	شروع ہوگئے وہ دونوں	چپکاتے رہے	ان دونوں پر	سے	پتے	جنت کے	اور	ٹالا حکم

اور وہ اُن پر جنت کے پتے چپکانے لگے، اور آدم سے اپنے

اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝١٢١ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ

اٰدَمُ	رَبَّهٗ	فَغَوٰى ۝١٢١	ثُمَّ	اجْتَبٰهُ	رَبُّهٗ	فَتَابَ	عَلَيْهِ
آدم نے	اپنے رب کا	سو بہک گیا	پھر	اسے چن لیا	اس کے رب نے	سو توجہ کی	اس پر

رب کے حکم میں لغزش ہوئی، سو وہ بہک گئے۔ [١٢١] پھر اُن کے رب نے انہیں چن لیا، سو وہ اُن پر متوجہ ہوا

وَهَدٰى ۝١٢٢ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

وَ	هَدٰى ۝١٢٢	قَالَ	اهْبِطَا	مِنْهَا	جَمِيْعًا	بَعْضُكُمْ	لِبَعْضٍ
اور	رہنمائی کی	کہا اس نے	اترو تم دونوں	اس سے	اکٹھے	بعض تم میں سے	بعض کیلئے

اور اُن کی رہنمائی کی۔ [١٢٢] اللہ نے فرمایا کہ تم دونوں یہاں سے ایک ساتھ اترو، تم میں سے بعض، بعض کے

عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا

عَدُوٌّ ۚ	فَاِمَّا	يَاْتِيَنَّكُمْ	مِّنِّيْ	هُدًى ۙ	فَمَنِ	اتَّبَعَ	هُدَايَ	فَلَا
دشمن	سو اگر	آئے تمہارے پاس	مجھ سے	کوئی ہدایت	سو جو کوئی	پیروی کرے	میری ہدایت کی	تو نہ

دشمن ہیں، پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا، وہ نہ

يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۝١٢٣ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ

يَضِلُّ	وَ	لَا	يَشْقٰى ۝١٢٣	وَمَنْ	اَعْرَضَ	عَنْ	ذِكْرِيْ	فَاِنَّ	لَهٗ
گمراہ ہوگا	اور	نہ	محروم ہوگا	اور جو کوئی	منہ موڑے	سے	میری یاد کے	تو بیشک	اس کیلئے

گمراہ ہو گا اور نہ محروم ہوگا۔ [١٢٣] اور جس شخص نے میرے ذکر سے اعراض کیا، اُس کی زندگی

مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝١٢٤ قَالَ رَبِّ

مَعِيْشَةً	ضَنْكًا	وَ	نَحْشُرُهٗ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	اَعْمٰى ۝١٢٤	قَالَ	رَبِّ
زندگی	تنگ	اور	جمع کریں گے ہم اسے	دن	قیامت کے	اندھا کر کے	کہے گا وہ	اے میرے پروردگار

تنگ کر دی جائے گی اور ہم اُسے قیامت کے دن اندھا کرکے اٹھائیں گے۔ [١٢٤] وہ کہے گا کہ پروردگار!

[١٢١] اس آیت مبارکہ میں حضرت آدم و حواء علیہما السلام کے ممنوعہ درخت کا پھل کھانے اور اس کا اثر ظاہر ہونے کا بیان کیا گیا ہے، یہاں حضرت آدم علیہ السلام کی طرف "عصی" اور "غوی" کے الفاظ کی جو نسبت کی گئی ہے، اس سلسلے میں ہم جیسے عامیوں کیلئے سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ زبان کو بند رکھیں اور "سمعنا واطعنا" کہہ کر جذبہ اطاعت کا اظہار کریں، یاد رکھیے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ اپنے بندوں کے متعلق جو چاہے، کہہ سکتا ہے، کیونکہ وہ احکم الحاکمین اور شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے، لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہم تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد اور نسل ہیں، ہماری کیا حیثیت کہ ان کی طرف ایسی نسبت کریں، اللہ جانے اور بندہ جانے، اگر ہم انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف کسی سخت لفظ کی نسبت کریں تو یہ گستاخی اور چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی۔

[١٢٢] اس آیت مبارکہ میں حضرت آدم علیہ السلام کیلئے تین اعزازات کا ذکر کیا گیا ہے، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں چن لیا، گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب تھے اور اللہ کے انتخاب میں کبھی غلطی نہیں ہو سکتی، دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی خصوصی توجہ فرمائی، جس کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ ان کی توبہ قبول فرمالی اور تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت اور رہنمائی سے سرفراز فرمایا، جس میں زندگی کے اگلے مرحلے کیلئے اصول اور ضابطے متعین کیے گئے تاکہ وہ خود بھی ان پر عمل کریں اور ان کی نسل بھی اس پر عمل کرے۔

[١٢٣] اس آیت مبارکہ میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کو خطاب کر کے زمین پر اترنے کا حکم دیا گیا ہے، حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنا سزا کے طور پر ہرگز نہیں تھا، وہ نیکی کے علم بردار تھے، اس لیے ضروری تھا کہ کوئی گناہ کا جھنڈا تھامنے والا بھی ہو، سو اس مقصد کیلئے شیطان کو زمین پر اتارا گیا، چونکہ نیکی اور بدی میں تضاد ہے، اس لیے نیکی اور گناہ کرنے والوں کے درمیان بھی دشمنی اور تضاد ہوا، اس کے علاوہ آدم اور ابلیس میں سے ہر ایک، دوسرے کے جنت سے نکالے جانے کا ظاہری سبب ہے، اس لیے بھی ان دونوں کے درمیان دشمنی ہونا فطری بات ہے، یہاں اسی کا حوالہ دیا گیا ہے اور یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ میں ہدایت کا ایک سلسلہ شروع کروں گا، جو اس کی پیروی کرے گا، وہ ہر قسم کی گمراہی اور محرومی و بدنصیبی سے محفوظ رہے گا۔ [١٢٤] اس آیت مبارکہ میں ذکر اللہ سے اعراض کرنے والے کیلئے ایک دنیوی سزا اور ایک اخروی سزا بیان کی گئی ہے، دنیوی سزا تو یہ ہے کہ اس کی دنیوی زندگی تنگ کر دی جاتی ہے، وہ مال و دولت اور اسباب عیش و عشرت کی فراوانی، جسمانی صحت اور مادی وسائل کی بہتات کے باوجود سکون و اطمینان قلب کی دولت سے محروم رہتا ہے، زیادہ مناسب لفظوں میں وہ نہ تو زندوں میں ہوتا ہے اور نہ مردوں میں، جبکہ آخرت کی سزا یہ ہے کہ اسے میدان حشر میں اندھا کر کے لایا جائیگا، وہ لوگوں سے ٹکراتا اور گرتا پڑتا رہے گا، اسے راہ پر لگانے والا کوئی نہ ہوگا، کیونکہ دنیا میں اس نے خود ہی "راستے" سے منہ موڑ لیا تھا، یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ نابینا پن ہمیشہ قائم رہے، بلکہ ممکن ہے کہ کچھ وقت کے بعد ختم کر دیا جائے اور کسی دوسری سزا میں مبتلا کر دیا جائے، باقی رہی یہ بات کہ "ذکر اللہ" سے کیا مراد ہے تو اس میں سب سے اعلیٰ اور بلند درجہ تو قرآن کریم کا ہے، پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ نماز اور دیگر عبادات اور ذکر الٰہی کی بقیہ صورتیں بھی شامل ہیں۔

لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ١٢٥ قَالَ كَذٰلِكَ

لِمَ	حَشَرْتَنِيْٓ	اَعْمٰى	وَ	قَدْ	كُنْتُ	بَصِيْرًا ١٢٥	قَالَ	كَذٰلِكَ
کیوں	تونے جمع کیا مجھے	اندھا کر کے	اور	تحقیق	میں تھا	خوب دیکھنے والا	کہے گا وہ	اسی طرح

تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا جبکہ میں تو خوب دیکھتا تھا۔ ١٢٥ اللہ فرمائے گا کہ اسی طرح

اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ج وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ١٢٦ وَكَذٰلِكَ

اَتَتْكَ	اٰيٰتُنَا	فَنَسِيْتَهَا ج	وَ	كَذٰلِكَ	الْيَوْمَ	تُنْسٰى ١٢٦	وَ	كَذٰلِكَ
آئیں تیرے پاس	ہماری آیتیں	سوتو نے بھلا دیا انہیں	اور	اسی طرح	آج کے دن	تو بھلا دیا جائیگا	اور	اسی طرح

میری آیتیں تیرے پاس پہنچی تھیں، سو تو نے اُنہیں بھلا دیا تھا، اسی طرح آج تجھے بھلا دیا جائے گا۔ ١٢٦ اسی طرح

نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ط

نَجْزِيْ	مَنْ	اَسْرَفَ	وَ	لَمْ	يُؤْمِنْۢ	بِاٰيٰتِ	رَبِّهٖ ط
ہم بدلہ دیں گے	اسے جو	حد سے تجاوز کرے	اور	نہ	ایمان لائے	آیتوں پر	اپنے رب کی

ہم اُس شخص کو بدلہ دیں گے جس نے حد سے تجاوز کیا اور وہ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لایا،

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ١٢٧ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ

وَ	لَعَذَابُ	الْاٰخِرَةِ	اَشَدُّ	وَ	اَبْقٰى ١٢٧	اَفَلَمْ	يَهْدِ لَهُمْ	كَمْ
اور	البتہ عذاب	آخرت کا	زیادہ سخت	اور	زیادہ باقی رہنے والا	تو کیا نہیں	رہنمائی ہوئی ان کیلئے	کتنی ہی

اور آخرت کا عذاب سب سے زیادہ سخت اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ ١٢٧ کیا اس بات سے انہیں ہدایت نہیں ملتی کہ ہم نے

اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ط اِنَّ

اَهْلَكْنَا	قَبْلَهُمْ	مِّنَ	الْقُرُوْنِ	يَمْشُوْنَ	فِيْ	مَسٰكِنِهِمْ ط	اِنَّ
ہلاک کردیں ہم نے	ان سے پہلے	سے	بستیاں	چلتے ہیں وہ	بیچ	ان کی رہائش گاہوں کے	بیشک

اُن سے پہلے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا جن کی رہائش گاہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں، بیشک

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ١٢٨ ع وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ

فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّاُولِي النُّهٰى ١٢٨	وَ	لَوْ	لَا	كَلِمَةٌ	سَبَقَتْ	مِنْ
بیچ	اس کے	البتہ نشانیاں	اہل عقل کیلئے	اور	اگر	نہ ہوتی	ایک بات	پہلے ہوچکی	سے

اس میں اہل عقل کیلئے نشانیاں ہیں۔ ١٢٨ اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے

١٢٥ اس آیتِ مبارکہ میں اس شخص کا سوال ذکر کیا گیا ہے جسے ذکر الٰہی سے اعراض کرنے کی پاداش میں قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھایا جائیگا تو وہ عرض کرے گا کہ پروردگار! دنیا میں تو میں خوب دیکھتا بھالتا تھا، آج تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا اور مجھے یہ سزا کس جرم میں دی؟

١٢٦ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی طرف سے جواب دیا گیا ہے کہ یہ مکافات عمل ہے، تو دنیا میں ہماری آیتوں کے سامنے اندھا بنا رہا، آج حقیقت میں تجھے اندھا کر دیا گیا ہے، تو دنیا میں ہماری آیتوں کو بھولا رہا، آج اس کے بدلے میں ہم تجھے بھلائے دیتے ہیں، اسی کا نام "مکافاتِ عمل" ہے۔

١٢٧ اس آیتِ مبارکہ میں مکافاتِ عمل کا یہ اصول وسیع کر کے ہر اس شخص تک پھیلا دیا گیا ہے جو آیات الٰہی پر ایمان لانے کی بجائے ظلم و سرکشی پر کمر بستہ رہا ہو، حشر کے میدان میں بھی اس کے ساتھ حسن سلوک نہ ہوگا اور جہنم کا عذاب اس کے علاوہ ہوگا جو زیادہ سخت اور کبھی نہ ختم ہونے والا ہے۔

١٢٨ اس آیتِ مبارکہ میں پہلی قوموں کے حالات اور انجام سے عبرت حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ جہاں آج کل تم آباد ہو، جن گلیوں میں تم چلتے پھرتے اور جن شہروں کو تم آباد کرتے ہو، وہاں تم سے پہلے دوسری قومیں سکونت پذیر تھیں، آخر وہ کہاں گئیں؟ ان کا رعب دبدبہ، اقتدار اور اختیار، مال و دولت اور جائیداد کہاں چلی گئی؟ ان کا کروفر اور ان کا غرور و تکبر کس نے خاک میں ملایا؟ تمہیں ان کی جگہ کس نے لا کر آباد کر دیا؟ غور کرو تو اس میں تمہارے لیے عبرت کی بڑی نشانیاں ہیں۔

ع ١٣ ١٦

رَبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا

رَبِّكَ	لَكَانَ	لِزَامًا	وَّ	اَجَلٌ	مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾	فَاصْبِرْ	عَلٰى	مَا
تیرے رب کے	البتہ ہوتا	لازم ہونے والا	اور	مدت	مقرر شدہ	سو تو صبر کر	پر	اس کے جو

طے نہ ہو چکی ہوتی اور ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر عذاب لازم ہو چکا ہوتا۔ ﴿١٢٩﴾ اس لیے یہ لوگ جو کچھ کہتے رہیں آپ

يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ

يَقُوْلُوْنَ	وَ	سَبِّحْ	بِحَمْدِ	رَبِّكَ	قَبْلَ	طُلُوْعِ	الشَّمْسِ	وَ	قَبْلَ
یہ کہتے ہیں	اور	تسبیح کر	ساتھ تعریف کے	اپنے رب کی	پہلے	طلوع ہونے	سورج کے	اور	پہلے

اُس پر صبر کیجئے، اور طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اُس کی تسبیح

غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ

غُرُوْبِهَا ج	وَ	مِنْ	اٰنَآئِ	الَّيْلِ	فَسَبِّحْ	وَ	اَطْرَافَ	النَّهَارِ	لَعَلَّكَ
اس کے غروب ہونے کے	اور	سے	اوقات	رات کے	سو تسبیح کر	اور	حصوں میں	دن کے	تا کہ تو

بیان کیجئے، اور رات کے وقت بھی تسبیح کیجئے اور دن کے مختلف حصوں میں بھی، تا کہ آپ

تَرْضٰى ﴿١٣٠﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا

تَرْضٰى ﴿١٣٠﴾	وَ	لَا	تَمُدَّنَّ	عَيْنَيْكَ	اِلٰى	مَا	مَتَّعْنَا	بِهٖٓ	اَزْوَاجًا
راضی ہوجائے	اور	مت	پھیلا	اپنی آنکھوں کو	طرف	اس کے جو	فائدہ دیا ہم نے	اس سے	کئی طرح کے لوگوں کو

راضی ہوجائیں۔ ﴿١٣٠﴾ اور اپنی آنکھیں اُن چیزوں کی طرف مت پھیلائیے جن سے ہم نے اُن میں طرح طرح کے لوگوں کو فائدہ پہنچایا ہے، یہ دنیوی

مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ۬ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ

مِّنْهُمْ	زَهْرَةَ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	لِنَفْتِنَهُمْ	فِيْهِ ط	وَرِزْقُ
ان میں سے	رونق	زندگی کی	دنیا کی	تا کہ ہم انہیں آزمائیں	اُسمیں	اور رزق

زندگی کی رونق ہیں، تا کہ ہم انہیں اس میں آزمائیں ، اور آپ کے

رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٣١﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ

رَبِّكَ	خَيْرٌ	وَّ	اَبْقٰى ﴿١٣١﴾	وَاْمُرْ	اَهْلَكَ	بِالصَّلٰوةِ	وَ	اصْطَبِرْ
تیرے رب کا	زیادہ بہتر	اور	زیادہ باقی رہنے والا	اور حکم دے	اپنے گھر والوں کو	نماز کا	اور	جمارہ

رب کا رزق زیادہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ ﴿١٣١﴾ اور اپنے اہل خانہ کو نماز کا حکم دیجئے اور اُس پر

﴿١٢٩﴾ اس آیت مبارکہ میں تاخیر عذاب کی حکمت بیان کی گئی ہے کہ دراصل ان مجرموں اور گناہ گاروں پر اتمام حجت کرنا مقصود ہے، تب ہی تو ان کیلئے سزا کا ایک خاص وقت مقرر کیا گیا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو ان پر کبھی کا عذاب آچکا ہوتا۔

﴿١٣٠﴾ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو دو چیزوں کی تلقین و تاکید کی گئی ہے، پہلی چیز صبر ہے، یعنی آپ کے مخالفین اور دشمنان دین جو مرضی کہتے رہیں، آپ ان کی پرواہ نہ کریں، صرف صبر سے کام لیں، دوسری یہ کہ اللہ تعالی کی تسبیح وتحمید بیان کرتے رہیں، بعض مفسرین کے مطابق اس سے مراد نماز ہے، چنانچہ انہوں نے آیت کے اگلے جملے سے پانچوں نماز کے اوقات پر استدلال کیا ہے کیونکہ طلوع آفتاب سے پہلے نمازِ فجر اور غروب آفتاب سے پہلے نمازِ عصر ادا کی جاتی ہے، رات کے اوقات میں نمازِ مغرب اور نمازِ عشاء کی طرف اشارہ ہے اور دن کے مختلف حصوں سے نمازِ ظہر مراد ہے کیونکہ زوال کا وقت بدلتے رہنے کی وجہ سے نمازِ ظہر کا وقت بھی بدلتا رہتا ہے۔ واللہ اعلم۔

﴿١٣١﴾ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ سے خطاب فرما کر تمام مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ کافروں کو ہم نے دنیوی زندگی کی جو نعمتیں اور راحتیں عطا فرما رکھی ہیں، ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں، یہ چیزیں امتحان کیلئے انہیں دی گئی ہیں، انعام کیلئے نہیں، اس کے مقابلے میں آپ لوگوں کو دنیا میں جو پاکیزہ اخلاق اور خوبیاں دی گئی ہیں اور آخرت میں جو انعامات دیے جائیں گے، وہ سب سے بہترین اور ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اس لیے آپ کی تمام تر توجہات کا مرکز آخرت اور اس کی نعمتیں ہوں، دنیا اور اس کی نعمتیں نہیں۔

عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى (١٣٢)

عَلَيْهَا ؕ	لَا	نَسْـَٔلُكَ	رِزْقًا ؕ	نَحْنُ	نَرْزُقُكَ ؕ	وَ	الْعَاقِبَةُ	لِلتَّقْوٰى (١٣٢)
اس پر	نہیں	مانگتے ہم تجھ سے	کوئی رزق	ہم	تجھے رزق دیتے ہیں	اور	انجام	تقویٰ کا

ثابت قدم رہیے، ہم آپ سے کسی رزق کا سوال نہیں کرتے، ہم تو آپ کو خود رزق دیتے ہیں، اور اچھا انجام تقویٰ کا ہے۔ (١٣٢)

وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي

وَ	قَالُوْا	لَوْلَا	يَاْتِيْنَا	بِاٰيَةٍ	مِّنْ	رَّبِّهٖ ؕ	اَوَلَمْ	تَاْتِهِمْ	بَيِّنَةُ	مَا	فِي
اور	کہتے ہیں	کیوں نہیں	لاتا ہمارے پاس	کوئی نشانی	سے	اپنے رب کے	اور کیا نہیں	آئی ان کے پاس	دلیل	وہ جو	میں

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے پاس اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں لیکر آتے؟ کیا ان کے پاس وہ نشانی نہیں پہنچی

الصُّحُفِ الْاُوْلٰى (١٣٣) وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ

الصُّحُفِ	الْاُوْلٰى (١٣٣)	وَ	لَوْ	اَنَّآ	اَهْلَكْنٰهُمْ	بِعَذَابٍ	مِّنْ	قَبْلِهٖ
صحیفوں کے	پہلے	اور	اگر	ہم	ہلاک کردیں انہیں	ساتھ عذاب کے	سے	اس کے پہلے

جو پہلی کتابوں میں ہے؟ (١٣٣) اور اگر ہم انہیں اس سے پہلے کسی عذاب کے ذریعے ہلاک کر دیتے

لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ

لَقَالُوْا	رَبَّنَا	لَوْلَآ	اَرْسَلْتَ	اِلَيْنَا	رَسُوْلًا	فَنَتَّبِعَ	اٰيٰتِكَ	مِنْ
البتہ وہ کہیں	اے ہمارے پروردگار	کیوں نہیں	تونے بھیجا	ہماری طرف	کوئی پیغمبر	کہ ہم پیروی کرتے	تیری آیتوں کی	سے

تو کہتے کہ پروردگار! تو نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے

قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى (١٣٤) قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ج

قَبْلِ	اَنْ	نَّذِلَّ	وَ	نَخْزٰى (١٣٤)	قُلْ	كُلٌّ	مُّتَرَبِّصٌ	فَتَرَبَّصُوْا ج
پہلے	یہ کہ	ہم ذلیل ہوتے	اور	رسوا ہوتے	تُو کہہ	ہرایک	انتظار کرنے والا	سوتم بھی انتظار کرو

تیری آیتوں کی پیروی کر لیتے۔ (١٣٤) (اے نبی! ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ سب ہی انتظار کررہے ہیں، تم بھی انتظار کرو،

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى (١٣٥) ع

فَسَتَعْلَمُوْنَ	مَنْ	اَصْحٰبُ	الصِّرَاطِ	السَّوِيِّ	وَ	مَنِ	اهْتَدٰى (١٣٥)
سو عنقریب تم جان لوگے	کون	ساتھی	راستے کے	سیدھے	اور	کون	ہدایت یافتہ ہوا

عنقریب تم جان لو گے کہ سیدھے راستے والے لوگ کون ہیں اور کس نے ہدایت پائی ہے؟ (١٣٥)

(١٣٢) اس آیت مبارکہ میں دو حکم دیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اپنے اہل خانہ کو نماز کی تاکید کرتے رہا کرو، احادیث میں خاص طور پر اولاد کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالنے کا حکم آیا ہے، دوسرا یہ کہ نماز اور دیگر احکامات پر عمل میں ثابت قدم رہو، کہیں ڈگمگاہٹ اور لغزش کا شکار نہ ہو جاؤ، اگلے جملے میں حق تعالیٰ کا رازق ہونا بیان کیا گیا ہے تاکہ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ نماز پڑھنے کیلئے جاؤں گا تو کاروبار کیسے کروں گا؟ بیوی بچوں کا رزق کہاں سے لاؤں گا؟ سو تسلی دیدی کہ ہم خود تمہارے رزق کا بندوبست کریں گے، تم سے کچھ نہیں مانگیں گے اور اس پر مزید خوشخبری یہ کہ اچھا انجام بھی متقیوں کا ہی ہوگا۔

(١٣٣) اس آیت مبارکہ میں مشرکوں کے ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ محمد ﷺ ہمارے فرمائشی معجزات کیوں نہیں لیکر آتے؟ اس پر فرمایا گیا کہ اس سے پہلے جو معجزات دکھا دیے گئے، کیا ایمان لانے کیلئے وہ کافی نہیں ہیں کہ مزید معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں؟ یہ صرف پہلی کتابوں اور صحیفوں کا ہی مطالعہ کر لیں، ان کی تسلی ہو جائے گی۔

(١٣٤) اس آیت مبارکہ میں ایک مرتبہ پھر تاخیر عذاب کی حکمت ''اتمام حجت'' بیان کی گئی ہے کہ اگر ہم مشرکوں پر اتمام حجت نہ کریں اور انہیں آخری موقع دینے سے پہلے ہی تباہ کر دیں تو یہ شکوہ کریں گے کہ اگر ہمارے پاس کوئی پیغمبر آیا ہوتا تو ہم اس کی تعلیمات پر عمل کر کے دکھاتے، ہمیں تو موقع ہی نہیں دیا گیا اور ذلیل وخوار کر دیا گیا۔

ع ٨ ١٧

(١٣٥) اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ ہر انسان ہی منتظر ہے کہ آئندہ کیا ہوگا؟ لہٰذا تم اپنی جگہ منتظر رہو اور ہم اپنی جگہ انتظار کرتے ہیں، عنقریب دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائیگا اور تمہیں بھی معلوم ہو جائیگا کہ ہم میں سے کون صحیح اور کون غلط تھا؟ کون ہدایت پہ اور کون گمراہی پر تھا؟

الحمد للہ! آج مورخہ ۲۲، اکتوبر ۲۰۱۸ء بروز پیر بعد نماز مغرب سورۂ طٰہٰ کے تفسیری حواشی مکمل ہوئے، اللہ تعالیٰ قبول ومقبول اور نافع فرما کر اگلی سورتوں کی تکمیل کے اسباب بھی مہیا فرمائے اور ذہنی یکسوئی مرحمت فرمائے۔ آمین

آیَاتُهَا ١١٢ (٢١) سُوْرَةُ الْاَنْۢبِيَآءِ مَكِّيَّةٌ (٧٣) رُكُوْعَاتُهَا ٧

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝١ مَا

اِقْتَرَبَ	لِلنَّاسِ	حِسَابُهُمْ	وَ	هُمْ	فِيْ	غَفْلَةٍ	مُّعْرِضُوْنَ ۝	مَا
قریب آگیا	لوگوں کیلئے	ان کا حساب	اور	وہ	بیچ	غفلت کے	منہ پھیرنے والے	نہیں

لوگوں کے حساب کا وقت قریب آچکا ہے اور وہ غفلت میں پڑے منہ پھیر رہے ہیں۔ [1] اُن کے پاس

يَأْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ

يَاْتِيْهِمْ	مِّنْ	ذِكْرٍ	مِّنْ	رَّبِّهِمْ	مُّحْدَثٍ	اِلَّا	اسْتَمَعُوْهُ	وَ	هُمْ
آتا ان کے پاس	سے	ذکر	سے	ان کے رب کے	نیا	مگر	اسے سنتے ہیں وہ	اور	وہ

اُن کے رب کی طرف سے جو بھی نیا ذکر آتا ہے، وہ اسے دل لگی کرتے ہوئے

يَلْعَبُوْنَ ۝٢ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ

يَلْعَبُوْنَ ۝	لَاهِيَةً	قُلُوْبُهُمْ	وَ	اَسَرُّوا	النَّجْوَى	الَّذِيْنَ
دل لگی کرتے ہیں	غفلت والے	ان کے دل	اور	چھپاتے ہیں	سرگوشی کو	وہ لوگ جو

سنتے ہیں۔ [2] اس طرح کہ اُن کے دل غفلت میں پڑے ہوتے ہیں، اور ظالم لوگ چپکے چپکے سرگوشی کرتے ہیں کہ یہ شخص

ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ

ظَلَمُوْا	هَلْ	هٰذَا	اِلَّا	بَشَرٌ	مِّثْلُكُمْ	اَفَتَاْتُوْنَ	السِّحْرَ	وَ	اَنْتُمْ
ظلم کیا انہوں نے	کیا	یہ	سوائے	ایک انسان	تمہاری طرح	تو کیا تم آتے ہو	جادو کو	اور	تم

تو تمہاری طرح کا ایک انسان ہی ہے، تو کیا تم دیکھتے بھالتے جادو کے پاس

تُبْصِرُوْنَ ۝٣ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۚ

تُبْصِرُوْنَ ۝	قٰلَ	رَبِّيْ	يَعْلَمُ	الْقَوْلَ	فِي	السَّمَآءِ	وَالْاَرْضِ
دیکھتے ہو	کہا اس نے	میرا رب	جانتا ہے	بات کو	بیچ	آسمان کے	اور زمین کے

جاتے ہو؟ [3] پیغمبر نے کہا کہ میرا رب آسمان و زمین کی ہر بات کو جانتا ہے

سورة الانبياء

سورۂ انبیاء مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۴۸۹۰، کلمات ١١٦٨، آیات ١١٢، اور رکوعات ٧ ہیں، اس سورت میں چونکہ مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ آیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورۃ الانبیاء رکھا گیا، اس سورت کا مرکزی موضوع انبیاء کرام علیہم السلام کا مختلف مصائب اور تکلیفوں سے نجات پانا اور بارگاہِ خداوندی میں ان کی دعاؤں کا مستجاب اور مقبول ہونا ہے، آغاز میں قرآن کریم کے نزول پر مشرکین کے رویے کی مذمت کی گئی ہے، اس کے بعد عقیدۂ توحید و قیامت پر تفصیلی دلائل دیے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ کی مختلف نعمتوں کا ذکر کر کے قیامت کے دن وزنِ اعمال کا برحق ہونا بیان کیا گیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو یکتا پرستی کی دعوت دینا، ان کے بتوں کو ان کی غیر موجودگی میں چکنا چور کر دینا، ان لوگوں کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کی تیاری کرنا اور اللہ تعالیٰ کا انہیں دشمنوں کی بھڑکائی ہوئی آگ سے بچا لینا مذکور ہوا ہے، اس کے علاوہ حضرت لوط، نوح، داؤد، سلیمان، ایوب، یونس، زکریا اور مریم علیہم السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے اور یہ کہ یہ لوگ اپنی ہر مصیبت اور تکلیف کے وقت اللہ سے دعا کرتے تھے اور وہ ان کی دعا قبول کر کے مصیبت کو ٹال دیتا تھا، آخر میں یاجوج وماجوج کا ذکر کے عقیدۂ توحید کی دوبارہ دعوت دی گئی ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ اللعالمین ہونا بیان کر کے دامنِ رسالت کے ساتھ وابستگی اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ واللہ علم۔

سورة الانبياء

[1] اس آیتِ مبارکہ میں لوگوں کو خوابِ غفلت سے جگایا گیا ہے کہ حساب کتاب کا زمانہ قریب آچکا ہے اور تم لوگ ابھی تک غفلت میں پڑے ہوئے ہو، حق کی دعوت کو قبول کرنے سے منہ موڑ رہے ہو اور پیغمبروں کی تکذیب کر رہے ہو۔

[2] اس آیتِ مبارکہ میں غافلوں کی حالت بیان کی گئی ہے کہ جب بھی قرآن کی کوئی نئی سورت یا آیت نازل ہوتی ہے تو بجائے اس کے کہ اسے توجہ کے کان سے سنتے اور اس سے نصیحت پکڑتے، الٹا اس کا مذاق اڑاتے ہیں، یہ ان کی غفلت بلکہ سنگدلی اور شقاوت کی انتہاء ہے۔ [3] اس آیتِ مبارکہ میں ظالموں کی خفیہ سرگوشیوں کا حال بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کے حوالے سے ان کے دل لاپرواہی کا شکار ہیں، اور یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں کہتے ہیں کہ اس شخص کی بات نہ ماننا، آخر اس میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں، یہ بھی تو ہماری اور تمہاری طرح ایک انسان ہی ہے، اس کے علاوہ جو کلام یہ پیش کرتا ہے، وہ جادو ہے، تم سمجھ بوجھ رکھنے والے عقل مند اور دانشور لوگ ہو کر جادو کو کیسے قبول کر سکتے ہو؟ اس لیے اس پیغمبر اور اس کے لائے ہوئے کلام پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں ہے۔

وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ④ بَلْ قَالُوٓا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰىهُ

وَ	هُوَ	السَّمِيعُ	الْعَلِيمُ④	بَلْ	قَالُوٓا	أَضْغَاثُ	أَحْلَامٍ	بَلِ	افْتَرٰىهُ
اور	وہ	خوب سننے والا	جاننے والا	بلکہ	کہا انہوں نے	پریشان کن	خواب	بلکہ	اس نے گھڑ لیا ہے اسے

اور وہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔ ④ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ پریشان کن خواب ہیں، بلکہ انہوں نے خود ہی اسے گھڑ لیا ہے،

بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلْيَأْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ ⑤ مَآ اٰمَنَتْ

بَلْ	هُوَ	شَاعِرٌ	فَلْيَأْتِنَا	بِاٰيَةٍ	كَمَآ	أُرْسِلَ	الْأَوَّلُونَ⑤	مَآ	اٰمَنَتْ
بلکہ	وہ	شاعر	سو لے آئے ہمارے پاس	کوئی نشانی	جیسا کہ	بھیجا گیا	پہلوں کو	نہیں	ایمان لائی

بلکہ یہ شاعر ہیں، اس لیے انہیں چاہیے کہ ہمارے پاس کوئی نشانی لیکر آئیں جیسے پہلے لوگوں کو بھیجا گیا تھا۔ ⑤ ان سے پہلے بھی

قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنٰهَا ۚ أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ ⑥ وَمَآ أَرْسَلْنَا

قَبْلَهُمْ	مِّنْ	قَرْيَةٍ	أَهْلَكْنٰهَا	أَفَهُمْ	يُؤْمِنُونَ⑥	وَ	مَآ	أَرْسَلْنَا
تجھ سے پہلے	سے	کوئی بستی	ہلاک کر دیا ہم نے اسے	تو کیا یہ	ایمان لائیں گے	اور	نہیں	بھیجا ہم نے

جو بستی ایمان نہ لائی، ہم نے اُسے ہلاک کر دیا، تو کیا یہ لوگ ایمان لائیں گے؟ ⑥ اور ہم نے آپ سے پہلے

قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِيٓ إِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوٓا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ

قَبْلَكَ	إِلَّا	رِجَالًا	نُّوحِيٓ	إِلَيْهِمْ	فَسْـَٔلُوٓا	أَهْلَ الذِّكْرِ	إِنْ	كُنْتُمْ
آپ سے پہلے	مگر	مردوں کو	ہم وحی کرتے ہیں	ان کی طرف	سو پوچھ لو تم	جاننے والوں سے	اگر	تم ہو

مَردوں کو ہی پیغمبر بنا کر بھیجا، ہم اُن کی طرف وحی بھیجتے تھے، سو جاننے والوں سے پوچھ لو، اگر تم

لَا تَعْلَمُونَ ⑦ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا

لَا	تَعْلَمُونَ⑦	وَ	مَا	جَعَلْنٰهُمْ	جَسَدًا	لَّا	يَأْكُلُونَ	الطَّعَامَ	وَ	مَا
نہ	جانتے	اور	نہیں	بنایا ہم نے انہیں	جسم	نہیں	کھاتے تھے وہ	کھانا	اور	نہ

نہیں جانتے ہو۔ ⑦ اور ہم نے انہیں صرف جسم نہیں بنایا تھا کہ وہ کھانا ہی نہ کھاتے اور وہ ہمیشہ رہنے

كَانُوا خٰلِدِينَ ⑧ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَأَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ

كَانُوا	خٰلِدِينَ⑧	ثُمَّ	صَدَقْنٰهُمُ	الْوَعْدَ	فَأَنْجَيْنٰهُمْ	وَ	مَنْ	نَّشَآءُ
تھے وہ	ہمیشہ رہنے والے	پھر	ہم نے سچ کر دکھایا انہیں	وعدہ	سو نجات دی ہم نے انہیں	اور	جسے	ہم چاہتے ہیں

والے بھی نہ تھے۔ ⑧ پھر ہم نے اُن سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، سو ہم نے انہیں بھی نجات دی اور جسے چاہا، اُسے بھی،

④ اس آیتِ مبارکہ میں کفار و مشرکین کے استہزاء کے جواب میں پیغمبر ﷺ کا ارشاد مذکور ہے کہ تم چھپ کر یا سب کے سامنے میرے متعلق یا اس کے علاوہ جو بھی بات کرتے ہو، وہ میرے رب سے مخفی نہیں ہے، وہ تو آسمان و زمین میں بولے جانے والے ہر لفظ اور کہی جانے والی ہر بات سے بخوبی واقف ہے، اس لیے وہ تمہاری سرگوشیوں سے بھی خوب واقف ہے اور عنقریب تمہیں اس کا مزہ چکھائے گا۔

⑤ اس آیتِ مبارکہ میں قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ کے متعلق مشرکین مکہ کے ان خیالات کا حوالہ دیا گیا ہے جو انہوں نے مختلف اوقات میں تبدیل کیے تھے، کبھی وہ قرآن کو پریشان کن خواب کہتے تھے کہ محمد ﷺ رات کو سوتے ہوئے ڈراؤنے خواب دیکھتے ہیں، ان خوابوں میں ان سے جو کچھ کہا جاتا ہے وہ اسے یاد کر کے "قرآن" کا نام دیدیتے ہیں، کبھی وہ اسے خود ساختہ کلام کہتے تھے کہ محمد ﷺ نے خود ہی اس کلام کو گھڑ لیا ہے اور اللہ کی طرف اس کی نسبت کر کے اس کا نام "قرآن" رکھ دیا ہے، کبھی وہ پیغمبر ﷺ کو شاعر اور قرآن کو شاعرانہ تخیل قرار دیتے اور کبھی فرمائشی معجزات کا مطالبہ کرتے، اس عاجز کی رائے یہ ہے کہ وہ شخص کبھی عقل مند اور دانشور نہیں ہو سکتا جو کسی کے متعلق سوچ سمجھ کر رائے قائم نہیں کرتا یا اپنی رائے مسلسل تبدیل کرتا رہتا ہو، یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اس شخص کی رائے سطحی ہے اور چند ظاہری چیزوں پر مبنی ہے، چنانچہ جب وہ ظاہری چیزیں تبدیل ہوتی ہیں تو اس کی رائے بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔

⑥ اس آیتِ مبارکہ میں سابقہ قوموں اور امتوں کا حوالہ دیا گیا ہے کہ جب وہ لوگ ایمان نہیں لائے تو ہم نے انہیں ہلاک اور تباہ و برباد کر دیا، اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو انہیں بھی ہلاک کیا جا سکتا ہے تو کیا یہ لوگ ایمان لانے کیلئے تیار ہیں؟

⑦ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین مکہ کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ محمد ﷺ ہماری طرح کے انسان ہیں، ہم ان پر ایمان کیوں لائیں؟ انہیں بتایا گیا ہے کہ ان سے پہلے بھی جن لوگوں کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا، وہ بھی انسان تھے اس لیے اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، اگر اہل مکہ کو یہ بات معلوم نہیں ہے تو وہ سابقہ آسمانی کتابوں کا علم رکھنے والے یہود و نصاریٰ سے اس کی تصدیق کر لیں، علاوہ ازیں ایک اضافی بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اس سے پہلے بھی نبوت و رسالت کیلئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کا انتخاب کیا تھا اور ان میں سے بھی صرف مردوں کا ہی انتخاب فرمایا تھا، اس کی حکمت پر پہلے کلام ہو چکا ہے۔

⑧ اس آیتِ مبارکہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے جسمانی تقاضوں کو ثابت کیا گیا ہے، وہ ولادت کے ان تمام مراحل سے گزر کر دنیا میں تشریف لاتے تھے جن سے تمام لوگ گزرتے ہیں، وہ عام لوگوں کی طرح کھاتے پیتے، پہنتے اوڑھتے اور شادی بیاہ کرتے تھے، وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے کیلئے نہیں آتے تھے جس طرح وہ دنیا میں آتے تھے، اسی طرح معمول کے نظام میں رہتے ہوئے واپس بھی چلے جاتے تھے، وہ روح سے خالی جسم نہ تھے جیسے لکڑی ہوتی ہے یا پتھر، بلکہ وہ پاکیزہ روح پاکیزہ جسم میں لیکر آتے تھے، اللہ کی کروڑ ہا رحمتیں اور برکتیں ان پر نازل ہوں۔

وَ اَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۞ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ

وَ	اَهْلَكْنَا	الْمُسْرِفِيْنَ ۞	لَقَدْ	اَنْزَلْنَآ	اِلَيْكُمْ	كِتٰبًا	فِيْهِ	ذِكْرُكُمْ ؕ
اور	ہلاک کردیا ہم نے	حد سے تجاوز کرنے والوں کو	البتہ یقیناً	نازل کی ہم نے	تمہاری طرف	ایک کتاب	اسمیں	تمہارا ذکر

اور حد سے تجاوز کرنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ ۹ یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب اتاری ہے جس میں تمہارا بھی ذکر ہے،

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۞ ع وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا

اَفَلَا	تَعْقِلُوْنَ ۞	وَ	كَمْ	قَصَمْنَا	مِنْ	قَرْيَةٍ	كَانَتْ	ظَالِمَةً	وَّ	اَنْشَاْنَا
تو کیا نہیں	عقل رکھتے تم	اور	کتنی	پیس دیں ہم نے	سے	بستیاں	تھیں وہ	ظلم کرنے والی	اور	پیدا کر دیا ہم نے

تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ ۱۰ اور کتنی ہی بستیاں "جو کہ ظالم تھیں" ہم نے پیس دیں اور اُن کے بعد

بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۞ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا

بَعْدَهَا	قَوْمًا	اٰخَرِيْنَ ۞	فَلَمَّآ	اَحَسُّوْا	بَاْسَنَآ	اِذَا	هُمْ	مِّنْهَا
ان کے پیچھے	ایک قوم کو	دوسرے لوگ	سو جب	آہٹ محسوس کی انہوں نے	ہمارے عذاب کی	اسی وقت	وہ	اس سے

ہم نے ایک دوسری قوم پیدا کر دی۔ ۱۱ پھر جب اُنہوں نے ہمارے عذاب کی آہٹ محسوس کی تو اُسی وقت وہ

يَرْكُضُوْنَ ۞ ؕ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ

يَرْكُضُوْنَ ۞ ؕ	لَا	تَرْكُضُوْا	وَ	ارْجِعُوْٓا	اِلٰى	مَآ	اُتْرِفْتُمْ	فِيْهِ
ایڑ لگانے لگے	مت	ایڑ لگاؤ تم	اور	لوٹ جاؤ	طرف	اس کے جو	تمہیں خوشحالی دی گئی	اسمیں

بھاگنے لگے۔ ۱۲ اب نہ بھاگو، اُس چیز کی طرف واپس چلو جس میں تم نے عیش کیا تھا اور اپنے گھروں کی

وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ۞ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۞

وَمَسٰكِنِكُمْ	لَعَلَّكُمْ	تُسْـَٔلُوْنَ ۞	قَالُوْا	يٰوَيْلَنَآ	اِنَّا	كُنَّا	ظٰلِمِيْنَ ۞
اور اپنی رہائش گاہوں کے	تا کہ تم	پوچھے جاؤ	کہا انہوں نے	ہائے ہلاکت ہماری	بیشک ہم	تھے	ظلم کرنے والے

جانب لوٹو، تاکہ تم سے پوچھ گچھ کی جائے۔ ۱۳ وہ کہنے لگے کہ ہائے افسوس! بیشک ہم ہی ظالم تھے۔ ۱۴

فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا

فَمَا زَالَتْ	تِّلْكَ	دَعْوٰىهُمْ	حَتّٰى	جَعَلْنٰهُمْ	حَصِيْدًا
سو مسلسل رہی	وہی	ان کی پکار	یہاں تک کہ	ہم نے کر دیا انہیں	کٹا ہوا

پھر مسلسل اُن کی یہی پکار رہی، یہاں تک کہ ہم نے اُنہیں بجھا ہوا

ع ۱۰ ۱

۹ اس آیت مبارکہ میں انبیاء کرام علیہم السلام سے وعدہ پورا کیے جانے اور انہیں دشمنوں کے پنجے سے بچا لینے کا ذکر کیا گیا ہے، علاوہ ازیں مختلف قوموں پر ان کی نافرمانی اور گناہ کی پاداش میں عذاب اترا، انبیاء کرام علیہم السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو اس سے بھی مکمل طور پر محفوظ رکھا گیا، اس طرح ان کی نصرت کے وہ تمام وعدے پورے ہوئے جو حق تعالیٰ نے ان سے فرمائے تھے۔

۱۰ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کی ایک منفرد صفت بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ اس میں تم میں سے ہر ایک شخص کا تذکرہ کیا گیا ہے، چونکہ یہ کتاب زندہ جاوید ہے لہٰذا اس کی برکت سے تمہارا تذکرہ بھی ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو گیا ہے، دنیا کے کسی مشہور مصنف کی کتاب میں کسی شخص کا ذکر آ جانا اس کیلئے باعث اعزاز ہوتا ہے، اس سے بڑا اعزاز کیا ہوگا کہ ہمارا اور آپ کا ذکر قرآن میں آ گیا ہے، تھوڑی سی تلاش کی ضرورت ہے، اگر آپ شوہر ہیں تو قرآن میں شوہروں کے فرائض پڑھیں، بیوی ہیں تو بیویوں کی ذمہ داریاں پڑھیں، اولاد ہیں تو اولاد کی ذمہ داریاں پڑھیں، نیکوکار ہیں تو ان کا تذکرہ پڑھیں، ان مختصر سطروں میں اس کی گنجائش نہیں ہے، یہ مضمون پورے مقالے کا تقاضا کرتا ہے جو کافی عرصہ پہلے شروع کیا تھا، اللہ کرے کہ اس کی تکمیل ہو جائے تو آیت کی تفسیر زیادہ نمایاں ہو کر سامنے آ جائے گی۔ انشاء اللہ

۱۱ اس آیت مبارکہ میں ایک قانون فطرت بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ جب کسی قوم کا ظلم اور سرکشی حد سے تجاوز کر جاتا ہے تو پھر دوسری قوم کو موقع دیا جاتا ہے، پہلی قوم کو تباہ کر دیا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دنیا کو آباد رکھنے کیلئے کسی قوم کا محتاج نہیں ہے، ویسے بھی سب کو موقع ملنا چاہیے کہ وہ اپنا ہنر اور اپنی کارکردگی دکھائیں۔

۱۲ اس آیت مبارکہ میں عذاب کا شکار ہونے والی قوموں کی حالت بیان کی گئی ہے کہ کہاں تو وہ اکڑتے تھے اور کہاں ہمارے عذاب کی آہٹ پاتے ہی وہ یوں بھاگے ہیں جیسے گھوڑے کو ایڑ لگائی جائے اور وہ سرپٹ دوڑنے لگے۔

۱۳ اس آیت مبارکہ میں ان اقوام سے خطاب کیا گیا ہے جن پر عذاب اترا تو وہ اپنی جان بچانے کیلئے بھاگے، کہ اب کیوں بھاگ رہے ہو؟ اپنے محلات اور بنگلوں کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟ عیش و عشرت اور دل لگی کے تمام اسباب سے منہ کیوں موڑ رہے ہو؟ جبکہ انہی کی خاطر تو تم دنیا میں ایک دوسرے کا خون بہاتے تھے، اب تم سے پوچھ گچھ ہوگی اور تمہیں ان سوالات کا جواب دینا ہوگا۔

۱۴ اس آیت مبارکہ میں ظالموں کا واویلا بیان کیا گیا ہے، اس وقت وہ اپنی تباہی اور بربادی کا ماتم کریں گے اور اپنے گناہ و ظلم کا اعتراف کریں گے لیکن اس وقت اس کا کیا فائدہ ہوگا؟

خٰمِدِيْنَ ﴿١٥﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

خٰمِدِيْنَ ⑮	وَ	مَا	خَلَقْنَا	السَّمَآءَ	وَ	الْاَرْضَ	وَ	مَا	بَيْنَهُمَا
بجھے ہوئے	اور	نہیں	پیدا کیا ہم نے	آسمان کو	اور	زمین کو	اور	جو کچھ	ان دونوں کے درمیان

ڈھیر بنا دیا۔ ⑮ اور ہم نے آسمان و زمین اور اُن کے درمیان کی چیزوں کو کھیل تماشے کیلئے

لٰعِبِيْنَ ﴿١٦﴾ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ

لٰعِبِيْنَ ⑯	لَوْ	اَرَدْنَآ	اَنْ	نَّتَّخِذَ	لَهْوًا	لَّاتَّخَذْنٰهُ	مِنْ	لَّدُنَّآ	اِنْ
دل لگی کرنے والے	اگر	ہم چاہتے	یہ کہ	بنالیں	کھیل	البتہ ہم اسے بنالیتے	سے	اپنے پاس	اگر

نہیں بنایا۔ ⑯ اگر ہم کوئی کھیل تماشا بنانا چاہتے تو اپنے پاس ہی بنا لیتے، اگر

كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٧﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا

كُنَّا	فٰعِلِيْنَ ⑰	بَلْ	نَقْذِفُ	بِالْحَقِّ	عَلَى	الْبَاطِلِ	فَيَدْمَغُهٗ	فَاِذَا
ہوتے ہم	کرنے والے	بلکہ	ہم برساتے ہیں	حق کو	پر	باطل کے	تو وہ اس کا سر پھاڑ دیتا ہے	سو اسی وقت

ہمیں ایسا کرنا ہوتا۔ ⑰ بلکہ ہم حق کو باطل پر دے مارتے ہیں، تو حق اُس کا سر پھاڑ دیتا ہے، پھر وہ اُسی وقت

هُوَ زَاهِقٌ ۭ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿١٨﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

هُوَ	زَاهِقٌ	وَ	لَكُمُ	الْوَيْلُ	مِمَّا	تَصِفُوْنَ ⑱	وَ	لَهٗ	مَنْ	فِي	السَّمٰوٰتِ
وہ	نکل بھاگنے والا	اور	تمہارے لئے	ہلاکت	اس سے جو	تم بیان کرتے ہو	اور	اسی کا	جو کوئی	بیچ	آسمانوں کے

نکل بھاگتا ہے، اور اُن چیزوں سے تمہارے لیے ہلاکت ہے جو تم بیان کرتے ہو۔ ⑱ اور آسمانوں اور زمین میں

وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ

وَ	الْاَرْضِ	وَ	مَنْ	عِنْدَهٗ	لَا	يَسْتَكْبِرُوْنَ	عَنْ	عِبَادَتِهٖ
اور	زمین کے	اور	جو کوئی	اس کے پاس	نہیں	تکبر کرتے وہ	سے	اس کی عبادت کے

جو کوئی بھی ہے، اُسی کی ملکیت ہے، اور جو اُس کے قریب ہیں وہ اُس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے

وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿١٩﴾ ج يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمِ

وَ	لَا	يَسْتَحْسِرُوْنَ ⑲	يُسَبِّحُوْنَ	الَّيْلَ	وَالنَّهَارَ	لَا	يَفْتُرُوْنَ ⑳	اَمِ
اور	نہیں	سستی کرتے وہ	تسبیح کرتے ہیں وہ	رات کو	اور دن کو	نہیں	کمی کرتے	کیا

اور سستی بھی نہیں کرتے۔ ⑲ وہ رات دن اُس کی تسبیح بیان کرتے ہیں، تھکتے نہیں ہیں۔ ⑳ کیا

⑮ اس آیت مبارکہ میں ظالموں کی حسرت بیان کی گئی ہے کہ عذاب آنے سے پہلے اکڑتے رہے، عذاب آنے کے بعد واویلا کرتے رہے، لیکن ان کی فریاد رسی کرنے کیلئے کوئی نہ پہنچا، وہ مسلسل فریاد کرتے رہے لیکن انہیں اس کا کوئی فائدہ نہ، اگر وہ کھیت تھے تو ان کی جڑ کٹ گئی اور اگر وہ آگ تھے تو جل کر بجھ گئے اور راکھ یا خاک کے ڈھیر کے علاوہ کچھ نہ بچا۔

⑯ اس آیت مبارکہ میں زمین و آسمان کی تخلیق کے حوالے سے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے کائنات کا اتنا وسیع، منظم اور مربوط نظام بے مقصد اور بے فائدہ نہیں بنایا، یہ کھیل تماشا اور دل لگی کا پروگرام نہیں ہے جو بچوں کے گڑیا گڈے کی شادی کی طرح کھڑا کر دیا گیا ہو اور جب اس کھیل تماشے سے دل بھر جائے تو اپنے ہاتھوں سے ہی اس گھروندے کو توڑ دیا جائے۔

⑰ اس آیت مبارکہ میں کھیل تماشے اور دل لگی کے مفروضے کو ایک دوسرے اسلوب سے ختم کیا گیا ہے کہ اگر ہمارا مقصد دل لگی ہی کرنا ہوتا تو پھر اتنے وسیع پیمانے پر نظام کائنات بنانے اور چلانے کی کیا ضرورت تھی؟ اور تمہیں اس کا حصہ بنانے سے کیا فائدہ تھا؟ پھر ہم خود ہی کر لیتے جو ہمیں کرنا ہوتا، ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ نظام صدہا کروڑ ہا حکمتوں اور حقیقتوں پر مبنی ہے، ان میں سے چند ایک کا بیان آگے آ رہا ہے۔

⑱ اس آیتِ مبارکہ میں زمین و آسمان کی تخلیق کا ایک مقصد "حق اور باطل کی جنگ اور اس میں حق کا غلبہ" بیان کیا گیا ہے، نظر کے دائرے کو اگر وسیع کیا جائے تو حق اور باطل کی یہ کشمکش پہلے دن سے نظر آتی ہے، اس کشمکش میں بعض اوقات ظاہری طور پر کسی درجے میں باطل کو عارضی برتری حاصل ہو جاتی ہے لیکن بالآخر حق غالب آتا ہے اور باطل پاش پاش ہو کر رہ جاتا ہے۔

⑲ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی ملکیت کاملہ بیان کر کے فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی عبادت اور نیاز مندی کا محتاج نہیں ہے، اگر انسان اس کی عبادت نہ کریں تو اس سے اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ اس کی عبادت کرنے والی بیشتر مخلوق ایسی ہے جسے اس کی عبادت سے سیری نہیں ہوتی، کوئی انا اور غرور و تکبر اس کی راہ میں حائل نہیں ہوتا اور وہ نہایت خوشی سے، کسی قسم کی اکتاہٹ کے بغیر اس کی عبادت میں ہر وقت اور ہمہ تن مصروف رہتی ہے۔ فسبحانہ ما اعظم شانہ۔

⑳ اس آیت مبارکہ میں ملائکہ اور دیگر مخلوقات کے تسبیح و تہلیل میں رات دن مشغول رہنے کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ رات دن اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید و تقدیس بیان کرنے میں مشغول رہتے ہیں، نہ کوتاہی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں، اس لیے انسانوں کی تھکاوٹ اور اکتاہٹ کی وجہ سے کائنات میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کا سلسلہ موقوف نہیں ہو جاتا۔

اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿٢١﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ

اتَّخَذُوْٓا	اٰلِهَةً	مِّنَ	الْاَرْضِ	هُمْ	يُنْشِرُوْنَ ﴿٢١﴾	لَوْ	كَانَ	فِيْهِمَآ
بنالئے انہوں نے	بہت سے معبود	سے	زمین کے	وہ	زندہ کریں گے	اگر	ہوتے	ان دونوں میں

انہوں نے زمین میں معبود بنا لیے ہیں؟ وہی انہیں زندہ کریں گے؟ ﴿٢١﴾ اگر زمین و آسمان میں اللہ کے

اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا

اٰلِهَةٌ	اِلَّا	اللّٰهُ	لَفَسَدَتَا ۚ	فَسُبْحٰنَ	اللّٰهِ	رَبِّ	الْعَرْشِ	عَمَّا
بہت سے معبود	سوائے	اللہ کے	البتہ تباہ ہوجاتے دونوں	سو پاک ہے	اللہ	مالک	عرش کا	اس سے جو

علاوہ اور معبود بھی ہوتے تو زمین و آسمان تباہ ہو جاتے، سو اللہ "جو کہ عرش کا مالک ہے" اُن چیزوں سے پاک ہے جو یہ

يَصِفُوْنَ ﴿٢٢﴾ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿٢٣﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا

يَصِفُوْنَ ﴿٢٢﴾	لَا	يُسْـَٔلُ	عَمَّا	يَفْعَلُ	وَ	هُمْ	يُسْـَٔلُوْنَ ﴿٢٣﴾	اَمِ	اتَّخَذُوْا
وہ بیان کرتے ہیں	نہیں	پوچھا جائیگا	اس سے جو	وہ کرتا ہے	اور	وہ	پوچھے جائیں گے	کیا	بنالئے انہوں نے

لوگ بیان کرتے ہیں۔ ﴿٢٢﴾ وہ جو کچھ کرتا ہے اُس کے متعلق اُس سے پوچھ گچھ نہیں کی جاسکتی، اور اُن سے پوچھ گچھ کی جائے گی۔ ﴿٢٣﴾ کیا انہوں نے اللہ کے علاوہ

مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ

مِنْ	دُوْنِهٖٓ	اٰلِهَةً ۭ	قُلْ	هَاتُوْا	بُرْهَانَكُمْ ۚ	هٰذَا	ذِكْرُ	مَنْ	مَّعِيَ
سے	اس کے علاوہ	بہت سے معبود	تُو کہہ	لے آؤ تم	اپنی دلیل	یہ	ذکر ہے	اس کا جو	میرے ساتھ

اور معبود بنا رکھے ہیں؟ آپ فرما دیجئے کہ تم اپنی دلیل لیکر آؤ، یہ اُن لوگوں کا ذکر ہے جو میرے ساتھ ہیں

وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ

وَ	ذِكْرُ	مَنْ	قَبْلِيْ ۭ	بَلْ	اَكْثَرُهُمْ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ۙ	الْحَقَّ	فَهُمْ
اور	ذکر	اس کا جو	مجھ سے پہلے	بلکہ	ان میں سے اکثر	نہیں	جانتے	حق کو	سو وہ

اور یہی ذکر ہے اُن لوگوں کا جو مجھ سے پہلے تھے، بلکہ اُن میں سے اکثر لوگ حق کو جانتے نہیں، اس لیے وہ

مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ

مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٤﴾	وَ	مَآ	اَرْسَلْنَا	مِنْ	قَبْلِكَ	مِنْ	رَّسُوْلٍ	اِلَّا	نُوْحِيْٓ
اعراض کرنے والے	اور	نہیں	بھیجا ہم نے	سے	تجھ سے پہلے	سے	کوئی پیغمبر	مگر	ہم وحی کرتے رہے

منہ پھیرتے ہیں۔ ﴿٢٤﴾ اور ہم نے آپ سے پہلے جو پیغمبر بھی بھیجے، ہم اُن کی طرف یہی وحی بھیجتے رہے

﴿٢١﴾ اس آیت مبارکہ میں یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ کیا لوگوں نے زمین میں کچھ معبود تلاش کر لیے ہیں اور اللہ کو چھوڑ دیا ہے؟ کیا ان کے معبودوں میں انہیں دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت ہے؟ کیا انہیں اللہ کے علاوہ کوئی اور رب مل گیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو اسے لیکر آئیں؟ ﴿٢٢﴾ اس آیت مبارکہ میں ایک سے زیادہ معبودوں کو تسلیم کرنے اور ان کی عبادت کرنے کا نظریہ ایسی مضبوط دلیل سے توڑا گیا ہے جس کا جواب آج تک مشرکین یا منکرین توحید نہیں دے سکے اور نہ تا صبح قیامت دے سکیں گے، کسی میں ہمت ہو تو کوشش کر دیکھے، ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ زمین و آسمان میں عبادت کے قابل صرف ایک معبود ہے یعنی اللہ، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، اس کی دلیل زمین و آسمان کے نظام کا کسی خرابی اور رکاوٹ کے بغیر درست سمت میں چلتے رہنا ہے، اس دلیل کو علماء کی اصطلاح میں "برہان تمانع" کہتے ہیں، تفصیل اس کی یہ ہے کہ یا تو آپ اس دعوے کو تسلیم کر لیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے، تب تو مسئلہ ہی حل ہو جاتا ہے اور اگر آپ اس دعوے کو تسلیم کرنے کی بجائے دو یا زیادہ خداؤں کے قائل ہیں تو ہم آپ سے یہ پوچھتے ہیں کہ کیا وہ دونوں اپنی طاقت، حکومت و سلطنت، علم و حکمت اور اپنے کمالات و اختیارات وغیرہ میں ایک دوسرے کے برابر اور ہم پلہ ہیں یا نہیں؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ نہیں، بلکہ ان میں سے ایک کا پلہ زیادہ بھاری ہے تو جس کا پلہ کمزور ہو، وہ خدا اور معبود کیونکر ہوگا؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ دونوں ہم پلہ ہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ دوسرے خدا کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ کیا ایک خدا سے انتظامات نہیں سنبھالے جا رہے تھے یا ایسے ہی دوسرے خدا کو فرض کر لیا گیا، ایک سے کام چل رہا تھا؟ اگر ایک خدا سے انتظامات نہیں سنبھالے جا رہے تھے تو پھر وہ خدا کیسے ہوا؟ کیونکہ وہ تو عاجز ہے اور خدا تو عاجز نہیں ہوتا، اور اگر ضرورت تو کوئی خاص نہیں تھی، ایک ہی خدا اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر رہا تھا تو پھر دوسرے کا وجود بے فائدہ ہوا اور جو چیز بے فائدہ ہو، وہ خدا کیونکر ہو سکتی ہے؟ یہ خرابی اس لیے لازم آئی کہ آپ ایک سے زیادہ معبودوں کی عبادت کرنے کے قائل ہیں، اس سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ اس نظریے سے توبہ کر کے واحد و یکتا اللہ کو اپنا معبود مان لیں اور باقی تمام بتوں اور مجسموں سے اپنا پیچھا چھڑا لیں۔ اسی بات کو ایک دوسرے انداز میں یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ اگر زمین و آسمان میں دو یا زیادہ معبود ہوتے تو سوال یہ ہے کہ وہ آپس میں اتفاق رائے سے کائنات کا نظام چلاتے یا انہیں اختلاف کرنے کا حق بھی ہوتا؟ اگر اتفاق رائے سے نظام چلاتے تو یہ مشاہدے کے خلاف ہے کہ دو آدمی یکساں اختیارات اور یکساں کمالات رکھتے ہوں اور ان میں ہمیشہ اتفاق رائے پایا جاتا ہو، اس کے علاوہ یہ سوال بھی اہم ہے کہ کیا اس اتفاق رائے کے باوجود انہیں ایک دوسرے سے اختلاف کرنے کا حق بھی ہے یا نہیں؟ اگر اختلاف کرنے کا حق نہ ہو تو یہ بزدلی ہے اور بزدل کبھی معبود نہیں ہو سکتا، اور اگر اختلاف کرنے کا حق تو ہو لیکن وہ استعمال نہ کرتے تو اس کی وجہ پوچھی جائے گی کہ آیا وہ کسی مصلحت کی وجہ سے اختلاف نہیں کر رہا یا کسی خوف کی وجہ سے؟ اگر مصلحت آڑے آتی ہو تو کیا خدا مصلحتوں کا شکار بھی ہوتا ہے؟ اور اگر اصل وجہ خوف ہو تو کیا خدا خوف زدہ بھی ہوتا ہے؟ اور اگر اختلاف نہ کرنے کی وجہ یہ ہو کہ انہوں نے آپس میں معاہدہ صلح کر لیا ہو اور خدائی کے حصے بخرے کر کے اسے آپس میں تقسیم کر لیا ہو اور سب خدا آپس میں کمپرو مائز کر کے اپنے اپنے حصے کی خدائی پر قناعت کر کے بیٹھے ہوں جیسا کہ دنیا میں حکومتوں اور کاروباری اداروں میں ہوتا ہے تو پھر یہاں نہایت دلچسپ سوالات جنم لیتے ہیں، اگر ان خداؤں کے درمیان آپس میں کوئی اختلاف ہو جائے تو ان کے درمیان تصفیہ کون کروائے گا؟ جو خدا ایک یا چند وزارتیں لیکر بیٹھ گیا، وہ دوسری وزارت کے امور پر دسترس اور قدرت رکھتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں رکھتا تو عاجز ہے اور اگر رکھتا ہے تو دوسرا فضول اور بیکار ہے۔ اور اگر ان =

اِلَيۡهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ ۲۵ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ

اِلَيۡهِ	اَنَّهٗ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّآ	اَنَا	فَاعۡبُدُوۡنِ ۲۵	وَ	قَالُوا	اتَّخَذَ	الرَّحۡمٰنُ
اس کیطرف	کہ بات یہ ہے	نہیں	کوئی معبود	مگر	میں	سوعبادت کرو میری	اور	کہا انہوں نے	بنالی ہے	رحمان نے

کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، سو تم میری ہی عبادت کرو۔ ۲۵ اور کہتے ہیں کہ رحمان نے اولاد

وَلَدًا سُبۡحٰنَهٗ ؕ بَلۡ عِبَادٌ مُّكۡرَمُوۡنَ ۲۶ لَا يَسۡبِقُوۡنَهٗ بِالۡقَوۡلِ

وَلَدًا	سُبۡحٰنَهٗ ؕ	بَلۡ	عِبَادٌ	مُّكۡرَمُوۡنَ ۲۶	لَا	يَسۡبِقُوۡنَهٗ	بِالۡقَوۡلِ
اولاد	پاک ہے وہ	بلکہ	بندے	عزت والے	نہیں	آگے بڑھتے وہ اس سے	بات کرنے میں

بنا رکھی ہے، وہ پاک ہے، بلکہ وہ اُس کے معزز بندے ہیں۔ ۲۶ وہ بات کرنے میں اُس سے آگے نہیں بڑھ سکتے،

وَهُمۡ بِاَمۡرِهٖ يَعۡمَلُوۡنَ ۲۷ يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ

وَ	هُمۡ	بِاَمۡرِهٖ	يَعۡمَلُوۡنَ ۲۷	يَعۡلَمُ	مَا	بَيۡنَ	اَيۡدِيۡهِمۡ	وَ	مَا	خَلۡفَهُمۡ
اور	وہ	اس کے حکم پر	عمل کرتے ہیں	وہ جانتا ہے	جو کچھ	درمیان	ان کے ہاتھوں کے	اور	جو کچھ	ان کے پیچھے

اور اُسی کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ ۲۷ وہ سب جانتا ہے جو اُن کے آگے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے

وَلَا يَشۡفَعُوۡنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارۡتَضٰى وَهُمۡ مِّنۡ خَشۡيَتِهٖ مُشۡفِقُوۡنَ ۲۸

وَ	لَا	يَشۡفَعُوۡنَ	اِلَّا	لِمَنِ	ارۡتَضٰى	وَ	هُمۡ	مِّنۡ	خَشۡيَتِهٖ	مُشۡفِقُوۡنَ ۲۸
اور	نہیں	سفارش کریں گے وہ	مگر	اس کی جو	وہ پسند کرے	اور	وہ	سے	اس کے ڈر سے	ڈرنے والے

اور وہ صرف اُسی کی سفارش کر سکیں گے جسے اللہ پسند کرے اور وہ اُس کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں۔ ۲۸

وَمَنۡ يَّقُلۡ مِنۡهُمۡ اِنِّىۡۤ اِلٰهٌ مِّنۡ دُوۡنِهٖ فَذٰلِكَ نَجۡزِيۡهِ جَهَنَّمَ ؕ

وَ	مَنۡ	يَّقُلۡ	مِنۡهُمۡ	اِنِّىۡۤ	اِلٰهٌ	مِّنۡ	دُوۡنِهٖ	فَذٰلِكَ	نَجۡزِيۡهِ	جَهَنَّمَ ؕ
اور	جو کوئی	کہے	ان میں سے	کہ بیشک میں	معبود	سے	اس کے علاوہ	تو وہی	بدلہ دیں گے ہم اسے	جہنم

اور اُن میں سے جو یہ کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میں عبادت کا مستحق ہوں تو اُس کا بدلہ ہم اُسے جہنم دیں گے،

كَذٰلِكَ نَجۡزِى الظّٰلِمِيۡنَ ۲۹ اَوَلَمۡ يَرَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنَّ

ع ۱۹ ۲ ۲

كَذٰلِكَ	نَجۡزِى	الظّٰلِمِيۡنَ ۲۹	اَوَلَمۡ	يَرَ	الَّذِيۡنَ	كَفَرُوۡۤا	اَنَّ
اسی طرح	بدلہ دیتے ہیں ہم	ظالموں کو	اور کیا نہیں	دیکھا	ان لوگوں نے	کفر کیا انہوں نے	کہ بیشک

اسی طرح ہم ظالموں کو بدلہ دیتے ہیں۔ ۲۹ کیا کفر کرنے والے لوگوں نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں

=سوالات سے بچنے کیلئے کوئی شخص یہ کہے کہ دو یا زیادہ خداؤں کا آپس میں اتفاق رائے سے چلنا ضروری نہیں ہے، بلکہ وہ ایک دوسرے سے اختلاف بھی کر سکتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ان کا یہ اختلاف ان کی شان کے مطابق ہوگا کیونکہ دونوں کو خدا فرض کیا گیا ہے، مثال کے طور پر ایک خدا یہ چاہے گا کہ آج سورج طلوع ہو اور دوسرا یہ چاہے گا کہ آج سورج طلوع نہ ہو، اب یہاں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ آپس میں کمپرومائز کرلیں گے کیونکہ اس کا غلط ہونا پہلے بیان ہو چکا ہے، لہٰذا اب رسہ کشی ہوگی، چونکہ دونوں ہی طاقتور اور با اختیار ہیں، لہٰذا ان میں سے ہر ایک اپنے ارادے پر عمل کرنے کیلئے اپنی پوری طاقت صَرف کرے گا، جس کے نتیجے میں یا تو فتح اور شکست ہوگی، یا تباہی اور بربادی، اگر ایک کی فتح ہو اور دوسرے کی شکست، تو جو شکست کھا گیا، وہ عاجز اور مغلوب ہوا اور جو عاجز و مغلوب ہو، وہ خدا نہیں ہوسکتا اور اگر ان میں سے ایک سورج کو طلوع کرنے اور دوسرا اسے طلوع سے روکنے کیلئے ساری توانائیاں خرچ کردے تو کائنات میں دھماکے شروع ہو جائیں گے اور یہ سارا نظام شمسی درہم برہم ہو جائے گا، پھر بات یہاں رکے گی نہیں، چاند اور دیگر ستاروں میں بھی ایسا ہی اختلاف ہوگا، زمین و آسمان، پہاڑوں اور دریاؤں، جنگلوں اور درختوں، انسانوں، جنوں اور فرشتوں کی تخلیق اور ان کی شکل و صورت اور دیگر امور میں بھی ایسا ہی اختلاف ہوگا، یہ اختلاف کائنات کے نظام کو درہم برہم کردے گا، لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ کائنات کا یہ نظام کسی خرابی اور اُلجھن کے بغیر درست سمت میں بالکل صحیح چل رہا ہے اور اس میں کوئی فساد نہیں ہے، معلوم ہوا کہ اس کائنات میں ایک سے زیادہ معبود بھی نہیں ہیں، صرف ایک ہی معبود ہے اور وہ اللہ ہے جو کہ ہم سب کا معبودِ حقیقی ہے۔ اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله۔

۲۳ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی صفت استغناء بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ جو چاہے کرے، اس سے سوال پوچھنے کی کسی میں جرأت نہیں ہے، کسی میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ اس سے باز پرس اور تفتیش کر سکے، البتہ وہ ہر ایک سے باز پرس اور پوچھ گچھ کر سکتا ہے چنانچہ وہ مشرکوں اور ان کے معبودوں سے بھی باز پرس کرے گا سوال یہ ہے کہ وہ معبود کیا جس سے باز پرس ہوتی ہو؟ ۲۴ اس آیت مبارکہ میں مشرکین سے تقاضا کیا گیا ہے کہ جس طرح ہم نے عقیدۂ توحید کو نہایت روشن دلائل سے ثابت کیا ہے، اگر تم اپنے کفر و شرک میں سچے ہو اور تمہارے بت اور تمہارے حقیقی معبود ہیں تو تم بھی اپنے عقیدے کو ثابت کرنے کیلئے کوئی دلیل لیکر آؤ، یہ چیلنج آج بھی موجود ہے، اگر کسی مشرک اور بت پرست میں ہمت ہے تو آگے بڑھے اور اپنے معبودوں کی حقانیت کو ثابت کرے۔

۲۵ اس آیت مبارکہ میں عقیدۂ توحید کو تمام انبیاء و رسل کا لایا ہوا مشترکہ عقیدہ قرار دیا گیا ہے، کسی نبی اور رسول نے عقیدۂ توحید کے خلاف شرک اور بت پرستی کی دعوت نہیں دی، کسی نبی نے شرک کی جڑوں کو مضبوط نہیں کیا اور ہر پیغمبر کی جدوجہد میں بنیادی چیز عقیدۂ توحید ہی رہی ہے، ایسی مشترکہ دعوت کو چھوڑ دینا عقلمندی نہیں ہوسکتی اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ ہر زمانے کے لوگ کسی غلط بات پر اتفاق کرلیں۔ ۲۶ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ سے اولاد کی نفی کی گئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد ہونا عیب ہے، جیسا کہ اس سے پہلے تفصیل سے بیان ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے، لہٰذا فرشتے اللہ کی اولاد نہیں ہیں، البتہ وہ اس کے معزز بندے اور اس کی مخلوق ہیں ۲۷ اس آیت مبارکہ میں فرشتوں کے دو وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ وہ کسی بات میں اللہ تعالیٰ سے آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کر سکتے، دوسرا یہ کہ وہ حکم الٰہی کے پابند اور مطیع ہیں، جب، جہاں اور جو حکم ملتا ہے، اس پر من و عن عمل کرتے ہیں، اطاعت شعاری میں ان سے کوئی کوتاہی ہرگز نہیں ہوتی۔ ۲۸ اس آیت مبارکہ میں بیان تو فرشتوں کے اوصاف کا ہی ہے، البتہ پہلا وصف اس طرح بیان کیا گیا ہے جس سے وہ حق تعالیٰ کا کمال=

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ

السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضَ	كَانَتَا	رَتْقًا	فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ	وَ	جَعَلْنَا	مِنَ	الْمَآءِ
آسمانوں کا	اور	زمین کا	تھے دونوں	بندمنہ والے	سوہم نے کھولا دونوں کو	اور	بنادیا ہم نے	سے	پانی کے

اور زمین کا منہ بند تھا، ہم نے انہیں کھولا، اور پانی سے ہم نے ہر زندہ

كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ

كُلَّ	شَيْءٍ	حَيٍّ ؕ	اَفَلَا	يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾	وَ	جَعَلْنَا	فِي	الْاَرْضِ
ہرایک	چیز	زندہ	توکیانہیں	ایمان لاتے وہ	اور	رکھ دیے ہم نے	بیچ	زمین کے

چیز بنائی، تو کیا یہ لوگ ایمان نہیں لاتے؟ ۳۰ اور ہم نے زمین میں

رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۪ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ

رَوَاسِيَ	اَنْ	تَمِيْدَ	بِهِمْ ۪	وَ	جَعَلْنَا	فِيْهَا	فِجَاجًا	سُبُلًا	لَّعَلَّهُمْ
پہاڑ	یہ کہ	ہلنے لگیں	ان کے ساتھ	اور	بنادیے ہم نے	اس میں	کشادہ	راستے	تاکہ وہ

پہاڑ رکھ دیے، کہیں وہ انہیں لیکر ڈانواں ڈول نہ ہونے لگے، اور ہم نے اس میں کشادہ راستے بنائے تاکہ وہ راستہ

يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّهُمْ عَنْ

يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾	وَ	جَعَلْنَا	السَّمَآءَ	سَقْفًا	مَّحْفُوْظًا ۚۖ	وَّ	هُمْ	عَنْ
راستہ حاصل کریں	اور	بنایا ہم نے	آسمان کو	چھت	محفوظ	اور	وہ	سے

حاصل کرسکیں۔ ۳۱ اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا، اور وہ لوگ اُس کی

اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ

اٰيٰتِهَا	مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾	وَ	هُوَ	الَّذِيْ	خَلَقَ	الَّيْلَ	وَالنَّهَارَ
اس کی آیتوں کے	منہ پھیرنے والے	اور	وہ	وہی جس نے	پیدا کیا	رات کو	اوردن کو

آیتوں سے منہ موڑ رہے ہیں۔ ۳۲ اور اللہ وہی ہے جس نے رات اور دن ، سورج

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا جَعَلْنَا

وَالشَّمْسَ	وَالْقَمَرَ ؕ	كُلٌّ	فِيْ	فَلَكٍ	يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾	وَ	مَا	جَعَلْنَا
اورسورج کو	اور چاند کو	ہرایک	بیچ	دائرے کے	تیر رہے ہیں وہ	اور	نہیں	بنایا ہم نے

اور چاند کو پیدا کیا، ہر چیز اپنے اپنے دائرے میں گھوم رہی ہے۔ ۳۳ اور ہم نے آپ سے پہلے

=قرار پاتا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ظاہر اور باطن، آگے اور پیچھے، قول اور فعل اور ہر حرکت سے پوری طرح واقف ہے، مطلب یہ کہ فرشتوں کی ہر حرکت حکم الٰہی کے بھی تابع ہے اور علم الٰہی کے بھی دائرے میں ہے، اس سے باہر نہیں ہے، دوسرا وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن فرشتے انہی لوگوں کے حق میں سفارش کریں گے جن کی سفارش کرنا اللہ کو پسند ہوگا، اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ فرشتے بھی سفارش کریں گے اور دوسری یہ کہ مشرکین کی توقع پوری نہیں ہوگی کیونکہ فرشتے اللہ کی مرضی کے بغیر سفارش نہیں کریں گے اور مشرک کے حق میں سفارش کرنا اللہ کی مرضی کے خلاف ہے، لہٰذا اگر وہ یہ توقع رکھتے ہیں کہ فرشتے ہماری سفارش کریں گے تو وہ یہ خام خیالی ترک کردیں، تیسرا وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرزہ بر اندام رہتے ہیں اور خشیتِ الٰہی کے جذبات ان میں ہمیشہ موجزن رہتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ بھی بندوں کی صفت ہے نہ کہ اولاد کی۔ ۲۹ اس آیتِ مبارکہ میں شرک و بت پرستی کی شدید مذمت ایک مختلف اسلوب میں بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ ہمارے مقرب اور معزز بندے ہونے کے باوجود فرشتوں میں سے بھی اگر کوئی بالفرض خدائی کا دعویٰ کر بیٹھے تو ہم اسے بھی جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بھی ہماری سزا سے نہ بچ سکے گا، جب فرشتوں کا یہ حال ہے تو پھر عام لوگوں کا معاملہ خود ہی سمجھ لو۔ ۳۰ اس آیتِ مبارکہ میں کفار اور مشرکین کو اس بات پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے کہ اپنی تخلیق کے ابتدائی مراحل میں تو زمین و آسمان ایک دوسرے کے اندر گھسے ہوئے تھے اور ان کے منہ بند تھے، آخر وہ کون سی طاقت ہے جس نے ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا، ان کے مسام کھولے اور ان میں سے ایک کو چھت اور دوسرے کو فرش بنادیا؟ رہی یہ بات کہ زمین و آسمان ایک دوسرے میں کیسے گھسے ہوئے تھے تو یہ سائنس اور فلکیات کا موضوع ہے جس پر ماہرین فن اپنی بیش قیمت آراء اور تحقیقات دنیا کے سامنے پیش کرچکے ہیں، ممکن ہے کہ ان دونوں کا مادۂ تخلیق ایک ہی ہو، جسے بعد میں دو حصوں میں تقسیم کرکے ایک حصے سے زمین اور دوسرے سے آسمان کو پیدا کیا گیا ہو، پھر ان کی پیدائش کے بعد ان دونوں کے منہ کھول دیئے گئے ہوں جس کے نتیجے میں اب زمین سے پیداوار حاصل ہوتی ہے اور زمین میں مردوں کو دفن کیا جاتا ہے، اسی طرح آسمان سے فرشتے اور انسان کا رزق اترتا ہے اور پاکیزہ اعمال اور روحیں اوپر چڑھتی ہیں، پھر یہاں قدرت کی ایک اور نشانی "پانی" کو قرار دیا گیا ہے اور کوئی شک نہیں ہے کہ پانی زندگی ہے، زندہ رہنے کیلئے بھی پانی ضروری ہے اور عناصر تخلیق میں بھی پانی کا نہایت اہم کردار ہے، سوال یہ ہے کہ یہ عظیم نعمت تمہیں کس نے عطا فرمائی ہے؟ کچھ تو سوچ بچار اور غور وفکر سے کام لو۔ ۳۱ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے زمین کے حوالے سے اپنی قدرت کی دو نشانیاں بیان فرمائی ہیں، پہلی یہ کہ اُس نے زمین کو ہلنے اور ڈانواں ڈول ہونے سے بچانے کیلئے اس پر مضبوط پہاڑ گاڑ دیئے، اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین پر کوئی عمارت قائم نہ رہتی، اور دوسری یہ کہ زمین میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار کشادہ راستے بنادیئے، اب لوگ ایک ہی منزل پر پہنچنے کیلئے مختلف راستوں کا انتخاب کرسکتے ہیں، اس نعمت کا احساس انسان کو اس وقت زیادہ ہوتا ہے جب وہ ٹریفک میں پھنس جاتا ہے اور اپنی منزل تک پہنچنے کی اسے جلدی ہوتی ہے لیکن اسے کوئی دوسرا راستہ نظر نہیں آرہا ہوتا۔ ۳۲ اس آیتِ مبارکہ میں آسمان کو ایک محفوظ چھت قرار دیا گیا ہے، چنانچہ وہ ہر اعتبار سے محفوظ ہے، ٹپکنے سے محفوظ، ٹوٹنے اور پھٹنے سے محفوظ، گرنے سے محفوظ، شیاطین کے حملوں سے محفوظ، نیچے سے اوپر چڑھنے اور اوپر سے نیچے اترنے والی چیزوں کے اعتبار سے محفوظ، غرض جس پہلو سے دیکھیں، اس میں کوئی عیب نظر نہیں آتا لیکن غافل لوگ اس پر غور کرنے کی بجائے اس سے اعراض کرتے ہیں۔ ۳۳ اس آیتِ مبارکہ میں رات=

لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَا۟ئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿٣٤﴾

لِبَشَرٍ	مِّنْ	قَبْلِكَ	الْخُلْدَ ؕ	اَفَا۟ئِنْ	مِّتَّ	فَهُمُ	الْخٰلِدُوْنَ ﴿٣٤﴾
کسی انسان کو	سے	تیرے پہلے	ہمیشہ رہنے کو	تو کیا اگر	تُو فوت ہوگیا	تو وہ	ہمیشہ رہنے والے

کسی انسان کو ہمیشہ رہنے کیلئے نہیں بنایا، تو کیا اگر آپ کا وصال ہو جائے تو یہ ہمیشہ رہیں گے؟ ٣٤

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ

كُلُّ	نَفْسٍ	ذَآئِقَةُ	الْمَوْتِ ؕ	وَنَبْلُوْكُمْ	بِالشَّرِّ	وَالْخَيْرِ	فِتْنَةً ؕ
ہرایک	جان	چکھنے والی	موت کو	اور ہم تمہیں آزمائیں گے	شر سے	اور خیر سے	جانچنے کیلئے

ہر نفس نے موت کا مزہ چکھنا ہے، اور ہم تمہیں آزمانے کیلئے بھلائی اور برائی کے ساتھ جانچتے رہیں گے،

وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ

وَ	اِلَيْنَا	تُرْجَعُوْنَ ﴿٣٥﴾	وَ	اِذَا	رَاٰكَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اِنْ	يَّتَّخِذُوْنَكَ
اور	ہماری طرف	تم لوٹائے جاؤ گے	اور	جب	تجھے دیکھتے ہیں	وہ لوگ	کفر کیا انہوں نے	نہیں	بناتے وہ تیرا

اور ہماری طرف ہی تم لوٹائے جاؤ گے۔ ٣٥ اور کافر لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو وہ آپ کا مذاق ہی

اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ

اِلَّا	هُزُوًا ؕ	اَهٰذَا	الَّذِيْ	يَذْكُرُ	اٰلِهَتَكُمْ ۚ	وَ	هُمْ	بِذِكْرِ	الرَّحْمٰنِ
مگر	مذاق	کیا یہ ہے	وہ جو	ذکر کرتا ہے	تمہارے معبودوں کا	اور	وہ	ذکر سے	رحمان کے

اڑاتے ہیں، کیا یہ وہی آدمی ہے جو تمہارے معبودوں میں عیب نکالتا ہے؟ اور رحمان کے ذکر سے

هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٦﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ

هُمْ	كٰفِرُوْنَ ﴿٣٦﴾	خُلِقَ	الْاِنْسَانُ	مِنْ	عَجَلٍ ؕ	سَاُورِيْكُمْ	اٰيٰتِيْ
وہ	انکار کرنے والے	پیدا کیا گیا	انسان کو	سے	جلدی کے	عنقریب میں دکھاؤں گا تمہیں	اپنی آیتیں

وہ انکار کرتے ہیں۔ ٣٦ انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے، عنقریب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا

فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿٣٧﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

فَلَا	تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿٣٧﴾	وَ	يَقُوْلُوْنَ	مَتٰى	هٰذَا	الْوَعْدُ	اِنْ	كُنْتُمْ
سو مت	جلدی طلب کرو تم مجھ سے	اور	کہتے ہیں	کب	یہ	وعدہ	اگر	تم ہو

سو تم جلدی نہ کرو۔ ٣٧ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم

= اور دن، سورج اور چاند کی تخلیق کا ذکر کر کے ایک اصول متعین کر دیا گیا ہے کہ جب سے ہم نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے، ان میں سے ہر چیز اپنے اپنے دائرے میں گھوم رہی ہے، کوئی چیز اپنے دائرے سے باہر نہیں نکلتی، اگر کبھی ایسا ہو جائے تو نظام کائنات درہم برہم ہو جائے، آخر وہ کون سی طاقت ہے جو کسی چیز کو اس کے مقررہ دائرے سے باہر نہیں نکلنے دیتی؟ وہی اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

٣٤ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کی خوش فہمی دور کی گئی ہے جو یہ سمجھتے تھے کہ نبی علیہ السلام کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد یہ دین ختم ہو جائے گا اور اس سلسلے میں ان کے سامنے بہت سی مثالیں بھی تھیں، اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر وہ دنیا سے پردہ فرما گئے تو کیا تم ہمیشہ دنیا میں ہی رہو گے؟ کیا تمہیں دنیا سے نہیں جانا؟ اگر وہاں پہنچ کر تمہاری ساری خوشی کرکری ہو گئی تو کیا کرو گے؟ جہاں تک تعلق ہے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام اور قانون کا تو وہ ایسا ہے کہ جو بھی یہاں آیا ہے، اس نے یہاں سے جانا بھی ہے، لیکن اس سے وہ لوگ استدلال نہیں کر سکتے جو یہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں بھی حیات نہیں ہیں، اس لیے کہ آیت میں قبر کی زندگی یا موت کا موضوع زیر غور ہی نہیں ہے، یہاں تو صرف دنیا سے واپسی کا ذکر ہے اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

٣٥ اس آیت مبارکہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، دنیا میں آنے والے ہر شخص کو موت کا پیالہ اپنے منہ سے لگانا ہے، اس سے کسی کو مفر نہیں ہے، خواہ اس کی عمر سینکڑوں نہیں، ہزاروں سال ہی ہو جائے، دوسری یہ کہ دنیا میں تم پر جو مختلف حالات آتے ہیں، ان کا مقصد تمہاری آزمائش اور امتحان ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے آزمانے کے انداز بھی مختلف ہوتے ہیں، کبھی وہ دے کر آزماتا ہے اور کبھی لیکر، کبھی خوشی کے ساتھ آزماتا ہے اور کبھی آزمائش کے ساتھ، انسان کی سعادت مندی ہے کہ وہ آزمائش کی دعا نہ کرے لیکن اگر آ جائے تو صبر کرے۔

٣٦ اس آیت مبارکہ میں کفار و مشرکین کی دیدہ دلیری اور گستاخانہ جرأت کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ان کا مذاق اڑاتے ہیں کہ ذرا دیکھو تو سہی، یہ وہی صاحب ہیں جو ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور ان کی بے بسی ظاہر کرتے ہیں، یہ کہتے ہوئے وہ ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے اور تالیاں بجاتے ہیں اور خود رحمان کے ذکر سے چڑتے ہیں۔ یاللعجب

٣٧ اس آیت مبارکہ میں انسان کی فطری جلد بازی کا ذکر کیا گیا ہے، اسی فطری جلد بازی کی وجہ سے وہ خود بھی نقصان اٹھاتا ہے اور دوسروں کو بھی نقصان پہنچاتا ہے، اسی کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام سے جلدی عذاب لانے کا تقاضا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ میں بہت جلد تمہیں اپنی نشانیاں اور اپنا عذاب دکھاؤں گا تھوڑا سا انتظار کر لو۔

صٰدِقِیۡنَ ﴿۳۸﴾ لَوۡ یَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا حِیۡنَ لَا یَکُفُّوۡنَ عَنۡ

صٰدِقِیۡنَ ﴿۳۸﴾	لَوۡ	یَعۡلَمُ	الَّذِیۡنَ	کَفَرُوۡا	حِیۡنَ	لَا	یَکُفُّوۡنَ	عَنۡ
سچے	کاش	جانتے ہوتے	وہ لوگ	کفر کیا انہوں نے	وہ وقت	نہ	روک سکیں گے	سے

سچے ہو۔ ۳۸ کاش! کہ کافر لوگ وہ وقت جان لیں جب وہ اپنے چہروں سے آگ کو

وُّجُوۡهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ وَلَا هُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۳۹﴾ بَلۡ

وُّجُوۡهِهِمُ	النَّارَ	وَ	لَا	عَنۡ	ظُهُوۡرِهِمۡ	وَ	لَا	هُمۡ	یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۳۹﴾	بَلۡ
اپنے چہروں کے	آگ کو	اور	نہ	سے	اپنی پیٹھوں کے	اور	نہ	وہ	مدد کئے جائیں گے	بلکہ

روک سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی۔ ۳۹ بلکہ

تَاۡتِیۡهِمۡ بَغۡتَةً فَتَبۡهَتُهُمۡ فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ رَدَّهَا وَلَا هُمۡ

تَاۡتِیۡهِمۡ	بَغۡتَةً	فَتَبۡهَتُهُمۡ	فَلَا	یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ	رَدَّهَا	وَ	لَا	هُمۡ
وہ آجائے گی ان پر	اچانک	سو وہ حیران کردے گی انہیں	سو نہیں	قدرت رکھیں گے	اسے لوٹانے کی	اور	نہ	وہ

وہ اُن پر اچانک آپڑے گی اور اُن کے ہوش اڑا دے گی، سو وہ اُسے نہ ٹال سکیں گے اور نہ ہی

یُنۡظَرُوۡنَ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدِ اسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَحَاقَ

یُنۡظَرُوۡنَ ﴿۴۰﴾	وَ	لَقَدِ	اسۡتُهۡزِئَ	بِرُسُلٍ	مِّنۡ	قَبۡلِكَ	فَحَاقَ
مہلت دیے جائیں گے	اور	البتہ یقیناً	مذاق اڑایا گیا	پیغمبروں کا	سے	تیرے پہلے	سو الٹا آپڑا

اُنہیں مہلت دی جائے گی۔ ۴۰ اور یقیناً آپ سے پہلے بھی پیغمبروں کا مذاق اڑایا گیا، سو مذاق اڑانے والوں پر

ع ۳ ۱۲ ۳
بِالَّذِیۡنَ سَخِرُوۡا مِنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۴۱﴾ ع قُلۡ مَنۡ

بِالَّذِیۡنَ	سَخِرُوۡا	مِنۡهُمۡ	مَّا	كَانُوۡا	بِهٖ	یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۴۱﴾	قُلۡ	مَنۡ
اُن لوگوں پر	مذاق اڑایا انہوں نے	ان میں سے	وہ جو	تھے وہ	اس کا	مذاق اڑاتے رہے	تو کہہ	کون

وہ چیز الٹی آپڑی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ۴۱ (اے نبی! ﷺ)، آپ فرما دیجیے کہ کون ہے جو

یَّكۡلَؤُكُمۡ بِالَّیۡلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحۡمٰنِ ؕ بَلۡ هُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ رَبِّهِمۡ

یَّكۡلَؤُكُمۡ	بِالَّیۡلِ	وَالنَّهَارِ	مِنَ	الرَّحۡمٰنِ	بَلۡ	هُمۡ	عَنۡ	ذِكۡرِ	رَبِّهِمۡ
تمہاری حفاظت کرتا ہے	رات کو	اور دن کو	سے	رحمان کے	بلکہ	وہ	سے	ذکر کے	اپنے رب کے

رات اور دن رحمان سے تمہاری نگہبانی کرتا ہے؟ بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے منہ موڑ

۳۸ اس آیتِ مبارکہ میں جلد باز لوگوں کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ اگر تم لوگ سچے ہو تو جس عذاب کی ہمیں دھمکی دیتے ہو، وہ اب تک آیا کیوں نہیں؟ انتظار کس چیز کا ہے؟ ہم تو تیار بیٹھے ہیں، ذرا وہ عذاب لا کر تو دکھاؤ۔ العیاذ باللہ۔

۳۹ اس آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کو جواب دیا گیا ہے جو عذاب جلدی لانے کا تقاضا کرتے ہیں کہ جب ان پر عذاب آئے گا تو وہ اس عذاب کو خود سے دور کرسکیں گے اور نہ کوئی دوسرا ان کی مدد کو پہنچے گا، جب آگ ان کے چہروں کو جھلسائے گی اور ان کی کمر پر آگ کے کوڑے برسائے جائیں گے تو ان کی ساری اکڑفوں دھری کی دھری رہ جائے گی۔ اعاذنا اللہ منھا۔

۴۰ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کا متعین وقت دریافت کرنے والوں کو جواب دیا گیا ہے کہ اس کا وقت ہم نے کسی کو بتایا نہیں ہے، تم صرف اتنا سمجھ لو کہ قیامت اچانک آجائے گی، لوگ حیران رہ جائیں گے، اس وقت وہ اسے ٹال نہ سکیں گے اور لاکھ کوشش کے باوجود کسی قسم کی مہلت بھی حاصل نہ کرسکیں گے، یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔

۴۱ اس آیتِ مبارکہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کا مذاق اڑانے والوں، قیامت کا انکار کرنے والوں اور عذاب الٰہی کی جلدی مچانے والوں کا انجام بیان کیا گیا ہے، کہ جس چیز کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے، وہ ان پر الٹی آپڑے گی اور اللہ کا عذاب انہیں چاروں طرف سے گھیر لے گا، ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ کو یہ تسلی بھی دی گئی ہے کہ جو لوگ آج آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں، ان کا انجام بھی اچھا نہ ہو گا، آپ زیادہ غمگین نہ ہوں، آپ سے پہلے بھی تمام انبیاء کا مذاق اڑایا گیا تھا، انہوں نے صبر کیا، آپ بھی صبر کیجیے۔

مُّعْرِضُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ

مُّعْرِضُوْنَ ﴿٤٢﴾	اَمْ	لَهُمْ	اٰلِهَةٌ	تَمْنَعُهُمْ	مِّنْ	دُوْنِنَا ؕ
منہ موڑنے والے	کیا	ان کیلئے	بہت سے معبود	روک سکتے ہیں انہیں	سے	ہمارے علاوہ

رہے ہیں ۔ ﴿٤٢﴾ یا اُن کے کچھ اور معبود ہیں جو ہمارے علاوہ اُن کی حفاظت کرتے ہیں؟

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿٤٣﴾ بَلْ مَتَّعْنَا

لَا	يَسْتَطِيْعُوْنَ	نَصْرَ	اَنْفُسِهِمْ	وَ	لَا	هُمْ	مِّنَّا	يُصْحَبُوْنَ ﴿٤٣﴾	بَلْ	مَتَّعْنَا
نہیں	کرسکتے وہ	مدد	اپنی جانوں کی	اور	نہ	وہ	ہم سے	رفاقت پائے ہوئے	بلکہ	ہم نے فائدہ دیا

وہ تو اپنی مدد آپ نہیں کر سکتے اور نہ ہی انہیں ہماری رفاقت میسر ہے۔ ﴿٤٣﴾ بلکہ ہم نے انہیں اور ان کے

هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي

هٰٓؤُلَآءِ	وَ	اٰبَآءَهُمْ	حَتّٰى	طَالَ	عَلَيْهِمُ	الْعُمُرُ ؕ	اَفَلَا	يَرَوْنَ	اَنَّا	نَاْتِي
انہیں	اور	ان کے باپوں کو	یہاں تک کہ	لمبی ہوگئی	ان پر	عمر	تو کیا نہیں	دیکھتے وہ	کہ بیشک ہم	آتے ہیں

آباؤ اجداد کو فائدہ پہنچایا، یہاں تک کہ ان پر لمبی زندگی گذری، تو کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم زمین کو

الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾ قُلْ اِنَّمَآ

الْاَرْضَ	نَنْقُصُهَا	مِنْ	اَطْرَافِهَا ؕ	اَفَهُمُ	الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾	قُلْ	اِنَّمَآ
زمین کو	اسے کم کرتے ہیں	سے	اس کے کناروں کے	تو کیا وہ	غالب آنے والے	تُو کہہ	وہ تو صرف

اُس کے کناروں سے کم کرتے ہوئے آتے ہیں؟ تو کیا وہ غالب آسکتے ہیں؟ ﴿٤٤﴾ (اے نبی! ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ میں

اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ٘ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿٤٥﴾

اُنْذِرُكُمْ	بِالْوَحْيِ ۖ	وَ	لَا	يَسْمَعُ	الصُّمُّ	الدُّعَآءَ	اِذَا	مَا	يُنْذَرُوْنَ ﴿٤٥﴾
میں ڈراتا ہوں تمہیں	ساتھ وحی کے	اور	نہیں	سنتے	بہرے	پکارنے کو	جب	بھی	وہ ڈرائے جائیں

تو تمہیں وحی کے مطابق ڈراتا ہوں، اور بہرے پکار نہیں سن سکتے جب اُنہیں ڈرایا جائے۔ ﴿٤٥﴾

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا

وَ	لَئِنْ	مَّسَّتْهُمْ	نَفْحَةٌ	مِّنْ	عَذَابِ	رَبِّكَ	لَيَقُوْلُنَّ	يٰوَيْلَنَآ	اِنَّا	كُنَّا
اور	البتہ اگر	انہیں چھولے	بھاپ	سے	عذاب کے	تیرے رب کی	البتہ ضرور کہیں گے وہ	ہائے ہلاکت ہماری	بیشک ہم	تھے

اور اگر اُنہیں آپ کے رب کے عذاب کی بھاپ بھی پہنچ جائے تو یہ کہنے لگیں گے کہ ہائے افسوس! بیشک ہم ہی

﴿٤٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں لوگوں سے سوال پوچھا گیا ہے کہ دن رات تمہاری حفاظت کون کر رہا ہے؟ مختلف آفتوں، مصیبتوں اور آزمائشوں سے تمہیں کون بچاتا ہے؟ جب تم چاروں طرف سے گھر جاتے ہو تو اس وقت کون تمہارا ہاتھ پکڑ کر تمہیں اس بھنور سے نکالتا ہے؟ وہی رحمان ہے جس کا ذکر تم سننا نہیں چاہتے اور منہ موڑ کر نکل جاتے ہو، تمہاری اس سرکشی کے باوجود وہ تمہاری حفاظت کرتا ہے، تم ہی ناقدرے اور ناشکرے ہو۔

﴿٤٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکوں کے معبودوں کی بے بسی اور لاچاری ظاہر کی گئی ہے، کیا ان بتوں اور مجسموں میں اتنی طاقت ہے کہ وہ تمہاری حفاظت کرسکیں؟ کیا وہ تمہیں ہمارے عذاب اور گرفت سے بچا سکتے ہیں؟ وہ تو اس قدر عاجز اور بے بس ہیں کہ اپنی مدد نہیں کر سکتے، اپنے کام نہیں سنوار سکتے، تمہارے کس کام آسکیں گے؟ اور اگر تمہارے ذہن میں یہ خیال ہو کہ وہ ہمارے ہم نشین اور ہم مجلس ہیں تو اس بیہودہ خیال کو اپنے ذہن سے نکال دو، انہیں ہماری ہم نشینی اور ہم مجلسی کا شرف کبھی حاصل نہیں ہوسکتا۔

﴿٤٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ مکہ کی غفلت، سرکشی اور دینِ حق کو قبول نہ کرنے کی اصل وجہ بیان کی گئی ہے کہ عرصہ دراز تک ان لوگوں نے خوشحالی اور فراوانی ہی دیکھی ہے، مال و دولت اور اولاد کی کثرت نے ان کی فکری اور ذہنی صلاحیتوں کو زنگ لگا دیا ہے، وہ اس بات پر بھی غور نہیں کر رہے کہ آس پاس کے جو علاقے کفر اور شرک کی دلدل میں دھنسے ہوئے تھے، آہستہ آہستہ وہاں اسلام کی روشن کرنیں پہنچ رہی ہیں، لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں، کفر کا علاقہ کم ہوتا جا رہا ہے، اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا ہے، کیا اس کے بعد بھی انہیں مسلمانوں پر غالب آنے کی توقع اور خوش فہمی ہے؟ اگر ایسا ہے تو وہ دن کے وقت جاگتی آنکھوں کے ساتھ خواب دیکھ رہے ہیں۔

﴿٤٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد بیان کیا گیا ہے کہ میرا کام وحی الٰہی کی روشنی میں اچھے برے انجام سے خبردار اور آگاہ کر دینا ہے، رہی یہ بات کہ اس سے فائدہ کون اٹھاتا ہے تو اس سے پیغمبر کو سروکار نہیں ہے، بھلا کبھی بہروں کو بھی آواز سنائی دیتی ہے؟

ظٰلِمِیْنَ ﴿٤٦﴾ وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ

ظٰلِمِیْنَ﴿٤٦﴾	وَ	نَضَعُ	الْمَوَازِيْنَ	الْقِسْطَ	لِيَوْمِ	الْقِيٰمَةِ	فَلَا	تُظْلَمُ
ظلم کرنے والے	اور	رکھیں گے ہم	ترازو	انصاف کے	دن	قیامت کے	سو نہ	ظلم کیا جائیگا

ظالم تھے۔ ﴿٤٦﴾ اور قیامت کے دن ہم انصاف کے ترازو رکھیں گے، سو کسی نفس پر معمولی سا ظلم

نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ

نَفْسٌ	شَيْـًٔا ؕ	وَ	اِنْ	كَانَ	مِثْقَالَ	حَبَّةٍ	مِّنْ	خَرْدَلٍ	اَتَيْنَا	بِهَا ؕ
کسی نفس پر	کچھ بھی	اور	اگر	ہو وہ	برابر	ایک دانے کے	سے	رائی کے	ہم لے آئیں گے	اسے بھی

بھی نہیں ہو گا، اور اگر وہ رائی کے ایک دانے کے برابر بھی ہوا تو ہم اُسے بھی لے آئیں گے

وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ

وَ	كَفٰى	بِنَا	حٰسِبِيْنَ﴿٤٧﴾	وَ	لَقَدْ	اٰتَيْنَا	مُوْسٰى	وَ	هٰرُوْنَ	الْفُرْقَانَ
اور	کافی ہیں	ہم	حساب کرنے والے	اور	البتہ یقیناً	دیا ہم نے	موسیٰ کو	اور	ہارون کو	فرق کرنے والا

اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔ ﴿٤٧﴾ اور یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرق کرنے والی کتاب، روشنی

وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ

وَ	ضِيَآءً	وَّ	ذِكْرًا	لِّلْمُتَّقِيْنَ﴿٤٨﴾	الَّذِيْنَ	يَخْشَوْنَ	رَبَّهُمْ	بِالْغَيْبِ
اور	روشنی	اور	نصیحت	متقیوں کیلئے	وہ لوگ جو	ڈرتے ہیں	اپنے رب سے	بن دیکھے

اور متقیوں کیلئے نصیحت عطا فرمائی تھی۔ ﴿٤٨﴾ جو کہ اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں

وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ

وَ	هُمْ	مِّنَ	السَّاعَةِ	مُشْفِقُوْنَ﴿٤٩﴾	وَ	هٰذَا	ذِكْرٌ	مُّبٰرَكٌ	اَنْزَلْنٰهُ ؕ
اور	وہ	سے	قیامت کے	ڈرنے والے	اور	یہ	ایک ذکر	بابرکت	نازل کیا ہم نے اسے

اور وہ قیامت سے اندیشہ رکھتے ہیں۔ ﴿٤٩﴾ اور یہ ایک بابرکت ذکر ہے جو ہم نے نازل کیا ہے،

اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ

اَفَاَنْتُمْ	لَهٗ	مُنْكِرُوْنَ﴿٥٠﴾	وَ	لَقَدْ	اٰتَيْنَآ	اِبْرٰهِيْمَ	رُشْدَهٗ	مِنْ	قَبْلُ
تو کیا تم	اس کا	انکار کرنے والے	اور	البتہ یقیناً	ہم نے دی	ابراہیم کو	اس کی ہدایت	سے	پہلے

تو کیا تم اس کا انکار کرتے رہو گے؟ ﴿٥٠﴾ اور یقیناً ہم اس سے پہلے ابراہیم کو بھی رشد و ہدایت عطا فرما چکے ہیں،

﴿٤٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں شرک و بت پرستی میں مبتلا رہنے والوں کی ناپختگی بیان کی گئی ہے کہ اگر انہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں، صرف اس کی بھاپ ہی لگ جائے تو چلا اٹھیں گے اور فوراً اپنے ظالم ہونے کا اعتراف کرلیں گے، لیکن اس وقت اس اعتراف کا انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

﴿٤٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن میزان عمل قائم کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ ایک خاص قسم کی ترازو ہوگی جس میں لوگوں کے اعمال تولے جائیں گے، آج دنیا میں سائنس دان ایسی ترازو ایجاد کرچکے ہیں جس سے انسانی جسم میں پائی جانے والی روح کا وزن کیا جاسکے، اس لیے اب اس اشکال کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں رہی کہ اعمال کا وزن کیسے ہوگا جبکہ ان کا تو جسم ہی کوئی نہیں ہے، اب تو یہ فکر کرنی چاہیے کہ اس ترازو میں جو اعمال تولے جائیں گے، ان میں سے کتنے اچھے اور کتنے برے ہوں گے؟ اس لیے کہ اس دن کسی پر معمولی سا ظلم بھی نہ ہوگا، رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی چیز نہ چھوڑی جائے گی، معمولی سے معمولی نیکی اور گناہ کو لایا جائیگا، اس کا وزن ہوگا اور انصاف کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ اللهم حاسبنی حسابا يسيرا۔

﴿٤٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو تین چیزیں عطا فرمانے کا ذکر کیا گیا ہے، پہلی چیز "فرقان" ہے یعنی حق اور باطل میں فرق اور امتیاز کرنے والی چیز، دوسرے نمبر پر "ضیاء" ہے یعنی روشنی، تیسری چیز "ذکر" ہے یعنی نصیحت، بیشتر مفسرین نے ان تینوں کا مصداق تورات کو قرار دیا ہے، اس اعتبار سے یہ تینوں چیزیں تورات کی صفات ہیں، کیونکہ تورات نے حق اور باطل میں فرق کر دیا تھا، وہ اپنے پیروکاروں کیلئے روشنی تھی، اور اہل تقویٰ کیلئے سراپا نصیحت تھی۔

فائدہ: یہاں سے مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ شروع ہو رہا ہے، اسی مناسبت سے اس سورت کا نام "سورة الأنبياء" ہے۔

﴿٤٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں متقیوں کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں، خشیتِ الٰہی کی اس نعمت کی برکت سے ان کیلئے نیکی کرنا اور گناہ کو چھوڑنا آسان ہوجاتا ہے، دوسری یہ کہ وہ قیامت کا مطالبہ کرنے کی بجائے اس سے لرزہ براندام رہتے ہیں، کیونکہ قیامت طلب کرنے کی چیز نہیں ہے۔

﴿٥٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قرآن کریم کی طرف اشارہ کرکے اسے ایک بابرکت ذکر قرار دیا گیا ہے، مناسب معلوم ہوتا تھا کہ تورات کا ذکر ہوا ہے تو قرآن کریم کا ذکر بھی ہوجائے، اس کائنات میں اس سے زیادہ بابرکت ذکر کوئی نہیں ہے، لیکن بعض بدنصیب لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔

وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ

وَ	كُنَّا	بِهٖ	عٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾	اِذْ	قَالَ	لِاَبِيْهِ	وَ	قَوْمِهٖ	مَا	هٰذِهِ	التَّمَاثِيْلُ	الَّتِيْٓ
اور	تھے ہم	اسے	جاننے والے	جب	کہا اس نے	اپنے باپ سے	اور	اپنی قوم سے	کیا ہے	یہ	مورتیاں	وہ جو

اور ہم اُس کے متعلق جانتے تھے۔ ﴿٥١﴾ جب اُنہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ کیسی مورتیاں ہیں

اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿٥٢﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿٥٣﴾ قَالَ

اَنْتُمْ	لَهَا	عٰكِفُوْنَ ﴿٥٢﴾	قَالُوْا	وَجَدْنَآ	اٰبَآءَنَا	لَهَا	عٰبِدِيْنَ ﴿٥٣﴾	قَالَ
تم	اس کیلئے	جے رہنے والے	کہا انہوں نے	پایا ہم نے	اپنے باپوں کو	ان کیلئے	عبادت کرنے والے	کہا اس نے

جن پر تم جے بیٹھے ہو۔ ﴿٥٢﴾ وہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ داووں کو اُنھی کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے۔ ﴿٥٣﴾ ابراہیم نے کہا

لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٤﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا

لَقَدْ	كُنْتُمْ	اَنْتُمْ	وَ	اٰبَآؤُكُمْ	فِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ﴿٥٤﴾	قَالُوْٓا	اَجِئْتَنَا
البتہ یقیناً	تم ہو	تم	اور	باپ تمہارے	بیچ	گمراہی کے	کھلی	کہا انہوں نے	کیا تو لایا ہے ہمارے پاس

کہ یقیناً تم اور تمہارے آباؤ اجداد کھلی گمراہی میں ہو۔ ﴿٥٤﴾ وہ کہنے لگے کہ کیا تم ہمارے پاس

بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿٥٥﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

بِالْحَقِّ	اَمْ	اَنْتَ	مِنَ	اللّٰعِبِيْنَ ﴿٥٥﴾	قَالَ	بَلْ	رَّبُّكُمْ	رَبُّ	السَّمٰوٰتِ
حق کو	یا	تو	سے	دل لگی کرنے والوں کے	کہا اس نے	بلکہ	تمہارا رب	رب ہے	آسمانوں کا

حق لیکر آئے ہو یا تم دل لگی کر رہے ہو؟ ﴿٥٥﴾ ابراہیم نے کہا بلکہ تمہارا رب آسمانوں اور زمین کا

وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٦﴾

وَ	الْاَرْضِ	الَّذِيْ	فَطَرَهُنَّ	وَ	اَنَا	عَلٰى	ذٰلِكُمْ	مِّنَ	الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٦﴾
اور	زمین کا	جس نے	انہیں پیدا کیا	اور	میں	پر	تمہاری اس بات کے	سے	گواہی دینے والوں کے

رب ہے جس نے اُنہیں پیدا کیا ہے اور میں تمہارے سامنے اس بات پر گواہی دینے والا ہوں۔ ﴿٥٦﴾

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾

وَ	تَاللّٰهِ	لَاَكِيْدَنَّ	اَصْنَامَكُمْ	بَعْدَ	اَنْ	تُوَلُّوْا	مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾
اور	اللہ کی قسم	البتہ ضرور تدبیر کروں گا میں	تمہارے بتوں سے	پیچھے	یہ کہ	تم چلے جاؤ گے	پیٹھ پھیرنے والے

اور اللہ کی قسم! جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے تو میں تمہارے اِن بتوں کے متعلق ضرور تدبیر کروں گا۔ ﴿٥٧﴾

﴿٥١﴾ اس آیتِ مبارکہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ شروع کیا گیا ہے اور چونکہ ان کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے کا ہے اس لیے یہاں فرمایا گیا ہے کہ ہم "اس سے پہلے" ابراہیم کو بھی رشد و ہدایت عطا فرما چکے ہیں، یعنی رشد و ہدایت کیلئے مخصوص بندوں کا انتخاب ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے، دوسری بات یہ فرمائی کہ ہم ابراہیمؑ کو جانتے تھے، مطلب یہ کہ ہم نے ابراہیم کا انتخاب یونہی نہیں کیا تھا، ہمیں معلوم تھا کہ وہ اس کی ذمہ داریوں پر پورے اتریں گے اور ایسا ہی ہوا۔

﴿٥٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے قوم کے درمیان ہونے والے ایک مکالمے کی تفصیل بیان کی گئی ہے جو سوال جواب کی شکل میں ہے، یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سوال ذکر کیا گیا ہے کہ اے میری قوم! مجھے پتھر اور لکڑی کی ان خودساختہ تراشی ہوئی مورتیوں کے متعلق کچھ سمجھاؤ جن کے سامنے تم نیازمندی سے جھکتے، سجدہ کرتے اور منتیں مرادیں مانگنے کیلئے بیٹھے رہتے ہو، یہ خدا کیسے بن گئیں اور میں ان کی عبادت کیوں کروں؟

﴿٥٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قوم کا جواب مذکور ہے، اس جواب کو پڑھ اور سن کر ہر وہ شخص "جس کے پاس معمولی سمجھ بوجھ ہو" بھی سمجھ جاتا ہے کہ بت پرستی اور اپنے ہاتھوں سے تراشی ہوئی مورتیوں کی پوجا کرنے کیلئے ان کے پاس کوئی معقول دلیل نہیں تھی جس سے وہ اپنے مخاطب کو مطمئن کر سکتے، اس لیے انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کا حوالہ دیدیا کہ چونکہ ہمارے آباؤ اجداد انہی کی عبادت کرتے چلے آئے ہیں، اس لیے ہم بھی انہی کی عبادت کرتے ہیں۔

﴿٥٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کی غلطی واضح کرنا مذکور ہے کہ یہ تو کوئی دلیل نہیں ہے، اگر تمہارے آباؤ اجداد گمراہ یا غلطی پر تھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں بھی گمراہ ہونا چاہیے؟ اور تمہیں بھی ان کی غلطی کو دہرانا چاہیے؟

﴿٥٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قوم کی بے چینی بیان کی گئی ہے، کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دلیل کا جواب اُن کے پاس نہیں تھا، اس لیے وہ فوراً چوکنے ہوگئے، انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باتوں سے اپنے آباؤ اجداد اور معبودوں کی شان میں گستاخی جھلکتی ہوئی نظر آرہی تھی، چنانچہ انہوں نے اپنی تسلی کرنے اور لوگوں کو گواہ بنانے کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ نے ہمارے آباؤ اجداد اور معبودوں کے حوالے سے جو کچھ کہا ہے، ہنسی مذاق میں کہا ہے یا واقعی آپ کا یہی نظریہ اور عقیدہ ہے؟

﴿٥٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جواب مذکور ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہنسی مذاق اور دل لگی نہیں کر رہا، بلکہ سب کے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ میں تمہارے ان معبودوں اور آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کو تسلیم نہیں کرتا، میں اس رب کی عبادت کرتا ہوں جو آسمان و زمین کا رب ہے، اسی نے انہیں وجود عطا کیا ہے اور وہی تمہارا بھی رب ہے۔

﴿٥٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک قسم ذکر کی گئی ہے جو انہوں نے اپنی قوم کے سامنے ان کے معبودوں کے حوالے سے کھائی تھی، کہ تم لوگوں کے جانے کے بعد میں تمہارے ان بتوں کے حوالے سے ایک خاص تدبیر کروں گا، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھلم کھلا بت پرستی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا، قوم نے اسے ایک نوجوان کا جذباتی ابال سمجھا اور جب فوری طور پر کوئی ناپسندیدہ صورت حال نظر نہ آئی تو وہ بے فکر ہو گئے، ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے مذہبی تہوار اور میلے کے دن کا انتظار کر رہے تھے، یہاں تک کہ وہ وقت آپہنچا، جس کا انہیں انتظار تھا۔

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا

فَجَعَلَهُمْ	جُذٰذًا	اِلَّا	كَبِيْرًا	لَّهُمْ	لَعَلَّهُمْ	اِلَيْهِ	يَرْجِعُوْنَ ۵۸	قَالُوْا
سو کر دیا اس نے انہیں	ٹکڑے ٹکڑے	سوائے	بڑے کے	ان کے	تا کہ وہ	اس کی طرف	لوٹ کر آئیں	کہا انہوں نے

پھر اُن کے بڑے بت کو چھوڑ کر ابراہیم نے اُن سب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، تاکہ وہ اُس کی طرف رجوع کریں۔ ۵۸ وہ کہنے لگے

مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى

مَنْ	فَعَلَ	هٰذَا	بِاٰلِهَتِنَآ	اِنَّهٗ	لَمِنَ	الظّٰلِمِيْنَ ۵۹	قَالُوْا	سَمِعْنَا	فَتًى
کون	کیا اس نے	یہ	ساتھ ہمارے معبودوں کے	بیشک وہ	البتہ سے	ظلم کرنے والوں کے	کہا انہوں نے	ہم نے سنا ہے	ایک نوجوان کو

کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کس نے کیا ہے؟ یقیناً وہ ظالموں میں سے ہے۔ ۵۹ وہ کہنے لگے کہ ہم نے ایک نوجوان کو اُن کا ذکر

يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ

يَذْكُرُهُمْ	يُقَالُ	لَهٗ	اِبْرٰهِيْمُ ۶۰	قَالُوْا	فَاْتُوْا	بِهٖ	عَلٰٓى	اَعْيُنِ	النَّاسِ
ذکر کرتا ہے وہ ان کا	کہا جاتا ہے	اسے	ابراہیم	کہا انہوں نے	تو لے آؤ	اسے	پر	نگاہوں کے	لوگوں کی

کرتے ہوئے سنا ہے، جسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔ ۶۰ وہ کہنے لگے کہ پھر اُسے لوگوں کے سامنے لیکر آؤ،

لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا

لَعَلَّهُمْ	يَشْهَدُوْنَ ۶۱	قَالُوْٓا	ءَاَنْتَ	فَعَلْتَ	هٰذَا	بِاٰلِهَتِنَا
تاکہ وہ	گواہی دے سکیں	کہا انہوں نے	کیا تو ہے	تو نے کیا	یہ	ساتھ ہمارے معبودوں کے

تاکہ وہ گواہی دے سکیں۔ ۶۱ وہ کہنے لگے کہ اے ابراہیم! کیا ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ سلوک

يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا

يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۶۲	قَالَ	بَلْ	فَعَلَهٗ	كَبِيْرُهُمْ	هٰذَا	فَسْـَٔلُوْهُمْ	اِنْ	كَانُوْا
اے ابراہیم	کہا اس نے	بلکہ	کیا ہے	ان کا بڑا	یہ	سو تم ان سے پوچھو	اگر	یہ ہوں

تم نے کیا ہے؟ ۶۲ ابراہیم نے کہا بلکہ کیا ہے، یہ ان کا بڑا موجود ہے، سو اگر یہ بولتے ہوں تو انہی سے

يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ

يَنْطِقُوْنَ ۶۳	فَرَجَعُوْٓا	اِلٰٓى	اَنْفُسِهِمْ	فَقَالُوْٓا	اِنَّكُمْ	اَنْتُمُ
بولتے	سو لوٹے وہ	طرف	اپنی جانوں کے	سو کہنے لگے	بیشک تم	تم

پوچھ لو۔ ۶۳ تو وہ اپنے دل میں نادم ہوئے اور کہنے لگے کہ بیشک تم ہی

۵۸ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانا مذکور ہے کہ قوم کی روانگی کے بعد وہ بت خانے میں چلے گئے، ایک ایک کر کے سارے بتوں کو کلہاڑی کے وار کر کے توڑ دیا، سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا اور اپنی کلہاڑی اس کے گلے میں لٹکا دی، شاید کہ یہ دیکھ کر انہیں عقل آ جائے یا پھر موقع پڑنے پر اسی سے استدلال کیا جا سکے۔

۵۹ اس آیتِ مبارکہ میں قوم کی واپسی پر ان کی برہمی کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب وہ اپنے میلے سے فارغ ہو کر آئے اور بت خانے میں جا کر اپنے معبودوں کی حالتِ زار دیکھی تو شدید برہم ہوئے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ یہ کس کی حرکت ہے؟ بڑا ظالم آدمی ہے۔

۶۰ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قوم کی طرف سے نامزد کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ پوری قوم میں وہی ایک موحد تھے جو اس جرأت کے ساتھ باطل سے ٹکرا سکتے تھے، سو انہی کو نامزد کیا گیا۔

۶۱ اس آیتِ مبارکہ میں قوم کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلا کر لانے کا فیصلہ ذکر کیا گیا ہے، وہ اس معاملے میں قومی عصبیت اور مذہبی جذباتیت کو فروغ دیکر اپنے حق میں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف استعمال کرنا چاہتے تھے، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا لیکن وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں چلا گیا۔

۶۲ اس آیتِ مبارکہ میں قوم کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے استفسار اور اُن پر جرح کرنا مذکور ہے کہ اے ابراہیم! ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ سلوک تم نے کیا ہے؟ اس سوال کا منشا یہ تھا کہ ابراہیم اقرار کریں گے یا نہیں؟ اگر اقرار کریں گے تو ان کا اقرار واعتراف ہی انہیں سزا دیئے جانے کا جواز فراہم کر دے گا اور اگر اقرار نہیں کریں گے تو خلافِ حقیقت ہونے کی وجہ سے یہ جھوٹ ہوگا اور یہ ان کی شخصیت، کردار اور تربیت کے خلاف ہوگا، دونوں صورتوں میں نقصان انہی کا ہوگا۔

۶۳ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیغمبرانہ جواب مذکور ہے، یہ جواب قوم کی توقع کے برعکس تھا لیکن اس چھوٹے سے جملے نے حق کا بول بالا کر کے قوم کے سر جھکا دیئے، وہ سب کے سب لاجواب ہو گئے اور بالآخر انہیں اپنی بے بسی اور شکست تسلیم کرنی پڑی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس جواب کی مفسرین نے مختلف توجیہات اور تقریریں کی ہیں، ان میں سے دو زیادہ مشہور ہیں، پہلی یہ کہ تمہارے معبودوں کی یہ گت تمہارے ہی اس بڑے گرو گھنٹال نے بنائی ہے، دیکھو! کلہاڑی بھی اسی کے گلے میں پڑی ہوئی ہے، مزید تسلی کرنا چاہو تو ان ٹوٹے ہوئے مجسموں اور مورتیوں سے پوچھ لو، یہ تمہیں اصل حقیقت بتا دیں گے، اللہ کے بندو! تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے؟ کیا میرے علاوہ بھی کوئی یہ کام کر سکتا ہے؟ ذرا ان سے پوچھو تو سہی، دوسری تقریر وہ ہے جس کا اس عاجز نے اپنے ترجمے میں اعتبار کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واضح لفظوں میں فرمایا "بلکہ کیا ہے، یہ ان کا بڑا موجود ہے" مطلب یہ کہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ کام میں نے ہی کیا ہے، صرف اس بڑے کو چھوڑ دیا ہے، یہ تمہارے سامنے موجود ہے، اپنے اس بچے ہوئے اور ان ٹوٹے ہوئے مجسموں اور معبودوں سے پوچھو کہ تمہارے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے؟ اس دوسری تقریر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف "جھوٹ" کی نسبت بھی لازم نہیں آتی اور آیت کا مفہوم بھی بے تکلف صحیح ہو جاتا ہے، ورنہ بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑنے کے بعد یہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ انہوں نے ہی ان بتوں کو توڑا ہے اور یہ خلافِ حقیقت ہونے کی وجہ سے جھوٹ ہے، موجودہ ترجمے پر یہ اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔

الظّٰلِمُوْنَ ۝۶۴ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا

الظّٰلِمُوْنَ ۝۶۴	ثُمَّ	نُكِسُوْا	عَلٰى	رُءُوْسِهِمْ	لَقَدْ	عَلِمْتَ	مَا
ظلم کرنے والے	پھر	جھکائے گئے وہ	پر	اپنے سروں کے	البتہ یقیناً	تو جانتا ہے	نہیں

ظالم ہو۔ (۶۴) پھر انہوں نے اپنے سر جھکا لیے کہ تم تو جانتے ہی ہو، یہ

هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ۝۶۵ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا

هٰٓؤُلَآءِ	يَنْطِقُوْنَ ۝۶۵	قَالَ	اَفَتَعْبُدُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	مَا
یہ لوگ	بولتے	کہا اس نے	تو کیا تم عبادت کرتے ہو	سے	علاوہ	اللہ کے	وہ جو

بولتے نہیں ہیں۔ (۶۵) ابراہیم نے کہا کہ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اُن چیزوں کی عبادت کر رہے ہو جو

لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ۝۶۶ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

لَا	يَنْفَعُكُمْ	شَيْـًٔا	وَّ	لَا	يَضُرُّكُمْ ۝۶۶	اُفٍّ	لَّكُمْ	وَ	لِمَا	تَعْبُدُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ
نہیں	فائدہ دیتا تمہیں	کچھ بھی	اور	نہیں	نقصان دیتا تمہیں	تف ہے	تمہارے لئے	اور	وہ جو	تم عبادت کرتے ہو	سے	علاوہ

تمہیں کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ (۶۶) تم پر اور اللہ کو چھوڑ کر جن کی تم عبادت کرتے ہو،

اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۷ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

اللّٰهِ	اَفَلَا	تَعْقِلُوْنَ ۝۶۷	قَالُوْا	حَرِّقُوْهُ	وَانْصُرُوْٓا	اٰلِهَتَكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ
اللہ کے	تو کیا نہیں	عقل رکھتے تم	کہا انہوں نے	جلا دو اسے	اور مدد کرو	اپنے معبودوں کی	اگر	تم ہو

تف ہے، کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ (۶۷) وہ کہنے لگے کہ ابراہیم کو آگ میں جلادو، اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم

فٰعِلِيْنَ ۝۶۸ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝۶۹ وَاَرَادُوْا

فٰعِلِيْنَ ۝۶۸	قُلْنَا	يٰنَارُ	كُوْنِىْ	بَرْدًا	وَّ	سَلٰمًا	عَلٰٓى	اِبْرٰهِيْمَ ۝۶۹	وَاَرَادُوْا
کرنے والے	کہا ہم نے	اے آگ	ہو جا تو	ٹھنڈی	اور	سلامتی والی	پر	ابراہیم کے	اور ارادہ کیا انہوں نے

کچھ کرنا چاہتے ہو۔ (۶۸) ہم نے حکم دیا کہ اے آگ! تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔ (۶۹) اور انہوں نے

بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ۝۷۰ ۚ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى

بِهٖ	كَيْدًا	فَجَعَلْنٰهُمُ	الْاَخْسَرِيْنَ ۝۷۰	وَ	نَجَّيْنٰهُ	وَ	لُوْطًا	اِلَى
اس کے ساتھ	مکر کا	سو کر دیا ہم نے انہیں	نقصان والا	اور	ہم نے نجات دی اسے	اور	لوط کو	طرف

ابراہیم کے متعلق بری تدبیر کا ارادہ کیا تو ہم نے انہی کو نقصان اٹھانے والا کر دیا۔ (۷۰) اور ہم نے انہیں اور لوط کو اُس سرزمین کی طرف

(۶۴) اس آیتِ مبارکہ میں قوم کا اپنے دلوں میں اپنے ظالم ہونے کا اعتراف کرنا مذکور ہے، کیونکہ یہ تو وہ بھی جانتے تھے کہ ابراہیم حق پر ہیں اور ہم باطل پر ہیں، اس کے باوجود ہم باطل پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ (۶۵) اس آیتِ مبارکہ میں قوم کا اعتراف حقیقت کرنا مذکور ہے، شرم کے مارے ان سے اپنے سر نہیں اٹھائے جاتے تھے، دل ہی دل میں نادم تھے، بالآخر اللہ نے ان کی زبان سے وہ جملہ نکلوا دیا جو حق کی فتح اور سربلندی سے دلوں کو سرشار کر دے، کہنے لگے ابراہیم! تم تو جانتے ہو کہ یہ بولتے نہیں ہیں، ہم ان سے کیسے پوچھیں کہ ان کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے؟ اور اگر ہم ان سے پوچھ بھی لیں تو یہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (۶۶) (۶۷) ان آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیغام حق نہایت مدلل طریقے سے پہنچانا اور ان کے معبودوں کی بے بسی سے ان کی کم عقلی اور لاچاری پر استدلال کرنا مذکور ہے، جب قوم نے خود ہی اعتراف کر لیا کہ ہمارے یہ معبود بول نہیں سکتے، تو اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بہترین موقع تھا کہ وہ غیر مبہم اور واضح الفاظ میں قوم کے اجتماعی ضمیر کو للکاریں اور وہ اپنی تدبیر سے اسی موقع کے منتظر تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کر رہے ہو جو تمہارے کسی نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں؟ جو اپنا بچاؤ نہ کر سکے، وہ آڑے وقتوں میں تمہارے کام کیونکر آئیں گے؟ تف ہے تم پر اور تمہاری عقلوں پر، تف ہے تمہارے ان بے جان معبودوں، پتھر اور لکڑی سے تراشے ہوئے ان مجسموں اور مورتیوں پر، تمہاری عقل اور تمہارا شعور کہاں چلا گیا؟ اللہ نے تمہیں عقل کی نعمت عطا فرما کر اشرف المخلوقات بنایا تھا، تم نے اس عقل کو کہاں گروی رکھ دیا؟ باطل کے قلب وجگر میں کھڑے ہو کر، بے خوفی کے ساتھ حق کی صدا بلند کرنے اور کفر و شرک کے سرغنوں کو للکارنے والے ابراہیم کی جرأت پر سلام ہو، ان کی یہ للکار آج بھی حق پر قائم رہنے والوں کو نیا خون اور تازہ ولولہ فراہم کرتی ہے۔ (۶۸) اس آیت مبارکہ میں قوم کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے سزا تجویز کرنا مذکور ہے، یہاں پہنچ کر عقل حیرت میں پڑ جاتی ہے کہ وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کس جرم کی پاداش میں سزا دینا چاہتے تھے، بت شکنی کی سزا؟ تو پھر یہ سزا پہلے خود ان پر نافذ ہونی چاہیے تھی کیونکہ ان سب نے اپنے معبودوں کے گونگا ہونے کا اعتراف کیا تھا، اگر وہ ابراہیم کو اپنے معبودوں کی شان میں گستاخی کی سزا دینا چاہتے تھے تو یہ کام تو وہ خود بھی کر رہے تھے، اس لیے سزا کا جواز پیش کرنے سے عقل عاجز ہے، صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ جب دلیل کے میدان میں وہ ابراہیم کے سامنے ٹھہر نہ سکے اور دلیل کا جواب دلیل سے نہ دے سکے تو انہوں نے دلیل کا جواب ریاستی جبر اور تشدد میں تلاش کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے آگ میں جلائے جانے کی سزا تجویز کی، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آگ کی بھی پرستش کرتے تھے، گویا کہ انہوں نے تجویز کیا کہ ابراہیم کو اپنے خدا کے حوالے کر دیں، تاکہ وہ خود ہی انہیں مناسب سزا دے۔ (۶۹) اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا آگ کا حکم دینا مذکور ہے، وہ نادان جس آگ کو اپنا خدا سمجھتے تھے، حقیقت میں وہ حکم الٰہی کی فرمانبردار اور تابع تھی، اس میں معبود بننے کی صلاحیت ہی نہیں تھی، معبود تو وہ ہے جو آگ پر بھی حکم چلاتا ہے، وہی اس میں جلانے کی صفت پیدا کرتا ہے اور وہی اس میں بچانے کی صفت پیدا کرتا ہے، چنانچہ اس نے آگ کو حضرات ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے دو حکم دیئے، پہلا یہ کہ ٹھنڈی ہو جا اور دوسرا یہ کہ سلامتی والی ہو جا، یعنی ابراہیم کو گرمی نہ لگے، لیکن اس کا خیال رہے کہ ٹھنڈک بھی اس قدر زیادہ نہ ہو جائے کہ کپکپی طاری ہو جائے اور سردی زیادہ ہونے سے نقصان پہنچے، دونوں باتوں کو ملا کر یوں کہا جا سکتا ہے کہ جب ابراہیم کو تجھ میں ڈالا جائے تو اس کا بال بھی بیکا نہ ہو، نہ گرمی سے اور نہ سردی سے، اسے معتدل درجہ حرارت کا احساس ہو، یہ حکم وہی دے سکتا ہے جس کا حکم یکساں طور پر ساری کائنات کو گھیرے ہوئے ہو اور ہر چیز اس کے =

الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ۞۷۱ وَ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ؕ

الْاَرْضِ	الَّتِيْ	بٰرَكْنَا	فِيْهَا	لِلْعٰلَمِيْنَ ۞	وَ	وَهَبْنَا	لَهٗٓ	اِسْحٰقَ ؕ
زمین کے	وہ جو	برکت دی ہم نے	اسمیں	جہان والوں کیلئے	اور	تحفہ دیا ہم نے	اسے	اسحاق کا

نجات دی جس میں ہم نے اہلِ عالم کیلئے برکت رکھی ہے۔ ۷۱ اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق دیے

وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ۞۷۲ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً

وَ	يَعْقُوْبَ	نَافِلَةً ؕ	وَ	كُلًّا	جَعَلْنَا	صٰلِحِيْنَ ۞	وَ	جَعَلْنٰهُمْ	اَىِٕمَّةً
اور	یعقوب	انعام میں	اور	ہرایک کو	بنایا ہم نے	نیکوکار	اور	بنایا ہم نے انہیں	رہنمائی کرنے والے

اور انعام میں یعقوب بھی دیے، اور ان سب کو ہم نے نیکوکار بنایا۔ ۷۲ اور ہم نے انہیں "رہنما" بنایا

يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَ اِقَامَ

يَّهْدُوْنَ	بِاَمْرِنَا	وَ	اَوْحَيْنَآ	اِلَيْهِمْ	فِعْلَ	الْخَيْرٰتِ	وَ	اِقَامَ
رہنمائی کرتے تھے	ہمارے حکم سے	اور	وحی کی ہم نے	ان کیطرف	کام کرنے کی	نیکیوں کے	اور	قائم کرنے کی

جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے نیکی کے کام کرنے، نماز قائم کرنے

الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۞۷۳ۙ وَ لُوْطًا اٰتَيْنٰهُ

الصَّلٰوةِ	وَ	اِيْتَآءَ	الزَّكٰوةِ ۚ	وَ	كَانُوْا	لَنَا	عٰبِدِيْنَ ۞ۙ	وَ	لُوْطًا	اٰتَيْنٰهُ
نماز	اور	ادا کرنے کی	زکوۃ	اور	تھے وہ	ہمارے لئے	عبادت کرنے والے	اور	لوط کو	دی ہم نے اسے

اور زکوۃ ادا کرنے کے احکام اُن کی طرف وحی کیے، اور وہ ہمارے عبادت گذار تھے۔ ۷۳ اور لوط کو ہم نے حکمت

حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓىِٕثَ ؕ

حُكْمًا	وَّ	عِلْمًا	وَّ نَجَّيْنٰهُ	مِنَ	الْقَرْيَةِ	الَّتِيْ	كَانَتْ	تَّعْمَلُ	الْخَبٰٓىِٕثَ ؕ
حکمت	اور	علم	اور نجات دی ہم نے اسے	سے	بستی کے	وہ جو	تھی	عمل کرتی	گندے

اور علم عطا فرمایا اور ہم نے انہیں اُس بستی سے نجات عطا فرمائی جہاں کے لوگ گندے کام کرتے تھے،

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۞۷۴ۙ وَ اَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ

اِنَّهُمْ	كَانُوْا	قَوْمَ	سَوْءٍ	فٰسِقِيْنَ ۞	وَ	اَدْخَلْنٰهُ	فِيْ	رَحْمَتِنَا ؕ	اِنَّهٗ
بیشک وہ	تھے	قوم	بری	نافرمانی کرنے والے	اور	داخل کیا ہم نے اسے	بیچ	اپنی رحمت کے	بیشک وہ

بیشک وہ بدترین قوم اور گنہگار تھے۔ ۷۴ اور ہم نے اُنہیں اپنی رحمت میں داخل کیا، بیشک وہ

=حکم کے تابع ہو۔ ۷۰ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف ان کی قوم کی تدبیر کو ناکام بنانے کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اللہ کے مقابلے میں کسی کی تدبیر نہیں چلتی، وہ جسے رکھے، اسے کون چکھے۔

۷۱ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو ارضِ مبارک "شام" پہنچانے کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب اہل عراق نے ان کی دعوت کو قبول نہ کیا اور وہ ان کے سامنے حق کی سربلندی ظاہر کر چکے تو انہیں شام کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا گیا، اس ہجرت میں ان پر ایمان لانے والے ان کے بھتیجے بھی شامل تھے۔

۷۲ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے اللہ کی خاطر قربانی دینے کا انعام بیان کیا گیا ہے، وہ اللہ کی محبت میں پورے عراق سے اکیلے ٹکرا گئے، وہ اللہ کی محبت میں آگ کے دہکتے ہوئے الاؤ میں کود پڑے، انہوں نے اللہ کی رضا کیلئے اپنے وطن کو چھوڑ دیا اور وہاں سے ہجرت کر گئے، اللہ نے انہیں اس کا انعام پاکیزہ اولاد اور پاکیزہ نسل سے دیا، چنانچہ حضرت اسحاق علیہ السلام ان کے دوسرے بیٹے تھے، جن کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام رشتے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے، اسی لیے انہیں "اضافی انعام" قرار دیا۔

۷۳ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور ان کی نسل میں آنے والے پیغمبروں کے علمی اور عملی کمالات بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ ہم نے انہیں رشد وہدایت کے امام بنایا، یعنی وہ خود بھی ہدایت یافتہ تھے اور دوسروں کو بھی سیدھا راستہ دکھاتے تھے، دوسرا یہ کہ وہ نیکی کا ہر کام کرتے تھے، تیسرا یہ کہ وہ نماز پڑھتے تھے، چوتھا یہ کہ وہ زکوۃ ادا کرتے تھے، مختصر یہ کہ وہ ہمارے عبادت گزار بندے تھے اور عبادت کی جتنی بھی صورتیں ہوسکتی ہیں، وہ ان سب کو اختیار کرتے اور اللہ کی عبادت کرتے تھے۔

۷۴ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے جنہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل سدوم کی اصلاح ورہنمائی کیلئے مقرر کر کے بھیجا تھا، یہاں حضرت لوط علیہ السلام کیلئے دو وصف ذکر کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ ہم نے انہیں حکمت عطا فرمائی تھی، دوسرا یہ کہ ہم نے انہیں علم عطا فرمایا تھا اور یہی چیزیں انسان کیلئے فضیلت اور رتبے کی بلندی کا ذریعہ اور سبب ہیں، نہ کہ مال واقتدار، دوسرے جملے میں حضرت لوط علیہ السلام کو اس عذاب سے بچانے کا ذکر کیا گیا ہے جو ان کی قوم پر نازل کیا گیا تھا، وہ لوگ بہت سے گندے کاموں میں مبتلا تھے، ان میں سے سب سے برا کام بدفعلی اور ہم جنس پرستی تھا۔ اعاذنا اللہ من جمیع السیآت۔

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾ ع وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ

مِنَ	الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾	وَ	نُوْحًا	اِذْ	نَادٰى	مِنْ	قَبْلُ	فَاسْتَجَبْنَا	لَهٗ
سے	نیکوکاروں کے	اور	نوح کو	جب	پکارا اس نے	سے	پہلے	سو ہم نے قبول کر لیا	اس کیلئے

نیکوکاروں میں سے تھے۔ ﴿٧٥﴾ اور جب اِس سے پہلے نوح نے پکارا تو ہم نے اُن کی پکار کو قبول کیا

ع ٥ ٢٥ ٥

فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ

فَنَجَّيْنٰهُ	وَاَهْلَهٗ	مِنَ	الْكَرْبِ	الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾	وَ	نَصَرْنٰهُ	مِنَ	الْقَوْمِ
سو نجات دی ہم نے اسے	اور اس کے گھر والوں کو	سے	تکلیف کے	بہت بڑی	اور	ہم نے مدد کی اس کی	سے	ان لوگوں کے

اور اُنہیں اور اُن کے اہلِ خانہ کو بڑی تکلیف سے نجات عطا فرمائی۔ ﴿٧٦﴾ اور ہم نے اُس قوم کے خلاف

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ

الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	اِنَّهُمْ	كَانُوْا	قَوْمَ	سَوْءٍ	فَاَغْرَقْنٰهُمْ
وہ لوگ جو	جھٹلایا انہوں نے	ہماری آیتوں کو	بیشک وہ	تھے	قوم	بری	سو غرق کر دیا ہم نے انہیں

اُن کی مدد کی جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی تھی، بیشک وہ بدترین لوگ تھے، سو ہم نے اُن سب کو

اَجْمَعِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ

اَجْمَعِيْنَ ﴿٧٧﴾	وَ	دَاوٗدَ	وَ	سُلَيْمٰنَ	اِذْ	يَحْكُمٰنِ	فِي	الْحَرْثِ	اِذْ
سب کو	اور	داؤد کو	اور	سلیمان کو	جب	فیصلہ کرنے لگے وہ دونوں	بیچ	کھیت کے	جب

غرق کر دیا۔ ﴿٧٧﴾ اور داؤد و سلیمان کو بھیجا، جب وہ دونوں ایک کھیت کا فیصلہ کرنے لگے جسے

نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿٧٨﴾ ۙ فَفَهَّمْنٰهَا

نَفَشَتْ	فِيْهِ	غَنَمُ	الْقَوْمِ	وَ	كُنَّا	لِحُكْمِهِمْ	شٰهِدِيْنَ ﴿٧٨﴾	فَفَهَّمْنٰهَا
رات کو روندا	اسمیں	بکریوں نے	ایک قوم کی	اور	ہم تھے	ان کے فیصلے میں	حاضر رہنے والے	سو ہم نے فہم دی اس کی

رات کے وقت کسی جماعت کی بکریاں روند گئی تھیں، اور ہم اُن کے فیصلے کے وقت موجود تھے۔ ﴿٧٨﴾ سو ہم نے سلیمان کو اُس کی

سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۡ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ

سُلَيْمٰنَ	وَ	كُلًّا	اٰتَيْنَا	حُكْمًا	وَّ	عِلْمًا	وَّسَخَّرْنَا	مَعَ	دَاوٗدَ	الْجِبَالَ
سلیمان کو	اور	ہر ایک کو	دی ہم نے	حکمت	اور	علم	اور تابع فرمان کر دیا ہم نے	ہمراہ	داؤد کے	پہاڑوں کو

فہم عطا کی، اور دونوں کو ہی ہم نے حکمت اور علم عطا فرمایا تھا، اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد کیلئے مسخر کر دیا،

﴿٧٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ہم نے انہیں اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا، کیونکہ ان میں اس کی صلاحیت اور قابلیت موجود تھی۔

﴿٧٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے، گو کہ ان کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت پہلے کا ہے، اس لیے زمانی ترتیب کے اعتبار سے ان کا ذکر پہلے ہونا چاہیے تھا، لیکن اس سلسلہ بیان میں زمانی ترتیب کا لحاظ نہیں کیا گیا، یہی وجہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر حضرت ایوب علیہ السلام کے بعد کیا گیا ہے، حالانکہ اصولی طور پر ان کا تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہونا چاہیے تھا، لیکن وجہ وہی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے۔

﴿٧٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم سے بچانے کا ذکر کیا گیا ہے، قوم کے مقابلے میں ان کی نصرت کی گئی اور ان کی قوم کو پانی کے عذاب میں گرفتار کر لیا گیا، قرآن نے ان کیلئے "قوم سوء" کی تعبیر اختیار کر کے ان پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔

﴿٧٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک خاص واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، یہ دونوں حضرات نبی بھی تھے، بادشاہ بھی تھے اور آپس میں باپ بیٹے بھی تھے، حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا، مدعی نے دوسرے فریق کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ آج رات یہ شخص اپنی بکریاں لیکر میرے کھیت کے قریب سے گزرا، تو اس کی بکریوں نے میرے کھیت میں گھس کر ساری فصل تباہ و برباد کر دی، میرے ساتھ انصاف کیجئے، حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے فصل کی مالیت پوچھی، فریقِ دوم سے دریافت کیا، اس نے اقرار کیا کہ واقعی میری بکریوں نے اس کا نقصان کیا ہے، انہوں نے بکریوں کی مالیت دریافت کی، معلوم ہوا کہ فصل اور بکریوں کی مالیت برابر ہے، اصول قیاس کی روشنی میں فیصلہ یہ بنتا تھا کہ فریقِ دوم کی بکریاں فریقِ اول کے حوالے کر دی جائیں تا کہ اس کے نقصان کا ازالہ ہو جائے، کیونکہ فریقِ دوم کی غفلت اور لا پرواہی ثابت ہو چکی تھی، چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہی فیصلہ فرما دیا، وہ لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے گزرے، انہوں نے دریافت کیا، دونوں نے ماجرا سنایا، وہ انہیں لیکر واپس حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں اس مقدمے کا استحسان کی روشنی میں فیصلہ کروں تا کہ بکریوں کا مالک بھی خالی ہاتھ نہ رہ جائے اور کھیت والے کے نقصان کا ازالہ بھی ہو جائے، حضرت داؤد علیہ السلام نے اجازت دی تو عرض کیا کہ بکریاں کھیت کے مالک کو دیدیں تا کہ وہ ان سے فائدہ اٹھائے اور بکریوں کا مالک اس کے کھیت میں محنت کرے، جب فصل اپنی پرانی حالت پر پہنچ جائے تو کھیت اور بکریوں میں سے ہر ایک اس کے مالک کو لوٹا دیئے جائیں، گو کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ بھی غلط نہ تھا لیکن انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی رائے کو قبول فرما کر اسی کو نافذ فرما دیا کیونکہ اس میں دونوں فریقوں کا فائدہ تھا۔

يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝۷۹ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ

يُسَبِّحْنَ	وَالطَّيْرَ	وَ	كُنَّا	فٰعِلِيْنَ ۝	وَ	عَلَّمْنٰهُ	صَنْعَةَ	لَبُوْسٍ	لَّكُمْ
تسبیح کرتے تھے	اور پرندے	اور	تھے ہم	کرنے والے	اور	سکھائی ہم نے اسے	کاریگری	ایک لباس کی	تمہارے لئے

وہ بھی تسبیح کرتے تھے اور پرندے بھی، اور یہ سب کچھ ہم کرنے والے تھے۔ ۷۹ اور ہم نے انہیں تمہارے لیے ایک لباس کی کاریگری سکھائی،

لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝۸۰ وَلِسُلَيْمٰنَ

لِتُحْصِنَكُمْ	مِّنْ	بَاْسِكُمْ	فَهَلْ	اَنْتُمْ	شٰكِرُوْنَ ۝	وَلِسُلَيْمٰنَ
تاکہ تمہیں بچائے	سے	تمہاری جنگ کے	تو کیا	تم	شکر کرنے والے	اور سلیمان کیلئے

تاکہ وہ جنگ میں تمہاری حفاظت کرے، تو کیا تم شکر کرو گے؟ ۸۰ اور تیز چلنے والی ہواؤں کو

الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ

الرِّيْحَ	عَاصِفَةً	تَجْرِيْ	بِاَمْرِهٖٓ	اِلَى	الْاَرْضِ	الَّتِيْ	بٰرَكْنَا	فِيْهَا
ہوا کو	تیز چلنے والی	چلتی تھی	اس کے حکم سے	طرف	زمین کے	وہ جو	برکت رکھی ہم نے	اس میں

سلیمان کیلئے مسخر کر دیا، جو ان کے حکم سے اس زمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی ہے،

وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝۸۱ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ

وَ	كُنَّا	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عٰلِمِيْنَ ۝	وَ	مِنَ	الشَّيٰطِيْنِ	مَنْ	يَّغُوْصُوْنَ	لَهٗ
اور	تھے ہم	ہر ایک	چیز کے	جاننے والے	اور	سے	شیطانوں کے	وہ جو	غوطہ لگاتے تھے	اس کیلئے

اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔ ۸۱ اور کتنے ہی شیاطین تھے جو ان کیلئے سمندر میں غوطہ لگاتے تھے

وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝۸۲ۙ وَاَيُّوْبَ

وَ	يَعْمَلُوْنَ	عَمَلًا	دُوْنَ	ذٰلِكَ	وَ	كُنَّا	لَهُمْ	حٰفِظِيْنَ ۝	وَ	اَيُّوْبَ
اور	عمل کرتے تھے	عمل کرنا	علاوہ	اس کے	اور	تھے ہم	ان کیلئے	پابند کرنے والے	اور	ایوب کو

اور اس کے علاوہ بھی بہت سے کام کرتے تھے، اور ہم نے ہی انہیں پابند کر رکھا تھا۔ ۸۲ اور جس وقت ایوب نے

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۸۳

اِذْ	نَادٰى	رَبَّهٗٓ	اَنِّيْ	مَسَّنِيَ	الضُّرُّ	وَ	اَنْتَ	اَرْحَمُ	الرّٰحِمِيْنَ ۝
جب	پکارا اس نے	اپنے رب کو	کہ بیشک میں	چھو لیا مجھے	تکلیف نے	اور	تو	سب سے بڑھ کر رحم والا	رحم کرنے والوں میں

اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف نے چھو لیا ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ ۸۳

۷۹ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی فہم وفراست کی تعریف کی گئی ہے، لیکن اس سے کسی کے ذہن میں حضرت داوٗد علیہ السلام کی طرف سے بدگمانی نہ آجائے، اس لیے اگلے جملے میں واضح فرما دیا کہ ہم نے ان دونوں کو ہی حکمت اور علم عطا فرمایا تھا، تیسرے جملے میں پہاڑوں اور فضا میں اڑتے پرندوں کو حضرت داوٗد علیہ السلام کیلئے مسخر کر کے ان کے ہمراہ تسبیح پڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے، بعض حضرات کو یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ انہوں نے پہاڑوں کی تسبیح کو صدائے باز گشت سے تعبیر کر دیا ہے کہ جب حضرت داوٗد علیہ السلام پہاڑوں میں بیٹھ کر اللہ کی تسبیح کرتے تھے تو ان کی آواز پہاڑوں سے ٹکرا کر واپس آتی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ پہاڑ بھی ان کے ہمراہ تسبیح کر رہے ہیں، لیکن یہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ قرآن کریم نے پہاڑوں کے تسبیح کرنے کو حضرت داوٗد علیہ السلام کا معجزہ قرار دیا ہے اور معجزہ نبی کے علاوہ کوئی نہیں دکھا سکتا، جبکہ صدائے بازگشت ایک ایسا عمل ہے جو آپ اور مجھ سمیت ہر شخص کر سکتا ہے، اس لیے حقیقۃً پہاڑ تسبیح کرتے تھے، یہ الگ بات ہے کہ اس کی کیفیت اللہ جانتا ہے، ہم نہیں جانتے۔ واللہ اعلم۔

۸۰ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت داوٗد علیہ السلام کو ایک لباس کی کاریگری سکھانے کا ذکر کیا گیا ہے، حضرت داوٗد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے محنت کر کے اپنی روزی کمانا چاہتے تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں لوہے کی زرہ سازی سکھا دی، میدان جنگ میں تلوار کے چرکے سے بچنے کیلئے لوگ زرہ پہنا کرتے تھے، آج کل اس کی ترقی یافتہ شکل بلٹ پروف جیکٹ ہے، حضرت داوٗد علیہ السلام سے پہلے کسی نے زرہ نہیں بنائی تھی اس لیے وہی اس کے موجد ہیں، اس عظیم نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

۸۱ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے ہواؤں کو مسخر کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی معجزاتی طور پر اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دے رکھا تھا کہ سلیمان تم سے جہاں آنے جانے یا کسی کو پہنچانے کی فرمائش کریں، تم اسے فوراً پورا کرو، چنانچہ وہ بغیر ایندھن، ڈیزل، پٹرول اور دیگر ضروریات کے ہوا کے دوش پر سوار ہوتے اور مہینوں کا سفر چند گھنٹوں میں طے کر لیتے تھے۔

۸۲ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے جنات اور شیاطین کو مسخر کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ وہ دریا میں غوطہ لگاتے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے بیش قیمت موتی نکال کر لاتے تھے، غوطہ خور آج بھی پائے جاتے ہیں اور بادشاہوں کیلئے موتی آج بھی سمندر کی تہہ سے نکالے جاتے ہیں، لیکن یہ خصوصیت صرف حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کی تھی کہ ان کیلئے یہ خدمت انسانوں کی بجائے جنات اور شیاطین سرانجام دیتے تھے، اس کے علاوہ بھی وہ بہت سے مشکل کام ان کیلئے کرتے تھے جن کی تفصیل سورۂ سبا میں آئے گی۔ انشاء اللہ

۸۳ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا ذکر کی گئی ہے، پورے قرآن میں حضرت ایوب علیہ السلام کا نام چار مرتبہ آیا ہے، تورات میں ''سِفرِ ایوب'' کے نام سے ایک صحیفے میں ان کے حالات بیان کیے گئے ہیں، اُن کا زمانہ حضرت یوسف اور موسیٰ علیہما السلام کے درمیان کا ہے، ان کا نسب نامہ ''ایوب بن رزاح بن لواص بن عیصو بن اسحاق بن ابراہیم'' ہے، وہ ''عوض'' کی سرزمین کے رہنے والے تھے، وہ کامل وصادق تھے، وہ اللہ سے ڈرتے اور بدی سے دور رہتے تھے، اللہ نے انہیں خوب مال و دولت اور کئی بیٹے عطا فرما رکھے تھے، جس پر وہ اللہ کے شکر گزار رہتے تھے، شیطان کہتا تھا کہ ایوب اس لیے شکر گزار ہے کہ اللہ نے اسے سب کچھ عطا فرما رکھا ہے، اگر آج اس سے یہ سب چیزیں چھین لی جائیں تو اس کی یہ ساری شکر گزاری ختم ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور حضرت ایوب علیہ السلام کی فرمانبرداری و شکر گزاری دکھانے کیلئے انہیں آزمائش میں مبتلا کر دیا، ان کے بیل اور گدھے =

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ

فَاسْتَجَبْنَا	لَهٗ	فَكَشَفْنَا	مَا	بِهٖ	مِنْ	ضُرٍّ	وَّ	اٰتَيْنٰهُ	اَهْلَهٗ	وَمِثْلَهُمْ
سو ہم نے قبول کرلیا	اس کیلئے	سو دور کردی ہم نے	جو	اسے	سے	تکلیف کے	اور	دیئے ہم نے اسے	اس کے گھر والے	اور اتنے ہی

تو ہم نے اُن کی پکار کو قبول کر لیا، اور اُن پر جو سختی تھی، ہم نے اُسے دور کر دیا اور اُنہیں اُن کے اہلِ خانہ بھی دیدیے اور اُتنے ہی

مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ

مَّعَهُمْ	رَحْمَةً	مِّنْ	عِنْدِنَا	وَ	ذِكْرٰى	لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿٨٤﴾	وَ	اِسْمٰعِيْلَ
ان کے ساتھ	رحمت	سے	ہمارے پاس	اور	نصیحت	عبادت کرنے والوں کیلئے	اور	اسماعیل کو

ان کے ساتھ مزید دیدیے، یہ ہماری طرف سے خصوصی رحمت تھی اور عبادت کرنے والوں کیلئے نصیحت۔ ﴿٨٤﴾ اور اسمٰعیل،

وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ

وَ	اِدْرِيْسَ	وَ	ذَا الْكِفْلِ	كُلٌّ	مِّنَ	الصّٰبِرِيْنَ ﴿٨٥﴾	وَ	اَدْخَلْنٰهُمْ	فِيْ
اور	ادریس کو	اور	ذوالکفل کو	ہر ایک	سے	صبر کرنے والوں کے	اور	داخل کیا ہم نے انہیں	بیچ

ادریس اور ذوالکفل کو بھی بھیجا، یہ سب ہی صبر کرنے والے تھے۔ ﴿٨٥﴾ اور ہم نے انہیں اپنی رحمت میں

رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ

رَحْمَتِنَا	اِنَّهُمْ	مِّنَ	الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٦﴾	وَذَا النُّوْنِ	اِذْ	ذَّهَبَ
اپنی رحمت کے	بیشک وہ	سے	نیکوکاروں کے	اور ذوالنون کو	جب	چلا گیا وہ

شامل کیا، بیشک وہ نیکوکاروں میں سے تھے۔ ﴿٨٦﴾ اور ذوالنون کو بھیجا، جب وہ ناراض ہو کر

مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ

مُغَاضِبًا	فَظَنَّ	اَنْ	لَّنْ	نَّقْدِرَ	عَلَيْهِ	فَنَادٰى	فِي	الظُّلُمٰتِ	اَنْ	لَّآ
غصے میں	سو گمان کیا اس نے	یہ کہ	ہرگز نہ	تنگ کریں گے ہم	اس پر	سو پکارا	بیچ	اندھیروں کے	یہ کہ	نہیں

چلے گئے، پھر یہ سمجھے کہ اِس معاملے میں ہم اُن پر ہرگز تنگی نہیں کریں گے، پھر انہوں نے اندھیروں میں پکارا کہ

اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾ ۚ

اِلٰهَ	اِلَّآ	اَنْتَ	سُبْحٰنَكَ	اِنِّيْ	كُنْتُ	مِنَ	الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾
کوئی معبود	مگر	تو ہی	پاک ہے تو	بیشک میں	تھا میں	سے	ظلم کرنے والوں کے

تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بیشک میں ہی ظالموں میں سے تھا۔ ﴿٨٧﴾

=ڈاکو چھین کر لے گئے، ان کے اونٹ کسدی لے گئے، آسمانی آگ نے ان کی بھیڑوں اور نوکروں کو جلا کر بھسم کر دیا، ان کے تمام بیٹے اور بیٹیاں ایک دعوت میں جمع تھے کہ مکان کی چھت گری اور وہ سب کے سب اس کے نیچے دب کر مر گئے، خود حضرت ایوب علیہ السلام جسمانی طور پر ایک بیماری سے آزمائے گئے، اس بیماری کے حوالے سے قصہ گو قسم کے واعظین نے جو خرافات بیان کی ہیں، ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، جب اس بیماری کا زمانہ بہت لمبا ہو گیا تو حضرت ایوب علیہ السلام نے صرف اتنا عرض کیا کہ "پروردگار! مجھے تکلیف نے چھولیا ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے" لیکن ان کی زبان پر کوئی حرفِ شکایت نہ آیا، یہ حسنِ ادب اور حسنِ تربیت کا نتیجہ تھا، چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی اور شیطان ذلیل و رسوا ہوا۔

﴿٨٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا قبول کیے جانے اور ان کی مصیبت دور ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، اس کی صورت کیا ہوئی؟ اس کی وضاحت سورۂ ص میں آئے گی ان شاء اللہ، البتہ یہاں ان کی اولاد انہیں دوبارہ عطا فرمانے کا ذکر آیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مطابق اس آزمائش کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں ۲۶ لڑکے عطا فرمائے، تورات ان کے سات بیٹوں اور تین بیٹیوں کا ذکر کرتی ہے۔ واللہ اعلم۔

﴿٨٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام کا نام لیکر ان میں سے ہر ایک کو صبر کرنے والا بندہ قرار دیا گیا ہے، ان میں سے پہلے دو بزرگوں کا تعارف پہلے ہو چکا ہے، البتہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام کے مفصل حالات دستیاب نہیں ہو سکے، مفسرین ان کی تعیین بھی نہیں کر سکے، ہمارے زمانے کے بعض اثری اہلِ علم نے گمان ظاہر کیا ہے کہ اس سے مراد گوتم بدھ ہے، اس کیلئے انہوں نے کچھ لفظی مماثلتوں سے استدلال کیا ہے، لیکن اس پر یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ والعلم عند اللہ۔

﴿٨٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مذکورہ انبیاء کو رحمتِ الٰہیہ میں ڈھانپ لینے اور داخل کرنے کا ذکر آیا ہے اور انہیں "صالحین" میں سے قرار دیا گیا ہے، اللہ کی کروڑہا رحمتیں اور برکتیں ان بزرگوں پر نازل ہوں، جنہیں "صالحین" کی سند اللہ تعالیٰ نے خود عطا فرمائی ہے اور پروردگار اہمیں بھی ان کے خادموں میں شامل فرمادے۔

﴿٨٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے، ان کا مفصل تذکرہ سورۂ یونس میں ہو چکا ہے، یہاں انہیں "ذوالنون" یعنی مچھلی والے کے لقب سے خطاب کیا گیا ہے کیونکہ انہیں مچھلی نگل گئی تھی اور غیر معمولی طور پر انہیں حکمِ الٰہی کے مطابق اپنے پیٹ میں امانت کے طور پر لیکر پھرتی رہی تھی، اس کی تفصیل سورۂ یونس کے تعارف میں دیکھیے، یہاں آیت کا مفہوم سمجھنا چاہیے، بعض مفسرین نے "لن نقدر علیه" کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ "یونس" یہ سمجھے کہ ہم ان پر ہرگز قدرت نہیں رکھتے، یا یہ کہ ہم انہیں پکڑ نہ سکیں گے" یہ خیال تو ایک عام مؤمن کے ذہن میں نہیں آتا، چہ جائیکہ کسی عظیم الشان پیغمبر کی طرف اس خیال کی نسبت کی جائے، اس لیے اس عاجز نے اس کا یہ ترجمہ کیا ہے "پھر یہ سمجھے کہ اس معاملے میں ہم ان پر ہرگز تنگی نہیں کریں گے"، اس معاملے سے مراد حکمِ الٰہی کا انتظار کیے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے جانا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب قوم نے حضرت یونس علیہ السلام کی دعوت کو قبول نہ کیا تو وہ ناراض ہو کر چلے گئے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آنے کا انتظار نہیں کیا، وہ سمجھے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی تنگی نہیں ہوگی، لیکن جب تنگی آئی تو انہوں نے فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور حق تعالیٰ نے انہیں جو تسبیح الہام فرمائی، وہ اس کا ورد کرنے میں مشغول ہو گئے۔ هذا ما ظهر لی والله اعلم۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُــْۨجِي

فَاسْتَجَبْنَا	لَهٗ	وَنَجَّيْنٰهُ	مِنَ	الْغَمِّ	وَ	كَذٰلِكَ	نُــْۨجِي
سوہم نے قبول کرلیا	اس کیلئے	اور نجات دی ہم نے اسے	سے	غم کے	اور	اسی طرح	ہم نجات دیں گے

سو ہم نے اُن کی پکار قبول کر لی اور اُنہیں غم سے نجات عطا فرمائی، اور اِسی طرح ہم مؤمنین کو نجات

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝	وَ	زَكَرِيَّآ	اِذْ	نَادٰى	رَبَّهٗ	رَبِّ	لَا	تَذَرْنِيْ	فَرْدًا	وَّ	اَنْتَ
ایمان والوں کو	اور	زکریا کو	جب	اس نے پکارا	اپنے رب کو	اے میرے پروردگار	مت	چھوڑ تو مجھے	اکیلا	اور	تو

دیتے رہیں گے۔ ۸۸ اور جب زکریا نے اپنے رب کو پکارا کہ پروردگار! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو

خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى

خَيْرُ	الْوٰرِثِيْنَ ۝	فَاسْتَجَبْنَا	لَهٗ	وَ	وَهَبْنَا	لَهٗ	يَحْيٰى
سب سے بہتر	وارثوں میں	سوہم نے قبول کرلیا	اس کیلئے	اور	تحفہ دیا ہم نے	اسے	یحییٰ کا

سب سے بہترین وارث ہے۔ ۸۹ سو ہم نے اُن کی پکار کو قبول کر لیا اور انہیں یحییٰ عطا فرمائے،

وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ

وَاَصْلَحْنَا	لَهٗ	زَوْجَهٗ	اِنَّهُمْ	كَانُوْا	يُسٰرِعُوْنَ	فِي	الْخَيْرٰتِ
اور قابل کردیا ہم نے	اس کیلئے	اس کی بیوی کو	بیشک وہ	تھے	ایک دوسرے سے بڑھتے	بیچ	نیکیوں کے

اور ہم نے اُن کی بیوی کو اُن کے قابل کر دیا، بیشک یہ لوگ نیکیوں میں سبقت لے جاتے تھے

وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِيْٓ

وَ	يَدْعُوْنَنَا	رَغَبًا	وَّ	رَهَبًا	وَ	كَانُوْا	لَنَا	خٰشِعِيْنَ ۝	وَالَّتِيْٓ
اور	پکارتے تھے ہمیں	شوق سے	اور	خوف سے	اور	تھے وہ	ہمارے لئے	عاجزی کرنے والے	اور وہ عورت

اور ہمیں شوق اور خوف کی حالت میں پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرتے تھے۔ ۹۰ اور وہ عورت

اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ

اَحْصَنَتْ	فَرْجَهَا	فَنَفَخْنَا	فِيْهَا	مِنْ	رُّوْحِنَا	وَجَعَلْنٰهَا	وَابْنَهَآ
حفاظت کی اس نے	اپنی شرمگاہ کی	سو پھونک دی ہم نے	اس میں	سے	اپنی روح	اور بنادیا ہم نے اسے	اور اس کے بیٹے کو

جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی، پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی اور اُسے اور اُس کے بیٹے کو اہل عالم کیلئے

۸۸ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یونس علیہ السلام کی دعا قبول ہونے کا ذکر کر کے بعد میں آنے والے تمام اہل ایمان کو خوشخبری دی گئی ہے کہ جو شخص بھی اس آیتِ کریمہ کا ورد کر کے اپنی پریشانیوں سے نجات کی دعا مانگے گا، ہم اسے بھی اسی طرح نجات عطا فرما دیں گے جیسے یونس کو عطا فرمائی تھی، عوام میں حل مشکلات کیلئے ستر ہزار مرتبہ آیتِ کریمہ پڑھنا مجرب سمجھا جاتا ہے، مختلف بزرگوں کے مختلف تجربات کی وجہ سے مختلف اعداد نقل کیے گئے ہیں، خلاصہ ان سب کا یہی ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حل مشکلات کیلئے ایک خاص قسم کی تاثیر رکھی ہے، اس لیے اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

۸۹ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا ذکر کی گئی ہے جو انہوں نے بڑھاپے میں اولاد کے سلسلے میں مانگی تھی، بے اولاد لوگوں کو رات کے آخری پہر اس دعا کا اہتمام کرنا چاہیے، حضرت زکریا علیہ السلام کا تعارف سورۂ مریم کے آغاز میں دیکھیے۔

۹۰ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا قبول ہونے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے پاکیزہ اوصاف سے موصوف ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شکل میں قبول ہوئی، آیت کے الفاظ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ اولاد حضرت زکریا علیہ السلام کی اسی بیوی سے ہوئی جو بوڑھی اور بانجھ تھیں، اللہ نے انہیں اپنی قدرت سے ماں بننے کے قابل کر دیا، دوسرے جملے میں تمام انبیاء کا ایک اجمالی تعارف تین اوصاف سے کیا گیا ہے، پہلا یہ کہ یہ لوگ بڑھ چڑھ کر نیکی کے کاموں میں حصہ لیتے تھے، دوسرا یہ کہ وہ خوشی اور غمی شوق اور خوف ہر حال میں اللہ ہی کو پکارتے تھے، تیسرا یہ کہ وہ خشوع وخضوع کی دولت سے مالا مال تھے جس کی بناء پر انہیں عبادات میں یکسوئی اور توجہ الی اللہ کی نعمت حاصل تھی۔

اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿٩١﴾ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ٘ وَّاَنَا رَبُّكُمْ

اٰیَةً	لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿٩١﴾	اِنَّ	هٰذِهٖۤ	اُمَّتُكُمْ	اُمَّةً	وَّاحِدَةً	وَ	اَنَا	رَبُّكُمْ
نشانی	جہان والوں کیلئے	بیشک	یہ	تمہاری امت	امت	ایک	اور	میں	تمہارا رب

اپنی قدرت کی نشانی بنا دیا۔ ﴿٩١﴾ بیشک یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا رب ہوں،

فَاعْبُدُوْنِ ﴿٩٢﴾ وَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَیْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿٩٣﴾ ع

ع ١٨ ٦ ٦

فَاعْبُدُوْنِ ﴿٩٢﴾	وَتَقَطَّعُوْۤا	اَمْرَهُمْ	بَیْنَهُمْ	كُلٌّ	اِلَیْنَا	رٰجِعُوْنَ ﴿٩٣﴾
سوعبادت کروتم میری	اور ٹکڑے کردیئے انہوں نے	اپنے معاملے کے	آپس میں	سب	ہماری طرف	لوٹنے والے

سوتم میری عبادت کرو۔ ﴿٩٢﴾ اور انہوں نے اپنے معاملات کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، سب ہی کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔ ﴿٩٣﴾

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْیِهٖ ۚ

فَمَنْ	یَّعْمَلْ	مِنَ	الصّٰلِحٰتِ	وَ	هُوَ	مُؤْمِنٌ	فَلَا	كُفْرَانَ	لِسَعْیِهٖ
سوجوکوئی	عمل کرے	سے	نیکیوں کے	اور	وہ	ایمان والا	تونہیں	ناقدری	اس کی کوشش کی

سو جو شخص نیک اعمال کرے اِس حال میں کہ وہ مؤمن ہو تو اُس کی کوشش کی ناقدری نہ ہو گی،

وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿٩٤﴾ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ

وَ	اِنَّا	لَهٗ	كٰتِبُوْنَ ﴿٩٤﴾	وَ	حَرٰمٌ	عَلٰى	قَرْیَةٍ	اَهْلَكْنٰهَاۤ	اَنَّهُمْ
اور	بیشک ہم	اسے	لکھنے والے	اور	حرام ہے	پر	کسی بستی کے	ہلاک کردیا ہم نے اسے	کہ بیشک وہ

اور بیشک ہم اُسے لکھ رہے ہیں۔ ﴿٩٤﴾ اور جس بستی کو بھی ہم نے ہلاک کر دیا، اُس کے متعلق یہ طے ہو چکا ہے کہ وہ

لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿٩٥﴾ حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ

لَا	یَرْجِعُوْنَ ﴿٩٥﴾	حَتّٰۤى	اِذَا	فُتِحَتْ	یَاْجُوْجُ	وَ	مَاْجُوْجُ	وَهُمْ	مِّنْ
نہیں	لوٹ کرآئیں گے	یہاں تک کہ	جب	کھول دیئے جائیں گے	یاجوج	اور	ماجوج	اور وہ	سے

لوگ دوبارہ لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ ﴿٩٥﴾ یہاں تک کہ جب یاجوج و ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے

كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِیَ

كُلِّ	حَدَبٍ	یَّنْسِلُوْنَ ﴿٩٦﴾	وَاقْتَرَبَ	الْوَعْدُ	الْحَقُّ	فَاِذَا	هِیَ
ہر	بلندی کے	پھسل رہے ہوں گے	اور قریب آجائیگا	وعدہ	برحق	تو اسی وقت	وہ

پھسلتے ہوئے محسوس ہوں گے۔ ﴿٩٦﴾ اور سچا وعدہ قریب آجائے گا، تو اچانک

﴿٩١﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت مریم سلام اللہ علیہا کا تذکرہ کیا گیا ہے، آیت کے الفاظ ہی ان کی عفت وعصمت، طہارت اور پاکدامنی کا اعلان کررہے ہیں، باقی ان کا اوران کے صاحبزادے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مفصل تعارف اس سے پہلے متعدد جگہوں پر بیان ہوچکا ہے۔

﴿٩٢﴾ اس آیت مبارکہ میں ایک دین اور ایک رب کا اصول دیا گیا ہے، مختلف زمانوں میں جو انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے، عقائد اور اصولی نظریات میں ان کے درمیان کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا، ان اصولی نظریات وعقائد اور اللہ کو اپنا رب ماننے پر اگر اتفاق رائے ہو جائے تو دنیا سے نوے فیصد اختلافات اور جھگڑوں کا خاتمہ ہوجائے۔

﴿٩٣﴾ اس آیت مبارکہ میں لوگوں کی نادانی بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے آپس میں تفریق اور انتشار کو ہوا دی، اجتماعیت اور وحدت کو پارہ پارہ کیا اور مختلف گروہوں اور جماعتوں میں تقسیم ہوگئے، وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہماری گرفت سے بھاگ نکلے، کیونکہ سب ہی کو ہمارے پاس لوٹ کرآنا ہے، کوئی ایک بھی نہ بچ سکے گا۔

﴿٩٤﴾ اس آیت مبارکہ میں ایمان اور عمل صالح والوں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ جس قدر محنت اور کوشش کررہے ہیں، اطمینان رکھیں کہ وہ ضائع نہ ہوگی، اس کی ناقدری نہ ہوگی، انہیں اس کا پورا پورا صلہ دیا جائے گا، ان کا ہر عمل ہم لکھ رہے ہیں اور اس کی دستاویز ہمارے پاس تیار موجود ہے، عمل کرنے والوں کیلئے اس آیت میں بڑی خوشخبری ہے۔

﴿٩٥﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک اٹل اصول بیان فرمایا ہے کہ جو فرد اور قوم ایک مرتبہ دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہوجائے، ہم یہ طے کرچکے ہیں کہ انہیں دوبارہ دنیا میں کبھی واپس نہ بھیجیں گے، عقل بھی اسی کا تقاضا کرتی ہے، ورنہ جس قانون کی رو سے کسی ایک فرد یا قوم کو دنیا میں واپس بھیجنا درست ہوگا، اسی قانون کی رو سے دوسرے فرد اور قوم کو بھی دنیا میں بھیجنا درست ہوگا، اس طرح تو اس میں ایک ایسا تسلسل پیدا ہوجائیگا جو کبھی ختم نہ ہوگا اور یہ حکمت خداوندی کے خلاف ہے۔

﴿٩٦﴾ اس آیت مبارکہ میں یاجوج وماجوج کو کھول دینے کا ذکر کیا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ دنیا سے ایک مرتبہ چلے جانے والے کو واپس آنا نصیب نہیں ہوگا، یہاں تک کہ قیامت آجائے اور قیامت کی بہت سی علامات ہیں، ان میں سے اہم ترین اور قریبی علامت یاجوج وماجوج کا خروج ہے جن کی تعداد اس قدر زیادہ ہوگی کہ وہ ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے محسوس ہوں گے، یاجوج وماجوج پر سورۂ کہف میں مختصر مضمون لکھا جاچکا ہے، وہاں ملاحظہ کیجئے۔

﴿٩٧﴾ اس آیت مبارکہ میں قیامت کا ہولناک منظر بیان کیا گیا ہے کہ کافروں کی آنکھیں پلک جھپکنا بھول جائیں گی، یوں معلوم ہوگا کہ وہ پتھرا گئی ہیں، اس وقت وہ اپنی غفلت اور ظلم پر ماتم کریں گے اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کریں گے لیکن اس وقت اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ

شَاخِصَةٌ	اَبْصَارُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا ۭ	يٰوَيْلَنَا	قَدْ	كُنَّا	فِيْ	غَفْلَةٍ	مِّنْ
اٹھی ہوئی	نگاہیں	ان لوگوں کی	کفر کیا انہوں نے	ہائے ہلاکت ہماری	تحقیق	ہم رہے	بیچ	بے خبری کے	سے

کافروں کی نگاہیں اوپر اٹھی کی اٹھی رہ جائیں گی، ہائے افسوس! ہم اس سے غفلت میں پڑے

هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۹۷ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

هٰذَا	بَلْ	كُنَّا	ظٰلِمِيْنَ ۝۹۷	اِنَّكُمْ	وَ	مَا	تَعْبُدُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ
اس کے	بلکہ	تھے ہم	ظلم کرنے والے	بیشک تم	اور	جن کی	تم عبادت کرتے ہو	سے	علاوہ	اللہ کے

رہے بلکہ ہم ہی ظالم تھے۔ ۹۷ بیشک تم اور جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر تم پکارتے ہو،

حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝۹۸ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا

حَصَبُ	جَهَنَّمَ ۭ	اَنْتُمْ	لَهَا	وٰرِدُوْنَ ۝۹۸	لَوْ	كَانَ	هٰٓؤُلَاۗءِ	اٰلِهَةً	مَّا
ایندھن	جہنم کا	تم	اس کیلئے	آنے والے ہو	اگر	ہوتے	یہ لوگ	بہت سے معبود	نہ

جہنم کا ایندھن ہیں، تم اس میں داخل ہونے والے ہو۔ ۹۸ اگر یہ سب معبود ہوتے تو جہنم میں

وَرَدُوْهَا ۭ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۹۹ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا

وَرَدُوْهَا ۭ	وَ	كُلٌّ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ۝۹۹	لَهُمْ	فِيْهَا	زَفِيْرٌ	وَّ	هُمْ	فِيْهَا
آتے وہ اسمیں	اور	سب ہی	اسمیں	ہمیشہ رہنے والے	ان کیلئے	اسمیں	چلّانا	اور	وہ	اسمیں

داخل نہ ہوتے، اور اُن سب کو وہاں ہمیشہ رہنا ہوگا۔ ۹۹ وہاں اُن کے چلّانے کی آوازیں ہوں گی اور وہاں وہ کچھ

لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۱۰۰ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰۗىِٕكَ

لَا	يَسْمَعُوْنَ ۝۱۰۰	اِنَّ	الَّذِيْنَ	سَبَقَتْ	لَهُمْ	مِّنَّا	الْحُسْنٰٓى ۙ	اُولٰۗىِٕكَ
نہیں	سنیں گے	بیشک	جو لوگ	پہلے ہو چکا	ان کیلئے	ہم سے	اچھا	وہ لوگ

نہ سنیں گے۔ ۱۰۰ بیشک وہ لوگ جن کیلئے ہمارے یہاں پہلے سے اچھا فیصلہ ہو چکا ہے، وہ

عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝۱۰۱ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا

عَنْهَا	مُبْعَدُوْنَ ۝۱۰۱	لَا	يَسْمَعُوْنَ	حَسِيْسَهَا ۚ	وَهُمْ	فِيْ	مَا
اس سے	دور کردیے جائیں گے	نہیں	سنیں گے وہ	اس کی آہٹ	اور وہ	بیچ	اس کے جو

جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔ ۱۰۱ وہ تو جہنم کی آہٹ بھی نہیں سنیں گے، اور وہ اپنے من کی

۹۸ اس آیت مبارکہ میں مشرکوں اور ان کے معبودوں کو جہنم کا ایندھن قرار دیا گیا ہے، رہی یہ بات کہ بعض پیغمبروں، فرشتوں اور نیک لوگوں کی بھی تو عبادت کی گئی ہے، کیا وہ بھی جہنم میں جائیں گے؟ سو اس کا جواب دو آیتیں چھوڑ کر تیسری آیت میں آرہا ہے۔

۹۹ اس آیت مبارکہ میں معبودان باطلہ کی بے بسی اور عاجزی بیان کی گئی ہے کہ اگر پتھر اور لکڑی کے یہ بے جان جسمے معبود کہلانے کے قابل ہوتے تو کبھی جہنم میں نہ جاتے، وہ معبود ہی کیا جسے سزا دی جا سکے اور جسے جہنم میں داخل کر دیا جائے؟ پھر اس پر مزید خرابی یہ کہ انہیں وہاں سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا، ہمیشہ جہنم میں گرفتار رہیں گے۔

۱۰۰ اس آیت مبارکہ میں اہل جہنم کی دو حالتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ وہاں کے عذاب اور مصیبتوں پر چیخیں چلائیں گے، فریاد اور دعائیں کریں گے، دوسری یہ کہ وہاں انہیں کچھ سنائی نہ دے گا، یعنی شور شرابے اور چیخ و پکار سے ایسی دھما چوکڑی مچی ہوگی کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دے گی اور یہ دونوں حالتیں تکلیف اور مصیبت میں مزید اضافہ کر دیتی ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا۔

۱۰۱ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ کے نیک اور مخلص بندے تھے، انہوں نے ساری زندگی کفر و شرک اور بت پرستی کے خلاف جہاد کیا اور لوگوں کو عقیدۂ توحید کی تعلیم دی، لیکن لوگوں نے ان کی پوجا شروع کر دی اور انہیں خدائی کے منصب پر بٹھا دیا، ایسے لوگ جہنم میں داخل ہونا تو دور کی بات، اس کے قریب بھی نہ لے جائے جائیں گے، کیونکہ ان کی نجات اور بلند درجات کا فیصلہ پہلے سے ہو چکا ہے، لہٰذا وہ آیت نمبر ۹۸ کے مضمون سے مستثنیٰ ہیں۔

اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۱۰۲ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ

اشْتَهَتْ	اَنْفُسُهُمْ	خٰلِدُوْنَ ۝	لَا	يَحْزُنُهُمُ	الْفَزَعُ	الْاَكْبَرُ
خواہش کریں	ان کے نفس	ہمیشہ رہنے والے	نہیں	غمگین کرے گی انہیں	گھبراہٹ	بڑی

چاہتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ ۱۰۲ بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کر سکے گی،

وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝۱۰۳

وَ	تَتَلَقّٰىهُمُ	الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ	هٰذَا	يَوْمُكُمُ	الَّذِيْ	كُنْتُمْ	تُوْعَدُوْنَ ۝
اور	لینے آئیں گے انہیں	فرشتے	یہ	تمہارا دن	جس کا	تم تھے	وعدہ کیے جاتے

اور فرشتے انہیں لینے آئیں گے، یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ۱۰۳

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَآ

يَوْمَ	نَطْوِي	السَّمَآءَ	كَطَيِّ	السِّجِلِّ	لِلْكُتُبِ ؕ	كَمَا	بَدَاْنَآ
جس دن	ہم لپیٹ دیں گے	آسمان کو	جیسے لپیٹنا	دستاویز کا	تحریرات کی	جیسا کہ	ہم نے ابتداء کی

جس دن ہم آسمان کو یوں لپیٹ دیں گے جیسے دستاویزات میں کاغذات لپیٹ دیے جاتے ہیں، جیسے ہم نے پہلی مرتبہ پیدا

اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝۱۰۴ وَلَقَدْ

اَوَّلَ	خَلْقٍ	نُّعِيْدُهٗ ؕ	وَعْدًا	عَلَيْنَا ؕ	اِنَّا	كُنَّا	فٰعِلِيْنَ ۝	وَ	لَقَدْ
پہلی مرتبہ	پیدا کرنے کی	ہم لوٹائیں گے اسے	وعدہ ہے	ہم پر	بیشک ہم	ہیں	کرنے والے	اور	البتہ یقیناً

کیا تھا، اسی طرح دوبارہ بھی پیدا کریں گے، یہ ہمارے ذمے وعدہ رہا، ہم یہ کرکے رہیں گے۔ ۱۰۴ اور یقیناً

كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا

كَتَبْنَا	فِي	الزَّبُوْرِ	مِنْ	بَعْدِ	الذِّكْرِ	اَنَّ	الْاَرْضَ	يَرِثُهَا
لکھ دیا ہم نے	بیچ	زبور کے	سے	پیچھے	نصیحت کے	کہ بیشک	زمین	وارث ہوں گے اس کے

ہم نے زبور میں نصیحتوں کے بعد یہ لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث

عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝۱۰۵ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ

عِبَادِيَ	الصّٰلِحُوْنَ ۝	اِنَّ	فِيْ	هٰذَا	لَبَلٰغًا	لِّقَوْمٍ
بندے میرے	نیکوکار	بیشک	بیچ	یہ	البتہ پہنچا دینا	ان لوگوں کو جو

میرے نیک بندے ہوں گے۔ ۱۰۵ بیشک اس میں عبادت کرنے والوں کیلئے ہی

۱۰۲ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ کے مخلص بندوں کیلئے دو نعمتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ جہنم سے اس قدر دور رکھے جائیں گے کہ ان کے کانوں میں اس کی آہٹ بھی نہیں پہنچے گی، یعنی ان کے اور جہنم کے درمیان ہزاروں میل اور سینکڑوں سال کا فاصلہ حائل ہوگا، دوسری یہ کہ وہ اپنی من چاہی زندگی میں ہمیشہ خوش وخرم رہیں گے، کوئی چاہت ایسی نہ ہوگی جو پوری نہ ہوجائے اور کوئی خواہش ایسی نہ ہوگی جس کی تکمیل نہ ہوسکے۔

۱۰۳ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ کے مخلص بندوں کیلئے مزید تین نعمتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے، جبکہ ہر شخص گھبراہٹ اور بے چینی کا شکار ہوگا اور اس دن کی گھبراہٹ سب سے بڑی ہوگی، جو اس سے محفوظ ہوگیا، وہ ہر قسم کی گھبراہٹ سے محفوظ ہوگیا، دوسری یہ کہ فرشتے ان کا جگہ جگہ استقبال کریں گے، یہ استقبال ان کا حوصلہ اور عزت بڑھائے گا، تیسری یہ کہ انہیں خوشخبری دی جائے گی کہ تم سے جس دن کا وعدہ کیا جاتا تھا، یہ وہی دن ہے، سو آج تمہارے لیے خوش ہونے کا دن ہے۔

۱۰۴ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے حوالے سے دو چیزیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ آسمان اللہ تعالیٰ کی مٹھی میں اس طرح بند ہوں گے جسے فائلوں میں کاغذات بند ہوتے ہیں اور انہیں یوں لپیٹ دیا جائیگا جیسے کاغذات کو فائلوں میں لپیٹ دیا جاتا ہے، اس سے آسمانوں پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بھی پتہ چلتا ہے اور آسمانوں کا انجام بھی معلوم ہو جاتا ہے، دوسری چیز ایک وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ بہرحال پورا کرکے رہے گا کہ جس طرح اس نے پہلی مرتبہ انسانوں کو پیدا کیا تھا، انہیں دوبارہ بھی پیدا کرکے دکھائے گا اور اس کیلئے ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

۱۰۵ اس آیتِ مبارکہ میں زمین کی خلافت نیک اور فرمانبردار لوگوں کو دینے کیلئے زبور کی ایک پیش گوئی کا حوالہ دیا گیا ہے کہ ہم نے تو یہ فیصلہ زبور میں ہی لکھ دیا تھا کہ زمین پر حکومت کرنے کے اصل حقدار میرے فرمانبردار اور نیک بندے ہیں، البتہ یہ ممکن ہے کہ کسی خاص وجہ سے زمامِ حکومت نافرمانوں اور کافروں کے ہاتھ میں چلی جائے۔

عٰبِدِيْنَ ۞ ١٠٦ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۞ ١٠٧ قُلْ

عٰبِدِيْنَ ۞	وَ	مَآ	اَرْسَلْنٰكَ	اِلَّا	رَحْمَةً	لِّلْعٰلَمِيْنَ ۞	قُلْ
عبادت کرنے والے	اور	نہیں	بھیجا ہم نے تجھے	مگر	سراپا رحمت	جہان والوں کیلئے	تو کہہ

مقصد کو پہنچنا ہے۔ [١٠٦] اور اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم)، ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کیلئے سراپا رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔ [١٠٧] آپ فرما دیجئے

اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ

اِنَّمَا	يُوْحٰٓى	اِلَيَّ	اَنَّمَآ	اِلٰهُكُمْ	اِلٰهٌ	وَّاحِدٌ ۚ	فَهَلْ	اَنْتُمْ
وہ تو صرف	وحی کی جاتی ہے	میری طرف	کہ صرف	معبود تمہارا	معبود	ایک	تو کیا	تم

کہ میرے پاس تو یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، تو کیا تم

مُّسْلِمُوْنَ ۞ ١٠٨ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ

مُّسْلِمُوْنَ ۞	فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَقُلْ	اٰذَنْتُكُمْ	عَلٰى	سَوَآءٍ ۭ	وَ	اِنْ
فرمانبرداری کرنے والے	سو اگر	منہ موڑ لیں	تو تو کہہ	میں نے تمہیں بتا دیا	پر	برابر	اور	نہیں

فرمانبرداری کرتے ہو؟ [١٠٨] سو اگر یہ منہ موڑ لیں تو آپ فرما دیجئے کہ میں نے تمہیں دونوں پہلو برابر بتا دیے ہیں، اور مجھے

اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ۞ ١٠٩ اِنَّهٗ يَعْلَمُ

اَدْرِيْٓ	اَقَرِيْبٌ	اَمْ	بَعِيْدٌ	مَّا	تُوْعَدُوْنَ ۞	اِنَّهٗ	يَعْلَمُ
جانتا میں	کیا قریب ہے	یا	دور	وہ جو	تم وعدہ کیے گئے	بیشک وہ	جانتا ہے

معلوم نہیں ہے کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، وہ قریب ہے یا دور؟ [١٠٩] بیشک وہ اونچی آواز

الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ۞ ١١٠ وَاِنْ اَدْرِيْ

الْجَهْرَ	مِنَ	الْقَوْلِ	وَ	يَعْلَمُ	مَا	تَكْتُمُوْنَ ۞	وَ	اِنْ	اَدْرِيْ
اونچی	سے	بات کے	اور	جانتا ہے	جو کچھ	تم چھپاتے ہو	اور	نہیں	جانتا میں

کی باتوں کو بھی جانتا ہے اور وہ بھی جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو۔ [١١٠] اور میں نہیں جانتا،

لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۞ ١١١ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ

لَعَلَّهٗ	فِتْنَةٌ	لَّكُمْ	وَ	مَتَاعٌ	اِلٰى	حِيْنٍ ۞	قٰلَ	رَبِّ	احْكُمْ
ہو سکتا ہے کہ وہ	آزمائش	تمہارے لئے	اور	سامان	طرف	ایک وقت کے	کہا اس نے	اے میرے پروردگار	فیصلہ کر دے تو

ممکن ہے کہ یہ تمہارے لیے آزمائش ہو اور ایک وقتِ مقررہ تک فائدہ اٹھانا ہو۔ [١١١] پیغمبر نے کہا کہ پروردگار! انصاف کے ساتھ

[١٠٦] اس آیتِ مبارکہ میں عبادت گزار بندوں کیلئے مقصد تک پہنچنے کا ذکر کیا گیا ہے، مطلب یہ کہ اوپر زبور کی جو بشارت ذکر کی گئی ہے، اس بشارت میں منزل تک پہنچنے کیلئے ان لوگوں کو راستہ مل جاتا ہے جن کی عبادت اور عاجزی و تذلل کا مرکز رب العالمین کی ذات ہوتی ہے۔

[١٠٧] اس آیتِ مبارکہ میں حصر کا مفہوم پیدا کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت کا عموم بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے آپ کو بھیجا ہی اہل عالم کیلئے رحمت بنا کر ہے، یہاں دو چیزیں ہیں اور دونوں میں عموم ہے، پہلی چیز لفظ "رحمت" ہے یہ وصف ہے، ہونا یہ چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا کہ ہم نے آپ کو "رحیم" بنا کر بھیجا ہے، یا اس سے ملتا جلتا کوئی نام ذکر فرماتا، لیکن نام میں وہ عموم نہیں ہوتا جو وصف میں ہوتا ہے، جیسے آپ یوں کہیں کہ زید عادل ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ زید انصاف کرنے والا آدمی ہے، لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ زید خود عدل ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ زید نے عدل و انصاف پر مبنی اس قدر فیصلے کیے کہ اب اس کی ذات خود سراپا عدل بن چکی ہے، اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ہم نے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اللہ کی مخلوق پر اس قدر رحمت اور شفقت فرمائی ہے کہ اب آپ کی ذات سراپا رحمت بن چکی ہے، یہ مبالغہ اسی تعبیر سے حاصل ہو سکتا ہے اس لیے "رحیم" وغیرہ کوئی نام ذکر نہیں فرمایا۔

دوسری چیز "العلمین" کا لفظ ہے جو کہ "العالم" کی جمع ہے، گویا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت و شفقت صرف انسانوں تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس رحمت سے اللہ تعالیٰ کی ہر وہ مخلوق فائدہ اٹھا رہی ہے جس کا خود رب العالمین خالق ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ رحمۃ اللعالمین کی رحمت اسی طرح عام ہے جیسے رب العالمین کی ربوبیت عام ہے، کیونکہ وہ رب العالمین ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین اور جس طرح رب العالمین کی ربوبیت آج بھی قائم ہے، اسی طرح رحمۃ للعالمین کی رحمت بھی قائم ہے۔ [١٠٨] اس آیتِ مبارکہ میں اسلام کی دعوت قبول نہ کرنے والوں کو خطاب کیا گیا ہے، مفسرین نے پہلے جملے "میں نے تمہیں دونوں پہلو برابر بتا دیے ہیں" کی مختلف تاویلیں کی ہیں، پہلی یہ کہ اس جملے میں مشرکوں اور بت پرستوں کو جنگ کی دعوت دی گئی ہے اور اہل مکہ کی خوش فہمی دور کی گئی ہے کہ ان کا معاملہ دوسروں سے مختلف ہے، مطلب یہ کہ میں نے تمہیں اللہ کی وحدانیت کی دعوت دیدی اور اس سے آگاہ کر دیا، لیکن اگر تم نہیں مانتے تو پھر اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہے، میں نے تمہیں دونوں پہلو برابر بتا دیے ہیں، اس عاجز نے ترجمے میں اسی کی رعایت کی ہے، دوسری تاویل یہ کہ میں نے تمہیں تمہاری ذمہ داریوں سے آگاہ کر دیا ہے کہ تمہیں توحید کا قائل ہونا چاہیے اور فلاں فلاں عقیدہ رکھنا چاہیے اور یہ باتیں میں نے تم سب سے یکساں بیان کی ہیں، ایسا نہیں کہ کسی سے کچھ کہا ہو اور کسی سے کچھ، دیگر توجیہات کیلئے تفسیر کبیر دیکھئے، آیت کے دوسرے جملے میں انسان کا علم ناقص اور اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہونا بیان کیا گیا ہے، انسان کا حسن ادب اسی کا تقاضا کرتا ہے خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم ہو۔ [١٠٩] اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کی مختلف جہتوں اور سمتوں سے کاملیت بیان کی گئی ہے، یقیناً اس کا علم ہر جہت سے کامل اور کائنات اور ماورائے کائنات کے ذرے ذرے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ [١١٠] اس آیتِ مبارکہ میں فوری عذاب نہ آنے کی حکمت بیان کی گئی ہے کہ اگر کسی قوم کو اس کے گناہوں کی پاداش میں فوری طور پر گرفتار نہ کیا جائے تو وہ دھوکے میں مبتلا نہ ہو، یہ مدت آزمائش کیلئے بھی ہو سکتی ہے اور مہلت دینے کیلئے بھی، شاید کہ وہ سنبھل جائے اور اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لے۔ [١١١] اس آیتِ مبارکہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ذکر کی گئی ہے اور ساتھ ہی حق تعالیٰ کی صفتِ رحمت کا ذکر کر کے اس کی مہربانی کو اپنی طرف متوجہ کیا گیا ہے، دعا یہ کہ پروردگار!=

بِالْحَقِّ ؕ وَ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع

بِالْحَقِّ ؕ	وَ	رَبُّنَا	الرَّحْمٰنُ	الْمُسْتَعَانُ	عَلٰى	مَا	تَصِفُوْنَ ۝
ساتھ حق کے	اور	ہمارا پروردگار	رحمان ہے	مدد طلب کیا گیا	پر	اس کے جو	تم بیان کرتے ہو

فیصلہ کر دے اور ہمارا رب رحمان ہے، تم جو کچھ بیان کرتے ہو، اس پر اُسی سے مدد طلب کی جا سکتی ہے۔ ۱۱۲

اٰيَاتُهَا ٧٨ (٢٢) سُوْرَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ (١٠٣) رُكُوْعَاتُهَا ١٠

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ﴿۱﴾

يٰۤاَيُّهَا	النَّاسُ	اتَّقُوْا	رَبَّكُمْ ۚ	اِنَّ	زَلْزَلَةَ	السَّاعَةِ	شَيْءٌ	عَظِيْمٌ ۝
اے	لوگو!	ڈرو تم	اپنے رب سے	بیشک	زلزلہ	قیامت کا	چیز	بہت بڑی

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بیشک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ ۱

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ

يَوْمَ	تَرَوْنَهَا	تَذْهَلُ	كُلُّ	مُرْضِعَةٍ	عَمَّاۤ	اَرْضَعَتْ	وَ	تَضَعُ	كُلُّ
جس دن	تم دیکھو گے اسے	بھول جائے گی	ہرایک	دودھ پلانے والی	اسے جو	وہ دودھ پلائے	اور	جنم دیدے گی	ہرایک

جس دن تم اُسے دیکھو گے تو دودھ پلانے والی عورت اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر ''پیٹ والی''

ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى

ذَاتِ حَمْلٍ	حَمْلَهَا	وَ	تَرَى	النَّاسَ	سُكٰرٰى	وَ	مَا	هُمْ	بِسُكٰرٰى
پیٹ والی عورت	اپنے بچے کو	اور	تُو دیکھے گا	لوگوں کو	مدہوش	اور	نہیں	وہ	مدہوش

اپنے پیٹ کے بچے کو جنم دیدے گی، اور تم دیکھو گے کہ لوگ مدہوش ہیں، حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے،

وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴿۲﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ

وَلٰكِنَّ	عَذَابَ	اللّٰهِ	شَدِيْدٌ ۝	وَ	مِنَ	النَّاسِ	مَنْ	يُّجَادِلُ	فِي	اللّٰهِ
اور لیکن	عذاب	اللہ کا	سخت	اور	سے	لوگوں کے	جو کوئی	جھگڑتا ہے	بیچ	اللہ کے

لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ ۲ اور بعض لوگ وہ بھی ہیں جو اللہ کے متعلق کسی علم کے بغیر

سورة: ٢١ اٰية: ١١٢ منزل ۴ سورة: ٢٢ اٰية: ٣

= میرے اور میری قوم کے درمیان عدل و انصاف اور حق پر مبنی فیصلہ فرما دے، ہم مشرکوں اور بت پرستوں کی خرافات کے خلاف بھی اپنے رب سے ہی مدد طلب کرتے ہیں، وہ ہمارا رب بھی ہے اور نہایت رحمان بھی، ہمیں یقین ہے کہ وہ ہماری مدد ضرور فرمائے گا۔ (النصف ١٩ ع)

الحمد للہ! آج مؤرخہ ۳۱ اکتوبر ۲۰۱۸ء بروز بدھ قبل از نمازِ مغرب سورۂ انبیاء کے مختصر حواشی سے فراغت ہوئی، اللہ تعالیٰ جلد از جلد بقیہ سورتوں کی تکمیل کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ (آمین)

سورة الحج

سورۂ حج مدنی سورت ہے، اس میں کل حروف ۵۰۷۵، کلمات ۱۲۹۱، آیات ۷۸ اور رکوعات ۱۰ ہیں اس سورت کی آیت نمبر ۲۷ میں '' الحج '' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ الحج رکھا گیا، حج کا لفظی معنی ارادہ کرنا اور غالب آنا ہے، اصطلاحِ شریعت میں مخصوص ارکان کا مخصوص کیفیت و ہیئت کے ساتھ مخصوص ایام میں احرام کی پابندیوں کے ساتھ ادا کرنے کا نام حج ہے، اس سورت کا مرکزی موضوع تعلق مع اللہ کی درستگی اور اہمیت ہے، آغازِ سورت میں قیامت کی ہولناکی، تخلیق کے مختلف مراحل سے انسانوں کا گزرنا، انسان کا ایک کنارے پر کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کرنا یعنی مفاد پرست ہونا، قیامت کے دن اللہ کے سامنے مختلف فریقوں کا جھگڑنا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کا اعلان کرنے کا حکم دینا اور اس کا طریقہ کار اور ضابطے بیان کر کے جہاد و قتال کی اجازت دینا بیان کیا گیا ہے، شعائر اللہ کی تعظیم، انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت، حق اور باطل کی کشمکش، ضرورت و وسائل ہجرت اور معبودانِ باطلہ کی بے بسی بھی اس سورت میں بیان کی گئی ہے کہ جو لوگ اپنی ساری توانائیاں صرف کر کے ایک مکھی تک نہیں بنا سکتے، وہ معبود بننا چاہتے ہیں تاکہ لوگ انہیں سجدے کریں اور ان کی عبادت کریں، کم عقل ہیں وہ لوگ جو معبودِ حقیقی کو چھوڑ کر ان بے بس اور عاجز و کمزور بتوں کو پوجتے ہیں، دانشمند اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں حق تعالیٰ کے آگے سر جھکانے کی توفیق نصیب ہو جائے، جو کہ بہترین آقا اور بہترین مددگار ہے۔

سورة الحج

۱ اس آیت مبارکہ میں پوری دنیا کے انسانوں سے خطاب کیا گیا ہے اور انہیں اپنے رب سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے کہ اس حکم پر عمل کرنے میں ہی ساری دنیا کے انسانوں کی کامیابی اور نجات رکھی گئی ہے، اس کے بعد قیامت کے زلزلے اور جھٹکے کی اہمیت بیان کر کے اس کی حقانیت اور اس کیلئے تیاری کرنے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے، دنیا میں جب معمولی شدت کا زلزلہ آتا ہے تو تباہی اور بربادی ناقابل برداشت ہو جاتی ہے اور جس زلزلے کو اللہ تعالیٰ ''بہت بڑی چیز'' قرار دے رہا ہے، اس کے بعد آنے والی تباہی اور بربادی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۲ اس آیت مبارکہ میں قیامت کی ہولناکی اور شدت بیان کی گئی ہے، کہ اس دن کسی کو کسی کی ہوش اور خبر نہ ہوگی، ماں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائے گی، عورت یا کسی بھی مادہ کو بچے کی ولادت کے وقت جو تکلیف ہوتی ہے، اگر کسی کو اسکی تکلیف کا سامنا ہو تو وہ بھی قیامت کا منظر دیکھ کر اس تکلیف کو بھول جائے، ایسا اسی وقت ہوتا ہے جب کوئی ہولناک منظر سامنے ہو اور مارے دہشت کے انسان دنیا و مافیہا سے ایسا بے خبر ہو جائے کہ خود اپنی ہوش بھی نہ رہے۔

بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۙ﴿۳﴾ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ

بِغَيْرِ	عِلْمٍ	وَّ	يَتَّبِعُ	كُلَّ	شَيْطٰنٍ	مَّرِيْدٍ ۙ﴿۳﴾	كُتِبَ	عَلَيْهِ	اَنَّهٗ	مَنْ
علاوہ	علم کے	اور	پیروی کرتا ہے	ہر ایک	شیطان کی	سرکش	لکھا جاچکا	اس پر	کہ بیشک وہ	جو کوئی

جھگڑا کرتے ہیں، اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔ ۳ جس کے متعلق یہ لکھا جا چکا ہے کہ جو بھی اُس کے ساتھ

تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۴﴾ يٰٓاَيُّهَا

تَوَلَّاهُ	فَاَنَّهٗ	يُضِلُّهٗ	وَ	يَهْدِيْهِ	اِلٰى	عَذَابِ	السَّعِيْرِ ﴿۴﴾	يٰٓاَيُّهَا
دوستی کرے گا اس سے	تو بیشک وہ	گمراہ کر دے گا اسے	اور	راستہ دکھائے گا اسے	طرف	عذاب کے	بھڑکتی آگ کے	اے

دوستی کرے گا، وہ اُسے گمراہ کر دے گا اور بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف اُسے لے جائے گا۔ ۴ اے

النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ

النَّاسُ	اِنْ	كُنْتُمْ	فِيْ	رَيْبٍ	مِّنَ	الْبَعْثِ	فَاِنَّا	خَلَقْنٰكُمْ	مِّنْ	تُرَابٍ
لوگو!	اگر	تم ہو	بیچ	شک کے	سے	دوبارہ اٹھنے کے	تو بیشک ہم نے	پیدا کیا تمہیں	سے	مٹی کے

لوگو! اگر تم دوبارہ زندہ ہونے کے حوالے سے شک میں مبتلا ہو تو ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا،

ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ

ثُمَّ	مِنْ	نُّطْفَةٍ	ثُمَّ	مِنْ	عَلَقَةٍ	ثُمَّ	مِنْ	مُّضْغَةٍ	مُّخَلَّقَةٍ	وَّ	غَيْرِ
پھر	سے	پانی کے قطرے کے	پھر	سے	جمے ہوئے خون کے	پھر	سے	گوشت کی بوٹی کے	نقشہ بنی ہوئی	اور	علاوہ

پھر پانی کے ناپاک قطرے سے، پھر جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت کی بوٹی سے، جس کا نقشہ بنا ہوا ہو اور جس کا

مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ

مُخَلَّقَةٍ	لِّنُبَيِّنَ	لَكُمْ ؕ	وَنُقِرُّ	فِي	الْاَرْحَامِ	مَا	نَشَآءُ	اِلٰٓى	اَجَلٍ
نقشہ بنی ہوئی	تاکہ بیان کریں ہم	تمہارے لئے	اور ٹھکانہ دیتے ہیں ہم	بیچ	رحموں کے	وہ جو	ہم چاہتے ہیں	تک	ایک مدت کے

نقشہ نہ بنا ہو، تاکہ ہم تمہارے سامنے بیان کر دیں، اور ہم ماں کے رحم میں جسے چاہتے ہیں، ایک مقررہ وقت تک

مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ

مُّسَمًّى	ثُمَّ	نُخْرِجُكُمْ	طِفْلًا	ثُمَّ	لِتَبْلُغُوْٓا	اَشُدَّكُمْ ۚ	وَ	مِنْكُمْ	مَّنْ
مقرر شدہ	پھر	ہم نکالتے ہیں تمہیں	بچہ کر کے	پھر	تاکہ تم پہنچو	اپنی جوانی کو	اور	تم میں سے	وہ جو

رکھتے ہیں، پھر ہم تمہیں بچہ ہونے کی حالت میں نکالتے ہیں، پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو، اور تم میں سے بعض کو

۳ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حوالے سے ناحق جھگڑا اور تکرار کرتے ہیں، وہ جھگڑا اللہ کی ذات وصفات کے حوالے سے بھی کرتے ہیں اور اس کے احکام و اخبار کے حوالے سے بھی، اور اس تکرار کیلئے ان کی بنیاد کوئی علم نہیں ہے، بلکہ محض جہالت سے ایسا کرتے ہیں، یہ لوگ شیطان کے پیروکار ہوتے ہیں، وہ انہیں جس طرح چلاتا اور گھماتا ہے، یہ لوگ اسی طرح چلتے اور گھومتے ہیں۔

۴ اس آیت مبارکہ میں شیطان کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے ایک فیصلے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ فیصلہ ازل میں ہی کر لیا گیا تھا کہ جو شخص شیطان کے ساتھ دوستی کرے گا، اس کے ہاتھ سوائے گمراہی کے کچھ نہ آئے گا اور شیطان اسے جہنم کے راستے پر ہی چلائے گا، اب اس فیصلے کے خلاف ہونا ممکن نہیں ہے، اگر کسی شخص کے ذہن میں یہ خیال ہو کہ شیطان سے دوستی کے نتیجے میں اسے کوئی خیر نصیب ہو سکتی ہے تو وہ اپنی اس غلط فہمی کو دور کر لے، یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص ہاتھی سے گنا کھانے کی تمنا کرے۔

يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ

يُّتَوَفّٰى	وَ	مِنْكُمْ	مَّنْ	يُّرَدُّ	اِلٰٓى	اَرْذَلِ	الْعُمُرِ	لِكَيْلَا	يَعْلَمَ	مِنْۢ	بَعْدِ
وفات دیا گیا	اور	تم میں سے	وہ جو	لوٹایا گیا	طرف	گھٹیا ترین	عمر کے	تاکہ نہ	جانے وہ	سے	پیچھے

وفات دیدی جاتی ہے، اور تم میں سے بعض کو عمر کے ناکارہ حصے کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے، تاکہ وہ سب کچھ جاننے کے بعد

عِلْمٍ شَيْــًٔا ۭ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ

عِلْمٍ	شَيْــًٔا ۭ	وَ	تَرَى	الْاَرْضَ	هَامِدَةً	فَاِذَآ	اَنْزَلْنَا	عَلَيْهَا	الْمَآءَ
جاننے کے	کچھ بھی	اور	تو دیکھے گا	زمین کو	دبی ہوئی	سو جب	نازل کرتے ہیں ہم	اس پر	پانی

کچھ بھی نہ جانے، اور آپ زمین کو دباپڑا ہوا دیکھتے ہیں، پھر جب ہم اُس پر پانی برساتے ہیں

اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ

اهْتَزَّتْ	وَ	رَبَتْ	وَ	اَنْۢبَتَتْ	مِنْ	كُلِّ	زَوْجٍۢ	بَهِيْجٍ ۝	ذٰلِكَ	بِاَنَّ
لہلہاتی ہے وہ	اور	ابھرتی ہے	اور	اگاتی ہے	سے	ہر ایک	قسم کی	رونق	وہ	اس وجہ سے کہ بیشک

تو وہ لہلہانے لگتی ہے، ابھرنے لگتی ہے اور قسم قسم کی پررونق چیزیں اگانے لگتی ہے۔ ⑤ یہ اس وجہ سے کہ

اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ۙ

اللّٰهَ	هُوَ	الْحَقُّ	وَ	اَنَّهٗ	يُحْيِ	الْمَوْتٰى	وَ	اَنَّهٗ	عَلٰي	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ۝
اللہ	وہ	برحق	اور	بیشک وہ	زندہ کرتا ہے	مُردوں کو	اور	بیشک وہ	پر	ہر ایک	چیز کے	قدرت والا

اللہ ہی برحق ہے اور یہ کہ وہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور یہ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ⑥

وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي

وَ	اَنَّ	السَّاعَةَ	اٰتِيَةٌ	لَّا	رَيْبَ	فِيْهَا ۙ	وَ	اَنَّ	اللّٰهَ	يَبْعَثُ	مَنْ	فِي
اور	یہ کہ بیشک	قیامت	آنے والی	نہیں	کوئی شک	اسمیں	اور	یہ کہ بیشک	اللہ	زندہ کرے گا	اسے جو	بیچ

اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے، اور یہ کہ قبروں میں جو پڑے ہوئے ہیں، اللہ اُنہیں

الْقُبُوْرِ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ

الْقُبُوْرِ ۝	وَ	مِنَ	النَّاسِ	مَنْ	يُّجَادِلُ	فِي	اللّٰهِ	بِغَيْرِ	عِلْمٍ
قبروں کے	اور	سے	لوگوں کے	وہ جو	جھگڑتا ہے	بیچ	اللہ کے	علاوہ	علم کے

زندہ کرے گا۔ ⑦ اور بعض لوگ وہ بھی ہیں جو اللہ کے متعلق کسی علم، ہدایت یا روشن کتاب کے

⑤ اس آیت مبارکہ میں انسان کی تخلیق اور پیدائش کے مختلف مراحل ذکر کرکے تمام انسانوں کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ ٹھنڈے دل سے سوچیں، جوذات انسان کو پانی کے ایک ناپاک قطرے سے مختلف مراحل سے گزار کر ایک جیتا جاگتا انسان بنا سکتی ہے، اس کیلئے اسی انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے؟ وہ کون ہے جو پانی کے قطرے کو جما ہوا خون بناتا ہے؟ وہ کون ہے جو جمے ہوئے خون سے گوشت کی بوٹی بناتا ہے؟ وہ کون ہے جو ماں کے رحم میں جسے چاہتا ہے، جب تک چاہتا ہے، رکھتا ہے؟ وہ کون ہے جو نومولود بچے کو شکم مادر سے نکال کر دنیا میں لے آتا ہے؟ وہ کون ہے جو انسان کو اس کی جوانی تک پہنچاتا ہے؟ وہ کون ہے جو کسی کو جوانی میں موت دیدیتا ہے اور کسی کو بڑھاپے تک پہنچا دیتا ہے؟ وہ کون ہے جو غرور وتکبر کے مارے انسان کو دوسروں کا محتاج اور ذلیل بنا دیتا ہے؟ وہ کون ہے جو انسان کے علم وفن اور ہنر کو نسیان کے طاقچے میں رکھ دیتا ہے؟ پھر اگر انسانی وجود سے باہر نکل کر غور کرنا چاہو تو بتاؤ کہ وہ کون ہے جو مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے؟ وہ کون ہے جو زمین کے سینے کو پھاڑ کر اس میں سے پھول اور پھل اور سبزہ اگاتا ہے اور زمین لہلہانے لگتی ہے؟ یقیناً وہ اللہ ہے اور جو یہ سب کام نہایت آسانی کے ساتھ کر سکتا ہے، اس کیلئے مُردوں کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہو سکتا ہے؟

⑥ اس آیت مبارکہ میں تین چیزیں ثابت کی گئی ہیں اور ان کا ثبوت گزشتہ آیت میں بیان کی گئی تفصیلات اور مثالوں پر مبنی ہے کہ اللہ انسانوں کو کس طرح پیدا کرتا ہے اور زمین کو کس طرح تازگی اور رونق عطا کرتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ① اللہ ہی معبود حقیقی ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ کسی میں یہ کام کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ ② اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا، اس کی اسی صفت کی وجہ سے ہر بے جان چیز جاندار ہوتی ہے اور ہر معدوم چیز وجود میں آجاتی ہے۔ ③ اللہ تعالیٰ کیلئے کوئی کام مشکل نہیں ہے، وہ ہر کام پر پوری قدرت اور مکمل دسترس رکھتا ہے۔

⑦ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کرتے ہوئے مزید دو دعوے کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ قیامت برحق ہے اور اس کے آنے میں کسی قسم کا کوئی شک اور شبہ نہیں ہے، اس لیے کہ جس انسان کو تخلیق اور زندگی کے مختلف مراحل سے گزار کر موت کی وادی میں سلا دیا گیا، اس کے اعمال کا فیصلہ ہونا بھی تو ضروری ہے اور اس کیلئے جزا اور سزا کا ہونا بھی برحق ہے، ورنہ انسان کی تخلیق بے معنی ہو کر رہ جائے گی، دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قبروں میں مدفون لوگوں کو دوبارہ اٹھائے گا، قبر سے مراد صرف مٹی کا گڑھا نہیں ہے، بلکہ ہر وہ جگہ مراد ہے جہاں انسان اپنی برزخی زندگی گزارتا ہے خواہ کسی فضائی حادثے میں اس کا جسم ہوا میں بکھر گیا ہو، یا سمندر میں ڈوب کر مچھلیوں کی خوراک بن گیا ہو، یا آگ میں جل کر کوئلہ ہو گیا ہو، یا اس کی راکھ کو ہوا میں بکھیر دیا گیا ہو، بہرحال اللہ تعالیٰ اسے اٹھا کر اپنے سامنے دوبارہ ضرور کھڑا کرے گا۔

وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۙ⑧ ثَانِىَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ

وَ	لَا	هُدًى	وَ	لَا	كِتٰبٍ	مُّنِيْرٍ ۙ	ثَانِىَ	عِطْفِهٖ	لِيُضِلَّ	عَنْ	سَبِيْلِ
اور	نہ	کوئی ہدایت	اور	نہ	کوئی کتاب	روشن	پھیرنے والا	اپنا پہلو	تاکہ گمراہ کرے	سے	راستے

بغیر ہی جھگڑا کرتے ہیں۔ ⑧ پہلو تہی کرتے ہوئے، تاکہ اللہ کے راستے سے

اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ

اللّٰهِ ؕ	لَهٗ	فِى	الدُّنْيَا	خِزْىٌ	وَّنُذِيْقُهٗ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	عَذَابَ
اللہ کے	اس کیلئے	بیچ	دنیا کے	رسوائی	اور ہم اسے چکھائیں گے	دن	قیامت کے	عذاب

گمراہ کرے، اُس کیلئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اُسے آگ میں جلنے کے عذاب کا مزہ

الْحَرِيْقِ ⑨ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ

الْحَرِيْقِ ⑨	ذٰلِكَ	بِمَا	قَدَّمَتْ	يَدٰكَ	وَ	اَنَّ	اللّٰهَ	لَيْسَ	بِظَلَّامٍ
جلنے کا	وہ	اس وجہ سے جو	آگے بھیجا	تیرے ہاتھوں نے	اور	یہ کہ بیشک	اللہ	نہیں	ظلم کرنے والا

چکھائیں گے۔ ⑨ یہ اس وجہ سے جو اُن کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور یہ کہ اللہ بندوں پر

ع ۱۰ ۸ لِّلْعَبِيْدِ ⑩ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ

لِّلْعَبِيْدِ ۠	وَ	مِنَ	النَّاسِ	مَنْ	يَّعْبُدُ	اللّٰهَ	عَلٰى	حَرْفٍ ۚ	فَاِنْ
بندوں پر	اور	سے	لوگوں کے	وہ جو	عبادت کرتا ہے	اللہ کی	پر	ایک کنارے کے	سو اگر

ظلم نہیں کرتا۔ ⑩ اور لوگوں میں وہ بھی ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتا ہے، اگر اُسے

اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨ انْقَلَبَ عَلٰى

اَصَابَهٗ	خَيْرٌ	اطْمَاَنَّ	بِهٖ ۚ	وَ	اِنْ	اَصَابَتْهُ	فِتْنَةٌ	انْقَلَبَ	عَلٰى
پہنچے اسے	کوئی خیر	مطمئن ہوجاتا ہے	اس سے	اور	اگر	پہنچے اسے	کوئی آزمائش	پلٹ جاتا ہے	پر

کوئی خیر پہنچے تو اُس پر مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اُسے کوئی آزمائش پہنچ جائے تو وہ اپنے چہرے کے بل

وَجْهِهٖ ۚ ۫ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ

وَجْهِهٖ ۫	خَسِرَ	الدُّنْيَا	وَالْاٰخِرَةَ ؕ	ذٰلِكَ	هُوَ	الْخُسْرَانُ
اپنے چہرے کے	برباد ہوئی	دنیا	اور آخرت	وہ	وہی	نقصان

لوٹ جاتا ہے، اُس کی دنیا بھی برباد ہوئی اور آخرت بھی، یہی واضح

⑧ ⑨ ان آیتوں میں کچھ جھگڑالو صفت لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان لوگوں کے پاس نہ تو علم کی روشنی ہوتی ہے، نہ یہ لوگ ہدایت یافتہ ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور کمالات کے حوالے سے تکرار اور جھگڑا اس طرح کرتے ہیں جیسے وہ کوئی بہت بڑے محقق اور صاحب علم ہوں اور ان کے سامنے عقلی اور نقلی دلائل کا انبار لگا ہوا ہو، حالانکہ ان کا دامن بالکل خالی ہوتا ہے اور تکبر کی وجہ سے وہ اہل علم سے اعراض کرتے اور پہلو تہی کرتے ہیں، اس تکرار اور حجت بازی سے بھی ان کا مقصد حق کی تلاش اور حقیقت تک رسائی حاصل کرنا نہیں ہوتا، بلکہ وہ خود تو گمراہ ہوتے ہی ہیں، دوسروں کو بھی اسی طرح گمراہ کرنا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

⑩ اس آیتِ مبارکہ میں واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر معمولی سا ظلم بھی نہیں کرتا، اس لیے اگر کسی کو سزا ملے گی تو وہ اس کے اپنے اعمال اور اس کی اپنی کرتوتوں کی وجہ سے ہوگی، اس لیے اسے چاہیے کہ اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔

الْمُبِيْنُ ⑪ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ

الْمُبِيْنُ ⑪	يَدْعُوْا	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	مَا	لَا	يَضُرُّهٗ	وَمَا	لَا	يَنْفَعُهٗ ؕ
کھلا	پکارتا ہے وہ	سے	علاوہ	اللہ کے	وہ جو	نہیں	نقصان پہنچاسکتی اسے	اور جو	نہیں	نفع دے سکتی اسے

خسارہ ہے۔ ⑪ وہ اللہ کے علاوہ اُن چیزوں کو پکارتا ہے جو اُسے نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ نفع پہنچا سکتی ہیں،

ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۚ ⑫ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ

ذٰلِكَ	هُوَ	الضَّلٰلُ	الْبَعِيْدُ ۚ ⑫	يَدْعُوْا	لَمَنْ	ضَرُّهٗۤ	اَقْرَبُ	مِنْ
وہ	وہی	گمراہی	دور کی	پکارتا ہے وہ	اسے جو	نقصان اس کا	زیادہ قریب	سے

یہی دور کی گمراہی ہے۔ ⑫ وہ اُسے پکارتا ہے جس کا نقصان اُس کے نفع سے زیادہ

نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ⑬ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ

نَّفْعِهٖ ؕ	لَبِئْسَ	الْمَوْلٰى	وَ	لَبِئْسَ	الْعَشِيْرُ ⑬	اِنَّ	اللّٰهَ	يُدْخِلُ
اس کے نفع کے	البتہ بدترین	دوست	اور	البتہ بدترین	رفیق	بیشک	اللہ	داخل کرے گا

قریب ہے، وہ بدترین دوست اور بدترین رفیق ہے۔ ⑬ بیشک اللہ اُن لوگوں کو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا
ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	اور عمل کیے انہوں نے	اچھے	باغات میں	بہتی ہوں گی	سے	اس کے نیچے

''جو ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک اعمال کیے'' ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں

الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ⑭ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ

الْاَنْهٰرُ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	يَفْعَلُ	مَا	يُرِيْدُ ⑭	مَنْ	كَانَ	يَظُنُّ	اَنْ	لَّنْ
نہریں	بیشک	اللہ	کرتا ہے	وہ جو	چاہتا ہے	جو کوئی	ہو	گمان کرتا	یہ کہ	ہرگز نہ

بہتی ہوں گی، بیشک اللہ جو ارادہ کر لے، اُسے کر گذرتا ہے۔ ⑭ جس شخص کو یہ خیال ہو کہ اللہ دنیا

يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ

يَّنْصُرَهُ	اللّٰهُ	فِي	الدُّنْيَا	وَالْاٰخِرَةِ	فَلْيَمْدُدْ	بِسَبَبٍ	اِلَى	السَّمَآءِ	ثُمَّ
مدد کرے گا اس کی	اللہ	بیچ	دنیا کے	اور آخرت کے	تو چاہیے کہ لٹکالے وہ	ایک رسی	طرف	چھت کے	پھر

و آخرت میں اپنے پیغمبر کی ہرگز مدد نہ کرے گا تو اُسے چاہیے کہ ایک رسی چھت پر لٹکالے، پھر

⑪ اس آیتِ مبارکہ میں مفاد پرست اور خود غرض قسم کے لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، یہ وہ دانشور لوگ ہوتے ہیں جو ہوا کے رخ پر چلتے ہیں، ان کا کوئی نظریہ اور فلسفہ نہیں ہوتا، جہاں سے انہیں اپنا مفاد پورا ہوتا ہوا نظر آئے، وہ پورے خشوع و خضوع سے ادھر ہی نیت باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، ان پر اچھے حالات آ جائیں تو بڑے خوش اور مطمئن ہوتے ہیں، کوئی مصیبت اور تکلیف آ جائے، تو چلانے لگتے ہیں اور دین و مذہب میں خرابیاں تلاشنے لگتے ہیں، ایسے لوگ یقیناً ایک کنارے پر کھڑے ہوتے ہیں، نہ اُن کے اسلام میں کوئی پختگی ہوتی ہے اور نہ اُن کی توبہ میں کوئی مضبوطی ہوتی ہے، ایسے لوگ دھوبی کے کتے کی طرح ہوتے ہیں جو نہ گھر کا ہوتا ہے اور نہ گھاٹ کا، ان کی دنیا بھی برباد ہو جاتی ہے اور آخرت بھی۔

⑫ اس آیتِ مبارکہ میں غیر اللہ کو پکارنے کو دور کی گمراہی قرار دیا گیا ہے، اس سے بڑی گمراہی اور کیا ہو گی کہ انسان دعا کے ہاتھ ان بے جان چیزوں کے سامنے پھیلائے جو اس کے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں؟ انسان اس کے سامنے اپنے آنسو بہائے جس کے سامنے ہنسنا اور رونا دونوں برابر ہوں؟ اور انسان اپنی امیدیں اس سے وابستہ کرے جس کے سامنے امید اور مایوسی میں کوئی فرق نہ ہو؟

⑬ اس آیتِ مبارکہ میں غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کی کم عقلی اور ناسمجھی بیان کی گئی ہے کہ مشرکوں نے اپنے بتوں سے جس فائدے کی توقع وابستہ رکھی ہے، وہ تو ایک موہوم چیز ہے، لیکن اللہ نے اس کا جو نقصان بیان کیا ہے، وہ سو فیصد یقینی ہے، کیونکہ ان کے وہ معبود قیامت کے دن بد ترین رفیق اور دوست ثابت ہوں گے، دنیا میں اس شخص کو عقلمند سمجھا جاتا ہے، جو اگر منافع حاصل نہ کر سکے تو کم از کم نقصان سے بھی بچ جائے، بلکہ اس کا نقصان سے بچ جانا بھی ایک طرح کا منافع ہی سمجھا جاتا ہے، یہ کیسے نادان لوگ ہیں جو اپنا منافع چھوڑ کر نقصان کے پیچھے لپک رہے ہیں۔

⑭ اس آیتِ مبارکہ میں ایمان اور عمل صالح والوں کیلئے جنت کا وعدہ کر کے فرمایا گیا ہے کہ اللہ جس کام کا ارادہ کر لیتا ہے، اسے کر گزرتا ہے، کوئی چیز اس کے ارادے میں حائل ہو کر رکاوٹ نہیں بن سکتی اور وہ اپنی اس شان میں یکتا اور بے مثال ہے۔

لِيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ⑮ وَكَذٰلِكَ

لِيَقْطَعْ	فَلْيَنْظُرْ	هَلْ	يُذْهِبَنَّ	كَيْدُهٗ	مَا	يَغِيْظُ ⑮	وَ	كَذٰلِكَ
چاہئے کہ کاٹ دے	سو دیکھنا چاہئے	کیا	دور کرتی ہے	اس کی تدبیر	وہ جو	وہ غصہ کرتا ہے	اور	اسی طرح

اُسے کاٹ ڈالے اور دیکھے کہ اِس تدبیر سے اُس کا غصہ دور ہوتا ہے؟ ⑮ اِسی طرح

اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ⑯ اِنَّ

اَنْزَلْنٰهُ	اٰيٰتٍۢ	بَيِّنٰتٍ ۙ	وَّ	اَنَّ	اللّٰهَ	يَهْدِيْ	مَنْ	يُّرِيْدُ ⑯	اِنَّ
ہم نے اسے نازل کیا	آیتیں	واضح	اور	یہ کہ بیشک	اللہ	ہدایت دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	بیشک

ہم نے یہ قرآن واضح آیتوں کی صورت میں نازل کیا ہے اور یہ کہ اللہ جسے چاہتا ہے، ہدایت دیدیتا ہے ⑯ بیشک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	الَّذِيْنَ	هَادُوْا	وَ	الصّٰبِـِٕيْنَ	وَ	النَّصٰرٰى
وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور	وہ لوگ جو	یہودی ہوئے	اور	بے دین لوگ	اور	عیسائی

وہ لوگ جو ایمان لائے ، اور جو یہودی ہوئے، اور بے دین لوگ عیسائی،

وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ

وَ	الْمَجُوْسَ	وَالَّذِيْنَ	اَشْرَكُوْٓا	اِنَّ	اللّٰهَ	يَفْصِلُ	بَيْنَهُمْ	يَوْمَ
اور	آتش پرست	اور جنہوں نے	شرک کیا	بیشک	اللہ	فیصلہ کرے گا	ان کے درمیان	دن

مجوسی اور شرک کرنے والے لوگ ، اللہ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ

الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ⑰ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ

الْقِيٰمَةِ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	شَهِيْدٌ ⑰	اَلَمْ	تَرَ	اَنَّ	اللّٰهَ
قیامت کے	بیشک	اللہ	پر	ہر ایک	چیز کے	گواہ	کیا نہیں	دیکھا تو نے	کہ بیشک	اللہ

فرمادے گا، بیشک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ ⑰ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ آسمانوں

يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ

يَسْجُدُ	لَهٗ	مَنْ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَنْ	فِي	الْاَرْضِ	وَ	الشَّمْسُ
سجدہ کرتا ہے	اس کیلئے	جو کوئی	بیچ	آسمانوں کے	اور	جو کوئی	بیچ	زمین کے	اور	سورج

اور زمین میں جو کوئی بھی ہے، اللہ ہی کو سجدہ کرتا ہے اور سورج،

⑮ اس آیتِ مبارکہ میں اس دعوے کو ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ جس کام کا ارادہ کر لے ، اسے کر گزرتا ہے، چنانچہ اللہ نے اپنے پیغمبر کی نصرت اور مدد کا ارادہ کر رکھا ہے، دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی اور وہ اپنے پیغمبر کی نصرت کر کے ان کے دین کو بر و بحر میں سربلند کر کے رہے گا، اگر کسی کے ذہن میں یہ غلط فہمی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی نصرت سے خالی ہاتھ ہیں تو وہ اپنی غلط فہمی دور کر لے اور اگر کوئی دین کی بڑھتی ہوئی ترقی کو دیکھ کر غیظ و غضب کی آگ میں جل بھن رہا ہے تو اس کا علاج یہی ہے کہ وہ اس آگ میں جل مرے، شاید اس کی جلن اور غیظ و غضب دور ہو جائے۔

⑯ اس آیتِ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ ہم اپنی آیتیں تو نہایت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ کھول کر بیان کر دیتے ہیں، البتہ ان سے ہدایت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتا ہے۔

⑰ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن کو فیصلے کا دن کہا گیا ہے، فیصلہ کرنے والا منصف خود اللہ تعالیٰ ہوگا، چونکہ کوئی چیز بھی اس کی نگاہوں سے مخفی نہیں ہے اور وہ ہر جگہ، ہر وقت حاضر و موجود ہے، اس لیے سب سے بڑا گواہ بھی وہ خود ہی ہوگا، یہ الگ بات ہے کہ وہ اندرونی اور بیرونی شہادتیں بھی پیش کرے گا، جن لوگوں کے مقدمات پیش ہوں گے اور ان کے درمیان فیصلہ کیا جائیگا، ان کا تعلق دنیا کے ہر دین اور مذہب سے ہو گا، اس آیت میں ان میں سے بطور مثال کے صرف چند ادیان و مذاہب کا ذکر کیا گیا ہے، ورنہ سب کے درمیان فیصلہ ہوگا اور انصاف پر مبنی فیصلہ ہوگا، کسی پر ظلم نہ ہوگا۔

وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ

وَ	الْقَمَرُ	وَ	النُّجُومُ	وَ	الْجِبَالُ	وَالشَّجَرُ	وَ	الدَّوَآبُّ	وَ	كَثِيْرٌ	مِّنَ
اور	چاند	اور	ستارے	اور	پہاڑ	اور درخت	اور	چوپائے	اور	بہت سارے	سے

چاند، ستارے، پہاڑ، درخت، جانور اور بہت سے

النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

النَّاسِ ۭ	وَ	كَثِيْرٌ	حَقَّ	عَلَيْهِ	الْعَذَابُ ۭ	وَ	مَنْ	يُّهِنِ	اللّٰهُ	فَمَا	لَهٗ
انسانوں کے	اور	بہت سے	فیصلہ ہوچکا	اس پر	عذاب کا	اور	جسے	ذلیل کردے	اللہ	تو نہیں	اس کیلئے

انسان بھی، اور بہت سے لوگ وہ بھی ہیں جن کے متعلق عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے، اور اللہ جسے ذلیل کر دے اُسے کوئی

مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۞ ﴿١٨﴾ السجدة هٰذٰنِ خَصْمٰنِ

مِنْ	مُّكْرِمٍ ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	يَفْعَلُ	مَا	يَشَآءُ ﴿١٨﴾	هٰذٰنِ	خَصْمٰنِ
سے	کوئی عزت دینے والا	بیشک	اللہ	کرتا ہے	جو	وہ چاہتا ہے	یہ دونوں	دو فریق

عزت دینے والا نہیں ہوتا، بیشک اللہ جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔ ﴿١٨﴾ یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے

اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ

اخْتَصَمُوْا	فِيْ	رَبِّهِمْ	فَالَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	قُطِّعَتْ	لَهُمْ	ثِيَابٌ	مِّنْ
جھگڑا کیا انہوں نے	بیچ	اپنے رب کے	سو جن لوگوں نے	کفر کیا	کاٹے جائیں گے	ان کیلئے	کپڑے	سے

حوالے سے جھگڑا کیا ہے، سو جن لوگوں نے کفر کیا، اُن کیلئے آگ کے کپڑے تراشے

نَّارٍ ۭ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿١٩﴾ ج يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ

نَّارٍ ۭ	يُصَبُّ	مِنْ	فَوْقِ	رُءُوْسِهِمُ	الْحَمِيْمُ ﴿١٩﴾	يُصْهَرُ	بِهٖ	مَا	فِيْ
آگ کے	انڈیلا جائیگا	سے	اوپر	ان کے سروں کے	کھولتا پانی	گل جائیگا	اس کی وجہ سے	وہ جو	بیچ

جائیں گے، اُن کے سروں کے اوپر سے کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا۔ ﴿١٩﴾ جس کی وجہ سے اُن کے پیٹ میں جو کچھ ہوگا،

بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿٢٠﴾ ۭ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿٢١﴾ كُلَّمَآ

بُطُوْنِهِمْ	وَالْجُلُوْدُ ﴿٢٠﴾	وَ	لَهُمْ	مَّقَامِعُ	مِنْ	حَدِيْدٍ ﴿٢١﴾	كُلَّمَآ
ان کے پیٹوں کے	اور کھالیں	اور	ان کیلئے	ہتھوڑے	سے	لوہے کے	جب بھی

گل کر نکل جائے گا اور کھالیں بھی۔ ﴿٢٠﴾ اور اُن کیلئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے۔ ﴿٢١﴾ وہ جب بھی

﴿١٨﴾ اس آیت مبارکہ کی تلاوت پر سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی مخلوقات کے سجدہ ریز ہونے کا ذکر آیا ہے، بندگی اور حسن ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اسے پڑھنے اور سننے والا بھی فوراً سجدہ کرے، زمین و آسمان کی ہر مخلوق اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہے، بہت سے انسان بھی اس نعمت سے بہرہ ور ہیں، لیکن دوسرے بہت سے انسان اس نعمت سے محروم بھی ہیں، ظاہر ہے کہ وہ سزا کے مستحق ہوں گے، آیت کے آخر میں ایک جملہ ایسا فرمایا گیا ہے جسے پڑھتے ہی بہت سی تصویریں پردۂ خیال پر آجاتی ہیں اور زبان بے اختیار توبہ کرنے لگتی اور عفو و عافیت مانگنے لگتی ہے، وہ جملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے ذلیل کر دے، اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا، اے اللہ! دنیا اور آخرت کی ذلت اور رسوائی سے بچا، اے اللہ! دین اور علم کی نسبت سے دی ہوئی عزت ہماری نادانیوں اور گناہوں کی وجہ سے واپس نہ چھین، پروردگار! تو جسے عزت دیدے، دنیا کی کوئی طاقت اسے ذلیل نہیں کرسکتی اور تو جسے ذلیل کردے، دنیا کی کوئی طاقت اسے معزز نہیں کرسکتی۔

السجدة ٥

﴿١٩﴾ اس آیت مبارکہ میں دو فریقوں کی طرف اشارہ کر کے ان میں سے ایک فریق کا انجام ذکر کیا گیا ہے، یہ دو فریق وہ ہیں جو اپنے رب کے حوالے سے جھگڑ رہے ہیں، ایک فریق اس پر ایمان لاتا اور اسے اپنا رب تسلیم کرتا ہے اور ایک فریق اس سے کفر کر کے بالکل مختلف راستہ اختیار کرتا ہے، دوسرے لفظوں میں ایک فریق حق پر اور دوسرا فریق باطل پر ہے، حق اور باطل کی آویزش اور معرکہ آرائی ہر زمانے میں رہی ہے، جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے، قیامت کے دن ان کیلئے آگ کا لباس تیار کیا جائیگا اور اوپر سے کھولتا ہوا پانی ان کے سروں پر انڈیلا جائیگا۔

﴿٢٠﴾ اس آیت مبارکہ میں آگ کے لباس اور کھولتے ہوئے پانی کی سزا کا نتیجہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کا لباس ان کی کھالیں جلا دے گا اور کھولتا ہوا پانی ان کے جسم میں داخل ہو کر ان کی انتڑیاں کاٹ کر رکھ دے گا، یعنی ان کا ظاہر بھی عذاب میں گرفتار ہوگا اور باطن بھی۔

﴿٢١﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل جہنم کیلئے ایک اور سزا بیان کی گئی ہے کہ ان کیلئے لوہے کے بھاری بھرکم گرز تیار کیے گئے ہیں، یہ گرز بھی نہایت وزنی ہوں گے اور پہاڑ کو سرمہ بنانے کی صلاحیت رکھتے ہوں گے اور گرز اٹھانے اور چلانے والے فرشتے بھی نہایت طاقتور اور حکم کے پابند ہوں گے۔

اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا

اَرَادُوْٓا	اَنْ	يَّخْرُجُوْا	مِنْهَا	مِنْ	غَمٍّ	اُعِيْدُوْا	فِيْهَا	وَ	ذُوْقُوْا
ارادہ کریں گے	یہ کہ	نکلیں وہ	وہاں سے	سے	غم کے	لوٹا دیے جائیں گے وہ	اسمیں	اور	چکھو تم

وہاں سے غم کے مارے نکلنے کا ارادہ کریں گے، اُنہیں اسی میں لوٹا دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جلنے کے

عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٢٢﴾ ع اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

عَذَابَ	الْحَرِيْقِ ﴿٢٢﴾	اِنَّ	اللّٰهَ	يُدْخِلُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا
عذاب	جلنے کا	بیشک	اللہ	داخل کرے گا	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	اور عمل کئے انہوں نے	

عذاب کا مزہ چکھو۔ ٢٢ بیشک اللہ اُن لوگوں کو "جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال

الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ

الصّٰلِحٰتِ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	يُحَلَّوْنَ	فِيْهَا	مِنْ
اچھے	باغات میں	بہتی ہوں گی	سے	اس کے نیچے	نہریں	زیور پہنائے جائیں گے	اسمیں	سے

کیے" ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں اُنہیں سونے کے کنگن اور موتی

اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوْٓا

اَسَاوِرَ	مِنْ	ذَهَبٍ	وَّ	لُؤْلُؤًا	وَلِبَاسُهُمْ	فِيْهَا	حَرِيْرٌ ﴿٢٣﴾	وَهُدُوْٓا
کنگنوں کے	سے	سونے کے	اور	موتی	اور لباس ان کا	اسمیں	ریشم	اور رہنمائی کیے گئے

پہنائے جائیں گے، اور وہاں اُن کا لباس ریشم کا ہوگا۔ ٢٣ اور پاکیزہ کلام

اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ښ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ﴿٢٤﴾ اِنَّ

اِلَى	الطَّيِّبِ	مِنَ	الْقَوْلِ	وَهُدُوْٓا	اِلٰى	صِرَاطِ	الْحَمِيْدِ ﴿٢٤﴾	اِنَّ
طرف	پاکیزہ	سے	بات کے	اور رہنمائی کیے گئے	طرف	راستے کے	قابلِ تعریف	بیشک

کی طرف اُن کی رہنمائی کی گئی اور قابلِ تعریف ذات کے راستے کی طرف اُن کی رہنمائی کی گئی۔ ٢٤ بیشک

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَ	يَصُدُّوْنَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَ	الْمَسْجِدِ	الْحَرَامِ
جن لوگوں نے	کفر کیا	اور	روکتے رہے	سے	راستے	اللہ کے	اور	مسجد	حرام کے

وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے اور مسجد حرام سے روکتے رہے

ع ۲ ۱۲ ۹

٢٢ اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ جہنم کا جہنم میں ہمیشہ رہنا بیان کیا گیا ہے، وہ جب بھی جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے، انہیں واپس اسی میں دھکیل دیا جائیگا اور ان سے کہا جائیگا کہ آگ میں جلنے کا مزہ چکھتے رہو۔

٢٣ اس آیتِ مبارکہ میں اس فریق کا انعام ذکر کیا گیا ہے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور حق پر قائم رہے، ان کیلئے بہترین باغات، سونے کے کنگن، سچے موتیوں کے زیورات اور خالص ریشمی لباس ہوں گے، جو وہاں مردوں کیلئے بھی حلال ہوں گے، دنیا میں صرف عورتوں کیلئے حلال ہیں۔

٢٤ اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ حق کی دو خوبیاں ذکر کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پاکیزہ کلام کی ہدایت اور رہنمائی عطا فرمائی، سو ان کی زبان سے اچھی اور پاکیزہ بات ہی نکلتی ہے، دوسری یہ کہ وہ جس راستے پر چلے، وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ راستہ ہے، اس لیے ان کی رہنمائی صحیح راستے کی طرف ہوگئی، وہ راستہ بھی پاکیزہ، چلنے والا بھی پاکیزہ اور جس کی طرف وہ راستے پہنچانے والا ہے، وہ بھی پاکیزہ۔

الَّذِیْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِیْهِ وَ الْبَادِ ؕ وَ مَنْ یُّرِدْ

الَّذِیْ	جَعَلْنٰهُ	لِلنَّاسِ	سَوَآءَ	الْعَاكِفُ	فِیْهِ	وَالْبَادِ	وَ	مَنْ	یُّرِدْ
جسے	بنایا ہم نے	لوگوں کیلئے	برابر	مقیم	اسمیں	اور باہر سے آنے والا	اور	جو کوئی	ارادہ کرے

جسے ہم نے لوگوں کیلئے بنایا ہے، اُس کے حوالے سے مقیم اور باہر سے آنے والا دونوں برابر ہیں، اور جو شخص اس میں ظلم کے

فِیْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۵﴾ ع وَ اِذْ بَوَّاْنَا

فِیْهِ	بِاِلْحَادٍ	بِظُلْمٍ	نُّذِقْهُ	مِنْ	عَذَابٍ	اَلِیْمٍ ﴿۲۵﴾	وَ	اِذْ	بَوَّاْنَا
اسمیں	بے راہ روی کا	ساتھ ظلم کے	چکھائیں گے ہم اسے	سے	عذاب	دردناک	اور	جب	ہم نے ٹھکانہ دیا

ساتھ بے راہ روی پھیلانے کا ارادہ کرے گا، ہم اُسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ ﴿۲۵﴾ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب ہم نے ابراہیم کو

لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْــٴًـا وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ

لِاِبْرٰهِیْمَ	مَكَانَ	الْبَیْتِ	اَنْ	لَّا	تُشْرِكْ	بِیْ	شَیْــٴًـا	وَّ	طَهِّرْ	بَیْتِیَ
ابراہیم کو	جگہ	بیت اللہ کی	یہ کہ	نہ	شریک کر تو	ساتھ میرے	کچھ بھی	اور	پاک رکھ	میرے گھر کو

بیت اللہ کی جگہ پر ٹھکانہ دیا، کہ تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور میرا گھر طواف کرنے والوں،

لِلطَّآئِفِیْنَ وَ الْقَآئِمِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ

لِلطَّآئِفِیْنَ	وَالْقَآئِمِیْنَ	وَالرُّكَّعِ	السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾	وَ	اَذِّنْ	فِی	النَّاسِ
طواف کرنے والوں کیلئے	اور قیام کرنے والوں کیلئے	اور رکوع کرنے والوں	سجدہ کرنے والوں کیلئے	اور	اعلان کردے	بیچ	لوگوں کے

قیام کرنے والوں، اور رکوع و سجود کرنے والوں کیلئے پاک صاف رکھو۔ ﴿۲۶﴾ اور لوگوں میں حج کا

بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ

بِالْحَجِّ	یَاْتُوْكَ	رِجَالًا	وَّ	عَلٰی	كُلِّ	ضَامِرٍ	یَّاْتِیْنَ	مِنْ	كُلِّ	فَجٍّ
حج کا	آئیں گے وہ تیرے پاس	پیدل ہوکر	اور	پر	ہرایک	دبلے اونٹ کے	آئیں گے وہ	سے	ہرایک	کشادہ جگہ کے

اعلان کردو، وہ تمہارے پاس پیدل چل کر اور ہر دبلے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے، وہ ہر دور دراز کی کشادہ جگہ سے

عَمِیْقٍ ﴿۲۷﴾ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ یَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ

عَمِیْقٍ ﴿۲۷﴾	لِّیَشْهَدُوْا	مَنَافِعَ	لَهُمْ	وَ	یَذْكُرُوا	اسْمَ	اللّٰهِ	فِیْۤ	اَیَّامٍ
دور کی	تاکہ حاضر ہوں	فائدے کی جگہوں پر	اپنے لئے	اور	ذکر کریں	نام	اللہ کا	بیچ	دنوں کے

آجائیں گے۔ ﴿۲۷﴾ تاکہ اپنے فائدے کی جگہوں پر حاضر ہوں، اور مقررہ دنوں میں اللہ کا نام

﴿۲۵﴾ اس آیت مبارکہ میں حرم شریف کی حرمت اور تقدس بیان کر کے ان لوگوں کی سزا بیان کی گئی ہے جو اسے پامال کریں، اللہ تعالیٰ نے حرم شریف کی نسبت اپنی طرف کر کے فرمایا ہے کہ اسے حرمت والا گھر ہم نے بنایا ہے، یہاں مقیم اور باہر سے آنے والوں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں ہے، مقیم کو مقیم ہونے کی وجہ سے کوئی اضافی فضیلت اور خوبی حاصل نہیں ہے اور باہر سے آنے والے غیر ملکی بھی یہاں یکساں حقوق رکھتے ہیں، لیکن کفار مکہ نے پیغمبر اسلام اور اہل اسلام کو اسی مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکا، انہیں عمرہ کرنے کی بھی اجازت نہیں دی اور حرم کا تقدس پامال کیا، اسی طرح کچھ لوگ حدودِ حرم میں الحاد اور بے دینی پھیلا رہے ہیں، وہ بھی اس کا تقدس پامال کر رہے ہیں ایسے لوگ ہماری سزا اور عذاب سے بے خوف نہ ہوں، عنقریب ہم انہیں دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

ع ۳ / ۱۰

﴿۲۶﴾ اس آیت مبارکہ میں بیت اللہ کی حرمت کے چند آداب اور اس کے معمار جدید کا ذکر کیا گیا ہے، یوں تو روئے زمین پر سب سے پہلی عمارت ''بیت اللہ'' ہی ہے، لیکن مدت دراز گزرنے کی وجہ سے اس کی عمارت خستہ حال ہوگئی، یہاں تک کہ اس کا نام و نشان بھی نمایاں نہ رہا، پھر جب اللہ کو منظور ہوا کہ اسے دوبارہ آباد کرے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے اس کی بنیادوں کی نشاندہی فرما دی، انہوں نے ٹھیک اسی جگہ پر حکم الٰہی کے مطابق اس کی تعمیر نو اپنے جواں سال بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہمراہ مل کر فرمائی، اس گھر کی بنیاد ''توحید'' پر رکھی گئی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا کہ اس گھر کی تعمیر اس لیے نہیں کروائی گئی کہ یہاں مشرکانہ رسوم و رواج کا گزر ہو، بلکہ اسے مرکز توحید بنایا گیا ہے، تمہیں اس کی صفائی ستھرائی کا بھی خاص خیال رکھنا ہوگا، کیونکہ یہاں طواف کرنے والے، قیام اور رکوع و سجود کرنے والے لوگ آئیں گے، اگر یہاں گندگی ہوئی تو اسے دیکھ کر عبادت میں یکسوئی اور رغبت ان سے رخصت ہو جائے گی، معلوم ہوا کہ مساجد اور خاص طور پر مسجد حرام کی صفائی ستھرائی کا اہتمام کرنا پیغمبرانہ ذمہ داری ہے اور یہ پیغمبروں والا کام ہے، لہٰذا مساجد کی صفائی کرنے والوں کو خاص احترام اور تعظیم دی جانی چاہیے۔

﴿۲۷﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں میں بیت اللہ شریف کیلئے آنے کا اعلان کریں، یہ اعلان کرنے کا حکم انہیں اس وقت دیا گیا تھا جب کہ مکہ مکرمہ میں صرف ان کی فیملی اور قبیلۂ جرہم کے کچھ لوگوں کے علاوہ کوئی دوسرا نہ تھا، آس پاس کوئی آبادی بھی نہ تھی، اپنی آواز اور پیغام دور تک پہنچانے کیلئے آلات جدیدہ اور تیز رفتار ٹیکنالوجی بھی دستیاب نہیں تھی، جب یہ پہلو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حق تعالیٰ کے سامنے رکھے تو وہاں سے جواب آیا کہ تمہارا کام اعلان کرنا ہے، تمہاری آواز لوگوں تک پہنچانا ہمارا کام ہے، تم دیکھو گے کہ لوگ جوق در جوق یہاں سفر کی مشقتیں برداشت کر کے پہنچ رہے ہیں، جن میں سے کچھ پیدل اور کچھ سوار ہوں گے، ان سواروں نے اپنی سواریوں کو راستے کی مشقت میں دبلا کر دیا ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلان فرما دیا، یہ اعلان عالم ارواح میں بھی سنا گیا اور اہل اسلام نے لبیک کہہ کر اس کا جواب بھی دیا، اسی کی تکمیل کیلئے لوگ حج اور عمرے پر جاتے ہیں۔

مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا

مَعْلُوْمٰتٍ	عَلٰى	مَا	رَزَقَهُمْ	مِّنْ	بَهِيْمَةِ	الْاَنْعَامِ	فَكُلُوْا	مِنْهَا
متعین	پر	وہ جو	اس نے دیئے انہیں	سے	چوپایوں کے	جانوروں میں	سو کھاؤ تم	انہیں سے

لیا کریں، اُن جانوروں پر جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے ہیں، سو تم اُن میں سے کھاؤ،

وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ۞٢٨ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا

وَ	اَطْعِمُوا	الْبَآئِسَ	الْفَقِيْرَ ٢٨	ثُمَّ	لْيَقْضُوْا	تَفَثَهُمْ	وَلْيُوْفُوْا
اور	کھلاؤ تم	مصیبت زدہ	فقیر کو	پھر	چاہیے کہ دور کریں	اپنا میل کچیل	اور چاہیے کہ پوری کریں

اور مصیبت زدہ فقیر کو بھی کھلاؤ۔ ٢٨ پھر انہیں چاہیے کہ اپنا میل کچیل دور کریں، اور انہیں چاہیے کہ اپنی

نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۞٢٩ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُّعَظِّمْ

نُذُوْرَهُمْ	وَلْيَطَّوَّفُوْا	بِالْبَيْتِ	الْعَتِيْقِ ٢٩	ذٰلِكَ	وَ	مَنْ	يُّعَظِّمْ
اپنی منتیں	اور چاہیے کہ طواف کریں	گھر کا	قدیم	وہ	اور	جو کوئی	تعظیم کرے

منتیں پوری کریں، اور انہیں چاہیے کہ اس قدیم گھر کا طواف کریں۔ ٢٩ یہ سن لو، اور جو شخص اللہ کی حرمتوں کی

حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ

حُرُمٰتِ	اللّٰهِ	فَهُوَ	خَيْرٌ	لَّهٗ	عِنْدَ	رَبِّهٖ	وَ	اُحِلَّتْ	لَكُمُ	الْاَنْعَامُ
حرمتوں کی	اللہ کی	تو وہ	زیادہ بہتر	اس کیلئے	نزدیک	اس کے رب کے	اور	حلال کیے گئے	تمہارے لئے	بہت سے جانور

تعظیم کرے گا تو یہ اُس کے رب کے نزدیک اُسی کے حق میں زیادہ بہتر ہے، اور تمہارے لیے چوپائے حلال کر دیے گئے،

اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ

اِلَّا	مَا	يُتْلٰى	عَلَيْكُمْ	فَاجْتَنِبُوا	الرِّجْسَ	مِنَ	الْاَوْثَانِ
سوائے	اس کے جو	تلاوت کیا گیا	تم پر	سو بچو تم	گندگی	سے	بتوں کی

سوائے اُن کے جن کی تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی ہے، سو بتوں کی گندگی سے بچو

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۞٣٠ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ

وَاجْتَنِبُوْا	قَوْلَ	الزُّوْرِ ٣٠	حُنَفَآءَ	لِلّٰهِ	غَيْرَ	مُشْرِكِيْنَ	بِهٖ	وَ	مَنْ
اور بچو تم	بات سے	جھوٹی	سب سے یکسو ہو کر	اللہ کیلئے	نہ	شرک کرنے والے	اس کے ساتھ	اور	جو کوئی

اور جھوٹی بات کہنے سے اجتناب کرو۔ ٣٠ اللہ کیلئے یکسو ہو کر، اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے بغیر، اور جو شخص

٢٨ اس آیت مبارکہ میں بیت اللہ کی حاضری کے چند فوائد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، مثلاً یہ کہ حجاج کرام کے اس عظیم ترین اجتماع میں لوگ اجتماعی فوائد سے بہرہ ور ہوں، یہ فوائد دینی بھی ہو سکتے ہیں اور دنیوی بھی، جسمانی اور مادی بھی، باطنی اور روحانی بھی، اسی طرح قربانی کے متعین دنوں میں اجتماعی قربانی کا اہتمام کرنا اور جانوروں کے گلے پر اللہ کا نام لیکر چھری چلانا، جس سے ہر سمت ذکر اللہ کی خوشبو اور مہک پھیل جائے، چونکہ ایام حج میں جو قربانی منیٰ میں ہوتی ہے، وہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کی قربانی سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے اس لیے اس سے تمام مسلمانوں کو فائدہ پہنچنا چاہیے اور قربانی کا گوشت خود کھانے کے ساتھ ساتھ غرباء اور فقراء کو بھی کھلایا جائے، تاکہ وہ بھی گوشت کا مزہ چکھ لیں، ورنہ سارا سال تو وہ دال سبزی کھانے پر مجبور ہوتے ہیں۔

٢٩ اس آیت مبارکہ میں ارکان حج کی مناسبت سے تین حکم دیئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ جب تمام ارکان حج ادا ہو چکیں تو حاجی کو اجازت ہے کہ اپنا میل کچیل دور کرے، کیونکہ احرام کی پابندیوں کی وجہ سے اب تک وہ صرف جسم پر پانی ڈال سکتا تھا، خوشبو دار صابن یا کوئی اور چیز استعمال نہیں کر سکتا تھا، کئی دن کے پسینے اور گرمی کے بعد اب وہ خوب اچھی طرح نہا دھو کر اپنا میل کچیل اتارے، دوسرا یہ کہ جو منتیں شرعی حکم کے موافق مان رکھی ہوں، انہیں پورا کرے، کیونکہ جائز منت کو پورا کرنا ضروری ہے اور گناہ کی منت کو پورا نہ کرنا ضروری ہے، تیسرا یہ کہ بیت اللہ کا طواف کرے جائے، تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ اس سے "طواف زیارت" مراد ہے جو کہ فرض ہے، یہ طواف تمام ارکان حج پورے کر چکنے کے بعد فرض ہوتا ہے، اس کا وقت دس ذی الحجہ سے لیکر بارہ ذی الحجہ تک ہے، بلا عذر شرعی اس سے تاخیر کرنے پر دم لازم ہوتا ہے، عام حالات میں بیت اللہ کا طواف اس آیت میں مراد نہیں ہے۔

٣٠ اس آیت مبارکہ میں چار اہم چیزیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ جن چیزوں کو اللہ نے حرمت واحترام والا قرار دیا ہے، ان کی تعظیم کرنا اور ان کے تقدس کا خیال کرنا انسان کیلئے دنیا و آخرت میں خیر ہی خیر ہے، ان کی بے حرمتی کرنے والے کو خیر نہیں مل سکتی، دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جن جانوروں کو حرام قرار دے رکھا ہے اور ان کی تفصیل مختلف مواقع پر بیان کی جا چکی ہے، ان کے علاوہ تمام جانور حلال ہیں اور تم انہیں کھا سکتے ہو، مطلب یہ کہ حلال کھایا کرو، حرام جانوروں کے قریب بھی نہ جایا کرو، تیسری یہ کہ اپنے آپ کو شرک و بت پرستی کی گندگی سے بچاؤ، یہ بڑی نجاست ہے اور جو لوگ اس دلدل میں دھنسے ہوئے ہیں وہ نجس ہیں، چوتھی یہ کہ جھوٹی بات کہنے سے اجتناب کرو، خواہ وہ جھوٹا وعدہ ہو یا جھوٹی گواہی ہو یا لوگوں سے جھوٹ بولنا ہو کیونکہ یہ بھی گندگی اور بدبودار عادت ہے۔

يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ

يُّشْرِكْ	بِاللّٰهِ	فَكَاَنَّمَا	خَرَّ	مِنَ	السَّمَآءِ	فَتَخْطَفُهُ	الطَّيْرُ	اَوْ	تَهْوِيْ
شرک کرے	ساتھ اللہ کے	تو گویا	گر پڑا وہ	سے	آسمان کے	سو اچک لیں اسے	پرندے	یا	پھینک دیا ہو

اللہ کے ساتھ شرک کرے، گویا وہ آسمان سے گرا اور پرندے اُسے اچک کر لے گئے، یا ہوا نے اُسے

بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝٣١ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ

بِهِ	الرِّيْحُ	فِيْ	مَكَانٍ	سَحِيْقٍ ۝٣١	ذٰلِكَ	وَ	مَنْ	يُّعَظِّمْ	شَعَآئِرَ	اللّٰهِ
اسے	ہوا نے	بیچ	جگہ کے	دور کی	وہ	اور	جو کوئی	تعظیم کرے	خاص نشانیوں کی	اللہ کی

کسی دور کی جگہ لیجا کر پھینک دیا۔ [٣١] یہ سن لو، اور جو شخص شعائر اللہ کی تعظیم کرے

فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝٣٢ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ

فَاِنَّهَا	مِنْ	تَقْوَى	الْقُلُوْبِ ۝٣٢	لَكُمْ	فِيْهَا	مَنَافِعُ	اِلٰٓى	اَجَلٍ
تو بیشک وہ	سے	پرہیزگاری کے	دلوں کی	تمہارے لئے	اُنمیں	بہت سے فائدے	تک	ایک مدت کے

تو یہ دلوں کی پرہیز گاری کی علامت ہے۔ [٣٢] تمہارے لیے اُن میں ایک مقررہ وقت تک فائدہ اٹھانے کی

مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝٣٣ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا

مُّسَمًّى	ثُمَّ	مَحِلُّهَآ	اِلَى	الْبَيْتِ	الْعَتِيْقِ ۝٣٣	وَ	لِكُلِّ	اُمَّةٍ	جَعَلْنَا
مقرر شدہ	پھر	اس کا ٹھکانہ	طرف	گھر کے	پرانے	اور	ہر ایک کیلئے	امت کے	بنائی ہم نے

اجازت ہے، پھر انہیں اُس قدیم گھر تک پہنچنا ہوگا۔ [٣٣] اور ہر امت کیلئے ہم نے ایک قربانی

مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ

مَنْسَكًا	لِّيَذْكُرُوا	اسْمَ	اللّٰهِ	عَلٰى	مَا	رَزَقَهُمْ	مِّنْ	بَهِيْمَةِ
ایک قربانی	تاکہ ذکر کریں	نام	اللہ کا	پر	اس کے جو	دیئے اس نے انہیں	سے	چوپائے

مقرر کی ہے تاکہ وہ اُن چوپایوں پر اللہ کا نام لیا کریں جو اللہ نے انہیں عطا

الْاَنْعَامِ ۗ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝٣٤

الْاَنْعَامِ	فَاِلٰهُكُمْ	اِلٰهٌ	وَّاحِدٌ	فَلَهٗٓ	اَسْلِمُوْا	وَ	بَشِّرِ	الْمُخْبِتِيْنَ ۝٣٤
جانوروں کے	تو معبود تمہارا	معبود	ایک	سو اسی کیلئے	فرمانبردار ہوجاؤ	اور	خوشخبری دیدے	عاجزی کرنے والوں کو

فرمائے ہیں، سو تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو تم اُسی کے تابع فرمان رہو، اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری دیدیجئے۔ [٣٤]

[٣١] اس آیتِ مبارکہ میں گزشتہ مضمون کی تکمیل اور شرک کی برائی کیلئے ایک مثال بیان کی گئی ہے، مثال یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریکِ ٹھہراتا ہے، گویا وہ آسمان کی بلندیوں سے نیچے گر پڑتا ہے، دوسروں لفظوں میں یوں کہیے کہ عقیدۂ توحید انسان کو آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص اسے ترک کر کے کفر و شرک اور بت پرستی اختیار کرتا ہے تو گویا اسے کسی نے آسمان سے دھکا دے کر نیچے پھینک دیا، اب یا تو راستے میں ہی اسے پرندے اچک کر لے جائیں گے اور اس کی بوٹی بوٹی نوچ کر کھا جائیں گے، یا ہوائیں اسے دور دراز کی کسی ایسی جگہ لیجا کر پھینک دیں گی جہاں سے وہ نہ تو زندہ سلامت واپس آسکے گا اور نہ ہی کسی کو اس کا نام و نشان ملے گا، اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، بلکہ سب سے تعلق توڑ کر صرف ایک اللہ سے اپنا تعلق جوڑ لیں، ورنہ ان کا انجام اچھا نہ ہوگا۔

ع ٨ ١١ ٤

[٣٢] اس آیتِ مبارکہ میں شعائر اللہ کی تعظیم و احترام کو دل کے تقویٰ کی علامت قرار دیا گیا ہے کیونکہ شعائر اللہ کی نسبت اللہ کی طرف ہے، اس لیے ان کی تعظیم کرنے والا دراصل اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرتا ہے اور بزبانِ حال کہتا ہے کہ جس چیز کو میرے محبوب نے قابلِ تعظیم قرار دیا ہے، میں اپنے محبوب کی محبت میں دل و جان سے اس کا احترام کروں گا، ظاہر ہے کہ یہ جذبہ نہایت قابلِ قدر اور مبارک ہے۔

[٣٣] اس آیتِ مبارکہ میں قربانی کے جانوروں کے متعلق یہ ہدایت دی گئی ہے کہ ایک "خاص وقت" تک تم ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہو مثلاً ان کا دودھ پی سکتے ہو اور سامان وغیرہ رکھ سکتے ہو، اس کے بعد انہیں خانہ کعبہ کے پاس لیجا کر اللہ کے نام پر قربان کردو، یہاں "خاص وقت" سے مراد قربانی کی نیت کا وقت ہے یعنی جب تم کسی جانور کو حرم کی جانب لیکر روانہ ہو جاؤ اور اسے بیت اللہ کے قریب اللہ کے نام پر قربان کرنے کی نیت کرلو تو اس نیت کے احترام میں اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے، سوائے اس کے کہ نہایت شدید ضرورت ہو۔

[٣٤] اس آیتِ مبارکہ میں "منسکا" کا لفظ آیا ہے، اس کا ایک معنی "عبادت" ہے کہ ہم نے ہر امت میں عبادت کا ایک طریقہ رکھا ہے جس کے مطابق وہ اللہ کی عبادت کرتے رہے ہیں، دوسرا معنی "قربانی" ہے، چونکہ پہلے اور بعد میں قربانی کا ذکر موجود ہے، اس لیے عام طور پر مترجمین نے یہاں قربانی کا معنی ہی مراد لیا ہے، کہ ہم نے ہر امت میں قربانی کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے اور ہر امت نے اس مقررہ طریقے کے مطابق قربانی کی ہے، مثلاً آغاز میں قربانی کا طریقہ یہ تھا کہ اللہ کے نام پر جو چیز پیش کرنا منظور ہوتی، اسے کسی بلند جگہ پر رکھ دیا جاتا، اگر اسے پیش کرنے والے کی نیت خالص ہوتی تو آسمانی آگ اسے جلا کر راکھ کر دیتی، ورنہ وہ یونہی پڑی رہتی، پھر جاندار چیزوں کی قربانی مشروع ہوئی لیکن اس سے فائدہ اٹھانا کسی کیلئے جائز نہ تھا، اس امت کیلئے اللہ تعالیٰ نے مزید آسانی فرمادی کہ قربانی کرنے والے اس جانور کا گوشت خود بھی کھا سکتے ہیں، رکھ بھی سکتے ہیں اور تقسیم بھی کر سکتے ہیں، ہر امت کو یہ حکم بھی رہا ہے کہ قربانی صرف اللہ کے نام کے ساتھ کیا کریں، کسی غیر اللہ کا نام نہ لیا کریں، کیونکہ اللہ ہی معبودِ حقیقی ہے اور انسان کو اسی کا فرمانبردار ہونا چاہیے۔

الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ

الَّذِيْنَ	اِذَا	ذُكِرَ	اللّٰهُ	وَجِلَتْ	قُلُوْبُهُمْ	وَالصّٰبِرِيْنَ	عَلٰى	مَآ
وہ لوگ جو	جب	ذکر کیا جائے	اللہ کا	ڈرتے ہیں	ان کے دل	اور صبر کرنے والے	پر	اس کے جو

وہ لوگ کہ جب اُن کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو اُن کے دل لرزنے لگتے ہیں اور وہ لوگ جو آنے والی مصیبتوں پر

اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٣٥﴾

اَصَابَهُمْ	وَالْمُقِيْمِي	الصَّلٰوةِ ۙ	وَ	مِمَّا	رَزَقْنٰهُمْ	يُنْفِقُوْنَ ﴿٣٥﴾
انہیں پہنچے	اور قائم کرنے والے	نماز کے	اور	اسمیں سے جو	ہم نے انہیں دیا	خرچ کرتے ہیں

صبر کرتے ہیں اور نماز قائم کرنے والے، اور وہ لوگ جو ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔ ﴿٣٥﴾

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا

وَالْبُدْنَ	جَعَلْنٰهَا	لَكُمْ	مِّنْ	شَعَآئِرِ	اللّٰهِ	لَكُمْ	فِيْهَا	خَيْرٌ	فَاذْكُرُوا
اور قربانی کے اونٹوں کو	ہم نے بنایا	تمہارے لئے	سے	خاص نشانیاں	اللہ کی	تمہارے لئے	اسمیں	خیر	سو ذکر کرو

اور قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لیے شعائر اللہ میں سے قرار دیئے ہیں، جن میں تمہارے لیے خیر ہے، سو اُن کی قطاریں

اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا

اسْمَ	اللّٰهِ	عَلَيْهَا	صَوَآفَّ ۚ	فَاِذَا	وَجَبَتْ	جُنُوْبُهَا	فَكُلُوْا	مِنْهَا
نام	اللہ کا	اس پر	قطاریں باندھ کر	پھر جب	گر جائیں	ان کے پہلو	تو کھاؤ	اسمیں سے

باندھ کر اُن پر اللہ کا نام لو، پھر جب وہ اپنے پہلو کے بل گر جائیں تو تم خود بھی اُن میں سے کھاؤ

وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۭ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ

وَ	اَطْعِمُوا	الْقَانِعَ	وَالْمُعْتَرَّ ۭ	كَذٰلِكَ	سَخَّرْنٰهَا	لَكُمْ	لَعَلَّكُمْ
اور	کھلاؤ	قناعت کرنے والے کو	اور بے صبرے کو	اسی طرح	ہم نے اسے تابع فرمان کردیا	تمہارے لئے	تاکہ تم

اور قناعت کرنے والے اور بے صبری کرنے والے دونوں کو بھی کھلاؤ، اِسی طرح ہم نے اُنہیں تمہارے لیے مسخر کر دیا تاکہ تم

تَشْكُرُوْنَ ﴿٣٦﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ

تَشْكُرُوْنَ ﴿٣٦﴾	لَنْ	يَّنَالَ	اللّٰهَ	لُحُوْمُهَا	وَ	لَا	دِمَآؤُهَا	وَ	لٰكِنْ	يَّنَالُهُ
شکر کرو	ہرگز نہیں	پہنچتا	اللہ کو	ان کے گوشت	اور	نہ	ان کے خون	اور	لیکن	پہنچتا ہے اسے

شکر کرو۔ ﴿٣٦﴾ اللہ کو اُن کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتا، لیکن اُسے تمہارا

﴿٣٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں عاجزی کرنے والوں کی چار صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ ان کے دل خوفِ خدا سے لبریز رہتے ہیں، عظمتِ خداوندی کے سامنے وہ لرزاں و ترساں رہتے ہیں، کیونکہ جو جتنا مقرب ہوتا ہے، وہ اتنا ہی محتاط ہوتا ہے، دوسری یہ کہ وہ ہر مصیبت اور پریشانی پر صبر کرتے اور اسے خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں، تیسری یہ کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں، کسی حال میں بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے اور اپنے جسم و روح کو اللہ کی عبادت سے تازگی بخشتے ہیں، چوتھی یہ کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں، اس کے فرائض بھی ادا کرتے ہیں اور نوافل کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔

﴿٣٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قربانی کے اونٹوں کو شعائر اللہ میں سے قرار دیا گیا ہے، یوں تو گائے اور بکری کی قربانی بھی مشروع ہے، لیکن ان میں سے اونٹ کا ذکر خاص طور پر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا جثہ اور وجود گائے اور بکری سے کہیں بڑا ہوتا ہے اور انسان کیلئے صرف اپنی طاقت کے بل بوتے پر اسے قابو کرنا ممکن نہیں ہوتا، بلکہ یہ بھی اللہ کی مہربانی ہے کہ وہ ایسے عظیم الجثہ جانور کو انسان کے اختیار میں دیدیتا ہے، جس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور انہیں بھی اللہ کا نام لیکر قربان کرنا چاہیے، پھر آیت میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ "جب وہ اپنے پہلو کے بل گر پڑیں" اس سے اونٹ کا نحر ثابت ہوتا ہے اور یہی سنت ہے کہ اس کی قربانی لٹا کر نہیں، کھڑے کھڑے کی جائے، جس کا طریقہ ماہر قصاب جانتے ہیں، وہ پہلے اس کا جبڑا باندھتے ہیں، پھر داہنا گھٹنا باندھتے ہیں، اس کے بعد کھڑے کھڑے ہی اس پر نیزے کا وار مخصوص حصے پر کر کے اس کا خون بہا دیتے ہیں، اور اونٹ اپنے پہلو کے بل گر پڑتا ہے، جب قربانی ہو چکے تو اس کا گوشت خود بھی کھانے کی اجازت ہے اور دوسرے غرباء کو بھی کھلانے کی ترغیب دی گئی ہے جن میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں، کچھ تو قناعت پسند ہوتے ہیں، جو مل جاتا ہے اسی پر گزارہ کر لیتے ہیں اور کچھ بے صبرے ہوتے ہیں، سب ہی کو دینا چاہیے۔

اَلتَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا

اَلتَّقْوٰى	مِنْكُمْ ؕ	كَذٰلِكَ	سَخَّرَهَا	لَكُمْ	لِتُكَبِّرُوا	اللّٰهَ	عَلٰى	مَا
تقویٰ	تم سے	اس طرح	اس نے تابع فرمان کردیا اسے	تمہارے لیے	تاکہ تم بڑائی کرو	اللہ کی	پر	اس کے جو

تقویٰ پہنچتا ہے، اِسی طرح اللہ نے اُنہیں تمہارے لیے مسخر کر دیا تاکہ اللہ نے تمہیں جو ہدایت عطا فرمائی ہے، اس پر اُس کی

هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ

هَدٰىكُمْ ؕ	وَ	بَشِّرِ	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾	اِنَّ	اللّٰهَ	يُدٰفِعُ	عَنِ	الَّذِيْنَ
ہدایت دی اس نے تمہیں	اور	خوشخبری دیدے	نیکوکاروں کو	بیشک	اللہ	دفاع کرے گا	سے	ان لوگوں کے جو

بڑائی بیان کرو، اور نیکی کرنے والوں کو خوشخبری دیدیجئے۔ ﴿۳۷﴾ بیشک اللہ اہلِ ایمان کا دفاع

اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾ ع اُذِنَ لِلَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يُحِبُّ	كُلَّ	خَوَّانٍ	كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾	اُذِنَ	لِلَّذِيْنَ
ایمان لائے	بیشک	اللہ	نہیں	پسند کرتا	ہر ایک	خیانت کرنے والے	ناشکرے کو	اجازت دی گئی	ان لوگوں کو

کرے گا، کیونکہ اللہ کسی خیانت کرنے والے ناشکرے کو پسند نہیں کرتا۔ ﴿۳۸﴾ جن لوگوں سے قتال کیا گیا،

يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۨ ﴿۳۹﴾ لا

يُقٰتَلُوْنَ	بِاَنَّهُمْ	ظُلِمُوْا ؕ	وَ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلٰى	نَصْرِهِمْ	لَقَدِيْرُ ﴿۳۹﴾
قتال کئے گئے وہ	اس وجہ سے کہ بیشک وہ	ظلم کئے گئے	اور	بیشک	اللہ	پر	ان کی مدد کے	البتہ قدرت والا

اُنہیں اس بناء پر اجازت دی جاتی ہے کہ اُن پر ظلم کیا گیا، اور بیشک اللہ اُن کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ ﴿۳۹﴾

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا

الَّذِيْنَ	اُخْرِجُوْا	مِنْ	دِيَارِهِمْ	بِغَيْرِ	حَقٍّ	اِلَّآ	اَنْ	يَّقُوْلُوْا	رَبُّنَا
جو لوگ	نکالے گئے	سے	اپنے گھروں کے	علاوہ	حق کے	سوائے	یہ کہ	وہ کہتے ہیں	ہمارا رب

وہ لوگ جنہیں اُن کے گھروں سے ناحق نکالا گیا، بات صرف اتنی تھی کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب

اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ

اللّٰهُ ؕ	وَ	لَوْ	لَا	دَفْعُ	اللّٰهِ	النَّاسَ	بَعْضَهُمْ	بِبَعْضٍ	لَّهُدِّمَتْ
اللہ	اور	اگر	نہ	دور کرنا	اللہ کا	لوگوں کو	ان میں سے بعض کو	ساتھ بعض کے	البتہ گرا دیئے جاتے

اللہ ہے، اگر اللہ ایک دوسرے کے ذریعے لوگوں کو نہ ہٹاتا تو گرجے، کنیسے، عبادت خانے

﴿۳۷﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نہایت جامعیت کے ساتھ قربانی کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے قربانی کے یہ جانور تمہاری دسترس میں اس لیے دیئے ہیں کہ ہمارے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق انہیں ذبح کرو اور ان پر اللہ کا نام لیکر اس کی تکبیر کہا کرو، یاد رکھو! اللہ تم سے قربانی کے جانوروں کا گوشت اور خون لینے نہیں آئے گا، وہ تو تمہارے دلوں کے تقویٰ کو دیکھے گا، کہ کون ریاکاری کے جذبے سے قربانی کر رہا ہے اور کون تقویٰ کے جذبات سے لبریز ہو کر قربانی کر رہا ہے؟ کون اللہ کو راضی کرنا چاہتا ہے اور کون دنیا میں اپنی شان بڑھانا چاہتا ہے؟ اگر کوئی شخص پچیس لاکھ روپے کے جانور خرید کر قربان کردے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ لوگ اس کی تعریف اور اس کی ہمت اور خرچ کرنے کے حوصلے کی داد دیں تو اس سے بہتر وہ ہے جو صرف پچیس ہزار روپے کا جانور خرید کر خلوصِ نیت کے ساتھ اللہ کے نام پر قربان کردے۔

ع ۵ ۱۲

﴿۳۸﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مسلمانوں کو عظیم خوشخبری دی گئی ہے کہ اللہ تمہاری طرف سے خود دفاع کرے گا، تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے، خیانت کرنے والوں اور ناشکرے لوگوں کو وہ یوں بھی پسند نہیں کرتا، ان کے مقابلے میں وہ تمہاری مدد ضرور کرے گا۔

﴿۳۹﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مسلمانوں کو کفار و مشرکین اور دشمنانِ دین کیخلاف تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی ہے، یہ اجازت ماہِ صفر ۲ ھ میں دی گئی، اس سے پہلے جب بھی صحابہ کرام ﷺ نے تلوار اٹھانے کی اجازت مانگی، انہیں صبر کرنے اور مکارمِ اخلاق اختیار کرنے کی تاکید کی گئی، لیکن جب اللہ کو منظور ہوا تو اس نے اپنی حکمتِ کاملہ سے جہاد و قتال کو مشروع کر دیا، اس سلسلے کی یہ پہلی آیت ہے، اس میں مسلمانوں کو مظلوم قرار دیا گیا ہے اور مظلوم کو اپنے دفاع کا حق ہوتا ہے، ساتھ ہی یہ تسلی بھی دی گئی کہ اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد کرے گا کیونکہ وہ اس پر خوب قادر ہے۔

صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ

صَوَامِعُ	وَ	بِيَعٌ	وَّ	صَلَوٰتٌ	وَّ	مَسٰجِدُ	يُذْكَرُ	فِيْهَا	اسْمُ	اللّٰهِ	كَثِيْرًا ؕ
گرجے	اور	کنیسے	اور	عبادت خانے	اور	مسجدیں	ذکر کیا جاتا ہے	ان میں	نام	اللہ کا	کثرت سے

اور وہ مسجدیں گرا دی جاتیں، جہاں اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے،

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾

وَلَيَنْصُرَنَّ	اللّٰهُ	مَنْ	يَّنْصُرُهٗ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَقَوِيٌّ	عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾
اور البتہ ضرور مدد کرے گا	اللہ	اس کی جو	مدد کرے گا اس کی	بیشک	اللہ	البتہ طاقتور	غالب

اور اللہ اُن کی مدد ضرور کرے گا جو اُس کے دین کی مدد کریں گے، بیشک اللہ طاقتور، غالب ہے۔ [۴۰]

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ

اَلَّذِيْنَ	اِنْ	مَّكَّنّٰهُمْ	فِى	الْاَرْضِ	اَقَامُوا	الصَّلٰوةَ	وَ	اٰتَوُا	الزَّكٰوةَ
وہ لوگ	اگر	ہم اقتدار دیں انہیں	بیچ	زمین کے	قائم کریں وہ	نماز	اور	ادا کریں وہ	زکوٰۃ

وہ لوگ کہ اگر ہم اُنہیں زمین میں اقتدار دیں تو وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں،

وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾

وَ	اَمَرُوْا	بِالْمَعْرُوْفِ	وَ	نَهَوْا	عَنِ	الْمُنْكَرِ ؕ	وَ	لِلّٰهِ	عَاقِبَةُ	الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾
اور	حکم دیں وہ	بھلائی کا	اور	منع کریں وہ	سے	برائی کے	اور	اللہ ہی کیلئے	انجام	تمام معاملات کا

بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور تمام معاملات کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ [۴۱]

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾

وَ	اِنْ	يُّكَذِّبُوْكَ	فَقَدْ	كَذَّبَتْ	قَبْلَهُمْ	قَوْمُ	نُوْحٍ	وَّ	عَادٌ	وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾
اور	اگر	وہ جھٹلائیں تجھے	تو یقیناً	جھٹلایا	ان سے پہلے	قوم نے	نوح کی	اور	عاد نے	اور ثمود نے

اور اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کریں تو ان سے پہلے قومِ نوح، قومِ عاد اور قومِ ثمود بھی تکذیب کر چکی ہے۔ [۴۲]

وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ

وَ	قَوْمُ	اِبْرٰهِيْمَ	وَ	قَوْمُ	لُوْطٍ ﴿۴۳﴾	وَّ	اَصْحٰبُ	مَدْيَنَ ۚ	وَ	كُذِّبَ
اور	قوم نے	ابراہیم کی	اور	قوم نے	لوط کی	اور	رہنے والوں نے	مدین کے	اور	جھٹلایا گیا

اور قومِ ابراہیم اور قومِ لوط نے بھی تکذیب کی۔ [۴۳] اور مدین والوں نے بھی، اور موسیٰ کی بھی

[۴۰] اس آیتِ مبارکہ میں مسلمانوں کی مظلومیت کا ایک رخ بیان کیا گیا ہے کہ انہیں گھر سے بے گھر اور وطن سے بے وطن کر دیا گیا، جن لوگوں نے انہیں وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا، وہ اس کی کوئی معقول وجہ نہیں بتا سکتے، اس لیے انہیں نکالا جانا غلط اور ناحق تھا، مسلمانوں نے ان کا کوئی جرم نہیں کیا تھا، وہ تو صرف اللہ کو اپنا رب مانتے تھے، مشرکین کو یہ بات پسند نہ آئی، وہ چاہتے تھے کہ مسلمان بھی انہی کی طرح لکڑی اور پتھر کے تراشے ہوئے بتوں کی عبادت کریں، لہٰذا ضروری ہوا کہ ان کے مقابلے میں مسلمانوں کی نصرت اور اعانت کی جائے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ دنیا میں نیکی اور اس کے اثرات کو باقی رکھنے کیلئے بدی اور اس کے اثرات کو ختم کرنا یا کم کرنا ضروری ہے، ظاہر ہے کہ اس طرح نیکی اور بدی، حق اور باطل، کفر اور اسلام کے درمیان معرکہ آرائی ہو گی، اگر دنیا میں صرف کفر اور بدی کا ہی راج ہو تو کوئی مسجد اور عبادت خانہ محفوظ نہ رہے۔

[۴۱] اس آیتِ مبارکہ میں مسلمانوں کے برسرِ اقتدار آنے کی صورت میں لائحہ عمل دیا گیا ہے، یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اقتدار اپنی اصل اور ذات کے اعتبار سے اہم نہیں ہے، البتہ شعائر اللہ اور دین خداوندی کو پورے ملک اور دنیا میں نافذ کرنے کیلئے ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے، اصل چیز اقامتِ دین ہے، گویا دین اقتدار کیلئے نہیں، بلکہ اقتدار اقامتِ دین کیلئے ہے اور یہاں جن چار چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے ان کی اہمیت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اور مراد پورے دین کا نفاذ ہے، پہلی چیز اقامتِ صلاۃ کا نظام نافذ کرنا ہے یعنی تمام جسمانی عبادات کیلئے ایسا نظام لیکر آنا کہ مملکت کا ہر فرد اطمینان اور یکسوئی سے اپنے مالک حقیقی کی عبادت کر سکے، دوسری چیز اداء زکوٰۃ کا نظام نافذ کرنا ہے، ایک ایسا سسٹم جو پورے ملک میں غرباء کی ضرورت پوری کرنے کیلئے قائم کیا جائے اور منصفانہ طریقہ سے اس پر عمل کیا جائے، تیسری چیز امر بالمعروف کا نظام نافذ کرنا ہے تا کہ اس کے نتیجے میں نیکی اور بھلائی کو فروغ نصیب ہو، چوتھی چیز نہی من المنکر کا نظام نافذ کرنا ہے تا کہ اس کے نتیجے میں گناہوں اور بے حیائی کے کاموں کی روک تمام مؤثر طریقے سے ہو سکے، آپ اس نظام کو نافذ کر کے دیکھیے، اس کی برکات کا آپ خود مشاہدہ کر لیں گے۔

[۴۲] [۴۳] ان آیتوں میں رسول اکرم ﷺ سے خطاب کر کے انہیں تسلی دی گئی ہے کہ اگر کفار و مشرکین آپ کی تکذیب و تردید کر رہے ہیں تو آپ غمگین نہ ہوں، ان سے پہلے بھی مختلف قومیں اپنے انبیاء کی تکذیب کر چکی ہیں، چنانچہ قوم عاد، قوم ثمود، قوم نوح اور دیگر بہت سی اقوام کی بھی یہی روش تھی، اللہ تعالیٰ نے پہلے انہیں ڈھیل دی،

مُوسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٤٤﴾

مُوسٰى	فَاَمْلَيْتُ	لِلْكٰفِرِيْنَ	ثُمَّ	اَخَذْتُهُمْ	فَكَيْفَ	كَانَ	نَكِيْرِ ﴿٤٤﴾
موسیٰ کو	سو مہلت دی میں نے	کافروں کو	پھر	میں نے پکڑ لیا انہیں	سو کیسا	ہوا	میرا انکار

تکذیب کی گئی تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی، پھر میں نے انہیں پکڑ لیا، سو کیسا ہوا میرا انکار۔ ﴿٤٤﴾

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى

فَكَاَيِّنْ	مِّنْ	قَرْيَةٍ	اَهْلَكْنٰهَا	وَ	هِيَ	ظَالِمَةٌ	فَهِيَ	خَاوِيَةٌ	عَلٰى
سو کتنی	سے	بستیاں	ہلاک کر دیا ہم نے انہیں	اور	وہ	ظلم کرنے والی	سو وہ	گری ہوئی	پر

پھر کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا اور وہ ظالم تھیں ، اب وہ اپنی چھتوں کے بل

عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿٤٥﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي

عُرُوْشِهَا	وَ	بِئْرٍ	مُّعَطَّلَةٍ	وَ	قَصْرٍ	مَّشِيْدٍ ﴿٤٥﴾	اَفَلَمْ	يَسِيْرُوْا	فِي
اپنی چھتوں کے	اور	کنوئیں	بیکار پڑے ہوئے	اور	محل	مضبوط	تو کیا نہیں	چلے پھرے وہ	بیچ

گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنوئیں بیکار پڑے ہیں اور کتنے ہی مضبوط محلات خالی پڑے ہیں۔ ﴿٤٥﴾ کیا یہ لوگ زمین میں

الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَا اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ

الْاَرْضِ	فَتَكُوْنَ	لَهُمْ	قُلُوْبٌ	يَّعْقِلُوْنَ	بِهَا	اَوْ	اٰذَانٌ	يَّسْمَعُوْنَ
زمین کے	سو ہوتے	ان کیلئے	دل	سمجھتے وہ	ان کے ذریعے	یا	کان	سنتے وہ

چلے پھرے نہیں، کہ اِن کے دل ہوتے جن سے یہ سمجھتے، یا کان ہوتے جن سے یہ

بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي

بِهَا	فَاِنَّهَا	لَا	تَعْمَى	الْاَبْصَارُ	وَلٰكِنْ	تَعْمَى	الْقُلُوْبُ	الَّتِيْ	فِي
ان کے ذریعے	سو بیشک وہ	نہیں	اندھی ہوتیں	آنکھیں	اور لیکن	اندھے ہوتے ہیں	دل	وہ جو	بیچ

سنتے، کیونکہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں پائے

الصُّدُوْرِ ﴿٤٦﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ

الصُّدُوْرِ ﴿٤٦﴾	وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ	بِالْعَذَابِ	وَ	لَنْ	يُّخْلِفَ	اللّٰهُ
سینوں کے	اور وہ تجھ سے جلدی طلب کرتے ہیں	عذاب کو	اور	ہرگز نہیں	خلاف کرے گا	اللہ

جاتے ہیں۔ ﴿٤٦﴾ اور یہ لوگ آپ سے جلدی عذاب لانے کا تقاضا کرتے ہیں اور اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی ہرگز

پھران کی ایسی گرفت فرمائی کہ ان میں سے کوئی بھی اللہ کے قہر سے بچ نہ سکا، اگر اہل مکہ باز نہ آئے تو وہ بھی نہ بچیں گے۔

﴿٤٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں گزشتہ اقوام پر آنے والے عذاب کا ایک منظر دکھایا گیا ہے کہ کتنی بستیاں تھیں جنہیں ہم نے تباہ و برباد کر دیا ، کتنے ہی عالی شان محلات کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے ، کتنے ہی کنوئیں پیاسے لوگوں کی آمد کے انتظار میں خشک ہو گئے اور ان میں ڈول ڈالنے والا بھی کوئی نہ رہا، ان اقوام نے اپنے اوپر ظلم کیا اور وہ اس طرح ملیا میٹ ہو گئے جیسے کوئی شخص اپنے گھر میں بیٹھا ہو، اچانک گھر کی چھت گرے اور وہ اس کے نیچے دب کر مرجائے۔

﴿٤٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں عبرت پذیری کیلئے مقاماتِ عبرت پر جانے کی دعوت دی گئی ہے، چنانچہ مختلف ملکوں کے بے شمار سیاح ایسی بہت سی جگہوں پر جاتے بھی ہیں، لیکن عبرت حاصل کرنے کیلئے نہیں ، بلکہ پکنک منانے اور تفریح کرنے کیلئے، اس لیے کان ہونے کے باوجود وہ عذاب یافتہ اقوام کی چیخ و پکار نہیں سنتے اور آنکھیں ہونے کے باوجود ان کا عبرتناک انجام نہیں دیکھتے ، دراصل ان کے دل کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں ، اس لیے ان کی ظاہری بینائی کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اگر کسی شخص کی دل کی آنکھ روشن ہو، لیکن ظاہری بصارت نہ ہو تو روحانی طور پر وہ نقصان میں نہیں ہے، لیکن اگر ظاہری بصارت موجود ہو اور دل کی آنکھ بینائی سے محروم ہو چکی تو روحانی طور پر وہ فائدے میں نہیں ہے۔

وَعْدَهٗ ۭ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾

وَعْدَهٗ	وَاِنَّ	يَوْمًا	عِنْدَ	رَبِّكَ	كَاَلْفِ	سَنَةٍ	مِّمَّا	تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾
اپنے وعدے کے	اور بیشک	ایک دن	پاس	تیرے رب کے	جیسے ہزار	سال	اسمیں سے جو	تم شمار کرتے ہو

نہیں کرے گا، اور بیشک آپ کے رب کے یہاں ایک دن تمہاری شمار کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ [۴۷]

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ

وَ	كَاَيِّنْ	مِّنْ	قَرْيَةٍ	اَمْلَيْتُ	لَهَا	وَ	هِيَ	ظَالِمَةٌ	ثُمَّ	اَخَذْتُهَا ۚ	وَاِلَيَّ
اور	کتنی ہی	سے	بستیاں	ڈھیل دی میں نے	انہیں	اور	وہ	ظلم کرنے والی	پھر	میں نے پکڑ لیا انہیں	اور میری طرف ہی

اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں میں نے ڈھیل دی، اور وہ ظالم تھیں، پھر میں نے انہیں پکڑ لیا اور میری طرف ہی

ع ۶ ۱۰ ۱۳

الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾

الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾	قُلْ	يٰۤاَيُّهَا	النَّاسُ	اِنَّمَاۤ	اَنَا	لَكُمْ	نَذِيْرٌ	مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾
لوٹ کر آنا	تو کہہ	اے	لوگو	وہ تو صرف	میں	تمہارے لئے	ڈرانے والا	کھلم کھلا

لوٹ کر آنا ہے۔ [۴۸] (اے نبی ﷺ!) آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! میں تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ [۴۹]

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾

فَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	لَهُمْ	مَّغْفِرَةٌ	وَّ	رِزْقٌ	كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾
سو جو لوگ	ایمان لائے	اور	عمل کیے انہوں نے	اچھے	ان کیلئے	مغفرت	اور	رزق	باعزت

سو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، اُن کے لیے مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔ [۵۰]

وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

وَ	الَّذِيْنَ	سَعَوْا	فِيْۤ	اٰيٰتِنَا	مُعٰجِزِيْنَ	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ
اور	جو لوگ	کوشش کریں	بیچ	ہماری آیتوں کے	عاجز کرنے والے	وہی لوگ	ساتھی

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے حوالے سے عاجز کرنے کی کوشش کی، وہی لوگ اہل

الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّاۤ

الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾	وَ	مَاۤ	اَرْسَلْنَا	مِنْ	قَبْلِكَ	مِنْ	رَّسُوْلٍ	وَّ	لَا	نَبِيٍّ	اِلَّاۤ
جہنم کے	اور	نہیں	بھیجا ہم نے	سے	تیرے پہلے	سے	کوئی پیغمبر	اور	نہ	کوئی نبی	مگر

جہنم ہیں۔ [۵۱] اور ہم نے آپ سے پہلے جس پیغمبر یا نبی کو بھی بھیجا، انہوں نے

[۴۷] اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ مشرکین مطالبہ کرتے ہیں کہ ان پر جس عذاب کو نازل کرنے کی دھمکی دی جاتی ہے، وہ عذاب جلدی نازل کر دیا جائے، یہ لوگ تسلی رکھیں، اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا، وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا، بات صرف اتنی ہے کہ تمہاری گنتی اور شمار میں جو زمانہ ایک ہزار سال کا ہے، وہ اس کے یہاں صرف ایک دن کے برابر ہے، اس لیے تمہیں یہ مدت بظاہر طویل دکھائی دیتی ہے، حقیقت میں ایسا نہیں ہے، یاد رہے کہ یہاں قیامت کے دن کو ایک ہزار سال کے برابر نہیں کہا گیا ہے، جیسا کہ بعض حضرات کو غلط فہمی ہوگئی ہے اور انہوں نے تاویلات کا دروازہ کھول دیا ہے۔

[۴۸] اس آیت مبارکہ میں ایک مرتبہ پھر مختلف اقوام کو ڈھیل دیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، تاکہ اہل مکہ سمجھ لیں کہ انہیں بھی اسی قانون کے تحت مہلت دی جا رہی ہے، جب ان کی رسی کھینچی جائے گی تو وہ بچ کر بھاگ نہ سکیں گے۔

[۴۹] اس آیت مبارکہ میں ساری انسانیت کو مخاطب کر کے انہیں یہ پیغام سنانے کا حکم دیا گیا ہے کہ میں تو تمہیں تمہارے مستقبل اور انجام کے حوالے سے خبردار کرنے کیلئے آیا ہوں، میرا کام تمہیں آگاہ کر دینا ہے، سو میں اپنی ذمہ داری پوری کروں گا، آگے ماننے یا نہ ماننے کا اختیار تمہارے پاس ہے۔

[۵۰] اس آیت مبارکہ میں ایمان اور عمل صالح والوں کیلئے مغفرت اور باعزت روزی کا وعدہ کیا گیا ہے۔

[۵۱] اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو اہل جہنم میں شمار کیا گیا ہے جو قرآن کریم کی آیتوں کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ ناکام لوگ ہیں، یہ قرآن کریم کا نہیں، بلکہ دراصل اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرے، وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا اور اس کا ٹھکانہ سوائے جہنم کے اور کوئی نہیں ہے۔

اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي

اِذَا	تَمَنّٰٓى	اَلْقَى	الشَّيْطٰنُ	فِيْٓ	اُمْنِيَّتِهٖ ۚ	فَيَنْسَخُ	اللّٰهُ	مَا	يُلْقِي
جب	تمنا کرتا وہ	ڈال دیتا	شیطان	بیچ	اس کی تمنا کے	سو ختم کر دیتا	اللہ	وہ جو	ڈالتا ہے

جب بھی کوئی تمنا کی تو شیطان نے اُن کی تمنا میں رکاوٹ ڈالی، پھر اللہ اُس چیز کو دور کر دیتا ہے جو شیطان

الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٥٢﴾ لِّيَجْعَلَ مَا

الشَّيْطٰنُ	ثُمَّ	يُحْكِمُ	اللّٰهُ	اٰيٰتِهٖ ۗ	وَ	اللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ ﴿٥٢﴾	لِّيَجْعَلَ	مَا
شیطان	پھر	مضبوط کرتا ہے	اللہ	اپنی آیتوں کو	اور	اللہ	خوب جاننے والا	حکمت والا	تا کہ بنادے	وہ جو

ڈالتا ہے، پھر اللہ اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ ﴿٥٢﴾ تا کہ شیطان نے

يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ

يُلْقِي	الشَّيْطٰنُ	فِتْنَةً	لِّلَّذِيْنَ	فِيْ	قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ	وَّ	الْقَاسِيَةِ
ڈال دیتا ہے	شیطان	آزمائش	ان لوگوں کیلئے	بیچ	ان کے دلوں کے	بیماری	اور	سختی والے

جو رکاوٹ ڈالی ہے، اللہ اُسے اُن لوگوں کیلئے آزمائش بنا دے جن کے دلوں میں روگ ہے یا جن کے دل

قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿٥٣﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ

قُلُوْبُهُمْ ۗ	وَ	اِنَّ	الظّٰلِمِيْنَ	لَفِيْ	شِقَاقٍ	بَعِيْدٍ ﴿٥٣﴾	وَّ	لِيَعْلَمَ	الَّذِيْنَ
ان کے دل	اور	بیشک	ظلم کرنے والے	البتہ بیچ	گمراہی کے	دور کی	اور	تا کہ جان لیں	وہ لوگ جو

سخت ہو چکے ہیں، اور بیشک ظالم دور کی گمراہی میں پڑے ہیں۔ ﴿٥٣﴾ اور تا کہ اہلِ علم

اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ

اُوْتُوا	الْعِلْمَ	اَنَّهُ	الْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّكَ	فَيُؤْمِنُوْا	بِهٖ	فَتُخْبِتَ	لَهٗ
دیئے گئے	علم	کہ بیشک وہ	برحق	سے	تیرے رب کے	سو ایمان لائیں وہ	اس پر	سو نرم ہو جائیں	اس کیلئے

جان لیں کہ یہ آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے، سو وہ اس پر ایمان لے آئیں تاکہ اُن کے دل اس کیلئے

قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ

قُلُوْبُهُمْ ۗ	وَ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَهَادِ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِلٰى	صِرَاطٍ
ان کے دل	اور	بیشک	اللہ	البتہ ہدایت دینے والا	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	طرف	راستے کے

نرم ہو جائیں، اور بیشک اللہ ایمان لانے والوں کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت عطا

﴿٥٢﴾ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کے حوالے سے شیطانی کوششوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے توڑ کا ذکر کیا گیا ہے، کہ شیطان نے ہر نبی اور پیغمبر کی ذمہ داریوں میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت کے ساتھ ان رکاوٹوں کو دور کیا اور اپنی آیات کو محکم فرما دیا، مطلب یہ کہ اگر شیطان کوئی ایسی ہی کوشش نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کرے گا تو یہاں بھی اسے منہ کی کھانی پڑے گی، آیت کا مضمون صرف اتنا ہی ہے، لیکن مفسرین نے اس کی تفصیلات میں جا کر اس قدر موشگافیاں کی ہیں کہ بعض حضرات حد اعتدال سے نکل گئے ہیں اور ان کی تفسیر میں ایسی چیزیں آگئی ہیں جو محقق اہل علم کے نزدیک قابل اعتراض ہیں اور کسی بھی تفسیر کا ان مفروضات اور غیر مستند باتوں سے خالی ہونا ضروری ہے، اس لیے اس عاجز نے یہاں ان میں سے کسی ایک تفسیر کو بھی نہیں لیا ہے، بلکہ آیت کا حقیقی مفہوم اختصار کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

﴿٥٣﴾ اس آیت مبارکہ میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ آخر شیطان کو اس کی ہمت ہی کیوں دی جاتی ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ذمہ داریوں میں رخنہ اندازی کر سکے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح مخلص اور منافق کا امتحان اور امتیاز مقصود ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان چیزوں سے متاثر ہو کر منافق اور سنگ دل قسم کے لوگ راہِ حق سے ہٹ جاتے ہیں، وہ دور کی گمراہی میں جا پڑتے ہیں، وہ شیطان کے دوست اور پیغمبر کے دشمن بن جاتے ہیں، اس طرح شیطان کی یہ رخنہ اندازی ان کا امتحان اور آزمائش بن جاتی ہے۔

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٥٤﴾ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٥٤﴾	وَ	لَا يَزَالُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	فِيْ	مِرْيَةٍ	مِّنْهُ
سیدھے	اور	ہمیشہ رہیں گے	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	بیچ	شک کے	اس سے

فرمانے والا ہے۔ ٥٤ اور کفر کرنے والے لوگ اِس کے حوالے سے ہمیشہ شک میں مبتلا رہیں گے،

حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ

حَتّٰى	تَاْتِيَهُمُ	السَّاعَةُ	بَغْتَةً	اَوْ	يَاْتِيَهُمْ	عَذَابُ	يَوْمٍ
یہاں تک کہ	آجائے اُن کے پاس	قیامت	اچانک	یا	آجائے ان پر	عذاب	ایک دن کا

یہاں تک کہ اُن پر اچانک قیامت آجائے، یا اُن پر ایک "بانجھ دن" کا

عَقِيْمٍ ﴿٥٥﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ

عَقِيْمٍ ﴿٥٥﴾	اَلْمُلْكُ	يَوْمَئِذٍ	لِّلّٰهِ ؕ	يَحْكُمُ	بَيْنَهُمْ ؕ
بانجھ	حکومت	اس دن	اللہ کیلئے	فیصلہ کرے گا وہ	ان کے درمیان

عذاب آجائے۔ ٥٥ حکومت اُس دن اللہ ہی کی ہو گی، وہی اُن کے درمیان فیصلہ کرے گا،

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٥٦﴾

فَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	فِيْ	جَنّٰتِ	النَّعِيْمِ ﴿٥٦﴾
سو جو لوگ	ایمان لائے	اور	عمل کیے انہوں نے	اچھے	بیچ	باغات کے	نعمتوں کے

سو جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک عمل کیے، وہ نعمتوں کے باغات میں ہوں گے۔ ٥٦

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ

وَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	فَاُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	عَذَابٌ
اور	جن لوگوں نے	کفر کیا	اور	جھٹلایا انہوں نے	ہماری آیتوں کو	تو وہی لوگ	ان کیلئے	عذاب

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی تو انہی لوگوں کیلئے رسوا کن

مُّهِيْنٌ ﴿٥٧﴾ ع وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ

مُّهِيْنٌ ﴿٥٧﴾	وَ	الَّذِيْنَ	هَاجَرُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	ثُمَّ	قُتِلُوْٓا	اَوْ
رسوا کن	اور	جن لوگوں نے	ہجرت کی	بیچ	راستے	اللہ کے	پھر	قتل ہو گئے	یا

عذاب ہے۔ ٥٧ اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، پھر شہید کر دیے گئے یا

٥٤ اس آیتِ مبارکہ میں اہل علم کا رویہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ شیطان کی شیطانی کوششوں سے متاثر نہیں ہوتے، بلکہ وہ آیاتِ محکمات کو برحق سمجھ کر ان پر ایمان لاتے ہیں اور ان کے دل نرم پڑ جاتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ راہِ حق کی ہدایت نصیب فرماتے ہیں۔

٥٥ اس آیتِ مبارکہ میں کافروں کا رویہ بیان کیا گیا ہے کہ ان پر شیطانی کاوشوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ شکوک وشبہات کا شکار ہو جاتے ہیں، یہ شکوک وشبہات ان کا پیچھا کبھی نہیں چھوڑیں گے، قیامت آجائے گی لیکن ان کے شبہات کبھی زائل نہ ہوں گے، اس آیت میں قیامت کے دن کو "بانجھ" قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس دن مشرکوں اور مجرموں کیلئے کوئی خیر نہ ہو گی، گویا خیر سے خالی ہونے کی وجہ سے اسے "بانجھ دن" قرار دیا گیا ہے۔

٥٦ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن حکومت اور حکم صرف اللہ کیلئے خاص ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، آج دنیا میں جن لوگوں کی عارضی حکومت قائم ہے یا جن کا حکم چلتا ہے، اس دن یہ سب ختم ہو جائیگا اور اُس دن ایمان وعمل والوں کیلئے نعمتوں سے بھرے باغات ہوں گے جہاں وہ پرسکون زندگی گزاریں گے۔

٥٧ اس آیتِ مبارکہ میں کفر اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والوں کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ ان کیلئے رسوا کن عذاب تیار کیا گیا ہے، اور اس دن کی رسوائی سب سے بڑی رسوائی ہے۔

ع ٩ / ١٤

مَاتُوۡا لَيَرۡزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزۡقًا حَسَنًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ

مَاتُوۡا	لَيَرۡزُقَنَّهُمُ	اللّٰهُ	رِزۡقًا	حَسَنًا ؕ	وَ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَهُوَ
مر گئے وہ	البتہ ضرور رزق دے گا انہیں	اللہ	رزق	عمدہ	اور	بیشک	اللہ	البتہ وہ

فوت ہو گئے، اللہ اُنہیں ضرور عمدہ رزق عطا فرمائے گا اور بیشک اللہ ہی سب سے

خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ ۝۵۸ لَيُدۡخِلَنَّهُمۡ مُّدۡخَلًا يَّرۡضَوۡنَهٗ ؕ

خَيۡرُ	الرّٰزِقِيۡنَ ۝۵۸	لَيُدۡخِلَنَّهُمۡ	مُّدۡخَلًا	يَّرۡضَوۡنَهٗ ؕ
بہترین	رزق دینے والوں میں	البتہ ضرور داخل کرے گا وہ انہیں	داخل ہونے کی جگہ	اسے پسند کریں گے وہ

بہترین رزق دینے والا ہے۔ ۵۸ وہ اُنہیں ضرور ایسی جگہ داخل کرے گا جو اُنہیں پسند آئے گی،

وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيۡمٌ حَلِيۡمٌ ۝۵۹ ذٰلِكَ ۚ وَمَنۡ عَاقَبَ بِمِثۡلِ مَا

وَ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَعَلِيۡمٌ	حَلِيۡمٌ ۝۵۹	ذٰلِكَ ۚ	وَ	مَنۡ	عَاقَبَ	بِمِثۡلِ	مَا
اور	بیشک	اللہ	البتہ خوب جاننے والا	بردبار	وہ	اور	جو کوئی	بدلہ لے	اتنا ہی	جو

اور بیشک اللہ خوب جاننے والا، بردبار ہے۔ ۵۹ یہ سن لو، اور جو شخص اُتنا ہی بدلہ لے جتنی اُسے

عُوۡقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِىَ عَلَيۡهِ لَيَنۡصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

عُوۡقِبَ	بِهٖ	ثُمَّ	بُغِىَ	عَلَيۡهِ	لَيَنۡصُرَنَّهُ	اللّٰهُ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ
تکلیف دی گئی	ساتھ اس کے	پھر	ظلم کیا جائے	اس پر	البتہ ضرور مدد کرے گا اس کی	اللہ	بیشک	اللہ

تکلیف پہنچائی گئی، پھر اُس پر ظلم کیا جائے تو اللہ اُس کی مدد ضرور کرے گا، بیشک اللہ

لَعَفُوٌّ غَفُوۡرٌ ۝۶۰ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ

لَعَفُوٌّ	غَفُوۡرٌ ۝۶۰	ذٰلِكَ	بِاَنَّ	اللّٰهَ	يُوۡلِجُ	الَّيۡلَ	فِى	النَّهَارِ
البتہ بہت درگزر روالا	بہت بخشنے والا	وہ	اس وجہ سے کہ بیشک	اللہ	داخل کرتا ہے	رات کو	بیچ	دن کے

درگزر کرنے والا، بہت بخشنے والا ہے۔ ۶۰ یہ اس لیے کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے

وَيُوۡلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ ۢ بَصِيۡرٌ ۝۶۱ ذٰلِكَ

وَ	يُوۡلِجُ	النَّهَارَ	فِى	الَّيۡلِ	وَاَنَّ	اللّٰهَ	سَمِيۡعٌ ۢ	بَصِيۡرٌ ۝	ذٰلِكَ
اور	داخل کرتا ہے	دن کو	بیچ	رات کے	اور بیشک	اللہ	خوب سننے والا	دیکھنے والا	وہ

اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور یہ کہ اللہ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ ۶۱ یہ

۵۸ اس آیت مبارکہ میں ہجرت کرنے والوں کا اعزاز بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے جذبے سے سرشار ہو کر اپنے گھر بار کو چھوڑ کر ہجرت کی، خواہ وہ میدان جہاد میں شہید ہوں یا بستر پر موت سے ہم آغوش ہوں، بہر صورت انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاکیزہ اور بہترین رزق عطا فرمایا جائیگا، جتنی بڑی قربانی اتنا ہی بڑا انعام۔

۵۹ اس آیت مبارکہ میں مہاجرین کیلئے ایک اور انعام کا وعدہ کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی پسند کی رہائش گاہیں عطا فرمائے گا، وہ اپنے لیے جس رہائش گاہ کو پسند کریں گے، وہی انہیں عطا کر دی جائے گی، یہ معمولی اعزاز نہیں ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مہاجرین کو اپنے لیے رہائش گاہ منتخب کرنے کا اختیار ہوگا، خیا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جو رہائش گاہ عطا فرمائے گا، وہ انہیں پسند آئے گی۔ رزقنا اللہ وایا کم بفضلہ۔

۶۰ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی طرف سے مظلوم کی نصرت کا وعدہ کیا گیا ہے، یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں ہی فرما لیا تھا کہ میں مظلوم کا ساتھ دوں گا، اگرچہ حکمت اور مصلحت کی وجہ سے اس میں کچھ وقت لگ جائے، یہاں اسی وعدے کو دہرایا گیا ہے، اگر مظلوم اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لے لے تو حساب برابر ہو گیا، لیکن اگر ظالم دوبارہ اس پر ظلم کرے تو اللہ کی نصرت ایک مرتبہ پھر اس کی طرف متوجہ ہو جائے گی کیونکہ اب پھر وہ مظلوم ہے۔

۶۱ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی چند صفات بیان کر کے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ جو اللہ رات کو دن میں داخل کر کے رات کو چھوٹا اور دن کو بڑا کر سکتا ہے، جو اللہ دن کو رات میں داخل کر کے دن کو چھوٹا اور رات کو بڑا کر سکتا ہے اور جو اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے، اس کیلئے مظلوم کی نصرت و اعانت کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ

بِاَنَّ	اللّٰهَ	هُوَ	الْحَقُّ	وَاَنَّ	مَا	يَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِهٖ	هُوَ
اس وجہ سے کہ بیشک	اللہ	وہی	برحق	اور یہ کہ بیشک	وہ جو	پکارتے ہیں وہ	سے	اس کے علاوہ	وہ

اس لیے کہ اللہ ہی برحق ہے اور یہ کہ وہ اللہ کے علاوہ جسے بھی پکارتے ہیں، وہ

الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٦٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ

الْبَاطِلُ	وَ	اَنَّ	اللّٰهَ	هُوَ	الْعَلِيُّ	الْكَبِيْرُ ﴿٦٢﴾	اَلَمْ	تَرَ	اَنَّ	اللّٰهَ
باطل	اور	یہ کہ بیشک	اللہ	وہی	برتر	سب سے بڑا	کیا نہیں	دیکھا تُونے	کہ بیشک	اللہ

باطل ہے اور یہ کہ اللہ ہی سب سے برتر اور بڑا ہے۔ ﴿٦٣﴾ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ز فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ط اِنَّ

اَنْزَلَ	مِنَ	السَّمَآءِ	مَآءً ز	فَتُصْبِحُ	الْاَرْضُ	مُخْضَرَّةً ط	اِنَّ
اتارا اس نے	سے	آسمان کے	پانی	تو ہوجاتی ہے	زمین	سرسبز	بیشک

آسمان سے پانی اتارا، جس کی وجہ سے زمین سرسبز ہو جاتی ہے، بیشک

اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿٦٣﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

اللّٰهَ	لَطِيْفٌ	خَبِيْرٌ ﴿٦٣﴾	لَهٗ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِي
اللہ	باریک بیں	باخبر	اسی کیلئے	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے	اور	وہ جو	بیچ

اللہ باریک بیں، باخبر ہے۔ ﴿٦٤﴾ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے،

الْاَرْضِ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿٦٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ

ع ٧ / ١٥

الْاَرْضِ ط	وَ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَهُوَ	الْغَنِيُّ	الْحَمِيْدُ ﴿٦٤﴾	اَلَمْ	تَرَ	اَنَّ
زمین کے	اور	بیشک	اللہ	البتہ وہی	بے نیاز	قابلِ تعریف	کیا نہیں	دیکھا تُونے	کہ بیشک

اسی کا ہے اور بیشک اللہ ہی بے نیاز، قابلِ تعریف ہے۔ ﴿٦٥﴾ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ زمین میں

اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ

اللّٰهَ	سَخَّرَ	لَكُمْ	مَّا	فِي	الْاَرْضِ	وَالْفُلْكَ	تَجْرِيْ	فِي	الْبَحْرِ
اللہ نے	تابع فرمان کر دیا	تمہارے لئے	جو کچھ	بیچ	زمین کے	اور کشتیوں کو	چلتی ہیں وہ	بیچ	سمندر کے

جو کچھ ہے، اللہ نے اسے تمہارے لیے مسخر کر دیا اور کشتیوں کو بھی جو سمندر میں اس کے حکم سے

﴿٦٣﴾ اس آیت مبارکہ میں مزید تین دلیلوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہرحال مظلوم کی مدد کرنے پر قدرت رکھتا ہے، پہلی یہ کہ اللہ معبودِ حقیقی ہے اور معبودِ حقیقی ہر چیز پر اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ اثر انداز ہوتا ہے، دوسری یہ کہ مشرک اور بت پرست لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہیں، وہ معبودانِ باطلہ ہیں اور کسی باطل معبود میں مظلوم کا ساتھ دینے کی جرأت نہیں ہے، اور تیسری یہ کہ اللہ سب سے برتر اور سب سے بڑا ہے، اس کی برتری اور بڑائی کا تقاضا ہے کہ مظلوم کو انصاف ملے اور ظلم کی روک تھام ہو۔

﴿٦٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک اور نشانی بیان کی گئی ہے کہ جو اللہ زمین پر موسلا دھار پانی برسا کر اسے تازگی، شادابی بلکہ نئی زندگی دے سکتا ہے، جس کی نظروں اور علم سے کوئی چیز مخفی نہیں، کیا وہ مظلوم سے بے خبر رہ جائیگا؟ اور کیا وہ مظلوم کو انصاف فراہم نہیں کر سکتا؟

﴿٦٥﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ زمین و آسمان اور ان میں موجود ہر چیز کا مالکِ حقیقی ہے، دوسری یہ کہ وہ نہایت غنی اور بے نیاز ہے، تیسری یہ کہ وہ سب سے بڑھ کر قابل تعریف ہے۔

بِاَمْرِهٖ ۭ وَيُمْسِكُ السَّمَاۗءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا

بِاَمْرِهٖ ۭ	وَ	يُمْسِكُ	السَّمَاۗءَ	اَنْ	تَقَعَ	عَلَى	الْاَرْضِ	اِلَّا
ساتھ اس کے حکم کے	اور	روک رکھا ہے اس نے	آسمان کو	یہ کہ	گر پڑے	پر	زمین کے	مگر

چلتی ہیں، اور آسمان کو زمین پر گرنے سے صرف اُسی نے اپنے حکم سے

بِاِذْنِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٥﴾ وَهُوَ

بِاِذْنِهٖ ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	بِالنَّاسِ	لَرَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ ﴿٦٥﴾	وَ	هُوَ
ساتھ اپنے حکم کے	بیشک	اللہ	لوگوں سے	البتہ بہت شفیق	نہایت مہربان	اور	وہ

تھام رکھا ہے، بیشک اللہ لوگوں پر بہت شفیق، نہایت مہربان ہے۔ ﴿٦٥﴾ اور وہی ہے

الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ۡ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ اِنَّ

الَّذِيْٓ	اَحْيَاكُمْ	ثُمَّ	يُمِيْتُكُمْ	ثُمَّ	يُحْيِيْكُمْ ۭ	اِنَّ
وہی جس نے	زندہ کیا تمہیں	پھر	موت دے گا تمہیں	پھر	زندہ کرے گا تمہیں	بیشک

جس نے تمہیں زندہ کیا، پھر تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا، بیشک

الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ

الْاِنْسَانَ	لَكَفُوْرٌ ﴿٦٦﴾	لِكُلِّ	اُمَّةٍ	جَعَلْنَا	مَنْسَكًا	هُمْ
انسان	البتہ بہت ناشکرا	ہر ایک	امت کا	بنایا ہم نے	عبادت کا طریقہ	وہ

انسان بہت ناشکرا ہے۔ ﴿٦٦﴾ ہر اُمت کیلئے ہی ہم نے عبادت کا ایک طریقہ متعین کیا ہے جس کے مطابق وہ

نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ۭ

نَاسِكُوْهُ	فَلَا	يُنَازِعُنَّكَ	فِي	الْاَمْرِ	وَادْعُ	اِلٰى	رَبِّكَ ۭ
عبادت کرتے ہیں	سو نہ	جھگڑا کریں وہ تجھ سے	بیچ	معاملے کے	اور دعوت دے	طرف	اپنے رب کے

عبادت کرتے ہیں، اس لیے وہ اِس معاملے میں آپ سے جھگڑا نہ کریں اور آپ اپنے رب کی طرف دعوت دیتے رہیں ،

اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٦٧﴾ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ

اِنَّكَ	لَعَلٰى	هُدًى	مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٦٧﴾	وَ	اِنْ	جٰدَلُوْكَ	فَقُلِ
بیشک تو	البتہ پر	راستے کے	سیدھے	اور	اگر	وہ جھگڑا کریں تجھ سے	تو کہہ دے

بیشک آپ سیدھے راستے پر گامزن ہیں۔ ﴿٦٧﴾ اور اگر یہ لوگ آپ سے تکرار کریں تو آپ فرما دیجئے

﴿٦٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی تین نشانیاں ذکر کی گئی ہیں اور ان پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے، پہلی یہ کہ زمین میں جو کچھ ہے، اللہ نے اسے انسان کی خدمت پر لگا دیا ہے اور اسے انسان کی دسترس میں دیکر اس کیلئے اس سے فائدہ اٹھانے کی راہ ہموار کر دی ہے، دوسری یہ کہ سمندر میں کشتیاں صرف اسی کے حکم سے رواں دواں ہیں ، اگر وہ ہواؤں کو روک دے تو بڑے بڑے بحری جہاز اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ کر سکیں اور تیسری یہ کہ آسمان کو اسی نے اپنی قدرت سے تھام رکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ زمین پر نہیں گرتا ، حالانکہ اسے کسی ستون پر قائم نہیں کیا گیا، جو اللہ اس طرح کی عظیم الشان صفات اور قدرت رکھتا ہے، وہ اپنے بندوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔

﴿٦٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں زندگی اور موت کو انعام کے طور پر ذکر کیا گیا ہے اور یہ کہ پہلا وجود بھی اللہ تعالیٰ نے ہی عطا فرمایا، موت بھی وہی دیتا ہے اور دوبارہ زندگی بھی وہی دے گا، جسے وہ موت نہ دینا چاہے، ساری دنیا مل کر بھی اسے مارنے کی قدرت نہیں رکھتی ، لیکن انسان ہی ناشکرا ہے، بہت سی نعمتوں کو تو نعمت بھی نہیں سمجھتا۔

﴿٦٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں "منسکا" کا لفظ قربانی کے معنی میں بھی لیا جا سکتا ہے اور "عبادت" کے معنی میں بھی، تاہم موقع محل کی مناسبت سے "عبادت" کا معنی مراد لینا زیادہ بہتر ہے، اسی وجہ سے اس عاجز نے ترجمے میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور آیت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک جتنی امتیں بھی آئی ہیں، اصولی عقائد اور بنیادی تعلیمات مثلاً توحید، رسالت، قیامت، جزا و سزا وغیرہ میں مشترک ہونے کے باوجود عبادت خداوندی کا طریقہ ہر امت میں جدا اور مختلف رہا ہے، چنانچہ جس امت کیلئے حق تعالیٰ نے اپنی عبادت کے جس طریقے کو پسند کیا، انہیں اسی کا پابند کیا اور ان کیلئے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا سب سے بہترین طریقہ وہی تھا، اسی اصول کے مطابق اس امت کیلئے بھی عبادت کا ایک خاص طریقہ مقرر کیا گیا ہے، کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے، اگر کچھ لوگ آپ سے اس معاملے میں حجت بازی اور تکرار سے کام لیں تو آپ ان کی پرواہ کیے بغیر اپنے رب کی طرف دعوت دیتے رہیں اور مطمئن رہیں کہ آپ سیدھے راستے پر گامزن ہیں۔

اللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ يَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ يَوۡمَ

اللّٰهُ	اَعۡلَمُ	بِمَا	تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۶۸﴾	اَللّٰهُ	يَحۡكُمُ	بَيۡنَكُمۡ	يَوۡمَ
اللہ	زیادہ جانتا ہے	اسے جو	تم کرتے ہو	اللہ	فیصلہ کرے گا	درمیان تمہارے	دن

کہ تم جو کچھ کر رہے ہو، اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔ ۶۸ اللہ قیامت کے دن اُن چیزوں میں تمہارے درمیان

الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ

الۡقِيٰمَةِ	فِيۡمَا	كُنۡتُمۡ	فِيۡهِ	تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۶۹﴾	اَلَمۡ	تَعۡلَمۡ	اَنَّ
قیامت کے	اسمیں جو	تم تھے	اسمیں	اختلاف کرتے رہے	کیا نہیں	تُو جانتا	کہ بیشک

فیصلہ کر دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ ۶۹ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ

اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِىۡ كِتٰبٍ ؕ

اللّٰهَ	يَعۡلَمُ	مَا	فِى	السَّمَآءِ	وَ	الۡاَرۡضِ ؕ	اِنَّ	ذٰلِكَ	فِىۡ	كِتٰبٍ ؕ
اللہ	جانتا ہے	جو کچھ	بیچ	آسمان کے	اور	زمین کے	بیشک	وہ	بیچ	کتاب کے

آسمان و زمین میں جو کچھ ہے، اللہ اُسے جانتا ہے؟ بیشک یہ کتاب میں موجود ہے،

اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ﴿۷۰﴾ وَيَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا

اِنَّ	ذٰلِكَ	عَلَى	اللّٰهِ	يَسِيۡرٌ ﴿۷۰﴾	وَ	يَعۡبُدُوۡنَ	مِنۡ	دُوۡنِ	اللّٰهِ	مَا
بیشک	وہ	پر	اللہ کے	آسان	اور	عبادت کرتے ہیں وہ	سے	علاوہ	اللہ کے	وہ جو

بیشک یہ اللہ پر آسان ہے۔ ۷۰ اور وہ اللہ کو چھوڑ کر اُن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کی

لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ سُلۡطٰنًا وَّمَا لَيۡسَ لَهُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ وَمَا

لَمۡ	يُنَزِّلۡ	بِهٖ	سُلۡطٰنًا	وَّ	مَا	لَيۡسَ	لَهُمۡ	بِهٖ	عِلۡمٌ ؕ	وَ	مَا
نہیں	اتاری اس نے	اس کی	کوئی دلیل	اور	وہ جو	نہیں	ان کیلئے	اس کا	کوئی علم	اور	نہیں

اُس نے کوئی دلیل نہیں اُتاری، اور جس کا اُن کے پاس کچھ علم نہیں ہے، اور ظالموں کا

لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ نَّصِيۡرٍ ﴿۷۱﴾ وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ

لِلظّٰلِمِيۡنَ	مِنۡ	نَّصِيۡرٍ ﴿۷۱﴾	وَ	اِذَا	تُتۡلٰى	عَلَيۡهِمۡ	اٰيٰتُنَا	بَيِّنٰتٍ
ظالموں کیلئے	سے	کوئی مددگار	اور	جب	تلاوت کی جاتی ہیں	ان پر	ہماری آیتیں	واضح

کوئی مددگار نہیں ہوتا۔ ۷۱ اور جب اُن کے سامنے ہماری واضح آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے

۶۸ اس آیت مبارکہ میں جھگڑا اور تکرار کرنے والوں کا علاج بیان کیا گیا ہے کہ اگر کچھ لوگ آپ سے عبادت کے طریقہ کار کے حوالے سے بحث مباحثہ کریں تو انہیں یہ جواب دیجئے کہ تمہارے کاموں سے اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے، وہ تمہارے اس بحث مباحثے سے بھی خوب واقف ہے، عنقریب تمہیں اس کا انجام دکھائے گا۔

۶۹ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ آج تم جن چیزوں میں جھگڑا اور تکرار کر رہے ہو، ان میں صحیح اور برحق فیصلہ قیامت کے درمیان خود اللہ تعالیٰ فرمائے گا اور تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پر؟

۷۰ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کامل کا حوالہ دیا گیا ہے کہ وہ آسمان و زمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے، اس نے اپنے علم ازلی کے مطابق آئندہ پیش آنے والے تمام احوال و واقعات لوح محفوظ میں پہلے ہی لکھ دیئے تھے، بھلا اس کیلئے کون سا کام مشکل ہے؟

۷۱ اس آیت مبارکہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ بت پرستی بلا جواز ہے، دنیا کا کوئی مشرک اپنے کفر و شرک اور بت پرستی کے جواز پر نہ تو کسی آسمانی کتاب سے کوئی دلیل پیش کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی عقلی دلیل سے اس کا جواز ثابت کر سکتا ہے، پھر بھی اگر وہ کفر و شرک پر اڑا رہے تو اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا؟ ایسے ظالموں کو یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت کے دن ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ۭ يَكَادُوْنَ

تَعْرِفُ	فِيْ	وُجُوْهِ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوا	الْمُنْكَرَ ۭ	يَكَادُوْنَ
تُو پہچان لے گا	بیچ	چہروں کے	ان لوگوں کے	کفر کیا انہوں نے	برائی کو	قریب ہیں وہ

تو آپ کافروں کے چہروں پر ناگواری کے آثار دیکھ سکتے ہیں، قریب ہے کہ

يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۭ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ

يَسْطُوْنَ	بِالَّذِيْنَ	يَتْلُوْنَ	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتِنَا ۭ	قُلْ	اَفَاُنَبِّئُكُمْ
حملہ کردیں	ان لوگوں پر جو	تلاوت کرتے ہیں	ان پر	ہماری آیتیں	تُو کہہ	تو کیا میں بتاؤں تمہیں

وہ اُن لوگوں پر حملہ ہی کر دیں جو اُن کے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ کیا میں تمہیں تمہاری اِس چیز سے

بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ اَلنَّارُ ۭ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ

بِشَرٍّ	مِّنْ	ذٰلِكُمْ ۭ	اَلنَّارُ ۭ	وَعَدَهَا	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا ۭ
زیادہ برا	سے	تمہاری اس چیز کے	جہنم	وعدہ کیا اس کا	اللہ نے	ان لوگوں سے	کفر کیا انہوں نے

زیادہ بدتر چیز بتاؤں؟ وہ جہنم ہے، جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کر رکھا ہے،

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۷۲ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا

وَ	بِئْسَ	الْمَصِيْرُ ۝	يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	ضُرِبَ	مَثَلٌ	فَاسْتَمِعُوْا
اور	بدترین ہے وہ	ٹھکانہ	اے	لوگو!	بیان کی گئی	ایک مثال	سو کان لگا کر سنو

اور وہ لوٹنے کی بدترین جگہ ہے۔ ۷۲ اے لوگو! ایک مثال بیان کی جا رہی ہے، اُسے توجہ سے

لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا

لَهٗ ۭ	اِنَّ	الَّذِيْنَ	تَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	لَنْ	يَّخْلُقُوْا
اسے	بیشک	جنہیں	تم پکارتے ہو	سے	علاوہ	اللہ کے	ہرگز نہیں	پیدا کر سکتے وہ

سنو، جن لوگوں کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو، وہ تو ایک مکھی بھی ہرگز نہیں پیدا

ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا

ذُبَابًا	وَّلَوِ	اجْتَمَعُوْا	لَهٗ ۭ	وَ	اِنْ	يَّسْلُبْهُمُ	الذُّبَابُ	شَيْـًٔا
ایک مکھی کو	اگرچہ	جمع ہو جائیں وہ	اس کیلئے	اور	اگر	چھین لے ان سے	مکھی	کوئی چیز

کر سکتے، اگرچہ سارے اکٹھے ہو جائیں، اور اگر مکھی اُن سے کچھ چھین کر لے جائے

۷۲ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کی سنگ دلی اور قرآن و اہل قرآن سے ان کی دشمنی بیان کی گئی ہے، یہ لوگ سنگ دلی او دشمنی میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ قرآن کریم سن کر ناگواری کے آثار ان کے چہروں پر واضح طور پر محسوس کیے جا سکتے ہیں، ان کا بس نہیں چلتا کہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والوں پر حملہ کر کے انہیں نقصان پہنچائیں، ہندوستان میں اس کی بہت سی مثالیں تقسیم سے پہلے بھی عام تھیں اور اب بھی کم نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ عنقریب تم جہنم میں داخل کیے جاؤ گے، آج تمہیں قرآن کریم سے جس قدر ناگواری اور بیزاری ہو رہی ہے، اس سے کہیں زیادہ بیزاری اور ناگواری تمہیں جہنم سے ہو گی، لیکن تم اس سے بچ کر نکل نہ سکو گے اور تمہیں اسی میں رہنا پڑے گا۔

ع ۹ ۸ ۱۶

لَا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ﴿٧٣﴾

لَا	يَسْتَنْقِذُوْهُ	مِنْهُ	ضَعُفَ	الطَّالِبُ	وَ	الْمَطْلُوْبُ ﴿٧٣﴾
نہ	چھڑا سکیں وہ اسے	اس سے	کمزور ہے	طلب کرنے والا	اور	جسے طلب کیا گیا

تو وہ اُسے اُس سے چھڑا نہ سکیں گے، طلب گار اور جسے طلب کیا جا رہا ہے، کس قدر کمزور ہیں۔ [73]

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿٧٤﴾ اَللّٰهُ

مَا	قَدَرُوا	اللّٰهَ	حَقَّ	قَدْرِهٖ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَقَوِيٌّ	عَزِيْزٌ ﴿٧٤﴾	اَللّٰهُ
نہیں	قدر کی انہوں نے	اللہ کی	جیسا حق	اس کی قدر کا	بیشک	اللہ	البتہ طاقتور	غالب	اللہ

انہوں نے اللہ کی اُس طرح قدر نہیں کی جیسے اُس کی قدر کرنے کا حق ہے، بیشک اللہ طاقتور، غالب ہے۔ [74] اللہ

يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

يَصْطَفِيْ	مِنَ	الْمَلٰۗىِٕكَةِ	رُسُلًا	وَّ	مِنَ	النَّاسِ	اِنَّ	اللّٰهَ
چن لیتا ہے	سے	فرشتوں کے	قاصدوں کو	اور	سے	انسانوں کے	بیشک	اللہ

پیغام بھیجنے کیلئے فرشتوں اور انسانوں میں سے بعض کو منتخب کر لیتا ہے، بیشک اللہ

سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٧٥﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۭ

سَمِيْعٌۢ	بَصِيْرٌ ﴿٧٥﴾	يَعْلَمُ	مَا	بَيْنَ	اَيْدِيْهِمْ	وَ	مَا	خَلْفَهُمْ
خوب سننے والا	دیکھنے والا	وہ جانتا ہے	جو کچھ	درمیان	ان کے ہاتھوں کے	اور	جو کچھ	ان کے پیچھے

خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ [75] اُن کے آگے اور پیچھے جو کچھ ہے، وہ سب جانتا ہے ،

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿٧٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا

وَاِلَى	اللّٰهِ	تُرْجَعُ	الْاُمُوْرُ ﴿٧٦﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	ارْكَعُوْا
اور طرف	اللہ کے	لوٹائے جائیں گے	معاملات	اے	لوگو! جو	ایمان لائے	رکوع کرو

اور اللہ ہی کی طرف تمام معاملات لوٹائے جائیں گے۔ [76] اے اہلِ ایمان! رکوع کرو،

وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ

وَاسْجُدُوْا	وَاعْبُدُوْا	رَبَّكُمْ	وَافْعَلُوا	الْخَيْرَ	لَعَلَّكُمْ
اور سجدہ کرو	اور عبادت کرو	اپنے رب کی	اور کرتے رہو	نیکی	تاکہ تم

سجدہ کرو، اپنے رب کی عبادت کرو، اور نیکی کے کام کرو تاکہ تم

[73] اس آیت مبارکہ میں تمام انسانوں کو مخاطب کر کے ایک مثال بیان کی گئی ہے اور اسے توجہ سے سننے اور اس پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے، اس مثال کا مقصد کفر وشرک کی دلدل میں دھنسے ہوئے لوگوں کے سامنے ان کے بے جان معبودوں کی بے بسی اور عاجزی بیان کرنا ہے کہ جو مجسمے اور مورتیاں اس قدر بے بس ہوں کہ سب کے سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا نہ کر سکیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر اڑ جائے تو سب کے سب مل کر اسے واپس بھی نہ لا سکیں، کیا وہ معبود بننے کے قابل ہو سکتے ہیں؟ کیا انہیں خالق حقیقی کی برابری کا دعویٰ کرنا زیب دیتا ہے؟ افسوس! کہ ایک کمزور دوسرے کمزور کو اپنا مطلوب ومقصود بنائے ہوئے ہے۔

[74] اس آیت مبارکہ میں لوگوں کی نا قدری بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدر کرنے کا حق ادا نہیں کر سکے، یہاں یہ تو واضح ہے کہ کوئی انسان بھی اللہ تعالیٰ کی اس طرح قدر اور عبادت نہیں کر سکتا جیسے اس کی قدر اور عبادت کرنے کا حق ہے، پیغمبر بھی کہتے ہیں کہ پروردگار! ہم تیری عبادت اور معرفت کا حق ادا نہیں کر سکے، لیکن انسان اس کی کوشش تو کر سکتا ہے، مشرکین اس کی کوشش بھی نہیں کرتے، اس سے اللہ کے مقام اور مرتبے پر تو کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ وہ تو اپنی ذات میں سب سے بڑھ کر طاقتور اور غالب ہے، البتہ ان لوگوں کی بدنصیبی ثابت ہو جاتی ہے۔

[75] اس آیت مبارکہ میں فرشتوں اور انسانوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نمائندے منتخب کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ نمائندے اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کی مخلوق تک پہنچاتے ہیں اور اہل دنیا کو اللہ تعالیٰ کی پسند اور ناپسند سے آگاہ کرتے ہیں، چونکہ ان نمائندوں کا انتخاب اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے اس لیے اس کا انتخاب کسی صورت غلط ہو ہی نہیں سکتا اور منتخب ہونے والے فرشتے اور انسان اپنی ذمہ داریاں طے شدہ دائرے کے اندر رہتے ہوئے بھرپور طریقے سے سرانجام دیتے ہیں اور ایک بال برابر بھی ادھر سے ادھر نہیں ہوتے۔

[76] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے منتخب کردہ نمائندگان کے حوالے سے اس کے علم کامل کا حوالہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ یونہی کسی بندے کو منتخب نہیں فرما لیتا، وہ اس کے ماضی اور مستقبل سے بخوبی واقف ہوتا اور اس پر کڑی نگاہ رکھتا ہے، وہ زمانے کی قید سے آزاد ہے اس لیے اس کے سامنے ماضی اور مستقبل کی تقسیم بیکار ہے، اس لیے پیغام رساں فرشتوں، نبیوں اور رسولوں کا انتخاب اللہ تعالیٰ اپنے علم کامل کے ساتھ فرماتا ہے، اور اس لیے اس کا ہر انتخاب بہترین ہوتا ہے۔

تُفْلِحُوْنَ ۝۷۷ (السجدة) وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ

تُفْلِحُوْنَ ۝	وَ	جَاهِدُوْا	فِي	اللّٰهِ	حَقَّ	جِهَادِهٖ ۭ	هُوَ	اجْتَبٰىكُمْ
کامیاب ہوجاؤ	اور	جہاد کرو	بیچ	اللہ کے	جیسا حق	اس کے جہاد کا	وہ	چن لیا اس نے تمہیں

کامیاب ہو جاؤ۔ ۷۷ اور اللہ کی راہ میں محنت کرو جیسے محنت کرنے کا حق ہے، اُسی نے تمہیں چُنا ہے

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ

وَمَا	جَعَلَ	عَلَيْكُمْ	فِي	الدِّيْنِ	مِنْ	حَرَجٍ ۭ	مِلَّةَ	اَبِيْكُمْ
اور نہیں	ڈالی اس نے	تم پر	بیچ	دین کے	سے	کوئی تنگی	ملت	تمہارے باپ کی

اور دین کے معاملے میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی، تم اپنے باپ ابراہیم کی

اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا

اِبْرٰهِيْمَ ۭ	هُوَ	سَمّٰىكُمُ	الْمُسْلِمِيْنَ ڏ	مِنْ	قَبْلُ	وَفِيْ	هٰذَا
ابراہیم	وہ	نام رکھا اس نے تمہارا	فرمانبرداری کرنے والے	سے	پہلے	اور بیچ	اس کے

ملت ہو، اُسی نے اِس سے پہلے بھی تمہارا نام "مسلمان" رکھا اور اِس قرآن میں بھی،

لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى

لِيَكُوْنَ	الرَّسُوْلُ	شَهِيْدًا	عَلَيْكُمْ	وَ	تَكُوْنُوْا	شُهَدَآءَ	عَلَى
تاکہ ہوجائے	پیغمبر	گواہ	تم پر	اور	تم ہوجاؤ	گواہی دینے والے	پر

تاکہ پیغمبر (ﷺ) تم پر گواہ بن جائیں اور تم لوگوں پر گواہ

النَّاسِ ښ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا

النَّاسِ ښ	فَاَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ	وَاٰتُوا	الزَّكٰوةَ	وَاعْتَصِمُوْا
لوگوں کے	سو قائم کرو تم	نماز	اور ادا کرو تم	زکوٰۃ	اور مضبوط پکڑو

بن جاؤ، سو تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کی رسی کو

بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝۷۸ ع

بِاللّٰهِ ۭ	هُوَ	مَوْلٰىكُمْ ۚ	فَنِعْمَ	الْمَوْلٰى	وَ	نِعْمَ	النَّصِيْرُ ۝
اللہ کو	وہی	تمہارا آقا	سو کیا خوب	آقا	اور	کیا خوب	مددگار

مضبوطی سے پکڑ لو، وہی تمہارا آقا ہے، سو کیا خوب آقا ہے اور کیا خوب مددگار ہے۔ ۷۸

السجدة عند الشافعي

ع ۱۰ / ۶ / ۱۷

۷۷ اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ ایمان کو خطاب کر کے چار حکم دیئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ رکوع کرو، دوسرا یہ کہ سجدہ کرو، تیسرا یہ کہ اپنے رب کی عبادت کرو اور چوتھا یہ کہ نیکی کا ہر کام کرو، گویا پہلے خاص چیزوں کا حکم دیا گیا جس سے ان کی اہمیت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے، پھر ایک عام حکم دیدیا جس میں گزشتہ سارے حکم بھی آ گئے اور اس کے علاوہ بھی نیکی کے تمام کام اس میں شامل ہو گئے، اس ناکارہ کی دعاؤں میں سے ایک دعا اسی عموم کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اے اللہ! نیکی کے ہر کام کی توفیق عطا فرما اور گناہ کے ہر کام سے بچنا آسان فرما۔

۷۸ اس آیتِ مبارکہ میں مسلمانوں کو چار حکم دیئے گئے ہیں اور درمیان میں بطور امت اور ملت کے ان کی تعریف کی گئی ہے کہ جس اللہ نے عام لوگوں کی رہنمائی کیلئے پیغمبروں کا انتخاب کیا، اسی اللہ نے تمام امتوں میں سے افضل ترین امت کے طور پر تمہیں منتخب کیا، لیکن دونوں میں فرق "اصطفاء اور اجتباء" کے لفظوں سے کر کے نبوت اور امت کے انتخاب میں فرق کو نمایاں کر دیا گیا ہے، پھر بطور ملت کے تمہاری نسبت جد الانبیاء ابراہیم خلیل اللہ کی طرف ہے، تمہیں جو "مسلمان" کہا جاتا ہے، یہ نام بھی اللہ نے رکھا ہے، چنانچہ سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی اور اس قرآن میں بھی تمہیں اسی نام سے موسوم کیا گیا ہے، ابراہیم خلیل اللہ نے بھی اپنی نسل میں ایک "امت مسلمہ" کی دعا مانگی تھی، اللہ نے تمہیں یہ نسبت بھی عطا فرما دی، پھر قیامت کے دن بھی تمہیں ایک خصوصی امتیاز دیا جائیگا کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں تم گواہی دو گے اور تمہاری سچائی کی گواہی خود رسول اکرم ﷺ دیں گے، ان تمام اعزازات کے ساتھ اللہ نے تمہیں جو دین عطا فرمایا ہے، اس میں بھی تمہارے لیے کوئی سخت اور مشکل حکم نہیں رکھا، جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے "الدین یسر" اس لیے اب تمہیں چار کام کرنا ہوں گے، پہلا یہ کہ اللہ کی راہ میں محنت، ریاضت، مجاہدہ اور جہاد کا حق ادا کرنے کی کوشش کرو، دوسرا یہ کہ نماز قائم کرو، تیسرا یہ کہ زکوٰۃ ادا کرو، چوتھا یہ کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، کیونکہ تمہیں اس سے بہتر آقا اور مددگار کہیں نہیں مل سکتا۔

الحمد للہ! آج مورخہ ۶ نومبر ۲۰۱۸ء بروز منگل سورۂ حج کے مختصر تفسیری حواشی سے فراغت ہوئی، اللہ تعالیٰ قبول و مقبول اور نافع فرما کر وقت میں برکت عطا فرمائے اور بقیہ تفسیر کی تکمیل کے اسباب مہیا فرمائے۔ (آمین)

اٰیَاتُهَا ۱۱۸ (۲۳) سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ (۷۴) رُكُوْعَاتُهَا ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾

قَدْ	اَفْلَحَ	الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾	الَّذِیْنَ	هُمْ	فِیْ	صَلَاتِهِمْ	خٰشِعُوْنَ ﴿۲﴾
یقیناً	کامیاب ہوگئے	ایمان والے	جولوگ	وہ	بیچ	اپنی نماز کے	خشوع والے

یقیناً ایمان والے کامیاب ہو گئے۔ ﴿۱﴾ جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔ ﴿۲﴾

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ﴿۳﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ﴿۴﴾

وَ	الَّذِیْنَ	هُمْ	عَنِ	اللَّغْوِ	مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾	وَالَّذِیْنَ	هُمْ	لِلزَّكٰوةِ	فٰعِلُوْنَ ﴿۴﴾
اور	جولوگ	وہ	سے	بیکار کے	منہ پھیرنے والے	اور جولوگ	وہ	زکوٰۃ کے	ادا کرنے والے

اور جو بیکار باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔ ﴿۳﴾ اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ ﴿۴﴾

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰۤی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا

وَ	الَّذِیْنَ	هُمْ	لِفُرُوْجِهِمْ	حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾	اِلَّا	عَلٰۤی	اَزْوَاجِهِمْ	اَوْ	مَا
اور	جولوگ	وہ	اپنی شرمگاہوں کی	حفاظت کرنے والے	مگر	پر	اپنی بیویوں کے	یا	جو

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ﴿۵﴾ سوائے اپنی بیویوں یا باندیوں کے

مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۚ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ

مَلَكَتْ	اَیْمَانُهُمْ	فَاِنَّهُمْ	غَیْرُ	مَلُوْمِیْنَ ﴿۶﴾	فَمَنِ	ابْتَغٰی	وَرَآءَ	ذٰلِكَ
مالک ہوں	ان کے دائیں ہاتھ	سو بیشک وہ	نہیں	ملامت کئے جائیں گے	سو جو کوئی	تلاش کرے	علاوہ	اس کے

کہ اس پر انہیں ملامت نہیں کی جائے گی۔ ﴿۶﴾ سو جو کوئی اس کے علاوہ راستہ تلاش کرے گا

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ﴿۷﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْعٰدُوْنَ ﴿۷﴾	وَ	الَّذِیْنَ	هُمْ	لِاَمٰنٰتِهِمْ	وَ	عَهْدِهِمْ
تو وہی لوگ	وہ	حد سے تجاوز کرنے والے	اور	جولوگ	وہ	اپنی امانتوں کا	اور	اپنے عہد کا

تو وہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ ﴿۷﴾ اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی

سورۃ المؤمنون

سورۃ المؤمنون مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۴۸۰۲، کلمات ۱۸۴۰، آیات ۱۱۸ اور رکوعات ۶ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں "المؤمنون" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ مؤمنون رکھا گیا، اس سورت کا مرکزی عنوان "تعلق مع اللہ کی اہمیت" ہے، حق تعالیٰ کے ساتھ انسان کا تعلق جس قدر مضبوط ہوگا، انسان کو دنیا و آخرت میں اتنی ہی عزتیں، کامیابیاں اور راحتیں نصیب ہوں گی، یہی وجہ ہے کہ آغاز سورت میں ہی ان اوصاف کا حوالہ دیا گیا ہے جو اللہ کو اپنے مؤمن بندوں میں مطلوب ہیں، اس کے بعد انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل اور مدارج کا ذکر کیا گیا ہے، پھر حضرت نوح، ہود، موسیٰ، ہارون اور عیسیٰ علیہم السلام کے واقعات نصیحت کے طور پر ذکر کیے گئے ہیں، اس کے بعد تین ایسے حکم دیئے گئے ہیں جو تمام انبیاء اور رسل کیلئے مشترک رہے ہیں، پہلا یہ کہ حلال اور طیب چیزیں استعمال کریں، دوسرا یہ کہ اپنے روز و شب اعمال صالحہ میں صرف کریں اور تیسرا یہ کہ اپنے رب کے ساتھ تعلق کو درست اور مضبوط کریں، اس کیلئے مؤمنین کی کچھ صفات بیان کر کے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حوالہ دیا گیا ہے اور منشا یہی ہے کہ جس اللہ نے تمہیں یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں، اس کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط کرو، وہ ہر قسم کے شرک اور شریک سے پاک اور منزہ ہے، جن لوگوں نے اس تعلق کو اہمیت دی، وہ قیامت کے دن پر سکون اور اپنے رب کی نعمتوں میں ہوں گے، اور جن لوگوں نے اسے اہمیت نہیں دی، وہ اس دن پچھتا رہے ہوں گے اور کوئی نسب نامہ ان کے کام نہیں آئیگا، بلکہ وہ حق تعالیٰ کے ساتھ شرف ہم کلامی سے بھی محروم ہوں گے۔

سورۃ المؤمنون

﴿۱﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو کامیاب قرار دیا گیا ہے اور اس کامیابی میں پختگی اور مضبوطی پیدا کرنے کیلئے لفظ "قد" لایا گیا ہے، گویا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تاجر، سرمایہ دار، سیاستدان، جاگیردار اور دنیا کا عہدے دار ہونا کامیابی کا معیار نہیں ہے، بلکہ انسان کا مؤمن ہونا کامیابی کا معیار ہے۔ ﴿۲﴾ اس آیت مبارکہ میں مؤمنین کی پہلی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں، یہ قلبی اور باطنی سکون کی اعلیٰ کیفیت کا نام ہے جس کے آثار انسان کے ظاہر پر بھی نمودار ہوتے ہیں، کامیابی کا اعلیٰ درجہ حاصل کرنے کیلئے یہ صفت نہایت اہمیت رکھتی ہے، اسی لیے یہاں اس کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا ہے، تاہم نفس جواز کیلئے خشوع و خضوع کا ہونا شرط نہیں ہے۔ ﴿۳﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کی دوسری صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ لغویات اور فضولیات سے اپنے دامن کو بچاتے ہیں، خواہ ان لغویات کا تعلق کہنے کی باتوں سے ہو یا کرنے کے کاموں سے ہو، دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اہل ایمان اپنے الفاظ کو بھی ناپ تول کر ادا کرتے ہیں اور اپنے اوقات کو بھی ناپ تول کر خرچ کرتے ہیں۔ ﴿۴﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کی تیسری صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، یعنی اس کا ٹھیک ٹھیک حساب کرتے ہیں اور جب سال پورا ہو جاتا ہے اور وجوب زکوٰۃ کی شرائط پوری ہو جاتی ہیں تو اس کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں۔ ﴿۵﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کی چوتھی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنی عفت و عصمت اور عزت و آبرو کی حفاظت کرتے ہیں، حسن کی دیوی اور منصب و عہدہ کی مسند نشین، بااختیار سے بااختیار خاتون بھی ان کے قدموں میں ڈگمگاہٹ پیدا نہ کر سکے۔ ﴿۶﴾ اس آیت مبارکہ میں دو قسم کی خواتین کو مستثنیٰ کر کے ایک مؤمن کیلئے ان سے جسمانی فائدہ اٹھانا جائز قرار دیا گیا ہے، یا تو وہ اس کی بیوی ہو، یا اس کی شرعی باندی ہو، یاد رہے کہ آج کام گھروں میں کام کرنے والی نوکرانیاں باندیوں کے حکم میں نہیں ہیں۔ ﴿۷﴾ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو سرکش اور حد سے تجاوز کرنے والا قرار دیا گیا ہے جو اپنی بیویوں اور شرعی باندیوں کے علاوہ کسی اور سے ا(بقیہ)

رٰعُوْنَ ⑧ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ⑨ اُولٰٓئِكَ هُمُ

رٰعُوْنَ ⑧	وَ	الَّذِيْنَ	هُمْ	عَلٰى	صَلَوٰتِهِمْ	يُحَافِظُوْنَ ⑨	اُولٰٓئِكَ	هُمُ
رعایت کرنے والے	اور	جولوگ	وہ	پر	اپنی نمازوں کے	پابندی کرتے ہیں	وہی لوگ	وہ

رعایت رکھنے والے ہیں۔ ⑧ اور جو لوگ اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ ⑨ وہی لوگ وارث

الْوٰرِثُوْنَ ⑩ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑪

الْوٰرِثُوْنَ ⑩	الَّذِيْنَ	يَرِثُوْنَ	الْفِرْدَوْسَ ۭ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ⑪
وارث بننے والے	جولوگ	وارث ہوں گے	ٹھنڈی چھاؤں کے	وہ	اُس میں	ہمیشہ رہنے والے

بننے والے ہیں۔ ⑩ وہ ٹھنڈی چھاؤں والے باغات کے وارث ہوں گے، وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔ ⑪

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ⑫ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ

وَلَقَدْ	خَلَقْنَا	الْاِنْسَانَ	مِنْ	سُلٰلَةٍ	مِّنْ	طِيْنٍ ⑫	ثُمَّ	جَعَلْنٰهُ	نُطْفَةً	فِيْ
اورالبتہ یقیناً	پیدا کیا ہم نے	انسان کو	سے	چنی ہوئی	سے	مٹی کے	پھر	بنایا ہم نے اسے	پانی کا قطرہ	بیچ

اور یقیناً ہم نے انسان کو چنی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ ⑫ پھر ہم نے اُسے پانی کا قطرہ بنا کر

قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ⑬ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً

قَرَارٍ	مَّكِيْنٍ ⑬	ثُمَّ	خَلَقْنَا	النُّطْفَةَ	عَلَقَةً	فَخَلَقْنَا	الْعَلَقَةَ	مُضْغَةً
ایک ٹھکانے کے	محفوظ	پھر	بنایا ہم نے	پانی کے قطرے کو	جما ہوا خون	سو بنایا ہم نے	جمے ہوئے خون کو	گوشت کی بوٹی

ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔ ⑬ پھر ہم نے پانی کے قطرے کو جما ہوا خون بنایا، پھر اُس خون سے گوشت کی بوٹی پیدا کی،

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۤ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا

فَخَلَقْنَا	الْمُضْغَةَ	عِظٰمًا	فَكَسَوْنَا	الْعِظٰمَ	لَحْمًا ۤ	ثُمَّ	اَنْشَاْنٰهُ	خَلْقًا
سو بنایا ہم نے	گوشت کی بوٹی کو	ہڈیاں	پھر پہنایا ہم نے	ہڈیوں کو	گوشت	پھر	ہم نے اسے پیدا کیا	شکل میں

پھر اُس بوٹی سے ہڈی بنائی، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر ہم نے اُسے ایک نئی صورت میں

اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ⑭ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ

اٰخَرَ ۭ	فَتَبٰرَكَ	اللّٰهُ	اَحْسَنُ	الْخٰلِقِيْنَ ⑭	ثُمَّ	اِنَّكُمْ	بَعْدَ	ذٰلِكَ
دوسری	سو بابرکت ہے	اللہ	سب سے بہترین	پیدا کرنے والوں میں	پھر	بیشک تم	پیچھے	اس کے

پیدا کردیا، سو بابرکت ہے وہ اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے بہترین ہے۔ ⑭ پھر اس کے بعد تم

=جنسی خواہشات کی تکمیل کے راستے تلاش کرتے ہیں، یہ لوگ حدود اللہ کو پامال کرنے والے ہیں، اسی لیے انہیں سرکش قرار دیا گیا ہے۔

⑧ اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ ایمان کی پانچویں اور چھٹی صفت ایک ہی اسلوب بیان میں اس طرح ذکر کی گئی ہے کہ وہ ایک ہی معلوم ہوتی ہے، ایک یہ کہ اہل ایمان اپنے پاس رکھوائی جانے والی امانت کی حفاظت کرتے ہیں، اس میں خیانت نہیں کرتے، خواہ اس کا تعلق مال سے ہو یا کسی راز سے ہو، یا کسی ہنر اور صلاحیت سے ہو، دوسری یہ کہ اہل ایمان اپنے وعدے کا پاس کرتے ہیں، کسی سے وعدہ کرتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں، وعدہ خلافی نہیں کرتے اور وعدہ کو یہ کہہ کر توڑتے نہیں ہیں کہ یہ قرآن و حدیث تو نہیں ہے، ہماری زبان کے الفاظ ہی ہیں۔

⑨ اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ ایمان کی ساتویں صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی حفاظت اور پابندی کرتے ہیں، یہ صفت پہلی صفت سے مختلف ہے کیونکہ اس میں خشوع و خضوع کا بیان ہے اور یہاں پابندی اور حفاظت کا بیان ہے، اس سے نماز کی اہمیت کی طرف اشارہ کرنا بھی مقصود ہے کہ اہل ایمان کی صفات کا بیان نماز سے شروع کر کے نماز پر ہی ختم کیا گیا ہے، اس میں نمازوں کے اوقات اور دیگر آداب و شرائط آجاتے ہیں۔

⑩ ⑪ ان آیتوں میں اہلِ ایمان کا انعام بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ مذکورہ صفات کے حامل ہیں، حقیقت میں ٹھنڈی چھاؤں کے باغات کے وارث بھی وہی ہیں اور وہ ان باغات اور نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے، یعنی انسان کا عمل اور اس کی دنیوی عمر محدود اور اس کی جزا لامحدود۔

⑫ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کا مادۂ تخلیق بیان کیا گیا ہے کہ وہ پوری زمین سے چنی ہوئی مٹی ہے جس سے انسان اول کا پتلا تیار کیا گیا اور اسے تمام انسانوں کا جد امجد مقرر کیا گیا۔

⑬ اس آیتِ مبارکہ میں تخلیقِ انسانی کا عمومی طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ اسے پانی کے ایک ناپاک قطرے سے پیدا کیا جاتا ہے، پانی کا یہ قطرہ ماں کے رحم میں محفوظ کیا جاتا ہے، وہاں اسے بیرونی اثرات اور خطرات سے مکمل حفاظت میسر ہوتی ہے اور وہ مقررہ طریقے کے مطابق بڑھتا جاتا ہے۔

⑭ اس آیتِ مبارکہ میں انسانی تخلیق کے مختلف مراحل ذکر کیے گئے ہیں، اس سے پہلے سورۂ حج کی پانچویں آیت میں بھی یہی مضمون ایک دوسرے اسلوب میں بیان کیا گیا ہے، جب انسان ان مراحل اور اس کے نظام پر غور کرتا ہے تو وہ بے اختیار یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ بابرکت ہے وہ ذات جس نے اس قدر مہارت کے ساتھ پانی کے ایک قطرے کو جیتا جاگتا انسان بنا دیا، یہ نظام اس قدر محفوظ ہے کہ اس سے زیادہ محفوظ نظام ممکن نہیں ہے اور اس میں اتنی باریکیوں کا خیال رکھا گیا ہے جس کی طرف انسان کا دماغ بھی نہیں جاتا، یہ کسی انسان کی کاریگری نہیں ہے، جس میں عیب اور کمی تلاش کی جا سکے، اگر انسان صرف اسی نظام پر غور کرے تو اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کے دروازے اس کیلئے کھل سکتے ہیں۔

لَمَيِّتُوْنَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿١٦﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ

لَمَيِّتُوْنَ ﴿١٥﴾	ثُمَّ	اِنَّكُمْ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	تُبْعَثُوْنَ ﴿١٦﴾	وَ	لَقَدْ	خَلَقْنَا	فَوْقَكُمْ
البتہ مرنے والے	پھر	بیشک تم	دن	قیامت کے	دوبارہ اٹھائے جاؤ گے	اور	البتہ یقیناً	بنائے ہم نے	اوپر تمہارے

مرنے والے ہو۔ ⑮ پھر تم قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے۔ ⑯ اور یقیناً ہم نے تمہارے اوپر سات

سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿١٧﴾ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ

سَبْعَ	طَرَآئِقَ	وَ	مَا	كُنَّا	عَنِ	الْخَلْقِ	غٰفِلِيْنَ ﴿١٧﴾	وَ	اَنْزَلْنَا	مِنَ	السَّمَآءِ
سات	طبقے	اور	نہیں	رہے ہم	سے	مخلوق کے	بے خبر رہنے والے	اور	اتارا ہم نے	سے	آسمان کے

طبقے بنائے ہیں، اور ہم اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہیں۔ ⑰ اور ہم نے ایک خاص اندازے سے

مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿١٨﴾

مَآءً	بِقَدَرٍ	فَاَسْكَنّٰهُ	فِى	الْاَرْضِ	وَ	اِنَّا	عَلٰى	ذَهَابٍ	بِهٖ	لَقٰدِرُوْنَ ﴿١٨﴾
پانی	خاص اندازے سے	سو ٹھہرایا ہم نے اسے	بیچ	زمین کے	اور	بیشک ہم	پر	لیجانے کے	اسے	البتہ قدرت والے

آسمان سے پانی اتارا، پھر اُسے زمین میں ٹھہرا دیا، اور ہم اُسے ختم کردینے پر بھی قادر ہیں۔ ⑱

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ

فَاَنْشَاْنَا	لَكُمْ	بِهٖ	جَنّٰتٍ	مِّنْ	نَّخِيْلٍ	وَّ	اَعْنَابٍ	لَكُمْ	فِيْهَا	فَوَاكِهُ
سو ہم نے پیدا کیے	تمہارے لئے	اس کے ذریعے	باغات	سے	کھجوروں کے	اور	انگوروں کے	تمہارے لئے	اسمیں	میوے

پھر ہم نے تمہارے لیے اس پانی کے ذریعے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کیے، تمہارے لیے اُن میں بہت سے

كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ

كَثِيْرَةٌ	وَّ	مِنْهَا	تَاْكُلُوْنَ ﴿١٩﴾	وَ	شَجَرَةً	تَخْرُجُ	مِنْ	طُوْرِ	سَيْنَآءَ	تَنْۢبُتُ
بہت سے	اور	اسمیں سے	تم کھاتے ہو	اور	درخت	نکلتا ہے وہ	سے	طور	سیناء کے	اگاتا ہے

میوے ہیں اور اُنہی میں سے تم کھاتے بھی ہو۔ ⑲ اور وہ درخت جو طور سیناء سے نکلتا ہے، کھانے والوں کیلئے

بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۗ نُسْقِيْكُمْ

بِالدُّهْنِ	وَ	صِبْغٍ	لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿٢٠﴾	وَ	اِنَّ	لَكُمْ	فِى	الْاَنْعَامِ	لَعِبْرَةً	نُسْقِيْكُمْ
تیل	اور	سالن	کھانے والوں کیلئے	اور	بیشک	تمہارے لئے	بیچ	چوپایوں کے	البتہ عبرت	ہم پلاتے ہیں تمہیں

تیل اور سالن اُگاتا ہے۔ ⑳ اور تمہارے لیے جانوروں میں بھی سامانِ عبرت موجود ہے، ہم تمہیں وہ پلاتے ہیں

فوائد

⑮ اس آیتِ مبارکہ میں زندگی کے بعد موت کا ذکر کیا گیا ہے، اس میں تو کسی کو شک نہیں ہے کہ ہر زندگی کے بعد موت ہے اور آج جو شخص یا چیز زندہ ہے، کل اس پر موت اور فنا بھی آنی ہے، لیکن یہاں اس کا ذکر ایک خاص پہلو سے کیا گیا ہے کہ انسان اپنی زندگی میں چاہے کتنی ہی اہمیت حاصل کر لے، وہ ترقی اور بلندی کے جس مرضی مقام پر پہنچ جائے، وہ عزت واحترام کی جس مرضی انتہاء پر پہنچ جائے، اس پر ناز اور غرور نہ کرے، کیونکہ بالآخر اسے مرجانا ہے، ہمیشہ رہنے والی ذات صرف اللہ کی ہے۔

⑯ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن تمام انسانوں کو زندہ کر کے دوبارہ اٹھائے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ ایک ایسا عقیدہ اور نظریہ ہے جس سے سارے انسان متفق نہیں ہیں، چنانچہ شرک اور بت پرستی کرنے والے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو تسلیم نہیں کرتے، اس ناکارہ نے ادیان و مذاہب اور تاریخ اقوام و ملل کا جو مختصر مطالعہ کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس قوم میں بعث بعد الموت کا عقیدہ پایا جاتا ہے، اس میں عقیدۂ توحید بھی کسی کسی شکل میں موجود ہے اور جو قوم بعث بعد الموت کا انکار کرتی ہے، وہ عقیدۂ توحید سے بھی دستبردار ہو جاتی ہے۔

⑰ اس آیتِ مبارکہ میں "سات راستے" بنائے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، بعض مفسرین کے مطابق سات راستوں سے مراد آسمانوں کے سات طبقات ہیں، جبکہ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس سے سات سیارے مراد ہیں، جن میں سے ہر ایک اپنے اپنے مدار میں گھوم رہا ہے، یہاں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ ہم اپنی مخلوق سے بے خبر نہیں ہیں، کیونکہ جو پیدا کرتا ہے، وہ پیدا ہونے والی چیز سے باخبر بھی ہوتا ہے کہ اس نے کیا پیدا کیا ہے؟ وہ خالق کیسا جو اپنی مخلوق سے ہی بے خبر ہو۔

⑱ اس آیتِ مبارکہ میں "پانی" پر اللہ تعالیٰ کی مکمل قدرت اور دسترس بیان کی گئی ہے، آسمان سے پانی وہی نازل کرتا ہے، جتنا چاہتا ہے نازل کرتا ہے، جہاں چاہتا ہے نازل کرتا ہے، جس زمین میں چاہتا ہے اسے اتار دیتا ہے اور اسے واپس لے جانے پر بھی مکمل قدرت رکھتا ہے، واپس لے جانے سے مراد یہ ہے کہ اسے انسان کیلئے قابلِ استعمال نہ رہنے دے، مثلاً پانی سرے سے نازل ہی نہ کیا جائے، یا اتنی گہرائی میں چلا جائے کہ کھدائی کے باوجود پانی نہ نکلے، یا پانی اس قدر کھارا اور نمکین و کڑوا ہو جائے کہ اسے استعمال ہی نہ کیا جا سکے۔

⑲ اس آیتِ مبارکہ میں پانی کے ذریعے پیدا ہونے والی بعض نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ آسمان سے پانی برستا ہے، زمین کے سینے میں جذب ہوتا ہے، اس سے کھجور اور انگور کے درخت پیدا ہوتے ہیں، گھنے باغات اور مختلف پھول اور پھل پیدا ہوتے ہیں، جن میں سے بعض کو دل لگی کیلئے اور بعض کو غذا کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

⑳ اس آیتِ مبارکہ میں بطورِ نعمت کے خاص طور پر زیتون کے درخت کا ذکر کیا گیا ہے، طور پہاڑ کی طرف اس کی نسبت اس کی برکت و اہمیت میں مزید اضافہ کرتی ہے، زیتون کا تیل اور زیتون کا پھل دونوں چیزیں لوگ استعمال کرتے ہیں اور ان سے مختلف فوائد حاصل کرتے ہیں، چنانچہ زیتون کا تیل جہاں مالش وغیرہ کیلئے استعمال ہوتا ہے، وہیں کھانا پکانے میں بھی استعمال ہوتا ہے، اسی طرح اس کا پھل سالن کے طور پر روٹی کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔

مِمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا

مِمَّا	فِيْ	بُطُوْنِهَا	وَ	لَكُمْ	فِيْهَا	مَنَافِعُ	كَثِيْرَةٌ	وَّ	مِنْهَا	تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾	وَ	عَلَيْهَا
اُنمیں سے جو	بیچ	ان کے پیٹوں کے	اور	تمہارے لئے	اُنمیں	فائدے	بہت سے	اور	اُنمیں سے	تم کھاتے ہو	اور	اس پر

جو اُن کے پیٹ میں ہے اور تمہارے لیے اُن میں بہت سے منافع بھی ہیں اور اُنہی میں سے تم کھاتے بھی ہو۔ ﴿۲۱﴾ اور اُن پر بھی

وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ

وَ	عَلَى	الْفُلْكِ	تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾	وَ	لَقَدْ	اَرْسَلْنَا	نُوْحًا	اِلٰى	قَوْمِهٖ	فَقَالَ	يٰقَوْمِ
اور	پر	کشتیوں کے	تم سوار کئے جاتے ہو	اور	البتہ یقیناً	بھیجا ہم نے	نوح کو	طرف	اُس کی قوم کے	سو کہا اس نے	اے میری قوم

اور کشتیوں پر بھی تمہیں سوار کیا جاتا ہے۔ ﴿۲۲﴾ اور یقیناً ہم نے نوح کو اُن کی قوم کی جانب بھیجا، وہ کہنے لگے کہ اے میری قوم!

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا

اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا	لَكُمْ	مِّنْ	اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ	اَفَلَا	تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾	فَقَالَ	الْمَلَؤُا
عبادت کرو تم	اللہ کی	نہیں	تمہارے لئے	سے	کوئی معبود	اس کے علاوہ	تو کیا نہیں	تم ڈرتے	سو کہا	سرداروں نے

اللہ کی عبادت کرو، اُس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، تو کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ ﴿۲۳﴾ تو اُن کی قوم کے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ

الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ	قَوْمِهٖ	مَا	هٰذَآ	اِلَّا	بَشَرٌ	مِّثْلُكُمْ	يُرِيْدُ	اَنْ	يَّتَفَضَّلَ
جنہوں نے	کفر کیا	سے	اس کی قوم کے	نہیں	یہ	مگر	انسان	تمہاری طرح	چاہتا ہے	یہ کہ	فضیلت حاصل کرے

کافر سردار کہنے لگے کہ یہ تو تمہارے جیسا ایک انسان ہی ہے، جو تم پر فضیلت حاصل

عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا

عَلَيْكُمْ	وَ	لَوْ	شَآءَ	اللّٰهُ	لَاَنْزَلَ	مَلٰٓئِكَةً	مَّا	سَمِعْنَا	بِهٰذَا	فِيْٓ	اٰبَآئِنَا
تم پر	اور	اگر	چاہتا	اللہ	البتہ نازل کر دیتا	فرشتوں کو	نہیں	سنا ہم نے	یہ	بیچ	باپوں کے اپنے

کرنا چاہتا ہے، اگر اللہ چاہتا تو فرشتوں کو نازل کر دیتا، ہم نے تو اپنے پہلے آباؤ اجداد میں ایسی کوئی بات

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ ج اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾	اِنْ	هُوَ	اِلَّا	رَجُلٌ	بِهٖ	جِنَّةٌ	فَتَرَبَّصُوْا	بِهٖ	حَتّٰى	حِيْنٍ ﴿۲۵﴾
پہلے والے	نہیں	وہ	مگر	ایک آدمی	اسے	جنون	سو انتظار کرو تم	ساتھ اس کے	تک	ایک وقت کے

نہیں سنی۔ ﴿۲۴﴾ یہ تو صرف ایک آدمی ہے جسے جنون لاحق ہو گیا ہے، اس لیے کچھ وقت تک اس کے متعلق انتظار کرو۔ ﴿۲۵﴾

ع ۲۲ / ۱

﴿۲۱﴾ اس آیت مبارکہ میں جانوروں کے پیٹ سے حاصل ہونے والے دودھ کو بطور نعمت کے ذکر کیا گیا ہے، اگر انسان غور کرے تو قدرت خداوندی سے دنگ رہ جاتا ہے کہ گوبر اور خون کے بیچ میں صاف ستھرا خالص دودھ کون عطا فرماتا ہے؟ کون ہے جس نے جانور کے تھنوں کو دودھ کی نہر بنا دیا ہے؟ اس کے علاوہ بھی جانوروں کے بہت سے فوائد ہیں جن سے انسان استفادہ کرتا ہے، ان پر سامان لادتا ہے، ان پر سواری کرتا ہے، ان سے زینت اختیار کرتا ہے، ان سے اپنے مال میں اضافہ کرتا ہے، ان کے بالوں، چربی، اون، گوشت، پٹھوں اور انتڑیوں تک سے فائدہ اٹھاتا ہے اور ان میں سے حلال جانوروں کو اپنی بھوک مٹانے کیلئے کام میں لاتا ہے، آخر کون ہے جس نے انسان کیلئے ان جانوروں سے فائدہ اٹھانا آسان کر کے انہیں اس کی دسترس میں دیدیا؟

﴿۲۲﴾ اس آیتِ مبارکہ میں بطور نعمت کے جانوروں اور کشتیوں پر سواری کا ذکر کیا گیا ہے، جانوروں پر سواری کا ذکر تو اوپر ہو چکا ہے اور کشتیوں اور بحری جہازوں کا کھلے سمندر میں نیلگوں آسمان کے نیچے سفر کرنا بھی اللہ کی قدرت کی نشانی ہے اور انسان کو غور و فکر کی دعوت دیتی ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کر سکے۔

﴿۲۳﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت اور قوم کو ان کی دعوت کا ذکر کیا گیا ہے، چونکہ ''توحید'' انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا مرکزی نکتہ ہوتی ہے، اس لیے یہاں بھی اسی کا ذکر کیا گیا ہے۔

﴿۲۴﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قومِ نوح کے سرکردہ لیڈروں اور رہنماؤں کا جواب ذکر کیا گیا ہے، انہوں نے عوام الناس کو یہ کہہ کر ورغلایا کہ ہمیں نوح کی بات ماننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ وہ بھی تو ہماری طرح کا ایک انسان ہے، اسے ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، لیکن اس طرح وہ اپنے آپ کو ممتاز اور افضل ثابت کرنا چاہتا ہے، اگر کسی پیغمبر کی بعثت ہی اللہ تعالیٰ کو منظور تھی تو وہ کسی فرشتے کو بھیجتا، ہمارے جیسے انسان کو نبی بنا کر کیوں بھیج دیا؟ ایسی بات ہمیں اپنے آباؤ اجداد سے کبھی سننے کو نہیں ملی۔

﴿۲۵﴾ اس آیت مبارکہ میں قوم نوح کے سرداروں کا حضرت نوح علیہ السلام کو مجنون قرار دے کر لوگوں کو انتظار کرنے کا مشورہ ذکر کیا گیا ہے، انہوں نے لوگوں کو انتظار کا مشورہ اس لیے دیا کہ چند دن کی بات ہے، نوح کی تحریک اپنے آپ ہی دم توڑ دے گی، یہ خود ہی تھک ہار کر بیٹھ جائیں گے، اور کچھ نہ ہوا تو موت آ کر ان کا کام تمام کر دے گی، اس لیے صبر سے انتظار کرو اور دیکھو کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے؟

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ۝۲۶ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ

قَالَ	رَبِّ	انْصُرْنِیْ	بِمَا	كَذَّبُوْنِ ۝	فَاَوْحَيْنَاۤ	اِلَيْهِ	اَنِ	اصْنَعِ	الْفُلْكَ
کہااس نے	اے میرے پروردگار	مدد فرما تو میری	اس سے جو	جھٹلایا انہوں نے مجھے	سو وحی کی ہم نے	اس کیطرف	یہ کہ	تیار کر	ایک کشتی

نوح نے کہا کہ پروردگار! میری مدد فرما کہ انہوں نے میری تکذیب کی ہے۔ ۲۶ سو ہم نے نوح کے پاس وحی بھیجی کہ ہماری نگاہوں کے سامنے

بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ

بِاَعْيُنِنَا	وَوَحْيِنَا	فَاِذَا	جَآءَ	اَمْرُنَا	وَفَارَ	التَّنُّوْرُ ۙ	فَاسْلُكْ	فِيْهَا	مِنْ	كُلٍّ
ہماری آنکھوں کے سامنے	اور ہماری وحی سے	سو جب	آجائے	ہمارا حکم	اور ابلنے لگے	تنور	تو سوار کر	اسمیں	سے	ہر ایک

اور ہماری وحی کی روشنی میں ایک کشتی تیار کرو، پھر جب ہمارا حکم آجائے اور تنور ابلنے لگے تو تم اس میں ہر چیز کا جوڑا، دو دو

زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ

زَوْجَيْنِ	اثْنَيْنِ	وَ	اَهْلَكَ	اِلَّا	مَنْ	سَبَقَ	عَلَيْهِ	الْقَوْلُ	مِنْهُمْ ۚ
جوڑے	دو دو	اور	اپنے گھر والوں کو	سوائے	اس کے جو	پہلے ہو چکا	اس پر	فیصلہ	ان میں سے

چیزیں ڈال لو، اور اپنے اہلِ خانہ کو بھی سوار کر لو، سوائے اُس کے جس کے متعلق پہلے سے فیصلہ ہو چکا ہے،

وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝۲۷ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ

وَ	لَا	تُخَاطِبْنِیْ	فِی	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا ۚ	اِنَّهُمْ	مُّغْرَقُوْنَ ۝	فَاِذَا	اسْتَوَيْتَ	اَنْتَ
اور	مت	بات کر مجھ سے	بیچ	ان لوگوں کے	ظلم کیا انہوں نے	بیشک وہ	غرق کئے جائیں گے	سو جب	تو برابر ہو جائے	تو

اور ظالموں کے معاملے میں مجھ سے بات نہ کرنا، کیونکہ اُنہیں غرق کر دیا جائے گا۔ ۲۷ پھر جب تم اور تمہارے ساتھی

وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ

وَ	مَنْ	مَّعَكَ	عَلَى	الْفُلْكِ	فَقُلِ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	الَّذِیْ	نَجّٰىنَا	مِنَ	الْقَوْمِ
اور	وہ جو	ہمراہ تیرے	پر	کشتی کے	تو کہہ	تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	جس نے	نجات دی ہمیں	سے	قوم کے

کشتی پر سوار ہو جائیں تو یوں کہنا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات

الظّٰلِمِيْنَ ۝۲۸ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝۲۹

الظّٰلِمِيْنَ ۝	وَقُلْ	رَّبِّ	اَنْزِلْنِیْ	مُنْزَلًا	مُّبٰرَكًا	وَّ	اَنْتَ	خَيْرُ	الْمُنْزِلِيْنَ ۝
ظلم کرنے والوں کے	اور کہہ تو	اے میرے پروردگار	اتار مجھے	اترنے کی جگہ	بابرکت	اور	تو	سب سے بہتر	اتارنے والوں میں

عطا فرمائی۔ ۲۸ اور یوں کہنا کہ پروردگار! مجھے بابرکت جگہ اتار، اور تُو ہی سب سے بہترین اتارنے والا ہے۔ ۲۹

۲۶ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے اپنی نصرت کی دعا کرنا مذکور ہے۔

۲۷ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کو مستقبل کے حوالے سے چند ہدایات اور اشارے دیئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور رہنمائی کی روشنی میں ایک کشتی تیار کریں، دوسرا یہ کہ جب ہماری طرف سے حکم آئے تو کشتی میں ہر جاندار کا نر اور مادہ پر مشتمل ایک ایک جوڑا سوار کرلیں، تیسرا یہ کہ اپنے اہلِ خانہ کو بھی کشتی میں سوار کرلیں، البتہ اگر ان میں سے کسی کے متعلق پہلے سے کوئی دوسرا فیصلہ ہو چکا ہو تو وہ خود ہی کشتی میں سوار نہ ہو سکے گا، چوتھا یہ کہ ظالموں کے متعلق مجھ سے کوئی سفارش نہ کریں کیونکہ ان کے متعلق پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ بچیں گے نہیں، انہیں پانی میں غرق کر دیا جائیگا، ان ساری تفصیلات سے معلوم ہو جاتا ہے کہ قوم نوح کو ان کی سرکشی کی وجہ سے پانی میں غرق کرنے کا فیصلہ کرلیا گیا تھا اور اس کی ظاہری علامت یہ مقرر کی گئی تھی کہ جب تنور سے پانی ابلنے لگے تو سمجھ لیں کہ عذابِ الٰہی کے آثار شروع ہو گئے ہیں، اس پر سورۂ ہود میں کلام ہو چکا ہے۔

۲۸ اس آیتِ مبارکہ میں کشتی کی سواری کی حمد بیان کی گئی ہے کہ اللہ کا شکر ان الفاظ سے ادا کرنا چاہئے ''اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات عطا فرمائی'' حمد اس لیے کہ مقام، مقامِ حمد ہے۔

۲۹ اس آیتِ مبارکہ میں کشتی پر سوار ہونے کے بعد کی دعا تلقین کی گئی ہے، اس دعا کے الفاظ یاد کر لینے چاہئیں، ورنہ کم از کم مفہوم ہی یاد کر لیا جائے تا کہ اس موقع پر اپنے الفاظ میں ہی انسان دعا مانگ لے کہ ''پروردگار! مجھے بابرکت جگہ، بابرکت وقت میں اتارنا، کیونکہ اتارنے والوں میں تو سب سے بہترین ہے'' ظاہر ہے کہ اگر انسان کا سارا سفر اچھا ہو، لیکن جہاں اس نے پڑاؤ کرنا ہو، وہاں دشواری اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑ جائے تو سفر کی ساری راحت ختم ہو جاتی ہے، اس لیے دعا میں اس کا اہتمام سکھایا۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا

اِنَّ	فِیْ	ذٰلِكَ	لَاٰیٰتٍ	وَّ	اِنْ	كُنَّا	لَمُبْتَلِیْنَ ﴿٣٠﴾	ثُمَّ	اَنْشَاْنَا	مِنْۢ	بَعْدِهِمْ	قَرْنًا
بیشک	بیچ	اس کے	البتہ آیتیں	اور	بیشک	ہم ہیں	البتہ آزمانے والے	پھر	ہم نے پیدا کی	سے	ان کے پیچھے	جماعت

بیشک اس میں نشانیاں ہیں اور یقیناً ہم آزمائش کرنے والے ہیں۔ ﴿٣٠﴾ پھر ہم نے اُن کے بعد ایک دوسری جماعت

اٰخَرِیْنَ ﴿٣١﴾ فَاَرْسَلْنَا فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

اٰخَرِیْنَ ﴿٣١﴾	فَاَرْسَلْنَا	فِیْهِمْ	رَسُوْلًا	مِّنْهُمْ	اَنِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا	لَكُمْ
دوسروں کی	پھر بھیجا ہم نے	ان میں	ایک پیغمبر	ان میں سے	یہ کہ	عبادت کرو تم	اللہ کی	نہیں	تمہارے لیے

پیدا کی۔ ﴿٣١﴾ پھر ہم نے اُن میں اُنہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اُس کے علاوہ تمہارا کوئی

مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

مِّنْ	اِلٰهٍ	غَیْرُهٗ	اَفَلَا	تَتَّقُوْنَ ﴿٣٢﴾	وَ	قَالَ	الْمَلَاُ	مِنْ	قَوْمِهِ	الَّذِیْنَ	كَفَرُوْا
سے	کوئی معبود	اس کے علاوہ	تو کیا نہیں	تم ڈرتے ہو	اور	کہا	سرداروں نے	سے	اس کی قوم کے	وہ لوگ	کفر کیا انہوں نے

معبود نہیں، تو کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ ﴿٣٢﴾ اور اُن کی قوم کے وہ سردار کہنے لگے جنہوں نے کفر کیا،

ع

وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ

وَ	كَذَّبُوْا	بِلِقَآءِ	الْاٰخِرَةِ	وَاَتْرَفْنٰهُمْ	فِی	الْحَیٰوةِ	الدُّنْیَا	مَا	هٰذَاۤ	اِلَّا	بَشَرٌ
اور	جھٹلایا	ملاقات کو	آخرت کی	اور ہم نے آسائش دی انہیں	بیچ	زندگی کے	دنیا کی	نہیں	یہ	مگر	انسان

اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا کی زندگی کی آسائشیں دیں، کہ یہ تو تمہارے جیسا ایک

مِّثْلُكُمْ ۙ یَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَیَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿٣٣﴾ ۙ وَلَىِٕنْ

مِّثْلُكُمْ	یَاْكُلُ	مِمَّا	تَاْكُلُوْنَ	مِنْهُ	وَ	یَشْرَبُ	مِمَّا	تَشْرَبُوْنَ ﴿٣٣﴾	وَلَىِٕنْ
تمہاری طرح	کھاتا ہے	اُسمیں سے جو	تم کھاتے ہو	اُسمیں سے	اور	پیتا ہے	اُسمیں سے جو	تم پیتے ہو	اور البتہ اگر

انسان ہے، اُنہی چیزوں میں سے کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور اُنہی چیزوں میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔ ﴿٣٣﴾ اور اگر تم

اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿٣٤﴾ ۙ اَیَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ

اَطَعْتُمْ	بَشَرًا	مِّثْلَكُمْ	اِنَّكُمْ	اِذًا	لَّخٰسِرُوْنَ ﴿٣٤﴾	اَیَعِدُكُمْ	اَنَّكُمْ	اِذَا	مِتُّمْ
تم نے اطاعت کی	ایک انسان کی	اپنے جیسے	بیشک تم	اس وقت	البتہ نقصان اٹھانے والے	کیا وعدہ کرتا ہے تم سے	یہ کہ بیشک تم	جب	مرجاؤ گے

اپنے جیسے ایک انسان کی ہی اطاعت کرنے لگے تو تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔ ﴿٣٤﴾ کیا وہ تم سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مرجاؤ گے

﴿٣٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قومِ نوح کے واقعے کو عبرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر فرد اور قوم کو آزماتا اور جانچتا ہے، پھر ان کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے جس کے وہ مستحق ہوتے ہیں۔

﴿٣١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قومِ نوح کے بعد ایک دوسری قوم کو بھیجے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، آگے آنے والی تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ قومِ ثمود کا تذکرہ ہے کیونکہ اس کے آخر میں "چنگھاڑ کے عذاب" کا ذکر آیا ہے اور وہ قومِ عاد پر نہیں، قومِ ثمود پر آیا تھا۔

﴿٣٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قومِ ثمود کی طرف پیغمبر بھیجنے کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ حضرت صالح علیہ السلام تھے، انہوں نے بھی تمام انبیاء کی طرح اپنی قوم کو خدا پرستی اور توحید کی دعوت دی اور بت پرستی کے گرداب سے نکلنے کا طریقہ بتایا۔

﴿٣٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قومِ ثمود کے سرکردہ سرداروں کا جواب ذکر کیا گیا ہے جو قومِ نوح کے جواب سے مختلف نہ تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے مال و دولت کی فراوانی اور کشادگی عطا فرما رکھی تھی، پھر بھی وہ کفر اور آخرت کی تکذیب پر اڑے رہے اور وہ کہا جو اُن سے پہلے لوگ بھی کہہ چکے تھے۔

﴿٣٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قومِ ثمود کے سرداروں کا اپنے عوام کو ورغلانا مذکور ہوا ہے کہ اگر تم اپنے جیسے ایک انسان کی اطاعت کرنے اور اس کی بات ماننے لگے تو اس سے بڑا خسارہ اور کیا ہوگا؟ اگر اللہ تعالیٰ کو اپنا پیغمبر بھیجنا ہی منظور تھا تو کسی فرشتے کو کیوں نہ بھیج دیا؟

وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا

وَ	كُنْتُمْ	تُرَابًا	وَّ	عِظَامًا	اَنَّكُمْ	مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾	هَيْهَاتَ	هَيْهَاتَ	لِمَا
اور	ہوجاؤ گے تم	مٹی	اور	ہڈیاں	کہ بیشک تم	نکالے جاؤ گے	بہت دور ہے	بہت دور ہے	وہ جو

اور مٹی اور ہڈی ہو جاؤ گے تو تمہیں دوبارہ نکالا جائے گا؟ ﴿۳۵﴾ بہت دور ہے، عقل سے بہت دور ہے وہ بات جس کا

تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ

تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾	اِنْ	هِيَ	اِلَّا	حَيَاتُنَا	الدُّنْيَا	نَمُوْتُ	وَ	نَحْيَا	وَ	مَا	نَحْنُ
تم وعدہ کئے جاتے ہو	نہیں	وہ	مگر	ہماری زندگی	دنیا کی	ہم مرتے ہیں	اور	جیتے ہیں	اور	نہیں	ہم

تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ ﴿۳۶﴾ یہ تو صرف ہماری دنیوی زندگی ہی ہے جس میں ہم مرتے اور جیتے ہیں، اور ہمیں دوبارہ

بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ

بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾	اِنْ	هُوَ	اِلَّا	رَجُلُ	افْتَرٰى	عَلَى	اللّٰهِ	كَذِبًا	وَّ	مَا	نَحْنُ	لَهٗ
دوبارہ اٹھائے جانے والے	نہیں	وہ	مگر	ایک آدمی	گھڑ لیا اس نے	پر	اللہ کے	جھوٹ	اور	نہیں	ہم	اس کیلئے

اٹھایا نہ جائے گا۔ ﴿۳۷﴾ یہ تو محض ایک آدمی ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اور ہم تو اس پر ایمان لانے

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾	قَالَ	رَبِّ	انْصُرْنِيْ	بِمَا	كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾	قَالَ	عَمَّا	قَلِيْلٍ
ایمان لانے والے	کہا اس نے	اے میرے پروردگار	مدد فرما تو میری	اس سے جو	جھٹلایا انہوں نے مجھے	کہا اس نے	تھوڑے ہی	عرصے میں

والے نہیں ہیں۔ ﴿۳۸﴾ پیغمبر نے کہا کہ پروردگار! میری مدد فرما کہ انہوں نے میری تکذیب کی ہے۔ ﴿۳۹﴾ اللہ نے فرمایا تھوڑے ہی دنوں کے بعد

لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ

لَّيُصْبِحُنَّ	نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾	فَاَخَذَتْهُمُ	الصَّيْحَةُ	بِالْحَقِّ	فَجَعَلْنٰهُمْ
البتہ ہوجائیں گے ضرور	پچھتانے والے	سو پکڑ لیا انہیں	ایک چنگھاڑ نے	برحق	سو کر دیا ہم نے انہیں

یہ لوگ پچھتاتے رہ جائیں گے۔ ﴿۴۰﴾ چنانچہ ایک چنگھاڑ نے انہیں آ پکڑا جو کہ برحق تھی، سو ہم نے انہیں کوڑا کرکٹ

غُثَآءً فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا

غُثَآءً	فَبُعْدًا	لِّلْقَوْمِ	الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾	ثُمَّ	اَنْشَاْنَا	مِنْۢ	بَعْدِهِمْ	قُرُوْنًا
کوڑا کرکٹ	سو دور ہو جائیں	لوگ	ظلم کرنے والے	پھر	ہم نے پیدا کی	سے	ان کے پیچھے	جماعتیں

کر دیا، سو ظالم لوگ دور ہو جائیں۔ ﴿۴۱﴾ پھر ہم نے ان کے بعد کئی دوسری جماعتیں

﴿۳۵﴾ ﴿۳۶﴾ ان آیتوں میں مرنے کے بعد والی زندگی پر قوم ثمود کے تعجب کا اظہار کیا گیا ہے، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ مرنے کے بعد جب انسان مٹی اور ہڈی بن جائے تو ان بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے، یہ تو بعید از قیاس اور عقل میں نہ آنے والی بات ہے اور ایسے وعدے کبھی پورے نہیں ہوتے۔

﴿۳۷﴾ اس آیت مبارکہ میں قوم ثمود کا ملحدانہ نظریہ بیان کیا گیا ہے کہ ہم یہ جو زندگی گزار رہے ہیں، اس کے علاوہ کوئی اور زندگی نہیں ہے، جب موت آ کر زندگی کا کام تمام کر دے تو بس، وہیں سارے ختم ہو جاتے ہیں، مرنے کے بعد زندگی کا تسلسل باقی رہنا ناممکن ہے۔

﴿۳۸﴾ اس آیت مبارکہ میں قوم ثمود کا حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق ناپسندیدہ تبصرہ بیان کیا گیا ہے، وہ یہ کہا کرتے تھے کہ صالح نے اپنے پاس سے کچھ چیزیں گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی نسبت کر دی ہے، حالانکہ اللہ نے ایسی کوئی بات نہیں کی ہے، اس لیے ہم صالح پر ایمان نہیں لا سکتے۔

﴿۳۹﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت صالح علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے قوم کے خلاف نصرت کی دعا کرنا مذکور ہوا ہے۔

﴿۴۰﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت صالح علیہ السلام کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ غمگین نہ ہوں، چند دن بعد ہی آپ دیکھیں گے کہ یہ اپنی حرکتوں پر شرمندہ اور پشیمان ہیں، یہ الگ بات ہے کہ اس وقت کی شرمندگی اور پچھتاوے سے انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

﴿۴۱﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قوم ثمود پر آنے والے عذاب کے حوالے سے چار چیزیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ ان پر چنگھاڑ کا عذاب آیا، یعنی ایسی زوردار چنگھاڑ سنائی دی کہ ان کے کلیجے پھٹ کر رہ گئے، دوسری یہ کہ ان پر جو عذاب آیا وہ برحق تھا، ظلم پر مبنی نہیں تھا، تیسری یہ کہ عذاب کے بعد یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کوڑا کرکٹ اور جھاڑ جھنکار ہوں، جسے کوئی سیلاب یا پانی کا ریلا بہا کر لے آیا ہو، چوتھی چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر اور ہر ظالم پر پھٹکار ہے، وہ اللہ کی رحمت سے دور اور اس کے عذاب کے قریب تر ہوتے ہیں۔

اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ؕ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ؕ ثُمَّ

اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾	مَا	تَسْبِقُ	مِنْ	اُمَّةٍ	اَجَلَهَا	وَ	مَا	يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾	ثُمَّ
دوسروں کی	نہیں	آگے بڑھ سکتی	سے	کوئی امت	اپنی مدت سے	اور	نہیں	پیچھے ہو سکتے وہ	پھر

پیدا کیں۔ [۴۳] کوئی قوم اپنے مقررہ وقت سے آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے۔ [۴۴] پھر

اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا

اَرْسَلْنَا	رُسُلَنَا	تَتْرَا ؕ	كُلَّمَا	جَآءَ	اُمَّةً	رَّسُوْلُهَا	كَذَّبُوْهُ	فَاَتْبَعْنَا
بھیجے ہم نے	اپنے پیغمبر	پے در پے	جب بھی	آیا	کسی امت پر	اس کا پیغمبر	جھٹلایا انہوں نے اسے	سو پیچھے کیا ہم نے

ہم نے لگاتار اپنے پیغمبر بھیجے، جب بھی کسی قوم کے پاس اُن کے پیغمبر آئے تو لوگوں نے اُن کی تکذیب کی، سو ہم نے اُنہیں ایک دوسرے کے

بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾ ثُمَّ

بَعْضَهُمْ	بَعْضًا	وَّجَعَلْنٰهُمْ	اَحَادِيْثَ ۚ	فَبُعْدًا	لِّقَوْمٍ	لَّا	يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾	ثُمَّ
ان میں سے بعض کو	بعض سے	اور کر دیا ہم نے انہیں	کہانیاں	سو دور ہو جائیں	وہ لوگ جو	نہیں	ایمان لاتے	پھر

پیچھے چلتا کیا اور اُنہیں قصے کہانیاں بنا دیا، اس لیے وہ لوگ دور ہو جائیں جو ایمان نہیں لاتے۔ [۴۵] پھر

اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ۙ اِلٰى

اَرْسَلْنَا	مُوْسٰى	وَ	اَخَاهُ	هٰرُوْنَ ۙ	بِاٰيٰتِنَا	وَ	سُلْطٰنٍ	مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾	اِلٰى
بھیجا ہم نے	موسیٰ کو	اور	اس کے بھائی	ہارون کو	ساتھ اپنی نشانیوں کے	اور	دلیل کے	واضح	طرف

ہم نے موسیٰ اور اُن کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیاں اور واضح دلائل دیکر بھیجا۔ [۴۶] فرعون

فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ۚ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ

فِرْعَوْنَ	وَ	مَلَا۟ئِهٖ	فَاسْتَكْبَرُوْا	وَ	كَانُوْا	قَوْمًا	عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾	فَقَالُوْٓا	اَنُؤْمِنُ
فرعون کے	اور	اس کے سرداروں کے	سو تکبر کیا انہوں نے	اور	تھے وہ	لوگ	بڑے بننے والے	سو کہا انہوں نے	کیا ہم ایمان لائیں

اور اُس کے سرداروں کے پاس، تو اُنہوں نے تکبر کیا اور وہ بڑے لوگ بن رہے تھے۔ [۴۷] چنانچہ وہ کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے ہی

لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ۚ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ

لِبَشَرَيْنِ	مِثْلِنَا	وَقَوْمُهُمَا	لَنَا	عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾	فَكَذَّبُوْهُمَا	فَكَانُوْا	مِنَ
دو آدمیوں پر	اپنے جیسے	اور قوم ان دونوں کی	ہمارے لئے	غلامی کرنے والے	سو جھٹلایا انہوں نے ان دونوں کو	سو ہو گئے وہ	سے

جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں جبکہ اِن کی قوم ہماری غلام ہے۔ [۴۸] سو اُنہوں نے اُن دونوں کی تکذیب کی اور ہلاک ہونے

[۴۲] اس آیتِ مبارکہ میں قوم ثمود کے بعد مزید دوسری اقوام کو پیدا کرنے اور ان کی جگہ آباد کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

[۴۳] اس آیتِ مبارکہ میں قوموں کے حوالے سے ایک اصول متعین کر دیا گیا ہے کہ جس قوم کا جو وقت مقرر کیا گیا ہے، وہ اس مقررہ وقت سے ایک لمحے کیلئے نہ آگے ہو سکتی ہے اور نہ پیچھے، یہی اصول افراد پر بھی لاگو ہوتا ہے۔

[۴۴] اس آیتِ مبارکہ میں تسلسل کے ساتھ پیغمبروں کی بعثت اور ان کی امتوں کا رویہ بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی قوم میں کوئی پیغمبر بھیجا، قوم کے بیشتر افراد نے تکذیب کی راہ اختیار کی اور اپنے نبی کا مذاق اڑایا، جس پر ہمارا عذاب آیا اور ہم نے انہیں بھولی بسری داستان اور ماضی کے عبرتناک قصوں میں تبدیل کر دیا، ایمان نہ لانے والوں پر ایسی ہی پھٹکار نازل ہوا کرتی ہے۔

[۴۵] اس آیتِ مبارکہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کے اسی تسلسل میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا ربانی معجزات اور واضح دلائل کے ساتھ فرعون اور اہل مصر کی طرف بھیجا جانا مذکور ہوا ہے۔

[۴۶] اس آیتِ مبارکہ میں فرعون اور اہل مصر کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت پر ردعمل ذکر کیا گیا ہے کہ وہ لوگ اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتے تھے اس لیے نہایت حقارت سے موسیٰ کی دعوت کو رد کر دیا اور اپنے تکبر کا مظاہرہ کیا۔

[۴۷] اس آیتِ مبارکہ میں فرعون اور فرعونیوں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے متعلق تبصرہ ذکر کیا گیا ہے کہ ان کی قوم تو ہماری غلام ہے، بھلا بھی آقا اپنے دین کو چھوڑ کر غلاموں کے دین پر بھی چلتے ہیں؟ پھر یہ دونوں بھائی بھی تو ہماری طرح کے انسان ہی ہیں، ان میں ایسی کون سی خاص بات ہے کہ ہم اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر ان پر ایمان ... آئیں؟

الْمُهْلَكِيْنَ ﴿٤٨﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿٤٩﴾

الْمُهْلَكِيْنَ ﴿٤٨﴾	وَ	لَقَدْ	اٰتَيْنَا	مُوْسٰى	الْكِتٰبَ	لَعَلَّهُمْ	يَهْتَدُوْنَ ﴿٤٩﴾
ہلاک ہونے والوں کے	اور	البتہ یقیناً	دی ہم نے	موسیٰ کو	کتاب	تاکہ وہ	ہدایت حاصل کریں

والوں میں سے ہو گئے۔ [٤٨] اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تاکہ وہ لوگ ہدایت حاصل کر لیں۔ [٤٩]

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿٥٠﴾ ع

٣ ع ١٨ ٢

وَ	جَعَلْنَا	ابْنَ	مَرْيَمَ	وَ	اُمَّهٗٓ	اٰيَةً	وَّاٰوَيْنٰهُمَآ	اِلٰى	رَبْوَةٍ	ذَاتِ قَرَارٍ	وَّمَعِيْنٍ ﴿٥٠﴾
اور	بنایا ہم نے	بیٹے کو	مریم کے	اور	اس کی ماں کو	نشانی	اور ٹھکانہ دیا ہم نے دونوں کو	طرف	ایک ٹیلے کے	ٹھہرنے کی جگہ	اور صاف پانی

اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم اور اُن کی والدہ کو اپنی قدرت کی نشانی بنایا اور اُن دونوں کو ایک ٹیلے پر ٹھکانہ دیا جہاں ٹھہرنے کیلئے جگہ اور صاف ستھرا پانی تھا۔ [٥٠]

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا

يٰٓاَيُّهَا	الرُّسُلُ	كُلُوْا	مِنَ	الطَّيِّبٰتِ	وَ	اعْمَلُوْا	صَالِحًا ۭ	اِنِّيْ	بِمَا
اے	پیغمبرو	کھاؤ تم	سے	پاکیزہ چیزیں	اور	عمل کرو تم	نیک	بیشک میں	اسے جو

اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو، تم جو کچھ کرتے ہو،

تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٥١﴾ ۭ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ

تَعْمَلُوْنَ	عَلِيْمٌ ﴿٥١﴾	وَ	اِنَّ	هٰذِهٖٓ	اُمَّتُكُمْ	اُمَّةً	وَّاحِدَةً	وَّاَنَا	رَبُّكُمْ
تم کرتے ہو	خوب جاننے والا	اور	بیشک	یہ	تمہاری امت	امت	ایک	اور میں	تمہارا رب

میں اُسے خوب جانتا ہوں۔ [٥١] اور یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں،

فَاتَّقُوْنِ ﴿٥٢﴾ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ

فَاتَّقُوْنِ ﴿٥٢﴾	فَتَقَطَّعُوْٓا	اَمْرَهُمْ	بَيْنَهُمْ	زُبُرًا ۭ	كُلُّ	حِزْبٍۢ	بِمَا	لَدَيْهِمْ
سو ڈرو مجھ سے	سو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا انہوں نے	اپنے معاملے کو	اپنے درمیان	کئی حصوں میں	ہر ایک	گروہ	اس سے جو	ان کے پاس

سو مجھ ہی سے ڈرو۔ [٥٢] پھر اُنہوں نے آپس میں اپنے معاملات کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ہر گروہ اُس چیز پر

فَرِحُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٥٤﴾ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا

فَرِحُوْنَ ﴿٥٣﴾	فَذَرْهُمْ	فِيْ	غَمْرَتِهِمْ	حَتّٰى	حِيْنٍ ﴿٥٤﴾	اَيَحْسَبُوْنَ	اَنَّمَا
خوش ہونے والے	سو چھوڑ دے انہیں	بیچ	ان کی مدہوشی کے	تک	ایک وقت کے	کیا یہ سمجھتے ہیں	کہ صرف

خوش ہے جو اُن کے پاس موجود ہے۔ [٥٣] سو آپ انہیں اِن کے نشے میں کچھ وقت کیلئے چھوڑ دیجئے۔ [٥٤] کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم

[٤٨] اس آیت مبارکہ میں فرعون اور فرعونیوں کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ جب وہ تکذیب کی راہ چلے تو انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا اور وہ اللہ کے عذاب کا شکار ہو گئے۔

[٤٩] اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی ہدایت و رہنمائی کیلئے جس کتاب کے عطا فرمائے جانے کا ذکر آیا ہے، اس سے مراد تورات ہے اور وہی اس وقت ہدایت کا سرچشمہ تھی جیسے اس امت کیلئے قرآن کریم سرچشمہ ہدایت ہے۔

[٥٠] اس آیت مبارکہ میں حضرت مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کے حوالے سے دو باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ ہم نے ان دونوں ماں بیٹے کو اپنی قدرت کی نشانی بنایا تھا، دوسری یہ کہ ہم نے ان دونوں کو ایک اونچے ٹیلے پر ٹھکانہ فراہم کیا تھا جہاں وہ ہر خطرے سے محفوظ تھے اور قریب ہی صاف ستھرا پانی جاری تھا، اس ٹیلے کیلئے یہاں لفظ "ربوہ" استعمال کیا گیا ہے جسے بعض گمراہ لوگوں نے اپنے مخصوص عقائد اور مفادات کی وجہ سے موجودہ "ربوہ" قرار دے کر "ٹھکانہ دینے" سے قبر فراہم کرنا مراد لیا ہے اور معنی یہ کیا ہے کہ ہم نے ربوہ میں انہیں قبر کی جگہ مہیا کر دی، پھر اس کا نتیجہ یہ نکالا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں، یہ ساری تفصیل من گھڑت، گمراہ کن اور سو فیصد غلط ہے، کیونکہ تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں لفظ "ربوہ" اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی اونچا ٹیلہ، رہی یہ بات کہ اس سے مراد کون سے ٹیلہ ہے اس میں مفسرین کے تین قول زیادہ مشہور ہیں، پہلا یہ کہ اس سے مراد وہ ٹیلہ ہے، جہاں حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت موجود تھیں، دوسرا یہ کہ اس سے ملکِ مصر مراد ہے، کیونکہ وہ دریائے نیل کی نسبت اونچائی پر واقع ہے، اور حضرت مریم علیہا السلام اپنے صاحبزادے کو کچھ عرصے کیلئے دشمنوں کے شر سے بچانے کیلئے مصر لیکر چلی گئی تھیں، جب تسلی ہوئی تو وہاں سے واپس آ گئیں، تیسرا قول یہ کہ اس سے ملک شام مراد ہے۔ واللہ اعلم

[٥١] اس آیت مبارکہ میں پیغمبروں کو مخاطب کر کے دو حکم دیے گئے ہیں، جس کا منشا ان کی اہمیت بیان کرنا ہے کہ جب پیغمبروں کیلئے یہ حکم ہے تو عام لوگوں کیلئے بطریق اولیٰ ہوگا، پہلا یہ کہ حلال اور پاکیزہ چیزیں کھایا کریں، دوسرا یہ کہ نیک اعمال سرانجام دیا کریں، ان دونوں کا آپس میں نہایت گہرا تعلق ہے، کیونکہ حلال کھانے میں اللہ تعالیٰ نے ایسی تاثیر رکھی ہے کہ اس سے انسان کو اعمال صالحہ کی رغبت اور توفیق مل جاتی ہے، حرام کھانے والا اعمال صالحہ کی توفیق و رغبت سے بھی محروم ہوتا ہے۔

[٥٢] [٥٣] ان آیتوں سے ملتے جلتے الفاظ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ٩٢ ـ ٩٣ میں بھی گزر چکے ہیں، ان کی تفسیر بھی وہیں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

[٥٤] اس آیت مبارکہ میں روئے سخن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے کہ جن لوگوں نے امت میں تفریق و انتشار کو ہوا دیکر اجتماعیت اور وحدت کو پارہ پارہ کیا اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنا کر بیٹھ گئے، انہیں کچھ عرصے کیلئے ان کی گمراہی میں بھٹکنے کیلئے چھوڑ دیجئے، عنقریب وہ اس کا مزہ چکھ لیں گے۔

نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿٥٥﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ

نُمِدُّهُمْ	بِهٖ	مِنْ	مَّالٍ	وَّبَنِيْنَ ﴿٥٥﴾	نُسَارِعُ	لَهُمْ	فِي	الْخَيْرٰتِ	بَلْ
ہم بڑھا رہے ہیں انہیں	ساتھ اس کے	سے	مال کے	اور بیٹوں کے	ہم آگے بڑھ رہے ہیں	ان کیلئے	بیچ	نیکیوں کے	بلکہ

جو ان کے مال و اولاد میں اضافہ کر رہے ہیں۔ ﴿٥٥﴾ ہم ان کیلئے بھلائیوں میں آگے بڑھ رہے ہیں؟ بلکہ

لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿٥٧﴾

لَّا	يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٦﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	هُمْ	مِّنْ	خَشْيَةِ	رَبِّهِمْ	مُّشْفِقُوْنَ ﴿٥٧﴾
نہیں	شعور رکھتے وہ	بیشک	جو لوگ	وہ	سے	خوف کے	اپنے رب کے	ڈرنے والے

وہ شعور ہی نہیں رکھتے۔ ﴿٥٦﴾ بیشک وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں۔ ﴿٥٧﴾

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٨﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ

وَ	الَّذِيْنَ	هُمْ	بِاٰيٰتِ	رَبِّهِمْ	يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٨﴾	وَ	الَّذِيْنَ	هُمْ	بِرَبِّهِمْ
اور	جو لوگ	وہ	ساتھ آیتوں کے	اپنے رب کی	ایمان لاتے ہیں	اور	جو لوگ	وہ	ساتھ اپنے رب کے

اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ ﴿٥٨﴾ اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ

لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ

لَا	يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾	وَ	الَّذِيْنَ	يُؤْتُوْنَ	مَآ	اٰتَوْا	وَّ	قُلُوْبُهُمْ	وَجِلَةٌ	اَنَّهُمْ	اِلٰى	رَبِّهِمْ
نہیں	شریک ٹھہراتے	اور	جو لوگ	دیتے ہیں	وہ جو	دیا انہوں نے	اور	دل ان کے	لرزنے والے	کہ بیشک وہ	طرف	اپنے رب کے

کسی کو شریک نہیں کرتے۔ ﴿٥٩﴾ اور جو لوگ دے دیتے ہیں وہ جو اُنہوں نے دیدیا، اور اُن کے دل لرزتے رہتے ہیں کہ اُنہیں اپنے رب کی طرف

رٰجِعُوْنَ ﴿٦٠﴾ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿٦١﴾

رٰجِعُوْنَ ﴿٦٠﴾	اُولٰٓئِكَ	يُسٰرِعُوْنَ	فِي	الْخَيْرٰتِ	وَ	هُمْ	لَهَا	سٰبِقُوْنَ ﴿٦١﴾
لوٹنے والے	وہی لوگ	ایک دوسرے سے بڑھتے ہیں	بیچ	نیکیوں کے	اور	وہ	اس کیلئے	سبقت لیجانے والے

لوٹ کر جانا ہے۔ ﴿٦٠﴾ یہی لوگ نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں اور وہ اِن میں سبقت لیجاتے ہیں۔ ﴿٦١﴾

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ

وَلَا	نُكَلِّفُ	نَفْسًا	اِلَّا	وُسْعَهَا	وَلَدَيْنَا	كِتٰبٌ	يَّنْطِقُ	بِالْحَقِّ	وَ	هُمْ
اور نہیں	پابند کرتے ہم	کسی نفس کو	مگر	اس کی ہمت کا	اور ہمارے پاس	ایک کتاب	بولتی ہے	برحق	اور	وہ

اور ہم کسی نفس پر اُس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتے، اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق بات بیان کرتی ہے، اور اُن پر

﴿٥٥﴾ ﴿٥٦﴾ ان آیتوں میں مشرکوں اور بت پرستوں کے ایک گمان فاسد کی تردید کی گئی ہے، کہ انہیں مال و اولاد کی جو کثرت اور فراوانی عطا کی گئی ہے، اگر اس سے انہیں یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ وہ اللہ کے یہاں بہت محبوب اور معزز و مکرم ہیں، تو انہیں اپنی اس غلط فہمی کو دور کر لینا چاہیے، انہیں یہ بات سمجھ نہیں آرہی کہ یہ اللہ کی طرف سے نعمت نہیں، مہلت اور ڈھیل ہے، عنقریب ان کی رسی کھینچ لی جائے گی۔

﴿٥٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کے برعکس ان لوگوں کی پہلی صفت بیان کی گئی ہے جو اللہ کے محبوب اور معزز و مکرم ہیں کہ وہ دنیوی نعمتوں کی فراوانی اور کثرت کو دیکھ کر غفلت میں نہیں پڑتے، بلکہ ان کے دل خشیتِ الٰہی کے جذبے سے لبریز رہتے ہیں اور کسی وقت بھی وہ اللہ کے سامنے جری نہیں ہوتے۔

﴿٥٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نیک لوگوں کی دوسری صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی آیات و تعلیمات پر مکمل ایمان رکھتے ہیں۔

﴿٥٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نیک لوگوں کی تیسری صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے اور ہر قسم کے شرک سے احتراز کرتے ہیں۔

﴿٦٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نیک لوگوں کی چوتھی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ کو راضی کرنے کیلئے اس کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں اور دل میں انہیں یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ جب اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو نجانے اس کی قبولیت کا فیصلہ سامنے آئے گا یا اسے رد کر دیا جائیگا، گویا کہ وہ خرچ کر کے اتراتے یا احسان نہیں جتاتے، بلکہ فکر مند رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما لے۔

﴿٦١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نیک لوگوں کی پانچویں صفت بیان کی گئی ہے جو پہلی چار صفات کو بھی شامل ہے اور اس کے علاوہ تمام پاکیزہ اور اچھی عادتوں کو بھی، اور وہ یہ کہ یہ لوگ نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، مسابقت کی اس فضا سے معاشرے میں ایک پاکیزہ ماحول پیدا ہوتا ہے، جو صرف پیغمبرانہ تعلیمات سے ہی پیدا ہوسکتا ہے۔

لَا يُظْلَمُونَ ﴿٦٢﴾ بَلْ قُلُوبُهُمْ فِي غَمْرَةٍ مِّنْ هَٰذَا وَلَهُمْ أَعْمَالٌ مِّن دُونِ

لَا	يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾	بَلْ	قُلُوْبُهُمْ	فِيْ	غَمْرَةٍ	مِّنْ	هٰذَا	وَ	لَهُمْ	اَعْمَالٌ	مِّنْ	دُوْنِ
نہیں	ظلم کئے جائیں گے	بلکہ	ان کے دل	بیچ	مدہوشی کے	سے	اس کے	اور	ان کیلئے	اعمال	سے	علاوہ

ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ﴿٦٢﴾ بلکہ اُن کے دل اِس حوالے سے مدہوشی میں پڑے ہیں اور اُن کے اِس کے علاوہ کچھ اور

ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ حَتّٰى إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ إِذَا

ذٰلِكَ	هُمْ	لَهَا	عٰمِلُوْنَ ﴿٦٣﴾	حَتّٰى	اِذَآ	اَخَذْنَا	مُتْرَفِيْهِمْ	بِالْعَذَابِ	اِذَا
اس کے	وہ	اس کیلئے	کرنے والے	یہاں تک کہ	جب	ہم پکڑلیں گے	ان کے مالداروں کو	عذاب میں	اسی وقت

کام ہیں جو وہ کر رہے ہیں۔ ﴿٦٣﴾ یہاں تک کہ جب ہم اُن کے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں گرفتار کر لیں گے تو وہ

هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ إِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَدْ

هُمْ	يَجْـَٔرُوْنَ ﴿٦٤﴾	لَا	تَجْـَٔرُوا	الْيَوْمَ	اِنَّكُمْ	مِّنَّا	لَا	تُنْصَرُوْنَ ﴿٦٥﴾	قَدْ
وہ	چلانے لگیں گے	مت	چلاؤ تم	آج کے دن	بیشک تم	ہم سے	نہ	مدد کئے جاؤ گے	یقیناً

اُسی وقت چلانے لگیں گے۔ ﴿٦٤﴾ آج نہ چلاؤ، تم ہم سے چھوٹ نہ سکو گے۔ ﴿٦٥﴾ یقیناً

كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿٦٦﴾

كَانَتْ	اٰيٰتِيْ	تُتْلٰى	عَلَيْكُمْ	فَكُنْتُمْ	عَلٰٓى	اَعْقَابِكُمْ	تَنْكِصُوْنَ ﴿٦٦﴾
تھیں	میری آیتیں	تلاوت کی جاتی	تم پر	سو تھے تم	پر	اپنی ایڑیوں کے	الٹے لوٹتے

تمہارے سامنے میری آیتوں کی تلاوت کی جاتی تھی تو تم ایڑیوں کے بل اُلٹے بھاگتے تھے۔ ﴿٦٦﴾

مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ

مُسْتَكْبِرِيْنَ	بِهٖ	سٰمِرًا	تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾	اَفَلَمْ	يَدَّبَّرُوا	الْقَوْلَ	اَمْ	جَآءَهُمْ
تکبر کرنے والے	اس کے ساتھ	قصہ گو	چھوڑ دیتے ہو تم	تو کیا نہیں	تدبر کیا انہوں نے	اس کلام میں	یا	آیا ان کے پاس

تکبر کرتے ہوئے، یہ کہہ کر کہ ایک قصہ گو ہے، تم اُسے چھوڑ دیتے تھے۔ ﴿٦٧﴾ کیا اُنہوں نے اِس کلام میں تدبر سے کام نہیں لیا؟ یا اُن کے پاس کوئی ایسی چیز

مَّا لَمْ يَأْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ

مَّا	لَمْ	يَأْتِ	اٰبَآءَهُمُ	الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾	اَمْ	لَمْ	يَعْرِفُوْا	رَسُوْلَهُمْ	فَهُمْ	لَهٗ
وہ جو	نہیں	آیا	ان کے باپوں کے پاس	پہلے والے	یا	نہیں	پہچان سکے وہ	اپنے پیغمبر کو	سو وہ	اس کیلئے

آگئی ہے جو اُن کے پہلے آباؤ اجداد کے پاس نہیں آئی تھی؟ ﴿٦٨﴾ یا یہ اپنے پیغمبر کو پہچان نہیں سکے اسی وجہ سے اُن کا

﴿٦٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ ہم کسی شخص پر اس کی طاقت اور ہمت سے بڑھ کر بوجھ نہیں لادتے، اصولی طور پر تو اس جملے کا تعلق عبادات سے ہے، لیکن اگر اسے عام رکھا جائے اور ہر طرح کے حالات کو اس میں شامل کرلیا جائے، تب بھی یہ حقیقت کے عین مطابق ہے، البتہ یہ ممکن ہے کہ انسان خود یہ فرض کر لے کہ یہ مصیبت یا بیماری اس کی ہمت اور طاقت سے بڑھ کر ہے، دوسری یہ کہ ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو بالکل سچ اور حق بیان کرتی ہے، اس سے مراد لوحِ محفوظ ہے جس میں ہر انسان کی تقدیر لکھی ہوتی ہے، یا اس سے ہر انسان کا نامۂ اعمال مراد ہے جس میں کوئی بات خلافِ حقیقت نہیں لکھی گئی اور وہ لوحِ محفوظ کے عین مطابق ہے، تیسری بات یہ ہے کہ کسی انسان پر رتی برابر ظلم بھی نہیں کیا جائیگا۔

﴿٦٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں کفار اور مشرکین کی غفلت اور مدہوشی بیان کی گئی ہے کہ وہ نامۂ اعمال اور فکرِ آخرت سے آنکھیں بند کر کے غفلت اور لا پرواہی کی زندگی میں مست ہیں، انہیں اس کی فکر ہی نہیں کہ جب نامۂ اعمال گناہوں اور کفر و شرک سے سیاہ ہوکر ان کے ہاتھ میں آئیگا تو کیا کریں گے، ابھی تو وہ ''دوسرے'' کاموں میں مشغول ہیں اور انہیں ''دوسرے'' کاموں سے فرصت نہیں مل رہی ہے، ان ''دوسرے'' کاموں کو وہ بھی جانتے ہیں اور باقی لوگ بھی ان سے باخبر ہیں۔

﴿٦٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ کی طرف سے گرفت آنے پر کفار کے شور مچانے اور چلانے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ انسان کی عادت ہے کہ مہلت سے فائدہ نہیں اٹھاتا، اور گرفت ہونے پر چلاتا اور شور مچاتا ہے، خاص طور پر اگر اس نے ناز و نعم کی زندگی گزاری ہو تو معمولی سی گرفت پر ہی اس کی چیخیں نکل جاتی ہیں۔

﴿٦٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں کفار کو جواب دیا گیا ہے کہ اب شور مچانے اور چلانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا، کسی نے تو تمہاری کیا نصرت کرنی ہے، ہم ہی تمہاری نصرت نہیں کریں گے، ساری کائنات مل کر بھی اگر تمہاری نصرت کرے تو کیا فائدہ؟

﴿٦٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں کافروں کی نصرت نہ کیے جانے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی تھیں، تب تو یہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ کر بھاگتے تھے اور بدکے ہوئے جانور معلوم ہوتے تھے، اب ہم سے مدد اور نصرت کی توقع رکھتے ہیں؟

﴿٦٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں کفار کی نصرت نہ کرنے کی دوسری وجہ بیان کی گئی ہے کہ دنیا میں یہ لوگ تکبر کرتے تھے اور قرآن کریم کی آیات کو قصہ گوئی اور کہانیوں سے تعبیر کر کے چھوڑ دیتے تھے، کیا ہم ان متکبر لوگوں کی مدد کریں جو قرآن اور صاحبِ قرآن کی شان میں گستاخیاں کرتے رہے؟

﴿٦٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین سے دو سوال پوچھے گئے ہیں، پہلا سوال یہ کہ اگر قرآن کریم ان کے گمان اور خیال کے مطابق قصوں اور کہانیوں پر مشتمل کتاب ہے تو کیا انہوں نے اس کے الفاظ، معانی اور مضامین پر کبھی غور و فکر اور تدبر سے کام لیا ہے؟ اگر انہوں نے اس میں تدبر سے کام لیا ہوتا تو کبھی ایسی بات اپنے منہ سے نہ نکالتے، دوسرا سوال یہ کہ انہیں یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ اللہ نے ہر زمانے میں لوگوں کی ہدایت کیلئے کچھ معجزات کے ساتھ پیغمبروں کو مبعوث فرمایا ہے اور تکذیب کرنے والوں کو عبرتناک انجام سے دوچار فرمایا ہے، کیا یہ چیز انہیں پیغمبر ﷺ کی تصدیق پر آمادہ نہیں کرتی؟

مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَ اَكْثَرُهُمْ

مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾	اَمْ	يَقُوْلُوْنَ	بِهٖ	جِنَّةٌ ؕ	بَلْ	جَآءَهُمْ	بِالْحَقِّ	وَ	اَكْثَرُهُمْ
انکار کرنے والے	یا	وہ کہتے ہیں	اسے	جنون	بلکہ	لایا وہ ان کے پاس	حق کو	اور	ان میں سے اکثر

انکار کر رہے ہیں؟ ۶۹ یا یہ کہتے ہیں کہ انہیں جنون لاحق ہو گیا ہے؟ بلکہ وہ اُن کے پاس حق لیکر آئے ہیں اور اُن میں سے اکثر لوگ

لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ

لِلْحَقِّ	كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾	وَ	لَوِ	اتَّبَعَ	الْحَقُّ	اَهْوَآءَهُمْ	لَفَسَدَتِ	السَّمٰوٰتُ
حق کو	ناپسند کرنے والے	اور	اگر	پیروی کرے	حق	ان کی خواہشات کی	البتہ تباہ ہو جائیں	آسمان سارے

حق کو ناپسند کرتے ہیں۔ ۷۰ اور اگر ''حق'' ہی اُن کی خواہشات کے تابع ہو جائے تو آسمان و زمین اور اُن میں جو کوئی

وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ

وَالْاَرْضُ	وَ	مَنْ	فِيْهِنَّ ؕ	بَلْ	اَتَيْنٰهُمْ	بِذِكْرِهِمْ	فَهُمْ	عَنْ	ذِكْرِهِمْ
اور زمین	اور	جو کوئی	ان میں	بلکہ	ہم لائے اُن کے پاس	ان کا ذکر	سو وہ	سے	اپنے ذکر کے

بھی ہے، تباہ ہو جائیں، بلکہ ہم تو اُن کے پاس اُن کا ہی ذکر لیکر آئے ہیں، سو وہ اپنے ہی ذکر سے

مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾ؕ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖۗ وَّهُوَ خَيْرُ

مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾	اَمْ	تَسْـَٔلُهُمْ	خَرْجًا	فَخَرَاجُ	رَبِّكَ	خَيْرٌ	وَّ	هُوَ	خَيْرُ
منہ موڑنے والے	یا	تُو مانگتا ہے ان سے	کوئی اجرت	تو مزدوری	تیرے رب کی	سب سے بہترین	اور	وہ	سب سے بہترین

منہ موڑ رہے ہیں۔ ۷۱ یا آپ اُن سے کوئی اجرت مانگتے ہیں؟ سو آپ کے رب کی اجرت سب سے بہتر ہے، اور وہی سب سے بہترین

الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾ الربع وَاِنَّ

الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾	وَ	اِنَّكَ	لَتَدْعُوْهُمْ	اِلٰى	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾	وَ	اِنَّ
رزق دینے والوں میں	اور	بیشک تُو	البتہ بلاتا ہے انہیں	طرف	راستے کے	سیدھے	اور	بیشک

رزق دینے والا ہے۔ ۷۲ اور بیشک آپ تو انہیں سیدھے راستے کی جانب دعوت دے رہے ہیں۔ ۷۳ اور جو

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ

الَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ	عَنِ	الصِّرَاطِ	لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾	وَ	لَوْ	رَحِمْنٰهُمْ
جو لوگ	نہیں	ایمان لاتے	آخرت پر	سے	راستے کے	البتہ ہٹنے والے	اور	اگر	ہم رحم کر دیں ان پر

لوگ آخرت پر ایمان نہیں لائے، وہ سیدھے راستے سے ہٹ گئے ہیں۔ ۷۴ اور اگر ہم اُن پر رحم کر دیں

۶۹ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین سے تیسرا سوال پوچھا گیا ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کا انکار کیوں کر رہے ہیں؟ کیا وہ نبی اکرم ﷺ کے اعلانِ نبوت سے پہلے ان کے پاکیزہ اخلاق اور کردار سے واقف نہیں تھے؟

۷۰ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین سے چوتھا سوال پوچھا گیا ہے کہ کیا وہ نبی اکرم ﷺ کے متعلق معاذ اللہ مجنون ہونے کا جو دعویٰ کرتے ہیں، اس میں وہ اپنے آپ سے خود متفق ہیں؟ کیا انہیں یقین ہے کہ واقعی نبی اکرم ﷺ مجنون ہیں؟ کیا ان کا دل اس بات کی گواہی دیتا ہے؟ ہرگز نہیں، اور مشرکین کے پاس ان میں سے کسی ایک سوال کا جواب بھی نہیں ہے، اصل بات یہ ہے کہ حق ہر ایک کو ہضم نہیں ہوتا، ان مشرکین کو بھی حق ہضم نہیں ہو رہا اور نبی اکرم علیہ السلام سوائے حق کے اور کچھ نہیں لائے۔

۷۱ اس آیتِ مبارکہ میں حق اور باطل کو خلط ملط ہونے سے بچانے کی ضرورت و اہمیت پر کلام کیا گیا ہے، کیونکہ ایک طرف مشرکین کی باطل خواہشات ہیں اور دوسری طرف نبی اکرم ﷺ کا لایا ہوا حق ہے، اگر حق ہی ان کی خواہشات کے تابع ہو جائے تو وہ حق کہاں رہا؟ اس کی تو ماہیت ہی بدل گئی اور وہ حق کی بجائے باطل ہو گیا، ایسی صورت میں زمین و آسمان میں تباہی نہ آئے تو اور کیا آئے؟ اس لیے انہیں چاہیے کہ اس قرآن پر ایمان لائیں کیونکہ اس میں ہم نے ان کا ذکر کر کے انہیں بھی ہمیشہ کیلئے امر کر دیا ہے، اب اگر یہ قرآن سے اعراض کرتے ہیں تو گویا اپنے ذکر سے اعراض کرتے ہیں اور انہیں اپنا ذکر سننا ناگوار معلوم ہوتا ہے۔

ركوع ۴

۷۲ اس آیتِ مبارکہ میں سوال تو مشرکین کے حوالے سے ہی ہے لیکن روئے سخن نبی اکرم ﷺ کی طرف رکھا گیا ہے کہ اے میرے حبیب! کیا آپ نے ان سے کسی قسم کا معاوضہ یا اجرت طلب کر لی ہے جس کے بوجھ تلے یہ دب گئے ہیں اور اس کی ادائیگی ان کے بس سے باہر ہے؟ اس تعبیر کا منشا مشرکین کو شرم دلانا ہے، کیونکہ پیغمبر ﷺ نے تو کبھی کسی سے اجرت طلب نہیں کی، وہ تو صرف اپنے رب سے اجر و ثواب کے طلب گار ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ان کے رب کے پاس جو کچھ ہے، وہ سب سے بہتر ہے اور ان کا رب سب سے بہترین رزق عطا فرمانے والا ہے۔

۷۳ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کی دعوت پر کامل اعتماد کا اظہار کیا گیا ہے کیونکہ دنیا کا اصول ہے کہ پہلے بااعتماد نمائندے کا انتخاب کیا جائے، پھر جب خوب تسلی اور چھان پھٹک کرنے کے بعد نمائندے کا انتخاب کر لیا جائے تو اس پر پھر پورا اعتماد کیا جائے، اس لیے کہ اگر اسے منتخب کرنے والا ہی اس پر اعتماد نہ کرے تو کوئی دوسرا اس پر کیونکر اعتماد کرے گا؟ سو اللہ تعالیٰ نے کامل اعتماد کا اظہار فرمایا ہے کہ اے میرے حبیب! آپ لوگوں کو جس چیز کی دعوت دے رہے ہیں، وہ بالکل ٹھیک ہے اور وہی صراطِ مستقیم ہے، اس طرح اس دعوت کو قبول کرنے والے بھی مطمئن ہو جاتے ہیں اور خود دعوت دینے والے کو بھی خوشی ہوتی ہے۔

۷۴ اس آیتِ مبارکہ میں آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کو راہِ راست سے ہٹا اور بہکا ہوا قرار دیا گیا ہے کیونکہ آخرت پر ایمان صراطِ مستقیم کی بنیادی سیڑھی ہے، یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص آخرت کا منکر بھی ہو اور صراطِ مستقیم پر قائم بھی ہو۔

وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَلَقَدْ

وَ	كَشَفْنَا	مَا	بِهِمْ	مِّنْ	ضُرٍّ	لَّلَجُّوْا	فِيْ	طُغْيَانِهِمْ	يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٥﴾	وَ	لَقَدْ
اور	کھول دیا ہم نے	وہ جو	انہیں	سے	تکلیف	البتہ گھسے رہیں	بیچ	اپنی سرکشی کے	بھٹکتے رہیں	اور	البتہ یقیناً

اور اُن پر جتنی تکلیفیں ہیں، دور کر دیں، تب بھی وہ اپنی سرکشی میں ہی گھسے بھٹکتے رہیں گے۔ ﴿٧٥﴾ اور ہم انہیں

اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٧٦﴾ حَتّٰٓى

اَخَذْنٰهُمْ	بِالْعَذَابِ	فَمَا	اسْتَكَانُوْا	لِرَبِّهِمْ	وَ	مَا	يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٧٦﴾	حَتّٰٓى
ہم نے پکڑ لیا انہیں	عذاب میں	سو نہ	عاجزی کی انہوں نے	اپنے رب کیلئے	اور	نہ	وہ گڑگڑائے	یہاں تک کہ

عذاب میں گرفتار کر چکے ہیں، پھر بھی انہوں نے اپنے رب کے سامنے عاجزی ظاہر کی اور نہ ہی گڑگڑائے۔ ﴿٧٦﴾ یہاں تک

اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٧﴾ وَهُوَ

ع ٤ ٢٧ ٤

اِذَا	فَتَحْنَا	عَلَيْهِمْ	بَابًا	ذَا عَذَابٍ	شَدِيْدٍ	اِذَا	هُمْ	فِيْهِ	مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٧﴾	وَ	هُوَ
جب	کھول دیا ہم نے	ان پر	دروازہ	عذاب کا	سخت	اسی وقت	وہ	اسمیں	ناامید ہونے والے	اور	وہ

کہ جب ہم نے اُن پر ایک سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا تو اُسی وقت وہ اس میں ناامید ہو گئے۔ ﴿٧٧﴾ اور اللہ وہی ہے

الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٨﴾

الَّذِيْٓ	اَنْشَاَ	لَكُمُ	السَّمْعَ	وَ	الْاَبْصَارَ	وَ	الْاَفْـِٕدَةَ	قَلِيْلًا مَّا	تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٨﴾
وہی جس نے	بنائے	تمہارے لئے	کان	اور	آنکھیں	اور	دل	بہت ہی کم	تم شکر کرتے ہو

جس نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت کم شکر کرتے ہو۔ ﴿٧٨﴾

وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ

وَ	هُوَ	الَّذِيْ	ذَرَاَكُمْ	فِي	الْاَرْضِ	وَ	اِلَيْهِ	تُحْشَرُوْنَ ﴿٧٩﴾	وَ	هُوَ	الَّذِيْ	يُحْيٖ
اور	وہ	وہی جس نے	بکھیر دیا تمہیں	بیچ	زمین کے	اور	اس کیطرف	تم جمع کئے جاؤ گے	اور	وہ	وہی جو	زندہ کرتا ہے

اور اللہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور اُسی کے پاس تمہیں جمع کیا جائے گا۔ ﴿٧٩﴾ اور اللہ وہی ہے جو زندگی اور موت

وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٨٠﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ

وَ	يُمِيْتُ	وَ	لَهُ	اخْتِلَافُ	الَّيْلِ	وَ	النَّهَارِ	اَفَلَا	تَعْقِلُوْنَ ﴿٨٠﴾	بَلْ	قَالُوْا	مِثْلَ
اور	موت دیتا ہے	اور	اسی کیلئے	بدلنا	رات کا	اور	دن کا	تو کیا نہیں	تم عقل رکھتے	بلکہ	کہا انہوں نے	جیسا

دیتا ہے اور اُسی کے پاس رات اور دن کو بدلنے کا اختیار ہے، تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ ﴿٨٠﴾ بلکہ یہ لوگ وہی بات کہہ رہے ہیں

﴿٧٥﴾ اس آیت مبارکہ میں راہ راست سے بھٹکے ہوئے لوگوں کی گمراہی میں پختگی اور مضبوطی بیان کی گئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرما کر ان کی مصیبتوں اور تکلیفوں کا ازالہ بھی کر دے اور شر کے بعد ان پر اپنی خیر بھی نازل کر دے، تب بھی یہ صراط مستقیم پر گامزن نہ ہوں گے اور اپنی سرکشی میں مزید بڑھتے ہی چلے جائیں گے۔

﴿٧٦﴾ اس آیت مبارکہ میں منکرین آخرت کے مزید سرکش ہونے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ پہلے بھی جب ان پر آزمائش اور پریشان کن حالات آئے تھے تو کون سا انہوں نے اپنے رب کے سامنے اپنی عاجزی اور آہ و زاری کا مظاہرہ کیا تھا؟ اور چونکہ انسان کا ماضی اس کے مستقبل کی نشاندہی کرنے والا ہوتا ہے اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ مستقبل میں بھی ان سے رجوع اور توبہ کی توقع نہیں ہے۔

﴿٧٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں عذاب نازل ہونے پر کافروں کی مایوسی بیان کی گئی ہے کہ اگر ان پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا دروازہ کھل جائے تو پھر اس وقت یہ ناامیدی اور مایوسی کی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں، جس کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

﴿٧٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین نعمتیں بیان کر کے لوگوں کی ناشکری ذکر کی گئی ہے اور واقعی بہت کم لوگ ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، کیونکہ لوگوں کی اکثریت ان نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر بھی انہیں "نعمت" نہیں سمجھتی، پہلی نعمت یہ کہ اللہ نے انسان کو سننے کی طاقت عطا فرمائی، دوسری یہ کہ اسے دیکھنے کیلئے آنکھیں عطا فرمائیں اور تیسری یہ کہ اسے جسم کا نظام چلانے اور باقی رکھنے کیلئے دل عطا فرمایا۔ لیکن کتنے لوگ ہیں جو ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں؟

﴿٧٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفاتِ قدرت بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ انسان کو روئے زمین پر اسی نے بکھیرا ہے اور آج انسان دنیا کے چپے چپے میں پھیلا ہوا ہے اور دوسری یہ کہ وہی تمام انسانوں کو سمیٹ کر ایک میدان میں جمع کرے گا، نہ اس کیلئے بکھیرنا مشکل تھا اور نہ اس کیلئے سمیٹنا مشکل ہے۔

﴿٨٠﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات قدرت بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ کسی کو زندگی دینا اس کے اختیار میں ہے، اگر وہ کسی کو پیدا کرنا یا زندہ رکھنا چاہے تو ساری دنیا مل کر بھی اس کے ارادے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی، دوسری یہ کہ کسی کو موت دینا بھی اسی کے اختیار میں ہے، اگر وہ کسی کی موت کا فیصلہ کر لے تو ساری دنیا مل کر بھی اسے زندگی نہیں دے سکتی، تیسری یہ کہ دن اور رات کی تبدیلی بھی اسی کے اختیار میں ہے، ان صفات پر غور کرنے کیلئے عقل سے کام لو اور اس قدرت والے تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا

مَا	قَالَ	الْاَوَّلُوْنَ﴿۸۱﴾	قَالُوْٓا	ءَاِذَا	مِتْنَا	وَ	كُنَّا	تُرَابًا	وَ	عِظَامًا	ءَاِنَّا
وہ جو	کہا	پہلوں نے	کہا انہوں نے	کیا جب	مرجائیں گے ہم	اور	ہوجائیں گے ہم	مٹی	اور	ہڈیاں	کیا ہم

جو پہلے لوگ کہا کرتے تھے۔ ﴿۸۱﴾ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے تو ہم دوبارہ

لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ

لَمَبْعُوْثُوْنَ﴿۸۲﴾	لَقَدْ	وُعِدْنَا	نَحْنُ	وَاٰبَآؤُنَا	هٰذَا	مِنْ	قَبْلُ	اِنْ	هٰذَآ	اِلَّآ
البتہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے	البتہ یقیناً	وعدہ کیا گیا	ہم سے	اور ہمارے باپوں سے	یہ	سے	پہلے	نہیں	یہ	مگر

زندہ کیے جائیں گے؟ ﴿۸۲﴾ یقیناً یہ وعدہ ہم سے اور اِس سے پہلے ہمارے آباؤ اجداد سے بھی کیا جاتا رہا ہے، یہ تو محض

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ

اَسَاطِيْرُ	الْاَوَّلِيْنَ﴿۸۳﴾	قُلْ	لِّمَنِ	الْاَرْضُ	وَ	مَنْ	فِيْهَآ	اِنْ	كُنْتُمْ
کہانیاں	پہلوں کی	تُو کہہ	کس کیلئے	زمین	اور	جو کوئی	اسمیں	اگر	تم ہو

پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ ﴿۸۳﴾ (اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ زمین اور جو کوئی اس میں ہے، وہ کس کا ہے اگر تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ

تَعْلَمُوْنَ﴿۸۴﴾	سَيَقُوْلُوْنَ	لِلّٰهِ	قُلْ	اَفَلَا	تَذَكَّرُوْنَ﴿۸۵﴾	قُلْ	مَنْ	رَّبُّ
جانتے	عنقریب وہ کہیں گے	اللہ کیلئے	تُو کہہ	تو کیا نہیں	نصیحت حاصل کرو گے تم	تُو کہہ	کون	رب

جانتے ہو؟ ﴿۸۴﴾ عنقریب وہ کہیں گے کہ اللہ ہی کا ہے، آپ فرما دیجئے کہ پھر تم نصیحت کیوں حاصل نہیں کرتے؟ ﴿۸۵﴾ آپ فرما دیجئے کہ ساتوں آسمانوں کا

السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا

السَّمٰوٰتِ	السَّبْعِ	وَ	رَبُّ	الْعَرْشِ	الْعَظِيْمِ﴿۸۶﴾	سَيَقُوْلُوْنَ	لِلّٰهِ	قُلْ	اَفَلَا
آسمانوں کا	ساتوں	اور	رب	عرش کا	بڑے	عنقریب وہ کہیں گے	اللہ کیلئے	تُو کہہ	تو کیا نہیں

رب اور عرشِ عظیم کا رب کون ہے؟ ﴿۸۶﴾ عنقریب وہ کہیں گے کہ اللہ ہے، آپ فرما دیجئے کہ پھر تم ڈرتے

تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ

تَتَّقُوْنَ﴿۸۷﴾	قُلْ	مَنْۢ	بِيَدِهٖ	مَلَكُوْتُ	كُلِّ	شَيْءٍ	وَ	هُوَ	يُجِيْرُ	وَ	لَا	يُجَارُ
ڈرتے تم	تُو کہہ	کون	اس کے ہاتھ میں	حکومت	ہرایک	چیز کی	اور	وہ	پناہ دیتا ہے	اور	نہیں	پناہ دی جاتی

کیوں نہیں ہو؟ ﴿۸۷﴾ آپ فرما دیجئے کہ کس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور وہی پناہ دیتا ہے، اُس کے مقابلے میں کسی کو پناہ

﴿۸۱﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کا اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کرنا مذکور ہے، جو کچھ ان کے آباؤ اجداد کہتے رہے، وہی اب یہ لوگ کہہ رہے ہیں، حالانکہ دلیل نہ اُن کے پاس تھی اور نہ ان کے پاس ہے۔

﴿۸۲﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کا دوبارہ زندہ ہونے کے عقیدے پر تعجب کا اظہار کرنا مذکور ہے، یہ تعجب ہر زمانے کے مشرکوں کو ہوتا رہا ہے، اس تعجب کو دور کرنے کیلئے آیت ۸۴ سے ایک نیا سلسلۂ مضمون شروع کیا جارہا ہے۔

﴿۸۳﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کی ایک دلیل بیان کی گئی ہے لیکن دلیل اس قدر کمزور ہے کہ اس پر اپنے دعوے کی بنیاد رکھنا دانشمندی نہیں ہے، دلیل یہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا وعدہ تو ہمارے آباؤ اجداد سے بھی کیا گیا تھا تو کیا انہیں دوبارہ زندہ کیا گیا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ہم اس پر کیسے یقین کر لیں؟ یہ سب قصے کہانیاں ہیں، گویا ان کے نزدیک ''بعث بعد الموت'' کو تسلیم کرنے کا معیار یہ ہے کہ ان کے آباؤ اجداد کو زندہ کر دیا جائے، جو اُن کے نزدیک ناممکن ہے، اگلی آیات میں اسی وجہ سے چند ایسی چیزیں ذکر کی گئی ہیں جو مخلوق کیلئے ناممکن ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کیلئے ان میں سے کچھ بھی مشکل نہیں ہے، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اس نے ہر کام کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، مقررہ وقت پر وہ اسے ظاہر کر دیتا ہے، مُردوں کو بھی مقررہ وقت پر زندہ کر کے دکھادے گا۔

﴿۸۴﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دوبارہ زندگی کا انکار کرنے والوں سے یہ سوال پوچھنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اگر تمہیں معلوم ہے تو بتاؤ کہ زمین اور اس کی ساری مخلوق کس کی ملکیت میں ہے؟

﴿۸۵﴾ اس آیتِ مبارکہ میں گزشتہ سوال کا جواب ذکر کیا گیا ہے کہ قیامت کا منکر ہونے کے باوجود یہ لوگ اقرار کریں گے کہ ان سب کا مالک اللہ ہے، اب سوال یہ ہے کہ جس کا حکم زمین اور اس کی ساری مخلوق پر چلتا ہے، کیا وہ اسی زمین سے مُردوں کو نکال کر زندہ نہیں کر سکتا؟

﴿۸۶﴾ اس آیتِ مبارکہ میں منکرینِ آخرت سے دوسرا سوال یہ پوچھا گیا ہے کہ یہ بتاؤ، ساتوں آسمانوں اور عرشِ عظیم کا مالک رب کون ہے؟ ان عظیم اجسام پر کس کا حکم چلتا ہے؟

﴿۸۷﴾ اس آیتِ مبارکہ میں گزشتہ سوال کا جواب ذکر کیا گیا ہے کہ قیامت کا منکر ہونے کے باوجود یہ لوگ تسلیم کریں گے کہ ساتوں آسمانوں اور عرشِ عظیم کا رب بھی اللہ ہی ہے اور وہی ان پر اپنا حکم نافذ کرتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اتنے عظیم اجسام کو سنبھالنے اور ان پر بادشاہت کرنے والا رب کیا مُردوں کو دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا؟

عَلَيۡهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ فَاَنّٰى تُسۡحَرُوۡنَ ﴿۸۹﴾

عَلَيۡهِ	اِنۡ	كُنۡتُمۡ	تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۸﴾	سَيَقُوۡلُوۡنَ	لِلّٰهِ	قُلۡ	فَاَنّٰى	تُسۡحَرُوۡنَ ﴿۸۹﴾
اس پر	اگر	تم ہو	جانتے	عنقریب کہیں گے	اللہ کیلئے	تُو کہہ	تو کہاں	تم جادو کئے جارہے ہو

نہیں دی جا سکتی؟ اگر تم جانتے ہو؟ ۸۸ عنقریب وہ کہیں گے کہ اللہ کی ہے، آپ فرما دیجئے کہ پھر تم کہاں حواس کھو دیتے ہو؟ ۸۹

بَلۡ اَتَيۡنٰهُمۡ بِالۡحَـقِّ وَاِنَّهُمۡ لَـكٰذِبُوۡنَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنۡ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ

بَلۡ	اَتَيۡنٰهُمۡ	بِالۡحَقِّ	وَ	اِنَّهُمۡ	لَكٰذِبُوۡنَ ﴿۹۰﴾	مَا	اتَّخَذَ	اللّٰهُ	مِنۡ	وَّلَدٍ	وَ	مَا	كَانَ
بلکہ	لائے ہم ان کے پاس	حق کو	اور	بیشک وہ	البتہ جھوٹے	نہیں	بنائی	اللہ نے	سے	کوئی اولاد	اور	نہیں	ہے

بلکہ ہم اُن کے پاس حق لیکر آئے ہیں اور بیشک وہی جھوٹے ہیں۔ ۹۰ اللہ نے کوئی اولاد نہیں بنائی، اور اُس کے ساتھ

مَعَهٗ مِنۡ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعۡضُهُمۡ عَلٰى

مَعَهٗ	مِنۡ	اِلٰهٍ	اِذًا	لَّذَهَبَ	كُلُّ	اِلٰهٍ	بِمَا	خَلَقَ	وَ	لَعَلَا	بَعۡضُهُمۡ	عَلٰى
اس کے ہمراہ	سے	کوئی معبود	اس وقت	البتہ لیجاتا	ہر ایک	معبود	اسے جو	اس نے پیدا کیا	اور	البتہ غالب آجاتا	ان میں سے بعض	پر

کوئی دوسرا معبود نہیں ہے، ورنہ ہر معبود اپنی اپنی مخلوق کو لیجاتا اور ایک، دوسرے پر غالب

بَعۡضٍ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ

بَعۡضٍ	سُبۡحٰنَ	اللّٰهِ	عَمَّا	يَصِفُوۡنَ ﴿۹۱﴾	عٰلِمِ	الۡغَيۡبِ	وَ	الشَّهَادَةِ
بعض کے	پاک ہے	اللہ	اس سے جو	وہ بیان کرتے ہیں	جاننے والا	پوشیدہ کا	اور	ظاہر کا

آجاتا، اللہ اُن چیزوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔ ۹۱ وہ پوشیدہ اور ظاہر سب کچھ جاننے والا ہے،

فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۹۲﴾ قُلۡ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّىۡ مَا يُوۡعَدُوۡنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا

فَتَعٰلٰى	عَمَّا	يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۹۲﴾	قُلۡ	رَّبِّ	اِمَّا	تُرِيَنِّىۡ	مَا	يُوۡعَدُوۡنَ ﴿۹۳﴾	رَبِّ	فَلَا
سو برتر ہے وہ	اس سے جو	شریک کرتے ہیں وہ	تُو کہہ	پروردگار	اگر	تو دکھادے مجھے	وہ جو	وعدہ کئے گئے	پروردگار	سومت

اور برتر ہے اُن چیزوں سے جنہیں یہ اُس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ ۹۲ آپ فرما دیجئے کہ پروردگار! اگر تو مجھے وہ چیز دکھائے جس

تَجۡعَلۡنِىۡ فِى الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۹۴﴾ وَاِنَّا عَلٰٓى اَنۡ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمۡ

تَجۡعَلۡنِىۡ	فِى	الۡقَوۡمِ	الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۹۴﴾	وَ	اِنَّا	عَلٰٓى	اَنۡ	نُّرِيَكَ	مَا	نَعِدُهُمۡ
بنا تو مجھے	بیچ	لوگوں کے	ظلم کرنے والے	اور	بیشک ہم	پر	یہ کہ	تجھے دکھادیں	وہ جو	ہم وعدہ کرتے ہیں ان سے

کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ۹۳ تو پروردگار! مجھے ظالم قوم میں شامل نہ کرنا۔ ۹۴ اور بیشک ہم اس بات پر قدرت رکھتے ہیں کہ اُن سے جو وعدہ کر رکھا ہے،

۸۸ اس آیتِ مبارکہ میں منکرین قیامت سے تیسرا سوال پوچھا گیا ہے کہ یہ بتاؤ، وہ کون ہے جو ہر چیز کا مالک اور شہنشاہِ حقیقی ہے؟ وہ کون ہے جو سب کو پناہ دے سکتا ہے لیکن اگر وہ کسی کو پناہ نہ دینا چاہے تو کوئی اسے نہیں اس کے مقابلے میں پناہ نہ دے سکے؟

۸۹ اس آیتِ مبارکہ میں گزشتہ سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ قیامت کا منکر ہونے کے باوجود یہ لوگ اقرار کریں گے کہ مذکورہ صفات صرف اللہ تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں، اس کے علاوہ کسی اور میں نہیں، اب سوال یہ ہے کہ اس کے باوجود تم اس کی قدرت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کا انکار کیوں کرتے ہو؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے تم پر جادو کر دیا ہے اور تم اس کے جادو کے زیر اثر ہو۔

۹۰ اس آیتِ مبارکہ میں ایک فیصلہ کن بات کہہ کر سابقہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ وہ جھوٹے ہیں، غلط راستے پر چل رہے ہیں اور باطل کی پیروی کر رہے ہیں اور ہم ان کے پاس جو بات لیکر آئے ہیں، وہی درست، صحیح اور برحق ہے، ان کے قبول نہ کرنے سے حق کو کوئی فرق نہیں پڑے گا، فرق انہی کو پڑے گا جس کا اندازہ انہیں بہت جلد ہو جائیگا۔

۹۱ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ سے دو عیبوں کی نفی کی گئی ہے، پہلا یہ کہ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے، کیونکہ اس کیلئے اولاد کا ہونا عیب ہے، دوسرا یہ کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے، ورنہ ہر شریک اپنی اپنی مخلوق لیکر اپنی جدا سلطنت قائم کرتا، پھر دوسرے کی حکومت پر قبضہ کرنے کیلئے اس پر حملہ کر دیتا، جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے، اس کی مکمل تفصیل سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۲۲ کی تفسیر میں ملاحظہ کیجئے۔

ع ۵ ۱۵ ۵

۹۲ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کامل کا حوالہ دیکر ہر قسم کے شرک اور شریک سے اس کا بلند و برتر ہونا ثابت کیا گیا ہے، جس ذات کا علم ظاہر اور باطن، حاضر اور غائب سب کو محیط ہو، اس کا شریک ٹھہرانا بہت بڑا ظلم ہے۔

۹۳ ان آیتوں میں ایک دعا سکھائی گئی ہے جس کا منشا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچاؤ کا پیشگی انتظام کر لیا جائے، کیونکہ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ جب کفر و شرک، ظلم و جور اور گناہ حد سے بڑھ جاتا ہے تو اللہ کی طرف سے کوئی ایسا عذاب آتا ہے جو مجرموں کی سرکوبی کرتا ہے، ایسے موقع کیلئے یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ پروردگار! اگر میری زندگی میں تیرے عذاب کی کوئی جھلک آجائے تو مجھے ظالموں میں شامل نہ فرمانا، کیونکہ جو ظالموں میں شامل ہو گا وہ بھی عذاب کا شکار ہو جائیگا۔

لَقٰدِرُوْنَ ﴿٩٥﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا

لَقٰدِرُوْنَ ﴿٩٥﴾	اِدْفَعْ	بِالَّتِيْ	هِيَ	اَحْسَنُ	السَّيِّئَةَ ؕ	نَحْنُ	اَعْلَمُ	بِمَا
البتہ قدرت والے	جواب دے	اس سے جو	وہ	زیادہ عمدہ	برائی کا	ہم	زیادہ جانتے ہیں	وہ جو

وہ ہم آپ کو دکھادیں۔ ﴿٩٥﴾ برائی کا جواب اُس طریقے سے دیجئے جو زیادہ بہتر ہو، ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ لوگ

يَصِفُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۙ ﴿٩٧﴾

يَصِفُوْنَ ﴿٩٦﴾	وَ	قُلْ	رَّبِّ	اَعُوْذُبِكَ	مِنْ	هَمَزٰتِ	الشَّيٰطِيْنِ ﴿٩٧﴾
بیان کرتے ہیں	اور	تُو کہہ	اے میرے پروردگار	میں پناہ میں آتا ہوں تیری	سے	چھیڑ چھاڑ کے	شیطانوں کی

بیان کرتے ہیں۔ ﴿٩٦﴾ اور (اے نبی! ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ پروردگار! میں شیطان کی چھیڑ چھاڑ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ ﴿٩٧﴾

وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿٩٨﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ

وَ	اَعُوْذُبِكَ	رَبِّ	اَنْ	يَّحْضُرُوْنِ ﴿٩٨﴾	حَتّٰٓى	اِذَا	جَآءَ	اَحَدَهُمُ	الْمَوْتُ
اور	میں پناہ میں آتا ہوں تیری	اے میرے پروردگار	یہ کہ	وہ حاضر ہوں میرے پاس	یہاں تک کہ	جب	آجائے	ان میں سے ایک پر	موت

اور پروردگار! میں اِس بات سے بھی تیری پناہ میں آتا ہوں کہ وہ میرے قریب آئیں۔ ﴿٩٨﴾ یہاں تک کہ جب اِن میں سے کسی کے پاس موت آجائے

قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا

قَالَ	رَبِّ	ارْجِعُوْنِ ﴿٩٩﴾	لَعَلِّيْٓ	اَعْمَلُ	صَالِحًا	فِيْمَا	تَرَكْتُ	كَلَّا ؕ	اِنَّهَا
کہتا ہے وہ	اے میرے پروردگار	مجھے واپس لوٹادو	تاکہ میں	عمل کروں	نیک	اسمیں جو	میں نے چھوڑا	ہرگز نہیں	بیشک وہ

تو وہ کہتا ہے کہ پروردگار! مجھے واپس بھیج دے۔ ﴿٩٩﴾ تاکہ میں جو کچھ چھوڑ آیا ہوں، اس میں نیک عمل کروں، ایسا ہرگز نہ ہوگا، یہ تو محض

كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٠٠﴾ فَاِذَا نُفِخَ

كَلِمَةٌ	هُوَ	قَآئِلُهَا ؕ	وَ	مِنْ	وَّرَآئِهِمْ	بَرْزَخٌ	اِلٰى	يَوْمِ	يُبْعَثُوْنَ ﴿١٠٠﴾	فَاِذَا	نُفِخَ
ایک بات ہے	وہ	کہنے والا اسے	اور	سے	ان کے پیچھے	ایک آڑ	طرف	دن کے	دوبارہ اٹھائے جائیں گے وہ	سو جب	پھونکا جائے

ایک بات ہے جو وہ یوں ہی کہہ رہا ہے، اور اُن کے پیچھے ایک آڑ ہے جو دوبارہ زندہ کیے جانے کے دن تک رہے گی۔ ﴿١٠٠﴾ پھر جب صور

فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿١٠١﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ

فِي	الصُّوْرِ	فَلَآ	اَنْسَابَ	بَيْنَهُمْ	يَوْمَئِذٍ	وَّلَا	يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿١٠١﴾	فَمَنْ	ثَقُلَتْ
بیچ	صور کے	تو نہیں	کوئی نسب	ان کے درمیان	اس دن	اور نہ	ایک دوسرے سے سوال کریں گے وہ	سو جو کوئی	بھاری ہوگئے

پھونکا جائے گا تو اُس دن لوگوں کے درمیان نسب نامے رہیں گے اور نہ ہی وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ ﴿١٠١﴾ سو جس کے وزن

﴿٩٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت بیان کی گئی ہے کہ ہم نے ظالموں سے جس عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے، وہ ہم آپ کے سامنے پورا کر کے دکھا سکتے ہیں، اور جب حکمت کا تقاضا ہوگا تو ہم ایسا کر کے دکھادیں گے۔

﴿٩٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مکارمِ اخلاق میں سے ایک بہترین خُلق کی نصیحت کی گئی ہے کہ برائی کا جواب برائی سے دینے کی بجائے اچھائی سے دیا کرو، کیونکہ اگر تم برائی کا جواب برائی سے دو گے تو تمہارے اور برائی کرنے والے کے درمیان کوئی فرق نہیں رہے گا، اگر اچھائی سے جواب دو گے تو معلوم ہوگا کہ تمہاری تربیت بہت اچھے طریقے سے ہوئی ہے، یہ بھی کہ تمہیں اپنے نفس اور اس کے جذبات پر قابو ہے، یہ بھی کہ تمہارے ساتھ برائی کرنے والا خود ہی شرمندہ ہو جائے گا اور یہ بھی کہ بالآخر کسی وقت وہ اپنی برائی سے باز آجائے گا۔

﴿٩٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں شیطان کے حملوں سے پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے، شیطانی حملوں اور چھیڑ چھاڑ کی بہت سی شکلیں ہو سکتی ہیں جن کی تفصیل یہاں بیان نہیں کی جاسکتی۔

﴿٩٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں شیطان کے قریب آنے سے پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے، مطلب یہ کہ انسان یہ دعا کیا کرے کہ پروردگار! شیطان کا حملہ تو دور کی بات، اسے میرے قریب بھی مت آنے دیجئے، میں خود کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں اور آپ کی پناہ سے بڑھ کر کوئی پناہ نہیں ہے اور آپ کی پناہ میں آنے والا خطرے سے نکل جاتا ہے۔

﴿٩٩﴾ اس آیتِ مبارکہ سے مرنے کے بعد پیش آنے والے چند حالات کا بیان شروع ہو رہا ہے، ان میں سب سے پہلی بات یہ ذکر کی گئی ہے کہ منکرینِ قیامت اور شرک و بت پرستی میں جتلا رہنے والے ابھی تو کسی نصیحت کو اہمیت نہیں دے رہے، جب ان کی موت کا وقت آتا ہے تو یہ نہایت عاجزی سے فریاد کرنے لگتے ہیں کہ پروردگار! مجھے ایک موقع اور دیدے، مجھے دنیا میں واپس بھیج دے، وہ ان بے شمار مواقع کو بھول جاتا ہے جو دنیا میں اسے بار بار دیئے گئے تھے، ظاہر ہے کہ کسی کی فرمائش پر اسے دنیا میں دوبارہ نہیں بھیجا جاسکتا، لہٰذا یہ فرمائش رد کر دی جائے گی۔

﴿١٠٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مذکورہ فرمائش کی وجہ اور اس کا جواب دیا گیا ہے، مشرکین اپنی فرمائش کی وجہ یہ بیان کریں گے کہ اگر ہمیں ایک موقع دیدیا جائے تو ہم اعمالِ صالحہ کا ذخیرہ اکٹھا کر کے لائیں گے اور اپنے پیچھے جو کچھ چھوڑ آئے ہیں، اس میں اللہ کی مرضی کے مطابق عمل کریں گے، اس کا جواب صرف لفظ ''کلا'' سے دیا گیا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، تم صرف باتیں بنا رہے ہو، اگر تمہیں ایک سے زیادہ مواقع بھی دیدیئے جائیں تب بھی تم اپنی پہلی روش سے باز نہ آؤ گے، ابھی تو تم نے صرف موت دیکھی ہے، آگے عالمِ برزخ ہے جہاں تمہیں قیامت تک رہنا ہے، اس عالمِ برزخ میں تمہارے سامنے مستقبل کی کچھ جھلکیاں آئیں گی جن سے تم آنے والے دنوں کی مشکلات کا اندازہ کر سکو گے۔

﴿١٠١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں صور پھونکے جانے کے بعد کی صورتحال بیان کی گئی ہے کہ اس دن کسی کا نسب نامہ اس کے کام نہ آسکے گا، ہر ایک کو اپنے اعمال کا خود حساب دینا ہوگا، محض نسب نامے کی بنیاد پر کسی کی مغفرت اور بخشش کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا، احادیث میں اس سے نبی اکرم ﷺ کے نسب نامے اور سسرالی رشتہ داریوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے، علاوہ ازیں قیامت کے دن لوگوں پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ کسی کو دوسرے کی پرواہ نہ ہوگی، کوئی دوسرے سے سوال نہ پوچھے گا، ہر شخص کی زبان پر نفسی نفسی کی پکار ہوگی اور ہر شخص اپنے انجام کے حوالے سے فکر مند ہوگا۔

مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ

مَوَازِيْنُهٗ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٢﴾	وَ	مَنْ	خَفَّتْ	مَوَازِيْنُهٗ	فَاُولٰٓئِكَ
اس کے وزن	تو وہی لوگ	وہ	کامیاب ہونے والے	اور	جو کوئی	ہلکے ہو گئے	اس کے وزن	تو وہی لوگ

بھاری ہو گئے تو وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔ ﴿١٠٣﴾ اور جس شخص کے وزن ہلکے ہو گئے تو یہی وہ لوگ ہیں

الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ

الَّذِيْنَ	خَسِرُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	فِيْ	جَهَنَّمَ	خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٣﴾	تَلْفَحُ	وُجُوْهَهُمُ
جنہوں نے	نقصان کر لیا	اپنی جانوں کا	بیچ	جہنم کے	ہمیشہ رہنے والے	جھلسا دے گی	ان کے چہروں کو

جنہوں نے اپنا نقصان کیا اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿١٠٣﴾ جہنم کی آگ اُن کے چہروں کو

النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا

النَّارُ	وَ	هُمْ	فِيْهَا	كٰلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾	اَلَمْ	تَكُنْ	اٰيٰتِيْ	تُتْلٰى	عَلَيْكُمْ	فَكُنْتُمْ	بِهَا
آگ	اور	وہ	اس میں	بدشکل ہونے والے	کیا نہیں	تھیں	میری آیتیں	تلاوت کی جاتیں	تم پر	سو تم تھے	ان کی

جھلسا دے گی، اور وہ اس میں بدشکل ہو جائیں گے۔ ﴿١٠٤﴾ کیا میری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت نہ کی جاتی تھیں، سو تم اُن کی

تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٠٥﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿١٠٦﴾

تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٠٥﴾	قَالُوْا	رَبَّنَا	غَلَبَتْ	عَلَيْنَا	شِقْوَتُنَا	وَ	كُنَّا	قَوْمًا	ضَآلِّيْنَ ﴿١٠٦﴾
تکذیب کرتے	کہا انہوں نے	اے ہمارے پروردگار	غالب آگئی	ہم پر	ہماری بدبختی	اور	تھے ہم	لوگ	گمراہ

تکذیب کیا کرتے تھے۔ ﴿١٠٥﴾ وہ کہیں گے کہ پروردگار! ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی اور ہم لوگ گمراہ ہو گئے تھے۔ ﴿١٠٦﴾

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿١٠٧﴾ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا

رَبَّنَآ	اَخْرِجْنَا	مِنْهَا	فَاِنْ	عُدْنَا	فَاِنَّا	ظٰلِمُوْنَ ﴿١٠٧﴾	قَالَ	اخْسَـُٔوْا	فِيْهَا
اے ہمارے پروردگار	نکال دے ہمیں	اس سے	سو اگر	دوبارہ کریں ہم	تو بیشک ہم	ظلم کرنے والے	کہے گا وہ	پھٹکار زدہ پڑے رہو	اسمیں

پروردگار! ہمیں یہاں سے نکال دے، اگر ہم دوبارہ وہی کام کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں گے۔ ﴿١٠٧﴾ اللہ فرمائے گا کہ اِسی میں پھٹکار زدہ ہو کر پڑے رہو

وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿١٠٨﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا

وَ	لَا	تُكَلِّمُوْنِ ﴿١٠٨﴾	اِنَّهٗ	كَانَ	فَرِيْقٌ	مِّنْ	عِبَادِيْ	يَقُوْلُوْنَ	رَبَّنَآ	اٰمَنَّا	فَاغْفِرْ لَنَا
اور	مت	بات کرو مجھ سے	بیشک بات یہ ہے	تھا	ایک گروہ	سے	میرے بندوں کے	وہ کہتے تھے	پروردگار	ہم ایمان لے آئے	سو معاف کر دے تو ہمیں

اور مجھ سے بات بھی نہ کرو۔ ﴿١٠٨﴾ بیشک میرے بندوں میں سے ایک گروہ کہتا تھا کہ پروردگار! ہم ایمان لے آئے ہیں، سو تو ہماری مغفرت فرما،

﴿١٠٢﴾ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو کامیاب قرار دیا گیا ہے جن کے نامۂ اعمال میں نیکیوں کا وزن زیادہ ہوگا، یہ مضمون قرآن کریم میں اس کی اہمیت کی وجہ سے بار بار دہرایا گیا ہے۔

﴿١٠٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کو نقصان اٹھانے والا اور جہنم میں ہمیشہ رہنے والا قرار دیا گیا ہے جن کے نامۂ اعمال میں نیکیوں کا وزن کم رہ گیا، انہوں نے اپنے کفر و شرک اور گناہوں سے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کر لیا اور مستقل سزا کے مستحق ہو گئے۔

﴿١٠٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں جہنم کا ایک ہولناک منظر دکھایا گیا ہے کہ وہاں اہل جہنم کے چہرے آگ سے جھلس جائیں گے اور وہ وہاں شکل سے بدشکل ہو جائیں گے، اگرچہ ان جملوں کی معنویت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اہل جہنم کس قدر تکلیف میں ہوں گے لیکن اگر احادیث میں بیان کی گئی تفصیلات کو پڑھا جائے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اعاذ نا الله منها۔

﴿١٠٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہل جہنم سے پوچھے جانے والے ایک سوال کا ذکر کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن اُن سے پوچھا جائے گا کیا تمہارے سامنے کسی نے میری آیتوں کی تلاوت نہیں کی تھی؟ کیا میرا پیغام تم تک نہیں پہنچا تھا؟ اور کیا ایسا نہیں تھا کہ تم نے ان کی تکذیب کی، انہیں جھٹلایا اور قصے کہانیاں قرار دیا؟

﴿١٠٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہل جہنم کا جواب ذکر کیا گیا ہے، وہ اعتراف کریں گے کہ پروردگار! ہم ہی بدنصیب اور محروم تھے، ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی، پروردگار! ہم ہی گمراہ اور بھٹکے ہوئے لوگ تھے، قصور ہمارا ہی تھا اور مجرم بھی ہم ہی تھے، ظاہر ہے کہ اس اعترافِ جرم کا انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

﴿١٠٧﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل جہنم کی ایک فریاد ذکر کی گئی ہے کہ پروردگار! ہمیں ایک مرتبہ جہنم سے نکال دے اور ایک موقع مزید عنایت فرما دے، اگر ہم دوبارہ اپنی پرانی روش پر قائم رہیں اور پہلے کی طرح نافرمانی اور معصیت والی زندگی گزار دیں تو بے شک ہم سے بڑا ظالم کوئی نہ ہوگا کہ ایک اور موقع ضائع کر دیا۔

﴿١٠٨﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل جہنم کی فریاد کا جواب دیا گیا ہے، اور اس کیلئے " اخسئوا " کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، لغت میں اس کا معنی کتے کو دھتکارنا ہوتا ہے، یعنی اہل جہنم کو دھتکار کر کہا جائیگا کہ تمہیں مجھ سے ہم کلام ہونے کی اجازت نہیں ہے، دور ہو جاؤ اور مجھ سے بات نہ کرو، اس دھتکار سے ان کی ساری امیدیں دم توڑ جائیں گی اور وہ مایوس ہو جائیں گے۔

وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى

وَارْحَمْنَا	وَ	اَنْتَ	خَيْرُ	الرّٰحِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾	فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ	سِخْرِيًّا	حَتّٰى
اور رحم فرما ہم پر	اور	تو	سب سے بہترین	رحم کرنے والوں میں	سو تم نے بنالیا انہیں	مذاق	یہاں تک کہ

ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ ﴿١٠٩﴾ تو تم نے اُن کا مذاق اڑایا، یہاں تک

اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿١١٠﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا

اَنْسَوْكُمْ	ذِكْرِيْ	وَ	كُنْتُمْ	مِّنْهُمْ	تَضْحَكُوْنَ ﴿١١٠﴾	اِنِّيْ	جَزَيْتُهُمُ	الْيَوْمَ	بِمَا
انہوں نے بھلا دیا تمہیں	میرا ذکر	اور	تھے تم	ان سے	ہنستے رہے	بیشک میں نے	بدلہ دیا انہیں	آج کے دن	اس کا جو

کہ اُنہوں نے تمہیں میرا ذکر بھی بھلا دیا، اور تم اُن پر ہنستے تھے۔ ﴿١١٠﴾ میں نے اُنہیں آج اُن کے صبر کا بدلہ

صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿١١١﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ

صَبَرُوْٓا	اَنَّهُمْ	هُمُ	الْفَآئِزُوْنَ ﴿١١١﴾	قٰلَ	كَمْ	لَبِثْتُمْ	فِي	الْاَرْضِ	عَدَدَ
صبر کیا انہوں نے	کہ بیشک وہ	وہی	کامیابی والے	کہا اس نے	کتنا	رہے تم	بیچ	زمین کے	گنتی

یہ دیا ہے کہ وہی کامیاب لوگ ہیں۔ ﴿١١١﴾ اللہ نے فرمایا کہ تم سالوں کی گنتی کے حساب سے زمین میں کتنا

سِنِيْنَ ﴿١١٢﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿١١٣﴾ قٰلَ اِنْ

سِنِيْنَ ﴿١١٢﴾	قَالُوْا	لَبِثْنَا	يَوْمًا	اَوْ	بَعْضَ	يَوْمٍ	فَسْـَٔلِ	الْعَآدِّيْنَ ﴿١١٣﴾	قٰلَ	اِنْ
سالوں کی	کہا انہوں نے	ٹھہرے رہے ہم	ایک دن	یا	کچھ حصہ	ایک دن کا	سو پوچھ لے	گنتی کرنے والوں سے	کہا اس نے	نہیں

عرصہ رہے؟ ﴿١١٢﴾ اُنہوں نے کہا کہ ہم ایک دن یا ایک دن کا بھی کچھ حصہ رہے، سو گنتی کرنے والوں سے پوچھ لیجئے۔ ﴿١١٣﴾ اللہ نے فرمایا کہ تم

لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١١٤﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا

لَّبِثْتُمْ	اِلَّا	قَلِيْلًا	لَّوْ	اَنَّكُمْ	كُنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ ﴿١١٤﴾	اَفَحَسِبْتُمْ	اَنَّمَا
رہے تم	مگر	تھوڑا	اگر	یہ کہ تم	ہو	جانتے	تو کیا تم نے یہ سمجھ لیا	کہ صرف

تھوڑا عرصہ ہی رہے، کاش! کہ تم جانتے ہوتے۔ ﴿١١٤﴾ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ

خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿١١٥﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ

خَلَقْنٰكُمْ	عَبَثًا	وَّ	اَنَّكُمْ	اِلَيْنَا	لَا	تُرْجَعُوْنَ ﴿١١٥﴾	فَتَعٰلَى	اللّٰهُ	الْمَلِكُ
ہم نے پیدا کیا تمہیں	بیکار	اور	یہ کہ تم	ہماری طرف	نہیں	لوٹائے جاؤ گے	سو برتر ہے	اللہ	بادشاہ

ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟ ﴿١١٥﴾ سو اللہ برتر ہے، وہ حقیقی

سورة: ٢٣ اٰية: ١٠٩ — منزل ٤ — سورة: ٢٣ اٰية: ١١٦

﴿١٠٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہل جہنم کو اہل ایمان کی یاد دلائی گئی ہے کہ تمہیں یاد ہے؟ میرے بندوں میں لائی تھی ایک جماعت وہ بھی تو تھی جو مجھ پر ایمان ہوئی اور وہ مجھ سے میری رحمت کا واسطہ دے کر مغفرت اور رحمت طلب کیا کرتی تھی؟

﴿١١٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ تم میرے بندوں کا مذاق اڑاتے تھے، ان پر تالیاں اور سیٹیاں بجاتے تھے، تمہیں اس کام میں اس قدر انہماک تھا کہ تم مجھے بھی بھول بیٹھے تھے، تمہیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ جس سے وہ دعائیں کر رہے ہیں، وہی تمہاری گرفت بھی کر سکتا ہے۔

﴿١١١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہل جہنم کو اہل ایمان کا انعام و اکرام سنایا گیا ہے، تاکہ ان کی حسرت میں مزید اضافہ ہو، کہ میں نے اپنے مؤمن بندوں کو ان کے صبر اور برداشت کی وجہ سے یہ بدلہ دیا ہے کہ آج میں رب العالمین خود ان کی کامیابی کا اعلان کر رہا ہوں، وہ امتحان میں کامیاب اور پوزیشن ہولڈر قرار دیئے جاتے ہیں اور تم فیل، ناکام اور قابل سزا قرار دیئے جاتے ہو۔

﴿١١٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہل جہنم سے ایک اور سوال پوچھا گیا ہے کہ اب ذرا یہ بھی بتاؤ کہ زمین میں تم کتنے سال رہے؟ یہ سوال اس لیے پوچھا جائیگا کہ یہ لوگ سمجھتے تھے سینکڑوں ہزار سال گزر چکے ہیں، ہم لوگ قیامت آنے کا سنتے چلے آ رہے ہیں، لیکن قیامت آتی نہیں ہے، وہ وعدہ کبھی پورا نہیں ہوگا، صرف ڈرانے کیلئے ہمارے سامنے قیامت کا نام لیا جاتا ہے۔

﴿١١٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہل جہنم کا جواب ذکر کیا گیا ہے کہ آپ سال کی بات کرتے ہیں، ہمیں تو وہاں ایک دن بلکہ اس کا بھی کچھ حصہ گزارنے کا موقع ملا ہے، اس لیے یہاں تو گنتی اور شمار کی ضرورت نہیں ہے، البتہ جن فرشتوں نے ہمارے اعمال لکھے ہیں، وہی صحیح گنتی اور شمار بتا سکتے ہیں کہ ہم دنیا میں کتنا عرصہ رہے۔

﴿١١٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب دیا گیا ہے کہ کاش! یہ حقیقت تمہیں دنیا میں سمجھ آ جاتی کہ دنیا کی زندگی بہت مختصر اور تھوڑی ہے، تمہیں دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا، اس کے مقابلے میں آخرت کی زندگی لامحدود اور باقی رہنے والی ہے اور تم اس کیلئے کوئی تیاری کر لیتے۔

﴿١١٥﴾ اس آیت مبارکہ میں انسانوں سے دو سوال پوچھے گئے ہیں، پہلا یہ کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی بے مقصد اور بے کار پیدا کیا ہے؟ کیا تمہاری تخلیق کا کوئی مقصد نہیں ہے؟ دوسرا یہ کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں ہمارے پاس لوٹا کر نہیں لایا جائیگا؟ کیا تمہیں ہماری بارگاہ میں حاضر نہیں کیا جائیگا؟

اَلْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ

اَلْحَقُّ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	رَبُّ	الْعَرْشِ	الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾	وَ	مَنْ	يَّدْعُ	مَعَ	اللّٰهِ
حقیقی	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہ	رب	عرش کا	باعزت	اور	جو کوئی	پکارے	ساتھ	اللہ کے

بادشاہ ہے، اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ عرشِ کریم کا رب ہے۔ ۱۱۶ اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو

اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

اِلٰهًا	اٰخَرَ	لَا	بُرْهَانَ	لَهٗ	بِهٖ	فَاِنَّمَا	حِسَابُهٗ	عِنْدَ	رَبِّهٖ	اِنَّهٗ	لَا	يُفْلِحُ
معبود	دوسرا	نہیں	کوئی دلیل	اُس کی	ساتھ اس کے	تو صرف	اس کا حساب	نزدیک	اس کے رب کے	بیشک بات یہ ہے	نہیں	کامیاب ہوتے

پکارے، جس کی اُس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو اُس کا حساب اُس کے رب کے یہاں ہو گا، بیشک کافر

الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾	وَ	قُلْ	رَّبِّ	اغْفِرْ	وَارْحَمْ	وَ	اَنْتَ	خَيْرُ	الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾
کفر کرنے والے	اور	تُو کہہ	اے میرے پروردگار	معاف کردے	اور رحم کردے	اور	تو	سب سے بہترین	رحم کرنے والوں میں

کامیاب نہ ہوں گے۔ ۱۱۷ آپ فرمادیجئے کہ پروردگار! معاف فرمادے اور رحم فرمادے، اور تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ ۱۱۸

اٰيَاتُهَا ۶۴ (۲۴) سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۲) رُكُوْعَاتُهَا ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ

سُوْرَةٌ	اَنْزَلْنٰهَا	وَ	فَرَضْنٰهَا	وَ	اَنْزَلْنَا	فِيْهَا	اٰيٰتٍ	بَيِّنٰتٍ	لَّعَلَّكُمْ
ایک سورت	نازل کیا ہم نے اسے	اور	مقرر کیا ہم نے اسے	اور	نازل کی ہم نے	اسمیں	آیتیں	واضح	تاکہ تم

یہ ایک سورت ہم نے نازل کی ہے، ہم نے اسے لازم کیا ہے اور ہم نے اس میں واضح آیتیں اتاری ہیں تاکہ تم

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱﴾ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱﴾	اَلزَّانِيَةُ	وَ	الزَّانِيْ	فَاجْلِدُوْا	كُلَّ	وَاحِدٍ	مِّنْهُمَا	مِائَةَ
نصیحت حاصل کرو	بدکاری کرنے والی عورت	اور	بدکاری کرنے والا مرد	سو کوڑے مارو تم	ہر	ایک کو	ان دونوں میں سے	سو

نصیحت حاصل کرو۔ ۱ بدکاری کرنے والی عورت اور مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے

۱۱۶ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ دونوں سوالوں کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر تم یہ گمان رکھتے ہو تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے، اس غلط فہمی کو دور کرلو، کیونکہ اللہ تعالیٰ مالک و شہنشاہِ حقیقی ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ عرشِ کریم کا رب ہے، ایسی عظیم ذات کی طرف کسی بیکار تخلیق کی نسبت کرنا بہت بڑی گستاخی اور جرأت ہے۔ ۱۱۷ اس آیتِ مبارکہ میں شرک کرنے والوں کے متعلق تین باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ کوئی مشرک اپنے شرک اور شریک کو کسی معقول دلیل سے ثابت نہیں کرسکتا، دوسری یہ کہ اس کا حساب کتاب اللہ تعالیٰ کے یہاں ہوگا، تیسری یہ کہ اللہ نے ایسے لوگوں کے متعلق پہلے سے فیصلہ فرما رکھا ہے کہ یہ کامیاب نہیں ہوسکتے، لہٰذا دنیا کی کوئی طاقت انہیں ناکامی سے نہیں بچا سکتی۔ ع ۶ ۲۶ ۶ ۱۱۸ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کے واسطے سے اس کی مغفرت اور رحمت طلب کی گئی ہے، اس دعا کا کثرت کے ساتھ اہتمام کرنا چاہیے، اور یہ آخری تینوں آیتیں آسیب اور سحر کے اثرات دور کرنے کیلئے نہایت مؤثر اور مجرب ہیں، اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شر، حسد، مکر اور ظلم سے ہماری حفاظت فرما کر ہماری مغفرت اور رحمت کا فیصلہ فرمائے۔ آمین۔ الحمدللہ! آج مورخہ ۸ نومبر ۲۰۱۸ء بروز جمعرات سورۂ مومنون کے مختصر حواشی سے فراغت پائی، اللہ تعالیٰ بقیہ سورتوں کی تکمیل کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سورة النور

سورۂ نور مدنی سورت ہے، اس میں کل حروف ۵۶۸۰، کلمات ۱۳۱۶، آیات ۶۴ اور رکوعات ۹ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ۳۵ میں اللہ تعالیٰ کو زمین و آسمان کا ''نور'' قرار دیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ نور رکھا گیا ہے، اس سورت کا مرکزی مضمون بد اخلاقی کے انسداد کیلئے قوانین وضع کرنا ہے، سب سے پہلے تو ''بدکاری'' کی سزا بیان کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''بدکاری'' ایک فوجداری جرم ہے جس پر شرعی حد متعین کی گئی ہے، اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر بدکاری کا الزام لگائے لیکن اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس کیلئے لعان کا قانون وضع کیا گیا ہے، اس کے بعد واقعۂ افک کی طرف اشارہ کر کے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طہارت و پاکیزگی اور منافقین کی شرارت اور بدتمیزی کا ذکر کیا گیا ہے، ان پر حدِ شرعی جاری کرنے کا حکم دے کر مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ آئندہ کبھی اس نوعیت کی بیہودہ بات کا ذہن میں تصور بھی نہ لائیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ''مسطح'' کا خرچ بند کرنے کی جو قسم کھائی تھی، اسے واپس لینے کی ترغیب دی گئی ہے، اجازت طلب کرنے اور حجاب کے احکامات کا خیال رکھنے کی تاکید کی گئی ہے، البتہ محرمات اس سے مستثنیٰ ہیں، نیز یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ اپنی باندیوں کو جسم فروشی کے کاروبار پر لگانے کی بجائے مناسب جگہ ان کا نکاح کردینا چاہیے، اس سورت میں حق تعالیٰ کے نور کی نہایت لطیف اور پاکیزہ تمثیل بیان فرمائی گئی ہے، جو لوگ اس نور سے استفادہ کرتے ہیں، ان سے تین وعدے کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ انہیں زمین کی خلافت کا مستحق ٹھہرایا جائیگا، دوسرا یہ کہ دین کو استحکام نصیب ہوگا اور تیسرا یہ کہ خوف کی کیفیت کو امن کی کیفیت سے بدل دیا جائیگا، اہمیت کی وجہ سے استیذان وحجاب کا قانون دوبارہ ذکر کیا گیا ہے علاوہ آخر میں حسنِ صحبت وحسنِ آداب کی تربیت فرمائی گئی ہے۔

سورة النور

۱ اس آیت مبارکہ میں مضمون کی اہمیت کی وجہ سے دوسری تمام سورتوں اور ان کے ابتدائیے سے منفرد اور ممتاز اسلوب اختیار کیا گیا ہے اور اس میں حق تعالیٰ نے تین چیزوں کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے، پہلی یہ کہ یہ سورت ہم

جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ

جَلْدَةٍ	وَ	لَا	تَاْخُذْكُمْ	بِهِمَا	رَاْفَةٌ	فِيْ	دِيْنِ	اللّٰهِ	اِنْ	كُنْتُمْ	تُؤْمِنُوْنَ
کوڑے	اور	نہ	پکڑے تمہیں	ان دونوں میں	کوئی نرمی	بیچ	دین	اللہ کے	اگر	تم ہو	ایمان لائے

مارو، اور اللہ کے دین کے معاملے میں اُن دونوں کے متعلق تمہیں کوئی نرمی نہ آ پکڑے اگر تم اللہ پر اور آخرت کے

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾

بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	وَلْيَشْهَدْ	عَذَابَهُمَا	طَآئِفَةٌ	مِّنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ
اللہ پر	اور	دن پر	پچھلے	اور چاہئے کہ حاضر ہوں	ان کی سزا میں	ایک جماعت	سے	ایمان والوں کے

دن پر ایمان رکھتے ہو، اور چاہیے کہ اُن کی سزا کے وقت مؤمنین کی ایک جماعت موجود ہو۔ ۲

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ

اَلزَّانِيْ	لَا يَنْكِحُ	اِلَّا	زَانِيَةً	اَوْ مُشْرِكَةً	وَّالزَّانِيَةُ	لَا	يَنْكِحُهَآ	اِلَّا	زَانٍ
بدکاری کرنے والا	نہیں نکاح کرتا	مگر	بدکاری کرنے والی سے	یا شرک کرنے والی سے	اور بدکاری کرنے والی	نہیں	نکاح کرتا اس سے	مگر	بدکاری کرنے والا

بدکاری کرنے والا مرد بدکار یا مشرکہ عورت سے ہی نکاح کرتا ہے، اور بدکاری کرنے والی عورت سے بدکار یا مشرک مرد ہی

اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ

اَوْ	مُشْرِكٌ	وَ	حُرِّمَ	ذٰلِكَ	عَلَى	الْمُؤْمِنِيْنَ	وَ	الَّذِيْنَ	يَرْمُوْنَ
یا	شرک کرنے والا	اور	حرام کر دیا گیا	وہ	پر	ایمان والوں کے	اور	جو لوگ	تہمت لگاتے ہیں

نکاح کرتا ہے اور مؤمنین پر اسے حرام کر دیا گیا ہے۔ ۳ اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر گناہ کی

الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً

الْمُحْصَنٰتِ	ثُمَّ	لَمْ	يَاْتُوْا	بِاَرْبَعَةِ	شُهَدَآءَ	فَاجْلِدُوْهُمْ	ثَمٰنِيْنَ	جَلْدَةً
پاکدامن عورتوں پر	پھر	نہ	لائیں وہ	چار	گواہی دینے والے	سوکوڑے مارو انہیں	اسی	کوڑے

تہمت لگائیں، پھر چار گواہ نہ لا سکیں تو تم انہیں اسی کوڑے مارو،

وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

وَ	لَا	تَقْبَلُوْا	لَهُمْ	شَهَادَةً	اَبَدًا	وَ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْفٰسِقُوْنَ	اِلَّا	الَّذِيْنَ
اور	مت	قبول کرو	ان کیلئے	گواہی	کبھی بھی	اور	وہ لوگ	وہی	نافرمانی کرنے والے	مگر	وہ لوگ جو

اور آئندہ کبھی بھی اُن کی گواہی قبول نہ کرو، اور یہی لوگ نافرمان ہیں۔ ۴ سوائے اُن لوگوں کے جو

نے نازل کی ہے، دوسری یہ کہ یہ سورت ہم نے فرض یعنی مقرر کی ہے، یعنی اس کے احکام کو ہم نے پختہ کیا ہے، تیسری یہ کہ اس کی آیات بینات اور روشن احکام ہم نے اتارے ہیں تا کہ تم انہیں خوب اچھی طرح سمجھ لو۔ ۲ اس آیت مبارکہ میں بدکاری کرنے والے مرد اور عورت کی سزا بیان کی گئی ہے، اس سلسلے میں دو امر اور ایک نہی اس آیت کا حصہ ہے، پہلا حکم یہ کہ ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارے جائیں، دوسرا یہ کہ جب انہیں سزا دی جائے تو مجمع عام کا اہتمام کیا جائے اور وہاں مسلمانوں کی ایک قابل ذکر تعداد موجود ہو، تماشا دیکھنے کیلئے نہیں، بلکہ عبرت حاصل کرنے کیلئے کہ اگر ان میں سے کسی نے یہ گناہ کیا تو اسے بھی سر عام یہ سزا دی جائے گی، جبکہ نہی اس چیز کی کہ اللہ کی مقرر کردہ سزا کو نافذ کرنے میں کوئی نرمی اور مہربانی اور رحم دلی تمہارا ہاتھ نہ پکڑ لے، اس کی اہمیت بیان کرنے کیلئے یہاں تک فرما دیا کہ اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو تمہیں ان دونوں پر سزا جاری کرتے وقت کوئی ترس نہیں آنا چاہیے، کیونکہ جب تم ان پر ترس کھاؤ گے تو حد شرعی کو نافذ کرنے میں کوتاہی کرو گے، اس طرح دوسروں کو بھی بدکاری کی جرأت ہو گی اور وہ تمہاری رحم دلی سے نا جائز فائدہ اٹھائیں گے، ترس کھانے کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں، ان میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان یہ کہنے لگے کہ یہ دونوں کم عمر ہیں، ناسمجھی میں آ کر ان سے یہ غلطی ہو گئی ہے، انہیں ایک موقع دیدینا چاہیے، اسلام میں اتنی بھی سختی نہیں ہے۔ یہاں یہ واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ متواتر احادیث کی رو سے تمام اہل اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں سو کوڑے مارنے کی جس سزا کا ذکر کیا گیا ہے، اس کا تعلق کنوارے لڑکے اور کنواری لڑکی سے ہے اور اگر بدکاری کرنے والا مرد اور عورت شادی شدہ ہوں تو ان کی سزا "رجم" ہے یعنی انہیں کسی کھلے میدان میں اتنے پتھر مارے جائیں کہ وہ مر جائیں، رجم کی روایات تقریباً باون صحابہ کرام ﷺ سے منقول ہیں لیکن ہر زمانے میں اس پر معقول اور نامعقول اعتراضات کیے جاتے رہے ہیں اور اہل علم ان کے تسلی بخش جوابات دیتے رہے ہیں، اس عاجز نے اس موضوع پر قدرے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب جواہر الحدیث کی پانچویں جلد میں کلام کیا ہے، شائقین وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ ۳ اس آیت مبارکہ میں شرعی حکم نہیں بیان کیا گیا ہے، البتہ فطری رغبت بیان کی گئی ہے کہ جب ایک مرد بدکاری کے راستے پر چل پڑتا ہے تو کسی پاکدامن عورت کے ساتھ عام طور پر وہ چل نہیں سکتا، اس لیے کہ جس آدمی کو ایک مرتبہ جگہ جگہ منہ مارنے کی عادت پڑ جائے، وہ ایک جگہ نہیں بیٹھ سکتا، یہی وجہ ہے کہ وہ کسی بدکار یہاں تک کہ مشرکہ عورت سے تعلق قائم کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے اور اس کی فطرت مسخ ہو کر رہ جاتی ہے، یہی حال بدکاری کے راستے پر چل پڑنے والی عورت کا ہوتا ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اگر کوئی بدکار کسی پاکدامن سے نکاح کر لے تو شرعاً وہ نکاح ہی نہیں ہوگا۔ ۴ اس آیت مبارکہ میں "حد قذف" بیان کی گئی ہے، دراصل شریعت نے یہ اصول مقرر کیا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی پاکدامن مرد یا عورت پر بدکاری کا الزام لگائے تو اس پر لازم ہے کہ اپنے الزام کو چار عینی گواہوں کی گواہی سے ثابت کرے، اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو سمجھا جائیگا کہ اس کا الزام جھوٹا ہے، اور یہ کہ اس نے ایک پاکدامن انسان پر بدکاری کا الزام لگا کر اس کی عزت کو مجروح، اس کی شہرت کو داغدار اور لوگوں کی نگاہوں میں اسے ذلیل کرنے کی کوشش کی ہے، اب اس کی سزا یہ ہے کہ سب سے پہلے تو الزام لگانے والے اور جھوٹی گواہی دینے والوں کو اسی اسی کوڑے مارے جائیں، دوسرے نمبر پر یہ کہ آئندہ کسی معاملے میں ان کی گواہی قبول نہ کی جائے، اس طرح انہیں ہمیشہ کیلئے مردود الشہادۃ قرار دیدیا گیا اور تیسرے نمبر پر ایسے لوگوں کو فاسق قرار دیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بدکاری کی سزا سخت رکھی گئی ہے تو اسے ثابت کرنے کیلئے شرائط بھی سخت اور کڑی رکھی

تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤ وَالَّذِيْنَ

تَابُوْا	مِنْۢ	بَعْدِ	ذٰلِكَ	وَ	اَصْلَحُوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ⑤	وَالَّذِيْنَ
توبہ کی انہوں نے	سے	پیچھے	اس کے	اور	اصلاح کر لی انہوں نے	تو بیشک	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اور جو لوگ

اس کے بعد توبہ اور اصلاح کر لیں تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ⑤ اور جو لوگ

يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ

يَرْمُوْنَ	اَزْوَاجَهُمْ	وَ	لَمْ	يَكُنْ	لَّهُمْ	شُهَدَآءُ	اِلَّآ	اَنْفُسُهُمْ	فَشَهَادَةُ
تہمت لگائیں	اپنی بیویوں پر	اور	نہ	ہوں	ان کیلئے	گواہی دینے والے	مگر	ان کی اپنی جانیں	تو گواہی دینا

اپنی بیویوں پر گناہ کی تہمت لگائیں اور اُن کے پاس اپنی ذات کے علاوہ کوئی گواہ نہ ہوں تو اُن میں سے

اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ⑥

اَحَدِهِمْ	اَرْبَعُ	شَهٰدٰتٍۭ	بِاللّٰهِ	اِنَّهٗ	لَمِنَ	الصّٰدِقِيْنَ ⑥
ان میں سے ایک کا	چار مرتبہ	گواہی دینا	اللہ کی	بیشک وہ	البتہ سے	سچوں کے

ایک کی گواہی اس طرح ہو گی کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ بیشک وہ سچا ہے۔ ⑥

وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ⑦ وَيَدْرَؤُا

وَ	الْخَامِسَةُ	اَنَّ	لَعْنَتَ	اللّٰهِ	عَلَيْهِ	اِنْ	كَانَ	مِنَ	الْكٰذِبِيْنَ ⑦	وَ	يَدْرَؤُا
اور	پانچویں	یہ کہ بیشک	لعنت	اللہ کی	اس پر	اگر	ہو وہ	سے	جھوٹوں کے	اور	ٹلے گی

اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اُس پر اللہ کی لعنت ہو۔ ⑦ اور عورت سے یہ سزا

عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ

عَنْهَا	الْعَذَابَ	اَنْ	تَشْهَدَ	اَرْبَعَ	شَهٰدٰتٍۭ	بِاللّٰهِ	اِنَّهٗ	لَمِنَ
اس سے	سزا	یہ کہ	عورت گواہی دے	چار مرتبہ	گواہی دینا	اللہ کی	بیشک وہ	البتہ سے

اس طرح ٹلے گی کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ گواہی دے کہ بیشک وہ

الْكٰذِبِيْنَ ۙ ⑧ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ

الْكٰذِبِيْنَ ⑧	وَ	الْخَامِسَةَ	اَنَّ	غَضَبَ	اللّٰهِ	عَلَيْهَآ	اِنْ	كَانَ	مِنَ
جھوٹوں کے	اور	پانچویں	یہ کہ بیشک	غضب	اللہ کا	عورت پر	اگر	ہو مرد	سے

مرد جھوٹا ہے۔ ⑧ اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر مرد سچا ہو تو عورت پر اللہ کا غضب

گئی ہیں اور شرائط پوری نہ ہونے کی صورت میں الزام لگانے والوں کیلئے بھی کڑی سزا مقرر کی گئی ہے تاکہ کوئی شخص یونہی اٹھ کر کسی دوسرے کی عزت کو سربازار نیلام نہ کر سکے۔

⑤ اس آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جو توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں اور اپنے کیے کی معافی مانگ لیں، اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پاکدامن پر بدکاری کا الزام لگانے کے بعد توبہ کر لے تو اس کی سزا معاف کر دی جائے گی، بلکہ سزا تو اس پر نافذ کی جائے گی، البتہ اس کی توبہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قرآن نے اسے ''فاسق'' کا جو نام دیا تھا، وہ اس سے ہٹا لیا جائیگا اور بعض مفسرین کے مطابق توبہ کے بعد اس کی گواہی بھی قبول کی جا سکے گی۔ واللہ اعلم۔

⑥ اس آیتِ مبارکہ میں ''لعان'' کی تفصیل بیان کی گئی ہے، آیت کا نزول تو ایک خاص واقعے میں ہوا ہے لیکن اس کے الفاظ عام ہیں اور ہر زمانے میں اسی پر عمل ہوگا، کسی پاکدامن پر بدکاری کا الزام لگانے کی ایک صورت تو وہ ہے جو اوپر گزر چکی کہ اسے چار عینی گواہوں سے اپنا الزام ثابت کرنا ہوگا، دوسری صورت یہ ہے کہ انسان جس پر الزام لگائے، وہ کوئی غیر نہ ہو، بلکہ اس کی اپنی بیوی ہو، ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے کو بدکاری کرتے ہوئے دیکھے تو اس کی غیرت گوارا نہیں کرے گی کہ وہ جا کر چار گواہوں کو لیکر آئے اور انہیں اپنی بے بسی اور بیوی کی بے وفائی پر گواہ بنائے، بلکہ عین ممکن ہے کہ غصے میں آ کر انسان ان دونوں کو قتل ہی کر دے، اس صورت میں قصاص کا قانون اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا، اس لیے ضروری تھا کہ اس سلسلے میں خصوصی احکامات بھیجے جاتے، زیر تذکرہ آیات میں انہی خصوصی احکامات کا ذکر آیا ہے، چنانچہ شوہر کو چار گواہوں کی پابندی سے مستثنیٰ کر دیا گیا، لیکن اسے اپنی بیوی کو قتل کرنے کی اجازت بھی نہیں دی گئی، بلکہ اسے ''لعان'' کے قانون پر عمل کرنے کا پابند کیا گیا، اس کیلئے وہ قاضی کی عدالت میں جا کر اپنا دعویٰ پیش کرے، قاضی اس کی بیوی کو بلا کر تحقیق کرے، اگر اس کی بیوی غلطی کا اعتراف کر لے تو وہ اس پر سزا نافذ کر دے، اگر وہ اعتراف نہ کرے تو قاضی ان دونوں سے الگ الگ پانچ قسمیں لے، اس عمل کے بعد قاضی مرد کو حکم دے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے، اگر وہ طلاق نہ دے تو قاضی خود ان کے درمیان تفریق کروا دے، یہاں اس عمل کا پہلا مرحلہ بیان کیا گیا ہے کہ مرد چار مرتبہ اس طرح قسم کھائے کہ ''میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ میں اپنے الزام میں سچا ہوں'' یعنی میں نے اپنی بیوی پر بدکاری کا جو الزام لگایا ہے، میں اسمیں جھوٹا نہیں ہوں۔

⑦ اس آیتِ مبارکہ میں ''لعان'' کا دوسرا مرحلہ بیان کیا گیا ہے کہ شوہر پانچویں مرتبہ ان الفاظ کے ساتھ قسم کھائے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔

⑧ اس آیتِ مبارکہ میں ''لعان'' کا تیسرا مرحلہ بیان کیا گیا ہے کہ اب عورت کو بلایا جائے، وہ چار مرتبہ اس طرح قسم کھائے کہ ''میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتی ہوں کہ میرا شوہر اپنے الزام میں بالکل جھوٹا ہے'' مطلب یہ کہ میں نے بدکاری نہیں کی ہے اور میں اس گناہ میں ملوث نہیں ہوئی ہوں۔

الصّٰدِقِيْنَ ۞ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ

الصّٰدِقِيْنَ ۞	وَ	لَوْلَا	فَضْلُ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	وَرَحْمَتُهٗ	وَاَنَّ	اللّٰهَ	تَوَّابٌ
سچوں کے	اور	اگر نہ ہوتا	فضل	اللہ کا	تم پر	اور مہربانی اس کی	اور یہ کہ بیشک	اللہ	خوب توبہ قبول کرنے والا

نازل ہو۔ ⑨ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اُس کی مہربانی نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ خوب توبہ قبول کرنے والا،

حَكِيْمٌ ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ

حَكِيْمٌ ۞	اِنَّ	الَّذِيْنَ	جَآءُوْ	بِالْاِفْكِ	عُصْبَةٌ	مِّنْكُمْ	لَا	تَحْسَبُوْهُ
حکمت والا	بیشک	جو لوگ	لیکر آئے	طوفان	ایک جماعت	تم میں سے	نہ	سمجھو تم اسے

حکمت والا ہے۔ ⑩ جو لوگ طوفان لیکر آئے ہیں، وہ تم ہی میں کی ایک جماعت ہے، تم اسے اپنے حق میں

شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ

شَرًّا	لَّكُمْ	بَلْ	هُوَ	خَيْرٌ	لَّكُمْ	لِكُلِّ	امْرِئٍ	مِّنْهُمْ	مَّا	اكْتَسَبَ	مِنَ
برا	اپنے لئے	بلکہ	وہ	زیادہ بہتر	تمہارے لئے	ہر ایک کیلئے	مرد کے	ان میں سے	وہ جو	کمایا اس نے	سے

برا نہ سمجھو، بلکہ یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے، اُن میں سے ہر شخص کو اتنا ہی گناہ ملے گا جو اُس نے

الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۞ لَوْلَآ اِذْ

الْاِثْمِ	وَالَّذِيْ	تَوَلّٰى	كِبْرَهٗ	مِنْهُمْ	لَهٗ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ ۞	لَوْلَآ	اِذْ
گناہ	اور جو شخص	ذمہ دار ہوا	زیادہ بوجھ کا اس کے	ان میں سے	اس کیلئے	عذاب	بہت بڑا	کیوں نہ ہوا	جب

کمایا، اور جس شخص نے اُن میں سے اِس کا زیادہ بوجھ اٹھایا، اُس کیلئے بڑا عذاب ہے۔ ⑪ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب

سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ

سَمِعْتُمُوْهُ	ظَنَّ	الْمُؤْمِنُوْنَ	وَ	الْمُؤْمِنٰتُ	بِاَنْفُسِهِمْ	خَيْرًا	وَّ	قَالُوْا	هٰذَآ
تم نے سنا اسے	گمان کرتے	ایمان والے مرد	اور	ایمان والی عورتیں	ساتھ اپنی جانوں کے	بہترین	اور	کہتے وہ	یہ

تم نے وہ بات سنی تو مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں نے اپنے لوگوں کے متعلق اچھا گمان کیا ہوتا اور یہ کہا ہوتا کہ یہ

اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۞ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا

اِفْكٌ	مُّبِيْنٌ ۞	لَوْلَا	جَآءُوْ	عَلَيْهِ	بِاَرْبَعَةِ	شُهَدَآءَ	فَاِذْ لَمْ	يَاْتُوْا
بہتان	کھلا	کیوں نہ ہوا	لائے وہ	اس پر	چار	گواہی دینے والے	سو جب نہیں	لائے وہ

تو کھلا بہتان ہے۔ ⑫ ایسا کیوں نہ ہوا کہ وہ اِس پر چار گواہ لیکر آتے؟ جب وہ گواہ نہ

ع ۱۰/۷

⑨ اس آیتِ مبارکہ میں "لعان" کا چوتھا مرحلہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت پانچویں مرتبہ ان الفاظ کے ساتھ قسم کھائے کہ اگر میرا شوہر سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو، جب یہ عمل مکمل ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر نے اپنے الزام سے رجوع نہیں کیا اور وہ اپنی سچائی پر اصرار کر رہا ہے اور عورت نے اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کیا اور وہ شوہر کا الزام غلط ہونے پر اصرار کر رہی ہے، لہٰذا اب ان دونوں کا ایک ساتھ رہنا بنتا نہیں ہے، اس لیے مرد کو چاہیے کہ اسے طلاق دیدے، لیکن اگر لعان کرنے کے باوجود وہ طلاق دینے سے انکار کرے تو قاضی کو حکم ہے کہ ان دونوں کے درمیان تفریق کروا دے اور بطور میاں بیوی انہیں ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کی اجازت ہرگز نہ دے۔

⑩ اس آیتِ مبارکہ میں "لعان" کے حکم کو اللہ کا فضل و کرم اور اس کی مہربانی قرار دیا گیا ہے جس کی مختصر وضاحت آیت نمبر ۶ کے ذیل میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

⑪ اس آیتِ مبارکہ سے "واقعہ افک" کی تفصیلات شروع ہو رہی ہیں، ان تفصیلات سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایسی عظمت اور فضیلت سامنے آتی ہے جو بنی نوع انسان کی کسی خاتون کے حصے میں نہ آسکی، اس واقعے کی مکمل تفصیلات خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان فرمادی ہیں اور وہ کتبِ صحاح میں صحیح سندوں کے ساتھ نقل کی گئی ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام بنو مصطلق سے جہاد کیلئے تشریف لے گئے، سفر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی ہمراہ تھیں، انہوں نے روانگی سے پہلے اپنی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً ایک ہار لیکر گلے میں پہن لیا، واپسی پر مدینہ منورہ کے قریب پڑاؤ ہوا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا قضاء حاجت کیلئے جنگل میں گئیں تو وہ ہار گلے سے ٹوٹ کر گر پڑا، وہ اسے تلاش کرنے لگ گئیں، ادھر قافلہ آگے روانہ ہو گیا، کسی کو خبر بھی نہ ہوئی کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی پالکی میں نہیں ہیں، تلاش بسیار کے بعد ہار ملا، اسے لیکر واپس پہنچیں تو وہاں کوئی بھی نظر نہ آیا، مجبوراً وہیں بیٹھ گئیں، نیند آئی تو دوپٹہ اوڑھ کر سو گئیں، اتفاق سے حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ وہاں آپہنچے، قریب پہنچ کر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پہچانا تو "انا للہ وانا الیہ راجعون" منہ سے نکلا، حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا بیدار ہو گئیں، صفوان رضی اللہ عنہ نے انہیں سواری پیش کی اور انہیں لیکر روانہ ہو گئے، دوپہر کے وقت لشکر میں پہنچے تو عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین نے اسے غلط رنگ دیکر پورے لشکر میں مشہور کر دیا کہ العیاذ باللہ، العیاذ باللہ، العیاذ باللہ عائشہ اس لیے پیچھے رہ گئی تھیں کہ صفوان کے ساتھ ان کے غلط تعلقات ہیں، منافقین نے اس پر حاشیہ آرائی شروع کر دی اور تین مسلمان حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، مسطح رضی اللہ عنہ اور حمنہ رضی اللہ عنہا بھی اس سے متاثر ہو کر نامناسب باتیں کہنے لگے، نبی علیہ السلام کو اس کا نہایت صدمہ پہنچا، صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بہتان اور طوفان کی کوئی خبر نہ تھی، لیکن جب حادثاتی طور پر اس کا علم ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنے والدین کے گھر پہنچیں اور ان سے اس معاملے کی تصدیق چاہی، جب انہیں معلوم ہوا کہ لوگ ان کے متعلق اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں تو مارے رنج اور غم کے بیمار پڑ گئیں، آنسو تھمنے کا نام نہیں لیتے تھے، نیند آنکھوں سے اڑ گئی اور دنیا تنگ معلوم ہونے لگی، بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعے ان کی پاکدامنی اور برأت نازل فرمائی، اب رہتی دنیا تک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور پاکدامنی کا اعلان منبر و محراب سے ہوتا رہے گا، لاکھوں حفاظ کے سینے میں یہ آیات محفوظ رہیں گی اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عظمت و فضیلت ان کے دلوں میں موجزن رہے گی، یہاں مسلمانوں کو بھی تسلی دی گئی کہ بظاہر اس الزام اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے حالات کشیدہ اور شر پر مبنی تھے، لیکن اللہ تعالیٰ شر میں سے خیر نکالنے پر قدرت رکھتا ہے، اس لیے مطمئن رہو، اس شر میں سے بھی اللہ تعالیٰ خیر نکالے گا، الزام تراشی کرنے والے تمہاری صفوں میں گھسے ہوئے =

بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿١٣﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

بِالشُّهَدَآءِ	فَاُولٰٓئِكَ	عِنْدَ	اللّٰهِ	هُمُ	الْكٰذِبُوْنَ ﴿﴾	وَ	لَوْلَا	فَضْلُ	اللّٰهِ
گواہی دینے والے	تو وہ لوگ	نزدیک	اللہ کے	وہی	جھوٹے	اور	اگر نہ ہوتا	فضل	اللہ کا

لا سکے تو اللہ کے یہاں وہی جھوٹے ہیں۔ (١٣) اور اگر دنیا و آخرت میں تم پر

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِىْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ

عَلَيْكُمْ	وَ	رَحْمَتُهٗ	فِيْ	الدُّنْيَا	وَ	الْاٰخِرَةِ	لَمَسَّكُمْ	فِيْ	مَآ	اَفَضْتُمْ	فِيْهِ
تم پر	اور	مہربانی اس کی	بیچ	دنیا کے	اور	آخرت کے	البتہ چھو لیتا تمہیں	بیچ	اس کے جو	تم گھس پڑے	اسمیں

اللہ کا فضل اور اُس کی مہربانی نہ ہوتی تو تم جس چیز میں گھس پڑے تھے، اس کی وجہ سے تمہیں

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٤﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا

عَذَابٌ	عَظِيْمٌ ﴿﴾	اِذْ	تَلَقَّوْنَهٗ	بِاَلْسِنَتِكُمْ	وَ	تَقُوْلُوْنَ	بِاَفْوَاهِكُمْ	مَّا
عذاب	بہت بڑا	جب	لا رہے تھے تم اسے	اپنی زبانوں پر	اور	کہہ رہے تھے تم	اپنے مونہوں سے	وہ جو

بڑا عذاب چھو لیتا۔ (١٤) جب تم اُسے اپنی زبانوں پر لا رہے تھے اور اپنے منہ سے وہ باتیں کہہ رہے تھے جن کا

لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَآ

لَيْسَ	لَكُمْ	بِهٖ	عِلْمٌ	وَّ	تَحْسَبُوْنَهٗ	هَيِّنًا	وَّ	هُوَ	عِنْدَ	اللّٰهِ	عَظِيْمٌ ﴿﴾	وَ لَوْلَآ
نہیں	تمہیں	اس کا	کوئی علم	اور	تم سمجھ رہے تھے اسے	ہلکا	اور	وہ	نزدیک	اللہ کے	بہت بڑا	اور کیوں نہ ہوا

تمہیں علم نہ تھا اور تم اُسے ہلکی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی۔ (١٥) اور ایسا

اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا

اِذْ	سَمِعْتُمُوْهُ	قُلْتُمْ	مَّا	يَكُوْنُ	لَنَآ	اَنْ	نَّتَكَلَّمَ	بِهٰذَا	سُبْحٰنَكَ	هٰذَا
جب	تم نے سنا اسے	کہتے تم	نہیں	ہے	ہمارے لئے	یہ کہ	بات کریں ہم	اس پر	پاک ہے تو	یہ

کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے وہ بات سنی تو تم نے کہا ہوتا کہ ہمارے لیے ایسی بات کرنا مناسب نہیں ہے، اللہ پاک ہے، یہ

بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ

بُهْتَانٌ	عَظِيْمٌ ﴿﴾	يَعِظُكُمُ	اللّٰهُ	اَنْ	تَعُوْدُوْا	لِمِثْلِهٖٓ	اَبَدًا	اِنْ	كُنْتُمْ
الزام	بہت بڑا	نصیحت کرتا ہے تمہیں	اللہ	یہ کہ	دوبارہ کرو	ایسی بات	کبھی بھی	اگر	تم ہو

بہت بڑا بہتان ہے۔ (١٦) اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ کبھی بھی ایسی بات دوبارہ کرو، اگر تم

= ہیں، ان میں سے ہر ایک کو اس کے جرم کے مطابق سزا ملے گی، جس کا جرم سب سے بڑا ہے، یعنی عبد اللہ بن ابی اسے سزا بھی سب سے زیادہ سخت اور بڑی ملے گی۔

(١٢) اس آیتِ مبارکہ میں ڈانٹ کے انداز میں فرمایا گیا ہے کہ جب مسلمانوں نے یہ بیہودہ الزام سنا تو انہوں نے اپنے مسلمان بہن بھائی کے متعلق حسن ظن سے کام کیوں نہ لیا؟ بدگمانی کیوں کی؟ اور اسی وقت اسے مسترد کر کے اسے بہتان اور صریح الزام کیوں نہ قرار دیا؟

(١٣) اس آیتِ مبارکہ میں الزام لگانے والوں پر بھی ناراضگی کا اظہار کیا ہے کہ انہوں نے اپنے اس الزام کو چار عینی گواہوں کی گواہی سے ثابت کیوں نہ کیا؟ کیا ہر شخص کو دوسرے کی عزت اس طرح داغ دار کرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے؟ کیا اس طرح کسی بھی شخص کی عزت محفوظ رہ سکتی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ثابت ہو گیا کہ یہ الزام تراشی کرنے والے لوگ جھوٹے ہیں، لہٰذا ان پر شرعی قانون کے مطابق حد قذف جاری کی جائے، چنانچہ ایسے ہی ہوا اور نبی ﷺ نے ان لوگوں پر حد قذف جاری فرمائی۔

(١٤) اس آیتِ مبارکہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانے کی نزاکت بیان کی گئی ہے کہ تم نے کس جرأت، بے باکی اور بے خوفی سے ان پر بدکاری کا الزام لگا دیا، یہ اس قدر غیر معمولی بات تھی کہ اس پر اگر اللہ تعالیٰ اپنا عذاب نازل کر دیتا تو بجا تھا، یہ تو اللہ تعالیٰ کا تم پر فضل ہو گیا کہ اس نے ایسا کوئی فیصلہ نہیں کیا، ورنہ اس جرأت کا تقاضا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر عذاب آ جاتا۔

(١٥) اس آیتِ مبارکہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگائے جانے والے الزام کی غیر معمولی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ تم جس چیز کو بہت معمولی سمجھ رہے تھے، تمہاری زبانیں چل رہی تھیں اور تم اس دوران ایسی ایسی باتیں کر رہے تھے جن کا حقیقت سے تو کیا تعلق ہوتا، خود تمہارے پاس اس کا کوئی مضبوط علم نہیں تھا اور تم محض اٹکل کے تیر چلا رہے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ معمولی بات نہیں تھی کہ خاتم الانبیاء ﷺ کی زوجہ محترمہ کی طرف اتنی گھٹیا بات منسوب کی جائے، اسی وجہ سے ان آیات میں اس کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا۔

(١٦) اس آیتِ مبارکہ میں ڈانٹ کے انداز میں فرمایا گیا ہے کہ اس بیہودہ الزام کو سن کر تمہیں یہ کہنا چاہیے تھا کہ ہمیں اس موضوع پر بات نہیں کرنی چاہیے، یہ نہایت حساس موضوع ہے، سبحان اللہ! یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی کی بیوی خائن عصمت ہو؟ یہ تو بہتان عظیم ہے، ہمیں تو زبان پر ایسی بات لانے سے پہلے ہزاروں مرتبہ سوچنا چاہیے، تمہیں چاہیے تھا کہ اس الزام کو سنتے ہی اسے مسترد کر دیتے تاکہ منافقین کو اسے ہوا دینے کا موقع ہی نہ ملتا۔

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾ اِنَّ

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾	وَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمُ	الْاٰيٰتِ ؕ	وَ	اللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾	اِنَّ
ایمان والے	اور	بیان کرتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	آیتیں	اور	اللہ	خوب جاننے والا	حکمت والا	بیشک

مؤمن ہو۔ [۱۷] اور اللہ تمہارے سامنے اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ [۱۸] بیشک

الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ

الَّذِيْنَ	يُحِبُّوْنَ	اَنْ	تَشِيْعَ	الْفَاحِشَةُ	فِي	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَهُمْ	عَذَابٌ
جو لوگ	پسند کرتے ہیں	یہ کہ	پھیلے	بے حیائی	بیچ	ان لوگوں کے جو	ایمان لائے	ان کیلئے	عذاب

جو لوگ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں بے حیائی عام ہو، اُن کیلئے دنیا وآخرت میں

اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْ

اَلِيْمٌ ۙ	فِي	الدُّنْيَا	وَ	الْاٰخِرَةِ ؕ	وَ	اللّٰهُ	يَعْلَمُ	وَ	اَنْتُمْ	لَا	تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾	وَ	لَوْ
دردناک	بیچ	دنیا کے	اور	آخرت کے	اور	اللہ	جانتا ہے	اور	تم	نہیں	جانتے	اور	اگر

درد ناک عذاب ہے، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ [۱۹] اور اگر

لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ ع يٰۤاَيُّهَا

لَا	فَضْلُ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	وَ	رَحْمَتُهٗ	وَ	اَنَّ	اللّٰهَ	رَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾	يٰۤاَيُّهَا
نہ	فضل	اللہ کا	تم پر	اور	مہربانی اس کی	اور	یہ کہ بیشک	اللہ	بہت شفیق	نہایت مہربان	اے

تم پر اللہ کا فضل اور اُس کی مہربانی نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ شفقت والا، نہایت مہربان ہے۔ [۲۰] اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تَتَّبِعُوْا	خُطُوٰتِ	الشَّيْطٰنِ ؕ	وَ	مَنْ	يَّتَّبِعْ	خُطُوٰتِ
وہ لوگو! جو	ایمان لائے	مت	پیروی کرو	قدموں کی	شیطان کے	اور	جو کوئی	پیروی کرے	قدموں کی

اہل ایمان! تم شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، جو شخص شیطان کے قدموں کی

الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

الشَّيْطٰنِ	فَاِنَّهٗ	يَاْمُرُ	بِالْفَحْشَآءِ	وَ	الْمُنْكَرِ ؕ	وَ	لَوْ	لَا	فَضْلُ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ
شیطان کے	تو بیشک وہ	حکم دیتا ہے	بے حیائی کا	اور	برائی کا	اور	اگر	نہ	فضل	اللہ کا	تم پر

پیروی کرے گا تو وہ بے حیائی اور برائی ہی کا حکم دیتا ہے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اُس کی

[۱۷] اس آیت مبارکہ میں آئندہ کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت اور نصیحت ذکر کی گئی ہے، کہ اگر تم مؤمن ہو اور ایمان تمہارے دلوں کے اندر موجود ہے تو کان کھول کر سن لو، آئندہ ایسی کوئی بات اپنی زبان سے ہرگز نہ نکالنا، ورنہ تمہارا ایمان سلامت نہ رہے گا۔

[۱۸] اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں پر واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور اسے خوب معلوم ہے کہ کون کس وقت کیا کہہ اور سوچ رہا ہے؟ یہ الگ بات ہے کہ وہ حکمت کے موافق ہی اسے ظاہر کرتا ہے۔

[۱۹] اس آیت مبارکہ میں "الفاحشة" کے دو معنی ہوسکتے ہیں۔ ① اس سے مراد ہر طرح کی بے حیائی، گناہ اور بدکاری کی ہر صورت ہے، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی، گناہ اور بدکاری کو فروغ دینا چاہتے ہیں اور اس کیلئے ہر ممکن وسائل اختیار کر کے کوششیں کر رہے ہیں، انہیں دنیا وآخرت میں دردناک عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ② اس سے مراد "بے حیائی کی خبریں ہے" اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی کی خبریں پھیلا کر ان میں انتشار پیدا کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ واقعہ افک میں منافقین نے کیا، ان کیلئے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے جس سے انہیں کوئی بچا نہ سکے گا، ایسے لوگوں کو اگر تم نہیں جانتے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ اللہ انہیں خوب جانتا ہے اور وہ انہیں کیفر کردار تک ضرور پہنچائے گا۔

[۲۰] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور کرم کا ذکر کیا گیا ہے، اگر اللہ کی مہربانی اور کرم نہ ہوتا تو نجانے کس کس پر اللہ کے عذاب کا کوڑا برستا اور کون کون اس کی گرفت میں آتا؟ اس لیے آئندہ احتیاط سے کام لینا، اور ازواج مطہرات کے متعلق سوچ سمجھ کر بات کرنا۔

وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

وَ	رَحْمَتُهٗ	مَا زَكٰى	مِنْكُمْ	مِّنْ	اَحَدٍ	اَبَدًا ۙ	وَّ	لٰكِنَّ	اللّٰهَ	يُزَكِّيْ	مَنْ	يَّشَآءُ ؕ
اور	مہربانی اس کی	نہ پاک ہوتا	تم میں سے	سے	کوئی ایک	کبھی بھی	اور	لیکن	اللہ	پاک کرتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے

مہربانی نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی پاک نہ ہوتا، لیکن اللہ جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے،

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢١﴾ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا

وَاللّٰهُ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ ﴿٢١﴾	وَ	لَا	يَاْتَلِ	اُولُوا الْفَضْلِ	مِنْكُمْ	وَالسَّعَةِ	اَنْ	يُّؤْتُوْٓا
اور اللہ	خوب سننے والا	جاننے والا	اور	نہ	قسم کھائیں	فضیلت والے	تم میں سے	اور گنجائش والے	یہ کہ	دیں وہ

اور اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔ ﴿٢١﴾ اور تم میں سے بلند درجے اور گنجائش رکھنے والے لوگ اس بات سے قسم نہ کھائیں کہ وہ قریبی رشتہ داروں،

اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا

اُولِي الْقُرْبٰى	وَالْمَسٰكِيْنَ	وَالْمُهٰجِرِيْنَ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ ۖ	وَلْيَعْفُوْا
قرابت داروں کو	اور مسکینوں کو	اور ہجرت کرنے والوں کو	بیچ	راستے	اللہ کے	اور چاہیے کہ معاف کر دیں

مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دیں، انہیں چاہیے کہ معاف کر دیں

وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٢﴾

وَلْيَصْفَحُوْا ؕ	اَلَا	تُحِبُّوْنَ	اَنْ	يَّغْفِرَ	اللّٰهُ	لَكُمْ ؕ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿٢٢﴾
اور چاہیے کہ درگزر کریں	کیا نہیں	پسند کرتے تم	یہ کہ	معاف کر دے	اللہ	تمہیں	اور اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان

اور درگزر کریں، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کر دے؟ اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ﴿٢٢﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا

اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَرْمُوْنَ	الْمُحْصَنٰتِ	الْغٰفِلٰتِ	الْمُؤْمِنٰتِ	لُعِنُوْا	فِي	الدُّنْيَا
بیشک	جو لوگ	تہمت لگاتے ہیں	پاکدامن عورتوں پر	بھولی بھالی	ایمان والی	لعنت کیے گئے وہ	بیچ	دنیا کے

بیشک جو لوگ پاکدامن، بھولی بھالی مؤمن عورتوں پر ''گناہ کی تہمت'' لگاتے ہیں، اُن پر دنیا و آخرت میں

وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ

وَ	الْاٰخِرَةِ ۪	وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾	يَّوْمَ	تَشْهَدُ	عَلَيْهِمْ	اَلْسِنَتُهُمْ
اور	آخرت کے	اور	ان کیلئے	عذاب	بہت بڑا	جس دن	گواہی دیں گی	ان پر	ان کی زبانیں

لعنت کی گئی ہے اور اُن کیلئے بڑا عذاب ہے۔ ﴿٢٣﴾ جس دن اُن کے خلاف اُن کی زبانیں، اُن کے ہاتھ

﴿٢١﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے انہیں شیطان کی پیروی سے منع کیا گیا ہے اور اس کا نقصان بھی بیان کیا گیا ہے کہ شیطان خود تو نافرمان ہے ہی، تمہیں بھی نافرمانی، بے حیائی اور گناہ کے کاموں کی دعوت اور ترغیب دے گا جس کے نتیجے میں تم اللہ کی رحمت سے دور اور محروم ہو جاؤ گے، اللہ نے اپنی مہربانی سے تمہارے لیے تزکیہ نفس کا ایک راستہ کھولا ہے، اگر اللہ کی مہربانی نہ ہوتی تو وہ کبھی کسی کا تزکیہ نہ فرماتا، اس لیے رحمتِ خداوندی کے طلب گار بنو اور شیطان کی پیروی سے اجتناب کرو۔

﴿٢٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دینی حیثیت سے ممتاز مقام رکھنے والوں کو ایسی قسمیں کھانے سے منع کیا گیا ہے جس کے مطابق وہ غرباء، مساکین اور مہاجرین پر خرچ کرنے سے اپنا ہاتھ روک لیں، دراصل واقعہ افک میں جو مسلمان منافقین کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر ان کی ہم نوائی کرنے لگے تھے، ان میں سے مسطح رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قریبی رشتہ دار تھے، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت نازل فرما دی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ آئندہ مسطح کو کچھ نہیں دوں گا کیونکہ اس نے میری بیٹی پر بغیر ثبوت کے الزام لگایا تھا، حالانکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہلے ان کے ساتھ حسن سلوک فرماتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ایسی قسمیں مت کھائیں، آپ کا مقام بلند ایسی قسموں کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا، آپ کو چاہیے کہ مسطح کو معاف کر دیں اور درگذر سے کام لیں، کیا آپ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرما دے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ سنتے ہی عرض کیا کہ پروردگار! کیوں نہیں، ہم تو چاہتے ہیں کہ تو ہمیں معاف کر دے اور دوبارہ مسطح کا خرچ جاری فرما دیا۔

﴿٢٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ان عورتوں پر بدکاری کا الزام لگانے کی سزا بیان کی گئی ہے جو پاک دامن ہوں، ان سے وہ جرم سرزد ہوا ہی نہ ہو، بھولی بھالی ہوں اور ایمان والی ہوں، جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں اور وہ تو اس سے بھی بڑھ کر ام المؤمنین تھیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ، ایسی عورتوں پر الزام لگانے والوں کی سزا یہ ہے کہ وہ دنیا میں بھی ملعون قرار دیے جائیں، آخرت میں بھی ان پر لعنت ہو اور وہ عذابِ عظیم میں مبتلا کیے جائیں، یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے پاکدامن عورت پر بدکاری کا الزام لگانے کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، احادیث صحیحہ میں بھی اس کی تصدیق موجود ہے۔

وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ

وَ	اَيْدِيْهِمْ	وَ	اَرْجُلُهُمْ	بِمَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾	يَوْمَئِذٍ	يُوَفِّيْهِمُ	اللّٰهُ
اور	ان کے ہاتھ	اور	ان کے پاؤں	اس کی جو	تھے وہ	کرتے رہے	اس دن	پورا دے گا انہیں	اللہ

اور پاؤں اُن اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے رہے تھے۔ ﴿٢٥﴾ اُس دن اللہ اُنہیں اُن کی ٹھیک ٹھیک سزا پوری

دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿٢٥﴾ اَلْخَبِيْثٰتُ

دِيْنَهُمُ	الْحَقَّ	وَ	يَعْلَمُوْنَ	اَنَّ	اللّٰهَ	هُوَ	الْحَقُّ	الْمُبِيْنُ ﴿٢٥﴾	اَلْخَبِيْثٰتُ
سزا اُن کی	ٹھیک ٹھیک	اور	جان لیں گے وہ	کہ بیشک	اللہ	وہی	برحق	واضح کرنے والا	گندی عورتیں

طرح دے گا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی برحق اور واضح کرنے والا ہے۔ ﴿٢٥﴾ گندی عورتیں

لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ج وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ

لِلْخَبِيْثِيْنَ	وَ	اَلْخَبِيْثُوْنَ	لِلْخَبِيْثٰتِ ج	وَ	الطَّيِّبٰتُ	لِلطَّيِّبِيْنَ
گندے مردوں کیلئے	اور	گندے مرد	گندی عورتوں کیلئے	اور	پاکیزہ عورتیں	پاکیزہ مردوں کیلئے

گندے مردوں کیلئے اور گندے مرد گندی عورتوں کیلئے ہیں، اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے

وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ج اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

وَ	الطَّيِّبُوْنَ	لِلطَّيِّبٰتِ ج	اُولٰٓئِكَ	مُبَرَّءُوْنَ	مِمَّا	يَقُوْلُوْنَ ط	لَهُمْ	مَّغْفِرَةٌ
اور	پاکیزہ مرد	پاکیزہ عورتوں کیلئے	وہ لوگ	بری ہیں	اس سے جو	وہ کہتے ہیں	ان کیلئے	مغفرت

اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کیلئے ہیں، یہ لوگ اُن باتوں سے بری ہیں جو لوگ کہتے ہیں، اُن کیلئے مغفرت

وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٦﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ ٣ ع ٩

وَّ	رِزْقٌ	كَرِيْمٌ ﴿٢٦﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تَدْخُلُوْا	بُيُوْتًا	غَيْرَ	بُيُوْتِكُمْ
اور	رزق	باعزت	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	مت	داخل ہو تم	گھروں میں	علاوہ	اپنے گھروں کے

اور عزت کی روزی ہے۔ ﴿٢٦﴾ اے اہلِ ایمان! اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اُس وقت تک داخل نہ ہوا کرو

حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ

حَتّٰى	تَسْتَاْنِسُوْا	وَ	تُسَلِّمُوْا	عَلٰٓى	اَهْلِهَا ط	ذٰلِكُمْ	خَيْرٌ	لَّكُمْ	لَعَلَّكُمْ
یہاں تک کہ	تم اجازت طلب کرلو	اور	سلام کرو	پر	اس کے رہنے والوں کے	تمہارا یہ عمل	زیادہ بہتر	تمہارے لئے	تاکہ تم

جب تک اجازت طلب نہ کر لو اور اہلِ خانہ کو سلام نہ کر لو، تمہارا یہ عمل تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے تاکہ تم

﴿٢٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن اعضاءِ جسم کی گواہی کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی آج جو لوگ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف زبانیں دراز کر رہے ہیں، اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں سے اس بیہودہ الزام کی اشاعت میں مصروف ہیں، یا کسی بھی پاکدامن عورت کے خلاف الزام تراشی میں اپنے جسم کو استعمال کرتے ہیں، یا اس کے علاوہ کسی اور گناہ میں مصروف رہتے ہیں، ان کے یہی اعضاء قیامت کے دن انہی کے خلاف گواہی دیں گے اور یہ ان کی گواہی کو جھٹلا نہ سکیں گے۔

﴿٢٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن پورا پورا بدلہ دینے اور لوگوں کی آنکھیں کھل جانے کا ذکر کیا گیا ہے، اس دن انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائیگا، اور انہیں یقین آ جائیگا کہ اللہ ہی معبودِ حقیقی ہے اور اس کا ہر فیصلہ نہایت روشن اور مبنی برحق ہے۔

﴿٢٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان ایک منفرد انداز میں بیان کی گئی ہے، اصول یہ ہے کہ پاکیزہ کو پاکیزہ کی طرف رغبت ہوتی ہے اور پاکیزگی اپنی طرف پاکیزگی کو کھینچتی ہے، جبکہ ناپاک کو ناپاک کی طرف رغبت ہوتی ہے اور اس کی ناپاکی ہی میں مزید اضافہ ہوتا ہے، اب خود بتاؤ کہ کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر پاکیزہ انسان پوری دنیا اور پوری مخلوق میں کوئی دوسرا موجود ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ان کی زوجہ محترمہ سے بڑھ کر پاکیزہ بھی کوئی نہیں ہوسکتا، ورنہ معاذ اللہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف "ناپاکی" کی نسبت لازم آئے گی، آخر میں ایک مرتبہ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت اور پاکدامنی ثابت کر کے ان کے کیلئے مغفرت اور باعزت روزی کا وعدہ کیا گیا ہے، اس لیے کسی شخص کیلئے جائز نہیں ہے کہ اس موضوع پر دوبارہ لب کشائی کرے، اس سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی اور براءت پر تو کوئی فرق نہیں پڑے گا البتہ اس کی اپنی آخرت برباد ہو جائے گی۔

تَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ

تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾	فَاِنْ	لَّمْ	تَجِدُوْا	فِيْهَآ	اَحَدًا	فَلَا	تَدْخُلُوْهَا	حَتّٰى	يُؤْذَنَ
نصیحت حاصل کرو	سواگر	نہ	پاؤتم	اسمیں	کسی ایک کو	تومت	داخل ہوتم اسمیں	یہاں تک کہ	اجازت مل جائے

نصیحت حاصل کرو۔ ﴿۲۷﴾ پھر اگر تم وہاں کسی کو بھی نہ پاؤ تو اُن گھروں میں مت داخل ہو، یہاں تک کہ تمہیں اجازت

لَكُمْ ۖ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا ۖ هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا

لَكُمْ	وَ	اِنْ	قِيْلَ	لَكُمُ	ارْجِعُوْا	فَارْجِعُوْا	هُوَ	اَزْكٰى	لَكُمْ	وَاللّٰهُ	بِمَا
تمہیں	اور	اگر	کہا جائے	تم سے	لوٹ جاؤ	تولوٹ جاؤ	وہ	زیادہ پاکیزہ	تمہارے لئے	اور اللہ	اسے جو

مل جائے، اور اگر تم سے یہ کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو لوٹ جاؤ، یہی تمہارے حق میں زیادہ پاکیزگی والی بات ہے، اور اللہ خوب

تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨﴾ لَّيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ

تَعْمَلُوْنَ	عَلِيْمٌ ﴿٢٨﴾	لَيْسَ	عَلَيْكُمْ	جُنَاحٌ	اَنْ	تَدْخُلُوْا	بُيُوْتًا	غَيْرَ
تم کرتے ہو	خوب جاننے والا	نہیں	تم پر	کوئی گناہ	یہ کہ	داخل ہوجاؤتم	گھروں میں	علاوہ

جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ ﴿۲۸﴾ اس بات میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم غیر رہائشی گھروں میں

مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٢٩﴾

مَسْكُوْنَةٍ	فِيْهَا	مَتَاعٌ	لَّكُمْ	وَ	اللّٰهُ	يَعْلَمُ	مَا	تُبْدُوْنَ	وَ	مَا	تَكْتُمُوْنَ ﴿٢٩﴾
رہائش رکھے ہوئے	اسمیں	سامان	تمہارا	اور	اللہ	جانتا ہے	جو کچھ	تم ظاہر کرتے ہو	اور	جو کچھ	تم چھپاتے ہو

داخل ہو جہاں تمہارا سامان پڑا ہوا ہو، اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ ﴿۲۹﴾

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ

قُلْ	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ	يَغُضُّوْا	مِنْ	اَبْصَارِهِمْ	وَ	يَحْفَظُوْا	فُرُوْجَهُمْ
تُو کہہ	ایمان والوں سے	جھکا کر رکھیں	سے	اپنی نگاہوں کے	اور	حفاظت کریں	اپنی شرمگاہوں کی

(اے نبی! ﷺ)، آپ مؤمن مردوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں جھکا کر رکھا کریں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں،

ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿٣٠﴾ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ

ذٰلِكَ	اَزْكٰى	لَهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	خَبِيْرٌ	بِمَا	يَصْنَعُوْنَ ﴿٣٠﴾	وَقُلْ	لِّلْمُؤْمِنٰتِ
یہ	زیادہ پاکیزہ	ان کیلئے	بیشک	اللہ	باخبر	اس سے جو	وہ کرتے ہیں	اور تُو کہہ	ایمان والیوں سے

یہ اُن کیلئے زیادہ پاکیزہ ہے، بیشک اللہ اُن کاموں سے خوب باخبر ہے جو وہ کرتے ہیں۔ ﴿۳۰﴾ اور مؤمن عورتوں سے بھی فرما دیجئے

﴿۲۷﴾ اس آیت مبارکہ میں ''استیذان'' کا حکم بیان کیا گیا ہے، یعنی جب کسی دوسرے کے گھر یا کمرے میں داخل ہونا ہو تو اس سے اجازت لیے اور اسے سلام کیے بغیر اس کے گھر یا کمرے میں داخل نہ ہونا چاہیے، دراصل یہاں ''بیوت'' کا لفظ استعمال ہوا ہے اردو میں جس کا معنیٰ ''گھر'' ہوتا ہے، لیکن اس کا اطلاق ''کمرے'' پر بھی ہوتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر تمہیں اپنے کمرے کے علاوہ دوسرے کے کمرے میں جانا ہو، خواہ وہ تمہاری والدہ، والد یا کسی بہن بھائی کا ہی کمرہ ہو، تب بھی ان سے اجازت لیے اور دستک دیئے بغیر کمرے میں داخل نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اجازت طلب کرنی چاہیے اور انہیں سلام کرنا چاہیے، اس کی تاکید سے احادیث کی کتب بھری پڑی ہیں۔

﴿۲۸﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ''استیذان'' کے حوالے سے دو ادب بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ جب تم کسی کے گھر یا کمرے سے باہر کھڑے ہو کر اجازت طلب کرو اور اندر سے کوئی جواب نہ آئے، یا وہاں کوئی موجود نہ ہو تو تم اس گھر یا کمرے میں داخل ہونے سے اجتناب کرو، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تین مرتبہ اجازت طلب کرنی چاہیے، اجازت مل جائے تو اندر داخل ہو جائے ورنہ واپس لوٹ جائے، خود نبی علیہ السلام بھی تیسری مرتبہ واپس تشریف لے جاتے تھے، کیونکہ ممکن ہے کہ انسان بلا اجازت کسی کے گھر یا کمرے میں داخل ہو، اس کے پیچھے صاحبِ خانہ آ جائے اور وہ اس پر اپنے گھر یا کمرے کی کسی چیز کی چوری کا الزام لگا دے، یا وہاں اسے کوئی ناگوار منظر دیکھنے کو ملے، دوسرا ادب یہ کہ اگر تم کسی سے اجازت طلب کرو اور وہ گھر یا کمرے میں موجود ہونے کے باوجود اس وقت ملاقات کرنے سے انکار کر دے اور اجازت لینے والے کو واپس بھیج دے تو اسے برا منائے بغیر واپس چلے جانا چاہیے، زبردستی کسی کے گھر یا کمرے میں داخل نہیں ہونا چاہیے، ان دونوں آداب سے ناگہانی صورتحال مستثنیٰ ہے۔

﴿۲۹﴾ اس آیتِ مبارکہ میں غیر رہائشی گھروں اور کمروں کا حکم بیان کیا گیا ہے جہاں مالِ تجارت یا استعمال کا سامان رکھا ہو، جیسے گھروں میں سٹور ہوتے ہیں، وہاں جانے کیلئے ''مالک کو'' اجازت طلب کرنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ ایسی جگہوں پر بلا اجازت جانے سے کسی کی پرائیویسی متاثر نہیں ہوتی اور مالک کو اپنی ملکیت میں تصرف کا پورا اختیار ہوتا ہے۔

﴿۳۰﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مؤمن مردوں کو تزکیہ نفس و روح کیلئے دو حکم دیئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اپنی نگاہیں جھکانا سیکھیں، دوسرا یہ کہ اپنی عفت و عصمت کی حفاظت کریں، یہ دونوں حکم ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ جو شخص نگاہوں کی حفاظت کرنا سیکھ لیتا ہے، وہ اپنی عزت و آبرو کو بھی بچا لیتا ہے اور جو شخص اپنی نگاہوں کو بھٹکنے کیلئے آزاد چھوڑ دیتا ہے، ایک دن آتا ہے کہ وہ اپنی عزت و آبرو کا بھی سودا کر بیٹھتا ہے، کیونکہ اس کی ابتداء آنکھوں سے ہی ہوتی ہے، اس لیے نگاہیں جھکانے والا شخص پاکیزہ ہوتا ہے اور بدنظری کرنے والا خیالات کے اعتبار سے بھی پاکیزہ نہیں ہوتا اور اس کی روح بھی پاکیزہ نہیں ہوتی۔

يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ

يَغْضُضْنَ	مِنْ	اَبْصَارِهِنَّ	وَ	يَحْفَظْنَ	فُرُوْجَهُنَّ	وَ	لَا	يُبْدِيْنَ
جھکا کر رکھیں	سے	اپنی نگاہوں کے	اور	حفاظت کرتی رہیں	اپنی شرمگاہوں کی	اور	نہ	ظاہر کریں وہ

کہ اپنی نگاہیں جھکا کر رکھا کریں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اپنی زینت کا اظہار

زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠

زِيْنَتَهُنَّ	اِلَّا	مَا	ظَهَرَ	مِنْهَا	وَلْيَضْرِبْنَ	بِخُمُرِهِنَّ	عَلٰى	جُيُوْبِهِنَّ
اپنی زینت	مگر	وہ جو	ظاہر ہو	اس سے	اور چاہیے کہ ڈال لیں	اپنے دوپٹے	پر	اپنے گریبانوں کے

نہ کیا کریں سوائے اُس کے جو اس میں سے خود ہی ظاہر ہو، اور اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں،

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ

وَ	لَا	يُبْدِيْنَ	زِيْنَتَهُنَّ	اِلَّا	لِبُعُوْلَتِهِنَّ	اَوْ	اٰبَآئِهِنَّ	اَوْ	اٰبَآءِ	بُعُوْلَتِهِنَّ
اور	نہ	ظاہر کریں وہ	اپنی زینت	مگر	اپنے شوہروں کیلئے	یا	اپنے باپوں کے	یا	باپوں کے	اپنے شوہروں کے

اور اپنی زینت کا اظہار نہ کیا کریں سوائے اپنے شوہر کے ، یا اپنے باپ کے، یا اپنے شوہر کے باپ کے،

اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ

اَوْ	اَبْنَآئِهِنَّ	اَوْ	اَبْنَآءِ	بُعُوْلَتِهِنَّ	اَوْ	اِخْوَانِهِنَّ	اَوْ	بَنِيْٓ	اِخْوَانِهِنَّ	اَوْ	بَنِيْٓ
یا	اپنے بیٹوں کے	یا	بیٹوں کے	اپنے شوہروں کے	یا	اپنے بھائیوں کے	یا	بیٹوں کے	اپنے بھائیوں کے	یا	بیٹوں کے

یا اپنے بیٹوں کے، یا اپنے شوہر کے بیٹوں کے، یا اپنے بھائیوں کے، یا اپنے بھتیجوں کے، یا اپنے

اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي

اَخَوٰتِهِنَّ	اَوْ	نِسَآئِهِنَّ	اَوْ	مَا	مَلَكَتْ	اَيْمَانُهُنَّ	اَوِ	التّٰبِعِيْنَ	غَيْرِ	اُولِي
اپنی بہنوں کے	یا	اپنی عورتوں کے	یا	وہ جو	مالک ہوں	ان کے دائیں ہاتھ	یا	خدمت کرنے والے	نہ	رکھنے والے

بھانجوں کے، یا اپنی عورتوں کے، یا اپنی باندیوں کے، یا خدمت کرنے والے ایسے مرد جو کوئی

الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ

الْاِرْبَةِ	مِنَ	الرِّجَالِ	اَوِ	الطِّفْلِ	الَّذِيْنَ	لَمْ	يَظْهَرُوْا	عَلٰى	عَوْرٰتِ
خواہش	سے	مردوں کے	یا	بچے	جو	نہ	واقف ہوں	پر	پوشیدہ چیزوں کے

خواہش نہ رکھتے ہوں، یا وہ بچے جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ چیزوں سے واقف

[۳۱] اس آیتِ مبارکہ میں مومن عورتوں کو نگاہیں جھکانے اور اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کرنے کے دونوں حکم اسی طرح دیئے گئے ہیں جیسے مردوں کو دیئے گئے ہیں، کیونکہ جس طرح مرد کو عورت کی طرف کشش ہوتی ہے، اسی طرح عورت کو بھی مرد کی طرف کشش ہوتی ہے جس کا سب سے مؤثر راستہ آنکھ ہے، اس لیے دونوں کو بدنظری سے بچنے کی تاکید کی گئی، اس کے علاوہ خواتین کی زیب وزینت کے حوالے سے خصوصی طور پر چند احکام ذکر کر کے آخر میں تمام مؤمن مردوں اور عورتوں کو کامیابی حاصل کرنے کیلئے توبہ کرنے کی ترغیب اور تاکید کی گئی ہے، ان احکامات کے حوالے سے مندرجہ ذیل نکات کو سمجھ لینا چاہیے۔

(الف) عورت کو زیب وزینت کرنے کی اجازت ہے، لیکن اجنبیوں کے سامنے اس کا اظہار کرنا جائز نہیں ہے، بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ اسلام میں عورت کو اتنا مجبور کر دیا گیا ہے کہ اسے بناؤ سنگھار کرنے تک کی اجازت نہیں دی گئی ہے، اس غلط فہمی کو دور کر لینا چاہیے۔ (ب) شریعت نے حجاب اور ستر میں ایک باریک فرق کیا ہے، حجاب کا تعلق گھر سے باہر نکلنے کی حالت سے ہے =

النِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ

النِّسَآءِ	وَ	لَا	يَضْرِبْنَ	بِاَرْجُلِهِنَّ	لِيُعْلَمَ	مَا	يُخْفِيْنَ	مِنْ	زِيْنَتِهِنَّ
عورتوں کی	اور	نہ	ماریں عورتیں	اپنے پاؤں	تاکہ معلوم ہو جائے	وہ جو	چھپاتی ہیں وہ	سے	اپنی زینت

نہ ہوں، اور عورتیں زمین پر اپنا پاؤں مار کر نہ چلیں کہ اُن کی پوشیدہ زینت معلوم ہونے لگے،

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٣١﴾ وَاَنْكِحُوا

وَ	تُوْبُوْٓا	اِلَى	اللّٰهِ	جَمِيْعًا	اَيُّهَ	الْمُؤْمِنُوْنَ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ ﴿٣١﴾	وَ	اَنْكِحُوا
اور	توبہ کرو تم	طرف	اللہ کے	سب کے سب	اے	ایمان والو	تاکہ تم	کامیاب ہو جاؤ	اور	نکاح کر دو

اور اے اہلِ ایمان! تم سب کے سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ ﴿٣١﴾ اور تم اپنے میں سے

الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ

الْاَيَامٰى	مِنْكُمْ	وَالصّٰلِحِيْنَ	مِنْ	عِبَادِكُمْ	وَ	اِمَآئِكُمْ ؕ	اِنْ	يَّكُوْنُوْا	فُقَرَآءَ
بے نکاح لوگوں کا	اپنے میں سے	اور نیکوکاروں کا	سے	اپنے غلاموں کے	اور	اپنی باندیوں کے	اگر	وہ ہوں	تنگدست

بے نکاح لوگوں اور اپنے نیک غلاموں اور باندیوں کا نکاح کروا دیا کرو، اگر وہ تنگ دست ہوں گے

يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٢﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ

يُغْنِهِمُ	اللّٰهُ	مِنْ	فَضْلِهٖ ؕ	وَاللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ ﴿٣٢﴾	وَلْيَسْتَعْفِفِ	الَّذِيْنَ
بے نیاز کر دے گا انہیں	اللہ	سے	اپنے فضل کے	اور اللہ	وسعت والا	جاننے والا	اور چاہیے کہ پاکدامنی طلب کریں	وہ لوگ جو

تو اللہ اُنہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا، اور اللہ وسعت والا، جاننے والا ہے۔ ﴿٣٢﴾ اور جو لوگ نکاح نہیں کر سکتے،

لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ

لَا	يَجِدُوْنَ	نِكَاحًا	حَتّٰى	يُغْنِيَهُمُ	اللّٰهُ	مِنْ	فَضْلِهٖ ؕ	وَ	الَّذِيْنَ	يَبْتَغُوْنَ
نہیں	پاتے	نکاح کرنا	یہاں تک کہ	بے نیاز کر دے انہیں	اللہ	سے	اپنے فضل کے	اور	جو لوگ	چاہیں

اُنہیں اپنی عفت کی حفاظت کرنی چاہیے، یہاں تک کہ اللہ اُنہیں اپنے فضل سے غنی کر دے اور تمہارے غلاموں میں سے

الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ

الْكِتٰبَ	مِمَّا	مَلَكَتْ	اَيْمَانُكُمْ	فَكَاتِبُوْهُمْ	اِنْ	عَلِمْتُمْ	فِيْهِمْ	خَيْرًا
تحریر کرنا	انہیں سے جو	مالک ہوں	دائیں ہاتھ تمہارے	تو تم ان سے تحریر کر لیا کرو	اگر	تم جانتے ہو	ان میں	کوئی خیر

جو تحریری معاہدہ کرنا چاہیں تو تم اُن کے ساتھ تحریری معاہدہ کر لیا کرو جبکہ تمہیں اُن میں کچھ خیر معلوم ہو،

اس کی تفصیلات سورۂ احزاب میں بیان کی گئی ہیں، جبکہ ستر کا تعلق عبادت کی حالت سے ہے، یہاں "اِلَّا ماظھر منھا" سے ستر بیان کرنا مقصود ہے، مفسرین نے اس سے چہرہ اور ہاتھ مراد لیے ہیں، مطلب یہ کہ نماز کی حالت میں عورت کا چہرہ اور ہاتھ ستر میں شامل نہیں ہیں، اس کے علاوہ ان کا پورا جسم ستر میں شامل ہے، لہٰذا نماز میں انہیں پورا جسم خوب اچھی طرح ڈھانپ لینا چاہیے۔ (ج) خواتین کو اپنے گریبان پر دوپٹہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ جسم کے خطوط نمایاں نہ ہوں، اس سے اگر کوئی شخص یہ نتیجہ نکالے کہ سر پر دوپٹہ اوڑھنے کا حکم تو نہیں دیا گیا، اس لیے گلے میں دوپٹہ ڈال لینے سے اس حکم پر عمل ہو جائیگا تو یہ اس کی بیمار ذہنیت کی علامت ہے اور اب تو آزادیٔ نسواں اور ماڈرن ازم نے خواتین اور بچیوں کے گلے سے بھی دوپٹہ کھینچ لیا ہے، نہ ماں باپ کو حیا آتی ہے اور نہ بھائی اور شوہر کو شرم آتی ہے۔ (د) یہاں جن محرم رشتہ داروں، خواتین اور بچیوں کا استثناء کیا گیا ہے، ترجمے سے ان کی تفصیل تو سمجھ میں آ جاتی ہے، البتہ یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ اپنے سسر، سوتیلے بیٹے یا بھانجے بھتیجے وغیرہ کے سامنے اپنی زینت کے اظہار کی اجازت دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورت ان کے سامنے ضرور بالضرور اپنی زینت اور جسم کے خدوخال ظاہر کرے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر غیر اختیاری طور پر گھر میں کام کاج کرتے ہوئے سر سے دوپٹہ سرک جائے یا پنڈلی سے کپڑا ہٹ جائے تو شرعاً وہ گنہگار نہ ہو گی، صرف شوہر اختیار اور غیر اختیار کی قید سے مستثنٰی ہے، فقہاء نے اس آیت سے بے شمار مسائل کا استنباط کیا ہے، ان مختصر سطور میں اس سے زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں ہے، اس کیلئے کتب فقہ کا مطالبہ کیجئے۔ ﴿۳۲﴾ اس آیت مبارکہ میں نکاح کو عام کرنے اور اس کا دائرہ وسیع کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، کیونکہ اگر معاشرے میں نکاح کو فروغ ملے گا تو بدکاری کے اڈے اور راستے بند ہوں گے اور اگر معاشرے میں نکاح کرنا مشکل بنا دیا جائے، تو اس سے بدکاری کو فروغ ملے گا، گناہ کے اڈے آباد ہوں گے اور جنسی زیادتی کے واقعات میں اس قدر ہوشربا اضافہ ہو جائیگا کہ انسان انسانیت کے دائرے سے نکل کر حیوانیت کے درجے پر پہنچ جائیں گے، اس لیے فرمایا کہ جو لوگ نکاح کے بغیر زندگی گزار رہے ہوں، خواہ کنوارے ہوں، یا شادی شدہ ہوں لیکن بیوی فوت ہو چکی ہو یا زوجین کے درمیان جدائی ہو چکی ہو، ان کا نکاح کروا دیا کرو، اسی طرح تمہارے جو غلام اور باندیاں نکاح کے قابل ہوں، ان کے نکاح بھی کروا دیا کرو، اگر تمہیں ان کے فقر و فاقہ اور غربت سے اندیشہ ہو تو اس کی فکر سے آزاد ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں رزق کی وسعت اور کشادگی عطا فرما دے گا اور ان کی غربت کو دور کر دے گا۔

وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَي الْبِغَاۗءِ

وَ	اٰتُوْهُمْ	مِّنْ	مَّالِ	اللّٰهِ	الَّذِيْٓ	اٰتٰىكُمْ	وَ	لَا	تُكْرِهُوْا	فَتَيٰتِكُمْ	عَلَى	الْبِغَآءِ
اور	دو تم انہیں	سے	مال	اللہ کے	وہ جو	دیا اس نے تمہیں	اور	مت	مجبور کرو	اپنی باندیوں کو	پر	بدکاری کے

اور انہیں اللہ کے اُس مال میں سے دو جو اُس نے تمہیں عطا فرمایا ہے، اور تم اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو

اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ

اِنْ	اَرَدْنَ	تَحَصُّنًا	لِّتَبْتَغُوْا	عَرَضَ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَ	مَنْ	يُّكْرِهْهُّنَّ
اگر	چاہتی ہوں وہ	پاکدامنی	تاکہ تم تلاش کرو	سامان	زندگی کا	دنیا کی	اور	جو کوئی	مجبور کرے انہیں

جبکہ وہ خود بھی پاکدامن رہنا چاہتی ہوں، اس لیے کہ تم دنیوی زندگی کا سازو سامان حاصل کر سکو، اور جو شخص انہیں مجبور کرے گا

فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ

فَاِنَّ	اللّٰهَ	مِنْ	بَعْدِ	اِكْرَاهِهِنَّ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿٣٣﴾	وَ	لَقَدْ	اَنْزَلْنَآ	اِلَيْكُمْ
تو بیشک	اللہ	سے	پیچھے	ان کے مجبور کرنے کے	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اور	البتہ یقینا	نازل کی ہم نے	تمہاری طرف

تو انہیں مجبور کیے جانے کے بعد اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ [۳۳] اور یقیناً ہم نے تمہاری طرف واضح

اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً

اٰيٰتٍ	مُّبَيِّنٰتٍ	وَّ	مَثَلًا	مِّنَ	الَّذِيْنَ	خَلَوْا	مِنْ	قَبْلِكُمْ	وَ	مَوْعِظَةً
آیتیں	واضح	اور	حال	سے	ان لوگوں کے جو	گزر چکے	سے	تمہارے پہلے	اور	نصیحت

آیتیں، تم سے پہلے گذر جانے والے لوگوں کے احوال اور متقیوں کیلئے نصیحت

لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٤﴾ ع اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ

لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٤﴾	اَللّٰهُ	نُوْرُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	مَثَلُ	نُوْرِهٖ	كَمِشْكٰوةٍ
متقیوں کیلئے	اللہ	نور ہے	آسمانوں کا	اور	زمین کا	مثال	اس کے نور کی	جیسے طاق

اتاری ہے۔ [۳۴] اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اُس کے نور کی مثال اُس طاق کی سی ہے

فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ۭ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ

فِيْهَا	مِصْبَاحٌ	اَلْمِصْبَاحُ	فِيْ	زُجَاجَةٍ	اَلزُّجَاجَةُ	كَاَنَّهَا	كَوْكَبٌ
اسمیں	چراغ	چراغ	بیچ	شیشے کے	شیشہ	گویا کہ وہ	ستارہ

جس میں ایک چراغ رکھا ہو، وہ چراغ ایک شیشے میں ہو، وہ شیشہ یوں معلوم ہوتا ہو جیسے کوئی چمکدار

[۳۳] اس آیت مبارکہ میں ایک حکم نکاح کے حوالے سے اور باقی تفصیلات غلاموں باندیوں کے حوالے سے بیان کی گئی ہیں، نکاح کے حوالے سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس نکاح کے اسباب نہ ہوں، یا وہ کسی وجہ سے نکاح نہ کر سکے تو وہ جگہ جگہ منہ مارنے کی بجائے اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کیا کرے، احادیث میں اس کا طریقہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسا شخص کثرت کے ساتھ روزے رکھا کرے، اس کے نفس کی منہ زوری کو لگام مل جائے گی، جہاں تک تعلق ہے غلاموں اور باندیوں کے مسائل کا تو وہ حسب ذیل ہیں۔

(الف) اگر تمہارے غلام کے پاس اتنی رقم موجود ہو کہ وہ اس کی قیمت کے برابر ہو اور وہ تمہیں اس رقم کی پیشکش کر کے تم سے آزادی کا معاہدہ کرنا چاہے اور وہ غلام باصلاحیت اور ہنر مند ہو تو تمہیں اس سے معاہدہ کر لینا چاہیے، تاکہ وہ آزاد ہو کر اپنی ہنر مندی سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور غلامی کے داغ سے نجات حاصل کر کے معاشرے کا نافع عضو بن جائے، اس تحریری معاہدے کو مکاتبت، غلام کو مکاتب اور مال کو "بدل کتابت" کہتے ہیں۔

(ب) مسلمانوں کو چاہیے کہ غلاموں اور باندیوں کو آزاد کرانے اور ان کا بدل کتابت ادا کرنے میں اپنی گنجائش کے مطابق حصہ لیا کریں اور اللہ نے انہیں جو مال عطا فرما رکھا ہے، اسے اس مصرف میں بھی خرچ کیا کریں، ایسے غلاموں کو زکوٰۃ کی رقم بھی دی جا سکتی ہے۔

ع ۴ ۸ ۱۰

(ج) اگر کسی شخص کی ملکیت میں ایک یا زیادہ باندیاں ہوں تو اسے خود تو ان سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہے لیکن ان سے "پیشہ" کروانے کی اجازت نہیں ہے، بعض لوگ ایسا کیا کرتے تھے اور اپنی باندیوں کو اس پر مجبور کرتے تھے اور بات نہ ماننے پر سخت ایذائیں دیا کرتے تھے، وہ خود محنت مزدوری اور کام کرنے سے بچ کر باندیوں کی کمائی پر اپنی معیشت کی بنیاد رکھتے تھے، اس آیت میں انہیں مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ ایک طرف تو تمہاری باندیاں یہ کام نہیں کرنا چاہتی ہیں اور دوسری طرف تم نے اسے اپنا ذریعہ معاش بنا رکھا ہے، ایسا ہرگز مت کرو، ورنہ باندیوں کو تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا کیونکہ وہ تو اپنے دل کی خوشی سے یہ کام نہیں کرتی ہیں، لیکن تمہیں معاف نہیں کرے گا، کیونکہ تم نے انہیں گناہ پر ان کی چاہت کے برخلاف مجبور کیا اور حرام کمائی سے اپنے پیٹ کی آگ بجھائی، تو اس کیلئے جہنم ہی زیادہ بہتر ہے۔

[۳۴] اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم نازل کرنے اور گزشتہ امتوں کے احوال و واقعات بیان کرنے کا ذکر کیا گیا ہے کہ ہم نے یہ سب اس لیے کیا کہ ڈرنے والے اس سے [illegible] نصیحت حاصل کریں اور ان لوگوں [illegible] پر چلنے سے گریز کریں تاکہ ان جیسے انجام سے بچ سکیں۔

دُرِّیٌّ یُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَةٍ مُّبٰرَکَةٍ زَیۡتُوۡنَةٍ لَّا شَرۡقِیَّةٍ وَّلَا غَرۡبِیَّةٍ ۙ

دُرِّیٌّ	یُّوۡقَدُ	مِنۡ	شَجَرَةٍ	مُّبٰرَکَةٍ	زَیۡتُوۡنَةٍ	لَّا	شَرۡقِیَّةٍ	وَّ	لَا	غَرۡبِیَّةٍ ۙ
چمکدار	جلایا جاتا ہو	سے	درخت کے	بابرکت	زیتون کا	نہ	مشرقی	اور	نہ	مغربی

ستارہ، اُس چراغ کو ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو، جو نہ مشرقی ہو اور نہ مغربی،

یَّکَادُ زَیۡتُهَا یُضِیۡٓءُ وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡهُ نَارٌ ؕ نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ ؕ یَهۡدِی

یَّکَادُ	زَیۡتُهَا	یُضِیۡٓءُ	وَلَوۡ	لَمۡ	تَمۡسَسۡهُ	نَارٌ ؕ	نُوۡرٌ	عَلٰی	نُوۡرٍ ؕ	یَهۡدِی
قریب ہے	اس کا تیل	روشن کردے	اگرچہ	نہ	چھوا ہو اسے	آگ نے	نور	اوپر	نور کے	ہدایت دیتا ہے

قریب ہے کہ اُس کا تیل اُسے روشن کردے اگرچہ اُسے آگ نے چھوا بھی نہ ہو، نور بالائے نور ہے، اللہ اپنے

اللّٰهُ لِنُوۡرِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَیَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِکُلِّ

اللّٰهُ	لِنُوۡرِهٖ	مَنۡ	یَّشَآءُ ؕ	وَ	یَضۡرِبُ	اللّٰهُ	الۡاَمۡثَالَ	لِلنَّاسِ ؕ	وَ	اللّٰهُ	بِکُلِّ
اللہ	اپنے نور کی	جسے	وہ چاہتا ہے	اور	بیان کرتا ہے	اللہ	مثالیں	لوگوں کیلئے	اور	اللہ	ساتھ ہر

نور کی جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور اللہ لوگوں کیلئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کو

شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ۙ ﴿۳۵﴾ فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَیُذۡکَرَ فِیۡهَا اسۡمُهٗ ۙ

شَیۡءٍ	عَلِیۡمٌ ﴿۳۵﴾	فِیۡ	بُیُوۡتٍ	اَذِنَ	اللّٰهُ	اَنۡ	تُرۡفَعَ	وَ	یُذۡکَرَ	فِیۡهَا	اسۡمُهٗ ۙ
چیز کے	خوب جاننے والا	بیچ	گھروں کے	حکم دیا	اللہ نے	یہ کہ	بلند کیا جائے	اور	ذکر کیا جائے	اسمیں	اس کا نام

خوب جاننے والا ہے۔ ﴿۳۵﴾ اُن گھروں میں جن کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ انہیں بلند کیا جائے اور اُن میں اللہ کا نام لیا جائے،

یُسَبِّحُ لَهٗ فِیۡهَا بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ ۙ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡهِیۡهِمۡ تِجَارَةٌ

یُسَبِّحُ	لَهٗ	فِیۡهَا	بِالۡغُدُوِّ	وَ	الۡاٰصَالِ ﴿۳۶﴾	رِجَالٌ ۙ	لَّا	تُلۡهِیۡهِمۡ	تِجَارَةٌ
تسبیح کرتے ہیں	اس کی	اسمیں	صبح کو	اور	شام کو	وہ لوگ	نہیں	غافل کرتی انہیں	کوئی تجارت

اس میں اُس کی تسبیح صبح و شام بیان کرتے ہیں۔ ﴿۳۶﴾ وہ لوگ جنہیں کوئی تجارت اور خرید وفروخت

وَّلَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیۡتَآءِ الزَّکٰوةِ ۪ۙ یَخَافُوۡنَ یَوۡمًا

وَّلَا	بَیۡعٌ	عَنۡ	ذِکۡرِ	اللّٰهِ	وَ	اِقَامِ	الصَّلٰوةِ	وَ	اِیۡتَآءِ	الزَّکٰوةِ ۪ۙ	یَخَافُوۡنَ	یَوۡمًا
اور نہ	کوئی خرید وفروخت	سے	ذکر کے	اللہ کے	اور	قائم کرنے	نماز کے	اور	ادا کرنے	زکوٰۃ کے	ڈرتے ہیں وہ	اس دن سے

اللہ کے ذکر، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی، وہ اُس دن سے ڈرتے ہیں

﴿۳۵﴾ اس آیت مبارکہ میں ایک عظیم تشبیہ دی گئی ہے، ساری دنیا کے انسانوں کی تشبیہات اور استعارات اس تشبیہ پر قربان ہو جائیں، اس کی وضاحت ان مختصر سطور میں نہیں سما سکتی اپنے الفاظ میں چند سطریں لکھنے کی کوشش کرتا ہوں، سب سے پہلے تو حق تعالیٰ کو آسمان و زمین کا نور قرار دیا گیا ہے، چنانچہ زمین و آسمان میں جہاں کہیں بھی، کسی بھی نوعیت کی روشنی نظر آتی ہے، یا ہم تو اسے نہیں دیکھ پاتے، لیکن در حقیقت اس کا وجود ہے، وہ سب کی سب اللہ تعالیٰ کے نور سے انہیں حاصل ہوئی ہے، ورنہ کائنات میں کسی چیز کا نور اور روشنی اصل نہیں ہے اور اس کا نور ان مادی چیزوں کے نور پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، البتہ اگر سمجھنے کیلئے مثال چاہو تو وہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی بیان فرما دی ہے، کہ ذہن میں ایک طاقچے کا تصور لیکر آؤ، اس طاقچے میں ایک خوبصورت چراغ رکھا ہو اور وہ چراغ ایک صاف ستھرے شیشے میں'' جو کہ ایک روشن ستارے کی مانند معلوم ہوتا ہو'' رکھا ہو، بلا تشبیہ آپ بات کو سمجھنے کیلئے ''فانوس'' کو پیش کر سکتے ہیں کہ شیشے کے ایک جار میں بلب لٹکا ہوا ہوتا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ چراغ طاقچے میں رکھا جاتا ہے اور فانوس چھت پر لٹکایا جاتا ہے اور فانوس سے پورا کمرہ روشن ہو جاتا ہے، جیسے چراغ اگر کسی صاف ستھرے شیشے کے جار میں رکھا ہوا ہو تو اس کی روشنی سے پورا کمرہ منور ہو جاتا ہے اور ہر سمت اس کی روشنی پہنچتی ہے، اس چراغ کو روشن کرنے کیلئے تیل بھی نہایت اعلیٰ درجے کا استعمال کیا جائے تو اس میں مزید لطافت پیدا ہو جاتی ہے اور استعمال سے معلوم ہوا ہے کہ زیتون کا تیل نہایت اعلیٰ ہوتا ہے، اس کا درخت ویسے بھی نہایت مبارک ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی ہے، یہ تیل اس قدر صاف شفاف اور چمکدار ہوتا ہے کہ آگ جلائے بغیر ہی روشن معلوم ہوتا ہے، گویا ایک تو چراغ کی روشنی اور دوسری زیتون کے تیل کی روشنی، روشنی کا یہ اجتماع ماحول کو نہایت منور اور روشن کر دیتا ہے، حق تعالیٰ کے نور کو سمجھنے کیلئے یہ صرف ایک تشبیہ اور مثال ہے، ورنہ دنیا کے چراغ اور فانوس کی روشنی کیا معنی رکھتی ہے؟ یہاں یہ پہلو بھی نہایت واضح ہے کہ جس طرح چراغ کی روشنی کسی خاص سمت میں ہونے کی بجائے ہر سمت میں ہوتی ہے، اسی طرح اللہ کا نور بھی ہر سمت اور جہت میں موجود ہے، نیز جس طرح شیشے پر چراغ کی روشنی پڑنے سے شیشہ بھی روشن معلوم ہوتا ہے، اسی طرح کائنات پر اللہ کے نور کا عکس پڑنے سے کائنات میں روشنی پھیلتی ہے، اللہ تعالیٰ اس نور کا جتنا حصہ جسے عطا فرمانا چاہتا ہے، اس میں قبولیت کی استعداد رکھ دیتا ہے۔ واللہ اعلم

﴿۳۶﴾ اس آیت مبارکہ میں مقامات مقدسہ اور مساجد کے حوالے سے تین حکم دیئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ انہیں بلند رکھا جائے یعنی ان کی تعظیم کی جائے اور انہیں صاف ستھرا رکھا جائے، دوسرا یہ کہ اس میں ذکر اللہ کا اہتمام کیا جائے جس کی سب سے زیادہ اعلیٰ صورت تلاوت قرآن کریم کی ہے، تیسرا حکم یہ ہے کہ مساجد میں صبح و شام اللہ کی حمد و ثنا اور تسبیح و تہلیل کا غلغلہ بلند ہونا چاہیے، یہ تیسرا حکم اہل ایمان کی تعریف اور توصیف کی صورت میں آیا ہے اور جو وصف قابل تعریف ہو، اسے اختیار کرنا مطلوب و محمود ہوتا ہے۔

تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا

تَتَقَلَّبُ	فِيْهِ	الْقُلُوْبُ	وَ	الْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾	لِيَجْزِيَهُمُ	اللّٰهُ	اَحْسَنَ	مَا
پلٹ جائیں گے	اُمیں	بہت سے دل	اور	نگاہیں	تاکہ بدلہ دے اُنہیں	اللہ	بہترین	اس کا جو

جس میں دل اور آنکھیں پلٹ جائیں گی۔ ﴿۳۷﴾ تاکہ اللہ اُنہیں اُن کے اچھے اعمال کا

عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ

عَمِلُوْا	وَيَزِيْدَهُمْ	مِّنْ	فَضْلِهٖ ؕ	وَ	اللّٰهُ	يَرْزُقُ	مَنْ	يَّشَآءُ	بِغَيْرِ
عمل کیے انہوں نے	اور بڑھادے انہیں	سے	اپنے فضل کے	اور	اللہ	رزق دیتا ہے	جسے	چاہتا ہے	علاوہ

بدلہ دے اور اپنے فضل سے اُنہیں مزید عطا کرے، اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا

حِسَابٍ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ

حِسَابٍ ﴿۳۸﴾	وَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اَعْمَالُهُمْ	كَسَرَابٍۭ	بِقِيْعَةٍ	يَّحْسَبُهُ
حساب کے	اور	جن لوگوں نے	کفر کیا	ان کے اعمال	جیسے چمکتی ریت	صحراء میں	سمجھتا ہے اسے

فرماتا ہے۔ ﴿۳۸﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اُن کے اعمال صحراء میں چمکتی ہوئی ریت کی طرح ہیں جسے پیاسا آدمی

الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ

الظَّمْاٰنُ	مَآءً ؕ	حَتّٰٓى	اِذَا	جَآءَهٗ	لَمْ	يَجِدْهُ	شَيْـًٔا	وَّ	وَجَدَ	اللّٰهَ	عِنْدَهٗ
پیاسا	پانی	یہاں تک کہ	جب	آتا ہے وہ اس کے پاس	نہیں	پاتا اسے	کچھ بھی	اور	پاتا ہے	اللہ کو	اس کے پاس

پانی سمجھتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ اُس کے پاس پہنچتا ہے تو اُسے کچھ بھی نہیں ملتا، اور وہاں وہ اللہ کو پاتا ہے

فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾ لا اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ

فَوَفّٰىهُ	حِسَابَهٗ ؕ	وَ	اللّٰهُ	سَرِيْعُ	الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾	اَوْ	كَظُلُمٰتٍ	فِيْ
سو پورا کردیتا ہے اسے	حساب اس کا	اور	اللہ	جلد لینے والا	حساب کا	یا	جیسے اندھیرے	بیچ

جو اُس کا پورا پورا حساب کر دیتا ہے، اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ ﴿۳۹﴾ یا جیسے گہرے دریا میں

بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ

بَحْرٍ	لُّجِّيٍّ	يَّغْشٰىهُ	مَوْجٌ	مِّنْ	فَوْقِهٖ	مَوْجٌ	مِّنْ	فَوْقِهٖ	سَحَابٌ ؕ
سمندر کے	گہرے	ڈھانپ لے اسے	ایک لہر	سے	اس کے اوپر	ایک لہر	سے	اس کے اوپر	بادل

اندھیرے ہوں، اُسے ایک موج ڈھانپ لیتی ہے، جس پر ایک اور موج ہوتی ہے، اُس کے اوپر بادل ہوتے ہیں،

﴿۳۷﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل میں مشغول رہنے والوں کے دو وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ دنیا کی کوئی تجارت، کاروبار اور خرید و فروخت انہیں اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے غافل نہیں کرتی، وہ ہر حال میں ذکر اللہ سے اپنی زبانوں کو تر رکھتے ہیں، وہ نماز قائم کرتے ہیں، وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، یعنی زبان، جسم، روح، ذہن اور اپنے مال و دولت میں سے ہر ایک کے حقوق ادا کرتے ہیں، دوسرا وصف یہ کہ وہ آخرت کے دن سے ڈرتے ہیں، کیونکہ یہ وہ دن ہوگا جب ہر انسان کی آنکھیں پلٹ رہی ہوں گی اور ہر دل اچھل کر حلق میں آرہا ہوگا اور ہر شخص اپنے انجام کے حوالے سے فکرمند ہوگا۔

﴿۳۸﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہل ایمان اور مذکورہ صفات کے حامل لوگوں کیلئے دو وعدے کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ عطا فرمائے گا اور دوسرا یہ کہ انہیں اپنے فضل و کرم سے مزید انعام بھی عطا فرمائے گا، حالانکہ جو بدلہ دیا جائیگا، وہ بھی انسان کے اعمال کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہوگا، مثلاً دس گنا، سو گنا، سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ، اور انعام اس کے علاوہ ہوگا، سچ ہے کہ اللہ کے خزانے بہت وسیع ہیں اور وہ جسے چاہتا ہے، جتنا چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔

﴿۳۹﴾ اس آیتِ مبارکہ میں کافروں کے اعمال کو "سراب" سے تشبیہ دی گئی ہے، بعض اوقات انسان کسی صحرا اور بیابان میں سفر کر رہا ہو اور پیاس کی شدت سے بے تاب ہو رہا ہو اور دور سے اسے پانی نظر آئے تو وہ تیزی کے ساتھ وہاں پہنچتا ہے تاکہ اپنی پیاس بجھائے، لیکن جب وہ اس کے قریب پہنچتا ہے تو اس کی ساری امید ختم اور خوشی کرکری ہو جاتی ہے، کیونکہ وہ پانی نہیں ہوتا، بلکہ چمکتی ہوئی ریت ہوتی ہے جو دور سے دیکھنے والے کو پانی محسوس ہوتی ہے، اسے سراب کہتے ہیں، کافروں کے اعمال بھی ایسے ہی ہیں، جب وہ قیامت کے دن اپنی نیکیوں کا صلہ پانے کے خیال سے آئیں گے اور دور سے انہیں پانی نظر آئے گا تو وہ اسے اپنے اعمال کا صلہ جان کر وہاں پہنچیں گے، لیکن وہاں پہنچ کر ان کی حسرت مایوسی میں بدل جائے گی اور وہ وہاں اڑتی ہوئی ریت کے علاوہ کچھ نہ پائیں گے، البتہ حق تعالیٰ وہاں اُن کا حساب لینے کیلئے موجود ہوگا، سو وہ اُن کا پورا پورا حساب کردے گا۔

ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَاؕ وَمَنْ

ظُلُمٰتٌۢ	بَعْضُهَا	فَوْقَ	بَعْضٍؕ	اِذَاۤ	اَخْرَجَ	يَدَهٗ	لَمْ	يَكَدْ	يَرٰىهَاؕ	وَ	مَنْ
اندھیرے	ان میں سے بعض	اوپر	بعض کے	جب	نکالے وہ	اپنا ہاتھ	نہ	قریب ہو	اسے دیکھ سکے	اور	جو کوئی

اندھیرے ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر چھا رہے ہیں، اگر وہ اپنا ہاتھ بھی باہر نکالے تو اُسے دیکھ نہ سکے، اور اللہ

لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ع اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ

لَّمْ	يَجْعَلِ	اللّٰهُ	لَهٗ	نُوْرًا	فَمَا	لَهٗ	مِنْ	نُّوْرٍ﴿۴۰﴾	اَلَمْ	تَرَ	اَنَّ	اللّٰهَ	يُسَبِّحُ	لَهٗ	مَنْ
نہ	بنائے	اللہ	اس کیلئے	نور	تو نہیں	اس کیلئے	سے	کوئی نور	کیا نہیں	دیکھا تُونے	کہ بیشک	اللہ	تسبیح کرتا ہے	اس کی	جو کوئی

جس کیلئے روشنی نہ رکھے، اُس کیلئے کوئی روشنی نہیں ہو سکتی۔ ﴿۴۰﴾ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ ہی کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو

فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰۤفّٰتٍؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ

فِى	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	الطَّيْرُ	صٰۤفّٰتٍؕ	كُلٌّ	قَدْ	عَلِمَ	صَلَاتَهٗ
بیچ	آسمانوں کے	اور	زمین کے	اور	پرندے	پر پھیلانے والے	ہر ایک	تحقیق	جان چکا	اپنی نماز

آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور اڑتے ہوئے پرندے بھی، اُن میں سے ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح کے طریقے کو

وَتَسْبِيْحَهٗؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

وَتَسْبِيْحَهٗؕ	وَ	اللّٰهُ	عَلِيْمٌۢ	بِمَا	يَفْعَلُوْنَ﴿۴۱﴾	وَ	لِلّٰهِ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ
اور اپنی تسبیح	اور	اللہ	خوب جاننے والا	اسے جو	وہ کرتے ہیں	اور	اللہ ہی کیلئے	حکومت	آسمانوں کی

جانتا ہے اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ ﴿۴۱﴾ اور اللہ ہی کیلئے آسمانوں اور زمین کی

وَالْاَرْضِۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِىْ سَحَابًا ثُمَّ

وَالْاَرْضِۚ	وَ	اِلَى	اللّٰهِ	الْمَصِيْرُ﴿۴۲﴾	اَلَمْ	تَرَ	اَنَّ	اللّٰهَ	يُزْجِىْ	سَحَابًا	ثُمَّ
اور زمین کی	اور	طرف	اللہ کے	لوٹ کر جانا	کیا نہیں	دیکھا تُونے	کہ بیشک	اللہ	چلاتا ہے	بادل کو	پھر

حکومت ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ﴿۴۲﴾ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ بادلوں کو چلا کر لاتا ہے، پھر

يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖۚ

يُؤَلِّفُ	بَيْنَهٗ	ثُمَّ	يَجْعَلُهٗ	رُكَامًا	فَتَرَى	الْوَدْقَ	يَخْرُجُ	مِنْ	خِلٰلِهٖۚ
جوڑ دیتا ہے	درمیان اس کے	پھر	کر دیتا ہے اسے	تہہ بر تہہ	سو تُو دیکھتا ہے	بارش کو	نکلتی ہے	سے	اس کے درمیان

اُنہیں جوڑ دیتا ہے، پھر اُنہیں تہہ بر تہہ رکھتا ہے، پھر آپ اُس کے درمیان سے بارش برستے ہوئے دیکھتے ہیں،

ع ۵ ۶ ۱۱

﴿۴۰﴾ اس آیتِ مبارکہ میں کافروں کے اعمال کی ایک اور مثال بیان کی گئی ہے، یہ مثال ان کافروں کیلئے ہے جن کے پاس کوئی نیک عمل بھی نہیں اور ان کی ساری زندگی کفر و شرک اور ہر قسم کے گناہ سے آلودہ ہو کر گزری، ان کے اعمال کو گہرے سمندر کی تاریکیوں اور اندھیروں سے تشبیہ دی گئی ہے، جن میں پانی کی لہریں اور موجیں کسی چیز کو اپنی لپیٹ میں لیکر ڈھانپ لیں تو وہ تاریکی در تاریکی کا سامنا کرتی ہے، ایک سمندر کی تاریکی دوسری موجوں کی تاریکی، تیسری بادلوں کی تاریکی جنہوں نے اسے ڈھانپ رکھا ہو، آسان لفظوں میں یوں کہہ لو کہ اس قدر تاریکی کہ ہاتھ سے ہاتھ نہ سجھائی دے، ایسے شخص کو کہاں روشنی مل سکتی ہے؟

﴿۴۱﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں، ایک یہ کہ زمین و آسمان کی ہر مخلوق حتیٰ کہ فضا میں اڑتے ہوئے پرندے بھی اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، دوسری یہ کہ اللہ نے جس مخلوق کیلئے اپنی عبادت اور تسبیح و تہلیل کا جو طریقہ بھی مقرر فرمایا ہے، اسے اس کا علم بھی حاصل ہے، چنانچہ ہر مخلوق اپنے مقررہ طریقے سے اپنے خالق کی عبادت اور تسبیح میں مشغول ہے، سوال یہ ہے کہ انسان کیا کر رہا ہے؟ زمین و آسمان کی تمام مخلوقات کے مقابلے میں اس کا رویہ کیسا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے سامنے اپنی عبادت اور تسبیح کا کوئی طریقہ بیان نہیں فرمایا؟ کیوں نہیں، تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور انسان جو کچھ کر رہا ہے، اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔

﴿۴۲﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ زمین و آسمان پر اسی کی حکومت چلتی ہے، کوئی چیز اس کی سلطنت سے خارج نہیں ہے اور دوسری یہ کہ ہر چیز کو لوٹ کر اللہ ہی کے پاس جانا ہے، اے انسان! تو بھاگ کر کہاں جا سکتا ہے؟ تجھے بھی ہمارے پاس ہی آنا ہے۔

وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

وَ	يُنَزِّلُ	مِنَ	السَّمَآءِ	مِنْ	جِبَالٍ	فِيْهَا	مِنْ	بَرَدٍ	فَيُصِيْبُ	بِهٖ	مَنْ	يَّشَآءُ
اور	اتارتا ہے	سے	آسمان کے	سے	پہاڑوں کے	اس میں	سے	اولے	سو پہنچا دیتا ہے	اسے	جسے	وہ چاہتا ہے

اور وہی پہاڑوں کی طرح مضبوط بادلوں سے اولے برساتا ہے، سو جس پر چاہتا ہے انہیں پہنچا دیتا ہے

وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿٤٣﴾ يُقَلِّبُ

وَ	يَصْرِفُهٗ	عَنْ	مَّنْ	يَّشَآءُ	يَكَادُ	سَنَا	بَرْقِهٖ	يَذْهَبُ	بِالْاَبْصَارِ ﴿٤٣﴾	يُقَلِّبُ
اور	پھیر دیتا ہے	سے	جس کے	وہ چاہتا ہے	قریب ہے	چمک	اس کی بجلی کی	لے جائے	نگاہوں کو	پلٹتا ہے

اور جس سے چاہتا ہے روک دیتا ہے، قریب ہے کہ اُس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو لے جائے۔ [43] اللہ

اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿٤٤﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ

اللّٰهُ	الَّيْلَ	وَ	النَّهَارَ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَعِبْرَةً	لِّاُولِي	الْاَبْصَارِ ﴿٤٤﴾	وَاللّٰهُ	خَلَقَ
اللہ	رات کو	اور	دن کو	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ	عبرت	دیکھنے والوں کیلئے	اور اللہ نے	پیدا کیا

رات اور دن کو پلٹتا رہتا ہے، بیشک اس میں دیکھنے والوں کیلئے سامانِ عبرت موجود ہے۔ [44] اور اللہ نے زمین پر

كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰي بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ

كُلَّ	دَآبَّةٍ	مِّنْ	مَّآءٍ	فَمِنْهُمْ	مَّنْ	يَّمْشِيْ	عَلٰي	بَطْنِهٖ	وَ	مِنْهُمْ	مَّنْ
ہرایک	چوپایہ	سے	پانی کے	سو اُن میں سے	وہ جو	چلتا ہے	پر	اپنے پیٹ کے	اور	ان میں سے	وہ جو

چلنے والی ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا ہے، سو اُن میں سے بعض چیزیں اپنے پیٹ کے بل چلتی ہیں، بعض چیزیں

يَّمْشِيْ عَلٰي رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓي اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ

يَّمْشِيْ	عَلٰي	رِجْلَيْنِ	وَ	مِنْهُمْ	مَّنْ	يَّمْشِيْ	عَلٰٓي	اَرْبَعٍ	يَخْلُقُ	اللّٰهُ
چلتا ہے	پر	دو پاؤں کے	اور	ان میں سے	وہ جو	چلتا ہے	پر	چار کے	پیدا کرتا ہے	اللہ

اپنے دونوں پاؤں کے بل چلتی ہیں اور بعض چیزیں چار پاؤں کے بل چلتی ہیں، اللہ جو چاہتا ہے

مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤٥﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ

مَا	يَشَآءُ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلٰي	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ﴿٤٥﴾	لَقَدْ	اَنْزَلْنَآ	اٰيٰتٍ
جو کچھ	وہ چاہتا ہے	بیشک	اللہ	پر	ہرایک	چیز کے	قدرت والا	البتہ یقیناً	ہم نے نازل کی	آیتیں

پیدا کر دیتا ہے، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ [45] یقیناً ہم نے واضح آیتیں

[43] اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بارش کے نظام کو اپنی قدرت کی نشانی قرار دے کر اہلِ بصیرت کو اس میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے، ایسا نظام بنانا اور چلانا کسی مخلوق کے امکان اور دسترس میں نہیں ہے اور تمام متعلقہ چیزوں پر حکم چلانا اللہ کے علاوہ کسی اور کے بس میں نہیں ہے، بھلا کون ہے جو بادلوں کو چلا کر لاتا ہے؟ وہ کون ہے جو بادلوں کو جوڑتا ہے؟ وہ کون ہے جو بادلوں کو تہہ بر تہہ رکھتا ہے؟ وہ کون ہے جو بادلوں کے درمیان سے بارش برساتا ہے اور انسان کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ بادلوں سے پانی برس رہا ہے؟ وہ کون ہے جو بادلوں سے بڑے بڑے اولے برساتا ہے؟ اس کے علاوہ بجلی کی چمک کو دیکھو جو نگاہوں کو خیرہ کر دیتی ہے، اس پہلو پر بھی غور کرو کہ بارش کی طرح اولے بھی کسی پر برستے ہیں اور کسی پر نہیں، آخر وہ کون ہے جو یہ نظام چلا رہا ہے؟ یقیناً وہ اللہ ہے اور اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

[44] اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی ایک اور صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ رات اور دن کو اپنی قدرت سے، جیسے چاہتا ہے پلٹتا رہتا ہے، چنانچہ دن کے بعد رات، سردی کے بعد گرمی اور بڑے دنوں کے ساتھ چھوٹی راتیں وہی لیکر آتا ہے، کاش! کہ لوگ اس پر غور کریں۔

[45] اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ایک نشانی بیان فرمائی ہے یعنی پانی، لیکن یہاں ''استعمال'' کی بجائے ''تخلیق'' کے پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے کہ زمین پر چلنے والی جتنی بھی مخلوقات ہیں، خواہ وہ اپنے پیٹ کے بل رینگتی ہوں، دو پاؤں پر چلتی ہوں یا چار پاؤں پر چلتی ہوں، ان سب کا مادہ تخلیق ''پانی'' ہی ہے جو ایک مخصوص نظام کے ساتھ تخلیق کے مختلف مراحل طے کرتا ہے اور اللہ کی مشیت کے مطابق وجود میں آتا ہے۔

مُبَيِّنٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴۶

مُبَيِّنٰتٍ ۭ	وَاللّٰهُ	يَهْدِيْ	مَنْ	يَّشَاۗءُ	اِلٰى	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ ۝
واضح	اور اللہ	ہدایت دیتا ہے	جسے	چاہتا ہے	طرف	راستے کے	سیدھے

نازل کی ہیں اور اللہ جسے چاہتا ہے، سیدھے راستے کی طرف رہنمائی عطا فرما دیتا ہے۔ ۴۶

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

وَ	يَقُوْلُوْنَ	اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ	وَ	بِالرَّسُوْلِ	وَاَطَعْنَا	ثُمَّ	يَتَوَلّٰى	فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ
اور	کہتے ہیں وہ	ایمان لائے ہم	اللہ پر	اور	پیغمبر پر	اور اطاعت کی ہم نے	پھر	منہ پھیر لیتا ہے	ایک گروہ	اُن میں سے

اور لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور پیغمبر (ﷺ) پر ایمان لے آئے اور ہم نے اطاعت کی، پھر اس کے بعد اُن میں سے ایک گروہ

مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۷ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

مِّنْ	بَعْدِ	ذٰلِكَ	وَمَآ	اُولٰۗىِٕكَ	بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝	وَاِذَا	دُعُوْٓا	اِلَى	اللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ
سے	پیچھے	اس کے	اور نہیں	وہ لوگ	ایمان لانے والے	اور جب	بلائے جائیں وہ	طرف	اللہ کے	اور اس کے پیغمبر کے

منہ موڑ لیتا ہے، اور وہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ۴۷ اور جب انہیں اللہ اور اُس کے رسول کی طرف دعوت دی جائے

لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۴۸ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ

لِيَحْكُمَ	بَيْنَهُمْ	اِذَا	فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ	مُّعْرِضُوْنَ ۝	وَ	اِنْ	يَّكُنْ	لَّهُمُ
تا کہ فیصلہ کرے	ان کے درمیان	اسی وقت	ایک گروہ	ان میں سے	منہ پھیرنے والے	اور	اگر	ہو	ان کیلئے

کہ وہ اُن کے درمیان فیصلہ کریں، تو اُسی وقت اُن میں سے ایک فریق منہ موڑنے لگتا ہے۔ ۴۸ اور اگر حق اُن کا

الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۝۴۹ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ

الْحَقُّ	يَاْتُوْٓا	اِلَيْهِ	مُذْعِنِيْنَ ۝	اَفِيْ	قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ	اَمِ	ارْتَابُوْٓا	اَمْ
حق	آئیں وہ	اس کیطرف	قبول کرنے والے	کیا بیچ	ان کے دلوں کے	بیماری	یا	وہ شک کررہے ہیں	یا

بنا ہو تو فوراً اُسے قبول کر کے اُس کی طرف آجائیں۔ ۴۹ کیا اُن کے دلوں میں بیماری ہے یا وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں یا

يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ۭ بَلْ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۵۰ ع

يَخَافُوْنَ	اَنْ	يَّحِيْفَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِمْ	وَ	رَسُوْلُهٗ	بَلْ	اُولٰۗىِٕكَ	هُمُ	الظّٰلِمُوْنَ ۝
وہ ڈرتے ہیں	یہ کہ	ظلم کرے گا	اللہ	ان پر	اور	اس کا پیغمبر	بلکہ	وہ لوگ	وہی	ظلم کرنے والے

وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اُن پر اللہ اور اُس کا رسول ظلم کریں گے؟ بلکہ وہی لوگ ظالم ہیں۔ ۵۰

ع ۱۲

۴۶ اس آیتِ مبارکہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی واضح اور کھلی نشانیاں اتاری ہیں، تا کہ انسان ان میں غور وفکر کرے، دوسری یہ کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، جسے وہ چاہے، اسی کو ہدایت ملتی ہے، اللہ کی مشیت اور مرضی کے بغیر کوئی کسی کو ہدایت نہیں دے سکتا۔

۴۷ اس آیتِ مبارکہ میں منافقین کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ ایمان اور اطاعت کے جتنے دعوے کرتے ہیں، وہ سب زبانی جمع خرچ ہیں، ان کے دعوے کھوکھلے اور حقیقت سے دور ہیں، ان کے دل میں ایمان پہلے سے ہی موجود نہیں ہے، ایمان کیلئے صرف زبان سے دعوے کرنا کافی نہیں، کچھ کر کے دکھانا ضروری ہے۔

۴۸ اس آیتِ مبارکہ میں منافقین کی ایک علامت بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلوں سے اعراض کرتے ہیں، مطلب یہ کہ اپنے مقدمات کے فیصلوں کیلئے اولاً تو اللہ اور اس کے رسول کے پاس جانے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتے کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ وہاں سے انہیں ان کی مرضی کا فیصلہ نہیں ملے گا، اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے تیار ہو بھی جائیں تو اس پر عمل نہیں کرتے، اور اگر مجبوراً عمل کرنا پڑ ہی جائے تو مارے باندھے عمل کرتے ہیں، دل کی خوشی اور رضا ورغبت سے نہیں کرتے۔

۴۹ اس آیتِ مبارکہ میں منافقین کی موقع پرستی بیان کی گئی ہے کہ اگر انہیں معلوم ہو کہ وہ حق پر ہیں اور نبی علیہ السلام کے پاس اپنا مقدمہ لیکر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، تو وہ بڑے شوق اور خوشی کے ساتھ نبی علیہ السلام کے پاس چلنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو بہت بڑا مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ یہ تو موقع پرستی ہے، ایمان اور اسلام نہیں ہے۔

۵۰ اس آیتِ مبارکہ میں منافقین سے سوال پوچھا گیا ہے کہ آخر وہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلوں میں موقع پرستی کیوں کرتے ہیں؟ دل کی خوشی سے ان کے پاس اپنے مقدمات کیوں نہیں لیکر جاتے؟ کیا ان کے دلوں میں کوئی روگ بیٹھ گیا ہے؟ کیا انہیں شک ہے کہ پتہ نہیں، فیصلہ صحیح ہو یا نہ ہو؟ کیا انہیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا پیغمبر ان پر ظلم اور ناانصافی کریں گے؟ ان منافقین سے پوچھنا چاہیے کہ کیا ان سے پہلے یا ان کے علاوہ کسی اور پر بھی اللہ اور اس کے رسول نے ظلم کیا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو پھر ان پر کیوں ظلم کریں گے؟ معلوم ہوا کہ اصل ظالم یہ خود ہیں۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ

اِنَّمَا	كَانَ	قَوْلَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	اِذَا	دُعُوْٓا	اِلَى	اللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ	لِيَحْكُمَ	بَيْنَهُمْ
وہ تو صرف	ہے	بات	ایمان والوں کی	جب	بلائے جائیں وہ	طرف	اللہ کے	اور اس کے پیغمبر کے	تا کہ فیصلہ کرے	ان کے درمیان

مؤمنین کا قول تو یہ ہونا چاہیے کہ جب اُنہیں اللہ اور اُس کے رسول کی طرف دعوت دی جائے کہ وہ اُن کے درمیان فیصلہ کریں،

اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ

اَنْ	يَّقُوْلُوْا	سَمِعْنَا	وَ	اَطَعْنَا ۭ	وَ	اُولٰۗىِٕكَ	هُمُ	الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾	وَ	مَنْ	يُّطِعِ
یہ کہ	وہ کہیں	ہم نے سن لیا	اور	ہم نے اطاعت کی	اور	وہ لوگ	وہی	کامیابی والے	اور	جو کوئی	اطاعت کرے

تو وہ یہ کہیں کہ ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی، اور ایسے ہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں۔ ﴿۵۱﴾ اور جو شخص اللہ

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿۵۲﴾

اللّٰهَ	وَ	رَسُوْلَهٗ	وَ	يَخْشَ	اللّٰهَ	وَ	يَتَّقْهِ	فَاُولٰۗىِٕكَ	هُمُ	الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿۵۲﴾
اللہ کی	اور	اس کے پیغمبر کی	اور	ڈرے	اللہ سے	اور	پرہیزگار بنے	تو وہ لوگ	وہی	کامیاب ہونے والے

اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور تقویٰ اختیار کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ ﴿۵۲﴾

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَىِٕنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۭ قُلْ

وَ	اَقْسَمُوْا	بِاللّٰهِ	جَهْدَ	اَيْمَانِهِمْ	لَىِٕنْ	اَمَرْتَهُمْ	لَيَخْرُجُنَّ ۭ	قُلْ
اور	قسم کھائی انہوں نے	اللہ کی	پختہ	اپنی قسمیں	البتہ اگر	تو حکم دے انہیں	البتہ ضرور نکلیں گے وہ	تُو کہہ

اور وہ اللہ کے نام کی پختہ قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر آپ نے انہیں حکم دیا تو یہ ضرور نکلیں گے، آپ فرما دیجئے

لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ

لَا	تُقْسِمُوْا ۚ	طَاعَةٌ	مَّعْرُوْفَةٌ ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	خَبِيْرٌۢ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾	قُلْ
مت	قسم کھاؤ	اطاعت	بھلے طریقے سے	بیشک	اللہ	خوب باخبر	اس سے جو	تم کرتے ہو	تُو کہہ

کہ قسمیں نہ کھاؤ، بھلے طریقے سے اطاعت ہونی چاہیے، بیشک اللہ اُن کاموں سے خوب باخبر ہے، جو تم کرتے ہو۔ ﴿۵۳﴾ آپ فرما دیجئے

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ

اَطِيْعُوا	اللّٰهَ	وَ	اَطِيْعُوا	الرَّسُوْلَ ۚ	فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَاِنَّمَا	عَلَيْهِ	مَا	حُمِّلَ
اطاعت کرو	اللہ کی	اور	اطاعت کرو	پیغمبر کی	سو اگر	تم نے منہ موڑا	تو صرف	اس پر	وہ جو	بوجھ ڈالا گیا

کہ اللہ کی اطاعت کرو اور پیغمبر (ﷺ) کی اطاعت کرو، پھر اگر تم منہ موڑو گے تو پیغمبر کے ذمے وہ ہے جس کی ذمہ داری اُن پر ڈالی گئی ہے

﴿۵۱﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کا طرز عمل بیان کیا گیا ہے کہ ایک مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے پیغمبر کے ہر حکم پر "سمعنا و اطعنا" کہنے اور اس پر عمل کرنے کا حوصلہ اور جذبہ رکھتا ہو، وہ زبانی جمع خرچ اور دعوے کی بجائے عمل کر کے دکھا سکتا ہو، وہ اپنا ہر مقدمہ ان کی بارگاہ میں حاضر کرنے کیلئے تیار ہو، خواہ وہ حق پر ہو یا غلطی پر اور اسے یقین ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کبھی کسی پر ظلم نہیں کرتے۔

﴿۵۲﴾ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو کامیاب قرار دیا گیا ہے جن کا ماضی، حال اور مستقبل اس آیت میں طے کردہ معیار کے مطابق ہو، معیار یہ ہے کہ ماضی میں ہونے والی کوتاہیوں کے حوالے سے دل میں خشیت الٰہی ہو، حال میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہو اور مستقبل میں تقویٰ کے تقاضوں پر عمل کرے۔

﴿۵۳﴾ اس آیت مبارکہ میں منافقین کی قسموں کو غیر ضروری قرار دیا گیا ہے جو کہ قسمیں کھا کھا کر نبی ﷺ کو اپنی فرمانبرداری اور اطاعت شعاری کا یقین دلاتے تھے، اللہ نے فرمایا ہے کہ قسمیں مت کھاؤ، فرمانبرداری کر کے دکھاؤ اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر کام سے خوب باخبر ہے۔

وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا

وَ	عَلَيْكُمْ	مَّا	حُمِّلْتُمْ	وَ	اِنْ	تُطِيْعُوْهُ	تَهْتَدُوْا ؕ	وَ	مَا	عَلَى	الرَّسُوْلِ	اِلَّا
اور	تم پر	وہ جو	بوجھ ڈالے گئے تم	اور	اگر	تم اطاعت کرو اس کی	ہدایت پالو گے تم	اور	نہیں	پر	پیغمبر کے	مگر

اور تمہارے ذمے وہ ہے جس کی ذمہ داری تم پر ڈالی گئی ہے، اور اگر تم پیغمبر کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پالو گے، اور پیغمبر کے ذمے تو صرف واضح طور پر

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

الْبَلٰغُ	الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾	وَعَدَ	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مِنْكُمْ	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ
پہنچادینا	کھلم کھلا	وعدہ کیا	اللہ نے	ان لوگوں سے جو	ایمان لائے	تم میں سے	اور عمل کئے انہوں نے	اچھے

پیغام پہنچا دینا ہے۔ ﴿۵۵﴾ اللہ نے اُن لوگوں سے وعدہ کر رکھا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ	فِي	الْاَرْضِ	كَمَا	اسْتَخْلَفَ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ ۠
البتہ ضرور خلافت دے گا انہیں	بیچ	زمین کے	جیسا کہ	خلافت دی	ان لوگوں کو جو	سے	ان کے پہلے

کہ وہ انہیں زمین میں ضرور خلافت عطا فرمائے گا جیسا کہ اُن سے پہلے لوگوں کو اُس نے خلافت دی تھی،

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ

وَلَيُمَكِّنَنَّ	لَهُمْ	دِيْنَهُمُ	الَّذِي	ارْتَضٰى	لَهُمْ	وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ	مِّنْ	بَعْدِ
اور البتہ ضرور مضبوط کرے گا	ان کیلئے	ان کا دین	جو	پسند کیا اس نے	ان کیلئے	اور البتہ ضرور بدل دے گا انہیں	سے	پیچھے

اور اُن کیلئے اُس دین کو ضرور مضبوط کرے گا جو اُس نے اُن کیلئے پسند کیا ہے، اور اُنہیں خوف کے بعد بدلے میں

خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ

خَوْفِهِمْ	اَمْنًا ؕ	يَعْبُدُوْنَنِيْ	لَا	يُشْرِكُوْنَ	بِيْ	شَيْـًٔا ؕ	وَ	مَنْ	كَفَرَ	بَعْدَ
ان کے خوف کے	امن سے	عبادت کرتے ہیں وہ میری	نہیں	شریک کرتے وہ	میرے ساتھ	کچھ بھی	اور	جو کوئی	کفر کرے	پیچھے

امن بھی ضرور عطا فرمائے گا کہ وہ میری عبادت کرتے ہیں، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، اور جو شخص اس کے بعد

ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

ذٰلِكَ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾	وَ	اَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ	وَ	اٰتُوا	الزَّكٰوةَ
اس کے	تو وہ لوگ	وہی	نافرمانی کرنے والے	اور	قائم کرو تم	نماز	اور	ادا کرو تم	زکوٰۃ

ناشکری کرے گا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔ ﴿۵۶﴾ اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو

﴿۵۴﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دے کر ہر ایک کی ذمہ داری متعین کر دی گئی ہے کہ پیغمبر ﷺ کی ذمہ داری یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے آنے والی وحی اور واضح پیغام تفصیل کے ساتھ بیان کر دیں، لوگوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ پیغمبر ﷺ کی اطاعت کریں، اگر وہ اطاعت کا راستہ اختیار کریں گے تو انہیں ہدایت نصیب ہو جائے گی، ورنہ وہ ہدایت سے محروم رہیں گے، اس لیے ہر فریق کو اپنی ذمہ داری ادا کرنی چاہیے۔

﴿۵۵﴾ اس آیتِ مبارکہ کو "آیتِ استخلاف" اور آیتِ "تمکین دین" بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے تین وعدے کیے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین کی خلافت ضرور عطا فرمائے گا، دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے دین کو مضبوطی کے ساتھ جما دے گا، اور تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں خوف کے بعد امن عطا فرمائے گا، یہ تینوں وعدے خاص اہمیت اور انفرادیت کے حامل ہیں، کیونکہ زمین کی خلافت کے صحیح مستحق ایمان اور عمل صالح والے لوگ ہی ہیں جو صرف اللہ کی عبادت کرتے ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پہلے جتنی اقوام گزر چکی ہیں، انہیں بھی زمین کی خلافت دی گئی اور انہیں اپنے جوہر اور ہنر دکھانے کا موقع دیا گیا، اس لیے اس امت کو بھی یہ موقع ملنا ضروری تھا، دین کو مضبوطی کے ساتھ جمانا اس لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کا منتخب کردہ ضابطہ حیات ہے، اس لیے دنیا کے تمام ضابطوں سے زیادہ مضبوط اور پائیدار بھی وہی ہو سکتا ہے اور خوف کے بعد امن عطا فرمانا اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، اس کا احساس ہمیں آج کل کے حالات میں زیادہ ہوتا ہے جبکہ ہر طرف خودکش دھماکے، دہشت گردانہ حملے اور امن عامہ کو تباہ کرنے کی کوششیں پورے زور و شور کے ساتھ جاری ہیں، مسلمان اپنے رب کی طرف لوٹ آئیں اور اس کے پسندیدہ دین کی طرف رجوع کر لیں، بہت جلد وہ اپنی آنکھوں سے دوبارہ ان وعدوں کی تکمیل کا منظر دیکھ لیں گے، جیسا کہ اس سے پہلے بار ہا ہو چکا ہے۔

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٥٦﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

وَ	اَطِيْعُوا	الرَّسُوْلَ	لَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ ﴿٥٦﴾	لَا	تَحْسَبَنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا
اور	اطاعت کرو تم	پیغمبر کی	تاکہ تم	رحم کیے جاؤ	مت	تُو گمان کر	ان لوگوں کو	کفر کیا انھوں نے

اور پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ﴿٥٦﴾ آپ کافروں کے متعلق یہ گمان نہ کریں

مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٥٧﴾ يٰٓاَيُّهَا ع ١٣

مُعْجِزِيْنَ	فِي	الْاَرْضِ	وَ	مَاْوٰىهُمُ	النَّارُ	وَ	لَبِئْسَ	الْمَصِيْرُ ﴿٥٧﴾	يٰٓاَيُّهَا
عاجز کرنے والے	بیچ	زمین کے	اور	ٹھکانہ ان کا	جہنم	اور	البتہ وہ بدترین	ٹھکانہ	اے

کہ وہ زمین میں عاجز کر سکتے ہیں، اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بدترین جگہ ہے۔ ﴿٥٧﴾ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لِيَسْتَاْذِنْكُمُ	الَّذِيْنَ	مَلَكَتْ	اَيْمَانُكُمْ	وَ	الَّذِيْنَ	لَمْ	يَبْلُغُوا
وہ لوگو! جو	ایمان لائے	چاہیے کہ اجازت طلب کریں تم سے	وہ لوگ	مالک ہوں	تمہارے دائیں ہاتھ	اور	وہ جو	نہیں	پہنچے

اہلِ ایمان! چاہیے کہ تمہارے غلام اور تمہارے وہ بچے جو اَب تک بلوغ کی عمر کو نہیں پہنچے،

الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ

الْحُلُمَ	مِنْكُمْ	ثَلٰثَ	مَرّٰتٍ ۭ	مِنْ	قَبْلِ	صَلٰوةِ	الْفَجْرِ	وَ	حِيْنَ
بلوغت کو	تم میں سے	تین	مرتبہ	سے	پہلے	نماز کے	فجر کی	اور	جس وقت

تین اوقات میں تم سے اجازت طلب کریں، نمازِ فجر سے پہلے، اور دوپہر کو

تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاۗءِ ړ ثَلٰثُ

تَضَعُوْنَ	ثِيَابَكُمْ	مِّنَ	الظَّهِيْرَةِ	وَ	مِنْ	بَعْدِ	صَلٰوةِ	الْعِشَاۗءِ ړ	ثَلٰثُ
تم رکھ دیتے ہو	اپنے کپڑے	سے	دوپہر کو	اور	سے	پیچھے	نماز کے	عشاء کی	تین وقت

جب تم کپڑے اُتار دیتے ہو اور نمازِ عشاء کے بعد، یہ تین اوقات

عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۭ طَوّٰفُوْنَ

عَوْرٰتٍ	لَّكُمْ ۭ	لَيْسَ	عَلَيْكُمْ	وَ	لَا	عَلَيْهِمْ	جُنَاحٌۢ	بَعْدَهُنَّ ۭ	طَوّٰفُوْنَ
بے پردہ ہونے کے	تمہارے لئے	نہیں	تم پر	اور	نہ	ان پر	کوئی گناہ	پیچھے ان کے	گھومنے والے

تمہارے بے پردہ ہونے کے ہیں، ان کے علاوہ اوقات میں تم پر اور اُن پر کوئی گناہ نہیں ہے، تم ایک دوسرے کے

﴿٥٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے کیلئے تین حکم دیئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ نماز قائم کرو، دوسرا یہ کہ زکوٰۃ ادا کرو، تیسرا یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو، اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کا یہ نہایت آسان اور مجرب ترین نسخہ ہے۔

﴿٥٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں کافروں کا ٹھکانہ جہنم بیان کیا گیا ہے اور ہر شخص اپنے ٹھکانے کی طرف ہی لوٹ کر جاتا ہے، اس لیے کافر یہ نہ سمجھیں کہ زمین پر رہ کر وہ اللہ کو عاجز کر سکیں گے، بالآخر انہیں اپنے ٹھکانے کی طرف لوٹ کر جانا ہوگا۔

عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ

عَلَيْكُمْ	بَعْضُكُمْ	عَلٰى	بَعْضٍ	كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمُ	الْاٰيٰتِ	وَ	اللّٰهُ
تم پر	بعض تم میں سے	پر	بعض کے	اسی طرح	بیان کرتا ہے	اللہ	تمہارے لیے	آیتیں	اور	اللہ

پاس آتے جاتے رہتے ہو، اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ

عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا

عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾	وَاِذَا	بَلَغَ	الْاَطْفَالُ	مِنْكُمُ	الْحُلُمَ	فَلْيَسْتَاْذِنُوْا	كَمَا
خوب جاننے والا	حکمت والا	اور جب	پہنچ جائیں	بچے	تم میں سے	بلوغت کو	تو چاہیے کہ اجازت طلب کریں	جیسا کہ

خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ ﴿۵۸﴾ اور جب تم میں سے نابالغ بچے بالغ ہونے کی عمر کو پہنچ جائیں تو اُنہیں بھی اجازت طلب کرنی چاہیے جیسے

اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ

اسْتَاْذَنَ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ	كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمْ	اٰيٰتِهٖ	وَ	اللّٰهُ
اجازت طلب کی	ان لوگوں نے	سے	ان کے پہلے	اسی طرح	بیان کرتا ہے	اللہ	تمہارے لیے	اپنی آیتیں	اور	اللہ

پہلے لوگ اجازت طلب کرتے رہے، اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ

عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ

عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾	وَ	الْقَوَاعِدُ	مِنَ	النِّسَاۗءِ	الّٰتِيْ	لَا	يَرْجُوْنَ	نِكَاحًا	فَلَيْسَ
خوب جاننے والا	حکمت والا	اور	بیٹھنے والی	سے	عورتوں کے	وہ جو	نہیں	توقع رکھتی ہیں	نکاح کی	تو نہیں

خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ ﴿۵۹﴾ اور بیٹھ جانے والی عورتوں پر "جنہیں نکاح کی کوئی توقع نہیں رہی" کوئی

عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ۭ وَاَنْ

عَلَيْهِنَّ	جُنَاحٌ	اَنْ	يَّضَعْنَ	ثِيَابَهُنَّ	غَيْرَ	مُتَبَرِّجٰتٍۢ	بِزِيْنَةٍ	وَ	اَنْ
ان پر	کوئی گناہ	یہ کہ	رکھ دیں وہ	کپڑے اپنے	نہ	اظہار کرنے والی	زینت کا	اور	یہ کہ

حرج نہیں ہے کہ وہ اپنے زائد کپڑے رکھ دیں، جبکہ اپنی زینت کا اظہار نہ کریں، اور اُن کا اس سے بھی

يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى

يَّسْتَعْفِفْنَ	خَيْرٌ	لَّهُنَّ	وَ	اللّٰهُ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾	لَيْسَ	عَلَى	الْاَعْمٰى
بچی رہیں وہ	زیادہ بہتر	ان کیلئے	اور	اللہ	خوب سننے والا	جاننے والا	نہیں	پر	اندھے کے

بچنا اُن کے حق میں زیادہ بہتر ہے اور اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔ ﴿۶۰﴾ نابینا آدمی پر کوئی حرج

﴿۵۸﴾ اس آیت مبارکہ میں غلاموں، باندیوں اور نابالغ بچوں اور بچیوں کیلئے "استیذان" کا ایک خصوصی حکم دیا گیا ہے، اس سے پہلے آیت نمبر ۲۷ تا آیت نمبر ۲۹ میں اجازت طلب کرنے کے حوالے سے مختلف احکام بیان کیے گئے ہیں، لیکن چونکہ غلاموں، باندیوں اور بچوں کا مسلسل آنا جانا لگا رہتا ہے اور ان کی وجہ سے انسان محتاط بھی رہتا ہے اور میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ زیادہ بے تکلف نہیں ہوتے، اس لیے ان افراد کے سلسلے میں خصوصی حکم کی ضرورت تھی، سو یہاں ان لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تین اوقات میاں بیوی کی بے تکلفی کے ہوتے ہیں، اس لیے یہ لوگ بھی اجازت لیے بغیر ان کے کمرے میں نہ جائیں۔ ① نمازِ فجر سے پہلے ② دوپہر کو قیلولہ کے وقت ③ نمازِ عشاء کے بعد، اگر ان تین میں سے پہلے اور تیسرے وقت پر غور کیا جائے تو بظاہر ان میں بہت زیادہ فرق نظر نہیں آتا، کیونکہ نمازِ فجر سے پہلے اور نمازِ عشاء کے بعد درمیان میں پوری رات آجاتی ہے، اس لیے اگر یوں کہہ دیا جاتا کہ پوری رات ہی ان لوگوں کو میاں بیوی کے کمرے میں اجازت لیے بغیر نہیں جانا چاہیے، تب بھی بات بن جاتی، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے، اس لیے کہ بہت سے اللہ کے نیک بندے ایسے بھی ہیں جو آدھی رات کو تہجد کی نماز کیلئے اٹھتے ہیں، پھر اذانِ فجر اور نمازِ فجر کے درمیانی وقفے میں اپنی بیوی کے ساتھ بے تکلف ہوتے ہیں، اس باریکی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہاں یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے، کیونکہ قرآن کریم تہجد پڑھنے والوں کیلئے بھی اتارا گیا ہے اور ان کی رعایت بھی یہیں کی جائے گی۔ فسبحان ربنا جل وعلا. لا احصی ثناء علیہ، ھو کما أثنی علی نفسہ-

﴿۵۹﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ان نابالغ بچوں کیلئے استیذان کا حکم بیان کیا گیا ہے جو بلوغت کی عمر کو پہنچ جائیں، کیونکہ انہیں جو خصوصی استثناء دیا گیا تھا، وہ ان کے نابالغ ہونے کی وجہ سے تھا، اب چونکہ وہ وجہ ختم ہو گئی بلہٰذا وہ خصوصی استثناء بھی ختم ہو گیا اور اب حکم یہ ہو گیا کہ وہ ان تین اوقات میں بھی اجازت طلب کریں اور ان کے علاوہ دیگر اوقات میں بھی اجازت طلب کریں۔

﴿۶۰﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ان بوڑھی عورتوں کیلئے حجاب کے احکام میں نرمی کی گئی ہے جن کی طرف کسی کی یا خود ان کی کسی کی طرف نکاح کے حوالے سے کوئی رغبت اور کشش نہیں رہتی، ایسی عورتوں کو عام طور پر لوگ "اماں جی" کہہ کر پکارتے اور اپنی ماں کی طرح ہی ان کی تعظیم کرتے ہیں، لیکن اس نرمی کے باوجود دو باتیں فرمائی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اپنی زینت کا سرِعام اظہار کرنے کی ایسی خواتین کو بھی اجازت نہیں ہے، دوسری یہ کہ اگر وہ بھی مکمل حجاب کا اہتمام کریں تو یہ سب سے بہترین راستہ ہے، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نگاہِ شریعت میں حجاب اور تستر کی اہمیت کیا ہے؟

حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى

حَرَجٌ	وَ	لَا	عَلَى	الْاَعْرَجِ	حَرَجٌ	وَ	لَا	عَلَى	الْمَرِيْضِ	حَرَجٌ	وَ	لَا	عَلٰٓى
کوئی گناہ	اور	نہ	پر	لنگڑے کے	کوئی گناہ	اور	نہ	پر	بیمار کے	کوئی گناہ	اور	نہ	پر

نہیں ہے، لنگڑے آدمی پر کوئی حرج نہیں ہے، بیمار آدمی پر کوئی گناہ نہیں ہے اور نہ ہی خود تمہاری

اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ

اَنْفُسِكُمْ	اَنْ	تَاْكُلُوْا	مِنْ	بُيُوْتِكُمْ	اَوْ	بُيُوْتِ	اٰبَآئِكُمْ	اَوْ	بُيُوْتِ	اُمَّهٰتِكُمْ
تمہاری اپنی جانوں کے	یہ کہ	کھاؤ تم	سے	اپنے گھروں کے	یا	گھروں کے	اپنے باپوں کے	یا	گھروں کے	اپنی ماؤں کے

اپنی ذات پر کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ، یا اپنے باپوں کے گھروں سے، یا اپنی ماؤں کے گھروں سے،

اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

اَوْ	بُيُوْتِ	اِخْوَانِكُمْ	اَوْ	بُيُوْتِ	اَخَوٰتِكُمْ	اَوْ	بُيُوْتِ	اَعْمَامِكُمْ	اَوْ	بُيُوْتِ
یا	گھروں کے	اپنے بھائیوں کے	یا	گھروں کے	اپنی بہنوں کے	یا	گھروں کے	اپنے چچاؤں کے	یا	گھروں کے

یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے، یا اپنی بہنوں کے گھروں سے، یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے، یا اپنی پھوپھیوں

عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ

عَمّٰتِكُمْ	اَوْ	بُيُوْتِ	اَخْوَالِكُمْ	اَوْ	بُيُوْتِ	خٰلٰتِكُمْ	اَوْ	مَا	مَلَكْتُمْ
اپنی پھوپھیوں کے	یا	گھروں کے	اپنے ماموؤں کے	یا	گھروں کے	اپنی خالاؤں کے	یا	وہ جو	تم مالک ہو

کے گھروں سے، یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے، یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے، یا جس گھر کی کنجیوں کے

مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا

مَّفَاتِحَهٗٓ	اَوْ	صَدِيْقِكُمْ	لَيْسَ	عَلَيْكُمْ	جُنَاحٌ	اَنْ	تَاْكُلُوْا	جَمِيْعًا
اس کی کنجیوں کے	یا	اپنے دوست کے	نہیں	تم پر	کوئی گناہ	یہ کہ	کھاؤ تم	اکٹھے ہوکر

تم مالک ہو، یا اپنے دوست کے گھر سے، تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اکٹھے کھاؤ

اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ

اَوْ	اَشْتَاتًا	فَاِذَا	دَخَلْتُمْ	بُيُوْتًا	فَسَلِّمُوْا	عَلٰٓى	اَنْفُسِكُمْ	تَحِيَّةً	مِّنْ
یا	متفرق ہوکر	سو جب	تم داخل ہو	گھروں میں	تو سلام کرو	پر	اپنی جانوں کے	تحفہ ہے	سے

یا متفرق ہو کر، سو جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو جو اللہ کی طرف سے

فائدہ:۔ کسی کے گھر یا کمرے میں جانے کیلئے اجازت طلب کرنے کی ضرورت و اہمیت پر بہت سی احادیث موجود ہیں، چنانچہ سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ صفوان بن امیہ نے کلدہ بن حنبل کے ہاتھ نبی علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ بھیجا، اس میں دودھ، ہرن کا بچہ اور ککڑی شامل تھی، کلدہ یہ تمام ہدایا لیکر نبی علیہ السلام کے گھر پہنچے، اجازت اور سلام کے بغیر ہی گھر کے اندر چلے گئے اور وہ تحائف پیش کرنے لگے، نبی علیہ السلام نے انہیں ادب سکھایا اور فرمایا کہ کسی کے گھر میں دخل ہونے کا یہ طریقہ نہیں ہوتا، اب تم واپس جاؤ، گھر کے باہر کھڑے ہوکر پہلے سلام کرو، پھر اندر آنے کی اجازت طلب کرو، جب اجازت ملے تب اندر آؤ، ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنے والے مہمان کو تین مرتبہ اجازت طلب کرنی چاہیے، اگر اجازت مل جائے تو اندر چلا جائے، ورنہ واپس چلا جائے، ایک صحابی کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی والدہ کے ساتھ رہتا ہوں، وہاں ہمارے علاوہ کوئی تیسرا فرد نہیں رہتا تو کیا مجھے ان سے بھی اجازت طلب کرنی چاہیے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا جی ہاں! ان سے بھی اجازت طلب کرنی چاہیے، ان کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ وہ تو میری والدہ ہیں اور محرمات میں سے ہیں، نیز ان کے سارے کام کاج بھی میں ہی کرتا ہوں تو پھر مجھے ان سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے؟ چنانچہ انہوں نے نبی علیہ السلام سے بار بار استفسار کیا، جب نبی علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کی سمجھ میں بات نہیں آ رہی تو انہیں سمجھایا کہ کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ تم اپنی والدہ کو بے لباس دیکھو؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں، تو نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر ان سے بھی اجازت لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اجازت لیے بغیر گھر میں داخل ہو جاؤ اور وہ اپنے کپڑے تبدیل کر رہی ہوں اور تمہاری نظر ان پر پڑ جائے۔

عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ

عِنْدِ	اللّٰهِ	مُبٰرَكَةً	طَيِّبَةً ؕ	كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمُ	الْاٰيٰتِ
پاس	اللہ کے	بابرکت	پاکیزہ	اسی طرح	بیان کرتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	آیتیں

بابرکت، پاکیزہ دعا ہے ۔ اِسی طرح اللہ تمہارے سامنے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے

ع ۸ ۱۴ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦١﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ

لَعَلَّكُمْ	تَعْقِلُوْنَ ﴿٦١﴾	اِنَّمَا	الْمُؤْمِنُوْنَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	بِاللّٰهِ
تاکہ تم	سمجھو	وہ تو صرف	ایمان والے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	اللہ پر

تاکہ تم سمجھو۔ ﴿٦١﴾ مؤمنین تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر

وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى

وَ	رَسُوْلِهٖ	وَاِذَا	كَانُوْا	مَعَهٗ	عَلٰٓى	اَمْرٍ	جَامِعٍ	لَّمْ	يَذْهَبُوْا	حَتّٰى
اور	اس کے پیغمبر پر	اور جب	وہ ہوں	اس کے ساتھ	پر	کسی کام کے	اجتماعی	نہ	جائیں وہ	یہاں تک کہ

ایمان لائیں، اور جب کسی اجتماعی کام میں اُن کے ساتھ ہوں تو اُن سے اجازت لیے

يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ	اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَسْتَاْذِنُوْنَكَ	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ
اجازت طلب کرلیں اس سے	بیشک	جو لوگ	اجازت طلب کرتے ہیں تجھ سے	وہی لوگ	جو

بغیر نہ جائیں ، بیشک جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں، وہی لوگ

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ

يُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَ	رَسُوْلِهٖ ۚ	فَاِذَا	اسْتَاْذَنُوْكَ	لِبَعْضِ
ایمان لاتے ہیں	اللہ پر	اور	اس کے پیغمبر پر	سو جب	اجازت طلب کریں وہ تجھ سے	بعض کیلئے

اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں، سو جب وہ آپ سے اپنے کسی کام کے سلسلے میں

شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ

شَاْنِهِمْ	فَاْذَنْ	لِّمَنْ	شِئْتَ	مِنْهُمْ	وَ	اسْتَغْفِرْ لَهُمُ	اللّٰهَ ؕ
اپنے کام کے	تو اجازت دیدے	اس کیلئے جسے	تُو چاہے	ان میں سے	اور	مغفرت طلب کر ان کیلئے	اللہ سے

اجازت طلب کریں تو آپ اُن میں سے جسے چاہیں اجازت دیدیں، اوراُن کے حق میں اللہ سے استغفار کریں،

﴿٦١﴾ اس آیت مبارکہ میں زمانہ جاہلیت کے ایک خیال کی اصلاح کی گئی ہے جس میں حال اور مستقبل کی رہنمائی بھی موجود ہے، سب سے پہلے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ انسان اپنے کسی جسمانی عذر یا عیب کی وجہ سے قابل نفرت نہیں ہوتا، خود اسے احساس کمتری اور دوسروں کو احساس برتری کا شکار نہیں ہونا چاہیے، دوسرے وہ قریبی محرم رشتہ دار جن کے ساتھ انسان کا نسبی اور خونی رشتہ ہو، ان کے یہاں کھانا کھا لینا گناہ نہیں ہے، ضرورت یا دعوت کی صورت میں ان کا کھانا کھایا جاسکتا ہے، البتہ یہ نامناسب ہے کہ انسان روزانہ بغیر کسی پیشگی اطلاع کے ان کے یہاں پہنچ جائے اور ان کیلئے پریشانی کا سبب بنے، تیسرے وہ دوست اور قابل اعتماد لوگ ہیں جن کے ساتھ انسان کا اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے یا جو ان پر اعتماد کر کے اپنے گھر کی کنجیاں ان کے حوالے کردے، ان کے یہاں بھی کھانا کھا لینے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، کیونکہ یہاں دوسرے کا مال کھانا تو پایا جارہا ہے لیکن اس کے ساتھ اس کی رضامندی اور دلی خوشی بھی پائی جا رہی ہے، چوتھے یہ کہ اکٹھے ہوکر کھانا کھانا شرعاً ایسا فرض اور واجب نہیں ہے کہ اگر کوئی کسی ضرورت یا عذر کی وجہ سے الگ کھانا کھالے تو وہ گناہ گار قرار دیا جائے، البتہ مستحسن اور بہتر ہے اور احادیث میں اسے برکت کا سبب قرار دیا گیا ہے، پانچویں یہ کہ جب اپنے یا کسی کے گھر میں داخل ہوں تو سلام کیا کریں، پھر اس سلام کے تین وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ یہ اللہ کی طرف سے دعائیہ کلمات مقرر کیے گئے ہیں، دوسرا یہ کہ یہ کلمات بابرکت ہیں، تیسرا یہ کہ یہ کلمات نہایت پاکیزہ ہیں ، اہل دنیا نے باہمی ملاقات کے جو کلمات تجویز کرلیے ہیں، وہ ان اوصاف اور صفات سے محروم ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٢﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ

إِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿٦٢﴾	لَا	تَجْعَلُوْا	دُعَآءَ	الرَّسُوْلِ
بیشک	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	مت	بناؤ تم	پکارنا	پیغمبر کو

بیشک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ﴿٦٣﴾ اپنے درمیان پیغمبر (ﷺ) کو پکارنا

بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

بَيْنَكُمْ	كَدُعَآءِ	بَعْضِكُمْ	بَعْضًا ؕ	قَدْ	يَعْلَمُ	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ
درمیان اپنے	جیسے پکارنا	تم میں سے بعض کا	بعض کو	یقیناً	جانتا ہے	اللہ	ان لوگوں کو

یوں نہ سمجھو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو، یقیناً اللہ اُن لوگوں کو جانتا ہے

يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ

يَتَسَلَّلُوْنَ	مِنْكُمْ	لِوَاذًا ۚ	فَلْيَحْذَرِ	الَّذِيْنَ	يُخَالِفُوْنَ
کھسک جاتے ہیں وہ	تم میں سے	آنکھ بچا کر	سو ڈرنا چاہیے	ان لوگوں کو جو	مخالفت کرتے ہیں

جو تم میں سے آنکھ بچا کر کھسک جاتے ہیں، سو جو لوگ اُس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اُنہیں

عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ

عَنْ	اَمْرِهٖۤ	اَنْ	تُصِيْبَهُمْ	فِتْنَةٌ	اَوْ	يُصِيْبَهُمْ	عَذَابٌ
سے	اس کے حکم کی	یہ کہ	پہنچ جائے انہیں	کوئی آزمائش	یا	پہنچ جائے انہیں	عذاب

اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ اُنہیں کوئی آزمائش پہنچے یا اُنہیں کوئی درد ناک عذاب

اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ

اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾	اَلَآ	اِنَّ	لِلّٰهِ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ ؕ	قَدْ
دردناک	آگاہ رہو	بیشک	اللہ کیلئے	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے	اور	زمین کے	یقیناً

آپہنچے۔ ﴿٦٤﴾ آگاہ رہو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب اللہ ہی کا ہے، وہ

يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ

يَعْلَمُ	مَآ	اَنْتُمْ	عَلَيْهِ ؕ	وَ	يَوْمَ	يُرْجَعُوْنَ	اِلَيْهِ
وہ جانتا ہے	جو	تم	اس پر	اور	جس دن	لوٹائے جائیں گے وہ	اس کیطرف

جانتا ہے جس حال پر بھی تم ہو، اور جس دن انہیں اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا

﴿٦٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کی مجلس کے حوالے سے "استیذان" کا ایک ادب بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اگر وہ نبی علیہ السلام کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہوں تو ان سے اجازت لیے بغیر وہاں سے نہ اٹھیں، اس لیے کہ مجلس سے کھسک جانا اور چپکے سے اٹھ کر نکل جانا اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص کے دل میں نہ تو اس مجلس کی کوئی اہمیت ہے اور نہ ہی مجلس کے صدر نشین یا اس کی بات کی کوئی اہمیت ہے، نبی علیہ السلام کے حوالے سے یہ کس قدر بڑی گستاخی ہے، اس کے صرف تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، رہی یہ بات کہ انسان کو کوئی ضرورت یا عذر بھی تو ہوسکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی صورت میں اجازت لیکر جانا چاہیے، اور جو شخص اس ادب کی رعایت کرے، اس کے متعلق نبی علیہ السلام سے سفارش کی گئی ہے کہ آپ اسے اجازت دیدیا کریں اور اللہ تعالیٰ سے ان کے حق میں مغفرت کی دعا کردیا کریں کہ انہوں نے اپنی دنیوی ضرورت کو آپ کی مجلس پر ترجیح دی، اگرچہ اجازت لیکر گئے ہوں۔

﴿٦٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نبی علیہ السلام کا ایک ادب اور منافقین کا طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے، ادب یہ کہ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو بے تکلفی کے ساتھ اس کے نام سے مخاطب کرتے ہو، نبی علیہ السلام کو اس طرح بلانے کی اجازت نہیں ہے، عام حالات میں اگر کسی شخص کے باپ کا نام زید ہو تو وہ اسے "یازید" اے زید! کہہ کر نہیں پکارتا، حالانکہ وہی اس کے باپ کا نام ہے، لیکن ادب کی وجہ سے وہ "ابا جان یا والد صاحب" کہہ کر خطاب کرتا ہے، پیغمبر ﷺ کا درجہ تو کروڑوں اربوں والدین سے زیادہ افضل اور عمدہ ہے، اس لیے انہیں ان کے نام سے مخاطب کرنا بے ادبی ہے، انہیں تعظیمی القابات کے ساتھ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہیے، جہاں تک تعلق ہے منافقین کے طرز عمل کا تو وہ نبی علیہ السلام کی مجلس مبارک سے کھسک جاتے ہیں، یہ بھی بے ادبی ہے اور اللہ ان لوگوں سے خوب واقف ہے، ایسے لوگوں کو اللہ کی طرف سے کسی آزمائش یا دردناک عذاب سے ڈرنا چاہیے، اللہ کیلئے ان کی گرفت کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٤﴾ ع ٩/٤/١٥

فَيُنَبِّئُهُمْ	بِمَا	عَمِلُوْا ۗ	وَ	اللّٰهُ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمٌ ۝
سو بتادے گا وہ انہیں	وہ جو	عمل کئے انہوں نے	اور	اللہ	ساتھ ہر ایک	چیز کے	خوب جاننے والا

تو وہ انہیں بتا دے گا جو کچھ وہ اعمال کرتے رہے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ ﴿٦٤﴾

اٰيَاتُهَا ٧٧ (٢٥) سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ (٤٢) رُكُوْعَاتُهَا ٦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ

تَبٰرَكَ	الَّذِيْ	نَزَّلَ	الْفُرْقَانَ	عَلٰى	عَبْدِهٖ	لِيَكُوْنَ	لِلْعٰلَمِيْنَ
بابرکت ہے	وہ جس نے	اتاری	حق و باطل میں فرق کرنے والی چیز	پر	اپنے بندے کے	تاکہ ہوجائے وہ	جہان والوں کیلئے

بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر "فرقان" نازل کیا، تاکہ وہ اہلِ عالم کیلئے ڈرانے والا

نَذِيْرًا ۙ ﴿١﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ

نَذِيْرًا ۝	الَّذِيْ	لَهٗ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	لَمْ
ڈرانے والی	وہ جو	اس کیلئے	حکومت	آسمانوں کی	اور	زمین کی	اور	نہیں

بن جائے۔ [1] اللہ وہ ہے جس کے پاس آسمانوں اور زمین کی حکومت ہے، اُس نے

يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ

يَتَّخِذْ	وَلَدًا	وَّ	لَمْ	يَكُنْ	لَّهٗ	شَرِيْكٌ	فِي	الْمُلْكِ	وَ	خَلَقَ	كُلَّ
بنائی اس نے	کوئی اولاد	اور	نہیں	ہے	اس کا	کوئی شریک	بیچ	حکومت کے	اور	پیدا کی اس نے	ہر ایک

کوئی اولاد نہیں بنائی، حکومت میں اُس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اُس نے ہر چیز کو

شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿٢﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا

شَيْءٍ	فَقَدَّرَهٗ	تَقْدِيْرًا ۝	وَ	اتَّخَذُوْا	مِنْ	دُوْنِهٖٓ	اٰلِهَةً	لَّا
چیز	سو اندازہ مقرر کیا اس کا	اندازہ کرنا	اور	بنالئے انہوں نے	سے	اس کے علاوہ	کئی معبود	نہیں

پیدا کیا پھر اُس کا بہترین اندازہ مقرر کیا۔ [2] اور لوگوں نے اُس کے علاوہ معبود بنا رکھے ہیں جو

[64] اس آیتِ مبارکہ میں چار چیزیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی ملکیت میں ہے، دوسری یہ کہ اس کا علم کامل ہے اور وہ تمہاری ہر حالت، سوچ اور خیال سے بخوبی واقف ہے، تیسری یہ کہ قیامت کے دن وہ ہر ایک کو اس کے اعمال سے باخبر کردے گا کیونکہ کسی کا کوئی عمل اس کے علم سے باہر نہیں ہے، چنانچہ ہر ایک کے اعمال اس کے سامنے آجائیں گے، چوتھی یہ کہ اس کا علم ہر چیز سے زیادہ وسیع اور محیط ہے، مطلب یہ کہ پیغمبر ﷺ کی بے ادبی کرنے والے لوگ اور منافقین دھوکے میں نہ رہیں، قیامت کے دن ان کا نامۂ اعمال ان کے سامنے لاکر رکھ دیا جائیگا، پھر وہ کہیں چھٹکارا نہ پائیں گے۔

الحمد للہ! آج مؤرخہ ۱۲ اکتوبر ۲۰۱۸ء بروز پیر سورۂ نور کے مختصر حواشی سے فراغت ہوئی، ان شاء اللہ اسی کے ساتھ سورۂ فرقان شروع ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ آسان اور قبول فرمائے۔ (آمین)

سورة الفرقان

سورۂ فرقان مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۳۷۸۰، کلمات ۸۹۲، آیات ۷۷ اور رکوعات ٦ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی "الفرقان" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ فرقان رکھا گیا، اس کا لفظی معنی فرق اور امتیاز کرنے والی چیز ہے، چونکہ قرآن بہت سی چیزوں کے درمیان فصل اور امتیاز پیدا کرتا ہے اس لیے اسے "الفرقان" کہنا موزوں ہے، چنانچہ یہ حق اور باطل کی کشمکش میں فیصلہ کردیتا ہے کہ فلاں حق پر ہے اور فلاں اور فلاں باطل پر فلاں صحیح ہے اور فلاں غلط، اس سورت کا مرکزی عنوان توحید و رسالت اور قرآن کریم کے سلسلے میں پیش آنے والے شکوک وشبہات اور اعتراضات کا جواب ہے، سب سے پہلے عقیدۂ رسالت پر اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر اللہ چاہے تو رسول اکرم ﷺ کو بہترین باغات، عمدہ محلات اور دنیوی ساز و سامان میں ہر قسم کی فراوانی عطا کردے لیکن ایسا کرنے میں بہت سے جھوٹے، مکار، فریبی اور خود غرض وزر پرست لوگ ان کے گرد جمع ہوجائیں گے اور کھرے کھوٹے کا امتیاز ختم ہوجائے گا، اس کے بعد قرآن کریم پر ان کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں، ان میں سے ایک اہم حکمت دلوں کو ثابت قدم رکھنا ہے، پھر مسئلہ توحید کو دلائل کی روشنی میں اجاگر کیا گیا ہے اور حق تعالیٰ کی قدرت کی بہت سی مثالوں کا ذکر کر کے دعوت دی گئی ہے کہ رحمان کے متعلق کسی باخبر سے پوچھو، اور آخر میں رحمان کے خاص بندوں کی چند صفات بیان کی گئی ہیں، تاکہ لوگ خود کو ان صفات سے آراستہ کرسکیں اور اللہ تعالیٰ کی جنت کے مستحق ہوجائیں۔

[1] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا بابرکت ہونا بیان کیا گیا ہے جس کیلئے ایک خاص پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے یعنی رسول اکرم ﷺ پر قرآن کریم نازل کرنا، یہاں "الفرقان" کا لفظ بول کر "قرآن" مراد لیا گیا ہے، کیونکہ "فرقان" کا معنی حق اور باطل میں فرق کرنے والی چیز ہے اور قرآن سے بڑھ کر حق اور باطل میں فرق کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے، لہٰذا فرقان سے مراد قرآن ہی ہے، یہاں اس کے نزول کا مقصد بھی بیان کردیا گیا ہے کہ اہل علم کو ان کے انجام اور مستقبل سے باخبر کردیا جائے، چنانچہ قرآن اور صاحب قرآن ﷺ دونوں ہی اس مقصد کو باحسن طریق پورا کرتے ہیں اس لیے دونوں ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ [2] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا تعارف پانچ صفات کے ساتھ کروایا گیا ہے، پہلی یہ کہ زمین و آسمان پر صرف اسی کی بادشاہت ہے، دنیا کے عارضی بادشاہ اس کے مقابلے میں پیش کرنا اس کی شان کے خلاف ہے، دوسری یہ کہ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے، اسے اس کی ضرورت بھی نہیں ہے اور اس کیلئے اولاد کا نہ ہونا عیب بھی نہیں۔ ہے، تیسری یہ کہ حکومت اور سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اسے اس کی کوئی احتیاج بھی نہیں ہے، بلکہ شریک ہونا اس کیلئے عیب ہے، چوتھی یہ کہ وہ=

يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ

يَخْلُقُوْنَ	شَيْـًٔا	وَّ	هُمْ	يُخْلَقُوْنَ	وَ	لَا	يَمْلِكُوْنَ	لِاَنْفُسِهِمْ
پیدا کر سکتے وہ	کچھ بھی	اور	وہ	پیدا کئے گئے	اور	نہیں	اختیار رکھتے	اپنی جانوں کیلئے

کچھ پیدا نہیں کر سکتے، انہیں تو خود پیدا کیا گیا ہے، اور وہ تو خود اپنے نفع

ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝٣

ضَرًّا	وَّلَا	نَفْعًا	وَّ	لَا	يَمْلِكُوْنَ	مَوْتًا	وَّ	لَا	حَيٰوةً	وَّ	لَا	نُشُوْرًا۝
کسی نقصان کا	اور نہ	کسی نفع کا	اور	نہیں	اختیار رکھتے	موت کا	اور	نہ	زندگی کا	اور	نہ	دوبارہ اٹھنے کا

نقصان کے مالک نہیں اور نہ ہی وہ موت و حیات اور دوبارہ زندہ ہونے کے مالک ہیں۔ ③

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ

وَ	قَالَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اِنْ	هٰذَآ	اِلَّآ	اِفْكُ	افْتَرٰىهُ
اور	کہا	ان لوگوں نے	کفر کیا انہوں نے	نہیں	یہ	مگر	ایک جھوٹ	گھڑ لیا ہے اس نے اسے

اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو صرف ایک بہتان ہے جو انہوں نے خود ہی گھڑ لیا ہے

وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝٤

وَ	اَعَانَهٗ	عَلَيْهِ	قَوْمٌ	اٰخَرُوْنَ ۚ	فَقَدْ	جَآءُوْ	ظُلْمًا	وَّ	زُوْرًا۝
اور	مدد کی ہے اس کی	اس پر	ایک قوم نے	دوسرے لوگ	تو یقیناً	لائے وہ	ظلم	اور	جھوٹ

اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس کام میں ان کی مدد کی ہے، سو یہ لوگ ظلم اور جھوٹ پر مبنی بات لیکر آئے۔ ④

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً

وَ	قَالُوْٓا	اَسَاطِيْرُ	الْاَوَّلِيْنَ	اكْتَتَبَهَا	فَهِيَ	تُمْلٰى	عَلَيْهِ	بُكْرَةً
اور	کہتے ہیں	کہانیاں	پہلوں کی	لکھ لی ہیں اس نے وہ	سو وہی	املاء کروائی جاتی ہیں	اس پر	صبح کو

اور کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو انہوں نے لکھ رکھی ہیں، سو وہی صبح و شام ان کے یہاں املاء

وَّاَصِيْلًا ۝٥ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ

وَّ	اَصِيْلًا۝	قُلْ	اَنْزَلَهُ	الَّذِيْ	يَعْلَمُ	السِّرَّ	فِي	السَّمٰوٰتِ
اور	شام کو	تو کہہ	نازل کیا ہے اسے	وہ جو	جانتا ہے	راز	بیچ	آسمانوں کے

کروائی جاتی ہیں۔ ⑤ اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ فرما دیجئے کہ اسے اُس ذات نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہر پوشیدہ راز

معانقة ١٠

= ہر چیز کا خالق ہے، اس کے علاوہ جو کچھ ہے، وہ مخلوق ہے، خالق اس کے علاوہ کوئی نہیں ہے اور پانچویں یہ ہے کہ اس نے ہر چیز کا ایک خاص اندازہ اور پیمانہ مقرر کیا ہے، اس کا اندازہ اور پیمانہ کیا خوب ہے کہ جس چیز کو جس سانچے میں ڈھالا، کمال کر دیا اور اس پر کسی کیلئے انگلی اٹھانے کی گنجائش بھی نہ رکھی۔ فسبحان من قدر کل شی ء تقدیرا۔

③ اس آیت مبارکہ میں مشرکوں کے معبودانِ باطلہ کی بے بسی اور عاجزی ظاہر کی گئی ہے تاکہ اس بات پر غور کیا جائے کہ جن میں یہ عیب پائے جاتے ہوں، کیا وہ معبود کہلائے جانے کے قابل ہو سکتے ہیں؟ سب سے پہلی بات تو یہ کہ وہ کسی معمولی اور حقیر سی چیز کے بھی خالق نہیں ہیں، جو خالق نہ ہو، وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے؟ دوسری بات یہ کہ وہ تو خود مخلوق ہیں اور مخلوق معبود کیسے ہو سکتی ہے؟ تیسری بات یہ کہ وہ لوگوں کے نفع نقصان کے تو خیر کیا ہی مالک ہوتے، وہ تو اپنے نفع نقصان کے بھی مالک نہیں، چوتھی بات یہ کہ نہ وہ کسی کو موت دے سکتے ہیں، نہ کسی کو زندگی دے سکتے ہیں اور نہ ہی دوبارہ زندہ کر دکھانے پر قدرت رکھتے ہیں، جب ان میں معبود بننے کی صلاحیت نہیں ہے تو انہیں کیسے معبود قرار دیا جا سکتا ہے؟

④ اس آیتِ مبارکہ میں قرآنِ کریم کے متعلق مشرکین کی ایک بیہودہ گوئی کا ذکر کر کے اسے ظلم اور جھوٹ قرار دیا گیا ہے، مشرکین کہا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کی مدد سے یہ قرآن خود گھڑ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کر دی ہے، یہ اللہ کا کلام نہیں ہے، ظاہر ہے کہ اس سے بڑا ظلم اور جھوٹ کیا ہوگا کہ صادق و امین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قرآن کریم گھڑنے کی نسبت کی جائے۔

⑤ اس آیتِ مبارکہ میں قرآنِ کریم کے متعلق مشرکین کی ایک اور بیہودہ گوئی ذکر کی گئی ہے، وہ کہتے تھے کہ یہ تو پچھلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں جس کا نسخہ انہوں نے کسی سے تیار کروا لیا ہے، اب یہ ناٹک کرتے ہیں کہ کبھی صبح کے وقت کسی کو بلاتے ہیں اور اس میں سے کچھ لکھوا دیتے ہیں اور کبھی شام کے وقت کسی کو بلا کر کچھ لکھوا دیتے ہیں، ظاہر یہ کرتے ہیں کہ تازہ وحی نازل ہوئی ہے، حالانکہ یہ سب اس نسخے کا کمال ہے جو انہوں نے لکھوا رکھا ہے، العیاذ باللہ۔

وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۶ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا

وَ	الْاَرْضِ ۭ	اِنَّهٗ	كَانَ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا ۝	وَ	قَالُوْا	مَالِ	هٰذَا
اور	زمین کے	بیشک وہ	ہے	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اور	کہتے ہیں	کیسا ہے	یہ

جانتا ہے، بیشک وہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ۶ اور کہتے ہیں کہ یہ کیسا

الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ

الرَّسُوْلِ	يَاْكُلُ	الطَّعَامَ	وَ	يَمْشِيْ	فِي	الْاَسْوَاقِ ۭ	لَوْلَآ
پیغمبر	کھاتا ہے	کھانا	اور	چلتا ہے	بیچ	بازاروں کے	کیوں نہ ہوا

پیغمبر ہے جو کھانا کھاتا اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، ایسا کیوں نہیں ہوا

اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝۷ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ

اُنْزِلَ	اِلَيْهِ	مَلَكٌ	فَيَكُوْنَ	مَعَهٗ	نَذِيْرًا ۝	اَوْ	يُلْقٰٓى	اِلَيْهِ
اتارا جاتا	اس کیطرف	ایک فرشتہ	سو ہوتا وہ	ہمراہ اس کے	ڈرانے والا	یا	ڈالا جاتا	اس کیطرف

کہ اس پر کوئی فرشتہ اترتا کہ وہ ان کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا؟ ۷ یا ان کے پاس کوئی خزانہ

كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ

كَنْزٌ	اَوْ	تَكُوْنُ	لَهٗ	جَنَّةٌ	يَّاْكُلُ	مِنْهَا ۭ	وَ	قَالَ	الظّٰلِمُوْنَ	اِنْ
کوئی خزانہ	یا	ہوتا	اس کا	کوئی باغ	کھاتا وہ	اسمیں سے	اور	کہتے ہیں	ظلم کرنے والے	نہیں

ڈال دیا جاتا، یا ان کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے یہ کھاتے، اور ظالم لوگ کہتے ہیں کہ تم تو

تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝۸ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ

تَتَّبِعُوْنَ	اِلَّا	رَجُلًا	مَّسْحُوْرًا ۝	اُنْظُرْ	كَيْفَ	ضَرَبُوْا	لَكَ
پیروی کررہے تم	مگر	ایک آدمی کی	جادوزدہ	دیکھ لے	کیسے	بیان کی انہوں نے	تیرے لئے

ایک جادو زدہ آدمی کی پیروی کر رہے ہو۔ ۸ دیکھ لیجئے کہ یہ لوگ آپ کیلئے کیسی مثالیں

الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝۹ ع تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ

الْاَمْثَالَ	فَضَلُّوْا	فَلَا	يَسْتَطِيْعُوْنَ	سَبِيْلًا ۝	تَبٰرَكَ	الَّذِيْٓ
مثالیں	سو وہ گمراہ ہو گئے	سو نہیں	طاقت رکھتے وہ	راستے کی	بابرکت ہے	وہ جو

بیان کر رہے ہیں، سو یہ لوگ گمراہ ہو گئے ہیں اس لیے اب راستہ نہیں پاسکتے۔ ۹ بابرکت ہے وہ ذات جو

۶ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم سے متعلق مشرکین کی بیہودہ گوئی کا جواب دیا گیا ہے کہ تم غلط کہتے ہو، نہ تو یہ من گھڑت کلام ہے اور نہ ہی اس کا کوئی نسخہ میرے پیغمبر نے کہیں سے لکھوایا ہے، یہ تو اس ذات نے نازل کیا ہے جسے آسمان و زمین کے ہر راز سے آگاہی ہے، مطلب یہ کہ جو ظاہر ہے، وہ تو ظاہر ہے لیکن اس کے سامنے تو راز اور پوشیدہ باتیں بھی ظاہر ہیں، اس لیے وہ مشرکوں کی ان بیہودہ باتوں سے بھی بخوبی واقف ہے اور وہ انہیں اس کی مناسب سزا مناسب وقت پر دے گا، فوری طور پر اس لیے نہیں دیتا کہ وہ غفور رحیم بھی ہے، فوراً گرفت نہیں کرتا۔

۷ ۸ ان آیتوں میں صاحب قرآن ﷺ کے حوالے سے مشرکین کے چند اعتراضات ذکر کیے گئے ہیں، ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ پیغمبر کو تو مافوق البشر کوئی منفرد ہستی ہونا چاہیے، مثال کے طور پر ایک فرشتہ اس کے ہمراہ ہو جو لوگوں کو اس کے نبی ہونے کی خبر دیتا اور اس پر ایمان لانے کی تاکید کرتا ہو، یا اس کے پاس سونے چاندی اور ہیرے جواہرات کا کوئی خزانہ ہو اور اس کی مالی حیثیت اس قدر مستحکم ہو کہ اس کی غربت لوگوں کے قبول اسلام میں رکاوٹ نہ بنے، یا اس کے پاس مکہ مکرمہ کے رؤسا اور سرداروں کی طرح کھجور اور انگور کا کوئی باغ ہی ہوتا، جس سے کم از کم اس کی اپنی ہی ضروریات پوری ہو جاتیں، ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ دیوانے لوگ محمد ﷺ پر ایمان لا رہے ہیں، یہ پیغمبر کیسے ہو سکتے ہیں؟ یہ تو ہماری طرح کھانا کھاتے ہیں، بازاروں میں چلتے پھرتے اور خرید و فروخت کرتے ہیں، ان میں ایسی کون سی خاص بات ہے کہ جو انہیں عام انسانوں سے ممتاز کر کے پیغمبری کے درجے پر فائز کرتی ہو، بلکہ ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے ان پر جادو کر دیا ہے جس کے زیر اثر اس طرح کے دعوے کر رہے ہیں۔ العیاذ باللہ، العیاذ باللہ۔

ع ۱ ۹ ۱۶

۹ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو گمراہ قرار دیا گیا ہے جو نبی اکرم ﷺ کیلئے طرح طرح کی مثالیں بیان کرتے ہیں، یہ لوگ اپنی گمراہی میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ منزل تک پہنچنا تو دور کی بات، انہیں صحیح راستے پر گامزن ہونے کی توفیق بھی نہیں ملے گی اور یہ نشانِ منزل سے بھی محروم رہیں گے۔

اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

اِنْ	شَآءَ	جَعَلَ	لَكَ	خَيْرًا	مِّنْ	ذٰلِكَ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ
اگر	چاہے	بنادے	تیرے لئے	زیادہ بہتر	سے	اس کے	باغات	بہتی ہوں	سے

اگر چاہے تو آپ کیلئے اس سے بھی بہتر باغات بنا دے جن کے نیچے نہریں

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝١٠ بَلْ كَذَّبُوْا

تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	وَ	يَجْعَلْ	لَّكَ	قُصُوْرًا ۝١٠	بَلْ	كَذَّبُوْا
اس کے نیچے	نہریں	اور	بنادے	تیرے لئے	محلات	بلکہ	جھٹلایا انہوں نے

بہتی ہوں اور وہ آپ کیلئے محلات بنادے۔ ⑩ بلکہ انہوں نے قیامت کی

بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝١١ۚ

بِالسَّاعَةِ	وَ	اَعْتَدْنَا	لِمَنْ	كَذَّبَ	بِالسَّاعَةِ	سَعِيْرًا ۝١١
قیامت کو	اور	تیار کرلیا ہم نے	اس کیلئے جو	جھٹلائے	قیامت کو	بھڑکتی ہوئی آگ

تکذیب کی ہے اور جو قیامت کی تکذیب کرے، اُس کیلئے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ ⑪

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا

اِذَا	رَاَتْهُمْ	مِّنْ	مَّكَانٍۢ	بَعِيْدٍ	سَمِعُوْا	لَهَا	تَغَيُّظًا
جب	دیکھے گی وہ انہیں	سے	جگہ کے	دور کی	سنیں گے وہ	اس کیلئے	غصہ

جب وہ اُنہیں دور سے دیکھے گی تو وہ لوگ اُس کا غیظ و غضب اوراُس کے چلّانے کی آواز

وَّزَفِيْرًا ۝١٢ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا

وَّ	زَفِيْرًا ۝١٢	وَ	اِذَآ	اُلْقُوْا	مِنْهَا	مَكَانًا	ضَيِّقًا	مُّقَرَّنِيْنَ	دَعَوْا
اور	چلّانا	اور	جب	ڈالے جائیں گے وہ	اسمیں سے	جگہ	تنگ	جکڑے ہوئے	پکاریں گے

سنیں گے۔ ⑫ اور جب اُنہیں اُس کی کسی تنگ جگہ میں زنجیروں میں باندھ کر ڈالا جائے گا تو وہاں وہ

هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝١٣ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا

هُنَالِكَ	ثُبُوْرًا ۝١٣	لَا	تَدْعُوا	الْيَوْمَ	ثُبُوْرًا	وَّاحِدًا	وَّادْعُوْا
اس جگہ	ہلاکت کو	مت	پکارو تم	آج کے دن	ہلاکت	ایک	اور پکارو تم

موت کو پکاریں گے۔ ⑬ آج ایک موت کو نہ پکارو، بہت سی

⑩ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر محمد ﷺ سچے پیغمبر ہیں تو ان کے پاس کوئی باغ دیگر رؤسا مکہ کی طرح کیوں نہیں ہے؟ سو فرمایا ایک باغ کیا معنی رکھتا ہے، اللہ اگر چاہے تو ان کیلئے ایسے بے شمار باغات مہیا کردے جو اہل مکہ کے خواب وخیال اور وہم وگمان سے بھی بالاتر ہوں اور انہیں ہمیشہ سرسبز وشاداب رکھنے کیلئے ان کے نیچے صاف ستھری نہریں بہادے، صرف یہی نہیں بلکہ آپ کیلئے ایک سے ایک بڑھ کر عالی شان محلات اور بنگلوں کی قطار کھڑی کردے، لیکن اس کے باوجود اہل مکہ اپنی جھگڑالو طبیعت کی بناء پر اپنی فرمائشیں پوری ہوتے ہوئے دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے اور عذابِ الٰہی کے مستحق ہوجائیں گے، اس لیے اس میں بھی اہل مکہ کی ہی بھلائی ہے کہ ان کی فرمائشیں پوری نہ کی جائیں۔

⑪ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کے اصل روگ کی نشاندہی کی گئی ہے کہ دراصل انہیں قیامت قائم ہونے کا یقین نہیں ہے، وہ اس کی ہمیشہ سے تکذیب کرتے چلے آئے ہیں، اسی بناء پر وہ الٹی سیدھی فرمائشیں اور لایعنی قسم کے اعتراضات کرتے رہتے ہیں، ایسے لوگوں کیلئے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ تیار ہے۔

⑫ اس آیتِ مبارکہ میں جہنم کا غیظ وغضب اور اس کی ہولنا کی بیان کی گئی ہے کہ جوں ہی جہنم کی نظر مشرکوں، مجرموں اور گناہ گاروں پر پڑے گی تو اس کے غیظ وغضب کی آوازیں اور پھنکاریں دور دور تک سنائی دیں گی، اس سے معلوم ہوا کہ جہنم بھی دیکھ سکتی ہے، مجرموں کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتی ہے اور یہ کہ اس میں سے خوفناک آوازیں آیا کریں گی، رہی یہ بات کہ کیسے؟ تو اس کی حقیقت اللہ ہی کو معلوم ہے، ہم اللہ کے فرمان پر ایمان رکھتے ہیں۔

⑬ اس آیتِ مبارکہ میں جہنم کی کال کوٹھڑیوں کا ذکر کیا گیا ہے، جہاں اہل جہنم کو زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑ کر ڈال دیا جائیگا، وہ ایسے مصائب اور تکالیف میں مبتلا ہوں گے کہ موت کی تمنا کرنے لگیں گے کہ کسی طرح موت آجائے، تا کہ ان مصائب کا خاتمہ ہو۔

ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِىْ

ثُبُوْرًا	كَثِيْرًا ۝	قُلْ	اَذٰلِكَ	خَيْرٌ	اَمْ	جَنَّةُ	الْخُلْدِ	الَّتِىْ
ہلاکت	بہت سی	تُو کہہ	کیا وہ	زیادہ بہتر	یا	باغ	ہمیشہ رہنے کا	وہ جو

موتوں کو پکارو۔ ۱۴ اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ فرما دیجئے کہ یہ زیادہ بہتر ہے یا ہمیشہ رہنے کا وہ باغ جس کا

وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ مَصِيْرًا ﴿۱۵﴾ لَهُمْ فِيْهَا

وُعِدَ	الْمُتَّقُوْنَ ؕ	كَانَتْ	لَهُمْ	جَزَآءً	وَّ	مَصِيْرًا ۝	لَهُمْ	فِيْهَا
وعدہ کیا گیا	متقیوں سے	ہے	ان کیلئے	بدلہ	اور	ٹھکانہ	ان کیلئے	اسمیں

متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے؟ وہی اُن کا بدلہ اور لوٹنے کی جگہ ہو گی۔ ۱۵ وہاں اُن کیلئے وہ سب کچھ ہو گا

مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾

مَا	يَشَآءُوْنَ	خٰلِدِيْنَ ؕ	كَانَ	عَلٰى	رَبِّكَ	وَعْدًا	مَّسْـُٔوْلًا ۝
جو کچھ	وہ چاہیں گے	ہمیشہ رہنے والے	ہے	پر	تیرے رب کے	وعدہ	مانگا ملا

جو وہ چاہیں گے ، ہمیشہ رہیں گے، یہ آپ کے رب کے ذمے مانگا ملتا وعدہ ہے۔ ۱۶

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ

وَ	يَوْمَ	يَحْشُرُهُمْ	وَ	مَا	يَعْبُدُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	فَيَقُوْلُ
اور	جس دن	وہ جمع کرے گا انہیں	اور	جو	وہ عبادت کرتے تھے	سے	علاوہ	اللہ کے	تو کہے گا

اور جس دن اللہ اُنہیں بھی اور اللہ کو چھوڑ کر جن کی وہ عبادت کرتے تھے، انہیں بھی جمع کرے گا، سو فرمائے گا

ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِىْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ ؕ

ءَ	اَنْتُمْ	اَضْلَلْتُمْ	عِبَادِىْ	هٰۤؤُلَآءِ	اَمْ	هُمْ	ضَلُّوا	السَّبِيْلَ ؕ۝
کیا	تم نے	گمراہ کیا تھا	میرے بندوں کو	یہ لوگ	یا	وہ	بھٹک گئے	راستے سے

کہ کیا تم نے میرے اِن بندوں کو گمراہ کیا تھا؟ یا یہ خود ہی راستے سے بھٹک گئے تھے؟ ۱۷

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِىْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ

قَالُوْا	سُبْحٰنَكَ	مَا	كَانَ	يَنْۢبَغِىْ	لَنَآ	اَنْ	نَّتَّخِذَ	مِنْ	دُوْنِكَ
کہیں گے وہ	پاک ہے تو	نہیں	ہے	مناسب	ہمارے لئے	یہ کہ	بنائیں ہم	سے	علاوہ تیرے

وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے، ہمارا یہ مقام ہی نہیں ہے کہ تیرے علاوہ دوسرے دوست

۱۴ اس آیتِ مبارکہ میں اہل جہنم کی اس امید کو ختم کر دیا گیا ہے کہ مر کر انہیں مصائب سے نجات مل جائے گی، وہ ایک مرتبہ نہیں، ہزاروں مرتبہ موت کی دعا اور تمنا کر لیں، نہ انہیں موت آئے گی، نہ ان کی مصیبتوں کا خاتمہ ہو گا اور نہ ہی موت کی دعا کرنے سے انہیں کوئی فائدہ ہو گا۔

۱۵ اس آیتِ مبارکہ میں اہل جہنم کے انجام کی طرف اشارہ کر کے سوال پوچھا گیا ہے کہ وہ انجام زیادہ بہتر ہے، یا اہل تقویٰ کا انجام زیادہ بہتر ہے؟ جنہیں نہایت نفیس اور عمدہ باغات میں داخل کیا جائیگا، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہی انکا ٹھکانہ ہو گا اور وہیں انہیں بہترین انعامات سے نوازا جائیگا۔

۱۶ اس آیتِ مبارکہ میں اہل جنت کیلئے تین نعمتیں ذکر کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ جنت میں ان کی ہر خواہش پوری ہو گی، کوئی خواہش ادھوری یا نامکمل نہیں رہے گی، گویا من چاہی زندگی نصیب ہو گی، دوسری یہ کہ وہاں سے انہیں کبھی نکالا نہ جائیگا، وہ ہمیشہ وہیں رہیں گے اور تیسری یہ کہ اس کا وعدہ ان سے ان کے رب نے کیا ہے اور وہ اپنا وعدہ پورا کرنے کا ذمہ دار ہے، گویا جنت وعدۂ الٰہی کی تکمیل کا مظہر ہے اور یہ بھی ایک عظیم نعمت ہے۔

۱۷ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن مشرکوں اور ان کے معبودوں کو جمع کر کے ان سے سوال پوچھے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ سوال ان معبودانِ باطلہ سے کیا جائیگا جن کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی گئی کہ یہ بتاؤ، میرے ان بندوں کو تم نے گمراہ کیا تھا اور تم نے انہیں اپنی عبادت اور پوجا کرنے کی ترغیب دی تھی یا اپنی استعداد کی خرابی اور فطری گمراہی سے یہ خود ہی راہِ راست سے بھٹک گئے تھے؟

مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ

مِنْ	اَوْلِيَآءَ	وَ	لٰكِنْ	مَّتَّعْتَهُمْ	وَ	اٰبَآءَهُمْ	حَتّٰى	نَسُوا	الذِّكْرَ ۚ
سے	کئی دوست	اور	لیکن	تونے فائدہ پہنچایا انہیں	اور	ان کے باپوں کو	یہاں تک کہ	بھول گئے وہ	ذکر کو

بنالیں، لیکن بات یہ ہے کہ تُو نے انہیں اور ان کے آباؤ اجداد کو فائدہ پہنچایا، یہاں تک کہ یہ تیری یاد ہی کو بھلا بیٹھے،

وَكَانُوْا قَوْمًا بُوْرًا ⑱ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا

وَ	كَانُوْا	قَوْمًا	بُوْرًا ⑱	فَقَدْ	كَذَّبُوْكُمْ	بِمَا	تَقُوْلُوْنَ ۙ	فَمَا
اور	تھے وہ	قوم	ہلاک ہونے والے	سو یقیناً	انہوں نے جھٹلایا تمہیں	اس سے جو	تم کہتے ہو	سو نہیں

اور یہ ہلاک ہونے والی قوم تھی۔ ⑱ سو یہ لوگ اُن باتوں میں تمہاری تکذیب کر چکے جو تم کہتے ہو، اب تم

تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ

تَسْتَطِيْعُوْنَ	صَرْفًا	وَّ	لَا	نَصْرًا ۚ	وَ	مَنْ	يَّظْلِمْ	مِّنْكُمْ	نُذِقْهُ
کر سکتے تم	پھیرنا	اور	نہ	مدد کرنا	اور	جو کوئی	ظلم کرے	تم میں سے	ہم چکھائیں گے اسے

عذاب الٰہی کو لوٹا سکتے ہو اور نہ ہی مدد کر سکتے ہو، اور تم میں سے جو بھی ظلم کرے گا، ہم اُسے بڑے عذاب کا

عَذَابًا كَبِيْرًا ⑲ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ

عَذَابًا	كَبِيْرًا ⑲	وَ	مَآ	اَرْسَلْنَا	قَبْلَكَ	مِنَ	الْمُرْسَلِيْنَ	اِلَّآ
عذاب	بہت بڑا	اور	نہیں	بھیجے ہم نے	تجھ سے پہلے	سے	پیغمبروں کے	مگر

مزہ چکھائیں گے۔ ⑲ اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر بھیجے، وہ

اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا

اِنَّهُمْ	لَيَاْكُلُوْنَ	الطَّعَامَ	وَ	يَمْشُوْنَ	فِي	الْاَسْوَاقِ ۭ	وَ	جَعَلْنَا
بیشک وہ	البتہ کھاتے تھے	کھانا	اور	چلتے تھے	بیچ	بازاروں کے	اور	بنایا ہم نے

سب ہی کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے، اور ہم نے

بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ⑳ ع

بَعْضَكُمْ	لِبَعْضٍ	فِتْنَةً ۭ	اَتَصْبِرُوْنَ ۚ	وَ	كَانَ	رَبُّكَ	بَصِيْرًا ⑳
تم میں سے بعض کو	بعض کیلئے	آزمائش	کیا تم صبر کرو گے	اور	ہے	تیرا رب	خوب دیکھنے والا

تم میں سے بعض کو بعض کیلئے آزمائش بنا دیا کہ کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب خوب دیکھنے والا ہے۔ ⑳

⑱ اس آیتِ مبارکہ میں اُن لوگوں کا جواب ذکر کیا گیا ہے، جن کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی گئی، وہ عرض کریں گے کہ پروردگار! تو ہر قسم کے شریک وشرک اور ہر طرح کے عیب سے پاک ہے، بھلا ہماری یہ جرأت کہاں کہ ہم کسی کو اپنی عبادت کی ترغیب دیں یا تجھے چھوڑ کر انہیں اپنا سہارا اور مددگار بنائیں؟ اس لیے ہم نے تو انہیں اپنی عبادت کی ترغیب نہیں دی، دراصل بات یہ ہے کہ تو نے انہیں اور ان کے آباؤ اجداد کو جن نعمتوں ، مالی فراوانیوں اور اولاد کی کثرت سے نواز رکھا تھا، یہ ان لذتوں اور نعمتوں میں اس قدر مگن اور غافل ہو گئے تھے کہ ان کے دل سے تیری یاد ہی نکل گئی، یہ اپنے محسن حقیقی کو بھول بیٹھے، انہوں نے فرضی خداؤں سے تعلقات استوار کر لیے اور معبودِ حقیقی کو چھوڑ دیا، جس کی وجہ سے یہ لوگ ہلاکت کے گڑھے میں گر پڑے۔

⑲ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے جو شرک اور بت پرستی میں مبتلا ہو کر غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے کہ دیکھو جن کی تم عبادت کرتے تھے، وہی آج تمہاری تکذیب کر رہے ہیں، اب یہاں کسی قسم کا ہیر پھیر چل سکتا ہے اور نہ ہی تم ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہو، اب تو صرف اور صرف سزا ہے جو تم میں سے ہر ظالم کو مل کر رہے گی۔

⑳ اس آیتِ مبارکہ میں صاحبِ قرآن ﷺ سے متعلق مشرکین کے اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ رسالت مآب ﷺ وہ پہلے پیغمبر نہیں ہیں جو کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے اور خرید وفروخت کرتے ہیں، ان سے پہلے بھی جتنے انبیاء و رسل بھیجے گئے، ان میں بھی یہ جسمانی اور فطری تقاضے رکھے گئے تھے اور وہ انہیں پورا کرتے تھے، معلوم ہوا کہ انبیا کرام علیہم السلام کی بشریت ان کے وصفِ رسالت کیلئے عیب نہیں ہے، بلکہ انسانیت کیلئے باعثِ فضیلت و افتخار ہے، رہا کافروں کا اعتراض تو اس کے ذریعے پیغمبروں کا صبر جانچا جاتا ہے اور پیغمبروں کے ذریعے کافروں کا ایمان جانچا ہے، گویا دونوں ہی ایک دوسرے کو جانچنے کا ذریعہ ہیں، اس جانچ پڑتال میں انبیاء کرام علیہم السلام ہمیشہ کامیاب رہے ہیں۔

ع ۲ ۱۱ ۱۷

فصلوات اللہ وسلامہ علیہم ،خصوصا علی نبینا وحبیبنا ﷺ

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ط

وَ	قَالَ	الَّذِيْنَ	لَا	يَرْجُوْنَ	لِقَآءَنَا	لَوْلَآ	اُنْزِلَ	عَلَيْنَا	الْمَلٰٓئِكَةُ	اَوْ	نَرٰى	رَبَّنَا
اور	کہا	ان لوگوں نے جو	نہیں	امید رکھتے	ہماری ملاقات کی	کیوں نہ ہوا	اتارے گئے	ہم پر	فرشتے	یا	دیکھ لیتے ہم	اپنے رب کو

اور جو لوگ ہم سے ملاقات کی امید ہی نہیں رکھتے، وہ کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے؟ یا ہم اپنے رب کو ہی دیکھ لیتے؟

لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿٢١﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ

لَقَدِ	اسْتَكْبَرُوْا	فِيْٓ	اَنْفُسِهِمْ	وَ	عَتَوْ	عُتُوًّا	كَبِيْرًا ﴿٢١﴾	يَوْمَ	يَرَوْنَ	الْمَلٰٓئِكَةَ
البتہ یقیناً	تکبر کیا انہوں نے	بیچ	اپنی جانوں	اور	سرکشی کی انہوں نے	سرکشی کرنا	بہت بڑی	جس دن	وہ دیکھیں گے	فرشتوں کو

انہوں نے اپنے دل میں خود کو بہت بڑا سمجھ رکھا ہے اور وہ بڑی سرکشی کر رہے ہیں۔ ﴿٢١﴾ جس دن یہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے،

لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٢٢﴾ وَقَدِمْنَآ

لَا	بُشْرٰى	يَوْمَئِذٍ	لِّلْمُجْرِمِيْنَ	وَ	يَقُوْلُوْنَ	حِجْرًا	مَّحْجُوْرًا ﴿٢٢﴾	وَ	قَدِمْنَآ
نہیں	خوشخبری	اس دن	مجرموں کیلئے	اور	وہ کہیں گے	کوئی آڑ	رکاوٹ کی گئی	اور	پہنچ گئے ہم

وہ دن مجرموں کیلئے خوشی کا دن نہ ہوگا اور وہ کہیں گے کہ کوئی آڑ قائم کر دی جائے۔ ﴿٢٢﴾ اور ہم اُن اعمال کے

اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿٢٣﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

اِلٰى	مَا	عَمِلُوْا	مِنْ	عَمَلٍ	فَجَعَلْنٰهُ	هَبَآءً	مَّنْثُوْرًا ﴿٢٣﴾	اَصْحٰبُ	الْجَنَّةِ
طرف	اس کے جو	عمل کئے انہوں نے	سے	عمل	سو کر دیا ہم نے اسے	گرد و غبار	بکھرا ہوا	رہنے والے	جنت کے

پاس پہنچ گئے جو انہوں نے کیے تھے، سو ہم نے انہیں بکھرا ہوا گرد و غبار بنا دیا۔ ﴿٢٣﴾ اُس دن اہلِ جنت

يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿٢٤﴾ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ

يَوْمَئِذٍ	خَيْرٌ	مُّسْتَقَرًّا	وَّ	اَحْسَنُ	مَقِيْلًا ﴿٢٤﴾	وَ	يَوْمَ	تَشَقَّقُ	السَّمَآءُ
اس دن	زیادہ بہتر	ٹھکانے میں	اور	زیادہ عمدہ	قیلولہ کرنے کی جگہ	اور	جس دن	پھٹ جائیگا	آسمان

کا ٹھکانہ بہترین اور دوپہر کو آرام کرنے کی جگہ بھی بہترین ہو گی۔ ﴿٢٤﴾ اور جس دن آسمان پھٹ کر بادل

بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿٢٥﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ط

بِالْغَمَامِ	وَ	نُزِّلَ	الْمَلٰٓئِكَةُ	تَنْزِيْلًا ﴿٢٥﴾	اَلْمُلْكُ	يَوْمَئِذِ	الْحَقُّ	لِلرَّحْمٰنِ
ساتھ بادل کے	اور	اتارے جائیں گے	فرشتے	اتارا جانا	حکومت	اس دن	برحق	رحمان کیلئے

نظر آئیں گے اور فرشتے مسلسل اُتریں گے۔ ﴿٢٥﴾ اُس دن حقیقی بادشاہت رحمان کی ہو گی،

﴿٢١﴾ اس آیت مبارکہ میں منکرین آخرت کی دو فرمائشیں ذکر کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ محمد ﷺ کہتے ہیں، مجھ پر فرشتہ نازل ہوا، کوئی فرشتہ ہم پر کیوں نازل نہیں ہوتا؟ دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ خود ہمارے سامنے کیوں نہیں آتا؟ اگلی آیات میں اس کا جواب دیا گیا ہے، یہاں بھی اس پر دو جملے فرمائے گئے ہیں کہ اتنی بڑی بڑی فرمائشیں کرنے والے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگے ہیں، کیا وہ خود کو اس قابل سمجھتے ہیں کہ فرشتے ان پر اتریں یا وہ اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں؟ یہ تو بڑی سرکشی کی بات ہے۔

﴿٢٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں منکرین آخرت کو بتایا گیا ہے کہ تم پر فرشتے ضرور اتریں گے اور تم انہیں اپنی آنکھوں سے ضرور دیکھو گے لیکن اس دن تم یہ تمنا کرو گے کہ کاش! ہمارے اور ان فرشتوں کے درمیان کوئی آڑ اور رکاوٹ قائم کر دی جائے، یہ دن تمہاری موت کا ہوگا یا جب تم حشر کے میدان میں پہنچو گے، گویا فرشتوں کو دیکھنا تمہارے لیے خوشی اور خیر کی خبر لیکر نہیں آئے گا، بلکہ تمہارے رنج والم میں مزید اضافہ کردے گا۔

﴿٢٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں کفار کے اعمال کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ گناہوں پر تو انہیں جو سزا ہوگی، سو ہوگی لیکن انہوں نے فلاح عامہ اور نیکی کے جتنے کام کیے ہوں گے، اس دن انہیں بھی کوڑا کرکٹ بنا کر ہوا میں اڑا دیا جائیگا اور ان کی وہ نیکیاں ان کے کسی کام نہ آسکیں گی، کیونکہ ایمان کے بغیر آخرت میں کسی نیکی کی قیمت نہیں لگتی۔

﴿٢٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہل جنت کیلئے بہترین ٹھکانے کا وعدہ کیا گیا ہے، ان کی مستقل رہائش گاہیں بھی بہترین ہوں گی اور دوپہر کے قیلولے کیلئے فراہم کی جانے والی آرام گاہیں بھی بہترین ہوں گی۔

﴿٢٥﴾ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن کا منظر دکھایا گیا ہے کہ آسمان پھٹ جائے گا اور ایک بادل اترتا ہوا دکھائے دے گا، اس بادل پر حق تعالیٰ کی خصوصی تجلی ہوگی، پھر اس کے بعد لگاتار فرشتے اترنا شروع ہو جائیں گے، جو لوگ اپنی آنکھوں سے فرشتوں کو دیکھنا چاہتے ہیں، تھوڑا سا انتظار کریں، بہت جلد فرشتوں کو دیکھیں گے لیکن مجرموں کیلئے اس دن کوئی خوش خبری نہ ہوگی۔

وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿٢٦﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ

وَ	كَانَ	يَوْمًا	عَلَى	الْكٰفِرِيْنَ	عَسِيْرًا ﴿٢٦﴾	وَ	يَوْمَ	يَعَضُّ	الظَّالِمُ	عَلٰى	يَدَيْهِ
اور	ہے	دن	پر	کافروں کیلئے	مشکل	اور	جس دن	کاٹ کھائیگا	ظالم	پر	اپنے دونوں ہاتھوں کے

اور وہ دن کافروں پر بڑا مشکل ہوگا۔ ﴿٢٦﴾ اور جس دن ظالم اپنے دونوں ہاتھ کاٹ کھائے گا

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ

يَقُوْلُ	يٰلَيْتَنِيْ	اتَّخَذْتُ	مَعَ	الرَّسُوْلِ	سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾	يٰوَيْلَتٰى	لَيْتَنِيْ	لَمْ
کہے گا وہ	اے کاش! میں	بنایا ہوتا میں نے	ہمراہ	پیغمبر کے	راستہ	ہائے میری ہلاکت	اے کاش! میں	نہ

اور کہے گا کہ اے کاش! میں نے پیغمبر ﷺ کے ساتھ راستہ استوار کیا ہوتا۔ ﴿٢٧﴾ ہائے افسوس! کاش! کہ میں نے

اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ط

اَتَّخِذْ	فُلَانًا	خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾	لَقَدْ	اَضَلَّنِيْ	عَنِ	الذِّكْرِ	بَعْدَ	اِذْ	جَآءَنِيْ
بناتا میں	فلاں کو	دوست	البتہ یقیناً	گمراہ کردیا اس نے مجھے	سے	ذکر کے	پیچھے	اس کے کہ	آگیا وہ میرے پاس

فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔ ﴿٢٨﴾ اُس نے قرآن مجھ تک پہنچنے کے بعد مجھے گمراہ کر دیا،

وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي

وَ	كَانَ	الشَّيْطٰنُ	لِلْاِنْسَانِ	خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾	وَ	قَالَ	الرَّسُوْلُ	يٰرَبِّ	اِنَّ	قَوْمِي
اور	ہے	شیطان	انسان کو	رسوا کرنے والا	اور	کہا	پیغمبر نے	اے میرے پروردگار	بیشک	میری قوم

اور شیطان تو انسان کو عین وقت پر دھوکہ دینے والا ہے۔ ﴿٢٩﴾ اور پیغمبر ﷺ نے کہا کہ پروردگار! میری قوم نے

اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا

اتَّخَذُوْا	هٰذَا	الْقُرْاٰنَ	مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾	وَ	كَذٰلِكَ	جَعَلْنَا	لِكُلِّ	نَبِيٍّ	عَدُوًّا
بنالیا انہوں نے	اس	قرآن کو	چھوڑا ہوا	اور	اسی طرح	ہم نے بنایا	ہر ایک	نبی کا	دشمن

اس قرآن کو متروک کرچھوڑا ہے۔ ﴿٣٠﴾ اسی طرح ہم نے ہر نبی کیلئے مجرموں میں سے

مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ط وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿٣١﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

مِّنَ	الْمُجْرِمِيْنَ	وَ	كَفٰى	بِرَبِّكَ	هَادِيًا	وَّنَصِيْرًا ﴿٣١﴾	وَ	قَالَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا
سے	مجرموں کے	اور	کافی ہے	تیرا رب	ہدایت دینے والا	اور مدد کرنے والا	اور	کہا	ان لوگوں نے	کفر کیا انہوں

دشمن بنائے ہیں، اور آپ کا رب ہدایت دینے اور مدد کرنے کیلئے کافی ہے۔ ﴿٣١﴾ اور کافر لوگ کہتے ہیں

﴿٢٦﴾ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن کے حوالے سے دو باتیں بیان کی گئی ہیں پہلی یہ کہ اس دن حقیقی بادشاہت اللہ تعالیٰ کی ہو گی، اس کے علاوہ ہر طرح کی بادشاہت اور حکومت ختم ہو جائے گی، دوسری یہ کہ وہ دن کافروں کیلئے نہایت مشکل اور پریشان کن ثابت ہوگا کیونکہ وہ دن ان کیلئے کوئی خیر لیکر نہیں آئے گا۔

﴿٢٧﴾ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن ظالموں کی حالت بیان کی گئی ہے، اس سے عقبہ بن ابی معیط بھی مراد ہوسکتا ہے جس کے واقعے میں یہ اور اگلی آیات نازل ہوئی ہیں اور الفاظ کے عموم میں ہر ظالم بھی شامل ہوسکتا ہے، عقبہ بن ابی معیط نے ابوجہل وغیرہ دوستوں کے کہنے میں آکر نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی اور بدتمیزی کی تھی، وہ قیامت کے دن حسرت و ندامت اور رنج و الم کے مارے اپنے ہاتھوں کو کاٹ کھائے گا کہ یہ مجھ سے کتنی بڑی غلطی ہوئی، کاش! میں نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ راستہ استوار کیا ہوتا، ان کے ساتھ اپنا ایمانی اور روحانی تعلق مضبوط کیا ہوتا اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی ہوتی، یہی تمنا قیامت کے دن ہر ظالم آدمی کرتا ہوگا، لیکن اس کا اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

﴿٢٨﴾ اس آیت مبارکہ میں ظالم کی یہ حسرت بیان کی گئی ہے کہ اے کاش! میں نے فلاں آدمی کے ساتھ دوستی نہ کی ہوتی، میری سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ میں نے اسے اپنا دوست سمجھ لیا، حالانکہ اب معلوم ہوا کہ وہ تو میرا دشمن تھا، اس لیے احادیث میں تاکید کی گئی ہے کہ ذرا دیکھ بھال کر اپنے دوستوں کا انتخاب کیا کرو۔

﴿٢٩﴾ اس آیت مبارکہ میں بری صحبت اور ہم نشینی کا نقصان بیان کیا گیا ہے کہ وہ خود تو غلط اور گمراہ ہوتا ہی ہے، دوسروں کو بھی غلطی اور گمراہی پر ڈال دیتا ہے، پھر ان سب پر ان کا گرو شیطان ہوتا ہے جو اس غلط اور بری ہم نشینی کیلئے اسباب فراہم کرتا ہے اور عین وقت پر انسان کو تنہا چھوڑ کر خود درمیان سے نکل جاتا ہے، قیامت کے دن ایسا شخص اپنی بربادی کا ماتم کرے گا کہ میرے پاس تو نصیحت آئی تھی لیکن میرے دوست نے مجھے بہکا دیا، اب میں کہاں جاؤں اور کیا کروں؟

﴿٣٠﴾ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ الٰہی میں ایک مناجات ذکر کی گئی ہے کہ پروردگار! میری قوم نے قرآن کریم کی اہمیت کو نہیں سمجھا، اور اسے ایک عام کتاب کی طرح رکھ چھوڑا ہے، انہیں یہ احساس ہی نہیں ہے کہ وہ کس قدر عظیم نعمت کی ناقدری کا ارتکاب کر رہے ہیں، اور یہ کہ بعد میں انہیں اس پر کتنا پچھتاوا اور شرمندگی ہوگی۔

﴿٣١﴾ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ زیادہ فکرمند نہ ہوں، ایسا آپ سے پہلے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی کتابوں اور صحیفوں کے ساتھ بھی ہو چکا ہے، ان کے ساتھ بھی مجرموں اور گناہ گاروں نے دشمنی اور عناد کا رویہ اختیار کیا، اس سے خود انہی کو نقصان ہوا، اسی طرح جو لوگ آپ کے ساتھ دشمنی کر رہے ہیں، وہ بھی خود ہی نقصان اٹھائیں گے، جہاں تک تعلق ہے ہدایت اور نصرت کا تو اس کیلئے آپ کا رب ہی کافی ہے، وہ جسے چاہتا ہے ہدایت اور نصرت کے ساتھ سرفراز کر دیتا ہے۔

مع

لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ

لَوْلَا	نُزِّلَ	عَلَيْهِ	الْقُرْاٰنُ	جُمْلَةً	وَّاحِدَةً ۚ	كَذٰلِكَ ۚ	لِنُثَبِّتَ	بِهٖ	فُؤَادَكَ
کیوں نہیں	اتارا گیا	اس پر	قرآن	پورا	ایک ہی مرتبہ	اسی طرح	تاکہ ہم مضبوط کردیں	اس کے ذریعے	تیرا دل

کہ ان پر سارا قرآن ایک ہی مرتبہ اکٹھا نازل کیوں نہیں ہو جاتا؟ اسی طرح ہوگا تاکہ ہم اس کے ذریعے آپ کے دل کو مضبوط رکھیں

وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ

وَرَتَّلْنٰهُ	تَرْتِيْلًا ﴿٣٢﴾	وَلَا	يَاْتُوْنَكَ	بِمَثَلٍ	اِلَّا	جِئْنٰكَ	بِالْحَقِّ	وَ	اَحْسَنَ
اور ہم نے اسے آہستہ پڑھا	ٹھہر ٹھہر کر	اور نہیں	لاتے وہ تیرے پاس	کوئی مثال	مگر	ہم لاتے ہیں تیرے پاس	حق	اور	زیادہ عمدہ

اور ہم نے خوب ٹھہر ٹھہر کر اس کی تلاوت کی ہے۔ [٣٣] اور یہ لوگ آپ کے پاس جو مثال بھی لیکر آتے ہیں، ہم آپ کے پاس حق بات اور اُس کی بہترین

تَفْسِيْرًا ﴿٣٣﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ

تَفْسِيْرًا ﴿٣٣﴾	اَلَّذِيْنَ	يُحْشَرُوْنَ	عَلٰى	وُجُوْهِهِمْ	اِلٰى	جَهَنَّمَ ۙ	اُولٰٓئِكَ
وضاحت	جو لوگ	جمع کیے جائیں گے	پر	اپنے چہروں کے	طرف	جہنم کے	وہی لوگ

وضاحت لے آتے ہیں۔ [٣٤] جن لوگوں کو اُن کے چہروں کے بل جہنم کے پاس جمع کیا جائے گا، ان کا

ع ٣ ١٤ ١

شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٣٤﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا

شَرٌّ	مَّكَانًا	وَّاَضَلُّ	سَبِيْلًا ﴿٣٤﴾	وَ	لَقَدْ	اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْكِتٰبَ	وَ	جَعَلْنَا
بدترین	جگہ میں	اور سب سے زیادہ بھٹکے ہوئے	راستے سے	اور	البتہ یقیناً	ہم نے دی	موسیٰ کو	کتاب	اور	بنایا ہم نے

ٹھکانہ بدترین اور وہ خود سیدھے راستے سے بہت بھٹکے ہوئے ہیں۔ [٣٥] اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اُن کے ساتھ

مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿٣٥﴾ ۚ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

مَعَهٗٓ	اَخَاهُ	هٰرُوْنَ	وَزِيْرًا ﴿٣٥﴾	فَقُلْنَا	اذْهَبَآ	اِلَى	الْقَوْمِ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا
اس کے ہمراہ	اس کے بھائی	ہارون کو	وزیر	سو ہم نے کہا	جاؤ تم دونوں	طرف	قوم کے	وہ لوگ	جھٹلایا انہوں نے

اُن کے بھائی ہارون کو اُن کا وزیر بنا دیا۔ [٣٦] پھر ہم نے اُن سے کہا کہ تم دونوں اُس قوم کی طرف جاؤ، جس نے ہماری آیتوں کی

بِاٰيٰتِنَا ۭ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿٣٦﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ

بِاٰيٰتِنَا	فَدَمَّرْنٰهُمْ	تَدْمِيْرًا ﴿٣٦﴾	وَ	قَوْمَ	نُوْحٍ	لَمَّا	كَذَّبُوْا	الرُّسُلَ	اَغْرَقْنٰهُمْ
ہماری آیتوں کو	سو ہلاک کر دیا ہم نے انہیں	ہلاک کرنا	اور	قوم کو	نوح کی	جب	جھٹلایا انہوں نے	پیغمبروں کو	غرق کر دیا ہم نے انہیں

تکذیب کی ہے، پھر ہم نے اُنہیں مکمل طور پر ہلاک کر دیا۔ [٣٧] اور قومِ نوح نے جب پیغمبروں کی تکذیب کی تو ہم نے اُنہیں پانی میں غرق کر دیا،

[٣٢] اس آیتِ مبارکہ میں کفار و مشرکین کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ قرآن تھوڑا تھوڑا کیوں نازل کیا گیا؟ ایک ہی دفعہ پورا قرآن کیوں نازل نہیں کیا گیا جیسا کہ سابقہ آسمانی کتابیں نازل کی گئیں؟ یوں تو اس کی بہت سی حکمتیں بیان کی جا سکتی ہیں اور اہل علم نے ان پر تفصیلی روشنی بھی ڈالی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی ایک ہی حکمت بیان فرمائی ہے تاکہ ہم اس کے ذریعے آپ کے دل کو مضبوط رکھیں، یہ جملہ ایسے تہہ در تہہ معانی پر مشتمل ہے جس میں بہت سی حکمتیں آ جاتی ہیں، آخر میں اللہ تعالیٰ نے ٹھہر ٹھہر کر تلاوتِ قرآن کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے، جو لوگ ترتیل کے ساتھ قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہیں، اس میں ان کیلئے عظیم فضیلت اور خوشخبری ہے۔

[٣٣] اس آیتِ مبارکہ میں کفار اور مشرکین کی بیان کردہ مثالوں سے نبی اکرم ﷺ کو غم کی کیفیت سے نکالنے کیلئے فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ آپ کیلئے کوئی مثال اور نا مناسب بات بیان کرتے ہیں، تو ہم اس کے مقابلے میں برحق مثال لیکر آتے ہیں جس کی تشریح بھی عمدہ اور پاکیزہ ہوتی ہے، اس لیے آپ ان کی باتوں سے غمگین نہ ہوں۔

[٣٤] اس آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کا ٹھکانہ سب سے بدترین اور خود انہیں راہِ راست سے سب سے زیادہ بھٹکا ہوا انسان قرار دیا گیا ہے جنہیں قیامت کے دن چہروں کے بل چلایا جائے گا، یہ ایسا وحشت ناک اور عبرتناک منظر ہوگا جس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، وہی رہی یہ بات کہ ایسا کیونکر ممکن ہوگا کہ کسی شخص کو ہاتھوں اور پاؤں کے بل چلانے کی بجائے چہرے کے بل چلایا جائے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو ذات انسان کو پاؤں کے بل چلانے پر قادر ہے، وہی اُسے چہرے کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔ یہی جواب نبی اکرم ﷺ نے ایک صحابیؓ کے اسی سوال پر ارشاد فرمایا تھا جو اوپر مذکور ہوا۔

[٣٥] ۔اس آیتِ مبارکہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں، ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے تورات عطا ہونا، دوسری ان کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر بنایا جانا اور دونوں ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام تھے۔

[٣٦] ۔اس آیتِ مبارکہ میں ایک حکم اور ایک انجام بیان کیا گیا ہے، حکم حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو دیا گیا تھا کہ ہماری آیتوں کی تکذیب کرنے والی قوم کے پاس جا کر انہیں ہمارا پیغام پہنچاؤ اور انجام یہ کہ جب ان لوگوں نے پیغمبروں کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور ان کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کیں تو انہیں چورا چورا کر کے نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔

وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٣٧﴾ ۚ وَّعَادًا

وَ	جَعَلْنٰهُمْ	لِلنَّاسِ	اٰيَةً ۭ	وَ	اَعْتَدْنَا	لِلظّٰلِمِيْنَ	عَذَابًا	اَلِيْمًا ﴿٣٧﴾	وَ	عَادًا
اور	بنایا ہم نے انہیں	لوگوں کیلئے	نشانی	اور	تیار کیا ہم نے	ظالموں کیلئے	عذاب	دردناک	اور	عاد کو

اور ہم نے اُنہیں لوگوں کیلئے نشانِ عبرت بنادیا، اور ہم نے ظالموں کیلئے درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ٣٧ اور قومِ عاد،

وَّثَمُوْدَاۡ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿٣٨﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ

وَ	ثَمُوْدَاۡ	وَ	اَصْحٰبَ	الرَّسِّ	وَ	قُرُوْنًۢا	بَيْنَ	ذٰلِكَ	كَثِيْرًا ﴿٣٨﴾	وَ كُلًّا	ضَرَبْنَا	لَهُ
اور	ثمود کو	اور	رہنے والوں کو	کنوئیں کے	اور	بستیوں کو	درمیان	اس کے	بہت ساری	اور ہر ایک کو	بیان کی ہم نے	اس کیلئے

ثمود، کنوئیں والوں اور اُن کے درمیان بہت سی بستیوں کو ہلاک کر دیا۔ ٣٨ اور اُن میں سے ہر ایک کیلئے ہم نے

الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ

الْاَمْثَالَ ۡ	وَ	كُلًّا	تَبَّرْنَا	تَتْبِيْرًا ﴿٣٩﴾	وَ	لَقَدْ	اَتَوْا	عَلَى	الْقَرْيَةِ	الَّتِيْٓ	اُمْطِرَتْ
مثالیں	اور	ہر ایک کو	ہلاک کر دیا ہم نے	ہلاک کرنا	اور	البتہ یقیناً	آئے ہیں وہ	پر	بستی کے	جو	برسائی گئی

مثالیں بیان کیں، اور سب ہی کو ہم نے پیس دیا۔ ٣٩ اور یقیناً یہ لوگ اُس بستی پر بھی گذرے ہیں جس پر بدترین بارش

مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿٤٠﴾ وَاِذَا

مَطَرَ	السَّوْءِ	اَفَلَمْ	يَكُوْنُوْا	يَرَوْنَهَا ۚ	بَلْ	كَانُوْا	لَا	يَرْجُوْنَ	نُشُوْرًا ﴿٤٠﴾	وَ	اِذَا
بارش	بدترین	تو کیا نہیں	ہیں وہ	اسے دیکھ رہے	بلکہ	ہیں وہ	نہیں	امید رکھتے	دوبارہ زندہ ہونے کی	اور	جب

برسائی گئی تھی، کیا انہوں نے اُسے دیکھا نہیں ہے؟ بلکہ یہ تو دوبارہ زندہ ہونے کی توقع ہی نہیں رکھتے۔ ٤٠ اور یہ لوگ جب

رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿٤١﴾ اِنْ

رَاَوْكَ	اِنْ	يَّتَّخِذُوْنَكَ	اِلَّا	هُزُوًا ۭ	اَهٰذَا	الَّذِيْ	بَعَثَ	اللّٰهُ	رَسُوْلًا ﴿٤١﴾	اِنْ
وہ تجھے دیکھتے ہیں	نہیں	بناتے تجھے	مگر	مذاق	کیا یہ	وہ جو	بھیجا	اللہ نے	پیغمبر	بیشک

آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑانے لگتے ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہے جسے اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ ٤١ قریب تھا

كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۭ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ

كَادَ	لَيُضِلُّنَا	عَنْ	اٰلِهَتِنَا	لَوْلَآ	اَنْ	صَبَرْنَا	عَلَيْهَا ۭ	وَ	سَوْفَ	يَعْلَمُوْنَ
قریب تھا	کہ ہمیں بہکا دیتا	سے	ہمارے معبودوں کے	اگر نہ ہوتا	یہ کہ	ہم جمے رہے	اس پر	اور	عنقریب	وہ جان لیں گے

کہ یہ ہمیں ہمارے معبودوں کے حوالے سے بہکا دیتا اگر ہم اُن پر جمے نہ رہتے، اور جب یہ لوگ عذاب کو دیکھیں گے

٣٧ اس آیت مبارکہ میں خاص طور پر قوم نوح اور عمومی طور پر ہر ظالم کا انجام بیان کیا گیا ہے، قوم نوح کو حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کرنے کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے پانی میں غرق کر دیا اور انہیں نشانِ عبرت بنادیا، ان کے علاوہ جو بھی ظلم کرے گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم اسے دردناک عذاب میں مبتلا کریں گے۔

٣٨ اس آیت مبارکہ میں قوم عاد، ثمود، اصحاب الرس اور دیگر بہت سی اقوام اور امتوں کی تباہی کا حوالہ دیا گیا ہے، جن میں سے بعض کا ذکر تفصیل یا اختصار کے ساتھ قرآن و حدیث اور تاریخ میں ملتا ہے اور بہت سوں کا تو کہیں تذکرہ بھی نہیں کیا جاتا۔

٣٩ اس آیت مبارکہ میں دنیا کی مختلف قوموں کا حال بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے ہر قوم کو مختلف مثالوں اور پہلوؤں سے سمجھایا، پھر جب وہ نہ مانے تو ہم نے انہیں نشانِ عبرت بنادیا۔

٤٠ اس آیت مبارکہ میں قومِ لوط کا عبرتناک انجام بیان کیا گیا ہے، اہلِ مکہ شام کے سفر میں ان کے کھنڈرات پر سے گزرتے تھے، ان پر اللہ تعالیٰ نے پتھروں کی بارش برسائی تھی اور پوری قومِ لوط ملیا میٹ کر دی گئی تھی، کیا ان کے حالات کو دیکھ کر انہیں عبرت نہیں ہوتی؟

٤١ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانا بیان کیا گیا ہے، یعنی گزشتہ اقوام کے احوال سے عبرت تو کیا حاصل کرتے، الٹا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ان کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا یہ وہی صاحب ہیں جنہیں اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟ کیا اللہ کو پیغمبر بنانے کے لیے اُن کے علاوہ کوئی اور نہیں ملا تھا؟ العیاذ باللہ

حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ

حِيْنَ	يَرَوْنَ	الْعَذَابَ	مَنْ	اَضَلُّ	سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾	اَرَءَيْتَ	مَنِ	اتَّخَذَ
جس وقت	دیکھ لیں گے	عذاب کو	کون	زیادہ بھٹکا ہوا	راستے سے	کیا دیکھا تُو نے	اسے جو	بنالے

تو عنقریب جان لیں گے کہ سیدھے راستے سے بہکا ہوا کون ہے؟ ﴿۴۳﴾ کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو

اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ ۙ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ

اِلٰهَهٗ	هَوٰىهُ	اَفَاَنْتَ	تَكُوْنُ	عَلَيْهِ	وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾	اَمْ	تَحْسَبُ	اَنَّ	اَكْثَرَهُمْ
اپنا معبود	اپنی خواہش کو	تو کیا تُو	ہوگا	اس پر	ذمہ دار	کیا	تو سمجھتا ہے	کہ بیشک	ان میں سے اکثر

اپنا معبود بنا لیا؟ تو کیا آپ اُس پر ذمہ دار بنیں گے؟ ﴿۴۴﴾ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ

يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾ ع

ع ۴ ۱۰ ۲

يَسْمَعُوْنَ	اَوْ	يَعْقِلُوْنَ	اِنْ	هُمْ	اِلَّا	كَالْاَنْعَامِ	بَلْ	هُمْ	اَضَلُّ	سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾
سنتے ہیں	یا	سمجھتے ہیں	نہیں	وہ	مگر	جیسے چوپائے	بلکہ	وہ	زیادہ بھٹکے ہوئے	راستے سے

سنتے یا سمجھتے ہیں، یہ تو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ ﴿۴۵﴾

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ

اَلَمْ	تَرَ	اِلٰى	رَبِّكَ	كَيْفَ	مَدَّ	الظِّلَّ	وَ	لَوْ	شَآءَ	لَجَعَلَهٗ	سَاكِنًا	ثُمَّ
کیا نہیں	دیکھا تو نے	طرف	اپنے رب کے	کیسے	پھیلا دیا اس نے	سایہ	اور	اگر	وہ چاہتا	البتہ کر دیتا اسے	ٹھہرا ہوا	پھر

کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ آپ کے رب نے سائے کو کیسے پھیلایا ہے؟ اگر وہ چاہتا تو اُسے ایک جگہ ٹھہرا دیتا، پھر

جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ۙ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾

جَعَلْنَا	الشَّمْسَ	عَلَيْهِ	دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾	ثُمَّ	قَبَضْنٰهُ	اِلَيْنَا	قَبْضًا	يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾
بنادیا ہم نے	سورج کو	اس پر	رہنمائی کرنے والا	پھر	ہم نے اسے سمیٹ لیا	اپنی طرف	سمیٹنا	آسان

ہم نے سورج کو اُس پر رہنمائی کرنے والا بنایا۔ ﴿۴۵﴾ پھر ہم نے اُسے آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیا۔ ﴿۴۶﴾

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾

وَ	هُوَ	الَّذِيْ	جَعَلَ	لَكُمُ	الَّيْلَ	لِبَاسًا	وَ	النَّوْمَ	سُبَاتًا	وَ	جَعَلَ	النَّهَارَ	نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾
اور	وہ	وہی جس نے	بنایا	تمہارے لئے	رات کو	لباس	اور	نیند کو	آرام	اور	بنایا اس نے	دن کو	دوبارہ اٹھنا

اور اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات کو لباس بنایا، اور نیند کو آرام کا ذریعہ اور دن کو دوبارہ جاگنے کا ذریعہ بنایا۔ ﴿۴۷﴾

﴿۴۲﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کی بیہودہ گوئی اور اس کا انجام بیان کیا گیا ہے، مشرکین کہتے تھے کہ اگر ہم ثابت قدم نہ ہوتے تو ان پیغمبر صاحب نے تو ہمیں ہمارے آبائی دین سے بہکانے کی پوری پوری کوشش کر لی تھی، یہ تو اپنے معبودوں کے ساتھ ہماری عقیدت اوردین میں ہماری پختگی تھی جس کی بدولت ہم بچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب اللہ کا عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آئیگا تب انہیں پتہ چلے گا کہ کون بہکا ہوا تھا اور کون راہِ راست پر؟

﴿۴۳﴾ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ جس شخص نے اپنا معبود اپنی خواہشات کو بنا رکھا ہو، کیا آپ کی ذمہ داری ہے کہ ایسے شخص کو ضرور راہِ راست پر لائیں؟ خواہشاتِ نفس کا پجاری اپنی خواہشات کی دلدل میں اس قدر دھنسا ہوا ہوتا ہے کہ اس کی زندگی کا صرف ایک ہی مقصد ہوتا ہے، اپنی خواہشات کو پورا کرنا، وہ اس دلدل سے نہیں نکل پاتا، اس لیے آپ ایسے لوگوں کی وجہ سے زیادہ فکرمند نہ ہوں۔

﴿۴۴﴾ اس آیتِ مبارکہ میں خواہشاتِ نفس کے پجاریوں اور شرک و بت پرستی کے سمندر میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو جانوروں سے بھی بدتر قرار دیا گیا ہے، یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ لوگ اپنی عقل استعمال کریں گے یا حق بات سن کر اسے قبول کرنے کا حوصلہ دکھائیں گے، ایک جانور بھی اتنا شعور رکھتا ہے کہ جو اسے کھانا کھلاتا، پانی پلاتا اور اس پر احسان کرتا ہے، اس کی کیا اہمیت ہے؟ سو وہ ہمیشہ اپنے محسن کے سامنے گردن نیچی رکھتا ہے، یہ لوگ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں کہ نہ صرف احسان فراموشی کرتے ہیں بلکہ محسن کشی بھی کرتے ہیں۔

﴿۴۵﴾ اس آیت مبارکہ میں سائے کو اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت قرار دیکر اس پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے، اس نعمت کا احساس انسان کو اسی وقت ہوتا ہے جب وہ شدید گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت سفر کر رہا ہو، اسے کسی سائے دار جگہ کی تلاش ہو اور کافی جستجو کے بعد اسے کوئی سایہ دار جگہ نظر آئے تو وہاں پہنچ کر اسے احساس ہوتا ہے کہ گویا دنیا کی سب سے بڑی نعمت اسے مل گئی ہے، یہ سایہ اللہ نے پھیلایا۔ اگر اس کی مرضی ہوتی تو وہ اسے پھیلانے کی بجائے ایک ہی جگہ ٹھہرا دیتا، لوگ اس نعمت سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن اس پر اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے، جس شخص کو سر درد کی شکایت ہو، اس پر یہ آیت پڑھ کر دم کر دیں، انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

﴿۴۶﴾ ۔اس آیت مبارکہ میں ''سائے'' کو سمیٹنے کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی ہم ہی سائے کو پھیلاتے ہیں اور ہم ہی اسے آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں، یہ اللہ کی قدرت اور لوگوں کیلئے اس کی نعمت ہے۔

﴿۴۷﴾ ۔اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین نعمتیں ذکر کی گئی ہیں، پہلی نعمت ''رات'' ہے جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کیلئے ''لباس'' بنایا ہے، جس طرح لباس جسم کو ڈھانپ لیتا ہے، اسی طرح رات بھی انسان کو ڈھانپ لیتی ہے، دوسری نعمت نیند ہے جس کے ذریعے انسان کی جسمانی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے اور اس کا ذہن بھی تازہ دم ہو جاتا ہے، تیسری نعمت ''دن'' ہے جس میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک نئی زندگی عطا فرماتا ہے، وہ دوبارہ جاگ اٹھتے ہیں اور اپنی روزی کے اسباب کی تلاش میں لگ جاتے ہیں، اگر وہ نہ اٹھائے تو لوگ سوتے ہی رہ جائیں۔

وَهُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ

وَ	هُوَ	الَّذِیْۤ	اَرْسَلَ	الرِّیٰحَ	بُشْرًۢا	بَیْنَ	یَدَیْ	رَحْمَتِهٖ ۚ	وَ	اَنْزَلْنَا	مِنَ
اور	وہ	وہی جو	بھیجی اُس نے	ہوائیں	خوشخبری دینے کو	درمیان	دونوں ہاتھوں کے	اپنی رحمت کے	اور	نازل کیا ہم نے	سے

اور اللہ وہی ہے جو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں چلاتا ہے، اور ہم نے آسمان سے

السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿٤٨﴾ لِّنُحْیِ َ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّنُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا

السَّمَآءِ	مَآءً	طَهُوْرًا ﴿٤٨﴾	لِّنُحْیِ َ	بِهٖ	بَلْدَةً	مَّیْتًا	وَ	نُسْقِیَهٗ	مِمَّا	خَلَقْنَاۤ	اَنْعَامًا
آسمان کے	پانی	پاکیزگی بخشش	تاکہ ہم زندہ کریں	ساتھ اس کے	ایک شہر	مردہ	اور	ہم وہ پلائیں	اسمیں سے جو	ہم نے پیدا کئے	جانور

پاکیزگی بخش پانی اتارا۔ ﴿٤٨﴾ تاکہ ہم اُس کے ذریعے بے آباد شہر کو آباد کریں، اور ہم وہ پانی اپنے پیدا کیے ہوئے جانوروں اور بہت سے

وَّاَنَاسِیَّ كَثِیْرًا ﴿٤٩﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ لِیَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ

وَّ	اَنَاسِیَّ	كَثِیْرًا ﴿٤٩﴾	وَلَقَدْ	صَرَّفْنٰهُ	بَیْنَهُمْ	لِیَذَّكَّرُوْا ۖ	فَاَبٰۤى	اَكْثَرُ	النَّاسِ
اور	انسان	بہت سے	اور البتہ یقیناً	ہم نے بار بار دہرایا اسے	ان کے درمیان	تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں	سو نہ مانا	اکثر	لوگوں نے

انسانوں کو پلائیں۔ ﴿٤٩﴾ اور یقیناً ہم نے اُسے اُن کے درمیان تقسیم کر دیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں، سو اکثر لوگ انکار کیے

اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٥٠﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ۖ ﴿٥١﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ

اِلَّا	كُفُوْرًا ﴿٥٠﴾	وَ	لَوْ	شِئْنَا	لَبَعَثْنَا	فِیْ	كُلِّ	قَرْیَةٍ	نَّذِیْرًا ۖ ﴿٥١﴾	فَلَا	تُطِعِ	الْكٰفِرِیْنَ
سوائے	انکار کے	اور	اگر	ہم چاہتے	البتہ بھیج دیتے ہم	بیچ	ہر ایک	بستی کے	ایک ڈرانے والا	سو مت	کہا مان	کافروں کا

بغیر نہیں مانتے۔ ﴿٥٠﴾ اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔ ﴿٥١﴾ سو آپ کافروں کی اطاعت نہ کیجئے

وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِیْرًا ﴿٥٢﴾ وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا

وَ	جَاهِدْهُمْ	بِهٖ	جِهَادًا	كَبِیْرًا ﴿٥٢﴾	وَ	هُوَ	الَّذِیْ	مَرَجَ	الْبَحْرَیْنِ	هٰذَا
اور	جہاد کر ان سے	ساتھ اس کے	جہاد	بہت بڑا	اور	وہ	وہی جس نے	ملایا	دو سمندروں کو	یہ

اور اُن کے ساتھ بڑا جہاد کیجئے۔ ﴿٥٢﴾ اور اللہ وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملایا، ایک

عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا

عَذْبٌ	فُرَاتٌ	وَّ	هٰذَا	مِلْحٌ	اُجَاجٌ ۚ	وَ	جَعَلَ	بَیْنَهُمَا	بَرْزَخًا	وَّ	حِجْرًا
میٹھا	پیاس بجھانے والا	اور	یہ	کھاری	کڑوا	اور	بنائی اس نے	ان دونوں کے درمیان	ایک آڑ	اور	رکاوٹ

تو میٹھا، پیاس بجھانے والا ہے اور دوسرا کھارا اور کڑوا ہے، اور اُس نے اِن دونوں کے درمیان ایک پردہ اور رکاوٹ

﴿٤٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو نعمتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی نعمت ہوا ہے، جب خوشگوار ہوائیں چلتی ہیں تو لوگ خوش ہو جاتے ہیں کہ اب آسمان سے بارش برسے گی، خشک سالی دور ہو گی، شادابی اور ہریالی کی بہار آئے گی، دوسری نعمت صاف پانی ہے، آج کے دور میں اس کی زیادہ اہمیت اور ضرورت محسوس کی جا رہی ہے، کیونکہ گھروں میں پینے کا جو پانی فراہم کیا جا رہا ہے، وہ جراثیم اور گندگی سے بھرپور ہوتا ہے، لوگ گٹروں کا پانی پینے پر مجبور ہیں، صاف پانی حاصل کرنے کیلئے خاصی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے، بہت سے ممالک پانی کی قلت کا شکار ہیں، کیونکہ انہوں نے اس نعمت کی حفاظت کا مناسب اور معقول انتظام نہیں کیا، اللہ کرے کہ پاکستان اس بھنور سے نکل جائے اور دنیا بھر میں لوگوں کو پینے کا صاف پانی میسر آ جائے۔

﴿٤٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں آسمان سے بارش برسانے کے دو مقصد بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اس کے ذریعے ہم مردہ زمین کو زندہ کرنا چاہتے ہیں، بنجر اور خشک زمین کو سیراب کر کے اسے نئی زندگی دینا چاہتے ہیں اور دوسرا یہ کہ ہم اپنی مخلوق کیلئے پینے کے پانی کا انتظام کریں، جن میں انسان اور جانور سب شامل ہیں۔

﴿٥٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں "پانی کی تقسیم" کا اصول ذکر کیا گیا ہے، یہ تقسیم اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھی ہے کہ کہاں کتنا پانی برسانا ہے اور کب برسانا ہے؟ تاکہ لوگ اس بات کو سمجھیں کہ پانی کی تقسیم ایک منظم طریقے سے ایک قادر و مختارِ مطلق ذات کر رہی ہے، لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں۔

﴿٥١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت بیان کی گئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اب بھی ہر بستی اور قوم میں الگ الگ نبی بھیج سکتا ہے، لیکن یہ اس کی مشیت نہیں ہے، اسی لیے اس نے نبی آخر الزمان ﷺ کو عالمگیر نبوت کے ساتھ دنیا کے تمام ممالک اور تمام اقوام کی طرف مبعوث فرمایا ہے، اس لیے مشرکین کو اس پر اعتراض کرنے کی بجائے نبی اکرم ﷺ کی نبوت پر ایمان لا کر اپنی نجات کا سامان مہیا کرنا چاہیے۔

﴿٥٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ایک امر اور ایک نہی کو جمع کیا گیا ہے، نہی کا تعلق کفار کی اطاعت کرنے اور ان کی بات ماننے سے ہے کہ جیسے آپ نے پہلے کبھی کافروں کی بات نہیں مانی، آئندہ بھی ان کی اطاعت نہ کریں اور امر کا تعلق جہاد و مجاہدہ سے ہے، یعنی جہاں جہاد کی ضرورت ہو، وہاں جہاد کریں اور جہاں مجاہدے کی ضرورت ہو، وہاں خوب مجاہدہ کریں تاکہ روحانی ترقی میں مزید اضافہ ہو۔

مَّحْجُوْرًا ﴿٥٣﴾ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ

مَّحْجُوْرًا﴿٥٣﴾	وَ	هُوَ	الَّذِیْ	خَلَقَ	مِنَ	الْمَآءِ	بَشَرًا	فَجَعَلَهٗ	نَسَبًا	وَّ	صِهْرًا ؕ
روکی ہوئی	اور	وہ	وہی جس نے	پیدا کیا	سے	پانی کے	انسان کو	سو بنایا اسے	نسبی رشتے	اور	سسرالی رشتے

قائم کر دی ۔ ﴿٥٤﴾ اور اللہ وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اُس کیلئے نسبی اور سسرالی رشتے بنائے ،

وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿٥٤﴾ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُهُمْ

وَ	كَانَ	رَبُّكَ	قَدِیْرًا﴿٥٤﴾	وَ	یَعْبُدُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	مَا	لَا	یَنْفَعُهُمْ
اور	ہے	تیرا رب	قدرت والا	اور	وہ عبادت کرتے ہیں	سے	علاوہ	اللہ کے	وہ جو	نہیں	فائدہ دیں گے انہیں

اور آپ کا رب قدرت والا ہے۔ ﴿٥٥﴾ اور وہ اللہ کو چھوڑ کر اُن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو انہیں نفع پہنچا سکتی ہیں

وَلَا یَضُرُّهُمْ ؕ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰی رَبِّهٖ ظَهِیْرًا ﴿٥٥﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ

وَ	لَا	یَضُرُّهُمْ ؕ	وَ	كَانَ	الْكَافِرُ	عَلٰی	رَبِّهٖ	ظَهِیْرًا﴿٥٥﴾	وَ	مَآ	اَرْسَلْنٰكَ
اور	نہ	نقصان دیں گے انہیں	اور	ہے	کافر	پر	اپنے رب کے	پیٹھ پھیرنے والا	اور	نہیں	بھیجا ہم نے تجھے

اور نہ نقصان ، اور کافر اپنے رب کے سامنے سے پیٹھ پھیرنے والا ہے۔ ﴿٥٦﴾ اور اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم، ہم نے آپ کو خوشخبری سنانے

اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴿٥٦﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ

اِلَّا	مُبَشِّرًا	وَّ	نَذِیْرًا﴿٥٦﴾	قُلْ	مَآ	اَسْئَلُكُمْ	عَلَیْهِ	مِنْ	اَجْرٍ	اِلَّا	مَنْ	شَآءَ	اَنْ
مگر	خوشخبری دینے والا	اور	ڈرانے والا	تو کہہ	نہیں	مانگتا میں تم سے	اس پر	سے	کوئی اجرت	مگر	جو	چاہے	کہ

اور ڈرانے والا بنا کر ہی بھیجا ہے۔ ﴿٥٧﴾ اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ فرما دیجئے کہ میں تم سے اس پر کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا سوائے اُس کے جو اپنے رب سے

یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا ﴿٥٧﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَسَبِّحْ

یَّتَّخِذَ	اِلٰی	رَبِّهٖ	سَبِیْلًا﴿٥٧﴾	وَ	تَوَكَّلْ	عَلَی	الْحَیِّ	الَّذِیْ	لَا	یَمُوْتُ	وَ	سَبِّحْ
بنالے	طرف	اپنے رب کے	راستہ	اور	بھروسہ کر	پر	زندہ رکھنے والے کے	وہ جو	نہیں	مرے گا	اور	تسبیح کر

راستہ استوار کرنا چاہے۔ ﴿٥٨﴾ اور اُس زندہ رکھنے والی ذات پر بھروسہ کیجئے جو کبھی نہیں مرے گا اور اُس کی تعریف کے ساتھ

مع بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰی بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًا ﴿٥٨﴾ ج الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

بِحَمْدِهٖ ؕ	وَكَفٰی	بِهٖ	بِذُنُوْبِ	عِبَادِهٖ	خَبِیْرًا﴿٥٨﴾	الَّذِیْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ
ساتھ اس کی تعریف کے	اور کافی ہے	اسے	ساتھ گناہوں کے	اپنے بندوں کے	خوب باخبر	جس نے	پیدا کیا	آسمانوں کو

تسبیح بیان کیجئے، اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر ہونے کیلئے کافی ہے۔ ﴿٥٩﴾ وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین

﴿٥٣﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی بیان کی گئی ہے، دو سمندروں کے درمیان ایک نہ دکھائی دینے والی دیوار اور آڑ ، دونوں سمندر پہلو بہ پہلو رواں دواں ہیں، ایک کا پانی نہایت شیریں ، خوشگوار اور فرحت بخش ہے، دوسرے کا پانی کڑوا کھارا اور پینے کے ناقابل ہے، دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کے باوجود ایک طرف کا پانی دوسری طرف کے پانی میں شامل ہو کر اس کے ذائقے کو تبدیل بھی نہیں کرتا اور رنگت میں بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، آخر وہ کون سی ذات ہے جس نے اپنی قدرت سے ان دونوں سمندروں کا پانی آپس میں ملنے سے روک رکھا ہے؟ یقیناً وہ اللہ ہے، اس کے علاوہ کسی میں ایسی قدرت نہیں ہے، مفسرین نے اس کی مثال میں بہت سے دریاؤں اور سمندروں کو پیش کیا ہے اور آیت کا مفہوم ان سب پر بے تکلف صادق آ سکتا ہے۔ ﴿٥٤﴾ اس آیت مبارکہ میں قدرت خداوندی کے شاہکار ''انسان'' کی تخلیق اور اس کی رشتہ داریوں کے دو بنیادی ستون ذکر کیے گئے ہیں، پہلا ستون نسبی رشتہ داری ہے جس میں انسان کے اصول وفروع اور بہن بھائی وغیرہ آ جاتے ہیں، دوسرا ستون سسرالی رشتہ داری ہے جو ازدواجی تعلقات کی بناء پر قائم ہوتی ہے، پہلی قسم کی رشتہ داری دوسری قسم سے زیادہ پائیدار ہوتی ہے اور وہ کسی کے ختم کرنے سے بھی ختم نہیں ہوتی، جبکہ دوسری قسم کی رشتہ داری میں اتار چڑھاؤ رہتا ہے اور یہ ختم بھی ہو جاتی ہے، گو کہ اسے ختم کرنے کا ایک شائستہ اور تہذیب یافتہ طریقہ بھی ہوتا ہے لیکن اس ناکارہ کا مشاہدہ اور تجربہ یہی ہے کہ عام طور پر اسے نہایت بدتہذیبی اور ناشائستگی کے ساتھ ختم کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ بعض اوقات قتل کی نوبت بھی آ جاتی ہے۔ ﴿٥٥﴾ اس آیت مبارکہ میں کفار و مشرکین اور بت پرستوں کی جرأت و بے باکی بیان کی گئی ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے سے پشت پھیر کر نکل جاتے ہیں اور ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن سے انہیں کوئی نفع پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی نقصان، بلکہ وہ تو اپنے نفع نقصان کے بھی مالک نہیں ہیں، لیکن بت پرستوں کی بے خوفی دیکھو، کس حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ ﴿٥٦﴾ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے دو مقصد بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ ایمان اور عمل صالح والوں کو خوش خبریاں سنائیں، اور دوسرا یہ کہ گناہ اور کفر کے راستے پر چلنے والوں کو برے انجام سے آگاہ کر کے ڈرائیں، سو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کما حقہ، یہ دونوں ذمہ داریاں ادا فرمائیں۔ ﴿٥٧﴾ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم علیہ السلام سے اعلان کروایا گیا ہے کہ اپنی اس دعوت اور پیغام کے بدلے میں تم سے کسی قسم کی کوئی اجرت یا مزدوری نہیں چاہتا، میری مزدوری تو صرف یہ ہے کہ تم اپنے رب سے اپنے تعلقات درست کر لو، اس کے ساتھ اپنی راہ ہموار کر لو، اس سے دوستی اور لو لگا لو، اس کے علاوہ میرا تم سے کوئی مطالبہ نہیں ہے۔ ﴿٥٨﴾ اس آیت مبارکہ میں دو حکم اور ایک خبر دی گئی ہے، پہلا حکم ''توکل'' کا ہے کہ اس ذات پر بھروسہ رکھو جو خود بھی زندہ ہے اور دوسروں کو بھی زندہ کرتا اور زندہ رکھتا ہے، عام طور پر توکل کا مفہوم ''ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جانا'' سمجھا جاتا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، توکل کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ انسان کسی بھی کام کیلئے دستیاب تمام وسائل اور ہنر بروئے کار لائے، پھر ان پر اعتماد کرنے کی بجائے نتیجہ اللہ کے حوالے کر دے، دوسرا حکم تسبیح ہے کہ اللہ کی تعریف اور اس کی تسبیح بیان کرتے رہو، اور خبر یہ کہ اللہ اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر ہونے کیلئے کافی ہے، اسے خوب معلوم ہے کہ کون کس وقت کس گناہ کا کیوں ارتکاب کر رہا ہے اور کون اس سے بچ رہا ہے؟

وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

وَ	الْاَرْضَ	وَ	مَا	بَيْنَهُمَا	فِيْ	سِتَّةِ	اَيَّامٍ	ثُمَّ	اسْتَوٰى	عَلَى	الْعَرْشِ
اور	زمین کو	اور	جو کچھ	ان دونوں کے درمیان	بیچ	چھ	دنوں کے	پھر	قائم ہوا	پر	عرش کے

اور اُن کے درمیان جو کچھ ہے، چھ دن میں پیدا کر دیا، پھر وہ عرش پر قائم ہوا،

اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿٥٩﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا

اَلرَّحْمٰنُ	فَسْـَٔلْ	بِهٖ	خَبِيْرًا ﴿٥٩﴾	وَ	اِذَا	قِيْلَ	لَهُمُ	اسْجُدُوْا	لِلرَّحْمٰنِ	قَالُوْا
رحمان ہے	سو پوچھ	اس سے	کسی باخبر سے	اور	جب	کہا جاتا ہے	ان سے	سجدہ کرو	رحمان کو	کہتے ہیں

رحمان کے متعلق تو کسی باخبر سے پوچھو۔ ﴿٥٩﴾ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ رحمان کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں

وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿٦٠﴾ ۩ تَبٰرَكَ الَّذِيْ

وَ	مَا	الرَّحْمٰنُ	اَنَسْجُدُ	لِمَا	تَاْمُرُنَا	وَ	زَادَهُمْ	نُفُوْرًا ﴿٦٠﴾	تَبٰرَكَ	الَّذِيْ
اور	کیا ہے	رحمان	کیا ہم سجدہ کریں	اسے جو	تو حکم دیتا ہے ہمیں	اور	بڑھا دیا انہیں	بدکنے میں	بابرکت ہے وہ	جس نے

کہ رحمان کیا ہے؟ کیا ہم اُسی کو سجدہ کرنے لگیں جس کا تم ہمیں حکم دیتے ہو؟ اور اُن کے بدکنے میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ﴿٦٠﴾ بابرکت ہے وہ ذات جس نے

جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿٦١﴾ وَهُوَ

جَعَلَ	فِيْ	السَّمَآءِ	بُرُوْجًا	وَّ	جَعَلَ	فِيْهَا	سِرٰجًا	وَّ	قَمَرًا	مُّنِيْرًا ﴿٦١﴾	وَ	هُوَ
بنائے	بیچ	آسمان کے	بہت سے برج	اور	بنایا اس نے	اسمیں	چراغ	اور	چاند	روشن کرنے والا	اور	وہ

آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور روشن چاند رکھا۔ ﴿٦١﴾ اور اللہ وہی ہے جس نے

الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿٦٢﴾

الَّذِيْ	جَعَلَ	الَّيْلَ	وَالنَّهَارَ	خِلْفَةً	لِّمَنْ	اَرَادَ	اَنْ	يَّذَّكَّرَ	اَوْ	اَرَادَ	شُكُوْرًا ﴿٦٢﴾
جس نے	بنایا	رات کو	اور دن کو	آگے پیچھے آنے والا	اس کیلئے جو	ارادہ کرلے	یہ کہ	نصیحت حاصل کرے	یا	ارادہ کرلے	شکرگذار ہونے کا

رات اور دن کو آگے پیچھے آنے والا بنایا، اُس شخص کیلئے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے یا شکر گذار بننا چاہے۔ ﴿٦٢﴾

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ

وَ	عِبَادُ	الرَّحْمٰنِ	الَّذِيْنَ	يَمْشُوْنَ	عَلَى	الْاَرْضِ	هَوْنًا	وَّ	اِذَا	خَاطَبَهُمُ
اور	بندے	رحمان کے	وہ جو	چلتے ہیں	پر	زمین کے	وقار سے	اور	جب	بات کریں ان سے

اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر وقار کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ اُن سے

﴿٥٩﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اللہ نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو صرف چھ دن میں پیدا کر دیا، دوسری یہ کہ وہ عرش پر قائم ہوا، ان دونوں صفات پر سورۂ اعراف کی آیت نمبر ٥٤ میں کلام ہو چکا ہے، تیسری یہ کہ وہ رحمان ہے اور اس کی رحمت کائنات کے ہر ذرے پر وسیع اور پھیلی ہوئی ہے، اس کے متعلق اگر کسی سے پوچھنا ہو تو کسی باخبر سے پوچھو، وہ تمہیں اس کا تعارف کروائے گا، جیسے انبیاء کرام علیہم السلام اور ان میں سے بھی خصوصاً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔

﴿٦٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں سجدے کا حکم دینے پر مشرکین کا ردعمل بیان کیا گیا ہے، وہ بدنصیب نہ رحمان کو پہچانتے ہیں اور نہ سجدہ کرنے کے حکم پر عمل کرتے ہیں، بلکہ اور زیادہ بدک جاتے ہیں، اسی وجہ سے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جب اس آیت کی تلاوت کریں تو فوراً سجدہ تلاوت کیا کریں، تاکہ مشرکین کے طرزِ عمل سے زبانی اور عملی دونوں طرح برأت ظاہر ہو جائے۔

﴿٦١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین قدرتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اس نے آسمان میں برج بنائے، اس سے بارہ مشہور برج بھی مراد ہو سکتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آسمان میں بنائے گئے قلعے ہوں جہاں پہرے دار فرشتوں کو مقرر کیا گیا ہو، دوسری یہ کہ اس نے آسمان میں سورج بنایا، یہاں اس کیلئے چراغ کی تعبیر اختیار کی گئی ہے جو اس کے علاوہ بھی بعض جگہوں پر استعمال ہوئی ہے، تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے چاند کو بنایا، جس کا چاندنا اور نور دیکھنے والوں کو بھلا معلوم ہوتا ہے اور اندھیرے میں سفر کرنے والوں کیلئے روشنی کا سبب بنتا ہے، اللہ کے علاوہ کسی میں یہ کام کرنے کی قدرت نہیں ہے۔

﴿٦٢﴾ اس آیت مبارکہ میں نصیحت حاصل کرنے والوں اور شکر گزار بندوں کیلئے رات اور دن کا ایک دوسرے کے آگے پیچھے آنا جانا اللہ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے، ان قدرتوں پر غور کر کے انسان اللہ کی معرفت حاصل کر سکتا ہے اور ان نعمتوں پر شکر ادا کر کے انسان اللہ کا فرمانبردار بندہ بن سکتا ہے۔

الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾

الْجٰهِلُوْنَ	قَالُوْا	سَلٰمًا ﴿٦٣﴾	وَالَّذِيْنَ	يَبِيْتُوْنَ	لِرَبِّهِمْ	سُجَّدًا	وَّ	قِيَامًا ﴿٦٤﴾
جاہل لوگ	کہتے ہیں وہ	سلامتی کی بات	اور جو لوگ	رات گذارتے ہیں	اپنے رب کیلئے	سجدہ کرتے ہوئے	اور	قیام کرتے ہوئے

بات کریں تو وہ سلامتی کی بات کہتے ہیں۔ ﴿٦٣﴾ اور وہ لوگ جو اپنے رب کیلئے سجدہ اور قیام کرتے ہوئے ساری رات گذار دیتے ہیں ﴿٦٤﴾

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ

وَالَّذِيْنَ	يَقُوْلُوْنَ	رَبَّنَا	اصْرِفْ	عَنَّا	عَذَابَ	جَهَنَّمَ	اِنَّ	عَذَابَهَا	كَانَ
اور جو لوگ	کہتے ہیں	اے ہمارے پروردگار	پھیر دے	ہم سے	عذاب کو	جہنم کے	بیشک	عذاب اس کا	ہے

اور وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ پروردگار! ہم سے جہنم کے عذاب کو دور کردے ، بیشک اُس کا عذاب

غَرَامًا ﴿٦٥﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ

غَرَامًا ﴿٦٥﴾	اِنَّهَا	سَآءَتْ	مُسْتَقَرًّا	وَّ	مُقَامًا ﴿٦٦﴾	وَ	الَّذِيْنَ	اِذَآ	اَنْفَقُوْا	لَمْ
چمٹ جانے والا	بیشک وہ	بدترین	ٹھکانہ	اور	رہنے کی جگہ	اور	وہ لوگ جو	جب	خرچ کریں وہ	نہ

چمٹ جانے والا ہے۔ ﴿٦٥﴾ بیشک وہ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے۔ ﴿٦٦﴾ اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو

يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ

يُسْرِفُوْا	وَلَمْ	يَقْتُرُوْا	وَكَانَ	بَيْنَ	ذٰلِكَ	قَوَامًا ﴿٦٧﴾	وَالَّذِيْنَ	لَا	يَدْعُوْنَ	مَعَ
فضول خرچ کریں	اور نہ	کمی کریں	اور رہے وہ	درمیان	اس کے	معتدل	اور جو لوگ	نہیں	پکارتے	ساتھ

نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں، اور وہ اس کے درمیان اعتدال کے ساتھ رہتے ہیں۔ ﴿٦٧﴾ اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ

اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ

اللّٰهِ	اِلٰهًا	اٰخَرَ	وَ	لَا	يَقْتُلُوْنَ	النَّفْسَ	الَّتِيْ	حَرَّمَ	اللّٰهُ	اِلَّا	بِالْحَقِّ
اللہ کے	معبود	دوسرا	اور	نہیں	قتل کرتے	کسی نفس کو	وہ جو	حرام کردیا	اللہ نے	سوائے	حق کے

کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے نفس کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے حرام قرار دے رکھا ہو

وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ

وَلَا	يَزْنُوْنَ	وَمَنْ	يَّفْعَلْ	ذٰلِكَ	يَلْقَ	اَثَامًا ﴿٦٨﴾	يُّضٰعَفْ	لَهُ	الْعَذَابُ	يَوْمَ
اور نہیں	بدکاری کرتے	اور جو کوئی	کرے	وہ	سامنا کرے گا	سزا کا	دوگنا کیا جائیگا	اس کیلئے	عذاب	دن

اور وہ بدکاری بھی نہیں کرتے اور جو شخص ایسا کرے گا وہ سزا سے دوچار ہو گا۔ ﴿٦٨﴾ اُس کیلئے قیامت کے دن عذاب کو

﴿٦٣﴾ اس آیت مبارکہ میں رحمان کے خاص بندوں کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں پہلی یہ کہ وہ زمین پر وقار سے چلتے ہیں، اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں، مثلاً ان کے پروٹوکول کی وجہ سے لوگوں کو گھنٹوں گرمی میں سڑکوں پر کھڑے ذلیل نہیں ہونا پڑتا، ان کی خاطر لوگوں کو دھکے نہیں دیئے جاتے، وہ زمین پر سینہ پھلا کر، گردن اکڑا کر، لوگوں کو حقیر سمجھ کر نہیں چلتے، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ وہ زمین پر انسان بن کر چلتے ہیں، خدا بن کر نہیں، دوسری یہ کہ وہ جہلاء سے بحث مباحثہ کرنے کی بجائے سلامتی کا کوئی جملہ کہہ کر آگے نکل جاتے ہیں، جہالت کا جواب جہالت سے، گالی کا جواب گالی سے اور بد زبانی کا جواب بدزبانی سے نہیں دیتے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس طرح ان میں اور جہلاء میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔

﴿٦٤﴾ اس آیت مبارکہ میں رحمان کے بندوں کی تیسری صفت بیان کی گئی ہے کہ ان کی راتیں ان کے رب کے سامنے گزرتی ہیں، کبھی سجدے میں، کبھی قیام میں، کبھی آنسو بہا کر اور کبھی فریاد اور آہ وزاری کر کے اور اس میں انہیں وہ لذت نصیب ہوتی ہے جو لہو ولعب میں مشغول رہنے والوں کو خواب میں بھی نہیں ملتی۔

﴿٦٥﴾ اس آیت مبارکہ میں رحمان کے بندوں کی چوتھی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جہنم کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جہنم کا عذاب چمٹ جانے والی چیز ہے اور انسان کیلئے ناقابل برداشت سزا۔

﴿٦٦﴾ اس آیت مبارکہ میں عذاب جہنم سے پناہ مانگنے کی دوسری وجہ بیان کی گئی ہے کہ جہنم بدترین ٹھکانہ اور نہایت بری رہائش گاہ ہے، جہاں انسان کو ایک لمحے کا سکون بھی میسر نہ ہوگا، اس لیے اس سے پناہ ہی مانگنی چاہیے۔

﴿٦٧﴾ اس آیت مبارکہ میں رحمان کے بندوں کی پانچویں صفت خرچ میں میانہ روی بیان کی گئی ہے، میانہ روی ہر فرد اور ہر ملک کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے کہ انسان اسراف بھی نہ کرے اور بخل بھی نہ کرے، ضرورت کے موقع پر ضرورت کے مطابق ضرور خرچ کرے اور بلا ضرورت بے دریغ لٹانے سے اجتناب کرے۔

﴿٦٨﴾ اس آیت مبارکہ میں رحمان کے بندوں کی مزید تین صفات بیان کی گئی ہیں، سابقہ ترتیب کے مطابق چھٹی صفت "شرک سے اجتناب" ہے، ساتویں صفت قتل ناحق کے ارتکاب سے بچنا ہے اور آٹھویں صفت بدکاری سے اجتناب کرنا ہے، کیونکہ شرک، قتل ناحق اور بدکاری تینوں کبیرہ گناہ ہیں اور ان کا مرتکب سزا کا مستحق ہوگا، جیسا کہ اپنے مقام پر ان کی سزائیں بیان ہو چکی ہیں۔

اَلْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا

اَلْقِيٰمَةِ	وَ	يَخْلُدْ	فِيْهٖ	مُهَانًا ﴿٦٩﴾	اِلَّا	مَنْ	تَابَ	وَاٰمَنَ	وَ	عَمِلَ	عَمَلًا
قیامت کے	اور	ہمیشہ رہے گا	اسمیں	ذلیل ہوکر	مگر	جوکوئی	توبہ کرلے	اورایمان لے آئے	اور	عمل کرے	عمل

دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس میں ذلیل ہوکر ہمیشہ پڑا رہے گا۔ ﴿٦٩﴾ سوائے اُس کے جو توبہ کر لے، ایمان لائے اور نیک اعمال

صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

صَالِحًا	فَاُولٰٓئِكَ	يُبَدِّلُ	اللّٰهُ	سَيِّاٰتِهِمْ	حَسَنٰتٍ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	غَفُوْرًا
نیک	تو وہی لوگ	بدل دے گا	اللہ	ان کے گناہوں کو	نیکیوں سے	اور	ہے	اللہ	بہت بخشنے والا

کرے تو انہی لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے تبدیل کر دے گا، اور اللہ بہت بخشنے والا،

رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾

رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾	وَ	مَنْ	تَابَ	وَ	عَمِلَ	صَالِحًا	فَاِنَّهٗ	يَتُوْبُ	اِلَى	اللّٰهِ	مَتَابًا ﴿٧١﴾
نہایت مہربان	اور	جوکوئی	توبہ کرے	اور	عمل کرے	نیک	تو بیشک وہ	توبہ کرتا ہے	طرف	اللہ کے	توبہ کرنا

نہایت مہربان ہے۔ ﴿٧٠﴾ اور جو شخص توبہ کر لے اور نیک اعمال کرنے لگے تو وہ اللہ کی طرف بہترین رجوع کرتا ہے۔ ﴿٧١﴾

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾ وَالَّذِيْنَ

وَ	الَّذِيْنَ	لَا	يَشْهَدُوْنَ	الزُّوْرَ	وَ	اِذَا	مَرُّوْا	بِاللَّغْوِ	مَرُّوْا	كِرَامًا ﴿٧٢﴾	وَ	الَّذِيْنَ
اور	جولوگ	نہیں	گواہی دیتے	جھوٹی	اور	جب	گزرتے ہیں	بیہودہ چیز پر	گذرجاتے ہیں	باعزت	اور	جولوگ

اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب بیہودہ چیزوں پر گذرتے ہیں تو باعزت طریقے سے گذر جاتے ہیں۔ ﴿٧٢﴾ اور وہ لوگ

اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾ وَالَّذِيْنَ

اِذَا	ذُكِّرُوْا	بِاٰيٰتِ	رَبِّهِمْ	لَمْ	يَخِرُّوْا	عَلَيْهَا	صُمًّا	وَّ	عُمْيَانًا ﴿٧٣﴾	وَ	الَّذِيْنَ
جب	نصیحت کئے جائیں	ساتھ آیتوں کے	اپنے رب کی	نہیں	گرتے	اس پر	بہرے ہوکر	اور	اندھے ہوکر	اور	جولوگ

کہ جب اُنہیں اُن کے رب کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جائے تو وہ اُن پر اندھے بہرے ہوکر نہیں گرتے۔ ﴿٧٣﴾ اور وہ لوگ

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا

يَقُوْلُوْنَ	رَبَّنَا	هَبْ	لَنَا	مِنْ	اَزْوَاجِنَا	وَذُرِّيّٰتِنَا	قُرَّةَ	اَعْيُنٍ	وَّ	اجْعَلْنَا
کہتے ہیں	اے ہمارے پروردگار	عطا کرتو	ہمیں	سے	ہماری بیویوں کے	اور ہماری اولاد کے	ٹھنڈک	آنکھوں کی	اور	بنادے ہمیں

جو کہتے ہیں کہ پروردگار! ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا

﴿٦٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مذکورہ گناہوں کی سزا بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے دن ان گناہوں کی دوگنی سزا دی جائے گی اور مجرم ذلت کے عذاب میں مبتلا ہوکر ہمیشہ پڑا رہے گا۔

﴿٧٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں آخرت کی سزا سے ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جو اگر مسلمان ہیں تو توبہ کرلیں اور اگر کافر ہیں تو ایمان لے آئیں اور آئندہ سے اعمال صالحہ کا اہتمام شروع کر دیں، تو نہ صرف یہ کہ گزشتہ گناہوں کی سزا سے بچ جائیں گے، بلکہ ان کے گناہوں کو بھی نیکیوں سے تبدیل کر دیا جائیگا، کیونکہ توبہ کی برکت سے گناہ تو نامۂ اعمال سے ویسے ہی مٹا دیئے جاتے ہیں اور اللہ کیلئے یہ مشکل نہیں ہے کہ وہ سابقہ گناہوں کی جگہ انسان کے نامۂ اعمال میں نیکیوں کا ثواب لکھ دے، اور یہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ آئندہ اللہ تعالیٰ اسے نیکیوں کی توفیق عطا فرمادے گا جن کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائیگا۔

﴿٧١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں توبہ کرنے والے کی حوصلہ افزائی اور تعریف کی گئی ہے کہ توبہ کر کے اس نے ایک اچھا کام کیا ہے، کیونکہ توبہ نام ہے اللہ کی طرف رجوع کرنے کا اور ظاہر ہے کہ اس سے اچھا کام کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا، انسان کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، آئندہ گناہوں سے بچ جاتا ہے، اعمال صالحہ کی توفیق پالیتا ہے اور اللہ کے ساتھ اس کا ٹوٹا ہوا تعلق دوبارہ بحال اور مضبوط ہوجاتا ہے۔ فطوبى لمن تاب و عمل صالحا۔

﴿٧٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں رحمان کے بندوں کی نویں اور دسویں صفت بیان کی گئی ہے، نویں صفت "جھوٹی گواہی" سے اجتناب کرنا ہے، اس میں جھوٹ بولنا بھی داخل ہے اور جھوٹی گواہی دینا بھی شامل ہے، دسویں صفت گناہوں اور لغویات کا حصہ بننے سے اجتناب کرنا ہے، اگر انسان کا گزر کسی ایسی مجلس سے ہو جہاں لغویات کا ارتکاب ہو رہا ہو، موسیقی اور گانے بجانے ہو رہے ہیں تو ان سے لطف اندوز ہونے کی بجائے باوقار طریقے سے وہاں سے گزر جائے۔

﴿٧٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں رحمان کے بندوں کی گیارہویں صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ قرآن کریم کے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں، اندھے بہرے ہوکر نہیں گزرتے، شوق کی آیات پر مشتاق ہوجاتے ہیں، خوف کی آیات پر لرز جاتے ہیں اور آہ و بکا کی آیات پر ان کی آنکھیں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہوجاتی ہے۔

لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿٧٤﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا

لِلْمُتَّقِيْنَ	اِمَامًا۝	اُولٰٓئِكَ	يُجْزَوْنَ	الْغُرْفَةَ	بِمَا	صَبَرُوْا	وَ	يُلَقَّوْنَ	فِيْهَا
متقیوں کیلئے	امام	وہی لوگ	بدلہ دیے جائیں گے	بالا خانہ	بدلے اس کے جو	صبر کیا انہوں نے	اور	سامنا کریں گے	اسمیں

امام بنا دے۔ [75] انہی لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے میں بالا خانے دیئے جائیں گے اور وہاں اُن کا

تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿٧٥﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٧٦﴾ قُلْ

تَحِيَّةً	وَ	سَلٰمًا۝	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	حَسُنَتْ	مُسْتَقَرًّا	وَ	مُقَامًا۝	قُلْ
دعا سے	اور	سلام سے	ہمیشہ رہنے والے	اسمیں	بہترین	ٹھکانہ	اور	رہنے کی جگہ	تو کہہ

استقبال دعا اور سلام سے ہوگا [76] وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، کیا خوب ٹھکانہ اور ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ [77] اے نبی! ﷺ، آپ فرما دیجیے

مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاۗؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾ ع

مَا	يَعْبَؤُا	بِكُمْ	رَبِّيْ	لَوْلَا	دُعَاۗؤُكُمْ	فَقَدْ	كَذَّبْتُمْ	فَسَوْفَ	يَكُوْنُ	لِزَامًا۝
نہیں	پرواہ کرتا	تمہاری	میرا رب	اگر نہ ہو	تمہارا پکارنا	سو یقینا	جھٹلایا تم نے	سو عنقریب	ہوگا وہ	لازم

کہ میرے رب کو تمہاری کوئی پروا نہیں ہے اگر تم اُسے نہ پکارو گے، سو تم تکذیب کر چکے، عنقریب یہ فیصلہ لازم ہونے والا ہے۔ [77]

اٰيَاتُهَا ٢٢٧ (٢٦) سُوْرَةُ الشُّعَرَاۗءِ مَكِّيَّةٌ (٤٧) رُكُوْعَاتُهَا ١١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

طٰسۗمّۗ ﴿١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا

طٰسۗمّۗ۝	تِلْكَ	اٰيٰتُ	الْكِتٰبِ	الْمُبِيْنِ۝	لَعَلَّكَ	بَاخِعٌ	نَّفْسَكَ	اَلَّا
طٰسٓمٓ	وہ	آیتیں	کتاب کی	کھلی	شاید آپ	گھلانے والے	اپنی جان کو	یہ کہ نہیں

طٰسٓمٓ [1] یہ کھلی کتاب کی آیتیں ہیں۔ [2] شاید آپ اپنے آپ کو اس وجہ سے گھلا لیں گے کہ

يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٣﴾ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ

يَكُوْنُوْا	مُؤْمِنِيْنَ۝	اِنْ	نَّشَاْ	نُنَزِّلْ	عَلَيْهِمْ	مِّنَ	السَّمَاۗءِ	اٰيَةً	فَظَلَّتْ
ہور ہے وہ	ایمان والے	اگر	ہم چاہیں	نازل کر دیں	ان پر	سے	آسمان کے	کوئی نشانی	سو ہو جائیں

یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ [3] اگر ہم چاہیں تو آسمان سے کوئی نشانی اتار دیں، پھر اُن کی گردنیں

[74] اس آیتِ مبارکہ میں رحمان کے بندوں کی بارہویں صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گھریلو اور ازدواجی تعلقات کی بہتری اور مضبوطی کی دعا کرتے ہیں، آج یہ دعا معاشرتی اور ازدواجی زندگی سے رخصت ہو چکی ہے، اس لیے اللہ کی نصرت بھی اٹھ چکی ہے اور ہمارا معاشرتی اور ازدواجی نظام اپنی بقاء کے خطرے سے دوچار ہے، ہر گھر میں تلخی اور لڑائی جھگڑا ہے، ہر گھر جہنم کا نمونہ بنا ہوا ہے، میاں بیوی کے درمیان تفریق ہے، اولاد اور والدین کے درمیان جدائی اور فاصلے ہیں اور کسی کو اس خطرے کا احساس نہیں ہے، ہر شخص سکون بھی چاہتا ہے لیکن وہ کچھ کرنا بھی نہیں چاہتا، حالانکہ اگر وہ اور کچھ نہ بھی کرے، کم از کم اسی دعا کا اہتمام کر لے تو اس کے واضح اثرات کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ [75] اس آیتِ مبارکہ میں رحمان کے بندوں کا انعام بیان کیا گیا ہے کہ دنیا میں انہوں نے جس صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا، اس کے بدلے انہیں جنت کے بالا خانے عطا کیے جائیں گے ،فرشتے ہر جگہ ان کا استقبال کریں گے، وہاں صرف دعائیں ہوں گی اور سلام ،کوئی بیہودہ یا ناپسندیدہ بات نہ ہوگی۔ [76] اس آیتِ مبارکہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اہل جنت ان نعمتوں اور رہائش گاہوں میں ہمیشہ رہیں گے، انہیں وہاں سے کبھی نکالا نہ جائے گا اور دوسری یہ کہ جنت سب سے بہترین ٹھکانہ اور عمدہ ترین رہائش گاہ ہے، اس سے زیادہ بہترین رہائش گاہ کوئی دوسری جگہ نہیں ہو سکتی۔ [77] اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی بے نیازی بیان کی گئی ہے کہ اگر تم اللہ سے دعا نہیں کرو گے، اس کی دعوت کو قبول نہیں کرو گے اور اس کی فرمانبرداری نہیں کرو گے تو اس سے اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا ،اسے اس کی کوئی پرواہ بھی نہیں ہے، اگر تم تکذیب و انکار کے راستے پر چلو گے تو اس کی سزا پاؤ گے اور یہ سزا تمہارے ساتھ چمٹ جائے گی اور تمہارے لیے اس سے چھٹکارا پانا ممکن نہیں رہے گا ،اس لیے دھوکے کا شکار نہ رہنا۔ (الحمد للہ! آج مورخہ ١٥ نومبر ٢٠١٨ء بروز جمعرات سورۂ فرقان کے مختصر حواشی سے فراغت ہوئی، حق تعالیٰ بقیہ کام کو بھی آسان فرما کر پایۂ تکمیل تک پہنچا دے۔ آمین

سورۃ الشعراء

سورۂ شعراء مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ٥٥٤٢، کلمات ١٢٩٧، آیات ٢٢٧، اور رکوعات ١١ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ٢٢٤ میں "الشعراء" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ شعراء رکھا گیا، اس سورت کا مرکزی عنوان حق تعالیٰ کی دو صفتوں عزیز اور رحیم کے مظاہر کا بیان ہے، اس سورت کے آغاز میں واضح کیا گیا ہے کہ دین میں جبر نہیں ہے، ورنہ یہ ممکن تھا کہ تمام لوگوں کو زبردستی اسلام کے دائرے میں داخل کر دیا جاتا، اس کے بعد مختلف قوموں اور امتوں کے احوال بیان کیے گئے ہیں جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مکالمہ، جادوگروں سے مقابلہ، جادوگروں کا قبول اسلام، فرعون کی دھمکیاں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو لیکر ملک مصر سے روانہ ہونا، فرعون کا تعاقب کرنا اور فوج سمیت پانی میں غرق ہو جانا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو دعوت توحید پیش کرنا، حضرت نوح، ہود، صالح، لوط اور شعیب علیہم السلام کا بابرکت تذکرہ اور ان

اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝۴ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ

اَعْنَاقُهُمْ	لَهَا	خٰضِعِيْنَ ۝	وَ	مَا	يَاْتِيْهِمْ	مِّنْ	ذِكْرٍ	مِّنَ	الرَّحْمٰنِ
ان کی گردنیں	اس کیلئے	جھکنے والے	اور	نہیں	آتی ان کے پاس	سے	نصیحت	سے	رحمان ے

اُس کے سامنے جھک جائیں۔ ۴ اور اُن کے پاس رحمان کی طرف سے جب بھی کوئی نئی نصیحت

مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۝۵ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْبٰٓؤُا

مُحْدَثٍ	اِلَّا	كَانُوْا	عَنْهُ	مُعْرِضِيْنَ ۝	فَقَدْ	كَذَّبُوْا	فَسَيَاْتِيْهِمْ	اَنْبٰٓؤُا
نئی	مگر	ہیں وہ	اس سے	منہ پھیرنے والے	سو یقیناً	جھٹلا چکے وہ	سو عنقریب آئیں گی ان کے پاس	خبریں

آتی ہے، وہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ ۵ چنانچہ انہوں نے تکذیب کی، عنقریب اُن کے پاس اُن چیزوں کی حقیقت پہنچ جائے گی

مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۶ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا

مَا	كَانُوْا	بِهٖ	يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝	اَوَلَمْ	يَرَوْا	اِلَى	الْاَرْضِ	كَمْ	اَنْۢبَتْنَا	فِيْهَا
وہ جو	تھے	اس کا	مذاق اڑاتے رہے	اور کیا نہیں	دیکھا انہوں	طرف	زمین کے	کتنی	اگائیں ہم نے	اسمیں

جن کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ۶ کیا اُنہوں نے زمین کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں ہر طرح کی عمدہ چیزیں

مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝۷ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸

مِنْ	كُلِّ	زَوْجٍ	كَرِيْمٍ ۝	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيَةً ؕ	وَ	مَا	كَانَ	اَكْثَرُهُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ۝
سے	ہر ایک	قسم کی	عمدہ	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانی	اور	نہیں	تھے	ان میں سے اکثر	ایمان والے

کس قدر اگائیں؟ ۷ بیشک اس میں نشانی ہے، اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں ۸

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۹ ع وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ

ع ١ ٩ ۵

وَ	اِنَّ	رَبَّكَ	لَهُوَ	الْعَزِيْزُ	الرَّحِيْمُ ۝	وَ	اِذْ	نَادٰى	رَبُّكَ	مُوْسٰٓى	اَنِ	ائْتِ
اور	بیشک	تیرا رب	البتہ وہی	غالب	نہایت مہربان	اور	جب	پکارا	تیرے رب نے	موسیٰ کو	یہ کہ	تو جا

اور بیشک آپ کا رب ہی غالب، نہایت رحم والا ہے۔ ۹ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ تم ظالم

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰ لا قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝۱۱ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ

الْقَوْمَ	الظّٰلِمِيْنَ ۝	قَوْمَ	فِرْعَوْنَ ؕ	اَلَا	يَتَّقُوْنَ ۝	قَالَ	رَبِّ	اِنِّيْٓ	اَخَافُ
قوم پر	ظالموں کی	قوم	فرعون کی	کیا نہیں	ڈرتے وہ	کہا اس نے	پروردگار	بیشک میں	ڈرتا ہوں

قوم کے پاس جاؤ۔ ۱۰ فرعون کی قوم کے پاس، کیا وہ ڈرتے نہیں؟ ۱۱ موسیٰ نے کہا کہ پروردگار! مجھے اس بات کا اندیشہ ہے

کی قوموں کا ان کی تکذیب کرنا بھی مذکور ہے ان انبیاء کرام کیلئے حق تعالیٰ کی صفتِ رحیم اور ان کی قوموں کیلئے صفتِ عزیز کے مظاہر نمایاں کیے گئے، آخر میں قرآن کریم کی حقانیت پر کلام کر کے رسول اکرم ﷺ کو اپنی دعوت کا دائرہ وسیع کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور واضح کر دیا گیا ہے کہ قرآن کریم کا شعر و شاعری سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، کیونکہ شعراء تو ٹامک ٹوئیاں مارتے اور ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں، جبکہ قرآن کریم پختہ اور سنجیدہ مضامین پر مشتمل ہے، ان دونوں کا آپس میں کوئی جوڑ ہی نہیں بنتا، البتہ حکیمانہ، اسلامی مزاج اور مذاق پر مشتمل شاعری کی اجازت ہے۔

سورۃ الشعراء

١ یہ آیت حروفِ مقطعات میں سے ہے، سورۂ بقرہ کے آغاز میں اس کی تفصیل دیکھ لی جائے۔ ٢ اس آیتِ مبارکہ میں قرآنِ کریم کو "کتابِ مبین" کہا گیا ہے، جس کا لفظی معنی واضح کرنے والی کتاب ہے، چنانچہ یہ کتاب صحیح اور غلط کو واضح کرتی ہے، اللہ کی پسند اور ناپسند کو واضح کرتی ہے، جنت اور جہنم کو واضح کرتی ہے اور تمام اضداد کو ایک دوسرے کے مقابل رکھ کر واضح کرتی ہے۔ ٣ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ سے خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ ان لوگوں کے ایمان نہ لانے پر لگتا ہے کہ آپ اپنی جان ہی گھلا بیٹھیں گے، آپ اتنا زیادہ بوجھ اپنی طبیعت پر نہ لیا کریں، آپ باحسن طریق اپنی ذمہ داری پوری فرما رہے ہیں، اگر وہ نہیں مانتے تو اس سے آپ کے مرتبے پر تو کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ ہی اس میں آپ کا کوئی قصور ہے۔ ۴ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت بیان کی گئی ہے کہ ہمارے لیے کوئی ایسا معجزہ اتار دینا مشکل نہیں ہے جس کے سامنے ان سب کی گردنیں جھک جائیں اور یہ لوگ انکار کر ہی نہ سکیں لیکن اس طرح اختیار سلب کر کے کسی کو ایمان لانے پر مجبور کر دینا ہماری حکمت کے خلاف ہے۔ ۵ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کا رویہ بیان کیا گیا ہے کہ جب بھی کوئی نئی وحی نازل ہوتی ہے، یہ لوگ اس سے منہ پھیر کر نکل جاتے ہیں اور اس پر ایمان لانے کی بجائے اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ ۶ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کا تکذیب و استہزاء کرنا بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ اللہ کی وحی پر ایمان تو کیا لاتے، الٹا اس کی تکذیب کرتے اور مذاق اڑاتے ہیں، عنقریب ان کے سامنے اس تکذیب و استہزاء کا انجام نمایاں ہو کر آ جائے گا۔ ۷ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کو خصوصاً اور تمام انسانوں کو عموماً "زمین" پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے کہ آخر وہ کون سی ہستی ہے جو زمین کا سینہ پھاڑ کر اس میں سے طرح طرح کی خوش رنگ اور خوش ذائقہ چیزیں اگاتی ہے، ظاہر ہے کہ یہ کام خود بخود تو نہیں ہو سکتا، اس کیلئے کسی کرنے والے کا ہونا ضروری ہے، وہ وہی رب العالمین ہے جس کی قدرت پوری کائنات پر محیط ہے۔ ۸ اس آیتِ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ زمین کے اس پیداواری نظام میں عبرت حاصل کرنے والوں کیلئے قدرت کی نشانی موجود ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اس پر ایمان لانے کیلئے تیار نہیں ہے۔ ۹ اس آیتِ مبارکہ میں رب العالمین کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، ایک یہ کہ وہ سب پر غالب، زبردست اور عزت والا ہے دوسری یہ کہ وہ نہایت مہربان اور شفیق ہے، اس کی ان دونوں صفتوں کا مظاہرہ بار ہا ہوا ہے، بطورِ مثال کے چند واقعات یہاں بھی بیان کیے جا رہے ہیں اور ہر واقعے کے آخر میں انہی دو صفتوں کا حوالہ دیا گیا ہے تاکہ اس امت کے لوگ بھی اس کے مظاہر کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں۔ ١٠ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ظالم قوم کی طرف جانے کا حکم دیا گیا ہے، یہ حکم انہیں مدین سے مصر کی جانب واپس آتے ہوئے طور پہاڑ کی دائیں جانب وادی مقدس میں دیا گیا تھا۔ ١١ اس آیتِ مبارکہ میں ظالم کا مصداق قومِ فرعون کو قرار دیا گیا ہے اور یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس جا کر انہیں اللہ کے قہر اور اس کے عذاب سے ڈرائیں۔

اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿١٢﴾ وَ یَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی

اَنْ	یُّكَذِّبُوْنِ ﴿١٢﴾	وَ	یَضِیْقُ	صَدْرِیْ	وَ	لَا	یَنْطَلِقُ	لِسَانِیْ	فَاَرْسِلْ
یہ کہ	وہ جھٹلائیں مجھے	اور	تنگ ہوجاتا ہے	میرا سینہ	اور	نہیں	چلتی	میری زبان	سو بھیج دے

اِلٰی
طرف

کہ وہ میری تکذیب کریں گے۔ 12 اور میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی، اس لیے ہارون کے پاس بھی پیغامِ نبوت

هٰرُوْنَ ﴿١٣﴾ وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿١٤﴾ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا

هٰرُوْنَ ﴿١٣﴾	وَ	لَهُمْ	عَلَیَّ	ذَنْۢبٌ	فَاَخَافُ	اَنْ	یَّقْتُلُوْنِ ﴿١٤﴾	قَالَ	كَلَّا
ہارون کے	اور	ان کا	مجھ پر	ایک گناہ	سو ڈرتا ہوں میں	اس سے کہ	وہ مجھے قتل کر دیں	کہا اس نے	ہرگز نہیں

فَاذْهَبَا
سو تم دونوں جاؤ

بھیج دے 13 اور اُن کا مجھ پر ایک الزام ہے، اس لیے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ 14 اللہ نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا، تم دونوں ہماری نشانیاں

بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿١٥﴾ فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ

بِاٰیٰتِنَاۤ	اِنَّا	مَعَكُمْ	مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿١٥﴾	فَاْتِیَا	فِرْعَوْنَ	فَقُوْلَاۤ	اِنَّا	رَسُوْلُ	رَبِّ
ساتھ ہماری آیتوں کے	بیشک ہم	ہمراہ تمہارے	سننے والے	سو جاؤ تم دونوں	فرعون کے پاس	سو کہو تم دونوں	بیشک ہم	بھیجے ہوئے	پالنے والے

لیکر جاؤ، ہم بھی تمہارے ساتھ موجود، سن رہے ہیں۔ 15 سو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اُس سے کہو کہ ہم رب العالمین کے

الْعٰلَمِیْنَ ﴿١٦﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿١٧﴾ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِیْنَا

الْعٰلَمِیْنَ ﴿١٦﴾	اَنْ	اَرْسِلْ	مَعَنَا	بَنِیْۤ	اِسْرَآءِیْلَ ﴿١٧﴾	قَالَ	اَلَمْ	نُرَبِّكَ	فِیْنَا
جہان والوں کے	یہ کہ	تو بھیج دے	ہمارے ساتھ	بیٹوں کو	اسرائیل کے	کہا اس نے	کیا نہیں	پرورش کی ہم نے تیری	اپنے میں

قاصد ہیں۔ 16 کہ تم بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دو۔ 17 فرعون نے کہا کیا ہم نے بچپن میں اپنے درمیان تمہاری پرورش

وَلِیْدًا وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِیْنَ ﴿١٨﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ

وَلِیْدًا	وَ	لَبِثْتَ	فِیْنَا	مِنْ	عُمُرِكَ	سِنِیْنَ ﴿١٨﴾	وَ	فَعَلْتَ	فَعْلَتَكَ
بچپن میں	اور	تو رہا	ہم میں	سے	اپنی عمر کے	کئی سال	اور	کیا تو نے	اپنا وہ فعل

الَّتِیْ
جو

نہیں کی؟ اور تم اپنی زندگی کے کئی سال ہمارے یہاں رہے۔ 18 اور تم نے وہ کام کیا جو تم

فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿١٩﴾ قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿٢٠﴾

فَعَلْتَ	وَ	اَنْتَ	مِنَ	الْكٰفِرِیْنَ ﴿١٩﴾	قَالَ	فَعَلْتُهَاۤ	اِذًا	وَّ	اَنَا
تو نے کیا	اور	تو	سے	ناشکروں کے	کہا اس نے	کیا میں نے وہ	اس وقت	اور	میں

مِنَ	الضَّآلِّیْنَ ﴿٢٠﴾
سے	ناواقفوں کے

نے کیا اور تم ناشکروں میں سے ہو گئے۔ 19 موسیٰ نے کہا کہ میں نے وہ کام اُس وقت کیا تھا جبکہ میں ناواقف تھا۔ 20

12 اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مناجات ذکر کی گئی ہے کہ پروردگار! مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ لوگ میری تکذیب ہی نہ کر دیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مجھ پر ایمان ہی نہ لائیں۔

13 اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مزید دو چیزیں ذکر کر کے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کیلئے بھی نبوت و رسالت کی درخواست کر دی، پہلی یہ کہ میرے سینے میں کچھ تنگی اور بوجھ ہے اسے دور کر میرے سینے کو کشادہ کر دے اور دوسری یہ کہ لکنت کی وجہ سے بولنے میں دشواری ہوتی ہے، اس لیے میری زبان کی گرہ کو اتنا کھول دے کہ میں فرعون اور اہل مصر کو جو بات سمجھانا چاہوں، وہ میری بات سمجھ لیں، ہارون میرے معاون بن جائیں گے۔

14 اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک اور اندیشہ بیان کیا گیا ہے کہ کہیں وہ مجھے قتل ہی نہ کر دیں، کیونکہ ان کا مجھ پر ایک دعویٰ ہے محض ایک مکے کی وجہ سے ایک قبطی کی موت میرے ہاتھوں واقع ہو گئی تھی تو کہیں وہ مقدمہ دوبارہ نہ کھل جائے، اس کی تفصیل سورۂ قصص میں آئے گی ان شاء اللہ۔

15 اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اندیشۂ قتل سے نجات دلاتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ وہ ایسا ہرگز نہ کر سکیں گے کہ تمہیں قتل کر دیں، اس لیے تم دونوں بھائی بے خوف ہو کر جاؤ، اس جملے میں حضرت ہارون علیہ السلام کے حوالے سے ان کی دعا قبول ہونے کا اشارہ کیا گیا ہے، پھر انہیں اپنی معیت کا یقین دلایا اور یہ کہ ہم وہ سب باتیں سنیں گے جو تمہارے اور فرعون کے درمیان ہوں گی، گھبراؤ نہیں، وہ تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔

16 اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس جانے اور اس کے سامنے دعویٰ رسالت پیش کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

17 اس آیتِ مبارکہ میں فرعون کے نام یہ پیغام جاری کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کو اپنے ظلم و جبر سے نجات دے اور انہیں ہمارے ساتھ جانے دے، تاکہ ان کی غلامی اور ذلت کا خاتمہ ہو اور وہ اپنے آبائی وطن ملکِ شام جا کر دوبارہ آباد ہوں۔ 18 اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی پیغامِ خداوندی سن کر فرعون کا اپنے دو احسان موسیٰ کو یاد دلانا مذکور ہوا ہے، پہلا یہ کہ تم وہی تو ہو، بچپن میں جس کی پرورش ہم نے اپنے محل میں کی تھی اور دوسرا یہ کہ تمہاری زندگی کا ایک بڑا عرصہ ہمارے درمیان گزرا، تم شاہی محل میں شاہانہ طریقے سے پرورش پاتے اور زندگی گزارتے رہے ہو، اب تم یکا یک نبوت و رسالت کا دعویٰ لیکر آ گئے ہو۔

19 اس آیتِ مبارکہ میں کنایہ کے انداز میں قبطی کے قتل کا واقعہ یاد دلایا گیا ہے کہ اے موسیٰ! ہم نے تم پر انعامات اور احسانات کیے اور تم نے ان کی ناشکری اور ناقدری کی، یہاں تک کہ تم نے وہ کام کر دیا جو تم نے کیا یعنی ایک بے گناہ کو قتل کر ڈالا۔ 20 اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کے قتل کے حوالے سے جواب ذکر کیا گیا ہے کہ میں نے اسے اپنے ارادے اور اختیار سے قتل نہیں کیا تھا، میں تو اس وقت اپنی جسمانی طاقت کے اس راز سے ناواقف تھا کہ ایک مکے میں ہی قبطی کا کام تمام ہو جائیگا، بھلا کبھی مکوں سے بھی لوگ مرا کرتے ہیں؟

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّ جَعَلَنِيْ

فَفَرَرْتُ	مِنْكُمْ	لَمَّا	خِفْتُكُمْ	فَوَهَبَ	لِيْ	رَبِّيْ	حُكْمًا	وَّ	جَعَلَنِيْ
سو میں بھاگ گیا	تم سے	جب	میں تم سے ڈرا	سو عطا کی	مجھے	میرے رب نے	حکمت	اور	بنایا مجھے

اس لیے جب مجھے تم سے اندیشہ ہوا تو میں تمہارے یہاں سے نکل گیا، پھر میرے رب نے مجھے حکمت عطا فرمائی اور مجھے پیغمبروں

مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢١﴾ وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ

مِنَ	الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢١﴾	وَ	تِلْكَ	نِعْمَةٌ	تَمُنُّهَا	عَلَيَّ	اَنْ	عَبَّدْتَّ
سے	پیغمبروں کے	اور	وہ	احسان	تو وہ جتا رہا ہے	مجھ پر	یہ کہ	تو نے غلام بنالیا

میں سے بنا دیا۔ [٢١] اور یہی وہ احسان ہے جو تو مجھ پر جتا رہا ہے، کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٢٢﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالَ رَبُّ

بَنِيْٓ	اِسْرَآءِيْلَ ﴿٢٢﴾	قَالَ	فِرْعَوْنُ	وَ	مَا	رَبُّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٣﴾	قَالَ	رَبُّ
بیٹوں کو	اسرائیل کے	کہا	فرعون نے	اور	کیا ہے	رب	جہان والوں کا	کہا اس نے	رب

بنا رکھا ہے؟ [٢٢] فرعون نے کہا کہ "رب العالمین" سے کیا مراد ہے؟ [٢٣] موسیٰ نے کہا کہ آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ لِمَنْ

السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَمَا	بَيْنَهُمَا ؕ	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّوْقِنِيْنَ ﴿٢٤﴾	قَالَ	لِمَنْ
آسمانوں کا	اور	زمین کا	اور جو	ان دونوں کے درمیان	اگر	تم ہو	یقین والے	کہا اس نے	اس سے جو

اور زمین اور ان کے درمیان تمام چیزوں کا رب، اگر تم یقین کرو۔ [٢٤] فرعون نے اپنے آس پاس والوں سے

حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٦﴾ قَالَ اِنَّ

حَوْلَهٗ	اَلَا	تَسْتَمِعُوْنَ ﴿٢٥﴾	قَالَ	رَبُّكُمْ	وَ	رَبُّ	اٰبَآئِكُمُ	الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٦﴾	قَالَ	اِنَّ
اردگرد اس کے	کیا نہیں	سن رہے تم	کہا اس نے	رب تمہارا	اور	رب	تمہارے باپوں کا	پہلے والے	کہا اس نے	بیشک

کہا کہ کیا تم سن رہے ہو؟ [٢٥] موسیٰ نے کہا کہ وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے آباؤ اجداد کا بھی رب ہے۔ [٢٦] فرعون نے کہا کہ

رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٢٧﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ

رَسُوْلَكُمُ	الَّذِيْٓ	اُرْسِلَ	اِلَيْكُمْ	لَمَجْنُوْنٌ ﴿٢٧﴾	قَالَ	رَبُّ	الْمَشْرِقِ
تمہارا پیغمبر	وہ جو	بھیجا گیا	تمہاری طرف	البتہ دیوانہ	کہا اس نے	رب	مشرق کا

تمہارا پیغمبر "جسے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے" مجنون ہے۔ [٢٧] موسیٰ نے کہا کہ وہ مشرق و مغرب

[٢١] اس آیت مبارکہ میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ جب مجھے تمہاری طرف سے اندیشہ ہوا کہ تم اس معاملے میں انصاف سے کام نہیں لوگے اور مجھ پر قتل عمد کا جھوٹا مقدمہ بنا دو گے تو میں یہاں سے نکل گیا، کیونکہ یہ قتل عمد تھا ہی نہیں، پھر جب اللہ کو منظور ہوا تو اس نے مجھے دو انعام عطا فرمائے، ایک حکمت اور دوسرا نبوت و رسالت اور یہ اس کا مجھ پر احسان ہے۔

[٢٢] اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے احسانات کا جواب مذکور ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے شاہی محل میں شاہانہ طریقے سے پرورش پائی اور زندگی کا ایک بڑا عرصہ تمہارے یہاں گزارا، لیکن ٹھنڈے دل سے سوچو کہ کیا ایک بچے کی پرورش کر کے اس کی قوم کے ہزاروں لوگوں کو اپنے غلام اور باندیاں بنالینا اور ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنا جائز ہے؟ کیا انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ پوری قوم کو عذاب میں مبتلا کر دیا جائے اور اس کے بدلے صرف ایک بچے کی پرورش اپنے خرچ پر کروا دی جائے؟

[٢٣] اس آیت مبارکہ میں فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے "رب العالمین" کی حقیقت پوچھنا مذکور ہے، اس کے سوال کا منشا یہ ہے کہ تم جس رب العالمین کے رسول اور نبی ہونے کا دعویٰ کر رہے ہو، اس کی کچھ حقیقت بتاؤ کہ اس کی شکل صورت کیسی ہے؟ وہ لوہے کا بنا ہوا ہے یا تانبے اور پیتل کا، سونے چاندی کا ہے یا پتھر اور لکڑی کا؟ وہ نادان اسے مصریوں کے خداؤں کی طرح سمجھتا تھا۔

[٢٤] اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب مذکور ہے کہ اگر تم میری بات کا یقین کر سکتے ہو تو سنو، رب العالمین وہ ہے جو آسمانوں کا رب ہے، جو زمینوں کا رب ہے اور جو ان دونوں کے درمیان ہر چیز کا رب ہے، اس کی حقیقت تک کسی انسان کی رسائی کیونکر ہو سکتی ہے؟ ہم تو اسے اس کی صفات کے ذریعے ہی پہچان سکتے ہیں، اس لیے میں نے اس کی صفات بیان کر دی ہیں۔

[٢٥] اس آیت مبارکہ میں فرعون کا اپنے درباریوں کو موسیٰ کے جواب کی طرف متوجہ کرنا مذکور ہے کہ کیا تم نے موسیٰ کا جواب سنا؟ میں ان سے رب العالمین کی حقیقت پوچھ رہا ہوں اور وہ مجھ سے اس کی صفات بیان کر رہے ہیں، اس کی ذات کے متعلق کچھ نہیں بتا رہے؟

[٢٦] اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رب العالمین کی ایک اور صفت بیان کرنا مذکور ہے کہ وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے آباؤ اجداد کا بھی رب ہے، اسے چھوڑ کر دوسروں کو تم اپنا رب کیسے بناتے ہو؟

[٢٧] اس آیت مبارکہ میں فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مجنون قرار دینا مذکور ہے، کہ موسیٰ اپنے رب کی ذات بیان کرنے کی بجائے اس کی صفات بیان کیے چلے جا رہے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیوانے ہو گئے ہیں۔

وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا

وَ	الْمَغْرِبِ	وَ	مَا	بَیْنَهُمَا ؕ	اِنْ	كُنْتُمْ	تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾	قَالَ	لَىِٕنِ	اتَّخَذْتَ	اِلٰهًا
اور	مغرب کا	اور	جو	ان کے درمیان	اگر	تم ہو	عقل رکھتے	کہا اس نے	البتہ اگر	بنایا تو نے	کوئی معبود

اور اُن کے درمیان کا رب ہے، اگر تم عقل رکھتے ہو۔ ٢٨ فرعون نے کہا کہ اگر تم نے میرے علاوہ کسی اور کو معبود

غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ ﴿٢٩﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ

غَیْرِیْ	لَاَجْعَلَنَّكَ	مِنَ	الْمَسْجُوْنِیْنَ ﴿٢٩﴾	قَالَ	اَوَلَوْ	جِئْتُكَ	بِشَیْءٍ
علاوہ میرے	البتہ ضرور کروں گا میں تجھے	سے	جیل والوں کے	کہا اس نے	کیا اگرچہ	میں لاؤں تیرے پاس	کوئی چیز

ٹھہرایا تو میں تمہیں ضرور جیل میں ڈال دوں گا۔ ٢٩ موسیٰ نے کہا کہ اگرچہ میں تمہارے پاس کوئی واضح چیز

مُّبِیْنٍ ﴿٣٠﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿٣١﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا

مُّبِیْنٍ ﴿٣٠﴾	قَالَ	فَاْتِ	بِهٖۤ	اِنْ	كُنْتَ	مِنَ	الصّٰدِقِیْنَ ﴿٣١﴾	فَاَلْقٰى	عَصَاهُ	فَاِذَا
کھلی	کہا اس نے	تو لے آ	اسے	اگر	تو ہے	سے	سچوں کے	سو ڈال دی اس نے	اپنی لاٹھی	سو اسی وقت

لیکر آؤں؟ ٣٠ فرعون نے کہا کہ پھر وہ چیز لیکر آؤ اگر تم سچے ہو۔ ٣١ چنانچہ موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈال دی، سو اُسی وقت

هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ﴿٣٢﴾ وَّنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿٣٣﴾ قَالَ

هِیَ	ثُعْبَانٌ	مُّبِیْنٌ ﴿٣٢﴾	وَّ	نَزَعَ	یَدَهٗ	فَاِذَا	هِیَ	بَیْضَآءُ	لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿٣٣﴾	قَالَ
وہ	اژدھا	نمایاں	اور	کھینچ کر نکالا	اپنا ہاتھ	سو اسی وقت	وہ	روشن	دیکھنے والوں کیلئے	کہا اس نے

وہ نمایاں اژدہا ہو گیا۔ ٣٢ اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ کھینچ کر نکالا تو وہ اسی وقت دیکھنے والوں کیلئے روشن ہو گیا۔ ٣٣ فرعون نے

لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ﴿٣٤﴾ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ

لِلْمَلَاِ	حَوْلَهٗۤ	اِنَّ	هٰذَا	لَسٰحِرٌ	عَلِیْمٌ ﴿٣٤﴾	یُّرِیْدُ	اَنْ	یُّخْرِجَكُمْ	مِّنْ
سرداروں سے	اردگرد کے	بیشک	یہ	البتہ جادوگر	خوب جاننے والا	چاہتا ہے	کہ	نکال دے تمہیں	سے

اپنے آس پاس سرداروں سے کہا کہ یہ تو بڑا ماہر جادوگر ہے۔ ٣٤ یہ چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے

اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِی

اَرْضِكُمْ	بِسِحْرِهٖ ۖ	فَمَاذَا	تَاْمُرُوْنَ ﴿٣٥﴾	قَالُوْۤا	اَرْجِهْ	وَ	اَخَاهُ	وَابْعَثْ	فِی
تمہاری زمین کے	جادو سے اپنے	سو کیا ہے وہ جو	حکم دیتے ہو تم	کہا انہوں نے	مہلت دے اسے	اور	اس کے بھائی کو	اور بھیج	بیچ

تمہیں تمہارے ملک سے نکال دے، سو اب تم کیا رائے دیتے ہو؟ ٣٥ اُنہوں نے کہا کہ اِسے اور اِس کے بھائی کو کچھ مہلت دیجئے اور شہروں میں جمع

٢٨ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رب العالمین کی ایک اور صفت بیان کرنا مذکور ہے، کہ وہ مشرق کا بھی رب ہے، مغرب کا بھی رب ہے اور ان کے درمیان جو کچھ ہے، وہ ان سب کا بھی رب ہے، اگر تم لوگ اپنی عقل استعمال کرو تو میری بات بخوبی سمجھ سکتے ہو کہ رب العالمین کا تعارف اس کی صفات سے ہی حاصل ہو سکتا ہے، کیونکہ اس کی ذات تک کسی کی رسائی نہیں ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے۔

٢٩ اس آیتِ مبارکہ میں فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دھمکی دینا بیان ہوا ہے کہ اے موسیٰ علیہ السلام! اگر تم اپنی دعوت سے باز نہ آئے اور میرے علاوہ کسی اور کو اپنا معبود قرار دینے کی کوشش کی تو میں تمہیں جیل میں ڈال دوں گا، پھر وہاں سے تمہیں نکالنے کیلئے کوئی بھی نہ آئے گا۔

٣٠ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو اپنی نبوت و رسالت کی تصدیق کیلئے معجزے کی پیشکش کرنا مذکور ہے کہ اگر میں تمہارے سامنے کوئی نہایت روشن معجزہ پیش کردوں تو کیا تب بھی تم مجھے جیل میں ڈالو گے؟

ع ٢٤ ٦

٣١ اس آیت مبارکہ میں فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا معجزہ پیش کرنے کی دعوت دینا مذکور ہوا ہے۔

٣٢ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لاٹھی والا معجزہ بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی لاٹھی زمین پر ڈالی تو یکایک اس میں روح پڑ گئی اور وہ نہایت زبردست اژدھا بن گیا جس سے دیکھنے والے مرعوب اور خوفزدہ ہو گئے۔

٣٣ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دوسرا معجزہ "ید بیضاء" ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں بغل کے نیچے رکھا تو وہ سورج سے زیادہ روشن اور چمکدار ہو کر نکلا، جس کی چمک سے لوگوں کی نگاہیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں۔

٣٤ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عظیم معجزات دیکھ کر فرعون کا انہیں جادوگر قرار دینا بیان کیا گیا ہے، فرعون نے ان معجزات کو جادو قرار دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک ماہر جادوگر۔ العیاذ باللہ۔

٣٥ اس آیت مبارکہ میں فرعون کا ایک سیاسی بیان ذکر کیا گیا ہے جو اس نے اس مقصد کیلئے دیا تھا کہ کہیں کچھ لوگ موسیٰ کے معجزات سے متاثر ہو کر ان پر ایمان نہ لے آئیں، چنانچہ وہ کہنے لگا کہ موسیٰ اپنے اس جادوئی شعبدے کو تمہارے سامنے پیش کر کے تم پر اپنی برتری ثابت کرنا چاہتا ہے، اس کا منشا یہ ہے کہ کسی طرح تمہاری حکومت و سلطنت پر خود قبضہ کر لے اور تمہیں تمہارے وطن سے نکال کر گھر سے بے گھر کر دے، اس لیے اتفاق رائے سے موسیٰ کے متعلق مجھے مشورہ دو کہ کیا کرنا چاہیے؟

الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿٣٦﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿٣٧﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ

الْمَدَآئِنِ	حٰشِرِيْنَ ﴿٣٦﴾	يَاْتُوْكَ	بِكُلِّ	سَحَّارٍ	عَلِيْمٍ ﴿٣٧﴾	فَجُمِعَ	السَّحَرَةُ
شہروں کے	جمع کرنے والے	آئیں گے وہ تیرے پاس	ساتھ ہر ایک	بڑے جادوگر کے	خوب جاننے والے	سو جمع کر لئے گئے	جادوگر

کرنے والوں کو بھیجئے۔ ﴿٣٦﴾ جو آپ کے پاس ہر بڑے ماہر جادوگر کو لیکر آئیں۔ ﴿٣٧﴾ چنانچہ ایک مقررہ دن کے

لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٣٨﴾ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿٣٩﴾ لَعَلَّنَا

لِمِيْقَاتِ	يَوْمٍ	مَّعْلُوْمٍ ﴿٣٨﴾	وَّ	قِيْلَ	لِلنَّاسِ	هَلْ	اَنْتُمْ	مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿٣٩﴾	لَعَلَّنَا
وقت پر	ایک دن کے	متعین	اور	کہا گیا	لوگوں سے	کیا	تم	جمع ہونے والے	تاکہ ہم

وعدے پر جادوگروں کو جمع کر لیا گیا۔ ﴿٣٨﴾ اور لوگوں سے بھی کہا گیا کہ کیا تم جمع ہو گے؟ ﴿٣٩﴾ تاکہ ہم بھی

نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤٠﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا

نَتَّبِعُ	السَّحَرَةَ	اِنْ	كَانُوْا	هُمُ	الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤٠﴾	فَلَمَّا	جَآءَ	السَّحَرَةُ	قَالُوْا
پیروی کریں	جادوگروں کی	اگر	ہوں	وہ	غالب آنے والے	سو جب	آئے	جادوگر	کہنے لگے وہ

جادوگروں کی راہ پر چلیں اگر وہ غالب آجائیں۔ ﴿٤٠﴾ پھر جب جادوگر آئے تو وہ فرعون سے

لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤١﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا

لِفِرْعَوْنَ	اَئِنَّ	لَنَا	لَاَجْرًا	اِنْ	كُنَّا	نَحْنُ	الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤١﴾	قَالَ	نَعَمْ	وَ	اِنَّكُمْ	اِذًا
فرعون سے	کیا یقینی	ہمارے لئے	البتہ اجرت	اگر	رہے	ہم ہی	غالب آنے والے	کہا اس نے	ہاں	اور	بیشک تم	اس وقت

کہنے لگے کہ کیا ہمیں بھی کوئی اجرت ملے گی اگر ہم غالب آگئے؟ ﴿٤١﴾ فرعون نے کہا ہاں! اور اُس وقت تم

لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٢﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَاَلْقَوْا

لَّمِنَ	الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٢﴾	قَالَ	لَهُمْ	مُّوْسٰى	اَلْقُوْا	مَآ	اَنْتُمْ	مُّلْقُوْنَ ﴿٤٣﴾	فَاَلْقَوْا
البتہ سے	مقربین کے	کہا	ان سے	موسیٰ نے	ڈال دو	وہ جو	تم	ڈالنے والے	سو ڈال دیا انہوں نے

مقربین میں سے ہو گے۔ ﴿٤٢﴾ موسیٰ نے اُن سے کہا ڈالو جو تم ڈالنا چاہتے ہو۔ ﴿٤٣﴾ سو اُنہوں نے اپنی

حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَاَلْقٰى

حِبَالَهُمْ	وَ	عِصِيَّهُمْ	وَ	قَالُوْا	بِعِزَّةِ	فِرْعَوْنَ	اِنَّا	لَنَحْنُ	الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾	فَاَلْقٰى
اپنی رسیاں	اور	اپنی لاٹھیاں	اور	کہنے لگے	قسم عزت کی	فرعون کی	بیشک ہم	البتہ ہم ہی	غالب آنے والے	پھر ڈال دی

رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں اور کہنے لگے کہ فرعون کی عزت کی قسم! ہم ہی غالب رہیں گے۔ ﴿٤٤﴾ پھر موسیٰ نے

﴿٣٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں درباریوں کا فرعون کو مشورہ دینا مذکور ہوا ہے کہ آپ موسیٰ کو سزا دینے اور قید کرنے میں جلدی نہ کریں، چند دنوں تک انہیں ان کے حال پر رہنے دیں، اس دوران آپ ان سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کریں اور دلیل کا مقابلہ دلیل سے کریں۔

﴿٣٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے والوں کو متعین کیا گیا ہے کہ جیسے موسیٰ نہایت ماہر جادوگر بن کر آیا ہے، اس کے مقابلے میں بھی ماہر جادوگروں کی پوری ٹیم اتاری جائے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جو لوگ موسیٰ کے معجزات دیکھ کر متاثر ہو گئے ہیں، ان کی یہ کیفیت زائل ہو جائے گی، پھر چونکہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے لہٰذا جادو کا توڑ بھی جادو سے ہی ہوگا، اور جادوگر کا مقابلہ بھی جادوگر سے ہی ہوگا۔

﴿٣٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلے کیلئے جادوگروں کا ایک مقررہ دن جمع ہونا بیان کیا گیا ہے، یہ مقررہ دن ان کا سالانہ تہوار اور جشن کا موقع تھا جس میں تعطیل عام ہوتی تھی اور ہر شخص اس میں شریک ہوتا تھا۔

﴿٣٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا مقابلہ دیکھنے کی دعوت دینا مذکور ہے تاکہ ہر خاص و عام اس میں شریک ہو۔

﴿٤٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف سے جادوگروں کے غلبے کی توقع ظاہر کی گئی ہے کیونکہ عددی اعتبار سے تو دونوں فریقوں میں کوئی جوڑ بنتا ہی نہ تھا، ایک طرف سینکڑوں نامی گرامی جادوگر تھے اور دوسری طرف اکیلے حضرت موسیٰ علیہ السلام، جن کی معاونت صرف ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کر رہے تھے، اس لیے اہلِ مصر کو امید غالب تھی کہ وہ یہ مقابلہ بآسانی جیت جائیں گے، اس لیے اس کی خوب تشہیر کی گئی اور نہایت اہتمام سے یہ مقابلہ منعقد کروایا گیا۔

﴿٤١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں جادوگروں کا فرعون کے دربار میں پہنچنا مذکور ہے اور یہ کہ اس ملاقات میں انہوں نے فرعون سے اپنے غلبے کی صورت میں اپنی اجرت اور انعام کے حوالے سے بھی بات کر لی، مخلص لوگ اجرت اور انعام کی خاطر کام نہیں کرتے۔

﴿٤٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں فرعون کا انعام کے طور پر جادوگروں کو اپنا مقرب بنانے کا ذکر کیا گیا ہے کہ میں کامیابی کی خوشی میں تم لوگوں کو اپنے خاص مقربین میں شامل کر لوں گا اور ہر قسم کی نعمت سے تمہیں مالا مال کر دوں گا۔

﴿٤٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں کو مقابلے میں پہل کرنے کی دعوت دینا مذکور ہوا ہے۔ ﴿٤٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں جادوگروں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکنے اور فرعون کی عزت کی قسم کھا کر اپنے غالب آنے کے یقین کا اظہار کیا گیا ہے، کیونکہ وہ اپنی ناکامی کو محال سمجھتے تھے اور ان کیلئے اس کا تصور کرنا بھی ممکن نہ تھا۔

مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿٤٥﴾ فَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ

مُوْسٰى	عَصَاهُ	فَاِذَا	هِىَ	تَلْقَفُ	مَا	يَاْفِكُوْنَ ﴿٤٥﴾	فَاُلْقِىَ	السَّحَرَةُ
موسیٰ نے	اپنی لاٹھی	سو اُسی وقت	وہ	نگلنے لگی	وہ جو	بناتے رہے	سو ڈال دیئے گئے	جادوگر

اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ وقت اُن کی بنائی ہوئی چیزوں کو نگلنے لگی۔ ﴿٤٥﴾ اس پر جادو گر سجدے میں

سٰجِدِيْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿٤٨﴾

سٰجِدِيْنَ ﴿٤٦﴾	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا	بِرَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾	رَبِّ	مُوْسٰى	وَ	هٰرُوْنَ ﴿٤٨﴾
سجدہ کرنے والے	کہنے لگے وہ	ایمان لائے ہم	ساتھ رب کے	جہان والوں کے	رب پر	موسیٰ کے	اور	ہارون کے

گر پڑے۔ ﴿٤٦﴾ کہنے لگے کہ ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے۔ ﴿٤٧﴾ جو کہ موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔ ﴿٤٨﴾

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِىْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ

قَالَ	اٰمَنْتُمْ	لَهٗ	قَبْلَ	اَنْ	اٰذَنَ	لَكُمْ	اِنَّهٗ	لَكَبِيْرُكُمُ	الَّذِىْ	عَلَّمَكُمُ	السِّحْرَ
کہا اس نے	ایمان لائے تم	اس پر	پہلے	اس کے کہ	اجازت دوں میں	تمہیں	بیشک وہ	البتہ تمہارا بڑا	جس نے	سکھایا تمہیں	جادو

فرعون نے کہا کہ کیا تم مجھ سے اجازت لیے بغیر ہی اس پر ایمان لے آئے؟ بیشک یہ تمہارا استاد ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے،

فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ

فَلَسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ	لَاُقَطِّعَنَّ	اَيْدِيَكُمْ	وَ	اَرْجُلَكُمْ	مِّنْ	خِلَافٍ
سو البتہ عنقریب	تم جان لوگے	البتہ ضرور کاٹوں گا میں	ہاتھوں کو تمہارے	اور	پاؤں تمہارے	سے	مخالف سمت کے

سو عنقریب تم جان لو گے، میں ضرور تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دوں گا

وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٩﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۬ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿٥٠﴾

وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ	اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٩﴾	قَالُوْا	لَا	ضَيْرَ	اِنَّآ	اِلٰى	رَبِّنَا	مُنْقَلِبُوْنَ ﴿٥٠﴾
اور البتہ ضرور سولی چڑھاؤں گا میں تمہیں	سب کو	کہا انہوں نے	نہیں	کوئی پرواہ	بیشک ہم	طرف	اپنے رب کے	لوٹ کر جانے والے

اور تم سب کو سولی پر چڑھا کر رہوں گا۔ ﴿٤٩﴾ وہ کہنے لگے کہ کوئی پروا نہیں، بیشک ہمیں اپنے رب کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔ ﴿٥٠﴾

ع ٣ / ١٨ / ٧

اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥١﴾

اِنَّا	نَطْمَعُ	اَنْ	يَّغْفِرَلَنَا	رَبُّنَا	خَطٰيٰنَآ	اَنْ	كُنَّآ	اَوَّلَ	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥١﴾
بیشک ہم	امید کرتے ہیں	یہ کہ	معاف کردے گا ہمیں	ہمارا رب	گناہوں کو ہمارے	یہ کہ	ہوگئے ہم	سب سے پہلے	ایمان والے

ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہمارے گناہوں کو معاف کر دے گا کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہوئے ہیں۔ ﴿٥١﴾

﴿٤٥﴾ اس آیت مبارکہ میں حکم الٰہی کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لاٹھی پھینکنے، اس کے اژدھا بننے اور جادوگروں کے بنائے ہوئے سانپوں کو نگل لینے کا ذکر کیا گیا ہے۔

﴿٤٦﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر جادوگروں کا سجدے میں گر پڑنا بیان کیا گیا ہے، یہ باطل کی بہت بڑی شکست اور حق کی بہت بڑی فتح تھی، جو سر لینے آئے تھے، وہ سر دے چلے۔

﴿٤٧﴾ ﴿٤٨﴾ ان آیتوں میں جادوگروں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے متاثر ہو کر ایمان قبول کر لینے کا ذکر کیا گیا ہے، وہ شرف ایمان سے مشرف ہو گئے، اور وہ اس زمانے میں "پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے" کا بہترین مصداق ثابت ہوئے، اللہ نے انہیں درجہ احسان پر سرفراز فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحابیت بھی انہیں عطا فرمائی۔ فطوبی لهم و حسن مآب۔

﴿٤٩﴾ اس آیت مبارکہ میں فرعون کا جادوگروں پر برہمی کا اظہار اور انہیں سزا کی دھمکی دینا بیان کیا گیا ہے، دراصل فرعون کو جادوگروں کی شکست کا اتنا صدمہ نہیں ہوا تھا، جتنا صدمہ اسے ان کے قبول اسلام پر ہوا تھا، اس لیے کہ مقابلے میں ہار جیت تو ہوتی ہی رہتی ہے، اگر بات صرف یہیں تک محدود ہوتی تو فرعون کہہ سکتا تھا کہ اس مرتبہ ہم نے بھرپور تیاری نہیں کی تھی، اگلا مقابلہ فلاں موقع پر ہوگا، لیکن بات اس سے آگے بڑھ چکی تھی اور مقابلہ کرنے والے نہ صرف ہتھیار ڈال چکے تھے بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صف میں جا کھڑے ہو گئے تھے، فرعون کیلئے اپنی ناکامی سے زیادہ تشویش ناک بات یہ تھی، کیونکہ اس طرح مصری بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متاثر ہو سکتے تھے اور یوں اس کی خدائی کا بت دھڑام سے زمین پر آ گرتا، سو اس نے سیاست سے کام لیکر ایک طرف تو الزام تراشی کی کہ تم لوگ آپس میں استاد شاگرد ہو اور پہلے سے اس موقع کی ساری منصوبہ سازی کر کے آئے ہو اور تم نے اپنے منصوبے کے عین مطابق عمل کیا ہے، دوسری طرف اس نے جادوگروں کو دھمکی دیدی کہ میں مخالف سمت سے تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا، تمہیں میری اجازت کے بغیر موسیٰ پر ایمان لانے کی جرأت کیسے ہوئی؟

﴿٥٠﴾ ﴿٥١﴾ ان آیتوں میں جادوگروں کا جواب مذکور ہے، یہ جواب ان کے ایمان کی پختگی، جرأت اور بے خوفی پر دلالت کرتا ہے، انہوں نے فرعون سے کہا کہ تم ہمیں جس سزا کی دھمکی دے رہے ہو، ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے، تم زیادہ سے زیادہ ہمیں مروا دو گے، تو مروا دو، ہم نے کون سا دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے، لیکن اس طرح ہم توقع کر سکتے ہیں کہ موسیٰ کے مقابلے میں آ کر ہم سے جو غلطی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے اور موسیٰ کا مقابلہ کرنے کی غلطی کے بدلے ان پر معجزہ دیکھتے ہی ایمان لانے کو قبول فرمالے، کیونکہ اگر ہم نے ان سے مقابلہ کرنے میں پہل کی ہے تو ان پر ایمان لانے میں پہل کرنے کی سعادت بھی ہمیں نصیب ہوئی ہے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ

وَ	اَوْحَيْنَآ	اِلٰى	مُوْسٰٓى	اَنْ	اَسْرِ	بِعِبَادِيْٓ	اِنَّكُمْ	مُّتَّبَعُوْنَ ۵۲	فَاَرْسَلَ
اور	وحی کی ہم نے	طرف	موسیٰ کے	یہ کہ	لے چل	میرے بندوں کو	بیشک تم	پیچھا کیے جاؤ گے	سو بھیجا

اور ہم نے موسیٰ کے پاس یہ وحی بھیجی کہ تم میرے بندوں کو لیکر راتوں رات نکل جاؤ، تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ ۵۲ سو فرعون نے

فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾

فِرْعَوْنُ	فِي	الْمَدَآئِنِ	حٰشِرِيْنَ ۵۳	اِنَّ	هٰٓؤُلَآءِ	لَشِرْذِمَةٌ	قَلِيْلُوْنَ ۵۴
فرعون نے	بیچ	شہروں کے	جمع کرنے والوں کو	بیشک	یہ لوگ	البتہ ایک جماعت	تھوڑے سے لوگ

شہروں میں جمع کرنے والے بھیجے۔ ۵۳ کہ یہ لوگ تو ایک چھوٹی سی جماعت ہیں۔ ۵۴

وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ

وَ	اِنَّهُمْ	لَنَا	لَغَآئِظُوْنَ ۵۵	وَ	اِنَّا	لَجَمِيْعٌ	حٰذِرُوْنَ ۵۶	فَاَخْرَجْنٰهُمْ	مِّنْ
اور	بیشک وہ	ہمیں	البتہ غصہ دلانے والے	اور	بیشک ہم	البتہ سب	خطرے میں ہیں	سو ہم نے نکالا انہیں	سے

اور بیشک اِنہوں نے ہمیں غصہ دلایا ہے۔ ۵۵ اور ہم سب کو ہی اِن سے خطرہ ہے۔ ۵۶ چنانچہ ہم نے انہیں باغات اور

جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا

جَنّٰتٍ	وَّ	عُيُوْنٍ ۵۷	وَّ	كُنُوْزٍ	وَّ	مَقَامٍ	كَرِيْمٍ ۵۸	كَذٰلِكَ	وَاَوْرَثْنٰهَا
باغات کے	اور	چشموں کے	اور	خزانوں کے	اور	ٹھکانوں کے	بہترین	اسی طرح	اور وارث کردیا ہم نے اس کا

چشموں سے نکالا۔ ۵۷ اور خزانوں اور بہترین ٹھکانوں سے۔ ۵۸ اِسی طرح ہوا، اور ہم نے بنی اسرائیل کو ان چیزوں کا

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ

بَنِيْٓ	اِسْرَآءِيْلَ ۵۹	فَاَتْبَعُوْهُمْ	مُّشْرِقِيْنَ ۶۰	فَلَمَّا	تَرَآءَ	الْجَمْعٰنِ	قَالَ
بیٹوں کو	اسرائیل کے	سو انہوں نے پیچھا کیا ان کا	صبح ہوتے ہوئے	سو جب	ایک دوسرے کو دیکھا	دونوں جماعتوں نے	کہا

وارث کردیا۔ ۵۹ پھر وہ سورج نکلتے نکلتے اُن کے پیچھے پہنچ گئے۔ ۶۰ سو جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ کے

اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ

اَصْحٰبُ	مُوْسٰٓى	اِنَّا	لَمُدْرَكُوْنَ ۶۱	قَالَ	كَلَّا	اِنَّ	مَعِيَ	رَبِّيْ
ساتھیوں نے	موسیٰ کے	بیشک ہم	البتہ پکڑے گئے	کہا اس نے	ہرگز نہیں	بیشک	میرے ساتھ	میرا رب

ساتھی کہنے لگے کہ ہم تو پکڑے گئے۔ ۶۱ موسیٰ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں، میرے ساتھ میرا رب ہے،

۵۲ اس آیتِ مبارکہ میں ایک حکم اور ایک خبر دی گئی ہے، حکم یہ کہ اے موسیٰ، میرے بندوں کو راتوں رات لیکر ملکِ مصر سے روانہ ہو جاؤ، اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں ہے اور خبر یہ کہ فرعون اور اس کا لشکر تمہارا پیچھا کرے گا، کیونکہ وہ اتنی آسانی سے تمہارا پیچھا چھوڑنے والے نہیں ہیں، سو وہ آخر وقت تک کوشش کریں گے کہ تم ان کے ظلم وتسلط سے بچنے نہ پاؤ، یہ خبر پہلے سے اس لیے دی گئی کہ بنی اسرائیل اچانک خوفزدہ نہ ہو جائیں۔

۵۳ اس آیتِ مبارکہ میں بنی اسرائیل کے ملکِ مصر کو چھوڑنے کی خبر سن کر فرعون کا تمام شہروں سے فوج اور پولیس کو جمع کرنا بیان کیا گیا ہے۔

۵۴ اس آیتِ مبارکہ میں بنی اسرائیل کی قلت تعداد بیان کی گئی ہے کہ یہ ایک مٹھی بھر جماعت ہے، اس پر قابو پانا ہمارے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔

۵۵ اس آیتِ مبارکہ میں بنی اسرائیل کے فرار پر فرعون کی برہمی بیان کی گئی ہے کہ ان لوگوں نے ہمارے غیظ وغضب کو دعوت دی ہے اور ہمارے غصے کو للکارا ہے۔

۵۶ اس آیتِ مبارکہ میں فرعون کا بنی اسرائیل کو پورے ملک مصر کیلئے خطرہ قرار دینا مذکور ہے کہ اگر ہم نے ان کی روک تھام نہ کی تو یہ ہماری بقاء کیلئے خطرہ بن جائیں گے۔

۵۷ ۵۸ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت بیان کی ہے کہ اگر ویسے فرعون اور اہل مصر کو مصر سے نکالنا ہوتا تو موسیٰ اور بنی اسرائیل میں اس کی طاقت نہ تھی، ہم نے انہیں ایسے غیر محسوس طریقے سے نکالا کہ کوئی فوج کشی کرنا پڑی اور نہ ہی کوئی لمبا چوڑا اہتمام کرنا پڑا، وہ خود ہی اپنے باغات، چشمے، خزانے اور بہترین رہائش گاہیں، بلند وبالا محلات چھوڑ چھاڑ کر نکل پڑے اور پھر انہیں وہاں واپس لوٹنا نصیب نہ ہوا۔

۵۹ اس آیتِ مبارکہ میں بنی اسرائیل کو ان چیزوں کا وارث بنانا مذکور ہے جو فرعون اور اہل مصر چھوڑ کر گئے تھے، لیکن اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل ان چیزوں کے وارث کیسے بن گئے؟ کیونکہ اگر فرعون اور اہل مصر کو مصر واپس جانا نصیب نہیں ہوا تھا تو بنی اسرائیل بھی مصر واپس نہیں آئے تھے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان چیزوں کا وارث بنانے کا ذکر فرمایا ہے، یہ نہیں فرمایا کہ ملکِ مصر میں ان چیزوں کا وارث بنایا اور تاریخ گواہ ہے کہ ملکِ شام میں بھی انہیں یہ سب چیزیں عطا فرمائی گئیں، گویا اشیاء کا وارث بنانا مراد ہے، مصر کا وارث بنانا مراد نہیں ہے۔

۶۰ اس آیتِ مبارکہ میں مصریوں اور فرعون کا بنی اسرائیل کے پیچھے جانے کا بیان کیا گیا ہے۔

۶۱ اس آیتِ مبارکہ میں مصریوں اور فرعون کا بنی اسرائیل کے قریب پہنچ جانے کا ذکر کیا گیا ہے، بنی اسرائیل نے جب فرعون اور اس کے لشکر کو اپنے قریب دیکھا تو جس کے منہ میں جو آیا، اس نے وہی کہا، چنانچہ کسی نے کہا کہ موسیٰ! اب تو ہم پکڑے گئے، جیسا کہ یہاں آیا ہے، جبکہ تورات میں بنی اسرائیل کا ایک نہایت گستاخانہ جملہ مذکور ہے کہ موسیٰ! کیا مصر میں مرنے کیلئے جگہ ختم ہو گئی تھی اور وہاں قبریں ناپید ہو گئی تھیں جو مرنے کیلئے ہمیں یہاں لے آئے ہو؟ اب بتاؤ، کہاں جائیں، آگے سمندر اور پیچھے فرعون اور اس کا لشکر؟ غرض وہ نہایت خوفزدہ ہو گئے اور انہیں یہ اندیشہ ستانے لگا کہ اس مرتبہ فرعون انہیں سخت سزا دے گا۔

سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ

سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾	فَاَوْحَيْنَآ	اِلٰى	مُوْسٰٓى	اَنِ	اضْرِبْ	بِّعَصَاكَ	الْبَحْرَ ؕ
ضرور راستہ دکھائیگا مجھے	سو وحی کی ہم نے	طرف	موسیٰ کے	یہ کہ	مار	اپنی لاٹھی	سمندر کو

وہ مجھے ضرور کوئی راستہ دکھائے گا۔ ﴿٦٢﴾ چنانچہ ہم نے موسیٰ کے پاس یہ وحی بھیجی کہ تم اپنی لاٹھی کو سمندر پر مارو،

فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿٦٣﴾ ج وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٤﴾ ج

فَانْفَلَقَ	فَكَانَ	كُلُّ	فِرْقٍ	كَالطَّوْدِ	الْعَظِيْمِ ﴿٦٣﴾ ج	وَ	اَزْلَفْنَا	ثَمَّ	الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٤﴾ ج
سو پھٹ گیا وہ	سو ہو گیا	ہر ایک	ٹکڑا	جیسے پہاڑ	بہت بڑا	اور	ہم نے قریب کر دیا	وہاں	دوسروں کو

سو وہ پھٹ گیا اور اس کا ہر ٹکڑا ایک بڑے پہاڑ کی طرح ہوگیا۔ ﴿٦٣﴾ اور ہم نے دوسروں کو بھی وہیں قریب پہنچا دیا۔ ﴿٦٤﴾

وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿٦٥﴾ ج ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٦﴾ ط

وَ	اَنْجَيْنَا	مُوْسٰى	وَ	مَنْ	مَّعَهٗٓ	اَجْمَعِيْنَ ﴿٦٥﴾ ج	ثُمَّ	اَغْرَقْنَا	الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٦﴾ ط
اور	نجات دی ہم نے	موسیٰ کو	اور	جو کوئی	اس کے ہمراہ	سب کو	پھر	ہم نے غرق کر دیا	دوسروں کو

اور ہم نے موسیٰ اور اُن کے تمام ساتھیوں کو نجات عطا فرمائی۔ ﴿٦٥﴾ پھر دوسروں کو غرق کر دیا۔ ﴿٦٦﴾

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ

اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيَةً ؕ	وَ	مَا	كَانَ	اَكْثَرُهُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٦٧﴾	وَ	اِنَّ	رَبَّكَ	لَهُوَ
بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانی	اور	نہیں	ہیں	ان میں سے اکثر	ایمان والے	اور	بیشک	تیرا رب	البتہ وہی

بیشک اس میں نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ﴿٦٧﴾ اور بیشک آپ کا رب ہی

الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٦٨﴾ ع وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ

الْعَزِيْزُ	الرَّحِيْمُ ﴿٦٨﴾	وَاتْلُ	عَلَيْهِمْ	نَبَاَ	اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾	اِذْ	قَالَ	لِاَبِيْهِ	وَ	قَوْمِهٖ
غالب	نہایت مہربان	اور تلاوت کر	ان پر	حال	ابراہیم کا	جب	کہا اس نے	اپنے باپ سے	اور	اپنی قوم سے

غالب، مہربانی والا ہے۔ ﴿٦٨﴾ اور اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ اِن کے سامنے ابراہیم کے احوال کی تلاوت کیجئے۔ ﴿٦٩﴾ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا

مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ

مَا	تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٠﴾	قَالُوْا	نَعْبُدُ	اَصْنَامًا	فَنَظَلُّ	لَهَا	عٰكِفِيْنَ ﴿٧١﴾	قَالَ	هَلْ
کیا ہے وہ	تم عبادت کرتے ہو	کہا انہوں نے	ہم عبادت کرتے ہیں	بتوں کی	سو ہم رہیں گے	ان کیلئے	جمے رہنے والے	کہا اس نے	کیا

کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ ﴿٧٠﴾ وہ کہنے لگے کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں، سو ہم انہی کے پاس جمے بیٹھے رہیں گے۔ ﴿٧١﴾ ابراہیم نے کہا کہ جب تم

﴿٦٢﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو اطمینان دلانا مذکور ہے کہ فرعون اور اس کا لشکر ہم تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا، اس قدر قریب آنے کے باوجود وہ تم میں سے کسی کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا، کیونکہ میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ ضرور کوئی نہ کوئی راستہ نکالے گا، وہ مجھے تنہا نہیں چھوڑے گا، یہاں "میرا رب میرے ساتھ ہے" کا جملہ نہایت معنی خیز ہے اور بنی اسرائیل کو ان کی گستاخی پر تنبیہ کرتا ہے کہ اگر تمہیں اپنے رب کی معیت پر یقین نہ ہو تو میں بھی یہ نہیں کہتا کہ "ہمارا رب ہمارے ساتھ ہے" اس کے برعکس غار ثور میں جب حضرت صدیق اکبرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی تشویش کا اظہار کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ غمگین نہ ہوں، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ فطوبی لابی بکر الصدیق و حسن مآب

﴿٦٣﴾ اس آیت مبارکہ میں ایک حکم اور ایک خبر دی گئی ہے، حکم یہ کہ موسیٰ اپنی لاٹھی سمندر پر مارو اور اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کرو اور خبر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے معجزہ ظاہر فرمایا اور سمندر میں ان کیلئے خشک راستہ بن گیا اور پانی کی موجیں دائیں بائیں تھم کر پہاڑوں کا منظر پیش کرنے لگیں۔ ﴿٦٤﴾ اس آیت مبارکہ میں فرعون اور اس کے لشکر کو بھی قریب پہنچا دینے کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن اس کیلئے اجنبیت کی تعبیر اختیار کی گئی ہے کہ دوسروں کو بھی ہم نے وہیں قریب ہی پہنچا دیا، منشا یہ تھا کہ وہ بھی بنی اسرائیل کے پیچھے سمندر میں اتر جائیں اور اللہ کا حکم پورا ہو جائے۔ ﴿٦٥﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھ بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کے لشکر سے بچا لینے کا ذکر کیا گیا ہے، بنی اسرائیل کا ایک آدمی بھی فرعون اور اس کے لشکر کے قابو میں نہیں آیا اور ان میں سے کسی کا پیالہ بھی گم نہ ہوا۔

﴿٦٦﴾ اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کا پیچھا کرنے والوں کو غرق کر دینے کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا اور فرعون بھی اللہ کے عذاب کا شکار ہو گیا اور اسے نشان عبرت بنا دیا گیا۔

﴿٦٧﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے اس واقعے کو عبرت حاصل کرنے کیلئے اللہ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے، لیکن اکثر لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے، انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اندازہ ہی نہیں ہے۔

﴿٦٨﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت عزیز و رحیم کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ عزیز ہے کہ اس نے فرعون جیسے ظالم کو اس کے لشکر سمیت پانی میں غرق کر دیا اور فرعون اپنا بچاؤ بھی نہ کر سکا اور وہ رحیم ہے کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تمام بنی اسرائیل پر مہربانی فرمائی کہ انہیں نجات عطا فرمائی اور اپنی قدرت کا ایک نمونہ انہیں دکھایا۔ ﴿٦٩﴾ اس آیت مبارکہ میں روئے سخن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے کہ لوگوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات بھی سنائیے تاکہ وہ ان کے حالات سے سبق حاصل کریں۔ ﴿٧٠﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم سے ان کے معبودوں کی حقیقت پوچھنے کا ذکر کیا گیا ہے، ان کا باپ بت پرست بھی تھا اور بت تراش بھی، اس لیے انہوں نے اپنے باپ کو بھی سمجھایا اور اپنی قوم کو بھی فہمائش کی۔ ﴿٧١﴾ اس آیت مبارکہ میں قوم کا جواب ذکر کیا گیا ہے کہ یہ مجسمے ہمارے معبود ہیں، ہم انہی کی عبادت کرتے رہے ہیں اور آئندہ بھی انہی کی عبادت پر جمے رہیں گے جیسے کوئی شخص ایک جگہ اعتکاف کی نیت سے جم کر بیٹھ جائے، تمہیں ان کی اہمیت معلوم نہیں اس لیے یہ سوال پوچھ رہے ہو؟

يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ

يَسْمَعُوْنَكُمْ	اِذْ	تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾	اَوْ	يَنْفَعُوْنَكُمْ	اَوْ	يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾	قَالُوْا	بَلْ	وَجَدْنَآ
وہ سنتے ہیں تمہاری	جب	تم پکارتے ہو	یا	نفع دیتے ہیں تمہیں	یا	نقصان کرتے ہیں	کہا انہوں نے	بلکہ	ہم نے پایا

انہیں پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری پکار کو سنتے ہیں؟ ﴿۷۲﴾ یا تمہیں نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ ﴿۷۳﴾ وہ کہنے لگے بلکہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو

اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ

اٰبَآءَنَا	كَذٰلِكَ	يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾	قَالَ	اَفَرَءَيْتُمْ	مَّا	كُنْتُمْ	تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾	اَنْتُمْ
اپنے باپوں کو	اسی طرح	کرتے تھے وہ	کہا اس نے	تو کیا دیکھا تم نے	وہ جو	تم ہو	عبادت کرتے	تم

اسی طرح کرتے ہوئے پایا ہے۔ ﴿۷۴﴾ ابراہیم نے کہا کہ پھر یاد رکھو کہ تم جن کی عبادت کرتے ہو۔ ﴿۷۵﴾ تم

وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِيْ

وَ	اٰبَآؤُكُمُ	الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾	فَاِنَّهُمْ	عَدُوٌّ	لِّيْٓ	اِلَّا	رَبَّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾	الَّذِيْ
اور	تمہارے باپ	پہلے والے	سو بیشک وہ	دشمن	میرے لئے	مگر	رب	جہان والوں کا	جس نے

اور تمہارے پہلے آباؤ اجداد ﴿۷۶﴾ وہ سب میرے دشمن ہیں، سوائے رب العالمین کے۔ ﴿۷۷﴾ جس نے

خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا

خَلَقَنِيْ	فَهُوَ	يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾	وَ	الَّذِيْ	هُوَ	يُطْعِمُنِيْ	وَ	يَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾	وَ	اِذَا
پیدا کیا مجھے	سو وہ	رہنمائی کرتا ہے میری	اور	جو	وہ	کھلاتا ہے مجھے	اور	پلاتا ہے مجھے	اور	جب

مجھے پیدا کیا، پھر وہی میری رہنمائی کرتا ہے۔ ﴿۷۸﴾ اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ ﴿۷۹﴾ اور جب

مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْٓ

مَرِضْتُ	فَهُوَ	يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾	وَ	الَّذِيْ	يُمِيْتُنِيْ	ثُمَّ	يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾	وَ	الَّذِيْٓ
بیمار ہوتا ہوں میں	تو وہی	شفا دیتا ہے مجھے	اور	جو	موت دے گا مجھے	پھر	زندہ کرے گا مجھے	اور	جو

میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ ﴿۸۰﴾ اور وہ جو مجھے موت دے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا۔ ﴿۸۱﴾ اور وہ جس کے

اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا

اَطْمَعُ	اَنْ	يَّغْفِرَ لِيْ	خَطِيْٓـَٔتِيْ	يَوْمَ	الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾	رَبِّ	هَبْ	لِيْ	حُكْمًا
امید رکھتا ہوں میں	یہ کہ	معاف کردے گا میرے لئے	میری خطا کو	دن	بدلے کے	اے میرے پروردگار	عطا کر	مجھے	حکمت

متعلق مجھے امید ہے کہ وہ قیامت کے دن میرے گناہ معاف فرما دے گا۔ ﴿۸۲﴾ پروردگار! مجھے مزید حکمت عطا فرما

﴿۷۲﴾ ﴿۷۳﴾ ان آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک سوال مذکور ہے کہ تم جن مجسموں اور مورتیوں کو اپنا معبود قرار دے رہے ہو، کیا وہ تمہاری پکار بھی سنتے ہیں؟ کیا وہ تمہاری دعائیں قبول کرتے ہیں؟ کیا وہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟ کیا وہ تم سے کوئی نقصان دور کر سکتے ہیں؟ کیا ان کے پاس کسی بھی قسم کا کوئی اختیار ہے؟

﴿۷۴﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قوم کا جواب مذکور ہے، یہ جواب اس قدر کمزور ہے کہ کسی بھی شخص کو مطمئن نہیں کر سکتا، لیکن جہلاء کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور جواب ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو انہی کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے، سو ان کی تقلید میں ہم بھی یہی کریں گے۔

﴿۷۵﴾ ﴿۷۷﴾ ان آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قوتِ ایمانی سے ان کے باطل معبودوں اور غلط نظریات پر پیغمبرانہ عزم سے ضربِ کاری لگانے کا ذکر کیا گیا ہے کہ یاد رکھو! رب العالمین کو چھوڑ کر تم جن کی عبادت کر رہے ہو یا تمہارے پہلے آباؤ اجداد جن کی عبادت کرتے رہے ہیں، میں ان سب سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں، وہ سب میرے دشمن ہیں اور میں انہیں اپنا دشمن سمجھتا ہوں، اس میں آئندہ کی طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ میں ان کے ساتھ دشمنوں جیسا ہی سلوک کروں گا، چنانچہ انہوں نے ایک خاص موقع پر ان کے تمام بتوں کو توڑ دیا تھا، صرف ایک بڑے بت کو چھوڑ دیا تھا جیسا کہ سورۂ انبیاء میں گزرا۔

﴿۷۸﴾ اس آیتِ مبارکہ میں رب العالمین کی پہلی صفت تخلیق اور دوسری صفت ہدایت بیان کی گئی ہے کہ وہی خالقِ حقیقی ہے اور وہی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے، تمہارے معبودوں میں یہ صفت نہیں پائی جاتی۔

﴿۷۹﴾ اس آیتِ مبارکہ میں رب العالمین کی تیسری صفت کھلانا پلانا بیان کی گئی ہے کہ وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور جو کسی کو کھلاتا پلاتا ہے، وہ اس کا محسن ہوتا ہے لہٰذا وہ میرا محسن ہے اور اپنے محسن کی احسان فراموشی تو جانور بھی نہیں کرتے، تم کیسے احسان فراموش ہو؟

﴿۸۰﴾ اس آیتِ مبارکہ میں رب العالمین کی چوتھی صفت ''شفا'' بیان کی گئی ہے کہ وہ دنیا بھر کے بیماروں کو صحت اور تندرستی دیتا ہے، کیا تمہارے معبود تمہیں تندرستی دے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، پھر ان کی عبادت کیسے جائز ہو سکتی ہے؟

﴿۸۱﴾ اس آیتِ مبارکہ میں رب العالمین کی پانچویں اور چھٹی صفت ''موت و حیات پر حکم چلانا'' بیان کی گئی ہے، کہ زندگی بھی اسی کے اختیار میں ہے اور موت بھی اسی کے اختیار میں ہے، اس معبودِ حقیقی کو چھوڑ کر تمہارے بے بس خداؤں کی پوجا میں کیوں کروں؟

﴿۸۲﴾ اس آیتِ مبارکہ میں رب العالمین کی ساتویں صفت ''امیدوں کا مرکز ہونا'' بیان کی گئی ہے کہ میں اپنے رب سے ہی یہ امید کر سکتا ہوں کہ وہ میرے گناہ معاف کر دے گا اور قیامت کے دن مجھے معافی کا پروانہ دے دے گا، کسی دوسرے سے یہ امید قائم نہیں کی جا سکتی، پھر میں اپنی امیدوں کے مرکز کو چھوڑ کر ایسے لوگوں سے کیونکر توقعات وابستہ کر سکتا ہوں جو میری امیدوں کو پورا نہ کر سکیں؟

وَ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَ اجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۸۴﴾

وَ	اَلْحِقْنِیْ	بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۳﴾	وَ	اجْعَلْ	لِّیْ	لِسَانَ	صِدْقٍ	فِیْ	الْاٰخِرِیْنَ ﴿۸۴﴾
اور	ملادے مجھے	ساتھ نیکو کاروں کے	اور	بنادے	میرے لیے	زبان	سچی	بیچ	پچھلوں کے

اور مجھے نیک لوگوں میں شامل فرما۔ ۸۳ اور بعد میں آنے والوں میں میرا ذکرِ خیر جاری فرما۔ ۸۴

وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ

وَاجْعَلْنِیْ	مِنْ	وَّرَثَةِ	جَنَّةِ	النَّعِیْمِ ﴿۸۵﴾	وَ	اغْفِرْ	لِاَبِیْٓ	اِنَّهٗ	كَانَ	مِنَ
اور بنادے مجھے	سے	وارثوں کے	جنت کا	نعمتوں والی	اور	معاف کردے	میرے باپ کو	بیشک وہ	ہوگیا ہے	سے

اور مجھے نعمتوں کے باغ کا وارث بنا۔ ۸۵ اور میرے باپ کو معاف کر دے، کہ وہ گمراہ لوگوں میں سے

الضَّآلِّیْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾

الضَّآلِّیْنَ ﴿۸۶﴾	وَ	لَا	تُخْزِنِیْ	یَوْمَ	یُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾	یَوْمَ	لَا	یَنْفَعُ	مَالٌ	وَّ	لَا	بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾
گمراہوں کے	اور	مت	رسوا کرنا مجھے	جس دن	دوبارہ اٹھائے جائیں گے	جس دن	نہیں	نفع دے گا	کوئی مال	اور	نہ	بیٹے

ہوگیا ہے۔ ۸۶ اور اُس دن مجھے رسوا نہ کرنا جب لوگوں کو زندہ کیا جائے گا۔ ۸۷ جس دن کوئی مال اور نہ بیٹے کام نہ آئیں گے۔ ۸۸

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ

اِلَّا	مَنْ	اَتَى	اللّٰهَ	بِقَلْبٍ	سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾	وَ	اُزْلِفَتِ	الْجَنَّةُ	لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۹۰﴾	وَ	بُرِّزَتِ
مگر	وہ جو	لائے	اللہ کے پاس	دل	سلامتی والا	اور	قریب کردی جائے گی	جنت	متقیوں کیلئے	اور	ظاہر کردی جائے گی

سوائے اُس کے جو اللہ کے پاس صحیح سلامت دل لیکر آئے۔ ۸۹ اور جنت کو متقیوں کے قریب کر دیا جائے گا۔ ۹۰ اور جہنم کو

الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَقِیْلَ لَهُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ

الْجَحِیْمُ	لِلْغٰوِیْنَ ﴿۹۱﴾	وَ	قِیْلَ	لَهُمْ	اَیْنَمَا	كُنْتُمْ	تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾	مِنْ	دُوْنِ
جہنم	گمراہوں کیلئے	اور	کہا جائیگا	ان سے	کہاں ہیں وہ جو	تم تھے	عبادت کرتے	سے	علاوہ

گمراہوں کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا۔ ۹۱ اور اُن سے کہاجائے گا کہ وہ کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے؟ ۹۲ اللہ کو

اللّٰهِ هَلْ یَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ یَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَكُبْكِبُوْا فِیْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾

اللّٰهِ	هَلْ	یَنْصُرُوْنَكُمْ	اَوْ	یَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾	فَكُبْكِبُوْا	فِیْهَا	هُمْ	وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾
اللہ کے	کیا	وہ مدد کریں گے تمہاری	یا	بدلہ لے سکتے ہیں	سواوندھے کردیئے جائیں گے	اُسمیں	وہ	اور گمراہ لوگ

چھوڑ کر، کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا بدلہ لے سکتے ہیں؟ ۹۳ پھر وہ اور تمام گمراہ لوگ جہنم میں اوندھے منہ ڈال دیئے جائیں گے۔ ۹۴

۸۳ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو دعائیں ذکر کی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ پروردگار! مجھے "حکم" عطا فرما۔ بعض مفسرین نے اس سے "حکمت" مراد لی ہے۔ ترجمے میں اسی موقف کو لیا گیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے بروقت صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت مراد ہو۔ دوسری دعا یہ کہ پروردگار! مجھے نیکو کاروں کے زمرے میں شامل فرما اور قیامت کے دن میرا حشر صالحین کے گروہ میں فرمانا۔ آمین۔ ۸۴ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری دعا ذکر کی گئی ہے کہ پروردگار! میرے بعد آنے والی نسلیں مجھے اچھے لفظوں میں یاد کریں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ وہ میرے بعد بھی میرے لیے دعا کرتے رہیں۔ اسی دعا کا اثر ہے کہ آج تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے ہر نماز میں رحمت و برکت کی دعا کی جاتی ہے اور ہر آسمانی دین میں ان کا ذکرِ خیر نہایت ادب و احترام کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ۸۵ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چوتھی دعا ذکر کی گئی ہے جس میں انہوں نے جنت کی وراثت کیلئے درخواست کی ہے۔ کیونکہ جنت تمام اہلِ ایمان کیلئے ان کے جدِ امجد حضرت آدم علیہ السلام کی وراثت ہے اور اہلِ ایمان کو دنیا کی وراثت کی بجائے اس وراثت کو حاصل کرنے کیلئے کوشش کرنی چاہیے۔ ۸۶ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پانچویں دعا ذکر کی گئی ہے جس میں انہوں نے اپنے گمراہ باپ کیلئے مغفرت کی درخواست کی ہے، جسے یوں تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ پروردگار! میرا باپ گمراہ ہو چکا ہے، اسے ہدایت عطا فرما اور اس کی مغفرت فرما۔ ۸۷ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چھٹی دعا ذکر کی گئی ہے جس میں انہوں نے قیامت کے دن کی رسوائی اور شرمندگی سے بچنے کیلئے دعا فرمائی ہے، کیونکہ جو شخص اس دن کی رسوائی اور شرمندگی سے بچ گیا، وہ ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو گیا، ورنہ وہ ہمیشہ کیلئے رسوا ہو گیا۔ ۸۸ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن کا مختصر تعارف بیان کیا گیا ہے کہ اس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے۔ انسان کو انہی دو چیزوں سے اپنی نصرت کا یقین ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں اس کے کام نہیں آئیں گی تو کیا فائدہ ان کے پیچھے بھاگنے کا؟ ۸۹ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن "قلبِ سلیم" کا نفع بخش ہونا بیان کیا گیا ہے۔ قلبِ سلیم سے مراد ایسا دل ہے جس میں کفر، نفاق، فاسد عقیدے اور باطنی امراض مثلاً کینہ، حسد اور بغض وغیرہ منفی جذبات نہ ہوں اور وہ ان سے پاک ہو۔ ۹۰ اس آیتِ مبارکہ میں جنت کو متقیوں کے قریب لائے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ تعبیر شوق دلانے کیلئے نہایت اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ نہیں فرمایا گیا کہ متقیوں کو جنت کے قریب کردیا جائیگا، بلکہ یہ فرمایا گیا کہ جنت کو ان کے قریب کردیا جائیگا، جیسے یہ کہا جائے کہ کنوئیں کو پیاسے آدمی کے قریب کر دیا گیا۔ ۹۱ اس آیتِ مبارکہ میں جہنم کو گمراہ لوگوں کے سامنے ظاہر کردیئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، جب کوئی ہولناک چیز اچانک ظاہر کردی جائے تو انسان کا دل اچھل کر حلق میں آجاتا ہے اور اس کے خوف و دہشت میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے، اس لیے یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے۔ ۹۲ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکوں اور گمراہوں سے پوچھے جانے والے ایک سوال کا ذکر کیا گیا ہے کہ ان سے اُن کے معبودوں کی گمشدگی کے متعلق پوچھا جائیگا کہ وہ کہاں چلے گئے؟ آج وہ نظر کیوں نہیں آرہے؟ ۹۳ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکوں کے معبودوں کی بےبسی ظاہر کی گئی ہے کہ کیا وہ کسی طرح تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا تمہارا بدلہ لے سکتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر انہیں معبود بنانے کا کیا فائدہ؟ ۹۴ ان آیتوں میں مشرکوں، گمراہوں، ان کے معبودوں اور شیطان کے تمام لشکروں کو اکٹھا کر کے جہنم میں اوندھے منہ پھینک دینے کا ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ یہ لوگ مجرم تھے، لہٰذا ان کے ساتھ مجرموں والا سلوک ہی انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔

وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿٩٥﴾ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٩٦﴾ لا تَاللّٰهِ

وَ	جُنُوْدُ	اِبْلِيْسَ	اَجْمَعُوْنَ ﴿٩٥﴾	قَالُوْا	وَ	هُمْ	فِيْهَا	يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٩٦﴾	تَاللّٰهِ
اور	لشکروں کو	ابلیس کے	سب کے سب	کہیں گے	اور	وہ	اسمیں	جھگڑ رہے ہوں گے	اللہ کی قسم

نیز ابلیس کے تمام لشکر بھی۔ ﴿٩٥﴾ وہ وہاں پر جھگڑا کرتے ہوئے کہیں گے۔ ﴿٩٦﴾ اللہ کی قسم!

اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٩٧﴾ لا اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَمَآ اَضَلَّنَآ

اِنْ	كُنَّا	لَفِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ﴿٩٧﴾	اِذْ	نُسَوِّيْكُمْ	بِرَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٨﴾	وَ	مَآ	اَضَلَّنَآ
بیشک	ہم رہے	البتہ بیچ	گمراہی کے	کھلی	جب	ہم برابر کرتے رہے تمہیں	ساتھ رب کے	جہان والوں کے	اور	نہیں	گمراہ کیا ہمیں

ہم ہی کھلی گمراہی میں پڑے رہے۔ ﴿٩٧﴾ جب ہم تمہیں رب العالمین کے برابر قرار دیتے تھے۔ ﴿٩٨﴾ اور ہمیں تو مجرموں نے ہی

اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿١٠٠﴾ لا وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿١٠١﴾

اِلَّا	الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٩٩﴾	فَمَا	لَنَا	مِنْ	شَافِعِيْنَ ﴿١٠٠﴾	وَ	لَا	صَدِيْقٍ	حَمِيْمٍ ﴿١٠١﴾
مگر	مجرموں نے	سو نہیں	ہمارے لئے	سے	سفارش کرنے والوں کے	اور	نہ	کوئی دوست	گرم جوش

گمراہ کر دیا۔ ﴿٩٩﴾ سو ہماری سفارش کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ ﴿١٠٠﴾ اور نہ ہی کوئی گرم جوش دوست ہے۔ ﴿١٠١﴾

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٢﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا

فَلَوْ	اَنَّ	لَنَا	كَرَّةً	فَنَكُوْنَ	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٢﴾	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيَةً ؕ	وَ	مَا
سو کاش	ہو	ہمارے لئے	ایک مرتبہ لوٹنا	سو ہو جائیں ہم	سے	ایمان والوں کے	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانی	اور	نہیں

کاش! کہ ہم ایک مرتبہ واپس جاسکیں، تب ہم اہلِ ایمان میں سے ہوں گے۔ ﴿١٠٢﴾ بیشک اس میں نشانی ہے، اور ان میں سے

كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾ ع

كَانَ	اَكْثَرُهُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾	وَ	اِنَّ	رَبَّكَ	لَهُوَ	الْعَزِيْزُ	الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾
ہیں	ان میں سے اکثر	ایمان والے	اور	بیشک	تیرا رب	البتہ وہی	غالب	نہایت مہربان

اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ﴿١٠٣﴾ اور بیشک آپ کا رب ہی غالب، نہایت مہربان ہے۔ ﴿١٠٤﴾

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٠٥﴾ ۚ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ

كَذَّبَتْ	قَوْمُ	نُوْحِ	الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٠٥﴾	اِذْ	قَالَ	لَهُمْ	اَخُوْهُمْ	نُوْحٌ
جھٹلایا	قوم نے	نوح کی	پیغمبروں کو	جب	کہا	ان سے	ان کے بھائی	نوح نے

قومِ نوح بھی پیغمبروں کی تکذیب کر چکی ہے۔ ﴿١٠٥﴾ جب اُن سے اُن کے بھائی نوح نے کہا

﴿٩٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہل جہنم کے جھگڑے کا ذکر کیا گیا ہے، جنت میں کوئی جھگڑا اور تکرار نہ ہوگا، جبکہ جہنم لوگوں کے جھگڑوں کی وجہ سے جہنم بن چکی ہوگی۔

﴿٩٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہل جہنم کے اپنی گمراہی کا اعتراف کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن اس وقت اعتراف جرم کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

﴿٩٨﴾ اس آیت مبارکہ میں اہلِ جہنم کی گمراہی بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے باطل معبودوں کو رب العالمین کے برابر قرار دیتے تھے، اس سے بڑی گمراہی اور کیا ہوگی۔

﴿٩٩﴾ اس آیت مبارکہ میں اہلِ جہنم کا اپنی گمراہی کا سبب بڑے مجرموں اور شیطانوں کو قرار دینا مذکور ہے کہ ان بڑے شیطانوں نے ہمیں گمراہ کر دیا اور ہمارا راستہ کھوٹا کر دیا۔

﴿١٠٠﴾ اس آیت مبارکہ میں اہلِ جہنم کی ناامیدی بیان کی گئی ہے کہ اب یہاں کوئی ایسا شخص ہمیں دستیاب نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے جا کر ہماری سفارش کر دے۔

﴿١٠١﴾ اس آیت مبارکہ میں اہلِ جہنم کی مایوسی بیان کی گئی ہے کہ جہنم میں کوئی گرم جوش، مخلص اور وفادار دوست بھی دستیاب نہیں ہے جو دوستی نبھائے اور ہمیں اس مصیبت سے چھٹکارا دلانے کی کوئی تدبیر کرے۔

﴿١٠٢﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل جہنم کی ایک حسرت بیان کی گئی ہے کہ کاش! ہمیں دنیا میں ایک مرتبہ واپس بھیج دیا جائے، ہم اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے اور کافر ہو کر آنے کی بجائے صاحبِ ایمان ہو کر لوٹیں گے، لیکن یہ حسرت پوری نہیں کی جائے گی، وجہ صاف ظاہر ہے کہ جس ضابطے کی رو سے ایک آدمی کو دنیا میں بھیجا جائیگا، اسی ضابطے کی رو سے دوسرے، دسویں، ہزارویں اور کروڑویں آدمی کو بھی بھیجنا ضروری ہوگا تا کہ ناانصافی لازم نہ آئے کہ کسی کو موقع دیدیا اور کسی کو موقع نہیں دیا، اس طرح تو پھر نیک اور سعادت مند لوگ بھی دنیا میں واپس جانا چاہیں گے تا کہ مزید اعمال کا ذخیرہ جمع کر کے لائیں، اس کیلئے دوبارہ دنیا کا نظام قائم کرنا پڑے گا، گو کہ یہ اللہ تعالیٰ کیلئے مشکل نہیں ہے، لیکن اس کی حکمت کے خلاف ہے، اس لیے وہ ایسا نہیں کرے گا۔

ع ٥ ٢٦ ٩

﴿١٠٣﴾ اس آیت مبارکہ میں مذکورہ تفصیل کو عبرت حاصل کرنے والوں کیلئے ایک نشانی قرار دیا گیا ہے لیکن اکثر لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور اس پر ایمان لانے کی بجائے انکار اور تکذیب کی راہ پر چلتے ہیں۔

﴿١٠٤﴾ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی صفتِ عزیز اور رحیم کا حوالہ دیا گیا ہے، اہل جہنم کے حوالے سے اس کی صفتِ عزیز اور اہل جنت کے حوالے سے اس کی صفتِ رحیم کے چند مظاہر اوپر بیان کیے گئے ہیں۔

﴿١٠٥﴾ اس آیت مبارکہ میں قومِ نوح کا پیغمبروں کی تکذیب کرنا مذکور ہوا ہے، قومِ نوح کی طرف حضرت نوح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا، قوم نے اُن کی تکذیب کی، چونکہ ایک پیغمبر کی تکذیب تمام پیغمبروں کی تکذیب کے مترادف ہے اس لیے یہاں یہ فرمایا کہ قومِ نوح نے "پیغمبروں" کی تکذیب کی۔

اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝١٠٦ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝١٠٧ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝١٠٨ وَمَآ

اَلَا	تَتَّقُوْنَ ۝١٠٦	اِنِّىْ	لَكُمْ	رَسُوْلٌ	اَمِيْنٌ ۝١٠٧	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَ	اَطِيْعُوْنِ ۝١٠٨	وَ	مَآ
کیا نہیں	ڈرتے تم	بیشک میں	تمہارے لئے	پیغمبر	امانت دار	سو ڈرو	اللہ سے	اور	کہا مانو میرا	اور	نہیں

کہ کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ ١٠٦ بیشک میں تمہارے لیے امانت دار پیغمبر ہوں۔ ١٠٧ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ ١٠٨ اور میں تم سے

اَسْــَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١٠٩

اَسْــَٔلُكُمْ	عَلَيْهِ	مِنْ	اَجْرٍ	اِنْ	اَجْرِيَ	اِلَّا	عَلٰى	رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ۝١٠٩
مانگتا میں تم سے	اس پر	سے	کوئی اجرت	نہیں	میرا اجر	مگر	پر	رب کے	جہان والوں کے

اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے۔ ١٠٩

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝١١٠ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝١١١

فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَ	اَطِيْعُوْنِ ۝١١٠	قَالُوْٓا	اَنُؤْمِنُ	لَكَ	وَاتَّبَعَكَ	الْاَرْذَلُوْنَ ۝١١١
سو ڈرو	اللہ سے	اور	کہا مانو میرا	کہا انہوں نے	کیا ہم ایمان لائیں گے	تجھ پر	اور پیروی کی تیری	گھٹیا لوگوں نے

سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ ١١٠ وہ کہنے لگے کہ کیا ہم تم پر ایمان لائیں جبکہ تمہاری پیروی تو گھٹیا لوگوں نے کی ہے؟ ١١١

قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١١٢ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ

قَالَ	وَ	مَا	عِلْمِيْ	بِمَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ۝١١٢	اِنْ	حِسَابُهُمْ	اِلَّا	عَلٰى	رَبِّيْ
کہا اس نے	اور	کیا	معلوم مجھے	وہ جو	ہیں وہ	کرتے	نہیں	ان کا حساب	مگر	پر	میرے رب کے

نوح نے کہا کہ اُن کاموں کے متعلق مجھے کیا خبر جو وہ کرتے ہیں؟ ١١٢ اُن کا حساب تو میرے رب کے ذمے ہے

لَوْ تَشْعُرُوْنَ ۝١١٣ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١١٤ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝١١٥

لَوْ	تَشْعُرُوْنَ ۝١١٣	وَ	مَآ	اَنَا	بِطَارِدِ	الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١١٤	اِنْ	اَنَا	اِلَّا	نَذِيْرٌ	مُّبِيْنٌ ۝١١٥
اگر	تم سمجھتے ہو	اور	نہیں	میں	دھتکارنے والا	ایمان والوں کو	نہیں	میں	مگر	ڈرانے والا	کھلم کھلا

اگر تم شعور رکھتے ہو۔ ١١٣ اور میں اہلِ ایمان کو دھتکارنے والا نہیں ہوں۔ ١١٤ میں تو صرف کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ ١١٥

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ۝١١٦ قَالَ رَبِّ اِنَّ

قَالُوْا	لَئِنْ	لَّمْ	تَنْتَهِ	يٰنُوْحُ	لَتَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْمَرْجُوْمِيْنَ ۝١١٦	قَالَ	رَبِّ	اِنَّ
کہا انہوں نے	البتہ اگر	نہ	باز آیا تو	اے نوح	البتہ ضرور ہو جائے گا تو	سے	سنگسار کیے ہوؤں کے	کہا اس نے	اے میرے پروردگار	بیشک

وہ کہنے لگے کہ اے نوح! اگر تم باز نہ آئے تو تم ضرور سنگسار کیے جاؤ گے۔ ١١٦ نوح نے کہا کہ پروردگار!

١٠٦ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کا بنیادی نکتہ بیان کیا گیا ہے یعنی تقویٰ اختیار کرو اور اللہ سے ڈرو، یہ بنیاد ہے ایمان اور عمل صالح کی۔ ١٠٧ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کا قوم کے سامنے اپنا تعارف پیش کرنا مذکور ہے کہ میں تمہارے پاس امانتدار پیغمبر بن کر آیا ہوں، میں اپنے رب کے پیغام میں کوئی خیانت نہیں کر سکتا، اس لیے مجھ پر ایمان لاؤ، تا کہ میں امانت داری کے ساتھ اپنے رب کا پیغام تم تک پہنچا دوں۔ ١٠٨ اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی طرف سے قوم کیلئے دو حکم ذکر کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ سے ڈرو اور دوسرا یہ کہ میری اطاعت کرو، اس کے صلے میں اللہ تم سے راضی ہو جائے گا۔ ١٠٩ اس آیت مبارکہ میں دنیا کی اجرت سے بے رغبتی اور رب العالمین کی طرف سے ملنے والے اجر و ثواب میں رغبت اور دلچسپی بیان کی گئی ہے، کیونکہ دنیا کی اجرت بہر حال ختم ہو جائے گی اور رب العالمین کی طرف سے ملنے والا ثواب اور انعام کبھی ختم نہ ہوگا، اس لیے انبیاء کرام علیہم السلام اور مخلصین لوگوں سے کسی قسم کی اجرت کے طلب گار نہیں ہوتے۔ ١١٠ اس آیت مبارکہ میں تاکید مزید کیلئے دوبارہ انہی دو حکموں کو دہرایا گیا ہے جو آیت نمبر ١٠٨ میں ذکر ہوئے ہیں یعنی تقویٰ اور اطاعت، ان کی اہمیت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ انہیں بار بار دہرایا جائے تا کہ سننے والوں کے ذہن میں اچھی طرح بیٹھ جائیں۔ ١١١ اس آیتِ مبارکہ میں قومِ نوح کا ایک اعتراض ذکر کیا گیا ہے کہ نوح! ہم تم پر ایمان کیسے لائیں؟ تمہارے پیروکاروں میں مزدور، ملازمت پیشہ لوگ اور نچلے طبقے کے لوگ شامل ہیں، ہم جیسے معزز اور سرمایہ دار لوگ ان کے ساتھ کیونکر بیٹھ سکتے ہیں؟ ١١٢ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کا جواب ذکر کیا گیا ہے کہ مجھے اہل ایمان کے پیشے اور مزدوری سے کوئی غرض نہیں ہے کہ وہ کیا کام کرتے ہیں؟ معاشرے میں ان کی کیا اہمیت ہے؟ اور لوگ ان کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں؟ مجھے تو ان کے ایمان سے غرض ہے جو انہیں حاصل ہے۔ ١١٣ اس آیتِ مبارکہ میں قوم کے شعور کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ ان اہل ایمان کا حساب کتاب تو میرے رب کے ذمے ہے، قیامت کے دن وہ خود ان کا حساب لے گا اور انصاف پر مبنی فیصلہ فرمائے گا، مجھے ان کا حساب کرنے کی ذمہ داری نہیں دی گئی ہے، میری ذمہ داری ان کی اصلاح و تربیت ہے، سو وہ میں ادا کرتا رہوں گا۔ ١١٤ اس آیتِ مبارکہ میں نہایت وضاحت کے ساتھ اعلان کر دیا گیا ہے کہ میں تمہارے کہنے میں آ کر، ان اہل ایمان کے پیشے اور غربت کی وجہ سے انہیں اپنے پاس سے نہیں دھتکار سکتا، میں انہیں دھکے نہیں دے سکتا اور مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ انہیں اپنے پاس سے بھگا کر تمہارے بیٹھنے کی راہ ہموار کروں، کیونکہ یہ تو امیر اور غریب کے درمیان پہلے سے موجود فاصلے اور خلیج کو مزید وسیع کر دے گا اور انبیاء کرام اس فاصلے کو ختم کرنے کیلئے آتے ہیں، نہ کہ مزید بڑھانے کیلئے۔ ١١٥ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے متعلق خود وضاحت فرما دی ہے کہ میرا کام تو صرف اتنا ہے کہ نہایت صفائی اور وضاحت سے تمہیں تمہارے مستقبل اور انجام سے آگاہ کر دوں، اسے ماننا یا نہ ماننا تمہارے اختیار میں ہے۔ ١١٦ اس آیتِ مبارکہ میں قوم نوح کی دھمکی ذکر کی گئی ہے کہ نوح! اگر تم اپنی دعوت اور ہمارے معبودوں کی گستاخی سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں ایک میدان میں لیجا کر سنگسار کر دیں گے، باطل کا ہمیشہ یہی وطیرہ رہا ہے کہ دلیل کا جواب دلیل سے نہ دے سکے تو دھمکیوں پر اتر آتا ہے۔ ١١٧ ١١٨ ان آیتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کی بارگاہ رب العزت میں ایک دعا ذکر کی گئی ہے کہ پروردگار! اب میرے اور میری قوم کے درمیان فیصلہ فرما دے، مجھے اور تمام اہل ایمان کو ان کے ظلم و ستم سے نجات عطا فرما، نیز مجھے اور تمام اہل ایمان کو قوم پر آنے والے عذاب سے بھی محفوظ فرما، کیونکہ میری قوم مسلسل میری تکذیب کیے جا رہی ہے اور یہ لوگ میری تصدیق پر آمادہ نہیں ہو رہے، اس لیے اب ان کے راہِ راست پر آنے کی کوئی توقع نہیں ہے۔

النصف

قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ

قَوْمِيْ	كَذَّبُوْنِ ﴿١١٧﴾	فَافْتَحْ	بَيْنِيْ	وَ	بَيْنَهُمْ	فَتْحًا	وَّ	نَجِّنِيْ	وَ	مَنْ	مَّعِيَ
میری قوم	جھٹلایا انہوں نے مجھے	سو فیصلہ کر دے تو	درمیان میرے	اور	درمیان اُن کے	فیصلہ کرنا	اور	نجات دے مجھے	اور	وہ جو	میرے ہمراہ

میری قوم نے میری تکذیب کی ہے۔ ﴿١١٨﴾ سو تو میرے اور اُن کے درمیان بہترین فیصلہ فرما دے اور مجھے اور میرے ہمراہ جو مؤمنین ہیں، انہیں

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٨﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ

مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٨﴾	فَاَنْجَيْنٰهُ	وَ	مَنْ	مَّعَهٗ	فِي	الْفُلْكِ	الْمَشْحُوْنِ ﴿١١٩﴾	ثُمَّ
سے	ایمان والوں کے	سو ہم نے اسے نجات دی	اور	وہ جو	اس کے ہمراہ	بیچ	کشتی کے	بھری ہوئی	پھر

نجات عطا فرما۔ ﴿١١٨﴾ چنانچہ ہم نے اُنہیں اور اُن کے ساتھیوں کو ایک بھری ہوئی کشتی میں نجات عطا فرمائی۔ ﴿١١٩﴾ پھر

اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

اَغْرَقْنَا	بَعْدُ	الْبٰقِيْنَ ﴿١٢٠﴾	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	وَ	مَا	كَانَ	اَكْثَرُهُمْ
ہم نے غرق کر دیا	بعد میں	باقیوں کو	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانی	اور	نہیں	ہیں	ان میں سے اکثر

بعد میں باقی رہ جانے والوں کو غرق کر دیا۔ ﴿١٢٠﴾ بیشک اس میں نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٢٢﴾ كَذَّبَتْ عَادُ ِۨ

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٢١﴾	وَ	اِنَّ	رَبَّكَ	لَهُوَ	الْعَزِيْزُ	الرَّحِيْمُ ﴿١٢٢﴾	كَذَّبَتْ	عَادُ
ایمان والے	اور	بیشک	تیرا رب	البتہ وہی	غالب	نہایت مہربان	جھٹلایا	عاد نے

نہیں ہیں۔ ﴿١٢١﴾ اور بیشک آپ کا رب ہی غالب، نہایت مہربان ہے۔ ﴿١٢٢﴾ عاد کی قوم بھی پیغمبروں کی

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اِنِّيْ لَكُمْ

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾	اِذْ	قَالَ	لَهُمْ	اَخُوْهُمْ	هُوْدٌ	اَلَا	تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾	اِنِّيْ	لَكُمْ
پیغمبروں کو	جب	کہا	ان سے	ان کے بھائی	ہود نے	کیا نہیں	ڈرتے تم	بیشک میں	تمہارے لئے

تکذیب کر چکی ہے۔ ﴿١٢٣﴾ جب اُن سے اُن کے بھائی ہود نے کہا کہ کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ ﴿١٢٤﴾ بیشک میں تمہارے لیے

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٢٦﴾ وَمَآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ

رَسُوْلٌ	اَمِيْنٌ ﴿١٢٥﴾	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَ	اَطِيْعُوْنِ ﴿١٢٦﴾	وَ	مَآ	اَسْـَٔــلُكُمْ	عَلَيْهِ	مِنْ
پیغمبر	امانت دار	سو ڈرو تم	اللہ سے	اور	کہا مانو میرا	اور	نہیں	مانگتا میں تم سے	اس پر	سے

امانت دار پیغمبر ہوں۔ ﴿١٢٥﴾ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ ﴿١٢٦﴾ اور میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں

ع ١٨/١٠ ٦

﴿١١٩﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرمائے جانے کا ذکر کیا گیا ہے جس کیلئے ظاہری سبب وہ کشتی تھی جس میں ہر جاندار مخلوق کے ایک ایک جوڑے کو بھر لیا گیا تھا۔ ﴿١٢٠﴾ اس آیت مبارکہ میں قومِ نوح کو طوفان میں غرق کر دینے کا ذکر کیا گیا ہے۔ ﴿١٢١﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کے واقعے کو عبرت حاصل کرنے والوں کیلئے ایک نشانی قرار دیا گیا ہے، لیکن لوگوں کی اکثریت ایمان لانے کیلئے تیار نہیں ہوتی۔ ﴿١٢٢﴾ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی صفتِ عزیز اور رحیم کا حوالہ دیا گیا ہے، چنانچہ قومِ نوح کے حوالے سے اس کی صفتِ عزیز اور حضرت نوح علیہ السلام کے حوالے سے اس کی صفتِ رحیم کا اظہار ہوا۔

﴿١٢٣﴾ اس آیت مبارکہ میں قومِ عاد کا پیغمبروں کی تکذیب کرنا مذکور ہوا ہے، اس قوم کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا جیسا کہ سورۂ ہود میں گزر چکا ہے۔ ﴿١٢٤﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو تقویٰ کی دعوت دینا مذکور ہوا ہے۔ ﴿١٢٥﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کے سامنے اپنا تعارف پیش کرنا مذکور ہے کہ میں تمہارے پاس امانت دار پیغمبر بن کر آیا ہوں، میں اپنے رب کے پیغام میں کوئی خیانت نہیں کر سکتا، اس لیے مجھ پر ایمان لاؤ، تاکہ میں امانت داری کے ساتھ اپنے رب کا پیغام تم تک پہنچا دوں۔ ﴿١٢٦﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت ہود علیہ السلام کی طرف سے اپنی قوم کیلئے دو حکم ذکر کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ سے ڈرو اور دوسرا یہ کہ میری اطاعت کرو، اس کے صلے میں اللہ تم سے راضی ہو جائے گا۔

اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿١٢٧﴾ اَتَبْنُوْنَ بِکُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً

اَجْرٍ	اِنْ	اَجْرِیَ	اِلَّا	عَلٰی	رَبِّ	الْعٰلَمِیْنَ ﴿١٢٧﴾	اَتَبْنُوْنَ	بِکُلِّ	رِیْعٍ	اٰیَةً
کوئی اجرت	نہیں	میرا اجر	مگر	پر	رب کے	جہان والوں کے	کیا تم بناتے ہو	ساتھ ہر ایک	بلند جگہ کے	کوئی علامت

مانگتا، میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے۔ ١٢٧ کیا تم ہر بلند جگہ پر دل لگی کرنے کیلئے کوئی علامت

تَعْبَثُوْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّکُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿١٢٩﴾ وَاِذَا بَطَشْتُمْ

تَعْبَثُوْنَ ﴿١٢٨﴾	وَ	تَتَّخِذُوْنَ	مَصَانِعَ	لَعَلَّکُمْ	تَخْلُدُوْنَ ﴿١٢٩﴾	وَ	اِذَا	بَطَشْتُمْ
دل لگی کرتے ہو	اور	بناتے ہو تم	کاریگریاں	شاید کہ تم	ہمیشہ رہو گے	اور	جب	تم پکڑتے ہو

تعمیر کرتے ہو؟ ١٢٨ اور کاریگریاں دکھاتے ہو؟ گویا تم ہمیشہ یہاں رہو گے۔ ١٢٩ اور جب تم پکڑتے ہو

بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ ﴿١٣٠﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿١٣١﴾ وَاتَّقُوا الَّذِیْۤ اَمَدَّکُمْ

بَطَشْتُمْ	جَبَّارِیْنَ ﴿١٣٠﴾	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَ	اَطِیْعُوْنِ ﴿١٣١﴾	وَاتَّقُوا	الَّذِیْۤ	اَمَدَّکُمْ
تم پکڑتے ہو	ظالموں جیسا	سو ڈرو تم	اللہ سے	اور	کہا مانو میرا	اور ڈرو	اس سے جو	اضافہ کیا اس نے تمہیں

تو طاقتوروں کی طرح چنگل مارتے ہو۔ ١٣٠ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ ١٣١ اور اُس ذات سے ڈرو جس نے تمہاری اُن نعمتوں میں اضافہ کیا

بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ اَمَدَّکُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِیْنَ ﴿١٣٣﴾ وَجَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿١٣٤﴾ اِنِّیْۤ

بِمَا	تَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾	اَمَدَّکُمْ	بِاَنْعَامٍ	وَّ	بَنِیْنَ ﴿١٣٣﴾	وَ	جَنّٰتٍ	وَّ	عُیُوْنٍ ﴿١٣٤﴾	اِنِّیْۤ
اس سے جو	تم جانتے ہو	بڑھایا اس نے تمہیں	جانوروں میں	اور	بیٹوں میں	اور	باغات میں	اور	چشموں میں	بیشک میں

جو تم جانتے ہو۔ ١٣٢ اُس نے تمہارے جانوروں اور بیٹوں میں اضافہ کیا۔ ١٣٣ اور باغات اور چشموں میں۔ ١٣٤ مجھے

اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿١٣٥﴾ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَاۤ اَوَعَظْتَ اَمْ

اَخَافُ	عَلَیْکُمْ	عَذَابَ	یَوْمٍ	عَظِیْمٍ ﴿١٣٥﴾	قَالُوْا	سَوَآءٌ	عَلَیْنَاۤ	اَوَعَظْتَ	اَمْ
ڈرتا ہوں	تم پر	عذاب سے	ایک دن کے	بڑے	کہا انہوں نے	برابر ہے	ہم پر	کیا نصیحت کرے تو	یا

تمہارے متعلق ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ ١٣٥ وہ کہنے لگے کہ ہمارے لیے برابر ہے، تم نصیحت

لَمْ تَکُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ﴿١٣٦﴾ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ

لَمْ	تَکُنْ	مِّنَ	الْوٰعِظِیْنَ ﴿١٣٦﴾	اِنْ	هٰذَاۤ	اِلَّا	خُلُقُ	الْاَوَّلِیْنَ ﴿١٣٧﴾	وَ	مَا	نَحْنُ
نہ	ہو تو	سے	نصیحت کرنے والوں کے	نہیں	یہ	مگر	عادت	پہلوں کی	اور	نہیں	ہم

کرو یا نہ کرو۔ ١٣٦ یہ تو پہلے لوگوں کی عادت رہی ہے۔ ١٣٧ اور ہم پر

١٢٧ اس آیت مبارکہ میں دنیا کی اجرت سے بے رغبتی اور رب العالمین کی طرف سے ملنے والے اجر و ثواب میں رغبت اور دلچسپی بیان کی گئی ہے۔

١٢٨ ١٢٩ ان آیتوں میں قوم عاد کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ تم بلند و بالا اور مضبوط عمارتیں بنانے میں اپنی فنکاری اور کاریگری دکھاتے ہو تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں ہمیشہ دنیا میں ہی رہنا ہے اور تم یہاں سے کہیں نہ جاؤ گے، اس لیے تم اپنی دنیا کو ہی جنت بنانے کیلئے اپنی ساری توانائیاں صرف کر رہے ہو، اس کے علاوہ چونکہ تمہیں جسمانی طور پر طاقت دی گئی ہے اس لیے تم میں سے طاقتور اپنے کمزور کو کھا جاتا ہے اور زور سے چنگل مارتا ہے، جس کی وجہ سے کمزور تمہارے ہاتھوں میں بلبلاتا رہ جاتا ہے۔

١٣١ ١٣٤ ان آیتوں میں دو حکم، چار انعام اور ایک اندیشہ ذکر کیا گیا ہے، حضرت ہود ﷺ نے اپنی قوم کو پہلا حکم تقویٰ اختیار کرنے کا دیا، کیونکہ تمام احکام اور پورے دین کی جڑ یہی ہے، دوسرا حکم اپنی اطاعت کا دیا، کیونکہ پیغمبر کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہے، انعامات کا ذکر پہلے تو اجمالی طور پر فرمایا کہ اللہ نے تمہیں ان نعمتوں سے نواز رکھا ہے جو تم بھی جانتے ہو، پھر اس اجمال کی تفصیل کیلئے چار چیزوں کا خصوصیت سے ذکر فرمایا، پہلی چیز جانور ہے جو انسان کا قیمتی مال اور اس کیلئے فخر کا باعث ہوتا ہے، لوگ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی کے پاس تو بکریوں کے دس ریوڑ ہیں، وہ بہت مالدار آدمی ہے، دوسری چیز بیٹے ہیں جو انسان کیلئے اپنے بچپن میں کھلونا ہوتے ہیں اور بڑھاپے میں سہارا، تیسری چیز باغات ہیں جو انسان کو تازگی اور رزق فراہم کرتے ہیں اور چوتھی چیز چشمے ہیں جو انسان کی پیاس بجھاتے اور نظر کو بھاتے ہیں، جبکہ اندیشہ اس بات کا کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی، ان نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا اور کفر و ناشکری کی ڈگر پر چلتے رہے تو کہیں تم پر عذاب نہ آجائے۔

١٣٥ ١٣٦ ان آیتوں میں قوم عاد کی سرکشی بیان کی گئی ہے کہ حضرت ہود ﷺ کی نصیحت سن کر اسے قبول کرنے کی بجائے وہ کہنے لگے کہ ہمیں ڈرانے کی ضرورت نہیں ہے، ہم تمہاری باتوں میں آنے والے نہیں ہیں اور تمہارا ہمیں نصیحت کرنا یا نہ کرنا ہمارے لیے دونوں برابر ہیں۔

بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ

بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾	فَكَذَّبُوْهُ	فَاَهْلَكْنٰهُمْ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	وَ	مَا	كَانَ
عذاب دیے جانے والے	سو جھٹلایا انہوں نے اسے	سو ہلاک کر دیا ہم نے انہیں	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانی	اور	نہیں	تھا

کوئی عذاب نہ آئے گا۔ ﴿١٣٨﴾ پھر انہوں نے ہود کی تکذیب کی، سو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا، بیشک اس میں نشانی ہے اور ان میں سے

اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٤٠﴾ كَذَّبَتْ ع ١٨

اَكْثَرُهُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾	وَ	اِنَّ	رَبَّكَ	لَهُوَ	الْعَزِيْزُ	الرَّحِيْمُ ﴿١٤٠﴾	كَذَّبَتْ
ان میں سے اکثر	ایمان والے	اور	بیشک	تیرا رب	البتہ وہی	غالب	نہایت مہربان	جھٹلایا

اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ﴿١٣٩﴾ اور بیشک آپ کا رب ہی غالب، نہایت مہربان ہے۔ ﴿١٤٠﴾ قوم ثمود بھی

ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٤١﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٤٢﴾ اِنِّيْ

ثَمُوْدُ	الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٤١﴾	اِذْ	قَالَ	لَهُمْ	اَخُوْهُمْ	صٰلِحٌ	اَلَا	تَتَّقُوْنَ ﴿١٤٢﴾	اِنِّيْ
ثمود نے	پیغمبروں کو	جب	کہا	ان سے	ان کے بھائی	صالح نے	کیا نہیں	تم ڈرتے	بیشک میں

پیغمبروں کی تکذیب کر چکی ہے۔ ﴿١٤١﴾ جب اُن سے اُن کے بھائی صالح نے کہا کہ کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ ﴿١٤٢﴾ بیشک میں

لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٤٤﴾ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ

لَكُمْ	رَسُوْلٌ	اَمِيْنٌ ﴿١٤٣﴾	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَ	اَطِيْعُوْنِ ﴿١٤٤﴾	وَ	مَآ	اَسْئَلُكُمْ	عَلَيْهِ
تمہارے لئے	پیغمبر	امانت دار	سو ڈرو تم	اللہ سے	اور	کہا مانو میرا	اور	نہیں	مانگتا میں تم سے	اس پر

تمہارے لیے امانت دار پیغمبر ہوں۔ ﴿١٤٣﴾ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ ﴿١٤٤﴾ اور میں تم سے اس پر کوئی اجرت

مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٥﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا

مِنْ	اَجْرٍ	اِنْ	اَجْرِيَ	اِلَّا	عَلٰى	رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٥﴾	اَتُتْرَكُوْنَ	فِيْ	مَا
سے	کوئی اجرت	نہیں	میرا اجر	مگر	پر	رب کے	جہان والوں کے	کیا تم چھوڑ دیے جاؤ گے	بیچ	اس کے جو

نہیں مانگتا، میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے۔ ﴿١٤٥﴾ کیا تمہیں یہاں کی چیزوں میں امن کے ساتھ

هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿١٤٦﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٤٧﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا

هٰهُنَآ	اٰمِنِيْنَ ﴿١٤٦﴾	فِيْ	جَنّٰتٍ	وَّ	عُيُوْنٍ ﴿١٤٧﴾	وَّ	زُرُوْعٍ	وَّ	نَخْلٍ	طَلْعُهَا
یہاں	امن والے	بیچ	باغات کے	اور	چشموں کے	اور	کھیتوں کے	اور	کھجوروں کے	خوشے اس کے

چھوڑ دیا جائے گا؟ ﴿١٤٦﴾ باغات اور چشموں میں؟ ﴿١٤٧﴾ اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کے خوشے

ہم پر کوئی عذاب آنے والا نہیں ہے، تم سے پہلے بھی کچھ لوگ قصے کہانیاں سناتے رہے ہیں، تم بھی سنالو، اسی طرح زندگی اور موت، خوشی اور غمی تو پہلے لوگوں کے ساتھ بھی رہے ہیں، اگر ہمیں ان کا سامنا کرنا پڑے تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

﴿١٣٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قوم عاد کو تکذیب انبیاء کے نتیجے میں ہلاک کر دینے کا ذکر کر کے ان کے واقعے کو باعثِ عبرت قرار دیا گیا ہے، لیکن لوگوں کی اکثریت اس عبرتناک واقعے کو سن کر بھی ایمان نہیں لاتی۔

﴿١٤٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی صفتِ عزیز ورحیم کا حوالہ دیا گیا ہے، چنانچہ قوم عاد کے حوالے سے اس کی صفتِ عزیز اور حضرت ہود علیہ السلام کے حوالے سے اس کی صفتِ رحیم کا اظہار ہوا۔

﴿١٤١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قومِ ثمود کا پیغمبروں کی تکذیب کرنا مذکور ہوا ہے جس کا مفصل واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔

﴿١٤٢﴾ ﴿١٤٥﴾ ان آیتوں میں گزشتہ اسلوب کے مطابق حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت ذکر کی گئی ہے، یہ اسلوب حضرت نوح اور ہود علیہما السلام کے واقعات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

﴿١٤٦﴾ ﴿١٥٢﴾ ان آیتوں میں حضرت صالح علیہ السلام کا اپنی قوم کو نصیحت فرمانا بیان کیا گیا ہے، کہ دیکھو! دنیا کی یہ نعمتیں جو اس وقت تمہیں نصیب ہیں، یہ تمہارے پاس ہمیشہ رہنے والی نہیں ہیں، یہ باغات اور چشمے، یہ بہترین فصلیں اور یہ نرم و ملائم خوشوں میں لگی ہوئی عمدہ و ذائقہ دار کھجوریں بھی ایک نہ ایک دن تمہیں یہیں چھوڑ جانا ہوں گی، پہاڑوں کو تراش تراش کر تم نے جو پر تکلف عمارتیں، بلند و بالا محلات اور مضبوط رہائش گاہیں تعمیر کر رکھی ہیں، سدا قائم رہنے والی نہیں ہیں، اگر تم سمجھتے ہو کہ ہمیشہ اسی طرح بے خوف اور بے فکر ہو کر پر تکلف زندگی گزارتے رہو گے اور کفر و شرک اور ناشکری کے وبال سے بچے رہو گے؟ تو ایسا ہرگز نہ ہوگا، اگر تم چاہتے ہو کہ یہ نعمتیں تمہارے پاس ساری زندگی رہیں تو اس کیلئے تمہیں تین کام فوری طور پر کرنا ہوں گے۔

هَضِيْمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿١٤٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

هَضِيْمٌ ﴿١٤٨﴾	وَ	تَنْحِتُوْنَ	مِنَ	الْجِبَالِ	بُيُوْتًا	فٰرِهِيْنَ ﴿١٤٩﴾	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ
ملائم	اور	تراشتے ہو تم	سے	پہاڑوں کے	گھروں کو	تکلف کرنے والے	سو ڈرو تم	اللہ سے

بڑے ملائم ہیں؟ ﴿١٤٨﴾ اور تم تکلف کے ساتھ رہنے کیلئے پہاڑوں میں گھر تراشتے ہو۔ ﴿١٤٩﴾ سو تم اللہ سے ڈرو

وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٥٠﴾ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٥١﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي

وَ	اَطِيْعُوْنِ ﴿١٥٠﴾	وَ	لَا	تُطِيْعُوْٓا	اَمْرَ	الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٥١﴾	الَّذِيْنَ	يُفْسِدُوْنَ	فِي
اور	کہا مانو میرا	اور	مت	اطاعت کرو تم	حکم کی	حد سے تجاوز کرنے والوں کے	وہ لوگ جو	فساد پھیلاتے ہیں	بیچ

اورمیری اطاعت کرو۔ ﴿١٥٠﴾ اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی بات نہ مانو۔ ﴿١٥١﴾ جو زمین میں فساد

الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٥٣﴾ مَآ

الْاَرْضِ	وَ	لَا	يُصْلِحُوْنَ ﴿١٥٢﴾	قَالُوْٓا	اِنَّمَآ	اَنْتَ	مِنَ	الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٥٣﴾	مَآ
زمین کے	اور	نہیں	اصلاح کرتے	کہا انہوں نے	وہ تو صرف	تو	سے	جادو زدہ لوگوں کے	نہیں

پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔ ﴿١٥٢﴾ وہ کہنے لگے کہ تم پر تو جادو کر دیا گیا ہے۔ ﴿١٥٣﴾ تم بھی

اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هٰذِهٖ

اَنْتَ	اِلَّا	بَشَرٌ	مِّثْلُنَا	فَاْتِ	بِاٰيَةٍ	اِنْ	كُنْتَ	مِنَ	الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٥٤﴾	قَالَ	هٰذِهٖ
تو	مگر	ایک انسان	ہماری طرح	سو لے آ تو	کوئی نشانی	اگر	تو ہے	سے	سچوں کے	کہا اس نے	یہ

تو ہمارے جیسے ایک انسان ہی ہو، سو کوئی نشانی لیکر آؤ اگر تم سچے ہو۔ ﴿١٥٤﴾ صالح نے کہا کہ یہ

نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿١٥٥﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ

نَاقَةٌ	لَّهَا	شِرْبٌ	وَّ	لَكُمْ	شِرْبُ	يَوْمٍ	مَّعْلُوْمٍ ﴿١٥٥﴾	وَ	لَا	تَمَسُّوْهَا	بِسُوْٓءٍ
ایک اونٹنی	اس کیلئے	پینے کی باری	اور	تمہارے لئے	پینے کی باری	ایک دن	متعین	اور	مت	چھوؤ تم اسے	برائی سے

اونٹنی ہے، ایک مقررہ دن پانی پینے کی باری اس کی ہے اور ایک دن تمہاری باری ہے۔ ﴿١٥٥﴾ اور اِسے برائی کے ارادے سے مت چھونا،

فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥٦﴾ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿١٥٧﴾

فَيَاْخُذَكُمْ	عَذَابُ	يَوْمٍ	عَظِيْمٍ ﴿١٥٦﴾	فَعَقَرُوْهَا	فَاَصْبَحُوْا	نٰدِمِيْنَ ﴿١٥٧﴾
سو پکڑے گا تمہیں	عذاب	ایک دن کا	بڑے	سو انہوں نے پاؤں کاٹ دیئے اس کے	سو وہ ہوگئے صبح کو	شرمندہ ہونے والے

ورنہ تمہیں ایک بڑے دن کا عذاب آ پکڑے گا۔ ﴿١٥٦﴾ پھر انہوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیئے، اور صبح کو نادم ہونے لگے۔ ﴿١٥٧﴾

پہلا یہ کہ اپنے اندر تقویٰ پیدا کرو اور اللہ سے ڈرو، دوسرا یہ کہ میری اطاعت کرو تا کہ میں تمہیں اللہ کی مرضیات والے راستے پر چلا سکوں اور تیسرا یہ کہ زمین میں فساد پھیلانے والوں کی بات نہ مانو، جو امن عامہ کو تباہ کرتے ہیں اور لوگوں کی املاک اور جان و مال کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

﴿١٥٢﴾ ﴿١٥٣﴾ ان آیتوں میں قوم ثمود کی سرکشی بیان کی گئی ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی نصیحت کو قبول کرنے کی بجائے وہ الٹا انہیں جادو زدہ قرار دینے لگے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے اور اسی کے زیر اثر تم ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو، ایسے شخص پر ہم کیسے ایمان لا سکتے ہیں؟ بالخصوص جبکہ تم بھی ہماری طرح کے انسان ہو، تم میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں ہے، اگر تم واقعی اللہ کے پیغمبر ہو تو اپنی سچائی ثابت کرنے کیلئے کوئی دلیل اور کوئی معجزہ پیش کرو۔

﴿١٥٥﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت صالح علیہ السلام کا اونٹنی کا معجزہ دکھانا بیان کیا گیا ہے جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے، حضرت صالح علیہ السلام نے اونٹنی کے پانی پینے کی باری مقرر فرما دی کہ ایک دن کنوئیں سے تم لوگ پانی پیو گے اور ایک دن یہ اونٹنی پانی پیے گی، اس باری میں تبدیلی نہ کرنا۔

﴿١٥٦﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت صالح علیہ السلام کی طرف سے قوم کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تم لوگوں نے کسی ناپاک اور غلط ارادے سے اس اونٹنی کو ہاتھ بھی لگایا تو اللہ کے عذاب سے تمہیں کوئی نہ بچا سکے گا کیونکہ یہ اللہ کی قدرت کی خاص نشانی ہے۔

﴿١٥٧﴾ اس آیت مبارکہ میں قوم صالح کا اونٹنی کے پاؤں کاٹ دینا اور بعد میں اس پر شرمندہ و پشیمان ہونا بیان کیا گیا ہے۔

فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

فَاَخَذَهُمُ	الْعَذَابُ ؕ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيَةً ؕ	وَ	مَا	كَانَ	اَكْثَرُهُمْ
سو پکڑ لیا انہیں	عذاب نے	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانی	اور	نہیں	ہیں	ان میں سے اکثر

سو انہیں عذاب نے آ پکڑا، بیشک اس میں نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٥٨﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٥٩﴾ ع كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ‍

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٥٨﴾	وَ	اِنَّ	رَبَّكَ	لَهُوَ	الْعَزِيْزُ	الرَّحِيْمُ ﴿١٥٩﴾	كَذَّبَتْ	قَوْمُ	لُوْطِ
ایمان والے	اور	بیشک	تیرا رب	البتہ وہی	غالب	نہایت مہربان	جھٹلایا	قوم نے	لوط کی

نہیں ہیں۔ ١٥٨ اور بیشک آپ کا رب ہی غالب، نہایت مہربان ہے۔ ١٥٩ قومِ لوط بھی پیغمبروں کی تکذیب

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٦٠﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٦١﴾ اِنِّيْ لَكُمْ

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٦٠﴾	اِذْ	قَالَ	لَهُمْ	اَخُوْهُمْ	لُوْطٌ	اَلَا	تَتَّقُوْنَ ﴿١٦١﴾	اِنِّيْ	لَكُمْ
پیغمبروں کو	جب	کہا	ان سے	ان کے بھائی	لوط نے	کیا نہیں	ڈرتے تم	بیشک میں	تمہارے لئے

کرچکی ہے۔ ١٦٠ جب اُن سے اُن کے بھائی لوط نے کہا کہ کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ ١٦١ بیشک میں تمہارے لیے

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٦٣﴾ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ

رَسُوْلٌ	اَمِيْنٌ ﴿١٦٢﴾	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَ	اَطِيْعُوْنِ ﴿١٦٣﴾	وَ	مَآ	اَسْئَلُكُمْ	عَلَيْهِ	مِنْ
پیغمبر	امانت دار	سو ڈرو تم	اللہ سے	اور	کہا مانو میرا	اور	نہیں	مانگتا میں تم سے	اس پر	سے

امانت دار پیغمبر ہوں۔ ١٦٢ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ ١٦٣ اور میں تم سے اِس پر کوئی اجرت

اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٤﴾ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ

اَجْرٍ ۚ	اِنْ	اَجْرِيَ	اِلَّا	عَلٰى	رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٤﴾	اَتَاْتُوْنَ	الذُّكْرَانَ	مِنَ
کوئی اجرت	نہیں	میری اجرت	مگر	پر	رب کے	جہان والوں کے	کیا تم آتے ہو	مردوں پر	سے

نہیں مانگتا، میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے۔ ١٦٤ کیا تم دنیا والوں میں سے مردوں کے پاس

الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ

الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٥﴾	وَ	تَذَرُوْنَ	مَا	خَلَقَ	لَكُمْ	رَبُّكُمْ	مِّنْ	اَزْوَاجِكُمْ ؕ	بَلْ	اَنْتُمْ
جہان والوں کے	اور	چھوڑ دیتے ہو تم	وہ جو	پیدا کیا	تمہارے لئے	تمہارے رب نے	سے	تمہاری بیویوں کے	بلکہ	تم

آتے ہو؟ ١٦٥ اور تمہارے لیے تمہارے رب نے جو تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں، اُنہیں چھوڑ دیتے ہو؟ بلکہ تم

ع ٨ ١٩ ١٢

١٥٨ اس آیتِ مبارکہ میں قوم صالح پر اللہ کا عذاب آنے کا بیان کیا گیا ہے، قومِ ثمود کے اس واقعے میں عبرت کا بہت سا سامان موجود ہے، لیکن اکثر لوگ اس سے عبرت حاصل کر کے ایمان لانے کی بجائے اپنے کفر و شرک اور گناہوں پر ڈٹے رہتے ہیں۔

١٥٩ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی صفتِ عزیز اور رحیم کا حوالہ دیا گیا ہے، چنانچہ قوم ثمود کے حوالے سے اس کی صفتِ عزیز اور حضرت صالح علیہ السلام کے حوالے سے اس کی صفتِ رحیم کا اظہار ہوا ہے۔

١٦٠ اس آیتِ مبارکہ میں قومِ لوط کا پیغمبروں کی تکذیب کرنا مذکور ہوا ہے، جس کا مفصل واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔

١٦١ ١٦٣ ان آیتوں میں گزشتہ اسلوب کے مطابق حضرت لوط علیہ السلام کی دعوت ذکر کی گئی ہے، یہ اسلوب حضرت نوح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام کے واقعات میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے

١٦٤ ١٦٦ ان تینوں آیتوں میں حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت ذکر کی گئی ہے کہ اے میری قوم! تم لوگ کس قدر غلط اور بے حیائی کے راستے پر چل رہے ہو، کہ عورتوں سے حلال طریقے کے ساتھ اپنی جنسی اور نفسانی خواہشات پوری کرنے کی بجائے ہم جنس پرستی کے مرضی میں مبتلا ہو رہے ہو؟ یہ تو ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص صاف ستھرے دسترخوان پر تازہ، خوشبودار اور نفیس کھانوں کو چھوڑ کر پھٹے پرانے دسترخوان پر سڑا ہوا بدبودار کھانا کھانے لگے۔

قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿١٦٧﴾

الْمُخْرَجِيْنَ ﴿١٦٧﴾	مِنَ	لَتَكُوْنَنَّ	يٰلُوْطُ	تَنْتَهِ	لَّمْ	لَئِنْ	قَالُوْا	عٰدُوْنَ ﴿١٦٦﴾	قَوْمٌ
نکالے ہوؤں کے	سے	البتہ ضرور ہو جائے گا تو	اے لوط	باز آیا تو	نہ	البتہ اگر	کہا انہوں نے	حد سے تجاوز کرنے والے	قوم

حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہو۔ ﴿١٦٦﴾ وہ کہنے لگے کہ اے لوط! اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں یہاں سے نکال دیا جائے گا۔ ﴿١٦٧﴾

قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٩﴾

يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٩﴾	مِمَّا	اَهْلِيْ	وَ	نَجِّنِيْ	رَبِّ	الْقَالِيْنَ ﴿١٦٨﴾	مِّنَ	لِعَمَلِكُمْ	اِنِّيْ	قَالَ
یہ عمل کرتے ہیں	اس سے جو	میرے گھر والوں کو	اور	نجات دے مجھے	اے میرے پروردگار	بیزار ہونے والوں کے	سے	تمہارے عمل کا	بیشک میں	کہا اس نے

لوط نے کہا کہ میں تو تمہارے عمل سے بالکل بیزار ہوں۔ ﴿١٦٨﴾ پروردگار! مجھے اور میرے اہلِ خانہ کو اُس کام سے بچا جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ ﴿١٦٩﴾

فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٧٠﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا

دَمَّرْنَا	ثُمَّ	الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٧١﴾	فِي	عَجُوْزًا	اِلَّا	اَجْمَعِيْنَ ﴿١٧٠﴾	اَهْلَهٗٓ	وَ	فَنَجَّيْنٰهُ
ہم نے ہلاک کر دیا	پھر	رہ جانے والوں کے	بیچ	ایک بڑھیا	مگر	سب کو	اس کے گھر والوں کو	اور	سو ہم نے نجات دی اسے

سو ہم نے انہیں اور اُن کے تمام اہلِ خانہ کو نجات عطا فرمائی۔ ﴿١٧٠﴾ سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہنے والوں میں سے تھی۔ ﴿١٧١﴾ پھر ہم نے دیگر لوگوں کو

الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٣﴾

الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٣﴾	مَطَرُ	فَسَآءَ	مَّطَرًا ۚ	عَلَيْهِمْ	اَمْطَرْنَا	وَ	الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٧٢﴾
ڈرائے ہوؤں کی	بارش	سو بدترین ہوئی	ایک بارش	ان پر	برسائی ہم نے	اور	دوسروں کو

ہلاک کر دیا۔ ﴿١٧٢﴾ اور ہم نے اُن پر ایک خاص قسم کی بارش برسائی، سو ڈرائے ہوئے لوگوں پر وہ بدترین بارش ہوئی۔ ﴿١٧٣﴾

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٤﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ

لَهُوَ	رَبَّكَ	اِنَّ	وَ	مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٤﴾	اَكْثَرُهُمْ	كَانَ	مَا	وَ	لَاٰيَةً ۭ	ذٰلِكَ	فِيْ	اِنَّ
البتہ وہی	تیرا رب	بیشک	اور	ایمان والے	ان میں سے اکثر	ہیں	نہیں	اور	البتہ نشانی	اس کے	بیچ	بیشک

بیشک اس میں نشانی ہے اور اِن میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ﴿١٧٤﴾ اور بیشک آپ کا رب ہی

الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾ اِذْ قَالَ

قَالَ	اِذْ	الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾	لْـَٔيْكَةِ	اَصْحٰبُ	كَذَّبَ	الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾	الْعَزِيْزُ
کہا	جب	پیغمبروں کو	ایکہ کے	رہنے والوں نے	جھٹلایا	نہایت مہربان	غالب

غالب، نہایت مہربان ہے۔ ﴿١٧٥﴾ بَن کے رہنے والے بھی پیغمبروں کی تکذیب کر چکے ہیں۔ ﴿١٧٦﴾ جب اُن سے

ع ٩ ١٦ ١٣

﴿١٦٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قوم لوط کی دھمکی بیان کی گئی ہے کہ اگر تم اپنی ان باتوں سے باز نہ آئے اور ہم جنس پرستی کے معاملے میں ہماری مخالفت کرتے رہے تو ہم تمہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے، ناپاک لوگوں کی بستی میں پاکیزہ لوگوں کا کیا کام؟

﴿١٦٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی قوم کی بدکرداری سے بیزاری ظاہر کرنے کا بیان کیا گیا ہے۔

﴿١٦٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت لوط علیہ السلام کی دعا ذکر کی گئی ہے کہ پروردگار! مجھے اور میرے اہل خانہ کو میری قوم کی بداعمالیوں اور ان کے برے انجام سے نجات عطا فرما اور ان کے شر سے ہماری حفاظت فرما۔

﴿١٧٠﴾ ﴿١٧٢﴾ ان آیتوں میں حضرت لوط علیہ السلام کی دعا قبول ہونا بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے لوط کی بیوی کے علاوہ ان کے تمام اہل خانہ کو بچالیا، ان کی بیوی چونکہ قوم کے ساتھ ملی ہوئی تھی، اس لیے جب اللہ کی طرف سے عذاب آیا تو وہ بھی اس عذاب کا شکار ہوگئی اور لوط کی بیوی ہونے کی وجہ سے وہ اللہ کے عذاب اور گرفت سے بچ نہ سکی، یوں پوری قوم ہی تباہ و برباد ہوگئی اور ان پر برسنے والے پتھروں نے ان کا بھرکس نکال دیا، ہر پتھر نامزد تھا، پتھروں کی یہ بارش ان کیلئے بدترین بارش ثابت ہوئی۔

﴿١٧٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قوم لوط کے واقعے کو سامانِ عبرت قرار دیا گیا ہے لیکن اس سے عبرت حاصل کر کے ایمان لانے والے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔

﴿١٧٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی صفتِ عزیز و رحیم کا حوالہ دیا گیا ہے، چنانچہ قوم لوط کے حوالے سے اس کی صفتِ عزیز اور حضرت لوط علیہ السلام کے حوالے سے صفتِ رحیم کا اظہار ہوا ہے۔

﴿١٧٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہل ایکہ کا پیغمبروں کی تکذیب کرنا مذکور ہوا ہے، اس سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے، انہیں اہل مدین بھی کہا جاتا ہے، چونکہ یہ لوگ ''ایکہ'' نامی درخت کی پوجا کرتے تھے، اس لیے انہیں ''اصحاب الایکہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

لَهُمْ	شُعَيْبٌ	اَلَا	تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾	اِنِّيْ	لَكُمْ	رَسُوْلٌ	اَمِيْنٌ ﴿١٧٨﴾	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ
ان سے	شعیب نے	کیا نہیں	ڈرتے تم	بیشک میں	تمہارے لئے	پیغمبر	امانت دار	سو ڈرو تم	اللہ سے

شعیب نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں ہو؟ ١٧٧ بیشک میں تمہارے لیے ایک امانت دار پیغمبر ہوں۔ ١٧٨ سو تم اللہ سے ڈرو

وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٧٩﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى

وَ	اَطِيْعُوْنِ ﴿١٧٩﴾	وَ	مَآ	اَسْـَٔلُكُمْ	عَلَيْهِ	مِنْ	اَجْرٍ	اِنْ	اَجْرِيَ	اِلَّا	عَلٰى
اور	کہا مانو میرا	اور	نہیں	مانگتا میں تم سے	اس پر	سے	کوئی اجرت	نہیں	میرا اجر	مگر	پر

اور میری اطاعت کرو۔ ١٧٩ اور میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو رب العالمین کے

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٠﴾ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوْا

رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٠﴾	اَوْفُوا	الْكَيْلَ	وَ	لَا	تَكُوْنُوْا	مِنَ	الْمُخْسِرِيْنَ ﴿١٨١﴾	وَزِنُوْا
رب کے	جہان والوں کے	پورا کیا کرو	ماپ کو	اور	نہ	ہو جاؤ تم	سے	گھٹانے والوں کے	اور وزن کیا کرو

ذمے ہے۔ ١٨٠ ماپ پورا کیا کرو، کمی کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔ ١٨١ اور وزن بھی

بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا

بِالْقِسْطَاسِ	الْمُسْتَقِيْمِ ﴿١٨٢﴾	وَ	لَا	تَبْخَسُوا	النَّاسَ	اَشْيَآءَهُمْ	وَ	لَا	تَعْثَوْا
ترازو سے	سیدھے	اور	مت	گھٹا کر دو	لوگوں کو	ان کی چیزیں	اور	مت	پھرو

سیدھے ترازو سے کیا کرو۔ ١٨٢ اور لوگوں کو اُن کی چیزیں گھٹا کر مت دو، اور زمین میں فساد

فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿١٨٣﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ

فِي	الْاَرْضِ	مُفْسِدِيْنَ ﴿١٨٣﴾	وَاتَّقُوا	الَّذِيْ	خَلَقَكُمْ	وَالْجِبِلَّةَ
بیچ	زمین کے	فساد پھیلانے والے	اور ڈرو تم	وہ جو	پیدا کیا اُس نے تمہیں	اور خلقت کو

پھیلاتے ہوئے مت پھرو۔ ١٨٣ اور اُس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلی خلقت کو

الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٨٤﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٨٥﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ

الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٨٤﴾	قَالُوْٓا	اِنَّمَآ	اَنْتَ	مِنَ	الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٨٥﴾	وَ	مَآ	اَنْتَ	اِلَّا	بَشَرٌ
پہلے والے	کہا انہوں نے	وہ تو صرف	تو	سے	جادو کئے ہوؤں کے	اور	نہیں	تو	مگر	ایک انسان

پیدا کیا۔ ١٨٤ وہ کہنے لگے کہ تم پر تو جادو کر دیا گیا ہے۔ ١٨٥ اور تم بھی ہمارے جیسے

١٧٧ ١٨٠ ان آیتوں میں گزشتہ اسلوب کے مطابق حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت ذکر کی گئی ہے، یہ اسلوب حضرت نوح اور ہود علیہما السلام وغیرہ کے بیان میں پہلے بھی گزر چکا ہے۔

١٨١ ١٨٣ ان آیتوں میں حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحت ذکر کی گئی ہے، اس میں انہوں نے اپنی قوم کو پانچ چیزوں کی تاکید کی ہے، پہلی یہ کہ ماپ پورا کیا کرو، کسی کو گھٹا کر مت دیا کرو، دوسری یہ کہ وزن پورا کیا کرو، ترازو میں گڑبڑ نہ کیا کرو، تیسری یہ کہ ناپ تول میں لوگوں کو دھوکہ مت دیا کرو، کہ اپنے لیے تو پورا وزن اور ماپ لینا چاہو اور دوسروں کو گھٹا کر دینا چاہو، چوتھی یہ کہ زمین میں فساد مت پھیلاؤ، اللہ کو فسادی لوگ پسند نہیں ہیں اور پانچویں یہ کہ اپنے خالق سے ڈرو اور اس کے سامنے تقویٰ اختیار کرو، اسی نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے جتنی بھی نسلیں گزری ہیں، ان سب کا خالق بھی وہی ہے۔

١٨٥ ١٨٦ ان آیتوں میں اہل مدین کی سرکشی بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحت کو قبول کرنے کی بجائے الٹا انہیں جادو زدہ قرار دینا شروع کر دیا، وہ اپنے جیسے انسان پر ایمان لانے کیلئے تیار نہیں تھے، وہ کہنے لگے کہ ہم تو آپ کو جھوٹا سمجھتے ہیں (العیاذ باللہ)=

مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ

مِّثْلُنَا	وَ	اِنْ	نَّظُنُّكَ	لَمِنَ	الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾	فَاَسْقِطْ	عَلَيْنَا	كِسَفًا	مِّنَ	السَّمَآءِ
ہم جیسا	اور	بیشک	ہم گمان کرتے ہیں تجھے	البتہ سے	جھوٹوں کے	سوگرادے تو	ہم پر	کوئی ٹکڑا	سے	آسمان کے

ایک انسان ہو اور ہم تو تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔ ۱۸۶ سو تم آسمان سے کوئی ٹکڑا ہم پر گرا کر دکھاؤ

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ

اِنْ	كُنْتَ	مِنَ	الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾	قَالَ	رَبِّيْٓ	اَعْلَمُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾	فَكَذَّبُوْهُ
اگر	تو ہے	سے	سچوں کے	کہا اس نے	رب میرا	زیادہ جانتا ہے	اسے جو	تم کرتے ہو	سو جھٹلایا انہوں نے اسے

اگر تم سچے ہو۔ ۱۸۷ شعیب نے کہا کہ میرا رب خوب جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔ ۱۸۸ پھر اُنہوں نے شعیب کی تکذیب کی

فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِيْ

فَاَخَذَهُمْ	عَذَابُ	يَوْمِ	الظُّلَّةِ	اِنَّهٗ	كَانَ	عَذَابَ	يَوْمٍ	عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾	اِنَّ	فِيْ
سو پکڑلیا انہیں	عذاب نے	ایک دن	سائبان کے	بیشک وہ	تھا	عذاب	ایک دن کا	بڑے	بیشک	بیچ

تو انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے آ پکڑا، بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔ ۱۸۹ بیشک اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ

ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	وَ	مَا	كَانَ	اَكْثَرُهُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾	وَ	اِنَّ	رَبَّكَ	لَهُوَ	الْعَزِيْزُ
اس کے	البتہ نشانی	اور	نہیں	ہیں	ان میں سے اکثر	ایمان والے	اور	بیشک	تیرا رب	البتہ وہی	غالب

نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ۱۹۰ اور بیشک آپ کا رب ہی غالب،

الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾

الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾	وَ	اِنَّهٗ	لَتَنْزِيْلُ	رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾	نَزَلَ	بِهِ	الرُّوْحُ	الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾
نہایت مہربان	اور	بیشک وہ	البتہ اتارا ہوا	رب کا	جہان والوں کے	لیکر اترا	اسے	روح	امانت دار

نہایت مہربان ہے۔ ۱۹۱ اور بیشک یہ قرآن رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔ ۱۹۲ روح الامین اسے لیکر اترے ہیں۔ ۱۹۳

عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾

عَلٰى	قَلْبِكَ	لِتَكُوْنَ	مِنَ	الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾	بِلِسَانٍ	عَرَبِيٍّ	مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾
پر	تیرے دل کے	تاکہ ہو جائے تو	سے	ڈرانے والوں کے	زبان میں	عربی	کھلی

آپ کے دل پر، تاکہ آپ ڈرانے والے بن جائیں۔ ۱۹۴ واضح عربی زبان میں۔ ۱۹۵

=اگر آپ سچے ہیں اور واقعۃً اللہ نے ہی آپ کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا کر دکھائیں۔

۱۸۸ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت شعیب علیہ السلام کا پیغمبرانہ جواب مذکور ہے کہ میرا رب تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے، سزا دینے کا اختیار اس کے ہاتھ میں ہے، آسمان کا ٹکڑا گرانا یا عذاب کی کسی دوسری صورت میں تمہیں مبتلا کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے، وہ جب چاہے گا، جیسے چاہے گا، تمہیں سزا دیدے گا۔ ۱۸۹ اس آیت مبارکہ میں اہل مدین کی تکذیب کے نتیجے میں ان پر عذاب نازل کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، ان پر ایک بادل سائبان کی طرح چھا گیا، جس میں سے پانی کی بجائے ان پر آگ کی بارش ہوئی، نیچے سے زلزلے کے شدید جھٹکے لگے اور ایک ہیبت ناک چنگاڑ سنائی دی اور پوری کی پوری قوم صفحہ ہستی سے مٹادی گئی، قرآن نے اسے بہت بڑے دن کا عذاب قرار دیا ہے، اس سے اس کی ہولناکی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ۱۹۰ اس آیتِ مبارکہ میں اہل مدین کے واقعے کو نشانِ عبرت قرار دیا گیا ہے لیکن اس سے عبرت حاصل کر کے ایمان لانے والے لوگ تعداد میں بہت تھوڑے ہیں۔ ۱۹۱ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی صفتِ عزیز اور رحیم کا حوالہ دیا گیا ہے،

ع ۱۰ ۱۶ ۱۴

چنانچہ اہل مدین کے حوالے سے اس کی صفتِ عزیز اور حضرت شعیب علیہ السلام کے حوالے سے اس کی صفتِ رحیم کا اظہار ہوا ہے۔ ۱۹۲ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ اسے معمولی کتاب نہ سمجھو، یہ رب العالمین کا اتارا ہوا کلام ہے، اسی بناء پر یہ تمام کلاموں کا بادشاہ ہے کیونکہ بادشاہوں کا کلام، کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے۔ ۱۹۳ اس آیتِ مبارکہ میں اُس فرشتے کا ذکر ہے جو قرآنِ کریم لیکر اترا، اللہ تعالیٰ نے اسے ''روح الامین'' کا خطاب دے کر اس کی غیر معمولی اہمیت بیان فرمائی ہے، کیونکہ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اور امانت جس کا حق ہو، اُس تک پہنچانے کیلئے کسی امین کا ہی انتخاب کرنا چاہیے، ورنہ خیانت کا اندیشہ رہتا ہے، اس میں یہ بھی اشارہ ہوگیا کہ رب العالمین کے کلام میں کسی قسم کی خیانت نہیں ہوئی بلکہ روح الامین نے نہایت امانت داری کے ساتھ حق دار تک اسے پہنچایا ہے۔ ۱۹۴ اس آیتِ مبارکہ میں اُس مقدس مقام کا ذکر کیا گیا ہے جہاں روح الامین نے رب العالمین کے حکم سے اس کی پاکیزہ وحی اور امانت کو اتارا، چونکہ اسے نازل کرنے والا اور لیکر اترنے والا دونوں ہی پاکیزہ تھے اور خود کلام بھی پاکیزگی کے اعلیٰ درجے پر فائز تھا، اس لیے کسی ایسے مقام کا انتخاب ضروری تھا جس سے زیادہ پاکیزہ مقام دنیا میں کہیں اور نہ ہو، پھر جب روح الامین نے اسے قلبِ مصطفیٰ پر نازل کیا تو معلوم ہوگیا کہ روئے زمین پر ثریٰ سے لیکر ثریا تک قلبِ مصطفیٰ سے زیادہ پاکیزہ اور مقدس مقام کوئی نہیں ہے جو نزولِ قرآن اور امانت الٰہیہ کے شایانِ شان ہو (صلی اللہ علیہ وسلم) یہیں پر نزولِ قرآن کا مقصد بھی بیان کردیا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو ڈرانے والے بن جائیں اور انہیں ان کے مستقبل اور انجام سے باخبر کردیں۔ ۱۹۵ اس آیتِ مبارکہ میں کلام اللہ کیلئے منتخب کی جانے والی زبان کا ذکر کیا گیا ہے، چونکہ قرآن کریم نہایت شستہ، فصیح وبلیغ عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور معجزانہ طور پر اپنے اندر جامعیت اور گہرائی کی شان رکھتا ہے، اس لیے عربی زبان کی غیر معمولی اہمیت بھی واضح ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ قرآن کریم کے الفاظ بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ نبی علیہ السلام کے قلب اطہر پر معانی اور مضامین اتار دیئے گئے ہوں جنہیں نبی علیہ السلام نے اپنے الفاظ میں لوگوں کے سامنے بیان کردیا ہو، بلکہ اس کے معانی بھی اللہ کی طرف سے اترے ہیں اور اس کے الفاظ بھی حق تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں، اسی وجہ سے تو قرآن کریم حادث نہیں ہے، بلکہ قدیم ہے، جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں۔

وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا

وَ	اِنَّهٗ	لَفِيْ	زُبُرِ	الْاَوَّلِيْنَ ۱۹۶	اَوَلَمْ	يَكُنْ	لَّهُمْ	اٰيَةً	اَنْ	يَّعْلَمَهٗ	عُلَمٰٓؤُا
اور	بیشک وہ	البتہ بیچ	صحیفوں کے	پہلے والے	اور کیا نہیں	ہے	ان کیلئے	نشانی	یہ کہ	جانتے ہیں اسے	علماء

اور بیشک یہ پہلی کتابوں میں بھی لکھا ہوا ہے۔ ۱۹۶ کیا اُن کیلئے یہ نشانی نہیں ہے کہ اِسے بنی اسرائیل کے علماء بھی

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ

بَنِيْٓ	اِسْرَآءِيْلَ ۱۹۷	وَ	لَوْ	نَزَّلْنٰهُ	عَلٰى	بَعْضِ	الْاَعْجَمِيْنَ ۱۹۸	فَقَرَاَهٗ	عَلَيْهِمْ
بیٹوں کے	اسرائیل کے	اور	اگر	نازل کرتے ہم اسے	پر	کچھ	عجمیوں کے	سو پڑھتا وہ اسے	ان پر

جانتے ہیں؟ ۱۹۷ اور اگر ہم نے اِسے کسی عجمی پر نازل کیا ہوتا۔ ۱۹۸ اور وہ اُنہیں یہ پڑھ کر سناتا

مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾

مَّا	كَانُوْا	بِهٖ	مُؤْمِنِيْنَ ۱۹۹	كَذٰلِكَ	سَلَكْنٰهُ	فِيْ	قُلُوْبِ	الْمُجْرِمِيْنَ ۲۰۰
نہیں	تھے وہ	اس پر	ایمان لانے والے	اسی طرح	ہم نے چلا دیا اسے	بیچ	دلوں کے	مجرموں کے

تو یہ کبھی بھی اس پر ایمان نہ لاتے۔ ۱۹۹ اِسی طرح مجرموں کے دلوں میں ہم نے انکار کو پیوست کر دیا ہے۔ ۲۰۰

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً

لَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِهٖ	حَتّٰى	يَرَوُا	الْعَذَابَ	الْاَلِيْمَ ۲۰۱	فَيَاْتِيَهُمْ	بَغْتَةً
نہیں	ایمان لائیں گے وہ	اس پر	یہاں تک کہ	دیکھ لیں	عذاب	دردناک	سو آجائیگا وہ ان پر	اچانک

وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ درد ناک عذاب کو دیکھ لیں۔ ۲۰۱ سو وہ اُن پر اچانک آجائے گا

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ اَفَبِعَذَابِنَا

وَّ	هُمْ	لَا	يَشْعُرُوْنَ ۲۰۲	فَيَقُوْلُوْا	هَلْ	نَحْنُ	مُنْظَرُوْنَ ۲۰۳	اَفَبِعَذَابِنَا
اور	وہ	نہیں	شعور رکھتے ہوں گے	سو کہیں گے وہ	کیا	ہم	مہلت دیئے جائیں گے	تو کیا ہمارا عذاب

اور اُنہیں پتہ بھی نہ چلے گا۔ ۲۰۲ تب یہ کہیں گے کہ کیا ہمیں مہلت مل سکتی ہے؟ ۲۰۳ تو کیا وہ ہمارے عذاب کو

يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا

يَسْتَعْجِلُوْنَ ۲۰۴	اَفَرَءَيْتَ	اِنْ	مَّتَّعْنٰهُمْ	سِنِيْنَ ۲۰۵	ثُمَّ	جَآءَهُمْ	مَّا
جلدی طلب کرتے ہیں وہ	تو کیا تُو نے دیکھا	اگر	ہم انہیں فائدہ دیں	کئی سال	پھر	آئے ان کے پاس	وہ جو

جلدی طلب کرتے ہیں؟ ۲۰۴ یہ تو بتائیے کہ اگر ہم انہیں چند سالوں تک فائدہ پہنچائیں؟ ۲۰۵ پھر ان کے پاس وہ چیز آجائے جس کا

۱۹۶ اس آیتِ مبارکہ میں قرآن کریم کا ایک اعجاز بیان کیا گیا ہے کہ وہ پہلی کتابوں میں بھی موجود رہا ہے، کس طرح موجود رہا ہے؟ اس میں اہل علم نے خاصی تفصیل بیان کی ہے، بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ قرآن کریم کا تذکرہ پہلی کتابوں میں موجود رہا ہے اور ان میں یہ اطلاع دی گئی ہے کہ آخر زمانے میں آخری نبی پر آخری کتاب نازل ہوگی جو گزشتہ تمام کتابوں کا خلاصہ اور ان کے مضامین کیلئے جامع ہوگی، اور بعض مفسرین نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جو مضامین قرآن کریم میں بیان کیے گئے ہیں، گزشتہ آسمانی کتابوں میں بھی ان کا تذکرہ موجود رہا ہے، مثلاً توحید و رسالت، قیامت، مرنے کے بعد دوبارہ زندگی، اللہ کی قدرت، اس کی صفات اور کمالات اور مختلف امتوں کے واقعات اور ضرب الامثال وغیرہ۔

۱۹۷ اس آیتِ مبارکہ میں اس حقیقت کو ایک نشانی قرار دے کر اہل مکہ کو اس پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے کہ بنی اسرائیل کے اہل علم اس کتاب کی حقانیت سے بخوبی واقف ہیں، اگر ان کی آسمانی کتابوں میں اس کا تذکرہ نہ ہوتا اور وہ اس کی حقانیت سے ناواقف ہوتے تو وہ اس پر کبھی خاموش نہ رہتے اور قرآن کریم کی صداقت کو چیلنج کرتے اور یہ اعتراض کرتے کہ ہماری آسمانی کتابوں میں تو نزولِ قرآن کے حوالے سے کوئی اشارہ نہیں ملتا، ان کا اعتراض نہ کرنا ہی اس کی حقانیت کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے۔

۱۹۸ ۱۹۹ ان آیتوں میں مشرکین مکہ کی ہٹ دھرمی بیان کی گئی ہے کہ قرآن کریم ان صفات سے موصوف ہونے کے باوجود "جن کا بیان اوپر ہوا" ان لوگوں کیلئے قابل قبول نہیں، اگر ہم یہ قرآن کسی عجمی پر نازل کر دیتے اور وہ ان کے سامنے اس کی تلاوت کرتا تو یہ اس پر کبھی بھی ایمان نہ لاتے، جب افصح العرب پر ایمان نہیں لا رہے تو پھر عجمی پر ایمان لانے کا تو سوال ہی کیا؟

۲۰۰ ۲۰۲ ان آیتوں میں مجرم اور گناہ گار لوگوں کا رویہ اور انجام بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ گناہوں کا ارتکاب کرنے پر اس قدر جری ہو جاتے ہیں کہ انکار اور تکذیب کی روش ان کے دلوں میں اپنی جڑ بنا لیتی ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ آخر دم تک ایمان کی نعمت سے محروم رہتے ہیں، پھر جب ان پر عذاب آتا ہے تو مہلت مانگتے اور فریاد کرتے ہیں، بعض مفسرین نے اس کی یہ توجیہ بھی کی ہے کہ قرآن کریم کی حقانیت اور صداقت تو ہم نے مجرموں اور گنہگاروں کے دلوں میں بھی بٹھادی ہے لیکن وہ صرف اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے آخر دم تک اس پر ایمان نہیں لاتے، یہاں تک کہ عذابِ الٰہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

۲۰۴ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکوں اور مجرموں سے استفسار کیا جا رہا ہے کہ کیا تمہیں ہمارے عذاب کی جلدی ہے؟ اگر کہتے ہو تو ہم تم پر اپنا عذاب نازل کر دیتے ہیں، لیکن اس وقت تم مہلت مانگنے لگو گے، یاد رکھو اُس وقت مہلت نہیں ملے گی، پھر عذاب ہی ملے گا۔

۲۰۵ ۲۰۶ ان آیتوں میں "مہلت مانگنے" کا جواب دیا گیا ہے کہ دنیا میں سالہا سال کی جو زندگی دی گئی ہے، وہ مہلت ہی تو ہے، اس مہلت سے فائدہ کیوں نہیں اٹھاتے؟ اس مہلت میں تو دنیا کا ساز و سامان اکٹھا کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ چیزیں ان کے کام آئیں گی، لیکن جب وقت آئے گا تو ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے کسی کام نہ آئے گی، اس لیے اگر وہ دانشمند ہوں تو اس حاصل شدہ مہلت سے فائدہ اٹھائیں۔

كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ وَمَآ

كَانُوْا	يُوْعَدُوْنَ ۲۰۶	مَآ	اَغْنٰى	عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا	يُمَتَّعُوْنَ ۲۰۷	وَ	مَآ
تھے وہ	وعدہ کیے جاتے	کیا	کام آیا	ان کے	وہ جو	تھے وہ	فائدہ پہنچائے گئے	اور	نہیں

ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ [۲۰۶] تو کیا وہ چیز اُن کے کام آئے گی جس سے وہ فائدہ اٹھاتے رہے؟ [۲۰۷] اور ہم نے

اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ع ۹

اَهْلَكْنَا	مِنْ	قَرْيَةٍ	اِلَّا	لَهَا	مُنْذِرُوْنَ ۲۰۸	ذِكْرٰى	وَ	مَا	كُنَّا
ہلاک کیا ہم نے	سے	کسی بستی کو	مگر	اس کیلئے	ڈرانے والے	نصیحت کرنے کو	اور	نہیں	تھے ہم

جس بستی کو بھی ہلاک کیا، اس کیلئے ڈرانے والے رہے ہیں۔ [۲۰۸] نصیحت کرنے کیلئے، اور ہم ظالم

ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۰۹﴾ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا

ظٰلِمِيْنَ ۲۰۹	وَ	مَا	تَنَزَّلَتْ	بِهِ	الشَّيٰطِيْنُ ۲۱۰	وَ	مَا	يَنْۢبَغِيْ	لَهُمْ	وَ	مَا
ظلم کرنے والے	اور	نہیں	اترے	اسے لیکر	بہت سے شیطان	اور	نہ	شایانِ شان ہے	ان کیلئے	اور	نہ

نہ تھے۔ [۲۰۹] اور اس قرآن کو شیاطین لیکر نہیں اترے۔ [۲۱۰] اور نہ اُن کا یہ مقام ہے اور نہ وہ

يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ

يَسْتَطِيْعُوْنَ ۲۱۱	اِنَّهُمْ	عَنِ	السَّمْعِ	لَمَعْزُوْلُوْنَ ۲۱۲	فَلَا	تَدْعُ	مَعَ	اللّٰهِ
وہ کر سکتے ہیں	بیشک وہ	سے	سننے کے	البتہ ہٹا دیئے گئے	سو مت	پکار	ہمراہ	اللہ کے

ایسا کر سکتے ہیں۔ [۲۱۱] انہیں تو اُس کے سننے کی جگہ سے ہی دور کر دیا گیا ہے۔ [۲۱۲] سو تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو

اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ

اِلٰهًا	اٰخَرَ	فَتَكُوْنَ	مِنَ	الْمُعَذَّبِيْنَ ۲۱۳	وَ	اَنْذِرْ	عَشِيْرَتَكَ
کوئی معبود	دوسرا	کہ ہو جائے تو	سے	سزا پائے ہوؤں کے	اور	ڈرا دے	اپنے رشتہ داروں کو

مت پکارو، کہ تم بھی سزا پانے والوں میں سے ہو جاؤ۔ [۲۱۳] اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو

الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ

الْاَقْرَبِيْنَ ۲۱۴	وَاخْفِضْ	جَنَاحَكَ	لِمَنِ	اتَّبَعَكَ	مِنَ
قریب والے	اور جھکا دے	اپنے بازو کو	اس کیلئے جو	پیروی کرے تیری	سے

ڈرائیے۔ [۲۱۴] اور اپنے بازو اپنی پیروی کرنے والے مؤمنین کیلئے

[۲۰۸] [۲۰۹] ان آیتوں میں سابقہ امتوں کی تباہی سے پہلے اتمام حجت کا ذکر کیا گیا ہے کہ انہیں سنبھلنے کا پورا پورا موقع فراہم کیا گیا، ان کے پاس انبیاء و رسل بھیجے گئے، آسمانی صحیفوں اور کتابوں کے ذریعے ان کی رہنمائی کی گئی، لیکن جب انہوں نے کسی نصیحت پر کان نہ دھرے تو بالآخر انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا، یہ ان پر ظلم نہیں تھا، کیونکہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

[۲۱۰] اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین مکہ کے اس خیال فاسد کی تردید کی گئی ہے کہ قرآن کریم کوئی آسمانی کتاب نہیں ہے (العیاذ باللہ) اسے کوئی شیطان لیکر اترا ہے اور کوئی جن آ کر محمد ﷺ کو یہ باتیں سکھا جاتا ہے (العیاذ باللہ)

[۲۱۱] [۲۱۲] ان آیتوں میں مشرکوں کے مذکورہ خیال کو تین دلیلوں سے مسترد کیا گیا ہے، پہلی دلیل یہ کہ شیطانوں اور جنوں کی یہ حیثیت ہی نہیں ہے کہ وہ ایسی پاکیزہ اور فصیح و بلیغ کتاب نازل کر سکیں، دوسری دلیل یہ کہ ان میں اتنی طاقت، علمی قابلیت اور صلاحیت ہی نہیں ہے کہ وہ ایسا بھرپور اور بے مثل و بے نظیر کلام دنیا کے سامنے پیش کر سکیں اور تیسری دلیل یہ کہ انہیں تو اتنی اجازت نہیں ہے کہ آسمان پر جا کر قرآن کریم کو چوری چھپے سن سکیں اور اپنے بنائے ہوئے مورچوں میں دبک جائیں، انہیں تو اتنا دور کر دیا گیا ہے کہ وہ نبی علیہ السلام کے قلبِ مبارک تک قرآن پہنچنے کے کسی راستے میں نقب نہیں لگا سکتے، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ رحمت خداوندی سے دھتکارے ہوئے شیاطین اور جنات ہی اللہ کی وحی لیکر اترنے لگیں؟ اس سے تو حق تعالیٰ کے انتخاب پر سخت اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ اس سے پاک ہے۔

[۲۱۳] اس آیتِ مبارکہ میں اگرچہ روئے سخن رسول اکرم ﷺ کی طرف ہے، لیکن نبی علیہ السلام سے کفر و شرک صادر ہونا محال ہونے کی وجہ سے امت کو سنانا مقصود ہے کہ کہیں تم لوگ غیر اللہ کی پوجا شروع نہ کر دینا، ورنہ تمہیں اللہ کی گرفت سے کوئی نہ بچا سکے گا۔

[۲۱۴] اس آیتِ مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو اعلانیہ دعوت کا آغاز کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کیلئے اپنے خاندان کے قریبی رشتہ داروں کا انتخاب کرنے کی تاکید کی گئی ہے، ابتدائی طور پر نبی علیہ السلام کو سری دعوت کا حکم دیا گیا تھا، جب اعلان نبوت اور سری دعوت کو تین سال گزر گئے تو اس آیت کے ذریعے جہری دعوت کا حکم دیا گیا، نبی علیہ السلام نے اس کی تعمیل کیلئے کوہ صفا پر اپنے خاندان کے تمام لوگوں کو جمع کر کے اللہ کا پیغام پہنچایا، قریبی رشتہ داروں کا انتخاب اس لیے کیا گیا کہ اگر اپنا خاندان دست و بازو اور معاون بن جائے تو دوسروں کیلئے اس میں ترغیب بھی ہوتی ہے اور وہ خاندانی قرابت کا لحاظ کر کے ایذا رسانی سے بھی بچتے ہیں اور اگر خاندان کو دعوت نہ دی جائے تو لوگ کہتے ہیں کہ پہلے اپنے خاندان کو تو دعوت دو، بعد میں ہمارے پاس آنا، یوں بھی نیکی اور خیر کے معاملے میں قرابت داروں کا حق دوسروں پر مقدم ہے، اس لیے پہلے انہیں پیغام توحید پہنچانے کا حکم دیا گیا۔

الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢١٥﴾ فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢١٦﴾

الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢١٥﴾	فَإِنْ	عَصَوْكَ	فَقُلْ	إِنِّي	بَرِيءٌ	مِّمَّا	تَعْمَلُونَ ﴿٢١٦﴾
ایمان والوں کے	سو اگر	وہ نافرمانی کریں تیری	تو تُو کہہ	بیشک میں	بیزار ہوں	اس سے جو	تم عمل کرتے ہو

جھکا دیجئے۔ [٢١٥] پھر اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں اُن کاموں سے بیزار ہوں جو تم کرتے ہو۔ [٢١٦]

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿٢١٧﴾ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٢١٨﴾

وَ	تَوَكَّلْ	عَلَى	الْعَزِيزِ	الرَّحِيمِ ﴿٢١٧﴾	الَّذِي	يَرٰكَ	حِينَ	تَقُومُ ﴿٢١٨﴾
اور	بھروسہ کر	پر	غالب کے	نہایت مہربان	وہ جو	دیکھتا ہے تجھے	جس وقت	تُو اٹھتا ہے

اور اُس ذات پر بھروسہ رکھیے جو غالب، نہایت رحم والا ہے۔ [٢١٧] جو آپ کو اُس وقت بھی دیکھتا ہے جب آپ اٹھتے ہیں۔ [٢١٨]

وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ ﴿٢١٩﴾ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٢٢٠﴾ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ

وَ	تَقَلُّبَكَ	فِي	السّٰجِدِينَ ﴿٢١٩﴾	إِنَّهُ	هُوَ	السَّمِيعُ	الْعَلِيمُ ﴿٢٢٠﴾	هَلْ	أُنَبِّئُكُمْ
اور	تیرا چلنا پھرنا	بیچ	سجدہ کرنے والوں کے	بیشک وہ	وہی	خوب سننے والا	جاننے والا	کیا	میں تمہیں بتاؤں

اور سجدہ کرنے والوں میں آپ کا چلنا پھرنا بھی دیکھتا ہے۔ [٢١٩] بیشک وہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے [٢٢٠] کیا میں تمہیں آگاہ کروں

عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُلْقُونَ

عَلٰى	مَنْ	تَنَزَّلُ	الشَّيٰطِينُ ﴿٢٢١﴾	تَنَزَّلُ	عَلٰى	كُلِّ	أَفَّاكٍ	أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾	يُلْقُونَ
پر	کس کے	اترتے ہیں	بہت سے شیطان	اترتے ہیں وہ	پر	ہر ایک	جھوٹے	گنہگار کے	ڈالتے ہیں وہ

کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں؟ [٢٢١] وہ ہر جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں۔ [٢٢٢] وہ سنی سنائی بات کان میں

السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ﴿٢٢٣﴾ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿٢٢٤﴾ أَلَمْ تَرَ

السَّمْعَ	وَ	أَكْثَرُهُمْ	كٰذِبُونَ ﴿٢٢٣﴾	وَالشُّعَرَاءُ	يَتَّبِعُهُمُ	الْغَاوُونَ ﴿٢٢٤﴾	أَلَمْ	تَرَ
سنی ہوئی بات	اور	ان میں سے اکثر	جھوٹے	اور شاعر لوگ	پیروی کرتے ہیں ان کی	گمراہ لوگ	کیا نہیں	دیکھا تُو نے

ڈال دیتے ہیں اور اُن میں سے اکثر جھوٹے ہیں۔ [٢٢٣] اور شعراء کے پیچھے بھی گمراہ لوگ چلتے ہیں۔ [٢٢٤] کیا آپ نے نہیں دیکھا

أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ﴿٢٢٥﴾ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴿٢٢٦﴾

أَنَّهُمْ	فِي	كُلِّ	وَادٍ	يَهِيمُونَ ﴿٢٢٥﴾	وَ	أَنَّهُمْ	يَقُولُونَ	مَا	لَا	يَفْعَلُونَ ﴿٢٢٦﴾
کہ بیشک وہ	بیچ	ہر ایک	وادی کے	سرگرداں رہتے ہیں	اور	یہ کہ بیشک وہ	کہتے ہیں	جو کچھ	نہیں	کرتے وہ

کہ وہ ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں ۔ [٢٢٥] اور یہ کہ وہ جو کرتے نہیں، وہ کہتے پھرتے ہیں۔ [٢٢٦]

[٢١٥] اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ ایمان کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کو شفقت و مہربانی کی تاکید کی گئی ہے کہ جو لوگ آپ کی دعوت کو قبول کر کے مسلمان ہو جائیں، ان کا آپ پر حق بن جاتا ہے کہ انہیں اپنے پاس سے نہ دھتکاریں، ان کے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آئیں، خواہ وہ کوئی بھی ہوں، کسی بھی رنگ نسل اور زبان سے تعلق رکھتے ہوں، کسی بھی شعبے اور پیشے سے تعلق رکھتے ہوں، وہ آپ کے قریب آئے ہیں، آپ انہیں اپنا قرب عطا کیجئے۔ [٢١٦] اس آیتِ مبارکہ میں نافرمانی کرنے والوں سے برأت ظاہر کرنے کی تاکید کی گئی ہے کیونکہ اگر نافرمانوں کے ساتھ ہم نشینی رکھی جائے تو نافرمانوں کا ہم نشین بھی نافرمان ہوتا ہے اور ان سے برأت ظاہر نہ کرنے والا بھی انہی کے گروہ میں شمار ہوتا ہے۔ [٢١٧] اس آیتِ مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو اُس ذات پر بھروسہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے جس کی ایک صفت عزیز اور دوسری صفت رحیم ہے، جس کے بہت سے مظاہر اس سورت میں تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں اور بیشتر رکوعات کا اختتام انہی دو صفتوں کے ذکر پر ہوا ہے۔ [٢١٨] [٢٢٠] ان آیتوں میں عزیز اور رحیم اللہ کی تین صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی صفت رویت، دوسری سماعت اور تیسری علم ہے، وہ اپنی ان تینوں اور ان کے علاوہ تمام صفات میں کامل اور یکتا ہے، کیونکہ جس ذات پر بھروسہ کیا جائے، اس میں ان صفات کا ہونا ضروری ہے، وہ دیکھے گا تو اپنے اوپر بھروسہ کرنے والے کی مدد کرے گا، سنے گا تو اس کی نصرت کو پہنچے گا اور جانے گا تو اس کا ہاتھ تھامے گا، یہاں صرف حق تعالیٰ کی صفت رویت کا عموم بیان کیا گیا ہے، باقی دونوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیا جائے، اس کی رویت زمانے کی گردش سے وراء ہے، وہ حال میں بھی دیکھتا ہے اور ماضی اور مستقبل بھی اس کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے، جیسے آپ قیام کی حالت میں ابھی کھڑے ہوں یا آئندہ کسی زمانے میں، وہ تو اس وقت بھی دیکھ رہا تھا جب آپ ایک صلب سے دوسری صلب اور ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہو رہے تھے اور آپ کا ماضی بھی اس کے سامنے حال کی طرح تھا۔ [٢٢١] اس آیت مبارکہ میں دوبارہ ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے جو یہ کہتے تھے کہ قرآن کریم تو شیاطین اور جنات لیکر اترتے ہیں (العیاذ باللہ) ان سے کہا گیا ہے کہ آؤ، میں تمہیں بتاؤں شیاطین اور جنات کیسے لوگوں پر نازل ہوتے ہیں؟ تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ معصوم انبیاء و رسل کے پاس شیاطین اور جنات کے اترنے کا کوئی کام ہی نہیں ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔ کند جنس باہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر، باز با باز [٢٢٢] [٢٢٣] ان آیتوں میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو شیاطین اور جنات کی گزرگاہ ہوتے ہیں، ایسے لوگوں پر ہی ان کا قابو چلتا ہے اور وہ ان کے ہاتھوں میں گیند کی طرح ہوتے ہیں جیسے وہ اپنی مرضی سے لڑھکا سکیں، یہ ہر جھوٹے، بدمعاش اور گناہ گار کے پاس آتے ہیں، چوری چھپے کوئی بات سنتے ہیں اور ان جھوٹوں کو اپنی طرف سے مبالغہ آرائی اور حاشیہ آرائی کر کے سنا دیتے ہیں ان میں اکثریت جھوٹوں کی ہے، شیطانی وحی ایسے ہی لوگوں پر آسکتی ہے، جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام تو معصوم، پاک دامن اور سراپا صدق و امانت ہوتے ہیں، جیسا کہ ہمارے پیغمبر ﷺ اعلان نبوت سے پہلے پورے خاندان میں "الصادق الامین" کے نام سے مشہور تھے۔ [٢٢٤] اس آیتِ مبارکہ میں اُن لوگوں کی تردید کی گئی ہے جو نبی ﷺ کو شاعر قرار دیتے تھے کہ شعراء کی پیروی کرنے والے کو ہدایت تو نہیں مل سکتی، کیونکہ تمام شعراء اس بات پر متفق ہیں کہ "أحسن الشعر أكذبه" سب سے عمدہ شعر وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ جھوٹ پر مبنی ہو تو جھوٹے آدمی کی پیروی کر کے کوئی بھی شخص سچا نہیں رہ سکتا، لامحالہ وہ بھی جھوٹ بولے گا اور گمراہ ہوگا، جبکہ نبی اکرم ﷺ کے قدموں کی خاک کی برکت سے کروڑوں اربوں لوگوں کو اب تک ہدایت نصیب ہو رہی ہے، شعراء کے ساتھ ان کا موازنہ کرنا انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ [٢٢٥] [٢٢٦] ان آیتوں میں شعراء کے ڈھول کا پول کھولا گیا ہے، یہ کس قدر بدذوقی ہے کہ ایک سچے پیغمبر کو شاعر اور ان پر نازل ہونے والی پاکیزہ وحی کو اشعار قرار دیا جائے، شعراء کا یہ حال ہے کہ وہ مختلف وادیوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں، تصورات اور تخیلاتی دنیا سے باہر نہیں نکلتے، حقیقت پسندی سے دور ہوتے ہیں، اگر کسی کی تعریف کرنے پر آجائیں=

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ

اِلَّا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	وَ	ذَكَرُوا	اللّٰهَ	كَثِيْرًا	وَّانْتَصَرُوْا	مِنْۢ	بَعْدِ
مگر	وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور	عمل کیے انہوں نے	اچھے	اور	یاد کیا انہوں نے	اللہ کو	کثرت سے	اور بدلہ لیا	سے	پیچھے

سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کیا، اور ظلم کیے

بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۭ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿٢٢٧﴾ ع

ع ١١ ٣٦ ١٥

مَا	ظُلِمُوْا	وَ	سَيَعْلَمُ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْٓا	اَيَّ	مُنْقَلَبٍ	يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿٢٢٧﴾
اس کے جو	ظلم کیے گئے وہ	اور	عنقریب جان لے گا	وہ لوگ جو	ظلم کیا انہوں نے	کون سی	کروٹ	پلٹتے ہیں وہ

جانے کے بعد بدلہ لیا، اور عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پلٹتے ہیں؟ [٢٢٧]

اٰيَاتُهَا ٩٣ (٢٧) سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ (٤٨) رُكُوْعَاتُهَا ٧

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

طٰسٓ ۫ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ﴿١﴾ هُدًى وَّبُشْرٰى

طٰسٓ	تِلْكَ	اٰيٰتُ	الْقُرْاٰنِ	وَ	كِتَابٍ	مُّبِيْنٍ ﴿١﴾	هُدًى	وَّ	بُشْرٰى
طٰسٓ	وہ	آیتیں	قرآن کی	اور	کتاب کی	کھلی	سراپا ہدایت	اور	خوشخبری

طٰسٓ، یہ قرآن اور کتاب مبین کی آیتیں ہیں۔ [١] جو کہ مؤمنین کیلئے سراپا ہدایت اور

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢﴾	الَّذِيْنَ	يُقِيْمُوْنَ	الصَّلٰوةَ	وَ	يُؤْتُوْنَ	الزَّكٰوةَ	وَ	هُمْ
ایمان والوں کیلئے	جو لوگ	قائم کرتے ہیں	نماز	اور	ادا کرتے ہیں	زکوٰۃ	اور	وہ

خوشخبری ہیں۔ [٢] وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ

بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ

بِالْاٰخِرَةِ	هُمْ	يُوْقِنُوْنَ ﴿٣﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ	زَيَّنَّا لَهُمْ
آخرت پر	وہ	یقین رکھتے ہیں	بیشک	جو لوگ	نہیں	ایمان لاتے	آخرت پر	مزین کر دیا ہم نے ان کیلئے

آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ [٣] بیشک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ہم نے اُن کیلئے اُن کے اعمال

= تو اسے آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیں اور اگر کسی کی مذمت اور ہجو گوئی پر اتر آئیں تو اسے پاتال کی گہرائیوں تک پہنچا آئیں، پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں، اور جو کرتے ہیں وہ کہتے نہیں، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ وہ قول اور فعل کے تضاد کا شکار ہوتے ہیں، جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام لوگوں کو تصوراتی اور تخیلاتی دنیا سے نکال کر حقیقت پسندی کی طرف لیکر آتے ہیں، ان کے قول اور فعل میں معمولی سا بھی تضاد نہیں ہوتا، ان کا ہر قول اور فعل ترازو میں تولا جائے تو ترازو کو اس کے ذریعے درست کیا جا سکتا ہے، چہ نسبت خاک را بعالم پاک۔

[٢٢٧] اس آیتِ مبارکہ میں ان شعراء کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جو زیورِ ایمان سے آراستہ ہو گئے، اعمالِ صالحہ والی زندگی اختیار کر لی، ذکر اللہ سے اپنی زبان اور دل دماغ کو تر کر لیا اور اسلام، صاحبِ اسلام اور اہلِ اسلام کے دفاع میں اپنی شاعرانہ صلاحیتوں سے فائدہ اٹھایا اور پہنچایا، حکمت پر مبنی اشعار کہے اور مختصر جملوں میں بڑی بڑی باتیں کہہ کر لوگوں کو دینی اور دنیوی فائدہ پہنچایا، وہ قابلِ تعریف اور ان کی شعر گوئی پسندیدہ ہے، چنانچہ ہر زمانے میں شعراء کی ایک معقول تعداد ایسے لوگوں پر بھی مشتمل رہی ہے۔

الحمد للہ! آج مؤرخہ ٢٥ نومبر ٢٠١٨ء بروز اتوار سورۂ شعراء کے تفسیری حواشی سے فراغت ہوئی، حق تعالیٰ قبول و مقبول اور نافع فرما کر بقیہ سورتوں کی بھی جلد تکمیل فرمائے۔ آمین

سورۃ النمل

سورۂ نمل مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ٤٧٩٩، کلمات ١١٤٩، آیات ٩٣ اور رکوعات ٧ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ١٨ میں "النمل" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ نمل رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنیٰ "چیونٹی" ہے، جو کہ اللہ کی قدرت کا ایک عظیم و عجیب شاہکار ہے، یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک سفر میں چیونٹیوں کی وادی میں سے گزرنے کا ذکر آیا ہے، اس سورت کا مرکزی عنوان یہ ہے کہ اتمامِ حجت کے بعد لوگوں پر اللہ کا عذاب برحق ہے، کیونکہ جس عضو میں کوئی زہریلا پھوڑا پیدا ہو جائے، اسے کاٹ دیا جاتا ہے تاکہ باقی جسم اس کے اثراتِ بد سے محفوظ رہ سکے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ کہ انہوں نے فرعون کے سامنے اتمامِ حجت کر دی، فرعون اور فرعونی نہ مانے، مجبوراً انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا، اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبا کا تفصیلی واقعہ ذکر کیا گیا ہے، بعض مفسرین نے اسے نہایت مبالغہ آرائی کے ساتھ افسانوی رنگ دیدیا ہے، پھر حضرت صالح اور لوط علیہما السلام کا ان کی قوموں کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے اور یہ کہ وہ لوگ اپنے پیغمبروں کی نصیحت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتوں کا ذکر کر کے سوال پوچھا گیا ہے کہ ایسے رب کو چھوڑ کر کسی اور کی پوجا کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ اسی طرح جو لوگ قرآن کریم کو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں قرار دیتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ ان کی آنکھیں اندھی، کان بہرے اور دل ماؤف ہو چکا ہے، اسی وجہ سے وہ قیامت کا انکار کر دیتے ہیں، انہیں جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائیگا کیونکہ دابۃ الارض ان پر کافر ہونے کی علامت لگا چکا ہوگا، البتہ نیک عمل کرنے والوں کو ایک کے بدلے دس ملیں گے، ہدایت قبول کرنے والوں کا اپنا فائدہ ہے، انکار کرنے والے اپنا نقصان خود ہی کرتے ہیں۔

سورۃ النمل [١] اس آیتِ مبارکہ کا آغاز حروفِ مقطعات سے ہوا ہے، اس کے بعد اسمِ اشارہ بعید کے ذریعے قرآن کریم کی آیاتِ مبارکہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس سے ان آیات کی عظمت اور اہمیت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے، نیز قرآن کریم کی ایک صفت کتابِ مبین بھی یہاں بیان کی گئی ہے، اس روشن کتاب نے کروڑوں دلوں کو روشن کر دیا اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ راست پر چلا دیا، سو یہ حقیقت کے عین مطابق ہے۔ [٢] اس آیتِ مبارکہ میں قرآن کریم کو اہلِ ایمان کیلئے سراپا ہدایت و بشارت قرار دیا گیا ہے، اہلِ ایمان کیلئے اس بناء پر کہ اس سے فائدہ صرف وہی اٹھاتے ہیں۔ [٣] اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ ایمان کی تین صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں، دوسری یہ کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور تیسری یہ کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں، ان صفات پر سورۂ بقرہ کے آغاز میں کلام ہو چکا ہے۔

اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ ۝۴ؕ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِی

اَعْمَالَهُمْ	فَهُمْ	یَعْمَهُوْنَ ۝ؕ	اُولٰٓىٕكَ	الَّذِیْنَ	لَهُمْ	سُوْٓءُ	الْعَذَابِ	وَ	هُمْ	فِی
ان کے اعمال کو	سو وہ	بھٹک رہے ہیں	وہی لوگ	وہ جو	ان کیلئے	بدترین	عذاب	اور	وہ	میں

مزین کر دیئے ہیں، سو وہ انہی میں بھٹک رہے ہیں۔ ④ انہی لوگوں کیلئے بدترین عذاب ہوگا اور وہی

الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝۵ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ

الْاٰخِرَةِ	هُمُ	الْاَخْسَرُوْنَ ۝	وَ	اِنَّكَ	لَتُلَقَّى	الْقُرْاٰنَ	مِنْ	لَّدُنْ	حَكِیْمٍ
آخرت کے	وہی	سب سے زیادہ نقصان والے	اور	بیشک آپ	البتہ پہنچائے جاتے ہیں	قرآن	سے	پاس	حکمت والے

آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔ ⑤ اور آپ کو قرآن ایک ایسی ذات کی طرف سے پہنچایا جاتا ہے جو حکمت والا،

عَلِیْمٍ ۝۶ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖۤ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ

عَلِیْمٍ ۝	اِذْ	قَالَ	مُوْسٰى	لِاَهْلِهٖۤ	اِنِّیْۤ	اٰنَسْتُ	نَارًا ؕ	سَاٰتِیْكُمْ		مِّنْهَا	بِخَبَرٍ
جاننے والے کے	جب	کہا	موسیٰ نے	اپنے گھر والوں سے	بیشک میں نے	دیکھی ہے	ایک آگ	عنقریب میں لاؤں گا	تمہارے پاس	اس سے	کوئی خبر

علم والا ہے۔ ⑥ اُس وقت کو یاد کیجئے جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے ایک آگ دیکھی ہے، میں تمہارے پاس وہاں سے کوئی خبر لیکر آتا ہوں،

اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۷ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ

اَوْ	اٰتِیْكُمْ	بِشِهَابٍ	قَبَسٍ	لَّعَلَّكُمْ	تَصْطَلُوْنَ ۝	فَلَمَّا	جَآءَهَا	نُوْدِیَ	اَنْۢ
یا	لاؤں گا تمہارے پاس	انگارہ	دہکتا ہوا	تاکہ تم	سینکو	سو جب	آیا وہ اس کے پاس	آواز دی گئی	یہ کہ

یا دہکتا ہوا کوئی انگارہ لیکر آتا ہوں، تاکہ تم اُسے سینکو۔ ⑦ پھر جب وہ اُس آگ کے پاس پہنچے تو آواز آئی کہ

بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۸

بُوْرِكَ	مَنْ	فِی	النَّارِ	وَ	مَنْ	حَوْلَهَا ؕ	وَ	سُبْحٰنَ	اللّٰهِ	رَبِّ	الْعٰلَمِیْنَ ۝
برکت دی گئی	اسے جو	بیچ	آگ کے	اور	جو	اس کے اردگرد	اور	پاک ہے	اللہ	رب	جہان والوں کا

آگ میں اور اُس کے آس پاس جو بھی ہے، اُسے بابرکت کر دیا گیا اور اللہ پاک ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ ⑧

یٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۹ۙ وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا

یٰمُوْسٰۤى	اِنَّهٗۤ	اَنَا	اللّٰهُ	الْعَزِیْزُ	الْحَكِیْمُ ۝ۙ	وَ	اَلْقِ	عَصَاكَ ؕ	فَلَمَّا	رَاٰهَا
اے موسیٰ	بیشک بات یہ ہے	میں ہوں	اللہ	غالب	حکمت والا	اور	ڈال دے تو	اپنی لاٹھی	سو جب	دیکھا اس نے اسے

اے موسیٰ! وہ اللہ میں ہی ہوں، زبردست، حکمتوں والا۔ ⑨ اور تم اپنی لاٹھی ڈال دو، پھر جب موسیٰ نے اُسے حرکت

④ اس آیت مبارکہ میں منکرین آخرت کی غفلت اور گمراہی بیان کی گئی ہے، چونکہ وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اس لیے وہ اس کی تیاری کے حوالے سے فکر مند بھی نہیں ہوتے، چونکہ وہ دنیا کی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں، اسی لیے ہر وقت اسی کی فکر میں غلطاں اور سرگرداں رہتے ہیں، ان کی تمام تر دلچسپیوں کا محور اور مرکز دنیا ہی ہوتی ہے اور انہیں اس کے علاوہ کچھ بھی اچھا نہیں لگتا، حقیقت میں یہ لوگ گمراہی میں بھٹکتے پھر رہے ہیں اور انہیں اس سے نکلنا نصیب نہیں ہو رہا۔ ⑤ اس آیت مبارکہ میں منکرین آخرت کی دو سزائیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ انہیں بدترین عذاب میں مبتلا کیا جائیگا اور دوسری یہ کہ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے یہی لوگ ہوں گے، مطلب یہ کہ نقصان اٹھانے والے تو اور لوگ بھی ہوں گے لیکن ان میں سب سے زیادہ نقصان منکرین آخرت کا ہوگا۔ ⑥ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے کہ آپ خوش رہیں، آپ پر اللہ کا کیسا عظیم احسان ہے کہ آپ کو قرآن پہنچایا جا رہا ہے اور جس کی طرف سے پہنچایا جا رہا ہے، وہ نہایت حکیم ہے، اس لیے خلاف حکمت کوئی بات یا کام نہیں کرتا اور وہ علیم بھی ہے، اس لیے اپنے علم کامل کی روشنی میں آپ کو ماضی، حال اور مستقبل کی مصدقہ خبریں دیتا ہے۔ ⑦ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جب وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ مدین سے واپس مصر جا رہے تھے، کوہ طور پر آگ نظر آئی تو آگ لینے چلے گئے، رب کی مہربانی ہوئی اور وہ نبوت لیکر واپس آگئے، حالانکہ گھر والوں سے یہی کہہ کر گئے تھے کہ وہاں سے کوئی خبر لے آؤں گا یا آگ کا کوئی شعلہ سینکنے کیلئے لے آؤں گا۔ ⑧ اس آیت مبارکہ میں اُس پاکیزہ نداء کا ذکر کیا گیا ہے جس نے موسیٰ کو کلیم اللہ بنا دیا، جس کیلئے باوجود نہایت گناہ گار ہونے کے اس عاجز کے کان بھی اشتیاق رکھتے ہیں، موسیٰ نے سنا کہ چاروں طرف سے ایک بابرکت آواز آرہی ہے کہ آگ میں اور اس کے آس پاس جو کوئی بھی ہے، وہ ہماری برکتوں کے زیر سایہ ہے، یہی برکت تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساری زندگی حاصل رہی اور اللہ تعالیٰ کی تجلی سے وہ وادی اور پہاڑ بھی بابرکت ہے سبحان اللہ رب العالمین۔

⑨ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُن کا نام لیکر مخاطب کیا گیا ہے اور کیسی خوش نصیبی ہے اُن کی کہ اللہ نے خود اُن سے اپنا تعارف کروایا کہ میں ہوں اللہ، زبردست، غالب، حکمت والا اور وہ اس خوش نصیبی پر جتنا بھی ناز کریں، حق بجانب ہیں۔

تَهۡتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدۡبِرًا وَّلَمۡ يُعَقِّبۡ ؕ يٰمُوۡسٰى لَا تَخَفۡ ۟ اِنِّىۡ

تَهۡتَزُّ	كَاَنَّهَا	جَآنٌّ	وَّلّٰى	مُدۡبِرًا	وَّ	لَمۡ	يُعَقِّبۡ ؕ	يٰمُوۡسٰى	لَا	تَخَفۡ ۟	اِنِّىۡ
حرکت کررہی ہے وہ	گویا کہ وہ	چھوٹا سانپ	پیچھے ہٹ گیا	پیٹھ پھیرنے والا	اور	نہیں	پیچھے مڑا	اے موسیٰ	مت	ڈر	بیشک میں

کرتے ہوئے دیکھا جیسے وہ سفید پتلا سانپ ہو تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا، اے موسیٰ! ڈرو مت، میرے

لَا يَخَافُ لَدَيَّ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ⑩ ۖ اِلَّا مَنۡ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسۡنًۢا بَعۡدَ سُوۡٓءٍ

لَا	يَخَافُ	لَدَيَّ	الۡمُرۡسَلُوۡنَ ⑩	اِلَّا	مَنۡ	ظَلَمَ	ثُمَّ	بَدَّلَ	حُسۡنًۢا	بَعۡدَ	سُوۡٓءٍ
نہیں	ڈرتے	میرے پاس	بھیجے ہوئے	مگر	وہ جو	ظلم کرے	پھر	بدل دے	نیکی	پیچھے	برائی کے

یہاں پیغمبر ڈرتے نہیں ہیں۔ ⑩ سوائے اُس کے جو ظلم کرے، پھر برائی کے بعد بدلے میں نیکی کرے

فَاِنِّىۡ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ⑪ وَاَدۡخِلۡ يَدَكَ فِىۡ جَيۡبِكَ تَخۡرُجۡ بَيۡضَآءَ مِنۡ

فَاِنِّىۡ	غَفُوۡرٌ	رَّحِيۡمٌ ⑪	وَ	اَدۡخِلۡ	يَدَكَ	فِىۡ	جَيۡبِكَ	تَخۡرُجۡ	بَيۡضَآءَ	مِنۡ
تو بیشک میں	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اور	داخل کرتو	اپنا ہاتھ	بیچ	اپنے گریبان کے	نکلے گا وہ	روشن ہوکر	سے

تو بیشک میں بہت بخشنے والا، مہربان ہوں۔ ⑪ اور تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، وہ بغیر کسی بیماری کے روشن ہو کر

غَيۡرِ سُوۡٓءٍ ۟ فِىۡ تِسۡعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَقَوۡمِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا

غَيۡرِ	سُوۡٓءٍ ۟	فِىۡ	تِسۡعِ	اٰيٰتٍ	اِلٰى	فِرۡعَوۡنَ	وَ	قَوۡمِهٖ ؕ	اِنَّهُمۡ	كَانُوۡا	قَوۡمًا
بغیر	کسی بیماری کے	بیچ	نو	نشانیوں کے	طرف	فرعون کے	اور	اس کی قوم کے	بیشک وہ	تھے	قوم

نکل آئے گا، یہ نو معجزات میں شامل ہے، جو فرعون اور اُس کی قوم کے پاس لیکر جاؤ، بیشک وہ لوگ

فٰسِقِيۡنَ ⑫ فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ اٰيٰتُنَا مُبۡصِرَةً قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ⑬ ۚ

فٰسِقِيۡنَ ⑫	فَلَمَّا	جَآءَتۡهُمۡ	اٰيٰتُنَا	مُبۡصِرَةً	قَالُوۡا	هٰذَا	سِحۡرٌ	مُّبِيۡنٌ ⑬
نافرمانی کرنے والے	سو جب	آئیں ان کے پاس	ہماری نشانیاں	سمجھانے کو	کہا انہوں نے	یہ	جادو	کھلا

نافرمان ہو رہے ہیں۔ ⑫ پھر جب اُن کے پاس ہماری نشانیاں "آنکھیں کھولنے" کیلئے آئیں تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ ⑬

وَجَحَدُوۡا بِهَا وَاسۡتَيۡقَنَتۡهَآ اَنۡفُسُهُمۡ ظُلۡمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ

وَجَحَدُوۡا	بِهَا	وَاسۡتَيۡقَنَتۡهَآ	اَنۡفُسُهُمۡ	ظُلۡمًا	وَّ	عُلُوًّا ؕ	فَانۡظُرۡ	كَيۡفَ	كَانَ
اور انکار کیا انہوں نے	اس کا	اور یقین کرلیا اس کا	ان کی جانوں نے	ظلم سے	اور	تکبر سے	سو دیکھ لے	کیسا	ہوا

اور اُنہوں نے اُس کا انکار محض ناانصافی اور تکبر کی وجہ سے کیا، حالانکہ اُن کے دلوں کو اُس کا یقین ہو چکا تھا، سو آپ دیکھ لیجئے کہ فساد پھیلانے

⑩ اس آیتِ مبارکہ میں "معجزہ عصا" کا ذکر کیا گیا ہے، حکمِ الٰہی ہوا کہ اپنی لاٹھی پھینک دیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر عمل کیا تو معجزہ ظاہر ہوا اور وہ اژدہا بن کر دوڑنے اور حرکت کرنے لگا، حضرت موسیٰ علیہ السلام بشری تقاضے سے متاثر ہوئے، حق تعالیٰ نے انہیں تسلی دے کر قریب بلایا اور انہیں منصب نبوت پر سرفراز فرمایا۔

⑪ اس آیتِ مبارکہ میں استثنائی طور پر فرمایا گیا ہے کہ ڈرنا تو اسے چاہیے جس نے اپنی جان پر کفر و شرک اور گناہوں کے ذریعے ظلم کیا ہو، آپ نے تو ایسا کوئی کام نہیں کیا، اس لیے آپ محض ایک سانپ کو دیکھ کر خوف زدہ نہ ہوں، ہمارا اصول تو یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کفر و شرک اور گناہوں کے ذریعے اپنی جان پر ظلم کیا ہو، پھر وہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کرلے اور اپنی پرانی بری حالت کو نئی اچھی حالت سے بدل دے تو ہم اسے بھی معاف کر کے اس پر اپنا رحم کر دیتے ہیں۔

⑫ اس آیتِ مبارکہ میں ید بیضاء کا معجزہ ذکر کیا گیا ہے، یہ اُن نو معجزات میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے تاکہ فرعون اور اس کی قوم کو جا کر دکھائیں، شاید کہ وہ ان معجزات کو دیکھ کر ایمان لے آئیں۔

⑬ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیش کردہ روشن معجزات کو دیکھ کر فرعون اور اس کی قوم کا ردِ عمل بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے ان معجزات کو جادو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر قرار دیدیا، لیکن وہ اسے ثابت بھی نہ کر سکے۔

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴﴾ع وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا ج وَقَالَا الْحَمْدُ

عَاقِبَةُ	الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴﴾	وَ	لَقَدْ	اٰتَیْنَا	دَاوٗدَ	وَ	سُلَیْمٰنَ	عِلْمًا ج	وَ	قَالَا	الْحَمْدُ
انجام	فساد پھیلانے والوں کا	اور	البتہ یقیناً	دیا ہم نے	داوٗد کو	اور	سلیمان کو	علم	اور	کہا دونوں نے	تمام تعریفیں

والوں کا کیا انجام ہوا؟ ﴿۱۴﴾ اور یقیناً ہم نے داوٗد اور سلیمان کو علم عطا کیا اور وہ دونوں کہنے لگے کہ اللہ کا

لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ

لِلّٰهِ	الَّذِیْ	فَضَّلَنَا	عَلٰی	كَثِیْرٍ	مِّنْ	عِبَادِهِ	الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵﴾	وَ	وَرِثَ
اللہ کیلئے	جس نے	فضیلت دی ہمیں	پر	بہت ساروں کے	سے	اپنے بندوں کے	ایمان والے	اور	وارث ہوا

شکر ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے مؤمن بندوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ ﴿۱۵﴾ اور داوٗد کے

سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ

سُلَیْمٰنُ	دَاوٗدَ	وَ	قَالَ	یٰۤاَیُّهَا	النَّاسُ	عُلِّمْنَا	مَنْطِقَ	الطَّیْرِ	وَ	اُوْتِیْنَا	مِنْ
سلیمان	داوٗد کا	اور	کہا اس نے	اے	لوگو!	سکھائی گئی ہمیں	بولی	پرندوں کی	اور	دیئے گئے ہم	سے

وارث سلیمان ہوئے اور کہنے لگے کہ اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولیوں کا علم دیا گیا ہے، اور ہمیں ہر چیز ہی

كُلِّ شَیْءٍ ط اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۶﴾ وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ

كُلِّ	شَیْءٍ ط	اِنَّ	هٰذَا	لَهُوَ	الْفَضْلُ	الْمُبِیْنُ ﴿۱۶﴾	وَ	حُشِرَ	لِسُلَیْمٰنَ
ہر ایک	چیز کے	بیشک	یہ	البتہ وہی	مہربانی	کھلی	اور	جمع کردیئے گئے	سلیمان کیلئے

دی گئی ہے، بیشک یہ واضح مہربانی ہے۔ ﴿۱۶﴾ اور سلیمان کے پاس جنات، انسانوں

جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا

جُنُوْدُهٗ	مِنَ	الْجِنِّ	وَ	الْاِنْسِ	وَ	الطَّیْرِ	فَهُمْ	یُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾	حَتّٰۤی	اِذَاۤ	اَتَوْا
اس کے لشکر	سے	جنوں کے	اور	انسانوں کے	اور	پرندوں کے	سو وہ	تقسیم کئے گئے	یہاں تک کہ	جب	آئے وہ

اور پرندوں کے لشکر جمع کر دیئے گئے تھے، پھر انہیں مختلف جماعتوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ ﴿۱۷﴾ یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی

عَلٰی وَادِ النَّمْلِ لا قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ج

عَلٰی	وَادِ	النَّمْلِ لا	قَالَتْ	نَمْلَةٌ	یّٰۤاَیُّهَا	النَّمْلُ	ادْخُلُوْا	مَسٰكِنَكُمْ ج
پر	بستی کے	چیونٹیوں کی	کہا	ایک چیونٹی نے	اے	چیونٹیو	داخل ہو جاؤ تم	اپنے رہنے کی جگہوں میں

ایک بستی پر پہنچے تو ایک چیونٹی کہنے لگی کہ اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ،

ع ۱ ۱۴ ۱۶

﴿۱۴﴾ اس آیتِ مبارکہ میں فرعون اور اس کی قوم کا رویہ بیان کیا گیا ہے کہ اگرچہ انہیں اس بات کا یقین تھا کہ موسیٰ جادوگر اور ان کے معجزات جادو نہیں ہیں اور وہ دل سے موسیٰ کی صداقت پر یقین رکھتے تھے لیکن صرف تکبر اور عناد کی وجہ سے اس کا اظہار کرنے کی جرأت ان میں نہیں تھی، لہٰذا وہ اس کا انکار کرتے اور زمین میں فساد پھیلاتے رہے، پھر ان کا جو انجام ہوا، وہ ساری دنیا کے سامنے ہے۔

﴿۱۵﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت داوٗد اور سلیمان علیہما السلام کو نعمتِ علم عطا فرمائے جانے اور ان کے اس پر شکر گزار ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ دونوں حضرات نبی بھی تھے اور آپس میں باپ بیٹے بھی، یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کی زندگی کا ایک خاص واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو انہیں ملکہ سبا کے ساتھ پیش آیا، حضرت سلیمان علیہ السلام انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہیں، یہودی انہیں صرف ایک بادشاہ سمجھتے ہیں، اسی وجہ سے وہ ان میں بادشاہوں والی تمام علامات بیان کرتے ہیں، جبکہ قرآن کریم کی سات سورتوں کی سولہ آیاتِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیک وقت بادشاہ بھی تھے اور جلیل القدر نبی بھی تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں بچپن ہی سے ذہانت اور صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی تھی، اس ضمن میں سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۷۸ کا تفسیری حاشیہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر تیرہ برس ہی ہوئی تھی کہ اُن کے والد گرامی حضرت داوٗد علیہ السلام وصال فرما گئے، حضرت سلیمان علیہ السلام تختِ سلطنت پر رونق افروز ہوئے اور اپنی تمام ذمہ داریاں باحسن طریق پوری کیں، حضرت سلیمان علیہ السلام کے نمایاں کارناموں میں بیت المقدس کی تعمیر جدید بھی شامل ہے، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ایک بے نظیر اور بے مثل حکومت کی درخواست کی تھی، اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی، چنانچہ ان کی حکومت صرف انسانوں پر نہ تھی، بلکہ شیاطین، جنات، چرند پرند درندوں اور ہواؤں پر بھی ان کا حکم چلتا تھا، اسی طرح وہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں بھی سمجھ لیتے تھے، جو محض اندازے اور قیاس پر مبنی نہیں تھا، جیسا کہ بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوگئی ہے، انہیں اللہ کی راہ میں جہاد کا بہت شوق تھا، ان کے تخت و تاج، انگوٹھی، ٹوپی، تلوار اور کوڑے سے متعلق بہت سی داستانیں اور اسرائیلی روایات زبان زدعام ہیں لیکن قرآن وسنت میں ان کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا، حضرت سلیمان علیہ السلام کا وصال ترپن سال کی عمر میں ہوا، جس کا تفصیل سورۂ سبا میں آئے گی انشاء اللہ۔ ﴿۱۶﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف حضرت داوٗد علیہ السلام کی جو وراثت منتقل ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے وراثت نبوت مراد ہے جیسا کہ سورۂ مریم کے آغاز میں تفصیل سے گزر چکا ہے، کہا جا سکتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے والد گرامی کے علمی وارث بھی تھے اور مالی وارث بھی انہی کی طرف منتقل ہوئی ہوگی جیسا کہ بادشاہت، لیکن یہ تصور غلط ہے اس لیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے پیچھے جو مال و دولت چھوڑ جاتے ہیں، اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی، بلکہ وہ امت کیلئے صدقہ ہوتا ہے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ نے ہمیں پرندوں کی بولیوں کا علم عطا فرمایا ہے، بعض لوگوں نے اسے زوالوجی پر محمول کیا ہے لیکن یہ بالکل غلط ہے، کیونکہ پرندوں کی بولیاں سمجھنا حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا اور زوالواجی کے ذریعے پرندوں کی بولیوں کا اندازہ لگانا زیادہ سے زیادہ ایک فن ہے، معجزہ نہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ضرورت کی ہر چیز عطا فرما رکھی ہے، کسی چیز کی کمی نہیں ہے، سو اس پر اللہ کا شکر ہے۔ ﴿۱۷﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکروں کا نظم و ضبط بیان کیا گیا ہے، کہ جب ان کے سفر کیلئے لشکر تیار کیا جاتا تھا تو اس میں جنات، انسان اور پرندے تینوں گروہ ہوتے تھے اور ان میں سے ہر ایک کی ذمہ داری تقسیم ہوتی تھی اور ہر گروہ اپنی ذمہ داری ادا کرتا تھا۔

لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ

لَا	یَحْطِمَنَّكُمْ	سُلَیْمٰنُ	وَ	جُنُوْدُهٗ	وَ	هُمْ	لَا	یَشْعُرُوْنَ ⑱	فَتَبَسَّمَ
نہ	روندے تمہیں	سلیمان	اور	اس کے لشکر	اور	وہ	نہیں	خبر رکھتے ہیں	سو مسکرایا وہ

کہیں سلیمان اور اُن کا لشکر تمہیں روند نہ ڈالے اور انہیں پتہ بھی نہ چلے۔ ⑱ تو اُس کی بات

ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ

ضَاحِكًا	مِّنْ	قَوْلِهَا	وَ	قَالَ	رَبِّ	اَوْزِعْنِیْٓ	اَنْ	اَشْكُرَ	نِعْمَتَكَ	الَّتِیْٓ
ہنستے ہوئے	سے	اس کی بات کے	اور	کہا اس نے	اے میرے پروردگار	توفیق دے مجھے	یہ کہ	شکر کروں میں	تیری نعمت کا	وہ جو

سن کر وہ ہنستے ہوئے مسکرانے لگے اور کہنے لگے کہ پروردگار! مجھے اس بات کی توفیق دے کہ میں تیری اُن نعمتوں کا شکر ادا کروں

اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ

اَنْعَمْتَ	عَلَیَّ	وَ	عَلٰی	وَالِدَیَّ	وَ	اَنْ	اَعْمَلَ	صَالِحًا	تَرْضٰىهُ	وَ	اَدْخِلْنِیْ
انعام کیا تو نے	مجھ پر	اور	پر	میرے والدین کے	اور	یہ کہ	عمل کروں میں	نیک	پسند کرے تو اسے	اور	داخل کر دے مجھے

جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہیں، اور یہ کہ میں ایسے نیک اعمال کروں جو تجھے پسند ہوں، اور مجھے اپنی رحمت سے

بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾ وَتَفَقَّدَ الطَّیْرَ فَقَالَ مَا لِیَ

بِرَحْمَتِكَ	فِیْ	عِبَادِكَ	الصّٰلِحِیْنَ ⑲	وَ	تَفَقَّدَ	الطَّیْرَ	فَقَالَ	مَا	لِیَ
اپنی رحمت سے	بیچ	اپنے بندوں کے	نیکوکاروں کے	اور	جائزہ لیا اس نے	پرندوں کا	تو کہا اس نے	کیا ہوا	مجھے

اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔ ⑲ اور سلیمان نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہنے لگے کہ کیا بات ہے،

لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِیْنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِیْدًا

لَآ	اَرَى	الْهُدْهُدَ	اَمْ	كَانَ	مِنَ	الْغَآئِبِیْنَ ⑳	لَاُعَذِّبَنَّهٗ	عَذَابًا	شَدِیْدًا
نہیں	دیکھ رہا میں	ہدہد کو	یا	ہے وہ	سے	غائب ہونے والوں کے	البتہ ضرور سزا دوں گا میں اسے	سزا	سخت

مجھے ہدہد نظر نہیں آرہا، یا وہ غائب ہے؟ ⑳ میں اُسے ضرور سخت سزا دوں گا،

اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۱﴾ فَمَكَثَ غَیْرَ بَعِیْدٍ فَقَالَ

اَوْلَاَاذْبَحَنَّهٗٓ	اَوْ	لَیَاْتِیَنِّیْ	بِسُلْطٰنٍ	مُّبِیْنٍ ㉑	فَمَكَثَ	غَیْرَ	بَعِیْدٍ	فَقَالَ
یا البتہ ضرور ذبح کروں گا میں اسے	یا	لے آئے میرے پاس وہ	کوئی عذر	واضح	سو ٹھہرا وہ	نہیں	دور کا	سو کہا اس نے

یا اُسے ذبح کردوں گا یا وہ میرے پاس کوئی واضح عذر لیکر آئے۔ ㉑ زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ ہدہد نے آکر کہا

⑱ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے سفر کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے، جب دورانِ سفر اُن کا گذر "وادیٔ نمل" سے ہوا، اس علاقے میں چیونٹیوں کی کثرت کی بناء پر اسے "وادیٔ نمل" کہا جاتا تھا، دنیا میں ایسے بہت سے علاقے ہیں، ان میں سے کسی ایک پر گذر ہوا ہوگا، چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ گزر رہے تھے، اس لیے ممکن تھا کہ لشکر کی بے خبری میں لشکر سے چیونٹیوں کو کوئی نقصان پہنچ جائے، اس لیے ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں کو اپنے اپنے بلوں میں گھس جانے کا حکم دیا، اس کی یہ ہمدردی ہم انسانوں کیلئے پیغام ہے کہ اگر کوئی خطرہ دیکھیں تو فوراً دوسروں کو بھی خبردار کریں، صرف اپنی حفاظت کا انتظام کر لینا اور دوسروں کو آگاہ نہ کرنا بے حسی ہے، یہ بے حسی تو چیونٹی بھی نہیں کرتی۔

⑲ اس آیتِ مبارکہ میں چیونٹی کی بات سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے مسکرانے اور بارگاہ رب العزت میں دستِ دعا دراز کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، اللہ کے نیک اور پاکیزہ بندے اس کی نعمتوں پر اسی کی بارگاہ میں رجوع کرتے ہیں، شکر بھی کرتے ہیں اور شکر کی توفیق بھی مانگتے ہیں، یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین دعائیں ذکر کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اے اللہ! مجھے ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما جو تو نے مجھے یا میرے والدین کو عطا فرمائی ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام کے والد گرامی حضرت داؤد علیہ السلام تو مشہور ہیں، لیکن صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی والدہ نے بھی ان کی تربیت میں بھرپور کردار ادا کیا تھا، دوسری دعا میں انہوں نے اعمالِ صالحہ کی توفیق مانگی ہے کیونکہ وہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے قریب کر دیتے ہیں، اور تیسری دعا میں انہوں نے اللہ کے نیک بندوں میں الحاق اور شمولیت مانگی ہے، حالانکہ وہ خود بھی نیک، متقی اور پرہیزگار تھے اور ان کے بعد آنے والے اُن کے گروہ میں شامل ہونے کی دعائیں کرتے ہیں، لیکن اس سے نیک لوگوں کی جماعت کی اہمیت ثابت ہوجاتی ہے۔

⑳ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا پرندوں کی حاضری لگانا اور ہدہد کی غیر حاضری پر ناراضگی کا اظہار کرنا مذکور ہے، پرندوں میں ہدہد انجینئر کی حیثیت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے یہ صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ زمین کے نیچے جہاں کہیں پانی ہو، اسے محسوس ہوجاتا ہے اور یہ اس جگہ کی نشاندہی کر دیتا ہے، ممکن ہے کہ اُس وقت پانی کی کسی ضرورت پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے طلب فرمایا ہو اور وہ موجود نہ ہو۔

㉑ اس آیتِ مبارکہ میں ہدہد کی غیر حاضری پر اس کی سزا بیان کی گئی ہے کہ وہ سخت سزا کا مستحق ہے، یا میں اسے ذبح ہی کردوں گا، اس کے پاس سزا سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ کوئی معقول عذر بیان کرے، یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی طالب علم کسی معقول عذر کے بغیر چھٹی کرے تو وہ سخت سزا کا مستحق ہوتا ہے، لیکن ہمارے معاشرے میں "مار نہیں، پیار" کا سلوگن اس خوبصورتی سے متعارف کروایا گیا ہے کہ اب اگر استاد، طالب علم کو سزا دینے کا تصور بھی کرے تو خود ادارہ اس کے خلاف تادیبی کارروائی کرتا ہے اور بچوں کے والدین آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں حتیٰ کہ تھانوں اور کچہریوں تک بھی نوبت آجاتی ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿٢٢﴾ اِنِّيْ

اَحَطْتُّ	بِمَا	لَمْ	تُحِطْ	بِهٖ	وَ	جِئْتُكَ	مِنْ	سَبَاٍ	بِنَبَاٍ	يَّقِيْنٍ ﴿٢٢﴾	اِنِّيْ
میں نے احاطہ کیا	اس کا جو	نہیں	احاطہ کیا تو نے	اس کا	اور	لایا میں تیرے پاس	سے	سبا کے	ایک خبر	یقینی	بیشک میں نے

میں آپ کے پاس اُس چیز کی خبر لیکر آیا ہوں جس کا آپ نے احاطہ نہیں کیا ہے اور میں آپ کے پاس قوم سبا کی تحقیقی خبر لیکر آیا ہوں۔ ﴿٢٣﴾ میں نے

وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ

وَجَدْتُّ	امْرَاَةً	تَمْلِكُهُمْ	وَ	اُوْتِيَتْ	مِنْ	كُلِّ	شَيْءٍ	وَّ	لَهَا	عَرْشٌ
پایا ہے	ایک عورت کو	حکومت کرتی ہے وہ ان پر	اور	دی گئی وہ	سے	ہر ایک	چیز کے	اور	اس کیلئے	تخت

ایک عورت کو اُن پر حکومت کرتے ہوئے پایا ہے، جسے ہر چیز دی گئی ہے اور اُس کا ایک بہت بڑا

عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾	وَجَدْتُّهَا	وَ	قَوْمَهَا	يَسْجُدُوْنَ	لِلشَّمْسِ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ
بہت بڑا	میں نے پایا اسے	اور	اس کی قوم کو	سجدہ کرتے ہیں وہ	سورج کو	سے	علاوہ	اللہ کے

تخت ہے۔ ﴿٢٤﴾ میں نے اُسے اور اُس کی قوم کو اللہ کو چھوڑ کر سورج کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے،

وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ

وَ	زَيَّنَ	لَهُمُ	الشَّيْطٰنُ	اَعْمَالَهُمْ	فَصَدَّهُمْ	عَنِ	السَّبِيْلِ	فَهُمْ
اور	مزین کردیئے	ان کیلئے	شیطان نے	ان کے اعمال	سو روک دیا انہیں	سے	راستے کے	سو وہ

اور شیطان نے اُن کیلئے اُن کے اعمال کو مزین کر دکھایا ہے، چنانچہ اُس نے اُنہیں صحیح راستے سے روک دیا ہے ، سو وہ

لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿٢٤﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ

لَا	يَهْتَدُوْنَ ﴿٢٤﴾	اَلَّا	يَسْجُدُوْا	لِلّٰهِ	الَّذِيْ	يُخْرِجُ	الْخَبْءَ	فِي	السَّمٰوٰتِ
نہیں	ہدایت پاتے	کہ نہیں	سجدہ کرتے وہ	اللہ کو	وہ جو	نکالتا ہے	چھپی ہوئی چیز	بیچ	آسمانوں کے

ہدایت نہیں پاتے۔ ﴿٢٥﴾ وہ اُس اللہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی چیزوں کو

وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿٢٥﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ

وَ	الْاَرْضِ	وَ	يَعْلَمُ	مَا	تُخْفُوْنَ	وَ	مَا	تُعْلِنُوْنَ ﴿٢٥﴾	اَللّٰهُ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	رَبُّ
اور	زمین کے	اور	جانتا ہے	جو کچھ	تم چھپاتے ہو	اور	جو کچھ	تم ظاہر کرتے ہو	اللہ	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہی	رب

نکالتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو۔ ﴿٢٦﴾ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ عرش

﴿٢٢﴾ ﴿٢٦﴾ ان آیتوں میں ہدہد کے آنے اور اپنی غیر حاضری کا سبب بیان کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، اس ناکارہ کو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہاں "ہدہد" سے مراد ان کا "سردار" ہے، ورنہ اس نوع کے بے شمار پرندے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں موجود ہوں گے، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک پرندے کو ایک قوم کی ہدایت کا ذریعہ اور سبب بنا دیا، چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی باز پرس سے تھوڑی ہی دیر بعد ہدہد آ پہنچا اور اس نے انہیں ملکِ سبا اور اس کی ملکہ اور اس کے تخت کی تفصیلات بتائیں، نیز ان کی بے دینی کی خبر بھی دی، اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بتایا کہ ملکہ بلقیس اور پوری قوم سبا سورج کی پوجا میں مصروف ہے، شیطان نے ان کی راہ ماردی ہے اور انہیں گمراہ کر رکھا ہے، وہ انہی اعمال کو اچھا سمجھتے ہیں جن میں وہ لگے ہوئے ہیں، وہ راہِ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں، ہدہد نے اس بات پر تعجب کا اظہار بھی کیا کہ وہ لوگ سورج کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں؟ اللہ کے سامنے سجدہ کیوں نہیں کرتے جس کی قدرت بھی کامل اور جس کا علم بھی کامل ہے، جو عرشِ عظیم کا رب ہے، جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، جو زمین کا سینہ پھاڑ کر اس میں سے دانہ نکالتا ہے اور جو ظاہر اور باطن ہر چیز سے باخبر ہے، تعجب ہے کہ اہل سبا اسے چھوڑ کر بے جان سورج کی پوجا کر رہے ہیں، آپ کو اس کی روک تھام کیلئے کچھ کرنا چاہیے۔

الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۩ ﴿٢٦﴾ قَالَ سَنَنظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ

الْعَرْشِ	الْعَظِيمِ ﴿٢٦﴾	قَالَ	سَنَنظُرُ	أَصَدَقْتَ	أَمْ	كُنتَ	مِنَ
عرش کا	بڑے	کہا اس نے	عنقریب ہم دیکھیں گے	کیا تو نے سچ بولا	یا	تو ہے	سے

عظیم کا رب ہے۔ [٢٦] سلیمان نے کہا کہ ہم دیکھیں گے کہ تو سچ بول رہا ہے یا

الْكَاذِبِينَ ﴿٢٧﴾ اذْهَب بِّكِتَابِي هَٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانظُرْ

الْكَاذِبِينَ ﴿٢٧﴾	اذْهَب	بِّكِتَابِي	هَٰذَا	فَأَلْقِهْ	إِلَيْهِمْ	ثُمَّ	تَوَلَّ	عَنْهُمْ	فَانظُرْ
جھوٹوں کے	لے جا تو	میرا خط	یہ	سو ڈال دے اسے	ان کی طرف	پھر	پیچھے ہٹ جا	ان سے	سو دیکھ

جھوٹا ہے۔ [٢٧] میرا یہ خط لیجا کر اُن کے پاس پہنچا دے ، پھر اُن کے پاس سے ہٹ جا اور دیکھتا رہ

مَاذَا يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ ﴿٢٩﴾

مَاذَا	يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾	قَالَتْ	يَا أَيُّهَا	الْمَلَأُ	إِنِّي	أُلْقِيَ	إِلَيَّ	كِتَابٌ	كَرِيمٌ ﴿٢٩﴾
کیا ہے وہ جو	جواب دیتے ہیں	کہا عورت نے	اے	سردارو	بیشک میں	ڈالا گیا	میری طرف	ایک خط	باعزت

کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟ [٢٨] ملکہ کہنے لگی کہ اے سردارو! میرے پاس ایک باعزت خط پہنچایا گیا ہے۔ [٢٩]

إِنَّهُ مِن سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ﴿٣٠﴾ أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ

إِنَّهُ	مِن	سُلَيْمَانَ	وَ	إِنَّهُ	بِسْمِ	اللَّهِ	الرَّحْمَٰنِ	الرَّحِيمِ ﴿٣٠﴾	أَلَّا	تَعْلُوا	عَلَيَّ
بیشک وہ	سے	سلیمان کے	اور	بیشک وہ	نام سے	اللہ کے	بہت رحم والا	نہایت مہربان	یہ کہ نہ	سرکشی کرو تم	مجھ پر

وہ خط سلیمان کی جانب سے ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے نام سے شروع، جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے۔ [٣٠] یہ کہ تم میرے سامنے سرکشی نہ کرو

ع ١٧ / ١٧

وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ﴿٣١﴾ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي أَمْرِي مَا كُنتُ

وَأْتُونِي	مُسْلِمِينَ ﴿٣١﴾	قَالَتْ	يَا أَيُّهَا	الْمَلَأُ	أَفْتُونِي	فِي	أَمْرِي	مَا	كُنتُ
اور آؤ تم میرے پاس	فرمانبرداری کرنے والے	کہا عورت نے	اے	سردارو	مشورہ دو تم مجھے	بیچ	میرے معاملے کے	نہیں	ہوں میں

اور میرے پاس مسلمان ہوکر آجاؤ۔ [٣١] وہ کہنے لگی کہ اے سردارو! اس معاملے میں مجھے مشورہ دو، میں کسی کام کا

قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّىٰ تَشْهَدُونِ ﴿٣٢﴾ قَالُوا نَحْنُ أُولُو قُوَّةٍ وَأُولُو بَأْسٍ

قَاطِعَةً	أَمْرًا	حَتَّىٰ	تَشْهَدُونِ ﴿٣٢﴾	قَالُوا	نَحْنُ	أُولُو قُوَّةٍ	وَ	أُولُو بَأْسٍ
فیصلہ کرنے والی	کسی کام کا	یہاں تک کہ	تم حاضر ہو میرے پاس	کہا انہوں نے	ہم	طاقت والے	اور	جنگ والے

فیصلہ اُس وقت تک نہیں کرتی جب تک تم لوگ موجود نہ ہو۔ [٣٢] انہوں نے کہا کہ ہم لوگ طاقتور اور سخت جنگجو ہیں

[٢٧] [٢٨] ان آیتوں میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہدہد کی بیان کی ہوئی تفصیلات کی صداقت کو جانچنا مذکور ہے، جس کیلئے انہوں نے یہ معیار طے فرمایا کہ قوم سبا کے پاس اپنا تحریری خط روانہ فرمائیں، یہ خط وہ اپنے کسی جن یا انسان ایلچی کے ذریعے بھی بھجوا سکتے تھے اور وہ واپس آ کر آنکھوں دیکھا تفصیلی حال بھی انہیں سنا سکتے تھے، لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایسا نہیں کیا، ہدہد کے ذریعے ہی پیغام بھیجنا مناسب خیال فرمایا، تاکہ پرندوں کو بھی اپنی ذمہ داری کا احساس ہو اور وہ مضبوط ٹھوس خبر پہنچانے کے حوالے سے مزید محتاط ہو جائیں، علاوہ ازیں اس غیر محسوس اور نہ دکھائی دینے والے طریقے سے خط پہنچا کر وہ بآسانی یہ ثابت کر سکتے تھے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیر معمولی حکومت اور طاقت دی گئی ہے، یہاں تک کہ انہیں کسی انسان یا خوفناک جن کو بھیجنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آئی اور پرندے بھی ان کے تابع فرمان ہیں، لہٰذا ان کے سامنے سرکشی دکھانے کی بجائے صلح کر لینی چاہیے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

[٢٩] اس آیتِ مبارکہ میں ملکہ بلقیس کا اپنے سرداروں اور مشیروں کے سامنے حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کا ذکر کرنا بیان ہوا ہے، یہ الفاظ ہی اس بات کا پتہ دے رہے ہیں کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے مرعوب اور متاثر ہو گئی تھی، اس نے کہا کہ میرے پاس ایک معزز خط بھیجا گیا ہے، کیونکہ خط لانے والا اُس نے دیکھا ہی نہ تھا اور خط کے مضمون میں کوئی دھمکی یا ناپسندیدہ لفظ بھی نہیں تھا، اس لیے اس نے اسے معزز خط سے تعبیر کیا۔

[٣٠] [٣١] ان آیتوں میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کا مضمون بیان کیا گیا ہے جس کا آغاز" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے ہوا ہے، یاد رہے کہ" انه من سلیمان" کا جملہ ملکہ بلقیس کا ہے، خط میں شامل نہیں تھا، البتہ یہ ممکن ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے" من سلیمان" بھی لکھا ہوا، اس لیے اس نے اپنے سرداروں اور مشیروں کو آگاہ کیا کہ میرے پاس یہ خط سلیمان کی طرف سے آیا ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ اس پر ان کی مہر لگی ہوئی ہو، بسم اللہ لکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کے کفر و شرک اور سورج کی پرستش پر کاری ضرب لگائی، اس کے بعد خط میں صرف دو جملے ہیں، پہلا جملہ مخاطب کو نفس کی خواہش کے پیچھے چلنے اور تکبر سے روکنے کی تاکید کرتا ہے کیونکہ اگر بادشاہ نفس کے پیچھے چلے اور تکبر کرے تو وہ جنگ اور خونریزی پر آمادہ ہوتا ہے اور زمین خون سے لالہ زار اور زخمیوں کی فریاد سے گونج اٹھتی ہے، اور دوسرا جملہ اپنے مخاطب کو اپنی فرمانبرداری کی تاکید کرتا ہے، کیونکہ اس فرمانبرداری میں اس کیلئے دنیا کی بھلائی بھی ہے اور آخرت کی خیر بھی، اس خط کی دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کو مخاطب کرنے کی بجائے پوری قوم کی مخاطب کیا ہے، جمع مذکر حاضر کا صیغہ اس پر دلالت کرتا ہے، نیز یہ خط جامعیت اور اختصار کے باوجود اپنے مدعا کو پوری طرح حاوی ہونے میں اپنی مثال آپ ہے۔

[٣٢] اس آیت مبارکہ میں ملکہ سبا کا اپنے سرداروں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کا ردعمل دینے کیلئے مشورہ کرنا مذکور ہوا ہے، کیونکہ اس کی عادت تھی کہ اہم معاملات میں ارکان سلطنت اور امراء سے مشورہ ضرور کیا کرتی تھی اور ان کے مشورے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کرتی تھی۔

شَدِيۡدٍ ۬ۙ وَّالۡاَمۡرُ اِلَيۡكِ فَانۡظُرِىۡ مَاذَا تَاۡمُرِيۡنَ ۝٣٣ قَالَتۡ اِنَّ

شَدِيۡدٍ	وَ	الۡاَمۡرُ	اِلَيۡكِ	فَانۡظُرِىۡ	مَاذَا	تَاۡمُرِيۡنَ ۝٣٣	قَالَتۡ	اِنَّ
سخت	اور	حکم	تیری طرف	سو دیکھ لے تو	کیا ہے وہ جو	تو حکم دیتی ہے	کہا عورت نے	بیشک

اور فیصلے کا اختیار آپ کے پاس ہے، سو آپ جو مناسب سمجھیں حکم دیجئے۔ ٣٤ وہ کہنے لگی کہ

الۡمُلُوۡكَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡيَةً اَفۡسَدُوۡهَا وَجَعَلُوۡۤا اَعِزَّةَ

الۡمُلُوۡكَ	اِذَا	دَخَلُوۡا	قَرۡيَةً	اَفۡسَدُوۡهَا	وَ	جَعَلُوۡۤا	اَعِزَّةَ
بادشاہ	جب	داخل ہوتے ہیں	کسی بستی میں	تباہ کردیتے ہیں اسے	اور	کردیتے ہیں	معززین کو

بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اُسے تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں کے رہنے والے معززین کو

اَهۡلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفۡعَلُوۡنَ ۝٣٤ وَاِنِّىۡ مُرۡسِلَةٌ اِلَيۡهِمۡ

اَهۡلِهَاۤ	اَذِلَّةً ۚ	وَ	كَذٰلِكَ	يَفۡعَلُوۡنَ ۝٣٤	وَ	اِنِّىۡ	مُرۡسِلَةٌ	اِلَيۡهِمۡ
اس کے رہنے والوں کے	ذلت والے	اور	اسی طرح	یہ بھی کریں گے	اور	بیشک میں	بھیجنے والی	ان کی طرف

ذلیل کر دیتے ہیں اور یہ بھی ایسا ہی کریں گے۔ ٣٥ میں ان کے پاس کچھ تحائف

بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرۡجِعُ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ۝٣٥ فَلَمَّا جَآءَ

بِهَدِيَّةٍ	فَنٰظِرَةٌۢ	بِمَ	يَرۡجِعُ	الۡمُرۡسَلُوۡنَ ۝٣٥	فَلَمَّا	جَآءَ
تحفہ	سو دیکھنے والی	کس چیز کے ساتھ	واپس آتے ہیں	بھیجے ہوئے	سو جب	آیا وہ

بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں کہ ایلچی کیا جواب لیکر آتے ہیں؟ ٣٦ چنانچہ جب وہ ایلچی سلیمان کے پاس

سُلَيۡمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوۡنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَاۤ اٰتٰٮنِۦَ اللّٰهُ خَيۡرٌ مِّمَّاۤ

سُلَيۡمٰنَ	قَالَ	اَتُمِدُّوۡنَنِ	بِمَالٍ ۫	فَمَاۤ	اٰتٰٮنِۦَ	اللّٰهُ	خَيۡرٌ	مِّمَّاۤ
سلیمان کے پاس	کہا اس نے	کیا تم بڑھاتے ہو مجھے	مال سے	سو جو کچھ	دیا مجھے	اللہ نے	زیادہ بہتر	اس سے جو

آیا تو سلیمان نے کہا کہ کیا تم مجھے مال کا لالچ دیتے ہو؟ سو اللہ نے مجھے جو کچھ عطا فرما رکھا ہے، وہ اُن چیزوں سے بہتر ہے جو اُس نے

اٰتٰٮكُمۡ ۚ بَلۡ اَنۡتُمۡ بِهَدِيَّتِكُمۡ تَفۡرَحُوۡنَ ۝٣٦ اِرۡجِعۡ اِلَيۡهِمۡ

اٰتٰٮكُمۡ ۚ	بَلۡ	اَنۡتُمۡ	بِهَدِيَّتِكُمۡ	تَفۡرَحُوۡنَ ۝٣٦	اِرۡجِعۡ	اِلَيۡهِمۡ
اس نے دیا تمہیں	بلکہ	تم	اپنے تحفے سے	خوش ہوتے رہو	لوٹ جا تو	ان کی طرف

تمہیں دی ہیں، بلکہ تم اپنے تحائف پر خود ہی خوش ہوتے رہو۔ ٣٧ تم اُن کے پاس واپس چلے جاؤ،

٣٤ اس آیتِ مبارکہ میں امراء وارکانِ سلطنت کا جواب ذکر کیا گیا ہے، یہ جواب اُن کی جنگی تیاریوں اور ملکہ کی فرمانبرداری دونوں کو بیک وقت شامل ہے، تا کہ اگر انہیں جنگ کا حکم ملے تو وہ ذہنی اور جسمانی طور پر تیار ہوں اور اگر ملکہ انہیں جنگ کے علاوہ کوئی دوسری تجویز دے تو ملکہ کو اطمینان رہے کہ ارکان سلطنت اس کے حکم کے تابع رہیں گے اور اس کے ہر حکم کو بجالائیں گے۔

٣٥ ٣٦ ان آیتوں میں ملکہ سبا کا تجزیہ اور فیصلہ ذکر کیا گیا ہے، تجزیہ اس نے تاریخی طور پر کیا کہ اگر ہم نے سلیمان کی بات نہ مانی اور انہوں نے ہمارے ملک پر چڑھائی کر کے ہم پر جنگ مسلط کر دی تو ہمارا ملک تباہ ہو جائے گا، کیونکہ بادشاہوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ جس ملک میں فاتح بن کر داخل ہوتے ہیں، ان کی اینٹ سے اینٹ بجادیتے ہیں اور وہاں کے معززین کو ذلیل کر دیتے ہیں، یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے، جس کے نتیجے میں ان کا تو کچھ نہیں بگڑے گا، ملک ہمارا ہی برباد ہوگا، اس لیے بہتر یہ ہے کہ حکمت سے کام لیا جائے، پہلے کچھ ہدایا اور تحائف ان کے پاس بھیجتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ قاصد کیا جواب لیکر آتے ہیں؟ اس جواب کی روشنی میں آئندہ کا لائحہ عمل تجویز کریں گے، اس تجزیے اور فیصلے سے ملکہ سبا کی دانشمندی اور عقل مندی جھلکتی ہے۔

٣٧ ٣٨ ان آیتوں میں ملکہ بلقیس کے ہدایا اور تحائف پہنچنے پر حضرت سلیمان علیہ السلام کا ردعمل بیان کیا گیا ہے، بظاہر یہ ردعمل نہایت سخت ہے کہ انہوں نے ملکہ سبا کے ہدایا اور تحائف کو بھی قبول نہیں کیا اور الٹا فوج کشی کی دھمکی بھی دیدی، لیکن اگر اس کا انجام اور نتیجہ دیکھا جائے تو اس کے مقابلے میں یہ سختی بہت ہلکی ہوجاتی ہے، اگر حضرت سلیمان علیہ السلام ملکہ سبا کے بھیجے ہوئے ہدایا اور تحائف قبول کر لیتے تو وہ یہ نتیجہ اخذ کر سکتی تھی کہ انہیں مال و دولت یا حسن و جمال کے ذریعے رام کیا جا سکتا ہے اور اگر وہ اسے فوج کشی کی دھمکی نہ دیتے تو ممکن تھا کہ وہ خود فوج کشی کا ارادہ کر لیتی، حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس جواب کا نتیجہ اُن کی توقع اور حکمت کے عین مطابق نکلا، اور ملکہ سبا ان کی اطاعت اور فرمانبرداری پر آمادہ ہوگئی، پھر بجائے اس کے کہ وہ جنگ کیلئے روانہ ہوتی، وہ ان کے سامنے سرِتسلیم خم کرنے اور صلح کی درخواست کرنے کیلئے روانہ ہوگئی۔

فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ

فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ	بِجُنُوْدٍ	لَّا	قِبَلَ	لَهُمْ	بِهَا	وَ	لَنُخْرِجَنَّهُمْ	مِّنْهَا
سوالبتہ ضرور لائیں گے ہم ان کے پاس	ایسے لشکر	نہیں	کوئی سامنا کرنا	ان کیلئے	ان کا	اور	البتہ ضرور نکال دیں گے ہم انہیں	اس سے

ہم اُن کے پاس ایسے لشکر لیکر آ رہے ہیں جن کا وہ سامنا نہ کر سکیں گے اور ہم اُنہیں وہاں سے ذلیل کر کے نکال

اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (٣٧) قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ

اَذِلَّةً	وَ	هُمْ	صٰغِرُوْنَ (٣٧)	قَالَ	يٰٓاَيُّهَا	الْمَلَؤُا	اَيُّكُمْ	يَاْتِيْنِيْ
ذلیل کر کے	اور	وہ	خوار ہونے والے	کہا اس نے	اے	سردارو	تم میں سے کون	لائے گا میرے پاس

دیں گے اور وہ خوار ہوں گے۔ [٣٧] سلیمان نے کہا کہ اے سردارو! قبل اس کے کہ وہ لوگ میرے پاس مسلمان

بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ (٣٨) قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ

بِعَرْشِهَا	قَبْلَ	اَنْ	يَّاْتُوْنِيْ	مُسْلِمِيْنَ (٣٨)	قَالَ	عِفْرِيْتٌ	مِّنَ
اس کا تخت	پہلے	یہ کہ	آئیں وہ میرے پاس	فرمانبرداری کرنے والے	کہا	ایک دیو نے	سے

ہو کر آئیں، تم میں سے کون ہے جو ملکہ کا تخت میرے پاس لے آئے؟ [٣٨] جنات میں سے ایک دیو نے

الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ

الْجِنِّ	اَنَا	اٰتِيْكَ	بِهٖ	قَبْلَ	اَنْ	تَقُوْمَ	مِنْ	مَّقَامِكَ ۚ	وَ	اِنِّيْ
جنوں کے	میں	لیکر آؤں گا تیرے پاس	اسے	پہلے	اس کے کہ	تو کھڑا ہو	سے	اپنی جگہ کے	اور	بیشک میں

کہا کہ میں وہ تخت آپ کے پاس آپ کے اس جگہ سے اٹھنے سے پہلے لا سکتا ہوں، اور میں

عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ (٣٩) قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ

عَلَيْهِ	لَقَوِيٌّ	اَمِيْنٌ (٣٩)	قَالَ	الَّذِيْ	عِنْدَهٗ	عِلْمٌ	مِّنَ	الْكِتٰبِ
اس پر	البتہ طاقتور	امانت دار	کہا	اس نے	اس کے پاس	خاص علم	سے	کتاب کے

اس کی طاقت رکھنے والا، امانت دار ہوں۔ [٣٩] جس کے پاس کتاب کا ایک خاص علم تھا، وہ کہنے لگا

اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ

اَنَا	اٰتِيْكَ	بِهٖ	قَبْلَ	اَنْ	يَّرْتَدَّ	اِلَيْكَ	طَرْفُكَ ۭ	فَلَمَّا	رَاٰهُ
میں	لے آؤں گا تیرے پاس	اسے	پہلے	اس کے کہ	پلٹ کر آئے	تیری طرف	تیری نگاہ	سو جب	دیکھا اس نے اسے

کہ میں آپ کے پاس وہ تخت آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لا سکتا ہوں، پھر جب سلیمان نے اُسے اپنے پاس

[٣٨] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا اپنے درباریوں کو مخاطب کر کے ملکۂ سبا کا تخت حاضر کرنے کا حکم دینا بیان کیا گیا ہے، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ان کے جواب پر ملکہ بلقیس سرکشی کی راہ اختیار کرنے کی بجائے اطاعت وتسلیم کے راستے پر چلے گی، سوانہوں نے چاہا کہ خدائی طاقت کا ایک اور نمونہ ملکہ بلقیس کو دکھائیں تا کہ وہ اس سے متاثر ہو کر فوراً مسلمان ہو جائے، چنانچہ انہوں نے اس کا تخت حاضر کرنے کا حکم دیا، اس زمانے میں اس کے تخت کی بڑی دھوم مچی ہوئی تھی اور ہدہد نے بھی اس کا ذکر کیا تھا، اس لیے انہیں اسی کو حاضر کرنا بہتر معلوم ہوا۔

[٣٩] اس آیت مبارکہ میں ایک جن کا تختِ بلقیس کو حاضر کرنے کیلئے اپنی خدمات پیش کرنا مذکور ہوا ہے، لیکن وہ اتنا وقت چاہتا تھا کہ دربار جب تک جاری رہے، مجھے اتنا وقت مل جائے، دربار کا وقت ختم ہونے سے پہلے اس نے تخت کو لانے کی پیشکش کی۔

مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۫ لِيَبْلُوَنِيْٓ

مُسْتَقِرًّا	عِنْدَهٗ	قَالَ	هٰذَا	مِنْ	فَضْلِ	رَبِّيْ	لِيَبْلُوَنِيْٓ
ٹھہرا ہوا	اپنے پاس	کہنے لگا	یہ	سے	فضل کے	میرے رب کے	تاکہ وہ آزمائے مجھے

رکھا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ میرے رب کا فضل ہے، تاکہ وہ مجھے آزمائے

ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ

ءَ	اَشْكُرُ	اَمْ	اَكْفُرُ	وَ	مَنْ	شَكَرَ	فَاِنَّمَا	يَشْكُرُ	لِنَفْسِهٖ	وَ	مَنْ
کیا	میں شکر کرتا ہوں	یا	ناشکری کرتا ہوں	اور	جو کوئی	شکر کرے	تو وہ صرف	شکر کرے گا	اپنی جان کیلئے	اور	جو کوئی

کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں؟ اور جو شکر کرے گا تو وہ اپنے فائدے کیلئے شکر کرے گا اور جو

كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ۝٤٠ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ

كَفَرَ	فَاِنَّ	رَبِّيْ	غَنِيٌّ	كَرِيْمٌ	قَالَ	نَكِّرُوْا	لَهَا	عَرْشَهَا	نَنْظُرْ
کفر کرے	تو بیشک	میرا رب	بے نیاز	باعزت	کہا اس نے	تبدیلی کر دو	اس کیلئے	اس کا تخت	ہم دیکھیں

ناشکری کرے گا تو میرا رب بہت بے نیاز، عزت والا ہے۔ [۴۰] سلیمان نے کہا کہ اس کے تخت میں تبدیلی کر دو، تاکہ ہم دیکھیں

اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝٤١ فَلَمَّا

اَتَهْتَدِيْٓ	اَمْ	تَكُوْنُ	مِنَ	الَّذِيْنَ	لَا	يَهْتَدُوْنَ	فَلَمَّا
کیا وہ ہدایت پاتی ہے	یا	ہو جاتی ہے	سے	ان لوگوں کے جو	نہیں	ہدایت پاتے	سو جب

کہ وہ سمجھ پاتی ہے یا اُن لوگوں میں سے ہو جاتی ہے جو سمجھ نہیں پاتے۔ [۴۱] پھر جب

جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا

جَآءَتْ	قِيْلَ	اَهٰكَذَا	عَرْشُكِ	قَالَتْ	كَاَنَّهٗ	هُوَ	وَ	اُوْتِيْنَا
وہ آئی	کہا گیا	کیا ایسا ہی	تیرا تخت	کہا عورت نے	گویا کہ یہ	وہی	اور	دیئے گئے ہم

وہ آئی تو اُس سے پوچھا گیا کہ کیا تیرا تخت بھی ایسا ہی ہے؟ وہ کہنے لگی کہ یہ تو وہی معلوم ہوتا ہے، اور ہمیں اس سے پہلے ہی

الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ۝٤٢ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ

الْعِلْمَ	مِنْ	قَبْلِهَا	وَ	كُنَّا	مُسْلِمِيْنَ	وَ	صَدَّهَا	مَا	كَانَتْ	تَّعْبُدُ
علم	سے	اس کے پہلے	اور	ہو گئے ہم	فرمانبرداری کرنے والے	اور	اس نے روک دیا اسے	جو کچھ	تھی وہ	عبادت کرتی

پتہ چل چکا ہے اور ہم فرمانبردار ہو چکے ہیں۔ [۴۲] اور اُسے اُن چیزوں نے روکے رکھا جن کی وہ اللہ کے علاوہ

[۴۰] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک خاص وزیر آصف بن برخیا کو ''کتاب'' کا عالم قرار دیا گیا ہے، کتاب سے مراد آسمانی کتب اور اسماء الٰہیہ کی تاثیرات کا علم ہے، اس نے عرض کیا کہ آپ کو دربار برخاست ہونے کے وقت تک انتظار کرنے کی ضرورت نہیں؟ میں تختِ بلقیس پلک جھپکنے سے پہلے آپ کے سامنے حاضر کرسکتا ہوں، اتنی بھاری بھرکم چیز کا اتنی طویل مسافت سے دربار برخاست ہونے سے پہلے پہنچ جانا بھی کم معجزہ نہیں تھا، اس سے بڑا معجزہ ظاہر ہوگیا اور پلک جھپکنے سے پہلے ملکہ کا تخت حاضر ہو گیا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس پر فخر کرنے اور اپنی طاقت پر غرور کرنے کی بجائے اسے اپنے رب کا فضل قرار دے کر اس اختیار واقتدار کا مقصد بیان فرمایا کہ وہ مجھے آزمانا چاہتا ہے کہ اس قدر جاہ وجلال حاصل ہونے کے بعد میں غرور وتکبر اور ناشکری وکفرانِ نعمت کے راستے پر چلتا ہوں، یا میں اس کی نعمتوں پر اس کا شکر گزار بندہ بنتا ہوں، مجھے اس کا شکر گزار بندہ بننا چاہیے کیونکہ شکر کرنے کا فائدہ شکر کرنے والے کو ہی پہنچتا ہے اور ناشکری کا نقصان بھی ناشکری کرنے والے کو ہی ہوتا ہے، اللہ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

[۴۱] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا تختِ بلقیس میں کچھ تبدیلیاں کرنے کا حکم مذکور ہے، وہ چاہتے تھے کہ ملکہ بلقیس کی عقل مندی اور دانشمندی کا مزید امتحان لے لیں، اس لیے اس میں ایسی تبدیلیاں کر دیں جن سے وہ اپنی اصلی حالت پر بھی نہ رہے اور اس کے قریب قریب بھی رہے، تاکہ پتہ چلے کہ ملکہ سمجھ پاتی ہے یا نہیں؟

[۴۲] اس آیتِ مبارکہ میں ملکہ بلقیس کے سامنے اس کا تخت پیش کر کے استفسار کرنا مذکور ہوا ہے، سوال کرنے والے یہ نہیں پوچھا کہ کیا یہی آپ کا تخت ہے؟ بلکہ اس نے پوچھا کہ کیا آپ کا تخت بھی ایسا ہی ہے؟ تاکہ اسے ابہام میں رہنے دے کہ یہ وہی ہے یا اس سے ملتا جلتا؟ ملکہ بلقیس نے جواب دیا کہ ہمارا امتحان نہ لیجئے، ہمیں آپ کی علمی اور عملی برتری کی معلومات پہلے سے حاصل ہو چکی ہیں اور اسی وجہ سے ہم پہلے ہی مسلمان ہو گئے ہیں، جہاں تک تعلق ہے اس تخت کا تو یہ وہی لگتا ہے، مطلب یہ کہ بعینہٖ وہ تو نہیں ہے کیونکہ اس میں کچھ چیزیں اور تبدیلیاں ایسی ہیں جو اسے میرے تخت سے ممتاز کرتی ہیں، لیکن چونکہ کسی اور کے پاس ایسا تخت موجود نہیں، اس لیے میں کہہ سکتی ہوں کہ یہ وہی لگتا ہے۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ قِيْلَ لَهَا

مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ ؕ	اِنَّهَا	كَانَتْ	مِنْ	قَوْمٍ	كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾	قِيْلَ	لَهَا
سے	علاوہ	اللہ کے	بیشک وہ	تھی	سے	قوم کے	کافروں کی	کہا گیا	اس سے

عبادت کرتی تھی، بیشک وہ کافر قوم سے تعلق رکھتی تھی۔ ۴۳ اُس سے کہا گیا

ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ

ادْخُلِي	الصَّرْحَ ۚ	فَلَمَّا	رَاَتْهُ	حَسِبَتْهُ	لُجَّةً	وَّ	كَشَفَتْ	عَنْ
داخل ہوجاتو	محل میں	سوجب	اس نے دیکھا اسے	سمجھی وہ اسے	گہرا پانی	اور	ہٹادیا اس نے	سے

کہ محل میں داخل ہو جایئے، جب اُس نے وہ محل دیکھا تو یہ سمجھی کہ وہ گہرا پانی ہے اور اُس نے اپنی پنڈلیوں سے

سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ۬ قَالَتْ رَبِّ

سَاقَيْهَا ؕ	قَالَ	اِنَّهٗ	صَرْحٌ	مُّمَرَّدٌ	مِّنْ	قَوَارِيْرَ ؕ۬	قَالَتْ	رَبِّ
اپنی پنڈلیوں کے	کہا اس نے	بیشک یہ	محل	جڑاؤ کیا ہوا	سے	شیشے کے	کہا عورت نے	اے میرے پروردگار

کپڑا اُٹھا لیا، سلیمان نے کہا کہ یہ تو جڑاؤ شیشے کا محل ہے، وہ کہنے لگی کہ پروردگار!

اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ

اِنِّيْ	ظَلَمْتُ	نَفْسِيْ	وَ	اَسْلَمْتُ	مَعَ	سُلَيْمٰنَ	لِلّٰهِ	رَبِّ
بیشک میں نے	ظلم کیا	اپنی جان پر	اور	میں فرمانبردار ہوگئی	ہمراہ	سلیمان کے	اللہ کی	رب

میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، اور میں سلیمان کے ہمراہ اللہ رب العالمین کی فرمانبردار

۳ ع ۱۳ ۱۸ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾	وَ	لَقَدْ	اَرْسَلْنَآ	اِلٰى	ثَمُوْدَ	اَخَاهُمْ	صٰلِحًا	اَنِ
جہان والوں کا	اور	البتہ یقیناً	بھیجا ہم نے	طرف	ثمود کے	ان کے بھائی	صالح کو	یہ کہ

ہوتی ہوں۔ ۴۴ اور یقیناً ہم نے قومِ ثمود کے پاس اُن کے بھائی صالح کو بھیجا کہ

اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ

اعْبُدُوا	اللّٰهَ	فَاِذَا	هُمْ	فَرِيْقٰنِ	يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾	قَالَ	يٰقَوْمِ	لِمَ
عبادت کرو تم	اللہ کی	سو اسی وقت	وہ	دو گروہ	جھگڑنے لگے	کہا اس نے	اے میری قوم	کیوں

اللہ کی عبادت کیا کرو، تو وہ اُسی وقت دو گروہوں میں تقسیم ہو کر جھگڑنے لگے۔ ۴۵ صالح نے کہا کہ اے میری قوم! تم

۴۳ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر کئی طرح سے کی گئی ہے، اس عاجز کے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس قدر عقلمند ہونے کے باوجود غیر اللہ کی پوجا اور کافر قوم کی ہم نشینی نے اسے راہِ ہدایت سے روکے رکھا، معلوم ہوا کہ محض عقل و دانش انسان کی نجات کیلئے کافی نہیں ہے، لیکن جب وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئی اور اس کی عقل و دانش پر وحی کا نور اور نبوت کا سایہ پڑا تو اس میں چمک پیدا ہوئی اور دل میں اسلام کی حقانیت اجاگر ہوئی۔

۴۴ اس آیتِ مبارکہ میں ملکہ بلقیس کی ذہانت کا ایک اور امتحان "جو آخری ثابت ہوا" بیان کیا گیا ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم پر ملکہ کو شیشے کے ایک نہایت صاف شفاف فرش پر سے گزرنے کیلئے کہا گیا جس کے نیچے پانی بہہ رہا تھا، وہ شیشے کو محسوس نہ کرسکی، سمجھی کہ مجھے پانی کے اس حوض سے گزرنے کیلئے کہا گیا ہے تو اس نے انکار تو نہیں کیا کہ میں اس حوض سے کیونکر گزر سکتی ہوں، البتہ اپنے کپڑوں کو گیلا ہونے سے بچانے کیلئے پنڈلیوں سے کپڑے اوپر کر لیے، چونکہ وہ ایک نامحرم اجنبیہ عورت تھی، اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے فوراً اسے اپنے کپڑے چھوڑ دینے کیلئے فرمایا تاکہ اس کی پنڈلیوں پر اُن کی نظر نہ پڑے اور فرش کی حقیقت بھی اس کے سامنے بیان کر دی، اب ملکہ کی سمجھ میں آیا کہ کسی چیز کی چمک دمک انسان کو دھوکہ بھی دے جاتی ہے، جیسے وہ سورج کی چمک دمک دیکھ کر دھوکے میں مبتلا تھی اور معبودِ حقیقی کو چھوڑ کر اس کی پوجا کر رہی تھی، یہ خیال آتے ہی اس نے اپنی کوتاہی اور غلطی کا اعتراف کیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کر لیا، رہی یہ بات کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے شادی کر لی تھی تو قرآن میں اس کا ذکر نہیں آیا، اگر ایسا ہوا ہو تو شرعاً نکاح کرنے میں کوئی قباحت تو نہیں ہے، اس لیے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، البتہ جن لوگوں نے اسرائیلی روایات کا سہارا لیکر ملکہ بلقیس کی پنڈلیوں، اس کے بالوں اور ان کی صفائی کرنے والے پاؤڈر کے حصے اپنی تفاسیر میں درج کیے ہیں، انہوں نے نہایت غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے، ایسے قصوں کی جگہ تفسیر کی کتابیں نہیں، ردی کی ٹوکری ہوتی ہے۔

۴۵ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت صالح علیہ السلام کو قومِ ثمود کی طرف بھیجنے، حضرت صالح علیہ السلام کا انہیں دعوتِ توحید دینے اور ان کا دو گروہوں میں بٹ جانے کا ذکر کیا گیا ہے جن میں سے ایک چھوٹا گروہ ان کی حمایت کرنے والوں کا تھا اور دوسرا بڑا گروہ ان کی مخالفت کرنے والوں کا تھا۔

تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ

تَسْتَعْجِلُوْنَ	بِالسَّيِّئَةِ	قَبْلَ	الْحَسَنَةِ ۚ	لَوْلَا	تَسْتَغْفِرُوْنَ
جلدی طلب کرتے ہو تم	برائی کو	پہلے	بھلائی کے	کیوں نہیں ہوتا	تم مغفرت طلب کرتے

بھلائی سے پہلے برائی کو جلدی کیوں طلب کرتے ہو؟ ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ تم اللہ سے

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ؕ

اللّٰهَ	لَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٦﴾	قَالُوْا	اطَّيَّرْنَا	بِكَ	وَ	بِمَنْ	مَّعَكَ ؕ
اللہ سے	تاکہ تم	رحم کیے جاؤ	کہا انہوں نے	منحوس سمجھا ہم نے	تجھے	اور	اسے جو	ہمراہ تیرے

مغفرت طلب کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے؟ [46] وہ کہنے لگے کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو نامبارک سمجھتے ہیں،

قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَكَانَ

قَالَ	طٰٓئِرُكُمْ	عِنْدَ	اللّٰهِ	بَلْ	اَنْتُمْ	قَوْمٌ	تُفْتَنُوْنَ ﴿٤٧﴾	وَ	كَانَ
کہا اس نے	نحوست تمہاری	نزدیک	اللہ کے	بلکہ	تم	قوم	فتنے میں ڈالے گئے	اور	تھے

صالح نے کہا کہ اللہ کے یہاں تو تمہاری نحوست ہے، بلکہ تم فتنوں میں مبتلا قوم ہو۔ [47] اور شہر میں

فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا

فِي	الْمَدِيْنَةِ	تِسْعَةُ	رَهْطٍ	يُّفْسِدُوْنَ	فِي	الْاَرْضِ	وَ	لَا
بیچ	شہر کے	نو	ایک گروہ کے	فساد کرتے تھے	بیچ	زمین کے	اور	نہیں

نو افراد کی ایک جماعت تھی، یہ لوگ زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور

يُصْلِحُوْنَ ﴿٤٨﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ

يُصْلِحُوْنَ ﴿٤٨﴾	قَالُوْا	تَقَاسَمُوْا	بِاللّٰهِ	لَنُبَيِّتَنَّهٗ	وَ	اَهْلَهٗ	ثُمَّ
اصلاح کرتے تھے وہ	کہا انہوں نے	آپس میں قسم کھاؤ	اللہ کی	البتہ ضرور حملہ کریں گے ہم رات کو اس پر	اور	اس کے اہل خانہ پر	پھر

اصلاح نہ کرتے تھے۔ [48] وہ کہنے لگے کہ آپس میں اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم رات کو صالح اور اُن کے گھر والوں پر حملہ کریں گے، پھر

لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٤٩﴾

لَنَقُوْلَنَّ	لِوَلِيِّهٖ	مَا	شَهِدْنَا	مَهْلِكَ	اَهْلِهٖ	وَ	اِنَّا	لَصٰدِقُوْنَ ﴿٤٩﴾
البتہ ضرور کہیں گے	اس کے ولی سے	نہیں	حاضر تھے ہم	ہلاک ہونے کے وقت	اس کے اہل خانہ کے	اور	بیشک ہم	البتہ سچے

ہم اُس کے ولی سے کہہ دیں گے کہ ہم تو اُس کے اہل خانہ کے ہلاک ہونے کے موقع پر موجود نہ تھے، اور ہم تو سچے ہیں۔ [49]

[46] اس آیتِ مبارکہ میں قومِ ثمود سے حضرت صالح علیہ السلام کے دو سوال ذکر کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ تم لوگ برائی اور عذاب کو جلدی کیوں طلب کرتے ہو؟ اس سے بہتر نہیں کہ تم اللہ سے بھلائی اور خیر طلب کرو؟ دراصل یہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام سے تقاضا کرتے تھے کہ اگر تم سچے ہو تو جس عذاب کی ہمیں دھمکی دیتے ہو، وہ لے کیوں نہیں آتے؟ دوسرا سوال یہ کہ آخر تم اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی کیوں نہیں مانگ لیتے؟ توبہ اور استغفار میں کس چیز کی رکاوٹ ہے؟ حالانکہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی مانگ لو تو نہ صرف یہ کہ وہ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا، بلکہ تم پر اپنا رحم بھی فرمائے گا۔

[47] اس آیتِ مبارکہ میں قومِ ثمود کی بدزبانی اور اس کا جواب ذکر کیا گیا ہے، وہ لوگ اپنی گمراہی اور سرکشی میں اس قدر آگے بڑھ چکے تھے کہ حضرت صالح علیہ السلام سے کہنے لگے کہ تمہاری اور تم پر ایمان لانے والوں کی نحوست ہے کہ ہم آئے روز مختلف قسم کی پریشانیوں اور مصیبتوں میں گھرے جاتے ہیں، تمہارے آنے سے پہلے ہم پر کبھی ایسے حالات نہیں آئے، حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں جواب دیا کہ تمہاری یہ پریشانیاں تمہاری اپنی بدعملی اور سرکشی کی وجہ سے تمہارے لیے نحوست بن گئی ہیں، تم لوگ فتنوں کی آماجگاہ بن چکے ہو، تمہیں یہ بات سمجھ ہی نہیں آرہی کہ قحط، خشک سالی، گرانی اور دیگر آفات ومصائب تم پر ہماری وجہ سے نہیں، خود تمہاری اپنی وجہ سے آرہے ہیں، ان کا تدارک کرو۔

[48] اس آیتِ مبارکہ میں ارضِ ثمود کے نو بدمعاش گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے، یہ تمام گروہ اپنے سرغنوں کی نگرانی میں ان کے حکم کے مطابق شہر میں تخریبی سرگرمیوں میں ملوث رہتے تھے، جب قومِ ثمود نے دیکھا کہ حضرت صالح علیہ السلام اپنی دعوت اور پیغام سے باز نہیں آرہے تو ان بدمعاشوں کو حضرت صالح علیہ السلام کی ایذاء رسانی کیلئے مقرر کردیا، ان کے منصوبے کا ذکر اگلی آیت میں آیا ہے۔

[49] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت صالح علیہ السلام کے خلاف شہر کے بدمعاشوں کا منصوبہ ذکر کیا گیا ہے، ان لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو شہید کرنے کیلئے آپس میں مشورہ کر کے یہ منصوبہ بنایا کہ سب مل کر اجتماعی طور پر رات کے وقت صالح کے گھر کا محاصرہ کرلیں اور شب خون مار کر انہیں اور ان کے تمام گھر والوں کو شہید کردیں، اس کارروائی میں ہر قبیلہ اور خاندان حصہ لے، تاکہ اگر مقتول کے ورثا قصاص کا تقاضا کریں تو اس پر عمل نہ ہوسکے، اور اگر کوئی ہم سے پوچھے تو صاف مکر جائیں اور کہہ دیں کہ ہم تو اس موقع پر موجود ہی نہیں تھے جب صالح اور ان کے اہل خانہ کو شہید کیا گیا، ہمیں اس کی کوئی خبر نہیں ہے، ہم راست باز اور صاف گو لوگ ہیں۔

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٠﴾ فَانْظُرْ

وَ	مَكَرُوْا	مَكْرًا	وَ	مَكَرْنَا	مَكْرًا	وَ	هُمْ	لَا	يَشْعُرُوْنَ ۞	فَانْظُرْ
اور	تدبیر کی انہوں نے	ایک تدبیر	اور	تدبیر کی ہم نے	ایک تدبیر	اور	وہ	نہیں	شعور رکھتے تھے	سو دیکھ لے

ایک تدبیر انہوں نے کی اور ایک تدبیر ہم نے کی اور انہیں اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔ ﴿۵۰﴾ سو آپ دیکھ لیجئے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ

كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ	مَكْرِهِمْ	اَنَّا	دَمَّرْنٰهُمْ	وَ	قَوْمَهُمْ
کیسا	ہوا	انجام	ان کی تدبیر کا	یہ کہ بیشک ہم	ہلاک کر دیا ہم نے انہیں	اور	ان کی قوم کو

کہ اُن کی تدبیر کا کیا انجام ہوا کہ ہم نے اُن لوگوں کو اور اُن کی ساری قوم کو

اَجْمَعِيْنَ ﴿٥١﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ

اَجْمَعِيْنَ ۞	فَتِلْكَ	بُيُوْتُهُمْ	خَاوِيَةً	بِمَا	ظَلَمُوْا	اِنَّ	فِيْ
سب کے سب	سو یہ	ان کے گھر	گرے ہوئے	اس وجہ سے جو	ظلم کیا انہوں نے	بیشک	بیچ

ہلاک کر دیا۔ ﴿۵۱﴾ یہ اُن کے گھر ہیں جو اُن کے ظلم کی وجہ سے گرے پڑے ہیں، بیشک اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا

ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	لِّقَوْمٍ	يَّعْلَمُوْنَ ۞	وَ	اَنْجَيْنَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	كَانُوْا
اس کے	البتہ نشانی	ان لوگوں کیلئے جو	جانتے ہیں	اور	نجات دی ہم نے	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	اور	تھے وہ

اُن لوگوں کیلئے نشانی ہے جو جانتے ہیں۔ ﴿۵۲﴾ اور ہم نے اُن لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور

يَتَّقُوْنَ ﴿٥٣﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ

يَتَّقُوْنَ ۞	وَ	لُوْطًا	اِذْ	قَالَ	لِقَوْمِهٖ	اَتَاْتُوْنَ	الْفَاحِشَةَ
ڈرتے رہے	اور	لوط کو	جب	کہا اس نے	اپنی قوم سے	کیا تم آتے ہو	بے حیائی پر

پرہیز گار رہے۔ ﴿۵۳﴾ اور لوط کو بھی ہم نے نجات دی جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم دیکھتے بھالتے

وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿٥٤﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ

وَ	اَنْتُمْ	تُبْصِرُوْنَ ۞	اَئِنَّكُمْ	لَتَاْتُوْنَ	الرِّجَالَ	شَهْوَةً	مِّنْ
اور	تم	دیکھتے ہو	کیا بیشک تم	البتہ آتے ہو	مردوں پر	خواہش سے	سے

بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو؟ ﴿۵۴﴾ کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر اپنی خواہش کیلئے

﴿۵۰﴾ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی قدرت بیان کی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جسے اللہ رکھے، اسے کون چکھے؟ ناپاک اور گندے عزائم رکھنے والے لوگ اپنی منصوبہ بندی کرتے ہوئے یہ بھول جاتے ہیں کہ ایک ذات ان سے اوپر بھی ہے جو ان کے عزائم اور منصوبوں سے پوری طرح باخبر اور انہیں الٹا دینے پر مکمل قدرت رکھتی ہے، چنانچہ بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کیلئے کھودے ہوئے گڑھے میں خود ہی گر جاتے ہیں، اس عاجز کو بھی ایسے بہت سے منصوبہ سازوں سے سابقہ پڑتا رہتا ہے، ایسی صورت میں حق تعالیٰ اپنی قدرت سے ان کے منصوبے اس طرح ناکام فرما دیتا ہے کہ انہیں پتہ بھی نہیں چلتا اور حق تعالیٰ کا حکم نافذ ہو جاتا ہے۔

﴿۵۱﴾ اس آیت مبارکہ میں قوم ثمود کا منصوبہ ناکام ہونے کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ کہ وہ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ کو نقصان پہنچانے کی سازش کرتے کرتے خود ہی تباہی اور بربادی کے گھاٹ اتر گئے اور دنیا میں نشانِ عبرت بن کر رہ گئے۔

﴿۵۲﴾ اس آیت مبارکہ میں قوم ثمود کے کھنڈرات کی طرف اشارہ کر کے فرمایا گیا ہے کہ تم لوگ شام کے سفر میں ان کھنڈرات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو اور ان کی تباہی و بربادی کا منظر تمہاری نگاہوں کے سامنے پھر جاتا ہے، تمہیں اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

﴿۵۳﴾ اس آیت مبارکہ میں قوم ثمود پر آنے والے عذاب سے اُن لوگوں کو بچا لینے کا ذکر کیا گیا ہے جو ایمان لے آئے تھے اور تقویٰ والی زندگی گزار رہے تھے، اور ایسے ہی لوگ نجات کے حق دار ہوتے ہیں۔

﴿۵۴﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی قوم کو نصیحت کرنا بیان کیا گیا ہے، وہ لوگ ہم جنس پرستی میں مبتلا تھے اور مرد اپنی جنسی خواہش کی تکمیل مردوں سے کیا کرتے تھے، یہاں اسی کو "بے حیائی" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ

دُوْنِ	النِّسَآءِ ؕ	بَلْ	اَنْتُمْ	قَوْمٌ	تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾	فَمَا	كَانَ
علاوہ	عورتوں کے	بلکہ	تم	قوم	جہالت کرتے ہو	سو نہیں	تھا

مردوں کے پاس آتے ہو؟ بلکہ تم تو جاہل قوم ہو۔ (۵۵) سو اُن کی

جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ

جَوَابَ	قَوْمِهٖۤ	اِلَّاۤ	اَنْ	قَالُوْۤا	اَخْرِجُوْۤا	اٰلَ	لُوْطٍ	مِّنْ
جواب	اس کی قوم کا	مگر	یہ کہ	کہا انہوں نے	نکال دو تم	گھرانے کو	لوط کے	سے

قوم کا اِس کے علاوہ کوئی جواب نہ تھا کہ وہ کہنے لگے کہ آلِ لوط کو اپنی بستی سے

قَرْیَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ

قَرْیَتِكُمْ ۚ	اِنَّهُمْ	اُنَاسٌ	یَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾	فَاَنْجَیْنٰهُ	وَ	اَهْلَهٗۤ
اپنی بستی کے	بیشک وہ	لوگ	پاکیزہ بنتے ہیں	سو نجات دی ہم نے اسے	اور	اس کے گھر والوں کو

نکال دو، بیشک یہ بڑے پاکباز لوگ ہیں۔ (۵۶) پھر ہم نے لوط اور اُن کے اہلِ خانہ کو نجات عطا فرمائی

اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ

اِلَّا	امْرَاَتَهٗ ۫	قَدَّرْنٰهَا	مِنَ	الْغٰبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾	وَ	اَمْطَرْنَا	عَلَیْهِمْ
سوائے	اس کی بیوی کے	فیصلہ کرلیا ہم نے اس کا	سے	ہلاک ہونے والوں کے	اور	برسائی ہم نے	ان پر

سوائے اُن کی بیوی کے، اُس کے متعلق ہم نے طے کردیا تھا کہ وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہوگی۔ (۵۷) اور ہم نے اُن پر ایک خاص قسم کی بارش

مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۵۸﴾ۧ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ

ع ۴ ۱۴ ۱۹

مَّطَرًا ۚ	فَسَآءَ	مَطَرُ	الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۵۸﴾	قُلِ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	وَ	سَلٰمٌ
ایک بارش	سو بدترین ہوئی	بارش	ڈرائے ہوؤں کی	تُو کہہ	تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	اور	سلام ہو

برسائی، سو ڈرائے ہوئے لوگوں پر بدترین بارش ہوئی۔ (۵۸) اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ فرما دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں اور سلام ہو

عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ؕ آٰللّٰهُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ؕ

عَلٰی	عِبَادِهِ	الَّذِیْنَ	اصْطَفٰی ؕ	آٰللّٰهُ	خَیْرٌ	اَمَّا	یُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾
پر	اس کے بندوں کے	جنہیں	اس نے چن لیا	کیا اللہ	زیادہ بہتر	یا وہ جو	شرک کرتے ہیں

اُس کے اُن بندوں پر جنہیں اُس نے چن لیا ہے، کیا اللہ زیادہ بہتر ہے یا جنہیں وہ شریک ٹھہراتے ہیں؟ (۵۹)

(۵۵) اس آیتِ مبارکہ میں حضرت صالح علیہ السلام کا ہم جنس پرستی کو ''جہالت'' قرار دینا مذکور ہے، آج کے اس ترقی یافتہ دور میں اس جہالت کو دوبارہ واپس لانے کیلئے باقاعدہ قانون سازی ہورہی ہے، کئی مغربی ممالک میں ہم جنس پرستی کو قانونی جواز فراہم کردیا گیا ہے اور بہت سی جگہوں پر اس کی کوششیں کی جارہی ہیں۔
فالی اللہ المشتکی۔

(۵۶) اس آیتِ مبارکہ میں قوم لوط کی سرکشی اور ناسمجھی بیان کی گئی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت پر عمل کرنے کی بجائے الٹا یہ کہنے لگے کہ ان پاکیزہ لوگوں کا ہم ناپاک لوگوں میں کیا کام؟ انہیں اپنی بستی سے نکال دینا چاہئے تاکہ یہ لوگ کہیں اور جا کر رہیں۔

(۵۷) اس آیتِ مبارکہ میں حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کے علاوہ ان کے تمام اہلِ خانہ کو قومِ لوط پر آنے والے عذاب سے بچا لینے کا ذکر کیا گیا ہے، ان کی بیوی اس وجہ سے عذاب کا شکار ہوگئی کہ وہ قوم کے ساتھ ملی ہوئی تھی۔

(۵۸) اس آیت مبارکہ میں قومِ لوط پر بدترین بارش یعنی پتھروں کی بارش کیے جانے کا ذکر ہوا ہے جس کا مفصل تذکرہ پہلے ہوچکا ہے۔

(۵۹) اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے منتخب بندوں پر سلامتی کی دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت پر مشتمل ایک نہایت منفرد اور بیش قیمت مضمون شروع کیا جارہا ہے، جیسے خطبات کے آغاز میں حمد و ثنا اور درود و سلام بھیجا جاتا ہے، یہاں اسی کی تربیت دی گئی ہے اور آگے آنے والے مضمون کی انفرادیت کو نمایاں کیا گیا ہے۔

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ج

أَمَّنْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْأَرْضَ	وَ	أَنْزَلَ	لَكُمْ	مِّنَ	السَّمَآءِ	مَآءً ج
بھلا کون	پیدا کیا اُس نے	آسمانوں کو	اور	زمین کو	اور	اتارا	تمہارے لئے	سے	آسمان کے	پانی

بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟ اور آسمان سے تمہارے لیے پانی اتارا،

فَأَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ج مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْۢبِتُوْا

فَأَنْۢبَتْنَا	بِهٖ	حَدَآئِقَ	ذَاتَ بَهْجَةٍ ج	مَا	كَانَ	لَكُمْ	أَنْ	تُنْۢبِتُوْا
سو ہم نے اگائے	اس کے ذریعے	باغات	رونق والے	نہیں	تھا	تمہارے لئے	یہ کہ	تم اگاتے

پھر اُس پانی کے ذریعے ہم نے بارونق باغات اُگائے، تمہارے بس میں نہ تھا کہ تم اُن کے درخت

شَجَرَهَا ط ءَ إِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿٦٠﴾ ط أَمَّنْ جَعَلَ

شَجَرَهَا ط	ءَ إِلٰهٌ	مَّعَ	اللّٰهِ ط	بَلْ	هُمْ	قَوْمٌ	يَّعْدِلُوْنَ ﴿٦٠﴾ ط	أَمَّنْ	جَعَلَ
اس کے درخت	کیا کوئی معبود	ہمراہ	اللہ کے	بلکہ	وہ	لوگ	ہٹ رہے ہیں	بھلا کون	بنایا اُس نے

اُگا سکتے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ بلکہ وہ لوگ راستے سے ہٹے ہوئے ہیں۔ ﴿٦٠﴾ بھلا وہ کون ہے جس نے زمین کو

الْأَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ أَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ

الْأَرْضَ	قَرَارًا	وَّ	جَعَلَ	خِلٰلَهَآ	أَنْهٰرًا	وَّ	جَعَلَ	لَهَا	رَوَاسِيَ
زمین کو	ٹھہرنے کی جگہ	اور	بنائی	اس کے بیچ	نہریں	اور	بنائے	اس کیلئے	پہاڑ

ٹھہرنے کی جگہ بنایا، اس کے بیچ میں نہریں بنائیں، اس کے لیے پہاڑ رکھے،

وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ط ءَ إِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط بَلْ أَكْثَرُهُمْ

وَ	جَعَلَ	بَيْنَ	الْبَحْرَيْنِ	حَاجِزًا ط	ءَ إِلٰهٌ	مَّعَ	اللّٰهِ ط	بَلْ	أَكْثَرُهُمْ
اور	بنائی	درمیان	دو سمندروں کے	آڑ	کیا کوئی معبود	ہمراہ	اللہ کے	بلکہ	ان میں سے اکثر

اور دو سمندروں کے درمیان آڑ قائم کی؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ بلکہ اُن میں سے اکثر

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾ ط أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ

لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾	أَمَّنْ	يُّجِيْبُ	الْمُضْطَرَّ	إِذَا	دَعَاهُ	وَ	يَكْشِفُ	السُّوْٓءَ
نہیں	جانتے	بھلا کون	قبول کرتا ہے	مجبور کو	جب	وہ اسے پکارے	اور	دور کرتا ہے	تکلیف کو

لوگ جانتے نہیں۔ ﴿٦١﴾ بھلا وہ کون ہے جو بے کس کی فریاد کو پہنچتا ہے جب وہ اُسے پکارے اور اُس کی تکلیف کو دور کرتا ہے

﴿٦٠﴾ اس آیتِ مبارکہ کا اصل موضوع "اثباتِ توحید" ہے، جس کیلئے استفہام کا انداز اختیار کیا گیا ہے اور ان چیزوں کے متعلق سوال پوچھا گیا ہے جو ہر شخص کو نظر آرہی ہیں اور وہ اُن سے فائدہ اٹھا رہا ہے، لیکن ان میں سے کوئی کام بھی کسی مخلوق کی دسترس اور قدرت میں نہیں ہے، اگر کسی میں قدرت ہے تو آسمانوں کو پیدا کر کے دکھائے، زمین کو بچھا کر دکھائے، آسمان سے پانی برسا کر دکھائے، پانی کے ذریعے سرسبز و شاداب باغات بکھیر کر دکھائے اور درختوں کو اگا کر دکھائے؟ اور اگر نہیں کرسکتا تو یہ سارے کام کرنے والے کی قدرت کا قائل ہو کر اس پر ایمان لے آئے۔

﴿٦١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی چار نشانیاں ذکر کر کے توحید کو ثابت اور شرک و بت پرستی کی تردید کی گئی ہے، پہلی نشانی یہ کہ اُس نے زمین کو مستقر، ٹھکانہ اور آرام گاہ بنایا، یہاں بہت سی مخلوق قرار پکڑتی ہے اور زمین طرح طرح کی مخلوق سے آباد ہے، دوسری یہ کہ اُس نے زمین کے بیچ میں نہریں جاری کر دیں، دائیں بائیں خشک زمین اور اس کے بیچوں بیچ پانی سے لبالب بھری نہریں جاری کر دیں، تیسری یہ کہ اس نے زمین کو ڈانواں ڈول ہونے سے بچانے کیلئے اس پر مضبوط پہاڑ کیلوں کی طرح گاڑ دیئے اور چوتھی یہ کہ اس نے کھارے اور میٹھے پانی کے دو سمندر ساتھ ساتھ اس طرح بہائے کہ ایک کا پانی دوسرے کے پانی میں مل کر اس کا ذائقہ تبدیل نہیں کرسکتا، سوال یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کس میں ان کاموں کی قدرت ہے؟ اگر کوئی کرسکتا ہے تو سامنے آئے اور ان میں سے کوئی ایک کام کر کے دکھائے۔

وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا

وَ	يَجْعَلُكُمْ	خُلَفَآءَ	الْاَرْضِ ؕ	ءَاِلٰهٌ	مَّعَ	اللّٰهِ ؕ	قَلِيْلًا مَّا
اور	بناتا ہے تمہیں	جانشین	زمین کا	کیا کوئی معبود	ہمراہ	اللہ کے	بہت ہی کم

اور تمہیں زمین میں جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ بہت کم تم

تَذَكَّرُوْنَ ؕ ﴿٦٢﴾ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ

تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾	اَمَّنْ	يَّهْدِيْكُمْ	فِيْ	ظُلُمٰتِ	الْبَرِّ	وَ	الْبَحْرِ	وَ	مَنْ
تم غور کرتے ہو	بھلا کون	تمہاری رہنمائی کرتا ہے	بیچ	اندھیروں کے	خشکی کے	اور	سمندر کے	اور	کون

غور کرتے ہو۔ [٦٢] بھلا وہ کون ہے جو خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں تمہاری رہنمائی کرتا ہے؟ اور کون ہے

يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى

يُّرْسِلُ	الرِّيٰحَ	بُشْرًاۢ	بَيْنَ	يَدَيْ	رَحْمَتِهٖ ؕ	ءَاِلٰهٌ	مَّعَ	اللّٰهِ ؕ	تَعٰلَى
بھیجتا ہے	ہوائیں	خوشخبری دینے کو	درمیان	دونوں ہاتھوں کے	اپنی رحمت کے	کیا کوئی معبود	ہمراہ	اللہ کے	برتر ہے

جو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں چلاتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ اللہ اُن چیزوں سے

اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ؕ ﴿٦٣﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ

اللّٰهُ	عَمَّا	يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٣﴾	اَمَّنْ	يَّبْدَؤُا	الْخَلْقَ	ثُمَّ	يُعِيْدُهٗ	وَ	مَنْ
اللہ	اس سے جو	یہ شرک کرتے ہیں	بھلا کون	پہلی مرتبہ کرتا ہے	پیدا کرنا	پھر	اسے لوٹائے گا	اور	کون

برتر ہے جو یہ اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔ [٦٣] بھلا وہ کون ہے جو مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے، پھر اُسے دوبارہ پیدا کرے گا؟ اور کون ہے جو

يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا

يَرْزُقُكُمْ	مِّنَ	السَّمَآءِ	وَ	الْاَرْضِ ؕ	ءَ	اِلٰهٌ	مَّعَ	اللّٰهِ ؕ	قُلْ	هَاتُوْا
تمہیں رزق دیتا ہے	سے	آسمان کے	اور	زمین کے	کیا	کوئی معبود	ہمراہ	اللہ کے	تُو کہہ	لے آؤ تم

تمہیں آسمان و زمین سے رزق فراہم کرتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ تم

بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٦٤﴾ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

بُرْهَانَكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿٦٤﴾	قُلْ	لَّا	يَعْلَمُ	مَنْ	فِي	السَّمٰوٰتِ
اپنی دلیل	اگر	تم ہو	سچے	تُو کہہ	نہیں	جانتا	جو کوئی	بیچ	آسمانوں کے

اپنی دلیل لیکر آؤ اگر تم سچے ہو۔ [٦٤] اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے علاوہ آسمانوں

[٦٢] اس آیت مبارکہ میں تین سوال پوچھے گئے ہیں، پہلا یہ کہ جب تم بے بس ہو جاتے ہو، ہر طرف سے امید ختم ہو جاتی ہے اور تم اپنے آپ کو سمندر میں ڈوبتی ہوئی کشتی کی طرح سمجھتے ہو تو کس ذات کو پکارتے ہو؟ دوسرا سوال یہ کہ تمہاری مصیبتوں، بیماریوں اور تکلیفوں کو دور کرنے کی قدرت کس میں ہے؟ تیسرا سوال یہ کہ کون ہے جس نے تمہیں اپنے آباؤ اجداد کا جانشین بنا کر زمین میں کام کرنے کا موقع فراہم کیا؟ پچھلی نسل کو لے جانے اور تمہیں آگے بڑھانے والا کون ہے؟ ظاہر ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور یہ کام نہیں کر سکتا، پھر اس کے ساتھ شرک کرنا کس قدر ظلم ہے۔

[٦٣] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دو نشانیاں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ خشکی اور تری کے اندھیروں میں "جبکہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا" تمہیں راستہ دکھاتا ہے، جیسے کائنات میں گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے، نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اس نے ساری انسانیت کو اندھیروں سے نکال کر سیدھا راستہ دکھایا، دوسری یہ کہ بارش سے پہلے لوگوں کو خوش کرنے کیلئے ٹھنڈی ہوائیں وہی چلاتا ہے، کیا اللہ کے علاوہ کسی میں یہ کام کرنے کی قدرت ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ شرک کیوں کرتے ہو؟

[٦٤] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی تین نشانیاں بیان کی گئی ہیں، ابتداء خلق، اعادہ خلق، آسمانی اور زمینی رزق، کیا اللہ کے علاوہ مخلوق کو پہلی مرتبہ کوئی پیدا کر سکتا ہے؟ دوبارہ اسے زندہ کر کے اٹھا سکتا ہے؟ اور زمین و آسمان سے اس کا رزق فراہم کر سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے ہو؟

وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ

وَ	الْاَرْضِ	الْغَيْبَ	اِلَّا	اللّٰهُ	وَ	مَا	يَشْعُرُوْنَ	اَيَّانَ	يُبْعَثُوْنَ ﴿٦٥﴾	بَلِ
اور	زمین کے	غیب کو	سوائے	اللہ کے	اور	نہیں	جانتے وہ	کب	دوبارہ اٹھائے جائیں گے	بلکہ

اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو کوئی نہیں جانتا، اور وہ اِس بات کا بھی شعور نہیں رکھتے کہ وہ کب دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟ ﴿٦٥﴾ بلکہ

ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۣ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۡ بَلْ هُمْ

ادّٰرَكَ	عِلْمُهُمْ	فِي	الْاٰخِرَةِ	بَلْ	هُمْ	فِيْ	شَكٍّ	مِّنْهَا	بَلْ	هُمْ
تھک چکا	ان کا علم	بیچ	آخرت کے	بلکہ	وہ	بیچ	شک کے	اس سے	بلکہ	وہ

آخرت کے حوالے سے اُن کا علم تھک چکا ہے، بلکہ وہ اُس کے حوالے سے شک میں مبتلا ہیں، بلکہ وہ

مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَاۗؤُنَآ اَىِٕنَّا

مِّنْهَا	عَمُوْنَ ﴿٦٦﴾	وَ	قَالَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	ءَ	اِذَا	كُنَّا	تُرٰبًا	وَّ	اٰبَاۗؤُنَآ	اَىِٕنَّا
اس سے	اندھے	اور	کہتے ہیں	وہ لوگ	کفر کیا انہوں نے	کیا	جب	ہم ہو جائیں گے	مٹی	اور	ہمارے باپ	کیا ہم

اُس سے اندھے ہو گئے ہیں۔ ﴿٦٦﴾ اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم اور ہمارے آباؤ اجداد مٹی ہو جائیں گے تو ہمیں

لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ

لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾	لَقَدْ	وُعِدْنَا	هٰذَا	نَحْنُ	وَ	اٰبَاۗؤُنَا	مِنْ	قَبْلُ	اِنْ
البتہ نکالے جائیں گے	البتہ یقیناً	وعدہ کیا گیا	یہ	ہم سے	اور	ہمارے باپوں سے	سے	پہلے	نہیں

نکالا جائے گا؟ ﴿٦٧﴾ یقیناً یہ وعدہ ہم سے اور اِس سے پہلے ہمارے آباؤ اجداد سے بھی ہو چکا ہے، یہ

هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا

هٰذَآ	اِلَّآ	اَسَاطِيْرُ	الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾	قُلْ	سِيْرُوْا	فِي	الْاَرْضِ	فَانْظُرُوْا
یہ	مگر	کہانیاں	پہلوں کی	تو کہہ	چلو تم	بیچ	زمین کے	سو دیکھو تم

تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ ﴿٦٨﴾ آپ فرما دیجئے کہ تم زمین میں چلو پھرو اور دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ

كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ	الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٦٩﴾	وَ	لَا	تَحْزَنْ	عَلَيْهِمْ	وَ	لَا	تَكُنْ	فِيْ
کیسا	ہوا	انجام	مجرموں کا	اور	مت	غمگین ہو	ان پر	اور	مت	ہو تو	بیچ

کہ مجرموں کا کیا انجام ہوا؟ ﴿٦٩﴾ اور آپ اِن پر غم نہ کھائیں اور اِن کی تدبیروں کی

ع ۵ ۸ ۱

﴿٦٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی صفت علم غیب ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ ذاتی اور حقیقی علم غیب کسی کے پاس نہیں ہے، دوسری صفت مُردوں کو زندہ کرنے کی قدرت ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہ تو کسی میں یہ قدرت ہے اور نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ مُردوں کو زندہ کرنے کا مقررہ وقت کیا ہے؟ علم غیب کے حوالے سے چند سطریں نہایت جامعیت کے ساتھ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۸ میں اللہ تعالیٰ نے اس طالب علم سے لکھوا دی ہیں، ان پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

﴿٦٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں آخرت کے حوالے سے کافروں کے علم کے تین درجے بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ ان کا علم تھک چکا ہے، دوسرا یہ کہ وہ قیامت کے حوالے سے یقینی علم سے محروم اور شک میں مبتلا ہیں، تیسرا یہ کہ ان کی آنکھیں بند اور وہ نابینا ہیں، بینائی زائل ہونے کی وجہ سے جس طرح انسان کیلئے کسی چیز کو دیکھنا ممکن نہیں ہوتا، اسی طرح ان کے دل کی آنکھیں بھی اندھی ہو چکی ہیں، سو انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔

﴿٦٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دوبارہ زندگی پر کافروں اور مشرکوں کے تعجب کا ذکر کیا گیا ہے۔

﴿٦٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں کافروں کا دوبارہ زندہ ہونے کو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں قرار دینا بیان کیا گیا ہے، وہ کہتے تھے کہ اگر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور قبروں سے نکالا جانا برحق ہوتا تو یہ وعدہ اب تک پورا ہو جانا چاہئے تھا، کیونکہ یہ وعدہ تو ہمارے آباؤ اجداد سے بھی کیا جاتا رہا ہے لیکن نہ ہم نے اسے پورا ہوتے ہوئے دیکھا اور نہ انہوں نے دیکھا، اس لیے یہ صرف قصے کہانیاں ہیں۔

﴿٦٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں لوگوں کو زمین میں چل پھر کر گناہ گاروں اور مجرموں کے انجام پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے تا کہ انسان ان سے عبرت حاصل کرے اور خود اس انجام تک پہنچانے والے راستے سے بچنے کی کوشش کرے۔

ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

ضَيْقٍ	مِّمَّا	يَمْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾	وَ	يَقُوْلُوْنَ	مَتٰى	هٰذَا	الْوَعْدُ	اِنْ	كُنْتُمْ
تنگی کے	اس سے جو	یہ مکر کرتے ہیں	اور	کہتے ہیں	کب ہوگا	یہ	وعدہ	اگر	تم ہو

وجہ سے تنگ نہ ہوں۔ ﴿٧١﴾ اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم

صٰدِقِيْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ

صٰدِقِيْنَ ﴿٧١﴾	قُلْ	عَسٰٓى	اَنْ	يَّكُوْنَ	رَدِفَ	لَكُمْ	بَعْضُ	الَّذِيْ
سچے	تُو کہہ	ہوسکتا ہے	کہ	ہو	پیچھے لگا	تمہارے	کچھ حصہ	اس کا جو

سچے ہو؟ ﴿٧٢﴾ اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ فرما دیجئے کہ ممکن ہے جس چیز کی تم جلدی کر رہے ہو، اُس کا کچھ حصہ تمہارے

تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ

تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٧٢﴾	وَ	اِنَّ	رَبَّكَ	لَذُوْ فَضْلٍ	عَلَى	النَّاسِ	وَ	لٰكِنَّ
تم جلدی طلب کررہے ہو	اور	بیشک	تیرا رب	البتہ فضل والا	پر	لوگوں کے	اور	لیکن

قریب پہنچ چکا ہو۔ ﴿٧٣﴾ اور بیشک آپ کا رب لوگوں پر بڑے فضل والا ہے، لیکن

اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ

اَكْثَرَهُمْ	لَا	يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾	وَ	اِنَّ	رَبَّكَ	لَيَعْلَمُ	مَا	تُكِنُّ	صُدُوْرُهُمْ
ان میں سے اکثر	نہیں	شکر کرتے	اور	بیشک	تیرا رب	البتہ جانتا ہے	وہ جو	چھپاتے ہیں	ان کے سینے

اُن میں سے اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ ﴿٧٤﴾ اور بیشک آپ کا رب جانتا ہے جو اُن کے سینوں میں چھپا ہوا ہے

وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ

وَ	مَا	يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٤﴾	وَ	مَا	مِنْ	غَآئِبَةٍ	فِي	السَّمَآءِ	وَ	الْاَرْضِ	اِلَّا	فِيْ
اور	جو	وہ ظاہر کرتے ہیں	اور	نہیں	سے	کوئی پوشیدہ	بیچ	آسمان کے	اور	زمین کے	مگر	بیچ

اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ ﴿٧٥﴾ اور آسمان و زمین میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو غائب ہو، مگر وہ

كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٥﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

كِتٰبٍ	مُّبِيْنٍ ﴿٧٥﴾	اِنَّ	هٰذَا	الْقُرْاٰنَ	يَقُصُّ	عَلٰى	بَنِيْٓ	اِسْرَآءِيْلَ
کتاب کے	کھلی	بیشک	یہ	قرآن	بیان کرتا ہے	پر	بیٹوں کے	اسرائیل کے

کتاب مبین میں موجود ہے۔ ﴿٧٦﴾ بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے بہت سی ایسی چیزیں

﴿٧٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ کافروں کے منصوبوں، حیلوں، مکاریوں اور سازشوں سے آپ کو غمگین اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، آپ اسے اپنی طبیعت پر بوجھ نہ بنائیں، اللہ تعالیٰ خود آپ کی حفاظت فرمائے گا۔

﴿٧١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں کفار اور مشرکین کا قیامت کے وقت کے متعلق استفسار کرنا مذکور ہے، وہ بار بار یہ پوچھتے تھے کہ تم جس قیامت کی دھمکی ہمیں دیتے ہو، وہ کب آئے گی؟ ان کا یہ پوچھنا اس بناء پر نہیں تھا کہ وہ اس کی تیاری کرنا چاہتے تھے، بلکہ اس بناء پر کہ وہ اسے تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں تھے۔

﴿٧٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں کفار کے استفسار کا جواب دیا گیا ہے کہ تم جس چیز کو ناممکن سمجھتے ہو، ممکن ہے کہ اس کی پہلی قسط قریب ہی آ پہنچی ہو اور عنقریب تم پر اللہ کا عذاب آنے والا ہو، جیسا کہ غزوۂ بدر میں شکست، قتل اور قید کی صورت میں ظاہر ہوا۔

﴿٧٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر احسانات فرمانا اور بندوں کا احسان فراموشی کرنا مذکور ہے، اللہ کے احسانات اور مہربانیوں کی موسلا دھار بارش بندوں پر ہر لمحے برس رہی ہے لیکن لوگوں کی اکثریت ان کا شکر ادا کرنے کی بجائے ناشکری اور احسان فراموشی میں مبتلا ہے، بلکہ اب تو اس سے بھی بڑھ کر وہ محسن کشی پر آمادہ رہتے ہیں۔

﴿٧٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں علمِ الٰہی کا ظاہر اور باطن کی قید سے آزاد ہونا اور ہر پہلو پر محیط ہونا بیان کیا گیا ہے کہ اس کیلئے ظاہر اور باطن سب یکساں ہے، اور وہ دلوں میں آنے والے خیالات سے بھی بخوبی واقف ہے۔

﴿٧٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں لوحِ محفوظ کی ہمہ گیری بیان کی گئی ہے، کہ ظاہر تو ظاہر ہے، زمین و آسمان کی ہر پوشیدہ چیز بھی اس میں مکمل تفصیل کے ساتھ درج ہے، یوں سمجھ لیجئے کہ نظامِ کائنات کیلئے لوحِ محفوظ ایک ہیڈکوارٹر کی طرح ہے جہاں سے پوری دنیا اور اس کا نظام کنٹرول ہو رہا ہے اور وہاں ہر چیز کے متعلق تمام تفصیلات، ان کی جزئیات کے ساتھ موجود ہیں۔

أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٧٦﴾ وَإِنَّهُ لَهُدًى وَرَحْمَةٌ

أَكْثَرَ	الَّذِي	هُمْ	فِيهِ	يَخْتَلِفُونَ ﴿٧٦﴾	وَ	إِنَّهُ	لَهُدًى	وَ	رَحْمَةٌ
زیادہ تر	وہ جو	وہ	اسمیں	اختلاف کرتے ہیں	اور	بیشک وہ	البتہ ہدایت	اور	رحمت

بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ [٧٦] اور بیشک وہ اہلِ ایمان کیلئے سراپا ہدایت

لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُم بِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ

لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾	إِنَّ	رَبَّكَ	يَقْضِي	بَيْنَهُم	بِحُكْمِهِ ۚ	وَ	هُوَ	الْعَزِيزُ
ایمان والوں کیلئے	بیشک	تیرا رب	فیصلہ کرے گا	ان کے درمیان	اپنے حکم سے	اور	وہ	غالب

و رحمت ہے۔ [٧٧] بیشک آپ کا رب اُن کے درمیان حاکمانہ فیصلہ کرے گا اور وہی غالب،

الْعَلِيمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿٧٩﴾ إِنَّكَ

الْعَلِيمُ ﴿٧٨﴾	فَتَوَكَّلْ	عَلَى	اللَّهِ	إِنَّكَ	عَلَى	الْحَقِّ	الْمُبِينِ ﴿٧٩﴾	إِنَّكَ
جاننے والا	سو بھروسہ رکھ	پر	اللہ کے	بیشک تو	پر	حق کے	کھلے	بیشک تو

خوب جاننے والا ہے۔ [٧٨] سو آپ اللہ پر بھروسہ رکھیے کیونکہ آپ کھلے حق پر قائم ہیں۔ [٧٩] بیشک آپ

لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٨٠﴾

لَا	تُسْمِعُ	الْمَوْتَىٰ	وَ	لَا	تُسْمِعُ	الصُّمَّ	الدُّعَاءَ	إِذَا	وَلَّوْا	مُدْبِرِينَ ﴿٨٠﴾
نہیں	سنا سکتا	مُردوں کو	اور	نہیں	سنا سکتا	بہروں کو	پکار	جب	چلے جائیں وہ	پیٹھ پھیرنے والے

مُردوں کو نہیں سنا سکتے، اور آپ بہروں کو بھی پکار نہیں سنا سکتے جب وہ پیٹھ پھیر کر چلے جائیں۔ [٨٠]

وَمَا أَنتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن

وَ	مَا	أَنتَ	بِهَادِي	الْعُمْيِ	عَن	ضَلَالَتِهِمْ ۖ	إِن	تُسْمِعُ	إِلَّا	مَن
اور	نہیں	تُو	رہنمائی کرنے والا	اندھوں کو	سے	ان کی گمراہی کے	نہیں	سنا سکتا تُو	مگر	اسے جو

اور آپ اندھوں کو اُن کی گمراہی سے نکال کر راستہ نہیں دکھا سکتے، آپ تو صرف اُنہی کو سنا سکتے ہیں جو

يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴿٨١﴾ وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ

يُؤْمِنُ	بِآيَاتِنَا	فَهُم	مُّسْلِمُونَ ﴿٨١﴾	وَ	إِذَا	وَقَعَ	الْقَوْلُ	عَلَيْهِمْ
ایمان لاتا ہے	ہماری آیتوں پر	سو وہ	فرمانبردار ہیں	اور	جب	واقع ہوجائیگا	فیصلہ	ان پر

ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں، سو وہ مسلمان ہیں۔ [٨١] اور جب اُن کے متعلق فیصلہ ہو چکے گا

[٧٦] اس آیتِ مبارکہ میں بنی اسرائیل کے اختلافات کا فیصلہ کرنے کیلئے قرآن کریم کی اہمیت بیان کی گئی ہے، یوں تو قرآن کریم پوری دنیا کے اختلافی مقدمات کا فیصلہ نمٹانے کی صلاحیت رکھتا ہے، لیکن بنی اسرائیل کا خصوصیت کے ساتھ ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ اہل علم میں شمار ہوتے تھے، ان میں سینکڑوں ہزاروں انبیاء آئے تھے اور ان کے پاس آسمانی کتابیں بھی موجود تھیں تو جب قرآن ایسی قوم کے درمیان فیصلہ کن کردار ادا کرسکتا ہے تو آسمانی تعلیم سے محروم دیگر اقوام میں بطریق اولیٰ فیصلہ کن کردار ادا کرسکتا ہے۔

[٧٧] اس آیتِ مبارکہ میں قرآن کریم کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ اہل ایمان کیلئے سراپا ہدایت ہے اور دوسری یہ کہ وہ ان کیلئے سراپا رحمت ہے، یہاں کسی خاص زمانے کے اہل ایمان کی قید نہیں لگائی گئی لہٰذا یہ دونوں صفتیں عام ہیں، چنانچہ قرآن ہر زمانے کے اہل ایمان کیلئے ہدایت و رحمت ہے، اسی سرچشمۂ ہدایت و رحمت سے پوری دنیا کے مسلمان ہر زمانے میں فیض پاتے رہے ہیں اور تا صبح قیامت لوگوں کو اس سے ہدایت و رحمت ملتی رہے گی۔

[٧٨] اس آیتِ مبارکہ میں لوگوں کے درمیان حق تعالیٰ کا فیصلہ کرنا بیان کیا گیا ہے، وہ حاکمانہ فیصلہ بھی کر سکتا ہے اور حکیمانہ فیصلہ بھی کیونکہ وہ سب پر غالب ہے اور ہر ایک سے باخبر اور واقف بھی۔

[٧٩] اس آیتِ مبارکہ میں نبی ﷺ کیلئے ایک حکم اور ایک فضیلت بیان کی گئی ہے، حکم یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ رکھیں، دشمنوں کی سازشوں اور منکرین کی تکذیب سے دل برداشتہ نہ ہوں، اور فضیلت یہ کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ کھلے اور صریح حق پر قائم ہیں، دشمنوں اور مخالفوں کے الزامات اور اعتراضات سے کیا فرق پڑتا ہے، اللہ کی گواہی کے سامنے ان کی مخالفت کوئی معنی نہیں رکھتی۔

[٨٠] اس آیتِ مبارکہ میں کافروں اور مشرکوں کو مُردوں اور بہروں سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح کسی مردے یا بہرے آدمی کو پکارا جائے اور پکارنے والا یہ توقع رکھے کہ انہیں زبردستی اپنی بات سننے پر مجبور کردے گا تو یہ اس کی خام خیالی ہے، اگر کوئی شخص مردے کو سنانے کیلئے اس کے پاس زور زور سے جاکر چلائے یا نہایت گونج دار سپیکرز کے ذریعے اسے اپنی بات سنانے کی کوشش کرے تو کیا وہ کامیاب ہوجائیگا؟ نہیں ہرگز نہیں، اسی طرح کفار اور مشرکین کے دل مردہ اور کان بہرے ہوچکے ہیں، اب حق بات سنانے کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

[٨١] اس آیتِ مبارکہ میں گزشتہ مضمون ہی کو مؤکد کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص اندھا ہوچکا ہو اور آپ اسے راستہ دکھانا چاہیں تو لاکھ کوششوں کے باوجود آپ یہ کام نہیں کرسکتے، البتہ اگر اللہ تعالیٰ اس کی بینائی واپس لوٹا دے اور اس میں دیکھنے کی صلاحیت پیدا فرمادے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی مکمل قدرت اور دسترس حاصل ہے، جو لوگ اسلام قبول کرلیتے ہیں، ان کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص بصارت اور سماعت دونوں سے مکمل آراستہ ہو، اسے اگر آپ سنائیں گے تو اسے فائدہ بھی ہوگا۔

اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا

اَخْرَجْنَا	لَهُمْ	دَآبَّةً	مِّنَ	الْاَرْضِ	تُكَلِّمُهُمْ ۙ	اَنَّ	النَّاسَ	كَانُوْا
نکالیں گے ہم	ان کیلئے	ایک چوپایہ	سے	زمین کے	بات کرے گا وہ ان سے	کہ بیشک	لوگ	تھے

تو ہم اُن کیلئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو اُن سے بات کرے گا، کیونکہ لوگ ہماری

بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ

بِاٰيٰتِنَا	لَا	يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾	وَ	يَوْمَ	نَحْشُرُ	مِنْ	كُلِّ	اُمَّةٍ	فَوْجًا	مِّمَّنْ
ہماری آیتوں پر	نہیں	یقین کرتے	اور	جس دن	ہم جمع کریں گے	سے	ہر ایک	امت کے	ایک گروہ کو	اس سے جو

آیتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ (۸۳) اور جس دن ہر امت میں سے ایک جماعت کو ہم جمع کریں گے جو

يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ

يُّكَذِّبُ	بِاٰيٰتِنَا	فَهُمْ	يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾	حَتّٰٓى	اِذَا	جَآءُوْ	قَالَ	اَكَذَّبْتُمْ
جھٹلاتا ہے	ہماری آیتوں کو	سو وہ	تقسیم کر دیئے جائیں گے	یہاں تک کہ	جب	وہ آئیں گے	کہے گا وہ	کیا تم نے جھٹلایا

ہماری آیتوں کی تکذیب کیا کرتے تھے، پھر اُن کی درجہ بندی کی جائے گی۔ (۸۴) یہاں تک کہ جب وہ آئیں گے تو اللہ فرمائے گا کیا تم نے میری آیتوں کی

بِاٰيٰتِىْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ

بِاٰيٰتِىْ	وَ	لَمْ	تُحِيْطُوْا	بِهَا	عِلْمًا	اَمَّا	ذَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾	وَ	وَقَعَ
میری آیتوں کو	اور	نہیں	احاطہ کیا تم نے	ان کا	علم سے	یا کیا تھا	وہ جو	تم تھے	عمل کرتے	اور	ثابت ہو چکا

تکذیب کی حالانکہ تمہارے علم نے اس کا احاطہ نہ کیا تھا یا تم کون سے کام کرتے تھے؟ (۸۵) اور اُن کے متعلق

الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا

الْقَوْلُ	عَلَيْهِمْ	بِمَا	ظَلَمُوْا	فَهُمْ	لَا	يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾	اَلَمْ	يَرَوْا	اَنَّا	جَعَلْنَا
فیصلہ	ان پر	اس وجہ سے جو	ظلم کیا انہوں نے	سو وہ	نہیں	بول سکیں گے	کیا نہیں	دیکھا انہوں نے	کہ بیشک ہم نے	بنایا

فیصلہ ہو چکا ہے اِس وجہ سے کہ انہوں نے ظلم کیا، سو اب وہ بول نہ سکیں گے۔ (۸۶) کیا اُنہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے رات کو

الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

الَّيْلَ	لِيَسْكُنُوْا	فِيْهِ	وَ	النَّهَارَ	مُبْصِرًا ؕ	اِنَّ	فِىْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ
رات کو	تاکہ وہ سکون کریں	اسمیں	اور	دن کو	دیکھنے والا	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانیاں	ان لوگوں کیلئے جو

اس لیے بنایا کہ اس میں آرام کریں، اور دن کو دیکھنے کا ذریعہ بنایا، بیشک اس میں اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں

(۸۲)۔ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے قریب دابۃ الارض کے خروج کا ذکر کیا گیا ہے، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال اور یاجوج وماجوج کے خروج کے بعد زمین سے ایک جانور نکلے گا، اس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مومن کے چہرے سے مس کرے گا تو وہ اور زیادہ روشن ہو جائیگا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی سے کافر پر مہر لگا دے گا، جس کے نتیجے میں مؤمن اور کافر ایک دوسرے سے اتنے ممتاز ہو جائیں گے کہ ایک دوسرے کو "اے مؤمن اور اے کافر" کہہ کر پکارا کریں گے، اس کی رفتار نہایت تیز ہوگی اور وہ روئے زمین کا چکر مختصر عرصے میں لگالے گا، بعض لوگوں نے اس سلسلے میں بہت سی خرافات اس کے جثے کے حوالے سے نقل کی ہیں جو نا قابل اعتبار و بیان ہیں۔

ع ۶/۱۶/۲

(۸۳) اس آیتِ مبارکہ میں ہر قوم کی اس جماعت کو قیامت کے دن دوسروں سے الگ اور ممتاز کرنے کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے رہے پھر آگے مزید ان کی درجہ بندی کی جائے گی، یہ درجہ بندی ان کی سزا کا تعین کرنے میں بھی کام آئے گی اور ہر گروہ کو اس کے جرم کے مطابق جہنم میں رکھا جائیگا۔

(۸۴) اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن مجرموں اور گناہ گاروں سے پوچھے جانے والا سوال ذکر کیا گیا ہے کہ بتاؤ، تم دنیا میں کیا کرتے رہے ہو؟ کیا تم سوچے سمجھے بغیر میری آیتوں کی تکذیب کرتے رہے ہو؟ اس کے علاوہ تمہیں کوئی اور کام نہیں آتا تھا؟ یہ تعبیر مخاطب کو شرم دلانے کیلئے ہوتی ہے، جس سے اسے اپنے جرم اور غلطی کا احساس بھی خوب اچھی طرح ہو جاتا ہے۔

(۸۵) اس آیتِ مبارکہ میں تکذیب کرنے والوں کی خاموشی بیان کی گئی ہے کہ جب ان سے ڈانٹ ڈپٹ کی جائے گی تو وہ آگے سے کچھ نہ بول سکیں گے کیونکہ ان کے پاس اپنی صفائی میں کہنے کیلئے کچھ بھی نہیں ہوگا، لہٰذا ان کی خاموشی اعتراف جرم پر دلالت کرے گی اور ان پر حق تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔

يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٦﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

يُؤْمِنُوْنَ﴿٨٦﴾	وَ	يَوْمَ	يُنْفَخُ	فِي	الصُّوْرِ	فَفَزِعَ	مَنْ	فِي	السَّمٰوٰتِ
ایمان لاتے ہیں	اور	جس دن	پھونکا جائیگا	بیچ	صور کے	سوگھبرا جائیگا	جوکوئی	بیچ	آسمانوں کے

جو ایمان لاتے ہیں۔ ﴿٨٦﴾ اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں،

وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿٨٧﴾

وَ	مَنْ	فِي	الْاَرْضِ	اِلَّا	مَنْ	شَآءَ	اللّٰهُ ؕ	وَ	كُلٌّ	اَتَوْهُ	دٰخِرِيْنَ﴿٨٧﴾
اور	جوکوئی	بیچ	زمین کے	سوائے	اس کے جو	چاہے	اللہ	اور	سب ہی	آئیں گے اس کے پاس	عاجز ہوکر

سب گھبرا جائیں گے سوائے اُس کے جسے اللہ چاہے اور سب ہی اُس کے پاس عاجز ہو کر آئیں گے۔ ﴿٨٧﴾

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ

وَ	تَرَى	الْجِبَالَ	تَحْسَبُهَا	جَامِدَةً	وَّ	هِيَ	تَمُرُّ	مَرَّ	السَّحَابِ ؕ
اور	تُو دیکھے گا	پہاڑوں کو	تُو سمجھے گا انہیں	جما ہوا	اور	وہ	چل رہے ہوں گے	جیسے چلنا	بادلوں کا

اور آپ پہاڑوں کو دیکھ کر یہ سمجھیں گے کہ وہ جمے ہوئے ہیں حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہوں گے،

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٨٨﴾

صُنْعَ	اللّٰهِ	الَّذِيْٓ	اَتْقَنَ	كُلَّ	شَيْءٍ ؕ	اِنَّهٗ	خَبِيْرٌۢ	بِمَا	تَفْعَلُوْنَ﴿٨٨﴾
کاریگری	اللہ کی	جس نے	مضبوط کیا	ہر ایک	چیز کو	بیشک وہ	خوب باخبر	اس سے جو	تم کرتے ہو

یہ اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط کر رکھا ہے، بیشک وہ اُن کاموں سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ ﴿٨٨﴾

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ

مَنْ	جَآءَ	بِالْحَسَنَةِ	فَلَهٗ	خَيْرٌ	مِّنْهَا ۚ	وَ	هُمْ	مِّنْ	فَزَعٍ	يَّوْمَئِذٍ
جوکوئی	آئے گا	ساتھ نیکی کے	تو اس کیلئے	بہتر	اس سے	اور	وہ	سے	گھبراہٹ کے	اس دن کی

جو کوئی نیکی لیکر آئے گا تو اُسے اُس سے بہتر بدلہ ملے گا اور وہ لوگ اُس دن کی گھبراہٹ سے

اٰمِنُوْنَ ﴿٨٩﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ؕ

اٰمِنُوْنَ﴿٨٩﴾	وَ	مَنْ	جَآءَ	بِالسَّيِّئَةِ	فَكُبَّتْ	وُجُوْهُهُمْ	فِي	النَّارِ ؕ
امن والے	اور	جوکوئی	آئیگا	ساتھ برائی کے	سو اوندھے کردیئے جائیں گے	ان کے چہرے	بیچ	جہنم کے

محفوظ ہوں گے۔ ﴿٨٩﴾ اور جو کوئی برائی لیکر آئے گا تو اُن کے چہروں کو جہنم میں اوندھا کر دیا جائے گا ،

﴿٨٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دو نشانیوں رات اور دن پر غور کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو سکون اور آرام کیلئے بنایا، دن کو ذریعۂ معاش اور دکھائی دینے والا بنایا، غور کرو کہ جو اللہ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات لیکر آسکتا ہے، وہ زندگی کے بعد موت اور موت کے بعد زندگی کیوں نہیں لاسکتا؟

﴿٨٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں صور پھونکے جانے کے وقت کی گھبراہٹ کا ذکر کیا گیا ہے، یہ گھبراہٹ زمین وآسمان کی ہر جاندار مخلوق پر طاری ہوگی، صرف وہی لوگ مستثنیٰ ہوں گے جن کیلئے اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوگی، رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کن لوگوں کیلئے ہوگی تو اس کا حقیقی علم اللہ کے پاس ہے، البتہ اس کا ایک اجمالی جواب سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ١٠٣-١٠١ سے معلوم ہوتا ہے کہ ''جن لوگوں کیلئے ہمارے یہاں پہلے سے عمدہ اور بہترین فیصلہ ہو چکا ہے ۔۔۔ انہیں بڑی گھبراہٹ غمگین نہیں کر سکے گی''، ظاہر ہے کہ سب سے بڑی گھبراہٹ تو یہی ہوگی، اس لیے وہ لوگ اس سے محفوظ رہیں گے، لیکن چونکہ یہاں بھی ان لوگوں کی تفصیل بیان نہیں کی گئی جن کیلئے اچھا فیصلہ ہو چکا ہے اس لیے اب بھی وہ ابہام مکمل طور پر ختم نہیں ہوتا اور اسے ختم ہونا بھی نہیں چاہئے تا کہ کوئی شخص اپنے اوپر فخر اور ناز نہ کرے، بلکہ مزید محنت اور عمل کرے۔

﴿٨٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں صور پھونکے جانے کے بعد پہاڑوں کی حالت بیان کی گئی ہے کہ یہ بلند وبالا مضبوط پہاڑ'' جو اللہ کی قدرت کا شاہکار اور اس کی کاریگری کا منہ بولتا ثبوت ہیں'' اس وقت بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے اور ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔

﴿٨٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن نیکی لیکر آنے والوں کیلئے خیر و برکت اور اُس دن کی گھبراہٹ سے بے خوفی اور امن وامان کا وعدہ کیا گیا ہے، اس سے بھی آیت نمبر ٨٧ کے مضمون کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۹۰ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ

هَلْ	تُجْزَوْنَ	اِلَّا	مَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ۝۹۰	اِنَّمَآ	اُمِرْتُ	اَنْ	اَعْبُدَ
نہیں	بدلہ دیے جاؤ گے تم	مگر	وہ جو	تم تھے	عمل کرتے	وہ تو صرف	مجھے حکم دیا گیا	یہ کہ	عبادت کروں

تمہیں اُنہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے۔ ۹۰ مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اس شہر کے

رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ ز

رَبَّ	هٰذِهِ	الْبَلْدَةِ	الَّذِیْ	حَرَّمَهَا	وَ	لَهٗ	كُلُّ	شَیْءٍ
رب کی	یہ	شہر	جس نے	اسے حرمت دی	اور	اسی کیلئے	ہرایک	چیز

رب کی عبادت کروں جس نے اُسے حرمت والا بنایا ہے، اور ہر چیز اُسی کی ملکیت ہے

وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝۹۱ لا وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ج

وَ	اُمِرْتُ	اَنْ	اَكُوْنَ	مِنَ	الْمُسْلِمِیْنَ ۝۹۱	وَ	اَنْ	اَتْلُوَا	الْقُرْاٰنَ ج
اور	مجھے حکم دیا گیا	کہ	ہوجاؤں میں	سے	فرمانبرداروں کے	اور	یہ کہ	تلاوت کروں میں	قرآن کی

اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے رہوں۔ ۹۱ اور یہ کہ میں قرآن کی تلاوت کرتا رہوں،

فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ج وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ

فَمَنِ	اهْتَدٰی	فَاِنَّمَا	یَهْتَدِیْ	لِنَفْسِهٖ ج	وَ	مَنْ	ضَلَّ	فَقُلْ
سو جو کوئی	ہدایت حاصل کرے	سو وہ صرف	ہدایت حاصل کرے گا	اپنی جان کیلئے	اور	جو کوئی	گمراہ ہوا	تو تُو کہہ

پھر جو کوئی ہدایت یافتہ ہوگا تو وہ اپنے فائدے کیلئے ہدایت حاصل کرے گا اور جو گمراہ ہو گا تو آپ فرما دیجئے

اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ۝۹۲ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْكُمْ

اِنَّمَآ	اَنَا	مِنَ	الْمُنْذِرِیْنَ ۝۹۲	وَ	قُلِ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	سَیُرِیْكُمْ
وہ تو صرف	میں	سے	ڈرانے والوں کے	اور	تُو کہہ	تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	عنقریب وہ دکھائے گا تمہیں

کہ میں تو صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں۔ ۹۲ اور آپ فرما دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، عنقریب وہ تمہیں

اٰیٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ط وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۹۳ ع

اٰیٰتِهٖ	فَتَعْرِفُوْنَهَا ط	وَ	مَا	رَبُّكَ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ ۝۹۳
اپنی نشانیاں	سو تم انہیں پہچان لو گے	اور	نہیں	تیرا رب	بے خبر	اس سے جو	تم کرتے ہو

اپنی نشانیاں دکھائے گا، جنہیں تم پہچان لو گے، اور آپ کا رب اُن کاموں سے بے خبر نہیں ہے جو تم لوگ کرتے ہو۔ ۹۳

ع ۷ ۱۱ ۳

۹۰ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن گناہوں سے داغدار نامۂ اعمال لیکر آنے والوں کی سزا بیان کی گئی ہے کہ انہیں ان کے گناہوں کی پاداش میں جہنم میں اوندھے منہ دھکیل دیا جائیگا اور وہ عذاب جہنم میں مبتلا کردیے جائیں گے۔

۹۱ اس آیتِ مبارکہ میں دو حکم بیان کیے گئے ہیں، اس حکم کے اولین مخاطب رسول اکرم ﷺ تھے اور ان کی وساطت سے ساری امت اس کی مخاطب ہے، پہلا حکم یہ کہ شہر مکہ کے رب کی عبادت کی جائے، جس نے اسے حرمت اور تقدس عطا کیا، جس کا حکم ہر چیز پر یکساں نافذ ہے اور جس نے اس شہر حرم وامن میں اپنا گھر بنایا، دوسرا حکم یہ کہ اس کی فرمانبرداری کی جائے اور اس کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کی جائے۔

۹۲ اس آیتِ مبارکہ میں تیسرا حکم ''تلاوتِ قرآن'' کا دیا گیا ہے اور ہدایت و گمراہی کے نفع ونقصان کا اصول متعین کردیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص راہِ ہدایت اختیار کرے تو اس کا فائدہ اُسی کو ہوتا ہے، اللہ کو نہیں اور اگر کوئی شخص گمراہ ہوجائے تو اس کا نقصان بھی اسی کو ہوتا ہے اللہ کو نہیں، اب ہر آدمی اپنا نفع نقصان خود سوچ لے۔

۹۳ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کر کے آگاہ کیا گیا ہے کہ پہلے بھی اس نے تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائی ہیں اور آئندہ بھی وہ تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا رہے گا تاکہ تم انہیں سمجھنے کی کوشش کرو اور قدرت کے ذریعے قدرت والے تک رسائی حاصل کرنے کی فکر کرو، اللہ تمہارے ہر کام سے خوب واقف اور باخبر ہے، اسے غافل اور بے خبر سمجھ کر خود غافل اور بے خبر نہ ہوجانا۔

الحمدللہ! آج مؤرخہ ۲۸ نومبر ۲۰۱۸ء بروز بدھ سورۂ نمل کے مختصر حواشی سے فراغت ہوئی، اللہ تعالیٰ اسے قبول ومقبول اور نافع فرما کر اگلے مرحلے کیلئے ذہن کو تازگی اور کشادگی نصیب فرمائے۔ (آمین)

اٰیَاتُهَا ۸۸ (۲۸) سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ (۴۹) رُكُوْعَاتُهَا ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾	تِلْكَ	اٰيٰتُ	الْكِتٰبِ	الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾	نَتْلُوْا	عَلَيْكَ	مِنْ	نَّبَاِ
طٰسٓمّٓ	وہ	آیتیں	کتاب کی	کھلی	ہم تلاوت کرتے ہیں	تجھ پر	سے	حال

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ یہ کتاب مبین کی آیتیں ہیں۔ ﴿۲﴾ ہم آپ کے سامنے موسیٰ اور فرعون کے

مُوْسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا

مُوْسٰى	وَ	فِرْعَوْنَ	بِالْحَقِّ	لِقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾	اِنَّ	فِرْعَوْنَ	عَلَا
موسیٰ کا	اور	فرعون کا	برحق	ان لوگوں کیلئے جو	ایمان لاتے ہیں	بیشک	فرعون	غرور کیا اس نے

تحقیقی حالات میں سے کچھ تلاوت کرتے ہیں اُن لوگوں کیلئے جو ایمان لاتے ہیں۔ ﴿۳﴾ بیشک فرعون نے زمین میں

فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ

فِي	الْاَرْضِ	وَ	جَعَلَ	اَهْلَهَا	شِيَعًا	يَّسْتَضْعِفُ	طَآئِفَةً	مِّنْهُمْ
بیچ	زمین کے	اور	کردیا	اس کے رہنے والوں کو	مختلف گروہ	دبا رکھا تھا اس نے	ایک گروہ کو	ان میں سے

غرور کیا، اور وہاں کے رہنے والوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا، جن میں سے ایک گروہ کو اُس نے دبا رکھا تھا،

يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ يَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ

يُذَبِّحُ	اَبْنَآءَهُمْ	وَ	يَسْتَحْيٖ	نِسَآءَهُمْ ؕ	اِنَّهٗ	كَانَ	مِنَ
ذبح کرتا تھا	ان کے بیٹوں کو	اور	زندہ چھوڑتا تھا	ان کی عورتوں کو	بیشک وہ	تھا	سے

وہ اُن کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا، بیشک وہ فساد پھیلانے والوں

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾ وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾	وَ	نُرِيْدُ	اَنْ	نَّمُنَّ	عَلَى	الَّذِيْنَ	اسْتُضْعِفُوْا	فِي
فساد کرنے والوں کے	اور	ہم چاہتے تھے	کہ	احسان کریں	پر	ان لوگوں کے جو	دبائے گئے	بیچ

میں سے تھا۔ ﴿۴﴾ اور ہم چاہتے تھے کہ اُن لوگوں پر احسان کریں جنہیں ملک میں

سورة القصص

سورۂ قصص کی سورت ہے، اس میں کل حروف ۵۸۰۰، کلمات ۱۴۴۱، آیات ۸۸اور رکوعات ۹ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ۲۵ میں ''القصص'' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ قصص رکھا گیا، اس سورت کا مرکزی عنوان رسول اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے مستقبل کی پیشین گوئی ہے، کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور فرعونیوں پر غالب آئے تھے، اسی طرح نبی ﷺ بھی عنقریب کفارِ مکہ پر غالب آئیں گے، یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، ان کا بچپن میں فرعون کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ کر اسی کے محل میں پرورش پانا، قبطی کا قتل، مصر سے مدین روانگی، حضرت شعیب علیہ السلام کے یہاں پہنچنا، دس سال تک ان کی خدمت کرنا، مدین سے واپس مصر کی جانب روانگی، راستے میں نبوت سے سرفرازی، فرعون کے دربار میں کلمۂ حق بلند کرنے، فرعون کے انکار اور بالآخر اس کے غرق ہو جانے کا ذکر بھی مفصل ہوا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دیئے جانے، ہدایت کا اختیار حق تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہونے، معبودانِ باطلہ کی قیامت کے دن بیزاری اور برأت، قارون کے احوال اور اس کا زمین میں دھنسایا جانا بھی اس سورت میں بیان کیا گیا ہے اور آخر میں چند اوامر و نواہی کے بعد واضح کیا گیا ہے کہ کائنات کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے، سوائے اللہ تعالیٰ کے، اسی کا حکم چلتا ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹایا جائیگا۔

سورة القصص

﴿۱﴾ یہ حروف مقطعات میں سے ہے جس پر سورۂ بقرہ کے آغاز میں کلام ہو چکا ہے۔ ﴿۲﴾ اس آیت مبارکہ میں اسم اشارہ بعید کے ذریعے قرآن کریم کی آیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس سے ان آیات کی عظمت اور اہمیت بیان کرنا مقصود ہے۔ ﴿۳﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ''تلاوت'' کے لفظ کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے، جنت میں اللہ تعالیٰ اپنی خوبصورت اور پاکیزہ آواز میں قرآن کریم کی تلاوت سنائے گا، کاش! کہ ہم بھی اس آواز اور تلاوت کو سننے والے خوش نصیبوں میں شامل ہو جائیں، یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے تحقیقی اور مستند احوال بیان کیے جا رہے ہیں تاکہ مسلمان اپنے اوپر ہونے والے ظلم و ستم کے معاملے میں اس واقعے سے تسلی حاصل کریں اور یقین رکھیں کہ جس اللہ نے موسیٰ کو فرعون کے ظلم و تسلط سے بچایا تھا، وہی انہیں اہل مکہ کے ظلم و تسلط سے بچائے گا۔ ﴿۴﴾ اس آیت مبارکہ میں فرعون کی سرکشی، فساد اور تکبر بیان کیا گیا ہے، فرعون کو ''گروہ بندی کرنے والا'' بھی قرار دیا گیا ہے جس نے اہل شہر میں طبقاتی تفریق اور تقسیم پیدا کر رکھی تھی، جس کے نتیجے میں ایک فریق کمزور سے کمزور تر اور دوسرا طاقتور سے طاقتور تر ہوتا جاتا تھا، فرعون کا ایک ظلم یہ بھی تھا کہ وہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر لڑکے کو قتل کروا دیتا تھا، لڑکیوں کو البتہ چھوڑ دیتا تھا تاکہ بڑی ہو کر اس کی اور اہل مصر کی خدمت کریں، اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک مرتبہ فرعون نے ''جس کا نام مصعب تھا'' خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی جانب سے ایک آگ آئی اور اس نے مصر کے تمام گھروں اور تمام قبطیوں کو جلا دیا، صرف بنی اسرائیل کے گھروں کو چھوڑ دیا، فرعون بیدار ہوا تو سخت پریشان تھا، کاہنوں اور معبّروں کو یہ خواب سنایا تو انہوں نے بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا، مصر کی تباہی اس کے ہاتھوں لکھی گئی ہے، اس پر فرعون نے بنی اسرائیل کے یہاں پیدا ہونے والے ہر لڑکے کو قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا۔

الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۝٥ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي

الْأَرْضِ	وَ	نَجْعَلَهُمْ	أَئِمَّةً	وَنَجْعَلَهُمُ	الْوَارِثِينَ ۝	وَ	نُمَكِّنَ	لَهُمْ	فِي
زمین کے	اور	ہم بنادیں انہیں	رہنمائی کرنے والے	اور ہم بنادیں انہیں	قائم مقام	اور	ہم قدرت دیں	انہیں	میں

دبایا گیا، اور یہ کہ ہم انہیں پیشوا بنائیں اور انہیں قائم مقام بنائیں۔ ⑤ اور انہیں ملک میں

الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا

الْأَرْضِ	وَ	نُرِيَ	فِرْعَوْنَ	وَهَامَانَ	وَجُنُودَهُمَا	مِنْهُمْ	مَا	كَانُوا
زمین کے	اور	دکھائیں ہم	فرعون کو	اور ہامان کو	اور ان دونوں کے لشکروں کو	ان میں سے	وہ جو	تھے

قدرت دیں، اور فرعون و ہامان اور اُن کے لشکروں کو اُن سے وہ چیز دکھادیں جس سے وہ

يَحْذَرُونَ ۝٦ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ فَإِذَا

يَحْذَرُونَ ۝	وَ	أَوْحَيْنَا	إِلَىٰ	أُمِّ	مُوسَىٰ	أَنْ	أَرْضِعِيهِ ۖ	فَإِذَا
ڈرتے رہے	اور	دل میں ڈالا ہم نے	طرف	ماں کے	موسیٰ کی	یہ کہ	تو اسے دودھ پلا	سو جب

ڈرتے تھے۔ ⑥ اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کے دل میں ڈالا کہ تم اسے دودھ پلاتی رہو، پھر جب

خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۖ إِنَّا رَادُّوهُ

خِفْتِ	عَلَيْهِ	فَأَلْقِيهِ	فِي	الْيَمِّ	وَ	لَا	تَخَافِي	وَ	لَا	تَحْزَنِي ۖ	إِنَّا	رَادُّوهُ
تجھے اندیشہ ہو	اس پر	تو ڈال دے اسے	بیچ	دریا کے	اور	مت	خوف زدہ ہو	اور	مت	غمگین ہو	بیشک ہم	اسے لوٹانے والے

تمہیں اس کے متعلق اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا، خوفزدہ اور غمگین نہ ہونا، ہم اسے تمہارے پاس واپس

إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝٧ فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ

إِلَيْكِ	وَجَاعِلُوهُ	مِنَ	الْمُرْسَلِينَ ۝	فَالْتَقَطَهُ	آلُ	فِرْعَوْنَ
تیری طرف	اور بنانے والے اسے	سے	پیغمبروں کے	سو اٹھا لیا اسے	گھر والوں نے	فرعون کے

لوٹادیں گے اور اسے پیغمبروں میں سے بنائیں گے۔ ⑦ چنانچہ فرعون کے گھر والوں نے اُسے اٹھا لیا

لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا ۗ إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا

لِيَكُونَ	لَهُمْ	عَدُوًّا	وَحَزَنًا ۗ	إِنَّ	فِرْعَوْنَ	وَهَامَانَ	وَجُنُودَهُمَا
تاکہ ہو جائے وہ	ان کیلئے	دشمن	اور غم	بیشک	فرعون	اور ہامان	اور ان دونوں کے لشکر

تاکہ وہ اُن کیلئے دشمن اور باعث غم ہو جائے، بیشک فرعون وہامان اور اُن کے لشکر

⑤⑥ ان آیتوں میں بنی اسرائیل کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی پانچ نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا حق تعالیٰ نے ارادہ فرمالیا تھا، سو وہ پورا ہو کر رہا، پہلی نعمت یہ کہ بنی اسرائیل کو دبایا اور کمزور کیا گیا، ہم چاہتے تھے کہ ان پر احسان کریں، سو ہم نے ان پر احسان کیا، دوسری یہ کہ ہم انہیں دین اور دنیا کے حوالے سے امامت اور رہنمائی کا منصب عطا کرنا چاہتے تھے، تیسری یہ کہ ہم نے انہیں زمین کا وارث بنانے کا ارادہ کرلیا کہ فرعون سے اقتدار چھین کر بنی اسرائیل کو حکومت کرنے کا موقع دیں، چوتھی یہ کہ ہم انہیں زمین میں قدرت اور اقتدار دے کر کام کرنے کا موقع فراہم کرنے چاہتے تھے تاکہ وہ اپنی کارکردگی دکھائیں اور پانچویں یہ کہ ہم فرعون، ہامان اور ان کی فوجوں اور لشکروں کو دکھا دیں کہ جس خطرے سے بچنے کیلئے انہوں نے بنی اسرائیل کے سینکڑوں بچوں کو قتل کر دیا، وہ خطرہ اُن سے ٹل نہیں سکا، ہماری قدرت کا وہ مشاہدہ کرلیں کہ جس بچے کو وہ قتل کرنا چاہتے تھے، ہم نے اس کی پرورش انہی کے گھر میں کر کے دکھا دی، وہ بھول گئے تھے کہ مارنے والے سے زیادہ طاقتور بچانے والا ہے۔

⑦ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ "جن کا نام یوکابدتھا" کیلئے وحی کا لفظ "الہام" کے معنی میں استعمال ہوا ہے، اس الہام میں ان کیلئے دو امر، دو نہی اور دو بشارتیں ذکر کی گئی ہیں، پہلا امر یہ کہ تم اطمینان اور سکون کے ساتھ اپنے نومولود ننھے موسیٰ کو دودھ پلاتی رہو، دوسرا امر یہ کہ اگر فرعون کے فوجیوں اور لشکریوں سے خطرہ محسوس ہو تو ننھے موسیٰ کو ایک صندوق یا ٹوکری میں رکھ کر دریا میں ڈال دینا، پہلی ممانعت یہ کہ خوف زدہ نہ ہونا، موسیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، دوسری ممانعت یہ کہ موسیٰ کی جدائی سے غمگین اور پریشان نہ ہونا، پہلی بشارت یہ کہ ہم ننھے موسیٰ کو تمہارے پاس صحیح سلامت واپس لے آئیں گے اور اسے کوئی نقصان نہ پہنچنے دیں گے اور دوسری بشارت یہ کہ ہم اسے اپنا پیغمبر اور رسول بنائیں گے تم خوش ہو جاؤ کہ تم نے ایک پیغمبر کو جنم دیا ہے اور تم ایک پیغمبر کی ماں ہو۔

كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ۝٨ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ

كَانُوْا	خٰطِئِيْنَ ۝	وَ	قَالَتِ	امْرَاَتُ	فِرْعَوْنَ	قُرَّتُ	عَيْنٍ	لِّيْ
تھے وہ	خطا کار	اور	کہا	بیوی نے	فرعون کی	ٹھنڈک	آنکھ کی	میرے لئے

غلطی پر تھے۔ [8] اور فرعون کی بیوی کہنے لگی کہ یہ بچہ میری اور آپ کی آنکھوں کی

وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ

وَ	لَكَ	لَا	تَقْتُلُوْهُ	عَسٰٓى	اَنْ	يَّنْفَعَنَآ	اَوْ	نَتَّخِذَهٗ	وَلَدًا	وَّ	هُمْ
اور	تیرے لئے	مت	قتل کرو تم اسے	ہوسکتا ہے	کہ	ہمیں فائدہ پہنچائے	یا	ہم بنالیں اسے	اولاد	اور	وہ

ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کریں، ہو سکتا ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنالیں، اور اُنہیں کچھ

لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٩ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ

لَا	يَشْعُرُوْنَ ۝	وَ	اَصْبَحَ	فُؤَادُ	اُمِّ	مُوْسٰى	فٰرِغًا	اِنْ	كَادَتْ
نہیں	خبر رکھتے تھے	اور	صبح کو ہوگیا	دل	ماں کا	موسیٰ کی	بے قرار	بیشک	قریب تھا

خبر نہ تھی۔ [9] اور موسیٰ کی والدہ کا دل بے قرار ہونے لگا، اگر ہم اُن کے دل کو

لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ

لَتُبْدِيْ	بِهٖ	لَوْلَآ	اَنْ	رَّبَطْنَا	عَلٰى	قَلْبِهَا	لِتَكُوْنَ	مِنَ
البتہ ظاہر کردیتی وہ	اسے	اگر نہ ہوتا	یہ کہ	ہم نے مضبوط کردیا	پر	اس کا دل	تاکہ ہوجائے وہ	سے

مضبوط نہ کرتے تو قریب تھا کہ وہ اس بات کو ظاہر کردیتیں، یہ اس لیے تاکہ وہ مؤمنین

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١٠ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۫ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝	وَ	قَالَتْ	لِاُخْتِهٖ	قُصِّيْهِ	فَبَصُرَتْ	بِهٖ	عَنْ	جُنُبٍ
ایمان والوں کے	اور	کہا اس نے	اُس کی بہن سے	پیچھے جا اس کے	سو دیکھتی رہی وہ	اسے	سے	ایک جانب

میں سے رہیں۔ [10] اور اُنہوں نے موسیٰ کی بہن سے کہا کہ اِس کے پیچھے جاؤ، چنانچہ وہ ایک طرف کو ہو کر اُسے دیکھتی رہی،

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝١١ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ

وَّ	هُمْ	لَا	يَشْعُرُوْنَ ۝	وَ	حَرَّمْنَا	عَلَيْهِ	الْمَرَاضِعَ	مِنْ	قَبْلُ
اور	وہ	نہیں	خبر رکھتے تھے	اور	حرام کردیا ہم نے	اس پر	دودھ پلانے والیوں کو	سے	پہلے

اور انہیں کچھ خبر نہ تھی۔ [11] اور اِس سے پہلے ہم نے موسیٰ پر دودھ پلانے والی عورتوں کو حرام قرار دیدیا تھا،

[8] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ٹوکری آلِ فرعون تک پہنچنے کا ذکر کیا گیا ہے کہ پانی کے بہاؤ کے ساتھ ہم نے اسے فرعون کے محل تک پہنچا دیا، وہاں حضرت آسیہ کی کچھ کنیزیں نہر میں نہا رہی تھیں، ان میں سے ایک نے اس ٹوکری کو اٹھا لیا اور حضرت آسیہ کے پاس لے گئی، اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں پہنچ گئے، ہماری اس تدبیر کا منشا یہ تھا کہ فرعون کا دشمن اور اس کیلئے رنج و غم اور تخت و سلطنت چھن جانے کا سبب بننے والا بچہ اسی کے محل میں پرورش پائے اور ساری دنیا کو پتہ چل جائے کہ فرعون اور اس کی کابینہ کا فیصلہ غلط تھا، ورنہ جس بچے کی خاطر انہوں نے سینکڑوں ماؤں کی گود کو اجاڑا، وہ خود فرعون ہی کے محل میں کبھی پرورش نہ پاتا۔

[9] اس آیتِ مبارکہ میں فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے حفاظتی ڈھال بن جانا بیان کیا گیا ہے، دراصل فرعون اب تک لاولد تھا، ہزار طرح کے علاج معالجے اور منتیں مرادیں کر کے دیکھ لیں، لیکن اس کے یہاں اولاد نہیں ہوتی تھی تو حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا کہ اسے قتل مت کریں، ہم اسے اپنا بیٹا بنا کر رکھیں گے، یہ ہمارے لیے نفع بخش ثابت ہوگا اور ہم اسے دیکھ دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیا کریں گے، ہر چند کہ فرعون نے حضرت آسیہ سے کہا کہ یہ اسرائیلی بچہ ہے، کہیں یہی بڑا ہو کر میری سلطنت اور حکومت کیلئے خطرہ نہ بن جائے لیکن حضرت آسیہ نے اسے تسلی دی کہ جب ہم خود اس کی پرورش اور تربیت کریں گے تو یہ ہمارے رنگ میں رنگا جائیگا اور ہمیں اس سے کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔

[10] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی بے قراری اور بے چینی بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے ننھے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ہی ہاتھوں سے دریا میں ڈال تو دیا لیکن ان کے دل سے صبر و قرار رخصت ہو گیا، آخر کو ماں تھیں، یہ تو ہم نے ان کے دل کو مضبوط رکھا، ورنہ وہ لوگوں کو بتا چکی ہوتیں کہ میرے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا تھا، میں نے اسے دریا میں ڈال دیا ہے، کوئی ہے جو مجھے اس کی خبر لا کر دے؟

[11] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا اپنی بیٹی کو موسیٰ کی تلاش میں ٹوکری کے پیچھے جانے کا حکم دینا مذکور ہے تاکہ وہ اس پر نظر رکھے، ٹوکری کہیں ڈوب تو نہیں گئی؟ ٹوکری کہاں پہنچی ہے؟ اسے کس نے اٹھایا ہے؟ اور موسیٰ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ چنانچہ موسیٰ کی بہن چھپ چھپ کر دیکھتی رہی کہ کیا صورتحال رونما ہوتی ہے؟ شاہی خاندان اور سپاہی اس کی وہاں موجودگی سے بے خبر تھے۔

فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ

فَقَالَتْ	هَلْ	اَدُلُّكُمْ	عَلٰٓى	اَهْلِ	بَيْتٍ	يَّكْفُلُوْنَهٗ	لَكُمْ	وَهُمْ	لَهٗ
تو کہا اس نے	کیا	میں تمہاری رہنمائی کروں	پر	رہنے والوں کے	ایک گھر کے	کفالت کریں گے وہ اس کی	تمہارے لئے	اور وہ	اس کیلئے

چنانچہ موسیٰ کی بہن کہنے لگی کہ کیا میں آپ کو ایک گھر والوں کا پتہ بتاؤں جو آپ کیلئے اِس کی کفالت کریں گے اور وہ اس کی

نٰصِحُوْنَ ۝۱۲ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ

نٰصِحُوْنَ ۝۱۲	فَرَدَدْنٰهُ	اِلٰٓى	اُمِّهٖ	كَيْ	تَقَرَّ	عَيْنُهَا	وَ	لَا	تَحْزَنَ
خیر خواہی کرنے والے	سو ہم نے لوٹا دیا اسے	طرف	اس کی ماں کے	تا کہ	ٹھنڈی رہے	اس کی آنکھ	اور	نہ	غمگین ہو وہ

خیر خواہی بھی کریں گے؟ ۱۲ سو ہم نے موسیٰ کو اُن کی والدہ کی طرف لوٹا دیا تا کہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں، وہ غمگین نہ ہوں

وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳ ع وَلَمَّا بَلَغَ

وَلِتَعْلَمَ	اَنَّ	وَعْدَ	اللّٰهِ	حَقٌّ	وَّ	لٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳	وَ	لَمَّا	بَلَغَ
اور تا کہ وہ جان لے	کہ بیشک	وعدہ	اللہ کا	برحق	اور	لیکن	ان میں سے اکثر	نہیں	جانتے	اور	جب	پہنچا وہ

اور جان لیں کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے، لیکن اُن میں سے اکثر جانتے نہیں ہیں۔ ۱۳ اور جب موسیٰ اپنی جوانی کو

اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى

اَشُدَّهٗ	وَاسْتَوٰٓى	اٰتَيْنٰهُ	حُكْمًا	وَّ	عِلْمًا ؕ	وَ	كَذٰلِكَ	نَجْزِى
اپنی جوانی کو	اور برابر ہوا	ہم نے دی اسے	حکمت	اور	علم	اور	اسی طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں

پہنچے اور برابر ہو گئے، تو ہم نے اُنہیں حکمت اور علم عطا فرمایا، اور نیکی کرنے والوں کو ہم اسی طرح

الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۴ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا

الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۴	وَ	دَخَلَ	الْمَدِيْنَةَ	عَلٰى	حِيْنِ	غَفْلَةٍ	مِّنْ	اَهْلِهَا
نیکوکاروں کو	اور	داخل ہوا وہ	شہر میں	پر	وقت	بے خبری کے	سے	وہاں کے رہنے والوں کے

بدلہ دیتے ہیں۔ ۱۴ اور وہ ایک ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے جب اہلِ شہر بے خبر تھے،

فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۫ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ

فَوَجَدَ	فِيْهَا	رَجُلَيْنِ	يَقْتَتِلٰنِ ۫	هٰذَا	مِنْ	شِيْعَتِهٖ	وَ	هٰذَا	مِنْ
سو پایا اس نے	اسمیں	دو آدمیوں کو	لڑ رہے تھے وہ دونوں	یہ	سے	اس کے گروہ کے	اور	یہ	سے

تو وہاں اُنہوں نے دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے پایا، ایک اُن کے گروہ میں سے تھا اور دوسرا اُن کے دشمنوں

۱۲ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی تدبیر لطیف کا ذکر کیا گیا ہے جو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کیلئے فرمائی تھی کہ جب فرعون نے حضرت آسیہ کی فرمائش پر موسیٰ کو قتل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا تو حضرت آسیہ کے حکم پر شہر بھر کی دائیوں کو بلایا گیا، تا کہ بچے کو دودھ پلانے کا انتظام کیا جائے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ قبول نہیں کیا، سب لوگ پریشان ہو گئے، اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے آگے بڑھ کر انہیں پیشکش کی کہ ایک خاتون کا پتہ میں بھی بتا سکتی ہوں، شاید کہ بچہ اس کا دودھ قبول کر لے، وہ گھرانا شریف لوگوں کا ہے، امید ہے کہ وہ بچے کے خیر خواہ ثابت ہوں گے، حضرت آسیہ نے حکم دیا کہ انہیں بلا کر لے آؤ۔

۱۳ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ کی طرف واپس لوٹانے کی تین وجوہات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ ان کی آنکھیں اپنے بچے کو اپنے سامنے دیکھ کر ٹھنڈی رہیں، دوسری یہ کہ وہ پریشان اور غمگین نہ ہوں اور تیسری یہ کہ انہیں اس بات کا یقین آ جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا، اس کا وعدہ ہمیشہ برحق ہوتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ اکثر لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے۔

۱۴ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلوغت کی عمر تک پہنچ جانے اور کامل نوجوان بن جانے پر دو خوبیاں عطا کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، پہلی خوبی حکمت ہے اور دوسری خوبی علم ہے، اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو یہ دو خوبیاں ہمیشہ دیتا رہا ہے اس لیے ہر نبی صاحب علم و حکمت رہا ہے، یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس کا ہر قدم علم و حکمت کی روشنی میں طے ہو اور لوگوں میں اس کے فیصلے پر اعتماد پیدا ہو سکے۔

عَدُوِّهٖ ج فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ لا

عَدُوِّهٖ	فَاسْتَغَاثَهُ	الَّذِيْ	مِنْ	شِيْعَتِهٖ	عَلَى	الَّذِيْ	مِنْ	عَدُوِّهٖ
اس کے دشمن کے	سو مدد طلب کی اس سے	اس نے جو	سے	اس کے گروہ کے	پر	اس کے جو	سے	اس کے دشمن کے

میں سے تھا، تو جو اُن کے گروہ میں سے تھا، اُس نے اپنے دشمن کے خلاف موسیٰ سے فریاد کی،

فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ط

فَوَكَزَهٗ	مُوْسٰى	فَقَضٰى	عَلَيْهِ	قَالَ	هٰذَا	مِنْ	عَمَلِ	الشَّيْطٰنِ
تو مکا مارا اسے	موسیٰ نے	سو کام کر دیا	اس کا	کہا اس نے	یہ	سے	عمل	شیطان کا

موسیٰ نے اُسے مُکّا مارا تو اُس کا کام تمام کر دیا، موسیٰ کہنے لگے کہ یہ تو شیطانی عمل ہو گیا،

اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ

اِنَّهٗ	عَدُوٌّ	مُّضِلٌّ	مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾	قَالَ	رَبِّ	اِنِّيْ	ظَلَمْتُ	نَفْسِيْ
بیشک وہ	دشمن	گمراہ کرنے والا	کھلا	کہا اس نے	اے میرے پروردگار	بیشک میں نے	ظلم کیا	اپنی جان پر

بیشک وہ تو کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔ ۱۵ موسیٰ نے کہا کہ پروردگار! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے،

فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ

فَاغْفِرْ لِيْ	فَغَفَرَ لَهٗ	اِنَّهٗ	هُوَ	الْغَفُوْرُ	الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾	قَالَ	رَبِّ	بِمَآ
سو معاف کر دے مجھے	سو معاف کر دیا اس نے اسے	بیشک وہ	وہی	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	کہا اس نے	اے میرے پروردگار	اس وجہ سے جو

سو تو مجھے معاف فرما دے، چنانچہ اللہ نے انہیں معاف کر دیا، بیشک وہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ۱۶ موسیٰ نے کہا کہ پروردگار! جیسے تو نے

اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ فَاَصْبَحَ فِي

اَنْعَمْتَ	عَلَيَّ	فَلَنْ	اَكُوْنَ	ظَهِيْرًا	لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾	فَاَصْبَحَ	فِي
انعام کیا تو نے	مجھ پر	سو ہرگز نہ	ہو جاؤں میں	معاون	مجرموں کا	سو اس نے صبح کی	میں

مجھ پر اپنا فضل فرمایا ہے تو اب میں کبھی بھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔ ۱۷ پھر وہ صبح کو ڈرتے ڈرتے،

الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ

الْمَدِيْنَةِ	خَآئِفًا	يَّتَرَقَّبُ	فَاِذَا	الَّذِي	اسْتَنْصَرَهٗ	بِالْاَمْسِ
شہر کے	ڈرتے ہوئے	انتظار کر رہا تھا	سو اچانک	وہ جو	مدد طلب کی اس نے اس سے	گزشتہ کل

دیکھتے بھالتے شہر میں نکلے تو اچانک وہی آدمی اُن سے پھر فریاد کرنے لگا جس نے کل اُن سے مدد

۱۵ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ایک قبطی کے قتل کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، دراصل گزرتے وقت کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ شاہی محل میں رہنے کے باوجود ان کا تعلق شاہی خاندان سے نہیں ہے بلکہ وہ بنی اسرائیل میں سے ہیں، وہ اہل مصر کے رویئے سے بھی باخبر تھے جو وہ اسرائیلیوں کے ساتھ روا رکھتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام چاہتے تھے کہ اپنے قبیلے کے لوگوں کی مدد کریں اور مصریوں کو ان کے ظلم وستم سے روکیں، ایک مرتبہ دوپہر کے وقت وہ شہر کا چکر لگا رہے تھے کہ ایک اسرائیلی اور ایک مصری کو لڑتے ہوئے دیکھا، پاس جا کر معلوم کیا تو پتہ چلا کہ مصری زبردستی اس اسرائیلی کو بیگار میں پکڑ کر لے جانا چاہتا ہے اور اسرائیلی اس کے ساتھ جانے سے انکار کر رہا ہے، موسیٰ کو دیکھ کر اسرائیلی فریاد کرنے لگا، موسیٰ نے مصری کو سمجھایا تو اس نے کوئی نامناسب بات کہہ دی، موسیٰ نے غصے میں اسے ایک مکا دے مارا، مصری مارا گیا اور موسیٰ پریشان ہو گئے، انہیں یہ اندازہ نہ تھا کہ ایک مکے سے مصری کا کام تمام ہو جائیگا، اسرائیلی اپنے گھر چلا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے، راستے بھر دل میں یہی سوچتے رہے کہ یہ تو شیطان کے اثر سے ایک بڑا کام ہو گیا، جو کہ نہیں ہونا چاہئے تھا۔

۱۶ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرنا مذکور ہے کہ انہوں نے قبطی کے قتل پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر کے انہیں معاف فرما دیا، ہو سکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ کسی شخص کا قتل معمولی جرم تو نہیں ہے، اگر موسیٰ کریں تو معاف اور فرعون کرے تو قابل مؤاخذہ؟ کیا قاتل کے بدلنے سے حکم بھی بدل جاتا ہے؟ کیا قانون سب کیلئے برابر نہیں ہے؟ ان جذباتی سوالات کا جواب معلوم کرنے کیلئے سنجیدگی کے ساتھ اس پہلو پر غور کرنا چاہیے کہ اس پر قتل کی کس قسم کی تعریف صادق آتی ہے؟ کیونکہ اس میں ارادۂ قتل بھی نہیں ہے، آلۂ قتل بھی نہیں ہے اور کوئی ایسی چیز بھی استعمال نہیں کی گئی ہے جس سے انسان عام طور مر جاتا ہے، اس لیے قتل کی یہ کوئی ایسی قسم نہیں تھی جس پر قصاص کا مقدمہ بنتا ہو، یا جس پر دیت لازم ہوتی ہو اس لیے یہاں قصاص کا قانون لازم نہیں کیا گیا، رہی یہ بات کہ پھر موسیٰ نے مغفرت کی دعا کیوں مانگی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بہرحال ایک بندہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا اور بظاہر اس کا سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکا تھا، اس لیے انہوں نے اللہ سے معافی مانگی۔

۱۷ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اللہ تعالیٰ سے آئندہ کیلئے محتاط رہنے کی توفیق مانگی گئی ہے اور اس عزم کا اظہار کیا گیا ہے کہ آئندہ میں احتیاط کروں گا اور کسی مجرم کا پشت پناہ نہیں بنوں گا۔

يَسْتَصْرِخُهٗ ۭ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٨﴾ فَلَمَّآ اَنْ

يَسْتَصْرِخُهٗ ۭ	قَالَ	لَهٗ	مُوْسٰٓى	اِنَّكَ	لَغَوِيٌّ	مُّبِيْنٌ ﴿١٨﴾	فَلَمَّآ	اَنْ
فریاد کررہا تھا اس سے	کہا	اس سے	موسیٰ نے	بیشک تو	البتہ گمراہ	کھلا	سو جب	یہ کہ

طلب کی تھی، موسیٰ نے اُس سے کہا کہ تُو تو کھلا گمراہ کرنے والا ہے۔ ⑱ پھر جب

اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ

اَرَادَ	اَنْ	يَّبْطِشَ	بِالَّذِيْ	هُوَ	عَدُوٌّ	لَّهُمَا ۙ	قَالَ	يٰمُوْسٰٓى	اَتُرِيْدُ	اَنْ
ارادہ کیا اس نے	یہ کہ	پکڑے	اسے جو	وہ	دشمن	ان دونوں کا	کہا اس نے	اے موسیٰ	کیا تو چاہتا ہے	کہ

موسیٰ نے ارادہ کیا کہ اُس شخص پر ہاتھ ڈالیں جو اُن دونوں کا دشمن تھا، تو وہ فریادی کہنے لگا کہ اے موسیٰ! کیا تم مجھے بھی اُسی طرح

تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ڰ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ

تَقْتُلَنِيْ	كَمَا	قَتَلْتَ	نَفْسًۢا	بِالْاَمْسِ ڰ	اِنْ	تُرِيْدُ	اِلَّآ	اَنْ	تَكُوْنَ
قتل کردے مجھے	جیسا کہ	قتل کیا تو نے	ایک نفس کو	گزشتہ کل	نہیں	چاہتا تو	مگر	یہ کہ	ہوجائے تو

قتل کرنا چاہتے ہو جیسے تم نے کل ایک شخص کو قتل کیا تھا؟ تم تو زمین میں

جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿١٩﴾

جَبَّارًا	فِي	الْاَرْضِ	وَ	مَا	تُرِيْدُ	اَنْ	تَكُوْنَ	مِنَ	الْمُصْلِحِيْنَ ﴿١٩﴾
ظالم	بیچ	زمین کے	اور	نہیں	چاہتا تو	یہ کہ	ہوجائے	سے	اصلاح کرنے والوں کے

ظالم ہی بننا چاہتے ہو، تم یہ چاہتے ہی نہیں ہو کہ اصلاح کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ ⑲

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۡ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ

وَ	جَآءَ	رَجُلٌ	مِّنْ	اَقْصَا	الْمَدِيْنَةِ	يَسْعٰى ۡ	قَالَ	يٰمُوْسٰٓى	اِنَّ
اور	آیا	ایک آدمی	سے	کنارے	شہر کے	دوڑتا ہوا	کہا اس نے	اے موسیٰ	بیشک

اور شہر کے آخری کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، کہنے لگا کہ اے موسیٰ!

الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ

الْمَلَاَ	يَاْتَمِرُوْنَ	بِكَ	لِيَقْتُلُوْكَ	فَاخْرُجْ	اِنِّيْ	لَكَ	مِنَ
سردار	مشورہ کررہے ہیں	تیرے لئے	تاکہ قتل کردیں تجھے	سو نکل جا تو	بیشک میں	تیرے لئے	سے

درباری لوگ آپ کے متعلق یہ مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کردیں، اس لیے آپ یہاں سے نکل جایئے، میں آپ کا

⑱ اس آیتِ مبارکہ میں قبطی کے قتل کے بعد اگلے دن کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، قبطی کا قتل معمولی واقعہ نہیں تھا، پورے شہر میں قاتل کی تلاش جاری تھی، اس سے پہلے اس نوعیت کا کوئی حادثہ نہیں ہوا تھا، اس لیے فرعون اور اہلِ مصر کیلئے یہ خطرے کی گھنٹی تھی کہ بنی اسرائیل میں اتنی جرأت پیدا ہوگئی ہے کہ وہ دن دیہاڑے ایک مصری کو قتل کر دیں اور قاتل کا پتہ نہ چلے، اس لیے اگلے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام محتاط ہو کر نکلے، اس مرتبہ پھر اس اسرائیلی کو ایک دوسرے قبطی کے ساتھ لڑتے ہوئے اور فریاد کرتے ہوئے دیکھا، وہ سمجھ گئے کہ مسئلہ اسرائیلی کے ساتھ ہی ہے جو روزانہ کسی نہ کسی کے ساتھ لڑتا ہے، اس لیے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

⑲ اس آیتِ مبارکہ میں قبطی کے قتل کا راز فاش ہونا بیان کیا گیا ہے، اس کی صورت یہ ہوئی کہ جب موسیٰ دونوں کو چھڑانے کیلئے اور قبطی کو پیچھے ہٹانے کیلئے آگے بڑھے تو چونکہ اس سے پہلے وہ اسرائیلی سے ناراضگی کا اظہار کر چکے تھے، اس لیے وہ سمجھا کہ آج میری باری ہے اور اس نے اپنی جان بچانے کیلئے کہہ دیا کہ موسیٰ! کل تم نے ایک شخص کو قتل کیا تھا، آج تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم بھی زمین میں اصلاح کی بجائے قتل و غارت گری، فساد اور خونریزی کا بازار گرم کرنا چاہتے ہو؟ اس طرح گزشتہ کل جو قتل کا واقعہ پیش آیا تھا، اسرائیلی کی نادانی سے اس کا راز کھل گیا، وہ تو یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا، قبطی نے جا کر یہ خبر فرعون کو پہنچائی، ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام آئندہ کا لائحہ عمل سوچنے لگے۔

النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ

النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾	فَخَرَجَ	مِنْهَا	خَآئِفًا	يَّتَرَقَّبُ	قَالَ	رَبِّ	نَجِّنِيْ
خیر خواہوں کے	سو نکلا وہ	اس سے	ڈرتا ہوا	انتظار کرتا رہا	کہا اس نے	اے میرے پروردگار	نجات دے مجھے

خیر خواہ ہوں۔ ۲۰ چنانچہ موسیٰ وہاں سے ڈرتے ہوئے، دیکھتے بھالتے نکل پڑے، کہنے لگے کہ پروردگار! مجھے ظالم قوم سے

ع ۲ ۸ ۵

مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى

مِنَ	الْقَوْمِ	الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾	وَ	لَمَّا	تَوَجَّهَ	تِلْقَآءَ	مَدْيَنَ	قَالَ	عَسٰى
سے	قوم کے	ظالموں کی	اور	جب	رخ کیا اس نے	طرف	مدین کے	کہا اس نے	امید ہے

نجات عطا فرما۔ ۲۱ اور جب اُنہوں نے مدین کی جانب اپنا رُخ کیا تو کہنے لگے کہ امید ہے

رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ

رَبِّيْٓ	اَنْ	يَّهْدِيَنِيْ	سَوَآءَ	السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾	وَ	لَمَّا	وَرَدَ	مَآءَ	مَدْيَنَ
میرا رب	یہ کہ	میری رہنمائی کرے گا	سیدھے	راستے کی	اور	جب	گھاٹ پر پہنچا	پانی کے	مدین کے

مجھے میرا رب سیدھے راستے کی طرف رہنمائی عطا فرمائے گا۔ ۲۲ اور جب موسیٰ مدین کے پانی گھاٹ پر پہنچے

وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۫ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ

وَجَدَ	عَلَيْهِ	اُمَّةً	مِّنَ	النَّاسِ	يَسْقُوْنَ ۫	وَوَجَدَ	مِنْ	دُوْنِهِمُ
پایا	اس پر	ایک جماعت کو	سے	لوگوں کی	پلا رہے تھے وہ	اور پایا اس نے	سے	علاوہ ان کے

تو وہاں لوگوں کی ایک جماعت کو پانی پلاتے ہوئے پایا اور اُن لوگوں کے پیچھے دو عورتوں کو

امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى

امْرَاَتَيْنِ	تَذُوْدٰنِ ۚ	قَالَ	مَا	خَطْبُكُمَا ۭ	قَالَتَا	لَا	نَسْقِيْ	حَتّٰى
دو عورتوں کو	بکریاں روک رہی تھیں دونوں	کہا اس نے	کیا	ماجرا تم دونوں کا	کہا دونوں نے	نہیں	پلا سکتی ہیں ہم	یہاں تک کہ

پایا جو اپنی بکریوں کو روک رہی تھیں، موسیٰ نے پوچھا کہ تم دونوں کا کیا ماجرا ہے؟ وہ کہنے لگیں کہ جب تک چرواہے نہ چلے جائیں،

يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۫ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى

يُصْدِرَ	الرِّعَآءُ ۫	وَ	اَبُوْنَا	شَيْخٌ	كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾	فَسَقٰى	لَهُمَا	ثُمَّ	تَوَلّٰٓى
چلے جائیں	چرواہے	اور	باپ ہمارا	بوڑھا	عمر رسیدہ	سو پلا دیا اس نے	ان دونوں کیلئے	پھر	پیچھے ہٹ گیا

ہم پانی نہیں پلا سکتیں، اور ہمارے والد عمر رسیدہ بوڑھے ہیں۔ ۲۳ تو موسیٰ نے اُن کے جانوروں کو پانی پلا دیا، پھر سائے کی جانب

۲۰ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی کابینہ کے مشورے کی اطلاع ملنا مذکور ہوا ہے، جب فرعون کو معلوم ہوا کہ گزشتہ کل مصری کے قتل کا جو واقعہ پیش آیا تھا، وہ شاہی خاندان کے ایک فرد پر ثابت ہو گیا ہے اور یہ وہی موسیٰ ہیں جن کی پرورش اور تربیت شاہی محل میں ہوئی ہے تو اس نے اپنی کابینہ سے مشورہ کیا، اب یہاں دو پہلو تھے، ایک یہ کہ موسیٰ نے شاہی محل میں شہزادوں کی طرح پرورش پائی تھی، اس اعتبار سے اس واقعے میں انہیں چھوٹ مل سکتی تھی، زیادہ سے زیادہ مقتول کے ورثاء کو کچھ رقم دینا پڑتی اور وہ شاہی خاندان کیلئے کچھ مشکل نہ تھا، اور دوسرا پہلو یہ کہ اس سب کچھ کے باوجود موسیٰ کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے، اس پہلو کو مدِ نظر رکھا جائے تو انہیں سزا دینے کا جواز ہمارے ہاتھ آ جاتا ہے، چنانچہ اس نے اسی پہلو کو ترجیح دی اور حکم دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر لیا جائے، یہ خبر ایک مخلص آدمی نے حضرت موسیٰ کو پہنچائی اور انہیں مصر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا، جسے انہوں نے مصلحت اور وقت کی ضرورت سمجھ کر قبول کر لیا۔

۲۱ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا محتاط انداز میں مصر سے نکلنا اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حفاظت کی دعا کرنا مذکور ہے، یہ کامل توکل تھا کہ اسباب اختیار کر لیے اور نتیجہ اللہ کے حوالے کر کے اس سے اپنی سلامتی اور حفاظت کی دعا مانگی، جو اللہ نے قبول فرمالی۔

۲۲ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین جانے والے راستے پر چل پڑنا بیان کیا گیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے دعا اور امید کرتے جا رہے تھے کہ وہ راستہ بھٹکنے سے انہیں بچائے گا اور کسی اچھی جگہ پہنچائے گا، یاد رہے کہ مدین مصر سے آٹھ منزل کے فاصلے پر واقع ہے۔

۲۳ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مدین پہنچنے کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، اس واقعے سے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اخلاق و کردار، شرم و حیا، نگاہوں کی حفاظت، دینداری اور دیانتداری کا اندازہ ہوتا ہے، وہیں ان کی ازدواجی اور خانگی زندگی کی بنیاد بھی یہی واقعہ ہے، مدین پہنچنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام چلتے چلتے پانی کے ایک گھاٹ پر پہنچے، وہاں کچھ چرواہے اپنی بکریوں اور جانوروں کو پانی پلا رہے تھے، کچھ فاصلے پر دو لڑکیاں اپنے جانوروں کو لیکر کھڑی تھیں کہ انہیں موقع ملے تو وہ بھی اپنی بھیڑ بکریوں کو پانی پلا لیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی انہوں نے یہی وجہ بتائی اور اس سوال کا جواب بھی دے دیا کہ مردوں کی بھیڑ میں وہ کیوں آئیں؟ کسی مرد کو کیوں نہیں بھیجا؟ دراصل ان کے والد بہت عمر رسیدہ ہو چکے تھے اور ان کیلئے اس ذمہ داری کو نبھانا ممکن نہیں رہا تھا، اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ وہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے، بعض کی رائے میں وہ حضرت شعیب علیہ السلام کے بھتیجے "یثرون" یا "یثری" تھے، محققین کو "شیخ کبیر" کا مصداق حضرت شعیب علیہ السلام کو قرار دینے میں تامل ہے، جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں یعنی حضرت موسیٰ اور شعیب علیہما السلام کے درمیان خاصا طویل وقفہ حائل ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام ان سے بہت پہلے ہو گزرے ہیں، قرائن و شواہد سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، چونکہ قرآن کریم نے ان لڑکیوں کے والد کی تعیین نہیں کی ہے اس لیے یہ محض ایک علمی تحقیق ہے، اگر نامکمل رہ بھی جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ﴿۲۴﴾

اِلَى	الظِّلِّ	فَقَالَ	رَبِّ	اِنِّیْ	لِمَآ	اَنْزَلْتَ	اِلَیَّ	مِنْ	خَیْرٍ فَقِیْرٌ ﴿۲۴﴾
طرف	سائے کے	سو کہا اس نے	اے میرے پروردگار	بیشک میں	اس کا جو	تو نازل کرے	میری طرف	سے	بھلائی کے / ضرورت مند

ہٹ آئے اور کہنے لگے کہ پروردگار! تو مجھ پر جو خیر بھی نازل فرمائے، میں اُس کا محتاج ہوں۔ [۲۴]

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ ۫ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ

فَجَآءَتْهُ	اِحْدٰىهُمَا	تَمْشِیْ	عَلَى	اسْتِحْیَآءٍ ۫	قَالَتْ	اِنَّ	اَبِیْ
سو آئی اس کے پاس	دونوں میں سے ایک	چلتی ہوئی	پر	شرم کے	کہا اس نے	بیشک	میرا باپ

پھر اُن میں سے ایک خاتون شرم و حیا کے ساتھ چلتی ہوئی آئی اور کہنے لگی کہ میرے والد آپ کو

یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ

یَدْعُوْكَ	لِیَجْزِیَكَ	اَجْرَ	مَا	سَقَیْتَ	لَنَا ؕ	فَلَمَّا	جَآءَهٗ	وَ	قَصَّ
بلا رہا ہے تجھے	تاکہ بدلہ دے تجھے	اجرت کا	وہ جو	تو نے پلایا	ہمارے لئے	سو جب	وہ آیا اس کے پاس	اور	بیان کیا

بلا رہے ہیں تاکہ آپ نے ہمارے جانوروں کو جو پانی پلایا ہے، آپ کو اُس کی اجرت دیں، سو جب موسیٰ اُن کے پاس پہنچے اور سارا واقعہ

عَلَیْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٚ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ

عَلَیْهِ	الْقَصَصَ ۙ	قَالَ	لَا	تَخَفْ ٚ	نَجَوْتَ	مِنَ	الْقَوْمِ
اس پر	واقعہ	کہا اس نے	مت	خوف زدہ ہو	نجات پائی تو نے	سے	قوم کے

اُن سے بیان کیا تو اُنہوں نے کہا کہ خوف زدہ نہ ہو، تم نے ظالم قوم سے

الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَیْرَ

الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵﴾	قَالَتْ	اِحْدٰىهُمَا	یٰۤاَبَتِ	اسْتَاْجِرْهُ ۫	اِنَّ	خَیْرَ
ظالموں کی	کہا	دونوں میں سے ایک نے	اے ابا جان	اجرت پر رکھ لے اسے	بیشک	بہترین

نجات پالی۔ [۲۵] اُن میں سے ایک کہنے لگی کہ ابا جان! اسے اجرت پر رکھ لیجئے، کیونکہ سب سے بہترین

مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ

مَنِ	اسْتَاْجَرْتَ	الْقَوِیُّ	الْاَمِیْنُ ﴿۲۶﴾	قَالَ	اِنِّیْۤ	اُرِیْدُ	اَنْ
وہ جو	اجرت پر رکھے تو	طاقتور	امانت دار	کہا اس نے	بیشک میں	چاہتا ہوں	کہ

وہ شخص جسے آپ اجرت پر رکھیں، وہ ہوتا ہے جو طاقتور، امانت دار ہو۔ [۲۶] وہ کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں اپنی ان

[۲۴] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان لڑکیوں کے جانوروں کو پانی پلانا، کسی درخت کے سائے میں بیٹھ جانا اور اللہ تعالیٰ سے اپنے حق میں خیر کی دعا کرنا مذکور ہے، کیونکہ مصر سے مدین کے سفر میں انہوں نے خاصی مشقت برداشت کی تھی، سواری نہ ہونے کی وجہ سے پاؤں کے تلوے کی کھال تک اڑ گئی تھی اور زادِ سفر ہمراہ نہ ہونے کی وجہ سے درختوں کے پتے تک چبانے کی نوبت آگئی تھی۔

[۲۵] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، جس کی صورت یہ ہوئی کہ جب دونوں لڑکیاں خلافِ معمول وقت سے پہلے گھر پہنچیں تو اُن کے والد نے اس کا سبب پوچھا، انہوں نے سارا ماجرا کہہ سنایا، والد صاحب نے ان میں سے ایک کو بھیجا کہ جا کر اس نوجوان کو بلا لائے تاکہ ہم اسے اس کے احسان کا بدلہ دیں، چنانچہ دونوں بہنوں میں سے ایک بہن شرم و حیا کے ساتھ لپٹ سمٹ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچی اور انہیں اپنے والد کے پاس چلنے کی پیشکش کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ تو اندازہ ہو چکا تھا کہ اس گھرانے میں کوئی جوان آدمی نہیں ہے، ورنہ پانی پلانے اور بعد میں مجھے بلانے کیلئے یہ لڑکی کبھی نہ آتی، اس لیے انہوں نے یہ پیشکش قبول کر لی کہ شاید اس طرح ان بزرگ کی خدمت کا موقع مل جائے یا اصلاح و رہنمائی اور تربیت میں وہ تعاون کریں یا فرعون کی دسترس سے بچنے کیلئے ایک مضبوط پناہ گاہ ہاتھ میں آجائے، لیکن پیغمبرانہ عصمت کی بناء پر اس لڑکی سے فرمایا کہ میں تمہارے آگے چلوں گا، تم میرے پیچھے رہ کر بتاتی رہو کہ اب کہاں جانا ہے اور اب کہاں مڑنا ہے، یہ باریکی اس بناء پر کہ اس لڑکی کے وجود پر نظر نہ پڑے اور ہر ممکن حد تک نگاہوں کی حفاظت ہو جائے، یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ عورت کو اپنی ہر حرکت حتیٰ کہ اپنی چال ڈھال میں بھی شرم و حیا کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے کہ اسی میں اس کی عزت اور تحفظ کا احساس پایا جاتا ہے۔

[۲۶] اس آیتِ مبارکہ میں دونوں لڑکیوں کا اپنے والد کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے مشورہ دینا مذکور ہے کہ ابا جان! اس نوجوان کو اپنے یہاں اجرت پر رکھ لیجئے، تاکہ گھر کے کام کاج میں معاون ثابت ہو، بہترین ملازم وہ ہوتا ہے جو طاقتور اور امانت دار ہو، یہ نوجوان طاقتور بھی ہے کہ بھرے مجمع میں اکیلے آگے بڑھ کر ہمارے جانوروں کو پانی پلا دیا اور امانت دار بھی ہے جس کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ ہمارے گھر کی طرف آتے ہوئے اس نے راستے میں مجھے پیچھے رکھا اور خود آگے چلا، جو شخص اس قدر امانت دار ہو، وہ اعتماد کے قابل ہوتا ہے، آج بھی کسی ادارے میں ملازمت کیلئے آنے والوں کو انہی دو اصولوں کے مطابق پرکھا جاتا ہے اور انہی اصولوں کو معیار مقرر کیا جانا چاہئے، جو ادارے اس اصول پر کاربند ہیں، وہ ترقی کر رہے ہیں اور جنہوں نے ان اصولوں کو فراموش کر دیا وہ زوال کا شکار ہو گئے۔

اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ

اُنْكِحَكَ	اِحْدَى	ابْنَتَيَّ	هٰتَيْنِ	عَلٰٓى	اَنْ	تَاْجُرَنِيْ	ثَمٰنِيَ
نکاح کردوں تجھ سے	ایک کا	اپنی دو بیٹیوں سے	یہ دونوں	پر	یہ کہ	تو اجرت کرے میری	آٹھ

دونوں میں سے ایک بیٹی کا نکاح آپ کے ساتھ اس شرط پر کردوں کہ آپ آٹھ سال تک میرے یہاں اجرت پر

حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ

حِجَجٍ ۚ	فَاِنْ	اَتْمَمْتَ	عَشْرًا	فَمِنْ	عِنْدِكَ ۚ	وَمَآ	اُرِيْدُ	اَنْ
سالوں کی	پھر اگر	تو پوری کردے	دس	تو سے	تیری طرف کے	اور نہیں	چاہتا میں	یہ کہ

کام کریں، اگر آپ دس سال پورے کردیں تو وہ آپ کی طرف سے ہوگا، اور میں آپ پر

اَشُقَّ عَلَيْكَ ۭ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۲۷ قَالَ

اَشُقَّ	عَلَيْكَ ۭ	سَتَجِدُنِيْٓ	اِنْ	شَآءَ	اللّٰهُ	مِنَ	الصّٰلِحِيْنَ ۝۲۷	قَالَ
مشقت ڈالوں	تجھ پر	عنقریب پائے گا تو مجھے	اگر	چاہا	اللہ نے	سے	نیکوکاروں کے	کہا اس نے

مشقت نہیں ڈالنا چاہتا اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے نیک لوگوں میں سے پائیں گے۔ [۲۷] موسیٰ نے کہا

ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ۭ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ

ذٰلِكَ	بَيْنِيْ	وَ	بَيْنَكَ ۭ	اَيَّمَا	الْاَجَلَيْنِ	قَضَيْتُ	فَلَا	عُدْوَانَ
وہ	درمیان میرے	اور	درمیان تیرے	جو بھی	دو مدتوں سے	پوری کی میں نے	تو نہیں	کوئی ظلم

کہ یہ معاہدہ میرے اور آپ کے درمیان ہے، میں دونوں میں سے جو مدت بھی پوری کروں، مجھ پر ناانصافی

عَلَيَّ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝۲۸ۧ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى

ع ۳ ۶

عَلَيَّ ۭ	وَ	اللّٰهُ	عَلٰي	مَا	نَقُوْلُ	وَكِيْلٌ ۝۲۸	فَلَمَّا	قَضٰى	مُوْسَى
مجھ پر	اور	اللہ	پر	اس کے جو	ہم کہہ رہے ہیں	وکیل ہے	سو جب	پوری کی	موسیٰ نے

نہ ہو گی، اور ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں، اُس پر اللہ وکیل ہے۔ [۲۸] پھر جب موسیٰ نے وہ مدت

الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ

الْاَجَلَ	وَسَارَ	بِاَهْلِهٖٓ	اٰنَسَ	مِنْ	جَانِبِ	الطُّوْرِ	نَارًا ۚ	قَالَ	لِاَهْلِهِ
مدت	اور لیکر چلا	اپنے گھر والوں کو	دیکھی اس نے	سے	طرف	طور کے	ایک آگ	کہا اس نے	اپنے گھر والوں سے

پوری کر لی اور اپنے گھر والوں کو لیکر روانہ ہوئے تو طور پہاڑ کی جانب سے ایک آگ دیکھی، اپنے گھر والوں سے کہنے لگے

[۲۷] اس آیتِ مبارکہ میں شیخ کبیر کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک معاہدے کی پیشکش کرنا بیان کیا گیا ہے، اس معاہدے کی رو سے حضرت موسیٰ علیہ السلام آٹھ سال تک شیخ کبیر کے گھر میں رہ کر ان کی خدمت اور اجرت کریں گے، ان کی یہ خدمت بطور مہر کے قبول کی جائیگی اور ان دونوں بہنوں میں سے ایک متعین بہن کا نکاح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا جائیگا، اس خدمت میں موسیٰ پر کوئی مشقت اور تکلیف والی ذمہ داری نہیں ڈالی جائے گی، اگر موسیٰ اس مدت کو بڑھا کر دس سال کردیں تو یہ ان کی مہربانی ہوگی۔

[۲۸] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاہدے کی پیشکش کو قبول کرنا بیان کیا گیا ہے، انہوں نے یہ اختیار البتہ اپنے پاس رکھا ہے کہ آٹھ یا دس سال کی مدت میں سے جس مدت کو میں پورا کرنا چاہوں، یہ میری مرضی پر موقوف ہوگا، مجھ سے اصرار نہیں کیا جائیگا کہ لازماً دس سال تک ہی خدمت اور اجرت کروں، پھر آخر میں "واللہ علی ما نقول وکیل" کہہ کر گویا مہر لگا دی اور حق تعالیٰ کی ضمانت اس معاہدے میں شامل کر لی اور انبیاء کرام علیہم السلام ایسا ہی کرتے ہیں۔

امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ

امْكُثُوْٓا	اِنِّیْٓ	اٰنَسْتُ	نَارًا	لَّعَلِّیْٓ	اٰتِیْكُمْ	مِّنْهَا	بِخَبَرٍ	اَوْ	جَذْوَةٍ
تم ٹھہرو	بیشک میں نے	دیکھی ہے	ایک آگ	شاید کہ میں	لاؤں تمہارے پاس	اس سے	کوئی اطلاع	یا	انگارہ

کہ تم یہیں ٹھہرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر لاسکوں یا آگ کا کوئی انگارہ

مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۲۹ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ

مِّنَ	النَّارِ	لَعَلَّكُمْ	تَصْطَلُوْنَ ۲۹	فَلَمَّآ	اَتٰىهَا	نُوْدِیَ	مِنْ	شَاطِئِ
سے	آگ کے	تاکہ تم	سینکو	سو جب	آیا وہ اس کے پاس	آواز دی گئی	سے	کنارے کے

لے آؤں، تاکہ تم اُسے سینکو۔ ۲۹ پھر جب وہ اُس کے پاس پہنچے تو اُس بابرکت جگہ میں،

الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤی

الْوَادِ	الْاَیْمَنِ	فِی	الْبُقْعَةِ	الْمُبٰرَكَةِ	مِنَ	الشَّجَرَةِ	اَنْ	یّٰمُوْسٰۤی
وادی کے	دائیں جانب	بیچ	ٹکڑے کے	بابرکت	سے	درخت کے	یہ کہ	اے موسیٰ

وادی کے دائیں کنارے ایک درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ!

اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۳۰ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا

اِنِّیْٓ	اَنَا	اللّٰهُ	رَبُّ	الْعٰلَمِیْنَ ۳۰	وَ	اَنْ	اَلْقِ	عَصَاكَ ؕ	فَلَمَّا	رَاٰهَا
بیشک میں	میں ہی	اللہ	پالنے والا	جہان والوں کو	اور	یہ کہ	ڈال دے	اپنی لاٹھی	سو جب	دیکھا اس نے اسے

میں ہی اللہ ہوں، تمام جہانوں کا رب۔ ۳۰ اور یہ کہ تم اپنی لاٹھی ڈال دو، پھر جب موسیٰ نے اُسے

تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰۤی اَقْبِلْ

تَهْتَزُّ	كَاَنَّهَا	جَآنٌّ	وَّلّٰی	مُدْبِرًا	وَّ	لَمْ	یُعَقِّبْ ؕ	یٰمُوْسٰۤی	اَقْبِلْ
حرکت کرتی ہے وہ	گویا کہ وہ	چھوٹا سانپ	منہ موڑلیا	پشت پھیرتے ہوئے	اور	نہیں	پیچھے مڑا	اے موسیٰ	سامنے آ

چھوٹے سانپ کی طرح حرکت کرتے ہوئے دیکھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا، اے موسیٰ! آگے آؤ

وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ۳۱ اُسْلُكْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ

وَ	لَا	تَخَفْ ۫	اِنَّكَ	مِنَ	الْاٰمِنِیْنَ ۳۱	اُسْلُكْ	یَدَكَ	فِیْ	جَیْبِكَ
اور	مت	خوفزدہ ہو	بیشک تو	سے	امن والوں کے	ڈال تو	اپنا ہاتھ	بیچ	اپنے گریبان کے

اور ڈرو مت، تم امن والوں میں ہو۔ ۳۱ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو،

۲۹ اس آیتِ مبارکہ میں مدتِ معاہدہ کی تکمیل، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اہل خانہ کے ساتھ مصر واپسی، طور پہاڑ پر آگ کا نظر آنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آگ لینے جانا بیان ہوا ہے جس کی تفصیلات پہلے مذکور ہو چکی ہیں۔

۳۰ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وادی کے دائیں مبارک حصے میں پہنچنا اور حق تعالیٰ کی پاکیزہ آواز سننا بیان کیا گیا ہے، وہ آواز ایک درخت سے آرہی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یوں محسوس ہوتا تھا کہ کسی خاص سمت کی بجائے ہر سمت سے انہیں پکارا جارہا ہے، اس کی لذت لفظوں میں بیان ہی نہیں ہو سکتی۔

۳۱ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لاٹھی کا معجزہ عطا فرمائے جانے کا بیان ہوا ہے جسے پہلی مرتبہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بشری تقاضا غالب آگیا تھا۔

تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ

تَخْرُجْ	بَيْضَآءَ	مِنْ	غَيْرِ	سُوْٓءٍ ۫	وَّ	اضْمُمْ	اِلَيْكَ	جَنَاحَكَ	مِنَ
نکلے گا وہ	روشن ہو کر	سے	بغیر	کسی بیماری کے	اور	ملالے تو	اپنی طرف	اپنے بازو کو	سے

وہ بغیر کسی بیماری کے روشن ہو کر نکل آئے گا اور سانپ کے ڈر سے بچنے کیلئے اپنا بازو

الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ

الرَّهْبِ	فَذٰنِكَ	بُرْهَانٰنِ	مِنْ	رَّبِّكَ	اِلٰى	فِرْعَوْنَ	وَ	مَلَا۟ئِهٖ ؕ
خوف کے	سو یہ دونوں	دو دلیلیں	سے	تیرے رب کے	طرف	فرعون کے	اور	اس کے سرداروں کے

اپنے ساتھ ملالو، یہ آپ کے رب کی طرف سے دو دلیلیں ہیں فرعون اور اُس کے سرداروں کے سامنے رکھنے کیلئے،

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٣٢﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا

اِنَّهُمْ	كَانُوْا	قَوْمًا	فٰسِقِيْنَ ﴿٣٢﴾	قَالَ	رَبِّ	اِنِّيْ	قَتَلْتُ	مِنْهُمْ	نَفْسًا
بیشک وہ	تھے	قوم	نافرمانی کرنے والے	کہا اس نے	اے میرے پروردگار	بیشک میں نے	قتل کیا	ان میں سے	ایک جان کو

بیشک وہ لوگ نافرمانی کر رہے ہیں۔ ٣٣ موسیٰ نے کہا کہ پروردگار! میں نے اُن میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا،

فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿٣٣﴾ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا

فَاَخَافُ	اَنْ	يَّقْتُلُوْنِ ﴿٣٣﴾	وَ	اَخِيْ	هٰرُوْنُ	هُوَ	اَفْصَحُ	مِنِّيْ	لِسَانًا
سو ڈرتا ہوں	یہ کہ	وہ مجھے قتل کر دیں	اور	میرا بھائی	ہارون	وہ	زیادہ فصیح	مجھ سے	زبان میں

سو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ ٣٤ اور میرا بھائی ہارون زبان کے اعتبار سے مجھ سے زیادہ فصیح ہے،

فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ۫ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿٣٤﴾

فَاَرْسِلْهُ	مَعِيَ	رِدْاً	يُّصَدِّقُنِيْٓ ۫	اِنِّيْٓ	اَخَافُ	اَنْ	يُّكَذِّبُوْنِ ﴿٣٤﴾
سو بھیج دے اسے	میرے ساتھ	معاون بنا کر	وہ تصدیق کرے میری	بیشک میں	ڈرتا ہوں	یہ کہ	وہ جھٹلائیں مجھے

سو اُسے بھی میرے ساتھ معاون بنا کر بھیج دیجئے تاکہ وہ میری تصدیق کرے، مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے۔ ٣٥

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا

قَالَ	سَنَشُدُّ	عَضُدَكَ	بِاَخِيْكَ	وَ	نَجْعَلُ	لَكُمَا	سُلْطٰنًا	فَلَا
کہا اس نے	عنقریب مضبوط کریں گے ہم	تیرے بازو کو	ساتھ تیرے بھائی کے	اور	کر دیں گے ہم	تم دونوں کیلئے	غلبہ	سو نہیں

اللہ نے کہا کہ ہم ضرور تمہارا بازو تمہارے بھائی سے مضبوط کریں گے، اور تمہیں غلبہ عطا کریں گے، سو ہماری

٣٢ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یدِ بیضاء کا معجزہ عطا فرمائے جانے کا بیان ہوا ہے اور ان دونوں معجزات کے ساتھ انہیں فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس پیغامِ توحید پہنچانے کی تاکید کی گئی ہے۔

٣٣ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک اندیشہ ذکر کیا گیا ہے کہ پروردگار! کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے دیکھتے ہی گرفتار کر کے قبطی کے قتل کے بدلے میں قتل کر ڈالیں، اگر ایسا ہوا تو مجھے اپنی جان کا تو خوف نہیں، البتہ حکمِ الٰہی کی تعمیل کیونکر ہو سکے گی؟

٣٤ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا معاون بنانے کی درخواست ذکر کی گئی ہے۔

معانقة

يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا

يَصِلُوْنَ	اِلَيْكُمَا ۚ	بِاٰيٰتِنَآ ۚ	اَنْتُمَا	وَ	مَنِ	اتَّبَعَكُمَا	الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾	فَلَمَّا
پہنچیں گے وہ	تم دونوں کیطرف	ساتھ ہماری آیتوں کے	تم دونوں	اور	جو	پیروی کرے تم دونوں کی	غالب رہنے والے	سو جب

نشانیوں کی برکت سے وہ تم تک نہ پہنچ سکیں گے، تم اور تمہاری پیروی کرنے والے ہی غالب رہیں گے۔ ﴿۳۵﴾ پھر جب

جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى

جَآءَهُمْ	مُّوْسٰى	بِاٰيٰتِنَا	بَيِّنٰتٍ	قَالُوْا	مَا	هٰذَآ	اِلَّا	سِحْرٌ	مُّفْتَرًى
آیا ان کے پاس	موسیٰ	ساتھ ہماری آیتوں کے	واضح	کہا انہوں نے	نہیں	یہ	مگر	جادو	گھڑا ہوا

موسیٰ اُن کے پاس ہماری واضح آیتیں لیکر پہنچے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو گھڑا ہوا جادو ہے

وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ

وَ	مَا	سَمِعْنَا	بِهٰذَا	فِيْٓ	اٰبَآئِنَا	الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾	وَ	قَالَ	مُوْسٰى	رَبِّيْٓ	اَعْلَمُ
اور	نہیں	سنا ہم نے	اسے	بیچ	باپوں کے	پہلے والے	اور	کہا	موسیٰ نے	میرا رب	زیادہ جانتا ہے

اور ہم نے تو اپنے پہلے آباؤ اجداد میں ایسی کوئی بات نہیں سنی۔ ﴿۳۶﴾ اور موسیٰ نے کہا کہ میرا رب اُسے خوب جانتا ہے

بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ

بِمَنْ	جَآءَ	بِالْهُدٰى	مِنْ	عِنْدِهٖ	وَ	مَنْ	تَكُوْنُ	لَهٗ	عَاقِبَةُ	الدَّارِ ؕ
اسے جو	لیکر آیا	ہدایت	سے	اس کے پاس	اور	کون	ہے	اس کیلئے	انجام	گھر کا

جو اُس کے پاس سے ہدایت لیکر آیا ہے اور جس کیلئے آخرت کا گھر ہے،

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا

اِنَّهٗ	لَا	يُفْلِحُ	الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾	وَ	قَالَ	فِرْعَوْنُ	يٰٓاَيُّهَا	الْمَلَاُ	مَا
بیشک بات یہ ہے	نہیں	کامیاب ہوتے	ظلم کرنے والے	اور	کہا	فرعون نے	اے	سردارو!	نہیں

بیشک ظالم لوگ کامیاب نہ ہوں گے۔ ﴿۳۷﴾ اور فرعون کہنے لگا کہ اے سردارو! میں

عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ

عَلِمْتُ	لَكُمْ	مِّنْ	اِلٰهٍ	غَيْرِيْ ۚ	فَاَوْقِدْ لِيْ	يٰهَامٰنُ	عَلَى	الطِّيْنِ
جانتا میں	تمہارے لئے	سے	کوئی معبود	اپنے علاوہ	سو آگ جلا میرے لئے	اے ہامان	پر	مٹی کے

اپنے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں جانتا، سو اے ہامان! تو میرے لیے مٹی کو آگ پر پکا،

﴿۳۵﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست قبول ہونے کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ تسلی دی گئی ہے کہ ہم اپنے فضل سے غلبہ اور کامیابی تم ہی کو عطا کریں گے، وہ تم پر کبھی غالب نہ آسکیں گے۔

﴿۳۶﴾ اس آیتِ مبارکہ میں فرعون اور اس کے سرداروں کے دو اعتراض ذکر کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ موسیٰ نے جو کچھ ہمیں لاٹھی اور ہاتھ کا کرتب دکھایا ہے، یہ جادو اور شعبدہ بازی ہے جو موسیٰ نے خود تیار کرلیا ہے، دوسرا اعتراض یہ کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے یہ باتیں کبھی نہیں سنیں، اگر ان میں کچھ صداقت ہوتی تو ہمارے آباؤ اجداد ان کی طرف کم از کم اشارہ تو ضرور ہی کرتے۔

﴿۳۷﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب ذکر کیا گیا ہے کہ ہدایت پر کون ہے اور گمراہ کون؟ اچھا انجام کس کا ہو گا اور برا انجام کس کا؟ یہ سب میرے رب کے علم میں ہے، اتنی بات یاد رکھو کہ ظالم لوگ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے، تم لوگ کفر و شرک اور بت پرستی کر کے بھی ظلم کر رہے ہو اور بنی اسرائیل کو غلام اور ذلیل بنا کر بھی ظلم کے پہاڑ توڑ رہے ہو، اس لیے تم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ

فَاجْعَلْ	لِّيْ	صَرْحًا	لَّعَلِّيْٓ	اَطَّلِعُ	اِلٰٓى	اِلٰهِ	مُوْسٰى ۙ	وَ	اِنِّيْ
سو بنا تو	میرے لئے	ایک محل	تا کہ میں	جھانک کر دیکھوں	طرف	معبود کے	موسیٰ کے	اور	بیشک میں

پھر میرے لیے ایک محل تعمیر کر، تاکہ میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں تو سہی، اور میں تو

لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٣٨﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ

لَاَظُنُّهٗ	مِنَ	الْكٰذِبِيْنَ ﴿٣٨﴾	وَ	اسْتَكْبَرَ	هُوَ	وَ	جُنُوْدُهٗ	فِي	الْاَرْضِ
البتہ سمجھتا ہوں اسے	سے	جھوٹوں کے	اور	تکبر کیا	اس نے	اور	اس کے لشکروں نے	بیچ	زمین کے

اُسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔ [٣٨] اور فرعون اور اُس کا لشکر زمین میں ناحق

بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٣٩﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ

بِغَيْرِ	الْحَقِّ	وَ	ظَنُّوْٓا	اَنَّهُمْ	اِلَيْنَا	لَا	يُرْجَعُوْنَ ﴿٣٩﴾	فَاَخَذْنٰهُ	وَجُنُوْدَهٗ
بغیر	حق کے	اور	وہ سمجھے	کہ وہ	ہماری طرف	نہیں	لوٹائے جائیں گے	سو پکڑ لیا ہم نے اسے	اور اس کے لشکروں کو

تکبر کرنے لگے اور یہ سمجھے کہ اُنہیں ہماری طرف لوٹایا نہ جائے گا۔ [٣٩] سو ہم نے اُسے اور اُس کے لشکر کو پکڑ لیا

فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٠﴾

فَنَبَذْنٰهُمْ	فِي	الْيَمِّ ۚ	فَانْظُرْ	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ	الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٠﴾
سو پھینک دیا ہم نے انہیں	بیچ	دریا کے	سو دیکھ لے	کیسا	ہوا	انجام	ظالموں کا

اور اُنہیں دریا میں پھینک دیا، سو تم دیکھ لو کہ ظالموں کا کیا انجام ہوا؟ [٤٠]

وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

وَ	جَعَلْنٰهُمْ	اَىِٕمَّةً	يَّدْعُوْنَ	اِلَى	النَّارِ ۚ	وَ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ
اور	بنایا ہم نے انہیں	رہنمائی کرنے والے	دعوت دیتے تھے وہ	طرف	جہنم کے	اور	دن	قیامت کے

اور ہم نے اُنہیں جہنم کی طرف دعوت دینے والے پیشوا بنادیا، اور قیامت کے دن اُن کی

لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿٤١﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ

لَا	يُنْصَرُوْنَ ﴿٤١﴾	وَاَتْبَعْنٰهُمْ	فِيْ	هٰذِهِ	الدُّنْيَا	لَعْنَةً ۚ	وَ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	هُمْ
نہیں	مدد کیے جائیں گے	اور ہم نے پیچھے لگا دی ان کے	بیچ	یہ	دنیا کے	لعنت	اور	دن	قیامت کے	وہ

مدد نہ کی جائے گی۔ [٤١] اور ہم نے اِس دنیا میں اُن کے پیچھے لعنت لگا دی، اور قیامت کے دن بھی

[٣٨] اس آیتِ مبارکہ میں فرعون کی ایک بہت بڑی گستاخی کا تذکرہ کیا گیا ہے، ایک دن وہ اپنی بادشاہت کے گھمنڈ اور "رب اعلیٰ" ہونے کے گمان سے سرشار ہو کر اپنے سرداروں اور مشیروں سے کہنے لگا کہ میرے علم میں میرے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، یہ موسیٰ کس معبود کی بات کرتا ہے؟ میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں، اس کے جھوٹ کا پول کھولنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک نہایت بلند و بالا محل اور عالیشان مینار تعمیر کروالیں جس کی چوٹی آسمان سے باتیں کرتی ہو، پھر میں اس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں کہ وہ کیسا ہے؟ اس کی شکل و صورت اور رنگ روپ معلوم کروں اور یہ کہ وہ کس دھات یا چیز کا بنا ہوا ہے؟ یہ کہہ کر فرعون نے ہامان کو اس کی تعمیر کا حکم دیدیا، بعض مفسرین کے نزدیک یہ حکم صرف موسیٰ کا مذاق اڑانے کیلئے دیا گیا تھا اور بعض مفسرین کے نزدیک اس کی تعمیل بھی کی گئی اور جب وہ بن کر تیار ہو گیا اور فرعون کا اس پر چڑھنے کا ارادہ ہوا تو اللہ کی قدرت سے وہ اسی وقت زمین بوس ہو گیا۔

[٣٩] اس آیتِ مبارکہ میں فرعون اور اس کے لشکر کے دو بڑے گناہ بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا، یوں تو ہر انسان کا تکبر ناحق ہی ہوتا ہے لیکن بعض لوگوں میں کوئی ہنر اور صلاحیت بھی ہوتی ہے، جبکہ یہاں تو کچھ بھی نہیں تھا، صرف تکبر تھا، دوسرا یہ کہ وہ آخرت کے منکر تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے پاس کبھی واپس نہیں لوٹایا جائیگا۔

[٤٠] اس آیتِ مبارکہ میں فرعون اور اس کے لشکر کی سزا بیان کی گئی ہے کہ ان کے ظلم و جور اور گناہوں کی پاداش میں ہم نے ان کی گرفت کی اور دریا میں لیجا کر پھینک دیا، اس طرح وہ سب کے سب غرق ہو گئے اور ان میں سے ایک بھی باقی نہ بچا۔

[٤١] اس آیتِ مبارکہ میں فرعون اور اس کے لشکر کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ جیسے وہ دنیا میں لوگوں کو گمراہی کی طرف دعوت دیتے تھے، قیامت کے دن بھی وہ امام اور قائد بن کر لوگوں کو جہنم کی طرف بلا بلا کر لے جائیں گے اور جس طرح وہ دنیا میں اللہ کی مدد سے محروم ہے، آخرت میں بھی وہ اس سے محروم رہیں گے۔

مِنَ الْمَقْبُوحِينَ ﴿٤٢﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا

مِنَ	الْمَقْبُوحِينَ ﴿٤٢﴾	وَ	لَقَدْ	آتَيْنَا	مُوسَى	الْكِتَابَ	مِنْ	بَعْدِ	مَا
سے	رسوا ہونے والوں کے	اور	البتہ یقیناً	دی ہم نے	موسیٰ کو	کتاب	سے	پیچھے	اس کے جو

وہ رسوا ہوں گے۔ ﴿٤٢﴾ اور یقیناً ہم نے پہلی جماعتوں کو ہلاک کرنے کے بعد

أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَى بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً

أَهْلَكْنَا	الْقُرُونَ	الْأُولَى	بَصَائِرَ	لِلنَّاسِ	وَ	هُدًى	وَ	رَحْمَةً
ہلاک کردیں ہم نے	بستیاں	پہلی	سمجھانے کو	لوگوں کیلئے	اور	ہدایت	اور	رحمت

لوگوں کی بصیرت، ہدایت اور رحمت کیلئے موسیٰ کو کتاب دی

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٤٣﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَى

لَعَلَّهُمْ	يَتَذَكَّرُونَ ﴿٤٣﴾	وَ	مَا	كُنْتَ	بِجَانِبِ	الْغَرْبِيِّ	إِذْ	قَضَيْنَا	إِلَى
تاکہ وہ	نصیحت حاصل کریں	اور	نہیں	تھا تُو	طرف	مغرب کے	جب	فیصلہ کیا ہم نے	طرف

تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ ﴿٤٣﴾ اور آپ اُس وقت مغرب کی جانب نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کی طرف

مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٤٤﴾ وَلَٰكِنَّا أَنْشَأْنَا

مُوسَى	الْأَمْرَ	وَ	مَا	كُنْتَ	مِنَ	الشَّاهِدِينَ ﴿٤٤﴾	وَلَٰكِنَّا	أَنْشَأْنَا
موسیٰ کے	حکم کا	اور	نہ	تھا تُو	سے	گواہی دینے والوں کے	اور لیکن ہم نے	پیدا کیں

حکم بھیجنے کا فیصلہ کیا، اور آپ اُسے دیکھنے والوں میں سے نہ تھے۔ ﴿٤٤﴾ لیکن ہم نے بہت سی جماعتیں

قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ

قُرُونًا	فَتَطَاوَلَ	عَلَيْهِمُ	الْعُمُرُ	وَ	مَا	كُنْتَ	ثَاوِيًا	فِي	أَهْلِ	مَدْيَنَ
بہت سی جماعتیں	سو لمبی ہوئی	ان پر	عمریں	اور	نہیں	تھا تُو	مقیم	بیچ	رہنے والوں کے	مدین کے

پیدا کیں، سو اُن کی عمریں دراز ہوئیں، اور آپ اہل مدین میں مقیم نہ تھے

تَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۙ وَلَٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿٤٥﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ

تَتْلُو	عَلَيْهِمْ	آيَاتِنَا	وَلَٰكِنَّا	كُنَّا	مُرْسِلِينَ ﴿٤٥﴾	وَ	مَا	كُنْتَ	بِجَانِبِ
تلاوت کرتا تُو	ان پر	ہماری آیتیں	اور لیکن ہم	تھے	بھیجنے والے	اور	نہ	تھا تُو	طرف

کہ اُن کے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتے، لیکن ہم پیغمبر بھیجتے رہے ہیں۔ ﴿٤٥﴾ اور آپ اُس وقت طور پہاڑ کے

ع ١٤ ٤

﴿٤٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں فرعون اور اس کے لشکر پر دنیا میں لعنت کا ذکر کیا گیا ہے کہ رہتی دنیا تک "لعنت" ان کا پیچھا کرتی رہے گی، چنانچہ آج بھی کہا جاتا ہے کہ فرعون اور اس کے لشکر پر اللہ کی لعنت ہو، ساری دنیا میں اسے ملعون قرار دیا جاتا ہے اور قیامت کے دن کی بدصورتی، رسوائی اور ذلت اس کے علاوہ ہے، جس سے وہ کبھی نجات نہ پا سکیں گے۔

﴿٤٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تورات عطا فرمانے اور اس کی چند خصوصیات کا بیان کیا گیا ہے، تورات کے نزول سے پہلے بہت سی اقوام کو عذاب کی مختلف شکلوں کے ذریعے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا، لیکن جب تورات نازل ہوگئی تو اس کے بعد آسمانی عذاب کے سلسلے کو موقوف کر کے اس کی جگہ جہاد کو مشروع کر دیا گیا، تاکہ صرف سرکشوں کو ہی سزا ملے، پوری قوم کھنڈرات کا منظر نہ پیش کرے، تورات کی تین خصوصیات یہاں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ لوگوں میں بصیرت پیدا کرنے والی کتاب تھی جس نے لوگوں میں سوجھ بوجھ پیدا کی اور انہیں عبرت پذیری کا موقع فراہم کیا، دوسری یہ کہ وہ لوگوں کیلئے ہدایت اور رہنمائی کا ذریعہ تھی اور انہیں سیدھا راستہ دکھاتی تھی، تیسری یہ کہ وہ لوگوں کیلئے اللہ کی رحمت لیکر آئی تھی، تاکہ لوگ اس پر عمل کریں اور اللہ کی رحمت کے مستحق ہو جائیں، برا ہو یہودیوں کا کہ انہوں نے اس میں تحریف کر کے اس کی اصلی شکل وصورت کو ہی بگاڑ دیا۔

﴿٤٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہل مکہ کو خصوصاً اور اہلِ عالم کو عموماً اس بات پر غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اُس وقت طور پہاڑ کے مغربی حصے پر موجود نہیں تھے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا کی گئی اور اللہ اُن سے ہم کلام ہوا، پھر انہیں یہ باتیں کیسے معلوم ہوگئیں؟ کیا وہ کسی مکتب اور مدرسے میں پڑھ کر آئے ہیں؟ کیا وہ کسی کی شاگردی میں رہے ہیں؟ کیا ان کے پاس سابقہ انبیاء اور ان کی اقوام کے حالات معلوم کرنے کا کوئی ظاہری معتبر ذریعہ موجود ہے؟ پھر اس پہلو پر غور کرو کہ انہوں نے جو کچھ بیان کیا ہے، کیا اس کے کسی ایک حرف کی صداقت کو بھی چیلنج کیا جا سکتا ہے؟ کیا کوئی اسے خلافِ حقیقت ثابت کر سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو سوائے اس کے اور کیا جا سکتا ہے کہ یہ علوم وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے اور ماضی کے ان واقعات کو اس قدر صحت اور صفائی کے ساتھ بیان کرنا آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

﴿٤٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ایک اور پہلو سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر استدلال کیا گیا ہے کہ یہ بتاؤ، نبی علیہ السلام نے اہلِ مدین کے جو واقعات تمہارے سامنے بیان فرمائے ہیں، کیا وہ اُس وقت وہاں موجود تھے جب موسیٰ نے دو لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلایا تھا، پھر ان کے والد سے ملاقات کیلئے گئے تھے، دس سال تک ان کے یہاں اجرت اور خدمت کرتے رہے تھے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر انہیں یہ ساری تفصیلات اللہ کے علاوہ کس نے بتائی ہیں؟ یقیناً اللہ ہی نے بتائی ہیں اور یہی دلیل ہے ان کی نبوت کی۔

الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ

الطُّوْرِ	اِذْ	نَادَيْنَا	وَ	لٰكِنْ	رَّحْمَةً	مِّنْ	رَّبِّكَ	لِتُنْذِرَ	قَوْمًا	مَّآ
طور کے	جب	ہم نے پکارا	اور	لیکن	رحمت	سے	تیرے رب کی	تاکہ تو ڈرائے	قوم کو	نہیں

پاس بھی نہ تھے جب ہم نے آواز دی، لیکن یہ آپ کے رب کی رحمت ہے تاکہ آپ اُس قوم کو ڈرائیں جس کے

اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلَوْلَآ اَنْ

اَتٰهُمْ	مِّنْ	نَّذِيْرٍ	مِّنْ	قَبْلِكَ	لَعَلَّهُمْ	يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٦﴾	وَ	لَوْلَآ	اَنْ
آیا ان کے پاس	سے	ڈرانے والا	سے	تیرے پہلے	تاکہ وہ	نصیحت حاصل کریں	اور	کیوں نہ ہوا	یہ کہ

پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ ﴿٤٦﴾ اور ایسا نہ ہو کہ

تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْ

تُصِيْبَهُمْ	مُّصِيْبَةٌۢ	بِمَا	قَدَّمَتْ	اَيْدِيْهِمْ	فَيَقُوْلُوْا	رَبَّنَا	لَوْلَآ
پہنچے انہیں	کوئی مصیبت	اس وجہ سے جو	آگے بھیجا	ان کے ہاتھوں نے	سو وہ کہیں	اے ہمارے پروردگار	کیوں نہ ہوا

جب اُن پر اُن اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت آئے جو اُن کے ہاتھوں نے آگے بھیجے تو وہ کہہ سکیں کہ پروردگار! تو نے

لَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٧﴾

اَرْسَلْتَ	اِلَيْنَا	رَسُوْلًا	فَنَتَّبِعَ	اٰيٰتِكَ	وَنَكُوْنَ	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٧﴾
تو بھیجا	ہماری طرف	ایک پیغمبر	سو ہم پیروی کرتے	تیری آیتوں کی	اور ہو جاتے ہم	سے	ایمان والوں کے

ہمارے پاس کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے، اور ہم مؤمنین میں سے ہوتے۔ ﴿٤٧﴾

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ

فَلَمَّا	جَآءَهُمُ	الْحَقُّ	مِنْ	عِنْدِنَا	قَالُوْا	لَوْلَآ	اُوْتِيَ	مِثْلَ	مَآ	اُوْتِيَ
سو جب	آیا ان کے پاس	حق	سے	ہمارے نزدیک	کہا انہوں نے	کیوں نہ ہوا	دیا گیا	جیسا کہ	وہ جو	دیا گیا

سو جب اُن کے پاس ہماری طرف سے حق آپہنچا تو وہ کہنے لگے کہ ایسا کیوں نہ ہوا کہ انہیں بھی ویسے ہی معجزات دیئے جاتے جیسے موسیٰ کو

مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا

مُوْسٰى ؕ	اَوَلَمْ	يَكْفُرُوْا	بِمَآ	اُوْتِيَ	مُوْسٰى	مِنْ	قَبْلُ ۚ	قَالُوْا
موسیٰ کو	اور کیا نہیں	کفر کیا انہوں نے	اس سے جو	دیا گیا	موسیٰ کو	سے	پہلے	کہا انہوں نے

دیئے گئے تھے؟ کیا یہ لوگ اُن معجزات کا انکار نہیں کر چکے جو اِس سے پہلے موسیٰ کو دیئے گئے تھے؟ تب اُنہوں نے کہا کہ

﴿٤٦﴾ اس آیت مبارکہ میں طور پہاڑ پر حق تعالیٰ کے ساتھ موسیٰ کے شرف ہم کلامی کی تفصیلات بیان کرنے سے نبی اکرم ﷺ کی نبوت پر استدلال کیا گیا ہے کیونکہ نبی ﷺ اُس موقع پر بھی موجود نہیں تھے لیکن انہوں نے اس کی جزئیات بھی اتنی تفصیل سے بیان کردی ہیں کہ گویا اپنی آنکھوں سے اس واقعے کا مشاہدہ کر کے آئے ہوں، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور مہربانی ہے اور اس کا مقصد اہل مکہ کو ان کے مستقبل اور انجام سے آگاہ کرنا ہے، کیونکہ اس سے پہلے ایک مدت دراز گزر چکی تھی کہ کوئی نبی نہیں آیا تھا اور ان کے آباؤ اجداد آسمانی تعلیمات اور وحی الٰہی کی رہنمائی سے محروم تھے، حق تعالیٰ نے ان پر احسان فرمایا، آپ کو مبعوث فرمایا، اور شاید کہ یہ لوگ نصیحت قبول کرلیں۔

﴿٤٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اتمامِ حجت کیلئے پیغمبر ﷺ کی بعثت کا ضروری ہونا بیان کیا گیا ہے، کیونکہ اگر اہل عرب میں کوئی نبی نہ بھیجا جاتا اور انہیں موقع دیئے بغیر ہی ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیا جاتا تو وہ شکوہ کر سکتے تھے کہ ہمارے پاس تو کوئی پیغمبر اور ڈرانے والا آیا ہی نہیں تھا، اگر آپ ہمارے پاس کسی پیغمبر کو بھیجتے تو آپ دیکھتے کہ ہم کیسے ان کی پیروی کرتے اور آپ پر ایمان لاتے ہیں، اسی بناء پر ہر قوم میں پیغمبر بھیجے گئے اور اسی بناء پر اہل عرب میں سب سے معزز اور جلیل القدر، آخری پیغمبر بھیجے گئے۔

سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَ قَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ

سِحْرٰنِ	تَظٰهَرَا	وَ	قَالُوْٓا	اِنَّا	بِكُلٍّ	كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾	قُلْ	فَاْتُوْا	بِكِتٰبٍ
دو جادو	ایک دوسرے سے ملتے	اور	کہا انہوں نے	بیشک ہم	ہر ایک کا	انکار کرنے والے	تو کہہ	تو لے آؤ تم	ایک کتاب

یہ دونوں آپس میں ملتے جلتے جادو ہیں، اور کہنے لگے کہ ہم ان سب کا ہی انکار کرتے ہیں۔ (۴۸) اے نبی! ﷺ آپ فرما دیجئے کہ پھر تم اللہ کی طرف سے

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾

مِّنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	هُوَ	اَهْدٰى	مِنْهُمَآ	اَتَّبِعْهُ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾
سے	نزدیک	اللہ کے	وہ	زیادہ ہدایت والی	ان دونوں سے	پیروی کروں میں اس کی	اگر	تم ہو	سچے

کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ بہتر ہو، تاکہ میں اُس کی پیروی کرلوں اگر تم سچے ہو؟ (۴۹)

فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ۭ وَمَنْ

فَاِنْ	لَّمْ	يَسْتَجِيْبُوْا	لَكَ	فَاعْلَمْ	اَنَّمَا	يَتَّبِعُوْنَ	اَهْوَآءَهُمْ	وَ	مَنْ
سو اگر	نہ	قبول کریں وہ	تیرے لئے	تو جان لے	کہ وہ تو صرف	پیروی کر رہے ہیں	اپنی خواہشات کی	اور	کون

سو اگر وہ آپ کی اس ''دعوت'' کو قبول نہ کریں تو آپ سمجھ لیجئے کہ وہ تو محض اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں، اور اُس شخص سے

اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اَضَلُّ	مِمَّنِ	اتَّبَعَ	هَوٰىهُ	بِغَيْرِ	هُدًى	مِّنَ	اللّٰهِ	اِنَّ	اللّٰهَ
زیادہ گمراہ	اس سے جو	پیروی کرے	اپنی خواہش کی	بغیر	ہدایت کے	سے	اللہ کے	بیشک	اللہ

بڑھ کر گمراہ کون ہو گا جو اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے، بیشک اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ

لَا	يَهْدِي	الْقَوْمَ	الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾	وَ	لَقَدْ	وَصَّلْنَا	لَهُمُ	الْقَوْلَ	لَعَلَّهُمْ
نہیں	ہدایت دیتا	قوم کو	ظلم کرنے والے	اور	البتہ یقیناً	پے در پے بھیجا ہم نے	ان کیلئے	کلام	تاکہ وہ

ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ (۵۰) اور یقیناً ہم اپنا کلام پے درپے بھیجتے رہے ہیں تاکہ لوگ

يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾	اَلَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ	الْكِتٰبَ	مِنْ	قَبْلِهٖ	هُمْ	بِهٖ	يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾
نصیحت حاصل کریں	جو لوگ	ہم نے انہیں دی	کتاب	سے	اس کے پہلے	وہ	اس پر	ایمان لاتے ہیں

نصیحت حاصل کریں۔ (۵۱) جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی، وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ (۵۲)

ع ۵ ۸ / ۸ النصف

(۴۸) اس آیتِ مبارکہ میں کفار اور مشرکین کی ہٹ دھرمی بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اُن پر مہربانی کر کے، اتمامِ حجت کرنے کیلئے اپنا خاص محبوب ان کے پاس بھیجا لیکن یہ لوگ اُن پر ایمان لانے کی بجائے کہنے لگے کہ انہیں وہ معجزات کیوں نہیں دیئے گئے جو موسیٰ کو دیئے گئے تھے؟ اگر یہ موسیٰ جیسے معجزات لیکر آتے تو ہم ان پر ایمان لاتے، اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو تعداد اور معیار دونوں اعتبار سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر معجزات عطا فرمائے تھے، ایمان لانے کیلئے تو ان میں سے ایک بھی کافی تھا لیکن اگر انسان ہٹ دھرمی کرے تو سورج کو چمکتا ہوا دیکھ کر بھی اس کی روشنی کا انکار کر دیتا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر نبی اکرم ﷺ بھی موسیٰ جیسے معجزات ہی دکھاتے تو یہ لوگ اعتراض کرتے کہ اس میں نئی بات کون سی ہے؟ یہ کام تو موسیٰ بھی کر کے دکھا چکے ہیں، آپ کوئی نیا معجزہ لیکر آیئے، تیسرا اور سب سے زیادہ مضبوط جواب وہ ہے جو خود اس آیت میں حق تعالیٰ نے دیا ہے کہ کیا اس سے پہلے یہ لوگ موسیٰ کے پیش کردہ معجزات کا انکار نہیں کر چکے؟ کیا وہ اسے جادو قرار نہیں دے چکے؟ اگر موسیٰ جیسے معجزات ہی ایمان لانے کا معیار ہیں تو جب موسیٰ نے یہ معجزات دکھائے تھے، تب اُن پر ایمان کیوں نہ لائے؟ اب یہ لوگ دونوں کے معجزات کو ملتا جلتا جادو قرار دیکر نہایت ڈھٹائی سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو ان میں سے کسی کو نہیں مانتے۔

(۴۹) اس آیتِ مبارکہ میں تمام کفار اور مشرکین کو دعوت دی گئی ہے کہ اگر تم تورات اور قرآن پر ایمان نہیں لاتے اور ان دونوں کو ملتا جلتا جادو قرار دیتے ہو تو چلو، انہیں چھوڑ دیتے ہیں، اب تم کوئی کتاب لیکر آؤ جس پر عمل کیا جا سکتا ہو، شرط صرف اتنی ہے کہ وہ ان دونوں کتابوں سے زیادہ ہدایت پر مبنی ہو، میں اس پر عمل کرنے کیلئے تیار ہوں، اگر تمہیں میرا پیش کیا ہوا نظام پسند نہیں ہے تو اسے چھوڑ دیتے ہیں، تم اس کے مقابلے میں اس سے بہتر نظام پیش کرو، یہ ایک ایسا معقول مطالبہ ہے کہ اگر مخاطب انصاف پسند ہو تو اپنا اعتراض واپس لے یا اس مطالبے پر سنجیدگی سے غور کرے۔

(۵۰) اس آیتِ مبارکہ میں اس پہلو کو لیا گیا ہے کہ اگر اہل مکہ آپ کی ''دعوت'' کو قبول نہ کریں اور قرآن کریم کے مقابلے میں کوئی دوسری کتاب پیش کرنے سے عاجز آ جائیں تو آپ کو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کے اعتراضات کا مقصد ''تلاشِ حق'' نہیں ہے، بلکہ وہ اپنی خواہشات کے پیچھے چل رہے ہیں، اس سے بڑی گمراہی اور کیا ہوگی کہ انسان کے پاس ہدایت پر مبنی ایک پاکیزہ نظام آئے، وہ اس پر بھی عمل نہ کرے اور اس سے بہتر کوئی نظام بھی پیش نہ کر سکے، اس سے بڑی جہالت اور ہٹ دھرمی کوئی نہیں ہو سکتی۔ (۵۱) اس آیتِ مبارکہ میں وحی کا تسلسل اور اس کا مقصد بیان کیا گیا ہے، چونکہ انبیاء کا سلسلہ آسمانی تعلیمات کیلئے چلایا گیا تھا اس لیے وحی کا تسلسل بھی ہر زمانے میں رہا، پھر نبی اکرم ﷺ پر بھی وحی کا تسلسل جاری رہا، بلکہ تمام انبیاء کے پاس مجموعی طور پر جتنی مرتبہ وحی آئی، نبی اکرم ﷺ پر اُن سب سے زیادہ مرتبہ وحی آئی، جس کی یومیہ اوسط تین مرتبہ بنتی ہے، یہ تسلسل اس لیے قائم رکھا گیا کہ لوگ تازہ وحی کی روشنی میں عبرت اور نصیحت پذیری کے مواقع تلاش کریں۔

وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ

وَ	اِذَا	يُتْلٰى	عَلَيْهِمْ	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا	بِهٖٓ	اِنَّهُ	الْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّنَآ	اِنَّا	كُنَّا	مِنْ
اور	جب	تلاوت کی جاتی ہے	ان پر	کہتے ہیں	ایمان لائے ہم	اس پر	بیشک یہ	برحق	سے	ہمارے رب کے	بیشک ہم	تھے	سے

اور جب اُن کے سامنے اِس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اِس پر ایمان لائے، بیشک یہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے، ہم اس سے

قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝٥٣ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا

قَبْلِهٖ	مُسْلِمِيْنَ ۝٥٣	اُولٰٓئِكَ	يُؤْتَوْنَ	اَجْرَهُمْ	مَّرَّتَيْنِ	بِمَا	صَبَرُوْا
اس کے پہلے	فرمانبرداری کرنے والے	وہی لوگ	دیئے جائیں گے	ثواب ان کا	دومرتبہ	اس وجہ سے جو	صبر کیا انہوں نے

پہلے بھی فرمانبردار تھے۔ ٥٤ یہی لوگ ہیں جنہیں اِس وجہ سے دوہرا اجر دیا جائے گا کہ انہوں نے صبر کیا،

وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝٥٤ وَاِذَا

وَ	يَدْرَءُوْنَ	بِالْحَسَنَةِ	السَّيِّئَةَ	وَ	مِمَّا	رَزَقْنٰهُمْ	يُنْفِقُوْنَ ۝٥٤	وَ	اِذَا
اور	جواب دیتے ہیں	ساتھ بھلائی کے	برائی کا	اور	اسمیں سے جو	ہم نے انہیں دیا	خرچ کرتے ہیں	اور	جب

اور وہ برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔ ٥٤ اور جب

سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ز

سَمِعُوا	اللَّغْوَ	اَعْرَضُوْا	عَنْهُ	وَ	قَالُوْا	لَنَآ	اَعْمَالُنَا	وَ	لَكُمْ	اَعْمَالُكُمْ ز
سنیں وہ	بیہودگی	منہ پھیر لیتے ہیں	اس سے	اور	کہتے ہیں	ہمارے لئے	ہمارے اعمال	اور	تمہارے لئے	تمہارے اعمال

کوئی بیہودہ بات سنیں تو اُس سے منہ موڑ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال،

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ز لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ۝٥٥ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ

سَلٰمٌ	عَلَيْكُمْ ز	لَا	نَبْتَغِي	الْجٰهِلِيْنَ ۝٥٥	اِنَّكَ	لَا	تَهْدِيْ	مَنْ
سلام ہو	تم پر	نہیں	تلاش کرتے ہم	جاہلوں کو	بیشک تُو	نہیں	ہدایت دے سکتا	جسے

تم سلامت رہو، ہم جاہل لوگ نہیں چاہتے۔ ٥٥ بیشک آپ جسے چاہیں، اُسے ہدایت

اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ج وَهُوَ اَعْلَمُ

اَحْبَبْتَ	وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	يَهْدِيْ	مَنْ	يَّشَآءُ ج	وَ	هُوَ	اَعْلَمُ
تُو پسند کرے	اور لیکن	اللہ	ہدایت دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	اور	وہ	زیادہ جانتا ہے

نہیں دے سکتے، لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیدیتا ہے، اور وہ ہدایت حاصل کرنے والوں کو

٥٣ ٥٥ ان آیتوں میں اہل کتاب کی ایک انصاف پسند جماعت کا بیان کیا گیا ہے، حبشہ سے بیس آدمی نبی اکرم ﷺ کے احوال کی تحقیق کرنے کیلئے مکہ کرمہ آئے اور متاثر ہو کر اسلام قبول کر دائمی سعادت سے سعید ہو گئے، مشرکین نے یہ کہہ کر ان کا مذاق اڑایا کہ ایسے احمقوں کا قافلہ ہم نے آج تک نہیں دیکھا کہ ایک شخص کے متعلق تحقیق کرنے آئے اور اسی کے معتقد ہو کر اپنے آبائی دین کو چھوڑ بیٹھے، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ اگرچہ اہل کتاب کے پاس پہلے سے آسمانی کتاب موجود ہے، لیکن ان میں سے جن پر حق روشن ہو جائے، وہ قرآن کریم پر اعتراض کرنے کی بجائے اس پر ایمان لاتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت سن کر اس کے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں، اسے برحق سمجھتے ہیں، لوگوں کی تکلیف دہ باتوں اور اللہ کی طرف سے آنے والی آزمائشوں پر صبر کرتے ہیں، برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں، اللہ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں، جہلاء سے الجھنے اور تکرار کرنے کی بجائے معقول اور مناسب بات کہہ کر نکل جاتے ہیں اور انہیں ان کے اعمال کے حوالے کر کے اپنے اعمال کی فکر کرتے ہیں ایسے لوگوں کیلئے دہرے اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے اور وہ اسی کے مستحق ہیں۔

بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿٥٦﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ

بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿٥٦﴾	وَ	قَالُوْٓا	اِنْ	نَّتَّبِعِ	الْهُدٰى	مَعَكَ	نُتَخَطَّفْ	مِنْ
ہدایت پانے والوں کو	اور	کہتے ہیں	اگر	ہم پیروی کریں	ہدایت کی	تیرے ہمراہ	اچک لئے جائیں ہم	سے

خوب جانتا ہے۔ ﴿۵۶﴾ اور کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کرنے لگیں تو ہمیں ہمارے علاقے سے

اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ

اَرْضِنَا ؕ	اَوَلَمْ	نُمَكِّنْ	لَّهُمْ	حَرَمًا	اٰمِنًا	يُّجْبٰٓى	اِلَيْهِ	ثَمَرٰتُ	كُلِّ
اپنی زمین کے	اور کیا نہیں	جگہ دی ہم نے	ان کیلئے	حرم میں	امن والا	کھنچے چلے آتے ہیں	اس کی طرف	پھل	ہر ایک

اچک لیا جائے گا، کیا ہم نے اُنہیں امن کے ساتھ حرم میں جگہ نہیں دی کہ ہر چیز کے میوے اُن کے پاس ہمارے رزق کے

شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا

شَيْءٍ	رِّزْقًا	مِّنْ	لَّدُنَّا	وَ	لٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٧﴾	وَكَمْ		اَهْلَكْنَا
چیز کے	رزق کے طور پر	سے	ہمارے پاس	اور	لیکن	ان میں سے اکثر	نہیں	جانتے	اور کتنی ہی	ہلاک کردیں	ہم نے

طور پر کھنچے چلے آتے ہیں؟ لیکن اُن میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ ﴿۵۷﴾ اور کتنی ہی بستیاں

مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ

مِنْ	قَرْيَةٍۭ	بَطِرَتْ	مَعِيْشَتَهَا ۚ	فَتِلْكَ	مَسٰكِنُهُمْ	لَمْ	تُسْكَنْ	مِّنْۢ
سے	بستیاں	اتراتی تھیں وہ	اپنی معیشت پر	سو وہ	ان کی رہائش گاہیں	نہیں	رہائش رکھی گئی	سے

"جو اپنی معیشت پر اترایا کرتی تھیں" ہم نے اُنہیں ہلاک کر دیا، سو یہ اُن کی رہائش گاہیں موجود ہیں جو اُن کے بعد

بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿٥٨﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ

بَعْدِهِمْ	اِلَّا	قَلِيْلًا ؕ	وَ	كُنَّا	نَحْنُ	الْوٰرِثِيْنَ ﴿٥٨﴾	وَ	مَا	كَانَ	رَبُّكَ
ان کے پیچھے	مگر	تھوڑی	اور	رہے ہم	ہم ہی	وارث بننے والے	اور	نہیں	ہے	تیرا رب

بہت کم آباد ہوئی ہیں، اور ہم ہی آخر میں سب کچھ لے لینے والے ہیں۔ ﴿۵۸﴾ اور آپ کا رب یونہی

مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ

مُهْلِكَ	الْقُرٰى	حَتّٰى	يَبْعَثَ	فِيْٓ	اُمِّهَا	رَسُوْلًا	يَّتْلُوْا	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتِنَا ۚ
ہلاک کرنے والا	بستیوں کو	یہاں تک کہ	بھیج دے	بیچ	اس کے مرکز کے	کوئی پیغمبر	تلاوت کرے وہ	ان پر	ہماری آیتیں

بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے، یہاں تک کہ اُن کے مرکز میں کسی پیغمبر کو بھیج دے جو اُن کے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرے

﴿۵۶﴾ اس آیتِ مبارکہ کا مفہوم سمجھنے کیلئے لفظ ہدایت کو سمجھنا چاہیے، اس کے دو معنی آتے ہیں، پہلا معنی راستہ دکھانا ہے اور دوسرا معنی "منزل تک پہنچانا" ہے، نبی اکرم ﷺ کو مبعوث ہی اس لیے کیا گیا تھا کہ وہ لوگوں کو راستہ دکھا دیں، چنانچہ نبی علیہ السلام نے لوگوں کو اللہ تک پہنچنے کا سیدھا اور صاف ستھرا راستہ دکھانے میں اپنی ساری توانائیاں صرف فرمادیں، اس کے بعد اُس راستے پر چلنے یا نہ چلنے کا اختیار لوگوں کے پاس تھا اور انہیں اُس راستے پر چلنے کی صورت میں منزلِ مقصود تک پہنچانا اللہ تعالیٰ کا کام تھا، اس آیت میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ جسے آپ چاہیں، اُسے ہدایت نہیں دے سکتے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جسے آپ چاہیں، اُسے منزلِ مقصود تک نہیں پہنچا سکتے کیونکہ یہ تو حق تعالیٰ کا کام ہے، البتہ آپ راستہ ضرور دکھا سکتے ہیں اور آپ اپنی ذمہ داری پوری فرما رہے ہیں کیونکہ آپ کی بعثت اسی مقصد کیلئے ہوئی ہے۔

﴿۵۷﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ایمان قبول نہ کرنے کیلئے اہلِ مکہ کا ایک عذر بیان کر کے اس کا جواب دیا گیا ہے، وہ کہتے تھے کہ اگر ہم آپ پر ایمان لے آئیں اور آپ کی نبوت کو تسلیم کرلیں تو اس کا مطلب پورے عرب کو دشمنی کی دعوت دینا ہے، اس طرح ہمارا امن و امان خطرے میں پڑ جائے گا، دن دیہاڑے لوگ ہم پر حملے کر کے ہمیں قیدی بنا کر اپنے ساتھ لے جائیں گے اور مکہ مکرمہ بیرونی حملہ آوروں اور اندرونی خطرات کی آماجگاہ بن کر رہ جائیگا، اس عذر پر "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" کا جملہ صادق آتا ہے، بھلا جس رب نے انہیں اُن کے کفر و شرک، بت پرستی اور گناہوں کے باوجود امن و امان دیا اور ہر قسم کے اندرونی اور بیرونی خطرات سے محفوظ رکھا، وہ انہیں ایمان اور تقویٰ اختیار کرنے پر امن و امان سے محروم کردے گا؟ انہیں اندرونی اور بیرونی مخالف طاقتوں کیلئے تر نوالہ بنادے گا؟ انہیں رزق سے محروم کردے گا؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے۔

﴿۵۸﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اپنی مستحکم معیشت اور مضبوط اقتصادی حیثیت پر فخر کرنے اور اترانے والی اقوام کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ آج کوئی ان کا نام لیوا نہیں ہے، ان کے محلات کھنڈرات میں تبدیل ہو چکے ہیں اور اُن کا مال و دولت ان کے کسی کام نہیں آسکا، اس لیے مستحکم معیشت اور مضبوط اقتصادی حالت انسان کی کامیابی کا معیار نہیں ہے اور اس پر اترانا اللہ کو پسند نہیں ہے۔

وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ

وَ	مَا	كُنَّا	مُهْلِكِي	الْقُرٰٓى	اِلَّا	وَاَهْلُهَا	ظٰلِمُوْنَ ﴿٥٩﴾	وَ	مَآ	اُوْتِيْتُمْ
اور	نہیں	ہیں ہم	ہلاک کرنے والے	بستیوں کو	مگر	اور اس کے رہنے والے	ظلم کرنے والے	اور	جو کچھ	تم دیئے گئے

اور ہم بستیوں کو یونہی ہلاک کرنے والے نہیں ہیں، مگر یہ کہ وہاں کے لوگ ظالم ہوں۔ ﴿٥٩﴾ اور تمہیں جو چیز بھی

مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ

مِّنْ	شَيْءٍ	فَمَتَاعُ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَ	زِيْنَتُهَا ۚ	وَ	مَا	عِنْدَ	اللّٰهِ	خَيْرٌ
سے	کسی چیز کے	سو سامان	زندگی کا	دنیا کی	اور	اس کی زینت	اور	وہ جو	پاس	اللہ کے	زیادہ بہتر

دی گئی ہے، وہ دنیوی زندگی کا سازوسامان اور اُس کی زینت ہے، اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ سب سے بہتر

وَّاَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٠﴾ ع اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ

وَّاَبْقٰى ؕ	اَفَلَا	تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٠﴾ ع	اَفَمَنْ	وَّعَدْنٰهُ	وَعْدًا	حَسَنًا	فَهُوَ
اور زیادہ باقی رہنے والا	تو کیا نہیں	تم عقل رکھتے	تو کیا جو کوئی	ہم نے وعدہ کیا ہو اس سے	وعدہ	اچھا	سو وہ

اور باقی رہنے والا ہے، تو کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ ﴿٦٠﴾ بھلا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کر رکھا ہو اور وہ

لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ

لَاقِيْهِ	كَمَنْ	مَّتَّعْنٰهُ	مَتَاعَ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	ثُمَّ	هُوَ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	مِنَ
ملاقات کرنے والا اس سے	جیسے وہ	فائدہ دیا ہو ہم نے اسے	سامان کا	زندگی کے	دنیا کی	پھر	وہ	دن	قیامت کے	سے

اُس سے ملنے والا ہو، اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جسے ہم نے دنیوی زندگی کا سازوسامان دیا، پھر قیامت کے دن وہ پکڑ کر لائے جانے

الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٦١﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ

الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٦١﴾	وَ	يَوْمَ	يُنَادِيْهِمْ	فَيَقُوْلُ	اَيْنَ	شُرَكَآءِيَ	الَّذِيْنَ
پیش کئے جانے والوں کے	اور	جس دن	وہ پکارے گا انہیں	سو کہے گا	کہاں	میرے شرکاء	جنہیں

والوں میں سے ہو جائے؟ ﴿٦١﴾ اور جس دن اللہ اُنہیں پکار کر کہے گا کہ کہاں ہیں میرے وہ شرکاء جن کے متعلق

كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ

كُنْتُمْ	تَزْعُمُوْنَ ﴿٦٢﴾	قَالَ	الَّذِيْنَ	حَقَّ	عَلَيْهِمُ	الْقَوْلُ	رَبَّنَا	هٰٓؤُلَآءِ
تم تھے	سمجھتے رہے	کہیں گے	وہ لوگ	ثابت ہو چکی	جن پر	بات	اے ہمارے پروردگار	یہ لوگ

تم گمان کیا کرتے تھے؟ ﴿٦٢﴾ وہ لوگ کہیں گے جن کے متعلق بات ثابت ہو چکی ہو گی کہ پروردگار! یہ وہ لوگ ہیں

﴿٥٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں تمام اہم اور مرکزی علاقوں میں انبیا کرام علیہم السلام کی بعثت کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ اہم اور مرکزی علاقوں میں انبیاء علیہم السلام کو نہ بھیج لے، اُس وقت تک انہیں ہلاک نہیں فرماتا، البتہ جب پیغمبر بھیج دیئے جاتے ہیں، وہ اپنی ذمہ داریاں ادا کر چکتے ہیں، اور لوگوں کی اکثریت ان پر ایمان لانے سے انکار کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتی ہے تب اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے فیصلہ فرمالیتا ہے، گویا اتمام حجت سے پہلے اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک نہیں فرماتا۔

ع ۱۰

﴿٦٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دنیا اور آخرت کی نعمتوں کے درمیان موازنہ کیا گیا ہے کہ دنیا اور اس کی ہر نعمت فانی اور برتنے کی چیز ہے، انسان دنیا میں جس قدر مرضی پرتکلف، پرتعیش اور آسانیوں سے بھرپور زندگی گزار لے، بہر حال وہ ختم ہو جائیگی اور اس کی نعمتیں بھی فنا ہو جائیں گی، اس کے مقابلے میں آخرت اور اس کی وہ تمام نعمتیں جو اللہ نے اپنے مؤمن بندوں کیلئے تیار کر رکھی ہیں، وہ پائیدار اور ہمیشہ رہنے والی ہیں، وہ کبھی ختم نہ ہوں گی، وہ کبھی کم نہ ہوں گی، وہ کبھی تبدیل اور خراب نہ ہوں گی، ایسی دائمی نعمتوں کو چھوڑ کر فانی اور زائل ہو جانے والی نعمتوں کو ترجیح دینا دانشمندی نہیں ہے، تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا؟

﴿٦١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دنیا اور آخرت کی نعمتیں حاصل کرنے والوں کے درمیان موازنہ کیا گیا ہے کہ ایک وہ آدمی ہے جسے دنیا اور اسکی نعمتیں میسر ہیں، وہ یہاں نہایت پرتکلف اور پرمسرت زندگی بسر کر رہا ہے لیکن قیامت کے دن اُسے مجرموں کی طرح بارگاہِ خداوندی میں پیش کیا جائیگا اور دوسرا وہ آدمی ہے جو دنیا میں تو مشکلات اور آزمائشوں والی زندگی گزار رہا ہے، یہاں اسے بہت سی نعمتیں میسر نہیں ہیں، لیکن اللہ نے اس سے وعدہ کر رکھا ہے کہ جب تو ہمارے پاس آئیگا تو ہم تجھے اپنی جنت اور اس کی نعمتیں عطا فرمائیں گے، تم خود فیصلہ کر لو کہ ان دونوں میں سے کون زیادہ بہتر ہے۔

﴿٦٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن مشرکوں سے اپنے معبودوں کو مدد کیلئے بلانے کا مطالبہ بیان کیا گیا ہے تاکہ ان کے سامنے ان کے معبودوں کی بے بسی اور اپنی کم عقلی نمایاں ہو جائے۔

الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۫ مَا

الَّذِيْنَ	اَغْوَيْنَا ۚ	اَغْوَيْنٰهُمْ	كَمَا	غَوَيْنَا ۚ	تَبَرَّاْنَآ	اِلَيْكَ ۫	مَا
جنہیں	ہم نے بہکایا	ہم نے بہکایا انہیں	جیسا کہ	بہکے ہم	ہم بیزار ہوتے ہیں	تیری طرف	نہیں

جنہیں ہم نے بہکایا تھا، جیسے ہم بہکے ہوئے تھے ہم نے اُنہیں بھی بہکا دیا، ہم آپ کے سامنے اِن سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں، یہ

كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ

كَانُوْٓا	اِيَّانَا	يَعْبُدُوْنَ ﴿٦٣﴾	وَ	قِيْلَ	ادْعُوْا	شُرَكَآءَكُمْ	فَدَعَوْهُمْ
تھے وہ	خاص ہماری	عبادت کرتے	اور	کہا جائیگا	پکارو تم	اپنے شرکاء کو	سو پکاریں گے وہ انہیں

ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ (٦٣) اور کہا جائے گا کہ اپنے شرکاء کو پکارو، وہ پکاریں گے

فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا

فَلَمْ	يَسْتَجِيْبُوْا	لَهُمْ	وَرَاَوُا	الْعَذَابَ ۚ	لَوْ	اَنَّهُمْ	كَانُوْا
سو نہیں	قبول کریں گے وہ	ان کیلئے	اور دیکھیں گے وہ	عذاب	کاش	کہ بیشک وہ	ہوتے

تو وہ اُنہیں جواب نہ دیں گے اور عذاب دیکھ لیں گے، کاش! کہ وہ ہدایت یافتہ

يَهْتَدُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ

يَهْتَدُوْنَ ﴿٦٤﴾	وَ	يَوْمَ	يُنَادِيْهِمْ	فَيَقُوْلُ	مَاذَآ	اَجَبْتُمُ
ہدایت حاصل کرتے	اور	جس دن	وہ پکارے گا انہیں	سو کہے گا	کیا ہے وہ جو	جواب دیا تم نے

ہوتے۔ (٦٤) اور جس دن اللہ اُنہیں پکار کر فرمائے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَىِٕذٍ فَهُمْ

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٦٥﴾	فَعَمِيَتْ	عَلَيْهِمُ	الْاَنْۢبَآءُ	يَوْمَىِٕذٍ	فَهُمْ
پیغمبروں کو	سو اندھی ہو جائیں گی	ان پر	خبریں	اس دن	سو وہ

جواب دیا تھا؟ (٦٥) تو اُس دن اُن پر خبریں بند ہو جائیں گی، لہٰذا وہ ایک دوسرے سے

لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى

لَا	يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٦٦﴾	فَاَمَّا	مَنْ	تَابَ	وَ	اٰمَنَ	وَ	عَمِلَ	صَالِحًا	فَعَسٰٓى
نہیں	ایک دوسرے سے سوال کریں گے	تو رہا	وہ جو	توبہ کرلے	اور	ایمان لے آئے	اور	عمل کرے	نیک	تو امید ہے

سوال نہ کریں گے۔ (٦٦) پھر جو شخص توبہ کر کے ایمان لے آئے اور نیک اعمال کرے تو امید ہے

(٦٣) اس آیتِ مبارکہ میں مشرکوں کے معبودوں کا اپنی پوجا کرنے والوں سے برأت اور بیزاری کا اظہار کرنا بیان کیا گیا ہے، لیکن اس طرح وہ خود بچ نہیں سکیں گے، کیونکہ ان کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ پہلے سے یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے، وہ خود بھی گمراہ تھے، اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے رہے اس لیے دوہری سزا کے مستحق ہوں گے، ایک سطحی عقل رکھنے والا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ معبود اس قدر عاجز اور بے بس کہ سزا اور ذلت کا شکار ہو اور عابد اس قدر بے چارہ کہ ساری زندگی جس کے آگے سجدے کرتا اور نذرانے چڑھاتا رہا، عین وقت پر وہی اس کا ساتھ چھوڑ دے، کیا یہ زیادہ بہتر ہے یا وہ معبودِ حقیقی جو اپنے بندوں کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتا؟ جس کی قدرت نے کائنات کے ذرے ذرے کا احاطہ کر رکھا ہے اور جس کے متعلق سعدی نے سچ کہا ہے۔

محال ست چوں دوست دارد ترا
کہ در دستِ دشمن گذارد ترا

(٦٤) اس آیتِ مبارکہ میں ایک مرتبہ پھر یہ مطالبہ دہرایا گیا ہے کہ مشرکوں کو چاہیے کہ اپنے معبودوں کو پکاریں، یہ بھی ایک طرح کی سزا ہوتی ہے کہ انسان کے سامنے ان لوگوں کی بے بسی اور عاجزی ظاہر کی جائے جن سے وہ مدد اور نصرت کی امید رکھتا ہے، چنانچہ وہ اپنے معبودوں کو اپنی مدد کیلئے بلائیں گے، ظاہر ہے کہ وہ تو خود اپنی مصیبت میں مبتلا ہوں گے، ان کی کیا مدد کر سکیں گے؟ اس وقت عذابِ الٰہی کو دیکھ کر یہ حسرت کریں گے کہ کاش! دنیا میں راہِ ہدایت پر چلے ہوتے، سیدھا راستہ اختیار کیا ہوتا اور اللہ کے حکموں کے مطابق زندگی گزاری ہوتی تو آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

(٦٥) اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن مشرکوں سے پوچھے جانے والے ایک اور سوال کا ذکر کیا گیا ہے کہ اچھا، یہ بتاؤ، اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے کی بجائے تم شرک و بت پرستی میں مبتلا رہے، پیغمبروں کو تم نے کیا جواب دیا؟ اس سوال کا منشا یہ ہے کہ تمہاری نجات کا سبب بننے میں ان دو چیزوں کی بڑی اہمیت تھی اور تم نے ان دونوں کو ضائع کر دیا، توحید کی جگہ شرک و بت پرستی اور رسالت کی جگہ تکذیب و تردید لیکر آ گئے، اب نجات کیونکر ملے؟

(٦٦) اس آیتِ مبارکہ میں میدانِ حشر کی ایک خاص حالت بیان کی گئی ہے، جب کافروں اور ان کے معبودوں کو کوئی جواب نہ سوجھے گا، کہیں سے کوئی خبر اُن کے پاس نہ آئیگی، معقول جواب کے راستے بند ہو جائیں گے اور اس قدر خوف و ہراس طاری ہوگا کہ ایک دوسرے سے سوال جواب اور بات چیت کرنا بھی بھول جائیں گے۔

اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ

اَنْ	يَّكُوْنَ	مِنَ	الْمُفْلِحِيْنَ ﴿٦٧﴾	وَ	رَبُّكَ	يَخْلُقُ	مَا	يَشَآءُ
کہ	ہوجائے وہ	سے	کامیاب ہونے والوں کے	اور	تیرا رب	پیدا کرتا ہے	جو کچھ	وہ چاہتا ہے

کہ وہ کامیاب ہونے والوں میں سے ہوگا۔ ﴿٦٨﴾ اور آپ کا رب جسے چاہے اور پسند کرلے، پیدا کر دیتا ہے،

وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا

وَ	يَخْتَارُ ؕ	مَا	كَانَ	لَهُمُ	الْخِيَرَةُ ؕ	سُبْحٰنَ	اللّٰهِ	وَ	تَعٰلٰى	عَمَّا
اور	پسند کرتا ہے	نہیں	ہے	ان کیلئے	اختیار	پاک ہے	اللہ	اور	برتر	اس سے جو

اُن کے پاس یہ اختیار نہیں ہے، اللہ اُن تمام چیزوں سے پاک اور برتر ہے جو یہ اُس کے ساتھ شریک

يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٦٩﴾

يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٨﴾	وَ	رَبُّكَ	يَعْلَمُ	مَا	تُكِنُّ	صُدُوْرُهُمْ	وَ	مَا	يُعْلِنُوْنَ ﴿٦٩﴾
یہ شرک کرتے ہیں	اور	تیرا رب	جانتا ہے	جو کچھ	چھپاتے ہیں	ان کے سینے	اور	جو کچھ	وہ ظاہر کرتے ہیں

ٹھہراتے ہیں۔ ﴿٦٩﴾ اور آپ کا رب جانتا ہے جو کچھ اُن کے سینوں میں پوشیدہ ہے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ ﴿٧٠﴾

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ

وَهُوَ	اللّٰهُ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ ؕ	لَهُ	الْحَمْدُ	فِي	الْاُوْلٰى	وَالْاٰخِرَةِ ۫	وَلَهُ
اور وہی	اللہ	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہی	اس کیلئے	تمام تعریفیں	بیچ	دنیا کے	اور آخرت کے	اور اس کا

اور وہی اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، دنیا و آخرت میں اُسی کی تعریف ہے ، اور اُسی کا

الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٧٠﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ

الْحُكْمُ	وَ	اِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ﴿٧٠﴾	قُلْ	اَرَءَيْتُمْ	اِنْ	جَعَلَ	اللّٰهُ	عَلَيْكُمُ
حکم	اور	اس کیطرف	تم لوٹائے جاؤ گے	تُو کہہ	یہ تو بتاؤ	اگر	کردے	اللہ	تم پر

حکم ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ ﴿٧١﴾ اے نبی! ﷺ، آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتاؤ اگر اللہ تم پر

الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ

الَّيْلَ	سَرْمَدًا	اِلٰى	يَوْمِ	الْقِيٰمَةِ	مَنْ	اِلٰهٌ	غَيْرُ	اللّٰهِ	يَاْتِيْكُمْ
رات	ہمیشہ	تک	دن	قیامت کے	کون	معبود	علاوہ	اللہ کے	لا سکتا ہے تمہارے پاس

ہمیشہ کیلئے قیامت کے دن تک ''رات'' کو مسلط کر دے تو اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے جو تمہیں روشنی

﴿٦٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کو کامیابی کی امید دلائی گئی ہے جو توبہ کر کے ایمان لے آئیں اور عملِ صالح سے اپنی زندگی کو مزین کرلیں، اور اللہ تعالیٰ جس چیز کی امید دلائے، اُسے اس کا وعدہ ہی سمجھنا چاہیے جسے وہ بہرحال پورا کرے گا۔

﴿٦٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ جسے چاہتا ہے، جیسے چاہتا ہے، پیدا کردیتا ہے، یہ صفت نہایت عام ہے، اس میں جاندار اور بے جان مخلوق کے علاوہ ہر طرح کا کمال اور ہنر بھی شامل ہے، لہٰذا وہ جس میں جو ہنر، کمال اور استعداد پیدا کرنا چاہے، وہ اس پر بھی مکمل اختیار رکھتا ہے، دوسری صفت یہ کہ وہ ہر عیب سے پاک ہے خواہ وہ عیب انسان کی نظر میں عیب ہو یا نہ ہو، مثلاً اولاد کا نہ ہونا انسان کیلئے عیب ہے لیکن اللہ کیلئے عیب نہیں ہے، اسی طرح اولاد ہونا انسان کیلئے خوشی اور کمال کا سبب ہے، لیکن اللہ کیلئے بہت بڑا عیب ہے، تیسری صفت یہ کہ وہ ہر قسم کے شرک سے بالاتر ہے، کسی میں اس کا شریک بننے کی صلاحیت نہیں پائی جاتی اور وہ ہر قسم کے ساجھے سے بے نیاز ہے۔

﴿٦٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا علمِ کامل بیان کیا گیا ہے کہ وہ ہر ظاہر اور باطن حتیٰ کہ دلوں میں آنے والے خیالات و وساوس، اچھے برے عقائد اور اچھی بری نیت سے بھی بخوبی واقف ہے، اس کے علم کی کوئی انتہا نہیں ہے اور وہ ایک ایسا سمندر ہے جس کا کنارہ نہیں ہے، ایک ایسا آسمان جس کی بلندی تک کوئی نہیں پہنچ سکتا اور ایک ایسا لازوال خزانہ ہے جو ہمیشہ سے بھرا ہوا ہے اور ہمیشہ بھرا رہے گا، اس سے فیض حاصل کر کے علماء، علماء بن گئے اور دانشور، دانشوروں کے درجے تک پہنچ گئے۔

﴿٧٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی پانچ صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ ''اللہ'' ہے، ایسا میٹھا اور شیریں، جلال اور جمال کا یکساں مظہر کوئی دوسرا نام نہیں ہے، اس نام میں ایسی ٹھنڈک ہے جو دلوں کو سکون فراہم کرتی ہے، ایسا سکون ہے جو دلوں میں ٹھنڈک پیدا کرتا ہے، اس نام کے عجائبات ختم ہونے والے نہیں ہیں اور اہلِ اللہ اس نام کی لذت میں ڈوب کر مقامِ معرفت حاصل کرتے ہیں اور یہی نام ہر چیز کی حقیقی زندگی ہے، جس زندگی میں یہ نام موجود ہے، وہ زندہ ہے اور جس زندگی سے یہ نام نکل گیا وہ مردہ ہے۔ دوسری یہ کہ اس کے علاوہ کسی میں معبود بننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، لہٰذا اُس کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت جائز نہیں ہے، تیسری یہ کہ ہر قسم کی تعریف اسی کیلئے ہے، خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں، اس لیے کہ کسی کی تعریف اس کی کسی خوبی یا کمال کی بناء پر ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کی ذات میں ہر کمال اور خوبی موجود ہے خواہ انسان کی عقل اس کمال اور خوبی تک پہنچ پائے یا نہ پہنچے، مخلوق کے پاس جو کمال اور خوبی ہے، وہ اس کی اپنی ذاتی نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے، جبکہ خود اُس کے پاس جتنی خوبیاں اور کمالات ہیں، سب اس کی اپنی ہیں، کسی سے ادھار نہیں لی ہوئی ہیں، اس لیے تعریف کا حقیقی مستحق وہی ہے، چوتھی یہ کہ پوری کائنات اور ہر مخلوق پر اسی کا حکم چلتا ہے، عقلی طور پر بھی یہی بات صحیح ہے کہ جو خالق ہو، حکم اُسی کا چلنا چاہیے اور جو مخلوق ہو، اُس پر حکم چلنا چاہیے اور پانچویں یہ کہ ساری مخلوق کو بالآخر اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جانا ہے، دنیا میں ہمیشہ کوئی ٹکتا رہے گا، کوئی ایسا نہ ہوگا جو لوٹ کر اس کے پاس جانے کی بجائے کہیں اور جا کر چھپ جائے۔

بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ

بِضِيَآءٍ ؕ	اَفَلَا	تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾	قُلْ	اَرَءَيْتُمْ	اِنْ	جَعَلَ	اللّٰهُ	عَلَيْكُمُ
روشنی	تو کیا نہیں	سنتے تم	تُو کہہ	یہ تو بتاؤ	اگر	کردے	اللہ	تم پر

لا کر دے سکے؟ تو کیا تم سنتے نہیں ہو؟ ﴿۷۱﴾ اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتاؤ اگر اللہ تم پر

النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ

النَّهَارَ	سَرْمَدًا	اِلٰى	يَوْمِ	الْقِيٰمَةِ	مَنْ	اِلٰهٌ	غَيْرُ	اللّٰهِ	يَاْتِيْكُمْ	بِلَيْلٍ
دن کو	ہمیشہ	تک	دن	قیامت کے	کون	معبود	علاوہ	اللہ کے	لا سکے تمہارے پاس	رات

ہمیشہ کیلئے روزِ قیامت تک "دن" کو ہی مسلط کر دے تو اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے جو تمہارے پاس رات لا سکے

تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ

تَسْكُنُوْنَ	فِيْهِ ؕ	اَفَلَا	تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾	وَ	مِنْ	رَّحْمَتِهٖ	جَعَلَ	لَكُمُ
سکون پاؤ تم	اسمیں	تو کیا نہیں	دیکھتے تم	اور	سے	اس کی رحمت کے	بنائی اس نے	تمہارے لیے

جس میں تم سکون حاصل کر سکو؟ تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ ﴿۷۲﴾ اور اُس نے اپنی مہربانی سے تمہارے لیے

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ

الَّيْلَ	وَ	النَّهَارَ	لِتَسْكُنُوْا	فِيْهِ	وَ	لِتَبْتَغُوْا	مِنْ	فَضْلِهٖ	وَ	لَعَلَّكُمْ
رات	اور	دن	تاکہ سکون پاؤ تم	اسمیں	اور	تاکہ تلاش کرو تم	سے	اس کا فضل	اور	تاکہ تم

رات اور دن بنائے تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور تاکہ تم اُس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم

تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ

تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾	وَ	يَوْمَ	يُنَادِيْهِمْ	فَيَقُوْلُ	اَيْنَ	شُرَكَآءِيَ	الَّذِيْنَ
شکر کرو	اور	جس دن	وہ پکارے گا انہیں	سو کہے گا	کہاں ہیں	میرے شرکاء	جنہیں

شکر کرو۔ ﴿۷۳﴾ اور جس دن اللہ اُنہیں پکار کر فرمائے گا کہ کہاں ہیں میرے وہ شرکاء جن کے متعلق

كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا

كُنْتُمْ	تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾	وَ	نَزَعْنَا	مِنْ	كُلِّ	اُمَّةٍ	شَهِيْدًا	فَقُلْنَا	هَاتُوْا
تم تھے	سمجھتے رہے	اور	کھینچ لیں گے ہم	سے	ہر ایک	امت کے	ایک گواہ	سو کہیں گے ہم	لاؤ تم

تم گمان کیا کرتے تھے؟ ﴿۷۴﴾ اور ہر امت میں سے ایک گواہ ہم علیحدہ کریں گے اور ہم کہیں گے کہ اپنی دلیل

﴿۷۱﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی بیان کی گئی ہے کہ وہ رات کے بعد دن لیکر آتا ہے، اگر وہ رات کو اتنا طویل کردے کہ دن نکلنے ہی نہ پائے اور ہمیشہ رات ہی رہے تو کیا اللہ کے علاوہ کسی میں اتنی طاقت ہے کہ دن کا اجالا اور روشنی لا سکے؟ کیا رات اور دن، سورج اور چاند، اندھیرے اور روشنی پر کسی کا حکم چلتا ہے؟ کان کھول کر سنو کہ اللہ کے علاوہ کسی میں یہ قدرت نہیں ہے، چنانچہ آج بھی دنیا میں بعض علاقے ایسے ہیں جہاں چھ مہینے مسلسل رات رہتی ہے اور کوئی بڑے سے بڑا حکمران، فلسفی، دانشور اور سائنسدان اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی رات کی تاریکی کو دن کے اجالے سے تبدیل نہیں کرسکتا۔

﴿۷۲﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی بیان کی گئی ہے کہ وہ دن کے بعد رات لیکر آتا ہے، اگر وہ دن کو اتنا طویل کردے کہ رات نکلنے ہی نہ پائے اور ہمیشہ دن ہی رہے تو کیا اللہ کے علاوہ کسی میں اتنی طاقت ہے کہ رات کا سناٹا اور سکون مہیا کر سکے؟ آنکھیں کھول کر دیکھو کہ یہ اللہ کے علاوہ کسی کی قدرت نہیں ہے، دنیا کے جن علاقوں میں چھ مہینے مسلسل دن رہتا ہے، وہاں سورج غروب ہی نہیں ہوتا اور آج تک کسی میں یہ جرأت اور طاقت نہیں آئی کہ سورج کو زبردستی غروب ہونے پر مجبور کردے، اگر کسی میں جرأت ہے تو کر کے دکھا دے اور خدائی کا کریڈٹ لے لے، لیکن تا صبح قیامت اللہ کے علاوہ کوئی ایسا نہ کرسکے گا، ساری دنیا کے حکمرانوں اور ماہرین فلکیات کو کھلا چیلنج ہے کہ وہ سورج کو اپنے حکم سے طلوع یا غروب کر کے اور دن اور رات پر اپنا حکم چلا کر دکھائیں، اگر وہ اس چیلنج کو قبول نہ کرسکیں تو اپنی عاجزی اور بے بسی کا اقرار کر کے حق تعالیٰ کی قدرت کو تسلیم کرلیں اور اس پر ایمان لے آئیں۔

﴿۷۳﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دن اور رات کے نظام کو اللہ کی رحمت قرار دے کر یہ نظام قائم کرنے کی تین حکمتیں بیان کی گئی ہیں، جن میں سے دو انفرادی اور ایک مشترک ہے، چنانچہ رات کی انفرادی حکمت یہ ہے کہ لوگ اس میں آرام کریں، سکون حاصل کریں، تھکاوٹ دور کریں اور اپنے جسم کو راحت پہنچائیں، دن کی انفرادی حکمت یہ ہے کہ لوگ اس کی روشنی میں کاروبار اور ملازمت کے ذریعے رزق حاصل کریں، گویا دن اور رات کی اصل ساخت تو یہی ہے، اس لیے دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں سے جسے، جس مقصد کیلئے مقرر کیا گیا ہے، اس میں اسی کی تکمیل کی جائے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رات میں کاروبار کرنا یا دن میں سونا جائز نہیں ہے، جبکہ مشترکہ حکمت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں دن اور رات دونوں نعمتیں عطا فرمائی ہیں، اگر وہ تمہیں صرف دن کے اجالے میں چھوڑ دیتا تو تمہیں رات کا اندھیرا اور سکون کوئی نہیں دے سکتا، اور اگر وہ تمہیں صرف رات کے اندھیرے میں چھوڑ دیتا تو دن کا اجالا تمہیں کوئی نہیں دے سکتا تھا، اس لیے ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کیا کرو۔

﴿۷۴﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن مشرکوں سے اپنے معبودوں کو بلانے کیلئے مطالبہ بیان کیا گیا ہے تاکہ ان کے سامنے ان کے معبودوں کی بے بسی اور اپنی کم عقلی نمایاں ہوجائے۔

بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع

ع ۱۵/۱۰

بُرْهَانَكُمْ	فَعَلِمُوْٓا	اَنَّ	الْحَقَّ	لِلّٰهِ	وَ	ضَلَّ	عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا	يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾
اپنی دلیل	سوجان لیں گے وہ	کہ بیشک	حق	اللہ ہی کیلئے	اور	گم ہوجائیگا	ان سے	وہ جو	تھے وہ	گھڑتے رہے

لیکر آؤ، سو وہ جان لیں گے کہ حق اللہ ہی کے پاس ہے، اور اُن سے وہ چیزیں گم ہو جائیں گی جو وہ گھڑا کرتے تھے۔ (۷۵)

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ

اِنَّ	قَارُوْنَ	كَانَ	مِنْ	قَوْمِ	مُوْسٰى	فَبَغٰى	عَلَيْهِمْ ۪	وَ	اٰتَيْنٰهُ	مِنَ
بیشک	قارون	تھا	سے	قوم کے	موسیٰ کی	سوشرارت کی اُس نے	ان پر	اور	دیئے ہم نے اسے	سے

بیشک قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا، سو اُس نے اُن کے خلاف شرارت کی، اور ہم نے اُسے اتنے

الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ

الْكُنُوْزِ	مَآ	اِنَّ	مَفَاتِحَهٗ	لَتَنُوْٓاُ	بِالْعُصْبَةِ	اُولِي الْقُوَّةِ ۗ	اِذْ	قَالَ	لَهٗ
خزانوں کے	وہ جو	بیشک	اس کی کنجیاں	البتہ تھکا دیتی تھیں	ایک جماعت کو	طاقت والوں کی	جب	کہا	اس سے

خزانے دیئے جس کی چابیاں اٹھانے سے طاقتور لوگوں کی ایک جماعت تھک جاتی تھی، جب اُس سے اُس کی قوم

قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَابْتَغِ فِيْمَآ

قَوْمُهٗ	لَا	تَفْرَحْ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يُحِبُّ	الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾	وَابْتَغِ	فِيْمَآ
اس کی قوم نے	مت	اترایا کر	بیشک	اللہ	نہیں	پسند کرتا	اترانے والوں کو	اور تلاش کر	اسمیں جو

نے کہا کہ اترایا نہ کر، کیونکہ اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (۷۶) اور اللہ نے تجھے

اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا

اٰتٰىكَ	اللّٰهُ	الدَّارَ	الْاٰخِرَةَ	وَ	لَا	تَنْسَ	نَصِيْبَكَ	مِنَ	الدُّنْيَا
دیا تجھے	اللہ نے	گھر	آخرت کا	اور	مت	بھول	اپنا حصہ	سے	دنیا کے

جو کچھ دیا ہے، اس میں آخرت کا گھر تلاش کر، دنیا سے اپنا حصہ فراموش نہ کر،

وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي

وَ	اَحْسِنْ	كَمَآ	اَحْسَنَ	اللّٰهُ	اِلَيْكَ	وَ	لَا	تَبْغِ	الْفَسَادَ	فِي
اور	احسان کر	جیسا کہ	احسان کیا	اللہ نے	تیری طرف	اور	مت	تلاش کر	فساد کو	بیچ

اور اِسی طرح احسان کیا کر جیسے اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے اور زمین میں فساد

(۷۵) اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن ہر امت سے ایک گواہ لانے کا ذکر کیا گیا ہے، بظاہر یہ گواہ ہر امت کے نبی ہوں گے، پھر انبیاء کی صداقت کی گواہی یہ آخری امت دے گی اور ان سب پر رسول اکرم ﷺ کی گواہی ہوگی، یہ گواہ اپنی امت کی فرمانبرداری اور نافرمانی، اطاعت شعاری اور سرکشی بیان کریں گے تو جن لوگوں نے ان کی فرمانبرداری اور اطاعت شعاری سے کام لیا ہوگا، ان پر تو کسی قسم کی گھبراہٹ نہ ہو گی، کیونکہ اطاعت اور فرمانبرداری پر انعام دیا جاتا ہے، دلیل نہیں مانگی جاتی، البتہ جن لوگوں نے نافرمانی اور سرکشی سے کام لیا ہوگا، ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جائیگا اور جب وہ دلیل پیش کرنے سے عاجز آ جائیں گے تو انہیں بھی یقین آ جائیگا کہ وہ غلطی اور گمراہی پر تھے اور حق وہ تھا جو اللہ کی طرف سے اس کے پیغمبر لیکر آئے تھے۔

(۷۶) اس آیت مبارکہ میں قارون کا نسب نامہ، اس کی سرکشی، اس کے خزانوں کی وسعت اور ان پر اُس کی اتراہٹ کا ذکر کیا گیا ہے، مفسرین نے لکھا ہے کہ قارون رشتے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا، فرعون کے دربار میں اس کا درجہ اقلیتی امور کے وزیر جیسا تھا، اس وزارت سے اُس نے فائدہ اٹھا کر خوب مال و دولت جمع کیا اور اس کے پاس روپے پیسے کی اس قدر فراوانی ہوگئی کہ اس کے خزانے تو رہے ایک طرف، ان کی کنجیاں اٹھانے کیلئے طاقتور مزدوروں کی ایک جماعت مہیا کی جاتی تھی، لیکن وہ بھی تھک جاتے تھے، دنیا میں دولت تو بہت سے لوگوں کو مل جاتی ہے لیکن عزت ہر شخص کو نہیں ملتی، یہ ضروری نہیں ہے کہ جو شخص دولت مند ہو، وہ لوگوں کی نگاہوں میں معزز بھی ہو اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جو شخص لوگوں کی نگاہوں میں معزز ہو، وہ دولت مند بھی ہو، چنانچہ قارون کے پاس دولت تھی، لیکن عزت نہیں تھی، جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس عزت تھی، انہیں دولت کی کوئی پرواہ نہیں تھی، قارون اپنے بے پناہ مال و دولت کے گھمنڈ میں مبتلا تھا اور اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عزت کھٹکتی تھی، لوگوں نے اسے سمجھایا بھی کہ اترایا نہ کر، اللہ تعالیٰ کو اترانے والے لوگ پسند نہیں ہیں، لیکن عام طور پر ایسے لوگوں کو نصیحت کرنے والے پسند نہیں آیا کرتے، سو قارون کو بھی نصیحت کرنے والے لوگ پسند نہیں آئے، اس کا انجام آگے بیان ہوگا۔

الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۷۷ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ

الْاَرْضِ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يُحِبُّ	الْمُفْسِدِيْنَ ۝	قَالَ	اِنَّمَاۤ	اُوْتِيْتُهٗ
زمین کے	بیشک	اللہ	نہیں	پسند کرتا	فساد کرنے والوں کو	کہا اس نے	وہ تو صرف	مجھے دیا گیا ہے

نہ مچا، کیونکہ اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (۷۸) قارون کہنے لگا کہ مجھے تو یہ مال اُس علم کی وجہ سے

عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ

عَلٰى	عِلْمٍ	عِنْدِيْ ؕ	اَوَلَمْ	يَعْلَمْ	اَنَّ	اللّٰهَ	قَدْ	اَهْلَكَ	مِنْ	قَبْلِهٖ
پر	علم کے	میرے پاس	اور کیا نہیں	جانا اس نے	کہ بیشک	اللہ	یقیناً	ہلاک کر چکا	سے	اس کے پہلے

ملا ہے جو میرے پاس ہے، کیا اُسے یہ بات معلوم نہ تھی کہ اللہ اس سے پہلے بہت سی ایسی بستیوں کو

مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْـَٔلُ

مِنَ	الْقُرُوْنِ	مَنْ	هُوَ	اَشَدُّ	مِنْهُ	قُوَّةً	وَّ	اَكْثَرُ	جَمْعًا ؕ	وَ	لَا	يُسْـَٔلُ
سے	بستیوں کے	وہ جو	وہ	زیادہ سخت	اس سے	قوت میں	اور	زیادہ تر	جمع کرنے میں	اور	نہیں	پوچھا جائیگا

ہلاک کر چکا ہے جو طاقت میں اُس سے زیادہ مضبوط اور مال جمع کرنے میں اُس سے زیادہ تھیں؟ اور مجرموں سے اُن کے

عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۷۸ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ

عَنْ	ذُنُوْبِهِمُ	الْمُجْرِمُوْنَ ۝	فَخَرَجَ	عَلٰى	قَوْمِهٖ	فِيْ	زِيْنَتِهٖ ؕ
سے	ان کے گناہوں کے	مجرموں کو	سو نکلا وہ	پر	اپنی قوم کے	بیچ	اپنی زینت کے

گناہوں کے متعلق پوچھ گچھ کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ (۷۹) پھر قارون اپنی قوم کے سامنے اپنی زیب و زینت کے ساتھ نکلا،

قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ

قَالَ	الَّذِيْنَ	يُرِيْدُوْنَ	الْحَيٰوةَ	الدُّنْيَا	يٰلَيْتَ	لَنَا	مِثْلَ	مَاۤ	اُوْتِيَ
کہا	ان لوگوں نے جو	چاہتے تھے	زندگی	دنیا کی	اے کاش	ہمارے لئے	جیسے	وہ جو	دیا گیا

دنیوی زندگی چاہنے والے لوگ کہنے لگے کہ اے کاش! ہمارے پاس بھی وہ سب ہوتا جو قارون کو

قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝۷۹ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

قَارُوْنُ ۙ	اِنَّهٗ	لَذُوْ حَظٍّ	عَظِيْمٍ ۝	وَ	قَالَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْعِلْمَ
قارون کو	بیشک وہ	البتہ حصے والا	بڑے	اور	کہا	ان لوگوں نے جو	دیئے گئے	علم

دیا گیا ہے، بیشک وہ تو بڑی قسمت والا ہے۔ (۸۰) اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا، وہ کہنے لگے

(۷۷) اس آیتِ مبارکہ میں دو امر، دو نہی اور ایک خبر کو جمع کیا گیا ہے، ان سب کا تعلق ان نصیحتوں سے ہے جو قارون کو اُس کی قوم نے کی تھیں، ان میں سے ہر امر کے ساتھ ایک نہی کو رکھا گیا ہے کیونکہ دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ گہرا تعلق ہے، پہلا امر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے جو کچھ عطا فرما رکھا ہے، اسے آخرت کی تیاری میں خرچ کیا کر، زکوٰۃ ادا کیا کر، صدقات و خیرات کا اہتمام کیا کر، پہلی نہی یہ کہ دنیا کی زندگی میں تیرا جتنا حصہ ہے، اسے فراموش نہ کر، مطلب یہ کہ اللہ کے نام پر خرچ کرنے کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ انسان اپنی ذات پر کچھ خرچ نہ کرے، بلکہ اجازت کی حدود میں رہتے ہوئے اسے ضرورت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے، دوسرا امر یہ کہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کیا کر، کیونکہ اللہ نے بھی تجھ پر اپنے احسانات کی بارش برسا دی ہے، اس کا کچھ چھینٹا عوام پر بھی ڈالا کر، دوسری نہی یہ کہ زمین میں فساد نہ پھیلا، لوگوں کو آپس میں لڑانے، نفرت اور عداوت پھیلانے اور شہر کا ماحول خراب کرنے سے اجتناب کر، اور پانچویں چیز خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا، مطلب یہ کہ اگر تو بھی زمین میں فساد پھیلاتا رہا تو اللہ کے ناپسندیدہ بندوں میں شمار کیا جائیگا۔

(۷۸) اس آیتِ مبارکہ میں قارون کا غرور ذکر کر کے اس کا جواب دیا گیا ہے، قارون کا یہ کہنا تھا کہ آج میرے پاس جو کچھ بھی ہے، وہ میرے علم و فن اور ہنر کی وجہ سے ہے، امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کیمیا کا علم اتارا تھا، اس کا ایک تہائی علم قارون نے، ایک تہائی حضرت یوشع نے اور ایک تہائی حضرت کالب نے حاصل کیا، قارون نے دھوکے سے ان کا علم بھی حاصل کر لیا اور کیمیا گری کے ذریعے پیتل اور تانبے کو سونے چاندی میں تبدیل کرنے لگا اور بہت جلد مالدار ہو گیا، وہ اسی علم کیمیا کو اپنی مالداری کا سبب قرار دیتا تھا، اللہ کا نام لینا یا اس کا شکر ادا کرنا اس کے دل اور زبان پر نہیں تھا، یہاں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ قارون کو اپنے مال و دولت اور حشم و خدم کی جس کثرت اور قوت پر ناز ہے، اس پر ناز کرنے والے بہت سے لوگ پہلے بھی گزر چکے ہیں، جب اُن پر اللہ کا عذاب آیا تو اُن سے پوچھ گچھ اور تفتیش کرنے کی ضرورت نہ رہی، اسی طرح جب قارون پر عذاب آئے گا تو اس سے بھی پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی اور اللہ کا عذاب اسے ملیا میٹ کر دے گا۔

(۷۹) اس آیتِ مبارکہ میں قارون کی زندگی کا ایک دن بیان کیا گیا ہے جب وہ نہایت کروفر، شان و شوکت اور رعب و دبدبے کے ساتھ ایک جلوس لیکر نکلا، وہ ایک ایسے عالی شان تخت پر سوار تھا جسے کئی حبشی غلاموں نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا، اس کے ساتھ لوگوں کی ایک بڑی تعداد بھی تھی، اس کی یہ شان و شوکت دیکھ کر کمزور ایمان اور مغلوب حب دنیا والے لوگ حسرت سے کہنے لگے کہ قارون کی قسمت کتنی اچھی ہے، یہ کتنے نصیبوں والا ہے، کاش! ایسی شان و شوکت، رعب و دبدبہ، مال و متاع اور حشم و خدم ہمیں بھی نصیب ہوتے، ہم بھی دنیا میں فخر سے سر اٹھا کر چلتے اور جس طرح ہم قارون پر رشک کر رہے ہیں اسی طرح لوگ ہم پر رشک کرتے۔

وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰهَآ

وَيْلَكُمْ	ثَوَابُ	اللّٰهِ	خَيْرٌ	لِّمَنْ	اٰمَنَ	وَ	عَمِلَ	صَالِحًا ۚ	وَ	لَا	يُلَقّٰهَآ
افسوس تم پر	ثواب	اللہ کا	زیادہ بہتر	اس کیلئے جو	ایمان لائے	اور	عمل کرے	نیک	اور	نہیں	ملتا یہ

کہ تم پر افسوس ہے، اللہ کا ثواب اُس شخص کیلئے سب سے بہتر ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے، اور یہ چیز صبر کرنے

اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿٨٠﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا

اِلَّا	الصّٰبِرُوْنَ ﴿٨٠﴾	فَخَسَفْنَا	بِهٖ	وَ	بِدَارِهِ	الْاَرْضَ ۫	فَمَا
مگر	صبر کرنے والوں کو	سو دھنسا دیا ہم نے	اسے	اور	اس کے گھر کو	زمین میں	سو نہیں

والوں کو ہی ملتی ہے۔ ﴿٨٠﴾ سو ہم نے اُسے اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پھر

كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ وَمَا كَانَ مِنَ

كَانَ	لَهٗ	مِنْ	فِئَةٍ	يَّنْصُرُوْنَهٗ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ ۖ	وَ	مَا	كَانَ	مِنَ
ہوئی	اس کیلئے	سے	کوئی جماعت	وہ مدد کرتے اس کی	سے	علاوہ	اللہ کے	اور	نہ	ہوا وہ	سے

اُس کیلئے کوئی جماعت ایسی نہ ہوئی جو اللہ کے مقابلے میں اُس کی مدد کرتی، اور نہ وہ خود بدلہ

الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿٨١﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ

الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿٨١﴾	وَ	اَصْبَحَ	الَّذِيْنَ	تَمَنَّوْا	مَكَانَهٗ	بِالْاَمْسِ
بدلہ لینے والوں کے	اور	صبح کی	ان لوگوں نے جو	تمنا کر رہے تھے	اس کی جگہ	گزشتہ کل

لینے والا ہو سکا۔ ﴿٨١﴾ اور جو لوگ کل گزشتہ اُس کی جگہ ہونے کی تمنا کر رہے تھے،

يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

يَقُوْلُوْنَ	وَيْكَاَنَّ	اللّٰهَ	يَبْسُطُ	الرِّزْقَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	مِنْ	عِبَادِهٖ
کہہ رہے تھے	ہائے گویا کہ	اللہ	کشادہ کرتا ہے	رزق	جس کا	چاہتا ہے	سے	اپنے بندوں کے

وہ آج یہ کہنے والے ہو گئے کہ ہائے! یہ تو اللہ ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کا رزق چاہتا ہے کشادہ اور

وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۖ وَيْكَاَنَّهٗ

وَ	يَقْدِرُ ۚ	لَوْ	لَآ	اَنْ	مَّنَّ	اللّٰهُ	عَلَيْنَا	لَخَسَفَ	بِنَا ۖ	وَيْكَاَنَّهٗ
اور	تنگ کرتا ہے	اگر	نہ ہوتا	یہ کہ	احسان کیا	اللہ نے	ہم پر	البتہ دھنسا دیتا	ہمیں بھی	ہائے گویا کہ وہ

تنگ کرتا ہے، اگر ہم پر اللہ کا احسان نہ ہوتا تو وہ ہمیں بھی دھنسا دیتا، ہائے!

﴿٨٠﴾ اس آیت مبارکہ میں قارون کی ثروت و دولت مندی پر اہل علم کا تجزیہ ذکر کیا گیا ہے، انہوں نے لوگوں سے کہا کہ تم اس ظاہری شان وشوکت سے متاثر ہو گئے ہو، کیا یہ پائیدار اور ہمیشہ رہنے والا عروج ہے؟ ہرگز نہیں، اللہ کی طرف سے ملنے والا ثواب ہی اہل ایمان کیلئے سب سے زیادہ بہتر ہوتا ہے اور وہ اس کے علاوہ کسی دوسری چیز میں رغبت نہیں رکھتے، البتہ اس کیلئے انسان کو بہت محنت ومشقت اور صبر وہمت سے کام لینا پڑتا ہے۔

﴿٨١﴾ اس آیت مبارکہ میں قارون کو اس کے محل سمیت زمین میں دھنسائے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ واقعہ کب پیش آیا؟ اس سلسلے میں مفسرین کی دو رائیں ہیں، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ مصر میں پیش آیا، جبکہ فرعون کے غرق ہونے کا واقعہ ابھی تک پیش نہیں آیا تھا اور بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ وادی تیہ میں پیش آیا، جبکہ فرعون اور اس کا لشکر دریا میں غرق ہو چکے تھے، بعض حضرات نے پہلی رائے کو ترجیح دی ہے اور بعض نے دوسری رائے کو، لیکن ایسی مضبوط دلیل "جس سے دوسری رائے پر اس کی ترجیح ثابت ہو جائے" فریقین میں سے کوئی بھی پیش نہیں کر سکتا، اس عاجز کے نزدیک پہلی رائے زیادہ راجح ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ قارون، فرعون کے دربار میں اقلیتی امور کا وزیر تھا اور وزارت کی شان وشوکت اسے فرعون کے دربار سے وابستگی کی بناء پر ملی ہوئی تھی، جب فرعون ہی نہ رہا تو کہاں کی وزارت اور کہاں کا رعب و دبدبہ اور شان وشوکت؟ پھر وادی تیہ میں تو وہ لوگ آزمائشوں کے گرداب میں دھنسے ہوئے تھے، وہاں کروفر کا معیار کیا تھا، وہاں تو سب ایک ہی جیسے حال میں تھے، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ قارون کی وزارت نہ رہی تو کیا ہوا؟ اس کے پاس مال و دولت تو تھا، روپے پیسے کی ریل پیل اور فراوانی تو تھی، اس نے وادی تیہ کے جنگل میں منگل کا سماں بنا لیا ہوگا؟ تو پھر اس سے یہ پوچھا جائیگا کہ کیا قارون اپنی وزارت چھوڑ کر رات کے اندھیرے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مصر سے نکلنے کیلئے تیار ہو گیا تھا؟ کیا وہ اپنے ساتھ اپنے خزانے اور عالیشان محل لے گیا تھا یا مصر ہی میں چھوڑ گیا تھا؟ تاریخ سے اس عاجز کو تو کم از کم ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی جس سے معلوم ہوتا ہو کہ قارون مصر چھوڑنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ تھا، رہی یہ بات کہ قارون کو کس جرم کی پاداش میں زمین میں دھنسایا گیا؟ تو قرآن وسنت سے اجمالی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حسد کی وجہ سے وہ انہیں ذہنی اذیت پہنچاتا تھا، کبھی لوگوں کو ان کے خلاف ورغلاتا، کبھی الٹے سیدھے اعتراضات کرتا، ایک مرتبہ تو اُس نے حد ہی کردی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بدکاری کا الزام لگانے کیلئے اس نے ایک پیشہ ور فاحشہ عورت کو تیار کر لیا، عین وقت پر اُس عورت نے سچ اگل دیا اور قارون کی سازش نمایاں ہو گئی، چونکہ یہ وقت کے ایک جلیل القدر نبی کی کردار کشی اور ان کی عفت وعصمت پر سیدھا سیدھا الزام تھا، اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اللہ نے زمین کو اُن کے حکم کے تابع کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم پر زمین نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا، وہ چلاتا رہا اور موسیٰ برابر زمین کو حکم دیتے رہے، یہاں تک کہ وہ پورے کا پورا زمین میں دھنس گیا، اس کے بعد اس کے گھر کی باری آئی اور وہ بھی زمین بوس ہو گیا، کوئی اُس کی مدد کو نہ آ سکا اور نہ وہ خود اپنے آپ کو بچا سکا، عبرت حاصل کرنے والوں کیلئے اسمیں بڑی نشانیاں ہیں۔

لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٢﴾ ع تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ

لَا	يُفْلِحُ	الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٢﴾	تِلْكَ	الدَّارُ	الْاٰخِرَةُ	نَجْعَلُهَا	لِلَّذِيْنَ
نہیں	کامیاب ہوتے	کفر کرنے والے	وہ	گھر	آخرت کا	کردیں گے ہم اسے	ان لوگوں کیلئے جو

کافر لوگ کامیاب نہیں ہوتے۔ ﴿٨٣﴾ وہ آخرت کا گھر ہم اُن لوگوں کو دیں گے

لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ

لَا	يُرِيْدُوْنَ	عُلُوًّا	فِي	الْاَرْضِ	وَ	لَا	فَسَادًا ۭ	وَالْعَاقِبَةُ
نہیں	چاہتے	بڑائی	بیچ	زمین کے	اور	نہ	فساد	اورانجام

جو زمین میں نہ تو اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور نہ فساد، اور اچھا انجام متقیوں کا

لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٨٣﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ

لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٨٣﴾	مَنْ	جَآءَ	بِالْحَسَنَةِ	فَلَهٗ	خَيْرٌ	مِّنْهَا ۚ	وَ	مَنْ
متقیوں کا	جوکوئی	لیکرآئے	ایک نیکی	تواس کیلئے	بہترین	اس سے	اور	جوکوئی

ہی ہوگا۔ ﴿٨٤﴾ جو شخص ایک نیکی لیکر آئے گا، اُسے اُس سے بہتر بدلہ ملے گا اور جو شخص

جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا

جَآءَ	بِالسَّيِّئَةِ	فَلَا	يُجْزَى	الَّذِيْنَ	عَمِلُوا	السَّيِّاٰتِ	اِلَّا
لیکرآئے	ایک برائی	تونہیں	بدلہ دیا جائیگا	ان لوگوں کو	کی انہوں نے	برائیاں	مگر

ایک برائی لیکر آئے گا تو برائیاں کرنے والوں کو وہی بدلہ دیا جائے گا

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٨٤﴾ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ

مَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿٨٤﴾	اِنَّ	الَّذِيْ	فَرَضَ	عَلَيْكَ	الْقُرْاٰنَ
وہ جو	تھے وہ	عمل کرتے رہے	بیشک	جس نے	اتارا	تجھ پر	قرآن

جووہ کرتے تھے۔ ﴿٨٥﴾ بیشک وہ ذات جس نے آپ پر قرآن اتارا ہے،

لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى

لَرَآدُّكَ	اِلٰى	مَعَادٍ ۭ	قُلْ	رَّبِّيْٓ	اَعْلَمُ	مَنْ	جَآءَ	بِالْهُدٰى
البتہ لوٹانے والا تجھے	طرف	پہلی جگہ کے	تُو کہہ	میرارب	زیادہ جانتا ہے	اسے جو	لیکر آیا	ہدایت

وہ آپ کو پہلی جگہ ضرور لوٹائے گا، آپ فرما دیجئے کہ میرا رب خوب جانتا ہے کہ کون ہدایت لیکر آیا ہے،

ع ١١

﴿٨٢﴾ اس آیت مبارکہ میں اُن لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جن کی کل تک یہ سوچ تھی کہ قارون نہایت خوش نصیب اور قسمت کا دھنی ہے، پھر جب انہوں نے اسے اپنی آنکھوں سے زمین میں دھنستے ہوئے دیکھا تو اللہ کا شکرادا کرنے لگے کہ اس نے ہمیں قارون جیسے انجام سے بچالیا، انہیں سمجھ آگئی کہ رزق کی کشادگی اور تنگی کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے کرنا ہوتا ہے، کسی کے ہنر اور صلاحیت کی وجہ سے اس کے رزق میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔

﴿٨٣﴾ اس آیت مبارکہ میں اُن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جنہیں آخرت میں بہترین ٹھکانہ اور رہائش گاہ فراہم کی جائیگی، یہ وہ اہل ایمان وتقویٰ ہوں گے جو اللہ کی زمین پر اپنی بڑائی قائم نہیں کرنا چاہتے، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ وہ زمین پر اللہ کی بڑائی، اس کی حکومت اور اس کے احکام نافذ کرنا چاہتے ہیں، وہ اپنی ذات کو کچھ نہیں سمجھتے اور اسے مٹا کر دینِ الٰہی کی سربلندی ور ترویج کیلئے کوششیں کرتے ہیں، وہ زمین میں فساد اور انتشار نہیں پھیلاتے، بلکہ اس کی اصلاح کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں۔

﴿٨٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نیکی اور برائی کرنے والوں کی جزا اور سزا بیان کی گئی ہے؟ نیکی کرنے والوں کی جزا یہ کہ انہوں نے جتنی محنت کی ہوگی، اس کا صلہ انہیں اس سے بڑھ کر اور بہتر ملے گا، اور برائی کرنے والوں کی سزا ان کی برائی کے برابر ہوگی، گویا جزا میں اللہ کا فضل غالب ہوگا اور سزا میں اس کا عدل غالب ہوگا۔

وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٨٥﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى

وَ	مَنْ	هُوَ	فِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ﴿٨٥﴾	وَ	مَا	كُنْتَ	تَرْجُوْٓا	اَنْ	يُّلْقٰٓى
اور	جو	وہ	بیچ	گمراہی کے	کھلی	اور	نہیں	تھا تُو	امید رکھتا	یہ کہ	بھیجی جائیگی

اور کون کھلی گمراہی میں پڑا ہوا ہے؟ ٨٥ اور آپ کو تو یہ توقع نہیں تھی کہ آپ کے پاس

اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا

اِلَيْكَ	الْكِتٰبُ	اِلَّا	رَحْمَةً	مِّنْ	رَّبِّكَ	فَلَا	تَكُوْنَنَّ	ظَهِيْرًا
تیری طرف	کتاب	مگر	رحمت	سے	تیرے رب کی	سو نہ	ہوجا	معاون

کتاب بھیجی جائے گی، مگر یہ تو آپ کے رب کی رحمت ہے، سو آپ کافروں کیلئے

لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ

لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٦﴾	وَ	لَا	يَصُدُّنَّكَ	عَنْ	اٰيٰتِ	اللّٰهِ	بَعْدَ	اِذْ	اُنْزِلَتْ
کافروں کیلئے	اور	نہ	روک دیں وہ تجھے	سے	آیتوں کے	اللہ کی	پیچھے	اس کے	نازل کی گئیں وہ

معاون ہرگز نہ بنیں۔ ٨٦ اور وہ آپ کو اللہ کی آیات سے روک نہ دیں، بعد اس کے کہ وہ آپ کی طرف

اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٨٧﴾

اِلَيْكَ	وَادْعُ	اِلٰى	رَبِّكَ	وَ	لَا	تَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٨٧﴾
تیری طرف	اور بلا	طرف	اپنے رب کے	اور	مت	ہوجا	سے	مشرکوں کے

نازل کی جا چکی ہیں، اور اپنے رب کی طرف دعوت دیتے رہیں، اور شرک کرنے والوں میں سے نہ ہو جایئے۔ ٨٧

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ

وَ	لَا	تَدْعُ	مَعَ	اللّٰهِ	اِلٰهًا	اٰخَرَ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	كُلُّ	شَيْءٍ
اور	مت	پکار	ہمراہ	اللہ کے	کوئی معبود	دوسرا	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہی	ہر ایک	چیز

اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو مت پکاریئے، اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، اُس کی ذات کے علاوہ

هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٨﴾

هَالِكٌ	اِلَّا	وَجْهَهٗ	لَهُ	الْحُكْمُ	وَ	اِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٨﴾
ہلاک ہونے والی	مگر	اس کا چہرہ	اس کیلئے	حکم	اور	اس کیطرف	تم لوٹائے جاؤ گے

ہر چیز ہی فنا ہونے والی ہے، اُسی کا حکم چلتا ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ ٨٨

٨٥ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ جس ذات نے آپ پر قرآن کریم نازل کیا ہے اُس کا آپ سے وعدہ ہے کہ وہ آپ کو ''معاد'' کی طرف ضرور واپس لوٹائے گا، رہی یہ بات کہ یہاں ''معاد'' سے کیا مراد ہے؟ سو اس سلسلے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، اور سب ہی اپنی جگہ صحیح ہو سکتے ہیں، کیونکہ ان تمام اقوال میں لفظ ''معاد'' کا معنی ''انجام'' پایا جاتا ہے، چنانچہ اس آیت کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اے حبیب! آپ مطمئن رہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک نہ ایک دن مکہ مکرمہ واپس ضرور لوٹائے گا، اس صورت میں آیت کا نزول ہجرت کے وقت ہوا ہوگا اور یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اے حبیب! آپ مطمئن رہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں آپ کے مقررہ مقامِ محمود پر ضرور پہنچائے گا، اگر کوئی شخص اس آیت کو حطیم کعبہ میں اپنے ہاتھ کی انگلی سے زمین پر لکھے تو اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ اپنے گھر کی زیارت کیلئے ضرور بلاتا ہے۔

٨٦ اس آیتِ مبارکہ میں رسولِ اکرم ﷺ پر قرآن کریم کے نزول کو اللہ کی رحمت قرار دیکر یہ تاکید کی گئی ہے کہ کافروں کی پشت پناہی اور مدد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، آپ کو تو اللہ نے اپنی رحمت اور مہربانی سے منتخب فرمایا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ یہ کسبی نعمت نہیں ہے، یہ تو ایک وہبی احسان ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرما دیا ہے، کسب میں انسان کو توقع ہوتی ہے اور چیزیں ہمیشہ توقع کے بغیر ہوتی ہیں۔

٨٧ اس آیتِ مبارکہ میں روئے سخن نبی علیہ السلام کی طرف ہے اور اس میں دو نہی کے درمیان ایک امر وارد ہوا ہے، نہی یہ کہ اللہ نے آپ پر قرآن اتارا ہے، اس کی اہمیت اور عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ اب کسی کی بات نہ مانیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس نعمتِ عظمیٰ کی طرف بے التفاتی ہو جائے، کچھ لوگ آپ کو اس سے بہکانے کی کوشش کریں گے لیکن آپ پہلے کی طرح ان کی باتوں میں نہ آیئے، دوسری نہی یہ کہ آپ کفر و شرک سے اجتناب کریں جیسا کہ آپ ہمیشہ اس سے اجتناب فرماتے رہے ہیں، اور امر یہ کہ اپنے رب کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رہیں، ظاہر ہے کہ رب کی طرف دعوت وہی دے گا جو اس کی آیتوں سے غافل نہیں ہوگا اور جو کفر و شرک کی نجاست سے محفوظ ہوگا، امر کے اس صیغے کو نہی کے دو صیغوں کے درمیان رکھ کر یہ بتا دیا کہ ہمیں اپنے پیغمبر پر کامل اعتماد ہے، دراصل تمہیں سنانا مقصود ہے تاکہ تم اس کی اہمیت کو سمجھو۔

٨٨ اس آیتِ مبارکہ میں ایک نہی، ایک نفی اور تین اثبات جمع کر دیئے گئے ہیں، نہی کا تعلق غیر اللہ کی پوجا سے ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور شرک سے مکمل اجتناب کرو، نفی کا تعلق غیر کے معبود ہونے سے ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور کسی میں ایسی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ معبود بن سکے اور اس کی پوجا اور عبادت کی جا سکے، پہلا اثبات یہ کہ اللہ کی ذات کے علاوہ ہر چیز فنا کے گھاٹ اترنے والی ہے، دوام صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اس کے علاوہ ہر چیز زوال پذیر اور ختم ہو جانے والی ہے، دوسرا اثبات یہ کہ ہر چیز پر اللہ کا ہی حکم چلتا ہے، اس کے علاوہ کسی کا حکم نہیں چلتا اور تیسرا اثبات یہ کہ سب کو اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے، کوئی اس سے بچ کر بھاگ نہیں سکتا، کسی کے پاس پناہ گاہ نہیں ہے جس میں چھپ کر وہ اللہ کی نگاہوں سے مخفی رہ جائے، اس قدرت والے اللہ سے اپنا تعلق مضبوط کرو اور اس کی قدرت کی نشانیوں پر غور کر کے اس کا قرب تلاش کرو۔ الحمد للہ! آج مورخہ ٣ دسمبر ٢٠١٨ء بروز پیر سورۂ قصص کے تفسیری حواشی سے فراغت ہوئی، اللہ تعالیٰ اسے قبول و مقبول اور نافع فرما کر اگلی سورت کیلئے وقت میں برکت ڈالے۔ آمین

اٰيَاتُهَا ٦٩ (٢٩) سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ (٨٥) رُكُوْعَاتُهَا ٧

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ﴿١﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ

الٓمّٓ ﴿١﴾	اَحَسِبَ	النَّاسُ	اَنْ	يُّتْرَكُوْٓا	اَنْ	يَّقُوْلُوْٓا	اٰمَنَّا	وَ	هُمْ
الٓمّٓ	کیا سمجھ لیا	لوگوں نے	یہ کہ	چھوڑ دیئے جائیں گے وہ	یہ کہ	وہ کہتے ہیں	ایمان لائے ہم	اور	وہ

الٓمّٓ ﴿١﴾ کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ صرف اتنا کہہ کر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور انہیں

لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿٢﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ

لَا	يُفْتَنُوْنَ ﴿٢﴾	وَ	لَقَدْ	فَتَنَّا	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ	فَلَيَعْلَمَنَّ	اللّٰهُ
نہیں	آزمائے جائیں گے	اور	البتہ یقیناً	آزمایا ہم نے	ان لوگوں کو جو	سے	ان کے پہلے	سو البتہ ضرور جان لے گا	اللہ

آزمایا نہیں جائے گا؟ ﴿٢﴾ اور یقیناً ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو بھی آزمایا تھا، سو اللہ اُن لوگوں کو بھی جان

الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٣﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ

الَّذِيْنَ	صَدَقُوْا	وَلَيَعْلَمَنَّ	الْكٰذِبِيْنَ ﴿٣﴾	اَمْ	حَسِبَ	الَّذِيْنَ
ان لوگوں کو	سچ بولا انہوں نے	اور البتہ ضرور جان لے گا	جھوٹوں کو	کیا	سمجھا	ان لوگوں نے جو

لے گا جو سچے ہیں اور وہ جھوٹوں کو بھی ممتاز کر کے رہے گا۔ ﴿٣﴾ جو لوگ برائیوں کا

يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٤﴾ مَنْ كَانَ

يَعْمَلُوْنَ	السَّيِّاٰتِ	اَنْ	يَّسْبِقُوْنَا ؕ	سَآءَ	مَا	يَحْكُمُوْنَ ﴿٤﴾	مَنْ	كَانَ
کرتے ہیں	برائیاں	یہ کہ	آگے بڑھ جائیں گے ہم سے	بہت برا ہے	وہ جو	فیصلہ کرتے ہیں	جو کوئی	ہو

ارتکاب کر رہے ہیں، کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے آگے بڑھ جائیں گے؟ بہت برا فیصلہ وہ کر رہے ہیں۔ ﴿٤﴾ جو شخص

يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٥﴾

يَرْجُوْا	لِقَآءَ	اللّٰهِ	فَاِنَّ	اَجَلَ	اللّٰهِ	لَاٰتٍ ؕ	وَ	هُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ ﴿٥﴾
امید رکھتا	ملاقات کی	اللہ سے	تو بیشک	مقررہ وقت	اللہ کا	البتہ آنے والا	اور	وہ	خوب سننے والا	جاننے والا

اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہو تو بیشک اللہ کا مقررہ وقت آنے والا ہے، اور وہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔ ﴿٥﴾

سورة العنكبوت

سورۂ عنکبوت مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۴۱۹۵، کلمات ۱۹۸۱، آیات ۶۹ اور رکوعات ۷ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ۴۱ میں ''العنکبوت'' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ عنکبوت رکھا گیا، اس کا لفظی معنی ''مکڑی'' ہے، جس طرح مکڑی کا جالا دنیا کی سب سے کمزور چیز ہے، اسی طرح معبودانِ باطلہ بھی کمزور اور بے بس ہیں، اس سورت کا مرکزی عنوان جہاد اور ہجرت کی ضرورت واضح دیتا ہے، اس سورت کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ صرف زبان سے دعوے کر لینا کافی نہیں ہے، کھرے اور کھوٹے، مخلص اور منافق کے درمیان امتیاز کیلئے امتحان لینا ضروری ہے، یہ امتحان سابقہ امتوں کا بھی ہوا ہے، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کو اس کیلئے تیار اور آمادہ کرتے رہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑھاپے میں ہجرت کی، حضرت شعیب، ہود اور صالح علیہم السلام بھی اپنی اقوام کے ساتھ جہاد کرتے رہے اور کامیابی نے انہی کے قدم چومے، اس کے علاوہ تعلق مع اللہ کی مضبوطی اور شکوک وشبہات سے حفاظت کیلئے تین نکاتی نسخہ دیا گیا ہے، پہلا تلاوت قرآن، دوسرا نماز قائم کرنا اور تیسرا زکوٰۃ ادا کرنا، اہل کتاب سے الجھنے اور تکرار کرنے کی ممانعت کی گئی ہے، ہجرت کیلئے اس طرح تیار کیا گیا ہے کہ میری زمین بہت وسیع ہے، تمہیں اس میں کہیں نہ کہیں کوئی جائے پناہ مل جائے گی، گھبرانے اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، تمہارا رزق بھی تمہارے ہمراہ وہیں پہنچے گا، دنیوی زندگی کی اصل حقیقت بیان کر کے یہ اصول وضع کیا گیا ہے کہ جو شخص ہم تک رسائی حاصل کرنے کیلئے مجاہدہ کرے گا، ہم اس کی رہنمائی بہت سے راستہ کی طرف کر دیں گے، جن میں سے ہر ایک ہم تک پہنچانے والا ہوگا۔

﴿١﴾ یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے، جس پر سورۂ بقرہ کے آغاز میں لکھا جا چکا ہے۔

﴿٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کو امتحان اور آزمائش کیلئے ذہنی طور پر تیار کیا جا رہا ہے کہ صرف زبان سے ایمان واسلام کا دعویٰ کرنا کافی نہیں ہے، بلکہ اس دعوے کو دلیل سے ثابت کرنا بھی ضروری ہے اور اصول یہ ہے کہ کوئی بھی دعویٰ، دلیل کے بغیر معتبر نہیں ہوتا، جتنا بڑا دعویٰ ہو، اتنی ہی مضبوط دلیل ہونی چاہیے، چونکہ ایمان کا دعویٰ سب سے بڑا ہے اس لیے اس کا امتحان بھی درجہ بدرجہ سخت ہوتا جاتا ہے اور سب سے زیادہ سخت امتحان انبیاء کرام علیہم السلام کا ہوتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے، پھر جو اس امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے، وہ کندن بن کر نکلتا ہے۔ ﴿٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ''امتحان'' کے قانون کا گزشتہ اقوام پر اطلاق کیا جانا بیان کیا گیا ہے، یعنی ایمان کے دعوے پر امتحان صرف تمہارا نہیں لیا جا رہا، تم سے پہلی قوموں کا بھی امتحان لیا گیا، چنانچہ کسی کو ایمان سے برگشتہ کرنے کیلئے اس کے سر پر آرہ رکھ کر بیچ میں سے اس کے پورے جسم کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا گیا اور کسی کے جسم میں لوہے کی کنگھیاں زبردستی داخل کر کے ان کا گوشت ادھیڑ دیا گیا تھا لیکن وہ لوگ اپنے ایمان میں ثابت قدم رہے اور اس امتحان کے ذریعے سچے اور جھوٹے ایک دوسرے سے ممتاز ہو گئے۔ ﴿٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں روئے سخن مجرموں اور گناہ گاروں کی طرف ہے جن کی صبح اور شام اللہ کی نافرمانی میں لت پت ہے، وہ سردی گرمی، دھوپ سایہ اور اندھیرے اجالے کی پرواہ کیے بغیر گناہوں میں مست ہیں، کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے بچ کر کہیں نکل جائیں گے؟ اگر ان میں جرأت ہے تو وہ بھاگ کر دکھائیں، کہاں بھاگ کر جائیں گے؟ ہر طرف ہماری ہی سلطنت اور حکومت ہے، ہماری سلطنت کی حدود سے نکلنا کسی کیلئے بھی ممکن نہیں ہے، اس کے باوجود ان کا گناہوں پر جری ہونا تعجب خیز ہے۔ ﴿٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ

وَ	مَنْ	جَاهَدَ	فَإِنَّمَا	يُجَاهِدُ	لِنَفْسِهٖ ؕ	إِنَّ	اللّٰهَ	لَغَنِيٌّ	عَنِ
اور	جو کوئی	محنت کرے	تو صرف	محنت کرتا ہے وہ	اپنی جان کیلئے	بیشک	اللہ	البتہ بے نیاز	سے

اور جو شخص محنت کرتا ہے تو وہ اپنے فائدے کیلئے ہی محنت کرتا ہے، بیشک اللہ اہلِ عالم سے

الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ

الْعٰلَمِيْنَ ۝	وَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوْا	الصّٰلِحٰتِ	لَنُكَفِّرَنَّ	عَنْهُمْ
جہان والوں کے	اور	جو لوگ	ایمان لائے	اور عمل کیے انہوں نے	اچھے	البتہ ضرور کفارہ کریں گے ہم	ان سے

بے نیاز ہے۔ ⑥ اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک اعمال کیے، ہم اُن کی لغزشوں کا

سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

سَيِّاٰتِهِمْ	وَ	لَنَجْزِيَنَّهُمْ	أَحْسَنَ	الَّذِيْ	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ۝
ان کی برائیوں کا	اور	البتہ ضرور بدلہ دیں گے ہم انہیں	بہترین	اس کا جو	تھے وہ	عمل کرتے

ضرور کفارہ کریں گے اور اُنہیں اُن اچھے کاموں کا بدلہ ضرور دیں گے جو وہ کرتے رہے۔ ⑦

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَإِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ

وَوَصَّيْنَا	الْإِنْسَانَ	بِوَالِدَيْهِ	حُسْنًا ؕ	وَ	إِنْ	جَاهَدٰكَ	لِتُشْرِكَ
اور تاکید کی ہم نے	انسان کو	ساتھ اپنے والدین کے	اچھائی کی	اور	اگر	وہ دونوں مجبور کریں تجھے	تا کہ تو شریک کرے

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا تاکیدی حکم دیا، اگر وہ تمہیں میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک

بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ

بِيْ	مَا	لَيْسَ	لَكَ	بِهٖ	عِلْمٌ	فَلَا	تُطِعْهُمَا ؕ	إِلَيَّ	مَرْجِعُكُمْ	فَأُنَبِّئُكُمْ
میرے ساتھ	وہ جو	نہیں	تجھے	اس کا	کوئی علم	تو مت	اطاعت کر دونوں کی	میری طرف	تمہارا لوٹنا	سو بتاؤں گا میں تمہیں

ٹھہرانے کیلئے مجبور کریں جس کا تمہیں علم نہیں، تو تم اُن کی اطاعت نہ کرنا، تمہیں میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے، سو میں تمہیں بتا دوں گا

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

بِمَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ۝	وَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوْا	الصّٰلِحٰتِ
وہ جو	تم تھے	عمل کرتے	اور	جو لوگ	ایمان لائے	اور	عمل کیے انہوں نے	اچھے

جو کچھ تم اعمال کرتے رہے ہو۔ ⑧ اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک اعمال کیے،

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا اشتیاق رکھنے والوں کو خوشخبری دی گئی ہے کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ سے ان کی ملاقات ہوگی، اس ملاقات کا مقررہ وقت آنے والا ہے، اگرچہ محبوب سے ملاقات کا تھوڑا سا انتظار بھی صبر آزما اور طویل معلوم ہوتا ہے اور انسان گھڑی کی سوئیوں پر نظر گاڑے بیٹھا رہتا ہے کہ کب یہ وقت گزرے اور مجھے اپنے محبوب سے ملاقات اور وصال نصیب ہو، لیکن جب انتظار کے لمحات گزر جاتے ہیں اور وہ محبوب کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو شادکام کر لیتا ہے تو انتظار کی ساری کلفت کو بھول جاتا ہے، اس عاجز کیلئے بھی یہ انتظار طویل ہو گیا ہے، چاہتا ہوں کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کی لذت حاصل کروں، گو کہ پلے تو کچھ بھی نہیں ہے لیکن پھر بھی دل میں ملاقات کا ارمان موج زن ہے اور چلتے پھرتے یہی دعا شامل حال رہتی ہے۔
اللھم انی احب لقاءك فاحب لقائی

⑥ اس آیتِ مبارکہ میں مجاہدہ اور ریاضت کرنے والوں کو مزید مجاہدے کی ترغیب دی گئی ہے کہ دنیا میں جو شخص جتنی زیادہ محنت اور مشقت برداشت کر لے گا، جتنا زیادہ مجاہدہ اور ریاضت کر لے گا، اس کا اتنا ہی فائدہ بھی اسی کو ہوگا، اور جس کے مجاہدے میں کمی ہوگی، اس کا نقصان بھی اسی کو ہوگا، اللہ تعالیٰ کو اس کے زیادہ مجاہدے سے کوئی فائدہ یا کم ریاضت سے کوئی نقصان نہیں ہو گا، اسے تو اہل عالم میں سے کسی کی نیکی کی ضرورت ہے اور نہ کسی کے گناہ کی پرواہ، اس لیے نیکی کرنے والا اس پر احسان نہیں کرتا اور گناہ کرنے والا اس کا کچھ نہیں بگاڑتا، اپنا ہی فائدہ یا نقصان کرتا ہے۔

⑦ اس آیت مبارکہ میں ایمان اور عمل صالح والوں کے لیے دو انعام ذکر کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ ان کے گناہوں کا کفارہ کر دیا جائیگا یعنی ایمان اور عمل صالح کی برکت سے ان کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور توبہ کرنے کے بعد اُن کے نامہ اعمال میں ان کے گناہوں کو رہنے ہی نہیں دیا جائیگا، دوسرا انعام یہ کہ ان کی نیکیوں کا انہیں بہترین صلہ اور عمدہ بدلہ دیا جائیگا، ظاہر ہے کہ انسان کے نامۂ اعمال میں یہی دو چیزیں ہوں گی، اہل ایمان کو دونوں کے حوالے سے تسلی بلکہ خوشخبری دیدی گئی ہے۔ ⑧ اس آیت مبارکہ میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید اور اس کی حد بندی ذکر کی گئی ہے، چونکہ والدین انسان کے وجود کا ظاہری سبب ہوتے ہیں اس لیے اس کے حسن سلوک کے سب سے زیادہ مستحق وہی ہوتے ہیں، لیکن اس کی تخلیق کا سبب حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، اس لیے سبب مجازی کی خاطر سبب حقیقی کو فراموش کر دینا یا اُسے پس پشت ڈال دینا جائز نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی اطاعت گزاری انسان کی سعادت مندی کی علامت ہے، لیکن اگر اسے والدین کی طرف سے کفر و شرک پر مجبور کیا جائے یا کسی ایسے کام پر "جس میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو" اسے مجبور کیا جائے تو شائستگی کے ساتھ انہیں سمجھا دے لیکن ان کے کہنے میں آکر اپنی تخلیق کے سبب حقیقی کی ناراضگی والا کوئی عمل نہ کرے، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ مخلوق کی اطاعت گزاری کی ایک حد ہے جس سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہے خواہ وہ انسان کیلئے کتنا ہی قابل احترام ہو۔

لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۞ ۹ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا

لَنُدْخِلَنَّهُمْ	فِي	الصّٰلِحِيْنَ ۞	وَ	مِنَ	النَّاسِ	مَنْ	يَّقُوْلُ	اٰمَنَّا
البتہ ضرور داخل کریں گے ہم انہیں	بیچ	نیکوکاروں کے	اور	سے	لوگوں کے	وہ جو	کہتا ہے	ایمان لائے ہم

ہم اُنہیں ضرور نیکوکاروں میں داخل کریں گے۔ ۹ اور لوگوں میں سے ایک آدمی وہ بھی ہے جو کہتا ہے کہ ہم اللہ پر ایمان

بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ

بِاللّٰهِ	فَاِذَآ	اُوْذِيَ	فِي	اللّٰهِ	جَعَلَ	فِتْنَةَ	النَّاسِ	كَعَذَابِ	اللّٰهِ
اللہ پر	پھر جب	تکلیف پہنچ جائے	بیچ	اللہ کے	کر دیتا ہے	آزمائش کو	لوگوں کی	جیسے عذاب	اللہ کا

لے آئے، پھر جب اُسے اللہ کی راہ میں کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ لوگوں کی آزمائش کو اللہ کے عذاب کے برابر قرار دینے لگتا ہے،

وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۭ اَوَلَيْسَ

وَ	لَئِنْ	جَآءَ	نَصْرٌ	مِّنْ	رَّبِّكَ	لَيَقُوْلُنَّ	اِنَّا	كُنَّا	مَعَكُمْ	اَوَلَيْسَ
اور	البتہ اگر	آجائے	مدد	سے	تیرے رب کے	البتہ ضرور کہیں گے	بیشک ہم	تھے	تمہارے ساتھ	اور کیا نہیں

اور اگر آپ کے رب کی طرف سے کوئی مدد آجائے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے، کیا ایسا نہیں ہے

اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۞ ۱۰ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

اللّٰهُ	بِاَعْلَمَ	بِمَا	فِيْ	صُدُوْرِ	الْعٰلَمِيْنَ ۞	وَ	لَيَعْلَمَنَّ	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ
اللہ	زیادہ جانتا	وہ جو	بیچ	سینوں کے	جہان والوں کے	اور	البتہ ضرور جانے گا	اللہ	ان لوگوں کو جو

کہ دنیا والوں کے سینوں میں جو کچھ ہے، اللہ اُسے خوب جانتا ہے؟ ۱۰ اور اللہ اُن لوگوں کو ممتاز کرکے رہے گا

اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۞ ۱۱ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا	وَلَيَعْلَمَنَّ	الْمُنٰفِقِيْنَ ۞	وَ	قَالَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لِلَّذِيْنَ
ایمان لائے	اور البتہ ضرور جانے گا	منافقوں کو	اور	کہا	ان لوگوں نے	کفر کیا انہوں نے	ان لوگوں سے

جو ایمان لائے اور منافقین کو بھی ممتاز کردے گا۔ ۱۱ اور کافر لوگ اہلِ ایمان سے

اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ

اٰمَنُوا	اتَّبِعُوْا	سَبِيْلَنَا	وَلْنَحْمِلْ	خَطٰيٰكُمْ	وَ	مَا	هُمْ	بِحٰمِلِيْنَ
ایمان لائے جو	پیروی کرو تم	ہمارے راستے کی	اور بوجھ اٹھالیں گے ہم	تمہارے گناہوں کا	اور	نہیں	وہ	بوجھ اٹھانے والے

کہنے لگے کہ تم ہمارے راستے کی پیروی کرو، تمہارے گناہوں کا بوجھ بھی ہم اٹھالیں گے، حالانکہ وہ اُن کے گناہوں کا معمولی سا

۹ اس آیت مبارکہ میں ایمان اور عمل صالح والوں کے لیے ایک انعام ذکر کیا گیا ہے کہ اگر والدین کے کفر و شرک کی وجہ سے وہ جنت میں ان کے ساتھ اکٹھے نہ ہو سکیں تو والدین کی جدائی کے غم سے پریشان نہ ہوں، ہم انہیں اپنے خاص نیک بندوں کے گروہ میں شامل کر دیں گے، جہاں انہیں اپنے والدین کی کمی کا احساس بھی نہ ہوگا اور وہ ان کیلئے والدین سے بھی زیادہ شفیق اور مہربان ثابت ہوں گے۔

۱۰ اس آیتِ مبارکہ میں ضعیف الایمان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے منافقین بھی مراد ہو سکتے ہیں لیکن چونکہ یہ سورت مکی ہے اور مکہ مکرمہ میں منافقین نہیں تھے اس لیے بیشتر مفسرین نے اس سے ضعیف الاعتقاد لوگ ہی مراد لیے ہیں، جو زبان سے ایمان اور اسلام کا دعویٰ تو کرتے ہیں، لیکن ایمان اُن کے دلوں میں راسخ نہیں ہوا، معمولی تکلیف پر گھبرا جاتے ہیں اور لوگوں کی طرف سے آنے والی تکلیف کو خدائی عذاب قرار دینے لگتے ہیں اور خوشحالی، نعمت اور حق تعالیٰ کی نصرت دیکھ کر اپنے آپ کو مسلمانوں کی صف میں لا کھڑا کرتے ہیں، ایسے لوگ آدھا تیتر، آدھا بٹیر ہوتے ہیں، ان کے دلوں کی صحیح صورت حال سے اللہ تعالیٰ واقف ہے اور وہ اپنے علم کے مطابق ان سے معاملہ کرے گا۔

۱۱ اس آیت مبارکہ میں ''علم'' کا لفظ ''امتیاز'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اہل نفاق کو ضرور ممتاز کرے گا، آزمائش اور امتحان کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس بات کو پرکھا جائے کہ کون اس آزمائش میں ثابت قدم رہتا ہے اور کون لڑکھڑا جاتا ہے چنانچہ مؤمنین ہر مصیبت اور تکلیف کو ثابت قدمی سے برداشت کرتے ہیں اور منافقین کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں، اس تفصیل کی روشنی میں گزشتہ آیت کا مصداق بھی منافقین ہو سکتے ہیں اور یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ مکی سورت ہونے کی وجہ سے اس میں منافقین کا ذکر نہیں کیا گیا۔

مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑫ وَلَيَحْمِلُنَّ

مِنْ	خَطٰيٰهُمْ	مِّنْ	شَیْءٍ ؕ	اِنَّهُمْ	لَكٰذِبُوْنَ ⑫	وَلَيَحْمِلُنَّ
سے	ان کے گناہوں کے	سے	کچھ بھی	بیشک وہ	البتہ جھوٹے	اور البتہ ضرور اٹھائیں گے

بوجھ بھی اٹھانے والے نہیں ہیں، بیشک وہ جھوٹے ہیں۔ ⑫ اور وہ ضرور اپنے بوجھ بھی

اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ز وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا

اَثْقَالَهُمْ	وَ	اَثْقَالًا	مَّعَ	اَثْقَالِهِمْ ز	وَلَيُسْـَٔلُنَّ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	عَمَّا
اپنے بوجھ	اور	بہت سے بوجھ	ساتھ	اپنے بوجھوں کے	اور البتہ ضرور پوچھے جائیں گے وہ	دن	قیامت کے	اس سے جو

اٹھائیں گے اور اپنے بوجھ کے ساتھ دوسرے بہت سے بوجھ بھی، اور قیامت کے دن اُن سے اُن باتوں کے متعلق ضرور پوچھ گچھ کی جائے گی

ع ۱۳

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ⑬ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ

كَانُوْا	يَفْتَرُوْنَ ⑬	وَ	لَقَدْ	اَرْسَلْنَا	نُوْحًا	اِلٰى	قَوْمِهٖ	فَلَبِثَ
تھے وہ	گھڑتے رہے	اور	البتہ یقیناً	بھیجا ہم نے	نوح کو	طرف	اس کی قوم کے	سو ٹھہرا رہا وہ

جو وہ گھڑا کرتے تھے۔ ⑬ اور یقیناً ہم نے نوح کو اُن کی قوم کے پاس بھیجا، سو وہ اُن کے درمیان

فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ

فِيْهِمْ	اَلْفَ	سَنَةٍ	اِلَّا	خَمْسِيْنَ	عَامًا ؕ	فَاَخَذَهُمُ	الطُّوْفَانُ
ان میں	ایک ہزار	سال	مگر	پچاس	سال	سو پکڑ لیا انہیں	طوفان نے

پچاس سال کم ایک ہزار سال رہے، پھر اُنہیں طوفان نے آ پکڑا

وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ⑭ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً

وَ	هُمْ	ظٰلِمُوْنَ ⑭	فَاَنْجَيْنٰهُ	وَ	اَصْحٰبَ	السَّفِيْنَةِ	وَجَعَلْنٰهَاۤ	اٰيَةً
اور	وہ	ظلم کرنے والے	سو نجات دی ہم نے اسے	اور	ساتھیوں کو	کشتی کے	اور بنا دیا ہم نے اسے	نشانی

اور وہی ظالم تھے۔ ⑭ پھر ہم نے نوح اور کشتی والوں کو نجات عطا فرمائی اور اُس کشتی کو اہلِ عالم کیلئے

لِّلْعٰلَمِيْنَ ⑮ وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ

لِّلْعٰلَمِيْنَ ⑮	وَ	اِبْرٰهِيْمَ	اِذْ	قَالَ	لِقَوْمِهِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	وَاتَّقُوْهُ ؕ
جہان والوں کیلئے	اور	ابراہیم کو	جب	کہا اس نے	اپنی قوم سے	عبادت کرو تم	اللہ کی	اور ڈرو اس سے

ایک نشانی بنا دیا۔ ⑮ اور ہم نے ابراہیم کو بھیجا، جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو، اُسی سے ڈرو،

⑫ اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ ایمان کو کافروں کے جھوٹ سے خبردار کیا گیا ہے تا کہ وہ ان کے جھوٹ سے متاثر ہو کر ان کے بہکاوے میں نہ آ جائیں، مکہ مکرمہ کے مشرکین بھی اہلِ ایمان کو یہ بہکاوا دیتے تھے اور آج کے مشرک بھی یہی کہتے ہیں کہ تم کس قدر مشکل راستے پر چل پڑے ہو جہاں چاروں طرف پابندیوں کی خاردار تاریں ہیں، کھانے پینے میں حلال وحرام کی پابندی، پہننے اوڑھنے میں حلال وحرام کی پابندی، لین دین اور کاروبار میں حلال وحرام کی پابندی، عبادات کی پابندی، غرض ساری زندگی پابندیوں میں جکڑی ہوئی ہے، ہمیں دیکھو کہ اپنی مرضی کی زندگی گزارتے ہیں، کسی قسم کی کوئی فکر ہمارے ذہن پر سوار نہیں ہے، تم بھی ہمارے راستے پر چل پڑو، اگر تمہیں یہ خوف ہے کہ ایسا کرنے میں تمہیں گناہ ہوگا تو تمہارے گناہوں کا بوجھ اٹھانے کیلئے ہم تیار ہیں، اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ وہ تمہارے بوجھ میں سے کچھ نہیں اٹھائیں گے، وہ جھوٹ بول رہے ہیں، ان کے بہکاوے میں ہرگز نہ آنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

⑬ اس آیتِ مبارکہ میں بہکاوا دینے والے کافروں کی حالت بیان کی گئی ہے کہ وہ تمہارا بوجھ تو کیا اٹھائیں گے؟ خود اپنے بوجھ تلے دبے ہوں گے اور جو لوگ ان کے بہکاوے میں آ کر گمراہ ہوئے ہوں گے، ان کے گناہوں کا بوجھ بھی انہیں اٹھانا پڑے گا، گویا ان پر تو پہلے ہی دوگنا بوجھ ہو گا، تمہارا بوجھ کیونکر اٹھائیں گے؟ اور قیامت کے دن جو تفتیش اور باز پرس اُن سے کی جائیگی، وہ اس کے علاوہ ہوگی، رہا یہ سوال کہ ایک طرف تو فرمایا جا رہا ہے کہ وہ کسی کا بوجھ نہیں اٹھائیں گے اور دوسری طرف فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اپنے بوجھ کے ساتھ دوسروں کا بوجھ بھی اٹھائے ہوں گے، یہ تو تعارض ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں جملے اپنی اپنی جگہ درست ہیں چنانچہ پہلے جملے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دل کی خوشی سے وہ کسی کا بوجھ نہیں اٹھائیں گے جیسے ایک دوست دوسرے دوست سے تعاون کرتا ہے اور اس سے اپنی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے، اور دوسرے جملے کا مطلب یہ ہے کہ مجبوراً انہیں بہت سے لوگوں کا بوجھ اٹھانا پڑے گا، یہ وہ لوگ ہوں گے جو ان کے کہنے میں آ کر کافر ومشرک بنے یا گمراہی اور گناہ کے راستے پر چلے، اس طرح دونوں جملوں میں تعارض ختم ہو جاتا ہے۔

⑭ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوحؑ کی بعثت، زمانہ دعوت وتبلیغ اور قومِ نوح کا انجام بیان کیا گیا ہے، یہاں جو ساڑھے نو سو سال کی مدت بیان کی گئی ہے، یاد رہے کہ وہ ان کی کل عمر نہیں ہے، اس لیے کہ وہ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے، ساڑھے نو سو سال دعوت وتبلیغ کے کام میں گزارے اور طوفانِ نوح کے بعد مزید ساٹھ سال زندہ رہے، اس طرح ان کی کل عمر ایک ہزار پچاس سال ہوئی، یہ غیر معمولی مدت ہے اور حضرت نوحؑ کے زمانے میں بھی لوگوں کی اتنی طویل عمریں نہیں ہوا کرتی تھیں، حضرت نوحؑ کی یہ خوش نصیبی ہے کہ ان کی ساری زندگی اعمالِ صالحہ سے بھری پڑی ہے اور ان کے نامہ اعمال میں ایک ہزار سال سے زیادہ کی نیکیاں درج ہیں، یہ نہایت منفرد اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو عطا فرمایا۔

⑮ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت نوحؑ کو کشتی میں سوار تمام مسافروں کے ہمراہ طوفان سے نجات عطا فرمانے اور ان کی کشتی کو قدرت کی نشانی قرار دینے کا ذکر کیا گیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پہاڑ کی چوٹیوں سے ٹکرانے والی موجوں اور لہروں کے زوردار تھپیڑوں سے ایک بحری جہاز کا صحیح سلامت نکل جانا اور کسی حادثے کا شکار نہ ہونا قدرت کی نشانی ہے۔

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑯ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

ذٰلِكُمْ	خَيْرٌ	لَّكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ ⑯	اِنَّمَا	تَعْبُدُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ
تمہارا یہ عمل	زیادہ بہتر	تمہارے لئے	اگر	تم ہو	جانتے	وہ تو صرف	تم عبادت کرتے ہو	سے	علاوہ

تمہارا یہ عمل تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ ⑯ تم تو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی

اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اللّٰهِ	اَوْثَانًا	وَّ	تَخْلُقُوْنَ	اِفْكًا ؕ	اِنَّ	الَّذِيْنَ	تَعْبُدُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ
اللہ کے	بتوں کی	اور	گھڑتے ہو تم	جھوٹ	بیشک	جن لوگوں کی	تم عبادت کرتے ہو	سے	علاوہ	اللہ کے

پوجا کرتے ہو اور جھوٹی باتیں گھڑتے ہو، تم اللہ کو چھوڑ کر جن چیزوں کی عبادت کرتے ہو،

لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ

لَا	يَمْلِكُوْنَ	لَكُمْ	رِزْقًا	فَابْتَغُوْا	عِنْدَ	اللّٰهِ	الرِّزْقَ	وَاعْبُدُوْهُ
نہیں	مالک وہ	تمہارے لئے	رزق کے	سو تلاش کرو تم	نزدیک	اللہ کے	رزق کو	اور عبادت کرو اس کی

وہ تمہارے رزق کے مالک نہیں ہیں، سو تم اللہ کے پاس رزق تلاش کرو، اُسی کی عبادت کرو

وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑰ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ

وَاشْكُرُوْا	لَهٗ ؕ	اِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ⑰	وَ	اِنْ	تُكَذِّبُوْا	فَقَدْ	كَذَّبَ
اور شکر کرو	اس کا	اسی کیطرف	تم لوٹائے جاؤ گے	اور	اگر	تم جھٹلاؤ	تو یقیناً	جھٹلایا

اور اُسی کا شکر ادا کرو، اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ ⑰ اور اگر تم تکذیب کرو تو تم سے پہلے بھی

اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑱ اَوَلَمْ

اُمَمٌ	مِّنْ	قَبْلِكُمْ ؕ	وَ	مَا	عَلَى	الرَّسُوْلِ	اِلَّا	الْبَلٰغُ	الْمُبِيْنُ ⑱	اَوَلَمْ
اُمتوں نے	سے	تمہارے پہلے	اور	نہیں	پر	پیغمبر کے	مگر	پہنچا دینا	کھلم کھلا	اور کیا نہیں

بہت سی قومیں تکذیب کر چکی ہیں، اور پیغمبر کے ذمے تو صرف واضح کرکے پہنچا دینا ہے۔ ⑱ کیا وہ

يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

يَرَوْا	كَيْفَ	يُبْدِئُ	اللّٰهُ	الْخَلْقَ	ثُمَّ	يُعِيْدُهٗ ؕ	اِنَّ	ذٰلِكَ	عَلَى	اللّٰهِ
دیکھا انہوں نے	کیسے	پہلی مرتبہ کرتا ہے	اللہ	پیدا کرنا	پھر	وہ لوٹائے گا اسے	بیشک	وہ	پر	اللہ کے

دیکھتے نہیں کہ اللہ کس طرح مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے، پھر وہی اُسے دوبارہ پیدا کرے گا؟ بیشک ایسا کرنا اللہ کیلئے

⑯ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیمؑ اور ان کی دعوت کا ذکر کیا گیا ہے، انہوں نے اپنی قوم کو سب سے بہترین چیز کی دعوت دی کہ اللہ کی عبادت کیا کرو اور اس سے ڈرتے رہا کرو، اس سے بہتر کوئی دعوت نہیں ہوسکتی۔

⑰ اس آیتِ مبارکہ میں بت پرستوں کی کم عقلی بیان کرکے انہیں جھنجھوڑا گیا ہے کہ تم لوگ ذرا غور تو کرو کہ کسے چھوڑ رہے ہو اور کس کی پوجا کر رہے ہو؟ طاقتور کو چھوڑ کر کمزور، مالک کو چھوڑ کر مملوک، رازق کو چھوڑ کر مرزوق اور خالق کو چھوڑ کر مخلوق کو پکار رہے ہو؟ اپنے ہاتھوں سے پتھروں اور لکڑیوں کے بت تراشتے ہو اور انہی کے آگے سجدہ ریز ہوجاتے ہو؟ اگر تمہیں رزق کی تلاش ہے تو اللہ سے مانگو، وہ تمہیں رزق عطا کرے گا، یہ بے جان بت تمہارے رزق کے مالک نہیں ہیں، اسی طرح عبادت اور شکر کا مستحق بھی تمہارا رب ہے اس لیے صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے شکر گزار بندے بنو، تاکہ جب تم اس کے پاس لوٹ کر جاؤ تو وہ تمہیں اچھا بدلہ دے۔

⑱ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکوں اور بت پرستوں سے فرمایا گیا ہے کہ اگر تم میرے پیغام کو قبول کرنے کی بجائے میری تکذیب وتردید پر آمادہ ہوجاؤ تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، تم سے پہلے بھی بہت سی امتیں اس راستے پر چل چکی ہیں، انہوں نے بھی اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی، جس کا خمیازہ انہیں دنیا میں بھی بھگتنا پڑا اور آخرت میں بھی بھگتیں گے، جہاں تک تعلق ہے پیغمبروں کا تو ان کا کام صاف اور واضح لفظوں میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا ہے اور وہ میں کرتا رہوں گا، خواہ تم تصدیق کرو یا تکذیب۔

يَسِيْرٌ ﴿١٩﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ

يَسِيْرٌ﴿١٩﴾	قُلْ	سِيْرُوْا	فِي	الْاَرْضِ	فَانْظُرُوْا	كَيْفَ	بَدَاَ	الْخَلْقَ	ثُمَّ
آسان	تُو کہہ	چلو پھرو تم	بیچ	زمین کے	سو دیکھو تم	کیسے	پہلی مرتبہ کیا اس نے	پیدا کرنا	پھر

آسان ہے۔ ⑲ اے نبی! ﷺ، آپ فرما دیجئے کہ تم زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ اُس نے کس طرح مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے؟ پھر

اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٠﴾ۚ

اللّٰهُ	يُنْشِئُ	النَّشْاَةَ	الْاٰخِرَةَ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ﴿٢٠﴾
اللہ	پیدا کرے گا	پیدا کرنا	پچھلا	بیشک	اللہ	پر	ہر ایک	چیز کے	قدرت والا

اللہ ہی اُسے دوسری مرتبہ پیدا کرے گا، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ⑳

يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَآ

يُعَذِّبُ	مَنْ	يَّشَاۗءُ	وَ	يَرْحَمُ	مَنْ	يَّشَاۗءُ	وَ	اِلَيْهِ	تُقْلَبُوْنَ﴿٢١﴾	وَ	مَآ
عذاب دے گا	جسے	وہ چاہتا ہے	اور	رحم کرے گا	جسے	وہ چاہتا ہے	اور	اسی کیطرف	تم لوٹائے جاؤ گے	اور	نہیں

وہ جسے چاہے گا عذاب میں مبتلا کرے گا اور جس پر چاہے گا، رحم فرما دے گا اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ ㉑ اور تم

اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ۡ وَمَا لَكُمْ مِّنْ

اَنْتُمْ	بِمُعْجِزِيْنَ	فِي	الْاَرْضِ	وَ	لَا	فِي	السَّمَاۗءِ	وَ	مَا	لَكُمْ	مِّنْ
تم	عاجز کرنے والے	بیچ	زمین کے	اور	نہ	بیچ	آسمان کے	اور	نہیں	تمہارے لئے	سے

زمین و آسمان میں اُسے عاجز نہیں کر سکتے، اور اللہ کے علاوہ

دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٢٢﴾ۧ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

دُوْنِ	اللّٰهِ	مِنْ	وَّلِيٍّ	وَّ	لَا	نَصِيْرٍ﴿٢٢﴾	وَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ
علاوہ	اللہ کے	سے	کوئی دوست	اور	نہ	کوئی مددگار	اور	جن لوگوں نے	انکار کیا	آیتوں کا	اللہ کی

تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے۔ ㉒ اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں اور اُس سے ملاقات کا

وَلِقَاۗىِٕهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ يَىِٕسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٣﴾

وَلِقَاۗىِٕهٖٓ	اُولٰۗىِٕكَ	يَىِٕسُوْا	مِنْ	رَّحْمَتِيْ	وَ	اُولٰۗىِٕكَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ﴿٢٣﴾
اور اس کی ملاقات کا	وہی لوگ	مایوس ہو گئے	سے	میری رحمت کے	اور	وہی لوگ	ان کیلئے	عذاب	دردناک

انکار کیا، وہ لوگ میری رحمت سے نااُمید ہو گئے اور اُنہی لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہے۔ ㉓

ع ۲ ۹ ۱۴

⑲ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکوں کو اپنے وجود اور تخلیق پر غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے کہ جس اللہ نے تمہیں وجود عطا فرمایا ہے، وہی اللہ تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے، اس کیلئے پہلی مرتبہ تمہیں پیدا کرنا مشکل نہ تھا، بھلا دوسری مرتبہ اٹھا دینا کیونکر مشکل ہو گا؟ اس لیے کہ عام طور پر کسی چیز کو پہلی مرتبہ وجود میں لانا مشکل ہوتا ہے، اللہ کو تو اس میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی، اس لیے یقین کر لو کہ وہ تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر سکتا ہے اور ضرور کرے گا۔

⑳ اس آیتِ مبارکہ میں زمین کی سیر و سیاحت کر کے دیگر مخلوقات کی تخلیق پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے کہ تم لوگ اپنی ذات اور اپنے وجود سے باہر نکل کر کائنات کی مختلف چیزوں پر غور کرو، مثلاً آسمان کو دیکھو، زمین پر نظر کرو، سمندروں، دریاؤں، ندی نالوں، پہاڑوں، جنگلوں، صحراؤں، پھلوں اور پھولوں سے لدے ہوئے باغات، قدرتی مناظر اور تفریحی مقامات کو دیکھو، آخر وہ کون ہے جس نے پہلی مرتبہ ان تمام چیزوں کو بغیر کسی سابقہ نمونے کے وجود عطا فرما دیا، جس نے پہلی مرتبہ ہر چیز میں ایسے خوبصورت رنگ بکھیرے کہ عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے؟ یاد رکھو! کہ جو پہلی مرتبہ اپنی قدرت اور کاریگری کے ایسے شاہکار اور فن پارے دکھا سکتا ہے، اس کیلئے دوبارہ ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں ہے اور وہ اللہ ہے جس نے یہ سب کچھ کیا ہے اور جو ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔

㉑ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی صفت اُس کی مشیت ہے، اُس کی یہ صفت اس قدر عام ہے کہ ہر چیز اس کی مشیت کے ساتھ وابستہ ہے، یہاں تک کہ جزا اور سزا، ثواب اور عذاب، رحم اور انتقام بھی اس کی مشیت سے ہی وابستہ ہے اور اس کی مشیت اس کی حکمت سے وابستہ ہے، دوسری صفت یہ کہ سب کو اُسی کے پاس لوٹ کر جانا اور اسی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، یہ حاضری ضروری ہے جس سے کسی کو استثناء نہیں ہے اور اس کی بارگاہ بہت وسیع ہے جس میں تمام انسان نہایت آسانی کے ساتھ سما جائیں گے اور اس نے اس کے تمام انتظامات کر رکھے ہیں۔

㉒ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکوں اور مجرموں کی بے بسی اور عاجزی دو طرح سے بیان کی گئی ہے، ایک تو یہ کہ وہ ذاتی اور اندرونی طور پر عاجز اور بے بس ہیں، اللہ کا کیا مقابلہ کریں گے؟ نہ زمین کی تہہ میں اتر کر اللہ کو عاجز کر سکتے ہیں اور نہ آسمان کی بلندی پر چڑھ کر اس کی گرفت سے بچ سکتے ہیں، اگر کوئی شخص اپنی ذات کے اعتبار سے عاجز ہونے کے باوجود کسی طاقتور کا سہارا اور مدد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو بھی مشکلات کے بھنور سے نکل جاتا ہے لیکن مشرکین یہ بھی نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ کے مقابلے میں انہیں کسی کی مدد و نصرت اور حمایت نہیں مل سکتی، اگر کوئی تیار ہو بھی جائے تو اللہ کے مقابلے میں اس کی کوئی تدبیر کامیاب نہیں ہو سکتی، گویا وہ اندرونی اور بیرونی ہر طرح عاجز اور بے بس ہیں۔ ㉓ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ کی آیتوں اور آخرت میں اس سے ملاقات کے برحق ہونے کا انکار کرنے والوں کی دو سزائیں بیان کی گئی ہیں، جن میں سے پہلی سزا متعین اور دوسری لامحدود ہے، متعین سزا یہ ہے کہ وہ اللہ کی رحمت اور مہربانی سے مایوس اور نا امید ہو جائیں گے دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ جہنم میں پھینکے جانے کے بعد وہ وہاں سے نکالے جانے اور جنت میں داخل کیے جانے سے مایوس ہو جائیں گے اور مایوسی بہت بڑا عذاب ہے، لامحدود اور اجمالی سزا یہ ہے کہ تمام سزاؤں کی تفصیلات بیان کرنے کی ضرورت نہیں، صرف اتنا سمجھ لو کہ نہایت دردناک عذاب اُن کیلئے تیار کیا گیا ہے، جس میں اُن کیلئے کوئی خیر، خوشی اور راحت نہیں ہے، اب جس سزا کو اللہ تعالیٰ دردناک فرما رہا ہے، اس کی دردناکی کس قدر زیادہ ہو سکتی ہے، اس کا اندازہ کرنا زیادہ مشکل نہیں ہے۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ

فَمَا	كَانَ	جَوَابَ	قَوْمِهٖٓ	اِلَّآ	اَنْ	قَالُوا	اقْتُلُوْهُ	اَوْ	حَرِّقُوْهُ
سو نہ	تھا	جواب	اس کی قوم کا	مگر	یہ کہ	وہ کہنے لگے	قتل کردو اسے	یا	آگ میں جلادو اسے

سو اُن کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ وہ کہنے لگے اسے قتل کردو یا آگ میں جلادو

فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

فَاَنْجٰىهُ	اللّٰهُ	مِنَ	النَّارِ ؕ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ
سو بچالیا اسے	اللہ نے	سے	آگ کے	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانیاں	ان لوگوں کیلئے جو

سو اللہ نے ابراہیم کو آگ سے بچالیا، بیشک اس میں اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو ایمان

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٢٤﴾	وَ	قَالَ	اِنَّمَا	اتَّخَذْتُمْ	مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	اَوْثَانًا ۙ
ایمان لاتے ہیں	اور	کہا اس نے	وہ تو صرف	بنالیا تم نے	سے	علاوہ	اللہ کے	بتوں کو

لاتے ہیں۔ ﴿٢٤﴾ اور ابراہیم نے کہا کہ تم نے اس دنیوی زندگی میں باہم دوستی کرکے

مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ

مَّوَدَّةَ	بَيْنِكُمْ	فِى	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا ۚ	ثُمَّ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	يَكْفُرُ
دوستی کرکے	آپس میں	بیچ	زندگی کے	دنیا کی	پھر	دن	قیامت کے	انکار کرے گا

اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو ہی معبود بنالیا ہے، پھر قیامت کے دن تم میں سے بعض، بعض کا

بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ

بَعْضُكُمْ	بِبَعْضٍ	وَّيَلْعَنُ	بَعْضُكُمْ	بَعْضًا ۡ	وَّمَاْوٰىكُمُ	النَّارُ
تم میں سے بعض	بعض کا	اور لعنت کرے گا	تم میں سے بعض	بعض پر	اور ٹھکانہ تمہارا	آگ

انکار کر دیں گے اور بعض، بعض پر لعنت کریں گے، اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا

وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ۙ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ

وَ	مَا	لَكُمْ	مِّنْ	نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٥﴾	فَاٰمَنَ	لَهٗ	لُوْطٌ ۘ	وَ	قَالَ	اِنِّيْ
اور	نہیں	تمہارے لئے	سے	مددگاروں کے	سو ایمان لایا	اس پر	لوط	اور	کہا اس نے	بیشک میں

اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ ﴿٢٥﴾ تو لوط اُن پر ایمان لے آئے، اور ابراہیم کہنے لگے کہ میں

﴿٢٤﴾۔ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیمؑ کی قوم کا انہیں جواب اور ان کیلئے غیبی حفاظتی انتظامات کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے کفر وشرک کے بت خانے میں صدائے توحید بلند کی اور اسے عقلی ونقلی دلائل سے اس طرح ثابت کیا کہ وہ لوگ اُس کا جواب دینے سے عاجز آگئے تو وہ اُن کی جان کے دشمن بن گئے، انہوں نے آپس میں طے کیا کہ ابراہیم کو سزا دینی چاہیے کیونکہ انہوں نے ہمارے معبودوں کی شان میں گستاخی کرکے ہماری مذہبی عقیدت کو ٹھیس پہنچائی ہے، فیصلہ یہ ہوا کہ ابراہیم کو ماردیا جائے، اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ اسے قتل کردیا جائے اور دوسری یہ کہ اسے آگ میں جلا دیا جائے، دونوں صورتوں میں ابراہیم کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا اور ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہنے کا سلسلہ رک جائیگا، لیکن جسے اللہ رکھے، اسے کون چکھے، وہ یہ بھول گئے تھے کہ مارنے والے سے زیادہ طاقتور بچانے والا ہے، یہ پورا واقعہ سورۂ انبیاء میں تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

﴿٢٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیمؑ کا اپنی قوم کی خرابیوں کا تجزیہ اور ان کا انجام بیان کیا گیا ہے، اُن کے تجزیے کے مطابق بت پرستی کی بنیاد دنیوی تعلقات، باہمی محبت اور رشتہ داریوں کا دباؤ ہے، کیونکہ اگر خاندان کے کسی بڑے نے بت پرستی شروع کی تو اسکی اولاد اور نسل نے بھی اس کی پیروی شروع کردی، اس لیے کہ مخالفت کی صورت میں پورا خاندان بکھر جاتا ہے، اس طرح ایک خاندان سے دوسرے خاندان تک یہ بت پرستی پہنچنے لگی، کیونکہ خاندانوں کے درمیان نسبی تعلقات کے علاوہ سسرالی رشتہ داریاں بھی ہوتی ہیں اور ان کا لحاظ بھی کرنا پڑتا ہے، بت پرستی کے فروغ میں اس رویے کا نہایت اہم کردار ہے، لیکن تعلقات کا یہ احترام صرف چند دنوں کیلئے ہے، قیامت کے دن یہی لوگ ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور ایک دوسرے کی محبت فراموش کردیں گے، ایسے لوگوں کا ٹھکانہ صرف جہنم ہے اور کوئی ان کی مدد کرنے کو نہ آئے گا۔

مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٦﴾ وَ وَهَبْنَا

مُهَاجِرٌ	اِلٰى	رَبِّيْ ؕ	اِنَّهٗ	هُوَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ﴿٢٦﴾	وَ	وَهَبْنَا
ہجرت کرنے والا	طرف	اپنے رب کے	بیشک وہ	وہی	غالب	حکمت والا	اور	تحفہ دیا ہم نے

اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں، بیشک وہی غالب، حکمت والا ہے۔ ٢٦ اور ہم نے ابراہیم کو

لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ

لَهٗۤ	اِسْحٰقَ	وَ	يَعْقُوْبَ	وَ	جَعَلْنَا	فِيْ	ذُرِّيَّتِهِ	النُّبُوَّةَ	وَ	الْكِتٰبَ
اسے	اسحاق کا	اور	یعقوب کا	اور	کردی ہم نے	بیچ	اس کی اولاد کے	نبوت	اور	کتاب

اسحاق اور یعقوب دیئے، اور ہم نے ابراہیم کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی،

وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ

وَ	اٰتَيْنٰهُ	اَجْرَهٗ	فِي	الدُّنْيَا ۚ	وَ	اِنَّهٗ	فِي	الْاٰخِرَةِ	لَمِنَ
اور	دیا ہم نے اسے	اس کا اجر	بیچ	دنیا کے	اور	بیشک وہ	بیچ	آخرت کے	البتہ سے

اور ہم نے دنیا میں بھی اُنہیں اُس کا اجر دیا، اور آخرت میں بھی وہ نیکو کاروں میں سے

الصّٰلِحِيْنَ ﴿٢٧﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ

الصّٰلِحِيْنَ ﴿٢٧﴾	وَ	لُوْطًا	اِذْ	قَالَ	لِقَوْمِهٖۤ	اِنَّكُمْ	لَتَاْتُوْنَ
نیکوکاروں کے	اور	لوط کو	جب	کہا اس نے	اپنی قوم سے	بیشک تم	البتہ آتے ہو

ہوں گے۔ ٢٧ اور ہم نے لوط کو بھیجا، جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم تو ایسی بے حیائی کا

الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٨﴾

الْفَاحِشَةَ ۫	مَا	سَبَقَكُمْ	بِهَا	مِنْ	اَحَدٍ	مِّنَ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٨﴾
بے حیائی کو	نہیں	آگے بڑھا تم سے	اسمیں	سے	کوئی ایک	سے	جہان والوں کے

ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے اہلِ عالم میں سے کسی نے نہیں کی۔ ٢٨

اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۬

اَئِنَّكُمْ	لَتَاْتُوْنَ	الرِّجَالَ	وَ	تَقْطَعُوْنَ	السَّبِيْلَ ۙ۬
کیا بیشک تم	البتہ آتے ہو	مَردوں پر	اور	قطع کرتے ہو	راستے کو

کیا تم مَردوں کے پاس آتے ہو اور تم راستے میں ڈاکے مارتے ہو

٢٦ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیمؑ پر حضرت لوطؑ کے ایمان لانے اور حضرت ابراہیمؑ کے ہجرت فرمانے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ بات پہلے معلوم ہو چکی ہے کہ حضرت لوطؑ رشتے میں حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے اور انہی کے زیرِ سایہ پل بڑھ کر جوان ہوئے تھے، اُس وقت پورے عراق میں سے سوائے حضرت لوطؑ کے حضرت ابراہیمؑ پر کوئی ایمان نہ لایا تھا، اس لیے حکمِ الٰہی کے مطابق حضرت ابراہیمؑ عراق سے ہجرت کر کے ملکِ شام روانہ ہو گئے اور وہاں اللہ تعالیٰ نے ان کی نسل کو پھیلایا اور انہیں برکت دی۔

٢٧ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیمؑ کیلئے چار انعامات ذکر کیے گئے ہیں، پہلا انعام یہ کہ اللہ نے ان کی نسل چلا دی اور شام کو آباد کرنے کیلئے اسحاق جیسا بیٹا اور یعقوب جیسا پوتا عطا کیا، دوسرا انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت اور کتاب ان کی نسل میں رکھ دی، چنانچہ ان کے بعد ہر نبی ان کے خاندان میں آیا اور ہر کتاب ان کے خاندان اور نسل کے ہی کسی فرد پر اتری، تیسرا انعام یہ کہ اللہ نے ان کی نیکیوں کا صلہ انہیں دنیا میں بھی دیا، مثلاً عزت، نیک نامی اور قیامت تک آنے والوں میں ان کا ذکرِ خیر جاری ہونا اور چوتھا انعام یہ کہ آخرت میں انہیں نیک لوگوں کے گروہ میں شامل کیا جائے گا تا کہ باپ کے مؤمن نہ ہونے سے اس کی جدائی کا غم دل میں نہ رہے۔

٢٨ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت لوطؑ کا اپنی قوم کو اس کی خرابیوں کی طرف متوجہ کر کے ان کی اصلاح کا ذکر کیا گیا ہے، قومِ لوط نے ہم جنس پرستی کی بنیاد اور ترویج و اشاعت میں جو کردار ادا کیا تھا، اس سے لوگوں کی نگاہوں میں یہ ایک قباحت اور جرم کی بجائے معمولاتِ زندگی کا ایک حصہ بن گیا تھا، حالانکہ قومِ لوط سے پہلے کوئی قوم اس فعلِ بد میں مبتلا نہیں ہوئی تھی، اس کے موجد یہی لوگ تھے، اصولی طور پر انہیں اس میں بہت زیادہ مہارت، تجربہ یا بے تکلفی نہیں ہونی چاہیے تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بے ہودگی کی تمام حدود کو پھلانگ چکے تھے، تب ہی تو اُن پر اتنا سخت عذاب آیا۔

وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ

وَ	تَاْتُوْنَ	فِيْ	نَادِيْكُمُ	الْمُنْكَرَ ؕ	فَمَا	كَانَ	جَوَابَ	قَوْمِهٖۤ	اِلَّاۤ
اور	آتے ہو تم	بیچ	اپنی مجلس کے	برائی پر	سو نہ	تھا	جواب	اس کی قوم کا	مگر

اور اپنی مجلسوں میں برائی کے کام کرتے ہو؟ سو اُن کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ

اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٢٩﴾

اَنْ	قَالُوا	ائْتِنَا	بِعَذَابِ	اللّٰهِ	اِنْ	كُنْتَ	مِنَ	الصّٰدِقِيْنَ ﴿٢٩﴾
یہ کہ	وہ کہنے لگے	لے آ تو ہمارے پاس	عذاب	اللہ کا	اگر	تو ہے	سے	سچوں کے

کہ وہ کہنے لگے اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ۔ ﴿٢٩﴾

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٣٠﴾ ع وَلَمَّا

قَالَ	رَبِّ	انْصُرْنِيْ	عَلَى	الْقَوْمِ	الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٣٠﴾	وَ	لَمَّا
کہا اس نے	اے میرے پروردگار	مدد فرما میری	پر	قوم کے	فساد کرنے والوں کی	اور	جب

لوط نے کہا کہ پروردگار! ان مفسد لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔ ﴿٣٠﴾ اور جب

جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا

جَآءَتْ	رُسُلُنَاۤ	اِبْرٰهِيْمَ	بِالْبُشْرٰى ۙ	قَالُوْۤا	اِنَّا	مُهْلِكُوْۤا
آئے	ہمارے بھیجے ہوئے	ابراہیم کے پاس	ساتھ خوشخبری کے	کہا انہوں نے	بیشک ہم	ہلاک کرنے والے

ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لیکر آئے تو اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم اس بستی کے رہنے والوں کو

اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿٣١﴾ ۚ قَالَ

اَهْلِ	هٰذِهِ	الْقَرْيَةِ ۚ	اِنَّ	اَهْلَهَا	كَانُوْا	ظٰلِمِيْنَ ﴿٣١﴾	قَالَ
رہنے والوں کو	اس	بستی کے	بیشک	اس کے رہنے والے	ہیں	ظلم کرنے والے	کہا اس نے

ہلاک کرنے والے ہیں، کیونکہ اس بستی کے رہنے والے لوگ ظالم ہیں۔ ﴿٣١﴾ ابراہیم نے کہا کہ

اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫ وقفة لَنُنَجِّيَنَّهٗ

اِنَّ	فِيْهَا	لُوْطًا ؕ	قَالُوْا	نَحْنُ	اَعْلَمُ	بِمَنْ	فِيْهَا	لَنُنَجِّيَنَّهٗ
بیشک	اسمیں	لوط	کہا انہوں نے	ہم	زیادہ جانتے ہیں	کون ہے	اسمیں	البتہ ضرور نجات دیں گے ہم اسے

اُس بستی میں تو لوط بھی ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ اُس بستی میں کون کون ہے؟ ہم لوط اور اُس کے اہلِ خانہ کو

ع ٨ ٣ ١٥

﴿٢٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قوم لوط کی تین بڑی برائیاں اور قوم لوط کا ردعمل بیان کیا گیا ہے، پہلی برائی تو وہی ہم جنس پرستی ہے جسے گزشتہ آیت میں بے حیائی قرار دیا گیا ہے، دراصل ہم جنس پرستی جسمانی لذت حاصل کرنے کا وہ غیر فطری طریقہ ہے جس سے نسل انسانی کی بقاء کو شدید قسم کے خطرات لاحق ہو جاتے ہیں، نیز یہ حق تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون فطرت کی خلاف ورزی بھی ہے، دوسری برائی دن دیہاڑے ڈاکہ مارنا ہے، ڈاکہ مارنے کے طریقے میں بھی قوم لوط نے بہت جدت پیدا کر دی تھی، وہ باہر سے آنے والے تاجروں کو اس خوبصورتی سے لوٹتے تھے کہ ہینگ پھٹکری لگائے بغیر چوکھا رنگ آتا تھا، تیسری برائی یہ کہ وہ اپنی مجلسوں اور محفلوں میں کھلم کھلا بیہودہ اور ناپسندیدہ کام کرتے تھے، اس میں انہیں کوئی عیب اور شرم بھی محسوس نہیں ہوتی تھی، جب حضرت لوطؑ نے انہیں توجہ دلائی اور اصلاح کی غرض سے انہیں نصیحت فرمائی تو انہوں نے اسے قبول کرنے کی بجائے حضرت لوطؑ سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر تم سچے ہو تو جس عذاب کی ہمیں آئے روز دھمکی دیتے رہتے ہو، وہ عذاب لے آؤ، ہم تمہاری دھمکیوں سے نہیں ڈرتے۔

﴿٣٠﴾۔ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت لوطؑ کا اللہ تعالیٰ سے اپنی قوم کے خلاف مدد کی درخواست کرنا مذکور ہے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہ تو کسی سے دعا کرتے ہیں اور نہ مدد کی درخواست کرتے ہیں۔

﴿٣١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیمؑ کے پاس فرشتوں کے آنے کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس موقع پر فرشتے اُن کے پاس ایک اچھی خبر اور ایک عذاب کی خبر لیکر آئے تھے، خوشخبری کا تعلق تو اُن کی ذات سے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اُن کے بڑھاپے میں اُن کی بانجھ بیوی سے ایک بیٹا عطا فرمانے کا ارادہ کر لیا ہے، جبکہ عذاب کی خبر کا تعلق قوم لوط سے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ظلم اور گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور حکم الٰہی کی تعمیل میں ہم انہیں تباہ کرنے جا رہے ہیں۔

وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۳۲﴾ وَ لَمَّاۤ اَنْ

وَ	اَهْلَهٗۤ	اِلَّا	امْرَاَتَهٗ	كَانَتْ	مِنَ	الْغٰبِرِیْنَ ﴿۳۲﴾	وَ	لَمَّاۤ	اَنْ
اور	اس کے گھر والوں کو	مگر	اس کی بیوی	ہوگی وہ	سے	ہلاک ہونے والوں کے	اور	جب	یہ ہوا کہ

بچالیں گے، سوائے اُن کی بیوی کے کہ وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہوگی۔ ۳۲ اور جب ایسا ہوا کہ

جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا

جَآءَتْ	رُسُلُنَا	لُوْطًا	سِیْٓءَ	بِهِمْ	وَ	ضَاقَ	بِهِمْ	ذَرْعًا
آئے	ہمارے بھیجے ہوئے	لوط پر	غمگین ہوا	ان کی وجہ سے	اور	تنگ ہوا	ان کیوجہ سے	دل میں

ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس پہنچے تو وہ اُن کی وجہ سے غمگین اور تنگ دل ہوئے،

وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ اِلَّا

وَّ	قَالُوْا	لَا	تَخَفْ	وَ	لَا	تَحْزَنْ	اِنَّا	مُنَجُّوْكَ	وَ	اَهْلَكَ	اِلَّا
اور	کہا انہوں نے	مت	خوف زدہ ہو	اور	مت	غمگین ہو	بیشک ہم	بچانے والے تجھے	اور	تیرے گھر والوں کو	سوائے

اور وہ آنے والے کہنے لگے کہ آپ خوفزدہ اور غمگین نہ ہوں، ہم آپ کو اور آپ کے اہل خانہ کو بچالیں گے سوائے

امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ

امْرَاَتَكَ	كَانَتْ	مِنَ	الْغٰبِرِیْنَ ﴿۳۳﴾	اِنَّا	مُنْزِلُوْنَ	عَلٰۤى	اَهْلِ
تیری بیوی کے	ہوگی وہ	سے	ہلاک ہونے والوں کے	بیشک ہم	نازل کرنے والے	پر	رہنے والوں کے

آپ کی بیوی کے کہ وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہو گی۔ ۳۳ ہم اِس بستی کے رہنے والوں پر

هٰذِهِ الْقَرْیَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾

هٰذِهِ	الْقَرْیَةِ	رِجْزًا	مِّنَ	السَّمَآءِ	بِمَا	كَانُوْا	یَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾
یہ	بستی کے	عذاب	سے	آسمان کے	اس وجہ سے جو	تھے وہ	نافرمانی کرتے

آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں، اِس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے رہے ہیں۔ ۳۴

وَ لَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰیَةًۢ بَیِّنَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ اِلٰى

وَ	لَقَدْ	تَّرَكْنَا	مِنْهَاۤ	اٰیَةًۢ	بَیِّنَةً	لِّقَوْمٍ	یَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾	وَ	اِلٰى
اور	البتہ یقیناً	چھوڑی ہم نے	اسمیں سے	نشانی	واضح	ان لوگوں کیلئے جو	عقل رکھتے ہیں	اور	طرف

اور ہم نے اس میں اُن لوگوں کیلئے واضح نشانی چھوڑی جو عقل رکھتے ہیں۔ ۳۵ اور مدین کی

۳۲ اس آیتِ مبارکہ میں عذاب کی خبر پر حضرت ابراہیمؑ کی تشویش بیان کی گئی ہے کہ اگر قوم لوط پر عذاب نازل کیے جانے کا فیصلہ ہو چکا ہے تو اُس بستی میں لوطؑ بھی موجود ہیں، کہیں وہ اس سے متاثر نہ ہوں، اس پر فرشتوں نے انہیں تسلی دی کہ ہمیں بھی معلوم ہے، اُس بستی میں کون کون رہتا ہے اور یہ کہ عذاب کس پر آئے گا اور نجات کسے ملے گی؟

۳۳ اس آیتِ مبارکہ میں عذاب نازل کرنے والے فرشتوں کا حضرت لوطؑ کے پاس پہنچنا، ان کی طبیعت پر اپنی قوم کے رویے کی وجہ سے اس کا اثر ہونا اور آنے والے فرشتوں کا اپنی اصل حقیقت سے انہیں آگاہ کر کے تسلی دینا مذکور ہوا ہے، یہ مضامین پہلے بھی سورۂ ہود وغیرہ میں بیان ہو چکے ہیں۔

۳۴ اس آیتِ مبارکہ میں فرشتوں کا قوم لوط پر آنے والے عذاب کی تفصیلات حضرت لوطؑ کے سامنے بیان کرنے کا ذکر ہوا ہے اور اس کی وجہ بھی بتا دی گئی ہے کہ ان پر یہ آسمانی عذاب اُن کی اپنی سرکشی اور گناہوں کی وجہ سے نازل کیا گیا ہے، اللہ نے اُن پر ظلم نہیں کیا ہے۔

۳۵ اس آیتِ مبارکہ میں قوم لوط کی الٹائی گئی بستیوں کو اہلِ عقل کیلئے نشانِ عبرت اور سبق آموز واقعہ قرار دیا گیا ہے جسے دیکھ اور پڑھ سن کر انسان عبرت حاصل کرتا ہے بشرطیکہ وہ عقل و شعور سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔

مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

مَدْيَنَ	اَخَاهُمْ	شُعَيْبًا ۙ	فَقَالَ	يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ
مدین کے	ان کے بھائی	شعیب کو	سو کہا اس نے	اے میری قوم	عبادت کرو تم	اللہ کی

طرف ہم نے اُن کے بھائی شعیب کو بھیجا، تو اُنہوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو

وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝٣٦

وَارْجُوا	الْيَوْمَ	الْاٰخِرَ	وَ	لَا	تَعْثَوْا	فِي	الْاَرْضِ	مُفْسِدِيْنَ ۝
اور امید رکھو	دن کی	پچھلے	اور	مت	پھرو	بیچ	زمین کے	فساد پھیلانے والے

اور آخرت کے دن کی امید رکھو اور زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے مت پھرو۔ ٣٦

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ

فَكَذَّبُوْهُ	فَاَخَذَتْهُمُ	الرَّجْفَةُ	فَاَصْبَحُوْا	فِيْ	دَارِهِمْ
سو جھٹلایا انہوں نے اسے	سو پکڑ لیا انہیں	زلزلے نے	سو ہو گئے وہ صبح کو	بیچ	اپنے گھروں کے

تو اُنہوں نے شعیب کی تکذیب کی، اِس پر اُنہیں زلزلے نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ

جٰثِمِيْنَ ۝٣٧ وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ

جٰثِمِيْنَ ۝	وَ	عَادًا	وَّ	ثَمُوْدَا۟	وَ	قَدْ	تَّبَيَّنَ	لَكُمْ	مِّنْ
اوندھے منہ پڑے	اور	عاد کو	اور	ثمود کو	اور	یقیناً	واضح ہے	تمہارے لئے	سے

پڑے رہ گئے۔ ٣٧ اور ہم نے عاد اور ثمود کو ہلاک کر دیا، جبکہ اُن کی رہائش گاہوں کا حال تمہارے سامنے

مَّسٰكِنِهِمْ ۠ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ

مَّسٰكِنِهِمْ ۠	وَ	زَيَّنَ	لَهُمُ	الشَّيْطٰنُ	اَعْمَالَهُمْ	فَصَدَّهُمْ
ان کی رہائش گاہوں کے	اور	مزین کر دیا	ان کیلئے	شیطان نے	ان کے اعمال کو	سو روک دیا انہیں

کھلا ہوا ہے، اور شیطان نے اُنہیں اُن کے اعمال مزین کر دکھائے سو اُنہیں راستے سے

عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ۝٣٨ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ

عَنِ	السَّبِيْلِ	وَ	كَانُوْا	مُسْتَبْصِرِيْنَ ۝	وَ	قَارُوْنَ	وَ	فِرْعَوْنَ
سے	راستے کے	اور	تھے وہ	سمجھدار لوگ	اور	قارون کو	اور	فرعون کو

روک دیا، حالانکہ وہ سمجھدار لوگ تھے۔ ٣٨ اور قارون، فرعون

٣٦ اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ مدین کی طرف حضرت شعیبؑ کو بھیجنے اور ان کی دعوت کے تین بنیادی نکتے ذکر کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، دوسرا یہ کہ آخرت کے دن پر ایمان رکھو اور اس کی تیاری کی فکر کرو، تیسرا یہ کہ زمین میں فساد اور انتشار نہ پھیلاؤ، ماحول کو خراب نہ کرو اور امنِ عامہ میں خلل نہ ڈالو۔

٣٧ اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ مدین کا حضرت شعیبؑ کی تکذیب کرنا اور اللہ تعالیٰ کا ان پر عذاب نازل کرنا بیان کیا گیا ہے، جس کی تفصیلات پہلے بھی سورۂ ہود میں بیان ہو چکی ہیں۔

٣٨ اس آیت مبارکہ میں قومِ عاد اور ثمود کی تباہی اور بربادی کا حوالہ دیکر اہلِ مکہ کو توجہ دلائی گئی ہے کہ ان کے تباہ شدہ کھنڈرات تمہارے سامنے موجود ہیں، شام کے سفر میں تم ہمیشہ وہاں سے گزرتے اور ان کا مشاہدہ کرتے ہو، اگر تم ان کی تاریخ کا خلاصہ نکالو گے تو وہ دو جملوں میں یہ بنے گا کہ عقل و دانش اور سمجھ بوجھ کے باوجود وہ شیطان کے بہکاوے میں آ گئے، شیطان نے جس کام کو اُن کے سامنے خوشنما اور مزین کر کے پیش کیا، انہوں نے اسے اچھا سمجھ لیا اور آنکھیں بند کر کے شیطان کے پیچھے چل پڑے جس کی وجہ سے وہ راہِ راست سے بھٹک گئے، حالانکہ اگر وہ اس معاملے میں بھی دانشمندی کا مظاہرہ کرتے اور شیطان کے بہکاوے میں نہ آتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ عذابِ الٰہی کا شکار ہوتے۔

وَهَامٰنَ ۖ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا

وَ	هَامٰنَ	وَ	لَقَدْ	جَآءَهُمْ	مُّوْسٰى	بِالْبَيِّنٰتِ	فَاسْتَكْبَرُوْا
اور	ہامان کو	اور	البتہ یقیناً	آیا اُن کے پاس	موسیٰ	ساتھ واضح دلائل کے	سو تکبر کیا انہوں نے

اور ہامان کو بھی ہم نے ہلاک کر دیا، جبکہ اُن کے پاس موسیٰ واضح دلائل لیکر آئے تھے، سو وہ زمین میں

فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ۝۳۹ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ

فِي	الْاَرْضِ	وَ	مَا	كَانُوْا	سٰبِقِيْنَ ۝	فَكُلًّا	اَخَذْنَا	بِذَنْۢبِهٖ
بیچ	زمین کے	اور	نہ	تھے وہ	آگے بڑھنے والے	پھر ہر ایک کو	پکڑ لیا ہم نے	اس کے گناہ کی وجہ سے

تکبر کرنے لگے اور وہ ہم سے آگے بڑھنے والے نہیں تھے۔ ۳۹ تو ہم نے اِن سب کو اِن کے اپنے اپنے گناہ کی وجہ سے پکڑ لیا،

فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ

فَمِنْهُمْ	مَّنْ	اَرْسَلْنَا	عَلَيْهِ	حَاصِبًا	وَ	مِنْهُمْ	مَّنْ
سو ان میں سے	وہ جو	بھیجے ہم نے	اس پر	کنکر	اور	ان میں سے	وہ جو

چنانچہ اِن میں سے کسی پر ہم نے پتھر برسائے، کسی کو چنگھاڑ

اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ

اَخَذَتْهُ	الصَّيْحَةُ	وَ	مِنْهُمْ	مَّنْ	خَسَفْنَا	بِهِ
پکڑ لیا اسے	چنگھاڑ نے	اور	ان میں سے	وہ جو	دھنسا دیا ہم نے	اسے

نے آ پکڑا، اور اُن میں سے کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا

الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ

الْاَرْضَ	وَ	مِنْهُمْ	مَّنْ	اَغْرَقْنَا	وَ	مَا	كَانَ	اللّٰهُ	لِيَظْلِمَهُمْ
زمین میں	اور	ان میں سے	وہ جو	غرق کر دیا ہم نے	اور	نہ	تھا	اللہ	کہ ظلم کرتا ان پر

دیا اور کسی کو ہم نے پانی میں غرق کر دیا، اور اللہ ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا،

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۴۰ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا

وَ	لٰكِنْ	كَانُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	يَظْلِمُوْنَ ۝	مَثَلُ	الَّذِيْنَ	اتَّخَذُوْا
اور	لیکن	تھے وہ	اپنی جانوں پر	ظلم کرتے رہے	مثال	ان لوگوں کی	بنا لیے انہوں نے

لیکن وہ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرتے رہے۔ ۴۰ اُن لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر

۳۹ اس آیتِ مبارکہ میں قارون، فرعون اور ہامان کی ہلاکت اور تباہی و بربادی کا حوالہ دیا گیا ہے، ان لوگوں کو بھی حضرت موسیٰ نے اللہ کے حکم سے کئی روشن معجزات دکھائے، ان میں سے ہر معجزے میں اتنی تاثیر اور صداقت تھی کہ دلوں پر لگے ہوئے زنگ اور پڑے ہوئے تالے کھل سکتے تھے لیکن ان لوگوں نے تکبر کی راہ اختیار کی اور موسیٰ کی تکذیب کر دی، پھر ان کا جو انجام ہوا، وہ دنیا کے سامنے ہے، کیا وہ ہم سے بچ کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے؟

۴۰ اس آیتِ مبارکہ میں عذابِ الٰہی کی مختلف شکلیں بیان کی گئی ہیں، اپنے اسلوب کے اعتبار سے تو ان کا تعلق گزشتہ اقوام کے ساتھ ہی ہے جن کا مختصر تذکرہ بھی یہاں کیا گیا ہے لیکن اپنے عموم کے اعتبار سے ان کا تعلق ہر زمانے سے ہو سکتا ہے، مثلاً کسی پر پتھروں کی بارش برسے، جیسے قومِ لوط کے ساتھ ہوا، کسی کو ایک ہیبت ناک چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا جائے جیسا کہ قومِ ثمود کے ساتھ ہوا اور اہلِ مدین کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا، کسی کو زمین میں دھنسا کر اسے نشانِ عبرت بنا دیا جائے جیسے قارون کے ساتھ ہوا تھا اور کسی کو سمندر میں غرق کر دیا جائے پھر اس کے بعد جسے چاہے سمندر سے نکال کر اس کی لاش کو عبرت کا نشان بنا دیا جائے جیسے فرعون کے ساتھ ہوا اور جسے چاہے اس کی باقیات کا پتہ بھی نہ چلنے دیا جائے اور اللہ اب بھی ایسا کر سکتا ہے اور آئندہ بھی۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ

مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	اَوْلِيَآءَ	كَمَثَلِ	الْعَنْكَبُوْتِ ۚ	اِتَّخَذَتْ
سے	علاوہ	اللہ کے	بہت سے دوست	جیسے مثال	مکڑی کی	بنالئے

دوسرے معبود بنالیے، مکڑی کی سی ہے، جس نے ایک گھر

بَيْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ

بَيْتًا ؕ	وَ	اِنَّ	اَوْهَنَ	الْبُيُوْتِ	لَبَيْتُ	الْعَنْكَبُوْتِ ۘ	لَوْ
گھر	اور	بیشک	سب سے کمزور	گھروں میں	البتہ گھر	مکڑی کا	کاش

بنایا ہو، اور سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہوتا ہے، کاش!

وقف لازم

كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝٤١ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

كَانُوْا	يَعْلَمُوْنَ ۝٤١	اِنَّ	اللّٰهَ	يَعْلَمُ	مَا	يَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِهٖ
ہوتے وہ	جانتے	بیشک	اللہ	جانتا ہے	وہ جو	پکارتے ہیں وہ	سے	اس کے علاوہ

کہ وہ جانتے ہوتے۔ [41] وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جس کسی بھی چیز کو

مِنْ شَيْءٍ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٤٢ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ

مِنْ	شَيْءٍ ؕ	وَ	هُوَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ۝٤٢	وَ	تِلْكَ	الْاَمْثَالُ
سے	کچھ بھی	اور	وہ	غالب	حکمت والا	اور	وہ	مثالیں

پکارتے ہیں، بیشک اللہ اُسے جانتا ہے ، اور وہ غالب، حکمت والا ہے۔ [42] اور یہ مثالیں

نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝٤٣ خَلَقَ اللّٰهُ

نَضْرِبُهَا	لِلنَّاسِ ۚ	وَ	مَا	يَعْقِلُهَآ	اِلَّا	الْعٰلِمُوْنَ ۝٤٣	خَلَقَ	اللّٰهُ
بیان کرتے ہیں ہم	لوگوں کیلئے	اور	نہیں	سمجھتے اسے	مگر	جاننے والے	پیدا کیا	اللہ نے

ہم لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں، اور انہیں سمجھتے وہی لوگ ہیں جو جاننے والے ہیں۔ [43] اللہ نے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝٤٤

السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضَ	بِالْحَقِّ ؕ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝٤٤
آسمانوں کو	اور	زمین کو	برحق	بیشک	بیچ	وہ	البتہ نشانی	ایمان والوں کیلئے

اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے، بیشک اس میں اہل ایمان کیلئے نشانی ہے۔ [44]

ع ۴ ۱۴ ۱۶

[41] اس آیتِ مبارکہ میں غیر اللہ کی پوجا کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی گئی ہے، اس تشبیہ کی مختلف وجوہات ہوسکتی ہیں، مثلاً یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ گھر کا مقصد اپنی جان اور مال کی حفاظت کو یقینی بنانا ہوتا ہے، مکڑی کا جالا اس قدر کمزور ہوتا ہے کہ وہاں رہ کر کسی بھی جاندار کی جان اور مال محفوظ نہیں رہ سکتے، سوال یہ ہے کہ پھر بتوں کی عبادت کر کے انسان کا ایمان کیسے محفوظ رہ سکتا ہے، اسی طرح مکڑی کا جالا دنیا کا سب سے کمزور ترین گھر ہوتا ہے، غیر اللہ کی عبادت بھی دنیا کا سب سے کمزور ترین عمل ہے، اسی طرح مکڑی کا جالا انسان کیلئے کسی قسم کا فائدہ نہیں رکھتا، غیر اللہ کی عبادت بھی اپنے اندر کوئی فائدہ نہیں رکھتی، اسی طرح مکڑی کے جالے پر بھروسہ کرنے والا نادان ہوتا ہے، غیر اللہ کی عبادت کرنے والا بھی نادان ہوتا ہے، کاش! کہ مشرکوں کو سمجھ آجاتی اور وہ اپنے شرک وبت پرستی سے توبہ کرلیتے۔

[42] اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کامل، اس کے غلبہ اور حکمت کا ذکر کیا گیا ہے، منشا یہ ہے کہ جو لوگ غیر اللہ کی پوجا کر رہے ہیں، اللہ اُن سے بھی واقف ہے اور جن کی پوجا کی جارہی ہے، اللہ انہیں بھی جانتا ہے، اور اسے یہ بھی معلوم ہے کہ ان میں سے کس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔

[43] اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ مکہ کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو اس میں مکڑی، مچھر اور مکھی جیسی حقیر چیزوں کی مثالیں کیوں دی گئی ہیں؟ دراصل وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مثالیں اپنے لیے بیان فرمائی ہیں، حالانکہ یہ مثالیں تو لوگوں کو سمجھانے کیلئے بیان کی گئی ہیں اور لوگ ان مثالوں کو بآسانی سمجھ بھی لیتے ہیں، مثال بیان کرنے کا یہی مقصد ہوتا ہے، کیونکہ مثال کا تعلق مثال دینے والے کی عظمت سے نہیں ہوتا، مثال سننے والے کی سمجھ بوجھ سے ہوتا ہے اس لیے یہ اعتراض لغو ہے۔

[44] اس آیتِ مبارکہ میں زمین وآسمان کی تخلیق کو برحق قرار دیکر اسے اہلِ ایمان کیلئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانی ثابت کیا گیا ہے، چنانچہ ہر مسلمان سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو برحق پیدا کیا ہے، بے مقصد نہیں اور جو لوگ اس کی تخلیق میں غور وفکر کرتے ہیں، انہیں حق تعالیٰ تک رسائی نصیب ہوجاتی ہے۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ

اُتْلُ	مَآ	اُوْحِيَ	اِلَيْكَ	مِنَ	الْكِتٰبِ	وَ	اَقِمِ	الصَّلٰوةَ ؕ	اِنَّ	الصَّلٰوةَ
تلاوت کر	وہ جو	وحی کی گئی	تیری طرف	سے	کتاب کے	اور	قائم کر	نماز	بیشک	نماز

(اے نبی! ﷺ)، آپ پر جو کتاب وحی کی گئی ہے، اُس کی تلاوت کیجئے اور نماز قائم کیجئے، بیشک نماز

تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا

تَنْهٰى	عَنِ	الْفَحْشَآءِ	وَالْمُنْكَرِ ؕ	وَلَذِكْرُ	اللّٰهِ	اَكْبَرُ ؕ	وَ	اللّٰهُ	يَعْلَمُ	مَا
روکتی ہے	سے	بے حیائی کے	اور برائی کے	اور البتہ ذکر	اللہ کا	سب سے بڑا	اور	اللہ	جانتا ہے	وہ جو

بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے، اور اللہ کا ذکر ہی سب سے بڑی چیز ہے، اور اللہ خوب جانتا ہے جو

تَصْنَعُوْنَ ۝۴۵ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ ۗ اِلَّا

تَصْنَعُوْنَ ۝۴۵	وَ	لَا	تُجَادِلُوْٓا	اَهْلَ الْكِتٰبِ	اِلَّا	بِالَّتِيْ	هِيَ	اَحْسَنُ ۖ ۗ	اِلَّا
تم کرتے ہو	اور	مت	تکرار کرو تم	اہل کتاب سے	مگر	ساتھ اسکے جو	وہ	زیادہ عمدہ	مگر

کچھ تم کرتے ہو۔ ۴۵ اور اہلِ کتاب سے تکرار نہ کیا کرو، سوائے اس طریقے کے جو زیادہ عمدہ ہو، مگر

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ

الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مِنْهُمْ	وَ	قُوْلُوْٓا	اٰمَنَّا	بِالَّذِيْٓ	اُنْزِلَ	اِلَيْنَا	وَ	اُنْزِلَ	اِلَيْكُمْ
جن لوگوں نے	ظلم کیا	ان میں سے	اور	کہو تم	ایمان لائے ہم	اس پر جو	نازل کیا گیا	ہماری طرف	اور	نازل کیا گیا	تمہاری طرف

اُن میں سے وہ لوگ جو ظلم کریں، اور تم یوں کہا کرو کہ ہم اُس پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر اترا اور جو تم پر اُترا،

وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝۴۶ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ

وَ	اِلٰهُنَا	وَ	اِلٰهُكُمْ	وَاحِدٌ	وَّ	نَحْنُ	لَهٗ	مُسْلِمُوْنَ ۝۴۶	وَ	كَذٰلِكَ	اَنْزَلْنَآ
اور	ہمارا معبود	اور	تمہارا معبود	ایک	اور	ہم	اسی کیلئے	فرمانبرداری کرنے والے	اور	اسی طرح	نازل کی ہم نے

اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے، اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں۔ ۴۶ اور اِسی طرح ہم نے آپ پر

اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ

اِلَيْكَ	الْكِتٰبَ ؕ	فَالَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ	الْكِتٰبَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِهٖ ۚ	وَ	مِنْ	هٰٓؤُلَآءِ
تیری طرف	کتاب	سو جو لوگ	ہم نے انہیں دی	کتاب	ایمان لاتے ہیں وہ	اس پر	اور	سے	ان لوگوں کے

کتاب نازل کی ہے، سو جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اِس پر ایمان لاتے ہیں، اور اِن اہلِ مکہ میں سے بھی

۴۵ اس آیتِ مبارکہ میں دو حکم اور اُن میں سے ہر ایک کا فائدہ اور ایک خبر دی گئی ہے، پہلا حکم "تلاوتِ کتاب" کا ہے، جس کا فائدہ یہ ہے کہ وہ اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے، گویا قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا کائنات کی سب سے بڑی چیز کو حاصل کر لیتا ہے، دوسرا حکم نماز قائم کرنے کا ہے، کیونکہ نماز میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ وہ انسان کو گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے روک سکتی ہے، جیسے ہر عمل کی اپنی الگ تاثیر اور خاصیت ہوتی ہے اور خبر کا تعلق اللہ تعالیٰ کے علم کامل سے ہے کہ تمہارا کوئی عمل اس کے علم سے باہر نہیں ہے خواہ تم دن کے اجالے میں کرو یا رات کی تاریکی میں اور نیکی کرو یا بدی، وہ سب کچھ جانتا ہے، اب یہاں دو باتیں سمجھ لینی ضروری ہیں، پہلی یہ کہ قرآن کریم کی تلاوت اور نماز قائم کرنے کا حکم جمع کرنے میں کیا حکمت ہے؟ سو اصل حکمت تو اہل علم بیان کر سکتے ہیں، اس عاجز کے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ بعض اوقات انسان کا دل چاہتا ہے کہ وہ اللہ سے باتیں کرے اور اللہ اس کی باتیں سنے اور کبھی دل چاہتا ہے کہ اللہ اس سے باتیں کرے اور وہ اللہ کی باتیں سنے، اللہ تعالیٰ نے انسان کی دونوں خواہشیں پوری کر دیں، اگر انسان کا دل چاہے کہ وہ اللہ سے باتیں کرے تو اسے چاہئے کہ نماز کی نیت باندھ لے اور اللہ کی بارگاہ میں پہنچ کر اس سے باتیں کرنا شروع کر دے اور اگر وہ چاہے کہ اللہ اس سے باتیں کرے تو قرآن کریم کو کھول لے اور اس کی تلاوت شروع کر دے، اُسے یوں لگے گا کہ اس کا رب اس سے باتیں کر رہا ہے کیونکہ وہ حق تعالیٰ کا کلام ہے اور ہر کلام اپنے متکلم کی آواز ہوتا ہے، دوسری بات یہ کہ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ نماز بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے، حالانکہ بہت سے لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں اور گناہ بھی بے خوفی اور بے باکی کے ساتھ کرتے ہیں تو کیا نماز انہیں بے حیائی اور گناہوں سے نہیں روکتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز تو انہیں روکتی ہے لیکن وہ نہیں رکتے، اسمیں نماز کا قصور نہیں، اُن لوگوں کی سرکشی ہے، اور اس کے ایک جواب کی طرف اوپر کی سطروں میں بھی اشارہ ہو چکا ہے کہ نماز میں یہ تاثیر اور خاصیت رکھی گئی ہے کہ وہ گناہوں سے روک سکے، جیسے سر درد کی گولی میں یہ تاثیر ہے کہ انسان کے سر کا درد ختم ہو جائے لیکن اس کیلئے کچھ شرائط ہیں، مثلاً ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق دوا استعمال کرے، جتنی مرتبہ خوراک لینے کی تاکید ڈاکٹر نے کی ہے، اتنی مرتبہ اس کی خوراک لے، جتنی مقدار اس نے تجویز کی ہے، اس کا اہتمام کرے، جس چیز سے پرہیز کرنے کیلئے اس نے تاکید کی ہے اس سے پرہیز کرے، بلکہ اطباء تو کہتے ہیں کہ پرہیز علاج سے زیادہ اہم ہے، نماز کے معاملے میں پرہیز "گناہ" سے ہے، اس لیے حکم الٰہی کے مطابق جب نماز کا اہتمام کیا جائیگا تو وہ اسے بے حیائی اور ناپسندیدہ کاموں سے روک دے گی ۴۶ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب سے تکرار کرنے اور اُلجھنے کی ممانعت کی گئی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کے پاس آسمانی کتاب اور وحی کی تعلیمات ہیں، ہو سکتا ہے کہ تم ان کی کسی سچی اور صحیح بات کی تکذیب کر بیٹھو، یا کسی تحریف شدہ غلط بات کی تصدیق کر بیٹھو، اس لیے کہ وہ اپنی آسمانی کتابوں میں تحریف کر چکے ہیں، جس کی بناء پر صحیح اور غلط ایک دوسرے میں خلط ملط ہو چکے ہیں، البتہ تین چیزیں اس حکم سے مستثنیٰ کی جا رہی ہیں، پہلی یہ کہ اگر شائستگی اور وقار کے ساتھ علمی نوعیت کی سنجیدہ گفتگو کی ضرورت محسوس ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، دوسری یہ کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ عناد، سرکشی اور تعصب کا مظاہرہ کریں تو تمہیں ان سے دبنے کی ضرورت نہیں ہے، اپنی صحیح بات پوری قوت کے ساتھ کہو اور ان کی پرواہ بھی نہ کرو، تیسری چیز یہ کہ انہیں مشترکہ اور متفقہ عقائد و نظریات کیلئے ایک میز پر اکٹھا کرنے کی کوشش کرو، کیونکہ =

مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۝۴۷ وَمَا كُنْتَ

مَنْ	يُّؤْمِنُ	بِهٖ ؕ	وَ	مَا	يَجْحَدُ	بِاٰيٰتِنَآ	اِلَّا	الْكٰفِرُوْنَ ۝	وَ	مَا	كُنْتَ
وہ جو	ایمان لاتا ہے	اس پر	اور	نہیں	انکار کرتا	ہماری آیتوں کا	مگر	کفر کرنے والے	اور	نہ	تھا تو

بعض لوگ اس پر ایمان لے آئے ہیں اور ہماری آیتوں کا انکار صرف کافر لوگ ہی کرتے ہیں۔ ۴۷ اور آپ اس سے

تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ

تَتْلُوْا	مِنْ	قَبْلِهٖ	مِنْ	كِتٰبٍ	وَّ	لَا	تَخُطُّهٗ	بِيَمِيْنِكَ	اِذًا	لَّارْتَابَ
تلاوت کرتا	سے	اس کے پہلے	سے	کسی کتاب کی	اور	نہ	تو لکھتا تھا	اپنے دائیں ہاتھ سے	اس وقت	البتہ شک کرتے

پہلے کسی کتاب کی تلاوت نہ کرتے تھے، اور نہ ہی آپ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے، ورنہ باطل پرست لوگ

الْمُبْطِلُوْنَ ۝۴۸ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ

الْمُبْطِلُوْنَ ۝	بَلْ	هُوَ	اٰيٰتٌۢ	بَيِّنٰتٌ	فِيْ	صُدُوْرِ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْعِلْمَ ؕ
باطل پرست لوگ	بلکہ	یہ	آیتیں	واضح	بیچ	سینوں کے	ان لوگوں کے جو	دیئے گئے	علم

شک میں پڑ جاتے۔ ۴۸ بلکہ یہ واضح آیات ہیں اُن لوگوں کے سینوں میں جنہیں علم دیا گیا

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝۴۹ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ

وَ	مَا	يَجْحَدُ	بِاٰيٰتِنَآ	اِلَّا	الظّٰلِمُوْنَ ۝	وَ	قَالُوْا	لَوْلَآ	اُنْزِلَ	عَلَيْهِ	اٰيٰتٌ
اور	نہیں	انکار کرتا	ہماری آیتوں کا	مگر	ظلم کرنے والے	اور	کہتے ہیں	کیوں نہیں	نازل کی جاتی	اس پر	نشانیاں

اور ہماری آیتوں کا انکار تو صرف ظالم لوگ ہی کرتے ہیں۔ ۴۹ اور کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کچھ معجزات کیوں

مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۵۰

مِّنْ	رَّبِّهٖ ؕ	قُلْ	اِنَّمَا	الْاٰيٰتُ	عِنْدَ	اللّٰهِ ؕ	وَ	اِنَّمَآ	اَنَا	نَذِيْرٌ	مُّبِيْنٌ ۝
سے	اس کے رب کے	تو کہہ	وہ تو صرف	نشانیاں	پاس	اللہ کے	اور	وہ تو صرف	میں	ڈرانے والا	کھلم کھلا

نہیں اتارے جاتے؟ آپ فرما دیجئے کہ معجزات تو اللہ کے اختیار میں ہیں اور میں تو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ ۵۰

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اَوَلَمْ	يَكْفِهِمْ	اَنَّآ	اَنْزَلْنَا	عَلَيْكَ	الْكِتٰبَ	يُتْلٰى	عَلَيْهِمْ ؕ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ
اور کیا نہیں	کافی نہیں	یہ کہ ہم نے	نازل کی	تجھ پر	کتاب	تلاوت کی جاتی ہے	ان پر	بیشک	بیچ	اس کے

کیا اُن کیلئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر ایک کتاب نازل کی ہے جس کی اُن کے سامنے تلاوت کی جاتی ہے، بیشک اس میں

= تمہارے اور ان کے درمیان بہت سے ایسے امور مشترک ہیں کہ ان پر تمہارے اور ان کے درمیان اتفاق رائے ہو سکتا ہے مثلاً توحید پر ایمان، کتابوں پر ایمان، آخرت پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، پیغمبروں پر ایمان، اچھی اور بری تقدیر پر ایمان، ان پر اتفاق رائے سے آگے بڑھنے کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپس میں اختلاف کی شرح کم ہو جائے گی، دلوں کی رنجشیں دور ہو جائیں گی، دشمنی ختم ہو جائیگی اور دنیا میں امن ہو جائے گا۔

۴۷ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کے نزول اور اس پر ایمان لانے والوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے سابقہ پیغمبروں کی طرف اپنی وحی بھیجی اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں، اسی طرح آپ پر بھی اللہ نے ایک کتاب نازل فرما دی، گویا کتابوں کے نزول کا سلسلہ پرانا ہے، اس سلسلے کی آخری کڑی یہ کتاب ہے، اہل کتاب کو اس پر تعجب نہ ہونا چاہیے، یہی وجہ ہے کہ ان میں سے سلیم الفطرت لوگ اس پر ایمان لے آئے ہیں، ان اہلِ مکہ میں سے بھی کچھ حق شناس لوگ اس پر ایمان لے آئے ہیں، اب جو لوگ اس پر ایمان نہیں لا رہے اور کفر کی راہ اختیار کیے ہوئے ہیں، وہی ہٹ دھرمی دکھا رہے ہیں۔ ۴۸ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کی ایک اہم ترین صفت "امی" ہونے کی حکمت بیان کی گئی ہے کہ اگر آپ نے کسی استاد سے لکھنا پڑھنا سیکھا ہوتا، آپ ہر تحریر کو پڑھنے اور ہر مضمون کو لکھنے میں مہارت رکھتے تو باطل پرست کہہ سکتے تھے کہ ہم قرآن کریم کو اللہ کا کلام کیسے تسلیم کرلیں، محمد ﷺ نے تو لکھنے پڑھنے میں مہارت حاصل کر رکھی ہے، مختلف کتابیں پڑھ پڑھ کر ان میں سے ہر اچھی بات اپنے پاس نوٹ کر رکھی ہے اور اب انہی میں سے انتخاب کر کے کچھ چیزوں کو اپنے الفاظ میں ڈھال کر پیش کر رہے ہیں اور اسے اللہ کا کلام قرار دے رہے ہیں، حقیقت میں ایسا نہیں ہے، اس کا جواب اگلی آیت میں دیا گیا ہے۔ ۴۹ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کی ایک ایسی خصوصیت بیان کی گئی ہے جو اسے دوسری تمام کتابوں سے ممتاز کرتی ہے، اس کے باوجود بھی اگر کوئی انکار کی روش پر قائم رہے تو اسے ظالم کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ قرآن کریم کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ سینوں میں محفوظ ہو جانے والی کتاب ہے، چھوٹے چھوٹے معصوم بچے جنہیں اپنی مادری زبان ٹھیک طرح نہیں آتی" اس کی ہزاروں آیتوں کو اپنے سینے میں اس طرح محفوظ کر لیتے ہیں کہ نہ بھولتے ہیں اور نہ اٹکتے ہیں، خود اس عاجز نے محض اللہ کی توفیق اور مہربانی سے نو سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا، اس طرح سینکڑوں، ہزاروں لاکھوں حفاظ، پوری دنیا میں قرآن کریم کے الفاظ محفوظ کئے ہوئے ہیں اور پوری دنیا میں ایک ہی قرآن پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے، مسجدوں کی محرابیں اس سے گونج رہی ہیں، اس کے الفاظ سننے والوں کے کانوں میں رس گھول رہے ہیں اور دلوں کو تازگی اور خوشی نصیب ہو رہی ہے، یہ معجزہ قرآن کریم کے علاوہ کسی آسمانی یا غیر آسمانی کتاب کو عطا نہیں ہوا؟ کیا کسی من گھڑت کلام کو اس قدر مقبولیت مل سکتی ہے؟ کیا کسی من گھڑت کلام میں ایسی تاثیر ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں، البتہ کچھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عزیر تورات کے حافظ تھے، بعض اور کتابوں کے بھی حفاظ مل جاتے ہیں، اس لیے یہ کہنا درست نہیں ہے کہ قرآن ہی واحد کتاب ہے جسے حفظ کیا جاتا ہے؟ لیکن اس کا جواب دینے کی ضرورت اس لیے نہیں ہے کہ سوال میں ہی جواب موجود ہے، کیا اکا دکا مثالوں کو ضابطے اور قانون کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے؟ کیا اس کثرت کے ساتھ اور ہر عمر کے لوگ کسی کتاب کے حافظ مل سکتے ہیں جیسے قرآن کریم کے حفاظ ہیں؟ ہرگز نہیں، اس لیے اس کے مقابلے میں کسی کتاب کو نہیں رکھا جا سکتا۔ ۵۰ اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ کے ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ ہم جن معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں، محمد ﷺ وہ معجزات کیوں

لَرَحۡمَةً وَّ ذِكۡرٰى لِقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۱﴾ قُلۡ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيۡنِىۡ

لَرَحۡمَةً	وَّ	ذِكۡرٰى	لِقَوۡمٍ	يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۱﴾	قُلۡ	كَفٰى	بِاللّٰهِ	بَيۡنِىۡ
البتہ رحمت	اور	نصیحت	ان لوگوں کیلئے جو	ایمان لاتے ہیں	تو کہہ	کافی ہے	اللہ	میرے درمیان

رحمت اور نصیحت ہے اُن لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ ﴿۵۱﴾ اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ فرما دیجئے کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان

وَبَيۡنَكُمۡ شَهِيۡدًا ۚ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَالَّذِيۡنَ

وَ	بَيۡنَكُمۡ	شَهِيۡدًا ۚ	يَعۡلَمُ	مَا	فِى	السَّمٰوٰتِ	وَ	الۡاَرۡضِ ؕ	وَ	الَّذِيۡنَ
اور	تمہارے درمیان	گواہ	وہ جانتا ہے	جو کچھ	بیچ	آسمانوں کے	اور	زمین کے	اور	جو لوگ

گواہ بننے کیلئے کافی ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور جو لوگ

اٰمَنُوۡا بِالۡبَاطِلِ وَكَفَرُوۡا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۵۲﴾

اٰمَنُوۡا	بِالۡبَاطِلِ	وَ	كَفَرُوۡا	بِاللّٰهِ ۙ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۵۲﴾
ایمان لائے	باطل پر	اور	کفر کیا انہوں نے	ساتھ اللہ کے	وہ لوگ	وہی	نقصان اٹھانے والے

باطل پر ایمان لائے اور اللہ کے ساتھ کفر کیا، وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ ﴿۵۲﴾

وَيَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالۡعَذَابِ ؕ وَلَوۡلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ

وَيَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ	بِالۡعَذَابِ ؕ	وَ	لَوۡلَاۤ	اَجَلٌ	مُّسَمًّى	لَّجَآءَهُمُ
اور جلدی طلب کرتے ہیں تجھ سے	عذاب کو	اور	اگر نہ ہوتا	وقت	مقررشدہ	البتہ آجاتا ان پر

اور یہ لوگ آپ سے عذاب کو جلدی طلب کرتے ہیں، اور اگر ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو اُن پر عذاب

الۡعَذَابُ ؕ وَلَيَاۡتِيَنَّهُمۡ بَغۡتَةً وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۵۳﴾ يَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ

الۡعَذَابُ ؕ	وَلَيَاۡتِيَنَّهُمۡ	بَغۡتَةً	وَّ	هُمۡ	لَا	يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۵۳﴾	يَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ
عذاب	اور البتہ ضرور آئے گا وہ ان پر	اچانک	اور	وہ	نہ	شعور رکھتے ہوں گے	وہ جلدی طلب کرتے ہیں تجھ سے

آچکا ہوتا، اور وہ اُن پر اچانک ہی آئے گا اور اُنہیں خبر بھی نہ ہو گی۔ ﴿۵۳﴾ یہ لوگ آپ سے عذاب کو

بِالۡعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيۡطَةٌ ۢ بِالۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۵۴﴾ يَوۡمَ يَغۡشٰهُمُ

بِالۡعَذَابِ ؕ	وَ	اِنَّ	جَهَنَّمَ	لَمُحِيۡطَةٌ	بِالۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۵۴﴾	يَوۡمَ	يَغۡشٰهُمُ
عذاب کو	اور	بیشک	جہنم	البتہ احاطہ کرنے والی	کافروں کا	جس دن	ڈھانپ لے گا انہیں

جلدی طلب کرتے ہیں، اور بیشک جہنم کافروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ﴿۵۴﴾ جس دن عذاب اُنہیں

نہیں پیش کرتے؟ اگر ہماری فرمائش پوری کریں تو ہمیں یقین آئے کہ وہ واقعی اللہ کے نبی ہیں؟ شاید وہ سیاست دان اور پیغمبر کے درمیان فرق نہیں کر سکے، کیونکہ سیاست دان لوگوں کی فرمائشیں پوری کرنے میں اپنی سیاسی بقاء تلاش کرتا ہے اور پیغمبر کا کام صرف حق تعالیٰ کا پیغام صاف ستھرے انداز میں پہنچا دینا ہوتا ہے، رہ گئی بات معجزات کی تو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ معجزہ دراصل اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو وہ اپنے پیغمبر کے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے، معجزہ نبی کا فعل نہیں ہوتا، اس لیے وہ نبی کے اختیار میں بھی نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہوتا ہے، چنانچہ جب اللہ کی مرضی ہوتی ہے، معجزہ ظاہر ہو جاتا ہے، ورنہ نہیں ہوتا۔

ع ۵ / ۱

﴿۵۱﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قرآنِ کریم کو سب سے بڑا معجزہ قرار دیا گیا ہے اور یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ کیا اس کی موجودگی میں بھی کسی معجزے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ یہ ایک معجزہ ہزاروں معجزات پر بھاری ہے، گزشتہ انبیاء کا کوئی معجزہ دنیا میں باقی نہیں ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ایسا زندہ معجزہ ہے جو ہمیشہ قائم رہے گا اور رہتی دنیا تک اہلِ ایمان کیلئے رحمت اور نصیحت کا سبب بنا رہے گا۔

﴿۵۲﴾ اس آیتِ مبارکہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت و رسالت کی تصدیق و تائید کیلئے ایک نہایت عظیم الشان گواہ پیش کیا گیا ہے جس کی گواہی سے بڑھ کر کسی کی گواہی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کا علم کافی ہے، وہ ظاہر اور باطن دونوں سے بخوبی واقف ہے اس لیے اس کی گواہی چشم دید مشاہدہ ہوگی، جس کی اہمیت ہر شخص سمجھتا ہے، اور وہ گواہ خود اللہ رب العالمین ہے، جب وہ میری صداقت کی گواہی دے رہا ہے تو اس سے بڑھ کر اور کس کی گواہی پیش کی جا سکتی ہے، اگر تم اب بھی نہیں مانتے اور باطل پر ڈٹے رہتے ہو تو پھر تم سے بڑھ کر خسارہ اور نقصان بھی کسی کا نہیں ہوا۔

﴿۵۳﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کا جلدی عذاب طلب کرنا اور اس کا جواب دینا مذکور ہوا ہے، وہ یہ کہتے تھے کہ اگر ہم غلط اور باطل پرست ہیں تو پھر جس عذاب کی آپ ہمیں دھمکی دیتے ہیں، وہ جلدی لے آیئے، کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں، اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے، جب مقررہ وقت آتا ہے تو کام ہو جاتا ہے، چنانچہ عذاب کا بھی مقررہ وقت جب آئیگا تو اسے کوئی روک اور ٹال نہ سکے گا، ابھی چونکہ وقت مقررہ نہیں آیا اس لیے عذاب بھی نہیں آیا۔

﴿۵۴﴾ اس آیتِ مبارکہ میں عذاب کے مطالبے کا ایک اور جواب دیا گیا ہے کہ یہ بے خبر لوگ عذاب اور سزا کو جلدی طلب کر رہے ہیں، ان نادانوں کو معلوم نہیں ہے کہ جہنم چاروں طرف سے انہیں گھیرے ہوئے ہے، وہ اس کے محاصرے سے نہیں نکل سکتے، اگر وہ خود کو عیش و عشرت میں محسوس کرتے ہیں تو یہ ان کی بے خبری ہے، ان کا یہی عیش و عشرت اور گناہوں میں حد سے زیادہ انہماک بذاتِ خود گناہ ہے اور ان کے لیے اللہ کی طرف سے سزا ہے، کیا انسان کیلئے یہ سزا کم ہے کہ اسے نیکیوں کی یا ایمان کی توفیق ہی نہ ملے؟ اور کیا وہ شخص مطمئن رہ سکتا ہے جس کا احاطہ اور محاصرہ چاروں طرف سے جہنم نے کر رکھا ہو۔

الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا

الْعَذَابُ	مِنْ	فَوْقِهِمْ	وَ	مِنْ	تَحْتِ	اَرْجُلِهِمْ	وَ	يَقُوْلُ	ذُوْقُوْا	مَا
عذاب	سے	ان کے اوپر	اور	سے	نیچے	ان کے پاؤں کے	اور	کہے گا وہ	چکھو تم	وہ جو

اُن کے اوپر سے اور اُن کے پاؤں کے نیچے سے گھیر لے گا اور اللہ کہے گا کہ اُن اعمال کا مزہ چکھو جو

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٥٥﴾ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ

كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ﴿٥٥﴾	يٰعِبَادِيَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِنَّ	اَرْضِيْ	وَاسِعَةٌ	فَاِيَّايَ
تم تھے	کرتے رہے	اے میرے بندو	وہ لوگ جو	ایمان لائے	بیشک	میری زمین	گنجائش والی	سو خاص مجھے

تم کرتے تھے۔ ۝٥٦ اے میرے وہ بندو جو ایمان لائے ہو، بیشک میری زمین بہت کشادہ ہے، سو تم میری ہی

فَاعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۖ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿٥٧﴾

فَاعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾	كُلُّ	نَفْسٍ	ذَآئِقَةُ	الْمَوْتِ	ثُمَّ	اِلَيْنَا	تُرْجَعُوْنَ ﴿٥٧﴾
سو عبادت کرو میری	ہر ایک	نفس	چکھنے والا	موت کو	پھر	ہماری طرف	تم لوٹائے جاؤ گے

عبادت کرو۔ ۝٥٧ ہر نفس نے موت کا مزہ چکھنا ہے، پھر ہماری ہی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ ۝٥٨

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا

وَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	لَنُبَوِّئَنَّهُمْ	مِّنَ	الْجَنَّةِ	غُرَفًا
اور	جولوگ	ایمان لائے	اور	عمل کئے انہوں نے	اچھے	البتہ ضرور ٹھکانہ دیں گے ہم انہیں	سے	جنت کے	بالاخانوں میں

اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک اعمال کیے، ہم اُنہیں جنت کے بالاخانوں میں ٹھکانہ عطا کریں گے

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿٥٨﴾

تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	نِعْمَ	اَجْرُ	الْعٰمِلِيْنَ ﴿٥٨﴾
بہتی ہوں گی	سے	اس کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہنے والے	اسمیں	کیا خوب	ثواب	عمل کرنے والوں کا

جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، عمل کرنے والوں کیلئے یہ کیا خوب اجر ہے۔ ۝٥٩

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ

الَّذِيْنَ	صَبَرُوْا	وَ	عَلٰي	رَبِّهِمْ	يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٥٩﴾	وَ	كَاَيِّنْ	مِّنْ	دَآبَّةٍ
وہ لوگ جو	صبر کریں	اور	پر	اپنے رب کے	وہ بھروسہ کرتے ہیں	اور	کتنے ہی	سے	چوپائے

وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔ ۝٦٠ اور کتنے ہی چوپائے ایسے ہیں

۝٥٥ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن عذاب کا عموم بیان کیا گیا ہے کہ آج مشرکین جس عذاب کو جلدی طلب کر رہے ہیں، قیامت کے دن وہی عذاب ان کا اس طرح سے احاطہ کرلے گا کہ چاروں سمتیں تو رہی ایک طرف، اوپر اور نیچے سے بھی وہ اس کے گھیرے میں آ جائیں گے، نہ زمین میں ڈوب کر نکل سکیں گے اور نہ پرندوں کی طرح اڑ کر اس سے بھاگ سکیں گے، اس وقت اُن سے کہا جائیگا کہ اب ان اعمال کا مزہ چکھو جو تم دنیا میں کرتے رہے ہو، مطلب یہ کہ مجرم ہونے کے باوجود تمہارے ساتھ ظلم یا ناانصافی نہیں ہوگی۔

۝٥٦ اس آیتِ مبارکہ میں ''ارض خدا تنگ نیست'' کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی علاقے میں تمہیں اللہ کی عبادت کرنے میں کسی دشواری کا سامنا ہو اور وہاں رہ کر تمہاری توحید اور مرکزِ عقیدہ وعقیدت کو مسلسل خطرات لاحق ہوں تو اپنے ایمان کی حفاظت کیلئے وہاں سے ہجرت کر جاؤ، اللہ کی زمین بہت وسیع اور کشادہ ہے، وہ تمہیں ضرور بہترین ٹھکانہ دے گا، لیکن تم دنیا کی کسی قیمت کے عوض اپنے ایمان کا سودا نہ کرنا خواہ اس کی خاطر تمہیں ہجرت ہی کرنا پڑے۔

۝٥٧ اس آیتِ مبارکہ میں موت برحق ہونے اور اس کے بعد اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے کا اصول بیان کیا گیا ہے، ان میں سے پہلے اصول پر دنیا کے تمام لوگ متفق ہیں کہ بالآخر ہر شخص نے مرجانا ہے، کوئی انسان دنیا میں ہمیشہ رہنے کیلئے نہیں آیا، اگر دوسرے اصول پر بھی اتفاق ہو جائے کہ مرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر زندہ کیا جائیگا، اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائیگا، حساب کتاب ہوگا، جزا اور سزا ہوگی تو دنیا سے کفر و شرک کی جڑ ختم ہو جائے، یہاں اس مضمون کو لانے سے مہاجرین کو تسلی دینا مقصد ہے کہ اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ ہجرت کر کے گھر سے نکلنے کی صورت میں منزل تک پہنچ پائیں گے یا پہلے ہی موت آ کر کام تمام کر دے گی؟ تو اس سے گھبرانے کی کیا ضرورت ہے؟ موت تو سب کو ہی آنی ہے اور یہ پیالہ تو ہر ایک کو اپنے منہ سے لگانا ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ ہجرت کرنے کی وجہ سے تمہیں موت آ جائے، یہ بھی تو ممکن ہے کہ تم اپنے گھر میں بیٹھے رہو اور تمہیں موت وہیں آ پکڑے۔

۝٥٨ اس آیتِ مبارکہ میں ایمان اور عمل صالح والوں کیلئے جنت کے بالاخانوں کا وعدہ کیا گیا ہے، ان کی نگاہوں کے سامنے دلکش اور حسین مناظر ہوں گے اور ان کے محلات کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جو شخص ایک مرتبہ جنت میں داخل ہو جائے گا، اسے وہاں سے کبھی نکالا نہ جائیگا اس سے بڑی بات اور بہترین انعام کیا ہو سکتا ہے؟

۝٥٩ اس آیتِ مبارکہ میں اہل ایمان کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی صفت صبر ہے اور دوسری صفت توکل ہے، صبر کی وجہ سے وہ اپنے رب کا شکوہ بندوں سے کرنے سے بچتے ہیں اور توکل کے ذریعے وہ بندوں کا شکوہ اپنے رب سے کرنے سے بچتے ہیں۔

لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَ اِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٠﴾

لَا	تَحْمِلُ	رِزْقَهَا	اَللّٰهُ	يَرْزُقُهَا	وَ	اِيَّاكُمْ	وَ	هُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ ﴿٦٠﴾
نہیں	اٹھاتے	اپنا رزق	اللہ	انہیں رزق دیتا ہے	اور	خاص تمہیں	اور	وہ	خوب سننے والا	جاننے والا

جو اپنا رزق اٹھائے اٹھائے نہیں پھرتے، اللہ انہیں بھی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی، اور وہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔ ﴿٦٠﴾

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ

وَ	لَئِنْ	سَاَلْتَهُمْ	مَّنْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضَ	وَ	سَخَّرَ
اور	البتہ اگر	تُو پوچھے ان سے	کس نے	پیدا کیا	آسمانوں کو	اور	زمین کو	اور	تابع فرمان کیا

اور اگر آپ اُن لوگوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ

الشَّمْسَ	وَالْقَمَرَ	لَيَقُوْلُنَّ	اللّٰهُ ۚ	فَاَنّٰى	يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾	اَللّٰهُ	يَبْسُطُ
سورج کو	اور چاند کو	البتہ ضرور کہیں گے	اللہ	تو کہاں	بہکے جاتے ہیں وہ	اللہ	کشادہ کرتا ہے

اور چاند کو کس نے مسخر کیا؟ تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پھر وہ کہاں بہکے جاتے ہیں؟ ﴿٦١﴾ اللہ اپنے بندوں میں سے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

الرِّزْقَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	مِنْ	عِبَادِهٖ	وَ	يَقْدِرُ	لَهٗ ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	بِكُلِّ	شَيْءٍ
رزق کو	جس کیلئے	وہ چاہتا ہے	سے	اپنے بندوں کے	اور	تنگ کرتا ہے	اس کیلئے	بیشک	اللہ	ساتھ ہر ایک	چیز کے

جس کا رزق چاہتا ہے کشادہ اور تنگ کر دیتا ہے، بیشک اللہ ہر چیز کو خوب

عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا

عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾	وَ	لَئِنْ	سَاَلْتَهُمْ	مَّنْ	نَّزَّلَ	مِنَ	السَّمَآءِ	مَآءً	فَاَحْيَا
خوب جاننے والا	اور	البتہ اگر	تُو پوچھے ان سے	کس نے	نازل کیا	سے	آسمان کے	پانی	پھر زندہ کیا

جاننے والا ہے۔ ﴿٦٢﴾ اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمان سے کس نے پانی برسایا کہ اُس کے ذریعے

بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ

بِهِ	الْاَرْضَ	مِنْ	بَعْدِ	مَوْتِهَا	لَيَقُوْلُنَّ	اللّٰهُ ۭ	قُلِ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ ۭ
اس کے ذریعے	زمین کو	سے	پیچھے	اس کے مرنے کے	البتہ ضرور کہیں گے	اللہ	تُو کہہ	تمام تعریفیں	اللہ کیلئے

زمین کو اُس کے مُردہ ہونے کے بعد دوبارہ زندہ کر دیا؟ تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، آپ فرما دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں،

﴿٦٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ہجرت کرنے والوں کو فکرِ معاش سے آزاد رہنے کیلئے تسلی دی گئی ہے کہ جو رب پرندوں اور درندوں کو ہر نئے دن نیا رزق عطا فرماتا ہے، کوئی پرندہ اور درندہ اپنا رزق اپنے ساتھ اٹھائے اٹھائے نہیں پھرتا، لیکن صبح کو اپنے گھر سے بھوکا، خالی پیٹ نکلتا ہے اور شام کو بھرے پیٹ اپنے گھر واپس لوٹتا ہے، کیا ان پرندوں اور درندوں کو کھانا کھلانے والا اللہ اپنی راہ میں اتنی بڑی قربانی دینے والوں کو بھوکا اور خالی پیٹ رکھ سکتا ہے جنہوں نے اس کی رضا کی خاطر اپنا گھر بار، کاروبار اور اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑ دیا؟ ہرگز نہیں، اس نے تمہارے لیے جو رزق لکھ دیا ہے، وہ تمہیں مل کر رہے گا اس لیے فکرِ معاش سے آزاد ہو جاؤ اور مطمئن رہو۔

﴿٦١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ایک چیلنج دیا گیا ہے، آج تک کوئی اسکی تردید نہیں کر سکا، چیلنج یہ ہے کہ جو کافر اور مشرک اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، اگر آپ ان سے بھی پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ سورج اور چاند کو انسان کی خدمت پر کس نے لگایا؟ تو وہ بھی یہیں کہیں گے کہ یہ سب کام اللہ نے کیے ہیں، گویا وہ دل سے اس بات کو سمجھتے ہیں کہ اُن کے معبودوں میں یہ صلاحیت پائی ہی نہیں جاتی کہ وہ کسی چیز کے خالق بن سکیں، اس کے باوجود یہ لوگ نجانے کہاں بہکے جا رہے ہیں؟

﴿٦٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں رزق کی کشادگی اور تنگی کو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف قرار دیا گیا ہے، گویا کسی کا رزق کشادہ ہونا اسکی مقبولیت اور عزت کی علامت نہیں ہے اور کسی کا رزق تنگ ہونا اسکے مردود یا ذلیل ہونے کی دلیل نہیں ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے، وہ جسے چاہتا ہے رزق کی کشادگی عطا فرما دیتا ہے اور جس کا رزق چاہتا ہے، اپنی حکمت سے تنگ کر دیتا ہے اور اس کی حکمت اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ

بَلْ	اَكْثَرُهُمْ	لَا	يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾	وَ	مَا	هٰذِهِ	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَآ	اِلَّا	لَهْوٌ
بلکہ	ان میں سے اکثر	نہیں	عقل رکھتے	اور	نہیں	یہ	زندگی	دنیا کی	مگر	تماشا

بلکہ اُن میں سے اکثر لوگ عقل نہیں رکھتے۔ ﴿۶۳﴾ اور یہ دنیا کی زندگی تو محض کھیل

وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا

وَّ	لَعِبٌ ؕ	وَ	اِنَّ	الدَّارَ	الْاٰخِرَةَ	لَهِيَ	الْحَيَوَانُ ۘ	لَوْ	كَانُوْا
اور	کھیل کود	اور	بیشک	گھر	آخرت کا	البتہ وہی	اصل زندگی	کاش	ہوتے وہ

تماشا ہے، اور آخرت کا گھر ہی اصل زندگانی ہے، کاش! کہ یہ لوگ

يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ

يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾	فَاِذَا	رَكِبُوْا	فِي	الْفُلْكِ	دَعَوُا	اللّٰهَ	مُخْلِصِيْنَ	لَهُ
جانتے	سو جب	سوار ہوں	بیچ	کشتی کے	پکاریں وہ	اللہ کو	خالص کرتے ہوئے	اس کیلئے

جانتے ہوتے۔ ﴿۶۴﴾ چنانچہ یہ لوگ جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ ہی کو پکارتے ہیں، اُسی کیلئے خالص اعتقاد

الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا

الدِّيْنَ ۚ	فَلَمَّا	نَجّٰىهُمْ	اِلَى	الْبَرِّ	اِذَا	هُمْ	يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾	لِيَكْفُرُوْا
دین کو	سو جب	وہ نجات دے انہیں	طرف	خشکی کے	اسی وقت	وہ	شرک کرنے لگتے ہیں	تاکہ ناشکری کریں

رکھتے ہوئے، پھر جب وہ اُنہیں خشکی کی طرف نجات عطا فرماتا ہے تو اُسی وقت وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔ ﴿۶۵﴾ تاکہ ہماری دی ہوئی

بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا

بِمَآ	اٰتَيْنٰهُمْ ۚ	وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫	فَسَوْفَ	يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾	اَوَلَمْ	يَرَوْا
اس کی جو	ہم نے انہیں دیا	اور تاکہ فائدہ اٹھالیں	سو عنقریب	جان لیں گے وہ	اور کیا نہیں	دیکھا انہوں نے

نعمتوں کی ناشکری کریں، اور مزے اڑاتے رہیں، سو عنقریب یہ لوگ جان لیں گے۔ ﴿۶۶﴾ کیا اُنہوں نے دیکھا نہیں

اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ

اَنَّا	جَعَلْنَا	حَرَمًا	اٰمِنًا	وَّ	يُتَخَطَّفُ	النَّاسُ	مِنْ	حَوْلِهِمْ ؕ
کہ ہم نے	بنایا	حرم کو	امن والا	اور	اچک لئے جاتے ہیں	لوگ	سے	ان کے اردگرد

کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنایا ہے؟ اور اُن کے آس پاس سے لوگوں کو اغواء کر لیا جاتا ہے،

ع ۶/۱۲ ۲

وقف لازم

﴿۶۳﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ایک چیلنج دیا گیا ہے، آج تک کوئی اس کی تردید نہیں کرسکا، چیلنج یہ ہے کہ جو کافر اور مشرک اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، اگر آپ اُن سے بھی پوچھیں کہ آسمان سے پانی کون برساتا ہے تو وہ اپنے معبودوں کی بجائے اللہ کا نام لیں گے، اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ خشک اور مردہ زمین کو زندگی، شادابی اور تازگی کون عطا کرتا ہے تو وہ اپنے معبودوں کی بجائے اللہ ہی کا نام لیں گے، تعجب ہے کہ اپنے معبودوں کی عاجزی اور بے بسی، جبکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو تسلیم کرنے کے باوجود وہ کفر و شرک اور بت پرستی پر جمے ہوئے ہیں اور اللہ پر ایمان نہیں لاتے، یہ بھی اللہ ہی کا کمال ہے کہ اپنے نافرمان بندوں کے منہ سے اپنی تعریف کروالیتا ہے اور وہ ہر طرح کے کمال سے موصوف اور قابلِ تعریف ہے، لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔

﴿۶۴﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دنیا اور آخرت کی زندگی میں ایک موازنہ کیا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی صرف چند روزہ ہے، آئے بیٹھے اور چل دیئے، آخرت ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے، دنیا فانی اور آخرت باقی ہے، دنیا دھوکہ اور آخرت حقیقت ہے، دنیا کی مثال اس گھروندے کی سی ہے جو بچے کھیل کود کے وقت بنالیتے ہیں، انہیں معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اس گھروندے میں رہنا نہیں ہے، وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ کچھ ہی دیر بعد وہ خود اسے اپنے ہاتھوں سے برباد کردیں گے، اسی وجہ سے وہ اس کے ساتھ دل نہیں لگاتے، ایک بچہ اپنی کم عقلی کے باوجود اتنا سمجھدار ہوسکتا ہے، تعجب ہے خود کو عقل کل سمجھنے والا انسان اس حقیقت تک نہیں پہنچ پاتا اور دنیا میں مگن ہوکر فکرِ آخرت سے بے نیاز ہوکر بیٹھ جاتا ہے۔

﴿۶۵﴾ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کی توتا چشمی بیان کی گئی ہے کہ اگر وہ کسی مصیبت اور تکلیف میں گھر جائے تو خلوصِ نیت اور دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے، کشتی میں سوار ہو، سمندری سفر پر جارہا ہو، ہوائیں ناہموار ہوجائیں، کشتی بھنور میں پھنس جائے، ملاح ناامید ہوجائیں اور وہ اپنی زندگی سے مایوس ہوجائے تو اسے اللہ یاد آجاتا ہے، پھر جوں ہی وہ مصیبت اور تکلیف دور ہوتی ہے، انسان کو خشکی پر اترنا نصیب ہوتا ہے تو وہ پہلے کی طرح کفر و شرک میں مشغول ہوجاتا ہے اور اپنے رب کی نافرمانی کرنے لگتا ہے۔

﴿۶۶﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ آخر مشرکین ایسا کیوں کرتے ہیں کہ ناگہانی آفتوں میں اللہ کو پکاریں اور مصیبت ٹلتے ہی اسے بھول جائیں؟ اس سوال کو ایک دوسرے انداز میں اس طرح بھی لیا جاسکتا ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ انہیں اتنی مہلت ہی کیوں دیتا ہے؟ پہلی ہی مرتبہ ان کی گرفت کیوں نہیں کرلیتا؟ ان دونوں سوالوں کا ایک ہی جواب ہے کہ کوئی بات نہیں، جتنا چاہیں، کفر کریں اور جتنے چاہیں مزے اڑائیں، عنقریب اُن کا انجام ان کے سامنے آجائیگا اور وہ جان لیں گے کہ وہ دھوکے کا شکار تھے، اب انہیں سزا سے کوئی نہیں بچاسکتا۔

أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُونَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ

أَفَبِالْبَاطِلِ	يُؤْمِنُونَ	وَ	بِنِعْمَةِ	اللّٰهِ	يَكْفُرُونَ ﴿٦٧﴾	وَ	مَنْ	أَظْلَمُ
توکیا باطل پر	ایمان لائیں گے وہ	اور	نعمت سے	اللہ کی	انکار کردیں گے وہ	اور	کون	زیادہ بڑا ظالم

تو کیا وہ باطل پر ایمان لائیں گے اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کریں گے؟ ﴿٦٧﴾ اور اُس شخص سے بڑھ کر

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ۚ

مِمَّنِ	افْتَرٰى	عَلَى	اللّٰهِ	كَذِبًا	أَوْ	كَذَّبَ	بِالْحَقِّ	لَمَّا	جَاءَهُ ۚ
اس سے جو	گھڑے	پر	اللہ کے	جھوٹ	یا	جھٹلائے	حق کو	جب	آئے وہ اس کے پاس

ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق آنے کے بعد اُس کی تکذیب کرے؟

أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِينَ ﴿٦٨﴾ وَالَّذِينَ جٰهَدُوا

أَلَيْسَ	فِي	جَهَنَّمَ	مَثْوًى	لِّلْكٰفِرِينَ ﴿٦٨﴾	وَ	الَّذِينَ	جٰهَدُوا
کیا نہیں ہے	بیچ	جہنم کے	ٹھکانہ	کافروں کا	اور	جو لوگ	محنت کریں

کیا جہنم ہی میں کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے؟ ﴿٦٨﴾ اور جو لوگ ہماری راہ میں محنت

فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾ ع

فِينَا	لَنَهْدِيَنَّهُمْ	سُبُلَنَا ۚ	وَ	إِنَّ	اللّٰهَ	لَمَعَ	الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾
ہم میں	البتہ ضرور رہنمائی کریں گے ہم ان کی	اپنے راستوں کی	اور	بیشک	اللہ	البتہ ساتھ	نیکوکاروں کے

کریں، ہم اُنہیں اپنی راہوں کی طرف ضرور رہنمائی عطا کریں گے، اور بیشک اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔ ﴿٦٩﴾

ع ٦ / ٣

اٰیَاتُهَا ٦٠ (٣٠) سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ (٨٤) رُكُوْعَاتُهَا ٦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ﴿١﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿٢﴾ فِيْ أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ

الٓمّٓ ﴿١﴾	غُلِبَتِ	الرُّوْمُ ﴿٢﴾	فِيْ	أَدْنَى	الْأَرْضِ	وَ	هُمْ	مِّنْ	بَعْدِ	غَلَبِهِمْ
الٓمّٓ	مغلوب ہو گئے	رومی	بیچ	قریب کے	علاقے	اور	وہ	سے	پیچھے	اپنے مغلوب ہونے کے

الٓمّٓ ﴿١﴾ رومی مغلوب ہو گئے۔ ﴿٢﴾ قریب کے علاقے میں، اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد

﴿٦٧﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل مکہ کو اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت یاد دلائی گئی ہے جو اُس وقت بھی پوری دنیا میں مکہ مکرمہ کا امتیازی وصف تھا اور آج بھی مکہ مکرمہ اس حوالے سے پوری دنیا میں ممتاز ہے اور وہ ہے مکہ مکرمہ کا امن و امان، آس پاس کے علاقوں سے لوگ اغواء ہو جاتے تھے، ان کی جان، مال اور عزت و آبرو غیر محفوظ تھی، لیکن مکہ مکرمہ اس وقت بھی امن و امان کا گہوارہ تھا اور اہل مکہ کو خصوصی عزت اور امتیاز حاصل تھا، لوگ انہیں خانۂ کعبہ کا مجاور ہونے کی وجہ سے ادب کی نگاہوں سے دیکھتے تھے، آج اہل مکہ کو ایمان لانے کی دعوت دی جائے، تو وہ کہتے ہیں کہ ہماری عزت خطرے میں پڑ جائے گی اور لوگ چاروں طرف سے ہم پر حملہ کر دیں گے، کیا جس اللہ نے اُس وقت اُن کی حفاظت کی تھی جبکہ وہ حق ناشناس تھے، وہ آج اُن کے ایمان لانے کے بعد اُن کی حفاظت کرنے سے عاجز آجائے گا؟ ﴿٦٨﴾ اس آیت مبارکہ میں دو قسم کے لوگوں کو سب سے بڑا ظالم قرار دیا گیا ہے، ایک وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی نسبت کرے، جو یہ کہے کہ اللہ نے اس طرح فرمایا ہے، حالانکہ اللہ نے اُس طرح نہ فرمایا ہو اور دوسرا وہ آدمی جو حق آنے کے بعد بھی اس کی تکذیب کرے اور اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دے، ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہر کافر کا ٹھکانہ جہنم ہے، وہ اس سے بچ نہ سکیں گے۔ ﴿٦٩﴾ اس آیت مبارکہ میں دو قسم کے لوگوں سے دو طرح کے وعدے کیے گئے ہیں، پہلی قسم کے لوگ وہ ہیں جو اللہ کی راہ میں مجاہدہ اور ریاضت کرتے ہیں، اس کی رضا حاصل کرنے کیلئے اپنے نفس کو تھکا دیتے ہیں اور اُسے پانے کیلئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیتے ہیں، اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کیلئے ہدایت کے دروازے کھول دے گا، ان کیلئے راستے کھلتے جائیں گے اور منزلیں طے ہوتی جائیں گی، یہاں تک کہ وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے، اور دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو نیکوکار ہیں اور ان کے نامۂ اعمال میں نیکیوں کا پلڑا بھاری ہے، اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں اپنی معیت اور اپنا ساتھ نصیب فرمائے گا، اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہو گی کہ انسان کو اللہ کی معیت نصیب ہو جائے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں بھی اُن لوگوں میں شامل فرمائے۔

الحمد للہ! آج مورخہ ٦ دسمبر ٢٠١٨ء بروز جمعرات سورۂ عنکبوت کے مختصر حواشی سے فراغت ہوئی، چند دنوں میں سورۂ روم شروع ہوگی، انشاء اللہ

سورۃ الروم: سورۂ روم مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ٣٥٣٤، کلمات ٨١٩، آیات ٦٠ اور رکوعات ٦ ہیں، اس سورت کی دوسری آیت میں "الروم" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ روم رکھا گیا، اس کا منشا یہ نہیں ہے کہ اس میں روم کے حالات بیان کیے جائیں گے، یا رومیوں کے خصائص اور کمالات کا تذکرہ ہوگا، بلکہ اہل روم کے ایک خاص واقعے کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ انہیں اہل فارس پر عظیم فتح نصیب ہوئی جبکہ لوگوں کو اس کی توقع تک نہیں تھی، اسی طرح مسلمانوں کو بھی مشرکین مکہ پر اسباب و وسائل کی عدم دستیابی کے باوجود فتح نصیب ہوگی، جیسا کہ بدر میں ہوا، اس سورت کا مرکزی عنوان غلبۂ اسلام کا اعلان ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت شامل حال ہے اور اللہ کو ہر چیز پر قدرت اور دسترس حاصل ہے، لہٰذا غلبۂ اسلام پر بھی اسے مکمل دسترس حاصل ہے، اس سورت میں بھی اس کی قدرت کی بہت سی نشانیاں ذکر کی گئی ہیں، جہاں تک تعلق ہے غلبۂ اسلام کے اصولوں کا تو وہ بھی اس سورت میں بیان کر دیئے گئے ہیں، دین پر ثابت قدمی، رجوع الی اللہ، لباس تقویٰ، اقامت صلاۃ، شرک سے احتراز، رشتہ داروں کے حقوق، مسکینوں اور مسافروں کے حقوق کی ادائیگی کرنے والوں کو غلبہ نصیب ہوگا، اگر کہیں بر و بحر میں فساد پایا جاتا ہے تو اس کا اصل سبب انسان کے اپنے اعمال ہیں، ورنہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے انسان ہر لمحے استفادہ کر رہا ہے، اس کے ہاتھ میں ہر قسم کی طاقت ہے، انسان کی قوت اور کمزوری دونوں اس کے =

سَيَغْلِبُوْنَ ۝٣ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ

سَيَغْلِبُوْنَ ۝	فِيْ	بِضْعِ	سِنِيْنَ	لِلّٰهِ	الْاَمْرُ	مِنْ	قَبْلُ	وَ	مِنْۢ	بَعْدُ
عنقریب غالب آئیں گے	بیچ	چند	سالوں کے	اللہ ہی کیلئے	حکم	سے	پہلے	اور	سے	پیچھے

عنقریب پھر غالب آجائیں گے۔ [3] چند ہی سالوں میں ، پہلے اور بعد میں ہر کام اللہ ہی کے اختیار میں ہے،

وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝٤ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ

وَ	يَوْمَئِذٍ	يَّفْرَحُ	الْمُؤْمِنُوْنَ ۝	بِنَصْرِ	اللّٰهِ	يَنْصُرُ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَ	هُوَ
اور	اس دن	خوش ہوں گے	ایمان والے	مدد سے	اللہ کی	وہ مدد کرتا ہے	جس کی	وہ چاہتا ہے	اور	وہ

اور اُس دن مسلمان خوش ہوں گے۔ [4] اللہ کی نصرت سے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے، اور وہ

الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝٥ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

الْعَزِيْزُ	الرَّحِيْمُ ۝	وَعْدَ	اللّٰهِ	لَا	يُخْلِفُ	اللّٰهُ	وَعْدَهٗ	وَ	لٰكِنَّ	اَكْثَرَ
غالب	نہایت مہربان	وعدہ	اللہ کا	نہیں	خلاف کرتا	اللہ	اپنے وعدے کے	اور	لیکن	اکثر

غالب، نہایت رحم والا ہے۔ [5] یہ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا، لیکن اکثر

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٦ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ

النَّاسِ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ۝	يَعْلَمُوْنَ	ظَاهِرًا	مِّنَ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا ۚ	وَ	هُمْ	عَنِ
لوگ	نہیں	جانتے	وہ جانتے ہیں	ظاہر کو	سے	زندگی	دنیا کی	اور	وہ	سے

لوگ جانتے نہیں ہیں۔ [6] وہ دنیوی زندگی کے ظاہری رخ کو جانتے ہیں اور آخرت سے

الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝٧ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ اللّٰهُ

الْاٰخِرَةِ	هُمْ	غٰفِلُوْنَ ۝	اَوَلَمْ	يَتَفَكَّرُوْا	فِيْٓ	اَنْفُسِهِمْ	مَا	خَلَقَ	اللّٰهُ
آخرت کے	وہ	بے خبر رہنے والے	اور کیا نہیں	غور وفکر کرتے وہ	بیچ	اپنی جانوں کے	نہیں	پیدا کیا	اللہ نے

وہ لوگ بالکل غافل ہیں۔ [7] کیا اُنہوں نے اپنی ذات کے حوالے سے غور وفکر نہیں کیا؟ اللہ نے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَاِنَّ

السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضَ	وَ	مَا	بَيْنَهُمَآ	اِلَّا	بِالْحَقِّ	وَ	اَجَلٍ	مُّسَمًّى	وَ	اِنَّ
آسمانوں کو	اور	زمین کو	اور	جو کچھ	ان دونوں کے درمیان	مگر	ساتھ حق کے	اور	ایک مدت	مقرر شدہ	اور	بیشک

اور زمین اور اُن کے درمیان جو کچھ ہے، اُسے برحق اور ایک مقررہ وقت کیلئے ہی پیدا کیا ہے، اور اکثر

= اختیار میں ہیں اور وہ اپنے اسی اختیار سے اسلام کو غلبہ عطا فرما سکتا ہے۔

[1] یہ حروف مقطعات میں سے ہے جس پر سورۂ بقرہ کے آغاز میں لکھا جا چکا ہے۔ [2] اس آیت مبارکہ میں رومیوں کے مغلوب ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، اسے سمجھنے کیلئے ان آیات کا پس منظر سمجھنا ضروری ہے، دراصل نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے ایران اور روم دو سپر پاورز تھیں، ان کے درمیان رسہ کشی ہوتی رہتی تھی، کبھی کوئی غالب آ کر دوسرے کے کچھ علاقے چھین لیتا اور کبھی کوئی غالب آ جاتا، ایرانی آتش پرست ہونے کی وجہ سے مشرک تھے اور رومی اہل کتاب میں سے تھے، نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے پانچ سال بعد '' جبکہ رسول اکرم ﷺ کی عمر مبارک پینتالیس سال ہو چکی تھی'' ایران کے بادشاہ خسرو پرویز نے نہایت تیاریوں اور جنگی ساز و سامان کے ساتھ روم پر فیصلہ کن حملہ کیا، اس حملے نے شہنشاہ روم قیصر کی کمر توڑ کر رکھ دی، چنانچہ شام، مصر اور ایشیائے کوچک کے تمام علاقے اس کے ہاتھ سے نکل گئے اور ایران فاتحانہ ان علاقوں میں داخل ہو گیا، قیصر روم ہرقل قسطنطنیہ میں محصور ہو کر رہ گیا، ان کے مقتولین کی تعداد بہت زیادہ تھی جن میں بڑے بڑے نامور جرنیل، پادری اور دیگر امراء و رؤساء بھی شامل تھے، بے شمار لوگ قید ہوئے، صلیب مقدس ان کے ہاتھ سے نکل کر ایران کے قبضے میں چلی گئی، ایران میں جشن کا سماں تھا اور روم میں سوگ اور ماتم برپا تھا، مکہ مکرمہ میں جب اس جنگ کے نتائج پہنچے تو اہل مکہ نے مسلمانوں سے کہنا شروع کر دیا کہ جس طرح ہمارے ایرانی بھائیوں نے تمہارے رومی بھائیوں کو عبرتناک شکست دی ہے، عنقریب ہم تمہیں بھی ایسی ہی شکست فاش دیں گے، اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی اور سورۂ روم کی ان ابتدائی آیات میں پیشین گوئی فرما دی کہ چند سالوں کے اندر'' جو تین سے لیکر نو ہو سکتے ہیں'' رومی دوبارہ غالب آ جائیں گے اور ایران سے اپنے چھینے ہوئے علاقے واپس لیکر اس پر فتح یاب ہوں گے، مشرکین کو تو اس پیشین گوئی کا کیا یقین آتا، خود رومیوں کو اپنی کھوئی ہوئی سلطنت واپس ملنے کی توقع نہیں رہی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ کے فرمائے ہوئے پر نبی علیہ السلام اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پورا یقین تھا، یہی وجہ ہے کہ جب مشرکین نے اس پر بے یقینی کا اظہار کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ابی بن خلف کے ساتھ شرط لگائی کہ یہ پیشین گوئی ضرور پوری ہوگی، اس نے کہا کہ اگر یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوئی تو؟ انہوں نے فرمایا کہ میں تمہیں سو اونٹنیاں دوں گا، لیکن اگر پوری ہو گئی تو تم کیا کرو گے؟ ابی بن خلف نے کہا کہ پھر میں آپ کو سو اونٹنیاں دوں گا، اُس وقت تک ایسی شرط لگانا حرام نہیں ہوا تھا، لہٰذا ان دونوں کے درمیان معاہدہ ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے پیشین گوئی کی تکمیل کے اسباب پیدا کرنا شروع کر دیئے، سب سے پہلے قیصر روم نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ایران پر فتح عطا فرمائی تو میں حمص سے پیدل بیت المقدس تک کا سفر کروں گا، پھر اس نے بھرپور جنگی تیاریاں شروع کر دیں اور رومیوں میں جذبہ جہاد اور اپنے مقبوضات کو واپس لینے کی آرزو جگا دی، ابھی قرآن کریم کی پیشین گوئی کی مدت باقی تھی کہ ہرقل شہنشاہ روم نے ایران پر حملہ کر دیا، یہ حملہ اس قدر بھرپور اور جارحانہ تھا کہ ایران ثابت قدم نہ رہ سکا اور اسے شکست فاش ہو گئی، قیصر روم نے اپنے تمام مقبوضہ علاقے واپس لے لیے اور ایران کو دھکیلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا، اللہ کی قدرت کہ عین اسی موقع پر بدر کے میدان میں مسلمانوں نے مکہ مکرمہ کے مشرکوں کو شکست فاش سے دوچار کر دیا، اہل مکہ میں سے ستر نامور سردار قتل اور ستر ہی قید ہو گئے، اس طرح قرآن کریم کی پیشین گوئی پوری ہو گئی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شرط جیت گئے لیکن اُس وقت تک جوا حرام ہو چکا تھا، اس لیے انہوں نے وہ اونٹنیاں اپنے پاس رکھنے کی بجائے نبی علیہ السلام کے حکم کے مطابق صدقہ کر دیں۔ [3] اس آیت مبارکہ میں '' قریب کے علاقے '' سے مراد اذرعات اور بصری کے درمیان کا علاقہ ہے جو شام کی سرحد پر سرزمین حجاز کے قریب واقع ہے اور معنی یہ ہے کہ سرزمین حجاز کے قریبی علاقے میں رومی مغلوب تو ہو گئے ہیں، لیکن عنقریب وہ دوبارہ غالب بھی آ جائیں گے

كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝٨ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي

كَثِيْرًا	مِّنَ	النَّاسِ	بِلِقَآئِ	رَبِّهِمْ	لَكٰفِرُوْنَ ۝	اَوَلَمْ	يَسِيْرُوْا	فِي
بہت سارے	سے	لوگ	ملاقات کا	اپنے رب کی	البتہ انکار کرنے والے	اور کیا نہیں	چلے پھرے وہ	میں

لوگ اپنے رب سے ملاقات کا انکار کرتے ہیں۔ [8] کیا یہ لوگ زمین میں

الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَانُوْٓا

الْاَرْضِ	فَيَنْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ	كَانُوْٓا
زمین کے	کہ وہ دیکھتے	کیسا	ہوا	انجام	ان لوگوں کا	سے	ان کے پہلے	تھے وہ

چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کہ اِن سے پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا؟ وہ

اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا

اَشَدَّ	مِنْهُمْ	قُوَّةً	وَّ	اَثَارُوا	الْاَرْضَ	وَ	عَمَرُوْهَآ	اَكْثَرَ	مِمَّا	عَمَرُوْهَا
زیادہ مضبوط	ان سے	طاقت میں	اور	ہل چلائے انہوں نے	زمین میں	اور	آباد کیا انہوں نے اسے	زیادہ	اس سے جو	آباد کیا انہوں نے اسے

طاقت میں اِن سے زیادہ مضبوط تھے، اُنہوں نے زمین میں ہل چلائے اور اُسے اِن لوگوں سے کہیں زیادہ آباد کیا جتنا انہوں نے اسے آباد کیا ہے

وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ط فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا

وَ	جَآءَتْهُمْ	رُسُلُهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	فَمَا	كَانَ	اللّٰهُ	لِيَظْلِمَهُمْ	وَلٰكِنْ	كَانُوْٓا
اور	آئے ان کے پاس	ان کے پیغمبر	واضح دلائل کے ساتھ	سو نہیں	تھا	اللہ	کہ ظلم کرتا ان پر	اور لیکن	تھے وہ

اور اُن کے پاس بھی اُن کے پیغمبر واضح دلائل لیکر آئے، سو اللہ ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا، لیکن وہ اپنی

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝٩ ط ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ

اَنْفُسَهُمْ	يَظْلِمُوْنَ ۝	ثُمَّ	كَانَ	عَاقِبَةَ	الَّذِيْنَ	اَسَآءُوا	السُّوْٓاٰى	اَنْ
اپنی جانوں پر	ظلم کرتے رہے	پھر	ہوا	انجام	ان لوگوں کا	برا کیا انہوں نے	برا	کہ

جانوں پر خود ہی ظلم کرتے رہے۔ [9] پھر برائی کرنے والوں کا انجام بھی برا ہوا، کیونکہ

ع ۱ ۱۰ ۴

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝١٠ ع اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ

كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	وَ	كَانُوْا	بِهَا	يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝	اَللّٰهُ	يَبْدَؤُا	الْخَلْقَ	ثُمَّ
جھٹلایا انہوں نے	آیتوں کو	اللہ کی	اور	وہ تھے	اس کا	مذاق اڑاتے	اللہ	پہلی مرتبہ کرتا ہے	پیدا کرنا	پھر

اُنہوں نے اللہ کی آیتوں کی تکذیب کی اور وہ اُن کا مذاق اڑاتے تھے۔ [10] اللہ مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے، پھر

اور ایرانیوں کو شکست فاش سے دوچار کر دیں گے۔ [4] اس آیت مبارکہ میں "بضع" کا لفظ آیا ہے جس کا اطلاق تین سے لیکر نو تک ہوتا ہے، اسی معنی کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابی بن خلف کے درمیان ہونیوالے معاہدے کی مدت تین سال سے بڑھا کر نو سال تک کی گئی تھی، چونکہ مشرکین مکہ کو یقین تھا کہ قیصر روم اب اپنا کھویا ہوا اقتدار دوبارہ کبھی حاصل نہ کر سکے گا اس لیے ابی بن خلف نے بڑی خوشی سے معاہدے کی مدت میں توسیع قبول کر لی، لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کائنات پر پہلے بھی اللہ کا حکم چلتا رہا ہے اور آئندہ بھی اسی کا حکم نافذ ہوتا رہے گا، وہ اپنا فیصلہ نافذ کرنے کیلئے اسباب کا محتاج نہیں ہے، چنانچہ اس کا فیصلہ نافذ ہو کر رہا، اس آیت مبارکہ میں دوسری پیشین گوئی بھی کی گئی ہے کہ جس دن رومیوں کو غلبہ نصیب ہوگا اور وہ ایرانیوں پر فتح یاب ہوں گے، اُسی دن مسلمان بھی خوش ہوں گے۔ [5] اس آیت مبارکہ میں رومیوں کی فتح کے موقع پر مسلمانوں کی خوشی کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ اُس دن اللہ کی مدد اور نصرت اُن کے بھی شامل حال ہوگی، جس پر وہ شاداں وفرحاں ہوں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اللہ نے اہل ایمان کو اُس دن بدر کے میدان میں تاریخی فتح عطا فرمائی، سچ ہے کہ اللہ جسے چاہے، اپنی مدد اور نصرت سے نواز دے، وہ سب پر غالب ہے اور نہایت مہربان ہے۔ [6] اس آیت مبارکہ میں غلبہ روم اور مسلمانوں کی نصرت کرنے کو اللہ نے اپنا وعدہ قرار دیا ہے اور اللہ جب کوئی وعدہ کر لیتا ہے تو اُس کے خلاف کبھی نہیں کرتا، وہ ہمیشہ اپنا وعدہ پورا کرتا ہے اور بندوں کو بھی اس نے یہی تلقین کی ہے کہ وہ وعدہ پورا کیا کریں، چنانچہ اس نے رومیوں کے غلبے کا وعدہ بھی پورا کر دیا اور مسلمانوں کو بھی فتح ونصرت سے ہمکنار کر دیا، لیکن بہت سے لوگ جانتے نہیں ہیں۔ [7] اس آیت مبارکہ میں اُن نادان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جنہیں آخرت کی کوئی فکر ہی نہیں ہے، وہ اس سے بے خبر ہو کر دنیا کی زندگی اور عیش وعشرت میں مگن ہیں، ان کے علم، تحقیق، سوچ اور فکر، دلچسپی اور تمام تر توجہات کا مرکز صرف اور صرف دنیا کی راحت، آسائش، سہولیات اور تکلفات ہیں، وہ اس زندگی کی سطحی اور ظاہری حالت سے خوب واقف ہیں، کون سی چیز کہاں سے زیادہ اچھی ملتی ہے؟ اس وقت کیا کھانا، پینا، پہننا اور اوڑھنا چاہئے؟ گھر کی تزئین و آرائش، آرام دہ سواری، نوکر چاکر اور ہر قسم کی خواہش کی تکمیل کے اسباب کیسے مہیا ہوں گے؟ ان کی جستجو اس سے آگے بڑھتی ہی نہیں ہے، وہ اس زندگی کی تہہ میں چھپی ہوئی آخرت کی زندگی تک رسائی نہیں رکھتے اور نہ ہی انہیں اس کی کوئی فکر ہے۔ [8] اس آیت مبارکہ میں آخرت سے بے خبر اور غافل رہنے والوں کو اللہ کی تخلیق میں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے، سب سے پہلے وہ سر اٹھا کر نیلی چھت والے آسمان کو دیکھیں، کس نے اتنا بڑی چھت ستون کے بغیر تان دی اور ہزاروں سال گزرنے کے باوجود نہ اس میں کوئی سوراخ ہوا اور نہ وہ چھت کبھی ٹپکی، پھر اپنے پاؤں کے نیچے زمین کو دیکھیں کہ پانی کی سطح پر اسے کس نے بچھایا؟ اس کے سینے کو پھاڑ کر اس میں سے تمہارے لیے رزق نکالا؟ پھر زمین و آسمان کے درمیان کی فضا اور خلاء اور دیگر مخلوقات پر غور کرو، کیا یہ کارخانۂ عالم خود بخود وجود میں آ گیا؟ کیا اس کی تخلیق بے مقصد ہوئی ہے؟ کیا یہ نظام ہمیشہ قائم رہنے کیلئے بنایا گیا ہے یا اس کی کوئی مدت مقرر کی گئی ہے؟ اگر اس کی مدت مقرر ہے تو اس مقررہ وقت پر اس کا سارا نظام کون لپیٹے اور سمیٹے گا؟ کیا اللہ کے علاوہ کسی میں اس کی قدرت ہے؟ ہرگز نہیں، اس کے باوجود اگر کچھ لوگ ان حقیقتوں پر غور نہیں کرتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آخرت کے منکر ہیں، وہ اپنے رب سے ملاقات کے منکر ہیں، اسی وجہ سے وہ اس کی وحدانیت کا اقرار بھی نہیں کرتے۔ [9] اس آیت مبارکہ میں غافلوں اور منکروں کو زمین پر چل پھر کر مختلف اقوام کے حالات وواقعات پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے جہاں ان سے زیادہ طاقتور، متمدن یافتہ، مضبوط ڈیل ڈول اور بھرپور جسمانی قوت رکھنے والے لوگ آباد تھے، جنہوں نے زمین کو آباد کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے میں اپنی صلاحیتوں کو اتنا استعمال کیا جس =

يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑪ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ

يُعِيْدُهٗ	ثُمَّ	اِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ⑪	وَ	يَوْمَ	تَقُوْمُ	السَّاعَةُ	يُبْلِسُ
لوٹائے گا اسے	پھر	اس کی طرف	تم لوٹائے جاؤ گے	اور	جس دن	قائم ہوگی	قیامت	ناامید ہوں گے

وہی اُسے دوبارہ پیدا کرے گا، پھر اُسی کی طرف تم واپس لوٹائے جاؤ گے۔ ⑪ اور جس دن قیامت قائم ہو گی، مجرم لوگ

الْمُجْرِمُوْنَ ⑫ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ

الْمُجْرِمُوْنَ ⑫	وَ	لَمْ	يَكُنْ	لَّهُمْ	مِّنْ	شُرَكَآئِهِمْ	شُفَعٰٓؤُا	وَ	كَانُوْا	بِشُرَكَآئِهِمْ
جرم کرنے والے	اور	نہیں	ہوں گے	ان کیلئے	سے	ان کے شرکاء کے	سفارش کرنے والے	اور	ہوں گے وہ	اپنے شرکاء کا

آس توڑ بیٹھیں گے۔ ⑫ اور اُن کے شرکاء میں سے اُن کی سفارش کرنے والے نہ ہوں گے، اور وہ اپنے شرکاء کا انکار

كٰفِرِيْنَ ⑬ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ⑭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ

كٰفِرِيْنَ ⑬	وَ	يَوْمَ	تَقُوْمُ	السَّاعَةُ	يَوْمَئِذٍ	يَّتَفَرَّقُوْنَ ⑭	فَاَمَّا	الَّذِيْنَ
انکار کرنے والے	اور	جس دن	قائم ہوگی	قیامت	اس دن	وہ جدا جدا ہوں گے	سو رہے	وہ لوگ جو

کرنے والے ہو جائیں گے۔ ⑬ اور جس دن قیامت قائم ہوگی، اُس دن وہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ⑭ سو جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ⑮ وَاَمَّا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	فَهُمْ	فِيْ	رَوْضَةٍ	يُّحْبَرُوْنَ ⑮	وَ	اَمَّا	الَّذِيْنَ
ایمان لائے	اور	عمل کئے انہوں نے	اچھے	سو وہ	بیچ	باغ کے	آؤ بھگت کئے جائیں گے	اور	رہے	وہ لوگ جو

ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک اعمال کیے، وہ ایسے باغ میں ہوں گے جہاں اُن کی آؤ بھگت کی جائے گی۔ ⑮ اور باقی رہے وہ لوگ

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ

كَفَرُوْا	وَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَلِقَآئِ	الْاٰخِرَةِ	فَاُولٰٓئِكَ	فِي	الْعَذَابِ
کفر کیا انہوں نے	اور	جھٹلایا انہوں نے	ہماری آیتوں کو	اور ملاقات کو	آخرت کی	تو وہی لوگ	بیچ	عذاب کے

جنہوں نے کفر کیا، ہماری آیتوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، وہی لوگ عذاب میں

مُحْضَرُوْنَ ⑯ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ

مُحْضَرُوْنَ ⑯	فَسُبْحٰنَ	اللّٰهِ	حِيْنَ	تُمْسُوْنَ	وَ	حِيْنَ
حاضر کئے جائیں گے	سو پاک ہے	اللہ	جس وقت	تم شام کرتے ہو	اور	جس وقت

پکڑ کر لائے جائیں گے۔ ⑯ سو تم اللہ کی تسبیح بیان کیا کرو جس وقت تم شام کیا کرو اور جس وقت

= کا آج کل کے لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے، آج وہ کہاں ہیں؟ ان کے کھنڈرات عبرت کی داستان کیوں بنے ہوئے ہیں؟ کس طاقت نے انہیں تباہ و برباد اور ان کی فنکاریوں اور کاریگریوں کو ملیامیٹ کر دیا؟ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ خود ظالم تھے، ان کے پاس پیغمبر بھی بھیجے گئے لیکن انہوں نے ان کی بھی تکذیب و تردید کی اور بالآخر قدرت کے عذاب میں مبتلا ہو کر صفحۂ ہستی سے مٹ گئے۔ ⑩ اس آیتِ مبارکہ میں منکروں اور مشرکوں کے تکذیب اور استہزاء پر مبنی رویے کا انجام بیان کیا گیا ہے، کہ جو لوگ دنیا میں اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے رہے، ان کی ہنسی اور مذاق اڑاتے رہے اور انہیں حقیر اور معمولی سمجھتے رہے، پھر ان کا انجام بھی اچھا نہیں ہوا اور دنیا نے اپنی آنکھوں سے ان کا برا اور عبرتناک انجام دیکھ لیا، اللہ پناہ میں رکھے۔

⑪ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ کی قدرت کی تین نشانیاں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ مخلوق کو پہلی مرتبہ وجود وہی عطا فرماتا ہے، اس کے علاوہ کوئی نہیں ہے جو مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کر سکے، دوسری یہ کہ جو مخلوق فنا کے گھاٹ اتر جائے، اسے دوسری مرتبہ بھی وہی پیدا کر سکتا ہے، اس کے علاوہ کوئی نہیں اور تیسری یہ کہ سب کو لوٹ کر اسی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، نہ کوئی چھپ سکے گا اور نہ غیر حاضری کر سکے گا۔

⑫ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن مجرموں کی بے بسی اور ناامیدی بیان کی گئی ہے، ظاہر ہے کہ اس وقت وہ کس سے توقعات وابستہ کریں گے اور کون اُن کی توقعات پر پورا اترے گا؟ بلکہ دنیا میں جن لوگوں نے انہیں توقعات دلائی تھیں، آج تو وہ بے مروت نظر آئیں گے جیسا کہ اگلی آیت میں آتا ہے۔

⑬ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن مجرموں کے بے بس اور ناامید ہو جانے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ جنہیں وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے رہے، آج اُن میں سے کوئی بھی آگے بڑھ کر ان کی سفارش نہیں کرے گا، کوئی ان کی ہمت نہیں بندھائے گا اور کوئی تسلی کے دو بول نہیں بولے گا، الٹا وہ بھی ان سے اپنی بیزاری اور براءت ظاہر کریں گے لیکن فریقین میں سے کسی کو بھی اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

⑭ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن لوگوں کو مختلف گروہوں اور جماعتوں میں تقسیم کرنے کا ذکر کیا گیا ہے جہاں درجہ بدرجہ لوگوں کو کھڑا کیا جائیگا اور ان کے ساتھ حسبِ مرتبہ سلوک کیا جائیگا۔

⑮ اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ ایمان کی آؤ بھگت اور مہمان نوازی کا ذکر کیا گیا ہے، قیامت کے دن ہونے والی درجہ بندی میں ایک جماعت انعام یافتہ لوگوں کی ہوگی، یہاں ان کا ذکر کیا گیا ہے، پھر جن کی مہمان نوازی خود رب العالمین فرمائے گا، ان کی خوش نصیبی اور سعادت مندی کے کیا کہنے۔

⑯ اس آیتِ مبارکہ میں دوسرے گروہ کا ذکر کیا گیا ہے جسے قیامت کے دن مجرموں کی طرح گرفتار کر کے پیش کیا جائے گا، پھر انہیں عذاب میں دھکیل دیا جائیگا اور وہاں وہ ذلیل و خوار ہو کر پڑے رہیں گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جو ساری زندگی کفر کی دلدل میں دھنسے رہے، قرآن کریم کی تکذیب کرتے رہے اور آخرت کا انکار کرتے رہے، ایسے لوگوں کو سزا تو ملنی چاہیے۔

تُصْبِحُوْنَ ﴿١٧﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ

تُصْبِحُوْنَ ﴿١٧﴾	وَ	لَهُ	الْحَمْدُ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	عَشِيًّا	وَّ	حِيْنَ
تم صبح کرتے ہو	اور	اسی کیلئے	تمام تعریفیں	بیچ	آسمانوں کے	اور	زمین کے	اور	شام کو	اور	جس وقت

تم صبح کیا کرو۔ [١٧] اور اُسی کیلئے آسمانوں اور زمین میں تمام تعریفیں ہیں، اور پچھلے وقت میں بھی تسبیح کرو اور جب

تُظْهِرُوْنَ ﴿١٨﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ

تُظْهِرُوْنَ ﴿١٨﴾	يُخْرِجُ	الْحَيَّ	مِنَ	الْمَيِّتِ	وَ	يُخْرِجُ	الْمَيِّتَ	مِنَ	الْحَيِّ
تم دوپہر کرتے ہو	نکالتا ہے وہ	زندہ کو	سے	مردہ کے	اور	نکالتا ہے	مردہ کو	سے	زندہ کے

تم دوپہر کرو۔ [١٨] وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے

وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿١٩﴾ ع وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ

وَ	يُحْيِ	الْاَرْضَ	بَعْدَ	مَوْتِهَا ۭ	وَ	كَذٰلِكَ	تُخْرَجُوْنَ ﴿١٩﴾	وَ	مِنْ	اٰيٰتِهٖٓ	اَنْ
اور	زندہ کرتا ہے	زمین کو	پیچھے	اس کے مرنے کے	اور	اسی طرح	تم نکالے جاؤ گے	اور	سے	اس کی نشانیوں کے	یہ کہ

اور زمین کو اُس کے مُردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے، اِسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے۔ [١٩] اور یہ اُس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ

خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ

خَلَقَكُمْ		مِّنْ	تُرَابٍ	ثُمَّ	اِذَآ	اَنْتُمْ	بَشَرٌ	تَنْتَشِرُوْنَ ﴿٢٠﴾	وَ	مِنْ	اٰيٰتِهٖٓ	اَنْ
پیدا کیا اس نے تمہیں	سے	مٹی کے		پھر	اسی وقت	تم	انسان	پھیل جاتے ہو	اور	سے	اس کی نشانیوں کے	یہ کہ

اُس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر تم انسان بن کر زمین میں پھیل جاتے ہو۔ [٢٠] اور یہ بھی اُسی کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ

خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ

خَلَقَ	لَكُمْ	مِّنْ	اَنْفُسِكُمْ	اَزْوَاجًا	لِّتَسْكُنُوْٓا	اِلَيْهَا	وَ	جَعَلَ	بَيْنَكُمْ
پیدا کیا اس نے	تمہارے لئے	سے	تمہاری جانوں کے	جوڑے	تا کہ تم سکون پاؤ	اس کی طرف	اور	بنائی اس نے	درمیان تمہارے

اُس نے تم ہی میں سے تمہارا جوڑا پیدا کیا، تاکہ تم اُس کے پاس جا کر سکون حاصل کرو، اور اُس نے تمہارے درمیان محبت

مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ

مَّوَدَّةً	وَّ	رَحْمَةً ۭ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١﴾	وَ	مِنْ	اٰيٰتِهٖ
محبت	اور	شفقت	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانیاں	ان لوگوں کیلئے جو	غور وفکر کرتے ہیں	اور	سے	اس کی نشانیوں کے

اور شفقت پیدا کر دی، بیشک اس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔ [٢١] اور اُس کی قدرت کی نشانیوں میں سے

ع ٩/٢/٥

[١٧] اس آیتِ مبارکہ میں صبح وشام اللہ کی تسبیح اور پاکی بیان کرنے کی تاکید کی گئی ہے، بعض مفسرین نے اس سے نمازِ مغرب عشاء اور فجر مراد لی ہے پہلی دو نمازیں شام اور رات کو پڑھی جاتی ہیں اور تیسری نماز صبح کے وقت ادا کی جاتی ہے، تاہم آیت کے الفاظ چونکہ عام ہیں اور ان میں تسبیح کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس لیے اس سے نماز بھی مراد لی جاسکتی ہے اور دیگر اوراد و وظائف اور تسبیحات بھی مراد ہو سکتے ہیں۔

[١٨] اس آیتِ مبارکہ میں دوپہر اور پچھلے پہر کے وقت زمین و آسمان میں اللہ کی تعریف بیان کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوق اس وقت اللہ کی تعریف اور حمد وثنا کر رہی ہوتی ہے، بعض مفسرین نے اس سے نمازِ ظہر اور نمازِ عصر مراد لی ہے، تاہم یہاں بھی آیت کے الفاظ کو اس کے عموم پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے۔

[١٩] اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت بیان کی گئی ہے کہ جو اللہ ایک مردہ سے زندہ کو نکال سکتا ہے اور زندہ کو مردہ سے وجود عطا کر سکتا ہے اور زمین کو نئی زندگی عطا کر سکتا ہے، کیا وہ تمہیں قبروں سے نکال کر کھڑا نہیں کر سکتا؟ کیوں نہیں، یقیناً اسے اس پر مکمل قدرت حاصل ہے، باقی ''زندہ اور مردہ'' کی تفسیر سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ٢٧ میں دیکھئے۔

[٢٠] اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی ''انسان کی تخلیق'' کو قرار دیا گیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انسان اللہ کی قدرت کا شاہکار اور اس کی کاریگری کا نمونہ ہے، کہ مٹی سے اس کا ایک پتلا تیار کیا اور اس سے اربوں کھربوں انسان پیدا کر کے انہیں زمین پر بکھیر دیا، چنانچہ زمین کے ہر کونے میں مٹی کا یہ پتلا پہنچ چکا ہے اور اللہ کی قدرت کا منہ بولتا ثبوت بنا ہوا ہے۔

[٢١] اس آیتِ مبارکہ میں انسان کا جوڑا خود اسی کی جنس میں سے بنائے جانے کو اللہ کی قدرت کی نشانی قرار دیکر اس کا ایک مقصد اور دو فائدے بیان کیے گئے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ انسان کی نسل کو چلانے کیلئے اس کا جوڑا کسی جن کو بنا دیتا، مثلاً مرد کی بیوی جن ہوتی یا عورت کا شوہر جن ہوتا، اسی طرح مرد کی بیوی ہتھنی ہوتی یا عورت کا شوہر اونٹ ہوتا تو کیا اس طرح دونوں کے درمیان جوڑ بن سکتا تھا؟ کیا اس طرح انسانوں کی نسل چل سکتی تھی؟ اگر یہ صورت ہوتی تو انسانوں کے یہاں جنات اور جانوروں کے یہاں انسان پیدا ہوتے جو یقیناً انہی کی عادات، اخلاق اور شکل وصورت میں ہوتے، ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی حکمت اس کے خلاف تھی اس لیے اس نے مرد کا جوڑا عورت کو اور عورت کا جوڑا مرد کو بنایا اور نکاح کے ذریعے ان کی نسل چلائی، اس نکاح کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو سکون نصیب ہو، سارا دن کا تھکا ہارا انسان گھر آئے تو اسے سکون کے لمحات میسر ہوں، اگر ازدواجی زندگی میں انسان کو گھر کا سکون نصیب نہ ہو اور گھر میں ہر وقت لڑائی جھگڑا رہتا ہو تو انسان نفسیاتی مریض بن جاتا ہے، وہ اپنا زیادہ تر وقت گھر سے باہر گزارنے لگتا ہے، برے دوستوں میں اٹھنے بیٹھنے لگتا ہے، گناہوں کا عادی ہو جاتا ہے اور اسے اپنی گھریلو زندگی عذاب محسوس ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اکثر اوقات طلاق کی نوبت بھی آ جاتی ہے، آج کل طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ عورت اپنے شوہر کیلئے سکون واطمینان اور راحت کا سبب بننے کیلئے تیار نہیں ہے اور جہاں عورت اپنے شوہر کو سکون اور راحت فراہم کر دیتی ہے، دنیا میں وہ گھر جنت کا نمونہ بن جاتا ہے، اور فائدہ یہ کہ نکاح سے پہلے زوجین ایک دوسرے کیلئے اجنبی ہوتے ہیں اور نکاح کے بعد آپس میں ایک دوسرے کی محبت سے سرشار ہو جاتے ہیں اور دوسرا یہ کہ دل میں ایک دوسرے کی ہمدردی، خیر خواہی اور شفقت پیدا ہو جاتی ہے۔

خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِیْ

خَلْقُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَاخْتِلَافُ	اَلْسِنَتِكُمْ	وَ	اَلْوَانِكُمْ	اِنَّ	فِیْ
پیدا کرنا	آسمانوں کا	اور	زمین کا	اور جدا جدا ہونا	تمہاری زبانوں کا	اور	تمہارے رنگوں کا	بیشک	میں

آسمانوں اور زمین کی تخلیق بھی ہے اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا مختلف ہونا بھی ہے، بیشک اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ

ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾	وَ	مِنْ	اٰيٰتِهٖ	مَنَامُكُمْ	بِالَّيْلِ	وَ	النَّهَارِ
اس کے	البتہ نشانیاں	جاننے والوں کیلئے	اور	سے	اس کی نشانیوں کے	تمہارا سونا	رات کو	اور	دن کو

جاننے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔ [۲۲] اور اُس کی قدرت کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن کو سونا بھی ہے

وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ

وَابْتِغَآؤُكُمْ	مِّنْ	فَضْلِهٖ	اِنَّ	فِیْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾	وَ	مِنْ
اور تمہارا تلاش کرنا	سے	اس کا فضل	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانیاں	ان لوگوں کیلئے	سنتے ہیں وہ	اور	سے

اور تمہارا اُس کے فضل کو تلاش کرنا بھی، بیشک اس میں اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔ [۲۳] اور یہ بھی

اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ

اٰيٰتِهٖ	يُرِيْكُمُ	الْبَرْقَ	خَوْفًا	وَّ	طَمَعًا	وَّ	يُنَزِّلُ	مِنَ	السَّمَآءِ	مَآءً	فَيُحْيٖ	بِهِ
اس کی نشانیوں کے	دکھاتا ہے وہ تمہیں	بجلی کی چمک	ڈرانے کو	اور	شوق دلانے کو	اور	اتارتا ہے	سے	آسمانوں کے	پانی	سو زندہ کرتا ہے	اس کے ذریعے

اُسی کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمہیں بجلی کی چمک خوف دلانے اور شوق دلانے کیلئے دکھاتا ہے، اور وہ آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اُس کے ذریعے

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْ

الْاَرْضَ	بَعْدَ	مَوْتِهَا	اِنَّ	فِیْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾	وَ	مِنْ
زمین کو	پیچھے	اس کے مرنے کے	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانیاں	ان لوگوں کیلئے جو	عقل رکھتے ہیں	اور	سے

زمین کو اُس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے، بیشک اس میں اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔ [۲۴] اور یہ بھی

اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ

اٰيٰتِهٖٓ	اَنْ	تَقُوْمَ	السَّمَآءُ	وَ	الْاَرْضُ	بِاَمْرِهٖ	ثُمَّ	اِذَا	دَعَاكُمْ	دَعْوَةً	مِّنَ
اس کی نشانیوں کے	یہ کہ	قائم ہیں	آسمان	اور	زمین	اس کے حکم سے	پھر	جب	وہ تمہیں پکارے	ایک مرتبہ پکارنا	سے

اُسی کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان و زمین اُس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تمہیں زمین سے ایک مرتبہ

[۲۲] اس آیتِ مبارکہ میں زمین وآسمان کی تخلیق اور لوگوں کے رنگ اور زبان کے فرق کو قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے، ان میں سے زمین وآسمان انسان کے وجود سے باہر ہیں اور وہ پکار پکار کر انسان کو دعوتِ غور و فکر دے رہے ہیں، جبکہ رنگ اور زبان کا اختلاف و امتیاز انسان کے اپنے اندر ہے، اسے یہ بات سمجھنے کیلئے کسی بیرونی دلیل کی ضرورت نہیں ہے کہ انسان کا سانچہ ایک ہے، پوری دنیا کے انسانوں کا سر ایک ہی جگہ پر ہوتا ہے، کسی کا سر اوپر اور کسی کا درمیان میں اور کسی کا پاؤں پر نہیں ہوتا، اسی طرح آنکھ، کان، ناک، چہرہ، ہونٹ، دانت، ہاتھ، پاؤں، گھٹنے اور پنڈلیاں وغیرہ تمام اعضاء جسم ایک ہی جگہ پر ہوتے ہیں، گویا تمام انسانوں کا سانچہ ایک ہی ہے، اس ایک سانچے میں ہزاروں لاکھوں رنگ بکھیرنا، اس ایک سانچے میں ہزاروں بولیاں بولنے کی صلاحیت رکھ دینا آخر کس کی قدرت ہے؟ یقیناً یہ اللہ کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا۔

[۲۳] اس آیتِ مبارکہ میں رات اور دن، سونے اور روزی کی تلاش میں نکلنے کو قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے، غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ رات اور دن تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانیاں ہیں ہی، لیکن یہاں رات کی نیند کو بھی اللہ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے اسی نیند کی تلاش میں مالداروں کو خواب آور گولیاں کھانی پڑتی ہیں، ان سے پوچھنا چاہیے کہ نیند اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے، چونکہ رات کو آرام کیلئے بنایا گیا ہے اس لیے سونے کا تعلق رات کے ساتھ جوڑا گیا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دن کو سونا حرام ہے، اسی طرح انسان کا اپنے رزق کی تلاش میں دن کے وقت نکلنا بھی اللہ کی قدرت کی نشانی ہے، کیونکہ کسی شخص کو معلوم نہیں ہوتا کہ آج اسے کتنی روزی ملے گی؟ کتنے آرڈر زاُس کے پاس آئیں گے؟ اور کس قسم کے گاہک اُس کے پاس آئیں گے؟ اس کے باوجود وہ رزق کی تلاش میں نکلتا ہے اور اپنی روزی لیکر گھر چلا جاتا ہے خواہ وہ تھوڑی ہو یا زیادہ۔

[۲۴] اس آیتِ مبارکہ میں بجلی کی چمک اور بارش کے نظام کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے، بجلی جب زور شور سے چمکتی ہے تو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ ہم پر گر ہی نہ پڑے، اس لیے گھبرا کر گھر میں ہی بیٹھ جاتے ہیں، لیکن بجلی کی چمک سے ہی اندھیرے میں چلنے والے کو راستہ نظر آتا ہے، اس کے علاوہ یہ توقع بھی ہوتی ہے کہ اب بارش ہوگی اور قحط سالی وخشک سالی دور ہو جائے گی، پھر جب بارش ہوتی ہے تو زمین کی پیاس بجھ جاتی ہے، اُس پر چھائی ہوئی مردنی دور ہو جاتی ہے، اس میں زندگی کی نئی لہر دوڑ جاتی ہے، آخر یہ سارا نظام کون چلا رہا ہے؟ خود بخود تو نہیں چل رہا، کوئی تو ہے جو اسے چلا رہا ہے، وہی اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

الْاَرْضِ	اِذَآ	اَنْتُمْ	تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾	وَ	لَهٗ	مَنْ	فِيْ	السَّمٰوٰتِ
زمین کے	اسی وقت	تم	نکل پڑو گے	اور	اسی کا	جو کوئی	بیچ	آسمانوں کے

پکارے گا تو تم اُسی وقت نکل پڑو گے۔ ﴿۲۵﴾ اور آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے،

وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ

وَ	الْاَرْضِ	كُلٌّ	لَّهٗ	قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾	وَ	هُوَ	الَّذِيْ	يَبْدَؤُا	الْخَلْقَ	ثُمَّ	يُعِيْدُهٗ
اور	زمین کے	سب	اس کے	فرمانبرداری کرنے والے	اور	وہ	وہی جو	پہلی مرتبہ کرتا ہے	پیدا کرنا	پھر	لوٹائے گا اسے

اُسی کا ہے، سب اُسی کے فرمانبردار ہیں۔ ﴿۲۶﴾ اور وہی ہے جو مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے، پھر وہی اُسے دوبارہ پیدا کرے گا

وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۭ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ

وَ	هُوَ	اَهْوَنُ	عَلَيْهِ	وَ	لَهُ	الْمَثَلُ	الْاَعْلٰى	فِيْ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	هُوَ
اور	وہ	زیادہ آسان	اس پر	اور	اسی کیلئے	شان	سب سے برتر	بیچ	آسمانوں کے	اور	زمین کے	اور	وہ

اور یہ اُس کیلئے نہایت آسان ہے، اور آسمانوں اور زمین میں اُسی کی شان سب سے برتر ہے، اور وہ

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ

الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾	ضَرَبَ	لَكُمْ	مَّثَلًا	مِّنْ	اَنْفُسِكُمْ	هَلْ	لَّكُمْ	مِّنْ
غالب	حکمت والا	بیان کی اس نے	تمہارے لئے	ایک مثال	سے	تمہاری جانوں کے	کیا	تمہارے لئے	سے

غالب، حکمت والا ہے۔ ﴿۲۷﴾ اُس نے تمہارے لیے تمہاری ذات کے اندر سے ہی ایک مثال بیان کی ہے، کیا تمہارے غلاموں میں سے

مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاۗءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ

مَّا	مَلَكَتْ	اَيْمَانُكُمْ	مِّنْ	شُرَكَاۗءَ	فِيْ	مَا	رَزَقْنٰكُمْ	فَاَنْتُمْ	فِيْهِ	سَوَاۗءٌ
وہ جو	مالک ہوں	تمہارے دائیں ہاتھ	سے	حصہ دار	بیچ	اس کے جو	ہم نے تمہیں دیا	سو تم	اسمیں	برابر

کوئی اُن چیزوں میں تمہارا شریک ہوتا ہے جو ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں کہ تم سب اُن میں برابر ہو جاؤ؟

تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

تَخَافُوْنَهُمْ	كَخِيْفَتِكُمْ	اَنْفُسَكُمْ	كَذٰلِكَ	نُفَصِّلُ	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ
تم ڈرتے ہو ان سے	جیسے تمہارا ڈرنا	اپنی جانوں سے	اسی طرح	ہم تفصیل کرتے ہیں	آیتوں کی	ان لوگوں کیلئے جو

تم اُن سے اُسی طرح ڈرتے ہو جیسے تم اپنا اندیشہ رکھتے ہو؟ اسی طرح ہم اپنی آیتیں اُن لوگوں کیلئے تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں

ع

﴿۲۵﴾ اس آیتِ مبارکہ میں زمین و آسمان کے قیام اور بقاء کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے، اس سے پہلے آیت نمبر ۲۲ میں زمین و آسمان کی تخلیق کو اللہ تعالیٰ کی قدرت قرار دیا گیا تھا، یعنی جس طرح اتنے عظیم اجسام اور کرات کو پیدا کرنا کسی کے بس میں نہیں ہے، اسی طرح انہیں قائم اور باقی رکھنا بھی کسی کے بس میں نہیں ہے، یہ اللہ ہی کی قدرت ہے کہ اس نے انہیں تھام رکھا ہے، آسمان زمین پر نہیں گرتا اور زمین اپنے مدار کے گرد اپنی گردش سے نہیں ہٹتی، ورنہ نظام کائنات درہم برہم ہو جاتا، پھر جب اللہ کو منظور ہوگا کہ اس نظام عالم کو لپیٹ دیا جائے تو زمین و آسمان بھی باقی نہ رہیں گے اور اس کی ایک پکار پر سب کے سب اپنی اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے، کوئی بھی پیچھے یا غیر حاضر نہ رہ سکے گا۔

﴿۲۶﴾ اس آیتِ مبارکہ میں زمین و آسمان کی جاندار مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت قرار دیا گیا ہے، کیونکہ جاندار مخلوق بے جان مخلوق پر فضیلت رکھتی ہے، یہ معنی نہیں ہے کہ بے جان مخلوق کسی اور کی ملکیت میں ہے، سو جب ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے تو حکم بھی اسی کا ہونا چاہئے اور سب کو اس کے حکم کا فرمانبردار بھی ہونا چاہیے، اس لیے ساری کائنات اس کے تابع فرمان ہے۔

﴿۲۷﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دوبارہ زندگی کو ممکن اور عقل کے قریب ثابت کرنے کیلئے انسانی مزاج اور صلاحیت کو معیار بنایا گیا ہے کہ جب تم لوگ ایک کام کو دوسری مرتبہ کرتے ہو اور ایک چیز کو دوسری مرتبہ بناتے ہو تو پہلی مرتبہ کی نسبت دوسری مرتبہ وہ کام کرنا تمہارے لیے زیادہ آسان ہوتا ہے اور پہلی دفعہ تم سے جو کمی رہ جاتی ہے، دوسری مرتبہ اسے دور کر لیتے ہو، اگر اس فلسفے کو اپنی تخلیق پر منطبق کرلو تو تمہاری سمجھ میں آ جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے تمہیں دوسری مرتبہ پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں ہے، اس کیلئے تو پہلی مرتبہ بھی تمہیں پیدا کرنا مشکل نہ تھا، اس کی ہر شان ہی نرالی ہے، کمال کی جتنی بھی صفات ہو سکتی ہیں، وہ سب اس میں پائی جاتی ہیں خواہ وہ ہمارے علم میں ہوں یا ہم ان سے ناواقف ہوں، ایسے عظیم رب کو چھوڑ کر غیروں کے سامنے سر جھکانا کس قدر بڑی نادانی اور جہالت ہے۔

يَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ

يَعْقِلُوْنَ﴿٢٨﴾	بَلِ	اتَّبَعَ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْٓا	اَهْوَآءَهُمْ	بِغَيْرِ	عِلْمٍ	فَمَنْ
عقل رکھتے ہیں	بلکہ	پیروی کی	ان لوگوں نے	ظلم کیا انہوں نے	اپنی خواہشات کی	بغیر	علم کے	سوکون

جو عقل رکھتے ہیں۔ ﴿٢٨﴾ بلکہ ظالم لوگ کسی علم کے بغیر اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں، پھر جسے

يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ

يَّهْدِيْ	مَنْ	اَضَلَّ	اللّٰهُ	وَ	مَا	لَهُمْ	مِّنْ	نّٰصِرِيْنَ﴿٢٩﴾	فَاَقِمْ	وَجْهَكَ
ہدایت دے گا	جسے	گمراہ کردے	اللہ	اور	نہیں	ان کیلئے	سے	مدد کرنے والوں کے	سو قائم کر	اپنا رخ

اللہ گمراہ کر دے اُسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟ اور اُن کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ ﴿٢٩﴾ سو آپ اپنا رخ یکسو ہو کر

لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ

لِلدِّيْنِ	حَنِيْفًا	فِطْرَتَ	اللّٰهِ	الَّتِيْ	فَطَرَ	النَّاسَ	عَلَيْهَا	لَا	تَبْدِيْلَ
دین کیلئے	سب سے یکسو	فطرت	اللہ کی	وہ جو	پیدا کیا اس نے	لوگوں کو	اس پر	نہیں	کوئی تبدیلی

دین کی طرف قائم رکھیے، یہ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی تخلیق میں

لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٠﴾

لِخَلْقِ	اللّٰهِ	ذٰلِكَ	الدِّيْنُ	الْقَيِّمُ	وَ	لٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا	يَعْلَمُوْنَ﴿٣٠﴾
پیدا کرنے میں	اللہ کے	یہ	دین	مضبوط	اور	لیکن	اکثر	لوگ	نہیں	جانتے

کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، یہی مضبوط دین ہے، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ ﴿٣٠﴾

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ

مُنِيْبِيْنَ	اِلَيْهِ	وَاتَّقُوْهُ	وَ	اَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ	وَ	لَا	تَكُوْنُوْا	مِنَ
رجوع کرنے والے	اس کی طرف	اور ڈرو اس سے	اور	قائم کرو	نماز	اور	مت	ہوجاؤ	سے

اُس کی طرف رجوع کرتے ہوئے، اور اُسی سے ڈرتے رہو، اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٣١﴾ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ

الْمُشْرِكِيْنَ﴿٣١﴾	مِنَ	الَّذِيْنَ	فَرَّقُوْا	دِيْنَهُمْ	وَ	كَانُوْا	شِيَعًا	كُلُّ	حِزْبٍ
مشرکوں کے	سے	ان لوگوں کے	تفریق کردی انہوں نے	اپنے دین میں	اور	ہو گئے وہ	بہت سے گروہ	ہر ایک	گروہ

نہ ہو جاؤ۔ ﴿٣١﴾ اُن لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین میں تفریق پیدا کی، اور وہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے، ہرگروہ

﴿٢٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں شرک و بت پرستی کی برائی ایک مثال کے ذریعے واضح کی گئی ہے کہ انسان اپنے غلاموں اور باندیوں کے ساتھ جتنا بھی حسن سلوک کرنے والا ہو، ان کے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور دیگر ضروریات کے حوالے سے کتنا ہی حساس ہو، کیا انہیں اپنی ملکیت میں حصہ دار بنا سکتا ہے؟ اپنی آدھی جائیداد، آدھا مال، آدھی گاڑیاں اور آدھا کاروبار اس کے حوالے کر سکتا ہے؟ کیا کسی مالک کو اپنے ملازم اور غلام باندی کی طرف سے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر اس نے مجھ سے میرے ذرائع آمدن پوچھ لیے تو کیا ہوگا؟ اگر اس نے مجھ سے فلاں مصرف میں خرچ کرنے کی وجہ پوچھی تو کیا جواب دوں گا؟ ہرگز نہیں، کیونکہ وہ جتنا مرضی چہیتا ہو، بہر حال ملازم اور غلام ہے نہ وہ اپنے آقا کے برابر ہو سکتا ہے اور نہ آقا کو اس کی طرف سے کوئی اندیشہ ہوتا ہے، تم خود سوچو کہ جو اس کائنات کا حقیقی مالک اور آقا ہے، اسے اپنے غلاموں اور باندیوں سے کیا اندیشہ ہو سکتا ہے؟ کیا اس کی شان میں یہ گستاخی نہیں ہے کہ اس کے غلاموں اور باندیوں کو خدائی میں اس کے ساتھ شریک اور حصہ دار قرار دیا جائے؟ تم لوگوں کی عقل کو کیا ہو گیا ہے؟ کیسے برے فیصلے کرتے ہو۔ ﴿٢٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں شرک و بت پرستی اور گناہوں کے ذریعے اپنی جان پر ظلم کرنے والوں کو اپنی خواہشات کا پیروکار قرار دیا گیا ہے، ان لوگوں کے پاس دلیل اور علم کی روشنی نہیں ہے، محض جہالت کی بناء پر اپنی خواہشات کے پیچھے چل رہے ہیں، یہ لوگ گمراہ ہیں اور اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کر دے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور کوئی اس کی نصرت اور حمایت نہیں کر سکتا۔ ﴿٣٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں روئے سخن تو نبی علیہ السلام کی طرف ہے، لیکن مراد ہر مخاطب ہے کہ جو لوگ اپنی خواہشات کے بے لگام گھوڑے پر سوار ہیں، انہیں ان کی گمراہی میں بھٹکنے دو، تم ہر طرف سے یکسو ہو کر اور ساری مخلوق سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کرو، اس کے بھیجے ہوئے دین پر مکمل اخلاص اور وضع داری کے ساتھ عمل کرو، یہی وہ فطری راستہ ہے جس پر تمام انسانوں کی تخلیق ہوئی ہے، یہ الگ بات ہے کہ بعض لوگ اس فطری استعداد کو باقی رکھ کر اسے مزید بڑھاتے ہیں اور بعض اسے ضائع کر دیتے ہیں، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پیدائش کے وقت کوئی بچہ غیر مسلم نہیں ہوتا، بلکہ ہر بچہ فطرتِ سلیمہ لیکر پیدا ہوتا ہے، بعد میں اس کے ماں باپ اسے یہودی، عیسائی اور آتش پرست بنا دیتے ہیں، دنیا کے تمام ادیان و مذاہب میں یہ اسلام کا امتیاز ہے کہ وہ پیدا ہونے والے ہر بچے کو معصوم اور فطرتِ سلیمہ کا حامل قرار دیتا ہے، دیگر مذاہب میں ایسا نہیں ہے، چنانچہ عیسائیت نے ہر بچے کو پیدائشی طور پر گنہگار قرار دیا ہے اور پاک ہونے کیلئے بپتسمہ کی رسم کو ضروری قرار دیا ہے اور ہندومت نے ہر جنم کو پچھلے جنم کا نتیجہ قرار دے کر انسان کو آواگون کے نظریے میں الجھا رکھا ہے، اس لیے اسلام نے فطرتِ سلیمہ پر ہر بچے کی پیدائش کو تسلیم کر کے گویا ساری انسانیت پر احسان کیا ہے، لیکن لوگوں کی اکثریت اس سیدھے، صاف اور مضبوط دین سے بے خبر ہے۔ ﴿٣١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں چار حکم دیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ کی طرف رجوع کرنا سیکھو، اپنی خوشی اور غمی، دن اور رات، سردی اور گرمی ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع کرو، دوسرا یہ کہ اپنے اندر تقویٰ پیدا کرو اور اللہ سے ڈرنا سیکھو، تیسرا یہ کہ نماز قائم کرو اور چوتھا یہ کہ شرک سے اجتناب کرو، ان میں سے پہلے تین حکم ایجابی ہیں اور چوتھا سلبی ہے، آگے مشرکین کی ایک علامت بیان کی گئی ہے۔

بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ

بِمَا	لَدَيْهِمْ	فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾	وَ	إِذَا	مَسَّ	النَّاسَ	ضُرٌّ	دَعَوْا	رَبَّهُمْ
اس سے جو	ان کے پاس	خوش ہونے والے	اور	جب	چھولے	لوگوں کو	کوئی تکلیف	پکارتے ہیں وہ	اپنے رب کو

اُس چیز پر خوش ہے جو اُس کے پاس ہے۔ ۳۳ اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے

مُّنِيْبِيْنَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَآ أَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ

مُّنِيْبِيْنَ	إِلَيْهِ	ثُمَّ	إِذَآ	أَذَاقَهُمْ	مِّنْهُ	رَحْمَةً	إِذَا	فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ	بِرَبِّهِمْ
رجوع کرنے والے	اس کی طرف	پھر	جب	وہ چکھا دیتا ہے انہیں	اپنے سے	رحمت	اسی وقت	ایک گروہ	ان میں سے	اپنے رب کے ساتھ

اُسی کو پکارتے ہیں، پھر جب وہ اُنہیں اپنے پاس سے رحمت کا مزہ چکھا دیتا ہے تو اُسی وقت اُن میں سے ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ

يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۪ وقفة فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾

يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾	لِيَكْفُرُوْا	بِمَآ	اٰتَيْنٰهُمْ	فَتَمَتَّعُوْا	فَسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾
شرک کرتے ہیں	تاکہ ناشکری کریں	اس کی جو	ہم نے انہیں دیا	سو فائدہ اٹھالو	سو عنقریب	تم جان لوگے

شرک کرنے لگتا ہے۔ ۳۳ تاکہ وہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں، سوتم مزے اڑالو، عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ ۳۴

أَمْ أَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَإِذَآ

أَمْ	أَنْزَلْنَا	عَلَيْهِمْ	سُلْطٰنًا	فَهُوَ	يَتَكَلَّمُ	بِمَا	كَانُوْا	بِهٖ	يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾	وَ	إِذَا
کیا	نازل کی ہے ہم نے	ان پر	کوئی دلیل	سو وہ	بولتا ہے	اسے جو	تھے وہ	اس کے ساتھ	شرک کرتے	اور	جب

کیا ہم نے ان پر کوئی دلیل اتاری ہے جو اُن چیزوں کے متعلق بتاتی ہو جو یہ لوگ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں؟ ۳۵ اور جب

أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ

أَذَقْنَا	النَّاسَ	رَحْمَةً	فَرِحُوْا	بِهَا	وَ	إِنْ	تُصِبْهُمْ	سَيِّئَةٌ	بِمَا	قَدَّمَتْ
چکھا دیں ہم	لوگوں کو	رحمت	خوش ہوجاتے ہیں	اس سے	اور	اگر	پہنچ جائے انہیں	کوئی برائی	اس سے جو	آگے بھیجا

ہم لوگوں کو اپنی رحمت کا مزہ چکھادیں تو وہ اُس پر خوش ہو جاتے ہیں، اور اگر اُنہیں اُن کے اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت

أَيْدِيْهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

أَيْدِيْهِمْ	إِذَا	هُمْ	يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾	أَوَلَمْ	يَرَوْا	أَنَّ	اللّٰهَ	يَبْسُطُ	الرِّزْقَ	لِمَنْ
ان کے ہاتھوں نے	اسی وقت	وہ	ناامید ہوجاتے ہیں	اور کیا نہیں	دیکھا انہوں نے	کہ بیشک	اللہ	کشادہ کرتا ہے	رزق	جس کیلئے

آپہنچ تو اُسی وقت وہ ناامید ہو جاتے ہیں۔ ۳۶ کیا اُنہوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ جس کا رزق چاہتا ہے

۳۲ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کی ایک علامت بیان کی گئی ہے جس سے اُن کی مذمت بھی نکلتی ہے اور اُس فعل کی مذمت بھی نکلتی ہے یعنی دین میں تفرقہ اور گروہ بندی، اللہ اور اس کے رسول کو یہ پسند نہیں ہے کہ لوگ اپنے دین کو مختلف ٹکڑوں میں بانٹ دیں اور گروہ بندی کا شکار ہو جائیں، اس گروہ بندی نے سابقہ ادیان و مذاہب کو بھی نقصان پہنچایا ہے اور یہ اس آخری آسمانی دین کو بھی نقصان پہنچارہی ہے، پہلی امتیں جتنے گروہوں میں تقسیم تھیں، یہ امت ان سے زیادہ تقسیم در تقسیم کا شکار ہو کر اپنی جڑوں کو اپنے ہاتھوں سے کھوکھلا کر رہی ہے، اس کا ایک نقصان یہ ہوا کہ امت کی وحدت ختم ہوگئی، ملت کا شیرازہ منتشر ہوگیا اور اجتماعیت کے اس فلسفے کو شدید ٹھیس پہنچی جس کے مطابق بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک ایک دو دو کر کے بکریوں نے الگ راستہ منتخب کیا تو اصل ریوڑ میں کمی واقع ہوگئی، اس کا دوسرا نقصان یہ ہوا کہ امت صراطِ مستقیم سے بھٹک کر اپنے یا غیروں کے بنائے ہوئے فرضی راستوں پر چلنے لگی جس کا نتیجہ تباہی اور بربادی کے علاوہ کم از کم اتنا تو نکلے گا کہ انسان اپنی منزل تک نہ پہنچ سکے، اس کا تیسرا نقصان یہ ہوا کہ ہر گروہ خود کو صحیح اور دوسروں کو غلط ثابت کرنے چل پڑا اور تکفیر و تغلیط کی ایسی گرم بازاری ہوئی کہ اختلاف رائے کو بھی کفر قرار دیا جانے لگا اور نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ جو شخص دوسرے کی رائے سے اتفاق نہیں کرتا، اسے کافر، فاسق و فاجر اور نجانے کیا کیا کچھ بنا دیا گیا، اس کا چوتھا نقصان یہ ہوا کہ امت فروعی اختلافات میں الجھ کر رہ گئی، ثانوی درجے کی چیزوں کو اس قدر مقدم کر دیا گیا کہ انہیں فرائض اور واجبات کے برابر لا کر کھڑا دیا گیا، اولیٰ اور غیر اولیٰ کے اختلاف کو حلال و حرام کے درجے پر پہنچا کر شدت پسندی اور غلو کی ناپسندیدہ مثالیں قائم کی گئیں، اس کا پانچواں نقصان یہ ہوا کہ امت اجتماعی سکون اور امن و امان سے محروم ہوگئی، ہر طرف مجادلے، مناظرے اور مباحثے کی ایک ایسی فضا قائم ہوگئی جس میں صرف بلند بانگ دعوے رہ گئے اور اخلاص مفقود ہوگیا، یوں کہہ لیجئے کہ جسم باقی رہ گیا اور روح نکل گئی، پھول رہ گیا اور خوشبو رخصت ہو گئی، علم اور معلومات رہ گئیں اور عمل مفقود ہوگیا، اس کا چھٹا نقصان یہ ہوا کہ غیر حقیقی اور فرضی دعوے قائم کر لیے گئے، بعد میں ان کے دلائل کی تلاش شروع ہوئی، حالانکہ یہ ترتیب ہی غلط ہے، اصولی طور پر پہلے دلائل کو اکٹھا کرنا چاہیے، پھر ان میں زیادہ راجح کو تلاش کرنا چاہیے، تطبیق اور ترجیح کے اصولوں کو مدنظر رکھنا چاہیے، اس کے بعد کوئی رائے قائم کرنی چاہیے، لیکن اگر دعویٰ کرنے کے بعد دلائل تلاش کیے جائیں تو شیطان اسے ایسے ایسے دلائل سمجھاتا ہے کہ وہ اپنی غلط رائے کو بھی صحیح سمجھتا ہے اور اس پر اس قدر ڈٹ جاتا ہے کہ اس کے آگے کسی دوسرے کی رائے سننا بھی گوارا نہیں کرتا، اس لیے ایسی گروہ بندی جس کا نتیجہ مذکورہ بالا نقصانات کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، اللہ اور اس کے رسول کی نگاہوں میں قابل مذمت ہے۔ ۳۳ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کا ایک ناپسندیدہ رویہ بیان کیا گیا ہے کہ مصیبت پڑنے پر اللہ کو یاد کر لیتے ہیں اور جوں ہی مصیبت دور ہو جاتی ہے، اللہ کو بھول کر اسی وقت کفر و شرک کا ڈھول دوبارہ پیٹنے لگتے ہیں، ایسی خود غرضی اور مفاد پرستی تو اہل دنیا بھی پسند نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کو کیسے پسند ہو سکتی ہے؟ ۳۴ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کو دنیا سے فائدہ اٹھانے کا جو حکم دیا گیا ہے، یہ وجوب کیلئے نہیں ہے، بلکہ تہدید کے طور پر ہے، جیسے کوئی شخص کسی کو گناہ کرتے ہوئے دیکھے تو اسے پیار اور محبت سے سمجھائے، لیکن اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے کہہ دے کہ اچھا، پھر جو چاہے کر، خود ہی اپنے کیے کی سزا بھگتے گا، اس جملے کا منشاء اسے آزادی دینا نہیں ہوتا، بلکہ اسے ڈرانا ہوتا ہے تا کہ وہ آئندہ کیلئے احتیاط کرے اور گناہ سے بچنے کی کوشش کرے۔ ۳۵ اس آیت مبارکہ میں مشرکوں اور بت پرستوں سے استفسار کیا گیا ہے کہ اگر ان کے پاس اپنے کفر و شرک اور بت پرستی کا جواز ثابت کرنے کیلئے کوئی دلیل ہے تو وہ لیکر آئیں؟ =

يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ ۚ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ۝٣٧ فَاٰتِ ذَا الۡقُرۡبٰى

يَّشَآءُ	وَ	يَقۡدِرُ	اِنَّ	فِىۡ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوۡمٍ	يُّؤۡمِنُوۡنَ ۝٣٧	فَاٰتِ	ذَا الۡقُرۡبٰى
وہ چاہتا ہے	اور	تنگ کرتا ہے	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانیاں	ان لوگوں کیلئے جو	ایمان لاتے ہیں	سو دیدے	قرابت دار کو

کشادہ اور تنگ کر دیتا ہے، بیشک اس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ ۳۷ سو آپ قریبی رشتہ داروں کو

حَقَّهٗ وَالۡمِسۡكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِ ؕ ذٰلِكَ خَيۡرٌ لِّلَّذِيۡنَ يُرِيۡدُوۡنَ

حَقَّهٗ	وَالۡمِسۡكِيۡنَ	وَابۡنَ	السَّبِيۡلِ	ذٰلِكَ	خَيۡرٌ	لِّلَّذِيۡنَ	يُرِيۡدُوۡنَ
اس کا حق	اور مسکین کو	اور بیٹے کو	راستے کے	وہ	زیادہ بہتر	ان لوگوں کیلئے جو	چاہتے ہیں

اُن کا حق دیدیجئے اور مسکینوں اور مسافروں کو بھی، یہ اُن لوگوں کے حق میں زیادہ بہتر ہے جو اللہ کی رضا

وَجۡهَ اللّٰهِ ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝٣٨ وَمَاۤ اٰتَيۡتُمۡ مِّنۡ رِّبًا لِّيَرۡبُوَا۟

وَجۡهَ	اللّٰهِ	وَ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝٣٨	وَ	مَاۤ	اٰتَيۡتُمۡ	مِّنۡ	رِّبًا	لِّيَرۡبُوَا۟
توجہ	اللہ کی	اور	وہی لوگ	وہ	کامیاب ہونے والے	اور	جو کچھ	تم نے دیا ہو	سے	سود کے	تاکہ بڑھے

حاصل کرنا چاہتے ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ ۳۸ اور تم جو سود دیتے ہو تاکہ وہ لوگوں کے

فِىۡۤ اَمۡوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرۡبُوۡا عِنۡدَ اللّٰهِ ۚ وَمَاۤ اٰتَيۡتُمۡ مِّنۡ زَكٰوةٍ

فِىۡۤ	اَمۡوَالِ	النَّاسِ	فَلَا	يَرۡبُوۡا	عِنۡدَ	اللّٰهِ	وَ	مَاۤ	اٰتَيۡتُمۡ	مِّنۡ	زَكٰوةٍ
بیچ	مالوں کے	لوگوں کے	سو نہیں	بڑھتا وہ	پاس	اللہ کے	اور	جو کچھ	تم نے دیا ہو	سے	زکوٰۃ کے

مال میں بڑھتا رہے، سو وہ اللہ کے یہاں نہیں بڑھتا، اور تم جو زکوٰۃ اللہ کو راضی کرنے کے

تُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُضۡعِفُوۡنَ ۝٣٩ اَللّٰهُ الَّذِىۡ

تُرِيۡدُوۡنَ	وَجۡهَ	اللّٰهِ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الۡمُضۡعِفُوۡنَ ۝٣٩	اَللّٰهُ	الَّذِىۡ
چاہتے ہو تم	توجہ	اللہ کی	تو وہی لوگ	وہ	دوگنا کرنے والے	اللہ	وہ جس نے

ارادے سے دیتے ہو تو یہی لوگ دوگنا حاصل کرنے والے ہیں۔ ۳۹ اللہ وہی ہے جس نے

خَلَقَكُمۡ ثُمَّ رَزَقَكُمۡ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ ؕ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ

خَلَقَكُمۡ	ثُمَّ	رَزَقَكُمۡ	ثُمَّ	يُمِيۡتُكُمۡ	ثُمَّ	يُحۡيِيۡكُمۡ	هَلۡ	مِنۡ	شُرَكَآئِكُمۡ
تمہیں پیدا کیا	پھر	اس نے رزق دیا تمہیں	پھر	وہ موت دیتا ہے تمہیں	پھر	وہ زندگی دے گا تمہیں	کیا	سے	تمہارے شرکاء کے

تمہیں پیدا کیا، پھر تمہیں رزق دیا، پھر تمہیں موت دیتا ہے، پھر تمہیں زندہ کرے گا، کیا تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے جو

= کیا ہم نے ان پر آسمان سے کوئی دلیل اتاری ہے جو اُن کے کفر وشرک کو جواز فراہم کرتی ہے؟ اگر کوئی دلیل ان کے پاس موجود ہے تو وہ اس سے اس کا جواز ثابت کردیں اور سرخرو ہوجائیں، لیکن وہ تا صبح قیامت ایسا نہ کرسکیں گے، جبکہ اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یکتائی ثابت کرنے کیلئے ہزارہا آسمانی اور زمینی دلائل تو صرف اسی قرآن میں جمع کردیے گئے ہیں، جن میں سے کسی ایک دلیل کو بھی توڑا نہیں جاسکتا، اس لیے انہیں اپنے کفر وشرک سے توبہ کرنی چاہیے اور اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنا چاہیے۔ ۳۶ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کی دو کوتاہیوں کی نشاندہی کی گئی ہے تاکہ وہ ان کی اصلاح کرے، پہلی چیز احسان فراموشی بلکہ محسن کشی ہے، دوسری چیز مایوسی اور ناامیدی ہے، ان میں سے پہلی چیز کا تعلق انسان کی اچھی حالت سے ہے کہ جب انسان خوشحالی اور نعمت کی فراوانی کے دور سے گزر رہا ہوتا ہے تو اس میں اتنا مگن ہوجاتا ہے کہ محسن حقیقی کو نہ صرف یہ کہ بھول جاتا ہے بلکہ دوسروں کو اس کے ساتھ شریک بھی ٹھہراتا ہے جبکہ دوسری چیز کا تعلق انسان کی پریشانی اور مصیبت کی حالت سے ہے کہ اُس وقت چونکہ اللہ کے ساتھ اُس کا تعلق مضبوط نہیں ہوتا اور ظاہری اسباب اس کا ساتھ نہیں دے رہے ہوتے اس لیے وہ بالکل مایوس اور ناامید ہوجاتا ہے، حالانکہ یہ دونوں چیزیں ہی غلط ہیں اور افراط اور تفریط کی نمائندگی کرتی ہیں، حد اعتدال پر رہنے کیلئے ضروری ہے کہ ان کی اصلاح کی فکر کی جائے۔

۳۷ اس آیتِ مبارکہ میں رزق کی کشادگی اور تنگی پر غور کرنے کی دعوت کی گئی ہے کیونکہ یہ تو ہر آدمی جانتا ہے کہ کسی کا رزق تنگ ہے اور کسی کا کشادہ، سو جس ذات نے انسان کے رزق کی تنگی یا کشادگی کا فیصلہ کیا ہے، وہی انسان کیلئے راحت وخوشی اور رنج وغم کا فیصلہ بھی کرتی ہے، اس لیے انسان کو حد اعتدال سے باہر نکل کر احسان فراموشی یا مایوسی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ ۳۸ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ کی رضا تلاش کرنے والوں کیلئے تین قسم کے لوگوں کے حقوق ادا کرنے کو سب سے بہترین عمل قرار دیا گیا ہے، پہلی قسم قریبی رشتہ داروں کی ہے خواہ ان کے ساتھ قرابت داری کی نوعیت نسبی ہو یا رضاعی ہو یا سسرالی ہو، دوسری قسم مسکینوں کی ہے یعنی وہ غرباء اور سفید پوش لوگ جو اپنی ضرورت خود پوری کرنے سے عاجز آگئے ہوں، تیسری قسم مسافروں کی ہے جو سفر پر نکلے ہوں اور کسی اجنبی علاقے میں پہنچے ہوں، وہاں کے راستوں سے ناواقف ہوں اور وسائل واسباب کی قلت کا شکار ہوں، ایسے لوگوں کے حقوق ادا کرنے والے کبھی ناکام نہیں ہوسکتے۔ ۳۹ اس آیتِ مبارکہ میں سود اور زکوٰۃ کے درمیان فرق بیان کیا گیا ہے، ظاہری اعتبار سے سودی کاروبار کرنے والے کے مال میں اضافہ ہوتا ہے، جس کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ انسان کسی کو کوئی ہدیہ اور تحفہ اس نیت سے دے کہ وہ بھی مجھے اس کے عوض کوئی ہدیہ دے گا اور یقیناً اس میں کچھ نہ کچھ اضافہ بھی کرے گا، جیسے عید اور شادی بیاہ کے موقع پر ہوتا ہے، جبکہ اپنے مال کی زکوٰۃ نکالنے والا ظاہری طور پر یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے مال میں کمی واقع ہوئی ہے کیونکہ ایک لاکھ روپے میں سے ۲۵۰۰ روپے نکالے گئے تو وہ کم ہوکر ۹۷۵۰۰ روپے رہ گئے، لیکن اگر حقیقت پسندی سے غور کیا جائے تو سود کا انجام ہمیشہ قلت اور تباہی ہوتا ہے، اس عاجز کے سامنے اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ جو لوگ کل تک سو سو روپے کے محتاج تھے، سودی لین دین میں ملوث ہوئے تو ایک ایک ہاتھ میں دو دو موبائل، قیمتی گاڑیاں، نئے کرنسی نوٹ آگئے، پھر جب اللہ نے رسی کھینچی تو قید وبند اور ذلت ورسوائی کا ایسا شکار ہوئے کہ دنیا کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے، اور زکوٰۃ ادا کرنے والا اپنا مال اللہ کے بینک میں جمع کروا دیتا ہے، جو آخرت میں اسے کئی گنا اضافوں کے ساتھ لوٹا دیا جائیگا اور لطف یہ کہ یہ سود بھی نہیں ہوگا کیونکہ اللہ اور بندے کے درمیان سود نہیں ہوتا۔

مَنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع

مَنْ	يَّفْعَلُ	مِنْ	ذٰلِكُمْ	مِّنْ	شَيْءٍ	سُبْحٰنَهٗ	وَتَعٰلٰى	عَمَّا	يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾
جو	کرسکتا ہو	سے	تمہارے ان کاموں کے	سے	کچھ بھی	پاک ہے وہ	اور برتر	اس سے جو	یہ شریک ٹھہراتے ہیں

ان میں سے کوئی کام کر سکے؟ وہ پاک ہے اور اُن چیزوں سے برتر ہے جنہیں یہ اُس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ ﴿۴۰﴾

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ

ظَهَرَ	الْفَسَادُ	فِي	الْبَرِّ	وَالْبَحْرِ	بِمَا	كَسَبَتْ	اَيْدِي	النَّاسِ	لِيُذِيْقَهُمْ
ظاہر ہوگیا	فساد	بیچ	خشکی کے	اور سمندر کے	اس وجہ سے جو	کمایا	ہاتھوں نے	لوگوں کے	تا کہ وہ انہیں چکھائے

خشکی اور تری میں لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی ''کمائی'' کی وجہ سے فساد پھیل پڑا ہے، تاکہ اللہ اُنہیں اُن کے کچھ

بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

بَعْضَ	الَّذِيْ	عَمِلُوْا	لَعَلَّهُمْ	يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾	قُلْ	سِيْرُوْا	فِي	الْاَرْضِ
کچھ	وہ جو	عمل کیے انہوں نے	تا کہ وہ	لوٹ آئیں	تُو کہہ	چلو پھرو تم	بیچ	زمین کے

اعمال کا مزہ چکھائے، شاید کہ وہ واپس لوٹ آئیں۔ ﴿۴۱﴾ آپ فرما دیجئے کہ تم زمین میں چلو پھرو،

فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ

فَانْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلُ	كَانَ	اَكْثَرُهُمْ
سو دیکھو تم	کیسا	ہوا	انجام	ان لوگوں کا جو	سے	پہلے	تھے	ان میں سے اکثر

اور دیکھو کہ پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا؟ اُن میں سے اکثر

مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ

مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾	فَاَقِمْ	وَجْهَكَ	لِلدِّيْنِ	الْقَيِّمِ	مِنْ	قَبْلِ	اَنْ	يَّاْتِيَ	يَوْمٌ
شرک کرنے والے	سو قائم رکھ	اپنا رخ	دین کیلئے	مضبوط	سے	پہلے	اس کے کہ	آجائے	وہ دن

مشرک تھے۔ ﴿۴۲﴾ سو آپ اپنا رخ سیدھے دین کی طرف قائم رکھیے اِس سے پہلے کہ وہ دن آجائے

لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ

لَا	مَرَدَّ	لَهٗ	مِنَ	اللّٰهِ	يَوْمَئِذٍ	يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾	مَنْ	كَفَرَ	فَعَلَيْهِ	كُفْرُهٗ
نہیں	کوئی ٹالنے والا	اسے	سے	اللہ کے	اس دن	وہ جدا جدا ہوں گے	جو کوئی	کفر کرے	تو اسی پر	اس کا کفر

جسے اللہ کی طرف سے ٹالا نہ جا سکے گا، اُس دن لوگ جدا جدا ہو جائیں گے۔ ﴿۴۳﴾ جو شخص کفر کرے گا، اُس کے کفر کا وبال اُسی پر ہو گا

ع ۱۴

﴿۴۰﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے چار مظاہر بیان کر کے پوچھا گیا ہے کہ کیا تمہارے باطل معبودوں میں سے کسی میں اتنی طاقت ہے کہ یہ کام کر سکے، پہلی چیز ''تخلیق'' ہے، یعنی مخلوق کو وجود عطا فرمانا، دوسری چیز مخلوق کے رزق کا انتظام کرنا ہے یعنی اسے پیدا کر کے چھوڑ نہ دے، بلکہ اس کی خوراک کا بھی انتظام کرے، تیسری چیز موت دینا ہے، تا کہ ثابت ہو جائے کہ دوام مخلوق کو نہیں، خالق کو ہے اور چوتھی چیز دوبارہ زندہ کرنا ہے، تا کہ جزا اور سزا کا قانون نافذ کیا جا سکے، یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے، اگر کسی کو دعویٰ ہے تو ان میں سے کوئی ایک کام کر کے دکھا دے، آج تک کسی نے اس چیلنج کو قبول نہیں کیا اور نہ تا صبح قیامت کر سکے گا، اس لیے زبانِ قال و حال سے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی، بڑائی اور کبریائی بیان کرنی چاہئے اور ہر قسم کے شرک سے بیزاری کا اظہار کرنا چاہیے۔ ﴿۴۱﴾ اس آیتِ مبارکہ میں بر و بحر کے فساد اور خرابی کی اصل جڑ کی نشاندہی کی گئی ہے، دنیا میں بے سکونی، قتل و غارت گری، قدرتی آفات، زمینی اور آسمانی مصائب اور پریشانیوں کے کچھ ظاہری اسباب ہوتے ہیں اور کچھ حقیقی وجوہات ہوتی ہیں، اہل دنیا کی نظر ظاہری اسباب تک محدود رہتی ہے اور وہ مسائل کے حل کیلئے وسائل سے کام چلاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ انہیں مؤثر کر دیتا ہے تو وہ اپنے وسائل اور تدبیر پر ناز کرنے لگتے ہیں، چونکہ اُن کی نظر ظاہری اسباب اور مادی وسائل سے آگے نہیں بڑھ پاتی اس لیے حقیقت تک ان کی رسائی نہیں ہوتی، اس آیتِ مبارکہ میں وہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ ظاہری اسباب خواہ کچھ بھی ہوں، انسان پر پیش آنے والے پریشان کن حالات اور مصائب کی ایک وجہ اس کی اپنی کوتاہیاں، گناہ اور لغزشات ہوتی ہیں، اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اللہ سے معافی مانگ لے تو اس کے مصائب کا دیرپا اور پائیدار حل نکل آتا ہے اور اگر وہ توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع نہ ہو، صرف ظاہری اسباب ہی اختیار کرے تو اسے عارضی سکون تو مل سکتا ہے، لیکن مستقل حل اس کے پاس نہیں ہوتا اور وہ مسلسل بحرانوں کا شکار ہوتا رہتا ہے۔ ﴿۴۲﴾ اس آیتِ مبارکہ میں سیر و سیاحت کے ذریعے گزشتہ اقوام کے حالات و واقعات سے عبرت حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ آج جن قوموں کے کھنڈرات میں ان کی ترقی اور تہذیب و تمدن کی داستانیں دفن ہو کر رہ گئی ہیں، آخر اُن پر یہ تباہی اور زوال کیوں آیا؟ کس نے ان کی شان و شوکت کو ملیامیٹ کر دیا؟ کس نے ان کے عالی شان محلات کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا؟ کس نے ان کے باغات کو ویران اور فصلوں کو اجاڑ دیا؟ کہاں گیا ان کا روپیہ پیسہ؟ کہاں گئی ان کی فوج؟ کہاں گئے ان کے بیوی بچے، خاندان اور قبیلے والے؟ کسی نے ان کا ساتھ کیوں نہ دیا؟ کیوں انہوں نے خود مقابلہ نہ کیا؟ کیوں وہ بے بس ہو گئے؟ ان سوالات کے جوابات تلاش کرو تا کہ رب العالمین تک تمہاری رسائی ہو سکے۔ ﴿۴۳﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دینِ قیم کو اختیار کرنے اور خلوصِ نیت کے ساتھ اس پر قائم رہنے کی تاکید کی گئی ہے کیونکہ اس زندگی کے بعد ایک اور دن آنے والا ہے، وہ قیامت کا دن ہے، اللہ نے اس کا اٹل فیصلہ کر رکھا ہے، کوئی اس کے فیصلے کو ٹال نہیں سکتا، اس دن لوگوں کو مختلف ٹکڑوں اور جماعتوں میں تقسیم کر دیا جائیگا، پھر ان سب کو دو بڑے گروہوں میں ضم کر دیا جائیگا، پہلا گروہ اہل جنت کا ہوگا اور دوسرا گروہ اہل جہنم کا ہوگا۔

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ

وَ	مَنْ	عَمِلَ	صَالِحًا	فَلِاَنْفُسِهِمْ	يَمْهَدُوْنَ ۝	لِيَجْزِيَ	الَّذِيْنَ
اور	جوکوئی	عمل کرے	نیک	تو وہ اپنی جانوں کیلئے	تیاری کررہے ہیں	تاکہ بدلے دے وہ	ان لوگوں کو جو

اور جو شخص نیک عمل کرے گا تو ایسے لوگ اپنے ہی فائدے کیلئے تیاری کر رہے ہیں۔ ۴۴ تاکہ اللہ اپنے فضل سے

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾

اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	مِنْ	فَضْلِهٖ ؕ	اِنَّهٗ	لَا	يُحِبُّ	الْكٰفِرِيْنَ ۝
ایمان لائے	اور	عمل کئے انہوں نے	اچھے	سے	اس کے فضل کے	بیشک وہ	نہیں	پسند کرتا	کافروں کو

اُن لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک اعمال کیے، کیونکہ وہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔ ۴۵

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ

وَ	مِنْ	اٰيٰتِهٖٓ	اَنْ	يُّرْسِلَ	الرِّيَاحَ	مُبَشِّرٰتٍ	وَّ	لِيُذِيْقَكُمْ	مِّنْ	رَّحْمَتِهٖ
اور	سے	اس کی نشانیوں کے	یہ کہ	وہ بھیجتا ہے	ہواؤں کو	خوشخبری دینے والیاں	اور	تاکہ تمہیں چکھائے	سے	اپنی رحمت کے

اور اُس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ خوشخبری دینے والی ہوائیں چلاتا ہے، تاکہ وہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے،

وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾

وَلِتَجْرِيَ	الْفُلْكُ	بِاَمْرِهٖ	وَلِتَبْتَغُوْا	مِنْ	فَضْلِهٖ	وَ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ ۝
اور تاکہ چلتی رہیں	کشتیاں	اس کے حکم سے	اور تاکہ تم تلاش کرو	سے	اس کا فضل	اور	تاکہ تم	شکر کرو

تاکہ اُس کے حکم سے کشتیاں چلتی رہیں، تاکہ تم اُس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔ ۴۶

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

وَ	لَقَدْ	اَرْسَلْنَا	مِنْ	قَبْلِكَ	رُسُلًا	اِلٰى	قَوْمِهِمْ	فَجَآءُوْهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ
اور	البتہ یقیناً	ہم نے بھیجے	سے	تیرے پہلے	بہت سے پیغمبر	طرف	ان کی قوم کے	سو آئے وہ ان کے پاس	واضح دلائل کے ساتھ

اور یقیناً ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر اُن کی قوموں کی طرف بھیج چکے ہیں، سو وہ اُن کے پاس واضح دلائل لیکر آئے،

فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ

فَانْتَقَمْنَا	مِنَ	الَّذِيْنَ	اَجْرَمُوْا ؕ	وَ	كَانَ	حَقًّا	عَلَيْنَا	نَصْرُ
سو انتقام لیا ہم نے	سے	ان لوگوں کے	جرم کئے انہوں نے	اور	ہے	حق	ہم پر	مدد کرنا

پھر ہم نے مجرموں سے انتقام لیا، اور ہم پر مؤمنین کی مدد کرنا

۴۴ اس آیت مبارکہ میں واضح کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کفر کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اللہ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور کسی دوسرے کو بھی اس کا نقصان نہیں ہوتا، کیونکہ کسی کا بوجھ کوئی دوسرا نہیں اٹھائے گا، نقصان اسی کا ہوتا ہے جو کفر کرتا ہے اور اگر کوئی شخص ایمان اور عملِ صالح کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اس کا فائدہ بھی اسی کو ہوتا ہے، اللہ پر اُس کا کوئی احسان نہیں ہوتا۔

۴۵ اس آیتِ مبارکہ میں ایمان اور عمل صالح والوں کی جزا اللہ کے فضل پر موقوف قرار دی گئی ہے، اسی وجہ سے رسول اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں ہرگز داخل نہ ہوگا، بلکہ صرف اللہ کے فضل وکرم اور مہربانی سے داخل ہوگا، کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ بھی فرمایا کہ ہاں! میں بھی اُسی وقت جنت میں جاؤں گا جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں مجھے ڈھانپ لے۔

۴۶ اس آیتِ مبارکہ میں ہواؤں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی قرار دے کر ان کے چند منافع اور مقاصد بیان فرمائے گئے ہیں پہلا یہ کہ وہ انسان کیلئے بارانِ رحمت کی خوشخبری بن کر آتی ہیں، دوسرا یہ کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھاتا ہے اور بارش برساتا ہے، تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بحری جہازوں اور کشتیوں کو اپنے حکم سے ہوا کے ذریعے چلانے کا نظام بنایا ہے، اگر ہوائیں رک جائیں تو کشتیاں اور بحری جہاز سطحِ سمندر پر کھڑے رہ جائیں، چوتھا یہ کہ اس سمندری نقل وحرکت کے ذریعے تم اپنے رزق کی تلاش میں نکلتے ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمہیں رزق عطا فرماتا ہے گویا ظاہری طور پر ہوائیں اس کا سبب بن گئیں اور پانچواں یہ کہ ہواؤں کا یہ نظام اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور عظیم حکمت پر مبنی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۷ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۷	اَللّٰهُ	الَّذِيْ	يُرْسِلُ	الرِّيٰحَ	فَتُثِيْرُ	سَحَابًا	فَيَبْسُطُهٗ
ایمان والوں کی	اللہ	وہ جو	بھیجتا ہے	ہواؤں کو	سو وہ اٹھاتی ہیں	بادل	سو وہ اسے پھیلا دیتا ہے

حق بنا تھا۔ ۴۷ اللہ وہی ہے جو ہوائیں چلاتا ہے، جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں، پھر وہ اُنہیں جیسے چاہتا ہے

فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ

فِي	السَّمَآءِ	كَيْفَ	يَشَآءُ	وَيَجْعَلُهٗ	كِسَفًا	فَتَرَى	الْوَدْقَ	يَخْرُجُ
بیچ	آسمان کے	جیسے	وہ چاہتا ہے	اور کر دیتا ہے اسے	ٹکڑے	سو دیکھتا ہے تو	بارش کو	نکلتی ہے وہ

آسمان میں پھیلا دیتا ہے، اور اُسے تہہ بر تہہ کر دیتا ہے، پھر آپ بارش کو اُس کے درمیان سے

مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ

مِنْ	خِلٰلِهٖ ۚ	فَاِذَآ	اَصَابَ	بِهٖ	مَنْ	يَّشَآءُ	مِنْ	عِبَادِهٖٓ	اِذَا	هُمْ
سے	اس کے درمیان	سو جب	پہنچا دیتا ہے وہ	اسے	جسے	چاہتا ہے	سے	اپنے بندوں کے	اسی وقت	وہ

نکلتے ہوئے دیکھتے ہیں، پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے، اُسے پہنچا دے تو اُسی وقت

يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝۴۸ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ

يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝۴۸	وَاِنْ	كَانُوْا	مِنْ	قَبْلِ	اَنْ	يُّنَزَّلَ	عَلَيْهِمْ	مِّنْ	قَبْلِهٖ
خوش ہو جاتے ہیں	اگرچہ	تھے وہ	سے	پہلے	یہ کہ	نازل کی جائے	ان پر	سے	اس کے پہلے

وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ ۴۸ اگرچہ وہ اُس بارش کے اپنے اوپر نازل ہونے سے پہلے

لَمُبْلِسِيْنَ ۝۴۹ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ

لَمُبْلِسِيْنَ ۝۴۹	فَانْظُرْ	اِلٰٓى	اٰثٰرِ	رَحْمَتِ	اللّٰهِ	كَيْفَ	يُحْيِ	الْاَرْضَ	بَعْدَ
البتہ ناامید ہونے والے	سو دیکھ تو	طرف	نشانیوں کے	رحمت کی	اللہ کی	کیسے	زندہ کرتا ہے وہ	زمین کو	پیچھے

ناامید ہو رہے تھے۔ ۴۹ سو آپ اللہ کی رحمت کی نشانیاں دیکھیے کہ وہ کس طرح زمین کو اُس کے مردہ ہونے کے بعد

مَوْتِهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۵۰

مَوْتِهَا ۭ	اِنَّ	ذٰلِكَ	لَمُحْيِ	الْمَوْتٰى ۚ	وَ	هُوَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ۝۵۰
اس کے مرنے کے	بیشک	وہی	البتہ زندہ کرنے والا	مردوں کو	اور	وہ	پر	ہر ایک	چیز کے	قدرت والا

زندہ کرتا ہے، بیشک وہی مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ۵۰

۴۷ اس آیتِ مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء اور رسل کی بعثت کا سلسلہ پہلے سے چلا آرہا ہے، اس لیے مشرکین کا نبی ﷺ کی بعثت اور نبوت و رسالت کا انکار کرنا یا اس پر اعتراض کرنا بے معنی ہے، ہر زمانے میں ہی انبیاء کرام علیہم السلام آتے رہے ہیں، لوگوں کو روشن معجزات اور دلائل دکھاتے رہے ہیں، لیکن لوگ ہمیشہ دو گروہوں میں تقسیم رہے ہیں، پہلا گروہ ایمان والوں کا اور دوسرا گروہ مجرموں اور گناہ گاروں کا، اور تاریخ گواہ ہے کہ ان دونوں گروہوں میں حق اور باطل کی جنگ ہمیشہ ہوتی رہی ہے، تاہم اللہ کی نصرت اور مدد ہمیشہ اہلِ ایمان کے ساتھ رہی ہے کیونکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے مؤمن بندوں کی مدد ضرور فرمائے گا اور اللہ جس چیز کا وعدہ کر لیتا ہے گویا اسے اپنے اوپر خود لازم کر لیتا ہے اور وہ چیز دوسرے شخص کا حق بن جاتی ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی کام لازم نہیں ہے، سوائے اس کے جو وہ اپنی مہربانی سے اپنے اوپر لازم کر لے۔

۴۸ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بارش کے نظام کو اپنی قدرت کی نشانی قرار دیا ہے، اس سے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ یہی مضمون سورۂ نور کی آیت نمبر ۴۳ میں بھی گزر چکا ہے، ایک نظر اس کے حاشیے پر ڈال لیجئے۔

۴۹ اس آیتِ مبارکہ میں بارانِ رحمت کے نزول سے پہلے لوگوں کی مایوسی اور ناامیدی بیان کی گئی ہے کہ جب تک بارش نہیں برستی، اُس وقت تک لوگ اس کشمکش کا شکار ہوتے ہیں کہ پتہ نہیں، بارش ہو گی یا نہیں، پھر اگر بارش نہ ہو تو امید چھوڑ بیٹھتے ہیں اور اگر بارش ہو جائے تو خوش ہو کر اللہ کو بھی بھلا دیتے ہیں۔

۵۰ اس آیتِ مبارکہ میں بارش کے نظام سے دوبارہ زندگی پر استدلال کیا گیا ہے کہ جو ذات آسمان سے پانی برسا کر مردہ زمین کو زندہ کر سکتی ہے، کیا اُس کیلئے مُردہ انسانوں کو زندہ کرنا مشکل ہے؟ کیا وہ مردہ انسان کو دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا؟ کیوں نہیں یقیناً وہ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کر کے دکھائے گا، کچھ وقت انتظار کر لو۔

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾

وَ	لَئِنْ	اَرْسَلْنَا	رِيْحًا	فَرَاَوْهُ	مُصْفَرًّا	لَّظَلُّوْا	مِنْ	بَعْدِهٖ	يَكْفُرُوْنَ﴿۵۱﴾
اور	البتہ اگر	ہم بھیج دیں	کوئی ہوا	سو دیکھیں وہ اسے	پیلا زرد	البتہ ہو جائیں گے	سے	اس کے پیچھے	کفر کرتے

اور اگر ہم کوئی ہوا بھیج دیں جس سے وہ کھیت زرد ہوتے ہوئے دیکھ لیں تو اُس کے بعد ہی ناشکری کرنے لگیں گے۔ ۵۱

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا

فَاِنَّكَ	لَا	تُسْمِعُ	الْمَوْتٰى	وَ	لَا	تُسْمِعُ	الصُّمَّ	الدُّعَآءَ	اِذَا	وَلَّوْا
سو بیشک تو	نہیں	سنا سکتا	مُردوں کو	اور	نہیں	سنا سکتا تُو	بہروں کو	پکار	جب	چلے جائیں وہ

سو آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور آپ بہروں کو بھی پکار نہیں سنا سکتے جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر

مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا

مُدْبِرِيْنَ﴿۵۲﴾	وَ	مَآ	اَنْتَ	بِهٰدِ	الْعُمْىِ	عَنْ	ضَلٰلَتِهِمْ	اِنْ	تُسْمِعُ	اِلَّا
پیٹھ پھیرنے والے	اور	نہیں	تُو	رہنمائی کرنے والا	اندھوں کو	سے	ان کی گمراہی کے	نہیں	سنا سکتا تُو	مگر

چلے جائیں۔ ۵۲ اور آپ اندھوں کو اُن کی گمراہی سے ہدایت نہیں دے سکتے، آپ تو صرف اُنہی لوگوں کو سنا سکتے ہیں

مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ

مَنْ	يُّؤْمِنُ	بِاٰيٰتِنَا	فَهُمْ	مُّسْلِمُوْنَ﴿۵۳﴾	اَللّٰهُ	الَّذِىْ	خَلَقَكُمْ	مِّنْ
اسے جو	ایمان لائے	ساتھ ہماری آیتوں کے	تو وہ	فرمانبرداری کرنے والے	اللہ	وہ جس نے	تمہیں پیدا کیا	سے

جو ہماری آیتوں پر ایمان لاکر فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔ ۵۳ اللہ نے تمہیں کمزوری کے عالم میں

ع ۵ ۱۴ ۸

ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ

ضُعْفٍ	ثُمَّ	جَعَلَ	مِنْ	بَعْدِ	ضُعْفٍ	قُوَّةً	ثُمَّ	جَعَلَ	مِنْ	بَعْدِ	قُوَّةٍ
کمزوری کے	پھر	بنائی اس نے	سے	پیچھے	کمزوری کے	طاقت	پھر	کردی اس نے	سے	پیچھے	طاقت کے

پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد طاقت دی، پھر طاقت کے بعد کمزوری

ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ

ضُعْفًا	وَ	شَيْبَةً	يَخْلُقُ	مَا	يَشَآءُ	وَ	هُوَ	الْعَلِيْمُ	الْقَدِيْرُ﴿۵۴﴾	وَ	يَوْمَ	تَقُوْمُ
کمزوری	اور	بالوں کی سفیدی	پیدا کرتا ہے	جو	وہ چاہتا ہے	اور	وہ	خوب جاننے والا	قدرت والا	اور	جس دن	قائم ہوگی

اور بالوں کی سفیدی دے گا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور وہ خوب جاننے والا، قدرت والا ہے۔ ۵۴ اور جس دن قیامت

حفص بضم الضاد وفتحها فی الثلاثة لکن الضم مختار ۱۳

۵۱ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کی تو تا چشمی بیان کی گئی ہے کہ اگر نعمت والی حالت تبدیل ہو جائے مثلاً ایسی ہوا چلے جس سے تمام پیداوار خشک ہو کر پیلی زرد پڑ جائے تو وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے کی بجائے ناشکری اور احسان ناشناسی پر اتر آئیں گے اور نعمت کے زمانے کو بھلا دیں گے۔

۵۲ ۵۳ ان دونوں آیتوں کا مضمون بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ سورۂ نمل کی آیت نمبر ۸۱۔۸۰ میں بھی گزر چکا ہے، وہاں کے فوائد ملاحظہ کر لیے جائیں۔

۸۰۔ اس آیتِ مبارکہ میں کافروں اور مشرکوں کو مردوں اور بہروں سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح کسی مردے یا بہرے آدمی کو پکارا جائے اور پکارنے والا یہ توقع رکھے کہ انہیں زبردستی اپنی بات سننے پر مجبور کر دے گا تو یہ اس کی خام خیالی ہے، اگر کوئی شخص مردے کو سنانے کیلئے اس کے پاس زور زور سے جا کر چلائے یا نہایت گونج دار سپیکرز کے ذریعے اسے اپنی بات سنانے کی کوشش کرے تو کیا وہ کامیاب ہو جائیگا؟ نہیں ہرگز نہیں، اسی طرح کفار اور مشرکین کے دل مردہ اور کان بہرے ہو چکے ہیں، اب حق بات سنانے کا انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

۸۱۔ اس آیتِ مبارکہ میں گزشتہ مضمون ہی کو مؤکد کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص اندھا ہو چکا ہو اور آپ اسے راستہ دکھانا چاہیں تو لاکھ کوششوں کے باوجود آپ یہ کام نہیں کر سکتے، البتہ اگر اللہ تعالیٰ اس کی بینائی واپس لوٹا دے اور اس میں دیکھنے کی صلاحیت پیدا فرما دے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی مکمل قدرت اور دسترس حاصل ہے، جو لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں، ان کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص بصارت اور سماعت دونوں سے مکمل آراستہ ہو، اسے اگر آپ سنائیں گے تو اسے فائدہ بھی ہوگا۔

۵۴ اس آیتِ مبارکہ میں انسانی زندگی کے اتار چڑھاؤ کو بیان کیا گیا ہے کہ انسان پر ایک وقت کمزوری اور بے بسی کا ہوتا ہے، جب وہ نومولود اور نوعمر ہوتا ہے، اُس وقت وہ اتنا کمزور ہوتا ہے کہ خود ہل نہیں سکتا، اپنے کام کاج نہیں کر سکتا حتیٰ کہ خود قضاءِ حاجت بھی نہیں کر سکتا، اس کے بعد دوسرا دور طاقت اور جوانی کا آتا ہے، جس میں انسان کی توانائیاں اور صلاحیتیں اپنے پورے عروج اور جوبن پر ہوتی ہیں اور وہ مشکل سے مشکل کام نہایت خوش دلی، ہمت اور جوانمردی کے ساتھ کر لیتا ہے لیکن یہ جوانی اور طاقت بھی اسے ہمیشہ حاصل نہیں رہتی اور انسان پر تیسرا دور پھر کمزوری اور بڑھاپے کا آجاتا ہے، ایک مرتبہ پھر انسان کی جسمانی طاقتیں کمزور پڑنا شروع ہو جاتی ہیں، اس کے اعضاء اس کا ساتھ چھوڑنے لگتے ہیں، اس کا بچپن دوبارہ واپس آجاتا ہے اور وہ ایک مرتبہ پھر دوسروں کا دست نگر اور محتاج ہو جاتا ہے، گویا انسان اپنی تین حالتوں میں سے صرف درمیان کا کچھ عرصہ جوانی اور طاقت کے ساتھ گزارتا ہے، اس کے علاوہ اس کی ابتداء بھی ضعف اور کمزوری کے ساتھ ہے اور اس کی انتہاء بھی ضعف اور کمزوری پر ہے، اس کے باوجود وہ اس قدر اکڑتا اور غرور کرتا ہے کہ اپنے رب کو بھول جاتا ہے، بلکہ اس کے مقابلے میں کھڑا ہو کر رب ہونے کا دعویٰ کر بیٹھتا ہے۔

اَلسَّاعَةُ يُقۡسِمُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۙ مَا لَبِثُوۡا غَيۡرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوۡا

اَلسَّاعَةُ	يُقۡسِمُ	الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۙ	مَا	لَبِثُوۡا	غَيۡرَ	سَاعَةٍ ؕ	كَذٰلِكَ	كَانُوۡا
قیامت	قسم کھائیں گے	جرم کرنے والے	نہیں	ٹھہرے وہ	علاوہ	ایک گھڑی کے	اسی طرح	تھے وہ

قائم ہو گی، مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی سے زیادہ نہ رہے تھے، اِسی طرح وہ

يُؤۡفَكُوۡنَ ۞۵۵ وَقَالَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَالۡاِيۡمَانَ لَقَدۡ لَبِثۡتُمۡ فِىۡ كِتٰبِ

يُؤۡفَكُوۡنَ ۞۵۵	وَ	قَالَ	الَّذِيۡنَ	اُوۡتُوا	الۡعِلۡمَ	وَالۡاِيۡمَانَ	لَقَدۡ	لَبِثۡتُمۡ	فِىۡ	كِتٰبِ
بہکے جاتے	اور	کہا	ان لوگوں نے جو	دیئے گئے	علم	اور ایمان	البتہ یقیناً	تم ٹھہرے رہے	بیچ	کتاب کے

بہکے جاتے تھے۔ ۵۵ اور جن لوگوں کو علم و ایمان دیا گیا تھا، وہ کہیں گے کہ تم اللہ کے لکھے ہوئے فیصلے کے مطابق دوبارہ

اللّٰهِ اِلٰى يَوۡمِ الۡبَعۡثِ ۡ فَهٰذَا يَوۡمُ الۡبَعۡثِ وَلٰـكِنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۞۵۶

اللّٰهِ	اِلٰى	يَوۡمِ	الۡبَعۡثِ ۡ	فَهٰذَا	يَوۡمُ	الۡبَعۡثِ	وَلٰـكِنَّكُمۡ	كُنۡتُمۡ	لَا	تَعۡلَمُوۡنَ ۞۵۶
اللہ کی	تک	دن	دوبارہ زندہ ہونے کے	سو یہ	دن	دوبارہ زندہ ہونے کا	اور لیکن تم	ہو	نہیں	جانتے

زندہ ہونے کے دن تک ٹھہرے رہے ہو، سو یہ ہے دوبارہ زندہ ہونے کا دن، لیکن تم لوگ جانتے نہیں ہو۔ ۵۶

فَيَوۡمَئِذٍ لَّا يَنۡفَعُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مَعۡذِرَتُهُمۡ وَلَا هُمۡ

فَيَوۡمَئِذٍ	لَّا	يَنۡفَعُ	الَّذِيۡنَ	ظَلَمُوۡا	مَعۡذِرَتُهُمۡ	وَ	لَا	هُمۡ
سو اس دن	نہیں	نفع دے گا	ان لوگوں کو	ظلم کیا انہوں نے	ان کا معذرت کرنا	اور	نہ	وہ

سو اُس دن ظلم کرنے والوں کو اُن کا معذرت کرنا کوئی فائدہ نہ پہنچائے گا اور نہ ہی اُن سے توبہ کا

يُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ۞۵۷ وَلَقَدۡ ضَرَبۡنَا لِلنَّاسِ فِىۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ كُلِّ

يُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ۞۵۷	وَ	لَقَدۡ	ضَرَبۡنَا	لِلنَّاسِ	فِىۡ	هٰذَا	الۡقُرۡاٰنِ	مِنۡ	كُلِّ
توبہ طلب کئے جائیں گے	اور	البتہ یقیناً	بیان کی ہم نے	لوگوں کیلئے	بیچ	اس	قرآن کے	سے	ہر ایک

مطالبہ کیا جائے گا۔ ۵۷ اور یقیناً اِس قرآن میں ہم نے ہر طرح کی مثال بیان

مَثَلٍ ؕ وَلَئِنۡ جِئۡتَهُمۡ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوۡلَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا

مَثَلٍ ؕ	وَ	لَئِنۡ	جِئۡتَهُمۡ	بِاٰيَةٍ	لَّيَقُوۡلَنَّ	الَّذِيۡنَ	كَفَرُوۡۤا	اِنۡ	اَنۡتُمۡ	اِلَّا
مثال	اور	البتہ اگر	تُو لے آئے ان کے پاس	کوئی نشانی	البتہ ضرور کہیں گے	وہ لوگ	کفر کیا انہوں نے	نہیں	تم	مگر

کر دی ہے، اور اگر آپ اُن کے پاس کوئی معجزہ لیکر آئیں گے تو کافر ضرور کہیں گے کہ تم لوگ تو

۵۵ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن مجرموں کے قسم کھانے کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ انہیں تو دنیا میں ایک گھنٹے گھڑی سے زیادہ رہنے کا وقت ہی نہیں ملا اور وہ بھی پلک جھپکنے میں گزر گیا، حالانکہ ساٹھ ستر سال کی زندگی ایک معقول مدت ہوتی ہے جس میں اگر انسان کچھ کرنا چاہے تو بآسانی کر سکتا ہے لیکن جو لوگ دنیا میں بہکے رہے، وہ آج بھی بہکی بہکی باتیں کریں گے۔

۵۶ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کے برعکس اہل علم اور اہل ایمان کی حقیقت پسندی بیان کی گئی ہے کہ وہ قیامت کے دن مجرموں کی تردید کریں گے اور ان پر ان کی قسموں کا جھوٹا اور غلط ہونا واضح کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ دیا تھا کہ تمہیں دوبارہ زندہ ہونے کے دن تک دنیا میں رہنا ہے، پھر جب دوبارہ زندہ ہونے کا دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ تمہیں زندہ کر کے کھڑا کر دے گا، آج کا دن وہی دن ہے، لہٰذا تمہارا یہ کہنا غلط ہے کہ تمہیں دنیا میں کام کرنے کا وقت ہی نہیں ملا، بلکہ تمہیں بھرپور موقع فراہم کیا گیا لیکن تم خود ہی نہیں سنبھلے، اب اس وقت لاعلمی اور جہالت کی باتیں کرتے ہو۔

۵۷ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کے معذرت یا توبہ کرنے کے پہلو کو مسترد اور غیر نفع بخش قرار دیا گیا ہے، چنانچہ اگر وہ قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں معذرت کرنا چاہیں یا معافی کی درخواست کریں تو اس سے انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا، اسی طرح اُس وقت ان سے یہ بھی مطالبہ نہیں کیا جائیگا کہ چلو، اب توبہ کر لو، کیونکہ اس وقت تو سب لوگ ہی توبہ کرنے کیلئے تیار ہو جائیں گے، پھر ایمان بالغیب تو نہیں رہے گا جس کا مکلف اہل دنیا کو بنایا گیا ہے، اس لیے اُس وقت نہ توبہ قبول ہوگی اور نہ اس کا مطالبہ کیا جائے گا۔

مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾

مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾	كَذٰلِكَ	يَطْبَعُ	اللّٰهُ	عَلٰى	قُلُوْبِ	الَّذِيْنَ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾
باطل پرست لوگ	اسی طرح	مہر لگا دیتا ہے	اللہ	پر	دلوں کے	ان لوگوں کے جو	نہیں	جانتے

باطل پرست ہو۔ ﴿۵۸﴾ اسی طرح اللہ اُن لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے جو جانتے نہیں۔ ﴿۵۹﴾

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

فَاصْبِرْ	اِنَّ	وَعْدَ	اللّٰهِ	حَقٌّ	وَّ	لَا	يَسْتَخِفَّنَّكَ	الَّذِيْنَ	لَا	يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾
سو صبر کر	بیشک	وعدہ	اللہ کا	برحق	اور	نہ	پھسلا دیں تجھے	وہ لوگ جو	نہیں	یقین رکھتے

سو آپ صبر کیجئے، بیشک اللہ کا وعدہ برحق ہے، کہیں آپ کو وہ لوگ ہلکا نہ کریں جو یقین نہیں رکھتے۔ ﴿۶۰﴾

اٰيَاتُهَا ۳۴ (۳۱) سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ (۵۷) رُكُوْعَاتُهَا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ هُدًى وَّرَحْمَةً

الٓمّٓ ﴿۱﴾	تِلْكَ	اٰيٰتُ	الْكِتٰبِ	الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾	هُدًى	وَّ	رَحْمَةً
الٓمّٓ	وہ	آیتیں	کتاب کی	حکمت والی	سراپا ہدایت	اور	رحمت

الٓمّٓ ﴿۱﴾ یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ ﴿۲﴾ جو کہ نیکی کرنے والوں کیلئے سراپا ہدایت

لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ

لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳﴾	الَّذِيْنَ	يُقِيْمُوْنَ	الصَّلٰوةَ	وَ	يُؤْتُوْنَ	الزَّكٰوةَ	وَ	هُمْ
نیکوکاروں کیلئے	وہ لوگ جو	قائم کرتے ہیں	نماز	اور	ادا کرتے ہیں	زکوۃ	اور	وہ

و رحمت ہے۔ ﴿۳﴾ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ

بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ

بِالْاٰخِرَةِ	هُمْ	يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾	اُولٰٓئِكَ	عَلٰى	هُدًى	مِّنْ	رَّبِّهِمْ	وَ	اُولٰٓئِكَ
آخرت کا	وہی	یقین رکھتے ہیں	وہی لوگ	پر	ہدایت کے	سے	اپنے رب کے	اور	وہ لوگ

آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ ﴿۴﴾ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی

﴿۵۸﴾ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کے ایک خاص اسلوب اور مشرکوں کے رویے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، قرآن کریم کا اسلوب یہ ہے کہ وہ اپنی بات لوگوں کے ذہنوں میں بٹھانے کیلئے ہر طرح کا اسلوب اختیار کرتا ہے، کبھی عام فہم دلائل کے ذریعے، کبھی گزشتہ اقوام کے حالات و واقعات کے ذریعے، کبھی مظاہر قدرت کی تفصیلات کے ذریعے اور کبھی مختلف مثالوں کے ذریعے بات کو واضح کرتا ہے، لیکن جن لوگوں کے دلوں پر مہر لگ چکی ہو، ان کے سامنے ہزاروں معجزات بھی پیش کر دیئے جائیں تب بھی وہ اسے باطل اور جھوٹ ہی قرار دیں گے۔ ﴿۵۹﴾ اس آیت مبارکہ میں مجرموں اور جاہلوں کے دلوں پر مہر لگانے کا ذکر کیا گیا ہے، اس مہر کے حوالے سے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۷ میں مناسب کلام کیا گیا ہے، ایک نظر اُس پر ڈال لی جائے۔ ﴿۶۰﴾ اس آیت مبارکہ میں ایک حکم اور ایک وعدہ کیا گیا ہے، دونوں میں روئے سخن نبی اکرم ﷺ کی طرف ہے، حکم یہ کہ آپ پہلے کی طرح صبر و تحمل کا مظاہرہ فرمائیں، ثابت قدمی کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں نبھاتے رہیں اور دل برداشتہ نہ ہوں اور وعدہ یہ کہ آخرت کے یقین سے محروم لوگ اللہ کے سچے اور برحق وعدے کو ٹال نہیں سکتے، وہ آپ کے قدموں میں ڈگمگاہٹ اور لغزش بھی پیدا نہیں کر سکتے اور آپ کی شان رفیع کو ہلکا اور پست بھی نہیں کر سکتے، یہ لوگ اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا لیں، اللہ کا وعدہ سچا اور برحق ہے، وہ آپ کو فتح و نصرت سے ضرور ہم کنار فرمائے گا۔

ع ۶ ۷ ۹

الحمد للہ! آج مؤرخہ ۱۱ دسمبر ۲۰۱۸ء بروز منگل سورۂ روم کے مختصر حواشی سے فراغت ہوئی، عنقریب سورۂ لقمان شروع ہوگی انشاء اللہ

سورۃ لقمان: سورۃ لقمان مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۲۱۱۵، کلمات ۵۴۸، آیات ۳۴ اور رکوعات ۴ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ۱۲ میں لقمان کا نام آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ لقمان رکھا گیا، بیشتر علماء کے نزدیک حضرت لقمان نبی نہیں تھے، البتہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت و دانائی کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا اس لیے وہ حکیم لقمان کے نام سے زیادہ مشہور ہیں، اس سورت کا مرکزی عنوان نور ہدایت سے استفادہ کرنے والوں کا بیان ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں قرآن نے ''المحسنین'' کے خطاب سے نوازا ہے، سورت کے آغاز میں قرآن کریم کو ایک آئینی اور دستوری ضرورت کے طور پر پیش کیا گیا ہے، اس کے مقابلے میں رستم اور اسفند یار کے قصے ''لہوالحدیث'' سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے مقامات بیان کر کے تقاضا کیا گیا ہے کہ اگر تمہارے فرضی معبود ایسا کچھ کر سکتے ہیں تو پیش کرو، پھر حکیم لقمان کی اپنے صاحبزادے کو بیش بہا نصیحتوں کا ذکر کیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اولاد کی شروع سے ہی بہترین تربیت والدین کی ذمہ داری ہے، تا کہ ان کا عقیدہ اور عقیدت دونوں محفوظ رہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا حوالہ دیکر کفار اور مشرکین کی اس دلیل کا جواب دیا گیا ہے کہ ہم نے تو اپنے آباؤ اجداد کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا ہے، اگر ان کے آباؤ اجداد جہنم کی طرف بلا رہے ہوں تب بھی یہ لوگ ان کی اندھی تقلید کریں گے؟ آخر میں پانچ چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا حقیقی علم اور ان پر حقیقی اختیار صرف اور صرف اللہ کا ہے، انسان وسائل کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ وسائل کے بغیر ان پر کلی اختیار رکھتا ہے، اس لیے اگر انسان محدود دائرے میں ان چیزوں سے واقفیت حاصل کر لے تو اس کا علم حق تعالیٰ کے برابر نہ ہو جائے گا۔

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ

هُمُ	الْمُفْلِحُوْنَ ۝	وَ	مِنَ	النَّاسِ	مَنْ	يَّشْتَرِيْ	لَهْوَ	الْحَدِيْثِ
وہی	کامیاب ہونے والے	اور	سے	لوگوں کے	وہ جو	خریدتا ہے	تماشا	باتوں کا

لوگ کامیاب ہیں۔ ۵ اور لوگوں میں سے ایک وہ بھی ہے جو کھیل تماشے کی باتیں خریدتا ہے

لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

لِيُضِلَّ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	بِغَيْرِ	عِلْمٍ	وَّيَتَّخِذَهَا	هُزُوًا	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ
تاکہ گمراہ کرے	سے	راستے	اللہ کے	بغیر	علم کے	اور پکڑ لیتا ہے اسے	مذاق	وہی لوگ	ان کیلئے

تاکہ بغیر علم کے اللہ کی راہ سے لوگوں کو گمراہ کرے، اور اُسے مذاق بنالے، انہی لوگوں کیلئے

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۶ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ

عَذَابٌ	مُّهِيْنٌ ۝	وَ	اِذَا	تُتْلٰى	عَلَيْهِ	اٰيٰتُنَا	وَلّٰى	مُسْتَكْبِرًا	كَاَنْ	لَّمْ
عذاب	رسوا کن	اور	جب	تلاوت کی جاتی ہے	اس پر	ہماری آیتوں کی	پیٹھ پھیر لیتا ہے	تکبر کرتے ہوئے	گویا کہ	نہیں

رسوا کن عذاب ہے۔ ۶ اور جب اُس کے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ تکبر کی وجہ سے اِس طرح پیٹھ پھیر لیتا ہے کہ گویا اُس نے

يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۷ اِنَّ الَّذِيْنَ

يَسْمَعْهَا	كَاَنَّ	فِيْٓ	اُذُنَيْهِ	وَقْرًا	فَبَشِّرْهُ	بِعَذَابٍ	اَلِيْمٍ ۝	اِنَّ	الَّذِيْنَ
سنا اس نے اسے	گویا کہ	بیچ	اس کے کانوں کے	بوجھ	سو خوشخبری دیدے اسے	عذاب کی	دردناک	بیشک	جو لوگ

سنا ہی نہیں، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے کانوں میں بوجھ ہے، سو آپ اُسے دردناک عذاب کی خوشخبری دیدیجئے۔ ۷ بیشک وہ لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝۸ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ

اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	لَهُمْ	جَنّٰتُ	النَّعِيْمِ ۝	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا
ایمان لائے	اور	عمل کئے انہوں نے	اچھے	ان کیلئے	باغات	نعمتوں کے	ہمیشہ رہنے والے	اُنمیں

جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے، اُن کیلئے نعمتوں کے باغات ہیں۔ ۸ وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے،

وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۹ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ

وَعْدَ	اللّٰهِ	حَقًّا	وَ	هُوَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ۝	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	بِغَيْرِ	عَمَدٍ
وعدہ ہے	اللہ کا	برحق	اور	وہ	غالب	حکمت والا	پیدا کیا اس نے	آسمانوں کو	بغیر	ستون کے

یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے، اور وہ غالب، حکمت والا ہے۔ ۹ اُس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے پیدا کیا

= مبارکہ میں قرآن کریم کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ نیکی کے راستے پر چلنے والوں کیلئے سراپا ہدایت ہے، اس سے بڑھ کر کتاب ہدایت پوری دنیا میں کوئی نہیں ہے اور دوسری یہ کہ وہ سراپا رحمت ہے، جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں، اس کی تلاوت کرتے اور اس پر عمل کرتے ہیں، ان کیلئے قرآن کریم جسمانی رحمت کا ذریعہ بھی ہے اور روحانی مرکزِ رحمت و عنایت بھی ہے۔ ۴ اس آیتِ مبارکہ میں نیک لوگوں کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں، دوسری یہ کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور تیسری یہ کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں، ان صفات پر سورۂ بقرہ کے بالکل آغاز میں کلام ہو چکا ہے، ایک نظر اس پر ڈال لی جائے۔ ۵ اس آیت مبارکہ میں نیک لوگوں کی ایک فوری جزا اور ایک بعد میں آنے والی جزا بیان کی گئی ہے، فوری جزا یہ کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ایسے لوگوں کو ہدایت سے سرفراز فرما دیتا ہے اور بعد میں آنے والی جزا یہ کہ قیامت کے دن ان لوگوں کو "کامیاب" قرار دیا جائیگا، چنانچہ یہ لوگ تصدیق شدہ کامیاب ہوں گے اور اس کے بعد کبھی ناکام نہ ہوں گے، چونکہ اصل کامیابی یہی ہے اس لیے دنیوی امتحانات میں کامیابی یا ناکامی کو معیار قرار نہیں دیا گیا۔ ۶ اس آیتِ مبارکہ کا نزول تو نضر بن حارث کے حوالے سے ہوا ہے جو سرداران قریش میں سے تھا، اسے اسلام سے سخت عداوت تھی، وہ ایک مرتبہ بہت سے مشہور پہلوانوں اور بادشاہوں کے واقعات پر مشتمل کتابیں بیرون ملک سے خرید کر لایا، ایک گانے بجانے والی باندی بھی تیار کی، ان چیزوں میں آزاد مزاج اور عام لوگوں کیلئے بڑی دلچسپی کا سامان ہے، ایسے موقع پر اگر شراب و کباب بھی دستیاب ہو جائیں تو انسان اسی کو دنیا میں جنت کا نمونہ سمجھنے لگتا ہے، ویسے بھی ان چیزوں میں کانوں، آنکھوں اور پیٹ کی لذت ہوتی ہے، عمل کی نہ تو کوئی تاکید ہوتی ہے اور نہ ضرورت، یہی وجہ ہے کہ نضر بن حارث کو اپنا یہ ہتھکنڈا کامیاب ہونے کی توقع تھی، اس کا خیال تھا کہ اسلام قبول کرنے والے مخلص لوگ ان چیزوں سے متاثر ہو کر اسلام سے برگشتہ ہو جائیں گے لیکن اسلام کا نشہ ایسا نہیں ہے جو ان شیطانی حرکتوں اور تدبیروں سے اتر جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ ایک آیت نازل فرما کر ہمیشہ کیلئے اُس کا اور اُس جیسے لوگوں کا سدِباب فرما دیا، اب تا صبح قیامت جو لوگ دوسروں کو بہکانے کیلئے کوئی ایسی بات یا عمل کریں گے جس کا مقصد لوگوں کو اللہ اور اس کے پیغمبر اور ان کے احکامات سے دور کرنا ہو، قرآن کریم کے مقابلے میں کوئی نیا کلام پیش کر کے قرآن کی اہمیت اور افادیت کو کم کرنا ہو، یہ آیت اُن کیلئے رسوا کن عذاب کی وعید بنتی رہے گی اور نضر بن حارث کے علاوہ بھی اس طرح کی مذموم تدبیریں کرنے والوں کو یہ آیت شامل ہوگی۔ ۷ اس آیتِ مبارکہ میں لوگوں کو اللہ اور اس کے ذکر سے دور کر کے لہو و لعب میں مشغول کرنے والوں کے غرور و تکبر کا بیان کیا گیا ہے کہ یہ ایسے متکبر لوگ ہیں کہ قرآن کریم کی تلاوت سن کر بھی اَن سنی کر دیتے ہیں، ایسے بہرے بن جاتے ہیں گویا کہ کانوں میں روئی ٹھونسی ہوئی ہے اور انہیں کچھ سنائی ہی نہیں دیتا، ایسے لوگ خوش ہو جائیں کہ ان کیلئے نہایت دردناک قسم کا عذاب تیار کیا گیا ہے اور عنقریب وہ اس کے مزے لوٹیں گے۔ ۸ اس آیتِ مبارکہ میں اُن لوگوں کیلئے نعمتوں اور راحتوں کے باغات کا وعدہ کیا گیا ہے جو ایمان لے آئے اور عمل صالح کی پونجی اپنے پاس جمع کر لی، یوں سمجھئے کہ جنت کی کنجی ایمان ہے اور کنجی کے دندانے اعمال صالحہ ہیں، سو جس کے پاس کنجی ہو اور اس پر دندانے بھی ہوں وہ تالے میں اسے لگائے اور کھول کر اپنے باغ میں داخل ہو جائے۔ ۹ اس آیت مبارکہ میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ ایک مرتبہ جنت میں داخل ہونے کے بعد کسی کو وہاں سے نکالا نہ جائے گا، وہ ہمیشہ وہاں رہے گا، دوسری یہ کہ یہ اللہ کا وعدہ ہے، اور اللہ کا وعدہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے، وہ اپنے وعدے کے خلاف کبھی نہیں کرتا، اور تیسرا یہ کہ اللہ اپنے ہر ارادے اور وعدے میں غالب ہے، کوئی اُس کے ارادے اور وعدے میں حائل نہیں ہو سکتا، اور وہ حکیم بھی ہے اس لیے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے۔

تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ

تَرَوْنَهَا	وَ	اَلْقٰى	فِى	الْاَرْضِ	رَوَاسِىَ	اَنْ	تَمِيْدَ بِكُمْ	وَبَثَّ	فِيْهَا	مِنْ	كُلِّ
تم دیکھتے ہو اسے	اور	رکھ دیئے	بیچ	زمین کے	پہاڑ	یہ کہ	ہلنے لگے تمہارے ساتھ	اور بکھیرے	اسمیں	سے	ہر ایک

جنہیں تم دیکھ سکو، اور زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے تاکہ وہ تمہیں لیکر ڈانواں ڈول نہ ہو، اور اس میں ہر قسم کے چوپائے

دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝۱۰

دَآبَّةٍ ؕ	وَ	اَنْزَلْنَا	مِنَ	السَّمَآءِ	مَآءً	فَاَنْۢبَتْنَا	فِيْهَا	مِنْ	كُلِّ	زَوْجٍ	كَرِيْمٍ ۝
چوپایہ	اور	اتارا ہم نے	سے	آسمان کے	پانی	سو اگایا ہم نے	اسمیں	سے	ہر ایک	جوڑا	عمدہ

بکھیر دیئے، اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر زمین میں ہر قسم کے بہترین جوڑے پیدا کیے۔ ۱۰

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ

هٰذَا	خَلْقُ	اللّٰهِ	فَاَرُوْنِىْ	مَاذَا	خَلَقَ	الَّذِيْنَ	مِنْ	دُوْنِهٖ ؕ	بَلِ
یہ	پیدا کیا ہوا	اللہ کا	تو دکھاؤ تم مجھے	کیا ہے وہ جو	پیدا کیا	ان لوگوں نے جو	سے	اس کے علاوہ	بلکہ

یہ تو اللہ کی تخلیق ہے، سو تم مجھے وہ بھی تو دکھاؤ جو غیر اللہ نے پیدا کیا ہو، بلکہ

الظّٰلِمُوْنَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۱ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ

الظّٰلِمُوْنَ	فِىْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ۝	وَ	لَقَدْ	اٰتَيْنَا	لُقْمٰنَ	الْحِكْمَةَ	اَنِ	اشْكُرْ
ظلم کرنے والے	بیچ	گمراہی کے	کھلی	اور	البتہ یقیناً	ہم نے دی	لقمان کو	حکمت	کہ	شکر کر

ظالم لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہیں۔ ۱۱ اور یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی کہ اللہ کا

لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ

لِلّٰهِ ؕ	وَ	مَنْ	يَّشْكُرْ	فَاِنَّمَا	يَشْكُرُ	لِنَفْسِهٖ ۚ	وَ	مَنْ	كَفَرَ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	غَنِىٌّ
اللہ کا	اور	جو کوئی	شکر کرے	تو وہ صرف	شکر کرے گا	اپنی جان کیلئے	اور	جو کوئی	ناشکری کرے	تو بیشک	اللہ	بے نیاز

شکر ادا کرو، اور جو شخص شکر کرے گا، وہ اپنے فائدے کیلئے ہی شکر کرے گا، اور جو شخص ناشکری کرے گا تو بیشک اللہ بے نیاز،

حَمِيْدٌ ۝۱۲ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَىَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ

حَمِيْدٌ ۝	وَ	اِذْ	قَالَ	لُقْمٰنُ	لِابْنِهٖ	وَ	هُوَ	يَعِظُهٗ	يٰبُنَىَّ	لَا	تُشْرِكْ	بِاللّٰهِ ؕ
قابل تعریف	اور	جب	کہا	لقمان نے	اپنے بیٹے کو	اور	وہ	نصیحت کر رہا تھا اسے	پیارے بیٹے	مت	شریک کر	ساتھ اللہ کے

قابل تعریف ہے۔ ۱۲ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا،

ع ۱۱ ۱۰

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۰ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی قدرت کی پانچ نشانیاں اور اس کی پانچ صفات بیان کی گئی ہیں جن میں سے پہلی تین غائب کے صیغے کے ساتھ ہیں اور آخری دو متکلم کے صیغے کے ساتھ، پہلی یہ کہ اللہ نے اتنی بڑی چھت کسی ستون اور سہارے کے بغیر تان دی اور اس نیلگوں آسمان کا سایہ تم پر ڈال دیا، کیا اللہ کے علاوہ کسی میں اس کی قدرت ہے؟ دوسری یہ کہ اُس نے زمین کو ہلنے سے روکنے کیلئے اس پر مضبوط پہاڑ گاڑ دیئے، جیسے کسی چیز کو کیل ٹھونک کر مضبوط کر دیا جاتا ہے، تیسری یہ کہ زمین میں مختلف اقسام اور نسل کے جانوروں کو اس نے پھیلا دیا، جن میں سے ہر ایک کا رنگ اور آواز دوسرے سے مختلف ہے، بعض کی نسل نایاب ہے اور بعض فراوانی کے ساتھ پائے جاتے ہیں، چوتھی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا، پانچویں یہ کہ اس نے پانی کو زمین کی تہہ اور سینے میں پہنچا کر اس سے انسان کی خوراک کا بندوبست کیا، چنانچہ زمین اپنی پیداوار لیکر آتی ہے، بہترین خوراک، پھول اور پھل، میوہ جات، عمدہ اور لذیذ قسم کی خوش رنگ چیزیں، کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور یہ کام کر سکتا ہے؟

۱۱ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکوں اور بت پرستوں سے تقاضا کیا گیا ہے کہ اللہ کی قدرت، کاریگری اور تخلیق کی وسعت تو تم نے پڑھ اور سن لی اور اسے دیکھتے بھی ہو، اب تمہیں چاہئے کہ اپنے معبودوں کی بھی تو کوئی کاریگری اور تخلیق کا کوئی نمونہ لیکر آؤ، تاکہ پتہ چلے کہ وہ کتنے پانی میں ہیں اور انہوں نے کیا کارہائے نمایاں سر انجام دیئے ہیں؟ قیامت آجائے گی لیکن وہ اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکیں گے، دراصل یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں اور کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور انہیں اس سے نکلنا نصیب نہیں ہو رہا۔

۱۲ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت لقمان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے حکمت عطا کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے جس میں سب سے پہلے شکر کا ذکر کیا گیا ہے، معلوم ہوا کہ "حکمت" کا پہلا زینہ شکر ہے، اگر انسان میں شکر کرنے کا وصف اور جذبہ موجود نہیں ہے تو وہ "حکیم" نہیں ہے، خواہ دنیا اسے کتنا ہی دانا اور عقلمند سمجھے، نیز شکر کا فائدہ بھی خود انسان کو ہوتا ہے کہ اس کی نعمتوں میں مزید اضافہ ہوتا ہے اور بلائیں ٹلتی ہیں اور اگر وہ ناشکری کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اللہ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، وہ ہمیشہ سے بے نیاز اور قابل تعریف ہے، خواہ کوئی اس کا شکر ادا کرے یا نہ کرے، جہاں تک تعلق ہے حکیم لقمان کا تو مؤرخین نے انہیں عاد ثانیہ کا ایک عرب نژاد اور نیک بادشاہ قرار دیا ہے، جو کہ حضرت ہود علیہ السلام کے پیروکار تھے، یہ بات غلط طور پر مشہور ہو گئی ہے کہ وہ حبشی تھے، درست یہ ہے کہ نہ تو وہ افریقہ کے رہنے والے تھے اور نہ ہی وہ غلام تھے، ان کی نبوت کے متعلق سورت کی ابتداء میں لکھا جا چکا ہے۔

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝١٣ وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ ج

إِنَّ	الشِّرْكَ	لَظُلْمٌ	عَظِيمٌ ۝	وَوَصَّيْنَا	الْإِنسَانَ	بِوَالِدَيْهِ
بیشک	شرک	البتہ ظلم	بہت بڑا	اور تاکید کی ہم نے	انسان کو	ساتھ اس کے والدین کے

کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ ۝١٣ اور ہم نے انسان کو اُس کے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی،

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي

حَمَلَتْهُ	أُمُّهُ	وَهْنًا	عَلَىٰ	وَهْنٍ	وَ	فِصَالُهُ	فِي	عَامَيْنِ	أَنِ	اشْكُرْ لِي
اسے اٹھایا	اس کی ماں نے	کمزوری میں	پر	کمزوری کے	اور	اس کا دودھ چھڑانا	بیچ	دو سال کے	کہ	شکر کر میرا

اُسے اُس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کر کے پیٹ میں اٹھایا، اور دو سال میں اُس کا دودھ چھڑانا ہوا، کہ تُو میرا اور اپنے والدین کا

وَلِوَالِدَيْكَ ط إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝١٤ وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا

وَلِوَالِدَيْكَ	إِلَيَّ	الْمَصِيرُ ۝	وَ	إِن	جَاهَدَاكَ	عَلَىٰ	أَن	تُشْرِكَ	بِي	مَا
اور اپنے والدین کا	میری طرف ہی	لوٹ کر آنا	اور	اگر	مجبور کریں وہ دونوں تجھے	پر	یہ کہ	تو شریک کرے	میرے ساتھ	وہ جو

شکر گذار بن ، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ ۝١٤ اور اگر وہ تمہیں میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہرانے کیلئے مجبور کریں

لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ لا فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ز

لَيْسَ	لَكَ	بِهِ	عِلْمٌ	فَلَا	تُطِعْهُمَا	وَ	صَاحِبْهُمَا	فِي	الدُّنْيَا	مَعْرُوفًا
نہیں	تیرے لئے	اس کا	کوئی علم	تو مت	کہا مان ان دونوں کا	اور	رفاقت کر ان دونوں سے	بیچ	دنیا کے	بھلے طریقے سے

جس کا تمہیں علم نہیں تو تم اُن کی اطاعت نہ کرنا، اور دنیا میں اُن کے ساتھ بھلے طریقے سے رفاقت رکھو،

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ج ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ

وَاتَّبِعْ	سَبِيلَ	مَنْ	أَنَابَ	إِلَيَّ	ثُمَّ	إِلَيَّ	مَرْجِعُكُمْ	فَأُنَبِّئُكُم	بِمَا	كُنتُمْ
اور پیروی کر	راستے کی	اس کے جو	رجوع کرے	میری طرف	پھر	میری طرف ہی	تمہارا لوٹنا	سو میں بتادوں گا تمہیں	وہ جو	تھے تم

اور اس کے راستے کی پیروی کرو جو میری طرف رجوع کرے، پھر تمہیں میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے سو میں تمہیں بتادوں

تَعْمَلُونَ ۝١٥ يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُن

تَعْمَلُونَ ۝	يَا بُنَيَّ	إِنَّهَا	إِن	تَكُ	مِثْقَالَ	حَبَّةٍ	مِّنْ	خَرْدَلٍ	فَتَكُن
عمل کرتے	پیارے بیٹے	بیشک بات یہ ہے	اگر	ہو وہ	برابر	ایک دانے کے	سے	رائی کے	سو ہو وہ

گا جو کچھ تم کرتے رہے ۔ ۝١٥ پیارے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو، پھر وہ کسی

نصف ع

۝١٣ اس آیتِ مبارکہ میں حکیم لقمان کی اپنے بیٹے کو پہلی نصیحت ذکر کی گئی ہے، اس نصیحت کا تعلق انسان کے عقیدے سے ہے کہ بیٹا! زندگی میں کبھی شرک نہ کرنا، اس سے بڑا ظلم دنیا میں کوئی اور نہیں ہے کہ انسان اپنے رب کے ساتھ کسی غیر کو شریک ٹھہرائے، اس آیت سے جہاں شرک کی مذمت اور برائی نکلتی ہے، وہیں یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اپنی اولاد کی دینی تربیت اور اس کے عقیدے کی حفاظت کا اہتمام کرنا والدین کی ذمہ داری ہے، جو والدین اپنی اس ذمہ داری کو نبھاتے ہیں، وہ اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک پاتے ہیں، ورنہ بیٹھ کر روتے ہیں۔

۝١٤ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کو والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ ان کے شکرگزار ہونے کو ملا دیا گیا ہے، لہٰذا کوئی شخص اُس وقت تک اللہ تعالیٰ کا شکرگزار نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے والدین کا شکرگزار نہ ہو، پھر والدین میں سے بھی خصوصیت کے ساتھ والدہ کا ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ وہ ولادت کی تکلیف برداشت کرتی ہے اور ولادت کے بعد اسے اپنی چھاتی سے سیراب کرتی ہے، چونکہ یہ زمانہ پے در پے تکلیفوں اور مشقتوں سے بھرپور ہوتا ہے اور عام طور پر ماں ہی ان کی ذمہ داری اٹھاتی ہے اس لیے وہ خصوصی شکریے اور خدمت گزاری کی مستحق قرار دی گئی ہے، ورنہ جس طرح ماں اپنی ذمہ داریاں پوری کرتی ہے، اسی طرح باپ بھی اپنی ذمہ داریاں پوری کرتا ہے، وہ کما کر لاتا ہے، محنت مزدوری کرتا ہے، اولاد کی خاطر دھکے کھاتا ہے، سارا دن دھوپ، گرمی، پسینہ اور لوگوں کی باتیں برداشت کرتا ہے، رات کو تھکا ہارا گھر آتا ہے تو اولاد کے کام کاج کر کے خوش ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر ماں کے قدموں کے نیچے جنت لاکر رکھی گئی ہے تو باپ کو اس کا دروازہ قرار دیا گیا ہے تاکہ اولاد اپنے والدین میں سے ہر ایک کی فرمانبردار اور شکرگزار رہے۔

۝١٥ اس آیتِ مبارکہ میں فرقِ مراتب کا لحاظ کرنے کی تاکید کی گئی ہے، کیونکہ گزشتہ آیت میں والدین کی اہمیت اس قدر اجاگر کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے شکر کے ساتھ ان کی شکرگزاری کو ملا دیا لیکن یہاں واضح کردیا کہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ خالق کے مرتبے پر سرفراز ہوگئے اور ان کے کہنے میں آکر تم کسی حرام اور گناہ کا ارتکاب کرنے لگو، تمام تر ادب، خدمت، محبت اور شکرگزاری کے باوجود کسی ایسے کام میں ان کی اطاعت جائز نہیں ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو، اس لیے ایسے مواقع پر شائستگی اور ادب کے ساتھ ان سے معذرت کر لینی چاہیے، اپنا رخ اللہ کی طرف رکھنا چاہیے اور اس معاملے میں اللہ والوں سے رجوع کرنا چاہیے اور ان کی ہم نشینی اختیار کر کے اللہ کی بارگاہ میں حاضری کی تیاری کرنی چاہیے۔

فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

فِيْ	صَخْرَةٍ	اَوْ	فِي	السَّمٰوٰتِ	اَوْ	فِي	الْاَرْضِ	يَاْتِ	بِهَا	اللّٰهُ	اِنَّ	اللّٰهَ
بیچ	چٹان کے	یا	بیچ	آسمانوں کے	یا	بیچ	زمین کے	لے آئیگا	اسے	اللہ	بیشک	اللہ

چٹان میں ہو یا آسمانوں اور زمین میں، اللہ اُسے لے آئے گا، بیشک اللہ

لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ⑯ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ

لَطِيْفٌ	خَبِيْرٌ ⑯	يٰبُنَيَّ	اَقِمِ	الصَّلٰوةَ	وَاْمُرْ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَانْهَ	عَنِ
باریک بیں	باخبر	پیارے بیٹے	قائم کر	نماز	اور حکم دے	بھلائی کا	اور منع کر	سے

باریک بیں ، باخبر ہے۔ ⑯ پیارے بیٹے! نماز قائم کیا کرو، بھلائی کا حکم دیا کرو، برائی سے

الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ⑰

الْمُنْكَرِ	وَاصْبِرْ	عَلٰى	مَآ	اَصَابَكَ	اِنَّ	ذٰلِكَ	مِنْ	عَزْمِ	الْاُمُوْرِ ⑰
برائی کے	اور صبر کر	پر	وہ جو	تجھے پہنچے	بیشک	وہ	سے	ہمت کے	کاموں میں

روکا کرو، اور تمہیں جو مصیبت پہنچے اُس پر صبر کیا کرو، بیشک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ ⑰

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

وَ	لَا	تُصَعِّرْ	خَدَّكَ	لِلنَّاسِ	وَ	لَا	تَمْشِ	فِي	الْاَرْضِ	مَرَحًا	اِنَّ	اللّٰهَ
اور	مت	پھلا	اپنا گال	لوگوں کیلئے	اور	مت	چل	بیچ	زمین کے	اکڑ کر	بیشک	اللہ

اور لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلایا کرو، اور زمین میں اِتراتے ہوئے مت چلا کرو، بیشک اللہ

لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ⑱ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ

لَا	يُحِبُّ	كُلَّ	مُخْتَالٍ	فَخُوْرٍ ⑱	وَاقْصِدْ	فِيْ	مَشْيِكَ	وَاغْضُضْ	مِنْ
نہیں	پسند کرتا	ہرایک	متکبر	شیخی خورے کو	اور میانہ روی کر	بیچ	اپنی چال کے	اور پست رکھ	سے

کسی متکبر، شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا۔ ⑱ اور اپنی چال میں میانہ روی پیدا کرو، اورا پنی آواز کو

صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ⑲ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ

صَوْتِكَ	اِنَّ	اَنْكَرَ	الْاَصْوَاتِ	لَصَوْتُ	الْحَمِيْرِ ⑲	اَلَمْ	تَرَوْا	اَنَّ
اپنی آواز	بیشک	سب سے بری	آوازوں میں	البتہ آواز	گدھے کی	کیا نہیں	دیکھا تم نے	کہ بیشک

پست رکھا کرو، کیونکہ سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہوتی ہے۔ ⑲ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ

ع ۲ ۸ ۱۱

⑯ اس آیت مبارکہ میں حکیم لقمان کی ایک اور نصیحت ذکر کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تمہارا ہر عمل اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا اور اس پر ثواب یا عذاب کا فیصلہ کیا جائیگا خواہ تمہارا کوئی عمل نہایت مختصر یہاں تک کہ رائی کے دانے کے برابر ہو، نہ تو وہ اللہ کی نگاہوں سے مخفی ہے اور نہ وہ جزا و سزا کے عمل سے الگ رکھا جائیگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک سے اور اس کے اعمال سے خوب باخبر ہے اور وہ اس قدر باریک بین ہے کہ اگر تم نے کوئی عمل کسی پہاڑ کی کھوہ میں چھپ کر کیا ہو یا زمین کی تہہ میں اتر کر یا آسمان کی بلندیوں پر چڑھ کر تم نے کوئی کام کیا ہو، اللہ کی نگاہوں سے وہ بھی مخفی نہیں ہے، اللہ اسے بھی لا کر حاضر کر دے گا، یہ ضروری نہیں ہے کہ عمل صرف گناہ کا ہی ہو، بلکہ عام ہے، نیکی اور گناہ دونوں کو شامل ہے، لہٰذا نیکی یا گناہ کا جو کام بھی کرو، یہ سوچ لو کہ اللہ کے سامنے اس کی پیشی اور جواب دہی ہوگی، کیا تم اس کا جواب دے سکو گے؟ ⑰ اس آیت مبارکہ میں حکیم لقمان کی چار نصیحتیں ذکر کی گئی ہیں اور ان کاموں کو ہمت کے کاموں میں سے قرار دیا گیا ہے، پہلا کام نماز قائم کرنا ہے، گویا نماز کا حکم صرف اِس امت کو نہیں دیا گیا، پہلی امتوں کو بھی اس کا پابند کیا گیا تھا، البتہ یہ ممکن ہے کہ اس کی صورت اور اس کے اوقات مختلف ہوں، دوسرا کام امر بالمعروف ہے، یعنی خود نیکی کرنا کافی نہیں، بلکہ نیکی کو فروغ دینے کیلئے اپنا کردار ادا کرنا بھی ضروری ہے تا کہ معاشرے میں نیکی کی فضا قائم ہو سکے، تیسرا کام نہی عن المنکر ہے، یعنی خود گناہ سے بچنا کافی نہیں ہے، بلکہ معاشرے سے گناہ کی آلودگی اور گندگی کو دور کرنا بھی ضروری ہے، البتہ یہ دیکھ لینا چاہئے کہ گناہ سے روکنے کی تدبیر طاقت کا استعمال ہے یا زبان سے روکنا کافی ہے یا دل میں اسے برا سمجھنا زیادہ مناسب ہے اور چوتھا حکم پیش آمدہ مصائب، تکالیف اور بیماریوں پر صبر کرنا ہے، دین پر عمل کرنے اور اس کی دعوت و ترغیب کے سلسلے میں تکلیف دہ صورتحال کا سامنا ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، انسان کی ثابت قدمی اور اولوالعزمی یہ ہے کہ اس پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرے، جزع فزع نہ کرے۔ ⑱ اس آیت مبارکہ میں دو نہی اور ایک خبر جمع کی گئی ہے، پہلی نہی کا تعلق لوگوں کے ساتھ بے رخی، بے توجہی اور نامناسب رویے سے ہے، اس کیلئے "لاتصعر" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو کہ "صعر" سے نکلا ہے، اس کا اطلاق اس بیماری پر ہوتا ہے جس میں چہرہ پھر جاتا ہے جیسے کسی انسان کو "لقوہ" کا عارضہ لاحق ہو جائے، اس اعتبار سے آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ لوگوں سے بے رخی اور بے مروتی کے ساتھ مت پیش آیا کرو، کیونکہ اس سے دوسروں کی تحقیر ہوتی ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان خود کو بہت بڑا سمجھتا ہے، یہی تکبر ہے جو اللہ کو ناپسند ہے، دوسری نہی کا تعلق زمین پر اکڑ کر اور اترا کر چلنے کے ساتھ ہے، اکڑ کر چلنے سے انسان بڑا نہیں ہو جاتا، البتہ سینہ پھلانے کی وجہ سے بعض اوقات نیچے پڑا ہوا چھلکا نظر نہیں آتا اور انسان کا پاؤں پھسل جاتا ہے، جبکہ خبر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور شیخی خورے لوگوں کو پسند نہیں کرتا، اسی وجہ سے لوگ بھی ان کی دل سے عزت نہیں کرتے۔ ⑲ اس آیت مبارکہ میں دو امر اور ایک خبر جمع کی گئی ہے، پہلا امر یہ کہ اپنی چال میں میانہ روی پیدا کرو، نہ بہت تیز چلو کہ سانس پھول جائے اور پسینے میں شرابور ہو جاؤ اور نہ بہت آہستہ کہ بیمار اور مریل لگنے لگو، دوسرا امر یہ کہ اپنی آواز پست رکھا کرو، اونچی آواز سے چلانا کوئی کمال نہیں ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آواز اتنی پست کر لی جائے کہ مخاطب کو سنائی ہی نہ دے، بلکہ اس میں بھی میانہ روی پیدا کرنی چاہیے، اور خبر یہ دی گئی ہے کہ اونچی آواز میں تو گدھا چلاتا ہے اور اس کی آواز سننے والے کے کانوں پر گراں گزرتی ہے، اب تم خود فیصلہ کر لو کہ اونچی آواز میں چلانا چاہئے یا نہیں؟

اَللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ

اَللّٰہَ	سَخَّرَ	لَکُمْ	مَّا	فِی	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِی	الْاَرْضِ	وَ	اَسْبَغَ	عَلَیْکُمْ
اللہ نے	تابع فرمان کردیا	تمہارے لئے	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے	اور	وہ جو	بیچ	زمین کے	اور	بہادی اس نے	تم پر

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اللہ نے وہ تمہاری خدمت میں لگا دیا ہے، اور اُس نے اپنی ظاہری

نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّبَاطِنَۃً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ

نِعَمَہٗ	ظَاہِرَۃً	وَّ	بَاطِنَۃً ؕ	وَ	مِنَ	النَّاسِ	مَنْ	یُّجَادِلُ	فِی	اللّٰہِ	بِغَیْرِ	عِلْمٍ
اپنی نعمتیں	ظاہری	اور	باطنی	اور	سے	لوگوں کے	وہ جو	جھگڑا کرتا ہے	بیچ	اللہ کے	بغیر	علم کے

اور باطنی نعمتیں تم پر بہا دی ہیں، اور لوگوں میں سے ایک وہ بھی ہے جو اللہ کے متعلق کسی علم، ہدایت اور روشن کتاب کے

وَّلَا ہُدًی وَّلَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قِیْلَ لَہُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا

وَّ	لَا	ہُدًی	وَّ	لَا	کِتٰبٍ	مُّنِیْرٍ ﴿۲۰﴾	وَ	اِذَا	قِیْلَ	لَہُمُ	اتَّبِعُوْا	مَآ	اَنْزَلَ	اللّٰہُ	قَالُوْا
اور	نہ	ہدایت	اور	نہ	کتاب	روشن	اور	جب	کہا جائے	ان سے	پیروی کرو	اس کی جو	نازل کیا	اللہ نے	کہتے ہیں وہ

بغیر ہی جھگڑا کرتا ہے۔ [۲۰] اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کی ہے، تو کہتے ہیں

بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ کَانَ الشَّیْطٰنُ یَدْعُوْہُمْ

بَلْ	نَتَّبِعُ	مَا	وَجَدْنَا	عَلَیْہِ	اٰبَآءَنَا ؕ	اَوَلَوْ	کَانَ	الشَّیْطٰنُ	یَدْعُوْہُمْ
بلکہ	ہم پیروی کریں گے	اس کی جو	ہم نے پایا	اس پر	اپنے باپوں کو	اور کیا اگر	ہوا	شیطان	انہیں دعوت دیتا

بلکہ ہم تو اُس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے، کیا اُس وقت بھی جبکہ شیطان اُنہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے

اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ یُّسْلِمْ وَجْہَہٗٓ اِلَی اللّٰہِ وَہُوَ

اِلٰی	عَذَابِ	السَّعِیْرِ ﴿۲۱﴾	وَ	مَنْ	یُّسْلِمْ	وَجْہَہٗٓ	اِلَی	اللّٰہِ	وَ	ہُوَ
طرف	عذاب کے	بھڑکتی آگ کے	اور	جو کوئی	سپرد کردے	اپنا چہرہ	طرف	اللہ کے	اور	وہ

عذاب کی طرف بلا رہا ہو؟ [۲۱] اور جو شخص اپنی ذات کو اللہ کے تابع فرمان کر دے اِس حال میں کہ وہ

مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی ؕ وَاِلَی اللّٰہِ عَاقِبَۃُ

مُحْسِنٌ	فَقَدِ	اسْتَمْسَکَ	بِالْعُرْوَۃِ	الْوُثْقٰی ؕ	وَ	اِلَی	اللّٰہِ	عَاقِبَۃُ
نیکوکار	تو یقیناً	اس نے تھام لیا	رسی کو	مضبوط	اور	طرف	اللہ کے	انجام

نیکی کرنے والا ہو، تو یقیناً اُس نے ایک مضبوط رسی کو تھام لیا، اور اللہ ہی کی طرف تمام معاملات کا

[۲۰] اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی نعمتوں پر غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے، تاکہ نعمت کے ذریعے منعم تک پہنچنا آسان ہو جائے، یہ نعمتیں زمین و آسمان میں بکھری پڑی ہیں، انسان پر ظاہری نعمتوں کی برسات برس رہی ہے اور باطنی نعمتوں کی بھی موسلا دھار بارش میں وہ نہا رہا ہے، زمین و آسمان کی ہر چیز اس کی خدمت میں لگی ہوئی ہے اور وہ ان سب کا مخدوم بن کر اُن سے اپنی خدمت کروا رہا ہے، اس پر اسے ہر لمحے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار اور فرمانبردار ہونا چاہئے، اس کے باوجود بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی وحدانیت اور اس کی صفات و کمالات کے حوالے سے جھگڑتے رہتے ہیں، کئی لوگ اس کے وجود کے ہی منکر ہیں، بہت سے لوگ اس کی وحدانیت کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں اور ایک بہت بڑی تعداد اس کی صفات و کمالات کو مخلوق کے حوالے کرنے پر اصرار کرتی ہے، حالانکہ ان کے پاس نہ تو کوئی نقلی دلیل ہے، نہ عقلی دلیل ہے اور نہ وہ کسی مستند کتاب کا حوالہ پیش کر سکتے ہیں۔

[۲۱] اس آیتِ مبارکہ میں منکرین نعمت و توحید کا اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کرنا مذکور ہے، ان لوگوں کو جب بھی شرک و بت پرستی سے روکا جاتا ہے تو یہ اپنے آباؤ اجداد کا حوالہ دیدیتے ہیں اور اسے عصبیت کا ایسا رخ دیدیتے ہیں کہ دورِ جاہلیت کی ہر پریشانی اور بے چینی کی وجہ سمجھ میں آجاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کرتے ہوئے سوال پوچھا ہے کہ اگر اُن کے آباؤ اجداد انہیں جہنم کے عذاب کی طرف بلا رہے ہوں، تب بھی یہ اُن کی بات مانیں گے؟ کیا گمراہی اور تاریکی کے معاملے میں آباؤ اجداد کی پیروی کرنی چاہیے؟ اگر آباؤ اجداد نے کفر و شرک اور گناہوں کی زندگی گزاری ہو تو کیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اولاد کو بھی اسی طرح کفر و شرک اور گناہوں کو اختیار کرنا چاہیے؟ اگر یہ معیار ہے تو پھر ہر معاملے میں والدین کو معیار بنانا چاہئے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اپنے والدین سے مختلف رہن سہن، کھانا پینا، پہننا اوڑھنا اختیار کر لیتا ہے، زندگی کے ہر نشیب و فراز میں ان سے الگ اور جدا راستہ اختیار کر لیتا ہے، وہاں اس کے والدین اس کا معیار کیوں نہیں ہوتے؟ کیا دین ایسی لاوارث چیز ہے جس کیلئے کسی عقلی اور نقلی دلیل کی ضرورت نہیں ہے؟ ان کی عقلوں کو کیا ہو گیا کہ یہ ایسے برے فیصلے کرتے ہیں؟

الْاُمُوْرِ ﴿٢٢﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۭ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

الْاُمُوْرِ﴿٢٢﴾	وَ	مَنْ	كَفَرَ	فَلَا	يَحْزُنْكَ	كُفْرُهٗ ۭ	اِلَيْنَا	مَرْجِعُهُمْ
معاملات کا	اور	جوکوئی	کفر کرے	تو نہ	غمگین کردے تجھے	اس کا کفر	ہماری طرف ہی	ان کا لوٹنا

انجام ہے۔ ﴿٢٣﴾ اور جو شخص کفر کرے تو اُس کا کفر آپ کو غمگین نہ کر دے، اُنہیں ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے

فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٢٣﴾ نُمَتِّعُهُمْ

فَنُنَبِّئُهُمْ	بِمَا	عَمِلُوْا ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيْمٌۢ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴿٢٣﴾	نُمَتِّعُهُمْ
سو ہم بتادیں گے انہیں	وہ جو	عمل کیے انہوں نے	بیشک	اللہ	خوب جاننے والا	سینوں کی باتیں	ہم انہیں فائدہ دیں گے

سو ہم اُنہیں بتادیں گے جو کچھ اُنہوں نے کیا ہوگا، بیشک اللہ سینوں کے رازوں سے بھی واقف ہے۔ ﴿٢٤﴾ ہم اُنہیں تھوڑی دیر کیلئے

قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿٢٤﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ

قَلِيْلًا	ثُمَّ	نَضْطَرُّهُمْ	اِلٰى	عَذَابٍ	غَلِيْظٍ﴿٢٤﴾	وَلَىِٕنْ	سَاَلْتَهُمْ	مَّنْ
تھوڑا سا	پھر	گھسیٹیں گے انہیں	طرف	عذاب کے	گاڑھے	اور البتہ اگر	تُو پوچھے ان سے	کون ہے

فائدہ پہنچائیں گے، پھر اُنہیں سخت عذاب کی طرف گھسیٹ کر لے جائیں گے۔ ﴿٢٥﴾ اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسانوں

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ

خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضَ	لَيَقُوْلُنَّ	اللّٰهُ ۭ	قُلِ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ ۭ	بَلْ
پیدا کیا اس نے	آسمانوں کو	اور	زمین کو	البتہ ضرور کہیں گے	اللہ	تُو کہہ	تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	بلکہ

اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، آپ فرمادیجئے کہ اللہ کا شکر ہے، بلکہ

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اَكْثَرُهُمْ	لَا	يَعْلَمُوْنَ﴿٢٥﴾	لِلّٰهِ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ
ان میں سے اکثر	نہیں	جانتے	اللہ ہی کیلئے	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے	اور	زمین کے	بیشک	اللہ

اُن میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ ﴿٢٦﴾ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، بیشک اللہ

هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ

هُوَ	الْغَنِيُّ	الْحَمِيْدُ﴿٢٦﴾	وَ	لَوْ	اَنَّ	مَا	فِي	الْاَرْضِ	مِنْ	شَجَرَةٍ	اَقْلَامٌ
وہی	بے نیاز	قابل تعریف	اور	اگر	ہو	وہ جو	بیچ	زمین کے	سے	درخت کے	قلمیں

ہی بے نیاز، قابل تعریف ہے۔ ﴿٢٧﴾ اور زمین میں جتنے بھی درخت ہیں اگر وہ قلم بن جائیں،

﴿٢٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیتے ہیں، اس کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں، نیکی کے راستے پر چلتے ہیں اور نا فرمانی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں، حقیقت میں ان کے ہاتھوں میں ایسی مضبوط رسی آ جاتی ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتی، انسان جتنی مرضی بلندی پر پہنچ جائے، صرف اپنی ہمت اور عزم جوان رکھے، رسی کو ہاتھ سے نہ چھوڑے اور بس اپنی منزل پر پہنچ جائے۔

﴿٢٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ کسی کافر کے کفر سے آپ غمگین اور پریشان نہ ہوں، ان سب نے لوٹ کر ہمارے ہی پاس آنا ہے، ہم ان کے سارے اعمال ان کے سامنے لا کر رکھ دیں گے، ہمارے علم سے ان کا کوئی عمل حتیٰ کہ دلوں میں آنے والے خیالات بھی مخفی نہیں ہیں، اس لیے اگر یہ لوگ کفر کرتے ہیں تو کرنے دیجئے، آپ فکر مند نہ ہوں۔

﴿٢٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی تدبیر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، کہ مجرموں کو پہلے دنیا کی نعمتیں دی جاتی ہیں، وہ ان میں مگن ہو جاتے ہیں، اس کے بعد ایک وقت آتا ہے کہ ان سے وہ تمام نعمتیں چھین لی جاتی ہیں اور شدید قسم کے عذاب میں انہیں مبتلا کر دیا جاتا ہے، اگر کوئی شخص عقل مند ہو تو اس تدبیر پر غور کر لے اور اس سے بچاؤ کی کوئی صورت نکال لے، اللہ تعالیٰ نے تو سزا دینے کا طریقہ بھی بتا دیا ہے، اس کے بعد بھی اگر کوئی عذاب میں گرفتار ہو جائے تو وہ اپنے علاوہ کسی کو ملامت نہ کرے۔

﴿٢٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کی طرف سے اعترافِ حق کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ زمین و آسمان کو اللہ نے پیدا کیا ہے، اس کے علاوہ کسی میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ انہیں پیدا کر سکے اور یہ بھی اس کی قدرت ہے کہ خود مشرکوں کی زبان سے اپنی عظمت اور بلندی کا اقرار کروا لیتا ہے۔

﴿٢٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ زمین و آسمان کی ہر چیز کا مالک ہے، دوسری یہ کہ وہ ہر ایک سے بے نیاز ہے، کسی کی نیکی سے اُسے فائدہ اور کسی کے گناہ سے اُسے نقصان نہیں ہوتا اور تیسری یہ کہ وہ قابل تعریف اور لائق حمد وثناء ہے، کسی کے تعریف کرنے سے اُس کی شان بڑھتی نہیں اور نہ کرنے سے گھٹتی نہیں، اور وہ ہر حال میں تعریف کے قابل ہے۔

وَالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ

وَالْبَحْرُ	يَمُدُّهٗ	مِنْۢ	بَعْدِهٖ	سَبْعَةُ	اَبْحُرٍ	مَّا	نَفِدَتْ	كَلِمٰتُ	اللّٰهِ
اور سمندر	بڑھادے اسے	سے	اس کے پیچھے	سات	سمندر	نہیں	ختم ہوں گے	کلمات	اللہ کے

اور ایک سمندر میں اُس کے بعد سات سمندر بڑھ جائیں تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے،

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٧﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ

اِنَّ	اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ ٢٧	مَا	خَلْقُكُمْ	وَ	لَا	بَعْثُكُمْ	اِلَّا	كَنَفْسٍ
بیشک	اللہ	غالب	حکمت والا	نہیں	تمہارا پیدا کرنا	اور	نہیں	تمہارا دوبارہ اٹھانا	مگر	جیسے جان

بیشک اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ ٢٧ تم سب کو پیدا کرنا اور دوبارہ زندہ کرنا تو صرف ایک جان کی

وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٢٨﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي

وَّاحِدَةٍ	اِنَّ	اللّٰهَ	سَمِيْعٌۢ	بَصِيْرٌ ٢٨	اَلَمْ	تَرَ	اَنَّ	اللّٰهَ	يُوْلِجُ	الَّيْلَ	فِي
ایک	بیشک	اللہ	خوب سننے والا	دیکھنے والا	کیا نہیں	دیکھا تُو نے	کہ بیشک	اللہ	داخل کرتا ہے	رات کو	بیچ

طرح ہے، بیشک اللہ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ ٢٨ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ رات کو دن میں

النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ

النَّهَارِ	وَ	يُوْلِجُ	النَّهَارَ	فِي	الَّيْلِ	وَ	سَخَّرَ	الشَّمْسَ	وَالْقَمَرَ	كُلٌّ
دن کے	اور	داخل کرتا ہے	دن کو	بیچ	رات کے	اور	تابع فرمان کردیا	سورج کو	اور چاند کو	ہرایک

داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور اُسی نے سورج اور چاند کو مسخر فرما رکھا ہے، ہر چیز

يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ

يَّجْرِيْٓ	اِلٰٓى	اَجَلٍ	مُّسَمًّى	وَّ	اَنَّ	اللّٰهَ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرٌ ٢٩	ذٰلِكَ
چل رہا ہے	طرف	ایک مدت کے	مقررشدہ	اور	یہ کہ بیشک	اللہ	اس سے جو	تم کرتے ہو	خوب باخبر	وہ

ایک مقررہ وقت تک چل رہی ہے اور یہ کہ تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ اُس سے خوب باخبر ہے۔ ٢٩ یہ اس وجہ سے

بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ

بِاَنَّ	اللّٰهَ	هُوَ	الْحَقُّ	وَ	اَنَّ	مَا	يَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِهٖ	الْبَاطِلُ	وَ	اَنَّ	اللّٰهَ
اس وجہ سے کہ	اللہ	وہی	برحق	اور	بیشک	وہ جو	پکارتے ہیں	سے	اس کے علاوہ	باطل	اور	بیشک	اللہ

کہ اللہ ہی برحق ہے، اور یہ کہ وہ اُس کے علاوہ جسے بھی پکارتے ہیں، سب باطل ہے، اور یہ کہ اللہ ہی

٢٧ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کی صفات اور کمالات کی وسعت اور ہمہ گیری بیان کی گئی ہے، اس سے ملتی جلتی آیت سورۂ کہف کے آخر میں بھی گزر چکی ہے، اس کے فائدے پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

٢٨ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے ایک انسان کو وجود عطا فرمانا اور اربوں کھربوں انسانوں کو پیدا کرنا دونوں برابر ہیں، وہ تھوڑے افراد کو پیدا کر کے آسانی اور زیادہ افراد کو پیدا کر کے تنگی کا شکار نہیں ہوتا، اسی طرح اُس کیلئے ایک انسان کو زندہ کرنا اور اربوں کھربوں انسانوں کو زندہ کرنا بھی برابر ہے، ایسا نہیں ہے کہ زیادہ افراد کو دوبارہ زندہ کرنا اُس کیلئے مشکل ہو اور اسمیں اسے زیادہ وقت لگتا ہو اور زیادہ مشقت برداشت کرنی پڑتی ہو، گویا اس نے جس آسانی سے تمہیں وجود عطا فرمایا ہے، اتنی ہی آسانی سے وہ تمہیں دوبارہ زندگی بھی عطا کر دے گا۔

٢٩ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی چند نشانیوں پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے، ان نشانیوں کی وضاحت اور ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے، ان کی اہمیت کی وجہ سے انہیں دوبارہ دہرایا گیا ہے تا کہ لوگ اس بات پر غور کریں کہ آخر وہ کون ہے جو رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے جس کی وجہ سے کبھی دن بڑا اور کبھی رات بڑی ہو جاتی ہے؟ کس کی قدرت ہے کہ سورج اور چاند اس کے تابع فرمان ہو گئے ہیں، جس کام کیلئے انہیں لگایا گیا ہے، وہ اپنے مقررہ ہدف کی طرف مقررہ طریقے سے رواں دواں ہیں، کوئی چیز اپنے مدار سے ذرہ برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتی، وہ اللہ ہے جو یہ سب کام کر رہا ہے اور وہ تمہارے ہر عمل سے خوب اچھی طرح باخبر ہے۔

هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝٣٠ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ ع ۳ ۱۱/۱۲

هُوَ	الْعَلِيُّ	الْكَبِيْرُ ۝٣٠	اَلَمْ	تَرَ	اَنَّ	الْفُلْكَ	تَجْرِيْ	فِي	الْبَحْرِ	بِنِعْمَتِ
وہی	برتر	سب سے بڑا	کیا نہیں	دیکھا تُونے	کہ بیشک	کشتیاں	چلتی ہیں	بیچ	سمندر کے	مہربانی سے

سب سے برتر، بڑا ہے۔ ۳۰ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ سمندر میں کشتیاں اللہ کے فضل سے

اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝٣١

اللّٰهِ	لِيُرِيَكُمْ	مِّنْ	اٰيٰتِهٖ ؕ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّكُلِّ	صَبَّارٍ	شَكُوْرٍ ۝٣١
اللہ کی	تاکہ دکھائے تمہیں	سے	اپنی نشانیاں	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانیاں	ہرایک کیلئے	صبر کرنے والے	شکر گذار

چلتی ہیں تاکہ وہ تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائے، بیشک اس میں ہر صبر کرنے والے، شکر گذار کیلئے نشانیاں ہیں۔ ۳۱

وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا

وَ	اِذَا	غَشِيَهُمْ	مَّوْجٌ	كَالظُّلَلِ	دَعَوُا	اللّٰهَ	مُخْلِصِيْنَ	لَهُ	الدِّيْنَ ۚ	فَلَمَّا
اور	جب	ڈھانپ لیتی ہے انہیں	کوئی لہر	جیسے سائبان	پکارتے ہیں وہ	اللہ کو	خالص کرتے ہوئے	اس کیلئے	دین کو	پھر جب

اور جب اُنہیں سائبانوں کی طرح کوئی موج ڈھانپ لیتی ہے تو وہ بندگی کو اللہ کیلئے خالص کرتے ہوئے صرف اللہ ہی کو پکارتے ہیں، پھر جب

نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ

نَجّٰىهُمْ	اِلَى	الْبَرِّ	فَمِنْهُمْ	مُّقْتَصِدٌ ؕ	وَ	مَا	يَجْحَدُ	بِاٰيٰتِنَآ	اِلَّا	كُلُّ
وہ نجات دیدے انہیں	طرف	خشکی کے	تو ان میں سے	میانہ رو	اور	نہیں	انکار کرتا	ہماری آیتوں کا	مگر	ہرایک

وہ اُنہیں خشکی کی طرف نجات دیدے تو اُن میں سے بعض لوگ ہی میانہ روی پر قائم رہتے ہیں، اور ہماری آیتوں کا انکار قول کے

خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۝٣٢ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ

خَتَّارٍ	كَفُوْرٍ ۝٣٢	يٰۤاَيُّهَا	النَّاسُ	اتَّقُوْا	رَبَّكُمْ	وَاخْشَوْا	يَوْمًا	لَّا	يَجْزِيْ
قول کا جھوٹا	ناشکرا	اے	لوگو	ڈرو تم	اپنے رب سے	اور ڈرو	اس دن سے	نہیں	بدلہ دے گا

جھوٹے اور منکر ہی کرتے ہیں۔ ۳۲ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اُس دن سے بچو جب کوئی باپ

وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ

وَالِدٌ	عَنْ	وَّلَدِهٖ ۫	وَ	لَا	مَوْلُوْدٌ	هُوَ	جَازٍ	عَنْ	وَّالِدِهٖ	شَيْـًٔا ؕ	اِنَّ	وَعْدَ
کوئی باپ	سے	اپنی اولاد کے	اور	نہ	کوئی اولاد	وہ	بدلہ دینے والی	سے	اپنی اولاد کے	کچھ بھی	بیشک	وعدہ

اپنی اولاد کے کسی کام نہ آئے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا ہو گا جو اپنے باپ کے کچھ بھی کام آسکے، بیشک اللہ کا

۳۰ اس آیتِ مبارکہ میں تین دلیلوں سے اللہ کی قدرت اور اس کا نظام بیان کیا گیا ہے، یہ مضمون انہی الفاظ کے ساتھ سورۂ حج کی آیت نمبر ۶۲ میں بھی گزر چکا ہے، ایک نظر اس کے حاشیے پر ڈال لی جائے۔

۳۱ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر سمندر میں چلنے والی کشتیوں کی روانی سے استدلال کیا گیا ہے، اس کے بعض پہلوؤں پر تو اس سے پہلے بھی کلام ہو چکا ہے، یہاں ایک اور زاویے سے اس پر نظر ڈال لینی چاہیے کہ کیا دنیا میں کوئی عقل مند آدمی اپنے ہوش و حواس کے ساتھ یہ تسلیم کرتا ہے کہ سمندر میں چلنے والی کشتی یا بحری جہاز خود بخود وجود میں آ گیا؟ خود بخود سمندر میں اتر گیا؟ خود بخود چلنے لگا؟ خود بخود دوسرے کنارے پر پہنچا اور خود بخود ایک سمندر سے دوسرے سمندر، ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں پہنچ گیا؟ کسی انسان کی عقل یہ تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہو سکتی کیونکہ دنیا دار الاسباب ہے، یہاں ایک کشتی کسی بنانے والے کے بغیر نہیں بن سکتی اور کسی چلانے والے کے بغیر چل نہیں سکتی، سوال یہ ہے کہ کائنات کا اتنا بڑا نظام کسی بنانے والے کے بغیر کیسے بن گیا؟ اور وہ چلانے والے کے بغیر کیسے چل رہا ہے؟

۳۲ اس آیتِ مبارکہ میں سمندری سفر ہی کی ایک مخصوص حالت سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر استدلال کیا گیا ہے کہ جن بحری جہازوں اور کشتیوں پر مسلم اور غیر مسلم سب ہی لوگ سفر کرتے ہیں، اگر دورانِ سفر سمندری موجیں بپھر جائیں، ان میں طغیانی آ جائے اور کشتی بھنور میں پھنس جائے، اس وقت مسلمان تو مسلمان، غیر مسلم بھی پورے خلوص دل کے ساتھ اللہ ہی کو پکارتے ہیں، کیونکہ ان کے مردہ ضمیر بھی اس بات کا شعور رکھتے ہیں کہ انہیں اس تکلیف سے اللہ کے علاوہ کوئی نجات نہیں دلا سکتا، یہ الگ بات ہے کہ جب وہ ان کی پکار کو سن کر ان پر رحم فرما دیتا ہے تو ان میں سے غیر مسلم دوبارہ اپنی پرانی روش کی طرف لوٹ جاتے ہیں، ایسے لوگ قول کے جھوٹے اور ناشکرے ہوتے ہیں۔

اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٙ وَقفة وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ

اللّٰهِ	حَقٌّ	فَلَا	تَغُرَّنَّكُمُ	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا ٙ	وَ	لَا	يَغُرَّنَّكُمْ	بِاللّٰهِ
اللہ کا	برحق	سو نہ	دھوکے میں ڈالے تمہیں	زندگی	دنیا کی	اور	نہ	دھوکے میں ڈالے تمہیں	ساتھ اللہ کے

وعدہ برحق ہے ، سو دنیا کی زندگی کہیں تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے ، اور وہ دھوکے باز کہیں تمہیں اللہ کے متعلق دھوکے میں

الْغَرُوْرُ ﴿٣٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ

الْغَرُوْرُ ﴿٣٣﴾	اِنَّ	اللّٰهَ	عِنْدَهٗ	عِلْمُ	السَّاعَةِ ۚ	وَ	يُنَزِّلُ	الْغَيْثَ ۚ
وہ دھوکہ باز	بیشک	اللہ	اس کے پاس	علم	قیامت کا	اور	اتارتا ہے	بارش

نہ ڈال دے۔ ۳۳ بیشک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش برساتا ہے،

وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ

وَ	يَعْلَمُ	مَا	فِي	الْاَرْحَامِ ؕ	وَ	مَا	تَدْرِيْ	نَفْسٌ	مَّاذَا	تَكْسِبُ	غَدًا ؕ
اور	جانتا ہے	جو کچھ	بیچ	رحموں کے	اور	نہیں	جانتا	کوئی نفس	کیا ہے وہ جو	کمائے گا	آئندہ کل

اور ماں کے رحم میں جو کچھ ہو، وہ اُسے جانتا ہے اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا؟

وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿٣٤﴾ ع ۴ ۱۴

وَ	مَا	تَدْرِيْ	نَفْسٌۢ	بِاَيِّ	اَرْضٍ	تَمُوْتُ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيْمٌ	خَبِيْرٌ ﴿٣٤﴾
اور	نہیں	جانتا	کوئی نفس	کون سی	زمین میں	وہ مرے گا	بیشک	اللہ	خوب جاننے والا	باخبر

اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا؟ بیشک اللہ خوب جاننے والا، باخبر ہے۔ ۳۴

اٰيَاتُهَا ٣٠ | (٣٢) سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ (٧٥) | رُكُوْعَاتُهَا ٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

الٓمّٓ ﴿١﴾	تَنْزِيْلُ	الْكِتٰبِ	لَا	رَيْبَ	فِيْهِ	مِنْ	رَّبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢﴾	اَمْ	يَقُوْلُوْنَ
الٓمّٓ	اتاری ہوئی	کتاب	نہیں	کوئی شک	اس میں	سے	پالنے والے	جہان والوں کے	کیا	کہتے ہیں وہ

الٓمّٓ ۱ اس کتاب کے رب العالمین کی طرف سے اتارے جانے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ ۲ کیا وہ کہتے ہیں

۳۳ اس آیتِ مبارکہ میں پوری انسانیت کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دے کر قیامت کے دن کی تیاری کی تاکید کی گئی ہے، کیونکہ اُس دن نہ حسب نسب کام آئے گا اور نہ مال و جمال کسی کو بچا سکے گا، نہ باپ اپنی اولاد کے کام آسکے گا اور نہ اولاد اپنے باپ کے کام آسکے گی، نہ مالک اپنے ملازم کے اور نہ ملازم اپنے مالک کے، نہ کوئی کسی کا بوجھ اٹھا سکے گا اور نہ کوئی کسی کی نصرت اور مدد کر سکے گا، وہ دن ضرور آئے گا، یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ کا وعدہ ہمیشہ برحق اور سچا ہوتا ہے ، انسان دنیوی زندگی کی رونق سے دھوکہ کھا جاتا ہے اور وہ شیطان کے بہکاوے میں آکر اللہ کی نافرمانی کرنے لگتا ہے، اس لیے آخر میں انسان کو خبردار کیا گیا ہے کہ ان چیزوں سے دھوکہ نہ کھا جائے اور اس کی آخرت برباد نہ ہو جائے۔ ۳۴ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات بیان کی گئی ہیں، جن میں سے چار کا تعلق اس کی صفتِ علم سے ہے اور ایک کا تعلق اس کی صفتِ قدرت سے ہے، احادیثِ مبارکہ میں ان پانچوں کو ''مفاتح الغیب'' سے تعبیر کیا گیا ہے، جس چیز کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفتِ قدرت سے ہے، وہ بارش برساتا ہے، آیت کے الفاظ میں اس باریکی کا خیال رکھا گیا ہے کہ یہ نہیں فرمایا ''اللہ کو معلوم ہے بارش کب ہوگی؟'' حالانکہ اگر یہ فرمایا ہوتا تو اپنی حقیقت کے اعتبار سے یہ بھی ٹھیک ہوتا، لیکن ظاہری طور پر سطحی عقل رکھنے والے یہ کہہ سکتے تھے کہ بارش ہونے کا وقت تو ہم بھی بتا سکتے ہیں، جیسا کہ آج کل آلاتِ جدیدہ اور نئی ٹیکنالوجی کے ذریعے اس کے اسباب فراہم ہو گئے ہیں، اس لیے یہاں یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی بارش برساتا ہے، اس کے علاوہ کسی کے پاس آسمان سے بارش برسانے کی قدرت اور اختیار نہیں ہے اور مصنوعی بارش سے اس پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا کیونکہ نہ تو وہ آسمان سے برستی ہے اور نہ ہی برسانے والے اسے ''مصنوعی بارش'' کے علاوہ کوئی دوسرا نام دیتے ہیں ۔اس کے علاوہ جن چیزوں کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم سے ہے، وہ غیب کے ایسے معاملات ہیں جن تک کسی انسان کی رسائی نہیں ہے، ان میں سے پہلی چیز قیامت کا متعین وقت ہے، جو صرف اللہ کو معلوم ہے کہ قیامت کس دن، کس تاریخ اور کس سن میں آئے گی؟ علاماتِ قیامت بے شک بتادی گئی ہیں، لیکن اس کا مقررہ وقت اللہ نے کسی کو نہیں بتایا، دوسرے لفظوں میں اسے ''خدائی راز'' سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، دوسری چیز شکم مادر میں پرورش پانے والے بچے کے جملہ احوال کی آگاہی ہے، بعض مترجمین سے یہ غلطی ہوگئی ہے کہ انہوں نے دوران ترجمہ بریکٹ میں یہ الفاظ لکھ دیئے ہیں کہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ صرف اللہ ہی اسے جانتا ہے، جس سے عام قاری کو تشویش ہوتی ہے کہ آج کے اس دور میں یہ تو معمولی بات ہے، ہر شخص الٹراساؤنڈ مشین سے پتہ چلا سکتا ہے کہ ماں کے رحم میں لڑکا ہے یا لڑکی ہے، حالانکہ آیت کا یہ مفہوم ہی نہیں ہے، الٹراساؤنڈ مشینوں سے بچے کی جنس تو معلوم ہو سکتی ہے، کیا آج تک دنیا میں کوئی ایسی مشین بھی ایجاد ہوئی ہے جو رحم مادر کے بچے کے متعلق بتا سکے کہ یہ بچہ سعید ہوگا یا شقی؟ اس کی عمر کتنی ہوگی؟ اور اس کا رزق کتنا ہوگا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو صرف جنس کا پتہ لگا لینے سے علم الٰہی کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ تیسری چیز آئندہ آنے والے کل کے حالات کا علم ہے کہ انسان اس بات سے بے خبر ہے کہ آئندہ کل وہ کیا کرے گا؟ اس کے ساتھ کیا ہوگا؟ اس کے پاس کتنے گاہک آئیں گے؟ اس کا کتنا مال بکے گا؟ اسے کتنا منافع ہوگا؟ کتنا نقصان ہوگا؟ کن لوگوں سے وہ اور کون لوگ اس سے ملیں گے؟ وہ کہاں کہاں جائے گا؟ ان سب چیزوں کا علم صرف اللہ کو ہے، اس کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہے، چوتھی اور آخری چیز یہ کہ موت سے انسان کا سامنا کس جگہ ہوگا؟ انسان کو یہ بھی معلوم نہیں ہے، وہ موت کے ڈر سے سفر چھوڑ دیتا ہے لیکن بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی خاص علاقے میں کسی شخص کی موت کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کیلئے وہاں کوئی ایسی ضرورت پیدا کر دیتا ہے جس کی تکمیل کیلئے وہ وہاں جانے پر مجبور ہو جاتا ہے اور وہیں

افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ

افْتَرٰىهُ	بَلْ	هُوَ	الْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّكَ	لِتُنْذِرَ	قَوْمًا	مَّآ	اَتٰىهُمْ	مِّنْ	نَّذِيْرٍ
گھڑلیا اس نے اسے	بلکہ	وہ	برحق	سے	تیرے رب کے	تاکہ تو ڈرائے	ایک قوم کو	نہیں	آیا ان کے پاس	سے	ڈرانے والا

کہ نبی (ﷺ) نے اسے گھڑلیا ہے؟ بلکہ یہ آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے تاکہ آپ ایک ایسی قوم کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی

مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ③ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

مِنْ	قَبْلِكَ	لَعَلَّهُمْ	يَهْتَدُوْنَ ۝	اَللّٰهُ	الَّذِيْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ
سے	تیرے پہلے	تاکہ وہ	ہدایت حاصل کریں	اللہ	وہ جس نے	پیدا کیا	آسمانوں کو

ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ ہدایت حاصل کرلیں۔ [3] اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین

وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ

وَ	الْاَرْضَ	وَ	مَا	بَيْنَهُمَا	فِيْ	سِتَّةِ	اَيَّامٍ	ثُمَّ	اسْتَوٰى	عَلَى	الْعَرْشِ
اور	زمین کو	اور	جو کچھ	ان دونوں کے درمیان	بیچ	چھ	دنوں کے	پھر	قائم ہوا	پر	عرش کے

اور اُن کے درمیان تمام چیزوں کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر قائم ہوا،

مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ④ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ

مَا	لَكُمْ	مِّنْ	دُوْنِهٖ	مِنْ	وَّلِيٍّ	وَّ	لَا	شَفِيْعٍ	اَفَلَا	تَتَذَكَّرُوْنَ ۝	يُدَبِّرُ	الْاَمْرَ
نہیں	تمہارے لئے	سے	اس کے علاوہ	سے	کوئی دوست	اور	نہ	کوئی سفارشی	تو کیا نہیں	نصیحت حاصل کرتے تم	تدبیر کرتا ہے وہ	معاملے کی

اُس کے علاوہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ سفارش کرنے والا، تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ [4] وہ آسمان سے تمام معاملات کی

مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ

مِنَ	السَّمَاۗءِ	اِلَى	الْاَرْضِ	ثُمَّ	يَعْرُجُ	اِلَيْهِ	فِيْ	يَوْمٍ	كَانَ	مِقْدَارُهٗٓ	اَلْفَ
سے	آسمان کے	طرف	زمین کے	پھر	چڑھتا ہے وہ	اس کی طرف	بیچ	ایک دن کے	ہے	مقدار اس کی	ایک ہزار

تدبیر زمین کی طرف اتارتا ہے، پھر وہ معاملات ایک ایسے دن میں اُس کی طرف چڑھتے ہیں جس کی مقدار تمہاری شمار کے

سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ⑤ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ

سَنَةٍ	مِّمَّا	تَعُدُّوْنَ ۝	ذٰلِكَ	عٰلِمُ	الْغَيْبِ	وَ	الشَّهَادَةِ	الْعَزِيْزُ
سال	اُس میں سے جو	تم شمار کرتے ہو	وہ	جاننے والا	پوشیدہ کا	اور	ظاہر کا	غالب

مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ [5] وہی پوشیدہ اور ظاہر سب کچھ جاننے والا ہے، وہ غالب،

موت کا فرشتہ اس کا منتظر ہوتا ہے، اگر انسان کو اس کا علم ہو تو وہ کبھی بھی وہاں نہ جائے، معلوم ہوا کہ اس کا علم بھی صرف اللہ کو ہے، وہ سب سے زیادہ علم اور خبر والا ہے۔

الحمد للہ! آج مؤرخہ ۱۲ دسمبر ۲۰۱۸ء بروز بدھ سورۂ لقمان کے حواشی سے فراغت ہوئی، اس کے بعد انشاء اللہ سورۂ سجدہ شروع ہوگی۔

سورة السجدة

سورۂ سجدہ مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۱۵۱۸، کلمات ۳۸۰، آیات ۳۰ اور رکوعات ۳ ہیں، اسے سورۃ تنزیل السجدہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی پہلی آیت میں ''تنزیل'' کا لفظ ہے اور پندرہویں آیت پر سجدہ تلاوت ہے، اس مناسبت سے اسے سورۂ سجدہ یا سورۂ تنزیل السجدہ کا نام دیا گیا ہے، رسول اکرم ﷺ رات کو سونے سے پہلے اس سورت کی تلاوت فرمایا کرتے تھے اور جمعہ کے دن نماز فجر کی پہلی رکعت میں بھی اس سورت کی تلاوت فرماتے تھے، اس سورت کا مرکزی مضمون ''دعوت الی الکتاب'' ہے، انسان کی جسمانی تربیت اور نشوونما کے ساتھ ساتھ اس کی روحانی تربیت بھی بے حد ضروری ہے، چونکہ اللہ نے انسان کی جسمانی ضروریات کو پورا کیا ہے تو روحانی ضروریات کو پورا کرنا طریق اولیٰ سمجھ میں آجاتا ہے، سو یہ قرآن انسان کی روحانی ضروریات کی تکمیل کیلئے نازل کیا گیا ہے، ایسا اس لیے کیا گیا ہے کہ ایک ایسا ہولناک دن آنے والا ہے جب مجرم لوگ سر جھکائے کھڑے ہوں گے، اپنے گناہوں کے اعتراف و اقرار کے ساتھ دنیا میں واپسی کی درخواست کریں گے، لیکن یہ درخواست مسترد کی جائیگی، دوسری طرف نیک لوگوں کیلئے ایسی نعمتیں تیار ہوں گی، جو کسی آنکھ نے دیکھی نہ ہوں گی، کسی کان نے سنی نہ ہوں گی اور کسی دل میں ان کا خیال بھی نہ آیا ہوگا، آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دیئے جانے اور ان کی امت میں ایک معتدل جماعت کی موجودگی کا ذکر کیا گیا ہے اور رسول اکرم ﷺ کو مشرکین سے اعراض کر کے انتظار کرنے کی تلقین کی گئی۔

[1] یہ حروف مقطعات میں سے ہے، جس پر سورۂ بقرہ کے آغاز میں چند سطریں لکھی جا چکی ہیں۔ [2] اس آیت مبارکہ میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کو رب العالمین نے نازل کیا ہے اور یہ بات ہر قسم کے شکوک و شبہ سے بالاتر ہے، اگر کچھ لوگ اس میں شکوک و شبہات کا شکار ہیں تو ان کے شکوک و شبہات کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اس لیے کہ وہ کسی مضبوط اور معقول دلیل پر مبنی نہیں ہیں اور جو چیز فرضی شکوک و شبہات پر مبنی ہو، اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ [3] اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے جو قرآن کریم کو (العیاذ باللہ) گھڑا ہوا کلام قرار دیتے ہیں اور یہ کہ رسول اکرم ﷺ نے اسے گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کردی ہے، سوال یہ ہے کہ کیا گھڑا ہوا کلام ایسا ہوتا ہے جیسا قرآن کریم ہے؟ کیا گھڑے ہوئے کلام میں قرآن جیسی تاثیر ہو سکتی ہے؟ کیا گھڑا ہوا کلام پوری دنیا کے جن و انس کو اپنے مقابلے کا چیلنج دے سکتا ہے؟ اور کیا گھڑنے والے لوگ ایسے ہوتے ہیں جیسے رسول اکرم ﷺ ہیں؟ کیا ایسے متین، صادق و امین، سنجیدہ اور باوقار لوگ ٹیکسال میں کلام کو گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، قرآن اور صاحب قرآن میں سے کوئی بھی گھڑنے والا اور گھڑا ہوا نہیں ہے، بلکہ یہ کلام برحق ہے، رب العالمین کی طرف سے آیا ہے، اسے نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ اب تک ہدایت الٰہی سے محروم ہیں، وہ اس سے فیض یاب ہو جائیں، جو لوگ اب تک اپنے انجام اور مستقبل سے بے خبر ہیں، وہ اس سے باخبر ہو جائیں اور آئندہ آنے والی زندگی کیلئے تیاری کرلیں۔ [4] اس آیت مبارکہ میں زمین و آسمان کی تخلیق چھ دنوں میں کرنے اور عرش پر خصوصی تجلی ڈالنے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ مضمون تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ سورۂ یونس آیت نمبر ۳ میں بھی گزر چکا ہے، ایک نظر اس کے حاشیے پر ڈال لی جائے۔ [5] اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی تدبیر کا نظام اختصار و اجمال کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، بیشتر لوگوں کو یہاں ''ایک دن ایک ہزار سال کے برابر'' والی تعبیر پڑھ کر یہ دھوکہ لگا ہے کہ شاید اس سے قیامت کا دن مراد ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ آیت کا صحیح مفہوم یہ

الرَّحِيْمُ ۝٦ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ

الرَّحِيْمُ ۝٦	الَّذِيْٓ	اَحْسَنَ	كُلَّ	شَيْءٍ	خَلَقَهٗ	وَبَدَاَ	خَلْقَ	الْاِنْسَانِ
نہایت مہربان	وہ جس نے	عمدہ کیا	ہر ایک	چیز کو	پیدا کیا اس نے اسے	اور آغاز کیا	پیدا کرنے کا	انسان کو

رحم والا ہے۔ [٦] وہ اللہ جس نے خوب بنائی جو چیز بھی بنائی، اور اُس نے انسان کی تخلیق کا آغاز مٹی

مِنْ طِيْنٍ ۝٧ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝٨ ثُمَّ

مِنْ	طِيْنٍ ۝٧	ثُمَّ	جَعَلَ	نَسْلَهٗ	مِنْ	سُلٰلَةٍ	مِّنْ	مَّآءٍ	مَّهِيْنٍ ۝٨	ثُمَّ
سے	مٹی کے	پھر	بنائی	اس کی اولاد	سے	نچڑے ہوئے	سے	پانی کے	حقیر	پھر

سے کیا۔ [٧] پھر اُس نے انسان کی نسل نچڑے ہوئے حقیر پانی سے چلائی۔ [٨] پھر

سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ

سَوّٰىهُ	وَ	نَفَخَ	فِيْهِ	مِنْ	رُّوْحِهٖ	وَ	جَعَلَ	لَكُمُ	السَّمْعَ	وَ	الْاَبْصَارَ
برابر کیا اسے	اور	پھونک ماری	اسمیں	سے	اپنی روح	اور	بنایا اس نے	تمہارے لئے	کان کو	اور	آنکھوں کو

اُسے برابر کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے کان، آنکھیں اور دل

وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝٩ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا

وَالْاَفْـِٕدَةَ	قَلِيْلًا مَّا	تَشْكُرُوْنَ ۝٩	وَ	قَالُوْٓا	ءَاِذَا	ضَلَلْنَا	فِي	الْاَرْضِ	ءَاِنَّا
اور دلوں کو	بہت ہی کم	تم شکر کرتے ہو	اور	کہتے ہیں	کیا جب	ہم گم ہو جائیں گے	بیچ	زمین کے	کیا ہم

بنائے، تم بہت کم شکر کرتے ہو۔ [٩] اور کہتے ہیں کہ جب ہم مٹی میں رَل مِل جائیں گے تو کیا ہم

لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ڛ بَلْ هُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝١٠ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ

لَفِيْ	خَلْقٍ	جَدِيْدٍ	بَلْ	هُمْ	بِلِقَاۗءِ	رَبِّهِمْ	كٰفِرُوْنَ ۝١٠	قُلْ	يَتَوَفّٰىكُمْ
البتہ بیچ	تخلیق کے	نئی	بلکہ	وہ	ملاقات سے	اپنے رب کی	انکار کرنے والے	تُو کہہ	تمہیں پورا لیتا ہے

نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے؟ بلکہ وہ اپنے رب سے ملاقات کے ہی منکر ہیں۔ [١٠] (اے نبی! ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ تمہاری روح

ع ١١ / ١٤

مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝١١ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ

مَّلَكُ	الْمَوْتِ	الَّذِيْ	وُكِّلَ	بِكُمْ	ثُمَّ	اِلٰى	رَبِّكُمْ	تُرْجَعُوْنَ ۝١١	وَ	لَوْ	تَرٰٓى	اِذِ
فرشتہ	موت کا	جسے	مقرر کیا گیا	تم پر	پھر	طرف	اپنے رب کے	تم لوٹائے جاؤ گے	اور	اگر	تو دیکھا	جب

موت کا وہ فرشتہ قبض کرتا ہے جسے تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تم اپنے رب کی طرف ہی لوٹائے جاؤ گے۔ [١١] کاش! کہ آپ نے وہ وقت دیکھا ہوتا جب

ہے کہ دنیا بھر اور زمین و آسمان میں ہونے والے تمام معاملات کی تدبیر و انتظام خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، گویا مدبر و منتظم اعلیٰ تو خود اللہ ہی ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے وہ آسمان سے زمین پر آئندہ ایک ہزار سال کے دوران پیش آنے والے معاملات کا روڈ میپ تیار کر دیتا ہے جس کی دستاویزات متعلقہ فرشتوں کے حوالے کر دی جاتی ہیں اور وہ حکم الٰہی کے مطابق ان معاملات کو سر انجام دیتے ہیں، پھر جب ایک ہزار سال گزر جاتے ہیں تو اس دوران ہونے والے تمام معاملات کی تفصیلات اور مکمل کارروائی دستاویزات میں جمع کر کے اوپر بھیج دی جاتی ہے، ادھر اگلے ایک ہزار سال کے انتظامی احکام بھیج دیے جاتے ہیں اور فرشتے ان کی تعمیل شروع کر دیتے ہیں، ہر ہزار سال کی یہی ترتیب رہتی ہے، ہمارے لیے یہ ایک طویل مدت ہے، لیکن حق تعالیٰ کیلئے صرف ایک دن کے برابر ہے، اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ابھی دنیا کو وجود میں آئے ہوئے چند دن ہی تو ہوئے ہیں، جو لوگ تقاضا کرتے ہیں کہ قیامت جلدی آ جائے، وہ نادان اس حقیقت سے بے خبر ہیں، آیت کی تفسیر میں مفسرین کے اس کے علاوہ اقوال بھی ہیں، لیکن یہی تفسیر زیادہ آسان اور راجح ہے۔ [٦] اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ ظاہر و باطن، حاضر اور غائب ہر چیز کو جاننے والا اور اس سے مکمل باخبر ہے، دوسری یہ کہ وہ عزتوں والا اور سب پر غالب ہے، تیسری یہ کہ وہ نہایت مہربان اور شفیق ہے، کائنات کا نظام چلانے والے میں ان صفات کا ہونا ضروری ہے، ورنہ وہ اس نظام عالم کو ٹھیک طرح نہیں چلا سکے گا۔ [٧] اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا "حسن تخلیق" بیان کیا گیا ہے، وہ جو چیز بھی بناتا ہے، ایسی خوبصورت اور لاجواب بناتا ہے کہ وہ اپنی مثال آپ ہی ہوتی ہے، اس کی نفاست اور نزاکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، اس کی ہر چیز حدِ اعتدال میں ہوتی ہے اور دوربین نہیں، خوردبین سے بھی مدد تلاشنے کے باوجود اس میں کوئی عیب نہیں نکالا جا سکتا، چنانچہ مثال کے طور پر انسان کی تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے۔ [٨] [٩] ان آیتوں میں انسانی تخلیق کے مختلف مراحل کا ذکر کر کے حق تعالیٰ کی بے مثال کاریگری اور حسنِ تخلیق پر استدلال کیا گیا ہے، کہ انسان اوّل کا پتلا مٹی سے تیار کیا گیا، پھر اس کی نسل چلانے کیلئے پانی کے ایک ناپاک قطرے کو سبب بنا دیا گیا، انسان غور کرے کہ پانی کے ایک قطرے کو جب دوسرے قطرے سے ایک مخصوص مقام پر ملایا گیا تو اس سے ایک جاندار کے وجود میں آنے کا عمل شروع ہو گیا، ماں نے بڑھنا اور مختلف شکلیں اختیار کرنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ اس کا وجود مکمل ہو گیا، اس میں ناک، کان، دل، چہرہ اور دیگر اعضاء جسم سب اپنی اپنی جگہ پر موجود تھے، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس میں روح پھونک دی گئی اور وہ جیتا جاگتا انسان بن گیا، انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت کا جیتا جاگتا نمونہ اور شاہکار ہے اور اس کی بے شمار نعمتوں کا مرکز ہے، لیکن ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے لوگ بہت تھوڑے ہیں، اکثر لوگ ناشکری اور کفر و شرک میں مبتلا رہتے ہیں۔ [١٠] اس آیتِ مبارکہ میں منکرین قیامت کا ایک اعتراض ذکر کیا گیا ہے، ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ جب ہم مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بھی سرمہ بن جائیں گی تو کیا ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائیگا؟ یہ کیسے ممکن ہے؟ آیت کے آخری جملے میں اس اعتراض کا اصل رد بیان کیا گیا ہے کہ دراصل وہ لوگ اپنے رب کی ملاقات ہی سے منکر ہیں، سو جن لوگوں کو اپنے رب سے ملنے کا یقین ہی نہیں ہے، وہ کیونکر دوبارہ زندگی کے قائل ہوں گے۔ [١١] اس آیتِ مبارکہ میں منکرین قیامت کو جواب دیا گیا ہے کہ تم لوگ صرف جسم نہیں ہو، جو مٹی میں رل مل کر ختم ہو جائے گا، بلکہ تم جسم اور روح سے مرکب ہو، جب تمہاری موت کا وقت آتا ہے تو موت کا فرشتہ آ کر تمہاری روح کو لے جاتا ہے اور تمہارا جسم چھوڑ جاتا ہے، تمہارا جسم زیرِ زمین دفن کر دیا جاتا ہے اور تمہاری روح اپنے مقررہ مقام پر چلی جاتی ہے، جب اللہ کو منظور ہو گا کہ مردوں کو زندہ کرے تو تمہاری روح کو تمہارے جسم میں واپس لوٹا دے گا اور زندگی کی حرارت ایک مرتبہ پھر تمہارے جسم میں دوڑنے لگے گی۔

وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا

الْمُجْرِمُوْنَ	نَاكِسُوْا	رُءُوْسِهِمْ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ ؕ	رَبَّنَآ	اَبْصَرْنَا	وَ	سَمِعْنَا
جرم کرنے والے	جھکائے ہوئے	اپنے سروں کو	پاس	اپنے رب کے	اے ہمارے پروردگار	ہم نے دیکھ لیا	اور	ہم نے سن لیا

مجرم لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہوں گے، پروردگارا! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا،

فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ

فَارْجِعْنَا	نَعْمَلْ	صَالِحًا	اِنَّا	مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾	وَ	لَوْ	شِئْنَا	لَاٰتَيْنَا	كُلَّ	نَفْسٍ
سو لوٹا دے ہمیں	عمل کریں گے ہم	اچھے	بیشک ہم	یقین والے	اور	اگر	ہم چاہتے	البتہ دیدیتے ہم	ہر ایک	نفس کو

سو تو ہمیں واپس لوٹا دے، اب ہم نیک اعمال کریں گے، ہمیں یقین آگیا۔ ﴿۱۳﴾ اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اُس کی

هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

هُدٰىهَا	وَ	لٰكِنْ	حَقَّ	الْقَوْلُ	مِنِّیْ	لَاَمْلَئَنَّ	جَهَنَّمَ	مِنَ	الْجِنَّةِ	وَ
اس کی ہدایت	اور	لیکن	ثابت ہو چکی	بات	مجھ سے	البتہ ضرور بھر دوں گا میں	جہنم کو	سے	جنوں کے	اور

النَّاسِ	
انسانوں کے	

ہدایت دیدیتے، لیکن میری طرف سے یہ بات طے ہو چکی ہے کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے

اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳﴾ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِیْنٰكُمْ

اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳﴾	فَذُوْقُوْا	بِمَا	نَسِیْتُمْ	لِقَآءَ	یَوْمِكُمْ	هٰذَا ۚ	اِنَّا	نَسِیْنٰكُمْ
سب کے سب	سو چکھو تم	اسے جو	تم نے بھلا دیا	ملاقات کو	اپنے دن کی	یہ	بیشک ہم نے	تمہیں بھلا دیا

بھر کر رہوں گا۔ ﴿۱۳﴾ سو اب تم مزہ چکھو کیونکہ تم نے اِس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا، ہم نے بھی تمہیں بھلا دیا،

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا

وَ	ذُوْقُوْا	عَذَابَ	الْخُلْدِ	بِمَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾	اِنَّمَا	یُؤْمِنُ	بِاٰیٰتِنَا
اور	چکھو تم	عذاب	ہمیشگی کا	بدلے اس کے جو	تم تھے	کرتے رہے	وہ تو صرف	ایمان لاتے ہیں	ہماری آیتوں پر

اور ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو، یہ بدلہ ہے اُن اعمال کا جو تم کرتے رہے ہو۔ ﴿۱۴﴾ ہماری آیتوں پر تو وہی لوگ ایمان

الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ

الَّذِیْنَ	اِذَا	ذُكِّرُوْا	بِهَا	خَرُّوْا	سُجَّدًا	وَّ	سَبَّحُوْا	بِحَمْدِ	رَبِّهِمْ	وَ
وہ لوگ	جب	نصیحت کئے جائیں	اس سے	گر پڑیں وہ	سجدہ کرتے ہوئے	اور	تسبیح کریں	ساتھ تعریف کے	اپنے رب کی	اور

هُمْ	
وہ	

لاتے ہیں کہ جب اُنہیں اُن کے ذریعے نصیحت کی جائے تو وہ سجدہ ریز ہو جائیں اور اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اُس کی تسبیح بیان کریں، اور وہ

﴿۱۲﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن مجرموں کی حالت بیان کی گئی ہے، جو لوگ آج قیامت کا انکار کر رہے ہیں، وہ مجرم بن کر حاضر ہوں گے، ان کے سر جھکے ہوں گے، شرمندگی اور ندامت کے مارے سر نہ اٹھا سکیں گے اور زبان سے اقرار کریں گے کہ پروردگار! آج ہمیں یقین آ گیا کہ تیرے پیغمبر سچ کہتے تھے کیونکہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور کانوں سے سن لیا، اب آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی بات کو تو جھٹلایا نہیں جا سکتا، لہٰذا ہم تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں ایک موقع دیدے اور ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے، اس مرتبہ ہم اعمالِ صالحہ کا وافر ذخیرہ اکٹھا کر کے لائیں گے اور تیری مرضیات والی زندگی گزاریں گے، گویا اللہ اور پیغمبر کی بات کو اہمیت نہ دی اور اپنی آنکھ اور کان کو ترجیح دی، اگر یہ بہت بڑی گستاخی نہ بھی ہو، تب بھی ایمان بالغیب کہاں رہا؟ حالانکہ اعتبار تو اسی کا ہے۔

﴿۱۳﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی مشیت اور فیصلے کا ذکر کیا گیا ہے، اس کی مشیت کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ اگر وہ تمام لوگوں کو ہدایت اور ایمان عطا کرنے کا ارادہ کر لے تو اس کے ارادے اور مشیت میں کوئی بھی حائل نہیں ہو سکتا اور وہ مکمل اختیار کے ساتھ اپنا ارادہ نافذ کر سکتا ہے، لیکن اس طرح کرنے سے انسان مجبورِ محض ہو کر رہ جائیگا اور اُس کا اختیار سلب ہو جائے گا، جو کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے، دوسری طرف اس کا اٹل فیصلہ ہے جو وہ ازل میں ہی کر چکا ہے کہ جہنم کا پیٹ ضرور بھرے گا، اس لیے وہ تمام جن و انس جو اُس کے ساتھ کفر و شرک اور نافرمانی کی روش اختیار کرتے ہیں، انہیں جہنم میں جھونک دیا جائیگا، یہ اللہ کا فیصلہ ہے اور اللہ کا فیصلہ نافذ ہو کر رہے گا۔

﴿۱۴﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن مجرموں کو دھتکار نے اور بھلا دیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، وجہ یہ ہے کہ جو دوسروں کو بھلا دیتا ہے، دوسرے اسے بھلا دیتے ہیں، ان لوگوں نے اپنے رب سے ملاقات کو بھلا دیا، اب اللہ تعالیٰ انہیں بھلا دے گا اور انہیں ان کی بداعمالیوں کا مزہ چکھنے کیلئے چھوڑ دے گا۔

لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ ⑮ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ

لَا	يَسْتَكْبِرُوْنَ ⑮	تَتَجَافٰى	جُنُوْبُهُمْ	عَنِ	الْمَضَاجِعِ	يَدْعُوْنَ	رَبَّهُمْ
نہیں	تکبر کرتے	جدا رہتے ہیں	ان کے پہلو	سے	بستروں کے	پکارتے ہیں وہ	اپنے رب کو

تکبر نہیں کرتے۔ ⑮ اُن کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو خوف اور شوق کے ساتھ

خَوْفًا وَّطَمَعًا ز وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ⑯ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ

خَوْفًا	وَّ	طَمَعًا	وَّ	مِمَّا	رَزَقْنٰهُمْ	يُنْفِقُوْنَ ⑯	فَلَا	تَعْلَمُ	نَفْسٌ	مَّآ
خوف سے	اور	شوق سے	اور	اس سے جو	ہم نے دیا انہیں	خرچ کرتے ہیں	سو نہیں	جانتا	کوئی نفس	وہ جو

پکارتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔ ⑯ سو کسی نفس کو وہ چیزیں معلوم نہیں ہیں جو

اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ج جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑰ اَفَمَنْ كَانَ

اُخْفِيَ	لَهُمْ	مِّنْ	قُرَّةِ	اَعْيُنٍ	جَزَآءً	بِمَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ⑰	اَفَمَنْ	كَانَ
چھپایا گیا	ان کیلئے	سے	ٹھنڈک	آنکھوں کی	بدلہ ہے	اس کا جو	تھے وہ	کرتے رہے	تو کیا جو کوئی	ہو

ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بننے کیلئے مخفی رکھی گئی ہیں، یہ بدلہ ہے اُن اعمال کا جو وہ کرتے رہے ہیں۔ ⑰ بھلا وہ شخص

مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ط لَا يَسْتَوٗنَ ⑱ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

مُؤْمِنًا	كَمَنْ	كَانَ	فَاسِقًا ط	لَا	يَسْتَوٗنَ ⑱	اَمَّا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
ایمان والا	جیسے وہ جو	ہو	نافرمانی کرنے والا	نہیں	برابر ہو سکتے وہ	رہے	جو لوگ	ایمان لائے

جو مؤمن ہو، ایک فاسق کی طرح ہو سکتا ہے؟ یہ کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ ⑱ باقی رہے وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ز نُزُلًا بِمَا كَانُوْا

وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	فَلَهُمْ	جَنّٰتُ	الْمَاْوٰى ز	نُزُلًا	بِمَا	كَانُوْا
اور	عمل کئے انہوں نے	اچھے	سو ان کیلئے	باغات	رہنے کے	مہمان نوازی	اس وجہ سے جو	تھے وہ

اور انہوں نے نیک اعمال کیے، اُن کیلئے رہنے کے باغات ہیں، یہ اُن اعمال کی وجہ سے اُن کی مہمان نوازی ہے

يَعْمَلُوْنَ ⑲ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ط كُلَّمَآ

يَعْمَلُوْنَ ⑲	وَ	اَمَّا	الَّذِيْنَ	فَسَقُوْا	فَمَاْوٰىهُمُ	النَّارُ ط	كُلَّمَآ
عمل کرتے	اور	رہے	وہ لوگ جو	نافرمانی کی انہوں نے	تو ان کا ٹھکانہ	جہنم	جب بھی

جو وہ کرتے تھے۔ ⑲ اور باقی رہے وہ لوگ جو فاسق ہوئے، تو اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے، جب بھی وہ

⑮ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان لانے والے مخلص لوگوں کی تین صفات بیان کی گئی ہیں کہ جب وہ قرآن کریم کی تلاوت سنتے ہیں تو اس کے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں، پہلی صفت یہ کہ وہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوجاتے ہیں، اس کلام کی عظمت اور متکلم کی ہیبت اور جلال کی وجہ سے، دوسری یہ کہ وہ اس کی تسبیح وتحمید بیان کرتے ہیں اور ان کی زبان اس کی تعریف اور ذکر سے تر رہتی ہے، تیسری یہ کہ وہ تکبر اور غرور سے محفوظ ہوتے ہیں، اس لیے وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھنے کی بجائے اپنے رب کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور اپنی ذات کو اس کے سامنے فنا کردیتے ہیں۔

⑯ اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ ایمان کی مزید تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی صفت یہ کہ وہ تہجد گزار ہوتے ہیں اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنے رب کے حضور راز و نیاز کی باتیں کرتے ہیں، نرم گرم بستروں سے ان کے پہلو نا آشنا ہوتے ہیں، دوسری یہ کہ وہ شوق اور خوف ہر حالت میں اپنے رب کو پکارتے ہیں، اسی سے اپنی ضروریات کا سوال کرتے ہیں اور اس کے علاوہ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتے، تیسری یہ کہ وہ اللہ کے نام پر اس کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں، بخل اور کنجوسی سے کام نہیں لیتے۔

⑰ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ کے نیک بندوں کیلئے اُن کے اعمال کی جزا ذکر کی گئی ہے، اللہ نے ان کی جزاء اور اجر و ثواب کو لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رکھا ہے یعنی کسی کو ہوا بھی نہیں لگنے دی کہ اہلِ ایمان کیلئے کیا سرپرائز انتظار کر رہا ہے؟ کسی کان نے اسے سنا نہیں، کسی آنکھ نے اسے دیکھا نہیں اور کسی دل میں ان کا خیال بھی نہیں گزرا، قرآن و سنت میں ان نعمتوں کا جو ایک خاکہ اور مختصر تعارف بیان کیا گیا ہے، وہ تو صرف ایک نمونہ ہے، اہلِ جنت جب دیکھیں گے تو دنگ رہ جائیں گے۔

⑱ اس آیتِ مبارکہ میں سوالیہ انداز میں واضح کیا گیا ہے کہ ایک مؤمن اور فاسق کبھی برابر نہیں ہوسکتے، نہ ظاہر کے اعتبار سے اور نہ حقیقت کے اعتبار سے اور نہ انجام کے اعتبار سے، چنانچہ اگلی آیتوں میں دونوں کا انجام بیان کیا گیا ہے کیونکہ ظاہر اور حقیقت دونوں کی ممتاز ہے۔

⑲ اس آیتِ مبارکہ میں ایمان اور عملِ صالح والوں کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ جنت میں اُن کی بہترین مہمان نوازی کی جائے گی، وہاں ان کا ٹھکانہ بہترین اور باغات عمدہ ترین ہوں گے، جہاں وہ عیش و مسرت اور خوشحالی کے ساتھ رہا کریں گے۔

اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا

اَرَادُوْٓا	اَنْ	يَّخْرُجُوْا	مِنْهَآ	اُعِيْدُوْا	فِيْهَا	وَ	قِيْلَ	لَهُمْ	ذُوْقُوْا
ارادہ کریں گے	یہ کہ	نکل جائیں	اس سے	لوٹا دیئے جائیں گے	اسمیں	اور	کہا جائیگا	ان سے	چکھو

وہاں سے نکلنا چاہیں گے، اُنہیں اس میں واپس لوٹا دیا جائے گا اور اُن سے کہا جائے گا کہ جہنم کے

عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ

عَذَابَ	النَّارِ	الَّذِيْ	كُنْتُمْ	بِهٖ	تُكَذِّبُوْنَ ۝	وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ	مِّنَ
عذاب	آگ کا	وہ جسے	تم تھے	اسے	جھٹلاتے رہے	اور البتہ ضرور چکھائیں گے ہم انہیں	سے

اُس عذاب کا مزہ چکھو جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے۔ اور ہم انہیں بڑے عذاب سے

الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾

الْعَذَابِ	الْاَدْنٰى	دُوْنَ	الْعَذَابِ	الْاَكْبَرِ	لَعَلَّهُمْ	يَرْجِعُوْنَ ۝
عذاب کے	چھوٹے	علاوہ	عذاب کے	بڑے	تاکہ وہ	لوٹ آئیں

پہلے چھوٹے عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے، شاید کہ وہ واپس لوٹ آئیں۔ ﴿۲۱﴾

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا

وَ	مَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنْ	ذُكِّرَ	بِاٰيٰتِ	رَبِّهٖ	ثُمَّ	اَعْرَضَ	عَنْهَا ؕ	اِنَّا
اور	کون	بڑا ظالم	اس سے جو	نصیحت کیا گیا	آیتوں سے	اپنے رب کی	پھر	اس نے منہ پھیر لیا	اس سے	بیشک ہم

اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جسے اُس کے رب کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جائے، پھر وہ اُن سے منہ موڑنے لگے، بیشک ہم

مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

مِنَ	الْمُجْرِمِيْنَ	مُنْتَقِمُوْنَ ۝	وَ	لَقَدْ	اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْكِتٰبَ
سے	مجرموں کے	انتقام لینے والے	اور	البتہ یقیناً	دی ہم نے	موسیٰ کو	کتاب

مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔ ﴿۲۲﴾ اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تھی،

فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ

فَلَا	تَكُنْ	فِيْ	مِرْيَةٍ	مِّنْ	لِّقَآئِهٖ	وَ	جَعَلْنٰهُ	هُدًى	لِّبَنِيْٓ
سو نہ	ہو تو	بیچ	شک کے	سے	اس کے ملنے کے	اور	بنایا ہم نے اسے	ہدایت	بیٹوں کیلئے

سو آپ اُس کے ملنے کے حوالے سے شک میں مبتلا نہ ہوں، اور ہم نے اُسے بنی اسرائیل کیلئے

﴿۲۰﴾ اس آیتِ مبارکہ میں فاسقوں اور گناہ گاروں کا انجام بیان کیا گیا ہے، کہ دنیا میں وہ جس قدر مرضی عیش و مسرت والی زندگی گزار لیں، بالآخر اُن کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے، اس میں داخل ہونے کے بعد وہ اس سے باہر نکلنے کی ہر کوشش میں ناکام ہوں گے اور انہیں واپس اسی میں دھکیل کر کہا جائیگا کہ تم جس چیز کو جھٹلاتے تھے، آج اس کا مزہ چکھو، پھر اگر یہ لوگ صرف گناہ گار ہوئے لیکن مرتے وقت مسلمان تھے تو سزا پوری ہونے کے بعد انہیں جہنم سے نکال لیا جائیگا اور اگر گناہ گار بھی ہوئے اور کافر بھی ہوئے تو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

﴿۲۱﴾ اس آیتِ مبارکہ میں بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب کی دھمکی دی گئی ہے کہ اصل عذاب تو آخرت میں ہوگا، لیکن مجرموں اور گناہ گاروں کو دنیا میں بھی ہلکے پھلکے عذاب کا نمونہ دکھایا جائے گا، اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی کے نصیب میں توبہ اور رجوع کی توفیق لکھی ہوئی ہو تو وہ اسی سے ڈر جائے اور بڑے عذاب سے بچ جائے، عقل مند آدمی ایک مرتبہ پھسل کر دوسری مرتبہ گڑھے میں گرنے سے احتیاط کرتا ہے اور بے وقوف آدمی کیلئے بڑی سے بڑی علامت بھی کافی نہیں ہوتی۔

ع ۲ ۱۱ ۱۵

﴿۲۲﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اُس شخص کو سب سے بڑا ظالم قرار دیا گیا ہے جس کے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں، وہ انہیں سنتا بھی ہے لیکن اس کے باوجود منہ پھیر کر نکل جاتا ہے، ایسے لوگ مجرم ہیں اور ہم خود اُن سے انتقام لیں گے۔

إِسْرَآءِيلَ ﴿٢٣﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا

إِسْرَآءِيلَ ﴿٢٣﴾	وَجَعَلْنَا	مِنْهُمْ	أَئِمَّةً	يَهْدُونَ	بِأَمْرِنَا	لَمَّا
اسرائیل کے	اور بنائے ہم نے	ان میں سے	رہنمائی کرنے والے	رہنمائی کرتے تھے وہ	ہمارے حکم سے	جب

باعث ہدایت بنایا۔ ۲۳ اور ہم نے اُن میں اُس وقت رہنما مقرر کیے جب انہوں نے صبر کیا، وہ ہمارے حکم سے

صَبَرُوا ۛ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ﴿٢٤﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ

صَبَرُوا	وَ	كَانُوا	بِآيَاتِنَا	يُوقِنُونَ ﴿٢٤﴾	إِنَّ	رَبَّكَ	هُوَ	يَفْصِلُ
صبر کیا انہوں نے	اور	تھے وہ	ہماری آیتوں پر	یقین رکھتے	بیشک	تیرا رب	وہی	فیصلہ کرے گا

رہنمائی کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ ۲۴ بیشک آپ کا رب ہی قیامت کے دن

بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٢٥﴾ أَوَلَمْ

بَيْنَهُمْ	يَوْمَ	الْقِيَامَةِ	فِيمَا	كَانُوا	فِيهِ	يَخْتَلِفُونَ ﴿٢٥﴾	أَوَلَمْ
ان کے درمیان	دن	قیامت کے	اُسمیں جو	تھے وہ	اُسمیں	اختلاف کرتے	اور کیا نہیں

اُن کے درمیان اُن چیزوں میں فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ ۲۵ کیا اُنہیں

يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي

يَهْدِ لَهُمْ	كَمْ	أَهْلَكْنَا	مِنْ	قَبْلِهِمْ	مِنَ	الْقُرُونِ	يَمْشُونَ	فِي
رہنمائی ہوئی انہیں	کتنی ہی	ہلاک کر دی ہم نے	سے	ان کے پہلے	سے	بستیاں	چلتے ہیں وہ	بیچ

اس بات سے ہدایت نہیں ملتی کہ ہم اُن سے پہلے کتنی بستیوں کو ہلاک کر چکے جن کی رہائش گاہوں میں وہ

مَسَاكِنِهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ ۖ أَفَلَا يَسْمَعُونَ ﴿٢٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا

مَسَاكِنِهِمْ	إِنَّ	فِي	ذَٰلِكَ	لَآيَاتٍ	أَفَلَا	يَسْمَعُونَ ﴿٢٦﴾	أَوَلَمْ	يَرَوْا	أَنَّا
ان کی رہائش گاہوں کے	بیشک	بیچ	اسکے	البتہ نشانیاں	تو کیا نہیں	سنتے وہ	اور کیا نہیں	دیکھا انہوں نے	کہ بیشک ہم

چلتے پھرتے ہیں؟ بیشک اس میں نشانیاں ہیں، تو کیا وہ سنتے نہیں ہیں؟ ۲۶ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم

نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ

نَسُوقُ	الْمَاءَ	إِلَى	الْأَرْضِ	الْجُرُزِ	فَنُخْرِجُ	بِهِ	زَرْعًا	تَأْكُلُ	مِنْهُ
کھینچتے ہیں	پانی کو	طرف	زمین کے	چٹیل	سو نکالتے ہیں	اس سے	فصل	کھاتے ہیں	اس سے

چٹیل زمین کی طرف پانی کو کھینچ کر لیجاتے ہیں، پھر اُس کے ذریعے فصل نکالتے ہیں جس سے اُن کے جانور

۲۳ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، وہ صاحب کتاب وشریعت پیغمبر تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں تورات جیسی عظیم الشان کتاب عطا فرمائی تھی اور اُس کتاب کو بنی اسرائیل کیلئے ہدایت اور رہنمائی کا سب سے بڑا سبب بنایا تھا، یہ تعبیر اس حوالے سے بہت واضح ہے کہ تورات تا صبح قیامت لوگوں کی رہنمائی کیلئے نہیں بھیجی گئی تھی، ورنہ اس کی غیبی حفاظت کی بھی کوئی نہ کوئی مضبوط انتظام کیا جاتا، اس کے ذریعے صرف بنی اسرائیل کی رہنمائی مقصود تھی، اس اعتبار سے اس کا دائرہ محدود وقت، محدود قوم اور محدود علاقے کیلئے تھا، لیکن اس میں کسی کو شک نہیں ہونا چاہئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کتاب ملی تھی اور اس میں بھی کسی کو شک نہیں ہونا چاہیے کہ شبِ معراج نبی علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی، نیز اس میں بھی کسی کو شک نہیں ہونا چاہئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کی شکل میں سب سے عظیم کتابِ ہدایت دی گئی ہے۔

۲۴ اس آیتِ مبارکہ میں بنی اسرائیل کے اُن صابر لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو تورات کی روشنی میں لوگوں کی اصلاح و تربیت اور رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے تھے اور لوگوں کی ایذاء رسانیوں اور تکلیف دہ باتوں پر صبر کرتے تھے، لیکن اللہ کی آیتوں پر ان کے یقین میں کوئی ڈگمگاہٹ اور لغزش نہیں آتی تھی، ایسے لوگوں کو اللہ نے یہ انعام دیا کہ انہیں ''منصبِ امامت'' پر فائز کردیا، جس کی وجہ سے وہ اپنے زمانے میں ائمہ ہدیٰ اور ہدایت کے امام و مقتدا بن گئے۔

۲۵ اس آیتِ مبارکہ میں اہل حق اور اہل باطل کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کا فیصلہ قیامت کے دن کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ وہی حق کے سربلند ہونے اور باطل کے سرنگوں ہونے کا دن ہوگا اور اسی دن حق پر مبنی فیصلہ کیا جائیگا۔

۲۶ اس آیتِ مبارکہ میں قدرت کی نشانیوں پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے، چنانچہ سابقہ قوموں اور امتوں کے وہ کھنڈرات ''جو ان کی گزرگاہ ہیں اور وہ صبح وشام وہاں سے گزرتے ہیں'' عبرت حاصل کرنے کیلئے کافی سے زیادہ سامان ہیں، اگر اُن کا مال و دولت، جاہ واقتدار، جسمانی طاقت اور عالی شان محلات اور حاضر باش بیٹے انہیں اللہ کی گرفت سے نہیں بچاسکے تو کیا یہ لوگ بچ جائیں گے؟

أَنْعَامُهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ ۖ أَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿٢٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ

اَنْعَامُهُمْ	وَ	اَنْفُسُهُمْ	اَفَلَا	يُبْصِرُوْنَ﴿٢٧﴾	وَ	يَقُوْلُوْنَ	مَتٰى	هٰذَا	الْفَتْحُ
ان کے جانور	اور	وہ خود	تو کیا نہیں	دیکھتے وہ	اور	کہتے ہیں	کب ہوگا	یہ	فیصلہ

اور وہ خود کھاتے ہیں، تو کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں؟ [27] اور کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کب ہوگا

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٨﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ

اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ﴿٢٨﴾	قُلْ	يَوْمَ	الْفَتْحِ	لَا	يَنْفَعُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	اِيْمَانُهُمْ
اگر	تم ہو	سچے	تُو کہہ	دن	فیصلے کا	نہیں	فائدہ دے گا	ان لوگوں کو	کفر کیا انہوں نے	ایمان ان کا

اگر تم سچے ہو؟ [28] آپ فرما دیجئے کہ فیصلے کے دن کافروں کو اُن کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا

وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٢٩﴾ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ إِنَّهُمْ مُنْتَظِرُونَ ﴿٣٠﴾ ع

وَ	لَا	هُمْ	يُنْظَرُوْنَ﴿٢٩﴾	فَاَعْرِضْ	عَنْهُمْ	وَانْتَظِرْ	اِنَّهُمْ	مُّنْتَظِرُوْنَ﴿٣٠﴾
اور	نہ	وہ	مہلت دیے جائیں گے	سو منہ پھیر لے	ان سے	اور انتظار کر	بیشک وہ	انتظار کرنے والے

اور نہ اُنہیں مہلت دی جائے گی۔ [29] سو آپ اُن سے اِعراض کیجئے اور انتظار کیجئے، بیشک وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔ [30]

ع ٣ ٨ ١٦

اٰيَاتُهَا ٧٣ (٣٣) سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ (٩٠) رُكُوْعَاتُهَا ٩

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

يٰۤاَيُّهَا	النَّبِيُّ	اتَّقِ	اللّٰهَ	وَ	لَا	تُطِعِ	الْكٰفِرِيْنَ	وَالْمُنٰفِقِيْنَ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ
اے	نبی	ڈرتا رہ	اللہ سے	اور	مت	کہا مان	کافروں کا	اور منافقوں کا	بیشک	اللہ	ہے

اے نبی! (ﷺ) اللہ سے یونہی ڈرتے رہیے اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیے ، بیشک اللہ

عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

عَلِيْمًا	حَكِيْمًا﴿١﴾	وَّاتَّبِعْ	مَا	يُوْحٰۤى	اِلَيْكَ	مِنْ	رَّبِّكَ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ
خوب جاننے والا	حکمت والا	اور پیروی کر	اس کی جو	وحی کی جائے	تیری طرف	سے	تیرے رب کے	بیشک	اللہ	ہے

خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ [1] اور آپ کے رب کی جانب سے جو وحی بھیجی جاتی ہے اُس کی پیروی کرتے رہیے، بیشک اللہ

[27] اس آیتِ مبارکہ میں پانی اور اس کے ذریعے حاصل ہونے والی پیداوار کو اللہ کی قدرت کی نشانی قرار دے کر اس پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے اور یہاں اس کا ایک خاص پہلو اجاگر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برساتا ہے، زمین پانی سے سیراب ہوتی ہے اور پانی وہاں سے بہہ کر آگے چل پڑتا ہے، وہاں سے چل کر وہ کسی ندی، نالے اور دریا میں جا گرتا ہے، جہاں سے کوئی کسان اپنے کھیت اور باغ کو سیراب کرنے کیلئے پانی کا منتظر ہوتا ہے، اب انسان غور کرے کہ بادل برسا کہاں؟ پانی پہنچا کہاں؟ اور پیداوار ہوئی کہاں؟ آخر یہ کس کی قدرت اور طاقت ہے؟ یقیناً یہ اللہ کی قدرت اور طاقت ہے، اس کے علاوہ کوئی یہ کام نہیں کر سکتا۔ [28] اس آیتِ مبارکہ میں مشرکوں کا یہ اعتراض ذکر کیا گیا ہے کہ اگر تم لوگ قیامت کے برحق ہونے کا دعویٰ کرنے میں سچے ہو اور یہ فیصلہ ہونا برحق ہے تو صرف زبان سے کہنے کا کیا فائدہ؟ قیامت لا کر دکھاؤ۔ [29] اس آیتِ مبارکہ میں مشرکوں کے اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ مطمئن رہو، فیصلے کا دن اپنے مقررہ وقت پر ضرور آئے گا، لیکن وہ دن تمہارے لیے نفع بخش ثابت نہ ہوگا، اُس دن کافر ایمان لانے کی درخواست کریں گے لیکن نہ اُن کی درخواست قبول کی جائے گی اور نہ ہی اس دن ایمان لانے سے کسی کو کوئی فائدہ ہوگا، وہاں کسی کو مہلت بھی نہیں ملے گی کہ اعمال کا کوئی ذخیرہ ہی جمع کر لے۔ [30] اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کی طرف روئے سخن کر کے دو حکم دیئے گئے ہیں، پہلا حکم یہ کہ ایسے کافروں اور معاندوں سے اعراض کیجئے اور انہیں اُن کے حال پر چھوڑ دیجئے، دوسرا حکم یہ کہ جیسے وہ منتظر ہیں کہ دیکھئے پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے؟ آپ بھی انتظار کیجئے کہ کب اللہ کا فیصلہ آتا ہے اور کب ان کی گرفت ہوتی ہے؟

الحمد للہ! آج مؤرخہ ١٣ دسمبر ٢٠١٨ء بروز جمعرات سورۂ سجدہ کے حواشی سے فراغت ہوئی، چند دنوں بعد ان شاء اللہ سورۂ احزاب شروع ہوگی۔

سورۃ الاحزاب: سورۃ احزاب مدنی سورت ہے، اس میں کل حروف ٥٧٩٦، کلمات ١٢٨٠، آیات ٧٣ اور رکوعات ٩ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ٢٠ میں ''الاحزاب'' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ الاحزاب رکھا گیا، یہ لفظ ''حزب'' کی جمع ہے جس کا معنی ''گروہ'' ہے، یہاں وہ بہت سے گروہ اور لشکر مراد ہیں جنہوں نے ایک متحدہ محاذ بنا کر مسلمانوں کے خلاف مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دی تھی، اسے غزوۂ خندق بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ اس موقع پر نبی علیہ السلام نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے پر خندق کھودی تھی، جس کا واقعہ معروف ہے، اس سورت میں پہلے تو چند چیزیں اجمالی طور پر ذکر کی گئی ہیں، بعد میں انہی کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ (١) تقویٰ، توکل اور اتباعِ وحی (٢) کفار اور منافقین کی پرواہ نہ کرنا (٣) کسی بھی شخص کے دو دل نہیں ہو سکتے (٤) منہ بولا بیٹا، حقیقی بیٹا نہیں ہوتا (٥) نبی علیہ السلام کا ہر حکم واجب الاطاعت ہے (٦) ازواجِ مطہرات امت کی مائیں ہیں (٧) میراث کا زیادہ حق دار قریبی رشتہ دار ہوتا ہے (٨) مخالفینِ حق کو سزا ضرور ملے گی۔ اس کے علاوہ نبی علیہ السلام کی ختمِ نبوت، ازواجِ مطہرات کی تخییر کا مسئلہ، مسائلِ نکاح میں نبی علیہ السلام کیلئے خصوصی احکامات، پردے کے شرعی احکام، نبی علیہ السلام پر درود و سلام کا ہدیہ بھیجنے کا حکم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عند اللہ باوجاہت ہونا اور دشمنوں کے الزامات سے بری ہو جانا بھی اس سورت کا حصہ ہے، آخر میں منافقوں اور مشرکوں کیلئے سزا اور اہلِ ایمان کیلئے جزا کا ذکر کیا گیا ہے۔

[1] اس آیتِ مبارکہ میں ایک خطاب، ایک امر، ایک نہی اور ایک خبر کو جمع کیا گیا ہے، خطاب رسول اکرم ﷺ سے ہے اور اس میں ان کی وصفِ نبوت کو اہمیت دی گئی ہے لیکن اس سے مقصود اُن کی امت کو سنانا ہے، کیونکہ جس امر اور نہی کو یہاں جمع کیا گیا ہے، اس پر نبی علیہ السلام کا عمل تو پہلے سے موجود تھا، اس لیے اصولی طور پر اس کی تاکید امت کو کی گئی ہے، چنانچہ حکم یہ دیا گیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہیے، اس عاجز نے ترجمے میں مذکورہ نکتے کا خیال کرتے ہوئے ان الفاظ کا

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿٢﴾ وَّ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿٣﴾ مَا

بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرًا ﴿٢﴾	وَّ	تَوَكَّلْ	عَلَى	اللّٰهِ	وَ	كَفٰى	بِاللّٰهِ	وَكِيْلًا ﴿٣﴾	مَا
اس سے جو	تم کرتے ہو	باخبر	اور	بھروسہ کر	پر	اللہ کے	اور	کافی ہے	اللہ	کارساز ہونے کو	نہیں

اُن کاموں سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ [٢] اور اللہ پر بھروسہ رکھیے، اور اللہ کارساز ہونے کیلئے کافی ہے۔ [٣] اللہ نے

جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ

جَعَلَ	اللّٰهُ	لِرَجُلٍ	مِّنْ	قَلْبَيْنِ	فِيْ	جَوْفِهٖ	وَ	مَا	جَعَلَ	اَزْوَاجَكُمُ
بنایا	اللہ نے	کسی آدمی کے	سے	دو دل	بیچ	اس کے سینے کے	اور	نہیں	بنایا اس نے	تمہاری بیویوں کو

کسی انسان کے سینے میں دو دل نہیں بنائے، اور اُس نے تمہاری اُن بیویوں کو

الّٰۤـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ

الّٰۤـِٔيْ	تُظٰهِرُوْنَ	مِنْهُنَّ	اُمَّهٰتِكُمْ	وَ	مَا	جَعَلَ	اَدْعِيَآءَكُمْ	اَبْنَآءَكُمْ
وہ جو	ظہار کرلو تم	ان سے	تمہاری مائیں	اور	نہیں	بنایا اس نے	تمہارے منہ بولوں کو	تمہارے بیٹے

تمہاری مائیں نہیں بنایا جن سے تم ''ظِہار'' کر لو، اور اُس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا نہیں بنایا،

ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ﴿٤﴾

ذٰلِكُمْ	قَوْلُكُمْ	بِاَفْوَاهِكُمْ	وَ	اللّٰهُ	يَقُوْلُ	الْحَقَّ	وَ	هُوَ	يَهْدِي	السَّبِيْلَ ﴿٤﴾
تمہاری یہ	بات تمہاری	تمہارے مونہوں کی	اور	اللہ	کہتا ہے	حق بات	اور	وہ	رہنمائی کرتا ہے	راستے کی

تمہاری یہ بات تو صرف تمہارے منہ کی بات ہے، اور اللہ حق بات کہتا ہے اور وہی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ [٤]

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ

اُدْعُوْهُمْ	لِاٰبَآىِٕهِمْ	هُوَ	اَقْسَطُ	عِنْدَ	اللّٰهِ	فَاِنْ	لَّمْ	تَعْلَمُوْٓا	اٰبَآءَهُمْ
پکارو تم انہیں	ان کے باپوں کیلئے	وہ	زیادہ انصاف والا	نزدیک	اللہ کے	سو اگر	نہیں	جانتے تم	ان کے باپوں کو

تم اُنہیں اُن کے باپوں کی طرف منسوب کرکے پکارا کرو، اللہ کے نزدیک یہی زیادہ انصاف کی بات ہے، پھر اگر تمہیں اُن کے باپ معلوم نہ ہوں

فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ

فَاِخْوَانُكُمْ	فِي	الدِّيْنِ	وَ	مَوَالِيْكُمْ	وَ	لَيْسَ	عَلَيْكُمْ	جُنَاحٌ	فِيْمَآ
تو بھائی تمہارے	بیچ	دین کے	اور	رفقاء تمہارے	اور	نہیں	تم پر	کوئی گناہ	اسمیں جو

تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے رفقاء ہیں، اِس سلسلے میں تم سے جو غلطی ہو گئی، اُس میں

اضافہ کیا ہے کہ ''اللہ سے یونہی ڈرتے رہیے'' تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ کیا نبی ﷺ پہلے اللہ سے نہیں ڈرتے تھے (العیاذ باللہ) جواب انہیں اس کی تاکید کی گئی، جبکہ نہی کا تعلق کافروں اور منافقوں کی بات ماننے سے ہے، مذکورہ نکتہ یہاں بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہئے، اور خبر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ کون مخلص ہے اور کون منافق، علاوہ ازیں وہ حکیم بھی ہے اس لیے ہر کام نہایت حکمت کے ساتھ کرتا ہے۔ [٢] اس آیتِ مبارکہ میں ایک امر اور ایک خبر کو جمع کیا گیا ہے، امر یہ کہ وحی الٰہی کی پیروی کرتے رہئے، آپ کا رب آپ کو جو حکم بھیجتا رہے، آپ اُس پر عمل کرتے رہیے جیسا کہ آپ پہلے بھی کر رہے تھے اور جب یہ حکم آپ کو دیا جا رہا ہے، تو آپ کی امت کیلئے بطریق اولیٰ یہی حکم ہوگا، اور خبر یہ کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے، اسے خوب خبر ہے کہ کون کہاں، کس وقت، کیا کر رہا ہے اس لیے ہر شخص کو خوب سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہئے۔ [٣] اس آیتِ مبارکہ میں ایک امر اور ایک خبر کو جمع کیا گیا ہے، امر کا تعلق توکل سے ہے، توکل کا لفظی معنی اعتماد اور بھروسہ کرنا ہے، لوگ اس کا مفہوم ترکِ اسباب سمجھتے ہیں لیکن شریعت میں ترکِ اسباب کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے، اس لیے صحیح تعریف یہ ہے کہ انسانی طاقت اور استطاعت میں رہتے ہوئے تمام جائز وسائل و اسباب اور تدابیر اختیار کر کے ان کا نتیجہ اللہ کے حوالے کر دے اور مؤثر و مسبب اللہ تعالیٰ کو سمجھے، جبکہ خبر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے کام بنانے کیلئے کافی ہے، وہ اکیلا ہی سب کے بگڑے ہوئے کاموں کو سنوارتا اور سب کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ [٤] اس آیتِ مبارکہ میں زمانۂ جاہلیت کے تین خیالات کی اصلاح فرمائی گئی ہے، چونکہ یہ خیالات لوگوں کے دل دماغ میں اس طرح رچ بس گئے تھے کہ وہ لوگ اس کے خلاف کوئی بات سننے کیلئے تیار ہی نہ تھے، اس لیے ضروری محسوس ہوا کہ خود قرآن کریم اس سلسلے میں واضح رہنمائی فراہم کرے اور ان میں سے زیادہ اہم معاملے کو خود نبی اکرم ﷺ کے عمل سے ثابت کیا جائے، پہلا خیال یہ کہ جس آدمی کی یادداشت اور قوتِ حافظہ بہت اچھی اور غیر معمولی ہو، اس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ اس کے سینے میں دو دل ہیں، اس کی اصلاح یوں کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو آج تک کسی انسان کے سینے میں دو دل نہیں بنائے، جب بنانے والا کہہ رہا ہے کہ میں نے اس مشین میں یہ پرزہ صرف ایک ہی جگہ ایک ہی مرتبہ فٹ کیا ہے تو اس کے مقابلے میں کسی دوسرے کی بات کیسے تسلیم کی جا سکتی ہے؟ بالخصوص جبکہ دوسرا آدمی نہ تو اسے بنانے والا ہے اور نہ سینہ چیر کر دیکھنے والا، اگر وہ سینہ چیر کر دیکھ لے تو اسے وہاں ایک سے زیادہ دل نظر نہیں آئیں گے، چنانچہ جب سے دل کے آپریشن جدید طریقہ علاج کے مطابق شروع ہوئے ہیں، آج تک یہ عجوبہ سننے میں نہیں آیا کہ فلاں آدمی کا آپریشن کیا گیا تو اس کے سینے میں دو دھڑکتے ہوئے فعال دل پائے گئے، دوسرا خیال یہ کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں بہن کہہ دے تو صرف اتنا کہنے سے وہ اس کی ماں، بہن بن جاتی ہے اور اس پر اس کی ماں بہن کی طرح حرام ہو جاتی ہے، زمانۂ جاہلیت کے اس خیال کو اصطلاح میں ''ظہار'' کہا جاتا ہے، عام طور پر جو شخص اپنی بیوی کو بسانا نہیں چاہتا تھا یا اس کے حقوق ادا کرنے سے عاجز آ جاتا تھا تو وہ اپنی بیوی سے کہہ دیتا تھا کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح حرام ہے، پھر اُس عورت کو آئندہ اس کی بیوی کی بجائے اس کی ماں سمجھا جاتا تھا، اس طرح وہ عورت لٹک جاتی تھی اور اس کا مستقبل تاریک ہو جاتا تھا، قرآن نے اس کی اصلاح کرتے ہوئے فرمایا کہ محض تمہارے کہنے سے تمہاری بیوی تمہاری ماں، بہن نہیں بن جاتی، نسب ناتے اور رشتے داریاں اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں، انسان کی ماں وہ ہوتی ہے جس کے شکم میں وہ طے شدہ وقت گزارتا ہے اور مقررہ وقت پر وہ اسے جنم دیتی ہے، کیا انسان کی بیوی پر یہ تعریف صادق آتی ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک انسان دو عورتوں کے پیٹ میں رہا ہو اور دونوں نے اسے ایک ہی وقت میں جنم دیا ہو؟ یہ تو نہایت بیہودہ بات ہے اس لیے شریعت نے اس پر کفارہ مقرر کیا ہے جس کی تفصیل سورۂ مجادلہ میں آئے گی۔ انشاء اللہ۔ تیسرا خیال منہ بولے بیٹے کے حوالے سے تھا، اہلِ عرب جسے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیتے تھے، وہ اسے اپنے حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتے

اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

اَخْطَاْتُمْ	بِهٖ	وَ	لٰكِنْ	مَا	تَعَمَّدَتْ	قُلُوْبُكُمْ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	غَفُوْرًا
غلطی کی تم نے	ساتھ اس کے	اور	لیکن	وہ جو	ارادہ کیا	تمہارے دلوں نے	اور	ہے	اللہ	بہت بخشنے والا

تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، لیکن جس کا تم نے دل سے ارادہ کیا ہو، اور اللہ بہت بخشنے والا،

رَّحِيْمًا ⑤ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ

رَّحِيْمًا ⑤	اَلنَّبِيُّ	اَوْلٰى	بِالْمُؤْمِنِيْنَ	مِنْ	اَنْفُسِهِمْ	وَ	اَزْوَاجُهٗ
نہایت مہربان	نبی	زیادہ حقدار	ایمان والوں کا	سے	ان کی جانوں کے	اور	بیویاں اس کی

نہایت مہربان ہے۔ ⑤ نبی (ﷺ) کو مؤمنین پر اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق حاصل ہے اور نبی کی بیویاں

اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ

اُمَّهٰتُهُمْ	وَ	اُولُوا الْاَرْحَامِ	بَعْضُهُمْ	اَوْلٰى	بِبَعْضٍ	فِيْ	كِتٰبِ	اللّٰهِ	مِنَ
مائیں اُن کی	اور	قریبی رشتہ دار	ان میں سے بعض	زیادہ حقدار	بعض سے	بیچ	کتاب کے	اللہ کی	سے

مؤمنین کی مائیں ہیں، اور اللہ کے حکم کے مطابق قریبی رشتہ دار عام اہل ایمان

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ

اَلْمُؤْمِنِيْنَ	وَ	الْمُهٰجِرِيْنَ	اِلَّاۤ	اَنْ	تَفْعَلُوْۤا	اِلٰۤى	اَوْلِيٰٓئِكُمْ	مَّعْرُوْفًا
ایمان والوں کے	اور	ہجرت کرنے والوں کے	مگر	یہ کہ	تم کرو	طرف	اپنے رفقاء کے	کوئی نیکی

اور ہجرت کرنے والے لوگوں سے ایک دوسرے پر زیادہ حق رکھتے ہیں، سوائے اس کے کہ تم اپنے رفقاء کے ساتھ کوئی نیکی کرنا چاہو،

كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ⑥ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ

كَانَ	ذٰلِكَ	فِي	الْكِتٰبِ	مَسْطُوْرًا ⑥	وَ	اِذْ	اَخَذْنَا	مِنَ	النَّبِيّٖنَ
ہے	یہ	بیچ	کتاب کے	لکھا ہوا	اور	جب	ہم نے لیا	سے	نبیوں کے

یہ حکم کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ ⑥ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب ہم نے نبیوں سے پختہ

مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ

مِيْثَاقَهُمْ	وَ	مِنْكَ	وَ	مِنْ	نُّوْحٍ	وَّ	اِبْرٰهِيْمَ	وَ	مُوْسٰى	وَ	عِيْسَى	ابْنِ
پختہ عہد ان کا	اور	تجھ سے	اور	سے	نوح کے	اور	ابراہیم کے	اور	موسیٰ کے	اور	عیسیٰ کے	بیٹا

عہد لیا، اور آپ سے بھی، اور نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم

تھے، حتیٰ کہ وہ وراثت میں بھی بیٹے کی طرح حصہ پاتا تھا، اُس کی بیوی بہو کی طرح سمجھی جاتی تھی، اس سے گھر میں پردہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی، قرآن نے اس کی اصلاح کرتے ہوئے فرمایا کہ صرف تمہارے کہنے سے کوئی شخص تمہارا بیٹا نہیں بن جاتا، اس کا باپ وہ ہے جس کے نطفے سے اللہ تعالیٰ نے اسے وجود عطا فرمایا ہے، یہ تعریف کسی دوسرے پر صادق نہیں آتی، ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ ایک شخص دو آدمیوں کے "پانی" سے تخلیق کیا گیا ہے، کیا اس طرح کسی کا نسب نامہ محفوظ رہ سکتا ہے؟ کیا یہ بیہودہ خیال اُس عورت پر بدکاری کا الزام نہیں لگاتا جو اُس کی ماں ہے؟ کیا منہ بولا بیٹا ہونا کسی عورت کی پاکدامنی کو بدگمانی کی بھینٹ چڑھائے بغیر ممکن ہے؟ ہرگز نہیں، اسی بناء پر قرآن نے اس حوالے سے نہایت مفصل اور جامع کلام کیا ہے اور عمدہ تدبیریں اختیار کی ہیں۔

⑤ اس آیتِ مبارکہ میں منہ بولے بیٹوں کے حوالے سے واضح حکم دیا گیا ہے کہ آج کے بعد یہ رشتہ ختم کیا جاتا ہے شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، ہر شخص کو "خواہ جس نے بھی اسے اپنا منہ بولا بیٹا بنا رکھا ہو" اس کے حقیقی باپ کی طرف منسوب کرکے پکارا جائے، تاکہ نسب نامہ محفوظ ہو جائے اور عورت کی پاکدامنی پر تہمت نہ آئے، اگر کسی کے حقیقی باپ کا علم نہ ہو، تب بھی اسے کسی دوسرے شخص کی طرف منسوب کرنے کی اجازت نہیں ہے، البتہ اس کے ساتھ بھائی چارہ اور دینی موالات اپنی جگہ درست ہے، اسی آیت کی رو سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد کی بجائے دوبارہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کہا جانے لگا تھا، نبی علیہ السلام نے اعلان نبوت سے پہلے انہیں اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا اور سب لوگ انہیں زید بن محمد ہی کہا کرتے تھے، لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی علیہ السلام نے سب سے پہلے خود اپنی ذات کے حوالے سے اس پر عمل کیا اور لوگوں کو اسوۂ حسنہ کی رہنمائی عطا فرمائی۔ ⑥ اس آیتِ مبارکہ کے پہلے جملے میں نبی اکرم ﷺ اور اُن کی ازواج مطہرات کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے اور دوسرے جملے میں ایک قانون وراثت تشکیل دیا گیا ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ کو اہل ایمان کی جانوں پر خود ان کی ذات سے بھی زیادہ حقوق رکھنے والا قرار دیا گیا ہے، یعنی ایک انسان اپنی ذات کے حوالے سے جتنے تصرفات کرتا ہے، پیغمبر ﷺ کو اس کی ذات کے حوالے سے اس سے بھی زیادہ تصرفات کا حق حاصل ہے، چنانچہ بہت سے وہ کام جو بذاتِ خود انسان کیلئے کرنا جائز نہیں ہیں، لیکن اگر پیغمبر ﷺ اس کا حکم دیدیں تو انسان کیلئے اس پر عمل کرنا فرض ہو جاتا ہے، یہ مقام اور مرتبہ پیغمبر ﷺ کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے، اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کو تمام اہل ایمان کی مائیں قرار دیا گیا ہے، اسی سورت کی آیت نمبر ۵۳ میں اس حوالے سے مزید تفصیل بیان کی گئی ہے، وہ تو اپنے مقام پر آئے گی، البتہ یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ ظہار کی وجہ سے انسان کی بیوی اس کی ماں نہیں بن جاتی لیکن اگر کوئی خاتون نبی اکرم ﷺ کے نکاح میں آجائے تو وہ ہر مسلمان کیلئے اپنی حقیقی ماں کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ قابل احترام ہو جاتی ہے، انہیں یہ عظمت اور اہمیت نبی اکرم ﷺ کی نسبت کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے، کیونکہ روحانی طور پر نبی اکرم ﷺ ساری امت کے باپ ہیں، لہٰذا ان کی ازواج مطہرات ساری امت کی روحانی مائیں ہوئیں، چونکہ یہاں کسی قسم کا کوئی استثناء نہیں کیا گیا ہے، اس لیے ہر وہ خاتون جس سے نبی اکرم ﷺ نے نکاح فرمایا اور اسے آخر تک اپنے نکاح میں رکھا طلاق نہیں دی یا ایک طلاق دیکر بعد میں رجوع فرما لیا، وہ سب امت کی مائیں ہیں، خواہ کسی کو پسند آئے یا نہ آئے۔ جہاں تک تعلق ہے قانون وراثت کا تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہجرت مدینہ کے بعد نبی ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان جو بھائی چارہ کروایا تھا، وہ اس قدر مضبوط ہو گیا تھا کہ نسبی رشتے داری کے علاوہ مہاجرین اور انصار وراثت میں ایک دوسرے سے حصہ پانے لگے تھے، اس آیت کے دوسرے جملے میں واضح کر دیا گیا کہ کسی کے ساتھ حسن سلوک اور دینی اخوت کا تعلق اپنی جگہ، لیکن وراثت کی بنیاد نسبی رشتہ داری پر ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس وارث کا جو حصہ متعین فرمایا ہے، شریعت کا تقاضا ہے کہ اسے وہ حصہ دیا جائے۔

مَرۡيَمَ ۖ وَاَخَذۡنَا مِنۡهُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا ۙ﴿۷﴾ لِّيَسۡـَٔلَ الصّٰدِقِيۡنَ عَنۡ

مَرۡيَمَ	وَ	اَخَذۡنَا	مِنۡهُمۡ	مِّيۡثَاقًا	غَلِيۡظًا ۙ	لِّيَسۡـَٔلَ	الصّٰدِقِيۡنَ	عَنۡ
مریم کا	اور	لیا ہم نے	ان سے	عہد	مضبوط	تاکہ پوچھے وہ	سچوں کو	سے

سے بھی، اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا۔ [7] تاکہ اللہ سچوں سے اُن کی سچائی کے متعلق

ع ۱ ۸ ۱۷

صِدۡقِهِمۡ ۚ وَاَعَدَّ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴿۸﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا

صِدۡقِهِمۡ	وَ	اَعَدَّ	لِلۡكٰفِرِيۡنَ	عَذَابًا	اَلِيۡمًا	يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيۡنَ	اٰمَنُوا
ان کی سچائی کے	اور	تیار کیا	کافروں کیلئے	عذاب	دردناک	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے

پوچھ گچھ کرسکے، اور اُس نے کافروں کیلئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ [8] اے اہلِ ایمان!

اذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ جَآءَتۡكُمۡ جُنُوۡدٌ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيۡحًا

اذۡكُرُوۡا	نِعۡمَةَ	اللّٰهِ	عَلَيۡكُمۡ	اِذۡ	جَآءَتۡكُمۡ	جُنُوۡدٌ	فَاَرۡسَلۡنَا	عَلَيۡهِمۡ	رِيۡحًا
یاد کرو تم	احسان	اللہ کا	اپنے اوپر	جب	آئے تم پر	بہت سے لشکر	سو بھیج دی ہم نے	ان پر	ہوا

اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جبکہ تم پر لشکر چڑھ آئے تھے، سو ہم نے اُن پر ہوا بھیج دی

وَّجُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرًا ۚ﴿۹﴾ اِذۡ جَآءُوۡكُمۡ

وَ	جُنُوۡدًا	لَّمۡ	تَرَوۡهَا	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	بِمَا	تَعۡمَلُوۡنَ	بَصِيۡرًا	اِذۡ	جَآءُوۡكُمۡ
اور	بہت سے لشکر	نہیں	دیکھا تم نے اسے	اور	ہے	اللہ	اسے جو	تم کرتے ہو	خوب دیکھنے والا	جب	آئے وہ تمہارے پاس

اور ایسے لشکر جو تم نہیں دیکھ سکتے تھے، اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھ رہا تھا۔ [9] اُس وقت کو یاد کرو جب وہ تمہارے پاس تمہارے اوپر سے

مِّنۡ فَوۡقِكُمۡ وَمِنۡ اَسۡفَلَ مِنۡكُمۡ وَاِذۡ زَاغَتِ الۡاَبۡصَارُ وَبَلَغَتِ

مِّنۡ	فَوۡقِكُمۡ	وَ	مِنۡ	اَسۡفَلَ	مِنۡكُمۡ	وَ	اِذۡ	زَاغَتِ	الۡاَبۡصَارُ	وَ	بَلَغَتِ
سے	تمہارے اوپر	اور	سے	نیچے	تم سے	اور	جب	پتھرا گئیں	نگاہیں	اور	پہنچ گئے

اور تمہارے نیچے سے آگئے تھے، اور جب نگاہیں پتھرا گئی تھیں، دل اچھل کر

الۡقُلُوۡبُ الۡحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوۡنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوۡنَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ ابۡتُلِيَ

الۡقُلُوۡبُ	الۡحَنَاجِرَ	وَ	تَظُنُّوۡنَ	بِاللّٰهِ	الظُّنُوۡنَا ﴿۱۰﴾	هُنَالِكَ	ابۡتُلِيَ
دل	حلقوں میں	اور	تم گمان کرنے لگے	ساتھ اللہ کے	کئی طرح کے گمان	اس موقع پر	آزمائے گئے

حلق میں پہنچ گئے تھے اور تم اللہ کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے۔ [10] اُس موقع پر ایمان والوں کی

[7] اس آیت مبارکہ میں پہلے تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے عمومی طور پر، بعد میں پانچ اولوالعزم پیغمبروں سے خصوصی طور پر عہد و پیمان لینے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ عہد و پیمان انبیاء کرام علیہم السلام کی ذمہ داریوں کے حوالے سے تھا جس پر عمل کرنے کے وہ سب پابند تھے، جہاں تک تعلق ہے اولوالعزم پیغمبروں کا تو ان میں سب سے پہلا نام ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، پھر علی الترتیب حضرت نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے اسماء گرامی آتے ہیں، ان حضرات کی تعلیمات اور تربیت کے اثرات دیگر حضرات کی نسبت زیادہ دور اور دیر تک محسوس کیے گئے، اسی وجہ سے خصوصیت کے ساتھ ان کا نام لیکر تذکرہ کیا گیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اگرچہ بعد کا ہے لیکن مقام اور مرتبہ سب سے مقدم ہے، اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ذکر میں بھی مقدم کیا گیا ہے۔ [8] اس آیت مبارکہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد بیان کیا گیا ہے کہ جب وہ اپنی ذمہ داری پوری کر چکیں تو اللہ تعالیٰ حساب کتاب اور باز پرس کرے، سچوں کو ان کی سچائی کا انعام دے اور منکروں کو ان کے انکار کی سزا دے جو اس نے پہلے سے تیار کر رکھی ہے۔ [9] اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو غزوۂ خندق کے موقع پر پیش آنے والی صورتحال یاد دلا کر اللہ کا احسان ذہنوں میں تازہ کرنے کی تاکید کی گئی ہے، اسے غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے، شوال سنہ ۵ھ میں مشرکین کا ایک متحدہ محاذ حرکت میں آیا، جب بنونضیر کے یہودیوں کو مدینہ منورہ سے جلاوطن کیا گیا تو ان کا ایک نمائندہ وفد مکہ مکرمہ پہنچا اور سردارانِ قریش میں جنگ کی آگ بھڑکا دی، قبیلہ غطفان کے لوگ بھی آمادہ ہوگئے، سپہ سالار ابوسفیان کو مقرر کیا گیا، چار ہزار مسلح سورماؤں کا لشکر اس کے جلو میں تھا، عثمان بن طلحہ علم بردار تھا، تین سو گھڑسوار تھے اور ڈیڑھ ہزار اونٹ ان کے ہمراہ تھے، اس کے علاوہ دیگر قبائل کی افرادی قوت بھی اس میں شامل ہوتی گئی، یہاں تک کہ کل افواج کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی، نبی علیہ السلام کو جب اس متحدہ محاذ کے حملے کی اطلاع ملی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جنگی حکمت عملی کے حوالے سے مشورہ کیا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے پر خندق کھودنا طے کیا گیا، یہ خندق شمال مشرقی مدینہ کی جانب کھودی گئی، کیونکہ باقی اطراف سے مدینہ منورہ بالکل محفوظ تھا، خندق کی لمبائی پانچ ہزار گز، چوڑائی نو گز اور گہرائی سات سے لیکر دس گز تک طے کی گئی، ہر چالیس گز لمبائی کو دس دس مسلمانوں پر تقسیم کر دیا گیا، صرف چھ دن میں ساڑھے تین میل کی یہ طویل خندق تیار ہوگئی، مشرکین کا لشکر اس منفرد جنگی حکمت عملی کو دیکھ کر حیرت زدہ ہوگیا اور دشمن سے بیرونی طور پر حفاظت کا یہ نہایت عمدہ انتظام ہوگیا لیکن مدینہ منورہ میں اندرونی طور پر منافقوں اور یہودیوں سے خطرہ ہوسکتا تھا، البتہ بنوقریظہ کے یہودیوں سے معاہدہ ہونے کی وجہ سے ایک گونہ اطمینان تھا کہ وہ اس کی پاسداری کریں گے، تاہم ایسا نہ ہوا اور حیی بن اخطب یہودی کے بہکاوے میں آ کر بنوقریظہ کا سردار کعب بن اسد معاہدے کو بالائے طاق رکھنے پر آمادہ ہوگیا، نبی علیہ السلام کو معلوم ہوا تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو تصدیق خبر کیلئے بھیجا، ان دونوں نے واپس آ کر بنوقریظہ کی غداری اور عہد شکنی کی تصدیق کر دی، مشرکین نے بھی مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا، ایک مہینہ تک یہ محاصرہ جاری رہا، دونوں طرف سے تیراندازی کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا، اس پر مزید امتحان یہ ہوا کہ سخت سردی شروع ہوگئی، نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی پریشانیوں کو دیکھ کر جنگی حکمت عملی کے طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ اگر قبیلہ غطفان کو مدینہ منورہ کے ایک تہائی پھل کا لالچ دے کر یہاں سے واپس جانے پر آمادہ کر لیا جائے تو باقی لشکر خود بخود تتر بتر ہو جائے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بے نظیر قوت ایمانی کا ثبوت دیا اور عرض کیا کہ آپ فکر نہ کریں، ہمارے پاس ان کیلئے صرف تلوار ہے، ادھر قبیلہ غطفان میں سے ہی نعیم بن مسعود کو اللہ تعالیٰ نے دولت

الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ⑪ وَ اِذْ يَقُوْلُ

الْمُؤْمِنُوْنَ	وَ	زُلْزِلُوْا	زِلْزَالًا	شَدِيْدًا ۝	وَ	اِذْ	يَقُوْلُ
ایمان والے	اور	ہلائے گئے	ہلایا جانا	سخت	اور	جب	کہہ رہے تھے

آزمائش کی گئی اور انہیں خوب اچھی طرح جھنجوڑا گیا۔ ⑪ اور اُس وقت کو یاد کرو جب منافقین

الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ

الْمُنٰفِقُوْنَ	وَ	الَّذِيْنَ	فِيْ	قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ	مَّا	وَعَدَنَا	اللّٰهُ
منافقین	اور	وہ لوگ جو	بیچ	ان کے دلوں کے	بیماری	نہیں	وعدہ کیا ہم سے	اللہ نے

کہہ رہے تھے اور وہ لوگ بھی جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول نے تو ہم سے جو وعدہ

وَ رَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ⑫ وَ اِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ

وَ	رَسُوْلُهٗٓ	اِلَّا	غُرُوْرًا ۝	وَ	اِذْ	قَالَتْ	طَّآئِفَةٌ	مِّنْهُمْ	يٰٓاَهْلَ
اور	اس کے پیغمبر نے	مگر	دھوکے کا	اور	جب	کہا	ایک گروہ نے	ان میں سے	اے رہنے والو

کیا تھا، وہ محض دھوکہ تھا۔ ⑫ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب اُن میں سے ایک گروہ نے کہا کہ اے اہل

يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ يَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ

يَثْرِبَ	لَا	مُقَامَ	لَكُمْ	فَارْجِعُوْا ۚ	وَ	يَسْتَاْذِنُ	فَرِيْقٌ	مِّنْهُمُ
یثرب کے	نہیں	ٹھہرنے کی کوئی جگہ	تمہارے لئے	سو واپس چلو	اور	اجازت مانگ رہا تھا	ایک گروہ	ان میں سے

یثرب! تمہارے یہاں ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں اس لیے واپس لوٹ چلو، اور اُن میں سے ایک گروہ نبی (ﷺ) سے اجازت

النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَ مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ

النَّبِيَّ	يَقُوْلُوْنَ	اِنَّ	بُيُوْتَنَا	عَوْرَةٌ ۛ	وَ	مَا	هِيَ	بِعَوْرَةٍ ۚ	اِنْ
نبی سے	وہ کہہ رہے تھے	کہ بیشک	ہمارے گھر	کھلے پڑے ہیں	اور	نہیں	وہ	کھلے ہوئے	نہیں

طلب کرنے لگا، وہ کہنے لگے کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں، حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے، وہ تو

يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ⑬ وَ لَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا

يُّرِيْدُوْنَ	اِلَّا	فِرَارًا ۝	وَ	لَوْ	دُخِلَتْ	عَلَيْهِمْ	مِّنْ	اَقْطَارِهَا
چاہتے وہ	مگر	بھاگنا	اور	اگر	گھس آئے	ان پر	سے	اس کے کناروں کے

صرف راہِ فرار اختیار کرنا چاہتے تھے۔ ⑬ اور اگر شہر کے کناروں سے کوئی اُن پر گھس آئے،

ایمان سے مالا مال کر دیا اور انہوں نے ایک خفیہ تدبیر سے اس موقع پر اسلام اور اہل اسلام کی ایسی بے نظیر خدمت کی کہ دشمن پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا اور ان میں پھوٹ پڑ گئی، اس پر مزید اضافہ سخت برفانی ہواؤں کے جھکڑ سے ہو گیا، مشرکین کے خیمے اکھڑنے لگے، ہانڈیاں چولہوں سے لڑھکنے لگیں اور گرد و غبار نے انہیں سخت اذیت میں مبتلا کر دیا، نبی علیہ السلام نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو دشمن کی خبر لانے کیلئے بھیجا، معلوم ہوا کہ ابو سفیان نے واپسی کا ارادہ کر لیا ہے، لوگوں نے اسے بہتیرا سمجھایا لیکن اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور واپس مکہ مکرمہ روانہ ہو گیا، جب آرمی چیف ہی اس طرح کرے تو فوج کیوں منتشر نہ ہو، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ساری فوج منتشر ہو گئی اور متحدہ محاذ بری طرح ناکام ہو گیا اور مسلمان سرخرو ہو گئے۔ ⑩ اس آیتِ مبارکہ میں غزوۂ خندق کے موقع پر لشکر اسلام کی صورتحال کی تصویر کشی کی گئی ہے کہ پلکیں جھپکنا بھول گئی تھیں، آنکھیں پتھرا گئی تھیں، دہشت اور خوف کی وجہ سے دل اچھل کر حلق میں آ گئے تھے، یوں معلوم ہوتا تھا کہ ابھی روح پرواز کر جائے گی، دل میں طرح طرح کے خیالات اور وساوس آ رہے تھے کہ پتہ نہیں، اب کیا ہو گا؟ مشرکین کا اتنا بڑا لشکر مدینہ منورہ پر اس سے پہلے کبھی حملہ آور نہیں ہوا، اگر یہ لوگ خندق عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے تو کیا ہو گا؟ کیونکہ مشرکوں کا لشکر مشرقی اور مغربی سمت سے

ع ۱۰

حملہ آور ہوا تھا، اسی کو یہاں "اوپر اور نیچے" سے تعبیر کیا گیا ہے، مسلمان اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے درمیان گھر گئے تھے، باہر سے مشرکوں نے محاصرہ کر رکھا تھا اور اندر سے بنو قریظہ کے یہودی غداری اور عہد شکنی پر آمادہ تھے، جس کی وجہ سے نہایت تشویش ناک صورتحال پیدا ہو گئی تھی۔ ⑪ اس آیتِ مبارکہ میں غزوۂ خندق کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے امتحان کی شدت بیان کی گئی ہے، آیت کے الفاظ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ اہل ایمان کو خوب اچھی طرح جھنجوڑا گیا، تو یقیناً اس وقت کی آزمائش نہایت شدید ہوئی ہو گی، کیونکہ ایک طرف محاصرہ تھا، دوسری طرف یہودیوں کی غداری تھی، تیسری طرف شدید ناقابل برداشت سردی تھی اور چوتھی طرف غذائی قلت اور ضروریات زندگی کی عدم دستیابی نے حالات کو نہایت تشویش ناک حد تک پہنچا دیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے انکی حفاظت کی اور انہیں ایمان پر ثابت قدم رکھ کر امتحان میں سرخرو کر دیا۔ ⑫ اس آیتِ مبارکہ میں غزوۂ خندق کے موقع پر منافقین کا رویہ بیان کیا گیا ہے، انہیں اللہ اور اس کے پیغمبر کے وعدوں پر یقین نہیں تھا، وہ انہیں صرف دھوکہ سمجھتے تھے، وہ کہتے تھے کہ محمد ﷺ کی "پیشین گوئیاں کہاں چلی گئیں جن میں وہ اپنا دین پوری دنیا میں پھیل جانے کی بشارتیں دیا کرتے تھے، یہاں تو صورتحال یہ ہے کہ ہم لوگ سکون کے ساتھ قضاء حاجت بھی نہیں کر سکتے، فتح و نصرت کی ساری باتیں ہمیں دھوکہ دینے کیلئے کی گئی تھیں (العیاذ باللہ) ⑬ اس آیتِ مبارکہ میں منافقوں کی ایک جماعت کی فتنہ پروری اور ان کا میدان جنگ سے مختلف حیلوں اور بہانوں کے ساتھ کھسک جانا بیان کیا گیا ہے، کچھ لوگ ایک دوسرے کو سمجھانے لگے کہ یہاں ٹھہرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، تمام اہل عرب سے ٹکر لینا آسان نہیں ہے، اس لیے یہاں نکل جانا ہی بہتر ہے اور کچھ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گھروں کے غیر محفوظ ہونے کا بہانہ بنا کر واپس جانے کی اجازت طلب کرنے لگے، اللہ تعالیٰ نے انکے بہانے اور عذر مسترد کر دیئے ہیں اور فرمایا ہے کہ اُن کے گھر اس وقت کسی بھی طرح غیر محفوظ نہیں تھے، دراصل اس طرح وہ اپنے لیے میدان جنگ سے کھسکنے کا جواز فراہم کرنا چاہتے تھے تاکہ کل کو کہہ سکیں کہ ہم اپنی مرضی سے واپس نہیں گئے تھے، بلکہ پیغمبر ﷺ سے اجازت لیکر گئے تھے۔

ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾

ثُمَّ	سُئِلُوا	الْفِتْنَةَ	لَاٰتَوْهَا	وَ	مَا	تَلَبَّثُوْا	بِهَآ	اِلَّا	يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾
پھر	مطالبہ کئے جائیں وہ	فتنے کا	البتہ کریں وہ اسے	اور	نہ	انتظار کریں	اس میں	مگر	معمولی سا

پھر اُن سے فتنے میں شامل ہونے کا مطالبہ کرے تو وہ ضرور ویسا ہی کریں اور معمولی سا انتظار بھی نہ کریں۔ ۱۴

وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ

وَ	لَقَدْ	كَانُوْا	عَاهَدُوا	اللّٰهَ	مِنْ	قَبْلُ	لَا	يُوَلُّوْنَ	الْاَدْبَارَ ؕ
اور	البتہ یقیناً	تھے وہ	عہد کر چکے	اللہ کے ساتھ	سے	پہلے	نہیں	پھیریں گے وہ	پیٹھوں کو

اور یقیناً اِس سے پہلے وہ اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ پھیر کر نہیں بھاگیں گے،

وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ

وَ	كَانَ	عَهْدُ	اللّٰهِ	مَسْئُوْلًا ﴿۱۵﴾	قُلْ	لَّنْ	يَّنْفَعَكُمُ	الْفِرَارُ
اور	ہے	عہد	اللہ کا	پوچھا جانے والا	تُو کہہ	ہرگز نہیں	نفع دے گا تمہیں	بھاگنا

اور اللہ کے عہد کے متعلق پوچھ گچھ کی جائے گی۔ ۱۵ (اے نبی! ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ اگر تم مرنے یا قتل ہونے سے

اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾

اِنْ	فَرَرْتُمْ	مِّنَ	الْمَوْتِ	اَوِ	الْقَتْلِ	وَ	اِذًا	لَّا	تُمَتَّعُوْنَ	اِلَّا	قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾
اگر	تم بھاگو	سے	موت کے	یا	قتل کے	اور	اس وقت	نہیں	تم فائدہ دیئے جاؤ گے	مگر	تھوڑا

بھاگنا چاہتے ہو تو یہ بھاگنا تمہیں ہرگز نفع نہ پہنچائے گا، اور اُس وقت بھی تمہیں تھوڑا ہی فائدہ پہنچایا جائے گا۔ ۱۶

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ

قُلْ	مَنْ	ذَا	الَّذِيْ	يَعْصِمُكُمْ	مِّنَ	اللّٰهِ	اِنْ	اَرَادَ بِكُمْ	سُوْٓءًا	اَوْ
تُو کہہ	کون ہے	وہ	جو	بچائے گا تمہیں	سے	اللہ کے	اگر	ارادہ کرلے وہ تم سے	برائی کا	یا

(اے نبی! ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرلے یا وہ تمہارے ساتھ رحمت کا ارادہ کرلے

اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا

اَرَادَ	بِكُمْ	رَحْمَةً ؕ	وَ	لَا	يَجِدُوْنَ	لَهُمْ	مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	وَلِيًّا
ارادہ کرلے وہ	تم سے	مہربانی کا	اور	نہ	پائیں گے وہ	اپنے لئے	سے	علاوہ	اللہ کے	کوئی دوست

تو کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچا سکے؟ اور وہ اللہ کے علاوہ کوئی دوست اور مددگار

۱۴ اس آیتِ مبارکہ میں منافقوں کے بہانے غیر حقیقی اور جھوٹے ہونا ثابت کیا گیا ہے، چنانچہ اگر یہ لوگ مدینہ منورہ میں موجود ہوں، مشرکوں کا کوئی وفد کسی طرح مدینہ منورہ کے اندر داخل ہونے اور ان تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے، پھر انہیں مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھانے کی ترغیب دے اور اس کے عوض مال و دولت کی پیشکش کرے تو یہ لوگ معمولی توقف کے بغیر فوراً اس پیشکش کو قبول کرلیں گے اور اس وقت یہ بہانہ بھی نہیں بنائیں گے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، انہیں اس طرح کھلا چھوڑ کر ہم کیسے جا سکتے ہیں، چنانچہ بنو قریظہ کے یہودیوں نے مال و دولت کے لالچ میں آکر ہی غداری اور عہد شکنی کی تھی، ان کے پاس حیی بن اخطب یہ پیشکش لیکر آیا تھا، معلوم ہوا کہ گھروں کے غیر محفوظ ہونے کا دعویٰ صرف بہانہ ہے اور جھوٹ پر مبنی ہے۔

۱۵ اس آیتِ مبارکہ میں منافقوں کو ان کا ایک عہد یاد دلایا گیا ہے تاکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے وعدے کو دھوکہ قرار دینے سے پہلے سوچ لیں کہ اصل عہد شکن کون ہے؟ انہوں نے غزوۂ احد کے بعد عہد کیا تھا اور پختہ قسمیں کھائی تھیں کہ آئندہ پیٹھ نہیں دکھائیں گے اور میدانِ جنگ میں ثابت قدمی سے ڈٹے رہیں گے، ان کا وہ وعدہ کہاں گیا؟ عنقریب اس پر ان سے باز پرس ہوگی اور انہیں اس کا جواب دینا پڑے گا۔

۱۶ اس آیتِ مبارکہ میں منافقوں پر واضح کر دیا گیا ہے کہ تم موت سے بچ کر جتنا بھاگنا چاہتے ہو، بھاگ لو، تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے تو کہیں موت ہی نہ آجائے، اگر ایسا ہوا تو ہمارے بیوی بچوں کا کیا بنے گا؟ دراصل تم لوگ یہ بات بھول گئے ہو کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اور وہ مقررہ وقت پر آکر رہے گی، ایک لمحہ بھی آگے پیچھے نہیں ہوسکے گی، اگر میدان جنگ سے بھاگ کر تم موت سے اپنا پیچھا چھڑانا چاہتے ہو تو یہ بھی کر کے دیکھ لو، تم کتنا جی لوگے؟ کتنے عرصے تک زندہ رہو گے؟ کب تک دنیا اور اس کی نعمتوں سے لطف اٹھاتے رہو گے؟ کیا تمہیں ہمیشہ دنیا میں ہی رہنا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں، بالآخر تمہیں موت آنی ہے اور تمہیں اس دارِ فانی کو چھوڑ کر چلے جانا ہے، اس کی فکر کرنی چاہیے۔

وَلَا نَصِيْرًا ⑰ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ

وَ	لَا	نَصِيْرًا ⑰	قَدْ	يَعْلَمُ	اللّٰهُ	الْمُعَوِّقِيْنَ	مِنْكُمْ	وَالْقَآئِلِيْنَ
اور	نہ	کوئی مددگار	یقیناً	جانتا ہے	اللہ	روڑے اٹکانے والوں کو	تم میں سے	اور کہنے والوں کو

نہ پائیں گے۔ ⑰ اللہ تم میں سے روڑے اٹکانے والوں اور اپنے بھائیوں سے یہ کہنے والوں کو

لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ⑱

لِاِخْوَانِهِمْ	هَلُمَّ	اِلَيْنَا ۚ	وَ	لَا	يَاْتُوْنَ	الْبَاْسَ	اِلَّا	قَلِيْلًا ⑱
اپنے بھائیوں سے	آجاؤ	ہماری طرف	اور	نہیں	آتے وہ	جنگ میں	مگر	تھوڑا

جانتا ہے کہ ہمارے پاس چلے آؤ، اور وہ جنگ میں بھی کم ہی شرکت کرتے ہیں۔ ⑱

اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۖۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ

اَشِحَّةً	عَلَيْكُمْ ۖۚ	فَاِذَا	جَآءَ	الْخَوْفُ	رَاَيْتَهُمْ	يَنْظُرُوْنَ
بخل کرتے ہوئے	تم پر	سو جب	آجائے	خوف	تو دیکھے گا انہیں	دیکھ رہے ہیں وہ

تم پر بخل کرتے ہوئے، پھر جب خوف کی حالت آئے تو آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ آپ کو دیکھ رہے

اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا

اِلَيْكَ	تَدُوْرُ	اَعْيُنُهُمْ	كَالَّذِيْ	يُغْشٰى	عَلَيْهِ	مِنَ	الْمَوْتِ ۚ	فَاِذَا
تیری طرف	گھوم رہی ہیں	ان کی آنکھیں	جیسے وہ جو	غشی طاری ہو	اس پر	سے	موت کے	سو جب

ہیں، اُن کی آنکھیں اُس شخص کی طرح گھوم رہی ہیں جس پر موت کی غشی طاری ہو گئی ہو، پھر جب

ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى

ذَهَبَ	الْخَوْفُ	سَلَقُوْكُمْ	بِاَلْسِنَةٍ	حِدَادٍ	اَشِحَّةً	عَلَى
چلا جائے	خوف	چڑھ آتے ہیں تم پر	زبانوں سے	تیز	لالچ کرتے ہوئے	پر

خوف کی حالت دور ہو جاتی ہے تو مال کے لالچ میں تمہارے سامنے تیز زبانوں سے چڑھے

الْخَيْرِ ۭ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ

الْخَيْرِ ۭ	اُولٰٓئِكَ	لَمْ	يُؤْمِنُوْا	فَاَحْبَطَ	اللّٰهُ	اَعْمَالَهُمْ ۭ
مال کے	وہی لوگ	نہیں	ایمان لائے	سو ضائع کر دیا	اللہ نے	ان کے اعمال کو

آتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے، سو اللہ نے اُن کے اعمال کو ضائع کر دیا

⑰ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کے ارادے کی پختگی اور مضبوطی بیان کی گئی ہے کہ آج تم لوگ موت سے ڈر کر بھاگ رہے ہو، کیا تم اللہ کی حکومت اور اس کی حدود سے نکل سکتے ہو؟ اگر وہ تمہیں کسی مصیبت، بیماری اور تکلیف میں مبتلا کرنا چاہے تو تمہیں کوئی بچا سکتا ہے؟ اگر وہ تم پر اپنا فضل اور مہربانی کرنا چاہے تو کیا اسے کوئی روک سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تمہیں مرنے سے بھی کوئی نہیں بچا سکتا، موت برحق ہے اور وہ مقررہ وقت پر آ کر رہے گی، اس لیے موت کے ڈر سے میدان جنگ میں پیٹھ نہ دکھاؤ۔

⑱ ⑲ ان آیتوں میں منافقین کی اُس جماعت کا ذکر کیا گیا ہے جو خود تو جہاد میں شریک ہوتے نہیں، اور جو مخلص مسلمان اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کر رہے ہوں، ان کے راستے میں روڑے اٹکاتے ہیں اور انہیں بھی جنگ میں شرکت سے روکتے ہیں، پریشان کن حالات اور خوف کی کیفیت دیکھ کر ان کی جان نکلنے لگتی ہے، یوں لگتا ہے کہ موت کی غشی طاری ہو گئی ہے اور ان پر نزع کی کیفیت ہے، اور جب وہ حالات گزر جاتے ہیں تو اپنی بہادری کا رعب جماتے ہیں، لوگوں کے سامنے شیخیاں مارتے ہیں اور یوں ظاہر کرتے ہیں جیسے وہ کبھی خوف زدہ ہوئے ہی نہ تھے، اگر کبھی مارے باندھے جہاد میں شرکت کرنی پڑ جائے تو تلوار اٹھاتے ہوئے انکے ہاتھ کانپتے ہیں، =

وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ⑲ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ

وَ	كَانَ	ذٰلِكَ	عَلَى	اللّٰهِ	يَسِيْرًا ⑲	يَحْسَبُوْنَ	الْاَحْزَابَ	لَمْ
اور	ہے	وہ	پر	اللہ کے	آسان	وہ سمجھتے ہیں	لشکروں کو	نہیں

اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔ ⑲ وہ سمجھتے ہیں کہ لشکر ابھی تک واپس

يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي

يَذْهَبُوْا ۚ	وَ	اِنْ	يَّاْتِ	الْاَحْزَابُ	يَوَدُّوْا	لَوْ	اَنَّهُمْ	بَادُوْنَ	فِي
گئے وہ	اور	اگر	آجائیں	بہت سے لشکر	خواہش کریں گے	کاش	ہوتے وہ	رہنے والے	بیچ

نہیں گئے، اور اگر لشکر آجائیں تو ان کی خواہش یہ ہو گی کہ کاش! وہ کسی دیہات میں رہتے

الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا

الْاَعْرَابِ	يَسْاَلُوْنَ	عَنْ	اَنْۢبَآئِكُمْ ۭ	وَ	لَوْ	كَانُوْا	فِيْكُمْ	مَّا
دیہاتیوں کے	پوچھ لیتے	سے	تمہارے واقعات کے	اور	اگر	وہ ہوتے	تم میں	نہ

ہوتے، تمہارے احوال کی پوچھ گچھ کرتے رہتے، اور اگر وہ تمہارے درمیان ہوں تو جنگ میں

قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ⑳ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ

قٰتَلُوْٓا	اِلَّا	قَلِيْلًا ⑳	لَقَدْ	كَانَ	لَكُمْ	فِيْ	رَسُوْلِ	اللّٰهِ	اُسْوَةٌ
قتال کرتے وہ	مگر	تھوڑا	البتہ یقیناً	ہے	تمہارے لئے	بیچ	پیغمبر	اللہ کے	نمونہ

بالکل معمولی شرکت کریں۔ ⑳ یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) کی ذات میں بہترین نمونہ

حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ

حَسَنَةٌ	لِّمَنْ	كَانَ	يَرْجُوا	اللّٰهَ	وَ	الْيَوْمَ	الْاٰخِرَ	وَ	ذَكَرَ	اللّٰهَ
عمدہ	اس کیلئے جو	ہو	امید رکھتا	اللہ کی	اور	دن	پچھلے کی	اور	ذکر کرے	اللہ کا

موجود ہے، اُس شخص کیلئے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور وہ کثرت کے ساتھ اللہ کا

كَثِيْرًا ㉑ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا

كَثِيْرًا ㉑	وَ	لَمَّا	رَاَ	الْمُؤْمِنُوْنَ	الْاَحْزَابَ ۙ	قَالُوْا	هٰذَا	مَا
کثرت سے	اور	جب	دیکھا	ایمان والوں نے	لشکروں کو	کہنے لگے	یہ	وہ جو

ذکر کرے۔ ㉑ اور جب مسلمانوں نے لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو وہی ہے جس کا

جہاں مالِ غنیمت ملنے کا امکان زیادہ ہو، وہاں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور مال کی محبت میں اس قدر مبتلا ہوتے ہیں کہ سارا مالِ غنیمت سمیٹ لینا چاہتے ہیں، کیا اہلِ ایمان ایسے ہوتے ہیں؟ ہرگز نہیں، ان کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور انہیں ان سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

⑳ اس آیتِ مبارکہ میں منافقین کی بزدلی کا حال بیان کیا گیا ہے کہ جب مشرکوں کا لشکر منتشر ہوگیا، محاصرہ ختم ہوگیا اور وہ لوگ ناکام اور نامراد ہو کر خالی ہاتھ واپس چلے گئے تو منافقین کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ واقعۃً چلے گئے ہیں، ان کے نزدیک یہ انہونی تھی کہ اتنا بڑا لشکر کسی فیصلہ کن معرکے کے بغیر واپس چلا جائے، یہ تو اس قدر بزدل ہیں کہ اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ کفار کے لشکر ایک مرتبہ پھر مدینہ منورہ پر حملے کرنے کے ارادے سے پلٹ پڑے ہیں تو یہ لوگ مدینہ منورہ ہی کو چھوڑ دیں اور کسی دوسرے علاقے میں جا کر آباد ہو جائیں اور وہاں آنے جانے والوں سے مدینہ اور اہلِ مدینہ کے احوال معلوم کرتے رہیں، ان کی سوچ بھی پست ہے اور ان کی حرکات بھی گھٹیا ہیں، یہ لوگ مؤمن کیونکر ہو سکتے ہیں؟

ع ٢ ١٢ ١٨

㉑ اس آیتِ مبارکہ میں رسولِ اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی کو "اسوۂ حسنہ" قرار دیا گیا ہے، اس کی مثال ایسے ہے کہ آپ کپڑے سلوانے کیلئے درزی کے پاس جاتے ہیں تو اسے "ناپ" کا سوٹ دیکر تاکید کرتے ہیں کہ اس ناپ کے مطابق کپڑے سی دے، پھر اگر وہ ناپ کے عین مطابق کپڑے سیئے تو آپ خوش ہو کر مزدوری کے علاوہ کچھ انعام بھی دیتے ہیں، لیکن اگر وہ ناپ کے مطابق کپڑے نہ سیئے تو آپ اس سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں، ٹھیک اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کے انسانوں کو اپنے احکامات کے مطابق زندگی گزارنے کی تاکید کی تو ناپ کیلئے رسولِ اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا کہ تم اپنی زندگی کو اس سانچے میں ڈھال کر ہمارے پاس لے آؤ، تمہیں اجرت بھی ملے گی اور انعام بھی ملے گا، ظاہر ہے کہ اس اسوۂ حسنہ کی روشنی میں وہی شخص زندگی گزار سکتا ہے جسے یقین ہو کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنی ہے اور جس کی زبان ذکر اللہ سے تر رہتی ہو، چنانچہ اہل اللہ کی زندگی میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ز وَمَا زَادَهُمْ

وَعَدَنَا	اللّٰهُ	وَ	رَسُوْلُهٗ	وَ	صَدَقَ	اللّٰهُ	وَ	رَسُوْلُهٗ ز	وَ	مَا	زَادَهُمْ
وعدہ کیا ہم سے	اللہ نے	اور	اس کے پیغمبر نے	اور	سچ کہا	اللہ نے	اور	اس کے پیغمبر نے	اور	نہیں	اضافہ کیا ان میں

اللہ اور اُس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اُس کے رسول نے سچ فرمایا تھا، اور اُن کے تو ایمان

اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝۲۲ ط مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا

اِلَّآ	اِيْمَانًا	وَّ	تَسْلِيْمًا ۝	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	رِجَالٌ	صَدَقُوْا
مگر	ایمان کا	اور	اپنے آپ کو حوالے کرنے کا	سے	ایمان والوں کے	بہت سے مرد	سچ کر دکھایا انہوں نے

اور تابعداری میں ہی اضافہ ہوا۔ [۲۳] اہلِ ایمان میں سے کتنے ہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ سے

مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ج فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ

مَا	عَاهَدُوا	اللّٰهَ	عَلَيْهِ ج	فَمِنْهُمْ	مَّنْ	قَضٰى	نَحْبَهٗ
جو	معاہدہ کیا انہوں نے	اللہ سے	اس پر	سو ان میں سے	وہ جو	پورا کر چکا	اپنی ذمہ داری

کیے ہوئے عہد کو سچ کر دکھایا، سو اُن میں سے بعض اپنی ذمہ داری پوری کر چکے ہیں

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ز وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝۲۳ لا لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ

وَ	مِنْهُمْ	مَّنْ	يَّنْتَظِرُ ز	وَ	مَا	بَدَّلُوْا	تَبْدِيْلًا ۝	لِّيَجْزِيَ	اللّٰهُ
اور	ان میں سے	وہ جو	انتظار کر رہا ہے	اور	نہیں	تبدیل کیا انہوں نے	تبدیل کرنا	تاکہ بدلہ دے	اللہ

اور بعض انتظار کر رہے ہیں، اور اُنہوں نے اپنے عہد میں بالکل بھی تبدیلی نہیں کی۔ [۲۴] تاکہ اللہ سچوں کو اُن کی

الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ

الصّٰدِقِيْنَ	بِصِدْقِهِمْ	وَ	يُعَذِّبَ	الْمُنٰفِقِيْنَ	اِنْ	شَآءَ
سچوں کو	ان کی سچائی کا	اور	عذاب دے	منافقوں کو	اگر	وہ چاہے

سچائی کا بدلہ دے اور منافقوں کو چاہے تو عذاب دے،

اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۲۴ ج وَرَدَّ

اَوْ	يَتُوْبَ	عَلَيْهِمْ ط	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا ۝ ج	وَرَدَّ
یا	توجہ کرے	ان پر	بیشک	اللہ	ہے	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اور لوٹا دیا

اور چاہے تو اُن پر توجہ فرمائے، بیشک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ [۲۵] اور اللہ نے

[۲۳] اس آیتِ مبارکہ میں غزوۂ خندق کے موقع پر مسلمانوں کے جذبۂ اطاعت و فرمانبرداری کی تعریف کی گئی ہے، کہ وہ کفار و مشرکین کے لشکرِ جرار کو دیکھ کر بھی پریشان یا خوف زدہ نہیں ہوئے، انہوں نے منافقوں کی طرح یہ نہیں کہا کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے دھوکے کا وعدہ کیا تھا، بلکہ ان کی زبانوں پر یہی تھا کہ اللہ اور اس کے رسول ہمیں بہت پہلے اس قسم کے حالات کی اطلاع دے چکے ہیں اور ہمیں پہلے سے یقین ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کبھی غلط بیانی سے کام نہیں لے سکتے، اس لیے ان کا وعدہ برحق ہے، یہی وجہ ہے کہ ان لشکروں کو دیکھ کر اُن کے ایمان میں کوئی تزلزل اور ڈگمگاہٹ پیدا ہونے کی بجائے ایمان و یقین میں مزید پختگی اور مضبوطی پیدا ہو گئی، جس کی اللہ تعالیٰ نے یہاں تعریف فرمائی ہے۔

[۲۴] اس آیتِ مبارکہ میں غزوۂ خندق کے موقع پر مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کی کارکردگی کو سراہا گیا ہے اور انہیں تصدیقی سرٹیفکیٹ جاری کیا گیا ہے کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد و پیمان کیا تھا، اسے پوری ذمہ داری کے ساتھ نبھایا، کچھ لوگ جامِ شہادت نوش کر کے اہلِ وفا میں شامل ہو گئے اور کچھ لوگ راہِ عشق و وفا میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کیلئے بے چین و بے قرار ہیں، وہ موت سے نہیں گھبراتے، وہ زندگی سے محبت نہیں کرتے، ان کی محبت کا مرکز زندگی دینے والی ذات ہے، ان کی محبت، عزم اور ارادے میں معمولی سی تبدیلی بھی نہیں آئی اور وہ نہایت مستقل مزاجی سے اپنے ارادے پر جمے ہوئے ہیں، یہ لوگ قابلِ تعریف ہیں اور ان کا عزم پاکیزہ ہے۔

[۲۵] اس آیتِ مبارکہ میں مخلصوں اور منافقوں کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ تم نے تفصیل کے ساتھ دونوں گروہوں کے حالات پڑھ اور سن لیے ہیں، ان میں سے سچے اور مخلص لوگوں کو اللہ تعالیٰ اجر و ثواب اور انعام عطا فرمائے گا، جہاں تک تعلق ہے منافقین کا تو ان کا معاملہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے، اگر اللہ ان میں سے کسی کو توبہ کی توفیق دیدے تو اسے سزا سے بچا لے گا اور اگر اس سے توبہ کی توفیق سلب کر لے تو اسے سزا سے دوچار کر دے گا، گویا اس طرح منافقین کیلئے بھی دروازہ کھلا رہنے دیا، تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمارے لیے توبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ

اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	بِغَيْظِهِمْ	لَمْ	يَنَالُوْا	خَيْرًا ؕ	وَ	كَفَى	اللّٰهُ
اللہ نے	جن لوگوں نے	کفرکیا	ان کے غصے میں	نہیں	حاصل کرسکے وہ	کوئی خیر	اور	کفایت کی	اللہ نے

کافروں کو اُن کے غیظ و غضب میں ہی واپس لوٹا دیا، کہ وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے، اور اللہ نے جنگ سے

الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿٢٥﴾ وَاَنْزَلَ

الْمُؤْمِنِيْنَ	الْقِتَالَ ؕ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	قَوِيًّا	عَزِيْزًا ﴿٢٥﴾	وَ	اَنْزَلَ
مؤمنین کی	لڑائی سے	اور	ہے	اللہ	طاقتور	غالب	اور	اتارااس نے

مسلمانوں کی کفایت کی، اور اللہ طاقتور، غالب ہے۔ ﴿۲۵﴾ اور اہلِ کتاب میں سے

الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ

الَّذِيْنَ	ظَاهَرُوْهُمْ	مِّنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	مِنْ	صَيَاصِيْهِمْ
ان لوگوں کو	پشت پناہی کی انہوں نے ان کی	سے	اہل کتاب کے	سے	ان کے قلعوں کے

جو لوگ اُن کے پشت پناہ تھے، اللہ نے انہیں اُن کے قلعوں سے نیچے اتارا

وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ

وَ	قَذَفَ	فِيْ	قُلُوْبِهِمُ	الرُّعْبَ	فَرِيْقًا	تَقْتُلُوْنَ	وَ	تَاْسِرُوْنَ
اور	ڈال دیا	بیچ	ان کے دلوں کے	رعب	ایک گروہ کو	تم قتل کررہے تھے	اور	قیدی بنارہے تھے تم

اور اُن کے دلوں میں رعب ڈال دیا، ایک گروہ کو تم قتل کر رہے تھے اور ایک گروہ کو تم قیدی

فَرِيْقًا ﴿٢٦﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ

فَرِيْقًا ﴿٢٦﴾	وَ	اَوْرَثَكُمْ	اَرْضَهُمْ	وَ	دِيَارَهُمْ	وَ	اَمْوَالَهُمْ
ایک گروہ کو	اور	وارث بنایااس نے تمہیں	ان کی زمین کا	اور	ان کے گھروں کا	اور	ان کے مالوں کا

بنا رہے تھے۔ ﴿۲۶﴾ اور اُن کی زمین، اور اُن کے گھروں اور مال کا اُس نے تمہیں وارث بنا دیا

وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿٢٧﴾ ع

وَ	اَرْضًا	لَّمْ	تَطَئُوْهَا ؕ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرًا ﴿٢٧﴾
اور	زمین کا	نہیں	روندا تم نے اسے	اور	ہے	اللہ	پر	ہرایک	چیز کے	قدرت والا

اور ایسی زمین کا بھی جسے تمہارے قدموں نے روندا تک نہیں، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ﴿۲۷﴾

﴿۲۵﴾ اس آیت مبارکہ میں تین چیزیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ غزوۂ خندق میں کافروں کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہوسکا، وہ جس طرح آئے تھے، اسی طرح ناکام ہوکر واپس چلے گئے، بلکہ اپنا نقصان کروا بیٹھے، ان کا مشہور پہلوان عمرو بن عبدود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا، وقت الگ ضائع ہوا، سرمایا الگ برباد ہوا، ذلت و رسوائی اس کے علاوہ حصے میں آئی، دوسری یہ کہ مسلمانوں کو میدان جنگ میں نکل کر دو بدو جنگ کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی، اللہ تعالیٰ نے غیبی لشکروں اور ہواؤں کے ذریعے ہی مشرکوں کی فوجی طاقت کو مغلوب کردیا اور دنیا کو دکھادیا کہ کس طرح اسلحہ اور ہتھیار اٹھائے بغیر جنگ جیتی جاتی ہے اور تیسری چیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نہایت طاقتور اور اپنے ارادوں میں سب پر غالب ہے، یہ اس کی قوت اور قدرت کا ایک چھوٹا سا نمونہ تھا جو دنیا نے دیکھ لیا۔ ﴿۲۶﴾ ﴿۲۷﴾ ان آیتوں میں غزوۂ خندق کے بعد بنوقریظہ کے یہودیوں پر فتح عطا فرمائے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے غزوۂ خندق کے دوران مسلمانوں سے غداری اور عہد شکنی کی تھی اور مشرکین کے ساتھ مل کر ساز باز کی تھی کہ مشرکین باہر سے حملہ کریں اور یہودی اندر سے حملہ کریں، اس طرح مسلمان دونوں طرف سے گھیرے میں آ کر مارے جائیں گے، اس غداری کی سزا انہیں دینا بے حد ضروری تھا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے خاص اہتمام فرمایا، غزوۂ خندق سے فارغ ہو کر نبی علیہ السلام ابھی غسل فرما رہے تھے کہ جبریل امین آگئے اور کہنے لگے کہ آپ نے اسلحہ اتار بھی دیا؟ بخدا ہم نے تو اب تک اسلحہ نہیں اتارا، آپ ان لوگوں کی طرف روانہ ہو جائیے، نبی علیہ السلام نے پوچھا کن لوگوں کی طرف؟ تو انہوں نے بنوقریظہ کی جانب اشارہ کردیا، نبی علیہ السلام نے اسی وقت لشکر
ع ۳
۱۹
میں منادی کروادی کہ نمازِ عصر یہاں نہ پڑھی جائے، ہر آدمی بنوقریظہ میں پہنچ کر ہی نمازِ عصر پڑھے، منشا یہ تھا کہ تعمیل حکم میں تاخیر بالکل نہ ہو، چنانچہ تین ہزار کا لشکر بنوقریظہ کی جانب روانہ ہو گیا اور ان کے قلعے کا محاصرہ کرلیا، پچیس دن تک یہ محاصرہ جاری رہا، اہل قلعہ اس کی تاب نہ لا سکے اور ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہو گئے، وہ چاہتے تھے کہ انہیں اپنا مال و دولت لیکر ں سے چلے جانے کی اجازت مل جائے لیکن نبی علیہ السلام نے یہ شرط تسلیم کرنے سے انکار کردیا، وہ مال چھوڑنے پر راضی ہو گئے لیکن جان کی سلامتی مانگنے لگے، نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ فیصلہ ہم نے کرنا ہے، تمہیں بہر حال ہتھیار ڈالنے ں گے، انہوں نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرنے کی اجازت مانگی، نبی علیہ السلام نے اجازت دیدی، بالآخر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے، نبی علیہ السلام نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم مقرر فرمایا، انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بنوقریظہ کے ردوں کو قتل کردیا جائے، عورتوں اور بچوں کو غلام اور باندی بنالیا جائے اور ان کے مال و دولت کو غنیمت بنالیا جائے، نبی علیہ السلام نے اس فیصلے پر مہر تصدیق ثبت فرمادی، بنوقریظہ کے یہاں سے مسلمانوں کو ڈیڑھ ہزار تلواریں، تین سو زرہیں، ہزار نیزے اور پانچ سو ڈھالیں اسلحے میں حاصل ہوئیں، باقی مال غنیمت اس کے علاوہ تھا، ان آیتوں میں مسلمانوں کو انہی کی جائیداد اور اموال کی ملکیت عطا فرمائے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ ﴿۲۸﴾ اس آیت مبارکہ کو "آیت تخییر" کہا جاتا ہے جس کا لفظی معنی اختیار دینا ہوتا ہے، اس آیت میں اختیار دینے کی ایک خاص صورت بیان کی گئی ہے جس کا تعلق نبی علیہ السلام کی خانگی زندگی سے ہے، اس کا پس منظر یہ ہے کہ غزوۂ خندق کے بعد مسلمانوں کیلئے فتوحات کا دروازہ کھل گیا، بنوقریظہ کی جائیدادیں اور مال و دولت مسلمانوں کے قبضے میں آیا، دو سال کے دوران خیبر فتح ہوا تو وہاں بھی بہت سامال غنیمت حاصل ہوا، جو سب کا سب تقسیم کردیا گیا، اس طرح مسلمانوں کی معاشی حالت بہتر ہو گئی اور انہیں آسودگی نصیب ہو گئی، یہ دیکھ کر بعض ازواج مطہرات نے بارگاہ رسالت میں اپنے نفقہ میں اضافے کی درخواست پیش کی، بظاہر یہ ایک جائز مطالبہ تھا اور بیویاں اپنے شوہروں سے اپنے نفقہ میں اضافے کی درخواست کرلیا کرتی ہیں، پھر شوہر کی مرضی ہے کہ اس درخواست کو قبول کرے یا نہ کرے، لیکن یہ بیویاں عام بیویاں نہیں تھیں اور وہ شوہر عام شوہر نہیں تھے، یہ بیویاں امت کی مائیں اور نبی علیہ السلام کی ازواج مطہرات تھیں، ان خواتین کو نبی علیہ السلام کی زوجیت میں روپے پیسے کے حساب کتاب اور زیورات جوڑنے کیلئے جمع

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ

يٰۤاَيُّهَا	النَّبِيُّ	قُلْ	لِّاَزْوَاجِكَ	اِنْ	كُنْتُنَّ	تُرِدْنَ	الْحَيٰوةَ
اے	نبی	تُو کہہ	اپنی بیویوں سے	اگر	تم ہو	چاہتی	زندگی و

اے نبی! (ﷺ) آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی

الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا

الدُّنْيَا	وَزِيْنَتَهَا	فَتَعَالَيْنَ	اُمَتِّعْكُنَّ	وَ	اُسَرِّحْكُنَّ	سَرَاحًا
دنیا کی	اوراس کی زینت	تو آؤ تم	میں تمہیں سامان دوں	اور	چھوڑ دوں تمہیں	چھوڑنا

زیب و زینت چاہتی ہو تو آؤ، میں تمہیں کچھ سامان دے کر بھلے طریقے سے رخصت

جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ

جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾	وَ	اِنْ	كُنْتُنَّ	تُرِدْنَ	اللّٰهَ	وَ	رَسُوْلَهٗ	وَالدَّارَ
بہترین	اور	اگر	تم ہو	چاہتی	اللہ کو	اور	اس کے پیغمبر کو	اور گھر کو

کر دیتا ہوں۔ ﴿۲۸﴾ اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسول اور آخرت کے گھر کو

الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

الْاٰخِرَةَ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	اَعَدَّ	لِلْمُحْسِنٰتِ	مِنْكُنَّ	اَجْرًا	عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾
آخرت کے	تو بیشک	اللہ نے	تیار کر رکھا ہے	نیکی کرنے والیوں کیلئے	تم میں سے	ثواب	بہت بڑا

چاہتی ہو تو بیشک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کیلئے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ ﴿۲۹﴾

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ

يٰنِسَآءَ	النَّبِيِّ	مَنْ	يَّاْتِ	مِنْكُنَّ	بِفَاحِشَةٍ	مُّبَيِّنَةٍ	يُّضٰعَفْ
اے عورتو	نبی کی	جو کوئی	لائے	تم میں سے	کوئی بے حیائی	واضح	دوگنا کیا جائیگا

اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی کھلی بے ہودگی کا ارتکاب کرے گی، اُس کے لیے

لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

لَهَا	الْعَذَابُ	ضِعْفَيْنِ ۭ	وَ	كَانَ	ذٰلِكَ	عَلَى	اللّٰهِ	يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾
اس کیلئے	سزا کو	دوگنا	اور	ہے	وہ	پر	اللہ کے	آسان

عذاب کو دوگنا کر دیا جائے گا، اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔ ﴿۳۰﴾

نہیں کیا گیا تھا اور نہ اس لیے کہ وہ بادشاہوں کی ملکہ کی طرح زندگی گزارنے کا تصور کریں، انہیں تو نبی علیہ السلام سے شرفِ زوجیت اس لیے عطا کیا گیا تھا کہ ان سے دین سیکھیں اور امت کو منتقل کر دیں، انہیں امت کی مائیں قرار دیا گیا ہے اور ماں کا کام اولاد کی تربیت کرنا ہوتا ہے، علاوہ ازیں نبی علیہ السلام بادشاہوں والی زندگی گزارنا پسند نہیں فرماتے تھے، اپنی ازواج مطہرات کیلئے بھی وہ اس خیال کو درست نہیں سمجھتے تھے، بعد میں آنے والا کوئی بھی متعصب مؤرخ نہایت آسانی کے ساتھ اسے طلب دنیا اور مال و دولت کے حصول کی خواہش قرار دیکر ان کی کردار کشی کر سکتا تھا، نبی علیہ السلام نے اس دروازے کو اُسی وقت بند کر دیا، اس مطالبے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور قسم کھالی کہ ایک ماہ تک ازواجِ مطہرات کے پاس نہ جائیں گے، چنانچہ مسجد نبوی کے قریب ہی ایک بالا خانے میں فروکش ہو گئے، لوگوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ نبی علیہ السلام نے اپنے مطہرات کو طلاق دیدی ہے، حضرات شیخین خاص طور پر فکر مند ہو گئے اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم بھی پریشان تھے، حضرات شیخین فوری طور پر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، نبی علیہ السلام نے انہیں تسلی دی کہ میں نے کسی کو طلاق نہیں دی ہے، البتہ یہ خواتین مجھ سے دنیا کا تقاضا کر رہی ہیں، اللہ نے مجھے یہ فتوحات اس لیے عطا نہیں فرمائی ہیں کہ میں اپنی تجوری اور اپنے خزانے بھر دوں، حضرات شیخین نے اپنی اپنی صاحبزادیوں سے ناراضگی کا اظہار کیا کہ تم نے نبی علیہ السلام کی طبیعت کو مکدر کیوں کیا؟ ازواج مطہرات نے روتے ہوئے معافی کی درخواست کی، نبی علیہ السلام اپنی قسم پوری کرنے کیلئے ایک ماہ تک وہیں مقیم رہے، ایک ماہ کے بعد یہ آیت اور بعد میں آنے والی متعدد آیات نازل ہوئیں، انہیں "آیات تخییر" کہا جاتا ہے، کیونکہ ان میں ازواج مطہرات کو اختیار دیا گیا ہے، زیر تذکرہ آیت میں اس اختیار کی ایک شق بیان کی گئی ہے کہ اگر تم لوگوں کو دنیا کا ساز و سامان، اس کی زیب و زینت اور اس کا مال و دولت درکار ہے، تم عیش و عشرت اور شاہانہ زندگی کی خواہش مند ہو تو میرا اور تمہارا راستہ جدا ہے، ہمیں بہترین طریقے سے جدائی اختیار کر لینی چاہیے، میں تمہیں کچھ ساز و سامان دے کر بھلے طریقے سے رخصت کر دیتا ہوں، اس کے بعد تم جیسے چاہو، پر تکلف اور پر تعیش زندگی گزارو، تم پر کوئی دارو گیر نہیں ہو گی، لیکن میرے ساتھ رہتے ہوئے اس کا تصور بھی مت کرو، دوسری شق اگلی آیت میں بیان کی گئی ہے ﴿۲۹﴾ اس آیت مبارکہ میں اختیار کی دوسری شق بیان کی گئی ہے کہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو ترجیح دیتی ہو اور تمہیں آخرت کی نعمتوں اور راحتوں میں رغبت اور دلچسپی معلوم ہوتی ہے تو اپنے اس مطالبے کو ترک کر دو، کیونکہ پیغمبر ﷺ اور دنیا کا مال و زر ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے، اس کے بعد تمہاری نیکیوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے بہترین اجر و ثواب تیار کر رکھا ہے، نبی علیہ السلام نے اختیار کی یہ دونوں شقیں انفرادی طور پر الگ الگ تمام ازواج مطہرات کے سامنے رکھ دیں، آغاز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا کیونکہ انہی سے سب سے زیادہ محبت تھی اور انہوں نے بھی حب نبوی ﷺ کا بہترین مظاہرہ کیا اور نہایت اعلیٰ اور روشن مثال قائم فرمائی جب نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اس معاملے میں اپنے والدین سے بھی مشورہ کر لو تو انہوں نے عرض کیا کہ کیا میں اس معاملے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ اس کی ضرورت ہی نہیں ہے، کیونکہ مجھے تو اللہ اور اس کے رسول کی ضرورت ہے، مجھے دنیا کی طلب اور لالچ نہیں ہے اس لیے میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں، البتہ ایک درخواست ہے دیگر ازواج مطہرات میں سے کسی کو میرا جواب نہ بتایئے گا، یہی شق دیگر ازواج مطہرات نے بھی اختیار کی اور ان میں سے کسی ایک نے بھی دنیا اور اس کی زیب و زینت کو ترجیح نہیں دی، اس تربیتی کورس کے ذریعے ان کے دلوں کو دنیا کی محبت سے خالی کر کے ان میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت بھر دی گئی، کیونکہ وہ عام خواتین نہیں تھیں۔ ﴿۳۰﴾ اس آیت مبارکہ میں روئے سخن ازواج مطہرات کی طرف ہے اور مقصد تمام مؤمن عورتوں کو سنانا ہے کہ جب ازواج مطہرات سے یہ بات کہی جا سکتی ہے تو تم بھی اس پر عمل کرنے کیلئے آمادہ ہو جاؤ، تم میں سے جو عورت کھلے گناہ کا ارتکاب کرے گی اسے دوگنا سزا ملے گی، کیونکہ بڑوں کی غلطی بھی بڑی ہوتی ہے خواہ اپنی ذات کے اعتبار سے کتنی ہی چھوٹی ہو اور عام لوگوں سے وہ غلطی سرزد ہونے پر کوئی خاص دارو گیر بھی نہیں ہوتی، جبکہ خواص کی گرفت فوراً ہو جاتی ہے۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا

وَ	مَنْ	يَّقْنُتْ	مِنْكُنَّ	لِلّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ	وَ	تَعْمَلْ	صَالِحًا	نُّؤْتِهَا	اَجْرَهَا
اور	جو کوئی	فرمانبرداری کرے	تم عورتوں میں سے	اللہ کی	اس کے پیغمبر کی	اور	عمل کرے	نیک	ہم دیں گے اسے	اس کا اجر

اور تم میں سے جو عورت اللہ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک اعمال کرے گی، ہم اُسے اُس کا دوہرا اجر

مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ

مَرَّتَيْنِ	وَ	اَعْتَدْنَا	لَهَا	رِزْقًا	كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾	يٰنِسَآءَ	النَّبِيِّ	لَسْتُنَّ	كَاَحَدٍ
دو مرتبہ	اور	ہم نے تیار کیا	اس کیلئے	رزق	باعزت	اے عورتو!	نبی کی	نہیں ہو تم	جیسے کوئی ایک

عطا کریں گے، اور ہم نے اُس کیلئے باعزت روزی تیار کر رکھی ہے۔ ﴿۳۲﴾ اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی

مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ

مِّنَ	النِّسَآءِ	اِنِ	اتَّقَيْتُنَّ	فَلَا	تَخْضَعْنَ	بِالْقَوْلِ	فَيَطْمَعَ	الَّذِيْ	فِيْ
سے	عورتوں کے	اگر	تم ڈرتی ہو	سو مت	جھکو تم	بات کرنے میں	کہ لالچ کرنے لگے	وہ	بیچ

طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو، اس لیے تم بات کرنے میں نرم لہجہ اختیار نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے،

قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ

قَلْبِهٖ	مَرَضٌ	وَ	قُلْنَ	قَوْلًا	مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾	وَ	قَرْنَ	فِيْ	بُيُوْتِكُنَّ
اس کے دل کے	بیماری	اور	کہا کرو تم	بات	شائستہ	اور	قرار پکڑو تم	بیچ	اپنے گھروں کے

وہ کوئی طمع کرنے لگے، اور شائستہ بات کیا کرو۔ ﴿۳۳﴾ اور اپنے گھروں میں قرار پکڑے رہو،

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ

وَ	لَا	تَبَرَّجْنَ	تَبَرُّجَ	الْجَاهِلِيَّةِ	الْاُوْلٰى	وَ	اَقِمْنَ	الصَّلٰوةَ	وَ	اٰتِيْنَ	الزَّكٰوةَ
اور	مت	زینت دکھاؤ	جیسے زینت دکھانا	جاہلیت کا	پہلی	اور	قائم کرو	نماز	اور	ادا کرو	زکوٰۃ

پہلی جاہلیت کی طرح اپنی زینت کا اظہار نہ کرو، نماز قائم کیا کرو، زکوٰۃ ادا کیا کرو

وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ

وَ	اَطِعْنَ	اللّٰهَ	وَ	رَسُوْلَهٗ	اِنَّمَا	يُرِيْدُ	اللّٰهُ	لِيُذْهِبَ	عَنْكُمُ	الرِّجْسَ
اور	اطاعت کرو	اللہ کی	اور	اس کے پیغمبر کی	وہ تو صرف	چاہتا ہے	اللہ	کہ دور کردے	تم سے	گندگی

اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کیا کرو، اے اہلِ بیت! اللہ یہی تو چاہتا ہے کہ تم سے گندگی

﴿۳۱﴾ اس آیت مبارکہ میں ازواجِ مطہرات کی نیکیوں اور اعمالِ صالحہ کی قدر و قیمت بڑھادی گئی ہے کہ عام لوگوں کو کسی نیکی پر جتنا اجر و ثواب دیا جاتا ہے، ازواجِ مطہرات کو اسی نیکی پر دوہرا اجر عطا کیا جائیگا اور اللہ نے ان کیلئے باعزت طریقے سے فراہم کیا جانے والا بہترین رزق تیار کر رکھا ہے، جیسے بادشاہوں اور بڑے لوگوں کا طریقہ ہے کہ وہ جس سے خوش ہوتے ہیں، انہیں گراں قدر ہدایا اور تحائف بھجواتے ہیں جو اُن کی شان کے مطابق ہوتے ہیں۔

﴿۳۲﴾ اس آیت مبارکہ میں ازواجِ مطہرات کی ایک ایسی فضیلت بیان کی گئی ہے جو انہیں ساری دنیا کی عورتوں سے ممتاز کر دیتی ہے، اور ایسا ہونا عقل میں بھی آتا ہے اس لیے کہ انہیں رسول اکرم ﷺ کی زوجیت اور نسبت کا شرف حاصل ہے اور دنیا میں یہ اصول معروف ہے کہ شوہر جتنا معزز ہو، اس کی بیوی بھی اس کی نسبت کی وجہ سے اتنی ہی معزز ہو جاتی ہے اور اگر وہ عورت کسی غریب آدمی کے نکاح میں چلی جائے تو معاشرے میں اس کی عزت اُس غریب آدمی کے معیار پر اتر آتی ہے، اس لیے حق تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، تمہارا مقام و مرتبہ بہت بلند و بالا ہے، اسی وجہ سے تمہاری ذمہ داریاں بھی عام عورتوں سے زیادہ ہیں، مثلاً ہر مرد و عورت کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن تمہیں تقویٰ کا بلند مقام حاصل کرنا ہے، تاکہ عام عورتیں تم سے تقویٰ کی تعلیم اور تربیت حاصل کریں، اسی طرح عورتوں کو مردوں سے بات چیت کرنے میں اپنے لہجے کی نزاکت ختم کرنے یا اس پر قابو پانے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن تمہیں اس کا زیادہ اہتمام کرنا ہے کیونکہ اگر تمہارے لہجے کی نزاکت سے کسی شخص کے دل میں کوئی برا خیال آ گیا تو اس کی دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی، تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ تم الفاظ کے انتخاب میں شائستگی کا دامن بھی ہاتھ سے چھوڑ دو۔

اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿٣٣﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ

اَهْلَ	الْبَيْتِ	وَيُطَهِّرَكُمْ	تَطْهِيْرًا ﴿٣٣﴾	وَاذْكُرْنَ	مَا	يُتْلٰى	فِيْ	بُيُوْتِكُنَّ
اے رہنے والو	گھر کے	اور تمہیں پاک کردے	خوب پاک کرنا	اور یاد رکھا کرو تم	وہ جو	تلاوت کی جاتی ہے	بیچ	تمہارے گھروں کے

دور کر دے اور تمہیں خوب اچھی طرح پاک کر دے۔ ٣٣ اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں

مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿٣٤﴾ اِنَّ

مِنْ	اٰيٰتِ	اللّٰهِ	وَ	الْحِكْمَةِ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	لَطِيْفًا	خَبِيْرًا ﴿٣٤﴾	اِنَّ
سے	آیتیں	اللہ کی	اور	حکمت	بیشک	اللہ	ہے	باریک بیں	خوب باخبر	بیشک

اور حکمت کی باتیں تلاوت کی جاتی ہیں، اُن کا ذکر کیا کرو، بیشک اللہ بہت باریک بیں، باخبر ہے۔ ٣٤ بیشک

الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ

الْمُسْلِمِيْنَ	وَ	الْمُسْلِمٰتِ	وَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	وَ	الْمُؤْمِنٰتِ	وَ	الْقٰنِتِيْنَ
مسلمان مرد	اور	مسلمان عورتیں	اور	مؤمن مرد	اور	مؤمن عورتیں	اور	فرمانبردار مرد

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں، فرمانبرداری کرنے والے مرد،

وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ

وَ	الْقٰنِتٰتِ	وَ	الصّٰدِقِيْنَ	وَ	الصّٰدِقٰتِ	وَالصّٰبِرِيْنَ	وَالصّٰبِرٰتِ
اور	فرمانبردار عورتیں	اور	سچے مرد	اور	سچی عورتیں	اور صبر کرنے والے مرد	اور صبر کرنے والی عورتیں

فرمانبرداری کرنے والی عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں،

وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ

وَ	الْخٰشِعِيْنَ	وَ	الْخٰشِعٰتِ	وَ	الْمُتَصَدِّقِيْنَ	وَ	الْمُتَصَدِّقٰتِ
اور	خشوع والے مرد	اور	خشوع والی عورتیں	اور	صدقہ کرنے والے مرد	اور	صدقہ کرنے والی عورتیں

خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں، صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں،

وَالصَّاۗىِٕمِيْنَ وَالصّٰۗىِٕمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ

وَ	الصَّاۗىِٕمِيْنَ	وَ	الصّٰۗىِٕمٰتِ	وَالْحٰفِظِيْنَ	فُرُوْجَهُمْ	وَالْحٰفِظٰتِ
اور	روزہ دار مرد	اور	روزہ دار عورتیں	اور حفاظت کرنے والے مرد	اپنی شرمگاہوں کی	اور حفاظت کرنے والی عورتیں

روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں،

ع ۴ / ۱

٣٣ اس آیت مبارکہ میں چار امر، ایک نہی اور ایک فضیلت ذکر کی گئی ہے، سب کا تعلق ازواج مطہرات سے ہے، پھر امر اور نہی عام خواتین کی طرف بھی متوجہ ہوتے ہیں، البتہ فضیلت صرف ازواجِ مطہرات کے ساتھ خاص ہے، پہلا امر یہ کہ اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور انہی کو اپنا ٹھکانہ بناؤ، استثنائی اور عارضی صورتحال اس میں شامل نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ علاج معالجہ اور ضروریات زندگی کی تکمیل کیلئے خاص شرائط کے ساتھ خواتین کے گھر سے نکلنے پر پابندی نہیں ہے، اجتماعی عبادات کے خاص مواقع مثلاً عیدین کے موقع پر خواتین کو نکلنے کی اجازت دی گئی ہے، لیکن اس معاملے میں معاشرہ افراط اور تفریط کا شکار ہے، کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ عورت کو اسلام نے گھر میں قید کر دیا ہے اور اسے زندگی کی دوڑ دھوپ اور ترقی کی فہرست سے خارج کر دیا ہے، اس لیے وہ آزادیٔ نسواں کا نعرہ لگا کر اپنے خیال کے مطابق عورت کو اس قید سے نکالنا چاہتے ہیں اور کچھ لوگوں نے اس حکم میں اس قدر شدت پیدا کر دی کہ ضرورت کے موقع پر بھی عورت کو گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتے، جبکہ اعتدال کا راستہ "بوقتِ ضرورت، بقدرِ ضرورت" نکلنے کے اصول پر مبنی ہے، زیادہ تفصیل کی ان سطروں میں گنجائش نہیں ہے، ورنہ دل چاہتا ہے کہ اس موضوع پر کھل کر لکھوں۔ دوسرا امر یہ کہ نماز قائم کرو، تیسرا یہ کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کرو اور چوتھا امر یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، جبکہ نہی کا تعلق زیب و زینت کے "اظہار" سے ہے، یہ بات خاصی اہمیت کر رکھتی ہے کہ شریعت نے عورت کو بناؤ سنگھار اور زیب و زینت "اختیار" کرنے سے منع نہیں کیا، اس کا "اظہار" کرنے سے منع کیا ہے، اختیار کرنے کی ممانعت اس لیے نہیں کی گئی کہ عورت کیلئے یہ ایک فطری خواہش ہے، نیز اس کے شوہر کا حق ہے اس لیے شریعت اس فطری خواہش اور شوہر کے حق پر قدغن نہیں لگاتی، البتہ دوسروں کے سامنے اس کے اظہار کو زمانہ جاہلیت کا طریقہ قرار دیتی ہے، وجہ واضح ہے کہ جو شخص بھی کسی عورت کو بناؤ سنگھار کی حالت میں دیکھتا ہے، اس کی نظریں اور اس کا دل اس عورت کی طرف مائل ہوتا ہے، وہ بدنگاہی کا مرتکب ہو کر گناہ گار ہوتا ہے، بعض اوقات یہی چیز آگے بڑھتے بڑھتے باہمی تعلقات تک پہنچ جاتی ہے، اس کے نتیجے میں خاندان تباہ ہو جاتے ہیں اور ازدواجی زندگی جہنم بن جاتی ہے اور بدکاری کے چور دروازے کھلتے ہیں۔ جہاں تک تعلق ہے فضیلت کا تو وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے تمام اہل خانہ کو طہارت و پاکیزگی اور تزکیہ نفس کے اس مقام بلند پر پہنچانا چاہتا ہے جو دوسرے تمام لوگوں سے ممتاز ہو، ان میں پاکیزہ اخلاق پیدا کر کے ناپسندیدہ عادات و اخلاق کو اُن سے دور کرنا چاہتا ہے، کیونکہ خانوادۂ نبوت ہونے کی وجہ سے وہ لوگوں کیلئے رول ماڈل کی حیثیت رکھتے ہیں، چونکہ پہلے اور بعد میں نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات سے خطاب کیا گیا ہے اس لیے "اہل بیت" کے لفظ میں وہ تو یقیناً داخل ہیں، البتہ ایک خاص حدیث کی وجہ سے اہل بیت کے مفہوم میں حضرت فاطمہ، علی، حسن اور حسین سلام اللہ علیہم بھی اس میں شامل ہو گئے ہیں اور وہ یہ کہ نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ ایک چادر میں ان چاروں حضرات کو اپنے ساتھ شریک کیا اور سب نے ایک ہی چادر اوڑھ لی، اس موقع پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں، خلاصہ یہ کہ اہل بیت کا اولین مصداق ازواج مطہرات ہیں اور یہ حدیث کی وجہ سے مذکورہ حضرات بھی اس کا مصداق بن گئے ہیں۔ واللہ اعلم ٣٤ اس آیت مبارکہ میں ازواج مطہرات سے خطاب کر کے انہیں تلاوت قرآن کا پابند کیا گیا ہے اور حکمت سیکھنے کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ ان کے گھروں میں تو دن رات قرآن و سنت کا ورود اور نزول ہو رہا ہے، خود پیغمبر ﷺ تلاوت کر کے اور عمل کر کے سنا اور دکھا رہے ہیں، اس لیے انہیں اس خیر اور باران رحمت سے استفادہ اور استفاضہ کرنا چاہئے، آج کل خواتین کو اس کام کیلئے فرصت نہیں ہے، گھروں سے

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا

وَالذّٰكِرِيْنَ	اللّٰهَ	كَثِيْرًا	وَالذّٰكِرٰتِ	اَعَدَّ	اللّٰهُ	لَهُمْ	مَّغْفِرَةً	وَ	اَجْرًا
اور ذکر کرنے والے مرد	اللہ کا	کثرت سے	اور ذکر کرنے والی عورتیں	تیار کی ہے	اللہ نے	ان کیلئے	مغفرت	اور	اجر

اور کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں ، اللہ نے اِن کیلئے مغفرت اور بڑا اجر

عَظِيْمًا ۝٣٥ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ

عَظِيْمًا ۝	وَ	مَا	كَانَ	لِمُؤْمِنٍ	وَّ	لَا	مُؤْمِنَةٍ	اِذَا	قَضَى	اللّٰهُ	وَ	رَسُوْلُهٗٓ
بہت بڑا	اور	نہیں	ہے	کسی مؤمن مرد کیلئے	اور	نہ	کسی مؤمن عورت کیلئے	جب	فیصلہ کرلے	اللہ	اور	اس کا پیغمبر

تیار کر رکھا ہے۔ ۳۵ اور کسی مؤمن مرد یا عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اُس کے رسول کسی معاملے کا

اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ

اَمْرًا	اَنْ	يَّكُوْنَ	لَهُمُ	الْخِيَرَةُ	مِنْ	اَمْرِهِمْ	وَ	مَنْ	يَّعْصِ	اللّٰهَ
کسی کام کا	یہ کہ	ہو	ان کیلئے	اختیار	سے	اپنے معاملے کے	اور	جو کوئی	نافرمانی کرے	اللہ کی

فیصلہ کردیں تو اُنہیں اپنے معاملے میں کوئی اختیار ہو، اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی

وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝٣٦ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ

وَرَسُوْلَهٗ	فَقَدْ	ضَلَّ	ضَلٰلًا	مُّبِيْنًا ۝	وَ	اِذْ	تَقُوْلُ	لِلَّذِيْٓ	اَنْعَمَ	اللّٰهُ
اور اس کے پیغمبر کی	تو یقیناً	وہ گمراہ ہوگیا	گمراہی	کھلی	اور	جب	تُو کہہ رہا تھا	اس سے جو	انعام کیا	اللہ نے

نافرمانی کرے گا، یقیناً وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔ ۳۶ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب آپ اُس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے بھی

عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ

عَلَيْهِ	وَ	اَنْعَمْتَ	عَلَيْهِ	اَمْسِكْ	عَلَيْكَ	زَوْجَكَ	وَاتَّقِ	اللّٰهَ
اس پر	اور	انعام کیا تُو نے	اس پر	روک لے	اپنے اوپر	اپنی بیوی کو	اور ڈر	اللہ سے

انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھو، اور اللہ سے ڈرو،

وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ

وَتُخْفِيْ	فِيْ	نَفْسِكَ	مَا	اللّٰهُ	مُبْدِيْهِ	وَتَخْشَى	النَّاسَ	وَاللّٰهُ	اَحَقُّ
اور تُو چھپا رہا تھا	بیچ	اپنے دل کے	وہ جو	اللہ	اسے ظاہر کرنے والا	اور تُو ڈر رہا تھا	لوگوں سے	اور اللہ	زیادہ حقدار

اور آپ وہ بات اپنے دل میں رکھ رہے تھے جو اللہ ظاہر کرنے والا تھا، اور آپ لوگوں سے اندیشہ کررہے تھے، اور اللہ اِس بات کا زیادہ حقدار ہے

تلاوتِ قرآن کے پاکیزہ نغموں کی بجائے گانے اور میوزک سنائی دیتے ہیں، اس کے بعد یہ شکوہ بھی کیا جاتا ہے کہ گھر میں بے سکونی ہے، برکت نہیں ہے، کوئی وظیفہ بتا دیں، یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں ہے اور گھروں کی بے سکونی دور کرنے اور برکت پیدا کرنے کا اس سے زیادہ مؤثر نسخہ کوئی اور نہیں ہے، اسے مضبوطی سے تھام لیجئے اور کھلی آنکھوں برکتوں کا مشاہدہ کرلیجئے۔

۳۵ اس آیت مبارکہ میں خواتین کی حوصلہ افزائی کیلئے مردوں کے ساتھ ان کے بھی دس اوصاف بیان کیے گئے ہیں، جو کہ حسب ذیل ہیں۔ ۱۔اسلام ۲۔ایمان ۳۔فرمانبرداری ۴۔سچ بولنا ۵۔صبر کرنا ۶۔خشوع وخضوع ۷۔صدقہ و خیرات ۸۔روزہ ۹۔عزت و آبرو کی حفاظت ۱۰۔ذکر اللہ کی کثرت، یہ اوصاف جس میں بھی پائے جائیں گے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اللہ نے اس کیلئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرما رکھا ہے، کیونکہ اللہ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ عمل کرنے والا کون ہے؟ مرد یا عورت اور جوان یا بوڑھا؟ اس کے یہاں معیار عمل ہے، جو بھی عمل کرے گا، اجر وثواب پائے گا۔

۳۶ ۳۷ ان آیتوں میں ایک اصول اور ایک مثال سے اس اصول کی وضاحت ذکر کی گئی ہے، اصول یہ ہے کہ اگر اللہ اور اس کے پیغمبر کسی کام کیلئے حکم جاری کردیں تو اس حکم پر عمل کرنا ضروری ہوجاتا ہے اور اس پر عمل کرنے یا نہ کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا، مشورے کا معاملہ مختلف ہے، اس اصول کو سامنے رکھ کر ایک تمہید سمجھ لیجئے کہ اہل عرب میں منہ بولا بیٹا بنانے کا جو رواج موجود تھا، شریعت کی تکمیل اس رواج کو ختم کیے بغیر نہیں ہوسکتی تھی، اس کی دو صورتیں ہو سکتی تھیں، پہلی یہ کہ زبانی حکم جاری کردیا جاتا اور اس کی قانونی حیثیت کو ختم کرنے کا اعلان کردیا جاتا، دوسری یہ کہ عملی طور پر اس رواج کو ختم کرنے کی تدبیر اختیار کی جاتی، چونکہ اس رواج کی جڑیں بہت گہری تھیں اور خود نبی علیہ السلام نے اعلان نبوت سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا رکھا تھا، اس لیے اسے ختم کرنے کی دونوں صورتیں اختیار کی گئیں، چنانچہ زبانی حکم اسی سورت کی آیت نمبر ۴ اور ۵ میں دیا گیا ہے، جبکہ عملی اقدام کی تفصیل یہاں بیان کی گئی ہے، اس کی ابتداء اس طرح سے ہوئی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کروادیا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی اس رشتے کیلئے ذہنی طور پر تیار نہ تھے، کیونکہ خاندانی اعتبار سے وہ نہایت عالی نسب تھے، جبکہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے مصنوعی غلامی میں کچھ وقت گزارا تھا، ان کی اصلی آزادی اس مصنوعی غلامی کے بوجھ تلے دب کر رہ گئی تھی اس لیے حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس رشتے کیلئے آمادہ نہ تھیں، تاہم جب حکم آگیا تو ان کا اختیار ختم ہوگیا اور ان کیلئے اُس پر عمل کرنا ضروری ہوگیا، اس طرح یہ رشتہ ہوگیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت زید رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آگئیں، اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو پہلے ہی بتادیا تھا کہ ان دونوں کے درمیان موافقت نہیں ہوگی اور نوبت علیحدگی اور طلاق تک پہنچ جائے گی، جس کے بعد زینب کی دل جوئی کیلئے ہم ان کا نکاح آپ کے ساتھ کردیں گے، اس طرح اہل عرب کا یہ رواج ختم ہوجائے گا کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی حقیقی بہو کی طرح ہوتی ہے اور اس سے نکاح کرنا حرام ہوتا ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بعد میں ایسے واقعات پیش آئے جس کی بناء پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اس رشتے کو ختم کرنے کیلئے نبی علیہ السلام کی خدمت میں

اَنْ تَخْشٰهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ

اَنْ	تَخْشٰهُ ؕ	فَلَمَّا	قَضٰى	زَيْدٌ	مِّنْهَا	وَطَرًا	زَوَّجْنٰكَهَا	لِكَيْ
یہ کہ	آپ اسے ڈریں	سو جب	پوری کرلی	زید نے	اس سے	خواہش	ہم نے اس کا نکاح تجھ سے کردیا	تاکہ

کہ آپ اُس سے ڈریں، پھر جب زید نے اُس عورت سے اپنی ضرورت پوری کر لی، تو ہم نے اُس کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا، تاکہ

لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا

لَا	يَكُوْنَ	عَلَى	الْمُؤْمِنِيْنَ	حَرَجٌ	فِيْۤ	اَزْوَاجِ	اَدْعِيَآئِهِمْ	اِذَا	قَضَوْا
نہ	رہے	پر	ایمان والوں کے	کوئی تنگی	بیچ	بیویوں کے	ان کے منہ بولے بیٹوں کے	جب	پوری کرلیں وہ

مؤمنین پر اُن کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے حوالے سے کوئی تنگی نہ رہے جب وہ اُن سے اپنی ضرورت

مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ

مِنْهُنَّ	وَطَرًا ؕ	وَ	كَانَ	اَمْرُ	اللّٰهِ	مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾	مَا	كَانَ	عَلَى	النَّبِيِّ	مِنْ
ان سے	خواہش	اور	ہے	حکم	اللہ کا	پورا ہونے والا	نہیں	ہے	پر	نبی کے	سے

پوری کر لیں، اور اللہ کا حکم پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ ۳۷ نبی پر اُس معاملے میں کوئی تنگی

حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ

حَرَجٍ	فِيْمَا	فَرَضَ	اللّٰهُ	لَهٗ ؕ	سُنَّةَ	اللّٰهِ	فِي	الَّذِيْنَ	خَلَوْا	مِنْ	قَبْلُ ؕ
کوئی تنگی	اسمیں جو	مقرر کردیا	اللہ نے	اس کیلئے	دستور	اللہ کا	بیچ	ان لوگوں کے جو	گذر چکے	سے	پہلے

نہیں ہوتی جو اللہ اُن کیلئے مقرر کر دے، پہلے لوگوں میں بھی اللہ کا یہی دستور رہا ہے،

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۨ ﴿۳۸﴾ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ

وَ	كَانَ	اَمْرُ	اللّٰهِ	قَدَرًا	مَّقْدُوْرًا ﴿۳۸﴾	الَّذِيْنَ	يُبَلِّغُوْنَ	رِسٰلٰتِ	اللّٰهِ
اور	ہے	حکم	اللہ کا	طے شدہ	اس کی قدرت میں	جو لوگ	پہنچاتے ہیں	پیغامات	اللہ کے

اور اللہ کا فیصلہ پہلے سے طے شدہ اور اُس کی قدرت میں ہے۔ ۳۸ وہ لوگ جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں

وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾

وَيَخْشَوْنَهٗ	وَ	لَا	يَخْشَوْنَ	اَحَدًا	اِلَّا	اللّٰهَ ؕ	وَ	كَفٰى	بِاللّٰهِ	حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾
اور ڈرتے ہیں اس سے	اور	نہیں	ڈرتے	کسی ایک سے	سوائے	اللہ کے	اور	کافی ہے	اللہ	حساب لینے والا

اور اُسی سے ڈرتے ہیں، اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے، اور اللہ حساب لینے کیلئے کافی ہے۔ ۳۹

بطور مشورہ کے حاضر ہو گئے، نبی علیہ السلام نے انہیں یا کسی اور کو یہ بتانا مناسب نہیں سمجھا" اور اللہ نے اس کا حکم بھی نہیں دیا تھا، صرف اطلاع دی تھی" کہ یہ رشتہ زیادہ دیر تک نہیں چلے گا، اور اللہ تعالیٰ مجھے پہلے ہی بتا چکا ہے کہ زینب میرے نکاح میں آئیں گی، کیونکہ اس طرح لوگوں میں یہ بات مشہور ہو جاتی اور بعض لوگ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ نبی علیہ السلام نے تو اپنی بہو سے نکاح کر لیا؟ حالانکہ وہ ان کی بہو نہیں تھیں، اس لیے نبی علیہ السلام انہیں ہمیشہ صبر کی تلقین کرتے اور گھریلو معاملات کو سلجھانے کا مشورہ دیتے تھے، لیکن اللہ کا فیصلہ نافذ ہو کر رہتا ہے، سو وہ نافذ ہو کر رہا اور ایک دن حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دیدی، اس کے بعد جب عدت گزر چکی تو نبی علیہ السلام کے ساتھ ان کے نکاح کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کر کے فرمایا کہ ہم نے انہیں آپ کے نکاح میں دیدیا، اس نسبت سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا دیگر ازواج مطہرات کے سامنے فخر کرتی تھیں اور وہ اس میں حق بجانب تھیں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز بخشا کہ ان کا نام قرآن کریم میں ذکر کر دیا، چنانچہ وہ واحد صحابی رضی اللہ عنہ ہیں جن کا نام لیکر قرآن میں ذکر کیا گیا ہے۔

اس ساری تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ نبی علیہ السلام نے لوگوں کے سامنے جو بات ظاہر نہیں فرمائی تھی، وہ یہ تھی کہ زید اپنی بیوی کو طلاق دیدیں گے اور وہ بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں گی، بعض غیر محتاط اور غیر مستند لوگوں نے یہاں نہایت بیکار اور واہیات باتیں درج کی ہیں جن کا مقام تفسیر کی بجائے ردی کی ٹوکری ہے، ان سے نبی علیہ السلام کے مقام بلند پر غیروں کو حرف گیری کا موقع ملتا ہے اور حالات کی غلط ترجمانی ہوتی ہے، اس لیے ہم اس قسم کی بیہودہ لغویات کو یہاں درج کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔

۳۸ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہونے کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کام کا فیصلہ کر لیتا ہے، وہ ہو کر رہتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نبی علیہ السلام کے نکاح کا فیصلہ فرمالیا تھا، اگر نبی علیہ السلام اسے ظاہر فرما دیتے تو اس میں کوئی حرج نہیں تھا، جہاں تک تعلق ہے لوگوں کے اعتراضات کا تو اس کی پرواہ نہ کرنی چاہئے، کیونکہ لوگ تو پہلے انبیاء کرام علیہم السلام پر بھی اعتراض کرتے رہے ہیں، لیکن ان کے اعتراض کی وجہ سے اللہ کا فیصلہ تبدیل نہیں ہوتا۔

۳۹ اس آیت مبارکہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی تعریف و توصیف کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغامات اس کی مخلوق تک پہنچاتے ہیں، وہ صرف اللہ سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے، کیونکہ ان کی تربیت ہی ایسے پاکیزہ طریقے پر ہوئی ہوتی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کے معاملے میں نہایت حساس ہوتے ہیں اور ان کے دل خشیت الٰہی کے جذبات سے لبریز ہوتے ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ

مَا	كَانَ	مُحَمَّدٌ	اَبَآ	اَحَدٍ	مِّنْ	رِّجَالِكُمْ	وَ	لٰكِنْ	رَّسُوْلَ	اللّٰهِ
نہیں	ہے	محمد	باپ	کسی ایک کا	سے	تمہارے مردوں کے	اور	لیکن	پیغمبر	اللہ کا

محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب سے

وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

وَ خَاتَمَ	النَّبِيّٖنَ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا
اور ختم کرنے والا	نبیوں کا	اور	ہے	اللہ	ہر ایک	چیز کو	جاننے والا	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے

آخری نبی ہیں، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ [۴۱] اے اہلِ ایمان!

اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ

اذْكُرُوا	اللّٰهَ	ذِكْرًا	كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾	وَ	سَبِّحُوْهُ	بُكْرَةً	وَ	اَصِيْلًا ﴿۴۲﴾	هُوَ	الَّذِيْ
ذکر کرو تم	اللہ کا	ذکر کرنا	کثرت سے	اور	تسبیح کرو اس کی	صبح کو	اور	شام کو	وہ	وہی جو

کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کیا کرو۔ [۴۲] اور صبح و شام اُس کی تسبیح بیان کیا کرو۔ [۴۳] اللہ وہی ہے جو

يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ

يُصَلِّيْ	عَلَيْكُمْ	وَ	مَلٰٓئِكَتُهٗ	لِيُخْرِجَكُمْ	مِّنَ	الظُّلُمٰتِ	اِلَى	النُّوْرِ
رحمت بھیجتا ہے	تم پر	اور	اس کے فرشتے	تاکہ تمہیں نکالے	سے	اندھیروں کے	طرف	روشنی کے

تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اُس کے فرشتے بھی، تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لیجائے،

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَاَعَدَّ

وَ	كَانَ	بِالْمُؤْمِنِيْنَ	رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾	تَحِيَّتُهُمْ	يَوْمَ	يَلْقَوْنَهٗ	سَلٰمٌ	وَاَعَدَّ
اور	ہے وہ	ساتھ ایمان والوں کے	نہایت مہربان	ان کی باہمی دعا	جس دن	وہ اس سے ملیں گے	سلام	اور تیار کیا اس نے

اور وہ اہلِ ایمان پر بہت مہربان ہے۔ [۴۴] جس دن وہ اُس سے ملیں گے تو اُن کا استقبال "سلام" سے ہوگا، اور اللہ نے

لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا

لَهُمْ	اَجْرًا	كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾	يٰٓاَيُّهَا	النَّبِيُّ	اِنَّآ	اَرْسَلْنٰكَ	شَاهِدًا	وَّ مُبَشِّرًا
ان کیلئے	اجر	باعزت	اے	نبی	بیشک ہم نے	تجھے بھیجا ہے	گواہی دینے والا	اور خوشخبری دینے والا

اُن کیلئے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے۔ [۴۵] اے نبی! (ﷺ) ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا

[۴۰] اس آیتِ مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کا نام لیکر تین باتیں بیان کی گئی ہیں، مقام کی حساسیت اور اہمیت کا تقاضا یہ تھا کہ نبی ﷺ کا نام لیا جاتا، اس لیے یہاں کسی وصف کا انتخاب نہیں کیا گیا، پہلی بات یہ کہ محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں، لہٰذا کوئی عورت ان کی بہو بھی نہیں
۵ ع ۶ ۲
ہو سکتی، ان کی نرینہ اولاد بلوغت کی عمر تک پہنچی ہی نہیں کہ ان میں سے کسی پر "مرد" کا لفظ بولا جاتا، چونکہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تو مکمل مرد تھے، اس لیے نسبی اعتبار سے وہ نبی ﷺ کے صاحبزادے ہو ہی نہیں سکتے، یہی وجہ ہے کہ ان کی بیوی نبی ﷺ کی بہو کسی صورت نہیں ہو سکتی، دوسری بات یہ کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں، یعنی اپنے تمام تر کمالات اور خوبیوں کے باوجود وہ رب نہیں ہیں، لیکن اس روحانی نسبت کی بناء پر وہ اہل ایمان کے روحانی باپ ضرور ہیں، تاہم یہ روحانی رشتہ نسبی رشتہ داریوں پر اثر انداز نہیں ہوتا، ورنہ ان کیلئے کسی بھی خاتون سے نکاح کرنا درست نہ ہو، کیونکہ روحانی طور پر تو وہ ان کے بھی باپ کے مرتبے میں ہیں اور باپ سے نکاح نہیں ہو سکتا، تیسری بات یہ کہ وہ سب سے آخری نبی ہیں اور یہ کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، قرآن کریم کی سو آیات، نبی اکرم ﷺ کی دو سو احادیث اور بے شمار اقوال صحابہ و تابعین عقیدۂ ختم نبوت کے گرد تحفظ کا پہرہ دے رہے ہیں، جو شخص رسول اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا قائل نہ ہو اور کسی بھی رنگ اور معنی میں نبوت باقی رہنے کا قائل ہو، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور آیاتِ قرآنی کا منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہے، جیسے قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں اور دستور پاکستان کی رو سے بھی ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی، بلکہ سب سے افضل قرار دیتے ہیں اور اس بارے ان کی ہفوات اس قدر زیادہ ہیں کہ قلم میں انہیں نقل کرنے کی ہمت نہیں ہے، جہاں تک تعلق ہے قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا تو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ تو پہلے سے نبی ہیں، متعدد خاص حکمتوں کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمانوں پر زندہ اٹھا لیا ہے اور مقررہ وقت پر انہیں دوبارہ زمین پر بھیج دے گا، علاوہ ازیں وہ اس وقت نبی کے طور پر نہیں آئیں گے، بلکہ امتی کے طور پر آئیں گے اور پہلی نماز امام مہدی کے پیچھے پڑھ کر اپنے امتی ہونے کا پیغام دیں گے، نیز وہ انجیل پر عمل کروانے کی بجائے قرآن کریم پر عمل کروائیں گے اس لیے ان کی آمد سے اجراء نبوت کا قول اختیار کرنا اور اس پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ [۴۱] اس آیتِ مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے انہیں کثرت کے ساتھ ذکر اللہ کی تاکید کی گئی ہے، کیونکہ دلوں کی زندگی اللہ کے ذکر میں ہے، جس دل میں اللہ نہیں بستا، وہ اجڑے ہوئے چمن کی طرح ہے اور جو زبان اللہ کے ذکر سے تر نہ ہو، وہ زندگی سے محروم ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام یہ نصیحت فرماتے تھے کہ تمہاری زبان ہمیشہ ذکر اللہ سے تر رہنی چاہیے۔ [۴۲] اس آیتِ مبارکہ میں اہل ایمان کو صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کا اہتمام کرنے کی تاکید کی گئی ہے، کیونکہ کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ جمادات بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہیں، انسان کو اپنے باشعور ہونے کا خیال و احساس کر کے اس کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ [۴۳] اس آیتِ مبارکہ میں اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کے ایک احسان کا ذکر کیا گیا ہے کہ اگر تم اللہ کا ذکر اور اس کی تسبیح کرتے ہو تو اس کا فائدہ بھی تم ہی کو ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہو جاتی ہے، اس کی نورانی مخلوق فرشتے تمہارے حق میں دعا کرتے ہیں اور اس ذکر و تسبیح کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں ضلالت اور گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر ایمان اور ہدایت کی چاشنی اور اس کا نور عطا فرماتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی اس رحمتِ خاصہ کا نتیجہ ہے جو وہ اہل ایمان پر نازل فرماتا ہے، اس لیے انہیں ذکر و تسبیح کا اہتمام کرنا چاہیے۔ [۴۴] اس آیتِ مبارکہ میں ذکر و تسبیح کے دو اخروی فائدے ذکر کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ آخرت

وَّ نَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَ بَشِّرِ

وَّ	نَذِيْرًا ﴿۴۵﴾	وَّدَاعِيًا	اِلَى	اللّٰهِ	بِاِذْنِهٖ	وَ	سِرَاجًا	مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾	وَبَشِّرِ
اور	ڈرانے والا	اور دعوت دینے والا	طرف	اللہ کے	اس کے حکم سے	اور	چراغ	روشن کرنے والا	اور خوشخبری دیجئے

بنا کر بھیجا ہے۔ ۴۵ اور اللہ کے حکم سے اُس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ ۴۶ اور آپ مؤمنین کو

الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ

الْمُؤْمِنِيْنَ	بِاَنَّ	لَهُمْ	مِّنَ	اللّٰهِ	فَضْلًا	كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾	وَ	لَا	تُطِعِ	الْكٰفِرِيْنَ
ایمان والوں کو	بیشک	ان کیلئے	سے	اللہ کے	فضل	بہت بڑا	اور	مت	اطاعت کر	کافروں کی

خوشخبری دیجئے کہ اُن کیلئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل تیار ہے۔ ۴۷ اور آپ کافروں

وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾

وَ	الْمُنٰفِقِيْنَ	وَدَعْ	اَذٰىهُمْ	وَ	تَوَكَّلْ	عَلَى	اللّٰهِ ؕ	وَ	كَفٰى	بِاللّٰهِ	وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾
اور	منافقوں کی	اور چھوڑ دے	ان کی ایذاء کو	اور	بھروسہ رکھ	پر	اللہ کے	اور	کافی ہے	اللہ	کارساز

اور منافقوں کی بات نہ مانیے ، اُن کی ایذاء رسانیوں کو چھوڑ دیجئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے اور اللہ کارساز ہونے کیلئے کافی ہے۔ ۴۸

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْۤا	اِذَا	نَكَحْتُمُ	الْمُؤْمِنٰتِ	ثُمَّ	طَلَّقْتُمُوْهُنَّ	مِنْ
اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	جب	تم نکاح کرو	مؤمن عورتوں سے	پھر	تم انہیں طلاق دیدو	سے

اے اہلِ ایمان! جب تم مؤمن عورتوں سے نکاح کرو، پھر تم اُنہیں ہاتھ لگانے سے

قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ

قَبْلِ	اَنْ	تَمَسُّوْهُنَّ	فَمَا	لَكُمْ	عَلَيْهِنَّ	مِنْ	عِدَّةٍ	تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ
پہلے	یہ کہ	تم انہیں ہاتھ لگاؤ	سو نہیں	تمہارے لئے	ان پر	سے	کوئی عدت	کہ تم اسے شمار کرو

پہلے ہی طلاق دیدو تو اُن پر تمہارے لیے کوئی عدت نہیں ہے جسے تم شمار کرو،

فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ

فَمَتِّعُوْهُنَّ	وَ	سَرِّحُوْهُنَّ	سَرَاحًا	جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾	يٰۤاَيُّهَا	النَّبِيُّ	اِنَّاۤ
سو انہیں کچھ سامان دو	اور	چھوڑ دو انہیں	چھوڑنا	بھلے طریقے سے	اے	نبی	بیشک ہم نے

سو تم اُنہیں کچھ سامان دیکر بھلے طریقے سے رخصت کردو۔ ۴۹ اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے

میں انہیں سلامتی نصیب ہوگی اور ہر طرف سے سلام کی آوازیں آتی ہوں گی ، اہلِ ایمان ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے تو آغاز سلام سے کریں گے، فرشتے سلام کے ساتھ ان کا استقبال کریں گے اور خود رب کریم انہیں سلام فرمائے گا ، دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے بہترین اجر وثواب تیار کر رکھا ہے، بعض جگہوں پر اس کا اجمالی تذکرہ بھی کیا گیا ہے لیکن اس کی تفصیل بیان نہیں کی گئی ہے، تا کہ اہلِ ایمان میں اس کا اشتیاق اور جستجو پیدا ہو اور اچانک ملنے والی غیر فانی نعمتوں پر انہیں زیادہ خوشی اور مسرت حاصل ہو۔

۴۵ ۴۶ ان آیتوں میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے ان کے پانچ اوصاف بیان کیے گئے ہیں، ان میں سے ہر وصف کی تفصیل ایک مستقل مضمون کا تقاضا کرتی ہے، اس تقاضے کو فی الحال کسی دوسرے وقت کیلئے اٹھا رکھتا ہوں ، سرِ دست چند اشارے کر دیتا ہوں ، پہلا وصف ''شاہد'' ہونا ہے ، جس کا لفظی معنی گواہی دینے والا ہے، چونکہ شہادت وہی معتبر ہوتی ہے جو چشم دید ہو اس لیے نبی علیہ السلام کا عینی گواہ ہونا اس لفظ سے ثابت ہوتا ہے، چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کے عینی شاہد ہیں، ان کا دل وحی کی سچائی کی تصدیق کرتا ہے اور اس پر گواہ ہے، وہ اپنی امت کے اعمال واحوال کے چشم دید گواہ ہیں اور وہ قیامت کے دن سب سے بڑے اور مرکزی گواہ ہوں گے جن کی گواہی پر انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا ، دوسرا وصف مبشر ہونا ہے، جس کا لفظی معنی خوشخبری دینے والا ہے اور جسے کوئی خوشخبری دی جائے ، اس کا چہرہ کھل اٹھتا ہے اور وہ مسکرانے لگتا ہے، گویا ''مبشر'' کا معنی ہے چہروں پر مسکراہٹیں اور خوشیاں بکھیرنے والا ، چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھی اور غمزدہ انسانیت کے چہرے پر خوشیوں کے پھول بکھیرے ہیں، ان کی تشریف آوری پر دنیا کو اس کی بشاشت اور مسکراہٹ واپس ملی، انہوں نے اپنے نامزد گورنروں کو ہمیشہ اس کی تاکید فرمائی کہ لوگوں میں خوشیاں بانٹو، نفرت کے سوداگر نہ بنو، یہی تاکید وہ دعاۃ وقضاۃ اور علماء وخطباء کو بھی فرمایا کرتے تھے اور انسانیت پر ان کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے اسے ہنسنا اور مسکرانا سکھایا ہے تیسرا وصف ''نذیر'' ہونا ہے، اس کا لفظی معنی ڈرانے والا ہے، اور اس سے مراد مستقبل کے انجام سے باخبر اور آگاہ کرنا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تفصیل کے ساتھ مستقبل کے حالات بیان فرما دیے ہیں، جزا اور سزا کا مفصل تذکرہ فرما دیا ہے، تا کہ کل کو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ آئندہ یہ حالات پیش آئیں گے تو ہم محتاط زندگی گزارتے اور اپنے مستقبل کو محفوظ کرتے ، چوتھا وصف داعی الی اللہ ہونا ہے، دعوت ہی نبی علیہ السلام کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا تھی ، یہ دعوت اپنی ذات کیلئے نہیں تھی ، اس دعوت کا مرکزی نکتہ مخلوق کا خالق کے ساتھ رابطہ بحال کرنا تھا جو صدیوں سے منقطع ہو چکا تھا اور یہ دعوت وحی الٰہی کی روشنی میں تدریج اور حکمت کے ساتھ آگے بڑھتی رہی یہاں تک کہ نبی علیہ السلام کی دعوت کے نتیجے میں ایک ایسی پاکیزہ جماعت پیدا ہو گئی جس پر فرشتے بھی رشک کرنے لگے، نبی علیہ السلام نے اپنی دعوت کا آغاز ایک ایسی جگہ سے فرمایا جہاں بگاڑ اور فساد اپنے پورے عروج کو پہنچ چکا تھا اور دنیا کے کسی مصلح کو اتنی محنت کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی ، جتنی رسول اکرم

اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ

اَحْلَلْنَا	لَكَ	اَزْوَاجَكَ	الّٰتِيْٓ	اٰتَيْتَ	اُجُوْرَهُنَّ	وَ	مَا	مَلَكَتْ
حلال کردیں	تیرے لئے	تیری بیویاں	وہ جو	دیدیئے تُونے	ان کے مہر	اور	وہ جو	مالک ہو

آپ کیلئے آپ کی وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جن کے مہر آپ دے چکے ہیں اور آپ کی وہ

يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ

يَمِيْنُكَ	مِمَّآ	اَفَآءَ	اللّٰهُ	عَلَيْكَ	وَبَنٰتِ	عَمِّكَ	وَبَنٰتِ	عَمّٰتِكَ	وَ	بَنٰتِ
تیرادایاں ہاتھ	اسمیں سے جو	غنیمت دی	اللہ نے	تجھ پر	اور بیٹیاں	تیرے چچا کی	اور بیٹیاں	تیری پھوپھیوں کی	اور	بیٹیاں

باندیاں بھی جو اللہ نے آپ کو مال غنیمت میں عطا فرمائی ہوں، اور آپ کی چچا زاد بہنیں، پھوپھی زاد بہنیں، ماموں زاد

خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً

خَالِكَ	وَ	بَنٰتِ	خٰلٰتِكَ	الّٰتِيْ	هَاجَرْنَ	مَعَكَ ۫	وَامْرَاَةً	مُّؤْمِنَةً
تیرے ماموں کی	اور	بیٹیاں	تیری خالاؤں کی	وہ جو	ہجرت کی انہوں نے	تیرے ساتھ	اور عورت	ایمان والی

بہنیں اور وہ خالہ زاد بہنیں بھی جنہوں نے آپ کے ہمراہ ہجرت کی ہو، اور وہ مؤمن عورت بھی جو

اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً

اِنْ	وَّهَبَتْ	نَفْسَهَا	لِلنَّبِيِّ	اِنْ	اَرَادَ	النَّبِيُّ	اَنْ	يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ	خَالِصَةً
اگر	ہبہ کردے	اپنی ذات کو	نبی کیلئے	اگر	ارادہ کرے	نبی	یہ کہ	طلب نکاح کرے اس سے	خاص طور پر

اپنے آپ کو نبی (ﷺ) کیلئے ہبہ کر دے، بشرطیکہ نبی (ﷺ) اُس سے نکاح کرنا بھی چاہیں، یہ حکم خاص

لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ

لَّكَ	مِنْ	دُوْنِ	الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ	قَدْ	عَلِمْنَا	مَا	فَرَضْنَا	عَلَيْهِمْ	فِيْٓ
تیرے لئے	سے	علاوہ	ایمان والوں کے	یقیناً	ہمیں معلوم ہے	وہ جو	مقرر کیا ہم نے	ان پر	بیچ

آپ کیلئے ہے، عام مسلمانوں کیلئے نہیں، ہمیں معلوم ہے جو کچھ ہم نے اُن پر اُن کی بیویوں

اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ

اَزْوَاجِهِمْ	وَ	مَا	مَلَكَتْ	اَيْمَانُهُمْ	لِكَيْلَا	يَكُوْنَ	عَلَيْكَ	حَرَجٌ ؕ
ان کی بیویوں کے	اور	وہ جو	مالک ہوں	ان کے دائیں ہاتھ	تا کہ نہ	ہو	تجھ پر	کوئی تنگی

اور باندیوں کے حوالے سے مقرر کیا ہے، تاکہ آپ پر کسی قسم کی تنگی نہ رہے،

ﷺ نے فرمائی اور دنیا کے کسی مصلح کو اتنی بڑی کامیابی نہیں ملی جو اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو عطا فرمائی، کیونکہ داعی الی اللہ کیلئے جن اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے، وہ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی میں بدرجہ کمال موجود تھے، پانچواں وصف "سراج منیر" ہوتا ہے، سراج کا لفظی معنی چراغ ہے اور منیر کا معنی روشن کرنے والا ہے، یہاں مراد سورج ہے اور استعارۃً نبی علیہ السلام کو سورج کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ وہ آفتاب نبوت ہیں، جس طرح دنیا کا سورج طلوع ہونے پر چاند اور دوسرے تمام ستارے نظروں سے اوجھل ہوجاتے ہیں اور ان کی روشنی اس کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے، اسی طرح آفتابِ نبوت کے طلوع ہونے پر نبوت کے چاند اور ستارے بھی نظروں سے اوجھل ہو گئے اور ان کی روشنی اور چمک دمک ماند پڑ گئی، اس موضوع پر "آفتاب نبوت" نامی کتاب کا مطالعہ مفید رہے گا۔ ٣٧ اس آیتِ مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور مہربانی کی بشارت اور خوش خبری سنا دیں، یہ اس لیے کہ نبی علیہ السلام کا ایک وصف گزشتہ آیت میں "مبشر" بیان کیا گیا ہے اور جہاں تک تعلق ہے اللہ کے فضل کا تو وہ اس امت پر سب سے زیادہ ہے اور ہر جہت سے ہے، روزِ محشر بھی اس کا بھرپور اظہار ہو گا اور جنت میں بھی اس کے اعلیٰ مناظر دکھائی دیں گے۔ ٣٨ اس آیتِ مبارکہ میں ایک نہی، دو امر اور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بیان کی گئی ہے، نہی تو یہ کہ کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانو، ان کے کہنے میں آکر اپنے دین پر عمل کرنے میں کوتاہی مت کرو اور ان کے ساتھ دوستی لگا کر اللہ اور اس کے دین سے دور نہ ہو جاؤ، پہلا حکم یہ کہ کافروں اور منافقوں کی ایذاء رسانی پر صبر کرو خواہ اُن کی زبان سے تمہیں اذیت پہنچے یا ان کے کسی عمل، عادت اور کردار سے تکلیف کا احساس ہو، دوسرا حکم یہ کہ اللہ پر بھروسہ اور اعتماد رکھو، اسباب اور وسائل ضرور اختیار کرو لیکن مؤثر حقیقی صرف اللہ ہی کو سمجھو اور اللہ کی جو صفت بیان کی گئی ہے، وہ یہ کہ اپنی ساری مخلوق کے کام بنانے اور بگڑے ہوئے معاملات کو سنوارنے اور سلجھانے کیلئے وہ اکیلا ہی کافی ہے، اسے کسی کے تعاون اور سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔ ٣٩ اس آیتِ مبارکہ میں طلاق قبل از رخصتی کا حکم بیان کیا گیا ہے، یعنی اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے، ابھی رخصتی نہ ہوئی ہو اور میاں بیوی کو تنہائی کی ملاقات کا موقع نہ ملا ہو، اس سے پہلے ہی طلاق تک نوبت جا پہنچے تو ایسی مطلقہ عورت کے ذمے عدت نہیں ہے، وہ اگر اسی مجلس میں دوسرا نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، البتہ یہ دیکھا جائے گا کہ اس عورت کا مہر مقرر کیا گیا تھا یا نہیں؟ اگر مہر مقرر کیا گیا تھا تو شوہر پر اس عورت کو مقررہ مہر کی نصف رقم ادا کرنا لازم ہوگا اور اگر مہر مقرر نہیں ہوا تھا تو اپنی حیثیت اور گنجائش کے مطابق کچھ کپڑے وغیرہ دیکر رخصت کر دینا چاہیے، چونکہ عورت کے ساتھ یہ بہت بڑا حادثہ اور اسکے اہل خانہ کیلئے بہت بڑا دھچکا ہے اس لیے "شائستگی" کے ساتھ علیحدگی کی تاکید کی گئی ہے تاکہ بدمزگی نہ ہونے پائے۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۞ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْۤ

وَ	كَانَ	اللّٰهُ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا۞	تُرْجِيْ	مَنْ	تَشَآءُ	مِنْهُنَّ	وَ	تُـْٔوِيْۤ
اور	ہے	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	تُو مؤخر کردے	جسے	تُو چاہے	اُن میں سے	اور	ٹھکانہ دے تُو

اور اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ۵۰ آپ ان میں سے جسے چاہیں مؤخر کر دیں اور جسے چاہیں

اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ

اِلَيْكَ	مَنْ	تَشَآءُ ؕ	وَ	مَنِ	ابْتَغَيْتَ	مِمَّنْ	عَزَلْتَ	فَلَا	جُنَاحَ
اپنی طرف	جسے	تُو چاہے	اور	جو	تُو چاہے	اس سے جو	تُو نے جدا کردی	تو نہیں	کوئی حرج

اپنے پاس ٹھکانہ دیں، اور جس سے آپ نے کنارہ کشی کر لی تھی، اگر آپ کا دل اُسے چاہے تو آپ پر کوئی حرج

عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَاۤ

عَلَيْكَ ؕ	ذٰلِكَ	اَدْنٰۤى	اَنْ	تَقَرَّ	اَعْيُنُهُنَّ	وَ	لَا	يَحْزَنَّ	وَ	يَرْضَيْنَ	بِمَاۤ
تجھ پر	وہ	زیادہ قریب	یہ کہ	ٹھنڈی رہیں	آنکھیں ان کی	اور	نہ	غمگین ہوں وہ	اور	راضی ہوجائیں	اس سے جو

نہیں ہے، یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں، وہ غمگین نہ ہوں اور وہ سب کی سب اُس چیز پر

اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا

اٰتَيْتَهُنَّ	كُلُّهُنَّ ؕ	وَ	اللّٰهُ	يَعْلَمُ	مَا	فِيْ	قُلُوْبِكُمْ ؕ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	عَلِيْمًا
تُو نے انہیں دیا	سب کی سب	اور	اللہ	جانتا ہے	وہ جو	بیچ	تمہارے دلوں کے	اور	ہے	اللہ	خوب جاننے والا

راضی رہیں جو آپ اُنہیں عطا فرمائیں، اور تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے، اللہ اُسے خوب جانتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا،

حَلِيْمًا ۞ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ

حَلِيْمًا۞	لَا	يَحِلُّ	لَكَ	النِّسَآءُ	مِنْۢ	بَعْدُ	وَ	لَاۤ	اَنْ	تَبَدَّلَ	بِهِنَّ
بردبار	نہیں	حلال	تیرے لئے	عورتیں	سے	پیچھے	اور	نہ	یہ کہ	تُو بدل لے	ان سے

بردبار ہے۔ ۵۱ اس کے علاوہ کوئی اور عورتیں آپ کیلئے حلال نہیں ہیں اور نہ یہ کہ آپ ان کے بدلے میں

مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ

مِنْ	اَزْوَاجٍ	وَّلَوْ	اَعْجَبَكَ	حُسْنُهُنَّ	اِلَّا	مَا	مَلَكَتْ	يَمِيْنُكَ ؕ	وَ	كَانَ
سے	بیویوں کو	اگرچہ	اچھا لگے تجھے	ان کا حسن	مگر	وہ جو	مالک ہو	تیرا دایاں ہاتھ	اور	ہے

دوسری بیویاں لے آئیں، اگرچہ آپ کو اُن کا حسنِ صورت اچھا ہی معلوم ہو، سوائے اُن باندیوں کے جو آپ کی ملکیت میں ہوں، اور

۵۰ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے سات قسم کی عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دی گئی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کے معاملے میں نبی علیہ السلام کو بعض ایسے خصوصی احکام بھی دیئے گئے تھے جن سے استدلال اور استفادہ کرنا عام لوگوں کے حق میں جائز نہ تھا، ان خواتین کی مختصر وضاحت حسب ذیل ہے۔ (الف) جو خواتین پہلے سے آپ کے نکاح میں ہیں اور آپ ان کے مہر بھی ادا کر چکے ہیں، وہ سب آپ کیلئے حلال ہیں خواہ اُن کی تعداد کتنی ہی ہو، چنانچہ آیت کے نزول کے وقت نبی علیہ السلام کے نکاح میں چار سے زیادہ خواتین موجود تھیں، وہ حلال ہوگئیں، اور یہ جو فرمایا کہ آپ ان کے مہر بھی ادا کر چکے ہوں تو اس میں نبی علیہ السلام کی تعریف ہے کہ آپ نے اپنے ذمے کسی اہلیہ کا حق نہیں رکھا ہے، سب کے مہر ادا کر چکے ہیں، لوگوں کو بھی مہر کی رقم اپنی بیویوں کو ادا کر دینی چاہیے۔ (ب) مالِ غنیمت میں آنے والی باندیاں آپ کیلئے حلال ہیں، اور ان میں آپ کا خصوصی امتیاز یہ ہے کہ اگر مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے آپ کسی کو اپنی ذات کیلئے منتخب کرلیں تو وہ آپ کیلئے حلال ہے، عام لوگوں کیلئے نہیں۔ (ج) آپ کی چچازاد بہنیں آپ کیلئے حلال ہیں، لیکن اس کیلئے شرط یہ ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی ہو، ورنہ وہ آپ کیلئے حلال نہیں ہے، عام لوگوں کیلئے یہ شرط نہیں ہے، حضرت ام ہانی ؓ سے نکاح نہ کرنے کی یہی وجہ تھی۔ (د) آپ کی پھوپھی زاد بہنیں آپ کیلئے حلال ہیں، لیکن ان میں بھی ہجرت کی شرط ضروری ہے، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا چونکہ ہجرت کر چکی تھیں، اس لیے نبی علیہ السلام نے ان سے نکاح فرمالیا۔ (ھ) آپ کی ماموں زاد بہنیں آپ کیلئے حلال ہیں، ان میں بھی ہجرت کی شرط ضروری ہے۔ (و) آپ کی خالہ زاد بہنیں کیلئے حلال ہیں، ان میں بھی ہجرت کی شرط ضروری ہے۔ (ز) وہ مسلمان عورت جو اپنی ذات کو بلا مہر نبی علیہ السلام کیلئے ہبہ کر دے، آپ کیلئے بغیر مہر کے اس سے نکاح کرنا حلال ہے، عام لوگوں کیلئے یہ جائز نہیں ہے، البتہ ایسی عورت سے نکاح کو نبی علیہ السلام کے ارادے کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے، مطلب یہ کہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو بغیر مہر کے پیش کر دے تو نبی علیہ السلام پر فرض نہیں ہے کہ خواہی نخواہی اس سے ضرور نکاح فرمائیں، بلکہ ان کی مرضی ہے، چاہے تو نکاح فرمالیں اور چاہے تو نظر انداز کر دیں، جیسا کہ صحیحین کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاتون نے نبی علیہ السلام کو اس طرح کی پیشکش کی لیکن نبی علیہ السلام نے سر جھکالیا، گویا کہ اسے نظر انداز کر دیا۔ اس آیت کے آخر میں دو باتیں مزید کی گئی ہیں، ایک تو یہ کہ نکاح کے حوالے سے آپ کو جو خصوصی احکام دیئے گئے ہیں، ان کا منشا آپ سے تنگی کو دور کرنا ہے، کیونکہ آپ پر پہلے ہی بہت سی ذمہ داریاں ہیں، جن کی ادائیگی کیلئے آپ کو ذہنی یکسوئی اور تازگی کی ضرورت ہے، اس لیے نکاح کے معاملے میں آپ کو خصوصی اجازت دی گئی ہے، دوسری یہ کہ عام مسلمانوں کیلئے ہم نے مہر کی شرط مقرر کر رکھی ہے اور انہیں اہلِ کتاب کی خواتین اور باندیوں سے نکاح کرنے کی اجازت دے رکھی ہے، اس لیے عام مسلمانوں کا نکاح مہر کے بغیر نہیں ہوتا۔ ۵۱ اس آیتِ مبارکہ میں نبی علیہ السلام کو ازدواجی زندگی کے حوالے سے ایک اور سہولت دی گئی ہے جو عام لوگوں کیلئے نہیں ہے کہ آپ پر اپنی بیویوں کے درمیان باریوں کی تقسیم پر عمل کرنا واجب نہیں ہے، دل چاہے تو باری مقرر کرلیں، ورنہ جس کے پاس چاہیں، تشریف لے جائیں، کسی بیوی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے کہ آج تو میری باری تھی، آپ فلاں کے پاس کیوں چلے گئے؟ یہ سہولت نبی علیہ السلام کو گھریلو مناقشوں سے بچانے، ذہنی یکسوئی فراہم کرنے اور فرائضِ نبوت و رسالت کی بجا آوری میں فکری انتشار اور دباؤ سے بچانے کیلئے دی گئی تھی، ورنہ بسا اوقات گھریلو جھگڑے اور ازدواجی زندگی کی تلخیاں انسان کو اپنے فرائض کی ادائیگی میں غفلت یا کم از کوتاہی تک پہنچا دیتی ہیں، اب اس طرح آپ جسے جو عطا فرمائیں

اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا ﴿۵۲﴾ ع یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا

اللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ	شَیْءٍ	رَّقِیْبًا ۵۲	یٰۤاَیُّهَا	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تَدْخُلُوْا
اللہ	پر	ہر ایک	چیز کے	نگہبان	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	مت	داخل ہوا کرو

اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ ۵۲ اے اہلِ ایمان! نبی ﷺ کے گھروں میں

بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ ۙ

بُیُوْتَ	النَّبِیِّ	اِلَّاۤ	اَنْ	یُّؤْذَنَ	لَكُمْ	اِلٰى	طَعَامٍ	غَیْرَ	نٰظِرِیْنَ	اِنٰىهُ ۙ
گھروں میں	نبی کے	مگر	یہ کہ	اجازت دی جائے	تمہیں	طرف	کھانے کے	نہ	انتظار کرنے والے	اس کے پکنے کا

مت داخل ہوا کرو، سوائے اس صورت کے کہ تمہیں کھانے کیلئے بلایا جائے، لیکن اُس کے پکنے کا انتظار نہ کرو،

وَلٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ

وَ	لٰكِنْ	اِذَا	دُعِیْتُمْ	فَادْخُلُوْا	فَاِذَا	طَعِمْتُمْ	فَانْتَشِرُوْا	وَ	لَا	مُسْتَاْنِسِیْنَ
اور	لیکن	جب	تم بلائے جاؤ	تو داخل ہو جاؤ	سو جب	کھانا کھا چکو	تو منتشر ہو جاؤ	اور	نہ	دل لگانے والے

بلکہ جب تمہیں بلایا جائے تو چلے جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جایا کرو، باتوں میں دل لگا کر نہ

لِحَدِیْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ

لِحَدِیْثٍ ؕ	اِنَّ	ذٰلِكُمْ	كَانَ	یُؤْذِی	النَّبِیَّ	فَیَسْتَحْیٖ	مِنْكُمْ	وَ	اللّٰهُ
باتوں میں	بیشک	تمہاری یہ حرکت	ہے	ایذاء دیتی	نبی کو	سو وہ حیا کرتے ہیں	تم سے	اور	اللہ

بیٹھا کرو، تمہاری اس حرکت سے پیغمبر (ﷺ) کو ایذاء پہنچتی ہے سو وہ تم سے حیا کرتے ہیں، اور اللہ

لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ

لَا	یَسْتَحْیٖ	مِنَ	الْحَقِّ ؕ	وَ	اِذَا	سَاَلْتُمُوْهُنَّ	مَتَاعًا	فَسْـَٔلُوْهُنَّ	مِنْ
نہیں	شرماتا	سے	حق کے	اور	جب	تم ان سے مانگو	کوئی سامان	تو مانگ کروان سے	سے

حق بات کہنے سے نہیں شرماتا، اور جب تم اُن سے کوئی چیز مانگا کرو تو پردے کے پیچھے سے

وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ

وَّرَآءِ	حِجَابٍ ؕ	ذٰلِكُمْ	اَطْهَرُ	لِقُلُوْبِكُمْ	وَ	قُلُوْبِهِنَّ ؕ	وَ	مَا	كَانَ	لَكُمْ
پیچھے	پردے کے	تمہارا یہ طریقہ	زیادہ پاکیزہ	تمہارے دلوں کیلئے	اور	ان کے دلوں کیلئے	اور	نہیں	ہے	تمہارے لئے

مانگا کرو، یہ تمہارے دلوں کیلئے بھی زیادہ پاکیزگی کا سبب ہے اور اُن کے دلوں کیلئے بھی، اور تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے

ع ۶ ۱۲ ۴

گے، وہ اس پر خوش ہو جائیں گی، دل سے رنج وغم اور بوجھ دور ہو جائے گا اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی کہ اگرچہ ہمارا حق تو نہیں تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ کی مہربانی ہے کہ آپ نے ہمارے ساتھ یہ حسن سلوک فرمایا، اس تمام تر سہولت اور اجازت کے باوجود رسول اکرم ﷺ ساری زندگی حتیٰ کہ مرض الوصال میں بھی باری کی پابندی فرماتے رہے اور زبان پر ہمیشہ یہ جملہ رہا کہ پروردگار! جہاں تک میرا اختیار چلتا ہے، میں باری کا اہتمام کرتا ہوں، لیکن جہاں میرا اختیار ختم ہو کر تیرا اختیار شروع ہوتا ہے اور قلبی میلان اور محبت کی بات آتی ہے تو اس میں مجھے ملامت نہ فرمانا۔

۵۲ اس آیتِ مبارکہ کے حکم کو اصول فقہ کی اصطلاح میں ''منسوخ'' قرار دیا گیا ہے کہ آغاز میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ اس وقت آپ کے نکاح میں جتنی عورتیں ہیں یا جن سات قسم کی عورتوں کا اوپر ذکر ہوا ہے، ان کے علاوہ کسی اور سے نکاح کرنا یا موجودہ بیویوں میں سے کسی کو طلاق دیکر اس کے بدلے میں کسی اور خاتون سے نکاح کرنا آپ کیلئے جائز نہیں ہے خواہ وہ کتنی ہی حسین وجمیل ہو، البتہ اس حکم سے باندیاں مستثنیٰ ہیں، کچھ عرصے کے بعد اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا اور نبی علیہ السلام کو اجازت دیدی گئی کہ اگر آپ مزید نکاح کرنا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے، بعض مفسرین کے مطابق زیرِ تذکرہ آیت تلاوت میں مؤخر ہے اور نزول میں مقدم ہے، اور ان کے نزدیک آیت نمبر ۵۰ بعد میں نازل ہوئی تھی جو کہ تلاوت میں مقدم ہے، وہی اس حکم کیلئے ناسخ ہے۔ واللہ اعلم۔

اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ

اَنْ	تُؤْذُوْا	رَسُوْلَ	اللّٰهِ	وَ	لَآ	اَنْ	تَنْكِحُوْٓا	اَزْوَاجَهٗ	مِنْۢ	بَعْدِهٖٓ	اَبَدًا
یہ کہ	ایذاء پہنچاؤ تم	پیغمبر کو	اللہ کے	اور	نہ	یہ کہ	نکاح کرو تم	ان کی بیویوں سے	سے	ان کے پیچھے	کبھی بھی

کہ تم رسول اللہ (ﷺ) کو ایذاء پہنچاؤ، اور نہ یہ کہ اُن کے بعد اُن کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کر سکو،

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝٥٣ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ

اِنَّ	ذٰلِكُمْ	كَانَ	عِنْدَ	اللّٰهِ	عَظِيْمًا ۝٥٣	اِنْ	تُبْدُوْا	شَيْـًٔا	اَوْ	تُخْفُوْهُ	فَاِنَّ
بیشک	تمہاری یہ سوچ	ہے	نزدیک	اللہ کے	بہت بڑی	اگر	تم ظاہر کرو	کوئی چیز	یا	تم اسے چھپاؤ	تو بیشک

تمہاری ایسی سوچ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے۔ [53] اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا اُسے چھپاؤ، تو بیشک

اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝٥٤ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ

اللّٰهَ	كَانَ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمًا ۝٥٤	لَا	جُنَاحَ	عَلَيْهِنَّ	فِيْٓ	اٰبَآئِهِنَّ
اللہ	ہے	ساتھ ہر ایک	چیز کے	خوب جاننے والا	نہیں	کوئی حرج	ان عورتوں پر	بیچ	انکے باپوں کے

اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ [54] عورتوں پر اُن کے باپوں،

وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ

وَ	لَآ	اَبْنَآئِهِنَّ	وَ	لَآ	اِخْوَانِهِنَّ	وَ	لَآ	اَبْنَآءِ	اِخْوَانِهِنَّ	وَ	لَآ	اَبْنَآءِ
اور	نہ	ان کے بیٹوں کے	اور	نہ	انکے بھائیوں کے	اور	نہ	بیٹوں کے	ان کے بھائیوں کے	اور	نہ	بیٹوں کے

بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، اپنی عورتوں اور باندیوں سے

اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ

اَخَوٰتِهِنَّ	وَ	لَا	نِسَآئِهِنَّ	وَ	لَا	مَا	مَلَكَتْ	اَيْمَانُهُنَّ ۚ	وَاتَّقِيْنَ	اللّٰهَ ۭ
ان کی بہنوں کے	اور	نہ	ان کی عورتوں کے	اور	نہ	وہ جو	مالک ہوں	ان کے دائیں ہاتھ	اور ڈرتی رہو تم	اللہ سے

سامنا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور تم اللہ سے ڈرتی رہا کرو،

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝٥٥ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ

اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلٰي	كُلِّ	شَيْءٍ	شَهِيْدًا ۝٥٥	اِنَّ	اللّٰهَ	وَ	مَلٰٓئِكَتَهٗ
بیشک	اللہ	ہے	پر	ہر ایک	چیز کے	گواہ	بیشک	اللہ	اور	اس کے فرشتے

بیشک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ [55] بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے

[53] اس آیت مبارکہ کے نزول کا ایک خاص پس منظر ہے جو آیت کا مفہوم سمجھنے کیلئے معلوم ہونا ضروری ہے، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دیدی اور اللہ کو منظور ہوا کہ انہیں نبی علیہ السلام کے نکاح میں دیدیا جائے تو نکاح کے بعد نبی علیہ السلام نے ولیمے کا اہتمام فرمایا، کچھ لوگ تو کھانا پکنے کے انتظار میں پہلے سے آکر بیٹھ گئے، حجرۂ مبارکہ میں بہت زیادہ جگہ تھی نہیں اور مروت کی وجہ سے آنے والے مہمانوں کو واپس بھی نہیں بھیجا جا سکتا تھا، سو حضرت زینب رضی اللہ عنہا دیوار کی طرح رخ کر بیٹھ گئیں، کھانا تیار ہوا، مہمانوں نے کھایا اور اس کے بعد کچھ لوگ وہیں بیٹھ کر حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کرنے میں مشغول ہو گئے، انہیں بھی مروت کی وجہ سے کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا لیکن طبیعتِ مبارکہ پر بوجھ آیا کہ میری اہلیہ اتنی دیر سے دیوار کی طرف رخ کر کے بیٹھی ہوئی ہیں، شرم وحیا کی وجہ سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی ہیں، ممکن ہے کہ انہیں پیاس لگی ہو، قضاء حاجت کیلئے جانا ہو، بھوک لگ رہی ہو یا آرام کرنا چاہتی ہوں، اس کے علاوہ اخلاق وآداب کے بھی خلاف ہے، اس لیے نبی علیہ السلام نے ان سے تو کچھ نہ فرمایا، خود ہی گھر سے باہر تشریف لے گئے، تمام ازواج مطہرات کے پاس چکر لگا کر آئے، دیکھا تو وہ لوگ ابھی تک بیٹھے ہوئے تھے، نبی علیہ السلام دوبارہ واپس جانے لگے تو انہیں احساس ہوا اور وہ فوراً وہاں سے اٹھ کر چلے گئے، اس پر یہ "آیتِ حجاب" نازل ہوئی اور اس میں چند آداب اور نہایت واضح احکام دیدیئے گئے جن کی مختصر وضاحت حسبِ ذیل ہے۔ (الف) بلا اجازت رسول اکرم ﷺ کے گھر میں داخل مت ہوا کرو۔ (ب) کھانا پکنے کے انتظار میں پہلے سے جا کر ان کے یہاں مت بیٹھا کرو۔ (ج) جب بلایا جائے تو چلے جاؤ۔ (د) کھانا کھا کر منتشر ہو جایا کرو، وہاں بیٹھ کر گپ شپ اور حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کرنے میں مشغول نہ ہو جایا کرو۔ (ہ) پیغمبر ﷺ کی ایذاء رسانی سے بچا کرو، وہ مروت میں آکر تم سے کچھ نہیں کہتے، لیکن اللہ تو حق بات کھلے لفظوں میں فرما دیتا ہے۔ (و) ازواج مطہرات سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو، کیونکہ اب وہ پردہ کریں گی اور ہر وہ مسلمان عورت بھی پردہ کرے گی جو انہیں اپنی ماں سمجھتی ہے، جو اس بات کی اہمیت سمجھتی ہے کہ امت کی ماؤں کو اگر پردے کا حکم دیا گیا ہے تو امت کی بیٹیوں کو بھی یہی حکم دیا گیا ہے، اس حکم پر عملدرآمد کرنے سے خواتین کی عزت وعصمت بھی محفوظ رہے گی اور مردوں کے دلوں میں بھی برے خیالات اور ناپسندیدہ جذبات نہیں آئیں گے۔ (ز) تمہیں اس بات کی ہرگز اجازت نہیں ہے کہ اپنے کسی قول، فعل یا حرکت سے نبی علیہ السلام کی اذیت اور تکلیف کا سبب بنو۔ (ح) رسول اکرم ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ان کی ازواج مطہرات سے نکاح کرنا کسی کیلئے جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ پوری امت کی مائیں ہیں، ان کی ذمہ داری ہے کہ جو علم اور دین انہوں نے اپنی ازدواجی زندگی میں رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا، اسے آگے منتقل کریں، ازدواجی بکھیڑوں میں مشغول ہو کر اپنی ذمہ داریوں میں کوتاہی نہ کریں اور سب سے بڑھ کر یہ نبی علیہ السلام کے نکاح میں رہنے کے بعد اگر ازواج مطہرات کو عقد ثانی کی اجازت ہوتی تو یہ ان کے حق میں تنزل کی بات ہوتی کہ سب سے عظیم الشان نبی کی زوجیت میں رہنے کے بعد کسی امتی کے نکاح میں آجاتیں، چہ نسبت خاک را بعالم پاک، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا یہ سوچ رکھنا بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ [54] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کامل کی وسعت بیان کی گئی ہے کہ اس کیلئے ظاہر اور باطن سب یکساں ہیں، وہ زبان پر آنے والی باتوں سے بھی واقف ہے اور دل میں آنے والے وساوس اور خیالات سے بھی باخبر ہے، اس لیے تم اپنے ذہنوں اور دل ودماغ کو صاف رکھنے کی کوشش کیا کرو۔ [55] اس آیت مبارکہ میں خواتین کیلئے حجاب کے حکم سے چند افراد کا استثناء کیا گیا ہے، یہ استثناء اس

يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا

يُصَلُّوْنَ	عَلَى	النَّبِيِّ ؕ	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	صَلُّوْا	عَلَيْهِ	وَ	سَلِّمُوْا
رحمت بھیجتے ہیں	پر	نبی کے	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	درود بھیجو	ان پر	اور	سلام بھیجو

نبی (ﷺ) پر رحمت بھیجتے ہیں، اے اہلِ ایمان ! تم بھی اُن پر درود بھیجو اور خوب سلام

تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا

تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	يُؤْذُوْنَ	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	لَعَنَهُمُ	اللّٰهُ	فِي	الدُّنْيَا
خوب سلام	بیشک	جو لوگ	ایذاء دیتے ہیں	اللہ کو	اور اس کے پیغمبر کو	لعنت کی ان پر	اللہ نے	بیچ	دنیا کے

بھیجو۔ ﴿۵۶﴾ بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اُس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں، اللہ نے دنیا اور آخرت میں

وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

وَ	الْاٰخِرَةِ	وَاَعَدَّ لَهُمْ	عَذَابًا	مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾	وَ	الَّذِيْنَ	يُؤْذُوْنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ
اور	آخرت کے	اور تیار کیا اس نے ان کیلئے	عذاب	رسوا کن	اور	جو لوگ	ایذاء دیتے ہیں	ایمان والے مردوں کو

اُن پر لعنت کی ہے اور اُن کیلئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ﴿۵۷﴾ اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں پر

وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾

وَالْمُؤْمِنٰتِ	بِغَيْرِ	مَا	اكْتَسَبُوْا	فَقَدِ	احْتَمَلُوْا	بُهْتَانًا	وَ	اِثْمًا	مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾
اور ایمان والی عورتوں کو	بغیر	اس کے جو	انہوں نے کمایا	تو یقیناً	بوجھ اٹھایا انہوں نے	بہتان کا	اور	گناہ کا	واضح

اُن کے گناہ کے بغیر ہی تہمت لگا دیتے ہیں، اُنہوں نے بہتان اور واضح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔ ﴿۵۸﴾

ع ۷ ۴

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا	النَّبِيُّ	قُلْ	لِّاَزْوَاجِكَ	وَ	بَنٰتِكَ	وَ	نِسَآءِ	الْمُؤْمِنِيْنَ	يُدْنِيْنَ
اے	نبی	تُو کہہ	اپنی بیویوں سے	اور	اپنی بیٹیوں سے	اور	عورتوں سے	مومنوں کی	لٹکا لیا کریں

اے نبی! (ﷺ)، آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مؤمن عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی بڑی چادریں

عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ

عَلَيْهِنَّ	مِنْ	جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ	ذٰلِكَ	اَدْنٰٓى	اَنْ	يُّعْرَفْنَ	فَلَا	يُؤْذَيْنَ
اپنے اوپر	سے	بڑی چادریں	وہ	زیادہ قریب	یہ کہ	پہچانی جائیں وہ	سو نہ	ستائی جائیں

اپنے اوپر لٹکا لیا کریں، یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ اُن کی شناخت ہو جائے تو اُنہیں ستایا نہ جاسکے،

سے پہلے سورۂ نور کی آیت نمبر ۳۱ میں بھی گزر چکا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں ستر کا حکم بیان کیا گیا تھا اور یہاں حجاب کا حکم بیان کیا گیا ہے، چنانچہ عورت کا باپ، بیٹا، بھائی، بھتیجا اور بھانجا اس کے محرم رشتہ دار ہیں، ان سے عورت کا پردہ نہیں ہے، اسی طرح عورت کا عورت سے پردہ نہیں ہے، خواہ وہ آزاد ہو یا باندی، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورت کو اپنے باپ، بیٹے اور بھائی وغیرہ کے سامنے کسی بھی نوع کا پردہ نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر گھر میں کام کاج کرتے ہوئے سر سے دوپٹہ ڈھلک جائے تو عورت کو گناہ نہیں ہوگا، کچھ عرصہ پہلے شرفاء اور وضع دار لوگوں میں بیٹیوں کی تربیت پر ایسی توجہ دی جاتی تھی کہ بچیاں اپنے دوپٹے کو پن کے ساتھ بالوں میں اڑا دیتی تھیں تا کہ باپ اور بھائی کے سامنے بے دھیانی میں بھی سر سے دوپٹہ نہ اتر جائے، لیکن آہستہ آہستہ وہ دوپٹہ سر سے اتر کر گلے میں آیا اور اب گلے سے اتر کر الماری میں چلا گیا ہے، اب باپ اپنی جوان بیٹی کے ساتھ سرعام اس طرح گھوم رہا ہوتا ہے اور شاپنگ سینٹرز اور تفریحی مقامات میں لیکر جاتا ہے کہ نہ بیٹی کے سر پر دوپٹہ ہوتا ہے اور نہ گلے میں، حجاب اور برقعے کا تو تصور ہی کیا، آدھی قمیص اور اس کے نیچے شلوار کی بجائے جینز کی پینٹ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

﴿۵۶﴾ اس آیتِ مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کی عظمت وفضیلت بیان کی گئی ہے، کیونکہ اس میں نبی علیہ السلام کیلئے ''صلاۃ'' کا ثبوت خالق اور مخلوق دونوں کی طرف سے کیا گیا ہے، آغاز اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے فرمایا ہے، پھر فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے، اس کے بعد اہل ایمان کو بھی اس کا اہتمام کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے تو زمانۂ ماضی سے اس کا اہتمام کرتے چلے آ رہے ہیں، اگر تم لوگ پہلے نہیں کر سکے تو اب اس کا اہتمام شروع کر دو اور اس عمل میں شریک ہو جاؤ جس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اور اپنے فرشتوں کی طرف فرمائی ہے یا لگ بات ہے کہ تینوں کی طرف اس کی نسبت مختلف مفہوم میں کی گئی ہے، چنانچہ حق تعالیٰ کی طرف لفظ صلاۃ کی نسبت اس مفہوم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرماتا ہے، ان کے اجر و ثواب میں اضافہ فرماتا ہے، لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت بڑھاتا ہے، ان کا اعزاز و اکرام فرماتا ہے، ان کے دین کو پھیلاؤ اور ترقی عطا فرماتا ہے، ان کے ذکرِ خیر کو اپنے نام کے ساتھ جوڑ کر ساری دنیا میں پھیلا دیتا ہے اور ساری مخلوق کو ان کے نام کی برکت سے وجود، رزق اور رحمت کا مستحق قرار دیتا ہے، فرشتوں کی طرف لفظ ''صلاۃ'' کی نسبت اس مفہوم میں ہے کہ وہ آپ ﷺ کیلئے درجات کی بلندی اور نزول رحمت کی دعا کرتے ہیں، دنیا بھر سے نبی علیہ السلام پر پڑھا جانے والا درود اکٹھا کرتے ہیں اور نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، جبکہ اہل ایمان کو بھی صلاۃ وسلام کا اہتمام کرنے کی تاکید کی گئی ہے، صحابہ کرامؓ کے استفسار پر نبی علیہ السلام نے انہیں درود ابراہیمی کی تلقین فرمائی ہے جو نماز میں بھی پڑھا جاتا ہے اور سلام کے کلمات ''التحیات'' میں موجود ہیں، لیکن درود ابراہیمی کے کلمات پڑھ کر انسان کو تعجب ہوتا ہے کہ ایک طرف تو اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ تم نبی علیہ السلام پر درود بھیجو اور دوسری طرف وہ کہتے ہیں کہ اے اللہ! تو خود ہی محمد ﷺ پر درود بھیج دے، دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی انسان کے بس میں نہیں ہے کہ نبی علیہ السلام پر ان کے شایان شان درود بھیج سکے، اس لیے انہیں یہ الفاظ سکھائے گئے کہ اے اللہ! تو نبی علیہ السلام پر ان کی شان کے مطابق اپنی رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل فرما، کیونکہ تو جس طرح ان کی شان کا خیال رکھ سکتا ہے، وہ ہماری دسترس سے باہر ہے، اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ وہ اس دعا کو بھی نبی علیہ السلام پر درود بھیجنے کے طور پر قبول فرما لیتا ہے اور پڑھنے والے کیلئے بھی اپنی رحمتوں اور برکتوں کا فیصلہ فرما لیتا ہے۔ ﴿۵۷﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ اور اس کے پیغمبر کو اذیت پہنچانے والوں کیلئے دو سزائیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ دنیا و آخرت دونوں جگہ وہ ملعون ہوں گے، یعنی اللہ کی رحمت سے دور کر دیئے جائیں گے، بھلا یہ کیسے

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٥٩﴾ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ

وَ	كَانَ	اللّٰهُ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا ﴿٥٩﴾	لَئِنْ	لَّمْ	يَنْتَهِ	الْمُنٰفِقُوْنَ	وَ	الَّذِيْنَ	فِيْ
اور	ہے	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	البتہ اگر	نہ	باز آئے	منافقین	اور	وہ لوگ	میں

اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ﴿٥٩﴾ اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ

قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ	وَّ	الْمُرْجِفُوْنَ	فِي	الْمَدِيْنَةِ	لَنُغْرِيَنَّكَ	بِهِمْ	ثُمَّ
ان کے دلوں کے	بیماری	اور	جھوٹی خبریں پھیلانے والے	بیچ	مدینہ کے	البتہ ضرور مسلط کریں گے ہم تجھے	ان پر	پھر

اور مدینے میں جھوٹی خبریں اڑانے والے باز نہ آئے، تو ہم آپ کو اُن کے خلاف کھڑا کر دیں گے، پھر

معانقہ ۱۲

لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٦٠﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا

لَا	يُجَاوِرُوْنَكَ	فِيْهَآ	اِلَّا	قَلِيْلًا ﴿٦٠﴾	مَّلْعُوْنِيْنَ	اَيْنَمَا	ثُقِفُوْٓا	اُخِذُوْا
نہ	ہمسائے رہیں گے وہ تیرے	اسمیں	مگر	تھوڑا عرصہ	لعنت کیے ہوئے	جہاں بھی	پائے جائیں	پکڑے جائیں

وہ وہاں آپ کے ساتھ بہت تھوڑا عرصہ ہی رہ سکیں گے۔ ﴿٦٠﴾ لعنت زدہ ہوکر، جہاں بھی پائے جائیں گے، پکڑے جائیں گے

وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿٦١﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ

وَقُتِّلُوْا	تَقْتِيْلًا ﴿٦١﴾	سُنَّةَ	اللّٰهِ	فِي	الَّذِيْنَ	خَلَوْا	مِنْ	قَبْلُ	وَلَنْ	تَجِدَ
اور قتل کیے جائیں	قتل کرنا	دستور	اللہ کا	بیچ	ان لوگوں کے جو	گذر گئے	سے	پہلے	اور ہرگز نہ	پائے گا تو

اور خوب قتل کیے جائیں گے۔ ﴿٦١﴾ یہ پہلے لوگوں میں اللہ کا دستور رہا ہے، اور آپ اللہ کے دستور میں

ركوع

لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿٦٢﴾ يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا

لِسُنَّةِ	اللّٰهِ	تَبْدِيْلًا ﴿٦٢﴾	يَسْـَٔلُكَ	النَّاسُ	عَنِ	السَّاعَةِ	قُلْ	اِنَّمَا	عِلْمُهَا
دستور میں	اللہ کے	کوئی تبدیلی	تجھ سے پوچھتے ہیں	لوگ	سے	قیامت کے	تُو کہہ	وہ تو صرف	اس کا علم

کوئی تبدیلی ہرگز نہ پائیں گے۔ ﴿٦٢﴾ آپ سے یہ لوگ قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ اُس کا علم

عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿٦٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ

عِنْدَ	اللّٰهِ	وَ	مَا	يُدْرِيْكَ	لَعَلَّ	السَّاعَةَ	تَكُوْنُ	قَرِيْبًا ﴿٦٣﴾	اِنَّ	اللّٰهَ
پاس	اللہ کے	اور	کیا	خبر تجھے	ہوسکتا ہے	قیامت	ہو	قریب	بیشک	اللہ نے

تو اللہ کے پاس ہے، اور آپ کو کیا خبر کہ قیامت کی وہ گھڑی قریب ہی آ گئی ہو۔ ﴿٦٣﴾ بیشک اللہ نے

ممکن ہے کہ ایک شخص پیغمبر ﷺ کو اپنے قول، فعل، حرکت یا کسی اور ذریعے سے ایذاء پہنچائے اور اس پر اللہ کی رحمت بھی نازل ہوتی رہے؟ دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کیلئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے، یوں تو ہر عذاب ہی رسوا کن ہوتا ہے لیکن جس عذاب کو خود رب العالمین رسوا کن قرار دے، اس کی شدت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، رہی یہ بات کہ اللہ کو ایذاء کیسے پہنچائی جا سکتی ہے؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ایسے اقوال و افعال کا ارتکاب کرے جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتے ہیں، مثلاً اللہ کے ساتھ شرک کرے، اُس کیلئے اولاد ہونے کا نظریہ رکھے اور اس کے پیغمبروں کو ایذاء پہنچانا بھی دراصل اُسی کو ایذاء پہنچانا ہے۔ ﴿٥٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں بے گناہ مؤمن مرد و عورت کو ایذاء پہنچانے کی سزا بیان کی گئی ہے، کہ ایسے لوگ بہتان کے مرتکب ہوتے ہیں اور بہتان غیبت سے بڑا گناہ ہے، کیونکہ غیبت میں متعلقہ آدمی اُس عیب میں مبتلا ہوتا ہے، جبکہ بہتان میں متعلقہ آدمی اُس عیب سے بری اور پاک دامن ہوتا ہے، نیز بے گناہ مؤمن کی ایذاء رسانی کو کھلا گناہ بھی قرار دیا گیا ہے، اس لیے ان تمام صورتوں سے بچنا ضروری ہے جو کسی مؤمن کی ایذاء رسانی کا سبب بنتی ہوں، خواہ قول سے یا عمل سے۔ ﴿٥٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حجاب کے حکم کو ازواجِ مطہرات سے وسیع کر کے نبی ﷺ کی بناتِ طیبات اور تمام مسلمان عورتوں کو بھی اس میں شامل کر لیا گیا ہے، تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ حکم تو صرف ازواجِ مطہرات کیلئے تھا، حالانکہ اُس وقت بھی کہا جا سکتا تھا کہ جب اُن پاکیزہ اور قدسی صفات خواتین کو حجاب کا حکم ہے تو عام عورتوں کو تو بطریقِ اولیٰ اس کا حکم ہوگا، یہاں "جلابیب" کا لفظ استعمال ہوا ہے جو کہ "جلباب" کی جمع ہے اور اس کا معنیٰ بڑی چادر ہے، مطلب یہ کہ خواتین کو چاہئے کہ اپنے آپ کو کسی بڑی چادر میں خوب اچھی طرح لپیٹ لیا کریں، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ان کے اصل کپڑے بھی کسی کو نظر نہ آئیں گے، ان کے جسم کی بناوٹ پر بھی گندی نظر رکھنے والے تبصرہ آرائی نہیں کر سکیں گے اور وہ لوگوں کی چھیڑ چھاڑ اور ایذاء رسانی سے بھی محفوظ رہ سکیں گی، دورِ نبوت میں منافقین کا یہ معمول تھا کہ وہ راہ چلتی عورتوں کو چھیڑا کرتے تھے، پھر جب وہ اپنے مردوں کو جا کر بتاتیں تو وہ یہ عذر کر دیتے تھے کہ ہم تو سے باندی سمجھ کر ایسے ہی دل لگی کر رہے تھے، گویا حجاب کا یہ حکم آزاد عورتوں اور باندیوں کے درمیان امتیاز پیدا کرنے کیلئے دیا گیا ہے، کیا ہمارے زمانے کی آزاد خیال خواتین اس پہلو پر غور کرنا پسند کریں گی؟ کیونکہ ان کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ چکی ہے یا بٹھادی گئی ہے کہ پردہ عورت کی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، یہ عاجز سمجھتا تھا کہ انسان کی ترقی میں بہت سی رکاوٹیں ہو سکتی ہیں مثلاً محنت نہ کرنا، سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کرنا، میرٹ پر پورا نہ اترنا اور حاسدوں اور ساحروں کے شر کا شکار ہو جانا وغیرہ، لیکن یہ فلسفہ بالکل نیا ہے کہ اگر خواتین کو ترقی کرنی ہے تو انہیں حجاب کی پابندیوں سے آزاد ہونا پڑے گا، اس فلسفے پر اس قدر محنت کی گئی ہے کہ اب عورت عورت نہیں رہی، ایک پراڈکٹ بن گئی ہے جسے ہر چوک اور چوراہے پر بے لباس کر دیا گیا ہے اور وہ اسے ترقی سمجھ کر خوش ہو رہی ہے، ہائے افسوس! میری قوم کی بیٹیوں کو کیا ہو گیا؟ انہیں ترقی کے نام پر بے لباس کرنے کی سازش کامیاب ہو گئی، انا للّٰہ ﴿٦٠﴾ ﴿٦١﴾ ان آیتوں میں تین قسم کے لوگوں کو وارننگ دی گئی ہے۔ ۱۔ منافقین ۲۔ بدنظری اور نفسانی خواہشات کا روگ پالنے والے ۳۔ مدینہ منورہ میں جھوٹی افواہیں اڑانے اور بے بنیاد پراپیگنڈہ کرنے والے لوگ، اس تیسرے گروہ میں بیشتر یہودی تھے، انہیں خبردار کیا گیا ہے کہ اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں، مسلمان خواتین کو چھیڑنا، ان کا پیچھا کرنا، ان پر آوازے کسنا، گندی نظروں سے انہیں گھورنا، غیر حقیقی بلکہ جھوٹی افواہیں اڑانا چھوڑ دیں، ورنہ رسول اکرم ﷺ حکمِ الٰہی پر عمل کرتے ہوئے انہیں مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیں گے، یہ لوگ زیادہ عرصہ وہاں نہ رہ سکیں گے، پھر جب وہاں سے نکلیں گے تو ملعون اور مطرود ہو کر، رحمتِ الٰہی سے دور ہو کر، ۱۔ اور ۲۔ اپنی سول لیکر نکلیں گے، اس کے بعد جہاں کہیں

لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿٦٤﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا

لَعَنَ	الْكٰفِرِيْنَ	وَ	اَعَدَّ لَهُمْ	سَعِيْرًا ﴿٦٤﴾	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَآ	اَبَدًا
لعنت کی ہے	کافروں پر	اور	تیار کی ان کیلئے	بھڑکتی آگ	ہمیشہ رہنے والے	اس میں	ہمیشہ

کافروں پر لعنت کی ہے اور اُن کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ ﴿٦٤﴾ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے،

لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ

لَا	يَجِدُوْنَ	وَلِيًّا	وَّ	لَا	نَصِيْرًا ﴿٦٥﴾	يَوْمَ	تُقَلَّبُ	وُجُوْهُهُمْ	فِي	النَّارِ
نہ	پائیں گے وہ	کوئی دوست	اور	نہ	کوئی مددگار	جس دن	پلٹائے جائیں گے	ان کے چہرے	بیچ	جہنم

وہ اپنا کوئی دوست اور مددگار نہ پائیں گے۔ ﴿٦٥﴾ جس دن اُن کے چہروں کو جہنم میں الٹ پلٹ کیاجائے گا

يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿٦٦﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ

يَقُوْلُوْنَ	يٰلَيْتَنَآ	اَطَعْنَا	اللّٰهَ	وَ	اَطَعْنَا	الرَّسُوْلَا ﴿٦٦﴾	وَقَالُوْا	رَبَّنَآ
کہیں گے وہ	اے کاش	ہم اطاعت کرتے	اللہ کی	اور	ہم اطاعت کرتے	پیغمبر کی	اور کہیں گے	اے ہمارے پروردگار

تو وہ کہیں گے کہ اے کاش! ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے پیغمبر کی اطاعت کی ہوتی۔ ﴿٦٦﴾ اور کہیں گے کہ پروردگار!

اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَآ

اِنَّآ	اَطَعْنَا	سَادَتَنَا	وَ	كُبَرَآءَنَا	فَاَضَلُّوْنَا	السَّبِيْلَا ﴿٦٧﴾	رَبَّنَآ
بیشک ہم نے	اطاعت کی	اپنے سرداروں کی	اور	اپنے بڑوں کی	سو بہکا دیا انہوں نے ہمیں	راستے سے	اے ہمارے پروردگار

ہم تو اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کرتے رہے، سو انہوں نے ہمیں راستے سے بہکا دیا۔ ﴿٦٧﴾ پروردگار!

اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿٦٨﴾ يٰۤاَيُّهَا

اٰتِهِمْ	ضِعْفَيْنِ	مِنَ	الْعَذَابِ	وَالْعَنْهُمْ	لَعْنًا	كَبِيْرًا ﴿٦٨﴾	يٰۤاَيُّهَا
دے تو انہیں	دو حصے	سے	عذاب کے	اور لعنت فرما ان پر	لعنت	بہت بڑی	اے

اُنہیں دوگنا عذاب دے اور اُن پر بڑی لعنت فرما۔ ﴿٦٨﴾ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تَكُوْنُوْا	كَالَّذِيْنَ	اٰذَوْا	مُوْسٰى	فَبَرَّاَهُ	اللّٰهُ	مِمَّا
وہ لوگو! جو	ایمان لائے	مت	ہو جاؤ	جیسے وہ لوگ	ایذاء دی انہوں نے	موسیٰ کو	سو بری کر دیا اسے	اللہ نے	اس سے جو

اہلِ ایمان! تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو ایذاء پہنچائی، پھر اللہ نے موسیٰ کو اُس بات سے بری کر دیا جو وہ لوگ

مسلمانوں سے ان کی جنگ اور مڈ بھیڑ ہوگی، ذلت اور خواری کے ساتھ قید و بند اور قتل کیے جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جس شخص نے بھی اپنی روش اور عادت برقرار رکھی، وہ جلا وطن بھی ہوا اور قید و بند یا قتل کی صعوبتوں سے دو چار بھی ہوا۔ ﴿٦٢﴾ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کو سزا دینا اللہ کی سنت اور عادت قرار دیا گیا ہے، مطلب یہ کہ اگر اس زمانے کے مجرموں اور غداروں کو سزا دی جارہی ہے تو اس سے پہلے بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہے اور دوسروں کو عبرت دلانے کیلئے ایسا ہونا ضروری ہے، اسی وجہ سے فرمایا کہ آپ کو عادت اللہ میں کوئی تبدیلی ہرگز نہیں ملے گی کیونکہ اسکے یہاں دہرا معیار نہیں ہے۔ ﴿٦٣﴾ اس آیت مبارکہ میں لوگوں کے اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ یہ ایک ایسا سربستہ کائناتی راز ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا ہے، یہاں تک کہ وہ فرشتہ جس کی ذمہ داری صور پھونکنا ہے، بھی اس کے متعین اور حقیقی وقت سے آگاہ نہیں ہے اور مسند احمد کی حدیث کے مطابق وہ صور کے ساتھ منہ لگائے، کانوں کو متوجہ کیے، حکم کا منتظر ہے کہ جوں ہی حکم ملے، فوراً اس پر عمل شروع کردے، اس سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا علم تو اپنے حبیب کو بھی نہیں دیا، جن کا علم تمام مخلوق کے علم سے زیادہ اور مضبوط ہے، جو لوگ اس کائناتی راز کے بارے اندازہ لگاتے رہتے ہیں، وہ شدید نادانی اور غلطی میں مبتلا ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگوں کے تمام اندازے غلط ثابت ہو جاتے ہیں، ابھی کچھ عرصہ قبل ٢٠١٢ء میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ ٢١ دسمبر ٢٠١٢ء کو قیامت آجائے گی، اس عاجز نے ہر فورم پر اس کی تردید کی اور اب اس پیشین گوئی کے غلط ثابت ہونے پر بھی کئی سال گزر چکے ہیں۔ ﴿٦٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں کافروں کیلئے دو سزائیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ اللہ کی لعنت کے مستحق ہیں اس لیے وہ اللہ کی رحمت سے دور ہیں، دوسری یہ کہ اللہ نے ان کیلئے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے، جو اُن کے ظاہری وجود سے گزر کران

ع ١٠ / ٨ / ٥

کے اندرونی نظام کو تہہ و بالا اور خاکستر کر کے رکھ دے گی۔ اعاذنا اللہ منہا ﴿٦٥﴾ اس آیت مبارکہ میں کافروں کیلئے مزید دو سزائیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ اللہ کی لعنت اور جہنم کے عذاب میں ہمیشہ گرفتار رہیں گے اور انہیں وہاں سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا، دوسری یہ کہ جہنم میں انہیں کوئی حمایتی اور مددگار بھی نصیب نہ ہوگا جو کم از کم انہیں تسلی ہی دیدے اور ان کے زخموں پر مرہم ہی رکھ دے۔ ﴿٦٦﴾ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن کافروں کی حسرت بیان کی گئی ہے کہ جب وہ عذاب میں گرفتار ہوں گے اور ان کے مرکز حسن و جمال یعنی ان کے چہروں کو جہنم کی آگ میں بھون کر سیخ کباب کی طرح الٹ پلٹ کیا جارہا ہوگا، تب وہ حسرت سے کہیں گے کہ کاش! ہم نے دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی، کاش! ہم نے کفر و شرک اور نافرمانی کا راستہ اختیار نہ کیا ہوتا تو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ ﴿٦٧﴾ اس آیت مبارکہ میں کافروں کا اپنے حکمرانوں، سرداروں، وڈیروں اور پیٹ کے پجاری مذہبی رہنماؤں کو اصل اور مرکزی مجرم قرار دیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے کہ ہم لوگ خود گمراہ نہیں تھے، در اصل ہمیں ان لوگوں نے گمراہ کر دیا تھا اور ہم ان کے بہکاوے میں آکر راہ راست سے بھٹک گئے تھے، یہ انسان کی عادت ہے کہ اپنی جان چھڑانے کیلئے دوسروں پر بوجھ ڈال دیتا ہے۔ ﴿٦٨﴾ اس آیت مبارکہ میں کافروں کی فریاد بیان کی گئی ہے کہ پروردگار! چونکہ ہمیں ہمارے بڑوں، چودھریوں اور وڈیروں نے گمراہ کیا، اگر وہ ہمیں گمراہ نہ کرتے تو ہم کبھی گمراہ نہ ہوتے، اس لیے اصل مجرم ہونے کی بناء پر وہ دوہری سزا اور زیادہ بڑی لعنت کے مستحق ہیں سو تو انہیں دوگنا عذاب دے اور انہیں اپنی رحمت سے ہم سے بھی زیادہ دور کر دے، یہاں اس فریاد کا جواب نہیں دیا گیا، البتہ سورۂ اعراف میں اس کا جواب موجود ہے کہ تم سب ہی دوہری سزا اور بڑی لعنت کے مستحق ہو، وہ گمراہ کرنے کی وجہ سے اور تم گمراہ ہونے کی وجہ سے، چنانچہ اللہ کی سزا اور لعنت سے تم میں سے کوئی بھی نہیں بچے گا۔

قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿٦٩﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

قَالُوْا ؕ	وَ	كَانَ	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَجِيْهًا ﴿٦٩﴾	يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا
کہا انہوں نے	اور	تھے وہ	نزدیک	اللہ کے	باوجاہت	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے

کہہ رہے تھے، اور وہ اللہ کے نزدیک باوجاہت تھے۔ ﴿٦٩﴾ اے اہلِ ایمان!

اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿٧٠﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ

اتَّقُوا	اللّٰهَ	وَ	قُوْلُوْا	قَوْلًا	سَدِيْدًا ﴿٧٠﴾	يُّصْلِحْ	لَكُمْ	اَعْمَالَكُمْ
ڈرو تم	اللہ سے	اور	کہو تم	بات	سیدھی	اصلاح کردے	تمہارے لئے	تمہارے اعمال کی

اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہا کرو۔ ﴿٧٠﴾ تاکہ وہ تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ	ذُنُوْبَكُمْ ؕ	وَمَنْ	يُّطِعِ	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	فَقَدْ	فَازَ	فَوْزًا
اور معاف کردے تمہارے لئے	تمہارے گناہوں کو	اور جو کوئی	اطاعت کرے	اللہ کی	اور اس کے پیغمبر کی	تو یقیناً	کامیاب ہوگیا	کامیاب ہونا

اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے گا، یقیناً اُس نے بڑی کامیابی

عَظِيْمًا ﴿٧١﴾ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

عَظِيْمًا ﴿٧١﴾	اِنَّا	عَرَضْنَا	الْاَمَانَةَ	عَلَى	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ
بہت بڑا	بیشک ہم نے	پیش کیا	امانت کو	پر	آسمانوں کے	اور	زمین کے

حاصل کر لی۔ ﴿٧١﴾ بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر "امانت" کو

وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا

وَ	الْجِبَالِ	فَاَبَيْنَ	اَنْ	يَّحْمِلْنَهَا	وَ	اَشْفَقْنَ	مِنْهَا	وَ	حَمَلَهَا
اور	پہاڑوں کے	سو انکار کیا انہوں نے	اس سے کہ	بوجھ اٹھائیں اس کا	اور	ڈر گئے وہ	اس سے	اور	بوجھ اٹھالیا اس کا

پیش کیا، سو اُنہوں نے اُسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اُس سے ڈر گئے، اور انسان نے اُس کا بوجھ

الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿٧٢﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ

الْاِنْسَانُ ؕ	اِنَّهٗ	كَانَ	ظَلُوْمًا	جَهُوْلًا ﴿٧٢﴾	لِّيُعَذِّبَ	اللّٰهُ
انسان نے	بیشک وہ	ہے	بہت ظلم کرنے والا	بہت نادان	تاکہ عذاب دے	اللہ

اٹھا لیا، بیشک وہ بڑا ظالم، نادان ہے۔ ﴿٧٢﴾ تاکہ اللہ منافق مردوں

﴿٦٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ ایمان کو مخاطب کر کے انہیں یہودیوں کا رویہ اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے، یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ستانے اور ایذاء پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا، کبھی کسی پیشہ ور عورت کو تیار کر کے اس کے ذریعے ان پر بدکاری کا الزام لگانے کی کوشش کی، کبھی ان میں جسمانی عیب تلاش کرنے کی کوشش کی، کبھی ان کی غیر موجودگی میں بچھڑے کی پوجا کر کے انہیں اذیت پہنچائی، کبھی اپنے قول سے اور کبھی اپنے رویئے سے، مسلمانوں کو اپنے پیغمبر کے ساتھ اس طرح کی حرکت نہیں کرنی چاہئے، ورنہ اللہ نے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے الزامات اور بیہودہ الزام تراشیوں سے بری اور پاک دامن ثابت کر دیا تھا اور انہیں اپنی بارگاہ میں خاص وجاہت عطا فرمائی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بری کر دے گا اور انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر قرب اور وجاہت عطا کرے گا، چنانچہ مخلص مسلمانوں نے تو کبھی بھی اپنے قول اور رویئے سے نبی علیہ السلام کو ایذاء نہیں پہنچائی، البتہ منافقوں نے اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، یہاں تک کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی پر اعتراضات اٹھا دیئے، اللہ نے ان کی برأت اور پاک دامنی اس طرح ثابت فرمائی کہ اب تا صبح قیامت ہر مسجد کے منبر اور محراب سے اس کا اعلان ہوتا رہے گا اور منافقین پر لعنت ہوتی رہے گی۔ ﴿٧٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ ایمان کو دو حکم دیئے گئے ہیں، پہلا حکم یہ کہ تقویٰ اختیار کرو، کیونکہ تقویٰ تمام امور کی بنیاد ہے اور دین کا مرکزی ستون ہے اور دوسرا حکم یہ کہ "قول سدید" کا اہتمام کیا کرو، یہ لفظ عام طور پر اُس وقت بولا جاتا ہے جب تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے، لہٰذا مطلب یہ ہے کہ ایسی بات بولا کرو جو تیر کی طرح بالکل سیدھی ہو، اس میں کوئی ٹیڑھا پن اور اونچ نیچ نہ ہو، موقع محل کی مناسبت سے ہو، سچ پر مبنی ہو، الفاظ کا انتخاب عمدہ ہو اور خلوص نیت کے ساتھ بات کہی گئی ہو، ایسی بات کو "قول سدید" کہا جاتا ہے۔ ﴿٧١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں "قول سدید" کا اہتمام کرنے پر دو انعام اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے پر عظیم کامیابی کی خوشخبری دی گئی ہے، قول سدید پر پہلا انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اعمال کی اصلاح فرما دیتا ہے، جس کی ایک صورت یہ ہے کہ انسان کو گناہوں سے بچا کر نیکی کی توفیق عطا فرما دی جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ انسان کے بگڑے ہوئے کام سنورنا اور سلجھنا شروع ہو جائیں، جبکہ دوسرا انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ انسان کو توبہ کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔ ﴿٧٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں "عرض امانت" اور انسان کے ظلوم وجہول ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، یہاں "امانت" کا مفہوم متعین کرنے میں مفسرین کی آراء مختلف ہو گئی ہیں، درحقیقت وہ اختلاف نہیں ہے، بلکہ وہ تمام مفہوم ہی مراد ہو سکتے ہیں، آسان لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ "امانت" سے مراد مکلف ہونے کی ذمہ داری قبول کرنا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کے مطابق آسمانوں کو یہ پیشکش کی کہ ہم تمہیں احکام شرعیہ کا مکلف بنا دیتے ہیں، تم میں سے جو نیکی کے راستے پر چلے گا، ہم اسے انعام ورنہ بصورتِ دیگر سزا دیں گے، کیا تم یہ ذمہ داری قبول کرنے کیلئے تیار ہو؟ آسمانوں نے جب دیکھا کہ یہ حکم نہیں ہے، بلکہ پیشکش ہے اور اس کی حامی نہ بھرنے پر حق تعالیٰ ناراض نہیں ہوں گے تو انہوں نے اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے معذرت کر لی، پھر یہی پیشکش باری باری زمینوں، پہاڑوں، سمندروں اور ندی نالوں کے سامنے رکھی گئی تو انہوں نے بھی اس سے معذرت کر لی، یہ سوچنا مناسب نہیں ہے کہ پہاڑ کیسے نماز پڑھتے اور آسمان کیسے زکوٰۃ ادا کرتے؟ زمین کیسے روزہ رکھتی اور سمندر کیسے حج کرتے؟ اس لیے کہ جس ذات نے مٹی کے پتلے میں اپنے احکام پر عمل کرنے کی صلاحیت رکھ دی، وہی ذات دیگر مخلوقات میں ان کے حسب حال یہ صلاحیت پیدا کرنے پر مکمل قادر ہے، لیکن چونکہ انہوں نے یہ ذمہ داری نہیں اٹھائی اس لیے

الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ وَ يَتُوْبَ

الْمُنٰفِقِيْنَ	وَ	الْمُنٰفِقٰتِ	وَ	الْمُشْرِكِيْنَ	وَ	الْمُشْرِكٰتِ	وَ	يَتُوْبَ
منافق مردوں کو	اور	منافق عورتوں کو	اور	مشرک مردوں کو	اور	مشرک عورتوں کو	اور	توجہ کرے

اور منافق عورتوں ، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب میں مبتلا کرے اور اللہ مؤمن مردوں

اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾ ع

اللّٰهُ	عَلَى	الْمُؤْمِنِيْنَ	وَ	الْمُؤْمِنٰتِ ؕ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾
اللہ	پر	مؤمن مردوں کے	اور	مؤمن عورتوں کے	اور	ہے	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان

اور مؤمن عورتوں پر توجہ فرمائے، اور اللہ بہت بخشنے والا ، نہایت مہربان ہے۔ ﴿۷۳﴾

اٰيَاتُهَا ۵۴ (۳۴) سُوْرَةُ سَبَاٍ مَّكِّيَّةٌ (۵۸) رُكُوْعَاتُهَا ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ لَهُ الْحَمْدُ

اَلْحَمْدُ	لِلّٰهِ	الَّذِيْ	لَهٗ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِي	الْاَرْضِ	وَ	لَهُ	الْحَمْدُ
تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	وہ جو	اس کیلئے	جو کچھ	بیچ	آسمانوں کے	اور	جو کچھ	بیچ	زمین کے	اور	اسی کیلئے	تمام تعریفیں

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب اُسی کا ہے اور آخرت میں بھی

فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱﴾ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ

فِي	الْاٰخِرَةِ ؕ	وَ	هُوَ	الْحَكِيْمُ	الْخَبِيْرُ ﴿۱﴾	يَعْلَمُ	مَا	يَلِجُ	فِي	الْاَرْضِ
بیچ	آخرت کے	اور	وہ	حکمت والا	باخبر	جانتا ہے	جو کچھ	داخل ہوتا ہے	بیچ	زمین کے

اُسی کی تعریف ہے، اور وہ خوب حکمتوں والا، باخبر ہے۔ ﴿۱﴾ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے

وَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَ هُوَ

وَ	مَا	يَخْرُجُ	مِنْهَا	وَ	مَا	يَنْزِلُ	مِنَ	السَّمَآءِ	وَ	مَا	يَعْرُجُ	فِيْهَا ؕ	وَ	هُوَ
اور	جو کچھ	نکلتا ہے	اس سے	اور	جو	اترتا ہے	سے	آسمانوں کے	اور	جو	چڑھتا ہے	اسمیں	اور	وہ

اور جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے، اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے، اور وہ

ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں ہے، بلکہ وہ سب کے سب انسان کی خدمت میں لگا دیئے گئے ہیں، کیونکہ انسان نے اس ذمہ داری کو قبول کرلیا، تمام مخلوقات نے اپنی عاجزی اور کمزوری کو دیکھا اور انسان نے اس پہلو کو مدنظر رکھا کہ امانت اسی کے پاس رکھوائی جاتی ہے جو اس کا اہل ہو، گویا اللہ تعالیٰ ہمیں نااہل نہیں سمجھتا اور چونکہ اس کا علم اور قدرت مکمل ہے، لہٰذا وہ اس کی حفاظت کا بھی کوئی نہ کوئی اہتمام ضرور کرے گا، اس لیے اس نے یہ ذمہ داری قبول کرلی، لیکن اس ظلوم وجہول نے یہ نہ سوچا کہ پانچوں انگلیاں برابر بھی تو نہیں ہوتی ہیں، اگر کچھ لوگ اس ذمہ داری کو پورا کرنے والے ہوں گے تو اس ذمہ داری سے پہلوتہی برتنے والے بھی تو بہت سارے ہوں گے، کہیں وہ انسانیت کی پیشانی پر بدنما داغ نہ بن جائیں، اسی بناء پر انسان کو ظلوم وجہول قرار دیا گیا ہے۔ ﴿۷۳﴾ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کے ''قبول امانت'' کا نتیجہ بیان کیا گیا ہے کہ جب انسان نے امانت کی پیشکش کو قبول کرلیا اور خندہ پیشانی سے اس ذمہ داری کو نبھانے کیلئے تیار ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے جزا اور سزا کا قانون اُس کی طرف متوجہ کردیا، اگر کوئی اور مخلوق اس ذمہ داری کو قبول کرلیتی تو یہ قانون اس کی طرف متوجہ ہوجاتا، اب اس قانون کے مطابق جزا اہل ایمان کیلئے ہے اور سزا منافقوں اور مشرکوں کیلئے ہے، خواہ وہ مرد ہوں یا عورت، لیکن اگر ان میں سے کوئی توبہ کرکے اللہ سے معافی مانگ لے تو اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور مہربان بھی ہے اور وہ سب کو بخشنے پر قادر ہے۔

ع ۹ ۵ ۶

الحمدللہ! آج مؤرخہ ۲۵ دسمبر ۲۰۱۸ء بروز منگل سورۂ احزاب کے مختصر حواشی مکمل ہوئے، اللہ تعالیٰ قبول ومقبول اور نافع فرما کر جلد از جلد بقیہ سورتوں کی تکمیل کے اسباب فراہم کردے۔ آمین

سورۃ سبا

سورۂ سبا مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۴۵۱۲، کلمات ۸۳۳، آیات ۵۴ اور رکوعات ۶ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ۱۵ میں لفظ ''سبا'' آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ سبا رکھا گیا ہے، سبا دراصل ایک فرد کا نام تھا، جس پر بعد میں اس کا قبیلہ مشہور ہوگیا، یہ یمن کا ایک علاقہ ہے جہاں باغات کے طویل سلسلے دور تک چلے گئے تھے، ان باغات کی حفاظت اور پانی کی ترسیل وحفاظت کیلئے انہوں نے بہت سے ڈیم بنا رکھے تھے، جہاں سے وہ ضرورت کے مطابق پانی لے لیا کرتے تھے، ان میں سب سے مشہور ڈیم ''سد مارب'' تھا جو کہ شہر مارب میں واقع تھا، یہ لوگ تجارت پیشہ اور نہایت خوشحال تھے، یہاں حبشہ اور ہندوستان سے سونا، بیش قیمت پتھر، مصالحہ جات اور خوشبوئیں آیا کرتی تھیں اور اہل سبا انہیں شام اور مصر لا کر معقول دام پر فروخت کرتے تھے، یہ لوگ بھی حق تعالیٰ کی نافرمانی اور سرکشی میں ملوث تھے ایک کاہن نے پیشین گوئی کی تھی کہ تمہیں اپنے ان ڈیموں پر بڑا ناز ہے، یہ سب تباہ اور برباد ہوجائیں گے، اس پر بعض لوگ اپنی جائیدادیں بیچ کر وہاں سے نکل گئے اور بعض لوگ وہیں رہے، وہی اللہ تعالیٰ کے عذاب کا شکار ہوئے، ان کی زمینیں زیر آب آگئیں اور باغات کا اعلیٰ میوہ کڑوے کیلئے پھلوں میں تبدیل ہوگیا، اس سورت کا مرکزی عنوان قیامت کے برحق ہونے کو ثابت کرنا ہے، قوم سبا کی مناسبت سے حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کی مناسبت سے حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ بھی آگیا ہے، اس کے علاوہ قیامت کے دن مشرکوں اور ان کے لیڈروں کے درمیان، اس طرح مشرکوں اور ان کے باطل معبودوں کے درمیان مکالمہ اور ایک دوسرے پر الزام تراشی کا احوال بیان کرکے واضح کردیا گیا ہے کہ میرا مقصد تم سے اجرت وصول کرنا نہیں ہے، پیغام حق پہنچا دینا ہے آگے تمہیں

الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ﴿٢﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى

الرَّحِيْمُ	الْغَفُوْرُ ۝	وَ	قَالَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَا	تَاْتِيْنَا	السَّاعَةُ	قُلْ	بَلٰى
نہایت مہربان	بہت بخشنے والا	اور	کہا	ان لوگوں نے	کفر کیا انہوں نے	نہیں	آئے گی ہم پر	قیامت	تو کہہ	کیوں نہیں

نہایت مہربان، بخشنے والا ہے۔ ﴿٢﴾ اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی، آپ فرما دیجئے کیوں نہیں،

وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي

وَرَبِّيْ	لَتَاْتِيَنَّكُمْ	عٰلِمِ	الْغَيْبِ	لَا	يَعْزُبُ	عَنْهُ	مِثْقَالُ	ذَرَّةٍ	فِي
قسم میرے رب کی	البتہ ضرور آئے گی وہ	جاننے والا	غیب کا	نہیں	پوشیدہ	اس سے	برابر	ایک ذرے کے	بیچ

میرے اُس رب کی قسم! وہ تم پر ضرور آئے گی جو غیب کا علم رکھنے والا ہے، اُس سے آسمانوں اور زمین میں ذرہ برابر بھی

السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ

السَّمٰوٰتِ	وَ	لَا	فِي	الْاَرْضِ	وَ	لَآ	اَصْغَرُ	مِنْ	ذٰلِكَ	وَ	لَآ	اَكْبَرُ	اِلَّا	فِيْ
آسمانوں کے	اور	نہ	بیچ	زمین کے	اور	نہ	چھوٹی	سے	اس کے	اور	نہ	بڑی	مگر	بیچ

کوئی چیز مخفی نہیں ہے، اور نہ ہی اس سے چھوٹی یا بڑی کوئی چیز ہے، مگر یہ کہ وہ

كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣﴾ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ

كِتٰبٍ	مُّبِيْنٍ ۝	لِّيَجْزِيَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ
کتاب کے	کھلی ہوئی	تاکہ بدلہ دے	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	اور	عمل کیے انہوں نے	اچھے

کھلی کتاب میں موجود ہے۔ ﴿٣﴾ تاکہ اللہ اُن لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے،

اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٤﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا

اُولٰۗىِٕكَ	لَهُمْ	مَّغْفِرَةٌ	وَّ	رِزْقٌ	كَرِيْمٌ ۝	وَ	الَّذِيْنَ	سَعَوْ	فِيْٓ	اٰيٰتِنَا
یہی لوگ	ان کیلئے	مغفرت	اور	رزق	باعزت	اور	جو لوگ	کوشش کی اُنہوں نے	بیچ	ہماری آیتوں کے

اُنہی لوگوں کیلئے مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔ ﴿٤﴾ اور جو لوگ ہماری آیتوں کو ہرانے کے

مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿٥﴾ وَيَرَى الَّذِيْنَ

مُعٰجِزِيْنَ	اُولٰۗىِٕكَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	مِّنْ	رِّجْزٍ	اَلِيْمٌ ۝	وَ	يَرَى	الَّذِيْنَ
عاجز کرنے والے	وہی لوگ	ان کیلئے	عذاب	سے	آفت کے	دردناک	اور	دیکھ لیں	وہ لوگ جو

کوشش کرتے ہیں، اُن کیلئے دردناک آفت کا عذاب ہے۔ ﴿٥﴾ اور تاکہ اہلِ علم دیکھ لیں کہ

اختیار ہے کہ قبول کرو یا شک میں پڑے رہو۔ ﴿١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دعوے اور ان کی چار دلیلیں بیان کی گئی ہیں، پہلا دعویٰ یہ کہ دنیا میں ہر قسم کی تعریف اور حمد و ثناء کا حقیقی مستحق اللہ تعالیٰ ہے اور دوسرا دعویٰ یہ کہ آخرت میں بھی ہر قسم کی تعریف اور حمد و ثناء کا وہی مستحق ہوگا، ان دونوں کی پہلی دلیل تو خود لفظ "اللہ" ہے کیونکہ اس کا اطلاق اُس ذاتِ واجب الوجود پر ہوتا ہے جس میں کمال کی تمام صفات موجود ہوں، ظاہر ہے کہ ایسی ہستی کی تعریف ہونی چاہئے، دوسری دلیل یہ ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے اور ہر مملوک اپنے مالک کی تعریف کرتا ہے، لہٰذا وہی قابلِ تعریف ہے، تیسری دلیل یہ ہے کہ وہ حکیم ہے اور اس کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہے، لہٰذا اس کی حکمت کو دیکھ کر زبان سے بے ساختہ اس کی تعریف نکلتی ہے، چوتھی دلیل یہ ہے کہ وہ خبیر ہے، کائنات میں رونما ہونے والے واقعات اور عارضی یا مستقل تبدیلیوں سے وہ مکمل آگاہ اور باخبر ہے، دنیا میں جو آدمی جتنا زیادہ باخبر ہو، لوگ اس سے اتنا ہی زیادہ متاثر ہوتے ہیں تو حق تعالیٰ سے انہیں سب سے زیادہ متاثر ہونا چاہئے۔ ﴿٢﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اس کا علم کامل اور ہمہ جہت ہے، اسے معلوم ہے کہ زمین کے سینے میں کیا اتر رہا ہے اور کیا نکل رہا ہے؟ اسے معلوم ہے کہ آسمان پر کیا چیز چڑھ کر جا رہی ہے اور کیا چیز نیچے اتر رہی ہے؟ اس لیے وہ زمین کے اندر دفن ہونے والے ہر مردے، تمام قیمتی کانوں، بارش کے جذب ہونے والی پانی اور زمین کی تہہ میں رہنے والے جانوروں اور کیڑوں کوڑوں سے بھی واقف ہے اور زمین سے نکلنے والی تمام نباتات، پھولوں، پھلوں اور فصلوں سے بھی واقف ہے، وہ جانتا ہے کہ آسمان سے کون سا فرشتہ، وحی، ربانی فیصلے اور بارش اتر رہی ہے اور وہ اس روح، اعمالِ صالحہ، دعاؤں اور فرشتوں سے بھی واقف ہے جو آسمان کی طرف چڑھ کر جاتے ہیں، اس کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے، تیسری صفت یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو بہت بخشنے والا اور ان کی مغفرت فرمانے والا ہے۔ ﴿٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قسم کھا کر قیامت کے وقوع کو برحق قرار دیا گیا ہے، تاکید کا یہ انداز اس لیے اختیار کیا گیا کہ مشرکین قیامت کے برحق ہونے کو تسلیم نہیں کرتے، انہیں یقین نہیں آتا کہ ایک دن تمام مُردوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، جزا اور سزا کا فیصلہ ہوگا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، اس لیے قسم کھا کر فرمایا کہ قیامت ضرور آئے گی اور میرا رب اسے برپا کر کے رہے گا اور اس کیلئے یہ کچھ مشکل نہیں ہے، اس کے بعد دوبارہ اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت اور ہمہ گیری بیان کی گئی ہے اور اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ زمین و آسمان میں چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی کوئی چیز بھی اس کے احاطہ علم سے باہر نہیں ہے، اس نے ہر چیز لوحِ محفوظ میں درج کر رکھی ہے، سو جس ذات کا علم اس قدر ہمہ گیر ہو، اس سے کوئی چھپ نہیں سکتا، وہ سب کو حاضر کرے گا اور سب کا حساب لے گا اور سب کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔ ﴿٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت برپا کرنے کی حکمت اور فلسفہ بیان کیا گیا ہے، جسے آپ مختصر لفظوں میں "قانونِ مجازات" کہہ سکتے ہیں، خلاصہ اس کا یہ ہے کہ دنیا میں جن لوگوں کے پاس فیصلہ کرنے کا اختیار ہے، وہ انصاف سے کام نہیں لیتے اس لیے مظلوم ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا ہے اور ظالم اکڑ کر اور سینہ پھلا کر زمین پر چلتا ہے، اہلِ ایمان کو دبایا جاتا ہے، اعمالِ صالحہ کا اہتمام کرنے والوں کو مذاق کا نشانہ بنایا جاتا ہے، کافروں اور گناہ گاروں کو وسیع مواقع فراہم کیے جاتے ہیں، لوگ اربوں روپے کی کرپشن کرتے ہیں، جائیدادوں پر قبضہ کر لیتے ہیں، چوری، ڈکیتی اور سینہ زوری کی وارداتیں کرتے ہیں اور قانون کے پھندے سے بآسانی بچ کر نکل جاتے ہیں اس لیے عقل تقاضا کرتی ہے کہ ایک ایسی عالمی عدالتِ انصاف ہونی چاہیے جہاں حقیقی انصاف ہو، اس کیلئے حقیقی منصف کا ہونا ضروری ہے اور

أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيٓ إِلٰى

أُوتُوا	الْعِلْمَ	الَّذِيٓ	أُنْزِلَ	إِلَيْكَ	مِنْ	رَّبِّكَ	هُوَ	الْحَقَّ	وَ	يَهْدِيٓ	إِلٰى
دیے گئے	علم	وہ جو	نازل کیا گیا	تیری طرف	سے	تیرے رب کے	وہی	برحق	اور	رہنمائی کرتا ہے	طرف

آپ پر آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ اترا ہے، وہ برحق ہے، اور وہ اُس راستے کی

صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝٦ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى

صِرَاطِ	الْعَزِيْزِ	الْحَمِيْدِ ۝٦	وَ	قَالَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	هَلْ	نَدُلُّكُمْ	عَلٰى
راستے کے	غالب	قابل تعریف	اور	کہا	ان لوگوں نے	کفر کیا انہوں نے	کیا	بتائیں ہم تمہیں	پر

رہنمائی کرتا ہے جو غالب، قابل تعریف والے کا ہے۔ ٦ اور کافر کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہیں ایک ایسے شخص کے متعلق

رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ إِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝٧

رَجُلٍ	يُّنَبِّئُكُمْ	إِذَا	مُزِّقْتُمْ	كُلَّ	مُمَزَّقٍ	إِنَّكُمْ	لَفِيْ	خَلْقٍ	جَدِيْدٍ ۝٧
ایک آدمی کے	خبر دیتا ہے وہ تمہیں	جب	تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے	مکمل	ریزہ کئے گئے	بیشک تم	البتہ بیچ	تخلیق کے	نئی

بتائیں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم مکمل طور پر ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم نئے سرے سے پیدا کیے جاؤ گے؟ ٧

أَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

أَفْتَرٰى	عَلَى	اللّٰهِ	كَذِبًا	أَمْ	بِهٖ	جِنَّةٌ	بَلِ	الَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ
کیا گھڑ لیا اس نے	پر	اللہ کے	جھوٹ	یا	اسے	جنون	بلکہ	جو لوگ	نہیں	ایمان لاتے

کیا اُس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے یا اُسے جنون لاحق ہو گیا ہے؟ بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان

بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ۝٨ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلٰى مَا

بِالْاٰخِرَةِ	فِي	الْعَذَابِ	وَ	الضَّلٰلِ	الْبَعِيْدِ ۝٨	أَفَلَمْ	يَرَوْا	إِلٰى	مَا
آخرت پر	بیچ	عذاب کے	اور	گمراہی کے	دور کی	تو کیا نہیں	دیکھا انہوں نے	طرف	اس کے جو

نہیں لاتے وہ عذاب اور دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ ٨ کیا انہوں نے وہ چیز نہیں دیکھی جو ان کے

بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ۭ إِنْ نَّشَأْ نَخْسِفْ

بَيْنَ	أَيْدِيْهِمْ	وَ	مَا	خَلْفَهُمْ	مِّنَ	السَّمَآءِ	وَ	الْأَرْضِ	إِنْ	نَّشَأْ	نَخْسِفْ
درمیان	ان کے ہاتھوں کے	اور	جو کچھ	ان کے پیچھے	سے	آسمان کے	اور	زمین کے	اگر	ہم چاہتے	دھنسا دیتے

آگے اور پیچھے ہے یعنی آسمان اور زمین؟ اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں

صرف رب العالمین ہے، جس دن وہ عالمی عدالت انصاف لگائے گا، اس دن کو "قیامت" کا دن کہتے ہیں اور اس دن اہل ایمان اور اعمال صالحہ کا اہتمام کرنے والوں کو بہترین بدلہ، مغفرت اور پاکیزہ رزق عطا فرمایا جائے گا۔ ⑤ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن سزا کا قانون بیان کیا گیا ہے، کیونکہ گزشتہ آیت میں جزا کا قانون بیان کیا گیا تھا اور یہ بھی قانونِ مجازات کا حصہ ہے کہ مجرموں اور اللہ سے مقابلہ کرنے والوں کو ان کے گناہوں کی قرار واقعی سزا دی جائے، اگر دنیا میں قانون کے ہاتھ ان کے گریبان تک نہیں پہنچے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آخرت میں بھی وہ قانون کی گرفت سے نکل بھاگیں گے۔

⑥ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت برپا کرنے کی دوسری حکمت بیان کی گئی ہے کہ اہل ایمان اور اہل علم کو قیامت کے حوالے سے علم الیقین کا جو درجہ حاصل ہے، اسے مزید ترقی دیکر عین الیقین کے درجے تک پہنچا دیا جائے، یہ وہ درجہ ہے جسے حاصل کرنے کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی دعائیں کیا کرتے تھے، عین الیقین کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو پہلے جس چیز کا علم خبر کے ذریعے حاصل تھا، اب وہ اس کا مشاہدہ بھی کرلے، تاکہ اسے یقین ہو جائے کہ جو خبر اسے دی گئی تھی، وہ بالکل برحق تھی اور اب وہ اسے اپنے سر کی آنکھوں سے بعینہ دیکھ رہا ہے اس طرح قرآن کریم کے رب العالمین کی طرف سے اتارے جانے اور اس کے ہادی و رہبر ہونے کے حوالے سے بھی اسے عین الیقین کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔ ⑦ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے وقوع پر کافروں کے مذاق اڑانے کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مذاق اڑانے کے انداز میں کہتے ہیں کہ ہم تمہیں ایک آدمی کے متعلق بتائیں جو یہ کہتا ہے کہ جب تم مرجاؤ گے اور تمہاری ہڈیاں گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گی، تو اس کے بعد تمہیں دوبارہ نئے سرے سے زندہ کیا جائیگا، بھلا یہ بات عقل میں آنے والی ہے؟ یہ کہہ کر وہ نبی علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے اور ہاتھ پر ہاتھ مار کر قہقہہ لگاتے اور نظریہ قیامت کو ہنسی میں اڑا دیتے۔ ⑧ اس آیتِ مبارکہ میں کافروں کی بیہودہ گوئی کا ذکر کر کے اس کا جواب دیا گیا ہے، جب نبی علیہ السلام انہیں قیامت کے حوالے سے نصیحت فرماتے تو وہ اسے تسلیم کرنے کی بجائے اس کا مذاق اڑاتے اور نبی علیہ السلام کے متعلق یہ کہتے تھے کہ انہوں نے اپنے پاس سے یہ بات گھڑ لی ہے کہ قیامت آئے گی اور مُردوں کو زندہ کر کے جزا اور سزا کا فیصلہ ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف اس گھڑی ہوئی بات کی غلط نسبت کر دی ہے، اللہ نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے، یا پھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیوانے ہو گئے ہیں اور انہیں جنون کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے جو ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں (العیاذ باللہ) اللہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کوئی بات اپنے پاس سے نہیں گھڑی اور نہ ہی وہ اللہ کے فضل سے دیوانے ہیں، البتہ یہ منکرین آخرت دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں جس کے نتیجے میں یہ عذاب الٰہی کا شکار ہو جائیں گے۔ اس سے بڑی گمراہی اور کیا ہوگی کہ کوئی شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون اور دیوانہ کہنے لگ جائے؟

بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

بِهِمُ	الْاَرْضَ	اَوْ	نُسْقِطْ	عَلَیْهِمْ	كِسَفًا	مِّنَ	السَّمَآءِ ؕ	اِنَّ	فِیْ	ذٰلِكَ
انہیں	زمین میں	یا	گرادیں ہم	ان پر	کوئی ٹکڑا	سے	آسمان کے	بیشک	بیچ	اسکے

دھنسا دیں یا اُن پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں، بیشک اِس میں ہر اُس بندے کیلئے

لَاٰیَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ۝٩ ع وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ یٰجِبَالُ

لَاٰیَةً	لِّكُلِّ	عَبْدٍ	مُّنِیْبٍ ۝٩	وَ	لَقَدْ	اٰتَیْنَا	دَاوٗدَ	مِنَّا	فَضْلًا ؕ	یٰجِبَالُ
البتہ نشانی	ہرایک	بندے کیلئے	رجوع کرنے والے	اور	البتہ یقیناً	ہم نے دی	داؤد کو	اپنے سے	فضیلت	اے پہاڑو

نشانی ہے جو رجوع کرنے والا ہو۔ ٩ اور یقیناً ہم نے داؤد کو اپنے پاس سے فضیلت عطا فرمائی، اے پہاڑو!

اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ ۝١٠ لا اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ

اَوِّبِیْ	مَعَهٗ	وَالطَّیْرَ ۚ	وَاَلَنَّا لَهُ	الْحَدِیْدَ ۝١٠	اَنِ	اعْمَلْ	سٰبِغٰتٍ	وَ	قَدِّرْ
خوش آوازی کرو	اس کے ساتھ	اور پرندوں کو	اور نرم کردیا ہم نے اس کیلئے	لوہے کو	یہ کہ	بنا تو	کشادہ زرہیں	اور	اندازہ کر

داؤد کے ساتھ خوش آوازی سے تسبیح پڑھو، اور پرندوں کو تابع کر دیا، اور ہم نے اُن کیلئے لوہے کو نرم کر دیا۔ ١٠ کہ تم کشادہ زرہیں بناؤ اور خاص اندازے سے

فِی السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝١١ وَلِسُلَیْمٰنَ

فِی	السَّرْدِ	وَ	اعْمَلُوْا	صَالِحًا ؕ	اِنِّیْ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِیْرٌ ۝١١	وَ	لِسُلَیْمٰنَ
بیچ	کڑیاں جوڑنے کے	اور	عمل کرو تم	اچھے	بیشک میں	اسے جو	تم کہہ رہے ہو	خوب دیکھنے والا	اور	سلیمان کیلئے

کڑیاں جوڑو، اور نیک کام کرو، تم جو کچھ کرتے ہو، میں اُسے خوب دیکھ رہا ہوں۔ ١١ اور ہواؤں کو سلیمان کے

الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَیْنَ الْقِطْرِ ؕ

الرِّیْحَ	غُدُوُّهَا	شَهْرٌ	وَّ	رَوَاحُهَا	شَهْرٌ ۚ	وَ	اَسَلْنَا	لَهٗ	عَیْنَ	الْقِطْرِ ؕ
ہوا کو	اس کی صبح	ایک مہینہ	اور	اس کی شام	ایک مہینہ	اور	بہادیا ہم نے	اس کیلئے	چشمہ	پگھلے ہوئے تانبے کا

تابع کر دیا، جن کی صبح کی منزل بھی ایک ماہ اور شام کی منزل بھی ایک ماہ کی مسافت تھی، اور ہم نے اُن کیلئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہادیا،

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ یَّزِغْ مِنْهُمْ

وَ	مِنَ	الْجِنِّ	مَنْ	یَّعْمَلُ	بَیْنَ	یَدَیْهِ	بِاِذْنِ	رَبِّهٖ ؕ	وَ	مَنْ	یَّزِغْ	مِنْهُمْ
اور	سے	جنّوں کے	وہ جو	کام کرتا تھا	درمیان	اس کے ہاتھوں کے	ساتھ حکم کے	اپنے رب کے	اور	جو کوئی	ٹیڑھا ہوتا	ان میں سے

اور کتنے ہی جنات تھے جو اُن کے رب کے حکم کی وجہ سے اُن کے سامنے کام کرتے تھے، اور اُن میں سے جو بھی ہمارے حکم سے

٩ اس آیت مبارکہ میں منکرین آخرت کو زمین و آسمان کے وجود پر غور وفکر کی دعوت دیکر انہیں ایک خاص پہلو سے ڈرایا بھی گیا ہے، وہ اس بات پر غور کیوں نہیں کرتے کہ جس ذات نے ان عظیم الشان کروں کو وجود عطا فرمایا ہے، وہ انہیں فنا کرنے پر بھی مکمل قدرت رکھتا ہے، جس دن وہ انہیں فنا کرے گا، وہی قیامت کا دن ہوگا، پیغمبر ﷺ تم سے اسی بات پر ایمان لانے کا تقاضا کرتے ہیں اور تم ان کا مذاق اڑاتے ہو، انہیں (العیاذ باللہ) جھوٹا اور دیوانہ قرار دیتے ہو، اگر ہم چاہیں تو تمہاری اس گستاخی کے نتیجے میں تم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا کر تمہاری ہڈیوں کا سرمہ بنا دیں اور کسی کو تمہارا نام ونشان بھی نہ ملے، اور ہم یہ بھی کر سکتے ہیں کہ زمین کی جس سطح پر تم چل رہے ہو، اسی میں تمہیں دھنسا دیں اور وہ تمہیں ہمارے حکم سے جیتے جی نگل جائے، قدرت کی ان نشانیوں پر غور کرو تا کہ تمہیں قیامت برحق ہونے کا یقین ہو جائے، جیسا کہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ان نشانیوں میں غور وفکر کرتے ہیں۔ ١٠ اس آیت مبارکہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کو فضیلت عطا فرمائے جانے کا ذکر کر کے ان کی تین خصوصیات بیان کی گئی ہیں، حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی تھی، جس سے بڑا شرف اور فضیلت دنیا میں کوئی نہیں ہے، اس کے علاوہ انہیں دنیوی حکومت وسلطنت اور بادشاہت بھی انہیں عطا کی گئی تھی جو دنیا میں سب سے بڑا منصب سمجھا جاتا ہے، یہاں ان کی پہلی خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ پہاڑوں کو اُن کے ساتھ ملکر خوش آوازی سے تسبیح وتحمید کا حکم دیا گیا تھا، جسے بعض لوگ غلطی سے صدائے بازگشت سمجھ بیٹھے ہیں، اس پر سورۂ انبیاء کی آیت نمبر کا حاشیہ ملاحظہ کر لیا جائے، دوسری خصوصیت یہ کہ پرندوں کو بھی ان کے ساتھ مل کر خوش آوازی سے تسبیح وتمہید کرنے کا حکم دیا گیا تھا، چنانچہ ان میں سے ہر ایک حکم الٰہی کے مطابق پورے وجد اور ذوق وشوق کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہمراہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء میں مشغول ہو جاتا تھا، یقیناً وہ نظارہ اور منظر وجد آفرین ہوتا ہوگا، تیسری خصوصیت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں میں لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا تھا، تا کہ وہ سرکاری خزانے سے تنخواہ لینے کی بجائے اپنے ہاتھ کی کمائی کھایا کریں۔ ١١ اس آیت مبارکہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کو دو حکم دیے گئے ہیں، پہلے حکم میں انہیں زرہ بنانے کا طریقہ سکھایا گیا ہے اور اس کے دو اصول انہیں سمجھائے گئے ہیں، ایک یہ کہ زرہ کشادہ ہونی چاہئے اس لیے کہ اگر زرہ تنگ ہو تو انسان اس میں خود کو جکڑا ہوا محسوس کرتا ہے اور جسم کی اس تنگی کے ساتھ میدان جنگ میں دشمن سے پنجہ آزمائی کرنا خاصا مشکل ہوتا ہے، دوسرا اصول یہ کہ زرہ کی کڑیاں جوڑنے میں ایک خاص اندازہ مقرر کرو پھر اسی اندازے سے کڑیاں جوڑا کرو، یوں معلوم ہو کہ پوری زرہ ایک سانچے میں ڈھل کر تیار ہوئی ہے، اگر بے اندازہ کڑیاں جوڑی گئیں تو اس سے وہ فائدہ حاصل نہ کیا جا سکے گا جس کی خاطر اسے بنایا گیا ہے، دوسرے حکم میں حضرت داؤد علیہ السلام کو اعمال صالحہ کی تاکید کی گئی ہے کہ زرہیں بنانے میں اس قدر مصروف نہ ہو جانا کہ عمل صالح میں کوتاہی ہو جائے، بلکہ یاد رکھنا کہ تمہارے ہر عمل پر میری نگاہ ہے۔

ع ١/٩

عَنۡ اَمۡرِنَا نُذِقۡهُ مِنۡ عَذَابِ السَّعِيۡرِ ﴿۱۲﴾ يَعۡمَلُوۡنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنۡ

عَنۡ	اَمۡرِنَا	نُذِقۡهُ	مِنۡ	عَذَابِ	السَّعِيۡرِ ⑫	يَعۡمَلُوۡنَ	لَهٗ	مَا	يَشَآءُ	مِنۡ
سے	ہمارے حکم کے	ہم اسے چکھاتے	سے	عذاب	بھڑکتی ہوئی آگ کا	کام کرتے وہ	اس کیلئے	جو کچھ	وہ چاہتا	سے

کج روی اختیار کرتا، ہم اُسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھاتے تھے۔ ⑫ سلیمان جو چاہتے، جنات اُن کیلئے وہ بناتے تھے یعنی

مَّحَارِيۡبَ وَ تَمَاثِيۡلَ وَ جِفَانٍ كَالۡجَوَابِ وَ قُدُوۡرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ

مَّحَارِيۡبَ	وَتَمَاثِيۡلَ	وَجِفَانٍ	كَالۡجَوَابِ	وَقُدُوۡرٍ	رّٰسِيٰتٍ ؕ
قلعے	اور مجسمے	اور لگن	جیسے تالاب	اور دیگیں	اپنی جگہ جمی ہوئی

قلعے، مجسمے، تالاب جیسے بڑے لگن اور اپنی جگہ جمی ہوئی دیگیں،

اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا ؕ وَ قَلِيۡلٌ مِّنۡ عِبَادِىَ الشَّكُوۡرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا

اِعۡمَلُوۡۤا	اٰلَ	دَاوٗدَ	شُكۡرًا ؕ	وَ	قَلِيۡلٌ	مِّنۡ	عِبَادِىَ	الشَّكُوۡرُ ⑬	فَلَمَّا
عمل کرو تم	اے گھر والو	داؤد کے	شکر کرتے ہوئے	اور	بہت تھوڑے	سے	میرے بندوں کے	شکر گذار	سوجب

اے آلِ داؤد! شکرانے کے طور پر عمل کرو، اور میرے بندوں میں بہت تھوڑے شکر گذار ہیں۔ ⑬ پھر جب

قَضَيۡنَا عَلَيۡهِ الۡمَوۡتَ مَا دَلَّهُمۡ عَلٰى مَوۡتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الۡاَرۡضِ

قَضَيۡنَا	عَلَيۡهِ	الۡمَوۡتَ	مَا	دَلَّهُمۡ	عَلٰى	مَوۡتِهٖۤ	اِلَّا	دَآبَّةُ	الۡاَرۡضِ
ہم نے فیصلہ کیا	اس پر	موت کا	نہیں	رہنمائی کی ان کی	پر	اس کی موت کے	مگر	کیڑے نے	زمین کے

ہم نے سلیمان کیلئے موت کا فیصلہ کیا تو اُن کے انتقال پر دیمک کے کیڑے نے ہی اُن لوگوں کی رہنمائی کی،

تَاۡكُلُ مِنۡسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الۡجِنُّ اَنۡ لَّوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ

تَاۡكُلُ	مِنۡسَاَتَهٗ ۚ	فَلَمَّا	خَرَّ	تَبَيَّنَتِ	الۡجِنُّ	اَنۡ	لَّوۡ	كَانُوۡا	يَعۡلَمُوۡنَ
کھاتا رہا وہ	اس کی لاٹھی	سوجب	وہ گر پڑا	معلوم کیا	جنات نے	یہ کہ	اگر	ہوتے وہ	جانتے

جو اُن کی لاٹھی کھاتا رہا، پھر جب سلیمان گرے تب جنات کو معلوم ہوا کہ اگر وہ غیب کا علم

الۡغَيۡبَ مَا لَبِثُوۡا فِى الۡعَذَابِ الۡمُهِيۡنِ ﴿۱۴﴾ لَقَدۡ كَانَ لِسَبَاٍ فِىۡ مَسۡكَنِهِمۡ

الۡغَيۡبَ	مَا	لَبِثُوۡا	فِى	الۡعَذَابِ	الۡمُهِيۡنِ ⑭	لَقَدۡ	كَانَ	لِسَبَاٍ	فِىۡ	مَسۡكَنِهِمۡ
غیب کو	نہ	رہتے وہ	بیچ	عذاب کے	رسواکن	البتہ یقیناً	تھی	سبا کیلئے	بیچ	ان کی رہائش گاہ کے

رکھتے ہوتے تو اِس رسوا کن عذاب میں نہ پڑے رہتے۔ ⑭ یقیناً قومِ سبا کی رہائش گاہ میں قدرت کی

⑫ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام پر ہونے والے انعامات کا تذکرہ کیا گیا ہے، پہلا انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو اُن کے تابع فرمان کر دیا تھا، چنانچہ جہاں کہیں وہ خود جانا چاہتے یا کسی کو بھیجنا چاہتے، ہوا کو حکم دیتے اور وہ اس کی فوری تعمیل کرتی تھی، اسی طرح وہ صبح کو نکلتے تو شام تک اتنی مسافت طے کر لیتے جو سواری اور ٹیکنالوجی کے استعمال سے ایک ماہ میں طے کی جاسکے، یہی حال شام کی مسافت کا تھا، دوسرا انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کیلئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا جو کہ یمن کے علاقے میں تھا، اس تانبے سے مختلف ضروریات کی تکمیل کیلئے چھوٹے بڑے برتن بنائے جاتے تھے، ان برتنوں کی تفصیل اگلی آیت میں دی گئی ہے، تیسرا انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بے شمار جنات اور شیاطین کو اُن کا تابع فرمان بنا دیا تھا چنانچہ آگ سے پیدا ہونے کے باوجود وہ مٹی سے بنے ہوئے انسان کا حکم ماننے پر مجبور تھے اور اگر ان میں سے کوئی سرکشی کی راہ اختیار کر کے ان کی حکم عدولی کرتا، اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ ⑬ اس آیتِ مبارکہ میں جنات کی ان خدمات کا ذکر کیا گیا ہے جو وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے سر انجام دیتے تھے اور یہ کہ اگر وہ کام انسانوں سے کروائے جاتے تو وہ ان کی طاقت سے خارج ہوتے یا مدتِ دراز میں جا کر پایۂ تکمیل کو پہنچتے، چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کے ذریعے بہت سے قلعے تعمیر کروائے، دفاعی نقطۂ نظر سے ان کی اہمیت کا کوئی بھی سپاہی انکار نہیں کر سکتا، بہت سے مجسمے انہوں نے جنات کے ذریعے بنوائے، ممکن ہے کہ ان کی شریعت میں اس کی حرمت کا حکم نہ آیا ہو اور لوگ انہیں شوپیس کے طور پر اپنے گھروں وغیرہ میں رکھ لیتے ہوں انہوں نے تالاب جیسے بڑے بڑے لگن جنات سے تیار کروائے، اور اتنی بڑی بڑی دیگیں جو اپنی جگہ ہی رکھی رہتی تھیں اور ان میں پورے پورے لشکر کا کھانا تیار ہوتا تھا، ان دیگوں کو اٹھانا یا ان کی جگہ سے ہلانا لوگوں کے بس میں نہیں تھا اس لیے انہیں ان کی جگہوں پر ہی گاڑ دیا جاتا تھا، یہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور اُن کے گھر والوں کو عطا فرمائیں اور انہیں حکم دیا کہ شکرانے کے طور پر اللہ کی مرضیات والے اعمال اختیار کرو، تاکہ تمہاری نعمتوں میں مزید اضافہ ہو اور تم میرے شکر گزار بندوں میں شامل ہو جاؤ جو تعداد میں بہت تھوڑے ہیں۔ ⑭ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے انتقال کی حالت بیان کی گئی ہے جس سے اس غلط فہمی کا ازالہ کرنا مقصود ہے کہ جنات بھی غیب کا علم رکھتے ہیں اور وہ مستقبل کے حالات سے باخبر ہوتے ہیں، اگر یہ صحیح ہے تو انہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصال کا علم کیوں نہ ہو سکا؟ حضرت سلیمان علیہ السلام کا معمول تھا کہ ایک حجرے میں ”جس کے چاروں طرف شیشے لگے ہوئے تھے اور اندر باہر سے دکھائی دیتا تھا“ کئی کئی ہفتوں کیلئے عبادت میں مشغول رہتے تھے، جس وقت وہ جنات سے بیت المقدس کی تعمیر جدید کروا رہے تھے اور ابھی بہت سے کام کروانا باقی تھے کہ انہیں بتا دیا گیا کہ دنیا سے آپ کے سفر کا وقت قریب آگیا ہے، انہوں نے سوچا کہ اگر جنات کو میرے سفرِ آخرت کا پتہ چل گیا تو بیت المقدس کی تعمیر جدید ادھوری رہ جائے گی اور وہ اُسی وقت سارا کام چھوڑ دیں گے، اس کی تدبیر سوچ کر وہ اپنے اسی حجرے میں چلے گئے اور عبادت میں مشغول ہو گئے، جب وہ اپنے حجرے میں ہوتے تو کسی جن یا انسان کو اس کے قریب جانے کی جرأت اور اجازت نہیں ہوتی تھی، وہ ایک لاٹھی کے سہارے کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت میں حسبِ معمول مشغول ہو گئے، اسی حالت میں مقررہ وقت پر فرشتے نے ان کی روح قبض کر لی، جنات کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سفرِ آخرت پر روانہ ہو گئے ہیں، وہ اُن کے رعب اور دبدبے کی وجہ سے کام کرتے رہے، ادھر بیت المقدس کی تعمیر اپنے آخری مراحل کو پہنچی، ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی لاٹھی پر دیمک کا کیڑا لگا دیا، اس نے اندر ہی اندر لکڑی کو کھانا

آيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا

آيَةٌ	جَنَّتٰنِ	عَنْ	يَّمِيْنٍ	وَ	شِمَالٍ	كُلُوْا	مِنْ	رِّزْقِ	رَبِّكُمْ	وَاشْكُرُوْا
نشانی	دو باغ	سے	دائیں	اور	بائیں	کھاؤ تم	سے	رزق	اپنے رب کا	اور شکر کرو

نشانی تھی، دائیں بائیں دو باغ، اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اُس کا شکر

لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ۝١٥ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ

لَهٗ	بَلْدَةٌ	طَيِّبَةٌ	وَ	رَبٌّ	غَفُوْرٌ ۝١٥	فَاَعْرَضُوْا	فَاَرْسَلْنَا	عَلَيْهِمْ	سَيْلَ
اس کا	شہر	پاکیزہ	اور	رب	بہت بخشنے والا	سو منہ موڑ لیا انہوں نے	سو چھوڑ دیا ہم نے	ان پر	سیلاب

ادا کرو، پاکیزہ شہر اور بخشنے والا رب۔ ⑮ سو اُنہوں نے اعراض کیا، تو ہم نے اُن پر نالے کا سیلاب

الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ

الْعَرِمِ	وَبَدَّلْنٰهُمْ	بِجَنَّتَيْهِمْ	جَنَّتَيْنِ	ذَوَاتَيْ اُكُلٍ	خَمْطٍ	وَ	اَثْلٍ
نالے کا	اور ہم نے انہیں بدل دیا	انکے دو باغوں کے بدلے	دو باغ	دونوں ذائقے دار	کسیلے	اور	جھاؤ

چھوڑ دیا، اور ہم نے اُن کے باغوں کو دو ایسے باغوں سے تبدیل کر دیا جن میں کچھ کسیلا میوہ، جھاؤ کے

وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ۝١٦ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ

وَ	شَيْءٍ	مِّنْ	سِدْرٍ	قَلِيْلٍ ۝١٦	ذٰلِكَ	جَزَيْنٰهُمْ	بِمَا	كَفَرُوْا	وَ	هَلْ
اور	کچھ	سے	بیری	تھوڑی	وہ	بدلہ دیا ہم نے انہیں	اس وجہ سے جو	کفر کیا انہوں نے	اور	نہیں

درخت اور تھوڑی سی بیری تھی۔ ⑯ اُنہیں یہ بدلہ ہم نے اُن ناشکری کی وجہ سے دیا، اور ایسا بدلہ

نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ۝١٧ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا

نُجٰزِيْٓ	اِلَّآ	الْكَفُوْرَ ۝١٧	وَ	جَعَلْنَا	بَيْنَهُمْ	وَ	بَيْنَ	الْقُرَى	الَّتِيْ	بٰرَكْنَا
بدلہ دیتے ہم	مگر	ناشکرے کو	اور	بنائی ہم نے	ان کے درمیان	اور	درمیان	بستیوں کے	وہ جو	برکت رکھی ہم نے

ہم صرف ناشکروں کو ہی دیتے ہیں۔ ⑰ اور ہم نے اُن کے اور اُن بستیوں کے درمیان "جن میں ہم نے برکت رکھی"

فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ۭ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا

فِيْهَا	قُرًى	ظَاهِرَةً	وَقَدَّرْنَا	فِيْهَا	السَّيْرَ	سِيْرُوْا	فِيْهَا	لَيَالِيَ	وَ	اَيَّامًا
ان میں	بستیاں	ظاہری	اور اندازہ رکھا ہم نے	اس میں	مسافت کا	چلو پھرو تم	اس میں	راتوں کو	اور	دنوں کو

کچھ ظاہری بستیاں بھی رکھ دی تھیں اور ہم نے اُن میں خاص اندازے سے مسافت رکھی تھی کہ تم ان میں رات دن امن کے ساتھ

شروع کر دیا، جب وہ بھربھری ہو کر کمزور ہو گئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسم مبارک کا وزن برداشت نہ کر سکی اور وہ گر پڑے، تب معلوم ہوا کہ ان کی روح پرواز کر چکی ہے، ثابت ہوا کہ جنات کو غیب کا علم حاصل نہیں ہے ورنہ وہ مفت کی مشقت کیوں اٹھاتے؟

⑮ اس آیتِ مبارکہ میں قومِ سبا کا شاندار محل وقوع بیان کیا گیا ہے، لفظِ سبا کا تعارف سورت کے آغاز میں بیان کر دیا گیا ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام اور قومِ سبا کا تذکرہ ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزوم سمجھے جاتے ہیں، اسی مناسبت سے ان کے ذکرِ خیر کے بعد قوم سبا کا ذکر کیا گیا ہے، اگر ان کے محل وقوع کی شادابی اور دل فریبی کو سمجھنا ہو تو اس کیلئے لاہور کی وہ مشہور سڑک دیکھنی چاہئے جس کے درمیان نہر ہے اور دونوں اطراف گھنے درخت اور باغات ہیں، وقفے وقفے سے آبادیاں ہیں، دونوں اطراف تھوڑی سی مسافت طے کرنے پر اندر کی طرف سڑک مڑ جاتی ہے جہاں رہائشی مکانات اور تمام ضروریات زندگی دستیاب ہیں، نہر والی یہ سڑک دنیا کی چند خوبصورت سڑکوں میں شمار ہوتی ہے، قومِ سبا ایسے ہی صاف ستھرے علاقے میں آباد تھی، کھانے پینے کی بے شمار نعمتیں انہیں میسر تھیں، پروردگار انہیں معاف کرنے والا ملا تھا، ان سے صرف یہی تقاضا تھا کہ وہ اس سے اپنا تعلق مضبوط کریں اور اس کے شکر گزار رہیں، پروردگار ان کی کوتاہیوں کو معاف کر دے گا۔

⑯ اس آیتِ مبارکہ میں قومِ سبا کے اعراض، سرکشی اور اس کے نتیجے میں اُن پر آنے والی تباہی کا ذکر کیا گیا ہے، جس کا ظاہری سبب وہ ڈیم بن گئے جن سے ان کے باغات سیراب ہوتے تھے، جنہیں استعمال کرنے کیلئے انہوں نے اعلیٰ درجے کی انجینئرنگ سے کام لیا تھا، موجودہ دور میں اس کی ایک مثال پانامہ کینال ہے، پانامہ نہایت سرسبز و شاداب ملک ہے جو خودرو جنگلات کے درمیان آباد ہے، یہاں آم اور دوسرے پھلوں کے بے شمار درخت ہیں، یہاں ایک نہر ہے جسے نہایت اعلیٰ درجے کی تکنیکی مہارت سے استعمال کیا جاتا ہے، باقاعدہ گیٹ لگے ہوئے ہیں جنہیں ضرورت کے موقع پر کھولا اور بند کیا جا سکتا ہے، قوم سبا کے ایک کاہن نے پیشین گوئی کی تھی کہ آج جو ڈیم تمہاری بقاء کا سبب ہیں، وہی تمہاری فنا کا سبب بن جائیں گے، اس لیے اللہ کی نافرمانی اور سرکشی سے باز آؤ، لیکن وہ نہ مانے تو انکے بند لوٹ گئے، زبردست سیلابی ریلا ابل پڑا، ان کے سارے باغات اجڑ گئے، ساری زمینیں زیر آب آگئیں، وہاں پیلو، جھاؤ اور کڑوے کسیلے بدذائقہ پھلوں کے علاوہ کچھ باقی نہ بچا اور وہ خود بھولی بسری داستان بن گئے۔

⑰ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ قومِ سبا پر یہ عذاب ہمارا ظالمانہ فیصلہ نہیں تھا، بلکہ ان کے کفر و ناشکری اور سرکشی کی سزا تھی، ہم ایسی سزا کافروں اور ناشکروں کو ہی دیا کرتے ہیں، ہمارے یہاں فیصلہ ہو چکا ہے کہ کسی پر بھی ظلم نہیں کیا جائیگا۔

اٰمِنِيْنَ ۝١٨ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

اٰمِنِيْنَ ۝١٨	فَقَالُوْا	رَبَّنَا	بٰعِدْ	بَيْنَ	اَسْفَارِنَا	وَ	ظَلَمُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ
امن والے ہوکر	سوکہا انہوں نے	اے ہمارے پروردگار	دور کردے	درمیان	ہمارے سفروں کے	اور	ظلم کیا انہوں نے	اپنی جانوں پر

سفر کرو۔ [١٨] تو وہ کہنے لگے کہ پروردگار! ہمارے سفروں میں فاصلہ پیدا کر دے اور انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا،

فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

فَجَعَلْنٰهُمْ	اَحَادِيْثَ	وَ مَزَّقْنٰهُمْ	كُلَّ	مُمَزَّقٍ ۭ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ
سو ہم نے کردیا انہیں	کہانیاں	اور ہم نے انہیں ریزہ ریزہ کردیا	مکمل	ریزہ کئے گئے	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانیاں

سو ہم نے اُنہیں قصے کہانیاں بنادیا اور اُنہیں مکمل طور پر ریزہ ریزہ کر دیا، بیشک اس میں ہر صبر کرنے والے، شکر گذار

لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝١٩ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ

لِّكُلِّ	صَبَّارٍ	شَكُوْرٍ ۝١٩	وَ	لَقَدْ	صَدَّقَ	عَلَيْهِمْ	اِبْلِيْسُ	ظَنَّهٗ	فَاتَّبَعُوْهُ
ہرایک	صبر کرنے والے	شکر کرنے والے	اور	البتہ یقینا	سچ کر دکھایا	ان پر	ابلیس نے	اپنا گمان	سو پیروی کی انہوں نے اس کی

بندے کیلئے نشانیاں ہیں۔ [١٩] اور یقیناً ابلیس نے اُن کے متعلق اپنا گمان سچ کر دکھایا، سو مؤمنین کے ایک گروہ کے علاوہ

اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٢٠ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا

اِلَّا	فَرِيْقًا	مِّنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٢٠	وَ	مَا	كَانَ	لَهٗ	عَلَيْهِمْ	مِّنْ	سُلْطٰنٍ	اِلَّا
سوائے	ایک گروہ کے	سے	ایمان والوں کے	اور	نہیں	تھا	اس کا	ان پر	سے	کوئی زور	مگر

سب ہی نے اُس کی پیروی کی۔ [٢٠] اور اُس کا اُن پر کچھ زور نہ تھا، سوائے اس کے

لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ۭ وَرَبُّكَ عَلٰى

لِنَعْلَمَ	مَنْ	يُّؤْمِنُ	بِالْاٰخِرَةِ	مِمَّنْ	هُوَ	مِنْهَا	فِيْ	شَكٍّ ۭ	وَ	رَبُّكَ	عَلٰى
تاکہ ہم جان لیں	کون	ایمان لاتا ہے	آخرت پر	اس سے جو	وہ	اس سے	بیچ	شک کے	اور	تیرا رب	پر

کہ ہم جان لیں کہ کون آخرت پر ایمان لاتا ہے اور کون اُس کے حوالے سے شک میں مبتلا ہے؟ اور آپ کا رب ہر

كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝٢١ ع قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ج

كُلِّ	شَيْءٍ	حَفِيْظٌ ۝٢١	قُلِ	ادْعُوا	الَّذِيْنَ	زَعَمْتُمْ	مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ ج
ہرایک	چیز کے	نگہبان	تُو کہہ	پکارو تم	جنہیں	تم گمان کرتے تھے	سے	علاوہ	اللہ کے

چیز پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ [٢١] آپ فرما دیجئے کہ تم اللہ کے علاوہ جنہیں معبود سمجھتے ہو، اُنہیں پکارو،

[١٨] اس آیت مبارکہ میں قوم سبا کیلئے پر امن سفر کی نعمت کا حوالہ دیا گیا ہے، یہ لوگ چوروں اور ڈاکوؤں سے بے خوف ہو کر سفر کرتے تھے، راستے میں کوئی بدامنی یا خطرہ نہیں تھا، تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بستیاں اور آبادیاں تھیں، جہاں ضرورت کے وقت رک کر آرام کیا جاسکتا تھا، کھانا کھایا جا سکتا تھا، جسمانی تقاضوں سے بآسانی فراغت ہوسکتی تھی، یوں سمجھ لیجئے کہ ان کیلئے وہ سفر بھی تھا اور اعلیٰ درجے کی تفریح بھی۔

[١٩] اس آیت مبارکہ میں قوم سبا کی نادانی اور ان کا انجام بیان کیا گیا ہے، انہوں نے پر امن سفر کی اس نعمت کی ناقدری کی اور اپنی مجلسوں میں یہ کہنے لگے کہ یہ بھی کوئی سفر ہے؟ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک گھر سے نکل کر دوسرے گھر میں چلے گئے، سفر کا لطف تو خطرات کے ساتھ آتا ہے تاکہ ہم ان خطرات سے بچنے کی تدبیر کریں اور اپنے اہل خانہ اور دوست احباب کو راستے کی تکالیف اور اپنی دانشمندی اور عمدہ تدبیر کے قصے سنایا کریں، اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش پوری کر دی اور خود انہی کو قصے کہانیاں بنا دیا، ان کی جمعیت کو منتشر اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، اب دنیا میں اس قوم کا وجود کہیں نہیں ہے، البتہ صرف چند کہانیاں رہ گئی ہیں جو لوگ عبرت پذیری کیلئے ایک دوسرے کو سنا دیتے ہیں۔

[٢٠] اس آیتِ مبارکہ میں قوم سبا کے انجام پر تبصرہ کیا گیا ہے کہ شیطان نے بارگاہ
ع ٢ ١٢ ٨ خداوندی میں جو دعویٰ کیا تھا کہ میں تیرے بندے کی اکثریت کو گمراہ کردوں گا اور تو انہیں اپنا شکر گزار بندہ نہ پائے گا، قوم سبا نے ایسا ہی کیا، صرف تھوڑے سے مخلص اہل ایمان کے علاوہ ان کی اکثریت ناشکری اور شیطان کی پیروی میں مشغول رہی اور عبرتناک انجام سے دوچار ہوگئی۔

[٢١] اس آیت مبارکہ میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ کیا شیطان اس قدر طاقتور ہے کہ لوگوں کو اللہ کے مقابلے میں لا کر کھڑا کر دیتا ہے اور انہیں کفر و شرک کی راہ پر لگانے میں کامیاب ہو جاتا ہے؟ اس کا جواب نفی میں ہے، بھلا اللہ تعالیٰ کی لامحدود طاقت کے مقابلے میں شیطان کیا مجال کہ وہ حرکت بھی کر سکے، البتہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا امتحان لینا منظور ہے کہ کون آخرت پر ایمان لاتا ہے اور کون اس کے حوالے سے شک اور تردد میں مبتلا رہتا ہے اس لیے شیطان کو اتنا موقع دیدیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنی پیشکش کو خوب صورت اور خوش نما کر کے رکھ دیتا ہے، لوگ اس کے جال کو نہیں دیکھتے، دانے پر جھپٹتے ہیں اور جال میں پھنس کر پھڑپھڑانے لگتے ہیں۔

لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ

لَا	يَمْلِكُوْنَ	مِثْقَالَ	ذَرَّةٍ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	لَا	فِي	الْاَرْضِ	وَ	مَا	لَهُمْ
نہیں	اختیار رکھتے وہ	برابر	ایک ذرے کے	بیچ	آسمانوں کے	اور	نہ	بیچ	زمین کے	اور	نہیں	ان کیلئے

وہ آسمانوں اور زمین میں ایک ذرے کے برابر بھی مالک نہیں، اور ان دونوں میں

فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنْفَعُ

فِيْهِمَا	مِنْ	شِرْكٍ	وَّ	مَا	لَهٗ	مِنْهُمْ	مِّنْ	ظَهِيْرٍ ﴿٢٢﴾	وَ	لَا	تَنْفَعُ
ان دونوں میں	سے	شراکت کے	اور	نہ	اس کیلئے	ان میں سے	سے	کوئی مددگار	اور	نہیں	نفع دے گی

اُس کے ساتھ کسی کی شراکت داری نہیں ہے، اور نہ ہی اُن میں سے کوئی اُس کا مددگار ہے۔ ٢٢ اور اُس کے یہاں

الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ

الشَّفَاعَةُ	عِنْدَهٗٓ	اِلَّا	لِمَنْ	اَذِنَ	لَهٗ	حَتّٰٓى	اِذَا	فُزِّعَ	عَنْ	قُلُوْبِهِمْ
سفارش	اس کے پاس	مگر	اس کیلئے جو	اجازت دے وہ	اس کیلئے	یہاں تک کہ	جب	گھبراہٹ دور ہوگئی	سے	ان کے دلوں کے

سفارش بھی کوئی فائدہ نہیں دیتی سوائے اُس کے جس کیلئے وہ اجازت دے، یہاں تک کہ جب اُن کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو گئی

قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٢٣﴾ قُلْ مَنْ

قَالُوْا	مَاذَا	قَالَ	رَبُّكُمْ	قَالُوا	الْحَقَّ	وَ	هُوَ	الْعَلِيُّ	الْكَبِيْرُ ﴿٢٣﴾	قُلْ	مَنْ
کہا انہوں نے	کیا ہے وہ جو	کہا	تمہارے رب نے	کہا انہوں نے	برحق	اور	وہ	برتر	سب سے بڑا	تُو کہہ	کون

تو وہ کہنے لگے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا کہ حق فرمایا ہے اور وہ سب سے برتر، سب سے بڑا ہے۔ ٢٣ آپ فرمادیجئے کہ تمہیں

يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى

يَّرْزُقُكُمْ	مِّنَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	قُلِ	اللّٰهُ	وَ	اِنَّآ	اَوْ	اِيَّاكُمْ	لَعَلٰى
رزق دیتا ہے تمہیں	سے	آسمانوں کے	اور	زمین کے	تُو کہہ	اللہ	اور	بیشک ہم	یا	خاص تم	البتہ پر

آسمانوں اور زمین سے کون رزق دیتا ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ اللہ، اور بیشک ہم یا تم ہدایت پر

هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٤﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ

هُدًى	اَوْ	فِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ﴿٢٤﴾	قُلْ	لَّا	تُسْـَٔلُوْنَ	عَمَّآ	اَجْرَمْنَا	وَلَا	نُسْـَٔلُ
ہدایت کے	یا	بیچ	گمراہی کے	کھلی	تُو کہہ	نہ	پوچھے جاؤ گے تم	اس سے جو	ہم نے جرم کیے	اور نہ	پوچھے جائیں گے ہم

ہیں یا کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ ٢٤ آپ فرمادیجئے کہ ہم نے جو بھی جرم کیے ہوں گے تم سے اُن کے متعلق پوچھ گچھ نہیں کی جائے گی، اور تم جو اعمال کرتے ہو،

٢٢ اس آیتِ مبارکہ میں معبودانِ باطلہ کی عاجزی اور بے بسی ثابت کی گئی ہے کہ وہ زمین وآسمان کے خزانوں کے تو کیا ہی مالک ہوتے، ایک ذرے کے بھی مالک نہیں ہیں، زمین وآسمان تو انہوں نے کیا بنائے ہوتے، وہ اس کے تھوڑے سے حصے میں بھی شریک اور ساجھے دار نہیں ہیں، جو وہ کہہ سکیں کہ آسمان کا اتنا ٹکڑا یا زمین کا اتنا حصہ ہم نے بنایا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے معاون اور مددگار بھی نہیں ہیں کہ انہوں نے کسی کام میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بٹایا ہو، تم کس طرح انہیں معبود اور خدا قرار دیتے ہو؟ اگر وہ معبود بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو ذرا انہیں پکار کر دیکھو، وہ تمہارے کسی کام آتے ہیں یا نہیں؟

٢٣ اس آیتِ مبارکہ میں حق تعالیٰ کے دربار کا جلال اور رعب بیان کیا گیا ہے، تا کہ جو مشرک یہ سمجھتے تھے کہ جن بتوں کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ اللہ کی بارگاہ میں ان کی سفارش کریں گے اور آڑے وقتوں میں ان کے کام آ کر انہیں اللہ کے قریب کر سکیں گے، ان کی غلط فہمی دور ہو جائے اور انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کی بارگاہ میں سفارش کرنے کی ہمت اسی کی ہوگی جسے حق تعالیٰ کی طرف سے اس کی اجازت ملے گی، بلا اجازت کوئی وہاں بول بھی نہ سکے گا، سفارش کرنا تو بڑی دور کی بات ہے، حق تعالیٰ کا جلال ایسا ہے کہ نہایت مقربِ بارگاہ فرشتے بھی دم نہیں مار سکتے، چنانچہ جب کوئی وحی اترتی ہے تو تمام فرشتے مؤدب ہو جاتے ہیں، معمولی کھسر پھسر یا آہٹ بھی نہیں سنائی دیتی، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے صاف اور چکنے پتھر پر زنجیر کھینچی جا رہی ہو، سب کے دل لرزنے لگتے ہیں اور وہ بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں، جب وحی مکمل ہو جاتی ہے تو فرشتے آپس میں ایک دوسرے سے تازہ ترین احکامات کے متعلق استفسار کرتے ہیں، اوپر والے فرشتے درجہ بدرجہ نیچے والوں کو بتاتے جاتے ہیں، اور دلوں کا لرزہ ختم ہو جاتا ہے، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی ایسی سفارش کریں جو حق تعالیٰ کی مرضی اور منشا کے خلاف ہو۔

٢٤ اس آیتِ مبارکہ میں ایک سوال اور اُس کا جواب ذکر کر کے فیصلے کا اختیار خود مشرکوں کے حوالے کر دیا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ تمہارا رازق کون ہے؟ کون ہے جو تمہیں زمین وآسمان سے رزق فراہم کر رہا ہے؟ تم کس کا رزق کھا رہے ہو؟ چونکہ اس کا جواب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ اللہ ہی تمام انسانوں بلکہ ہر مخلوق کا رازق ہے، اس لیے اب مشرک خود فیصلہ کر لیں کہ وہ گمراہ ہیں یا مسلمان؟ اور وہ ہدایت پر ہیں یا مسلمان؟

بِهٰذَا الۡقُرۡاٰنِ وَلَا بِالَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ‌ؕ وَلَوۡ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ

بِهٰذَا	الۡقُرۡاٰنِ	وَ	لَا	بِالَّذِىۡ	بَيۡنَ	يَدَيۡهِ‌ؕ	وَلَوۡ	تَرٰٓى	اِذِ	الظّٰلِمُوۡنَ
ساتھ اس	قرآن کے	اور	نہ	اس کے جو	درمیان	اس کے دونوں ہاتھوں کے	اور اگر	تو دیکھتا	جب	ظلم کرنے والے

آنے والی کتاب پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے، کاش! کہ آپ نے وہ وقت دیکھا ہوتا جب ظالموں کو اُن کے

مَوۡقُوۡفُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۖۚ يَرۡجِعُ بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضِ اۨلۡقَوۡلَ‌ۚ يَقُوۡلُ

مَوۡقُوۡفُوۡنَ	عِنۡدَ	رَبِّهِمۡ ۖۚ	يَرۡجِعُ	بَعۡضُهُمۡ	اِلٰى	بَعۡضِ	الۡقَوۡلَ‌ۚ	يَقُوۡلُ
روکے جائیں گے	پاس	اپنے رب کے	لوٹائے گا	ان میں سے بعض	طرف	بعض کے	بات	کہتے ہوں گے

رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، وہ ایک دوسرے پر بات ڈال رہے ہوں گے، کمزور سمجھے جانے والے

الَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا لَوۡلَاۤ اَنۡتُمۡ لَكُنَّا مُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۳۱﴾

الَّذِيۡنَ	اسۡتُضۡعِفُوۡا	لِلَّذِيۡنَ	اسۡتَكۡبَرُوۡا	لَوۡلَاۤ	اَنۡتُمۡ	لَكُنَّا	مُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۳۱﴾
وہ لوگ جو	کمزور کیے گئے	ان لوگوں سے	بڑے بنتے رہے وہ	اگر نہ ہوتے	تم	البتہ ہم ہوتے	ایمان والے

لوگ بڑا بننے والوں سے کہیں گے کہ اگر تم لوگ نہ ہوتے تو ہم ضرور مؤمن ہوتے۔ [۳۱]

قَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡۤا اَنَحۡنُ صَدَدۡنٰكُمۡ عَنِ

قَالَ	الَّذِيۡنَ	اسۡتَكۡبَرُوۡا	لِلَّذِيۡنَ	اسۡتُضۡعِفُوۡۤا	اَنَحۡنُ	صَدَدۡنٰكُمۡ	عَنِ
کہیں گے	وہ لوگ	بڑے بنتے رہے وہ	ان لوگوں سے جو	کمزور کیے گئے	کیا ہم نے	روکا تمہیں	سے

بڑا بننے والے کمزور سمجھے جانے والوں سے کہیں گے کہ کیا جب تمہارے پاس ہدایت

الۡهُدٰى بَعۡدَ اِذۡ جَآءَكُمۡ بَلۡ كُنۡتُمۡ مُّجۡرِمِيۡنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيۡنَ

الۡهُدٰى	بَعۡدَ	اِذۡ	جَآءَكُمۡ	بَلۡ	كُنۡتُمۡ	مُّجۡرِمِيۡنَ ﴿۳۲﴾	وَ	قَالَ	الَّذِيۡنَ
ہدایت کے	پیچھے	یہ کہ	وہ آچکی تمہارے پاس	بلکہ	تم تھے	جرم کرنے والے	اور	کہیں گے	وہ لوگ جو

آچکی تھی تو ہم نے تمہیں اُس سے روکا تھا؟ بلکہ تم ہی مجرم تھے۔ [۳۲] اور کمزور

اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا بَلۡ مَكۡرُ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ اِذۡ تَاۡمُرُوۡنَنَاۤ

اسۡتُضۡعِفُوۡا	لِلَّذِيۡنَ	اسۡتَكۡبَرُوۡا	بَلۡ	مَكۡرُ	الَّيۡلِ	وَ	النَّهَارِ	اِذۡ	تَاۡمُرُوۡنَنَاۤ
کمزور کیے گئے	ان لوگوں سے	بڑے بنتے رہے وہ	بلکہ	فریب	رات کا	اور	دن کا	جبکہ	تم حکم دیتے تھے ہمیں

سمجھے جانے والے بڑا بننے والوں سے کہیں گے بلکہ تمہارا رات اور دن کا فریب تھا جب تم ہمیں اس بات کا حکم دیتے تھے

[۳۱] اس آیت مبارکہ میں کافروں کی ہٹ دھرمی اور اس کا انجام بیان کیا گیا ہے، ان کی ہٹ دھرمی کا یہ عالم ہے کہ نہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور نہ کسی سابقہ آسمانی کتاب پر، بلکہ نہایت دیدہ دلیری سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو ان میں سے کسی کتاب پر بھی ایمان لانے والے نہیں ہیں، اس دیدہ دلیری اور ہٹ دھرمی کا انجام آخرت میں ظاہر ہوگا جب ان ظالموں کو رب العالمین کی بارگاہ میں مجرموں کی طرح لاکر کھڑا کردیا جائے گا، اس وقت ان کے پاس اپنے دفاع میں کہنے کے لیے کچھ نہیں ہوگا، بلکہ وہ ایک دوسرے پر اپنا بوجھ ڈالنے اور الزام تراشی کرکے جان بچانے کی کوشش کریں گے، لیکن ان کی یہ کوشش بھی ناکام ہوگی، نچلا طبقہ "جو ورکروں، مزدوروں، محنت کشوں، ووٹروں، مقتدیوں، عقیدت مندوں اور شاگردوں پر مشتمل ہوتا ہے" بالادست طبقے کو قصوروار مجرم ٹھہرائے گا، اس کا فلسفہ یہ ہوگا کہ ہمیں تم لوگوں نے گمراہ کیا ہے، اگر تم ہمیں گمراہ نہ کرتے تو آج ہم بھی صاحب ایمان ہوکر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور یہ سیاہی ہمارے مقدر میں نہ آتی۔

[۳۲] اس آیت مبارکہ میں بالادست طبقے کا جواب ذکر کیا گیا ہے جن میں حکمران، علماء، امراء، وزراء، افسران اور فیکٹری مالکان وغیرہ سب شامل ہیں، وہ کہیں گے کہ ہم نے تمہیں مجبور تو نہیں کیا تھا، ہاتھ پکڑ کر تو تم سے گناہ نہیں کروایا تھا، جب تمہارے پاس پیغام ہدایت آیا تھا تو دوسرے لوگوں کی طرح تم بھی اسے قبول کرلیتے، لیکن ہمارے ساتھ تمہارے مفادات وابستہ تھے، تم ان کی قربانی نہیں دے سکتے تھے، اس لیے تم نے دین حق کو قبول نہیں کیا، لہٰذا اصل مجرم تو تم ہوئے اور اپنا الزام ہمارے سر تھوپنا مسئلے کا حل نہیں ہے۔

اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ نَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا

اَنْ	نَّكْفُرَ	بِاللّٰهِ	وَ	نَجْعَلَ	لَهٗۤ	اَنْدَادًا ؕ	وَ	اَسَرُّوا	النَّدَامَةَ	لَمَّا	رَاَوُا
یہ کہ	ہم کفر کریں	ساتھ اللہ کے	اور	بنائیں ہم	اس کیلئے	بہت سے شریک	اور	چھپائیں گے وہ	ندامت	جب	دیکھیں گے

کہ اللہ کے ساتھ کفر کریں، اور اُس کے ساتھ شریک مقرر کریں، اور جب وہ عذاب دیکھیں گے تو اپنی ندامت چھپاتے

الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْۤ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ

الْعَذَابَ ؕ	وَ	جَعَلْنَا	الْاَغْلٰلَ	فِیْۤ	اَعْنَاقِ	الَّذِیْنَ	كَفَرُوْا ؕ	هَلْ
عذاب	اور	کردیں گے ہم	طوق	بیچ	گردنوں کے	ان لوگوں کی	کفر کیا انہوں نے	کیا

پھریں گے، اور ہم نے کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال رکھے ہیں، اُنہیں

یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝٣٣ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ

یُجْزَوْنَ	اِلَّا	مَا	كَانُوْا	یَعْمَلُوْنَ ۝٣٣	وَ	مَاۤ	اَرْسَلْنَا	فِیْ	قَرْیَةٍ	مِّنْ	نَّذِیْرٍ
بدلہ دیئے جائیں گے وہ	سوائے	اس کے جو	تھے وہ	عمل کرتے رہے	اور	نہیں	بھیجا ہم نے	بیچ	کسی بستی کے	سے	کوئی ڈرانے والا

اُنہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کرتے تھے۔ ٣٣ اور ہم نے جس بستی میں بھی کوئی ڈرانے والا بھیجا،

اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝٣٤ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ

اِلَّا	قَالَ	مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ	اِنَّا	بِمَاۤ	اُرْسِلْتُمْ	بِهٖ	كٰفِرُوْنَ ۝٣٤	وَقَالُوْا	نَحْنُ	اَكْثَرُ
مگر	کہا	اس کے مالداروں نے	بیشک ہم	ساتھ اس کے جو	بھیجے گئے تم	اس کے ساتھ	انکار کرنے والے	اور کہا انہوں نے	ہم	زیادہ ہیں

وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے یہی کہا کہ تمہیں جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے، ہم اُس کا انکار کرتے ہیں۔ ٣٤ اور اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم مال

اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ۝٣٥ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ

اَمْوَالًا	وَّ	اَوْلَادًا ۙ	وَّ	مَا	نَحْنُ	بِمُعَذَّبِیْنَ ۝٣٥	قُلْ	اِنَّ	رَبِّیْ	یَبْسُطُ
مالوں میں	اور	اولاد میں	اور	نہیں	ہم	عذاب دیئے گئے	تو کہہ	بیشک	میرا رب	کشادہ کرتا ہے

و اولاد میں تم سے زیادہ ہیں، اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ ٣٥ (اے نبی! ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ میرا رب جس کا رزق

الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝٣٦ ع وَمَاۤ

الرِّزْقَ	لِمَنْ	یَّشَآءُ	وَ	یَقْدِرُ	وَ	لٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا	یَعْلَمُوْنَ ۝٣٦	وَ	مَاۤ
رزق	جس کیلئے	وہ چاہتا ہے	اور	تنگ کرتا ہے	اور	لیکن	اکثر	لوگ	نہیں	جانتے	اور	نہیں

چاہتا ہے، کشادہ اور تنگ کردیتا ہے، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ ٣٦ اور

٣٣ اس آیت مبارکہ میں محکوم اور نچلے طبقے کا جواب الجواب ذکر کیا گیا ہے، اس جواب کو پڑھ اور سن کر واضح طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ ہر شخص اپنا الزام دوسروں پر ڈالنا چاہتا ہے، کوئی بھی اپنی غلطی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، چنانچہ زیردست طبقہ کہے گا کہ تم لوگ رات دن ہاتھ دھوکر ہمارے پیچھے پڑے رہتے تھے، مختلف حیلوں اور تدبیروں سے تم ہمیں کفر و شرک پر آمادہ کرتے رہتے تھے اور ہم بھی بالآخر انسان تھے، تمہاری باتوں میں آگئے، کیونکہ انسان پر جب کسی کام کے سلسلے میں مسلسل محنت کی جائے تو کسی نہ کسی وقت اس کا اثر ہو ہی جاتا ہے، حق تعالیٰ نے دونوں طبقوں کے درمیان ہونے والی گفتگو قبل از وقت ہی سنا دی ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ عذاب کو دیکھ کر دل میں وہ نادم اور شرمسار ہوں گے کہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کیوں ٹھہرایا؟ اور انہیں ان کے اعمال کی پاداش میں گلے میں طوق پہنا دیئے جائیں گے جو ان کے مجرم ہونے کی نشاندہی کریں گے۔

٣٤ اس آیت مبارکہ میں ہر دور کے مالدار اور خوشحال لوگوں کا رویہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی بھی نبی کی دعوت پر پہلی ہی مرتبہ لبیک کہنے اور ایمان لانے والوں میں یہ لوگ کبھی شامل نہیں رہے، ان لوگوں نے اپنے مال و دولت اور خوشحالی کے نشے میں چور ہوکر ہمیشہ پیغمبروں کے خلاف صف آرائی اور محاذ آرائی سے کام لیا ہے، ان کے پیغام کو مسترد کرکے ان کا مذاق اڑایا
ع ٤ / ٦ / ١٠
ہے اور بعد میں اپنے کیفرِ کردار کو پہنچے ہیں، اس کے برعکس غریب اور مزدور طبقہ ہر نبی کی دعوت اور پیغام کو دل و جان سے قبول کرکے اس کی خاطر ہر طرح کی قربانی دیتا رہا ہے اور اس کے لیے اس نے کبھی دریغ نہیں کیا، خود نبی اکرم ﷺ پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے علاوہ رؤسا مکہ کی اکثریت ابتدائی اسلام لانے والوں میں کہیں نظر نہیں آتی ہے۔

٣٥ اس آیت مبارکہ میں مالداروں کی خوش فہمی بیان کی گئی ہے، انہیں اپنے مال و دولت کی فراوانی اور حاضر باش اولاد پر بہت ناز ہے اور ان کے نزدیک وہ ان کی فضیلت کا بہت بڑا معیار ہے جس کی بنا پر وہ عذاب الٰہی سے بچ جائیں گے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچے گی۔

٣٦ اس آیت مبارکہ میں مالداروں کی خوش فہمی کا ازالہ کرنے کے لیے مال و دولت کی تقسیم کا اصول بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کے یہاں مال و دولت کا ہونا کسی شخص کے لیے فضیلت اور عزت کا معیار نہیں ہے اور غربت و تنگدستی کسی کے لیے ذلت کا معیار نہیں ہے، یہ تقسیم تو اس کی مشیت کے تابع ہے، وہ اپنی مرضی سے جس کا رزق چاہتا ہے، بڑھا دیتا ہے اور جس کا رزق چاہتا ہے گھٹا دیتا ہے، نہ تو اس تقسیم میں کسی کا عمل دخل ہے اور نہ یہ عند اللہ مقبول یا مردود ہونے کی علامت ہے۔۔

أَمْوَالُكُمْ وَلَآ أَوْلَادُكُم بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ

اَمْوَالُكُمْ	وَ	لَآ	اَوْلَادُكُمْ	بِالَّتِيْ	تُقَرِّبُكُمْ	عِنْدَنَا	زُلْفٰٓى	اِلَّا	مَنْ	اٰمَنَ
تمہارے مال	اور	نہ	تمہاری اولاد	وہ جو	قریب کردے تمہیں	ہمارے پاس	قریب کرنا	مگر	جو کوئی	ایمان لائے

تمہارے مال و اولاد کوئی ایسی چیزیں نہیں ہیں جو تمہیں ہمارے قریب کر سکیں، سوائے اُس شخص کے جو ایمان لائے

وَعَمِلَ صَالِحًا ز فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ

وَ	عَمِلَ	صَالِحًا ز	فَاُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	جَزَآءُ	الضِّعْفِ	بِمَا	عَمِلُوْا	وَ	هُمْ
اور	عمل کرے	اچھا	سو وہی لوگ	ان کیلئے	بدلہ	دوگنا	اس کا جو	عمل کئے انہوں نے	اور	وہ

اور نیک عمل کرے، سو ایسے ہی لوگوں کیلئے اُن کے اعمال کا دوگنا بدلہ ہے اور وہ

فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ۝٣٧ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ

فِيْ	الْغُرُفٰتِ	اٰمِنُوْنَ ۝٣٧	وَ	الَّذِيْنَ	يَسْعَوْنَ	فِيْٓ	اٰيٰتِنَا	مُعٰجِزِيْنَ
بیچ	بالا خانوں کے	امن والے	اور	جو لوگ	کوشش کرتے ہیں	بیچ	ہماری آیتوں کے	عاجز کرنے والے

بالاخانوں میں اطمینان سے ہوں گے۔ ۳۷ اور جو لوگ ہماری آیتوں کو ہرانے کی کوشش کرتے ہیں،

اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ۝٣٨ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

اُولٰٓئِكَ	فِي	الْعَذَابِ	مُحْضَرُوْنَ ۝٣٨	قُلْ	اِنَّ	رَبِّيْ	يَبْسُطُ	الرِّزْقَ
وہی لوگ	بیچ	عذاب کے	حاضر کیے جائیں گے	تو کہہ	بیشک	میرا رب	کشادہ کرتا ہے	رزق

وہی لوگ عذاب میں پکڑ کر پیش کیے جائیں گے۔ ۳۸ آپ فرما دیجئے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کا رزق

لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ط وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ

لِمَنْ	يَّشَآءُ	مِنْ	عِبَادِهٖ	وَ	يَقْدِرُ	لَهٗ	وَ	مَآ	اَنْفَقْتُمْ	مِّنْ	شَيْءٍ	فَهُوَ
جس کیلئے	وہ چاہتا ہے	سے	اپنے بندوں کے	اور	تنگ کرتا ہے	اس کیلئے	اور	جو	تم خرچ کرتے ہو	سے	کسی چیز کے	تو وہ

چاہتا ہے کشادہ اور تنگ کردیتا ہے، اورتم جو کچھ بھی خرچ کرد گے، وہ اُس کا نعم البدل

يُخْلِفُهٗ ج وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝٣٩ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ

يُخْلِفُهٗ	وَ	هُوَ	خَيْرُ	الرّٰزِقِيْنَ ۝٣٩	وَ	يَوْمَ	يَحْشُرُهُمْ	جَمِيْعًا	ثُمَّ
بدل دیتا ہے اس کا	اور	وہ	بہترین	رزق دینے والوں میں	اور	جس دن	جمع کرے گا وہ انہیں	اکٹھا کرکے	پھر

عطا کرے گا، اور وہ سب سے بہترین رزق دینے والا ہے۔ ۳۹ اور جس دن وہ اُن سب کو جمع کرے گا، پھر

۳۷ اس آیت مبارکہ میں یہ غلط فہمی بھی دور کردی گئی ہے کہ انسان کا مال و دولت اور اس کی اولاد اس کے لیے قرب الٰہی کا ذریعہ اور سبب بن سکتی ہے، وہاں تو صرف ایمان اور عمل صالح قرب کا سبب ہے، اگر کسی کے پاس ایمان اور عمل صالح کی نعمت موجود ہے تو اسے اس کا انعام بھی ملے گا اور اللہ کا قرب بھی نصیب ہوگا خواہ وہ کتنا ہی غریب اور تنگدست ہو اور اگر کسی کے پاس ایمان اور عمل صالح کی نعمت نہ ہو اسے نہ تو انعام ملے گا اور نہ قرب الٰہی نصیب ہوگا خواہ وہ کتنا ہی مالدار اور بڑی فیملی والا ہو۔

۳۸ اس آیت مبارکہ میں اللہ کی آیتوں کا مقابلہ کرنے والوں، ان پر اعتراض کرنے والوں اور اہل ایمان کو لاجواب کرنے کی کوشش کرنے والوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن انہیں مجرموں کی طرح پکڑ کر لایا جائے گا، بارگاہ الٰہی سے ان کے متعلق فیصلہ ہوگا، اور انہیں عذاب جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔

۳۹ اس آیت مبارکہ میں تاکید مزید کے لیے دوبارہ یہ حقیقت ذہن نشین کروائی گئی ہے کہ رزق کی کشادگی اور تنگی کا فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، وہ اپنی خاص حکمت کے تحت یہ فیصلے کرتا ہے، اہل ایمان اللہ کی تقسیم پر راضی رہتے ہیں اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جتنا رزق لکھ دیا ہے، وہ انہیں مل کر رہے گا، خواہ وہ کسی پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہو یا کسی سمندر کی تہہ میں رکھا ہو، اسی وجہ سے اللہ کے نام پر خرچ کرتے ہوئے انہیں کوئی دکھ اور دشواری بھی پیش نہیں آتی، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا نعم البدل ضرور عطا فرمائے گا اور یہ کہ خرچ کرنے سے مال کم ہونے کی بجائے مزید بڑھتا ہے، اس عاجز نے بارہا یہ تجربہ کیا ہے کہ ادھر اللہ تعالیٰ کے نام پر خلوص نیت کے ساتھ کچھ خرچ کیا، ادھر آخرت کا انتظار کیے بغیر ہاتھوں ہاتھ کم از کم ڈبل کر کے واپس لوٹا دیا گیا، آپ بھی عقیدہ اور عقیدت مندی کے ساتھ ''ڈبل کی نیت کیے بغیر'' خلوص اور صدق دل سے اللہ کے نام پر خرچ کر کے دیکھ لیجئے، آپ اس کے ''خیر الرازقین'' ہونے کے مظاہر دیکھ کر حیران رہ جائیں گے۔

يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝٤٠ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ

يَقُوْلُ	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اَهٰٓؤُلَآءِ	اِيَّاكُمْ	كَانُوْا	يَعْبُدُوْنَ ۝	قَالُوْا	سُبْحٰنَكَ
کہے گا	فرشتوں سے	کیا یہی لوگ	خاص تمہاری	تھے وہ	عبادت کرتے	کہیں گے وہ	پاک ہے تو

فرشتوں سے فرمائے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کیا کرتے تھے؟ ٤٠ وہ کہیں گے کہ تُو پاک ہے،

اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ

اَنْتَ	وَلِيُّنَا	مِنْ	دُوْنِهِمْ ۚ	بَلْ	كَانُوْا	يَعْبُدُوْنَ	الْجِنَّ ۚ	اَكْثَرُهُمْ	بِهِمْ
تو	ہمارا آقا	سے	ان کے علاوہ	بلکہ	تھے وہ	عبادت کرتے	جنوں کی	ان میں سے اکثر	ان پر

تو ہی ہمارا آقا ہے، وہ نہیں، بلکہ وہ جنات کی پوجا کرتے تھے، اُن میں سے اکثر اُنھی پر

مُّؤْمِنُوْنَ ۝٤١ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ

مُّؤْمِنُوْنَ ۝	فَالْيَوْمَ	لَا	يَمْلِكُ	بَعْضُكُمْ	لِبَعْضٍ	نَّفْعًا	وَّ	لَا	ضَرًّا ۭ
ایمان لانے والے	سو آج کے دن	نہیں	اختیار رکھتے	تم میں سے بعض	بعض کیلئے	کسی نفع کا	اور	نہ	کسی نقصان کا

ایمان رکھتے تھے۔ ٤١ سو آج تم میں سے کوئی کسی کے نفع اور نقصان کا مالک نہیں،

وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا

وَ	نَقُوْلُ	لِلَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	ذُوْقُوْا	عَذَابَ	النَّارِ	الَّتِيْ	كُنْتُمْ	بِهَا
اور	کہیں گے ہم	ان لوگوں سے	ظلم کیا انہوں نے	چکھو تم	عذاب	آگ کا	وہ جو	تھے تم	اس کو

اور ہم ظالموں سے کہیں گے کہ اُس آگ کے عذاب کا مزہ چکھو جس کی تم تکذیب

تُكَذِّبُوْنَ ۝٤٢ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ

تُكَذِّبُوْنَ ۝	وَ	اِذَا	تُتْلٰى	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتُنَا	بَيِّنٰتٍ	قَالُوْا	مَا	هٰذَآ	اِلَّا	رَجُلٌ
جھٹلاتے رہے	اور	جب	تلاوت کی جاتی ہے	ان پر	ہماری آیتوں کی	واضح	کہتے ہیں وہ	نہیں	یہ	مگر	ایک آدمی

کیا کرتے تھے۔ ٤٢ اور جب اُن کے سامنے ہماری واضح آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ شخص سوائے اس کے

يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ

يُّرِيْدُ	اَنْ	يَّصُدَّكُمْ	عَمَّا	كَانَ	يَعْبُدُ	اٰبَآؤُكُمْ ۚ	وَ	قَالُوْا	مَا	هٰذَآ	اِلَّآ	اِفْكٌ
چاہتا ہے	یہ کہ	روک دے تمہیں	اس سے جو	تھے	عبادت کرتے رہے	تمہارے باپ	اور	کہتے ہیں وہ	نہیں	یہ	مگر	جھوٹ

کچھ نہیں چاہتا کہ تمہیں اُن چیزوں سے روک دے جن کی عبادت تمہارے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے، اور کہتے ہیں کہ یہ سوائے جھوٹ کے کچھ نہیں ہے

٤٠ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن فرشتوں سے جواب طلبی کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ مشرکین کا ایک گروہ فرشتوں کی عبادت بھی کرتا رہا ہے، ان کا ایک گروہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بھی قرار دیتا رہا ہے اور انہیں خدائی میں شریک قرار دیتا رہا ہے، اس لیے ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے تھے؟ بظاہر یہ سوال مشرکوں سے پوچھا جانا چاہیے، لیکن فرشتوں سے پوچھے جانے کا ایک منشا تو یہ ہے کہ احتساب سب کا ہوگا اور کوئی بھی اس سے بالاتر نہ ہوگا، حتیٰ کہ اگر فرشتوں سے پوچھے جانے کی ضرورت پیش آئی تو ان سے بھی تفتیش کی جائے گی، دوسری وجہ یہ کہ فرشتوں کی زبان سے ان مشرکوں کے خلاف بیزاری کا اظہار ہوجائے اور وہ ان سے لاتعلقی ظاہر کردیں، تاکہ مشرکوں نے ان سے جو امیدیں وابستہ کررکھی ہیں، وہ دم توڑ جائیں اور تیسری وجہ یہ ہے کہ جب مشرکوں کے معبودوں سے جواب طلبی کی جارہی ہے تو خود مشرکوں سے بطریق اولیٰ جواب طلبی کی جائے گی، کیا وہ اس موقع پر کوئی تسلی بخش اور معقول جواب دے سکیں گے؟

٤١ اس آیت مبارکہ میں فرشتوں کا جواب ذکر کیا گیا ہے جس میں سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور اس کے بے عیب ہونے کا اقرار کیا گیا ہے، یہ اقرار مشرکوں کے اس تصور کی نفی کردیتا ہے جس میں فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا گیا ہے، اس کے بعد حق تعالیٰ سے اپنی نیازمندی کا اظہار کیا گیا ہے کہ ہمارا تعلق تو صرف آپ سے ہے، ان سے ہمارا کوئی تعلق اور لینا دینا نہیں ہے، آپ ہمارے آقا اور مالک ہیں اور ہم آپ کے مملوک اور غلام ہیں، یہ جملہ مشرکین اور ان کے کفر وشرک سے بیزاری پر دلالت کرتا ہے، اس کے بعد اپنی صفائی پیش کی گئی ہے کیونکہ جواب طلبی کا مقصد صفائی پیش کرنے کا موقع دینا ہی ہوتا ہے، چنانچہ فرشتے اپنی صفائی میں عرض کریں گے کہ یہ لوگ ہمارا نام ضرور لیتے تھے لیکن حقیقت میں جنات کی پوجا کرتے تھے اور انہی پر ایمان رکھتے تھے اور جنات اس پر ان سے خوش بھی ہوتے تھے اور دل سے چاہتے تھے کہ لوگ ان کے آگے سجدہ ریز ہوں جبکہ ہم نے کبھی اس کی خواہش کی اور نہ ہی اس کی اجازت دی۔

٤٢ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن ہر شخص کا خود "مسئول" ہونا بیان کیا گیا ہے، اس دن کوئی کسی کے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوگا، ہر شخص کو اپنا دفاع خود کرنا اور اپنا بوجھ خود اٹھانا ہوگا، عابد اپنے معبود سے اور معبود اپنے عابد سے بیزار ہوجائے گا، اللہ سے اپنا تعلق مضبوط کرنے والوں کے علاوہ کسی کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا اور ظالموں کو جہنم کی آگ کا مزہ چکھنے کے لیے عذاب کے حوالے کردیا جائے گا۔

مُّفْتَرًى ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا

مُّفْتَرًى ؕ	وَ	قَالَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لِلْحَقِّ	لَمَّا	جَآءَهُمْ ۙ	اِنْ	هٰذَآ	اِلَّا
گھڑا ہوا	اور	کہتے ہیں	وہ لوگ	کفر کیا انہوں نے	حق کیلئے	جب	وہ آیا ان کے پاس	نہیں	یہ	مگر

جسے گھڑ لیا گیا ہے، اور جب حق ان کے پاس آگیا تو کافر کہنے لگے کہ یہ تو

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۴۳ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ

سِحْرٌ	مُّبِيْنٌ ۝۴۳	وَ	مَآ	اٰتَيْنٰهُمْ	مِّنْ	كُتُبٍ	يَّدْرُسُوْنَهَا	وَ	مَآ	اَرْسَلْنَآ
جادو	کھلا ہوا	اور	نہیں	دی ہم نے انہیں	سے	کتابیں	پڑھتے ہیں وہ انہیں	اور	نہیں	بھیجا ہم نے

کھلا جادو ہے۔ ۴۳ اور ہم نے اُنہیں کتابیں نہیں دی تھیں جنہیں وہ پڑھتے ہوں، اور ہم نے آپ سے پہلے اُن کی طرف

اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ۝۴۴ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا

اِلَيْهِمْ	قَبْلَكَ	مِنْ	نَّذِيْرٍ ۝۴۴	وَ	كَذَّبَ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ ۙ	وَ	مَا
ان کیطرف	تجھ سے پہلے	سے	کوئی ڈرانے والا	اور	جھٹلایا	ان لوگوں نے جو	سے	ان کے پہلے	اور	نہیں

کوئی ڈرانے والا بھی نہیں بھیجا۔ ۴۴ اور اُن سے پہلے لوگوں نے بھی تکذیب کی تھی، ہم نے

بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ قف فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝۴۵ ع

بَلَغُوْا	مِعْشَارَ	مَآ	اٰتَيْنٰهُمْ	فَكَذَّبُوْا	رُسُلِيْ قف	فَكَيْفَ	كَانَ	نَكِيْرِ ۝۴۵
پہنچے وہ	دسویں حصے کو	وہ جو	ہم نے انہیں دیں	سو جھٹلایا انہوں نے	میرے پیغمبروں کو	سو کیسا	ہوا	میرا نکیر کرنا

اُنہیں جو کچھ عطا فرمایا تھا، یہ لوگ تو اُس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے، پھر انہوں نے میرے پیغمبروں کی تکذیب کی تو میرا انکار کیسا ہوا؟ ۴۵

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ

قُلْ	اِنَّمَآ	اَعِظُكُمْ	بِوَاحِدَةٍ ۚ	اَنْ	تَقُوْمُوْا	لِلّٰهِ	مَثْنٰى	وَ	فُرَادٰى	ثُمَّ
تُو کہہ	وہ تو صرف	میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں	ایک ہی	یہ کہ	تم کھڑے ہو جاؤ	اللہ کیلئے	دو دو	اور	ایک ایک	پھر

آپ فرما دیجئے کہ میں تو تمہیں ایک ہی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے نام پر دو دو اور ایک ایک کھڑے ہو جاؤ، پھر

تَتَفَكَّرُوْا قف مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ

تَتَفَكَّرُوْا	مَا	بِصَاحِبِكُمْ	مِّنْ	جِنَّةٍ ؕ	اِنْ	هُوَ	اِلَّا	نَذِيْرٌ	لَّكُمْ	بَيْنَ	يَدَيْ
غور و فکر کرو	نہیں	تمہارے ساتھی کو	سے	کوئی جنون	نہیں	وہ	مگر	آگاہ کرنے والا	تمہارے لئے	درمیان	دونوں ہاتھوں کے

غور کرو، تمہارے اِس رفیق کو کوئی جنون لاحق نہیں ہے، وہ تو تمہیں ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے

۴۳ اس آیت مبارکہ میں قرآن اور صاحب قرآن ﷺ پر مشرکوں کی بیہودہ لغویات کا حوالہ دیا گیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے متعلق وہ لوگ یہ تبصرہ کرتے تھے کہ یہ شخص تمہیں تمہارے آبائی دین سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے، تمہارے آباؤ اجداد کے راستے سے ہٹا کر تمہیں اپنے گھڑے ہوئے مفروضوں پر چلانا چاہتا ہے اور اس طرح اپنی سلطنت اور شہنشاہیت قائم کرنے کے چکر میں نظر آتا ہے، جبکہ قرآن کریم کو وہ لوگ گھڑا ہوا جھوٹ اور کھلا جادو قرار دیتے تھے (العیاذ باللہ)

۴۴ اس آیت مبارکہ میں اہل مکہ اور اہل عرب کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے صورت حال کی نشاندہی کی گئی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل نہ تو وہ تعلیم یافتہ تھے اور نہ تربیت یافتہ، اللہ نے ان کی بہترین تعلیم و تربیت کا انتظام کیا، قرآن کریم کو تعلیم کے لیے اور رسول اکرم ﷺ کو تربیت کے لیے بھیجا تو انہوں نے اس کی قدردانی کرنے کی بجائے اس سے روگردانی شروع کردی، انہیں تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے تھا، خود کو زیور تعلیم سے آراستہ اور بہترین اخلاقی تربیت سے تہذیب یافتہ ہونا چاہیے تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کی سابقہ محرومیوں کا ازالہ فرمایا ہے تو انہیں اس سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیے تھا۔

ع ۵ ۹ ۱۱

۴۵ اس آیت مبارکہ میں سابقہ قوموں کے انجام کا حوالہ دیا گیا ہے کہ تم جن سہولیات، ضروریات اور مال و اولاد، باغ و بہار، پھول اور پھل پر اترا رہے ہو، تمہیں گزشتہ قوموں کا عشر عشیر اور دسواں حصہ بھی نہیں ملا، تم سے زیادہ نعمتیں اور فراوانیاں ہم نے انہیں دی تھیں، لیکن جب انہوں نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی تو ہم نے ان کی سخت گرفت کی، انہیں عذاب میں گرفتار کیا اور دنیا کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا اور ان کا انجام تمہارے سامنے موجود ہے، اس لیے ان نعمتوں پر اترانے کی بجائے اللہ کا شکر ادا کرو اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ تا کہ ان نعمتوں میں مزید اضافہ ہو۔

عَذَابٍ شَدِيۡدٍ ﴿۴۶﴾ قُلۡ مَا سَاَلۡتُكُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ فَهُوَ لَكُمۡ ؕ اِنۡ اَجۡرِيَ

عَذَابٍ	شَدِيۡدٍ ﴿۴۶﴾	قُلۡ	مَا	سَاَلۡتُكُمۡ	مِّنۡ	اَجۡرٍ	فَهُوَ	لَكُمۡ ؕ	اِنۡ	اَجۡرِيَ
عذاب کے	سخت	تُو کہہ	جو	میں نے تم سے مانگا	سے	اجرت کے	سو وہ	تمہارے لئے	نہیں	میرا ثواب

صرف آگاہ کرنے والا ہے۔ ۴۶ آپ فرما دیجئے کہ میں نے تم سے جو بدلہ مانگا ہو، وہ تمہارا ہی ہے، میرا اجر تو صرف

اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ شَهِيۡدٌ ﴿۴۷﴾ قُلۡ اِنَّ رَبِّيۡ يَقۡذِفُ

اِلَّا	عَلَى	اللّٰهِ ۚ	وَ	هُوَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيۡءٍ	شَهِيۡدٌ ﴿۴۷﴾	قُلۡ	اِنَّ	رَبِّيۡ	يَقۡذِفُ
مگر	پر	اللہ کے	اور	وہ	پر	ہر ایک	چیز کے	گواہ	تُو کہہ	بیشک	میرا رب	برسا رہا ہے

اللہ کے ذمے ہے اور وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ ۴۷ آپ فرما دیجئے کہ میرا رب حق

بِالۡحَقِّ ۚ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ ﴿۴۸﴾ قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَمَا يُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ وَمَا

بِالۡحَقِّ ۚ	عَلَّامُ	الۡغُيُوۡبِ ﴿۴۸﴾	قُلۡ	جَآءَ	الۡحَقُّ	وَ	مَا	يُبۡدِئُ	الۡبَاطِلُ	وَ	مَا
حق کو	خوب جاننے والا	بھیدوں کا	تُو کہہ	آ گیا	حق	اور	نہیں	پیدا کرتا	باطل	اور	نہیں

برسا رہا ہے، وہ پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ ۴۸ آپ فرما دیجئے کہ حق آ گیا اور باطل کسی چیز کو نہ پیدا کر سکتا ہے اور نہ

يُعِيۡدُ ﴿۴۹﴾ قُلۡ اِنۡ ضَلَلۡتُ فَاِنَّمَاۤ اَضِلُّ عَلٰى نَفۡسِيۡ ۚ وَاِنِ اهۡتَدَيۡتُ

يُعِيۡدُ ﴿۴۹﴾	قُلۡ	اِنۡ	ضَلَلۡتُ	فَاِنَّمَاۤ	اَضِلُّ	عَلٰى	نَفۡسِيۡ ۚ	وَ	اِنِ	اهۡتَدَيۡتُ
لوٹاتا	تُو کہہ	اگر	میں گمراہ ہوں	تو وہ صرف	میں گمراہ ہوتا	پر	اپنی جان کے	اور	اگر	میں ہدایت پر ہوں

لوٹا کر لا سکتا ہے۔ ۴۹ آپ فرما دیجئے کہ اگر میں گمراہ ہو گیا ہوں تو میری گمراہی کا وبال مجھ پر ہی ہوگا، اور اگر میں ہدایت پر ہوں

فَبِمَا يُوۡحِيۡۤ اِلَيَّ رَبِّيۡ ؕ اِنَّهٗ سَمِيۡعٌ قَرِيۡبٌ ﴿۵۰﴾ وَلَوۡ تَرٰٓى اِذۡ فَزِعُوۡا فَلَا

فَبِمَا	يُوۡحِيۡۤ	اِلَيَّ	رَبِّيۡ ؕ	اِنَّهٗ	سَمِيۡعٌ	قَرِيۡبٌ ﴿۵۰﴾	وَ	لَوۡ	تَرٰٓى	اِذۡ	فَزِعُوۡا	فَلَا
تو اس وجہ سے جو	وحی کرتا ہے	میری طرف	میرا رب	بیشک	خوب سننے والا	قریب	اور	اگر	تُو دیکھتا	جب	گھبرائیں گے وہ	تو نہیں

تو اس وحی کی وجہ سے جو میرا رب میرے پاس بھیجتا ہے، بیشک وہ خوب سننے والا قریب ہے۔ ۵۰ کاش! کہ آپ نے وہ وقت دیکھا ہوتا جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے پس

فَوۡتَ وَاُخِذُوۡا مِنۡ مَّكَانٍ قَرِيۡبٍ ﴿۵۱﴾ وَّقَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ

فَوۡتَ	وَ	اُخِذُوۡا	مِنۡ	مَّكَانٍ	قَرِيۡبٍ ﴿۵۱﴾	وَّ	قَالُوۡۤا	اٰمَنَّا	بِهٖ ۚ	وَ	اَنّٰى	لَهُمُ
کوئی بچنا	اور	پکڑ لئے جائیں گے	سے	جگہ کے	قریب	اور	کہیں گے	ایمان لائے ہم	اس پر	اور	کہاں ہوگا	ان کیلئے

کہ نہ نکل سکیں گے، اور قریب کی جگہ سے ہی پکڑ لیے جائیں گے۔ ۵۱ اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لے آئے، اب اتنی دور کی

۴۶ اس آیت مبارکہ میں اہل مکہ کو دعوت غور وفکر دی گئی ہے، وہ انفرادی طور پر بھی غور وفکر کر سکتے ہیں اور اجتماعی طور پر بھی سوچ سکتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے متعلق انہوں نے ''مجنون'' ہونے کی جو بات کی ہے، کیا وہ اسے واقعۃً درست سمجھتے ہیں؟ کیا کوئی مجنون اور دیوانہ ایسی فرزانگی کی باتیں کر سکتا ہے؟ کیا کوئی مجنون زندگی گزارنے کا ضابطہ اور لائحہ عمل دے سکتا ہے؟ کیا کسی مجنون کو محبت اور عقیدت رکھنے والوں کی اتنی بڑی کھیپ میسر آ سکتی ہے؟ کیا ان پر ایمان لانے والے سارے لوگ بھی مجنون اور دیوانے ہیں؟ کیا ان کا جنون اور دیوانگی کسی مشاہدے یا دلیل سے ثابت کیا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ دیوانے نہیں ہیں، وہ تو لوگوں کو ان کے مستقبل اور انجام سے باخبر کرنے کے لیے آئے ہیں اور ان کی تمام تر محنت کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگ اللہ کے عذاب سے بچ کر اس کی رحمت کے مستحق ہو جائیں۔ ۴۷ اس آیتِ مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کا استغناء اور بے نیازی بیان کی گئی ہے کہ میں اپنی اس دعوت اور پیغام پر تم سے کسی قسم کی اجرت کا مطالبہ نہیں کرتا، اگر خدانہ کردہ میں نے کبھی ایسا کیا ہو تو وہ تم اپنے پاس ہی رکھو، مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میرا اجر وثواب اللہ نے اپنے ذمے لے رکھا ہے، وہ مجھے عطا فرمائے گا اور یوں بھی ہر کام اس کی نگاہوں کے سامنے ہو رہا ہے، اس لیے میرے ہر عمل، ہر قول اور حرکت وسکون سے وہ مکمل باخبر ہے۔ ۴۸ اس آیت مبارکہ میں حق اور باطل کے درمیان آویزش اور معرکہ آرائی کو بیان کیا گیا ہے، اس کے لیے ''قذف'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا لفظی معنی برسانا اور اوپر سے مارنا ہوتا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ جب اوپر سے مار پڑتی ہے اور اوپر سے پتھر وغیرہ پھینکے اور برسائے جاتے ہیں تو نیچے والے کا بچنا مشکل ہو جاتا ہے، اب یوں سمجھئے کہ حق اور باطل کی معرکہ آرائی میں باطل نیچے ہے اور علام الغیوب اوپر سے حق برسا رہا ہے جس کی وجہ سے باطل پاش پاش اور چکنا چور ہوتا جا رہا ہے، ایک وقت آئے گا کہ باطل کا بھیجا پھٹ جائے گا اور حق سربلند ہو جائے گا، چنانچہ پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے اور آئندہ بھی دنیا یہ نظارہ دیکھے گی۔ ۴۹ اس آیت مبارکہ میں غلبۂ حق کا اعلان کیا گیا ہے، رسول اکرم ﷺ جب فتح مکہ کے سلسلے میں حرم میں داخل ہوئے تو زبان مبارک پر موقع کی مناسبت سے یہی آیت جاری تھی کہ حق آ گیا، اب باطل اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا، باطل میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے کہ وہ پنپ سکے، اگر کہیں ایسا نظر آتا ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے ساتھ کوئی حق بات مل گئی ہے، اس حق کی وجہ سے باطل کا غلبہ محسوس ہوتا ہے۔ ۵۰ اس آیت مبارکہ میں اہل مکہ کو خصوصاً اور تمام اہل دنیا کو عموماً مخاطب کیا گیا ہے کہ تم لوگ میری ذات کے حوالے سے مختلف باتیں کرتے ہو، دو میں سے کوئی ایک بات ضرور ہوگی، یا تو میں غلطی اور گمراہی پر ہوں جیسا کہ تمہارا گمان ہے، یا میں راہ حق اور سیدھے راستے پر قائم ہوں جیسا کہ حقیقت بھی یہی ہے، اگر تمہارا گمان درست ہے تو اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے، نقصان تو میرا ہے، اس لیے کہ گمراہ زیادہ دیر تک اپنے وجود کو باقی نہیں رکھ سکتی، گمراہی آدمی کے حصے میں بالآخر ذلت ورسوائی اور تباہی آتی ہے، اور اگر تمہارا گمان غلط ہے ''اور یقیناً غلط ہے'' اور میں راہ ہدایت پر گامزن ہوں تو اس کی بنیاد وہ وحی الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر نازل کی جاتی ہے، مجھے اپنے رب پر مکمل اعتماد اور بھروسہ ہے کیونکہ وہ نہایت قریب ہو کر اپنے بندوں کی دعائیں سنتا ہے۔ ۵۱ اس آیت مبارکہ میں قیامت کا ایک منظر دکھایا گیا ہے جس کے مطابق مجرموں اور گنہگاروں پر شدید قسم کی گھبراہٹ طاری ہوگی، وہ روپوش ہونے کے لیے کسی محفوظ پناہ گاہ کی تلاش میں ہوں گے، لیکن اس وقت نہ کوئی روپوش ہو سکے گا اور نہ کوئی محفوظ پناہ گاہ دستیاب ہوگی۔

التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿٥٢﴾ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ

التَّنَاوُشُ	مِنْ	مَّكَانٍ	بَعِيْدٍ ﴿٥٢﴾	وَ	قَدْ	كَفَرُوْا	بِهٖ	مِنْ	قَبْلُ	وَ	يَقْذِفُوْنَ
ہاتھ پہنچنا	سے	جگہ کے	دور کی	اور	تحقیق	کفر کر چکے وہ	اس کے ساتھ	سے	پہلے	اور	برساتے ہیں وہ

جگہ سے اُن کا ہاتھ کہاں پہنچ سکتا ہے؟ ﴿٥٣﴾ جبکہ اس سے پہلے یہ لوگ اس کا انکار کر چکے ہیں، اور بن دیکھے

بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿٥٣﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا

بِالْغَيْبِ	مِنْ	مَّكَانٍ	بَعِيْدٍ ﴿٥٣﴾	وَ	حِيْلَ	بَيْنَهُمْ	وَ	بَيْنَ	مَا	يَشْتَهُوْنَ	كَمَا
بن دیکھے	سے	جگہ کے	دور کی	اور	حائل ہو جائیگا	درمیان انکے	اور	درمیان	اس کے جو	وہ خواہش رکھتے ہیں	جیسا کہ

دور کی جگہ سے پتھر برساتے رہے ہیں۔ ﴿٥٤﴾ اور اُن کے اور اُن کی خواہشات کے درمیان رکاوٹ حائل ہو جائے گی جیسا کہ

فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿٥٤﴾ ع ۶ ۹ ۱۲

فُعِلَ	بِاَشْيَاعِهِمْ	مِّنْ	قَبْلُ ؕ	اِنَّهُمْ	كَانُوْا	فِيْ	شَكٍّ	مُّرِيْبٍ ﴿٥٤﴾
کیا گیا	ساتھ اُن جیسوں کے	سے	پہلے	بیشک وہ	تھے	بیچ	شک کے	بے چین کرنے والے

اس سے پہلے انہی جیسے لوگوں کے ساتھ کیا گیا تھا، بیشک وہ لوگ اس حوالے سے بے چین کرنے والے شک میں مبتلا تھے۔

اٰيَاتُهَا ۴۵ (۳۵) سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَّكِّيَّةٌ (۴۳) رُكُوْعَاتُهَا ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا

اَلْحَمْدُ	لِلّٰهِ	فَاطِرِ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	جَاعِلِ	الْمَلٰٓئِكَةِ	رُسُلًا
تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	پیدا کرنے والا	آسمانوں کو	اور	زمین کو	بنانے والا	فرشتوں کو	پیغمبر

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کو بغیر نمونے کے بنانے والا ہے، دو دو، تین تین اور چار چار

اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ

اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ	مَّثْنٰى	وَ	ثُلٰثَ	وَ	رُبٰعَ ؕ	يَزِيْدُ	فِي	الْخَلْقِ	مَا	يَشَآءُ ؕ	اِنَّ
پروں والے	دو دو	اور	تین تین	اور	چار چار	بڑھا دیتا ہے	بیچ	مخلوق کے	جو	وہ چاہتا ہے	بیشک

پروں والے فرشتوں کو اپنا پیغام بر بنانے والا ہے، جس مخلوق میں جو چاہے بڑھا دیتا ہے، بیشک

بلکہ کسی بھی مجرم کو پکڑنے کے لیے دور دراز کے علاقوں میں چھاپے مارنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آئے گی، نہایت آسانی کے ساتھ انہیں گرفتار کرلیا جائے گا۔

﴿۵۲﴾ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن مجرموں کے ایمان لانے اور بارگاہ الٰہی سے اس کے مسترد ہونے کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ قیامت کے دن ایمان لانا ایسے ہے جیسے کوئی چیز انسان کی پہنچ اور دسترس سے باہر ہو اور وہ ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑنا چاہے لیکن وہ اس کی گرفت میں نہ آئے۔ ﴿۵۳﴾ اس آیت مبارکہ میں کافروں کی دنیوی زندگی کا حال بیان کیا گیا ہے آج یہ لوگ ایمان لانا چاہتے ہیں، جبکہ دنیا میں یہی لوگ کفر کرتے رہے ہیں اور دور سے بیٹھ کر، آنکھیں بند کر کے پتھر مارتے رہے ہیں، بھلا کبھی بن دیکھے نشانے پر تیر پہنچتا ہے؟ ﴿۵۴﴾ اس آیت مبارکہ میں کفار و مشرکین کی خواہشات کے درمیان رکاوٹ حائل ہو جانے کا ذکر کیا گیا ہے کہ آج ان کی خواہش پوری نہیں ہو سکے گی، اس میں بہت سی رکاوٹیں حائل ہو چکی ہیں، مثلاً یہ کہ انہیں ایک موقع اور دیدیا جائے، اس میں رکاوٹ یہ ہے کہ اس کے لیے پوری دنیا دوبارہ بنانی اور بسانی پڑے گی، جو کہ حکمت الٰہیہ کے خلاف ہے، اسی طرح یہ کہ انہیں جنت میں داخل کر دیا جائے چاہے سزا بھگتنے کے بعد ہی ہو، اس میں رکاوٹ یہ ہے کہ اللہ نے جنت پر مشرکوں کو حرام قرار دے رکھا ہے، اس لیے کوئی مشرک جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا، لہٰذا ان کے ساتھ وہی کیا جائے گا جو ان سے پہلے لوگوں کے ساتھ کیا جا چکا کیونکہ دونوں ہی شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

الحمد للہ آج مورخہ ۲۹ دسمبر ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ نماز ظہر کے بعد سورۂ سبا کے مختصر حواشی سے فراغت ہوئی، اللہ تعالیٰ قبول فرما کر بقیہ سورتوں کی تکمیل بھی کروا دے۔

سورۃ فاطر

سورۂ فاطر کی سورت ہے، اس میں کل حروف ۳۱۳۰، کلمات ۷۷۰، آیات ۴۵، اور رکوعات ۵ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی ''فاطر'' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ فاطر رکھا گیا۔ اس کا لفظی معنی پیدا کرنا ہے اور یہاں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے، اس سورت کا مرکزی عنوان قیامت کا دن آنے سے پہلے اتمام حجت کرنا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو بھیج دیا، کتابیں نازل کر دیں، ہدایت کی راہیں کھول دیں، حق اور باطل کو ممتاز کر دیا، اب یہ نہیں ہو سکتا کہ مومن اور کافر دونوں برابر ہو جائیں، جس طرح کڑوا اور میٹھا پانی، دن اور رات، سورج اور چاند، بینا اور نابینا، اندھیرا اور روشنی، سایہ اور دھوپ، زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے، اسی طرح وحی الٰہی سے استفادہ کرنے والے اور اعراض کرنے والے بھی برابر نہیں ہو سکتے، اس کے علاوہ اس سورت میں انسانوں کو شیطان کی دشمنی سے خبردار کیا گیا ہے، ساری انسانیت کو اللہ کے دربار کا فقیر اور تمام انسانوں میں اہل علم کو صحیح معنی میں خشیت الٰہی رکھنے والا قرار دیا گیا ہے، آخر میں حق تعالیٰ کی قدرت بیان کر کے اس کے حلم اور بردباری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر وہ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے ان کی گرفت کرنے لگے تو روئے زمین پر ایک جاندار بھی باقی نہ بچے، لیکن یہ اس کا حلم ہے کہ فوراً گرفت نہیں فرماتا، ایک مقررہ وقت تک انہیں مہلت دیتا ہے، شاید کہ وہ سنبھل جائیں۔

اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا

اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ①	مَا	يَفْتَحِ	اللّٰهُ	لِلنَّاسِ	مِنْ	رَّحْمَةٍ	فَلَا
اللہ	پر	ہر ایک	چیز کے	قدرت والا	جو	کھول دے	اللہ	لوگوں کیلئے	سے	رحمت کے	تو نہیں

اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ [1] اللہ لوگوں کیلئے جو رحمت کھول دے، اُسے کوئی روک

مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ

مُمْسِكَ	لَهَا ۚ	وَ	مَا	يُمْسِكْ ۙ	فَلَا	مُرْسِلَ	لَهٗ	مِنْۢ	بَعْدِهٖ ۭ	وَ	هُوَ
کوئی روکنے والا	اسے	اور	جو	وہ روک دے	تو نہیں	کوئی بھیجنے والا	اسے	سے	اس کے پیچھے	اور	وہ

نہیں سکتا، اور وہ جو روک لے تو اُس کے علاوہ کوئی بھیج نہیں سکتا، اور وہ

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ② يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ

الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ②	يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	اذْكُرُوْا	نِعْمَتَ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ ۭ	هَلْ
غالب	حکمت والا	اے	لوگو!	یاد کرو	احسان	اللہ کا	اپنے اوپر	کیا

غالب، حکمت والا ہے۔ [2] اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو، کیا

مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

مِنْ	خَالِقٍ	غَيْرُ	اللّٰهِ	يَرْزُقُكُمْ	مِّنَ	السَّمَاۗءِ	وَ	الْاَرْضِ ۭ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا
سے	پیدا کرنے والا	علاوہ	اللہ کے	تمہیں رزق دیتا ہے	سے	آسمان کے	اور	زمین کے	نہیں	کوئی معبود	مگر

اللہ کے علاوہ کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے، اُس کے علاوہ کوئی

هُوَ ڶ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ

هُوَ	فَاَنّٰى	تُؤْفَكُوْنَ ③	وَ	اِنْ	يُّكَذِّبُوْكَ	فَقَدْ	كُذِّبَتْ	رُسُلٌ	مِّنْ
وہی	سو کہاں	تم بہکے جاتے ہو	اور	اگر	وہ تجھے جھٹلائیں	تو یقیناً	جھٹلائے گئے	بہت سے پیغمبر	سے

معبود نہیں، تو تم کہاں بہکے جا رہے ہو؟ [3] اور اگر وہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبروں کی

قَبْلِكَ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ④ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

قَبْلِكَ ۭ	وَ	اِلَى	اللّٰهِ	تُرْجَعُ	الْاُمُوْرُ ④	يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	اِنَّ	وَعْدَ	اللّٰهِ
تیرے پہلے	اور	طرف	اللہ کے	لوٹائے جاتے ہیں	تمام معاملات	اے	لوگو!	بیشک	وعدہ	اللہ کا

تکذیب کی گئی، اور اللہ ہی کی طرف تمام معاملات لوٹائے جائیں گے۔ [4] اے لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ

[1] اس آیت مبارکہ میں ایک دعویٰ اور اس کی پانچ دلیلیں بیان کی گئی ہیں، دعویٰ یہ ہے کہ ہر قسم کی حمد وثنا اور تعریف کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس کے علاوہ کوئی نہیں، اس کی پہلی دلیل یہ ہے کہ وہ ''اللہ'' ہے اور لفظ ''اللہ'' کا اطلاق ہوتا ہی اس ذات واجب الوجود پر ہے جو کمال کی تمام صفات اور خوبیوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہو، اس لیے اس کی تعریف ہونی چاہیے، دوسری دلیل یہ کہ اس نے زمین وآسمان کو کسی ماڈل اور نمونے کے بغیر محض اپنی قدرت سے پیدا کیا، جس ذات کی کاریگری ایسی زبردست ہو، وہ یقیناً قابل تعریف ہے، تیسری دلیل یہ کہ وہ فرشتوں کو اپنے قاصد اور ایلچی کے طور پر استعمال کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے، اپنے حکم کی تعمیل پر لگا دیتا ہے اور کسی فرشتے کو اس سے سرتابی کی مجال نہیں ہے، فرشتوں پر اس کے علاوہ کسی کا حکم نہیں چلتا تو جو ذات اس قدر طاقتور مخلوق پر اپنا حکم چلا سکتی اور انہیں اپنا قاصد بنا سکتی ہے وہ یقیناً قابل تعریف ہے، چوتھی دلیل یہ ہے کہ وہ جس مخلوق میں جو عضو یا صفت بڑھانا چاہے بڑھا دیتا ہے، جیسے کسی فرشتے کے دو پر ہیں، کسی کے چار، کسی کے چھ اور کسی کے چھ سو، جیسا کہ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جبریل امین کے چھ سو پر ہیں، تو جو ذات مخلوق پر اس طرح متصرف ہو، وہ یقیناً قابل تعریف ہے اور پانچویں دلیل یہ کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ ہر کام کر سکتا ہے تو جو ذات ہر کام پر قدرت رکھے، یقیناً وہ قابل تعریف ہے۔

[2] اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی دو صفتیں اجمالاً اور تفصیلاً بیان کی گئی ہیں، پہلی صفت ''عزیز'' اور دوسری صفت ''حکیم'' ہے، عزیز کا لفظی معنی غالب، زبردست ہے، وہ اس قدر غالب اور زبردست ہے کہ اگر اپنی کسی مخلوق کے لیے اپنی رحمت کا کوئی دروازہ کھول دے، کسی میں جرأت نہیں ہے کہ اس دروازے کو بند کر سکے، اس کی رحمتوں کے ہزاروں لاکھوں دروازے ہیں اور وہ روزانہ نئی شان رحمت کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے، دوسری صفت ''الحکیم'' ہے جس کا معنیٰ ''حکمت والا'' ہوتا ہے، اگر وہ کسی پر اپنی رحمت کا دروازہ بند کرتا ہے تو اس میں اس پر ظلم نہیں ہوتا، بلکہ حکمت الٰہیہ کا تقاضا یہی ہوتا ہے اور کسی میں یہ جرأت نہیں ہے کہ اس کے بند کیے ہوئے دروازے کو کھول سکے، اس اعتبار سے بھی وہ قابل تعریف ہے۔

[3] اس آیت مبارکہ میں دنیا بھر کے انسانوں کو مخاطب کر کے اللہ کی نعمتیں یاد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ ان میں سے جو مسلمان ہیں وہ اللہ کا شکر ادا کریں اور جو غیر مسلم ہیں، وہ منعم حقیقی کو پہچاننے کی کوشش کریں، وہ سوچیں کہ زمین وآسمان سے انہیں رزق کی فراہمی کون کر رہا ہے؟ وہ صبح وشام کس کا کھا رہے ہیں؟ وہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کیوں ٹھہرا رہے ہیں؟ شاید وہ اس یقین کو حاصل کر لینے میں کامیاب ہو جائیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، وہ وحدہ لاشریک ہے۔

[4] اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ کافروں اور مشرکوں کی تکذیب سے دل برداشتہ نہ ہوں، کیونکہ دنیا میں پہلی مرتبہ کسی مشرک قوم نے اپنے پیغمبر کی تکذیب وتردید نہیں کی ہے، گزشتہ اقوام بھی اپنے پیغمبروں کے ساتھ یہی کرتی چلی آئی ہیں، ان تمام معاملات کو اللہ کے حوالے کر دیجئے، وہ مقررہ وقت پر خود ہی ان کا بہترین فیصلہ کر دے گا۔

حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۵ اِنَّ

حَقٌّ	فَلَا	تَغُرَّنَّكُمُ	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا	وَ	لَا	يَغُرَّنَّكُمْ	بِاللّٰهِ	الْغَرُوْرُ ۝	اِنَّ
برحق	تو نہ	دھوکہ دے تمہیں	زندگی	دنیا کی	اور	نہ	دھوکہ دے تمہیں	ساتھ اللہ کے	دھوکے باز	بیشک

برحق ہے سو کہیں دنیوی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں وہ دھوکے باز تمہیں اللہ کے حوالے سے دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ ۵ بیشک

الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا

الشَّيْطٰنَ	لَكُمْ	عَدُوٌّ	فَاتَّخِذُوْهُ	عَدُوًّا ؕ	اِنَّمَا	يَدْعُوْا	حِزْبَهٗ	لِيَكُوْنُوْا
شیطان	تمہارے لئے	دشمن	سو پکڑو تم اسے	دشمن	وہ تو صرف	پکارتا ہے	اپنے گروہ کو	تاکہ ہو جائیں وہ

شیطان تمہارا دشمن ہے، سو تم اُسے دشمن ہی سمجھو، وہ تو اپنے گروہ کو دعوت ہی اس لیے دیتا ہے کہ وہ

مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۶ ؕ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۬ؕ

مِنْ	اَصْحٰبِ	السَّعِيْرِ ۝	اَلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَهُمْ	عَذَابٌ	شَدِيْدٌ
سے	ساتھی	بھڑکتی آگ کے	جن لوگوں نے	کفر کیا	ان کیلئے	عذاب	سخت

اہل جہنم میں سے ہو جائیں۔ ۶ جن لوگوں نے کفر کیا، اُن کیلئے سخت عذاب ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۷ ع

وَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	لَهُمْ	مَّغْفِرَةٌ	وَّ	اَجْرٌ	كَبِيْرٌ ۝
اور	جو لوگ	ایمان لائے	اور عمل کئے انہوں نے	اچھے	ان کیلئے	مغفرت	اور	اجر	بہت بڑا

اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک اعمال کیے، اُن کیلئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ ۷

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ

اَفَمَنْ	زُيِّنَ	لَهٗ	سُوْٓءُ	عَمَلِهٖ	فَرَاٰهُ	حَسَنًا ؕ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	يُضِلُّ	مَنْ	يَّشَآءُ
تو کیا جو	آراستہ کی گئی	اس کیلئے	برائی	اس کے عمل کی	سو دیکھنے لگے وہ اسے	اچھا	تو بیشک	اللہ	گمراہ کرتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے

کیا وہ آدمی جس کیلئے اُس کے برے اعمال کو مزین کر دیا گیا ہو کہ وہ اُسے اچھا سمجھتا ہو؟ کیونکہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے

وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ

وَ	يَهْدِيْ	مَنْ	يَّشَآءُ	فَلَا	تَذْهَبْ	نَفْسُكَ	عَلَيْهِمْ	حَسَرٰتٍ ؕ	اِنَّ
اور	ہدایت دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	تو نہ	جاتی رہے	تیری جان	ان پر	حسرت کر کے	بیشک

اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اُن پر حسرت کر کر کے آپ کی جان نہ جاتی رہے، بیشک

۵ اس آیت مبارکہ میں دنیا بھر کے انسانوں کو خطاب کیا گیا ہے، اگرچہ اسے سننے، ماننے اور اس پر ایمان لانے والے صرف مسلمان ہیں، لیکن اپنے بندوں پر حق تعالیٰ کی شفقت اور مہربانی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ مسلم اور غیر مسلم کی تفریق کے بغیر انہیں ان کے فائدے اور نقصان سے باخبر کردے، تاکہ اس کے بندے دنیا کی لذتوں، نعمتوں اور عیش وعشرت کے ظاہری اسباب سے دھوکہ نہ کھا جائیں، کہیں وہ شیطان دھوکے باز کے کہنے میں آکر اپنا نقصان نہ کربیٹھیں، اس لیے وہ انہیں یقین دہانی کراتا ہے کہ میرے بندو! میں نے تم سے جو وعدہ کیا ہے، وہ برحق ہے، میں کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا، میرا کوئی وعدہ خلاف حقیقت نہیں ہوتا، خواہ اس کا تعلق قیامت آنے سے ہو، یا جزا اور سزا سے ہو، اس لیے تم اس پر ایمان لاؤ اور شیطان کی بات نہ مانو، ورنہ تم دھوکے کا شکار ہو جاؤ گے۔

ع ۱ ۱۴

۶ اس آیت مبارکہ میں شیطان کو انسان کا حقیقی دشمن قرار دیکر اسے اپنا دشمن ہی سمجھنے کی تاکید کی گئی ہے، کیونکہ بعض اوقات انسان اپنے دوست اور دشمن کے درمیان فرق نہیں کرپاتا، خاص طور پر اگر دشمن چھپ کر حملہ کرنے والا ہو تو انسان عرصہ دراز تک اس کی اصلیت سے واقف نہیں ہو پاتا، اور انسان جب تک دشمن کو سنجیدہ نہ لے، اس وقت تک وہ اس کی تدبیروں، خفیہ چالوں اور سازشوں سے بچنے میں ناکام رہتا ہے، قرآن کریم میں انسان کو انسانوں کی دشمنی سے روکا گیا ہے اور حسن اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے، لیکن یہ واحد موقع ہے کہ ایک دشمن کی نشاندہی کرکے اسے حقیقی دشمن سمجھنے کی تاکید کی گئی ہے، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس کا خطرہ کتنا بڑھا ہوا ہے۔

۷ اس آیت مبارکہ میں انسانوں کے دو گروہ اور ان کا انجام ذکر کیا گیا ہے، ایک گروہ کافروں اور مشرکوں کا ہے جنہوں نے اللہ کی نافرمانی کرکے شیطان سے دوستی کی، انہیں سخت عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور ایک گروہ ایمان اور عمل صالح والوں کا ہے جنہوں نے شیطان سے دشمنی کرکے اللہ سے دوستی اور اس کی فرمانبرداری کی، ان کے لیے مغفرت اور زبردست اجر وثواب تیار کیا گیا ہے۔

اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۸ وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ

اللّٰهَ	عَلِيْمٌۢ	بِمَا	يَصْنَعُوْنَ ۝	وَ	اللّٰهُ	الَّذِيْٓ	اَرْسَلَ	الرِّيٰحَ	فَتُثِيْرُ
اللہ	خوب جاننے والا	اسے جو	وہ کرتے ہیں	اور	اللہ	وہ جو	اس نے بھیجیں	ہوائیں	سو وہ اٹھاتی ہیں

اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔ ⑧ اور اللہ وہی ہے جس نے ہوائیں چلائیں، پھر وہ بادلوں کو

سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ

سَحَابًا	فَسُقْنٰهُ	اِلٰى	بَلَدٍ	مَّيِّتٍ	فَاَحْيَيْنَا	بِهٖ	الْاَرْضَ	بَعْدَ	مَوْتِهَا ۭ
بادل کو	سو ہم اسے چلاتے ہیں	طرف	ایک شہر کے	مردہ	سو ہم زندہ کرتے ہیں	اس کے ذریعے	زمین کو	پیچھے	اس کے مرنے کے

اٹھاتی ہیں، پھر ہم اُسے ایک مردہ شہر کی طرف چلا دیتے ہیں، اور اُس کے ذریعے زمین کو اُس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کردیتے ہیں،

كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝۹ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ

كَذٰلِكَ	النُّشُوْرُ ۝	مَنْ	كَانَ	يُرِيْدُ	الْعِزَّةَ	فَلِلّٰهِ	الْعِزَّةُ	جَمِيْعًا ۭ	اِلَيْهِ
اسی طرح	دوبارہ زندگی	جو کوئی	ہو	چاہتا	عزت	تو اللہ کیلئے	عزت	ساری	اس کی طرف

اسی طرح مرنے کے بعد زندگی ہو گی۔ ⑨ جو شخص عزت چاہتا ہے تو ساری کی ساری عزت اللہ ہی کیلئے ہے، اُسی کی طرف

يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ وَالَّذِيْنَ

يَصْعَدُ	الْكَلِمُ	الطَّيِّبُ	وَ	الْعَمَلُ	الصَّالِحُ	يَرْفَعُهٗ ۭ	وَ	الَّذِيْنَ
چڑھتے ہیں	کلمات	پاکیزہ	اور	عمل	نیک	وہ اٹھالیتا ہے اسے	اور	جو لوگ

پاکیزہ کلام چڑھتا ہے اور وہ نیک اعمال کو اٹھا لیتا ہے، اور جو لوگ

يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ

يَمْكُرُوْنَ	السَّيِّاٰتِ	لَهُمْ	عَذَابٌ	شَدِيْدٌ ۭ	وَ	مَكْرُ	اُولٰۗىِٕكَ	هُوَ
تدبیر کرتے ہیں	برائیوں کی	ان کیلئے	عذاب	سخت	اور	مکر	ان لوگوں کا	وہی

برائیوں کی تدبیر کرتے ہیں، اُن کیلئے سخت عذاب ہے اور اُن لوگوں کا مکر ہی

يَبُوْرُ ۝۱۰ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ

يَبُوْرُ ۝	وَ	اللّٰهُ	خَلَقَكُمْ	مِّنْ	تُرَابٍ	ثُمَّ	مِنْ	نُّطْفَةٍ	ثُمَّ	جَعَلَكُمْ
ناکام ہوگا	اور	اللہ نے	تمہیں پیدا کیا	سے	مٹی کے	پھر	سے	پانی کے قطرے کے	پھر	بنایا اس نے تمہیں

ناکام ہوگا۔ ⑩ اور اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر پانی کے ناپاک قطرے سے، پھر تمہیں جوڑے جوڑے

⑧ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو رنج وغم اور صدمے کی کیفیت سے نکالا گیا ہے کہ اگر کوئی ایمان نہیں لاتا اور اپنی گمراہی پر قائم رہتا ہے تو آپ کو اس کے پیچھے اپنی جان گھلانے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ کیوں اس قدر غمگین اور دل گیر ہوں؟ یہاں دو باتیں بالکل واضح ہیں، ایک یہ کہ نیکی کرنے والا اور گناہ کو نیکی سمجھ کر اسے اختیار کرنے والا کبھی برابر نہیں ہوسکتے، نیکی ہمیشہ نیکی ہی ہوتی ہے اور گناہ ہمیشہ گناہ ہی ہوتا ہے خواہ اس گناہ پر نیکی کے کتنے ہی لیبلز لگا دیے جائیں، شراب کی بوتل پر روح افزا لکھ دینے سے وہ شربت نہیں بن جاتی، اور دوسری یہ کہ ہدایت اور گمراہی اللہ کے اختیار میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے، گمراہ کردیتا ہے، ان دونوں باتوں کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ آپ اس قدر فکر مند نہ ہوں، صرف دعوت دیتے رہیں اور اس کے نتیجے کو اللہ کے حوالے کردیجئے۔

⑨ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بارش کے نظام سے دوبارہ زندگی کے برحق ہونے پر استدلال کیا ہے کہ بارش ہونے سے پہلے زمین خشک پڑی ہوتی ہے، یوں معلوم ہوتا ہے جیسے وہ مردہ اور بے جان ہو، پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم کی ٹھنڈی ہوائیں چلاتا ہے، وہ ہوائیں بادلوں کو چلا کر حق تعالیٰ کے حکم کے مطابق مقررہ جگہ پہنچا دیتی ہیں، بارش برسنے لگتی ہے اور صرف زمین ہی نہیں، ہر چیز میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور زمین اپنی پیداوار لیکر آتی ہے، اسی طرح جب اللہ کو منظور ہوگا تو وہ مُردوں کو بھی زمین سے نکال کر زندہ کردے گا۔

⑩ اس آیت مبارکہ میں عزت تلاش کرنے والوں کو اس کا اصل ٹھکانہ بتایا گیا ہے کیونکہ ہر چیز کو اس کے اصل ٹھکانے پر تلاش کرنا چاہیے، اگر انسان موچی کے اڈے پر کپڑوں کی تلاش اور درزی کی دکان پر جوتوں کی تلاش شروع کردے تو اس کی کوشش کبھی کامیاب نہیں ہوگی، اگر کسی آدمی کو عزت کی تلاش ہو تو وہ اسے اصل عزت والے کے پاس ہی مل سکتی ہے اور اصل عزت والا صرف اللہ ہے، لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کرلے اور اس سے عزت مانگے، وہ اسے عزت دیدے گا اور ساری کائنات اس کی عزت کرے گی، اور جو شخص غیر اللہ کے پاس عزت تلاش کرے تو اس نے موچی کے اڈے پر کپڑوں کی تلاش شروع کردی، ایسے شخص کو حقیقی عزت کبھی نہیں مل سکتی، پھر جس شخص کو عزت مل جاتی ہے، اس کی قدردانی اس طرح کی جاتی ہے کہ اس کی زبان سے نکلنے والا ہر پاکیزہ کلمہ اور اس کے اعضاء وجوارح سے صادر ہونے والا ہر نیک عمل اللہ تعالیٰ اوپر اپنے پاس اٹھالیتا ہے، غور کیا جاسکتا ہے کہ جب قول اور عمل کی اتنی قدردانی کی جارہی ہے تو خود قائل اور عامل کی کتنی قدردانی اور عزت افزائی کی جائے گی، اسی وجہ سے تو اس کی روح کو مرنے کے بعد اوپر لیجا کر اعلیٰ علیین میں پہنچایا جاتا ہے اور جس شخص کو عزت نہیں ملتی، وہ سازشوں، خفیہ تدبیروں اور لوگوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کے حوالے سے ناپاک منصوبوں میں دن رات لگا رہتا ہے، لیکن اس کی ہر سازش ناکام اور اس کا کھودا ہوا ہر گڑھا خود اس کے لیے باعث نقصان ہوتا ہے، جبکہ آخرت میں ملنے والا سخت عذاب اس کے علاوہ ہے۔

أَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثٰى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ

أَزْوَاجًا ۭ	وَ	مَا	تَحْمِلُ	مِنْ	أُنْثٰى	وَ	لَا	تَضَعُ	إِلَّا	بِعِلْمِهٖ ۭ	وَ	مَا	يُعَمَّرُ
جوڑے	اور	نہیں	بوجھ اٹھاتی	سے	کوئی مادہ	اور	نہ	جنم دیتی	مگر	ساتھ اس کے علم کے	اور	نہیں	عمر دی جاتی

بنادیا، اور کوئی مادہ پیٹ میں بوجھ اٹھاتی ہے اور نہ ہی جنم دیتی ہے، مگر یہ کہ اُس کے علم میں ہے، اور کسی عمر رسیدہ کو

مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ إِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى

مِنْ	مُّعَمَّرٍ	وَ	لَا	يُنْقَصُ	مِنْ	عُمُرِهٖٓ	إِلَّا	فِيْ	كِتٰبٍ ۭ	إِنَّ	ذٰلِكَ	عَلَى
سے	کسی عمر رسیدہ کو	اور	نہیں	کم کی جاتی	سے	اس کی عمر کے	مگر	بیچ	کتاب کے	بیشک	وہ	پر

عمر دی جاتی ہے اور نہ ہی اُس کی عمر میں کمی کی جاتی ہے، مگر یہ کہ کتاب میں سب لکھا ہے، بیشک یہ اللہ پر

اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑪ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ڰ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ

اللّٰهِ	يَسِيْرٌ ⑪	وَ	مَا	يَسْتَوِي	الْبَحْرٰنِ	هٰذَا	عَذْبٌ	فُرَاتٌ	سَآئِغٌ
اللہ کے	آسان	اور	نہیں	برابر ہوسکتے	دو سمندر	یہ	میٹھا	پیاس بجھانے والا	خوشگوار

آسان ہے۔ ⑪ اور دو سمندر برابر نہیں ہوسکتے، ایک میٹھا، پیاس بجھاتا ہے اور اُس کا پینا

شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۭ وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا

شَرَابُهٗ	وَ	هٰذَا	مِلْحٌ	أُجَاجٌ ۭ	وَ	مِنْ	كُلٍّ	تَأْكُلُوْنَ	لَحْمًا	طَرِيًّا
اس کا پینا	اور	یہ	کھارا	کڑوا	اور	سے	ہر ایک کے	تم کھاتے ہو	گوشت	تازہ

خوشگوار ہے اور دوسرا کھارا کڑوا، اور دونوں طرح کے سمندروں سے ہی تم تازہ گوشت کھاتے ہو

وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ

وَ	تَسْتَخْرِجُوْنَ	حِلْيَةً	تَلْبَسُوْنَهَا ۚ	وَ	تَرَى	الْفُلْكَ	فِيْهِ	مَوَاخِرَ
اور	نکلواتے ہو تم	زیور	تم پہنتے ہوا سے	اور	تُو دیکھتا ہے	کشتیوں کو	اسمیں	پانی کو پھاڑتے ہوئے

اور اُس سے زیورات نکال کر پہنتے ہو، اور تم سمندر میں کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ وہ پانی کو پھاڑتی چلی جاتی ہیں۔

لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑫ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ

لِتَبْتَغُوْا	مِنْ	فَضْلِهٖ	وَ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ ⑫	يُوْلِجُ	الَّيْلَ	فِي	النَّهَارِ
تاکہ تم تلاش کرو	سے	اس کا فضل	اور	تاکہ تم	شکر کرو	وہ داخل کرتا ہے	رات کو	بیچ	دن کے

تاکہ تم اُس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔ ⑫ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے

⑪ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کا علم بیان کیا گیا ہے، قدرت تو اس کی یہ ہے کہ اس نے انسان اول کو مٹی سے اور اس کی پوری نسل کو پانی کے ایک قطرے سے بنانے کا نا قابل تسخیر نظام قائم کیا، پھر انسان کو مرد اور عورت کے جوڑے میں برابر تقسیم کردیا، چنانچہ انسانوں میں سے کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور ان دونوں کے ملاپ سے نسل انسانی کا تسلسل چل رہا ہے، اور اس کا علم یہ ہے کہ کائنات میں کوئی مادہ ''خواہ وہ انسانوں میں سے ہو یا کسی دوسری جنس میں سے'' جب بھی نر سے ملاقات کے نتیجے میں اس کا بچہ اپنے پیٹ میں پالنے لگتی ہے، اللہ کو اس کا بھی علم ہوتا ہے اور اس کے جنم دینے کا مرحلہ بھی علم الٰہی کے دائرے سے خارج نہیں ہے، اس نے لوح محفوظ میں ہر چیز لکھ دی ہے، یہاں تک کہ کسی شخص کی عمر میں کمی بیشی کے اسباب اور ان کی بنا پر اس کی عمر میں کمی بیشی کا فیصلہ بھی لوح محفوظ میں درج ہے، چنانچہ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ کون اپنی مقررہ مدت کو پہنچے گا اور کون طبعی موت سے ہٹ کر دنیا سے روانہ ہوگا؟ اللہ کے لیے ان میں سے کوئی کام نہ تو مشکل ہے اور نہ اس کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔

⑫ اس آیت مبارکہ میں قدرت الٰہیہ کے دو مظہر بیان کیے گئے ہیں، جن کے ضمن میں نہایت نفاست کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام اور کفر نیز مسلمان اور کافر بھی برابر نہیں ہوسکتے، پہلا مظہر یہ کہ اس نے دو سمندروں کو ساتھ ساتھ چلا اور بہادیا، جن میں سے ایک کا پانی نہایت شیریں اور خوش گوار ہے، اسے پینے سے پیاس بجھتی اور طبیعت خوش ہوتی ہے جبکہ دوسرے کا پانی کھارا اور کڑوا ہونے کی وجہ سے پینے کے قابل نہیں ہوتا، سوال یہ ہے کہ ان میں سے ایک کا پانی میٹھا اور دوسرے کا کھارا کس نے بنایا؟ کس نے ان دونوں کو آپس میں ملنے سے روک کر ان کے درمیان ان دیکھی دیوار اور آڑ قائم کردی؟ باوجود یہ کہ دونوں طرح کے سمندر سے مچھلی کا تازہ گوشت اور موتی، ہیرے اور جواہرات حاصل ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود دونوں میں اس قدر واضح فرق ہے جو پڑھے لکھے اور ان پڑھ دونوں کو یکساں طور پر سمجھ میں آسکتا ہے، کیا وجہ ہے کہ تمہیں اسلام اور کفر، نیز مسلمان اور کافر میں فرق نہیں دکھائی دیتا؟ اس کی قدرت کا دوسرا مظہر بھی اسی سمندر سے تعلق رکھتا ہے اور وہ ہے بحری جہاز اور کشتیاں، جو سمندر کے پانی کو پھاڑتی چلی جاتی ہیں، تم ان سمندری سفروں کے ذریعے مال تجارت ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتے اور اللہ کا فضل اور رزق تلاش کرتے ہو، اگر اللہ نہ چاہے تو تم ایسے سکون اور اطمینان کے ساتھ سمندری سفر یا تجارت کرسکتے ہو؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرو تاکہ تمہاری نعمتوں میں مزید اضافہ ہو۔

وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ

وَ	يُوْلِجُ	النَّهَارَ	فِي	الَّيْلِ ۙ	وَ سَخَّرَ	الشَّمْسَ	وَ	الْقَمَرَ ۖ	كُلٌّ	يَّجْرِيْ
اور	داخل کرتا ہے	دن کو	بیچ	رات کے	اور تابع فرمان کر دیا اس نے	سورج کو	اور	چاند کو	ہر ایک	چل رہا ہے

اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور اُسی نے سورج اور چاند کو مسخر کیا ہے، ہر چیز ایک مقررہ وقت تک

لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ

لِاَجَلٍ	مُّسَمًّى ؕ	ذٰلِكُمُ	اللّٰهُ	رَبُّكُمْ	لَهُ	الْمُلْكُ ؕ	وَ	الَّذِيْنَ	تَدْعُوْنَ
ایک مدت کیلئے	طے شدہ	وہی تمہارا	اللہ	تمہارا رب	اسی کیلئے	حکومت ہے	اور	جن لوگوں کو	تم پکارتے ہو

چل رہی ہے، یہی اللہ تمہارا رب ہے، اُسی کی حکومت ہے اور اُس کے علاوہ تم

مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ؕ (١٣) اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا

مِنْ	دُوْنِهٖ	مَا	يَمْلِكُوْنَ	مِنْ	قِطْمِيْرٍ ؕ (١٣)	اِنْ	تَدْعُوْهُمْ	لَا	يَسْمَعُوْا
سے	اس کے علاوہ	نہیں	اختیار رکھتے وہ	سے	کھجور کی جھلی کے	اگر	تم پکارو انہیں	نہیں	سنیں گے وہ

جنہیں پکارتے ہو وہ تو کھجور کی جھلی کے بھی مالک نہیں ہیں۔ (١٣) اگر تم اُنہیں پکارو تو وہ تمہاری

دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ

دُعَآءَكُمْ ۚ	وَ	لَوْ	سَمِعُوْا	مَا	اسْتَجَابُوْا	لَكُمْ ؕ	وَ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	يَكْفُرُوْنَ
تمہاری پکار کو	اور	اگر	سن لیں	نہیں	قبول کر سکیں گے وہ	تمہارے لئے	اور	دن	قیامت کے	انکار کریں گے وہ

پکار کو نہ سنیں، اگر سن لیں تو قبول نہ کر سکیں، اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا

بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۧ (١٤) يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ

بِشِرْكِكُمْ ؕ	وَ	لَا	يُنَبِّئُكَ	مِثْلُ	خَبِيْرٍ ۧ (١٤)	يٰۤاَيُّهَا	النَّاسُ	اَنْتُمُ	الْفُقَرَآءُ
تمہارے شرک کا	اور	نہیں	خبر دے گا تجھے	جیسے	باخبر ذات	اے	لوگو	تم	محتاج ہو

انکار کر دیں گے اور آپ کو ایسے کوئی نہ بتائے گا جیسے باخبر ذات بتا رہی ہے۔ (١٤) اے لوگو! تم سب اللہ کی

اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (١٥) اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ

اِلَى	اللّٰهِ ۚ	وَ	اللّٰهُ	هُوَ	الْغَنِيُّ	الْحَمِيْدُ (١٥)	اِنْ	يَّشَاْ	يُذْهِبْكُمْ	وَيَاْتِ
طرف	اللہ کے	اور	اللہ	وہی	بے نیاز	قابل تعریف	اگر	وہ چاہے	لیجائے تمہیں	اور لے آئے

بارگاہ کے محتاج ہو، اور اللہ ہی بے نیاز، قابل تعریف ہے۔ (١٥) اگر وہ چاہے تو تمہیں لیجائے اور ایک نئی

(١٣) اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دو نشانیاں ذکر کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ دن اور رات کو ایک دوسرے میں داخل کر کے انہیں چھوٹا اور بڑا وہی کرتا ہے، اس کے علاوہ کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی سے دن کو بڑا اور رات کو چھوٹا یا رات کو بڑا اور دن کو چھوٹا کر سکے، دوسری یہ کہ چاند اور سورج بھی اسی کے حکم کے تابع ہیں، اسی نے ان دونوں کو اپنی مخلوق کی خدمت پر لگا رکھا ہے، ان میں سے ہر ایک کا دائرہ بھی مقررہ ہے اور وقت بھی، نہ کوئی اپنے دائرے سے نکل سکتا ہے اور نہ کسی کے مقررہ وقت میں کمی بیشی ہو سکتی ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی قدرت کے مظاہر ہیں، غیر اللہ کی پوجا کرنے والے اپنے معبودوں کو بھی تو ذرا سامنے لائیں اور ان کی طاقت و قدرت اور ملکیت دکھائیں، وہ بے چارے تو اس قدر بے بس اور عاجز ہیں کہ کھجور کی گٹھلی پر لگی ہوئی باریک سی جھلی کے بھی مالک نہیں ہیں، کیا انہیں مالک حقیقی کے مقابلے میں لا کر کھڑا کر دینا بدذوقی، گستاخی اور اعلیٰ درجے کی بدتہذیبی نہیں ہے؟ (١٤) اس آیت مبارکہ میں مشرکوں کے معبودوں اور بتوں کی عاجزی اور بے بسی ایک دوسرے انداز سے بیان کی گئی ہے کہ وہ تمہاری پکار کو تو سن نہیں سکتے، حاجت روائی کیا خاک کریں گے؟ وہ تو لکڑی، پتھر اور دیگر دھاتوں اور معدنیات سے بنے ہوئے بے جان بت ہیں، ان میں قوت شنوائی کہاں سے آئی؟ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ بعض لوگوں نے جاندار چیزوں اور انسانوں کو بھی تو معبود بنا رکھا ہے، وہ تو سنتے ہیں، سو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان کا سننا اور نہ سننا دونوں برابر ہیں، اس لیے کہ سننے کا فائدہ اس وقت ہوگا جب وہ ان کی فریاد سن کر ان کی فریاد رسی کر سکیں، ان کی دعا کو قبول کر سکیں اور ان کی حاجت روائی میں اپنا کردار ادا کر سکیں، حالانکہ یہ

ع ٢ ١٤

چیز ان کے دائرہ اختیار سے ہی باہر ہے، جب وہ دنیا میں ان کے کام نہیں آسکتے تو آخرت میں کیونکر ایسا ہونا ممکن ہوگا؟ اس وقت تو وہ صاف طور پر ان سے بیزاری ظاہر کر دیں گے اور ان سے لاتعلق ہو جائیں گے، یہ باتیں خوب اچھی طرح سن لو اور سمجھ لو، اتنی تفصیل کے ساتھ تمام پہلوؤں کا احاطہ اللہ کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا، کیونکہ اس کے لیے سب سے بڑے مخبر کا ہونا ضروری ہے اور اللہ سے بڑھ کر کوئی مخبر نہیں ہو سکتا، لہٰذا اللہ سے بڑھ کر زیادہ موزگی کے ساتھ کوئی بھی آپ کو کوئی بات نہیں بتا سکتا۔ (١٥) اس آیت مبارکہ میں دنیا بھر کے انسانوں کو مخاطب کر کے انہیں دربار خداوندی کا فقیر اور محتاج قرار دیا گیا ہے، انسان کو یہ حقیقت سمجھنی چاہیے کہ اگر وہ پوری دنیا پر بلا شرکت غیرے تن تنہا حکمران ہو، پوری دنیا کے خزانے اس کی ملکیت میں ہوں، پوری دنیا اس کی انگلیوں کے اشاروں پر چلتی ہو، دنیا کی ہر نعمت، راحت اور لذت اس کے پاس موجود ہو، اس کے پاس کسی چیز کی کمی نہ ہو، بہر حال وہ اللہ کے سامنے تو فقیر اور محتاج ہی ہے، کیونکہ اس کے پاس جو کچھ ہے، اس میں سے ایک رائی کے دانے کے برابر بھی اس کی ذاتی ملکیت نہیں ہے، وہ پیدائش کے وقت اپنے ساتھ ان میں سے کچھ نہیں لایا تھا اور دنیا سے رخصت بھی خالی ہاتھ ہی ہوگا، یہ آیت دنیا بھر کے انسانوں کو بادشاہت اور مال و دولت کے غرور سے نکال کر اللہ کے آگے ہاتھ پھیلانے کی تاکید کر رہی ہے کیونکہ اللہ سب سے بڑھ کر بے نیاز اور قابل تعریف ہے، نیز اس طرح انسان اپنے جیسوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت اور رسوائی سے بچ جاتا ہے۔

بِخَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ﴿۱۶﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيۡزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ

بِخَلۡقٍ	جَدِيۡدٍ ﴿۱۶﴾	وَ	مَا	ذٰلِكَ	عَلَى	اللّٰهِ	بِعَزِيۡزٍ ﴿۱۷﴾	وَ	لَا	تَزِرُ	وَازِرَةٌ
ایک مخلوق	نئی	اور	نہیں	وہ	پر	اللہ کے	کچھ مشکل	اور	نہیں	بوجھ اٹھائیگا	کوئی بوجھ اٹھانے

مخلوق لے آئے۔ ۱۶ اور یہ اللہ کیلئے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ ۱۷ اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ

وِّزۡرَ اُخۡرٰى ؕ وَاِنۡ تَدۡعُ مُثۡقَلَةٌ اِلٰى حِمۡلِهَا لَا يُحۡمَلۡ مِنۡهُ شَيۡءٌ

وِّزۡرَ	اُخۡرٰى ؕ	وَ	اِنۡ	تَدۡعُ	مُثۡقَلَةٌ	اِلٰى	حِمۡلِهَا	لَا	يُحۡمَلۡ	مِنۡهُ	شَيۡءٌ
بوجھ	دوسرے کا	اور	اگر	پکارے گا	کوئی بھاری بوجھ والا	طرف	اپنے بوجھ کے	نہیں	اٹھایا جائیگا	اسمیں سے	کچھ بھی

نہیں اٹھائے گا اور اگر کوئی بھاری بوجھ والا اپنا بوجھ اٹھانے کیلئے کسی کو پکارے گا تو اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھایا جائے گا

وَّلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى ؕ اِنَّمَا تُنۡذِرُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَيۡبِ

وَ لَوۡ	كَانَ	ذَا قُرۡبٰى ؕ	اِنَّمَا	تُنۡذِرُ	الَّذِيۡنَ	يَخۡشَوۡنَ	رَبَّهُمۡ	بِالۡغَيۡبِ
اگرچہ	ہو وہ	قرابت دار	وہ تو صرف	تو آگاہ کرے گا	ان لوگوں کو جو	ڈرتے ہیں	اپنے رب سے	بن دیکھے

اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی ہو، آپ تو صرف اُنہی لوگوں کو آگاہ کر سکتے ہیں جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنۡ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفۡسِهٖ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ

وَ	اَقَامُوا	الصَّلٰوةَ ؕ	وَ	مَنۡ	تَزَكّٰى	فَاِنَّمَا	يَتَزَكّٰى	لِنَفۡسِهٖ ؕ	وَ	اِلَى	اللّٰهِ
اور	قائم کریں وہ	نماز	اور	جو کوئی	سنور جائے	تو وہ صرف	سنورتا ہے	اپنی ذات کیلئے	اور	طرف	اللہ کے

اور نماز قائم کرتے ہیں، اور جو شخص اپنے نفس کا تزکیہ کرے گا تو اپنے فائدے کیلئے ہی کرے گا، اور اللہ ہی کی طرف

الۡمَصِيۡرُ ﴿۱۸﴾ وَمَا يَسۡتَوِى الۡاَعۡمٰى وَالۡبَصِيۡرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ

الۡمَصِيۡرُ ﴿۱۸﴾	وَ	مَا	يَسۡتَوِى	الۡاَعۡمٰى	وَ	الۡبَصِيۡرُ ﴿۱۹﴾	وَ	لَا	الظُّلُمٰتُ
لوٹ کر جانا	اور	نہیں	برابر ہوتا	اندھا	اور	دیکھنے والا	اور	نہ	اندھیرے

لوٹ کر جانا ہے۔ ۱۸ اور نابینا اور بینا کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ ۱۹ اور نہ اندھیرے

وَلَا النُّوۡرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الۡحَرُوۡرُ ﴿۲۱﴾ وَمَا يَسۡتَوِى الۡاَحۡيَآءُ

وَ	لَا	النُّوۡرُ ﴿۲۰﴾	وَ	لَا	الظِّلُّ	وَ	لَا	الۡحَرُوۡرُ ﴿۲۱﴾	وَ	مَا	يَسۡتَوِى	الۡاَحۡيَآءُ
اور	نہ	روشنی	اور	نہ	سایہ	اور	نہ	لُو	اور	نہیں	برابر ہوتے	زندہ لوگ

اور روشنی۔ ۲۰ اور نہ سایہ اور لُو۔ ۲۱ اور نہ ہی زندہ اور مُردہ لوگ

۱۶ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی کی قدرت بیان کی گئی ہے کہ اگر اللہ تعالی کسی قوم اور نسل کو ختم کر کے اس کی جگہ دوسری قوم اور نسل کو آباد کرنا چاہے تو وہ ایسا بھی کرسکتا ہے، بالفاظ دیگر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ کوئی قوم دنیا کے لیے ناگزیر نہیں ہے، جو اقوام اپنے آپ کو ناگزیر اور وقت کی ضرورت قرار دیتی ہیں، جب ان پر خزاں کا موسم اترتا ہے تو ان کے پتے جھڑنے میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔

۱۷ اس آیت مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی کے لیے ایک قوم کی جگہ دوسری قوم کو لانے میں کوئی دشواری اور مشکل نہیں ہے، اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ حائل ہوسکتی ہے اور نہ ہی اس کے سامنے کوئی مشکل، مشکل ہے، دنیا کا ہر حکمران اپنے آپ کو ملکی ترقی اور بقاء کے لیے ضروری سمجھتا ہے لیکن اس کی فصل کٹ جاتی ہے اور ملک اللہ کے بنائے ہوئے نظام کے مطابق چلتے رہتے ہیں، دنیا کا ہر قبرستان ناگزیر لوگوں سے بھرا پڑا ہے جو معاذ اللہ وقت کو لگام دینا چاہتے اور ارض وسماء پر اپنا حکم چلانا چاہتے تھے، کیا آج ان کے نام اور کام سے بھی کوئی واقف ہے؟

۱۸ اس آیت مبارکہ میں چار قسم کے مضامین بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ قیامت کے دن ہر شخص کو اپنا بوجھ خود اٹھانا پڑے گا، کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا خواہ ان دونوں کے درمیان کتنی ہی قرابت داری، دوستی اور محبت کا تعلق رہا ہو، دوسرا یہ کہ نصیحت سے فائدہ وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب پر ایمان لاتے، اس کا خوف دل میں رکھتے اور عاجزی سے اس کے سامنے جھکتے ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسروں کو نصیحت نہ کی جائے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ نصیحت سے فائدہ نہ اٹھائیں تو اس پر غمگین نہ ہوا جائے، تیسرا یہ کہ تزکیۂ نفس کا فائدہ خود انسان کی اپنی ذات کو ہوتا ہے، اللہ کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اس لیے انسان کی مرضی ہے کہ وہ اپنے فائدے والے کام کو اختیار کرے یا نہ کرے، چوتھا یہ کہ سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے، وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے اور وہی اپنے بندوں کے درمیان برحق فیصلہ فرمائے گا۔

۱۹ ۲۲ ان آیتوں میں چند ایسی چیزوں کے درمیان موازنہ کیا گیا ہے جن کے درمیان فرق سمجھنے کے لیے انسان کا دانشور اور فلسفی ہونا ضروری نہیں ہے، پیدائشی جاہل بھی انہیں سمجھ سکتا ہے کہ کیا نابینا اور بینا دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟ کیا اندھیرا اور روشنی، سایہ اور دھوپ، مردہ اور زندہ آپس میں برابر ہوسکتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کفر و اسلام اور مسلم و غیر مسلم دونوں برابر کیسے ہوگئے؟ یہ دلیل اس قدر واضح ہے کہ ہر سننے والا اس سے صحیح نتیجہ اخذ کرسکتا ہے لیکن بات یہ ہے کہ سنتا بھی تو وہی ہے جسے اللہ سنانا چاہے، ورنہ کس میں طاقت ہے کہ قبروں میں پڑے ہوئے مُردوں کو اپنی بات سنا دے؟ البتہ اگر اللہ چاہے تو انہیں سنا دے اور وہ سن لیں، کیونکہ یہ اللہ تعالی کی قدرت ہے اور اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔

وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي

وَ	لَا	الْاَمْوَاتُ	اِنَّ	اللّٰهَ	يُسْمِعُ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَ	مَآ	اَنْتَ	بِمُسْمِعٍ	مَّنْ	فِي
اور	نہ	مُردے	بیشک	اللہ	سنادیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	اور	نہیں	تُو	سنانے والا	اسے جو	بیچ

برابر ہوتے ہیں، بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سنادیتا ہے اور جو لوگ قبروں میں پڑے ہیں، آپ اُنہیں

الْقُبُوْرِ ۝۲۲ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ۝۲۳ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا

الْقُبُوْرِ ۝	اِنْ	اَنْتَ	اِلَّا	نَذِيْرٌ ۝	اِنَّآ	اَرْسَلْنٰكَ	بِالْحَقِّ	بَشِيْرًا
قبروں کے	نہیں	تُو	مگر	آگاہ کرنے والا	بیشک ہم نے	بھیجا تجھے	ساتھ حق کے	خوشخبری دینے والا

سنا نہیں سکتے۔ ۲۳ آپ تو صرف آگاہ کرنے والے ہیں۔ ۲۴ بیشک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر

وَّنَذِيْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝۲۴ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ

وَّ	نَذِيْرًا	وَ	اِنْ	مِّنْ	اُمَّةٍ	اِلَّا	خَلَا	فِيْهَا	نَذِيْرٌ ۝	وَ	اِنْ	يُّكَذِّبُوْكَ
اور	آگاہ کرنے والا	اور	نہیں	سے	کوئی امت	مگر	گذرا	اسمیں	ڈرانے والا	اور	اگر	وہ جھٹلاتے ہیں تجھے

بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں رہی جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو۔ ۲۵ اور اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں

فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

فَقَدْ	كَذَّبَ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ	جَآءَتْهُمْ	رُسُلُهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ
تو یقیناً	جھٹلا چکے	وہ لوگ جو	سے	ان کے پہلے	آئے ان کے پاس	ان کے پیغمبر	ساتھ واضح دلائل کے

تو ان سے پہلے لوگ بھی تکذیب کر چکے ہیں، اُن کے پاس اُن کے پیغمبر واضح دلائل،

وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝۲۵ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ

وَ	بِالزُّبُرِ	وَ	بِالْكِتٰبِ	الْمُنِيْرِ ۝	ثُمَّ	اَخَذْتُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	فَكَيْفَ	كَانَ
اور	ساتھ صحیفوں کے	اور	ساتھ کتاب کے	روشن	پھر	میں نے پکڑ لیا	ان لوگوں کو	کفر کیا انہوں نے	سو کیسا	ہوا

صحیفے اور روشن کتاب لیکر آئے تھے۔ ۲۶ پھر میں نے کافروں کو پکڑ لیا، سو کیسا ہوا

ع ۳ ۱۲ ۱۵ نَكِيْرِ ۝۲۶ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ

نَكِيْرِ ۝	اَلَمْ	تَرَ	اَنَّ	اللّٰهَ	اَنْزَلَ	مِنَ	السَّمَآءِ	مَآءً	فَاَخْرَجْنَا	بِهٖ
میرا انکار کرنا	کیا نہیں	دیکھا تُو نے	کہ بیشک	اللہ نے	نازل کیا	سے	آسمان کے	پانی	سو نکالا ہم نے	اس کے ذریعے

میرا انکار؟ ۲۷ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اُس کے ذریعے

۲۳ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو "نذیر" قرار دیا گیا ہے، اس پر سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۴۵ کے حاشیے میں کلام کیا جا چکا ہے، وہیں ملاحظہ فرمالیجئے۔

۲۴ اس آیت مبارکہ میں دو دعوے کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے، جس کی تفصیل سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۴۵ کے حاشیے میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے اور دوسرا دعویٰ یہ کہ ہر امت میں کوئی نہ کوئی ڈرانے والا، مستقبل کے حالات سے باخبر کرنے والا اور اچھے برے انجام سے آگاہ کرنے والا بھیجا گیا ہے، اس اصول کی رو سے اگر اس آخری امت میں آخری نذیر کو بھیج دیا گیا تو اہل دنیا کو اس پر تعجب کیوں ہو رہا ہے اور وہ اس کی تکذیب و تردید کیوں کر رہے ہیں؟

۲۵ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر آپ کی قوم آپ پر ایمان لانے کی بجائے آپ کی تکذیب کے درپے ہے تو آپ اس پر رنجیدہ ہونے کی بجائے اس پہلو پر غور فرمائیں کہ آپ سے پہلے جو آپ کے بھائی بند انبیاء کرام علیہم السلام مختلف قوموں کی طرف معجزات اور صحیفوں کے ساتھ بھیجے گئے تھے، ان کی قوموں نے بھی ان کی تکذیب کی تھی، آج ان تکذیب کرنے والوں کے نام ونشان سے بھی کوئی واقف نہیں ہے لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کے نام روز روشن کی طرح دنیا کو معلوم ہیں اور وہ ان سے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے رہتے ہیں، اسی طرح آپ کا ذکر خیر بھی ہمیشہ جاری رہے گا اور لوگ آپ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے رہیں گے۔

۲۶ اس آیت مبارکہ میں اللہ کی گرفت اور اس کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے کہ جب اس نے کافروں کی گرفت کی تو پھر تم دیکھ لو کہ ان کا کیا انجام ہوا؟ آج کوئی ان کے نام ونشان سے بھی واقف نہیں ہے۔

ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ۭ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ

ثَمَرٰتٍ	مُّخْتَلِفًا	اَلْوَانُهَا ۭ	وَ	مِنَ	الْجِبَالِ	جُدَدٌۢ	بِيْضٌ	وَّ	حُمْرٌ
پھلوں کو	جداجدا	ان کے رنگ	اور	سے	پہاڑوں کے	گھاٹیاں	سفید	اور	سرخ

مختلف رنگوں کے پھل نکالے، اور پہاڑوں میں مختلف رنگوں کی سفید، سرخ

مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ۝۲۷ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَاۗبِّ

مُّخْتَلِفٌ	اَلْوَانُهَا	وَ	غَرَابِيْبُ	سُوْدٌ ۝۲۷	وَ	مِنَ	النَّاسِ	وَ	الدَّوَاۗبِّ
جداجدا	ان کے رنگ	اور	گہری	سیاہ	اور	سے	لوگوں کے	اور	چوپایوں کے

اور گہری سیاہ گھاٹیاں ہیں۔ ۲۷ اور انسانوں، چوپایوں

وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۭ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ

وَ	الْاَنْعَامِ	مُخْتَلِفٌ	اَلْوَانُهٗ	كَذٰلِكَ ۭ	اِنَّمَا	يَخْشَى	اللّٰهَ	مِنْ	عِبَادِهِ
اور	جانوروں کے	جداجدا	اسی کے رنگ	اسی طرح	وہ تو صرف	ڈرتے ہیں	اللہ سے	سے	اس کے بندوں میں

اور جانوروں میں بھی اسی طرح مختلف رنگ ہیں، اللہ سے تو اُس کے بندوں میں سے اہل علم ہی

الْعُلَمٰۗؤُا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝۲۸ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ

الْعُلَمٰۗؤُا ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	غَفُوْرٌ ۝۲۸	اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَتْلُوْنَ	كِتٰبَ	اللّٰهِ
علماء	بیشک	اللہ	غالب	بہت بخشنے والا	بیشک	جولوگ	تلاوت کرتے ہیں	کتاب کی	اللہ کی

ڈرتے ہیں، بیشک اللہ غالب، بخشنے والا ہے۔ ۲۸ جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں،

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ

وَ	اَقَامُوا	الصَّلٰوةَ	وَ	اَنْفَقُوْا	مِمَّا	رَزَقْنٰهُمْ	سِرًّا	وَّ	عَلَانِيَةً	يَّرْجُوْنَ
اور	قائم کریں وہ	نماز	اور	خرچ کریں	اسمیں سے جو	ہم نے انہیں دیا	چھپ کر	اور	سب کے سامنے	امید رکھتے ہیں وہ

نماز قائم کرتے ہیں، ہمارے دیئے ہوئے میں سے پوشیدہ اور سب کے سامنے خرچ کرتے ہیں، وہ ایک ایسی تجارت کی

تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۝۲۹ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ

تِجَارَةً	لَّنْ	تَبُوْرَ ۝۲۹	لِيُوَفِّيَهُمْ	اُجُوْرَهُمْ	وَ	يَزِيْدَهُمْ	مِّنْ	فَضْلِهٖ ۭ
تجارت کی	ہرگز نہ	نقصان والی ہوگی	تا کہ انہیں پورے دے	ان کے اجر	اور	مزید دے انہیں	سے	اپنے فضل کے

اُمید رکھتے ہیں جس میں کوئی نقصان نہ ہوگا ۲۹ تا کہ اللہ اُنہیں اُن کا پورا پورا بدلہ دے، اور اپنے فضل سے مزید بھی عطا فرمائے،

۲۷ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دو نشانیاں ذکر کی گئی ہیں، پہلی نشانی ''پانی'' ہے جس سے مختلف رنگوں اور ذائقوں کے پھول اور پھل پیدا ہوتے ہیں، دوسری نشانی ''پہاڑ'' ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین پر کیلوں کی طرح گاڑ دیا ہے تا کہ زمین ہلنے اور ڈانواں ڈول ہونے سے بچ جائے، اور ان پہاڑوں میں بھی بہت سے رنگ رکھے گئے ہیں، چنانچہ کچھ ان میں سے سفید ہیں، کچھ سرخ اور کچھ کالے سیاہ، آخر تم اس بات پر غور کیوں نہیں کرتے کہ رنگوں کی یہ برسات کس نے اس کائنات پر برسائی ہے؟ ایک ہی سانچے میں اس قدر رنگ کس نے بکھیرے ہیں؟ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے، اس کے علاوہ کسی میں ان کاموں کی طاقت نہیں ہے سو ایسے زبردست قدرت والے پر ایمان لانا ہی دانشمندی ہے۔

۲۸ اس آیت مبارکہ میں انسانوں اور دیگر جاندار مخلوقات میں رنگوں کے فرق سے اللہ کی قدرت پر استدلال کر کے دعوت غور وفکر دی گئی ہے کہ آخر وہ کون سی طاقت اور کاریگری ہے جس نے ایک ہی سانچے میں سینکڑوں، ہزاروں رنگ بکھیر دیئے ہیں، ہر ملک اور شہر کے باشندوں کا رنگ دوسرے ملک اور شہر کے باشندوں سے مختلف ہے، جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں میں اس قدر رنگ بکھیر دیئے ہیں کہ رنگوں کی ایک بہار چاروں طرف نظر آتی ہے اور انسان اللہ کی قدرت پر عش عش کرنے لگتا ہے، راہ راست سے بھٹکے ہوئے لوگ جب اس پہلو سے اللہ کی مخلوق پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کے لیے سوچ اور فکر کے نئے دروازے کھلتے ہیں، یہاں تک کہ ایک رقت آتا ہے کہ ان کا دل ''لا الہ الا اللہ'' کی گواہی دینے لگتا ہے، اس میں رقت اور خشیت کے پاکیزہ جذبات پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ اللہ کو جان کر اس سے ڈرنے لگتا ہے، یہاں علماء سے ایسے ہی لوگ مراد ہیں، صرف فارغ التحصیل علماء مراد نہیں ہیں، کیونکہ جس شخص میں خشیت الٰہی نہ ہو، وہ اللہ کی نظروں میں عالم نہیں ہو سکتا، اگرچہ لوگ اسے کتنا ہی بڑا عالم سمجھیں اور وہ خود بھی اپنے نام کے ساتھ جیسے چاہے القاب لگا لے اور جس شخص میں خشیت الٰہی پائی جائے، وہ اللہ کی عظمت اور اس کے جلال سے واقف ہو، اس کے دل میں آخرت کی فکر اور دنیا سے بے رغبتی ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مختلف مظاہر پر کامل ایمان اور یقین رکھتا ہو اور وہ قدرت دیکھ کر قدیر تک، خبر دیکھ کر خبیر تک، نظارہ دیکھ کر بصیر تک، خوش کن اور پاکیزہ آوازیں سن کر سمیع تک، علم دیکھ کر علیم تک، رزق دیکھ کر رزاق تک، خلق دیکھ کر خالق تک، رنگ دیکھ کر رنگ بھرنے والے تک اور مملوک دیکھ کر مالک تک پہنچنے کی کوشش کرے، وہ عالم ہے اگرچہ دنیا والے اسے معروف معنی میں فارغ التحصیل عالم نہ سمجھتے ہوں۔

۲۹ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کی تجارت کو نہایت نفع بخش، نیز ہر قسم کے تجارتی خسارے اور نقصان سے پاک قرار دیا گیا ہے جو کتاب اللہ کی تلاوت، نماز کی ادائیگی اور موقع محل کی مناسبت سے سب کے سامنے اور چپکے چپکے خرچ کرنے میں مشغول رہتے ہیں، ان کی تجارت کامیاب ترین تجارت ہے اور ان کا نفع کبھی ختم نہ ہونے والا ہے، خوش نصیب ہیں ایسے تاجر۔

اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝٣٠ وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ

اِنَّهٗ	غَفُوْرٌ	شَكُوْرٌ ۝	وَ	الَّذِيْٓ	اَوْحَيْنَآ	اِلَيْكَ	مِنَ	الْكِتٰبِ	هُوَ
بیشک وہ	بہت بخشنے والا	نہایت قدردان	اور	وہ جو	وحی کی ہم نے	تیری طرف	سے	کتاب کے	وہ

بیشک وہ بہت بخشنے والا، قدردان ہے۔ ۳۰ اور جو کتاب ہم نے آپ پر وحی کی ہے، وہی

الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝٣١ ثُمَّ

الْحَقُّ	مُصَدِّقًا	لِّمَا	بَيْنَ	يَدَيْهِ	اِنَّ	اللّٰهَ	بِعِبَادِهٖ	لَخَبِيْرٌ	بَصِيْرٌ ۝	ثُمَّ
برحق	تصدیق کرنے والی	اس کی جو	درمیان	اس کے دونوں ہاتھوں کے	بیشک	اللہ	اپنے بندوں سے	البتہ خوب باخبر	دیکھنے والا	پھر

برحق ہے، پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، بیشک اللہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، دیکھنے والا ہے۔ ۳۱ پھر

اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ

اَوْرَثْنَا	الْكِتٰبَ	الَّذِيْنَ	اصْطَفَيْنَا	مِنْ	عِبَادِنَا ۚ	فَمِنْهُمْ	ظَالِمٌ
ہم نے وارث بنادیا	کتاب کا	ان لوگوں کو	چن لیا ہم نے	سے	اپنے بندوں کے	سو ان میں سے	ظلم کرنے والا

ہم نے کتاب کا وارث اپنے اُن بندوں کو بنایا جنہیں ہم نے چن لیا، سو اُن میں سے بعض اپنی جان پر

لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ

لِّنَفْسِهٖ ۚ	وَ	مِنْهُمْ	مُّقْتَصِدٌ ۚ	وَ	مِنْهُمْ	سَابِقٌ	بِالْخَيْرٰتِ	بِاِذْنِ
اپنی جان پر	اور	ان میں سے	میانہ رو	اور	ان میں سے	آگے بڑھنے والا	نیکیوں میں	حکم سے

ظلم کرنے والے ہیں، بعض میانہ رو ہیں، اور بعض اللہ کے حکم سے نیکیوں میں آگے

اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝٣٢ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا

اللّٰهِ ۭ	ذٰلِكَ	هُوَ	الْفَضْلُ	الْكَبِيْرُ ۝	جَنّٰتُ	عَدْنٍ	يَّدْخُلُوْنَهَا
اللہ کے	وہ	وہی	کامیابی	بہت بڑی	باغات	ہمیشہ رہنے کے	داخل ہوں گے وہ اُس میں

بڑھنے والے ہیں، یہی بڑی فضیلت ہے۔ ۳۲ وہ ہمیشہ رہنے کے باغات میں داخل ہوں گے،

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا

يُحَلَّوْنَ	فِيْهَا	مِنْ	اَسَاوِرَ	مِنْ	ذَهَبٍ	وَّ	لُؤْلُؤًا ۚ	وَ	لِبَاسُهُمْ	فِيْهَا
زیور پہنائے جائیں گے	اُس میں	سے	کنگنوں کے	سے	سونے کے	اور	موتی	اور	ان کا لباس	اُس میں

وہاں اُنہیں سونے کے کنگن اور موتیوں کے زیور پہنائے جائیں گے اور وہاں اُن کا لباس

۳۰ اس آیت مبارکہ میں آخرت کے تاجروں کے لیے دو وعدے کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ انہیں ان کا اجر و ثواب اور بدلہ پورا پورا دے گا، ان کا کوئی عمل ایسا نہیں ہوگا جس کی جزا انہیں نہ ملے، خواہ وہ کتنا ہی مختصر عمل ہو اور دوسرا یہ کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے مزید بھی عطا فرمائے گا، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجیے کہ انہیں ان کا اصل راس المال بھی ملے گا، منافع بھی ملے گا اور حق تعالیٰ کی شایان شان انعام بھی ملے گا، کیونکہ وہ بخشنے والا تو ہے ہی، قدردان بھی بہت بڑا ہے، انسان کی نیکیوں کا قدردان اس سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔

۳۱ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کے دو وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ وحی کے ذریعے نازل ہونے والی یہ کتاب برحق ہے، اس میں باطل کا دور دور تک شائبہ بھی نہیں ہے، اور دوسرا یہ کہ یہ کتاب گزشتہ تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، ان کی تکذیب و تردید اور مقابلے کا اعلان نہیں کرتی، پہلے وصف کے اعتبار سے غیر جانبدار لوگوں کو اور دوسرے وصف کے اعتبار سے تمام اہل کتاب کو اس قرآن کریم پر ایمان لانے اور غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

۳۲ اس آیت مبارکہ میں تین گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی وراثت کے لیے منتخب فرمایا ہے، پہلا گروہ ان لوگوں کا ہے جو مومن ہونے کے باوجود گناہ میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور اپنی جان پر ظلم کر بیٹھتے ہیں، دوسرا گروہ متوسط لوگوں کا ہے جو نہ ہر وقت گناہ کرتے ہیں اور نہ ہر وقت نیکی، بلکہ نیکی کے کاموں میں مشغول رہنے کی کوشش کرتے ہیں اور نفس و شیطان کی وجہ سے گناہ بھی کر بیٹھتے ہیں، تیسرا گروہ اعلیٰ درجے کے نیکوکاروں کا ہے جو بڑھ چڑھ کر نیکیوں کے انبار جمع کرتے ہیں اور انسانی طاقت کی ہر ممکن حد تک نفس و شیطان کے شر سے بچ کر گناہ سے دور رہتے ہیں، گویا ایک گروہ گناہ میں بہت آگے بڑھ جانے والوں کا ہے، دوسرا گروہ نیکی میں بہت آگے بڑھ جانے والوں کا ہے اور تیسرا گروہ ان دونوں کے درمیان ہے، اللہ تعالیٰ نے ان تینوں گروہوں کو اپنے منتخب بندوں میں شمار کرکے انہیں کتاب اللہ کا وارث قرار دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کی حرمت و تقدس کے لیے گنہگار سے گنہگار مسلمان بھی اپنی جان و مال نچھاور کرنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے، یہ اسی وراثت کا ثمرہ ہے کہ ہر شخص اس کی حفاظت کے لیے اپنے اپنے انداز اور دائرے میں اپنی خدمات پیش کردیتا ہے اور اسے اپنے لیے باعث عزت اور قابل افتخار چیز سمجھتا ہے۔

حَرِيْرٌ ﴿٣٣﴾ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ

حَرِيْرٌ ﴿٣٣﴾	وَ	قَالُوا	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	الَّذِيْٓ	اَذْهَبَ	عَنَّا	الْحَزَنَ ؕ
ریشم	اور	کہا اُنہوں نے	تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	وہ جو	لے گیا	ہم سے	غم

ریشم ہوگا۔ [٣٣] اور وہ کہتے ہوں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غموں کو دور کر دیا،

اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۨ ﴿٣٤﴾ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ

اِنَّ	رَبَّنَا	لَغَفُوْرٌ	شَكُوْرُ ﴿٣٤﴾	الَّذِيْٓ	اَحَلَّنَا	دَارَ	الْمُقَامَةِ	مِنْ
بیشک	ہمارا رب	البتہ بہت بخشنے والا	نہایت قدردان	جس نے	ہمیں اتارا	گھر میں	رہنے کے	سے

بیشک ہمارا رب بہت بخشنے والا، قدردان ہے۔ [٣٤] جس نے ہمیں اپنے فضل سے رہنے کے گھر میں

فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿٣٥﴾

فَضْلِهٖ ۚ	لَا	يَمَسُّنَا	فِيْهَا	نَصَبٌ	وَّ	لَا	يَمَسُّنَا	فِيْهَا	لُغُوْبٌ ﴿٣٥﴾
اپنے فضل کے	نہیں	چھوئے گی ہمیں	اسمیں	کوئی تکلیف	اور	نہیں	چھوئے گی ہمیں	اسمیں	کوئی تھکاوٹ

اتارا، یہاں ہمیں نہ کوئی مشقت پہنچے گی اور نہ یہاں ہمیں تھکاوٹ چھوئے گی۔ [٣٥]

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ

وَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَهُمْ	نَارُ	جَهَنَّمَ ۚ	لَا	يُقْضٰى	عَلَيْهِمْ
اور	جن لوگوں نے	کفر کیا	ان کیلئے	آگ	جہنم کی	نہیں	فیصلہ کیا جائیگا	ان پر

اور جن لوگوں نے کفر کیا، اُن کیلئے جہنم کی آگ ہے، نہ اُن کا فیصلہ کیا جائے گا

فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ

فَيَمُوْتُوْا	وَ	لَا	يُخَفَّفُ	عَنْهُمْ	مِّنْ	عَذَابِهَا ؕ	كَذٰلِكَ	نَجْزِيْ
سو وہ مر جائیں	اور	نہ	تخفیف کی جائے گی	ان	سے	اس کے عذاب کی	اسی طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں

کہ وہ مر ہی جائیں اور نہ اُن کے عذاب میں کوئی تخفیف کی جائے گی، اِسی طرح ہر ناشکرے کو

كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿٣٦﴾ ۚ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا

كُلَّ	كَفُوْرٍ ﴿٣٦﴾	وَ	هُمْ	يَصْطَرِخُوْنَ	فِيْهَا ۚ	رَبَّنَا	اَخْرِجْنَا
ہر	ناشکرے کو	اور	وہ	چلا رہے ہوں گے	اسمیں	اے ہمارے پروردگار	نکال دے ہمیں

ہم بدلہ دیں گے۔ [٣٦] اور وہ اُس میں چلا رہے ہوں گے کہ پروردگار! ہمیں یہاں سے نکال دے،

[٣٣] اس آیت مبارکہ میں وراثت کتاب اللہ کا حق ادا کرنے والوں کے لیے تیار کی جانے والی نعمتوں کا حوالہ دیا گیا ہے کہ وہ کبھی فنا نہ ہونے والے باغات میں رہائش پذیر ہوں گے، ان کے کنگن سونے کے ہوں گے، مطلب یہ کہ مَردوں کو وہاں کنگن پہننے کی اجازت ہوگی، حالانکہ دنیا میں مَردوں کا کنگن پہننا معیوب سمجھا جاتا ہے، نیز وہ کنگن سونے کے ہوں گے، حالانکہ دنیا میں مَردوں کے لیے سونا پہننا حرام ہے، اسی طرح نہایت قیمتی موتیوں کے زیورات اور ریشمی لباس انہیں پہنائے جائیں گے، معلوم ہوا کہ دنیا میں جو چیزیں مسلمانوں پر حرام کی گئی ہیں، وہ صرف امتحان کی غرض سے چند دنوں کے لیے ہیں، جب امتحان کے یہ دن گزر جائیں گے اور وہ اس میں کامیاب ہو جائیں گے تو یہ پابندی اٹھالی جائے گی اور دنیا سے ہزاروں گنا بڑھ کر قیمتی اور اعلیٰ درجے کی نفیس چیزیں انہیں فراہم کی جائیں گی۔

[٣٤] [٣٥] ان آیتوں میں اہل جنت کا حق تعالیٰ کی بارگاہ میں نذرانہ شکر پیش کرنا مذکور ہوا ہے، قرآن وحدیث کی تصریحات سے اس عاجز کی سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ جنت میں کوئی ایک شخص بھی ناشکرا نہ ہوگا، دنیا میں تو انسان کی زبان سے بعض اوقات ناشکری کے جذبات کا اظہار ہو جاتا ہے اور وہ بہت سی نعمتوں کو نعمت سمجھتا ہی نہیں ہے، لیکن جنت میں ایسا نہیں ہوگا، وہاں کسی کی زبان پر کبھی ناشکری کے الفاظ نہیں آئیں گے، حتیٰ کہ عورتیں بھی وہاں شکر گزار ہوں گی جو دنیا میں معمولی سی تکلیف دیکھ کر بے تکلف کہہ دیتی ہیں کہ میری تو قسمت ہی پھوٹ گئی، جب سے تیرے پلے بندھی ہوں، آج تک کبھی سکھ کا سانس نہیں لیا، جنت کی بہت سی اہم انفرادی خصوصیات میں سے یہ ایک نہایت منفرد خصوصیت ہے کہ وہاں ہر شخص ہی شکر گزاری کے جذبات سے لبریز ہوگا، نیز وہاں پہنچ کر ہر رنج وغم سے نجات مل جائے گی، کسی قسم کی محنت مشقت ہوگی اور نہ کوئی تھکاوٹ، بس یوں کہہ لیجئے

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد — کسے را با کسے کارے نباشد

[٣٦] [٣٧] ان آیتوں میں کافروں کی فریاد اور اس کا جواب ذکر کیا گیا ہے، وہ جہنم میں نہایت ذلت، آزمائش اور تکلیف میں مبتلا ہوں گے ان کا شمار نہ تو زندوں میں ہوگا اور نہ مُردوں میں، وہ روز جیتے اور روز مرتے ہوں گے، ان کی سزا میں کسی قسم کی تخفیف نہیں کی جائے گی، ان کا کوئی معاون اور مددگار نہیں ہوگا، وہاں ان کی فریاد رسی کرنے کوئی نہیں پہنچے گا، وہ زور زور سے چلائیں گے کہ پروردگار! ایک موقع دیدے، اس مرتبہ ہم سابقہ کوتاہیوں کا ازالہ کرکے پاکیزہ زندگی گزاریں گے اور اعمال صالحہ کا ذخیرہ اکٹھا کرکے لائیں گے، انہیں اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ اب ایسا ہونا ممکن نہیں ہے، اس سے پہلے تمہیں بہت سے مواقع دیئے گئے ہیں، تم خود کہتے تھے کہ آج تو موت کے منہ سے نکل کر آیا ہوں، آج تو مرتے مرتے بچا ہوں، آج تو مرنے میں کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی، تمہاری ڈوبتی ہوئی کشتی، حادثے کا شکار ہونے والے ہوائی جہاز اور ایکسیڈنٹ ہوتی گاڑی کو بچا کر تمہیں کتنے مواقع دیئے گئے؟ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ تمہیں اتنی زندگی دی گئی کہ اگر تم نصیحت حاصل کرنا چاہتے اور موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتے تو وہ ضرورت سے زیادہ تھی، جو شخص سمجھنا چاہے، اس کے

نَعۡمَلۡ صَالِحًا غَیۡرَ الَّذِیۡ كُنَّا نَعۡمَلُؕ اَوَلَمۡ نُعَمِّرۡكُمۡ مَّا

نَعۡمَلۡ	صَالِحًا	غَیۡرَ	الَّذِیۡ	كُنَّا	نَعۡمَلُؕ	اَوَلَمۡ	نُعَمِّرۡكُمۡ	مَّا
عمل کریں گے ہم	نیک	علاوہ	اس کے جو	ہم تھے	عمل کرتے رہے	اور کیا نہیں	ہم نے تمہیں عمر دی	وہ جو

ہم پہلے جو اعمال کرتے رہے اُن کی بجائے نیک اعمال کریں گے، کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جس میں

یَتَذَكَّرُ فِیۡهِ مَنۡ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِیۡرُؕ فَذُوۡقُوۡا فَمَا

یَتَذَكَّرُ	فِیۡهِ	مَنۡ	تَذَكَّرَ	وَ	جَآءَكُمُ	النَّذِیۡرُؕ	فَذُوۡقُوۡا	فَمَا
نصیحت حاصل کرلے	اسمیں	جو کوئی	نصیحت چاہے	اور	آگیا تمہارے پاس	ڈرانے والا	سو چکھو تم	سو نہیں

کوئی نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کرسکے، اور تمہارے پاس تو ڈرانے والا بھی آچکا تھا، سو اب تم مزہ چکھو، کہ

لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ نَّصِیۡرٍ ۳۷ؑ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَیۡبِ السَّمٰوٰتِ

لِلظّٰلِمِیۡنَ	مِنۡ	نَّصِیۡرٍ ۳۷	اِنَّ	اللّٰهَ	عٰلِمُ	غَیۡبِ	السَّمٰوٰتِ
ظالموں کیلئے	سے	کوئی مددگار	بیشک	اللہ	جاننے والا	بھید کو	آسمانوں کے

ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ ۳۷ بیشک اللہ ہی آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو

وَالۡاَرۡضِؕ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ۳۸ هُوَ الَّذِیۡ

وَ	الۡاَرۡضِؕ	اِنَّهٗ	عَلِیۡمٌۢ	بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ۳۸	هُوَ	الَّذِیۡ
اور	زمین کے	بیشک وہ	خوب جاننے والا	سینوں کی باتیں	وہ	وہی جس نے

جاننے والا ہے، بیشک وہ سینوں کے رازوں سے خوب واقف ہے۔ ۳۸ اللہ وہی ہے جس نے

جَعَلَكُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِؕ فَمَنۡ كَفَرَ فَعَلَیۡهِ كُفۡرُهٗؕ وَلَا

جَعَلَكُمۡ	خَلٰٓئِفَ	فِی	الۡاَرۡضِؕ	فَمَنۡ	كَفَرَ	فَعَلَیۡهِ	كُفۡرُهٗؕ	وَ	لَا
تمہیں بنایا	جانشین	بیچ	زمین کے	سو جو کوئی	کفر کرے	تو اس پر	اس کا کفر	اور	نہیں

تمہیں زمین میں جانشین بنایا، پھر جو شخص کفر کرے گا، اُس کے کفر کا وبال اُسی پر ہوگا، اور

یَزِیۡدُ الۡكٰفِرِیۡنَ كُفۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ اِلَّا مَقۡتًاۚ وَلَا یَزِیۡدُ

یَزِیۡدُ	الۡكٰفِرِیۡنَ	كُفۡرُهُمۡ	عِنۡدَ	رَبِّهِمۡ	اِلَّا	مَقۡتًاۚ	وَ	لَا	یَزِیۡدُ
بڑھاتا	کافروں کو	ان کا کفر	نزدیک	ان کے رب کے	مگر	ناراضی میں	اور	نہیں	بڑھاتا

کافروں کا کفر اُن کے رب کے سامنے بیزاری میں ہی اضافہ کرتا ہے، اور کافروں کا

لیے اتنی عمر بھی کافی سے زیادہ ہے اور جو شخص انکار اور تکذیب کی روش پر قائم رہے، اس کے لیے ہزاروں سال بھی ناکافی ہیں، لہٰذا تمہاری یہ درخواست ناقابل قبول ہے، اب تمہیں اپنے اعمال کی سزا بھگتنا ہوگی۔

ع ۴ ۱۱/۱۶

۳۸ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت علم بیان کی گئی ہے کہ اسے کسی حد میں محدود اور کسی قید سے مقید نہیں کیا جاسکتا، اس کے لیے ظاہر اور باطن دونوں یکساں ہیں، وہ زمین و آسمان کے ہر راز اور ہر پوشیدہ امر سے بخوبی واقف ہے، وہ انسان کے دل میں آنے والے خیالات اور سینوں میں چھپے ہوئے رازوں سے بھی واقف ہے، کوئی راز اس کے سامنے راز نہیں ہے اور اس کے راز سے آگاہی کسی کے لیے ممکن نہیں ہے، سوائے اس کے کہ وہ خود کسی کو بتادے۔

الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿٣٩﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ

الْكٰفِرِيْنَ	كُفْرُهُمْ	اِلَّا	خَسَارًا ﴿٣٩﴾	قُلْ	اَرَءَيْتُمْ	شُرَكَآءَكُمُ
کافروں کو	ان کا کفر	مگر	نقصان میں	تُو کہہ	کیا تم نے دیکھا	اپنے شرکا کو

کفر اُن کے نقصان ہی میں اضافہ کرتا ہے۔ [٣٩] اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ تم اپنے اُن شرکاء کو تو دیکھو جنہیں تم اللہ کو

الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ

الَّذِيْنَ	تَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ ۭ	اَرُوْنِيْ	مَاذَا	خَلَقُوْا	مِنَ
جنہیں	تم پکارتے تھے	سے	علاوہ	اللہ کے	دکھاؤ تم مجھے	کیا ہے وہ جو	پیدا کیا انہوں نے	سے

چھوڑ کر پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ تو سہی کہ اُنہوں نے زمین کا کون سا حصہ

الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا

الْاَرْضِ	اَمْ	لَهُمْ	شِرْكٌ	فِي	السَّمٰوٰتِ ۚ	اَمْ	اٰتَيْنٰهُمْ	كِتٰبًا
زمین کے	یا	ان کیلئے	شراکت داری	بیچ	آسمانوں کے	کیا	ہم نے انہیں دی ہے	کوئی کتاب

پیدا کیا ہے؟ یا اُن کی آسمانوں میں کوئی شراکت ہے؟ کیا ہم نے اُنہیں کوئی کتاب

فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ

فَهُمْ	عَلٰى	بَيِّنَتٍ	مِّنْهُ ۚ	بَلْ	اِنْ	يَّعِدُ	الظّٰلِمُوْنَ	بَعْضُهُمْ
سو وہ	پر	واضح دلیل کے	اس سے	بلکہ	نہیں	وعدہ کرتے	ظلم کرنے والے	ان میں سے بعض

دی ہے، کہ وہ اُس کی کوئی سند رکھتے ہیں؟ بلکہ ظالم لوگ ایک دوسرے سے جو وعدہ بھی کرتے ہیں،

بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿٤٠﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

بَعْضًا	اِلَّا	غُرُوْرًا ﴿٤٠﴾	اِنَّ	اللّٰهَ	يُمْسِكُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضَ
بعض سے	مگر	دھوکہ	بیشک	اللہ	روک رہا ہے	آسمانوں کو	اور	زمین کو

وہ محض دھوکہ ہے۔ [٤٠] بیشک اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو اپنی جگہ سے ہلنے سے

اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَىِٕنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ

اَنْ	تَزُوْلَا ۚ	وَ	لَىِٕنْ	زَالَتَآ	اِنْ	اَمْسَكَهُمَا	مِنْ	اَحَدٍ	مِّنْۢ
یہ کہ	وہ ہل جائیں	اور	البتہ اگر	وہ دونوں ہل جائیں	نہیں	انہیں تھامنے والا	سے	کوئی ایک	سے

روکے ہوئے ہے اور اگر وہ اپنی جگہ سے ہل جائیں تو اُس کے علاوہ اُنہیں کوئی تھامنے والا

[٣٩] اس آیت مبارکہ میں انسان کے کفر کا وبال اسی پر ڈالا گیا ہے، اللہ نے تو انسان کو موقع فراہم کر دیا کہ وہ اپنی کارکردگی دکھائے، گزشتہ نسل کی جگہ اسے کام کرنے کا موقع دیا گیا، اب اگر کوئی شخص اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی بجائے کفر و شرک اور بت پرستی کی دلدل میں جا دھنسے تو اس کا نقصان اسی کو ہوگا، چنانچہ وہ عذاب کا مستحق بھی ہوگا، خسارہ بھی اٹھائے گا اور اپنے رب کی ناراضگی بھی مول لے گا، کیونکہ انسان کے کفر سے اللہ تو خوش نہیں ہوتا اور اس کا کفر آخرت میں اس کے نقصان اور شرمندگی کا باعث ہوگا۔

[٤٠] اس آیت مبارکہ میں مشرکوں کو چیلنج دیا گیا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر وہ جن بتوں اور صورتوں کی پوجا کرتے ہیں، ان کی کوئی تخلیق لاکر پیش کریں؟ دکھائیں کہ زمین کا کون سا حصہ انہوں نے پیدا کیا ہے؟ مطلب یہ کہ اگر اس زمین کے مقابلے میں کوئی دوسری زمین نہیں لاسکتے تو کوئی بات نہیں، اسی زمین کا کوئی ٹکڑا دکھا دیں، اگر اس آسمان جیسا کوئی دوسرا آسمان نہیں لاسکتے تو کم از کم اسی آسمان کے کچھ حصے میں اپنی شراکت داری ثابت کر کے دکھا دیں، اگر ان کے پاس اپنے کفر و شرک کے لیے سابقہ آسمانی کتابوں سے کوئی دلیل نکلتی ہے تو اسی کو پیش کر دیں، اپنے دعوی کو ثابت کرنے کے لیے کوئی دلیل تو لیکر آئیں، لیکن تا صبح قیامت یہ لوگ اپنے دعوے کو دلیل سے ثابت نہیں کرسکیں گے، معلوم ہوا کہ یہ لوگ ایک دوسرے سے دھوکے کا وعدہ کر رہے ہیں جو کبھی پورا نہ ہوگا۔

بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿٤١﴾ وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ

بَعْدِهٖ ؕ	اِنَّهٗ	كَانَ	حَلِيْمًا	غَفُوْرًا ﴿٤١﴾	وَ	اَقْسَمُوْا	بِاللّٰهِ	جَهْدَ
اس کے پیچھے	بیشک وہ	ہے	نہایت بردبار	بہت بخشنے والا	اور	قسمیں کھائیں انہوں نے	اللہ کی	پختہ

نہیں ہے، بیشک وہ بہت بردبار، بخشنے والا ہے۔ ﴿٤١﴾ اور وہ اللہ کے نام کی پختہ قسمیں

اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ

اَيْمَانِهِمْ	لَئِنْ	جَآءَهُمْ	نَذِيْرٌ	لَّيَكُوْنُنَّ	اَهْدٰى	مِنْ
قسمیں	البتہ اگر	آیا ان کے پاس	کوئی ڈرانے والا	البتہ ضرور ہوں گے وہ	زیادہ ہدایت یافتہ	سے

کھاتے تھے کہ اگر اُن کے پاس کوئی ڈرانے والا آیا تو وہ ضرور ساری امتوں سے

اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا

اِحْدَى	الْاُمَمِ ۚ	فَلَمَّا	جَآءَهُمْ	نَذِيْرٌ	مَّا	زَادَهُمْ	اِلَّا
کسی ایک	امتوں میں	سو جب	آیا ان کے پاس	ایک ڈرانے والا	نہیں	بڑھایا انہیں	مگر

زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے، پھر جب اُن کے پاس ڈرانے والا آیا تو اُن کے بدکنے میں ہی

نُفُوْرَا ۨ ﴿٤٢﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ؕ وَلَا يَحِيْقُ

نُفُوْرَا ۨ ﴿٤٢﴾	اسْتِكْبَارًا	فِي	الْاَرْضِ	وَ	مَكْرَ	السَّيِّئِ ؕ	وَ	لَا	يَحِيْقُ
بدکنے میں	تکبر کرتے ہوئے	بیچ	زمین کے	اور	تدبیر کرتے ہوئے	بری	اور	نہیں	الٹی پڑتی

اضافہ ہوگیا۔ ﴿٤٢﴾ زمین میں تکبر کی وجہ سے اور بری تدبیریں کرتے ہوئے، اور بری تدبیر اُنہی لوگوں پر الٹی

الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ

الْمَكْرُ	السَّيِّئُ	اِلَّا	بِاَهْلِهٖ ؕ	فَهَلْ	يَنْظُرُوْنَ	اِلَّا	سُنَّتَ
تدبیر	بری	مگر	اسے کرنے والے پر	تو کیا	یہ لوگ انتظار کر رہے ہیں	سوائے	دستور کے

پڑتی ہے جو تدبیر کرنے والے ہوتے ہیں، تو کیا یہ لوگ پہلوں کے دستور کا

الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ

الْاَوَّلِيْنَ ۚ	فَلَنْ	تَجِدَ	لِسُنَّتِ	اللّٰهِ	تَبْدِيْلًا ۚ	وَ	لَنْ	تَجِدَ
پہلوں کے	سو ہرگز نہ	پائے گا تو	دستور میں	اللہ کے	کوئی تبدیلی	اور	ہرگز نہ	پائے گا تو

انتظار کر رہے ہیں؟ سو آپ اللہ کے طریقے میں کوئی تبدیلی ہرگز نہ پائیں گے، اور آپ اللہ کے

﴿٤١﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ حلیم و بردبار ہے، چنانچہ یہ اس کا علم اور بردباری ہے کہ اس نے زمین و آسمان کو ہلنے سے روکا ہوا ہے، اگر وہ یہ رکاوٹ ختم کر دے تو زمین و آسمان ہر وقت ہلتے ہی رہیں، اس پر کوئی عمارت نہ ٹھہر سکے اور دنیا کی کوئی طاقت انہیں ہلنے سے روک نہ سکے، دوسری صفت یہ کہ وہ بہت بخشنے والا ہے، چنانچہ زمین و آسمان میں جتنی بھی جاندار مخلوقات ہیں، سب اس کی مغفرت اور بخشش سے فیض یاب اور فیض بار ہو رہی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بخشے ہوئے بندوں میں ہمیں بھی شامل فرمائے۔

﴿٤٢﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل مکہ کو ان کی وہ قسمیں یاد دلائی گئی ہیں جو وہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے، دیگر اقوام میں انبیاء کرام کی بعثت اور لوگوں کے دل خراش رویے کے متعلق سن کر کھایا کرتے تھے کہ ان لوگوں نے تو اپنے نبیوں کی قدردانی نہیں کی، اگر اللہ تعالیٰ نے ہم پر مہربانی کی اور ہمارے پاس کوئی پیغمبر ڈرانے والا آیا تو ہم دنیا کو دکھا دیں گے کہ پیغمبروں کی اطاعت کیسے کی جاتی ہے اور ان کی قدردانی کا حق کس طرح ادا کیا جاتا ہے؟ ان کی پختہ قسموں کو سن کر یوں لگتا تھا جیسے وہ پیغمبر کے حکم کی خاطر جان کی بازی لگا دیں گے، آسمان کے تارے توڑ لائیں گے اور اپنی وفاداری کے بے مثال نمونوں سے دنیا کو حیران کر دیں گے اور واقعی انہوں نے دنیا کو حیران کر دیا، لیکن اپنی قسموں کو توڑ کر، نبی کی مخالفت کر کے، بدکے ہوئے جانوروں کی طرح رسی تڑانے کی کوشش کر کے اور اپنے دعویٰ کے بالکل برعکس ان کی تکذیب و تردید کر کے۔

لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

لِسُنَّتِ	اللّٰهِ	تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾	اَوَلَمْ	يَسِيْرُوْا	فِي	الْاَرْضِ
دستور میں	اللہ کے	ٹلنا	اور کیا نہیں	چلے پھرے وہ	بیچ	زمین کے

طریقے کو ٹلتا ہوا ہرگز نہ پائیں گے۔ ﴿۴۳﴾ کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھیں،

فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا

فَيَنْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ	وَ	كَانُوْٓا
سو دیکھتے وہ	کیسا	ہوا	انجام	ان لوگوں کا	سے	ان کے پہلے	اور	تھے وہ

اِن سے پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا اور وہ طاقت میں

اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ

اَشَدَّ	مِنْهُمْ	قُوَّةً ۭ	وَ	مَا	كَانَ	اللّٰهُ	لِيُعْجِزَهٗ	مِنْ	شَيْءٍ
زیادہ مضبوط	ان سے	طاقت میں	اور	نہیں	ہے	اللہ	کہ عاجز کرسکے اسے	سے	کوئی چیز

اِن سے زیادہ مضبوط تھے اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ آسمانوں

فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾

فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	لَا	فِي	الْاَرْضِ ۭ	اِنَّهٗ	كَانَ	عَلِيْمًا	قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾
بیچ	آسمانوں کے	اور	نہ	بیچ	زمین کے	بیشک وہ	ہے	خوب جاننے والا	قدرت والا

اور زمین میں اُسے کوئی چیز عاجز کرسکے، بیشک وہ خوب جاننے والا، قدرت والا ہے۔ ﴿۴۴﴾

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰي

وَ	لَوْ	يُؤَاخِذُ	اللّٰهُ	النَّاسَ	بِمَا	كَسَبُوْا	مَا	تَرَكَ	عَلٰي
اور	اگر	پکڑنے لگے	اللہ	لوگوں کو	اس وجہ سے جو	انہوں نے کمایا	نہ	چھوڑے وہ	پر

اگر لوگوں کے اعمال کی وجہ سے اللہ اُن کا مؤاخذہ کرنے لگے تو زمین کی پشت پر

ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ

ظَهْرِهَا	مِنْ	دَآبَّةٍ	وَّ	لٰكِنْ	يُّؤَخِّرُهُمْ	اِلٰٓى	اَجَلٍ	مُّسَمًّى ۚ
اس کی پشت کے	سے	کوئی چوپایہ	اور	لیکن	وہ انہیں مہلت دے گا	طرف	ایک مدت کے	مقرر شدہ

چلنے والا کوئی جاندار نہ چھوڑے، لیکن وہ اُنہیں ایک مقررہ وقت تک مہلت دیتا ہے،

﴿۴۳﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل عرب کی مخالفت کی دو وجہیں بیان کی گئی ہیں، پہلی وجہ تکبر ہے کہ ان کے تکبر نے انہیں رسول اکرم ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی دعوت قبول کرنے سے روک دیا اور وہ محروم ومردود ہوگئے، دوسری وجہ ان کی مکاری اور ان کا سازشی ذہن ہے، اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ مکاروں کا مکر اور سازش کرنے والوں کی سازش انہی پر الٹا دیتا ہے، دنیا نے بارہا اس کا نظارہ کیا ہے یہ اللہ کی عادت اور طریقہ رہا ہے، لیکن سازشیں کرنے والے ہمیشہ اس بات کو بھول جاتے ہیں اور بالآخر اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں خود ہی جا گرتے ہیں، اہل مکہ نے بھی بہت سی سازشیں کیں، لیکن اللہ کے فضل سے ان میں سے ایک بھی کامیاب نہیں ہوگی، کیونکہ اللہ کی سنت اور طریقہ تبدیل نہیں ہوتا۔

﴿۴۴﴾ اس آیت مبارکہ میں زمین میں چل پھر کر سیرو سیاحت کرنے اور گزشتہ اقوام کے عبرتناک انجام سے سبق حاصل کرنے کی تاکید کی گئی ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ سیرو سیاحت کا مقصد ''عبرت پذیری'' کو قرار دیا گیا ہے کہ انسان گزشتہ اقوام کے حالات پر غور کرے، کیا ان کے پاس جسمانی قوت نہیں تھی؟ کیا ان کے پاس مال ودولت کی فراوانی نہیں تھی؟ کیا وہ بڑے خاندان اور قبیلے والے نہ تھے؟ کیا ان کے ہاتھ میں ہنر اور کاریگری نہیں تھی؟ اگر انہیں یہ سب چیزیں میسر تھیں تو کیا وہ اللہ کو عاجز کرسکے؟ کیا وہ اللہ سے مقابلہ کر پائے؟ کیا ان کی یہ چیزیں ان کے کسی کام آسکیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس بات کا یقین کرلو کہ تم بھی اسے عاجز نہ کرسکو گے اور تم بھی اس کا مقابلہ نہ کرسکو گے، وہ بہت قدرت والا ہے اور اس کا علم بھی کامل ہے، اس لیے اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿٤٥﴾ ع

فَاِذَا	جَآءَ	اَجَلُهُمْ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	بِعِبَادِهٖ	بَصِيْرًا ۝
سو جب	آئے گی	ان کی مدت	تو بیشک	اللہ	ہے	اپنے بندوں کو	خوب دیکھنے والا

پھر جب اُن کا وقت آجائے گا تو بیشک اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے۔ ⑮

اٰيَاتُهَا ٨٣　(٣٦) سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ (٤١)　رُكُوْعَاتُهَا ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

يٰسٓ ﴿١﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣﴾

يٰسٓ ۝	وَالْقُرْاٰنِ	الْحَكِيْمِ ۝	اِنَّكَ	لَمِنَ	الْمُرْسَلِيْنَ ۝
یٰسٓ	قسم ہے قرآن کی	حکمت والے	بیشک تُو	البتہ سے	پیغمبروں کے

یٰسٓ ① قسم ہے حکمت والے قرآن کی۔ ② بیشک آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔ ③

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤﴾ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٥﴾

عَلٰى	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ ۝	تَنْزِيْلَ	الْعَزِيْزِ	الرَّحِيْمِ ۝
پر	راستے کے	سیدھے	اتارا ہوا	غالب	نہایت رحم والے کا

سیدھے راستے پر ہیں۔ ④ یہ کلام غالب، نہایت مہربان کا اتارا ہوا ہے۔ ⑤

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿٦﴾ لَقَدْ حَقَّ

لِتُنْذِرَ	قَوْمًا	مَّآ	اُنْذِرَ	اٰبَآؤُهُمْ	فَهُمْ	غٰفِلُوْنَ ۝	لَقَدْ	حَقَّ
تاکہ تُو ڈرائے	ایک قوم کو	نہیں	ڈرائے گئے	ان کے باپ	سو وہ	بے خبر رہے	البتہ یقینا	ثابت ہو چکی

تاکہ آپ ایک ایسی قوم کو ڈرائیں جن کے آباؤ اجداد کو ڈرایا نہیں گیا، سو وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ⑥ اُن میں سے اکثر لوگوں کے

الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٧﴾ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ

الْقَوْلُ	عَلٰٓى	اَكْثَرِهِمْ	فَهُمْ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ ۝	اِنَّا	جَعَلْنَا	فِيْٓ
بات	پر	ان میں سے اکثر کے	سو وہ	نہیں	ایمان لائیں گے	بیشک ہم نے	کر دیئے	بیچ

متعلق یہ بات طے ہو چکی ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ ⑦ بیشک ہم نے اُن کی گردنوں میں

ع ٥ ٨ ١٧

⑮ اس آیت مبارکہ میں لوگوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر مہلت دیئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی گرفت فوراً نہیں فرماتا، اسے مہلت دیتا ہے، تاکہ اتمام حجت ہوجائے، تاکہ اسے سنبھلنے کا موقع مل جائے اور تاکہ وہ راہ راست پر لوٹ آئے، لیکن اگر اس سب کچھ کے باوجود بھی وہ باز نہیں آتا تو پھر اللہ تو سب کچھ دیکھ رہا ہے اور اس کی نگاہوں سے تو کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے، اس لیے وہ اس کی رسی کو کھینچ لیتا ہے، یہ بھی اللہ کی شفقت ہے کہ وہ فوری طور پر گرفت نہیں فرماتا، اگر وہ ایسا کرنا شروع کردے تو روئے زمین پر ایک جاندار بھی باقی نہ بچے، چونکہ یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے، اس لیے وہ ایسا نہیں کرتا۔ الحمد للہ! آج مورخہ یکم جنوری ۲۰۱۹ کو سورۂ فاطر کے مختصر حواشی سے فراغت ہوئی، اللہ تعالیٰ اسے قبول و مقبول فرما کر بقیہ سورتوں کی تکمیل کے لیے بھی ذہنی کشادگی اور یکسوئی عطا فرمادیں۔ آمین

سورۂ یٰسٓ

سورۂ یٰسٓ مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۳۰۰۰، کلمات ۷۲۹، آیات ۸۳ اور رکوعات ۵ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت ہی لفظ ''یٰسٓ'' ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ یٰسٓ رکھا گیا، چونکہ یہ حروف مقطعات میں سے ہے اس لیے اس کا حقیقی معنیٰ تو اللہ ہی جانتا ہے، البتہ بعض مفسرین نے اس کا معنیٰ ''اے انسان'' بیان کیا ہے اور انسان سے مراد انسان کامل ہے اور وہ رسول اکرم ﷺ کے علاوہ کوئی نہیں، اس لیے یہ نبی علیہ السلام کے مبارک ناموں میں سے ایک نام بھی ہے، اس سورت کا مرکزی عنوان توحید و رسالت اور قیامت کے عقیدے کو دلائل کی روشنی میں ثابت کرنا ہے، اس سورت کے پہلے رکوع میں ان تینوں کا اجمالی ذکر ہوا ہے، اس کے بعد ''اصحاب القریة'' کا واقعہ عقیدۂ رسالت کی وضاحت کیلئے لایا گیا ہے، پھر حق تعالیٰ کی قدرت کی مختلف نشانیاں ذکر کر کے اس کی توحید اور وحدانیت ثابت کی گئی ہے، ان نشانیوں میں زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار، رات اور دن کی گردش، سورج اور چاند کا اپنے اپنے مدار میں گردش کرنا اور کسی ایک کا اپنی مقررہ حد سے باہر نہ نکلنا بھی ہے، اس کے علاوہ حضرت نوح علیہ السلام کی بھری ہوئی کشتی کو بھی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے، یوں بھی موجیں مارتے سمندر میں کسی بھی کشتی کا منزل تک پہنچ جانا اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بغیر ممکن نہیں ہے، پھر قیامت کے احوال، اہل جنت کو حق تعالیٰ کا سلام، مجرموں کو چھانٹ کر الگ کرنا اور ان کے اعضاء جسم کو ان کے خلاف گواہی کیلئے استعمال کرنا، رسول اکرم ﷺ سے شاعر ہونے کی نفی کرنا اور انسان کا اپنے رب سے جھگڑنا اور مرنے کے بعد والی زندگی پر اس کا تعجب کرنا وغیرہ امور کی تردید کی گئی ہے۔

① یہ حروف مقطعات میں سے ہے، بعض حضرات نے ''ی'' کو حرف نداء اور ''س'' کو انسان کا مخفف قرار دیکر اس کا معنیٰ ''یا انسان'' بیان کیا ہے اور انسان سے مراد انسان کامل ہے اور وہ رسول اکرم ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں، اس لیے اس لفظ کا مصداق رسول اکرم ﷺ کو قرار دیا گیا ہے اور اسی وجہ سے یہ نبی ﷺ کے اسماء گرامی میں بھی شامل ہے۔ ② اس آیت مبارکہ میں قرآن حکیم کی قسم کھائی گئی ہے، چونکہ قرآن کریم کا متکلم ''حکیم'' ہے اس لیے اس کا کلام بھی حکیم ہے، نیز اس کلام میں حکمت کی بنیاد جمع کردی گئی ہے، خود یہ کلام نہایت محکم ہے، اس کی محکم آیات میں زندگی کے مختلف شعبوں کے حوالے سے واضح ہدایات دی گئی ہیں اور اس کا ہر حرف یا حرکت اور سکون کسی نہ کسی حکمت پر مبنی ہے، اس لیے اسے ''قرآن حکیم'' کہا جاتا ہے۔ ③ اس آیت مبارکہ میں نہایت مؤکد طریقے سے واضح کیا گیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت پر قسم کھائی جاسکتی ہے، خود

أَعْنَاقِهِمْ أَغْلٰلًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝٨

أَعْنَاقِهِمْ	أَغْلٰلًا	فَهِيَ	إِلَى	الْأَذْقَانِ	فَهُمْ	مُّقْمَحُوْنَ ۝
ان کی گردنوں کے	طوق	سو وہ	طرف	ٹھوڑیوں کے	سو وہ	اوپر اٹھے ہوئے

طوق ڈال رکھے ہیں، سو وہ اُن کی ٹھوڑیوں تک آ رہے ہیں، سو اُن کے سر اوپر اُٹھے کے اُٹھے رہ گئے ہیں۔ ⑧

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا

وَ	جَعَلْنَا	مِنْ	بَيْنِ	أَيْدِيهِمْ	سَدًّا	وَّ	مِنْ	خَلْفِهِمْ	سَدًّا
اور	کردی ہم نے	سے	درمیان	ان کے ہاتھوں کے	دیوار	اور	سے	ان کے پیچھے	دیوار

اور ہم نے اُن کے آگے بھی دیوار بنادی اور اُن کے پیچھے بھی دیوار بنادی،

فَأَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝٩ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ

فَأَغْشَيْنٰهُمْ	فَهُمْ	لَا	يُبْصِرُوْنَ ۝	وَ	سَوَآءٌ	عَلَيْهِمْ
سو ہم نے انہیں ڈھانپ لیا	سو وہ	نہیں	دیکھتے	اور	برابر ہے	ان پر

پھر ہم نے اُنہیں ڈھانپ دیا، سو وہ دیکھتے نہیں ہیں۔ ⑨ اور اُن کیلئے برابر ہے

ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝١٠ إِنَّمَا تُنْذِرُ

ءَ	أَنْذَرْتَهُمْ	أَمْ	لَمْ	تُنْذِرْهُمْ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ ۝	إِنَّمَا	تُنْذِرُ
کیا	تو انہیں ڈرائے	یا	نہ	ڈرائے انہیں	نہیں	ایمان لائیں گے وہ	وہ تو صرف	تو ڈرائے گا

کہ آپ اُنہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ⑩ آپ تو صرف اُنہی لوگوں کو

مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ج فَبَشِّرْهُ

مَنِ	اتَّبَعَ	الذِّكْرَ	وَ	خَشِيَ	الرَّحْمٰنَ	بِالْغَيْبِ ج	فَبَشِّرْهُ
اسے جو	پیروی کرے	ذکر کی	اور	ڈرے	رحمان سے	بن دیکھے	سو خوشخبری دیدے اسے

ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کریں اور رحمان سے بن دیکھے ڈریں، سو آپ ایسے شخص کو مغفرت

بِمَغْفِرَةٍ وَّأَجْرٍ كَرِيْمٍ ۝١١ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ

بِمَغْفِرَةٍ	وَّ	أَجْرٍ	كَرِيْمٍ ۝	إِنَّا	نَحْنُ	نُحْيِ	الْمَوْتٰى	وَ	نَكْتُبُ
مغفرت کی	اور	اجر کی	باعزت	بیشک ہم	ہم ہی	زندہ کرتے ہیں	مردوں کو	اور	ہم لکھ رہے ہیں

اور باعزت اجر کی خوشخبری دیدیجئے۔ ⑪ بیشک ہم ہی مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور جو کچھ اُنہوں نے

اللہ تعالیٰ قسم کھا کر فرما رہا ہے کہ آپ واقعۃً ہمارے پیغمبروں میں سے ہیں، ایک سمجھدار آدمی کے لیے اس کے بعد نبی ﷺ کی نبوت ورسالت پر شک کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی، اس لیے کہ جب پیغام بر کو بھیجنے والا خود قسم کھا کر کہہ دے کہ یہ میرا سفیر اور میرا پیغام بر ہے تو اس سفارت کو قبول نہ کرنا نہایت بدتہذیبی کی علامت ہے، یوں تو اللہ کو قسم کھانے کی ضرورت نہیں ہے، اس کی ہر بات قسم کے بغیر ہی سچی اور اس سے زیادہ پختہ اور عمدہ ہوتی ہے، لیکن اہل دنیا سے انہی کے مزاج میں بات کر کے انہیں مانوس کیا گیا ہے تاکہ وہ ذہنی طور پر قریب آجائیں۔ ④ اس آیت مبارکہ میں دوسرا دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سیدھے راستے پر قائم ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں ہادی اور مہدی بنا کر بھیجا ہے، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی خود تو ہدایت اور راہ راست پر گامزن نہ ہو اور اللہ اسے لوگوں کی ہدایت اور رہبری کے لیے مبعوث فرمادے؟ ⑤ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کو اللہ کا نازل کردہ کلام قرار دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی صفت عزیز اور دوسری رحیم ہے اور یہ دونوں صفتیں نزول قرآن سے گہری مناسبت رکھتی ہیں۔ ⑥ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد بیان کیا گیا ہے کہ آپ کو اس لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو خواب غفلت سے جگائیں، ان سے پہلے ان کے آباؤ اجداد بھی غفلت کی زندگی گزار کر چلے گئے، ان کی آنکھ بھی غفلت میں کھلی اور اسی میں پل بڑھ کر جوان ہوئے، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ اہل عرب کا المیہ تھا کہ ان کی کئی نسلیں غفلت کی زندگی میں ڈوبی رہیں اور اس غفلت نے ایسے عفریت کی شکل اختیار کرلی تھی جس پر قابو پانا کسی عام مصلح اور ریفارمر کے بس کی بات نہیں تھی اور صدیوں کے اس جمود کو توڑنا آسان نہیں تھا، اس کے لیے رسول اکرم ﷺ جیسی ہمہ گیر اور عالمی شخصیت ہی موزوں ترین ہستی ہوسکتی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہی کا انتخاب فرمایا اور انہوں نے پہلے مرض کی کامیاب تشخیص کی اور اس کے بعد مناسب وقت پر مناسب علاج تجویز کیا، تشخیص اور تجویز کے بروقت اور درست ہونے کا فائدہ اور نتیجہ چند ہی سالوں میں ظاہر ہونا شروع ہوگیا اور انسانیت انگڑائی لیکر خواب غفلت سے بیدار ہوگئی۔ ⑦ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو پیشگی اطلاع دیدی گئی ہے کہ لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں لائے گی، آپ اس کی وجہ سے غمگین اور فکرمند نہ ہوں، کیونکہ شیطان لوگوں کی اکثریت کو کافر ومشرک اور ناشکرا بنانے کا تہیہ بارگاہِ الٰہی میں ہی کر چکا تھا اور اللہ تعالیٰ سے اس کام کے لیے مہلت بھی طلب کر چکا تھا، سورۂ سبا میں گزر چکا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "میرے بندوں میں شکرگزار بہت تھوڑے ہیں" آج بھی لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد کے مسلمان ہونے کے باوجود مسلمان اکثریت میں نہیں ہیں، اس سے دلگیر اور رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ خالص چیز ہمیشہ کمیاب ہوتی ہے اور چھلکے بکثرت پائے جاتے ہیں۔ ⑧ اس آیت مبارکہ میں کافروں کی گردنوں میں جو طوق ڈالے جانے کا ذکر آیا ہے، اس سے ظاہری طوق مراد نہیں ہیں، بلکہ اس سے مراد جاہلانہ رسم ورواج، آباؤ اجداد کی اندھی اور گمراہ کن تقلید، غرور وتکبر اور دوسروں کو حقیر سمجھنے کے وہ جذبات ہیں جو ان کی گردنوں میں طوق کی طرح پڑے ہوئے ہیں اور ان کے بوجھ سے ان کے سر اوپر کی طرف اٹھے کے اٹھے رہ گئے ہیں، کیونکہ بوجھ زیادہ ہے اور ان کی گردن اس کا وزن برداشت نہیں کرسکتی، مشاہدہ ہے کہ آج بھی رسم ورواج کی دلدل میں دھنسے ہوئے لوگ اپنی پشت پر اپنی ہمت اور طاقت سے بڑھ کر بوجھ اور وزن لادے ہوئے ہیں، ان کے لیے دو قدم چلنا مشکل ہے لیکن وہ اپنے اندر اتنی جرأت نہیں پاتے کہ اپنی گردنوں سے یہ بوجھ اتار پھینکیں اور آزادی کے ساتھ سکھ کا سانس لے سکیں۔ ⑨ اس آیت مبارکہ میں کافروں کے آگے پیچھے دکھائی نہ دینے والی دیواریں کھڑی کردینے کا ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ جس طرح

انسانی آنکھ دیوار کے آر پار دیکھنے کی طاقت اور صلاحیت نہیں رکھتی، اسی طرح کافروں نے بھی پیغمبر ﷺ سے عداوت کی ایک ایسی دیوار تعمیر کرلی تھی کہ اس کے آر پار انہیں وہ ہدایت اور راہ حق دکھائی دینا بند ہوگئی تھی جو رسول اللہ ﷺ لیکر آئے تھے، بزرگوں کا تجربہ ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی دشمن سے خطرہ ہو تو گھر سے نکلنے سے پہلے اس آیت کو پڑھ لیا کرے، ہر دشمن اور شریر آدمی سے محفوظ رہے گا۔ ١٠ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کے لیے ڈرانے اور نہ ڈرانے کے دونوں پہلو برابر قرار دیئے گئے ہیں، اس کی مختصر وضاحت سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ٦ کے حاشیے میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے جس کا مضمون اور الفاظ تقریباً یہی ہیں۔ ١١ اس آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں جو نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور نصیحت کرنے والے کی نصیحت ان پر کارگر ہوتی ہے، پہلی یہ کہ وہ خود بھی نصیحت پر عمل کرنے کی کوشش کریں، کیونکہ اگر انسان خود ہی نصیحت پر عمل نہ کرنا چاہے تو لاکھوں مصلحین مل کر بھی اس کی اصلاح نہیں کرسکتے، بارہا اس کا تجربہ کیا گیا ہے کہ ایک شخص کو کوئی بات بار بار سمجھائی جاتی ہے لیکن وہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اسے نکال دیتا ہے. ایسا شخص نصیحت سے کبھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور دوسری صفت یہ کہ اس کے دل میں رحمان کا خوف اور اس کی خشیت بن دیکھے ہی موجزن ہو، اس لیے کہ اگر انسان کو خشیت الٰہی کی دولت نصیب ہوجائے تو اس کے لیے ہر نصیحت سے فائدہ اٹھانا ممکن ہوجاتا ہے اور اسے اس دولت کے مقابلے میں ساری دنیا بھی حقیر معلوم ہوتی ہے، ایسے لوگوں کو حق تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور باعزت اجر و ثواب کی بشارت دی گئی ہے۔ ١٢ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی صفت مُردوں کو زندہ کرنا ہے، وہی مُردوں کو زندہ کرے گا، اس کے علاوہ کسی میں یہ قدرت اور طاقت نہیں ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے اختیار سے مُردوں کو

مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ

مَا	قَدَّمُوْا	وَ	اٰثَارَهُمْ ۭ	وَ	كُلَّ	شَيْءٍ	اَحْصَيْنٰهُ	فِيْٓ	اِمَامٍ
وہ جو	آگے بھیجا انہوں نے	اور	ان کے نشانات کو	اور	ہر ایک	چیز	ہم نے محفوظ کرلیا ہے اسے	بیچ	کتاب کے

آگے بھیجا، اُسے بھی اور اُن کے نشاناتِ قدم کو بھی لکھ رہے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو ایک کھلی کتاب میں محفوظ

مُّبِيْنٍ ۝١٢ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ

مُّبِيْنٍ ۝	وَاضْرِبْ	لَهُمْ	مَّثَلًا	اَصْحٰبَ	الْقَرْيَةِ ۘ
کھلی	اور بیان کر	ان کیلئے	ایک مثال	رہنے والوں کی	بستی میں

کر رکھا ہے۔ ١٢ اور اے نبی! (ﷺ) آپ ان کے سامنے ایک بستی والوں کی مثال بیان کیجیے،

اِذْ جَاۗءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝١٣ ۚ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ

اِذْ	جَاۗءَهَا	الْمُرْسَلُوْنَ ۝	اِذْ	اَرْسَلْنَآ	اِلَيْهِمُ	اثْنَيْنِ
جب	آئے اس کے پاس	بھیجے ہوئے	جب	ہم نے بھیجا	ان کیطرف	دو کو

کہ جب اُن کے پاس پیغمبر آئے۔ ١٣ جب ہم نے اُن کے پاس دو پیغمبر بھیجے،

فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ

فَكَذَّبُوْهُمَا	فَعَزَّزْنَا	بِثَالِثٍ	فَقَالُوْٓا	اِنَّآ	اِلَيْكُمْ
سو انہوں نے جھٹلایا انہیں	تو تقویت دی ہم نے	تیسرے سے	سو کہنے لگے وہ	بیشک ہم	تمہاری طرف

سو انہوں نے اُن دونوں کی تکذیب کی، تو ہم نے تیسرے کے ساتھ اُنہیں تقویت پہنچائی، سو وہ کہنے لگے کہ ہمیں تمہارے پاس

مُّرْسَلُوْنَ ۝١٤ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ

مُّرْسَلُوْنَ ۝	قَالُوْا	مَآ	اَنْتُمْ	اِلَّا	بَشَرٌ	مِّثْلُنَا ۙ	وَ	مَآ	اَنْزَلَ
بھیجے ہوئے	کہا انہوں نے	نہیں	تم	مگر	انسان	ہماری طرح	اور	نہیں	اتاری

بھیجا گیا ہے۔ ١٤ وہ کہنے لگے کہ تم ہمارے جیسے انسان ہی تو ہو اور رحمان نے

الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ۝١٥ قَالُوْا رَبُّنَا

الرَّحْمٰنُ	مِنْ	شَيْءٍ ۙ	اِنْ	اَنْتُمْ	اِلَّا	تَكْذِبُوْنَ ۝	قَالُوْا	رَبُّنَا
رحمان نے	سے	کوئی چیز	نہیں	تم	مگر	جھوٹ بولتے ہو	کہا انہوں نے	ہمارا رب

تو کچھ بھی نازل نہیں کیا، تم لوگ تو جھوٹ بول رہے ہو۔ ١٥ اُنہوں نے کہا کہ ہمارا رب

زندہ نہیں کرسکتے تھے، درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا تھا جو معجزانہ طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ظاہر ہوتا تھا، دوسری صفت لوگوں کے ہر عمل اور نشاناتِ قدم تک کو نوٹ کرنا اور انہیں لوح محفوظ میں بحفاظت رکھنا ہے، حفاظت کا یہ ایسا قیمتی اور زبردست نظام ہے جس میں ایک لمحے کے کروڑویں حصے میں بھی بے احتیاطی یا کمزوری کا امکان نہیں ہے۔ ١٣ اس آیت مبارکہ میں ایک بستی والوں کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جن کے پاس اللہ تعالیٰ نے دعوت واصلاح کے سلسلے میں اپنے پیغمبروں کو بھیجا تھا، یہ بستی کون سی تھی؟ قرآن کریم نے اس کی تعیین نہیں کی ہے لہٰذا ہمیں بھی اس کی تعیین کی ضرورت نہیں ہے، جن مفسرین نے اس کا مصداق "انطاکیہ" شہر کو قرار دیا ہے، محققین کو اس پر اعتراض ہے، اسی طرح جن پیغمبروں کو ان کی طرف مبعوث کیا گیا، قرآن کریم نے ان کے نام بھی ذکر نہیں کیے ہیں، بعض اسرائیلی روایات میں ان کا نام صادق، صدوق اور شلوم بیان کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم ١٤ اس آیت مبارکہ میں مذکورہ بستی کی طرف بھیجے جانے والے پیغمبروں کی تعداد اور ان کا پیغام ذکر کیا گیا ہے، شروع میں دو پیغمبروں کو بھیجا گیا تھا، بعد میں ان کی تائید وتقویت کے لیے ایک اور پیغمبر کو بھیج کر ان کی تعداد تین کردی گئی، آیت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر تھے اور یہی راجح تر ہے، بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا قاصد بنا کر بھیجا تھا، گویا وہ پیغمبر کے پیغام بر تھے، ایسی صورت میں یہ بات تعیین ہوجاتی ہے کہ یہ تینوں حضرات قبل از مسیح کے زمانے سے تعلق نہیں رکھتے تھے، لیکن قرآن کریم کے سیاق وسباق سے اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ ١٥ اس آیت مبارکہ میں اہل بستی کا جواب ذکر کیا گیا ہے، یہ جواب تین جملوں پر مشتمل ہے، پہلا یہ کہ تم لوگ اپنے آپ کو پیغمبر بتاتے ہو، ہمیں تو تمہارے اندر کوئی انفرادیت اور خصوصیت نظر نہیں آتی اور تم بھی ہماری طرح کے انسان ہی ہو، ہم کیسے تمہیں اللہ کا پیغمبر تسلیم کرلیں؟

يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ⑯ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ

يَعْلَمُ	اِنَّآ	اِلَيْكُمْ	لَمُرْسَلُوْنَ ⑯	وَ	مَا	عَلَيْنَآ	اِلَّا	الْبَلٰغُ
جانتا ہے	بیشک ہم	تمہاری طرف	البتہ بھیجے ہوئے	اور	نہیں	ہم پر	مگر	پہنچا دینا

جانتا ہے کہ بیشک ہمیں تمہارے پاس بھیجا گیا ہے۔ ⑯ اور ہمارے ذمے تو صرف واضح کرکے پہنچا

الْمُبِيْنُ ⑰ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا

الْمُبِيْنُ ⑰	قَالُوْٓا	اِنَّا	تَطَيَّرْنَا	بِكُمْ ۚ	لَئِنْ	لَّمْ	تَنْتَهُوْا
کھلم کھلا	کہا انہوں نے	بیشک ہم	نامبارک سمجھے	تمہیں	البتہ اگر	نہ	باز آئے تم

پہنچا دینا ہے۔ ⑰ وہ کہنے لگے کہ ہم تمہیں نا مبارک سمجھتے ہیں، اگر تم باز نہ آئے

لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑱ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ

لَنَرْجُمَنَّكُمْ	وَلَيَمَسَّنَّكُمْ	مِّنَّا	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ⑱	قَالُوْا	طَآئِرُكُمْ
البتہ ضرور سنگسار کریں گے ہم تمہیں	اور البتہ ضرور پہنچے گا تمہیں	ہم سے	عذاب	دردناک	کہا انہوں نے	نامبارکی تمہاری

تو ہم تمہیں ضرور سنگسار کردیں گے اور تمہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچ کر رہے گا۔ ⑱ انہوں نے کہا کہ تمہاری بے برکتی

مَعَكُمْ ؕ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ⑲ وَجَآءَ

مَعَكُمْ ؕ	اَئِنْ	ذُكِّرْتُمْ ؕ	بَلْ	اَنْتُمْ	قَوْمٌ	مُّسْرِفُوْنَ ⑲	وَ	جَآءَ
ساتھ تمہارے	کیا اگر	تم نصیحت کیے جاؤ	بلکہ	تم	قوم	حد سے تجاوز کرنے والے	اور	آیا

تمہارے ساتھ ہی ہے، کیا اگر تمہیں نصیحت کی جائے تو تم یہ رویہ اختیار کرو گے؟ بلکہ تم لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔ ⑲ اور شہر کے

مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا

مِنْ	اَقْصَا	الْمَدِيْنَةِ	رَجُلٌ	يَّسْعٰى	قَالَ	يٰقَوْمِ	اتَّبِعُوا
سے	کنارے	شہر کے	ایک آدمی	دوڑتا ہوا	کہا اس نے	اے میری قوم	اتباع کرو

آخری کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، وہ کہنے لگا کہ اے میری قوم! پیغمبروں کی

الْمُرْسَلِيْنَ ⑳ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ㉑

الْمُرْسَلِيْنَ ⑳	اتَّبِعُوْا	مَنْ	لَّا	يَسْـَٔلُكُمْ	اَجْرًا	وَّ	هُمْ	مُّهْتَدُوْنَ ㉑
پیغمبروں کی	اتباع کرو	اس کی جو	نہیں	مانگتا تم سے	کوئی مزدوری	اور	وہ	ہدایت یافتہ لوگ

اتباع کرو۔ ⑳ اُن لوگوں کی پیروی کرو جو تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ ㉑

دوسرا یہ کہ اللہ نے "جس کی عظیم صفت رحمان ہے" تو کوئی وحی نازل نہیں کی، تم پر وحی کہاں سے آگئی؟ اور تیسرا یہ کہ تم لوگ صرف جھوٹ بول کر اپنا بھاؤ بڑھا رہے ہو، نہ تم پیغمبر ہو، نہ تمہیں اللہ نے بھیجا ہے اور نہ تم پر کوئی وحی نازل کی گئی ہے، تم لوگ جھوٹے ہو۔ ⑯ اس آیت مبارکہ میں پیغمبروں کا جواب الجواب ذکر کیا گیا ہے، اس جواب میں ان کے اعتراض کی مناسبت سے مختلف پہلوؤں سے تاکید پیدا کردی گئی ہے، چنانچہ جتنے مضبوط الفاظ میں اہل بستی نے ان کی تکذیب کی تھی، انہوں نے اس سے زیادہ تاکید کے ساتھ اس کا جواب دیدیا، چنانچہ علماء فصاحت نے لکھا ہے کہ "ربنا یعلم" کا جملہ کلام عرب میں قسم کا معنی دیتا ہے، گویا انہوں نے قسم اور حروف تاکید کے ذریعے اپنے جواب کو مؤکد کرکے پیش کیا کہ ہمارے رب کو معلوم ہے کہ ہم یقیناً اس کی طرف سے تمہارے لیے پیغمبر بن کر آئے ہیں، تاکہ وہ مضبوط جواب سے متاثر ہوجائیں اور شرک و بت پرستی سے باز آجائیں۔ ⑰ اس آیت مبارکہ میں پیغمبروں کا اپنی ذمہ داری بیان کرنا مذکور ہے، وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہماری ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ جو پیغام ہمیں تمہارے پاس دیکر بھیجا گیا ہے، اسے نہایت تفصیل کے ساتھ کھول کر تم تک پہنچادیں، آگے اسے قبول کرنا یا رد کرنا تمہارا کام اور اختیار ہے، ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ ⑱ اس آیت مبارکہ میں اہل بستی کا پیغمبروں سے بدتہذیبی اور ناشائستہ رویے سے پیش آنا مذکور ہوا ہے، پیغمبروں کی نافرمانی اور وحی الٰہی کی تکذیب و تردید کی وجہ سے وہ مختلف قسم کی آزمائشوں کا شکار ہوئے تو ان تکلیفوں اور آزمائشوں کو پیغمبروں کی نحوست (العیاذ باللہ) قرار دے کر انہیں دھمکیاں دینے لگے کہ تم اپنی ان نصیحتوں اور سرگرمیوں سے باز آجاؤ، ورنہ ہم سے کسی خیر کی توقع نہ رکھنا، ہم تمہیں سنگسار کردیں گے اور اتنے پتھر ماریں گے کہ تم ختم ہوجاؤ گے۔ ⑲ اس آیت مبارکہ میں پیغمبروں کا اہل بستی کو جواب ذکر کیا گیا ہے، انہوں نے بستی والوں کو سمجھایا کہ جس نحوست کا تم ذکر کررہے ہو، وہ ہماری وجہ سے نہیں ہے، بلکہ وہ تمہارے اپنے ساتھ ساتھ چل رہی ہے، اس کے اسباب اور عوامل تو خود تمہارے اپنے اندر موجود ہیں، تمہیں ان اسباب اور عوامل کو ختم کرنا چاہیے، باقی رہا تمہارا ہمیں سنگسار کرنے اور قتل کرنے کی دھمکیاں دینا تو یہ عجیب بات ہے کہ نصیحت کا جواب قتل کی دھمکیوں سے دیا جائے، ہم نے تو تمہیں صرف نصیحت کی ہے، اسے قبول کرنا یا نہ کرنا تمہارے اختیار میں ہے لیکن تمہاری اس سوچ سے واضح ہوجاتا ہے کہ تم لوگ حد اعتدال سے نکل جانے والی قوم ہو، جو کسی کی عداوت اور نفرت میں تمام حدود کو پھلانگ جاتے ہیں۔ ⑳ اس آیت مبارکہ میں شہر کے آخری کنارے سے ایک آدمی کا اس مجلس میں پہنچنا بیان کیا گیا ہے جہاں انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل اور رجم کی دھمکیاں دی جارہی تھیں، مفسرین نے اس کا نام حبیب نجار بیان کیا ہے، وہ بڑھئی تھا اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھتا تھا، اس نے جب اہل بستی کی دھمکیاں سنیں تو سب کام کاج چھوڑ کر وہاں پہنچا، اپنے ایمان کا اعلان کیا اور اہل بستی کو بھی قبول حق اور اتباع پیغمبر کی دعوت دی، ایک مخلص امتی اپنے نبی کا دفاع اسی طرح کرتا ہے۔ ㉑ اس آیت مبارکہ میں حبیب نجار کا انبیاء کرام علیہم السلام کی دو صفتیں بیان کرنا مذکور ہوا ہے، یہ دونوں صفتیں نہایت اہمیت کی حامل ہیں، پہلی یہ کہ وہ کسی سے کسی بھی قسم کی اجرت کا تقاضا نہیں کرتے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے مالی مفادات کی وجہ سے یہاں نہیں آئے، بلکہ ان کی تشریف آوری خالصۃً علمی اور عملی نوعیت کی ہے، ان کے دلوں میں تمہارے مال کا لالچ اور اس کی محبت نہیں ہے اور ان کی نظر تمہاری تجوری اور خزانے پر نہیں ہے اس لیے ان کی پیروی کرنی چاہیے، دوسری یہ کہ وہ خود راہ راست پر قائم ہیں، سو جو آدمی خود راہ ہدایت پر گامزن ہو، امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے ساتھ جڑنے والوں کو بھی منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے اپنی ساری توانائیاں اور صلاحیتیں صرف کردے گا، اس لیے ان کی پیروی کرنی چاہیے

وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ

وَ	مَالِيَ	لَآ	اَعْبُدُ	الَّذِيْ	فَطَرَنِيْ	وَ	اِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾	ءَ	اَتَّخِذُ	مِنْ	دُوْنِهٖٓ
اور	کیا ہوا مجھے	نہ	عبادت کروں میں	وہ جو	مجھے پیدا کیا اُس نے	اور	اس کیطرف	تم لوٹائے جاؤ گے	کیا	میں بنالوں	سے	اس کے علاوہ

اور مجھے کیا ہوا ہے کہ میں اُس ذات کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ ۲۲ کیا میں اُسے چھوڑ کر دوسرے معبود

اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا

اٰلِهَةً	اِنْ	يُّرِدْنِ	الرَّحْمٰنُ	بِضُرٍّ	لَّا	تُغْنِ	عَنِّيْ	شَفَاعَتُهُمْ	شَيْـًٔا
دوسرے معبود	اگر	ارادہ کرلے میرے ساتھ	رحمان	تکلیف کا	نہ	کام آسکے	میرے	ان کی سفارش	کچھ بھی

بنالوں؟ اگر رحمان مجھے کوئی تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرلے تو اُن کی سفارش میرے کسی بھی کام نہ آسکے گی

وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ

وَ	لَا	يُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾	اِنِّيْٓ	اِذًا	لَّفِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾	اِنِّيْٓ	اٰمَنْتُ	بِرَبِّكُمْ
اور	نہ	وہ مجھے چھڑا سکیں	بیشک میں	اس وقت	البتہ بیچ	گمراہی کے	کھلی	بیشک میں	ایمان لایا	تمہارے رب پر

اور نہ ہی وہ مجھے چھڑا سکیں گے۔ ۲۳ تب تو میں کھلی گمراہی میں مبتلا ہوں گا۔ ۲۴ میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا ہوں،

فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا

فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾	قِيْلَ	ادْخُلِ	الْجَنَّةَ ؕ	قَالَ	يٰلَيْتَ	قَوْمِيْ	يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾	بِمَا
تو تم سنو مجھے	کہا گیا	داخل ہوجا	جنت میں	کہا اس نے	اے کاش	میری قوم	جان لیتے وہ	اسے جو

تو تم میری بات سن لو۔ ۲۵ اُسے حکم دیا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ، وہ کہنے لگا کہ کاش! میری قوم کو معلوم ہوجاتا۔ ۲۶ کہ

غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ

غَفَرَ لِيْ	رَبِّيْ	وَ	جَعَلَنِيْ	مِنَ	الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾	وَ	مَآ	اَنْزَلْنَا	عَلٰى	قَوْمِهٖ	مِنْۢ
بخش دیا مجھے	میرے رب نے	اور	بنادیا مجھے	سے	باعزت لوگوں کے	اور	نہیں	اتارا ہم نے	پر	اس کی قوم کے	سے

میرے رب نے میری مغفرت کردی اور مجھے معززین میں شامل کر دیا۔ ۲۷ اور ہم نے اُس کے بعد اُس کی قوم پر

بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً

بَعْدِهٖ	مِنْ	جُنْدٍ	مِّنَ	السَّمَآءِ	وَ	مَا	كُنَّا	مُنْزِلِيْنَ ﴿۲۸﴾	اِنْ	كَانَتْ	اِلَّا	صَيْحَةً
اس کے پیچھے	سے	کوئی لشکر	سے	آسمان کے	اور	نہیں	تھے ہم	اتارنے والے	نہیں	تھی وہ	مگر	چنگھاڑ

آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہی ہم اتارنے والے تھے۔ ۲۸ وہ تو صرف ایک

۲۲ اس آیت مبارکہ میں سوالیہ انداز میں اس بات پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے کہ جس نے پیدا کیا اور جس کے پاس لوٹ کر جانا ہے، اسی کی عبادت نہ کی جائے تو پھر کس کی عبادت کی جائے؟ میں تو اسی کی عبادت کرتا ہوں اور تمہیں بھی دعوت دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔ ۲۳ اس آیت مبارکہ میں غیر اللہ کی بے بسی اور عاجزی ظاہر کر کے سوال پوچھا گیا ہے کہ کیا انہیں معبود بنایا جاسکتا ہے؟ کیا ان میں اتنی صلاحیت ہے کہ وہ معبود کہلائے جاسکیں؟ ان کی کوئی سفارش نہیں چلتی کہ اگر میں پریشان کن حالات کا شکار ہوجاؤں، مصائب و آلام اور بیماریوں میں گرفتار ہوجاؤں تو یہ سفارش کر کے میرے کسی کام آسکیں اور نہ ہی ان کے پاس کوئی ایسی شان و شوکت اور طاقت ہے کہ وہ اللہ سے مقابلہ کر کے مجھے اس سے چھڑا سکیں، پھر میں ایسے لاچار اور عاجز بتوں کو اپنا معبود کیسے بنالوں؟ ۲۴ اس آیت مبارکہ میں غیر اللہ کی عبادت کو کھلی گمراہی قرار دیا گیا ہے اور یقیناً اس سے بڑی گمراہی کوئی اور نہیں ہوسکتی کہ انسان اپنے خالق و مالک کو چھوڑ کر فرضی خداؤں کی عبادت کرنے لگے۔ ۲۵ اس آیت مبارکہ میں حبیب نجار کا تمام لوگوں کے سامنے ایمان لانے کا اعلان کرنا مذکور ہوا ہے، اس نے اپنے ایمان کا اعلان اس وقت کیا جبکہ ساری قوم انبیاء کرام علیہم السلام کو دھمکیاں دے دی تھی اور ان کی جان کے درپے تھی، اس وقت ایسا اعلان بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے اور جلتے ہوئے انگارے ہاتھ میں پکڑنے کے مترادف تھا، کیونکہ ایسے مواقع پر مشتعل ہجوم میں کسی کی بات سننے اور ماننے کا حوصلہ نہیں ہوتا، وہ تو مرنے اور مارنے پر تلے ہوتے ہیں، اس لیے حبیب نجار کا یہ اعلان نہایت جرأت مندی اور اہل دنیا سے بے خوفی پر دلالت کرتا ہے، اور اس نے ساتھ ہی ساتھ قوم کو بھی دعوت دیدی کہ میری بات سن لو، میں تمہاری خیر خواہی کے لیے کہہ رہا ہوں کہ ان پیغمبروں پر ایمان لے آؤ اور اپنے برے ارادوں سے باز آؤ، لیکن قوم کہاں ماننے والی تھی؟ مشتعل ہجوم نے کہا اب پہلے اس کی خبر لے لو، یہ بڑا ہمدرد بن کر آیا ہے ان پیغمبروں کا، چنانچہ انہوں نے وہیں اس پر حملہ کردیا اور اسے نہایت بے دردی سے شہید کردیا، اللہ کی رحمتیں اس پر نازل ہوں۔ ۲۶ ۲۷ ان آیتوں میں حبیب نجار کے لیے پروردگار کی طرف سے مغفرت، اکرام اور جنت میں داخلے جیسے اعزازات کا ذکر کیا گیا ہے، یہ اس کی قربانی، ایمان کے اخلاص اور پیغمبروں کی زبردست تصدیق و تائید کا صلہ تھا کہ اسے فوری طور پر جنت میں داخلہ عطا فرما دیا گیا، وہاں پہنچ کر اسے اپنی قوم کی یاد آئی کہ کاش! میری قوم کو کوئی بتا سکے کہ مجھے یہاں کن انعامات اور اعزازات سے نوازا گیا ہے، اللہ نے اس کی یہ خواہش پوری کردی اور تا صبح قیامت منبر و محراب اس کی گواہی دیتے رہیں گے۔ ۲۸ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی شان بے نیازی ذکر کی گئی ہے کہ جب حبیب نجار کو اس کی قوم نے شہید کردیا اور خود سزا کی مستحق ہوگئی تو اس پوری قوم کو سزا دینے کے لیے ہم نے نہ تو کوئی لشکر اتارا اور نہ ہمیں اس کی کوئی ضرورت تھی، اس شان بے نیازی کا اظہار اس لیے بھی ضروری تھا کہ اہل مکہ سن لیں، اگر وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے باز نہ آئے تو ان کے لیے بھی کسی لشکر کی ضرورت پیش نہ آئے گی اور کسی قسم کی فوج کشی کے بغیر ہی ان [illegible]

وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿٢٩﴾ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ

وَّاحِدَةً	فَاِذَا	هُمْ	خٰمِدُوْنَ ﴿٢٩﴾	يٰحَسْرَةً	عَلَى	الْعِبَادِ ۚ	مَا	يَاْتِيْهِمْ	مِّنْ
ایک ہی	تو اچانک	وہ	بجھنے والے	ہائے افسوس	پر	بندوں کے	نہیں	آیا ان کے پاس	سے

چنگھاڑ تھی، سو اُسی وقت وہ بجھ کر رہ گئے۔ ﴿٢٩﴾ ہائے افسوس بندوں پر، اُن کے پاس جو پیغمبر

رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٠﴾ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ

رَّسُوْلٍ	اِلَّا	كَانُوْا	بِهٖ	يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٠﴾	اَلَمْ	يَرَوْا	كَمْ	اَهْلَكْنَا	قَبْلَهُمْ	مِّنَ
کوئی پیغمبر	مگر	تھے وہ	اس کا	مذاق اڑاتے	کیا نہیں	دیکھا انہوں نے	کتنی	ہلاک کر دی ہم نے	ان سے پہلے	سے

بھی آیا، اُنہوں نے اُس کا مذاق ہی اڑایا۔ ﴿٣٠﴾ کیا اُنہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے اُن سے پہلے کتنی ہی

الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٣١﴾ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا

الْقُرُوْنِ	اَنَّهُمْ	اِلَيْهِمْ	لَا	يَرْجِعُوْنَ ﴿٣١﴾	وَ	اِنْ	كُلٌّ	لَّمَّا	جَمِيْعٌ	لَّدَيْنَا
بستیوں کے	کہ بیشک وہ	ان کی طرف	نہیں	لوٹ کر آئیں گے	اور	نہیں	ہر ایک	مگر	سب کے سب	ہمارے پاس

بستیوں کو ہلاک کر دیا کہ وہ اُن کے پاس لوٹ کر نہیں آئیں گی۔ ﴿٣١﴾ اور اِن میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جسے پکڑ کر ہمارے سامنے پیش

مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا

مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٢﴾	وَ	اٰيَةٌ	لَّهُمُ	الْاَرْضُ	الْمَيْتَةُ ۚ	اَحْيَيْنٰهَا	وَ	اَخْرَجْنَا	مِنْهَا
حاضر کئے جائیں گے	اور	نشانی	ان کیلئے	زمین	مردہ	ہم نے اسے زندہ کیا	اور	ہم نے نکالا	اسمیں سے

نہیں کیا جائے گا۔ ﴿٣٢﴾ اور اُن کیلئے قدرت کی ایک نشانی مُردہ زمین بھی ہے، ہم نے اُسے زندہ کیا اور اس میں سے

حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ

حَبًّا	فَمِنْهُ	يَاْكُلُوْنَ ﴿٣٣﴾	وَ	جَعَلْنَا	فِيْهَا	جَنّٰتٍ	مِّنْ	نَّخِيْلٍ	وَّ	اَعْنَابٍ
غلہ	سو اسمیں سے	وہ کھاتے ہیں	اور	بنائے ہم نے	اسمیں	باغات	سے	کھجوروں کے	اور	انگوروں کے

غلّہ نکالا، سو وہ اس میں سے کھاتے ہیں۔ ﴿٣٣﴾ اور ہم نے زمین میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے

وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿٣٤﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ

وَّ	فَجَّرْنَا	فِيْهَا	مِنَ	الْعُيُوْنِ ﴿٣٤﴾	لِيَاْكُلُوْا	مِنْ	ثَمَرِهٖ ۙ	وَ	مَا	عَمِلَتْهُ	اَيْدِيْهِمْ ۭ
اور	بہادیئے ہم نے	اسمیں	سے	چشمے	تا کہ کھائیں وہ	سے	اس کا پھل	اور	نہیں	بنایا اسے	ان کے ہاتھوں نے

اور ہم نے اس میں کئی چشمے بہادیئے۔ ﴿٣٤﴾ تاکہ وہ اُس کا پھل کھائیں، حالانکہ اُسے اُن کے ہاتھوں نے نہیں بنایا،

﴿٢٩﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل بستی پر آنے والے عذاب کا ذکر کیا گیا ہے کہ انہیں سزا دینے کے لیے کوئی فوج اتری اور نہ کوئی فرشتہ آیا، صرف ایک ہیبت ناک چنگھاڑ سنائی دی جس سے ان کے جگر پاش ہو گئے اور کلیجے پھٹ گئے، آواز کی دہشت اور شدت سے ان کی حرکت قلب بند ہو گئی اور پوری کی پوری قوم ہی موت کے منہ میں چلی گئی، یوں سمجھو کہ ایک چنگاری تھی جو یکا یک بجھ گئی اور اسے کوئی سلگانے والا بھی باقی نہ بچا۔ ﴿٣٠﴾ اس آیت مبارکہ میں انسانی رویے کو قابل افسوس قرار دیا گیا ہے کہ جب بھی کوئی پیغمبر ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے بھیجا گیا، انہوں نے اس کا مذاق ہی اڑایا، آج بھی اہل مکہ رسول اکرم ﷺ کا مذاق اڑا رہے ہیں، ان کی دعوت پر ایمان نہیں لا رہے اور ان سے لایعنی قسم کی فرمائشیں کر رہے ہیں، یہ نہایت نامناسب رویہ ہے، جس میں انبیاء کرام کی بھی ناقدری ہے اور حق تعالیٰ کی شان میں بھی گستاخی ہے، ایک وقت آئے گا کہ یہ لوگ خود اپنے اس رویے پر افسوس اور حسرت سے اپنی انگلیاں کاٹ کھائیں گے لیکن اس وقت اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ﴿٣١﴾ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ اقوام کے حالات و واقعات سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے کہ جن قوموں کو اس سے پہلے ملیامیٹ کر دیا گیا، اب قیامت تک انہیں دنیا میں دوبارہ واپس نہیں بھیجا جائے گا، تمہارے پاس بھی یہی ایک موقع ہے، اس کے بعد تمہیں بھی کوئی دوسرا موقع نہیں دیا جائے گا، لہٰذا اگر اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو تو اٹھا لو، پھر نہ کہنا کہ ہمیں خبر نہ ہوئی۔ ﴿٣٢﴾ اس آیت مبارکہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کا مذاق اڑانے والے تمام لوگوں کو بارگاہ خداوندی میں مجرموں کی طرح پکڑ کر پیش کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ مجرموں کو اعزاز و اکرام اور پروٹوکول کے ساتھ عدالت میں نہیں لایا جاتا، ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ہوتی ہیں اور ذلت اور رسوائی ان کے چہروں پر چھائی ہوتی ہے۔ ﴿٣٣﴾ اس آیت مبارکہ میں خشک، بنجر اور سوکھی ہوئی مردہ زمین کو اللہ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے، تا کہ انسان اس پر غور کرے کہ اسے تازگی، شادابی اور نئی زندگی کون دیتا ہے؟ اس سے انسان کی غذائی ضروریات کون فراہم کرتا ہے؟ کیا زمین پر انسان کا حکم چلتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ اس پر کس کا حکم چلتا ہے؟ ایک مومن کے پاس اس کا جواب یہی ہے کہ زمین پر اور کل کائنات پر صرف اللہ ہی کا حکم چلتا ہے اور اسی کی نکالی ہوئی نعمتیں انسان کھا رہا ہے، لہٰذا اسی کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ ﴿٣٤﴾ ﴿٣٥﴾ ان آیتوں میں زمین سے حاصل ہونے والی چند نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے تا کہ نعمت کو دیکھ کر منعم تک رسائی حاصل ہو جائے، مثلاً یہ کہ زمین میں جتنے بھی باغات، پھول اور پھل، انگور اور کھجور کے درخت پائے جاتے ہیں، سب اللہ نے بنائے ہیں، انگور اور کھجور کا ذکر خصوصیت سے صرف اس بنا پر کیا گیا ہے کہ اہل عرب زیادہ تر انہی کو استعمال کرتے تھے اور وہاں ان دونوں کی پیداوار خوب فراوانی سے آتی تھی، ورنہ مراد سارے پھل دار درخت ہیں، اسی طرح زمین میں ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے جتنے بھی چشمے ہیں، سب اللہ نے جاری کیے ہیں، اس میں انسان کی محنت اور اس کے ہاتھوں اور دماغ کا کوئی کمال نہیں ہے، اگر رب العالمین کی مرضی اور مشیت نہ ہو تو انسان کے ہاتھوں کی کاریگری اور دماغ کی فلاسفی دھری کی دھری رہ جاتی ہے، کیا اب بھی انسان اپنے رب کا شکر ادا نہیں کرے گا؟

اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ

اَفَلَا	يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٥﴾	سُبْحٰنَ	الَّذِيْ	خَلَقَ	الْاَزْوَاجَ	كُلَّهَا	مِمَّا	تُنْۢبِتُ
تو کیا نہیں	وہ شکر کرتے	پاک ہے	وہ جس نے	پیدا کیے	جوڑے	ہر چیز کے	اس سے جو	اگاتی ہے

کیا پھر بھی وہ شکر نہیں کریں گے؟ ﴿٣٥﴾ پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے، اُن چیزوں میں سے بھی جنہیں

الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ

الْاَرْضُ	وَ	مِنْ	اَنْفُسِهِمْ	وَ	مِمَّا	لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٦﴾	وَ	اٰيَةٌ	لَّهُمُ	الَّيْلُ	نَسْلَخُ	مِنْهُ
زمین	اور	سے	ان کی جانوں کے	اور	اس سے جو	نہیں	وہ جانتے	اور	ایک نشانی	ان کیلئے	رات	کھینچ لیتے ہیں ہم	اس میں سے

زمین اگاتی ہے، خود اُن کی ذات میں سے بھی، اور اُن چیزوں میں سے بھی جنہیں وہ نہیں جانتے۔ ﴿٣٦﴾ اور اُن کیلئے قدرت کی ایک نشانی رات بھی ہے، جس سے ہم دن کو

النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ

النَّهَارَ	فَاِذَا	هُمْ	مُّظْلِمُوْنَ ﴿٣٧﴾	وَ	الشَّمْسُ	تَجْرِيْ	لِمُسْتَقَرٍّ	لَّهَا	ذٰلِكَ
دن کو	تو اس وقت	وہ	اندھیروں میں رہ جانے والے	اور	سورج	چل رہا ہے	ٹھکانے کو	اپنے	وہ

کھینچ لیتے ہیں، تو اچانک وہ اندھیروں میں پڑے رہ جاتے ہیں۔ ﴿٣٧﴾ اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے، یہ

تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٣٨﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ

تَقْدِيْرُ	الْعَزِيْزِ	الْعَلِيْمِ ﴿٣٨﴾	وَ	الْقَمَرَ	قَدَّرْنٰهُ	مَنَازِلَ	حَتّٰى	عَادَ	كَالْعُرْجُوْنِ
اندازہ	غالب	جاننے والے کا	اور	چاند کی	مقرر کیں ہم نے	منزلیں	یہاں تک کہ	لوٹ آیا وہ	ٹہنی کی طرح

اُس ذات کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے جو غالب، علم والا ہے۔ ﴿٣٨﴾ اور چاند کی منزلیں بھی ہم نے مقرر کی ہیں، یہاں تک کہ وہ لوٹ کر پرانی ٹہنی کی طرح

الْقَدِيْمِ ﴿٣٩﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ

الْقَدِيْمِ ﴿٣٩﴾	لَا	الشَّمْسُ	يَنْۢبَغِيْ	لَهَآ	اَنْ	تُدْرِكَ	الْقَمَرَ	وَ	لَا	الَّيْلُ	سَابِقُ
پرانی	نہیں	سورج	مناسب	اس کیلئے	یہ کہ	پکڑلے	چاند کو	اور	نہ	رات	آگے بڑھنے والی

ہو جاتا ہے۔ ﴿٣٩﴾ سورج کیلئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے آگے بڑھ

النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿٤٠﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي

النَّهَارِ	وَ	كُلٌّ	فِيْ	فَلَكٍ	يَّسْبَحُوْنَ ﴿٤٠﴾	وَ	اٰيَةٌ	لَّهُمْ	اَنَّا	حَمَلْنَا	ذُرِّيَّتَهُمْ	فِي
دن سے	اور	سب	بیچ	مدار کے	تیر رہے ہیں	اور	ایک نشانی	ان کیلئے	یہ کہ بیشک ہم	سوار کیا ہم نے	ان کی اولاد کو	بیچ

سکتی ہے اور ہر چیز ہی اپنے مدار میں گھوم رہی ہے۔ ﴿٤٠﴾ اور اُن کیلئے قدرت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے اُن کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کروا دیا۔ ﴿٤١﴾ اور

﴿٣٦﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے سے اس کے بے عیب ہونے پر استدلال کیا گیا ہے، یعنی وہ ایسا خالق ہے جس میں کوئی عیب نہیں ہے اور وہ خالق ہونے میں ایسا منفرد اور ممتاز ہے کہ اس حوالے سے اس کی ہر شان ہی نرالی ہے چنانچہ زمین کی پیداوار ہو یا انسانوں کی نسل ہو یا وہ چیزیں ہوں جن سے لوگ واقف ہوں یا وہ چیزیں جن سے لوگ ناواقف ہوں، ہر ایک میں اس نے جوڑے بنائے ہیں، چنانچہ زمین کی پیداوار میں بھی انسانوں کی طرح نر اور مادہ ہوتے ہیں، خوش ذائقہ اور ترش ہوتے ہیں، اسی طرح دن کا جوڑا رات، سفید کا جوڑا سیاہ اور اندھیرے کا جوڑا روشنی ہے، کفر کے مقابلے میں اسلام، شیاطین اور جنات کے مقابلے میں فرشتے اور نیک لوگوں کے مقابلے میں گنہگار لوگ جوڑے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ﴿٣٧﴾ اس آیت مبارکہ میں رات کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے اور وہ اس طرح کہ سورج کی وجہ سے پہلے سارا عالم روشن اور منور ہوتا ہے، اس کے بعد دن کو ایسے کھینچ کر نکال لیا جاتا ہے جیسے جانور کی کھال کو کھینچ لیا جاتا ہے اور جیسے کھال اترنے کی وجہ سے نیچے کا گوشت ظاہر ہو جاتا ہے اسی طرح دن کی چادر اترنے کے بعد رات کی تاریکی نمایاں ہو جاتی ہے اور پورے عالم پر اندھیرا چھا جاتا ہے، کیا اللہ کے علاوہ کسی میں یہ کام کرنے کی قدرت اور طاقت ہے؟ ﴿٣٨﴾ اس آیت مبارکہ میں سورج کے اپنے "مستقر" کی طرف رواں دواں ہونے کو قدرت کی نشانی کے طور پر ذکر کیا گیا ہے، مستقر سے کیا مراد ہے؟ اس میں مفسرین کی مختلف آراء اور بہت سی تفصیلات ہیں، جس میں سے دو زیادہ مشہور ہیں، پہلی رائے یہ کہ اس سے مراد مستقر زمانی ہے، مستقر زمانی یہ کہ سورج کی حرکت کا ایک وقت مقرر کیا گیا ہے، جب تک وہ مقررہ وقت نہیں آتا، سورج حرکت کرتا رہے گا اور جب وہ مقررہ وقت آجائے گا تو سورج کی حرکت اور اس کی گردش رک جائے گی اور اس دن یہ سارا نظام شمسی لپیٹ دیا جائے گا، ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ قیامت کے دن ہوگا، لہٰذا مستقر زمانی کا صاف اور آسان مطلب قیامت کا دن ہوا، دوسری رائے یہ کہ اس سے مراد مستقر مکانی ہے، یعنی سورج کی ایک جگہ مقرر کی گئی ہے، جہاں تک وہ سفر کرتا ہے اور اس کی حرکت و گردش کا ایک دور مکمل ہو جاتا ہے، وہ اس مقررہ جگہ سے ایک انچ کے برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتا، رہی یہ بات کہ وہ جگہ کون سی ہے؟ تو احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عرش الٰہی کے نیچے کی جگہ ہے، جہاں پہنچ کر سورج روزانہ سجدہ کرتا ہے اور دوبارہ طلوع ہونے کی اجازت مانگتا ہے جب اسے اجازت مل جاتی ہے تو وہ پھر دوبارہ طلوع ہو جاتا ہے، چونکہ عرش الٰہی نے اس کائنات کا مکمل طور پر احاطہ کر رکھا ہے اس لیے نہ صرف سورج بلکہ کائنات کی ہر چیز تحت العرش ہے، لہٰذا اب آیت اور روایت کو ملا کر صحیح مفہوم یہ ہوگا کہ سورج ایک مقررہ وقت اپنی گردش مقررہ جگہ سے شروع کرتا ہے اور مقررہ وقت، مقررہ جگہ پر مکمل کر لیتا ہے اس کے بعد رب العالمین کے سامنے اس طرح سجدہ کرتا ہے جیسے سجدہ کرنے کا اسے حکم دیا گیا ہے اور دوبارہ طلوع ہونے کی اجازت مانگتا ہے جسے اجازت مل جاتی ہے اور وہ دوبارہ مقررہ وقت پر مقررہ جگہ سے طلوع ہوتا جاتا ہے، جس دن اسے اجازت نہیں ملے گی، اس دن اسے وہیں سے طلوع ہونا پڑے گا جہاں وہ غروب ہوا تھا، تب اس کائنات پر نزع کا عالم طاری ہو جائے گا، اور قیامت سر پر آ کھڑی ہوگی، دنیا کے جن ممالک میں سورج غروب ہوتا ہی نہیں ہے، اس تفسیر پر اس سے بھی کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا اور یہ تفسیر قرآن و سنت کے حقیقی مفہوم سے بھی میل کھاتی ہے، جس کا خلاصہ یہ ثابت کرنا ہے کہ نظام شمسی نہایت مستحکم بنیادوں پر اس اللہ نے قائم کیا ہے جو عزیز بھی ہے اور علیم بھی، اس کا اندازہ کبھی غلط نہیں ہوتا اور اس کا بنایا ہوا سانچہ کبھی چھوٹا بڑا نہیں ہوتا۔ ﴿٣٩﴾ اس آیت مبارکہ میں چاند کی

الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝٤١ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ۝٤٢ وَاِنْ

الْفُلْكِ	الْمَشْحُوْنِ ۝٤١	وَ	خَلَقْنَا	لَهُمْ	مِّنْ	مِّثْلِهٖ	مَا	يَرْكَبُوْنَ ۝٤٢	وَ	اِنْ
کشتی کے	بھری ہوئی	اور	پیدا کیا ہم نے	ان کیلئے	سے	اس کے مثل	وہ جو	سواری کرتے ہیں	اور	اگر

ہم نے اُن کیلئے اُس جیسی اور چیزیں بھی پیدا کیں جن پر وہ سواری کرتے ہیں۔ ٤٢ اور اگر

نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ۝٤٣ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا

نَّشَاْ	نُغْرِقْهُمْ	فَلَا	صَرِيْخَ	لَهُمْ	وَ	لَا	هُمْ	يُنْقَذُوْنَ ۝٤٣	اِلَّا	رَحْمَةً	مِّنَّا	وَ	مَتَاعًا
ہم چاہیں	غرق کردیں انہیں	تو نہ	کوئی فریادرس	ان کیلئے	اور	نہ	وہ	چھڑائے جائیں گے	مگر	رحمت	ہم سے	اور	فائدہ پہنچانا

ہم چاہیں تو اُنہیں غرق کردیں، پھر کوئی اُن کی فریادرسی کرنے والا ہو اور نہ اُنہیں چھڑایا جاسکے۔ ٤٣ سوائے اِس کے کہ ہماری مہربانی ہو اور ایک مقررہ وقت تک فائدہ اٹھانے کا

اِلٰى حِيْنٍ ۝٤٤ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ

اِلٰى	حِيْنٍ ۝٤٤	وَ	اِذَا	قِيْلَ	لَهُمُ	اتَّقُوْا	مَا	بَيْنَ	اَيْدِيْكُمْ	وَ	مَا	خَلْفَكُمْ	لَعَلَّكُمْ
تک	ایک وقت کے	اور	جب	کہا جائے	ان سے	ڈرو	اس سے جو	درمیان	تمہارے ہاتھوں کے	اور	جو	تمہارے پیچھے	تاکہ تم

موقع مل جائے۔ ٤٤ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس چیز سے بچو جو تمہارے آگے اور تمہارے پیچھے ہے، تاکہ تم پر

تُرْحَمُوْنَ ۝٤٥ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا

تُرْحَمُوْنَ ۝٤٥	وَ	مَا	تَاْتِيْهِمْ	مِّنْ	اٰيَةٍ	مِّنْ	اٰيٰتِ	رَبِّهِمْ	اِلَّا	كَانُوْا	عَنْهَا
رحم کئے جاؤ	اور	نہیں	آتی ان کے پاس	سے	کوئی نشانی	سے	نشانیوں کے	ان کے رب کی	مگر	رہیں وہ	اس سے

رحم کیا جائے۔ ٤٥ اور اُن کے پاس اُن کے رب کی نشانیوں میں سے جو نشانی بھی آتی ہے، وہ اُس سے

مُعْرِضِيْنَ ۝٤٦ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

مُعْرِضِيْنَ ۝٤٦	وَ	اِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	اَنْفِقُوْا	مِمَّا	رَزَقَكُمُ	اللّٰهُ	قَالَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا
منہ موڑنے والے	اور	جب	کہا جائے	ان سے	خرچ کرو تم	اسمیں سے جو	تمہیں دیا	اللہ نے	کہا	ان لوگوں نے	کفر کیا انہوں نے

اعراض ہی کرتے ہیں۔ ٤٦ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرو تو کفر کرنے والے لوگ

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ

لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اَنُطْعِمُ	مَنْ	لَّوْ	يَشَآءُ	اللّٰهُ	اَطْعَمَهٗٓ	اِنْ	اَنْتُمْ	اِلَّا	فِيْ	ضَلٰلٍ
ان لوگوں سے جو	ایمان لائے	کیا ہم کھلائیں	اسے	اگر	چاہتا	اللہ	اسے کھلادیتا	نہیں	تم	مگر	بیچ	گمراہی کے

اہلِ ایمان کے متعلق کہتے ہیں کہ کیا ہم اُن لوگوں کو کھلائیں جنہیں اللہ چاہتا تو خود ہی کھلادیتا، تم لوگ تو کھلی گمراہی میں

منزلوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی قدرت میں نہیں ہے کہ چاند کے لیے منزلیں مقرر کرے اور پھر اسے ان سے باہر نہ نکلنے دے، یہ کل اٹھائیس منزلیں ہیں جن میں سے ہر ایک کا الگ نام ہے، شمسی نظام کی طرح قمری نظام بھی نہایت مستحکم بنیادوں پر قائم ہے، چاند بھی اپنے مقررہ مدار میں مقررہ رفتار سے گردش کر رہا ہے، وقت پر طلوع اور وقت پر غروب ہوتا ہے، وقت پر پیدا ہوتا ہے اور وقت پر ختم ہوجاتا ہے، ایک وقت میں اپنے پورے جوبن اور عروج پر ہوتا ہے اور ایک وقت میں وہ زوال کی ایسی علامت بن جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی شاخ ہو، لوگ اس بات پر غور کیوں نہیں کرتے کہ آخر اس قدر روشن اور منور چاند پر زوال کیسے آگیا؟ وہ بدر کامل سے پرانی شاخ میں کیسے تبدیل ہوگیا؟ کون ہے جس نے اسے عروج کے بعد زوال سے دوچار کیا؟ کون ہے جس نے اس کے حسن و جمال کو کھینچ لیا اور تمام تشبیہات حسن و جمال، زوال کی تشبیہات میں تبدیل کردیں؟ یقیناً وہ اللہ ہے جو نہایت آسانی کے ساتھ اس پورے نظام کو چلا رہا ہے جس میں کہیں بھی کوئی جھول نہیں ہے۔ ٤٠ اس آیت مبارکہ میں چاند، اور سورج کا خصوصاً اور ساری دنیا کا عموماً اپنے اپنے مدار میں چلتے رہنا بیان کیا گیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا جو مدار مقرر کیا ہے، وہ اسی مدار میں گھومتی ہے، اس سے ایک قدم بھی باہر نہیں رکھتی، چنانچہ جب سے یہ کائنات بنی ہے، سورج نے اپنے مدار سے کبھی قدم باہر نہیں نکالا، چاند ہمیشہ اپنے مدار میں گردش کرتا رہا ہے، اسی طرح دن اور رات بھی اپنے اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں، کوئی کسی کو پکڑنے یا اس سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرتا، کوئی اپنے مدار سے نکلنے کی جرأت نہیں کرتا، اور کائنات کسی قسم کے تصادم کے بغیر اپنے منطقی انجام کی طرف بڑھتی چلی جارہی ہے، اگر ایسا نہ ہوتا اور ایک چیز دوسری کے مدار میں گھس جاتی تو کائنات میں اتنے شدید حادثے اور تصادم کے واقعات ہوتے جس سے اس پورے نظام کی بقاء کو خطرات لاحق ہوجاتے جیسے کوئی ریل اپنے ٹریک سے ہٹ جائے تو دوسری ریل سے ٹکرا کر شدید قسم کے حادثے کا سبب بن جاتی ہے، جہاز مقررہ حدود سے نکل جائے تو دوسرے جہاز سے ٹکرا کر تباہ و برباد ہوجاتا ہے، اسی طرح نظام عالم کو بھی سمجھنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی عظیم حکمت پر مبنی ہے۔ ٤١ اس آیت مبارکہ میں نسل انسانی کو بچانے کے لیے ایک کشتی کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے، جبکہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں ایک عالمگیر قسم کا طوفان آیا تو انہوں نے اللہ کے حکم سے ہر جاندار مخلوق کا ایک ایک جوڑا اپنی تیار کردہ کشتی میں رکھ لیا اور تمام اہل ایمان مرد و عورت کو بھی اس میں سوار کرلیا اور انہی کو نسل انسانی کی بقاء کا ذریعہ بنادیا، ورنہ بظاہر انسانی نسل ختم ہوجانے میں کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی۔ ٤٢ اس آیت مبارکہ میں سواری کے دوسرے ذرائع کی تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ہمارے حکم سے ایک کشتی تیار کی تھی، ہم نے تمہیں ویسی سینکڑوں اور ہزاروں کشتیاں دیدیں جن پر تم سواری کرتے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتے ہو، اسی طرح ہم نے تمہیں سواری کے لیے بے شمار آسانیاں فراہم کیں جن میں سے بعض پر بیٹھ کر تم ہواؤں میں سفر کرتے ہو، بعض پر سمندری سفر کرتے ہو، بعض پر خشکی کا سفر کرتے ہو، بعض کے لیے تمہیں ایندھن کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض ایندھن کے بغیر استعمال ہوتی ہیں، معلوم ہوا کہ سواری بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کی قدرت کی نشانی ہے جس پر انسان کو اللہ کے سامنے شکرگزار ہونا چاہیے۔ ٤٣ اس آیت مبارکہ میں انسان کا بے بس اور اللہ کی مشیت کے تابع ہونا بیان کیا گیا ہے کہ انسان کو اپنے مال تجارت اور کاروبار کی ترقی پر بہت ناز ہوتا ہے، وہ سمندری تجارت کے ذریعے بہت سی دولت اکٹھی کرلیتا ہے لیکن وہ اس بات کو بھول

مُّبِيْنٍ ﴿٤٧﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٨﴾ مَا

مُّبِيْنٍ ﴿٤٧﴾	وَ	يَقُوْلُوْنَ	مَتٰى	هٰذَا	الْوَعْدُ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿٤٨﴾	مَا
کھلی	اور	کہتے ہیں	کب	یہ	وعدہ	اگر	تم ہو	سچے	نہیں

پڑے ہوئے ہو۔ ﴿٤٧﴾ اور کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو۔ ﴿٤٨﴾ وہ تو

يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿٤٩﴾ فَلَا

يَنْظُرُوْنَ	اِلَّا	صَيْحَةً	وَّاحِدَةً	تَاْخُذُهُمْ	وَ	هُمْ	يَخِصِّمُوْنَ ﴿٤٩﴾	فَلَا
انتظار کررہے	مگر	چنگھاڑ کا	ایک ہی	پکڑے گی وہ انہیں	اور	وہ	جھگڑ تے رہیں گے	تو نہیں

صرف ایک چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں، جو انہیں اُس وقت آ پکڑے گی جبکہ وہ باہم جھگڑ رہے ہوں گے۔ ﴿٤٩﴾ پھر نہ

يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ

يَسْتَطِيْعُوْنَ	تَوْصِيَةً	وَ	لَآ	اِلٰٓى	اَهْلِهِمْ	يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٠﴾	وَ	نُفِخَ	فِي	الصُّوْرِ
کرسکیں گے وہ	کوئی وصیت	اور	نہ	طرف	اپنے گھر والوں کے	لوٹ سکیں گے	اور	پھونکا جائے گا	بیچ	صور کے

تو وہ وصیت ہی کر سکیں گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر جا سکیں گے۔ ﴿٥٠﴾ اور صور پھونکا جائے گا

ع ١٨ / ٣ / ٢

فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿٥١﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا

فَاِذَا هُمْ	مِّنَ	الْاَجْدَاثِ	اِلٰى	رَبِّهِمْ	يَنْسِلُوْنَ ﴿٥١﴾	قَالُوْا	يٰوَيْلَنَا	مَنْۢ	بَعَثَنَا
تو اُسی وقت وہ	سے	قبروں کے	طرف	اپنے رب کے	پھیل پڑیں گے	کہیں گے وہ	ہائے افسوس	کس نے	ہمیں اٹھا دیا

تو اُسی وقت وہ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف پھیل پڑیں گے۔ ﴿٥١﴾ وہ کہیں گے کہ ہائے افسوس! ہمیں ہماری آرام گاہ سے

مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٥٢﴾ اِنْ

مِنْ	مَّرْقَدِنَا ۜ	هٰذَا	مَا	وَعَدَ	الرَّحْمٰنُ	وَ	صَدَقَ	الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٥٢﴾	اِنْ
سے	ہماری آرام گاہ کے	یہ	وہ جس کا	وعدہ کیا	رحمان نے	اور	سچ کہا	پیغمبروں نے	نہیں

کس نے اٹھا دیا؟ یہ وہی چیز ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔ ﴿٥٢﴾ وہ تو

كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَالْيَوْمَ

كَانَتْ	اِلَّا	صَيْحَةً	وَّاحِدَةً	فَاِذَا	هُمْ	جَمِيْعٌ	لَّدَيْنَا	مُحْضَرُوْنَ ﴿٥٣﴾	فَالْيَوْمَ
تھی وہ	مگر	چنگھاڑ	ایک ہی	تو اُسی وقت	وہ	سب	ہمارے پاس	حاضر کئے جائیں گے	سو آج کے دن

صرف ایک چنگھاڑ ہو گی، سو اچانک وہ سب ہمارے سامنے پکڑ کر پیش کر دیئے جائیں گے۔ ﴿٥٣﴾ پھر آج کے دن

جاتا ہے کہ سمندری تجارت کے ذریعے اس کی کامیابی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی وجہ سے ہے، اگر وہ چاہے تو اس کے سمندری جہاز اور بیڑے کو غرق کردے اور خود اسے مچھلیوں کی خوراک بنادے، پھر کوئی اس کی فریاد کو بھی نہ پہنچ سکے اور وہاں موجود لوگوں میں سے بھی کوئی اسے چھڑا نہ سکے، دنیا میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، امریکی ٹائی ٹینک کا واقعہ اس سلسلے کی نہایت مشہور مثال ہے، مالداروں کی رعونت اور پھر اسے خاک میں ملتا ہوا دیکھ کر انسان کو بڑی عبرت حاصل ہوتی ہے۔ ﴿٤٤﴾ اس آیت مبارکہ میں سمندری طوفان سے بچانے کی دو وجہیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اگر ہم کسی پر اپنی مہربانی اور احسان کرنا چاہیں تو اسے بحری جہاز غرق ہونے کے باوجود بچا لیتے ہیں، کوئی تختہ اس کے ہاتھ لگ جاتا ہے یا پانی کی لہریں اسے ایک جگہ سے اچھال کر دوسری جگہ پہنچا دیتی ہیں اور وہ خشکی تک پہنچنے میں کامیاب ہوجاتا ہے، اور دوسری یہ کہ ہم اسے ایک مقررہ وقت تک دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع دینا چاہیں تو اسے بھی سمندری طوفان سے بچا لیتے ہیں۔ ﴿٤٥﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کو دی جانے والی دعوت ذکر کی گئی ہے جس پر ان کا ردعمل اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے، دعوت یہ ہے کہ اگر تم اللہ کی رحمت اور اس کی مہربانی کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو قیامت کا جو دن تمہارے آگے چلا آرہا ہے، اس سے ڈرو اور جو اعمال تم اپنے پیچھے چھوڑ کر جارہے ہو، ان کے حوالے سے فکرمند رہو، کیونکہ تمہیں ان کا جواب دینا ہوگا۔ ﴿٤٦﴾ اس آیت مبارکہ میں دعوت کو تقویت پہنچانے والی چیز اور اس پر مشرکین کا ردعمل بیان کیا گیا ہے، ہر دعوت کو تقویت پہنچانے والی کوئی نہ کوئی چیز ہوتی ہے، انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے معجزات رکھے گئے ہیں، وہ ان معجزات کو اپنے دعوے کی درستگی اور دعوت کی پختگی کے لیے دلیل اور ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں، لیکن مشرکین انہیں قبول کرنے اور ان سے متاثر ہو کر فائدہ اٹھانے کی بجائے منہ پھیر کر نکل جاتے ہیں، یہی حال ان لوگوں کا بھی ہوتا ہے جو حق کے منکر ہوتے ہیں اور جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہوتی ہے اعاذنا اللہ منہا ﴿٤٧﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکوں کو اللہ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرنے کی دعوت اور اس پر ان کے ردعمل کا ذکر کیا گیا ہے، یہ دعوت نہایت مبارک اور ان کا ردعمل نہایت بدتمیزی اور گستاخی پر مبنی ہے، چنانچہ کسی غریب کو کھانا کھلانا اور کسی ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرنا ان کے نزدیک بھی ایک بہترین عمل ہے اور انہوں نے سخاوت اور مہربانی کی نہایت گرانقدر مثالیں قائم کی ہیں، لیکن جب یہی دعوت انہیں اللہ اور اس کے پیغمبر اور اہل ایمان کی جانب سے دی جاتی ہے تو وہ گستاخی اور بدتمیزی پر اتر آتے ہیں اور مذاق اڑانے کے انداز میں کہتے ہیں کہ اگر اللہ انہیں کھلانا پلانا چاہتا تو انہیں خود ہی کھلا پلا دیتا، اگر اللہ نے ہی انہیں کھلانے پلانے کا ارادہ نہیں کیا تو ہم کیسے کھلا پلا سکتے ہیں؟ اس جواب سے ان کا منشا اللہ کی قدرت کو تسلیم کرنا نہیں ہوتا تھا، ورنہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ جسے کھلانا پلانا چاہے، اسی کو کھانے پینے کے لیے ملتا ہے، ورنہ نہیں، بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دار الاسباب بنایا ہے، چنانچہ وہ رازق ہے اور اپنے بندوں تک رزق پہنچانے کے لیے اس نے اسباب بنائے ہیں اور انہیں اختیار کرنے کے لیے کوئی ممانعت بھی نہیں کی، اس لیے انسان کو اسباب کے درجے میں انہیں اختیار کرنا چاہیے، محض کسی کی عداوت اور دشمنی میں آکر یہ کہہ دینا سخت گمراہی ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو یہ کام خود ہی کر لیتا، اگر اللہ نے یہ کام نہیں کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود نہیں چاہتا کہ یہ کام کرے، تو پھر ہم کیسے کریں؟ سوال یہ ہے کہ انہیں اللہ کی مشیت کا علم کیسے ہوگیا؟ انہیں اللہ کی پسند اور ناپسند کا پتہ کیونکر چل گیا؟ ﴿٤٨﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کی طرف سے وعدہ قیامت کی

لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ

لَا	تُظْلَمُ	نَفْسٌ	شَيْـًٔا	وَّلَا	تُجْزَوْنَ	اِلَّا	مَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾	اِنَّ
نہیں	ظلم کیا جائیگا	کوئی نفس	کچھ بھی	اور نہیں	تم بدلہ دیئے جاؤ گے	مگر	وہ جو	تم تھے	عمل کرتے	بیشک

کسی نفس پر معمولی سا ظلم بھی نہ ہوگا اور تمہیں اُنہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے۔ ﴿۵۴﴾ بیشک

اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ

اَصْحٰبَ	الْجَنَّةِ	الْيَوْمَ	فِيْ	شُغُلٍ	فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾	هُمْ	وَ	اَزْوَاجُهُمْ	فِيْ	ظِلٰلٍ
ساتھی	جنت کے	آج کے دن	بیچ	مشغول ہونے کے	دل لگی کرنے والے	وہ	اور	ان کی بیویاں	بیچ	سایوں میں

آج کے دن اہلِ جنت دل لگی میں مشغول ہوں گے۔ ﴿۵۵﴾ وہ اور اُن کی بیویاں سایہ دار جگہوں میں تختوں پر

عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾

عَلَى	الْاَرَآئِكِ	مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾	لَهُمْ	فِيْهَا	فَاكِهَةٌ	وَّ	لَهُمْ	مَّا	يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾
پر	تختوں کے	ٹیک لگائے ہوئے	ان کیلئے	اسمیں	میوے	اور	ان کیلئے	وہ جو	منگوائیں گے

ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ﴿۵۶﴾ اُن کیلئے وہاں میوے ہوں گے اور اُن کیلئے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ منگوائیں گے۔ ﴿۵۷﴾

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ

سَلٰمٌ	قَوْلًا	مِّنْ	رَّبٍّ	رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾	وَامْتَازُوا	الْيَوْمَ	اَيُّهَا	الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾	اَلَمْ
سلام ہو	کہنا	سے	رب کے	نہایت مہربان	اور الگ ہوجاؤ	آج کے دن	اے	مجرمو!	کیا نہیں

مہربان رب کی طرف سے سلام کہا جائے گا۔ ﴿۵۸﴾ اور اے مجرمو! آج کے دن تم الگ الگ ہو جاؤ۔ ﴿۵۹﴾ اے اولادِ آدم!

اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾

اَعْهَدْ	اِلَيْكُمْ	يٰبَنِيْٓ	اٰدَمَ	اَنْ	لَّا	تَعْبُدُوا	الشَّيْطٰنَ	اِنَّهٗ	لَكُمْ	عَدُوٌّ	مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾
تاکید کی میں نے	تمہاری طرف	اے بیٹو	آدم کے	یہ کہ	مت	عبادت کرو تم	شیطان کی	بیشک وہ	تمہارے لئے	دشمن	کھلا

کیا میں نے تمہیں اس بات کی تاکید نہ کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ ﴿۶۰﴾

وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا

وقف غفران

وَّ	اَنِ	اعْبُدُوْنِيْ	هٰذَا	صِرَاطٌ	مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾	وَ	لَقَدْ	اَضَلَّ	مِنْكُمْ	جِبِلًّا
اور	یہ کہ	تم میری عبادت کرو	یہ	راستہ	سیدھا	اور	البتہ یقیناً	گمراہ کردیا اس نے	تم میں سے	مخلوق کو

اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا، یہی سیدھا راستہ ہے۔ ﴿۶۱﴾ اور یقیناً اُس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ

تکمیل کا دن پوچھا جانا مذکور ہوا ہے، وہ کہا کرتے تھے کہ اگر تم لوگ وعدہ قیامت میں سچے ہو تو بتاؤ، قیامت کس دن آئے گی؟ وہ اب تک برپا کیوں نہیں ہوئی؟ اگر اب تک قیامت نہیں آئی تو پھر کبھی بھی نہیں آئے گی؟ ﴿۴۹﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کو جواب دیا گیا ہے کہ قیامت تو اپنے مقررہ وقت پر آہی جائے گی لیکن تمہارا بار بار اس کا تقاضا کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ تمہیں بڑی شدت سے قیامت کا انتظار ہے، کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ تم ایک ہیبت ناک آواز کا انتظار کر رہے ہو، ایک چنگھاڑ کا جو تمہارے کلیجوں کو چیر کر رکھ دے گی اور تم جھگڑتے ہی رہ جاؤ گے۔ ﴿۵۰﴾ اس آیت مبارکہ میں قیامت کی ناگہانی بیان کی گئی ہے کہ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مگن ہوں گے، انہیں گمان بھی نہ ہوگا کہ قیامت آجائے گی، لیکن اچانک قیامت آجائے گی، اس وقت اگر وہ کوئی وصیت کرنا چاہیں یا اپنے گھر والوں کے پاس واپس جانا چاہیں تو باوجود خواہش کے ایسا نہ کرسکیں گے۔ ﴿۵۱﴾ اس آیت مبارکہ میں صور پھونکے جانے اور لوگوں کے قبروں سے نکل پڑنے کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے کا ذکر ہوا ہے کیونکہ پہلی مرتبہ جب صور پھونکا جائے گا تو پورے عالم پر فنا طاری ہوجائے گی اور جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب زندہ ہوکر اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے، یہ بھی یاد رہے کہ یہاں قبر سے مراد مٹی کا وہ گڑھا نہیں ہے جسے کھود کر اس میں میت کو دفن کردیا جاتا ہے، بلکہ مراد وہ جگہ ہے جہاں انسان مرنے کے بعد سے لیکر دوبارہ زندہ ہونے تک کا وقت گزارتا ہے خواہ وہ کسی مچھلی کا پیٹ ہو یا کسی درندے کے چبائے ہوئے اعضاء ہوں، یا کسی سمندر کی تہہ میں جاکر پھٹ جانے والی لاش ہی ہو۔ ﴿۵۲﴾ اس آیت مبارکہ میں قبروں سے نکلنے کے بعد لوگوں کا ایک مقولہ اور اس کا جواب ذکر کیا گیا ہے، لوگ اس وقت اپنی حسرت اور افسوس کا اظہار کریں گے، انہیں یقین ہی نہیں آرہا ہوگا کہ کسی طاقتور ذات نے انہیں دوبارہ زندہ کردیا ہے؟ وہ حیرانی سے پوچھیں گے کہ وہ کون سی طاقتور ہستی ہے جس نے ہمیں ہماری آرام گاہ سے اٹھادیا؟ کس نے ہمیں دوبارہ زندگی عطا کردی؟ کس نے موت کی بے ہوشی کو دور کرکے زندگی کی لہر ہمارے جسموں میں دوڑادی؟ اس پر انہیں جواب دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جس قیامت کا وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے جس عذاب سے تمہیں آگاہ اور خبردار کیا تھا، یہ وہی ہے، سو رحمان کا وعدہ پورا اور پیغمبروں کی بات سچی ہوگئی۔ ﴿۵۳﴾ اس آیت مبارکہ میں صور پھونکے جانے کی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ وہ صرف ایک ہیبت ناک آواز ہوگی، اس سے زیادہ کچھ نہیں، لیکن اس کی ہیبت اس قدر زیادہ ہوگی کہ کلیجے دہل جائیں گے دل اچھل کر حلق میں آجائیں گے اور تمام مخلوق اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ باندھ کر حاضر ہوجائے گی، چھپنے یا غائب ہونے کی کسی کو مجال نہ ہوگی۔ ﴿۵۴﴾ اس آیت مبارکہ میں دو چیزوں کی یقین دہانی کروائی گئی ہے، پہلی یہ کہ قیامت کے دن کسی نفس پر معمولی سا ظلم بھی نہیں کیا جائے گا، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ قیامت کے دن کوئی ظالم نہ ہوگا، لہٰذا اس دن کوئی مظلوم بھی نہ ہوگا، دوسری یہ کہ انسان کو انہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو دنیا میں اس نے سرانجام دیئے ہوں گے، گویا آخرت میں اعمال کا موقع نہیں دیا جائے گا کیونکہ آخرت دار العمل نہیں ہے بلکہ دار الجزاء ہے۔ ﴿۵۵﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کی خوشحالی اور فارغ البالی ذکر کی گئی ہے کہ جنت میں انہیں ہر طرح کا سامان راحت میسر ہوگا، دل لگی اور دل بستگی کی ہر چیز دستیاب ہوگی اور وہ ان نعمتوں سے پوری طرح لطف اندوز بھی ہوں گے، یہ ایک مستقل نعمت ہے کہ انسان کو اللہ نے ضروریات و سہولیات سے نواز رکھا ہو اور اسے ان چیزوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع بھی فراہم کر رکھا

ہو، ورنہ بہت سے لوگ ہیں جن کے پاس دنیا جہان کی ہر چیز موجود ہے، لیکن وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے اور دوسروں کو ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دیکھ کر نگاہ حسرت سے انہیں تکتے رہتے ہیں۔ ۵۶ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کا اپنی بیگمات کے ساتھ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا بیان کیا گیا ہے، چنانچہ سایہ دار درخت، آرام دہ صوفے، بہترین قسم کے جڑاؤ تخت اور ان پر شاہانہ رعب و دبدبے کے ساتھ بیٹھے ہوئے اہل جنت اپنی بیگمات کے ساتھ نہایت مسرور اور خوش و خرم ہوں گے، دنیا میں اگر میاں بیوی پر مسرت زندگی گزار رہے ہوں تو انہیں اپنا گھر جنت لگتا ہے، وہ تو پھر حقیقی جنت ہوگی۔ ۵۷ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کے لیے میوے پیش کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، میوہ جات عام طور پر خشک اور تر دونوں طرح کے ہوتے ہیں اور ان میں سے کسی کا مقصد بھی پیٹ بھرنا نہیں ہوتا، چنانچہ کوئی انسان پیٹ بھرنے کے لیے سیب اور کینو کھاتا ہے اور نہ ہی بادام اور چلغوزے پیٹ بھرنے کے لیے کھائے جاتے ہیں، یہ چیزیں تو محض تفریح طبع اور دل لگی کے لیے ہوتی ہیں اور جب انسان ذہنی اور جسمانی طور پر آسودہ ہوتا ہے، تب ہی ان سے لطف اندوز ہوتا ہے لہٰذا آیت کا منشا یہ ہوا کہ اہل جنت کو ذہنی اور جسمانی آسودگی حاصل ہوگی اور اس میں اس وقت مزید اضافہ ہو جائے گا جب ان کی ہر خواہش پوری کی جائے گی اور وہ جو چاہیں گے، انہیں دیا جائے گا، دنیا میں انسان کی ہر خواہش پوری نہیں ہوتی اور جنت میں اس کی کسی خواہش کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ ۵۸ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کے لیے ایک عظیم نعمت کا ذکر کیا گیا ہے جو ان کی روحانی تازگی اور دل کی زندگی کا سبب بنے گی اور وہ یہ کہ خود رب رحیم اہل جنت کو سلام کرے گا، اس کا یہ سلام کرنا براہ راست ہوگا جس کی مٹھاس ان کے دلوں میں اتر جائے گی،

ع ۴ ۱۷ ۴

كَثِيْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۲ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝۶۳

كَثِيْرًا	اَفَلَمْ	تَكُوْنُوْا	تَعْقِلُوْنَ ۶۲	هٰذِهٖ	جَهَنَّمُ	الَّتِيْ	كُنْتُمْ	تُوْعَدُوْنَ ۶۳
بہت ساری	تو کیا نہیں	تھے تم	عقل رکھتے	یہ	جہنم	جس کا	تم تھے	وعدہ کیے جاتے

کر دیا، تو کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے۔؟ ۶۲ یہی وہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ۶۳

اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۶۴ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ

اِصْلَوْهَا	الْيَوْمَ	بِمَا	كُنْتُمْ	تَكْفُرُوْنَ ۶۴	اَلْيَوْمَ	نَخْتِمُ	عَلٰۤى	اَفْوَاهِهِمْ	وَ	تُكَلِّمُنَاۤ
اسمیں داخل ہو جاؤ	آج کے دن	بدلے اس کے جو	تم تھے	کفر کرتے	آج کے دن	مہر لگا دیں گے ہم	پر	ان کے مونہوں کے	اور	ہم سے بات کریں گے

آج کے دن تم اِس میں داخل ہو جاؤ، یہ تمہارے کفر کا بدلہ ہے۔ ۶۴ آج ہم اُن کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور اُن کے ہاتھ ہم سے

اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۶۵ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا

اَيْدِيْهِمْ	وَ	تَشْهَدُ	اَرْجُلُهُمْ	بِمَا	كَانُوْا	يَكْسِبُوْنَ ۶۵	وَ	لَوْ	نَشَآءُ	لَطَمَسْنَا
ان کے ہاتھ	اور	گواہی دیں گے	ان کے پاؤں	اس کی جو	تھے وہ	کماتے رہے	اور	اگر	ہم چاہیں	البتہ مٹا دیں

باتیں کریں گے اور اُن کے پاؤں اُس چیز کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے رہے ہوں گے۔ ۶۵ اگر ہم چاہیں تو اُن کی

عَلٰۤى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ۝۶۶ وَلَوْ نَشَآءُ

عَلٰۤى	اَعْيُنِهِمْ	فَاسْتَبَقُوا	الصِّرَاطَ	فَاَنّٰى	يُبْصِرُوْنَ ۶۶	وَ	لَوْ	نَشَآءُ
پر	ان کی آنکھوں کے	سو آگے بڑھیں وہ	راستے پر	تو کہاں	دیکھ سکیں گے وہ	اور	اگر	ہم چاہیں

بینائی مٹا دیں، پھر وہ راستہ پانے کیلئے بھاگے پھریں، سو وہ کہاں دیکھ سکیں گے؟ ۶۶ اور اگر ہم چاہیں

لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ۝۶۷ ع

لَمَسَخْنٰهُمْ	عَلٰى	مَكَانَتِهِمْ	فَمَا	اسْتَطَاعُوْا	مُضِيًّا	وَّ	لَا	يَرْجِعُوْنَ ۶۷
البتہ بگاڑ دیں ہم انہیں	پر	ان کی جگہوں کے	تو نہ	کر سکیں وہ	آگے چلنا	اور	نہ	وہ لوٹ سکیں

تو اِن کی جگہوں پر ہی اِن کی شکلیں بگاڑ دیں، پھر وہ نہ آگے چلنے کی طاقت رکھیں اور نہ ہی واپس لوٹ سکیں۔ ۶۷

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ۝۶۸ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا

وَ	مَنْ	نُّعَمِّرْهُ	نُنَكِّسْهُ	فِي	الْخَلْقِ	اَفَلَا	يَعْقِلُوْنَ ۶۸	وَ	مَا	عَلَّمْنٰهُ	الشِّعْرَ	وَ	مَا
اور	جسے	ہم عمر دیں	ہم اسے اوندھا کر دیتے ہیں	بیچ	پیدائش کے	تو کیا نہیں	عقل رکھتے وہ	اور	نہیں	سکھایا ہم نے اسے	شعر	اور	نہیں

اور جسے ہم لمبی عمر دیں، اُسے پیدائش میں اوندھا کر دیتے ہیں، تو کیا یہ لوگ عقل نہیں رکھتے؟ ۶۸ اور ہم نے اُنہیں شعر نہیں سکھایا اور نہ

بلذت لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتی، اگر دین یا دنیا کے اعتبار سے کوئی ممتاز شخص کسی کو سلام کرے تو اس سے اس کی لذت پوچھنی چاہیے، یوں تو اہل جنت کو فرشتے بھی سلام کریں گے، لیکن اصل لطف انہیں پروردگار عالم کے سلام پر ہی آئے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ نعمت اپنے خاص لطف سے عطا فرمائے۔ ۵۹ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کو الگ اور ممتاز ہو جانے کا حکم دیا گیا ہے، قیامت کے دن یہ امتیاز ہونا ضروری ہوگا، الفاظ قرآنی پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کسی فرشتے یا دوسرے ذمہ دار کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ وہ چھانٹی کر کے مجرموں کو الگ کر دے اور مخلص لوگوں کو الگ کر دے، بلکہ خود مجرموں سے کہا گیا ہے کہ تم الگ الگ ہو جاؤ اور تمہیں مخلص لوگوں کے ساتھ کھڑے ہونے کی اجازت نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ مجرم کو خود اپنے مجرم ہونے کا احساس ہوگا اور وہ خود کو قصوروار سمجھتا ہوگا۔ ۶۰ اس آیت مبارکہ میں مجرموں پر فرد جرم عائد کی گئی ہے کہ کیا تم سے یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ شیطان کی پیروی اور پوجا نہ کرنا؟ کیا تمہیں آگاہ نہیں کیا گیا تھا کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے؟ کیا تمہیں اس کے مکر و فریب اور چال بازیوں سے باخبر نہیں کر دیا گیا تھا؟ اس کے باوجود تم اس کی باتوں میں آ گئے اور تم نے اس کی پیروی اور پوجا شروع کر دی؟ ۶۱ اس آیت مبارکہ میں مجرموں پر عائد کی جانے والی فرد جرم کا دوسرا نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ میں نے تم سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر صراط مستقیم پر چلنا چاہتے ہو تو میری عبادت کرنا، میرے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا اور مجھ ہی کو اپنا معبود سمجھنا، لیکن تم نے اس پر بھی عمل نہیں کیا اور تم مجھے چھوڑ کر غیروں کی پوجا کرتے رہے؟ ۶۲ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کی کم عقلی کو نمایاں کیا گیا ہے کہ بظاہر تم بڑے دانشور اور فلسفی تھے، لیکن جب شیطان نے تمہیں گمراہی کے راستے پر ڈالا تب تمہاری عقل کہاں چلی گئی تھی؟ اس نے تمہاری نسلوں کو تباہ اور گمراہ کر دیا اور تم نے اپنی عقل سے کام نہ لیا، تم نے دوست کو

يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿٦٩﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ

يَنْۢبَغِيْ	لَهٗ	اِنْ	هُوَ	اِلَّا	ذِكْرٌ	وَ	قُرْاٰنٌ	مُّبِيْنٌ ﴿٦٩﴾	لِّيُنْذِرَ	مَنْ	كَانَ	حَيًّا	وَ	يَحِقَّ
مناسب	اس کیلئے	نہیں	وہ	مگر	ذکر	اور	قرآن	واضح	تاکہ ڈرائے	جو	ہو	زندہ	اور	ثابت ہوجائے

ہی یہ اُن کے شایانِ شان ہے، یہ تو محض نصیحت اور واضح قرآن ہے۔ ﴿٦٩﴾ تاکہ اُسے ڈرائے جو زندہ ہو اور کافروں پر

الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٠﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ

الْقَوْلُ	عَلَى	الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٠﴾	اَوَلَمْ	يَرَوْا	اَنَّا	خَلَقْنَا	لَهُمْ	مِّمَّا	عَمِلَتْ	اَيْدِيْنَآ
بات	پر	کافروں کے	اور کیا نہیں	دیکھا انہوں نے	کہ بیشک ہم	پیدا کیا ہم نے	ان کیلئے	اس سے جو	بنایا	ہمارے ہاتھوں نے

بات ثابت ہو جائے۔ ﴿٧٠﴾ کیا اُنہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے اُن کیلئے اپنے دستِ قدرت سے چوپائے

اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿٧١﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا

اَنْعَامًا	فَهُمْ	لَهَا	مٰلِكُوْنَ ﴿٧١﴾	وَ	ذَلَّلْنٰهَا	لَهُمْ	فَمِنْهَا	رَكُوْبُهُمْ	وَ	مِنْهَا
چوپائے	تو وہ	ان کے لئے	ملکیت والے	اور	ہم نے انہیں تابع کردیا	ان کیلئے	سو انہیں سے	ان کی سواری	اور	ان میں سے

پیدا کیے، سو وہ اُن کے مالک ہیں۔ ﴿٧١﴾ اور ہم نے اُن جانوروں کو اُن کے تابع کر دیا، سو اُن میں سے بعض جانور اُن کی سواری ہیں اور بعض کو

يَاْكُلُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَاتَّخَذُوْا

يَاْكُلُوْنَ ﴿٧٢﴾	وَ	لَهُمْ	فِيْهَا	مَنَافِعُ	وَ	مَشَارِبُ	اَفَلَا	يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾	وَاتَّخَذُوْا
وہ کھاتے ہیں	اور	ان کیلئے	اسمیں	بہت سے فائدے	اور	پینے کے گھاٹ	تو کیا نہیں	شکر کرتے وہ	اور بنالئے انہوں نے

وہ کھاتے ہیں۔ ﴿٧٢﴾ اور اُن کیلئے جانوروں میں بہت سے دوسرے فائدے بھی ہیں اور پینے کے گھاٹ بھی، تو کیا یہ لوگ شکر نہیں کریں گے؟ ﴿٧٣﴾ اور اُنہوں نے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ

مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	اٰلِهَةً	لَّعَلَّهُمْ	يُنْصَرُوْنَ ﴿٧٤﴾	لَا	يَسْتَطِيْعُوْنَ	نَصْرَهُمْ	وَ	هُمْ
سے	علاوہ	اللہ کے	کئی معبود	تاکہ وہ	مدد کئے جائیں	نہیں	کرسکیں گے وہ	ان کی مدد	اور	وہ

اللہ کو چھوڑ کر اور معبود بنالیے ہیں، شاید کہ وہ اُن کی مدد کریں۔ ﴿٧٤﴾ وہ اُن کی مدد نہیں کر سکیں گے، اور وہ

لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ

وقف لازم

لَهُمْ	جُنْدٌ	مُّحْضَرُوْنَ ﴿٧٥﴾	فَلَا	يَحْزُنْكَ	قَوْلُهُمْ	اِنَّا	نَعْلَمُ	مَا	يُسِرُّوْنَ
ان کیلئے	لشکر	حاضر کئے گئے	سو نہ	غمگین کردے تجھے	ان کی بات	بیشک ہم	جانتے ہیں	جو وہ	چھپاتے ہیں

اُن کی فوج بن کر پکڑے آئیں گے۔ ﴿٧٥﴾ سو اُن کی باتیں آپ کو غمگین نہ کردیں، ہم وہ سب جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں

دشمن اور دشمن کو دوست بنالیا، اب تمہیں اپنی اس بے عقلی کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ ﴿٦٣﴾ اس آیت مبارکہ میں جہنم کی طرف اشارہ کر کے مجرموں کو وہ وعدہ یاد دلایا گیا ہے جو دنیا میں ان سے کیا جاتا تھا، قرآن کریم کی بے شمار آیتوں اور رسول اکرم ﷺ کے لاتعداد فرامین میں اس سے باخبر اور آگاہ کیا گیا تھا، اس کی ہولناکی اور عذاب کی مختلف شکلوں کا تفصیلی ذکر کیا گیا تھا، لیکن تم لوگوں نے اسے کھیل تماشا اور مذاق سمجھا، اب دیکھو کہ وہ جہنم تمہارے سامنے آگئی ہے یا نہیں؟ ﴿٦٤﴾ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کو جہنم میں داخل ہونے کا حکم اور اس کا سبب بیان کیا گیا ہے کہ انہیں ان کے کفر و شرک کے سبب جہنم میں داخل کیا جائے گا، مطلب یہ کہ کسی بے قصور کو جہنم میں نہیں ڈالا جائے گا اور جس کا جرم اور قصور ثابت ہو جائے گا، اس کے حق میں کسی کی سفارش کام نہ آئے گی۔ ﴿٦٥﴾ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کے اعضاء جسم سے ان کے خلاف گواہی دلوانے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ بندوبست اور انتظام اس لیے کیا گیا ہے کہ بعض اوقات انسان اپنے جرم سے مکر جاتا ہے اور وہ نہایت ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بول کر صحت الزام سے انکار کر دیتا ہے، ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت سی اندرونی اور بیرونی گواہیوں کا انتظام کر رکھا ہے جن کی گواہی کو انسان جھٹلا نہیں سکتا، مثلاً نامہ اعمال لکھنے والے فرشتے اس کا ایک ایک عمل لکھ رہے ہیں، وہ پہلے سے لوح محفوظ میں بھی لکھے ہوئے ہیں، پھر زمین بھی گواہی دے گی، یومیہ، ہفتہ وار، ماہانہ اور سالانہ بنیادوں پر اس کی کارکردگی رپورٹس بھی ہوں گی، اس کے علاوہ انسان کے جسمانی اعضاء بھی اس کے خلاف گواہی دیں گے چنانچہ منہ پر مہر لگا کر اسے بند کر دیا جائے گا اور زبان منہ میں ہونے کے باوجود قوت گویائی سے محروم ہو جائے گی، اب وہ ہاتھ بولے گا جسے لذت پہنچانے کے لیے اس نے ہاتھ کے گناہ کیے ہوں گے، وہ آنکھ، کان، ران، شرمگاہ اور پاؤں بولیں گے جن کی وقتی لذت کے لیے اس نے حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تفریق مٹادی تھی، اس وقت انسان کی بے بسی اور شرمندگی پورے عروج پر ہوگی کہ جن اعضاء جسم کو لذت پہنچانے کے لیے اس نے اللہ کے احکام کو پامال کیا تھا، آج وہی اس کے خلاف گواہی دے رہے ہیں اور یہ ایسی گواہی ہوگی جسے رد کرنا انسان کی دسترس سے باہر ہوگا اور اس کے لیے اپنی ڈھٹائی پر قائم رہنا ممکن نہ رہے گا۔ ﴿٦٦﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت بیان کی گئی ہے کہ اگر وہ چاہے تو مجرموں کو دنیا میں بھی سزا دے سکتا ہے، چنانچہ کبھی کبھار اس کا نمونہ دنیا میں دکھا بھی دیا جاتا ہے لیکن اکثر اوقات ان کی پوری سزا کو آخرت کے لیے اٹھا رکھا جاتا ہے، چنانچہ اگر وہ چاہے تو مجرموں کو دنیا میں ہی بینائی سے محروم کر کے اندھا بنا دے تاکہ انہیں راستہ دکھائی نہ دے اور وہ ٹھوکریں کھاتے گرتے پڑتے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنے کی کوشش میں لگے رہیں، یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر نابینا شخص مجرم ہی ہو، چنانچہ صحابہ و تابعین میں بھی نابینا حضرات کی متعدد مثالیں موجود ہیں، البتہ یہ ممکن ہے کہ کسی مجرم کو سزا کے طور پر بینائی سے محروم کر دیا جائے اور ان دونوں باتوں میں فرق ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر مجرم نابینا نہیں ہوتا اور ہر نابینا مجرم نہیں ہوتا۔ ﴿٦٧﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت بیان کی گئی ہے کہ اگر وہ چاہے تو مجرموں کی شکل مسخ کر دے لہٰذا انہیں انسان کی بجائے گدھا، بندر یا کوئی اور جانور بنا دے جیسے بنی اسرائیل میں بعض گستاخ لوگوں کے ساتھ ہوا، ایسے لوگوں کی نسل نہیں چلتی اور یہ بہت جلد اپنے عبرتناک انجام سے دوچار ہو جاتے ہیں، ایسے لوگ کہیں آ جا نہیں سکتے، کسی مجلس اور محفل میں شریک نہیں ہو سکتے، اپنے گھر سے باہر نہیں نکل سکتے اور کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے، کیا اس حالت تک پہنچنے سے پہلے یہ بہتر نہیں ہے کہ وہ توبہ کر لیں اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر

وَ	مَا	يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٦﴾	اَوَلَمْ	يَرَ	الْاِنْسَانُ	اَنَّا	خَلَقْنٰهُ	مِنْ	نُّطْفَةٍ	فَاِذَا	هُوَ	خَصِيْمٌ
اور	جو	ظاہر کرتے ہیں وہ	اور کیا نہیں	دیکھا	انسان نے	کہ بیشک ہم	پیدا کیا ہم نے اسے	سے	پانی کے قطرے کے	تو اچانک	وہ	جھگڑنے والا

وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٦﴾ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ

اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ [٧٦] کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ ہم نے اُسے پانی کے ایک ناپاک قطرے سے پیدا کیا ہے، پھر وہی کھلم کھلا

مُّبِيْنٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ

مُّبِيْنٌ ﴿٧٧﴾	وَ	ضَرَبَ	لَنَا	مَثَلًا	وَّ	نَسِيَ	خَلْقَهٗ ۭ	قَالَ	مَنْ	يُّحْيِ	الْعِظَامَ
کھلم کھلا	اور	بیان کی اس نے	ہمارے لئے	مثال	اور	بھول گیا وہ	اپنی پیدائش کو	کہا اس نے	کون	زندہ کرے گا	ہڈیوں کو

جھگڑنے والا بن گیا۔ [٧٧] اور وہ ہمارے لیے مثال بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، وہ کہنے لگا کہ اِن بوسیدہ ہڈیوں کو

وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ

وَ	هِيَ	رَمِيْمٌ ﴿٧٨﴾	قُلْ	يُحْيِيْهَا	الَّذِيْٓ	اَنْشَاَهَآ	اَوَّلَ	مَرَّةٍ ۭ	وَ	هُوَ	بِكُلِّ
اور	وہ	بوسیدہ	تو کہہ	زندہ کرے گا انہیں	جس نے	انہیں پیدا کیا	پہلی	مرتبہ	اور	ہر	ایک

کون زندہ کرے گا؟ [٧٨] آپ فرما دیجئے کہ اِنہیں وہی زندہ کرے گا جس نے اِنہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور وہ ہر طرح پیدا

خَلْقٍ عَلِيْمُ ۨ ﴿٧٩﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ

خَلْقٍ	عَلِيْمُ ۨ ﴿٧٩﴾	الَّذِيْ	جَعَلَ	لَكُمْ	مِّنَ	الشَّجَرِ	الْاَخْضَرِ	نَارًا	فَاِذَآ
پیدا کرنے کو	خوب جاننے والا	وہ جو	بنایا اُس نے	تمہارے لئے	سے	درخت	سبز	آگ	تو اسی وقت

کرنے کو خوب جانتا ہے۔ [٧٩] جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ بنائی، سو

اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿٨٠﴾ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

اَنْتُمْ	مِّنْهُ	تُوْقِدُوْنَ ﴿٨٠﴾	اَوَلَيْسَ	الَّذِيْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضَ
تم	اس سے	آگ جلاتے ہو	اور کیا نہیں	جس نے	پیدا کیا	آسمانوں کو	اور	زمین کو

تم اُسی سے اب آگ جلاتے ہو۔ [٨٠] کیا وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کر دیا،

بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ڲ بَلٰي ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿٨١﴾ اِنَّمَآ

بِقٰدِرٍ	عَلٰٓي	اَنْ	يَّخْلُقَ	مِثْلَهُمْ ڲ	بَلٰي ۤ	وَ	هُوَ	الْخَلّٰقُ	الْعَلِيْمُ ﴿٨١﴾	اِنَّمَآ
قدرت والا	پر	یہ کہ	پیدا کردے	ان جیسے	کیوں نہیں	اور	وہ	خوب پیدا کرنے والا	جاننے والا	وہ تو صرف

اس بات پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسی مخلوق پیدا کر دے؟ کیوں نہیں، اور وہی خوب پیدا کرنے والا، جاننے والا ہے۔ [٨١] اُس کا معاملہ

اپنی اصلاح کرلیں؟ [٦٨] اس آیت مبارکہ میں لمبی عمر پانے والے کے متعلق یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے کہ ہم اسے تخلیق میں اوندھا کر دیتے ہیں، مطلب یہ کہ جس شخص کی عمر طویل ہوتی جاتی ہے وہ دوسروں کا محتاج ہوتا جاتا ہے، اس کے جسمانی اعضاء اور طاقتیں اس کا ساتھ چھوڑنا شروع ہوجاتی ہیں، بینائی کمزور ہوجاتی ہے، کان اونچا سننے لگتے ہیں، ہاتھ پاؤں کانپنے لگتے ہیں، زبان موٹی ہوجاتی ہے، ہڈیاں کمزور ہوجاتی ہیں، گوشت لٹک جاتا ہے، حسن و جمال ماند پڑ جاتا ہے، چہرے پر جھریاں پڑ جاتی ہیں، بال جھڑنے لگتے ہیں، دانت ٹوٹ جاتے ہیں، وہ خود قضاء حاجت بھی نہیں کر پاتا، بہت مرتبہ اسے پتہ بھی نہیں چلتا اور اس کے کپڑے اس کی گندگی سے خراب ہوجاتے ہیں، وہ خود کھا پی نہیں سکتا، اٹھ بیٹھ نہیں سکتا، اپنی ضرورت اور بیماری کے متعلق بتا نہیں سکتا، خود اپنا بستر تبدیل نہیں کرسکتا اور ایک دودھ پیتے بچے کی طرح مکمل طور پر دوسروں کا محتاج ہوجاتا ہے، تخلیق میں اوندھا کرنے کا یہی مطلب ہے، انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل کو استعمال کرے تو اس الٹ پھیر سے عبرت حاصل کرسکتا ہے؟ [٦٩] اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ سے شعر و شاعری کی نفی کی گئی ہے کیونکہ مشرکین مکہ قرآن کریم کو شعر اور نبی اکرم ﷺ کو شاعر کہا کرتے تھے، عام لوگوں کے لیے شعر و شاعری کا نفس ذوق قابل مذمت نہیں ہے بلکہ اچھے اشعار اور عمدہ شعراء قابل تعریف ہیں اور ان کا کلام لوگوں کے دلوں میں اثر پیدا کرتا ہے، اہل عرب کے بچے منہ میں اشعار کا چمچہ لیکر پیدا ہوتے تھے اور ان کے لیے کسی شخص کا شاعر ہونا باعث عیب ہونے کی بجائے باعث فخر سمجھا جاتا تھا، اس پس منظر کے اعتبار سے اگر نبی اکرم ﷺ بھی شعر گو ہوتے تو اس معاشرے کے لحاظ سے یہ ایک قابل تعریف وصف ہوتا، نہ کہ قابل مذمت، لیکن یہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ ہم نے

وقف غفران

رسول اکرم ﷺ کو نہ صرف یہ کہ شعر و شاعری نہیں سکھائی، بلکہ یہ ان کی شایان شان بھی نہیں ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ احسن الشعرا اکذبہ یعنی سب سے بہترین شعر وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ جھوٹ پر مبنی ہو، شاعر اپنے تخیلات، تصورات، مبالغہ آرائی اور مفروضہ نظریات ہی کو ایک بہترین لباس پہنا کر لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے، حکمت پر مبنی اشعار کہنے والوں کی تعداد بہت کم ہے، چونکہ قرآن کریم شاعرانہ تخیلات پر مبنی نہیں ہے اور رسول اکرم ﷺ کا مزاج شاعرانہ نہیں ہے اس لیے نہ تو قرآن کریم شعر و شاعری کی کتاب ہے اور نہ ہی رسول اکرم ﷺ شاعر ہیں، ورنہ لوگ نبی ﷺ کی تعلیمات کو شعراء کے حکیمانہ کلام کے طاقچے میں رکھ کر بھول جاتے اور ان پر عمل کرنے کی نوبت کبھی نہ آتی۔ [٧٠] اس آیت مبارکہ میں نزول قرآن کے دو مقصد بیان کیے گئے ہیں، ان کا تعلق گزشتہ آیت سے بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ شعر گو نہیں تھے، ان کی زبان پر قرآن اور دل میں حکمت کا دریا موجزن تھا، اس کا ایک مقصد یہ تھا کہ جس شخص کا دل ابھی زندہ ہو اور اس پر موت نہ آئی ہو، اسے مستقبل کے حالات اور اچھے برے انجام سے باخبر اور آگاہ کر دیا جائے، شعراء یہ مقصد اس کے تمام پہلوؤں کے احاطے کے ساتھ ہرگز پورا نہیں کر سکتے اور دوسرا مقصد یہ کہ کافروں اور منکروں پر اتمام حجت ہوجائے، تاکہ وہ روز جزا یہ نہ کہہ سکیں کہ ہماری تربیت اور رہنمائی کے لیے کوئی جامع پروگرام ہمیں دیا ہی نہیں گیا تھا، چونکہ قرآن کریم سب سے جامع پروگرام ہے اس لیے اس کے بعد مزید کسی آسمانی کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ [٧١] اس آیت مبارکہ میں انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور سخاوت کا ایک منفرد نمونہ سمجھایا گیا ہے جس کے لیے انہیں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے کہ تمہاری ملکیت میں جتنے بھی جانور اور چوپائے موجود ہیں اور جن کا مالک ہونے پر تمہیں فخر ہوتا ہے، کیا ان کے خالق تم ہو؟ کیا تم نے انہیں پیدا کیا ہے؟ کیا

اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٨٢﴾ فَسُبْحٰنَ

اَمْرُهٗٓ	اِذَآ	اَرَادَ	شَيْئًا	اَنْ	يَّقُوْلَ	لَهٗ	كُنْ	فَيَكُوْنُ ﴿٨٢﴾	فَسُبْحٰنَ
اس کا حکم	جب	ارادہ کرلے وہ	کسی چیز کا	یہ کہ	کہتا ہے	اس سے	ہوجا	تو وہ ہوجاتا ہے	سو پاک ہے

تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کر لیتا ہے تو اُس سے کہدیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ ﴿٨٢﴾ سو پاک ہے

ع ٥ ١٦ ٤

الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ ع

الَّذِيْ	بِيَدِهٖ	مَلَكُوْتُ	كُلِّ	شَيْءٍ	وَّ	اِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾
وہ جو	اس کے ہاتھ میں	حکومت	ہرایک	چیز کی	اور	اس کی طرف	تم لوٹائے جاؤ گے

وہ ذات جس کے قبضے میں ہر چیز کی حکومت ہے اور تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ ﴿٨٣﴾

تمہارے ہاتھوں نے انہیں تراشا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر یہ بتاؤ کہ تم ان کے مالک کیسے بن گئے؟ تم ان کی خرید وفروخت کیسے کر سکتے ہو؟ تم انہیں کیونکر ذبح کر کے کھا سکتے ہو؟ صرف اس وجہ سے کہ اللہ نے تم پر مہربانی اور احسان کیا اور جس چیز کا وہ خود خالق ہے، تمہیں اس کا مالک بنادیا، یہ اس کی کس قدر سخاوت اور عالی حوصلگی ہے، آخر تم بھی تو اس کا شکر ادا کرو ﴿٧٣﴾ اس آیت مبارکہ میں جانوروں اور چوپایوں کے چند دیگر فوائد احسان کے طور پر ذکر کیے گئے ہیں، مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے جانوروں کو چھوٹے چھوٹے انسانوں کے ہاتھوں میں موم کر دیا، چنانچہ وہ جہاں چاہتے ہیں، ان کی رسی پکڑ کر چل پڑتے ہیں، ہاتھی جیسا جانور انسان کے آگے سرنگوں ہو جاتا ہے اور انسان اس پر شاہی کجاوہ لگا کر آرام دہ سفر کرتا ہے جانور کا انسان کے تابع فرمان ہو جانا، انسان کا اسے اپنی سواری اور بار برداری کے لیے استعمال کرنا اور ان میں سے حلال جانوروں کو اللہ کے نام پر ذبح کر کے کھا جانا سب اللہ کا انعام ہے، اگر اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہوتا تو انسان ان سے کسی نوعیت کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ ﴿٧٣﴾ اس آیت مبارکہ میں جانوروں کے فوائد کی طرف اشارہ کر کے انسان کو اپنے رب کا شکر گزار بندہ بننے کی دعوت دی گئی ہے، چنانچہ بہت سے جانور دودھ دینے والے ہیں، یوں معلوم ہوتا ہے جیسے پانی کا کوئی گھاٹ ہو اور ہر آنے جانے والا اس سے سیراب ہوتا ہو، اس کے علاوہ بھی اللہ نے جانوروں میں بہت سے منافع اور فوائد رکھے ہیں جس سے انسان موقع بہ موقع استفادہ کرتا رہتا ہے، اب اس کا تقاضا یہ بنتا ہے کہ وہ ہر لمحے اپنے رب کا شکر گزار رہے اور اس کا شکر ادا کرنے میں ہرگز کوتاہی نہ کرے، اس کا شکر گزار ہونا اس کی نعمتوں میں اضافے کا سبب بنے گا۔ ﴿٧٤﴾ اس آیت مبارکہ میں لوگوں کی غلطی واضح کی گئی ہے کہ جس رب نے انہیں کروڑ ہا نعمتوں سے نوازا، انہوں نے اسی کو جھٹلا کر غیروں کو اپنا معبود بنا لیا اور انہی سے نصرت اور اعانت کی توقعات وابستہ کر لیں، گویا کہ غلطی تو اپنی جگہ رہی، وہ ابھی تک ان سے اپنا پیچھا چھڑا کر شرک وبت پرستی سے باز نہیں آرہے اور غیر اللہ کی عبادت اور پوجا کر رہے ہیں۔ ﴿٧٥﴾ اس آیت مبارکہ میں معبودان باطلہ کی عاجزی اور بے بسی بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنی پوجا کرنے والوں کی تو کیا مدد کرتے، خود اپنی مدد نہیں کر سکتے، وہ تو اس قدر بے بس ہیں کہ اپنی ناک پر بیٹھی ہوئی مکھی کو نہیں اڑا سکتے اور ان کی اپنی یہ حیثیت ہے کہ قیامت کے دن انہیں مجرموں کی طرح پکڑ کر فوج در فوج بارگاہ الٰہی میں پیش کر دیا جائے گا، سو جس شخص کے اپنے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگی ہوئی ہو، گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی ہوں، وہ دوسروں کی ہتھکڑی، بیڑی اور زنجیر کیسے کھلوا سکتا ہے؟ ﴿٧٦﴾ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ ان لوگوں کی باتوں سے آپ غمگین اور دل برداشتہ نہ ہوں، ہمارے متعلق یا آپ کے متعلق یہ جو کچھ کہتے ہیں، انہیں کہنے دیجئے، ہمیں ان کے ظاہر اور باطن کا خوب پتہ ہے، یہ جو کچھ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، ہمیں خوب معلوم ہے، ان کی زبانوں پر کیا ہے اور ان کے دلوں میں کیا ہے؟ ہم اس سے بھی خوب واقف ہیں اور عنقریب انہیں جتا دیں گے۔ ﴿٧٧﴾ اس آیت مبارکہ میں انسان کو اپنے مادۂ تخلیق پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے کہ انسان اپنے رب کے سامنے اکڑنے، اس کی نافرمانی کرنے اور اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانے یا بذات خود ربوبیت اور خدائی کا دعویٰ کرنے سے پہلے اپنی اصل حقیقت پر غور کر لے کہ وہ اصل میں کیا تھا؟ پانی کا ایک ناپاک قطرہ، جو مرد کی شرمگاہ سے نکلا، عورت کے پانی سے ملا اور اس کے رحم میں تخلیق کے مراحل سے گزرنے لگا، جس رب نے پانی کے اس قطرے کو جیتا جاگتا انسان بنا دیا ہو، وہ اسی رب کے سامنے خم ٹھونک کر کھڑا ہو جاتا ہے، اس کے سامنے اکڑتا اور اس کے مقابلے میں الوہیت اور ربوبیت کے دعوے کرتا ہے، کیا وہ اس قابل ہے کہ رب بن سکے؟ کیا وہ اپنی اصلیت کو بھول گیا؟ ﴿٧٨﴾ اس آیت مبارکہ میں انسان کی گستاخی اور دیدہ دلیری بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے خالق ومالک پر ایمان لانے کی بجائے اس کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے، اس پر فقرے چست کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ چنانچہ ایک مرتبہ ابی بن خلف یا عاص بن وائل نے کسی مردے کی بوسیدہ ہڈی اٹھائی، اسے ہاتھوں میں مسل کر ریزہ ریزہ کیا، اسے ہوا میں پھونک مار کر اڑایا اور کہنے لگا کہ بھلا اس بوسیدہ ہڈی کو بھی کوئی زندہ کر سکتا ہے؟ اس کا ایک جواب تو اگلی آیت میں دیا گیا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو زیر نظر آیت میں بھی اس کا جواب موجود ہے اور وہ یہ کہ "انسان اپنی تخلیق اور پیدائش کو بھول گیا" اسے یاد نہیں کہ وہ پانی کا ایک ناپاک قطرہ تھا، اللہ نے اسے وجود عطا فرمایا، اگر وہ اپنی پیدائش اور مادۂ تخلیق کو یاد رکھتا تو اسے یہ سوال نہ پوچھنا پڑتا کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ ﴿٧٩﴾ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ انسان کی بھربھری اور بوسیدہ ہڈیوں کو وہی اللہ دوبارہ زندگی عطا فرمائے گا جس نے پہلی مرتبہ ان میں جان ڈالی تھی، اگر پہلی مرتبہ پیدا کرنا اس کے لیے مشکل نہیں تھا تو دوسری مرتبہ پیدا کرنا کیوں مشکل ہوگا؟ اسے پیدا کرنے اور بنانے کے تمام طریقے آتے ہیں اور وہ اپنی پیدا کی ہوئی ہر مخلوق سے بخوبی واقف ہے، اگر وہ پانی کے ناپاک قطرے میں جان ڈال کر اسے زندہ کر سکتا ہے تو یقین رکھو کہ وہ بوسیدہ ہڈیوں میں بھی جان ڈال کر انہیں زندہ کر سکتا ہے۔ ﴿٨٠﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بیان کی گئی ہے جس سے اس کی قدرت کا اندازہ ہوتا ہے اور انسان کو اس پہلو پر غور کرنے کا موقع ملتا ہے کہ جو ذات لکڑی میں سے آگ نکال سکتی ہے، وہ بوسیدہ ہڈیوں سے جیتا جاگتا انسان نکال دینے پر بھی قدرت رکھتی ہے، چنانچہ اہل عرب اس سبز درخت سے واقف تھے جس کی لکڑیوں کو آپس میں رگڑنے سے آگ نکلتی ہے، ایسے ہی چقماق کے پتھر سے آگ نکلنے کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، قدرت کے یہ مظاہر انسان کو سوچنے پر آمادہ کرتے ہیں کہ اگر رب العالمین کے لیے بے جان چیزوں میں حرارت پیدا کر دینا مشکل نہیں ہے تو کیا بے جان ہڈیوں میں حیات پیدا کرنا اس کے لیے مشکل ہو سکتا ہے؟ ﴿٨١﴾ اس آیت مبارکہ میں ایک سوال اور اس کا جواب ذکر کیا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ مشرکین دوبارہ زندہ ہونے کو ناممکن سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک یہ ایک انہونی بات ہے کہ مردہ ہڈیوں میں جان پڑ جائے اور انسان دوبارہ زندہ ہو جائے، کیا وہ اس پہلو پر غور نہیں کرتے کہ جس رب نے بلند وبالا اور عظیم الشان آسمان بنائے اور بے مثال زمین فرش کی صورت میں بچھا دی، کیا وہ ان جیسے انسانوں کو پیدا کرنے یا انہیں دوبارہ زندہ کرنے سے عاجز آ جائے گا؟ اور کیا وہ انہیں دوبارہ پیدا کرنے سے تھک جائے گا؟ ہرگز نہیں، بلکہ وہ انہیں پیدا کرنے پر مکمل قدرت رکھتا ہے اور وہ ہر طرح بنانا جانتا ہے۔ ﴿٨٢﴾ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کے ارادے کی تکمیل فوراً ہونے کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کے لیے ایسی تعبیر اختیار کی گئی ہے جو ارادہ اور فیصلہ نافذ کرنے میں نہایت سرعت اور جلدی پر دلالت کرتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو اسے نافذ کرنے کے لیے اسباب اور وسائل کا محتاج نہیں ہوتا، ادھر وہ حکم دیتا ہے اور ادھر وہ کام ہو جاتا ہے، انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے اور بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈالنے کے لیے بھی اسے کسی وقت یا انتظار کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، بس وہ حکم دے گا اور لوگ قبروں سے زندہ ہو کر نکل پڑیں گے، لفظ "کن فیکون" پر سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ١١٧ کا حاشیہ ملاحظہ کیجئے۔ ﴿٨٣﴾ اس آیت مبارکہ میں ایک دعویٰ اور اس کی دو دلیلیں ذکر کی گئی ہیں، دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے خواہ کوئی اسے عیب سمجھے یا نہ سمجھے، لیکن اگر وہ حق تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے تو وہ اس سے پاک ہے، اس کی پہلی دلیل یہ ہے کہ ہر چیز کی ملکیت اس کے ہاتھ میں ہے، کوئی چیز اس کی ملکیت سے خارج نہیں، گویا وہ مالک الکل ہے اور جو ذات مالک الکل ہو، وہ خوبیوں اور اچھی عادتوں میں جامع ہوتی ہے لہٰذا اس کا ہر عیب سے پاک ہونا بھی ضروری ہوا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ تم سب کو لوٹا کر اسی کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا، کیا یہ ممکن ہے کہ ساری مخلوق کو کسی عیب دار کے سامنے پیش کیا جائے؟ ہرگز نہیں، وہ ہر قسم کے عیب سے پاک ہے، خواہ انسان انہیں عیب سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔ الحمد للہ! آج مورخہ ١٨ جنوری ٢٠١٩ء بروز جمعہ سورۂ یٰس کے مختصر حواشی سے فراغت ہوئی، اللہ تعالیٰ اسے قبول ومقبول اور نافع فرما کر بقیہ حصے کی جلد تکمیل کے اسباب فراہم کر دے۔ آمین

اٰيَاتُهَا ١٨٢   (٣٧) سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ (٥٦)   رُكُوْعَاتُهَا ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا ۝١ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝٢ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۝٣ اِنَّ اِلٰهَكُمْ

وَالصّٰفّٰتِ	صَفًّا ۝١	فَالزّٰجِرٰتِ	زَجْرًا ۝٢	فَالتّٰلِيٰتِ	ذِكْرًا ۝٣	اِنَّ	اِلٰهَكُمْ
قسم صف باندھنے والوں کی	صف بستہ ہوکر	پھر ڈانٹنے والوں کی	جھڑک کر	پھر تلاوت کرنے والوں کی	ذکر کی	بیشک	تمہارا معبود

قسم ہے صف بستہ ہوکر قطار باندھنے والوں کی۔ ١ پھر جھڑک کر ڈانٹنے والوں کی۔ ٢ پھر ذکر کی تلاوت کرنے والوں کی۔ ٣ بیشک تمہارا

لَوَاحِدٌ ۝٤ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝٥ اِنَّا

لَوَاحِدٌ ۝٤	رَبُّ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	مَا	بَيْنَهُمَا	وَ	رَبُّ	الْمَشَارِقِ ۝٥	اِنَّا
البتہ ایک	رب	آسمانوں کا	اور	زمین کا	اور	جو	ان کے درمیان	اور	رب	مشرقوں کا	بیشک ہم

معبود ایک ہی ہے۔ ٤ وہ آسمانوں، زمین اور اُن دونوں کے درمیان جو کچھ ہے، سب کا رب ہے اور وہ مشرقوں کا رب ہے۔ ٥ بیشک ہم نے

زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ ۝٦ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ

زَيَّنَّا	السَّمَآءَ	الدُّنْيَا	بِزِيْنَةِ	الْكَوَاكِبِ ۝٦	وَ	حِفْظًا	مِّنْ	كُلِّ	شَيْطٰنٍ
مزین کیا ہم نے	آسمان کو	قریب کے	ساتھ زینت کے	ستاروں کی	اور	حفاظت کرنے کو	سے	ہر ایک	شیطان

آسمانِ دنیا کو بارونق ستاروں سے مزین کیا ہے۔ ٦ اور ہر سرکش شیطان سے حفاظت کا ذریعہ

سورۃ: ٣٧ اٰية: ١   منزل ٦   سورۃ: ٣٧ اٰية: ٦

سُوْرَةُ الصّٰفّٰت: سورۂ صافات کی سورت ہے، اس میں کل حروف ٣٨٢٦، کلمات ٨٦٠، آیات ١٨٢ اور رکوعات ٥ ہیں، اس سورت کی پہلی ہی آیت میں "الصّٰفّٰت" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ صافات رکھا گیا، اس کا لفظی معنی صف بندی کرنا ہے، یہاں مراد صف بندی کرنے والے فرشتے یا نمازی یا مجاہد ہیں، جن کی حق تعالیٰ نے قسم کھائی ہے، اس سورت کا مرکزی مضمون دعوتِ توحید ہے، انسانی تاریخ گواہ ہے کہ جس قوم میں عقیدۂ قیامت نہیں ہے، اس قوم میں عقیدۂ توحید بھی موجود نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل نہیں تھے کیونکہ وہ قیامت کو برحق تسلیم نہیں کرتے تھے، اس پر اعتراضات کیا کرتے تھے، اپنے آباؤ اجداد کو زندہ کر کے دکھانے کا تقاضا کرتے تھے، اس لیے موت کے بعد پیش آنے والے حالات تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں، اس دن نجات پانے والے خوش اور گناہ گار غمگین ہوں گے، اس کے بعد مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کر کے ان کی خدمات اور کارکردگی پر انہیں سلام پیش کیا گیا ہے، ان کیلئے ایک نعمت یہ بھی ہے کہ ان کے دنیا سے پردہ فرمانے کے باوجود بھی ان کا ذکرِ خیر جاری ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تذکرے میں خواب کا وہ واقعہ خصوصیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس میں انہوں نے خود کو اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کرتے ہوئے دیکھا اور صابر بیٹے نے تعمیل حکم کیلئے سرِ تسلیم خم کر دیا اور "ذبیح اللہ" کے لقب سے معزز ہو گئے، حضرت موسیٰ، ہارون، الیاس، لوط اور یونس علیہم السلام کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے، خاص طور پر حضرت یونس علیہ السلام کے مچھلی کے پیٹ میں جانے اور باہر نکلنے کا بھی ذکر کیا گیا ہے، آخر میں مشرکین کی چند خرافات کی تردید کی گئی ہے اور انہیں ان کے برے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔

١ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے صف باندھنے والوں اور قطار میں کھڑے ہونے والوں کی قسم کھائی ہے، یہاں دو چیزیں سمجھنا ضروری ہیں، پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کیوں کھائی؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کی قسم کھاتا ہے، اس کی شان اور اہمیت اس وجہ سے بڑھ جاتی ہے کہ اللہ نے اس کی قسم کھائی ہے، لوگ اپنی بات میں وزن پیدا کرنے اور مخاطب کو اپنی بات کا یقین دلانے کے لیے قسم کھاتے ہیں، لیکن اللہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے، اس سے صرف اس چیز کی اہمیت اور شان بڑھانا مقصود ہوتا ہے جس کی قسم کھائی گئی ہو، دوسری چیز یہ ہے کہ "صف باندھنے والوں" سے کون لوگ مراد ہیں؟ سو اس سلسلے میں مفسرین کے دو قول ہیں، پہلا یہ کہ اس سے مراد فرشتے ہیں، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ حکم الٰہی کو سننے اور اس پر عمل کرنے کے لیے جو فرشتے قطار اندر قطار کھڑے ہوتے ہیں، ہم ان کی شان بڑھاتے ہیں اور ان کی قسم کھا کر انہیں دوسروں سے ممتاز کرتے ہیں، دوسرا یہ کہ اس سے انسان مراد ہیں، اس صورت میں نماز کے لیے صف بستہ کھڑے ہونے والے نمازی بھی مراد ہو سکتے ہیں اور میدان جہاد میں دشمن کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہونے والے مجاہدین بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ ٢ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے جھڑک کر ڈانٹنے والوں کی قسم کھائی ہے، اس کی مراد متعین کرنے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو شیطانوں کو جھڑک کر بھگا دیتے ہیں تاکہ وہ اہل اللہ کو نقصان نہ پہنچا سکیں، بعض مفسرین کے نزدیک اس سے نفس انسانی مراد ہے جو اسے گناہ کرنے پر جھڑکتا ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد مجاہدین ہیں جو میدان جنگ میں نکل کر دشمن کو مقابلے کے لیے للکارتے ہیں، آیت کے الفاظ میں سب کی گنجائش موجود ہے۔ ٣ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کی تلاوت کرنے والوں کی قسم کھائی ہے، ذکر سے مراد قرآن کریم بھی ہو سکتا ہے اور ذکر اللہ کی ہر صورت بھی مراد ہو سکتی ہے، اسی طرح تلاوت کرنے والوں سے مراد فرشتے بھی ہو سکتے ہیں اور انسان بھی ہو سکتے ہیں۔ ٤ اس آیت مبارکہ میں جواب قسم کا ذکر کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ مذکورہ تمام چیزوں کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے، اس کے علاوہ کسی میں معبود بننے کی قابلیت اور صلاحیت ہے ہی نہیں، چونکہ قسم کے ذریعے بعد میں آنے والے جملے کی تاکید اور پختگی بیان کرنا مقصود ہوتا ہے، اس لیے یہاں بھی بعد والے جملے کو پختہ کیا گیا ہے کہ تمہارا معبود حقیقی اللہ ہے، لہٰذا صرف اسی کی عبادت کرو، آگے اسی کا تعارف ہے۔ ٥ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا ذکر کیا گیا ہے، یوں تو وہ ہر چیز کا رب ہے اور ہر چیز کو آہستہ آہستہ درجہ کمال تک پہنچا دیتا ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ آسمانوں، زمین اور مشرقوں کا رب ہونا یہاں بیان کیا گیا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ آسمان کی وسعت، بغیر ستونوں کے اس کا قائم رہنا، زمین کا پھیلاؤ اور مشرق کی وسیع سمت باقی تمام چیزوں سے نمایاں اور مختلف ہے، نیز گزشتہ اور بعد میں آنے والے مضمون کا تعلق بھی انہی کے ساتھ ہے، رہی یہ بات کہ مشرق تو ایک ہی ہے، پھر جمع کا لفظ لانے میں کیا حکمت ہے؟ سو اوپر کے الفاظ میں اس کی وضاحت بھی ہو گئی کہ مشرق اگرچہ ایک ہی ہے لیکن اس کی سمت نہایت وسیع ہے، سورج ایک دن مشرق کے ایک کونے سے طلوع ہوتا ہے، دوسرے دن دوسرے رخ سے، گویا وہ طلوع تو مشرق سے ہی ہوتا ہے لیکن چونکہ مشرق چھوٹا سا نہیں ہے، اس لیے جمع کا لفظ لے کر آئے۔ ٦ اس آیت مبارکہ میں ستاروں کو آسمان دنیا کی زینت قرار دیا گیا ہے، آسمان دنیا پر چمکتے ہوئے یہ ستارے روشن قندیلیں اور عمدہ جھاڑ فانوس معلوم ہوتے ہیں، جو اس قدر بلندی پر ہونے کے باوجود لوگوں کی رہنمائی اور عالم کو منور کرنے کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، جس رب نے رات کے اندھیروں میں ایسے قیمتی اور بہترین فانوس لگائے ہیں، وہی ساری کائنات کا معبود حقیقی ہے، آج تک ان میں سے کوئی فانوس خراب نہیں ہوا اور ہر ستارہ اپنی جگہ اپنا کام کر رہا ہے۔

مَّارِدٍ ﴿۷﴾ لَا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ وَيُقْذَفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿۸﴾

مَارِدٍ ﴿۷﴾	لَا	يَسَّمَّعُونَ	إِلَى	الْمَلَإِ	الْأَعْلَىٰ	وَيُقْذَفُونَ	مِنْ	كُلِّ	جَانِبٍ ﴿۸﴾
سرکش	نہیں	سن سکتے	طرف	مجلس	اوپر کی	اور پھینکے جاتے ہیں	سے	ہرایک	طرف کے

بنایا ہے۔ [۷] وہ اوپر کی مجلس میں ہونے والی باتیں نہیں سن سکتے، اور ہر طرف سے اُن پر ستارے برسائے جاتے ہیں۔ [۸]

دُحُورًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ﴿۹﴾ إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ

دُحُورًا	وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	وَاصِبٌ ﴿۹﴾	إِلَّا	مَنْ	خَطِفَ	الْخَطْفَةَ	فَأَتْبَعَهُ
دھتکارنے کو	اور	ان کیلئے	عذاب	دائمی	مگر	جو	اچک لے	ایک مرتبہ اچک لینا	سو پیچھے لگتا ہے اس کے

اُنہیں بھگانے کیلئے، اور اُن کیلئے دائمی عذاب ہے۔ [۹] سوائے اُس کے جو اچانک کوئی بات اچک لے، تو اُس کے پیچھے ایک چمکتا ہوا

شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَنْ خَلَقْنَا ۚ إِنَّا

شِهَابٌ	ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾	فَاسْتَفْتِهِمْ	أَهُمْ	أَشَدُّ	خَلْقًا	أَمْ	مَنْ	خَلَقْنَا	إِنَّا
انگارہ	چمکتا ہوا	سو ذرا اُن سے پوچھ لے	کیا وہ	زیادہ سخت	پیدا کرنے میں	یا	وہ جو	ہم نے پیدا کیا	بیشک ہم

انگارہ لگ جاتا ہے۔ [۱۰] سو آپ اُن سے پوچھئے کہ کیا اُنہیں پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے؟ بیشک ہم نے

خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَازِبٍ ﴿۱۱﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ﴿۱۲﴾ وَإِذَا ذُكِّرُوا

خَلَقْنَاهُمْ	مِنْ	طِينٍ	لَازِبٍ ﴿۱۱﴾	بَلْ	عَجِبْتَ	وَ	يَسْخَرُونَ ﴿۱۲﴾	وَ	إِذَا	ذُكِّرُوا
پیدا کیا ہم نے انہیں	سے	مٹی کے	چپکتی ہوئی	بلکہ	تُو نے تعجب کیا	اور	وہ مذاق اڑاتے ہیں	اور	جب	نصیحت کئے جائیں وہ

اُنہیں چکنی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ [۱۱] بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں اور وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ [۱۲] اور جب اُنہیں نصیحت کی جائے

لَا يَذْكُرُونَ ﴿۱۳﴾ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ﴿۱۴﴾ وَقَالُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ

لَا	يَذْكُرُونَ ﴿۱۳﴾	وَ	إِذَا	رَأَوْا	آيَةً	يَسْتَسْخِرُونَ ﴿۱۴﴾	وَ	قَالُوا	إِنْ	هَٰذَا	إِلَّا	سِحْرٌ
نہیں	نصیحت حاصل کرتے	اور	جب	دیکھتے	کوئی نشانی	ہنسی اڑاتے ہیں	اور	کہتے ہیں	نہیں	یہ	مگر	جادو

تو نصیحت قبول نہیں کرتے۔ [۱۳] اور جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اُسے ہنسی میں اُڑا دیتے ہیں۔ [۱۴] اور کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا

مُبِينٌ ﴿۱۵﴾ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿۱۶﴾ أَوَآبَاؤُنَا

مُبِينٌ ﴿۱۵﴾	أَ	إِذَا	مِتْنَا	وَ	كُنَّا	تُرَابًا	وَ	عِظَامًا	أَ	إِنَّا	لَمَبْعُوثُونَ ﴿۱۶﴾	أَوَ	آبَاؤُنَا
کھلا	کیا	جب	ہم مر گئے	اور	ہو گئے ہم	مٹی	اور	ہڈیاں	کیا	ہم	البتہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے	اور کیا	ہمارے باپ

جادو ہے۔ [۱۵] کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے تو کیا ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ [۱۶] کیا ہمارے پہلے

[۷] اس آیت مبارکہ میں ستاروں کے ذریعے ایک اہم کام لینے کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ ہے "حفاظت وحی" تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے جنات اور شیاطین آسمان پر چلے جاتے تھے، وہاں انہوں نے اپنے چھپنے کی جگہیں بنا رکھی تھیں، چنانچہ وہ فرشتوں کے درمیان ہونے والی بات چیت کو چوری چھپے سن لیا کرتے تھے اور اس میں اپنی طرف سے سو جھوٹ شامل کر کے کسی کاہن کو بتا دیا کرتے تھے، لیکن جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ شیاطین اور جنات کی آمد و رفت اور چوری چھپے باتیں سننے کا یہ سلسلہ ختم کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ انتظام فرما دیا کہ ان پر ستارے برسائے جانے لگے، جب کوئی جن اور شیطان آسمان سے واپس پلٹتا تو اس کی پشت پر ستارہ کوڑے کی طرح برستا اور وہ جل بھن کر راکھ ہو جاتا، ایسے ستاروں کو شہاب ثاقب کہا جاتا ہے، بعض معاصر اور ماضی قریب کے مفسرین نے "شہاب ثاقب" کی وضاحت میں کہا ہے کہ فضا میں اینٹوں کے برابر بہت سے ذرات موجود ہیں جو ستاروں ہی سے ٹوٹے ہیں، وہی جنات اور شیاطین پر برسائے جاتے تھے اور شہاب ثاقب کا مصداق بھی وہی ہیں۔ واللہ اعلم [۸] اس آیت مبارکہ میں "اوپر کی مجلس" سے فرشتوں کی مجلس مراد ہے جس میں فرشتے ان احکامات اور فیصلوں کے حوالے سے تبادلہ خیال کرتے تھے جن پر عملدرآمد کی ذمہ داری ان کے حوالے کی گئی ہوتی تھی، پہلے جنات اور شیاطین وہ باتیں سن لیتے تھے، اب اس پر پابندی لگا دی گئی اور ان کا داخلہ ممنوع قرار دے کر ان پر شہاب ثاقب برسائے جانے لگے، تاکہ وحی الٰہی مکمل طور پر محفوظ ہو جائے۔ [۹] اس آیت مبارکہ میں دھتکارے ہوئے اور شہاب ثاقب سے مارے ہوئے جنات اور شیاطین کے لیے آخرت کی سزا بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے دن انہیں دائمی عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا جس سے وہ کبھی چھٹکارا نہ پاسکیں گے، یہ سزا انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق اور ان کے جرم کی مناسبت سے بالکل درست ہوگی۔ [۱۰] اس آیت مبارکہ میں ان جنات اور شیاطین کا ذکر کیا گیا ہے جو کسی نہ کسی طرح آسمان دنیا پر پہنچ جائیں اور چوری چھپے فرشتوں کی باتیں سن لیں، ان کی سزا کے لیے شہاب ثاقب تیار ہوتا ہے اور وہ ان کی پشت پر کوڑے کی طرح برستا ہے جس سے وہ جل بھن کر راکھ ہو جاتے ہیں۔ [۱۱] اس آیت مبارکہ میں مشرکین سے ایک سوال پوچھنے کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ وہ اس بات پر غور کریں کہ جس رب نے آسمان، زمین، مشرق، مغرب، ستارے، جنات اور شیاطین جیسی طاقتور مخلوقات کو وجود عطا فرمایا، کیا چکنی مٹی سے پیدا ہونے والے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے مشکل ہے؟ جس ذات نے اتنا بڑا کارخانہ بنایا اور چلایا، کیا وہی دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز آجائے گا؟ [۱۲] اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کے تعجب اور مشرکین کے مذاق اڑانے کا ذکر کیا گیا ہے، نبی ﷺ کو اس بات پر تعجب ہوتا تھا کہ اس قدر واضح، روشن اور صاف ستھرے دلائل و معجزات کو دیکھ کر بھی یہ لوگ ایمان نہیں لا رہے اور اپنے کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں، جبکہ مشرکین ان کی تعلیمات پر ان کا مذاق اڑاتے تھے اور انہیں بے سروپا باتیں قرار دیتے تھے۔ [۱۳] اس آیت مبارکہ میں "خرابی" کی جڑ بیان کی گئی ہے، انسان کے راہ راست پر نہ آنے کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ وہ نصیحت کرنے والوں کی بات پر کان نہ دھرے، ان کی نصیحت اور ہمدردی کو قبول کرنے کی بجائے ان کے خلوص نیت پر شک کرے، ایسا انسان کبھی راہ راست پر نہیں آسکتا۔ [۱۴] اس آیت مبارکہ میں "خرابی" کی ایک اہم وجہ بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ انسان انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات اور خلاف عادت امور کو دیکھ کر ان پر غور کرنے اور ایمان لانے کی بجائے انہیں ہنسی مذاق میں اڑا دے، ان کی اہمیت کو سمجھنے ر

الْاَوَّلُوْنَ ﴿١٧﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ

الْاَوَّلُوْنَ ﴿١٧﴾	قُلْ	نَعَمْ	وَ	اَنْتُمْ	دٰخِرُوْنَ ﴿١٨﴾	فَاِنَّمَا	هِیَ	زَجْرَةٌ	وَّاحِدَةٌ	فَاِذَا	هُمْ
پہلے	تُو کہہ	جی ہاں	اور	تم	ذلیل ہونے والے	وہ تو صرف	وہی	ڈانٹ	ایک	تو اچانک	وہ

آباؤ اجداد کو بھی؟ ﴿۱۷﴾ آپ فرما دیجیے، جی ہاں! اور تم اُس وقت ذلیل ہو گے۔ ﴿۱۸﴾ وہ تو صرف ایک زور کی ڈانٹ ہوگی، تو اُسی وقت وہ

یَنْظُرُوْنَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوْا یٰوَیْلَنَا هٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿٢٠﴾ هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِیْ

یَنْظُرُوْنَ ﴿١٩﴾	وَ	قَالُوْا	یٰوَیْلَنَا	هٰذَا	یَوْمُ	الدِّیْنِ ﴿٢٠﴾	هٰذَا	یَوْمُ	الْفَصْلِ	الَّذِیْ
دیکھنے لگیں گے	اور	کہیں گے	ہائے افسوس	یہ	دن	بدلے کا	یہ	دن	فیصلے کا	جس کی

دیکھنے لگیں گے۔ ﴿۱۹﴾ اور کہیں گے کہ ہائے افسوس! یہ بدلے کا دن ہے۔ ﴿۲۰﴾ یہ فیصلے کا وہ دن ہے جس کی

كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢١﴾ ع اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا

كُنْتُمْ	بِهٖ	تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢١﴾	اُحْشُرُوا	الَّذِیْنَ	ظَلَمُوْا	وَ	اَزْوَاجَهُمْ	وَ	مَا	كَانُوْا
تم تھے	ساتھ اس کے	تکذیب کرتے	جمع کرلو تم	ان لوگوں کو	ظلم کیا انہوں نے	اور	ان کے جوڑوں کو	اور	وہ جو	تھے

تم تکذیب کرتے تھے۔ ﴿۲۱﴾ ظالموں اور اُن کی جوڑ کے لوگوں کو اور جن کی وہ عبادت کرتے تھے، جمع

یَعْبُدُوْنَ ﴿٢٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ ﴿٢٣﴾ الربع

یَعْبُدُوْنَ ﴿٢٢﴾	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	فَاهْدُوْهُمْ	اِلٰی	صِرَاطِ	الْجَحِیْمِ ﴿٢٣﴾
عبادت کرتے	سے	علاوہ	اللہ کے	تو چلادو انہیں	طرف	راستے	جہنم کے

کرو۔ ﴿۲۲﴾ اللہ کو چھوڑ کر، پھر انہیں جہنم کے راستے پر چلا دو۔ ﴿۲۳﴾

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿٢٤﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿٢٥﴾ بَلْ هُمُ الْیَوْمَ

وَ	قِفُوْهُمْ	اِنَّهُمْ	مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿٢٤﴾	مَا	لَكُمْ	لَا	تَنَاصَرُوْنَ ﴿٢٥﴾	بَلْ	هُمُ	الْیَوْمَ
اور	روک لو انہیں	بیشک وہ	پوچھے جائیں گے	کیا ہوا	تمہیں	نہیں	ایکدوسرے کی مدد کرتے	بلکہ	وہ	آج کے دن

اور وہاں انہیں روک کر رکھو، کیونکہ اُن سے پوچھ گچھ کی جائے گی۔ ﴿۲۴﴾ تمہیں کیا ہوا کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کر رہے؟ ﴿۲۵﴾ بلکہ آج وہ اپنے آپ کو

مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالُوْٓا

مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿٢٦﴾	وَ	اَقْبَلَ	بَعْضُهُمْ	عَلٰی	بَعْضٍ	یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٧﴾	قَالُوْٓا
سپرد کرنے والے	اور	سامنے ہوں گے	ان میں سے بعض	پر	بعض کے	ایکدوسرے سے سوال کریں گے	کہیں گے وہ

سپرد کر رہے ہیں۔ ﴿۲۶﴾ اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہم سوال کرنے لگیں گے۔ ﴿۲۷﴾ کہیں گے کہ

بجائے انہیں معمول کی سرگرمی سمجھے اور ان سے متاثر ہونے کی بجائے یوں گزر جائے کہ گویا اس نے کچھ دیکھا سنا ہی نہیں ہے، ایسا انسان راہ راست پر کیونکر آسکتا ہے؟ ﴿۱۵﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے قرآن کریم کو جادو قرار دینا مذکور ہوا ہے۔ گویا وہ لوگ قرآن کریم کی تاثیر کے منکر نہیں تھے، لیکن اپنی کم عقلی، جہالت اور آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کی وجہ سے اس تاثیر کو "جادو" قرار دیتے تھے کیونکہ اس سے پہلے وہ معجزے کی حقیقت سے واقف نہیں تھے اور ان کے نزدیک "جادو" سب سے زیادہ موثر چیز تھی، لہٰذا انہوں نے قرآن کریم کو جادو قرار دینا شروع کر دیا۔ ﴿۱۶﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کا دوبارہ زندگی پر تعجب کا اظہار کرنا مذکور ہوا ہے۔ کیونکہ ان کی عقل یہ بات تسلیم کر لینے کے لیے تیار نہیں تھی کہ جب انسان ایک مرتبہ مٹی میں مل جاتا ہے اور اس کی ہڈیاں بھی پیوند خاک بن جاتی ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اسے دوبارہ زندہ کر کے جیتا جاگتا انسان بنا دیا جائے؟ ﴿۱۷﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کا اپنے گزشتہ آباؤ اجداد کے دوبارہ زندہ ہونے پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے انہیں اس بات کا یقین ہی نہیں آتا تھا کہ ان کے آباؤ اجداد "جو صدیوں پہلے گزر چکے اور جن کے حالات سے وہ محض تاریخ کی بنا پر واقف ہیں" بھی دوبارہ زندہ کر دیے جائیں گے۔ ﴿۱۸﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کو جواب دیا گیا ہے کہ تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر تعجب ہو رہا ہے، یاد رکھو! نہ صرف یہ کہ تمہارے آباؤ اجداد کو زندہ کیا جائے گا، بلکہ آخرت کا منکر ہونے کی وجہ سے وہ اور ان کے آباؤ اجداد جہنم میں جائیں گے اور وہاں ذلت و خواری ان کا مقدر ہوگی۔ ﴿۱۹﴾ اس آیت مبارکہ میں صور پھونکے جانے کو ڈانٹ اور جھڑکی سے تعبیر کیا گیا ہے کہ مُردوں کو زندہ کرنے اور انہیں ان کی قبروں سے نکالنے کے لیے ہمیں فرشتوں کی فوج بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں پیش آئے گی، جو ہر شخص کو الگ الگ پکڑ کر اس کی قبر سے نکالیں گے، بلکہ صرف ایک ہیبت ناک چنگھاڑ کی آواز سن کر ہی سب کے سب آنکھیں ملتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں گے اور انہیں قیامت کا یقین آ جائے گا۔ ﴿۲۰﴾ اس آیت مبارکہ میں قبروں سے نکلنے کے بعد لوگوں کے تاثرات کا ذکر کیا گیا ہے، اس وقت جب ان کے سامنے حشر کا وسیع و عریض میدان ہوگا اور انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہوگا، تب وہ تسلیم کریں گے کہ یہی قیامت کا دن ہے جس کا ہم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہم صرف اس کا وقت پوچھتے رہے اور اس کی تیاری کی فکر سے غافل اور بے خبر رہے، آج وہ دن آ پہنچا، افسوس ہے ہم پر کہ کچھ نہ کر سکے۔ ﴿۲۱﴾ اس آیت مبارکہ میں لوگوں کے تاثرات کا جواب دیا گیا ہے کہ ہاں! یہ وہی فیصلہ کن دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا اور تم اس کی تکذیب کر دیتے تھے، تم نے کبھی اس کی تصدیق نہیں کی اور لایعنی قسم کے سوالات پوچھ پوچھ کر اسے معمولی اور غیر اہم سمجھتے رہے، کیا اب بھی تمہیں اس کے سچا ہونے کا یقین آیا کہ نہیں؟ ﴿۲۲﴾ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کے لیے قیامت کے دن کا یہ حکم ذکر کیا گیا ہے کہ میدان حشر میں تین طرح کے لوگوں کو حاضر کیا جائے (۱) وہ لوگ جنہوں نے کفر و شرک اور فسق و نافرمانی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا (۲) وہ لوگ جو پہلے گروہ کا جوڑا ہیں، چونکہ جوڑا ہم پلہ لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے اس لیے بعض مفسرین کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک قسم کے گناہ میں مبتلا تمام لوگ اکٹھے کر لیے جائیں گے مثلاً لوگوں کی ایک قسم "سود خور ہے"، تو ان سب کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے گا اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سے ان کی بیویاں یا ان کے ہم مشرب ازواج مراد ہیں (۳) جھوٹے معبود بنا کر ان کی پوجا کی گئی اور انہیں الوہیت کے درجے پر فائز کر دیا گیا۔ ﴿۲۳﴾ اس آیت مبارکہ میں مذکورہ تینوں طرح کے لوگوں کو جہنم کی طرف دوزخ میں جلائے جانے کا حکم دیا گیا

اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَمَا

اِنَّكُمْ	كُنْتُمْ	تَاْتُوْنَنَا	عَنِ	الْيَمِيْنِ ۲۸	قَالُوْا	بَلْ	لَّمْ	تَكُوْنُوْا	مُؤْمِنِيْنَ ۲۹	وَ	مَا
بیشک تم	تھے	ہمارے پاس آتے	سے	دائیں جانب کے	کہیں گے وہ	بلکہ	نہ	تھے تم	ایمان والے	اور	نہیں

بیشک تم ہی تھے جو ہمارے پاس دائیں جانب سے آتے تھے۔ ۲۸ وہ کہیں گے بلکہ تم خود ہی مؤمن نہ تھے۔ ۲۹ اور ہمارا

كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا

كَانَ	لَنَا	عَلَيْكُمْ	مِّنْ	سُلْطٰنٍ	بَلْ	كُنْتُمْ	قَوْمًا	طٰغِيْنَ ۳۰	فَحَقَّ	عَلَيْنَا
تھا	ہمارے لئے	تم پر	سے	کوئی غلبہ	بلکہ	تم تھے	قوم	سرکشی کرنے والے	تو ثابت ہوگئی	ہم پر

تم پر کوئی غلبہ نہ تھا، بلکہ تم ہی سرکش قوم تھے۔ ۳۰ سو ہم پر ہمارے رب کی

قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآىِٕقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَىِٕذٍ

قَوْلُ	رَبِّنَآ	اِنَّا	لَذَآىِٕقُوْنَ ۳۱	فَاَغْوَيْنٰكُمْ	اِنَّا	كُنَّا	غٰوِيْنَ ۳۲	فَاِنَّهُمْ	يَوْمَىِٕذٍ
بات	ہمارے رب کی	بیشک ہم	البتہ مزہ چکھنے والے	سو ہم نے تمہیں گمراہ کیا	بیشک ہم	تھے	گمراہ لوگ	سو بیشک وہ	اس دن

بات ثابت ہوگئی کہ ہمیں عذاب کا مزہ چکھنا ہے۔ ۳۱ ہم نے تمہیں گمراہ کیا، کیونکہ ہم خود گمراہ تھے۔ ۳۲ سو اُس دن وہ سب

فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهُمْ

فِي	الْعَذَابِ	مُشْتَرِكُوْنَ ۳۳	اِنَّا	كَذٰلِكَ	نَفْعَلُ	بِالْمُجْرِمِيْنَ ۳۴	اِنَّهُمْ
میں	عذاب کے	شریک ہونے والے	بیشک ہم	اسی طرح	کرتے ہیں	مجرموں کے ساتھ	بیشک وہ

عذاب میں شریک ہوں گے۔ ۳۳ ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں۔ ۳۴ کیونکہ جب اُن سے

كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْٓا

كَانُوْٓا	اِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	اللّٰهُ	يَسْتَكْبِرُوْنَ ۳۵	وَ	يَقُوْلُوْنَ	اَىِٕنَّا	لَتَارِكُوْٓا
تھے	جب	کہا جاتا	ان سے	نہیں	کوئی معبود	مگر	اللہ	وہ تکبر کرتے	اور	کہتے	کیا ہم	البتہ چھوڑنے والے

کہا جاتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے۔ ۳۵ اور کہتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے

اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾

اٰلِهَتِنَا	لِشَاعِرٍ	مَّجْنُوْنٍ ۳۶	بَلْ	جَآءَ	بِالْحَقِّ	وَ	صَدَّقَ	الْمُرْسَلِيْنَ ۳۷
اپنے معبودوں کو	ایک شاعر کیلئے	دیوانے	بلکہ	لیکر آ وہ	حق کو	اور	سچا بتایا اُس نے	پیغمبروں کو

شاعر کے کہنے پر چھوڑ دیں؟ ۳۶ بلکہ وہ حق لیکر آیا ہے اور اُس نے پیغمبروں کی تصدیق کی ہے۔ ۳۷

ہے، یہ حکم فرشتوں کو دیا جائے گا کہ انہیں ان کے اصل ٹھکانے پر پہنچا دو، اس بندوبست کا مقصد یہ نہیں ہوگا کہ اہل جہنم کے بھاگ نکلنے کا کوئی اندیشہ ہوگا کیونکہ کوئی انسان بھی میدان حشر سے نہیں نکل سکے گا، بلکہ مقصد یہ ہوگا کہ ان کی سزا اور اللہ کی طرف سے ان کی گرفت میں مزید اضافہ ہوجائے۔ ۲۴ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کو جہنم کے پاس روکے جانے کا حکم اور اس کی علت بیان کی گئی ہے، یہ حکم بھی فرشتوں کو دیا جائے گا کہ ہمیں ان مجرموں سے تفتیش اور پوچھ گچھ کرنی ہے، اس لیے انہیں جہنم کے دروازے پر پہنچا کر روک لو، مطلب یہ کہ فوراً جہنم میں داخل نہ کرنا تا کہ ان کے سامنے ان کی اور ان کے معبودوں کی عاجزی اور بے بسی ظاہر ہوجائے۔ ۲۵ اس آیت مبارکہ میں اس سوال کا ذکر کیا گیا ہے جو مجرموں سے جہنم کے دروازے پر پوچھا جائے گا کہ کیا بات ہے آج تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کررہے؟ دنیا میں تو ایک دوسرے کی نصرت اور اعانت کی قسمیں کھایا کرتے تھے، تمہاری وہ قسمیں کہاں چلی گئیں؟ ۲۶ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کی اصل حالت بیان کی گئی ہے کہ آج کے دن ایک دوسرے کی مدد کہاں ہوگی؟ وہ تو آج سر جھکائے، ندامت اور شرمندگی میں ڈوبے کھڑے ہوں گے اور خود سپردگی کے لیے تیار ہوں گے، گویا جو کام دنیا میں کرنا چاہیے تھا، وہ قیامت کے دن کریں گے، لیکن ظاہر ہے کہ اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ۲۷ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کا ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر سوال جواب کرنا مذکور ہوا ہے، اس سوال جواب سے بھی ان کی حسرت اور ندامت میں ہی اضافہ ہوگا۔ ۲۸ اس آیت مبارکہ میں ماتحت اور زیر دست رہنے والے طبقے کا قول نقل کیا گیا ہے کہ وہ اپنے افسروں اور بالادست طبقے کے لوگوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمیں راہ راست سے بہکانے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں خرچ کردیں، تم ہی بار بار ہمارے پاس آتے تھے، دائیں طرف سے آتے اور بائیں طرف سے نکل جاتے تھے، ہمیں دین اور اس کے احکام سے ورغلانے اور برگشتہ کرنے کی کوششیں کرتے تھے، اگر تم لوگ نہ ہوتے تو آج ہمیں یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ ۲۹ اس آیت مبارکہ میں بالادست طبقے کا جواب نقل کیا گیا ہے کہ ہم پر الزام لگانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ اصل میں تو تم خود ہی ایمان نہیں لانا چاہتے تھے، اگر تم ایمان لانے والے ہوتے تو بہت سے اہل ایمان کی طرح ایمان لاکر اس پر ثابت قدم بھی رہ سکتے تھے؟ ۳۰ اس آیت مبارکہ میں بالادست طبقے کا اپنے دفاع میں دلیل پیش کرنا مذکور ہوا ہے، وہ کہیں گے کہ ہم نے تم پر کوئی زبردستی نہیں کی تھی، زیادہ سے زیادہ تمہیں ترغیب دی ہوگی، اس ترغیب کو اہمیت دیکر اس پر عمل کرنا یا نہ کرنا تمہارے اختیار میں تھا، تم نے ہماری پیشکش اور ترغیب کو قبول کرلیا، اس کی وجہ ہمارا دباؤ نہیں تھا، بلکہ تمہاری اپنی فطری سرکشی اور بے راہ روی تھی، اگر تم لوگ سلیم الفطرت ہوتے تو کبھی ہماری دعوت کو قبول نہ کرتے۔ ۳۱ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کا اتمام حجت کو تسلیم کرلینا مذکور ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر اتمام حجت ہوچکا، اگر ہم لوگ اس سے فائدہ اٹھالیتے تو زیادہ بہتر ہوتا، لیکن اب تو جو ہونا تھا، وہ ہوگیا، آئندہ ہمیں اپنے اعمال کی سزا ہی بھگتنا ہوگی اور ہمارے پاس اس کا مزہ چکھنے کے علاوہ کوئی اور راستہ موجود نہیں ہے۔ ۳۲ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کا اعتراف جرم کرنا مذکور ہے، وہ قیامت کے دن اقرار کریں گے کہ ہم چونکہ خود گمراہ تھے، اس لیے ہم نے تمہیں بھی گمراہ کردیا، کیونکہ گمراہ آدمی سے ہدایت نہیں مل سکتی اور گمراہ آدمی کے پاس ہدایت تلاش کرنا ایسے ہے جیسے موچی کے پاس کپڑے سینے کے آلات اور اسباب تلاش کرنا۔ ۳۳ اس آیت مبارکہ میں گمراہ کرنے والوں اور گمراہ ہونے والوں دونوں کے لیے عذاب جہنم میں شریک

اِنَّكُمْ لَذَآىِٕقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ۝۳۸ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۳۹

اِنَّكُمْ	لَذَآىِٕقُوا	الْعَذَابِ	الْاَلِيْمِ ۝۳۸	وَ	مَا	تُجْزَوْنَ	اِلَّا	مَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ۝۳۹
بیشک تم	البتہ چکھنے والے	عذاب کو	دردناک	اور	نہیں	تم بدلہ دیئے جاؤ گے	مگر	وہی جو	تم تھے	عمل کرتے

بیشک تمہیں دردناک عذاب کا مزہ چکھنا ہے۔ ۳۸ اور تمہیں اُنہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے۔ ۳۹

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝۴۰ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۝۴۱ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ

اِلَّا	عِبَادَ	اللّٰهِ	الْمُخْلَصِيْنَ ۝۴۰	اُولٰٓىِٕكَ	لَهُمْ	رِزْقٌ	مَّعْلُوْمٌ ۝۴۱	فَوَاكِهُ	وَ	هُمْ
مگر	بندے	اللہ کے	چنے ہوئے	وہ لوگ	ان کیلئے	رزق	طے شدہ	میوے	اور	وہ

سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے۔ ۴۰ اُنہی لوگوں کیلئے طے شدہ رزق ہے۔ ۴۱ میوے ہیں، اور وہ

مُّكْرَمُوْنَ ۝۴۲ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۴۳ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝۴۴ يُطَافُ

مُّكْرَمُوْنَ ۝۴۲	فِيْ	جَنّٰتِ	النَّعِيْمِ ۝۴۳	عَلٰى	سُرُرٍ	مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝۴۴	يُطَافُ
باعزت لوگ	بیچ	باغات کے	نعمتوں کے	پر	تختوں کے	آمنے سامنے	گھمائے جائیں گے

معزز ہوں گے۔ ۴۲ نعمتوں کے باغات میں۔ ۴۳ تختوں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے۔ ۴۴ اُن کے پاس

عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝۴۵ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝۴۶ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّ

عَلَيْهِمْ	بِكَاْسٍ	مِّنْ	مَّعِيْنٍ ۝۴۵	بَيْضَآءَ	لَذَّةٍ	لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝۴۶	لَا	فِيْهَا	غَوْلٌ	وَّ
ان پر	پیالے	سے	نتھرے ہوئے	سفید	باعث لذت	پینے والوں کیلئے	نہیں	اسمیں	کوئی سر گھومنا	اور

نتھری ہوئی شراب کے پیالے لائے جائیں گے۔ ۴۵ جس کا رنگ سفید ہوگا، اور وہ پینے والوں کیلئے باعثِ لذت ہوگی۔ ۴۶ اُسے پینے سے نہ سر گھومے گا

لَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝۴۷ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۝۴۸ كَاَنَّهُنَّ

لَا	هُمْ	عَنْهَا	يُنْزَفُوْنَ ۝۴۷	وَ	عِنْدَهُمْ	قٰصِرٰتُ	الطَّرْفِ	عِيْنٌ ۝۴۸	كَاَنَّهُنَّ
نہ	وہ	اس سے	بہکیں گے	اور	ان کے پاس	نیچے رکھنے والی	آنکھیں	بڑی آنکھوں والی	گویا کہ وہ

اور نہ وہ اُس کی وجہ سے بہکیں گے۔ ۴۷ اور اُن کے پاس نیچی نگاہوں، بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی۔ ۴۸ یوں معلوم ہوگا کہ

بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۝۴۹ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝۵۰ قَالَ

بَيْضٌ	مَّكْنُوْنٌ ۝۴۹	فَاَقْبَلَ	بَعْضُهُمْ	عَلٰى	بَعْضٍ	يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝۵۰	قَالَ
انڈے	چھپے ہوئے	سو آمنے سامنے ہوں گے	ان میں سے بعض	پر	بعض کے	ایکدوسرے سے پوچھیں گے	کہے گا

وہ چھپے ہوئے انڈے ہوں۔ ۴۹ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر باہم سوال کرنے لگیں گے۔ ۵۰ اُن میں سے

ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ تو ممکن ہے کہ عذاب کی نوعیت میں وہ ایک دوسرے سے مختلف ہوں لیکن اس حوالے سے سب ہی مشترک ہوں گے کہ عذاب نے ان سب کا احاطہ کر رکھا ہوگا اور کوئی بھی عذاب سے بچا ہوا نہ ہوگا۔ ۳۴ اس آیت مبارکہ میں ''سنت اللہ'' بیان کی گئی ہے کہ مجرموں کے متعلق ہماری عادت یہی رہی ہے کہ انہیں قرار واقعی سزا دیں، ورنہ مجرم اپنے جرائم میں مزید جری ہوجائے گا اور مظلوم کے ساتھ انصاف نہیں ہوسکے گا، اس لیے ہم مجرموں کو قرار واقعی سزا دیتے ہیں۔ ۳۵ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کا غرور و تکبر بیان کیا گیا ہے کہ ان کا غرور اور تکبر اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ زبان سے ''لا الہ الا اللہ'' کا اقرار نہیں کرتے، معبود حقیقی کا اقرار کرکے اپنے باطل معبودوں کی نفی کرنے میں ان کا یہ منفی اور ناپسندیدہ جذبہ حائل ہوجاتا ہے۔ ۳۶ اس آیتِ مبارکہ میں مجرموں کے غرور و تکبر پر مبنی ایک قول کا ذکر کیا گیا ہے، وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کو (معاذاللہ، معاذاللہ) شاعر اور دیوانہ قرار دیتے تھے، حالانکہ وہ جانتے تھے کہ نبی علیہ السلام نہ تو شاعر ہیں اور نہ ان پر جنون اور دیوانگی کے کوئی آثار ہیں، اس کے باوجود وہ کہتے تھے کہ کیا ہم صرف ایک دیوانے شاعر کے کہنے میں آکر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ یہ تو بڑے تعجب کی بات ہوگی کہ صرف ایک آدمی کے کہنے میں آکر ہم لوگ اپنے آبائی دین اور معبودوں سے منہ موڑ لیں۔ ۳۷ اس آیتِ مبارکہ میں مجرموں کے مذکورہ قول کی تردید کی گئی ہے اور نبی علیہ السلام کی تعلیمات کو برحق قرار دیا گیا ہے، رسول اکرم ﷺ پر حق تعالیٰ کے اعتماد کامل کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے مجرموں کی تکذیب و تردید کرکے فرمایا کہ تم غلط بیانی اور حقیقت ناشناسی سے کام لے رہے ہو، میرا نبی تو حق پر مبنی تعلیمات لیکر آیا ہے اور اس نے دنیا بھر کے تمام پیغمبروں کی تصدیق کی ہے، کسی کی تکذیب اور تردید نہیں کی ہے، ایسے بہترین نبی اور اس کی تعلیمات کو چھوڑ دینا ہی سب سے بڑی دیوانگی اور نادانی ہے۔ ۳۸ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کی سزا بیان کی گئی ہے کہ تمہیں دردناک عذاب کا مزہ چکھنا ہے، غور کرنے کا مقام ہے کہ جس عذاب کو اللہ تعالیٰ نے دردناک قرار دیا ہو، وہ کس قدر دردناک ہوگا؟ ۳۹ اس آیت مبارکہ میں جزا اور سزا کا اصول بیان کیا گیا ہے کہ انسان دنیا میں جیسے اعمال سرانجام دے گا، آخرت میں انہی اعمال کا بدلہ پائے گا، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ وہاں کسی پر ظلم نہ ہوگا، جس نے جس چیز کا بیج بویا ہوگا، اسی کی فصل کاشت کرلے گا۔ ۴۰ اس آیت مبارکہ میں اللہ کے منتخب اور چنے ہوئے بندوں کو دردناک عذاب سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، اس لیے کہ اللہ کے چنے ہوئے اور منتخب بندے زندگی بھر وہی اعمال سرانجام دیتے ہیں جو اس کے چناؤ اور انتخاب کے عین مطابق ہوں، لہٰذا وہ انعام اور بہترین اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے۔ ۴۱ اس آیت مبارکہ میں اللہ کے منتخب بندوں کے لیے ''رزق معلوم'' کا وعدہ کیا گیا ہے، رزق معلوم کی مراد متعین کرنے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، بعض نے یہ کہا ہے کہ اہل جنت کو مقررہ وقت پر رزق فراہم کیا جائے گا، وہ مقررہ وقت صبح و شام ہے جیسا کہ سورۂ مریم کی آیت نمبر ۶۲ میں آیا ہے، بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اہل جنت کو جو رزق فراہم کیا جائے گا، اس کی صفات اور خصوصیات متعین ہوں گی مثلاً ان کا ذائقہ نہایت عمدہ اور مہک پاکیزہ ہوگی اور وہ دیکھنے میں بھی انسان کی توجہ اپنی طرف کھینچنے والے ہوں گے اور بعض مفسرین نے ''معلوم'' سے ''یقین'' مراد لیا ہے، مطلب یہ کہ اہل جنت کو جو رزق دیا جائے گا، انہیں یقین ہوگا کہ وہ رزق انہیں ہمیشہ فراہم کیا جائے گا، کبھی منقطع نہیں ہوگا اور دنیا کی طرح وہ رزق کے انتظار میں نہیں بیٹھیں گے، یہی آخری توجیہ زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے۔ ۴۲ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کو میوے

قَآىِٕلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِیْنٌ ﴿۵۱﴾ یَّقُوْلُ ءَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ ﴿۵۲﴾

قَآىِٕلٌ	مِّنْهُمْ	اِنِّیْ	كَانَ	لِیْ	قَرِیْنٌ	یَّقُوْلُ	ءَ	اِنَّكَ	لَمِنَ	الْمُصَدِّقِیْنَ
ایک کہنے والا	ان میں سے	بیشک میں	تھا	میرے لئے	ایک ہم نشین	کہتا تھا	کیا	بیشک تو	البتہ سے	تصدیق کرنے والوں کے

ایک کہنے والا کہے گا کہ میرا ایک ہم نشین تھا۔ ۵۱ وہ کہا کرتا تھا کہ کیا تم بھی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟ ۵۲

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ

ءَ	اِذَا	مِتْنَا	وَ	كُنَّا	تُرَابًا	وَّ	عِظَامًا	ءَ	اِنَّا	لَمَدِیْنُوْنَ	قَالَ	هَلْ	اَنْتُمْ
کیا	جب	ہم مرجائیں گے	اور	ہوجائیں گے	مٹی	اور	ہڈیاں	کیا	ہم	البتہ بدلہ دیے جائیں گے	کہے گا وہ	کیا	تم

کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے تو کیا ہمیں بدلہ دیا جائے گا؟ ۵۳ وہ کہے گا کہ کیا تم جھانک کر

مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ

مُّطَّلِعُوْنَ	فَاطَّلَعَ	فَرَاٰهُ	فِیْ	سَوَآءِ	الْجَحِیْمِ	قَالَ	تَاللّٰهِ	اِنْ	كِدْتَّ
جھانکنے والے	سو جھانکے گا	تو دیکھ لے گا اسے	بیچ	درمیان	جہنم کے	کہے گا	اللہ کی قسم	بیشک	قریب تھا تو

دیکھنا چاہتے ہو؟ ۵۴ پھر وہ جھانکے گا تو اُسے جہنم کے بیچوں بیچ دیکھ لے گا۔ ۵۵ وہ کہے گا کہ اللہ کی قسم! قریب تھا کہ تو

لَتُرْدِیْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ

لَتُرْدِیْنِ	وَ	لَوْلَا	نِعْمَةُ	رَبِّیْ	لَكُنْتُ	مِنَ	الْمُحْضَرِیْنَ	اَفَمَا	نَحْنُ
البتہ مجھے ہلاک کردیتا	اور	اگر نہ ہوتا	احسان	میرے رب کا	البتہ ہوتا میں	سے	حاضر کیے جانے والوں کے	تو کیا نہیں	ہم

مجھے بھی ہلاک کر دیتا۔ ۵۶ اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا تو میں بھی پکڑ کر لائے جانے والوں میں سے ہو جاتا۔ ۵۷ تو کیا اب ہم مرنے

بِمَیِّتِیْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ

بِمَیِّتِیْنَ	اِلَّا	مَوْتَتَنَا	الْاُوْلٰى	وَ	مَا	نَحْنُ	بِمُعَذَّبِیْنَ	اِنَّ	هٰذَا	لَهُوَ
مرنے والے	مگر	ہماری موت	پہلی	اور	نہیں	ہم	عذاب دیے جانے والے	بیشک	یہ	البتہ وہی

والے نہیں ہیں؟ ۵۸ سوائے اپنی پہلی موت کے، اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا؟ ۵۹ بیشک یہی

الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَذٰلِكَ خَیْرٌ نُّزُلًا

الْفَوْزُ	الْعَظِیْمُ	لِمِثْلِ	هٰذَا	فَلْیَعْمَلِ	الْعٰمِلُوْنَ	اَذٰلِكَ	خَیْرٌ	نُّزُلًا
کامیابی	بڑی	مثل کیلئے	اس کے	سو عمل کرنا چاہیے	عمل کرنے والوں کو	کیا وہ	زیادہ بہتر	مہمان نوازی

بڑی کامیابی ہے۔ ۶۰ محنت کرنے والوں کو ایسی ہی چیزوں کیلئے محنت کرنی چاہیے۔ ۶۱ کیا یہ مہمان نوازی زیادہ بہتر ہے

فراہم کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ کہ وہاں ان کا اکرام اور اعزاز کیا جائے گا، جیسے کسی معزز اور وی آئی پی شخصیت کو پروٹوکول دیا جاتا ہے، اہل جنت میں سے ہر شخص کو پروٹوکول ملے گا اور کسی کو بھی کسی قسم کا احساس کمتری نہ ہوگا۔ ۴۳ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کے لیے نعمتوں کے باغات کا ذکر کیا گیا ہے، جہاں ہر طرح کی نعمتیں میسر ہوں گی اور باغات کا ذکر اس لیے کہ وہاں انسان خود کو تازہ دم محسوس کرتا ہے اور وہاں اسے ذہنی یکسوئی اور آسودگی نصیب ہوتی ہے اور دائیں بائیں پھولوں کے تختے اور پھلوں سے لدے درخت اس کی صحت، شادابی اور جسمانی نشوونما پر خوشگوار اثر چھوڑتے ہیں۔ ۴۴ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کا ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر براجمان ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی ہر شخص شاہانہ انداز میں اپنے اپنے تخت پر بیٹھا ہوگا، کسی کو اپنے تخت کے حوالے سے دوسرے کی فوج کشی کا اندیشہ اور خطرہ نہیں ہوگا۔ ۴۵ اس آیتِ مبارکہ میں اہل جنت کے سامنے نتھری ہوئی شراب کے گلاس اور کٹورے پیش کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں تین پہلو زیادہ نمایاں ہیں، ایک یہ کہ وہ شراب نتھری ہوئی ہوگی، دوسرا یہ کہ وہ گلاس اور کٹورے میں پیش کی جائے گی اور تیسرا یہ کہ اہل جنت کو کہیں جانا نہ پڑے گا بلکہ وہ خود ان کے سامنے ان کی جگہ پر پیش کی جائے گی اور ننھے معصوم نابالغ لڑکے یہ خدمت سرانجام دینے پر مقرر ہوں گے۔ ۴۶ اس آیت مبارکہ میں جنت کی شراب کے دو وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ وہ دودھ کی طرح سفید ہوگی، اور دوسرا یہ کہ وہ پینے والوں کو لذت فراہم کرے گی اور اسے پینے سے انسان کو نشاط، سرور اور تازگی نصیب ہوگی۔ ۴۷ اس آیت مبارکہ میں جنت کی شراب کے دو مزید وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اسے پی کر انسان کے سر میں درد نہ ہوگا اور دوسرا یہ کہ اسے پینے سے اس کی عقل زائل نہ ہوگی، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اس کا کوئی منفی ردعمل نہ ہوگا، نہ انسان کی جسمانی صحت پر اور نہ اس کی عقل ودانش پر، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ دنیا کی شراب پینے سے بھی میرے سر میں درد ہوتا ہے اور نہ ہی میری عقل میرا ساتھ چھوڑتی ہے، لہٰذا میرے لیے دنیا کی شراب حلال ہونی چاہیے تو یہ اس کی نادانی ہے کیونکہ اگر اس کے سر میں درد نہیں ہوتا اور اس کی عقل زائل نہیں ہوتی تو اس کی وجہ صرف ''کثرتِ شراب نوشی'' ہے کہ اس نے اس قدر زیادہ شراب نوشی کی ہے کہ وہ اس کا عادی ہو چکا ہے، اسے یہ بتانا چاہیے کہ جب پہلی مرتبہ اس نے شراب نوشی کی تھی، تب اس کی کیا حالت ہوئی تھی؟ ۴۸ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کی بیویوں کے دو وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھنے والی ہوں گی یعنی اپنے شوہر کے علاوہ کسی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گی اور دوسرا یہ کہ وہ بڑی بڑی آنکھوں والی ہوں گی، دنیا میں عورتوں کے لیے پہلا وصف اختیاری اور دوسرا غیر اختیاری ہے، اگر عورت اپنے اندر جنتی حور کا یہ اختیاری وصف پیدا کرلے تو اس کی ازدواجی زندگی کے بہت سے مسائل حل ہو جائیں اور اس کی گھریلو زندگی خوشگوار ہو جائے۔ ۴۹ اس آیت مبارکہ میں جنتی عورتوں کو چھپے ہوئے انڈوں سے تشبیہ دی گئی ہے، نسوانی حسن کو بیان کرنے کے لیے یہ نہایت خوبصورت اور پاکیزہ تشبیہ ہے، انڈے کا چھلکا چاندی کی طرح اور اس کی زردی سونے کی طرح ہوتی ہے، انڈہ اندر اور باہر دونوں طرف سے محفوظ ہوتا ہے، انڈے کی گولائی انسان کی آنکھوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے، انڈہ اگر باہر رکھا ہوا ہو تو اس پر گرد وغبار اور مٹی بھی جم سکتی ہے لیکن اگر اسے محفوظ جگہ پر رکھا گیا ہو تو وہ ہر طرح کے گرد وغبار سے بچا رہتا ہے، جنتی خواتین میں بھی یہ تمام اوصاف موجود ہوں گے۔ ۵۰ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کا ایک دوسرے سے سوال جواب اور گپ شپ

أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ﴿٦٢﴾ إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِّلظَّالِمِينَ ﴿٦٣﴾ إِنَّهَا شَجَرَةٌ

أَمْ	شَجَرَةُ	الزَّقُّومِ ﴿٦٢﴾	إِنَّا	جَعَلْنَاهَا	فِتْنَةً	لِّلظَّالِمِينَ ﴿٦٣﴾	إِنَّهَا	شَجَرَةٌ
یا	درخت	زقوم کا	بیشک ہم	بنایا ہم نے اسے	آزمائش	ظالموں کیلئے	بیشک وہ	ایک درخت

یا زقوم کا درخت؟ ﴿٦٢﴾ بیشک ہم نے اُسے ظالموں کیلئے آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے۔ ﴿٦٣﴾ وہ ایک درخت ہے

تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ﴿٦٥﴾

تَخْرُجُ	فِي	أَصْلِ	الْجَحِيمِ ﴿٦٤﴾	طَلْعُهَا	كَأَنَّهُ	رُءُوسُ	الشَّيَاطِينِ ﴿٦٥﴾
نکلتا ہے وہ	بیچ	جڑ کے	جہنم کی	اس کا خوشہ	گویا کہ وہ	بہت سے سر	شیطانوں کے

جو کہ جہنم کی جڑ میں نکلتا ہے۔ ﴿٦٤﴾ اس کا خوشہ شیطانوں کے سروں جیسا ہے۔ ﴿٦٥﴾

فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا

فَإِنَّهُمْ	لَآكِلُونَ	مِنْهَا	فَمَالِئُونَ	مِنْهَا	الْبُطُونَ ﴿٦٦﴾	ثُمَّ	إِنَّ	لَهُمْ	عَلَيْهَا	لَشَوْبًا
سو بیشک وہ	البتہ کھانے والے	اسمیں سے	پھر بھرنے والے	اس سے	پیٹوں کو	پھر	بیشک	ان کیلئے	اس پر	البتہ آمیزش

سو وہ اس میں سے کھائیں گے، پھر اُسی سے پیٹ بھریں گے۔ ﴿٦٦﴾ پھر اُس کے اوپر اُن کیلئے کھولتے ہوئے پانی کی

مِّنْ حَمِيمٍ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ﴿٦٨﴾ إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ

مِّنْ	حَمِيمٍ ﴿٦٧﴾	ثُمَّ	إِنَّ	مَرْجِعَهُمْ	لَإِلَى	الْجَحِيمِ ﴿٦٨﴾	إِنَّهُمْ	أَلْفَوْا	آبَاءَهُمْ
سے	کھولتے پانی کے	پھر	بیشک	ان کا لوٹنا	البتہ طرف	جہنم کے	بیشک وہ	پایا انہوں نے	اپنے باپوں کو

آمیزش کی جائے گی۔ ﴿٦٧﴾ پھر اُنہیں جہنم ہی کی طرف واپس لوٹنا ہوگا۔ ﴿٦٨﴾ بیشک انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو

ضَالِّينَ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ عَلَىٰ آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ ﴿٧٠﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ

ضَالِّينَ ﴿٦٩﴾	فَهُمْ	عَلَىٰ	آثَارِهِمْ	يُهْرَعُونَ ﴿٧٠﴾	وَ	لَقَدْ	ضَلَّ	قَبْلَهُمْ	أَكْثَرُ
گمراہ لوگ	سو وہ	پر	ان کے نشانات کے	دوڑتے رہے	اور	البتہ یقیناً	گمراہ ہوئے	ان کے پہلے	بہت سے

گمراہ پایا۔ ﴿٦٩﴾ پھر وہ اُنہی کے نشاناتِ قدم پر دوڑتے رہے۔ ﴿٧٠﴾ اور یقیناً اُن سے پہلے بھی اگلے لوگوں میں بہت سے

الْأَوَّلِينَ ﴿٧١﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُّنذِرِينَ ﴿٧٢﴾ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

الْأَوَّلِينَ ﴿٧١﴾	وَ	لَقَدْ	أَرْسَلْنَا	فِيهِمْ	مُّنذِرِينَ ﴿٧٢﴾	فَانظُرْ	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ
پہلوں میں	اور	البتہ یقیناً	ہم نے بھیجے	ان میں	ڈرانے والے	سو دیکھ لے	کیسا	ہوا	انجام

گمراہ ہو چکے۔ ﴿٧١﴾ اور یقیناً ہم نے اُن میں ڈرانے والے بھیجے۔ ﴿٧٢﴾ سو آپ دیکھ لیجئے کہ ڈرائے ہوئے لوگوں کا

کرنے کا بیان ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جنت آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کیا کریں گے اور دنیا میں گزارے ہوئے دنوں پر تبصرہ بھی کیا کریں گے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انہیں دنیا میں گزارے ہوئے تمام ایام اور مصروفیات خوب یاد ہوں گی اور وہ انہیں بھولے نہ ہوں گے۔ ﴿٥١﴾ ﴿٥٢﴾ ان آیتوں میں اہل جنت کا ایک مکالمہ بیان کیا گیا ہے کہ دورانِ گفتگو ایک جنتی آدمی اپنے رفقاء اور دوستوں سے کہے گا کہ دنیا میں ایک آدمی کے ساتھ میرا تعلق تھا، وہ میرے پاس آیا جایا کرتا تھا، وہ کافر تھا اور اسے میرے مومن ہونے پر تعجب ہوتا تھا، بعض اوقات وہ اپنے اس تعجب کا اظہار بھی کرتا تھا، چنانچہ وہ کہا کرتا تھا کہ کیا تم بھی ایمان لانے والوں میں سے ہو؟ کیا تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر یقین ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ مرنے کے بعد جب انسان مٹی میں مل کر مٹی ہو جائے گا اور اس کی ہڈیاں بھی گل سڑ جائیں گی تو ان میں دوبارہ روح پھونکی جائے گی اور وہ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟ وہ مجھے دین کے حوالے سے ورغلاتا اور بہکاتا رہتا تھا اور اس کی کوشش تھی کہ کسی طرح مجھے بھی گمراہ کر دے۔ ﴿٥٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ''وہ کہے گا'' کی مراد متعین کرنے میں مفسرین کے دو قول ہیں، پہلا یہ کہ اس سے مراد وہی جنتی ہے جو اپنے رفقاء کے ساتھ اپنے دنیوی ہم نشین کا ذکر کر رہا ہوگا اور دوسرا یہ کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے، یعنی اہل جنت کی گفتگو سن کر اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ کیا تم لوگ اس شخص کو جہنم میں جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟ یا وہ جنتی اپنے رفقاء سے کہے گا کہ کیا آپ لوگ اس شخص کو جہنم میں جھانک کر دیکھنا چاہتے ہیں؟ دونوں احتمال درست ہیں۔ ﴿٥٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اس جنتی کا جہنم میں جھانکنا اور اپنے دنیوی ہم مجلس کو اس کے بیچوں بیچ عذاب میں مبتلا اور گرفتار دیکھنا مذکور ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کی سطح اونچی اور جہنم کی نیچی ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ جہنم کے دروازے پر کھڑا ہو کر اسے جھانکے گا یا اس کے لیے جنت سے باہر جانا پڑے گا، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جو صورت چاہے گا، پیدا کردے گا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ﴿٥٦﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اس جنتی کا اپنے دنیوی ہم مجلس کو جہنم کے بیچوں بیچ دیکھ کر عبرت حاصل کرنا مذکور ہوا ہے کہ اللہ کی قسم! تو تو مجھے بھی ہلاک اور تباہ و برباد کرنا چاہتا تھا، خود تو گمراہ تھا ہی، مجھے بھی گمراہ کرنا چاہتا تھا اور اپنی طرح مجھے بھی کافر بنانا چاہتا تھا۔ ﴿٥٧﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اس جنتی کا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مہربانی کا شکر گزار ہونا بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنا خصوصی فضل و کرم اور احسان فرمایا جو مجھے تیرے شیطانی حملوں سے بچا لیا، ورنہ جس طرح آج تو مجرموں کی طرح پکڑ کر بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا گیا، میرا بھی یہی حال ہوتا اور جس طرح آج تو عذاب میں گرفتار ہے، میں بھی اسی طرح عذاب کا مزہ چکھ رہا ہوتا، یہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوگئی کہ میں بچ گیا۔ ﴿٥٨﴾ ﴿٥٩﴾ ان آیتوں میں اس جنتی کا اپنے دنیوی ہم مجلس کے سامنے ہمیشہ کی زندگی پر اپنی خوشی کا اظہار کرنا مذکور ہوا ہے کہ تم دنیا میں مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کا انکار کرتے تھے، اب بتاؤ کیا پہلی موت کے بعد دوبارہ کبھی ہم پر موت آئے گی؟ کیا موجودہ زندگی کبھی ختم ہوگی؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ اب تم بھی ہمیشہ زندہ رہو گے اور ہم بھی ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ اور کیا ایسا نہیں ہے کہ تم ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہو گے اور ہم پر کبھی کسی قسم کا کوئی عذاب نہ آئے گا؟ ﴿٦٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں جہنم سے بچ جانے اور جنت میں داخل ہو جانے کو ''عظیم کامیابی'' قرار دیا گیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ بہت بڑی کامیابی ہے کہ انسان اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی سے بچ جائے اور اللہ کی رحمتوں کے مرکز ''جنت'' میں داخل ہو جائے جہاں نہ موت ہوگی اور نہ کوئی تکلیف۔ ﴿٦١﴾ اس آیتِ مبارکہ میں جہنم

الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٧٤﴾ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ

الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾	اِلَّا	عِبَادَ	اللّٰهِ	الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٧٤﴾	وَ	لَقَدْ	نَادٰىنَا	نُوْحٌ	فَلَنِعْمَ
ڈرائے ہوؤں کا	مگر	بندے	اللہ کے	چنے ہوئے	اور	البتہ یقیناً	پکارا ہمیں	نوح نے	تو کیا خوب

کیا انجام ہوا؟ ﴿٧٣﴾ سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے۔ ﴿٧٤﴾ اور یقیناً نوح نے ہمیں پکارا، سو ہم کیا خوب

الْمُجِيْبُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾ وَجَعَلْنَا

الْمُجِيْبُوْنَ ﴿٧٥﴾	وَ	نَجَّيْنٰهُ	وَ	اَهْلَهٗ	مِنَ	الْكَرْبِ	الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾	وَ	جَعَلْنَا
جواب دینے والے	اور	ہم نے نجات دی اسے	اور	اس کے گھر والوں کو	سے	تکلیف کے	بہت بڑی	اور	بنا دیا ہم نے

قبول کرنے والے ہیں۔ ﴿٧٥﴾ اور ہم نے نوح اور اُن کے اہلِ خانہ کو بڑی تکلیف سے نجات عطا فرمائی۔ ﴿٧٦﴾ اور ہم نے

ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٧٨﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي

ذُرِّيَّتَهٗ	هُمُ	الْبٰقِيْنَ ﴿٧٧﴾	وَ	تَرَكْنَا	عَلَيْهِ	فِي	الْاٰخِرِيْنَ ﴿٧٨﴾	سَلٰمٌ	عَلٰى	نُوْحٍ	فِي
اس کی اولاد کو	وہی	باقی رہنے والے	اور	ہم نے چھوڑا	اس پر	بیچ	پچھلوں کے	سلام ہو	پر	نوح کے	بیچ

نوح کی نسل ہی کو باقی رہنے والا بنا دیا۔ ﴿٧٧﴾ اور بعد میں آنے والوں میں ہم نے نوح کا تذکرہ باقی رکھا۔ ﴿٧٨﴾ کہ اہلِ عالم میں نوح پر

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٩﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٩﴾	اِنَّا	كَذٰلِكَ	نَجْزِي	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٠﴾	اِنَّهٗ	مِنْ	عِبَادِنَا
جہان والوں کے	بیشک ہم	اسی طرح	بدلہ دیتے ہیں ہم	نیکوکاروں کو	بیشک وہ	سے	ہمارے بندوں کے

سلام ہو۔ ﴿٧٩﴾ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ ﴿٨٠﴾ بیشک وہ ہمارے مؤمن بندوں

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨١﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٨٢﴾ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿٨٣﴾

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨١﴾	ثُمَّ	اَغْرَقْنَا	الْاٰخَرِيْنَ ﴿٨٢﴾	وَ	اِنَّ	مِنْ	شِيْعَتِهٖ	لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿٨٣﴾
ایمان والے	پھر	ہم نے غرق کر دیا	دوسروں کو	اور	بیشک	سے	اس کی راہ پر	البتہ ابراہیم

میں سے تھے۔ ﴿٨١﴾ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔ ﴿٨٢﴾ اور انہی کی راہ پر چلنے والے ابراہیم بھی تھے۔ ﴿٨٣﴾

اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٨٤﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٨٥﴾

اِذْ	جَآءَ	رَبَّهٗ	بِقَلْبٍ	سَلِيْمٍ ﴿٨٤﴾	اِذْ	قَالَ	لِاَبِيْهِ	وَ	قَوْمِهٖ	مَاذَا	تَعْبُدُوْنَ ﴿٨٥﴾
جب	آیا وہ	اپنے رب کے پاس	ساتھ دل کے	سلامتی والے	جب	کہا اس نے	اپنے باپ سے	اور	اپنی قوم سے	کیا ہے جو	تم پوجتے ہو

جب وہ اپنے رب کے پاس بے روگ دل لیکر آئے۔ ﴿٨٤﴾ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ ﴿٨٥﴾

ع ٢ ٥٣ ٦

وقف لازم

سے چھٹکارا حاصل کرنے اور جنت میں داخل ہونے کو محنت کرنے والوں کا میدان قرار دیا گیا ہے کہ اگر کسی نے محنت کرنی ہے تو اس عظیم مقصد اور اعلیٰ کامیابی کے لیے محنت کرے تاکہ اس کی محنت ٹھکانے لگے اور اسے اس کا بہترین بدلہ ملے۔ ﴿٦٢﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کے بالمقابل اہل جہنم کا حال شروع کیا گیا ہے کیونکہ ''ہر چیز اپنی ضد سے ہی واضح ہوتی ہے'' اور اس کے لیے استفہام کا انداز اختیار کیا گیا ہے تاکہ ہر انسان اس کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کرے کیونکہ ہر شخص ہی اس کا مکلف ہے، سوال یہ ہے کہ اس سے پہلے تم اہل جنت کے احوال سن چکے ہو، وہاں ان کی جو مہمان نوازی کی جائے گی، اس سے بھی تم باخبر ہو چکے ہو، دوسری طرف اہل جہنم ہیں جن کی مہمان نوازی ایک نہایت کڑوے، کانٹے دار اور بدمزہ درخت زقوم سے کی جائے گی، کیا وہ زیادہ بہتر ہے یا یہ زیادہ بہتر ہے؟ رہی یہ بات کہ شعلے مارتی اور بھڑکتی ہوئی آگ میں درخت کا کیا کام؟ کیا یہ ممکن ہے کہ آگ درخت کو جلانے کی بجائے اس کی پرورش اور نشوونما کرے؟ سو اس کا جواب اگلی آیت میں دیا گیا ہے۔ ﴿٦٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ''زقوم'' کے درخت کو ظالموں کے لیے فتنہ یعنی آزمائش کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ایمان کی نعمت سے مالا مال ہیں، انہیں اس بات پر تعجب نہیں ہوتا کہ جہنم کی آگ میں زقوم کا درخت کیونکر ہوگا؟ تعجب ان لوگوں کو ہوتا ہے جو نعمت ایمان سے محروم ہوتے ہیں اور وہ یہ سن کر اعتراض شروع کر دیتے ہیں کہ آگ میں کسی درخت کا باقی رہ جانا عقلاً ممکن ہی نہیں ہے تو ہم اسے کیسے تسلیم کرلیں؟ ﴿٦٤﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے جو کہا کرتے تھے کہ عربی زبان میں ''زقوم'' تو کھجور اور مکھن کو بھی کہتے ہیں اور ان دونوں چیزوں کا ذائقہ نہایت عمدہ ہوتا ہے اس لیے اگر ہمیں جہنم میں کھانے کے لیے یہی چیزیں دی جائیں گی تو اس میں کوئی قباحت نہیں اور اس کے لیے ہم آج سے ہی تیاری شروع کر دیتے ہیں لہٰذا آؤ کھجور اور مکھن کھائیں، اس پر فرمایا گیا کہ یہاں زقوم سے کھجور اور مکھن مراد نہیں ہے، بلکہ وہ ایک درخت ہے جس کی جڑ جہنم کے بیچوں بیچ ہے، رہی یہ بات کہ آگ میں درخت کیسے باقی بچ سکتا ہے؟ تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اس کے لیے ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ آگ میں جلانے اور درخت میں جلنے کی تاثیر پیدا کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے، سو اگر وہ چاہے تو آگ جلائے گی ورنہ نہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوگئی کیونکہ اللہ نے اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کی اجازت نہیں دی تھی، اسی طرح اگر جہنم میں ''زقوم'' کا درخت باقی رہنے دیا جائے اور جہنم کی آگ کو اس کے لیے ٹھنڈا کر دیا جائے تو اس کے لیے کیا مشکل ہے؟ چنانچہ دنیا میں ایک کیڑا ہوتا ہے جسے ''سمندر'' کہا جاتا ہے وہ آگ میں ہی زندہ رہتا ہے، گویا اس کی بقاء کے لیے آگ کا ہونا ضروری ہے، اسی طرح ''زقوم'' کے درخت کی بقاء کے لیے جہنم کی آگ کا ہونا ضروری ہوگا۔ ﴿٦٥﴾ اس آیت مبارکہ میں زقوم کے خوشے کو شیطان کے سر سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی وہ اپنی بدصورتی میں شیطان کے سر کی طرح ہوگا، جبکہ بعض مفسرین نے یہاں شیاطین سے سانپ مراد لئے ہیں، اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اس کا خوشہ ایسا ڈراؤنا ہوگا جیسے سانپ کا سر ہو۔ ﴿٦٦﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل جہنم کے لیے دو سزائیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ انہیں زقوم کا درخت کھانا پڑے گا، اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہوگا اور کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ اسے کھانے کو میرا دل نہیں چاہ رہا، میں کچھ اور کھانا چاہتا ہوں اور دوسری یہ کہ پیٹ بھی اسی سے بھرنا ہوگا، پیٹ بھرنے کے لیے اس کے علاوہ کچھ دستیاب نہیں ہوگا۔ اعاذنا اللہ

أَئِفْكًا آلِهَةً دُونَ اللَّهِ تُرِيدُونَ ﴿٨٦﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٨٧﴾ فَنَظَرَ

أَئِفْكًا	آلِهَةً	دُونَ	اللَّهِ	تُرِيدُونَ ﴿٨٦﴾	فَمَا	ظَنُّكُمْ	بِرَبِّ	الْعَالَمِينَ ﴿٨٧﴾	فَنَظَرَ
کیا گھڑے ہوئے	معبود	علاوہ	اللہ کے	تم چاہتے ہو	تو کیا	گمان تمہارا	ساتھ پالنے والے کے	جہان والوں کے	سو دیکھا

کیا تم اللہ کو چھوڑ کر گھڑے ہوئے معبود بنانا چاہتے ہو؟ ۸۶ پھر رب العالمین کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ ۸۷ سو ابراہیم نے

نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ﴿٨٨﴾ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ﴿٨٩﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ﴿٩٠﴾

نَظْرَةً	فِي	النُّجُومِ ﴿٨٨﴾	فَقَالَ	إِنِّي	سَقِيمٌ ﴿٨٩﴾	فَتَوَلَّوْا	عَنْهُ	مُدْبِرِينَ ﴿٩٠﴾
ایک مرتبہ دیکھنا	بیچ	ستاروں کے	سو کہا	بیشک میں	بیمار	سو چلے گئے وہ	اس سے	پیٹھ پھیرنے والے

ستاروں پر ایک مرتبہ نظر ڈالی۔ ۸۸ اور کہنے لگے کہ میں بیمار ہوں۔ ۸۹ چنانچہ وہ اُن کے پاس سے پیٹھ پھیر کر چلے گئے۔ ۹۰

فَرَاغَ إِلَىٰ آلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿٩١﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ﴿٩٢﴾ فَرَاغَ

فَرَاغَ	إِلَىٰ	آلِهَتِهِمْ	فَقَالَ	أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿٩١﴾	مَا	لَكُمْ	لَا	تَنْطِقُونَ ﴿٩٢﴾	فَرَاغَ
تو گھس پڑا	طرف	ان کے معبودوں کے	سو کہا	تم کھاتے کیوں نہیں ہو	کیا ہوا	تمہیں	نہیں	بولتے ہو تم	سو گھس پڑا

تو ابراہیم اُن کے بتوں میں جا گھسے اور کہا کہ تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟ ۹۱ تمہیں کیا ہوا ہے؟ بولتے کیوں نہیں ہو؟ ۹۲ پھر ابراہیم

عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ﴿٩٣﴾ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزِفُّونَ ﴿٩٤﴾ قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا

عَلَيْهِمْ	ضَرْبًا	بِالْيَمِينِ ﴿٩٣﴾	فَأَقْبَلُوا	إِلَيْهِ	يَزِفُّونَ ﴿٩٤﴾	قَالَ	أَتَعْبُدُونَ	مَا
ان پر	مارتے ہوئے	دائیں ہاتھ سے	سو وہ سامنے آئے	اس کی طرف	دوڑتے ہوئے گھبرا کر	کہا اس نے	کیا تم عبادت کرتے ہو	اس کی جو

انہیں دائیں ہاتھ سے مارتے ہوئے گھستے چلے گئے۔ ۹۳ تو لوگ گھبرا کر اُن کی طرف دوڑ پڑے۔ ۹۴ ابراہیم نے کہا کہ تم اُن کی عبادت کیوں کرتے ہو جنہیں تم

تَنْحِتُونَ ﴿٩٥﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي

تَنْحِتُونَ ﴿٩٥﴾	وَ	اللَّهُ	خَلَقَكُمْ	وَ	مَا	تَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾	قَالُوا	ابْنُوا	لَهُ	بُنْيَانًا	فَأَلْقُوهُ	فِي
تم تراشتے ہو	اور	اللہ نے	پیدا کیا تمہیں	اور	جو	تم کرتے ہو	کہا انہوں نے	تعمیر کرو	اس کیلئے	ایک عمارت	سو ڈال دو اسے	بیچ

خود تراشتے ہو؟ ۹۵ حالانکہ اللہ نے تمہیں بھی پیدا کیا اور انہیں بھی جنہیں تم بناتے ہو۔ ۹۶ وہ کہنے لگے کہ ابراہیم کیلئے ایک عمارت تعمیر کرو، پھر اُسے بھڑکتی ہوئی آگ میں

الْجَحِيمِ ﴿٩٧﴾ فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ﴿٩٨﴾ وَقَالَ إِنِّي

الْجَحِيمِ ﴿٩٧﴾	فَأَرَادُوا	بِهِ	كَيْدًا	فَجَعَلْنَاهُمُ	الْأَسْفَلِينَ ﴿٩٨﴾	وَ	قَالَ	إِنِّي
بھڑکتی آگ کے	سو ارادہ کیا انہوں نے	ساتھ اس کے	داؤ کا	سو ہم نے انہیں کر دیا	نیچے ہونے والے	اور	کہا اس نے	بیشک میں

ڈال دو۔ ۹۷ چنانچہ اُنہوں نے ابراہیم کے ساتھ داؤ کا ارادہ کرلیا، ہم نے اُنہی کو نیچا کر دیا۔ ۹۸ اور ابراہیم نے کہا کہ میں

منہا۔ ۶۷ اس آیت مبارکہ میں اہل جہنم کے مشروب کا ذکر کیا گیا ہے کہ زقوم کا پھل کھانے کے بعد جب پیاس لگے گی اور پانی کی طلب ہوگی تو انہیں پینے کے لیے پانی بھی دیا جائے گا لیکن وہ اس قدر کھولتا ہوا ہوگا کہ اسے منہ کے قریب لانے سے منہ کی کھال جھلس جائے گی، کیا ایسے کھولتے ہوئے پانی کو پینا ممکن ہوسکتا ہے؟ اس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، اور اگر کوئی شخص نہایت مجبور اور بے بس ہوکر یہ تکلیف اور مصیبت برداشت کر کے چند گھونٹ اس میں سے پی لے تو حلق اندر سے جل جائے گا اور پیٹ میں پہنچتے ہی اس کی انتڑیاں کٹ کر باہر آپڑیں گی۔ ۶۸ اس آیت مبارکہ میں اہل جہنم کا ٹھکانہ بھڑکتی اور دہکتی ہوئی آگ کو قرار دیا گیا ہے، یعنی ان کا کھانا نہایت کڑوا، بدبودار اور بدذائقہ ہوگا، ان کے مشروب کو آگ پر خوب اچھی طرح گرم کیا ہوگا اور ان کے آگے پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف آگ کا ڈھیر ہوگا جو ان کے جسم کو جلا کر کوئلہ کر دے گا، گویا ہر طرف آگ ہی آگ ہوگی جو ان سے کسی لمحے جدا نہ ہوگی۔ ۶۹ ۷۰ ان آیتوں میں مشرکوں کا اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کرنا مذکور ہوا ہے کہ مشرکین کے پاس اپنے کفر و شرک کے جواز پر استدلال کرنے کے لیے اس کے علاوہ کوئی اور دلیل نہیں ہے کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا ہے، لہٰذا ہم بھی ایسا ہی کریں گے چنانچہ وہ اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کرتے ہوئے ان کے نشانات قدم پر دوڑتے اور لپکتے چلے جاتے ہیں، وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہوسکتا ہے آگے کوئی اندھا کنواں یا گہری کھائی ہو، اگر وہ اس میں گر گئے تو ان کا نام ونشان بھی کسی کو نہ ملے گا اور وہ اس موقع پر اپنی معاملہ فہمی اور عقل و دانش سے بھی فائدہ نہیں اٹھاتے کہ عقل سے ہی کام لیکر اپنا انجام سوچ لیتے۔ ۷۱ اس آیت مبارکہ میں پہلی قوموں کی اکثریت کا گمراہ ہونا بیان کیا گیا ہے، یہ وہی اکثریت ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کی نافرمانی اور کفر و شرک کی دلدل میں دھنسی ہوئی تھی، آج بھی اگر لوگوں کی اکثریت گمراہ ہے تو داعی کو اس سے غمگین ہوکر اپنی دعوت کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ ۷۲ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ اقوام میں انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا ذکر کیا گیا ہے کہ سنت اللہ یہی جاری رہی ہے کہ اس نے ہر زمانے میں لوگوں کو ان کے مستقبل اور انجام سے باخبر کرنے کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا یہاں تک کہ خاتم الانبیاء تشریف لے آئے، جن لوگوں نے ان کی دعوت کو قبول کرلیا، وہ کامیاب ہوگئے اور ان کا مستقبل محفوظ ہوگیا۔ ۷۳ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کے انجام پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے جن کے پاس انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا گیا تھا اور انہوں نے ان کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، ان میں سے متعدد اقوام کا عبرتناک انجام خود قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے، بطور مثال کے ان میں سے چند ایک کا ذکر اگلی آیات میں بھی آرہا ہے۔ ۷۴ اس آیت مبارکہ میں اللہ کے چنے ہوئے مخلص بندوں کا برے انجام سے استثناء بیان کیا گیا ہے، کیونکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کو قبول کیا، فکر آخرت سے اپنے دل کو آباد کیا اور اپنی زندگی کو اللہ اور اس کے پیغمبروں کی مرضی اور احکام کے مطابق گزارنے کی کوشش کی، سو اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا و آخرت دونوں میں برے انجام سے بچالیا، بطور مثال کے ان میں سے چند ایک کا ذکر اگلی آیات میں بھی آرہا ہے۔ ۷۵ اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کو پکارنا اور اللہ تعالیٰ کا ان کی پکار کو قبول کرنا بیان ہوا ہے، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر حق تعالیٰ نے خود لئے تعریف فرمائی ہے "اور وہ ہر تعریف کے لائق ہے" کہ ہم اپنے بندوں کی پکار کا جواب دینے اور اسے قبول کرنے میں کیا خوب اور بہترین ہیں، اگر ہم سے بہتر کوئی ہے تو لاکر دکھاؤ، یہ دعویٰ صرف حق تعالیٰ کو زیب دیتا

ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٩٩﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠٠﴾

ذَاهِبٌ	اِلٰى	رَبِّيْ	سَيَهْدِيْنِ ﴿٩٩﴾	رَبِّ	هَبْ	لِيْ	مِنَ	الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠٠﴾
جانے والا	طرف	اپنے رب کے	عنقریب وہ میری رہنمائی کرے گا	اے میرے پروردگار	تحفہ دے	مجھے	سے	نیکوکاروں کے

اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں، وہ ضرور میری رہنمائی کرے گا۔ ﴿٩٩﴾ پروردگار! مجھے نیک اولاد کا تحفہ عطا فرما۔ ﴿١٠٠﴾

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي

فَبَشَّرْنٰهُ	بِغُلٰمٍ	حَلِيْمٍ ﴿١٠١﴾	فَلَمَّا	بَلَغَ	مَعَهُ	السَّعْيَ	قَالَ	يٰبُنَيَّ	اِنِّيْٓ	اَرٰى	فِي
سوہم نے اسے خوشخبری دی	ایک لڑکے کی	بردبار	سوجب	پہنچا وہ	ہمراہ اس کے	دوڑنے کو	کہا اس نے	پیارے بیٹے	بیشک میں	دیکھتا ہوں	میں

سوہم نے انہیں ایک بردبار لڑکے کی خوشخبری دی۔ ﴿١٠١﴾ پھر جب وہ ابراہیم کے ہمراہ دوڑنے کی عمر کو پہنچا تو ابراہیم نے کہا کہ پیارے بیٹے! میں خواب میں

الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ؗ

الْمَنَامِ	اَنِّيْٓ	اَذْبَحُكَ	فَانْظُرْ	مَاذَا	تَرٰى	قَالَ	يٰٓاَبَتِ	افْعَلْ	مَا	تُؤْمَرُ
خواب کے	کہ بیشک میں	تجھے ذبح کر رہا ہوں	سو دیکھ لے	کیا ہے وہ جو	تو دیکھتا ہے	کہا اس نے	اے میرے باپ	کرگزر تو	وہ جو	تجھے حکم دیا گیا

دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، سوتم بتاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ اُس نے کہا کہ ابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے، اُسے کرگزریے،

سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ

سَتَجِدُنِيْٓ	اِنْ	شَآءَ	اللّٰهُ	مِنَ	الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾	فَلَمَّآ	اَسْلَمَا	وَ	تَلَّهٗ
عنقریب تو پائے گا مجھے	اگر	چاہا	اللہ نے	سے	صبر کرنے والوں کے	سوجب	دونوں فرمانبردار ہوگئے	اور	اس نے پچھاڑ دیا اسے

اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ ﴿١٠٢﴾ پھر جب دونوں نے فرمانبرداری کی اور ابراہیم نے اُسے پیشانی کے

لِلْجَبِيْنِ ﴿١٠٣﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ

لِلْجَبِيْنِ ﴿١٠٣﴾	وَ	نَادَيْنٰهُ	اَنْ	يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿١٠٤﴾	قَدْ	صَدَّقْتَ	الرُّءْيَا	اِنَّا	كَذٰلِكَ
پیشانی پر	اور	ہم نے اسے پکارا	یہ کہ	اے ابراہیم	یقینا	سچ کر دیا تو نے	خواب	بیشک ہم	اسی طرح

بل پچھاڑ دیا۔ ﴿١٠٣﴾ اور ہم نے اُسے آواز دی کہ اے ابراہیم! ﴿١٠٤﴾ یقیناً تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا، ہم نیکی کرنے والوں کو

نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ

نَجْزِي	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٠٥﴾	اِنَّ	هٰذَا	لَهُوَ	الْبَلٰٓؤُا	الْمُبِيْنُ ﴿١٠٦﴾	وَ	فَدَيْنٰهُ	بِذِبْحٍ
بدلہ دیتے ہیں	نیکوکاروں کو	بیشک	یہ	البتہ وہ	آزمائش	کھلی	اور	ہم نے اس کا فدیہ دیا	ایک ذبیحہ

اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ ﴿١٠٥﴾ بیشک یہ کھلی آزمائش تھی۔ ﴿١٠٦﴾ اور ہم نے ایک خوب صحت مند جانور اُن کے

ہے کیونکہ وہی منعم حقیقی ہے اور وہی اپنے بندوں کی دعائیں قبول کرتا ہے، نیز اس میں حضرت نوح علیہ السلام کی تعریف بھی ہوگئی کہ انہوں نے صرف ہم ہی کو پکارا، ہمارے علاوہ کسی اور کو نہیں پکارا۔ ﴿٧٦﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ کو "بڑے رنج" سے نجات عطا فرمائے جانے کا بیان ہوا ہے، ایک پیغمبر کے لیے اس سے زیادہ رنج کی بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ ساڑھے نو صدیاں ایک قوم پر محنت کرے اور گنتی کے چند لوگوں کے علاوہ ان پر کوئی ایمان نہ لائے پھر وہ قوم عذاب کا شکار ہوجائے، اللہ تعالیٰ نے انہیں قوم کے ایمان نہ لانے کے رنج سے بھی بچالیا اور قوم جس عذاب میں مبتلا ہوئی، اس عذاب سے بھی انہیں بچالیا۔ ﴿٧٧﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کو آئندہ آنے والی انسانی نسل کی بقا کا سبب اور ذریعہ قرار دیا گیا ہے کہ طوفان نوح کے بعد زمین پر کوئی اور قوم آباد نہ تھی، حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہی انسانوں کی نسل کا سلسلہ آگے چلا اور بڑھا، چنانچہ آج پوری دنیا میں بکھرے ہوئے تمام انسانوں کا نسب نامہ حضرت نوح علیہ السلام سے جا کر ملتا ہے، اسی وجہ سے انہیں "ابوالبشر ثانی" بھی کہا جاتا ہے۔ ﴿٧٨﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر خیر بعد میں آنے والے لوگوں میں جاری فرمانا بیان کیا گیا ہے، چنانچہ آج سینکڑوں اور ہزاروں سال بعد بھی ان کا نام نہایت عزت واحترام اور مکمل ادب کے ساتھ لیا جاتا ہے، انسان کے مرنے کے بعد اس کا ذکر خیر جاری رہنا بڑی نعمت ہے۔ ﴿٧٩﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کے ذکر خیر کی ایک صورت بیان کی گئی ہے کہ اہل عالم میں جب بھی ان کا تذکرہ ہوتا ہے، سلامتی اور برکت کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور "علیہ السلام" کہہ کر نہایت عزت و احترام کے ساتھ انہیں یاد کیا جاتا ہے، ورنہ ان کے زمانے کے ہزاروں لوگ اور بھی ہیں جن کے نام سے بھی کوئی واقف نہیں ہے۔ ﴿٨٠﴾ اس آیت مبارکہ میں نیک لوگوں کے حوالے سے سنت اللہ بیان کی گئی ہے کہ ہم نے ہر زمانے میں نیکوکاروں کو اسی طرح کا بدلہ دیا ہے، انہیں آزمائشوں اور مصیبتوں سے بچایا اور لوگوں کی زبانوں پر ان کا ذکر خیر اور دلوں میں احترام پیدا کر دیا۔ ﴿٨١﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ کا بندۂ مومن قرار دیا گیا ہے، اس سے بڑھ کر ان کے ایمان کی تصدیق اور کیا ہوسکتی ہے کہ خود رب العالمین ان کے ایمان کی گواہی دے اور انہیں مومن بندوں میں شامل فرمائے۔ ﴿٨٢﴾ اس آیت مبارکہ میں مجرموں اور ایمان نہ لانے والوں کو پانی میں غرق کر دینے کا ذکر کیا گیا ہے، جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے ان کی نصیحت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور وہ کئی صدیوں تک ان پر محنت کر کے اتمام حجت کر چکے تو اللہ کا عذاب ان کی قوم کی طرف متوجہ ہوا، اہل ایمان بچ گئے اور سارے کافر اور مجرم پانی کے طوفان کی نذر ہوگئے، آج ان کا نام لینے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ ﴿٨٣﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ السلام ہی کی راہ پر چلنے والا قرار دیا گیا ہے، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اسی یکتا پرستی اور توحید کے داعی تھے جس کے لیے حضرت نوح علیہ السلام نے کئی صدیوں تک محنت کی تھی، وہ بھی حضرت نوح علیہ السلام کی طرح کفر وشرک سے سخت بیزار اور اپنی قوم کو نہایت دل سوزی اور خیر خواہی کے ساتھ اس سے روکنے والے تھے، وہ بھی حضرت نوح علیہ السلام کی راہ پر گامزن تھے کیونکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات اصولی عقائد مثلاً توحید و رسالت، قیامت، جنت، جہنم، فرشتے، کتابیں، تقدیر اور دیگر ایمانیات میں بالکل ایک جیسی ہیں، ان میں کسی زمانے میں کوئی اختلاف نہیں رہا، اس لیے ہر نبی نے دوسرے کی تصدیق اور تائید کی ہے، کبھی کسی نبی نے دوسرے نبی کی تکذیب یا تردید نہیں کی۔ ﴿٨٤﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے "قلب سلیم" کی فضیلت ذکر کی گئی ہے

عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾

عَظِيْمٍ ۞	وَ	تَرَكْنَا	عَلَيْهِ	فِي	الْاٰخِرِيْنَ ۞	سَلٰمٌ	عَلٰٓى	اِبْرٰهِيْمَ ۞
خوب صحت مند	اور	چھوڑ دیا ہم نے	اس پر	بیچ	پچھلوں کے	سلام ہو	پر	ابراہیم کے

فدیے میں دیدیا۔ ۱۰۷ اور بعد میں آنے والوں میں ہم نے ابراہیم کا تذکرہ باقی رکھا۔ ۱۰۸ کہ سلام ہو ابراہیم پر۔ ۱۰۹

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

كَذٰلِكَ	نَجْزِي	الْمُحْسِنِيْنَ ۞	اِنَّهٗ	مِنْ	عِبَادِنَا	الْمُؤْمِنِيْنَ ۞
اسی طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں	نیکوکاروں کو	بیشک وہ	سے	ہمارے بندوں کے	ایمان والے

ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ ۱۱۰ بیشک وہ ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھے۔ ۱۱۱

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى

وَ	بَشَّرْنٰهُ	بِاِسْحٰقَ	نَبِيًّا	مِّنَ	الصّٰلِحِيْنَ ۞	وَ	بٰرَكْنَا	عَلَيْهِ	وَ	عَلٰٓى
اور	ہم نے اسے بشارت دی	اسحاق کی	نبی کی	سے	نیکوکاروں کے	اور	برکت دی ہم نے	اس پر	اور	پر

اور ہم نے اُنہیں اسحاق کی بشارت دی کہ وہ نبی ہوگا اور نیکوکاروں میں سے ہوگا۔ ۱۱۲ اور ہم نے اُنہیں اور اسحاق کو

اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع وَلَقَدْ

اِسْحٰقَ ؕ	وَ	مِنْ	ذُرِّيَّتِهِمَا	مُحْسِنٌ	وَّ	ظَالِمٌ	لِّنَفْسِهٖ	مُبِيْنٌ ۞	وَ	لَقَدْ
اسحاق کے	اور	سے	ان دونوں کی اولاد کے	نیکی کرنے والا	اور	ظلم کرنے والا	اپنی جان پر	کھلا	اور	البتہ یقیناً

برکت دی، اور اُن دونوں کی اولاد میں بعض نیکوکار اور بعض اپنی جان پر کھلا ظلم کرنے والے ہیں۔ ۱۱۳ اور یقیناً

مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ ج وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ

مَنَنَّا	عَلٰى	مُوْسٰى	وَ	هٰرُوْنَ ۞	وَ	نَجَّيْنٰهُمَا	وَ	قَوْمَهُمَا	مِنَ	الْكَرْبِ
احسان کیا ہم نے	پر	موسیٰ کے	اور	ہارون کے	اور	نجات دی ہم نے ان دونوں کو	اور	ان کی قوم کو	سے	تکلیف کے

ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا۔ ۱۱۴ اور ہم نے اُن دونوں اور اُن کی قوم کو بڑی تکلیف سے نجات

الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ ج وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ ج وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ

الْعَظِيْمِ ۞	وَ	نَصَرْنٰهُمْ	فَكَانُوْا	هُمُ	الْغٰلِبِيْنَ ۞	وَ	اٰتَيْنٰهُمَا	الْكِتٰبَ
بہت بڑی	اور	ہم نے ان کی مدد کی	سو رہے	وہی	غالب آنے والے	اور	ہم نے دی ان دونوں کو	کتاب

عطا فرمائی۔ ۱۱۵ اور ہم نے اُن کی مدد کی، سو وہی غالب رہے۔ ۱۱۶ اور ہم نے اُنہیں واضح کتاب

ع ۳ ۳۹ ۷

کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ اعزاز بخشا اور اپنی آخری کتاب میں ان کے ''قلب سلیم'' کی تعریف فرمائی، قلب سلیم سے مراد دل کی ایسی حالت ہے جس میں کوئی اعتقادی یا اخلاقی بیماری نہ پائی جائے، چنانچہ وہ ہر قسم کے کفر و شرک، حسد، کینہ، عداوت اور احکام الٰہی میں شک و شبہ کے آثار سے بالکل محفوظ ہو، نیز اس دل سے دنیا کی محبت کو نکال کر اس میں اللہ کی محبت کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا ہو، حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کیفیات میں نہایت ممتاز مقام رکھتے تھے اس لیے بطور فضیلت ان کے لیے ''قلب سلیم'' کا ذکر کیا گیا۔ ۸۵ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد اور قوم سے بت پرستی کے حوالے سے مکالمہ ذکر کیا گیا ہے، انہوں نے اپنی دعوت اور نصیحت کا آغاز اپنے والد سے کیا اور اس کے بعد اپنی قوم کو بھی اس میں شامل فرمالیا، چونکہ وہ بت پرستی سے سخت بیزار تھے اس لیے انہوں نے اپنی قوم کو شرک و بت پرستی کی دلدل سے نکالنے کے لیے نہایت آسان اور عقل کے قریب تر دلائل سے استدلال کیا۔ ۸۶ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم سے ان کے مفروضہ معبودوں کے متعلق سوال ذکر کیا گیا ہے کہ تم لوگ دن رات جن بتوں کی عبادت میں لگے رہتے ہو، آخر مجھے بھی تو ان کی کچھ حقیقت سمجھاؤ، یہ کیا چیزیں ہیں؟ کیا تم لوگ اپنے ہاتھوں سے بتوں کو تراش کر انہیں اللہ کی طرح عبادت کا مستحق سمجھتے ہو؟ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان بتوں کی محبت اپنے دلوں میں پال رہے ہو؟ کیا تم اللہ کو بھلا کر غیر اللہ کے پیچھے لگ گئے ہو؟ تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ۸۷ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم سے رب العالمین کے متعلق سوال ذکر کیا گیا ہے کہ اے میری قوم! رب العالمین کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا تم اس کے وجود کے حوالے سے شکوک و شبہات کا شکار ہو؟ کیا تم اس کی توحید اور عظمت سے بے خبر ہو؟ کیا تم اس کی قدرت اور دیگر صفات سے واقف نہیں ہو؟ کیا تم اسے لائق پرستش نہیں سمجھتے؟ لکڑی اور پتھر کے ان بے جان اور تراشیدہ بتوں کو عبادت کے قابل سمجھتے ہو، رب العالمین کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا وہ سب سے بڑھ کر عبادت کے لائق نہیں ہے؟ کیا اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانا کائنات کا سب سے بڑا ظلم نہیں ہے؟ ۸۸ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں کی چال پر ایک نظر ڈالنا بیان کیا گیا ہے، یہ اس وقت ہوا جب ان کی قوم نے انہیں اپنے ساتھ سالانہ تہوار اور میلے میں شرکت کی دعوت دی، لوگوں کے ذہن میں یہ خیال تھا کہ جب ابراہیم ہمارے ساتھ تفریح کے لیے جائیں گے اور سامان تفریح سے لطف اندوز ہوں گے تو ان کا دل بہل جائے گا اور وہ جو ہر وقت ہمارے معبودوں کی عاجزی اور بے بسی ظاہر کرتے رہتے ہیں، اس سے ان کا ذہن ہٹ جائے گا، آب و ہوا کی تبدیلی بھی ان پر اثر انداز ہوگی، یہی وجہ ہے کہ آج بھی لوگ ذہنی یکسوئی اور آسودگی حاصل کرنے کے لیے تفریحی مقامات کا رخ کرتے ہیں، لیکن ان نادانوں کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس بلند نصب العین کی تکمیل کے لیے مامور کیے گئے تھے، اس کے سامنے ان تہواروں اور میلوں کی کوئی حقیقت نہیں تھی اور اس سے انہیں ذہنی یکسوئی اور آسودگی حاصل ہونے کی بجائے مزید کوفت ہوتی تھی، اس لیے انہوں نے قوم کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور اس کے لیے شائستہ رویہ اختیار کیا، اگر وہ صاف لفظوں میں انکار کرتے تو ممکن ہے کہ اسے کوئی دوسرا رنگ دیا جاتا، لیکن انہوں نے شائستگی کے ساتھ معذرت کی اور یوں ظاہر کیا کہ جیسے ستاروں کی چال دیکھ کر اندازہ لگا رہے ہوں کہ اس وقت میلے میں جانا میرے لیے فائدہ مند ہوگا یا نہیں؟ جس کا منشا صرف یہ تھا کہ وہ اپنی قوم کے تہوار میں شرکت سے بچ جائیں اور ان کی قوم نے یہ سمجھا کہ شاید وہ ستاروں کی چال سے اندازہ لگا رہے ہیں، کیونکہ قوم ستاروں کی

الْمُسْتَبِيْنَ ﴿١١٧﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١١٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي

الْمُسْتَبِيْنَ ﴿١١٧﴾	وَ	هَدَيْنٰهُمَا	الصِّرَاطَ	الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١١٨﴾	وَ	تَرَكْنَا	عَلَيْهِمَا	فِيْ
واضح	اور	ہم نے ان دونوں کی رہنمائی کی	راستے کی	سیدھے	اور	چھوڑ دیا ہم نے	ان دونوں پر	میں

عطا فرمائی۔ ۱۱۷ اور ہم نے سیدھے راستے کی طرف اُن دونوں کی رہنمائی فرمائی۔ ۱۱۸ اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں اُن دونوں کا

الْاٰخِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي

الْاٰخِرِيْنَ ﴿١١٩﴾	سَلٰمٌ	عَلٰى	مُوْسٰى	وَ	هٰرُوْنَ ﴿١٢٠﴾	اِنَّا	كَذٰلِكَ	نَجْزِي
پچھلوں کے	سلام ہو	پر	موسیٰ کے	اور	ہارون کے	بیشک ہم	اسی طرح	بدلہ دیتے ہیں

تذکرہ باقی رکھا۔ ۱۱۹ کہ سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر۔ ۱۲۰ بیشک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٢﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢١﴾	اِنَّهُمَا	مِنْ	عِبَادِنَا	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٢﴾	وَ	اِنَّ	اِلْيَاسَ	لَمِنَ
نیکوکاروں کو	بیشک وہ دونوں	سے	ہمارے بندوں کے	ایمان والے	اور	بیشک	الیاس	البتہ سے

بدلہ دیتے ہیں۔ ۱۲۱ بیشک وہ دونوں ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھے۔ ۱۲۲ اور بیشک الیاس بھی

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾	اِذْ	قَالَ	لِقَوْمِهٖٓ	اَلَا	تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾	اَتَدْعُوْنَ	بَعْلًا	وَّ	تَذَرُوْنَ
پیغمبروں کے	جب	کہا اس نے	اپنی قوم سے	کیا نہیں	تم ڈرتے	کیا تم پکارتے ہو	بعل کو	اور	چھوڑ دیتے ہو

پیغمبروں میں سے تھے۔ ۱۲۳ اُس وقت کو یاد کیجئے جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ ۱۲۴ کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور سب سے بہترین

اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿١٢٥﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٢٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ

اَحْسَنَ	الْخَالِقِيْنَ ﴿١٢٥﴾	اللّٰهَ	رَبَّكُمْ	وَ	رَبَّ	اٰبَآئِكُمُ	الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٢٦﴾	فَكَذَّبُوْهُ
سب سے بہترین	پیدا کرنے والوں میں	اللہ کو	تمہارا رب	اور	رب	تمہارے باپوں کا	پہلے والے	سو انہوں نے جھٹلایا اسے

خالق کو چھوڑ دیتے ہو؟ ۱۲۵ یعنی اللہ کو جو تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے آباؤ اجداد کا بھی رب ہے۔ ۱۲۶ سو اُنہوں نے الیاس کی تکذیب کی،

فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٢٧﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ

فَاِنَّهُمْ	لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٢٧﴾	اِلَّا	عِبَادَ	اللّٰهِ	الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٢٨﴾	وَ	تَرَكْنَا	عَلَيْهِ
تو بیشک وہ	البتہ حاضر کئے جائیں گے	سوائے	بندوں کے	اللہ کے	چنے ہوئے	اور	ہم نے چھوڑ دیا	اس پر

چنانچہ اُنہیں بھی پکڑ کر حاضر کیا جائے گا۔ ۱۲۷ سوائے اللہ کے چُنے ہوئے بندوں کے۔ ۱۲۸ اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں

چال پر یقین رکھتی تھی۔ ۸۹ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی علالت اور ناسازی طبع کا ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے میلے میں شرکت سے معذرت کی وجہ یہ بیان کی کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، میں تمہارے ساتھ نہیں جاسکتا، کیونکہ تفریحی مقامات اور تفریحات میں شرکت کا جو مقصد ہے، وہ تمہارے ساتھ جانے سے مجھے حاصل نہ ہوگا، میں تو تمہارے کفر و شرک اور بت پرستی کے گھٹن زدہ ماحول سے یہیں اس قدر بوجھل ہوں، وہاں جاکر تو اس میں مزید اضافہ ہوجائے گا اور میری طبیعت بحال ہونے کی بجائے مزید بوجھل ہوجائے گی، اس لیے تمہارے ساتھ جانے کو میرا دل نہیں چاہتا، قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس جملے کو کسی جسمانی عارضے پر محمول کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا دوسرا معنی مراد لیا، اہل علم اسے "توریہ" کہتے ہیں، بوقت ضرورت جھوٹ سے بچنے کے لیے "توریہ" کرنا شرعاً جائز ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے ضرورت یہ تھی کہ قوم کے سامنے ان کے بتوں کی بے بسی اور عاجزی اس طرح ظاہر کی جائے کہ وہ خود اپنی زبان سے اپنی غلطی کا اقرار کرنے پر مجبور ہوجائیں، اس کے لیے یہ بہترین موقع تھا کہ ساری قوم میلے میں جارہی تھی، سو انہوں نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ ۹۰ اس آیت مبارکہ میں قوم کا اپنے تہوار اور میلے میں شرکت کے لیے جانا مذکور ہوا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شرکت سے معذرت کرلی تو وہ لوگ انہیں بیمار سمجھ کر ان کے گھر میں چھوڑ کر چلے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں اکیلے رہ گئے۔ ۹۱ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے علاقے کے بت خانے میں جانا اور بتوں سے خطاب فرمانا بیان کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو مخاطب بنانا اس بنا پر نہیں تھا کہ وہ انہیں ذی روح یا باشعور سمجھتے تھے، بلکہ یہ استہزاء کے طور پر تھا کہ کیا بات ہے؟ تم لوگ کچھ کھاتے پیتے نہیں ہو؟ تمہارے سامنے اتنے چڑھاوے اور نذرانے موجود ہیں لیکن تم ان کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا رہے ہو؟ ۹۲ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ان بتوں سے دوسرا سوال مذکور ہے کہ کیا تمہارے منہ میں زبان نہیں ہے؟ تم بولتے کیوں نہیں ہو؟ تمہاری شکل وصورت انسانوں جیسی ہے تو پھر تمہیں انسانوں کی طرح بولنا بھی چاہیے، اگر تم انسانوں کی طرح بول نہیں سکتے تو یہ اس کاریگر کا اناڑی پن ہے کہ جس نے تمہاری شکل وصورت تو بنادی، لیکن اس کے لوازمات اور تقاضے پورے نہ کرسکا، ایسے کمزور عابد اور معبود؟ ۹۳ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے دائیں ہاتھ سے ان بتوں کو توڑ دینا مذکور ہوا ہے، دائیں ہاتھ کا ذکر اس لیے فرمایا کہ عام طور پر طاقت کے کاموں میں اسی کو استعمال کیا جاتا ہے اور بایاں ہاتھ بطور معاون کے استعمال ہوتا ہے اور بتوں کو توڑنے کی وجہ ان کے پجاریوں پر یہ ثابت کرنا ہے کہ جو معبود اس قدر عاجز اور بے بس ہو کہ خود اپنا بچاؤ نہ کرسکے، وہ تمہاری حفاظت کیا خاک کرے گا؟ ۹۴ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا میلے سے واپسی پر اپنے بتوں کی حالت زار دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو طلب کرنا اور ان سے باز پرس کرنا مذکور ہے، جس کا مفصل تذکرہ سورۂ انبیاء میں ہوچکا ہے۔ ۹۵ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قوم سے سوال کرنا مذکور ہوا ہے کہ تم لوگ اس فکر میں پڑے ہو کہ ان بتوں کو کس نے توڑا؟ اس بات پر تم غور کیوں نہیں کرتے کہ جس مجسمے کو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے تراشا ہے، وہ عبادت اور پوجا کا مستحق کیسے ہوگیا؟ ۹۶ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک دوسرا نکتہ اٹھایا ہے کہ تم بھی مخلوق ہو اور تم نے جو کچھ بنا رکھا ہے، وہ بھی مخلوق ہے، گویا مخلوق ہونے میں تم اور تمہاری ہر کاریگری برابر ہے، تو کیا ایک مخلوق کو دوسری مخلوق کی عبادت کرنی چاہیے؟ کیا خالق کو چھوڑ کر مخلوق کے

فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٢٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿١٣٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي

فِي	الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٢٩﴾	سَلٰمٌ	عَلٰٓى	اِلْ يَاسِيْنَ ﴿١٣٠﴾	اِنَّا	كَذٰلِكَ	نَجْزِي
بیچ	پچھلوں کے	سلام ہو	پر	الیاس کے	بیشک ہم	اسی طرح	بدلہ دیتے ہیں ہم

اُن کا تذکرہ باقی رکھا۔ ۱۲۹ کہ الیاس پر سلام ہو۔ ۱۳۰ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣١﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٢﴾ وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣١﴾	اِنَّهٗ	مِنْ	عِبَادِنَا	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٢﴾	وَ	اِنَّ	لُوْطًا	لَمِنَ
نیکوکاروں کو	بیشک وہ	سے	ہمارے بندوں کے	ایمان والے	اور	بیشک	لوط	البتہ سے

بدلہ دیا کرتے ہیں۔ ۱۳۱ بیشک وہ ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھے۔ ۱۳۲ اور بیشک لوط بھی

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٣﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٣٤﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٣﴾	اِذْ	نَجَّيْنٰهُ	وَ	اَهْلَهٗٓ	اَجْمَعِيْنَ ﴿١٣٤﴾	اِلَّا	عَجُوْزًا	فِي
پیغمبروں کے	جب	ہم نے نجات دی اسے	اور	اس کے گھر والوں کو	سب کو	سوائے	ایک بڑھیا کے	بیچ

پیغمبروں میں سے تھے۔ ۱۳۳ اُس وقت کو یاد کیجیے جب ہم نے انہیں اور اُن کے تمام اہلِ خانہ کو نجات عطا فرمائی۔ ۱۳۴ سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے

الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٣٥﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٣٦﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ

الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٣٥﴾	ثُمَّ	دَمَّرْنَا	الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٣٦﴾	وَ	اِنَّكُمْ	لَتَمُرُّوْنَ	عَلَيْهِمْ
پیچھے رہنے والوں کے	پھر	جڑ سے اکھاڑ دیا ہم نے	دوسروں کو	اور	بیشک تم	البتہ گذرتے ہو	ان پر

والوں میں تھی۔ ۱۳۵ پھر ہم نے باقی لوگوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ ۱۳۶ اور بیشک تم صبح کے وقت اُن پر سے

مُّصْبِحِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَبِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٣٨﴾ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ

مُّصْبِحِيْنَ ﴿١٣٧﴾	وَ	بِالَّيْلِ	اَفَلَا	تَعْقِلُوْنَ ﴿١٣٨﴾	وَ	اِنَّ	يُوْنُسَ	لَمِنَ
صبح کرنے والے	اور	رات کو	تو کیا نہیں	تم عقل رکھتے	اور	بیشک	یونس	البتہ سے

گذرتے ہو۔ ۱۳۷ اور رات کو بھی، تو کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ ۱۳۸ اور بیشک یونس بھی پیغمبروں

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١٤٠﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٩﴾	اِذْ	اَبَقَ	اِلَى	الْفُلْكِ	الْمَشْحُوْنِ ﴿١٤٠﴾	فَسَاهَمَ	فَكَانَ	مِنَ
پیغمبروں کے	جب	بھاگا وہ	طرف	کشتی کے	بھری ہوئی	سو قرعہ اندازی کی	تو ہو گیا وہ	سے

میں سے تھے۔ ۱۳۹ اُس وقت کو یاد کیجیے جب وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے۔ ۱۴۰ پھر قرعہ اندازی کروائی تو وہی

پیچھے لگ جانا دانشمندی ہے؟ ۹۸ اس آیت مبارکہ میں قوم ابراہیم کا حضرت ابراہیم ﷺ کو آگ کے الاؤ میں ڈال دینے پر اتفاق کرنا مذکور ہوا ہے، کیونکہ ہر زمانے میں جہلاء کا شیوہ رہا ہے کہ وہ دلیل کا جواب دلیل سے دینے کی بجائے بدزبانی، بدتہذیبی، ناشائستگی، ریاستی جبر و تشدد، ظلم اور ناانصافی سے دیا کرتے ہیں، وہ لوگ بھی جب حضرت ابراہیم ﷺ کی معقول باتوں کا جواب نہیں دے سکے تو تشدد پر اتر آئے اور یہ فیصلہ کرلیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلایا جائے، لیکن اللہ جسے رکھے، اسے کون چکھے، چنانچہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اس آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی والا بنادیا جیسا کہ سورۂ انبیاء میں مفصل گزرا۔ ۹۸ اس آیت مبارکہ میں قوم ابراہیم کی سازشوں کا ناکام ہونا بیان کیا گیا ہے اور یہ کیسے ممکن تھا کہ خلیل اللہ کے مقابلے میں اعداء اللہ کی سازشیں اور ان کے منصوبے کامیاب ہوجاتے، اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی بھڑکائی ہوئی آگ کے الاؤ سے صحیح سلامت باہر نکل آئے اور آگ نے ان کا ایک بال بھی نہیں جلایا۔ ۹۹ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ارادۂ ہجرت بیان کیا گیا ہے کیونکہ ان کی قوم اتنا
ع ۴ ۲۵ ۸ بڑا معجزہ دیکھ کر بھی ان پر ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ہوئی کہ وہ کس طرح آگ کے الاؤ سے زندہ بچ کر نکل آئے، اس لیے انہوں نے یہ سوچا کہ اب کہیں اور جاکر محنت کرنی چاہیے، شاید کوئی دوسری قوم میری دعوت کا اثر قبول کرلے اور اسے راہ ہدایت نصیب ہوجائے، چنانچہ وہ ملک شام کی طرف ہجرت کر گئے۔ ۱۰۰ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے اولاد صالح کی دعا کرنا بیان ہوا ہے، جو لوگ اب تک نعمت اولاد کے منتظر ہوں انہیں اس دعا کا اہتمام کرنا چاہیے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اب تک نعمت اولاد کے منتظر تھے، ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے اسباب فراہم کردیے، شاہ مصر کی صاحبزادی ہاجرہ ان کے عقد میں آگئیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام جیسا فرزند صالح عطا فرمادیا، یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ انسان کے لیے صرف اولاد ضروری نہیں ہے، بلکہ صالح اولاد ضروری ہے کیونکہ اگر اولاد تو ہو، لیکن صالح نہ ہو تو انسان کے لیے اس کی اذیت اولاد نہ ہونے کی اذیت سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے، جبکہ صالح اولاد اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ ۱۰۱ اس آیت مبارکہ میں اولاد کے حوالے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہونے کا ذکر کیا گیا ہے اور انہیں دو خوشخبریاں دی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایک بیٹا عطا فرمائے گا اور دوسری یہ کہ وہ بیٹا نہایت بردبار، باوقار اور دھیمے مزاج کا ہوگا، مستند مفسرین اور محققین اس بات پر متفق ہیں کہ اس خوشخبری کا مصداق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلوٹھی کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام، یہ بات اس حد تک یقینی ہے کہ اسے مسلمات میں شامل کرکے اس کے صحیح ہونے پر تواتر کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے، چنانچہ متعدد اہل علم نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح اللہ ہونے پر مضبوط دلائل سے استدلال کیا ہے، ان میں سے چند دلائل اختصار کے ساتھ یہاں بھی درج کیے جاتے ہیں۔ (الف) تورات پہلوٹھی کے بچے کی قربانی کو اہمیت اور فضیلت اور قبولیت کی سند دیتی ہے، ساری دنیا جانتی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام پہلوٹھی کے فرزند تھے، نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام، لہٰذا قربانی بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہوئی تھی نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی۔ (ب) جب حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری دی گئی تو ان کے ساتھ ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت دے کر ان کی نسل جاری رہنے کی تسلی دی گئی، اگر حضرت اسحاق علیہ السلام کو ہی ذبح کرنے کا حکم دیا جاتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر عمل کرنے میں غیر یقینی کیفیت کا شکار ہوجاتے کہ ایک طرف تو ان کی نسل چلانے کا وعدہ کیا جارہا ہے، دوسری

الْمُدْحَضِينَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ

الْمُدْحَضِيْنَ ﴿١٤١﴾	فَالْتَقَمَهُ	الْحُوْتُ	وَ	هُوَ	مُلِيْمٌ ﴿١٤٢﴾	فَلَوْلَآ	اَنَّهُ	كَانَ	مِنَ
قصور کرنے والوں کے	سولقمہ بنالیا اسے	مچھلی نے	اور	وہ	ملامت والا	سو اگر نہ	یہ کہ بیشک	ہوتا وہ	سے

مغلوب ٹھہرے۔ ۱۴۱ چنانچہ مچھلی نے انہیں اپنا لقمہ بنالیا، اور وہ خود کو ملامت کرنے والے ہو گئے۔ ۱۴۲ پھر اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے

الْمُسَبِّحِينَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَ

الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿١٤٣﴾	لَلَبِثَ	فِيْ	بَطْنِهٖ	اِلٰى	يَوْمِ	يُبْعَثُوْنَ ﴿١٤٤﴾	فَنَبَذْنٰهُ	بِالْعَرَآءِ	وَ
تسبیح کرنے والوں کے	البتہ ٹھہرتا	بیچ	اس کے پیٹ کے	تک	دن کے	دوبارہ اٹھائے جائیں گے	سوہم نے اسے ڈال دیا	چٹیل میدان میں	اور

نہ ہوئے ہوتے۔ ۱۴۳ تو دوبارہ زندہ ہونے کے دن تک مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے۔ ۱۴۴ پھر ہم نے انہیں ایک چٹیل میدان میں ڈال دیا،

هُوَ سَقِيمٌ ﴿١٤٥﴾ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ ﴿١٤٦﴾ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ

هُوَ	سَقِيْمٌ ﴿١٤٥﴾	وَ	اَنْۢبَتْنَا	عَلَيْهِ	شَجَرَةً	مِّنْ	يَّقْطِيْنٍ ﴿١٤٦﴾	وَ	اَرْسَلْنٰهُ	اِلٰى
وہ	بیمار	اور	ہم نے اگا دیا	اس پر	ایک درخت	سے	بیل دار کے	اور	ہم نے اسے بھیجا	طرف

جبکہ وہ بیمار تھے۔ ۱۴۵ اور ہم نے اُن پر ایک بیل دار درخت اُگا دیا۔ ۱۴۶ اور ہم نے انہیں ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ لوگوں کی

مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ﴿١٤٧﴾ فَآمَنُوا فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿١٤٨﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ

مِائَةِ اَلْفٍ	اَوْ	يَزِيْدُوْنَ ﴿١٤٧﴾	فَاٰمَنُوْا	فَمَتَّعْنٰهُمْ	اِلٰى	حِيْنٍ ﴿١٤٨﴾	فَاسْتَفْتِهِمْ
ایک لاکھ کے	یا	زیادہ تھے وہ	سوایمان لے آئے وہ	تو فائدہ دیا ہم نے انہیں	تک	ایک وقت کے	سو تُو ان سے پوچھ

طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔ ۱۴۷ چنانچہ وہ لوگ ایمان لے آئے اور ہم نے انہیں ایک مقررہ وقت تک فائدہ پہنچایا۔ ۱۴۸ سو آپ ان سے پوچھیے

أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ﴿١٤٩﴾ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ

اَلِرَبِّكَ	الْبَنٰتُ	وَ	لَهُمُ	الْبَنُوْنَ ﴿١٤٩﴾	اَمْ	خَلَقْنَا	الْمَلٰٓئِكَةَ	اِنَاثًا	وَّ	هُمْ
کیا تیرے رب کیلئے	بیٹیاں	اور	ان کیلئے	بیٹے	کیا	ہم نے پیدا کیا	فرشتوں کو	عورتیں	اور	وہ

کہ کیا آپ کے رب کیلئے بیٹیاں ہیں اور ان کیلئے بیٹے ہیں؟ ۱۴۹ کیا ہم نے فرشتوں کو مؤنث بناکر پیدا کیا

شَاهِدُونَ ﴿١٥٠﴾ أَلَا إِنَّهُمْ مِنْ إِفْكِهِمْ لَيَقُولُونَ ﴿١٥١﴾ وَلَدَ اللَّهُ وَإِنَّهُمْ

شٰهِدُوْنَ ﴿١٥٠﴾	اَلَآ	اِنَّهُمْ	مِّنْ	اِفْكِهِمْ	لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٥١﴾	وَلَدَ	اللّٰهُ	وَ	اِنَّهُمْ
دیکھنے والے	آگاہ رہو	کہ بیشک وہ	سے	ان کے جھوٹ کے	البتہ وہ کہتے ہیں	اولاد بنائی	اللہ نے	اور	بیشک وہ

تو وہ دیکھ رہے تھے؟ ۱۵۰ آگاہ رہو کہ یہ اُن کی گھڑی ہوئی بات ہے جو وہ کہتے ہیں۔ ۱۵۱ کہ اللہ نے اولاد بنا رکھی ہے، اور بیشک وہ

طرف انہی کو ذبح کرنے کا حکم دیکر اس کی توقع ختم کی جارہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا ہونا ممکن نہیں ہے، لہٰذا ثابت ہو گیا کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح اللہ نہیں ہیں۔ (ج) اگر زیر تذکرہ آیت میں ''غلام حلیم'' کا مصداق حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں اور وہی ذبیح اللہ ہیں تو پھر آیت نمبر ۱۱۲ میں دوبارہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری دینے کا کیا معنی ہے؟ (د) اگر حضرت اسحاق علیہ السلام ''ذبیح اللہ'' ہیں تو ذبح کا واقعہ ''شام'' میں پیش آنا چاہیے تھا، کیونکہ ان کی ولادت اور نشوونما وہیں ہوئی تھی، نہ کہ مکہ مکرمہ میں، جبکہ ذبح کا واقعہ مکہ مکرمہ میں پیش آیا ہے اور وہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام آباد تھے، نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام۔ (ہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو ''دو ذبیحوں کا بیٹا'' قرار دیا ہے، ان میں سے ایک تو ان کے والد گرامی خواجہ عبداللہ تھے جن کا مفصل واقعہ جواہر الحدیث کی چھٹی جلد میں دیکھا جا سکتا ہے، سیرت حلبیہ میں بھی تفصیلات موجود ہیں اور دوسرے ان کے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے، اگر حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ قرار دیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ نبی علیہ السلام کے جد امجد وہی تھے، حالانکہ یہ حقائق اور تواریخ کے برخلاف ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں ''غلام حلیم'' کا مصداق حضرت اسماعیل علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔ ۱۰۲ اس آیت مبارکہ میں ذبح اسماعیل سے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ مشہور خواب بیان کیا گیا ہے جو انہوں نے آٹھ ذی الحجہ کی رات کو دیکھا تھا کہ وہ اپنے پہلوٹھی کے بیٹے اسماعیل کو ذبح کر رہے ہیں، چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے اس لیے وہ شرعی حجت ہوتا ہے، خواب سے بیدار ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ انہیں اپنے صاحبزادے کی قربانی کا حکم دیا گیا ہے، اس حکم کی تعمیل کے لیے انہوں نے اپنے صاحبزادے کو اعتماد میں لیا، یہ وہی تھا جسے انہوں نے بڑی دعاؤں اور آرزوؤں سے حاصل کیا تھا، اس بچے کا کوئی قصور بھی نہ تھا، اور وہ اس وقت تک احکام شرعیہ کا مکلف بھی نہیں ہوا تھا، خود حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی کوئی ایسا جرم سرزد نہیں ہوا تھا جس کا کفارہ ان کے لیے بیٹے کی قربانی کو مقرر کیا گیا ہو، لیکن سلام ہو ان باپ بیٹے کی عظمت پر کہ ان میں سے کسی نے بھی چوں تک نہیں کی، باپ نے خواب سنایا اور بیٹے نے ان کی ہمت بندھائی اور عرض کیا کہ ابا جان! آپ کو جو حکم ملا ہے، اس پر عمل کر گزریں، میں ہر طرح حاضر خدمت ہوں، اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ ۱۰۳ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کا حکم الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا مذکور ہوا ہے، کہ دونوں باپ بیٹا حکم الٰہی کی تعمیل کے لیے تیار ہو گئے، باپ نے چھری پکڑی اور بیٹے نے مشورہ دیا کہ آپ مجھے گدی کے بل لٹانے کی بجائے پیشانی کے بل لٹائیں تاکہ میرا چہرہ بوقت ذبح آپ کے سامنے نہ ہو اور چھری چلانے میں کوئی دشواری نہ ہو، زمین و آسمان اور ان میں رہنے بسنے والی مخلوق کے لیے یہ منظر نہایت حیران کن تھا، انہیں باپ بیٹے کے صبر اور حوصلے پر تعجب ہو رہا تھا، سب ہی فکر مند تھے کہ اب کیا ہوگا؟ اور اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ''تعاون'' کی کوئی پیشکش بھی نہیں کی جا سکتی تھی کیونکہ سب جانتے تھے کہ حکم الٰہی کی تعمیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کسی تعاون کی احتیاج نہیں ہو سکتی، اس لیے سب خاموشی کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے تھے، یہاں تک کہ حق تعالیٰ کی رحمت جوش میں آ گئی۔ ۱۰۴ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کا نام لیکر پکارنا مذکور ہوا ہے، جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے نہایت سعادت اور فضیلت کی بات تھی کہ خود رب العالمین نے انہیں ان کا نام لیکر یاد فرمایا۔ ۱۰۵ اس آیت مبارکہ کے دو جز ہیں، پہلے جز کا تعلق گزشتہ آیت سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کا نام لیکر آواز دی کہ ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا

لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ

لَكٰذِبُوْنَ	اَصْطَفَى	الْبَنَاتِ	عَلَى	الْبَنِيْنَ	مَا	لَكُمْ	كَيْفَ
البتہ جھوٹے	کیا چن لیں اس نے	بیٹیاں	پر	بیٹوں کے	کیا ہوا	تمہیں	کیسا

جھوٹے ہیں۔ ﴿۱۵۳﴾ کیا اللہ نے بیٹوں پر بیٹیوں کو منتخب فرمایا ہے؟ ﴿۱۵۴﴾ تمہیں کیا ہوگیا؟ تم کیسا

تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ

تَحْكُمُوْنَ	اَفَلَا	تَذَكَّرُوْنَ	اَمْ	لَكُمْ	سُلْطٰنٌ	مُّبِيْنٌ	فَاْتُوْا	بِكِتٰبِكُمْ
فیصلہ کرتے ہو تم	تو کیا نہیں	تم غور کرتے	کیا	تمہارے لئے	کوئی دلیل	واضح	تو لے آؤ تم	اپنی کتاب

فیصلہ کرتے ہو؟ ﴿۱۵۵﴾ کیا تم غور وفکر نہیں کرتے؟ ﴿۱۵۶﴾ کیا تمہارے پاس کوئی کھلی دلیل ہے؟ ﴿۱۵۷﴾ تو تم اپنی کتاب لے آؤ

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ

اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ	وَجَعَلُوْا	بَيْنَهٗ	وَ	بَيْنَ	الْجِنَّةِ	نَسَبًا	وَ	لَقَدْ
اگر	تم ہو	سچے	اور بنایا انہوں نے	درمیان اس کے	اور	درمیان	جنوں کے	رشتہ داری	اور	البتہ یقیناً

اگر تم سچے ہو۔ ﴿۱۵۸﴾ اور انہوں نے اللہ کے اور جنات کے درمیان رشتہ داری مقرر کی ہے، حالانکہ

عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

عَلِمَتِ	الْجِنَّةُ	اِنَّهُمْ	لَمُحْضَرُوْنَ	سُبْحٰنَ	اللّٰهِ	عَمَّا	يَصِفُوْنَ
جان چکے	جنات	کہ بیشک وہ	البتہ حاضر کئے جائیں گے	پاک ہے	اللہ	اس سے جو	بیان کرتے ہیں وہ

جنات بھی جانتے ہیں کہ اُنہیں پکڑ کر پیش کیا جائے گا۔ ﴿۱۵۸﴾ اللہ اُن چیزوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ ﴿۱۵۹﴾

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ

اِلَّا	عِبَادَ	اللّٰهِ	الْمُخْلَصِيْنَ	فَاِنَّكُمْ	وَ	مَا	تَعْبُدُوْنَ	مَآ	اَنْتُمْ	عَلَيْهِ
مگر	بندے	اللہ کے	چنے ہوئے	تو بیشک تم	اور	وہ جو	تم پوجتے ہو	نہیں	تم	اس پر

سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے۔ ﴿۱۶۰﴾ کیونکہ تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ ﴿۱۶۱﴾ اُس کے خلاف کسی کو بہکا

بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ

بِفٰتِنِيْنَ	اِلَّا	مَنْ	هُوَ	صَالِ	الْجَحِيْمِ	وَ	مَا	مِنَّآ	اِلَّا	لَهٗ	مَقَامٌ
بہکانے والے	مگر	وہ جو	ہو	داخل ہونے والا	جہنم میں	اور	نہیں	ہم میں سے	مگر	اس کیلئے	ٹھکانہ

نہیں سکتے ہو۔ ﴿۱۶۲﴾ سوائے اُس کے جو جہنم میں داخل ہونے والا ہو۔ ﴿۱۶۳﴾ اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کا ٹھکانہ

اور ہمارے حکم پر عمل کر کے تم سرخرو ہو گئے، دوسرے جزو کا تعلق اگلی آیت سے ہے کہ جس طرح ہم نے ان دونوں کو ان کی نیکی کا عمدہ اور بہترین بدلہ دیا، آئندہ بھی ہر نیکی کرنے والے کو ایسا ہی عمدہ اور بہترین بدلہ دیں گے۔ ﴿۱۰۶﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کو کھلی اور بڑی آزمائش قرار دیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ اس سے بڑی آزمائش اور کیا ہوگی کہ ایک باپ کو حکم دیدیا جائے کہ اپنے ننھے معصوم فرزند کے گلے پر چھری چلادے، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام اس امتحان میں سرخرو ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیابی کا پروانہ عطا فرمادیا۔ ﴿۱۰۷﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے فدیے اور بدلے میں "ذبح عظیم" کا بھیجا جانا مذکور ہوا ہے، یہ ایک مینڈھا تھا جسے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا، امام رازیؒ نے نقل کیا ہے کہ ہابیل نے جس مینڈھے کی قربانی پیش کی تھی، اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں چرنے کے لیے چھوڑ دیا تھا، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ اسی مینڈھے کو بھیجا گیا اور اسی اہمیت کے پیش نظر اسے "ذبح عظیم" قرار دیا گیا ہے۔ ﴿۱۰۸﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر بعد میں آنے والے لوگوں میں جاری فرمانا بیان کیا گیا ہے۔ ﴿۱۰۹﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر خیر کی ایک صورت بیان کی گئی ہے کہ اہل عالم میں جب بھی ان کا تذکرہ ہوتا ہے، سلامتی اور برکت کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور "علیہ السلام" کہہ کر نہایت عزت واحترام کے ساتھ انہیں یاد کیا جاتا ہے۔ ﴿۱۱۰﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ کیا گیا ہے کہ ہم نے جیسا بہترین بدلہ اور انعام حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کو دیا، ان کی راہ پر چلنے والے ہر شخص سے ہمارا وعدہ ہے کہ اسے بھی ایسا ہی بدلہ اور انعام عطا کریں گے۔ ﴿۱۱۱﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بندۂ مومن قرار دیا گیا ہے، جو کہ رب العالمین کی طرف سے ان کے ایمان کی ستائش اور تصدیق پر بہت بڑی دلیل ہے۔ ﴿۱۱۲﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دوسرے صاحبزادے اسحاق کی خوشخبری دی گئی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ وہ نبی بھی ہوں گے اور نیکوکار شائستہ لوگوں میں سے بھی ہوں گے، یہ بشارت ہی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح اللہ نہیں تھے، ورنہ اس پر تعجب کا اظہار ہوسکتا تھا کہ ایک طرف ان کی نبوت کی بشارت دی جارہی ہے اور دوسری طرف انہی کو ذبح کرنے کا حکم دیا جارہا ہے، اگر انہیں ذبح کردیا گیا تو نبوت کی بشارت کیسے پایہ تکمیل کو پہنچے گی؟ ﴿۱۱۳﴾ اس آیت مبارکہ میں نسل ابراہیمی کی بقاء اور اس میں ہر طرح کے لوگوں کی موجودگی کا ذکر کیا گیا ہے، اس میں "علیہ" کی ضمیر کی وجہ سے آیت کی تفسیر دو طرح سے ہوسکتی ہے، پہلی یہ کہ ہم نے ابراہیم اور اسحاق علیہما السلام دونوں باپ بیٹے کی نسل میں برکت دی اور انہیں خوب بڑھایا، تاہم ان کی اولاد میں نیک اور گنہگار ہر طرح کے لوگ موجود ہیں، دوسری یہ کہ ہم نے اسمٰعیل اور اسحاق علیہما السلام دونوں بھائیوں کی نسل میں برکت دی اور انہیں خوب بڑھایا، تاہم یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کی نسل میں سارے لوگ ہی اعلیٰ درجے کے متقی اور پرہیزگار ہوں، بلکہ ان میں بھی ہر طرح کے نیک اور بد موجود ہوں گے، اس عاجز کے نزدیک یہ دوسری تفسیر زیادہ راجح ہے۔ ﴿۱۱۴﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر حق تعالیٰ کے احسان کا ذکر کیا گیا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ محسن حقیقی ہے اس لیے وہ اپنے بندوں پر اپنے انعامات کے سلسلے میں احسان جتا سکتا ہے، لیکن بندے چونکہ حقیقی محسن نہیں ہیں، اس لیے وہ اپنے جیسے ہی انسانوں پر احسان جتانے کا حق نہیں رکھتے۔ ﴿۱۱۵﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام اور ان کی قوم کو فرعون کی طرف سے پہنچنے والی بڑی تکلیفوں سے نجات دلانے کا ذکر کیا گیا ہے، نیز

مَّعْلُوْمٌ ﴿١٦٤﴾ وَّ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿١٦٥﴾ وَ اِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿١٦٦﴾ وَاِنْ

مَّعْلُوْمٌ ﴿١٦٤﴾	وَّ	اِنَّا	لَنَحْنُ	الصَّآفُّوْنَ ﴿١٦٥﴾	وَ اِنَّا	لَنَحْنُ	الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿١٦٦﴾	وَ	اِنْ
متعین	اور	بیشک ہم	البتہ ہم	صف بندی کرنے والے	اور بیشک ہم	البتہ ہم	تسبیح کرنے والے	اور	بیشک

متعین نہ ہو۔ ﴿١٦٤﴾ اور بیشک ہم صف بندی کرنے والے ہیں۔ ﴿١٦٥﴾ اور بیشک ہم ہی تسبیح کرنے والے ہیں۔ ﴿١٦٦﴾ اگرچہ

كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٦٧﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٦٨﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ

كَانُوْا	لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٦٧﴾	لَوْ	اَنَّ	عِنْدَنَا	ذِكْرًا	مِّنَ	الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٦٨﴾	لَكُنَّا	عِبَادَ	اللّٰهِ
وہ تھے	البتہ کہتے رہے	اگر	ہوتا	ہمارے پاس	ذکر	سے	پہلوں کا	البتہ ہوتے ہم	بندے	اللہ کے

وہ کہا کرتے تھے۔ ﴿١٦٧﴾ اگر ہمارے پاس پہلے لوگوں کا کوئی تذکرہ موجود ہوتا۔ ﴿١٦٨﴾ تو ہم ضرور اللہ کے چنے ہوئے

الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٦٩﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٧٠﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا

الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٦٩﴾	فَكَفَرُوْا	بِهٖ	فَسَوْفَ	يَعْلَمُوْنَ ﴿١٧٠﴾	وَ	لَقَدْ	سَبَقَتْ	كَلِمَتُنَا
چنے ہوئے	سو کفر کیا انہوں نے	اس کا	سو عنقریب	وہ جان لیں گے	اور	البتہ یقیناً	پہلے ہو چکا	ہمارا فیصلہ

بندوں میں سے ہوتے۔ ﴿١٦٩﴾ سو انہوں نے اس کا انکار کیا تو عنقریب وہ جان لیں گے۔ ﴿١٧٠﴾ اور یقیناً ہمارا فیصلہ اپنے اُن بندوں کے متعلق پہلے سے طے

لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧١﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ

لِعِبَادِنَا	الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧١﴾	اِنَّهُمْ	لَهُمُ	الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿١٧٢﴾	وَ	اِنَّ	جُنْدَنَا	لَهُمُ
ہمارے بندوں کیلئے	بھیجے ہوئے	کہ بیشک وہ	البتہ وہی	مدد کئے ہوئے	اور	بیشک	ہمارا لشکر	البتہ وہی

ہو چکا ہے جنہیں پیغمبر بنایا گیا۔ ﴿١٧١﴾ کہ بیشک اُنہی کی مدد کی جائے گی۔ ﴿١٧٢﴾ اور یہ کہ ہمارا لشکر ہی

الْغٰلِبُوْنَ ﴿١٧٣﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿١٧٤﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ

الْغٰلِبُوْنَ ﴿١٧٣﴾	فَتَوَلَّ	عَنْهُمْ	حَتّٰى	حِيْنٍ ﴿١٧٤﴾	وَّ	اَبْصِرْهُمْ	فَسَوْفَ
غالب آنے والے	سو منہ پھیر لے	ان سے	تک	ایک وقت کے	اور	انہیں دیکھتا رہ	سو عنقریب

غالب آنے والا ہے۔ ﴿١٧٣﴾ سو آپ ایک وقتِ مقررہ تک اُن سے منہ پھیر لیجئے۔ ﴿١٧٤﴾ اور انہیں دیکھتے رہیے، عنقریب وہ

يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٥﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٧٦﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ

يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٥﴾	اَفَبِعَذَابِنَا	يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٧٦﴾	فَاِذَا	نَزَلَ	بِسَاحَتِهِمْ
وہ دیکھ لیں گے	تو کیا ہمارے عذاب کو	جلدی طلب کر رہے ہیں وہ	سو جب	اترے گا وہ	ان کے صحن میں

بھی دیکھ لیں گے۔ ﴿١٧٥﴾ تو کیا وہ ہمارے عذاب کو جلدی طلب کر رہے ہیں؟ ﴿١٧٦﴾ سو جب وہ عذاب اُن کے صحن میں اُترے گا

اسرائیل پر فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف سے ظلم و ستم کے جو پہاڑ توڑے گئے، وہ بنی اسرائیل کی تاریخ میں نہایت کٹھن ایام تھے اور ان میں وہ نہایت شدید ذہنی، جسمانی اور مالی اذیت اور تکلیف سے گزرے تھے جیسا کہ قرآن کریم میں دوسرے مواقع پر تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ [١١٦] اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل اور ان کی نصرت اور غلبہ کا ذکر کیا گیا ہے، یہ غیبی نصرت ایسی تھی جس میں بنی اسرائیل کو دشمن سے مقابلہ کرنے کی ضرورت بھی پیش نہ آئی تھی اور ان کا ایک رونگٹا بھی میلا نہیں ہوا تھا۔ [١١٧] اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو روشن کتاب عطا فرمانے کا ذکر کیا گیا ہے، اصولی طور پر کتاب تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی، لیکن تبعاً حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی اس میں شامل کرلیا گیا کیونکہ نبوت کی ذمہ داریاں ادا کرنے میں وہ اپنے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معاون اور شریک و مددگار تھے۔ [١١٨] اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو صراط مستقیم کی رہنمائی عطا فرمانے کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں دین کے ہر معاملے میں صحیح راستہ دکھایا اور ان کی ایسی رہنمائی فرمائی جو ان کے لیے بھی اور ان کی قوم کے لیے بھی ذریعہ نجات بن سکے۔ [١١٩] اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا ذکر خیر بعد میں آنے والے لوگوں میں جاری فرمانا بیان کیا گیا ہے۔ [١٢٠] اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے ذکرِ خیر کی ایک صورت بیان کی گئی ہے کہ اہل عالم میں جب بھی ان کا تذکرہ ہوتا ہے، سلامتی اور برکت کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو "علیہ السلام" کہہ کر نہایت عزت و احترام کے ساتھ انہیں یاد کیا جاتا ہے۔ [١٢١] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ کیا گیا ہے کہ جیسا بہترین بدلہ اور انعام ہم نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو دیا، ان کی راہ پر چلنے والے ہر شخص سے ہمارا وعدہ ہے کہ اسے بھی ایسا ہی بہترین بدلہ اور انعام دیں گے۔ [١٢٢] اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ کا بندۂ مومن قرار دیا گیا ہے جو کہ رب العالمین کی طرف سے ان کے ایمان کی ستائش اور تصدیق پر بہت بڑی دلیل ہے۔ [١٢٣] اس آیت مبارکہ میں حضرت الیاس علیہ السلام کو پیغمبروں میں شمار کیا گیا ہے، قرآن کریم میں ان کا ذکر صرف دو مرتبہ آیا ہے اور وہ بھی نہایت اختصار کے ساتھ، تاہم یہ اجمالی تذکرہ بھی ان کی شخصیت کا تعارف کروا دیتا ہے، قرآن کریم نے حضرت الیاس اور ادریس علیہما السلام کا الگ الگ تذکرہ کیا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ دو الگ الگ شخصیتیں ہیں اور ان لوگوں کی رائے درست نہیں ہے جو انہیں ایک ہی شخصیت کے دو نام قرار دیتے ہیں، بیشتر مورخین کا کہنا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کا زمانہ حضرت نوح اور ابراہیم علیہما السلام کے درمیان کا ہے جبکہ حضرت الیاس علیہ السلام ان کے بہت بعد حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل میں آئے تھے اور وہ حضرت الیسع علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے، انہیں شام کے مشہور شہر بعلبک میں نبوت و رسالت کی ذمہ داریاں دیکر بھیجا گیا، بعلبک کا لفظ دراصل دو لفظوں سے مل کر بنا ہے، چنانچہ بعل ایک بت کا نام ہے اور بک اس بادشاہ کا نام ہے جس نے اس شہر کو آباد کیا اور اس کے آباد کردہ شہر میں "بعل" نامی بت کی پوجا کی جاتی تھی، اس بت کا قد بیس گز تھا، اس کے چار منہ تھے اور یہ مکمل خالص سونے کا بنا ہوا تھا، چار سو خادم اس کی خدمت پر مقرر تھے، لفظی اعتبار سے بعل کا معنی مالک، سردار اور حاکم ہے، شوہر کو بھی "بعل" کہا جاتا ہے، چونکہ اہل شہر اسے اپنا حاکم و سردار مانتے تھے اس لیے یہ تمام معانی اس پر صادق آتے تھے، حضرت الیاس علیہ السلام نے مکمل اخلاص اور ہمدردی کے ساتھ قوم کو بعل اور دیگر بتوں کی پوجا سے روکا لیکن قوم نے ان کی ہمدردی اور نصیحت سے فائدہ نہ اٹھایا کیونکہ بادشاہ وقت اخی اب کی بیوی ازابیل

فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ

فَسَآءَ	صَبَاحُ	الْمُنْذَرِيْنَ	وَ	تَوَلَّ	عَنْهُمْ	حَتّٰى	حِيْنٍ	وَ	اَبْصِرْ
تو بری ہوگی	صبح	ڈرائے ہوؤں کی	اور	منہ پھیر لے	ان سے	تک	ایک وقت کے	اور	دیکھتا رہ

تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت بری ہوگی۔ ۱۷۷ اور آپ ایک وقتِ مقررہ تک اُن سے منہ پھیر لیجئے۔ ۱۷۸ اور آپ دیکھتے رہیے،

فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

فَسَوْفَ	يُبْصِرُوْنَ	سُبْحٰنَ	رَبِّكَ	رَبِّ الْعِزَّةِ	عَمَّا	يَصِفُوْنَ
سوعنقریب	وہ دیکھ لیں گے	پاک ہے	تیرا رب	عزت والا	اس سے جو	وہ بیان کرتے ہیں

عنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے۔ ۱۷۹ آپ کا رب ''جو کہ عزت والا ہے'' اُن باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ ۱۸۰

سورۃ: ۳۷ اٰیۃ: ۱۷۷ منزل ۶ سورۃ: ۳۷ اٰیۃ: ۱۸۰

ان کی سرپرستی کر رہی تھی اور انہیں بھرپور سرکاری حمایت حاصل تھی، یہاں تک کہ ان لوگوں نے حضرت الیاس علیہ السلام کو شہید کرنے کا منصوبہ تیار کرنا شروع کر دیا، حق تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی اور وہ خیر و برکت کے ساتھ وہاں سے کسی دوسرے علاقے میں تشریف لے گئے، چند لوگ ان پر ایمان لائے تھے، انہیں قوم الیاس پر آنے والے عذاب سے بچا لیا گیا۔ ۱۲۴ اس آیت مبارکہ میں حضرت الیاس علیہ السلام کا اپنی قوم کو اللہ سے ڈرنے کی دعوت دینا مذکور ہوا ہے، کیونکہ تقویٰ اور اللہ کا ڈر ہی پورے دین کا خلاصہ ہے، جس میں تقویٰ پیدا ہوگیا، وہ دیندار ہوگیا اور اس نے کامیابی حاصل کر لی اور جو تقویٰ سے محروم ہوگیا، وہ بالکل ہی محروم ہوگیا۔ ۱۲۵ ۱۲۶ ان آیتوں میں حضرت الیاس علیہ السلام کا اپنی قوم کو ''بعل'' کی پرستش سے روکنا بیان کیا گیا ہے، انہوں نے اپنی قوم کے سامنے غور و فکر کا ایک دروازہ کھولا ہے، تاکہ وہ اس پہلو سے سوچیں کہ ایک طرف وہ اللہ ہے جس سے بڑھ کر عمدہ اور بہترین خالق کوئی نہیں ہوسکتا، وہ ہمارا بھی رب ہے اور ہمارے گزشتہ آباؤ اجداد کا رب بھی وہی ہے، وہی ہماری ضروریات پوری کرتا ہے اور وہی ہمارے آباؤ اجداد کی ضروریات بھی پوری کرتا رہا ہے، نہ اس جیسا خالق کوئی ہے اور نہ اس جیسا رب اور مالک کوئی ہے، تم لوگ اس معبودِ حقیقی کو چھوڑ کر ''بعل'' کی پوجا کر رہے ہو جسے تم نے ایک قیمتی دھات سے تیار کر لیا ہے، وہ بہترین تو کیا بدترین کاریگری بھی نہیں دکھا سکتا، وہ تمہاری تو کیا نشوونما کرتا، تمہارے آباؤ اجداد کی نشوونما بھی نہیں کر سکا، پھر تم کس رخ سے اسے معبود سمجھ کر اس کی پوجا کر رہے ہو؟ ۱۲۷ اس آیتِ مبارکہ میں قوم الیاس کا اپنے پیغمبر کی تکذیب کرنا اور حق تعالیٰ کا اس تکذیب پر ناراضگی کا اظہار کرنا بیان ہوا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اس بات پر راضی اور خوش نہیں ہوگا کہ اس کے بھیجے ہوئے قاصد اور پیغمبر کی بے حرمتی اور تکذیب کی جائے، لہٰذا وہ قیامت کے دن تکذیب کرنے والوں کو مجرموں کی طرح بلا کر انہیں سزا سے دوچار کرے گا۔ ۱۲۸ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ کے منتخب اور چنیدہ بندوں کو عذاب کی دھمکی سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ تو انعام یافتہ ہوں گے، پھر انہیں سزا کس بات کی؟ ۱۲۹ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکرِ خیر بعد میں آنے والے لوگوں میں جاری فرمانا بیان کیا گیا ہے۔ ۱۳۰ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت الیاس علیہ السلام کے ذکرِ خیر کی ایک صورت بیان کی گئی ہے کہ اہل عالم میں جب بھی ان کا تذکرہ ہوتا ہے سلامتی اور برکت کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور ''علیہ السلام'' کہہ کر نہایت عزت و احترام کے ساتھ انہیں یاد کیا جاتا ہے اور یہاں انہیں ''الیاسین'' اسی طرح کہہ دیا گیا ہے جیسے طورِ سینا کو ''طورِ سینین'' کہہ دیا جاتا ہے، بعض حضرات نے ''الیاسین'' سے ان کی اتباع اور پیروی کرنے والوں کو مراد لیا ہے لیکن یہ راجح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اس سے پہلے کسی بھی نبی کے پیروکاروں پر سلامتی بھیجے جانے کا ذکر نہیں کیا گیا، حالانکہ ان میں کئی اولوالعزم پیغمبروں کا ذکر کیا گیا ہے جیسے حضرت نوح، ابراہیم اور موسیٰ علیہم السلام وغیرہ، لہٰذا پہلا قول ہی راجح ہے کہ اس سے مراد خود حضرت الیاس علیہ السلام ہی ہیں۔ ۱۳۱ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ کیا گیا ہے کہ ہم نے جیسا بہترین بدلہ اور انعام حضرت الیاس علیہ السلام کو دیا، ان کی راہ پر چلنے والے ہر شخص سے ہمارا وعدہ ہے کہ اسے بھی ایسا ہی بدلہ اور انعام عطا کریں گے۔ ۱۳۲ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت الیاس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بندۂ مومن قرار دیا گیا ہے جو کہ رب العالمین کی طرف سے ان کے ایمان کی ستائش اور تصدیق پر بہت بڑی دلیل ہے۔ ۱۳۳ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں شمار کیا گیا ہے، ان کا مفصل تذکرہ اس سے پہلے متعدد جگہوں پر ہو چکا ہے۔ ۱۳۴ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے تمام اہل خانہ کو قوم لوط پر آنے والے عذاب سے بچا لینے کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام اپنے اہل خانہ کے ہمراہ راتوں رات اس بستی سے نکل کر حق تعالیٰ کے حکم کی روشنی میں دوسری بستی میں تشریف لے گئے اور وہیں بقیہ عمر بسر کی۔ ۱۳۵ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کو مستثنیٰ کر کے فرمایا گیا ہے کہ وہ قوم لوط پر آنے والے عذاب سے نہ بچ سکی، اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہونا اس کے کسی کام نہ آسکا، کیونکہ حق تعالیٰ کی بارگاہ کا اصول یہ ہے کہ جس کے اعمال اسے پیچھے کر دیں، اس کا حسب نسب اور خاندان اسے آگے نہیں لیجا سکتا۔ ۱۳۶ اس آیتِ مبارکہ میں قوم لوط کو تباہ و برباد کرنے اور ان پر عذاب نازل کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، جس کی تفصیل سورۂ ہود میں گزر چکی ہے۔ ۱۳۷ ۱۳۸ ان آیتوں میں اہل مکہ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ تم لوگ صبح و شام مکہ مکرمہ سے دورانِ سفرِ شام قوم لوط کے کھنڈرات سے گزرتے ہو، وہ الٹائی گئی بستیاں تم اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور ان کے احوال اپنے کانوں سے سنتے ہو، اس کے باوجود تم اس سے عبرت نہیں پکڑتے کہ جس ذات نے قوم لوط کو عذاب میں گرفتار کر لیا اور اسے نشانِ عبرت بنا دیا، اس کے لیے تمہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دینا کیا مشکل ہے؟ تمہاری عقل و دانش کو کیا ہوگیا؟ تم اپنی عقل اور فہم و فراست سے کام کیوں نہیں لیتے؟ اور ان جیسے انجام سے بچنے کے لیے سنجیدگی سے کوشش کیوں نہیں کرتے؟ ۱۳۹ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں شمار کیا گیا ہے، ان کا مفصل تذکرہ سورۂ یونس کے تعارف میں ملاحظہ کیجئے۔ ۱۴۰ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یونس علیہ السلام کا ایک بھری ہوئی کشتی میں سوار ہونا بیان کیا گیا ہے، وہ کشتی مسافروں سے بھری ہوئی تھی، انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو پہچان کر اپنے ساتھ بغیر کسی اجرت اور کرائے کے بٹھا لیا، یہاں ''اباق'' کی نسبت حضرت یونس علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے، چونکہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر تھے، اس لیے وہ تو یہ کہہ سکتا ہے کہ یونس نینوی سے بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں جا پہنچے، لیکن کسی انسان کے لیے ان کی طرف لفظ ''اباق'' کی نسبت کرنا اور ان کی شان میں گستاخی کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اس سے سلبِ ایمان کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ۱۴۱ اس آیتِ مبارکہ میں کشتی والوں کا قرعہ اندازی کرنا اور ہر مرتبہ حضرت یونس علیہ السلام ہی کا نام نکلنا مذکور ہوا ہے، یہاں ''المدحضین'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جو کہ ''دحض'' سے نکلا ہے، اس کے لفظی معنی میں ''پھسلن'' کا پہلو نمایاں ہے، یہاں اس کا ترجمہ مغلوب ٹھہرنا کیا گیا ہے، کیونکہ جو شخص کسی جگہ پھسل جاتا ہے وہ مغلوب اور بے بس ہو جاتا ہے، گویا پھسلن کا لازم مفہوم مغلوب ٹھہرنا ہے اور اس کا مقصد الفاظ کے انتخاب میں ایسی احتیاط ہے کہ آیت کے ترجمے اور مفہوم میں بھی کوئی خرابی واقع نہ ہو اور کسی مقدس شخصیت کے حوالے سے کسی کو انگشت نمائی کا موقع بھی نہ ملے۔ ۱۴۲ اس آیتِ مبارکہ میں مچھلی کا حضرت یونس علیہ السلام کو زندہ نگل لینا بیان کیا گیا ہے، کیونکہ جب تین مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی اور ہر مرتبہ انہی کا نام نکلا تو انہوں نے سمندر میں چھلانگ لگا دی، ادھر ایک مچھلی حکمِ الٰہی سے ان کی منتظر تھی، اسے جب حضرت یونس علیہ السلام نظر آئے تو اس نے انہیں زندہ نگل لیا اور اپنے پیٹ میں امانت کے طور پر محفوظ رکھا، اس پر تعجب نہ کیا جائے کہ بھلا اتنی بڑی مچھلی بھی ہو سکتی ہے کہ پورے انسان کو زندہ نگل جائے اور وہ اس کے پیٹ میں صحیح سلامت رہے؟ کیونکہ سمندروں میں اس سے بھی بڑی مچھلیاں ہوتی ہیں، مچھلی کے پیٹ میں پہنچ کر حضرت یونس علیہ السلام کو اپنی اجتہادی نادرستگی کا احساس ہوا اور یہ کہ انہیں حکمِ الٰہی کے بغیر بستی سے نہیں نکلنا چاہیے تھا، انسان کی اس کیفیت کو ''ملامت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، جب انسان گزرے ہوئے واقعات پر غور کرتا ہے تو اسے یہ خیال آتا ہے کہ مجھے فلاں کام اس طرح کرنا چاہیے تھا اور فلاں کام اس طرح نہیں کرنا چاہیے تھا، اسے مختلف پہلوؤں سے سوچنے کا موقع ملتا ہے حضرت یونس علیہ السلام کی اسی کیفیت کو یہاں ''وھو ملیم'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ۱۴۳ ۱۴۴ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی تسبیح کو غیر معمولی اہمیت دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ مچھلی کے پیٹ میں ہمارے اس بندے نے جن الفاظ کے ساتھ ہماری تسبیح و تحمید بیان کی، اگر وہ ایسا نہ کرتا تو تا صبحِ قیامت وہ مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتا اور وہاں سے باہر نکلنے کا اسے موقع ہی نہ ملتا، لیکن ہمارے اس بندے نے ہماری تسبیح و تحمید بیان کی تو ہم نے اسے مچھلی کے پیٹ سے نکال دیا، مفسرین کہتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام تین دن تک مچھلی کے پیٹ میں امانت کے طور پر رہے،

وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ ج وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ ع

وَ	سَلٰمٌ	عَلَى	الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾	وَ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾
اور	سلام ہو	پر	پیغمبروں کے	اور	تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	پالنے والا	جہان والوں کو

اور پیغمبروں پر سلام ہو۔ [۱۸۱] اور تمام تعریفیں اُس اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ [۱۸۲]

ع ۵ / ۹

اس دوران اللہ تعالیٰ نے انہیں ’’آیت کریمہ‘‘ کے وہ الفاظ الہام کیے جو سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۸۷ میں آئے ہیں، وہ اس کا ورد کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا اور اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو باہر نکال دیا۔ [۱۴۵] اس آیت مبارکہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ جس جگہ مچھلی نے انہیں اپنے پیٹ سے باہر نکالا، وہ ایک کھلا میدان تھا اور وہاں کوئی سایہ دار جگہ نہ تھی، دوسری یہ کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے بیمار اور کمزور ہو گئے تھے، ایسا ہونا عقل میں بھی آتا ہے کیونکہ مچھلی کے پیٹ میں ہوا اور غذا کی فراہمی متاثر ہوگئی تھی، اس کی وجہ سے صحت پر بھی فرق پڑا اور مچھلی کے پیٹ میں مسلسل رہنے کی وجہ سے جسم کے بال بھی جھڑ گئے، اب جو وہاں سے نکلے تو جسم اس قدر حساس ہو چکا تھا کہ دھوپ اور مکھی بھی نہایت تکلیف دہ ثابت ہوتی تھی۔ [۱۴۶] اس آیت مبارکہ میں حضرت یونس علیہ السلام کو دھوپ سے بچانے کے لیے غیبی انتظام کا ذکر فرمایا گیا ہے، چونکہ وہ ایک کھلا میدان تھا جہاں مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو باہر نکالا تھا اس لیے وہاں سایہ دار درخت کی ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ نے وہاں کدو کی ایک بیل اگا دی، اس کے پتوں نے ان کے جسم پر سایہ کرلیا اور اس کی سبزی ان کے لیے خوراک بن گئی، جبکہ مشروب کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک بکری مقرر فرما دی جس کا دودھ وہ پیتے رہے، یہاں تک کہ وہ مکمل صحت مند اور تندرست ہو گئے۔ [۱۴۷] اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی تعداد بیان کی گئی ہے کہ وہ ایک لاکھ افراد پر مشتمل تھی، بلکہ ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ تھی، اس زمانے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ ایک بہت بڑی تعداد تھی جس کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور وہ صحت یاب ہونے کے بعد ان کی طرف روانہ ہو گئے۔ [۱۴۸] اس آیت مبارکہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ جب حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کے پاس واپس پہنچے تو انہوں نے اپنی سابقہ کوتاہیوں کی معافی مانگی اور صدق دل اور خلوص نیت کے ساتھ ان پر ایمان لے آئے، دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس ایمان لانے کا فائدہ دنیا میں بھی عطا فرمایا اور آخرت کا اجر و ثواب اس کے علاوہ ہے، چنانچہ وہ اپنی طے شدہ زندگی کی آخری سانسوں تک دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے رہے اور بعد میں آنے والوں کے لیے ایک سبق آموز واقعہ ان کے ساتھ متعلق ہو گیا۔ [۱۴۹] اس آیت مبارکہ میں مشرکین عرب سے ایک سوال پوچھا گیا ہے، اس سوال کا منشا یہ ہے کہ تم نے ان مختلف پیغمبروں اور توحید پرستوں کا تذکرہ سنا، ان کی قربانیوں اور انعام کا حال بھی سنا، تم ان کا راستہ چھوڑ کر شرک و بت پرستی میں مشغول ہو گئے اور تمہاری جرأت یہاں تک بڑھ گئی کہ تم اللہ کے لیے اولاد کے قائل ہو گئے اور اولاد میں سے بیٹیوں کی نسبت اس کی طرف کرنے لگے، کیا تم نے اس پہلو پر غور کیا ہے کہ تم خود اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہو، پھر رب العالمین کے لیے بیٹوں کی بجائے بیٹیوں کو کیسے پسند کرلیا؟ کیا وہ چن چن کر تمہیں بیٹے دیدے گا اور خود اس کے اپنے پاس بیٹیاں رہ جائیں گی؟ [۱۵۰] اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین عرب سے یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ وہ جس یقین اور پختگی کے ساتھ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں، ان کے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟ ایسے معاملات میں سب سے مضبوط دلیل ’’مشاہدہ‘‘ ہوتا ہے، کیا وہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مؤنث پیدا کیا ہے؟ کیا وہ فرشتوں کی تخلیق کے وقت وہاں موجود تھے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ایسا دعویٰ کر رہے ہیں جس کی کوئی معقول دلیل ان کے پاس نہیں ہے۔ [۱۵۲] [۱۵۱] ان آیتوں میں اولاد کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کو مشرکین عرب کا الزام اور جھوٹ قرار دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ بہت بڑی گستاخی ہے کہ اس کی طرف اولاد کی نسبت کی جائے، کیونکہ اس کے یہاں اولاد ہونا عیب ہے، اس کا معاملہ انسانوں جیسا نہیں ہے جو اپنے یہاں اولاد نہ ہونے کو عیب سمجھتے ہیں۔ [۱۵۳] اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین عرب سے یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹوں پر بیٹیوں کو ترجیح کیوں دی؟ اگر اس نے اولاد رکھنی ہی تھی تو بیٹیاں ہی کیوں؟ بیٹے کیوں نہیں؟ [۱۵۴] اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ کیا تمہارا انصاف یہی ہے؟ تم لوگ یہ کیسے فیصلے کر رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا کس قدر بڑا جرم ہے؟ تم اس کی غیر معمولی نوعیت کو کیوں نہیں سمجھ رہے ہو؟ [۱۵۵] اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ آخر تم لوگ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہوئے اس کی حقیقت پر غور کیوں نہیں کرتے؟ زبان سے اتنی بات بڑی بات نکالتے ہوئے تم سوچتے کیوں نہیں ہو؟ [۱۵۶] اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین سے ان کے دعوے پر دلیل کا مطالبہ کیا گیا ہے، کیونکہ دنیا میں کوئی بھی دعویٰ بغیر دلیل کے معتبر نہیں سمجھا جاتا، چونکہ ان کا دعویٰ بہت بڑا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، اس لیے اتنے بڑے دعوے کی دلیل بھی اتنی ہی مضبوط ہونی چاہیے، اسی بنا پر ان سے کھلی دلیل کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ [۱۵۷] اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین سے ’’نقلی دلیل‘‘ کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ اگر تم لوگ اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں تو کوئی نقلی دلیل ہی اس دعوے پر پیش کر کے دکھاؤ، کیونکہ عقلی دلائل سے تو تم اسے ثابت کرنے میں ناکام رہے ہو، کیا تم نے کسی آسمانی کتاب میں ایسی کوئی بات پڑھی ہے جس کی بنیاد پر تم یہ دعویٰ کر رہے ہو؟ اگر ایسا ہے تو وہ کتاب ہمارے سامنے پیش کرو۔ [۱۵۸] اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین عرب کی ایک اور جہالت بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنات کی نسبی رشتہ داری قائم کرتے پھرتے ہیں، ان احمقوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ جنات خود اپنی اہمیت اور مقام و مرتبے سے بخوبی واقف ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ قیامت کے دن انہیں مجرموں کی طرح گرفتار کر کے بارگاہ الٰہی میں پیش کیا جائے گا، کیا نسبی رشتہ داروں کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جاتا ہے؟ [۱۵۹] اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کی خرافات اور جہالت کی باتوں سے اللہ تعالیٰ کا پاک اور بری ہونا بیان کیا گیا ہے، وہ ان تمام رشتہ داریوں اور قرابت داری کے تعلقات سے نہایت وراء الوراء ہے جن کی نسبت یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اولاد ہونا اس کے لیے عیب ہے۔ [۱۶۰] اس آیت مبارکہ میں عذاب اور گرفتاری سے اللہ کے مخلص اور چنیدہ بندوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ہر قوم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کی حفاظت کا ایسا غیبی انتظام فرمایا کہ ان کا بال بھی بیکا تک نہیں ہوا اور وہ مکمل طور پر عذاب الٰہی سے محفوظ رہے، اس قوم میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ [۱۶۲] [۱۶۱] ان آیتوں میں مشرکین کے اعتقاد کی کمزوری بیان کی گئی ہے، کہ اگر تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ تم جن کی عبادت کرتے ہو، ان کے ہاتھ میں کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کا کوئی اختیار ہے تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم کسی کو گمراہ کر سکتے ہو اور کسی کو فتنے میں مبتلا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہو تو یہ بات بھول جاؤ، تم اور تمہارے جھوٹے معبود اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی کسی کو گمراہ یا فتنے میں مبتلا نہیں کر سکتے۔ [۱۶۳] اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ پہلے سے جہنمی ہونا طے کر چکا ہے اور یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، صرف وہی لوگ جہنم میں جائیں گے اس لیے ان کے گمراہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نہ ہو۔ [۱۶۶] [۱۶۴] ان آیتوں میں فرشتوں کا اپنے متعلق اعتراف حقیقت کرنا مذکور ہوا ہے کہ جو لوگ ہمیں اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں، ان کے اس بیہودہ اور لغو نظریے سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے، ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کی ایک حد مقرر ہے اور ہر ایک کا ٹھکانہ متعین ہے، جس سے آگے بڑھنے کی جرأت ہم میں سے کسی میں نہیں ہے، ہم تو اللہ تعالیٰ کے سامنے صف بستہ کھڑے رہتے ہیں، بھلا کسی کی بیٹیاں اس کے سامنے صف بستہ ہو کر کھڑی ہوتی ہیں؟ اور ہم تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور اس کی بزرگی بیان کرتے ہیں، جب ہم خود اقرار کر رہے ہیں کہ وہ ہر عیب سے پاک ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اس کی طرف اتنے بڑے عیب کی نسبت کو گوارا کریں؟ ہم ان تمام لغویات سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔ [۱۶۹] [۱۶۷] ان آیتوں میں اہل عرب کے ایک قول کا حوالہ دیا گیا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل یہ لوگ دیگر اقوام اور ان کے پاس آنے والے انبیاء کرام علیہم السلام کے احوال سنتے تو کہا کرتے تھے کہ اے کاش! ہمارے پاس بھی کوئی آسمانی کتاب ہوتی تو ہم اس پر عمل کر کے ان کے سامنے ایک مثال پیش کر دیتے کہ اللہ کے منتخب اور چنے ہوئے بندے کیسے ہوتے ہیں؟ ہمارے پاس بھی پہلے لوگوں کے علوم ہوتے یا ہمارے [۱۷۰] اس آیت مبارکہ میں اہل عرب کا کفر بیان کیا گیا ہے کہ پہلے جس نبی اور آسمانی تعلیمات کی آرزو کیا کرتے تھے، اسی نبی اور آسمانی تعلیمات کی آمد کے بعد اس کے منکر ہو گئے، اس پر ایمان لانے سے نہ صرف یہ کہ انکار کر دیا بلکہ ایمان اور اہل ایمان کے درمیان بے شمار کاوٹیں کھڑی کرنے لگے اور ان کے وہ بلند بانگ دعوے ہوا میں اڑ گئے جو وہ اس سے پہلے کیا کرتے تھے، اس سے نبی اور ان کی تعلیمات کو تو کوئی فرق نہیں پڑا لیکن اس کفر و انکار کے نتیجے میں ان کا جو انجام ہونے والا ہے، وہ ہمیں بتانے کی ضرورت نہیں، عنقریب خود ہی انہیں معلوم ہو جائے گا۔ [۱۷۳] [۱۷۱] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے حوالے سے اپنے اصولی فیصلے کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم تو پہلے سے ہی یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ کافروں اور مشرکوں کے مقابلے میں نصرت و اعانت کے حقدار ہمارے پیغمبر ہیں اور انہی

اٰیَاتُھَا ۸۸ (۳۸) سُوْرَۃُ صٓ مَکِّیَّۃٌ (۳۸) رُکُوْعَاتُھَا ۵

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ۝۱ؕ بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّۃٍ وَّ شِقَاقٍ ۝۲ کَمْ

صٓ	وَالْقُرْاٰنِ	ذِی الذِّکْرِ ۝	بَلِ	الَّذِیْنَ	کَفَرُوْا	فِیْ	عِزَّۃٍ	وَّ	شِقَاقٍ ۝	کَمْ
صٓ	قسم ہے قرآن کی	نصیحت والے	بلکہ	جن لوگوں نے	کفر کیا	بیچ	زور کے	اور	مخالفت کے	کتنی

صٓ، قسم ہے نصیحت والے قرآن کی۔ [۱] بلکہ کفر کرنے والے تکبر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔ [۲] ہم نے

سورة: ۳۸ اٰیة: ۱ منزل۶ سورة: ۳۸ اٰیة: ۳

کی مدد کی جائے گی، نیز یہ کہ اللہ کے لشکروں کو ہی فتح و نصرت اور غلبہ سے ہمکنار کیا جائے گا، یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ ظاہری طور پر بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کو دشمن کی طرف سے نہایت تشویش ناک حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے، یہاں تک کہ بعض بدبختوں نے بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو شہید بھی کیا ہے، جس پر ایک عام آدمی الجھن کا شکار ہو جاتا ہے کہ جب اللہ نے اپنے پیغمبروں کی نصرت اور غلبہ کا اعلان فرمایا ہے تو پھر کسی کی جرأت کیسے ہوئی کہ انہیں شہید کر سکے؟ اور ان حضرات کی نصرت اللہ تعالیٰ نے کیوں نہیں فرمائی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فتح و نصرت اور غلبہ کی ظاہری شکل کے علاوہ ایک باطنی صورت بھی ہے اور وہ یہ کہ دلیل اور حجت کے باب میں وہ کبھی مغلوب نہ ہوں، بلکہ ہمیشہ غالب رہیں، سو یہ غلبہ تو انبیاء کرام علیہم السلام کو ہمیشہ حاصل رہا ہے اور دلیل و حجت کے باب میں وہ ہمیشہ منکرین و مشرکین پر غالب رہے ہیں، جہاں تک تعلق ہے ظاہری شہادت اور دشمنوں کے ہاتھوں تکالیف برداشت کرنے کا تو ان کا خون رائیگاں نہیں جاتا اور اللہ تعالیٰ اس قوم سے ایسا انتقام لیتا ہے کہ انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا کر رکھ دیتا ہے یا کچھ لوگوں میں بیداری اور شعور کی ایسی لہر پیدا کر دیتا ہے کہ وہ بالآخر ساری قوم کی ہدایت و نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے اور دنیا دیکھ لیتی ہے کہ بالآخر حق ہی غالب اور مظفر و منصور ہوا اگرچہ کچھ عرصے بعد ہی سہی، یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک عام آدمی کا خون رائیگاں نہ جائے اور اپنے وقت کے پیغمبر کا خون رائیگاں چلا جائے؟ [۱۷۴] اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کے حوالے سے پہلی ہدایت جاری کی گئی ہے کہ آپ کچھ عرصے کے لیے ان کی طرف سے پیچھے ہٹ جائیں، خاموشی اختیار کریں اور ان سے کچھ بھی نہ کہیں۔ [۱۷۵] اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کے حوالے سے دوسری ہدایت جاری کی گئی ہے کہ آپ تسلی کے ساتھ ان کا حال دیکھتے رہیں، کسی قسم کا ردعمل دینے کی بجائے وقار اور شائستگی کے ساتھ ان کے انجام پر نظر رکھیں، عنقریب ان کا انجام خود ان کی آنکھوں اور ساری دنیا کے سامنے آجائے گا۔ [۱۷۶] اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کے مطالبہ عذاب پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے کہ کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کو جلدی لانے کا تقاضا کر رہے ہیں؟ کیا ان میں ہمارے عذاب کو برداشت کرنے کی ہمت اور طاقت ہے؟ کیا وہ اس قدر جری ہو گئے ہیں کہ عذاب سے پناہ مانگنے کی بجائے اسے جلدی لانے کا مطالبہ کرنے لگے ہیں؟ [۱۷۷] اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کے مطالبہ عذاب کا جواب دیا گیا ہے کہ آج جو لوگ عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں، جب ان پر ہمارا عذاب اترے گا تو وہ وقت ان کے لیے سہانا ثابت نہ ہوگا، بلکہ یوں سمجھو کہ کوئی لشکر اپنے دشمن پر شب خون مارے اور راتوں رات اپنے دشمن کو تہہ و بالا کر کے صفحۂ ہستی سے ان کا نام و نشان مٹا دے، پھر جب صبح نمودار ہو تو وہاں حسرت، تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہ ہو اور راہ گیر اس تباہی و بربادی کو دیکھ کر کانوں کو ہاتھ لگائیں اور دوسروں کو جا کر بتائیں کہ آج فلاں قوم اور خاندان کی صبح بہت بدترین حالت میں ہوئی ہے، یہی حال مشرکین کا بھی ہوگا جب ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا۔ [۱۷۸] [۱۷۹] ان آیتوں میں ایک مرتبہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکوں کے حوالے سے ہدایت دی گئی ہے کہ آپ کچھ عرصے کے لیے خاموشی اختیار فرمالیں اور پیچھے ہٹ جائیں، اپنی زبان سے کچھ ارشاد نہ فرمائیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہیں، عنقریب ان کا انجام خود ان کی آنکھوں اور ساری دنیا کے سامنے آجائے گا۔ [۱۸۰] اس آیتِ مبارکہ میں مشرکوں اور بت پرستوں کی لغویات اور بیہودہ گوئیوں سے حق تعالیٰ کا پاک اور بے عیب ہونا بیان کیا گیا ہے، وہ عزت کا مالک ہے، اسی کی دی ہوئی عزت سے لوگ معزز ہوتے ہیں، عزت اس کی چادر ہے، کوئی اس چادر کو اس سے چھین نہیں سکتا، وہ ہر اس عیب سے بھی بری ہے جسے لوگ عیب سمجھتے ہیں اور وہ ہر اس عیب سے بھی بری ہے جسے وہ خود اپنے لیے عیب سمجھتا ہے خواہ لوگ اسے عیب سمجھتے ہوں یا نہ سمجھتے ہوں۔ [۱۸۱] اس آیتِ مبارکہ میں تمام پیغمبروں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام بھیجا گیا ہے، اس سے پہلے چند مخصوص انبیاء کرام علیہم السلام کا نام لیکر ان پر سلام بھیجا گیا تھا، اختتام سورت پر سلامتی کی اس دعا میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو شامل کر لیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ جس نبی کا بھی نام لیا جاتا ہے، اس کے ساتھ ''علیہ السلام'' کا جملہ ضرور لگایا جاتا ہے تاکہ اس آیت کے مفہوم پر عمل ہو جائے۔ [۱۸۲] اس آیتِ مبارکہ میں سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت کے الفاظ کو لیا گیا ہے، ان بابرکت الفاظ سے ہر مسلمان کے کان مانوس اور آشنا ہیں، سورت کے اختتام پر یہ آیتِ مبارکہ حق تعالیٰ کے لیے ہر قسم کی حمد و ثنا کا دعویٰ کر رہی ہے، کیونکہ مشرکین اور منکرین توحید کے جن غلط اور باطل نظریات کا اوپر حوالہ دیا گیا، ان کی وجہ سے حق تعالیٰ کی عظمت شان اور اس کے قابل تعریف ہونے پر کوئی فرق نہیں پڑتا، کوئی اس کی تعریف کرے یا نہ کرے، وہ اپنی ذات کے اعتبار سے قابل تعریف ہے کیونکہ وہ اللہ ہے، وہ تمام جہانوں کو پالنے والا ہے، اگر وہی قابل تعریف نہ ہوگا تو اور کون قابل تعریف ہوگا، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس کی تعریف اور حمد و ثنا سے اپنی زبانوں کو تر رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔ الحمد للہ! آج مورخہ ۵ فروری ۲۰۱۹ء بروز منگل سورۂ صافات کے مختصر حواشی سے فراغت ہوئی، اللہ تعالیٰ قبول و مقبول اور نافع فرما کر اگلی سورتوں کی تکمیل بھی آسان فرمائے۔ آمین سُوْرَۃُ صٓ سورۂ ص مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۳۰۹۷، کلمات ۷۳۲، آیات ۸۸ اور رکوعات ۵ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی لفظ ص آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ صٓ رکھا گیا، یہ حروف مقطعات میں سے ہے جس کا حقیقی معنیٰ اللہ کے علم میں ہے، اس سورت کا مرکزی عنوان یہ ہے کہ بے ادب ہمیشہ محروم رہتا ہے اور باادب ہی بانصیب ہوتا ہے، جو لوگ قرآن کریم کو جادو اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر، جھوٹا اور نجانے کیا کچھ کہہ رہے ہیں، ان سے بڑا بے ادب اور کون ہوگا، گزشتہ اقوام بھی اس قسم کی بیہودہ باتوں کے نتیجے میں سزا سے دوچار ہو چکی ہیں، جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام ہمیشہ حق تعالیٰ کی خصوصی توجہات اور تجلیات کے زیر سایہ رہے ہیں، اس ضمن میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک خاص واقعہ ذکر کیا گیا ہے جس میں دو فریق ان کے گھر کی دیوار پھاند کر بغیر اطلاع کے اچانک آگئے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک منفرد حکومت کی دعا کرنا اور حضرت ایوب علیہ السلام کا اپنی بیماری دور ہونے کی دعا کرنا بھی مذکور ہے، اسی طرح حضرت ابراہیم، اسحاق، یعقوب، اسماعیل، الیسع اور ذوالکفل علیہم السلام کا ذکر خیر، عام اہل تقویٰ کیلئے جنت کی نعمتوں، نافرمانوں اور گناہ گاروں کیلئے عذاب کی مختلف شکلوں کا تذکرہ اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اور ابلیس کے ساتھ حق تعالیٰ کا مکالمہ بھی ذکر کیا گیا ہے جس میں اس نے اپنے غرور اور تکبر کا اظہار کیا تو حق تعالیٰ نے اسے جنت سے نکال دیا اور ہمیشہ کیلئے راندۂ درگاہ کر دیا [۱] اس آیتِ مبارکہ کا پہلا حرف حروف مقطعات میں سے ہے، بظاہر یہ ''صَدَقَ'' کا مخفف ہے اور معنی یہ ہے کہ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچ فرما رہے ہیں'' لیکن صرف ایک احتمال ہے، اس کی حقیقی مراد سے اللہ تعالیٰ ہی واقف اور باخبر ہے، دوسرے جملے میں قرآن کریم کی قسم کھا کر اس کی ایک صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ کتاب نصیحت ہے، اگر ان دونوں باتوں کو ملا لیا جائے تو آیت کا کھلا مفہوم یہ ہو جائے گا کہ میں اس کتاب نصیحت ''قرآن'' کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کہہ رہے ہیں، بالکل سچ اور برحق کہہ رہے ہیں۔ [۲] اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین کے انکار اور تکذیب کا اصل سبب بیان کیا گیا ہے کہ اگر یہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے منکر اور قرآن کریم کی صداقت پر معترض ہیں تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت اور رسالت میں کوئی کمزوری ہے یا قرآن کریم کی تعلیمات میں کوئی قابل اعتراض وجہ پائی جاتی ہے، بلکہ اصل سبب ان کا وہ غرور و تکبر، ذاتی دشمنی اور عناد، مخالفت برائے مخالفت کا جذبہ اور زمانہ جاہلیت کا وہ فخر اور نخوت ہے جس نے ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو زنگ آلود کر دیا ہے اور وہ ایک ایسی چیز کا انکار کر رہے ہیں جس پر رب العالمین قسم کھا رہا ہے۔

اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ فَنَادَوۡا وَّلَاتَ حِيۡنَ مَنَاصٍ ③

اَهۡلَكۡنَا	مِنۡ	قَبۡلِهِمۡ	مِّنۡ	قَرۡنٍ	فَنَادَوۡا	وَّلَاتَ	حِيۡنَ	مَنَاصٍ ③
ہلاک کردیں ہم نے	سے	ان کے پہلے	سے	بستیاں	سوانہوں نے پکارا	اور نہ رہا	وقت	خلاصی کا

اُن سے پہلے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا، تب وہ پکارنے لگے، لیکن خلاصی کا وقت نہ رہا۔ ③

وَعَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَهُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡهُمۡ ؗ وَقَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ هٰذَا سٰحِرٌ

وَ	عَجِبُوۡۤا	اَنۡ	جَآءَهُمۡ	مُّنۡذِرٌ	مِّنۡهُمۡ	وَ	قَالَ	الۡكٰفِرُوۡنَ	هٰذَا	سٰحِرٌ
اور	انہیں تعجب ہوا	یہ کہ	ان کے پاس آیا	ایک ڈرانے والا	ان میں سے	اور	کہا	کافروں نے	یہ	جادوگر

اور اُنہیں اِس بات پر تعجب ہوا کہ اُن کے پاس اُنہی میں سے ایک ڈرانے والا آیا، اور کافر کہنے لگے کہ یہ جھوٹا

كَذَّابٌ ۖ ④ اَجَعَلَ الۡاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیۡءٌ عُجَابٌ ⑤

كَذَّابٌ ④	اَجَعَلَ	الۡاٰلِهَةَ	اِلٰهًا	وَّاحِدًا	اِنَّ	هٰذَا	لَشَیۡءٌ	عُجَابٌ ⑤
بہت جھوٹا	کیا بنادیے اس نے	سارے معبود	معبود	ایک	بیشک	یہ	البتہ چیز	بہت عجیب

جادوگر ہے۔ ④ کیا اس نے سارے معبودوں کو ایک ہی معبود بنادیا؟ بیشک یہ تو بڑی عجیب چیز ہے۔ ⑤

وَانۡطَلَقَ الۡمَلَاُ مِنۡهُمۡ اَنِ امۡشُوۡا وَاصۡبِرُوۡا عَلٰۤی اٰلِهَتِكُمۡ ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیۡءٌ

وَانۡطَلَقَ	الۡمَلَاُ	مِنۡهُمۡ	اَنِ	امۡشُوۡا	وَاصۡبِرُوۡا	عَلٰۤی	اٰلِهَتِكُمۡ	اِنَّ	هٰذَا	لَشَیۡءٌ
اور چل پڑے	سردار	ان کے	کہ	چلو	اور جمے رہو	پر	اپنے معبودوں کے	بیشک	یہ	البتہ چیز

اور اُن کے سردار چل پڑے کہ یہاں سے چلو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو، یہ تو ایسی چیز ہے جس کا

يُّرَادُ ۖ ⑥ مَا سَمِعۡنَا بِهٰذَا فِی الۡمِلَّةِ الۡاٰخِرَةِ ۖۚ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا اخۡتِلَاقٌ ۖ ⑦

يُّرَادُ ⑥	مَا	سَمِعۡنَا	بِهٰذَا	فِی	الۡمِلَّةِ	الۡاٰخِرَةِ	اِنۡ	هٰذَاۤ	اِلَّا	اخۡتِلَاقٌ ⑦
ارادہ کی گئی	نہیں	سنی ہم نے	یہ بات	بیچ	دین کے	پچھلے	نہیں	یہ	مگر	گھڑی ہوئی

ارادہ کیا گیا ہے۔ ⑥ ایسی بات تو ہم نے اِس پچھلے دین میں کبھی نہیں سنی، یہ تو گھڑی ہوئی بات معلوم ہوتی ہے۔ ⑦

ءَاُنۡزِلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ مِنۡ بَيۡنِنَا ؕ بَلۡ هُمۡ فِیۡ شَكٍّ مِّنۡ ذِكۡرِیۡ ۚ بَلۡ لَّمَّا

ءَ	اُنۡزِلَ	عَلَيۡهِ	الذِّكۡرُ	مِنۡ	بَيۡنِنَا	بَلۡ	هُمۡ	فِیۡ	شَكٍّ	مِّنۡ	ذِكۡرِیۡ	بَلۡ	لَمَّا
کیا	نازل کیا گیا	اس پر	ذکر	سے	ہمارے درمیان	بلکہ	وہ	بیچ	شک کے	سے	میری یاد کے	بلکہ	اب تک نہیں

کیا ہمارے درمیان سے اِسی پر یہ ذکر اترا ہے؟ بلکہ وہ میرے ذکر کے حوالے سے شک میں پڑے ہیں، بلکہ اُنہوں نے اب تک

③ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ اقوام کا تذکرہ کرکے ان سے عبرت حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ اگر تم لوگ تکذیب اور مخالفت کی روش پر چل رہے ہو تو سابقہ اقوام کے حالات پڑھو، کس طرح انہوں نے کفر و شرک، پیغمبروں کا انکار و استہزاء اور آسمانی تعلیمات کی تکذیب کی؟ کس طرح ان پر اللہ کا عذاب آیا؟ کس طرح وہ اس سے بچنے کے لیے فریاد اور چیخ و پکار کرتے رہے اور کس طرح وہ صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے؟ تمہیں اندازہ ہوگا کہ عذاب آنے پر خلاصی کی کوئی صورت ممکن نہیں رہتی، پھر اگر کوئی مجرم حرم میں بھی پناہ گزین ہو تو وہاں سے نکلتے ہی اس پر اللہ کا عذاب اتر پڑتا ہے۔ ④ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے اس تعجب کا ذکر کیا گیا ہے جو وہ اپنی محفلوں میں کیا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجنا ہی تھا تو کسی فرشتے کو کیوں نہ بھیج دیا؟ محمد ﷺ تو ہم ہی میں سے ہیں، یہ پیغمبر کیسے ہوسکتے ہیں؟ ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ ایک جھوٹے جادوگر نے کچھ چیزیں گھڑی ہیں اور جادو کے زور پر کچھ کرشمے دکھا دیتا ہے اور ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کردیتا ہے (العیاذباللہ) ⑤ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے اس تعجب کا ذکر کیا گیا ہے جو دعوت توحید پر انہیں ہوتا تھا، چنانچہ وہ اس بات پر تعجب کرتے تھے کہ تمام خداؤں اور معبودوں کو چھڑا کر صرف ایک معبود حقیقی کی دعوت دینا اور اسی کی پرستش کرنا عقل میں نہیں آتا، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ہی معبود تمام معبودوں کے کام سنبھال سکے اور ان سب کی ذمہ داریاں وہی ادا کرے؟ ⑥ اس آیت مبارکہ میں سرداران قریش کا ایک دوسرے کو اپنے بتوں اور معبودوں کی پرستش پر ثابت قدمی سے جمے رہنے کی تاکید کرنا مذکور ہوا ہے، اس کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ سرداران قریش اپنا ایک نمائندہ وفد لیکر خواجہ ابو طالب کے پاس نبی علیہ السلام کی شکایت کرنے گئے اور ان سے کہا کہ اپنے بھتیجے کو سمجھائیں کہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے باز آجائیں اور ہمیں اور ہمارے معبودوں کو گمراہ نہ کہا کریں، خواجہ ابو طالب نے نبی علیہ السلام کو بلایا اور ان کے سامنے بات رکھی، نبی علیہ السلام نے فرمایا چچا جان! مجھے ان کے مال و دولت، باغات اور جائیداد میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، اگر یہ لوگ میری بات مان لیں اور صرف ایک جملہ کہہ لیں تو کل عرب ان کا فرمانبردار ہو جائے اور کل عجم انہیں جزیہ اور خراج ادا کرنے لگے، سرداران قریش نے کہا کہ اگر زبان سے کوئی جملہ کہنے پر اتنا بڑا انقلاب آسکتا ہے تو ہم ایک چھوڑ دس کلمے کہنے کے لیے تیار ہیں، بتائیں آپ ہم سے کیا کہلوانا چاہتے ہیں؟ نبی علیہ السلام نے ''لاالہ الا اللہ'' ان کے سامنے پیش کردیا، اس پر وہ سب کپڑے جھاڑ کر وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اب یہاں ٹھہرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، یہاں سے نکل چلو اور اپنے معبودوں کی عبادت اور عقیدت پر ثابت قدمی کے ساتھ جمے رہو، محمد ﷺ اپنی اس دعوت اور تحریک کے ذریعے اپنے ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہتے ہیں، ضرور ان کی اس تحریک کے پیچھے ان کے کچھ مقاصد ہیں۔ (العیاذباللہ) ⑦ اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ اور سرداران قریش کا دعوت توحید کو گھڑی ہوئی بات قرار دینا مذکور ہوا ہے، وہ یہ کہتے تھے کہ اگر دعوت توحید میں کسی قسم کی صداقت اور پختگی ہوتی تو سابقہ ادیان و مذاہب اور آبائی تعلیمات میں ہمیں اس کا کوئی تو ذکر ملتا، کبھی تو ہمارے آباؤ اجداد نے ہمیں معبود واحد کی پہچان کروائی ہوتی، یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نہ مانتے، ایک معبود کی آواز سے ہمارے کان نا آشنا ہیں، ہم اسے کیونکر تسلیم کرلیں؟

يَذُوقُوا عَذَابِ ۞ أَمْ عِندَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ

يَذُوقُوا	عَذَابِ ⑧	أَمْ	عِندَهُمْ	خَزَآئِنُ	رَحْمَةِ	رَبِّكَ	الْعَزِيزِ
چکھا انہوں نے	میرا عذاب	کیا	ان کے پاس	خزانے	رحمت کے	تیرے رب کے	غالب

میرے عذاب کا مزہ چکھا ہی نہیں۔ ⑧ کیا اُن کے پاس آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں جو کہ غالب،

الْوَهَّابِ ⑨ أَمْ لَهُم مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوا

الْوَهَّابِ ⑨	أَمْ	لَهُمْ	مُّلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْأَرْضِ	وَ	مَا	بَيْنَهُمَا	فَلْيَرْتَقُوا
خوب عطا فرمانے والا	یا	ان کیلئے	حکومت	آسمانوں کی	اور	زمین کی	اور	جو کچھ	ان دونوں کے درمیان	سو انہیں چاہیے کہ چڑھ جائیں

عطا فرمانے والا ہے۔ ⑨ یا اُن کے پاس آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان کی حکومت ہے؟ سو اُنہیں چاہیے کہ رسیاں تان کر

فِي الْأَسْبَابِ ⑩ جُندٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ ⑪ كَذَّبَتْ

فِي	الْأَسْبَابِ ⑩	جُندٌ مَّا	هُنَالِكَ	مَهْزُومٌ	مِّنَ	الْأَحْزَابِ ⑪	كَذَّبَتْ
بیچ	رسیوں کے	ایک لشکر	وہیں	شکست خوردہ	سے	لشکروں کے	جھٹلایا

آسمان پر چڑھ جائیں۔ ⑩ یہ بھی لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جو شکست خوردہ ہو جائے گا۔ ⑪ ان سے پہلے

قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ⑫ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ

قَبْلَهُمْ	قَوْمُ	نُوحٍ	وَ	عَادٌ	وَ	فِرْعَوْنُ	ذُو الْأَوْتَادِ ⑫	وَ	ثَمُودُ	وَ	قَوْمُ	لُوطٍ
ان سے پہلے	قوم نے	نوح کی	اور	عاد نے	اور	فرعون نے	کیلوں والا	اور	ثمود نے	اور	قوم نے	لوط کی

قومِ نوح، قومِ عاد اور میخوں والا فرعون بھی تکذیب کر چکے ہیں۔ ⑫ اور قومِ ثمود، قومِ لوط

وَأَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ أُولٰئِكَ الْأَحْزَابُ ⑬ إِن كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ

وَ	أَصْحٰبُ	لْئَيْكَةِ	أُولٰئِكَ	الْأَحْزَابُ ⑬	إِنْ	كُلٌّ	إِلَّا	كَذَّبَ	الرُّسُلَ
اور	رہنے والے	ایکہ کے	وہی	لشکر بہت سے	نہیں	ہر ایک	مگر	اس نے جھٹلایا	پیغمبروں کو

اور ایکہ کے رہنے والوں نے بھی تکذیب کی، یہی بڑے بڑے لشکر تھے۔ ⑬ ان میں سے ہر ایک نے پیغمبروں کی تکذیب کی،

فَحَقَّ عِقَابِ ⑭ وَمَا يَنظُرُ هٰؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِن

فَحَقَّ	عِقَابِ ⑭	وَ	مَا	يَنظُرُ	هٰؤُلَاءِ	إِلَّا	صَيْحَةً	وَاحِدَةً	مَا	لَهَا	مِنْ
تو ثابت ہوگئی	میری سزا	اور	نہیں	انتظار کر رہے	یہ لوگ	مگر	چنگھاڑ کا	ایک	نہیں	اس کیلئے	سے

سو میری طرف سے سزا ثابت ہو گئی۔ ⑭ اور یہ لوگ تو صرف ایک چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں، جو درمیان میں سانس

ع ۱۴ ۱۰

⑧ اس آیتِ مبارکہ میں سردارانِ قریش کا نبی ﷺ کے انتخاب پر اعتراض اور حق تعالیٰ کا جواب ذکر کیا گیا ہے، وہ یہ کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کوئی کتاب نازل کرنی ہی تھی اور کسی کو اپنا پیغمبر اور نمائندہ بنانا ہی تھا تو اسے محمد ﷺ کے علاوہ اس منصب کے لیے اور کوئی نہیں ملا تھا؟ نہ ان کے پاس مال و دولت ہے، نہ کوئی باغ اور عالی شان محلات، کیا اس بے سروسامانی اور غربت کے ساتھ نبوت کی ذمہ داریاں نبھائی جا سکتی ہیں؟ ان نادانوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ نبوت اور فقر و فاقہ میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے اور نبوت کے لیے مالداری، ساز و سامان، باغات اور محلات کا ہونا ضروری نہیں ہے، پیغمبر پر ان کا اعتراض دراصل قرآن کریم کی حقانیت کے حوالے سے ان کے شک اور تردد پر دلالت کرتا ہے، اس لیے کہ اگر یہی قرآن کسی اور پر نازل ہوتا تب بھی وہ ایمان نہ لاتے اور اس دوسرے شخص پر کوئی اور اعتراض کر دیتے، ان اعتراضات اور شکوک و شبہات کو دور کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ انہیں سزا سے دوچار کیا جائے، جب تک یہ لوگ سزا کا مزہ نہیں چکھیں گے، اس وقت تک یہ لوگ شکوک و شبہات کی وادی میں بھٹکتے اور اس دلدل میں دھنستے رہیں گے، ان کے انکار اور تکذیب کی اصل وجہ بھی یہی ہے۔ ⑨ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کے انتخاب پر اعتراض کرنے والوں سے ایک سوال پوچھا گیا ہے کہ نبوت و رسالت تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی ہے، اور اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے یہ رحمت اور مہربانی کر دے، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ نبوت و رسالت وہبی چیز ہے، کسبی اور اختیاری نہیں ہے، کیا اللہ کی رحمت کے خزانے ان لوگوں کے پاس آ گئے ہیں کہ یہ اپنی مرضی سے جسے چاہیں، ان میں سے تقسیم کر دیں اور جسے نہ چاہیں، اسے کوئی بھی کچھ نہ دے سکے؟ کیا نبوت و رسالت کے لیے افراد کا انتخاب ان کی مرضی سے ہونا چاہیے؟ کیا ان لوگوں کا مقام و مرتبہ اس قدر بڑھ چکا ہے؟ ⑩ اس آیتِ مبارکہ میں معترضین سے ایک اور سوال پوچھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو مالک حقیقی اور مختارِ کل ہے، لہٰذا وہ اپنی ملکیت میں جیسا چاہے، تصرف کر سکتا ہے، کیا ان لوگوں کے پاس بھی زمین و آسمان کی حکومت آ گئی ہے؟ کیا یہ لوگ بھی ان چیزوں کے مالک ہو گئے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو پھر ان لوگوں کو چاہیے کہ رسیاں تان کر آسمان پر چڑھ جائیں، وہاں سے جو فرشتہ وحی لیکر زمین پر اترتا ہے اور محمد ﷺ کے پاس آکر انہیں سناتا ہے، اسے اپنے زور بازو اور طاقت سے روک دیں، تاکہ ان کی ملکیت بھی ثابت ہو جائے، ان کی قدرت و اختیار بھی نمایاں ہو جائے اور انہیں نبی ﷺ کے انتخاب پر جو اعتراض ہے، وہ اعتراض بھی ختم ہو جائے۔ ⑪ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین مکہ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ پہلے لشکروں کی طرح یہ بھی ایک لشکر ہے، اگر وہ ختم ہو گئے تو یہ بھی باقی نہیں رہیں گے، اور جس طرح اللہ اور اس کے پیغمبروں کے مقابلے میں آنے والے پہلے لشکر شکست کھا کر ذلیل و رسوا ہو گئے، اسی طرح یہ لشکر بھی شکست خوردہ ہو جائے گا، چنانچہ ساری دنیا نے لشکرِ قریش کی شکست اور میدانِ جنگ میں ان کی ناکامی کو دیکھ لیا اور بدر و خندق وغیرہ میں ان کی شکست اور ناکامی پر مہر لگ گئی۔ ⑫ ⑬ ان آیتوں میں گزشتہ لشکروں اور قوموں کا ایک حوالہ دیا گیا ہے کہ قریش مکہ سے پہلے بھی کچھ طاقتور جماعتیں گزر چکی ہیں مثلاً قومِ نوح، قومِ عاد، میخوں والا فرعون، قومِ ثمود، قومِ لوط اور اہلِ ایکہ یعنی قومِ شعیب، ان لوگوں کے پاس دنیا کی ہر نعمت، سہولت اور آسائش موجود تھی، اور ان لوگوں نے بھی اللہ اور اس کے پیغمبروں کا مقابلہ کیا تھا، یہی وہ مختلف گروہ ہیں جن کی طرف آیت نمبر ۱۱ میں اشارہ کیا گیا ہے اور یہی وہ لشکر ہیں جنہیں اپنے اپنے وقت میں عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ نہایت ذلت و رسوائی کا شکار ہوئے، اگر انہیں اللہ کے عذاب سے کوئی

فَوَاقٍ ﴿١٥﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿١٦﴾ اِصْبِرْ

فَوَاقٍ﴿١٥﴾	وَ	قَالُوْا	رَبَّنَا	عَجِّلْ	لَّنَا	قِطَّنَا	قَبْلَ	يَوْمِ	الْحِسَابِ﴿١٦﴾	اِصْبِرْ
کوئی سانس لینا	اور	کہا انہوں نے	اے ہمارے پروردگار	جلدی دیدے	ہمیں	ہمارا حصہ	پہلے	دن سے	حساب کے	صبر کر

نہ لے گی۔ ﴿١٥﴾ اور کہتے ہیں کہ پروردگار! ہمیں حساب کا دن آنے سے پہلے ہی ہمارا حصہ دیدے۔ ﴿١٦﴾ یہ جو کچھ

عَلٰی مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿١٧﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا

عَلٰی	مَا	يَقُوْلُوْنَ	وَاذْكُرْ	عَبْدَنَا	دَاوٗدَ	ذَا الْاَيْدِ	اِنَّهٗٓ	اَوَّابٌ﴿١٧﴾	اِنَّا	سَخَّرْنَا
پر	وہ جو	کہہ رہے ہیں	اور ذکر کر	ہمارے بندے کا	داؤد	قوت والا	بیشک وہ	رجوع کرنے والا	بیشک ہم نے	مسخر کردیا

کہہ رہے ہیں، اُس پر صبر کیجئے، اور ہمارے بندے داؤد کا ذکر کیجئے جو طاقت والے تھے، بیشک وہ خوب رجوع کرنے والے تھے۔ ﴿١٧﴾ بیشک ہم نے پہاڑوں کو

الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿١٨﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ

الْجِبَالَ	مَعَهٗ	يُسَبِّحْنَ	بِالْعَشِيِّ	وَالْاِشْرَاقِ﴿١٨﴾	وَالطَّيْرَ	مَحْشُوْرَةً
پہاڑوں کو	اس کے ساتھ	تسبیح کرتے وہ	شام کو	اور صبح کو	اور پرندے	جمع کئے جانے والے

اُن کے ساتھ مسخر کردیا تھا جو صبح و شام اُن کے ہمراہ تسبیح کیا کرتے تھے۔ ﴿١٨﴾ اور پرندے اُن کیلئے مسخر کردیے جو کہ جمع ہو جاتے تھے،

كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿١٩﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ

كُلٌّ	لَّهٗٓ	اَوَّابٌ﴿١٩﴾	وَ	شَدَدْنَا	مُلْكَهٗ	وَ	اٰتَيْنٰهُ	الْحِكْمَةَ	وَ	فَصْلَ
ہرایک	اس کیلئے	رجوع کرنے والا	اور	مضبوط کیا ہم نے	اس کی حکومت کو	اور	دی ہم نے اسے	حکمت	اور	فیصلہ کن

اُن میں سے ہر ایک اللہ کے سامنے رجوع کرنے والا تھا۔ ﴿١٩﴾ اور ہم نے اُن کی سلطنت کو مضبوط کیا اور اُنہیں حکمت اور فیصلہ کن کلام کی

الْخِطَابِ ﴿٢٠﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿٢١﴾ اِذْ

الْخِطَابِ﴿٢٠﴾	وَ	هَلْ	اَتٰىكَ	نَبَؤُا	الْخَصْمِ	اِذْ	تَسَوَّرُوا	الْمِحْرَابَ﴿٢١﴾	اِذْ
بات	اور	کیا	تیرے پاس آئی	خبر	مقدمے والوں کی	جب	انہوں نے دیوار پھاندی	عبادت خانے کی	جب

صلاحیت عطا فرمائی۔ ﴿٢٠﴾ اور کیا آپ کے پاس ایک مقدمے والوں کی خبر پہنچی ہے؟ جب وہ دیوار پھاند کر اُن کے عبادت خانے میں گھس گئے۔ ﴿٢١﴾ جب

دَخَلُوْا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰی بَعْضُنَا

دَخَلُوْا	عَلٰی	دَاوٗدَ	فَفَزِعَ	مِنْهُمْ	قَالُوْا	لَا	تَخَفْ	خَصْمٰنِ	بَغٰی	بَعْضُنَا
وہ داخل ہوئے	پر	داؤد کے	تو گھبرا گیا	ان سے	کہنے لگے وہ	مت	ڈر	دو فریق	ناانصافی کی	ہم میں سے بعض نے

وہ داؤد کے یہاں داخل ہوئے تو داؤد اُن سے گھبرا گئے، وہ کہنے لگے کہ آپ خوفزدہ نہ ہوں، ہم دو فریق ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے سے

وقف لازم

نہیں بچا سکا تو مشرکین قریش کیوں اس خوش فہمی کا شکار ہیں کہ وہ بچ جائیں گے، رہی یہ بات کہ فرعون کو میخوں والا کیوں کہا گیا؟ تو اس سلسلے میں مفسرین کی بہت سی آراء ہیں، مثلاً یہ کہ میخوں والا ہونا استعارۃً حکومت وسلطنت کی مضبوطی کے معنی میں محاورے کے طور پر استعمال ہوتا ہے، چونکہ فرعون کی حکومت بہت مضبوط تھی گویا کہ وہ کیلوں کی طرح گڑی ہوئی ہو، اس لیے اسے میخوں والا کہا گیا، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ فرعون نے جس شخص کو سزا دینا ہوتی تھی اس کے ہاتھوں اور پاؤں کو لکڑی کے ایک تختے پر باندھ کر انہیں کیلوں سے گاڑ دیتا تھا اور اس پر سانپ بچھو چھوڑ دیتا تھا، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس سے فرعون کے لشکروں کی کثیر تعداد کی طرف اشارہ ہے کہ ان کے قیام کے لیے بیشمار خیموں کی اور خیموں کے لیے بے شمار کیلوں کی ضرورت پیش آتی تھی اس لیے وہ میخوں والا مشہور ہوگیا۔ واللہ اعلم ﴿١٣﴾ اس آیت مبارکہ میں مذکورہ لشکروں اور قوموں کا حال اور انجام بیان کیا گیا ہے، حال یہ تھا کہ انہوں نے سرکشی اور پیغمبروں کی تکذیب کا راستہ اختیار کیا اور انجام یہ ہوا کہ وہ ہمارے عذاب کا شکار ہوگئے اور انہیں ایسی عبرتناک سزائیں دی گئیں کہ سننے اور دیکھنے والے کانپ اٹھیں۔ اعاذنا اللہ منہا ﴿١٥﴾ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن پھونکے جانے والے صور کی حقیقت بیان کرکے مشرکین کی نادانی ذکر کی گئی ہے، یہ نادان لوگ قیامت کے انتظار میں بیٹھے ہیں اور رسول اکرم ﷺ سے قیامت کا وقت پوچھ رہے ہیں، انہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ کس چیز کا انتظار کررہے ہیں، قیامت کے دن صور پھونکے جانے کی آواز ایک ہیبت ناک چنگھاڑ کی طرح ہوگی جس کا آغاز ہلکی آواز سے ہوگا، پھر وہ آہستہ آہستہ تیز ہوتی جائے گی، یہاں تک کہ وہ اس قدر ہیبت ناک ہوجائے گی کہ لوگوں کے کلیجے پھٹ جائیں گے اور وہ آواز اس قدر تسلسل کے ساتھ آئے گی کہ درمیان میں کوئی وقفہ بھی نہ آئے گا، اہل عرب کسی چیز کا تسلسل بیان کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ اس میں اتنا وقفہ بھی نہیں ہوا جتنا اونٹنی کا دودھ دو مرتبہ دوہنے میں وقفہ ہوتا ہے، اسی درمیانی وقفے کو "فواق" کہتے ہیں، یہاں صور اسرافیل کا تسلسل بیان کرنے کے لیے "فواق" کا لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ﴿١٦﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ کی ایک گستاخی وبے باکی ذکر کی گئی ہے کہ وہ اللہ کے عذاب سے خوفزدہ ہونے اور اس سے بچاؤ کا انتظام کرنے کی بجائے نہایت دیدہ دلیری اور ڈھٹائی سے کہتے ہیں کہ جو عذاب ہمیں قیامت کے دن ہونا ہے، اس کا انتظار ہم سے نہیں ہوتا، آپ اس دنیا میں ہی ہمیں ہمارا حصہ دیدیں۔ ﴿١٧﴾ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو دو چیزوں کی تاکید کی گئی ہے، پہلی یہ کہ مشرکین ومنکرین کی باتوں کو صبر وتحمل سے برداشت کرتے رہیے، اس کا کوئی جواب نہ دیں اور نہ ہی اس کی وجہ سے رنجیدہ اور غمگین ہوں، دوسری یہ کہ ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجئے، حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر جمیل کے بعد دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے جس کا منشا یہ ہے کہ یہ تمام پیغمبر پریشان کن حالات سے گزر چکے ہیں اور انہوں نے مشکل وقت کا سامنا کیا ہے، آپ بھی اس سے پہلے مشکل حالات کو نہایت حوصلے اور کشادہ روئی سے گزارتے رہے ہیں، جماعت انبیاء کا تذکرہ کرنے سے آپ کو مزید حوصلہ اور سہارا ملے گا، اس سلسلے میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر سب سے پہلے کرکے ان کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ "ہاتھ والے" تھے، ظاہر ہے کہ دنیا میں ہر تندرست اور کامل انسان ہاتھ والا ہوتا ہے، یہاں خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر کرنے میں یقیناً کوئی حکمت ہوگی، سو بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ وہ بادشاہ ہونے کے باوجود اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے اس لیے انہیں "ہاتھ والا" کہا گیا، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ ان کے ہاتھ میں لوہا موم کی طرح

عَلٰى بَعۡضٍ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَنَا بِالۡحَقِّ وَلَا تُشۡطِطۡ وَاهۡدِنَاۤ اِلٰى سَوَآءِ

عَلٰى	بَعۡضٍ	فَاحۡكُمۡ	بَيۡنَنَا	بِالۡحَقِّ	وَ	لَا	تُشۡطِطۡ	وَاهۡدِنَاۤ	اِلٰى	سَوَآءِ
پر	بعض کے	تو فیصلہ کردے	ہمارے درمیان	ساتھ حق کے	اور	مت	ٹال	اور رہنمائی کر ہماری	طرف	سیدھے

ناانصافی کی ہے، سو آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کردیجئے، ٹالنے والی بات نہ کیجئے اور سیدھے راستے کی طرف ہماری

الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَاۤ اَخِىۡ ۫ لَهٗ تِسۡعٌ وَّتِسۡعُوۡنَ نَعۡجَةً وَّلِىَ نَعۡجَةٌ

الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾	اِنَّ	هٰذَاۤ	اَخِىۡ ۫	لَهٗ	تِسۡعٌ	وَّ	تِسۡعُوۡنَ	نَعۡجَةً	وَّلِىَ	نَعۡجَةٌ
راستے کے	بیشک	یہ	میرا بھائی	اس کیلئے	نو	اور	نوے	دنبیاں	اور میرے لئے	دنبی

رہنمائی کر دیجئے۔ ۲۳ یہ میرا بھائی ہے، اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں، اور میرے پاس صرف ایک

وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ اَكۡفِلۡنِيۡهَا وَعَزَّنِىۡ فِى الۡخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدۡ ظَلَمَكَ

وَّاحِدَةٌ ۫	فَقَالَ	اَكۡفِلۡنِيۡهَا	وَ	عَزَّنِىۡ	فِى	الۡخِطَابِ ﴿۲۳﴾	قَالَ	لَقَدۡ	ظَلَمَكَ
ایک	سو کہتا ہے	حوالے کردے میرے وہ بھی	اور	دبالیتا ہے مجھے	بیچ	گفتگو کے	کہا اس نے	البتہ یقینا	اس نے تجھ پر ظلم کیا

دنبی ہے، یہ کہتا ہے کہ وہ ایک بھی میرے حوالے کردو، اور گفتگو میں مجھے دبالیتا ہے۔ ۲۴ داؤد نے کہا کہ اس نے اپنی دنبیوں کے ساتھ

بِسُؤَالِ نَعۡجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡخُلَطَآءِ لَيَبۡغِىۡ

بِسُؤَالِ	نَعۡجَتِكَ	اِلٰى	نِعَاجِهٖ ؕ	وَ	اِنَّ	كَثِيۡرًا	مِّنَ	الۡخُلَطَآءِ	لَيَبۡغِىۡ
مانگ کر	تیری دنبی	طرف	اپنی دنبیوں کے	اور	بیشک	بہت سارے	سے	شرکاء کے	البتہ ناانصافی کرتے ہیں

تمہاری دنبی کو ملانے کیلئے سوال کرکے تم پر ظلم کیا ہے، اور اکثر شریک ایک دوسرے کے ساتھ

بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيۡلٌ مَّا هُمۡ ؕ

بَعۡضُهُمۡ	عَلٰى	بَعۡضٍ	اِلَّا	الَّذِيۡنَ	اٰمَنُوۡا	وَعَمِلُوۡا	الصّٰلِحٰتِ	وَ	قَلِيۡلٌ مَّا	هُمۡ
ان میں سے بعض	پر	بعض کے	مگر	وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور عمل کئے انہوں نے	اچھے	اور	بہت تھوڑے	وہ

ناانصافی کرتے ہیں سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک عمل کیے، اور ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں،

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسۡتَغۡفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ السجدة

وَ	ظَنَّ	دَاوٗدُ	اَنَّمَا	فَتَنّٰهُ	فَاسۡتَغۡفَرَ	رَبَّهٗ	وَ	خَرَّ	رَاكِعًا	وَّ	اَنَابَ ﴿۲۴﴾
اور	سمجھ گیا	داؤد	وہ تو صرف	ہم نے اسے آزمایا	سو مغفرت مانگی اس نے	اپنے رب سے	اور	گر پڑا	جھکتے ہوئے	اور	رجوع کیا

اور داؤد سمجھ گئے کہ ہم نے اُنہیں آزمایا ہے، سو اُنہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور جھکتے ہوئے گر پڑے، اور رجوع کیا۔ ۲۵

السجدة ۱۰

نرم ہوجاتا تھا اس لیے انہیں ہاتھ والا کہا گیا، بعض مفسرین کے نزدیک چونکہ وہ تاج وتخت اور حکومت وسلطنت کی قوت رکھتے تھے، اس لیے انہیں ہاتھ والا کہا گیا دوسری صفت یہ کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے، ہرحال میں ان کی توجہات کا مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی تھی اور وہ اپنی عبادت وریاضت، ملکی اور ذاتی معاملات، مقدمات کے فیصلوں اور کاروباری لین دین ہر معاملے میں اللہ کی طرف رجوع کرکے اس سے رہنمائی لیتے تھے، ان دوصفتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عبدیت کی نسبت اپنی طرف کرکے ان کی شان مزید بڑھادی ہے کہ وہ ہمارے خاص بندے تھے، اس لیے آپ ان کا تذکرہ کیجئے۔ ۱۸ اس آیت مبارکہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے ہمراہ پہاڑوں کے صبح وشام تسبیح پڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے، اس پر سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۷۹ کا حاشیہ ملاحظہ کرلیا جائے جہاں ان لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ کردیا گیا ہے جو پہاڑوں کے تسبیح کرنے کو صدائے بازگشت سے تعبیر کرتے ہیں۔ ۱۹ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے ہمراہ پرندوں کے تسبیح پڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے، ویسے تو ہر پرندہ اور درندہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے، لیکن حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ جب وہ اپنی خوبصورت اور پاکیزہ آواز میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور تسبیح وتحمید بیان کرتے تو ان کی آواز میں آواز ملا کر فضا میں اڑتے ہوئے پرندے بھی شامل ہوجاتے تھے اور ایک ایسا سماں بندھ جاتا تھا جس کی نظیر سے زمانہ خالی اور لوگ عاجز ہیں۔ ۲۰ اس آیت مبارکہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے تین اوصاف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ ہم نے ان کی حکومت کو خوب مضبوط کردیا تھا، کسی بھی حکومت کو مضبوط کرنے کے اسباب دو طرح کے ہوتے ہیں، کچھ ظاہری اور کچھ باطنی، ظاہری اسباب میں بھرپور خزانہ، مضبوط دفاع، تیز اور فوری انصاف، فلاح عامہ کے منصوبے، امن وامان کی مثالی صورتحال اور مستحکم معیشت وغیرہ امور آتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ سب چیزیں عطا فرما رکھی تھیں، جبکہ باطنی اسباب میں سب سے اہم چیز غیبی رہنمائی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دستگیری ہے، جس کے لیے یہ واقعہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس دو آدمی گائے کا مقدمہ لیکر آئے، مدعی کا کہنا تھا کہ مدعا علیہ کے پاس جو گائے ہے، وہ میری ہے، اس نے زبردستی مجھ سے چھین رکھی ہے، مدعا علیہ اس کا منکر تھا، مدعی کے پاس گواہ کوئی نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ مدعا علیہ کو قتل کردیا جائے، حضرت داؤد علیہ السلام نے اسے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم بھیجا ہے کہ تجھے قتل کردوں، سچ بتا کہ اصل ماجرا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ آپ کے پاس جو حکم آیا ہے، وہ بالکل درست اور صحیح ہے کیونکہ اس شخص کے باپ کا قاتل میں ہی ہوں، اب تک میں لوگوں کی نگاہوں سے چھپا ہوا تھا، آج اللہ تعالیٰ نے یہ پردہ اٹھادیا، گویا اس طرح غیبی اسباب مہیا کرکے ان کی حکومت کو مضبوط کیا گیا، دوسرا وصف یہ کہ ہم نے انہیں حکمت عطا کی تھی، حکمت ہر اس کلام کو کہتے ہیں جو حق اور شرع کے موافق ہو، تیسرا وصف یہ کہ ہم نے انہیں فیصلہ کن کلام کرنے کی صلاحیت عطا کی تھی، فیصلہ کن کلام سے مراد ہر وہ کلام ہوتا ہے جو موقع محل کی مناسبت سے ہو، مضبوط وجوہات اور ٹھوس دلائل پر مبنی ہو، فوری اور بروقت ہو، گہری نظر اور باریک بینی پر مشتمل ہو، یہ صلاحیت اور خوبی بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے اور ایسے لوگوں کی زبان سے نکلنے والے اکثر جملے ضرب الامثال کے طور پر لوگوں میں مشہور ہوجاتے ہیں۔ ۲۱ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے حضرت داؤد علیہ السلام کی حیات مبارکہ کے ایک واقعہ کے متعلق سوال پوچھا گیا ہے کہ کیا آپ کو اس واقعے کی خبر ہے جب دو لوگ ناگہانی طور پر ان کے گھر کی دیوار پھاند کر پیچھے سے ان کے گھر میں آگھسے، بعض

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٢٥﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا

فَغَفَرْنَا	لَهٗ	ذٰلِكَ	وَ	اِنَّ	لَهٗ	عِنْدَنَا	لَزُلْفٰى	وَ	حُسْنَ	مَاٰبٍ ﴿٢٥﴾	يٰدَاوٗدُ	اِنَّا
سو معاف کر دیا ہم نے	اسے	وہ	اور	بیشک	اس کیلئے	ہمارے پاس	البتہ قرب	اور	بہترین	ٹھکانہ	اے داؤد	بیشک ہم نے

سو ہم نے اُنہیں معاف کر دیا، اور بیشک ہمارے یہاں اُن کیلئے اونچا مقام اور بہترین ٹھکانہ ہے۔ ﴿٢٥﴾ اے داؤد! ہم نے تمہیں

جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ

جَعَلْنٰكَ	خَلِيْفَةً	فِي	الْاَرْضِ	فَاحْكُمْ	بَيْنَ	النَّاسِ	بِالْحَقِّ	وَ	لَا	تَتَّبِعِ
بنا دیا تجھے	جانشین	بیچ	زمین کے	تو فیصلہ کر تو	درمیان	لوگوں کے	ساتھ حق کے	اور	مت	پیروی کر

زمین میں اپنا "خلیفہ" مقرر کیا ہے، سو تم لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، اور خواہشاتِ نفس کی پیروی

الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ

الْهَوٰى	فَيُضِلَّكَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَضِلُّوْنَ	عَنْ	سَبِيْلِ
خواہشات کی	کہ وہ تجھے بہکا دیں	سے	راستے	اللہ کے	بیشک	جو لوگ	بہک جاتے ہیں	سے	راستے

نہ کرو، کہیں وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بہکا نہ دیں، کیونکہ جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک

اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿٢٦﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاۗءَ

اللّٰهِ	لَهُمْ	عَذَابٌ	شَدِيْدٌۢ	بِمَا	نَسُوْا	يَوْمَ	الْحِسَابِ ﴿٢٦﴾	وَ	مَا	خَلَقْنَا	السَّمَاۗءَ
اللہ کے	ان کیلئے	عذاب	سخت	بدلے اس کے جو	بھول گئے وہ	دن کو	حساب کے	اور	نہیں	پیدا کیا ہم نے	آسمان

جاتے ہیں، اُن کیلئے سخت عذاب ہے، اس وجہ سے کہ اُنہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا۔ ﴿٢٦﴾ اور ہم نے آسمان و زمین

وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ

وَ	الْاَرْضَ	وَ	مَا	بَيْنَهُمَا	بَاطِلًا	ذٰلِكَ	ظَنُّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	فَوَيْلٌ	لِّلَّذِيْنَ
اور	زمین	اور	جو کچھ	ان دونوں کے درمیان	بیکار	وہ	گمان	ان لوگوں کا	کفر کیا انہوں نے	سو ہلاکت	ان لوگوں کیلئے

اور اُن کے درمیان جو کچھ ہے، بیکار پیدا نہیں کیا، یہ اُن لوگوں کا گمان ہے جنہوں نے کفر کیا، سو کافروں کیلئے جہنم کی

كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿٢٧﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

كَفَرُوْا	مِنَ	النَّارِ ﴿٢٧﴾	اَمْ	نَجْعَلُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ
کفر کیا انہوں نے	سے	جہنم کے	کیا	ہم کر دیں گے	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	اور	عمل کئے انہوں نے	اچھے

آگ سے ہلاکت ہے۔ ﴿٢٧﴾ کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے، زمین میں فساد

مفسرین کی رائے میں وہ دونوں انسانی شکل میں فرشتے تھے، جبکہ بعض حضرات کی رائے میں وہ انسان ہی تھے، اگر انہیں فرشتے تسلیم کیا جائے تو ان کا اس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے گھر کی دیوار پھاند کر آنا اس بات کی اہمیت اور غیر معمولی حساسیت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہوگا جو اس واقعے میں آگے آئے گی، البتہ اگر وہ انسان ہوں تو ان کا اس طرح سے آنا یقیناً قابل گرفت ہے کیونکہ انہوں نے جو مقدمہ پیش کیا ہے، وہ اس قدر ایمرجنسی اور ناگہانی مقدمہ نہیں تھا کہ انہیں حضرت داؤد علیہ السلام کے گھر کی دیوار پھاندنی پڑ گئی، ممکن ہے کہ وہ لوگ کسی برے اور خطرناک ارادے سے آئے ہوں اور جب انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ہوشیار اور بیدار دیکھا ہو تو انہوں نے ایک فرضی مقدمہ بنا کر حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے اسے پیش کر دیا ہو، چنانچہ امام رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ امکان بھی ذکر کیا ہے۔

٢
ع ١٢
١١

﴿٢١﴾ ﴿٢٢﴾ ان آیتوں میں دیوار پھاند کر آنے والوں کا حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرنا مذکور ہوا ہے، کسی بھی شخص کے گھر میں دیوار پھاند کر داخل ہونا نہایت معیوب اور کبیرہ گناہ ہے، شریعت اس کی حوصلہ افزائی کبھی نہیں کرتی، اگر وہ گھر کسی نبی اور بادشاہ وقت کا ہو تو اس کی حساسیت اور بھی بڑھ جاتی ہے اور یہ شکایت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس طرح انبیاء کرام علیہم السلام اور بادشاہوں کی سکیورٹی کا نظام غیر مستحکم اور کمزور ہو جاتا ہے، دیوار پھاند کر آنے والے چور اچکے سمجھ کر گرفتار بھی کر لیے جاتے ہیں، یہ خطرہ بھی ہوتا ہے کہ وہ کوئی جانی نقصان نہ پہنچا دیں، اس لیے حضرت داؤد علیہ السلام نے انہیں اس طرح اپنے گھر میں دیکھ کر اجنبیت اور خوف محسوس کیا، آنے والوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو یقین دلایا کہ ہم آپ کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے کے ارادے سے نہیں آئے، صرف ایک مقدمے کا فیصلہ کروانا چاہتے ہیں، آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ عدل و انصاف پر مبنی فیصلہ فرمائیں گے اور ہمیں صحیح راستے پر چلائیں گے، ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم دونوں پارٹنر ہیں اور شراکت کی بنیاد پر کاروبار کرتے ہیں، اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے، لیکن اسے وہ ایک دنبی بھی میرے پاس ہونا برداشت نہیں ہے اور یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ایک دنبی بھی میں اس کے حوالے کر دوں، چونکہ اسے بات کرنے کا ڈھنگ آتا ہے اس لیے اپنی زبان دانی کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اپنے لیے بآسانی ہمدردی پیدا کر لیتا ہے، اب آپ ہمارے درمیان انصاف پر مبنی فیصلہ فرما دیں۔ ﴿٢٣﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کا مذکورہ مقدمے کے متعلق فیصلہ مذکور ہے، اس فیصلے کا ایک ایک حرف صداقت اور حقیقت پر مبنی ہے کہ عام طور پر شراکت داری کے معاملے میں ایک شریک دوسرے کے ساتھ ناانصافی اور حق تلفی کا معاملہ ہی کرتا ہے، بہت کم لوگ انصاف پسندی کے ساتھ شراکت داری کو نبھاتے ہیں، یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو ایمان اور عمل صالح کے اوصاف سے مزین ہوں، اب اگر یہ شخص تیری ایک دنبی کو اپنی ننانوے دنبیوں کے ساتھ ملانے کے لیے تجھ سے اصرار کر رہا ہے تو یہ غلط اور تجھ پر ظلم کر رہا ہے، ظاہر ہے کہ اس فیصلے میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے جس پر انگلی اٹھائی جا سکے، البتہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے دوسرے فریق کا موقف نہیں سنا اور پہلے فریق کا موقف سن کر ہی نہ صرف یہ کہ رائے قائم فرما لی بلکہ فیصلہ بھی فرما دیا، ان دونوں کے جانے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے مختلف پہلوؤں پر غور کیا، مثلاً یہ کہ وہ اتنے سخت حفاظتی انتظامات کے باوجود اندر کیسے آ گئے؟ اگر یہ فرشتے تھے تو مجھے کیا پیغام دینا چاہتے تھے؟ اگر انسان تھے تو انہیں اس طرح ہنگامی طور پر آنے کی کیا ضرورت تھی؟ نیز یہ کہ میں نے دوسرے فریق کا موقف کیوں نہیں سنا؟ پہلے فریق کا موقف سن کر ہی میں نے

كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ كِتٰبٌ

كَالْمُفْسِدِيْنَ	فِي	الْاَرْضِ	اَمْ	نَجْعَلُ	الْمُتَّقِيْنَ	كَالْفُجَّارِ ۲۸	كِتٰبٌ
جیسے فساد کرنے والے	بیچ	زمین کے	کیا	ہم کردیں گے	متقیوں کو	گنہگاروں کی طرح	کتاب

پھیلانے والوں کی طرح کر دیں گے؟ یا ہم متقیوں کو فاجروں کی طرح کر دیں گے؟ ۲۸ یہ ایک بابرکت کتاب ہے

اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ وَوَهَبْنَا

اَنْزَلْنٰهُ	اِلَيْكَ	مُبٰرَكٌ	لِّيَدَّبَّرُوْٓا	اٰيٰتِهٖ	وَلِيَتَذَكَّرَ	اُولُوا الْاَلْبَابِ ۲۹	وَ	وَهَبْنَا
نازل کیا ہم نے اسے	تیری طرف	بابرکت	تاکہ تدبر کریں	اس کی آیتوں میں	اور تاکہ نصیحت حاصل کریں	عقل والے	اور	ہم نے تحفہ دیا

جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں تدبّر سے کام لیں اور تاکہ اہلِ عقل نصیحت حاصل کریں۔ ۲۹ اور ہم نے داؤد کو

لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ

لِدَاوٗدَ	سُلَيْمٰنَ	نِعْمَ	الْعَبْدُ	اِنَّهٗٓ	اَوَّابٌ ۳۰	اِذْ	عُرِضَ	عَلَيْهِ	بِالْعَشِيِّ
داؤد کو	سلیمان کا	کیا خوب	بندہ	بیشک وہ	رجوع کرنے والا	جب	پیش کیے گئے	اس پر	شام کو

تحفے میں سلیمان دیا، کیا خوب بندہ تھا، بیشک وہ رجوع کرنے والا تھا۔ ۳۰ جب اُن کے سامنے شام کے وقت اصیل

الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ

الصّٰفِنٰتُ	الْجِيَادُ ۳۱	فَقَالَ	اِنِّيْٓ	اَحْبَبْتُ	حُبَّ	الْخَيْرِ	عَنْ	ذِكْرِ	رَبِّيْ
گھوڑے	اصیل	سو کہا اس نے	بیشک میں نے	عزیز رکھا	محبت کو	مال کی	سے	ذکر کے	اپنے رب کے

گھوڑے پیش کیے گئے۔ ۳۱ تو وہ کہنے لگے کہ میں نے مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد میں ہی عزیز رکھا،

حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ

حَتّٰى	تَوَارَتْ	بِالْحِجَابِ ۳۲	رُدُّوْهَا	عَلَيَّ	فَطَفِقَ	مَسْحًا	بِالسُّوْقِ
یہاں تک کہ	چھپ گیا وہ	پردے میں	انہیں واپس لاؤ	میرے پاس	سو لگا وہ	پونچھنے	پنڈلیوں کو

یہاں تک کہ وہ پردے میں چھپ گئے ۳۲ انہیں میرے پاس واپس لیکر آؤ، چنانچہ وہ اُن کی پنڈلیاں اور گردنیں

وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ

وَ	الْاَعْنَاقِ ۳۳	وَ	لَقَدْ	فَتَنَّا	سُلَيْمٰنَ	وَ	اَلْقَيْنَا	عَلٰى	كُرْسِيِّهٖ	جَسَدًا	ثُمَّ
اور	گردنوں کو	اور	البتہ یقیناً	ہم نے آزمایا	سلیمان کو	اور	ڈال دیا ہم نے	پر	اس کی کرسی کے	ایک جسم	پھر

پونچھنے لگے۔ ۳۳ اور یقیناً ہم نے سلیمان کی آزمائش کی، اور اُن کے تخت پر ایک جسم لا کر ڈال دیا، پھر

فیصلہ کردیا؟ دل میں یہ خیالات آتے ہی حضرت داؤد علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہوگئے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جذبے کو قبول فرما کر ان کی مغفرت کا فیصلہ فرمالیا اور انہیں معاف کردیا۔ ۲۸ اس آیت مبارکہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے تین انعامات کا اعلان کیا گیا ہے، پہلا یہ کہ ہم نے اپنے بندے داؤد کی مغفرت فرمادی، یہ بات ان تمام لوگوں کو سمجھنی چاہیے جو حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف ایسی چیزوں کی نسبت کرتے ہیں جو ایک پیغمبر کی طرف منسوب کرنا تو بڑی دور کی بات، کسی عام شریف آدمی کی طرف بھی منسوب نہیں کی جاتی ہیں، کوئی کہتا ہے کہ انہوں نے اپنے سپہ سالار کو قتل کرواکے اس کی بیوی سے شادی کرلی، اور کوئی ان کی طرف عشق ومحبت میں حد سے آگے بڑھ جانے اور العیاذ باللہ بدکاری تک پہنچ جانے کی نسبت کرتا ہے اور اس بات کو فراموش کردیتا ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ قرآن کریم یہ تو بیان کرتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا امتحان لیا گیا اور یہ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف بھی کردیا، لیکن قرآن یہ بیان نہیں کرتا کہ ان کا امتحان کس طرح لیا گیا؟ انہوں نے کس چیز پر اللہ سے معافی مانگی اور وہ کون سا ایسا قول یا عمل تھا جس پر انہیں استغفار اور توبہ کی ضرورت پیش آئی؟ آخر قرآن نے جس چیز کو مبہم رکھا ہے، ہم اسے مبہم کیوں نہیں رکھ سکتے؟ اور قرآن کریم نے جتنی بات بیان کردی ہے ہم اس پر ایمان کیوں نہیں لے آتے؟ دوسرا انعام یہ کہ داؤد کو ہماری بارگاہ میں خصوصی تقرب اور مقام ومرتبہ حاصل ہے، اور تیسرا انعام یہ کہ ہم داؤد علیہ السلام کو بہترین ٹھکانہ اور عمدہ ترین رہائش مہیا کریں گے جس سے ان کی شان وشوکت میں مزید اضافہ ہوگا چنانچہ آخرت میں ان کے لیے عالی شان رہائش گاہ کا انتظام کیا گیا ہے۔ ۲۶ اس آیت مبارکہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کو ان کے نام سے مخاطب کیا گیا ہے، اس خطاب میں انہیں ''خلیفۃ اللہ'' کا اعزاز دیا گیا ہے، ان سے پہلے یہ اعزاز صرف حضرت آدم علیہ السلام کو عطا کیا گیا تھا، اولادِ آدم میں سے اس اعزاز کے لیے حضرت داؤد علیہ السلام کے انتخاب کی اصل وجہ اور حکمت یہ ہے کہ عالم ارواح میں حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی عمر کے چالیس سال حضرت داؤد علیہ السلام کو دیدیے تھے، جس کی وجہ سے حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر ساٹھ سال سے بڑھ کر سو سال ہوگئی تھی، چونکہ حضرت آدم علیہ السلام ''خلیفۃ اللہ'' تھے، لہٰذا ان کی عمر کے چالیس سال جسے ملے، وہ بھی ''خلیفۃ اللہ'' قرار پایا، حضرت داؤد علیہ السلام کو لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ انصاف اور حق کے ساتھ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ وہ جس کے خلیفہ ہیں اس نے کبھی ظلم اور ناانصافی پر مبنی فیصلہ نہیں کیا، یہاں یہ پہلو قابل غور ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کو عوامی مقدمات میں عدل وانصاف کا حکم دیا جارہا ہے تو عام حکمرانوں اور قاضیوں کو اس کا اہتمام کرنے کی کس قدر ضرورت ہوگی، حضرت داؤد علیہ السلام سے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اپنے نفس کی خواہش پر عمل نہ کریں، کیونکہ جو قاضی خواہش نفس کی بنا پر فیصلہ کرتا ہے وہ راہ راست سے بھٹک جاتا ہے اور جو شخص راہ راست سے بھٹک جاتا ہے اس کے لیے قیامت کے دن سخت عذاب تیار کیا گیا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے یہ حکم فرمایا ہے کہ قاضی کبھی بھی غصے یا زیادہ خوشی کی حالت میں فیصلہ نہ کرے کیونکہ ایسی حالت میں انسان اپنے حواس پر قابو نہیں رہتا، لہٰذا ہر حاکم اور قاضی کے لیے اس کی پابندی لازم ہے۔ ۲۷ اس آیت مبارکہ میں زمین وآسمان کی تخلیق سے متعلق کافروں کے ایک گمان فاسد کی تردید کی گئی ہے، کہ ان کے نزدیک زمین آسمان کی تخلیق کا کوئی مقصد نہیں ہے، یہ چیزیں یونہی وجود میں آگئیں اور یونہی ختم ہوجائیں گی، ان کی تخلیق کسی خاص حکمت کے تحت نہیں کی گئی، حالانکہ اگر یہ لوگ معمولی غور وفکر سے کام لیتے تو اس قدر بیہودہ اور فاسد

أَنَابَ ۝٣٤ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّن بَعْدِي

أَنَابَ ۝٣٤	قَالَ	رَبِّ	اغْفِرْ لِي	وَهَبْ	لِي	مُلْكًا	لَا يَنْبَغِي	لِأَحَدٍ	مِّنْ	بَعْدِي
اس نے رجوع کیا	کہا اس نے	اے میرے پروردگار	معاف کردے مجھے	اور تحفے میں دے	مجھے	حکومت	نہ مناسب ہو	کسی ایک کیلئے	سے	میرے پیچھے

انہوں نے رجوع کرلیا۔ [٣٤] وہ کہنے لگے کہ پروردگار! میری مغفرت فرما اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے شایانِ شان نہ ہو،

إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ۝٣٥ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً

إِنَّكَ	أَنْتَ	الْوَهَّابُ ۝٣٥	فَسَخَّرْنَا	لَهُ	الرِّيحَ	تَجْرِي	بِأَمْرِهِ	رُخَاءً
بیشک تو	تو ہی	خوب عطا فرمانے والا	سو ہم نے تابع فرمان کردیا	اس کیلئے	ہوا کو	چلتی تھی	اس کے حکم سے	نرمی سے

بیشک تو ہی خوب عطا فرمانے والا ہے۔ [٣٥] سو ہم نے ہوا کو اُن کیلئے مسخر کر دیا، وہ نرمی کے ساتھ اُن کے حکم کے مطابق چلتی تھی،

حَيْثُ أَصَابَ ۝٣٦ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ۝٣٧ وَآخَرِينَ

حَيْثُ	أَصَابَ ۝٣٦	وَ	الشَّيَاطِينَ	كُلَّ	بَنَّاءٍ	وَ	غَوَّاصٍ ۝٣٧	وَ	آخَرِينَ
جہاں	اسے پہنچنا ہوتا	اور	شیطانوں کو	ہر ایک	تعمیر کرنے والا	اور	غوطہ خور	اور	کچھ دوسرے

جہاں بھی اُنہیں پہنچنا ہوتا۔ [٣٦] اور شیطانوں کو اُن کے تابع کر دیا، جو سارے عمارت تعمیر کرنے والے اور غوطہ خور تھے۔ [٣٧] اور بہت سے وہ بھی تھے

مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝٣٨ هَٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ

مُقَرَّنِينَ	فِي	الْأَصْفَادِ ۝٣٨	هَٰذَا	عَطَاؤُنَا	فَامْنُنْ	أَوْ	أَمْسِكْ	بِغَيْرِ
جکڑے ہوئے	بیچ	بیڑیوں کے	یہ	ہماری بخشش	سو احسان کر	یا	روک لے	بغیر

جو بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ [٣٨] یہ ہماری بخشش ہے، سو اب تم احسان کردیا اپنے پاس رکھ لو، اس کا کوئی

حِسَابٍ ۝٣٩ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ۝٤٠ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا

حِسَابٍ ۝٣٩	وَ	إِنَّ	لَهُ	عِنْدَنَا	لَزُلْفَىٰ	وَ	حُسْنَ	مَآبٍ ۝٤٠	وَاذْكُرْ	عَبْدَنَا
حساب کے	اور	بیشک	اس کیلئے	ہمارے پاس	البتہ قرب	اور	بہترین	ٹھکانہ	اور ذکر کر	ہمارے بندے کا

حساب نہ ہوگا۔ [٣٩] اور بیشک اُنہیں ہمارے یہاں تقرب اور بہترین ٹھکانہ حاصل ہے۔ [٤٠] اور ہمارے بندے ایوب کا

ع ٣ ١٤ ١٢

أَيُّوبَ ۘ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ۝٤١

أَيُّوبَ	إِذْ	نَادَىٰ	رَبَّهُ	أَنِّي	مَسَّنِيَ	الشَّيْطَانُ	بِنُصْبٍ	وَ	عَذَابٍ ۝٤١
ایوب	جب	اس نے پکارا	اپنے رب کو	کہ بیشک مجھے	چھولیا ہے	شیطان نے	ساتھ تکلیف کے	اور	ایذاء کے

تذکرہ بھی کیجئے، جب اُنہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھے تکلیف اور ایذاء رسانی کے ساتھ چھولیا ہے۔ [٤١]

وقف لازم

رائے قائم کرنے کی نوبت نہ آتی، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنا بڑا انظام کسی حکمت اور خاص مقصد کے بغیر قائم کردیا جائے اور اسے کسی قسم کے تصادم اور ٹکراؤ کے بغیر چلایا جائے؟ کیا اہل دنیا کسی حکمت اور مقصد کے بغیر کوئی تعمیری یا تخریبی کام کرتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ رب العالمین کسی حکمت کے بغیر اتنا بڑا انظام کھڑا کردے؟ کافروں اور منکروں کی یہ سوچ قابل سزا ہے اور اس پر ان کے لیے جہنم میں ایک مخصوص وادی مقرر کردی گئی ہے جس کا نام ''ویل'' ہے اور وہاں ہلاکت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ [٢٨] اس آیت مبارکہ میں دو سوال اٹھائے گئے ہیں اور ان کا منشا ایک ہی ہے یعنی حق تعالیٰ کے عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ مجرم کو اس کی جگہ پر رکھا جائے اور مخلص کو اس کی جگہ پر، مومن کو اس کی جگہ پر اور کافر کو اس کی جگہ پر، کیونکہ اگر ایسا نہ ہوا اور دونوں کو ایک ہی لکڑی سے ہانکا گیا تو ان دونوں میں فرق کیا ہوا؟ حق تعالیٰ کے عدل و انصاف کا تقاضا کیسے پورا ہوا؟ پھر مجرم کو اس کے جرم کا نقصان کیا ہوا؟ مخلص کو اس کے اخلاص کا فائدہ کیا ہوا؟ پھر دنیا میں ایمان اور عمل صالح کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے؟ تم خود بتاؤ کہ کیا ایک ہاتھ کی پانچوں انگلیاں برابر ہوسکتی ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر مجرم اور مخلص، متقی اور فاسق، مومن اور کافر بھی ہرگز برابر نہیں ہوسکتے۔ [٢٩] اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کے تین اوصاف اور اس کے نزول کے دو مقصد بیان کیے گئے ہیں، پہلا وصف یہ کہ وہ ایک کتاب ہے یعنی اگرچہ اسے یکدم پورا نازل نہیں کیا گیا لیکن اس سے اس کی کتابی حیثیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا، دوسرے لفظوں میں یہ تکمیل قرآن کا وعدہ بھی ہے کہ ہم اسے پایۂ تکمیل تک ضرور پہنچائیں گے تاکہ اس کی کتابی شکل ساری دنیا کے سامنے آجائے، دوسرا وصف یہ کہ اسے اللہ تعالیٰ نے خود آپ پر نازل فرمایا ہے، جبریل امین تو درمیان میں واسطہ ہیں، تیسرا وصف یہ کہ یہ نہایت مبارک اور بابرکت کتاب ہے، اور یہ برکت اس کے ہر پہلو سے نمایاں ہوتی ہے، چنانچہ اس کے الفاظ، معانی، نقوش، احکام، واقعات حتیٰ کہ زیر زبر میں بھی خاص برکتیں رکھی گئی ہیں، اشیا کے خواص کا علم رکھنے والے لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، جبکہ اس کے نزول کا پہلا مقصد ''تدبر آیات'' ہے یعنی لوگ اس کے مضامین کو سمجھنے کے لیے قوت علمیہ استعمال کریں تاکہ غور و فکر کے ذریعے ان کے سوچنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوجائے اور دوسرا مقصد ''تذکر'' ہے یعنی اہل عقل قوت عملیہ استعمال کرکے اس کی نصیحتوں سے فائدہ اٹھائیں، کیونکہ اگر صرف تدبر ہو اور تذکر نہ ہو تو اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا، اس لیے دونوں کا ساتھ ساتھ ہونا ضروری ہے، اسی وجہ سے یہاں دونوں کو جمع کردیا گیا ہے۔ [٣٠] اس آیت مبارکہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کو حضرت سلیمان علیہ السلام بطور ہدیہ اور تحفہ کے دینے کا ذکر کیا گیا ہے، چونکہ اولاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لیے ہدیہ اور تحفہ ہوتی ہے، اس لیے یہاں 'وَهَبْنَا' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے دو وصف ذکر کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ وہ ہمارا بہترین بندہ تھا اور کیا ہی خوب بندہ تھا، کسی بھی انسان کی اس سے بہترین تعریف نہیں ہوسکتی جس میں رب العالمین خود اپنے بندے کی تعریف کرے، دوسرا وصف یہ کہ وہ ''رجوع کرنے والے تھے'' آیت نمبر ١٧ میں یہی وصف حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے بیان کیا گیا ہے، معلوم ہوا کہ باپ اور بیٹے دونوں میں یہ وصف اس درجے پایا جاتا تھا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔ [٣١] [٣٢] ان آیتوں میں شام کے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں نہایت عمدہ اور اصیل گھوڑے پیش کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ مفسرین نے ان آیتوں کی تفسیر اپنے اپنے مزاج اور مذاق کے موافق مختلف اسالیب میں فرمائی ہے لیکن ان میں سے بعض اقوال ایسے

ارْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿٤٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ

ارْكُضْ	بِرِجْلِكَ	هٰذَا	مُغْتَسَلٌ	بَارِدٌ	وَ	شَرَابٌ ﴿٤٢﴾	وَ	وَهَبْنَا	لَهٗٓ	اَهْلَهٗ
ایڑی مار	اپنے پاؤں سے	یہ	غسل کرنے کی جگہ	ٹھنڈا	اور	مشروب	اور	تحفے میں دیے ہم نے	اس کیلئے	اس کے گھروالے

اپنا پاؤں زمین پر مارو، یہ چشمہ ہے جس کا پانی غسل کیلئے ٹھنڈا اور پینے کیلئے مشروب ہے۔ ۴۲ اور ہم نے انہیں اپنی مہربانی سے اُن کے

وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٤٣﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ

وَ	مِثْلَهُمْ	مَّعَهُمْ	رَحْمَةً	مِّنَّا	وَ	ذِكْرٰى	لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٤٣﴾	وَخُذْ	بِيَدِكَ
اور	اتنے ہی	ان کے ہمراہ	مہربانی کرکے	اپنے سے	اور	یاددہانی کو	اہلِ عقل کیلئے	اور پکڑ لے	اپنے ہاتھ میں

گھر والے بھی عطا کیے اور اُتنے ہی اُن کے ساتھ اور بھی، تاکہ اہلِ عقل کیلئے نصیحت ہو۔ ۴۳ اور اپنے ہاتھ میں تنکوں کا

ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ

ضِغْثًا	فَاضْرِبْ	بِّهٖ	وَ	لَا	تَحْنَثْ	اِنَّا	وَجَدْنٰهُ	صَابِرًا	نِعْمَ	الْعَبْدُ	اِنَّهٗٓ
تنکوں کا گٹھا	سو مار لے	اس سے	اور	مت	قسم توڑ	بیشک ہم نے	اسے پایا	صبر کرنے والا	کیا خوب	بندہ	بیشک وہ

ایک گٹھا پکڑ کر اُس سے اپنی بیوی کو مار لو اور اپنی قسم نہ توڑو، بیشک ہم نے انہیں صبر کرنے والا پایا، وہ کیا خوب بندہ تھا، بیشک وہ

اَوَّابٌ ﴿٤٤﴾ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ

اَوَّابٌ ﴿٤٤﴾	وَاذْكُرْ	عِبٰدَنَآ	اِبْرٰهِيْمَ	وَ	اِسْحٰقَ	وَ	يَعْقُوْبَ	اُولِي الْاَيْدِيْ
رجوع کرنے والا	اور ذکر کر	ہمارے بندوں کا	ابراہیم	اور	اسحاق	اور	یعقوب	ہاتھوں والے

رجوع کرنے والا تھا۔ ۴۴ اور ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کا بھی تذکرہ کیجیے، جو ہاتھوں اور

وَالْاَبْصَارِ ﴿٤٥﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿٤٦﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا

وَ	الْاَبْصَارِ ﴿٤٥﴾	اِنَّآ	اَخْلَصْنٰهُمْ	بِخَالِصَةٍ	ذِكْرَى	الدَّارِ ﴿٤٦﴾	وَ	اِنَّهُمْ	عِنْدَنَا
اور	آنکھوں والے	بیشک ہم نے	انہیں چن لیا	ساتھ ایک خاص چیز کے	یاد	اصلی گھر کی	اور	بیشک وہ	ہمارے پاس

آنکھوں والے تھے۔ ۴۵ بیشک ہم نے اُنہیں ایک خاص صفت یعنی دارِ آخرت کی یاد کے ساتھ ممتاز کیا تھا۔ ۴۶ اور بیشک وہ ہمارے یہاں

لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿٤٧﴾ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ

لَمِنَ	الْمُصْطَفَيْنَ	الْاَخْيَارِ ﴿٤٧﴾	وَ	اذْكُرْ	اِسْمٰعِيْلَ	وَ	الْيَسَعَ	وَ	ذَا الْكِفْلِ
البتہ سے	چنے ہوئے	بہترین لوگ	اور	ذکر کر	اسماعیل کا	اور	الیسع کا	اور	ذوالکفل کا

چُنے ہوئے، بہترین لوگوں میں سے تھے۔ ۴۷ اور اسمٰعیل، الیسع اور ذوالکفل کا بھی تذکرہ کیجیے

ہیں جن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف کچھ ایسی چیزوں کی نسبت ہوگئی ہے جو نہ تو اس مقام کے لائق ہیں اور نہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے شایانِ شان، اس عاجز کے نزدیک ان آیتوں کی زیادہ بہتر تفسیر وہ ہے جسے امام رازیؒ نے راجح قرار دیا ہے کہ ایک مرتبہ جہاد کی ضروریات کے سلسلے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی مجلس لگی ہوئی تھی، ان کے حکم پر معائنے کے لیے گھوڑوں کو پیش کیا گیا، چونکہ گھوڑوں کی بہترین تربیت مجاہدین کی ایک بہت بڑی ضرورت ہے اس لیے اس میں مشغولیت بھی دین کا حصہ بن گئی ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے معائنے کے دوران فرمایا کہ مجھے ان گھوڑوں سے محبت دنیا کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ میرے دل میں ان کی محبت اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے دین کی تقویت کا ذریعہ اور سبب بنتے ہیں، معائنے سے فراغت کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان گھوڑوں کو ان کے اصطبل میں واپس بھجوادیا اور خود بیٹھے انہیں دیکھتے رہے، جب وہ گھوڑے ان کی نظروں سے اوجھل ہوگئے تو انہوں نے دوبارہ ان گھوڑوں کو پیش کرنے کا حکم دیا، اس مرتبہ جب وہ گھوڑے ان کی خدمت میں پیش کیے گئے تو وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے جس کا مقصد یہ تھا کہ ان کی تعظیم و تکریم بھی ہوجائے اور لوگوں تک یہ پیغام بھی پہنچ جائے کہ جہاد کے سلسلے میں جو چیزیں ضروری اور معاون ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام انہیں خصوصی اہمیت دیتے ہیں اور ان کے معاملات میں بنفسِ نفیس دلچسپی اور حصہ لیتے ہیں۔ واللہ اعلم ۳۴ اس آیتِ مبارکہ میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتحان لیا، چونکہ امتحان تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کا لیا گیا، اس لیے اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، البتہ چونکہ قرآن کریم نے اس امتحان کی تفصیل بیان نہیں کی ہے اس لیے اگر ہم اس کی تفصیل میں جائے بغیر اتنا بھی سمجھ لیں تو کافی ہے کہ ان کی جلالتِ قدر کے باوجود ان کا امتحان لیا گیا تھا، دوسری بات یہ کہ ان کے تخت پر ایک جسم ڈال دیا گیا تھا، اس کی تعیین میں مفسرین بہت دور نکل گئے ہیں اور بعض غیر مستند لوگوں نے ایسے بے سروپا واقعات یہاں نقل کردیے ہیں جو نہ صرف یہ کہ غلط ہیں، بلکہ ایک جلیل القدر نبی کی شان میں گستاخی بھی ہے، اس لیے یہاں ان میں سے کسی بھی واقعے کا حوالہ دینا مناسب نہیں ہے، البتہ صحیح بخاری کی ایک روایت کو مفسرین نے اس آیت کے ذیل میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ آج رات میں اپنی ساری بیویوں کے "پاس" جاؤں گا، ان میں سے ہر ایک کے یہاں لڑکا پیدا ہوگا، میں اسے مجاہد بناؤں گا، لیکن اس موقع پر وہ انشاء اللہ کہنا بھول گئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی ازواج میں سے ایک کے علاوہ کوئی بھی امید سے نہ ہوئی اور جب اس کے یہاں ولادت ہوئی تو وہ بچہ بھی نامکمل پیدا ہوا جسے لاکر خادموں نے ان کے سامنے ان کے تخت پر ڈال دیا، یہاں یہی "جسم" مراد ہے، تیسری بات یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلیا، مطلب یہ کہ جب ان کا امتحان لیا گیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کیا کیونکہ وہ صرف ایک بادشاہ نہیں تھے، بلکہ اپنے وقت کے جلیل القدر پیغمبر تھے اور انبیاءِ کرام علیہم السلام ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں۔ ۳۵ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی دو دعائیں ذکر کی گئی ہیں، پہلی دعا مغفرت کی ہے اور دوسری دعا بے مثل حکومت و سلطنت کی ہے، بعض حضرات نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعاءِ مغفرت سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے کوئی لغزش سرزد ہوگئی تھی جس کی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی، ان حضرات کے نزدیک گزشتہ آیت میں اسی لغزش کو "امتحان" سے تعبیر کیا گیا ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ غلطی کے بغیر کوئی بھی معافی نہیں

وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝۴۸ هٰذَا ذِكْرٌ ۭ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝۴۹

وَ	كُلٌّ	مِّنَ	الْاَخْيَارِ ۝۴۸	هٰذَا	ذِكْرٌ	وَ	اِنَّ	لِلْمُتَّقِيْنَ	لَحُسْنَ	مَاٰبٍ ۝۴۹
اور	ہرایک	سے	بہترین لوگوں کے	یہ	ایک تذکرہ	اور	بیشک	متقیوں کیلئے	البتہ بہترین	ٹھکانہ

اور یہ سب ہی بہترین لوگ تھے۔ [۴۸] یہ تو ایک تذکرہ ہوا، اور متقیوں کیلئے بھی بہترین ٹھکانہ ہے۔ [۴۹]

جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۝۵۰ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا

جَنّٰتِ	عَدْنٍ	مُّفَتَّحَةً	لَّهُمُ	الْاَبْوَابُ ۝۵۰	مُتَّكِـِٕيْنَ	فِيْهَا	يَدْعُوْنَ	فِيْهَا
باغات	ہمیشہ رہنے کے	کھلے ہوئے	ان کیلئے	دروازے	ٹیک لگانے والے	اسمیں	منگوائیں گے وہ	اسمیں

ہمیشہ رہنے کے باغات، جن کے دروازے اُن کیلئے کھلے ہوں گے۔ [۵۰] وہ وہاں ٹیک لگائے بہت سے میوے

بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ۝۵۱ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ۝۵۲

بِفَاكِهَةٍ	كَثِيْرَةٍ	وَّ	شَرَابٍ ۝۵۱	وَ	عِنْدَهُمْ	قٰصِرٰتُ	الطَّرْفِ	اَتْرَابٌ ۝۵۲
میوے	بہت سے	اور	مشروب	اور	ان کے پاس	نیچے رکھنے والیاں	نگاہیں	ہم عمر

اور مشروبات منگوا رہے ہوں گے۔ [۵۱] اور اُن کے پاس نیچی نگاہوں والی، ہم عمر عورتیں ہوں گی۔ [۵۲]

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝۵۳ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۝۵۴

هٰذَا	مَا	تُوْعَدُوْنَ	لِيَوْمِ	الْحِسَابِ ۝۵۳	اِنَّ	هٰذَا	لَرِزْقُنَا	مَا	لَهٗ	مِنْ	نَّفَادٍ ۝۵۴
یہ	وہ جو	تم وعدہ کیے گئے	دن کیلئے	حساب کے	بیشک	یہ	البتہ ہمارا رزق	نہیں	اس کیلئے	سے	ختم ہونا

یہ وہ چیز ہے جس کا تم سے حساب کے دن کیلئے وعدہ کیا گیا ہے۔ [۵۳] بیشک یہ ہمارا رزق ہے جسے کبھی ختم نہیں ہونا۔ [۵۴]

هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۝۵۵ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ

هٰذَا	وَ	اِنَّ	لِلطّٰغِيْنَ	لَشَرَّ	مَاٰبٍ ۝۵۵	جَهَنَّمَ	يَصْلَوْنَهَا	فَبِئْسَ
یہ	اور	بیشک	سرکشوں کیلئے	البتہ بدترین	ٹھکانہ	جہنم	داخل ہوں گے وہ اسمیں	سو بدترین

یہ سن لیا، اور بیشک سرکشوں کیلئے بدترین ٹھکانہ ہے۔ [۵۵] یعنی جہنم، جس میں وہ داخل ہوں گے، سو وہ بدترین

الْمِهَادُ ۝۵۶ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ۝۵۷ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ

الْمِهَادُ ۝۵۶	هٰذَا	فَلْيَذُوْقُوْهُ	حَمِيْمٌ	وَّ	غَسَّاقٌ ۝۵۷	وَّ	اٰخَرُ	مِنْ	شَكْلِهٖٓ
ٹھکانہ	یہ لو	سو چکھیں وہ اسے	کھولتا ہوا پانی	اور	پیپ	اور	کچھ دوسرا	سے	اس سے ملتا جلتا

ٹھکانہ ہے۔ [۵۶] یہ حاضر ہے، سو اب وہ کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کا مزہ چکھیں۔ [۵۷] اور اِسی سے ملتی جلتی عذاب کی دوسری شکلیں

مانگا، لیکن وہ یہ نہیں سوچتے کہ پھر نبی ﷺ جو روزانہ ستر یا سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار فرماتے تھے، اس کی وجہ (العیاذ باللہ) غلطیوں اور لغزشوں کی کثرت تھی؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ معافی مانگنا غلطی کی دلیل ہوتا ہے، اور اس عاجز کے لیے تو یہ بات ہی ناقابل تصور ہے کہ ہزاروں سال بعد ایک شخص اٹھ کر اس بات کی جستجو اور تحقیق شروع کردے کہ فلاں نبی سے کیا غلطی ہوئی تھی اور فلاں نبی کا امتحان کس طرح لیا گیا تھا؟ انبیاء کرام علیہم السلام کا معاملہ تو اس قدر حساس اور نازک ہے کہ قرآن و حدیث میں جتنی تفصیلات بیان کردی گئی ہیں، انہی پر اکتفا کرنا اور ان کی عقیدت کے جذبے کو مجروح نہ ہونے دینا ہی سلامتی کا راستہ ہے، رہی یہ بات کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکومت و سلطنت کی دعا کیوں کی تھی؟ کیا انہیں دنیا سے اس قدر رغبت اور دلچسپی تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے حکومت ہی مانگ لی؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ دعا حق تعالیٰ کو ناپسند ہوتی تو وہ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حق میں کبھی قبول ہی نہ فرماتا، بلکہ انہیں تنبیہ فرما دیتا کہ آپ نے ایسی دعا کیوں کی؟ لیکن حق تعالیٰ نے اس پر ناراضگی کے اظہار کی بجائے اسے قبولیت کی سند عطا فرمادی اور انہیں ایسی بے مثل حکومت عطا فرمادی جو ان کے بعد کسی اور کو نہیں ملی، اور اس کا ایک نمونہ اگلی آیات میں بھی آرہا ہے، معلوم ہوا کہ یہ طلب حکومت، حب جاہ و مال کی بنا پر نہیں تھا بلکہ اس کا منشا زمین پر حکومت الٰہیہ کا قیام تھا جس میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی مخلوق کے درمیان عدل و انصاف، امن و امان، توکل و ایمان قائم کردیا جائے اور دنیا کو دکھا دیا جائے کہ اگر دینداروں کو حکومت و سلطنت مل جائے تو وہ اس کا حق ادا کرنے اور اس کی محبت سے دل کو خالی رکھنے کی مکمل اہلیت رکھتے ہیں، ان مختصر سطور میں اس سے زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں، کسی دوسرے موقع پر لکھوں گا انشاء اللہ۔ [۳۶] اس آیت مبارکہ میں ہواؤں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع فرمان کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، اس کا ذکر سورۂ سبا کی آیت نمبر ۱۲ میں بھی کیا گیا ہے، اس کا حاشیہ ملاحظہ فرمالیا جائے۔ [۳۸] [۳۷] ان آیتوں میں ہر طرح کے جنات اور شیاطین کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع فرمان کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے کچھ تعمیراتی کاموں کے ماہر تھے، کچھ سمندر کی تہہ میں غوطہ زنی کرکے قیمتی موتی وغیرہ نکالنے کے ماہر تھے اور کچھ نہایت سرکش و شریر بھی تھے جن کے شر سے دوسروں کو بچانے کے لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے انہیں زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑ دیا تھا جسے توڑنے یا اس سے رہا ہونے کی ان میں قدرت نہ تھی۔ [۳۹] اس آیت مبارکہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایک اور انعام کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے مثال حکومت و سلطنت اور دنیا کے قیمتی خزانے بھی عطا فرمائے اور انہیں کلی اختیار بھی دیدیا کہ ان نعمتوں میں سے کسی کو کچھ دے کر احسان کریں، یا کسی کو کچھ بھی نہ دیں، آپ سے اس پر کوئی گرفت نہ ہوگی کہ اپنے پاس روک کر کیوں رکھا؟ اس اختیار کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے مخلوق کو ہمیشہ فائدہ پہنچایا، اللہ کی کروڑہا رحمتیں، برکتیں اور سلامتی ان پر نازل ہو۔ [۴۰] اس آیت مبارکہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے وہی دو انعام ذکر کیے گئے ہیں جو اس سے پہلے ان کے والد گرامی حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے بھی بیان ہو چکے ہیں، پہلا یہ کہ سلیمان کو ہماری بارگاہ میں خصوصی تقرب اور مقام حاصل ہے اور دوسرا یہ کہ ہم نے سلیمان کے لیے عالی شان محلات اور بہترین ٹھکانہ تیار کر رکھا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی تمام ذمہ داریوں کو بأحسن طریق ادا فرمایا خواہ ان کا تعلق بادشاہت سے تھا یا نبوت سے، انہی ذمہ داریوں کی تکمیل پر ان کے لیے مذکورہ انعامات کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ [۴۱] اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو حضرت

أَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۗ إِنَّهُمْ صَالُوا

أَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾	هٰذَا	فَوْجٌ	مُّقْتَحِمٌ	مَّعَكُمْ ۚ	لَا	مَرْحَبًا	بِهِمْ ۗ	إِنَّهُمْ	صَالُوا
کئی شکلیں	یہ	ایک فوج	دھنسنے والی	تمہارے ہمراہ	نہیں	کشادہ جگہ	ان کیلئے	بیشک وہ	داخل ہونے والے

بھی ہوں گی۔ ﴿٥٩﴾ یہ ایک فوج ہے جو تمہارے ساتھ گھسی چلی آرہی ہے، اِنہیں کہیں کشادہ جگہ نہ ملے، بیشک وہ جہنم میں داخل

النَّارِ ﴿٥٩﴾ قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ ۖ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۖ أَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوهُ لَنَا ۖ فَبِئْسَ

النَّارِ ﴿٥٩﴾	قَالُوا	بَلْ	أَنْتُمْ	لَا	مَرْحَبًا	بِكُمْ	أَنْتُمْ	قَدَّمْتُمُوهُ	لَنَا ۖ	فَبِئْسَ
جہنم میں	کہا انہوں نے	بلکہ	تم	نہ	کشادہ جگہ	تمہارے لئے	تم	آگے لائے ہوا سے	ہمارے لئے	سو بدترین

ہونے والے ہیں۔ ﴿٥٩﴾ وہ کہیں گے بلکہ تم ہی کو کہیں کشادہ جگہ نہ ملے، تم ہی اِس عذاب کو ہمارے آگے لیکر آئے ہو، سو یہ بدترین

الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾ قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿٦١﴾

الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾	قَالُوا	رَبَّنَا	مَنْ	قَدَّمَ	لَنَا	هٰذَا	فَزِدْهُ	عَذَابًا	ضِعْفًا	فِي	النَّارِ ﴿٦١﴾
ٹھہرنے کی جگہ	کہیں گے وہ	اے ہمارے پروردگار	جوکوئی	آگے لایا	ہمارے	یہ	توبڑھادے اسے	عذاب میں	دوگنا	بیچ	جہنم کے

ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ ﴿٦٠﴾ وہ کہیں گے کہ پروردگار! جو شخص یہ عذاب ہمارے آگے لیکر آیا ہے، تُو اُسے جہنم میں دوگنا عذاب دے۔ ﴿٦١﴾

وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ ﴿٦٢﴾ أَتَّخَذْنٰهُمْ

وَ	قَالُوا	مَا	لَنَا	لَا	نَرٰى	رِجَالًا	كُنَّا	نَعُدُّهُمْ	مِّنَ	الْأَشْرَارِ ﴿٦٢﴾	أَتَّخَذْنٰهُمْ
اور	کہیں گے وہ	کیا ہوا	ہمیں	نہیں	دیکھ رہے ہم	وہ لوگ	ہم تھے	انہیں شمار کرتے	سے	برے لوگوں کے	کیا ہم نے انہیں بنالیا

اور کہیں گے کہ یہ ماجرا کیا ہے؟ ہمیں وہ لوگ نظر نہیں آرہے جنہیں ہم برے لوگوں میں شمار کرتے تھے۔ ﴿٦٢﴾ کیا ہم نے اُن کا مذاق

سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْأَبْصَارُ ﴿٦٣﴾ إِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ

سِخْرِيًّا	أَمْ	زَاغَتْ	عَنْهُمُ	الْأَبْصَارُ ﴿٦٣﴾	إِنَّ	ذٰلِكَ	لَحَقٌّ	تَخَاصُمُ	أَهْلِ
مذاق	یا	چوک گئیں	ان سے	نگاہیں	بیشک	یہ	البتہ برحق	جھگڑنا	رہنے والوں کا

اڑایا تھا یا اُن سے ہماری نگاہیں چُوک گئی ہیں؟ ﴿٦٣﴾ بیشک یہ بات یعنی اہل جہنم کا آپس میں جھگڑا کرنا

النَّارِ ﴿٦٤﴾ قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ

النَّارِ ﴿٦٤﴾	قُلْ	إِنَّمَا	أَنَا	مُنْذِرٌ	وَ	مَا	مِنْ	إِلٰهٍ	إِلَّا	اللّٰهُ	الْوَاحِدُ	الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾	رَبُّ
جہنم کے	تُو کہہ	وہ توصرف	میں	ڈرانے والا	اور	نہیں	سے	کوئی معبود	مگر	اللہ	اکیلا	سب پر غالب	رب

برحق ہے۔ ﴿٦٤﴾ اے نبی! (ﷺ) آپ فرمادیجئے کہ میں توصرف ڈرانے والا ہوں، اور معبود صرف اللہ ہی ہے جو اکیلا، سب پر غالب ہے۔ ﴿٦٥﴾ وہ آسمانوں

ایوب علیہ السلام کا تذکرہ کرنے کے لیے فرمایا گیا ہے، ان کا ایک اجمالی تعارف سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۸۳ کے حاشیے میں گزرچکا ہے، وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے۔ ﴿٤٢﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت ایوب علیہ السلام کی ایڑی سے ایک چشمہ جاری کرنے کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے امتحان میں ثابت قدم رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں بھی سرخرو کردیا اور آخرت میں تو وہ اعلیٰ درجے کے مقرب لوگوں میں شامل ہوں گے، چنانچہ ان کا جسمانی عارضہ اس طرح دور کیا گیا کہ انہیں حکم دیا گیا زمین پر اپنا پاؤں ماریں، ایک چشمہ جاری ہوگا، اس کے پانی میں غسل کریں اور جب پیاس لگے تو اسی کا پانی پیا کریں، غسل کرنے سے ظاہری عوارض دور ہوجائیں گے اور پانی پینے سے اندرونی عوارض دور ہوجائیں گے، انہوں نے ہدایت پر عمل کیا اور مکمل صحت یاب ہوگئے۔ ﴿٤٣﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کے اہل خانہ واپس عطا فرمائے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، اس کی تفصیل سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۸۴ میں گزر چکی ہے، البتہ یہاں اس کی دو حکمتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ ہم ایوب پر اپنا فضل اور مہربانی کرنا چاہتے تھے اور دوسری یہ کہ اہل عقل و دانش کے لیے عبرت و نصیحت کی ایک مثال قائم کرنا چاہتے تھے تاکہ انہیں معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور یقین رکھنے والوں کے لیے آزمائش کے ساتھ راحت اور کامیابی بھی رکھی گئی ہے۔ ﴿٤٤﴾ اس آیت مبارکہ کو سمجھنے کے لیے اس کا پس منظر معلوم ہونا ضروری ہے، حضرت ایوب علیہ السلام کے جسمانی عارضے کے دوران وہ تمام لوگ ایک ایک کرکے ان سے کنارہ کش ہوگئے جو کبھی ان کے دسترخوان پر اکٹھے ہوا کرتے تھے، تمام بیٹے اور بیٹیاں ناگہانی طور پر فوت ہوچکی تھیں، ایسے صبر آزما وقت میں ان کا واحد

ع ٤ ٢٤ ١٤

انسانی سہارا ان کی اہلیہ محترمہ تھیں، وہ ان کی صحت کے حوالے سے بہت فکرمند رہتی تھیں اور نہایت تندہی اور دلجمعی کے ساتھ ان کی تیمارداری اور خدمت میں لگی رہتی تھیں، اس دوران کوئی ایسی بات ہوگئی جو حضرت ایوب علیہ السلام کو پسند نہ آئی، ان کی طبیعت پر بوجھ آیا اور انہوں نے قسم کھالی کہ اگر میں تندرست ہوا تو تمہیں سو لکڑیاں ماروں گا، جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت عطا فرمائی تو انہیں اپنی قسم یاد آئی، اب اگر اہلیہ کو سزا دیتے ہیں تو وہ ان کے کڑے وقت کا سب سے بڑا اور مخلص ترین انسانی سہارا تھی اور اگر سزا نہیں دیتے تو قسم ٹوٹتی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ بتایا کہ اپنے ہاتھ میں سوتنکوں کا ایک گٹھا لے لیں اور ایک ضرب اپنی اہلیہ کو لگادیں، قسم بھی پوری ہوجائے گی اور اہلیہ کو کوئی خاص تکلیف بھی نہ ہوگی، یہ طریقہ صرف حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ خاص تھا، ان کے علاوہ کسی اور کے لیے اس سے استدلال کرکے اپنے لیے گنجائش پیدا کرنے کی اجازت نہیں ہے، آخر میں حضرت ایوب علیہ السلام کے تین اوصاف بطور انعام کے ذکر فرمائے ہیں، پہلا یہ کہ ہم نے ایوب کو "صابر" پایا اور اس نے اپنے آپ کو صبر کرنے والا ثابت کردکھایا، دوسرا یہ کہ وہ ہمارا بہترین بندہ ثابت ہوا، تیسرا یہ کہ وہ ہماری بارگاہ میں رجوع کرنے والا بندہ تھا، چنانچہ شدید علالت اور صحت کی تشویش ناک حالت کے باوجود ہمارے علاوہ کسی اور کی طرف اس نے رجوع نہیں کیا۔ ﴿٤٥﴾ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو حضرت ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا تذکرہ کرنے کے لیے فرمایا گیا ہے اور ان حضرات کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے، دراصل ہر انسان میں دو قسم کی طاقتیں رکھی گئی ہیں (۱) قوت عاملہ (۲) قوت عالمہ، قوت عاملہ سے جتنے بھی افعال صادر ہوتے ہیں ان میں سب سے زیادہ اہمیت اور عظمت "اللہ تعالیٰ کی اطاعت" کو ہے اور قوت عالمہ میں سب سے زیادہ اہمیت "اللہ تعالیٰ کی معرفت" کو ہے، انہی دو

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا

السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	مَا	بَیْنَهُمَا	الْعَزِیْزُ	الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾	قُلْ	هُوَ	نَبَؤٌا
آسمانوں کا	اور	زمین کا	اور	جو کچھ	ان دونوں کے درمیان	غالب	بہت بخشنے والا	تُو کہہ	وہ	خبر

اور زمین اور اُن کے درمیان کا رب ہے، غالب، نہایت بخشنے والا ہے۔ ٦٦ اے نبی! (ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ یہ بہت

عَظِیْمٌ ﴿٦٧﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿٦٨﴾ مَا كَانَ لِیَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ

عَظِیْمٌ ﴿٦٧﴾	اَنْتُمْ	عَنْهُ	مُعْرِضُوْنَ ﴿٦٨﴾	مَا	كَانَ	لِیَ	مِنْ	عِلْمٍ	بِالْمَلَاِ
بہت بڑی	تم	اس سے	منہ پھیرنے والے	نہیں	تھا	میرے لئے	سے	کوئی علم	مجلس کا

بڑی خبر ہے۔ ٦٧ جس سے تم منہ پھیر رہے ہو۔ ٦٨ مجھے عالمِ بالا کی کوئی خبر نہ تھی

الْاَعْلٰٓى اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ﴿٦٩﴾ اِنْ یُّوْحٰٓى اِلَیَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿٧٠﴾ اِذْ

الْاَعْلٰى	اِذْ	یَخْتَصِمُوْنَ ﴿٦٩﴾	اِنْ	یُّوْحٰٓى	اِلَیَّ	اِلَّآ	اَنَّمَآ	اَنَا	نَذِیْرٌ	مُّبِیْنٌ ﴿٧٠﴾	اِذْ
اوپر کی	جب	وہ جھگڑ رہے تھے	نہیں	وحی کی جاتی	میری طرف	مگر	یہ کہ صرف	میں	ڈرانے والا	کھلم کھلا	جب

کہ جب وہ تکرار کر رہے تھے۔ ٦٩ یہ تو میرے پاس وحی بھیجی جاتی ہے کہ میں تو صرف کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ ٧٠ اُس وقت کو یاد کیجئے جب

قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ﴿٧١﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ

قَالَ	رَبُّكَ	لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ	اِنِّیْ	خَالِقٌۢ	بَشَرًا	مِّنْ	طِیْنٍ ﴿٧١﴾	فَاِذَا	سَوَّیْتُهٗ
کہا	تیرے رب نے	فرشتوں سے	کہ بیشک میں	پیدا کرنے والا	انسان کو	سے	مٹی کے	سو جب	میں اسے برابر کر دوں

آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں۔ ٧١ سو جب میں اُسے برابر کرلوں

وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿٧٢﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ

وَ	نَفَخْتُ	فِیْهِ	مِنْ	رُّوْحِیْ	فَقَعُوْا	لَهٗ	سٰجِدِیْنَ ﴿٧٢﴾	فَسَجَدَ	الْمَلٰٓىِٕكَةُ
اور	پھونک دوں	اسمیں	سے	اپنی روح کے	تو گر پڑو	اس کیلئے	سجدہ کرنے والے	تو سجدہ کیا	فرشتوں نے

اور اُس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اُس کے سامنے سجدہ ریز ہوجانا۔ ٧٢ چنانچہ تمام فرشتوں نے اکٹھے

كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿٧٣﴾ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ

كُلُّهُمْ	اَجْمَعُوْنَ ﴿٧٣﴾	اِلَّآ	اِبْلِیْسَ	اِسْتَكْبَرَ	وَ	كَانَ	مِنَ	الْكٰفِرِیْنَ ﴿٧٤﴾	قَالَ
سب نے	اکٹھے ہوکر	مگر	ابلیس	تکبر کیا اس نے	اور	ہوگیا وہ	سے	کافروں کے	کہا اس نے

ہو کر سجدہ کیا۔ ٧٣ سوائے ابلیس کے، کہ اُس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔ ٧٤ اللہ نے فرمایا

حالتوں کی طرف یہاں ''اولی الایدی والابصار'' سے اشارہ کیا گیا ہے۔ ٤٦ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کی ایک فضیلت بیان کی گئی ہے کہ ہم نے ان کے دلوں میں آخرت کی ایسی یاد پیدا کردی تھی کہ وہ ہمیشہ اسی میں مستغرق رہتے تھے اور دنیا کو بھول چکے تھے، ایک معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی اطاعت ومعرفت کی وجہ سے ہم نے ان کا ذکرِ خیر ان کے بعد ہمیشہ کے لیے جاری کردیا، یہی وجہ ہے کہ ان کا نام نہایت ادب واحترام سے اور ان کا تذکرہ نہایت عزت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ٤٧ اس آیت مبارکہ میں مذکورہ انبیاء علیہم السلام کے دو وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ ہمارے نزدیک وہ منتخب اور چنیدہ لوگوں میں سے تھے، اور دوسرا یہ کہ ہمارے نزدیک وہ بہترین لوگوں میں سے تھے، اس آیت سے اہل علم نے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ مذکورہ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم تھے اور چونکہ نبوت میں دوسرے انبیاء بھی ان کے ساتھ شریک ہیں لہٰذا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت بھی اس آیت سے ثابت ہوگئی۔ ٤٨ اس آیت مبارکہ میں مزید تین انبیاء کرام حضرت اسماعیل، الیسع اور ذوالکفل علیہم السلام کا ذکر کرنے کی تاکید کرکے ان میں سے ہر ایک کو بہترین بندہ قرار دیا گیا ہے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ تو اس سے پہلے ہوچکا ہے، البتہ حضرت الیسع علیہ السلام کا تذکرہ قرآن کریم میں صرف اسی قدر آیا ہے کہ دو جگہوں پر ان کا نام انبیاء کرام علیہم السلام کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے، یہی معاملہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا بھی ہے، تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت الیسع علیہ السلام دراصل حضرت الیاس علیہ السلام کے چچا زاد بھائی اور ان کے خلیفہ و جانشین تھے، ان کے والد کا نام خطوب تھا اور ان کا نسب نامہ حضرت یوسف علیہ السلام سے جاملتا ہے، اسی طرح حضرت ذوالکفل علیہ السلام ان کے بعد ان کے خلیفہ اور جانشین بنے، احادیث میں ''کفل'' نامی جس شخص کا واقعہ آیا ہے وہ ان کے علاوہ کوئی اور تھا، اسی طرح جن حضرات نے محض قیاس اور عقل کی بنا پر ذوالکفل کو گوتم بدھ کا لقب قرار دیا ہے، اس کی حیثیت بھی ایک تخمینی رائے سے زیادہ نہیں ہے، کیونکہ کسی شخص کو انبیاء کرام علیہم السلام کی فہرست میں داخل یا خارج کرنا معمولی بات نہیں ہے، اس کے لیے یقینی شواہد، مضبوط اور ٹھوس دلائل کی ضرورت ہوتی ہے، یہ ضرورت حضرت ذوالکفل علیہ السلام کے حوالے سے تو پوری ہوجاتی ہے لیکن گوتم بدھ کے حوالے سے پوری نہیں ہوتی، لہٰذا حضرت ذوالکفل علیہ السلام کی نبوت پر تو ایمان رکھنا چاہیے لیکن گوتم بدھ کے حوالے سے سکوت اختیار کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔ ٤٩ اس آیت مبارکہ میں دو جملے ہیں پہلا جملہ گزشتہ آیات سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرے جملے کا تعلق اگلی آیات سے ہے کہ تم نے یہاں تک مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے احوال اور ان کا تذکرہ سن لیا، یہ گروہ تو انسانوں کے سب سے مقدس افراد پر مشتمل تھا، اب عام اہل تقویٰ کے متعلق بھی سن لو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کیا کیا نعمتیں تیار کر رکھی ہیں؟ ٥٠ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کی رہائش گاہوں کے متعلق تین باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ بہترین اور عمدہ قسم کے باغات ہوں گے، دوسری یہ کہ وہ ہمیشہ موجود رہیں گے، ان باغات پر کبھی کسی قسم کی کوئی آفت نہیں آئے گی، تیسری یہ کہ ان کے دروازے خودکار ہوں گے، خود بخود کھلیں گے اور بند ہوں گے، دنیا میں اس کیلئے بہت اہتمام اور سرمایہ خرچ کرنا پڑتا ہے اور اس کے لیے بہت ساری چیزوں کی احتیاج اور ضرورت ہوتی ہے، اللہ ان میں سے کسی چیز کا محتاج نہیں، یہ تفسیر امام رازیؒ نے لکھی ہے، جبکہ معروف تفسیر یہ ہے کہ اہل جنت کو اپنے گھروں کی ایسی شناخت ہوگی کہ کسی کو اپنے گھر کے متعلق پہلی مرتبہ بھی پوچھنا نہیں پڑے گا اور جب وہ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے گا تو اسے اپنے استقبال کے لیے کھلا ہوا پائے گا۔ ٥١ اس آیت مبارکہ

يَٰٓإِبۡلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِيَدَيَّۖ أَسۡتَكۡبَرۡتَ أَمۡ

يٰۤاِبْلِيْسُ	مَا	مَنَعَكَ	اَنْ	تَسْجُدَ	لِمَا	خَلَقْتُ	بِيَدَيَّ	اَسْتَكْبَرْتَ	اَمْ
اے ابلیس	کس نے	تجھے روکا	یہ کہ	تو سجدہ کرے	اسے جو	میں نے پیدا کیا	اپنے دونوں ہاتھوں سے	کیا تو نے تکبر کیا	یا

کہ اے ابلیس! جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا، اُسے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا؟ کیا تو نے تکبر کیا یا

كُنتَ مِنَ ٱلۡعَالِينَ ۝٧٥ قَالَ أَنَا۠ خَيۡرٞ مِّنۡهُۖ خَلَقۡتَنِي مِن نَّارٖ وَخَلَقۡتَهُۥ

کُنْتَ	مِنَ	الْعَالِيْنَ ۝	قَالَ	اَنَا	خَيْرٌ	مِّنْهُ	خَلَقْتَنِيْ	مِنْ	نَّارٍ	وَ	خَلَقْتَهٗ
ہو گیا تو	سے	بلند لوگوں کے	کہا اس نے	میں	زیادہ بہتر	اس سے	تو نے مجھے پیدا کیا	سے	آگ کے	اور	تو نے اسے پیدا کیا

تو پہلے ہی بلند درجہ لوگوں میں سے تھا؟ ۷۵ وہ کہنے لگا کہ میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے

مِن طِينٖ ۝٧٦ قَالَ فَٱخۡرُجۡ مِنۡهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٞ ۝٧٧ وَإِنَّ عَلَيۡكَ لَعۡنَتِيٓ

مِنْ	طِيْنٍ ۝	قَالَ	فَاخْرُجْ	مِنْهَا	فَاِنَّكَ	رَجِيْمٌ ۝	وَ	اِنَّ	عَلَيْكَ	لَعْنَتِيْۤ
سے	مٹی کے	کہا اس نے	تو نکل جا تو	اس سے	سو بیشک تو	مردود	اور	بیشک	تجھ پر	میری لعنت

مٹی سے پیدا کیا۔ ۷۶ اللہ نے فرمایا کہ پھر تُو یہاں سے نکل جا، کیونکہ تُو مردود ہو چکا ہے۔ ۷۷ اور یہ کہ تجھ پر قیامت کے دن تک

إِلَىٰ يَوۡمِ ٱلدِّينِ ۝٧٨ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرۡنِيٓ إِلَىٰ يَوۡمِ يُبۡعَثُونَ ۝٧٩ قَالَ فَإِنَّكَ

اِلٰى	يَوْمِ	الدِّيْنِ ۝	قَالَ	رَبِّ	فَاَنْظِرْنِيْۤ	اِلٰى	يَوْمِ	يُبْعَثُوْنَ ۝	قَالَ	فَاِنَّكَ
تک	دن	بدلے کے	کہا اس نے	اے میرے پروردگار	سو مہلت دے مجھے	تک	دن کے	دوبارہ اٹھائے جائیں گے	کہا اس نے	تو بیشک تو

میری پھٹکار برستی رہے گی۔ ۷۸ اُس نے کہا کہ پروردگار! پھر مجھے دوبارہ زندہ ہونے کے دن تک کی مہلت دیدے۔ ۷۹ اللہ نے فرمایا کہ تجھے

مِنَ ٱلۡمُنظَرِينَ ۝٨٠ إِلَىٰ يَوۡمِ ٱلۡوَقۡتِ ٱلۡمَعۡلُومِ ۝٨١ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغۡوِيَنَّهُمۡ

مِنَ	الْمُنْظَرِيْنَ ۝	اِلٰى	يَوْمِ	الْوَقْتِ	الْمَعْلُوْمِ ۝	قَالَ	فَبِعِزَّتِكَ	لَاُغْوِيَنَّهُمْ
سے	مہلت دیئے ہوؤں کے	تک	دن	وقت	متعین کے	کہا اس نے	تو تیری عزت کی قسم	البتہ ضرور گمراہ کروں گا میں انہیں

مہلت دیدی گئی۔ ۸۰ ایک متعین دن کے وقت تک۔ ۸۱ اُس نے کہا کہ پھر تیری عزت کی قسم! میں اُن سب کو

أَجۡمَعِينَ ۝٨٢ إِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ ٱلۡمُخۡلَصِينَ ۝٨٣ قَالَ فَٱلۡحَقُّ وَٱلۡحَقَّ

اَجْمَعِيْنَ ۝	اِلَّا	عِبَادَكَ	مِنْهُمُ	الْمُخْلَصِيْنَ ۝	قَالَ	فَالْحَقُّ	وَ	الْحَقَّ
سب کو	سوائے	تیرے بندوں کے	ان میں سے	چنے ہوئے	کہا اس نے	پھر حق بات	اور	حق ہی

گمراہ کر کے رہوں گا۔ ۸۲ سوائے اُن میں سے تیرے چُنے ہوئے بندوں کے۔ ۸۳ اللہ نے فرمایا کہ پھر حق بات یہ ہے اور میں حق بات ہی

میں اہل جنت کی دو حالتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی حالت ان کی آسائش اور پرسکون زندگی پر دلالت کرتی ہے کہ وہ پرسکون ہو کر صوفوں اور کرسیوں سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے اور دوسری حالت ان کے رزق کی کشادگی پر دلالت کرتی ہے کہ وہاں ان کے لیے بے شمار میوہ جات اور مشروبات موجود ہوں گے، انہیں جس چیز کی رغبت ہوگی، اسے طلب کریں گے اور وہ فوراً ان کے سامنے پیش کردی جائے گی۔ ۵۲ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کی بیویوں کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ نیچی نگاہ والی ہوں گی اپنے شوہر کے علاوہ کسی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گی اور ان کے شوہر ان سے اتنے خوش ہوں گے کہ وہ بھی ان کے علاوہ کسی اور کی طرف نہ دیکھیں گے، اس دوسرے معنی کے اعتبار سے مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنے شوہروں کی نگاہیں جھکا دیں گی اور دوسری صفت یہ کہ وہ اپنے شوہروں کی ہم عمر ہوں گی، کیونکہ اگر لڑکی اپنے شوہر سے بہت چھوٹی یا بہت بڑی ہو تو بعض اوقات بہت سی پریشانیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور عمروں کا بہت زیادہ فرق اکثر ناخوشگوار ثابت ہوتا ہے۔ ۵۳ اس آیت مبارکہ میں مذکورہ نعمتوں کا ''وقت'' بیان کیا گیا ہے کہ ہم تم سے جن نعمتوں کا وعدہ کر رہے ہیں وہ قیامت کے دن عطا ہوں گی، جب ساری مخلوق حساب کتاب کے مرحلے سے گزرے گی۔ ۵۴ اس آیت مبارکہ میں جنت کی نعمتوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ یہ ہمارا رزق ہے یعنی ہماری دی ہوئی نعمتیں ہیں، جو کبھی ختم نہ ہوں گی، گویا ان کی اہمیت دو وجہ سے ہے، پہلی یہ کہ اللہ نے اس کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے اور دوسری یہ کہ وہاں کی نعمتیں دائمی ہیں، عارضی نہیں ہیں۔ ۵۵ اس آیت مبارکہ میں دو جملے ہیں، پہلا جملہ گزشتہ آیات سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرے جملے کا تعلق اگلی آیات سے ہے کہ تم نے عام اہل تقویٰ کے لیے تیار کردہ مہمان نوازی کا حال سن لیا، اب سرکشوں، نافرمانوں اور مجرموں کا انجام بھی سن لو، تاکہ تمہیں یہ فیصلہ کرنے میں آسانی رہے کہ تم کس قسم کے انجام کی تیاری کر سکتے ہو؟ ۵۶ اس آیت مبارکہ میں سرکشوں کا ٹھکانہ ''جہنم'' بیان کر کے اسے بدترین ٹھکانہ قرار دیا گیا ہے، جہاں انہیں داخل کر دیا جائے گا اور وہاں ان کا کوئی پرسان حال نہ ہوگا۔ ۵۷ اس آیت مبارکہ میں اہل جہنم سے کہی جانے والی بات ذکر کی گئی ہے کہ جب وہ جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ جہنم ہے جس کا تم سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا تھا، اب اس کی تکلیفوں اور اذیتوں کا مزہ چکھو، یہاں تمہاری پیاس بجھانے کے لیے کھولتا ہوا گرم پانی اور خود تمہارے اپنے اور دیگر اہل جہنم کے زخموں سے بہنے والی پیپ کے علاوہ کچھ اور دستیاب نہیں ہے، یہ ایک ایسی سزا ہے جس کے تصور سے ہی کلیجہ کانپ اٹھتا ہے کہ کسی کو سخت پیاس کے وقت پیپ سے بھرا ہوا گلاس پکڑا دیا جائے اور اس سے کہا جائے کہ تمہیں یہی پینا پڑے گا، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ ۵۸ اس آیت مبارکہ میں خبر دی گئی ہے کہ جہنم کا عذاب صرف کھولتے ہوئے پانی اور پیپ میں بند نہیں ہے، اس کے علاوہ بھی مختلف انواع و اقسام کے عذاب تیار کیے گئے ہیں جن سے بچنے کی کوئی تدبیر اہل جہنم کے پاس نہیں ہوگی۔ ۵۹ اس آیت مبارکہ میں اہل جہنم کے ایک گروہ کا ذکر کیا گیا ہے جو بعد میں آنے والی ایک جماعت کو دور سے دیکھ کر کہیں گے کہ لوجی ایک اور فوج تمہاری طرف بڑھتی چلی آرہی ہے، لگتا ہے کہ یہ بھی تمہارے ساتھ جہنم میں رہنے کے لیے آرہے ہیں، اللہ کرے کہ انہیں کوئی کشادہ جگہ نہ ملے، انہیں بھی یہیں آکر مرنا تھا۔ ۶۰ اس آیت مبارکہ میں دوسرے گروہ کا جواب ذکر کیا گیا ہے کہ تمہاری وجہ سے ہی ہم ان حالات تک پہنچے ہیں، اس لیے اصل مجرم تم ہو، اور اللہ کرے کہ تم ہی کو کوئی کشادہ جگہ نہ ملے، اب اس برے ٹھکانے میں آکر پھنسے ہیں تو اب یہیں رہنا

اَقُوْلُ ۚ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٥﴾

اَقُوْلُ ۚ	لَاَمْلَئَنَّ	جَهَنَّمَ	مِنْكَ	وَ	مِمَّنْ	تَبِعَكَ	مِنْهُمْ	اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٥﴾
میں کہتا ہوں	البتہ ضرور بھر دوں گا میں	جہنم کو	تجھ سے	اور	اس سے جو	تیری پیروی کرے گا	ان میں سے	سب کے سب

کہتا ہوں۔ (٨٤) کہ میں جہنم کو تجھ سے اور اُن سب لوگوں سے بھر کر رہوں گا جو اُن میں سے تیری پیروی کریں گے۔ (٨٥)

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿٨٦﴾ اِنْ

قُلْ	مَآ	اَسْـَٔلُكُمْ	عَلَيْهِ	مِنْ	اَجْرٍ	وَّ	مَآ	اَنَا	مِنَ	الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿٨٦﴾	اِنْ
تو کہہ	نہیں	میں تم سے مانگتا	اس پر	سے	کوئی اجرت	اور	نہیں	میں	سے	تکلف کرنے والوں کے	نہیں

اے نبی! (ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ میں تم سے اِس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ (٨٦) یہ تو

هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿٨٨﴾ ع

هُوَ	اِلَّا	ذِكْرٌ	لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾	وَ	لَتَعْلَمُنَّ	نَبَاَهٗ	بَعْدَ	حِيْنٍ ﴿٨٨﴾
یہ	مگر	نصیحت	جہان والوں کیلئے	اور	البتہ ضرور جان لوگے تم	اس کی خبر	پیچھے	کچھ عرصے کے

اہلِ عالم کیلئے نصیحت ہے۔ (٨٧) اور عنقریب تم کچھ عرصے بعد اِس کا احوال جان لو گے۔ (٨٨)

ع ٥ ٤ ٢ ١٤

ہوگا۔ (٦١) اس آیت مبارکہ میں دوسرے گروہ کی ایک فریاد ذکر کی گئی ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کریں گے کہ پروردگارا جس شخص کی وجہ سے ہم ان حالات تک پہنچے ہیں اور جس کی شب وروز کی محنت کا واحد مقصد ہمیں گمراہ کرنا تھا، تو اسے ہم سے دوگنا زیادہ عذاب میں مبتلا فرمادے، ایک خود گمراہ ہونے کا اور دوسرا ہمیں گمراہ کرنے کا، اس فریاد سے ان کا منشا اپنے دل کو تسلی دینا ہوگا کہ چلو، جس نے ہمیں گمراہ کیا تھا، آج وہ ہم سے زیادہ سخت عذاب میں مبتلا ہے۔ (٦٢) اس آیت مبارکہ میں اہل جہنم کا ان لوگوں کو تلاش کرنا مذکور ہوا ہے جنہیں وہ دنیا میں حقیر اور رذیل سمجھتے تھے، ان کا یہ خیال تھا کہ ان کی غربت اور افلاس اس قدر زیادہ ہے کہ وہ جس طرح آج غریب اور مفلس ہیں، اگر مرنے کے بعد دوبارہ زندگی برحق ہے تو اس وقت بھی وہ غریب اور مفلس ہی ہوں گے، لیکن جب وہ انہیں جہنم میں نظر نہ آئیں گے تو تعجب سے کہیں گے کہ آج وہ لوگ کیوں نظر نہیں آرہے؟ (٦٣) اس آیت مبارکہ میں اہل جہنم کا تعجب بیان کیا گیا ہے کہ دنیا میں جن لوگوں کو حقیر سمجھ کر ہم ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے، کیا یہ ہماری غلطی تھی کہ ہم نے ان کا مذاق اڑایا؟ کیا وہ مذاق اڑائے جانے کی بجائے تعظیم وتکریم کے مستحق تھے؟ یا پھر وہ جہنم میں ہی موجود ہیں لیکن ہمیں دکھائی نہیں دے رہے؟ (٦٤) اس آیت مبارکہ میں اہل جہنم کے درمیان جھگڑے اور تکرار کو برحق قرار دیا گیا ہے، دراصل یہ اس سوال کا جواب ہے کہ جہنم میں تو ہر شخص ہی اپنی تکلیف اور پریشانی میں مبتلا ہوگا، وہاں اس جھگڑے اور تکرار کے لیے کسے فرصت ملے گی؟ سو اس کا جواب دیدیا گیا کہ ایسا ہونا برحق اور ضروری ہے، اس لیے تم اس حوالے سے کسی قسم کے شک اور شبہ میں مبتلا نہ ہو۔ (٦٥) اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو دو چیزوں کا اعلان کرنے کی تاکید کی گئی ہے، پہلی یہ کہ میں تمہیں صرف مستقبل کے حالات سے باخبر اور آگاہ کرنے والا ہوں اور یہی میری ذمہ داری ہے کہ تمہیں مرنے کے بعد پیش آنے والے حالات سے مطلع کردوں، میں تمہارا رب اور معبود نہیں ہوں، دوسری چیز یہ کہ اللہ ایک ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اور سب پر غالب ہے، چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیشہ ان دو چیزوں کا اعلان فرمایا اور پوری دنیا کے سامنے ان کی دعوت رکھی، فجزاه الله عنا وعن جميع المسلمين خير الجزاء۔ (٦٦) اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے، لفظ "رب" کی تحقیق سورۂ فاتحہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، دوسری یہ کہ وہ "العزیز" ہے یعنی ہر طرح کی عزت اسی کی ملکیت میں ہے، دنیا میں جسے عزت ملتی ہے، وہ اس کی عطا سے ملتی ہے، کسی کے ذاتی کمال کی وجہ سے نہیں، کیونکہ مخلوق میں کوئی کمال ذاتی نہیں ہے، تیسری صفت یہ کہ وہ "الغفار" ہے، یعنی وہ اپنی مخلوق کی خطاؤں اور لغزشات سے ان کی توقعات سے بڑھ کر درگزر کرنے والا اور انہیں معاف کرنے والا ہے، ایسی بہترین ذات کو چھوڑ کر بے جان پتھروں اور لکڑیوں کی پوجا کرنا عقل سے دشمنی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ (٦٧) (٦٨) ان آیتوں میں احوال قیامت کی اہمیت اور لوگوں کی اس سے بے خبری اور غفلت بیان کی گئی ہے کہ قیامت کی خبر معمولی اور غیر اہم نہیں ہے، نظام عالم کو لپیٹ دینا اور ایک ہی میدان میں تمام اولین وآخرین کو جمع کر کے ان کا حساب کتاب کرنا معمولی بات نہیں ہے، یہ بہت بڑی خبر ہے، لیکن تم لوگ خواب غفلت کے مزے لے رہے ہو، تم اس کی تیاری کے حوالے سے کسی طرح بھی فکرمند نہیں ہو، حالانکہ اس کی غیر معمولی اہمیت کا تقاضا یہ ہے کہ تم اس دن کے لیے بھرپور تیاری کرو۔ (٦٩) (٧٠) ان آیتوں میں نبی اکرم ﷺ کے ذرائع علم کی خبر دی گئی ہے کہ آخری نبی علیہ السلام کو فرشتوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کیسے معلوم ہوجاتی ہے؟ کیا وہ ان کی مجلسوں میں شریک ہوتے ہیں؟ کیا وہ ہر روز ان کی مجلس میں شرکت کے لیے آسمانوں پر جاتے ہیں؟ یہاں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ میرے پاس "وحی الٰہی" کے علاوہ ان معلومات کے حصول کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے اور اس وحی الٰہی میں بھی میری ذمہ داری کا تعین کردیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے تمام پیغامات اور ہدایات کو کھول کھول کر بیان کردوں، چنانچہ میں اپنی اس ذمہ داری کو بھرپور طریقے سے ادا کرتا رہوں گا۔ (٧١) اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے درمیان تخلیق آدم کے موقع پر ہونے والی گفتگو نقل کی گئی ہے، ظاہر ہے کہ اس موقع پر نبی علیہ السلام موجود نہیں تھے، معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام ہر وقت فرشتوں کی مجلس میں موجود نہیں ہوتے، چنانچہ تخلیق آدم سے قبل اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بتایا کہ میں مٹی سے انسان کو وجود عطا فرمانے والا ہوں، وہ میری قدرت اور تخلیق کا ایک شاہکار ہوگا۔ (٧٢) اس آیت مبارکہ میں فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا گیا ہے، اس سے ملتی جلتی آیات سورۂ حجر کے تیسرے رکوع میں بھی گزر چکی ہیں، آیات کی وضاحت بھی وہیں دیکھی جاسکتی ہے۔ (٧٣) اس آیت مبارکہ میں تمام فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ایک ساتھ سجدہ ریز ہونا بیان کیا گیا ہے۔ (٧٤) اس آیت مبارکہ میں سجدہ کرنے والوں میں سے ابلیس کا استثناء کیا گیا ہے کہ باوجود حکم الٰہی کے وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا بلکہ اس نے تکبر، کفر اور انکار کی راہ اختیار کی، جن حضرات کو ابلیس کے استثناء پر اشکال پیش آیا ہے، اس کا جواب ہم پہلے دے چکے ہیں۔ (٧٥) اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کا ابلیس سے آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ پوچھنا مذکور ہوا ہے، سوال یہ ہے کہ جس مخلوق کو میں نے اپنے دست قدرت سے بنایا تو نے اس کے سامنے میرے حکم کے باوجود سجدہ کیوں نہیں کیا؟ عام لوگوں کے لیے اس کی دو میں سے کوئی ایک وجہ ہوسکتی ہے یا تو غرور وتکبر اور خود پسندی میں مبتلا ہے اور تو اپنے آپ کو آدم سے برتر خیال کرتا ہے، یا پھر حقیقت میں تو واقعی بہت بڑا اور بلند رتبہ ہے؟ مجھے تو اس کی وجہ معلوم ہے لیکن تیری زبان سے بھی کہلوانا ضروری ہے تاکہ اس پر کسی فیصلے کی بنیاد رکھی جاسکے۔ (٧٦) اس آیت مبارکہ میں ابلیس کا حق تعالیٰ کے سامنے آدم پر اپنی برتری کا اظہار کرنا مذکور ہوا ہے، یہ جواب ابلیس کے غرور وتکبر پر دلالت کرتا ہے کہ اگر ہمارے مادۂ تخلیق کو دیکھا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ میں آدم سے بہتر ہوں، لہٰذا اصولی طور پر آدم کو چاہیے کہ مجھے سجدہ کرے، نہ یہ کہ میں اسے سجدہ کروں کیونکہ میری پیدائش آگ سے اور آدم کی مٹی سے ہوئی ہے، آگ بلندی کا تقاضا کرتی ہے اور مٹی پستی کا تو پست کو پست ہونا چاہیے اور بلند کو بلند۔ (٧٧) اس آیت مبارکہ میں ابلیس کا راندۂ درگاہ ہونا مذکور ہوا ہے کہ اس کے غرور وتکبر پر اللہ تعالیٰ نے اسے جنت سے نکال دیا اور اسے اپنی بارگاہ سے دھتکارا ہوا قرار دیدیا۔ (٧٨) اس آیت مبارکہ میں ابلیس پر قیامت کے دن تک لعنت اور پھٹکار کا وعدہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ ہر چھوٹا اور بڑا، عالم اور جاہل، مرد وعورت امیر اور غریب سب ہی اس پر لعنت کرتے اور اسے ملعون قرار دیتے ہیں اور یہ لعنت اس پر ہمیشہ ہوتی رہے گی۔ (٧٩) اس آیت مبارکہ میں ابلیس کا اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگنا مذکور ہوا ہے، اس نے یہ مہلت قیامت کے دن تک مانگی تھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے اس بات کا پتہ تھا کہ نظام عالم ہمیشہ نہیں رہے گا، بلکہ اسے ایک نہ ایک دن ختم ہونا ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ہوگی جس میں اعمال کی جزا اور سزا ملے گی۔ (٨٠) (٨١) ان آیتوں میں ابلیس کی درخواست منظور ہونے کا ذکر کیا گیا ہے کہ اسے مہلت دیدی گئی، البتہ اس کے لیے ایک خاص

اٰيَاتُهَا ٧٥ — (٣٩) سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ (٥٩) — رُكُوْعَاتُهَا ٨

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ

تَنْزِيْلُ	الْكِتٰبِ	مِنَ	اللّٰهِ	الْعَزِيْزِ	الْحَكِيْمِ ①	اِنَّآ	اَنْزَلْنَآ	اِلَيْكَ	الْكِتٰبَ
اتری ہوئی	کتاب	سے	اللہ کے	غالب	حکمت والا	بیشک ہم نے	نازل کی	تیری طرف	کتاب

یہ کتاب اللہ کی طرف سے اتری ہے جو کہ غالب، حکمت والا ہے۔ ① بیشک ہم نے آپ پر یہ کتاب برحق

بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ② اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ

بِالْحَقِّ	فَاعْبُدِ	اللّٰهَ	مُخْلِصًا	لَّهُ	الدِّيْنَ ②	اَلَا	لِلّٰهِ	الدِّيْنُ	الْخَالِصُ
برحق	سوعبادت کر	اللہ کی	خالص کرکے	اس کیلئے	دین کو	آگاہ ہو	اللہ ہی کیلئے	دین	خالص

نازل کی ہے، سو آپ دین کو اللہ ہی کیلئے خالص کرتے ہوئے صرف اُسی کی عبادت کیجئے۔ ② آگاہ رہو کہ دین خالص اللہ ہی کیلئے ہے،

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ

وَ	الَّذِيْنَ	اتَّخَذُوْا	مِنْ	دُوْنِهٖٓ	اَوْلِيَآءَ	مَا	نَعْبُدُهُمْ	اِلَّا	لِيُقَرِّبُوْنَآ	اِلَى	اللّٰهِ
اور	جن لوگوں نے	بنالئے	سے	اس کے علاوہ	بہت سے دوست	نہیں	عبادت کرتے ہم ان کی	مگر	تاکہ وہ ہمیں قریب کردیں	طرف	اللہ کے

اور جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور معبود بنا رکھے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اِن کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب

وقت متعین کردیا گیا، اس کے بعد وہ لوگوں کو گمراہ نہیں کرسکے گا۔ ٨٢ ٨٣ ان آیتوں میں ابلیس کا اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم کھا کر اولادِ آدم کی گمراہی کا بیڑہ اٹھانا مذکور ہوا ہے، یعنی اگر اس ملعون کو بھی اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی عزت ہی کی قسم کھائی، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اصل عزت اللہ ہی کی ہے، اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اللہ کے مخلص اور چنے ہوئے بندوں پر کسی کا اختیار نہیں چلتا، اس لیے اس نے شروع ہی میں انہیں مستثنیٰ کردیا کہ اگر میں انہیں گمراہ نہ کرسکا تو الگ بات ہے، ورنہ انہیں نکال کر میں تیرے بندوں کی اکثریت کو گمراہ کرکے چھوڑوں گا۔ ٨٤ ٨٥ ان آیتوں میں حق تعالیٰ کا جواب مذکور ہے کہ میری ہر بات ہی برحق اور سچی ہوتی ہے، اس لیے میں تجھے بتائے دیتا ہوں کہ جن پر تیرا زور چل سکتا ہے، چلا لے، میں بھی سچ کہتا ہوں کہ تجھے اور انہیں سب کو جہنم میں بھر دوں گا اور تم لوگوں کو جہنم کی خوراک بنادوں گا۔ ٨٦ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ سے دو اعلان کروائے گئے ہیں، پہلا یہ کہ مجھے تم سے کسی اجرت اور مزدوری کی طلب نہیں ہے، میرا تم سے ایسا کوئی تقاضا نہیں ہے کہ تم مجھے میری دعوت اور تبلیغی خدمات کے عوض کوئی تنخواہ اور اجرت دیا کرو، تم مجھے اس کی اجرت دے ہی نہیں سکتے ہو، اس کی اجرت بنتی بھی نہیں ہے، اس کا اجر و ثواب بنتا ہے اور وہ میرا رب مجھے دے گا، کیونکہ وہ تمہارے اختیار میں نہیں ہے اور دوسرا اعلان یہ کہ میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں، مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے پاکیزہ اخلاق دیئے ہیں کہ ان میں تکلف، بناوٹ اور ریاکاری کا مادہ ہی نہیں رکھا، بعض مفسرین نے یہ معنی بیان کیا ہے کہ میں تمہیں جس دین کی دعوت دے رہا ہوں، وہ نہایت بے تکلف دین ہے اور ہر قسم کے تکلفات سے آزاد ہے، فطری چیزوں کی دعوت دیتا ہے اور غیر فطری کاموں سے روکتا ہے، اگر تم لوگ اس دعوت کو قبول نہیں کرتے تو گویا ایک فطری دین کو رد کر رہے ہو اور عقلمند آدمی سے بعید ہے کہ فطرت سے بغاوت کرے۔ ٨٧ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کو اہل عالم کے لیے نصیحت قرار دیا گیا ہے، چونکہ نصیحت خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبے سے ہوتی ہے اور اللہ سے بڑھ کر انسان کا کوئی خیر خواہ اور ہمدرد نہیں ہوسکتا اس لیے اس کتاب نصیحت سے بڑھ کر کسی کتاب میں انسان کی خیر خواہی اور ہمدردی نہیں ہوسکتی۔ ٨٨ اس آیت مبارکہ میں مستقبل کے حوالے سے ایک پیشین گوئی کی گئی ہے کہ اگر آج تم لوگوں کو نصیحت اور خیر خواہی کی باتیں سمجھ نہیں آرہیں اور تم اپنی جہالت اور آباؤ اجداد کی اندھی تقلید پر ڈٹے رہتے ہو تو کوئی بات نہیں، کچھ ہی عرصے بعد تمہارے سامنے پوری حقیقت کھل کر آجائے گی اور تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ کون صحیح تھا اور کون غلط؟ کون حق پر تھا اور کون باطل پر؟ اور دین حق کی دعوت قبول نہ کرکے اصل نقصان کس کا ہوا؟ اس وقت حسرت اور افسوس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا، اس لیے اس نصیحت سے فائدہ اٹھا کر اپنی عاقبت سنوار لو۔ الحمدللہ! آج مورخہ ١٩ فروری ٢٠١٩ء بروز منگل بعد نماز مغرب سورۂ ص کے مختصر حواشی سے فراغت ہوئی، اللہ تعالیٰ بقیہ سورتوں کی تکمیل بھی جلد کروادے۔ آمین

سُوْرَةُ الزُّمَرِ

سورۂ زمر مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ٤٧٠٨، کلمات ١١٧٢، آیات ٧٥ اور رکوعات ٨ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ٧١ میں "زمرا" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ زمر رکھا گیا، لفظی اعتبار سے یہ "زمرة" کی جمع ہے جس کا معنی گروہ اور جماعت ہے، یہاں مراد وہ جماعت ہے جسے جنت یا جہنم کی طرف لے جایا جائیگا، اس سورت کا مرکزی عنوان "اخلاص فی العباد" کی اہمیت بیان کرنا ہے کہ خلاص تمام اعمال کی جان ہے، اگر اخلاص ہو تو اعمال کا صرف جسم رہ جاتا ہے اور روح پرواز کر جاتی ہے، اس سلسلے میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بیان کرکے انسان کا یہ رویہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب کوئی تکلیف، مصیبت اور بیماری آتی ہے تو فوراً ہماری بارگاہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اگر کوئی راحت اور نعمت نصیب ہو تو ایسے ہو جاتا ہے کہ گویا اللہ کو جانتا ہی نہیں ہے، پھر رسول اکرم ﷺ کو اخلاص فی العبادۃ کا حکم دے کر ساری انسانیت کو اس کی اہمیت کی جانب اشارہ کر دیا، اب جو شخص اخلاص کی نعمت سے مالا مال ہو، اللہ تعالیٰ اسے شرح صدر کی نعمت دیدیتا ہے، اس کے ظاہر اور باطن پر تلاوت قرآن کا یکساں اثر ہوتا ہے، کیونکہ اس قرآن میں کوئی ٹیڑھا پن ہے ہی نہیں، باقی اللہ جسے ہدایت دیدے، اسی کو ہدایت ملتی ہے اور جسے وہ گمراہ کردے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، اس سورت میں ایک آیت نہایت امید افزا ہے جس میں گناہ گاروں اور مجرموں کو اللہ کی رحمت سے مایوسی کی دلدل سے نکالا گیا ہے تاکہ وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں، آخر میں قیامت کی منظر کشی کی گئی ہے، حق تعالیٰ کی قدرت اور لوگوں کے دو گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے ایک گروہ اہل جہنم کا اور ایک اہل جنت کا ہوگا۔ اللهم اجعلنا من اهل الجنة۔ ① اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب قرار دے کر اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ العزیز ہے، یعنی سب پر غالب اور عزت کا مالک ہے، لہٰذا جو اس کے ساتھ جڑ جائے گا، اسے بھی غلبہ اور عزت نصیب ہوگی، دوسری صفت یہ کہ وہ "الحکیم" ہے، یعنی اس نے جو آیت یا سورت بھی نازل کی ہے، وہ اس کی خاص حکمتوں پر مبنی ہے خواہ کسی انسان کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ ② اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کو نازل کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کرکے اسے برحق قرار دیا

زُلْفٰی ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ۬ اِنَّ اللّٰهَ

زُلْفٰی ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	يَحْكُمُ	بَيْنَهُمْ	فِيْ	مَا	هُمْ	فِيْهِ	يَخْتَلِفُوْنَ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ
قریب کرنا	بیشک	اللہ	فیصلہ کرتا ہے	ان کے درمیان	بیچ	اس کے جو	وہ	اسمیں	اختلاف کرتے رہے	بیشک	اللہ

کر دیں، بیشک اللہ ہی اُن کے درمیان اُن چیزوں میں فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے، بیشک اللہ

لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝۳ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى

لَا	يَهْدِيْ	مَنْ	هُوَ	كٰذِبٌ	كَفَّارٌ ۝	لَوْ	اَرَادَ	اللّٰهُ	اَنْ	يَّتَّخِذَ	وَلَدًا	لَّاصْطَفٰى
نہیں	ہدایت دیتا	اسے جو	وہ	جھوٹا	ناشکرا	اگر	چاہتا	اللہ	یہ کہ	بنالے	اولاد	البتہ ضرور چن لیتا

کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو کہ جھوٹا، ناشکرا ہو۔ ۳ اگر اللہ اولاد بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے

مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۴ خَلَقَ

مِمَّا	يَخْلُقُ	مَا	يَشَآءُ ۙ	سُبْحٰنَهٗ ؕ	هُوَ	اللّٰهُ	الْوَاحِدُ	الْقَهَّارُ ۝	خَلَقَ
اس سے جو	وہ پیدا کرتا ہے	جو	وہ چاہتا ہے	پاک ہے وہ	وہ	اللہ	اکیلا	سب پر غالب	پیدا کیا اس نے

جسے چاہتا چن لیتا، وہ پاک ہے، وہی اللہ ہے، وہ یکتا، سب پر غالب ہے۔ ۴ اُس نے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى

السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضَ	بِالْحَقِّ ۚ	يُكَوِّرُ	الَّيْلَ	عَلَى	النَّهَارِ	وَ	يُكَوِّرُ	النَّهَارَ	عَلَى
آسمانوں کو	اور	زمین کو	برحق	لپیٹتا ہے وہ	رات کو	پر	دن کے	اور	لپیٹتا ہے	دن کو	پر

اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے، وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر

الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ

الَّيْلِ	وَ	سَخَّرَ	الشَّمْسَ	وَ	الْقَمَرَ ؕ	كُلٌّ	يَّجْرِيْ	لِاَجَلٍ	مُّسَمًّى ؕ	اَلَا	هُوَ
رات کے	اور	تابع فرمان کر دیا اس نے	سورج کو	اور	چاند کو	ہر ایک	چل رہا ہے	ایک مدت کیلئے	طے شدہ	آگاہ رہو	وہ

لپیٹتا ہے، اور اُسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے، ہر چیز ایک مقررہ مدت کیلئے چلی جا رہی ہے، آگاہ رہو کہ وہ

الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝۵ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا

الْعَزِيْزُ	الْغَفَّارُ ۝	خَلَقَكُمْ	مِّنْ	نَّفْسٍ	وَّاحِدَةٍ	ثُمَّ	جَعَلَ	مِنْهَا	زَوْجَهَا
غالب	بہت بخشنے والا	اس نے تمہیں پیدا کیا	سے	جان کے	ایک	پھر	بنایا اس نے	اس سے	اس کا جوڑا

زبردست، نہایت بخشنے والا ہے۔ ۵ اُس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، پھر اُسی نے اُس کا جوڑا بنایا،

ہے اور نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ پہلے کی طرح خلوص نیت اور کامل اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتے رہیں، اس تاکید کا مقصد امت کو سنانا ہے کہ جب پیغمبر ﷺ کو یہ حکم دیا گیا ہے تو تمہیں یہ حکم بطریق اولیٰ ہوگا، یہیں سے اخلاص کی اہمیت بھی واضح ہوگئی کیونکہ جس عبادت میں اخلاص نہ ہو، اس کی مثال اس جسم کی سی ہے جس میں سے روح نکل چکی ہو۔ ۳ اس آیتِ مبارکہ میں دو اہم باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ دین خالص اللہ ہی کا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو ضابطہ حیات نازل فرمایا ہے وہی دین خالص ہے،

اور بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو دین مسلمانوں کو عطا فرمایا ہے اس میں خلوص نیت اور اخلاص کی اہمیت بہت زیادہ ہے، دوسری بات مشرکین مکہ کے ایک جاہلانہ عقیدے کی تردید ہے، جب ان سے کہا جاتا کہ تم ان بتوں اور مجسموں کی پوجا کیوں کرتے ہو تو وہ اس کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ دراصل ہم انہیں چڑھاوے، نذرانے اور پوجا پاٹ کے ذریعے اس لیے خوش کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کردیں اور اللہ تعالیٰ ان کی سفارش قبول کرکے ہماری دعائیں سن لے اور ہمیں اپنا مقرب بندہ بنالے، ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو دنیاوی بادشاہوں پر قیاس کرلیا کہ جس طرح کسی بادشاہ تک عام آدمی کی رسائی نہیں ہوتی اور اسے بادشاہ تک پہنچنے کے لیے کسی کی سفارش درکار ہوتی ہے، اسی طرح غالباً اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے کسی درمیانی واسطے کی ضرورت ہوگی اور اس کے بغیر اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنا ممکن نہ ہوگا، لیکن یہ قیاس مکمل طور پر غلط اور باطل ہی نہیں، بیہودہ بھی ہے کیونکہ دنیوی بادشاہ وسائل واسباب کے محتاج ہوتے ہیں، وہ مسائل ومشکلات کا شکار ہوتے ہیں اور ان کے لیے ہر شخص کی بات سننا ممکن نہیں ہوتا، جبکہ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی چیز کا محتاج نہیں ہے، اس لیے ان کی اس بیہودہ گوئی کا فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے گا۔ ۴ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کرتے ہیں، سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کو اولاد کی ضرورت ہی نہیں ہے، اور اگر بالفرض اسے اولاد کی ضرورت پیش آہی جاتی تو کیا اس کا انتخاب وہ لوگوں کے حوالے کرتا یا خود اپنی مرضی سے جسے چاہتا، اپنی اولاد ہونے کا شرف عطا کردیتا؟ ظاہر ہے کہ مخلوق کے انتخاب کی اس سلسلے میں کوئی اہمیت ہی نہیں ہے، اب جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کر رہے ہیں، وہ اپنی مرضی سے کر رہے ہیں، اللہ اس نسبت اور عیب سے بالکل پاک ہے، وہ واحد ویکتا اور سب پر غالب ہے، اس کی کوئی اولاد اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ۵ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات قدرت میں سے پانچ چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، پہلی یہ کہ اس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے اور زمین وآسمان کی یہ تخلیق برحق اور صدہا حکمتوں پر مبنی ہے، بے کار اور بے مقصد نہیں، دوسری یہ کہ وہ رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹ دیتا ہے، جس کی وجہ سے دن اور رات کا نظام قائم ہے، تیسری یہ کہ اس نے سورج اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے، ان میں سے ہر ایک اس کا فرمانبردار اور اس کے حکم کے تابع ہے اور ان میں سے ہر ایک کی جو مدت مقرر کی گئی ہے، وہ اس کی تکمیل کے راستے پر گامزن

وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ

وَ	اَنْزَلَ	لَكُمْ	مِّنَ	الْاَنْعَامِ	ثَمٰنِيَةَ	اَزْوَاجٍ ؕ	يَخْلُقُكُمْ	فِيْ	بُطُوْنِ	اُمَّهٰتِكُمْ
اور	اتارے اس نے	تمہارے لئے	سے	چوپایوں کے	آٹھ	قسمیں	وہ تمہیں پیدا کرتا ہے	بیچ	پیٹوں کے	تمہاری ماؤں کے

اور تمہارے لیے جانوروں میں سے آٹھ قسم کے جوڑے اتارے، وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین اندھیروں میں

خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ

خَلْقًا	مِّنْۢ	بَعْدِ	خَلْقٍ	فِيْ	ظُلُمٰتٍ	ثَلٰثٍ ؕ	ذٰلِكُمُ	اللّٰهُ	رَبُّكُمْ	لَهُ	الْمُلْكُ ؕ
پیدا کرنا	سے	پیچھے	پیدا کرنے کے	بیچ	اندھیروں کے	تین تین	یہ تمہارا	اللہ	تمہارا رب	اس کیلئے	حکومت

تخلیق کے ایک کے بعد دوسرے مرحلے سے گذار کر پیدا کرتا ہے، وہی اللہ تمہارا رب ہے، اُسی کی حکومت ہے ،

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿٦﴾ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ قف

لَاۤ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ ۚ	فَاَنّٰى	تُصْرَفُوْنَ ﴿٦﴾	اِنْ	تَكْفُرُوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	غَنِيٌّ	عَنْكُمْ قف
نہیں	کوئی معبود	مگر	وہی	سو کہاں	تم پھرے جارہے ہو	اگر	تم کفر کروگے	تو بیشک	اللہ	بے نیاز	تم سے

اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، تو تم کہاں پھرے جا رہے ہو؟ ﴿٦﴾ اگر تم کفر کرو گے تو یقیناً اللہ تم سے بے نیاز ہے

وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ

وَ	لَا	يَرْضٰى	لِعِبَادِهِ	الْكُفْرَ ۚ	وَ	اِنْ	تَشْكُرُوْا	يَرْضَهُ	لَكُمْ ؕ	وَلَا	تَزِرُ	وَازِرَةٌ	وِّزْرَ
اور	نہیں	پسند کرتا وہ	اپنے بندوں کیلئے	کفر کو	اور	اگر	تم شکر کرو	اسے پسند کرے گا	تمہارے لئے	اور نہیں	بوجھ اٹھاتا	کوئی بوجھ اٹھانے والا	بوجھ

اور وہ اپنے بندوں کیلئے کفر کو پسند نہیں کرتا، اور اگر تم شکر کرو گے تو وہ اُسے تمہارے حق میں پسند کرتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں

اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ

اُخْرٰى ؕ	ثُمَّ	اِلٰى	رَبِّكُمْ	مَّرْجِعُكُمْ	فَيُنَبِّئُكُمْ	بِمَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ؕ	اِنَّهٗ
دوسرے کا	پھر	طرف	تمہارے رب کے	لوٹنا تمہارا	سو بتادے گا وہ تمہیں	وہ جو	تم تھے	عمل کرتے	بیشک وہ

اٹھائے گا، پھر تمہیں اپنے رب کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے سو وہ تمہیں بتا دے گا جو کچھ تم اعمال کرتے تھے، بیشک وہ

عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٧﴾ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ

عَلِيْمٌۢ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٧﴾	وَ	اِذَا	مَسَّ	الْاِنْسَانَ	ضُرٌّ	دَعَا	رَبَّهٗ	مُنِيْبًا	اِلَيْهِ	ثُمَّ
خوب جاننے والا	سینوں کی باتیں	اور	جب	چھولے	انسان کو	کوئی تکلیف	پکارتا ہے وہ	اپنے رب کو	رجوع کرنے والا	اس کیطرف	پھر

سینوں کے رازوں سے واقف ہے۔ ﴿٧﴾ اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اُسی کو پکارتا ہے، پھر

ہے، چوتھی اور پانچویں صفت یہ کہ وہ العزیز اور الغفار ہے، ان دونوں صفتوں پر سورۂ ص کی آیت نمبر ٦٦ کا حاشیہ ملاحظہ کیجئے۔ ﴿٦﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات قدرت سے استدلال کر کے فرمایا گیا ہے کہ جو اس قدر زبردست اور قدرت والا ہے، وہی تمہارا معبود ہے، وہی اللہ ہے، وہی تمہارا رب ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، تم اسے چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟ کیا تمہارے معبودوں میں اتنی قدرت ہے کہ وہ ایک انسان کو پیدا کر کے اسی سے اس کا جوڑا بنائیں اور پھر اس کی نسل کو ساری دنیا میں پھیلا دیں؟ ہرگز نہیں، لیکن اللہ نے یہ سارے کام نہایت آسانی اور نفاست کے ساتھ اس طرح سرانجام دیئے ہیں کہ ساری دنیا اس کی قدرت کے شاہکار سے بھری پڑی ہے، پھر اس پر بھی غور کرو کہ انسان تخلیق کے جن مراحل سے گزر کر دنیا میں آتا ہے، وہ شکم مادر میں تین اندھیروں کے اندر پروان چڑھتا ہے، پہلا اندھیرا پیٹ کا، دوسرا رحم کا اور تیسرا اس جھلی کا جس میں بچہ لپٹا ہوتا ہے اور وہ بچے کے ساتھ ہی باہر آتی ہے، اس کے علاوہ تمہاری غذائی ضروریات کے لیے اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری پیدا کیے جو اپنے نر اور مادہ کے ساتھ مل کر کل آٹھ قسم کے جانور ہو جاتے ہیں، ایسے مہربان اور قدرت والے رب کو چھوڑ کر تم کہاں بہکے چلے جا رہے ہو؟ ﴿٧﴾ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی بے نیازی اور قدردانی بیان کی گئی ہے، بے نیازی ان لوگوں سے جو کفر اور ناشکری کی راہ اختیار کر لیتے ہیں، اللہ کو کفر اور ناشکری پسند نہیں ہے لیکن اگر کوئی اپنے اختیار اور ارادے سے کفر و شرک اور ناشکری کرے تو اسے کوئی فرق نہیں پڑتا، فرق تو اسے لوگوں کے شکر گزار ہونے سے بھی نہیں پڑتا لیکن چونکہ اسے اپنے بندوں کی یہ عادت پسند ہے اس لیے وہ ان کی شکر گزاری سے راضی اور خوش ہوتا ہے اور اس کی قدردانی فرماتا ہے چنانچہ جب آدم و اولادِ آدم کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا، وہ سب کو ان کے اعمال کے متعلق آگاہ کر دے گا اور یہ بھی بیان کر دے گا کہ دنیا میں کس نے کفر اور ناشکری کا راستہ اختیار کیا اور کون شکر گزاری کے جذبات سے لبریز رہا، یاد رکھو! وہاں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، ہر شخص کو اپنے اعمال کا جواب خود پیش کرنا پڑے گا اور ایک ایسی ذات کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا جو سینے کے رازوں تک سے بخوبی واقف ہے

إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوٓا إِلَيْهِ مِن قَبْلُ

إِذَا	خَوَّلَهُ	نِعْمَةً	مِّنْهُ	نَسِيَ	مَا	كَانَ	يَدْعُوٓا	إِلَيْهِ	مِن	قَبْلُ
جب	اسے عطا فرماتا ہے وہ	کوئی نعمت	اپنے سے	بھول جاتا ہے	جو	تھا وہ	پکارتا رہا	اس کی طرف	سے	پہلے

جب وہ اُسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ اس بات کو بھول جاتا ہے کہ پہلے وہ کس چیز کیلئے اللہ کو پکار رہا تھا

وَجَعَلَ لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلَّ عَن سَبِيلِهِ ۚ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ

وَ	جَعَلَ	لِلَّهِ	أَندَادًا	لِّيُضِلَّ	عَن	سَبِيلِهِ ۚ	قُلْ	تَمَتَّعْ	بِكُفْرِكَ
اور	مقرر کرتا ہے	اللہ کیلئے	شرکاء	تاکہ گمراہ کرے	سے	اس کے راستے کے	تُو کہہ	فائدہ اٹھالے	ساتھ اپنے کفر کے

اور اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتا ہے تاکہ اللہ کے راستے سے گمراہ کرے، آپ فرما دیجئے کہ تُو اپنے کفر کے ساتھ تھوڑا سا فائدہ

قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ⑧ أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ

قَلِيلًا ۖ	إِنَّكَ	مِنْ	أَصْحَابِ	النَّارِ ⑧	أَمَّنْ	هُوَ	قَانِتٌ	آنَاءَ
تھوڑا سا	بیشک تو	سے	رہنے والوں کے	جہنم کے	کیا جو کوئی	وہ	فرمانبردار	اوقات میں

اٹھا لے، کیونکہ تو اہلِ جہنم میں سے ہے۔ ⑧ کیا وہ شخص جو فرمانبردار ہو، رات کے

اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ

اللَّيْلِ	سَاجِدًا	وَّ	قَائِمًا	يَحْذَرُ	الْآخِرَةَ	وَ	يَرْجُوا	رَحْمَةَ	رَبِّهِ ۗ
رات کے	سجدہ کرنے والا	اور	قیام کرنے والا	ڈرتا ہو	آخرت سے	اور	امید رکھتا ہو	رحمت کی	اپنے رب کی

اوقات میں کبھی سجدہ اور کبھی قیام کرتا ہو، آخرت کا خوف رکھتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو،

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا

قُلْ	هَلْ	يَسْتَوِي	الَّذِينَ	يَعْلَمُونَ	وَ	الَّذِينَ	لَا	يَعْلَمُونَ ۗ	إِنَّمَا
تُو کہہ	کیا	برابر ہوگئے ہیں	وہ لوگ جو	جانتے ہیں	اور	جو لوگ	نہیں	جانتے	وہ تو صرف

آپ فرما دیجئے کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟ نصیحت

يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ⑨ قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا

يَتَذَكَّرُ	أُولُوا الْأَلْبَابِ ⑨	قُلْ	يَا عِبَادِ	الَّذِينَ	آمَنُوا	اتَّقُوا
نصیحت حاصل کرتے ہیں	عقل والے	تُو کہہ	اے میرے بندو	جو لوگ	ایمان لائے	ڈرو تم

تو اہلِ عقل ہی حاصل کرتے ہیں۔ ⑨ اے نبی! (ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو، اپنے رب سے

ع ۱ ۹ ۱۵

⑧ اس آیت مبارکہ میں انسان کی توتا چشمی بیان کی گئی ہے کہ تکلیف اور بیماری پر اپنے رب کو خلوص نیت کے ساتھ پکارتا ہے اور خوشحالی اور فراخی نصیب ہونے پر اسی رب کو بھول جاتا ہے جس نے اپنی مہربانی سے اس کی تکلیف کو دور کیا تھا اور اسے خوشحالی عطا فرمائی تھی، یہاں تک کہ اس کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے اور اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں اور مجسموں کو اس کی عبادت میں شریک ٹھہرانے لگتا ہے، ایسا شخص دنیا میں جتنے مرضی مزے اڑا لے، بالآخر اسے جہنم میں جانا اور اہل جہنم میں ہی شمار ہونا ہے۔ ⑨ اس آیت مبارکہ میں لوگوں کو ایک سوال پر غور کرنے اور اس کا جواب تلاش کرنے کی دعوت دی گئی ہے کہ ایک طرف وہ شخص ہے جو ضرورت پیش آنے پر اپنے رب کو پکارتا ہے اور مصیبت دور ہو جانے پر اسے بھلا دیتا ہے جس کا ذکر پچھلی آیت میں آیا ہے جبکہ دوسری طرف وہ آدمی ہے جو ساری ساری رات اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری دیتا ہے، کبھی سجدہ اور کبھی قیام کے ذریعے اسے راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے، خوف اور امید دونوں کا دامن تھامے رکھتا ہے، یعنی نہ تو اپنے رب سے بے خوف ہوتا ہے اور نہ ہی ناامید ہوتا ہے کیا یہ دونوں لوگ برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا عالم اور جاہل کبھی برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، لیکن اس پر غور و فکر بھی اہل عقل و دانش کرتے ہیں اور وہی ان باتوں سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ

رَبَّكُمْ ۭ	لِلَّذِيْنَ	اَحْسَنُوْا	فِيْ	هٰذِهِ	الدُّنْيَا	حَسَنَةٌ ۭ
اپنے رب سے	ان لوگوں کیلئے جو	نیکی کی انہوں نے	بیچ	اس	دنیا کے	بھلائی

ڈرتے رہو، جن لوگوں نے اس دنیا میں نیکی کی، اُن کیلئے بھلائی ہے

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ

وَ	اَرْضُ	اللّٰهِ	وَاسِعَةٌ ۭ	اِنَّمَا	يُوَفَّى	الصّٰبِرُوْنَ	اَجْرَهُمْ	بِغَيْرِ
اور	زمین	اللہ کی	کشادگی والی	وہ تو صرف	پورے دیے جائیں گے	صبر کرنے والے	ان کا اجر	بغیر

اور اللہ کی زمین بہت کشادہ ہے، صبر کرنے والوں کو تو اُن کا اجر پورا پورا بے حساب

حِسَابٍ ⑩ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ

حِسَابٍ ⑩	قُلْ	اِنِّىْٓ	اُمِرْتُ	اَنْ	اَعْبُدَ	اللّٰهَ	مُخْلِصًا	لَّهُ
حساب کے	تُو کہہ	بیشک میں	حکم دیا گیا ہوں	یہ کہ	عبادت کروں	اللہ کی	خالص کرتے ہوئے	اس کیلئے

دیا جائے گا۔ ⑩ آپ فرما دیجئے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ دین کو اللہ کیلئے خالص کرتے ہوئے اُسی کی

الدِّيْنَ ⑪ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ⑫ قُلْ اِنِّىْٓ

الدِّيْنَ ⑪	وَ	اُمِرْتُ	لِاَنْ	اَكُوْنَ	اَوَّلَ	الْمُسْلِمِيْنَ ⑫	قُلْ	اِنِّىْٓ
دین کو	اور	میں حکم دیا گیا ہوں	یہ کہ	رہوں میں	سب سے پہلا	فرمانبرداروں میں	تُو کہہ	بیشک میں

عبادت کروں۔ ⑪ اور مجھے یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان رہوں۔ ⑫ اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ اگر میں

اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑬ قُلِ اللّٰهَ

اَخَافُ	اِنْ	عَصَيْتُ	رَبِّيْ	عَذَابَ	يَوْمٍ	عَظِيْمٍ ⑬	قُلِ	اللّٰهَ
ڈرتا ہوں	اگر	نافرمانی کروں میں	اپنے رب کی	عذاب سے	ایک دن کے	بہت بڑے	تُو کہہ	اللہ کی ہی

اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ ⑬ آپ فرما دیجئے کہ میں تو اپنے

اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ⑭ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ

اَعْبُدُ	مُخْلِصًا	لَّهٗ	دِيْنِيْ ⑭	فَاعْبُدُوْا	مَا	شِئْتُمْ	مِّنْ
عبادت کروں گا میں	خالص کرتے ہوئے	اس کیلئے	اپنے دین کو	سو تم عبادت کرو	جس کی	تم چاہو	سے

دین کو خالص رکھتے ہوئے اللہ ہی کی عبادت کروں گا۔ ⑭ تم اُس کے علاوہ جس کی چاہو

⑩ اس آیت مبارکہ میں بنیادی طور پر ہجرت کی ترغیب دی گئی ہے تاہم آغاز میں دو مقدمے تمہید کے طور پر بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اے میرے مومن بندو! جب تم مجھ پر ایمان لے آئے تو اب تقویٰ بھی اختیار کرو کیونکہ تقویٰ ہی پورے دین کی بنیاد ہے اور دوسرا یہ کہ دنیا میں جو شخص نیکی کے راستے پر چلے گا آخرت میں اس کے لیے بہترین اجر و ثواب تیار کیا گیا ہے اب تقویٰ اختیار کرنے اور نیکی کی راہ پر چلنے میں جتنی چیزیں رکاوٹ بنتی ہیں، ضروری ہے کہ ان رکاوٹوں کو بھی ختم کیا جائے، اور اگر اس کے لیے انسان کو ترک وطن اور ہجرت بھی کرنا پڑے تو دریغ نہ کرے، اللہ کی زمین بہت وسیع اور کشادہ ہے، جو لوگ دین پر صبر و استقامت کے ساتھ ثابت قدم رہیں گے، انہیں اللہ تعالیٰ بے حساب اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ ⑪ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ سے عبد مامور ہونے کا اعلان کروایا گیا ہے، حکم دینے والا اللہ ہے، جسے حکم دیا گیا ہے وہ رسول اکرم ﷺ ہیں اور جو حکم دیا گیا ہے وہ یہ کہ خلوص نیت کے ساتھ اللہ کی عبادت میں مشغول رہیں، یہ حکم اس سورت کے آغاز میں بھی دیا گیا ہے، تکرار سے اس کی اہمیت کی طرف اشارہ ہوتا ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جسے حکم دیا جائے اور وہ ہمہ وقت تعمیل حکم میں معروف ہو، اسے ''معبود'' بنانا کسی صورت سمجھ میں نہیں آتا، معبود تو وہی ہوسکتا ہے جس کا حکم چلتا ہے اور حکم صرف اللہ کا چلتا ہے، لہٰذا معبود بھی صرف وہی ہوگا۔ ⑫ اس آیت مبارکہ میں نبی علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسرا حکم ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والوں میں مجھے سب سے آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے احکام پر سب سے پہلے عمل کرنے والا میں ہوں، خواہ کوئی دوسرا اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو یا نہ ہو۔ ⑬ اس آیت مبارکہ میں یوم قیامت کے عذاب سے خوف زدہ رہنے کا پہلو نمایاں کیا گیا ہے کہ تم لوگ اللہ کے عذاب سے کس قدر بے خوف اور نڈر ہو کہ اس کی نافرمانی اور حکم عدولی میں ذرا بھی جھجک محسوس نہیں کرتے ہو، جبکہ میں اللہ کا نبی اور پیغمبر ہونے کے باوجود اس بات سے ہر وقت لرزہ براندام رہتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو جائے، کیونکہ اس نے نافرمانی کی سزا مقرر کر رکھی ہے، کہیں مجھے اس سزا کا سامنا نہ کرنا پڑ جائے، تمام اہل زبان جانتے ہیں کہ اس تعبیر کا منشا صرف اور صرف اتنا ہے کہ عام لوگوں کو اللہ کی نافرمانی اور حکم عدولی کے انجام اور سزا سے ڈرایا جائے، نبی اکرم ﷺ کی طرف سے کسی گناہ یا لغزش کے صادر ہونے پر اس سے استدلال کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔
⑭ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کی حکم برداری بیان کی گئی ہے کہ مجھے جو تاکید کی گئی ہے کہ کامل اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہوں تو میں اس کی تعمیل کے لیے ہمہ وقت متوجہ ہوں اور میں صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں، اس کے علاوہ نہ کسی کی عبادت کرتا ہوں اور نہ اس کی بندگی میں کسی کو شریک ٹھہراتا ہوں۔

دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ

دُوْنِهٖ ؕ	قُلْ	اِنَّ	الْخٰسِرِیْنَ	الَّذِیْنَ	خَسِرُوْۤا	اَنْفُسَهُمْ
اس کے علاوہ	تو کہہ	بیشک	نقصان اٹھانے والے	وہ لوگ	نقصان کر لیا انہوں نے	اپنی جانوں کا

عبادت کرو، آپ فرما دیجئے کہ اصل خسارے میں تو وہ لوگ پڑے ہیں جو قیامت کے دن اپنا

وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ⑮

وَ	اَهْلِیْهِمْ	یَوْمَ	الْقِیٰمَةِ ؕ	اَلَا	ذٰلِكَ	هُوَ	الْخُسْرَانُ	الْمُبِیْنُ ⑮
اور	اپنے گھر والوں کا	دن	قیامت کے	آگاہ رہو	وہ	وہی	نقصان	کھلا

اور اپنے اہل خانہ کا نقصان کر بیٹھے، آگاہ رہو کہ یہی کھلا نقصان ہے۔ ⑮

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ

لَهُمْ	مِّنْ	فَوْقِهِمْ	ظُلَلٌ	مِّنَ	النَّارِ	وَ	مِنْ	تَحْتِهِمْ	ظُلَلٌ ؕ	ذٰلِكَ
ان کیلئے	سے	ان کے اوپر	سائبان	سے	آگ کے	اور	سے	ان کے نیچے	سائبان	وہ

اُن کیلئے اُن کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہیں اور نیچے بھی سائبان ہیں، یہ وہ چیز ہے

یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ⑯ وَ الَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا

یُخَوِّفُ	اللّٰهُ	بِهٖ	عِبَادَهٗ ؕ	یٰعِبَادِ	فَاتَّقُوْنِ ⑯	وَ	الَّذِیْنَ	اجْتَنَبُوا
ڈراتا ہے	اللہ	اس کے ذریعے	اپنے بندوں کو	اے میرے بندو	سو تم مجھ سے ڈرو	اور	جو	بچ گئے

جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، تو اے میرے بندو! مجھ سے ہی ڈرو۔ ⑯ اور وہ لوگ جنہوں نے "طاغوت" کی

الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ

الطَّاغُوْتَ	اَنْ	یَّعْبُدُوْهَا	وَ	اَنَابُوْۤا	اِلَى	اللّٰهِ	لَهُمُ	الْبُشْرٰى ۚ
طاغوت سے	یہ کہ	اس کی عبادت کریں	اور	رجوع کیا انہوں نے	طرف	اللہ کے	ان کیلئے	خوشخبری

پوجا کرنے سے اجتناب کیا، اور اللہ کی طرف رجوع کیا، اُن کیلئے خوشخبری ہے،

فَبَشِّرْ عِبَادِ ⑰ لا الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ

فَبَشِّرْ	عِبَادِ ⑰	الَّذِیْنَ	یَسْتَمِعُوْنَ	الْقَوْلَ	فَیَتَّبِعُوْنَ	اَحْسَنَهٗ ؕ
سو خوشخبری دے دے	میرے بندوں کو	وہ لوگ جو	کان لگا کر سنتے ہیں	بات کو	پھر پیروی کرتے ہیں	اس میں سب سے اچھی کی

سو آپ میرے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔ ⑰ جو بات کو توجہ سے سنتے ہیں، پھر اس میں سب سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں،

⑮ اس آیت مبارکہ میں عام لوگوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ تم اپنی مرضی سے جسے چاہو، عبادت کے لیے منتخب کر کے اپنا معبود بنالو، اللہ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اگر تم اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرو گے یا اللہ کی عبادت میں خلوص و اخلاص کی بجائے ریاکاری اور دکھاوے کا جذبہ پیش نظر رکھو گے تو اس سے تم اپنا ہی نقصان کرو گے جس کا خمیازہ تمہیں قیامت کے دن بھگتنا پڑے گا، اس دن جس کا نقصان ہو گیا، وہ کبھی کامیاب نہ ہو سکے گا اور جو اس دن کامیاب ہو گیا، اسے کبھی خسارے کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، جائیداد اور مال و دولت کا خسارہ کچھ معنی نہیں رکھتا، اصل خسارہ اس شخص کا ہے جو قیامت کے دن نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا، اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے۔ ⑯ اس آیت مبارکہ میں مشرکوں کی سزا بیان کر کے ایک مرتبہ پھر تقویٰ اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پہلے سے آگاہ اور خبردار کر رہا ہے کہ اس نے مشرکوں کے لیے جہنم میں سزا تیار کر رکھی ہے، انہیں اوپر نیچے ہر طرف سے آگ اپنے گھیرے میں لے لے گی اور وہ اس کے گھیرے سے نکل نہ سکیں گے، یوں سمجھ لو کہ اہل جہنم درمیان میں ہوں گے، ان کے اوپر بھی آگ کے بادل ہوں گے جو یا تو ان پر آگ برسائیں گے یا آگ کی طرح گرم ہوں گے اور ان کی گرمی سے اہل جہنم بے حال ہوں گے، ان کے نیچے بھی آگ ہوگی، چونکہ بادل یا سائبان عام طور پر اوپر ہوتے ہیں اس لیے بعض لوگوں کو یہ اشکال پیش آیا ہے کہ اہل جہنم کے نیچے آگ کے بادل ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ سائبان جو اہل جہنم کے نیچے ہوں گے، وہ دوسرے درجے کے اہل جہنم کے اوپر ہوں گے، کیونکہ جہنم میں بھی جنت کی طرح اوپر نیچے مختلف درجے ہوں گے، اس خوفناک صورتحال سے بچنے کے لیے لوگوں کو تقویٰ اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ⑰ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو خوشخبری دی گئی ہے جو طاغوت یعنی شیطان کی پوجا کرنے سے اجتناب کرتے ہیں، بالفاظ دیگر کفر و شرک اور نافرمانی سے بچتے ہیں اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں، ایسے لوگ واقعۃً خوشخبری اور مبارکباد کے مستحق ہیں کہ وہ درست سمت اور صحیح راستے کا انتخاب کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	هَدٰىهُمُ	اللّٰهُ	وَ	اُولٰٓئِكَ	هُمْ	اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝
وہی لوگ	جنہیں	ہدایت دی	اللہ نے	اور	وہی لوگ	وہ	عقل والے

انہی لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ اہل عقل ہیں۔ ⑱

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي

اَفَمَنْ	حَقَّ	عَلَيْهِ	كَلِمَةُ	الْعَذَابِ ؕ	اَفَاَنْتَ	تُنْقِذُ	مَنْ	فِي
توکیا وہ	ثابت ہوگئی	اس پر	بات	عذاب کی	توکیا تو	بچاسکتا ہے	اسے جو	بیچ

بھلا وہ شخص جس پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا تو کیا آپ اُس شخص کو بچا سکتے ہیں جو جہنم میں

النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا

النَّارِ ۝	لٰكِنِ	الَّذِيْنَ	اتَّقَوْا	رَبَّهُمْ	لَهُمْ	غُرَفٌ	مِّنْ	فَوْقِهَا
جہنم کے	لیکن	جو لوگ	ڈرتے رہے	اپنے رب سے	ان کیلئے	بالاخانے	سے	ان کے اوپر

پڑا ہو؟ ⑲ لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرے، اُن کیلئے بالاخانے ہیں جن کے اوپر

غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا

غُرَفٌ	مَّبْنِيَّةٌ ۙ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ ۬	وَعْدَ	اللّٰهِ ؕ	لَا
جھروکے	چنے ہوئے	بہتی ہوں گی	سے	ان کے نیچے	نہریں	وعدہ	اللہ کا	نہیں

چنے ہوئے جھروکے ہیں، اُن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ

يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ

يُخْلِفُ	اللّٰهُ	الْمِيْعَادَ ۝	اَلَمْ	تَرَ	اَنَّ	اللّٰهَ	اَنْزَلَ	مِنَ	السَّمَآءِ
خلاف کرتا	اللہ	وعدے کے	کیانہیں	تُو نے دیکھا	کہ بیشک	اللہ نے	اتارا	سے	آسمان کے

اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ ⑳ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے

مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا

مَآءً	فَسَلَكَهٗ	يَنَابِيْعَ	فِي	الْاَرْضِ	ثُمَّ	يُخْرِجُ	بِهٖ	زَرْعًا
پانی	سوچلایا اسے	چشموں میں	بیچ	زمین کے	پھر	نکالتا ہے	اس کے ذریعے	فصل

پانی اُتارا، پھر اُسے زمین کے چشموں میں چلایا، پھر وہ اُس کے ذریعے مختلف رنگوں کی

⑱ اس آیت مبارکہ میں خوشخبری اور مبارک باد کے مستحق لوگوں کی دو صفتیں اور ان کے لیے دو انعام ذکر کیے گئے ہیں، پہلی صفت یہ کہ "بات" کو توجہ سے سنتے ہیں، بے توجہی اور اعراض نہیں کرتے، رہی یہ بات کہ "بات" سے کیا مراد ہے؟ تو اس میں مفسرین کی مختلف رائیں ہیں، بعض حضرات کے نزدیک اس سے "ہر طرح کی بات" مراد ہے، بعض کے نزدیک اس سے "ہر شخص کی بات" مراد ہے اور بعض حضرات کے نزدیک اس سے "اللہ کی بات" یعنی کلام اللہ مراد ہے، دوسری صفت یہ کہ وہ جو "بات" سنتے ہیں، اس میں سب سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں، مطلب یہ کہ سنتے تو ہر طرح کی بات ہیں، لیکن پیروی اور عمل صرف اسی بات پر کرتے ہیں جو ان میں سب سے اچھی اور عمدہ ہو، بری باتوں پر عمل نہیں کرتے، یا یہ مطلب کہ اگرچہ وہ ہر شخص کی بات سنتے ہیں، لیکن ہر شخص کی پیروی نہیں کرتے، پیروی صرف اسی شخص کی کرتے ہیں جو انہیں سب سے عمدہ اور اچھی بات بتائے، یا یہ مطلب کہ کلام اللہ کی ہر آیت سنتے ہیں جن میں سے بعض آیات رخصت پر دلالت کرتی ہیں اور بعض عزیمت پر، تو یہ لوگ رخصت پر عمل کرنے کی بجائے عزیمت پر عمل کرتے ہیں جو زیادہ عمدہ اور قابل تعریف پہلو ہے، اس پر ان کے لیے پہلا انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرماتا ہے اور انہیں گمراہی سے بچالیتا ہے، اور دوسرا انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اہل عقل و دانش میں شمار فرمالیتا ہے گویا اصل عقلمند یہی لوگ ہیں۔ ⑲ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کے متعلق سوال پوچھا گیا ہے جن کے حوالے سے اللہ تعالیٰ عذاب کا فیصلہ کر چکا ہے، کیا انہیں ہدایت مل سکتی ہے اور کیا وہ اہل عقل و دانش میں شمار ہو سکتے ہیں؟ جس شخص کو جہنم کی آگ میں جھونک دیا گیا ہو، کیا اللہ کے علاوہ اسے وہاں سے کوئی بچا اور نکال سکتا ہے؟ ⑳ اس آیت مبارکہ میں اہل تقوی کے لیے خصوصی انعام کا وعدہ کیا گیا ہے اور اللہ اپنے وعدے کے خلاف کبھی نہیں کرتا، لہٰذا یہ وعدہ بھی ضرور پورا ہوگا کہ اہل جنت کو ایسے بالا خانے دیئے جائیں گے جن میں دلکش جھروکے ہوں گے اور وہاں سے وہ دور دور تک جنت کے حسین مناظر کا نظارہ کر سکیں گے اور نیچے نہریں اور آبشاریں بہہ رہی ہوں گی، گویا ایک ایسا دل فریب منظر ہوگا جو انسان کو بے خود کر دے۔

مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ

مُّخْتَلِفًا	اَلْوَانُهٗ	ثُمَّ	يَهِيْجُ	فَتَرٰىهُ	مُصْفَرًّا	ثُمَّ	يَجْعَلُهٗ
جدا جدا	اس کے رنگ	پھر	تیار ہوتی ہے وہ	سو دیکھتا ہے تو اسے	زرد	پھر	کر دیتا ہے وہ اسے

فصل اگاتا ہے، پھر وہ تیاری پر آتی ہے تو آپ اُسے پیلا زرد دیکھتے ہیں، پھر وہ اُسے چورا چورا

حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٢١﴾ اَفَمَنْ

حُطَامًا ؕ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَذِكْرٰى	لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٢١﴾	اَفَمَنْ
چورا	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نصیحت	عقل والوں کیلئے	تو کیا جو

کر دیتا ہے، بیشک اِس میں اہلِ عقل کیلئے نصیحت ہے۔ [٢١] کیا وہ شخص جس کا

شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ

شَرَحَ	اللّٰهُ	صَدْرَهٗ	لِلْاِسْلَامِ	فَهُوَ	عَلٰى	نُوْرٍ	مِّنْ	رَّبِّهٖ ؕ	فَوَيْلٌ
کھول دیا ہو	اللہ نے	اس کا سینہ	اسلام کیلئے	سو وہ	پر	نور کے	سے	اپنے رب کے	سو ہلاکت

سینہ اللہ نے اسلام کیلئے کھول دیا ہو، سو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہوتا ہے، پھر اُن لوگوں کیلئے ہلاکت ہے

لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٢﴾

لِّلْقٰسِيَةِ	قُلُوْبُهُمْ	مِّنْ	ذِكْرِ	اللّٰهِ ؕ	اُولٰٓئِكَ	فِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ﴿٢٢﴾
سخت ہوجانے والوں کیلئے	ان کے دلوں کے	سے	یاد	اللہ کی	وہ لوگ	بیچ	گمراہی کے	کھلی

جن کے دل اللہ کی یاد کے حوالے سے سخت ہو گئے ہیں، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔ [٢٢]

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ

اَللّٰهُ	نَزَّلَ	اَحْسَنَ	الْحَدِيْثِ	كِتٰبًا	مُّتَشَابِهًا	مَّثَانِيَ ۖ	تَقْشَعِرُّ
اللہ نے	اتاری	سب سے عمدہ	بات	ایک کتاب	ملتی جلتی	دہرائی جانے والی	رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں

اللہ نے سب سے بہترین بات یعنی ایک کتاب نازل کی ہے جس کی آیات آپس میں ملتی جلتی ہیں، دہرائی جاتی ہیں، اُس سے اُن لوگوں کے

مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ

مِنْهُ	جُلُوْدُ	الَّذِيْنَ	يَخْشَوْنَ	رَبَّهُمْ ۚ	ثُمَّ	تَلِيْنُ
اس سے	کھالیں	ان لوگوں کی جو	ڈرتے ہیں	اپنے رب سے	پھر	نرم ہوجاتی ہیں

رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر اُن کی کھالیں

ع ٢ ١٢ ١٦

[٢١] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی بیان کر کے اس پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتا ہے، کیا کوئی دوسرا ایسا کرسکتا ہے؟ پھر اس پانی کو پہاڑوں اور زمینوں کے مسام میں جذب کر کے بوقت ضرورت چشموں کی صورت میں جاری کر دیتا ہے، پھر اسی پانی کے ذریعے مختلف قسم کی فصلیں، پھول اور پھل پیدا کرتا ہے جن میں سے ہر ایک کا رنگ بھی جدا ہوتا ہے اور ذائقہ بھی مختلف ہوتا ہے، کیا کوئی دوسرا ایسا کرسکتا ہے؟ پھر اس کھیت اور فصل کی مختلف حالتوں پر بھی غور کرو کہ ایک وقت میں وہ اپنے پورے عروج اور جوبن پر ہوتی ہے اور دیکھنے والوں کو خوشنما معلوم ہوتی ہے، لیکن دوسرے وقت میں وہ بالکل مرجھا جاتی ہے اور چورا چورا ہو جاتی ہے، آخر یہ کس کی قدرت ہے؟ کیا تم نے اس بات پر غور کیا ہے کہ دنیا کی مثال بھی ایسے ہی ہے؟ ایک دن وہ بھی چورا چورا اور ریزہ ریزہ ہو جائے گی، وہ بھی فنا کے گھاٹ اتر جائے گی اور اس پر بھی زوال آئے گا، اہل عقل و دانش قدرت کی ان نشانیوں پر غور کر کے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستے تلاش کرتے ہیں۔ [٢٢] اس آیت مبارکہ میں دو قسم کے لوگوں کے درمیان موازنہ کیا گیا ہے، ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے شرح صدر کی نعمت عطا فرمائی ہو، یعنی اس کے سینے کو اسلام کے لیے کشادہ کر دیا ہو، وہ دل سے اسلام کی حقانیت کا قائل ہو، اس کے دل میں اسلام اور احکام اسلام کے حوالے سے کوئی شک اور شبہ نہ ہو، اسے اسلامی تعلیمات پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ ہو اور کسی بے دین شخص کی باتوں سے متاثر ہو کر اس کے قدم ڈگمگاہٹ کا شکار نہ ہو جائیں جبکہ دوسرا آدمی وہ کہ اس کا دل سخت ہو چکا ہو، کلام اللہ اور پیغمبرانہ دعوت و نصیحت کا اس پر کوئی اثر نہ ہو رہا ہو، اسلام اور احکام اسلام کے حوالے سے وہ اپنے دل میں کینہ اور عناد رکھتا ہو اور بے ہودہ قسم کے اعتراضات اس کی زبان پر آتے ہوں، کیا یہ دونوں کبھی برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، ہر ذی شعور آدمی یہی فیصلہ کرے گا کہ ان دونوں میں کوئی جوڑ نہیں بنتا اور جوڑ بن بھی کیسے سکتا ہے جبکہ دونوں کا نتیجہ اور انجام مختلف ہے، پہلے آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا نور عطا ہوتا ہے جس کی چمک اور روشنی کے سامنے سورج کی چمک اور روشنی ماند ہے، جبکہ دوسرے آدمی کو گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے اور ایسے ہی لوگ کھلے گمراہ ہوتے ہیں۔ [٢٣] اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کا ایک تعارف اور اس کی تلاوت کرنے والوں پر اس کے اثرات کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ قرآن کریم کا پہلا وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، محمد ﷺ نے خود اسے اپنے پاس سے نہیں گھڑا ہے، دوسرا وصف یہ کہ وہ "احسن الحدیث" ہے، یعنی اس کے الفاظ بھی سب سے بہترین اور عمدہ ہیں اور اس کے معانی بھی سب سے بہترین اور پاکیزہ ہیں، تیسرا وصف یہ کہ وہ "کتاب" ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ کے آغاز میں "ذلك الكتب لاريب فيه" فرمایا گیا ہے، چوتھا وصف یہ کہ وہ "متشابہ" ہے، یعنی اس کی آیات ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں جس کی وجہ سے ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت کو ملانے سے ہو جاتی ہے، اسی طرح قرآنی آیات کے مضامین ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، ایک آیت کا مضمون دوسری آیت کے مضمون سے ٹکراتا نہیں ہے بلکہ اس کے لیے مؤید ہوتا ہے، اگر کہیں کوئی ٹکراؤ اور تعارض نظر آتا ہے تو دوسری آیات یا دلائل پر غور کرنے سے وہ تعارض بآسانی ختم ہو جاتا ہے، اس لفظ کا یہ مطلب ہرگز نہ سمجھا جائے کہ پورا قرآن متشابہات سے بھرا پڑا ہے اور اس میں کوئی

جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ

جُلُوْدُهُمْ	وَ	قُلُوْبُهُمْ	اِلٰى	ذِكْرِ	اللّٰهِ ؕ	ذٰلِكَ	هُدَى	اللّٰهِ
ان کی کھالیں	اور	ان کے دل	طرف	ذکر کے	اللہ کے	وہ	ہدایت	اللہ کی

اور اُن کے دل اللہ کے ذکر سے نرم پڑ جاتے ہیں، یہ اللہ کی ہدایت ہے

یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٢٣﴾

یَهْدِیْ	بِهٖ	مَنْ	یَّشَآءُ ؕ	وَ	مَنْ	یُّضْلِلِ	اللّٰهُ	فَمَا	لَهٗ	مِنْ	هَادٍ ﴿٢٣﴾
رہنمائی کرتا ہے	اس سے	جس کی	وہ چاہتا ہے	اور	جسے	گمراہ کردے	اللہ	تو نہیں	اس کیلئے	سے	کوئی رہنما

جس کے ذریعے وہ جسے چاہتا ہے، ہدایت عطا فرماتا ہے اور اللہ جسے گمراہ کر دے، اُسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ ﴿٢٣﴾

اَفَمَنْ یَّتَّقِیْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ قِیْلَ

اَفَمَنْ	یَّتَّقِیْ	بِوَجْهِهٖ	سُوْٓءَ	الْعَذَابِ	یَوْمَ	الْقِیٰمَةِ ؕ	وَ	قِیْلَ
تو کیا جو	بچے	اپنے چہرے سے	بدترین	عذاب سے	دن	قیامت کے	اور	کہا جائیگا

کیا وہ آدمی جو قیامت کے دن اپنے چہرے پر بدترین عذاب کو روکے گا، اور ظالموں سے

لِلظّٰلِمِیْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿٢٤﴾ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ

لِلظّٰلِمِیْنَ	ذُوْقُوْا	مَا	كُنْتُمْ	تَكْسِبُوْنَ ﴿٢٤﴾	كَذَّبَ	الَّذِیْنَ	مِنْ
ظالموں سے	چکھو تم	وہ جو	تم تھے	کماتے رہے	جھٹلایا	ان لوگوں نے جو	سے

کہا جائے گا کہ تم اُس چیز کا مزہ چکھو جو تم کماتے رہے ہو۔ ﴿٢٤﴾ ان سے پہلے لوگ بھی تکذیب

قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿٢٥﴾ فَاَذَاقَهُمُ

قَبْلِهِمْ	فَاَتٰىهُمُ	الْعَذَابُ	مِنْ	حَیْثُ	لَا	یَشْعُرُوْنَ ﴿٢٥﴾	فَاَذَاقَهُمُ
ان کے پہلے	سو آیا ان پر	عذاب	سے	جہاں	نہ	شعور رکھتے وہ	سو چکھادیا انہیں

کر چکے ہیں، پھر اُن پر ایسی جگہ سے عذاب آیا کہ انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔ ﴿٢٥﴾ پھر اللہ نے انہیں

اللّٰهُ الْخِزْیَ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ

اللّٰهُ	الْخِزْیَ	فِی	الْحَیٰوةِ	الدُّنْیَا ۚ	وَ	لَعَذَابُ	الْاٰخِرَةِ	اَكْبَرُ ۘ
اللہ نے	رسوائی	بیچ	زندگی کے	دنیا کی	اور	البتہ عذاب	آخرت کا	زیادہ بڑا

دنیوی زندگی میں ہی رسوائی کا مزہ چکھادیا، اور آخرت کا عذاب سب سے بڑا ہے،

وقف لازم

آیت بھی محکم نہیں ہے، کیونکہ یہاں لفظ "متشابہ" محکم کے مقابلے میں استعمال نہیں ہوا ہے، یا نچواں وصف یہ ہے کہ وہ "مثانی" ہے، جس کا معنی بار بار دہرایا جاتا ہے چونکہ حفاظ، قراء، علماء اور عوام قرآن کریم کی آیات کو بار بار دہراتے ہیں، سیکڑوں ہزاروں مرتبہ پڑھتے ہیں لیکن کبھی اکتاہٹ اور تنگدلی کا شکار نہیں ہوتے اس لیے انہیں "مثانی" کہا جاتا ہے، بعض مفسرین نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ قرآنی آیات میں بہت سے احکام، مواعظ، واقعات، ضرب الامثال اور دلائل قدرت کو مختلف پیرایوں میں بار بار دہرایا گیا ہے تاکہ سننے والوں کے دل و دماغ میں اچھی طرح بیٹھ جائیں اس لیے انہیں "مثانی" کہا جاتا ہے، اس کے بعد تلاوت قرآن کا شرف حاصل کرنے والوں کے دو وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ جن لوگوں کے دلوں میں خشیت الٰہی کے جذبات موجزن ہوں، وہ قرآن کریم کے اثرات سے پوری طرح متاثر ہوتے ہیں اور متکلم کی عظمت اور کلام کی ہیبت اور رعب کی وجہ سے ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، دوسرا وصف یہ کہ ان کی کھالیں اور ان کے دل یاد الٰہی کی وجہ سے نرم پڑ جاتے ہیں، جس کا اثر بعض اوقات یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی آنکھوں کا ساغر چھلک پڑتا ہے اور بے اختیار آنسوؤں کی جھڑی اور آہوں کی ہچکی بندھ جاتی ہے، یہ سعادت انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرماتا ہے اور جسے وہ گمراہ کردے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ ﴿٢٤﴾ اس آیت مبارکہ میں ظالموں کا انجام بیان کرکے غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے کہ اگر کسی شخص کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی ہوں اور دشمن اس پر حملہ کردے تو کیا وہ اپنا دفاع کرسکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو سوچو کہ قیامت کے دن اپنا دفاع جہنم کی آگ سے کیسے کروگے؟ اس وقت تو تمہارے پاس ڈھال کے طور پر استعمال کے لیے چہرے کے علاوہ کوئی دوسرا عضو موجود نہیں ہوگا تو کیا تم اپنے چہرے کو ڈھال بنا کر جہنم کی آگ کو اس پر روکو گے؟ کیا چہرے پر آگ کی تکلیف کا احساس جسم کے بقیہ اعضاء سے زیادہ نہیں ہوگا؟ اس کے علاوہ انہیں یہ بھی سننے کو ملے گا کہ یہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے، اب اس کا مزہ چکھو، تاکہ تمہیں پتہ چلے کہ اللہ کی نافرمانی کیسے کی جاتی ہے؟ ﴿٢٥﴾ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ اقوام اور امتوں کی تکذیب کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ جب انہوں نے پیغمبروں کی تکذیب کا راستہ اختیار کیا اور اس میں آگے بڑھتے ہی چلے گئے تو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب نے آ پکڑا اور وہ عذاب ان پر ایسی جگہ سے آیا کہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا، اس لیے ان جیسے انجام سے بچنے کی کوشش کرو۔

﴿٢٦﴾ اس آیت مبارکہ میں تکذیب کرنے والوں کے لیے دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب کا ذکر کیا گیا ہے، مطلب یہ کہ دنیا میں بھی انہیں سزا کا کچھ نہ کچھ مزہ چکھادیا جاتا ہے اور اصل سزا آخرت کے لیے رکھی جاتی ہے جس سے بڑی سزا کوئی اور نہیں ہوسکتی، کاش! کہ لوگوں کو یہ بات سمجھ آجائے۔ ﴿٢٧﴾ اس آیت مبارکہ میں لوگوں کی نصیحت و ہمدردی اور خیرخواہی کے لیے قرآن کریم میں ہر طرح کی مثال اور دلیل بیان کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، مطلب یہ کہ بنیادی عقائد اور اہم ترین احکامات کو سمجھنے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب اس قرآن میں موجود ہیں اور اس کی آیات میں غور کرنے والا نت نئے موتی تلاش کرکے لاتا ہے۔ ﴿٢٨﴾ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کے تین وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ وہ قرآن ہے یعنی پڑھی جانے والی کتاب اور اس قدر پڑھی جانے والی کہ دنیا میں اس سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب کوئی نہیں، دوسرا وصف یہ کہ وہ عربی زبان میں ہے، کیونکہ عربی زبان کی فصاحت و بلاغت دوسری زبانوں پر

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ

لَوْ	كَانُوْا	يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾	وَ	لَقَدْ	ضَرَبْنَا	لِلنَّاسِ	فِيْ	هٰذَا الْقُرْاٰنِ
کاش	وہ ہوتے	جانتے	اور	البتہ یقیناً	ہم نے بیان کی	لوگوں کیلئے	بیچ	اس قرآن کے

کاش! کہ وہ جانتے ہوتے۔ ﴿۲۶﴾ اور یقیناً اس قرآن میں ہم نے لوگوں کیلئے

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ

مِنْ	كُلِّ	مَثَلٍ	لَّعَلَّهُمْ	يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾	قُرْاٰنًا	عَرَبِيًّا	غَيْرَ
سے	ہر ایک	مثال	تا کہ وہ	نصیحت حاصل کریں	قرآن	عربی میں	نہیں

ہر طرح کی مثال بیان کر دی ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ ﴿۲۷﴾ یہ قرآن عربی زبان میں ہے، جس میں کوئی

ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ

ذِيْ عِوَجٍ	لَّعَلَّهُمْ	يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾	ضَرَبَ	اللّٰهُ	مَثَلًا	رَّجُلًا	فِيْهِ	شُرَكَآءُ
ٹیڑھے پن والا	تا کہ وہ	ڈرتے رہیں	بیان کی	اللہ نے	ایک مثال	ایک آدمی کی	اسمیں	کئی شریک

ٹیڑھا پن نہیں ہے، شاید کہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔ ﴿۲۸﴾ اللہ نے ایک شخص کی مثال بیان فرمائی ہے جس کی ملکیت میں کئی ضدی

مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ

مُتَشٰكِسُوْنَ	وَ	رَجُلًا	سَلَمًا	لِّرَجُلٍ ؕ	هَلْ	يَسْتَوِيٰنِ	مَثَلًا ؕ
ایکدوسرے سے ضدی	اور	ایک آدمی	پورا	ایک آدمی کا	کیا	یہ دونوں برابر ہوسکتے ہیں	مثال میں

لوگ شریک ہوں، اور ایک شخص وہ ہو جو پورے کا پورا ایک ہی آدمی کا ہو، کیا مثال کے اعتبار سے بھی یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ

اَلْحَمْدُ	لِلّٰهِ ۚ	بَلْ	اَكْثَرُهُمْ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾	اِنَّكَ	مَيِّتٌ	وَ	اِنَّهُمْ
تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	بلکہ	ان میں سے اکثر	نہیں	جانتے	بیشک تُو	فوت ہونے والا	اور	بیشک وہ

اللہ کا شکر ہے، بلکہ اُن میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ ﴿۲۹﴾ بیشک آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور بیشک وہ بھی

مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾

مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾	ثُمَّ	اِنَّكُمْ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	عِنْدَ	رَبِّكُمْ	تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾
فوت ہونے والے	پھر	بیشک تم	دن	قیامت کے	پاس	اپنے رب کے	جھگڑا کرو گے

مرنے والے ہیں۔ ﴿۳۰﴾ پھر قیامت کے دن تم اپنے رب کے سامنے تکرار کرو گے۔ ﴿۳۱﴾

فوقیت رکھتی ہے، علاوہ ازیں اس کے اولین مخاطب بھی اہل عرب تھے، اس لیے بھی اس کی زبان عربی رکھی گئی ہے، تیسرا وصف یہ کہ اس میں کسی قسم کی کمی اور ٹیڑھا پن نہیں رکھا گیا، اس کے احکام بالکل واضح، دلائل نہایت روشن اور تعلیمات نہایت صاف ستھری ہیں، ان تمام اوصاف پر مشتمل یہ کتاب اس لیے نازل کی گئی ہے کہ لوگ اس پر عمل کر کے زیور تقویٰ سے آراستہ ہو جائیں اور اللہ کے محبوب و مقرب بن جائیں۔ ﴿۲۹﴾ اس آیت مبارکہ میں موحد اور مشرک کے درمیان فرق کو ایک مثال کے ذریعے واضح کیا گیا ہے، مثال یہ ہے کہ ایک شخص غلامی کی زندگی گزار رہا ہے، اسے چند لوگوں نے مل کر مشترکہ طور پر خرید لیا، وہ غلام ان میں سے ہر ایک کی خدمت کرتا ہے لیکن چونکہ سارے ہی جاہل، بداخلاق، ضدی اور بدلحاظ واقع ہوئے ہیں اس لیے وہ ان کی باتیں بھی سنتا ہے، مار بھی کھاتا ہے اور سہولیات تو درکنار، ضروریات سے بھی محروم رہتا ہے، وہ ان سب کو خوش کرنا چاہتا ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس سے خوش نہیں رہتا، دوسری طرف وہ غلام ہے جس کا مالک صرف ایک ہی ہے، وہ اس کی خدمت کرتا ہے اور اس کا مالک خوش اخلاق، وضع دار اور بامروت ہونے کی وجہ سے اس کی قدر کرتا ہے لہٰذا مالک بھی خوش رہتا ہے اور غلام بھی خوش رہتا ہے کیونکہ ایک آدمی کو خوش کرنا زیادہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کئی لوگوں کو خوش کرنا پڑے، موحد بھی صرف ایک معبود کو خوش کرتا ہے، لہٰذا وہ خود بھی سکون سے رہتا ہے اور اس کا معبود بھی اس سے خوش رہتا ہے جبکہ مشرک کئی معبودوں کو پوجتا ہے لہٰذا وہ کسی کو بھی خوش نہیں کر سکتا، اب تم ہی فیصلہ کرو کہ آیا یہ دونوں کبھی برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، لیکن

ع ۳ ۱۰ ۱۷ لوگوں کی اکثریت جہالت اور نادانی پر قائم ہے، ورنہ الحمدللہ! دلائل توحید کی کمی نہیں

ہے ﴿۳۰﴾ اس آیت مبارکہ میں تمام انسانوں کا دنیا سے رخصت ہونا بیان کیا گیا ہے، کیونکہ جو شخص دنیا میں آیا ہے، اس نے دنیا سے جانا بھی ہے، جب دنیا ہی فنا ہو جائے گی اور وہی ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں بنائی گئی تو دنیا میں آنے والے ہمیشہ کیسے رہ سکتے ہیں؟ لہٰذا سب ہی کو دنیا سے جانا ہے، خواہ وہ پیغمبر ہوں یا امتی اور موحد ہوں یا مشرک، چونکہ اس آیت میں رسول اکرم ﷺ کو خاص طور پر مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ آپ نے بھی دنیا سے تشریف لے جانا ہے اور باقی سب لوگوں نے بھی مرجانا ہے، اس لیے بعض حضرات نے اس آیت سے یہ استدلال کر لیا کہ نبی علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں حیات نہیں ہیں لیکن یہ ناکارہ اس استدلال پر نہ صرف یہ کہ حیران بلکہ پریشان ہے کیونکہ آیت میں یہ مضمون بیان ہی نہیں کیا جا رہا کہ قبر میں کون زندہ ہے اور کون مردہ؟ آیت میں تو صرف دنیا سے رخصتی کی بات کی گئی ہے، قبر کی موت اور زندگی تو اس آیت میں بیان ہی نہیں کی گئی، تو اس سے قبر کی موت پر کیسے استدلال کر لیا گیا؟ علاوہ ازیں بیشمار نصوص سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں حیات ہیں، ان نصوص کو یکسر مسترد نہیں کیا جا سکتا، پھر یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ بھی فرما سکتا تھا کہ تم سب مرنے والے ہو اور تم سب پر فنا اترنے والی ہے، لیکن یہاں یہ اسلوب بیان تبدیل کر دیا گیا، معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی دنیا سے رخصتی بھی عام لوگوں کی موت سے مختلف تھی، یہی وجہ ہے کہ ملک الموت نے روح قبض کرنے سے پہلے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اجازت طلب کی، نبی علیہ السلام نے اجازت مرحمت فرمائی، تب انہوں نے روح قبض کی، یہ اجازت ملک الموت نے نبی علیہ السلام کے علاوہ کسی اور سے کبھی طلب نہیں کی، خلاصہ یہ کہ اس آیت سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام دنیا میں ہمیشہ نہیں رہیں گے، بلکہ یہاں سے رخصت ہو جائیں گے، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اپنی قبر مبارک میں حیات نہیں ہیں۔ واللہ اعلم ﴿۳۱﴾ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن حق تعالیٰ کی بارگاہ میں مقدمات پیش کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے کہ تمام تصفیہ طلب امور اور مقدمات فیصلے کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور وہی ان کے درمیان انصاف پر مبنی فیصلہ فرمائے گا۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَآءَهٗ ؕ

فَمَنْ	أَظْلَمُ	مِمَّنْ	كَذَبَ	عَلَى	اللّٰهِ	وَ	كَذَّبَ	بِالصِّدْقِ	إِذْ	جَآءَهٗ ؕ
پھر کون	زیادہ بڑا ظالم	اس سے جو	جھوٹ باندھے	پر	اللہ کے	اور	جھٹلائے	سچائی کو	جب کہ	وہ اس کے پاس آجائے

پھر اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور سچ آجانے کے بعد بھی اُس کی تکذیب کرے؟ کیا

أَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ

أَلَيْسَ	فِيْ	جَهَنَّمَ	مَثْوًى	لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٢﴾	وَ	الَّذِيْ	جَآءَ	بِالصِّدْقِ
کیا نہیں ہے	بیچ	جہنم کے	ٹھکانہ	کافروں کیلئے	اور	جو شخص	لائے	سچی بات کو

جہنم ہی میں کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے؟ ﴿٣٢﴾ اور جو سچی بات لیکر آئے

وَصَدَّقَ بِهٖٓ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿٣٣﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ

وَ	صَدَّقَ	بِهٖٓ	أُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْمُتَّقُوْنَ ﴿٣٣﴾	لَهُمْ	مَّا	يَشَآءُوْنَ	عِنْدَ
اور	تصدیق کرے	اس کی	وہ لوگ	وہی	ڈرنے والے	ان کیلئے	وہ جو	وہ چاہیں گے	پاس

اور جو اُس کی تصدیق کرے، وہی لوگ متقی ہیں۔ ﴿٣٣﴾ جو وہ چاہیں گے، اُن کیلئے اُن کے رب کے یہاں

رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣٤﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ

رَبِّهِمْ ؕ	ذٰلِكَ	جَزٰٓؤُا	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣٤﴾	لِيُكَفِّرَ	اللّٰهُ	عَنْهُمْ	أَسْوَأَ
اپنے رب کے	وہ	بدلہ	نیکی کرنے والوں کا	تاکہ کفارہ کردے	اللہ	ان سے	برے کا

وہی ہوگا، یہ نیکی کرنے والوں کا بدلہ ہے۔ ﴿٣٤﴾ تاکہ اللہ اُن کے برے اعمال کا

الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا

الَّذِيْ	عَمِلُوْا	وَ	يَجْزِيَهُمْ	أَجْرَهُمْ	بِأَحْسَنِ	الَّذِيْ	كَانُوْا
وہ جو	عمل کیا انہوں نے	اور	بدلہ دے انہیں	ان کا اجر	بدلے اچھے کے	جو وہ	تھے

کفارہ کر دے اور انہیں اُن کے اچھے اعمال کا بدلہ دے جو وہ

يَعْمَلُوْنَ ﴿٣٥﴾ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ

يَعْمَلُوْنَ ﴿٣٥﴾	أَلَيْسَ	اللّٰهُ	بِكَافٍ	عَبْدَهٗ ؕ	وَ	يُخَوِّفُوْنَكَ	بِالَّذِيْنَ
کرتے رہے	کیا نہیں ہے	اللہ	کفایت کرنے والا	اپنے بندے کی	اور	وہ ڈراتے ہیں تجھے	ان لوگوں سے جو

کرتے رہے تھے۔ ﴿٣٥﴾ کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے؟ اور وہ لوگ آپ کو اُن سے ڈراتے ہیں جو

﴿٣٢﴾ اس آیت مبارکہ میں دو قسم کے لوگوں کو سب سے بڑا ظالم قرار دیا گیا ہے، پہلا وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کی طرف کسی بات کی جھوٹی نسبت کرے مثلاً نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے حالانکہ اللہ نے اسے نبی نہ بنایا ہو، یا یہ کہتا ہو کہ اللہ نے اس طرح فرمایا ہے حالانکہ اللہ نے وہ بات نہ فرمائی ہو، یا اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی چیزیں منسوب کرے جو اس کی شایانِ شان نہ ہوں مثلاً اس کے لیے شریک یا اولاد تجویز کرے، دوسرا وہ آدمی جس کے پاس حق بات پہنچ چکی، اس کے باوجود اس کی تکذیب کرے اور اسے تسلیم نہ کرے، کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظلم ہوسکتا ہے؟ اور کیا ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم کے علاوہ کچھ اور بھی ہوسکتا ہے؟

﴿٣٣﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دو قسم کے لوگوں کو متقی قرار دیا گیا ہے، پہلا وہ آدمی جو سچی بات لیکر آئے مثلاً انبیاء کرام علیہم السلام کہ وہ جو تعلیمات بھی لیکر آتے ہیں وہ سچائی اور حقیقت پر مبنی ہوتی ہیں، اسی طرح ہر وہ آدمی جو سچ بولنے کا اہتمام کرتا ہے، دوسرا وہ آدمی جو سچائی کی تصدیق کرتا ہے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان میں بھی سب سے اعلیٰ درجے کے صحابی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہ اولین تصدیق کی وجہ سے ان کا نام ہی ''صدیق'' پڑ گیا، اسی طرح وہ تمام اہل ایمان جو نبی علیہ السلام کی سچائی پر مبنی تمام تعلیمات کی تصدیق کرتے ہیں، وہ بھی اس آیت کے مفہوم میں شامل اور اہلِ تقویٰ میں سے ہیں۔

﴿٣٤﴾ اس آیت مبارکہ میں متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں تمہاری ہر خواہش پوری کرے گا اور تم جو چاہو گے، وہی تمہیں ملے گا، گویا جنت میں من چاہی زندگی ہوگی، کیونکہ جنت میں صرف وہی لوگ داخل ہوں گے جنہوں نے دنیا میں رب چاہی زندگی گزاری ہوگی۔

﴿٣٥﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کے گناہوں کا کفارہ کرنے اور اعمال صالحہ کا اجر و ثواب دینے کا وعدہ کیا گیا ہے، لہٰذا بشری تقاضوں کی وجہ سے ان سے جو غلطیاں سرزد ہوگئی ہوں گی، اللہ تعالیٰ ان کے ایمان اور اعمال کی برکت سے اس کا کفارہ فرمادے گا اور انہوں نے جتنے بھی نیکی کے کام سرانجام دیئے ہوں گے، ان کا بہترین اجر و ثواب انہیں عطا فرمادے گا اور اس سے بڑی بات کیا ہوسکتی ہے کہ انسان نے محدود اعمال کیے اور اللہ نے لامحدود اجر و ثواب عطا فرمادیا۔

مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۳۶ ۚ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ

مِنْ	دُوْنِهٖ	وَ	مَنْ	يُّضْلِلِ	اللّٰهُ	فَمَا	لَهٗ	مِنْ	هَادٍ ۳۶	وَ	مَنْ	يَّهْدِ	اللّٰهُ
سے	اس کے علاوہ	اور	جسے	گمراہ کردے	اللہ	تو نہیں	اس کیلئے	سے	کوئی ہدایت دینے والا	اور	جسے	ہدایت دیدے	اللہ

اللہ کے علاوہ ہیں، اور اللہ جسے گمراہ کر دے اُسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ [۳۶] اور اللہ جسے ہدایت دیدے،

فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۳۷ وَلَىِٕنْ

فَمَا	لَهٗ	مِنْ	مُّضِلٍّ	اَلَيْسَ	اللّٰهُ	بِعَزِيْزٍ	ذِي انْتِقَامٍ ۳۷	وَ	لَىِٕنْ
تو نہیں	اس کیلئے	سے	کوئی گمراہ کرنے والا	کیا نہیں ہے	اللہ	غالب	انتقام والا	اور	البتہ اگر

اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، کیا اللہ غالب، انتقام لینے والا نہیں ہے؟ [۳۷] اور اگر آپ

سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلْ

سَاَلْتَهُمْ	مَّنْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضَ	لَيَقُوْلُنَّ	اللّٰهُ	قُلْ
تُو پوچھے ان سے	کس نے	پیدا کیا	آسمانوں کو	اور	زمین کو	البتہ ضرور کہیں گے	اللہ	تُو کہہ

اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، آپ فرما دیجئے کہ

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ

اَفَرَءَيْتُمْ	مَّا	تَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	اِنْ	اَرَادَنِيَ	اللّٰهُ	بِضُرٍّ	هَلْ
پھر یہ بتاؤ	وہ جو	تم پکارتے ہو	سے	علاوہ	اللہ کے	اگر	ارادہ کرلے مجھ سے	اللہ	کسی تکلیف کا	کیا

پھر یہ بتاؤ کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانے کا ارادہ کر لے تو کیا

هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ

هُنَّ	كٰشِفٰتُ	ضُرِّهٖٓ	اَوْ	اَرَادَنِيْ	بِرَحْمَةٍ	هَلْ	هُنَّ	مُمْسِكٰتُ
وہ	کھولنے والے	اس کی تکلیف کو	یا	ارادہ کرلے مجھ سے	مہربانی کا	کیا	وہ	روکنے والے

وہ اُس کی دی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اگر وہ میرے ساتھ اپنی رحمت کا ارادہ کر لے تو کیا وہ اُس کی رحمت کو

رَحْمَتِهٖ ۭ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۭ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۳۸ قُلْ

رَحْمَتِهٖ	قُلْ	حَسْبِيَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِ	يَتَوَكَّلُ	الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۳۸	قُلْ
اس کی مہربانی کو	تُو کہہ	کافی ہے مجھے	اللہ	اسی پر	بھروسہ کرتے ہیں	بھروسہ کرنے والے	تُو کہہ

روک سکتے ہیں؟ آپ فرما دیجئے کہ مجھے تو اللہ ہی کافی ہے، توکل کرنے والے اُسی پر توکل کرتے ہیں۔ [۳۸] اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ فرما دیجئے

[۳۶] اس آیت مبارکہ میں ان مشرکوں اور دشمنوں کو جواب دیا گیا ہے جو نبی ﷺ سے یہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے معبودوں کی شان میں گستاخی کرنے سے باز آجائیں، ورنہ ان کا غضب آپ پر نازل ہوگا اور آپ کو زبردست جانی اور مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا، اس پر استفہامیہ انداز میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت اور نصرت و اعانت کے لیے کافی نہیں ہے کہ آپ کو کسی سے کسی قسم کا خوف یا ڈر محسوس ہو؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو ان مشرکین کو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کی ان گیدڑ بھبکیوں میں کوئی وزن نہیں ہے اور ان کی وجہ سے نبی ﷺ اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے سے رک نہیں سکتے، جس کے دل میں مالک حقیقی کا ڈر موجود ہو، وہ ساری دنیا کے ڈر اور خوف سے آزاد ہو جاتا ہے، جہاں تک تعلق ہے دھمکی دینے والے ان مشرکین کا تو وہ گمراہی میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ اللہ کے پیغمبر کو جھوٹے معبودوں کے غضب اور قہر سے ڈرا رہے ہیں دراصل یہ لوگ گمراہ ہیں اور اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کردے، اسے ہدایت دینا کسی کے بس میں نہیں رہتا۔

[۳۷] اس آیت مبارکہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ کسی کو ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور وہ جسے ہدایت عطا فرمادے دنیا کی کوئی طاقت اسے گمراہ نہیں کرسکتی، دنیا کی کشش، مال و دولت کی رغبت اور حسن و جمال کا جادو ان پر کوئی اثر نہیں کرتا، دوسری یہ کہ مشرکین اپنے جھوٹے دیوتاؤں کے جس غضب اور قہر سے ڈرا رہے ہیں کیا انہیں اس بات کی خبر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب اور انتقام لینے والا ہے؟ ان کے جھوٹے معبودوں کی کیا مجال اور جرأت کہ وہ اس کے پیغمبر کو کوئی نقصان پہنچا سکیں، لیکن اگر وہ ان سے انتقام لینے پر آیا تو انہیں اس کے قہر اور غضب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

[۳۸] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھنے کے لیے سوالیہ انداز اختیار کیا گیا ہے، مشرکین سے یہ سوال پوچھنا چاہیے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر بتوں اور جھوٹے معبودوں کی پوجا کرتے ہو، یہ تو بتاؤ کہ اتنے بڑے آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ غیر اللہ کی پوجا کرنے کے باوجود ان لوگوں میں یہ جرأت نہیں ہے کہ وہ زمین و آسمان کا خالق اپنے کسی معبود کو قرار دے سکیں، یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کا ہی نام لیں گے، قرآن کریم کی حقانیت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی اس سے بڑی اور کیا دلیل ہوگی کہ آج تک کسی مشرک نے اس چیلنج کو قبول نہیں کیا، اگر مشرکین مکہ اس چیلنج کو قبول کر لیتے اور اپنے دیوتاؤں میں سے کسی کو زمین و آسمان کا خالق قرار دے دیتے تو اسی وقت فیصلہ ہو جاتا، لیکن وہ تا صبح قیامت ایسا نہ کر سکیں گے، یہاں ایک سوال یہ بھی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے یا کسی دوسرے شخص کو اپنی مہربانی اور کرم نوازی کا مستحق بنادے یا کسی گناہ اور جرم کی پاداش میں کوئی تکلیف، رنج اور بیماری پہنچانے کا ارادہ کر لے تو کیا مشرکین کے ان دیوتاؤں اور جھوٹے معبودوں میں اتنی طاقت ہے کہ وہ اللہ کے ارادے کی راہ میں حائل ہو سکے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اعلان کر دینا چاہیے کہ میرا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے، تمام توکل کرنے والوں کا بھروسہ اسی پر ہوتا ہے اور کوئی شخص اس وقت تک متوکل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ نہ کر لے۔

يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾ لا

يٰقَوْمِ	اعْمَلُوْا	عَلٰى	مَكَانَتِكُمْ	اِنِّيْ	عَامِلٌ	فَسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾
اے میری قوم	تم عمل کرو	پر	اپنی جگہ کے	بیشک میں	عمل کرنے والا	سو عنقریب	تم جان لوگے

کہ اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو، میں بھی عمل کررہا ہوں، عنقریب تم جان لو گے۔ ۳۹

مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٤٠﴾ اِنَّآ

مَنْ	يَّاْتِيْهِ	عَذَابٌ	يُّخْزِيْهِ	وَ	يَحِلُّ	عَلَيْهِ	عَذَابٌ	مُّقِيْمٌ ﴿٤٠﴾	اِنَّآ
کون	آتا ہے اس پر	عذاب	رسوا کردے اسے	اور	اترتا ہے	اس پر	عذاب	دائمی	بیشک ہم

کہ کس پر رسوا کن عذاب آتا ہے اور کس پر دائمی عذاب اُترتا ہے؟ ۴۰ بیشک ہم نے

اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ

اَنْزَلْنَا	عَلَيْكَ	الْكِتٰبَ	لِلنَّاسِ	بِالْحَقِّ	فَمَنِ	اهْتَدٰى	فَلِنَفْسِهٖ
نازل کی ہم نے	تجھ پر	کتاب	لوگوں کیلئے	برحق	سو جو کوئی	ہدایت حاصل کرے	تو اپنی جان کیلئے

لوگوں کیلئے آپ پر برحق کتاب نازل فرمائی ہے، سو جو شخص ہدایت حاصل کرے گا وہ اپنے ہی فائدے کیلئے کرے گا،

وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿٤١﴾ اَللّٰهُ

وَ	مَنْ	ضَلَّ	فَاِنَّمَا	يَضِلُّ	عَلَيْهَا	وَ	مَآ	اَنْتَ	عَلَيْهِمْ	بِوَكِيْلٍ ﴿٤١﴾	اَللّٰهُ
اور	جو کوئی	گمراہ ہوا	تو صرف	گمراہ ہوگا	اپنی جان پر	اور	نہیں	تو	ان پر	کوئی ذمہ دار	اللہ

اور جو شخص گمراہ ہوگا تو اپنے ہی نقصان پر گمراہ ہوگا، اور آپ اُن پر ذمہ دار مقرر نہیں ہیں۔ ۴۱ اللہ

يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ

يَتَوَفَّى	الْاَنْفُسَ	حِيْنَ	مَوْتِهَا	وَ	الَّتِيْ	لَمْ	تَمُتْ	فِيْ	مَنَامِهَا
پورا لے لیتا ہے	جانوں کو	وقت	ان کی موت کے	اور	وہ جو	نہیں	مرتیں	بیچ	اپنی نیند کے

اُن کی روحیں بھی "جن کی موت کا وقت آگیا ہو" اور اُن کی بھی "جن کی موت کا وقت نہیں آیا" نیند میں کھینچ لیتا ہے،

فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى

فَيُمْسِكُ	الَّتِيْ	قَضٰى	عَلَيْهَا	الْمَوْتَ	وَ	يُرْسِلُ	الْاُخْرٰٓى	اِلٰٓى
سو روک لیتا ہے	اسے	فیصلہ کرچکا	اس پر	موت کا	اور	بھیج دیتا ہے	دوسری کو	طرف

پھر جس کی موت کا فیصلہ فرما لیتا ہے اُس کی روح کو روک لیتا ہے، اور دوسری روحوں کو ایک مقررہ

۳۹ ۴۰ ان آیتوں میں مشرکین مکہ سے خطاب کیا گیا ہے کہ اے میری قوم! اگر تم لوگ میری دعوت اور پیغام کو قبول نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری نبوت و رسالت پر ایمان نہیں لاتے تو مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، تم اپنی جگہ اپنے کاموں میں مگن اور مشغول رہو، میں اپنی جگہ اپنے کام میں معروف رہتا ہوں اور دونوں مل کر انتظار کرتے ہیں کہ انجام کار دنیوی رسوائی اور آخرت کا عذاب کس کے حصے میں آتا ہے؟

۴۱ اس آیت مبارکہ میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ لوگوں کے فائدے، ہدایت اور رہنمائی کے لیے ہم نے یہ کتاب آپ پر نازل کی ہے، یہ کتاب بھی برحق ہے، اس کا نزول بھی برحق ہے، اس کا نازل کرنے والا بھی برحق ہے اور جس پر اسے نازل کیا گیا، وہ نبی بھی برحق ہے، دوسری بات یہ کہ اگر کوئی شخص اس کتاب ہدایت سے فائدہ اٹھا کر راہ راست پر گامزن ہوجاتا ہے تو اس کا فائدہ اسی کو ہوگا، اللہ تعالیٰ یا اس کے پیغمبر یا کسی دوسرے پر نہ تو اس کا احسان ہے اور نہ کسی دوسرے کا اس میں کوئی فائدہ ہے اور اگر کوئی شخص راہ مستقیم سے بھٹک کر شیطانی راہوں کا راہی بن جاتا ہے تو اس سے کسی کا نقصان نہیں ہوتا، بلکہ اسی کا اپنا نقصان ہوتا ہے، مطلب یہ کہ ہر شخص کو اپنا نفع نقصان خود سوچ لینا چاہیے، تیسری بات یہ کہ رسول اکرم ﷺ پر یہ ذمہ داری عائد نہیں کی گئی کہ لوگوں کو اپنی دعوت پر ایمان لانے کے لیے مجبور کریں اور ان سے اپنی بات منوا کر ہی چھوڑیں، ان کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ وہ لوگوں تک پیغام پہنچادیں، آگے لوگوں کو ماننے یا نہ ماننے کا اختیار ہے۔

ع ۴ ۱۰ ۱

اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمِ

اَجَلٍ	مُّسَمًّى	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٢﴾	اَمِ
موت کے	مقررشدہ	بیشک	بیچ	وہ	البتہ نشانیاں	ان لوگوں کیلئے جو	غوروفکر کرتے ہیں	کیا

وقت تک بھیج دیتا ہے، بیشک اس میں اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو غوروفکر کرتے ہیں۔ ﴿٤٢﴾ کیا

اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـــًٔا

اتَّخَذُوْا	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	شُفَعَاۗءَ	قُلْ	اَوَلَوْ	كَانُوْا	لَا	يَمْلِكُوْنَ	شَيْـًٔا
انہوں نے بنالیے	سے	علاوہ	اللہ کے	سفارش کرنے والے	تو کہہ	اور کیا اگر	ہوں وہ	نہ	ملکیت رکھتے	کسی چیز کی

انہوں نے اللہ کے علاوہ کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں؟ آپ فرما دیجئے کیا تب بھی وہ سفارش کرسکیں گے جب کہ نہ وہ کسی چیز کے مالک ہوں

وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٣﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

وَ	لَا	يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٣﴾	قُلْ	لِّلّٰهِ	الشَّفَاعَةُ	جَمِيْعًا	لَهٗ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ
اور	نہ	عقل رکھتے ہوں	تو کہہ	اللہ ہی کیلئے	سفارش	ساری کی ساری	اسی کیلئے	حکومت	آسمانوں کی

اور نہ ہی عقل رکھتے ہوں؟ ﴿٤٣﴾ آپ فرما دیجئے کہ سفارش تو ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے، اُسی کیلئے آسمانوں اور زمین کی

وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ

وَ	الْاَرْضِ	ثُمَّ	اِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ﴿٤٤﴾	وَ	اِذَا	ذُكِرَ	اللّٰهُ	وَحْدَهُ
اور	زمین کی	پھر	اس کی طرف	تم لوٹائے جاؤ گے	اور	جب	ذکر کیا جائے	اللہ کا	اکیلے

حکومت ہے، پھر تم اُسی کی طرف واپس لوٹائے جاؤ گے۔ ﴿٤٤﴾ اور جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جائے

اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ

اشْمَاَزَّتْ	قُلُوْبُ	الَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ	وَ	اِذَا	ذُكِرَ
تنگ پڑ جاتے ہیں	دل	ان لوگوں کے جو	نہیں	ایمان لائے	آخرت پر	اور	جب	ذکر کیے جائیں

تو اُن لوگوں کے دل تنگ پڑ جاتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اور جب اُس کے علاوہ

الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٤٥﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ

الَّذِيْنَ	مِنْ	دُوْنِهٖٓ	اِذَا	هُمْ	يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٤٥﴾	قُلِ	اللّٰهُمَّ	فَاطِرَ
وہ لوگ جو	سے	اس کے علاوہ	اسی وقت	وہ	خوشی مناتے ہیں	تو کہہ	اے اللہ	پیدا کرنے والا

دوسروں کا ذکر کیا جائے تو اُسی وقت خوش ہو جاتے ہیں۔ ﴿٤٥﴾ اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ فرما دیجئے کہ اے آسمانوں اور زمین کو

﴿٤٢﴾ اس آیت مبارکہ میں دوبارہ زندگی کے امکان کو ایک واقعاتی مثال کے ذریعے سمجھایا گیا ہے، دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جسے ساری زندگی تھوڑی دیر کے لیے بھی نیند نہ آتی ہو، کیونکہ نیند نہ آنا صرف اللہ رب العالمین کی صفت ہے، البتہ یہ ممکن ہے کہ کسی کو زیادہ نیند آتی ہو اور کسی کو کم، نیز کسی کو بستر پر لیٹتے ہی نیند آجاتی ہو اور کسی کو کروٹیں بدلنا پڑتی ہوں یا نیند آور دوائیں استعمال کرنا پڑتی ہوں، بہرحال جب انسان سوجاتا ہے تو اس کے اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں، وہ دنیا و مافیہا اور اپنے آس پاس سے بے خبر ہوجاتا ہے یہاں تک کہ اسے اپنے ہمراہ لیٹنے والے کی کیفیت اور حالت کا بھی پتہ نہیں چلتا، یہی حال مردے کا ہوتا ہے، اسی وجہ سے سوئے ہوئے اور مرے ہوئے شخص میں کوئی ظاہری فرق نہیں ہوتا، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب انسان نیند کی آغوش میں اترتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک مخصوص درجے میں اس کی روح کھینچ لیتا ہے، پھر اگر اس شخص کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہو تو اس کی روح واپس نہیں لوٹائی جاتی اور پوری طرح اسے قبض کرلیا جاتا ہے، لوگ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی ایسا سویا کہ اسے دوبارہ اٹھنا نصیب ہی نہ ہوا اور اگر اس کی زندگی باقی ہو تو اس کی روح واپس لوٹادی جاتی ہے اور وہ اپنے مقررہ وقت تک دنیا میں زندگی گزارتا ہے، جو رب دنیا میں اپنے بندوں کی روح لوٹا سکتا ہے وہ آخرت میں اپنے بندوں کی روحیں واپس لوٹا کر انہیں نئی زندگی کیوں نہیں دے سکتا؟ غور فکر کرنے والوں کے لیے سونے اور جاگنے کے اس عمل میں بھی حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے قدرت کی بہت سی نشانیاں چھپی ہوئی ہیں۔ ﴿٤٣﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے اس فلسفے کی تردید کی گئی ہے جس کے مطابق وہ بتوں کی پوجا اس لیے کرتے تھے کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں ان کی سفارش کرسکیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرسکیں، لیکن یہ ان کی نادانی اور جہالت تھی کہ انہوں نے سفارشی کو اصل سمجھ کر اسی کی پوجا پاٹ شروع کردی، پھر اہم سوال یہ بھی ہے کہ آخر ان بتوں، مجسموں اور مورتیوں میں سرخاب کا کون سا پر لگا ہوا ہے جس کی بنا پر یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کرنے کے حقدار بن گئے؟ کیا یہ کسی چیز کے مالک ہیں؟ کیا ان کے پاس عقل و شعور اور سمجھ بوجھ ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر یہ ان مشرکین کی سفارش بھی ہرگز نہ کرسکیں گے۔ ﴿٤٤﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے حوالے سے ایک دعویٰ اور اس کی دو دلیلیں بیان کی گئی ہیں، دعویٰ یہ کہ ہر طرح کی سفارش کا اختیار اللہ کے پاس ہے، چنانچہ وہ جسے چاہے سفارش کرنے کی اجازت دیدے اور جسے چاہے نہ دے، اسی طرح جس کی چاہے، سفارش قبول کرلے اور جس کی نہ چاہے رد کردے، اس دعوے کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کا مالک ہے اور مالک کو اپنی ملکیت میں تصرف کا اختیار ہوتا ہے لہٰذا اللہ کو بھی اپنی ملکیت میں تصرف کا پورا اختیار حاصل ہے، جب اتنی بڑی چیزوں پر اس کی ملکیت ہے تو یقیناً سفارش بھی اسی کے اختیار میں ہوگی، دوسری دلیل یہ ہے کہ تم سب کو اللہ تعالیٰ کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے، اگر تم اپنے جھوٹے معبودوں کے پاس لوٹ کر جاتے اور ان سے سفارش کی درخواست کرتے اور وہ تمہارے حق میں سفارش کرتے تو کچھ بات بنتی تھی، لیکن تمہیں تو ان کے پاس لوٹ کر جانا ہی نہیں ہے، تمہیں تو اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور وہاں سفارش صرف وہی کرسکے گا جسے اللہ تعالیٰ اجازت دے گا، لہٰذا تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ تمہارے جھوٹے معبود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہاری سفارش کرسکیں گے۔ ﴿٤٥﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کی فطرت مسخ ہوجانے کا ذکر کیا گیا ہے کہ منکرین آخرت اور شرک و بت پرستی کی دلدل میں دھنسے ہوئے لوگوں کی فطری استعداد اس قدر خراب اور مسخ ہوچکی ہے کہ جو ذات زمین و آسمان کا نور ہے اور جس کے ذکر سے نظام کائنات قائم اور باقی ہے، اس ذات کا تذکرہ ان کے کانوں پر گراں گزرتا ہے، ان کے دل بوجھل ہوجاتے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ

السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	عٰلِمَ	الْغَيْبِ	وَ	الشَّهَادَةِ	اَنْتَ	تَحْكُمُ	بَيْنَ
آسمانوں کو	اور	زمین کو	جاننے والا	پوشیدہ کو	اور	ظاہر کو	تو	فیصلہ کرے گا	درمیان

پیدا کرنے والے اللہ! اے پوشیدہ اور ظاہر سب کچھ جاننے والے! تُو ہی اپنے بندوں کے درمیان

عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا

عِبَادِكَ	فِيْ	مَا	كَانُوْا	فِيْهِ	يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾	وَلَوْ	اَنَّ	لِلَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مَا
اپنے بندوں کے	بیچ	اس کے جو	تھے وہ	اسمیں	اختلاف کرتے رہے	اور اگر	یہ کہ بیشک	ان لوگوں کیلئے	ظلم کیا انہوں نے	وہ جو

اُن چیزوں میں فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ ۴۶ اور اگر ظالموں کے پاس وہ سب کچھ ہو جو

فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ

فِي	الْاَرْضِ	جَمِيْعًا	وَ	مِثْلَهٗ	مَعَهٗ	لَافْتَدَوْا	بِهٖ	مِنْ	سُوْٓءِ	الْعَذَابِ
بیچ	زمین کے	سب کا سب	اور	اس جیسا	اس کے ہمراہ	البتہ فدیہ دیدیں	اس کا	سے	بدترین	عذاب کے

زمین میں موجود ہے اور اُس کے ساتھ اتنا ہی مزید بھی ہو تو قیامت کے دن بدترین عذاب سے بچنے کیلئے وہ سب فدیے میں

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾

يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	وَ	بَدَا	لَهُمْ	مِّنَ	اللّٰهِ	مَا	لَمْ	يَكُوْنُوْا	يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾
دن	قیامت کے	اور	ظاہر ہوگا	ان کیلئے	سے	اللہ کے	وہ جو	نہیں	تھے وہ	گمان رکھتے

دے ڈالیں، اور اللہ کی طرف سے اُن کے سامنے وہ چیزیں آئیں گی جن کا وہ گمان بھی نہ کرتے تھے۔ ۴۷

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

وَ	بَدَا	لَهُمْ	سَيِّاٰتُ	مَا	كَسَبُوْا	وَ	حَاقَ	بِهِمْ	مَّا	كَانُوْا	بِهٖ
اور	ظاہر ہوگی	ان کیلئے	برائیاں	وہ جو	کمایا انہوں نے	اور	الٹا آپڑے گا	ان پر	وہ جو	تھے وہ	اس کا

اور اُن کے سامنے وہ برائیاں بھی ظاہر ہو جائیں گی جو اُنہوں نے کی ہوں گی، اور وہ چیز اُن پر الٹی آپڑے گی جس کا وہ

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾	فَاِذَا	مَسَّ	الْاِنْسَانَ	ضُرٌّ	دَعَانَا	ثُمَّ	اِذَا	خَوَّلْنٰهُ
مذاق اڑاتے رہے	سو جب	چھوئے	انسان کو	کوئی تکلیف	وہ پکارے ہمیں	پھر	جب	ہم اسے عطا کریں

مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ۴۸ سو جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اُسے اپنے پاس سے

ہیں، ان کی طبیعت اکتاہٹ اور بوریت کا شکار ہو جاتی ہے اور انہیں یہ تذکرہ نہایت خشک معلوم ہوتا ہے لیکن جوں ہی دوسروں کی لیبت شروع ہوتی ہے دنیا بھر کی معلومات پر تبادلہ خیال ہوتا ہے، جھوٹے معبودوں، درہم و دینار اور کرنسی نوٹوں، جائیداد اور بنگلوں کا ذکر شروع ہوتا ہے، ان کی آنکھوں میں چمک آجاتی ہے کان لذت سماع سے بہرہ ور ہو جاتے ہیں، دلوں کا بوجھ اتر جاتا ہے اور انہیں اس مجلس میں لطف آنے لگتا ہے، قرآن نے یہ حالت ویسے تو مشرکین کے تذکرے میں بیان کرکے اس کا تعلق مشرکین کے ساتھ جوڑا ہے لیکن اس کے الفاظ عام ہیں اور مسلمانوں کی موجودہ صورتحال پر بھی پوری طرح صادق آتے ہیں۔

۴۶ اس آیت مبارکہ میں مناجات اور دعا کے انداز میں سمجھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں کے درمیان ان کے جھگڑوں اور اختلافات کا انصاف اور حق پر مبنی فیصلہ فرمائے گا اور اس فیصلے پر کسی کو کوئی اعتراض بھی نہ ہوگا، جب انسان دنیا کی عدالتوں اور نظام انصاف سے ناامید ہو جائے تو اسے کثرت کے ساتھ اس دعا کا اہتمام کرنا چاہیے کہ اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے اللہ! اے ظاہر اور باطن سے باخبر اللہ! تو ہی قیامت کے دن اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا، ہمارے درمیان بھی حق اور انصاف پر مبنی فیصلہ فرمادے۔

۴۷ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن شرک و بت پرستی کے ذریعے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کی آنکھیں کھل جانے اور اپنے آپ کو عذاب سے بچانے کی فکرمندی میں مبتلا ہونے کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور ان کی نگاہوں کے سامنے وہ چیزیں آجائیں گی جنہیں دنیا میں وہ کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے تھے، جہنم کی چیخ و پکار اور اس کی ہولناک چنگھاڑ سن کر ان کے دل ڈوب جائیں گے، اس وقت اگر کوئی انہیں پیشکش کرے کہ تم اپنی حکومت و سلطنت، دولت اور جائیداد اپنے فدیے میں دیکر اپنی جان چھڑالو تو وہ فوراً تیار ہو جائیں اور روئے زمین کے خزانے اپنے فدیے میں دینے کے لیے آمادہ ہو جائیں، کیونکہ اس وقت ان کے نزدیک سب سے بڑی خواہش اور کوشش یہی ہوگی کہ کسی طرح اس عذاب سے جان چھوٹ جائے لیکن افسوس کہ یہ خواہش پوری نہ ہو سکے گی کیونکہ اس دن فیصلہ خواہشات پر نہیں، حقائق پر ہوگا۔

۴۸ اس آیتِ مبارکہ میں ظالموں کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ آج وہ کفر و شرک اور گناہوں کے صحرا میں بھٹک رہے ہیں، قیامت کے دن ان کے اعمال ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے اور ان کے پاس پشیمانی اور ندامت کے علاوہ کچھ نہ ہوگا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا میں وہ اہل ایمان کا مذاق اڑایا کرتے تھے، آخرت میں وہ مذاق ان پر الٹا آپڑے گا اور اب لوگ ان کی ہنسی اور مذاق اڑائیں گے۔

نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِىَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ

نِعْمَةً	مِّنَّا	قَالَ	اِنَّمَآ	اُوْتِيْتُهٗ	عَلٰى	عِلْمٍ	بَلْ	هِىَ	فِتْنَةٌ	وَ	لٰكِنَّ
کوئی نعمت	اپنے سے	کہے وہ	وہ تو صرف	میں دیا گیا ہوں یہ	پر	علم کے	بلکہ	وہ	آزمائش	اور	لیکن

کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو مجھے میرے علم کی بنیاد پر ملی ہے، بلکہ یہ آزمائش ہے لیکن

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٩﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى

اَكْثَرَهُمْ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٩﴾	قَدْ	قَالَهَا	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ	فَمَآ	اَغْنٰى
ان میں سے اکثر	نہیں	جانتے	یقیناً	کہا اسے	ان لوگوں نے جو	سے	ان کے پہلے	سو نہیں	کام آیا

اُن میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ﴿٤٩﴾ یہ بات اُن سے پہلے لوگ بھی کہہ چکے ہیں، سو اُن کے کچھ

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ

عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا	يَكْسِبُوْنَ ﴿٥٠﴾	فَاَصَابَهُمْ	سَيِّاٰتُ	مَا	كَسَبُوْا
ان کے	وہ جو	تھے وہ	کماتے رہے	سو آپڑیں ان پر	برائیاں	اس کی جو	انہوں نے کمایا

کام نہ آیا جو وہ کماتے رہے۔ ﴿٥٠﴾ پھر اُن پر وہ برائیاں آپڑیں جو وہ کرتے رہے تھے،

وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا

وَ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مِنْ	هٰٓؤُلَآءِ	سَيُصِيْبُهُمْ	سَيِّاٰتُ	مَا	كَسَبُوْا	وَ	مَا
اور	جن لوگوں نے	ظلم کیا	سے	ان لوگوں کے	عنقریب انہیں پہنچیں گی	برائیاں	اس کی جو	انہوں نے کمایا	اور	نہیں

اور اِن میں سے بھی جو ظالم ہیں، عنقریب اُن پر بھی وہ برائیاں آپڑیں گی جو وہ کرتے رہے ہیں، اور وہ

هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٥١﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

هُمْ	بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٥١﴾	اَوَلَمْ	يَعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	يَبْسُطُ	الرِّزْقَ	لِمَنْ
وہ	عاجز کرنے والے	اور کیا نہیں	جانتے وہ	یہ کہ بیشک	اللہ	کشادہ کرتا ہے	رزق	جس کیلئے

اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ ﴿٥١﴾ کیا وہ جانتے نہیں کہ اللہ جس کا رزق چاہتا ہے، کشادہ

يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ قُلْ ع ٥ ١١ ٢

يَّشَآءُ	وَ	يَقْدِرُ	اِنَّ	فِىْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾	قُلْ
وہ چاہتا ہے	اور	تنگ کرتا ہے	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانیاں	ان لوگوں کیلئے جو	ایمان رکھتے ہیں	تُو کہہ

اور تنگ کر دیتا ہے، بیشک اس میں اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔ ﴿٥٢﴾ اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے

﴿٤٩﴾ اس آیت مبارکہ میں انسان کی احسان فراموشی اور محسن کشی بیان کی گئی ہے، وہ تکلیف، بیماری اور مصیبت کے وقت اپنے پروردگار کو پکارتا ہے اور نعمتیں حاصل ہونے کو اپنے علم وفن اور ہنر کا نتیجہ قرار دیتا ہے، لوگوں کو بتاتا ہے کہ یہ سب کچھ میری تدبیر اور دانشمندی کی وجہ سے ہے، میں نے فلاں ڈپلومہ اور فلاں کورس کیا، میں نے اپنی قابلیت اور صلاحیت سے فائدہ اٹھایا، اس ساری شیخی میں وہ اپنے پروردگار کو بھول جاتا ہے اور اسے یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ ان نعمتوں اور راحتوں کی نسبت اسے اللہ تعالیٰ کی طرف کرنی چاہیے، اسی بنا پر یہاں فرمایا گیا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے اس کے لیے ایک امتحان اور آزمائش ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی دے کر آزماتا ہے اور کبھی لیکر آزماتا ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اس سے ناواقف ہے۔

﴿٥٠﴾ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ اقوام کے ان لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتوں، راحتوں اور فراوانیوں سے نوازا تھا، لیکن جب انہوں نے اسے اپنے علم و ہنر اور قابلیت وصلاحیت کا نتیجہ قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت فرمائی اور دنیا ہی میں انہیں اپنی سزا کا کچھ نمونہ دکھا دیا، ان کا مال ودولت، جائیداد اور کوٹھی، علم و ہنر اور قابلیت وصلاحیت ان کے کسی کام نہ آسکی اور وہ نشان عبرت بن گئے۔

﴿٥١﴾ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کا انجام بیان کیا گیا ہے، گزشتہ اقوام کے مجرم اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکے اور اپنے گناہوں کی پاداش میں اللہ کی گرفت میں آچکے، موجودہ ظالم بھی عنقریب کیفر کردار کو پہنچیں گے، نہ تو انہیں کوئی اللہ کی گرفت سے بچا سکے گا اور نہ وہ اللہ کو عاجز کر سکیں گے۔

﴿٥٢﴾ اس آیت مبارکہ میں رزق کی کشادگی اور تنگی کے اصل سبب پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے، جس کا منشاان لوگوں کی تردید کرنا ہے، جو اپنی خوشحالی اور رزق کی وسعت کو اپنے زور بازو اور عقل ودانش کا نتیجہ قرار دیتے ہیں حالانکہ رزق کی تقسیم تو اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے، کسی کا رزق کشادہ اور کسی کا رزق تنگ کرنا صرف اسی کے اختیار میں ہے، رزق کی کشادگی انسان کی فضیلت ومقبولیت اور رزق کی تنگی انسان کے ذلیل یا مردود ہونے کا معیار نہیں ہے، لہٰذا اپنے رزق کی فراوانی اور نعمتوں کی کثرت پر فخر کرنے کی بجائے شکر کرنا چاہیے اور ان کی نسبت اپنے علم وفن کی طرف کرنے کی بجائے منعم حقیقی کی طرف کرنی چاہیے۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ

يٰعِبَادِيَ	الَّذِيْنَ	اَسْرَفُوْا	عَلٰٓى	اَنْفُسِهِمْ	لَا	تَقْنَطُوْا	مِنْ	رَّحْمَةِ
اے میرے بندو	وہ جو	ظلم کیا انہوں نے	پر	اپنی جانوں کے	مت	ناامید ہو	سے	رحمت کے

کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اللہ کی رحمت سے

اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ

اللّٰهِ ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	يَغْفِرُ	الذُّنُوْبَ	جَمِيْعًا ۭ	اِنَّهٗ	هُوَ	الْغَفُوْرُ
اللہ کی	بیشک	اللہ	معاف کردے گا	گناہوں کو	سب کے سب	بیشک وہ	وہی	بہت بخشنے والا

مایوس نہ ہو، کیونکہ اللہ سب گناہوں کو معاف کر سکتا ہے، بیشک وہ بہت بخشنے والا،

الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ

الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾	وَ	اَنِيْبُوْٓا	اِلٰى	رَبِّكُمْ	وَ	اَسْلِمُوْا	لَهٗ	مِنْ	قَبْلِ	اَنْ	يَّاْتِيَكُمُ
نہایت مہربان	اور	رجوع کرو تم	جانب	اپنے رب کے	اور	فرمانبردار ہو جاؤ	اس کیلئے	سے	پہلے	یہ کہ	آجائے تم پر

نہایت مہربان ہے۔ [۵۳] اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اُس کے فرمانبردار ہو جاؤ، اس سے پہلے کہ تم پر

الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ

الْعَذَابُ	ثُمَّ	لَا	تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾	وَ	اتَّبِعُوْٓا	اَحْسَنَ	مَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْكُمْ
عذاب	پھر	نہ	مدد کئے جاؤ گے تم	اور	پیروی کرو تم	سب سے بہترین	وہ جو	نازل کیا گیا	تمہاری طرف

عذاب آجائے، پھر تمہاری مدد نہ کی جا سکے گی۔ [۵۴] اور اُس بہترین چیز کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے

مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ

مِّنْ	رَّبِّكُمْ	مِّنْ	قَبْلِ	اَنْ	يَّاْتِيَكُمُ	الْعَذَابُ	بَغْتَةً	وَّ	اَنْتُمْ
سے	تمہارے رب کے	سے	پہلے	یہ کہ	آجائے تم پر	عذاب	اچانک	اور	تم

نازل کی گئی ہے، اِس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آپہنچے اور تمہیں

لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ

لَا	تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾	اَنْ	تَقُوْلَ	نَفْسٌ	يّٰحَسْرَتٰى	عَلٰى	مَا	فَرَّطْتُّ	فِيْ
نہ	شعور رکھتے ہو	یہ کہ	کہنے لگے	کوئی نفس	ہائے افسوس	پر	اس کے جو	کوتاہی کی میں نے	بیچ

خبر بھی نہ ہو۔ [۵۵] کہیں کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ ہائے افسوس! میں نے اللہ کے معاملے

[۵۳] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور مغفرت کی وسعت اور ہمہ گیری اس طرح بیان کی گئی ہے کہ یہ آیت ناامید لوگوں، مجرموں اور گنہگاروں اور دنیا بھر سے دھتکارے ہوئے لوگوں کے لیے امید کا مینارہ نور بن گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو اپنے دامن رحمت میں سمیٹتے ہوئے خطاب کے آغاز میں ''اے میرے بندو!'' فرمایا ہے تاکہ انہیں اپنائیت کا احساس ہو اور وہ سوچیں کہ ہمارے گناہوں، کوتاہیوں اور خطاؤں کے باوجود ہمارا رب ہمیں اپنا بندہ ہی قرار دے رہا ہے، وہ کس قدر شفیق اور مہربان ہے، کیونکہ یہاں انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء اور صلحاء سے خطاب نہیں کیا جارہا ہے بلکہ مخاطب وہ لوگ ہیں جن کی ساری زندگی اللہ سے بغاوت اور جنگ کرتے ہوئے گزر گئی، ایسے لوگوں کو بھی رحمت الٰہیہ سے مایوس اور ناامید نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے تمام گناہوں کو معاف کرسکتا ہے، اس کے لیے گناہوں سے بھرے ہوئے ننانوے رجسٹر کاغذ کے ایک چھوٹے سے پرزے کے عوض معاف کردینا کچھ مشکل نہیں ہے ایسے سخی داتا کی سخاوت و رحمت سے مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بس توبہ کرلو اور آئندہ ایمان اور عمل صالح کی زندگی گزارو۔

[۵۴] اس آیتِ مبارکہ میں دو حکم دے کر ان پر عمل کرنے کا وقت متعین کردیا گیا ہے، پہلا حکم ''انابت'' کا ہے یعنی حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرلو، دنیا سے تعلق چھوڑ کر اپنے رب سے تعلق کو مضبوط کرلو، اس کی آسان صورت توبہ و استغفار ہے، ادھر ندامت کے آنسو بہے اور توبہ کی شرائط پوری ہوئیں اور ادھر نامہ اعمال کو دھوکر صاف کرکے نیا رجسٹر شروع کردیا گیا، دوسرا حکم ''اسلام'' کا ہے، یعنی اس سے پہلے تم نے جیسی بھی زندگی گزاری ہو، اب تم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کردو، وہ جیسے حکم دے، اس پر فوری اور من وعن عمل کرو، ان دونوں کاموں کا فائدہ اسی وقت ہوگا جبکہ انسان عذاب الٰہی کے آثار نمودار ہونے سے پہلے یہ کام کرلے، لیکن اگر عذاب کے آثار نمودار ہوگئے اور اس وقت انسان نے انابت اور اسلام کا ارادہ کیا تو اس کا اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور اس وقت اس کی کوئی نصرت اور اعانت نہیں کی جائے گی۔

[۵۵] اس آیت مبارکہ میں ایک حکم دے کر اس پر عمل کرنے کا وقت متعین کیا گیا ہے، حکم ''اتباع'' کا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے زندگی گزارنے کا جو سب سے بہترین ضابطہ تمہارے لیے نازل کیا ہے اور جو تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ ہے اس کی کامل اتباع اور مکمل پیروی کرو، اس میں ساری انسانیت کی نجات اور فلاح ہے، اگر تم نے ایسا نہ کیا اور اچانک عذاب الٰہی آپہنچا تو اس وقت تمہارا اس کی اتباع کرنا کچھ فائدہ نہ دے گا اور چونکہ عذاب کا مقررہ وقت اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتایا اس لیے جب وہ نازل ہوتا ہے تو لوگوں کو یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اچانک آپہنچا ہے حالانکہ وہ مقررہ وقت سے پہلے کبھی نہیں آتا، لیکن انسان اس سے بے خبر رہتا ہے۔

جَنۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ

جَنۢبِ	اللّٰهِ	وَ	اِنْ	كُنْتُ	لَمِنَ	السّٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾	اَوْ	تَقُوْلَ	لَوْ	اَنَّ	اللّٰهَ
معاملے	اللہ کے	اور	بیشک	میں تھا	البتہ سے	مذاق اڑانے والوں کے	یا	کہے وہ	اگر	یہ کہ بیشک	اللہ

میں کوتاہی کی اور میں مذاق ہی اڑاتا رہا۔ ﴿٥٦﴾ یا کوئی یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ نے مجھے

هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٥٧﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ

هَدٰىنِيْ	لَكُنْتُ	مِنَ	الْمُتَّقِيْنَ ﴿٥٧﴾	اَوْ	تَقُوْلَ	حِيْنَ	تَرَى	الْعَذَابَ
مجھے ہدایت دیتا	البتہ میں ہوتا	سے	ڈرنے والوں کے	یا	کہنے لگے وہ	جس وقت	دیکھے وہ	عذاب کو

ہدایت دی ہوتی تو میں ضرور متقیوں میں سے ہوتا۔ ﴿٥٧﴾ یا عذاب کو دیکھ کر یہ کہنے لگے

لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٨﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ

لَوْ	اَنَّ	لِيْ	كَرَّةً	فَاَكُوْنَ	مِنَ	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٨﴾	بَلٰى	قَدْ	جَآءَتْكَ
اگر	یہ کہ بیشک	میرے لئے	ایک مرتبہ لوٹنا	تو ہو جاؤں میں	سے	نیک کرنے والوں کے	کیوں نہیں	یقیناً	آئیں تیرے پاس

کہ کاش! مجھے ایک مرتبہ واپس جانے کا موقع مل جائے تو میں نیکوکاروں میں سے ہو جاؤں۔ ﴿٥٨﴾ کیوں نہیں، یقیناً تیرے پاس میری آیتیں

اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٩﴾ وَيَوْمَ

اٰيٰتِيْ	فَكَذَّبْتَ	بِهَا	وَ	اسْتَكْبَرْتَ	وَ	كُنْتَ	مِنَ	الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٩﴾	وَ	يَوْمَ
میری آیتیں	سو تو نے تکذیب کی	ان کی	اور	تکبر کیا تو نے	اور	تو ہو گیا	سے	کفر کرنے والوں کے	اور	دن

آئی تھیں، سو تو نے اُن کی تکذیب کی، تکبر کیا اور تو کافروں میں سے ہو گیا۔ ﴿٥٩﴾ اور قیامت

الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ

الْقِيٰمَةِ	تَرَى	الَّذِيْنَ	كَذَبُوْا	عَلَى	اللّٰهِ	وُجُوْهُهُمْ	مُّسْوَدَّةٌ ؕ
قیامت کے	تو دیکھے گا	ان لوگوں کو	جھوٹ بولا انہوں نے	پر	اللہ کے	چہرے ان کے	سیاہ ہو گئے

کے دن آپ اُن لوگوں کو دیکھیں گے جنہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا کہ اُن کے چہرے سیاہ ہو رہے ہیں،

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٦٠﴾ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ

اَلَيْسَ	فِيْ	جَهَنَّمَ	مَثْوًى	لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٦٠﴾	وَ	يُنَجِّيْ	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ
کیا نہیں	بیچ	جہنم کے	ٹھکانہ	تکبر کرنے والوں کا	اور	نجات دے گا	اللہ	ان لوگوں کو

کیا جہنم ہی میں تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ نہیں ہے؟ ﴿٦٠﴾ اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کو اللہ کامیابی

﴿٥٦﴾ ﴿٥٨﴾ ان آیتوں میں انسان کو خبردار کیا گیا ہے کہ حسرت و ندامت اور افسوس کا ایک دن آنے والا ہے، اس دن کسی کی زبان پر یہ جملہ ہوگا کہ ہائے افسوس! میں نے اللہ کی معرفت حاصل کرنے اور اس کے احکامات پر عمل کرنے میں کس قدر کوتاہی سے کام لیا، کاش! کہ میں ایسا نہ کرتا، میں پیغمبروں اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کا مذاق اڑاتا رہا، کاش! کہ میں ان پر عمل درآمد کرنے کی کوشش کرتا، کسی کی زبان پر یہ حسرت ہوگی کہ اے کاش! اللہ نے مجھے بھی ہدایت عطا فرمائی ہوتی اور اے کاش! کہ میں بھی متقی لوگوں میں سے ہوتا، کم از کم اس عذاب اور اذیت کا سامنا تو نہ کرنا پڑتا، اور کسی کی خواہش یہ ہوگی کہ مجھے ایک مرتبہ دنیا میں واپس بھیج دیا جائے، میں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر نیکوکاروں میں شامل ہو جاؤں گا اور اگلی مرتبہ خوب نیکیاں کما کر لاؤں گا، ان حسرتوں، ندامتوں اور خواہشوں کے بیچ وہ یہ بھول جائیں گے کہ اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے چنانچہ اگلی آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔

﴿٥٩﴾ اس آیت مبارکہ میں توبہ و انابت کے بغیر مرجانے والے مشرکوں اور گنہگاروں کی حسرت اور آرزو کا جواب دیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا کہ ہم نے تو اپنے احکام اور آیتیں تمہارے پاس بھیج دیئے تھے اور یقیناً وہ تمہارے پاس پہنچ بھی گئے تھے، لیکن اس وقت تم نے تین جرائم کا ارتکاب کیا، پہلا یہ کہ تم نے ان کی تکذیب و تردید کی، دوسرا یہ کہ تم نے تکبر اور غرور کی روش اختیار کی اور تیسرا یہ کہ تم کافروں اور منکروں کی صف میں جا کر کھڑے ہو گئے، لہٰذا اب ان حسرتوں اور ندامتوں کا کوئی فائدہ نہیں اور اب تم سزا بھگتنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

﴿٦٠﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی نسبت کرنے والوں کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ان کے چہروں پر سیاہی چھا رہی ہوگی، وہ ذلیل و رسوا اور روسیاہ ہوں گے، ایسے جھوٹے اور متکبر لوگوں کا انجام اور ٹھکانہ جہنم کے علاوہ کچھ اور بھی ہو سکتا ہے؟

اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۚ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ

اتَّقَوْا	بِمَفَازَتِهِمْ	لَا	يَمَسُّهُمُ	السُّوْٓءُ	وَ	لَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ ﴿٦١﴾	اَللّٰهُ
ڈرے وہ	ساتھ ان کی کامیابی کے	نہیں	چھوئے گی انہیں	برائی	اور	نہ	وہ	غمگین ہوں گے	اللہ

دے کر نجات عطا فرمائے گا، انہیں کوئی برائی چھوئے گی اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ ﴿٦١﴾ اللہ

خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿٦٢﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ

خَالِقُ	كُلِّ	شَيْءٍ	وَّ	هُوَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	وَّكِيْلٌ ﴿٦٢﴾	لَهٗ	مَقَالِيْدُ
پیدا کرنے والا	ہر	چیز کا	اور	وہ	پر	ہر	چیز کے	ذمہ دار	اسی کیلئے	کنجیاں

ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز کا ذمہ دار ہے۔ ﴿٦٢﴾ اُسی کے پاس آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ

السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	اُولٰٓئِكَ
آسمانوں کی	اور	زمین کی	اور	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	ساتھ آیتوں کے	اللہ کی	وہ لوگ

اور زمین کی کنجیاں ہیں، اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کیا، وہی

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٣﴾ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا

هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٣﴾	قُلْ	اَفَغَيْرَ	اللّٰهِ	تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ	اَعْبُدُ	اَيُّهَا
وہی	نقصان اٹھانے والے	تُو کہہ	توکیا علاوہ	اللہ کے	تم حکم دیتے ہو مجھے	عبادت کروں میں	اے

نقصان اٹھانے والے ہیں۔ ﴿٦٣﴾ آپ فرما دیجئے کہ اے جاہلو! کیا تم مجھے غیر اللہ کی عبادت کرنے کا

الْجٰهِلُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ

الْجٰهِلُوْنَ ﴿٦٤﴾	وَ	لَقَدْ	اُوْحِيَ	اِلَيْكَ	وَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِكَ	لَئِنْ
جاہل لوگو!	اور	البتہ یقیناً	وحی کی گئی	تیری طرف	اور	طرف	ان لوگوں کے جو	سے	تیرے پہلے	البتہ اگر

حکم دیتے ہو؟ ﴿٦٤﴾ اور آپ پر اور آپ سے پہلے انبیاء پر یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اے مخاطب! اگر

اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ

اَشْرَكْتَ	لَيَحْبَطَنَّ	عَمَلُكَ	وَلَتَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٥﴾	بَلِ
شرک کیا تُو نے	البتہ ضرور ضائع ہو جائے گا	تیرا عمل	اور البتہ ضرور ہو جائے گا تُو	سے	نقصان اٹھانے والوں کے	بلکہ

آپ نے شرک کیا تو آپ کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ ﴿٦٥﴾ بلکہ

ع ٦ ١١ ٢

﴿٦١﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل تقویٰ کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی و کامرانی سے سرفراز فرمائے گا انہیں جہنم کے عذاب اور ذلت و رسوائی سے نجات عطا فرمائے گا اور ہر قسم کے رنج وغم، دکھ اور تکلیف، بیماری اور پریشانی سے انہیں اتنا دور کر دے گا کہ یہ چیزیں اسے چھو نہ سکیں گی۔

﴿٦٢﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز اس کی مخلوق ہے، دوسری یہ کہ کسی مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد وہ اسے یونہی بے مقصد نہیں چھوڑتا، بلکہ اس کی تمام تر ذمہ داریاں بھی خود اٹھاتا ہے، ایسے رب کو چھوڑ کر دوسروں کی پوجا کرنا کتنا بڑا ظلم ہے؟

﴿٦٣﴾ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی ایک اور صفت بیان کر کے کافروں کا انجام بیان کیا گیا ہے، کہ وہ خسارہ اٹھانے والے ہیں، اس کی ''صفت ملکیت'' ایک خاص انداز میں جلوہ گر ہوتی ہے کہ زمین و آسمان کی تمام کنجیاں اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اختیار میں ہیں، اس سے مراد زمین و آسمان کے خزانے بھی ہو سکتے ہیں جن کی کنجیاں حق تعالیٰ کے پاس ہیں، اور زمین و آسمان کے دروازوں کی کنجیاں بھی مراد ہو سکتی ہیں۔ واللہ اعلم

﴿٦٤﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ کو ''اے جاہلو!'' کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے، کیونکہ اس سے بڑی جہالت کوئی اور نہیں ہو سکتی کہ ایک تو انسان شرک کرے اور پھر پیغمبر سے یہ توقع رکھے کہ وہ بھی اس کی دعوت قبول کر کے شرک پر آمادہ ہو جائیں اور اس کے لیے وہ ان سے باقاعدہ درخواست اور مطالبہ بھی کر بیٹھے، اس آیت کے الفاظ میں ایک نادر قسم کا اچھوتا پن اور فصاحت و بلاغت کی معراج محسوس ہوتی ہے اور عقلمند انسان سمجھ لیتا ہے کہ اس خطاب میں مشرکین مکہ کے مطالبے کو کس قدر نامعقول اور حماقت پر مبنی قرار دیا گیا ہے، اگلی آیت میں اس کی مزید تردید کی گئی ہے۔

﴿٦٥﴾ اس آیت مبارکہ میں شرک و بت پرستی کی مذمت کے لیے ایک ایسا اسلوب بیان اختیار کیا گیا ہے جو اپنے ہر مخاطب کو ایک مرتبہ لمحہ فکریہ میں مبتلا کر دیتا ہے کہ اگر کوئی جلیل القدر پیغمبر بھی کفر و شرک اور بت پرستی میں مبتلا ہو جائے تو اس کے اعمال بھی ضائع ہو جائیں اور وہ بھی نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے، خواہ وہ اول الرسل ہوں یا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، یہ وحی قرآن کریم میں بھی نازل کی گئی ہے اور گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام پر بھی اس مضمون کی وحی بھیجی جاتی رہی ہے، حالانکہ کسی بھی پیغمبر سے شرک و بت پرستی کا سرزد ہونا ممکن ہی نہیں ہے، لیکن جب انہیں شرک و بت پرستی سے بچنے کی تلقین و تاکید اس طرح کی گئی ہے تو پھر عام لوگوں کو بطریق اولیٰ اس کی تاکید و تلقین ہوگی۔

اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ

اللّٰهَ	فَاعْبُدْ	وَ	كُنْ	مِّنَ	الشّٰكِرِيْنَ ۝٦٦	وَ	مَا	قَدَرُوا	اللّٰهَ	حَقَّ
اللہ ہی کی	سو عبادت کر	اور	ہو جا تو	سے	شکر کرنے والوں کے	اور	نہیں	قدر کی انہوں نے	اللہ کی	جیسا حق

اللہ ہی کی عبادت کیجیے اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جایئے۔ ﴿۶۶﴾ اور انہوں نے اللہ کی اُس طرح قدر نہیں کی جس طرح اُس کی

قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ

قَدْرِهٖ	وَ	الْاَرْضُ	جَمِيْعًا	قَبْضَتُهٗ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	وَ	السَّمٰوٰتُ
اس کی قدر کا	اور	زمین	ساری کی ساری	اس کی مٹھی میں	دن	قیامت کے	اور	آسمان

قدر کرنے کا حق تھا، اور قیامت کے دن ساری زمین اُس کی مٹھی میں ہو گی اور آسمان

مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَنُفِخَ

مَطْوِيّٰتٌۢ	بِيَمِيْنِهٖ	سُبْحٰنَهٗ	وَ	تَعٰلٰى	عَمَّا	يُشْرِكُوْنَ ۝٦٧	وَ	نُفِخَ
لپٹے ہوں گے	اس کے دائیں ہاتھ میں	وہ پاک ہے	اور	برتر	اس سے جو	وہ شرک کرتے ہیں	اور	پھونکا جائیگا

اُس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے، وہ پاک اور برتر ہے اُن چیزوں سے جنہیں وہ اُس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ ﴿۶۷﴾ اور صور

فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا

فِي	الصُّوْرِ	فَصَعِقَ	مَنْ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَنْ	فِي	الْاَرْضِ	اِلَّا
بیچ	صور کے	تو بیہوش ہو جائیگا	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے	اور	وہ جو	بیچ	زمین کے	مگر

پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جو کوئی ہے، بیہوش ہو جائے گا، سوائے

مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿٦٨﴾

مَنْ	شَآءَ	اللّٰهُ	ثُمَّ	نُفِخَ	فِيْهِ	اُخْرٰى	فَاِذَا	هُمْ	قِيَامٌ	يَّنْظُرُوْنَ ۝٦٨
جسے	چاہے	اللہ	پھر	پھونکا جائیگا	اسمیں	دوسری مرتبہ	تو اسی وقت	وہ	کھڑے	دیکھ رہے ہوں گے

اُس کے جسے اللہ چاہے، پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو وہ اُسی وقت کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔ ﴿۶۸﴾

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ

وَ	اَشْرَقَتِ	الْاَرْضُ	بِنُوْرِ	رَبِّهَا	وَ	وُضِعَ	الْكِتٰبُ	وَ	جِايْٓءَ
اور	روشن ہو جائیگی	زمین	نور سے	اپنے رب کے	اور	رکھ دی جائیگی	کتاب	اور	لایا جائیگا

اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی، نامۂ اعمال لاکر رکھ دیئے جائیں گے، انبیاء

﴿۶۶﴾ اس آیت مبارکہ میں دو حکم دیے گئے ہیں جن کے اولین مخاطب رسول اکرم ﷺ ہیں اور ان کی وساطت سے پوری امت کو ان حکموں کا پابند کیا گیا ہے، پہلا حکم یہ کہ صرف اللہ کی عبادت کرو، کیونکہ اس کے علاوہ معبود بننے کی صلاحیت کسی میں نہیں ہے، اور دوسرا حکم یہ کہ اللہ کے شکر گزار بندوں میں شامل ہو جاؤ، کیونکہ اللہ کو اپنے بندوں میں سے شکر گزار بندے بہت پسند ہیں اور وہ ان کا قدردان اور ان کی نعمتوں میں اضافہ کرنے کا وعدہ فرماتا ہے، پہلے حکم کے ساتھ اس دوسرے حکم کو اس لیے آیت کا حصہ بنایا گیا کہ جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہے، وہی اس کے شکر گزار بندوں میں سے ہو سکتا ہے، غیر اللہ کی عبادت کرنے والا کوئی مشرک اور بت پرست اللہ کا شکر گزار کبھی نہیں ہو سکتا۔

﴿۶۷﴾ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی عظمت، برتری اور قدرت بیان کی گئی ہے اور یہ کہ لوگ اس عظیم و برتر ذات کی اس طرح قدر نہ کر سکے جیسے اس کی قدر کرنے کا حق تھا، وہ اس قدر طاقتور اور بااختیار ہے کہ ساتوں زمینوں کو ایک مٹھی میں اور ساتوں آسمانوں کو دوسرے ہاتھ میں اس طرح لپیٹ لے گا جیسے دھاگے کی نلکی پر دھاگہ لپٹا ہوتا ہے، ایسے طاقتور اور بااختیار معبود کو چھوڑ کر لکڑی، پتھر اور دھاتوں کے بنائے ہوئے مجسموں اور بتوں کی پوجا کرنا اس کی ناقدری نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اگرچہ اس کی قدردانی کا حق کوئی بھی ادا نہیں کر سکتا، لیکن کم از کم درجے میں اس کی کوشش تو کر سکتا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور صرف اسی کی عبادت کرے۔

﴿۶۸﴾ اس آیت مبارکہ میں دو مرتبہ صور پھونکے جانے کا ذکر آیا ہے، پہلی مرتبہ پھونک مارا جانا لوگوں کی موت اور بے ہوشی کا سبب بن جائے گا جبکہ دوسری مرتبہ صور پھونکا جانا انہی مُردوں اور مدہوشوں کی زندگی کا سبب بن جائے گا، صور کا لفظی معنی ''بگل'' ہے، جب اس میں زور سے پھونک ماری جاتی ہے تو اس کی آواز دور تک جاتی ہے یہاں وہ مخصوص بگل مراد ہے جس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونک ماریں گے، اس کی شدت سے سب لوگ مر جائیں گے، حضرت اسرافیل علیہ السلام نے یہ صور منہ سے لگا رکھا ہے، کان حق تعالیٰ کی طرف متوجہ کر رکھے ہیں، پیشانی جھکائی ہوئی ہے اور حکم الٰہی کی تعمیل کے لیے منتظر ہیں، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ صور بھی وہی، اس میں پھونکنے والا فرشتہ بھی وہی، لیکن پہلی مرتبہ اس کی تاثیر گولی کی سی ہے اور دوسری مرتبہ اس کی تاثیر آب حیات کی سی ہے، ان دونوں آیتوں کی مزید تفسیر کے لیے جواہر الحدیث کی جلد اول ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾

بِالنَّبِيّٖنَ	وَ	الشُّهَدَآءِ	وَ	قُضِيَ	بَيْنَهُمْ	بِالْحَقِّ	وَ	هُمْ	لَا	يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾
نبیوں کو	اور	گواہوں کو	اور	فیصلہ کردیا جائیگا	ان کے درمیان	ساتھ حق کے	اور	وہ	نہ	ظلم کیے جائیں گے

اور گواہ لائے جائیں گے، اور اُن کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اُن پر ظلم نہ ہوگا۔ ۶۹

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع

وَ	وُفِّيَتْ	كُلُّ	نَفْسٍ	مَّا	عَمِلَتْ	وَ	هُوَ	اَعْلَمُ	بِمَا	يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾
اور	پورا دیا جائیگا	ہر	نفس کو	وہ جو	اس نے عمل کئے	اور	وہ	زیادہ جانتا ہے	جو وہ	کرتے رہے

اور ہر نفس کو اُس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور وہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ ۷۰

ع ۷ ۴

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا

وَسِيْقَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اِلٰى	جَهَنَّمَ	زُمَرًا ۭ	حَتّٰٓى	اِذَا	جَاۗءُوْهَا
اور چلائے جائیں گے	وہ لوگ	کفر کیا انہوں نے	طرف	جہنم کے	گروہ درگروہ	یہاں تک کہ	جب	وہ اس کے پاس آئیں گے

اور کافروں کو جہنم کی طرف گروہ در گروہ چلایا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ اُس کے پاس پہنچیں گے

فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ

فُتِحَتْ	اَبْوَابُهَا	وَقَالَ	لَهُمْ	خَزَنَتُهَآ	اَلَمْ	يَاْتِكُمْ	رُسُلٌ	مِّنْكُمْ
کھولے جائیں گے	اس کے دروازے	اور کہیں گے	ان سے	اس کے داروغے	کیا نہیں	آئے تمہارے پاس	بہت سے پیغمبر	تم میں سے

تو اُس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اُن سے جہنم کے داروغہ کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے کچھ پیغمبر نہ آئے تھے

يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا

يَتْلُوْنَ	عَلَيْكُمْ	اٰيٰتِ	رَبِّكُمْ	وَ	يُنْذِرُوْنَكُمْ	لِقَاۗءَ	يَوْمِكُمْ	هٰذَا ۭ	قَالُوْا
تلاوت کرتے	تم پر	آیتوں کی	تمہارے رب کی	اور	ڈراتے وہ تمہیں	ملاقات سے	تمہارے دن کی	یہ	کہیں گے وہ

جو تمہارے سامنے تمہارے رب کی آیتوں کی تلاوت کرتے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے

بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ قِيْلَ

بَلٰى	وَ	لٰكِنْ	حَقَّتْ	كَلِمَةُ	الْعَذَابِ	عَلَى	الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾	قِيْلَ
کیوں نہیں	اور	لیکن	ثابت ہوچکا	فیصلہ	عذاب کا	پر	کفر کرنے والوں کے	کہا جائیگا

کیوں نہیں، لیکن کافروں کے متعلق عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا۔ ۷۱ اُن سے کہا جائے گا

۶۹ اس آیت مبارکہ میں قیامت کا ایک منظر بیان کیا گیا ہے جب حق تعالی میدان حشر میں اپنی خصوصی تجلی کے ساتھ جلوہ گر ہوگا تو زمین اس کے نور سے روشن اور منور ہوجائے گی، اس دن حساب کتاب ہوگا، نامۂ اعمال سامنے لاکر رکھا جائے گا، ہرایک کا رجسٹر اور کھاتہ موجود ہوگا، مقدمات کے فیصلے کے لیے مدعی، مدعا علیہ اور گواہ سب ہی موجود ہوں گے، انبیاء کرام علیہم السلام کو عزت واحترام کے ساتھ لایا جائے گا، اہل علم، فرشتے، حفاظ وقراء، نیک لوگ اور وہ تمام لوگ بھی حاضر کیے جائیں گے جن کی گواہی بارگاہ الٰہی میں معتبر اور مقبول ہوگی، پھر تمام اولاد آدم کے متعلق انصاف اور حق پر مبنی فیصلہ کردیا جائے گا، اس فیصلے کے خلاف نظرثانی کی اپیل دائر نہیں کی جاسکے گی کیونکہ اس میں کسی پر ظلم نہ ہوا ہوگا اور عدل وانصاف کے تمام تقاضوں کو پورا کیا گیا ہوگا۔

۷۰ اس آیت مبارکہ میں ایک دعوٰی اور اس کی دلیل بیان کی گئی ہے، دعوٰی یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، انسان کا کوئی عمل ایسا نہیں ہوگا جس کا حساب کتاب نہ ہو اور اسے اس کا بدلہ نہ دیا جائے، اسی طرح کوئی انسان بھی ایسا نہیں بچے گا جس کے اعمال کا بدلہ اور حساب کتاب نہ ہو، اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم سب سے بڑھ کر کامل اور مکمل ہے، اسے ان سے زیادہ معلوم ہے کہ دنیا میں وہ کیا کرتے رہے ہیں اور جو فیصلہ علم کامل کی روشنی میں ہو، وہ درست اور صحیح ہوتا ہے اور چونکہ اس کے علم نے ہرایک کے عمل کا احاطہ کر رکھا ہے لہٰذا وہ ہرایک کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ضرور دے گا۔

۷۱ اس آیت مبارکہ میں کافروں کا برا انجام بیان کیا گیا ہے، سب سے پہلے تو انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح ہانک کر گروہ در گروہ جہنم کی طرف لے جایا جائے گا، جہنم چونکہ قید خانہ اور جیل ہے اس لیے اس کے دروازے بند ہوں گے، اہل جہنم یعنی مجرم جب اس کے قریب پہنچیں گے تو جہنم کا دروازہ کھلوایا جائے گا، دروازہ کھلے گا تو مجرموں کو اس کے اندر دھکیل دیا جائے گا، وہاں نگران محافظ فرشتے انہیں ملامت کریں گے اور ان سے پیغمبروں کی آمد اور ان کی تعلیمات کے حوالے سے دریافت کریں گے، اہل جہنم اقرار کریں گے کہ ہمارے پاس ہمارے رب کا پیغام لیکر مختلف انبیاء کرام علیہم السلام مختلف زمانوں میں آتے رہے، انہوں نے ہمیں ہر طرح سے باخبر کیا، ہماری خیرخواہی اور نصیحت میں کوئی کوتاہی نہیں کی، لیکن یہ ہماری بدبختی اور محرومی ہے کہ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا فیصلہ غالب آکر رہا اور ہم جہنم کے مستحق بن گئے، کاش! اگر ہم نے پیغمبروں کی دعوت کو صدق دل سے قبول کیا ہوتا تو آج یہ انجام نہ دیکھنا پڑتا۔

اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى

اُدْخُلُوْٓا	اَبْوَابَ	جَهَنَّمَ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا ۚ	فَبِئْسَ	مَثْوَى
داخل ہو جاؤ تم	دروازوں سے	جہنم کے	ہمیشہ رہنے والے	اس میں	سو بدترین	ٹھکانہ

کہ جہنم کے دروازوں میں ہمیشہ رہنے کیلئے داخل ہو جاؤ، سو وہ تکبر کرنے والوں کیلئے بدترین

الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ

الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٢﴾	وَ	سِيْقَ	الَّذِيْنَ	اتَّقَوْا	رَبَّهُمْ	اِلَى	الْجَنَّةِ	زُمَرًا ؕ
تکبر کرنے والوں کا	اور	چلائے جائیں گے	وہ لوگ جو	ڈرے	اپنے رب سے	طرف	جنت کے	گروہ در گروہ

ٹھکانہ ہے۔ ﴿٧٣﴾ اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے، انہیں گروہ در گروہ جنت کی طرف چلایا جائے گا،

حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا

حَتّٰٓى	اِذَا	جَآءُوْهَا	وَ	فُتِحَتْ	اَبْوَابُهَا	وَ	قَالَ	لَهُمْ	خَزَنَتُهَا
یہاں تک کہ	جب	وہ اس کے پاس آئیں گے	اور	کھولے جائیں گے	اس کے دروازے	اور	کہیں گے	ان سے	اس کے داروغہ

یہاں تک کہ جب وہ اُس کے پاس پہنچیں گے اور اُس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور اُن سے جنت کے داروغہ کہیں گے

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿٧٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ

سَلٰمٌ	عَلَيْكُمْ	طِبْتُمْ	فَادْخُلُوْهَا	خٰلِدِيْنَ ﴿٧٣﴾	وَ	قَالُوا	الْحَمْدُ
سلام ہو	تم پر	تم پاکیزہ رہے	سو تم اس میں داخل ہو جاؤ	ہمیشہ رہنے والے	اور	کہیں گے وہ	شکر ہے

کہ تم پر سلام ہو، تم لوگ پاکیزہ رہے، سو تم ہمیشہ رہنے کیلئے اس میں داخل ہو جاؤ۔ ﴿٧٤﴾ اور وہ کہیں گے کہ اللہ کا

لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ

لِلّٰهِ	الَّذِيْ	صَدَقَنَا	وَعْدَهٗ	وَ	اَوْرَثَنَا	الْاَرْضَ	نَتَبَوَّاُ	مِنَ	الْجَنَّةِ
اللہ کا	جس نے	ہم سے سچ کر دیا	اپنا وعدہ	اور	اس نے وارث بنا دیا ہمیں	زمین کا	ہم ٹھکانہ بناتے ہیں	سے	جنت کے

شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہمیں زمین کا وارث بنایا، ہم جنت میں جہاں چاہیں

حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿٧٤﴾ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ

حَيْثُ	نَشَآءُ ۚ	فَنِعْمَ	اَجْرُ	الْعٰمِلِيْنَ ﴿٧٤﴾	وَ	تَرَى	الْمَلٰٓئِكَةَ
جہاں بھی	چاہتے ہیں ہم	سو کیا خوب ہے	ثواب	عمل کرنے والوں کا	اور	تُو دیکھے گا	فرشتوں کو

ٹھکانہ بنا لیں، سو عمل کرنے والوں کیلئے کیا خوب اجر ہے۔ ﴿٧٥﴾ اور آپ فرشتوں کو عرش کے

﴿٧٢﴾ اس آیت مبارکہ میں جہنم کے نگران فرشتوں کا مجرموں اور گنہگاروں کو جواب دینا مذکور ہوا ہے کہ اب پچھتاوے اور حسرت وندامت سے کیا فائدہ؟ اپنے اعمال کا مزہ چکھو، جہنم میں داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ کی ذلت ورسوائی کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہو، اب تمہیں یہاں سے کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا اور وہ تمہارے لیے اور ہر متکبر کے لیے بدترین ٹھکانہ ثابت ہوگا۔

﴿٧٣﴾ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن اہل جنت کی میزبانی اور ان کا اکرام نہایت عمدہ طریقے سے کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، اہل جنت کو بھی گروہ در گروہ جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا تاکہ ایک سے دوسرے کو انس اور الفت ہو، چونکہ جنت مہمان خانہ اور اکرام کی جگہ ہے اس لیے معزز مہمانوں کے استقبال کے لیے اس کے دروازے کھلے ہوں گے، وہاں پہنچنے پر ان کا بھرپور استقبال ہوگا، فرشتے انہیں سلام کریں گے، مبارک باد دیں گے، عزت واحترام کے ساتھ جنت میں داخلے کی اجازت دیں گے اور انہیں خوشخبری دیں گے کہ اب تمہیں جنت میں ہمیشہ رہنا ہے، یہاں تم پر موت آئے گی اور نہ تمہیں کبھی یہاں سے نکالا جائے گا۔

﴿٧٤﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کا اپنے رب کی بارگاہ میں کلمات تشکر پیش کرنا مذکور ہوا ہے، وہ تسلیم کریں گے کہ ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ فرمایا تھا، اسے سچ کر دکھایا، ہمیں جنت کی سرزمین کا وارث بنا دیا، یہاں کوئی ریڈ زون یا ممنوعہ علاقہ نہیں ہے، جہاں آمد ورفت پر پابندی ہو، جس کا جہاں دل چاہتا ہے چلا جاتا ہے اور اسے کسی قسم کی روک ٹوک کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، اس سے بہترین اجر وثواب اور کیا ہوسکتا ہے، سو اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں یہ نعمتیں عطا فرمائیں۔

حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ

حَآفِّيْنَ	مِنْ	حَوْلِ	الْعَرْشِ	يُسَبِّحُوْنَ	بِحَمْدِ	رَبِّهِمْ
گھیرنے والے	سے	اردگرد	عرش کے	تسبیح کرتے ہوں گے	ساتھ تعریف کے	اپنے رب کی

گرد گھیرا ڈالے ہوئے دیکھیں گے کہ وہ اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اُس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں،

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٥﴾ ع

وَ	قُضِيَ	بَيْنَهُمْ	بِالْحَقِّ	وَ	قِيْلَ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٥﴾
اور	فیصلہ کردیا جائیگا	ان کے درمیان	ساتھ حق کے	اور	کہا جائیگا	تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	پالنے والا	جہان والوں کا

اور اُن کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ [٧٥]

اٰيَاتُهَا ٨٥ (٤٠) سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ (٦٠) رُكُوْعَاتُهَا ٩

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٢﴾ غَافِرِ الذَّنْۢبِ

حٰمٓ ﴿١﴾	تَنْزِيْلُ	الْكِتٰبِ	مِنَ	اللّٰهِ	الْعَزِيْزِ	الْعَلِيْمِ ﴿٢﴾	غَافِرِ	الذَّنْۢبِ
حٰمٓ	اتری ہوئی	کتاب	سے	اللہ کے	غالب	خوب جاننے والا	معاف کرنے والا	گناہ کو

حٰمٓ [١] یہ کتاب اللہ کی طرف سے اتری ہوئی ہے جو کہ غالب، خوب جاننے والا ہے۔ [٢] گناہوں کو بخشنے والا،

وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ

وَ	قَابِلِ	التَّوْبِ	شَدِيْدِ	الْعِقَابِ	ذِي الطَّوْلِ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	اِلَيْهِ
اور	قبول کرنے والا	توبہ کو	سخت دینے والا	سزا کا	قدرت والا	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہی	اس کیطرف

توبہ قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا، قدرت والا ہے، اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اُسی کی طرف

الْمَصِيْرُ ﴿٣﴾ مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ

الْمَصِيْرُ ﴿٣﴾	مَا	يُجَادِلُ	فِيْٓ	اٰيٰتِ	اللّٰهِ	اِلَّا	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	فَلَا	يَغْرُرْكَ
لوٹ کرجانا	نہیں	جھگڑتے	بیچ	آیتوں کے	اللہ کی	مگر	وہ لوگ	کفرکیا انہوں نے	سونہ	دھوکے میں ڈال دے آپ کو

لوٹ کر جانا ہے۔ [٣] اللہ کی آیتوں میں صرف وہی لوگ جھگڑا کرتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، سو کہیں آپ کو اُن کا شہروں میں

[٧٥] اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن عرش الٰہی کا ایک خوشنما منظر بیان کیا گیا ہے جب حق تعالیٰ کی خصوصی تجلی عرش پر پڑے گی، فرشتوں نے عرش الٰہی کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہوگا، عام دنوں کی نسبت ان کی تعداد چار سے بڑھا کر آٹھ کردی جائے گی اور ان میں سے ہر ایک کی زبان پر اپنے رب کی تسبیح و تحمید کا ترانہ جاری ہوگا، انصاف اور حق کی بنیاد پر لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کیا جائے گا اور ہر زبان پر اللہ رب العالمین کی حمد و ثنا کے کلمات جاری ہوں گے، کیونکہ تعریف کا اصل مستحق وہی ہے اس کے علاوہ کوئی اور نہیں۔

الحمدللہ! آج مورخہ ٢٧ فروری ٢٠١٩ء بروز بدھ نماز فجر کے بعد سورۂ زمر کے مختصر حواشی سے فراغت ہوئی، اللہ تعالیٰ قبول و مقبول اور نافع فرما کر بقیہ سورتوں کی تکمیل کے اسباب بھی فراہم فرمائے۔ آمین

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ

سورۂ مؤمن مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ٤٩٦٠، کلمات ١١٩٩، آیات ٨٥ اور رکوعات ٩ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ٢٨ میں لفظ ''مؤمن'' آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ مؤمن رکھا گیا، اس کا دوسرا نام سورۂ غافر بھی ہے، یہ لفظ اس سورت کی تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر آیا ہے، اس سورت کا مرکزی عنوان ''مخالفین قرآن کو تنبیہ'' ہے، سب سے پہلے مختلف قوموں کا انجام ذکر کیا گیا ہے، پھر حاملین عرش الٰہی کی اہل ایمان کے حق میں دعائیں نقل کی گئی ہیں، قیامت کا ہولناک منظر اور اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کے مقابلے میں نام کے بادشاہوں کی بے وقعتی بیان کر کے آل فرعون کے ایک مرد مؤمن کی جرأت، حق گوئی اور بے باکی کا تذکرہ کیا گیا ہے، بادشاہوں کے کان ایسی باتوں سے نامانوس ہوتے ہیں اس لیے وہ ایسی باتیں کرنے والوں سے ناراض ہوجاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہم اپنے پیغمبروں کی مدد ضرور کریں گے اور یہ وعدہ کسی نہ کسی صورت میں ضرور پورا ہوتا رہا ہے، اس کے علاوہ اہل ایمان کو دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور دعا نہ کرنے والوں کو سزا کا مستحق قرار دیا گیا ہے، آخر میں اللہ تعالیٰ کی مختلف نعمتوں اور قدرتوں کا ذکر کر کے انسان کو دعوت دی گئی ہے کہ زمین میں چل پھر کر ماتحتوں اور قوموں کے حالات معلوم کریں، تاکہ انہیں عبرت حاصل ہو۔ [١] یہ آیت مبارکہ حروف مقطعات میں سے ہے، جس پر سورۂ بقرہ کے آغاز میں لکھا جاچکا ہے۔ [٢] اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ ''العزیز'' ہے یعنی وہ سب پر غالب ہے اور ہر طرح کی عزت اسی کے پاس ہے دوسری یہ کہ وہ ''العلیم'' ہے یعنی جس کا علم اسباب کا محتاج نہیں ہے، وہ ماضی، حال اور استقبال کی قید سے بھی آزاد ہے، سو جس ذات کا غلبہ، عزت اور علم کامل ہو، اس کی اتاری ہوئی کتاب بھی لازوال اور بے مثال ہوگی۔ [٣] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی چھ صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ گناہوں کو معاف کرتا ہے، اس کے علاوہ کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرسکتا۔ لہٰذا بندوں کو اسی سے معافی مانگنی چاہیے۔ دوسری یہ کہ وہ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے یعنی اگر کوئی اس کے در پر آئے تو اسے دھتکارتا نہیں، بلکہ اس کے اس رجوع کو قبول کر لیتا ہے، تیسری یہ کہ وہ نافرمانوں، گنہگاروں اور مجرموں کو سخت سزا دینے والا بھی ہے۔ لہٰذا اس کی گرفت اور سزا سے کسی کو بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔

تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّالْأَحْزَابُ مِنْ

تَقَلُّبُهُمْ	فِي	الْبِلَادِ ۝	كَذَّبَتْ	قَبْلَهُمْ	قَوْمُ	نُوحٍ	وَّ	الْأَحْزَابُ	مِنْ
ان کا چلنا پھرنا	میں	شہروں کے	جھٹلایا	ان سے پہلے	قوم نے	نوح کی	اور	لشکروں نے	سے

چلنا پھرنا دھوکے میں نہ ڈال دے۔ ۝۴ اُن سے پہلے نوح کی قوم اور اُن کے بعد بھی بہت سے لشکر تکذیب

بَعْدِهِمْ ۖ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَادَلُوا

بَعْدِهِمْ	وَ	هَمَّتْ	كُلُّ	أُمَّةٍ	بِرَسُولِهِمْ	لِيَأْخُذُوهُ	وَجَادَلُوا
ان کے پیچھے	اور	ارادہ کیا	ہر	امت نے	ساتھ اپنے پیغمبر کے	کہ انہیں پکڑیں	اور جھگڑا کیا انہوں نے

کر چکے ہیں، اور ہر امت نے اپنے پیغمبر کے متعلق یہ ارادہ کیا کہ اُنہیں پکڑ لیں، اور وہ جھوٹے جھگڑے

بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ

بِالْبَاطِلِ	لِيُدْحِضُوا	بِهِ	الْحَقَّ	فَأَخَذْتُهُمْ	فَكَيْفَ	كَانَ
ناحق	تاکہ ہلادیں	اس کے ذریعے	حق کو	سو میں نے انہیں پکڑ لیا	تو کیسا	ہوا

کرنے لگے تاکہ اُس کے ذریعے حق کو اُس کی جگہ سے ہلادیں، سو میں نے اُنہیں پکڑلیا، تو کیسا ہوا

عِقَابِ ۝ وَكَذَٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا

عِقَابِ ۝	وَ	كَذَٰلِكَ	حَقَّتْ	كَلِمَتُ	رَبِّكَ	عَلَى	الَّذِينَ	كَفَرُوا
میرا سزا دینا	اور	اسی طرح	ثابت ہوگئی	بات	تیرے رب کی	پر	ان لوگوں کے	کفر کیا انہوں نے

میرا سزا دینا۔ ۝۵ اِسی طرح کافروں کے متعلق آپ کے رب کی یہ بات ثابت ہو گئی

أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ۝ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ

أَنَّهُمْ	أَصْحَابُ	النَّارِ ۝	الَّذِينَ	يَحْمِلُونَ	الْعَرْشَ	وَ	مَنْ	حَوْلَهُ
کہ بیشک وہ	ساتھی	جہنم کے	جو لوگ	اٹھاتے ہیں	عرش کو	اور	وہ جو	اس کے اردگرد

کہ وہ اہلِ جہنم ہیں۔ ۝۶ جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اُس کے اردگرد ہیں،

يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ

يُسَبِّحُونَ	بِحَمْدِ	رَبِّهِمْ	وَ	يُؤْمِنُونَ	بِهِ	وَيَسْتَغْفِرُونَ	لِلَّذِينَ
تسبیح کرتے ہیں	ساتھ تعریف کے	اپنے رب کی	اور	ایمان لاتے ہیں	اس پر	اور مغفرت طلب کرتے ہیں	ان لوگوں کیلئے جو

وہ اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اُس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اُس پر ایمان لاتے ہیں اور اہلِ ایمان کیلئے مغفرت

چوتھی یہ کہ وہ قدرت اور دسترس والا ہے اور اس کی یہ قدرت کائنات کے ذرے ذرے پر پھیلی ہوئی ہے۔ پانچویں یہ کہ وہ معبودِ حقیقی ہے اس کے علاوہ کسی میں معبود و مسجود بننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے اور چھٹی یہ کہ تمام مخلوقات کو بالآخر اسی کی بارگاہ میں لوٹ کر جانا اور حاضری دینا ہے، گزشتہ صفات کی روشنی میں انسان کو بارگاہ الٰہی میں حاضری کی فکر کر لینی چاہیے۔

۝۴ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو متعین کیا گیا ہے جو قرآن کریم کی آیات اور مضامین میں شکوک و شبہات پیدا کر کے مجادلے اور مناظرے کا ماحول پیدا کر دیتے ہیں کہ یہ کام کافروں کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا، کیونکہ کسی مسلمان کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ اللہ کے احکامات اور اس کے کلام کے حوالے سے شکوک و شبہات پیدا کر کے مجادلہ یا مناظرہ کرے، رہی یہ بات کہ پھر ایسے لوگ دنیا میں عیش و عشرت، آسائشوں اور تکلف سے بھرپور زندگی کیسے گزارتے ہیں؟ بڑی بڑی گاڑیوں میں کیوں گھومتے پھرتے ہیں؟ بڑی بڑی کوٹھیوں اور عالی شان محلات میں انہیں رہنے کا موقع کیوں فراہم کیا جا رہا ہے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ان کے لیے ڈھیل ہے، اسے دیکھ کر انسان کو دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے، اللہ تعالیٰ جب ان کی رسی کھینچے گا تو انہیں سانس لینے کا موقع بھی نہ مل سکے گا، یہ تو چند روزہ عیاشی ہے، اس کے بعد ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب تیار ہے۔

۝۵ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ اقوام کے انجام کا حوالہ دیا گیا ہے کہ انہیں بھی ہر طرح کی آسائشیں اور پرتکلف زندگی کے مزے دیئے گئے تھے، وہ ان آسائشوں اور مزوں میں پڑ کر غافل ہو گئے، انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب پر کمربستہ ہو گئے، انہیں شہید کرنے اور ہر طرح سے اذیت پہنچانے کی سازشیں اور تدبیریں کرتے رہے، حق کی آواز کو دبانے کے لیے مجادلہ اور مناظرہ کا راستہ اختیار کیا اور باطل کے غلبے کے لیے سرتوڑ کوششیں کیں، لیکن ان کی کوئی سازش اور کاوش کامیاب نہ ہو سکی، اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت فرمائی اور انہیں نشانِ عبرت بنا دیا، اب تم ان کے حالات پڑھو اور دیکھو کہ میری سزا کیسی ہوتی ہے؟

۝۶ اس آیت مبارکہ میں موجودہ کافروں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ثابت ہو چکا ہے کہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ان کا انجام بھی برا ہوگا کیونکہ ان کا نامہ اعمال بھی انہی گناہوں سے داغدار اور بھرپور ہے جن کا ارتکاب گزشتہ اقوام کے مجرموں اور گنہگاروں نے کیا تھا، اس لیے جیسے ان کی گرفت کی گئی، ان کی بھی گرفت کی جائے گی۔

آمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ

آمَنُوْا	رَبَّنَا	وَسِعْتَ	كُلَّ	شَيْءٍ	رَّحْمَةً	وَّ	عِلْمًا	فَاغْفِرْ	لِلَّذِيْنَ
ایمان لائے وہ	اے ہمارے پروردگار	تو وسیع ہے	ہر	چیز سے	رحمت میں	اور	علم میں	سو تو معاف کر دے	ان لوگوں کو

طلب کرتے ہیں، پروردگار! تو اپنی رحمت اور علم کے اعتبار سے ہر چیز سے زیادہ وسیع ہے، سو تو اُن لوگوں کو معاف فرما دے

تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا

تَابُوْا	وَ	اتَّبَعُوْا	سَبِيْلَكَ	وَ	قِهِمْ	عَذَابَ	الْجَحِيْمِ ۝	رَبَّنَا
توبہ کی انہوں نے	اور	پیروی کی انہوں نے	تیرے راستے کی	اور	بچالے تو انہیں	عذاب سے	جہنم کے	اے ہمارے پروردگار!

جو توبہ کر لیں اور تیرے راستے کی پیروی کرنے لگیں اور اُنہیں جہنم کے عذاب سے بچالے۔ ⑦ پروردگار!

وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ

وَ	اَدْخِلْهُمْ	جَنّٰتِ	عَدْنِ	الَّتِيْ	وَعَدْتَّهُمْ	وَ	مَنْ	صَلَحَ	مِنْ	اٰبَآئِهِمْ
اور	انہیں داخل کر	باغات میں	ہمیشہ رہنے کے	وہ جس کا	تو نے ان سے وعدہ کیا	اور	جو کوئی	اہل ہو	سے	ان کے باپوں کے

اُنہیں ہمیشہ رہنے کے اُن باغات میں داخل فرما دے جس کا تُو نے اُن سے وعدہ کیا ہے اور اُنہیں بھی جو اُن کے آباؤاجداد، بیویوں

وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ۙ وَقِهِمُ

وَ	اَزْوَاجِهِمْ	وَ	ذُرِّيّٰتِهِمْ	اِنَّكَ	اَنْتَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ۝	وَ	قِهِمُ
اور	ان کی بیویوں کے	اور	ان کی اولاد کے	بیشک تو	تو ہی	غالب	حکمت والا	اور	بچالے انہیں

اور اولاد میں سے اِس کے اہل ہوں، بیشک تو غالب، حکمت والا ہے۔ ⑧ اور اُنہیں پریشانیوں سے

السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ

السَّيِّاٰتِ	وَ	مَنْ	تَقِ	السَّيِّاٰتِ	يَوْمَئِذٍ	فَقَدْ	رَحِمْتَهٗ	وَ	ذٰلِكَ	هُوَ
پریشانیوں سے	اور	جسے	تو بچالے	پریشانیوں سے	اس دن	تو یقیناً	تو نے رحم کیا اس پر	اور	وہ	وہی

بچالے، اور تُو اُس دن جس شخص کو پریشانیوں سے بچالے تو گویا تو نے اُس پر رحم فرمادیا، اور وہی

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ

الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ ۝	اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	يُنَادَوْنَ	لَمَقْتُ	اللّٰهِ	اَكْبَرُ
کامیابی	بہت بڑی	بیشک	جن لوگوں نے	کفر کیا	پکارے جائیں گے	البتہ بیزاری	اللہ کی	زیادہ بڑی

بڑی کامیابی ہے۔ ⑨ بیشک جن لوگوں نے کفر کیا، اُنہیں پکارا جائے گا کہ اللہ کی بیزاری تمہاری اپنی ذات سے بیزار

ع ۹ / ۶

⑦ اس آیت مبارکہ میں عرش الٰہی کو اٹھانے والے اور اس کے اردگرد طواف کرنے والے نہایت مقرب اور معزز فرشتوں کے تین وظائف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ وہ اپنے رب کی تسبیح وتحمید بیان کرتے رہتے ہیں، یہ تسبیح وتحمید ان کے لیے غذا کی طرح ہے بلکہ یوں کہئے کہ ان کے لیے اس کی ضرورت اسی طرح ہے جیسے انسان کے زندہ رہنے کے لیے سانس کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ اپنے رب پر ایمان کامل رکھتے ہیں، اور کیفیت ایمان میں وہ نہایت اعلیٰ درجے پر فائز ہوتے ہیں، تیسرا وظیفہ یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مومن بندوں کے لیے مغفرت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں، اہل ایمان کے لیے یہ ایک بہت بڑے اعزاز کی بات ہے کہ اس قدر مقرب اور معزز فرشتے بارگاہ الٰہی میں ان کے لیے دست بدعا ہیں، ان دعاؤں کا ایک نمونہ یہاں بھی ذکر کیا گیا ہے جس میں وہ حق تعالیٰ کی وسیع مہربانی اور علمی وسعت کا حوالہ دے کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کر رہے ہیں کہ پروردگار! آپ کے جتنے بندوں نے آپ سے توبہ کر لی ہے اور آپ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر گامزن ہو گئے ہیں، ان کے گزشتہ گناہوں سے درگزر فرما کر ان کی مغفرت بھی فرما اور انہیں عذاب جہنم سے محفوظ بھی فرما، کیونکہ اللہ تعالیٰ جسے معاف فرمادے اور عذاب جہنم سے اسے محفوظ فرمادے، اس کے لیے اس سے بڑی خوشی اور کیا ہوگی؟

⑧ اس آیت مبارکہ میں عرش الٰہی اٹھانے والے فرشتوں کی ایک اور دعا ذکر کی گئی ہے جس میں وہ اہل ایمان کے لیے جنت میں داخلے کی درخواست بارگاہ الٰہی میں پیش کر رہے ہیں، یہ دعا اپنی جگہ جس قدر اہم ہے، وہ تو واضح ہے ہی لیکن اس کی اہمیت میں مزید اضافہ اس طرح ہو جاتا ہے کہ اس میں اہل ایمان کے آباؤ اجداد اور بیوی بچوں کو بھی شامل کر لیا گیا ہے کیونکہ انسان کی خوشی اپنوں کے بغیر ادھوری ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی بندۂ مومن کے آباؤ اجداد اور بیوی بچوں میں سے کوئی اپنے کفر وشرک کی وجہ سے جنت میں داخلے کا مستحق ہی نہ ہو، اس لیے یہاں ''ومن صلح'' کی قید لگائی گئی ہے، تا کہ صرف وہی رشتہ دار اس دعا میں شامل ہوں جو اللہ تعالیٰ کے مرکز رحمت میں داخل ہونے کے قابل سمجھے جائیں۔

⑨ اس آیت مبارکہ میں عرش الٰہی اٹھانے والے فرشتوں کی ایک اور دعا ذکر کی گئی ہے، اس دعا میں ''السیاٰت'' کا لفظ عام ہے جو گناہوں اور برائیوں کو بھی شامل ہے اور پریشان کن حالات، گھبراہٹ اور آزمائش کی تمام صورتوں کو بھی شامل ہے، اسی وجہ سے آیت کے مفہوم میں بھی بہت زیادہ عموم ہے کہ پروردگار! اپنے مومن بندوں کو ہر قسم کے پریشان کن حالات اور گناہوں سے بچالے، کیونکہ جو تیری حفاظت میں آجائے اس پر تیری رحمت ہو گئی اور جس پر تیری رحمت کا چھینٹا پڑ گیا، وہ کامیابی کے اعلیٰ درجے پر فائز ہو گیا۔

مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ⑩

مِنْ	مَّقْتِكُمْ	اَنْفُسَكُمْ	اِذْ	تُدْعَوْنَ	اِلَى	الْاِيْمَانِ	فَتَكْفُرُوْنَ ○
سے	تمہاری بیزاری کے	اپنی جانوں سے	جبکہ	تم دعوت دیئے گئے	طرف	ایمان کے	سو تم کفر کرتے رہے

ہونے سے زیادہ بڑی تھی، جب تمہیں ایمان کی طرف دعوت دی جاتی تھی تو تم کفر کرتے تھے۔ ⑩

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا

قَالُوْا	رَبَّنَآ	اَمَتَّنَا	اثْنَتَيْنِ	وَاَحْيَيْتَنَا	اثْنَتَيْنِ	فَاعْتَرَفْنَا	بِذُنُوْبِنَا
کہیں گے وہ	اے ہمارے پروردگار	تو نے موت دی ہمیں	دو مرتبہ	اور تو نے زندگی دی ہمیں	دو مرتبہ	سو اعتراف کرلیا ہم نے	اپنے گناہوں کا

وہ کہیں گے کہ پروردگار! تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ ہمیں زندگی دی، ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں

فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ⑪ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ

فَهَلْ	اِلٰى	خُرُوْجٍ	مِّنْ	سَبِيْلٍ ⑪	ذٰلِكُمْ	بِاَنَّهٗٓ	اِذَا	دُعِيَ	اللّٰهُ
تو کیا	طرف	نکلنے کے	سے	کوئی راستہ	تمہاری یہ حالت	اس وجہ سے کہ بیشک وہ	جب	پکارا جاتا	اللہ کو

تو کیا نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟ ⑪ یہ اس وجہ سے کہ جب بھی اکیلے اللہ کو

وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ

وَحْدَهٗ	كَفَرْتُمْ ۚ	وَ	اِنْ	يُّشْرَكْ	بِهٖ	تُؤْمِنُوْا ۭ	فَالْحُكْمُ	لِلّٰهِ	الْعَلِيِّ
اکیلے	تم کفر کرتے	اور	اگر	شرک کیا جاتا	ساتھ اس کے	تم مان لیتے	سو حکم	اللہ کیلئے	برتر

پکارا جاتا تو تم کفر کرتے تھے، اور اگر اُس کے ساتھ شرک کیا جاتا تو تم فوراً مان لیتے تھے، سو حکم اُس اللہ کا ہے جو سب سے برتر،

الْكَبِيْرِ ⑫ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ رِزْقًا ۭ

الْكَبِيْرِ ⑫	هُوَ	الَّذِيْ	يُرِيْكُمْ	اٰيٰتِهٖ	وَ	يُنَزِّلُ	لَكُمْ	مِّنَ	السَّمَاۗءِ	رِزْقًا ۭ
سب سے بڑا	وہی ہے	جو	تمہیں دکھاتا ہے	اپنی نشانیاں	اور	اتارتا ہے	تمہارے لئے	سے	آسمان کے	رزق

سب سے بڑا ہے۔ ⑫ اللہ وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے رزق اتارتا ہے،

وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ⑬ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ

وَ	مَا	يَتَذَكَّرُ	اِلَّا	مَنْ	يُّنِيْبُ ⑬	فَادْعُوا	اللّٰهَ	مُخْلِصِيْنَ	لَهُ	الدِّيْنَ
اور	نہیں	نصیحت حاصل کرتا	مگر	وہ جو	رجوع کرتا ہو	سو تم پکارو	اللہ کو	خالص کرتے ہوئے	اس کیلئے	دین کو

اور نصیحت وہی حاصل کرتا ہے جو رجوع کرتا ہے۔ ⑬ سو تم دین کو اللہ کیلئے خالص کرتے ہوئے اُسی کو پکارا کرو،

⑩ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن کافروں کی بیزاری پر حق تعالیٰ کی طرف سے انہیں پکارے جانے کا ذکر کیا گیا ہے کہ آج تم اپنی جانوں سے جتنے بیزار ہو رہے ہو، تمہارے کفر و شرک اور بت پرستی پر اللہ تم سے اس سے بھی زیادہ ناراض ہوتا تھا، لیکن تم نے اسے کوئی اہمیت ہی نہیں دی اور جب بھی تمہیں دعوت ایمان دی گئی، تم نے اسے کم تر اور معمولی سمجھ کر ٹھکرا دیا، اب اس وقت خود اپنی جان سے بیزار ہونے کا کیا فائدہ۔

⑪ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن منکرین توحید کا اپنے گناہوں اور خطاؤں کا اعتراف کرنا مذکور ہوا ہے، اس اعتراف جرم کے نتیجے میں وہ عذاب الٰہی سے بچ نکلنے کی کوئی تدبیر تلاش کر رہے ہوں گے اور ان کے ذہن میں یہ خیال ہوگا کہ شاید اس طرح نجات کی کوئی صورت بن جائے، اس لیے وہ اعتراف جرم بھی کریں گے اور پروردگار کی قدرت کا واسطہ دیکر یہ بھی عرض کریں گے کہ پروردگار! اس سے پہلے تو ہمیں دو مرتبہ عدم سے وجود اور وجود سے عدم، موت سے حیات اور حیات سے موت کی طرف سفر کروا چکا ہے، اگر ایک مرتبہ پھر ہمیں اس مرحلے سے گزرنے کا موقع فراہم کردے تو تیرے لیے کیا مشکل ہے؟ لیکن اس وقت اس اعتراف جرم اور قدرت کے واسطے دینے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا، جیسا کہ اگلی آیت میں آیا ہے۔

⑫ اس آیت مبارکہ میں منکرین توحید کو جواب دیا گیا ہے کہ تمہاری سزا کا فیصلہ بالکل درست اور برحق ہے کیونکہ یہ فیصلہ اس ذات نے کیا ہے جس سے برتر اور بڑا کوئی نہیں، اس کے فیصلے کو کہیں چیلنج نہیں کیا جاسکتا اور یہ فیصلہ اس بنا پر کیا گیا ہے کہ دنیا میں جب بھی تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا جاتا تھا، تم اس دعوت کو مسترد کر دیتے تھے، کفر کی طرف لپکتے اور شرک کی وادی میں بھٹکتے تھے، کافرانہ اور مشرکانہ عقائد رکھتے تھے اور جب بھی کفر و شرک پر مبنی کوئی دعوت تمہیں ملتی تھی، تم اسے فوراً قبول کر لیتے تھے، گویا کفر و شرک کی محبت تمہارے دلوں میں اس قدر رچ بس چکی ہے کہ اب اگر تمہیں تیسری مرتبہ نہیں، ہزار مرتبہ بھی نئی زندگی دی جائے، تب بھی تم ہر مرتبہ کفر و شرک کے ساتھ ہی واپس آؤ گے اور تمہارا دامن ایمان اور اس کے انوارات سے خالی ہی ہوگا۔

⑬ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں اور نصیحت حاصل کرنے کا ایک معیار ذکر کیا گیا ہے، پہلی صفت یہ کہ اللہ کی قدرت کی نشانیاں کائنات کے ذرے ذرے میں بکھری ہوئی ہیں اور روزانہ اس کی قدرت کی کوئی نہ کوئی عظیم نشانی ظاہر ہو کر اہل ایمان کے ایمان کو تازہ اور مزید پختہ کر دیتی ہے، دوسری صفت یہ کہ وہ اپنی مخلوق کا رزق آسمان سے اتارتا ہے اور ہر ایک کو اس کا طے شدہ رزق عطا فرماتا ہے، اس اصول کے مطابق وہ تمہیں بھی رزق عطا فرما رہا ہے، لہٰذا تم جس رازق کا دیا ہوا رزق کھا رہے ہو، تم پر لازم ہے کہ بات بھی اسی کی مانو، لیکن قدرت کی ان نشانیوں اور رزق کی ان فراوانیوں کو دیکھ کر بھی ہر شخص نصیحت حاصل نہیں کرتا، نصیحت صرف اسی کو فائدہ دیتی ہے جو بارگاہِ الٰہی کی طرف رجوع کرتا ہے، اس سے انابت الی اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کی اہمیت بھی ثابت ہوگئی۔

وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ

وَلَوْ	كَرِهَ	الْكٰفِرُوْنَ ۝	رَفِيْعُ	الدَّرَجٰتِ	ذُو الْعَرْشِ	يُلْقِي	الرُّوْحَ
اگرچہ	ناپسند کریں	کفر کرنے والے	بلندی والا	درجوں میں	عرش والا	وہ ڈالتا ہے	روح کو

اگرچہ کافروں کو ناگوار گذرے۔ ﴿۱۴﴾ وہ بلند درجات والا ہے، عرش کا مالک ہے، اپنے حکم سے اپنے

مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ

مِنْ	اَمْرِهٖ	عَلٰى	مَنْ	يَّشَآءُ	مِنْ	عِبَادِهٖ	لِيُنْذِرَ	يَوْمَ	التَّلَاقِ ۝	يَوْمَ
سے	اپنے حکم کے	پر	جسے	چاہتا ہے	سے	اپنے بندوں کے	تاکہ ڈرائے	دن سے	ملاقات کے	جس دن

بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے روح کو اتارتا ہے، تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔ ﴿۱۵﴾ جس دن

هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ

هُمْ	بٰرِزُوْنَ	لَا	يَخْفٰى	عَلَى	اللّٰهِ	مِنْهُمْ	شَيْءٌ	لِمَنِ	الْمُلْكُ
وہ	ظاہر ہونے والے	نہیں	پوشیدہ ہوگا	پر	اللہ کے	ان میں سے	کچھ بھی	کس کیلئے	حکومت

وہ سب نمایاں ہوں گے، اللہ پر اُن میں سے کچھ بھی مخفی نہ ہوگا، آج کس کی

اَلْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا

اَلْيَوْمَ	لِلّٰهِ	الْوَاحِدِ	الْقَهَّارِ ۝	اَلْيَوْمَ	تُجْزٰى	كُلُّ	نَفْسٍ	بِمَا
آج کے دن	اللہ ہی کیلئے	اکیلا	سب پر غالب	آج کے دن	بدلہ دیا جائیگا	ہر	نفس کو	اس کا جو

حکومت ہے؟ اُس اللہ کی جو اکیلا، سب پر غالب ہے۔ ﴿۱۶﴾ آج ہر نفس کو اُس کے کیے کا بدلہ

كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

كَسَبَتْ	لَا	ظُلْمَ	الْيَوْمَ	اِنَّ	اللّٰهَ	سَرِيْعُ	الْحِسَابِ ۝
اس نے کمایا	نہیں	کوئی ظلم	آج کے دن	بیشک	اللہ	جلد لینے والا	حساب کا

دیا جائے گا، آج کسی پر ظلم نہ ہوگا، بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ ﴿۱۷﴾

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۬ مَا

وَاَنْذِرْهُمْ	يَوْمَ	الْاٰزِفَةِ	اِذِ	الْقُلُوْبُ	لَدَى	الْحَنَاجِرِ	كٰظِمِيْنَ	مَا
اور تو ڈرادے انہیں	دن سے	قریب آنے والے	جب	سارے دل	پاس	حلق کے	دبانے والے	نہیں

اور آپ اُنہیں قریب آنے والے دن سے ڈرا دیجئے، جب دل اچھل کر حلق میں آجائیں گے جسے وہ

﴿۱۴﴾ اس آیت مبارکہ میں بندوں کو حکم دیا گیا ہے کہ خلوص نیت کے ساتھ صرف اللہ ہی کو پکارا کریں اور اس سلسلے میں کافروں کی ناراضگی اور ناگواری کی پرواہ نہ کیا کریں، کیونکہ ان کی ناراضگی اور ناگواری کی کوئی اہمیت نہیں ہے، اصل اہمیت تو اللہ تعالیٰ کی رضا یا ناراضگی کی ہے، چنانچہ اگر وہ کسی سے راضی ہوجائے تو اس کا بیڑا پار ہوگیا، خواہ ساری دنیا اس سے ناراض ہوجائے اور اگر وہ کسی سے ناراض ہوجائے تو اس کا بیڑہ غرق ہوگیا خواہ ساری دنیا اس سے راضی ہوجائے۔ ﴿۱۵﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی صفت یہ کہ وہ بلند درجات کا مالک ہے، اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ وہ خود اپنی ذات، صفات اور کمالات کے اعتبار سے بلند درجات کا مالک ہے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے بلند درجات عطا فرماتا ہے، کائنات میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے بلند رتبہ ہو، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کسی کا رتبہ بلند کردے، دوسری صفت یہ کہ وہ عرش کا مالک ہے جو کہ تمام اجسام میں سب سے عظیم تر ہے، گویا اس کے تمام تصرفات کا محل اور مرکز سب سے عظیم ہے کیونکہ وہ خود سب سے عظیم تر ہے، تیسری صفت یہ کہ وہ اپنی ''وحی'' کے لیے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب کرلیتا ہے، پھر اس پر اپنی وحی نازل کرتا ہے اور وہ منتخب بندہ لوگوں کو اللہ کی توحید کا ترانہ سناتا اور قیامت کے دن سے ڈراتا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا تقرر ووٹ کے ذریعے نہیں ہوتا، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے انتخاب میں ایک رتی کے کروڑویں حصے میں بھی غلطی کا امکان نہیں ہوتا۔ ﴿۱۶﴾ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن کی دو حالتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ تمام انسان ایک کھلے میدان میں حاضر ہوں گے، کسی کو کہیں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں ملے گی اور وہاں کوئی آڑ یا ٹیلہ نہیں ہوگا، دوسری یہ کہ اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکارا جائے گا کہ آج کسی کو حکومت وسلطنت اور بادشاہت کا دعویٰ ہے تو ہمارے سامنے آئے، اس پکار کو سن کر ان تمام لوگوں پر سکتہ طاری ہوجائے گا جنہیں اپنی حکومت وسلطنت اور بادشاہت پر بڑا ناز تھا، جن کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا، جن کی حکومت مشرق سے لیکر مغرب تک پھیلی ہوئی تھی، جو اپنے آپ کو بادشاہ کی بجائے ''شہنشاہ'' کہلوانا پسند کرتے تھے، اس دن ان میں سے کوئی بھی آگے بڑھ کر حکومت وسلطنت اور بادشاہت کا دعویٰ نہیں کرسکے گا، سب لوگ خاموش کھڑے رہ جائیں گے بالآخر رب العالمین کی طرف سے فرمایا جائے گا کہ آج حکومت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جو اکیلا اور سب پر غالب ہے، نہ اس سے پہلے اس کے ساتھ حکومت اور سلطنت میں کوئی شریک تھا اور نہ آج اس کے ساتھ کوئی شریک ہے، پہلے بھی صرف اسی کی حکومت تھی اور آج بھی اسی کی حکومت ہے، مستقبل کا حکم تم خود سمجھ لو۔ ﴿۱۷﴾ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن کے حوالے سے دو باتیں اور اسی دن کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بیان کی گئی ہے، پہلی بات یہ کہ قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، گویا وہ بدلے کا دن ہوگا، دوسری بات یہ کہ قیامت کے دن کسی بھی نفس پر معمولی سا ظلم بھی نہیں کیا جائے گا، نیکی کرنے والے کی نیکی رائیگاں جائے گی اور نہ گناہ کرنے والے کے نامہ اعمال میں اضافی گناہ لکھا جائے گا جبکہ اللہ تعالیٰ کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ جلد حساب لینے والا ہے، وہ

لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ؕ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ

لِلظّٰلِمِيْنَ	مِنْ	حَمِيْمٍ	وَّ	لَا	شَفِيْعٍ	يُّطَاعُ ۱۸	يَعْلَمُ	خَآئِنَةَ	الْاَعْيُنِ
ظالموں کیلئے	سے	گرم جوش دوست	اور	نہ	کوئی سفارشی	اطاعت کیا جاتا ہو	وہ جانتا ہے	خیانت کو	آنکھوں کی

دبا رہے ہوں گے، ظالموں کا کوئی گرمجوش دوست ہوگا اور نہ ہی کوئی ایسا سفارش کرنے والا جس کی اطاعت کی جائے۔ ۱۸ وہ آنکھوں کی خیانت کو بھی جانتا ہے

وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ

وَ	مَا	تُخْفِي	الصُّدُوْرُ ۱۹	وَ	اللّٰهُ	يَقْضِيْ	بِالْحَقِّ	وَ	الَّذِيْنَ
اور	وہ جو	چھپاتے ہیں	سینے	اور	اللہ	فیصلہ کرے گا	ساتھ حق کے	اور	جو لوگ

اور وہ بھی جو سینوں میں مخفی ہے۔ ۱۹ اور اللہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور وہ

يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ

يَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِهٖ	لَا	يَقْضُوْنَ	بِشَيْءٍ	اِنَّ	اللّٰهَ	هُوَ	السَّمِيْعُ
پکارتے ہیں	سے	اس کے علاوہ	نہیں	فیصلہ کر سکتے وہ	کسی چیز کا	بیشک	اللہ	وہی	خوب سننے والا

اللہ کے علاوہ جنہیں پکارتے ہیں، وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے، بیشک اللہ خوب سننے والا،

الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ ع اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

الْبَصِيْرُ ۲۰	اَوَلَمْ	يَسِيْرُوْا	فِي	الْاَرْضِ	فَيَنْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ
دیکھنے والا	اور کیا نہیں	چلے پھرے وہ	بیچ	زمین کے	کہ دیکھتے وہ	کیسا	ہوا	انجام

دیکھنے والا ہے۔ ۲۰ کیا وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے اُن سے پہلے لوگوں کا

الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي

الَّذِيْنَ	كَانُوْا	مِنْ	قَبْلِهِمْ	كَانُوْا	هُمْ	اَشَدَّ	مِنْهُمْ	قُوَّةً	وَّ	اٰثَارًا	فِي
وہ لوگ جو	تھے	سے	ان کے پہلے	تھے	وہ	زیادہ سخت	ان سے	طاقت میں	اور	نشانیاں چھوڑنے میں	بیچ

کیا انجام ہوا؟ وہ طاقت میں بھی اُن سے زیادہ مضبوط تھے اور زمین میں نشانیاں بھی

الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ

الْاَرْضِ	فَاَخَذَهُمُ	اللّٰهُ	بِذُنُوْبِهِمْ	وَ	مَا	كَانَ	لَهُمْ	مِّنَ	اللّٰهِ	مِنْ
زمین کے	سو پکڑ لیا انہیں	اللہ نے	ان کے گناہوں کی وجہ سے	اور	نہ	ہوا	ان کیلئے	سے	اللہ کے	سے

خوب چھوڑ گئے، سو اللہ نے اُنہیں اُن کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا اور اُنہیں اللہ سے بچانے والا

اربوں کھربوں انسانوں کا حساب نہایت مختصر وقت میں لیکر فارغ ہوجائے گا، اس کے باوجود اس کا کوئی فیصلہ ظلم یا ناانصافی پر مبنی نہیں ہوگا، بلکہ اس کے ہر فیصلے میں کم از کم عدل اور زیادہ سے زیادہ اس کا فضل و کرم نمایاں ہوگا۔

۱۸ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن کو "قریب آنے والا دن" قرار دیا گیا ہے، لوگ اسے بہت دور سمجھتے ہیں، جبکہ حق تعالیٰ کے نزدیک وہ دن نہایت قریب ہے، اس لیے نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کو اس دن سے ڈرا دیں، کیونکہ وہ دن اپنی ہولناکی اور شدت میں پورے عروج پر ہوگا، دل اچھل کر حلق میں آرہے ہوں گے، بات کرنے میں دشواری پیش آرہی ہوگی، کوئی گرم جوش دوست اور سفارش کرنے والا کام نہیں آسکے گا، سب کو اپنی نجات کی فکر پڑی ہوگی، سمجھداری اس میں ہے کہ اس دن کے آنے سے پہلے انسان اس کی تیاری کی فکر کرلے۔

ع ۱۱ ۲

۱۹ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا علم کامل ایک مختلف اسلوب سے بیان کیا گیا ہے کہ وہ "آنکھوں کی خیانت" کو بھی جانتا ہے حالانکہ یہ اس قدر باریک بینی پر مبنی ہے کہ بسا اوقات ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو بھی اندازہ نہیں ہوتا کہ انسان چوری چھپے، کن اکھیوں سے کیا دیکھ رہا ہے یا کسے کیا اشارے کر رہا ہے؟ کیمرہ بھی کسی شخص کی اس خیانت کو اسی وقت محفوظ کرسکتا ہے جب اس نے اس شخص کو فوکس کیا ہوا ہو، کیمرے کی بیٹری چارج ہو اور اس میں اتنی گنجائش موجود ہو کہ وہ اسے محفوظ کرسکے، اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی بھی چیز کا محتاج نہیں ہے، وہ تو دلوں میں چھپے ہوئے خیالات، منصوبوں اور ارادوں سے بھی واقف ہے، اس کے لیے انسانی آنکھ کی حرکات و سکنات پر نظر رکھنا کون سا مشکل کام ہے؟

۲۰ اس آیت مبارکہ میں منکرین توحید کو ایک اور پہلو سے غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے، انہیں یہ سوچنا چاہیے کہ وہ جن مجسموں، مورتیوں اور بتوں کی عبادت کر رہے ہیں کیا وہ ان کے مقدمات کا فیصلہ کرسکتے ہیں؟ کیا ان کی سماعت اور بصارت اس پائے کی ہے کہ ساری مخلوق کی آواز وہ سن سکیں اور ساری مخلوق ان کی نگاہوں کے سامنے کھلی کتاب کی طرح موجود ہو؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو وہ اس اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے جو نہ صرف یہ کہ فیصلہ کرسکتا ہے بلکہ صحیح اور حق پر مبنی فیصلہ کرسکتا ہے، نیز وہی سمیع و بصیر ہے، سب کی سنتا اور سب کو دیکھتا ہے، اس لیے انہیں چاہیے کہ شرک و بت پرستی کو چھوڑ کر توحید خالص کا راستہ اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاکر اس کے پیغمبروں کی تصدیق کریں۔

وَاقٍ ﴿٢١﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا

وَاقٍ ﴿٢١﴾	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	كَانَتْ	تَّاْتِيْهِمْ	رُسُلُهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	فَكَفَرُوْا
کوئی بچانے والا	وہ	اس وجہ سے کہ بیشک وہ	تھے	آتے رہے ان پر	ان کے پیغمبر	ساتھ واضح دلائل کے	سو کفر کیا انہوں نے

کوئی نہ ہوا۔ ﴿٢١﴾ یہ اس وجہ سے کہ اُن کے پاس اُن کے پیغمبر واضح دلائل لیکر آئے تھے، انہوں نے کفر کیا،

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا

فَاَخَذَهُمُ	اللّٰهُ	اِنَّهٗ	قَوِيٌّ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ ﴿٢٢﴾	وَ	لَقَدْ	اَرْسَلْنَا
سو پکڑ لیا انہیں	اللہ نے	بیشک وہ	طاقتور	سخت دینے والا	سزا کا	اور	البتہ یقیناً	بھیجا ہم نے

تو اللہ نے انہیں پکڑ لیا، بیشک وہ طاقتور، سخت سزا دینے والا ہے۔ ﴿٢٢﴾ اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو

مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٣﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ

مُوْسٰى	بِاٰيٰتِنَا	وَ	سُلْطٰنٍ	مُّبِيْنٍ ﴿٢٣﴾	اِلٰى	فِرْعَوْنَ	وَ	هَامٰنَ
موسیٰ کو	ساتھ اپنی نشانیوں کے	اور	سند کے	واضح	طرف	فرعون کے	اور	ہامان کے

اپنی نشانیاں اور واضح سند دے کر بھیجا۔ ﴿٢٣﴾ فرعون، ہامان اور قارون

وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿٢٤﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ

وَ	قَارُوْنَ	فَقَالُوْا	سٰحِرٌ	كَذَّابٌ ﴿٢٤﴾	فَلَمَّا	جَآءَهُمْ	بِالْحَقِّ	مِنْ
اور	قارون کے	تو کہنے لگے وہ	جادوگر	خوب جھوٹ بولنے والا	پھر جب	وہ ان کے پاس آیا	حق کے ساتھ	سے

کی طرف، تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو جھوٹا جادوگر ہے۔ ﴿٢٤﴾ پھر جب اُن کے پاس ہماری طرف سے حق

عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا

عِنْدِنَا	قَالُوا	اقْتُلُوْٓا	اَبْنَآءَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مَعَهٗ	وَ	اسْتَحْيُوْا
ہمارے پاس	کہنے لگے	قتل کردو تم	بیٹوں کو	ان لوگوں کے جو	ایمان لائے	ہمراہ اس کے	اور	زندہ رہنے دو

آپہنچا تو کہنے لگے کہ جو لوگ موسیٰ پر ایمان لائے ہیں، اُن کے بیٹوں کو قتل کردو اور اُن کی عورتوں کو

نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿٢٥﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ

نِسَآءَهُمْ	وَ	مَا	كَيْدُ	الْكٰفِرِيْنَ	اِلَّا	فِيْ	ضَلٰلٍ ﴿٢٥﴾	وَ	قَالَ	فِرْعَوْنُ
ان کی عورتوں کو	اور	نہیں	تدبیر	کافروں کی	مگر	بیچ	گمراہی کے	اور	کہا	فرعون نے

زندہ رکھو، اور کافروں کی تدبیریں تو غلطی میں پڑی ہیں۔ ﴿٢٥﴾ اور فرعون نے کہا

﴿٢١﴾ اس آیت مبارکہ میں لوگوں کو گزشتہ اقوام کے حالات پر غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے، اس مقصد کے لیے انسان کو ان علاقوں میں جانا چاہیے جہاں ماضی کی طاقتور اقوام آباد تھیں، ان آثار قدیمہ اور کھنڈرات کا معائنہ کرنا چاہیے جو گزشتہ طاقتور اقوام کے دم قدم سے آباد تھیں، انہیں دنیا کی ہر نعمت اور سہولت دی گئی تھی لیکن جب انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کی اور ان کی دعوت کا مذاق اڑایا تو وہ عبرتناک انجام سے دوچار ہو گئے، صفحہ ہستی سے ان کا نام و نشان بھی مٹا دیا گیا اور اللہ کی گرفت سے انہیں کوئی بچا نہ سکا۔

﴿٢٢﴾ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ اقوام کو نشان عبرت بنانے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ اس کی اصل وجہ ان کا کفر اور سرکشی ہے، انبیاء کرام علیہم السلام تو ان کے پاس روشن دلائل اور واضح معجزات لیکر آئے تھے لیکن ان لوگوں نے ان پر ایمان لانے کی بجائے کفر کا راستہ اختیار کیا، ظاہر ہے کہ ان پر اللہ کی طرف سے پکڑ تو آنی ہی تھی کیونکہ اللہ سب سے بڑھ کر طاقتور اور سخت گرفت کرنے والا ہے، لہٰذا وہ اللہ کی پکڑ میں آگئے اور ساری دنیا کے لیے نشان عبرت بن گئے۔

﴿٢٣﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات اور واضح دلائل کے ساتھ بھیجے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، گویا گزشتہ آیت میں جس اجمال کا ذکر آیا ہے، یہاں سے اس کی تفصیلات شروع کی جارہی ہیں اور ان میں سے بطور خاص حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ بنی اسرائیل میں وہ نہایت ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

﴿٢٤﴾ اس آیت مبارکہ میں فرعون، ہامان اور قارون کا نام لیکر فرمایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی طرف مبعوث کیا گیا تھا، لیکن انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت پر ایمان لانے کی بجائے انہیں جادوگر اور جھوٹا قرار دینا شروع کر دیا، پھر ان کا جو انجام ہوا، دنیا اس سے باخبر ہے، یہاں یہ بھی بات ذہن میں رہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صرف ان تین افراد کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے نہیں بھیجا گیا تھا بلکہ ان کی پوری قوم کے لیے مبعوث کیا گیا تھا، لیکن چونکہ یہ اپنی قوم کے لیڈر، حکمران اور سرکردہ افراد تھے، اس لیے ضمنی طور پر ان کی قوم کا ذکر بھی ان کے ساتھ ہی ہو گیا۔

﴿٢٥﴾ اس آیت مبارکہ میں فرعون کا بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل اور بچیوں کو زندہ رکھنے کا حکم دینا بیان ہوا ہے، یہ حکم دو مرتبہ دیا گیا تھا، ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے، دوسری مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعلان نبوت کے بعد، پہلی مرتبہ اس حکم کا منشا یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا امکان ہی ختم کر دیا جائے اور فرعون کی سلطنت اس خطرے سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے، جبکہ دوسری مرتبہ اس حکم کا منشاء یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو پھیلنے اور آگے بڑھنے سے روکا جائے، وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر اس کا سدباب نہ کیا گیا تو موسیٰ کے پاس ایک بڑی جمعیت اکٹھی ہو جائے گی اور ایک مرتبہ پھر فرعون کی سلطنت خطرے میں پڑ جائے گی، لیکن فرعون کو اس کی اس تدبیر سے کوئی فائدہ نہیں ہوا، بالکل اسی طرح کافروں کی کوئی تدبیر بھی کامیاب نہیں ہوگی۔

ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْیَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ

ذَرُوْنِیْٓ	اَقْتُلْ	مُوْسٰی	وَلْیَدْعُ	رَبَّهٗ ج	اِنِّیْٓ	اَخَافُ	اَنْ	یُّبَدِّلَ
چھوڑو مجھے	قتل کردوں	موسیٰ کو	اور چاہیے کہ پکارے	اپنے رب کو	بیشک میں	ڈرتا ہوں	یہ کہ	تبدیل کردے وہ

کہ مجھے چھوڑو تاکہ میں موسیٰ کو قتل کردوں، اُسے چاہیے کہ اپنے رب کو بلالے، مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمہارے دین کو

دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝۲۶ وَقَالَ مُوْسٰٓی اِنِّیْٓ

دِیْنَكُمْ	اَوْ	اَنْ	یُّظْهِرَ	فِیْ	الْاَرْضِ	الْفَسَادَ ۝۲۶	وَ	قَالَ	مُوْسٰی	اِنِّیْ
تمہارے دین کو	یا	یہ کہ	ظاہر کردے	بیچ	زمین کے	فساد	اور	کہا	موسیٰ نے	بیشک میں

تبدیل کر دے گا، یا زمین میں فساد پھیلادے گا۔ ۲۶ اور موسیٰ نے کہا کہ میں

عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ ۝۲۷ ع

عُذْتُ	بِرَبِّیْ	وَ	رَبِّكُمْ	مِّنْ	كُلِّ	مُتَكَبِّرٍ	لَّا	یُؤْمِنُ	بِیَوْمِ	الْحِسَابِ ۝۲۷
پناہ میں آیا	اپنے رب کی	اور	تمہارے رب کی	سے	ہر	تکبر کرنے والے کے	نہیں	ایمان لاتا وہ	ساتھ دن کے	حساب کے

اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آچکا ہوں ہر اُس متکبر کے شر سے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔ ۲۷

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖۗ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَكْتُمُ اِیْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ

وَ	قَالَ	رَجُلٌ	مُّؤْمِنٌ	مِّنْ	اٰلِ	فِرْعَوْنَ	یَكْتُمُ	اِیْمَانَهٗٓ	اَتَقْتُلُوْنَ
اور	کہا	ایک آدمی نے	ایمان والے	سے	گھرانے کے	فرعون کے	چھپاتا تھا وہ	اپنے ایمان کو	کیا تم قتل کردوگے

اور آلِ فرعون میں سے ایک مؤمن آدمی نے کہا جو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا کہ کیا تم ایک شخص کو صرف اس بنیاد پر قتل

رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ

رَجُلًا	اَنْ	یَّقُوْلَ	رَبِّیَ	اللّٰهُ	وَ	قَدْ	جَآءَكُمْ	بِالْبَیِّنٰتِ	مِنْ	رَّبِّكُمْ
ایک آدمی کو	یہ کہ	وہ کہتا ہے	میرا رب	اللہ	اور	یقیناً	وہ تمہارے پاس لایا	واضح دلائل	سے	تمہارے رب کے

کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلائل لیکر آیا ہے،

وَاِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ

وَ	اِنْ	یَّكُ	كَاذِبًا	فَعَلَیْهِ	كَذِبُهٗ ج	وَ	اِنْ	یَّكُ	صَادِقًا	یُّصِبْكُمْ	بَعْضُ
اور	اگر	وہ ہو	جھوٹا	تو اسی پر	اُس کا جھوٹ	اور	اگر	وہ ہو	سچا	پہنچے گی تمہیں	کوئی

اگر وہ جھوٹا ہوا تو اُس کے جھوٹ کا وبال اُسی پر ہوگا اور اگر وہ سچا ہوا تو تم پر کوئی ایسی چیز آپڑے گی جس کا

ع ۳ / ۸

۲۶ اس آیتِ مبارکہ میں فرعون کا ایک نہایت گستاخانہ جملہ بیان کیا گیا ہے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دربار میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسے توحید کی دعوت دی اور اپنی صداقت کے ثبوت میں روشن معجزات دکھائے تو فرعون کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ موسیٰ کی دعوت پر ایمان لے آئیں، اس طرح میری جھوٹی خدائی کے ڈھول کا پول کھل جائے گا، اس لیے اس نے بھرے دربار میں یہ گستاخانہ جملہ منہ سے نکال دیا کہ تم لوگ پیچھے ہٹ جاؤ، اب میں موسیٰ کو مزید ڈھیل نہیں دے سکتا، میں اسے قتل کر کے رہوں گا، موسیٰ چاہے تو اپنے رب کو اپنی مدد کے لیے بلالے، کیونکہ اگر موسیٰ کو مزید ڈھیل دی گئی تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمہارے آبائی دین کی شکل وصورت ہی بگاڑ کر رکھ دے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اپنی جمعیت بڑھا کر وہ ہماری سلطنت کے لیے خطرہ بن جائے، اس لیے موسیٰ کو چھوڑے رکھنا دانشمندی نہیں ہے۔

۲۷ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دینے کا ذکر کیا گیا ہے، تاہم اس میں انہوں نے فرعون کا نام لینے کی بجائے ہر اس متکبر کے شر سے بچنے کی دعا مانگی ہے جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا، چونکہ فرعون بھی متکبر تھا اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا تھا، اس لیے وہ بھی اس میں شامل ہے اور اس کے علاوہ بھی وہ تمام لوگ شامل ہیں جو غرور وتکبر میں مبتلا ہیں اور یوم الحساب پر ایمان نہیں رکھتے، دعا کی اس جامعیت نے ہر زمانے کے مظلوموں کے لیے ظالم کے مقابلے میں اس سے استفادہ کرنے کو آسان بنادیا ہے۔

الَّذِیْ یَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾

الَّذِیْ	یَعِدُكُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	یَهْدِیْ	مَنْ	هُوَ	مُسْرِفٌ	كَذَّابٌ ۲۸
وہ جس کا	وہ تم سے وعدہ کرتا ہے	بیشک	اللہ	نہیں	ہدایت دیتا	اسے جو	وہ	حد سے تجاوز کرنے والا	بڑا جھوٹا

وہ تم سے وعدہ کرتا ہے، بیشک اللہ اُس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے تجاوز کرنے والا، جھوٹا ہو۔ ۲۸

یٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ظٰهِرِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ یَّنْصُرُنَا مِنْۢ

یٰقَوْمِ	لَكُمُ	الْمُلْكُ	الْیَوْمَ	ظٰهِرِیْنَ	فِیْ	الْاَرْضِ	فَمَنْ	یَّنْصُرُنَا	مِنْۢ
اے میری قوم	تمہارے لئے	حکومت	آج کے دن	غالب آنے والے	بیچ	زمین کے	تو کون	مدد کرے گا ہماری	سے

اے میری قوم! آج زمین میں شان و شوکت کے ساتھ تمہاری حکومت ہے، پھر اگر ہم پر اللہ کا عذاب آ گیا

بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَاۤ اُرِیْكُمْ اِلَّا مَاۤ اَرٰی وَ مَاۤ

بَاْسِ	اللّٰهِ	اِنْ	جَآءَنَا	قَالَ	فِرْعَوْنُ	مَاۤ	اُرِیْكُمْ	اِلَّا	مَاۤ	اَرٰی	وَ	مَاۤ
عذاب	اللہ کے	اگر	وہ آیا ہم پر	کہا	فرعون نے	نہیں	دکھاتا میں تمہیں	مگر	وہ جو	میں دیکھتا ہوں	اور	نہیں

تو اُس کے مقابلے میں ہماری مدد کون کرے گا؟ فرعون نے کہا کہ میں تو جو بہتر دیکھتا ہوں، وہی تمہیں بھی دکھا رہا ہوں اور میں تو

اَهْدِیْكُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ وَ قَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْۤ

اَهْدِیْكُمْ	اِلَّا	سَبِیْلَ	الرَّشَادِ ۲۹	وَ	قَالَ	الَّذِیْۤ	اٰمَنَ	یٰقَوْمِ	اِنِّیْۤ
میں رہنمائی کرتا تمہاری	مگر	راستہ	بھلائی کا	اور	کہا	اس نے جو	ایمان لایا	اے میری قوم	بیشک میں

صرف بھلائی کے راستے کی طرف ہی تمہاری رہنمائی کرتا ہوں۔ ۲۹ اور اُس ایمان لانے والے نے کہا کہ اے میری قوم! مجھے

اَخَافُ عَلَیْكُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ

اَخَافُ	عَلَیْكُمْ	مِّثْلَ	یَوْمِ	الْاَحْزَابِ ۳۰	مِثْلَ	دَاْبِ	قَوْمِ	نُوْحٍ
ڈرتا ہوں	تم پر	مثل	دن	لشکروں کے	جیسا	حال	قوم کا	نوح کی

تمہارے متعلق اُس طرح کے دن کا اندیشہ ہے جیسا دوسرے لشکروں پر آیا۔ ۳۰ جیسا حال قومِ نوح،

وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَ الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَ مَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا

وَّ	عَادٍ	وَّ	ثَمُوْدَ	وَ	الَّذِیْنَ	مِنْۢ	بَعْدِهِمْ	وَ	مَا	اللّٰهُ	یُرِیْدُ	ظُلْمًا
اور	عاد کی	اور	ثمود کی	اور	جو لوگ	سے	ان کے پیچھے	اور	نہیں	اللہ	چاہتا	ظلم کرنا

قومِ عاد، قومِ ثمود اور اُن کے بعد والوں کا ہوا اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم

۲۸ اس آیت مبارکہ میں آلِ فرعون کے ایک مردِ مومن کی جرأت مندانہ حق گوئی کا ذکر کیا گیا ہے، مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ فرعون کا چچا زاد بھائی اور اس کا ولی عہد سلطنت تھا، خفیہ طور پر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا اور اعلان اسلام کے لیے کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کی سازشیں سرکاری سرپرستی میں ہونے لگیں تو اس مردِ مومن کو اپنے اسلام کے اعلان کے لیے وہ مناسب موقع لگا، چنانچہ اس نے بھرے دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھرپور دفاع کرتے ہوئے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا، اس نے دربار میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے یہ سوال پوچھا کہ آخر آپ لوگ موسیٰ کو کس جرم کی پاداش میں قتل کرنا چاہتے ہیں؟ کیا اللہ کو اپنا رب ماننا ایسا جرم ہے جس کی بنا پر کسی کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کرنا جائز ہو جاتا ہے؟ کیا موسیٰ نے صرف دعویٰ کیا ہے یا دعوے کے ثبوت میں معجزہ اور دلیل بھی پیش کی ہے؟ کیا آپ لوگوں نے موسیٰ کی صداقت کو جانچنے کے لیے دنیا میں رائج اصولوں کا اعتبار کیا ہے یا نہیں؟ کیا آپ لوگوں نے اس پہلو پر غور کیا ہے کہ اگر موسیٰ اپنے دعوے میں خدانخواستہ جھوٹے ہیں تو اس کا وبال انہی پر ہو گا، آپ لوگوں کو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، لیکن اگر وہ سچے ہوئے، جیسا کہ معجزات سے ان کی سچائی ظاہر ہو رہی ہے، اور آپ لوگ انکار اور تکذیب پر اڑے رہے تو پھر اس عذاب سے آپ لوگوں کو کون بچا سکے گا جس کا موسیٰ آپ لوگوں سے وعدہ کر رہے ہیں؟ یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس کا کچھ حصہ دنیا میں ہی بھیج دیا جائے، اس لیے موسیٰ کو شہید کرنے کی سازشیں کرنے کی بجائے ان کی دعوت پر سنجیدگی سے غور کرو۔

۲۹ اس آیت مبارکہ میں آلِ فرعون کے مردِ مومن کا ایک اور جملہ ذکر کر کے فرعون کا جواب بیان کیا گیا ہے، اس مردِ مومن نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ آج تمہارے پاس حکومت و سلطنت، طاقت اور اقتدار ہے، دنیا کا عیش اور اسبابِ عشرت موجود ہے، ہر نعمت اور آسائش تمہیں دستیاب ہے، تم ان اسباب اور سامانِ راحت میں مگن ہو کر یہ بھی بھول چکے ہو کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب اتر آیا تو اللہ کے مقابلے میں تمہاری مدد اور فریاد پر کون آئے گا؟ کون تمہاری پکار سنے گا اور کون تمہاری نصرت کرے گا؟ وہ مردِ مومن کہنا یہ چاہتا تھا کہ دنیا کے ظاہری اسباب کو دیکھ کر دھوکہ مت کھاؤ اور موسیٰ کی تکذیب سے باز آؤ، ورنہ اللہ سے مقابلہ کرنا کسی کے بس میں نہیں ہے، اس پر فرعون نے اپنے درباریوں سے کہا کہ مجھے تو جو چیز بہتر معلوم ہو رہی ہے میں نے تمہارے سامنے وہ رکھ دی ہے، میں تمہارے ساتھ مخلص اور تمہارا ہمدرد ہوں، میں نیک نیتی اور خیر خواہی کے ساتھ تمہاری بھلائی اور بقا چاہتا ہوں اور موسیٰ کے مقابلے میں میں تمہیں بالکل صحیح راستے پر لیکر جا رہا ہوں، اگر تم نے میری بات نہ مانی تو مصر ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔

۳۰ ۳۱ ان آیتوں میں آلِ فرعون کے مردِ مومن کا درباریوں کو گزشتہ اقوام کے حالات سے عبرت حاصل کرنے اور عذابِ الٰہی سے ڈرانے کا ذکر کیا گیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ گزشتہ اقوام کی تاریخ اور ان کے حالات سے واقف تھا، چنانچہ اس نے قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود اور ان کے بعد آنے والی متعدد اقوام کا حوالہ دیکر اہلِ مصر کو ڈرایا کہ کہیں تم پر بھی ان جیسا عذاب نہ آ جائے، اگر ایسا ہوا تو وہ اللہ کی طرف سے تم پر ظلم نہ ہوگا

لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ

لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾	وَ	يٰقَوْمِ	اِنِّيْٓ	اَخَافُ	عَلَيْكُمْ	يَوْمَ	التَّنَادِ ﴿۳۲﴾	يَوْمَ	تُوَلُّوْنَ
بندوں پر	اور	میری قوم!	بیشک میں	ڈرتا ہوں	تم پر	دن	پکار کا	جس دن	تم پھیرو گے

نہیں کرنا چاہتا۔ [۳۱] اور اے میری قوم! مجھے تمہارے متعلق ایک پکار کے دن کا اندیشہ ہے۔ [۳۲] جس دن تم پیٹھ پھیر کر

مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

مُدْبِرِيْنَ ۚ	مَا	لَكُمْ	مِّنَ	اللّٰهِ	مِنْ	عَاصِمٍ ۚ	وَ	مَنْ	يُّضْلِلِ	اللّٰهُ
پیٹھ پھیرنے والے	نہیں	تمہارے لئے	سے	اللہ کے	سے	کوئی بچانے والا	اور	جسے	گمراہ کردے	اللہ

بھاگو گے، تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا، اور اللہ جسے گمراہ کر دے،

فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ

فَمَا	لَهٗ	مِنْ	هَادٍ ﴿۳۳﴾	وَ	لَقَدْ	جَآءَكُمْ	يُوْسُفُ	مِنْ	قَبْلُ	بِالْبَيِّنٰتِ
تو نہیں	اسے	سے	کوئی ہدایت دینے والا	اور	البتہ یقیناً	آیا تمہارے پاس	یوسف	سے	پہلے	ساتھ واضح دلائل کے

اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ [۳۳] اور یقیناً اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف بھی واضح دلائل لیکر آچکے،

فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ

فَمَا زِلْتُمْ	فِيْ	شَكٍّ	مِّمَّا	جَآءَكُمْ	بِهٖ ؕ	حَتّٰٓى	اِذَا	هَلَكَ	قُلْتُمْ	لَنْ	يَّبْعَثَ
تو تم مسلسل رہے	بیچ	شک کے	اس سے جو	وہ لایا تمہارے پاس	اسے	یہاں تک کہ	جب	وہ فوت ہوگئے	تم کہنے لگے	ہرگز نہیں	بھیجے گا

پھر تم اُن چیزوں کے حوالے سے بھی مسلسل شک میں پڑے رہے جو وہ تمہارے پاس لائے تھے، یہاں تک کہ جب وہ فوت ہوگئے تو تم کہنے لگے کہ اللہ اُن کے بعد

اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ

اللّٰهُ	مِنْۢ	بَعْدِهٖ	رَسُوْلًا ؕ	كَذٰلِكَ	يُضِلُّ	اللّٰهُ	مَنْ	هُوَ	مُسْرِفٌ
اللہ	سے	اس کے پیچھے	کوئی پیغمبر	اسی طرح	گمراہ کرتا ہے	اللہ	اسے جو	وہ	حد سے تجاوز کرنے والا

کوئی پیغمبر ہرگز نہیں بھیجے گا، اسی طرح اللہ اُسے گمراہ کرتا ہے جو حد سے تجاوز کرنے والا،

مُّرْتَابُ ﴿۳۴﴾ ۚۖ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ

مُّرْتَابُ ﴿۳۴﴾	الَّذِيْنَ	يُجَادِلُوْنَ	فِيْٓ	اٰيٰتِ	اللّٰهِ	بِغَيْرِ	سُلْطٰنٍ	اَتٰىهُمْ ؕ
شک میں پڑا	جو لوگ	جھگڑتے ہیں	بیچ	آیتوں کے	اللہ کی	بغیر	کسی دلیل کے	آئی ان کے پاس

شک میں مبتلا ہو۔ [۳۴] جو لوگ اللہ کی آیتوں کے حوالے سے اپنے پاس آنے والی کسی دلیل کے بغیر جھگڑتے ہیں،

کیونکہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

[۳۲] [۳۳] ان آیتوں میں آل فرعون کے مردِ مومن کا اپنی قوم کو قیامت کے دن سے ڈرانا بیان کیا گیا ہے اور قیامت کے دن کو "پکار کا دن" کہا گیا ہے، کیونکہ اس دن سب کو پکارا جائے گا، میدان حشر میں جمع ہونے، حساب کتاب کے لیے، اہل جنت کو جنت میں ہمیشہ رہنے اور اہل جہنم کو جہنم میں ہمیشہ رہنے کے لیے پکارا جائے گا، اس دن مجرم پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی کوشش کریں گے لیکن اللہ کے مقابلے میں انہیں کوئی بچانے والا نہ ہوگا، اس مردِ مومن نے یہ بھی کہا کہ میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں تاکہ اس دن کی شرمندگی اور رسوائی سے بچ جاؤ، لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کردے، اسے ساری دنیا مل کر بھی ہدایت نہیں دے سکتی، اس لیے اگر تمہارے نصیب میں ہدایت نہ ہوئی تو میں تمہیں گمراہی کی دلدل سے نہ نکال سکوں گا۔

[۳۴] اس آیت مبارکہ میں آل فرعون کے مردِ مومن کا اہل مصر کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا حوالہ دینا مذکور ہوا ہے، کیونکہ جب حضرت یوسف علیہ السلام ان کے درمیان موجود تھے تو بہت سے لوگ ان پر ایمان لانے سے انکار کرتے رہے اور جب وہ دنیا سے پردہ فرما گئے تو وہی لوگ کہنے لگے کہ افسوس! ہم نے یوسف جیسے بابرکت شخص کی قدر نہ کی، اب یوسف جیسا کوئی دوسرا پیغمبر نہیں آئے گا، لیکن اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک مرتبہ پھر مہربانی کی اور ایک صاحب کتاب و شریعت پیغمبر تمہارے پاس بھیجا ہے، تم اس کی بھی ناقدری کر رہے ہو، بعد میں پھر اپنے اس رویے پر شرمندہ اور نادم ہوتے پھرو گے، بعد کی ندامت اور شرمندگی سے بچنے کے لیے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ تم موسیٰ پر ایمان لے آؤ؟

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ

كَبُرَ	مَقْتًا	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَ	عِنْدَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا ۭ	كَذٰلِكَ	يَطْبَعُ	اللّٰهُ
بڑی ہے	بیزاری میں	نزدیک	اللہ کے	اور	پاس	وہ لوگ جو	ایمان لائے وہ	اسی طرح	مہر لگا دیتا ہے	اللہ

اللہ کے یہاں اور اہلِ ایمان کے یہاں یہ بڑی بیزاری کی بات ہے، اسی طرح اللہ ہر تکبر کرنے والے

عَلٰي كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۳۵ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ

عَلٰي	كُلِّ	قَلْبِ	مُتَكَبِّرٍ	جَبَّارٍ ۳۵	وَ	قَالَ	فِرْعَوْنُ	يٰهَامٰنُ	ابْنِ	لِيْ
پر	ہر	دل کے	تکبر کرنے والے	سرکش	اور	کہا	فرعون نے	اے ہامان	بنا تو	میرے لئے

سرکش آدمی کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ ۳۵ اور فرعون کہنے لگا کہ اے ہامان! میرے لیے ایک اونچا محل

صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۳۶ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ

صَرْحًا	لَّعَلِّيْٓ	اَبْلُغُ	الْاَسْبَابَ ۳۶	اَسْبَابَ	السَّمٰوٰتِ	فَاَطَّلِعَ
ایک اونچا محل	تاکہ میں	پہنچ سکوں	راستوں میں	راستے	آسمانوں کے	تو جھانک لوں میں

تعمیر کر، تاکہ میں راستوں پر چڑھ سکوں۔ ۳۶ یعنی آسمان کے راستوں پر، پھر موسیٰ کے معبود کو

اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ

اِلٰٓى	اِلٰهِ	مُوْسٰى	وَ	اِنِّيْ	لَاَظُنُّهٗ	كَاذِبًا ۭ	وَ	كَذٰلِكَ	زُيِّنَ	لِفِرْعَوْنَ
طرف	معبود کے	موسیٰ کے	اور	بیشک میں	البتہ اسے سمجھتا ہوں	جھوٹا	اور	اسی طرح	مزین کردیا گیا	فرعون کیلئے

جھانک کر دیکھوں، اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں، اسی طرح فرعون کیلئے اُس کی بدعملی کو

سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ۳۷ ع

سُوْۗءُ	عَمَلِهٖ	وَ	صُدَّ	عَنِ	السَّبِيْلِ ۭ	وَ	مَا	كَيْدُ	فِرْعَوْنَ	اِلَّا	فِيْ	تَبَابٍ ۳۷
برائی کو	اس کے عمل کی	اور	روک دیا گیا	سے	راستے کے	اور	نہیں	تدبیر	فرعون کی	مگر	بیچ	تباہی کے

مزین کردیا گیا اور اُسے راستے سے روک دیا گیا، اور فرعون کی تدبیریں برباد ہونے کیلئے ہی تھیں۔ ۳۷

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۳۸ ج يٰقَوْمِ

وَ	قَالَ	الَّذِيْٓ	اٰمَنَ	يٰقَوْمِ	اتَّبِعُوْنِ	اَهْدِكُمْ	سَبِيْلَ	الرَّشَادِ ۳۸	يٰقَوْمِ
اور	کہا	اس نے جو	ایمان لایا	اے میری قوم	پیروی کرو تم میری	میں رہنمائی کروں گا تمہاری	راستہ	نیکی کا	اے میری قوم

اور اُس ایمان لانے والے نے کہا کہ اے میری قوم! میری پیروی کرو، میں نیکی کے راستے کی طرف تمہاری رہنمائی کروں گا۔ ۳۸ اے میری قوم!

ع ۴ ۱۰ ۹

۳۵ اس آیت مبارکہ میں گمراہ لوگوں کا ایک وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ لوگ اللہ کی آیات و احکام کے حوالے سے شکوک و شبہات کا شکار رہتے ہیں، اہل علم سے ان کے مضمون اور مفہوم میں جھگڑتے رہتے ہیں، طرح طرح کے بے ہودہ اعتراضات اٹھاتے رہتے ہیں اور دلچسپی کی بات یہ کہ اس پر ان کے پاس کوئی مضبوط اور معقول دلیل بھی نہیں ہے، ایسے تکرار اور اعتراض کو اللہ تعالیٰ سخت ناپسند کرتا ہے اور اہل ایمان بھی اس طرز عمل کو سخت ناگواری اور بیزاری کی نظر سے دیکھتے ہیں، کیونکہ غلام کی یہ حیثیت نہیں ہوتی کہ وہ آقا کے احکام میں تکرار اور اعتراض کی راہ اختیار کرے، لیکن جو شخص غرور و تکبر اور سرکشی پر آمادہ ہو، اس کے دل پر ایسے ہی مہر لگ جاتی ہے اور اس کے پتھر دل پر کسی نصیحت اور خیر خواہی کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

۳۶ ۳۷ ان آیتوں میں فرعون کا اپنے وزیر ہامان کو ایک بلند و بالا محل تعمیر کرنے کا حکم دینا بیان کیا گیا ہے، اس پر سورۂ قصص کی آیت نمبر ۳۸ کے حاشیے میں چند سطریں لکھی جا چکی ہیں، فرعون کے اس حکم کا فلسفہ اگر تلاش کیا جائے تو وہ یہ ہے کہ بعض اوقات انسان اپنی غلطی میں اس قدر پختہ ہو جاتا ہے کہ وہ اسے غلطی سمجھنا بھی چھوڑ دیتا ہے، ایسا شخص نہایت قابل رحم ہوتا ہے کیونکہ غلطی کا ارتکاب کرنے والے کو اگر اس بات کا احساس ہو کہ وہ غلطی کا مرتکب ہو رہا ہے تو جلد یا بدیر وہ اس کی اصلاح کے لیے فکرمند بھی ہو ہی جاتا ہے، لیکن اگر وہ اسے غلطی سمجھنے کے لیے تیار ہی نہ ہو تو وہ اسے نیکی سمجھ کر اس پر ڈٹ جاتا ہے، فرعون کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا، ایسے لوگوں کی ہر تدبیر اور منصوبہ ناکام ہوتا ہے، اس لیے فرعون کا ہر منصوبہ بھی ناکامی کا شکار ہو گیا۔

۳۸ اس آیت مبارکہ میں آل فرعون کے مرد مومن کا اپنی قوم کو اپنی پیروی کی ترغیب دینا بیان کیا گیا ہے، کیونکہ فرعون اہل مصر کو گمراہ کر رہا تھا اور اس گمراہی پر ہدایت اور سیدھے راستے کا لیبل لگا رہا تھا، اس لیے اس مرد مومن کو ضروری معلوم ہوا کہ اس کی بھی اصلاح کرے، سو اس نے انہیں کہا کہ اگر تم سیدھے راستے پر چلنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اور میری بات مانو میں تمہیں سیدھے راستے پر لیکر چلوں گا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس پر خاصی محنت کرنے کا موقع مل چکا تھا اور وہ ان سے خوب اچھی طرح کسب فیض کر چکا تھا اس لیے اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دفاع کرنے اور ان کی نیابت کرنے کا حق ادا کر دیا۔

اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ز وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾

اِنَّمَا	هٰذِهِ	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا	مَتَاعٌ ز	وَ	اِنَّ	الْاٰخِرَةَ	هِيَ	دَارُ	الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾
وہ تو صرف	یہ	زندگی	دنیا کی	سامان	اور	بیشک	آخرت	وہی	گھر	مستقل

دنیا کی یہ زندگی تو محض سازوسامان ہے، ہمیشہ رہنے کا گھر تو آخرت ہے۔ ﴿۳۹﴾

مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ج وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا

مَنْ	عَمِلَ	سَيِّئَةً	فَلَا	يُجْزٰٓى	اِلَّا	مِثْلَهَا ج	وَ	مَنْ	عَمِلَ	صَالِحًا
جو کوئی	عمل کرے	برا	تو نہیں	بدلہ دیا جائیگا	مگر	اتنا ہی	اور	جو کوئی	عمل کرے	نیک

جو شخص برائی کرے گا اُسے اُس کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا، اور جو شخص نیک اعمال کرے گا

مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

مِّنْ	ذَكَرٍ	اَوْ	اُنْثٰى	وَ	هُوَ	مُؤْمِنٌ	فَاُولٰٓئِكَ	يَدْخُلُوْنَ	الْجَنَّةَ
سے	مرد	یا	عورت	اور	وہ	ایمان والا	تو وہ لوگ	داخل ہو جائیں گے	جنت میں

خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اِس حال میں کہ وہ مؤمن ہو، تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے،

يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى

يُرْزَقُوْنَ	فِيْهَا	بِغَيْرِ	حِسَابٍ ﴿۴۰﴾	وَ	يٰقَوْمِ	مَا	لِيْٓ	اَدْعُوْكُمْ	اِلَى
رزق دیئے جائیں گے وہ	اُس میں	بغیر	حساب کے	اور	اے میری قوم	کیا ہوا	مجھے	میں دعوت دیتا ہوں تمہیں	طرف

جہاں اُنہیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔ ﴿۴۰﴾ اور اے میری قوم! مجھے کیا ہوا کہ میں تمہیں نجات کی طرف

النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ ط تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ

النَّجٰوةِ	وَ	تَدْعُوْنَنِيْٓ	اِلَى	النَّارِ ﴿۴۱﴾	تَدْعُوْنَنِيْ	لِاَكْفُرَ	بِاللّٰهِ
نجات کے	اور	تم دعوت دیتے ہو مجھے	طرف	جہنم کے	تم دعوت دیتے ہو مجھے	تاکہ کفر کروں میں	ساتھ اللہ کے

بلا رہا ہوں اور تم مجھے جہنم کی طرف بلا رہے ہو۔ ﴿۴۱﴾ تم مجھے اس بات کی دعوت دے رہے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں

وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ز وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ

وَ	اُشْرِكَ	بِهٖ	مَا	لَيْسَ	لِيْ	بِهٖ	عِلْمٌ ز	وَ	اَنَا	اَدْعُوْكُمْ	اِلَى	الْعَزِيْزِ
اور	شریک کروں	ساتھ اس کے	وہ جو	نہیں	مجھے	اس کا	کوئی علم	اور	میں تمہیں	بلاتا ہوں	طرف	غالب کے

اور اُن چیزوں کو اُس کے ساتھ شریک ٹھہراؤں جن کا مجھے علم ہی نہیں ہے اور میں تمہیں اُس زبردست کی طرف بلا رہا ہوں

النصف

﴿۳۹﴾ اس آیت مبارکہ میں دنیا اور آخرت کی زندگی میں ایک تقابل کیا گیا ہے، کہ دنیا کی زندگی چند روزہ اور فانی ہے، یہاں کی نعمتیں مختصر وقت کے لیے فائدہ اٹھانے کا سامان ہیں، نہ یہ دنیا ہمیشہ رہے گی اور نہ اس کی نعمتیں، بالآخر اسے ایک نہ ایک دن چھوڑ کر جانا ہی پڑے گا، اس کے مقابلے میں آخرت اور وہاں کی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی اور وہاں کی زندگی باقی اور لامحدود ہے، اب تم خود سوچ لو کہ تمہیں فانی کے لیے محنت کرنا ہے یا باقی کے لیے؟ محدود کے لیے یا لامحدود کے لیے؟ چند روزہ عیش و عشرت کے لیے یا دائمی فضل و کرم کے لیے؟

﴿۴۰﴾ اس آیت مبارکہ میں نیکی اور برائی کا ایک اصول متعین کیا گیا ہے، اصول یہ ہے کہ ایک برائی کا بدلہ اس سے بڑھا کر نہیں دیا جائے گا، جتنی برائی کی ہوگی، اتنی ہی اس کی سزا ہوگی، یہ اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف کا تقاضا ہے، جبکہ ایمان کے ساتھ عمل صالح کا اہتمام کرنے والوں کو ان کے محدود اعمال کا لامحدود بدلہ دیا جائے گا، انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا اور وہاں انہیں بے حساب رزق فراہم کیا جائے گا، یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا تقاضا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے گنہگار بندوں پر بھی ظلم نہیں کرتا، بلکہ ''سزا بقدر جرم'' کے اصول پر چلتا ہے۔

﴿۴۱﴾ ﴿۴۲﴾ ان آیتوں میں آل فرعون کے مرد مومن کا تعجب بیان کیا گیا ہے، اس نے اپنی قوم کے سامنے ایک تقابلی جائزہ پیش کیا ہے کہ ایک طرف تمہاری دعوت ہے اور دوسری طرف میری دعوت، تم لوگ مجھے جہنم کی دعوت دے رہے ہو، میں تمہیں جنت کی دعوت دے رہا ہوں، تم لوگ مجھے کفر و شرک اور غیر اللہ کی عبادت کی دعوت دے رہے ہو اور میں تمہیں توحید اور یکتا پرستی کی دعوت دے رہا ہوں، تمہارے معبودوں کی حقانیت پر کوئی دلیل اور سند موجود نہیں ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی توحید و یکتائی پر سیکڑوں ہزاروں دلائل موجود ہیں، علاوہ ازیں دلائل سے یہ بات بھی ثابت ہو چکی، مر کر ہم سب کو لوٹ کر بالآخر اللہ تعالیٰ کے پاس ہی جانا ہے۔

الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا

الْغَفَّارِ﴿۴۲﴾	لَا	جَرَمَ	اَنَّمَا	تَدْعُوْنَنِيْٓ	اِلَيْهِ	لَيْسَ	لَهٗ	دَعْوَةٌ	فِي	الدُّنْيَا
بہت بخشنے والا	نہیں	کوئی شک	وہ تو صرف	تم دعوت دے رہے ہو مجھے	اس کی طرف	نہیں	اس کی	کوئی پکار	بیچ	دنیا کے

جو نہایت بخشنے والا ہے۔ ۴۳ کوئی شک نہیں ہے کہ تم مجھے جس چیز کی دعوت دے رہے ہو، دنیا وآخرت میں اُس کی

وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ

وَ	لَا	فِي	الْاٰخِرَةِ	وَ	اَنَّ	مَرَدَّنَآ	اِلَى	اللّٰهِ	وَ	اَنَّ	الْمُسْرِفِيْنَ	هُمْ
اور	نہ	بیچ	آخرت کے	اور	یہ کہ بیشک	ہمارا لوٹنا	طرف	اللہ کے	اور	یہ کہ بیشک	حد سے تجاوز کرنے والے	وہ

کوئی پکار نہیں ہے، اور یہ کہ ہمیں اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اور یہ کہ حد سے تجاوز کرنے والے ہی

اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَاُفَوِّضُ

اَصْحٰبُ	النَّارِ﴿۴۳﴾	فَسَتَذْكُرُوْنَ	مَآ	اَقُوْلُ	لَكُمْ ؕ	وَ	اُفَوِّضُ
ساتھی	جہنم کے	سو عنقریب تم یاد کرو گے	وہ جو	میں کہہ رہا ہوں	تم سے	اور	سپرد کرتا ہوں میں

اہلِ جہنم ہیں۔ ۴۴ عنقریب تم وہ باتیں یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں، اور میں اپنا معاملہ

اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا

اَمْرِيْٓ	اِلَى	اللّٰهِ	اِنَّ	اللّٰهَ	بَصِيْرٌۢ	بِالْعِبَادِ﴿۴۴﴾	فَوَقٰىهُ	اللّٰهُ	سَيِّاٰتِ	مَا
اپنا معاملہ	طرف	اللہ کے	بیشک	اللہ	خوب دیکھنے والا	بندوں کو	سو بچا لیا اسے	اللہ نے	برائیوں سے	وہ جو

اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بیشک اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے۔ ۴۵ سو اللہ نے اُسے اُن کے مکر کی برائیوں سے

مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ

مَكَرُوْا	وَ	حَاقَ	بِاٰلِ	فِرْعَوْنَ	سُوْٓءُ	الْعَذَابِ﴿۴۵﴾	اَلنَّارُ	يُعْرَضُوْنَ
مکر کیا انہوں نے	اور	الٹا آپڑا	گھرانے پر	فرعون کے	برا	عذاب	آگ	پیش کیے جاتے ہیں

بچا لیا اور آلِ فرعون پر بدترین عذاب الٹا آپڑا۔ ۴۶ انہیں صبح و شام

عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ

عَلَيْهَا	غُدُوًّا	وَّ	عَشِيًّا ۚ	وَ	يَوْمَ	تَقُوْمُ	السَّاعَةُ ۫	اَدْخِلُوْٓا	اٰلَ
اس پر	صبح	اور	شام	اور	جس دن	قائم ہو گی	قیامت	داخل کر دو	گھرانے کو

جہنم کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت قائم ہو گی تو حکم ہوگا کہ آلِ فرعون کو

سو جن لوگوں نے یہاں حد سے تجاوز کیا ہوگا اور گناہوں کے ذریعے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہوگا، انہیں سیدھا جہنم میں پھینک دیا جائے گا، اب تم خود بتاؤ کہ تمہیں میری دعوت قبول کرنی چاہیے یا مجھے تمہاری دعوت پر لبیک کہنا چاہیے؟

۴۴ اس آیت مبارکہ میں آل فرعون کے مرد مومن کا آخری جملہ بیان کیا گیا ہے کہ اس نے فرعون کے دربار میں اپنی تقریر کا اختتام ان الفاظ پر کیا کہ اگر آج تم لوگ میری بات نہیں مانتے تو مجھے اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا، البتہ ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب تمہیں میری کہی ہوئی ساری باتیں ایک ایک کر کے یاد آئیں گی، لیکن اس وقت اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، جہاں تک تعلق ہے میرا تو میں اپنے آپ کو اور اپنے تمام معاملات کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں، وہ میرے متعلق جو فیصلہ کرے گا، میں اس پر سر تسلیم خم کرتا ہوں، تمہارے ظلم و ستم اور ایذا رسانیوں سے میں اپنے آپ کو اسی کی پناہ میں دیتا ہوں، وہ اپنے سب بندوں پر نظر رکھے ہوئے ہے، مجھے یقین ہے کہ وہ میرے متعلق بہترین فیصلہ کرے گا۔

۴۵ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بھرے دربار میں کلمہ حق بلند کرنے کی پاداش میں اس مرد مومن سے فرعون اور اس کے درباری خاصے سیخ پا ہوئے ہوں گے اور اسے نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوششیں اور سازشیں کی ہوں گی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مہربانی اور لطیف تدبیر کے ذریعے اس کی حفاظت فرمائی اور اسے ان کی سازشوں اور ایذا رسانیوں سے بچا کر سازشیوں کی تدبیروں کو انہی پر الٹا دیا، اب بھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ایسے مناظر دکھاتا رہتا ہے۔

فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ

فِرْعَوْنَ	اَشَدَّ	الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾	وَ	اِذْ	يَتَحَآجُّوْنَ	فِي	النَّارِ	فَيَقُوْلُ
فرعون کے	سب سے زیادہ سخت	عذاب میں	اور	جب	ایکدوسرے سے جھگڑیں گے وہ	بیچ	جہنم کے	تو کہیں گے

سخت ترین عذاب میں داخل کردو۔ ﴿۴۷﴾ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب وہ لوگ جہنم میں باہم جھگڑا کریں گے، چنانچہ

الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ

الضُّعَفٰٓؤُا	لِلَّذِيْنَ	اسْتَكْبَرُوْٓا	اِنَّا	كُنَّا	لَكُمْ	تَبَعًا	فَهَلْ	اَنْتُمْ	مُّغْنُوْنَ
کمزور لوگ	ان لوگوں سے	تکبر کیا انہوں نے	بیشک ہم	تھے	تمہارے لئے	پیروکار	تو کیا	تم	کام بنانے والے

کمزور لوگ تکبر کرنے والوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابع تھے تو کیا اب تم ہم سے آگ کا

عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ

عَنَّا	نَصِيْبًا	مِّنَ	النَّارِ ﴿۴۷﴾	قَالَ	الَّذِيْنَ	اسْتَكْبَرُوْٓا	اِنَّا	كُلٌّ	فِيْهَآ	اِنَّ
ہم سے	کوئی حصہ	سے	آگ کے	کہا	ان لوگوں نے	تکبر کیا انہوں نے	بیشک ہم	سب	اسمیں	بیشک

کوئی حصہ دور کر سکتے ہو؟ ﴿۴۸﴾ بڑا بننے والے کہیں گے کہ ہم تو سب ہی یہاں پڑے ہیں، بیشک

اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ

اللّٰهَ	قَدْ	حَكَمَ	بَيْنَ	الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾	وَ	قَالَ	الَّذِيْنَ	فِي	النَّارِ	لِخَزَنَةِ
اللہ	یقیناً	فیصلہ کرچکا	درمیان	بندوں کے	اور	کہا	ان لوگوں نے جو	بیچ	جہنم کے	داروغوں سے

اللہ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا۔ ﴿۴۹﴾ اور جو لوگ جہنم میں ہوں گے، وہ داروغۂ جہنم سے

جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا

جَهَنَّمَ	ادْعُوْا	رَبَّكُمْ	يُخَفِّفْ	عَنَّا	يَوْمًا	مِّنَ	الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾	قَالُوْٓا
جہنم کے	پکارو تم	اپنے رب کو	ہلکا کردے وہ	ہم سے	ایک دن	سے	عذاب	کہا انہوں نے

کہیں گے کہ اپنے رب سے دعا کرو، وہ ایک دن کیلئے ہی ہمارے عذاب میں تخفیف کردے۔ ﴿۵۰﴾ وہ کہیں گے

اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ

اَوَلَمْ	تَكُ	تَاْتِيْكُمْ	رُسُلُكُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	قَالُوْا	بَلٰى	قَالُوْا	فَادْعُوْا
اور کیا نہ	تھے	آئے تمہارے پاس	تمہارے پیغمبر	ساتھ واضح دلائل کے	کہا انہوں نے	کیوں نہیں	کہا انہوں نے	تو پکارو تم

کہ کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر واضح دلائل لیکر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں، وہ کہیں گے کہ پھر تم خود ہی دعا کرو،

﴿۴۶﴾ اس آیت مبارکہ میں آل فرعون کے لیے عذاب قبر اور عذاب قیامت کو ثابت کیا گیا ہے کہ قیامت سے پہلے انہیں روزانہ صبح وشام جہنم میں ان کا ٹھکانہ دکھایا جاتا رہے گا اور وہاں کے عذاب کا نمونہ انہیں چکھایا جاتا رہے گا اور جب قیامت قائم ہوجائے گی تو انہیں ہمیشہ کے لیے جہنم میں داخل کردیا جائے گا، مفسرین نے اس آیت سے عذاب قبر برحق ہونے پر بھی استدلال کیا ہے کہ جب آل فرعون کے کفار کو برزخ میں عذاب ہونا اس آیت سے ثابت ہے تو ان کے علاوہ بھی تمام کفار ومشرکین کے لیے اس کا ثبوت یقینی ہے کیونکہ نفس جرم میں تو دونوں ہی شریک ہیں۔

﴿۴۷﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل جہنم کے باہمی جھگڑے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ جھگڑا آل فرعون کے درمیان بھی ہوگا جن کا تذکرہ پہلے سے چلا آرہا ہے اور دیگر اہل جہنم کے درمیان بھی ہوگا، اس جھگڑے کے دو فریق وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں لیڈر اور بڑے سمجھے جاتے تھے اور جو ان کے ماتحت اور ورکرز شمار ہوتے تھے، ان ورکروں اور ماتحتوں کا تقاضا ہوگا کہ دنیا میں ہم تمہاری بات مان کر چلتے رہے، پیغمبروں کی مخالفت کرتے رہے اور حق کا انکار کرتے رہے، اب آج مصیبت اور تکلیف کے ان لمحات میں تم ہماری مدد کرو اور ہمیں اس عذاب سے چھٹکارا دلانے کی کوئی تدبیر کرو، جس سے پورا عذاب نہیں تو کم از کم اس کا کچھ حصہ ہی ہم سے ٹل جائے۔

﴿۴۸﴾ اس آیت مبارکہ میں لیڈروں کا جواب بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے ورکروں اور ماتحتوں کی کوئی بھی مدد نہیں کرسکیں گے اور صاف لفظوں میں ان سے کہیں گے کہ جیسے تم اس جیل میں بند ہو، ہم بھی اس میں بند ہیں، اگر ہم یہاں سے باہر ہوتے تو تمہارے لیے کوئی تدبیر کرتے اور تمہیں یہاں سے نکالنے کی کوشش کرتے، لیکن اب تو ہم سب ایک جیسی مصیبت میں گرفتار ہیں، اس لیے یہاں کوئی کسی کی مدد نہیں کرسکتا، سب کو اپنے اپنے حصے کی سزا خود ہی بھگتنا ہوگی، جس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے اور اس فیصلے کو تبدیل کرنا کسی مخلوق کے بس میں نہیں ہے۔

﴿۴۹﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل جہنم کا داروغۂ جہنم سے دعا کی درخواست کرنا بیان کیا گیا ہے، جب وہ اپنے سرداروں اور چودھریوں سے مایوس ہوجائیں گے تو سوچیں گے کہ داروغۂ جہنم سے بات کرنے کی کوشش کرتے ہیں شاید وہ ہماری کوئی مدد کرسکے، چنانچہ وہ اس سے درخواست کریں گے کہ اللہ تعالیٰ سے ہمارے عذاب میں ایک دن کی ہی تخفیف کروادو یہ تمہارا ہم پر بڑا احسان ہوگا۔

ع ١٤ ٥ ١٠

وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿٥٠﴾ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ

وَ	مَا	دُعٰٓؤُا	الْكٰفِرِيْنَ	اِلَّا	فِيْ	ضَلٰلٍ ﴿٥٠﴾	اِنَّا	لَنَنْصُرُ	رُسُلَنَا	وَالَّذِيْنَ
اور	نہیں	پکارنا	کافروں کا	مگر	بیچ	غلطی کے	بیشک ہم	البتہ مدد کرتے ہیں	اپنے پیغمبروں کی	اور جو لوگ

اور کافروں کا پکارنا تو بے فائدہ ہی ہوگا۔ ﴿٥٠﴾ بیشک ہم اپنے پیغمبروں اور اہل ایمان کی اس دنیوی

اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿٥١﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ

اٰمَنُوْا	فِيْ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَ	يَوْمَ	يَقُوْمُ	الْاَشْهَادُ ﴿٥١﴾	يَوْمَ	لَا	يَنْفَعُ
ایمان لائے	بیچ	زندگی کے	دنیا کی	اور	جس دن	قائم ہوں گے	گواہی دینے والے	جس دن	نہیں	فائدہ دے گی

زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اُس دن بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے۔ ﴿٥١﴾ جس دن ظالموں کو اُن کا معذرت کرنا

الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾ وَلَقَدْ

الظّٰلِمِيْنَ	مَعْذِرَتُهُمْ	وَ	لَهُمُ	اللَّعْنَةُ	وَ	لَهُمْ	سُوْٓءُ	الدَّارِ ﴿٥٢﴾	وَ	لَقَدْ
ظالموں کو	ان کی معذرت	اور	ان کیلئے	لعنت	اور	ان کیلئے	برا	گھر	اور	البتہ یقینا

کوئی فائدہ نہ دے گا، اور اُن پر لعنت ہوگی اور اُن کیلئے بدترین گھر ہوگا۔ ﴿٥٢﴾ اور یقینا

اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿٥٣﴾ هُدًى

اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْهُدٰى	وَ	اَوْرَثْنَا	بَنِيْٓ	اِسْرَآءِيْلَ	الْكِتٰبَ ﴿٥٣﴾	هُدًى
دی ہم نے	موسیٰ کو	ہدایت	اور	وارث بنایا ہم نے	بیٹوں کو	اسرائیل کے	کتاب کا	ہدایت

ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔ ﴿٥٣﴾ جوکہ اہل عقل کیلئے

وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٥٤﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ

وَّ	ذِكْرٰى	لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٥٤﴾	فَاصْبِرْ	اِنَّ	وَعْدَ	اللّٰهِ	حَقٌّ	وَّاسْتَغْفِرْ
اور	نصیحت	اہل عقل کیلئے	سو تو صبر کر	بیشک	وعدہ	اللہ کا	برحق	اور مغفرت طلب کر

سراپا ہدایت و نصیحت ہے۔ ﴿٥٤﴾ سو آپ صبر کیجئے، کیونکہ اللہ کا وعدہ برحق ہے، اور اپنوں کے گناہوں کی

لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿٥٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

لِذَنْۢبِكَ	وَ	سَبِّحْ	بِحَمْدِ	رَبِّكَ	بِالْعَشِيِّ	وَ	الْاِبْكَارِ ﴿٥٥﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ
اپنے گناہ کی	اور	تسبیح کر	ساتھ تعریف کے	اپنے رب کی	شام کو	اور	صبح کو	بیشک	جو لوگ

مغفرت طلب کیجئے، اور صبح و شام اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح بیان کیجئے۔ ﴿٥٥﴾ بیشک وہ لوگ جو

﴿٥٠﴾ اس آیت مبارکہ میں داروغۂ جہنم کا اہل جہنم سے مکالمہ بیان کیا گیا ہے، وہ اہل جہنم کی درخواست سن کر ان سے پوچھیں گے کہ تم لوگ اس حالت کو کیسے پہنچے؟ کیا تمہارے پاس واضح معجزات لیکر پیغمبر نہیں آئے تھے؟ کیا انہوں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام نہیں پہنچایا تھا؟ وہ اقرار کریں گے کہ کیوں نہیں، ایسا ہوا تھا اور ہمارے پاس بہت سے پیغمبر آئے تھے، لیکن ہماری بدبختی ہماری نیک نیتی پر غالب آگئی اور ہم جہنم میں پہنچ گئے، گویا وہ اعتراف جرم کریں گے، اس پر داروغہ جہنم انہیں جواب دیں گے کہ پھر تخفیف عذاب کی دعا تم خود ہی کرتے رہو، ہم تو یہ دعا نہیں کرسکتے، رہی یہ بات کہ کیا انہیں اس دعا کا کوئی فائدہ ہوگا؟ تو آیت کے آخری جملے میں اس کا جواب بھی دیدیا گیا کہ انہیں اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اور ان کی دعا اور پکار رائیگاں جائے گی۔ ﴿٥١﴾ اس آیت مبارکہ میں دو قسم کے لوگوں کی دو موقعوں پر مدد اور نصرت کا وعدہ کیا گیا ہے، پہلا گروہ انبیاء و رسل علیہم السلام کا ہے اور دوسرا گروہ تمام اہل ایمان کا ہے، اللہ نے دنیا میں بھی ان کی نصرت کا وعدہ فرمایا ہے، اور قیامت کے دن بھی ان کی نصرت کو یقینی قرار دیا ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت پیغمبروں اور اہل ایمان کے ساتھ دنیا میں بھی شامل حال رہتی ہے اور قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ کی نصرت ان کے شامل حال رہے گی، لیکن یہاں بعض لوگوں کو یہ اشکال پیش آیا ہے کہ پھر انبیاء و رسل کو شہید کیوں کیا گیا؟ اہل ایمان اللہ کی نصرت کا انتظار کرتے کرتے عاجز کیوں آجاتے ہیں؟ کیا اللہ کا وعدہ انہیں شامل نہیں ہے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ نصرت کی ایک شکل تو یہ ہے کہ دشمن نے ایذا رسانی کی کوشش کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کوشش کو ناکام بنادیا اور دشمن کو منہ کی کھانی پڑی، انبیاء و رسل اور عام اہل ایمان اس کا مزہ بھی چکھتے رہے ہیں، دوسری شکل یہ ہے کہ دلیل کے میدان میں انہیں غلبہ اور نصرت عطا کی جائے، اس میدان میں انبیاء و رسل علیہم السلام اور دیگر اہل ایمان بھی مغلوب نہیں ہوئے، تیسری شکل یہ ہے کہ دشمن اپنی سازش اور کوشش میں بظاہر کامیاب تو ہوجائے اور انہیں نقصان پہنچا کر وقتی خوشی حاصل کرلے لیکن اللہ تعالیٰ ان کی قربانی کی برکت سے دنیا میں حق کا بول بالا کردے، بعد میں آنے والے اچھے الفاظ میں ان کا تذکرہ کیا کریں، ان کا خون رائیگاں نہ جائے، ان کا دشمن فتح یاب ہوکر بھی شکست کھاجائے اور وہ نقصان و تکلیف اٹھا کر بھی فتح یاب ہوجائیں، موقع کی مناسبت سے یہاں نصرت کی کوئی بھی شکل مراد ہوسکتی ہے۔ ﴿٥٢﴾ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن ظالموں کی حالت بیان کی گئی ہے، یہاں ''ظالموں'' سے عام ظالم لوگ بھی مراد ہوسکتے ہیں اور وہ ظالم بھی جو انبیاء و رسل اور عام اہل ایمان کو تکلیف اور نقصان پہنچاتے رہے، انہیں شہید کرتے رہے یا شہید کرنے کی سازشیں کرتے رہے، قیامت کے دن وہ اللہ کی بارگاہ میں معذرت کریں گے اور معافی کی درخواست کریں گے، لیکن انہیں اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، بلکہ ان پر اللہ کی لعنت نازل ہوگی اور ان کے لیے جو بدترین ٹھکانہ تیار کیا گیا ہے وہاں وہ ملعون ہوکر پڑے رہیں گے۔ ﴿٥٣﴾ اس آیت مبارکہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت و رہنمائی اور صراط مستقیم کی سوجھ بوجھ عطا فرمائی، یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے انعام ہوا، دوسری یہ کہ ہم نے بنی اسرائیل کو تورات کا وارث بنادیا، یہ ان کے لیے انعام ہوا، گویا نبی بھی انعام یافتہ اور ان کی امت بھی انعام یافتہ۔ ﴿٥٤﴾ اس آیت مبارکہ میں تورات کے دو وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ وہ سراپا ہدایت کتاب ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ تورات کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا اور ظاہر ہے کہ اللہ کی نازل کردہ کتاب میں ہدایت کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اس میں کوئی ٹیڑھی یا گمراہ کن بات پائی

يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ

يُجَادِلُوْنَ	فِيْٓ	اٰيٰتِ	اللّٰهِ	بِغَيْرِ	سُلْطٰنٍ	اَتٰىهُمْ	اِنْ	فِيْ	صُدُوْرِهِمْ
جھگڑتے ہیں	بیچ	آیتوں کے	اللہ کی	بغیر	کسی دلیل کے	آئی ہو ان کے پاس	نہیں	بیچ	ان کے سینوں کے

اللہ کی آیتوں کے حوالے سے اپنے پاس آنے والی کسی دلیل کے بغیر جھگڑتے ہیں، اُن کے دلوں میں

اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ

اِلَّا	كِبْرٌ	مَّا	هُمْ	بِبَالِغِيْهِ ۚ	فَاسْتَعِذْ	بِاللّٰهِ ۭ	اِنَّهٗ	هُوَ	السَّمِيْعُ
مگر	تکبر	نہیں	وہ	اسے پہنچنے والے	سو پناہ میں آ تو	اللہ کی	بیشک وہ	وہی	خوب سننے والا

سوائے تکبر کے اور کچھ نہیں، وہ وہاں تک کبھی نہ پہنچ سکیں گے، سو آپ اللہ کی پناہ میں آجائیے، بیشک وہ خوب سننے والا،

الْبَصِيْرُ ۝۵۶ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ

الْبَصِيْرُ ۝۵۶	لَخَلْقُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	اَكْبَرُ	مِنْ	خَلْقِ	النَّاسِ
دیکھنے والا	البتہ پیدا کرنا	آسمانوں کو	اور	زمین کو	زیادہ بڑا	سے	پیدا کرنے کے	انسانوں کو

دیکھنے والا ہے۔ ۝۵۶ یقیناً آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے،

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۷ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى

وَ	لٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ۝۵۷	وَ	مَا	يَسْتَوِي	الْاَعْمٰى
اور	لیکن	اکثر	لوگ	نہیں	جانتے	اور	نہیں	برابر ہو سکتے	نابینا

لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ ۝۵۷ اور نابینا اور بینا کبھی برابر

وَالْبَصِيْرُ ڏ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْۗءُ ۭ

وَ	الْبَصِيْرُ ڏ	وَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	وَ	لَا	الْمُسِيْۗءُ ۭ
اور	بینا	اور	جو لوگ	ایمان لائے	اور عمل کئے انہوں نے	نیک	اور	نہ	برائی کرنے والا

نہیں ہو سکتے، اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے، وہ اور گنہگار بھی برابر نہیں ہو سکتے۔

قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝۵۸ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ

قَلِيْلًا مَّا	تَتَذَكَّرُوْنَ ۝۵۸	اِنَّ	السَّاعَةَ	لَاٰتِيَةٌ	لَا	رَيْبَ	فِيْهَا	وَ	لٰكِنَّ
بہت کم	نصیحت حاصل کرتے ہو تم	بیشک	قیامت	البتہ آنے والی	نہیں	کوئی شک	اسمیں	اور	لیکن

بہت کم تم غور کرتے ہو۔ ۝۵۸ بیشک قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن

جاتی ہو، دوسرا یہ کہ تورات کتاب نصیحت ہے، اس میں ہر شعبہ زندگی کے لیے درس عبرت موجود ہے، ہر شخص اپنے حالات کو سامنے رکھ کر اس کتاب عبرت سے بآسانی عبرت حاصل کرسکتا ہے، تاہم یہ کلام صرف اہل عقل و دانش کے لیے ہے، عام لوگوں کے لیے نہیں۔ ۵۵ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کرکے تین حکم دیئے گئے ہیں، پہلا حکم یہ کہ دشمنوں کی طرف سے پیش آنے والے مصائب و تکالیف پر صبر کریں، اللہ نے آپ سے فتح و نصرت اور اجر و ثواب کا جو وعدہ کر رکھا ہے، وہ برحق ہے اور پورا ہوکر رہے گا، دوسرا حکم یہ کہ توبہ و استغفار کرتے رہیں، چونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان ہر مرتبہ توبہ و استغفار کسی گناہ کے ارتکاب پر ہی کرے، اور انبیاء کرام علیہم السلام تو ویسے بھی معصوم ہوتے ہیں اور نبی علیہ السلام خاتم الانبیاء ہونے کی وجہ سے خاتم المعصومین بھی ہیں، اس لیے یہ توبہ و استغفار گناہ کے ارتکاب سے وابستہ نہیں ہے، بلکہ یہ نبی علیہ السلام کی عادت اور فطرت ثانیہ بن چکا تھا، یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام یومیہ ستر یا سو مرتبہ استغفار فرماتے تھے، یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ العیاذ باللہ نبی علیہ السلام یومیہ ستر یا سو گناہوں کا ارتکاب کرتے ہوں؟ تیسرا حکم یہ کہ صبح و شام اپنے رب کی تسبیح و تحمید اور اسی کی پاکی اور بزرگی بیان کرتے رہیں، انسان کی روحانی ترقی میں ان تینوں چیزوں کا کردار نہایت اہم ہے۔

۵۶ اس آیت مبارکہ میں بلا دلیل اعتراض اور شکوک و شبہات پیدا کرنے والوں کا اصل روگ بیان کیا گیا ہے، ان کا اصل روگ غرور و تکبر اور خود پسندی ہے، چنانچہ بہت سے مغرور اور متکبر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ احکام شرعیہ پر بے مقصد اور بے دلیل اعتراض کرتے رہتے ہیں اور جب مضبوط علمی جواب سن لیتے ہیں تو چپ سادھ لیتے ہیں، یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی علمی یا مادی برتری کے زعم میں مبتلا ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کے شر سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ مانگنے کی تاکید کی گئی ہے کیونکہ ان کے شر سے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں بچا سکتا۔

۵۷ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت بیان کی گئی ہے کہ انسان تو ایک چھوٹی سی مخلوق ہے، وہ تو آسمانوں اور زمینوں جیسی عظیم اور بڑی بڑی مخلوقات کا خالق ہے اور یہ بات مشرکین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، لیکن تعجب ہے کہ وہ اسے انسانوں کا خالق تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ کیونکر پیدا کیا جائے گا؟

۵۸ اس آیت مبارکہ میں بینا اور نابینا، نیک اور گنہگار کے درمیان موازنہ کرکے بتایا گیا ہے کہ یہ دونوں گروہ کبھی برابر نہیں ہو سکتے، معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا بھی اس بات کو سمجھ سکتا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا انجام کے اعتبار سے یہ دونوں گروہ برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، تو پھر تمہیں نیکی کا راستہ اختیار کرنا چاہیے کیونکہ نیک آدمی بینائی رکھنے والے کی طرح ہے اور گنہگار آدمی نابینا کی طرح ہے۔

أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٩﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ

أَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا	يُؤْمِنُونَ ﴿٥٩﴾	وَ	قَالَ	رَبُّكُمُ	ادْعُونِي	أَسْتَجِبْ
اکثر	لوگ	نہیں	ایمان لاتے	اور	کہا	تمہارے رب نے	مجھے پکارو	میں قبول کروں گا

اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ ﴿٥٩﴾ اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا

لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ

لَكُمْ	إِنَّ	الَّذِينَ	يَسْتَكْبِرُونَ	عَنْ	عِبَادَتِي	سَيَدْخُلُونَ
تمہارے لئے	بیشک	جو لوگ	تکبر کرتے ہیں	سے	میری عبادت کے	عنقریب داخل ہوں گے وہ

قبول کروں گا، بیشک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، عنقریب وہ ذلیل ہو کر

ع ٦ ١٠ ١١

جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ

جَهَنَّمَ	دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾	اللَّهُ	الَّذِي	جَعَلَ	لَكُمُ	اللَّيْلَ	لِتَسْكُنُوا	فِيهِ
جہنم میں	ذلیل ہونے والے	اللہ	وہ جو	بنایا اُس نے	تمہارے لئے	رات کو	تاکہ تم سکون کرو	اُس میں

جہنم میں داخل ہوں گے۔ ﴿٦٠﴾ اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات کو بنایا تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو

وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ

وَ	النَّهَارَ	مُبْصِرًا	إِنَّ	اللَّهَ	لَذُو فَضْلٍ	عَلَى	النَّاسِ	وَ	لَٰكِنَّ
اور	دن کو	دیکھنے والا	بیشک	اللہ	البتہ فضل والا	پر	لوگوں کے	اور	لیکن

اور دن کو دیکھنے کا ذریعہ بنایا، بیشک اللہ تو لوگوں پر فضل والا ہے، لیکن اکثر لوگ

أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٦١﴾ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَا إِلَٰهَ

أَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا	يَشْكُرُونَ ﴿٦١﴾	ذَٰلِكُمُ	اللَّهُ	رَبُّكُمْ	خَالِقُ	كُلِّ	شَيْءٍ	لَا	إِلَٰهَ
اکثر	لوگ	نہیں	شکر کرتے	یہی تمہارا	اللہ	تمہارا رب	پیدا کرنے والا	ہر	چیز کا	نہیں	کوئی معبود

شکر ادا نہیں کرتے۔ ﴿٦١﴾ وہی اللہ تمہارا رب ہے، ہر چیز کا خالق ہے، اُس کے علاوہ کوئی

إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٦٢﴾ كَذَٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ

إِلَّا	هُوَ	فَأَنَّىٰ	تُؤْفَكُونَ ﴿٦٢﴾	كَذَٰلِكَ	يُؤْفَكُ	الَّذِينَ	كَانُوا	بِآيَاتِ	اللَّهِ
مگر	وہی	تو کہاں	تم بہکے جاتے ہو	اسی طرح	بہکے گئے	وہ لوگ جو	تھے وہ	آیتوں کا	اللہ کی

معبود نہیں، تو تم کہاں بہکے جاتے ہو؟ ﴿٦٢﴾ اسی طرح وہ لوگ بھی بہکے جاتے ہیں جو اللہ کی آیتوں کا

﴿٥٩﴾ اس آیت مبارکہ میں قیامت کا برحق ہونا اور لوگوں کی اکثریت کا ایمان سے محروم رہنا بیان کیا گیا ہے، یہ مضمون اپنی اہمیت کی وجہ سے بار بار دہرایا گیا ہے، کیونکہ عقیدۂ قیامت ان بنیادی عقائد میں سے ہے جن کے بغیر انسان اللہ تعالیٰ کی توحید کا قائل بھی نہیں ہوتا۔

﴿٦٠﴾ اس آیت مبارکہ میں دعا کے حوالے سے تین اہم باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ بندوں کو اپنے رب سے دعا کرنی چاہیے، دعا اللہ اور بندے کے تعلق کا نام ہے، دعا اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کا نام ہے اور دعا اپنی بندگی کے اظہار کا نام ہے، دوسری یہ کہ اللہ نے دعا کی قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے لہٰذا بندہ جب بھی اپنے رب سے دعا کرتا ہے، قبولیت دعا کا وعدہ اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، جس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں، مثلاً وہ جو مانگے، اللہ تعالیٰ اسے وہی عطا فرمائے، یا وہ تو نہ دے لیکن اس سے بہتر چیز دیدے، یا اس کے عوض اس کی کوئی مصیبت اور تکلیف دور کردے یا ٹال دے، یا پھر اسے آخرت کے لیے ذخیرہ کرلے اور اس دعا کے بدلے میں اسے جنت کے بلند و بالا درجات اور مقامات نصیب فرمادے، تیسری بات دعا سے اعراض کرنے والوں کی سزا ہے کہ جو لوگ تکبر اور خود پسندی کی وجہ سے اللہ سامنے ہاتھ پھیلانے اور دعا کرنے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل و رسوا کر کے جہنم میں داخل فرمائے گا۔

﴿٦١﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو بڑی نعمتیں ذکر کر کے لوگوں کی اکثریت کا ناشکرا ہونا بیان کیا گیا ہے، پہلی نعمت رات ہے، اللہ نے رات اس لیے بنائی ہے کہ انسان دن بھر کی تھکاوٹ کے بعد آرام کرے اور اپنے جسم کو سکون دے، یہ نعمت ہر امیر اور غریب، مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے، عالم اور جاہل سب کو یکساں میسر ہے، دوسری نعمت دن ہے، اللہ نے دن اس لیے بنایا ہے کہ لوگ اس کی روشنی اور اجالے میں اپنی معیشت اور روزگار کے اسباب فراہم کریں، یہ نعمت بھی تمام انسانوں کے لیے برابر ہے، لیکن لوگوں کی اکثریت ناشکری ہے، کیونکہ وہ بہت سی نعمتوں کو نعمت سمجھتے ہی نہیں ہیں، لہٰذا انہیں اس پر شکر کرنے کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی اور وہ شکر کی بجائے شرک پر آمادہ رہتے ہیں۔

﴿٦٢﴾ اس آیت مبارکہ میں مذکورہ صفات کی طرف اشارہ کر کے فرمایا گیا ہے کہ جس رب میں اس قدر کمالات اور عمدہ صفات موجود ہوں، جو ہر چیز کا خالق ہے، جو معبود حقیقی ہے اور معبود ہونے میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے، تم ایسے عظیم رب کو چھوڑ کر کہاں بہکے جا رہے ہو؟

يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ

يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾	اَللّٰهُ	الَّذِيْ	جَعَلَ	لَكُمُ	الْاَرْضَ	قَرَارًا	وَ	السَّمَآءَ
انکار کرتے ہیں	اللہ	وہ جو	بنایا اُس نے	تمہارے لئے	زمین کو	ٹھہرنے کی جگہ	اور	آسمان کو

انکار کرتے رہتے ہیں۔ (۶۳) اللہ وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو

بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ

بِنَآءً	وَ	صَوَّرَكُمْ	فَاَحْسَنَ	صُوَرَكُمْ	وَ	رَزَقَكُمْ	مِّنَ	الطَّيِّبٰتِ
چھت	اور	صورت کشی کی تمہاری	سو بہترین بنائیں	تمہاری صورتیں	اور	دیا اس نے تمہیں	سے	پاکیزہ چیزیں

چھت بنایا، اور تمہاری صورت کشی کی، سو بہترین صورتیں بنائیں، اور تمہیں پاکیزہ چیزیں عطا فرمائیں۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ

ذٰلِكُمُ	اللّٰهُ	رَبُّكُمْ	فَتَبٰرَكَ	اللّٰهُ	رَبُّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾	هُوَ	الْحَيُّ	لَآ	اِلٰهَ
وہی تمہارا	اللہ	تمہارا رب	سو بابرکت ہے	اللہ	پالنے والا	جہان والوں کو	وہ	زندہ رکھنے والا	نہیں	کوئی معبود

وہی اللہ تمہارا رب ہے، سو اللہ بہت بابرکت ہے جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ (۶۴) وہ سب کو زندہ رکھنے والا ہے، اُس کے علاوہ کوئی

اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ

اِلَّا	هُوَ	فَادْعُوْهُ	مُخْلِصِيْنَ	لَهُ	الدِّيْنَ	اَلْحَمْدُ	لِلّٰهِ	رَبِّ
مگر	وہی	تو تم پکارو اُسے	خالص کرتے ہوئے	اس کیلئے	دین کو	تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	پالنے والا

معبود نہیں، سو تم دین کو اللہ کیلئے خالص کرتے ہوئے اُسی کو پکارو، تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کو

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾	قُلْ	اِنِّيْ	نُهِيْتُ	اَنْ	اَعْبُدَ	الَّذِيْنَ	تَدْعُوْنَ	مِنْ
جہان والوں کو	تُو کہہ	بیشک میں	روک دیا گیا ہوں	یہ کہ	عبادت کروں	ان لوگوں کی	پکارتے ہو تم	سے

پالنے والا ہے۔ (۶۵) اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ مجھے اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر تم جنہیں

دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۫ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ

دُوْنِ	اللّٰهِ	لَمَّا	جَآءَنِيَ	الْبَيِّنٰتُ	مِنْ	رَّبِّيْ	وَ	اُمِرْتُ	اَنْ	اُسْلِمَ
علاوہ	اللہ کے	جبکہ	آ گئے میرے پاس	واضح دلائل	سے	میرے رب کے	اور	میں حکم دیا گیا ہوں	یہ کہ	فرمانبردار ہوں

پکارتے ہو، میں اُن کی عبادت کروں، جبکہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح دلائل آ چکے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العالمین کا

(۶۳) اس آیت مبارکہ میں موجودہ اور گزشتہ اقوام کے منکرین اور مشرکین کا حوالہ دیا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں، وہ اسی طرح بہکے جاتے ہیں، گویا اصل روگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار ہے، جن لوگوں کے دلوں میں یہ روگ پایا جاتا ہے خواہ وہ کسی بھی رنگ نسل، زبان اور علاقے سے تعلق رکھتے ہوں اور خواہ وہ کسی بھی زمانے میں ہوں، راہ راست سے اسی طرح بہک اور بھٹک جاتے ہیں۔

(۶۴) اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی چار صفات بیان کرکے فرمایا گیا ہے کہ جس ذات میں یہ صفات پائی جاتی ہیں، وہی تمہارا معبود اور تمہارا رب ہے، اس پر ایمان لاؤ اور اس کی قدر کرو، پہلی صفت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو ٹھکانہ پکڑنے کی جگہ بنایا، چنانچہ لوگ زمین پر اپنے گھر اور دکانیں تعمیر کرتے ہیں، اسی میں ان کی رہائش، غذا اور معیشت رکھی گئی ہے اور یہ فرش ہر شخص کو بآسانی میسر ہے، دوسری صفت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے آسمان کو چھت بنایا، چونکہ چھت کا باقاعدہ تعمیر ہونا ضروری ہے، اس لیے یہاں ''بناء'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، تیسری صفت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصویر کشی کی تو اس میں ''جان'' ڈال دی اور ایسی بہترین صورت کشی کی کہ زبان سے بے اختیار ''فتبارك الله احسن الخالقين'' نکلتا ہے، اس سے بہتر مصور کا تصور بھی محال ہے، چوتھی صفت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کھانے اور غذائی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بہترین حلال چیزیں عطا فرمائیں جو انسان کی جسمانی صحت اور روحانی ترقی دونوں میں یکساں مفید کردار ادا کرتی ہیں، اگر انسان حلال کا اہتمام چھوڑ کر حرام کی طرف لپکے تو وہ جسمانی طور پر بھی بہت سی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے اور روحانی طور پر بھی اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

(۶۵) اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں، ایک حکم، ایک خوبی اور ایک کلمہ شکر جمع ہو گئے ہیں، اللہ تعالیٰ کی پہلی صفت ''الحی'' ہے یعنی وہ خود زندگی والا ہے دوسروں کو زندگی عطا فرمانے والا ہے اور انہیں زندہ رکھنے والا ہے، دوسری صفت یہ کہ اس کے علاوہ کسی میں معبود بننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، چنانچہ وہی حقیقی معبود ہے، حکم یہ دیا گیا ہے کہ صرف اللہ ہی کو پکارا کرو، کیونکہ جب معبود وہی ہے تو ہاتھ بھی اسی کے سامنے پھیلنے چاہئیں اور آنسو بھی اسی کے سامنے بہنے چاہئیں اور خوبی یہ کہ اپنی دعا میں اخلاص پیدا کیا جائے کیونکہ جس دعا میں اخلاص پیدا ہو جائے وہ سیدھی عرش معلیٰ پر پہنچتی ہے اور قبولیت کا تحفہ لیکر آتی ہے، دعا کی قیمت اخلاص ہی سے لگتی ہے ورنہ وہ بے جان الفاظ ہو کر رہ جاتے ہیں، جبکہ کلمہ شکر ''الحمد لله رب العالمين'' ہے جس کی تفسیر سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت کے ذیل میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ

لِرَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ٦٦	هُوَ	الَّذِيْ	خَلَقَكُمْ	مِّنْ	تُرَابٍ	ثُمَّ	مِنْ	نُّطْفَةٍ
پالنے والے کیلئے	جہان والوں کے	وہ	وہی جو	اُس نے تمہیں پیدا کیا	سے	مٹی کے	پھر	سے	نطفے کے

فرمانبردار رہوں۔ ٦٦ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے، پھر پانی کے ناپاک قطرے سے،

ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ

ثُمَّ	مِنْ	عَلَقَةٍ	ثُمَّ	يُخْرِجُكُمْ	طِفْلًا	ثُمَّ	لِتَبْلُغُوْٓا	اَشُدَّكُمْ	ثُمَّ
پھر	سے	جمے ہوئے خون کے	پھر	وہ تمہیں نکالتا ہے	بچپن میں	پھر	تاکہ تم پہنچو	اپنی جوانی کو	پھر

پھر جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پھر وہ تمہیں بچہ ہونے کی حالت میں نکالتا ہے، پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو، پھر

لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا

لِتَكُوْنُوْا	شُيُوْخًا ۚ	وَ	مِنْكُمْ	مَّنْ	يُّتَوَفّٰى	مِنْ	قَبْلُ	وَ	لِتَبْلُغُوْٓا
تاکہ تم ہوجاؤ	عمر رسیدہ	اور	تم میں سے	وہ جو	پورے لے لئے جاتے ہیں	سے	پہلے	اور	تاکہ تم پہنچو

تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ، اور تم میں سے بعض لوگ اس سے پہلے بھی مر جاتے ہیں، اور تاکہ تم ایک مقررہ وقت تک

اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا

اَجَلًا	مُّسَمًّى	وَّ	لَعَلَّكُمْ	تَعْقِلُوْنَ ٦٧	هُوَ	الَّذِيْ	يُحْيٖ	وَ	يُمِيْتُ ۚ	فَاِذَا
ایک مدت	مقررشدہ	اور	تاکہ تم	سمجھو	وہ	وہی جو	زندگی دیتا	اور	موت دیتا	سو جب

پہنچو، اور تاکہ تم سمجھو۔ ٦٧ اللہ وہی ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے، پھر جب

قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٦٨﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ

قَضٰٓى	اَمْرًا	فَاِنَّمَا	يَقُوْلُ	لَهٗ	كُنْ	فَيَكُوْنُ ٦٨	اَلَمْ	تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ
فیصلہ کرلے	کسی کام کا	توصرف	کہتا ہے	اس سے	ہوجا	تو وہ ہوجاتا ہے	کیانہیں	دیکھا تو نے	طرف	ان لوگوں کے جو

وہ کسی کام کا فیصلہ کرلیتا ہے تو صرف اتنا کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ ٦٨ کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا

يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿٦٩﴾ صلے الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

يُجَادِلُوْنَ	فِيْٓ	اٰيٰتِ	اللّٰهِ ۭ	اَنّٰى	يُصْرَفُوْنَ ٦٩	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا
جھگڑا کرتے ہیں	بیچ	آیتوں کے	اللہ کی	کہاں	پھیرے جاتے ہیں وہ	وہ لوگ جو	جھٹلایا انہوں نے

جو اللہ کی آیتوں کے حوالے سے جھگڑتے ہیں، کہ وہ کہاں پھرے جاتے ہیں؟ ٦٩ وہ لوگ جنہوں نے کتاب کی

ع ٨ ١٢ معانقۃ

٦٦ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو اعلان کروائے گئے ہیں، پہلا اعلان یہ کہ مجھے غیر اللہ کی عبادت سے روک دیا گیا ہے، لہٰذا یہ ممکن نہیں ہے کہ میں تمہارے معبودوں کی عبادت اور بندگی کروں، تم اپنے دلوں سے یہ خیال نکال دو کہ اس سلسلے میں میں تمہاری بات مانوں گا، اس کی ایک وجہ تو وہ ممانعت ہے جو مجھے کی گئی ہے اور دوسری وجہ وہ روشن اور واضح دلائل ہیں جو میرے پاس شرک و بت پرستی کی مذمت اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی صداقت کے سلسلے میں آچکے ہیں کیونکہ کسی سلیم الفطرت انسان سے توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ان دلائل کو رد کردے گا یا انہیں نظر انداز کرکے آگے نکل جائے گا، دوسرا اعلان یہ کہ مجھے رب العالمین کا فرمانبردار رہنے کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا میں اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہوں اور اس کے ہر حکم پر عمل کرنے کے لیے ہر لمحے تیار ہوں، ہر مسلمان کو اطاعت اور فرمانبرداری کے اس جذبے سے سرشار ہونا چاہیے۔ ٦٧ اس آیتِ مبارکہ میں تخلیق انسانی کے مختلف مراحل اختصار کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، اس سے پہلے سورۂ حج اور سورۂ مومنون کے آغاز میں بھی یہ مضمون تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے، البتہ یہاں اس پہلو سے اس پر غور کرنا ضروری ہے کہ یہاں انسان کی تخلیق مٹی اور مادۂ منویہ دونوں سے کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، سوال یہ کہ انسان کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے یا مادۂ منویہ سے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان اول کی تخلیق براہ راست مٹی سے ہوئی ہے اسی وجہ سے انسان کی تخلیق کا مرکزی عنصر مٹی ہے اور یہ عنصر نسل انسانی میں ہمیشہ نمایاں رہا ہے اور اسی وجہ سے انسان کو خاکی کہا جاتا ہے، جبکہ بعد میں آنے والے انسانوں کی تخلیق کا ظاہری سبب مادۂ منویہ ہے اس لیے کہا جاتا ہے کہ انسان پانی کے ایک ناپاک قطرے سے پیدا ہوتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول کر اللہ کے سامنے اکڑنے لگتا ہے خلاصہ یہ کہ انسان کا مادۂ تخلیق مٹی اور مادۂ منویہ دونوں ہیں اور ان میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے، پانی کا وہ ناپاک قطرہ جب ماں کے رحم میں قرار پکڑتا ہے تو وہ خون کا لوتھڑا بن جاتا ہے، گوشت، بوٹی اور ہڈی کے مختلف مراحل سے گزر کر جب وہ دنیا میں آتا ہے تو ناتواں بچے کی شکل میں ہوتا ہے، جو اپنا کوئی کام بھی خود نہیں کرسکتا اور ہر لمحے دوسروں کا محتاج ہوتا ہے، پھر وہ جوان ہوکر اپنی طاقت کے عروج کو پہنچتا ہے اور جوانی سے گزر کر بڑھاپے کی عمر تک پہنچ جاتا ہے، یہاں پہنچ کر اس کی زندگی کی شام ہوجاتی ہے اور وہ اپنے مقررہ وقت پر دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے بلکہ بعض لوگوں کو بڑھاپے کی منزل تک پہنچنے کا موقع ہی نہیں ملتا، جوانی ہی میں ان کی مدت عمر تمام ہوجاتی ہے اور وہ موت کا پیالہ منہ سے لگالیتے ہیں، اب تم عقل سے کام لو اور ان مراحل پر غور کرکے اپنے خالق تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ ٦٨ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات قدرت بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ زندگی دیتا ہے اس لیے کہ وہ خود ''حی'' ہے اس کے علاوہ کسی کے بس میں نہیں ہے کہ وہ کسی کو زندگی دے سکے، یہاں تک کہ کئی مرتبہ وہ موت کے شکنجے میں جکڑے ہوئے آدمی کو اس سے چھڑا لیتا ہے اور اسے گویا کہ نئی زندگی فراہم کردیتا ہے، دوسری صفت یہ کہ وہ موت دیتا ہے اور عقل بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ جس نے زندگی دی ہو، وہی زندگی کو واپس لینے کا حق رکھتا ہے، یوں کسی کو قتل کردینا اسے موت دینے کے معنی میں نہیں ہے کیونکہ وہ موت کا سبب بنتا ہے، کسی کو موت دینا نہیں ہے، تیسری صفت یہ کہ وہ اپنے کسی بھی فیصلے کو نافذ کرنے کے لیے اسباب و وسائل کا محتاج نہیں ہے، وہ تو صرف ''کُن'' کہتا ہے اور ناممکن کام بھی ممکن ہوجاتا ہے یعنی جتنی دیر انسان کو کن کہنے میں لگتی ہے اس سے بھی کم وقت میں اللہ کا ہر ارادہ اور فیصلہ نافذ ہوجاتا ہے کیونکہ یہ تعبیر صرف سمجھانے کے لیے ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادے کو پورا کرنے کے لیے لفظ ''کُن'' کہنے کا محتاج ہو۔ ٦٩ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کے انجام پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے جو احکام الٰہیہ اور آیات قرآنی میں شکوک و شبہات اور

بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٠﴾ اِذِ

بِالْكِتٰبِ	وَ	بِمَآ	اَرْسَلْنَا	بِهٖ	رُسُلَنَا	فَسَوْفَ	يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٠﴾	اِذِ
کتاب کو	اور	اسے جو	بھیجا ہم نے	ساتھ اس کے	اپنے پیغمبروں کو	تو عنقریب	وہ جان لیں گے	جب

تکذیب کی اور اُس چیز کی جو ہم نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجی ہے، سو عنقریب وہ جان لیں گے۔ ﴿٧٠﴾ جب

الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ﴿٧١﴾ فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ

الْاَغْلٰلُ	فِيْٓ	اَعْنَاقِهِمْ	وَ	السَّلٰسِلُ	يُسْحَبُوْنَ ﴿٧١﴾	فِي	الْحَمِيْمِ	ثُمَّ
طوق	بیچ	ان کی گردنوں کے	اور	زنجیریں	گھسیٹے جائیں گے	بیچ	کھولتے ہوئے پانی کے	پھر

اُن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں، اُنہیں گھسیٹا جائے گا۔ ﴿٧١﴾ کھولتے ہوئے پانی میں، پھر

فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿٧٢﴾ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٣﴾

فِي	النَّارِ	يُسْجَرُوْنَ ﴿٧٢﴾	ثُمَّ	قِيْلَ	لَهُمْ	اَيْنَ	مَا	كُنْتُمْ	تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٣﴾
بیچ	آگ کے	جھونکے جائیں گے	پھر	کہا گیا	ان سے	کہاں	وہ جو	تم تھے	شریک کرتے

اُنہیں آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ ﴿٧٢﴾ پھر اُن سے کہا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ جنہیں تم شریک ٹھہراتے تھے؟ ﴿٧٣﴾

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ

مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	قَالُوْا	ضَلُّوْا	عَنَّا	بَلْ	لَّمْ	نَكُنْ	نَّدْعُوْا	مِنْ
سے	علاوہ	اللہ کے	کہا انہوں نے	گم ہو گئے	ہم سے	بلکہ	نہیں	تھے ہم	پکارتے رہے	سے

اللہ کو چھوڑ کر، وہ کہیں گے کہ ہم سے گم ہو گئے ہیں، بلکہ ہم تو اس سے پہلے کسی کو

قَبْلُ شَيْـــًٔا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٤﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

قَبْلُ	شَيْـــًٔا	كَذٰلِكَ	يُضِلُّ	اللّٰهُ	الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٤﴾	ذٰلِكُمْ	بِمَا	كُنْتُمْ
پہلے	کچھ بھی	اسی طرح	گمراہ کرتا ہے	اللہ	کفر کرنے والوں کو	تمہاری وہ حالت	اس وجہ سے جو	تم تھے

پکارتے ہی نہ تھے، اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔ ﴿٧٤﴾ یہ اُس چیز کا بدلہ ہے جس پر تم

تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿٧٥﴾ ۚ

تَفْرَحُوْنَ	فِي	الْاَرْضِ	بِغَيْرِ	الْحَقِّ	وَ	بِمَا	كُنْتُمْ	تَمْرَحُوْنَ ﴿٧٥﴾
اتراتے رہے	بیچ	زمین کے	علاوہ	حق کے	اور	اس وجہ سے جو	تم تھے	اکڑتے رہے

زمین میں ناحق اِترایا کرتے تھے اور جس پر تم اکڑتے تھے۔ ﴿٧٥﴾

اعتراضات پیدا کرتے ہیں، ان لوگوں کے پاس کوئی مضبوط اور معقول دلیل نہیں ہوتی جس سے یہ تاثر ملتا ہو کہ یہ بات سمجھنا چاہتے ہیں، بلکہ سننے والے کو واضح طور پر محسوس ہو جاتا ہے کہ یہ اعتراض برائے اعتراض ہے اور اس کا مقصد کوئی سنجیدہ علمی مکالمہ نہیں ہے اور یہ لوگ علمی پیاس بجھانے کی بجائے دوسرے کو زچ اور لاجواب کرنا چاہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا، جیسا کہ اگلی آیات میں آرہا ہے۔

﴿٧٠﴾ اس آیت مبارکہ میں احکام شرعیہ پر اعتراض کرنے اور جھگڑا کرنے والے لوگوں کی دو علامتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ کتاب اللہ کی تکذیب کرتے اور اسے جھٹلاتے ہیں، دوسری یہ کہ وہ پیغمبروں کی تعلیمات کی تکذیب کرتے ہیں، دونوں صورتوں میں حق تعالیٰ کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے اور اسی نے نازل کیا ہے، اسی طرح پیغمبروں کی تعلیمات بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی ہیں، لہٰذا ان کی تکذیب کا مطلب انہیں نازل کرنے اور بھیجنے والے کی تکذیب کرنا ہے ایسے لوگوں کا جو انجام ہو سکتا ہے وہ بآسانی معلوم ہو سکتا ہے اور عنقریب خود انہیں بھی معلوم ہو جائے گا۔

﴿٧١﴾ ﴿٧٢﴾ ان آیتوں میں احکام شرعیہ اور آیات الٰہیہ کی تکذیب اور ان پر اعتراض کرنے والوں کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن انہیں مجرموں کی طرح پیش کیا جائے گا، ان کی گردنوں میں بھاری طوق ہوں گے، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں اور زنجیریں ہوں گی، جب انہیں جہنم میں دھکیلا جائے گا تو وہاں انہیں مختلف اقسام کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا، کبھی انہیں کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹا جائے گا اور کبھی بھڑکتی ہوئی آگ میں جلنے کے لیے جھونک دیا جائے گا، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ وہاں انہیں شدید جسمانی اذیت اور تکلیف کا سامنا ہوگا، کیونکہ یہاں "کھولتے ہوئے پانی" سے مراد دنیا کی آگ پر گرم کیا ہوا پانی نہیں ہے، گو کہ وہ بھی ناقابل برداشت حد تک کھولتا ہے بلکہ یہاں جہنم کی آگ پر گرم کیا ہوا پانی مراد ہے جسے ہونٹوں تک لانے سے پہلے ہی چہرہ جھلس جائے گا اور جس طرح تنور کی آگ بجھنے سے روکنے کے لیے اس میں لکڑیاں ڈالی جاتی ہیں تاکہ آگ بھڑکتی رہے اور بجھنے نہ پائے، اسی طرح جہنم کی آگ میں مجرموں کو جھونکا جائے گا تاکہ جہنم کی آگ بجھنے نہ پائے، اس شدید جسمانی اذیت کے علاوہ انہیں جہنم میں شدید ذہنی اذیت کا بھی سامنا ہوگا، جب ان سے پوچھا جائے گا کہ دنیا میں تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت اور پوجا کیا کرتے تھے، آج وہ کہاں ہیں؟ نظر کیوں نہیں آرہے؟ اور تمہاری مدد کیوں نہیں کر رہے؟ تو وہ لاجواب ہو جائیں گے اور ان کے پاس یہ کہنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہوگا کہ معلوم نہیں، وہ کہاں چلے گئے؟ اس وقت تو وہ ہمیں کہیں دکھائی نہیں دے رہے، چونکہ اس جملے میں اعتراف جرم پایا جا رہا ہے کہ وہ اپنے شرک کو تسلیم کر رہے ہیں اور اس صورت میں وہ خود کو سزا کا مستحق قرار دے رہے ہیں، اس لیے یہ سوچتے ہی کہہ دیں گے کہ ہم تو دنیا میں کسی کو نہیں پکارتے تھے اور ہم نے تو کبھی شرک نہیں کیا تھا، لیکن اللہ کے سامنے ان کی یہ چالاکی نہیں چل سکے گی اور وہ اللہ کے عذاب اور سزا سے بچ نہیں سکیں گے۔ ﴿٧٥﴾ اس آیت مبارکہ میں کافروں کے انجام بد کی دو وجہیں بیان کی گئی ہیں، پہلی وجہ ناحق اترانا اور دوسری وجہ اکڑنا اور غرور و تکبر کا اظہار کرنا ہے، گویا اتراہٹ اللہ کو پسند نہیں ہے کیونکہ انسان جن چیزوں پر اترا رہا ہوتا ہے ان میں سے کوئی بھی چیز اس کی اپنی ذاتی نہیں ہوتی، لہٰذا اس کا اپنے حسن و جمال، مال و دولت، علم و فن، ہنرمندی اور صلاحیت پر اترانا غیر حقیقی اور ناحق ہوا، رہ گئی انسان کی اکڑفوں اور اس کا غرور و تکبر تو اس کی مثال ایسے ہے کہ برسات کے موسم میں چیونٹی کو پر لگ جائیں اور وہ اپنے آپ کو پرندوں میں شمار

اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى

اُدْخُلُوْٓا	اَبْوَابَ	جَهَنَّمَ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا ۚ	فَبِئْسَ	مَثْوَى
داخل ہو جاؤ تم	دروازوں میں	جہنم کے	ہمیشہ رہنے والے	اُسمیں	سو بدترین	ٹھکانہ

جہنم کے دروازوں سے اس میں ہمیشہ رہنے کیلئے داخل ہو جاؤ، سو وہ تکبر کرنے والوں کیلئے

الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٦﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ

الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٦﴾	فَاصْبِرْ	اِنَّ	وَعْدَ	اللّٰهِ	حَقٌّ ۚ	فَاِمَّا	نُرِيَنَّكَ	بَعْضَ
تکبر کرنے والوں کا	تو صبر کر	بیشک	وعدہ	اللہ کا	برحق	سو اگر	ہم دکھائیں تجھے	کچھ

بدترین ٹھکانہ ہے۔ ﴿٧٦﴾ سو آپ صبر کیجئے، کیونکہ اللہ کا وعدہ برحق ہے، اگر ہم آپ کو کوئی ایسی چیز دکھادیں جس کا

الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٧٧﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا

الَّذِيْ	نَعِدُهُمْ	اَوْ	نَتَوَفَّيَنَّكَ	فَاِلَيْنَا	يُرْجَعُوْنَ ﴿٧٧﴾	وَ	لَقَدْ	اَرْسَلْنَا
وہ جس کا	ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں	یا	تجھے پورا لے لیں	تو ہماری طرف	لوٹائے جائیں گے وہ	اور	البتہ یقینا	ہم نے بھیجے

ہم اُن سے وعدہ کرتے ہیں یا آپ کو اپنے پاس بلالیں، تو وہ بھی ہماری طرف ہی لوٹائے جائیں گے۔ ﴿٧٧﴾ اور یقیناً ہم آپ سے پہلے بھی

رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ

رُسُلًا	مِّنْ	قَبْلِكَ	مِنْهُمْ	مَّنْ	قَصَصْنَا	عَلَيْكَ	وَ	مِنْهُمْ	مَّنْ	لَّمْ
بہت سے پیغمبر	سے	تیرے پہلے	ان میں سے	وہ جو	بیان کر دیا ہم نے	تجھ پر	اور	ان میں سے	وہ جو	نہیں

بہت سے پیغمبروں کو بھیج چکے ہیں، اُن میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ کے سامنے بیان کر دیئے ہیں اور بعض وہ بھی ہیں جن کے حالات

نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ

نَقْصُصْ	عَلَيْكَ ؕ	وَ	مَا	كَانَ	لِرَسُوْلٍ	اَنْ	يَّاْتِيَ	بِاٰيَةٍ	اِلَّا	بِاِذْنِ
بیان کیا ہم نے	تجھ پر	اور	نہیں	ہے	کسی پیغمبر کیلئے	یہ کہ	لے آئے	کوئی نشانی	مگر	اجازت سے

ہم نے آپ کے سامنے بیان ہی نہیں کیے، اور کسی پیغمبر کے اختیار میں نہیں ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ

اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ

اللّٰهِ ۚ	فَاِذَا	جَآءَ	اَمْرُ	اللّٰهِ	قُضِيَ	بِالْحَقِّ	وَ	خَسِرَ	هُنَالِكَ
اللہ کی	تو جب	آئیگا	حکم	اللہ کا	فیصلہ کر دیا جائیگا	حق کے ساتھ	اور	نقصان اٹھایا	وہیں

لے آئے، پھر جب اللہ کا حکم آتا ہے تو حق کے ساتھ فیصلہ ہو جاتا ہے اور وہاں باطل پرست خسارے میں

کرنے لگے، انسان کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تکبر کرے، پانی کے ناپاک قطرے سے وجود میں آنے والا انسان اس قابل نہیں ہے کہ اللہ کے سامنے اکڑفوں دکھائے، معمولی بیماری اور مصیبت سے عاجز آکر گھبرا جانے والے مٹی کے اس پتلے پر غرور و تکبر جچتا نہیں ہے، اس کے باوجود انسان غرور و تکبر کا شکار ہو جاتا ہے ایسے شخص کی سزا اگلی آیت میں بیان کی گئی ہے۔

﴿٧٦﴾ اس آیت مبارکہ میں غرور و تکبر میں مبتلا ہونے والوں کی سزا جہنم بیان کر کے اسے بدترین ٹھکانہ قرار دیا گیا ہے، اگرچہ دنیا میں یہ لوگ نہایت عالی شان محلات میں پرتکلف اور پرتعیش زندگی گزارتے رہے ہوں، انہیں ہر تصوراتی نعمت اور آسائش میسر ہو اور لوگ ان جیسی زندگی گزارنے کے خواہش مند رہے ہوں، لیکن قیامت کے دن انہیں جہنم میں داخل کر کے جو رہائش گاہ فراہم کی جائے گی، خود اللہ تعالیٰ نے اسے بدترین ٹھکانہ قرار دیا ہے کیونکہ غرور کا انجام ذلت اور رسوائی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

﴿٧٧﴾ اس آیت مبارکہ میں ایک حکم، ایک تسلی اور ایک وعدہ بیان کیا گیا ہے، حکم تو یہ کہ ہر قسم کے ناموافق حالات پر صبر و تحمل اور ضبط نفس کے ساتھ کام لیں، اللہ کی راہ میں مشکلات اور مصائب کا دور آجائے تو اسے خندہ پیشانی، بردباری اور وقار کے ساتھ برداشت کریں تسلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو بھی وعدہ کیا ہے، وہ برحق ہے اور بہرحال پورا ہو کر رہے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف کبھی نہیں کرتا، اس لیے آپ تسلی رکھیں کہ حق غالب اور فاتح ہوگا، باطل مغلوب اور مفتوح ہو کر بھاگ جائے گا اور وعدہ یہ کہ انسان کو ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے خواہ دنیا میں وہ اللہ کی طرف سے کسی گرفت اور آزمائش کا شکار ہوا ہو یا اس سے پہلے ہی ہم آپ کو اپنے پاس بلالیں اور آپ اپنی آنکھوں سے انہیں کسی آزمائش میں مبتلا نہ دیکھیں، کیونکہ دنیا کی سزا تو آخرت کی سزا کے ساتھ کچھ مناسبت ہی نہیں رکھتی گویا یہ ممکن ہے کہ کچھ لوگوں کی سزا آخرت کے لیے اٹھا رکھی گئی ہو، سو جب وہ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں گے، ان کے اعمال کا حساب کتاب کر دیا جائے گا۔

الْمُبْطِلُوْنَ ۝۷۸ ع اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا

الْمُبْطِلُوْنَ ۝	اَللّٰهُ	الَّذِیْ	جَعَلَ	لَكُمُ	الْاَنْعَامَ	لِتَرْكَبُوْا
باطل پرست لوگ	اللہ	وہ جو	بنایا اُس نے	تمہارے لئے	جو پایوں کو	تاکہ تم سواری کرو

پڑے رہ جاتے ہیں۔ [۷۸] اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے تاکہ تم اُن میں سے بعض پر

مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۷۹ وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبْلُغُوْا

مِنْهَا	وَ	مِنْهَا	تَاْكُلُوْنَ ۝	وَ	لَكُمْ	فِیْهَا	مَنَافِعُ	وَ	لِتَبْلُغُوْا
ان میں سے	اور	ان میں سے	تم کھاتے ہو	اور	تمہارے لئے	اُنمیں	بہت سے فائدے	اور	تاکہ تم پہنچو

سواری کرو، اور اُن میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔ [۷۹] اور تمہارے لیے اُن میں بہت سے فائدے ہیں اور تاکہ اُن پر سوار ہوکر

عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَ عَلَیْهَا وَ عَلَی الْفُلْكِ

عَلَیْهَا	حَاجَةً	فِیْ	صُدُوْرِكُمْ	وَ	عَلَیْهَا	وَ	عَلَی	الْفُلْكِ
اس پر	ضرورت کو	بیچ	اپنے سینوں کے	اور	اس پر	اور	پر	کشتیوں کے

اُن ضروریات تک پہنچ سکو جو تمہارے دلوں میں ہوں، اور اُن پر، نیز کشتیوں پر تم سوار

تُحْمَلُوْنَ ۝۸۰ وَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ ﷺ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ۝۸۱

تُحْمَلُوْنَ ۝	وَ	یُرِیْكُمْ	اٰیٰتِهٖ	فَاَیَّ	اٰیٰتِ	اللّٰهِ	تُنْكِرُوْنَ ۝
تم سوار کیے جاتے ہو	اور	دکھاتا ہے وہ تمہیں	اپنی نشانیاں	تو کون سی	نشانیوں کا	اللہ کی	تم انکار کرو گے

کیے جاتے ہو۔ [۸۰] اور وہ تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے، تو تم اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے؟ [۸۱]

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

اَفَلَمْ	یَسِیْرُوْا	فِی	الْاَرْضِ	فَیَنْظُرُوْا	كَیْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ
توکیا نہیں	چلے پھرے وہ	بیچ	زمین کے	کہ وہ دیکھتے	کیسا	ہوا	انجام

تو کیا وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے، اُن سے پہلے لوگوں کا

الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّ

الَّذِیْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ	كَانُوْٓا	اَكْثَرَ	مِنْهُمْ	وَ	اَشَدَّ	قُوَّةً	وَّ
ان لوگوں کا جو	سے	ان کے پہلے	تھے وہ	زیادہ تعداد والے	ان سے	اور	زیادہ سخت	قوت میں	اور

کیا انجام ہوا؟ وہ تعداد میں اُن سے زیادہ اور طاقت میں اُن سے زیادہ مضبوط تھے، اور

ع ۸ ۱۲

[۷۸] اس آیت مبارکہ میں انبیاء و رسل علیہم السلام پر ایمان لانے کا معیار اور معجزات انبیاء کی اصل حقیقت بیان کی گئی ہے، دراصل کسی بھی شخص کا ایمان اس وقت تک معتبر نہیں ہوسکتا جب تک وہ تمام انبیاء اور رسل پر ایمان نہ لائے، لیکن اس پر انسان کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں جن انبیاء کرام علیہم السلام کے نام اور تفصیلی حالات دستیاب ہیں، ان کی تعداد بشکل تیس کے قریب ہے، جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام ہزاروں کی تعداد میں بھیجے گئے، ان میں سے بعض کا نام معلوم ہے، بعض کا نام اور کام دونوں معلوم ہیں، جبکہ بیشتر حضرات کا نام اور کام دونوں ہی پردۂ خفا میں ہیں، ان پر ایمان لانے کی کیا کیفیت ہوگی؟ سو اس آیت سے اس کا جواب معلوم ہوگیا کہ جن حضرات کا نام اور کام دونوں معلوم ہیں، ان پر نام کے ساتھ ایمان لانا ضروری ہے اور جن حضرات کا نام معلوم نہیں ہے، ان پر اجمالاً ایمان لانا ضروری ہے اور وہ اس طرح کہ انسان یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے جس زمانے میں جس شخص کو بھی نبوت اور رسالت کی ذمہ داریوں پر مقرر فرمایا، ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں خواہ ہمیں ان کے نام اور کام معلوم ہوں یا نہ ہوں، جہاں تک تعلق ہے انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کا تو ان کے متعلق یہ سمجھ لینا چاہیے کہ معجزہ دراصل اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو وہ اپنی مرضی اور قدرت سے کسی نبی کے ہاتھ پر جب چاہتا ہے ظاہر کروا دیتا ہے، معجزہ نبی کا فعل نہیں ہوتا، اس لیے اس پر نبی کا اختیار بھی نہیں ہوتا، معجزہ انبیاء کرام علیہم السلام کی صداقت اور سچائی کو ظاہر کرنے کے لیے پیش کیا جاتا ہے اور ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی معجزہ ضرور عطا فرمایا، جسے دیکھ کر لوگ ان پر ایمان لاسکیں، اور سب سے زیادہ معجزات ہمارے پیغمبر ﷺ کو دیے گئے، والحمد للہ علی ذلك [۷۹] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ذکر کیا گیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کے جانور اور چوپائے پیدا کیے ہیں اور ان سب کو انسان کی خدمت پر لگا دیا ہے چنانچہ یہ سب جانور خادم ہیں اور انسان ان کا مخدوم ہے، نیز ہر جانور مختلف اغراض و مقاصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اور جس جانور کو جس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ اسے نہایت عمدگی اور خوبی سے پورا کر رہا ہے، یہاں ان میں سے صرف دو باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ بعض جانوروں کو سواری کے لیے پیدا کیا گیا ہے، چنانچہ انسان ان پر سواری کرتا ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ نہایت آسانی کے ساتھ پہنچ جاتا ہے، دوسری یہ کہ بعض جانوروں کو غذائی ضروریات پوری کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے، لہٰذا انسان انہیں ذبح کرکے پکاتا اور کھاتا ہے اور اس طرح اپنی غذائی ضروریات پوری کرتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ [۸۰] اس آیت مبارکہ میں جانوروں اور کشتیوں پر سواری کو اللہ تعالیٰ کی نعمت قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اگر یہ جانور نہ ہوتے اور انسان کو پیدل سفر کرنا پڑتا تو اس کے لیے اس میں بے پناہ مشقت اور تھکاوٹ ہوتی، گرمی، دھوپ، پسینہ اور بھوک پیاس کے مارے دم لبوں پر آجاتا، یہی حال سمندری سفر کا ہے کہ اگر انسان کے پاس کشتیاں اور بحری جہاز نہ ہوتے تو اس کے لیے سمندری سفر ممکن ہی نہ تھا، لہٰذا اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والے فوائد سے بھی انسان محروم رہتا، اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے انسان کو سواری کی سہولیات فراہم کیں، ان سہولیات کے علاوہ بھی اللہ نے جانوروں میں بہت سے فوائد رکھے ہیں جن سے لوگ استفادہ کرتے ہیں اور اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ [۸۱] اس آیت مبارکہ میں انسان کو اس بات پر جھنجھوڑا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی قدرت کی کتنی نشانیاں دکھاتا ہے، کائنات کے ذرے ذرے میں اس کی قدرت کی نشانیاں بکھری پڑی ہیں، اس کے باوجود تم اللہ کی نشانیوں، قدرتوں اور انعامات کا انکار کرتے جاتے ہو، اس سے بڑی ڈھٹائی اور کیا ہوگی؟

آثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾

آثَارًا	فِي	الْأَرْضِ	فَمَا	أَغْنَىٰ	عَنْهُمْ	مَا	كَانُوا	يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾
نشانات چھوڑنے میں	بیچ	زمین کے	تو نہیں	کام آیا	ان کے	وہ جو	تھے وہ	کماتے رہے

زمین میں نشانیاں بھی خوب چھوڑ گئے، پھر جو کچھ وہ کماتے رہے، وہ اُن کے کچھ کام نہ آسکا۔ ﴿٨٢﴾

فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ

فَلَمَّا	جَاءَتْهُمْ	رُسُلُهُمْ	بِالْبَيِّنَاتِ	فَرِحُوا	بِمَا	عِنْدَهُمْ
سو جب	آئے ان کے پاس	ان کے پیغمبر	ساتھ واضح دلائل کے	اترانے لگے وہ	ساتھ اس کے جو	ان کے پاس

پھر جب اُن کے پاس اُن کے پیغمبر واضح دلائل لیکر آئے تو وہ اُس علم پر اترانے لگے جو

مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٨٣﴾ فَلَمَّا

مِنَ	الْعِلْمِ	وَ	حَاقَ	بِهِمْ	مَا	كَانُوا	بِهِ	يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٨٣﴾	فَلَمَّا
سے	علم کے	اور	الٹا آپڑا	ان پر	وہ جو	تھے وہ	اس کا	مذاق اڑاتے رہے	سو جب

اُن کے پاس تھا، اور وہ چیز اُن پر الٹی آپڑی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ﴿٨٣﴾ پھر جب

رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ

رَأَوْا	بَأْسَنَا	قَالُوا	آمَنَّا	بِاللَّهِ	وَحْدَهُ	وَ	كَفَرْنَا	بِمَا	كُنَّا	بِهِ
دیکھا انہوں نے	ہمارا عذاب	کہنے لگے وہ	ہم ایمان لے آئے	اللہ پر	وہ اکیلا	اور	انکار کیا ہم نے	اس کا جو	ہم تھے	ساتھ اس کے

اُنہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم اُس اللہ پر ایمان لے آئے جو اکیلا ہے اور ہم نے اُن چیزوں کا انکار کر دیا جنہیں ہم اللہ کے ساتھ

مُشْرِكِينَ ﴿٨٤﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا ۖ سُنَّتَ

مُشْرِكِينَ ﴿٨٤﴾	فَلَمْ	يَكُ	يَنْفَعُهُمْ	إِيمَانُهُمْ	لَمَّا	رَأَوْا	بَأْسَنَا ۖ	سُنَّتَ
شرک کرنے والے	تو نہ	ہوا	فائدہ دیتا انہیں	ان کا ایمان	جب	دیکھا انہوں نے	ہمارا عذاب	دستور

شریک ٹھہراتے تھے۔ ﴿٨٤﴾ سو اُن کا ایمان اُن کے کچھ کام نہ آیا جب اُنہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھ لیا، یہ اللہ کا

اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ ۖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ﴿٨٥﴾

اللَّهِ	الَّتِي	قَدْ	خَلَتْ	فِي	عِبَادِهِ ۖ	وَ	خَسِرَ	هُنَالِكَ	الْكَافِرُونَ ﴿٨٥﴾
اللہ کا	وہ جو	تحقیق	گذر چکا	بیچ	اس کے بندوں کے	اور	نقصان اٹھایا	وہیں	کافروں نے

دستور اُس کے بندوں میں جاری رہا ہے، اور وہیں کافر خسارے میں پڑے رہ گئے۔ ﴿٨٥﴾

﴿٨٢﴾ اس آیت مبارکہ کا مضمون اسی سورت کی آیت نمبر ۲۱ میں بھی گزر چکا ہے جس میں مختلف علاقوں کی سیرو سیاحت کے ذریعے گزشتہ اقوام کے عبرتناک حالات اور واقعات کے ذریعے عبرت حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، یہ مضمون آیت نمبر ۲۱ کے حاشیے میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿٨٣﴾ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ اقوام کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی گمراہی سے نکالنے کے لیے اپنے منتخب بندے ان کے پاس بھیجے، جنہوں نے ان کے سامنے واضح دلائل اور روشن معجزات پیش کیے تو بجائے اس کے کہ وہ ان معجزات اور دلائل کو دیکھ کر ایمان لاتے، اپنی ہنرمندی، علمی قابلیت اور مادی ترقی پر اترانے لگے، خود کو کامیاب اور اپنی عصری تعلیم کو اس کی کامیابی کا حقیقی سبب قرار دینے لگے، انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات، روحانی ترقی اور علم حقیقی کا مذاق اڑانے اور اس کا انکار کرنے لگے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ عذاب الٰہی کا شکار ہو گئے اور جس عذاب کا وہ استہزاء کیا کرتے تھے، وہی ان پر الٹا آپڑا۔

﴿٨٤﴾ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ اقوام کا عالم نزع میں ایمان لانا بیان کیا گیا ہے، انسان پر عالم نزع موت کے وقت طاری ہوتا ہے اور اقوام پر عالم نزع اس وقت طاری ہوتا ہے جب وہ عذاب الٰہی کا شکار ہوتی ہیں اور عالم نزع کا ایمان معتبر نہیں ہوتا، اس لیے جب کسی قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے تو وہ نہایت خلوص اور دل کی گہرائیوں سے ایمان لانے کی کوشش کرتے ہیں، اپنی سابقہ زندگی سے توبہ کرتے ہیں، اپنے کفر و شرک اور جھوٹے معبودوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور اس وقت ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ عذاب ٹل جائے، لیکن کیا ان کی یہ خواہش پوری کی جاتی ہے؟ اس کا جواب اگلی آیت میں دیا گیا ہے۔

ع ۹ ۷ ۱۴

﴿٨٥﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی ایک ''سنت'' اور طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی قوم پر عذاب نازل ہو جائے تو اس وقت ان کا چلانا، گڑگڑانا، آہ وزاری کرنا اور ایمان لانا صحیح نہیں ہوتا، اس وقت کی توبہ انہیں دین اور دنیا کسی بھی اعتبار سے فائدہ نہیں دیتی، اس اصول اور ضابطے میں کبھی تبدیل نہیں کی گئی، اس لیے کہ اگر نزع کا ایمان معتبر ہونے لگے تو پھر دنیا کا ہر شخص مرتے وقت توبہ کرلے اور سیدھا جنت میں چلا جائے، خواہ اس نے ساری زندگی اللہ تعالیٰ سے جنگ کر کے اور اس کے احکام سے بغاوت کر کے گزاری ہو، اس کے علاوہ اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ پھر اہل ایمان کو اعمال صالحہ کا اس قدر اہتمام کرنے اور اس کے لیے محنت اور مشقت برداشت کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ راتوں کو جاگیں اور دن بھر بھوکے پیاسے رہیں، زکوٰۃ ادا کریں اور حج کے لیے حرمین شریفین کا سفر کریں، انہیں چاہیے کہ اپنی مرضی کی زندگی گزاریں اور جب نزع کا عالم طاری ہو تو توبہ کر کے ایمان لے آئیں، ظاہر ہے کہ کوئی بھی عقلمند آدمی اسے درست تسلیم نہیں کر سکتا، اس لیے کسی کافر کا نزع کی حالت میں پڑھا جانے والا کلمہ معتبر نہیں ہے رہی یہ بات کہ قوم یونس سے تو عذاب کو ٹال دیا گیا تھا؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ان پر عذاب آیا ہی نہیں تھا، بلکہ صرف آثار عذاب نمودار ہوئے تھے، اس لیے ان کی توبہ قبول کر کے ان سے عذاب کو ٹال دیا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

اٰيَاتُهَا ٥٤ (٤١) سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ (٦١) رُكُوْعَاتُهَا ٦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝٢ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ

حٰمٓ ۝	تَنْزِيْلٌ	مِّنَ	الرَّحْمٰنِ	الرَّحِيْمِ ۝	كِتٰبٌ	فُصِّلَتْ	اٰيٰتُهٗ
حٰمٓ	اتارا ہوا	سے	بہت مہربان کے	نہایت رحم والے کے	یہ ایک کتاب	جدا جدا رکھی گئیں	اس کی آیتیں

حٰمٓ ۱ یہ قرآن بہت مہربان، نہایت رحم والے کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ ۲ یہ ایک کتاب ہے جس کی آیات جدا جدا رکھی گئی ہیں،

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝٣ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ

قُرْاٰنًا	عَرَبِيًّا	لِّقَوْمٍ	يَّعْلَمُوْنَ ۝	بَشِيْرًا	وَّ	نَذِيْرًا ۚ	فَاَعْرَضَ
قرآن	عربی میں	ان لوگوں کیلئے جو	جانتے ہیں	خوشخبری دینے والا	اور	ڈرانے والا	پھر منہ پھیرا

یہ عربی زبان کا قرآن ہے، اُن لوگوں کیلئے جو جانتے ہیں۔ ۳ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا، پھر اُن میں سے

اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝٤ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ

اَكْثَرُهُمْ	فَهُمْ	لَا	يَسْمَعُوْنَ ۝	وَ	قَالُوْا	قُلُوْبُنَا	فِيْٓ	اَكِنَّةٍ	مِّمَّا	تَدْعُوْنَآ
ان میں سے اکثر نے	سو وہ	نہیں	سنتے	اور	کہا انہوں نے	ہمارے دل	بیچ	غلافوں کے	اس سے جو	تم دعوت دیتے ہو ہمیں

اکثر لوگ اعراض کرتے ہیں سو وہ سنتے ہی نہیں ہیں۔ ۴ اور کہتے ہیں کہ ہمارے دل اُس چیز کے حوالے سے غلاف میں ہیں جس کی طرف

اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا

اِلَيْهِ	وَ	فِيْٓ	اٰذَانِنَا	وَقْرٌ	وَّ	مِنْۢ	بَيْنِنَا	وَ	بَيْنِكَ	حِجَابٌ	فَاعْمَلْ	اِنَّنَا
اس کیطرف	اور	بیچ	ہمارے کانوں کے	بوجھ	اور	سے	ہمارے درمیان	اور	تیرے درمیان	رکاوٹ	تو عمل کرتو	بیشک ہم

آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں، اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے، اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک رکاوٹ حائل ہے، سو آپ بھی عمل کرتے رہیں، ہم بھی

عٰمِلُوْنَ ۝٥ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ

عٰمِلُوْنَ ۝	قُلْ	اِنَّمَآ	اَنَا	بَشَرٌ	مِّثْلُكُمْ	يُوْحٰٓى	اِلَيَّ	اَنَّمَآ	اِلٰهُكُمْ	اِلٰهٌ
عمل کرنے والے	تُو کہہ	وہ تو صرف	میں	ایک انسان	تم جیسا	وحی کی جاتی ہے	میری طرف	وہ تو صرف	تمہارا معبود	معبود

عمل کررہے ہیں۔ ۵ اے نبی! (ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں، میرے پاس یہ وحی بھیجی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی

سورۂ حم السجدہ مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۳۳۵۰، کلمات ۷۷٦، آیات ۵۴ اور رکوعات ٦ ہیں، اس سورت کا آغاز لفظ ''حم'' سے ہوا ہے اور اس کی آیت نمبر ۳۸ پر سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے اس لیے اس کا نام سورۂ حم السجدہ رکھا گیا ہے، اس کا دوسرا نام سورۂ فصلت بھی ہے، یہ لفظ اس سورت کی تیسری آیت میں آیا ہے، جس کا معنی تفصیل اور جدا جدا کرنا ہے، چونکہ قرآن کریم کے مضامین مفصل اور واضح ہیں اس لیے یہ قرآن کریم کی صفت ہے، اس سورت میں زمین و آسمان کی تخلیق، قوم عاد اور ثمود کا تذکرہ، قیامت کے دن انسان کے جسمانی اعضاء کا خود اسی کے خلاف گواہی دینا، کفار و مشرکین کا منصوبے کے تحت تلاوتِ قرآن کے وقت شور و غل کرنا اور قیامت کے دن اپنے کیے پر نادم اور شرمسار ہونا، اہل استقامت کو جنت کی خوشخبری دینا مذکور ہے، اس کے علاوہ دعوت الی اللہ کا سب سے بہترین عمل ہونا، دشمن کو دوست بنانے کا طریقہ، شیطان کے حملوں سے بچاؤ کا راستہ اور قرآن کریم کی چند اہم صفات بیان کر کے اللہ تعالیٰ کے علمِ کامل کا حوالہ دیا گیا ہے، انسان کی موقع پرستی اور ابن الوقتی کے علاوہ اس سوال کو بھی سامنے رکھا گیا ہے کہ اگر یہ قرآن واقعۃً اللہ تعالیٰ کا کلام ہوا جیسا کہ حقیقت بھی یہی ہے اور ہم اس کا انکار کرتے رہے تو نقصان کس کا ہوگا؟ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ قرآن کریم پر ایمان لانے میں تمہارا کوئی نقصان نہیں اور نہ ماننے میں سراسر نقصان ہے، اب تم خود فیصلہ کرو کہ تم اپنا فائدہ چاہتے ہو یا نقصان۔ ۱ یہ آیت حروف مقطعات میں سے ہے جس پر سورۂ بقرہ کے آغاز میں کلام کیا جا چکا ہے۔ ۲ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اسے اس ذات نے اتارا ہے جو رحمان بھی ہے اور رحیم بھی ہے، رحمان اور رحیم کے درمیان فرق سورۂ فاتحہ کے آغاز میں بیان کردیا گیا ہے، یہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ قرآن کریم کو پیغمبر ﷺ نے گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا ہے، بلکہ اسے اللہ تعالیٰ ہی نے نازل فرمایا ہے اور یہ اس کی رحمت و شفقت اور مہربانی کا نتیجہ ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو اس عظیم الشان نعمت کے لیے منتخب فرمایا، اس کے باوجود بندے اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانے سے باز نہیں آتے۔ ۳ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کے چار اوصاف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ وہ ''کتاب'' ہے، صحیفہ یا مختصر رسالہ نہیں ہے، ہر اعتبار سے اس پر کتاب کی تعریف صادق آتی ہے، دوسرا وصف یہ کہ اس کی آیتوں کی تفصیل اور وضاحت کردی گئی ہے چنانچہ قرآن کریم کی آیات میں کوئی ابہام اور پیچیدگی نہیں ہے، ہر عنوان پر مفصل کلام موجود ہے، ہر زمانے میں مفسرین نے قرآن کریم کے الفاظ میں چھپے ہوئے معانی اور عالی شان مضامین سے استفادہ کر کے احکام شرعیہ کی تفصیلات معلوم کی ہیں، تیسرا وصف یہ کہ وہ پڑھی جانے والی کتاب ہے اور اس قدر پڑھی جانے والی کہ روئے زمین پر اس سے زیادہ پڑھی جانے والی کوئی دوسری کتاب نہیں ہے، چوتھا وصف یہ کہ وہ عربی زبان میں نازل کی گئی ہے، باوجودیکہ دنیا میں عربی زبان بولنے والوں کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہے، لیکن قرآن کریم دنیا کے ہر ملک میں، ہر رنگ اور زبان کے لوگ عربی میں ہی پڑھتے ہیں، حتیٰ کہ وہ چھوٹے معصوم بچے بھی جو اپنی کم عمری کی وجہ سے اپنی مادری زبان کی باریکیوں سے ناواقف ہوتے ہیں قرآن کریم کو عربی میں ہی یاد کرتے اور پڑھتے ہیں اور آج تک اس کا ایک ایک حرف محفوظ ہے، یہاں تک کہ اس کی حرکات و سکنات میں بھی معمولی سی غلطی تک نہیں ہوسکی اور نہ کبھی ہوسکے گی، انشاء اللہ۔ ۴ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کے دو مزید وصف بیان کر کے لوگوں کا رویہ ذکر کیا گیا ہے، پہلا وصف یہ کہ قرآن لوگوں کو خوشخبری سنانے والا ہے،

وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ۙ۶

وَّاحِدٌ	فَاسْتَقِيْمُوْٓا	اِلَيْهِ	وَ	اسْتَغْفِرُوْهُ	وَ	وَيْلٌ	لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝
ایک	توسیدھے رہو	اس کیطرف	اور	مغفرت طلب کرواس سے	اور	ہلاکت	مشرکوں کیلئے

معبود ہے، سو اُسی پر استقامت اختیار کرو، اور اُسی سے مغفرت طلب کرو، اور ہلاکت ہے مشرکین کیلئے۔ ۶

الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۷ اِنَّ

الَّذِيْنَ	لَا	يُؤْتُوْنَ	الزَّكٰوةَ	وَ	هُمْ	بِالْاٰخِرَةِ	هُمْ	كٰفِرُوْنَ ۝	اِنَّ
جولوگ	نہیں	اداکرتے	زکوٰۃ	اور	وہ	آخرت کا	وہ	انکارکرنے والے	بیشک

جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ ۷ بیشک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۸ۧ قُلْ

ع ۱ / ۸ / ۱۵

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	لَهُمْ	اَجْرٌ	غَيْرُ	مَمْنُوْنٍ ۝	قُلْ
جولوگ	ایمان لائے	اور	عمل کئے انہوں نے	اچھے	ان کیلئے	ثواب	نہ	ختم ہونے والا	تُو کہہ

وہ لوگ جو ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک اعمال کیے، اُن کیلئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ ۸ اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے

اَىِٕنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ

اَىِٕنَّكُمْ	لَتَكْفُرُوْنَ	بِالَّذِيْ	خَلَقَ	الْاَرْضَ	فِيْ	يَوْمَيْنِ	وَ	تَجْعَلُوْنَ
کیاتم لوگ	البتہ کفرکرتے ہو	ساتھ اس کے جس نے	پیداکیا	زمین کو	بیچ	دودنوں کے	اور	بناتے ہوتم

کہ کیا تم اُس ذات کے ساتھ کفر کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کر دیا، اور تم اُس کے لیے

لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۹ۚ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ

لَهٗ	اَنْدَادًا	ذٰلِكَ	رَبُّ	الْعٰلَمِيْنَ ۝	وَ	جَعَلَ	فِيْهَا	رَوَاسِيَ	مِنْ
اس کیلئے	شرکاء	وہ	پالنے والا	جہان والوں کو	اور	بنائے	اسمیں	پہاڑ	سے

شریک مقرر کرتے ہو؟ وہ تمام جہان والوں کا رب ہے۔ ۹ اور اُس نے زمین میں اوپر سے

فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً

فَوْقِهَا	وَ	بٰرَكَ	فِيْهَا	وَ	قَدَّرَ	فِيْهَا	اَقْوَاتَهَا	فِيْٓ	اَرْبَعَةِ	اَيَّامٍ	سَوَاۗءً
اس کے اوپر	اور	برکت رکھی	اسمیں	اور	اندازہ مقرر کیا	اسمیں	اس کی روزیوں کا	بیچ	چار	دنوں کے	برابر ہے

پہاڑ رکھ دیئے، اُس میں برکت رکھی اور چار دن کے اندر زمین میں خوراک کا اندازہ مقرر کیا، پوچھنے والوں کیلئے

دکھی انسانیت کے لیے قرآن کریم سے بڑھ کر امید افزا اور خوشی کا پیغام کوئی دوسری چیز نہیں ہو سکتی، دوسرا وصف یہ کہ قرآن لوگوں کو مستقبل کے حالات سے آگاہ کرنے والا ہے، اس کی روشنی میں لوگ اپنا مستقبل دیکھ سکتے ہیں اور قبل از وقت اپنے انجام سے آگاہی حاصل کر سکتے ہیں، لیکن لوگوں کا رویہ اعراض پر مبنی ہے اور اکثر لوگ اس پاکیزہ کلام کو سن کر اعراض کر کے منہ پھیر لیتے ہیں اور وہ اسے سننا ہی نہیں چاہتے۔ ۵ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم سے اعراض کرنے والے محروم لوگوں کا قول بیان کیا گیا ہے کہ جب انہیں قرآن کریم کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ اسے قبول کرنے کی بجائے یہ کہتے ہیں کہ تم اپنے آپ کو ہمارے پیچھے خواہ مخواہ تھکا رہے ہو، ہمارے دل غلاف میں لپٹے ہوئے اور محفوظ ہیں، تمہاری باتیں ہمارے دلوں تک پہنچ ہی نہیں سکتی ہیں، نیز ہمارے کان بوجھل ہیں، ہمیں تمہاری آواز نہیں سنائی دیتی، جیسے کسی آدمی نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس کر اسے بھاری کر لیا ہو، اس کے علاوہ بھی ہمارے اور تمہارے درمیان بہت سے ایسے پردے حائل ہیں جس نے دوریوں میں مزید اضافہ کر دیا ہے، ان دوریوں کو دور کرنا ہمارے بس میں نہیں ہے، اس لیے آپ اپنا کام کرتے رہیں اور ہم اپنا کام کرتے جاتے ہیں، جو ہوگا سو دیکھا جائے گا۔

۶ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ سے ان کی بشریت کا اعلان کروا کر عام لوگوں سے ان کا امتیاز بیان کیا گیا ہے، کہ عام لوگوں پر وحی نہیں آتی اور پیغمبر ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ وحی اترتی ہے اس لیے وصف نبوت انہیں عام لوگوں سے ممتاز کر دیتا ہے، اس وحی کا مرکزی نکتہ لوگوں کو توحید کی دعوت دیتا ہے تا کہ لوگ غیر اللہ کی پوجا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے آگے سر جھکانے والے بن جائیں، اس کے بعد اہل ایمان کو دو حکم دیئے گئے ہیں، پہلا حکم استقامت کا ہے اور دوسرا حکم استغفار کا ہے، استقامت کا لفظی معنی سیدھے پن کو طلب کرنا ہے، یہاں مراد مستقل مزاجی کے ساتھ دین اور احکام شریعت پر ثابت قدم رہنا ہے، جس شخص کو دین میں استقامت نصیب ہو جائے، اسے اللہ کی طرف سے اتنی بڑی نعمت مل گئی جو ہزار ہا کرامتوں سے افضل اور بڑی ہے، جبکہ استغفار کا معنی مغفرت طلب کرنا ہے وہ شخص نہایت خوش نصیب ہے جس کے نامہ اعمال میں کثرت سے استغفار درج ہو کیونکہ گناہ تو ہر انسان سے ہوتے ہیں، لیکن سب سے بہترین انسان وہ ہے جو گناہ سرزد ہونے کے بعد اس پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کر لے۔ ۷ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور آخرت کے منکر ہیں گزشتہ آیت میں انہیں مشرک قرار دے کر ان کے لیے ہلاکت کی خبر دی گئی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہاں زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے مراد زکوٰۃ کا انکار کرنا ہے، کیونکہ جو شخص زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر ہو، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ انہی لوگوں کا ایک وصف ''انکار آخرت'' بھی بیان کیا گیا ہے اور جو شخص آخرت کا منکر ہو، وہ زکوٰۃ کی فرضیت کا قائل کیوں ہوگا؟ ۸ اس آیت مبارکہ میں ایمان اور عمل صالح والوں کے لیے ایسے اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے جو کبھی ختم اور منقطع نہ ہوگا اگر یہ اجر و ثواب تھوڑا بھی ہو لیکن دائمی ہو اور کبھی ختم نہ ہونے والا ہو تو انسان کے اعمال سے بڑھ کر جزا ہے، پھر اس کی اہمیت میں اس وجہ سے بھی اضافہ ہو جاتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اسے غیر منقطع اور نہ ختم ہونے والا قرار دیا ہے، انسان کے لیے اس سے بڑی خوشخبری اور کیا ہوگی کہ عمل مختصر اور محدود جبکہ ثواب بے حد و بے حساب اور لامحدود۔ ۹ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا حوالہ دے کر لوگوں کے کفر و شرک پر انہیں سوال کے انداز میں جھنجھوڑا گیا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اس نے صرف دو دن کے مختصر سے عرصے میں اتنی بڑی زمین پھیلا دی، جہاں دنیا بھر کے انسان رہائش پذیر ہیں اور جس پر چلنے کے لیے انسان کا مالدار ہونا معیار نہیں ہے، یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہی ہو، صرف اتنا ضروری

لِلسَّآئِلِيْنَ ⑩ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا

لِلسَّآئِلِيْنَ ⑩	ثُمَّ	اسْتَوٰۤى	اِلَى	السَّمَآءِ	وَ	هِيَ	دُخَانٌ	فَقَالَ	لَهَا
پوچھنے والوں کیلئے	پھر	متوجہ ہوا	طرف	آسمان کے	اور	وہ	دھواں	تو کہا اُس نے	اس سے

بات پوری ہوگئی۔ ⑩ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جبکہ وہ دھوئیں کی شکل میں تھا، تو آسمان اور زمین سے فرمایا

وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ⑪

وَ	لِلْاَرْضِ	ائْتِيَا	طَوْعًا	اَوْ	كَرْهًا ؕ	قَالَتَاۤ	اَتَيْنَا	طَآئِعِيْنَ ⑪
اور	زمین سے	آؤ تم دونوں	خوشی سے	یا	زبردستی	کہا ان دونوں نے	آئے ہم	خوشی سے

کہ تم دونوں آؤ، خوشی سے یا زبردستی، اُن دونوں نے کہا کہ ہم اپنی خوشی سے آتے ہیں۔ ⑪

فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ

فَقَضٰىهُنَّ	سَبْعَ	سَمٰوَاتٍ	فِيْ	يَوْمَيْنِ	وَ	اَوْحٰى	فِيْ	كُلِّ	سَمَآءٍ
سو اس نے پورا کر دیا انہیں	سات	آسمانوں پر	بیچ	دودنوں کے	اور	حکم بھیجا	بیچ	ہر	آسمان کے

سو اللہ نے دو دن میں وہ سات آسمان کر دیئے اور ہر آسمان میں اُس کا

اَمْرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ

اَمْرَهَا ؕ	وَ	زَيَّنَّا	السَّمَآءَ	الدُّنْيَا	بِمَصَابِيْحَ ۖ	وَ	حِفْظًا ؕ	ذٰلِكَ
اس کا حکم	اور	ہم نے مزین کر دیا	آسمان کو	دنیا کے	چراغوں سے	اور	باعث حفاظت	وہ

حکم اتارا، اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے مزین کر دیا اور انہیں حفاظت کا ذریعہ بنایا، یہ اُس ذات کا

تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ⑫ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً

تَقْدِيْرُ	الْعَزِيْزِ	الْعَلِيْمِ ⑫	فَاِنْ	اَعْرَضُوْا	فَقُلْ	اَنْذَرْتُكُمْ	صٰعِقَةً
اندازہ	غالب	خوب جاننے والے کا	سو اگر	وہ اعراض کریں	تو تُو کہہ	میں نے تمہیں ڈرایا	عذاب سے

اندازہ ہے جو زبردست، خوب جاننے والا ہے۔ ⑫ پھر اگر وہ اعراض کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں نے تمہیں قوم عاد

مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ⑬ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْ

مِّثْلَ	صٰعِقَةِ	عَادٍ	وَّ	ثَمُوْدَ ⑬	اِذْ	جَآءَتْهُمُ	الرُّسُلُ	مِنْ
جیسا	عذاب	عاد کا	اور	ثمود کا	جب	آئے ان کے پاس	بہت سے پیغمبر	سے

اور ثمود جیسے سخت عذاب سے ڈرایا ہے۔ ⑬ جبکہ اُن کے پاس اُن کے آگے

ہے کہ وہ اللہ کی مخلوق ہو، چنانچہ اس روئے زمین پر صرف اللہ تعالیٰ کی ہی مخلوق آباد ہے، کیونکہ اس کے علاوہ کوئی خالق نہیں ہے، اب اگر کوئی ایسی عظیم ذات کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرائے تو عقل بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اسے سزا دی جائے، کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ انسان رہے تو اللہ تعالیٰ کی زمین پر اور عبادت دوسروں کی کرے؟ یا تو انسان جن کی عبادت کر رہا ہے ان سے زمین اور رہائش بھی مانگے اور ان کی ''بنائی ہوئی زمین'' پر جا کر رہے اور اگر اس زمین کے علاوہ کوئی اور زمین نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر اسی کی عبادت کرے جس نے اسے یہ زمین عطا فرمائی ہے۔

⑩ اس آیت مبارکہ میں زمین کی تخلیق کے بعد اس سے وابستہ دیگر ضروریات اور متعلقات کو فراہم کرنا بیان کیا گیا ہے، ان میں سے پہلی چیز زمین کی سطح پر پہاڑوں کو گاڑنا ہے، کیونکہ زمین کو پانی کی سطح پر بچھایا گیا ہے، اس لیے ابتدا میں زمین ہلتی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑ گاڑ دیئے تاکہ زمین کا ہلنا اور ڈانواں ڈول ہونا بند ہو جائے، دوسری چیز زمین میں برکت رکھنا ہے یہ برکت مادی بھی ہے اور روحانی بھی، چنانچہ مادی برکت کا اظہار زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار سے ہوتا ہے اور روحانی برکت کا اظہار زمین پر چلنے والے اللہ کے نیک اور منتخب بندوں سے ہوتا ہے، تیسری چیز زمین میں ایک مخصوص انداز سے غذائی ضروریات کا ذخیرہ فراہم کرنا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا رازق بھی ہے، اس لیے اس نے ہر علاقے کے لوگوں کے لیے ان کی غذائی ضروریات کا ایک معقول ذخیرہ زمین میں رکھ چھوڑا ہے جو ان کی مدت عمر کے اعتبار سے ان کے لیے کافی ہو، یہی وجہ ہے کہ لوگ جب بھی کسی نئے علاقے کو آباد کرتے ہیں تو آہستہ آہستہ ان کی تمام غذائی ضروریات اسی علاقے میں پوری ہونا شروع ہو جاتی ہیں، یہ سارے کام اللہ تعالیٰ نے دو دن میں کیے، اس طرح کل چار دن میں زمین کا اس قدر وسیع و عریض اور مستحکم نظام قائم ہو گیا جو لوگ اس کے متعلق تحقیق اور جستجو کرنا چاہتے ہیں، ان کے سوال کا یہ پورا جواب ہے۔ ⑪ اس آیت مبارکہ میں آسمان کی تخلیق کا ذکر کر کے زمین و آسمان کے لیے ایک تکوینی حکم اور ان کی اطاعت گزاری بیان کی گئی ہے، اسلوب بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کی تخلیق جس مادے سے ہوئی، وہ دھوئیں کی شکل میں تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اسے نیلگوں آسمان کی شکل میں چھت کی طرح تان دیا، اس دھوئیں کے متعلق قرآن و سنت میں مزید تفصیلات ذکر نہیں کی گئی ہیں اس لیے اس کے متعلق جتنی مرضی تحقیقات کر لی جائیں، ان کا درجہ قیاس آرائیوں سے ہرگز نہیں بڑھ سکتا، اسلوب بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمین اور اس کے متعلقات کو پہلے پیدا کیا گیا، جبکہ آسمان کی تخلیق زمین کے بعد ہوئی، تعمیراتی اصولوں کو دیکھا جائے تو یہ ترتیب ٹھیک معلوم ہوتی ہے کیونکہ مستری پہلے دیواروں اور فرش کا کام کرتا ہے بعد میں چھت ڈالتا ہے، لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ بعض دوسری آیات میں آسمان کی تخلیق کو زمین سے پہلے رکھا گیا ہے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ آیات و روایات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے زمین اور اس کے متعلقات کا مادہ تیار کیا گیا، اس کام میں دو دن صرف ہوئے، پھر دو دن میں آسمان کا مادہ تیار کر کے اس سے ساتوں آسمان بنا دیئے گئے اور اس کے بعد زمین کی تخلیق کے جو مراحل بچ گئے تھے، ان کی تکمیل کی گئی، اس طرح کل چھ دنوں میں زمین و آسمان کی تخلیق مکمل کی گئی، یہ توجیہ تمام آیات و روایات کو جمع کر کے ظاہری تعارض کو ختم کر دیتی ہے، مفسرین نے اس کے علاوہ بھی متعدد توجیہات ذکر فرمائی ہیں، اس توجیہ کی تائید آیات کے اگلے جملے سے بھی ہو جاتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو ایک ہی حکم میں شامل کر کے فرمایا ہے کہ تم دونوں تیار ہو کر پیش ہو جاؤ، خواہ اپنی خوشی سے آؤ یا زبردستی آؤ، ان دونوں نے جواب میں عرض کیا کہ ہم اپنی خوشی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہیں، آپ ہم پر اپنا حکم نافذ فرمائیں۔ ⑫ اس آیت مبارکہ میں آسمان کی تخلیق کے

بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ قَالُوْا لَوْ شَاۗءَ رَبُّنَا

بَيْنِ	اَيْدِيْهِمْ	وَ	مِنْ	خَلْفِهِمْ	اَلَّا	تَعْبُدُوْٓا	اِلَّا	اللّٰهَ	قَالُوْا	لَوْ	شَاۗءَ	رَبُّنَا
درمیان	ان کے ہاتھوں کے	اور	سے	ان کے پیچھے	یہ کہ نہ	عبادت کرو تم	مگر	اللہ کی	کہا انہوں	اگر	چاہتا	ہمارا رب

اور پیچھے پیغمبر آئے کہ تم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، وہ کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب چاہتا

لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ⑭ فَاَمَّا عَادٌ

لَاَنْزَلَ	مَلٰۗىِٕكَةً	فَاِنَّا	بِمَآ	اُرْسِلْتُمْ	بِهٖ	كٰفِرُوْنَ ⑭	فَاَمَّا	عَادٌ
البتہ نازل کردیتا	فرشتوں کو	تو بیشک ہم	اس سے جو	تم بھیجے گئے	ساتھ اس کے	انکار کرنے والے	سو رہے	عاد

تو فرشتے نازل کردیتا، اس لیے ہم اُس پیغام کا انکار کرتے ہیں جو تمہیں دیکر بھیجا گیا ہے۔ ⑭ باقی رہی قومِ عاد

فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۭ

فَاسْتَكْبَرُوْا	فِي	الْاَرْضِ	بِغَيْرِ	الْحَقِّ	وَ	قَالُوْا	مَنْ	اَشَدُّ	مِنَّا	قُوَّةً
تو تکبر کیا انہوں نے	بیچ	زمین کے	بغیر	حق کے	اور	کہا انہوں نے	کون	زیادہ سخت	ہم سے	قوت میں

تو انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے کہ طاقت میں ہم سے زیادہ مضبوط کون ہے؟

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَكَانُوْا

اَوَلَمْ	يَرَوْا	اَنَّ	اللّٰهَ	الَّذِيْ	خَلَقَهُمْ	هُوَ	اَشَدُّ	مِنْهُمْ	قُوَّةً	وَ	كَانُوْا
اور کیا نہیں	دیکھے وہ	یہ کہ بیشک	اللہ	جس نے	انہیں پیدا کیا	وہ	زیادہ سخت	ان سے	قوت میں	اور	تھے وہ

کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ وہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے،وہ طاقت میں اُن سے زیادہ مضبوط ہے، اوروہ ہماری

بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ⑮ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ

بِاٰيٰتِنَا	يَجْحَدُوْنَ ⑮	فَاَرْسَلْنَا	عَلَيْهِمْ	رِيْحًا	صَرْصَرًا	فِيْٓ	اَيَّامٍ
ہماری آیتوں کا	انکار کرتے رہے	سو بھیجا ہم نے	ان پر	ہوا	تیز چلنے والی	بیچ	دنوں کے

آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ ⑮ پھر ہم نے اُن پر مصیبت کے کئی دن تیز ہوا

نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ

نَّحِسَاتٍ	لِّنُذِيْقَهُمْ	عَذَابَ	الْخِزْيِ	فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا
نحوست والے	تاکہ ہم انہیں چکھائیں	عذاب	رسوائی کا	بیچ	زندگی کے	دنیا کی

بھیجی تاکہ ہم اُنہیں دنیوی زندگی میں رسوا کن عذاب کا مزہ چکھائیں

چند متعلقات ذکر کیے گئے ہیں، پہلی بات تو یہ کہ آسمانوں کی تعداد سات ہے، دوسری یہ کہ آسمانوں کی تخلیق دو دن میں ہوئی، تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان کے لیے مناسب حکم جاری فرمایا، یعنی جہاں جس چیز کی ضرورت تھی وہاں اس کی مناسبت سے احکامات جاری فرمائے، چوتھی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کیا، یہ ستارے قندیلوں اور فانوسوں کی طرح لٹکے ہوئے ہیں جن سے روشنی کا کام لیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ شیاطین اور جنات کی شرارتوں اور آمدورفت سے حفاظت کے لیے بھی ان سے کام لیا جاتا ہے، جب انسان زمین وآسمان کے نظام پر غور کرتا ہے تو بے اختیار یہ کہنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ یہ نظام ایک ایسی ذات نے ایک خاص سانچے میں ڈھال کر بنایا ہے جس کی قدرت بھی کامل ہے اور جس کا علم بھی کامل ہے۔ ⑬ اس آیت مبارکہ میں اہل مکہ کو قوم عاد اور ثمود جیسے انجام سے ڈرایا گیا ہے کہ اگر تم لوگوں کی یہی روش رہی، قرآن اور صاحب قرآن سے تم لوگ یونہی اعراض کرتے رہے اور نصیحت قبول کرنے سے یونہی انکار کرتے رہے تو کسی اچھے انجام کی توقع نہ رکھنا، میں تمہیں پہلے سے آگاہ کررہا ہوں کہ تم پر بھی قوم عاد اور ثمود جیسا عذاب آسکتا ہے اور اگر وہ عذاب تم پر آگیا تو تمہیں اس سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔

⑭ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ اقوام کا چال چلن بیان کیا گیا ہے کہ جب بھی ان کے پاس اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر ان کی اصلاح اور ہدایت کا پیغام لے کر آئے اور انہیں کفر وشرک چھوڑ کر یکتا پرستی اختیار کرنے کی دعوت دی اور انہیں سمجھایا کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، تو ان لوگوں نے اس دعوت کو قبول کرنے سے صاف صاف انکار کردیا، ان کی عقل یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا نمائندہ بنانے کے لیے ہم جیسے ایک انسان کا ہی انتخاب کیوں کیا ہے؟ اس نے آسمان سے کوئی فرشتہ اتار کر ہمارے پاس کیوں نہ بھیج دیا؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ آسمان والا زمین والے کو اپنا نمائندہ منتخب کرے؟ اس لیے ہم تمہاری دعوت اور پیغام کو مسترد کرتے ہیں، ہمیں تمہاری لائی ہوئی تعلیمات کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

⑮ اس آیت مبارکہ میں قوم عاد کا غرور وتکبر بیان کیا گیا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نہایت طاقتور جسم اور ڈیل ڈول عطا فرما رکھا تھا اور وہ کھجور کے درختوں کی مانند دراز قد تھے، اس لیے اپنی اس جسمانی طاقت اور قد و قامت پر انہیں بڑا ناز تھا اور وہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہم سے زیادہ طاقتور کوئی ہے تو ہمارے سامنے آئے، وہ اپنے پیغمبر سے یہ بھی کہا کرتے تھے کہ آپ ہمیں خوفزدہ کرنے کی کوشش نہ کریں اور ہمیں اپنے رب کے عذاب سے نہ ڈرائیں، ہم جیسے طاقتور لوگ خوفزدہ نہیں ہوتے، انہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار بھی کیا اور سرکشی کی راہ بھی اختیار کی، وہ اس بات کو بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے زیادہ طاقتور مخلوقات پیدا کر رکھی ہیں اور ان کی یہ جسمانی طاقت اللہ کے عذاب کے سامنے ان کے کسی کام نہیں آسکتی، چنانچہ اگلی آیت میں ان کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١٦﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ

وَ	لَعَذَابُ	الْاٰخِرَةِ	اَخْزٰى	وَ	هُمْ	لَا	يُنْصَرُوْنَ ﴿١٦﴾	وَ	اَمَّا	ثَمُوْدُ
اور	البتہ عذاب	آخرت کا	زیادہ رسواکن	اور	وہ	نہ	مدد کیے جائیں گے	اور	رہے	ثمود

اور آخرت کا عذاب سب سے زیادہ رسوا کن ہے اور اُن کی کوئی مدد نہ کی جائے گی۔ ﴿١٦﴾ اور باقی رہی قوم ثمود

فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ

فَهَدَيْنٰهُمْ	فَاسْتَحَبُّوا	الْعَمٰى	عَلَى	الْهُدٰى	فَاَخَذَتْهُمْ	صٰعِقَةُ
تو ہم نے انہیں ہدایت دی	سو پسند کیا انہوں نے	اندھے پن کو	پر	ہدایت کے	سو پکڑ لیا انہیں	کڑک نے

تو ہم نے اُنہیں ہدایت دی، سو انہوں نے ہدایت پر گمراہی کو پسند کرلیا، تو اُنہیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے

الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٧﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

الْعَذَابِ	الْهُوْنِ	بِمَا	كَانُوْا	يَكْسِبُوْنَ ﴿١٧﴾	وَ	نَجَّيْنَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
عذاب کی	رسوائی کے	اس وجہ سے جو	تھے وہ	کماتے رہے	اور	نجات دی ہم نے	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے

آ پکڑا، یہ بدلہ تھا اُن اعمال کا جو وہ کرتے تھے۔ ﴿١٧﴾ اور ہم نے اُن لوگوں کو نجات عطا فرمائی جو ایمان لائے

وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿١٨﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ

وَ	كَانُوْا	يَتَّقُوْنَ ﴿١٨﴾	وَ	يَوْمَ	يُحْشَرُ	اَعْدَآءُ	اللّٰهِ	اِلَى	النَّارِ	فَهُمْ
اور	تھے وہ	ڈرتے رہے	اور	جس دن	جمع کیے جائیں گے	دشمن	اللہ کے	طرف	جہنم کے	سو وہ

اور متقی تھے۔ ﴿١٨﴾ اور جس دن اللہ کے دشمنوں کو جہنم کے پاس جمع کیا جائے گا تو اُنہیں مختلف جماعتوں میں

يُوْزَعُوْنَ ﴿١٩﴾ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ

يُوْزَعُوْنَ ﴿١٩﴾	حَتّٰٓى	اِذَا مَا	جَآءُوْهَا	شَهِدَ	عَلَيْهِمْ	سَمْعُهُمْ
تقسیم کردیے جائیں گے	یہاں تک کہ	جب بھی	وہ آئیں گے اس کے پاس	گواہی دیں گے	ان پر	ان کے کان

تقسیم کر دیا جائے گا۔ ﴿١٩﴾ یہاں تک کہ جب وہ اُس کے پاس پہنچیں گے تو اُن کے کان، آنکھیں

وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ

وَ	اَبْصَارُهُمْ	وَ	جُلُوْدُهُمْ	بِمَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٠﴾	وَ	قَالُوْا	لِجُلُوْدِهِمْ
اور	ان کی آنکھیں	اور	ان کی کھالیں	اس کی جو	تھے وہ	کرتے رہے	اور	کہیں گے وہ	اپنی کھالوں سے

اور کھالیں اُن کے خلاف اُن اعمال کی گواہی دیں گی جو وہ کرتے تھے۔ ﴿٢٠﴾ اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے

ع ۲ / ۱۰ / ۱۶

﴿١٦﴾ اس آیت مبارکہ میں قوم عاد کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ اپنی بے پناہ جسمانی طاقت پر حد سے زیادہ مغرور اور نازاں تھے، جب ہم نے انہیں دنیا میں سزا کا مزہ چکھانے کا فیصلہ کیا تو ہمیں اس کے لیے کوئی لشکر اتارنے کی ضرورت پیش نہ آئی، ہم نے صرف ہوا کو ان پر مسلط کر دیا، سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل ہوا چلتی رہی، ہوا کیا تھی، طوفانی جھکڑ تھے جس نے ہر چیز کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا، ہوا کی رفتار بہت زیادہ تھی، اس نے قوم عاد کے لوگوں کو اٹھا اٹھا کر زمین پر پٹخا، کسی کا ہاتھ ٹوٹا، کسی کا سر پھٹا اور کسی کا پاؤں ٹوٹا، جب وہ طوفان تھما تو یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کھجور کے ہزاروں درخت گرے پڑے ہیں اور انہیں کوئی اٹھانے والا نہ تھا، وہ ایام اس قوم کے لیے سخت آزمائش اور نحوست کے ثابت ہوئے حالانکہ دونوں میں اپنی ذات کے اعتبار سے کوئی نحوست نہیں ہوتی،، اس طرح دنیا میں انہیں ان کی نافرمانی کا مزہ چکھایا گیا، اصل سزا تو انہیں آخرت میں ملے گی اور وہ اس سے زیادہ سخت اور رسوا کن ہوگی اور وہاں کوئی ان کی مدد کو بھی نہ آئے گا۔ ﴿١٧﴾ اس آیت مبارکہ میں قوم ثمود کا طرز عمل اور ان کا انجام بیان کیا گیا ہے، قوم ثمود کی پوری تاریخ پڑھنے کے بعد اہل تحقیق جو نتیجہ کئی برس بعد قائم کریں گے، قرآن کریم نے اسے نہایت آسانی کے ساتھ ایک جملے میں سمیٹ لیا ہے کہ ہم نے قوم ثمود کو سیدھا راستہ دکھایا، انہوں نے ہدایت پر گمراہی کو اور بینائی پر اندھے پن کو ترجیح دی، جس کی پاداش میں وہ عذاب الٰہی کا شکار ہو گئے، یہ انسان کی محرومی اور بدنصیبی ہے کہ اسے صحیح راہ پر چلانے والا دستیاب بھی ہو اور وہ خلوص نیت اور صدق دل کے ساتھ اس کی خیر خواہی بھی کر رہا ہو، لیکن وہ سیدھے راستے پر چلنے کے لیے تیار نہ ہو، اسے بینائی مل رہی ہو، لیکن وہ اندھے پن پر راضی ہو، اسے شنوائی مل رہی ہو، لیکن وہ بہرہ رہنے کو پسند کرے، اور اسے اس کی بیماری اور معذوری سے نجات مل رہی ہو، لیکن وہ بیمار اور معذور رہنے پر ہی خوش ہو۔ ﴿١٨﴾ اس آیت مبارکہ میں قوم عاد اور ثمود کے ان لوگوں کا انجام بیان کیا گیا ہے جو اپنے پیغمبروں پر ایمان لا کر زیور تقویٰ سے آراستہ ہو گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنی خصوصی حکمت اور قدرت سے انہیں مجرموں اور گنہگاروں کے انجام سے بچالیا، چنانچہ وہ دنیا میں بھی اللہ کے عذاب سے محفوظ ہو گئے اور آخرت میں بھی وہ سرخرو ہوں گے۔ ﴿١٩﴾ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن کا ایک منظر دکھایا گیا ہے، میدان حشر میں ہر طرح کے لوگ موجود ہوں گے، ان میں اعداء اللہ یعنی اللہ کے دشمن بھی ہوں گے اور اولیاء اللہ یعنی اللہ کے دوست بھی ہوں گے، فرشتوں کی ڈیوٹیاں اور ذمہ داریاں مقرر ہوں گی کہ لوگوں کی درجہ بندی کریں اور انہیں مختلف جماعتوں میں تقسیم کریں، کہنے کو تو یہ بہت آسان معلوم ہوتا ہے لیکن کھربوں انسانوں میں سے بدکاروں، چوروں، شرابیوں، مجاہدوں، شہیدوں اور دیگر طبقات کے لوگوں کو الگ الگ کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، میدان حشر میں نہ صرف یہ تقسیم ہوگی بلکہ اس تقسیم میں بھی کسی پر ظلم نہ ہوگا، اس تقسیم کے بعد اہل ایمان و عمل کو جنت کی طرف روانہ کر دیا جائے گا اور وہ گروہ در گروہ جنت کی طرف رواں دواں ہو جائیں گے، جبکہ مجرموں اور گنہگاروں کی تمام ٹولیوں کو یکے بعد دیگرے جہنم کی طرف ہانک کر لیجایا جائے گا اور بالآخر انہیں اس میں دھکیل دیا جائے گا۔ ﴿٢٠﴾ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کے جسمانی اعضاء کا ان کے خلاف گواہی دینا بیان کیا گیا ہے، اس عاجز نے جب بھی حق تعالیٰ کے ''نظام شہادت'' پر غور کیا، ہمیشہ اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ ایسا زبردست اور مکمل نظام ہے جس کی مثال پیش کرنا ممکن نہیں ہے، انسان کتنی چیزوں کو جھٹلائے گا اور کہاں کہاں اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کو تسلیم کرنے سے انکار کرے گا؟ اس نظام شہادت کا ایک حصہ زمین ہے، چنانچہ زمین انسان کے تمام اعمال کی گواہ ہے اور وہ

لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ

لِمَ	شَهِدْتُّمْ	عَلَيْنَا	قَالُوْٓا	اَنْطَقَنَا	اللّٰهُ	الَّذِيْٓ	اَنْطَقَ	كُلَّ	شَيْءٍ	وَ	هُوَ
کیوں	گواہی دی تم نے	ہم پر	وہ کہیں گے	ہمیں گویائی دی	اللہ نے	جس نے	گویائی دی	ہر	چیز کو	اور	وہ

کہ تم نے ہمارے ہی خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ کہیں گی کہ ہمیں اُس اللہ نے قوت گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو قوت گویائی دی ہے، اور وہی ہے

خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ

خَلَقَكُمْ	اَوَّلَ	مَرَّةٍ	وَ	اِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾	وَ	مَا	كُنْتُمْ	تَسْتَتِرُوْنَ
پیدا کیا اس نے تمہیں	پہلی	مرتبہ	اور	اس کیطرف	تم لوٹائے جاؤ گے	اور	نہیں	تھے تم	پردہ کرتے

جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ ۲۱ اور تم اِس بات سے پردہ نہ کرتے تھے

اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ

اَنْ	يَّشْهَدَ	عَلَيْكُمْ	سَمْعُكُمْ	وَ	لَآ	اَبْصَارُكُمْ	وَ	لَا	جُلُوْدُكُمْ	وَ	لٰكِنْ
یہ کہ	گواہی دیں	تم پر	تمہارے کان	اور	نہ	تمہاری آنکھیں	اور	نہ	تمہاری کھالیں	اور	لیکن

کہ تمہارے خلاف تمہارے ہی کان، آنکھیں اور کھالیں گواہی دینے لگیں گی، لیکن

ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ

ظَنَنْتُمْ	اَنَّ	اللّٰهَ	لَا	يَعْلَمُ	كَثِيْرًا	مِّمَّا	تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾	وَ	ذٰلِكُمْ	ظَنُّكُمُ
تم سمجھے	کہ بیشک	اللہ	نہیں	جانتا	بہت سی چیزیں	اس سے جو	تم عمل کرتے ہو	اور	وہ تمہارا	گمان تمہارا

تم یہ سمجھتے تھے کہ اللہ کو بہت سے وہ کام معلوم ہی نہیں ہیں جو تم کرتے ہو۔ ۲۲ اور یہ تمہارا وہ گھٹیا گمان ہے

الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ

الَّذِيْ	ظَنَنْتُمْ	بِرَبِّكُمْ	اَرْدٰىكُمْ	فَاَصْبَحْتُمْ	مِّنَ	الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾	فَاِنْ
وہ جو	تم نے گمان کیا	ساتھ اپنے رب کے	سب سے گھٹیا	تو تم صبح کو ہو گئے	سے	نقصان اٹھانے والوں کے	سو اگر

جو تم نے اپنے رب کے متعلق رکھا، سو تم نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔ ۲۳ پھر اگر

يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ

يَّصْبِرُوْا	فَالنَّارُ	مَثْوًى	لَّهُمْ ۚ	وَ	اِنْ	يَّسْتَعْتِبُوْا	فَمَا	هُمْ	مِّنَ
صبر کریں وہ	تو جہنم	ٹھکانہ	ان کیلئے	اور	اگر	توبہ کرنا چاہیں وہ	تو نہیں	وہ	سے

وہ صبر کریں تب بھی جہنم ہی اُن کا ٹھکانہ ہے اور اگر وہ توبہ کرنا چاہیں تو اُن کی توبہ قبول

بوقت ضرورت گواہی دے گی، یہ گواہی غیر جانبدارانہ ہے کیونکہ زمین کی کسی کے ساتھ دوستی ہے اور نہ دشمنی، دوسرا حصہ "نامہ اعمال" ہے جو انسان کے کندھوں پر بیٹھے ہوئے غیر جانبدار فرشتوں نے مرتب کیا ہوگا، اس نامہ اعمال کو بھی چیلنج نہیں کیا جا سکے گا، تیسرا حصہ "لوح محفوظ" ہے جسے علم الٰہی کا ہیڈ کوارٹر سمجھنا چاہیے اور وہاں تک کسی کی رسائی ممکن نہیں ہے، اس لیے اس میں بھی کسی کمی بیشی کا امکان نہیں ہے، چوتھا حصہ "اندرونی شہادت" ہے چنانچہ انسان کی زبان اور منہ پر مہر لگا کر اس کی آنکھوں، کانوں اور کھالوں کو قوت گویائی دی جائے گی اور وہ انسان کی ساری سرگرمیاں کسی کمی بیشی کے بغیر کھول کر بیان کر دیں گی، یہ ایک شہادت ہوگی جسے رد کرنا انسان کے لیے ممکن نہ ہوگا اور وہ حیرت زدہ ہو جائے گا، یہاں اسی چوتھے حصے کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲۱ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کی حیرانی اور پریشانی اور اپنے جسمانی اعضاء سے مکالمہ بیان کیا گیا ہے، وہ اپنے جسمانی اعضاء کو کلام کرتے ہوئے دیکھ کر حیران و پریشان رہ جائیں گے اور اپنی گویائی بحال ہونے پر ان سے شکوہ کریں گے کہ تم نے ہمارے ہی خلاف گواہی دینا شروع کر دی، یہ تم نے کیا کیا؟ انسان کے ناک، کان اور دیگر اعضاء اسے جواب دیں گے کہ ہم قادر مطلق کے حکم پر عمل کرنے کے پابند ہیں، وہ ہر چیز کو قوتِ گویائی دے سکتا ہے، اسی نے ہمیں قوت گویائی دے کر بولنے کا حکم دیا، سو ہم بولنے لگے اور ہم نے سچ بولا ہے، اس میں ایک بات بھی خلاف حقیقت نہیں ہے، اللہ کی قدرت اس کے خالق ہونے سے بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اس نے انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا، اس وقت تک انسان جیسا انسان وجود میں نہیں آیا تھا جسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے معاذ اللہ اس کی نقل اور فوٹو کاپی تیار کر لی ہو، پھر سب کو اس کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے، اس پیشی سے کوئی ایک آدمی بھی مستثنیٰ نہیں رکھا گیا۔

۲۲ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کی اصل غلطی کی نشاندہی کی گئی ہے، ان سے غلطی یہ ہوئی کہ وہ لوگوں سے چھپ کر گناہ کرتے رہے، تاکہ کوئی شخص ان کے گناہوں کا گواہ نہ بن جائے، لیکن انہیں یہ توقع ہی نہیں تھی کہ ان کے ہاتھ پاؤں بھی ان کے خلاف گواہی دے سکتے ہیں، اس لیے انہوں نے اس سلسلے میں کوئی احتیاط اور پرواہ نہیں کی، دوسری بڑی غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے علم کامل کے متعلق غلط اندازہ لگایا، ان کا گمان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی بہت سی باتوں کا پتہ ہی نہیں چلتا، اس لیے انہوں نے دھڑا دھڑ گناہ کیے اور اپنے نامہ اعمال کو گناہوں سے داغ دار کر لیا، اگلی آیت میں اس پر کلام کیا گیا ہے۔

۲۳ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کے غلط اندازے کی مذمت کی گئی ہے کہ یہ ایک گھٹیا اور تباہ کن اندازہ تھا جو انہوں نے علم الٰہی کے حوالے سے لگایا تھا اور آج اس کی وجہ سے وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے، انہوں نے یہ سوچنے کی زحمت ہی نہیں کی کہ جس رب نے انہیں اور سارے عالم کو وجود عطا فرمایا، کیا وہ صرف ان کے ظاہر سے واقف ہوگا؟ کیا اسے ان کے باطن کی خبر نہ ہوگی؟ انہوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ اللہ تعالیٰ کا علم محدود ہونا چاہیے یا لامحدود؟ وہ خلوت اور جلوت، اندھیرے اور اجالے، رات اور دن کا فرق کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے علم کے حوالے سے غلط اندازے لگاتے رہے، سو اب انہیں اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔

الْمُعْتَبِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا

الْمُعْتَبِيْنَ ﴿٢٤﴾	وَ	قَيَّضْنَا	لَهُمْ	قُرَنَآءَ	فَزَيَّنُوْا	لَهُمْ	مَّا
توبہ قبول کئے ہوؤں کے	اور	مقرر کردیئے ہم نے	ان کیلئے	کچھ ہم نشین	سو مزین کردیا انہوں نے	ان کیلئے	وہ جو

نہیں کی جائے گی۔ [۲۴] اور ہم نے اُن کیلئے کچھ ہم نشین مقرر کر دیے جنہوں نے اُن کیلئے وہ کام

بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ

بَيْنَ	اَيْدِيْهِمْ	وَ	مَا	خَلْفَهُمْ	وَ	حَقَّ	عَلَيْهِمُ	الْقَوْلُ	فِيْٓ	اُمَمٍ	قَدْ
درمیان	ان کے ہاتھوں کے	اور	جو	ان کے پیچھے	اور	ثابت ہوگیا	ان پر	فیصلہ	بیچ	امتوں کے	تحقیق

مزین کر دکھائے جو اُن کے آگے اور پیچھے تھے، اور اُن کے متعلق بھی اُنہی امتوں کے ساتھ عذاب کا فیصلہ ہو گیا

خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا

خَلَتْ	مِنْ	قَبْلِهِمْ	مِّنَ	الْجِنِّ	وَ	الْاِنْسِ ۚ	اِنَّهُمْ	كَانُوْا
گزرچکیں	سے	ان کے پہلے	سے	جنوں کے	اور	انسانوں کے	بیشک وہ	تھے

جو اُن سے پہلے جنات اور انسانوں میں گذر چکی تھیں، بیشک وہ لوگ

خٰسِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ ع وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ

خٰسِرِيْنَ ﴿٢٥﴾	وَ	قَالَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَا	تَسْمَعُوْا	لِهٰذَا	الْقُرْاٰنِ
نقصان اٹھانے والے	اور	کہا	ان لوگوں نے	کفر کیا انہوں نے	مت	سنو تم	اس	قرآن کو

نقصان اٹھانے والے تھے۔ [۲۵] اور کافر کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنا کرو،

وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿٢٦﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

وَ	الْغَوْا	فِيْهِ	لَعَلَّكُمْ	تَغْلِبُوْنَ ﴿٢٦﴾	فَلَنُذِيْقَنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا
اور	بیہودگی کرو	اسمیں	تاکہ تم	غالب آجاؤ	سوالبتہ ضرور چکھائیں گے ہم	ان لوگوں کو	کفر کیا انہوں نے

اور اُس کی تلاوت کے دوران شور کیا کرو تاکہ تم غالب آجاؤ۔ [۲۶] سو ہم کافروں کو سخت عذاب کا مزہ

عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾

عَذَابًا	شَدِيْدًا ۙ	وَّ	لَنَجْزِيَنَّهُمْ	اَسْوَاَ	الَّذِيْ	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾
عذاب	سختی والا	اور	البتہ ضرور بدلہ دیں گے ہم انہیں	بدترین	وہ جو	تھے وہ	کرتے رہے

ضرور چکھائیں گے، اور ہم اُنہیں اُن برے اعمال کا بدلہ ضرور دیں گے جو وہ کرتے رہے ہوں گے۔ [۲۷]

ع ۳ ۱۷

[۲۴] اس آیت مبارکہ میں مجرموں پر واضح کر دیا گیا ہے کہ ان کے پاس جہنم سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، وہاں رہ کر صبر کریں یا منتیں اور خوشامدیں کریں، بہرحال جہنم کی آگ ہی ان کا ٹھکانہ ہے، دنیا میں انسان جب کسی آزمائش اور تکلیف کا شکار ہوتا ہے تو اس پر یہ سوچ کر صبر کرتا ہے کہ ایک نہ ایک دن تو یہ مشکلات حل ہوں گی اور ان پریشانیوں سے چھٹکارا نصیب ہوگا، اور بعض اوقات انسان متعلقہ آدمی کی منت سماجت کرتا ہے لیکن جہنم میں انسان کو ان میں سے کوئی بھی چیز فائدہ نہ دے گی اور اسے وہیں رہنا اور سزا بھگتنا ہوگا۔

[۲۵] اس آیت مبارکہ میں مجرموں پر شیطانی تسلط کا ذکر کیا گیا ہے کہ ان لوگوں پر شیطان اور شیطانی سوچ کا ایسا غلبہ تھا کہ وہ جس برائی کو ان کے سامنے اچھائی بنا کر، خوشنما اور مزین کر کے پیش کرتے، یہ اسے فوراً قبول کر کے اس کے پیچھے چل پڑتے، جیسے پیتل یا لوہے کے برتن پر سونے کا پانی چڑھا دیا جائے، تو عام آدمی اسے سونا سمجھ بیٹھتا ہے اور دھوکہ کھا جاتا ہے، شیاطین نے بھی گناہوں کے پیتل اور لوہے پر نیکیوں کا پانی چڑھا دیا ہے اور لوگ انہیں نیکی سمجھ کر ان میں اپنی دلچسپی اور رغبت کا مظاہرہ کر رہے ہیں، دراصل اللہ تعالیٰ نے پہلے سے جو فیصلہ فرما رکھا تھا کہ شیطان اور اس کے پیروکاروں سے جہنم کو بھر دے گا، وہ فیصلہ ان کی طرف متوجہ ہوگیا، چونکہ وہ فیصلہ برحق ہے اس لیے ان لوگوں کا جہنم میں جانا برحق ہے اور جس شخص کے لیے جہنم کا فیصلہ ہو جائے، وہ تباہ و برباد ہوگیا۔

[۲۶] اس آیت مبارکہ میں کفار اور مشرکین کی ایک خفیہ سازش کی خبر دی گئی ہے، اس سازش کا بنیادی مقصد قرآن کریم کی آواز کو دبانا اور لوگوں کو اس کی تاثیر سے دور رکھنا ہے، یہ سازش دو نکتوں پر مشتمل ہے، پہلا یہ کہ جس وقت قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی ہو، اسے سننے سے اجتناب کیا جائے، اس لیے کہ قرآن کریم نہایت پر تاثیر کتاب ہے، یہ ممکن نہیں ہے کہ انسان اسے سنے اور اس کے اثرات سے متاثر نہ ہو، دوسرا نکتہ یہ کہ تلاوت قرآن کے دوران شور شرابا کیا جائے اور اس کے لیے لغویات کا سہارا لیا جائے، چنانچہ اب اس مقصد کے لیے میوزک اور موسیقی کا سہارا لیا جاتا ہے، پہلے کچھ لوگ چمٹا بجانا شروع کر دیتے تھے اور کچھ لوگ ٹین کھڑکانا شروع کر دیتے تھے، جدید ایجادات نے اس شیطانی سازش کو بہت سہارا دیا ہے، لیکن اس کے باوجود قرآن کریم کی تاثیر کے ایمان افروز واقعات آئے روز سننے میں آتے رہتے ہیں اور انسان کی روح جھوم اٹھتی ہے۔

[۲۷] اس آیت مبارکہ میں کافروں کے لیے دو چیزوں کا وعدہ کیا گیا ہے پہلا یہ کہ انہیں ان کے کفر کی وجہ سے دردناک عذاب کا مزہ چکھایا جائے گا اور جس عذاب کو اللہ تعالیٰ خود دردناک فرما رہا ہو، اس کی دردناکی ناقابل برداشت ہوگی اور دوسرا یہ کہ انہیں ان کی بداعمالیوں اور گناہوں کی سزا بھی دی جائے گی، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک جرم کی سزا دوسرے جرم کی سزا میں ضم ہو کر تخفیف کا سبب نہیں بن سکے گی، بلکہ ہر جرم کی الگ سزا بھگتنا پڑے گی۔

ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ؕ

ذٰلِكَ	جَزَآءُ	اَعْدَآءِ	اللّٰهِ	النَّارُ	لَهُمْ	فِيْهَا	دَارُ	الْخُلْدِ
وہ	سزا	دشمنوں کی	اللہ کے	جہنم	ان کیلئے	اس میں	گھر	ہمیشہ کا

وہی جہنم اللہ کے دشمنوں کا بدلہ ہے، وہاں اُن کیلئے ہمیشہ رہنے کا گھر ہے،

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝٢٨ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جَزَآءً	بِمَا	كَانُوْا	بِاٰيٰتِنَا	يَجْحَدُوْنَ ۝٢٨	وَ	قَالَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا
بدلہ	اس کا جو	تھے وہ	ہماری آیتوں کا	انکار کرتے رہے	اور	کہا	ان لوگوں نے	کفر کیا انہوں نے

یہ بدلہ ہے اس چیز کا کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ ۲۸ اور کافر کہیں گے

رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا

رَبَّنَآ	اَرِنَا	الَّذَيْنِ	اَضَلّٰنَا	مِنَ	الْجِنِّ	وَ	الْاِنْسِ	نَجْعَلْهُمَا
اے ہمارے پروردگار	دکھادے ہمیں	وہ دونوں	گمراہ کیا انہوں نے ہمیں	سے	جنوں کے	اور	انسانوں کے	ہم ان دونوں کو کردیں گے

کہ پروردگار! ہمیں جن و انس کے وہ دونوں گروہ دکھادے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا، تاکہ ہم اُنہیں اپنے

تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ۝٢٩ اِنَّ الَّذِيْنَ

تَحْتَ	اَقْدَامِنَا	لِيَكُوْنَا	مِنَ	الْاَسْفَلِيْنَ ۝٢٩	اِنَّ	الَّذِيْنَ
نیچے	اپنے قدموں کے	تاکہ وہ دونوں ہوجائیں	سے	ذلیل ہونے والوں کے	بیشک	وہ لوگ جو

پاؤں تلے کچل ڈالیں، تاکہ وہ ذلیل ہو جائیں۔ ۲۹ بیشک وہ لوگ

قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا

قَالُوْا	رَبُّنَا	اللّٰهُ	ثُمَّ	اسْتَقَامُوْا	تَتَنَزَّلُ	عَلَيْهِمُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	اَلَّا
کہا انہوں نے	رب ہمارا	اللہ	پھر	ثابت قدم رہے وہ	لگاتار اتریں گے	ان پر	فرشتے	کہ نہ

جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے، پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، اُن پر لگاتار فرشتے نازل ہوں گے کہ تم

تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ

تَخَافُوْا	وَ	لَا	تَحْزَنُوْا	وَ	اَبْشِرُوْا	بِالْجَنَّةِ	الَّتِيْ	كُنْتُمْ
ڈرو تم	اور	مت	غمگین ہو	اور	خوشخبری قبول کرو	جنت کی	وہ جو	تھے تم

خوف زدہ اور غمگین نہ ہونا، اور اُس جنت کی خوشخبری قبول کرو جس کا تم سے

۲۸ اس آیت مبارکہ میں اللہ کے دشمنوں کی سزا بیان کی گئی ہے کہ جہنم ان کے کفر و شرک اور گناہوں کی پوری پوری سزا ہے، اس قید خانے میں ایک مرتبہ داخل ہونے کا تصور ہی انسان کے رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے، اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کا دائمی ٹھکانہ اور گھر ہی جہنم ہو، اور اسے وہاں سے نکلنا نصیب ہی نہ ہو، اس کے علاوہ یہاں آیات الٰہیہ کے انکار کو نمایاں اہمیت دیکر فرمایا گیا ہے کہ دنیا میں وہ جس گستاخی اور بے باکی سے آیات الٰہیہ کا انکار کرتے تھے، اب اس کا مزہ چکھیں، جہنم اسی کی سزا ہے۔

۲۹ اس آیتِ مبارکہ میں کافروں کا بارگاہ الٰہی میں ایک درخواست پیش کرنا بیان کیا گیا ہے، یہ درخواست اپنے غم و غصے کا اظہار کرنے کے لیے ہوگی، وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ پروردگار! ایک مرتبہ ہمارے سامنے ان جن و انس کو پیش کر دے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا، ہمیں سیدھے راستے سے بہکایا، ہمیں تجھ سے دور اور شیطان کے قریب کیا، وہ ہمارے سب سے بڑے دشمن ہیں، آج اگر وہ ہمیں نظر آجائیں تو ہم انہیں اپنے قدموں تلے کچل ڈالیں اور انہیں جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں دھکے دے کر پھینک دیں تاکہ کچھ تو ہمارا غیظ و غضب ٹھنڈا ہو اور ہمارے دل کو تسکین پہنچے کہ ہم نے اپنے دشمن سے انتقام لے لیا۔

تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓـؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي

تُوْعَدُوْنَ ۞	نَحْنُ	اَوْلِيٰٓـؤُكُمْ	فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَ	فِي
وعدہ کیے گئے تم	ہم	تمہارے رفیق	بیچ	زندگی کے	دنیا کی	اور	بیچ

وعدہ کیا گیا تھا۔ [۳۰] ہم ہی دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے رفیق رہے اور آخرت

الْاٰخِرَةِ ج وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا

الْاٰخِرَةِ ج	وَ	لَكُمْ	فِيْهَا	مَا	تَشْتَهِيْٓ	اَنْفُسُكُمْ	وَ	لَكُمْ	فِيْهَا	مَا
آخرت کے	اور	تمہارے لئے	اَس میں	وہ جو	خواہش کریں گے	تمہارے دل	اور	تمہارے لئے	اَس میں	وہ جو

میں بھی ہیں، اور وہاں تمہارے لیے وہ سب کچھ ہے جس کی تمہارے دل خواہش کریں گے اور تمہارے لیے وہاں وہ سب کچھ ہے جو

تَدَّعُوْنَ ط ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ع ﴿۳۲﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا

تَدَّعُوْنَ ط ۞	نُزُلًا	مِّنْ	غَفُوْرٍ	رَّحِيْمٍ ۞	وَ	مَنْ	اَحْسَنُ	قَوْلًا
تم منگواؤ گے	مہمان نوازی	سے	بہت بخشنے والے کے	نہایت مہربان	اور	کون	زیادہ اچھا	بات میں

تم منگواؤ گے۔ [۳۱] یہ مہمان نوازی ہے اُس ذات کی طرف سے جو بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ [۳۲] اور اُس شخص سے بڑھ کر عمدہ بات کس کی ہوسکتی ہے جو

مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ

مِّمَّنْ	دَعَآ	اِلَى	اللّٰهِ	وَ	عَمِلَ	صَالِحًا	وَّ	قَالَ	اِنَّنِيْ	مِنَ
اس سے جو	دعوت دے	طرف	اللہ کے	اور	عمل کرے	نیک	اور	کہے	بیشک میں	سے

اللہ کی طرف دعوت دے، نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں

الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ط اِدْفَعْ

الْمُسْلِمِيْنَ ۞	وَ	لَا	تَسْتَوِي	الْحَسَنَةُ	وَ	لَا	السَّيِّئَةُ ط	اِدْفَعْ
فرمانبرداروں کے	اور	نہیں	برابر ہوسکتی	نیکی	اور	نہ	برائی	جواب دو

میں سے ہوں۔ [۳۳] اور نیکی اور برائی کبھی برابر نہیں ہو سکتے، جواب اُس طرح دیا کرو

بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ

بِالَّتِيْ	هِيَ	اَحْسَنُ	فَاِذَا	الَّذِيْ	بَيْنَكَ	وَ	بَيْنَهٗ	عَدَاوَةٌ	كَاَنَّهٗ
ساتھ اس کے	وہ	زیادہ اچھا	تو اچانک	وہ جو	تیرے درمیان	اور	اس کے درمیان	دشمنی	گویا کہ وہ

جو سب سے زیادہ عمدہ ہو، تو وہی شخص کہ تمہارے اور اُس کے درمیان عداوت ہو، اِس طرح ہو جائے گا کہ گویا وہ

ع ۴ ۱۸

[۳۰] اس آیت مبارکہ میں دین حق پر استقامت رکھنے والوں کا انعام بیان کیا گیا ہے، استقامت کے حوالے سے اسی سورت کی آیت نمبر ۶ میں کلام ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے ان پاکیزہ بندوں کو تسلی اور اطمینان دلانے کے لیے ان کے پاس فرشتوں کو بھیجے گا، فرشتے آکر انہیں تسلی دیں گے کہ آج خوف اور گھبراہٹ کے اس عالم میں "جبکہ ہر شخص پریشان، فکرمند اور خوفزدہ ہے" تمہیں کسی قسم کی پریشانی، فکرمندی اور خوف نہیں ہونا چاہیے، تمہیں غمگین ہونے کی بھی کوئی ضرورت نہیں، آج کا دن تمہارے رنج وغم اور فکر و پریشانی دور ہونے کا دن ہے، آج کا دن تمہارے لیے خوشیوں اور راحتوں کا دن ہے، خوش ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جس جنت کا وعدہ کیا تھا آج تم اس جنت میں داخل ہونے والے ہو، چونکہ فرشتوں کو تسلی دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہوگا اس لیے درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی تسلی ہوگی، سیاق کلام سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایمان واستقامت کو یہ تسلی میدان حشر میں دی جائے گی، کیونکہ اس کی سب سے زیادہ ضرورت انہیں اسی وقت ہوگی لیکن چونکہ آیت کے الفاظ عام ہیں اس لیے دنیوی رنج وغم کے وقت غیبی تسلی بھی مراد ہوسکتی ہے اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت غیبی تسلی بھی مراد ہوسکتی ہے۔ [۳۱] اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان واستقامت کے لیے تین نعمتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی نعمت ان کے لیے بہت بڑا اعزاز بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے یہ فرما رہا ہے کہ دنیوی زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق تھے اور آج بھی ہم ہی تمہارے رفیق ہیں، اس سے بڑی خوشخبری اور کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی رفاقت عطا فرما دے اور اسے اس سے باخبر بھی کر دے، دوسری یہ کہ جنت میں تمہاری ہر خواہش پوری ہوگی، غور کیا جاسکتا ہے کہ یہاں "ضرورت" کی تکمیل کا وعدہ نہیں کیا جا رہا بلکہ "خواہشات" کی تکمیل کا وعدہ کیا جا رہا ہے، دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس کی ہر خواہش پوری ہوئی ہو اور وہ اس کا اعتراف بھی کرتا ہو کہ میری ساری خواہشات پوری ہوگئی ہیں، لیکن جنت میں اہل جنت کی ہر خواہش پوری ہوگی، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ وہاں من چاہی زندگی میسر ہوگی، تیسری یہ کہ جنت میں تم جو کچھ بھی منگواؤ گے، وہ تمہاری خدمت میں حاضر کیا جائے گا، طلب کرنے کی دیر ہوگی، وہ چیز فوراً حاضر ہو جائے گی، گویا جنت میں ہر شخص کو ایک چھوٹی سی خدائی اور سلطنت وحکومت مل جائے گی اور وہ اپنی سلطنت کا خود منتظم اور مدبر ہوگا۔ [۳۲] اس آیت مبارکہ میں جنت کی تمام نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان واستقامت کی مہمان نوازی قرار دیا گیا ہے، اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی دو صفتوں کا حوالہ دیا گیا ہے، پہلی یہ کہ وہ بہت بخشنے والا ہے، اس کی بخشش کے بغیر کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا اور دوسری یہ کہ وہ بہت مہربان ہے، چنانچہ وہ اپنی رحمت اور مہربانی سے اپنے بندوں کی ایسی مہمان نوازی فرمائے گا جو اس کی شان کے مطابق ہو اور بندوں کے لیے یہ بہت بڑے اعزاز کی بات ہے کہ ان کا رب ان کا میزبان ہو اور وہ اپنے رب کے یہاں مہمان کے طور پر حاضر ہوں اور اس کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوں۔ [۳۳] اس آیت مبارکہ میں "احسن القول" کی تعیین کی گئی ہے یعنی سب سے بہترین بات اس شخص کی ہوتی ہے جو دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دے، خود بھی نیک اعمال سرانجام دے اور دنیا کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا اقرار واعتراف اور اعلان کرے، بہت سے لوگ اور گروہ دعوت الی اللہ کے نام پر کھڑے ہوتے ہیں، کچھ عرصے بعد معلوم ہوتا ہے کہ دعوت الی اللہ کا لیبل لگا کر وہ اپنے مخصوص عقائد اور نظریات کی ترویج واشاعت کے لیے کام کر رہے تھے جس میں دین الٰہی کی تبلیغ کے لیے کسی قسم کی کوشش اور کاوش کا دور دور تک کوئی عمل دخل نہیں تھا، اسی لیے یہاں فرمایا ہے کہ خود بھی نیک عمل سرانجام دے، لوگوں کو

وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿٣٤﴾ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ج وَمَا

وَلِيٌّ	حَمِيْمٌ ﴿٣٤﴾	وَ	مَا	يُلَقّٰهَآ	اِلَّا	الَّذِيْنَ	صَبَرُوْا ج	وَ	مَا
دوست	گرم جوش	اور	نہیں	ملتی یہ	مگر	وہ لوگ جو	صبر کیا انہوں نے	اور	نہیں

گرمجوش دوست ہو۔ [٣٥] اور یہ چیز اُنہی لوگوں کو ملتی ہے جو صبر کریں، اور یہ چیز

يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿٣٥﴾ وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ

يُلَقّٰهَآ	اِلَّا	ذُوْحَظٍّ	عَظِيْمٍ ﴿٣٥﴾	وَ	اِمَّا	يَنْزَغَنَّكَ	مِنَ
ملتی یہ	مگر	حصے والا	بہت بڑے	اور	اگر	چھیڑے تجھے	سے

اُنہی لوگوں کو ملتی ہے جو بڑے نصیب والے ہیں۔ [٣٦] اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے آپ کو کوئی

الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ط اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ

الشَّيْطٰنِ	نَزْغٌ	فَاسْتَعِذْ	بِاللّٰهِ ط	اِنَّهٗ	هُوَ	السَّمِيْعُ
شیطان کے	کوئی چھیڑ	تو پناہ میں آ تو	اللہ کی	بیشک وہ	وہی	خوب سننے والا

کچوکا لگ جائے تو اللہ کی پناہ میں آجایا کریں، بیشک وہ خوب سننے والا،

الْعَلِيْمُ ﴿٣٦﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ط لَا

الْعَلِيْمُ ﴿٣٦﴾	وَ	مِنْ	اٰيٰتِهِ	الَّيْلُ	وَ	النَّهَارُ	وَ	الشَّمْسُ	وَ	الْقَمَرُ ط	لَا
جاننے والا	اور	سے	اس کی نشانیوں کے	رات	اور	دن	اور	سورج	اور	چاند	مت

جاننے والا ہے۔ [٣٧] اور اُس کی قدرت کی نشانیوں میں سے رات اور دن، سورج اور چاند بھی ہیں، تم سورج

تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ

تَسْجُدُوْا	لِلشَّمْسِ	وَ	لَا	لِلْقَمَرِ	وَ	اسْجُدُوْا	لِلّٰهِ	الَّذِيْ	خَلَقَهُنَّ
سجدہ کرو تم	سورج کو	اور	نہ	چاند کو	اور	سجدہ کرو تم	اللہ کو	جس نے	پیدا کیا انہیں

اور چاند کو سجدہ نہ کیا کرو، اُس اللہ کو سجدہ کیا کرو جس نے اُنہیں پیدا کیا ہے

اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿٣٧﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ

اِنْ	كُنْتُمْ	اِيَّاهُ	تَعْبُدُوْنَ ﴿٣٧﴾	فَاِنِ	اسْتَكْبَرُوْا	فَالَّذِيْنَ	عِنْدَ
اگر	تم ہو	اسی کی	عبادت کرتے ہو	سو اگر	وہ تکبر کریں	تو جو لوگ	پاس

اگر تم اُسی کی عبادت کرتے ہو۔ [٣٨] پھر اگر وہ تکبر کریں تو جو لوگ آپ کے رب کے

دعوت دیگر خود کوتاہی کرنا اس دعوت کے اثرات کو کم کرنے کے مترادف ہے، اسی طرح مخصوص جماعتوں اور گروہوں کی طرف نسبت کرنے کی بجائے خود کو مسلمان کہلوانا چاہیے اور دین پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، گروہی اور مسلکی تعصب کو ختم کرنے کے لیے یہ سب سے مجرب اور اکسیر نسخہ ہے، اسی میں امت کا فائدہ ہے اور اسی میں سب کی نجات ہے۔

[٣٤] اس آیت مبارکہ میں معاشرتی زندگی کے حوالے سے ایک نہایت عمدہ اور بہترین تعلیم دی گئی ہے، یہ تعلیم مکارم اخلاق کا حصہ ہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ دشمنی کر رہا ہو، تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش اور سازش کر رہا ہو، تمہیں سب کے سامنے برا بھلا کہہ رہا ہو، گالیاں دے رہا ہو اور بدزبانی کر رہا ہو، تمہاری عزت کو سربازار نیلام کر رہا ہو، تمہاری دعوت پر جملے کس رہا ہو اور تمہارے اخلاص کو مشکوک بنا رہا ہو، دوسری طرف تمہارے لیے اسے معقول جواب دینا اور اپنا بدلہ لینا بھی ممکن ہو، تمہارے سامنے ایسی کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو جو تمہیں جواب دینے سے روکتی ہو، اس کے باوجود تم اس کی برائی کا جواب برائی سے دینے کی بجائے اپنی اچھائی کے ساتھ دو، اس کی بدسلوکی کا جواب حسن سلوک سے دو، اس کی گالی کا جواب دعا سے دو، اس کی قطع تعلقی کا جواب صلہ رحمی کے ساتھ دو، اس کی بدزبانی اور بدتمیزی کا جواب شائستگی کے ساتھ دو اور اس کی جہالت کا جواب صبر و تحمل اور بردباری سے دو، کیونکہ یاد رکھو! برائی اور بھلائی، نیکی اور گناہ کبھی برابر نہیں ہو سکتے، نہ اپنی حقیقت میں نہ اپنی تاثیر میں، ان کی حقیقت بھی ایک دوسرے سے جدا ہے اور ان کی تاثیر بھی ایک دوسرے سے مختلف ہے اس لیے برائی کا جواب بھلائی سے دینے کی کوشش کرو، ایک وقت آئے گا کہ تمہارا وہ دشمن ہی تمہارا گرم جوش دوست بن جائے گا، اس کا ضمیر اسے ملامت کرے گا اور وہ خود ہی اپنی غلطی پر نادم اور شرمندہ ہوگا، یہ تعلیم عام آدمی کے لیے بھی ہے اور داعی کے لیے بھی ہے۔ [٣٥] اس آیتِ مبارکہ میں واضح کر دیا گیا ہے کہ گزشتہ آیت میں جو تعلیم دی گئی ہے کہ برائی کا جواب بھلائی سے دیا جائے اور گالی کے بدلے میں دعا دی جائے، اس تعلیم پر عمل کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے، اس پر صرف دو قسم کے لوگ عمل کر سکتے ہیں، ایک وہ جن کا صبر اور حوصلہ بہت بلند اور وسیع ہو، دوسرے وہ جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوش نصیبی کا وافر حصہ ملا ہو، کیونکہ بعض لوگوں کی برائی اس قدر گھٹیا پن، بدتہذیبی اور غلیظ رویے پر مشتمل ہوتی ہے کہ انسان کے لیے صبر و تحمل سے کام لینا اور خود پر قابو رکھنا ممکن نہیں ہوتا، خاص طور پر اس وقت جب کسی کے ماں باپ، بیوی بچوں اور اس کی عقیدت کے مرکز کو نشانہ بنایا جائے۔ [٣٦] اس آیت مبارکہ میں شیطانی وساوس اور اس کے حملوں کا توڑ بتایا گیا ہے، ماہرین عملیات کی فنکاریوں اور تعویذات میں وہ اثر نہیں ہے جو اس مختصر سے وظیفے میں ہے کہ انسان خود کو اللہ کی پناہ میں دیکر" اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم "پڑھ لے، یہ تمام شیطانی حملوں کا توڑ اور اس کا موثر جواب ہے کیونکہ اس طرح انسان خود کو شیطان سے بڑھ کر طاقتور ذات کی پناہ میں دیتا ہے جس کے مقابلے میں شیطان ٹھہر ہی نہیں سکتا، اس لیے اس کا حملہ ناکام اور وہ خود پسپا ہو جاتا ہے۔ [٣٧] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی چار نشانیاں ذکر کی گئی ہیں، پہلی نشانی رات ہے، دوسری نشانی دن ہے، تیسری نشانی سورج ہے اور چوتھی نشانی چاند ہے، یہ چاروں چیزیں انسان کو دعوت غور و فکر دیتی ہیں کہ وہ اللہ کتنا طاقتور ہوگا جس کا حکم رات، دن، سورج اور چاند جیسی عظیم اور بڑی مخلوقات پر چلتا ہے، کس قدر نادانی ہے کہ انسان قدرت والے کو چھوڑ کر اس کی نشانیوں کی پوجا کرنے اور انہیں سجدہ کرنے لگے، خالق کو چھوڑ کر مخلوق کے سامنے جبین نیاز کو جھکانے لگے اور اپنے محسن حقیقی کو فراموش کر کے فانی چیزوں کو اپنا معبود بنا لے۔

رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ۩ ٣٨

رَبِّكَ	يُسَبِّحُوْنَ	لَهٗ	بِالَّيْلِ	وَ	النَّهَارِ	وَ	هُمْ	لَا	يَسْـَٔمُوْنَ ٣٨
تیرے رب کے	تسبیح کرتے ہیں وہ	اس کیلئے	رات کو	اور	دن کو	اور	وہ	نہیں	اکتاتے

پاس ہیں، وہ رات دن اُس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور تھکتے بھی نہیں ہیں۔ ٣٨

السجدة

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا

وَ	مِنْ	اٰيٰتِهٖٓ	اَنَّكَ	تَرَى	الْاَرْضَ	خَاشِعَةً	فَاِذَآ	اَنْزَلْنَا
اور	سے	اس کی نشانیوں کے	کہ بیشک تُو	دیکھتا ہے تُو	زمین کو	دبی ہوئی	پھر جب	نازل کیا ہم نے

اور اُس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ زمین کو دبا ہوا دیکھتے ہیں، پھر جب ہم اُس پر پانی

عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ

عَلَيْهَا	الْمَآءَ	اهْتَزَّتْ	وَ	رَبَتْ ؕ	اِنَّ	الَّذِيْٓ	اَحْيَاهَا	لَمُحْيِ
اس پر	پانی	لہلہانے لگتی ہے وہ	اور	ابھر آتی ہے وہ	بیشک	جس نے	اسے زندہ کیا	البتہ زندہ کرنے والا

برساتے ہیں تو وہ لہلہانے لگتی ہے اور ابھر آتی ہے، بیشک وہ ذات جس نے زمین کو زندہ کیا، وہی مُردوں کو بھی

الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٣٩ اِنَّ الَّذِيْنَ

الْمَوْتٰى ؕ	اِنَّهٗ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ٣٩	اِنَّ	الَّذِيْنَ
مردوں کو	بیشک وہ	پر	ہر	چیز کے	قدرت والا	بیشک	جو لوگ

زندہ کرے گا، کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ٣٩ جو لوگ

يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ

يُلْحِدُوْنَ	فِيْٓ	اٰيٰتِنَا	لَا	يَخْفَوْنَ	عَلَيْنَا ؕ	اَفَمَنْ	يُّلْقٰى	فِي	النَّارِ
ٹیڑھا پن کرتے ہیں	بیچ	ہماری آیتوں کے	نہیں	پوشیدہ رہتے	ہم پر	تو کیا جو	ڈال دیا جائے	بیچ	جہنم کے

ہماری آیتوں میں ٹیڑھا پن اختیار کرتے ہیں، وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں، بھلا وہ آدمی زیادہ بہتر ہے جسے جہنم

خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا

خَيْرٌ	اَمْ	مَّنْ	يَّاْتِيْٓ	اٰمِنًا	يَّوْمَ	الْقِيٰمَةِ ؕ	اِعْمَلُوْا	مَا
زیادہ بہتر	یا	وہ جو	آئیگا	امن والا	دن	قیامت کے	عمل کرتے رہو تم	جو

میں پھینک دیا جائے یا وہ جو قیامت کے دن امن کی حالت میں آئے گا؟ تم جو چاہو

٣٨ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی بیان کی گئی ہے کہ مظاہر قدرت کی پرستش کرنے والے کفار و مشرکین اگر اخلاص پر مبنی دعوت توحید کو قبول نہ کریں اور اپنے تکبر کا اظہار کر کے اللہ کی عبادت سے روگردانی کریں تو اس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فرق نہیں پڑے گا، اس کی شان میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی اور اس کا کوئی نقصان نہ ہوگا، کیونکہ اس کی عبادت کرنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ یہ لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، اسے عبادت گزاروں کی قلت کا سامنا نہیں ہے، اس کی تسبیح و تقدیس، تمجید اور بزرگی تو صبح و شام بیان ہو رہی ہے، لاتعداد مخلوق رات دن اس کی عبادت میں مصروف ہے، نہ کسی کو اکتاہٹ ہوتی ہے اور نہ تھکاوٹ، بلکہ یہ عبادت و ریاضت اور تسبیح و تہلیل ہی ان کی غذا اور ان کی زندگی کا سامان ہے اور وہ اس پاکیزہ زندگی پر خوش ہیں۔

٣٩ اس آیت مبارکہ میں ''زمین'' کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی قرار دیکر اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور دیگر بہت سے اہم امور پر استدلال کیا گیا ہے، چنانچہ بارش سے پہلے زمین مردہ، دبی ہوئی اور ویران پڑی ہوتی ہے، ہریالی اور تازگی کا دور دور تک کوئی نام و نشان نہیں ہوتا، پھر جب اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوتی ہے تو وہ ٹھنڈی ہوائیں چلاتا ہے، آسمان سے پانی برساتا ہے اور زمین کو ایک نئی زندگی فراہم کر دیتا ہے اس کی جان میں جان آجاتی ہے، ہر طرف سبزہ، تازگی اور ہریالی انسان کی آنکھوں کو ٹھنڈک فراہم کرتی ہے، یہاں چند پہلو قابل غور ہیں۔

(الف) کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی مخلوق میں بارش برسانے کی طاقت ہے جو کہ حقیقی ہو، مصنوعی بارش نہ ہو؟

(ب) کیا مردہ زمین کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی دسترس میں ہے؟

(ج) کیا زمین کے سینے کو پھاڑ کر اس میں سے مختلف قسم کی نباتات، فصلیں اور پھول و پھل نکالنا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے بس میں ہے؟

(د) کیا جو اللہ مردہ زمین کو زندہ کر سکتا ہے، وہ مردہ انسانوں کو زندہ نہیں کر سکتا؟

(ہ) کیا جو اللہ زمین سے نباتات اگا سکتا ہے، وہ مُردوں کو زمین سے نکالنے پر قدرت نہیں رکھتا؟ کیوں نہیں، وہ اس پر مکمل قدرت رکھتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝٤٠ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

شِئْتُمْ	اِنَّهٗ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ ۝	اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا
تم چاہو	بیشک وہ	اسے جو	تم کرتے ہو	خوب دیکھنے والا	بیشک	وہ لوگ جو	انکار کیا انہوں نے

عمل کرو، بیشک وہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھ رہا ہے۔ ۝٤٠ جن لوگوں نے ذکر کا

بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝٤١ لَّا يَاْتِيْهِ

بِالذِّكْرِ	لَمَّا	جَآءَهُمْ	وَ	اِنَّهٗ	لَكِتٰبٌ	عَزِيْزٌ ۝	لَا	يَاْتِيْهِ
ذکر کا	جب	وہ ان کے پاس آیا	اور	بیشک وہ	البتہ کتاب	زبردست	نہیں	آسکتا اس پر

انکار کیا جبکہ وہ اُن کے پاس آیا، اور بیشک وہ ایک زبردست کتاب ہے۔ ۝٤١ باطل نہ جس کے

الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ

الْبَاطِلُ	مِنْ	بَيْنِ	يَدَيْهِ	وَ	لَا	مِنْ	خَلْفِهٖ	تَنْزِيْلٌ	مِّنْ
باطل	سے	درمیان	اس کے ہاتھوں کے	اور	نہ	سے	اس کے پیچھے	اتارا ہوا	سے

سامنے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے، وہ کتاب اُس ذات کی نازل کردہ ہے

حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝٤٢ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ

حَكِيْمٍ	حَمِيْدٍ ۝	مَا	يُقَالُ	لَكَ	اِلَّا	مَا	قَدْ	قِيْلَ	لِلرُّسُلِ
حکمت والے	قابل تعریف کے	نہیں	کہا جاتا	تجھ سے	مگر	وہ جو	تحقیق	کہا گیا	پیغمبروں سے

جو حکمتوں والا، قابلِ تعریف ہے۔ ۝٤٢ آپ سے بھی وہی کچھ کہا جاتا ہے جو آپ سے پہلے پیغمبروں سے

مِنْ قَبْلِكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ۝٤٣

مِنْ	قَبْلِكَ	اِنَّ	رَبَّكَ	لَذُوْ مَغْفِرَةٍ	وَّ	ذُوْ عِقَابٍ	اَلِيْمٍ ۝
سے	تیرے پہلے	بیشک	تیرا رب	البتہ مغفرت والا	اور	سزا دینے والا	دردناک

کہا جاتا رہا، بیشک آپ کا رب مغفرت والا اور دردناک سزا دینے والا ہے۔ ۝٤٣

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ۭ

وَ	لَوْ	جَعَلْنٰهُ	قُرْاٰنًا	اَعْجَمِيًّا	لَّقَالُوْا	لَوْلَا	فُصِّلَتْ	اٰيٰتُهٗ
اور	اگر	ہم اسے بنا دیتے	قرآن	عجمی زبان کا	البتہ کہتے وہ	کیوں نہیں	کھولی گئیں	اس کی آیتیں

اگر ہم اِسے عجمی زبان کا قرآن بنادیتے تو اُنہی لوگوں نے کہنا تھا کہ اس کی آیتیں کیوں نہ کھولی گئیں؟

۴۰ اس آیت مبارکہ میں "ملحدین" کا انجام بیان کیا گیا ہے، یہ لفظ "الحاد" سے نکلا ہے جس کا لفظی معنی انحراف کرنا ہے، یہاں مراد دین حق سے انحراف کرنا ہے، دراصل کچھ لوگ قرآن وسنت کی واضح نصوص میں اپنی خواہش نفس سے ایسے معنی اور مفہوم مراد لینا شروع کردیتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی منشا کے خلاف ہوتے ہیں، الٹی سیدھی تاویلات اور فاسد نظریات تحقیق کے نام پر پیش کرکے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے متعلق اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے جلال کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ لوگ ہماری نگاہوں سے چھپے ہوئے نہیں ہیں، ہم انہیں خوب اچھی طرح دیکھ رہے ہیں، آگے یہ بھی فرمایا کہ تم جو چاہتے ہو، کرلو، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اس طرح تم ہمارے دین کا حلیہ بگاڑنے میں کامیاب ہوجاؤ گے؟ کیا تم ہماری نگاہوں سے چھپے ہوئے ہو؟ کیا ہم تمہیں دیکھ نہیں رہے؟ اگر کسی شخص کے دل میں اللہ کا خوف موجود ہو تو وہ اس تہدید کو سن کر فوراً ڈر جائے اور اپنی ان حرکتوں سے باز آجائے، اسے یہ پہلو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ قیامت کے دن دو طرح کے لوگ ہوں گے، ایک وہ جنہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور دوسرے وہ جو امن وامان اور چین سکون کے ساتھ آئیں گے، اسے کس گروہ میں شامل ہونے کی خواہش ہے اور یہ کہ ان دونوں میں سے کون سا گروہ زیادہ بہتر ہے؟

۴۱ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا انجام بیان کیا گیا ہے جو ذکر اللہ یعنی قرآن کریم کا انکار کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کفر و انکار کی سزا دی جائے گی، ان لوگوں نے قرآن کریم کی ناقدری کی، انہیں معلوم ہی نہیں کہ قرآن کریم کس قدر عظمت والی کتاب ہے، یہاں اس کا ایک وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ "کتاب عزیز" ہے، لفظ "عزیز" کے یوں تو مختلف معانی بیان کیے گئے ہیں، لیکن امام رازیؒ نے اس کا جو معنی بیان کیا ہے وہ اس عاجز کو بہت پسند ہے، انہوں نے اس کا معنی "عدیم النظیر" بیان کیا ہے، یعنی قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس کی مثال اولین وآخرین میں نہیں ملتی، اس کی مثال پیش کرنے سے مخلوق عاجز ہے اور یہ کتاب ہر اعتبار سے بے مثل و بے مثال ہے۔

۴۲ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کے دو وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ باطل میں یہ جرأت نہیں ہے کہ وہ کسی بھی سمت سے حملہ کرکے اس کتاب کے حوالے سے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کرسکے، ایک اعتبار سے یہ چیلنج بھی ہے کہ باطل اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرکے دیکھ لے اگر اس سے کچھ بن پڑتا ہو تو ضرور کرے، لیکن آج تک باطل قوتیں یہ چیلنج قبول نہیں کرسکی ہیں کیونکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کڑی نگرانی اور مضبوط حفاظت میں ہے، دوسرا وصف یہ کہ یہ اس ذات کا اتارا ہوا کلام ہے جو حکیم بھی ہے اور حمید بھی، اس کلام میں اس کی حکمت نمایاں نظر آتی ہے اور اس کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا، نیز وہ قابل تعریف بھی ہے، اسے کسی کی تعریف سے فرق نہیں پڑتا، کوئی اس کی تعریف کرے یا نہ کرے، وہ ذاتی طور پر قابل تعریف ہے۔

ءَ اَعۡجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلۡ هُوَ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ؕ

ءَ	اَعۡجَمِيٌّ	وَّ	عَرَبِيٌّ	قُلۡ	هُوَ	لِلَّذِيۡنَ	اٰمَنُوۡا	هُدًى	وَّ	شِفَآءٌ
کیا	عجمی	اور	عربی	تُو کہہ	وہ	ان لوگوں کیلئے جو	ایمان لائے	ہدایت	اور	شفا

کیا کتاب عجمی اور لوگ عربی؟ آپ فرما دیجئے کہ یہ کتاب اہلِ ایمان کیلئے سراپا ہدایت اور باعثِ شفا ہے،

وَالَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ فِيۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرٌ وَّهُوَ عَلَيۡهِمۡ عَمًى ؕ

وَ	الَّذِيۡنَ	لَا	يُؤۡمِنُوۡنَ	فِيۡۤ	اٰذَانِهِمۡ	وَقۡرٌ	وَّ	هُوَ	عَلَيۡهِمۡ	عَمًى
اور	جو لوگ	نہیں	ایمان لائے	بیچ	ان کے کانوں کے	بوجھ	اور	وہ	ان پر	اندھاپن

اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے، اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ اُن کیلئے اندھا پن ہے،

اُولٰٓئِكَ يُنَادَوۡنَ مِنۡ مَّكَانٍۭ بَعِيۡدٍ ۴۴ ع وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى

اُولٰٓئِكَ	يُنَادَوۡنَ	مِنۡ	مَّكَانٍۭ	بَعِيۡدٍ ۴۴	وَ	لَقَدۡ	اٰتَيۡنَا	مُوۡسَى
وہ لوگ	پکارے جائیں گے	سے	جگہ کے	دور کی	اور	البتہ یقیناً	دی ہم نے	موسیٰ کو

یہی وہ لوگ ہیں جنہیں دور کی جگہ سے پکارا جا رہا ہے۔ ۴۴ اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو

الۡكِتٰبَ فَاخۡتُلِفَ فِيۡهِ ؕ وَلَوۡلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّكَ لَقُضِيَ

الۡكِتٰبَ	فَاخۡتُلِفَ	فِيۡهِ	وَ	لَوۡلَا	كَلِمَةٌ	سَبَقَتۡ	مِنۡ	رَّبِّكَ	لَقُضِيَ
کتاب	سو اختلاف کیا گیا	اُس میں	اور	اگر نہ ہوتی	ایک بات	پہلے ہو چکی	سے	تیرے رب کے	البتہ فیصلہ کر دیا جاتا

کتاب دی، سو اس میں اختلاف کیا گیا، اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے طے نہ ہو چکی ہوتی تو اُن کے درمیان

بَيۡنَهُمۡ ؕ وَاِنَّهُمۡ لَفِيۡ شَكٍّ مِّنۡهُ مُرِيۡبٍ ۴۵ مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا

بَيۡنَهُمۡ	وَ	اِنَّهُمۡ	لَفِيۡ	شَكٍّ	مِّنۡهُ	مُرِيۡبٍ ۴۵	مَنۡ	عَمِلَ	صَالِحًا
ان کے درمیان	اور	بیشک وہ	البتہ بیچ	شک کے	اس سے	بے چین کر دینے والے	جو کوئی	عمل کرے	نیک

فیصلہ کر دیا جاتا، اور بیشک وہ اس کے حوالے سے بے چین کرنے والے شک میں مبتلا ہیں۔ ۴۵ جو شخص بھی نیک عمل کرے گا،

فَلِنَفۡسِهٖ وَمَنۡ اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ ۴۶

فَلِنَفۡسِهٖ	وَ	مَنۡ	اَسَآءَ	فَعَلَيۡهَا	وَ	مَا	رَبُّكَ	بِظَلَّامٍ	لِّلۡعَبِيۡدِ ۴۶
تو اپنی ذات کیلئے	اور	جو کوئی	برا کرے	تو اس پر	اور	نہیں	آپ کا رب	ظلم کرنے والا	بندوں پر

وہ اپنے ہی فائدے کیلئے کرے گا اور جو برائی کرے گا، اُس کا وبال بھی اُسی پر ہوگا، اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ ۴۶

وقف غفران

حفص بتسهيل الهمزة الثانية ۱۲

ع ۵/۱۲ ۱۹

۴۴ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ کفار اور مشرکین کی بیہودہ باتیں سن کر آپ غمگین اور دل برداشتہ نہ ہوں، جو باتیں آج آپ سے کہی جا رہی ہیں، آپ سے پہلے جو پیغمبر گزرے ہیں، یہی باتیں ان سے بھی کہی جاتی رہی ہیں اور ہر پیغمبر کو ان تکلیف دہ مراحل سے گزرنا پڑا ہے، اللہ تعالیٰ ان ساری باتوں سے بخوبی واقف ہے، جو لوگ ان بیہودگیوں سے توبہ کرلیں گے، اللہ تعالیٰ انہیں معاف کردے گا اور جو لوگ اپنی اس روش سے باز نہیں آئیں گے، وہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی سزا بہت سخت اور دردناک ہوتی ہے۔ ۴۴ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کے متعلق مشرکین مکہ کے ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے، اعتراض یہ تھا کہ قرآن کریم کی زبان عربی کیوں ہے؟ اسے کسی عجمی زبان میں کیوں نہیں اتارا گیا؟ اگر یہ واقعی اللہ کا کلام ہے تو اللہ کو ہر زبان میں کلام کرنے کی قدرت ہے، اگر وہ کسی اور زبان میں اپنا کلام نازل کرتا تو ہمیں یقین آتا کہ یہ واقعی اللہ کا کلام ہے؟ اس اعتراض کو سن کر انسان حیرت کے سمندر میں غرق ہو جاتا ہے کہ اہل عرب یوں تو اپنے سوا تمام لوگوں کو ''عجم'' یعنی گونگا سمجھتے ہیں، اب اگر کسی ''گونگی زبان'' میں قرآن اتار دیا جاتا تو انہی لوگوں نے طوفان مچانا تھا کہ پیغمبر عربی، مخاطب عربی اور کلام عجمی؟ انہی لوگوں نے یہ اعتراض کرنا تھا کہ کیا اللہ تعالیٰ عربی زبان میں اپنا کلام نازل کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تھا کہ اس نے کسی عجمی زبان کا انتخاب کرلیا؟ انہی لوگوں نے یہ بھی کہنا تھا کہ ہمیں اس کلام کا مقابلہ کرنے کا چیلنج کیوں دیا گیا ہے جبکہ ہم اس زبان سے ہی ناواقف ہیں؟ اگر ہماری زبان میں مقابلے کا چیلنج دیا جاتا تو ہم مقابلہ کرکے دکھاتے؟ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ اگر ان کے اعتراضات کو اہمیت دی جائے تو وہ کبھی ختم نہ ہوں گے، کیونکہ ان کے اعتراضات کا مقصد اپنی علمی پیاس بجھانا اور ہدایت حاصل کرنا نہیں ہے، ہدایت اور شفا تو ان لوگوں کو ملتی ہے جو اہل ایمان ہیں اور جو لوگ کافر ہیں، ان کے کانوں میں بوجھ پڑا ہے اور ان کی آنکھیں اس کے سامنے اندھی ہو چکی ہیں، جیسے سورج کے سامنے چمگادڑ کو کچھ نظر نہیں آتا، بس یوں سمجھ لو کہ جیسے کسی کو دور سے آواز دی جا رہی ہو اور اس کے کانوں تک وہ نہ پہنچ رہی ہو، کفار اور مشرکین کا بھی یہی حال ہے کہ انہیں قرآن کی صدا سنائی نہیں دے رہی۔ ۴۵ اس آیت مبارکہ میں تورات کے حوالے سے یہودیوں کے اختلافات کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس سے پہلے یہودی بھی تورات کے معاملے میں اختلاف کر چکے ہیں، کچھ لوگوں نے اس کی حقانیت کو تسلیم کیا اور کچھ لوگوں نے انکار کر دیا، اللہ تعالیٰ نے ان اختلافات اور جھگڑوں کو نمٹانے کے لیے قیامت کا دن مقرر کر رکھا ہے، اگر یہ بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی تو آج ہی ان اختلافات کا فیصلہ ہو جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ان معاملات کا فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے، لہٰذا تھوڑا سا انتظار کرنا چاہیے، عنقریب فیصلہ ہو جائے گا۔ ۴۶ اس آیت مبارکہ میں نیکی کے فائدے اور بدی کے نقصان کے حوالے سے ایک اصول وضع کر دیا گیا ہے کہ انسان کی نیکی کا فائدہ اسی کو ہوگا، اللہ تعالیٰ کو اس کی نیکی کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اور انسان کی بدی اور گناہ کا نقصان اسی کو ہوگا، اللہ تعالیٰ کو اس کا کوئی نقصان نہیں ہوگا، لہٰذا جو شخص اپنا فائدہ چاہتا ہے، وہ نیکی کرلے اور جو اپنا نقصان کرنا چاہتا ہے وہ گناہوں میں مبتلا ہو جائے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا

اِلَيْهِ	يُرَدُّ	عِلْمُ	السَّاعَةِ ؕ	وَ	مَا	تَخْرُجُ	مِنْ	ثَمَرٰتٍ	مِّنْ	اَكْمَامِهَا	وَ	مَا
اس کی طرف	لوٹایا جاتا ہے	علم	قیامت کا	اور	نہیں	نکلتا	سے	پھلوں کے	سے	اس کے شگوفوں کے	اور	نہیں

قیامت کا علم اُسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے، اور کوئی پھل اپنے شگوفے سے نہیں نکلتا، کوئی مادہ

تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ

تَحْمِلُ	مِنْ	اُنْثٰى	وَ	لَا	تَضَعُ	اِلَّا	بِعِلْمِهٖ ؕ	وَ	يَوْمَ	يُنَادِيْهِمْ	اَيْنَ
اٹھاتی	سے	کوئی مادہ	اور	نہ	جنم دیتی	مگر	ساتھ اس کے علم کے	اور	جس دن	وہ پکارے گا انہیں	کہاں ہیں

"پیٹ" سے نہیں ہوتی اور کوئی مادہ جنم نہیں دیتی، مگر یہ کہ اُس کے علم میں ہوتا ہے، اور جس دن وہ انہیں پکارے گا کہ کہاں ہیں

شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۚ﴿٤٧﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا

شُرَكَآءِيْ ۙ	قَالُوْٓا	اٰذَنّٰكَ ۙ	مَا	مِنَّا	مِنْ	شَهِيْدٍ ﴿٤٧﴾	وَ	ضَلَّ	عَنْهُمْ	مَّا
میرے شرکاء	کہیں گے وہ	ہم نے بتادیا تجھے	نہیں	ہم میں سے	سے	کوئی اقرار کرنے والا	اور	گم ہوگیا	ان سے	وہ جو

میرے شرکاء؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم آپ کو بتاچکے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی اس کا اقرار کرنے والا نہیں ہے۔ ﴿٤٧﴾ اور اُن سے وہ چیزیں گم ہوجائیں گی جنہیں

كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿٤٨﴾ لَا يَسْئَمُ

كَانُوْا	يَدْعُوْنَ	مِنْ	قَبْلُ	وَ	ظَنُّوْا	مَا	لَهُمْ	مِّنْ	مَّحِيْصٍ ﴿٤٨﴾	لَا	يَسْئَمُ
تھے	پکارتے رہے	سے	پہلے	اور	سمجھ گئے وہ	نہیں	ان کیلئے	سے	خلاصی کی جگہ	نہیں	اکتاتا

وہ اِس سے پہلے پکارتے تھے اور وہ سمجھ جائیں گے کہ اُنہیں کہیں خلاصی نہ ملے گی۔ ﴿٤٨﴾ انسان خیر کی دعا

الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۫ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿٤٩﴾

الْاِنْسَانُ	مِنْ	دُعَآءِ	الْخَيْرِ ۫	وَ	اِنْ	مَّسَّهُ	الشَّرُّ	فَيَئُوْسٌ	قَنُوْطٌ ﴿٤٩﴾
انسان	سے	مانگنے کے	خیر	اور	اگر	چھولے اسے	برائی	تو مایوس	ناامید

کرنے سے کبھی نہیں اکتاتا، اور اگر اُسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ مایوس ہو کر نااُمید ہوجاتا ہے۔ ﴿٤٩﴾

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ

وَ	لَئِنْ	اَذَقْنٰهُ	رَحْمَةً	مِّنَّا	مِنْۢ	بَعْدِ	ضَرَّآءَ	مَسَّتْهُ	لَيَقُوْلَنَّ	هٰذَا	لِيْ ۙ
اور	البتہ اگر	ہم چکھادیں اسے	رحمت	اپنے	سے	پیچھے	تکلیف کے	اس نے چھولیا اسے	البتہ ضرور کہے گا وہ	یہ	میرے لئے

اور اگر ہم اُسے اُس تکلیف کے بعد "جو اُسے پہنچی تھی" اپنی رحمت کا مزہ چکھادیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو میرا حق ہے

﴿٤٧﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کامل کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں سب سے اہم چیز قیامت کا حتمی اور متعین وقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو بھی اس کا علم نہیں ہے، اگر کوئی شخص اس کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا دعویٰ غیر معتبر اور نامقبول ہے، نیز اس کا علم اس قدر محیط ہے کہ جو کونپل پھوٹتی ہے، جو پھل اپنے شگوفے سے نکلتا ہے، کسی بھی جاندار کی مادہ کے رحم میں بچے کی تشکیل شروع ہوتی ہے خواہ وہ کوئی عورت ہو یا اس کے علاوہ کوئی بھی مادہ، نیز جس مادہ کے یہاں بھی بچے کی ولادت ہوتی ہے سب اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے موجود ہے کیونکہ اگر ان مذکورہ یا غیر مذکورہ چیزوں میں سے کسی کا بھی علم اللہ تعالیٰ کو حاصل نہ ہو تو معاذ اللہ جہالت لازم آئے گی اور حق تعالیٰ کی طرف لفظ جہالت کی نسبت بدترین گستاخی اور بے باکی ہے، اس لیے یہ ماننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم کامل بھی ہے اور محیط بھی ہے، اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن لوگ جو مکالمات کریں گے، اللہ تعالیٰ ان سے بھی واقف ہے، چنانچہ جب مشرکوں سے کہا جائے گا کہ میرے وہ شرکاء کہاں چلے گئے جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے؟ تو وہ صاف مکر جائیں گے اور کہہ دیں گے کہ ہم میں سے کوئی بھی اپنے قصور کا اعتراف نہیں کرے گا، مجرم یہ بات قیامت کے دن کہیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کے کہنے سے پہلے ہی معلوم ہے، اس سے تم اس کے علم کا اندازہ لگالو۔

﴿٤٨﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکوں کے معبودوں کا ان کے کسی کام نہ آنا اور مشرکوں کا خلاصی سے مایوس ہوجانا بیان کیا گیا ہے، ان کے باطل معبود گدھے کے سر سے سینگوں کی طرح غائب ہوجائیں گے، کام آنا تو بڑی دور کی بات ہے، وہ تو انہیں نظر ہی نہیں آئیں گے اور مشرکوں کو اگر اپنی جان بخشی اور خلاصی کی کوئی موہوم سی امید بھی ہوگی، تو وہ بھی دم توڑ دے گی اور وہ سمجھ جائیں گے کہ آج کے دن ان کا بچنا ناممکن ہے۔

﴿٤٩﴾ اس آیت مبارکہ میں انسانی مزاج اور طبیعت کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ عیش وعشرت، راحت وبھلائی اور آسائشوں کی دعائیں کرتے نہیں تھکتا، لیکن اگر کسی پریشانی، بیماری، حالات کی تنگی اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑ جائے تو اسے مایوس اور ناامید ہونے میں بھی دیر نہیں لگتی، اس وقت وہ یوں ظاہر کرتا ہے کہ جیسے اسے کبھی کوئی راحت اور آسائش نصیب ہی نہ ہوئی تھی۔

وَمَآ أَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ إِلٰى رَبِّيْٓ إِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ

وَ	مَآ	أَظُنُّ	السَّاعَةَ	قَآئِمَةً	وَّ	لَئِنْ	رُّجِعْتُ	إِلٰى	رَبِّيْٓ	إِنَّ	لِيْ	عِنْدَهٗ
اور	نہیں	سمجھتا میں	قیامت کو	قائم ہونے والی	اور	البتہ اگر	میں لوٹایا گیا	طرف	اپنے رب کے	بیشک	میرے لئے	اس کے پاس

اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت قائم ہو گی، اور اگر مجھے اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو اُس کے پاس بھی میرے لیے

لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۫ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ

لَلْحُسْنٰى	فَلَنُنَبِّئَنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	بِمَا	عَمِلُوْا	وَ	لَنُذِيْقَنَّهُمْ	مِّنْ
البتہ بہتری	سو البتہ ضرور بتادیں گے ہم	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	وہ جو	عمل کئے انہوں نے	اور	البتہ ضرور چکھادیں گے ہم انہیں	سے

بھلائی ہو گی، سو ہم کافروں کو وہ اعمال بتادیں گے جو انہوں نے کیے ہوں گے اور ہم اُنہیں سخت عذاب کا

عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝٥٠ وَإِذَآ أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ

عَذَابٍ	غَلِيْظٍ ۝٥٠	وَ	إِذَآ	أَنْعَمْنَا	عَلَى	الْإِنْسَانِ	أَعْرَضَ	وَ	نَاٰ	بِجَانِبِهٖ
عذاب	بھاری	اور	جب	ہم انعام کرتے ہیں	پر	انسان کے	منہ موڑ لیتا ہے	اور	دور کرلیتا ہے	اپنے پہلو کو

مزہ چکھائیں گے۔ ٥٠ اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا اور پہلو بدل لیتا ہے

وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝٥١ قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ

وَ	إِذَا	مَسَّهُ	الشَّرُّ	فَذُوْ دُعَآءٍ	عَرِيْضٍ ۝٥١	قُلْ	أَرَءَيْتُمْ	إِنْ	كَانَ	مِنْ
اور	جب	اسے چھولے	برائی	تو دعاؤں والا	چوڑی	تُو کہہ	یہ تو بتاؤ	اگر	ہو وہ	سے

اور جب اُسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔ ٥١ اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجیے کہ یہ تو بتاؤ، اگر یہ کلام

عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۝٥٢

عِنْدِ	اللّٰهِ	ثُمَّ	كَفَرْتُمْ	بِهٖ	مَنْ	أَضَلُّ	مِمَّنْ	هُوَ	فِيْ	شِقَاقٍ	بَعِيْدٍ ۝٥٢
پاس	اللہ کے	پھر	انکار کیا تم نے	اس کا	کون	زیادہ گمراہ	اس سے جو	وہ	بیچ	ضد بازی	دور کی

اللہ ہی کی طرف سے آیا ہوا ہو، پھر تم اس کا انکار کرتے رہو تو اُس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو دور کی مخالفت میں جا پڑا؟ ٥٢

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ

سَنُرِيْهِمْ	اٰيٰتِنَا	فِى	الْاٰفَاقِ	وَ فِيْٓ	أَنْفُسِهِمْ	حَتّٰى	يَتَبَيَّنَ	لَهُمْ	أَنَّهُ
عنقریب ہم انہیں دکھائیں گے	اپنی نشانیاں	بیچ	کائنات کے	اور بیچ	ان کی جانوں کے	یہاں تک کہ	واضح ہوجائے	ان کیلئے	کہ بیشک وہ

عنقریب ہم اُنہیں دنیا میں اور خود اُن کی اپنی ذات میں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں گے، تاکہ اُن کے سامنے واضح ہو جائے کہ یہ قرآن

٥٠ اس آیت مبارکہ میں انسان کی احسان فراموشی کا حال بیان کیا گیا ہے کہ اگر اس سے تکلیفوں کے بادل چھٹ جائیں، اس کی پریشانیاں دور ہوجائیں اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کا مزہ چکھادے تو وہ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور فضل کی طرف کرنے کی بجائے اپنی فہم و فراست، قابلیت، ہنرمندی اور علم و تدبیر کی طرف کرنے لگتا ہے، بلکہ بعض اوقات تو نشے میں مست ہو کر یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ اب یہ نعمتیں ہمیشہ میرے پاس رہیں گی اور مجھے نہیں لگتا کہ قیامت بھی قائم ہوگی، یہ سب مولویوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں، اگر کبھی قیامت قائم ہو بھی گئی تو وہاں بھی میری ایسی ہی شان و شوکت، ٹھاٹھ باٹھ اور رعب و دبدبہ ہوگا جیسا اب مجھے میسر ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا ہے کہ ہم انہیں ان کے اعمال یاد دلائیں گے اور انہیں سخت سزا کا مزہ چکھائیں گے، معلوم ہوا کہ ضرورت کے موقع پر ہر انسان کو اس کی غلطی کی یاد دلائی جاسکتی ہے۔

٥١ اس آیت مبارکہ میں انسان کے اعراض اور پہلو تہی کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب اس پر نعمتوں کی بارش برستی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منہ پھیر کر اور پہلو بدل کر نکل جاتا ہے گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو اپنی مصیبت اور پریشانی میں کبھی پکارا ہی نہ تھا، اور جب وہ کسی آزمائش کا شکار ہوتا ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے، نمازوں کی پابندی شروع کر دیتا ہے، مساجد میں حاضری کا اہتمام کرنے لگتا ہے، دین کی باتیں اور اہل علم کے پاس اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیتا ہے، لیکن یہ سب کچھ عارضی ہوتا ہے جوں ہی مصیبت دور ہوتی ہے سر سے ٹوپی، چہرے سے داڑھی اور ذہن سے دین اور اس کی تعلیمات کا لبادہ اسی لمحے اتر جاتا ہے۔

٥٢ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم پر ایمان لانے کے لیے ایک اور پہلو سے توجہ دلائی گئی ہے کہ تم لوگ قرآن کریم پر محض اپنی ہٹ دھرمی اور ضد بازی کی وجہ سے ایمان نہیں لا رہے اور یہ کہتے ہو کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے، کیا تم نے اس پہلو پر غور کیا ہے کہ تمہارے انکار کے باوجود یہ امکان تو موجود ہے کہ قرآن کریم اللہ ہی کا کلام ہو، اب اگر ممکنہ طور پر یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہوا اور تم اس کا انکار کرتے رہے تو نقصان کس کا ہوگا؟ تمہارا یا مسلمانوں کا؟ اور اصل مجرم کون ہوگا؟ تم لوگ یا مسلمان؟ عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ تم اس کتاب پر ایمان لے آؤ، کم از کم نقصان سے تو بچ جاؤ گے۔

الْحَقُّ ۚ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٥٣﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ

الْحَقُّ	اَوَلَمْ	يَكْفِ	بِرَبِّكَ	اَنَّهٗ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	شَهِيْدٌ ﴿٥٣﴾	اَلَآ	اِنَّهُمْ
برحق	اور کیا نہیں	کافی	تیرا رب	کہ بیشک وہ	پر	ہر	چیز کے	گواہ	خبردار	بیشک وہ

برحق ہے، کیا آپ کا رب اس بات میں کفایت نہیں کرتا کہ وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ ۵۳ آگاہ رہو کہ وہ

فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۗ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿٥٤﴾

فِيْ	مِرْيَةٍ	مِّنْ	لِّقَآءِ	رَبِّهِمْ	اَلَآ	اِنَّهٗ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	مُّحِيْطٌ ﴿٥٤﴾
بیچ	شک کے	سے	ملاقات کے	اپنے رب کی	خبردار	بیشک وہ	ہر	چیز کا	احاطہ کرنے والا

اپنے رب کی ملاقات کے حوالے سے شک میں مبتلا ہیں، آگاہ رہو کہ وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ۵۴

اٰيَاتُهَا ۵۳ (۴۲) سُوْرَةُ الشُّوْرٰى مَكِّيَّةٌ (۶۲) رُكُوْعَاتُهَا ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ﴿١﴾ عٓسٓقٓ ﴿٢﴾ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ

حٰمٓ ﴿١﴾	عٓسٓقٓ ﴿٢﴾	كَذٰلِكَ	يُوْحِيْٓ	اِلَيْكَ	وَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِكَ
حٰمٓ	عٓسٓقٓ	اسی طرح	وحی کرتا رہا	تیری طرف	اور	طرف	ان لوگوں کے جو	سے	تیرے پہلے

حٰمٓ ۱ عٓسٓقٓ ۲ اللہ آپ کی طرف اور آپ سے پہلے لوگوں کی طرف اسی طرح وحی بھیجتا رہا ہے

اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٣﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَهُوَ

اللّٰهُ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ﴿٣﴾	لَهٗ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِي	الْاَرْضِ	وَ	هُوَ
اللہ	غالب	حکمت والا	اس کیلئے	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے	اور	وہ جو	بیچ	زمین کے	اور	وہ

جو کہ غالب، حکمت والا ہے۔ ۳ اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ

الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿٤﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ

الْعَلِيُّ	الْعَظِيْمُ ﴿٤﴾	تَكَادُ	السَّمٰوٰتُ	يَتَفَطَّرْنَ	مِنْ	فَوْقِهِنَّ	وَ	الْمَلٰٓئِكَةُ
برتر	عظمت والا	قریب ہے	سارے آسمان	پھٹ جائیں	سے	ان کے اوپر	اور	فرشتے

برتر، عظمت والا ہے۔ ۴ قریب ہے کہ اوپر سے آسمان پھٹ پڑیں، اور فرشتے

ع ۶ ۱۰ ۱

۵۳ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ہم منکرین قرآن کو مختلف قسم کے دلائل کی روشنی میں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں گے، یہاں دو طرح کی دلیلیں ذکر کی گئی ہیں (۱) دلائل آفاقی یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے وہ دلائل جو پوری کائنات میں جابجا بکھرے ہوئے ہیں (۲) دلائل انفسی، یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے وہ دلائل جو خود انسان کے اپنے وجود اور ذات میں بکھرے ہوئے ہیں، حق کی وضاحت کے لیے دونوں طرح کے دلائل سے استدلال کرنا ضروری ہے، شاید کہ کوئی دلیل انسان کے دل دماغ میں رچ بس جائے اور وہ انکار قرآن و توحید سے باز آجائے۔ ۵۴ اس آیت مبارکہ میں منکرین قرآن کی اصل بیماری کی نشاندہی کی گئی ہے کہ دراصل وہ اپنے رب سے ملاقات کے حوالے سے ہی شکوک وشبہات کا شکار ہیں، انہیں یقین ہی نہیں ہے کہ ایک دن اپنے رب سے ملنا ہوگا، اس کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اعمال کا حساب دینا ہوگا اور جزا وسزا کے قانون سے گزرنا ہوگا، انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے رب نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے، کوئی چیز اور کوئی فرد اس کے دائرے سے باہر نہیں ہے اور وہ سب کو اپنی بارگاہ میں جمع کرلے گا، کوئی بھی اس پیشی سے مستثنیٰ نہیں رہے گا پھر وہ سب کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمادے گا۔

الحمد للہ! آج مورخہ ۱۶ اپریل ۲۰۱۹ء بروز منگل قبل از نماز مغرب سورۂ حم السجدۃ کے حواشی مکمل ہوئے، اللہ تعالیٰ قبول ومقبول اور نافع فرماکر بقیہ پاروں اور سورتوں کی تکمیل کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آمین

سورة الشوریٰ

سورۃ الشوریٰ مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۳۵۸۰، کلمات ۸۶۶، آیات ۵۳ اور رکوعات ۵ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ۳۸ میں ''شوریٰ'' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ شوریٰ رکھا گیا، اس کا لفظی معنی مشورہ کرنا ہے، اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی وحی دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل ہونے والی وحی کے مماثل اور مشابہہ ہے، اس لیے اس کا انکار تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل ہونے والی وحی کے انکار کے مترادف ہے، اس سورت میں قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل کرنے کی حکمت بیان کی گئی ہے، دین پر استقامت اور اس کی دعوت کا حکم دیا گیا ہے، طالب دنیا اور طالب آخرت کا انجام، اسلام کی دعوت کا بے لوث اور مخلصانہ ہونا، اللہ کے نیک بندوں کی پاکیزہ صفات مثلاً گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب، معاف کرنے کا جذبہ، احکامات الٰہیہ کی تعمیل، اقامت صلاۃ، اداء زکوٰۃ، باہمی مشورہ اور انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن بعض لوگ خودغرض بھی ہوتے ہیں جو صرف مصیبت کے وقت اللہ کو پکارتے ہیں، آخر میں دو اہم باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، پہلی یہ کہ اولاد میں نر اور مادہ کی تقسیم اللہ کے اختیار میں ہے، وہ جسے چاہے بیٹا دیدے، جسے چاہے بیٹی دیدے، جسے چاہے دونوں دیدے اور جسے چاہے ان میں سے کچھ بھی نہ دے، دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا انسانی طاقت اور ہمت سے خارج امر ہے، اس کی صرف وہی صورتیں ممکن ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندوں کیلئے رکھی تھیں اور اب وحی کا سلسلہ بند ہوچکا ہے۔ ۱ ۲ یہ دونوں آیتیں حروف مقطعات پر مشتمل ہیں، پورے قرآن میں یہ واحد موقع ہے کہ جہاں حروف مقطعات دو آیتوں میں آئے ہیں، ان پر سورۂ بقرہ کے آغاز میں کلام ہوچکا ہے، اس لیے اس کے تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔ ۳ اس آیت مبارکہ کو نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی علیہ السلام پر اور گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام پر

يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ

يُسَبِّحُوْنَ	بِحَمْدِ	رَبِّهِمْ	وَ	يَسْتَغْفِرُوْنَ	لِمَنْ	فِي	الْاَرْضِ	اَلَآ	اِنَّ	اللّٰهَ
تسبیح کرتے ہیں	ساتھ تعریف کے	اپنے رب کی	اور	مغفرت طلب کرتے ہیں	اس کیلئے جو	بیچ	زمین کے	خبردار	بیشک	اللہ

اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اُس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اہلِ زمین کیلئے مغفرت طلب کرتے ہیں، آگاہ رہو کہ بیشک اللہ ہی

هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ

هُوَ	الْغَفُوْرُ	الرَّحِيْمُ ۝	وَ	الَّذِيْنَ	اتَّخَذُوْا	مِنْ	دُوْنِهٖٓ	اَوْلِيَاۗءَ	اللّٰهُ
وہی	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اور	جو لوگ	بنا لئے انہوں نے	سے	اس کے علاوہ	کئی دوست	اللہ

معاف کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔ [5] اور جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوست بنالیے،

حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ

حَفِيْظٌ	عَلَيْهِمْ	وَ	مَآ	اَنْتَ	عَلَيْهِمْ	بِوَكِيْلٍ ۝	وَ	كَذٰلِكَ	اَوْحَيْنَآ
نگہبان	ان پر	اور	نہیں	تُو	ان پر	کوئی ذمہ دار	اور	اسی طرح	ہم نے وحی کیا

اللہ کو وہ سب یاد ہیں اور آپ اُن پر ذمہ دار مقرر نہیں ہیں۔ [6] اسی طرح ہم نے آپ پر عربی زبان کا

اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ

اِلَيْكَ	قُرْاٰنًا	عَرَبِيًّا	لِّتُنْذِرَ	اُمَّ	الْقُرٰى	وَ	مَنْ	حَوْلَهَا	وَ	تُنْذِرَ	يَوْمَ	الْجَمْعِ
تیری طرف	قرآن	عربی میں	تاکہ تُو ڈرائے	مرکز کو	بستیوں کے	اور	جو کوئی	اس کے اردگرد	اور	تُو ڈرائے	دن	جمع ہونے کے

قرآن وحی کے ذریعے بھیجا ہے، تاکہ آپ ام القریٰ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو ڈرائیں اور اُس جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں

لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ

لَا	رَيْبَ	فِيْهِ	فَرِيْقٌ	فِي	الْجَنَّةِ	وَ	فَرِيْقٌ	فِي	السَّعِيْرِ ۝	وَ	لَوْ	شَاۗءَ	اللّٰهُ
نہیں	کوئی شک	اسمیں	ایک گروہ	بیچ	جنت کے	اور	ایک گروہ	بیچ	جہنم کے	اور	اگر	چاہتا	اللہ

جس میں کوئی شک نہیں ہے، ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ جہنم میں۔ [7] اگر اللہ چاہتا

لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ

لَجَعَلَهُمْ	اُمَّةً	وَّاحِدَةً	وَ	لٰكِنْ	يُّدْخِلُ	مَنْ	يَّشَاۗءُ	فِيْ	رَحْمَتِهٖ
البتہ بنادیتا انہیں	امت	ایک	اور	لیکن	وہ داخل کرتا ہے	جسے	چاہتا ہے	بیچ	اپنی رحمت کے

تو اُن سب کو ایک ہی امت بنادیتا، لیکن وہ اپنی رحمت میں جسے چاہتا ہے داخل کر دیتا ہے

وحی بھیجے جانے کا ذکر آیا ہے، اگر نبی ﷺ کے بعد کسی اور نبی نے آنا ہوتا تو یوں فرمایا جاتا کہ اللہ تعالیٰ اس نبی پر بھی وحی نازل فرمائے گا جو آپ کے بعد آئے گا، لیکن یہ نہیں فرمایا اور مقام، مقامِ ذکر ہے، معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور یہی معنی ہے ختمِ نبوت کا۔ [4] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ زمین و آسمان کی ہر چیز کا مالک ہے، کوئی چیز بھی اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہے، یہ الگ بات ہے کہ اس نے لوگوں کو ان سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دے رکھی ہے، دوسری یہ کہ وہ سب سے برتر ہے، اس سے برتر کوئی نہیں ہے اور تیسری یہ کہ وہ عظمتوں والا اور سب سے عظیم تر ہے، اس سے زیادہ عظیم کوئی نہیں ہے۔ [5] اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت وجلال کا ایک اثر بیان کیا گیا ہے کہ اگر حق تعالیٰ کی عظمت اور جلال کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں تو حق بجانب ہیں، اس کے علاوہ آسمانوں پر فرشتوں کی اتنی بڑی تعداد تسبیح وتہلیل اور اہل زمین کے لیے دعا و استغفار میں مصروف ہے کہ آسمانوں میں چار انگلیوں کے برابر جگہ بھی خالی نہیں ہے، لیکن یہ حق تعالیٰ ہی کی قدرت ہے کہ اس کے باوجود آسمان کو تھام رکھا ہے اور اس میں کوئی سوراخ اور شگاف نہیں ہونے دے رہا، تاہم اس قدرت کے ساتھ وہ اپنے بندوں کو بہت معاف کرنے والا اور ان پر بہت رحم فرمانے والا، مہربان بھی ہے، سو اس سے بخشش اور رحمت طلب کیا کرو۔ [6] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت ''حفیظ'' بیان کی گئی ہے، اس کا لفظی معنی حفاظت اور نگہبانی کرنے والا ہے، یہاں مراد یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کو شریک ٹھہراتے ہیں، ان کے سامنے سجدے کرتے اور نیازیں چڑھاتے ہیں، وہ اللہ کے علم اور نگاہوں سے باہر اور مخفی نہیں ہیں، اللہ کو وہ سب لوگ یاد ہیں اور وہ وقت آنے پر سب کا حساب بے باق کردے گا، آپ کے ذمے اتنے سارے اہم کام ہیں کہ آپ پر ان لوگوں کو یاد رکھنے کی ذمہ داری نہیں ڈالی جاسکتی، آپ اپنی ذمہ داریاں نہایت عمدہ طریقے سے ادا فرما رہے ہیں، آپ بس انہی کا اہتمام فرماتے رہیں۔ [7] اس آیت مبارکہ میں قرآن کا مقصد اور قرآن کریم کی عالمگیریت بیان کی گئی ہے، چنانچہ نزولِ قرآن کا اولین مقصد ''آگاہی'' ہے کہ لوگوں کو مستقبل کے حالات سے آگاہ کیا جائے، یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جبکہ آگاہ کرنے والا سو فیصد ہمدرد اور خیر خواہ ہو اور اللہ سے بڑھ کر اپنی مخلوق کا کوئی خیر خواہ اور ہمدرد نہیں ہوسکتا، اس لیے اس نے کتابوں اور نبیوں کا سلسلہ شروع کیا، اور اس نے نبوت کے لیے بھی ان افراد کو منتخب فرمایا جو اپنی قوم میں دل سوزی اور خیر خواہی کے حوالے سے نہایت ممتاز مقام رکھتے تھے، اس سلسلے کا اختتام رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر کیا گیا اور انہیں عربی زبان میں وہ فصیح وبلیغ قرآن دیا گیا جس کی مثال پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے، رسول اکرم ﷺ سے بڑھ کر کوئی انسان اللہ کی مخلوق کا ہمدرد اور خیر خواہ نہیں ہوسکتا، اس لیے انہوں نے نہایت دل سوزی کے ساتھ اپنی امت کو آخرت کے احوال اور مستقبل میں پیش آنے والی صورتحال سے پوری تفصیل کے ساتھ آگاہ فرمایا اور وہ تفصیلات بھی بیان فرمادیں جو آپ سے پہلے کسی اور نبی نے ذکر نہیں فرمائی تھیں، چونکہ نبی ﷺ کی ولادت اور پرورش مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی، جسے یہاں ام القریٰ یعنی تمام بستیوں کا مرکز کہا گیا ہے، کیونکہ روحانی طور پر تو وہ پورے عالم کا مرکز ہی ہے، جغرافیائی اعتبار سے بھی وہ پورے عالم کا مرکز ہے، کیونکہ زمین کو یہیں سے پھیلایا گیا تھا، اسی بناء پر نبی اکرم ﷺ کے اولین مخاطب اہل مکہ ہی تھے، لیکن چونکہ قرآن صرف اہل مکہ کے لیے نہیں آیا تھا، بلکہ اس کے پیغام اور دعوت کو پوری دنیا میں عام ہونا تھا، اس لیے ''ومن حولھا'' فرمادیا کہ اس مرکز عالم کے گرد جتنی زمین گھوم رہی ہے، اس پوری زمین کے رہنے والوں کو قرآن کریم کا پیغام پہنچا دیا جائے، تاکہ

وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝٨ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ

وَ	الظّٰلِمُوْنَ	مَا	لَهُمْ	مِّنْ	وَّلِيٍّ	وَّ	لَا	نَصِيْرٍ ۝	اَمِ	اتَّخَذُوْا	مِنْ	دُوْنِهٖٓ
اور	ظالموں کا	نہیں	ان کیلئے	سے	کوئی دوست	اور	نہ	کوئی مددگار	کیا	بنالئے انہوں نے	سے	اس کے علاوہ

اور ظالموں کا کوئی دوست ہوگا اور نہ مددگار۔ ۝٨ کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوست

اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

اَوْلِيَآءَ	فَاللّٰهُ	هُوَ	الْوَلِيُّ	وَ	هُوَ	يُحْيِ	الْمَوْتٰى	وَ	هُوَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ
بہت سے دوست	تو اللہ	وہی	کارساز	اور	وہی	زندہ کرتا ہے	مُردوں کو	اور	وہ	پر	ہر	چیز کے

بنا لیے ہیں؟ سو اللہ ہی حقیقی کارساز ہے اور وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر

قَدِيْرٌ ۝٩ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

قَدِيْرٌ ۝	وَ	مَا	اخْتَلَفْتُمْ	فِيْهِ	مِنْ	شَيْءٍ	فَحُكْمُهٗٓ	اِلَى	اللّٰهِ	ذٰلِكُمُ	اللّٰهُ
قدرت والا	اور	وہ جو	اختلاف کیا تم نے	اسمیں	سے	کسی چیز کے	تو اس کا فیصلہ	طرف	اللہ کے	وہی تمہارا	اللہ

قادر ہے۔ ۝٩ اور تم جس چیز میں بھی اختلاف کرتے ہو، اُس کا فیصلہ اللہ کے حوالے ہے، وہی اللہ

ع ۲

رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ڰ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝١٠ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

رَبِّيْ	عَلَيْهِ	تَوَكَّلْتُ	وَ	اِلَيْهِ	اُنِيْبُ ۝	فَاطِرُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ
میرا رب	اس پر	میں نے بھروسہ کیا	اور	اس کیطرف	میں رجوع کرتا ہوں	پیدا کرنے والا	آسمانوں کو	اور	زمین کو

میرا رب ہے، اُسی پر میرا بھروسہ ہے اور میں اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ۝١٠ وہ آسمانوں اور زمین کو بغیر نمونے کے پیدا کرنے والا ہے،

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ

جَعَلَ	لَكُمْ	مِّنْ	اَنْفُسِكُمْ	اَزْوَاجًا	وَّ	مِنَ	الْاَنْعَامِ	اَزْوَاجًا	يَذْرَؤُكُمْ
بنایا اس نے	تمہارے لئے	سے	تمہاری جانوں کے	جوڑے	اور	سے	چوپایوں کے	جوڑے	وہ بکھیر دیتا ہے تمہیں

اُس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے بنائے اور چوپایوں میں سے بھی جوڑے بنائے، وہ تمہیں زمین میں بکھیر

فِيْهِ ۭ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝١١ لَهٗ مَقَالِيْدُ

فِيْهِ	لَيْسَ	كَمِثْلِهٖ	شَيْءٌ	وَ	هُوَ	السَّمِيْعُ	الْبَصِيْرُ ۝	لَهٗ	مَقَالِيْدُ
اسمیں	نہیں	اس جیسا	کچھ بھی	اور	وہ	خوب سننے والا	دیکھنے والا	اس کیلئے	کنجیاں

دیتا ہے، اُس جیسا کچھ بھی نہیں ہے اور وہ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ ۝١١ اسی کے پاس آسمانوں

نہیں معلوم ہوجائے کہ عنقریب ایک ایسا دن آنے والا ہے جس میں اولین و آخرین کو جمع کر کے ان کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا، اس دن لوگ دو بڑے گروہوں میں تقسیم ہوں گے، ایک گروہ اہل جنت کا ہوگا اور دوسرا گروہ جہنم میں جلنے والوں کا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے اہل جنت کے گروہ میں شامل فرمادے۔

۝٨ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کی وسعت بیان کر کے اس کی حکمت کا حوالہ دیا گیا ہے، اس کی مشیت اس قدر وسیع ہے کہ اگر وہ چاہے تو پوری دنیا کے انسانوں کو ایک ہی ڈگر پر چلادے، سب کو مسلمان بنا کر اپنی فرمانبرداری کی توفیق دیدے، زمین کو نیکوں اور نیکیوں سے بھردے، اس کے لیے ان میں سے کچھ بھی مشکل نہیں ہے، لیکن اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایسا نہ کرے، اس لیے وہ خاص خاص لوگوں کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لیتا ہے اور ظالموں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے، اس حکمت پر سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۴۸ کے تحت کلام ہو چکا ہے، وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے۔ ۝٩ اس آیت مبارکہ میں غیر اللہ کی پوجا کرنے والوں کے سامنے حقیقی ولی، دوست، سرپرست اور مددگار کا ایک معیار مقرر کیا گیا ہے، ایک ایسا ولی جس کی پوجا کی جاسکے، اللہ کے علاوہ کوئی نہیں ہوسکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں جتنی صفات پائی جاتی ہیں، غیر اللہ میں ان میں سے کوئی ایک صفت بھی نہیں پائی جاتی، یہاں ان میں سے صرف دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے، دوسری یہ کہ اسے ہر چیز پر قدرت حاصل ہے، مشرکین جن بتوں اور مجسموں کی پوجا کرتے ہیں، انہوں نے ماضی میں کسی مردے کو زندگی دی ہے اور نہ مستقبل میں کسی کو زندہ کر سکیں گے، ان میں سے بہت سے تو خود بے جان ہیں، دوسروں کو کیا زندگی دے سکیں گے، نیز ان کے معبود ہر چیز پر تو کیا قادر ہوتے، کسی بھی چیز پر قادر نہیں، وہ تو زندگی کے ہر لمحے میں عاجز اور بے بس ہیں اور ان کی بے بسی اور عاجزی ہر موقع پر ظاہر ہوتی رہی ہے، بھلا جو ذات مُردوں کو زندہ کر دے اور اسے ہر چیز پر قدرت اور دسترس حاصل ہو، اسے چھوڑ کر غیروں کو اپنا معبود اور ولی مقرر کرنا حماقت اور نادانی نہیں ہے؟ ۝١٠ اس آیت مبارکہ میں انسانوں کے تمام اختلافی مقدمات اور جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کے لیے حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اور اسے "ثالث" مقرر کیا گیا ہے، انسان کی زندگی میں بہت سے اختلافی مسائل اور معاملات رونما ہوتے رہتے ہیں، کبھی عقائد میں اختلاف ہوتا ہے، کبھی احکام و مسائل میں اختلاف ہوتا ہے، کبھی خانگی اور گھریلو زندگی میں اختلاف ہوتا ہے، کبھی کاروباری زندگی اور معاملات میں اختلاف ہوتا ہے، کبھی دو یا زیادہ افراد کے درمیان اختلاف ہوتا ہے اور کبھی دو یا زیادہ قبیلوں، خاندانوں، ریاستوں اور ملکوں کے درمیان اختلاف ہوتا ہے، ان تمام صورتوں میں ہر قسم کے اختلاف کا فیصلہ اللہ تعالیٰ سے کروانا چاہیے، اس لیے کہ اس کا علم بھی کامل ہے اور وہ عدل و انصاف کے تمام تقاضوں کو بھی پورا کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ سے فیصلہ کروانے کی صورت یہ ہے کہ اس کی کتاب کی طرف رجوع کیا جائے، اس کے بھیجے ہوئے انبیاء و رسل سے اس کی مرضی معلوم کی جائے، انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات اور حیات طیبہ میں رہنمائی اور روشنی تلاش کی جائے، پھر انسان جس سے فیصلہ کرواتا ہے، اس پر اعتماد بھی کرتا ہے اور تمام معاملات میں اس کی طرف رجوع بھی کرتا ہے، اس لیے آیت کے اگلے جملے میں فرمایا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ پر ہی اعتماد اور بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں، لہٰذا ہر شخص کو اللہ تعالیٰ پر توکل اور اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اپنے تمام اختلافات کا فیصلہ اسی سے کروانا چاہیے۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ

السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	يَبْسُطُ	الرِّزْقَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَ	يَقْدِرُ	اِنَّهٗ	بِكُلِّ
آسمانوں کی	اور	زمین کی	کشادہ کردیتا ہے	رزق	جس کیلئے	وہ چاہتا ہے	اور	تنگ کردیتا ہے	بیشک وہ	ساتھ ہر

اور زمین کی کنجیاں ہیں، وہ جس کا رزق چاہتا ہے کشادہ اور تنگ کردیتا ہے، بیشک وہ ہر چیز کو

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑫ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ

شَيْءٍ	عَلِيْمٌ⑫	شَرَعَ	لَكُمْ	مِّنَ	الدِّيْنِ	مَا	وَصّٰى	بِهٖ	نُوْحًا	وَ	الَّذِيْٓ
چیز کے	خوب جاننے والا	مقرر کیا ہے	تمہارے لئے	سے	دین کے	وہ جو	تاکید کی اس نے	اس کی	نوح کو	اور	وہ جو

خوب جاننے والا ہے۔ ⑫ اُس نے تمہارے لیے وہ دین مقرر کیا ہے جس کی اُس نے نوح کو تاکید کی تھی، اور جو

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ

اَوْحَيْنَآ	اِلَيْكَ	وَ	مَا	وَصَّيْنَا	بِهٖٓ	اِبْرٰهِيْمَ	وَ	مُوْسٰى	وَ	عِيْسٰٓى	اَنْ
وحی بھیجی ہم نے	تیری طرف	اور	وہ جو	تاکید کی ہم نے	اس کی	ابراہیم کو	اور	موسیٰ کو	اور	عیسیٰ کو	یہ کہ

ہم نے آپ پر وحی بھیجی، اور جس کی ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو تاکید کی تھی کہ

اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ

اَقِيْمُوا	الدِّيْنَ	وَ	لَا	تَتَفَرَّقُوْا	فِيْهِ	كَبُرَ	عَلَى	الْمُشْرِكِيْنَ	مَا	تَدْعُوْهُمْ
قائم رکھو	دین کو	اور	مت	تفرقہ کرو تم	اسمیں	گراں گزرتا ہے	پر	مشرکوں کے	وہ جو	تم پکارتے ہوانہیں

دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ بازی مت کرو، مشرکین پر وہ بات بڑی گراں گذرتی ہے جس کی طرف آپ اُن کو دعوت

اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ⑬

اِلَيْهِ	اَللّٰهُ	يَجْتَبِيْٓ	اِلَيْهِ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَ	يَهْدِيْٓ	اِلَيْهِ	مَنْ	يُّنِيْبُ
اس کیطرف	اللہ	چن لیتا ہے	اپنی طرف	جسے	وہ چاہتا ہے	اور	ہدایت دیتا ہے	اپنی طرف	جو	رجوع کرتا ہے

دیتے ہیں، اللہ جسے چاہتا ہے، چن کر اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور اپنی طرف اُسی کو ہدایت دیتا ہے جو رجوع کرتا ہے۔ ⑬

وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ

وَ	مَا	تَفَرَّقُوْٓا	اِلَّا	مِنْ	بَعْدِ	مَا	جَاۗءَهُمُ	الْعِلْمُ	بَغْيًا	بَيْنَهُمْ	وَ	لَوْلَا	كَلِمَةٌ
اور	نہیں	تفرقہ کیا انہوں نے	مگر	سے	پیچھے	وہ جو	آیا ان کے پاس	علم	ضد کیوجہ سے	آپس میں	اور	اگر نہ ہوتی	بات

اور اُنہوں نے آپس کی ضد بازی کی وجہ سے تفرقہ اُسی وقت پیدا کیا جب اُن کے پاس علم آچکا، اگر آپ کے رب کی طرف سے

⑪ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی چھ صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اس نے زمین وآسمان کو کسی نمونے کے بغیر پیدا کیا ہے، کیونکہ اگر کسی چیز کا نمونہ پہلے سے موجود ہو تو اسے سامنے رکھ کر اس جیسی دوسری چیز ہو بہو بنالینا کچھ مشکل نہیں ہے، کمال تو یہ ہے کہ کسی نمونے کے بغیر کسی چیز کو پیدا کیا جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کامل انداز میں کوئی نہیں کرسکتا، دوسری صفت یہ کہ اس نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے، خواہ وہ انسانوں میں سے ہو یا جانوروں اور چوپایوں میں سے، چنانچہ نر کا جوڑا مادہ کو بنایا اور مادہ کا جوڑا نر کو بنایا اور کوئی چیز بھی اپنے جوڑے کے بغیر مکمل نہیں ہوتی اور یہ بھی اس کی مہربانی ہے کہ ہر چیز کا جوڑا اس نے اسی کی جنس میں سے بنایا ہے چنانچہ انسان کا جوڑا کسی جانور کو اور کسی جانور کا جوڑا انسان کو نہیں بنایا، ورنہ زندگی گزارنا ممکن نہ رہتا، تیسری صفت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو روئے زمین پر بکھیر دیا ہے، اگر وہ انسان کو ایک محدود علاقے میں محصور کردیتا تو آج دنیا اس قدر آباد نہ ہوتی اور دنیا کے ہر کونے سے اللہ کی کبریائی کا ترانہ بلند نہ ہو رہا ہوتا، چوتھی یہ کہ وہ اپنے مثل اور مثال سے بھی پاک ہے، کوئی چیز اس کے مشابہہ اور اس سے ملتی جلتی نہیں ہے، وہ اپنی ذات میں بھی یکتا ہے اور اپنی صفات میں بھی بے مثل ہے، اس کے کمالات میں کوئی اس کا مثل ہے اور نہ اس کے اختیارات میں، اس کے احکام میں کوئی اس کا مثل ہے اور نہ اس کے فیصلوں میں، وجہ اس کی واضح ہے کہ جس چیز کی مثال موجود ہو، اس چیز کی انفرادیت ختم ہوجاتی ہے، لوگ اصل اور مثل میں فرق نہ کرسکنے کی وجہ سے اشتباہ کا شکار بھی ہوجاتے ہیں، پھر اگر کسی چیز کا مثل دستیاب ہو تو اس مثل کو ایک دو کی مقدار میں محدود نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ جس طرح پہلا مثل تیار ہوا، دوسرا، دسواں اور ہزارواں بھی اسی طرح تیار ہوسکے گا، اس کے علاوہ اگر اللہ تعالیٰ کے لیے کسی مثل کو فرض کرلیا جائے تو انسان کا عقیدۂ توحید پر ایمان قائم نہیں رہ سکتا، اس لیے کہ کسی چیز کو دوسرے کا مثل اس وقت تک نہیں کہا جاسکتا جب تک وہ پوری طرح اس کے مشابہ نہ ہو، اب اللہ تعالیٰ ہی کی طرح کوئی سننے، دیکھنے، بنانے اور چلانے والا مثل موجود ہو تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یکتائی کہاں گئی؟ اس لیے اللہ تعالیٰ ہر مثل اور مثال سے پاک صاف اور بے نیاز ہے، پانچویں صفت یہ کہ وہ خوب سننے والا ہے، وہ سب کی سنتا ہے، ہر زبان میں سنتا ہے، ہر وقت سنتا ہے اور ہر قسم کی آواز سنتا ہے، چھٹی صفت یہ کہ وہ خوب دیکھنے والا ہے، اس کے لیے دن اور رات، چھوٹا اور بڑا، دور اور نزدیک سب برابر ہیں اس لیے عبادت کا مستحق بھی صرف وہی ہے، اس کے علاوہ کوئی اور نہیں۔ ⑫ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ زمین وآسمان کی کنجیاں اس کی ملکیت میں ہیں، جب کنجیاں اس کی ملکیت میں ہیں تو ان کنجیوں سے کھلنے والے تالے اور تالوں میں بند خزانے بھی اسی کی ملکیت میں ہوں گے، معلوم ہوا کہ زمین وآسمان کے تمام خزانوں کا حقیقی مالک وہی ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ زمین وآسمان کی کنجیوں سے مراد ان میں چھپے ہوئے خزانوں کی کنجیاں ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے زمین وآسمان کے دروازوں کی کنجیاں مراد ہوں، احادیث میں آسمان کے دروازوں کا ذکر ملتا ہے اس لیے امکانی طور پر یہ توجیہ بھی ہوسکتی ہے، دوسری صفت یہ کہ اپنے بندوں کے رزق کی تنگی اور کشادگی اس کی مشیت اور ارادے پر موقوف ہے، انسان کا ہنر، اس کی تدبیر اور اس کا ارادہ کچھ معنی نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ جس کا رزق چاہتا ہے، کشادہ یا تنگ کردیتا ہے، کسی کو اس کے فیصلے پر اعتراض کرنے کی ضرورت نہیں ہے، تیسری چیز ''صفت علم'' ہے، اس کا علم کامل اور مکمل ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے، دنیا میں ہر جاننے والے سے اوپر ایک جاننے والا ہوتا ہے، لیکن اللہ سے بڑھ کر کوئی جاننے والا نہیں ہے اور وہ اپنی دیگر صفات کی طرح اس صفت میں بھی مستغنی ہے۔ ⑬ اس آیت مبارکہ میں شریعت کی بنیاد، اس کے دو اہم حکم، مشرکین کی طبیعت پر گرانی اور ان کی

سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ

سَبَقَتْ	مِنْ	رَّبِّكَ	اِلٰٓى	اَجَلٍ	مُّسَمًّى	لَّقُضِيَ	بَيْنَهُمْ ۭ	وَ	اِنَّ	الَّذِيْنَ
پہلے گزر چکی	سے	تیرے رب کے	طرف	ایک مدت کے	طے شدہ	البتہ فیصلہ کر دیا جاتا	ان کے درمیان	اور	بیشک	جو لوگ

ایک مقررہ مدت تک کیلئے پہلے سے بات طے نہ ہو چکی ہوتی تو اُن کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور بیشک وہ لوگ جنہیں

اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾ فَلِذٰلِكَ

اُوْرِثُوْا	الْكِتٰبَ	مِنْ	بَعْدِهِمْ	لَفِيْ	شَكٍّ	مِّنْهُ	مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾	فَلِذٰلِكَ
وارث بنائے گئے	کتاب کے	سے	ان کے پیچھے	البتہ بیچ	شک کے	اس سے	بے چین کر دینے والے	تو اسی کی

اُن کے بعد کتاب کا وارث بنایا گیا، وہ اُس کے حوالے سے بے چین کرنے والے شک میں مبتلا ہیں۔ ۱۴ سو آپ اِسی کی

فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ

فَادْعُ ۚ	وَاسْتَقِمْ	كَمَآ	اُمِرْتَ ۚ	وَ	لَا	تَتَّبِعْ	اَهْوَاۗءَهُمْ ۚ	وَقُلْ	اٰمَنْتُ	بِمَآ
تو دعوت دے	اور استقامت اختیار کر	جیسا	کہ تجھے حکم دیا گیا	اور	مت	پیروی کر	ان کی خواہشات کی	اور تو کہہ	ایمان لایا میں	اس پر جو

دعوت دیجئے، اور استقامت اختیار کیجئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے، اور اُن کی خواہشات کی پیروی مت کیجئے، اور آپ کہہ دیجئے کہ میں اُس کتاب پر

اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ

اَنْزَلَ	اللّٰهُ	مِنْ	كِتٰبٍ ۚ	وَ	اُمِرْتُ	لِاَعْدِلَ	بَيْنَكُمْ ۭ	اَللّٰهُ	رَبُّنَا	وَ	رَبُّكُمْ ۭ
نازل کیا	اللہ نے	سے	کتاب کے	اور	مجھے حکم دیا گیا	کہ میں عدل کروں	تمہارے درمیان	اللہ	ہمارا رب	اور	تمہارا رب

ایمان لے آیا جو اللہ نے نازل کی ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان انصاف سے کام لوں، اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے،

لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ

لَنَآ	اَعْمَالُنَا	وَ	لَكُمْ	اَعْمَالُكُمْ ۭ	لَا	حُجَّةَ	بَيْنَنَا	وَ	بَيْنَكُمْ ۭ	اَللّٰهُ	يَجْمَعُ
ہمارے لئے	ہمارے اعمال	اور	تمہارے لئے	تمہارے اعمال	نہیں	کوئی حجت	ہمارے درمیان	اور	تمہارے درمیان	اللہ	جمع کرے گا

ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال، ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی حجت بازی نہیں ہے، اللہ ہم سب کو اکٹھا

بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُحَاۗجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا

بَيْنَنَا ۚ	وَ	اِلَيْهِ	الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾	وَ	الَّذِيْنَ	يُحَاۗجُّوْنَ	فِي	اللّٰهِ	مِنْ	بَعْدِ	مَا
ہمارے درمیان	اور	اس کیطرف	لوٹ کر جانا	اور	جو لوگ	جھگڑا کرتے ہیں	بیچ	اللہ کے	سے	پیچھے	وہ جو

کرے گا اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ۱۵ اور جو لوگ اللہ کے معاملے میں جھگڑا کرتے ہیں، بعد اس کے کہ اُسے

روگردانی، نیز حق تعالیٰ کے انتخاب کا معیار بیان کیا گیا ہے۔ اس آیت اور دیگر روایات کو ملا کر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، بنیادی تعلیمات اور عقائد و نظریات میں ان کے درمیان کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا، چنانچہ تمام انبیاء نے توحید و رسالت کی دعوت دی، وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے، قیامت قائم ہونے، جزا اور سزا کے برحق ہونے کا عقیدہ ثابت کرتے رہے، وہ شرک و بت پرستی کی مذمت کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتے رہے، جسمانی اور مالی عبادت کی ترغیب دیکر گناہوں اور نافرمانی کے کاموں سے لوگوں کو بچاتے رہے، وہ خود تقویٰ کے اعلیٰ نمونے پر قائم رہتے ہوئے اپنی اپنی امت کو اس کی تلقین کرتے رہے، ہر نبی نے اپنی امت کو حسن اخلاق کی تربیت دی اور برے اخلاق سے بچنے کی تعلیم دی، البتہ اتنا ضرور ہوا کہ ہر زمانے میں موقع اور مصلحت دیکھ کر چند فروعی احکام اور ان کی جزئیات میں کچھ فرق رکھا گیا اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ یہ ضروری ہے تا کہ لوگ مشکل میں نہ پڑ جائیں، معلوم ہوا کہ جو شخص ایک آسمانی دین پر قائم نہ ہو، وہ کسی بھی آسمانی دین پر قائم نہیں رہ سکتا، یہی وجہ ہے کہ آج کے زمانے میں اسلام سب سے زیادہ برحق دین ہے، جس نے اس پر ایمان لا کر عمل کر لیا، اس نے تمام آسمانی ادیان و مذاہب پر عمل کر لیا اور جس نے اسے ترک کر دیا، اس نے تمام آسمانی ادیان و مذاہب کو ترک کر دیا، رہی یہ بات کہ آیت میں جن انبیاء کا نام آیا ہے، خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرات گروہ انبیاء کرام میں اولوالعزم شمار ہوتے ہیں اور ان کے پیروکاروں کی تعداد دیگر حضرات کی نسبت زیادہ رہی ہے اور ان کا دین بھی طویل عرصے تک دنیا میں رہا، اس لیے نام لیکر ان کا ذکر کر دیا گیا اور باقی حضرات کو ان کے ضمن میں شمار کر لیا گیا،

یہاں دو مشترکہ حکم بھی دیئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی گزارنے کا جو طریقہ تمہیں عطا فرمایا ہے، تم اس دین پر عمل کرو اور اسی کو قائم کرو، یہ حکم ہر زمانے کے موحدین کو دیا گیا ہے اور آج بھی اسی پر عمل کرنے کی تاکید کی گئی ہے، دوسرا یہ کہ دین میں تفرقہ مت پیدا کرو اس لیے کہ تفرقہ، فرقت سے نکلا ہے اور دین فرقت کے لیے نہیں، قربت کے لیے آیا ہے، تعجب ہے کہ مشرکوں اور بت پرستوں پر پیغمبر ﷺ کی دعوت گراں گزرتی ہے، وہ ان کی دعوت قبول کرنے سے اعراض کرتے ہیں اور ایمان لانے والوں کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں، اس طرح وہ صرف ایک نبی کی دعوت کو مسترد نہیں کر رہے، بلکہ تمام انبیاء کی دعوت کو مسترد کرنے کی گستاخی اور جرأت کر رہے ہیں، یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور ہدایت کے لیے مالداروں اور جاگیرداروں کا محتاج نہیں ہے، وہ اپنے دین کے لیے جسے چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے اور جسے وہ منتخب کر لیتا ہے، سب سے پہلے اسے ہدایت دیتا ہے، پھر اسے عالم میں ہدایت پھیلانے کا ذریعہ بنا دیتا ہے، دنیا میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی فرد یا ادارے کا انتخاب فرما لیا، پھر اس سے اتنا بڑا کام لے لیا کہ ایک طویل عرصے تک لوگ اس سے فیض یاب اور فیض بار ہوتے رہے۔ ۱۴ اس آیت مبارکہ میں تفرقے کا اصل سبب بیان کیا گیا ہے کہ گزشتہ امتوں میں مختلف گروہ کیوں وجود میں آئے؟ غور کیا جائے تو جو سبب یہاں بیان کیا گیا ہے، اس امت میں بھی تفرقہ پیدا کرنے کے لیے اسی کو ہوا دی گئی ہے اور وہ ہے آپس کی ضد بازی، ایک دوسرے سے حسد اور دوسروں کے لیے عدم برداشت کا رویہ، یہی چیزیں دوسروں کو کافر یا کم از کم گمراہ قرار دینے پر آمادہ کرتی ہیں، بسا اوقات انسان کے سامنے حق واضح ہو جاتا ہے، اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کی ذاتی رائے اور نتیجہ صحیح نہیں ہے اور حق دوسرے کے ساتھ ہوتا ہے، لیکن وہ اس کے ساتھ ضد بازی، عداوت یا حسد کی وجہ سے اپنی غلط رائے پر ڈٹ

اسْتُجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ

اسْتُجِيبَ	لَهُ	حُجَّتُهُمْ	دَاحِضَةٌ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ	وَ	عَلَيْهِمْ	غَضَبٌ
قبول کرلیا گیا	اسے	ان کی دلیل	بیکار	پاس	اپنے رب کے	اور	ان پر	غصہ

قبول کیا جا چکا، اُن کی حجت بازی اُن کے رب کے یہاں بالکل بیکار ہے اور اُن پر اللہ کا غضب ہوگا،

وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿١٦﴾ اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ

وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	شَدِيدٌ ﴿١٦﴾	اللَّهُ	الَّذِي	أَنْزَلَ	الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	وَ	الْمِيزَانَ
اور	ان کیلئے	عذاب	سخت	اللہ	وہ جو	نازل کی اُس نے	کتاب	برحق	اور	ترازو

اور اُن کیلئے سخت عذاب ہوگا۔ ﴿١٦﴾ اللہ وہی ہے جس نے برحق کتاب اور ترازو اتارا ہے ،

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ ﴿١٧﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ

وَ	مَا	يُدْرِيكَ	لَعَلَّ	السَّاعَةَ	قَرِيبٌ ﴿١٧﴾	يَسْتَعْجِلُ	بِهَا	الَّذِينَ
اور	کیا	خبر تجھے	ہوسکتا ہے	قیامت	قریب	جلدی طلب کرتے ہیں	اسے	وہ لوگ جو

اور آپ کو کیا خبر کہ شاید قیامت قریب ہی ہو۔ ﴿١٧﴾ اُسے وہ لوگ جلدی طلب کرتے ہیں

لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا

لَا	يُؤْمِنُونَ	بِهَا	وَ	الَّذِينَ	آمَنُوا	مُشْفِقُونَ	مِنْهَا	وَ	يَعْلَمُونَ	أَنَّهَا
نہیں	ایمان لاتے	اس پر	اور	جولوگ	ایمان لائے	ڈرنے والے	اس سے	اور	جانتے ہیں وہ	کہ بیشک وہ

جواس پر ایمان نہیں لاتے، اور جو لوگ اُس پر ایمان رکھتے ہیں، وہ اُس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ بیشک وہ

الْحَقُّ ۗ أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ﴿١٨﴾

الْحَقُّ	أَلَا	إِنَّ	الَّذِينَ	يُمَارُونَ	فِي	السَّاعَةِ	لَفِي	ضَلٰلٍ	بَعِيدٍ ﴿١٨﴾
برحق	خبردار	بیشک	جولوگ	جھگڑا کرتے ہیں	بیچ	قیامت کے	البتہ بیچ	گمراہی کے	دور کی

برحق ہے، آگاہ رہو کہ جو لوگ قیامت کے حوالے سے جھگڑ رہے ہیں، وہ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ ﴿١٨﴾

اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿١٩﴾ مَنْ

اللَّهُ	لَطِيفٌ	بِعِبَادِهِ	يَرْزُقُ	مَنْ	يَشَاءُ	وَ	هُوَ	الْقَوِيُّ	الْعَزِيزُ ﴿١٩﴾	مَنْ
اللہ	بہت نرم	ساتھ اپنے بندوں کے	رزق دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	اور	وہ	طاقتور	غالب	جوکوئی

اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، وہ جسے چاہتا ہے رزق عطا فرماتا ہے اور وہ طاقتور، غالب ہے۔ ﴿١٩﴾ جو شخص

جاتا ہے اور دوسرے کی درست رائے کو تسلیم کرنے سے انکار کردیتا ہے، جس کے نتیجے میں ان دونوں کے درمیان دوریاں پیدا ہوجاتی ہیں، ان میں سے ہرایک کے پیروکار ان کے نظریات کی تشہیر شروع کردیتے ہیں اور ہوتے ہوتے دو گروہ وجود میں آجاتے ہیں، یہی صورت بہت سے گروہوں کے وجود میں آنے کی بھی ہوتی ہے، اس میں زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہوتا ہے کہ ہر گروہ کے لوگ علم و دانش کا دعویٰ کررہے ہوتے ہیں، خود کو اہل علم اور علماء کے القابات سے بھی پکارتے ہیں، حالانکہ علم کا تقاضا بردباری، دوسروں کی بات سننے کا حوصلہ اور تحمل مزاجی ہے، لیکن لوگ اس تقاضے کو پس پشت ڈال کر تفرقہ بازی کے بکھیڑوں میں الجھ جاتے ہیں، بعد میں آنے والی نسلیں اس کشمکش کا شکار رہتی ہیں کہ ان میں سے کون برحق اور کون غلط ہے، حق تعالیٰ کے لیے صحیح اور غلط، حق اور باطل کے درمیان اس دنیا میں ہی فرق کردینا کچھ مشکل نہیں ہے، لیکن یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے، کیونکہ اس قسم کے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لیے اس نے ایک وقت مقرر کررکھا ہے اور وہ جس کام کے لیے جو وقت مقرر فرماتا ہے اسے نہ تو پہلے کرتا ہے اور نہ بعد میں کرتا ہے، اس لیے جب مقررہ وقت آجائے گا تو وہ ان معاملات کا فیصلہ بھی فرمادے گا۔ ﴿١٥﴾ اس آیت مبارکہ میں دس جملے ہیں اور ہر جملہ مفصل تحریر کا تقاضا کرتا اور اپنی جامعیت میں دوسرے سے منفرد ہے، مختصراً چند سطریں سپرد قلم کی جاتی ہیں، پہلے جملے میں حکم دیا گیا ہے کہ آپ کو جو دین عطا کیا گیا ہے، چونکہ وہ تمام انبیاء کی مشترکہ میراث ہے اور اللہ نے اسے آپ کے لیے مشروع فرمایا ہے، اس لیے آپ اسی دین کی دعوت دیتے رہیں، جو لوگ آپ کی دعوت قبول کرلیں گے وہ کامیاب ہوجائیں گے، ورنہ آپ اپنی ذمہ داری سے سرخرو ہوجائیں گے، اہل علم کو اس پہلو پر غور کرنا چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ کو تفرقے کی دعوت دینے کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ دین کی دعوت دینے کا حکم

ع ۲ ۱۰ ۲

فرمایا گیا ہے، جو حضرات اپنے نام کے ساتھ اہل علم کے القابات استعمال فرمارہے ہیں اور لوگوں کو مختلف گروہ بندیوں میں الجھا رہے ہیں کیا وہ دین کی کوئی خدمت سرانجام دے رہے ہیں؟ میں دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ اللہ کے واسطے اس امت کی کشتی پار لگانے کے لیے فروعی یا فقہی اختلافات کو ہوا دیکر انتشار نہ پھیلائیں اور اس امت کو دین کی طرف بلائیں، گروہوں اور فرقوں کی دعوت کو چھوڑ دیں، دوسرے جملے میں ''استقامت'' اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، استقامت کا معنی سورۂ حم السجدہ کی آیت نمبر ۶ میں بیان ہوچکا ہے، جس شخص کو دین پر استقامت نصیب ہوگئی، اس کی خوش قسمتی پر مہر لگ گئی اور وہ کامیاب ہوگیا، دنیا میں بھی مستقل مزاجی کو قابل تعریف وصف سمجھا جاتا ہے اور منزل پر وہی پہنچتا ہے جو مستقل مزاج ہو، غیر مستقل مزاج قابل تعریف سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی کبھی وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچتا ہے، تیسرے جملے میں لوگوں کی خواہشات کے پیچھے چلنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ لوگوں کی خواہشات کبھی پوری نہ ہوں گی، لوگوں کو خوش کرنے والا اللہ تعالیٰ کو خوش نہیں کرسکتا، نیز کسی انسان کے لیے یہ ممکن بھی نہیں ہے کہ وہ ہر شخص کو خوش کرسکے، اس کے علاوہ نہایت اہم پہلو یہ بھی ہے کہ لوگوں کی خواہشات اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہونا ضروری نہیں ہے، ممکن ہے کہ انسان لوگوں کی خواہشات کو پورا کرتے کرتے خود جہنم کے گڑھے میں جاگرے، بلکہ شریعت نے تو اپنے نفس کی خواہشات کے پیچھے چلنے سے بھی منع فرمایا ہے، سو جب اپنے نفس کے پیچھے چلنے والا کامیاب نہیں ہوسکتا تو دوسروں کے نفس کے پیچھے چلنے والا کیسے کامیاب ہوسکتا ہے؟ چوتھے جملے میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے، یہاں ''کتاب'' کا لفظ نکرہ لایا گیا ہے اور اس سے مراد وہ تمام آسمانی کتابیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کسی بھی زمانے میں لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے نازل فرمائی ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو کتاب بھی نازل فرمائی ہے وہ برحق ہے، کسی بھی آسمانی کتاب کا انکار

كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ

كَانَ	يُرِيْدُ	حَرْثَ	الْاٰخِرَةِ	نَزِدْ لَهٗ	فِيْ	حَرْثِهٖ ۚ	وَ	مَنْ	كَانَ	يُرِيْدُ
ہو	چاہتا	کھیت	آخرت کا	ہم بڑھادیں گے اس کیلئے	بیچ	اس کے کھیت کے	اور	جو کوئی	ہو	چاہتا

آخرت کی فصل چاہتا ہے، ہم اُس کیلئے، اُس کی فصل میں اضافہ کردیتے ہیں اور جو شخص دنیا کی

حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ⑳ اَمْ لَهُمْ

حَرْثَ	الدُّنْيَا	نُؤْتِهٖ	مِنْهَا	وَ	مَا	لَهٗ	فِي	الْاٰخِرَةِ	مِنْ	نَّصِيْبٍ ⑳	اَمْ	لَهُمْ
کھیت	دنیا کا	ہم اسے دیدیتے ہیں	اُسمیں سے	اور	نہیں	اس کا	بیچ	آخرت کے	سے	کوئی حصہ	کیا	ان کیلئے

فصل چاہتا ہے، ہم اُسے اُس میں سے کچھ دیدیتے ہیں اور آخرت میں اُس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ ⑳ کیا اُن کے کچھ

شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ

شُرَكٰٓؤُا	شَرَعُوْا	لَهُمْ	مِّنَ	الدِّيْنِ	مَا	لَمْ	يَاْذَنْۢ	بِهِ	اللّٰهُ	وَ	لَوْلَا	كَلِمَةُ
کچھ شرکاء	مقرر کردیا انہوں نے	ان کیلئے	سے	دین کے	وہ جو	نہیں	اجازت دی	اس کی	اللہ نے	اور	اگر نہ ہوتی	بات

شرکاء ہیں جنہوں نے اُن کیلئے دین میں ایسی راہ مقرر کر دی ہے جس کی اللہ نے اُنہیں اجازت نہیں دی، اگر فیصلہ کن بات

الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ㉑ تَرَى

الْفَصْلِ	لَقُضِيَ	بَيْنَهُمْ	وَ	اِنَّ	الظّٰلِمِيْنَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ㉑	تَرَى
فیصلے کی	البتہ فیصلہ کردیا جاتا	ان کے درمیان	اور	بیشک	ظلم کرنے والے	ان کیلئے	عذاب	دردناک	تُو دیکھے گا

مقرر نہ ہوتی تو اُن کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، اور بیشک ظالموں کیلئے دردناک عذاب ہے۔ ㉑ آپ ظالموں کو

الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

الظّٰلِمِيْنَ	مُشْفِقِيْنَ	مِمَّا	كَسَبُوْا	وَ	هُوَ	وَاقِعٌۢ	بِهِمْ	وَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
ظالموں کو	ڈرنے والے	اس سے جو	انہوں نے کمایا	اور	وہ	واقع ہونے والا	ان پر	اور	جو لوگ	ایمان لائے

دیکھیں گے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے ڈرے ہوئے ہوں گے، اور وہ اُن پر واقع ہو کر رہے گا، اور جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ

وَ عَمِلُوْا	الصّٰلِحٰتِ	فِيْ	رَوْضٰتِ	الْجَنّٰتِ	لَهُمْ	مَّا	يَشَاۗءُوْنَ	عِنْدَ
اور عمل کیے انہوں نے	اچھے	بیچ	باغات کے	جنتوں کے	ان کیلئے	وہ جو	چاہتے ہوں گے وہ	پاس

اور اُنہوں نے نیک اعمال کیے، وہ جنت کے باغات میں ہوں گے، اُن کیلئے اُن کے رب کے یہاں

دراصل حق تعالیٰ کے نظام پر اعتماد نہ ہونے کی علامت اور کتابوں میں تفریق کرنے کے مترادف ہے اس لیے تمام کتابوں پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے، پانچویں جملے میں عدل وانصاف کا حکم دیا گیا ہے، اس کا تعلق صرف فیصلوں میں انصاف کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ زندگی کے ہر معاملے میں برابری اور انصاف کے ساتھ ہے، خواہ اس کا تعلق زبان سے ہو یا دیگر اعضاء جوارح سے، گھریلو زندگی سے ہو یا کاروباری زندگی سے، انفرادی زندگی سے ہو یا اجتماعی زندگی سے، چھٹے جملے میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا گیا ہے اور اس کی ربوبیت کو پوری دنیا کے پہلوں، پچھلوں اور موجودہ لوگوں کے لیے عام قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ہم اللہ کو اپنا رب مان کر راضی اور مطمئن ہیں، ہمیں اس کی موجودگی میں کسی دوسرے کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے، ساتویں جملے میں ہر شخص کو اپنے اعمال کا ذمہ دار اور جواب دہ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ جیسے کسی کے اعمال ہوں گے، ویسی ہی اس کی جزا یا سزا ہوگی، کوئی کسی کے اعمال کا جواب دہ نہیں ہے، اس لیے کہ یہ انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے کہ عمل کسی کا ہو اور جواب طلبی دوسروں سے کی جائے، آٹھویں جملے میں حجت بازی اور بحث مباحثے کی نفی کی گئی ہے، یاد رہے کہ اپنے دعوے کے ثبوت کے لیے دلیل پیش کرنا ضروری ہے، اس میں کوئی قباحت ہے اور نہ کوئی برائی، لیکن اگر کوئی شخص بحث برائے بحث کرتا چلا جائے تو ہمارے معاشرے میں اسے ''حجت بازی'' سے تعبیر کیا جاتا ہے اور شریعت اس کی ترغیب ہرگز نہیں دیتی، اس لیے کہ اس طرح کی حجت بازی میں دوسرے فریق کا مقصد حق کی تلاش اور جستجو نہیں ہوتا، بلکہ وقت کو ضائع کرنا اور دوسروں کو مشتعل کرنا ہوتا ہے، چنانچہ عام طور پر ایسا ہی دیکھا گیا ہے، اس لیے اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے، نویں جملے میں قیامت کے دن جمع ہونے کا بیان آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمادے گا اور اللہ کے لیے ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں ہے، دسویں جملے میں حق تعالیٰ کی ذات کو ہی مرجع اور مرکز قرار دیا گیا ہے، اس سے بچ کر کوئی بھی کہیں نہیں جاسکتا، سب کو اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور سب کو اسی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، اس لیے اس کی تیاری کی فکر کرنا سب کے لیے ضروری ہے۔ ⑯ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کی ذات وصفات، اس کے دین اور تعلیمات میں بے فائدہ حجت بازی کرنے والوں سے ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا بحث مباحثہ اور حجت بازی کرنا بیکار اور بے مقصد ہے اور اس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے غضب، ناراضگی اور سخت عذاب کے مستحق ہیں، اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی توحید اور اس کی یکتائی کے حوالے سے لوگوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو کفر اور شرک میں مبتلا کرسکیں اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اس کے دین اور نازل کردہ تعلیمات میں شکوک وشبہات پیدا کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں حالانکہ یہ تمام امور نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت ہوچکے ہیں اور قلب سلیم رکھنے والوں کی ایک بڑی جماعت اسے قبول کر کے اس پر ایمان بھی لاچکی ہے، اس کے بعد ان میں حجت بازی کرنا یقیناً انسان کے عناد اور ضد بازی کی علامت ہے۔ ⑰ اس آیت مبارکہ میں دو چیزیں نازل کرنے اور قیامت کے نہایت قریب ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، پہلی چیز کتاب ہے جو اللہ نے آسمان سے برحق نازل فرمائی ہے، یوں تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے جتنی بھی کتابیں نازل فرمائی ہیں، وہ سب ہی برحق ہیں، لیکن یہاں ''الکتاب'' سے مراد قرآن کریم ہے کیونکہ ''الکتاب'' کا معنی خاص کتاب ہوتا ہے اور تمام آسمانی کتابوں میں سب سے زیادہ خاص کتاب قرآن کریم ہے، لہٰذا وہی مراد ہے، دوسری چیز ''ترازو'' ہے، اس سے مراد وہ ترازو بھی ہوسکتی ہے جس میں لوگ اشیاء ضرور یہ کو تولتے اور ان کا وزن کرتے ہیں

رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ

رَبِّهِمْ	ذٰلِكَ	هُوَ	الْفَضْلُ	الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾	ذٰلِكَ	الَّذِيْ	يُبَشِّرُ	اللّٰهُ	عِبَادَهُ
اپنے رب کے	وہ	وہی	فضیلت	بہت بڑی	یہ	وہ جس کی	خوشخبری دیتا ہے	اللہ	اپنے بندوں کو

وہ سب ہوگا جو وہ چاہیں گے، یہی بڑی فضیلت ہے۔ ۲۲ یہ وہ چیز ہے جس کی اللہ اپنے اُن بندوں کو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ ۭ	قُلْ	لَّآ	اَسْـَٔـلُكُمْ	عَلَيْهِ	اَجْرًا
وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور عمل کیے انہوں نے	اچھے	تُو کہہ	نہیں	میں تم سے مانگتا	اس پر	کوئی اجرت

خوشخبری دیتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے، آپ فرما دیجئے کہ میں تم سے اِس پر کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا،

اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ

اِلَّا	الْمَوَدَّةَ	فِي	الْقُرْبٰى ۭ	وَ	مَنْ	يَّقْتَرِفْ	حَسَنَةً	نَّزِدْ لَهٗ	فِيْهَا	حُسْنًا ۭ	اِنَّ
مگر	تعلق	بیچ	قرابت داری کے	اور	جو کوئی	کمائے گا	ایک نیکی	ہم بڑھا دینگے اس کیلئے	اسمیں	خوبی	بیشک

سوائے قرابت داری کے تعلق کی، اور جو شخص کوئی نیکی کما کر لائے گا، ہم اُس کی خوبی میں مزید اضافہ کر دیں گے، بیشک

اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ

اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾	اَمْ	يَقُوْلُوْنَ	افْتَرٰى	عَلَى	اللّٰهِ	كَذِبًا ۚ	فَاِنْ	يَّشَاِ
اللہ	بہت بخشنے والا	قدردان	کیا	یہ کہتے ہیں	گھڑ لیا اس نے	پر	اللہ کے	جھوٹ	سو اگر	چاہتا

اللہ بہت بخشنے والا، قدردان ہے۔ ۲۳ کیا وہ کہتے ہیں کہ نبی (ﷺ) نے یہ اللہ پر جھوٹ باندھا ہے، اگر اللہ

اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰي قَلْبِكَ ۭ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۭ

اللّٰهُ	يَخْتِمْ	عَلٰي	قَلْبِكَ ۭ	وَ	يَمْحُ	اللّٰهُ	الْبَاطِلَ	وَيُحِقُّ	الْحَقَّ	بِكَلِمٰتِهٖ ۭ
اللہ	مہر لگا دیتا	پر	تیرے دل کے	اور	مٹاتا ہے	اللہ	باطل کو	اور حق ثابت کرتا ہے	حق کو	ساتھ اپنے کلمات کے

چاہتا تو آپ کے دل پر مہر لگا دیتا، اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات کے ذریعے حق ثابت کرتا ہے،

اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ

اِنَّهٗ	عَلِيْمٌۢ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾	وَ	هُوَ	الَّذِيْ	يَقْبَلُ	التَّوْبَةَ	عَنْ	عِبَادِهٖ
بیشک وہ	خوب جاننے والا	سینوں کی باتوں کو	اور	وہ	وہی جو	قبول کرتا ہے	توبہ کو	سے	اپنے بندوں کے

بیشک وہ سینوں کے رازوں سے واقف ہے۔ ۲۴ اوراللہ وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرماتا ہے

اور وہ ترازو بھی جس میں لوگوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا، یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ترازو کو اتارا، یعنی ترازو کے ذریعے انصاف کے ساتھ تولنے اور وزن کرنے کا حکم اتارا اور یہی معنی زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے، غور طلب بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کی روحانی اور مادی ترقی اور ضرورت کو پورا کرنے کے لیے قرآن بھی نازل کردیا اور ترازو بھی اتار دی تو اب انسان کو اس کی روشنی میں زندگی گزارنی چاہیے یا یہ سوال پوچھتے رہنا چاہیے کہ قیامت کب آئے گی؟ جبکہ یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کا حقیقی علم کسی کو نہیں بتایا، اس لیے اس کی فکر میں پڑنے کی بجائے کتاب اور میزان کی فکر مندی میں مبتلا ہونا زیادہ ضروری ہے۔ ۱۸ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے حوالے سے دو قسم کے لوگوں کا رویہ بیان کیا گیا ہے کیونکہ لوگوں کی ایک جماعت قیامت پر ایمان رکھتی ہے اور دوسری جماعت منکرین قیامت کی ہے، ہونا تو یہ چاہیے کہ جو لوگ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں، وہ قیامت کا تقاضا کریں اور اپنے پیغمبروں سے درخواست کریں کہ قیامت کو جلدی لائیں تاکہ ہمیں ہمارے ایمان اور اعمال صالحہ کے بدلے میں جلد از جلد جنت میں داخلہ نصیب ہوجائے، کیونکہ جب تک قیامت نہیں آئے گی، اس وقت تک جزا اور سزا، جنت اور جہنم کا فیصلہ نہیں ہوسکے گا، لیکن تعجب ہے کہ قیامت کو برحق جاننے کے باوجود یہ لوگ اس سے ڈرتے اور خوفزدہ رہتے ہیں اور اسی وجہ سے قیامت کو جلدی لانے کا تقاضا نہیں کرتے، یہ مطالبہ وہ لوگ کرتے ہیں جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے، حالانکہ انہیں تو اس کا مطالبہ کرنا ہی نہیں چاہیے، اس لیے کہ وہ دن ان کے لیے خوشیاں لیکر نہیں آئے گا، بلکہ وہ دن تو ان کے لیے نہایت ہولناک اور پریشان کن ثابت ہوگا، آج یہ لوگ گمراہی میں پڑے ہیں، کل کو انہیں پچھتاوے سے کیا حاصل ہوگا۔ ۱۹ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی چار صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی صفت یہ کہ وہ اپنے بندوں کے احوال سے نہایت باریک بینی کے ساتھ باخبر اور ان کے ساتھ نہایت لطف وکرم کا معاملہ کرنے والا ہے اور اس کے لطف وکرم کے دروازے اس کے تمام بندوں کے لیے کشادہ ہیں، دوسری صفت یہ کہ وہ جسے چاہتا ہے رزق کی کشادگی عطا فرما دیتا ہے، کسی انسان کے بس میں نہیں ہے کہ دوسرے کے رزق میں کمی یا اضافہ کرسکے، تیسری صفت یہ کہ وہ نہایت طاقتور اور قوی ہے، اس سے بڑھ کر کوئی قوی نہیں ہے اور چوتھی صفت یہ کہ وہ "العزیز" ہے یعنی سب پر غالب ہے اور ہر قسم کی عزتوں کا وہی مستحق اور حقیقی مالک ہے، چونکہ اس آیت میں رزق کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کا ذکر آیا ہے، اس لیے اہل علم فرماتے ہیں کہ کثرت کے ساتھ اس آیت کی تلاوت رزق کی کشادگی کے لیے نہایت موثر ہے، جو لوگ رزق کی تنگی کا شکار ہوں، وہ نماز فجر کے بعد روزانہ ستر مرتبہ اس آیت کی تلاوت کرلیا کریں، اللہ تعالیٰ غیب سے رزق میں کشادگی فرمائے گا۔ انشاء اللہ ۲۰ اس آیت مبارکہ میں دنیا اور آخرت کے طلب گاروں کا انجام بیان کیا گیا ہے، دنیا میں رہتے ہوئے کچھ لوگ آخرت کے طلب گار ہوتے ہیں اور کچھ لوگ رہتے بھی دنیا میں ہیں اور ان کے دلوں میں طلب بھی دنیا کی ہوتی ہے، اصول یہ ہے کہ انسان جس مقصد کے لیے محنت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی محنت کو رائیگاں نہیں جانے دیتا، اس لیے جو شخص دنیا میں رہ کر دنیا کی بجائے آخرت کا طلب گار رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے آخرت عطا فرما دیتا ہے اور اسے اس کی توقع سے بڑھ کر مرحمت فرماتا ہے، بقدر ضرورت دنیا بھی اسے مل جاتی ہے اور جو شخص دنیا میں رہ کر صرف دنیا کی جستجو کرتا ہے، اسے دنیا صرف اتنی ہی ملتی ہے جتنی اس کے مقدر میں لکھی ہوتی ہے اور آخرت میں وہ ہر قسم کے اجر وثواب سے محروم ہوتا ہے، دلچسپ بات یہ ہے کہ یہاں "کھیتی" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، گویا دنیا اور آخرت میں سے ہر ایک کی مثال کھیت کی سی ہے، کھیت میں انسان جو کچھ بوتا ہے، اسی کی فصل کاٹتا ہے، یہ ممکن نہیں ہے کہ گندم کا بیج

وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٢٥﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ

وَ	يَعْفُوْا	عَنِ	السَّيِّاٰتِ	وَ	يَعْلَمُ	مَا	تَفْعَلُوْنَ ﴿٢٥﴾	وَ	يَسْتَجِيْبُ	الَّذِيْنَ
اور	درگزر کرتا ہے	سے	لغزشات کے	اور	جانتا ہے	جو کچھ	تم کرتے ہو	اور	قبول کرتا ہے	وہ لوگ جو

اور گناہوں سے درگزر کرتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ ﴿٢٥﴾ اور وہ اُن لوگوں کی پکار سنتا ہے

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ

اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	وَ	يَزِيْدُهُمْ	مِّنْ	فَضْلِهٖ	وَ	الْكٰفِرُوْنَ	لَهُمْ
ایمان لائے	اور	عمل کیے انہوں نے	اچھے	اور	بڑھا دیتا ہے انہیں	سے	اپنے فضل کے	اور	کفر کرنے والے	اُن کیلئے

جو ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک اعمال کیے اور وہ اپنے فضل سے اُنہیں مزید عطا فرماتا ہے اور کافروں کیلئے

عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ

عَذَابٌ	شَدِيْدٌ ﴿٢٦﴾	وَ	لَوْ	بَسَطَ	اللّٰهُ	الرِّزْقَ	لِعِبَادِهٖ	لَبَغَوْا	فِي	الْاَرْضِ
عذاب	سخت	اور	اگر	کشادہ کردے	اللہ	رزق	اپنے بندوں کیلئے	البتہ سرکشی کریں	بیچ	زمین کے

سخت عذاب ہے۔ ﴿٢٦﴾ اگر اللہ اپنے بندوں کا رزق کشادہ کردے تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگیں،

وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌ ۢ بَصِيْرٌ ﴿٢٧﴾ وَهُوَ الَّذِيْ

وَ	لٰكِنْ	يُّنَزِّلُ	بِقَدَرٍ	مَّا	يَشَآءُ	اِنَّهٗ	بِعِبَادِهٖ	خَبِيْرٌ	بَصِيْرٌ ﴿٢٧﴾	وَ	هُوَ	الَّذِيْ
اور	لیکن	نازل کرتا ہے	ایک اندازے سے	جو	وہ چاہتا ہے	بیشک وہ	اپنے بندوں سے	خوب باخبر	دیکھنے والا	اور	وہ	وہی جو

لیکن وہ ایک خاص اندازے سے جتنا چاہتا ہے رزق اتارتا ہے، بیشک وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر ہے، دیکھ رہا ہے۔ ﴿٢٧﴾ اور اللہ وہی ہے جو

يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ

يُنَزِّلُ	الْغَيْثَ	مِنْۢ	بَعْدِ	مَا	قَنَطُوْا	وَ	يَنْشُرُ	رَحْمَتَهٗ	وَ	هُوَ	الْوَلِيُّ
اتارتا ہے	بارش	سے	پیچھے	وہ جو	ناامید ہوگئے	اور	پھیلا دیتا ہے	اپنی رحمت	اور	وہ	کارساز

لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہی کارساز،

الْحَمِيْدُ ﴿٢٨﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا

الْحَمِيْدُ ﴿٢٨﴾	وَ	مِنْ	اٰيٰتِهٖ	خَلْقُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	مَا	بَثَّ	فِيْهِمَا
قابل تعریف	اور	سے	اس کی نشانیوں کے	پیدا کرنا	آسمانوں کو	اور	زمین کو	اور	وہ جو	بکھیر دیا	ان دونوں میں

قابل تعریف ہے۔ ﴿٢٨﴾ اور اُس کی قدرت کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق بھی ہے اور وہ جاندار بھی جو اُس نے

زمین میں بکھیر کر چاول کی فصل حاصل کی جاسکے، اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ گناہوں اور کفر و شرک کے بیج بکھیر کر انسان بدلے میں جنت کی فصل حاصل کرسکے۔ ﴿٢١﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے کفر و شرک اور باطل نظریات و خیالات کی سوالیہ انداز میں تردید کی گئی ہے کہ ان لوگوں نے جو نظریات اور عقائد اختیار کر رکھے ہیں اور جو خود ساختہ دین منتخب کر کے اس پر جمے بیٹھے ہیں، انہیں اس کی تاکید کس نے کی ہے؟ اللہ نے تو اس کی تاکید کبھی نہیں فرمائی، حالانکہ اس کا اختیار صرف اسی کے پاس ہے تو کیا انہوں نے اپنے بتوں اور مجسموں کی پیروی شروع کردی ہے؟ کیا وہ اپنے باطل معبودوں کے باطل نظریات اور عقائد کو حقیقی دین سمجھ بیٹھے ہیں؟ جس ڈھنگ سے وہ زندگی گزار رہے ہیں، کیا وہ طریقہ ان کے باطل معبودوں نے ان کے لیے مقرر کیا ہے؟ اگر بات ایسی ہے اور یقیناً ایسی ہی ہے تو پھر انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے جو اپنے مقررہ وقت پر آجائے گا، اللہ کے لیے اس عذاب کو ابھی نازل کرنا مشکل نہیں ہے لیکن اس نے ایک فیصلہ کن وقت مقرر کر رکھا ہے اور وہ اپنے تمام امور مقررہ اوقات پر ہی دنیا کے سامنے رونما فرماتا ہے اور اس میں بھی انسان کی بھلائی اور بہتری ہے کہ شاید توبہ کر کے سیدھے راستے پر چل پڑے۔ ﴿٢٢﴾ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن نیکوں اور بدوں کی حالت بیان کی گئی ہے کہ اس دن ظالم لوگ اپنے کفر و شرک اور گناہوں کی وجہ سے اپنے ہولناک اور عبرتناک انجام کا تصور کر کے خوفزدہ ہوں گے، کیونکہ جہنم ان کے سامنے دھاڑ رہی ہوگی، جن چیزوں کو وہ انہونیاں سمجھتے تھے، وہ سب ایک ایک کر کے رونما ہو رہی ہوں گی، اس لیے وہ نہایت دہشت زدہ ہوں گے اور چونکہ مجرموں کے لیے سزا کا فیصلہ کیا گیا ہے، اس لیے وہ سزا سے بچ بھی نہ سکیں گے، جبکہ ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کرنے والے لوگ بہترین قسم کے باغات میں من چاہی زندگی گزاریں گے، ان کی ہر خواہش

پوری کی جائے گی، ان کی کوئی تمنا ادھوری نہیں رہے گی اور ان کی ہر محرومی دور ہوجائے گی، یہی اصل کامیابی ہے اور اسی کے لیے انسان کو محنت کرنی چاہیے۔ ﴿٢٣﴾ اس آیت مبارکہ میں تین مضمون بیان کیے گئے ہیں، پہلے مضمون میں گزشتہ آیت کی طرف اشارہ کر کے اس کی تکمیل کی گئی ہے کہ اہل ایمان کے لیے جنت اور اس میں من چاہی زندگی کا جو ثواب بیان کیا گیا ہے، یہ اللہ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لیے بشارت اور خوشخبری ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حقیقی خوشخبری دیتا ہے، وہ جھوٹی خوشخبریاں نہیں دیتا، دوسرا مضمون رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے تعلق رکھتا ہے، مشرکین مکہ نے نبی اکرم ﷺ کو ایذا پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا تھا اور وہ اس قدر حد سے آگے بڑھ گئے تھے کہ نبی ﷺ سے ترک تعلق کی باقاعدہ دستاویز مرتب کر کے انہیں شعب ابی طالب میں محاصرے کی زندگی پر مجبور کر کے خوش ہو رہے تھے، حالانکہ ان لوگوں کے ساتھ نبی ﷺ کی خاندانی قرابت داری اور نسبی رشتہ داری تھی، قریش کا کوئی خاندان ایسا نہ تھا جس میں نبی ﷺ کی رشتہ داری نہ ہو، اہل عرب کا مزاج ایسا واقع ہوا تھا کہ خاندانی رشتہ داریوں کا بے حد خیال رکھتے تھے اور خاندان کی حمایت میں بعض اوقات بے موقع بھی کھڑے ہوجاتے تھے، یہاں تک کہ وہ ظالموں اور قاتلوں کے ساتھ بھی صرف نسبی تعلقات کی بنا پر کھڑے ہوجاتے تھے، لیکن نبی اکرم ﷺ کے معاملے میں قریش کا رویہ سمجھ سے بالاتر تھا، انہوں نے تو نبی ﷺ کے خلاف باقاعدہ محاذ بنالیا، تمام خاندانی قرابتوں اور رشتہ داریوں کو پس پشت ڈال کر انہیں بے پناہ اذیتیں دیں، یہاں اسی پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے کہ اے گروہ قریش! میں جو دعوت اور پیغام اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس لایا ہوں، اس کا مقصد مال و دولت کے ذخیرے جمع کرنا، اپنی حکومت اور سلطنت قائم کرنا یا حسن و جمال کی تلاش میں نکلنا نہیں ہے، میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنے رب کا پیغام آزادی کے ساتھ اس کی مخلوق کو پہنچا

مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ

مِنْ	دَآبَّةٍ	وَ	هُوَ	عَلٰى	جَمْعِهِمْ	اِذَا	يَشَآءُ	قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾	وَ	مَآ	اَصَابَكُمْ	مِّنْ
سے	چوپایہ	اور	وہ	پر	انہیں جمع کرنے کے	جب	وہ چاہتا ہے	قدرت والا	اور	وہ جو	تمہیں پہنچے	سے

ان دونوں میں بکھیر رکھے ہیں، اور وہ جب چاہے انہیں جمع کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ ﴿۲۹﴾ اور تم پر جو کوئی مصیبت

مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾ وَمَآ اَنْتُمْ

مُّصِيْبَةٍ	فَبِمَا	كَسَبَتْ	اَيْدِيْكُمْ	وَ	يَعْفُوْا	عَنْ	كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾	وَ	مَآ	اَنْتُمْ
کوئی مصیبت	تو اس وجہ سے جو	کمایا	تمہارے ہاتھوں نے	اور	درگزر کرتا ہے وہ	سے	بہت سارے	اور	نہیں	تم

بھی آتی ہے، وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے آتی ہے اور وہ بہت سے گناہ معاف بھی کر دیتا ہے۔ ﴿۳۰﴾ اور تم اُسے

بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ

بِمُعْجِزِيْنَ	فِى	الْاَرْضِ	وَ	مَا	لَكُمْ	مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	مِنْ	وَّلِيٍّ
عاجز کرنے والے	بیچ	زمین کے	اور	نہیں	تمہارے لئے	سے	علاوہ	اللہ کے	سے	کوئی دوست

زمین میں عاجز نہیں کر سکتے، اور اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی دوست ہے

وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ

وَّ	لَا	نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾	وَمِنْ	اٰيٰتِهِ	الْجَوَارِ	فِى	الْبَحْرِ	كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾	اِنْ	يَّشَاْ	يُسْكِنِ
اور	نہ	کوئی مددگار	اور سے	اس کی نشانیوں کے	چلتے جہاز	بیچ	سمندر کے	جیسے پہاڑ	اگر	وہ چاہے	روک دے

اور نہ مددگار۔ ﴿۳۱﴾ اور اُس کی قدرت کی نشانیوں میں سے سمندر میں پہاڑ جیسے چلتے ہوئے جہاز بھی ہیں۔ ﴿۳۲﴾ اگر وہ چاہے تو ہواؤں کو

الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ

الرِّيْحَ	فَيَظْلَلْنَ	رَوَاكِدَ	عَلٰى	ظَهْرِهٖ	اِنَّ	فِىْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّكُلِّ	صَبَّارٍ
ہواؤں کو	تو رہ جائیں وہ	جمے ہوئے	پر	اس کی سطح کے	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانیاں	ہر ایک	صبر کرنے والے

روک دے، پھر وہ اُس کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں، بیشک اس میں ہر صبر کرنے والے، شکر گذار کیلئے

شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ

شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾	اَوْ	يُوْبِقْهُنَّ	بِمَا	كَسَبُوْا	وَيَعْفُ	عَنْ	كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾	وَّ	يَعْلَمَ	الَّذِيْنَ
شکر کرنے والے	یا	ہلاک کر دے انہیں	بدلے اس کے جو	کمایا انہوں نے	اور درگزر کرتا ہے	سے	بہت سارے	اور	جان لیں	وہ لوگ جو

نشانیاں ہیں۔ ﴿۳۳﴾ یا اُنہیں اُن کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دے، اور بہت سوں کو معاف بھی کرے۔ ﴿۳۴﴾ اور تا کہ وہ لوگ جان لیں

ع ۳ (۲)

سکوں، اگر تم میری دعوت قبول نہیں کرتے تو تمہاری مرضی ہے، لیکن خاندانی قرابت داری اور نسبی رشتہ داری کا اتنا لحاظ تو کرو کہ اپنے ظلم و ستم اور ایذا رسانیوں سے ہاتھ اٹھالو اور مجھے آزادی کے ساتھ اپنا فریضہ ادا کرنے دو، آیت کی یہ تفسیر اس کے الفاظ کے ساتھ بھی مناسبت رکھتی ہے اور معتبر و محقق مفسرین نے اسی کو راجح قرار دیا ہے، تیسرے مضمون میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ جو شخص نیکی کی راہ اختیار کر کے ایک نیکی کرتا ہے، ہم اس کی خوبی اور حسن میں مزید اضافہ کر دیتے ہیں، اس سے نیکی میں نکھار آتا ہے، مزید نیکیوں کی توفیق ملتی ہے اور آخرت کا اجر و ثواب بھی بڑھتا جاتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ انسان اپنی حلال کمائی میں سے ایک کھجور صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بڑھاتے بڑھاتے احد پہاڑ کے برابر پہنچا دیتا ہے، اسی بنا پر آیت کا اختتام اللہ تعالیٰ کی دو صفتوں پر کیا گیا ہے، ایک یہ کہ وہ نہایت بخشنے والا ہے اور دوسری یہ کہ وہ نہایت قدردان ہے۔ ﴿۲۴﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے اس الزام کا جواب دیا گیا ہے کہ قرآن کریم کو محمد ﷺ نے خود گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے، یہ اللہ کا کلام نہیں ہے؟ شاید یہ مشرک اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے دائرہ اختیار کی وسعت سے ناواقف ہیں، وہ اس بات سے بھی بے خبر ہیں کہ یہ الزام لگا کر وہ کتنی بڑی جرأت کا ارتکاب کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کا تقاضا یہ ہے کہ جو لوگ اس کی طرف جھوٹی باتوں کی نسبت کریں، وہ انہیں سزا دے تا کہ آئندہ دوبارہ کوئی اس کا تصور بھی نہ کر سکے، اگر کوئی مقرب بارگاہ بھی ایسی گستاخی کرتا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی سزا سے ضرور دوچار کرتا، لیکن یہ اس کا حسن انتخاب اور حسن تربیت ہے کہ کسی ایک بھی منتخب اور مقرب بندے نے ایسا نہیں کیا اور اللہ نے ہر زمانے میں حق کو ثابت اور باطل کو ملیامیٹ کر کے دکھایا ہے اور اب بھی ایسا ہی کرے گا کیونکہ وہ سینوں کے رازوں سے بھی واقف ہے اور جانتا ہے کہ کس کے دل میں کیا چھپا ہے؟ ﴿۲۵﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی صفت یہ کہ وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے، یہ جملہ نہایت معنی خیز ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے گنہگار لوگوں کو بھی اپنے بندوں کی فہرست سے خارج نہیں کیا ہے اور ان کے گناہوں کے باوجود انہیں اپنا بندہ ہی قرار دیا ہے، نیز اس میں توبہ قبول کرنے والوں سے قبولیت توبہ کا وعدہ بھی کیا گیا ہے اور یہ بھی اسلوب بیان ہی کا حصہ ہے کہ اللہ ہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے، مطلب یہ کہ اس کے علاوہ کون ہے جو بندوں کی توبہ قبول کر سکے؟ دوسری صفت یہ کہ وہ لغزشات سے درگزر کرتا ہے اور اتنی درگزر کرتا ہے کہ اگر کوئی بندہ بار بار لغزشات کا ارتکاب کرے اور ہر مرتبہ معافی مانگ لے، خواہ ایک دن میں سینکڑوں مرتبہ ایسا کرے، وہ پھر بھی درگزر سے کام لیتا ہے اور بندے کے معافی طلب کرنے پر اسے معاف کر دیتا ہے کیونکہ اسے معاف کرنا پسند ہے، تیسری صفت یہ ہے کہ بندے جو کچھ کرتے ہیں، وہ سب اس کے علم میں ہے، بندوں کا کوئی قول، فعل اور عمل اس کے علم سے باہر نہیں ہے، اس کا علم کامل ہے اور اس کے علم میں ہر چیز کا احاطہ ہے، اللہ کے علم کے ساتھ پوری کائنات کے علم کو اتنی بھی نسبت نہیں ہے جتنی ایک قطرے کو سمندر کے ساتھ ہوتی ہے۔ ﴿۲۶﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب کی وعید بیان کی گئی ہے، پہلی صفت یہ کہ جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ پر مشتمل زندگی گزارتے رہے، اللہ تعالیٰ ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کو قبول فرماتا ہے، ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے اور ان کی نیکیوں کو شرف قبولیت عطا فرماتا ہے، دوسری صفت یہ کہ وہ اپنے مومن بندوں کو ان کے ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے جو اجر و ثواب عطا فرمائے گا، اس میں اپنے فضل و کرم سے مزید اضافہ فرمائے گا، یعنی وعدے سے بڑھ کر عطا فرمائے گا، یوں تو انسان کا جنت میں داخلہ ہی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے

يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ

يُجَادِلُوْنَ	فِيْٓ	اٰيٰتِنَا ؕ	مَا	لَهُمْ	مِّنْ	مَّحِيْصٍ ۳۵	فَمَآ	اُوْتِيْتُمْ	مِّنْ
جھگڑتے ہیں	بیچ	ہماری آیتوں کے	نہیں	ان کیلئے	سے	خلاصی کی جگہ	سو جو کچھ	تم دیئے گئے ہو	سے

جو ہماری آیتوں کے حوالے سے جھگڑا کرتے ہیں، کہ اُن کیلئے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ ۳۵ سو تمہیں جو کچھ بھی

شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ

شَيْءٍ	فَمَتَاعُ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا ۚ	وَ	مَا	عِنْدَ	اللّٰهِ	خَيْرٌ	وَّاَبْقٰى	لِلَّذِيْنَ
کچھ بھی	تو سامان	زندگی کا	دنیا کی	اور	جو کچھ	پاس	اللہ کے	زیادہ بہتر	اور زیادہ باقی رہنے والا	ان لوگوں کیلئے جو

ملا ہے وہ دنیوی زندگی کا سازوسامان ہے، اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اُن لوگوں کیلئے زیادہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے

اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ

اٰمَنُوْا	وَ	عَلٰى	رَبِّهِمْ	يَتَوَكَّلُوْنَ ۳۶	وَ	الَّذِيْنَ	يَجْتَنِبُوْنَ	كَبٰٓئِرَ	الْاِثْمِ
ایمان لائے	اور	پر	اپنے رب کے	وہ بھروسہ کرتے ہیں	اور	جو لوگ	بچتے ہیں	بڑے	گناہوں سے

جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ ۳۶ اور وہ لوگ جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے

وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا

وَالْفَوَاحِشَ	وَ	اِذَا مَا	غَضِبُوْا	هُمْ	يَغْفِرُوْنَ ۳۷	وَ	الَّذِيْنَ	اسْتَجَابُوْا
اور بے حیائی کے کاموں سے	اور	جب بھی	وہ غصے میں ہوں	وہ	درگزر کر دیتے ہیں	اور	وہ لوگ	قبول کیا انہوں نے

اجتناب کرتے ہیں اور جب غصے میں آتے ہیں تو درگزر کر دیتے ہیں۔ ۳۷ اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کا حکم

لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

لِرَبِّهِمْ	وَ	اَقَامُوا	الصَّلٰوةَ ۪	وَ	اَمْرُهُمْ	شُوْرٰى	بَيْنَهُمْ ۪	وَ	مِمَّا	رَزَقْنٰهُمْ
اپنے رب کیلئے	اور	قائم کی انہوں نے	نماز	اور	ان کا معاملہ	مشورہ کرکے	آپس میں	اور	اس سے جو	ہم نے انہیں دیا

مانا، اور نماز قائم کی، اور اُن کے معاملات باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں، اور وہ ہمارے دیئے ہوئے میں سے

يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾

يُنْفِقُوْنَ ۳۸	وَ	الَّذِيْنَ	اِذَآ	اَصَابَهُمُ	الْبَغْيُ	هُمْ	يَنْتَصِرُوْنَ ۳۹
خرچ کرتے ہیں	اور	وہ لوگ	جب	پہنچے انہیں	کوئی ناانصافی	وہ	بدلہ لے لیتے ہیں

خرچ کرتے ہیں۔ ۳۸ اور وہ لوگ کہ جب اُن پر کوئی ناانصافی ہو تو وہ بدلہ بھی لے لیتے ہیں۔ ۳۹

ہوگا، اس کے علاوہ بھی ان پر ہر لمحے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور احسان ہوگا، باقی رہے کافر اور مجرم تو وہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں گے اور اس عذاب سے انہیں بچانے والا بھی کوئی نہ ہوگا۔ ۲۷ اس آیت مبارکہ میں لوگوں کے رزق کی کشادگی اور تنگی کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے، بعض اوقات انسان کے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے رزق کی وسعت اور کشادگی عطا فرما دیتا تو اس کے خزانوں میں کوئی کمی تو واقع نہ ہو جاتی، فلاں آدمی اس قدر غریب ہے کہ ایک ایک لقمے کو ترستا ہے، اگر اللہ تعالیٰ اسے بقدر ضرورت ہی عطا فرما دیتا تو وہ محتاجی سے بچ جاتا اور اللہ تعالیٰ کو کوئی فرق نہ پڑتا، یہ جملے بھی سننے میں آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نظام بھی عجیب ہے، غریب پہلے سے زیادہ غریب تر ہوتا جا رہا ہے اور امیر پہلے سے زیادہ امیر تر ہوتا جا رہا ہے، ایک آدمی کو کھانے کے لیے روٹی نہیں ملتی اور دوسرے آدمی کو اپنی دولت کا اندازہ نہیں ہوتا، ایک شخص علاج کے لیے ایڑیاں رگڑتا ہے اور دوسرے کے سرہانے ماہر سرجن اور سپیشلسٹ ڈاکٹروں کی قطار لگی ہوتی ہے، ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام اور فیصلے میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے، اس لیے غربت اور امارت کے معاملے میں بھی اس کا ہر فیصلہ نہایت گہری حکمتوں پر مبنی ہوتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ ہمیں اس کی حکمت معلوم ہو یا نہ ہو، یہاں اس کی صرف ایک حکمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کس شخص کا رزق کشادہ کرنا ہے اور کس کا رزق تنگ رکھنا ہے، سوان دونوں کے حق میں بہتر وہی ہے جس کا فیصلہ اللہ نے فرما رکھا ہے، اس لیے کہ اگر رزق کی تنگی میں مبتلا آدمی کا رزق کشادہ کر دیا جائے تو وہ مال و دولت کے چکر میں پڑ کر سرکشی اور گناہ پر دلیر ہو جائے، وہ قارون کی طرح ہو جائے، وہ شداد اور نمرود کا رویہ اختیار کرلے اور وہ مال کی محبت میں اس قدر آگے بڑھ جائے کہ حقوق کو پامال کر دے، فرائض کو پس پشت ڈال دے اور اللہ تعالیٰ کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو جائے، جیسے ڈاکٹر کسی مریض کو کسی حلال چیز سے پرہیز کرواتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر اس مریض نے وہ چیز کھائی تو اس کی صحت یا جان کو شدید قسم کے خطرات لاحق ہو سکتے ہیں، مریض بھی ڈاکٹر سے شکوہ نہیں کرتا کہ آپ مجھے فلاں چیز کھانے سے کیوں منع کر رہے ہیں؟ انسان کو اللہ تعالیٰ پر اتنا تو ایمان رکھنا چاہیے کہ اگر وہ مجھے دنیا سے پرہیز کروا رہا ہے تو یقیناً اس میں بھی میری ہی بھلائی اور فلاح ہوگی کیونکہ وہ زیادہ باخبر اور زیادہ دیکھنے والا ہے۔ ۲۸ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی چار صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی صفت یہ کہ جب انسان مایوس ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بارش برسا دیتا ہے، یعنی جب ظاہری اسباب منقطع ہو جاتے ہیں اور دور دور تک بارش کے کوئی آثار نظر نہیں آتے، لوگ قحط سالی سے پریشان ہوتے ہیں، خشک سالی سے فصلیں متاثر ہوتی ہیں، زمین اپنی پیداوار روک لیتی ہے اور انسان کو توقع نہیں رہتی کہ آج بارش ہوگی، یکا یک وہ باران رحمت نازل فرما دیتا ہے اور ظاہری اسباب کی احتیاج کے بغیر وہ اپنے بندوں کو سیراب کر دیتا ہے، یہی حال روحانی اور ایمانی بارش کا ہے کہ جب چاروں طرف کفر کی خشک سالی سے لوگوں کے دل ویران اور بنجر ہو رہے ہوں اور ظاہری طور پر ان میں زندگی کے آثار پیدا کرنے کا کوئی سبب نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر توجہ فرماتا اور ان کے لیے ایمانی اور روحانی بارش برساتا ہے، تا کہ انہیں نئی زندگی اور تازہ روح دستیاب ہو سکے، دوسری صفت یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت پھیلاتا ہے، چنانچہ لوگوں کی ضرورت کے وقت بارش برسانا بھی اس کی رحمت کا حصہ ہے، ٹھنڈی ہوائیں چلانا اور جسم کی تازگی کے اسباب فراہم کرنا بھی اس کی رحمت کا حصہ ہے اور جب وہ اپنی رحمت کے دروازے کھولتا ہے تو پوری دنیا اس سے فیض یاب ہوتی ہے، یہی حال انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت ہے کہ انہیں بھیج کر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی رحمت کشادہ

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ

وَ	جَزٰٓؤُا	سَيِّئَةٍ	سَيِّئَةٌ	مِّثْلُهَا	فَمَنْ	عَفَا	وَ	اَصْلَحَ	فَاَجْرُهٗ	عَلَى	اللّٰهِ
اور	بدلہ	برائی کا	برائی	اس جیسی	تو جو کوئی	درگزر کرے	اور	صلح کرلے	تو اس کا ثواب	پر	اللہ کے

اور برائی کا بدلہ اُس جیسی برائی ہی ہے، پھر جو درگزر کر دے اور صلح کرلے تو اُس کا اجر اللہ کے ذمے ثابت ہو گیا،

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝٤٠ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا

اِنَّهٗ	لَا	يُحِبُّ	الظّٰلِمِيْنَ ۝	وَ	لَمَنِ	انْتَصَرَ	بَعْدَ	ظُلْمِهٖ	فَاُولٰٓئِكَ	مَا
بیشک وہ	نہیں	پسند کرتا	ظالموں کو	اور	البتہ جو کوئی	بدلہ لے لے	پیچھے	اپنے اوپر ظلم کے	تو وہ لوگ	نہیں

بیشک وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ [٤٠] اور جو شخص اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے لے تو ایسے لوگوں پر

عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝٤١ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ

عَلَيْهِمْ	مِّنْ	سَبِيْلٍ ۝	اِنَّمَا	السَّبِيْلُ	عَلَى	الَّذِيْنَ	يَظْلِمُوْنَ	النَّاسَ
ان پر	سے	کوئی راستہ	وہ تو صرف	راستہ	پر	ان لوگوں کے جو	ظلم کرتے ہیں	لوگوں پر

کوئی الزام نہیں ہے۔ [٤١] الزام تو اُن لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں

وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٤٢ وَلَمَنْ

وَ	يَبْغُوْنَ	فِي	الْاَرْضِ	بِغَيْرِ	الْحَقِّ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ۝	وَ	لَمَنْ
اور	سرکشی کرتے ہیں	بیچ	زمین کے	بغیر	حق کے	وہی لوگ	ان کیلئے	عذاب	دردناک	اور	البتہ جو

اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں، اُنہی لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہے۔ [٤٢] اور جو شخص

صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝٤٣ ع وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

صَبَرَ	وَغَفَرَ	اِنَّ	ذٰلِكَ	لَمِنْ	عَزْمِ	الْاُمُوْرِ ۝	وَ	مَنْ	يُّضْلِلِ	اللّٰهُ	فَمَا	لَهٗ
صبر کرے	اور معاف کردے	بیشک	وہ	البتہ سے	ہمت کے	کاموں سے	اور	جسے	گمراہ کردے	اللہ	تو نہیں	اس کیلئے

صبر کرے اور معاف کر دے، تو بیشک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ [٤٣] اور اللہ جسے گمراہ کر دے، اُس کے علاوہ

مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ

مِنْ	وَّلِيٍّ	مِّنْ	بَعْدِهٖ	وَتَرَى	الظّٰلِمِيْنَ	لَمَّا	رَاَوُا	الْعَذَابَ	يَقُوْلُوْنَ	هَلْ
سے	کوئی دوست	سے	اس کے پیچھے	اور تو دیکھے گا	ظالموں کو	جب	دیکھیں گے وہ	عذاب کو	کہیں گے وہ	کیا

اُس کا کوئی دوست نہیں ہو سکتا، اور آپ ظالموں کو دیکھیں گے کہ جب اُنہیں عذاب دکھائی دے گا تو وہ کہیں گے کہ کیا

فرمادیتا ہے، تیسری صفت یہ کہ وہ "الولی" ہے یعنی ہر ایک کے کام وہی بناتا ہے، وہی مختار کل ہے اور وہی سب کا ولی ہے، چوتھی صفت یہ کہ وہ "الحمید" ہے یعنی ایسی قابل تعریف ذات جس میں تمام کمالات جمع ہوں، کوئی کمال اور خوبی اس کی ذات سے باہر نہ ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی پر "الحمید" کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ [٢٩] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دو نشانیاں بیان کی گئی ہیں، پہلی نشانی اس کی مخلوق ہے جس میں زمین و آسمان بھی شامل ہیں اور وہ تمام خلوق بھی جو زمین و آسمان میں بکھری پڑی ہے، ان میں سے کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی پیدا نہیں کرسکتا اور دوسری یہ کہ وہ جب چاہے ان سب کو جمع کرنے پر بھی مکمل قدرت رکھتا ہے، اس کے لیے انہیں دوبارہ جمع کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ [٣٠] اس آیت مبارکہ میں انسان پر آنے والی مصیبتوں کا اصل سبب اس کے اپنے اعمال اور کرتوتوں کو قرار دیا گیا ہے اور آخری جملے میں حق تعالیٰ کی صفت عفو و درگزر کو بیان کیا گیا ہے کہ انسان کے اعمال جس نوعیت کی سزا کا تقاضا کرتے ہیں، بسا اوقات اللہ تعالیٰ اسے وہ سزا دیتا ہی نہیں ہے، اکثر اوقات وہ درگزر کردیتا ہے اور کبھی کبھار گرفت فرمالیتا ہے، لیکن جب وہ گرفت فرماتا ہے تو اس میں وہ اپنے بندے پر ظلم نہیں کرتا، کیونکہ ظلم عیب ہے اور وہ ہر عیب
ع ٤ / ١٤ / ٥
سے پاک ہے، اس نے ازل میں ہی اپنے اوپر ظلم کو حرام قرار دے لیا تھا لہٰذا نہ وہ ظلم کرتا ہے اور نہ ہی کسی کو اس کی اجازت دیتا ہے، اس لیے بندے کی گرفت اور پکڑ کا سبب خود اس کے اپنے اعمال ہوتے ہیں، عام طور پر انسان کی توجہ اس طرف نہیں جاتی اور وہ خود کو کبھی بھی قصوروار نہیں سمجھتا، وہ دوسروں کے عیوب اور گناہوں کو تلاش کرتا ہے اور اپنے عیبوں کی ہمیشہ پردہ پوشی چاہتا ہے، بلکہ اکثر اوقات وہ اپنے عیبوں کو عیب سمجھنے کے لیے تیار بھی نہیں ہوتا۔ [٣١] اس آیت مبارکہ میں انسانوں کی بے بسی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قوت بیان کی گئی ہے، انسان زمین کے کسی کونے میں چلا جائے، سمندر کی تہہ میں اتر جائے، پہاڑ کی کھوہ میں چھپ جائے یا پاتال کی گہرائیوں میں روپوش ہوجائے، وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتا، وہ اس کی سلطنت کی حدود سے نہیں نکل سکتا، وہ اس کے اختیار کو چیلنج نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ کے علاوہ انسان کا کوئی کارساز نہیں ہے، اس کے علاوہ اس کا کوئی مددگار نہیں ہے، وہ جس کی مدد کرے، وہ ہر ایک کی مدد سے مستغنی ہوجاتا ہے اور وہ جس سے منہ موڑ لے، کسی کی مدد اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ [٣٢] اس آیت مبارکہ میں سمندر میں چلنے والے بحری جہازوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی قرار دیا گیا ہے، انسان قدرت کی اس نشانی پر غور کرے کہ آخر پہاڑ جیسے بڑے بڑے بحری جہاز سمندر کے پانی میں کس کی قدرت سے چل رہے ہیں؟ وہ کون ہے جو انہیں سمندر میں ڈوبنے سے بچاتا ہے؟ وہ کون ہے جو انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتا ہے؟ وہ کون ہے جو ان جہازوں کی نقل و حرکت سے انسان کو روزگار فراہم کرتا اور ان کی معیشت کے اسباب کو درست کرتا ہے؟ ان تمام سوالات کا جواب صرف ایک لفظ "اللہ" ہے جو اپنے نام میں بھی یکتا ہے، اپنی ذات میں بھی منفرد ہے اور اپنی صفات میں بھی بے مثل و بے مثال ہے۔ [٣٣] اس آیت مبارکہ میں بحری جہازوں کے حوالے سے ایک اہم پہلو کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ ان پہاڑ جیسے جہازوں کا سمندر کی موجوں کو پھاڑتے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہونا بھی قدرت کی نشانی ہے، یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ وہ اس کے لیے موافق ہوائیں چلادیتا ہے، اگر ہوا ناموافق ہو تو جہاز حادثے کا شکار ہوجاتا ہے اور اگر ہوا بالکل بند ہوجائے تو تمام بادبانی جہاز دریا کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں، ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکیں، صبر و شکر سے کام لینے والے لوگ اس پہلو سے بھی قدرت کی نشانیوں پر غور و فکر کرتے ہیں۔ [٣٤] اس آیت مبارکہ میں بحری سفر کرنے والوں کو اس بات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ تم لوگ سمندری سفر کرتے ہوئے اس پہلو کو فراموش کیوں

اِلٰی مَرَدٍّ مِّنْ سَبِیْلٍ ﴿٤٤﴾ وَ تَرٰىهُمْ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا خٰشِعِیْنَ مِنَ

اِلٰی	مَرَدٍّ	مِّنْ	سَبِیْلٍ ﴿٤٤﴾	وَ تَرٰىهُمْ	یُعْرَضُوْنَ	عَلَیْهَا	خٰشِعِیْنَ	مِنَ
طرف	لوٹنے کی جگہ کے	سے	کوئی راستہ	اور تُو انہیں دیکھے گا	پیش کیے گئے	اس پر	جھکے ہوئے	سے

واپس جانے کا کوئی راستہ ہے؟ [٣٤] اور آپ اُنہیں دیکھیں گے کہ اُنہیں جہنم کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے، اُن کی آنکھیں ذلت کی وجہ سے

الذُّلِّ یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّ ؕ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ

الذُّلِّ	یَنْظُرُوْنَ	مِنْ	طَرْفٍ	خَفِیٍّ ؕ	وَ	قَالَ	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْۤا	اِنَّ
ذلت کے	دیکھتے ہوں گے وہ	سے	نگاہ کے	نیچی	اور	کہا	ان لوگوں نے جو	ایمان لائے	بیشک

جھکی ہوئی ہیں، اور نیچی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں، اور اہلِ ایمان کہتے ہیں کہ

الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَاۤ

الْخٰسِرِیْنَ	الَّذِیْنَ	خَسِرُوْۤا	اَنْفُسَهُمْ	وَ	اَهْلِیْهِمْ	یَوْمَ	الْقِیٰمَةِ ؕ	اَلَاۤ
نقصان والے	وہ لوگ	نقصان کیا انہوں نے	اپنی جانوں کا	اور	اپنے گھر والوں کا	دن	قیامت کے	آگاہ رہو

اصل خسارے میں تو وہ لوگ رہے جنہوں نے قیامت کے دن اپنا اور اپنے اہلِ خانہ کا نقصان کر لیا، آگاہ رہو

اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ فِیْ عَذَابٍ مُّقِیْمٍ ﴿٤٥﴾ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِیَآءَ

اِنَّ	الظّٰلِمِیْنَ	فِیْ	عَذَابٍ	مُّقِیْمٍ ﴿٤٥﴾	وَ	مَا	كَانَ	لَهُمْ	مِّنْ	اَوْلِیَآءَ
بیشک	ظلم کرنے والے	بیچ	عذاب کے	دائمی	اور	نہیں	ہے	ان کیلئے	سے	بہت سے دوست

کہ ظالم دائمی عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ [٣٥] اور اللہ کے علاوہ اُن کے کوئی مددگار نہ

یَّنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ

یَنْصُرُوْنَهُمْ	مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ ؕ	وَ	مَنْ	یُّضْلِلِ	اللّٰهُ	فَمَا	لَهٗ	مِنْ
مدد کریں وہ ان کی	سے	علاوہ	اللہ کے	اور	جسے	گمراہ کردے	اللہ	تو نہیں	اس کیلئے	سے

ہوں گے جو اُن کی مدد کر سکیں، اور اللہ جسے گمراہ کر دے، اُس کیلئے کہیں راستہ

سَبِیْلٍ ﴿٤٦﴾ اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ

سَبِیْلٍ ﴿٤٦﴾	اِسْتَجِیْبُوْا	لِرَبِّكُمْ	مِّنْ	قَبْلِ	اَنْ	یَّاْتِیَ	یَوْمٌ	لَّا	مَرَدَّ	لَهٗ
کوئی راستہ	قبول کرو تم	اپنے رب کیلئے	سے	پہلے	یہ کہ	آجائے	وہ دن	نہیں	کوئی ٹالنے کی جگہ	اس کیلئے

نہ ہوگا۔ [٣٦] تم اپنے رب کی پکار کو قبول کر لو، اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جسے اللہ کے مقابلے میں

کر دیتے ہو کہ اگر اللہ تمہیں تمہارے اعمال اور کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک یا تباہ و برباد کرنا چاہے تو اس کے لیے یہ کچھ مشکل نہیں ہے، یہ الگ بات ہے کہ اس کے باوجود وہ بہت سے لوگوں سے درگزر فرماتا ہے اور فوری طور پر ان کی گرفت نہیں فرماتا۔ [٣٥] اس آیت مبارکہ میں سمندری طوفان اور جہازوں کی تباہی اور غرقابی کا ایک سبب بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ جن لوگوں کو ہماری قدرت میں شک ہے اور وہ ہماری آیتوں کی صداقت کو چیلنج کرتے اور ان کے حوالے سے تکرار کرتے رہتے ہیں، انہیں معلوم ہو جائے کہ جب ہماری طرف سے گرفت اور پکڑ کا فیصلہ ہوتا ہے تو پھر اس سے نجات اور خلاصی کا کوئی راستہ نہیں بچتا اور انسان ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی اس کے شکنجے سے نہیں نکل سکتا۔ [٣٦] اس آیت مبارکہ میں دنیا اور آخرت کی نعمتوں کے درمیان موازنہ کیا گیا ہے کہ دنیا اور اس کی تمام نعمتیں "متاع" ہیں اور "متاع" ان چیزوں کو کہا جاتا ہے جن سے ایک مقررہ وقت تک فائدہ اٹھایا جاتا ہے، اس کے بعد وہ فنا اور ختم ہو جاتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ دنیا کی نعمتوں سے انسان ایک مقررہ وقت تک فائدہ اٹھاتا ہے، پھر وہ ان نعمتوں کو کیا، دنیا ہی کو چھوڑ جاتا ہے، اس کے مقابلے میں آخرت اور وہاں کی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی ہیں، ان پر کبھی فنا نہ آئے گی اور وہ کبھی ختم نہ ہوں گی، چونکہ کافر آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اس لیے وہ وہاں کی پائیدار اور باقی رہنے والی نعمتوں کے حقدار کبھی نہیں ہوں گے، ان کے حقدار صرف وہ لوگ ہوں گے جو اپنے رب پر ایمان لے آئیں اور اس پر مکمل اعتماد اور توکل کریں، ایسے لوگوں کی کچھ صفات اور خوبیاں ہیں جن کا تذکرہ اگلی آیات میں تفصیل کے ساتھ آ رہا ہے۔ [٣٧] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی دو صفتیں ذکر کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں کیونکہ کبیرہ گناہ اور بے حیائی کے کام انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور کرتے اور اس کی روحانی ترقی میں رکاوٹ بنتے ہیں، اور دوسری صفت یہ کہ وہ غصے کے وقت ضبطِ نفس سے کام لیکر معافی اور درگزر کو ترجیح دیتے ہیں، کیونکہ اگر انسان غصے کے وقت اپنے نفس کے جذبات سے مغلوب ہو جائے تو اس کے لیے خود کو حدِ اعتدال میں رکھنا مشکل ہو جاتا ہے اور عام طور پر وہ حد سے تجاوز کر کے ظلم اور گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے احادیث مبارکہ میں غصے کے وقت درگزر سے کام لینے کی حوصلہ افزائی اور تعریف کی گئی ہے۔ [٣٨] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی مزید چار صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ اپنے رب کا حکم مانتے ہیں، اس کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں اور کسی قیمت پر اس کی نافرمانی نہیں کرتے، دوسری یہ کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں یعنی جماعت کے ساتھ نماز کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں اور اسے اس کے آداب اور شرائط کی رعایت کے ساتھ ادا کرتے ہیں، تیسری یہ کہ وہ اجتماعی معاملات ایک دوسرے کے مشورے سے طے کرتے ہیں، مشورہ دوسروں سے رائے لینے کو کہتے ہیں بعض اوقات کسی معاملے میں انسان کی اپنی فہم و فراست اس کے ایک پہلو تک محدود ہو جاتی ہے، دوسروں سے مشورہ کرنے کی صورت میں اس کے دوسرے پہلو بھی سامنے آجاتے ہیں جو خود اس کی نظروں سے اوجھل تھے اور انسان کے لیے فیصلہ کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مشورہ اسی شخص سے کرنا چاہیے جو صاحب الرائے بھی ہو اور صائب الرائے بھی ہو، ورنہ مشورے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مشورہ انہی امور میں ہو سکتا ہے جن میں رائے کا عمل دخل ہو، چنانچہ قرآن و سنت کے واضح احکام پر عمل کرنے میں مشورہ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا، کیونکہ ان پر عمل کرنا ہر حال میں ضروری ہے، مشورے کی اہمیت اس طرح بھی معلوم ہوتی ہے کہ نہ صرف یہ کہ نبی علیہ السلام اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم مشورے سے کام کرتے تھے، بلکہ اسلام کا نظامِ خلافت ہی شورائیت پر مبنی ہے، اس میں ذاتی

مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿٤٧﴾

مِنَ	اللّٰهِ	مَا	لَكُمْ	مِّنْ	مَّلْجَاٍ	يَّوْمَئِذٍ	وَّ	مَا	لَكُمْ	مِّنْ	نَّكِيْرٍ
سے	اللہ کے	نہیں	تمہارے لئے	سے	کوئی پناہ گاہ	اس دن	اور	نہیں	تمہارے لئے	سے	کوئی کرنا

کوئی ٹال نہ سکے گا، اُس دن تمہارے لیے نہ بچنے کی کوئی جگہ ہو گی اور نہ ہی تمہارے لیے کرنے کا موقع ہوگا۔ ﴿٤٧﴾

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ

فَاِنْ	اَعْرَضُوْا	فَمَآ	اَرْسَلْنٰكَ	عَلَيْهِمْ	حَفِيْظًا	اِنْ	عَلَيْكَ
سو اگر	وہ منہ پھیریں	تو نہیں	بھیجا ہم نے تجھے	ان پر	نگہبان	نہیں	تیرے ذمے

پھر اگر وہ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو اُن پر نگاہ رکھنے والا بنا کر نہیں بھیجا، آپ کے ذمے تو صرف

اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ

اِلَّا	الْبَلٰغُ	وَ	اِنَّآ	اِذَآ	اَذَقْنَا	الْاِنْسَانَ	مِنَّا	رَحْمَةً	فَرِحَ	بِهَا	وَ	اِنْ
مگر	پہنچا دینا	اور	بیشک ہم	جب	چکھادیں	انسان کو	اپنے سے	رحمت	خوش ہوجائے	اس سے	اور	اگر

پہنچا دینا ہے، اور بیشک ہم انسان کو جب اپنی کسی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس پر اتراتا ہے، اور اگر

تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿٤٨﴾ لِلّٰهِ

تُصِبْهُمْ	سَيِّئَةٌ	بِمَا	قَدَّمَتْ	اَيْدِيْهِمْ	فَاِنَّ	الْاِنْسَانَ	كَفُوْرٌ	لِلّٰهِ
پہنچ جائے انہیں	کوئی برائی	اس وجہ سے جو	آگے بھیجا	ان کے ہاتھوں نے	تو بیشک	انسان	ناشکرا	اللہ کیلئے

انسانوں کو اُن کے اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچ جائے تو انسان بڑا ناشکرا بن جاتا ہے۔ ﴿٤٨﴾ اللہ ہی کیلئے

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ

مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	يَخْلُقُ	مَا	يَشَآءُ	يَهَبُ	لِمَنْ	يَّشَآءُ
حکومت	آسمانوں کی	اور	زمین کی	وہ پیدا کرتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	تحفہ دیتا ہے	جسے	چاہتا ہے

آسمانوں اور زمین کی حکومت ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں

اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿٤٩﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ

اِنَاثًا	وَ	يَهَبُ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	الذُّكُوْرَ	اَوْ	يُزَوِّجُهُمْ	ذُكْرَانًا	وَ	اِنَاثًا
لڑکیوں کا	اور	تحفہ دیتا ہے	جسے	چاہتا ہے	لڑکوں کا	یا	جوڑا دیدے انہیں	لڑکوں کا	اور	لڑکیوں کا

عطا فرماتا ہے، اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیدیتا ہے۔ ﴿٤٩﴾ یا انہیں لڑکوں اور لڑکیوں کا جوڑا دیدیتا ہے،

پسند اور ناپسند کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، چوتھی صفت یہ کہ وہ اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے اس کے نام پر حسب موقع اور حسب توفیق خرچ کرتے رہتے ہیں۔ ﴿٣٩﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص ان پر حد سے زیادہ ظلم اور ناانصافی کرے تو اس سے بدلہ بھی لے لیتے ہیں، شریعت نے عام طور پر معاف کرنے اور درگزر سے کام لینے کی حوصلہ افزائی کی ہے، لیکن بعض اوقات ظالم سے درگزر کرنا مفید نہیں ہوتا، اس لیے کہ اگر ظالم کو یونہی چھوڑ دیا جائے تو اس کی دست درازیاں بڑھتی جائیں گی اور وہ دوسروں کو اذیت اور نقصان پہنچانے میں مزید جری ہوجائے گا، یا دین کی اہانت اور بے وقعتی ہوگی یا خود اس کی اپنی جان، مال اور عزت و آبرو کو خطرات لاحق ہوجائیں گے تو ایسی صورت میں اس سے بدلہ لینا جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ بدلہ لینے میں حد سے تجاوز نہ کرے تاکہ وہ خود ظالم نہ بن جائے۔ ﴿٤٠﴾ اس آیت مبارکہ میں برائی اور ظلم کا بدلہ لینے کی اجازت دیتے ہوئے عفوو درگزر اور بردباری سے کام لینے کی فضیلت بیان کی گئی ہے، آیت کے الفاظ میں ایک اہم نکتہ بھی آگیا ہے اور وہ یہ کہ برائی کے جواب کو بھی برائی سے تعبیر کیا گیا ہے گو کہ اس کی اجازت بھی دی گئی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ برائی کے جواب میں اگر نیکی کی جائے تو اسے بدلہ لینا نہیں کہتے اور بدلہ لینے میں انصاف کرنا ضروری ہے، مثال کے طور پر زید نے عمرو کو بلاوجہ تھپڑ مارا، کسی کو تھپڑ مارنا اور وہ بھی بلاوجہ، برائی ہے، عمرو نے بھی جواب میں زید کو اتنی ہی زور سے تھپڑ مار دیا، عام حالات میں عمرو کے لیے بھی کسی کو تھپڑ مارنا اتنا ہی برا تھا جتنا زید کے لیے، لیکن اس وقت چونکہ عمرو مظلوم تھا، اس لیے برا ہونے کے باوجود اسے اجازت دی گئی تاکہ زید کی جرات اتنی نہ بڑھ جائے کہ وہ مزید لوگوں پر ظلم کر سکے، البتہ عمرو کو ایک کی جگہ دو تھپڑ مارنے یا ہلکے کی جگہ پوری قوت سے تھپڑ مارنے کی اجازت نہیں ہوگی، کیونکہ یہ ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا، بلکہ وہ تو معاف کرنے اور درگزر کرنے کی ترغیب دیکر اس کا اجروثواب اپنے ذمے لے لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والا اجروثواب کبھی ختم نہ ہوگا۔ ﴿٤١﴾ اس آیت مبارکہ میں اس مظلوم کو الزام اور گناہ سے بری الذمہ قرار دیا گیا ہے جس پر کسی نے ظلم کیا اور اس نے ظالم سے بدلہ لے لیا، کیونکہ شریعت اسے خود بدلہ لینے کی اجازت دے رہی ہے اور جس چیز کی اجازت شریعت نے دی ہو، اسے اختیار کرنے پر انسان گنہگار نہیں ہوتا لہٰذا ظالم سے انصاف کے ساتھ بدلہ لینے والا مظلوم بھی گنہگار نہیں ہوتا۔ ﴿٤٢﴾ اس آیت مبارکہ میں دو قسم کے لوگوں کو گنہگار اور مورد الزام ٹھہرایا گیا ہے، پہلی قسم تو ظالموں کی ہے جو لوگوں پر ظلم وستم اور ناانصافی کرتے ہیں، اس میں ظلم وستم اور ناانصافی کی ہر صورت داخل ہے، چونکہ ظلم کبیرہ گناہ ہے، لہٰذا ظالم کا گنہگار ہونا خود بخود سمجھ میں آجاتا ہے اور دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں اور فساد پھیلاتے ہیں، مثلاً دو آدمیوں میں لڑائی کروا دینا، جھوٹے مقدمات بنوا دینا، جھوٹی قسمیں اور جھوٹی گواہیاں دینے کے لیے تیار رہنا، چغل خوری کرنا، حسد اور کینہ پروری کے ذریعے معاشرے میں بے سکونی پیدا کرنا یا کوئی بھی ایسا کام کرنا جس سے دو لوگوں یا گھرانوں میں انتشار اور بے چینی کی فضا پیدا ہوجائے، یقیناً یہ کبیرہ گناہ ہے، لہٰذا جو شخص ان میں سے کسی کام کا ارتکاب کرے گا، وہ گنہگار ہوگا اور دردناک عذاب کا مستحق ہوگا۔ ﴿٤٣﴾ اس آیت مبارکہ میں صبر اور درگزر کو ہمت کے کاموں میں سے قرار دیا گیا ہے، کیونکہ ہر شخص اپنے اوپر ہونے والے ظلم وستم کو برداشت نہیں کر سکتا، بہت سے لوگ اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے ہیں، بہت سے لوگ انتقام لینے کو اپنی فتح اور کامیابی سمجھتے ہیں، بہت سے لوگوں کے نزدیک بدلہ نہ لینا اور ظلم سہہ لینا بزدلی کی علامت ہے، جبکہ قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ تکلیف دہ باتوں اور رویوں پر صبر کرنا اور ظالم کو معاف کر دینا بڑی ہمت کی بات ہے، کیونکہ ہر انسان یہ

وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ

وَ	يَجْعَلُ	مَنْ	يَّشَآءُ	عَقِيْمًا	اِنَّهٗ	عَلِيْمٌ	قَدِيْرٌ ۝	وَ	مَا	كَانَ	لِبَشَرٍ	اَنْ
اور	بنا دیتا ہے	جسے	چاہتا ہے	بے اولاد	بیشک وہ	خوب جاننے والا	قدرت والا	اور	نہیں	ہے	کسی انسان کیلئے	یہ کہ

اور جسے چاہتا ہے بے اولاد کر دیتا ہے، بیشک وہ خوب جاننے والا، قدرت والا ہے۔ ﴿۵۰﴾ اور کسی انسان میں یہ طاقت نہیں کہ

يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا

يُّكَلِّمَهُ	اللّٰهُ	اِلَّا	وَحْيًا	اَوْ	مِنْ	وَّرَآئِ	حِجَابٍ	اَوْ	يُرْسِلَ	رَسُوْلًا
کلام کرے اس سے	اللہ	مگر	خفیہ اشارہ	یا	سے	پیچھے	پردے کے	یا	بھیج دے	کوئی قاصد

اللہ اُس سے ہم کلام ہو، مگر خفیہ اشارے سے، یا پردے کے پیچھے سے، یا کوئی قاصد بھیج دے،

فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ

فَيُوْحِيَ	بِاِذْنِهٖ	مَا	يَشَآءُ	اِنَّهٗ	عَلِيٌّ	حَكِيْمٌ ۝	وَ	كَذٰلِكَ	اَوْحَيْنَآ
سو وحی پہنچادے	اس کی اجازت سے	جو	وہ چاہتا ہے	بیشک وہ	برتر	حکمت والا	اور	اسی طرح	ہم نے وحی کی

سو وہ اُس کے حکم سے جو وہ چاہے وحی پہنچا دے، بیشک وہ سب سے برتر، حکمت والا ہے۔ ﴿۵۱﴾ اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے

اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ

اِلَيْكَ	رُوْحًا	مِّنْ	اَمْرِنَا	مَا	كُنْتَ	تَدْرِيْ	مَا	الْكِتٰبُ	وَ	لَا	الْاِيْمَانُ
تیری طرف	روح کی	سے	اپنے حکم کے	نہیں	تھا تو	جانتا تو	کیا ہے	کتاب	اور	نہ	ایمان

آپ کی طرف "روح" کی وحی کی ہے، آپ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ ہی ایمان کو ،

وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ

وَ	لٰكِنْ	جَعَلْنٰهُ	نُوْرًا	نَّهْدِيْ	بِهٖ	مَنْ	نَّشَآءُ	مِنْ	عِبَادِنَا	وَ	اِنَّكَ
اور	لیکن	بنا دیا ہم نے اسے	روشنی	ہدایت دیتے ہیں ہم	اس کے ذریعے	جسے	چاہتے ہیں ہم	سے	اپنے بندوں کے	اور	بیشک تو

لیکن ہم نے اِسے نور بنا دیا ہے، ہم اس کے ذریعے اپنے بندوں میں سے جسے چاہیں، ہدایت عطا فرما دیتے ہیں اور بیشک آپ

لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي

لَتَهْدِيْٓ	اِلٰى	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ ۝	صِرَاطِ	اللّٰهِ	الَّذِيْ	لَهٗ	مَا	فِي
البتہ رہنمائی کرتا ہے	طرف	راستے کے	سیدھے	راستہ	اللہ کا	وہ جو	اس کا	وہ جو	بیچ

سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ ﴿۵۲﴾ اُس اللہ کے راستے کی کہ آسمانوں اور زمین میں

کام نہیں ... کے نیک بندے اپنے آپ کو عالی ہمت لوگوں کی فہرست میں شامل کرنے کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کے اسوۂ حسنہ سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور ان کی حیات طیبہ میں سبق تلاش کرتے ہیں، تجربہ بھی بتاتا ہے کہ صبر کرنا اور ظالم کو معاف کر دینا واقعۃً اتنا آسان نہیں ہے، لیکن جب انسان ایسا کرتا ہے تو اسے ایسا قلبی سکون اور دلی اطمینان نصیب ہوتا ہے جو دنیا کی مرغوبات میں نہیں ہوتا۔ ﴿۴۴﴾ اس آیت مبارکہ میں ظالموں اور گمراہوں کا دنیا وآخرت میں انجام بیان کیا گیا ہے، دنیا میں کوئی ان کی سرپرستی کرنے والا نہیں ہوتا، کوئی ان کے بگڑے ہوئے کاموں کو سنوارنے والا نہیں ہوتا اور کوئی ان کی دستگیری نہیں کرتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے وہ بغاوت کرتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی میں طاقت اور اختیار نہیں ہے، لہٰذا ان کی دنیاوی زندگی حقیقۃً محرومی والی زندگی ہوتی ہے، جبکہ آخرت میں ان کا انجام یہ ہوگا کہ عذاب الٰہی کو دیکھ کر جائے پناہ تلاش کرتے پھریں گے، ان کی کوشش ہوگی کہ کسی طرح اللہ کے عذاب سے بچ جائیں اور اس کے لیے وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہوں گے۔ ﴿۴۵﴾ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن ظالموں اور مجرموں کی حالت بیان کر کے اہل ایمان کا ایک مقولہ ذکر کیا گیا ہے، مجرموں کی حالت یہ ہوگی کہ انہیں جہنم کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا جائے گا، ذلت کی وجہ سے ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، آنکھیں اٹھا کر دیکھنے کی جرأت ہی نہ ہوگی اور جس طرح دنیا میں جرائم پیشہ لوگ گرفتاری کے بعد کن اکھیوں سے دیکھ رہے ہوتے ہیں، اہل جہنم بھی اسی طرح کن اکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے، ان کی اس حالت پر اہل ایمان کا یہ مقولہ قابل توجہ ہے کہ دنیا کا خسارہ اور نقصان کوئی معنی نہیں رکھتا، اصل خسارہ اور نقصان اس شخص کا ہوگا جو قیامت کے دن خود بھی ڈوبے گا اور اپنے گھر والوں کو بھی اپنے ساتھ لے ڈوبے گا، خود بھی عذاب کا شکار ہوگا اور اس کے اہل خانہ بھی دائمی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ ﴿۴۶﴾ اس آیت مبارکہ میں ظالموں اور مجرموں کی کسمپرسی بیان کی گئی ہے کہ دنیا میں وہ اللہ کو چھوڑ کر جن بتوں اور باطل معبودوں کی عبادت کر رہے ہیں اور یہ توقع رکھتے ہیں کہ آڑے وقتوں میں وہ ان کے کام آئیں گے، ایسا ہرگز نہ ہوگا، اللہ کے علاوہ آڑے وقتوں میں کوئی کسی کے کام نہیں آتا، وہی سب کی مدد کرتا اور سب کے بگڑے ہوئے کام سنوارتا ہے، جو لوگ گمراہ ہو چکے ہیں، انہیں دنیا میں ہدایت اور آخرت میں نجات حاصل کرنے کی کوئی صورت نہ ملے گی، وہ دنیا سے بے ہدایت رخصت ہو جائیں گے اور آخرت میں عذاب جہنم کا شکار ہو جائیں گے۔ ﴿۴۷﴾ اس آیت مبارکہ میں خصوصیت کے ساتھ ظالموں اور مجرموں کو اور عمومیت کے ساتھ تمام انسانوں کو مخاطب کیا گیا ہے کہ قیامت کا دن آنے سے پہلے اپنے رب کی دعوت اور اس کے پیغام کو قبول کر لو، کیونکہ ابھی مہلت باقی اور گنجائش موجود ہے، لیکن قیامت قائم ہونے کے بعد مہلت اور گنجائش ختم ہو جائے گی، اس دن عذاب الٰہی کو کوئی ٹال نہ سکے گا، اللہ کے حکم کے سامنے کسی کی چل نہ سکے گی، کسی کو کہیں بھی جائے پناہ مل سکے گی اور نہ ٹھکانہ، کوئی بھی اپنے گناہوں سے مکرنے کا حوصلہ نہیں کرے گا اور اس دن کوئی مجرم ایسا نہ ہوگا جس کی شناخت نہ ہو سکے، سب پہچانے اور پکڑے جائیں گے۔ ﴿۴۸﴾ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کا کام صرف اتنا ہے کہ حکم کے مطابق پیغام الٰہی پہنچاتے رہیں، اس سے آگے کے معاملات ہمارے حوالے فرما دیں اگر یہ لوگ اعراض اور سرکشی کا رویہ اختیار کرتے ہیں تو اس سے آپ کے ثواب اور درجے میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی، کیونکہ یہ آپ کی ذمہ داری نہیں ہے کہ لوگوں کو زبردستی ماننے پر مجبور کریں، نیز آپ کو لوگوں کے اعراض اور سرکشی کے رویے سے غمگین اور فکرمند نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے شکرگزار اور صابر بندوں میں شامل نہیں ہوتے، ان کا معاملہ تو یہ ہے کہ نعمت ملے تو شکر کرنے کی بجائے اتراتے پھرتے ہیں اور اپنی شامت اعمال کی

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الۡاَرۡضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيۡرُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۵۳﴾ ع

السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِي	الۡاَرۡضِ ؕ	اَلَاۤ	اِلَى	اللّٰهِ	تَصِيۡرُ	الۡاُمُوۡرُ ﴿۵۳﴾
آسمانوں کے	اور	جو کچھ	بیچ	زمین کے	آگاہ رہو	طرف	اللہ کے	لوٹیں گے	معاملات

جو کچھ ہے، اُسی کا ہے، آگاہ رہو کہ اللہ تک ہی تمام معاملات پہنچتے ہیں۔ ﴿۵۳﴾

اٰيَاتُهَا ۸۹ (۴۳) سُوۡرَةُ الزُّخۡرُفِ مَكِّيَّةٌ (۶۳) رُكُوۡعَاتُهَا ۷

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

ع ۵ ۶ وجہ سے کوئی مصیبت اور پریشانی آجائے تو گزشتہ تمام نعمتوں کو بھول کر ناشکری کرنے لگتے ہیں اور یوں ظاہر کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے انہیں ساری زندگی کبھی کوئی نعمت دی ہی نہیں تھی۔ ﴿۴۹﴾ ﴿۵۰﴾ ان آیتوں میں اولاد کی تقسیم کے حوالے سے چار صورتیں بیان کی گئی ہیں اور آغاز آسمان وزمین پر اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور تصرف کے بیان سے کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کے ذرے ذرے کا مالک ہے، آسمانوں کا بھی وہی مالک ہے اور زمین بھی اسی کی ملکیت میں ہے، لہٰذا ان میں بسنے والی مخلوق بھی اللہ کی ملکیت ہی ہے اور مالک جو چاہے کرسکتا ہے، کسی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہوتا، چنانچہ جب وہ اپنے بندوں کو نعمت اولاد عطا فرماتا ہے تو جس کے لیے جو بہتر ہوتا ہے، اسے وہی عطا فرماتا ہے، اس پر بھی کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے، جہاں تک تعلق ہے تخلیق کی چار صورتوں کا تو ان میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو صرف بیٹیاں عطا فرمادے، دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو صرف بیٹے دے دے، تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں دیدے خواہ جڑواں یا وقفے سے اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کچھ بھی نہ دے اور اسے بے اولاد رہنے دے، یہاں یہ نکتہ نہایت توجہ طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے بیٹی کا ذکر فرمایا ہے، بیٹے کا ذکر اس کے بعد فرمایا ہے، نیز بیٹی اور بیٹے دونوں کے لیے ''یھب'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کا معنی ہدیہ اور تحفہ دینا ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بیٹا اللہ کی نعمت اور اس کا تحفہ ہے، اسی طرح بیٹی بھی اللہ کی نعمت اور اس کا تحفہ ہے، لیکن اس کا کیا کیجئے کہ آج کے ترقی یافتہ اور ''معلومات'' سے بھرپور دور میں بھی ''بیٹی'' کو منحوس سمجھا جاتا ہے، لڑکی کی پیدائش پر اسے اور اس کی ماں کو ایسے ایسے خطابات سے نوازا جاتا ہے کہ نوک قلم اور نوک زبان اس سے شرما جائے، ایسا شدید ردعمل دیا جاتا ہے گویا کہ بچی کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں ہے، بلکہ اس کی ماں ہے (العیاذ باللہ) یہ لوگ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ ماں کے رحم میں پرورش پانے والی جان پر ماں کا کوئی اختیار نہیں ہوتا، وہ اپنی مرضی سے اس کی جنس نہیں بناتی، اس غریب کو تو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے اندرونی نظام میں ایک نئے وجود کی تخلیق کے کیا مراحل گزر رہے ہیں، بیٹی کی پیدائش پر ناک بھوں چڑھانے والے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ اپنے اس ردعمل کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر اعتراض کر رہے ہیں اور اس کی حکمت پر انگلیاں اٹھا رہے ہیں۔ ﴿۵۱﴾ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کے حجاب کبریائی اور شرف ہم کلامی کی تین صورتیں ذکر کی گئی ہیں، حق تعالیٰ کے حجاب کبریائی کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی بھی انسان اپنے مادی جسم اور اعضاء کے ساتھ حق تعالیٰ سے کبھی ہم کلام نہ ہوسکے، کیونکہ انسان کی قوت سماعت اور قوت بصارت میں وہ پاکیزگی اور طہارت نہیں ہے جو اسے اس عظیم شرف کے قابل بناسکے، لیکن چونکہ ہر کلیے اور قاعدے میں کوئی نہ کوئی استثناء ہوتا ہے اس لیے یہاں بھی چند استثنائی صورتیں رکھی گئی ہیں اس لیے کہ انسان کا دل چاہتا ہے کہ اپنے رب سے ہم کلام ہو اور اس سے گفتگو کی لذت اور شرف حاصل کرسکے، چنانچہ قیامت کے دن تو اللہ تعالیٰ انسان کی بصارت اور سماعت کو اس قابل فرمادے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکے اور اس کا کلام سن سکے، دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے منتخب بندوں کی قوت سامعہ کو اتنا تیز کردیتا ہے کہ وہ اس کا کلام سن لیتے ہیں اور اس سے ہم کلامی کی لذت اور شرف حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں، یہاں اس کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی منتخب بندے مثلاً پیغمبر سے بلاواسطہ کلام فرمائے، پیغمبر کی قوت سامعہ میں اس کی قابلیت پیدا کی جائے اور وہ حق تعالیٰ کا کلام براہ راست سن لیں، البتہ حق تعالیٰ کا دیدار نہ کرسکیں، گویا قوت باصرہ اپنی جگہ پر ہی ہو، لیکن قوت سامعہ میں اضافہ کردیا جائے، دوسری صورت یہ کہ یہ کلام فرشتے کے ذریعے ہو، یعنی فرشتہ اللہ تعالیٰ کا کلام لیکر آئے اور پیغمبر کے قلب مبارک پر اسے القاء کردے، اس میں یہ بھی ممکن ہے کہ فرشتہ اپنی اصلی صورت میں یا کسی انسانی صورت میں پیغمبر کے سامنے آجائے اور انہیں اللہ تعالیٰ کا کلام پہنچادے، خواہ لوگوں کو اس کی حقیقت معلوم ہو یا نہ ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ فرشتہ نظر نہ آئے، بلکہ غائب رہتے ہوئے پیغمبر کے قلب مبارک پر اللہ تعالیٰ کا کلام القاء کردے، اس تیسری صورت میں پیغمبر کو نزول وحی کا یقین حاصل ہوتا ہے اور فرشتے کے چلے جانے کے بعد اس کا القاء کیا ہوا مضمون پیغمبر کو خوب اچھی طرح یاد ہوتا ہے احادیث میں اسے وحی کی مشکل ترین کیفیت قرار دیا گیا ہے، جبکہ پہلی صورت لذیذ ترین اور دوسری صورت آسان ترین ہوتی ہے، جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے براہ راست ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا، جبریل امین اپنی اصلی صورت میں نبی علیہ السلام کے سامنے آئے اور اکثر اوقات حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آیا کرتے تھے۔ ﴿۵۲﴾ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی عظیم مہربانی سے اپنی وحی اور قرآن کریم کے لیے منتخب فرمایا، آپ کے پاس جبریل امین کو بھیجا، مختلف فرشتے آپ کی خدمت میں ادب کے ساتھ حاضر ہوئے، روح الامین کے ذریعے آپ کی روح کو تازگی بخشی اور قرآن کریم کے ذریعے دنیا کے اندھیروں کو اجالے میں بدل دیا، مردہ دلوں کو زندگی کی حرارت بخش دی، اللہ سے بغاوت پر آمادہ قوم کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے اور اس کی بندگی کرنے کا سلیقہ سکھادیا، آپ کے ذریعے انسانیت کو روشنی، فلاح اور ہدایت نصیب فرمائی اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی، یہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب اور نبی علیہ السلام پر اس کا نہایت عظیم احسان اور کرم تھا، ورنہ نزول وحی سے پہلے نبی علیہ السلام نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا کہ کوئی یہ کہہ سکے کہ یہ تو فلاں کتاب کے علوم ومعارف ہیں، اسی طرح ایمان اور اعمال ایمان کی جو تفصیلات اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعے سمجھائی ہیں، نزول وحی سے پہلے ان تفصیلات تک رسائی کا کوئی ذریعہ آپ کے پاس نہ تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپ کا انتخاب فرمایا تو اب ساری دنیا میں ایمان کی شعاعیں قلب نبوت سے ہی پھوٹ پھوٹ کر پہنچ رہی ہیں اور اسے منور کر رہی ہیں۔ ﴿۵۳﴾ اس آیت مبارکہ میں صراط مستقیم کی تعیین کی گئی ہے کہ اس سے مراد وہ راستہ ہے جو بندوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود منتخب فرمایا ہے، اس راستے پر چلنے والے کو کسی پگڈنڈی، موڑ، ٹیلے اور پہاڑ کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، یہ راستہ اسے سیدھا مالک حقیقی تک پہنچاتا ہے، اس ذات تک جس کی ملکیت میں زمین وآسمان کی ہر چیز موجود ہے، تمام معاملات بالآخر اسی کے پاس پہنچتے ہیں، وہی سب کا مرجع اور مرکز ہے اور وہی سب کا حقیقی مالک ہے، اس تک رسائی حاصل کرنے کے لیے صراط مستقیم پر گامزن رہنے میں ہی عافیت ہے۔ الحمدللہ! آج مورخہ ۲۱ جون ۲۰۱۹ء بروز جمعہ سورۂ شوریٰ کے مختصر حواشی کی تکمیل ہوئی، حق تعالیٰ قبول ومقبول اور نافع فرمائیں۔

سورۃ الزخرف

سورۂ زخرف مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۳۴۰۰، کلمات ۸۳۳، آیات ۸۹ اور رکوعات ۷ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ۳۵ میں ''زخرفا'' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورۂ زخرف رکھا گیا، لفظ ''زخرف'' کا معنی ''سونا'' ہے، اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور نعمتوں کا ذکر کرکے انسان کی کم عقلی اور ناشکری کی ایک مثال بیان کی گئی ہے کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں، خود اپنا یہ حال ہے کہ اگر معلوم ہو کہ ان کے یہاں بیٹی کی ولادت ہوئی ہے تو چہرے کا رنگ ہی اڑ جاتا ہے اور پریشان مارے مارے پھرتے ہیں کہ یہ کیا ہوگیا؟ اب کیا کریں؟ مشرکین کے اس اعتراض کا جواب بھی دیا گیا ہے کہ قرآن کریم مکہ اور طائف کے کسی بڑے سردار پر کیوں نہیں اتارا گیا؟ فرعون کے رویے کا حوالہ بھی دیا گیا ہے جو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے اپنائے رکھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کی قریبی علامت قرار دیا گیا ہے، قیامت کے دن ہر قسم کی دوستی منقطع ہوجانے اور دینی اخوت باقی رہنے کا ذکر کرکے جنت میں اہل جنت کی میزبانی اور جہنم میں اہل جہنم کی عبرتناک حالت بیان کی گئی ہے، آخر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار اور مشرکین سے اعراض کرنے اور سلامتی کی بات کہہ کر نکل جانے کا حکم دیا گیا ہے، عنقریب ان لوگوں کو صحیح اور غلط، حق اور باطل، جزا اور سزا کا علم ہوجائے گا، لیکن اس وقت انہیں اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

حٰمٓ ۚ ۝١ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝٢ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ

حٰمٓ ۝	وَالْكِتٰبِ	الْمُبِيْنِ ۝	اِنَّا	جَعَلْنٰهُ	قُرْءٰنًا	عَرَبِيًّا	لَّعَلَّكُمْ
حٰمٓ	قسم ہے کتاب کی	واضح	بیشک ہم	بنایا ہم نے اسے	قرآن	عربی میں	تاکہ تم

حٰمٓ ۝١ قسم ہے کتاب مبین کی۔ ۝٢ بیشک ہم نے اِسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم

تَعْقِلُوْنَ ۝٣ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝٤ اَفَنَضْرِبُ

تَعْقِلُوْنَ ۝	وَ	اِنَّهٗ	فِيْٓ	اُمِّ الْكِتٰبِ	لَدَيْنَا	لَعَلِيٌّ	حَكِيْمٌ ۝	اَفَنَضْرِبُ
سمجھو	اور	بیشک وہ	بیچ	لوح محفوظ کے	ہمارے پاس	البتہ برتر	حکمت والا	تو کیا ہم پھیردیں

سمجھو۔ ۝٣ اور بیشک یہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں موجود ہے، برتر، حکمت والا ہے۔ ۝٤ کیا ہم یہ کتاب

عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝٥ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ

عَنْكُمُ	الذِّكْرَ	صَفْحًا	اَنْ	كُنْتُمْ	قَوْمًا	مُّسْرِفِيْنَ ۝	وَ	كَمْ	اَرْسَلْنَا	مِنْ
تم سے	ذکر	پھیردینا	یہ کہ	تم ہو	قوم	حد سے تجاوز کرنے والے	اور	کتنے ہی	بھیجے ہم نے	سے

تمہاری طرف سے موڑ کر صرف اِس وجہ سے پھیر دیں گے کہ تم حد سے تجاوز کرتے ہو؟ ۝٥ اور ہم نے پہلے لوگوں میں بھی

نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝٦ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ

نَّبِيٍّ	فِي	الْاَوَّلِيْنَ ۝	وَ	مَا	يَاْتِيْهِمْ	مِّنْ	نَّبِيٍّ	اِلَّا	كَانُوْا	بِهٖ
نبی	بیچ	پہلوں کے	اور	نہیں	آیا ان کے پاس	سے	کوئی نبی	مگر	رہے وہ	اس کا

کتنے ہی پیغمبر بھیجے ہیں۔ ۝٦ اور لوگوں کے پاس جب بھی کوئی پیغمبر آیا، وہ اُس کا مذاق ہی

يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٧ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ

يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝	فَاَهْلَكْنَآ	اَشَدَّ	مِنْهُمْ	بَطْشًا	وَّ	مَضٰى	مَثَلُ
مذاق اڑاتے	سو ہلاک کردیا ہم نے	زیادہ سخت کو	ان میں سے	گرفت میں	اور	چلی آرہی ہے	مثال

اڑاتے رہے۔ ۝٧ سو ہم نے اُن میں سے زیادہ مضبوط گرفت والوں کو ہلاک کر دیا اور پہلوں کی مثال اسی طرح

الْاَوَّلِيْنَ ۝٨ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ

الْاَوَّلِيْنَ ۝	وَ	لَئِنْ	سَاَلْتَهُمْ	مَّنْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضَ	لَيَقُوْلُنَّ
پہلوں کی	اور	البتہ اگر	تو ان سے پوچھے	کون ہے	پیدا کیا اس نے	آسمانوں کو	اور	زمین کو	البتہ ضرور کہیں گے

چلی آرہی ہے۔ ۝٨ اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے

ع ١١

۝١ اس سورت کی پہلی آیت حروف مقطعات میں سے ہے، اس پر سورۂ بقرہ کا پہلا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔ ۝٢ اس آیت مبارکہ میں "کتاب مبین" کی قسم کھائی گئی ہے، اس کا لفظی معنی واضح کرنے والی کتاب ہے اور اس سے مراد قرآن کریم ہے، کیونکہ قرآن کریم میں ہر چیز کو وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے، بظاہر اس کی ضخامت اور حجم بہت زیادہ نہیں ہے، لیکن تدبر اور غور وفکر سے کام لینے والوں کے لیے اس میں بہت سا سامان موجود ہے۔ ۝٣ اس آیت مبارکہ میں کتاب مبین کے دو وصف اور ان کی علت بیان کی گئی ہے، پہلا وصف یہ کہ وہ قرآن یعنی پڑھی جانے والی کتاب ہے، یہ وصف اس کتاب مبین پر اس قدر غالب آچکا ہے کہ اس کا نام ہی "قرآن" رکھ دیا گیا ہے، کیونکہ دنیا بھر میں اس سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب کوئی نہیں ہے، یہ کتاب جب سے نازل ہوئی ہے تب سے پڑھی جارہی ہے اور ہمیشہ پڑھی جاتی رہے گی اور دوسرا وصف یہ کہ وہ عربی زبان میں ہے، کیونکہ اس کے اولین مخاطب اہل عرب تھے اور دنیا میں یہ بات معروف ہے کہ تحریر اور تقریر اولین مخاطب کی لغت میں ہو تو زیادہ موثر ہوتی ہے، بعد میں ضرورت کی بنا پر مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ کر لیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ خود آیت کے آخری حصے میں فرمایا گیا ہے "تاکہ تم سمجھو" یعنی قرآن کریم کو تمہاری پیدائشی زبان میں اس لیے اتارا گیا ہے کہ تم اس کے اولین مخاطب ہو، تم اسے سمجھو، اس کے معانی پر غور کرو اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو اور بعد میں آنے والوں تک اس کے الفاظ اور صحیح مفہوم کو منتقل کرو۔ ۝٤ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کے تین وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا وصف یہ کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے پاس لوح محفوظ میں درج ہے، وہاں تک کسی کی رسائی نہیں، لہٰذا قرآن کریم نہایت محفوظ مقام پر موجود ہے، اسی وجہ سے اس میں تحریف اور تبدیلی کا کوئی امکان نہیں، وہ زمانے کے تغیرات وحوادث اور اس کی دستبرد سے محفوظ ہے اور وہ شیطانی حملوں اور چالوں سے محفوظ ہے، دوسرا وصف یہ کہ وہ نہایت بلند وبالا اور برتر کتاب ہے، ایسا ہونا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اسے نازل کرنے والا سب سے زیادہ بلند اور برتر ہے، نیز اس کی فصاحت و بلاغت اعلیٰ درجے کی ہے، اس میں مضامین کا انتخاب نہایت اعلیٰ ہے، اس کے اسرار ورموز نہایت بلند مرتبہ ہیں، اس کی شائستگی نہایت بلند ہے، اس کے احکام، واقعات اور ضرب الامثال نہایت بلند مرتبہ ہیں، یعنی جس پہلو سے بھی دیکھیں، یہ کتاب نہایت اعلیٰ اور برتر ہے، تیسرا وصف یہ کہ یہ کتاب "حکیم" ہے، یہاں حکیم کا لفظ "مستحکم" کے معنی میں بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے مضامین نہایت مستحکم اور پر شوکت ہیں اور حکمت والے کے معنی میں بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا کوئی حکم بھی حکمت سے خالی نہیں ہے، یہ کلام اور اس کا ایک ایک لفظ حکمت سے بھرپور ہے اور کسی انسان کے بس میں نہیں کہ اس کی حکمتوں کا احاطہ کر سکے۔ ۝٥ اس آیت مبارکہ میں استفہام کے انداز میں اللہ تعالیٰ کے ایک قانون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر کسی قوم میں سرکش اور نافرمان لوگ موجود ہوں جو احکام الٰہی اور پیغمبروں کے حوالے سے سرکشی کا رویہ رکھتے ہوں تو اگرچہ وہ اللہ کے ناپسندیدہ بندوں میں شامل ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا جو سلسلہ شروع فرمایا ہے، وہ ان کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے منقطع فرمادے گا، یہی وجہ ہے کہ اہل مکہ جس قدر مرضی سرکش ہوجائیں، نزول قرآن کا سلسلہ منقطع نہیں ہوگا، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان پر اتمام حجت ہوجائے اور روز قیامت وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم تو اس سے بے خبر اور لاعلم تھے، دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر وہ سرکشی اور نافرمانی پر آمادہ ہیں تو ان کے مقابلے میں بہت سے نیک لوگ اطاعت اور فرمانبرداری پر بھی تو آمادہ ہیں، ان کا کیا قصور ہے کہ نزول قرآن کا سلسلہ منقطع کر دیا جائے؟ کیونکہ دنیا میں صرف گنہگار اور سرکش لوگ نہیں رہتے، اللہ تعالیٰ کے مومن اور فرمانبردار بندے بھی اسی دنیا میں رہتے ہیں۔ ۝٦ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ انبیاء و

خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٩﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ

خَلَقَهُنَّ	الْعَزِيزُ	الْعَلِيمُ	الَّذِي	جَعَلَ	لَكُمُ	الْأَرْضَ	مَهْدًا	وَ	جَعَلَ
پیدا کیا انہیں	غالب نے	جاننے والے نے	وہ جس نے	بنایا	تمہارے لئے	زمین کو	بچھونا	اور	بنائے

کہ انہیں زبردست، خوب جاننے والے نے پیدا کیا ہے۔ ﴿٩﴾ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور تمہارے لیے

لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٠﴾ وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

لَكُمْ	فِيهَا	سُبُلًا	لَعَلَّكُمْ	تَهْتَدُونَ	وَ	الَّذِي	نَزَّلَ	مِنَ	السَّمَاءِ	مَاءً
تمہارے لئے	اسمیں	راستے	تاکہ تم	ہدایت حاصل کرلو	اور	وہ جو	اتارا اُس نے	سے	آسمان کے	پانی

اس میں راستے بنائے تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔ ﴿١٠﴾ اور جس نے ایک خاص اندازے کے ساتھ آسمان سے

بِقَدَرٍ فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ﴿١١﴾ وَالَّذِي خَلَقَ

بِقَدَرٍ	فَأَنْشَرْنَا	بِهِ	بَلْدَةً	مَيْتًا	كَذَٰلِكَ	تُخْرَجُونَ	وَ	الَّذِي	خَلَقَ
اندازے سے	سودوبارہ زندہ کیا ہم نے	اس کے ذریعے	شہر کو	مردہ	اسی طرح	تم نکالے جاؤ گے	اور	وہ جو	پیدا کیا اُس نے

پانی اُتارا، پھر ہم نے اُس کے ذریعے ایک مردہ شہر کو دوبارہ زندہ کیا، اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے۔ ﴿١١﴾ اور جس نے ہر قسم کے

الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ﴿١٢﴾

الْأَزْوَاجَ	كُلَّهَا	وَ	جَعَلَ	لَكُمْ	مِّنَ	الْفُلْكِ	وَ	الْأَنْعَامِ	مَا	تَرْكَبُونَ
جوڑوں کو	سب کے سب	اور	بنایا	تمہارے لئے	سے	کشتیوں کے	اور	چوپاؤں کے	وہ جو	سواری کرتے ہو تم

جوڑے پیدا کیے اور تمہارے لیے کشتیاں اور جانور بنائے جن پر تم سواری کرتے ہو۔ ﴿١٢﴾

لِتَسْتَوُوا عَلَىٰ ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ

لِتَسْتَوُوا	عَلَىٰ	ظُهُورِهِ	ثُمَّ	تَذْكُرُوا	نِعْمَةَ	رَبِّكُمْ	إِذَا	اسْتَوَيْتُمْ	عَلَيْهِ
تاکہ تم سیدھے ہو جاؤ	پر	ان کی پیٹھوں کے	پھر	تم یاد کرو	احسان	اپنے رب کا	جب	تم سیدھے ہو جاؤ	اس پر

تاکہ تم اُن کی پشت پر سیدھے بیٹھو، پھر جب اُس پر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کے احسان کو یاد کرو،

وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ﴿١٣﴾ وَإِنَّا

وَ	تَقُولُوا	سُبْحَانَ	الَّذِي	سَخَّرَ	لَنَا	هَٰذَا	وَ	مَا	كُنَّا	لَهُ	مُقْرِنِينَ	وَ	إِنَّا
اور	تم کہو	پاک ہے	وہ جس نے	تابع فرمان کردیا	ہمارے لئے	اسے	اور	نہ	تھے ہم	اسے	قابو میں لانے والے	اور	بیشک ہم

اور کہو کہ وہ ذات پاک ہے جس نے ہمارے لیے اِسے مسخر کر دیا اور ہم اسے اپنے قابو میں نہ لا سکتے تھے۔ ﴿١٣﴾ اور بیشک ہم

رسل علیہم السلام کا حوالہ دیا گیا ہے کہ پہلی قوموں میں بھی بے شمار انبیاء کو بھیجا گیا، ان سب نے اللہ کی وحدانیت کی دعوت دی اور لوگوں کو اس کی عبادت کی طرف بلایا، لیکن ان کی قوموں نے ان کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا؟ سرکشی، بدتہذیبی، جہالت، ایذا رسانی اور ان سے مقابلہ پر آمادہ ہونا، اس لیے اگر آپ کی قوم آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی کرے تو اس کے لیے ذہنی طور پر تیار رہیں۔ ﴿٧﴾ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ انبیاء کے مذاق اڑائے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، کہ ہر قوم نے ہی اپنے پاس آنے والے انبیا کا مذاق اڑایا ہے، یہ مذاق اڑانے والوں کی بدبختی اور بدنصیبی تھی، لیکن اس سے انبیاء کرام علیہم السلام کے مقام و منصب اور ان کے اجر وثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، یہی وجہ ہے کہ اگر اہل مکہ نبی علیہ السلام کی شان اقدس میں گستاخی کر رہے ہیں تو وہ اپنی بدبختی پر مہر لگا رہے ہیں، نبی علیہ السلام کے مقام و مرتبہ اور اجر وثواب پر کوئی فرق نہیں پڑتا، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ مسلمان بھی خاموشی سے اپنے نبی کی شان میں گستاخی برداشت کرتے رہیں، کیونکہ یہ تو دین اور ایمان کی کمزوری کی علامت ہے اور شاعر نے کہا ہے در دل مسلم مقام مصطفیٰ ست آبروئے ما ز نام مصطفیٰ ست ﴿٨﴾ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا انجام بیان کیا گیا ہے جو انبیاء علیہم السلام کا مذاق اڑاتے رہے، وہ لوگ اگرچہ مال و دولت، جسمانی طاقت، فن اور ہنر مندی میں اہل مکہ سے کہیں آگے تھے، لیکن جب اللہ تعالیٰ کی گرفت آئی تو وہ اس سے بچ نہ سکے، اسی طرح جب اہل مکہ پر ان کی گستاخیوں کی وجہ سے کوئی گرفت آئے گی تو وہ بھی اس سے بچ نہ سکیں گے۔ ﴿٩﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل مکہ کے حوالے سے پیشین گوئی کی گئی ہے کہ اگرچہ یہ لوگ کفر و شرک کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہیں اور دعوت توحید کو قبول کرنے سے انکار پر اڑے ہوئے ہیں، لیکن اگر ان سے یہ سوال پوچھا جائے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ بھی اپنے باطل معبودوں میں سے کسی کا نام لینے کی بجائے معبود حقیقی ہی کا نام لیں گے، کیونکہ وہ بھی یہ بات جانتے ہیں کہ ان کے معبود کس قدر عاجز اور بے بس ہیں اور یہ کہ ان کے نمائشی معبود ان کے کسی کام نہیں آسکتے اور یہ کہ اصل قدرت، غلبہ اور علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہی اتنی بڑی بڑی مخلوقات کو پیدا کر سکتا ہے اور وہی ان کا نظام چلا سکتا ہے، اس کے علاوہ کسی میں اتنی قدرت کہاں؟ ﴿١٠﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دو نشانیاں ذکر کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو انسان کے لیے بچھونا اور بستر بنایا ہے، اگر کسی شخص کو رات گزارنے کے لیے کہیں کوئی پناہ گاہ اور ٹھکانہ دستیاب نہ ہو تو زمین ہی اس کے لیے بستر اور ٹھکانہ ہے، یہ بچھونا ہر امیر اور غریب کو یکساں میسر ہے، دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں بہت سے راستے بنائے ہیں، چنانچہ ایک منزل تک بہت سے راستے جاتے ہیں اور انسان ان میں سے جس راستے پر بھی چلتا ہے، منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے، یہ راستے جس طرح آبادیوں میں بنائے گئے ہیں، اسی طرح ویرانے صحراؤں، پہاڑوں اور جنگلوں میں بھی بنائے گئے ہیں، اگر کوئی شخص راستہ بھول جائے اور غلط راستے پر چل پڑے تو بسا اوقات وہ انسان کی تباہی اور ہلاکت کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے، یہی حال اخروی ہدایت اور فلاح کا بھی ہے کہ اگر انسان کسی راستہ جاننے والے کی رہبری میں طریقت اور سلوک کی منزلیں طے کرنے کی کوشش کرے تو وہ بآسانی کامیاب ہو جاتا ہے لیکن اگر کوئی شخص اسے چھوڑ دے اور اپنی مرضی کا راستہ چن لے تو شیطان اسے بآسانی شکار کر لیتا ہے اور اس کے لیے اسے فتنے میں ڈالنا کچھ مشکل نہیں رہتا۔ ﴿١١﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت قدرت بیان کر کے اس سے مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر استدلال کیا گیا ہے، صفت قدرت کا انداز بیان بھی منفرد ہے، آغاز میں غائب کا صیغہ اور اس کے بعد متکلم کا صیغہ لایا گیا ہے، فصاحت و بلاغت کی اصطلاح میں اسے ''صنعت التفات'' کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص اندازے کے ساتھ آسمان سے پانی اتارا، چنانچہ جب

إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ ﴿١٤﴾ وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۚ إِنَّ الْإِنسَانَ

اِلٰی	رَبِّنَا	لَمُنْقَلِبُوْنَ﴿١٤﴾	وَ	جَعَلُوْا	لَهٗ	مِنْ	عِبَادِهٖ	جُزْءًا	اِنَّ	الْاِنْسَانَ
طرف	اپنے رب کے	البتہ لوٹنے والے	اور	بنالیا انہوں نے	اس کیلئے	سے	اس کے بندوں کے	ایک جزو	بیشک	انسان

اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ﴿١٤﴾ اور اُنہوں نے اللہ کیلئے اُس کے بندوں میں سے جزء مقرر کر لیا، بیشک انسان

لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَأَصْفَاكُم بِالْبَنِينَ ﴿١٦﴾

لَکَفُوْرٌ	مُّبِیْنٌ﴿١٥﴾	اَمِ	اتَّخَذَ	مِمَّا	یَخْلُقُ	بَنٰتٍ	وَّ	اَصْفٰىكُمْ	بِالْبَنِیْنَ﴿١٦﴾
البتہ ناشکرا	کھلم کھلا	کیا	بنا لیا اس نے	اس سے جو	وہ پیدا کرتا ہے	بیٹیاں	اور	چن کر دیے اس نے تمہیں	بیٹے

کھلا ناشکرا ہے۔ ﴿١٥﴾ کیا اُس نے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں بنالیں اور چن کر تمہیں بیٹے دیدیے۔ ﴿١٦﴾

ع ۱ ۱۵

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ

وَ	اِذَا	بُشِّرَ	اَحَدُهُمْ	بِمَا	ضَرَبَ	لِلرَّحْمٰنِ	مَثَلًا	ظَلَّ	وَجْهُهٗ
اور	جب	خوشخبری دی جائے	ان میں سے ایک کو	اس کی جو	بیان کی اس نے	رحمان کیلئے	مثال	رہتا ہے سارا دن	اس کا چہرہ

اور جب اُن میں سے کسی کو اُس چیز کی خوشخبری دی جائے جس کی وہ رحمان کیلئے مثال بیان کرتا ہے تو اُس کا چہرہ سارا دن

مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿١٧﴾ أَوَمَن يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ

مُسْوَدًّا	وَّ	هُوَ	كَظِیْمٌ﴿١٧﴾	اَوَمَنْ	یُّنَشَّؤُا	فِی	الْحِلْیَةِ	وَ	هُوَ	فِی	الْخِصَامِ
سیاہ	اور	وہ	گھٹنے والا	اور کیا جو	نشوونما پائے	بیچ	زیور کے	اور	وہ	بیچ	جھگڑے کے

سیاہ رہتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے۔ ﴿١٧﴾ کیا وہ جس کی نشوونما زیورات میں ہوئی ہو اور وہ جھگڑا کرنے میں بھی بات

غَيْرُ مُبِينٍ ﴿١٨﴾ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَٰنِ إِنَاثًا ۚ

غَیْرُ	مُبِیْنٍ﴿١٨﴾	وَ	جَعَلُوا	الْمَلٰٓئِكَةَ	الَّذِیْنَ	هُمْ	عِبٰدُ	الرَّحْمٰنِ	اِنَاثًا
نہ	واضح کرنے والا	اور	بنایا انہوں نے	فرشتوں کو	وہ جو	وہ	بندے	رحمان کے	عورتیں

واضح نہ کر سکے؟ ﴿١٨﴾ اور اُنہوں نے فرشتوں کو عورتیں قرار دیدیا جو کہ رحمان کے بندے ہیں،

أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ ۚ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوا لَوْ شَاءَ

اَشَهِدُوْا	خَلْقَهُمْ	سَتُكْتَبُ	شَهَادَتُهُمْ	وَ	یُسْـَٔلُوْنَ﴿١٩﴾	وَ	قَالُوْا	لَوْ	شَآءَ
کیا حاضر تھے وہ	ان کی پیدائش میں	عنقریب لکھی جائے گی	ان کی گواہی	اور	پوچھے جائیں گے وہ	اور	کہا انہوں نے	اگر	چاہتا

کیا وہ اُن کی تخلیق کے وقت موجود تھے؟ اُن کی گواہی لکھی جا رہی ہے اور اُن سے پوچھ گچھ کی جائے گی۔ ﴿١٩﴾ اور کہتے ہیں کہ اگر رحمان کی

سائنس بتا دیتی ہے کہ فلاں جگہ اتنی ملی میٹر بارش ہوئی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اسے نازل کرنے سے پہلے اس کی مقدار مقرر فرما دیتا ہے، پھر اتنی ہی بارش نازل ہوتی ہے نہ ایک قطرہ کم اور نہ ایک قطرہ زیادہ، بارش برسنے سے پہلے زمین اور ساری مخلوق بے جان ہو چکی ہوتی ہے لیکن بارش کے ذریعے اللہ تعالیٰ انہیں زندگی عطا فرماتا ہے اور ہر چیز میں تازگی کی لہر دوڑ جاتی ہے، زمین سے سبزہ اگتا ہے اور وہ اپنی پیداوار لیکر آتی ہے، یوں ہی سمجھ لو کہ جو اللہ مردہ زمین کو زندہ کر کے اس میں سے پھل اور پھول نکال سکتا ہے، وہ ایک مقررہ دن تمہیں اور تمام مُردوں کو بھی زندہ کر کے زمین سے نکال سکتا ہے۔ ﴿١٢﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اس نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا، جوڑے سے مراد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نر کے لیے مادہ اور مادہ کے لیے نر کو پیدا کر کے انہیں ایک دوسرے کا جوڑا بنا دیا اور جوڑے سے مراد وہ دو چیزیں بھی ہوسکتی ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہوں، جیسے آگ اور پانی، دن اور رات وغیرہ اور یہ بھی ممکن ہے کہ جوڑے سے مراد ایک جیسی دو چیزیں ہوں، جیسے کہا جاتا ہے کہ اس جیسا ایک جوڑا اور دیدو، دوسری صفت یہ کہ اس نے تمہاری سواری کے لیے کشتیاں اور چوپائے پیدا کیے، مطلب یہ کہ بری اور بحری سفر کے لیے اس نے تمہاری ضروریات کے پیش نظر تمہیں مختلف سواریاں عطا فرمائیں، تاکہ تمہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے میں دشواری نہ ہو، یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ بری اور بحری سواریوں کے ساتھ فضائی سواریوں کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا حالانکہ وہ بھی انسان کی اہم ترین ضرورت ہے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا ذکر سورۃ النحل کی آیت نمبر ۸ اور سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر ۴۲ میں اجمالاً بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری سواری کے لیے کچھ چیزیں ابھی پیدا کر رکھی ہیں اور کچھ چیزیں عنقریب پیدا کرے گا جنہیں تم نہیں جانتے ہو، اس جملے کا اولین مصداق فضائی سواریاں ہیں، کیونکہ اس وقت ان کا دور دور تک کوئی تصور موجود نہیں تھا۔ ﴿١٣﴾ ﴿١٤﴾ ان آیتوں میں سواری پر سوار ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کا احسان مند ہونے اور دعا پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے در اصل قریب کی مسافت پیدل طے کر لینا آسان ہوتا ہے، لیکن دور دراز کے سفر پیدل طے کرنے میں نہایت مشکلات اور پریشانیاں ہیں، بسا اوقات اپنی منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی انسان مر جاتا ہے، راستے میں کسی حادثے کا شکار ہو جاتا ہے، کسی جانور یا درندے کا لقمہ بن جاتا ہے، یا صحراؤں میں پیاس کے مارے دم توڑ دیتا ہے، اس لیے سواری اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس پر سوار ہوتے وقت اللہ کی کبریائی اور اس کی حمد بیان کرنا، اس کا نام لینا اور اس کا احسان مند ہونا ضروری ہے، اس کے لیے زیر تذکرہ آیتوں میں وارد ہونے والے پاکیزہ جملے یاد کر لینے چاہئیں جن میں اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ یہ سواری اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور توفیق سے ہمارے استعمال میں آئی ہے، ہماری طاقت اور قدرت نہ تھی کہ اس سواری کو اپنے استعمال میں لا سکتے، آج جس ذات نے ہمیں یہ سواری عطا فرمائی ہے، کل قیامت کے دن اسی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، نبی ﷺ یہ تسبیح بھی پڑھا کرتے تھے اور اس کے علاوہ بھی بہت سی دعاؤں کا اہتمام فرماتے تھے، ہر مسلمان کو وہ دعائیں یاد کر کے ان کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ﴿١٥﴾ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کرتے ہیں، نیز یہاں انسان کو کھلا ناشکرا قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تقاضا یہ تھا کہ انسان اس کے شکرگزار بندوں میں شامل ہوتا اور اس کا احسان مند ہوتا لیکن انسان نے اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کرنا شروع کر دی، وہ اس کی وحدانیت کا منکر ہو گیا اور وہ احسان فراموشی پر اتر آیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ہونا عیب ہے اور وہ اس عیب سے پاک ہے، چنانچہ آیت مبارکہ میں اولاد کے لیے "جزءا" کا لفظ اس حقیقت سے پردہ اٹھانے کے لیے لایا گیا ہے کہ اولاد ہونا اللہ تعالیٰ کے لیے عیب کیوں

الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا

الرَّحْمٰنُ	مَا	عَبَدْنٰهُمْ ؕ	مَا	لَهُمْ	بِذٰلِكَ	مِنْ	عِلْمٍ ۗ	اِنْ	هُمْ	اِلَّا
رحمان	نہیں	ہم ان کی عبادت کرتے	نہیں	ان کیلئے	اس کا	سے	کوئی علم	نہیں	وہ	مگر

مشیت ہوتی تو ہم اُن کی عبادت ہی نہ کرتے، اُنہیں اِس کے متعلق کچھ علم نہیں، وہ تو صرف اندازے

يَخْرُصُوْنَ (٢٠) اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ (٢١)

يَخْرُصُوْنَ (٢٠)	اَمْ	اٰتَيْنٰهُمْ	كِتٰبًا	مِّنْ	قَبْلِهٖ	فَهُمْ	بِهٖ	مُسْتَمْسِكُوْنَ
اندازہ لگا رہے ہیں	کیا	ہم نے انہیں دی	کوئی کتاب	سے	اس کے پہلے	سو وہ	اسے	مضبوط تھامنے والے

لگا رہے ہیں۔ (٢٠) کیا ہم نے اُنہیں اِس سے پہلے کوئی کتاب دی تھی جسے وہ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں؟ (٢١)

بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ (٢٢)

بَلْ	قَالُوْٓا	اِنَّا	وَجَدْنَآ	اٰبَآءَنَا	عَلٰٓى	اُمَّةٍ	وَّ	اِنَّا	عَلٰٓى	اٰثٰرِهِمْ	مُّهْتَدُوْنَ
بلکہ	کہا انہوں نے	بیشک ہم	پایا ہم نے	اپنے باپوں کو	پر	ایک راہ کے	اور	بیشک ہم	پر	ان کے نشانات قدم کے	راہ پانے والے

بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم اُنہی کے نشاناتِ قدم پر راستہ حاصل کر رہے ہیں۔ (٢٢)

وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ

وَ	كَذٰلِكَ	مَآ	اَرْسَلْنَا	مِنْ	قَبْلِكَ	فِيْ	قَرْيَةٍ	مِّنْ	نَّذِيْرٍ	اِلَّا	قَالَ
اور	اسی طرح	نہیں	بھیجا ہم نے	سے	تیرے پہلے	بیچ	کسی بستی کے	سے	کوئی ڈرانے والا	مگر	کہا

اِسی طرح ہم نے آپ سے پہلے جس بستی میں بھی کوئی ڈرانے والا بھیجا، وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے

مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ (٢٣)

مُتْرَفُوْهَآ	اِنَّا	وَجَدْنَآ	اٰبَآءَنَا	عَلٰٓى	اُمَّةٍ	وَّ	اِنَّا	عَلٰٓى	اٰثٰرِهِمْ	مُّقْتَدُوْنَ
اس کے مالداروں نے	بیشک ہم	پایا ہم نے	اپنے باپوں کو	پر	ایک راہ کے	اور	بیشک ہم	پر	ان کے نشانات کے	پیروی کرنے والے

یہی کہا کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم اُنہی کے نشاناتِ قدم کی پیروی کر رہے ہیں؟ (٢٣)

قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا

قٰلَ	اَوَلَوْ	جِئْتُكُمْ	بِاَهْدٰى	مِمَّا	وَجَدْتُّمْ	عَلَيْهِ	اٰبَآءَكُمْ	قَالُوْٓا	اِنَّا
کہا اس نے	اور کیا اگر	لاؤں میں تمہارے پاس	زیادہ ہدایت والی	اس سے جو	پایا تم نے	اس پر	اپنے باپوں کو	کہا انہوں نے	بیشک ہم

پیغمبر نے کہا کہ کیا اگر میں تمہارے پاس اُس سے زیادہ ہدایت والی چیز لے آؤں جس پر تم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ تمہیں

ہے؟ دراصل انسان کی اولاد اس کا جز ہوتی ہے کیونکہ وہ اسی کے "پانی" سے وجود میں آتی ہے اور جس چیز کے اجزا ہوں، وہ مرکب ہوتی ہے اور ہر مرکب اپنے وجود کے لیے اپنے اجزا کا محتاج ہوتا ہے، اگر اس کے اجزا مکمل نہ ہوں تو اس کا وجود نامکمل رہتا ہے، اب اگر اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کو فرض کرلیا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ مرکب ہے اور اپنی تکمیل کے لیے اپنے اجزا کا محتاج ہے، بھلا جو اپنی ذات کی تکمیل کے لیے اجزا کا محتاج ہو، وہ دوسروں کی کیا تکمیل کرے گا؟ اور جو خود محتاج ہو، کیا وہ دوسروں کی محتاجی دور کرسکتا ہے؟ اور کیا معبود کو محتاج ہونا چاہیے؟ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کرنا نہایت خطرناک اور گمراہ کن مفروضہ ہے۔ (١٦) اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں سے سوال پوچھا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد اور اس میں سے بھی بیٹیاں تجویز کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو اولاد کی کوئی ضرورت بھی تھی تو اس کی کیا وجہ ہے کہ اس نے چن چن کر تمہیں بیٹے دیدیئے اور اپنے لیے بیٹیاں رکھ لیں؟ حالانکہ ضرورت کے وقت بیٹے کام آتے ہیں، وہ باپ کے ساتھ کاروبار کرتے ہیں، میدان جنگ میں اس کا دست و بازو بنتے ہیں، باپ کی نسل کو آگے بڑھاتے ہیں، باپ کے لیے باعث زینت اور باعث فخر بنتے ہیں، جبکہ بیٹیاں تو گھر میں رہتی ہیں، باپ کی نسل ان سے نہیں چلتی، وہ میدان جنگ کا تجربہ نہیں رکھتی ہیں، گویا یہاں دو سوال ہیں، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ کو اولاد کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اور دوسرا یہ کہ اس ضرورت کی تکمیل کے لیے اس نے بیٹوں کو چھوڑ کر بیٹیوں کو کیوں تجویز کیا؟ (١٧) اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کی حالت بیان کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں کہ اگر خود ان کے یہاں بیٹی کی پیدائش ہوجائے اور انہیں اس کی اطلاع ملے تو سارا دن ان کا چہرہ لٹکا رہتا ہے، ان کے چہرے پر مردنی اور سیاہی چھا جاتی ہے اور دل ہی دل میں وہ گھٹنے لگتے ہیں، اس خبر کو وہ اپنے لیے صدمے اور افسوس کی خبر سمجھتے ہیں، تعجب ہے کہ اپنے لیے وہ جس چیز کو برا سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف اسی کی نسبت کرتے ہوئے انہیں بالکل خیال نہیں آتا کہ وہ کیا کررہے ہیں؟ (١٨) اس آیت مبارکہ میں عورت کے حوالے سے دو اہم پہلو بیان کرکے یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹیوں کی نسبت کرنا صحیح ہے؟ یہ دونوں پہلو عورت کے لیے عیب نہیں ہیں، بلکہ اس کی فطرت کا تقاضا اور حصہ ہیں، پہلا یہ کہ اس کی فطرت میں بناؤ سنگھار اور زیبائش و آرائش رکھ دی گئی ہے، اس کے لیے وہ کئی گھنٹے آئینے کے سامنے کھڑی رہتی ہے اور بننے سنورنے کو پسند کرتی ہے، عورت کے لیے یہ عیب نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں، دوسرا پہلو یہ کہ عورت اپنے مدمقابل کے سامنے اپنے دعوے کو خوب اچھی طرح ثابت نہیں کرسکتی، اس کی قوت بیان مرد کے مقابلے میں کمزور رکھی گئی ہے، یہ عورت کا عیب نہیں ہے بلکہ اس کی نسوانیت کا فطری تقاضا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، رہا یہ اعتراض کہ بعض خواتین بناؤ سنگھار میں دلچسپی نہیں رکھتی ہیں، یا یہ کہ بہت سی عورتیں تقریر و بیان میں مردوں سے بھی آگے ہوتی ہیں؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت مبارکہ میں اکثریت کا حکم بیان کیا گیا ہے، استثناء کی گنجائش ہر جگہ ہوتی ہے، لیکن اس پر حکم نہیں لگایا جاتا، حکم ہمیشہ اکثریت پر لگایا جاتا ہے اور وہ اب بھی ایسی ہی ہے۔ (١٩) اس آیت مبارکہ میں فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دینے والوں سے سوال پوچھا گیا ہے کہ جس وقت فرشتوں کی تخلیق ہورہی تھی، کیا وہ اس وقت وہاں موجود تھے؟ کیا ان کی آنکھوں کے سامنے فرشتوں کو مونث بنایا گیا تھا؟ اور کیا وہ اس کے عینی گواہ ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ہم ان کی گواہی نوٹ کررہے ہیں اور عنقریب اس کے متعلق ان سے باز پرس کریں گے، دراصل تخلیق کے وقت کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ کسی عام آدمی کی آنکھ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ فرشتے کو اس کی اصل شکل وصورت میں دیکھ سکے، نبی اکرم ﷺ نے بھی صرف دو تین مرتبہ ہی جبریل امین کو ان کی اصلی شکل وصورت میں دیکھا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ جب ان

بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٢٤﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

بِمَآ	اُرْسِلْتُمْ	بِهٖ	كٰفِرُوْنَ ﴿٢٤﴾	فَانْتَقَمْنَا	مِنْهُمْ	فَانْظُرْ	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ
اس سے جو	بھیجے گئے تم	اس کے ساتھ	انکار کرنے والے	سو انتقام لیا ہم نے	ان سے	تو دیکھ لے	کیسا	ہوا	انجام

جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے، ہم اُس کا انکار کرتے ہیں۔ ٢٤ پھر ہم نے اُن سے انتقام لیا، سو آپ دیکھ لیجیے کہ تکذیب کرنے والوں کا

الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٥﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا

الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٥﴾	وَ	اِذْ	قَالَ	اِبْرٰهِيْمُ	لِاَبِيْهِ	وَ	قَوْمِهٖٓ	اِنَّنِيْ	بَرَآءٌ	مِّمَّا
جھٹلانے والوں کا	اور	جب	کہا	ابراہیم نے	اپنے باپ سے	اور	اپنی قوم سے	بیشک میں	بیزار ہوں	اس سے جو

کیا انجام ہوا؟ ٢٥ اور اُس وقت کو یاد کیجیے جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم جن کی عبادت کرتے ہو، میں اُن سے

تَعْبُدُوْنَ ﴿٢٦﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿٢٧﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً

تَعْبُدُوْنَ ﴿٢٦﴾	اِلَّا	الَّذِيْ	فَطَرَنِيْ	فَاِنَّهٗ	سَيَهْدِيْنِ ﴿٢٧﴾	وَجَعَلَهَا	كَلِمَةً
تم عبادت کرتے ہو	مگر	وہ جس نے	مجھے پیدا کیا	کہ بیشک وہ	عنقریب میری رہنمائی کرے گا	اور رکھ دی اس نے یہ	بات

بیزار ہوں۔ ٢٦ سوائے اُس کے جس نے مجھے پیدا کیا کہ وہی میری رہنمائی بھی کرے گا۔ ٢٧ اور ابراہیم یہی بات

بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ

بَاقِيَةً	فِيْ	عَقِبِهٖ	لَعَلَّهُمْ	يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾	بَلْ	مَتَّعْتُ	هٰٓؤُلَآءِ	وَ	اٰبَآءَهُمْ
باقی رہنے والی	بیچ	اپنی اولاد کے	تاکہ وہ	رجوع کریں	بلکہ	میں نے فائدہ پہنچایا	ان لوگوں کو	اور	ان کے باپوں کو

اپنے پیچھے اپنی اولاد میں چھوڑ گئے تاکہ وہ رجوع کریں۔ ٢٨ بلکہ میں نے انہیں اور ان کے آباؤ اجداد کو فائدہ پہنچایا،

حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٩﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا

حَتّٰى	جَآءَهُمُ	الْحَقُّ	وَرَسُوْلٌ	مُّبِيْنٌ ﴿٢٩﴾	وَ	لَمَّا	جَآءَهُمُ	الْحَقُّ	قَالُوْا
یہاں تک کہ	آ گیا ان کے پاس	حق	اور پیغام پہنچانے والا	کھلم کھلا	اور	جب	آ چکا ان کے پاس	حق	کہنے لگے وہ

یہاں تک کہ اُن کے پاس حق اور کھلم کھلا پیغام پہنچانے والا آ گیا۔ ٢٩ اور جب اُن کے پاس حق آیا تو وہ کہنے لگے

هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى

هٰذَا	سِحْرٌ	وَّ	اِنَّا	بِهٖ	كٰفِرُوْنَ ﴿٣٠﴾	وَ	قَالُوْا	لَوْلَا	نُزِّلَ	هٰذَا	الْقُرْاٰنُ	عَلٰى
یہ	جادو	اور	بیشک ہم	اس کا	انکار کرنے والے	اور	کہا انہوں نے	کیوں نہیں	نازل کیا گیا	یہ	قرآن	پر

کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ ٣٠ اور کہنے لگے کہ یہ قرآن دو بستیوں کے

لوگوں نے فرشتوں کو دیکھا ہی نہیں ہے، نہ ابھی اور نہ ان کی تخلیق کے وقت تو انہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ مؤنث ہیں؟ ٢٠ اس آیت مبارکہ میں مشرکوں کا ایک استدلال اور اس کا جواب بیان کیا گیا ہے، مشرکین اپنے کفر و شرک اور بت پرستی کے جواز پر اللہ تعالیٰ کی "مشیت" سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر اس کی مشیت ہوتی تو وہ ہمیں ان بتوں کی عبادت سے روک دیتا، لیکن چونکہ اس نے ہمیں بتوں کی عبادت سے نہیں روکا، اس لیے معلوم ہوا کہ اس کی مشیت یہی ہے کہ ہم ان بتوں کی عبادت کرتے رہیں اور جب اس کی مشیت یہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے راضی بھی ہے، یہی استدلال ہر وہ شخص کرتا ہے جو کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے اور کوئی ڈرانے والا اسے ڈرائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کو اپنی ڈھال بنا لیتا ہے، حالانکہ مشیت اور رضا دو الگ الگ چیزیں ہیں، ضروری نہیں ہے کہ جس کام میں مشیت پائی جائے، وہاں رضا مندی بھی پائی جائے، کیونکہ کائنات میں بے شمار کام ایسے ہیں جن میں اللہ کی مشیت تو ہے، اس لیے کہ اس کی مشیت کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا، لیکن ان میں اس کی رضا اور خوشنودی نہیں ہے، جیسے قتل، کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر نہیں ہوتا، لیکن اس میں اللہ کی رضا شامل نہیں ہے، اسی وجہ سے قاتل کے لیے سزا مقرر کی گئی ہے، معلوم ہوا کہ مشرکوں کے استدلال کی بنیاد کسی مضبوط علم پر نہیں ہے بلکہ ان کے پاس صرف اندازے اور تخمینے ہیں جن کی کوئی وقعت اور حیثیت نہیں ہے۔ ٢١ اس آیت مبارکہ میں مشرکوں سے نقلی دلیل کا تقاضا کیا گیا ہے کہ ان کی عقلی دلیل کا حال تو اوپر معلوم ہو چکا، چنانچہ وہ عقلی طور پر اپنے دعوے کو ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے، کوئی ایسی دلیل ہی پیش کریں جو ان کے آباؤ اجداد سے نقل ہوتے ہوئے آسمانی کتاب کی شکل میں ہو، جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک یا اس کے لیے بیٹیوں کو فرض کرنے کی تحسین کی گئی ہو، لیکن کسی آسمانی کتاب میں اس کی تعلیم نہیں دی گئی، کسی آسمانی کتاب سے اس کے جواز پر دلیل نہیں پیش کی جا سکتی، اس لیے وہ کوئی ایسا مستند حوالہ پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ ٢٢ اس آیت مبارکہ میں مشرکوں کی ایک دلیل ذکر کی گئی ہے جس کا خلاصہ آباؤ اجداد کی اندھی تقلید نکلتا ہے، یعنی مشرکوں کے پاس ان کے کفر و شرک اور بت پرستی کی کوئی عقلی یا نقلی دلیل موجود نہیں ہے، صرف ایک "جذباتی دلیل" ہے جس سے وہ ہر زمانے میں اپنے اپنے الفاظ اور تعبیرات میں استدلال کرتے رہے ہیں کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو جس راہ پر چلتے ہوئے پایا، ہم انہی کے نقش قدم پر وہی راہ طے کر رہے ہیں، ہمارے آباؤ اجداد اپنے زمانے کے دانشور اور اہل عقل تھے، اگر یہ راہ غلط ہوتی تو وہ اس پر کبھی نہ چلتے، اب اگر ہم اس راہ کو چھوڑتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کی عقل و دانش پر شک کرتے ہیں اور ایسا ہونا ممکن نہیں ہے اس لیے ہم اپنے آبائی دین کو نہیں چھوڑ سکتے۔ ٢٣ اس آیت مبارکہ میں آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کو گزشتہ امتوں میں پائی جانے والی بیماری اور عادت قرار دیا گیا ہے، یعنی یہ استدلال صرف آج کے مشرک نہیں کر رہے، اس سے پہلے بھی ہر زمانے کے مال دار اور خوشحال لوگ اپنے انبیاء کے سامنے یہی استدلال کرتے رہے ہیں، لیکن جس طرح یہ استدلال ان کے جرم کی حساسیت کو کم نہیں کر سکا، موجودہ مشرکین کے لیے بھی اس سے استدلال کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ٢٤ اس آیت مبارکہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنی قوم کو فہمائش کرنا اور قوم کا ان کی نصیحت کو قبول نہ کرنا مذکور ہوا ہے کہ جب کسی قوم نے اپنے نبی کے سامنے آباؤ اجداد کی تقلید اور آبائی دین پر جمے رہنے پر اصرار کیا تو ان کے نبی نے انہیں ان تعلیمات کی طرف توجہ دلائی جو اللہ نے انہیں عطا فرمائی تھیں اور ان سے کہا کہ میں تمہارے پاس زندگی گزارنے کا ایسا دستور اور طریقہ لیکر آیا ہوں جو تمہارے آبائی دین سے زیادہ درست اور ہدایت پر مبنی ہے، اس میں زندگی کے ہر شعبے اور لمحے کے لیے رہنمائی موجود ہے اور اس پر عمل کرنے میں تمہارا فائدہ ہی فائدہ ہے، تمہاری دنیا

رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿٣١﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ط

رَجُلٍ	مِّنَ	الْقَرْيَتَيْنِ	عَظِيْمٍ ﴿٣١﴾	اَهُمْ	يَقْسِمُوْنَ	رَحْمَتَ	رَبِّكَ ط
ایک آدمی کے	سے	دو بستیوں کے	بڑے	کیا وہ	تقسیم کرتے ہیں	رحمت کو	تیرے رب کی

کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں ہوا؟ ﴿٣١﴾ کیا وہ آپ کے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا

نَحْنُ	قَسَمْنَا	بَيْنَهُمْ	مَّعِيْشَتَهُمْ	فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَ	رَفَعْنَا
ہم	تقسیم کرتے ہیں	ان کے درمیان	ان کی روزی	بیچ	زندگی کے	دنیا کی	اور	بلند کیے ہم نے

ہم نے ہی تو دنیوی زندگی میں ان کے درمیان ان کی روزی تقسیم کی ہے، اور ہم نے ان میں سے

بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ط

بَعْضَهُمْ	فَوْقَ	بَعْضٍ	دَرَجٰتٍ	لِّيَتَّخِذَ	بَعْضُهُمْ	بَعْضًا	سُخْرِيًّا ط
ان میں سے بعض کے	اوپر	بعض کے	درجے	تاکہ بنا لیں	ان میں سے بعض	بعض کو	خادم

بعض کو بعض پر درجے بلند کیے ہیں تاکہ اُن میں سے بعض، بعض کو خادم بنالیں،

وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ

وَ	رَحْمَتُ	رَبِّكَ	خَيْرٌ	مِّمَّا	يَجْمَعُوْنَ ﴿٣٢﴾	وَ	لَوْلَآ	اَنْ	يَّكُوْنَ	النَّاسُ
اور	رحمت	تیرے رب کی	سب سے بہتر	اس سے جو	وہ جمع کرتے ہیں	اور	اگر نہ ہوتا	یہ کہ	ہوجاتے	لوگ

اور آپ کے رب کی رحمت اُن تمام چیزوں سے زیادہ بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔ ﴿٣٢﴾ اگر سارے لوگ اِسی ایک راستے پر

اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ

اُمَّةً	وَّاحِدَةً	لَّجَعَلْنَا	لِمَنْ	يَّكْفُرُ	بِالرَّحْمٰنِ	لِبُيُوْتِهِمْ	سُقُفًا	مِّنْ
امت	ایک ہی	البتہ بنا دیتے ہم	اس کیلئے جو	کفر کرتا ہے	ساتھ رحمان کے	ان کے گھروں کیلئے	چھتیں	سے

نہ چل پڑتے تو ہم رحمان کا انکار کرنے والوں کے گھروں کی چھتیں چاندی کی

فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿٣٣﴾ لا وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا

فِضَّةٍ	وَّ	مَعَارِجَ	عَلَيْهَا	يَظْهَرُوْنَ ﴿٣٣﴾	وَ	لِبُيُوْتِهِمْ	اَبْوَابًا	وَّ	سُرُرًا	عَلَيْهَا
چاندی کے	اور	سیڑھیاں	اس پر	وہ چڑھتے ہیں	اور	ان کے گھروں کیلئے	دروازے	اور	تخت	ان پر

بنا دیتے اور وہ سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں۔ ﴿٣٣﴾ اور اُن کے گھروں کے دروازے بھی اور وہ تخت بھی جن پر

بھی اچھی ہوجائے گی اور آخرت بھی کامیاب ہوجائے گی، لیکن قوم نے اپنے نبی کی نصیحت پر عمل کرنے سے صاف انکار کردیا اور اپنی محرومی پر مہر لگادی۔ ﴿٢٥﴾ اس آیت مبارکہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کا انتقام لینا اور ان کے انجام پر غور کرنے کی دعوت دینا بیان ہوا ہے، کیونکہ جو لوگ تکذیب انبیاء کے مرتکب ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غضب سے وہ بچ نہیں سکتے، چنانچہ سابقہ امتوں اور قوموں کی تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں، جن میں عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے بہت سا سامان عبرت موجود ہے۔ ﴿٢٦﴾ ﴿٢٧﴾ ان آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ اور اپنی قوم کے بنائے ہوئے معبودوں سے بیزاری کا اظہار کرنا اور حق تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کرنا بیان ہوا ہے، یوں تو تمام انبیاء علیہم السلام نے ہی شرک و بت پرستی اور باطل معبودوں سے بیزاری کا اظہار کیا ہے، لیکن اس وصف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس قدر نمایاں مقام حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں "حنیف" کا خطاب دیا ہے، اسی وجہ سے خصوصیت کے ساتھ یہاں ان کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر آباؤ اجداد کی تقلید ہی تمہارے لیے معیار ہے تو پھر اپنے جد امجد ابراہیم کی تقلید کیوں نہیں کرتے؟ تم ان کی طرف اپنی نسبت بھی کرتے ہو اور انہیں اپنا جد امجد بھی تسلیم کرتے ہو، پھر ان کی موحدانہ زندگی کو پس پشت بھی ڈال دیتے ہو؟ ﴿٢٨﴾ اس آیت مبارکہ میں توحید اور یکتا پرستی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وصیت قرار دیا گیا ہے کہ جب ان کے دنیا سے پردہ فرمانے کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنی اولاد سے فرمایا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ سب نے اقرار کیا کہ آپ کے معبود کی عبادت کریں گے جو ہمارا اور ساری کائنات کا معبود حقیقی ہے، پہلے پارے کے آخر میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس وصیت کا ذکر آیا ہے، یہاں اس وصیت کا حوالہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر لوگ مرنے والے کی وصیت کا احترام کرنا اور اسے پورا کرنا اپنے اوپر لازم سمجھتے ہیں، تم لوگ اپنے جد امجد کی وصیت کو ہی فراموش کر بیٹھے ہو، گویا یہ اسلوب بیان اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ شاید ان کے دل میں کوئی خیال آجائے اور وہ اپنی گمراہی اور کفر و شرک سے توبہ کرکے باز آجائیں۔ ﴿٢٩﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکوں پر اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے آباؤ اجداد کو دنیا کی ہر نعمت عطا فرمائی تاکہ وہ یکسوئی کے ساتھ اپنے جد امجد ابراہیم کی نصیحت اور وصیت پر عمل کرسکیں اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان کے پاس اپنا آخری پیغمبر بھیجا جو ان کے پاس روشن حق لیکر آیا اور اس نے کفر و شرک اور بت پرستی کے اندھیروں میں ایمان اور ہدایت کی شمع روشن کی، ان پر لازم تھا کہ ان ظاہری اور باطنی نعمتوں کی قدر کرتے لیکن انہوں نے کیا کیا، اس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔ ﴿٣٠﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکوں کی حق ناشناسی کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب ان کے پاس اللہ کا سچا پیغمبر دین حق لیکر آیا اور انہیں صاف ستھرا دین حق پہنچایا تو بجائے اس کے کہ وہ اس پر ایمان لاتے اور اس پر عمل کرکے اپنی زندگی سنوارتے، انہوں نے اسے جادو قرار دینا شروع کردیا، اور واضح لفظوں میں اس کے اور کافر ہوگئے، حالانکہ وہ جانتے تھے کہ قرآن جادو نہیں ہے، بھلا اس پاکیزہ کلام کا جادوگروں کے جادو منتروں سے کیا واسطہ؟ کہاں دلوں کی دنیا کو بدل دینے والا یہ عظیم الشان کلام اور کہاں شیطانی لغویات؟ ﴿٣١﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ کا ایک اعتراض ذکر کیا گیا ہے وہ یہ کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کرنا ہی تھا تو دو بستیوں کے کسی معزز آدمی پر اسے نازل کرتا، تاکہ ہمارے لیے اس پر ایمان لانا آسان ہوتا، دو بستیوں سے مراد مکہ مکرمہ اور طائف ہے، وہ چاہتے تھے کہ اہل مکہ میں سے ولید بن مغیرہ یا اہل طائف میں سے عروہ بن مسعود ثقفی کا انتخاب اس عظیم الشان منصب کے لیے کیا جاتا، کیونکہ یہ دونوں اپنی قوم کے نہایت صاحب ثروت لوگ تھے اور اپنے مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے لوگوں میں ایک

يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ

يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾	وَ	زُخْرُفًا ؕ	وَ	اِنْ	كُلُّ	ذٰلِكَ	لَمَّا	مَتَاعُ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا ؕ
وہ ٹیک لگاتے ہیں	اور	سونے کے	اور	نہیں	ہر ایک	یہ	مگر	سامان	زندگی کا	دنیا کی

وہ ٹیک لگاتے ہیں۔ ﴿۳۴﴾ اور سونے کے بنا دیتے، اور یہ سب کچھ تو دنیوی زندگی کا سازوسامان ہے،

وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾ ع وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ

وَ	الْاٰخِرَةُ	عِنْدَ	رَبِّكَ	لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾	وَ	مَنْ	يَّعْشُ	عَنْ	ذِكْرِ	الرَّحْمٰنِ
اور	آخرت	نزدیک	تیرے رب کے	ڈرنے والوں کیلئے	اور	جو کوئی	اعراض کرے	سے	یاد کے	رحمان کی

اور آخرت آپ کے رب کے یہاں متقیوں کیلئے ہے۔ ﴿۳۵﴾ اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اعراض کرے گا،

نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ

نُقَيِّضْ	لَهٗ	شَيْطٰنًا	فَهُوَ	لَهٗ	قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾	وَ	اِنَّهُمْ	لَيَصُدُّوْنَهُمْ	عَنِ
ہم مقرر کردیں گے	اس کیلئے	ایک شیطان	سو وہ	اس کیلئے	ہم نشین	اور	بیشک وہ	البتہ روکتے ہیں انہیں	سے

ہم اُس پر ایک شیطان مقرر کردیں گے جو اُس کا ہم نشین رہے گا۔ ﴿۳۶﴾ اور وہ لوگوں کو راستے سے

السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ

السَّبِيْلِ	وَ	يَحْسَبُوْنَ	اَنَّهُمْ	مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾	حَتّٰٓى	اِذَا	جَآءَنَا	قَالَ
راستے کے	اور	وہ سمجھتے ہیں	کہ بیشک وہ	ہدایت یافتہ لوگ	یہاں تک کہ	جب	وہ ہمارے پاس آیگا	کہے گا

روکتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ صحیح راستے پر ہیں۔ ﴿۳۷﴾ یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا

يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ

يٰلَيْتَ	بَيْنِيْ	وَ	بَيْنَكَ	بُعْدَ	الْمَشْرِقَيْنِ	فَبِئْسَ	الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾	وَ	لَنْ
اے کاش	میرے درمیان	اور	تیرے درمیان	دوری	مشرق و مغرب کی	تو بدترین	ہم نشین	اور	ہرگز نہیں

کہ اے کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کی مسافت حائل ہوتی، تو بدترین ہم نشین ہے۔ ﴿۳۸﴾ اور آج

يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ

يَّنْفَعَكُمُ	الْيَوْمَ	اِذْ	ظَّلَمْتُمْ	اَنَّكُمْ	فِى	الْعَذَابِ	مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾	اَفَاَنْتَ
فائدہ دے گا تمہیں	آج کے دن	جبکہ	تم نے ظلم کیا	کہ بیشک تم	بیچ	عذاب کے	شریک ہونے والے	تو کیا تو

جبکہ تم ظالم ٹھہر چکے، تمہیں یہ چیز ہرگز فائدہ نہ دے گی کہ تم سب عذاب میں برابر کے شریک ہو۔ ﴿۳۹﴾ کیا آپ

ممتاز مقام رکھتے تھے، گویا ان کے نزدیک قرآن، وحی اور نبوت کے لیے کسی معزز آدمی کا انتخاب کرنا ضروری تھا، یہاں تک تو ٹھیک ہے اور اس سے ہر شخص اتفاق کرتا ہے، لیکن معزز آدمی کے لیے انہوں نے جو معیار مقرر کرلیا تھا وہ معیار درست نہیں ہے، کیونکہ مال و دولت کی کثرت انسان کو معزز نہیں بناتی، اس کے اخلاق تہذیب اور تربیت اسے معزز بناتی ہے، اس لیے ان کا یہ اعتراض مسترد کردیا گیا ہے۔ ﴿۳۲﴾ اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ اہل دنیا کے لیے دنیا کا رزق اور اس کی ضروریات ہم نے کسی کی فرمائش پر تقسیم نہیں کی ہیں، بھلا منصب نبوت و رسالت کوئی ایسی چیز ہے جو ہم ان کی فرمائش پر کسی کو دیں گے اور کسی سے واپس لیں گے؟ ان کا مقام و مرتبہ اتنا بلند کیسے ہوگیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت یعنی منصب نبوت و رسالت لوگوں میں تقسیم کرنے لگے؟ کیا وہ ظاہری غذا لوگوں کے درمیان تقسیم کرنے کا اختیار رکھتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر باطنی غذائی تقسیم کا حقدار وہ خود کو کیوں سمجھتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے دنیوی زندگی کے ظاہری اسباب کسی کو کم اور کسی کو زیادہ عطا فرمائے ہیں، چنانچہ زیادہ اسباب رکھنے والا کم اسباب والے سے کام کرواتا ہے اور مختلف شعبوں میں اس سے خدمات لیتا ہے اور اسے اس کی اجرت اور مزدوری دیدیتا ہے؛ رزق کی یہ تقسیم بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور نبوت و رسالت کے لیے اس کی اہلیت رکھنے والے افراد و اشخاص کا انتخاب بھی اسی کے اختیار میں ہے اور نبوت و رسالت اس مال و دولت سے ہزار درجے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرکرکے اپنی تجوریاں بھرتے ہیں۔ ﴿۳۳﴾ ﴿۳۵﴾ ان آیتوں میں دنیا کی بہار اور اس کی زیب و زینت میں گم ہوکر راہ حق سے غافل ہوجانے والوں کی آنکھیں کھولی گئی ہیں، منشا یہ ہے کہ دنیا اور اس کے ساز و سامان کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی قدر و قیمت اور اہمیت نہیں ہے، جب اس بے حیثیت دنیا اور اس کا ساز و سامان اللہ تعالیٰ نے خود تقسیم فرمایا ہے تو نبوت و رسالت جیسی عظیم الشان

ع ۳ ۱۰ ۹

سعادت کی تقسیم کسی دوسرے کے سپرد کیونکر فرمائے گا؟ حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کافروں اور مشرکوں کے گھروں کی چھتیں، سیڑھیاں، دروازے، تالے، چابیاں، مسہریاں اور صوفے سونے چاندی کے بنا دیتا اور وہ ان عالی شان مکانات اور محلات میں شاہانہ زندگی بسر کرتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اور اس کے سونے چاندی کی کوئی اہمیت نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے بہت ساری مصلحتوں کی وجہ سے ہر کافر کو یہ سہولت نہیں دی ہے، ان میں سے ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اگر لوگ دیکھتے کہ جو شخص کفر و شرک اختیار کرتا ہے اس پر دنیوی نعمتوں اور سونے چاندی کے ذخیروں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں تو ہر شخص ہی کافر بن جانے کو پسند کرتا اور یوں لوگوں کی اکثریت کافر ہوجاتی، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس طرح تو خود لوگوں کو کفر اختیار کرنے کی ترغیب دینا لازم آتا کہ جو کفر اختیار کرے گا ہم اسے دنیا کی نعمتیں دیں گے اور جو ایمان لائے گا اس سے یہ نعمتیں چھین لیں گے، اس لیے مسلمانوں اور کافروں دونوں میں سے ہر طبقے کو امارت اور غربت دونوں کا مزہ چکھایا ہے اور مسلمانوں کو یہ سمجھا دیا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہے، وہ سب یہیں کا ساز و سامان ہے، کچھ عرصے کے لیے اس سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہے، اس کے بعد یہ سب کچھ چھوڑ کر اپنے رب کی طرف روانہ ہونا ہے وہاں بہترین زندگی صرف اہل التقویٰ کو ملے گی، کافروں کو وہاں معمولی درجے کی راحت بھی نصیب نہ ہوگی۔ ﴿۳۶﴾ اس آیت مبارکہ میں ذکر اللہ سے اعراض اور بے رخی کرنے والے کا انجام بیان کیا گیا ہے، یہ بے رخی کفر و شرک کی وجہ سے ہو تو زیادہ خطرناک ہوتی ہے لیکن اگر غفلت اور معصیت کی وجہ سے ہو، تب بھی اس کا خطرہ کم نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو شیاطین کے حوالے کردیتا ہے، شیاطین اس پر مسلط ہوجاتے ہیں، وہی اس کے رفقاء اور ہم نشین قرار پاتے ہیں اور وہی اس کے دل دماغ پر قابض ہوجاتے ہیں، چنانچہ وہ انہی کی آنکھ سے دیکھتا ہے، انہی کے کان سے سنتا ہے، انہی کی زبان سے بولتا ہے اور انہی

تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٤٠ فَاِمَّا

تُسْمِعُ	الصُّمَّ	اَوْ	تَهْدِي	الْعُمْيَ	وَ	مَنْ	كَانَ	فِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ۝	فَاِمَّا
سنا سکتا ہے	بہروں کو	یا	راستہ دکھا سکتا ہے	اندھوں کو	اور	جو	ہو	بیچ	گمراہی کے	کھلی	سو اگر

بہروں کو سنا سکتے ہیں یا اندھوں کو راہ دکھا سکتے ہیں اور انہیں جو کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ ۝٤٠ پھر اگر

نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۝٤١ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا

نَذْهَبَنَّ	بِكَ	فَاِنَّا	مِنْهُمْ	مُّنْتَقِمُوْنَ ۝	اَوْ	نُرِيَنَّكَ	الَّذِيْ	وَعَدْنٰهُمْ	فَاِنَّا
ہم لیجائیں	تجھے	تو بیشک ہم	ان سے	انتقام لینے والے	یا	ہم تجھے دکھادیں	وہ جس کا	ہم نے ان سے وعدہ کیا	تو بیشک ہم

ہم کبھی آپ کو یہاں سے لیجائیں تو ہم اُن سے انتقام لیں گے۔ ۝٤١ یا ہم آپ کو وہ چیز دکھا دیں جس کا ہم نے اُن سے وعدہ کیا ہے، سو ہم

عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ۝٤٢ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ

عَلَيْهِمْ	مُّقْتَدِرُوْنَ ۝	فَاسْتَمْسِكْ	بِالَّذِيْٓ	اُوْحِيَ	اِلَيْكَ ۚ	اِنَّكَ
ان پر	قدرت رکھنے والے	سو مضبوط تھام لے	اسے جو	وحی بھیجی جاتی ہے	تیری طرف	بیشک تو

اُن پر قدرت رکھتے ہیں۔ ۝٤٢ اس لیے آپ پر جو وحی بھیجی جاتی ہے، اُسے مضبوطی سے تھام لیجئے، بیشک آپ

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٤٣ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ

عَلٰى	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ ۝	وَ	اِنَّهٗ	لَذِكْرٌ	لَّكَ	وَ	لِقَوْمِكَ ۚ	وَ	سَوْفَ
پر	راستے کے	سیدھے	اور	بیشک وہ	البتہ ذکر	تیرا	اور	تیری قوم کا	اور	عنقریب

سیدھے راستے پر ہیں۔ ۝٤٣ اور بیشک یہ آپ کا اور آپ کی قوم کا تذکرہ ہے ، اور عنقریب

تُسْـَٔلُوْنَ ۝٤٤ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا

تُسْـَٔلُوْنَ ۝	وَسْـَٔلْ	مَنْ	اَرْسَلْنَا	مِنْ	قَبْلِكَ	مِنْ	رُّسُلِنَآ	اَجَعَلْنَا
تم پوچھے جاؤ گے	اور پوچھ لے	اس سے جو	ہم نے بھیجے	سے	تیرے پہلے	سے	اپنے پیغمبروں کے	کیا بنائے ہم نے

تم سے پوچھ گچھ کی جائے گی۔ ۝٤٤ اور ہم نے آپ سے پہلے جو پیغمبر بھیجے ہیں، اُن سے پوچھ لیجئے، کہ کیا ہم نے رحمان کے

مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝٤٥ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ

مِنْ	دُوْنِ	الرَّحْمٰنِ	اٰلِهَةً	يُّعْبَدُوْنَ ۝	وَ	لَقَدْ	اَرْسَلْنَا	مُوْسٰى	بِاٰيٰتِنَآ
سے	علاوہ	رحمان کے	بہت سے معبود	عبادت کیے جائیں وہ	اور	البتہ یقیناً	ہم نے بھیجا	موسیٰ کو	ساتھ اپنی نشانیوں کے

علاوہ کوئی اور معبود بھی مقرر کیے ہیں کہ اُن کی عبادت کی جائے؟ ۝٤٥ اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو فرعون

ع ۴ ۱۰ ۱۰

کے دل و دماغ سے سوچتا ہے۔ ۳۷ اس آیت مبارکہ میں شیطان کے حملوں کا شکار بننے والے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ شیاطین انہیں بہکا کر سیدھے راستے سے دور لے جاتے ہیں، ان کے دلوں میں راہ حق کے حوالے سے شکوک وشبہات پیدا کرتے رہتے ہیں اور انہیں گمراہی اور گناہوں کی دلدل میں دھنسنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں اور یہ لوگ اپنی کم عقلی سے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ سیدھی راہ پر گامزن ہیں، ان کے قدم صحیح سمت میں اٹھ رہے ہیں اور عنقریب وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچ جائیں گے، یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص ترکستان کے راستے پر جا رہا ہو اور وہ خانہ کعبہ پہنچ جائے؟ ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو میروی بترکستان ست ۳۸ اس آیت مبارکہ میں اس شخص کا حسرت ناک جملہ نقل کیا گیا ہے جو دنیا میں شیاطین کی رفاقت میں رہا، ان کے وسوسوں اور شیطانی خیالات پر آنکھیں بند کرکے دوڑتا رہا اور خود کو راہ راست پر سمجھ کر دوسروں کو گمراہ کہتا رہا، جب وہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچے گا، قیامت قائم ہوگی اور سب چیزوں کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی تب وہ اپنے رفقاء سے کہے گا کہ کمبختو! دور ہوجاؤ، تمہاری وجہ سے میں آج اس انجام کو پہنچا ہوں، اے کاش! کہ میرے اور تمہارے درمیان مشرق اور مغرب کا فاصلہ ہوتا، تم مشرق میں ہوتے اور میں مغرب میں، نہ تم مجھ تک رسائی حاصل کرسکتے اور نہ میں تمہیں دیکھ پاتا، تم نے مجھے گمراہ کرکے میرے رب سے مجھے دور کردیا، تم بدترین ہم نشین ہو۔ ۳۹ اس آیت مبارکہ میں اس امکان کو مسترد کردیا گیا ہے کہ جب عذاب جہنم میں اربوں کھربوں لوگ گرفتار ہوں گے تو ایک کو دیکھ کر دوسرے کو تسلی ہوجائے گی، چنانچہ فارسی کا یہ محاورہ خاصا مشہور ہے "مرگ انبوہ جشنے دارد" کہ اگر کسی جگہ بہت سے لوگ اکٹھے مرجائیں تو ان کی تجہیز وتکفین کے انتظامات دیکھ کر جشن کا سماں معلوم ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس سے تمہیں کسی نوعیت کا کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، کیونکہ عذاب کی شدت اس قدر زیادہ ہوگی جو ایک کو دوسرے سے بے نیاز اور بے توجہ کردے گی، ہر شخص اپنی ہی مصیبت میں گرفتار ہوگا، کسی کو دوسرے کی پرواہ نہ ہوگی اور ہر شخص اپنی سزا بھگت رہا ہوگا، اعاذنا اللہ منہا ۴۰ اس آیت مبارکہ میں روئے سخن نبی ﷺ کی طرف ہے اور ہر مخاطب ہی مراد ہوسکتا ہے کہ جو شخص کانوں سے بہرا ہو، ممکن ہے کہ تم اسے کوئی آواز سنا سکو؟ تم اس کے پاس کھڑے ہوکر چلا کر بولو، وہ تب بھی تمہاری آواز نہ سن سکے گا اور تم اپنی تمام کوششوں کے باوجود اسے کچھ نہ سنا سکو گے، اسی طرح اگر کوئی شخص نابینا ہوچکا ہو اور اس کی بینائی زائل ہوگئی ہو، کیا تم اسے کوئی چیز دکھا سکتے ہو؟ تم اس کے سامنے سورج بھی لاکر رکھ دو تو اسے نہیں دکھا سکتے ہو، یہی حال اس شخص کا بھی ہے جو سیدھے راستے سے بھٹک جائے اور گمراہی کی دلدل میں دھنس جائے اور راہ حق کو دیکھنے سے اس کی بینائی چھن جائے، تم اس پر جتنی مرضی محنت کرلو اور جتنی چاہو کوشش کرلو، تم اسے راہ راست پر نہیں لاسکتے، یہ کام صرف اللہ رب العالمین کے اختیار میں ہے، اس کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا۔ ۴۱ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر ہم آپ کو اپنے پاس واپس بلالیں تو بھی آپ فکرمند نہ ہوں، ہمارے لیے انہیں سزا دینا کچھ مشکل نہیں ہے، ہم ان سے بآسانی انتقام لے لیں گے کیونکہ یہ لوگ ہماری سلطنت کی حدود سے نکل کر کہیں نہیں جاسکتے۔ ۴۲ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اہل مکہ کی گستاخیوں سے دل برداشتہ نہ ہوں، ہم جب چاہیں آپ کی نگاہوں کے سامنے ان پر عذاب نازل کردیں اور آپ کو اپنی قدرت کا نمونہ دکھادیں، یہ لوگ کسی بھی لمحے ہماری قدرت اور دسترس سے باہر نہیں ہیں اور ہمارا عذاب ان سے دور نہیں ہے، آپ مطمئن ہوکر اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی میں حسب سابق مشغول رہیں اور انہیں ہمارے حوالے کردیں۔ ۴۳ اس آیت مبارکہ میں ایک حکم اور اس کی علت بیان کی گئی ہے، حکم یہ ہے کہ آپ پر جو وحی بھیجی جارہی ہے آپ

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا

اِلٰى	فِرْعَوْنَ	وَمَلَا۟ئِهٖ	فَقَالَ	اِنِّيْ	رَسُوْلُ	رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾	فَلَمَّا
طرف	فرعون کے	اور اس کے سرداروں کے	تو کہا اس نے	بیشک میں	بھیجا ہوا	پالنے والے کا	جہان والوں کو	سو جب

اور اُس کے سرداروں کے پاس اپنی نشانیاں دے کر بھیجا، چنانچہ انہوں نے کہا کہ میں رب العالمین کا پیغمبر ہوں۔ ۴۶ پھر جب

جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ

جَآءَهُمْ	بِاٰيٰتِنَآ	اِذَا	هُمْ	مِّنْهَا	يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾	وَ	مَا	نُرِيْهِمْ	مِّنْ	اٰيَةٍ
وہ آیا ان کے پاس	ساتھ ہماری نشانیوں کے	اسی وقت	وہ	اس سے	ہنسنے لگے	اور	نہیں	دکھاتے ہم انہیں	سے	کوئی نشانی

وہ اُن کے پاس ہماری نشانیاں لیکر آئے تو وہ لوگ اُن پر ہنسنے لگے۔ ۴۷ اور ہم اُنہیں جو نشانی بھی دکھاتے،

اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۫ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾

اِلَّا	هِيَ	اَكْبَرُ	مِنْ	اُخْتِهَا	وَ	اَخَذْنٰهُمْ	بِالْعَذَابِ	لَعَلَّهُمْ	يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾
مگر	وہ	زیادہ بڑی	سے	اپنی بہن کے	اور	ہم نے انہیں پکڑ لیا	عذاب میں	تاکہ وہ	رجوع کریں

وہ پہلی نشانی سے بڑی ہوتی تھی، اور ہم نے اُنہیں عذاب میں پکڑ لیا تاکہ وہ رجوع کریں۔ ۴۸

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا

وَ	قَالُوْا	يٰٓاَيُّهَ	السّٰحِرُ	ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	بِمَا	عَهِدَ	عِنْدَكَ ۚ	اِنَّنَا
اور	کہنے لگے وہ	اے	جادوگر	دعا کر تو	ہمارے لئے	اپنے رب سے	اس وجہ سے جو	اس نے عہد کیا	تیرے پاس	بیشک ہم

اور کہنے لگے کہ اے جادوگر! تو اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کر دے کیونکہ اُس نے تجھ سے عہد کر رکھا ہے، بیشک ہم

لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾

لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾	فَلَمَّا	كَشَفْنَا	عَنْهُمُ	الْعَذَابَ	اِذَا	هُمْ	يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾
البتہ ہدایت پانے والے	سو جب	ہم کھول دیتے	ان سے	عذاب	اسی وقت	وہ	عہد توڑ دیتے

راستہ قبول کر لیں گے۔ ۴۹ پھر جب ہم اُن سے عذاب اٹھا لیتے تو اُسی وقت وہ وعدہ توڑ دیتے تھے۔ ۵۰

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ

وَ	نَادٰى	فِرْعَوْنُ	فِيْ	قَوْمِهٖ	قَالَ	يٰقَوْمِ	اَلَيْسَ	لِيْ	مُلْكُ	مِصْرَ	وَ	هٰذِهِ
اور	پکارا	فرعون	بیچ	اپنی قوم کے	کہا اس نے	اے میری قوم	کیا نہیں	میرے لئے	حکومت	مصر کی	اور	یہ

اور فرعون اپنی قوم میں پکار کر کہنے لگا کہ اے میری قوم! کیا مصر کی حکومت میری نہیں ہے؟ اور یہ

اسے مضبوطی سے تھامے رہیں، یعنی وحی کے ذریعے جو قرآن آپ پر نازل کیا جا رہا ہے، اللہ کی طرف سے یہ آپ پر انعام ہے، اسے ہرگز نہ چھوڑیں، اس حکم کی علت یہ ہے کہ آپ سیدھے راستے پر گامزن ہیں، لوگ نماز میں صراط مستقیم کی دعا مانگتے ہیں اور ہم آپ کے متعلق گواہی دیتے ہیں کہ آپ اسی صراط مستقیم پر چل رہے ہیں، لہٰذا آپ کو کسی اور راستے کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے معلوم ہوا کہ جو لوگ آپ کی سنت کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں، وہ بھی صراط مستقیم پر چل رہے ہیں۔ ۴۴ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کے حوالے سے ایک اہم پہلو کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس سے اہل مکہ کی نظریں اوجھل ہیں اگر یہ لوگ معمولی دانش مندی اور غور و فکر سے کام لیں تو ان کی سمجھ میں یہ بات آجائے کہ قرآن کریم رہتی دنیا تک ان کے تذکرے کو زندہ رکھنے کا ذریعہ اور سبب ہے، جب بھی قرآن پڑھا جائے گا لوگ کہیں گے کہ اس کے اولین مخاطب اہل عرب اور ان میں سے بھی اہل مکہ تھے، سو یہ تو صاحب قرآن کے لیے بھی باعث شرف و سعادت اور ان کا ذکر خیر جاری رہنے کا سبب ہے اور اہل مکہ کے لیے بھی باعث شرف ہے اور قیامت کے دن اس کے متعلق پوچھا جائے گا کہ تم نے اس سعادت کی کیا قدر کی تھی اور اس کا کیا شکر ادا کر کے آئے ہو؟ ۴۵ اس آیت مبارکہ میں یہ تحقیق کرنے کی اجازت دی گئی ہے کہ گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام نے یا سابقہ آسمانی کتابوں میں کہیں شرک کی تعلیم اور اس کی اجازت ملتی ہے؟ کہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بنانے کی اجازت ملتی ہے؟ کسی نبی نے کبھی اس کی تعلیم یا ترغیب دی ہے؟ تاریخ انبیاء کا مطالعہ کرنے والا تھک جائے گا لیکن اس میں سے شرک و بت پرستی کی تعلیم یا ترغیب نہیں نکال سکے گا، سابقہ آسمانی کتابوں کو کھنگالنے والا اس میں سے شرک و بت پرستی کا حکم نکال کر لانے سے ہمیشہ عاجز رہے گا، سوال یہ ہے کہ جس چیز کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہے، آخر یہ شرک اسے اپنے سینے سے کیوں لگائے بیٹھے ہیں؟ اور اس سے اپنا پیچھا کیوں نہیں چھڑا لیتے؟ ۴۶ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے کیونکہ دوسرے انبیاء بنی اسرائیل کی نسبت ان کے پیروکاروں کی تعداد زیادہ رہی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ انہوں نے کبھی شرک و بت پرستی کی تعلیم نہیں دی، بلکہ جب وہ فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس ہمارے واضح اور روشن معجزات لیکر پہنچے تو انہوں نے خود کو رب العالمین کا نمائندہ اور پیغام بر قرار دیا، یہ مشرکین کس کی میراث سنبھال کر بیٹھے ہیں؟ ۴۷ اس آیت مبارکہ میں فرعون اور اس کے سرداروں کا رویہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے معجزات دکھائے تو انہوں نے اس پر ایمان لانے کی بجائے استہزاء اور مذاق اڑانا شروع کر دیا، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ انہوں نے ان معجزات کو سنجیدگی سے نہیں لیا، بلکہ انہیں ہنسی مذاق میں اڑا دیا اور ان کی ناقدری کی۔ ۴۸ اس آیت مبارکہ میں آل فرعون کو دکھائے جانے والے معجزات کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ ہم نے انہیں اپنی قدرت کی ایک سے بڑھ کر ایک نشانی دکھائی، ان نشانیوں کی تفصیل سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۳۳ میں بیان ہو چکی ہے، ان نشانیوں کا مقصد یہ تھا کہ انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور وہ اپنے گناہوں سے رجوع کر کے توبہ کر لیں، ان نشانیوں میں آل فرعون کے لیے سخت آزمائش بھی تھی، جیسا کہ سورۂ اعراف میں گزر چکا لیکن آل فرعون نے اس سے عبرت اور نصیحت حاصل کرنے سے انکار کر دیا اور بالآخر خود ہی نشان عبرت بن گئے۔ ۴۹ اس آیت مبارکہ میں آل فرعون کی آزمائشوں اور مصیبتوں کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کرنا مذکور ہوا ہے، اس کے لیے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ''اے جادوگر'' کہہ کر مخاطب کیا ہے، بعض حضرات نے امکان ظاہر کیا ہے کہ ان کی لغت میں بڑے عالم کو ''ساحر'' کہا

الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٥١﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا

الْاَنْهٰرُ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِيْ	اَفَلَا	تُبْصِرُوْنَ ﴿٥١﴾	اَمْ	اَنَا	خَيْرٌ	مِّنْ	هٰذَا
نہریں	بہتی ہیں	سے	میرے نیچے	تو کیا نہیں	تم دیکھتے	یا	میں	زیادہ بہتر	سے	اس کے

نہریں میرے نیچے بہہ رہی ہیں، تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ ﴿٥١﴾ یا میں ہی اس شخص سے بہتر ہوں

الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿٥٢﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ

الَّذِيْ	هُوَ	مَهِيْنٌ	وَّ	لَا	يَكَادُ	يُبِيْنُ ﴿٥٢﴾	فَلَوْلَآ	اُلْقِيَ	عَلَيْهِ	اَسْوِرَةٌ	مِّنْ
جو	وہ	حقیر	اور	نہیں	قریب کہ	صاف بول سکتا	تو کیوں نہیں	ڈالے گئے	اس پر	کنگن	سے

جو معمولی حیثیت کا ہے اور صاف بول بھی نہیں سکتا؟ ﴿٥٢﴾ تو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں

ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿٥٣﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ

ذَهَبٍ	اَوْ	جَآءَ	مَعَهُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	مُقْتَرِنِيْنَ ﴿٥٣﴾	فَاسْتَخَفَّ	قَوْمَهٗ
سونے کے	یا	آئے	اس کے ہمراہ	فرشتے	صف باندھنے والے	سو بیوقوف بنایا اس نے	اپنی قوم کو

ڈالے گئے؟ یا اس کے ساتھ فرشتے ہی صف بستہ ہو کر آجاتے۔ ﴿٥٣﴾ سو اُس نے اپنی قوم کو بیوقوف بنا دیا،

فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٥٤﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا

فَاَطَاعُوْهُ	اِنَّهُمْ	كَانُوْا	قَوْمًا	فٰسِقِيْنَ ﴿٥٤﴾	فَلَمَّآ	اٰسَفُوْنَا	انْتَقَمْنَا
سو انہوں نے اطاعت کی اس کی	بیشک وہ	تھے	قوم	نافرمانی کرنے والے	سو جب	انہوں نے غصہ دلایا ہمیں	انتقام لیا ہم نے

چنانچہ وہ اُسی کی اطاعت کرنے لگے، بیشک وہ نافرمان لوگ تھے۔ ﴿٥٤﴾ پھر جب اُنہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے اُن سے انتقام لیا،

مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٥﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾ ع

مِنْهُمْ	فَاَغْرَقْنٰهُمْ	اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٥﴾	فَجَعَلْنٰهُمْ	سَلَفًا	وَّ	مَثَلًا	لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾
ان سے	تو غرق کر دیا ہم نے انہیں	سب کو اکٹھے	پھر بنا دیا ہم نے انہیں	گیا گزرا	اور	نشان	پیچھے والوں کیلئے

سو ہم نے اُن سب کو غرق کر دیا۔ ﴿٥٥﴾ پھر ہم نے اُنہیں گیا گزرا اور بعد میں آنے والوں کیلئے نشانِ عبرت بنا دیا۔ ﴿٥٦﴾

ع ١١ ٥ ١١

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿٥٧﴾ وَقَالُوْٓا

وَ	لَمَّا	ضُرِبَ	ابْنُ	مَرْيَمَ	مَثَلًا	اِذَا	قَوْمُكَ	مِنْهُ	يَصِدُّوْنَ ﴿٥٧﴾	وَ	قَالُوْٓا
اور	جب	بیان کی جائے	بیٹے کی	مریم کے	مثال	اسی وقت	تیری قوم	اس سے	چلّانے لگتے ہیں	اور	کہتے ہیں

اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی جائے تو آپ کی قوم اُس سے چلّانے لگتی ہے ﴿٥٧﴾ اور کہتے ہیں

جاتا ہوگا، اس لیے انہوں نے تعظیماً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کیا ہوگا لیکن اس پر انہوں نے کوئی دلیل بیان نہیں کی، اور حقیقت یہ ہے کہ اہل مکہ اور خصوصاً فرعون اور اس کے سرداروں نے پہلے دن سے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر قرار دے کر رائے عامہ کو اپنے حق میں ہموار کرنے کی کوشش کی تھی اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ فرعون یا ہمارے کسی اور معبود میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ ہم پر آنے والی مصیبتوں کو دور کر سکیں، اس لیے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی سے درخواست کی کہ آپ کا رب ہی ہماری مصیبتوں کو ٹال سکتا ہے، آپ اس سے دعا کر دیں تاکہ ہم اس آزمائش سے نکل جائیں۔ ﴿٥٠﴾ اس آیت مبارکہ میں آل فرعون کی ہٹ دھرمی بیان کی گئی ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خوشامد اور منت سماجت کر کے دعا کروا لیتے تھے اور ان سے یہ وعدہ کر لیتے تھے کہ بنی اسرائیل کو ان کے ساتھ جانے سے نہیں روکیں گے، لیکن جب اللہ تعالیٰ ان کی مصیبت دور کر دیتا تو وہ اپنے وعدے فراموش کر دیتے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بدتمیزی کرتے اور بنی اسرائیل کو ان کے ساتھ جانے سے روک دیتے تھے۔ ﴿٥١﴾ ﴿٥٢﴾ ان آیتوں میں فرعون کے غرور و تکبر کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے، اسے اپنی شان و شوکت، مال و دولت اور حکومت و سلطنت پر بڑا ناز تھا، ایک مرتبہ دربار لگا ہوا تھا تمام امراء، وزراء اور سردار درجہ بدرجہ اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے ہوئے تھے، عوام الناس کو بھی باریابی کی اجازت تھی، فرعون نے نہایت تمکنت اور غرور سے اہل مصر کو خطاب کیا کہ اے میری قوم! موسیٰ کا دعویٰ ہے کہ وہ رب العالمین کا نمائندہ اور قاصد ہے، یہ بتاؤ، مصر کا حکمران کون ہے؟ میں یا موسیٰ؟ یہ نہریں اور دریائے نیل کس کے نیچے بہتا ہے؟ میرے یا موسیٰ کے؟ دنیوی شان و شوکت میں موسیٰ کا اور میرا کیا مقابلہ بنتا ہے؟ زبان کی فصاحت و بلاغت میں موسیٰ کا اور میرا کیا جوڑ بنتا ہے؟ اگر موسیٰ واقعی رب العالمین کا نمائندہ اور قاصد ہے تو اس کے پاس سونے کے کنگن کیوں نہیں ہیں؟ میں تو اپنے پسندیدہ درباریوں کو سونے کے کنگن پہناتا ہوں، موسیٰ کو اس کے رب نے سونے کے کنگن کیوں نہ پہنائے؟ اسے مصر کی سلطنت کیوں نہ دی؟ اسے مال و دولت کی فراوانی کیوں نہ دی؟ اسے دریائے نیل کے کنارے عالی شان محل کیوں نہ دیا؟ اسے زبان کی فصاحت و بلاغت کیوں نہ دی؟ (دراصل اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لکنت کی طرف اشارہ تھا) اگر یہ سب کچھ دنیوی شان و شوکت ہے اور پیغمبر کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہوتی تو کم از کم درجے میں موسیٰ کی تائید و نصرت اور حمایت و مدافعت کے لیے فرشتوں کی ایک فوج ہی بھیج دیتے، تاکہ کہیں سے تو پتہ چلتا کہ موسیٰ واقعی رب العالمین کا نمائندہ اور قاصد ہے، اب تم اپنی عقل اور فہم و فراست سے کام لے کر بتاؤ کہ ہم موسیٰ کی بات کیونکر تسلیم کریں؟ ﴿٥٤﴾ اس آیت مبارکہ میں فرعون اور اس کی قوم کے متعلق دو جملے فرمائے گئے ہیں جن میں ان کی مکمل تاریخ آ گئی ہے اور وہ یہ کہ فرعون نے اپنی قوم کو بے وقوف بنایا اور وہ بے وقوف بن گئے، فرعون نے انہیں گمراہی پر ڈالا اور وہ گمراہ ہو گئے، کیونکہ ان کی فطرت میں ہی نافرمانی اور فسق و فجور کی خصلتیں رچ بس گئی ہیں، سو فرعون کے لیے انہیں بیوقوف بنانا آسان ہو گیا۔ ﴿٥٥﴾ ﴿٥٦﴾ ان آیتوں میں فرعون و آل فرعون کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مسلسل فہمائش کے باوجود، روشن اور واضح معجزات دیکھنے کے باوجود، مختلف آزمائشوں اور عذاب کی صورتوں سے گزرنے کے باوجود وہ لوگ اپنے کفر و شرک، گناہوں اور فسق و فجور کے کاموں سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کا غضب ان کی طرف متوجہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب بنا دیئے کہ وہ اپنی ساری شان و شوکت، مال و متاع، عالی شان محلات، خوشنما باغات اور سونے چاندی کے خزانے مصر میں چھوڑ کر بنی اسرائیل کے پیچھے نکل پڑے، اللہ نے انہیں سمندر میں غرق کر کے لوگوں کے لیے نشان عبرت بنا دیا، آج کوئی ان کے نام تک سے واقف نہیں، لیکن ساری دنیا جانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لشکروں

ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ

وَ	ءَاٰلِهَتُنَا	خَيْرٌ	اَمْ	هُوَ	مَا	ضَرَبُوْهُ	لَكَ	اِلَّا	جَدَلًا	بَلْ	هُمْ	قَوْمٌ
کیا	ہمارے معبود	زیادہ بہتر	یا	وہ	نہیں	بیان کیا انہوں نے اسے	تیرے لئے	مگر	جھگڑنے کو	بلکہ	وہ	لوگ

کہ ہمارے معبود زیادہ بہتر ہیں یا وہ؟ آپ کیلئے یہ مثال وہ صرف تکرار کرنے کیلئے بیان کرتے ہیں، بلکہ وہ ہیں ہی

خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ

خَصِمُوْنَ ۵۸	اِنْ	هُوَ	اِلَّا	عَبْدٌ	اَنْعَمْنَا	عَلَيْهِ	وَ	جَعَلْنٰهُ	مَثَلًا	لِّبَنِيْٓ
جھگڑنے والے	نہیں	وہ	مگر	بندہ	انعام کیا ہم نے	اس پر	اور	بنا دیا ہم نے اسے	مثال	بیٹوں کیلئے

جھگڑالو لوگ۔ ۵۸ وہ ایک بندہ ہی ہے جس پر ہم نے انعام کیا اور اُسے بنی اسرائیل کیلئے ایک مثال

اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ

اِسْرَآءِيْلَ ۵۹	وَ	لَوْ	نَشَآءُ	لَجَعَلْنَا	مِنْكُمْ	مَّلٰٓئِكَةً	فِي	الْاَرْضِ
اسرائیل کے	اور	اگر	ہم چاہتے	البتہ بنا دیتے ہم	تم میں سے	فرشتے	بیچ	زمین کے

بنا دیا۔ ۵۹ اگر ہماری مشیت ہوتی تو ہم زمین میں تم میں سے فرشتے نکال دیتے جو تمہاری

يَّخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۭ هٰذَا

يَّخْلُفُوْنَ ۶۰	وَ	اِنَّهٗ	لَعِلْمٌ	لِّلسَّاعَةِ	فَلَا	تَمْتَرُنَّ	بِهَا	وَ	اتَّبِعُوْنِ	هٰذَا
وہ جانشین بنتے	اور	بیشک وہ	البتہ نشانی	قیامت کی	تو مت	شک کرو تم	اسمیں	اور	پیروی کرو میری	یہ

جانشینی کرتے۔ ۶۰ اور بیشک وہ قیامت کی ایک نشانی ہے، سو تم اس میں شک نہ کرو اور میری اتباع کرو، یہی

صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ

صِرَاطٌ	مُّسْتَقِيْمٌ ۶۱	وَ	لَا	يَصُدَّنَّكُمُ	الشَّيْطٰنُ	اِنَّهٗ	لَكُمْ	عَدُوٌّ
راستہ	سیدھا	اور	نہ	روک دے تمہیں	شیطان	بیشک وہ	تمہارے لئے	دشمن

سیدھا راستہ ہے۔ ۶۱ اور شیطان تمہیں روک نہ دے، بیشک وہ تمہارا کھلا

مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾ وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ

مُّبِيْنٌ ۶۲	وَ	لَمَّا	جَآءَ	عِيْسٰى	بِالْبَيِّنٰتِ	قَالَ	قَدْ	جِئْتُكُمْ	بِالْحِكْمَةِ
کھلا	اور	جب	آیا	عیسیٰ	ساتھ واضح دلائل کے	کہا اس نے	یقیناً	میں لایا تمہارے پاس	حکمت کو

دشمن ہے۔ ۶۲ اور جب عیسیٰ واضح نشانیاں لیکر آئے اور کہنے لگے کہ میں تمہارے پاس حکمت لیکر

کو سمندر میں غرق کر دیا تھا اور اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔ ۵۷ اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے تذکرے پر قریش اور اہل مکہ کا شور مچانا اور اعتراض کرنا بیان کیا گیا ہے، دراصل اہل مکہ یہ کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ سارے معبود باطل اور جہنم کا ایندھن ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے تو بہت سارے لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی تو عبادت کی ہے اور وہ ان کے معبود ہیں، اس اعتبار سے (العیاذ باللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی یہی انجام ماننا پڑے گا، تو اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہستی کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا تو ہمارے معبودوں کے بھی جہنم کا ایندھن بننے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، ان کا یہ اعتراض محض حجت بازی اور تکرار کی بنا پر ہے، ورنہ معمولی عقل و فہم رکھنے والا آدمی بھی اس کا جواب دے سکتا ہے کہ آیت کے ایک جملے سے تمہیں اپنی مرضی کا مفہوم نکالنے کا موقع مل گیا، اگلی آیت بھی تو پڑھو جس میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ جن لوگوں کے متعلق ہمارے یہاں پہلے سے اچھا فیصلہ طے ہو چکا ہے، انہیں جہنم سے دور رکھا جائے گا، یعنی جہنم میں داخل ہونا تو بڑی دور کی بات ہے، انہیں جہنم کے قریب بھی نہیں لیجایا جائے گا۔ ۵۸ اس آیت مبارکہ میں اہل مکہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لیکر نبی علیہ السلام سے حجت و تکرار کرنا بیان کیا گیا ہے، چنانچہ وہ کہا کرتے تھے کہ عیسیٰ سے زیادہ بہتر اور اچھے تو ہمارے معبود ہیں کیونکہ ہمارے معبودوں کو تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ہی برا بھلا کہا ہے اور ان کی عاجزی و بے بسی بیان کی ہے، لہٰذا اگر ان کے متعلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ دیا کہ وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے تو ان کی یہ بات ان کے دین کے حوالے سے سمجھ میں آتی ہے لیکن اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا جائے کہ وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے تو یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج اور قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے کیونکہ اس سے پہلے وہ ان کی تعریفیں بیان کرتے تھے، یکا یک ایسا کیا ہوا کہ وہ ان کی برائی کرنے لگے؟ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ اگر برے کو جہنم کا ایندھن کہہ دیا جائے تو اس سے اتنا فرق نہیں پڑتا جتنا کسی اچھے کو جہنم کا ایندھن کہنے سے پڑتا ہے، اس اعتبار سے ہمارے معبود حضرت عیسیٰ کی نسبت زیادہ بہتر ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس اعتراض سے ان لوگوں کا مقصد بات کو سمجھنا نہیں ہے، بلکہ بحث برائے بحث ہے، کیونکہ فطرتاً ہی یہ لوگ جھگڑالو واقع ہوئے ہیں۔ ۵۹ اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تین جملے فرمائے گئے ہیں اور ہر جملہ اس بات کی دلیل ہے کہ نہ تو وہ معبود تھے اور نہ انہوں نے کبھی اپنی عبادت کی دعوت دی تھی پہلا یہ کہ عیسیٰ ہمارے بندے تھے، جو خود "عبد" ہو، وہ بھلا معبود کیسے ہو سکتا ہے؟ دوسرا یہ کہ ہم نے عیسیٰ پر اپنے انعامات کی بارش برسائی، بھلا جو خود فیضان الٰہی سے سیراب ہو رہا ہے وہ معبودیت کے مقام تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ اور تیسرا یہ کہ ہم نے عیسیٰ کو بنی اسرائیل کے لیے ایک مثال بنا کر بھیجا، تا کہ وہ بنی اسرائیل کو یقین دلا سکے کہ ان کا معبود حقیقی اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے، خود ان کی اپنی زندگی بنی اسرائیل کے لیے روشن مثال کی طرح ہے جس میں زہد و تقویٰ، عبادت و اخلاص اور اللہ کی رضا کے لیے بڑی سے بڑی قربانی کا جذبہ نظر آتا ہے، اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام معبود نہیں ہیں۔ ۶۰ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی وسعت قدرت بیان کی گئی ہے کہ جس طرح ہم نے عیسیٰ کو بن باپ کے صرف ان کی والدہ سے وجود عطا فرمایا تھا اور تم اس سے متاثر ہو کر انہیں اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دے کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ معبود ہونے میں شریک ٹھہرانے لگے، اسی طرح اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ انسانوں کی نسل میں فرشتوں کو پیدا کر دے اور وہ زمین میں انسانوں کے جانشین بن جائیں، جب اللہ تعالیٰ جبریل امین کی پھونک کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا سبب بنا سکتا ہے تو تمہارے "پانی" کو فرشتوں کی حیات اور جانشین کا سبب کیوں نہیں بنا سکتا؟

وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٦٣﴾

وَلِاُبَيِّنَ	لَكُمْ	بَعْضَ	الَّذِيْ	تَخْتَلِفُوْنَ	فِيْهِ	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَ	اَطِيْعُوْنِ ﴿٦٣﴾
اور تاکہ بیان کردوں میں	تمہارے لئے	کچھ	وہ جو	تم اختلاف کرتے ہو	اُسمیں	سو ڈرو تم	اللہ سے	اور	میری اطاعت کرو

آیا ہوں، تاکہ تمہارے سامنے کچھ اُن چیزوں کی وضاحت کروں جن میں تم اختلاف کرتے ہو، سو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ ﴿٦٣﴾

إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾

اِنَّ	اللّٰهَ	هُوَ	رَبِّيْ	وَ	رَبُّكُمْ	فَاعْبُدُوْهُ	هٰذَا	صِرَاطٌ	مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦٤﴾
بیشک	اللہ	وہی	میرا رب	اور	تمہارا رب	سو تم اس کی عبادت کرو	یہ	راستہ	سیدھا

بیشک اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، سو تم اُسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ ﴿٦٤﴾

فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ

فَاخْتَلَفَ	الْاَحْزَابُ	مِنْۢ	بَيْنِهِمْ	فَوَيْلٌ	لِّلَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مِنْ	عَذَابِ
پھر اختلاف کیا	گروہوں نے	سے	ان کے درمیان	سو ہلاکت	ان لوگوں کیلئے	ظلم کیا انہوں نے	سے	عذاب

پھر اُن میں کئی جماعتیں آپس میں اختلاف کرنے لگیں، سو ظالموں کیلئے ایک دردناک دن کے عذاب سے

يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٦٥﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ

يَوْمٍ	اَلِيْمٍ ﴿٦٥﴾	هَلْ	يَنْظُرُوْنَ	اِلَّا	السَّاعَةَ	اَنْ	تَاْتِيَهُمْ	بَغْتَةً	وَّ	هُمْ
ایک دن کا	دردناک	کیا	وہ انتظار کر رہے ہیں	مگر	قیامت کا	یہ کہ	آجائے وہ ان پر	اچانک	اور	وہ

ہلاکت ہے۔ ﴿٦٥﴾ وہ تو صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ اُن پر اچانک آپڑے، اور اُنہیں

لَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٦﴾ الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا

لَا	يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٦﴾	اَلْاَخِلَّآءُ	يَوْمَئِذٍۢ	بَعْضُهُمْ	لِبَعْضٍ	عَدُوٌّ	اِلَّا
نہ	شعور رکھتے ہوں وہ	بہت سے دوست	اس دن	بعض ان میں سے	بعض کے	دشمن	سوائے

خبر بھی نہ ہو۔ ﴿٦٦﴾ بہت سے دوست اُس دن ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے ہوں گے، سوائے

الْمُتَّقِينَ ﴿٦٧﴾ يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٦٨﴾

الْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٧﴾	يٰعِبَادِ	لَا	خَوْفٌ	عَلَيْكُمُ	الْيَوْمَ	وَ	لَآ	اَنْتُمْ	تَحْزَنُوْنَ ﴿٦٨﴾
متقیوں کے	اے میرے بندو	نہ	کوئی خوف	تم پر	آج کے دن	اور	نہ	تم	غمگین ہوگے

متقیوں کے۔ ﴿٦٧﴾ اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہوگے۔ ﴿٦٨﴾

ع ٦ ١١ ١٢

یقیناً وہ اس پر مکمل قادر ہے۔ ﴿٦١﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کی علامت اور نشانی قرار دے کر اس کے حوالے سے شک میں مبتلا ہونے سے روکا گیا ہے، جو لوگ یہ رائے رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں، وہ غلط فہمی اور شدید گمراہی کا شکار ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب قیامت کی جو دس علامات ذکر فرمائی ہیں ان میں آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اہم ترین علامت ہے، زیر تذکرہ آیت میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے، اہل علم نے نزول عیسیٰ کی روایات کو متواتر قرار دیکر اس پر مستقل کتابیں تحریر فرمائی ہیں، اس لیے اس کا انکار اہل سنت و الجماعت کے دائرے سے خروج اور متواترات کا انکار کرنا ہے، احادیث میں نزول عیسیٰ کی مکمل تفصیلات نہایت باریک بینی اور تمام جزئیات کے ساتھ ذکر کردی گئی ہیں، اس لیے رب نہ تو نزول مسیح علیہ السلام میں کوئی شک ہونا چاہیے اور نہ ہی قیامت کے آنے میں کوئی ابہام اور تردد باقی رہنا چاہیے، ہر شخص پر لازم ہے کہ آنکھ بند کر کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے اور صراط مستقیم پر چلتے ہوئے منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ ﴿٦٢﴾ اس آیت مبارکہ میں لوگوں کو شیطان کی دشمنی سے خبردار کیا گیا ہے اور انہیں اس بات سے آگاہ کیا گیا ہے کہ کہیں شیطان انہیں صراط مستقیم سے بہکانے میں کامیاب نہ ہو جائے اور کہیں وہ انہیں گمراہ نہ کردے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی عزت کی قسم کھا کر آیا ہے کہ اولاد آدم کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے گا، سو وہ انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے، انسان کو سانپ اور بچھو سے اتنا خطرہ نہیں ہے جتنا خطرہ شیطان اور اس کے حملوں سے ہے، اس لیے انسان سانپ اور بچھو سے بچنے کا جس قدر اہتمام کرتا ہے اس سے ہزاروں گنا زیادہ شیطان کے حملوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ﴿٦٣﴾ اس آیت مبارکہ میں بعثت عیسوی کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات ذکر کی گئی ہیں، یاد رہے کہ یہاں نزول عیسیٰ کے بعد کا ذکر نہیں کیا جا رہا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تمہارے پاس حکمت پر مبنی تعلیمات لیکر آیا ہوں، کیونکہ یہ تعلیمات رب العالمین کی طرف سے ہیں اور اس کی کوئی بات بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتی، نیز مجھے اللہ تعالیٰ نے اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ تمہارے درمیان جن چیزوں میں اختلافات اور جھگڑے پیدا ہو چکے ہیں، ان میں صحیح اور فیصلہ کن بات تمہارے سامنے بیان کردوں تاکہ یہ اختلافات اور جھگڑے ختم ہو جائیں، اس کے لیے تمہیں دو کام کرنا ہوں گے، پہلا یہ کہ ہر وقت اور ہر حال میں اللہ سے ڈرو، تقویٰ کی صفت سے اپنے آپ کو مزین کرو اور دوسرا یہ کہ میری اطاعت کرو، میں تمہیں ہاتھ پکڑ کر جنت تک پہنچا دوں گا۔ ﴿٦٤﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لوگوں کو اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دینا مذکور ہوا ہے، وہ رہتی دنیا تک یہ پیغام پہنچانا چاہتے ہیں کہ میں معبود نہیں ہوں، میں ابن اللہ نہیں ہوں، مجھ میں معبود والی صفات نہیں پائی جاتی ہیں، میرا رب تو اللہ ہے، وہی تمہارا بھی رب ہے، میں اس کی عبادت کرتا ہوں، لہٰذا تم بھی اسی کی عبادت کرو، میری عبادت مت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے، اگر تم اللہ کو چھوڑ کر میری عبادت کرنے لگے تو تم نے صراط مستقیم کو چھوڑ دیا اور تم گمراہ ہو گئے، اس قدر واضح پیغام کے باوجود اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے افراط اور تفریط کا شکار ہے تو اسے خود کو جہنم سے بچانے کے لیے فکرمند ہونا چاہیے۔ ﴿٦٥﴾ اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کے درمیان پھوٹ پڑنے اور اختلافات رونما ہو جانے کا ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توحید کی دعوت جتنی وضاحت اور صفائی کے ساتھ ان کے سامنے پیش کی تھی، بنی اسرائیل پر لازم تھا کہ ہمیشہ اس کا احترام کرتے اور اس پر عمل پیرا رہتے، لیکن ان میں پھوٹ پڑ گئی، وہ باہمی اختلافات میں الجھ کر رہ گئے، ان میں متعدد فرقے اور گروہ بن گئے، نہ صرف تعلیمات میں بلکہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کے حوالے سے بھی ایک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَ	كَانُوْا	مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾	اُدْخُلُوا	الْجَنَّةَ	اَنْتُمْ
جولوگ	ایمان لائے	ہماری آیتوں پر	اور	تھے وہ	فرمانبرداری کرنے والے	داخل ہوجاؤ تم	جنت میں	تم

وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ فرمانبردار رہے۔ ﴿٦٩﴾ تم اور تمہاری بیویاں سب

وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ

وَ	اَزْوَاجُكُمْ	تُحْبَرُوْنَ ﴿٧٠﴾	يُطَافُ	عَلَيْهِمْ	بِصِحَافٍ	مِّنْ	ذَهَبٍ
اور	تمہاری بیویاں	آؤ بھگت کی جائے گی تمہاری	گھمائے جائیں گے	ان پر	پلیٹیں	سے	سونے کی

جنت میں داخل ہو جاؤ، تمہاری آؤ بھگت کی جائے گی۔ ﴿٧٠﴾ اُن کے پاس سونے کی پلیٹیں اور آبخورے لیے

وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا

وَّ	اَكْوَابٍ	وَ	فِيْهَا	مَا	تَشْتَهِيْهِ	الْاَنْفُسُ	وَتَلَذُّ	الْاَعْيُنُ	وَ	اَنْتُمْ	فِيْهَا
اور	آبخورے	اور	اسمیں	وہ جو	خواہش کریں گی اس کی	جانیں	اور لذت پائیں گی	آنکھیں	اور	تم	اسمیں

پھریں گے، اور وہاں وہ سب کچھ ہو گا جس کی نفس خواہش کریں گے اور آنکھوں کو اُن سے لذت حاصل ہو گی، اور تم اس میں

خٰلِدُوْنَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ

خٰلِدُوْنَ ﴿٧١﴾	وَ	تِلْكَ	الْجَنَّةُ	الَّتِيْٓ	اُوْرِثْتُمُوْهَا	بِمَا	كُنْتُمْ
ہمیشہ رہنے والے	اور	وہ	جنت	جس کا	تمہیں وارث بنایا گیا اس کا	بدلے اس کے جو	تم تھے

ہمیشہ رہو گے۔ ﴿٧١﴾ اور یہ وہی جنت ہے جس کا تمہیں تمہارے اعمال کے بدلے وارث

تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٣﴾ اِنَّ

تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٢﴾	لَكُمْ	فِيْهَا	فَاكِهَةٌ	كَثِيْرَةٌ	مِّنْهَا	تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٣﴾	اِنَّ
عمل کرتے رہے	تمہارے لئے	اسمیں	میوے	بہت سے	اسمیں سے	تم کھاؤ گے	بیشک

بنایا گیا ہے۔ ﴿٧٢﴾ تمہارے لیے یہاں بہت سے میوے ہیں جن میں سے تم کھاؤ گے۔ ﴿٧٣﴾ بیشک

الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿٧٤﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ

الْمُجْرِمِيْنَ	فِيْ	عَذَابِ	جَهَنَّمَ	خٰلِدُوْنَ ﴿٧٤﴾	لَا	يُفَتَّرُ	عَنْهُمْ	وَ	هُمْ
جرم کرنے والے	بیچ	عذاب کے	جہنم کے	ہمیشہ رہنے والے	نہ ہلکا	کیا جائیگا	ان سے	اور	وہ

مجرم لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿٧٤﴾ اُن سے عذاب کو ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ

مختلف آراء قائم کرلیں، جن کی بنیاد پر ان میں گروہ بندی وجود میں آگئی اس گروہ بندی کی تعلیم اور باہمی اختلافات میں ایک دوسرے کی تکفیر کی تلقین حضرت عیسیٰ ؑ نے نہیں کی تھی، بلکہ کسی بھی نبی نے ان چیزوں کی حوصلہ افزائی نہیں کی، اس لیے ظالم لوگوں کو قیامت کے دن ہلاکت اور دردناک عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ [٦٦] اس آیت مبارکہ میں واضح کیا گیا ہے کہ انبیاء کرام ؑ کی واضح تعلیمات اور روشن معجزات دیکھ کر بھی اگر یہ لوگ حق کی طرف رجوع نہیں کرتے اور اپنے کفر و شرک اور گناہوں سے توبہ نہیں کرتے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ قیامت کا انتظار کررہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ وقتاً فوقتاً قیامت کے متعلق بھی پوچھتے رہتے ہیں، سو اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت ان پر اس طرح اچانک آپڑے گی کہ انہیں پتہ بھی نہیں چلے گا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کا وقت متعین کرکے کسی کو نہیں بتایا ہے چنانچہ وہ ذہنی اور جسمانی طور پر اس کے لیے تیار بھی نہ ہوں گے کہ قیامت کی تباہی خیز گھڑی آجائے گی اور وہ کچھ بھی نہ کرسکیں گے۔ [٦٧] اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن اہل تقویٰ کے علاوہ ہر قسم کے دوستوں کا دشمن بن جانا مذکور ہوا ہے، یعنی جب قیامت قائم ہوگی تو نسلوں اور برسوں کی دوستی اور تعلقات ختم ہوجائیں گے، کوئی دوست کسی دوست کے کسی کام نہ آئے گا، اس دن ہر شخص کو اپنی فکر لاحق ہوگی، ہر شخص کی خواہش ہوگی کہ کسی طرح میں بچ جاؤں، جو لوگ ایک دوسرے کے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھایا کرتے تھے وہ ایک دوسرے کے دشمن ہورہے ہوں گے، اس کیفیت سے صرف وہی لوگ بچے ہوں گے جنہوں نے تقویٰ کی زندگی گزاری ہوگی، جن کی دوستی صرف اللہ کی رضا کی خاطر تھی، جن کے تعلقات دنیوی اغراض اور ذاتی مفادات پر قائم نہ تھے، ان کی دوستی قیامت کے دن بھی قائم ہوگی اور وہ اس دن کی دشمنی سے محفوظ ہوں گے۔ [٦٨] اس آیت مبارکہ میں ان اہل تقویٰ سے خطاب کیا گیا ہے جو روز قیامت بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گے، ان کے درمیان کسی قسم کی عداوت نہ ہوگی، ان کی دوستی اور تعلقات کی بنیاد تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کا خوف ہوگا، سو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ اے میرے بندو! آج تم ہر قسم کے رنج و غم، خوف اور گھبراہٹ سے آزاد ہوجاؤ، اب تم پر کوئی خوف طاری ہوگا اور نہ ہی تم رنجیدہ یا غمگین ہوگے، وجہ اس کی یہ ہے کہ رنج و غم اور خوف کے اسباب ہی ختم ہوگئے، لہٰذا رنجیدگی اور خوف کی تمام صورتیں بھی ختم ہوگئی ہیں۔ [٦٩] اس آیت مبارکہ میں قیامت کے رنج اور غم سے محفوظ رہنے والوں کے دو وصف بیان کیے گئے ہیں جن سے وہ دنیا میں متصف رہے، پہلی صفت یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان رکھتے تھے اور دوسری صفت یہ کہ وہ مسلمان تھے، گویا ایمان اور اسلام دو ایسے وصف ہیں جو انسان کو قیامت کے دن ہر قسم کے رنج و غم سے محفوظ رکھنے کا سبب ہیں، کہنے کو بظاہر یہ دو لفظ ہیں، لیکن عمل کرنے کے لیے انسان کی پوری زندگی انہی میں صرف ہوجاتی ہے، کیونکہ اسلام کا تعلق انسان کے ظاہری اعمال سے ہے اور ایمان کا تعلق اس کی قلبی کیفیات اور عقائد سے ہے اگر انسان کے پاس اعمال کا صحیح سالم ذخیرہ نہ ہو تو وہ بلند درجات تک نہیں پہنچ سکتا اور اگر اس کے دل میں ایمان اور صحیح عقائد کی شمع روشن نہ ہو تو وہ کبھی نجات نہیں پاسکتا، یہیں سے اسلام اور ایمان کے درمیان فرق بھی واضح ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ ایمان اور اسلام کو الگ الگ ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ [٧٠] اس آیت مبارکہ میں اس پرمسرت وقت کا ذکر کیا گیا ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے منتخب اور پاکیزہ بندوں سے براہ راست یا بالواسطہ خطاب کرکے فرمائے گا کہ تمہیں ہماری طرف سے جنت میں داخل ہونے کی اجازت ہے، تو تم بھی جنت میں داخل ہوجاؤ اور اپنی بیویوں کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ، کیونکہ ان کے بغیر تمہاری خوشی ادھوری اور نامکمل ہوگی، تم اپنی خوشیوں کی تکمیل کرو اور ہماری طرف سے جنت میں بھی تمہاری

فِيۡهِ مُبۡلِسُوۡنَ ﴿۷۵﴾ۚ وَمَا ظَلَمۡنٰهُمۡ وَلٰـكِنۡ كَانُوۡا هُمُ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۷۶﴾

فِيۡهِ	مُبۡلِسُوۡنَ ﴿۷۵﴾	وَ	مَا	ظَلَمۡنٰهُمۡ	وَ	لٰـكِنۡ	كَانُوۡا	هُمُ	الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۷۶﴾
اسمیں	ناامید ہونے والے	اور	نہیں	ظلم کیا ہم نے ان پر	اور	لیکن	تھے	وہی	ظلم کرنے والے

اُسی میں ناامید ہو کر پڑے رہیں گے۔ ۷۵ اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا، لیکن وہ خود ہی ظالم تھے۔ ۷۶

وَنَادَوۡا يٰمٰلِكُ لِيَقۡضِ عَلَيۡنَا رَبُّكَ‌ؕ قَالَ اِنَّكُمۡ مّٰكِثُوۡنَ ﴿۷۷﴾ لَقَدۡ

وَ	نَادَوۡا	يٰمٰلِكُ	لِيَقۡضِ	عَلَيۡنَا	رَبُّكَ‌ؕ	قَالَ	اِنَّكُمۡ	مّٰكِثُوۡنَ ﴿۷۷﴾	لَقَدۡ
اور	پکاریں گے	اے مالک	چاہئے کہ فیصلہ کردے	ہم پر	تیرا رب	کہے گا وہ	بیشک تم	ہمیشہ رہنے والے	البتہ یقیناً

اور پکاریں گے کہ اے مالک! تیرا رب ہمارے متعلق فیصلہ ہی کر دے، وہ کہے گا کہ تمہیں ہمیشہ رہنا ہے۔ ۷۷ یقیناً

جِئۡنٰكُمۡ بِالۡحَـقِّ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَكُمۡ لِلۡحَـقِّ كٰرِهُوۡنَ ﴿۷۸﴾ اَمۡ اَبۡرَمُوۡۤا اَمۡرًا

جِئۡنٰكُمۡ	بِالۡحَـقِّ	وَ	لٰـكِنَّ	اَكۡثَرَكُمۡ	لِلۡحَـقِّ	كٰرِهُوۡنَ ﴿۷۸﴾	اَمۡ	اَبۡرَمُوۡۤا	اَمۡرًا
ہم تمہارے پاس لائے	حق کو	اور	لیکن	تم میں سے اکثر	حق کو	ناپسند کرنے والے	یا	انہوں نے فیصلہ کرلیا	کسی کام کا

ہم تمہارے پاس حق لیکر آئے، لیکن تم میں سے اکثر لوگ حق کو ناپسند کرتے رہے۔ ۷۸ کیا انہوں نے کسی چیز کا فیصلہ کر لیا ہے؟

فَاِنَّا مُبۡرِمُوۡنَ ﴿۷۹﴾ۚ اَمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّهُمۡ وَنَجۡوٰٮهُمۡ‌ؕ

فَاِنَّا	مُبۡرِمُوۡنَ ﴿۷۹﴾	اَمۡ	يَحۡسَبُوۡنَ	اَنَّا	لَا	نَسۡمَعُ	سِرَّهُمۡ	وَ	نَجۡوٰٮهُمۡ‌ؕ
تو بیشک ہم	فیصلہ کرنے والے	کیا	وہ سمجھتے ہیں	کہ بیشک ہم	نہیں	سن رہے	ان کے راز	اور	ان کی سرگوشی

تو ہم بھی فیصلہ کر رہے ہیں۔ ۷۹ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے راز اور مشورے نہیں سن رہے؟

بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيۡهِمۡ يَكۡتُبُوۡنَ ﴿۸۰﴾ قُلۡ اِنۡ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ‌ۖ فَاَنَا

بَلٰى	وَ	رُسُلُنَا	لَدَيۡهِمۡ	يَكۡتُبُوۡنَ ﴿۸۰﴾	قُلۡ	اِنۡ	كَانَ	لِلرَّحۡمٰنِ	وَلَدٌ	فَاَنَا
کیوں نہیں	اور	ہمارے بھیجے ہوئے	ان کے پاس	لکھ رہے ہیں	تُو کہہ	اگر	ہو	رحمان کی	کوئی اولاد	تو میں

کیوں نہیں، بلکہ ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے قاصد لکھ بھی رہے ہیں۔ ۸۰ آپ فرما دیجئے کہ اگر رحمان کی کوئی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے

اَوَّلُ الۡعٰبِدِيۡنَ ﴿۸۱﴾ سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعَرۡشِ

اَوَّلُ	الۡعٰبِدِيۡنَ ﴿۸۱﴾	سُبۡحٰنَ	رَبِّ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الۡاَرۡضِ	رَبِّ	الۡعَرۡشِ
سب سے پہلا	عبادت کرنے والوں میں	پاک ہے	پالنے والا	آسمانوں کا	اور	زمین کا	رب	عرش کا

میں اُس کی عبادت کرنے والا ہوتا۔ ۸۱ وہ آسمانوں اور زمین کا رب، عرش کا رب اُن چیزوں سے پاک ہے

آؤ بھگت اور تکریم کا انتظام کیا گیا ہے، وہاں تمہارا بھرپور استقبال اور بہترین مہمان نوازی ہوگی۔ ۷۱ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کی مہمان نوازی اور اعزاز و اکرام کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے کہ وہاں نوعمر لڑکے سونے چاندی کے برتن، پلیٹیں اور گلاس، چمچے اور کانٹے لیے پھر رہے ہوں گے، برتنوں میں اعلیٰ، تازہ اور دل کو بھانے والے کھانے اور خوشبودار، ٹھنڈے مشروبات ہوں گے، دنیا میں دیکھا گیا ہے کہ اگر انسان کھانا کھا چکا ہو اور مزید گنجائش یا طلب نہ ہو، پھر کوئی خوبصورت بچہ کھانے یا پینے کی کوئی چیز لے آئے اور اسے کھانے پر اصرار کرے تو انسان اس کی فرمائش رد نہیں کرتا، جنت میں بھی ایسا ہی ہوگا، اس کے علاوہ دل میں جس چیز کی خواہش پیدا ہوگی، اسی وقت پوری ہوگی، کیونکہ وہاں ہر شخص اپنے اپنے حصے کی جنت کا بادشاہ ہوگا اور اس بادشاہ نے دنیا میں بادشاہوں کے بادشاہ، احکم الحاکمین کی عبادت کر کے اسے راضی کیا ہوگا، وہاں اسے ہر وہ نعمت میسر ہوگی جس سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، نوکر چاکر، کوٹھی بنگلہ، مہنگی سواریاں، قیمتی شاہانہ لباس، خوبصورت بیویاں اور گھر کا پاکیزہ ماحول، جس میں کوئی لڑائی جھگڑا ہوگا اور نہ تکرار، اور سب سے بڑھ کر آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے والی لذیذ ترین نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، سو وہ بھی نصیب ہوگا ان شاء اللہ، اس کے علاوہ یہ بھی نہایت اہم ہے کہ ایک مرتبہ جنت میں داخل ہونے کے بعد وہاں سے کسی کو نکالا نہ جائے گا، بلکہ اسے ہمیشہ کے لیے وہاں رہنے کی اجازت مل جائے گی۔ ۷۲ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کو جنت میں داخل ہونے پر بشارت دیئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ جنت تمہارے باپ آدم کی میراث تھی، تم نے اسی کھوئی ہوئی میراث کو حاصل کرنے کے لیے اپنی ہمت اور استطاعت کے مطابق محنت اور کوشش کی، ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کا اہتمام کیا اور ہمارا فضل و کرم تمہارے شامل حال رہا اور تم میراث کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے، تمہیں یہ کامیابی مبارک ہو۔ ۷۳ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کے لیے وافر مقدار میں پھلوں اور میووں کا ذکر کیا گیا ہے، عام طور پر پھل اور میوہ جات تفریح طبع اور دل لگی کے لیے کھائے جاتے ہیں، ان سے پیٹ بھرنا مقصود نہیں ہوتا، نیز دنیا میں اکثر غرباء اور بہت سے متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگ پھلوں اور میوہ جات سے محروم رہتے ہیں، کیونکہ انہیں تو دو وقت کی روٹی ہی میسر نہیں ہوتی، پھلوں اور میوہ جات کا کیا کہنا اور جنت میں اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہوگی، گویا دوسرے لفظوں میں انہیں تسلی دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بہت سے پھلوں کا انتظام کر رکھا ہے، فکرمند نہ ہونا اور دنیا کے پھلوں کے لیے حلال اور حرام کا فرق ختم نہ کرنا۔ ۷۴ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کے لیے عذاب جہنم کی وعید بیان کی گئی ہے، اس وعید کی شدت میں "خلدون" کے لفظ سے مزید اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ اگر مجرم کو معلوم ہو کہ اس کی سزا ایک خاص مدت تک کے لیے ہے تو اسے اطمینان ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک دن تو اس کی جان چھوٹ ہی جائے گی لیکن اگر اسے پہلے سے بتا دیا جائے کہ اس کی سزا کچھ ختم یا کم نہ ہوگی، بلکہ ہمیشہ رہے گی تو یہ ایک مستقل سزا بن جاتی ہے جس کا اسے سامنا کرنا پڑتا ہے، چنانچہ اہل جہنم میں سے جو لوگ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر وہاں سے نکل جائیں گے، وہ اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھیں گے اور جو لوگ وہاں ہمیشہ رہیں گے، ان کی سزا کبھی معاف نہ ہوگی اور ان سے زیادہ محروم کوئی نہ ہوگا۔ ۷۵ اس آیت مبارکہ میں اہل جہنم کو ہونے والے عذاب کے متعلق دو باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ ان پر ہونے والے عذاب میں کسی قسم کی تخفیف کی جائے گی نہ اسے ملتوی کیا جائے گا اور نہ ہی اس کے تسلسل میں کوئی کمی واقع ہوگی اور دوسری یہ کہ وہاں ان کی ساری امیدیں دم توڑ جائیں گی، وہاں وہ ناامید ہو کر پڑے رہ جائیں گے، اہل جہنم کے لیے یہ ایک مستقل سزا ہوگی، اس سے معلوم ہوا کہ "ناامیدی" ایک مستقل سزا ہے جو دنیا میں

عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَذَرْهُمْ یَخُوْضُوْا وَ یَلْعَبُوْا حَتّٰى یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ

عَمَّا	یَصِفُوْنَ ﴿٨٢﴾	فَذَرْهُمْ	یَخُوْضُوْا	وَ	یَلْعَبُوْا	حَتّٰى	یُلٰقُوْا	یَوْمَهُمُ
اس سے جو	وہ بیان کرتے ہیں	سو انہیں چھوڑ دے	وہ باتیں کرتے رہیں	اور	کھیلتے رہیں	یہاں تک کہ	ملاقات کرلیں وہ	اپنے دن سے

جو وہ بیان کرتے ہیں۔ ﴿٨٣﴾ سو آپ اُنہیں چھوڑ دیجئے کہ وہ بولتے اور کھیلتے رہیں، یہاں تک کہ اُس دن سے ملاقات کرلیں

الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿٨٣﴾ وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ط

الَّذِیْ	یُوْعَدُوْنَ ﴿٨٣﴾	وَ	هُوَ	الَّذِیْ	فِیْ	السَّمَآءِ	اِلٰهٌ	وَّ	فِی	الْاَرْضِ	اِلٰهٌ
جس کا	وعدہ کئے جاتے ہیں وہ	اور	وہ	وہی جو	بیچ	آسمان کے	معبود	اور	بیچ	زمین کے	معبود

جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ ﴿٨٤﴾ اور وہی ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے،

وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿٨٤﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

وَ	هُوَ	الْحَكِیْمُ	الْعَلِیْمُ ﴿٨٤﴾	وَ	تَبٰرَكَ	الَّذِیْ	لَهٗ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ
اور	وہ	حکمت والا	خوب جاننے والا	اور	بابرکت ہے	وہ جو	اس کیلئے	حکومت	آسمانوں کی	اور	زمین کی

اور وہ خوب حکمت والا، جاننے والا ہے۔ ﴿٨٥﴾ اور بابرکت ہے وہ ذات جس کے پاس آسمانوں اور زمین اور اُن کے

وَمَا بَیْنَهُمَا ج وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ج وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٥﴾

وَ	مَا	بَیْنَهُمَا ج	وَ	عِنْدَهٗ	عِلْمُ	السَّاعَةِ ج	وَ	اِلَیْهِ	تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٥﴾
اور	جو کچھ	ان دونوں کے درمیان	اور	اس کے پاس	علم	قیامت کا	اور	اس کیطرف	تم لوٹائے جاؤ گے

درمیان کی حکومت ہے، اور اُسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ ﴿٨٥﴾

وَلَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ

وَ	لَا	یَمْلِكُ	الَّذِیْنَ	یَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِهِ	الشَّفَاعَةَ	اِلَّا	مَنْ	شَهِدَ
اور	نہیں	اختیار رکھتے	وہ لوگ جو	پکارتے ہیں	سے	اس کے علاوہ	سفارش کا	مگر	وہ جو	گواہی دے

اور اللہ کو چھوڑ کر جن لوگوں کو وہ پکارتے ہیں، وہ تو سفارش کرنے کا حق بھی نہیں رکھتے، سوائے اُس کے جو حق

بِالْحَقِّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ

بِالْحَقِّ	وَ	هُمْ	یَعْلَمُوْنَ ﴿٨٦﴾	وَ	لَئِنْ	سَاَلْتَهُمْ	مَّنْ	خَلَقَهُمْ
حق کی	اور	وہ	جانتے ہیں	اور	البتہ اگر	تُو ان سے پوچھے	وہ کون	پیدا کیا اس نے انہیں

گواہی دے اور وہ جانتے بھی ہوں۔ ﴿٨٦﴾ اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ اُنہیں کس نے پیدا کیا ہے؟

بہرحال انسان پر مکمل مسلط نہیں ہوتی اور اسے اپنے مقصد میں کامیابی کی "امید" مسلسل جدوجہد اور محنت کرنے پر آمادہ کرتی رہتی ہے، امید اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اسی وجہ سے ایمان کو امید اور خوف کی درمیانی کیفیت قرار دیا گیا ہے۔ ﴿٧٦﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل جہنم کو ملنے والی سزا کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ یہ ہماری طرف سے ان پر کوئی ظلم یا ناانصافی نہیں ہوگی، کیونکہ ہم نے اپنے اوپر ظلم کرنے کو حرام قرار دے رکھا ہے، بلکہ اصل ظالم وہ خود تھے جنہوں نے نصیحت کی بات سن کر اس سے اعراض کیا، اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی، ان کی تعلیمات کا مذاق اڑایا، پیغمبر ﷺ کو ایذائیں پہنچائیں، انہیں شہید کرنے کی سازشیں کیں اور ان پر جنگیں مسلط کیں، اس سے بڑے مظالم اور کیا ہوں گے؟ سوال یہ بھی ہے کہ اگر ان مظالم کے نتیجے میں انہیں سزا نہ دی جائے تو کیا ان کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے جائیں اور ان پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی جائیں؟ یقیناً وہی ظالم ہیں اور اس کے نتیجے میں سزا کے مستحق بھی ہیں۔ ﴿٧٧﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل جہنم کا داروغہ جہنم مالک کو اپنی مدد اور تعاون کے لیے پکارنا مذکور ہوا ہے کہ جب اہل جہنم کو اپنی نجات اور بچاؤ کا کوئی راستہ نظر نہیں آئے گا اور وہ مکمل طور پر مایوس اور ناامید ہو جائیں گے تو آخری کوشش کے طور پر جہنم کے داروغہ سے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ سے ہماری درخواست پیش کردو کہ پروردگار! روز روز کی موت سے بہتر ہے کہ ایک ہی مرتبہ ہمارا کام تمام کردے، اب ہم سے روز روز کی موت برداشت نہیں ہوتی اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو لوگ روزانہ جیتے اور مرتے ہیں انہیں نہ جینے کا لطف آتا ہے اور نہ موت سے کوئی خوف محسوس ہوتا ہے، ان کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ ایک ہی مرتبہ موت آجائے تاکہ زندگی کے جھنجھٹ سے نجات مل جائے، لیکن داروغہ جہنم کا جواب انہیں مزید مایوس کردے گا کہ تمہیں اب ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور یہاں سے نکلنا تمہیں کبھی نصیب نہ ہوگا۔ ﴿٧٨﴾ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کی حق سے دوری اور نفرت کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس حق اور سچ پر مبنی تعلیمات بھیج کر اتمام حجت فرمادیا، انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، آسمانی کتابیں نازل فرمائیں، حق کو واضح کردیا اور باطل کو باطل ثابت کردیا اور کسی کے پاس انکار کی گنجائش نہیں چھوڑی، لیکن انسانوں کی اکثریت حق کو تسلیم کرنے کی بجائے اس سے دور بھاگتی ہے کیونکہ حق کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے میں نفس پر مشقت ہوتی ہے جبکہ باطل میں نفس کے مرغوبات اور اس کی خواہشات پر عمل کرنے کی لذت محسوس ہوتی ہے لیکن اگر انسان غور کرے تو وہ مشقت اور لذت دونوں کو عارضی سمجھے اور اس عارضی لذت کو چھوڑ کر دائمی لذت کو حاصل کرنے کی کوشش کرے اور دائمی مشقت سے بچنے کا اہتمام کرے۔ ﴿٧٩﴾ اس آیت مبارکہ میں مجرموں پر واضح کردیا گیا ہے کہ اگر انہوں نے کوئی منصوبہ اور سازش تیار کر رکھی ہے تو وہ اس بات سے غافل اور بے خبر نہ ہوں کہ ان کے اوپر ایک ایسی علیم و خبیر ذات کی تدبیر اور تقدیر کا احاطہ ہے جس کے دائرے سے وہ کبھی نہ نکل سکیں گے، یہ تدابیر ہر زمانے کے مشرک اور مجرم لوگ اپنے انبیاء اور صلحاء کے خلاف کرتے رہے ہیں اور ہمیشہ منہ کی کھاتے رہے ہیں، اس لیے کہ اللہ نے اپنے نبیوں اور نیک بندوں کی حفاظت کا وعدہ خود فرما کر اسے اپنے ذمے لے رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں ہرگز کوتاہی نہیں کرتا۔ ﴿٨٠﴾ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کے اس خیال فاسد اور گمان باطل کی تردید کی گئی ہے کہ ان کی خفیہ ملاقاتوں، پوشیدہ مشوروں، سرگوشیوں اور ان کے دلوں میں چھپے ہوئے رازوں سے اللہ تعالیٰ بے خبر ہے اور وہ ان باتوں کو نہیں سنتا، دراصل وہ اللہ تعالیٰ کی صفت "سمیع" کی حقیقت سے ناواقف ہیں اس لیے یہ بیہودہ خیال رکھتے ہیں، وہ تو رات کی تاریکی میں کسی چٹان کی تہہ میں نہایت آہستگی سے رینگنے والی چیونٹی کی آہٹ بھی سنتا ہے اور سات پتھروں کی

لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٨٧﴾ وَ قِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ

لَيَقُوْلُنَّ	اللّٰهُ	فَاَنّٰى	يُؤْفَكُوْنَ ﴿٨٧﴾	وَ قِيْلِهٖ	يٰرَبِّ	اِنَّ	هٰٓؤُلَآءِ	قَوْمٌ
البتہ ضرور کہیں گے	اللہ	تو کہاں	بہکے جاتے ہیں	اس کے قول کی قسم!	اے میرے پروردگار	بیشک	یہ لوگ	قوم

تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پھر وہ کہاں بہکے جاتے ہیں۔ [٨٧] پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اِس قول کی قسم! کہ پروردگار! یہ ایسی قوم ہے

لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَ قُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾ ع

لَّا	يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾	فَاصْفَحْ	عَنْهُمْ	وَ	قُلْ	سَلٰمٌ	فَسَوْفَ	يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾
نہیں	ایمان لائے	تو درگزر کر	اُن سے	اور	کہہ دے	سلام ہو	سو عنقریب	وہ جان لیں گے

جو ایمان نہیں لا رہی۔ [٨٨] سو آپ اُن سے درگزر کیجئے اور کہہ دیجئے کہ سلام ہو، عنقریب وہ جان لیں گے۔ [٨٩]

تہ میں پکارنے والے کی پکار کو قبول فرماتا ہے، اس کے علاوہ فرشتے بھی ان پر مقرر ہیں جو ان کے ہر قول و عمل اور حرکت کو نوٹ کر رہے ہیں، قیامت کے دن ان کی مکمل دستاویز ان کے سامنے پیش کر دی جائے گی۔ [٨١] اس آیت مبارکہ میں روئے سخن ان لوگوں کی طرف ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کروایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ہونا عیب ہے، لیکن اگر بالفرض اس کے یہاں کوئی اولاد ہوتی تو تم سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرنے والا ہوتا، کیونکہ رب العالمین کی سب سے پہلے عبادت کرنے والا میں ہوں تو اس کی اولاد کی اہمیت مجھ سے زیادہ کسی کی نظروں میں نہ ہوتی، یا تو تم ثابت کر دو کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے اور یہ تم کبھی بھی ہرگز ثابت نہ کر سکو گے، اور اگر ثابت نہیں کر سکتے تو تم میرے اس اعلان کی اہمیت سمجھو کہ اگر ایسا ہوتا تو میں تم سب سے آگے ہوتا، چونکہ ایسا نہیں ہے اس لیے میں اللہ تعالیٰ کو اولاد سے پاک سمجھتا ہوں، تم بھی اس کے لیے اولاد کو ثابت کرنے سے باز آ جاؤ۔ [٨٢] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا مشرکین کے مفروضہ عیوب سے پاک ہونا بیان کیا گیا ہے، جن میں سب سے بڑا عیب اس کے لیے اولاد تجویز کرنا ہے اور اولاد میں سے بھی کمزور ترین صنف بیٹیاں، جنہیں وہ خود اپنے لیے پسند نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ اس عیب سے بھی پاک ہے، ان عیبوں سے بھی پاک ہے جنہیں لوگ عیب سمجھتے ہیں اور ان عیبوں سے بھی پاک ہے جنہیں لوگ تو عیب نہیں سمجھتے لیکن وہ اس کی ذات اور صفات کے لیے عیب ہیں، کیونکہ وہ آسمانوں کا بھی رب ہے، زمین کا بھی رب ہے اور عرش عظیم کا بھی رب ہے۔ [٨٣] اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی فکر سے آزاد ہونے اور انہیں ان کے کھیل تماشوں میں مشغول چھوڑنے کی تاکید کی گئی ہے، یہاں یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہر مشرک لہو ولعب میں مشغول نہیں ہوتا، بلکہ ان میں بہت سے لوگ فلاح عامہ کے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں، اپنے وقت کا ایک ایک لمحہ ناپ تول کر خرچ کرتے ہیں اور اپنی ذات سے دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں، لیکن چونکہ وہ نعمت ایمان سے محروم ہوتے ہیں، اس لیے ان کی ساری کوششوں کا خلاصہ اپنی روح کی تسکین ہوتا ہے یا وہ مرنے کے بعد اچھے لفظوں میں یاد کیے جانے کی خاطر یہ مشقت برداشت کرتے ہیں، یا وہ اپنی کسی محرومی کو چھپانے کے خواہش مند ہوتے ہیں، ان کی یہ ساری خواہشات پوری ہو جاتی ہیں، کاروبار میں ترقی ہوتی ہے دنیا کے پھاٹک ان کے لیے کھل جاتے ہیں اور انہیں ہر طرح کی آرائش و آسائش میسر ہو جاتی ہے، لیکن چونکہ ان کے اعمال آسمان کی طرف نہیں چڑھتے اور دنیا کی حدود سے باہر نہیں نکلتے، اس لیے قیامت کے دن انہیں ان کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اور چونکہ دنیوی زندگی تو ہے ہی کھیل تماشا، اس لیے فرمایا گیا کہ انہیں کھیل تماشے میں مشغول رہنے دو، عنقریب وہ دن آنے والا ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے، ان کا حساب بے باق کر دیا جائے گا۔ [٨٤] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی صفت یہ کہ آسمانوں میں بھی وہی معبود ہے اور زمین میں بھی وہی معبود ہے، ایک آدمی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا، نبی علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ تم کتنے خداؤں کی عبادت کرتے ہو؟ اس نے کہا سات کی، جن میں سے چھ زمین کے ہیں اور ایک آسمان کا، گویا کچھ مشرکین نے یہ تقسیم بھی کر رکھی ہے، اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ یہ تقسیم غلط ہے، اللہ تعالیٰ ہی معبود حقیقی ہے زمین میں بھی اور آسمان میں بھی، دوسری صفت یہ کہ وہ "الحکیم" ہے، یعنی اس کے ہر قول اور عمل میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے، تیسری صفت یہ کہ وہ "العلیم" ہے، یعنی اس کے علم نے کائنات کے ہر ذرے کا احاطہ کر رکھا ہے اور کوئی چیز بھی اس کے دائرہ علم سے باہر نہیں ہے۔ [٨٥] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی چار صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اس کی ذات بابرکت ہے، کائنات کی ہر چیز میں اسی کے نام سے برکت آتی ہے، جس چیز پر اس کا نام نہ لیا جائے اس میں سے خیر و برکت اٹھ جاتی ہے، دوسری یہ کہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان جتنی بھی چیزیں ہیں، سب اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں اور وہی ان کا مالک حقیقی ہے، دنیا میں جو لوگ خود کو کسی چیز کا مالک سمجھتے ہیں، ان کی ملکیت مجازی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ان چیزوں کو استعمال کرنے کی محدود اجازت ہے، وہ حقیقی مالک نہیں ہیں تیسری یہ کہ قیامت کا اصل اور طے شدہ متعین وقت صرف اسی کے علم میں ہے جو لوگ قیامت کا وقت پوچھتے اور بتاتے ہیں، سب اپنی لاعلمی میں برابر ہیں اور وقت بتانے والے محض اندازے اور تخمینے لگا رہے ہیں، چوتھی صفت یہ کہ ساری مخلوق کو لوٹ کر اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانا ہے اس سے چھوٹ کر کوئی بھاگ نہیں سکتا، اسے کوئی عاجز نہیں کر سکتا اور کسی کو اس کی بارگاہ میں حاضری سے استثنیٰ نہیں ہے۔ [٨٦] اس آیت مبارکہ میں مشرکوں کے معبودوں کی بے بسی اور بے اختیاری بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنی پوجا کرنے والوں کے کسی کام نہ آ سکیں گے، انہیں جہنم سے بچانا، جنت میں داخل کروانا، میدان حشر کی مشکلات میں ان کے کام آنا اور پل صراط سے گزرنے میں ان کی مدد کرنا تو دور کی بات، وہ تو ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سفارش کے دو بول بھی نہیں بول سکیں گے، وہاں تو سفارش کرنے کا بھی معیار مقرر ہے صرف ان لوگوں کو سفارش کی اجازت ہوگی جو حق کو جانتے ہوں گے اور حق کے مطابق ہی گواہی دیں گے، جھوٹی اور خلاف حقیقت گواہی یا سفارش کی وہاں کسی کو اجازت ہی نہ ہوگی، پھر ایسے بے بس اور بے اختیار لوگوں کے پیچھے چل کر اپنی عاقبت برباد کرنے کا کیا فائدہ۔ [٨٧] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ چیلنج کیا گیا ہے کہ جو لوگ کفر و شرک کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہیں، بت پرستی اور گمراہی کی زندگی گزار رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنا رب ماننے سے منکر ہیں، اگر آپ ایسے ضدی لوگوں سے بھی پوچھیں کہ ان کا خالق کون ہے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا خالق قرار دیں گے کیونکہ اس بات کو وہ بھی جانتے ہیں کہ ان کے معبودوں میں خالق ہونے کی صلاحیت نہیں پائی جاتی، تعجب ہے کہ اس کے باوجود وہ سیدھے راستے سے بھٹک کر جہنم کی طرف بھاگے چلے جا رہے ہیں، خالق کو چھوڑ کر مخلوق کے آگے سجدہ ریز ہو جانا اور اسی کو اپنا حاجت روا سمجھنا اعلیٰ درجے کی حماقت اور نادانی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ [٨٨] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی زبان مبارک سے نکلنے والے ایک جملے کی قسم کھائی ہے، اس جملے میں اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ مناجات کی گئی ہے کہ پروردگار! میں نے بہت کوشش کی کہ میری قوم ایمان لے آئے، جہنم سے بچ جائے، جنت میں داخلے کی مستحق ہو جائے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے، لیکن پروردگار! یہ لوگ ایمان نہیں لا رہے، یہ لوگ میری دعوت کو قبول نہیں کر رہے، بلکہ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھا کر اس کی اہمیت کو دو چند فرمایا ہے کہ اگر یہ لوگ آپ کی دعوت کی اہمیت سے غافل اور بے خبر ہیں تو کوئی بات نہیں، ہم تو اس کی اہمیت سے واقف ہیں، اس لیے آپ مطمئن رہیے اور آئندہ آیت میں جو ہدایت دی گئی ہے، اس پر عمل پیرا رہئے۔ [٨٩] اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں کی تاکید کی گئی ہے پہلی یہ کہ جو لوگ آپ کی دعوت قبول نہیں کر رہے اور آپ پر ایمان نہیں لا رہے، آپ اپنی ذمہ داری پوری کر کے ان سے کنارہ کشی فرما لیجئے، کیونکہ پہنچانا آپ کا کام ہے اور ان کے دلوں کو پھیرنا ہمارے ذمے ہے، آپ ان کے پیچھے غمگین اور فکر مند نہ ہوں کہ اپنی جان کو ہی خطرے میں ڈال دیں، دوسری یہ کہ ان کی جہالت، نادانی اور حماقت کا جواب دینے کی بجائے سلامتی کی بات کہہ کر گزر جایا کریں، کیونکہ اگر آپ نے انہیں جواب دینے کی کوشش کی تو آپ میں اور ان میں کوئی فرق نہیں رہے گا، اس کے علاوہ ان کی جہالت اور حماقت و نادانی اس قدر زیادہ ہے کہ وہ آپ کی شان میں گستاخی کرنے سے بھی باز نہیں آئیں گے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ سلامتی کی بات کہہ کر گزر جایا کریں، عنقریب وہ اپنے انجام سے خود ہی واقف ہو جائیں گے۔ الحمد للہ! آج مورخہ ۹ جولائی ۲۰۱۹ء بروز منگل بعد نماز عصر سورۂ زخرف کے حواشی سے فراغت ہوئی، اللہ تعالیٰ قبول و مقبول اور نافع فرمائیں۔

اٰیَاتُهَا ۵۹ — (۴۴) سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَکِّیَّةٌ (۶۴) — رُکُوْعَاتُهَا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

مع ۱۲ حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ۙ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا

حٰمٓ ۚ	وَالْكِتٰبِ	الْمُبِيْنِ ۙ	اِنَّآ	اَنْزَلْنٰهُ	فِيْ	لَيْلَةٍ	مُّبٰرَكَةٍ	اِنَّا	كُنَّا
حٰم	قسم ہے کتاب کی	واضح	بیشک ہم	نازل کیا ہم نے اسے	بیچ	رات کے	بابرکت	بیشک ہم	تھے ہم

حٰم ۱ قسم ہے کتابِ مبین کی۔ ۲ ہم نے اسے ایک بابرکت رات میں نازل کیا ہے، بیشک ہم

مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ﴿۴﴾ۙ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا

مُنْذِرِيْنَ	فِيْهَا	يُفْرَقُ	كُلُّ	اَمْرٍ	حَكِيْمٍ	اَمْرًا	مِّنْ	عِنْدِنَا	اِنَّا
ڈرانے والے	اسمیں	حوالے کیا جاتا ہے	ہرایک	حکم	حکمت والا	حکم ہوکر	سے	ہمارے پاس	بیشک ہم

ڈرانے والے ہیں۔ ۳ اسی رات میں ہر حکمت والا کام طے کیا جاتا ہے۔ ۴ ہماری طرف سے حکم کے طور پر، بیشک

كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۵﴾ۚ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶﴾ۙ

كُنَّا	مُرْسِلِيْنَ ۚ	رَحْمَةً	مِّنْ	رَّبِّكَ ۭ	اِنَّهٗ	هُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ
رہے ہیں	بھیجنے والے	رحمت	سے	تیرے رب کی	بیشک وہ	وہی	سننے والا	جاننے والا

ہم بھیجنے والے ہیں۔ ۵ آپ کے رب کی رحمت، بیشک وہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔ ۶

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۷﴾ لَآ اِلٰهَ

رَبِّ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	مَا	بَيْنَهُمَا ۘ	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّوْقِنِيْنَ	لَآ	اِلٰهَ
رب	آسمانوں کا	اور	زمین کا	اور	جو کچھ	ان دونوں کے درمیان	اگر	تم ہو	یقین کرنے والے	نہیں	کوئی معبود

جو کہ آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان کا رب ہے، اگر تم یقین رکھتے ہو۔ ۷ اُس کے علاوہ

اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ

اِلَّا	هُوَ	يُحْيٖ	وَ	يُمِيْتُ ۭ	رَبُّكُمْ	وَ	رَبُّ	اٰبَاۗىِٕكُمُ	الْاَوَّلِيْنَ	بَلْ	هُمْ	فِيْ	شَكٍّ
مگر	وہی	زندگی دیتا	اور	موت دیتا ہے	تمہارا رب	اور	رب	تمہارے باپوں کا	پہلے والے	بلکہ	وہ	بیچ	شک کے

کوئی معبود نہیں، وہی زندگی اور موت دیتا ہے، وہ تمہارا اور تمہارے پہلے آباؤ اجداد کا بھی رب ہے۔ ۸ بلکہ وہ شک میں پڑے ہوئے

سورة الدخان

سورۂ دخان مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۱۴۳۱، کلمات ۳۴۶، آیات ۵۹ اور رکوعات ۳ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ۱۰ میں لفظ "دخان" آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ دخان رکھا گیا، اس سورت کا مرکزی عنوان "نزول قرآن کے زمانے کے تعین" ہے، اس کیلئے "لیلۃ مبارکۃ" کی تعبیر استعمال کی گئی ہے جس سے بیشتر مفسرین نے شب قدر مراد لی ہے، لفظ "دخان" کا معنی "دھواں" ہے، یہاں مراد وہ دھواں ہے جو قیامت کے قریب تمام لوگوں پر چھا جائے گا، نیک لوگوں پر اس کا معمولی اثر ہوگا اور کافروں اور مجرموں پر گہرا اور غیر معمولی اثر مرتب ہوگا، اس وقت کے آنے سے پہلے لوگوں کو اجتماعی طور پر توبہ کر لینی چاہیے، ورنہ اس سے پہلے فرعون اور اس کی قوم کا حال اور انجام اپنے سامنے رکھنا چاہیے، ان کے پاس دنیا کی کون سی نعمت نہیں تھی، لیکن جب وہ اللہ کے پیغمبر سے ٹکرائے تو پاش پاش ہو گئے، بکھر گئے اور دریا میں غرق ہو گئے، بدنصیب فرعون بچ گیا لیکن ایسے کہ اسے نشان عبرت بنا دیا گیا اور اسے قبر تک نصیب نہ ہو سکی، مشرکین مکہ اپنے مال و دولت اور طاقت کے زعم میں نہ رہیں، ہم ان سے پہلے ان سے زیادہ طاقتور قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں، آخری رکوع میں اہل جہنم کی غذا "زقوم کا درخت" قرار دی گئی ہے، یوں سمجھ لیجئے کہ ایک بدبودار، کانٹے دار درخت ہو گا جسے اہل جہنم کی خوراک بنایا جائیگا، کیا کوئی شخص اسے کھانے کا تصور بھی کر سکتا ہے؟ جبکہ دوسری طرف اہل جنت کو ہر وہ راحت میسر ہو گی جس کا وہ تصور اور خواہش کریں گے، صرف تھوڑے سے انتظار کی بات ہے۔ ۱ اس سورت کی پہلی آیت حروف مقطعات میں سے ہے، اس پر سورۂ بقرہ کا پہلا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔ ۲ اس آیت مبارکہ میں "کتاب مبین" کی قسم کھائی گئی ہے، اس کا لفظی معنی واضح کرنے والی کتاب ہے اور اس سے مراد قرآن کریم ہے، کیونکہ قرآن کریم میں ہر چیز کو وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے، بظاہر اس کی ضخامت اور حجم بہت زیادہ نہیں ہے لیکن تدبر اور غور و فکر سے کام لینے والوں کے لیے اس میں بہت سا سامان موجود ہے انہی الفاظ کے ساتھ یہ قسم سورۂ زخرف کے آغاز میں بھی گزر چکی ہے۔ ۳ اس آیت مبارکہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ قرآن کریم کو "لیلہ مبارکہ" میں نازل کیا گیا ہے اور دوسری یہ کہ ہم اس سے پہلے بھی ہر قوم کو مستقبل سے آگاہ کرتے رہے ہیں، تمہیں بھی آگاہ کر رہے ہیں، لیلہ مبارکہ کا لفظی معنی "برکت والی رات" ہے چونکہ برکت والی راتیں بہت سی ہیں، اس لیے مفسرین نے اس رات کی تعیین میں مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں، جن میں سے دو قول زیادہ مشہور ہیں، پہلا یہ کہ اس سے مراد ماہ شعبان کی پندرہویں رات ہے جسے "شب برات" بھی کہا جاتا ہے، اس صورت میں آگے آنے والی تفصیلات کا تعلق شب برات سے ہوگا اور دوسرا یہ کہ اس سے مراد "شب قدر" ہے، جمہور مفسرین کے نزدیک یہی زیادہ راجح ہے کیونکہ اس کی تائید سورۃ القدر کی پہلی آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے قرآن کریم کو شب قدر میں نازل کیا ہے، اس کی ایک اور وجہ ترجیح یہ بھی ہے کہ سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا ہے کہ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں لوگوں کی ہدایت کے لیے قرآن کریم کو نازل کیا گیا اور رمضان کے مہینے میں شب قدر ہوتی ہے نہ کہ شب برات، جن حضرات نے "لیلہ مبارکہ" سے مراد "شب برات" لی ہے، وہ اس سے شب برات کی فضیلت پر استدلال کرنا چاہتے ہیں، اس عاجز کے نزدیک شب برات کی فضیلت اپنی جگہ حسن درجے کی احادیث سے ثابت ہے، اس کا مکمل انکار ان احادیث کے انکار کے مترادف ہے، تاہم یہاں "شب قدر" ہی مراد لینا زیادہ راجح ہے۔ ۴ اس آیت مبارکہ میں شب قدر کا ایک وصف بیان کیا گیا ہے کہ اس رات میں تمام امور کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے، وہ تمام امور جو اس رات سے آئندہ سال کی اسی رات کے درمیان پورے عالم میں رونما ہونے والے ہوتے ہیں، ان امور کی دستاویزات تیار کی جاتی ہیں اور متعلقہ فرشتوں کے حوالے کر دی

يَلْعَبُوْنَ ﴿٩﴾ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٠﴾ يَّغْشَى

يَلْعَبُوْنَ ﴿٩﴾	فَارْتَقِبْ	يَوْمَ	تَأْتِي	السَّمَآءُ	بِدُخَانٍ	مُّبِيْنٍ ﴿١٠﴾	يَّغْشَى
کھیل رہے ہیں	سو تو انتظار کر	جس دن	آئے گا	آسمان	ساتھ ایک دھوئیں کے	واضح	ڈھانپ لے گا

کھیل کود کر رہے ہیں۔ ﴿٩﴾ سو آپ اُس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان پر واضح دھواں چھا جائے گا۔ ﴿١٠﴾ جو لوگوں کو

النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١١﴾ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا

النَّاسَ	هٰذَا	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ﴿١١﴾	رَبَّنَا	اكْشِفْ	عَنَّا	الْعَذَابَ	اِنَّا
لوگوں کو	یہ	عذاب	دردناک	اے ہمارے پروردگار	کھول دے	ہم سے	عذاب	بیشک ہم

ڈھانپ لے گا، یہ درد ناک عذاب ہے۔ ﴿١١﴾ پروردگارا! ہم سے اِس عذاب کو ہٹا دے، ہم

مُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢﴾ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٣﴾ ثُمَّ

مُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢﴾	اَنّٰى	لَهُمُ	الذِّكْرٰى	وَ	قَدْ	جَآءَهُمْ	رَسُوْلٌ	مُّبِيْنٌ ﴿١٣﴾	ثُمَّ
ایمان لانے والے	کہاں ہوگا	ان کیلئے	نصیحت قبول کرنا	اور	یقیناً	آچکا اُن کے پاس	پیغام پہنچانے والا	کھلم کھلا	پھر

ایمان لے آتے ہیں۔ ﴿١٢﴾ اب کہاں نصیحت قبول کرنا ہوگا، جبکہ اُن کے پاس کھلم کھلا پیغام پہنچانے والا آچکا۔ ﴿١٣﴾ پھر

تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿١٤﴾ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ

تَوَلَّوْا	عَنْهُ	وَقَالُوْا	مُعَلَّمٌ	مَّجْنُوْنٌ ﴿١٤﴾	اِنَّا	كَاشِفُوا	الْعَذَابِ	قَلِيْلًا	اِنَّكُمْ
منہ موڑ لیا انہوں نے	اس سے	اور کہنے لگے وہ	سکھایا گیا	دیوانہ	بیشک ہم	ہٹانے والے	عذاب کو	تھوڑی دیر کو	بیشک تم

انہوں نے اُس کی طرف سے منہ موڑ لیا اور کہنے لگے کہ اِسے سکھایا گیا ہے، یہ مجنون ہے۔ ﴿١٤﴾ ہم تھوڑی مدت کیلئے عذاب ہٹا دیتے ہیں، تم پھر

عَآئِدُوْنَ ﴿١٥﴾ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿١٦﴾ وَلَقَدْ

عَآئِدُوْنَ ﴿١٥﴾	يَوْمَ	نَبْطِشُ	الْبَطْشَةَ	الْكُبْرٰى	اِنَّا	مُنْتَقِمُوْنَ ﴿١٦﴾	وَ	لَقَدْ
دوبارہ لوٹنے والے	جس دن	ہم پکڑیں گے	پکڑ	بڑی	بیشک ہم	انتقام لینے والے	اور	البتہ یقیناً

وہی کرو گے۔ ﴿١٥﴾ جس دن ہم اُنہیں "بڑی پکڑ" کے ساتھ پکڑ لیں گے، بیشک ہم انتقام لیں گے۔ ﴿١٦﴾ اور اِس سے

فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿١٧﴾ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ

فَتَنَّا	قَبْلَهُمْ	قَوْمَ	فِرْعَوْنَ	وَ	جَآءَهُمْ	رَسُوْلٌ	كَرِيْمٌ ﴿١٧﴾	اَنْ	اَدُّوْٓا	اِلَيَّ
آزمایا ہم نے	ان سے پہلے	قوم کو	فرعون کی	اور	آیا ان کے پاس	ایک پیغمبر	معزز	یہ کہ	حوالے کردو تم	میری طرف

پہلے ہم فرعون کی قوم کو بھی آزما چکے ہیں، اور اُن کے پاس بھی ایک معزز پیغمبر آچکا۔ ﴿١٧﴾ کہ اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو،

وقف لازم

وقف لازم

جاتی ہیں، یہ دستاویزات لوح محفوظ سے نقل کی جاتی ہیں، ان میں سے ہر فیصلہ گہری حکمت پر مبنی ہوتا ہے کیونکہ فیصلہ کرنے والی ذات حکیم ہے۔ ﴿٥﴾ اس آیت مبارکہ میں دو جملے ہیں، پہلے جملے کا تعلق گزشتہ آیت سے ہے اور دوسرے جملے کا تعلق اگلی آیت سے ہے پہلے جملے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ لیلہ مبارکہ میں جن امور کا فیصلہ کر کے فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے وہ ہماری طرف سے حکم کے طور پر ہوتا ہے وہ تجویز اور مشورے کے طور پر نہیں ہوتا، حالانکہ ہماری تجویز اور مشورہ بھی حکم کے درجے میں ہوتا ہے، دوسرے جملے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ہم بھیجنے والے ہیں، کیا بھیجنے والے ہیں؟ بعض مفسرین نے اس کا تعلق فرشتوں سے جوڑا ہے کہ ہم فرشتوں کو بھیجنے والے ہیں، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم مختلف فرشتوں کو ان کی ذمہ داریاں سپرد کر کے ان کی منزل کی طرف روانہ کر دیتے ہیں جہاں وہ ہمارے حکم کو نافذ کرتے ہیں لیکن زیادہ راجح یہ ہے کہ اس کا تعلق اگلی آیت سے ہو اور جملے کا منشا یہ ہو کہ جس طرح ہم نے قرآن کے ذریعے لوگوں کو ان کے مستقبل سے آگاہ کیا ہے اسی طرح قرآن کو بھیجنے والے اور پیغمبر ﷺ کا انتخاب کرنے والے بھی ہم خود ہیں، مزید تفصیل اگلی آیت میں آرہی ہے۔ ﴿٦﴾ اس آیت مبارکہ میں دو جملے ہیں، پہلے جملے کا تعلق گزشتہ آیت سے ہے اور دوسرے جملے میں اس کی علت بیان کی گئی ہے گزشتہ آیت میں فرمایا گیا تھا کہ قرآن اور صاحب قرآن کو ہم ہی بھیجنے والے ہیں اور یہ ہماری مہربانی اور کرم نوازی ہے کہ ہم نے تمہارے لیے یہ فیصلہ کیا، گویا یہ ارسال تکمیل رحمت کے لیے ہے اور اس کا منشا یہ ہے کہ لوگوں کی دینی و مذہبی ضروریات پوری ہو سکیں اور اس کی علت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے، وہ لوگوں کی آہ وزاری سنتا اور ان کی ضروریات سے باخبر اور واقف رہتا ہے، اسے معلوم ہے کہ پیغمبر ﷺ کی بعثت اور قرآن کریم کا نزول وقت کی سب سے بڑی ضرورت تھی جو اب الحمد للہ پوری ہوگئی ہے۔ ﴿٧﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان پائی جانے والی تمام چیزوں کا رب ہے، یہ اسی رب کی رحمت ہے کہ اس نے قرآن اتارا، لیلہ مبارکہ میں اس امت کے لیے خیر اور کرم کے فیصلے کیے، پیغمبر ﷺ کو تکمیل رحمت کے لیے مبعوث فرمایا کیونکہ وہی تمام مخلوقات کا رب ہے اور تمام مخلوقات کی ظاہری و باطنی حاجات کو پورا کرنا اسی کی ذمہ داری ہے، انسان جن باتوں پر یقین کر سکتا ہے، ان میں سب سے زیادہ قابل یقین بات یہی ہے۔ ﴿٨﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی چار صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، صرف وہی معبود حقیقی ہے، اس کے علاوہ کسی میں معبود بننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، دوسری یہ کہ وہ سب کو زندگی عطا فرماتا ہے کیونکہ "حیات" کا حقیقی مالک وہی ہے، اس طرح نہیں جیسے نمرود نے لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا تھا، بلکہ اس طرح جیسے اللہ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو سو سال سلانے کے بعد نئی زندگی عطا فرمائی، بنی اسرائیل کے مقتول اور ہزاروں مُردوں کو دوبارہ زندگی بخشی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ کوہ طور پر جانے والے ستر معززین کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دیا، تیسری صفت یہ کہ وہی سب کو موت دیتا ہے، جب تک وہ کسی کی موت کا فیصلہ نہ کرے، اس وقت تک ساری دنیا مل کر بھی اس کی شمع حیات کو گل نہیں کر سکتی، اور چوتھی صفت یہ کہ وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے گزشتہ آباؤ اجداد کا بھی رب ہے، تم اسے چھوڑ کر کہاں بھٹکے جا رہے ہو؟ ﴿٩﴾ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کی قدر نہ کرنے والوں، اس پر ایمان نہ لانے والوں اور اس کی تکذیب کرنے والوں کا اصل روگ بیان کیا گیا ہے کہ دراصل وہ لوگ شکوک وشبہات میں پڑ گئے ہیں اور دنیا کے کھیل تماشوں میں مشغول ہو گئے ہیں جب تک وہ شکوک وشبہات کی دلدل سے نہیں نکلیں گے، اس وقت تک وہ قرآن کریم کی حقانیت کو تسلیم نہیں کریں گے، یہ روگ منافقین میں بھی پایا جاتا ہے اور یہی روگ مشرکین میں بھی پایا جاتا ہے، دنیوی امور میں بھی

جو انسان شکوک وشبہات میں پڑ جائے وہ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے، لوگ اس کی اس عادت سے تنگ آجاتے ہیں اور وہ خود بھی بعض اوقات اپنی اس عادت سے تنگ آجاتا ہے یہ لوگ اپنی اس عادت سے تنگ بھی نہیں پڑ رہے بلکہ مزید کھیل تماشوں میں مشغول ہو گئے ہیں، اس سے دل پر مہر لگ جانے کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ ⑩ اس آیت مبارکہ میں اس دن کا انتظار کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب آسمان پر ایک واضح دھواں چھا جائے گا، یہاں دو باتیں قابل غور ہیں، پہلی یہ کہ اس دن سے کون سا مراد ہے؟ اور دوسری یہ کہ "دھوئیں" سے کون سا دھواں مراد ہے؟ سو اس سلسلے میں بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہاں "دن" سے قیامت کے قریب کوئی غیر متعین دن مراد ہے اور دھوئیں سے مراد قیامت کی نہایت قریبی علامت ہے جس کا ذکر احادیث صحیحہ میں بھی آیا ہے، یہ دھواں افق پر پھیل جائے گا اور تمام لوگوں کا احاطہ کرلے گا، اس دھوئیں سے مخلص اور نیک مسلمانوں کو معمولی سا زکام ہوجائے گا اور بس، لیکن جب وہ دھواں کافروں اور منافقوں کے دماغ میں گھسے گا تو انہیں یوں محسوس ہوگا جیسے انہیں آگ پر بھون دیا گیا ہو، اس تفصیل کی روشنی میں چونکہ یہ قیامت کی ایک علامت ہے اس لیے ابھی اس کا رونما ہونا باقی ہے، جبکہ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ قیامت کی قریبی علامت نہیں ہے، بلکہ یہ ایک پیشین گوئی ہے جو پوری ہوچکی ہے ان کے نزدیک دن سے مراد وہ دن ہے جب نبی ﷺ کی دعا اہل مکہ اور قریش کے حوالے سے قبول ہوئی اور دھوئیں سے مراد وہ دھواں ہے جو بھوک کی شدت میں انسان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرے کی شکل میں چھا جاتا ہے، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ قریش اور دیگر اہل مکہ کی ایذا رسانیاں جب حد سے تجاوز کرگئیں اور اہل مکہ ہر صاحب ایمان بلکہ خود رسالت مآب ﷺ کے سامنے مصائب اور تکالیف کے پہاڑ کھڑے کرنے لگے تو ایک دن نبی اکرم ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ

عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ⑱ ۙ وَّ اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَی اللّٰهِ ۚ اِنِّیْٓ

عِبَادَ	اللّٰهِ	اِنِّیْ	لَکُمْ	رَسُوْلٌ	اَمِیْنٌ ⑱	وَ	اَنْ	لَّا	تَعْلُوْا	عَلَی	اللّٰهِ	اِنِّیْٓ
بندوں کو	اللہ کے	بیشک میں	تمہارے لئے	پیغمبر	امانت دار	اور	یہ کہ	مت	سرکشی کرو	پر	اللہ کے	بیشک میں

کیونکہ میں تمہارے پاس امانت دار پیغام بر بن کر آیا ہوں۔ ⑱ اور یہ کہ اللہ کے سامنے سرکشی نہ کرو،

اٰتِیْکُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ⑲ ۚ وَ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّکُمْ

اٰتِیْکُمْ	بِسُلْطٰنٍ	مُّبِیْنٍ ⑲	وَ	اِنِّیْ	عُذْتُ	بِرَبِّیْ	وَ	رَبِّکُمْ
لایا ہوں تمہارے پاس	ایک دلیل	کھلی	اور	بیشک میں	پناہ میں آچکا	اپنے رب کی	اور	تمہارے رب کی

کیونکہ میں تمہارے پاس کھلی دلیل لیکر آیا ہوں۔ ⑲ اور یہ کہ میں اس بات سے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آچکا ہوں کہ

اَنْ تَرْجُمُوْنِ ⑳ ۫ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ ㉑ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ

اَنْ	تَرْجُمُوْنِ ⑳	وَ	اِنْ	لَّمْ	تُؤْمِنُوْا	لِیْ	فَاعْتَزِلُوْنِ ㉑	فَدَعَا	رَبَّهٗٓ	اَنَّ
یہ کہ	تم مجھے سنگسار کرو	اور	اگر	نہ	ایمان لاؤ تم	مجھ پر	تو الگ ہوجاؤ مجھ سے	سو پکارا اس نے	اپنے رب کو	کہ بیشک

تم مجھے سنگسار کرسکو۔ ⑳ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے کنارہ کشی کرلو۔ ㉑ پھر انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ

الربع

هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ㉒ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ㉓ ۙ

هٰٓؤُلَآءِ	قَوْمٌ	مُّجْرِمُوْنَ ㉒	فَاَسْرِ	بِعِبَادِیْ	لَیْلًا	اِنَّکُمْ	مُّتَّبَعُوْنَ ㉓
یہ لوگ	قوم	جرم کرنے والے	تو لے چل	میرے بندوں کو	راتوں رات	بیشک تم	پیچھا کئے جاؤ گے

لوگ مجرم قوم ہیں۔ ㉒ تو تم راتوں رات میرے بندوں کو لیکر نکل جاؤ، یقیناً تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ ㉓

وَاتْرُکِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ㉔ کَمْ تَرَکُوْا مِنْ

وَاتْرُکِ	الْبَحْرَ	رَهْوًا	اِنَّهُمْ	جُنْدٌ	مُّغْرَقُوْنَ ㉔	کَمْ	تَرَکُوْا	مِنْ
اور چھوڑ دے	سمندر کو	تھما ہوا	بیشک وہ	لشکر	غرق کئے جائیں گے	کتنے ہی	چھوڑ گئے وہ	سے

اور سمندر کو تھما ہوا چھوڑ دو، بیشک اُس لشکر کو غرق کر دیا جائے گا۔ ㉔ وہ اپنے پیچھے کتنے ہی

جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ㉕ ۙ وَّ زُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ کَرِیْمٍ ㉖ ۙ وَّ نَعْمَةٍ کَانُوْا فِیْهَا

جَنّٰتٍ	وَّ	عُیُوْنٍ ㉕	وَّ	زُرُوْعٍ	وَّ	مَقَامٍ	کَرِیْمٍ ㉖	وَّ	نَعْمَةٍ	کَانُوْا	فِیْهَا
باغات	اور	چشمے	اور	فصلیں	اور	ٹھکانے	بہترین	اور	سامان راحت	تھے وہ	اسمیں

باغات اور چشمے چھوڑ گئے۔ ㉕ اور فصلیں اور رہنے کے بہترین ٹھکانے۔ ㉖ اور راحت کا وہ سامان جس میں وہ دل لگی

اٹھادیئے کہ پروردگار! حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں جیسا سات سالہ شدید قحط مصر میں پڑا تھا ایسا ہی قحط اہل مکہ پر مسلط فرمادے، اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو پکڑ لیا اور ان پر ایسا شدید قحط مسلط فرمادیا کہ ہڈیاں اور چمڑے کھانے کی نوبت آگئی، بھوک کی اس شدت میں انہیں اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا نظر آتا تھا، یہاں "دھوئیں" سے یہی مراد ہے، اس صورت میں آیت کی تفسیر واقع ہوچکی ہے، چونکہ آیت کے الفاظ میں عموم ہے اس لیے دونوں معنی مراد لینے کی گنجائش ہے، یاد رہے کہ بعد میں نبی علیہ السلام کی دعا کی برکت سے اہل مکہ کو اس عذاب سے جلد ہی نجات مل گئی تھی۔ ⑪ اس آیت مبارکہ میں آسمان پر پھیل جانے والے دھوئیں کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ تمام لوگوں کو ڈھانپ لے گا، یعنی اس کے اثرات سے کوئی شخص بھی نہ بچ سکے گا، دنیا کا ہر فرد اس سے متاثر ہوگا، مومنین کو اس کی وجہ سے معمولی زکام ہوگا اور کافروں کو یوں محسوس ہوگا جیسے ان کے سروں کو آگ پر بھونا جارہا ہو، دوسری صفت یہ کہ یہ لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہوگا اور لوگ اس کی وجہ سے شدید تکلیف میں مبتلا ہوں گے، دنیا میں بھی اس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے، گاڑیوں کا بدبودار سیاہ دھواں، اور کوڑا کرکٹ کو آگ لگانے پر اس سے اٹھنے والا تکلیف دہ دھواں انسان کے لیے سانس لینے میں مشکلات پیدا کردیتا ہے۔ ⑫ اس آیت مبارکہ میں مجرموں اور عذاب الٰہی کا شکار ہونے والوں کی دعا ذکر کی گئی ہے کہ پروردگار! ہم سے اس عذاب اور تکلیف کو دور کردے، اس عذاب نے تو ہمارے لیے سانس لینا مشکل بنادیا ہے، ہم تجھ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تو نے ہم سے اس عذاب کو ٹال دیا تو ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور تیرے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ ⑬ ⑭ ان آیتوں میں مشرکوں کی پکار کا جواب دیا گیا ہے اور ماضی میں ان کا گستاخانہ رویہ ذکر کیا گیا ہے، کہ آج تم اللہ تعالیٰ کا عذاب اپنے سروں کے اوپر مسلط دیکھ کر اس عذاب کے ٹلنے کی دعا کررہے ہو، تمہیں یاد نہیں ہے کہ اس سے پہلے تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا

فَكِهِيْنَ ﴿٢٧﴾ كَذٰلِكَ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿٢٨﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ

فٰكِهِيْنَ	كَذٰلِكَ	وَ اَوْرَثْنٰهَا	قَوْمًا	اٰخَرِيْنَ ﴿٢٨﴾	فَمَا	بَكَتْ	عَلَيْهِمُ
دل لگی کرنے والے	اسی طرح	اور ہم نے وارث بنا دیا اس کا	قوم کو	دوسرے	سو نہیں	رویا	ان پر

کرتے تھے۔ ﴿٢٧﴾ اسی طرح ہوا، اور ہم نے ان چیزوں کا وارث ایک دوسری قوم کو بنا دیا۔ ﴿٢٨﴾ سو اُن پر کوئی آسمان

السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا ع ٢٩ ١٤

السَّمَآءُ	وَ	الْاَرْضُ	وَ	مَا	كَانُوْا	مُنْظَرِيْنَ ﴿٢٩﴾	وَ	لَقَدْ	نَجَّيْنَا
آسمان	اور	زمین	اور	نہ	ہوئے وہ	ڈھیل دیے گئے	اور	البتہ یقیناً	نجات دی ہم نے

رویا اور نہ زمین، اور نہ ہی اُنہیں ڈھیل دی گئی۔ ﴿٢٩﴾ اور یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿٣٠﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا

بَنِيْٓ	اِسْرَآءِيْلَ	مِنَ	الْعَذَابِ	الْمُهِيْنِ ﴿٣٠﴾	مِنْ	فِرْعَوْنَ	اِنَّهٗ	كَانَ	عَالِيًا
بیٹوں کو	اسرائیل کے	سے	عذاب	رسواکن	سے	فرعون کے	بیشک وہ	تھا	چڑھنے والا

رسوا کن عذاب سے نجات دی۔ ﴿٣٠﴾ یعنی فرعون سے، کیونکہ وہ سر اٹھا کر حد سے تجاوز

مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٢﴾

مِّنَ	الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣١﴾	وَ	لَقَدِ	اخْتَرْنٰهُمْ	عَلٰى	عِلْمٍ	عَلَى	الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٢﴾
سے	حد سے تجاوز کرنے والوں کے	اور	البتہ یقیناً	ہم نے انہیں چن لیا	پر	علم کے	پر	جہان والوں کے

کرنے والوں میں سے ہو گیا تھا۔ ﴿٣١﴾ اور ہم نے اُنہیں اپنے علم کے مطابق اہلِ عالم پر فضیلت دی۔ ﴿٣٢﴾

وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿٣٣﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿٣٤﴾

وَ	اٰتَيْنٰهُمْ	مِّنَ	الْاٰيٰتِ	مَا	فِيْهِ	بَلٰٓؤٌا	مُّبِيْنٌ ﴿٣٣﴾	اِنَّ	هٰٓؤُلَآءِ	لَيَقُوْلُوْنَ ﴿٣٤﴾
اور	دیں ہم نے انہیں	سے	نشانیاں	وہ جو	اُسمیں	مدد	واضح	بیشک	یہ لوگ	البتہ کہتے ہیں

اور ہم نے اُنہیں ایسی نشانیاں دیں جن میں واضح مدد شامل تھی۔ ﴿٣٣﴾ بیشک یہ لوگ کہتے ہیں۔ ﴿٣٤﴾

اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿٣٥﴾ فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ

اِنْ	هِيَ	اِلَّا	مَوْتَتُنَا	الْاُوْلٰى	وَ	مَا	نَحْنُ	بِمُنْشَرِيْنَ ﴿٣٥﴾	فَاْتُوْا	بِاٰبَآئِنَآ	اِنْ
نہیں	یہ	مگر	ہماری موت	پہلی	اور	نہیں	ہم	دوبارہ زندہ ہونے والے	تو لے آؤ تم	ہمارے باپوں کو	اگر

یہ تو صرف ہماری پہلی موت ہی ہو گی اور ہمیں دوبارہ نہیں اٹھنا۔ ﴿٣٥﴾ سو تم ہمارے آباؤ اجداد کو لے آؤ اگر

پیغمبر آ چکا ہے، اس پیغمبر نے ایک ایک بات تمہارے سامنے کھول کھول کر رکھ دی، ہر چیز کو واضح کر دیا، احکامات کی تفصیل بیان کر دی، اللہ کی ذات وصفات کا بہترین تعارف پیش کر دیا اور اللہ کی راہ میں مجاہدہ کرنے اور تمہاری خیر خواہی کرنے کا حق ادا کر دیا، لیکن تم لوگوں نے ان کی ناقدری کی، ان کی تعلیمات سے اعراض کیا، ان کی سنت سے منہ موڑا اور یہاں تک کہہ گزرے کہ یہ شخص دیوانہ اور مجنون ہے، اسے کسی نے سکھا پڑھا دیا ہے یہ اس کی باتیں اپنے الفاظ میں مرتب کر کے بیان کر دیتا ہے، مشرکین مکہ اس طرح کی باتیں کرتے رہتے تھے، پھر جب اللہ کا عذاب آیا تو اسی پیغمبر سے بارگاہ الٰہی میں دعا کی درخواست کرنے لگے، یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ ان لوگوں نے کہاں نصیحت حاصل کرلی ہے، لیکن لوگوں کو یہ پہلو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ کل تک یہ پیغمبر مجنوں اور دیوانہ تھا، اور آج انہیں جوں ہی اس پیغمبر کی اہمیت کا اندازہ ہوا تو وہ اسی کے پاس دعا کی درخواست لیکر آ گئے، اس پیغمبر کی شفقت ورحمت کا اندازہ لگاؤ کہ اس نے انہیں ان کی کسی گستاخی کا حوالہ دیکر نہیں دھتکارا، ان کی درخواست کو سنا اور ان کے حق میں دعا کر دی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر آئے ہوئے عذاب کو ٹال دیا۔ ﴿١٥﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکوں اور مجرموں سے عذاب ٹالے جانے کا ذکر کر کے فرمایا گیا ہے کہ اگر آج ہم تھوڑی دیر کے لیے تم سے عذاب کو ٹال دیں اور تمہیں سنبھلنے کا ایک موقع فراہم کر بھی دیں، تب بھی تم اپنی پرانی روش سے باز نہیں آؤ گے، کیونکہ اگر تم نے اپنی روش کو تبدیل کرنا ہوتا تو اب تک تمہیں اس کے بے شمار مواقع فراہم کیے گئے تھے، تم ان میں سے کسی بھی موقع سے فائدہ اٹھا سکتے تھے لیکن تم نے ایسا نہیں کیا اور آئندہ بھی تم اپنی پرانی روش سے باز نہیں آؤ گے اور دوبارہ یہی حرکتیں کرو گے۔ ﴿١٦﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکوں اور مجرموں کو "بڑی پکڑ" سے ڈرایا گیا ہے یہ "بڑی پکڑ" کب ہو گی؟ جو حضرات آسمان پر چھا جانے والے دھوئیں سے مراد قیامت کے قریب رونما ہونے والا دھواں لیتے ہیں، ان کے نزدیک اس "بڑی پکڑ" سے مراد قیامت کی گرفت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کی گرفت فرمائے گا تو وہ سب سے بڑی پکڑ ہو گی اور یہ لوگ اس سے بچ نہ سکیں گے، اس دن ان سے ان کے تمام گناہوں اور جرائم کا انتقام لیا جائے گا، اور جو حضرات اس سے "قحط کی شدت" مراد لیتے ہیں ان کے نزدیک "بڑی پکڑ" سے مراد غزوہ بدر میں کفار ومشرکین کی شکست ہے، گویا کہ ان کے نزدیک اس آیت کا مصداق رونما ہو چکا ہے اور مشرکوں سے بدر کے میدان میں انتقام لیا جا چکا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ انتقام کی ایک جھلک تو ہو سکتی ہے اصل سزا اسے بہرحال نہیں کہا جا سکتا اور وہ اب بھی باقی ہے جو انہیں قیامت کے دن دی جائے گی۔ ﴿١٧﴾ اس آیت مبارکہ میں قوم فرعون کی آزمائش کا حوالہ دیا گیا ہے، جس کا منشا یہ ہے کہ اگر اہل مکہ کی آزمائش کی گئی ہے تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے، اس سے پہلے تمام امتوں کی آزمائش کی گئی ہے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے قوم فرعون کا امتحان کر کے اسے آزمایا گیا کہ یہ لوگ اس امتحان میں سرخرو ہوتے ہیں یا نہیں، یہاں "رسول کریم" یعنی معزز رسول سے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی مراد ہیں، کیونکہ فرعون کے پاس انہی کو بھیجا گیا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیغام کا ذکر اگلی آیتوں میں کیا گیا ہے۔ ﴿١٨﴾ ﴿٢١﴾ ان آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ پیغام شق وار ذکر کیا گیا ہے جس کے ساتھ انہیں فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا گیا تھا، (الف) بنی اسرائیل اللہ کے بندے ہیں، تم نے انہیں بلاوجہ اپنا غلام بنا رکھا ہے، تم انہیں میرے حوالے کر دو، تاکہ میں انہیں ان کے آبائی علاقے میں واپس لیجاؤں، اس پیغام کا بنیادی نکتہ انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزاد دلانا تھا انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت ہمیشہ اسی مقصد کے لیے ہوتی رہی ہے کہ انسانوں کا تعلق ان کے رب سے جوڑیں، اس لیے نہیں کہ انسانوں کو انسانوں کا غلام بنا لیا جائے۔ (ب) تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور اس کی نافرمانی کر کے سرکشی کے مرتکب ہو رہے ہو، اپنی اس سرکشی

كُنتُمْ صٰدِقِينَ ﴿٣٦﴾ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ

كُنتُمْ	صٰدِقِينَ ﴿٣٦﴾	أَهُمْ	خَيْرٌ	أَمْ	قَوْمُ	تُبَّعٍ	وَ	الَّذِينَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ
تم ہو	سچے	کیا وہ	زیادہ بہتر	یا	قوم	تبع کی	اور	جو لوگ	سے	ان کے پہلے

تم سچے ہو۔ ﴿٣٦﴾ کیا یہ لوگ زیادہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور وہ لوگ جو اُن سے پہلے تھے،

أَهْلَكْنٰهُمْ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٣٧﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ

أَهْلَكْنٰهُمْ	إِنَّهُمْ	كَانُوا	مُجْرِمِينَ ﴿٣٧﴾	وَ	مَا	خَلَقْنَا	السَّمٰوٰتِ
ہلاک کردیا ہم نے انہیں	بیشک وہ	تھے	جرم کرنے والے	اور	نہیں	پیدا کیا ہم نے	آسمان کو

ہم نے انہیں ہلاک کر دیا، کیونکہ وہ مجرم تھے۔ ﴿٣٧﴾ اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان

وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِينَ ﴿٣٨﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ

وَ	الْأَرْضَ	وَ	مَا	بَيْنَهُمَا	لٰعِبِينَ ﴿٣٨﴾	مَا	خَلَقْنٰهُمَآ	إِلَّا	بِالْحَقِّ	وَ	لٰكِنَّ
اور	زمین کو	اور	جو کچھ	ان دونوں کے درمیان	کھیلنے والے	نہیں	پیدا کیا ہم نے انہیں	مگر	برحق	اور	لیکن

جو کچھ ہے، کھیل تماشے کیلئے نہیں پیدا کیا۔ ﴿٣٨﴾ ہم نے انہیں برحق پیدا کیا ہے، لیکن اُن میں سے

أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقٰتُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٠﴾

أَكْثَرَهُمْ	لَا	يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾	إِنَّ	يَوْمَ	الْفَصْلِ	مِيقٰتُهُمْ	أَجْمَعِينَ ﴿٤٠﴾
ان میں سے اکثر	نہیں	جانتے	بیشک	دن	فیصلے کا	ان کا مقررہ وقت	سب کا اکٹھے

اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ﴿٣٩﴾ بیشک فیصلے کا دن اُن سب کیلئے مقررہ وقت ہے۔ ﴿٤٠﴾

يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَن مَّوْلًى شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٤١﴾

يَوْمَ	لَا	يُغْنِي	مَوْلًى	عَنْ	مَّوْلًى	شَيْئًا	وَّ	لَا	هُمْ	يُنصَرُونَ ﴿٤١﴾
جس دن	نہیں	کام آئیگا	کوئی دوست	سے	کسی دوست کے	کچھ بھی	اور	نہ	وہ	مدد کیے جائیں گے

جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آسکے گا اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی۔ ﴿٤١﴾

إِلَّا مَن رَّحِمَ اللّٰهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٤٢﴾ إِنَّ

إِلَّا	مَنْ	رَّحِمَ	اللّٰهُ	إِنَّهُ	هُوَ	الْعَزِيزُ	الرَّحِيمُ ﴿٤٢﴾	إِنَّ
مگر	جسے	رحم کرے	اللہ	بیشک وہ	وہی	غالب	نہایت مہربان	بیشک

سوائے اُس کے جس پر اللہ رحم کر دے، بیشک وہ غالب، نہایت مہربان ہے۔ ﴿٤٢﴾ بیشک

ع ٢ ١٣ ١٥

سے باز آؤ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ کرو، تم اس کے ساتھ ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتے ہو اور تمہارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی وجہ سے تم اللہ تعالیٰ کے سامنے سرکشی کرو اور اکڑ جاؤ۔ (ج) اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم مجھے سنگسار کر سکو گے، جس کی تم مجھے دھمکیاں دیتے ہو اور تمہارا یہ خیال ہے کہ تم مجھ پر اپنی طاقت کا رعب جما سکو گے تو اس غلط فہمی کو اپنے دل سے نکال دو، سنگسار کرنا تو دور کی بات تم مجھے معمولی سا نقصان بھی نہیں پہنچا سکتے ہو، کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آچکا ہوں، وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، اگرچہ تم اس پر ایمان نہ رکھتے ہو، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائے، دنیا کی بڑی سے بڑی فوج اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور اس بات کا تجربہ فرعون سے زیادہ اور کس شخص کو ہو سکتا ہے کہ جس بچے کو وہ قتل کرنا چاہتا تھا اور جس کے خطرے سے بچنے کے لیے اس نے بنی اسرائیل کے سینکڑوں بچوں کو قتل کروا دیا تھا، اس بچے کی پرورش خود اس کی نگاہوں کے سامنے اسی کے شاہی محل میں ہوئی اور وہ اس بچے کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ (د) اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لانا چاہتے تو یہ زبردستی کا سودا نہیں ہے، خریدار کی مرضی نہ ہو تو دکاندار اسے اپنا سودا زبردستی نہیں بیچ سکتا، اس لیے ایمان لانا یا نہ لانا تمہاری مرضی پر موقوف ہے، لیکن اگر تم ایمان نہیں لاتے تو کم از کم میرے راستے میں رکاوٹیں تو نہ کھڑی کرو، تم مجھ سے کنارہ کشی کرلو، میں تمہیں اس بات پر مجبور نہیں کرتا کہ زبردستی ہمارا بوجھ اٹھاؤ، میں بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لیجاتا ہوں، تم ایک طرف ہوجاؤ۔ ان میں سے پہلے نکتے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دلیل یہ دی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا امانت دار پیغمبر ہوں، جب اللہ تعالیٰ نے مجھے امین بنا کر مجھ پر اعتماد کیا ہے تو تم بھی میری امانت داری پر اعتماد کرو، یوں بھی کسی پیغمبر کے متعلق یہ تصور کرنا ممکن نہیں ہے کہ وہ امین نہ ہو، کیونکہ اس کی ضد خائن ہے اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی پیغمبر خائن ہو، جبکہ دوسرے نکتے کی دلیل یہ ہے کہ میں تمہارے پاس واضح اور روشن دلائل و معجزات لیکر آیا ہوں، تم ان معجزات کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اللہ کے سامنے سرکشی کرکے اس کی طاقت کا کہاں مقابلہ کر سکتے ہو؟ اس لیے تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ تم مجھ پر ایمان لاؤ، ورنہ کم از کم مجھ سے کنارہ کش ہوجاؤ تاکہ میں بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لیکر یہاں سے نکل جاؤں۔ ﴿٢٢﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون اور اس کے درباریوں کے متعلق بددعا کرنا مذکور ہوا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کے سامنے جو باتیں رکھی تھیں وہ نہایت معقول اور قابل قبول تھیں، وہ لوگ ان میں سے کسی بھی نکتے کو قبول کرکے آنے والی مصیبتوں اور تکلیفوں سے بچ سکتے تھے، لیکن انہوں نے ہٹ دھرمی، ضد اور سرکشی سے کام لیا، بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ جانے سے روک دیا، انہیں اذیتیں پہنچائیں اور اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوگئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ ان پر کوئی نصیحت کارگر نہیں ہورہی تو انہوں نے ان کے خلاف بددعا فرمائی کہ پروردگار! یہ مجرم لوگ ہیں، یہ راہ حق پر چلنے کے لیے آمادہ نہیں ہیں، ان کی سرکشی دن بدن بڑھتی جارہی ہے، لہٰذا اب تو ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمادے۔ ﴿٢٣﴾ اس آیت مبارکہ میں ایک حکم اور ایک پیشین گوئی ذکر کی گئی ہے، حکم کے مخاطب حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، جنہوں نے فرعون اور اس کے درباریوں کے خلاف بددعا فرمائی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی پکار کو سن لیا اور انہیں حکم دیا کہ اے موسیٰ! تم راتوں رات میرے بندوں کو لیکر مصر سے روانہ ہوجاؤ، اب زیادہ دیر یہاں ٹھہرنے اور انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بہتر ہوتا کہ فرعون تمہیں اپنی خوشی سے مصر چھوڑنے کی اجازت دے دیتا، لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو نہ کرے، تم ہمارے حکم پر بنی اسرائیل کے ساتھ یہاں سے روانہ ہوجاؤ، پیشین گوئی یہ کہ تم لوگوں کا پیچھا کیا جائے گا، اس لیے ذہنی طور پر تیار رہنا کہ فرعون کا لشکر تمہارا تعاقب ضرور کرے گا، کیونکہ فرعون کے خیال میں یہ بغاوت ہوگی جس کا سر کچلنا اسے نہایت ضروری معلوم ہوگا اور

شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿٤٤﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي

شَجَرَتَ	الزَّقُّوْمِ ﴿٤٣﴾	طَعَامُ	الْاَثِيْمِ ﴿٤٤﴾	كَالْمُهْلِ	يَغْلِيْ	فِي
درخت	زقوم کا	کھانا	گنہگار کا	جیسے پگھلا ہوا تانبا	کھولے گا وہ	بیچ

زقوم کا درخت۔ ﴿٤٣﴾ گنہگاروں کا کھانا ہے۔ ﴿٤٤﴾ جیسے پگھلا ہوا تانبا ہو، وہ پیٹوں میں

الْبُطُوْنِ ﴿٤٥﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿٤٦﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ

الْبُطُوْنِ ﴿٤٥﴾	كَغَلْيِ	الْحَمِيْمِ ﴿٤٦﴾	خُذُوْهُ	فَاعْتِلُوْهُ	اِلٰى	سَوَآءِ
پیٹوں کے	جیسے کھولنا	گرم پانی کا	پکڑلو اسے	پھر اسے دھکیلو	طرف	بیچوں بیچ

کھولے گا۔ ﴿٤٥﴾ جیسے کھولتا ہوا گرم پانی۔ ﴿٤٦﴾ اسے پکڑ کر دھکیلتے ہوئے جہنم کے بیچوں بیچ

الْجَحِيْمِ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿٤٨﴾ ذُقْ

الْجَحِيْمِ ﴿٤٧﴾	ثُمَّ	صُبُّوْا	فَوْقَ	رَاْسِهٖ	مِنْ	عَذَابِ	الْحَمِيْمِ ﴿٤٨﴾	ذُقْ
جہنم کے	پھر	بہاؤ تم	اوپر	اس کے سر کے	سے	عذاب	کھولتے ہوئے پانی کا	مزہ چکھ

لے جاؤ۔ ﴿٤٧﴾ پھر اس کے سر کے اوپر سے کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیلو۔ ﴿٤٨﴾ اس کا مزہ چکھ،

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿٤٩﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿٥٠﴾

اِنَّكَ	اَنْتَ	الْعَزِيْزُ	الْكَرِيْمُ ﴿٤٩﴾	اِنَّ	هٰذَا	مَا	كُنْتُمْ	بِهٖ	تَمْتَرُوْنَ ﴿٥٠﴾
بیشک تو	تو ہی	معزز	سردار	بیشک	یہ	وہ جو	تم تھے	اس سے	شک کرتے رہے

کیونکہ تو بڑا معزز سردار ہے۔ ﴿٤٩﴾ بیشک یہ وہی چیز ہے جس کے حوالے سے تم شک کرتے تھے۔ ﴿٥٠﴾

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿٥١﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٥٢﴾ يَّلْبَسُوْنَ

اِنَّ	الْمُتَّقِيْنَ	فِيْ	مَقَامٍ	اَمِيْنٍ ﴿٥١﴾	فِيْ	جَنّٰتٍ	وَّ	عُيُوْنٍ ﴿٥٢﴾	يَّلْبَسُوْنَ
بیشک	پرہیزگار لوگ	بیچ	ٹھکانے کے	پُرامن	بیچ	باغات کے	اور	چشموں کے	پہنے ہوں گے

بیشک متقی پُرامن ٹھکانوں میں ہوں گے۔ ﴿٥١﴾ باغات اور چشموں میں۔ ﴿٥٢﴾ وہ باریک اور موٹے

مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٥٣﴾ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ

مِنْ	سُنْدُسٍ	وَّ	اِسْتَبْرَقٍ	مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٥٣﴾	كَذٰلِكَ	وَزَوَّجْنٰهُمْ
سے	باریک ریشم	اور	موٹا ریشم	آمنے سامنے ایک دوسرے کے	اسی طرح	اور ہم شادی کردیں گے ان کی

ریشم کا لباس پہنے ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے۔ ﴿٥٣﴾ اسی طرح ہوگا، اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے

بغاوت بھی معمولی نہیں، بلکہ اس کے اپنے گمان کے مطابق "رب اعلیٰ" کے خلاف ہوگی اور وہ اس کے لیے ناقابل قبول ہوگی۔ ﴿٢٤﴾ اس آیت مبارکہ میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ایک حکم اور ایک پیشین گوئی ذکر کی گئی ہے، حکم یہ کہ سمندر کو تھما ہوا چھوڑ دو، مطلب یہ کہ ہم تمہارے لیے سمندر کے پانی کو تھم جانے کا حکم دیں گے، چنانچہ اس کی لہریں تھم جائیں گی، درمیان میں خشک جگہ بن جائے گی، تم بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر اس خشک جگہ سے گزر جانا، جب تمام افراد وہاں سے گزر جائیں گے تو فرعون اور اس کا لشکر اپنی میں داخل ہوجائے گا، اسے دیکھ کر تم فکر مند نہ ہونا، بلکہ سمندر کے پانی کو تھما ہوا چھوڑ کر تم آگے چل دینا، پیشین گوئی یہ کہ ہم اس پورے لشکر کو سمندر میں غرق کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں، اس لیے یہ سب کے سب غرق ہوجائیں گے اور ان میں سے کوئی ایک فرد بھی زندہ باقی نہ بچے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حق تعالیٰ کا فرمان پورا ہوگیا۔ ﴿٢٥﴾ ﴿٢٧﴾ ان آیتوں میں ان نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے سرداروں کو عطا فرما رکھی تھیں، وہ ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے تھے، عام حالات میں اگر کوئی ان سے تقاضا کرتا کہ ان نعمتوں میں سے کچھ حصہ اسے بھی دیا جائے تو وہ کبھی تیار نہ ہوتے، وہ ان کی آسائشوں کے اس قدر عادی تھے کہ ان کے لیے ان آسائشوں کو چھوڑ دینے کا تصور بھی تکلیف دہ تھا لیکن جب انہوں نے کفر و شرک کا راستہ اختیار کیا، اللہ اور اس کے پیغمبر پر ایمان لانے سے انکار کیا، اہل ایمان کو ایذائیں اور تکلیفیں پہنچائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ تمام نعمتیں چھین لیں، جس کی صورت یہ ہوئی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا تعاقب کرنے کے خیال سے مصر سے نکل پڑے، ان کے پاس بہترین باغات، عمدہ پھل، ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے بہتے چشمے، ہر موسم کی تیار اور ذائقہ دار فصلیں، پرتکلف رہائش گاہیں اور راحت کی ہر چیز موجود تھی، ان کی زندگی پرسکون اور آرام دہ تھی، اگر وہ سرکشی پر آمادہ نہ ہوتے تو یہ نعمتیں ان کے پاس ہمیشہ رہتیں، لیکن جب انہوں نے نظام قدرت سے بغاوت کی تو ان کی موت انہیں کھینچ کر سمندر کنارے لے آئی، ثابت ہوا کہ وہ بنی اسرائیل کا تعاقب نہیں کر رہے تھے بلکہ اپنی موت کی دعوت قبول کرنے جا رہے تھے، سو ایسا ہی ہوا اور ان کی کوئی چیز ان کے کسی کام نہ آسکی اور وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اکیلے ہی دنیا سے روانہ ہوگئے۔ ﴿٢٨﴾ اس آیت مبارکہ میں قوم فرعون کی تمام نعمتیں دوسروں کو دیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے کہ جو چیزیں وہ آسانی کے ساتھ دوسروں کو دینے کے لیے تیار نہ ہوتے اور جن چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے انہوں نے سینکڑوں جتن کیے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان تمام نعمتوں کا وارث دوسری قوم کو بنا دیا اور ان چیزوں کے مالک وہ لوگ بن گئے جنہوں نے ان کے لیے قطعاً کوئی محنت نہ کی تھی اور اس پر ان کا کوئی سرمایہ خرچ نہ ہوا تھا، ہم اسی طرح ایک قوم کو سزا اور دوسری کو انعام دیا کرتے ہیں۔ ﴿٢٩﴾ اس آیت مبارکہ میں فرعون اور اس کے لشکر کی تباہی کو ایک ایسا واقعہ قرار دیا گیا ہے جس پر نہ آسمان نے آنسو بہائے اور نہ زمین اس پر روئی، یہ اس لیے کہ دنیا میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ان کے مرنے پر زمین و آسمان روئے ہیں، چنانچہ نیک لوگوں کی وفات پر آسمان کا وہ دروازہ آنسو بہاتا ہے جس سے گزر کر اس کے اعمال اوپر چڑھتے تھے اور جہاں سے ان کا رزق اترتا تھا، نیز زمین کا وہ حصہ روتا ہے جس پر وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے، اس کی تسبیح اور شکر کرتے تھے، چونکہ فرعون اور اس کے لشکر کا کوئی ایسا کارنامہ نہ تھا جسے یاد کر کے زمین یا آسمان ان پر آنسو بہائے، اسی وجہ سے جب وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے تو انہیں مہلت نہ ملی اور وہ عبرتناک انجام سے دوچار ہوگئے۔ ﴿٣٠﴾ ﴿٣١﴾ ان آیتوں میں بنی اسرائیل کو رسوا کن تکلیفوں سے نجات دینے کا ذکر کیا گیا ہے یہ تکلیفیں انہیں فرعون کے حکم سے پہنچائی جاتی تھیں، کیونکہ اس وقت برسر اقتدار وہی تھا، اس لیے فوج اور پولیس وغیرہ کے جتنے بھی

بِحُوْرٍ عِیْنٍ ﴿۵۴﴾ یَدْعُوْنَ فِیْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِیْنَ ﴿۵۵﴾ لَا یَذُوْقُوْنَ

بِحُوْرٍ	عِیْنٍ ﴿۵۴﴾	یَدْعُوْنَ	فِیْهَا	بِكُلِّ	فَاكِهَةٍ	اٰمِنِیْنَ ﴿۵۵﴾	لَا	یَذُوْقُوْنَ
ساتھ حوروں کے	بڑی آنکھوں والی	منگوائیں گے وہ	اُس میں	ہر ایک	میوہ	امن والے ہوکر	نہیں	چکھیں گے وہ

اُن کی شادی کر دیں گے۔ ۵۴ وہ وہاں امن و امان سے رہتے ہوئے ہر طرح کے میوے منگوائیں گے۔ ۵۵ وہاں وہ موت کا

فِیْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰی ۚ وَوَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ﴿۵۶﴾

فِیْهَا	الْمَوْتَ	اِلَّا	الْمَوْتَةَ	الْاُوْلٰی	وَ	وَقٰىهُمْ	عَذَابَ	الْجَحِیْمِ ﴿۵۶﴾
اُس میں	موت	مگر	موت	پہلی	اور	بچالے گا انہیں	عذاب سے	جہنم کے

مزہ نہ چکھیں گے، سوائے اُس موت کے جو پہلے آچکی ہو گی، اور اللہ اُنہیں جہنم کے عذاب سے بچالے گا۔ ۵۶

مظالم تھے وہ سب فرعون کی طرف ہی منسوب کیے جائیں گے، پھر حاکم وقت کو دیکھ کر عوام میں جو دیدہ دلیری پیدا ہوتی ہے اگر چہ عملی طور پر اس کے مجرم وہی لوگ ہوتے ہیں جو اس کا ارتکاب کرتے ہیں، لیکن حاکم وقت کو بھی اس سے بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا، چنانچہ بنی اسرائیل کو بیگار میں پکڑ کر ان سے نہایت مشقت والے کام کروائے جاتے تھے، اگر ان میں سے کوئی تھک کر سانس لینے لگتا، یا بیماری کی وجہ سے کام نہ کر پاتا تو اسے کوڑوں سے نہایت بے دردی کے ساتھ مارا جاتا تھا، اس پر مزید ظلم یہ کہ انہیں اس کی اجرت بھی نہیں دی جاتی تھی، رہا یہ سوال کہ آخر فرعون ایسا کیوں کرتا تھا اور اسے اس کا کیا فائدہ تھا؟ سو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہر قسم کی پابندی اور قانون سے بالاتر سمجھتا تھا، وہ اپنے آپ کو تمام خداؤں میں سب سے بالاتر سمجھتا تھا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجیے کہ وہ احساس برتری کے شدید گھمنڈ میں مبتلا تھا جس کی وجہ سے وہ تمام حدود کو پھلانگ جاتا تھا، بنی اسرائیل پر ہونے والے مظالم کا اصل اور حقیقی سبب یہی تھا، اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس ظلم و ستم سے نجات عطا فرمائی تاکہ وہ اس کا شکر ادا کریں۔ ۳۲ اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کے انتخاب کا ذکر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے جس فرد یا قوم کو بھی دنیا میں بھیجا، اسے کام کرنے کا موقع ضرور عطا فرمایا، تاکہ وہ اپنی کارکردگی دکھائے اور کل کو یہ نہ کہہ سکے کہ اگر مجھے کام کرنے کا موقع ملا ہوتا تو میں کارہائے نمایاں سرانجام دیتا، سو اس اصول کے مطابق بنی اسرائیل کا بھی حق بنتا تھا کہ ایک مرتبہ انہیں بھی کام کرنے کا موقع دیا جائے، چنانچہ اس زمانے کے لوگوں میں سے بنی اسرائیل کا انتخاب کیا گیا تاکہ وہ ایمان اور عمل صالح کے میدان میں اپنی کارکردگی دکھائیں اور اپنے آپ کو زمین میں خلافت الٰہیہ کا مستحق ثابت کر کے دکھائیں، لیکن یہ ان کی بدقسمتی ہے کہ اپنی افتادِ طبع کی وجہ سے وہ کبھی اس معیار پر پورا نہ اتر سکے۔ ۳۳ اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے انہیں معجزات عطا فرمائے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، ان معجزات کے ذریعے بنی اسرائیل کی تائید اور نصرت کی گئی اور ان کی مشکلات اور پریشانیوں کو حل کیا گیا، مثلاً ان پر بادلوں کا سائبان تن جانا عظیم معجزہ تھا جس کے ذریعے ان کی مشکل حل کی گئی، پانی کے بارہ چشمے جاری ہونا اور من و سلویٰ کا نازل ہونا بھی اسی قسم کے معجزات میں سے ہے، لیکن بنی اسرائیل نے ان میں سے کسی بھی نعمت کی قدر نہیں کی اور اللہ کی ناراضگی اور لعنت کے مستحق قرار پائے۔ ۳۴ ۳۶ ان آیتوں میں منکرین قیامت کا ذکر کیا گیا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو دوبارہ زندہ ہونے پر یقین نہیں رکھتے، ان کا فلسفہ یہ ہے کہ جب ہم میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کا قصہ تمام اور کہانی ختم ہوجاتی ہے اسے آگ میں جلانے، پانی میں بہانے یا مٹی میں دبانے کے بعد اس کا باب بند ہوجاتا ہے، یہاں پہنچ کر اس کا اختتام ہوجاتا ہے، اس کے بعد اس سے آگے کچھ نہیں ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ممکن ہوتی تو ہمارے آباؤ اجداد میں سے کوئی تو زندہ کر کے دکھایا جاتا، آج تک ہمارے آباؤ اجداد میں سے ایک شخص بھی زندہ کر کے ہمارے سامنے پیش نہیں کیا گیا تو ہم کیسے اس بات کو تسلیم کرلیں، آپ ہمارے آباؤ اجداد کو زندہ کر کے دکھا دیں، ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کو تسلیم کرلیں گے، دراصل ان لوگوں کی غلط فہمی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں نے موت کو "زندگی کی فنا" سمجھ لیا تھا، حالانکہ موت زندگی کی بقا کا نام ہے اور ایک جہان سے دوسرے جہان منتقل ہونے کا نام ہے، گویا موت کے ذریعے زندگی ختم نہیں ہوتی، بلکہ زندگی کو ہمیشگی اور دوام مل جاتا ہے چونکہ مشرکین اس حقیقت تک رسائی نہیں رکھتے، اس لیے وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے سے انکار کر دیتے ہیں۔ ۳۷ اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ کے حوالے سے یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ آخر ان میں ایسی کون سی خاص بات ہے کہ باوجود مشرک اور مجرم ہونے کے وہ اللہ کی گرفت سے بچ جائیں؟ ان سے پہلے بھی بہت سی طاقتور، مالدار اور ہنر مند اقوام گزر چکی ہیں، جنہوں نے شرک و بت پرستی اور گناہ و جرم کا رویہ اختیار کیا، اس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب کا شکار ہوگئے، جیسے تبع کی قوم، نیز قوم عاد، قوم ثمود اور قوم لوط وغیرہ، جب وہ اللہ کی گرفت سے نہیں بچ سکے تو مشرکین مکہ میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں کہ انہیں سزا سے بچالیا جائے گا؟ بالآخر انہیں بھی سزا سے دوچار ہونا پڑے گا اور وہ اللہ کے غضب سے بچ نہ سکیں گے، رہی یہ بات کہ "تبع" سے کون مراد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل "تبع" یمن کے بادشاہوں کا لقب رہا ہے، اس کا لفظی معنی ہے "وہ شخص جس کی پیروی کی جائے" چونکہ لوگ ان بادشاہوں کی پیروی کرتے تھے، اس لیے ان کا لقب "تبع" پڑ گیا، یہاں ہلاک ہونے والوں میں تبع کی قوم کا ذکر کیا گیا ہے، تبع کا نہیں، اس لیے تبع کے متعلق نامناسب الفاظ استعمال کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، یہاں اگرچہ یہ متعین نہیں ہے کہ یہاں کون سا تبع مراد ہے اور اس کا زمانہ کیا تھا، لیکن سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود مجرم نہیں تھا، کلبیؒ نے ان کا نام ابوکرب اسعد بیان کیا ہے، ان کے متعلق ایک حدیث میں آتا ہے کہ تبع کو برا بھلا مت کہا کرو، کیونکہ اس نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ ۳۸ ۳۹ ان آیتوں میں زمین و آسمان کی تخلیق کو گہری حکمت پر مبنی قرار دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان پائی جانے والی جاندار یا بے جان مخلوق کو بے مقصد اور لایعنی پیدا نہیں کیا ہے، بلکہ ان میں سے ہر چیز کی تخلیق کا ایک مقصد ہے اور ہر مخلوق اپنے مقصد تخلیق سے واقف ہے اور اس کی تکمیل کے لیے کوشاں ہے، اگر کسی چیز کی تخلیق کا کوئی مقصد نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ غیر ضروری کاموں میں مصروف ہوگیا (العیاذ باللہ) اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت بھی بہت بڑا جرم ہے سو جب یہ ضروری ٹھہرا کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہو تو آسمان و زمین جیسی بڑی مخلوقات اور قدرت کی نشانیوں میں کوئی حکمت کیوں نہ کارفرما ہوگی۔ ۴۰ ۴۲ ان آیتوں میں قیامت کے حوالے سے تین باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ قیامت کا دن اور اس کا وقت مقرر ہے، اس دن نیک اور بد سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے، قیامت اپنے مقررہ وقت پر ہی آئے گی، ایک لمحہ پہلے اور نہ ایک لمحہ بعد میں، لیکن وہ مقررہ وقت کیا ہے؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی عطا نہیں فرمایا، اسی لیے یہ عاجز اسے کائناتی راز سے تعبیر کرتا ہے، دوسری بات یہ کہ قیامت کے دن کوئی کسی کے کسی کام نہ آسکے گا اور کسی کی ذات سے دوسرے کو فائدہ نہ پہنچے گا، وہ دن افراتفری اور نفسا نفسی کا ہوگا اور کسی کو دوسرے کی پرواہ نہ ہوگی، ہر شخص اپنی فکر میں سرگرداں ہوگا، باپ اپنی اولاد کے کسی کام آسکے گا اور نہ ہی بیوی اپنے شوہر کے، مالک اور ملازم، چھوٹے اور بڑے، رشتہ دار اور اجنبی، دوست اور ہمسائے سب اپنی اپنی نجات کے حوالے سے فکر مند ہوں گے، اور تیسری بات یہ کہ قیامت کی ہولناکیوں اور پریشان کن لمحات میں نجات حاصل کرنے کی صرف ایک ہی صورت ممکن ہوگی اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی پر اپنی مہربانی اور رحم و کرم فرمادے، وہاں اعمال کے انبار اور پہاڑ انسان کی نجات کا ذریعہ نہیں بنیں گے، بہت سے لوگ نیکیوں کا ذخیرہ اور وزنی نامہ اعمال لیکر حاضر ہوں گے، لیکن وہ سارا ذخیرہ حقداروں کے حقوق ادا کرنے میں ختم ہوجائے گا اور ان کے پاس کچھ بھی باقی نہ بچے گا، اس لیے انسان کو اعمال صالحہ کا اہتمام ضرور کرنا چاہیے، لیکن ان پر فخر اور غرور نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ قیامت کے دن نجات صرف اسی شخص کو ملے گی جس پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی چادر ڈال کر اسے اس میں ڈھانپ لے، اسی وجہ سے انسان کو تلقین کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کا سوال کیا کرے تاکہ اس کے مرکز رحمت میں داخل ہوسکے۔ ۴۳ ۵۰ ان آیتوں میں مجرموں اور گنہگاروں کا "کھانا" بیان کیا گیا ہے، جہنم میں مجرموں کی مہمان نوازی "زقوم" کے درخت سے کی جائے گی، "زقوم" کی مکمل وضاحت سورۂ صافات کی آیت نمبر ۶۲، ۶۵ کے حاشیے میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، یہاں "زقوم" کے حوالے سے تین باتیں فرمائی گئی ہیں پہلی یہ کہ "زقوم" گنہگار لوگوں کا کھانا ہوگا، نیک اور پرہیزگار لوگوں کو اس سے محفوظ رکھا جائے گا، سو اس میں گنہگاروں کے لیے عبرت اور نیکوکاروں کے لیے خوشخبری ہے، دوسری یہ کہ وہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا، گویا زقوم کو پگھلے ہوئے تانبے سے تشبیہ دی گئی ہے، ظاہر ہے کہ اس تشبیہ کا یہ مطلب تو نہیں ہوسکتا کہ وہ درخت یا اس کا پھل تانبے کی طرح ہوگا، کیونکہ ایسی چیز کو کھانا ممکن نہیں ہوتا، لہٰذا اس تشبیہ کا مطلب یہ ہے کہ اہل جہنم جب "زقوم" کھائیں گے تو انہیں یوں محسوس ہوگا جیسے ان کے حلق میں پگھلا ہوا تانبا انڈیل دیا گیا ہو، تاکہ ان کی تکلیف میں مزید اضافہ ہوجائے، اس مفہوم کی تائید تیسری بات سے ہوتی ہے جو آیت کے اگلے جملے میں فرمائی گئی ہے کہ وہ ان کے پیٹوں میں جاکر اس طرح کھولنے لگے گا اور جوش مارے گا جیسے ہانڈی میں پانی کھولتا اور جوش مارتا ہے، انسان کے معدے میں معمولی گرمی ہوجائے تو وہ پریشان ہوجاتا ہے اور اس کی نیند اڑ جاتی ہے، جہنم میں اہل جہنم کا "زقوم" کھا کر کیا حال

فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿٥٧﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرۡنٰهُ

فَضْلًا	مِّنْ	رَّبِّكَ ؕ	ذٰلِكَ	هُوَ	الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ ﴿٥٧﴾	فَاِنَّمَا	يَسَّرْنٰهُ
فضل	سے	تیرے رب کا	وہ	وہی	کامیابی	بہت بڑی	وہ توصرف	ہم نے اسے آسان کردیا

یہ آپ کے رب کا فضل ہوگا، یہی بڑی کامیابی ہے۔ ٥٧ سو ہم نے یہ قرآن آپ کی زبان پر

بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ﴿٥٨﴾ فَارۡتَقِبۡ اِنَّهُمۡ مُّرۡتَقِبُوۡنَ ﴿٥٩﴾ ع

بِلِسَانِكَ	لَعَلَّهُمْ	يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٨﴾	فَارْتَقِبْ	اِنَّهُمْ	مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿٥٩﴾
تیری زبان پر	تاکہ وہ	نصیحت حاصل کریں	سو تُو انتظار کر	بیشک وہ	انتظار کرنے والے

آسان کر دیا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ ٥٨ سو آپ بھی انتظار کیجئے، وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔ ٥٩

سورۃ: ٤٤ آیۃ: ٥٧ منزل٦ سورۃ: ٤٤ آیۃ: ٥٩

ع ٣ ١٧ ١٦

ہوگا؟ اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں ہے۔ ٤٧ ٤٨ ان آیتوں میں ان فرشتوں کو حکم دیا گیا ہے جو اہل جہنم پر مختلف سزاؤں کو نافذ کرنے کے لیے مقرر ہوں گے، انہیں حکم دیا جائے گا کہ ان مجرموں کو گرفتار کرلو اور پکڑ کر انہیں دھکے دیتے ہوئے جہنم کے بیچوں بیچ لے جاؤ، تاکہ ان کے عذاب کی نوعیت بدل جائے اور انہیں تکلیف اور مشقت کا احساس ہو، اس کے بعد ان کے سروں پر کھولتا ہوا گرم گرم پانی انڈیلو، تاکہ ان کا جسم پوری طرح جھلس جائے، عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ کھولتا ہوا پانی اگر کسی پر گر جائے تو اس کی کھال جل جاتی ہے، حلیہ تبدیل ہوجاتا ہے، جسم میں چھالے پڑ جاتے ہیں اور انسان ناقابل بیان تکلیف میں مبتلا ہوجاتا ہے، اعاذنا اللہ منہا

٤٩ ٥٠ ان آیتوں میں اہل جہنم کو بطور استہزاء کے مخاطب کیا گیا ہے کتب تفسیر میں منقول ہے کہ ابوجہل خود کو وادی مکہ کا سب سے معزز انسان سمجھتا تھا اور کہتا تھا کہ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم تم اور تمہارا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، کیونکہ اس وادی کے دونوں پہاڑوں کے درمیان مجھ سے زیادہ مکرم اور معزز انسان کوئی نہیں ہے، جہنم میں اسے اور اس جیسے ہر مجرم کو مخاطب کر کے کہا جائے گا کہ اب اس عذاب کا مزہ چکھ، دنیا میں تو خود کو سب سے زیادہ معزز اور مکرم سمجھتا تھا، معززین کو ایسا ہی عذاب دیا جاتا ہے ناں؟ یہ جملہ استہزاء کے طور پر فرمایا جائے گا، چنانچہ اگلے جملے سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ ہے وہ چیز جس کے حوالے سے تم دنیا میں شکوک وشبہات میں مبتلا رہتے تھے، تمہارے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ تمہیں یہ دن دیکھنا پڑیں گے، تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے حوالے سے ہمیشہ شک ہی رہا اور تم نے اس پر کبھی یقین نہ کیا، اب اس کی سزا بھگتو۔ ٥١ اس آیت مبارکہ میں متقیوں کے لیے ”مقام امین“ کا وعدہ کیا گیا ہے، اس سے پہلے مجرموں اور گنہگاروں کا انجام بیان کیا گیا تھا، یہاں سے ان لوگوں کا انعام واکرام بیان کیا جارہا ہے جنہوں نے دنیا میں تقویٰ اور طہارت سے مزین زندگی گزاری، انہیں سب سے پہلے ”پرامن رہائش گاہ“ فراہم کی جائے گی، اس لیے کہ اگر انسان کو دنیا جہان کی تمام نعمتیں دستیاب ہوں، لیکن اس کی رہائش گاہ محفوظ مقام پر واقع نہ ہو تو اسے ہر وقت اپنے اہل خانہ کے حوالے سے دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں انہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے، چنانچہ لوگ سکیورٹی کے پیش نظر مہنگے علاقوں میں مہنگی رہائش گاہیں خریدنے کے لیے تیار ہوجاتے ہیں کیونکہ انہیں وہاں حفاظتی انتظامات تسلی بخش نظر آتے ہیں، جنت میں اہل جنت کو فول پروف سکیورٹی فراہم کی جائے گی اور ان کی رہائش گاہ ہر طرح سے محفوظ اور پرامن ہوگی۔ ٥٢ اس آیت مبارکہ میں متقیوں کے لیے باغات اور چشموں کا وعدہ کیا گیا ہے، یہ باغات اور چشمے دنیا کے باغات اور چشموں سے زیادہ خوبصورت، جاذب نظر اور روح پرور مناظر سے بھرپور ہوں گے، ان باغات کے پھل کبھی ختم نہ ہوں گے، ان کے درختوں کا سایہ نہایت گھنا ہوں گے، پھلوں کا ذائقہ نہایت شیریں اور عمدہ ہوگا، جبکہ وہاں کے چشمے کبھی خشک نہ ہوں گے، پانی کا ذائقہ تبدیل نہ ہوگا اور اسے پینے کے بعد انسان کو تازگی اور نشاط حاصل ہوگا۔ ٥٣ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کے لباس کا ذکر کیا گیا ہے، اہل جنت کو وہاں پہننے کے لیے ریشمی لباس مہیا کیا جائے گا، دنیا میں مردوں کے لیے ریشم کو حرام اور ممنوع قرار دیا گیا ہے اور عورتوں کے لیے اسے حلال کر دیا گیا ہے، لیکن جنت میں مردوں کے لیے بھی اس کی اجازت ہوگی، وہاں کا ریشم نہایت عمدہ اور خالص ہوگا، جاننے والے جانتے ہیں کہ ریشم دو طرح کا ہوتا ہے، ایک باریک اور دوسرا موٹا، باریک ریشم کو ”سندس“ اور موٹے ریشم کو ”استبرق“ کہا جاتا ہے، اہل جنت دونوں طرح کے ریشمی لباس پہنتے ہوں گے، اسی لیے یہاں دونوں کا ذکر فرمایا گیا ہے اور یہ کہ وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، کسی کو کسی سے شکایت نہ ہوگی اور سب بے تکلف دوستوں کی طرح رہا کریں گے۔ ٥٤ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کا نکاح حورعین سے کروانے کا ذکر کیا گیا ہے، عین کا لفظی معنی بڑی آنکھوں والی عورت ہے، چونکہ جنت کی حوروں کی آنکھیں بڑی بڑی ہوں گی اس لیے انہیں ”حورعین“ کہا جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آنکھوں کا بڑا ہونا خوبصورتی کی علامت ہوتا ہے، اسی وجہ سے حوروں کا یہ وصف قرآن کریم میں بار بار بیان کیا گیا ہے۔ ٥٥ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کا میووں اور پھلوں سے دل لگی کرنا مذکور ہوا ہے، دنیا میں بھی پھل اور میوے دل لگی اور تفریح طبع کے لیے ہی کھائے جاتے ہیں، اس لیے یہ ہر آدمی کو میسر بھی نہیں ہوتے، چنانچہ غریب آدمی دو وقت کی روٹی کے لیے سارا دن محنت مزدوری کرتا ہے، اس کے پاس تفریح طبع اور دل لگی کا وقت ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے اسباب ووسائل، جنت میں ہر جنتی کو ہر طرح کے پھل اور میوے میسر ہوں گے اور وہ نہایت امن وسکون اور فراغت قلب کے ساتھ ان سے دل لگی کرتے ہوں گے۔ ٥٦ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کو موت کی فکر سے آزاد کر دیا گیا ہے کہ انہیں دنیا میں جو ایک مرتبہ موت کا پیالہ پینا پڑا، بس وہ کافی ہوگیا، اب دوبارہ ان پر کبھی موت نہ آئے گی اور جنت میں انہیں موت کا مزہ چکھنے سے بچا لیا جائے گا، گویا اہل جنت ہر چیز کا مزہ چکھیں گے لیکن موت کا مزہ نہیں چکھیں گے اور یہ ان کی خوشیوں کو دوبالا کرنے والی خبر ہے، کیونکہ اگر ہزاروں سال جنت میں رہنے کے بعد بھی موت کا پروانہ بھیجا جائے تو انسان کی خوشیاں ادھوری رہ جائیں گی اور ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہے گا کہ موت آکر ان سے یہ سب کچھ چھین لے گی، اس لیے اہل جنت اور اہل جہنم کے سامنے پل صراط پر موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں ذبح کر دیا جائے گا اور ہر ایک کو اپنے اپنے ٹھکانے میں ہمیشہ رہنا ہوگا۔ ٥٧ اس آیت مبارکہ میں جنت کی تمام نعمتوں کے متعلق دو باتیں فرمائی گئی ہیں، پہلی یہ کہ یہ تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے احسان کے نتیجے میں ہی انسان کو ملیں گی اور جس شخص کو جنت اور اس کی نعمتیں نصیب ہوگئیں، گویا اس پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگیا، بعض لوگوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہی ہونا ہے تو پھر ہمارے اعمال کا کیا فائدہ؟ ہمیں راتوں کو اٹھنے، نمازوں کا اہتمام کرنے، حج اور زکوٰۃ ادا کرنے، روزہ رکھنے، نیکی اور فلاح عامہ کے دوسرے کام کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل اعمال اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کو اپنی طرف کھینچنے اور متوجہ کرنے کا ذریعہ ہیں، اس کے علاوہ انسان جتنے مرضی اعمال کا ذخیرہ جمع کرلے، ممکن ہے کہ خلاف سنت ہونے یا ریاکاری وغیرہ کا جذبہ شامل ہونے سے ان کی کوئی حیثیت اور اہمیت ہی نہ ہو، نیز اس تعبیر کا منشا یہ نہیں ہے کہ انسان عمل چھوڑ دے، بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال پر غرور وفخر اور ناز کرنا چھوڑ دے، اور اس بات کا یقین کرلے کہ اللہ کے فضل وکرم سے ہی اس کی نجات ممکن ہے، دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل ہوکر اس کی نعمتیں حاصل کرنے کو ہی سب سے بڑی کامیابی قرار دیا ہے اور یقیناً کامیابی دنیا کے امتحانات اعلیٰ نمبرات میں پاس کرنے سے نہیں ملتی اور عند اللہ وہ کامیابی ہے بھی نہیں، اصل کامیاب انسان وہ ہے جسے جہنم سے بچا کر جنت کے راستے پر چلا دیا جائے اور وہ جنت میں داخل ہوجائے۔ ٥٨ اس آیت مبارکہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا ہے، اہل عرب کے لیے تو یہ اس وجہ سے آسان ہے کہ وہ ان کی پیدائشی اور مادری زبان میں اتارا گیا ہے، جبکہ دوسری زبانوں اور ملکوں کے لیے یہ اس وجہ سے آسان ہے کہ جو شخص اسے یاد کرنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل ودماغ اور سینے کو اس کے لیے کشادہ فرما دیتا ہے اور وہ اسے بآسانی یاد کرلیتا ہے، چنانچہ ایک نو سال کا بچہ پورے قرآن کا حافظ بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو بھی یہ سعادت عمر کے نویں سال میں ہی عطا فرمادی تھی، اس وقت اس عمر کے بچے کو دنیا ومافیہا کی کوئی خبر نہیں ہوتی، لیکن وہ نہایت آسانی اور روانی کے ساتھ قرآن کریم پڑھتا جاتا ہے، خواہ وہ دنیا کی کوئی سی زبان بولتا اور کسی بھی خطے میں رہتا ہو، اور دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ جب قرآن اس قدر آسان کر دیا گیا ہے تو اسے پڑھنا چاہیے، اسے سیکھنا چاہیے، اس پر عمل کرنا چاہیے اور اس سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔ ٥٩ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انتظار کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اگر یہ لوگ قرآن سے استفادہ نہیں کرتے، آپ پر ایمان نہیں لاتے، اپنے سابقہ رویے پر جمے رہتے ہیں اور اس پر نادم وشرمسار ہونے کی بجائے سینہ زوری سے کام لیتے ہیں تو آپ تھوڑا سا انتظار فرمالیں، بہت جلد ان کا برا انجام سب کے سامنے آجائے گا، یہ لوگ بھی آپ کے حوالے سے انتظار کر رہے ہیں، ان کا انتظار اس خواہش میں ہے کہ آپ خدانخواستہ کسی پریشانی میں الجھ جائیں، ان کی خواہش پوری ہو یا نہ ہو، لیکن بہرحال وہ اس کی تکمیل کے انتظار میں بیٹھے ہیں، ان کا انتظار طویل ہوسکتا ہے لیکن آپ مطمئن رہیں، بہت جلد اس کا نتیجہ سامنے آجائے گا۔ الحمد للہ! آج مورخہ ١٨ جولائی ٢٠١٩ء بروز جمعرات سورۂ دخان کے مختصر حواشی پایہ تکمیل کو پہنچے، اللہ تعالیٰ قبول ومقبول اور نافع فرمائے۔ آمین

اٰيَاتُهَا ٣٧ — (٤٥) سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ (٦٥) — رُكُوْعَاتُهَا ٤

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝٢ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ

حٰمٓ ۝	تَنْزِيْلُ	الْكِتٰبِ	مِنَ	اللّٰهِ	الْعَزِيْزِ	الْحَكِيْمِ ۝	اِنَّ	فِي	السَّمٰوٰتِ
حٰم	اتاری ہوئی	کتاب	سے	اللہ کے	غالب	حکمت والا	بیشک	بیچ	آسمانوں کے

حٰم ۝١ یہ کتاب اللہ کی طرف سے اتاری ہوئی ہے جو کہ غالب، حکمت والا ہے۔ ۝٢ بیشک آسمانوں اور

وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝٣ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ

وَ	الْاَرْضِ	لَاٰيٰتٍ	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝	وَ	فِيْ	خَلْقِكُمْ	وَ	مَا	يَبُثُّ	مِنْ	دَآبَّةٍ
اور	زمین کے	البتہ نشانیاں	ایمان والوں کیلئے	اور	بیچ	تمہارے پیدا کرنے کے	اور	وہ جو	بکھیر دیئے	سے	چوپائے

زمین میں مؤمنین کیلئے نشانیاں ہیں۔ ۝٣ اور تمہاری تخلیق میں اور جو اُس نے جاندار پھیلا رکھے ہیں، اُن میں

اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝٤ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ

اٰيٰتٌ	لِّقَوْمٍ	يُّوْقِنُوْنَ ۝	وَاخْتِلَافِ	الَّيْلِ	وَ	النَّهَارِ	وَ	مَآ	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	مِنَ
نشانیاں	ان لوگوں کیلئے جو	یقین رکھتے ہیں	اور بدلنے میں	رات کے	اور	دن کے	اور	وہ جو	اتارا	اللہ نے	سے

اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو یقین رکھتے ہیں۔ ۝٤ اور رات اور دن کے بدلنے میں، اور اللہ نے

السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ

السَّمَآءِ	مِنْ	رِّزْقٍ	فَاَحْيَا	بِهِ	الْاَرْضَ	بَعْدَ	مَوْتِهَا	وَ	تَصْرِيْفِ	الرِّيٰحِ
آسمان کے	سے	رزق	تو زندہ کردیا	اس کے ذریعے	زمین کو	پیچھے	اس کی موت کے	اور	پھیرنے میں	ہواؤں کے

آسمان سے جو رزق اتارا، پھر اُس کے ذریعے زمین کو اُس کے مرنے کے بعد زندہ کردیا، اور ہواؤں کے بدلنے میں

اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝٥ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَيِّ

اٰيٰتٌ	لِّقَوْمٍ	يَّعْقِلُوْنَ ۝	تِلْكَ	اٰيٰتُ	اللّٰهِ	نَتْلُوْهَا	عَلَيْكَ	بِالْحَقِّ	فَبِاَيِّ
نشانیاں	ان لوگوں کیلئے جو	عقل رکھتے ہیں	وہ	آیتیں	اللہ کی	ہم ان کی تلاوت کرتے ہیں	تجھ پر	برحق	سو کون سی

اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔ ۝٥ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم آپ کے سامنے ٹھیک ٹھیک تلاوت کرتے ہیں، پھر وہ

سورة الجاثية

سورۂ جاثیہ مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ٢١٩١، کلمات ٤٨٨، آیات ٣٧ اور رکوعات ٤ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ٢٨ میں "جاثية" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ جاثیہ رکھا گیا، اس کا لفظی معنی گھٹنوں کے بل جھکا ہوا ہونا ہے، قیامت کے دن یہ حالت مجرموں کی ہوگی اور مذکورہ آیت میں اسی کا بیان ہے، اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اگر تمہیں عزت اور سربلندی مطلوب ہو تو کتاب اللہ کی اتباع میں ہی عزت اور سربلندی رکھی گئی ہے، اگر کوئی شخص اس پر ایمان نہیں لاتا تو اور کس کتاب پر ایمان لائے گا، اس سورت میں حق تعالیٰ کی چند نعمتوں اور قدرتوں کا ذکر کر کے رسول اکرم ﷺ کو ایک نئی شریعت عطا فرمانے کا بیان آیا ہے، یہ نئی شریعت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس کا شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی ہمت اور استطاعت کے مطابق اس پر عمل کیا جائے اور اس کی پیروی کی جائے، اس کے علاوہ جو کچھ ہے، وہ لوگوں کی خواہشات ہیں، سو انہیں چھوڑ دیا جائے، اس لیے کہ اگر انسان خواہشات کے پیچھے چل پڑے تو گویا اس نے اپنا معبود خواہشاتِ نفس کو بنا لیا اور اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے سے انکار کر دیا، ایسے لوگوں کے سامنے جب قرآنِ کریم کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ اس کا مذاق اڑانے لگتے ہیں اور ایسے بیکار تقاضے کرتے ہیں جنہیں سن کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ ماننے کے جذبے سے نہیں ہے، صرف امتحان لینے کے ارادے سے ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز تحریری طور پر محفوظ کر رکھی ہے، قیامت کے دن اسے پیش کیا جائیگا، اس وقت اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت نصیب ہوگی اور وہ مرکزِ رحمت میں داخل ہو جائیں گے اور کفر و شرک کی زندگی گزارنے والے لوگ اس دن بھلا دیئے جائیں گے اور عذابِ جہنم میں مبتلا کر دیئے جائیں گے۔

۝١ یہ آیت حروف مقطعات میں سے ہے، جس پر سورۂ بقرہ کے آغاز میں کلام ہو چکا ہے۔ ۝٢ اس آیت مبارکہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری جانے والی کتاب ہے، مشرکین کا یہ کہنا غلط ہے کہ محمد ﷺ نے اسے خود گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے، دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں ذکر کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ "العزیز" ہے، وہ ہر فرد اور چیز پر غالب ہے، وہ نہایت زبردست ہے، حقیقی عزت اسی کی ہے، جسے وہ عزت دیدے، وہ معزز ہو جاتا ہے اور جسے وہ ذلیل کر دے، وہ ذلیل ہو جاتا ہے، اس صفت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی نازل کی ہوئی کتاب بھی باعزت اور سب کتابوں پر غالب ہو، یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ خود اس کا اپنا کلام ہو، دوسری صفت یہ کہ وہ "الحکیم" ہے، اس کا ہر قول اور عمل حکمت پر مبنی ہوتا ہے، اسی وجہ سے قرآن کریم اس قدر حکیمانہ کلام ہے کہ اس کی مثال پیش کرنے سے دنیا بھر کے حکما اور دانشور عاجز ہیں۔ ۝٣ اس آیت مبارکہ میں ان نشانیوں کا حوالہ دیا گیا ہے جو زمین و آسمان میں بکھری پڑی ہیں، یہ نشانیاں اللہ تعالیٰ کے وجود پر بھی دلالت کرتی ہیں اور اس کی توحید و یکتائی کو بھی ثابت کرتی ہیں، ان سے اللہ تعالیٰ کے کمالات و اختیارات کا ایک نمونہ بھی سامنے آتا ہے اور اس کی سلطنت کی وسعت بھی نمایاں ہوتی ہے، ان نشانیوں پر بہت سے لوگ غور و فکر کرتے ہیں اور کائنات کے مختلف رازوں سے پردہ اٹھاتے ہیں، لیکن چونکہ اس سے فائدہ اہل ایمان ہی حاصل کرتے ہیں اور وہی اس کے ذریعے حق تعالیٰ کی معرفت کے راستے پر چلتے ہیں، اس

حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٦﴾ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿٧﴾

حَدِيْثٍ	بَعْدَ	اللّٰهِ	وَاٰيٰتِهٖ	يُؤْمِنُوْنَ ﴿٦﴾	وَيْلٌ	لِّكُلِّ	اَفَّاكٍ	اَثِيْمٍ ﴿٧﴾
بات پر	پیچھے	اللہ کے	اور اس کی آیتوں کے	وہ ایمان لائیں گے	ہلاکت ہے	ہر ایک کیلئے	جھوٹ گھڑنے والے	گنہگار

اللہ کو اور اُس کی آیتوں کو چھوڑ کر کون سی بات پر ایمان لائیں گے؟ ﴿٦﴾ ہلاکت ہے ہر جھوٹ گھڑنے والے، گنہگار کیلئے۔ ﴿٧﴾

يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ

يَسْمَعُ	اٰيٰتِ	اللّٰهِ	تُتْلٰى	عَلَيْهِ	ثُمَّ	يُصِرُّ	مُسْتَكْبِرًا	كَاَنْ	لَّمْ	يَسْمَعْهَا ۚ
وہ سنتا ہے	آیتوں کو	اللہ کی	تلاوت کی جاتی ہیں	اس پر	پھر	اصرار کرتا ہے	تکبر کرتے ہوئے	گویا کہ	نہیں	اس نے سنا اسے

وہ اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے کہ اُس کے سامنے اُن کی تلاوت کی جاتی ہے، پھر تکبر کرتے ہوئے اصرار کرتا ہے، گویا کہ اُس نے اُنہیں سنا ہی نہیں،

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٨﴾ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ

فَبَشِّرْهُ	بِعَذَابٍ	اَلِيْمٍ ﴿٨﴾	وَ	اِذَا	عَلِمَ	مِنْ	اٰيٰتِنَا	شَيْـًٔا	اتَّخَذَهَا	هُزُوًا ؕ
تو خوشخبری دے دے اسے	عذاب کی	دردناک	اور	جب	جان لے وہ	سے	ہماری آیتوں کے	کچھ بھی	بنا لیتا ہے اسے	مذاق

سو آپ اُسے دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔ ﴿٨﴾ اور جب اُسے ہماری آیتوں کے حوالے سے کسی چیز کا علم ہوتا ہے تو وہ اُسے مذاق بنا لیتا ہے،

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٩﴾ ؕ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ

اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	مُّهِيْنٌ ﴿٩﴾	مِنْ	وَّرَآئِهِمْ	جَهَنَّمُ ۚ	وَ	لَا	يُغْنِيْ	عَنْهُمْ
وہی لوگ	ان کیلئے	عذاب	رسوا کن	سے	ان کے پیچھے	جہنم	اور	نہ	کام آئے گا	ان کے

ایسے ہی لوگوں کیلئے رسوا کن عذاب ہے۔ ﴿٩﴾ اُن کے پیچھے جہنم ہے، اور اُنہوں نے جو کچھ کمایا ہوگا،

مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ

مَا	كَسَبُوْا	شَيْـًٔا	وَ	لَا	مَا	اتَّخَذُوْا	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	اَوْلِيَآءَ ۚ	وَلَهُمْ	عَذَابٌ
وہ جو	کمایا انہوں نے	کچھ بھی	اور	نہ	وہ جو	بنا لئے انہوں نے	سے	علاوہ	اللہ کے	بہت سے دوست	اور ان کیلئے	عذاب

وہ اُن کے کچھ کام نہیں آئے گا، اور نہ ہی وہ لوگ جنہیں اُنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنا دوست بنا لیا تھا، اور اُن کیلئے بڑا

عَظِيْمٌ ﴿١٠﴾ ؕ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ

عَظِيْمٌ ﴿١٠﴾	هٰذَا	هُدًى ۚ	وَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	بِاٰيٰتِ	رَبِّهِمْ	لَهُمْ	عَذَابٌ	مِنْ
بہت بڑا	یہ	ہدایت	اور	جن لوگوں نے	کفر کیا	ساتھ آیتوں کے	اپنے رب کی	ان کیلئے	عذاب	سے

عذاب ہے۔ ﴿١٠﴾ یہ ہے ہدایت، اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا، اُن کیلئے دردناک

لیے یہاں خصوصیت کے ساتھ اہل ایمان کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ④ اس آیت مبارکہ میں قدرت کی ان نشانیوں کا حوالہ دیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی جاندار اور ذی روح مخلوقات میں بکھری پڑی ہیں، ان میں سب سے اہم مخلوق خود انسان ہے، انسان خود اپنی ذات اور وجود پر غور کرے تو اس کے لیے حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنا کچھ مشکل نہ رہے گا، اسی طرح زمین پر جو مختلف قسم کے جانور، درندے اور کیڑے مکوڑے بکھرے ہوئے ہیں، سمندر کی تہہ میں رہنے والی جاندار مخلوق اور فضا میں اڑنے والے چھوٹے بڑے ہزاروں قسم کے پرندے انسان کو غور وفکر کی دعوت دے رہے ہیں کہ آخر انہیں کس نے پیدا کیا؟ کیوں پیدا کیا؟ ان میں سے بعض کی نسل چلتی ہے اور بعض کی نسل ختم ہو جاتی ہے، کیوں؟ ان سے حاصل ہونے والے فوائد کیا کیا ہیں اور انہیں کن کن مصارف میں استعمال کیا جاتا ہے؟ لیکن قدرت کی ان نشانیوں سے صرف انہی لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے جو یقین کی دولت سے مالا مال ہیں اور شکوک وشبہات سے آزاد رہتے ہیں۔ ⑤ اس آیت مبارکہ میں قدرت الٰہیہ کی چار نشانیاں ذکر کی گئی ہیں، پہلی نشانی رات اور دن کی تبدیلی ہے، یہ تبدیلی حکومت، فوج، عدلیہ، سول سوسائٹی، سیاستدانوں، علماء، تجار اور عوام میں سے کسی کے بس میں نہیں ہے، ساری مخلوق مل کر بھی مقررہ وقت سے پہلے رات کی تاریکی کو صبح کے اجالے سے اور دن کی روشنی کو رات کی تاریکی سے تبدیل نہیں کر سکتی، پہلوانوں کی پہلوانی، مالداروں کی مالداری اور حکمرانوں کی نخوت اور غرور وتکبر سب دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے، غور طلب بات یہ ہے کہ ہم گھڑی کی سوئیوں کو آگے پیچھے کر کے یومیہ اوقات کو تبدیل کر لینے کے باوجود دن اور رات کو چھوٹا بڑا کیوں نہیں کر سکتے؟ اور وہ کون سی ذات ہے جو اس نظام کو بدل بدل کر لاتی ہے؟ دوسری نشانی آسمان سے برسنے والا پانی ہے، یہاں اسے ''رزق'' سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ پانی جس طرح ''زندگی'' کا سبب ہے، اسی طرح ''رزق'' کا سبب بھی ہے، سوال یہ ہے کہ آسمان سے بارش کون برساتا ہے؟ سوال یہ بھی ہے کہ اگر حقیقی بارش برسانے والا ''پانی'' روک لے تو کیا کسی میں اس پر زبردستی کرنے کی طاقت ہے؟ سوال یہ بھی ہے کہ مصنوعی بارش برسانے والے خود اپنی بارش اور حقیقی بارش کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں؟ سوال یہ بھی ہے کہ برستی ہوئی بارش کو روکنے کی کوئی تدبیر کیوں نہیں کی جاتی؟ سوال یہ بھی ہے کہ دنیا بھر کے سائنسدان مل کر کوئی ایسا آلہ ایجاد کیوں نہیں کر لیتے جو بارش برسانے میں معاون ثابت ہو سکے؟ آخر بارش کے دن اور تاریخ کی پیشین گوئی کرنے والے ماہرین فلکیات اس قدر عاجز اور بے بس کیوں ہیں؟ جو شخص بھی ان سوالات پر غور کرے گا، اس پر انسان کی بے بسی اور حق تعالیٰ کی قدرت و دسترس نمایاں ہوتی جائے گی، تیسری نشانی مردہ زمین کا زندہ ہونا ہے، زمین خشک، بے رونق اور بنجر پڑی ہوتی ہے، ہر طرف خاک اڑتی پھرتی ہے، کسی قسم کی پیداوار اس سے حاصل نہیں ہوتی، اسے تروتازگی اور شادابی کون عطا فرماتا ہے؟ کون اسے نئی زندگی فراہم کرتا ہے؟ اس سے پھل اور پھول اور مختلف فصلیں کون پیدا کرتا ہے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی یہ کام نہیں کر سکتا، چوتھی نشانی ہوائیں ہیں، ہواؤں کی اتنی قسمیں ہیں کہ یہ ایک مستقل نظام ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے بہت سے فرشتوں کی ذمہ داریاں لگا رکھی ہیں اور وہ سب اپنی اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہے ہیں، شدید گرمی یا حبس کے موسم میں جب ٹھنڈی

رِجْزٍ اَلِيْمٌ ⑪ اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ

رِجْزٍ	اَلِيْمٌ ⑪	اَللّٰهُ	الَّذِيْ	سَخَّرَ	لَكُمُ	الْبَحْرَ	لِتَجْرِيَ	الْفُلْكُ	فِيْهِ
آفت کے	دردناک	اللہ	جس نے	تابع فرمان کردیا	تمہارے لئے	سمندر کو	تاکہ چلتی رہیں	کشتیاں	اسمیں

آفت کا عذاب ہے۔ ⑪ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر دیا، تاکہ اس میں اُس کے حکم سے

بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑫ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا

بِاَمْرِهٖ	وَلِتَبْتَغُوْا	مِنْ	فَضْلِهٖ	وَ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ ⑫	وَسَخَّرَ	لَكُمْ	مَّا
اس کے حکم سے	اور تاکہ تم تلاش کرو	سے	اس کا فضل	اور	تاکہ تم	شکر کرتے رہو	اور تابع فرمان کردیا	تمہارے لئے	وہ جو

کشتیاں چلیں، اور تاکہ تم اُس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔ ⑫ اور اُس نے اپنی طرف سے وہ سب چیزیں

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِي	الْاَرْضِ	جَمِيْعًا	مِّنْهُ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ
بیچ	آسمانوں کے	اور	وہ جو	بیچ	زمین کے	سب کا سب	اپنے سے	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ نشانیاں	ان لوگوں کیلئے جو

تمہارے لیے مسخر کر دیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، بیشک اِس میں اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو

يَّتَفَكَّرُوْنَ ⑬ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ

يَّتَفَكَّرُوْنَ ⑬	قُلْ	لِّلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	يَغْفِرُوْا	لِلَّذِيْنَ	لَا	يَرْجُوْنَ	اَيَّامَ	اللّٰهِ
غوروفکر کرتے ہیں	تُو کہہ	ان لوگوں سے جو	ایمان لائے	درگزر کردیں	ان لوگوں سے جو	نہیں	امید رکھتے	دنوں کی	اللہ کے

غوروفکر کرتے ہیں۔ ⑬ اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ اہلِ ایمان سے فرما دیجئے کہ اُن لوگوں سے درگذر کریں

لِيَجْزِيَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑭ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ

لِيَجْزِيَ	قَوْمًا	بِمَا	كَانُوْا	يَكْسِبُوْنَ ⑭	مَنْ	عَمِلَ	صَالِحًا	فَلِنَفْسِهٖ
تاکہ وہ بدلہ دے	ایک قوم کو	اس کا جو	وہ تھے	کماتے رہے	جو کوئی	عمل کرے	نیک	تو اپنی ذات کیلئے

جو ’’اللہ کے دنوں کی‘‘ امید نہیں رکھتے، تاکہ ایک قوم کو اُن کاموں کا بدلہ دے جو وہ کرتے تھے۔ ⑭ جو شخص نیک عمل کرے گا، وہ اپنے فائدے کیلئے،

وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۡ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ⑮ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا

وَ	مَنْ	اَسَاۗءَ	فَعَلَيْهَا	ثُمَّ	اِلٰى	رَبِّكُمْ	تُرْجَعُوْنَ ⑮	وَ	لَقَدْ	اٰتَيْنَا
اور	جو کوئی	برا کرے	تو اس پر	پھر	طرف	اپنے رب کے	تم لوٹائے جاؤ گے	اور	البتہ یقیناً	ہم نے دی

اور جو برائی کرے گا تو اُس کا وبال بھی اُسی پر ہوگا، پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ ⑮ اور یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو

ع ۱ ۱۱ ۱۷

ہوائیں بند ہو جائیں تو انسان کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے اور اسے معلوم ہوتا ہے کہ تازہ اور ٹھنڈی ہوا اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے؟ ⑥ اس آیت مبارکہ میں قدرت کی ان نشانیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن کا تذکرہ گزشتہ آیات میں ہوا ہے کہ قدرت الٰہیہ کی یہ تمام نشانیاں برحق ہیں، ایک عقل مند آدمی کے لیے عبرت حاصل کرنے کے لیے ان میں بہت سا سبق موجود ہے، قدرت کی یہ نشانیاں معمولی عقل اور فہم وفراست رکھنے والے انسان کی سمجھ میں بھی بآسانی آجاتی ہیں، لیکن اگر کوئی شخص ان واضح نشانیوں کو دیکھ کر بھی نعمت ایمان سے محروم رہتا ہے تو اس کے بعد وہ اور کون سی نشانیاں دیکھ کر ایمان لائے گا؟ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے علاوہ اپنی قدرت کی مزید نشانیاں پیش نہیں کرسکتا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد یہ لوگ جتنی مرضی نشانیاں دیکھ لیں، ایمان نہیں لائیں گے۔ ⑦ اس آیت مبارکہ میں ہر اس شخص کے لیے تباہی و بربادی اور ہلاکت کی خبر دی گئی ہے جس میں دو صفتیں پائی جاتی ہوں، پہلی یہ کہ وہ ’’افاک‘‘ ہو، یہ لفظ ’’افک‘‘ سے نکلا ہے جس کا لفظی معنی الزام لگانا اور جھوٹ گھڑنا ہوتا ہے، اسی سے ’’واقعہ افک‘‘ مشہور ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو الزام تراشی کرتا ہو اور جھوٹ گھڑتا ہو، یعنی لوگوں کی طرف جھوٹی باتوں کی نسبت کرتا ہو، اور ان پر جھوٹے الزامات لگاتا ہو، اس کے لیے ہلاکت اور بربادی ہے، دوسری یہ کہ وہ ’’اثیم‘‘ ہو، یہ لفظ ’’اثم‘‘ سے نکلا ہے، جس کا لفظی معنی گناہ ہے، لہٰذا ’’اثیم‘‘ کا معنی گنہگار ہوا، چونکہ ہر گناہ انسان کے لیے زہر ہے، اس کی روحانی ترقی کے راستے کا پتھر ہے، اسے رحمان سے دور کرتا اور شیطان کے قریب کرتا ہے، اس کے دل کی روشنی کو کم کرتا اور تاریکی کو بڑھاتا ہے اس لیے گنہگار آدمی تباہی اور بربادی کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔ ⑧ اس آیت مبارکہ میں اس متکبر شخص کو دردناک عذاب کی ’’خوشخبری‘‘ سنائی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے سامنے تکبر کرتا اور اکڑتا ہے، یوں تو تکبر کی ہر صورت ناپسندیدہ ہے اور ہر قسم کا متکبر انسان گنہگار رہتا ہے، چنانچہ اپنے والدین کے سامنے اکڑنے والا بھی گنہگار ہوتا ہے، اساتذہ اور مشائخ کے سامنے تکبر کرنا بھی ناپسندیدہ ہے، اپنے علم و ہنر، قابلیت وصلاحیت، مال و دولت، حسن و جمال اور جائیداد کی کثرت پر غرور کرنا بھی اللہ کو پسند نہیں ہے، لیکن ان میں سب سے بدترین صورت یہ ہے کہ کسی شخص کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کی جائے اور وہ تکبر کی وجہ سے یوں ظاہر کرے کہ گویا اس نے کچھ سنا ہی نہیں ہے، یعنی سنی ان سنی کردے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قرآن کی کریم توہین اور بے حرمتی کا مرتکب ہوا ہے اور اسے قرآن کریم کی اہمیت اور عظمت کا احساس ہی نہیں ہے، اس لیے اسے سخت سزا دی جائے گی۔ ⑨ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کے لیے رسوا کن عذاب کی وعید بیان کی گئی ہے جو آیات الٰہیہ کا مذاق اڑاتے ہیں، ان لوگوں کا جرم کئی گنا زیادہ ہے کیونکہ سب سے پہلے تو یہ لوگ ان آیتوں پر ایمان نہیں لاتے جن کا مذاق اڑاتے ہیں، جب وہ ایمان سے ہی محروم ہیں تو انہیں عمل کی توفیق کیونکر نصیب ہوگی؟ لہٰذا وہ عمل سے بھی محروم رہتے ہیں، ایمان اور عمل سے محرومی کے بعد ان کی بدقسمتی کا اگلا درجہ یہ ہے کہ وہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں، انہیں دقیانوسی قرار دیتے ہیں، مولویوں کے ڈھکوسلے قرار دیکر ان سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں، اس کا ایک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آیات الٰہیہ کی عظمت ان کے دلوں سے نکل جاتی

بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ الۡکِتٰبَ وَ الۡحُکۡمَ وَ النُّبُوَّۃَ وَ رَزَقۡنٰہُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ

بَنِیۡۤ	اِسۡرَآءِیۡلَ	الۡکِتٰبَ	وَالۡحُکۡمَ	وَ	النُّبُوَّۃَ	وَ	رَزَقۡنٰہُمۡ	مِّنَ	الطَّیِّبٰتِ
بیٹوں کو	اسرائیل کے	کتاب	اور حکومت	اور	نبوت	اور	ہم نے دی انہیں	سے	پاکیزہ چیزیں

کتاب، حکومت اور نبوت عطا کی، اور اُنہیں پاکیزہ چیزیں رزق کے طور پر دیں،

وَ فَضَّلۡنٰہُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۶﴾ وَ اٰتَیۡنٰہُمۡ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ ۚ فَمَا

وَ فَضَّلۡنٰہُمۡ	عَلَی	الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۶﴾	وَ	اٰتَیۡنٰہُمۡ	بَیِّنٰتٍ	مِّنَ	الۡاَمۡرِ	فَمَا
اور ہم نے انہیں فضیلت دی	پر	جہان والوں کے	اور	ہم نے انہیں دیے	واضح احکام	سے	دین کے	تو نہیں

اور ہم نے اُنہیں اہلِ عالم پر فضیلت دی۔ ﴿۱۶﴾ اور ہم نے اُنہیں دین کے واضح احکام دیئے، سو

اخۡتَلَفُوۡۤا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَہُمُ الۡعِلۡمُ ۙ بَغۡیًۢا بَیۡنَہُمۡ ؕ اِنَّ رَبَّکَ

اخۡتَلَفُوۡۤا	اِلَّا	مِنۡۢ	بَعۡدِ	مَا	جَآءَہُمُ	الۡعِلۡمُ	بَغۡیًۢا	بَیۡنَہُمۡ	اِنَّ	رَبَّکَ
اختلاف کیا انہوں نے	مگر	سے	پیچھے	وہ جو	آیا اُن کے پاس	علم	ضد کی وجہ سے	آپس میں	بیشک	تیرا رب

اُنہوں نے علم آنے کے بعد ہی آپس میں اختلاف کیا، جس کی وجہ آپس کی ضد بازی تھی، بیشک آپ کا رب

یَقۡضِیۡ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ فِیۡمَا کَانُوۡا فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ

یَقۡضِیۡ	بَیۡنَہُمۡ	یَوۡمَ	الۡقِیٰمَۃِ	فِیۡمَا	کَانُوۡا	فِیۡہِ	یَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۱۷﴾	ثُمَّ
فیصلہ کرے گا	ان کے درمیان	دن	قیامت کے	اسمیں جو	وہ تھے	اسمیں	اختلاف کرتے رہے	پھر

قیامت کے دن اُن کے درمیان اُن چیزوں میں فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ ﴿۱۷﴾ پھر

جَعَلۡنٰکَ عَلٰی شَرِیۡعَۃٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ فَاتَّبِعۡہَا وَ لَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَ الَّذِیۡنَ

جَعَلۡنٰکَ	عَلٰی	شَرِیۡعَۃٍ	مِّنَ	الۡاَمۡرِ	فَاتَّبِعۡہَا	وَ	لَا	تَتَّبِعۡ	اَہۡوَآءَ	الَّذِیۡنَ
ہم نے تجھے کر دیا	پر	واضح راستے کے	سے	دین کے	تو پیروی کر اس کی	اور	مت	پیروی کر	خواہشات کی	ان لوگوں کی جو

ہم نے آپ کو دین کے ایک واضح راستے پر قائم کر دیا، سو آپ اُسی کی پیروی کیجیے، اور اُن لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے

لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّہُمۡ لَنۡ یُّغۡنُوۡا عَنۡکَ مِنَ اللّٰہِ شَیۡئًا ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ

لَا	یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸﴾	اِنَّہُمۡ	لَنۡ	یُّغۡنُوۡا	عَنۡکَ	مِنَ	اللّٰہِ	شَیۡئًا	وَ	اِنَّ	الظّٰلِمِیۡنَ
نہیں	جانتے	بیشک وہ	ہرگز نہیں	کام آئیں گے	تجھ سے	سے	اللہ کے	کچھ بھی	اور	بیشک	ظلم کرنے والے

جو نہیں جانتے۔ ﴿۱۸﴾ کیونکہ وہ لوگ اللہ کے مقابلے میں آپ کے کچھ بھی کام نہیں آسکتے، اور بیشک ظالم

ہے اور دوسرا یہ کہ اپنے اس رویے سے وہ دوسرے لوگوں کی منزل بھی کھوٹی کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح وہ بھی اسلام سے پھر جائیں، ایسے لوگوں کو رسوا کن سزا نہ دی جائے تو اور کیا کیا جائے؟ ﴿۱۰﴾ اس آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کی تین سزائیں بیان کی گئی ہیں، جن کا تذکرہ گزشتہ آیتوں میں کیا گیا ہے، پہلی یہ کہ جہنم ان کا احاطہ اور محاصرہ کر لے گی، وہ اس محاصرے اور گھیرے کو توڑ کر نکلنے میں بھی کامیاب نہ ہوں گے، ان کے آگے بھی جہنم ہوگی، ان کے پیچھے بھی جہنم ہوگی اور ان کے دائیں بائیں بھی جہنم ہوگی، دوسری سزا یہ کہ قیامت کے دن ان کی کمائی اور ان کے معبودوں کی رفاقت ان کے کسی کام نہ آسکے گی، انسان کی کمائی میں سب سے اہم چیز اولاد ہوتی ہے، اس کے بعد اس کے مال و دولت، کاروبار اور جائیداد کا نمبر آتا ہے، گویا قیامت کے دن نہ تو انسان کی اولاد اس کے کام آئے گی اور نہ ہی اس کا مال و دولت، کاروبار اور جائیداد، جبکہ انسان دنیا میں انہی چیزوں کے پیچھے پڑ کر فکرِ آخرت سے غافل اور مدہوش رہتا ہے، تیسری سزا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے "عذابِ عظیم" تیار کر رکھا ہے، جس عذاب کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ عظیم یعنی بہت بڑا ہوگا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کس قدر بڑا عذاب ہوگا؟ اور یہ سب ان کے گناہوں کی وجہ سے ہوگا، ظلم کی بنا پر نہیں۔ ﴿۱۱﴾ اس آیتِ مبارکہ میں "ھذا" سے اشارہ قرآنِ کریم کی طرف ہے اور معنی یہ ہے کہ قرآنِ کریم سراپا ہدایت ہے، اس کے ہر لفظ، جزو، جملے، آیت اور سورت میں لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے اسباب موجود ہیں، ہر زمانے کے سلیم الفطرت لوگ اس سے رہنمائی حاصل کرتے آئے ہیں، لیکن ہر زمانے میں کچھ ایسے لوگ بھی رہے ہیں جنہوں نے کفر و شرک اور تکذیب و تردید کی راہ اختیار کی، اس کی آیتوں پر ایمان لانے سے انکار کیا اور گمراہی کے راستے پر چل پڑے، ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے نہایت دردناک اور سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، جس سے وہ بچ نہ سکیں گے۔ ﴿۱۲﴾ اس آیتِ مبارکہ میں سمندروں کو انسانوں کی خدمت پر لگانے کے تین مقصد بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ سمندر میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتیاں چلتی رہیں، کشتیوں اور بحری جہازوں کی سمندر میں آمد و رفت بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے، اللہ کے علاوہ کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ سمندر پر حکم چلا سکے، دوسرا یہ کہ سمندری جہازوں کی آمد و رفت کے ذریعے تم اللہ کا فضل تلاش کر سکو، تمہارے لیے اس کے ذریعے رزق کے دروازے کھولے جاسکیں، چنانچہ آج بھی بحری تجارت دیگر اسبابِ معیشت میں سے ایک اہم ترین سبب ہے، تیسرا مقصد یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر سکو، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ اس نے سمندروں کو تمہاری خدمت پر لگا دیا، ورنہ تمہارے لیے اس سے خدمت لینا ممکن نہ تھا۔ ﴿۱۳﴾ اس آیتِ مبارکہ میں زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی تسخیر قرار دیا گیا ہے، اس کائنات رنگ و بو کی ہر چیز ہی انسان کی خدمت پر لگا دی گئی ہے، غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس میں یہ سبق رکھا گیا ہے کہ اگر کائنات کی ہر چیز انسان کی خدمت کر رہی ہے اور وہ ان کا مخدوم ہے، تو کوئی ذات ایسی بھی ہونی چاہیے جس کی خدمت انسان کرے یعنی انسان خادم ہو اور وہ مخدوم، چونکہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے استفادہ کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اس کا کوئی محسن نہیں ہو سکتا، لہٰذا عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا خادم بنے، چونکہ اللہ

بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ﴿١٩﴾ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ

بَعْضُهُمْ	أَوْلِيَآءُ	بَعْضٍ	وَ	اللّٰهُ	وَلِيُّ	الْمُتَّقِينَ ﴿١٩﴾	هٰذَا	بَصَآئِرُ	لِلنَّاسِ
ان میں سے بعض	بہت سے دوست	بعض کے	اور	اللہ	دوست	پرہیزگاروں کا	یہ	بصیرت کی باتیں	لوگوں کیلئے

ایک دوسرے کے مددگار ہیں، اور اللہ متقیوں کا دوست ہے۔ ﴿١٩﴾ یہ لوگوں کیلئے بصیرت کی باتیں ہیں

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوقِنُونَ ﴿٢٠﴾ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا

وَ	هُدًى	وَ	رَحْمَةٌ	لِقَوْمٍ	يُوقِنُونَ ﴿٢٠﴾	أَمْ	حَسِبَ	الَّذِينَ	اجْتَرَحُوا
اور	ہدایت	اور	رحمت	ان لوگوں کیلئے جو	یقین رکھتے ہیں	کیا	سمجھ لیا	ان لوگوں نے جو	ارتکاب کریں

اور یہ یقین رکھنے والوں کیلئے سراپا ہدایت و رحمت ہے۔ ﴿٢٠﴾ کیا گناہوں کا ارتکاب کرنے والے لوگ یہ

السَّيِّاٰتِ أَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً

السَّيِّاٰتِ	أَنْ	نَّجْعَلَهُمْ	كَالَّذِينَ	اٰمَنُوا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	سَوَآءً
گناہوں کا	یہ کہ	ہم انہیں کر دیں گے	جیسے وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور	عمل کئے انہوں نے	اچھے	برابر ہے

سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں اُن لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک اعمال کیے، اُن کی

مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ

مَّحْيَاهُمْ	وَ	مَمَاتُهُمْ	سَآءَ	مَا	يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾	وَ	خَلَقَ	اللّٰهُ	السَّمٰوٰتِ
ان کی زندگی	اور	ان کی موت	بہت برا ہے	وہ جو	فیصلہ کر رہے ہیں	اور	پیدا کیا	اللہ نے	آسمانوں کو

زندگی اور موت برابر ہے؟ بہت بُرا فیصلہ وہ کر رہے ہیں۔ ﴿٢١﴾ اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو

وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ

وَ	الْأَرْضَ	بِالْحَقِّ	وَلِتُجْزٰى	كُلُّ	نَفْسٍ	بِمَا	كَسَبَتْ	وَ	هُمْ
اور	زمین کو	برحق	اور تاکہ بدلہ دیا جائے	ہر ایک	نفس کو	اس کا جو	اس نے کمایا	اور	وہ

برحق پیدا کیا ہے، تاکہ ہر نفس کو اُس کے کیے کا بدلہ دیا جائے اور اُن پر ظلم

لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٢﴾ أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوٰهُ وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى

لَا	يُظْلَمُونَ ﴿٢٢﴾	أَفَرَءَيْتَ	مَنِ	اتَّخَذَ	إِلٰهَهُ	هَوٰهُ	وَأَضَلَّهُ	اللّٰهُ	عَلٰى
نہیں	ظلم کیے جائیں گے	تو کیا تُو نے دیکھا	وہ جو	بنالیا اُس نے	اپنا معبود	اپنی خواہش کو	اور گمراہ کر دے اسے	اللہ	پر

نہیں کیا جائے گا۔ ﴿٢٢﴾ کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا اور اللہ نے اُسے اُس کے علم کے باوجود

تعالیٰ جسم اور جسمانی نقائص سے پاک ہے اس لیے ظاہری طور پر اس کی خدمت نہیں ہو سکتی، سوائے اس کے کہ اسے عبادت کر کے راضی اور خوش کیا جائے، گویا "تسخیر کائنات" انسان کو اپنے رب سے قریب کرنے کا ایک ذریعہ ہے اور یہی بعثت انبیاء کا مقصد بھی ہے۔ ﴿١٤﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو ان لوگوں سے درگزر کرنے کی تاکید کی گئی ہے جو غفلت و بے خبری اور مدہوشی میں پڑے ہیں، وہ اس بات کی توقع نہیں رکھتے کہ جس طرح سابقہ امتوں میں مجرموں کو سزا اور مخلصوں کو انعام دیا گیا، وہ دن دوبارہ لوٹ کر بھی آسکتے ہیں، قرآن کریم کی خاص اصطلاح میں ایسے دنوں کو "ایام اللہ" کہا جاتا ہے، یوں تو سارے دن ہی اللہ کے بنائے ہوئے ہیں، لیکن ان دنوں کی اہمیت کی وجہ سے انہیں "ایام اللہ" کہہ دیا جاتا ہے، قرآن کریم کا اسلوب ہے کہ وہ "ایام اللہ" کا حوالہ دیکر لوگوں کو نصیحت کرتا ہے،

ع ٢ ١٠ ١٨

یہاں بھی اسی کا حوالہ دیکر فرمایا گیا ہے کہ جن لوگوں کو "ایام اللہ" کی کوئی توقع نہیں ہے، اہل ایمان کو ان سے بدلہ لینے کے لیے فکرمند نہیں ہونا چاہیے، بلکہ ان سے درگزر کر دینا چاہیے، اللہ تعالیٰ خود ہی انہیں ان کے گناہوں کی سزا دے دے گا، اس کے لیے "ایام اللہ" کو لوٹا کر لے آنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ ﴿١٥﴾ اس آیت مبارکہ میں نیکی اور بدی کا ایک اصول متعین کر دیا گیا ہے، یہ اصول چوبیسویں پارے کی آخری آیت میں بھی بیان کیا گیا ہے، جو شخص نیک عمل کرے گا، اس کا فائدہ اسی کو ہوگا، اس کی نیکی اللہ تعالیٰ پر احسان نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کو اس کی نیکی کی احتیاج نہیں ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی شان اور وقار میں اضافہ نہیں ہوتا، البتہ اتنا ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کی قدردانی فرماتا ہے، اسے کم از کم دس گنا یا زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے اور اس کے لیے بلند درجات کا فیصلہ فرماتا ہے، خواہ عمل کرنے والا مرد ہو یا عورت، اور دن میں عمل کرے یا رات میں، سب کے سامنے کرے یا خلوت میں چھپ کر، اسی طرح جو شخص برائی اور گناہ کا ارتکاب کرے گا، اس کا نقصان اور وبال بھی اسی کو ہوگا، اسی کو سزا بھگتنا ہوگی، اسی کو جہنم میں جلنا اور سڑنا ہوگا، اسی کو لوہے کے گرزوں سے مارا جائے گا اور اسی کو سانپ بچھو ڈسیں گے، اللہ تعالیٰ کو کسی کے گناہ سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور نہ ہی اس سے اس کی شان اور وقار میں کوئی کمی آتی ہے، یاد رکھو! کہ عمل کرنے والے ہر شخص کو "خواہ وہ نیک ہو یا بد" اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا پڑے گا اور وہی ان کے درمیان بہترین فیصلہ فرمائے گا۔ ﴿١٦﴾ اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل پر ہونے والے بے شمار انعامات اور احسانات میں سے پانچ نعمتوں کا حوالہ دیا گیا ہے، پہلی یہ کہ ہم نے انہیں آسمانی کتاب عطا فرمائی، چنانچہ انہیں تورات بھی دی گئی اور اس کے علاوہ بھی بہت سے صحیفے اور چھوٹی موٹی کتابیں ان پر نازل کی گئیں، دوسری یہ کہ ہم نے انہیں حکومت و سلطنت اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی، چنانچہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا تعلق بنی اسرائیل سے ہی تھا، جنہیں اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان سلطنت عطا فرمائی اور انہوں نے اس سلطنت کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھ کر اس کے تمام حقوق ادا کیے اور دنیا کے سامنے ایک روشن مثال پیش کر دی، تیسری یہ کہ ہم نے ان کے خاندان میں نبوت و رسالت رکھ دی، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے وصال کے بعد آنے والے تمام پیغمبروں کا تعلق بنی اسرائیل سے ہی تھا، چوتھی یہ کہ ہم نے انہیں کھانے کے لیے حلال اور

عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ

عِلْمٍ	وَّ	خَتَمَ	عَلٰى	سَمْعِهٖ	وَقَلْبِهٖ	وَ	جَعَلَ	عَلٰى	بَصَرِهٖ	غِشٰوَةً ؕ	فَمَنْ
علم کے	اور	مہر لگادے	پر	اس کے کانوں کے	اور اس کے دل کے	اور	ڈال دے	پر	اس کی بینائی کے	پردہ	تو کون

گمراہ کر دیا، اُس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی، اور اُس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، سو

يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا

يَّهْدِيْهِ	مِنْۢ	بَعْدِ	اللّٰهِ ؕ	اَفَلَا	تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٣﴾	وَ	قَالُوْا	مَا	هِيَ	اِلَّا	حَيَاتُنَا
ہدایت دے سکتا ہے اسے	سے	پیچھے	اللہ کے	تو کیا نہیں	تم غور کرتے	اور	کہتے ہیں	نہیں	یہ	مگر	ہماری زندگی

اللہ کے علاوہ کون ہے جو اُسے ہدایت دے سکے؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے؟ ﴿٢٣﴾ اور کہتے ہیں کہ یہ تو صرف ہماری دنیا کی

الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ

الدُّنْيَا	نَمُوْتُ	وَ	نَحْيَا	وَ	مَا	يُهْلِكُنَآ	اِلَّا	الدَّهْرُ ۚ	وَ	مَا	لَهُمْ	بِذٰلِكَ	مِنْ
دنیا کی	ہم مرتے ہیں	اور	جیتے ہیں	اور	نہیں	ہلاک کرتا ہمیں	مگر	زمانہ	اور	نہیں	ان کیلئے	اس کا	سے

زندگی ہے جس میں ہم مرتے اور جیتے ہیں، اور ہمیں تو صرف زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے، اور اُنہیں اس کے متعلق

عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿٢٤﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ

عِلْمٍ ۚ	اِنْ	هُمْ	اِلَّا	يَظُنُّوْنَ ﴿٢٤﴾	وَاِذَا	تُتْلٰى	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتُنَا	بَيِّنٰتٍ	مَّا	كَانَ
علم	نہیں	وہ	مگر	گمان کررہے ہیں	اور جب	تلاوت کی جاتی ہیں	ان پر	ہماری آیتیں	واضح	نہیں	ہوتی

کچھ علم نہیں ہے، وہ محض گمان کر رہے ہیں۔ ﴿٢٤﴾ اور جب اُن کے سامنے ہماری واضح آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو اُن کی

حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُ

حُجَّتَهُمْ	اِلَّآ	اَنْ	قَالُوْا	ائْتُوْا	بِاٰبَآئِنَآ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿٢٥﴾	قُلِ	اللّٰهُ
ان کی دلیل	مگر	یہ کہ	کہتے ہیں وہ	لے آؤ تم	ہمارے باپوں کو	اگر	تم ہو	سچے	تو کہہ	اللہ

دلیل صرف یہی ہوتی ہے کہ وہ کہتے ہیں ہمارے آباؤ اجداد کو لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ ﴿٢٥﴾ اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی

يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ

يُحْيِيْكُمْ	ثُمَّ	يُمِيْتُكُمْ	ثُمَّ	يَجْمَعُكُمْ	اِلٰى	يَوْمِ	الْقِيٰمَةِ	لَا	رَيْبَ	فِيْهِ
تمہیں زندگی دیتا ہے	پھر	تمہیں موت دے گا	پھر	تمہیں جمع کرے گا	طرف	دن	قیامت کے	نہیں	کوئی شک	اسمیں

تمہیں زندگی اور موت دیتا ہے، پھر وہ تمہیں قیامت کے ایک ایسے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں ہے،

پاکیزہ چیزیں رزق کے طور پر عطا فرمائیں، انہیں رزق کی وسعت اور فراوانی بخشی تاکہ ان کی جسمانی ضروریات کی تکمیل اچھے طریقے سے ہوسکے، پانچویں یہ کہ اس زمانے میں جتنی بھی اقوام آباد تھیں، ان سب پر انہیں فضیلت اور بزرگی عطا فرمائی، لیکن بنی اسرائیل نے ان نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری کی، لہٰذا ان سے یہ نعمتیں واپس لے لی گئیں۔ ﴿١٧﴾ اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کے حوالے سے تین باتیں بیان فرمائی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں واضح احکام، روشن معجزات اور دین کی تفصیلات عطا فرمائیں، ان احکام میں کوئی ابہام نہ تھا، وہ معجزات اس قدر روشن تھے کہ ایک صاحب بصیرت انسان کے لیے ان میں بہت سا سبق تھا، دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم عطا فرمایا، ان پر لازم تھا کہ اس علم پر عمل کرتے، آپس میں اتحاد اور اتفاق پر زور دیتے اور اس کی اہمیت کو سمجھتے، لیکن انہوں نے آپس میں الجھنا اور اختلافات پیدا کرنا شروع کردیا، ان اختلافات نے بعد میں مخالفت کی شکل اختیار کر کے فتنہ اور فساد کی راہ ہموار کی حالانکہ علم کی یہ شان ہی نہیں ہے، علم تو انس اور محبت والفت پیدا کرتا ہے، وہ نفرت اور شرارت کی حوصلہ شکنی کرتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ علم نے ان کے باطن میں اپنی جڑ مضبوط ہی نہیں کی اور یہ اب تک باہمی حسد، ضد، بغض اور عداوت کی آگ میں جل رہے ہیں، تیسری بات یہ کہ ان کے اختلافات اور نزاعات کا انصاف پر مبنی فیصلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا، اگرچہ اس کے لیے دنیا میں ان اختلافات کا فیصلہ کرنا بھی کچھ مشکل نہیں ہے، لیکن اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کا فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے، سو وہ ایسا ہی کرے گا۔ ﴿١٨﴾ اس آیت مبارکہ میں شریعت محمدیہ کا ذکر کیا گیا ہے، شریعت کا لفظی معنی پانی کا ایسا گھاٹ ہے جس پر ہر قسم کے لوگ آجا سکتے ہوں، خود بھی سیراب ہوتے ہوں اور اپنے جانوروں کو بھی سیراب کرتے ہوں، چونکہ احکام شرعیہ بھی پانی کے ایسے گھاٹ سے مشابہت رکھتے ہیں اور ان میں ہر شخص کے لیے زندگی کے ہر لمحے میں علمی اور عملی پیاس بجھانے کا ''پانی'' وافر مقدار میں موجود ہے، اس لیے انہیں بھی ''شریعت'' کہا جاتا ہے، آیت کا منشا یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا انتخاب کر کے انہیں آزمایا، انہیں بے شمار ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا فرما کر ان کا امتحان لیا اور اب آپ کو ایک عظیم الشان شریعت عطا فرمائی ہے، کیونکہ بنی اسرائیل اس امتحان میں کامیاب نہیں ہوسکے، امتحان میں کامیابی کے لیے دو نکتوں پر عمل کرنا ضروری ہے، پہلا یہ کہ جو شریعت آپ کو دی گئی ہے اس کی پیروی کو اپنے اوپر لازم کر لیجئے، اسی سے رہنمائی حاصل کیجئے، اسی کی روشنی میں قدم بڑھائیے اور اسی کی روشنی میں منزل تک پہنچنے کی کوشش کیجئے، دوسرا نکتہ یہ کہ جہلاء اور نادان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلیں، کیونکہ جہلاء اور نادان لوگوں کی خواہشات پر چلنے والا شخص کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا، اس کی منزل کھوٹی ہوجاتی ہے اور وہ اپنے ہدف سے دور چلا جاتا ہے۔ ﴿١٩﴾ اس آیت مبارکہ میں تین جملے ہیں پہلے جملے کا تعلق گزشتہ آیت سے ہے کہ جہلاء اور نادان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے چلنے سے روکنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی کام آنے والے نہیں ہیں، ان کے وجود سے کسی قسم کا نفع پہنچنے والا نہیں ہے، پھر ایسے لوگوں کی خاطر شریعت سے بغاوت کرنا اور شریعت کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرنا دانشمندی نہیں ہے، دوسرے جملے میں ظالموں کو ایک دوسرے

وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿٢٦﴾ وَ لِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ

وَ	لٰكِنَّ	اَكۡثَرَ	النَّاسِ	لَا	يَعۡلَمُوۡنَ ﴿٢٦﴾	وَ	لِلّٰهِ	مُلۡكُ	السَّمٰوٰتِ
اور	لیکن	اکثر	لوگ	نہیں	جانتے	اور	اللہ ہی کیلئے	حکومت	آسمانوں کی

لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ ٢٦ اور اللہ ہی کیلئے آسمانوں اور زمین کی

وَالۡاَرۡضِ ؕ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ يَوۡمَئِذٍ يَّخۡسَرُ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ﴿٢٧﴾

وَ	الۡاَرۡضِ ؕ	وَ	يَوۡمَ	تَقُوۡمُ	السَّاعَةُ	يَوۡمَئِذٍ	يَّخۡسَرُ	الۡمُبۡطِلُوۡنَ ﴿٢٧﴾
اور	زمین کی	اور	جس دن	قائم ہوگی	قیامت	اس دن	نقصان اٹھائیں گے	باطل والے

حکومت ہے اور جس دن قیامت قائم ہو گی، اُس دن باطل پرست خسارے میں پڑ جائیں گے۔ ٢٧

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۟ كُلُّ اُمَّةٍ تُدۡعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلۡيَوۡمَ

وَ	تَرٰى	كُلَّ	اُمَّةٍ	جَاثِيَةً ۟	كُلُّ	اُمَّةٍ	تُدۡعٰٓى	اِلٰى	كِتٰبِهَا ؕ	اَلۡيَوۡمَ
اور	تُو دیکھے گا	ہرایک	امت کو	گھٹنوں کے بل جھکا ہوا	ہرایک	امت	بلائی جائے گی	طرف	اپنے نامۂ اعمال کے	آج کے دن

اور آپ ہر امت کو گھٹنوں کے بل جھکا ہوا دیکھیں گے، ہر امت کو اُس کے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا، آج تمہیں

تُجۡزَوۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿٢٨﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنۡطِقُ عَلَيۡكُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ

تُجۡزَوۡنَ	مَا	كُنۡتُمۡ	تَعۡمَلُوۡنَ ﴿٢٨﴾	هٰذَا	كِتٰبُنَا	يَنۡطِقُ	عَلَيۡكُمۡ	بِالۡحَقِّ ؕ
تم بدلہ دیے جاؤ گے	اس کا جو	تم تھے	عمل کرتے رہے	یہ	ہماری تحریر	بولتی ہے	تم پر	برحق

اُن اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے ہو۔ ٢٨ یہ ہماری لکھی ہوئی تحریر ہے جو تمہارے متعلق ٹھیک ٹھیک بولتی ہے،

اِنَّا كُنَّا نَسۡتَنۡسِخُ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿٢٩﴾ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا

اِنَّا	كُنَّا	نَسۡتَنۡسِخُ	مَا	كُنۡتُمۡ	تَعۡمَلُوۡنَ ﴿٢٩﴾	فَاَمَّا	الَّذِيۡنَ	اٰمَنُوۡا	وَعَمِلُوا
بیشک ہم	تھے	لکھواتے رہے	وہ جو	تم تھے	اعمال کرتے رہے	سو رہے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور عمل کیے انہوں نے

تم جو اعمال کرتے تھے، ہم اُنہیں لکھواتے جاتے تھے۔ ٢٩ سو جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک

الصّٰلِحٰتِ فَيُدۡخِلُهُمۡ رَبُّهُمۡ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ

الصّٰلِحٰتِ	فَيُدۡخِلُهُمۡ	رَبُّهُمۡ	فِىۡ	رَحۡمَتِهٖ ؕ	ذٰلِكَ	هُوَ	الۡفَوۡزُ
اچھے	سو وہ داخل کرے گا انہیں	ان کا رب	بیچ	اپنی رحمت کے	وہ	وہی	کامیابی

اعمال کیے، اُنہیں اُن کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا، یہی کھلی

ع ٣
٥
١٩

کا رفیق قرار دیا گیا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ ظالموں کی رفاقت انسان کو ظالم بنا دیتی ہے، مخلص لوگوں کو ان کی رفاقت سے اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ ظالم لوگ مخلصوں کی رفاقت میں خود کو بے تکلف محسوس نہیں کرتے، اس لیے وہ ان کی ہم نشینی کو پسند نہیں کرتے، تیسرے جملے میں اللہ تعالیٰ کو متقیوں کا ولی اور رفیق قرار دیا گیا ہے، لہٰذا متقیوں کو چاہیے کہ ظالموں کی رفاقت اختیار کرنے کی بجائے اللہ کی دوستی اور رفاقت کو تلاش کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ جس سے دوستی کرتا ہے اسے ہمیشہ نبھاتا ہے اور وہ اپنے دوست کو تنہا کبھی نہیں چھوڑتا، انسان ہی بے وفائی کرے تو کیا کیا جائے۔ ٢٠ اس آیت مبارکہ میں لفظ ''ھذا'' سے قرآن کریم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور قرآن کریم کے تین وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ قرآن لوگوں کے لیے بصیرت افروز حقائق پر مشتمل ہے، اس سے لوگوں کی بصیرت کو جلا ملتی ہے، دل کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں اور انسان کی زبان پر بصیرت افروز کلام جاری ہوجاتا ہے، دوسرا وصف یہ کہ قرآن کریم سراپا ہدایت اور رہنمائی ہے، کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جس کے قبضہ قدرت میں ہدایت کے سرچشمے ہیں اور رسول اکرم ﷺ کے قلب اطہر کو اس کے لیے منتخب فرمایا ہے جو کہ ہادی برحق ہیں، تیسرا وصف یہ کہ قرآن کریم سراپا رحمت اور مہربانی ہے، کیونکہ یہ اس ذات کا کلام ہے جو دنیا و آخرت میں رحمان بھی ہے اور رحیم بھی، جس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے، لیکن اس ہدایت اور رحمت سے فائدہ صرف وہی لوگ اٹھاتے ہیں جن کے دلوں میں ایمان و یقین موج زن ہو، ورنہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو برستے بادل میں بھی سیرابی سے محروم رہتے ہیں۔ ٢١ اس آیت مبارکہ میں گناہوں اور نافرمانیوں کا ارتکاب کرنے والوں سے ایک سوال پوچھا گیا ہے کہ کیا انہیں یہ گمان ہے کہ وہ اور اہل ایمان ایک ہی پلڑے میں تولے جائیں گے؟ ان میں اور اہل ایمان میں کوئی فرق نہیں ہوگا؟ دونوں کی زندگی بھی ایک جیسی ہوگی اور دونوں کی موت بھی ایک جیسی ہوگی؟ اگر ایسا ہوا تو اہل ایمان کو ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کا کیا فائدہ ہوا؟ اور کفار و فجار اور مجرموں کو ان کے کفر و شرک اور گناہوں کا کیا نقصان ہوا؟ نیز یہ بھی غور طلب بات ہے کہ پھر قیامت قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی جب انصاف ہی نہیں کرنا تھا؟ اور کیا اس کی موجودگی میں انصاف کے تقاضوں پر عمل کرنا ممکن ہے جبکہ اللہ تعالیٰ خود بھی انصاف فرماتا ہے اور اپنی مخلوق کو بھی اس کا حکم دیتا ہے؟ یہ کتنی بری باتیں اور کس قدر ناانصافی پر مبنی فیصلے کر رہے ہیں، عنقریب انہیں اس کا حساب دینا اور انجام بھگتنا ہوگا۔ ٢٢ اس آیت مبارکہ میں زمین و آسمان کی تخلیق کا ذکر کر کے فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں برحق پیدا کیا ہے، بے کار اور بے مقصد تخلیق نہیں فرمائی، ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایسے کاموں کی نسبت لازم آئے گی جو غیر ضروری اور بے فائدہ ہوں اور اللہ تعالیٰ ایسی نسبت سے پاک ہے، لیکن یہ واضح رہے کہ زمین و آسمان کا یہ نظام ہمیشہ باقی رہنے والا نہیں ہے، ایک نہ ایک دن ضرور ختم ہوجائے گا، اس دن ہر نفس کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اچھے اعمال سرانجام دیے ہوں گے تو اچھا، اور برے اعمال کیے ہوں گے تو برا، جزا اور سزا کے اس عمل میں کسی بھی شخص پر رتی برابر ظلم بھی نہیں کیا جائے گا، کیونکہ فیصلہ کرنے والی ذات وہ ہوگی جو ازل سے ''عدل'' کے ساتھ متصف ہے۔ ٢٣ اس آیت مبارکہ میں اپنی خواہشات کے پجاری شخص کا ذکر کیا گیا

الْمُبِيْنُ ﴿٣٠﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ

الْمُبِيْنُ ﴿٣٠﴾	وَ	اَمَّا	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	اَفَلَمْ	تَكُنْ	اٰيٰتِيْ	تُتْلٰى	عَلَيْكُمْ
کھلی	اور	رہے	وہ لوگ	کفر کیا انہوں نے	تو کیا نہیں	تھیں	میری آیتیں	تلاوت کی جاتیں	تم پر

کامیابی ہے۔ ﴿٣٠﴾ اور باقی رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، تو کیا تمہارے سامنے میری آیتوں کی تلاوت نہ کی جاتی تھی؟

فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣١﴾ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

فَاسْتَكْبَرْتُمْ	وَ	كُنْتُمْ	قَوْمًا	مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣١﴾	وَ	اِذَا	قِيْلَ	اِنَّ	وَعْدَ	اللّٰهِ
تو تکبر کیا تم نے	اور	تم تھے	قوم	جرم کرنے والے	اور	جب	کہا جاتا	کہ بیشک	وعدہ	اللہ کا

کہ تم نے تکبر کیا اور تم مجرم لوگ تھے۔ ﴿٣١﴾ اور جب اُن سے کہا جاتا تھا کہ بیشک اللہ کا وعدہ

حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ

حَقٌّ	وَّ	السَّاعَةُ	لَا	رَيْبَ	فِيْهَا	قُلْتُمْ	مَّا	نَدْرِيْ	مَا	السَّاعَةُ
برحق	اور	قیامت	نہیں	کوئی شک	اسمیں	تم کہتے	نہیں	ہم جانتے	کیا ہے	قیامت

برحق ہے اور قیامت آنے میں کوئی شک نہیں ہے تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے؟ ہم تو

اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا

اِنْ	نَّظُنُّ	اِلَّا	ظَنًّا	وَّ	مَا	نَحْنُ	بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿٣٢﴾	وَبَدَا	لَهُمْ	سَيِّاٰتُ	مَا
نہیں	گمان کرتے ہم	مگر	ایک گمان	اور	نہیں	ہم	یقین رکھنے والے	اور ظاہر ہوگئیں	ان کیلئے	برائیاں	اس کی جو

اسے صرف ایک گمان سمجھتے ہیں اور ہمیں اس کا یقین نہیں۔ ﴿٣٢﴾ اور اُن کے سامنے اُن کے اعمال کی

عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ

عَمِلُوْا	وَ	حَاقَ	بِهِمْ	مَّا	كَانُوْا	بِهٖ	يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٣﴾	وَ	قِيْلَ	الْيَوْمَ
عمل کیا انہوں نے	اور	الٹا آ پڑا	ان پر	وہ جو	تھے وہ	اس کا	مذاق اڑاتے رہے	اور	کہا جائیگا	آج کے دن

برائیاں ظاہر ہو جائیں گی اور اُن پر وہ چیز الٹی آ پڑے گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ ﴿٣٣﴾ اور کہا جائے گا کہ آج ہم

نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ

نَنْسٰىكُمْ	كَمَا	نَسِيْتُمْ	لِقَآءَ	يَوْمِكُمْ	هٰذَا	وَمَاْوٰىكُمُ	النَّارُ	وَ	مَا	لَكُمْ	مِّنْ
ہم تمہیں بھلادیں گے	جیسا کہ	تم نے بھلادیا	ملاقات کو	تمہارے دن کی	یہ	اور تمہارا ٹھکانہ	جہنم	اور	نہیں	تمہارے لئے	سے

تمہیں بھلا دیں گے جیسے تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلادیا تھا اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار

ہے، جو اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیتا ہے اس کے دل میں جس وقت جس چیز کی خواہش پیدا ہوتی ہے وہ اسے اسی وقت پورا کرلیتا ہے، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، خریدنے بیچنے، بولنے اور تولنے میں اس کی خواہش ہی اس کے لیے سب سے زیادہ اہم ہوتی ہے، وہ حلال و حرام، جائز اور ناجائز کی فکر سے آزاد ہوجاتا ہے، اگر اس کے پاس پہلے سے علم موجود ہو تو وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور گمراہی کے راستے پر چل پڑتا ہے، اس کے کانوں پر مہر لگ جاتی ہے اور وہ حق بات سننے میں تکلیف محسوس کرتا ہے، اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے اور وہ حق سوچ رکھنے اور صحیح سمت میں غور وفکر کرنے سے محروم ہو جاتا ہے، اس کی آنکھوں پر غفلت کی موٹی چادر پڑ جاتی ہے اور وہ حق دیکھنے کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے، گویا تمام جسمانی اعضا صحیح سالم ہونے کے باوجود اس مصرف میں استعمال نہیں ہوتے جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں بنایا ہے، ایسے گمراہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، اللہ تعالیٰ ہدایت کے بعد گمراہی سے محفوظ فرمائے۔ (٣٤) اس آیتِ مبارکہ میں دہریہ قسم کے لوگوں کے نظریات کی تردید اور مذمت کی گئی ہے، دہریہ کا لفظ ''دہر'' سے نکلا ہے جس کا معنی زمانہ ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے تو کیا قائل ہوتے، وجود باری تعالیٰ ہی کے منکر ہوتے ہیں، ان کا فلسفہ یہ ہے کہ اس کائنات کا یہ نظام خود بخود وجود میں آیا ہے، ایک خودکار نظام کی طرح اس میں لوگ جیتے اور مرتے ہیں، کچھ لوگ پیدا ہوکر دنیا میں آجاتے ہیں اور کچھ لوگ فنا ہوکر ختم ہوجاتے ہیں، اس دنیا کے پیچھے اور کوئی دنیا نہیں ہے، اس زندگی کے بعد کوئی اور زندگی نہیں ہے، جو ایک مرتبہ مرگیا وہ ختم ہوگیا، جب تک دن اور رات کا چکر قائم ہے، سورج اور چاند کی گردش سے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں، اس وقت تک یہ کائنات اور اس کا سارا نظام باقی ہے اور جس دن یہ گردش رک جائے گی، اس دن یہ سارا نظام خود بخود ختم ہوجائے گا، اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں دو جملے فرمائے ہیں، پہلا یہ کہ ان لوگوں کو اس کی حقیقت معلوم ہی نہیں ہے، دوسرا یہ کہ یہ لوگ محض اندازے اور تخمینے لگا رہے ہیں، مطلب یہ کہ ان لوگوں کے پاس اپنے فاسد نظریات اور بیہودہ افکار وخیالات کی کوئی علمی مستند دلیل نہیں ہے جس سے استدلال کرکے یہ لوگ اپنے دعوے کو مضبوطی کے ساتھ ثابت کرسکیں، ان کے پاس صرف چند ظنی قیاس ہیں جنہیں ملا کر یہ لوگ ایک نتیجہ حاصل کرلیتے ہیں اور اس پر پوری عمارت کھڑی کرلیتے ہیں حالانکہ اصولی طور پر انہوں نے جتنا بڑا دعویٰ کیا ہے، اس کی دلیل بھی اتنی ہی بلکہ اس سے زیادہ بڑی اور مضبوط ہونی چاہیے، خلاصہ یہ کہ ''دہریت'' کو ثابت کرنے کے لیے دہریوں کے پاس کوئی مضبوط دلائل نہیں ہیں، جبکہ اس کے مقابلے میں وجود باری تعالیٰ اور توحید باری تعالیٰ پر سینکڑوں، ہزاروں دلائل سے استدلال کیا جاسکتا ہے، جو کہ بہت سی کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں۔ (٣٥) اس آیت مبارکہ میں دوبارہ زندگی کے منکرین کی ایک دلیل ذکر کی گئی ہے جو ان کے نزدیک بہت وزنی ہوسکتی ہے، لیکن حقیقت میں وہ لولی لنگڑی ہے، دلیل یہ ہے کہ اگر اس زندگی کے بعد دوسری زندگی اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا برحق ہے تو ہمارے جو آباؤ اجداد ہم سے پہلے مرکھپ گئے اور مٹی نے ان کے جسموں کو کھالیا، وہ اب تک زندہ کیوں نہیں ہوئے؟ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو انہیں زندہ کرکے دکھادو، یہ دلیل لولی لنگڑی اس لیے ہے کہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے سے

نٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ

نٰصِرِيْنَ ۞	ذٰلِكُمْ	بِاَنَّكُمُ	اتَّخَذْتُمْ	اٰيٰتِ	اللّٰهِ	هُزُوًا	وَّ	غَرَّتْكُمُ	الْحَيٰوةُ
مددگاروں کے	یہ تمہاری حالت	کہ بیشک تم	بنالیا تم نے	آیتوں کو	اللہ کی	مذاق	اور	دھوکہ دیا تمہیں	زندگی نے

نہیں ہے۔ ۳۴ یہ اس وجہ سے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنا لیا اور تمہیں دنیوی زندگی نے دھوکے میں

الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ

الدُّنْيَا	فَالْيَوْمَ	لَا	يُخْرَجُوْنَ	مِنْهَا	وَ	لَا	هُمْ	يُسْتَعْتَبُوْنَ ۞	فَلِلّٰهِ
دنیا کی	سو آج کے دن	نہیں	نکالے جائیں گے وہ	اس سے	اور	نہ	وہ	توبہ طلب کیے جائیں گے	سو اللہ ہی کیلئے

ڈال دیا، سو آج انہیں وہاں سے نہ نکالا جائے گا اور نہ ہی اُن سے توبہ طلب کی جائے گی۔ ۳۵ سو اللہ ہی کیلئے

الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ

الْحَمْدُ	رَبِّ	السَّمٰوٰتِ	وَ	رَبِّ	الْاَرْضِ	رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ۞	وَ	لَهُ
تمام تعریفیں	رب	آسمانوں کا	اور	رب	زمین کا	رب	جہان والوں کا	اور	اس کیلئے

تمام تعریفیں ہیں جو آسمانوں کا رب ہے، اور زمین کا رب ہے، تمام جہان والوں کا رب ہے۔ ۳۶ اور اُسی کیلئے

الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾ ع

الْكِبْرِيَآءُ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	هُوَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ۞
بڑائی	بیچ	آسمانوں کے	اور	زمین کے	اور	وہ	غالب	حکمت والا

آسمانوں اور زمین میں بڑائی ہے، اور وہ غالب، حکمت والا ہے۔ ۳۷

ع ۴ ۱۱ ۲۰

زیادہ بڑے معجزات ان کے سامنے پیش کیے جا چکے ہیں، سب سے بڑا معجزہ تو یہی قرآن کریم ہے جس کی آیتیں انہیں شب و روز پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، اور جس کی تاثیر سے مردہ دلوں کو نئی زندگی ملی ہے، کیا انہوں نے ان معجزات کو تسلیم کرلیا جو مُردوں کو دوبارہ زندہ کرکے دکھانے کا مطالبہ کر رہے ہیں؟ حالانکہ مردہ جسموں کو زندہ کرنے سے زیادہ بڑا معجزہ مردہ روحوں کو زندہ کرنا ہے، جس کی روشن مثالیں ہر زمانے میں اتنی کثرت کے ساتھ موجود رہی ہیں کہ ان سب کا انکار کرنا ممکن نہیں ہے۔ ۲۶ اس آیت مبارکہ میں دہریوں اور منکرین قیامت کی دلیل کا جواب دیا گیا ہے کہ جس اللہ نے تمہیں زندگی دی ہے، وہی تمہیں موت دیتا ہے، وہی تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا، کیونکہ موت وحیات اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، اس سے دہریوں کی تردید بھی ہوگئی جو یہ کہتے ہیں کہ ہماری زندگی اور موت کا تعلق زمانے کی گردش اور دن رات کے چکر سے ہے، حقیقت یہ ہے کہ زمانے کی گردش اور دن رات کا چکر بھی اسی پروردگار کے حکم کے تابع ہے جو موت و حیات کا مالک ہے، وہی اولین و آخرین کو قیامت کے دن ایک وسیع وعریض میدان میں جمع کرے گا، وہ دن برحق ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے، یہ الگ بات ہے کہ لوگوں کی اکثریت اس سے غافل اور بے خبر ہے۔ ۲۷ اس آیت مبارکہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ زمین وآسمان پر اللہ تعالیٰ ہی کی حکومت ہے، یہ سب ملک اسی کا ہے اور یہ پوری سلطنت اسی کی ہے، اس حکومت وسلطنت کو قائم کرنے میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس نظام کو چلانے میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہے، وہی حقیقی بادشاہ اور مالک ہے، باقی سب حکومتیں اور تمام حکمران عارضی اور مجازی ہیں، دوسری بات یہ کہ قیامت کے دن ظالموں اور باطل پرستوں کو نقصان اٹھانا پڑے گا اور اس دن جس کا نقصان ہوگیا، اس کی ساری محنت برباد اور پونجی ضائع ہوگئی، اور کوئی شک نہیں کہ اس دن کسی پر ظلم نہیں ہوگا، ہر شخص اپنی کمائی کا پھل کھائے گا جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ۲۸ اس آیت مبارکہ میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ ہر امت آپ کو گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی دکھائی دے گی، انسان جب خوفزدہ ہوتا ہے تو گھٹنوں کے بل جھک جاتا ہے، چونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا جلال پورے عروج پر ہوگا، جہنم غیظ وغضب کے مارے چنگھاڑ رہی ہوگی اور سورج سوا نیزے پر ہوگا اس لیے انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر شخص ہی خوفزدہ اور فکرمند ہوگا، دوسری یہ کہ ہر امت کو ان کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا کہ آکر اپنا نامہ اعمال دیکھیں، آیت کے الفاظ میں اس بات کی گنجائش بھی موجود ہے کہ جس طرح انفرادی طور پر ہر شخص کا نامہ اعمال مرتب ہوتا ہے، اسی طرح ہر امت اور قوم کا اجتماعی نامہ اعمال بھی مرتب ہوتا ہے جیسے کسی کلاس میں پڑھنے والے ہر طالب علم کا انفرادی نتیجہ الگ ہوتا ہے اور اجتماعی نتیجہ الگ ہوتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلاں طالب علم نے اتنے نمبرات اور فلاں امتیازی حیثیت حاصل کی ہے اور فلاں کلاس کا مجموعی نتیجہ اتنے فیصد رہا، اس کے علاوہ پورے ادارے کا مجموعی نتیجہ بھی بیان کیا جاتا ہے، نامہ اعمال کی تقسیم بھی اگر اس طرح ہو تو آیت کے الفاظ میں اس کی گنجائش موجود ہے، تیسری بات یہ کہ ہر انسان کو صرف انہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے خود سر انجام دیئے ہوں گے، یعنی کسی کو ظلم کی بنا پر ناحق سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ ۲۹ اس آیت مبارکہ میں نامہ اعمال کے حوالے سے تین باتیں فرمائی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے فرمایا ہے "هٰذا كتابنا" جس سے اس کی اہمیت کی طرف اشارہ ہوتا ہے، دوسری بات یہ کہ اس کتاب یعنی نامہ اعمال میں انسان کے حوالے سے جو کچھ لکھا گیا ہے اور یہ کتاب جو کچھ بتاتی ہے وہ سب برحق ہے، اس میں ایک گناہ بھی ایسا درج نہیں ہے جو انسان نے نہ کیا ہو اور وہ غلطی سے یا جان بوجھ کر اس میں لکھ دیا گیا ہو اور ایک بھی نیکی ایسی نہیں ہے جو انسان نے اخلاص کے ساتھ کی ہو اور وہ اس میں درج ہونے سے رہ گئی ہو، تیسری بات یہ کہ اسے لکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتے متعین فرمار کھے تھے، انسان عمل کرتا جاتا تھا، اللہ تعالیٰ اسے فرشتوں کے ذریعے لکھواتا جاتا تھا، یہ طریقہ زیادہ محفوظ ہے اور اس پر اعتراض بھی نہیں کیا جاسکتا، ہفتہ دس دن کے بعد لکھے جانے پر حرف گیری کرنے کی صورت باہمی معاملات میں ممکن ہے، لیکن یہاں تو اس کا بھی امکان نہیں ہے، اس لیے اس میں جو درج کر دیا گیا ہے، وہ سب برحق ہے۔ ۳۰ اس آیت مبارکہ میں ایمان اور اعمال صالحہ کا ذخیرہ جمع کرنے والوں کے لیے حق تعالیٰ کی طرف سے انعام کا وعدہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی "رحمت" میں داخل فرمائے گا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سب سے بڑا مرکز "جنت" ہے، لہٰذا یہاں رحمت سے مراد مرکز رحمت جنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے کھلی کامیابی قرار دیا ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو جنت میں داخل کر دیا، اسے سب سے اہم امتحان میں سب سے عظیم کامیابی حاصل ہوگئی اور یہی اصل کامیابی ہے، کیونکہ دنیا کی کامیابی عارضی اور آخرت کی کامیابی دائمی اور باقی ہے۔ ۳۱ اس آیت مبارکہ میں کافروں کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ جب ان کا نامہ اعمال ان کے حوالے کیا جائے گا اور انہیں ان کے کفر وشرک اور گناہوں کی پاداش میں جہنم بھیجنے کا فیصلہ سنا یا جائے گا تو ان سے کہا جائے گا کہ جب تمہارے سامنے میری آیتوں کی تلاوت کی جاتی تھی تو تمہارا متکبرانہ رویہ اور مجرمانہ ذہنیت کھل کر سامنے آجاتی تھی، تم لوگ آیات الٰہیہ کے سامنے عاجزی سے جھک جانے کی بجائے غرور وتکبر سے اکڑ جاتے تھے اور تمہارا سینہ پھول جاتا تھا، تمہارا جرم ثابت ہو چکا ہے اور تمہارے مجرم ہونے میں کسی قسم کا شبہ باقی نہیں بچا، لہٰذا تم مجرموں جیسے انجام کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ۳۲ اس آیت مبارکہ

میں کافروں کو یاد دلایا گیا ہے کہ دنیا میں جب تم سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ہر وعدہ برحق ہے، خواہ اس کا تعلق دنیا سے ہو یا آخرت سے، نیز یہ کہ جزا اور سزا کا وعدہ بھی برحق ہے، قیامت برحق ہے، وہ ضرور آئے گی اور اس کے وقوع پذیر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، تو تم اس پر ایمان لانے کی بجائے الٹا اس کا مذاق اڑاتے تھے، تم کہتے تھے کہ ہمیں کیا خبر، قیامت کس چیز کا نام ہے؟ ہمارے خیال میں تو وہ کوئی موہوم اور ظنی سی چیز ہے، ایسی باتوں پر ہم یقین نہیں کرتے، آج تم ہماری بارگاہ میں حاضر ہو، کیا تمہیں اب بھی یقین نہیں آیا کہ دنیا میں تم سے جو کہا گیا تھا، وہ برحق تھا؟ (۳۳) اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن کافروں کے انجام کے حوالے سے دو باتیں فرمائی گئی ہیں، پہلی یہ کہ دنیا میں انہوں نے جتنے گناہ کیے ہوں گے وہ سب ان کے سامنے روز روشن کی طرح نمایاں ہو جائیں گے، دنیا کی طرح نہ ہوگا کہ وہ ان کی نظروں سے مخفی رہ جائیں یا کچھ یاد رہ جائیں اور کچھ بھول جائیں، دوسری بات یہ کہ دنیا میں وہ جن چیزوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے، وہ ان پر الٹی آ پڑیں گی، چنانچہ سب سے پہلے تو وہ اس عذاب میں گرفتار ہوں گے جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے، جسے جلدی لانے کا مطالبہ کرتے تھے، جس پر مقرر انیس فرشتوں کی تعداد کی ہنسی اڑاتے تھے، جہنم کے درختوں کا ذکر سن کر کہا کرتے تھے کہ بھلا آگ میں درخت کا کیا کام؟ یہ اور اس طرح کی تمام باتیں ان کے سامنے آئیں گی اور انہیں ان کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ (۳۴) اس آیت مبارکہ میں کافروں کے لیے تین سزائیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ ان سے واضح لفظوں میں کہہ دیا جائے گا کہ جس طرح تم نے اس دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا تھا، میرے پیغمبروں اور نیک بندوں نے تمہیں ہمیشہ اس دن سے ڈرایا لیکن تم نے ان کی بات کو سنجیدہ نہیں لیا، اس کی اہمیت سے روگردانی کی اور اسے معمولی سمجھ کر بھلا بیٹھے، اس کی سزا یہ ہے کہ آج ہم تمہیں بھلا دیں گے، تم ہمیں جتنا مرضی پکارو، ہم تمہاری کوئی پکار نہ سنیں گے، دوسری سزا یہ کہ تمہارا ٹھکانہ جہنم کو مقرر کیا جا رہا ہے، تمہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے، یہ ٹھکانہ عارضی نہیں ہے، بلکہ دائمی قیام گاہ ہے، لہٰذا تمہیں یہاں سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا، تیسری سزا یہ کہ یہاں تمہارا کوئی مددگار اور حمایتی نہیں ہے اس لیے یہ خیال دل سے نکال دو کہ تمہارا کوئی ہمدرد اور خیر خواہ یہاں پہنچ کر تمہاری کسی قسم کی مدد کر سکے گا اور جو لوگ پہلے سے یہاں تمہارے ساتھ موجود ہیں، وہ بھی تمہاری کسی قسم کی مدد نہیں کر سکتے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنی مصیبت میں گرفتار ہے، جو خود دوسروں کی راہ دیکھ رہا ہو، وہ تمہیں منزل تک خاک پہنچائے گا۔ (۳۵) اس آیت مبارکہ میں کافروں کو سزا دیے جانے کی دو وجہیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ دنیا میں انہوں نے اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا، احکام شرعیہ اور دینی تعلیمات کی ہنسی اڑائی، ان میں خامیاں تلاش کرنے کی کوشش کی، دین اور شعائر دین کو اپنے طنز و تشنیع اور مذاق کا نشانہ بنالیا، ایسے شخص کو اگر سزا نہ دی جائے تو کیا اس کی حوصلہ افزائی کی جائے؟ دوسری وجہ یہ کہ وہ دنیوی زندگی کے دھوکے اور فریب کا شکار ہو گئے، وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ دنیا میں انہوں نے ہمیشہ رہنا ہے، دنیا اور اس کی نعمتیں دائمی ہیں، اگر انہیں دوبارہ زندہ کیا گیا تب بھی انہیں موجودہ تمام نعمتیں ضرور دی جائیں گی، اس دھوکے نے انہیں اپنے حقیقی معبود سے دور کر دیا اور وہ اس کے ساتھ کفر و شرک پر آمادہ ہو گئے، اس کی سزا یہ ہے کہ انہیں جہنم سے بھی

نہیں نکالا جائے گا اور نہ ہی ان کی توبہ قبول کی جائے گی، کیونکہ توبہ کی جگہ دنیا ہے، جہنم نہیں۔ (۳۶) اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے تین درجے بیان کر کے اس کے لیے ہر طرح کی حمد و ثنا اور تعریف کا استحقاق بیان کیا گیا ہے، گویا یوں کہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی حمد و ثنا کا مستحق ہے، اس کی پہلی دلیل خود لفظ ''اللہ'' ہے، چونکہ وہ ''اللہ'' ہے اس لیے تعریف صرف اسی کی ہونی چاہیے، دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ آسمانوں کا رب ہے، تیسری دلیل یہ ہے کہ وہ زمین کا رب ہے اور چوتھی دلیل یہ ہے کہ وہ تمام جہانوں کا رب ہے، جس کی ربوبیت عامہ سے کائنات کا ذرہ ذرہ فائدہ اٹھا رہا ہو، تعریف بھی صرف اسی کی ہونی چاہیے۔ (۳۷) اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے صفت عزیز اور حکیم کے علاوہ ''صفت کبریائی'' کو ثابت کیا گیا ہے، کہ زمین و آسمان میں کبریائی اسی پر جچتی ہے، اس لیے وہی حقیقی متکبر ہے اور متکبر ہونا اس کے لیے قابل ستائش ہے، انسان کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی چیز پر تکبر کرے، اس لیے کہ تکبر اسے کرنا چاہیے جس کے پاس موجود چیز اس کی اپنی ذاتی ملکیت میں ہو اور انسان کے پاس ذاتی ملکیت کا تصور نہیں ہے، ذاتی اور حقیقی ملکیت تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، لہٰذا تکبر اور کبریائی صرف اسی کو سزاوار ہے اور جو شخص غرور و تکبر کا شکار ہوتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے گویا وہ اللہ تعالیٰ سے اس کی کبریائی کی چادر کو چھیننے کی کوشش کرتا ہے، اس کوشش میں تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، البتہ اس کا نقصان اسے یہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ سے مقابلہ اور جھگڑا کرنے کی وجہ سے وہ جہنم کا مستحق ہو جاتا ہے جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں یہ مضمون آیا ہے کہ کبریائی میری اوپر کی چادر اور عظمت میرا تہبند یعنی نیچے کی چادر ہے، جو شخص ان میں سے کسی چیز کے حوالے سے مجھ سے کشمکش کرے گا، میں اسے جہنم میں پھینک دوں گا، اس لیے تمام تعریفیں بھی اسی کی ہیں اور ہر قسم کی بڑائی اور کبریائی بھی اسی کی ہے اور وہی سب پر غالب، حکمت والا ہے۔ الحمد للہ! آج مورخہ ۲۴ جولائی ۲۰۱۹ء بروز بدھ بعد نماز مغرب پچیس پاروں کے مختصر حواشی مکمل ہوئے، اللہ تعالیٰ اسے قبول و مقبول اور نافع فرما کر ذخیرہ آخرت اور ذریعہ نجات فرمائے۔ آمین

اٰيَاتُهَا ۳۵ | (۴۶) سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ (۶۶) | رُكُوْعَاتُهَا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۲ مَا خَلَقْنَا

حٰمٓ۝	تَنْزِيْلُ	الْكِتٰبِ	مِنَ	اللّٰهِ	الْعَزِيْزِ	الْحَكِيْمِ۝	مَا	خَلَقْنَا
حٰم	اتاری ہوئی	کتاب	سے	اللہ کے	غالب	حکمت والا	نہیں	پیدا کیا ہم نے

حٰم ۱ یہ کتاب اُس اللہ کی طرف سے اتاری گئی ہے جو غالب، حکمت والا ہے۔ ۲ ہم نے آسمانوں اور زمین

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضَ	وَ	مَا	بَيْنَهُمَآ	اِلَّا	بِالْحَقِّ	وَ	اَجَلٍ	مُّسَمًّى ؕ
آسمانوں کو	اور	زمین کو	اور	جو کچھ	ان دونوں کے درمیان	مگر	ساتھ حق کے	اور	مدت	متعین شدہ

اور اُن کے درمیان جو کچھ ہے، برحق اور ایک مقررہ مدت کیلئے ہی پیدا کیا ہے،

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝۳ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ

وَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	عَمَّآ	اُنْذِرُوْا	مُعْرِضُوْنَ۝	قُلْ	اَرَءَيْتُمْ	مَّا	تَدْعُوْنَ
اور	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	اس سے جو	وہ ڈرائے گئے	اعراض کرنے والے	تو کہہ	یہ تو بتاؤ	وہ جو	تم پکارتے ہو

اور کافر اُس چیز سے اعراض کرتے ہیں جس سے اُنہیں ڈرایا جاتا ہے۔ ۳ اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتاؤ کہ تم اللہ کو چھوڑ کر

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي

مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	اَرُوْنِيْ	مَاذَا	خَلَقُوْا	مِنَ	الْاَرْضِ	اَمْ	لَهُمْ	شِرْكٌ	فِي
سے	علاوہ	اللہ کے	مجھے دکھاؤ تم	کیا ہے وہ جو	پیدا کیا انہوں نے	سے	زمین کے	یا	ان کیلئے	کوئی شراکت	بیچ

جنہیں پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ تو سہی کہ انہوں نے زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کی

السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ

السَّمٰوٰتِ ؕ	اِيْتُوْنِيْ	بِكِتٰبٍ	مِّنْ	قَبْلِ	هٰذَآ	اَوْ	اَثٰرَةٍ	مِّنْ	عِلْمٍ	اِنْ
آسمانوں کے	لاؤ تم میرے پاس	کوئی کتاب	سے	پہلے	اس کے	یا	سینہ بہ سینہ	سے	علم کے	اگر

شراکت ہے، میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا سینہ بہ سینہ آنے والا علم لیکر آؤ، اگر

سورة الاحقاف

سورۂ احقاف مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۲۵۹۵، کلمات ۶۴۴، آیات ۳۵ اور رکوعات ۴ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ۲۱ میں "احقاف" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ احقاف رکھا گیا، یہ اس جگہ کا نام ہے جہاں قوم عاد آباد تھی، اس سورت کے آغاز میں مشرکین سے ان کے شرک و بت پرستی پر عقلی اور نقلی دلیل کا تقاضا کیا گیا ہے، جس کا منشا یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ اپنے کفر اور شرک کو کسی عقلی اور نقلی دلیل سے ثابت نہیں کر سکتے، مشرکین کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اگر اس دین میں کوئی خیر ہوتی تو وہ خیر ان غریب مزدوروں کو ملنے کی بجائے ہمیں ملتی کیونکہ ہم معززین اور شرفاء میں سے ہیں، اس کے علاوہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کر کے اچھی اور بری اولاد کا ذکر کیا گیا ہے، پھر قوم عاد پر بادلوں سے آگ برسانے اور انہیں تباہ و برباد کرنے کا حوالہ دیکر سمجھایا گیا ہے کہ تم ان سے زیادہ طاقتور نہیں ہو، اگر ہم چاہیں تو تمہیں بھی دم کے دم میں نیست و نابود کر دیں، آخر میں جنات کے ایک گروہ کا اسلام قبول کر لینا، قرآنِ کریم کی تلاوت توجہ سے سننا اور اپنی قوم کی طرف داعی بن کر پلٹ جانا مذکور ہوا ہے، یہ واقعہ نبی علیہ السلام کی طائف سے واپسی پر پیش آیا تھا، اس وقت نبی علیہ السلام مقام نخلہ میں تھے، جنات کے اس گروہ کا تعلق نصیبین کے علاقے سے تھا، یہ وہ وقت تھا جبکہ سرداران قریش اسلام کی عداوت پر کمر بستہ تھے، اللہ نے دکھا دیا کہ اگر انسان اس سعادت کے حصول سے محروم رہیں تو اللہ جنات کو کھڑا کر دے گا اور وہ اس دعوت کو ساری دنیا میں عام کریں گے اور اللہ کیلئے یہ کچھ مشکل نہیں ہے۔ ۱ یہ آیت حروف مقطعات میں سے ہے اس پر سورۂ بقرہ کا پہلا حاشیہ ملاحظہ فرمائیے۔ ۲ اس آیت مبارکہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری جانے والی کتاب ہے، مشرکین کا یہ کہنا غلط ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خود گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے، دوسری یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں ذکر کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ "العزیز" ہے، وہ ہر فرد اور چیز پر غالب ہے، وہ نہایت زبردست ہے حقیقی عزت اسی کی ہے، جسے وہ عزت دیدے، وہ معزز ہو جاتا ہے اور جسے وہ ذلیل کر دے وہ ذلیل ہو جاتا ہے، اس صفت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی نازل کی ہوئی کتاب بھی باعزت اور تمام کتابوں پر غالب ہو، یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب وہ خود اس کا اپنا کلام ہو، دوسری صفت یہ کہ وہ "الحکیم" ہے، اس کا ہر قول اور عمل حکمت پر مبنی ہوتا ہے، اسی وجہ سے قرآن اس قدر حکیمانہ کلام ہے کہ اس کی مثال پیش کرنے سے دنیا بھر کے حکماء اور دانشور عاجز ہیں۔ ۳ اس آیت مبارکہ میں زمین و آسمان کی تخلیق کے حوالے سے دو باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے مقصد اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا، اس کی مخلوق میں تو ایک معمولی مچھر اور چیونٹی بھی بے فائدہ اور بے مقصد پیدا نہیں کی گئی، اتنا بڑا آسمان اور اتنی بڑی زمین بے فائدہ کیونکر ہو سکتی ہے؟ ان فوائد اور حکمتوں کا احاطہ کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے، ان میں سب سے بڑی حکمت اور فائدہ یہ ہے کہ انسان زمین و آسمان کی تخلیق پر غور کر کے اس کے خالق تک پہنچنے کی کوشش کرے، اگر اس پورے نظام کو دیکھ کر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کا قائل ہو جائے اور وہ گمراہی کی دلدل سے نکل کر ہدایت کی صاف ستھری اور سیدھی شاہراہ پر چل پڑے تو زمین و آسمان کی تخلیق کا ایک بڑا مقصد پورا ہو گیا اور اگر اس پورے نظام کو دیکھ کر بھی کسی کو ہدایت نہ ملے تو یہ اس نظام کی خرابی نہیں، بلکہ اس کی فطری استعداد کی خرابی ہے، دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو ہمیشہ کیلئے پیدا نہیں کیا، بلکہ ایک مقررہ وقت کے لیے پیدا کیا ہے، جب وہ مقررہ وقت آ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سارے نظام کو لپیٹ دے گا، ساتوں آسمان اس کی ایک مٹھی میں اور ساتوں

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴﴾ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ

كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿۴﴾	وَ	مَنْ	اَضَلُّ	مِمَّنْ	يَّدْعُوْا	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	مَنْ
تم ہو	سچے	اور	کون	زیادہ گمراہ	اس سے جو	پکارتا ہے	سے	علاوہ	اللہ کے	اسے جو

تم سچے ہو۔ ﴿۴﴾ اور اُس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو پکارے جو قیامت کے

لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۵﴾ وَاِذَا

لَا	يَسْتَجِيْبُ	لَهٗۤ	اِلٰى	يَوْمِ	الْقِيٰمَةِ	وَ	هُمْ	عَنْ	دُعَآئِهِمْ	غٰفِلُوْنَ ﴿۵﴾	وَ	اِذَا
نہیں	قبول کرے گا	اس کیلئے	طرف	دن	قیامت کے	اور	وہ	سے	ان کے پکارنے کے	بے خبر رہنے والے	اور	جب

دن تک بھی اُس کی پکار قبول نہ کر سکیں، اور وہ تو اُن کے پکارنے سے ہی بے خبر ہیں۔ ﴿۵﴾ اور جب

حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۶﴾ وَاِذَا

حُشِرَ	النَّاسُ	كَانُوْا	لَهُمْ	اَعْدَآءً	وَّ	كَانُوْا	بِعِبَادَتِهِمْ	كٰفِرِيْنَ ﴿۶﴾	وَاِذَا
جمع کیا جائیگا	لوگوں کو	ہو جائیں گے وہ	ان کیلئے	دشمن	اور	ہو جائیں گے وہ	ان کی عبادت کا	انکار کرنے والے	اور جب

لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو وہ اُن کے دشمن ہو جائیں گے اور وہ اُن کی عبادت سے انکار کر دیں گے۔ ﴿۶﴾ اور جب

تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا

تُتْلٰى	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتُنَا	بَيِّنٰتٍ	قَالَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لِلْحَقِّ	لَمَّا	جَآءَهُمْ	هٰذَا
تلاوت کی جاتی ہیں	ان پر	ہماری آیتیں	واضح	کہتے ہیں	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	حق کیلئے	جب	آیا وہ ان کے پاس	یہ

اُن کے سامنے ہماری واضح آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو کافر لوگ حق بات کے متعلق کہتے ہیں جبکہ وہ اُن کے پاس پہنچ چکی کہ یہ تو

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ

سِحْرٌ	مُّبِيْنٌ ﴿۷﴾	اَمْ	يَقُوْلُوْنَ	افْتَرٰىهُ	قُلْ	اِنِ	افْتَرَيْتُهٗ	فَلَا	تَمْلِكُوْنَ
جادو	کھلا	کیا	یہ کہتے ہیں	گھڑ لیا ہے اس نے اسے	تُو کہہ	اگر	میں نے اسے گھڑا ہے	تو نہیں	اختیار رکھتے تم

کھلا جادو ہے۔ ﴿۷﴾ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اِسے خود ہی گھڑ لیا ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ اگر میں نے اِسے خود ہی گھڑ لیا ہے تو تم اللہ کے سامنے

لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا

لِيْ	مِنَ	اللّٰهِ	شَيْـًٔا	هُوَ	اَعْلَمُ	بِمَا	تُفِيْضُوْنَ	فِيْهِ	كَفٰى	بِهٖ	شَهِيْدًا
میرے لئے	سے	اللہ کے	کچھ بھی	وہ	زیادہ جانتا ہے	اسے جو	تم گھستے ہو	اسمیں	کافی ہے	وہ	گواہ بننے کو

میرے لیے کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے، وہ اُن باتوں کو خوب جانتا ہے جن میں تم مشغول ہو رہے ہو، وہ میرے اور تمہارے درمیان

زمینیں اس کی دوسری مٹھی میں ہوں گی، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ زمین و آسمان کا جثہ اس قدر بڑا ہونے کے باوجود وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی عبادت اور پوجا شروع کردی جائے، کیونکہ زمین و آسمان مخلوق ہیں اور مخلوق میں معبود بننے کی صلاحیت نہیں پائی جاتی، نیز زمین و آسمان حادث ہیں اور جو چیز حادث ہو، وہ بھی معبود نہیں بن سکتی، نیز زمین و آسمان نہ ازلی ہیں اور نہ ابدی، اس لیے وہ معبود نہیں ہو سکتے، نیز زمین و آسمان اجسام ہیں، اور اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے، خلاصہ یہ کہ زمین و آسمان کو اس لیے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ تک رسائی کا ذریعہ بن سکیں، لیکن کفار و مشرکین قدرت کی ان نشانیوں سے اعراض کر کے نکل جاتے ہیں۔ ﴿۴﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید و یکتائی کا انکار کرنے والوں کے سامنے چند سوالات رکھے گئے ہیں، اگر وہ اپنے کفر و شرک، بت پرستی اور انکار توحید میں سچے ہیں تو ان سوالات کا جواب دیں، پہلا سوال یہ کہ ان کے معبودوں اور بتوں نے زمین کا کون سا ٹکڑا پیدا کیا ہے؟ یہ سوال اس لیے کہ گزشتہ آیت میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ زمین کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے، لہٰذا جو خالق ہو، اسے معبود بھی ہونا چاہیے، اگر مشرکوں کو اپنے بتوں کے معبود ہونے کا دعویٰ ہے تو سب سے پہلے ان کا خالق ہونا ثابت کریں، اگر پوری زمین نہیں تو اس کا کچھ حصہ ہی دکھا دیں جو ان کے معبودوں نے بنایا ہو، دوسرا سوال یہ کہ کیا ان کے معبود آسمان کی چھت ڈالنے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شراکت دار رہے ہیں کہ آسمان کا کچھ حصہ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہو اور کچھ حصہ ان کے معبودوں نے، اور اس طرح مل جل کر سب نے ایک آسمان یا ساتوں آسمان تخلیق کر لیے ہوں؟ اگر ایسا ہو تو یہ ان کے معبودوں کے لیے بڑے فخر کی بات ہوگی کہ آسمانوں کی تخلیق میں وہ اللہ تعالیٰ کے شراکت دار بن گئے، اس کے بعد حق بنتا ہے کہ وہ خدائی میں بھی اس کے شریک ٹھہریں، تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر تمہارے پاس اپنے کفر و شرک اور بت پرستی کا جواز ثابت کرنے کی کوئی نقلی دلیل ہے تو اسے پیش کرو، یعنی کسی آسمانی کتاب کی کوئی ایسی عبارت حوالے کے طور پر پیش کرو جس سے بت پرستی کا جواز ثابت ہوتا ہو، مشرکین کے لیے بہت آسان تھا کہ وہ اپنی سچائی ثابت کرنے اور مسلمانوں کو لاجواب کرنے کے لیے کسی بھی آسمانی کتاب کا کوئی حوالہ لے آتے اور اس مسئلے میں مباحثہ اور مناظرہ ہی ختم ہو جاتا، بلکہ قرآن کریم نے اس سے بھی آگے بڑھ کر انہیں یہ سہولت دی ہے کہ اگر تمہارے پاس کسی آسمانی کتاب کا حوالہ دستیاب نہیں ہے تو کوئی بات نہیں، جو علوم تمہیں اپنے آباؤ اجداد اور پیغمبرانہ تعلیمات سے سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے چلے آ رہے ہیں، ان تعلیمات میں سے ہی کوئی روایت اور خبر دلیل کے طور پر پیش کردو، قرآن کریم نے ان تعلیمات کے لیے "اثارۃ من علم" کی تعبیر اختیار کی ہے، دوسرے لفظوں میں اسے "علم الاثر" بھی کہا جا سکتا ہے اور ہمارے یہاں اثر کا لفظ حدیث کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے امام محمد کی کتاب الآثار، گویا کہ علم الاثر سے مراد علم الحدیث ہے، اس طرح آیت مذکورہ سے حجیت حدیث بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ احکام شرعیہ کا سب سے پہلا ماخذ کتاب اللہ ہے، اس کے بعد دوسرا ماخذ علم الحدیث ہے، اب خلاصہ یہ ہوا کہ مشرکین اپنے کفر و شرک کو سابقہ آسمانی کتابوں یا گزشتہ انبیاء کی احادیث و تعلیمات سے ثابت کر کے دکھا دیں، انہیں ان کے کفر و شرک میں معذور سمجھا جائے گا۔ ﴿۵﴾ اس آیت مبارکہ میں استفہام کے انداز میں اس شخص کو سب سے بڑا گمراہ انسان قرار دیا گیا ہے جو غیر اللہ کو پکارتا رہتا ہے، اس کے آگے سجدے کرتا ہے، اس سے دعائیں کرتا ہے اور اللہ کو بھلا دیتا ہے، اسے اس بات پر تعجب بھی نہیں ہوتا کہ جسے وہ پکار رہا ہے وہ قیامت تک اس کی پکار نہیں سن سکتا، وہ مرتے دم تک اسے پکارتا رہے، اس کی پکار قبول کرنے کی اس میں صلاحیت اور قابلیت ہی نہیں ہے، بلکہ پکار کو قبول کرنا تو

بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ

بَيْنِيْ	وَ	بَيْنَكُمْ	وَ	هُوَ	الْغَفُوْرُ	الرَّحِيْمُ ۝	قُلْ	مَا	كُنْتُ	بِدْعًا	مِّنَ
میرے درمیان	اور	تمہارے درمیان	اور	وہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	تُو کہہ	نہیں	ہوں میں	انوکھا	سے

گواہ بننے کیلئے کافی ہے، اور وہ خوب بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ [8] اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ میں کوئی انوکھا رسول

الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى

الرُّسُلِ	وَ	مَآ	اَدْرِيْ	مَا	يُفْعَلُ	بِيْ	وَ	لَا	بِكُمْ	اِنْ	اَتَّبِعُ	اِلَّا	مَا	يُوْحٰٓى
پیغمبروں کے	اور	نہیں	جانتا میں	کیا	ہوگا	میرے ساتھ	اور	نہ	تمہارے ساتھ	نہیں	پیروی کرتا میں	مگر	اس کی جو	وحی کی گئی

تو نہیں آیا، اور مجھے معلوم نہیں ہے کہ میرے ساتھ کیا ہوگا یا تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟ میں تو صرف اُس وحی کی پیروی کر رہا ہوں جو مجھ پر

اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

اِلَيَّ	وَ	مَآ	اَنَا	اِلَّا	نَذِيْرٌ	مُّبِيْنٌ ۝	قُلْ	اَرَءَيْتُمْ	اِنْ	كَانَ	مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ
میری طرف	اور	نہیں	میں	مگر	ڈرانے والا	کھلا	تُو کہہ	یہ تو بتاؤ	اگر	ہو وہ	سے	نزدیک	اللہ کے

بھیجی جاتی ہے اور میں تو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ [9] آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتاؤ، اگر یہ کلام واقعۃً اللہ کی طرف سے آیا ہو

وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ

وَ	كَفَرْتُمْ	بِهٖ	وَ	شَهِدَ	شَاهِدٌ	مِّنْ	بَنِيْٓ	اِسْرَاۗءِيْلَ	عَلٰي	مِثْلِهٖ	فَاٰمَنَ
اور	انکار کیا تم نے	اس کا	اور	گواہی دی	ایک گواہ نے	سے	بیٹوں کے	اسرائیل کے	پر	اس کے مثل کے	سو ایمان لایا وہ

اور تم اس کا انکار کرتے رہو اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ بھی ایسی کتاب کی گواہی دے چکا ہو، سو وہ ایمان لے آیا

وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ۧ وَقَالَ الَّذِيْنَ

وَاسْتَكْبَرْتُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يَهْدِي	الْقَوْمَ	الظّٰلِمِيْنَ ۝	وَ	قَالَ	الَّذِيْنَ
اور تکبر کیا تم نے	بیشک	اللہ	نہیں	ہدایت دیتا	قوم کو	ظالموں کی	اور	کہا	ان لوگوں نے

اور تم تکبر کرتے رہے، بیشک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ [10] اور کافر لوگ

ع ۱۰ / ۱

كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ

كَفَرُوْا	لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَوْ	كَانَ	خَيْرًا	مَّا	سَبَقُوْنَآ	اِلَيْهِ	وَ	اِذْ	لَمْ
کفر کیا انہوں نے	ان لوگوں سے جو	ایمان لائے	اگر	ہوتا وہ	زیادہ بہتر	نہ	آگے بڑھتے وہ ہم سے	اس کی طرف	اور	جب	نہیں

اہلِ ایمان کے متعلق کہنے لگے کہ اگر یہ دین زیادہ بہتر ہوتا تو یہ لوگ اِس میں ہم سے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے، اور چونکہ اِس کے

رہا ایک طرف، انہیں تو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ کوئی انہیں پکار رہا ہے اور انہیں اس کی پکار کو قبول کرنا ہے، ایسے بے خبر اور غافل و مدہوش معبودوں کی عبادت کرنے والے کو گمراہ نہ کہیں تو اور کیا کہیں؟ [6] اس آیت مبارکہ میں میدان حشر کا ایک منظر بیان کیا گیا ہے کہ جب مشرکین اور ان کے جھوٹے معبود میدان حشر میں جمع ہوں گے، تو بجائے اس کے کہ وہ ایک دوسرے سے ہمدردی کریں، ایک دوسرے کو تسلی دیں، معبود اپنی عبادت کرنے والوں کے کام آئیں، ان سے غم خواری کریں اور ان کی مدد کریں، وہ تو ان کے دشمن ہوجائیں گے اور ان کے درمیان عداوت اور دشمنی اس قدر بڑھ جائے گی کہ وہ ان کے روبرو ہونے کو پسند نہیں کریں گے اور اس بات سے انکار کردیں گے کہ کبھی ان کی عبادت کی گئی تھی، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ جن پتوں پر بھروسہ تھا، وہی پتے ہوا دینے لگے، مشرکین کو اپنے معبودوں پر بڑا ناز تھا، ان کی خاطر انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، توحید سے منہ موڑا، کفر و شرک اور بت پرستی پر اصرار کیا، گناہوں کی زندگی میں غرق رہے، آج وہی معبود ان سے بیزار ہوجائیں گے اور ان سے اپنی لاتعلقی کا اظہار کریں گے۔ [7] اس آیت مبارکہ میں کفار اور مشرکین کا قرآن کریم کے متعلق تبصرہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ لوگ قرآن کریم پر ایمان لانے کی بجائے اس کی تلاوت سن کر اسے جادو قرار دیتے ہیں، نیز رسول اکرم ﷺ کو (العیاذ باللہ) جادوگر قرار دیتے ہیں، دراصل مشرکین مکہ کو یہ تو معلوم تھا کہ قرآن کریم نہایت پرتاثیر کتاب ہے اور اس کی تاثیر ظاہری زندگی کے علاوہ روحانی زندگی کو بھی تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، اب اس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اس پر ایمان لے آتے، لیکن انہوں نے اسے جادو قرار دینا شروع کردیا اور اس پر ایمان لانے سے انکار کردیا۔ [8] اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے اس اعتراض جواب دیا گیا ہے کہ محمد ﷺ نے قرآن کریم کو اپنے پاس سے گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کردی ہے، حقیقت میں یہ کلام اللہ نہیں، بلکہ کلام محمد ہے (ﷺ) اس کا جواب خود نبی علیہ السلام کی زبان مبارک سے دیا گیا ہے کہ اگر تمہارا یہ الزام سچا ہے کہ میں نے اس کلام کو اپنے پاس سے گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردیا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف ایک ایسی بات کی جھوٹی نسبت کی ہے جو اس نے نہیں کہی ہے، جھوٹ تو ویسے ہی جرم ہے اور اگر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا جائے تو اس کی برائی میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ بندے سے ناراض ہوتا ہے اور اسے سزا دیتا ہے، اب اگر اللہ تعالیٰ تمہارے الزام کے نتیجے میں مجھ سے (خدانخواستہ) ناراضگی کا اظہار کرے تو کیا تم اس کے مقابلے میں میرے کسی کام آسکو گے؟ کیا تمہارا کوئی زور اور اختیار اللہ کے مقابلے میں چل سکے گا؟ کیا تم میری مدد اور نصرت کرسکو گے؟ اور مجھے ایسی کیا ضرورت پیش آگئی کہ میں اللہ کی ناراضگی کو دعوت دیتا پھروں؟ یاد رکھو! کہ تم لوگ جن الزام تراشیوں اور بے بنیاد مفروضوں اور من گھڑت الزامات میں مصروف ہو، وہ اللہ کے علم سے باہر نہیں ہیں، اللہ ان سے بخوبی واقف اور باخبر ہے، تمہارے الزامات پر میں اپنے اور تمہارے درمیان اللہ کو گواہ بناتا ہوں، جس سے بڑھ کر سچا گواہ کوئی نہیں ہوسکتا اور گواہ بننے کے لیے وہ اکیلا ہی کافی ہے، وہ سب سے زیادہ بخشنے والا، سب سے بڑھ کر مہربان اور شفیق ہے، مطلب یہ کہ اگر تم آج بھی اپنے الزامات سے باز آجاؤ تو اس کی بخشش اور مہربانی کے مستحق بن سکتے ہو۔ [9] اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو سلسلۂ نبوت کی کڑی قرار دیا گیا ہے، یہ کڑی سب سے اہم اور آخری ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے سلسلۂ نبوت کو ختم فرمادیا، اس آیت کا منشا یہ ہے کہ جس طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو نبوت و رسالت کے لیے منتخب کیا گیا، اسی طرح مجھے بھی منتخب کیا گیا ہے، میں کسی ایسی انوکھی چیز کا دعویٰ نہیں کر رہا جو

يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ⑪ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ

يَهْتَدُوْا	بِهٖ	فَسَيَقُوْلُوْنَ	هٰذَآ	اِفْكٌ	قَدِيْمٌ ⑪	وَ	مِنْ	قَبْلِهٖ	كِتٰبُ
ہدایت پائی انہوں نے	ساتھ اس کے	تو عنقریب کہیں گے	یہ	جھوٹ	پرانا	اور	سے	اس کے پہلے	کتاب

ذریعے وہ سیدھی راہ پر نہیں آئے، اس لیے یہ کہہ دیں گے کہ یہ تو پرانا گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔ ⑪ اور اس سے پہلے موسیٰ کی

مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا

مُوْسٰٓى	اِمَامًا	وَّ	رَحْمَةً ؕ	وَ	هٰذَا	كِتٰبٌ	مُّصَدِّقٌ	لِّسَانًا	عَرَبِيًّا
موسیٰ کی	رہنما	اور	رحمت	اور	یہ	کتاب	تصدیق کرنے والی	زبان میں	عربی

کتاب رہنما اور باعثِ رحمت تھی، اور یہ کتاب "جو کہ عربی زبان میں ہے" اُس کی تصدیق کرتی ہے،

لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ⑫ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا

لِّيُنْذِرَ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا ۖ	وَ	بُشْرٰى	لِلْمُحْسِنِيْنَ ⑫	اِنَّ	الَّذِيْنَ	قَالُوْا
تاکہ ڈرائے	ان لوگوں کو	ظلم کیا انہوں نے	اور	خوشخبری	نیکوکاروں کیلئے	بیشک	وہ لوگ جو	کہا انہوں نے

تاکہ ظالموں کو ڈرائے، اور نیکوکاروں کیلئے خوشخبری ہے۔ ⑫ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا

رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ⑬ اُولٰٓئِكَ

رَبُّنَا	اللّٰهُ	ثُمَّ	اسْتَقَامُوْا	فَلَا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَ	لَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ ⑬	اُولٰٓئِكَ
ہمارا رب	اللہ	پھر	ثابت قدم رہے وہ	تو نہ	کوئی خوف	ان پر	اور	نہ	وہ	غمگین ہوں گے	وہی لوگ

کہ ہمارا رب تو اللہ ہے، پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، تو ایسے لوگوں پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ⑬ یہی لوگ

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑭

اَصْحٰبُ	الْجَنَّةِ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا ۚ	جَزَآءًۢ	بِمَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ⑭
ساتھی	جنت کے	ہمیشہ رہنے والے	اسمیں	بدلہ	اس کا جو	وہ تھے	کرتے رہے

اہلِ جنت ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بدلہ ہو گا اُن اعمال کا جو وہ کرتے رہے تھے۔ ⑭

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ

وَ	وَصَّيْنَا	الْاِنْسَانَ	بِوَالِدَيْهِ	اِحْسٰنًا ؕ	حَمَلَتْهُ	اُمُّهٗ	كُرْهًا	وَّ	وَضَعَتْهُ
اور	تاکید کی ہم نے	انسان کو	ساتھ اس کے والدین کے	حسنِ سلوک کی	بوجھ اٹھایا اس کا	اس کی ماں نے	مشقت سے	اور	جنم دیا اسے

اور ہم نے انسان کو اُس کے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی، اُسے اُس کی ماں نے مشقت کے ساتھ پیٹ میں اٹھائے رکھا اور تکلیف برداشت کر کے

لوگوں کے لیے اجنبی اور نامانوس ہو، اور اس سے پہلے کوئی ایسا شخص کسی قوم اور زمانے میں نہ آیا ہو جس نے نبوت و رسالت کا دعویٰ نہ کیا ہو، بلکہ ہر قوم اور ہر زمانے میں ہی اللہ تعالیٰ نے نبوت اور انبیاء و رسل کا سلسلہ قائم رکھا، یہاں تک کہ موجودہ زمانہ آ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان منصب کے لیے میرا انتخاب فرمایا، اس لیے تمہیں میری نبوت و رسالت کا انکار کرنے کی بجائے اس پر ایمان لانا چاہیے تاکہ تم قیامت کے دن کی شرمندگی اور رسوائی سے بچ جاؤ، کیونکہ عنقریب ایک ایسا دن آنے والا ہے جس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، صرف انسان کا ایمان اور اس کے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مہربانی کو اپنی طرف کھینچنے کا ذریعہ اور سبب بن سکیں گے، مجھے معلوم نہیں ہے کہ اس دن میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟ مجھے کیا کیا انعامات عطا فرمائے جائیں گے؟ ان کی مکمل تفصیلات ابھی مجھے نہیں بتائی گئی ہیں اور تمہارے کفر و شرک اور بت پرستی کے نتیجے میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟ اس کا اجمالی حال معلوم ہونے کے باوجود اس کی مکمل تفصیلات میرے علم میں نہیں ہیں، کیونکہ قرآن و سنت میں جنت اور جہنم کے حوالے سے جتنی تفصیلات وارد ہوئی ہیں، وہ سب اس وقت "اجمال" معلوم ہوں گی جب اہل جنت کو جنت میں اور اہل جہنم کو جہنم میں جانے کی اجازت ملے گی اور جزا و سزا کی مکمل تفصیلات معلوم نہ ہونے سے مجھے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا، کیونکہ میں تو اس وحی کی پیروی کر رہا ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے اور جس میں ضرورت کی ہر تفصیل موجود ہے اور میرا کام صرف اتنا ہے کہ میں تمہیں تمہارا انجام اور مستقبل میں پیش آنے والے حالات اور ہولناک مصائب سے شفقت اور دلی ہمدردی کے ساتھ آگاہ کر دوں، سو میں اپنی ذمہ داری پوری کرتا رہوں گا، ماننا یا نہ ماننا تمہارے اختیار میں ہے۔ ⑩ اس آیت مبارکہ میں کافروں اور مشرکوں سے قرآن کریم کی بابت ایک سوال پوچھا گیا ہے، یہ سوال ایک حقیقت پسند انسان کے لیے غور و فکر کے نئے دروازے کشادہ کرتا ہے، قدرے تفصیل کے ساتھ اس سوال کو یوں پیش کیا جا سکتا ہے کہ رسالت مآب ﷺ پر جب نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا اور انہوں نے اہل مکہ سے اپنی دعوت کا آغاز فرمایا، انہیں قرآن سنایا اور انہیں بتایا کہ یہ اللہ کا کلام ہے جو اس نے مجھ پر نازل فرمایا ہے، تو اہل مکہ کے پاس دو صورتیں تھیں ایک یہ کہ وہ اس پر ایمان لے آتے اور دوسری یہ کہ وہ اس کا انکار کر دیتے، اگر وہ ایمان لاتے تو وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ جس شخص کی چالیس سالہ زندگی کے روز و شب ہمارے سامنے کھلی کتاب کی طرح موجود ہیں اور اس میں ہمیں کہیں کسی بھی قسم کا جھوٹ، خیانت، وعدہ خلافی، بدنظری، بداخلاقی اور بدزبانی کا کوئی شائبہ بھی دکھائی نہیں دیا، ہم کیسے تسلیم کر لیں کہ ایسا پاکیزہ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی نسبت کر سکتا ہے؟ وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ اگر یہ کلام درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آیا ہو جیسا کہ محمد ﷺ کہتے ہیں، اور ہم ان کے کہنے پر اسے تسلیم کر کے ایمان لے آئیں تو ہمارا کیا نقصان ہوگا؟ اس کلام میں وہی تعلیمات درج ہیں جو فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں اور وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ اگر یہ کلام برحق نہ ہوتا، اسے محمد ﷺ نے خود گھڑا ہوتا اور یہ اللہ کا کلام نہ ہوتا تو بنی اسرائیل میں سے جو لوگ علمی اعتبار سے معروف و مشہور ہیں اور جن کے علم پر بنی اسرائیل اعتماد کرتے ہیں، وہ اس پر ایمان نہ لاتے، کیونکہ وہ لوگ تو پہلے سے اہل کتاب ہیں اور آسمانی کتابوں کے مضامین سے واقف ہیں، ان کا ایمان لانا ہی قرآن اور صاحب قرآن کی صداقت کی دلیل ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ ان کے پاس ایمان لانے کی معقول وجوہات اور بہترین توجیہات ہو سکتی تھیں، اس کے باوجود انہوں نے کفر کا راستہ اختیار کر کے قرآن اور صاحب قرآن کا انکار کر دیا، اہل کتاب میں سے ذی علم لوگ ایمان کی سعادت سے بہرہ

كُرْهًا ۭ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ

كُرْهًا ۭ	وَ	حَمْلُهٗ	وَ	فِصٰلُهٗ	ثَلٰثُوْنَ	شَهْرًا ۭ	حَتّٰٓى	اِذَا	بَلَغَ	اَشُدَّهٗ
مشقت سے	اور	اس کا پیٹ میں رہنا	اور	اس کا دودھ چھڑانا	تیس	ماہ میں	یہاں تک کہ	جب	پہنچا وہ	اپنی طاقت کو

اُسے جنم دیا، اور اُس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھڑانا تیس ماہ میں ہوا، یہاں تک کہ جب وہ اپنی طاقت کو پہنچا

وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ

وَ	بَلَغَ	اَرْبَعِيْنَ	سَنَةً ۙ	قَالَ	رَبِّ	اَوْزِعْنِيْٓ	اَنْ	اَشْكُرَ	نِعْمَتَكَ	الَّتِيْٓ
اور	پہنچا وہ	چالیس	سال کو	کہنے لگا	اے میرے پروردگار	توفیق دے مجھے	کہ	شکر ادا کروں	تیری نعمت کا	وہ جو

اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہنے لگا کہ پروردگار! مجھے اس بات کی توفیق عطا فرما کہ تیری اُن نعمتوں کا شکر ادا کروں

اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ

اَنْعَمْتَ	عَلَيَّ	وَ	عَلٰى	وَالِدَيَّ	وَ	اَنْ	اَعْمَلَ	صَالِحًا	تَرْضٰىهُ
تو نے انعام کی	مجھ پر	اور	پر	میرے والدین کے	اور	یہ کہ	میں عمل کروں	نیک	تو پسند کرے اسے

جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام کی ہیں، اور یہ کہ میں ایسے نیک اعمال کروں جو تجھے پسند ہوں،

وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ⑮

وَ	اَصْلِحْ	لِيْ	فِيْ	ذُرِّيَّتِيْ ۚ	اِنِّىْ	تُبْتُ	اِلَيْكَ	وَ	اِنِّىْ	مِنَ	الْمُسْلِمِيْنَ ⑮
اور	اصلاح کر	میرے لئے	بیچ	میری اولاد کے	بیشک میں	توبہ کرتا ہوں	تیری طرف	اور	بیشک میں	سے	مسلمانوں کے

اور میری اولاد کی بھی اصلاح فرما، میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں، اور بیشک میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ ⑮

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ

اُولٰۗىِٕكَ	الَّذِيْنَ	نَتَقَبَّلُ	عَنْهُمْ	اَحْسَنَ	مَا	عَمِلُوْا	وَ	نَتَجَاوَزُ	عَنْ
وہی لوگ	وہ جو	قبول کرتے ہیں ہم	ان سے	بہترین	وہ جو	عمل کیے انہوں نے	اور	درگزر کرتے ہیں ہم	سے

یہی لوگ ہیں جن کے اچھے اعمال ہم قبول کرتے ہیں اور اُن کی لغزشات سے

سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۭ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا

سَيِّاٰتِهِمْ	فِيْٓ	اَصْحٰبِ	الْجَنَّةِ ۭ	وَعْدَ	الصِّدْقِ	الَّذِيْ	كَانُوْا
ان کی لغزشوں کے	بیچ	رہنے والوں کے	جنت کے	وعدہ	سچا	وہ جو	تھے وہ

درگذر کرتے ہیں، یہ لوگ اہلِ جنت میں شامل ہیں، یہ سچا وعدہ ہے جو اُن سے

ور ہو گئے اور مشرکین مکہ اپنے غرور وتکبر میں مارے گئے، درست ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ⑪ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم پر ایمان نہ لانے کے حوالے سے کفار ومشرکین کی ایک "فرسودہ" دلیل ذکر کی گئی ہے، دلیل "فرسودہ" اس لیے ہے کہ وہ کسی ٹھوس مقدمے پر مبنی نہیں ہے، بلکہ زمانہ قدیم سے تمام مشرکین اسی دلیل کے سہارے اپنے بیانیے کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور ہمیشہ ناکام ہوئے ہیں، دلیل یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کا دین اور قرآن زیادہ بہتر ہوتا تو اسے حاصل کرنے کے لیے معززین، شرفاء اور بہترین لوگ ہی آگے بڑھتے اور اسے قبول کر لیتے، ان کی نگاہوں میں عزت و شرافت اور بہترین ہونے کا معیار مال و دولت کی کثرت، دنیوی عہدے اور منصب، ظاہری آرائش وآسائش کا سامان اور وہ چیزیں تھیں جنہیں قرآن نے عارضی اور فانی کہا ہے، چونکہ کفار ومشرکین کے پاس یہ چیزیں موجود تھیں اس لیے وہ خود کو بہترین سمجھتے تھے اور چونکہ ابتدائی مسلمان ہونے والوں میں بیشتر لوگ مالی اور مادی اعتبار سے زیادہ مستحکم نہیں تھے، اس لیے وہ انہیں اپنے سے کم ترین اور حقیر سمجھتے تھے اور اس سے استدلال کرتے تھے کہ ان حقیر اور کم ترین لوگوں کے اسلام قبول کرنے سے واضح ہو گیا کہ اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے، ورنہ خیر اور بھلائی حاصل کرنے کے اصل حقدار تو ہم لوگ ہیں، عقل کے میدان میں چونکہ اس دلیل کی کوئی اہمیت نہیں ہے، اس لیے قرآن کریم نے اس استدلال کا کوئی جواب نہیں دیا ہے، کیونکہ ہر شخص یہ بات جانتا ہے کہ ہر بہترین آدمی ہر خیر حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر شریر کی رسائی شر تک ہی ہو، بسا اوقات بہترین آدمی شر کی طرف چل پڑتا ہے اور شریر آدمی خیر کی جانب روانہ ہو جاتا ہے، نیز یہ کہ انہوں نے بہترین اور کم ترین کا جو معیار مقرر کیا ہے وہ بھی درست نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس معیار کا اعتبار نہیں فرماتا، اس لیے اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ یہاں ایک پیشین گوئی مدنظر رہے کہ ہدایت سے محروم ہونے کی وجہ سے عنقریب یہی لوگ قرآن کریم کے متعلق کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے، جسے خود ہی گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے حالانکہ یہ پرانا جھوٹ نہیں، پرانا سچ ہے جو شروع سے چلا آ رہا ہے۔ ⑫ اس آیت مبارکہ میں تورات اور قرآن کریم کا تذکرہ وتعارف جمع کر دیا گیا ہے، تورات کا نزول قرآن کریم سے پہلے ہوا ہے اور تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں قرآن کریم کے بعد دوسرا نمبر تورات ہی کا ہے، تورات اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی، یہاں اس کے دو وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ تورات "امام" تھی، امام کا لفظی معنیٰ "پیشوا" ہوتا ہے چونکہ امام اپنے مقتدیوں سے آگے ہوتا اور ان کی پیشوائی کرتا ہے اس لیے اسے "امام" کہا جاتا ہے، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی تورات بھی بنی اسرائیل کے لیے پیشوا تھی جس کی پیشوائی میں وہ اپنی مذہبی زندگی گزار سکتے تھے، دوسرا وصف یہ کہ تورات باعث رحمت تھی، چنانچہ جو لوگ اس زمانے میں تورات پر ایمان لے آئے تھے، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مرکز میں داخل ہو گئے تھے، جب وہ زمانہ گزر گیا تو اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری کتاب نازل فرما دی، یہاں قرآن کریم کے چار وصف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ قرآن تصدیق کرنے والی کتاب ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ تورات، انجیل اور زبور اللہ تعالیٰ کی کتابیں ہیں، نیز وہ ان کتابوں کی برحق تعلیمات کی بھی تصدیق کرتا ہے، ان کی تکذیب یا تردید کرنے کی بجائے ان کی تائید کرتا ہے، دوسرا وصف یہ کہ اسے عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے، اس لیے کہ اس کے اولین مخاطب اہل عرب تھے، نیز عربی زبان میں وہ امتیازی خوبیاں پائی جاتی ہیں جو اسے دوسری زبانوں پر نمایاں فوقیت دیتی ہیں، تیسرا وصف یہ کہ قرآن ظالموں کو

يُوعَدُوْنَ ۝١٦ وَالَّذِىْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدَانِنِىٓ اَنْ اُخْرَجَ

يُوعَدُوْنَ۝	وَ	الَّذِىْ	قَالَ	لِوَالِدَيْهِ	اُفٍّ	لَّكُمَآ	اَتَعِدَانِنِىٓ	اَنْ	اُخْرَجَ
وعدہ کئے گئے	اور	جس نے	کہا	اپنے والدین سے	افسوس	تم پر	کیا تم دونوں وعدہ دیتے ہو مجھے	یہ کہ	میں نکالا جاؤں گا

کیا جاتا تھا۔ ۱٦ اور وہ شخص جس نے اپنے والدین سے کہا کہ تم پر افسوس ہے، کیا تم مجھے اس بات کی دھمکی دیتے ہو کہ مجھے نکالا جائے گا

وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِىْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ

وَ	قَدْ	خَلَتِ	الْقُرُوْنُ	مِنْ	قَبْلِىْ ۚ	وَ	هُمَا	يَسْتَغِيْثٰنِ	اللّٰهَ	وَيْلَكَ	اٰمِنْ ۖ
اور	تحقیق	گزر چکی ہیں	جماعتیں	سے	میرے پہلے	اور	وہ دونوں	فریاد کرتے ہیں	اللہ سے	ہلاکت ہو تیری	ایمان لے آ

حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی جماعتیں گذر چکی ہیں؟ اور وہ دونوں اللہ کے سامنے فریاد کرتے ہیں، کہ کم بخت! ایمان لے آ،

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٧

اِنَّ	وَعْدَ	اللّٰهِ	حَقٌّ ۚ	فَيَقُوْلُ	مَا	هٰذَآ	اِلَّآ	اَسَاطِيْرُ	الْاَوَّلِيْنَ۝
بیشک	وعدہ	اللہ کا	برحق	سو کہتا ہے وہ	نہیں	یہ	مگر	کہانیاں	پہلوں کی

کیونکہ اللہ کا وعدہ برحق ہے، تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ ۱۷

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِىٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ

اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	حَقَّ	عَلَيْهِمُ	الْقَوْلُ	فِىٓ	اُمَمٍ	قَدْ	خَلَتْ	مِنْ	قَبْلِهِمْ
وہی لوگ	وہ جو	ثابت ہوگئی	ان پر	بات	بیچ	امتوں کے	تحقیق	گزر چکی ہیں	سے	ان کے پہلے

یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق پہلی امتوں سمیت عذاب کا فیصلہ ہو چکا جو ان سے پہلے جن و انس میں سے

مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝١٨ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا

مِّنَ	الْجِنِّ	وَ	الْاِنْسِ ۭ	اِنَّهُمْ	كَانُوْا	خٰسِرِيْنَ۝	وَ	لِكُلٍّ	دَرَجٰتٌ	مِّمَّا
سے	جنوں کے	اور	انسانوں کے	بیشک وہ	تھے	نقصان والے	اور	ہر ایک کیلئے	درجے	اسمیں سے جو

گذر چکی ہیں، بیشک وہ نقصان اٹھانے والے تھے۔ ۱۸ اور ہر ایک کیلئے اُس کے اعمال کے

عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝١٩ وَيَوْمَ يُعْرَضُ

عَمِلُوْا ۚ	وَلِيُوَفِّيَهُمْ	اَعْمَالَهُمْ	وَ	هُمْ	لَا	يُظْلَمُوْنَ۝	وَ	يَوْمَ	يُعْرَضُ
عمل کئے انہوں نے	اور تاکہ پورا دے انہیں	ان کے اعمال	اور	وہ	نہیں	ظلم کئے جائیں گے	اور	جس دن	پیش کیا جائیگا

اعتبار سے درجے ہیں، تاکہ وہ اُنہیں اُن کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ۱۹ اور جس دن کافروں کو

ان کے انجام اور مستقبل میں پیش آنے والے ہولناک مصائب سے آگاہ اور باخبر کرتا ہے تاکہ وہ اپنے ظلم وستم اور ناانصافیوں سے باز آجائیں اور چوتھا وصف یہ کہ قرآن کریم نیک لوگوں کو بہترین انجام اور جنت کے انعامات کی خوشخبری سنا کر ان کی حوصلہ افزائی کرتا اور ان کے ایمان کو تازگی بخشتا ہے۔ ۱۳ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو ہر قسم کے رنج وغم اور خوف و دہشت سے آزاد قرار دیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کر کے اس پر استقامت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہیں کیونکہ زبان سے اقرار اسی وقت معتبر ہوتا ہے جبکہ انسان کے عمل اور اس کے اعضاء و جوارح سے اس کی تائید ہوتی ہو اور وہ اس اقرار پر ثابت قدمی کا بھی مظاہرہ کرے، ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ کر ہر قسم کے رنج اور غم سے محفوظ ہو جائیں گے، اس سے استقامت کی اہمیت اور فضیلت بھی معلوم ہوتی ہے۔ ۱۴ اس آیت مبارکہ میں اہل استقامت کا انجام بیان کیا گیا ہے، انہیں اہل جنت قرار دیکر یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے، انہیں وہاں سے نکالا نہ جائے گا، کیونکہ جنت مقام رحمت ہے اور جس شخص پر اللہ تعالیٰ رحم فرما کر اسے جنت میں داخل کر دے اسے وہاں سے نکال کر جہنم میں بھیج دینا اللہ تعالیٰ کی شان رحمت کے شایان نہیں ہے، نیز اہل جنت کو یہ بھی بتایا جائے گا کہ آج انہیں جو نعمتیں دی جا رہی ہیں، وہ ان اعمال کا بدلہ ہے جو وہ دنیا میں سرانجام دیتے رہے ہیں گویا کہ ان کے نامہ اعمال میں درج نیکیوں کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔ ۱۵ اس آیت مبارکہ میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے، اس تاکید کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی ہے اور اس کے لیے ''وصیت'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے گویا جس طرح وصیت پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے، اسی طرح اس تاکیدی حکم پر عمل کرنا بھی ضروری ہے، اس آیت کی تفسیر میں چند نکات نمبروار ذکر کیے جا رہے ہیں، تفصیل کے لیے ''حقوق الوالدین'' کے موضوع پر لکھی گئی کتب کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ (الف) یہاں ''الانسان'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو مسلم اور غیر مسلم، عالم اور جاہل، امیر اور غریب، چھوٹے اور بڑے سب کو شامل ہے، گویا والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم صرف مسلمانوں کو نہیں ہے، غیر مسلموں کو بھی ہے، لیکن اس پر عمل کی توفیق زیادہ تر مسلمانوں کو ہی نصیب ہوتی ہے، مغربی معاشرہ میں ماں باپ پر ہاتھ اٹھا لینا کوئی بڑی یا بری بات نہیں رہ گئی ہے، اس عاجز نے خود ایک نوجوان لڑکی کو بھرے مجمع میں اپنے باپ کے منہ پر طمانچہ مارتے ہوئے دیکھا ہے، اعاذنا اللہ منہا (ب) یہاں ''بوالدیہ'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو ماں اور باپ دونوں کو شامل ہے، اگرچہ درجہ بندی کے اعتبار سے ماں کے ساتھ تین گنا زیادہ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے لیکن باپ کے ساتھ بھی بدسلوکی جائز نہیں رکھی گئی۔ (ج) یہاں ''احسان'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو حسن سلوک کی تمام صورتوں کو شامل ہے، خواہ قول کے ذریعے ہو یا عمل کے ذریعے۔ (د) یہاں والدہ کی دو مشقتوں کا ذکر کیا گیا ہے، اگرچہ ایک عورت ماں بننے کے ہر مرحلے میں ہی مشقت اٹھاتی ہے، لیکن دو مرحلوں میں اس کی مشقت معمول سے زیادہ ہوتی ہے، پہلا مرحلہ اس کے رحم میں ''پانی کے استقرار'' کا ہوتا ہے، آغاز میں عورت جسمانی تبدیلی کے مراحل سے گزرتی ہے اور ابتدائی مہینوں میں بسا اوقات وہ جو کچھ کھاتی ہے قے کے ذریعے وہ سب اس کے جسم سے خارج ہو جاتا ہے بعض اوقات اس پر کمزوری غالب آجاتی ہے، بلڈ پریشر کنٹرول نہیں ہوتا، جسم میں کھچاؤ، درد اور بے آرامی کا احساس رہتا ہے بعض خواتین کو اس دوران نیند بہت زیادہ آتی ہے بعض خواتین کی نیند کم ہو جاتی ہے، مزاج میں چڑچڑا پن آجاتا ہے، بے موسمی پھل کھانے کو دل چاہتا ہے اسے بہت سی احتیاطی تدابیر اختیار کرنی پڑتی ہیں اسے وزن اٹھانے سے منع کیا جاتا ہے، بار بار سیڑھیاں اترنے اور

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا

الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	عَلَى	النَّارِ	اَذْهَبْتُمْ	طَيِّبٰتِكُمْ	فِيْ	حَيَاتِكُمُ	الدُّنْيَا
ان لوگوں کو	کفر کیا انہوں نے	پر	جہنم کے	لے جا چکے تم	اپنی پاکیزہ چیزیں	بیچ	اپنی زندگی کے	دنیا کی

جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا، تم اپنی پاکیزہ چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں لے جا چکے ہو

وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ

وَاسْتَمْتَعْتُمْ	بِهَا	فَالْيَوْمَ	تُجْزَوْنَ	عَذَابَ	الْهُوْنِ	بِمَا	كُنْتُمْ
اور فائدہ اٹھالیا تم نے	ان سے	سو آج کے دن	تم بدلہ دیے جاؤ گے	عذاب کا	رسوائی کے	بدلے اس کے جو	تم تھے

اور تم اُن سے فائدہ بھی اٹھا چکے ہو، سو آج تمہیں بدلے میں رسوا کن عذاب دیا جائے گا کیونکہ تم

تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَاذْكُرْ

ع ۲ ۱۰ ۲

تَسْتَكْبِرُوْنَ	فِيْ	الْاَرْضِ	بِغَيْرِ	الْحَقِّ	وَ	بِمَا	كُنْتُمْ	تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾	وَاذْكُرْ
تکبر کرتے	بیچ	زمین کے	بغیر	حق کے	اور	بدلے اس کے جو	تم تھے	نافرمانی کرتے	اور یاد کر

زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور کیونکہ تم نافرمانی کرتے تھے۔ ﴿۲۰﴾ اور عاد کے بھائی کو

اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ

اَخَا	عَادٍ	اِذْ	اَنْذَرَ	قَوْمَهٗ	بِالْاَحْقَافِ	وَ	قَدْ	خَلَتِ	النُّذُرُ	مِنْ	بَيْنِ	يَدَيْهِ
بھائی کو	عاد کے	جب	ڈرایا اس نے	اپنی قوم کو	احقاف میں	اور	یقیناً	گزر چکے	ڈرانے والے	سے	درمیان	اس کے دونوں ہاتھوں کے

یاد کیجیے، جب اُس نے اپنی قوم کو "احقاف" میں ڈرایا اور اُن سے پہلے بھی اور اُن کے بعد بھی بہت سے ڈرانے والے

وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ

وَ	مِنْ	خَلْفِهٖ	اَلَّا	تَعْبُدُوْا	اِلَّا	اللّٰهَ	اِنِّيْ	اَخَافُ	عَلَيْكُمْ	عَذَابَ
اور	سے	اس کے پیچھے	یہ کہ نہ	عبادت کرو تم	مگر	اللہ کی	بیشک میں	ڈرتا ہوں	تم پر	عذاب سے

گزر چکے تھے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، مجھے تمہارے متعلق ایک بڑے دن کے

يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ

يَوْمٍ	عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾	قَالُوْا	اَجِئْتَنَا	لِتَاْفِكَنَا	عَنْ	اٰلِهَتِنَا	فَاْتِنَا	بِمَا	تَعِدُنَا	اِنْ
ایک دن کے	بڑے	کہا انہوں نے	کیا آیا تو ہمارے پاس	تا کہ بہکادے ہمیں	سے	ہمارے معبودوں کے	سو لے آ تو ہم پر	وہ جو	تو وعدہ کرتا ہے ہم سے	اگر

عذاب کا اندیشہ ہے۔ ﴿۲۱﴾ وہ کہنے لگے کہ کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے برگشتہ کردو؟ سو تم ہمیں جس چیز کی دھمکی دیتے ہو، وہ لے آؤ، اگر

چڑھنے سے منع کیا جاتا ہے، اس مشقت کے ساتھ وہ کم وبیش نو ماہ کا عرصہ گزارتی ہے، دوسرا مرحلہ اس سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے اور وہ بچے کی ولادت کا وقت ہوتا ہے، تب عورت موت وحیات کی کشمکش میں ہوتی ہے اور بسا اوقات ولادت کے وقت وہ زندگی کی بازی ہار بھی جاتی ہے، اس کے اسباب اور وجوہات تو بہت سی ہو سکتی ہیں، لیکن ان سب کا خلاصہ یہی ہے کہ وہ وقت عورت کے لیے انتہائی تکلیف دہ ہوتا ہے اور وہ تکلیف ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ (ہ) یہاں ماں کے رحم میں "پانی کے استقرار سے لیکر نومولود کے دودھ چھڑانے تک کی مدت" تیس ماہ بیان کی گئی ہے جس کے کل اڑھائی سال بنتے ہیں، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۳ میں مدت رضاعت یعنی بچے کو دودھ پلانے کی کامل مدت دو سال بیان کی گئی ہے اور والدین کو اختیار دیا گیا ہے کہ اس مدت کو مکمل کریں یا نہ کریں، اب اگر دو سال مدت رضاعت ہو تو استقرار نطفہ سے لیکر ولادت تک چھ ماہ کی مدت بنے گی جو کہ ولادت کی کم از کم مدت ہے اس سے کم مدت میں بچہ پیدا نہیں ہوتا، اور اگر ولادت کی مدت نو ماہ فرض کی جائے جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے تو اس صورت میں مدت رضاعت اکیس ماہ بن جائیں گے، لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ پورے دو سال تک بچے کو دودھ پلانا والدین پر فرض نہیں ہے۔ (و) جب انسان چالیس سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کا اللہ تعالیٰ سے اپنے حق میں، اپنے والدین اور اولاد کے حق میں دعائیں کرنا اور توبہ کرنا مذکور ہوا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چالیس سال سے پہلے انسان دعا نہیں کرتا، یا اسے دعا نہیں کرنی چاہیے، بلکہ "چالیس سال" کا ذکر صرف اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ اس وقت انسان کی عمر پختہ اور عقل کامل ہو جاتی ہے، نیز اس وقت تک وہ خود بھی صاحب اولاد ہو چکا ہوتا ہے، اس لیے والدین کے مقام اور عظمت کا احساس بھی اسے خوب اچھی طرح ہو چکا ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس دعا میں تین نسلوں کو شامل کیا گیا ہے، یہ دعا ہر شخص کو بارگاہ الٰہی میں ہاتھ پھیلا کر پیش کرنی چاہیے کہ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر نعمتوں کی جو موسلا دھار بارش برسا رکھی ہے، مجھے توفیق عطا فرما کہ میں ان تمام نعمتوں پر تیرا شکر ادا کرسکوں، (گویا شکر کی توفیق بھی اللہ سے ہی مانگی جاسکتی ہے) اور مجھے اپنی مرضیات والے اعمال کی توفیق نصیب فرما، تاکہ میں ہر وہ کام کروں جس سے تو راضی ہو جائے اور ہر وہ کام چھوڑ دوں جس سے تو ناراض ہوتا ہے، نیز میری اولاد کو میرے حق میں نیک، صالح اور فرمانبردار بنا، اس کی اصلاح فرما اور اس کی بہترین تربیت فرما، میں تیری بارگاہ میں توبہ اور رجوع کرتا ہوں اور میں تیرے سامنے اپنی فرمانبرداری اور تابعداری کا اقرار کرتا ہوں۔ ۱۶ اس آیت مبارکہ میں والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حق میں دعا گو رہنے والوں کے لیے تین وعدے کیے گئے ہیں، جن میں سے ہر وعدہ سچا ہے کیونکہ یہ وعدہ اس ذات نے کیا ہے جس نے کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کیا، جس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور جس نے ہمیشہ سچ فرمایا، پہلا وعدہ یہ کہ ان لوگوں کی نیکیاں قبول ہو جائیں گی، یہ وعدہ نہایت عظیم الشان ہے، اس لیے کہ ضروری نہیں ہے کہ انسان کی ہر نیکی قبول بھی ہو جائے، ممکن ہے کہ ریاکاری یا خلاف سنت ہونے کی وجہ سے اس کی کوئی نیکی رد کردی جائے لیکن والدین کے فرمانبردار سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ اس کی نیکیاں رد نہیں کی جائیں گی، دوسرا وعدہ یہ کہ ان کی کوتاہیوں، لغزشوں اور گناہوں سے درگزر کیا جائے گا اور ان پر اس کی گرفت نہیں کی جائے گی، تیسرا وعدہ یہ کہ انہیں اہل جنت میں شامل کرکے جنتیوں کی رفاقت عطا کردی جائے گی اور وہ بہترین رفقاء ہوں گے، ان کی رفاقت میں انسان خوش رہے گا اور دنیوی رفاقتوں کی کلفتوں سے محفوظ رہے گا۔ ۱۷ اس آیت مبارکہ میں مومن، فرمانبردار اور نیک اولاد کے مقابلے میں کافر، نافرمان اور بے ادب اولاد کی گستاخی کا ذکر

كُنتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ

كُنْتَ	مِنَ	الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾	قَالَ	اِنَّمَا	الْعِلْمُ	عِنْدَ	اللّٰهِ ۖ	وَ	اُبَلِّغُكُمْ	مَآ
تو ہے	سے	سچوں کے	کہا اس نے	وہ تو صرف	علم	پاس	اللہ کے	اور	میں پہنچا رہا ہوں تمہیں	وہ جو

تم سچے ہو۔ [۲۲] انہوں نے کہا کہ اس کا حقیقی علم تو اللہ کے پاس ہے، میں تمہیں صرف وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جو

اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا

اُرْسِلْتُ	بِهٖ	وَلٰكِنِّيْٓ	اَرٰىكُمْ	قَوْمًا	تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾	فَلَمَّا	رَاَوْهُ	عَارِضًا
مجھے بھیجا گیا	اس کے ساتھ	اور لیکن میں	دیکھتا ہوں تمہیں	ایک قوم	جہالت کرتے ہو تم	سو جب	دیکھا انہوں نے اسے	بادل

مجھے دیکر تمہارے پاس بھیجا گیا ہے، لیکن میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم جاہل قوم ہو۔ [۲۳] پھر جب اُنہوں نے اپنی وادیوں کے

مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا

مُّسْتَقْبِلَ	اَوْدِيَتِهِمْ ۙ	قَالُوْا	هٰذَا	عَارِضٌ	مُّمْطِرُنَا ۭ	بَلْ	هُوَ	مَا
سامنے سے آتا ہوا	اپنی وادیوں کے	کہنے لگے	یہ	ایک بادل	بارش برسائے گا ہم پر	بلکہ	یہ	وہ جو

سامنے سے ایک بادل آتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ بادل ہم پر بارش برسائے گا، بلکہ یہ وہ چیز ہے جسے

اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ ۙ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ

اسْتَعْجَلْتُمْ	بِهٖ ۭ	رِيْحٌ	فِيْهَا	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ ۙ	تُدَمِّرُ	كُلَّ	شَيْءٍۢ	بِاَمْرِ
جلدی طلب کیا تم نے	اسے	ہوا	اِس میں	عذاب	دردناک	جڑ سے اکھاڑتی تھی	ہر ایک	چیز کو	ساتھ حکم کے

تم جلدی طلب کرتے تھے، یہ ایک ہَوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ [۲۴] وہ ہَوا ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے اکھاڑ

رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ

رَبِّهَا	فَاَصْبَحُوْا	لَا	يُرٰٓى	اِلَّا	مَسٰكِنُهُمْ ۭ	كَذٰلِكَ	نَجْزِي	الْقَوْمَ
اپنے رب کے	سو ہو گئے وہ صبح کو	نہیں	دکھائی دیتا تھا	مگر	ان کی رہائش گاہیں	اسی طرح	بدلہ دیتے ہیں ہم	قوم کو

پھینکتی تھی، چنانچہ صبح کے وقت وہ اِس طرح رہ گئے کہ اُن کی رہائش گاہوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا تھا، مجرم قوم کو ہم اِسی طرح

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾	وَ	لَقَدْ	مَكَّنّٰهُمْ	فِيْمَآ	اِنْ	مَّكَّنّٰكُمْ	فِيْهِ	وَ	جَعَلْنَا	لَهُمْ
مجرموں کی	اور	البتہ یقیناً	ہم نے قدرت دی انہیں	اسمیں جو	نہیں	قدرت دی ہم نے تمہیں	اسمیں	اور	بنائے ہم نے	ان کیلئے

بدلہ دیا کرتے ہیں۔ [۲۵] اور ہم نے اُنہیں ایسی چیزوں کی طاقت دی تھی جس کی طاقت ہم نے تمہیں نہیں دی، اور ہم نے اُن کے کان، آنکھیں

کیا گیا ہے کہ اس کے ماں باپ ایمان اور عمل صالح کی سعادت سے بہرہ مند ہوتے ہیں، ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی اولاد بھی زیور ایمان سے آراستہ ہو جائے، اور وہ بھی عمل صالح کی زندگی اختیار کرلے، چنانچہ وہ اسے وقتاً فوقتاً اس کی دعوت اور ترغیب دیتے رہتے ہیں، لیکن چونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ مومن کی اولاد بھی مومن ہو، یا کافر کی اولاد بھی کافر ہو، اس لیے مومن والدین کی کافر اولاد ان کی دعوت اور ترغیب کو مسترد کر دیتی ہے، بعض اوقات یہ اولاد اپنے ماں باپ پر تف کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتی، یہ اولاد مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان سے محروم ہونے کی وجہ سے اپنے والدین سے یہ بھی کہہ دیتی ہے کہ تم لوگ ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور اس کے بعد سزا سے دوچار ہونے کی دھمکی دیتے ہو، ہم تمہاری ان دھمکیوں کو چٹکیوں میں اڑاتے ہیں اور ہم ان دھمکیوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں، اگر مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ممکن ہوتی تو ہم سے پہلے جو قومیں اور افراد گزر چکے ہیں ان میں سے کوئی ہمارے پاس زندہ ہو کر کیوں نہیں آتا؟ یہ وہ اولاد ہے جس کے دل پر گمراہی کی مہر لگ چکی ہے، اس لیے وہ نہ اپنے رب کی فرمانبردار ہے اور نہ اپنے والدین کی احسان مند، اس کے باوجود اس کے والدین اس کے حق میں اللہ سے فریادیں اور دعائیں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا فرمادے، اس کی گمراہی دور کر کے اسے راہِ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمادے، اس کے علاوہ اپنی اولاد کو بھی سمجھانے اور نصیحت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اللہ تمہارا بھلا کرے، تم کس راستے پر چل پڑے ہو؟ اپنی گمراہی سے باز آؤ اور ایمان کی نعمت حاصل کرلو، آخرت میں یہی تمہارے کام آئے گا اور اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرما رکھا ہے، وہ برحق ہے اور ضرور پورا ہو کر رہے گا، نافرمان اولاد پر اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا اور وہ قرآن کریم کو قصے کہانیاں قرار دیکر آگے نکل جاتے ہیں۔ [۱۸] اس آیت مبارکہ میں کافر اور نافرمان اولاد کا انجام ذکر کیا گیا ہے، اس سے یہ واضح کرنا بھی مقصود ہے کہ ماں باپ جس قدر مرضی ایمان اور تقویٰ والے ہوں، اگر اولاد ایمان وتقویٰ سے محروم ہو تو والدین کا ایمان اولاد کے کفر کو ختم نہیں کرسکتا، کیونکہ قیامت کے دن ہر شخص اپنی ذات کی طرف سے خود جواب دہ ہوگا، کسی کے مومن ہونے سے اسے مومن اور کسی کے کافر ہونے سے اسے کافر نہیں کہا جائے گا، اس لیے اگر اولاد کافر ہو تو وہ بھی ان لوگوں میں شامل ہوگی جن کے متعلق پہلے سے ہی فیصلہ ہو چکا ہے کہ انہیں جہنم کا ایندھن بنا دیا جائے گا، یہ فیصلہ کافر اور نافرمان جن وانس سب کے حوالے سے پہلے ہی ہو چکا ہے، لہٰذا بعد میں یا پہلے آنے والوں میں اس فیصلے کے حوالے سے کوئی فرق نہیں ہوگا، اصل نقصان اٹھانے والے لوگ یہی ہیں۔ [۱۹] اس آیت مبارکہ میں عمل کے تناسب سے درجات کی بلندی کا وعدہ کیا گیا ہے، کسی بھی شخص کی نجات کے لیے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنا فضل وکرم اور مہربانی فرمادے، دوسرے نمبر پر خود اس کی جھولی بھی خالی نہیں ہونی چاہیے، اس کے پاس ایمان اور اعمال صالحہ کا ذخیرہ ہونا ضروری ہے، ایمان کی برکت سے اسے جنت میں داخلہ نصیب ہوگا اور اعمال کی برکت سے اس کے لیے درجات کی بلندی کا فیصلہ ہوگا، چنانچہ جس شخص کے پاس اعمال صالحہ کا جتنا مقبول ذخیرہ زیادہ ہوگا، اسے اتنے ہی زیادہ بلند درجات پر فائز کیا جائے گا، جیسا کہ حامل قرآن کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ وہ تلاوت کرتا جائے گا اور جنت کے درجات چڑھتا جائے گا، جہاں پہنچ کر اس کی تلاوت ختم ہوگی، وہیں اس کی رہائش گاہ ہوگی، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ بلند درجات کے حصول کی خواہش رکھنے والے کو مقبول اعمال کا بڑا ذخیرہ مہیا کر لینا چاہیے اور اس بات کا یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا، وہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ عطا فرمائے گا۔ [۲۰] اس آیت

سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ

الفاظ	معنی
سَمْعًا	کان
وَ	اور
اَبْصَارًا	آنکھیں
وَ	اور
اَفْـِٕدَةً	دل
فَمَاۤ	سو نہ
اَغْنٰى	کام آئے
عَنْهُمْ	ان کے
سَمْعُهُمْ	کان اُن کے
وَ	اور
لَاۤ	نہ
اَبْصَارُهُمْ	آنکھیں اُن کی

اور دل بنائے، تو اُن کے کان، آنکھیں اور دل اُن کے

وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَیْءٍ اِذْ كَانُوْا یَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ

الفاظ	معنی
وَ	اور
لَاۤ	نہ
اَفْـِٕدَتُهُمْ	دل اُن کے
مِّنْ	سے
شَیْءٍ	کسی چیز کے
اِذْ	جب کہ
كَانُوْا	تھے وہ
یَجْحَدُوْنَ	انکار کرتے
بِاٰیٰتِ	آیتوں کا
اللّٰهِ	اللہ کی
وَ	اور
حَاقَ	الٹا آپڑا

کسی کام نہ آسکے، کیونکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے، اور اُن پر وہ چیز

بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ

الفاظ	معنی
بِهِمْ	ان پر
مَّا	وہ جو
كَانُوْا	تھے وہ
بِهٖ	اس کا
یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٢٦﴾	مذاق اڑاتے
وَ	اور
لَقَدْ	البتہ یقیناً
اَهْلَكْنَا	ہلاک کردیا ہم نے
مَا	وہ جو
حَوْلَكُمْ	اردگرد تمہارے
مِّنَ	سے

الٹی آپڑی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ ﴿٢٦﴾ اور یقیناً ہم تمہارے ارد گرد کی بہت سی بستیوں کو

ع ٣

الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِیْنَ

الفاظ	معنی
الْقُرٰى	بستیوں کے
وَصَرَّفْنَا	اور بار بار بیان کی ہم نے
الْاٰیٰتِ	آیتیں
لَعَلَّهُمْ	تاکہ وہ
یَرْجِعُوْنَ ﴿٢٧﴾	واپس لوٹیں
فَلَوْلَا	پھر کیوں نہ ہوا
نَصَرَهُمُ	مدد کی ان کی
الَّذِیْنَ	ان لوگوں نے

ہلاک کر چکے ہیں، اور اپنی آیتیں پھیر پھیر کر بیان کر چکے، تاکہ وہ لوٹ آئیں۔ ﴿٢٧﴾ پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ وہ لوگ اُن کی مدد کرتے جنہیں

اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۖ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ

الفاظ	معنی
اتَّخَذُوْا	بنالیا انہوں نے
مِنْ	سے
دُوْنِ	علاوہ
اللّٰهِ	اللہ کے
قُرْبَانًا	قرب پانے کو
اٰلِهَةً	بہت سے معبود
بَلْ	بلکہ
ضَلُّوْا	گم ہوگئے وہ
عَنْهُمْ	ان سے
وَ	اور
ذٰلِكَ	وہ

اللہ کو چھوڑ کر اُنہوں نے قرب حاصل کرنے کیلئے معبود بنا لیا تھا؟ بلکہ وہ اُن سے گم ہو گئے، اور یہ

اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَاِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ

الفاظ	معنی
اِفْكُهُمْ	ان کا جھوٹ
وَ	اور
مَا	وہ جو
كَانُوْا	تھے وہ
یَفْتَرُوْنَ ﴿٢٨﴾	گھڑتے
وَ	اور
اِذْ	جب
صَرَفْنَاۤ	ہم نے پھیر دیا
اِلَیْكَ	تیری طرف
نَفَرًا	ایک گروہ کو
مِّنَ	سے
الْجِنِّ	جنوں کے

اُن کا جھوٹ ہے اور وہ چیز جسے وہ گھڑتے تھے۔ ﴿٢٨﴾ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب ہم نے آپ کی طرف جنات کے ایک گروہ کو پھیر دیا،

مبارکہ میں قیامت کے دن کافروں کا انجام بیان کیا گیا ہے، وہ دن کافروں کے لیے ہولناک اور پریشان کن ہوگا، اس دن انہیں جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا، جہنم کا عذاب ان کی نگاہوں کے سامنے ہوگا اور ان کے پاس اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہ ہوگی، اگر کوئی موہوم سی امید ہوئی بھی تو وہ ایک پیغام کے ذریعے ختم ہوجائے گی، وہ پیغام یہ ہوگا کہ تم لوگ اپنی دنیوی زندگی میں خوب مزے اڑا چکے ہو، اپنی من چاہی زندگی گزار چکے ہو، اپنی تمام خواہشات پوری کر چکے ہو، پسند کا کھانا پینا، پسند کا لباس، پسند کی رہائش، پسند کی سواری، پسند کی بیوی اور پسند کا کاروبار کر چکے ہو، ہر قسم کی سہولت اور آسانی تمہیں حاصل رہی ہے اور تم اس سے فائدہ اٹھا چکے ہو، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ تم اپنی نیکیوں کا پھل دنیا میں کھا چکے ہو، اب یہاں تمہارے لیے کوئی آسائش اور راحت نہیں ہے، یہاں تمہارے تکبر اور فسق و فجور کی سزا ہے اور تمہیں رسوا کن عذاب میں مبتلا کیا جائے گا، یہ سزا کسی ظلم پر مبنی نہیں ہے، بلکہ انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے، اگرچہ یہ آیت کفار و مشرکین کے حوالے سے نازل ہوئی ہے اور اگرچہ مسلمانوں کے لیے تمام حلال چیزوں سے جائز حدود کے اندر رہتے ہوئے فائدہ اٹھانا بھی جائز ہے، لیکن بسا اوقات اس عاجز کے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی حلال چیز حلال ذریعے سے حاصل کرنا ممکن ہوتا ہے اور اس سے فائدہ اٹھانے میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہوتی، مگر ایک دم خیال آتا ہے کہ کیا تو دنیا میں ہی سارے مزے اڑانا چاہتا ہے؟ اس خیال کے آتے ہی قدم رک جاتے ہیں اور نفس کے لیے اس چیز کو چھوڑنا آسان ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں کسی بھی کٹوتی اور کمی کے بغیر جنت کی ساری نعمتیں ہماری توقعات سے بڑھ کر عطا فرمائے۔ [٢١] اس آیت مبارکہ میں حضرت ہود علیہ السلام اور قوم عاد کا تذکرہ کیا گیا ہے، حضرت ہود علیہ السلام ان پیغمبروں میں سے ہیں جن کے نام پر قرآن کریم میں ایک مستقل سورت موجود ہے، اس سورت کے آغاز میں ان کا مختصر تعارف گزر چکا ہے، انہیں قوم عاد کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا، وہ لوگ ارض احقاف میں آباد تھے، جو کہ حضر موت کے شمال میں اس طرح واقع ہے کہ اس کے مشرق میں عمان ہے اور شمال میں ربع الخالی ہے آج یہاں صرف ریت کے ٹیلے ہیں، آیت کے اسلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کو حضرت ہود علیہ السلام سے پہلے بھی بہت سے پیغمبروں نے فہمائش اور نصیحت کی تھی اور ان کے بعد بھی متعدد پیغمبر انہیں ڈراتے اور سمجھاتے رہے، ان سب کی دعوت کا مرکزی نکتہ یکتا پرستی تھا، یعنی یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یکتائی اور وحدانیت کے قائل ہوجائیں اور اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں، انہوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھی ڈرایا اور قیامت کی ہولناکیوں سے بھی آگاہ کیا، شاید کہ وہ ڈر کر باز آجائیں۔ [٢٢] اس آیت مبارکہ میں حضرت ہود علیہ السلام کے لیے قوم کا جواب بیان کیا گیا ہے کہ ان کی قوم نے ان کی مخلصانہ دعوت اور پاکیزہ، نیکی ترغیب کا جواب بدتہذیبی اور ناشائستگی سے دیا اور کہنے لگے کہ اے ہود! کیا تم ہمیں ہمارے معبودوں سے برگشتہ کرنے کے لیے آئے ہو؟ کیا تم ہمارے اور ان کے درمیان حائل ہونا چاہتے ہو؟ کیا تم ہمارے آبائی دین پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟ اگر تم سچے ہو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا برحق ہے، جزا اور سزا یقینی ہے اور تمہیں ہمارے متعلق بڑے عذاب کا اندیشہ ہے تو تم خوفزدہ ہونے اور گھبرانے کی بجائے وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو۔ [٢٣] اس آیت مبارکہ میں حضرت ہود علیہ السلام کا جواب ذکر کیا گیا ہے، انہوں نے قوم کے مطالبہ عذاب پر ان سے فرمایا کہ اللہ کا عذاب کب آئے گا؟ قیامت کب قائم ہوگی؟ جزا اور سزا کا نظام کب نافذ ہوگا؟ دنیا میں سزا کب اور کتنی ملے گی؟ تمہیں کب تک مہلت ملے گی اور کب تمہاری رسی کھینچ لی جائے گی؟ اس کا حقیقی اور یقینی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، میرا کام صرف اتنا ہے کہ میرے پاس جو

يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ

يَسْتَمِعُوْنَ	الْقُرْاٰنَ ۚ	فَلَمَّا	حَضَرُوْهُ	قَالُوْٓا	اَنْصِتُوْا ۚ	فَلَمَّا	قُضِيَ
کان لگا کر سنتے رہے وہ	قرآن کو	سو جب	حاضر ہوئے وہ اس پر	کہا انہوں نے	خاموش رہو	سو جب	پوری ہوئی

وہ توجہ سے قرآن سننے لگے، پھر جب قریب پہنچے تو کہنے لگے کہ خاموشی اختیار کرو، پھر جب تلاوت مکمل ہوئی

وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ

وَلَّوْا	اِلٰى	قَوْمِهِمْ	مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾	قَالُوْا	يٰقَوْمَنَآ	اِنَّا	سَمِعْنَا	كِتٰبًا	اُنْزِلَ
چلے گئے وہ	طرف	اپنی قوم کے	ڈرانے والے	کہا انہوں نے	اے ہماری قوم	بیشک ہم نے	سنی ہے	ایک کتاب	نازل کی گئی

تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر واپس ہو گئے۔ ﴿۲۹﴾ وہ کہنے لگے کہ اے ہماری قوم! ہم نے ایک ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے

مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى

مِنْۢ	بَعْدِ	مُوْسٰى	مُصَدِّقًا	لِّمَا	بَيْنَ	يَدَيْهِ	يَهْدِيْٓ	اِلَى	الْحَقِّ	وَ	اِلٰى
سے	پیچھے	موسیٰ کے	تصدیق کرنے والی	اس کی جو	درمیان	اس کے دونوں ہاتھوں کے	رہنمائی کرتی ہے	طرف	حق کے	اور	طرف

بعد نازل کی گئی ہے، پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، حق اور سیدھے راستے کی طرف

طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ

طَرِيْقٍ	مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾	يٰقَوْمَنَآ	اَجِيْبُوْا	دَاعِيَ	اللّٰهِ	وَ	اٰمِنُوْا	بِهٖ	يَغْفِرْ	لَكُمْ
راستے کی	سیدھے	اے ہماری قوم	قبول کرو	دعوت دینے والے کو	اللہ کی	اور	ایمان لاؤ	اس پر	معاف کردے گا وہ	تمہارے لئے

رہنمائی کرتی ہے۔ ﴿۳۰﴾ اے ہماری قوم! اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی پکار کو قبول کرو، اور اُس پر ایمان لاؤ، وہ تمہارے گناہوں کو

مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ

مِّنْ	ذُنُوْبِكُمْ	وَ	يُجِرْكُمْ	مِّنْ	عَذَابٍ	اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾	وَ	مَنْ	لَّا	يُجِبْ	دَاعِيَ
سے	تمہارے گناہوں کے	اور	بچالے گا تمہیں	سے	عذاب کے	دردناک	اور	جو کوئی	نہ	قبول کرے	پکارنے والے کو

معاف کردے گا، اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گا۔ ﴿۳۱﴾ اور جو شخص اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی پکار کو

اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ

اللّٰهِ	فَلَيْسَ	بِمُعْجِزٍ	فِي	الْاَرْضِ	وَ	لَيْسَ	لَهٗ	مِنْ	دُوْنِهٖٓ	اَوْلِيَآءُ ۭ
اللہ کے	تو نہیں	عاجز کرنے والا	بیچ	زمین کے	اور	نہیں	اس کیلئے	سے	اس کے علاوہ	بہت سے دوست

قبول نہ کرے، وہ اُسے زمین میں عاجز نہیں کر سکتا، اور اُس کے علاوہ اُس کے کوئی مددگار بھی نہ ہوں گے،

پیغام بھیجا گیا ہے میں تمہیں وہ پیغام کسی قسم کی کمی بیشی کے بغیر پہنچادوں، سو وہ میں کر رہا ہوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہلاء اور احمق ہو، حقیقت سے آنکھیں چراتے ہو اور اللہ کے عذاب کو دعوت دیتے ہو۔ ﴿۲۴﴾ ﴿۲۵﴾ ان آیتوں میں قوم عاد پر آگ کی بارش برسانے والے بادل کا ذکر کیا گیا ہے، دراصل اپنے کفر و شرک اور گناہوں کی وجہ سے جب وہ اللہ تعالیٰ کی سزا کے مستحق ہوئے تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انہیں قحط سالی میں مبتلا کر دیا، جس نے انہیں نچوڑ کر رکھ دیا، ان کے چشمے خشک، ان کے باغات ویران اور ان کے جانور لاغر ہو گئے، وہ سخت غذائی اور مالی مشکلات کا شکار ہو گئے، انہوں نے اس قحط سالی سے نجات حاصل کرنے کے لیے اپنے ایک سردار کو ایک وفد کے ساتھ مکہ مکرمہ بھیجا تا کہ وہاں جا کر اللہ سے دعا کرے کہ قوم عاد کی یہ مشکل آسان ہو جائے، وہ سردار اپنے ایک دوست کے یہاں ایک ماہ تک خوب عیاشی کرتا رہا، پھر اسے اپنی قوم کا خیال آیا اور وہ تہامہ کے پہاڑوں میں جا کر اپنی قوم کے لیے بارش کی دعا کرنے لگا، اسی وقت اس کے سامنے سے بہت سے بادل گزرے، اس نے ان میں سے کالے سیاہ بادلوں کا انتخاب کیا، وہ یہ سمجھا کہ ان میں خوب پانی ہوگا اور اس کی قوم سیراب ہو جائے گی، لیکن حقیقت میں یہ وہ عذاب تھا جس کا مطالبہ اس کی قوم کرتی رہی تھی، یہ بادل وہاں سے چل کر قوم عاد کے ٹھکانے پر پہنچ گیا، جب انہوں نے اپنی جانب کالی گھٹا کے ساتھ کالے سیاہ بادلوں کو آتے ہوئے دیکھا تو نہایت خوش ہوئے، ان بادلوں کے ساتھ تیز اور تند ہوا تھی اور ان بادلوں سے ان پر پانی کی بجائے آگ کے شعلے برسائے گئے، طوفانی ہواؤں نے ہر چیز کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا اور قوم عاد کے کھنڈرات کے علاوہ کچھ باقی نہ بچا، ان آیتوں میں اسی سزا کا ذکر کیا گیا ہے۔ ﴿۲۶﴾ اس آیت مبارکہ میں موجودہ مشرکوں کو سابقہ امتوں کی طاقت کا حال سنا کر فرمایا گیا ہے کہ جب وہ تباہ ہو گئے اور انہیں ان کی کوئی طاقت تباہی سے نہ بچا سکی تو تمہاری کیا حیثیت ہے؟ تمہیں تو ہم نے وہ قدرت اور طاقت دی ہی نہیں ہے جو ہم نے سابقہ امتوں کو دی تھی، وہ جسمانی طاقت میں بھی تم سے کہیں زیادہ مضبوط تھے اور کاریگری اور مہارت میں بھی تم سے بڑھ کر تھے، اس کے علاوہ دیکھنے، سننے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اور طاقت بھی ہم نے انہیں عطا فرما رکھی تھی، تا کہ وہ قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر اور حق کی دعوت کو سن کر اس پر غور و فکر کریں اور قادر مطلق ذات تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کریں، لیکن انہوں نے اپنے ان حواس کو ان کے صحیح مصرف میں استعمال نہ کیا اور انہیں پیغمبروں کے مقابلے پر لگا دیا، ان کے کانوں میں ناپاک سازشیں اور تدبیریں انڈیلی جاتی رہیں، ان کی آنکھیں باطل کو آراستہ اور پیراستہ دیکھتی رہیں، ان کے دل اسلام اور پیغمبر اسلام کی عداوت کے نت نئے طریقے سوچتے اور دریافت کرتے رہے، ان میں دین اور دعوت حق کا بغض بھرا ہوا تھا، وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے رہے، پیغمبروں اور ان کی تعلیمات کا مذاق اڑاتے رہے اور اپنی کامیابیوں پر اتراتے اور اکڑتے رہے، اگر طاقت اور حواس انسان کے معاون اور مددگار بن سکتے تو سابقہ قوموں اور امتوں کے معاون ضرور بنتے، اور اگر وہ انسان کے معاون اور مددگار نہیں ہو سکتے تو ان کے فریب اور دھوکے میں مبتلا ہو کر اپنے رب کو بھول جانا دانشمندی نہیں ہے، پھر جس طرح سابقہ قوموں اور امتوں پر عذاب آیا، موجودہ مشرکوں پر بھی اسی نوعیت کا یا مختلف نوعیتوں کا عذاب آنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ ﴿۲۷﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل مکہ کے سامنے ان آبادیوں اور بستیوں کا حال بیان کیا گیا ہے جنہیں وہ اپنی آنکھوں سے آباد دیکھ چکے تھے، ایک وقت تھا جب ان آبادیوں میں زندگی دوڑتی تھی، لوگ خوشحال اور مطمئن تھے، انہیں ہر طرح کی نعمتیں اور

اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٢﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اُولٰٓئِكَ	فِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ﴿٣٢﴾	اَوَلَمْ	يَرَوْا	اَنَّ	اللّٰهَ	الَّذِيْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ
وہی لوگ	بیچ	گمراہی کے	کھلی	اور کیا نہیں	دیکھا انہوں نے	کہ بیشک	اللہ	وہ جو	پیدا کیا اُس نے	آسمانوں کو

یہی لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہیں۔ [۳۲] کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو

وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ

وَ	الْاَرْضَ	وَ	لَمْ	يَعْيَ	بِخَلْقِهِنَّ	بِقٰدِرٍ	عَلٰٓى	اَنْ	يُّحْيِۦَ	الْمَوْتٰى	بَلٰٓى	اِنَّهٗ
اور	زمین کو	اور	نہیں	تھکا	انہیں پیدا کرنے سے	قدرت والا	پر	یہ کہ	زندہ کردے	مُردوں کو	کیوں نہیں	بیشک وہ

پیدا کیا اور انہیں پیدا کر کے تھکاوٹ کا شکار نہیں ہوا، کیا وہ اِس بات پر قادر نہیں ہے کہ مُردوں کو زندہ کردے؟ کیوں نہیں، بیشک

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ

عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ﴿٣٣﴾	وَ	يَوْمَ	يُعْرَضُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	عَلَى	النَّارِ
پر	ہر ایک	چیز کے	قدرت والا	اور	جس دن	پیش کیا جائیگا	ان لوگوں کو	کفر کیا انہوں نے	پر	جہنم کے

وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۳۳] اور جس دن کافروں کو جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا،

اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا

اَلَيْسَ	هٰذَا	بِالْحَقِّ	قَالُوْا	بَلٰى	وَرَبِّنَا	قَالَ	فَذُوْقُوا	الْعَذَابَ	بِمَا
کیا نہیں	یہ	برحق	کہیں گے وہ	کیوں نہیں	ہمارے رب کی قسم	کہے گا وہ	تو چکھو تم	عذاب	اس کا جو

کیا یہ برحق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے کہ ہمارے رب کی قسم، کیوں نہیں، اللہ فرمائے گا کہ پھر عذاب کا مزہ چکھو، کیونکہ

كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٣٤﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ

كُنْتُمْ	تَكْفُرُوْنَ ﴿٣٤﴾	فَاصْبِرْ	كَمَا	صَبَرَ	اُولُوا الْعَزْمِ	مِنَ	الرُّسُلِ
تم تھے	کفر کرتے رہے	سو صبر کر	جیسا کہ	صبر کیا	ہمت والوں نے	سے	پیغمبروں کے

تم کفر کرتے تھے۔ [۳۴] سو آپ صبر کیجئے جیسا کہ باہمت پیغمبروں نے صبر کیا،

وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا

وَ	لَا	تَسْتَعْجِلْ	لَّهُمْ	كَاَنَّهُمْ	يَوْمَ	يَرَوْنَ	مَا	يُوْعَدُوْنَ	لَمْ	يَلْبَثُوْٓا	اِلَّا
اور	مت	جلدی طلب کر	ان کیلئے	گویا کہ وہ	جس دن	دیکھیں گے	وہ جو	وعدہ کئے گئے	نہیں	رہے وہ	مگر

اور اُن کے متعلق جلدی نہ کیجئے، جس دن وہ اُس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے تو اُنہیں یوں محسوس ہوگا کہ

راحتیں میسر تھیں، ان کی جسمانی ضروریات بھی نہایت عمدہ طریقے سے پوری ہورہی تھیں اور ان کی روحانی ضروریات کی تکمیل کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام اور آسمانی تعلیمات کا سلسلہ بھی تواتر کے ساتھ چلتا رہا، یہی حال اہل مکہ کا بھی ہے کہ ان کے گلی محلے آباد ہیں، زندگی سے سرشار ہیں، جسمانی ضروریات وافر مقدار میں دستیاب ہیں، روحانی ضروریات کی تکمیل کے لیے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں، اس کے باوجود اہل مکہ بھی سابقہ قوموں اور امتوں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں حالانکہ وہ اپنے کفر و شرک اور گناہوں کی سزا بھگت چکے ہیں اور ہم انہیں تباہ و برباد کر چکے ہیں، اور ہمارے لیے اہل مکہ کو سزا دینا بھی مشکل نہیں ہے، بہتر ہے کہ وہ اپنی موجودہ حالت سے رجوع کرلیں۔ [۲۸] اس آیت مبارکہ میں مشرکوں اور بت پرستوں سے ایک سوال پوچھا گیا ہے کہ تم لوگ پتھر کے جن بتوں، مورتیوں اور مجسموں کی پوجا کرتے ہو، پھر جب تم سے ان کی عبادت کرنے کی وجہ پوچھی جاتی ہے تو تم یہ کہتے ہو کہ یہ بت اللہ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں گے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے میں ہماری مدد کریں گے، اگر یہ خوش ہوگئے تو یہ اللہ تعالیٰ کو ہماری طرف سے راضی اور خوش کردیں گے، گویا تمہارے نزدیک یہ بت اور مجسمے تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ اور رابطہ ہیں اور تمہارے کام آئیں گے اور تمہاری مدد اور نصرت کریں گے، سوال یہ ہے کہ کیا یہ بت اور مجسمے دنیا میں تمہاری نصرت اور مدد کرسکتے ہیں؟ جب تم پر دنیا میں کوئی عذاب آتا ہے تو کیا یہ اس عذاب کو ٹال سکتے ہیں؟ تمہاری مصیبتوں اور تکلیفوں کو دور کرسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، وہ تو عذاب اور مصیبت کے وقت غائب ہوجاتے ہیں اور مدد کرنے کی بجائے روپوش ہوجاتے ہیں، کیا یہ بت اور مجسمے قیامت کے دن کی ہولناکیوں اور مصیبتوں میں تمہارے کسی کام آسکیں گے؟ ہرگز نہیں، کیونکہ دنیا کی مصیبت اور تکلیف آخرت کی نسبت بہت ہلکی اور عارضی ہوتی ہے، جب وہ یہاں کام نہیں آئے تو آخرت میں کیا کام آئیں گے؟ اور ان بتوں سے توقعات وابستہ کرنا اور انہیں قرب الٰہی کے حصول کا ذریعہ قرار دینا جھوٹ اور من گھڑت بات ہے۔ [۲۹] اس آیت مبارکہ میں جنات کی ایک جماعت کا رخ نبی علیہ السلام کی طرف پھیرنے کا ذکر کیا گیا ہے، دراصل نبوت کے دسویں سال ماہ رمضان میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد اسی سال شوال کے مہینے میں نبی علیہ السلام نے ارادہ فرمایا کہ اہل مکہ تو مجھ پر ایمان نہیں لا رہے، قریب کے کسی اور علاقے کے لوگوں پر محنت کی جائے، شاید کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل کھول دے اور وہ مسلمان ہوجائیں، سو اس کے لیے نبی علیہ السلام نے طائف کا انتخاب فرمایا، کیونکہ وہاں نبی علیہ السلام کے ننھیالی رشتہ دار آباد تھے اور توقع تھی کہ وہ آپ کے پیغام کو سنجیدگی سے لیں گے، چنانچہ نبی علیہ السلام اپنے پروردہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو لیکر طائف کی جانب روانہ ہوگئے، وہاں کے سردار تین لوگ تھے اور تینوں عمرو بن عمیر ثقفی کے بیٹے تھے، ان میں سے ایک کا نام عبد یالیل، دوسرے کا مسعود اور تیسرے کا حبیب تھا، ان تینوں نے نبی علیہ السلام کو معقول جواب دینے اور ان کی دعوت قبول کرنے کی بجائے بے مروتی اور ایذا رسانی پر کمر باندھ لی اور علاقے کے تمام اوباشوں، لڑکوں اور بدمعاشوں کو نبی علیہ السلام کے پیچھے لگا دیا، نبی علیہ السلام مجبور ہوکر ایک باغ کے ایک درخت کے سائے میں جا کر بیٹھ گئے اور اللہ سے دعا کی، وہ دعا اور اس کا ترجمہ جواہر الحدیث ۶/۱۶۳ میں ملاحظہ فرمائیں، واپسی پر نبی علیہ السلام کی طبیعت مبارک رنجیدہ تھی، ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے استفسار پر نبی علیہ السلام نے اس واقعے کو اپنی زندگی کا سب سے سخت اور تکلیف دہ واقعہ قرار دیا تھا، جب نبی علیہ السلام مکہ مکرمہ کے قریب وادی نخلہ میں پہنچے تو نماز فجر کا وقت ہوچکا تھا، بعض صحابہ کو نبی علیہ السلام کی واپسی کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی مقام نخلہ پہنچ گئے، نبی علیہ السلام نے انہیں فجر کی نماز

سَاعَةً مِّنۡ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلۡ يُهۡلَكُ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۳۵﴾ ع

سَاعَةً	مِّنۡ	نَّهَارٍ	بَلٰغٌ	فَهَلۡ	يُهۡلَكُ	اِلَّا	الۡقَوۡمُ	الۡفٰسِقُوۡنَ
ایک گھڑی	سے	دن کے	پیغام پہنچانا	تو کیا	ہلاک کیا جائیگا	علاوہ	قوم کے	نافرمانوں کی

وہ دن کی ایک گھڑی سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے، پیغام پہنچا دینا ہے، تو کیا نافرمان لوگوں کے علاوہ بھی کوئی ہلاک ہوگا؟ (۳۵)

پڑھائی، اتفاق سے اس وقت جنات کا ایک گروہ وہاں سے گزر رہا تھا، یہ گروہ ان گروہوں میں سے ایک تھا جو شیاطین اور جنات پر ستارے برسائے جانے کی وجوہات کی تحقیق کے لیے مختلف سمتوں میں روانہ ہوئے تھے، یہ گروہ نصیبین کے علاقے کا رہنے والا تھا، اس میں نو جنات تھے اور سب کے سب یہودی تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا کہ ان جنات کو آپ کی طرف ہم نے پھیرا تھا، انہوں نے جب آپ کی زبان مبارک سے قرآن کریم کی تلاوت سنی تو نہایت متاثر ہوئے اور ایک دوسرے کو خاموشی کی تلقین کرتے ہوئے نہایت توجہ کے ساتھ کان لگا کر سننے لگے، ان کے دلوں پر اس تلاوت کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ اسی وقت مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم میں جا کر اس کے داعی اور مبلغ بن گئے، نبی علیہ السلام کو اس مرتبہ ان کی آمد کا پتہ نہیں چلا تھا، وحی کے ذریعے بعد میں انہیں اس کے متعلق بتایا گیا، پھر بعد میں جنات کے وفود کئی مرتبہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، اسلام قبول کیا اور احکام کی معرفت حاصل کی، اہل علم کی تحقیق یہ ہے کہ جنات کل چھ مرتبہ مختلف اوقات میں حاضر بارگاہ ہوئے تھے۔ واللہ اعلم (۳۰) (۳۱) ان آیتوں میں دعوت کے وہ الفاظ ذکر کیے گئے ہیں جن کے ذریعے جنات نے اپنی قوم کو قرآن کریم پر ایمان لانے کے لیے آمادہ کیا، انہوں نے اپنی قوم کے سامنے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب کی تلاوت سنی ہے، اس سے پہلے ہم تورات کی تلاوت سنتے رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی، لیکن اب جس کتاب کی تلاوت ہم سن کر آئے ہیں وہ نہایت عظیم الشان ہے، اس کی ایک خاصیت یہ ہے کہ وہ سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، ان میں ہونے والی تحریف کا پردہ چاک کرتی ہے اور درست مضامین کی تائید کرتی ہے، اس کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ حق کی طرف درست رہنمائی کرتی ہے کیونکہ یہ کتاب سراپا ہدایت ہے، اس کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے، جو شخص اس کتاب کی روشنی میں سفر زندگی طے کرتا ہے وہ سیدھے راستے پر چلتا ہوا بآسانی منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے، اے ہماری قوم! جس ہستی پر یہ قرآن نازل ہوا ہے، ان کی ذمے داری معلوم ہوتی ہے کہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں، اس لیے تم پر لازم ہے کہ اس داعی کی دعوت کو قبول کرو، یہ دعوت بے لوث ہے اور ذاتی مفادات کی آلائش سے بلند تر، نیز تم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ، کفر و شرک، فسق و فجور اور ظلم و جور سے باز آؤ، تاکہ وہ تمہارے گناہ معاف کر دے اور تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے، اس دعوت کے الفاظ جس قدر پُرشوکت ہیں، تعجب ہے کہ یہ ان جنات کی زبانوں سے نکلے ہیں جنہیں اس وقت تک صرف ایک مرتبہ کچھ وقت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزارنے کا موقع ملا تھا، تو ان حضرات کا ایمان کس قدر خالص اور کامل ہوگا جو زندگی کے ہر موڑ پر اور خطرات سے بھرپور سفروں میں نبی علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہے ہوں گے۔ (۳۲) اس آیت مبارکہ میں داعی الی اللہ کی پکار کو قبول نہ کرنے والوں پر واضح کیا گیا ہے کہ ان کی حکومت جس قدر وسیع ہو جائے، ان کا مال و دولت جس قدر بڑھ جائے، ان کی شان و شوکت، بہادری اور طاقت جہاں تک بھی پہنچ جائے، اگر وہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے، اس کی جانب بلانے والوں کی پکار کو قبول نہیں کرتے اور اس سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں تو انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز عاجز نہیں کر سکتے، وہ مقابلہ کر کے تھک جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کو نہیں تھکا سکیں گے، وہ اللہ کے دوستوں سے بیس بیس سال جنگ کے بعد بالآخر یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ ہم اس جنگ سے تھک چکے ہیں اور اب ہم اس جنگ کا خاتمہ چاہتے ہیں، وہ اس جنگ میں اپنی تمام طاقتیں استعمال کرنے کے باوجود فتح حاصل کرنے میں ناکام رہیں گے، اللہ کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور وہ ہمیشہ کھلی گمراہی میں پڑے رہیں گے، چنانچہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ہونے والی جنگوں میں اس کی بہت سی مثالیں تاریخ میں موجود ہیں۔ (۳۳) اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت مطلقہ پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کو مشکل سمجھتے ہیں، کیا وہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے وسیع و عریض آسمان کی چھت تان دی اور اتنی بڑی زمین پانی کی سطح پر بچھا دی، جس اللہ کے لیے اتنے بڑے بڑے کام کرنا مشکل نہیں ہیں، اس کے لیے مُردوں کو زندہ کرنا مشکل ہوگا؟ جو اللہ اتنے بڑے بڑے اجسام کو پیدا کر کے تھکاوٹ کا شکار نہیں ہوا، وہ انسان کو ایک مرتبہ پیدا کر کے اتنا تھک جائے گا کہ دوبارہ اسے زندہ کرنے سے عاجز آ جائے گا؟ تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے؟ بے شک وہ قادر مطلق ہے اور اسے ہر چیز پر قدرت حاصل ہے، اس لیے مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنا بھی اس کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔ (۳۴) اس آیت مبارکہ میں کافروں کو جہنم کی آگ کے سامنے پیش کر کے ان سے ایک مکالمے کا ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ دنیا میں کفار و مشرکین جنت اور جہنم کے وجود کے منکر ہوتے ہیں اور جنت میں وہ داخل نہیں ہو سکتے، لہٰذا جب انہیں جہنم میں داخل کرنے کے لیے لایا جائے گا تو اس وقت جہنم کے داروغہ اور مختلف ذمہ داریوں پر مقرر فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ کیا یہ برحق نہیں ہے؟ مطلب یہ کہ دنیا میں تم جس چیز کا انکار کرتے تھے، آج وہ تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے اور اس کا عذاب تمہارے لیے تیار اور منتظر ہے، اب بھی اسے برحق تسلیم کرتے ہو یا دنیا کی طرح آج بھی اس کی تکذیب و تردید کرو گے؟ اہل جہنم اس وقت اسے برحق تسلیم کریں گے اور اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی چارۂ کار بھی نہیں ہوگا، لیکن اس تسلیم و تصدیق کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اس لیے فرشتے انہیں واضح لفظوں میں جواب دیدیں گے کہ اب تم اپنے کفر کا مزہ اس جہنم میں پڑے چکھتے رہو، یہاں تمہارا کوئی مونس و غم خوار ہے اور نہ ہی معاون و مددگار۔ (۳۵) اس آیت مبارکہ میں ایک امر، ایک نہی، ایک پیشین گوئی اور ایک ضابطہ بیان کیا گیا ہے، امر کے صیغے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے کہ آپ مشرکین و منکرین کی تکلیف دہ باتوں اور ایذا رسانیوں پر صبر سے کام لیجیے، پھر اس کے لیے گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کا حوالہ دیا گیا ہے کہ جیسے گزشتہ اولوالعزم پیغمبروں نے دشمن کی تکلیفوں اور ایذا رسانیوں پر صبر کیا، آپ بھی حسب سابق اسی طرح صبر فرماتے رہیں، اولوالعزم یعنی باہمت پیغمبر یوں تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام ہی رہے ہیں، لیکن خصوصیت کے ساتھ پانچ حضرات کو اولوالعزم پیغمبروں میں شمار کیا جاتا ہے یعنی حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام انبیاء و رسل میں سب سے افضل جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ان تمام حضرات نے صبر و تحمل کی نہایت روشن اور اعلیٰ مثالیں پیش فرمائی ہیں، نہی اس بات سے کہ مشرکین اور منکرین کے معاملے میں جلد بازی سے کام نہ لیں، اللہ تعالیٰ خود ہی ان کی رسی کھینچ لے گا اور وہ اللہ کی گرفت سے بچ نہ سکیں گے، پیشین گوئی اس بات کی کہ دنیا میں مشرکین اور منکرین تقاضا کرتے ہیں کہ عذاب جلدی لیکر آؤ، قیامت اب تک آئی کیوں نہیں ہے؟ لیکن جب قیامت آ جائے گی اور اللہ کا عذاب ان کی نگاہوں کے سامنے جہنم کی شکل میں موجود ہوگا تو اسے دیکھ کر انہیں یوں محسوس ہوگا کہ دنیا میں وہ ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہ سکے، کوئی یہ کہے گا کہ ہم دنیا میں دس دن سے زیادہ نہیں رہے، کوئی ایک دن کی مدت پر اصرار کرے گا، کوئی ایک صبح یا ایک شام کی مدت بیان کرے گا، یہ کوئی بھی تسلیم نہیں کرے گا کہ ہم دنیا میں ساٹھ ستر سال کی زندگی گزار کر آئے ہیں، اس وقت انہیں یہ مدت ایک گھڑی کے برابر معلوم ہوگی، آخر میں یہ اصول اور ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ پیغمبروں کی ذمہ داری اپنی امت اور قوم تک پیغام پہنچا دینا ہے، اس کے بعد اگر کسی پر تباہی اور بربادی اترتی ہے تو وہ فاسق اور نافرمان لوگ ہی ہو سکتے ہیں، فرمانبردار اور مخلص لوگوں کو سزا سے محفوظ رکھا جاتا ہے، لہٰذا آپ پیغام پہنچا دیجیے اور ان لوگوں کا انجام اللہ کے حوالے کر دیجیے۔ الحمد للہ! یکم اگست ۲۰۱۹ء بروز جمعرات بعد نماز عصر

آیاتہا ۳۸ (۴۷) سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَّدَنِيَّةٌ (۹۵) رکوعاتہا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ①

اَلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَ	صَدُّوْا	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	اَضَلَّ	اَعْمَالَهُمْ ①
وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	اور	روکا انہوں نے	سے	راستے	اللہ کے	ضائع کر دیے اس نے	ان کے اعمال

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکتے رہے، اللہ نے اُن کے اعمال ضائع کر دیے۔ ①

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ

وَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	وَ	اٰمَنُوْا	بِمَا	نُزِّلَ	عَلٰى	مُحَمَّدٍ	وَّ	هُوَ
اور	جو لوگ	ایمان لائے	اور	عمل کیے انہوں نے	اچھے	اور	ایمان لائے وہ	اس پر جو	نازل کیا گیا	پر	محمد کے	اور	وہ

اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک اعمال کیے اور اُس کتاب پر ایمان لائے جو محمد (ﷺ) پر نازل ہوئی اور وہی

الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ② ذٰلِكَ

الْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّهِمْ	كَفَّرَ	عَنْهُمْ	سَيِّاٰتِهِمْ	وَ	اَصْلَحَ	بَالَهُمْ ②	ذٰلِكَ
برحق	سے	ان کے رب کے	کفارہ کر دیا اُس نے	ان سے	ان کی لغزشات کا	اور	اصلاح کر دی	ان کے حال کی	وہ

اُن کے رب کی طرف سے برحق ہے، اللہ نے اُن کے گناہوں کا کفارہ کر دیا اور اُن کے احوال کی اصلاح فرما دی۔ ② اس کی وجہ یہ ہے

بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ

بِاَنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوا	اتَّبَعُوا	الْبَاطِلَ	وَ	اَنَّ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	اتَّبَعُوا	الْحَقَّ	مِنْ
اس وجہ سے کہ	جن لوگوں نے	کفر کیا	پیروی کی انہوں نے	باطل کی	اور	یہ کہ بیشک	جو لوگ	ایمان لائے	پیروی کی انہوں نے	حق کی	سے

کہ جن لوگوں نے کفر کیا، اُنہوں نے باطل کی پیروی کی، اور جو لوگ ایمان لائے اُنہوں نے اپنے رب کی طرف سے آنے والے حق کی

سورۃ محمد ﷺ

سورۂ محمد ﷺ مدنی سورت ہے، اس میں کل حروف ۲۳۴۹، کلمات ۵۳۹، آیات ۳۸ اور رکوعات ۴ ہیں، اس سورت کا نام رسول اکرم ﷺ کے بابرکت نام پر رکھا گیا ہے جو کہ اس سورت کی دوسری آیت میں آیا ہے، اس سورت کا دوسرا نام ''سورۃ القتال'' بھی ہے کیونکہ اس میں قتال اور جہاد کے احکام بیان کیے گئے ہیں، مسلمانوں کو واضح الفاظ میں تاکید کی گئی ہے کہ جب کافروں سے آمنا سامنا ہو تو جی داری سے ان کا مقابلہ کرنا چاہیے تاکہ انہیں پنپنے کا موقع ہی نہ ملے اور جو قتل ہونے سے بچ جائیں انہیں قیدی بنالیا جائے، ان جنگی قیدیوں کے متعلق امیر لشکر کو اختیار ہے کہ انہیں فدیہ لیکر چھوڑ دے، یا فدیہ لیے بغیر انہیں رہا کر دے، تاکہ وہ اس کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیں، جو لوگ اسلام قبول کر لیں، ان کیلئے پانی، دودھ، شہد اور شراب کی نہریں تیار ہیں اور جو لوگ اپنے کفر اور شرک پر جمے رہیں ان کیلئے ایسا کھولتا ہوا پانی مہیا کیا گیا ہے جو ان کی انتڑیاں کاٹ کر رکھ دے گا، یہاں منافقین کا رویہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جہاد کے احکام سن کر ایسا لگتا ہے کہ ان کی جان ہی نکل جائے گی، ان پر غشی طاری ہو جاتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی موت کا پروانہ آ گیا ہے، حالانکہ انہیں حکم کی اطاعت کرنی چاہیے تھی، انہیں قرآن کریم میں تدبر کی دعوت دی گئی ہے، اہل ایمان کو بھی اپنے اعمال باطل کرنے سے روکا گیا ہے کہ انسان اپنے اعمال کو ضائع نہ کرے، آخر میں دنیوی زندگی کو کھیل تماشا قرار دے کر اس سے دل نہ لگانے کی تاکید کی گئی ہے اور یہ کہ انسان بخل کرنے کی بجائے سخاوت کا حوصلہ پیدا کرے، بخل کا نقصان خود انسان ہی کو ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کو انسان کے مال کی ضرورت نہیں ہے۔ ① اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کے اعمال کو رائیگاں قرار دیا گیا ہے جو کفر و شرک اور بت پرستی میں مبتلا ہیں، جو خود تو گمراہ ہیں ہی، لوگوں کو بھی گمراہ کرنے اور اللہ کے راستے سے روکنے کی کوشش اور سازش کرتے ہیں، ایسے لوگ دوہرے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں، کیونکہ خود کا فر ہونا ایک جرم ہے اور دوسروں کو کافر بنانے کی کوشش کرنا اس سے بھی بڑا جرم ہے، اعمال کی قبولیت کی پہلی شرط ہی ایمان ہے، اگر کسی شخص کو ایمان کی دولت حاصل نہ ہو تو اعمال کے پہاڑ اور انبار بھی قیامت کے دن اس کے کسی کام نہ آسکیں گے، چنانچہ آج بھی بہت سے غیر مسلم فلاح عامہ اور بہبود عامہ کے بہت بڑے بڑے منصوبے چلا رہے ہیں جن سے ساری انسانیت فائدہ اٹھا رہی ہے، لیکن وہ اپنے کفر کو ترک کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، اس لیے انسانیت کی خدمت کے عوض انہیں دنیوی زندگی کی بہاریں عطا کر دی جاتی ہیں اور وہ اپنے مزے پورے کر کے دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں، آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ ② اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کا نام نامی اسم گرامی ''محمد'' ﷺ ذکر کیا گیا ہے، یہ آیت ان چار آیات میں سے ایک ہے جن میں نبی ﷺ کا اسم گرامی آیا ہے، اس مبارک نام سے دل میں فرحت اور راحت کی ایک ایسی لہر آتی ہے جس کی لذت اور مٹھاس ناقابل بیان ہے، اس مبارک نام میں ایسی تاثیر اور کشش ہے کہ دل بے اختیار اس کی طرف کھنچتا ہے، مبارک باد کے مستحق ہیں وہ خوش نصیب لوگ جو اس نام کی عظمت پر اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں، یہاں ان لوگوں سے دو وعدے کیے گئے ہیں، جو ایمان لائیں اور اعمال صالحہ سے اپنے نامہ اعمال کو مزین کریں اور ہر اس چیز پر ایمان رکھیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے، کیونکہ وہ جو تعلیمات لیکر آئے ہیں، وہ سب کی سب برحق ہیں، ان پر ایمان اور ان کے مطابق زندگی گزارنا ہی نجات کا ذریعہ ہے جو لوگ اس کا اہتمام کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے دو وعدے فرمائے ہیں، پہلا یہ کہ وہ ان کی لغزشات اور کوتاہیوں کا کفارہ فرما دے گا، اس کی ایک صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں اور لغزشات کی عادت ہی چھڑا دے اور انسان نیکیوں کی طرف راغب ہو جائے اور ایک صورت یہ ہے کہ اس کے نامہ اعمال سے گناہوں کو مٹا کر اسے پاک صاف کر دے، دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے احوال کی اصلاح فرما دیتا ہے، یعنی ان کے بگڑے ہوئے کام سنوار دیتا ہے، ان کی الجھنوں اور پریشانیوں کو دور فرما دیتا ہے، انہیں نیکیوں کا ذوق اور شوق عطا فرما دیتا ہے، جس سے وہ نیکی میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے آخرت میں بھی ان کے تمام معاملات درست رہیں گے، وزن اعمال اور پل صراط کے مراحل آسانی سے طے ہو جائیں گے اور وہاں بھی انہیں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

رَبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝۳ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ

رَبِّهِمْ	كَذٰلِكَ	يَضْرِبُ	اللّٰهُ	لِلنَّاسِ	اَمْثَالَهُمْ ۝	فَاِذَا	لَقِيْتُمُ	الَّذِيْنَ
اپنے رب کے	اسی طرح	بیان کرتا ہے	اللہ	لوگوں کیلئے	ان کی مثالیں	سو جب	سامنا ہو تمہارا	اُن لوگوں سے

پیروی کی، اسی طرح اللہ لوگوں کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے۔ ۳ پھر جب کافروں سے

كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ڎ

كَفَرُوْا	فَضَرْبَ	الرِّقَابِ	حَتّٰٓي	اِذَآ	اَثْخَنْتُمُوْهُمْ	فَشُدُّوا	الْوَثَاقَ
کفر کیا انہوں نے	تو مارنا	گردنیں	یہاں تک کہ	جب	تم خوب قتل کرچکو انہیں	تو مضبوط باندھو	رسیاں

تمہارا آمنا سامنا ہو تو گردنیں اُڑاؤ، یہاں تک کہ جب تم انہیں خوب قتل کرچکو تو رسیوں سے مضبوط باندھ لو،

فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاۗءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ڔ ذٰلِكَ ڟ

فَاِمَّا	مَنًّۢا	بَعْدُ	وَ	اِمَّا	فِدَاۗءً	حَتّٰى	تَضَعَ	الْحَرْبُ	اَوْزَارَهَا	ذٰلِكَ
پھر یا تو	احسان کرنا	پیچھے	اور	یا	فدیہ لینا	یہاں تک کہ	رکھ دے	جنگ	اپنے ہتھیار	وہ

پھر اُس کے بعد احسان کرو، یا فدیہ لے لو، یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے، یہ سن لیا،

وَلَوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۭ

وَ	لَوْ	يَشَاۗءُ	اللّٰهُ	لَانْتَصَرَ	مِنْهُمْ	وَ	لٰكِنْ	لِّيَبْلُوَا۟	بَعْضَكُمْ	بِبَعْضٍ
اور	اگر	چاہتا	اللہ	البتہ بدلہ لیتا	ان سے	اور	لیکن	تاکہ آزمائے	تم میں سے بعض کو	بعض سے

اگر اللہ چاہتا تو اُن سے بدلہ لے لیتا لیکن وہ تم میں سے ایک کو دوسرے سے آزمانا چاہتا ہے،

وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۴ سَيَهْدِيْهِمْ

وَ	الَّذِيْنَ	قُتِلُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	فَلَنْ	يُّضِلَّ	اَعْمَالَهُمْ ۝	سَيَهْدِيْهِمْ
اور	جو لوگ	قتل کیے گئے	بیچ	راستے	اللہ کے	تو ہرگز نہیں	ضائع کرے گا وہ	ان کے اعمال	عنقریب رہنمائی کرے گا ان کی

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کردیئے گئے، وہ اُن کے اعمال ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ ۴ عنقریب وہ اُن کی رہنمائی کرے گا

وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝۵ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝۶ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

وَ	يُصْلِحُ	بَالَهُمْ ۝	وَ	يُدْخِلُهُمُ	الْجَنَّةَ	عَرَّفَهَا	لَهُمْ ۝	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ
اور	اصلاح کرے گا	ان کے حال کی	اور	داخل کرے گا انہیں	جنت میں	پہچان کرائے گا اس کی	انہیں	اے	وہ لوگو! جو

اور اُن کے احوال کی اصلاح کرے گا۔ ۵ اور اُنہیں جنت میں داخل کرے گا جس کی وہ اُنہیں پہچان کرا دے گا۔ ۶ اے اہل

۳ اس آیت مبارکہ میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ کافروں کی نیکیاں مسترد اور اہل ایمان کے گناہ مسترد کرکے نیکیوں سے تبدیل کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ کچھ لوگوں کی نیکیاں بے قیمت اور بے وزن کیوں ہیں اور کچھ لوگوں کے گناہ بے قیمت اور بے وزن کیسے ہوجاتے ہیں؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ کفار اور مشرکین دراصل باطل پرست اور باطل کے پیروکار ہیں اور اہل ایمان حق پرست اور حق کے پیروکار ہیں، باطل پرستی نے کافروں کی نیکیاں کوڑا کرکٹ بنا کر ہوا میں اڑا دیں اور حق پرستی نے اہل ایمان کے گناہوں کو نیکیوں سے تبدیل کرکے ان کے نامہ اعمال کو وزنی کردیا، گویا اصل میں یہ حق اور باطل کی کشمکش ہے جس میں آخری فتح حق کی ہی ہوتی ہے، اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص اپنے تھیلے میں بہت سے ہیرے اور جواہرات بھرتا چلا جائے اور یہ سوچے کہ ضرورت کے وقت وہ اس کے کام آئیں گے، چنانچہ ضرورت کے وقت وہ انہیں کھول کر دیکھے تو اس کے سامنے کنکر اور پتھر پڑے ہوئے ہوں اور اس کا تھیلا کنکروں اور پتھروں سے بھرا پڑا ہو، یہ مثال کافروں کے اعمال کی ہے اور مسلمانوں کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص اپنے تھیلے میں ہیرے اور جواہرات جمع کررہا ہو، اور جب وہ اسے اٹھائے تو اس میں سے ہیرے جواہرات ہی نکلیں۔ ۴ اس آیت مبارکہ میں "میدان جنگ" کے حوالے سے مسلمان مجاہدین کو چند ہدایات دی گئی ہیں، ان ہدایات کا تعلق امن کی حالت سے نہیں ہے، جب میدان جنگ میں دو فریق آمنے سامنے ہوں تو ان میں سے ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے فتح و نصرت اور غلبہ نصیب ہو، اس لیے ہر فریق دوسرے کے مقابلے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے، اگر ان میں سے ایک فریق مسلمان اور دوسرا کافر ہو، تو یہ جنگ حق اور باطل کا معرکہ بن جاتی ہے اس جنگ میں باطل غالب آنے کی کوشش کرتا ہے اور جدید ترین اسلحہ، چاق و چوبند فوجی لشکر اور بہترین سامان راحت و آرائش مہیا کرتا ہے، وہ خون کے آخری قطرے تک لڑنے کا اعلان کرتا ہے، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ سے جنگ کررہا ہوتا ہے جبکہ مسلمان اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنا خون پسینہ بہانے کے لیے تیار ہوتا ہے اور ایسا ہونا بھی چاہیے کیونکہ جب کفار باطل کے لیے تلوار اٹھا سکتے ہیں تو مسلمان حق کی خاطر تلوار کیوں نہیں اٹھا سکتا؟ اور میدان جنگ میں انسان تفریح کے لیے تو نہیں نکلتا، اس کا منشا یہی ہوتا ہے کہ اپنے دشمن کو قتل کرے اور اسے جانی اور مالی نقصان پہنچائے، اس لیے میدان جنگ میں مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کرنا ضروری ہے۔ (الف) میدان جنگ میں دشمن سے آمنا سامنا ہو تو پیٹھ پھیرنے سے اجتناب کرے، یہ حکم "لقیتم" کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے، اگر کوئی شخص میدان جنگ سے پیٹھ پھیر لے تو وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوجاتا ہے اور "لقیتم" کے حکم پر عمل نہیں کرتا۔ (ب) میدان جنگ میں دشمن سے آمنا سامنا ہو تو ان کی گردن اڑانے میں تردد کا شکار نہ ہو، بلکہ جو دشمن سامنے آئے، بے تکلف اس کی گردن اڑا دے، کیونکہ اگر وہ تردد اور تکلف کا شکار ہوا تو اس کے دشمن کو موقع مل جائے گا اور وہ اس کی گردن اڑانے میں کامیاب ہوجائے گا، یہ حکم "فضرب الرقاب" کے لفظ سے معلوم ہورہا ہے۔ (ج) میدان جنگ میں دشمن کی جتنی تعداد بھی قتل ہوجائے، اس پر افسوس نہ کیا جائے، کافروں کا فاسد خون جتنا زیادہ بہہ جائے اتنا ہی اچھا ہے، کیونکہ وہ فاسد خون امت کے جسم میں کینسر کی حیثیت رکھتا ہے، دشمن کا زور توڑنے اور حق کا دبدبہ اور رعب اس پر بٹھانے کے لیے بھی ایسا کرنا ضروری ہے، یہ حکم "اثخنتموھم" کے لفظ سے معلوم ہورہا ہے۔ (د) میدان جنگ میں جب دشمن کو شکست فاش ہوجائے تو بھاگتے ہوئے دشمن کو جنگی قیدی بنالینے کی اجازت ہے، اس کی ایک حکمت یہ ہے کہ دشمن افرادی قلت کا شکار ہوجائے گا، دوسری حکمت یہ ہے کہ دشمن مرعوب اور خوفزدہ ہوجائے گا، تیسری حکمت یہ ہے کہ ان جنگی قیدیوں کو مسلمانوں کے اخلاق اور ان کی مذہبی تعلیمات کو جانچنے اور پرکھنے کا موقع ملے گا، وہ مسلمانوں کے درمیان رہ کر اپنے دین کے ساتھ ان کے دین کا

اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝٧ وَالَّذِيْنَ

اٰمَنُوْٓا	اِنْ	تَنْصُرُوا	اللّٰهَ	يَنْصُرْكُمْ	وَ	يُثَبِّتْ	اَقْدَامَكُمْ۝	وَ	الَّذِيْنَ
ایمان لائے	اگر	تم مدد کرو	اللہ کی	مدد کرے گا وہ تمہاری	اور	جمادے گا	تمہارے قدموں کو	اور	جن لوگوں نے

ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا، اور تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔ ⑦ اور جن لوگوں نے

كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝٨ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ

كَفَرُوْا	فَتَعْسًا	لَّهُمْ	وَ	اَضَلَّ	اَعْمَالَهُمْ۝	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	كَرِهُوْا	مَآ	اَنْزَلَ
کفر کیا	سو ہلاکت	ان کیلئے	اور	ضائع کر دیا اس نے	ان کے اعمال کو	وہ	اس وجہ سے کہ وہ	ناپسند کرنے لگے	وہ جو	نازل کیا

کفر کیا، وہ منہ کے بل گرے اور اللہ نے اُن کے اعمال ضائع کر دیئے۔ ⑧ یہ اس لیے کہ اُنہوں نے اُس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل

اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝٩ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ

اللّٰهُ	فَاَحْبَطَ	اَعْمَالَهُمْ۝	اَفَلَمْ	يَسِيْرُوْا	فِي	الْاَرْضِ	فَيَنْظُرُوْا	كَيْفَ
اللہ نے	سو ضائع کر دیئے اس نے	ان کے اعمال	تو کیا نہیں	چلے پھرے وہ	بیچ	زمین کے	سو دیکھتے وہ	کیسا

فرمائی، سو اللہ نے اُن کے اعمال اکارت کر دیئے۔ ⑨ تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں، کہ دیکھتے اُن

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ وَلِلْكٰفِرِيْنَ

كَانَ	عَاقِبَةُ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ	دَمَّرَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِمْ	وَ	لِلْكٰفِرِيْنَ
ہوا	انجام	ان لوگوں کا	سے	ان کے پہلے	ہلاک کر دیا	اللہ نے	ان پر	اور	کافروں کیلئے

سے پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا؟ اللہ نے انہیں تباہ کر دیا، اور کافروں کیلئے ایسے ہی

اَمْثَالُهَا ۝١٠ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ

اَمْثَالُهَا۝	ذٰلِكَ	بِاَنَّ	اللّٰهَ	مَوْلَى	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	اَنَّ	الْكٰفِرِيْنَ
ایسے ہی واقعات	وہ	اس وجہ سے کہ بیشک	اللہ	رفیق	ان لوگوں کا جو	ایمان لائے	اور	یہ کہ بیشک	کافروں کا

احوال ہیں۔ ⑩ یہ اس لیے کہ اللہ اُن لوگوں کا رفیق ہے جو ایمان لائے، اور یہ کہ کافروں کا

ع ١ ١١ ٥

لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝١١ ع اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

لَا	مَوْلٰى	لَهُمْ۝	اِنَّ	اللّٰهَ	يُدْخِلُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوْا	الصّٰلِحٰتِ
نہیں	کوئی رفیق	ان کیلئے	بیشک	اللہ	داخل کرتا ہے	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	اور	عمل کیے انہوں نے	اچھے

کوئی رفیق نہیں ہے۔ ⑪ بیشک اللہ اُن لوگوں کو" جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے"

موازنہ کرسکیں گے، ممکن ہے کہ یہ موازنہ انہیں دین اسلام کے قریب کردے اور وہ صدق دل اور خلوص نیت کے ساتھ مسلمان ہوجائیں، جیسا کہ اسلامی تاریخ اس قسم کی مثالوں سے بھری پڑی ہے، یہ حکم "فشدوا الوثاق" کے لفظ سے معلوم ہورہا ہے۔ (ھ) حق اور باطل کی یہ جنگ اس وقت تک جاری رہنی چاہیے جب تک جنگ اپنے ہتھیار نہ رکھ دے، یعنی جب تک حق کو غلبہ اور فتح و نصرت نصیب نہ ہوجائے اور باطل شکست خوردہ ہوکر مغلوب نہ ہوجائے، اس وقت تک اہل اسلام کو تھک ہار کر بیٹھ نہیں جانا چاہیے، ورنہ دشمن اس سے فائدہ اٹھا کر اہل اسلام کو نقصان پہنچا سکتا ہے، یہ حکم "حتی تضع الحرب اوزارھا" سے معلوم ہورہا ہے۔ (و) جنگی قیدیوں کے متعلق اس آیت اور دیگر آیات و روایات کو ملا کر حسب ذیل تفصیل معلوم ہوتی ہے کہ جنگی قیدیوں کو ان کے وطن واپس لوٹانا مصلحت کے مطابق ہو تو دو میں سے کوئی ایک صورت اختیار کی جاسکتی ہے، پہلی یہ کہ ان جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ رہا کردیا جائے یہ ان قیدیوں پر بھی احسان ہوگا اور ان کے اہل خانہ پر بھی، نیز اس سے ان کے لیے یہ سوچنا بھی آسان ہوگا کہ جس دین میں اس قدر شفقت و احسان، اور ہمدردی و غمخواری ہے کیوں نہ ہم بھی اسی کے سائبان تلے آجائیں اور یہ پاکیزہ اخلاق ہمارے اندر بھی پیدا ہوجائیں، علاوہ ازیں ان کے بادشاہ اور ارکان سلطنت کے لیے بھی لمحہ فکریہ ہوگا اور ایک طرح سے ان کے لیے اخلاقی شکست ہوگی، دوسری صورت یہ کہ ان جنگی قیدیوں کو فدیہ لیکر رہا کردیا جائے، جیسا کہ غزوۂ بدر کے قیدیوں کے معاملے میں کیا گیا تھا، یہ فدیہ مال کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے کہ ہر قیدی مال کی ایک مقررہ مقدار ادا کرے اور قید سے آزادی حاصل کرلے، یہ مقدار ان کا بادشاہ بھی ادا کرسکتا ہے وہ خود بھی اور ان کا کوئی عزیز بھی اور یہ فدیہ قیدیوں کے تبادلے کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کے جو قیدی دشمن کے قبضے میں ہوں، ان کے عوض مسلمان اپنے جنگی قیدی آزاد کردیں، تاکہ مسلمانوں کو کافروں کے ظلم و ستم سے نجات ملے۔ اور اگر مصلحت کا تقاضا یہ ہو کہ ان جنگی قیدیوں کو ان کے وطن واپس نہ بھیجا جائے تو تین میں سے کوئی ایک صورت اختیار کی جاسکتی ہے، پہلی یہ کہ انہیں آزاد کردیا جائے تاکہ وہ ذمی بن کر مسلمانوں کی رعیت میں زندگی گزاریں اور اپنے حقوق اور فرائض کی انجام دہی کریں، دوسری یہ کہ انہیں غلام اور باندی بنالیا جائے، تاکہ وہ معاشرے میں گندگی پھیلانے کی بجائے صاحب استطاعت مسلمانوں کی ذمہ داری بن جائیں، وہ مسلمانوں کی خدمت کریں اور مسلمان ان کی ضروریات زندگی کی کفالت کریں اور تیسری صورت یہ کہ اگر وہ جنگی قیدی خطرناک ہوں، جن سے اسلام اور اہل اسلام کو بہت زیادہ نقصان پہنچ چکا ہو، انہیں چھوڑ دینے کی صورت میں امن عامہ خطرے میں پڑنے کا اندیشہ ہو اور قید کرنے کی صورت میں ان کے بھاگ نکلنے کا اندیشہ ہو تو ایسے قیدیوں کو قتل کرنا جائز ہے۔ آیت کے آخر میں دو باتیں مزید بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کافروں کو سزا دینا کچھ مشکل نہیں ہے، وہ چاہے تو خود ہی ان سے بدلہ لے سکتا ہے، کافروں کو سزا دینے کے لیے کسی لشکر کو بھیجنے کی اسے کوئی احتیاج اور ضرورت نہیں ہے اس سے پہلے وہ قوم عاد اور ثمود وغیرہ بہت سی اقوام کو یوں ہی تباہ کرچکا ہے، ان کے ساتھ اہل اسلام کی کوئی جنگ نہیں ہوئی، اہل مکہ کے ساتھ بھی اور بعد میں آنے والے کفار و مشرکین کے ساتھ بھی ایسا ہوسکتا ہے کہ وہ کسی آسمانی یا زمینی آفت سے ہلاک ہوجائیں لیکن اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا امتحان کافروں سے اور کافروں کا امتحان مسلمانوں سے لیتا ہے اور دوسری بات یہ کہ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے اعمال ہرگز ضائع نہ ہوں گے، بشرطیکہ وہ ریاکاری اور نمود و نمائش کے طالب نہ ہوں۔ ⑤⑥ ان آیتوں میں اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے لیے تین وعدے کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی فرمائے گا اور انہیں ہدایت عطا فرمائے گا، دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے بگڑے ہوئے کام سنوار دے گا اور تیسرا یہ کہ انہیں جنت میں داخل کرکے ان کے دل میں ان کی رہائش گاہ کی

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ

جَنّٰتٍ	تَجْرِیْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ ؕ	وَ	الَّذِیْنَ	كَفَرُوْا	یَتَمَتَّعُوْنَ
باغات میں	بہتی ہوں گی	سے	اس کے نیچے	نہریں	اور	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	فائدہ اٹھاتے ہیں

ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ فائدہ اٹھا رہے ہیں

وَیَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾ وَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ

وَ	یَاْكُلُوْنَ	كَمَا	تَاْكُلُ	الْاَنْعَامُ	وَ	النَّارُ	مَثْوًى	لَّهُمْ ﴿۱۲﴾	وَ	كَاَیِّنْ	مِّنْ	قَرْیَةٍ
اور	کھاتے ہیں وہ	جیسا کہ	کھاتے ہیں	جانور	اور	آگ	ٹھکانہ	ان کیلئے	اور	کتنی ہی	سے	بستیاں

اور جانوروں کی طرح کھا رہے ہیں اور جہنم ہی اُن کا ٹھکانہ ہے۔ ۱۲ اور کتنی ہی بستیاں آپ کی

هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْۤ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا

هِیَ	اَشَدُّ	قُوَّةً	مِّنْ	قَرْیَتِكَ	الَّتِیْۤ	اَخْرَجَتْكَ ۚ	اَهْلَكْنٰهُمْ	فَلَا
وہ	زیادہ مضبوط	طاقت میں	سے	تیری بستی کے	وہ جس نے	نکالا تجھے	ہلاک کردیا ہم نے انہیں	سو نہ

اُس بستی سے زیادہ طاقتور تھیں جنہوں نے آپ کو نکالا، ہم نے اُنہیں ہلاک کر دیا، پھر کوئی

نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ

نَاصِرَ	لَهُمْ ﴿۱۳﴾	اَفَمَنْ	كَانَ	عَلٰی	بَیِّنَةٍ	مِّنْ	رَّبِّهٖ	كَمَنْ	زُیِّنَ	لَهٗ	سُوْٓءُ
کوئی مددگار	ان کیلئے	توکیا جوکوئی	ہو	پر	واضح دلیل کے	سے	اپنے رب کی	جیسا کہ وہ	مزین کردیا گیا	اس کیلئے	برائی کو

اُن کا مددگار نہ ہوا۔ ۱۳ تو کیا وہ آدمی جو اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر قائم ہو، اُس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جس کیلئے اُس کے برے اعمال کو

عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ

عَمَلِهٖ	وَ	اتَّبَعُوْۤا	اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾	مَثَلُ	الْجَنَّةِ	الَّتِیْ	وُعِدَ	الْمُتَّقُوْنَ ؕ
اس کے عمل کی	اور	پیروی کی انہوں نے	اپنی خواہشات کی	مثال	جنت کی	جس کا	وعدہ کیا گیا	متقیوں سے

مزین کر دیا گیا ہو اور وہ لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہوں۔ ۱۴ وہ جنت جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے،

فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ

فِیْهَاۤ	اَنْهٰرٌ	مِّنْ	مَّآءٍ	غَیْرِ	اٰسِنٍ ۚ	وَ	اَنْهٰرٌ	مِّنْ	لَّبَنٍ	لَّمْ	یَتَغَیَّرْ	طَعْمُهٗ ۚ
اس میں	نہریں	سے	پانی کی	نہ	سڑنے والا	اور	نہریں	سے	دودھ کی	نہ	بدلا ہوگا	ذائقہ اس کا

اُس کا احوال یہ ہے کہ اس میں کچھ نہریں ایسے پانی کی ہیں جو سڑا ہوا نہ ہوگا، کچھ نہریں ایسے دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ نہ بدلا ہوگا،

شناخت اور پہچان ڈال دے گا اور وہ اپنے محل کے علاوہ کسی دوسرے کے محل میں ہرگز داخل نہ ہوں گے، پہلے دونوں وعدوں کا تعلق بھی اگر آخرت سے ہو تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ جنت کے دروازوں کی طرف انہیں چلا دے گا، راستے کی رکاوٹیں دور کردے گا اور بالآخر انہیں جنت میں پہنچا دے گا۔ ۷ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کرکے ایک شرط اور اس کی دو جزائیں ذکر کی گئی ہیں، شرط یہ ہے کہ اگر تم اللہ کی مدد کرو، یعنی اس کے دین کی مدد کرو، اس کے پیغمبروں کی مدد کرو، اس کے دین کی سربلندی کے لیے کوشش کرنے والوں کی مدد کرو، خواہ یہ نصرت زبان سے ہو، یا ہاتھ سے ہو، یا مال و دولت سے ہو، یا وقت سے ہو، یا ذہنی صلاحیتوں سے ہو، یا جسمانی خدمت سے ہو، نیز اپنی استطاعت کے مطابق تھوڑی ہو یا زیادہ ہو، تمہارا کام نصرت اور اعانت کے وسائل و اسباب اختیار کرنا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی پہلی جزا یہ عطا فرمائے گا کہ وہ تمہاری نصرت فرمائے گا اور اللہ جس کی نصرت فرمائے، دنیا کی کوئی طاقت اسے مغلوب نہیں کرسکتی اور اللہ تعالیٰ کی نصرت کی بھی مختلف شکلیں ہوسکتی ہیں، ضروری نہیں کہ انسان جس چیز کو نصرت سمجھتا ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے وہی مل جائے، مثلاً صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان غم و غصے کا شکار تھے وہ اسے مغلوبانہ صلح سمجھ رہے تھے، اس لیے اس میں نصرت تلاش کرنے کا موقع نہ تھا، لیکن حقیقت میں وہ مغلوبانہ صلح ہی فتح مبین اور اللہ تعالیٰ کی کھلی نصرت تھی، جیسا کہ سورۂ فتح میں آئے گا انشاء اللہ اور دوسری جزا یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا، چنانچہ تم میدان جنگ میں دشمن کے سامنے ڈٹ جاؤ گے، تمہاری یہ ثابت قدمی دشمن کی پیش قدمی روک کر اسے پسپائی پر مجبور کردے گی اور بالآخر وہ شکست خوردہ ہوکر بھاگ جائے گا اور عام حالات میں اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی اطاعت و فرمانبرداری اور نیکی کے کاموں پر ثابت قدمی عطا فرمائے گا اور میدان حشر میں تمہیں پل صراط پر ثابت قدمی عطا فرمائے گا تاکہ تم جہنم میں گرنے سے بچ جاؤ اور بآسانی اسے عبور کرکے جنت میں داخل ہوجاؤ، اور قبر میں منکر

نکیر کے سوالات کے جواب میں ثابت قدمی عطا فرمائے گا، تاکہ تم ان کے سوالات کے درست جواب دے سکو اور عذاب قبر سے بچ جاؤ۔ ۸ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کے مقابلے میں کافروں کی دو سزائیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے کفر اور شامت اعمال کے نتیجے میں انہیں منہ کے بل گرا دیتا ہے، وہ ٹھوکر کھا کر گرتے ہیں اور اپنا بچاؤ کرنے میں ناکام ہوجاتے ہیں، دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ کافروں کو کسی موقع پر بھی ثابت قدمی نصیب نہیں ہوتی، وہ قبر میں بھی ثابت قدم نہ رہ سکیں گے اور پل صراط پر بھی ثابت قدمی سے محروم رہیں گے، اور دوسری سزا یہ کہ ان کی ساری محنت اکارت اور رائیگاں جاتی ہے، دنیا میں انہوں نے جو کچھ کیا ہوگا، وہ آخرت میں ان کے کسی کام نہ آئے گا، اس سورت میں یہ بات بار بار دہرائی گئی ہے کہ اہل ایمان کی محنت ضائع نہ ہوگی لیکن کافروں کی ساری محنت ضائع ہوجائے گی، اس کا منشا بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہیں قبل از وقت آگاہ کردیا جائے تاکہ وہ کل کو یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں کسی نے بتایا ہی نہیں تھا، نیز یہ بھی کہ اللہ نہیں چاہتا کہ ان کی محنت اور کاوش ضائع ہوجائے، اس لیے انہیں بار بار سمجھایا جا رہا ہے کہ دیکھو، اپنی محنت ضائع نہ کرو، اسے کفر کے کیڑے سے بچاؤ، تمہارا کفر تمہاری محنت کھا رہا ہے، ایسی محنت کا کیا فائدہ جو انسان کو ضرورت کے موقع پر فائدہ نہ پہنچائے۔ ۹ اس آیت مبارکہ میں کافروں کے اعمال اور ان کی محنت ضائع ہونے کی اصل وجہ بیان کی گئی ہے تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ان پر ظلم ہوا ہے، در اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص اسلام کی دعوت کو قبول نہیں کرتا تو اس کی وجہ وہ نفرت اور کراہت ہوتی ہے جو اس کے دل میں اسلام کے حوالے سے بیٹھی ہوتی ہے یا بٹھا دی جاتی ہے، حالانکہ اسلام ان تعلیمات اور احکام کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے آخری نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص اسلام کی دعوت کو مسترد کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۗ وَلَهُمْ

وَ	اَنْهٰرٌ	مِّنْ	خَمْرٍ	لَّذَّةٍ	لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ	وَ	اَنْهٰرٌ	مِّنْ	عَسَلٍ	مُّصَفًّى ۗ	وَ	لَهُمْ
اور	نہریں	سے	شراب کی	لذت دینے والی	پینے والوں کو	اور	نہریں	سے	شہد کی	خالص	اور	ان کیلئے

کچھ نہریں ایسی شراب کی ہیں جو پینے والوں کو لذت دیں گی، اور کچھ نہریں خالص شہد کی ہیں، اور وہاں اُن کیلئے

فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ

فِيْهَا	مِنْ	كُلِّ	الثَّمَرٰتِ	وَ	مَغْفِرَةٌ	مِّنْ	رَّبِّهِمْ ۭ	كَمَنْ	هُوَ	خَالِدٌ	فِي	النَّارِ
اُسمیں	سے	ہرایک	پھلوں کے	اور	مغفرت	سے	ان کے رب کی	جیسا کہ وہ	ہو	ہمیشہ رہنے والا	بیچ	جہنم کے

ہر طرح کے میوے اور اُن کے رب کی مغفرت ہوگی، کیا یہ اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو ہمیشہ جہنم میں رہے گا،

وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ⑮ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ

وَسُقُوْا	مَآءً	حَمِيْمًا	فَقَطَّعَ	اَمْعَآءَهُمْ ⑮	وَ	مِنْهُمْ	مَّنْ	يَّسْتَمِعُ
اور پلائے جائیں گے وہ	پانی	کھولتا ہوا	سو کاٹ دے گا	ان کی انتڑیاں	اور	ان میں سے	وہ جو	کان لگا کر سنتا ہے

اور اُن لوگوں کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو اُن کی آنتیں کاٹ دے گا۔ ⑮ اور اُن میں سے بعض لوگ وہ بھی ہیں جو آپ کی بات توجہ سے

اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

اِلَيْكَ ۚ	حَتّٰٓى	اِذَا	خَرَجُوْا	مِنْ	عِنْدِكَ	قَالُوْا	لِلَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْعِلْمَ
تیری طرف	یہاں تک کہ	جب	نکلتے ہیں وہ	سے	تیرے پاس	کہتے ہیں وہ	ان لوگوں سے جو	دیے گئے	علم

سنتے ہیں، یہاں تک کہ جب آپ کے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو اہل علم سے کہتے ہیں

مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۣ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا

مَاذَا	قَالَ	اٰنِفًا ۣ	اُولٰۗىِٕكَ	الَّذِيْنَ	طَبَعَ	اللّٰهُ	عَلٰي	قُلُوْبِهِمْ	وَ	اتَّبَعُوْٓا
کیا ہے وہ جو	کہا اس نے	ابھی ابھی	وہی لوگ	وہ جو	مہر لگادی	اللہ نے	پر	ان کے دلوں کے	اور	پیروی کی انہوں نے

کہ اِن صاحب نے ابھی کیا کہا تھا؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور وہ اپنی خواہشات کی

اَهْوَآءَهُمْ ⑯ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ⑰

اَهْوَآءَهُمْ ⑯	وَ	الَّذِيْنَ	اهْتَدَوْا	زَادَهُمْ	هُدًى	وَّ	اٰتٰىهُمْ	تَقْوٰىهُمْ ⑰
اپنی خواہشات کی	اور	جو لوگ	ہدایت یافتہ ہوئے	بڑھا دیا اس نے انہیں	ہدایت میں	اور	دیدیا انہیں	ان کا تقویٰ

پیروی کر رہے ہیں۔ ⑯ اور جو لوگ راہِ راست پر آگئے، اُن کی ہدایت میں مزید اضافہ ہو گیا اور اللہ نے اُنہیں تقویٰ عطا فرما دیا۔ ⑰

کی محبت نہیں ہے، نیز اس کا دل ان احکام و تعلیمات کی عظمت سے بھی خالی ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں، سو جب بندہ ہی نفرت اور کراہت کے اس درجے پر پہنچ چکا ہو تو اللہ تعالیٰ کو اس کے اعمال کیونکر پسند آئیں گے؟ وہ اس کی محنت کو کیونکر قبول کرے گا؟ اور اسے اپنی جنت میں کیونکر داخل فرمائے گا؟ ⑩ اس آیت مبارکہ میں زمین کی سیر کر کے گزشتہ سرکش اقوام کے کھنڈرات اور ان کے واقعات سے عبرت حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، ان میں سے بہت سی اقوام کے کھنڈرات پر اہل مکہ کا گزر بھی ہوتا تھا، یہ اقوام اپنے وقت کی سپر پاور شمار ہوتی تھیں، آج ان سپر پاورز کا کوئی نام لینے والا بھی نہیں ہے، جب ان پر ہلاکت اور تباہی اتری تو وہ ریزہ ریزہ اور پاش پاش ہو گئے اور کوئی ان کے کام نہ آسکا، موجودہ کافروں کو بھی ایسی سزا دی جاسکتی ہے اور اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔ ⑪ اس آیت مبارکہ میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ کافروں پر عذاب کیوں اترتا ہے اور مسلمان اس سے کیوں محفوظ رہتے ہیں؟ دراصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس آڑے وقت میں کام آنے والا ایسا فریادرس رب موجود ہے جو انہیں کسی موقع پر تنہا نہیں چھوڑتا، وہ ان کا آقا ہے، وہ ان کا حقیقی سرپرست ہے، وہ ان کا مولیٰ ہے اور اللہ جس کی فریادرسی کرنے والا ہو، وہ کسی موقع پر بھی ذلیل ورسوا نہیں ہوتا، جبکہ کافروں کا ایسا کوئی رب نہیں ہے جو ان کی فریادرسی کرے اور وہ ان کا آقا اور مولیٰ ہو، چنانچہ خود احد کے میدان میں ظاہری فتح حاصل کرنے کے باوجود مشرکوں کے سردار نے "لنا العزی ولا عزی لکم" کا نعرہ لگایا، کیونکہ ان کے پاس صرف "عزیٰ" تھا، مولیٰ نہیں، جبکہ مسلمانوں نے نبی ﷺ کے حکم پر "اللہ مولانا ولا مولی لکم" کا نعرہ لگایا کیونکہ ان کے پاس مولیٰ تھا، اسی مولیٰ نے انہیں ہمت، جرأت اور مصائب وتکالیف پر صبر واستقامت کی توفیق بخشی تھی۔ ⑫ اس آیت مبارکہ میں مومنین اور کافروں کا انجام بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ایمان اور عمل صالح والی زندگی گزارنے والوں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، انہیں دیکھ کر انسان کو تازگی اور فرحت کا احساس ہوگا، وہاں اسے ذہنی، جسمانی اور روحانی کسی نوعیت کی اذیت بھی نہیں پہنچے گی اور وہ اپنی من چاہی زندگی گزار سکے گا، اس کے برعکس کافروں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا جہاں انہیں ہر قسم کی اذیت کا احساس ہوگا اور اس اذیت و دردمندی سے انہیں کوئی نکالنے والا نہ ہوگا، دنیا میں کافروں کی دو خصلتیں یہاں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ دنیا سے فائدہ اٹھاتے چلے جاتے ہیں اس کے مزوں میں پڑے رہتے ہیں اور آخرت کے مزوں اور لذتوں کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، دوسرا یہ کہ وہ جانوروں کی طرح کھاتے رہتے ہیں، یعنی جس طرح جانوروں کو جب کوئی چیز کھانے کو مل جائے، وہ اسے کھا لیتے ہیں، اسی طرح یہ لوگ بھی وقت کی پابندی کے اہتمام کے بغیر کھاتے رہتے ہیں، نیز جس طرح جانور دوسروں کی ملکیت کا احساس نہیں کرتے، اسی طرح یہ لوگ بھی دوسروں کی ملکیت کا احساس نہیں کرتے، نیز جس طرح جانور حلال اور حرام کا خیال نہیں کرتے، اسی طرح یہ لوگ بھی حرام اور حلال کی تمیز کو بھول جاتے ہیں، مسلمانوں میں بھی بعض لوگ نہایت بے رحمی کے ساتھ کھانے پر ایسے حملہ کرتے ہیں جیسے ان کے سامنے کوئی دشمن آگیا ہو اور وہ اس پر بھرپور قوت کے ساتھ حملہ کر رہے ہوں، ایسے لوگوں کو بھی دیکھا گیا ہے جو اتنا کھاتے ہیں کہ تھک جاتے ہیں اور جب تھک جاتے ہیں تو دوبارہ کھانا شروع کر دیتے ہیں، ان کی زندگی کا فلسفہ صرف یہی ہے کہ زندہ رہو، کھانے پینے کے لیے، ان کا اوڑھنا بچھونا "کھانا پینا" ہوتا ہے، یہ لوگ کھانے پینے کی خاطر کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں فرماتا۔ ⑬ اس آیت مبارکہ میں "آپ کی بستی" سے مراد مکہ مکرمہ ہے جہاں نبی اکرم ﷺ کی پیدائش ہوئی، آپ کا بچپن، لڑکپن اور جوانی وہیں گزری، شادی ہوئی، اولاد ہوئی، نبوت ورسالت عطا ہوئی، قرآن کا نزول شروع ہوا، زندگی کی ۵۳ بہاریں گزریں، اور

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ

فَهَلْ	يَنْظُرُوْنَ	اِلَّا	السَّاعَةَ	اَنْ	تَاْتِيَهُمْ	بَغْتَةً ۚ	فَقَدْ	جَآءَ
تو کیا	یہ انتظار کر رہے ہیں	مگر	قیامت کا	یہ کہ	آ جائے وہ ان پر	اچانک	سو یقیناً	آ گئی ہیں

تو کیا یہ لوگ صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ اُن پر اچانک آ پڑے، تو اُس کی علامات

اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿١٨﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

اَشْرَاطُهَا ۚ	فَاَنّٰى	لَهُمْ	اِذَا	جَآءَتْهُمْ	ذِكْرٰىهُمْ ﴿١٨﴾	فَاعْلَمْ	اَنَّهٗ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا
اس کی علامات	سو کہاں	ان کیلئے	جب	وہ آئے گی اُن پر	ان کا نصیحت حاصل کرنا	سو جان لے تو	کہ بیشک بات یہ ہے	نہیں	کوئی معبود	مگر

آ چکی ہیں پھر جب وہ اُن پر آ پڑے گی تو اُس وقت نصیحت حاصل کرنا کہاں فائدہ دے گا؟ ﴿١٨﴾ سو آپ یقین کر لیجئے کہ اللہ کے علاوہ کوئی

اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

اللّٰهُ	وَاسْتَغْفِرْ	لِذَنْۢبِكَ	وَ	لِلْمُؤْمِنِيْنَ	وَ	الْمُؤْمِنٰتِ ؕ	وَ	اللّٰهُ	يَعْلَمُ
اللہ	اور مغفرت طلب کر	اپنے گناہ کی	اور	ایمان والوں کیلئے	اور	ایمان والیوں کیلئے	اور	اللہ	جانتا ہے

معبود نہیں ہے، اور اپنوں کی لغزش کی مغفرت طلب کیجئے، اور مؤمن مردوں اور عورتوں کیلئے بھی، اور اللہ تمہاری بازگشت

مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿١٩﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ ع ۲ ۸ ۶

مُتَقَلَّبَكُمْ	وَ	مَثْوٰىكُمْ ﴿١٩﴾	وَ	يَقُوْلُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَوْلَا	نُزِّلَتْ	سُوْرَةٌ ۚ
تمہارے پلٹنے کی جگہ	اور	تمہارا ٹھکانہ	اور	کہتے ہیں	وہ لوگ جو	ایمان لائے	کیوں نہیں ہوا	نازل کی گئی	ایک سورت

اور اصل ٹھکانہ جانتا ہے۔ ﴿١٩﴾ اور اہلِ ایمان کہتے ہیں کہ کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی جاتی؟

فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ

فَاِذَآ	اُنْزِلَتْ	سُوْرَةٌ	مُّحْكَمَةٌ	وَّ	ذُكِرَ	فِيْهَا	الْقِتَالُ ۙ	رَاَيْتَ	الَّذِيْنَ	فِيْ
پھر جب	نازل کی گئی	ایک سورت	مضبوط	اور	ذکر کیا گیا	اسمیں	لڑائی کا	دیکھا تو نے	ان لوگوں کو	بیچ

پھر جب کوئی سورت جچے تلے احکام پر مشتمل اترتی ہے اور اس میں قتال کا ذکر ہوتا ہے تو آپ اُن لوگوں کو دیکھتے ہیں

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ

قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ	يَّنْظُرُوْنَ	اِلَيْكَ	نَظَرَ	الْمَغْشِيِّ	عَلَيْهِ	مِنَ	الْمَوْتِ ؕ
ان کے دلوں کے	بیماری	دیکھتے ہیں وہ	تیری طرف	جیسے دیکھنا	غشی طاری ہو	اس پر	سے	موت کے

جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ وہ آپ کی طرف ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہو،

زندگی کی بے شمار یادیں جہاں سے وابستہ تھیں، مشرکین مکہ نے ان کی دعوت سے ناراض ہوکر حالات اس نہج پر پہنچا دیئے کہ نبی علیہ السلام کو وہاں سے ہجرت کرنا پڑی، اگر اہل مکہ حالات یہاں تک نہ پہنچاتے تو نبی علیہ السلام کبھی بھی ارضِ مکہ کو چھوڑ کر نہ جاتے، چنانچہ ہجرت کے وقت مکہ مکرمہ کی جانب رخ کرکے خود نبی علیہ السلام نے فرمایا اے مکہ! اللہ کی قسم! تمام ملکوں اور شہروں میں مجھے سب سے زیادہ تو محبوب ہے، اگر مجھے میری قوم یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کرتی تو میں یہاں سے کبھی نہ جاتا، دراصل اہل مکہ کو اپنے مال و دولت اور اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں یاد دلایا کہ تم سے پہلے تم سے بھی زیادہ طاقتور قومیں گزر چکی ہیں، تمہاری طاقت ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی، جب ان پر ہمارا عذاب اترا تو کوئی ان کی مدد کے لیے آگے نہ آیا، ہم نے انہیں تباہ و برباد اور ملیامیٹ کردیا، کوئی انہیں بچانے والا نہ ہوا، اس لیے اہل مکہ کو اترانے کی ضرورت نہیں، اگر ہم نے انہیں سزا دینے کا فیصلہ کرلیا تو یہ بھی ہماری گرفت سے بچ نہ سکیں گے۔ ﴿۱۴﴾ اس آیت مبارکہ میں دو قسم کے لوگوں کے درمیان موازنہ پیش کیا گیا ہے، ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کے پاس اپنے قول اور فعل کے لیے واضح اور مستند دلیل موجود ہے، ان کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے، دلیل کی روشنی میں اور ان کے اعضا و جوارح سے جو کچھ صادر ہوتا ہے ان کے پاس اس کی بھی کوئی نہ کوئی دلیل ضرور ہوتی ہے، لہٰذا وہ ہر قسم کے خوف اور خطرے سے بے نیاز ہوکر اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں، دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو گناہوں اور فسق و فجور کے کاموں میں ملوث ہیں، جو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے صحیح اور غلط، جائز اور ناجائز کا امتیاز ختم کردیتے ہیں اور اس سے آگے بڑھ کر وہ انہیں "نیکی" سمجھتے ہیں، شیطان نے ان کے سامنے ان کے گناہوں کو اس طرح مزین اور خوشنما بنا کر پیش کیا ہے کہ وہ اب ان میں کوئی برائی اور بے حیائی نہیں سمجھتے، کیا یہ دونوں قسم کے لوگ آپس میں برابر ہوسکتے ہیں؟ ہر انصاف پسند انسان یہی فیصلہ کرے گا کہ ہرگز نہیں، ان دونوں کے درمیان زمین و آسمان اور مشرق و مغرب کا فاصلہ ہے۔ ﴿۱۵﴾ اس آیت مبارکہ میں ثواب اور عذاب، انعام اور انتقام، جنت اور جہنم، اہل جنت اور اہل جہنم کے متضاد احوال کو جمع کردیا گیا ہے اور اس انداز بیان میں ایک نفاست اور نزاکت ہے کہ ثواب اور انعام کے متعلق پڑھنے اور سننے والا ایک لمحے کے کروڑویں حصے میں بھی آیت کے اگلے ٹکڑے سے فکرمند اور خوفزدہ محسوس نہیں ہوتا، نیز آیت کا آخری جملہ پڑھنے والا ایک لمحے کے کروڑویں حصے میں بھی آیت کے پہلے ٹکڑے سے خود پسندی اور غرور میں مبتلا نہیں ہوتا، چنانچہ آغاز میں جنت کے احوال بیان کرتے ہوئے وہاں کی چار قسم پر مشتمل نہروں کا ذکر کیا گیا ہے اور چاروں جگہوں پر "انہار" جمع کا لفظ استعمال ہوا ہے، غالباً اس سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ان چاروں قسم کی نہریں جنت میں صرف ایک ایک نہ ہوں گی، بلکہ ہر قسم کی متعدد نہریں جاری ہوں گی، چنانچہ پانی کی صرف ایک نہر نہ ہوگی، بلکہ ضرورت اور نفاست و نزاکت کے لحاظ سے بے شمار نہریں ہوں گی، ان نہروں میں نہ تو کائی جمی ہوگی اور نہ ہی ان کا پانی بدبودار اور سڑا ہوا ہوگا، اسی طرح دودھ کی بے شمار نہریں ہوں گی، جن کا ذائقہ تبدیل یا خراب نہ ہوگا، حالانکہ دنیا میں تازہ دودھ اگر ابالا نہ جائے تو وہ خراب ہو جاتا ہے مقررہ مدت کے اندر استعمال نہ کیا جائے تو دہی بن جاتا ہے یا خراب ہوکر ناقابل استعمال ہو جاتا ہے، تیسری قسم کی نہریں شراب کی ہوں گی، اس شراب کو پینے سے انسان کے ہوش و حواس مختل ہوں گے اور نہ ہی وہ نشے میں مدہوش ہوکر بہکی بہکی باتیں کرے گا، نہ اس کے سر میں درد ہوگا اور نہ ہی وہ کسی دوسرے جسمانی یا مالی نقصان کا شکار ہوگا، اسے پینے سے انسان کو لذت محسوس ہوگی اور وہ اسے لذت کے لیے ہی نوش کرے گا، چوتھی قسم کی نہریں خالص شہد کی ہوں گی، جس میں نہ تو کوئی ملاوٹ ہوگی اور نہ اس پر جھاگ چھایا ہوگا، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ جنت میں دودھ، پانی، شراب اور شہد اس قدر کثرت اور فراوانی کے ساتھ دستیاب ہوں گے

فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۗ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۗ فَلَوْ

فَاَوْلٰى	لَهُمْ ﴿۲۰﴾	طَاعَةٌ	وَ	قَوْلٌ	مَّعْرُوْفٌ	فَاِذَا	عَزَمَ	الْاَمْرُ	فَلَوْ
سو ہلاکت	ان کیلئے	اطاعت کرنا	اور	کہنا	بھلی بات	سو جب	پختہ ہو	معاملہ	سو اگر

سو اُن کیلئے ہلاکت ہے۔ [20] اطاعت کرنا اور بھلی بات کہنا چاہیے، پھر جب کسی حکم کی تاکید ہو تو اگر

صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ

صَدَقُوا	اللّٰهَ	لَكَانَ	خَيْرًا	لَّهُمْ ﴿۲۱﴾	فَهَلْ	عَسَيْتُمْ	اِنْ	تَوَلَّيْتُمْ	اَنْ
سچے رہیں وہ	اللہ سے	البتہ ہو	زیادہ بہتر	ان کیلئے	تو کیا	تم سے امید ہے	اگر	تم نے حکومت پائی	یہ کہ

وہ اللہ کے ساتھ سچے رہیں تو یہی اُن کے حق میں بہتر ہے۔ [21] پھر تم سے توقع بھی یہی ہے کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے

تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

تُفْسِدُوْا	فِي	الْاَرْضِ	وَ	تُقَطِّعُوْٓا	اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ
فساد کروگے تم	بیچ	زمین کے	اور	کاٹ ڈالوگے تم	رشتہ داریوں کو	وہی لوگ	وہ جو

تو تم زمین میں فساد پیدا کرو گے اور قطع تعلق کرو گے۔ [22] یہی وہ لوگ ہیں جن پر

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ

لَعَنَهُمُ	اللّٰهُ	فَاَصَمَّهُمْ	وَ	اَعْمٰٓى	اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾	اَفَلَا	يَتَدَبَّرُوْنَ	الْقُرْاٰنَ
لعنت کی ان پر	اللہ نے	سو انہیں بہرا کردیا	اور	اندھا کردیا	ان کی آنکھوں کو	تو کیا نہیں	غور کرتے وہ	قرآن میں

اللہ نے لعنت کی ہے، سو اُنہیں بہرا کر دیا اور اُن کی آنکھیں اندھی کر دیں۔ [23] تو کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے

اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ

اَمْ	عَلٰى	قُلُوْبٍ	اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	ارْتَدُّوْا	عَلٰٓى	اَدْبَارِهِمْ	مِّنْ
یا	پر	دلوں کے	تالے اس کے	بیشک	جو لوگ	پھر گئے	پر	اپنی پیٹھوں کے	سے

یا اُن کے دلوں پر تالے پڑ چکے ہیں؟ [24] بیشک وہ لوگ جو اپنی پشت کے بل الٹے پھر گئے،

بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ۗ وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾

بَعْدِ	مَا	تَبَيَّنَ	لَهُمُ	الْهُدَى	الشَّيْطٰنُ	سَوَّلَ	لَهُمْ	وَ	اَمْلٰى	لَهُمْ ﴿۲۵﴾
پیچھے	اس کے جو	واضح ہوچکی	ان کیلئے	ہدایت	شیطان نے	مزین کردیا	ان کیلئے	اور	امید دلائی	انہیں

بعد اس کے کہ اُن کے سامنے سیدھا راستہ واضح ہو چکا، شیطان نے اُسے اُن کے دلوں میں مزین کر دیا، اور اُن سے لمبے وعدے کیے۔ [25]

کہ کسی شخص کو کسی وقت بھی ان کی قلت کا احساس نہ ہوگا، یہ چاروں چیزیں مشروبات کی جنس میں سے ہیں، ماکولات کی جنس میں سے پھلوں کا ذکر یہاں کیا گیا ہے کہ اہل جنت کو ہر قسم کے پھل اور میوہ جات دستیاب ہوں گے جن میں موسمی اور بے موسمی پھلوں کی کوئی تخصیص نہ ہوگی اور ان سب سے بڑھ کر رب العالمین کی مغفرت اور بخشش، دوسری طرف وہ شخص ہے جو ہمیشہ جہنم میں پڑا سڑتا رہے گا، اسے پینے کے لیے اتنا کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا کہ وہ اس کے پیٹ میں پہنچ کر اس کی انتڑیاں کاٹ ڈالے گا، دونوں قسم کے لوگوں کا انجام بیان کردیا گیا ہے تاکہ ہر شخص خود فیصلہ کرلے کہ اسے کون سا انجام پسند ہے؟ [16] اس آیت مبارکہ میں منافقوں اور ان کی عادتوں کا ذکر کرکے ان سے خبردار کیا گیا ہے تاکہ مسلمان اپنی صفوں میں چھپے ہوئے منافقوں کو پہچانیں اور ان کے شر سے خود کو اور دوسروں کو محفوظ کریں، یہ وہ لوگ ہیں جو زبان سے اسلام کا کلمہ پڑھتے اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن دل سے کفر اور سرکشی پر جمے ہوتے ہیں، یہ لوگ جب پیغمبر ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں تو خود کو نہایت باادب ظاہر کرتے ہیں، دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ نہایت توجہ کے ساتھ ارشادات نبوت کو سن رہے ہیں اور انہیں اپنے دل و دماغ میں محفوظ کررہے ہیں، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا اس لیے ان کا سننا اور نہ سننا دونوں برابر ہوتے ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کی مجلس سے اٹھ کر جانے کے بعد وہ دوسرے لوگوں سے پوچھتے پھرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ابھی ابھی کیا فرمایا تھا، اگر یہ لوگ توجہ کے ساتھ ارشادات نبوت کو سن رہے تھے تو مجلس سے نکلنے کے بعد سوال کا کیا مطلب ہے؟ اگر کوئی شخص کہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ فرمان نبوت کا صحیح مفہوم نہ سمجھ پائے ہوں اس لیے اس کا مفہوم معلوم کرنا چاہتے ہوں گے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلنے والا ایک ایک لفظ واضح اور نہایت آسان ہوتا تھا، وہ ایک ایک بات کو تین تین مرتبہ دہراتے تھے تاکہ لوگوں کے ذہن نشین ہوجائے، وہ منطقیانہ اور فلسفیانہ گفتگو نہیں فرماتے تھے جسے سمجھنے کے لیے انسان کو منطق اور فلسفہ سمجھنا ضروری ہو، بات دراصل اتنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگادی ہے لہٰذا ان کے دلوں پر حق بات کا اثر ہی نہیں ہوتا، کیونکہ یہ لوگ اپنی خواہشات کے پجاری بن کر رہ گئے ہیں، اور جس طرف ان کی خواہشات انہیں چلاتی ہیں یہ اسی طرف آنکھیں بند کرکے چل پڑتے ہیں۔ [17] اس آیت مبارکہ میں ہدایت یافتہ لوگوں کے لیے دو وعدے کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت میں مزید اضافہ فرمادیتا ہے، کیونکہ جو شخص راہ ہدایت پر مسلسل چلتا رہتا ہے اسے اس میں ترقی ملنا بدیہی بات ہے، دنیا میں بھی جو شخص ایک کام مسلسل کرتا رہتا ہے، اسے اس میں مہارت حاصل ہوجاتی ہے اور وہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوجاتا ہے، دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں تقویٰ کی نعمت عطا فرمادیتا ہے، چنانچہ وہ حرام اور مشتبہ چیزوں سے اس طرح بچ کر چلتے ہیں جیسے خاردار جھاڑیوں اور کانٹوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ [18] اس آیت مبارکہ میں علامات قیامت رونما ہونے کا ذکر کرکے اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ قیامت کے انتظار میں بیٹھ جانا دانشمندی نہیں ہے کیونکہ جب قیامت قائم ہوگی، اس وقت تمام مجرم نصیحت حاصل کرنے کے خواہش مند ہوں گے لیکن اس وقت انہیں اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، پانی سر سے گزر جانے کے بعد بچاؤ کی ساری تدبیریں ناکام ہوجاتی ہیں، اس لیے قیامت کا انتظار کرنے کی بجائے اس کی ہولناکی سے بچنے کی تیاری اور فکر کرنی چاہیے، کیونکہ اگر قیامت اب تک نہیں آئی تو کیا ہوا؟ اس کی علامات تو پوری ہورہی ہیں، جب تمام علامات پوری ہوجائیں گی تو قیامت بھی قائم ہوجائے گی، رہی یہ بات کہ قیامت کی علامات کیا ہیں؟ تو یہ ایک مستقل موضوع ہے جس پر اہل علم نے متعدد کتب تصنیف فرمائی ہیں، انہوں نے علامات قیامت کو علامات قریبہ، علامات متوسطہ اور علامات بعیدہ تین حصوں میں تقسیم کرکے ان میں سے ہر ایک کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں، ان میں سے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ

ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	قَالُوْا	لِلَّذِيْنَ	كَرِهُوْا	مَا	نَزَّلَ	اللّٰهُ	سَنُطِيْعُكُمْ	فِيْ بَعْضِ
وہ	اس وجہ سے کہ وہ	کہنے لگے	ان لوگوں سے جو	ناپسند کرتے ہیں	اسے جو	نازل کیا	اللہ نے	عنقریب ہم اطاعت کریں گے تمہاری	بیچ کچھ

اس کی وجہ یہ ہے کہ اُنہوں نے اُن لوگوں سے کہا جو اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کو ناپسند کرتے ہیں کہ ہم کئی معاملات میں تمہاری اطاعت

الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

الْاَمْرِ	وَ	اللّٰهُ	يَعْلَمُ	اِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾	فَكَيْفَ	اِذَا	تَوَفَّتْهُمُ	الْمَلٰٓئِكَةُ
معاملے کے	اور	اللہ	جانتا ہے	ان کے مشورے	سو کیا ہوگا	جب	وفات دیں گے انہیں	فرشتے

کریں گے، اور اللہ اُن کے مشورے جانتا ہے۔ ﴿٢٦﴾ پھر اُس وقت کیا حال ہوگا جب فرشتے اُن کی جان نکالیں گے

يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ

يَضْرِبُوْنَ	وُجُوْهَهُمْ	وَ	اَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمُ	اتَّبَعُوْا	مَآ	اَسْخَطَ
مارتے ہوں گے	ان کے چہروں پر	اور	ان کی پیٹھوں پر	وہ	اس وجہ سے کہ وہ	پیروی کرنے لگے	اس کی جو	ناراض کردے

تو اُن کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہوں گے۔ ﴿٢٧﴾ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُنہوں نے اُس راستے کی پیروی کی جو اللہ کو

اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾ ع اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ

اللّٰهَ	وَ	كَرِهُوْا	رِضْوَانَهٗ	فَاَحْبَطَ	اَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾	اَمْ	حَسِبَ	الَّذِيْنَ	فِيْ
اللہ کو	اور	ناپسند کیا انہوں نے	اس کی رضا کو	سو ضائع کردیے اس نے	ان کے اعمال	کیا	سمجھ لیا	ان لوگوں نے	بیچ

ناپسند ہے اور اُنہوں نے اللہ کی رضا کو ناپسند کیا، سو اُس نے اُن کے اعمال ضائع کر دیے۔ ﴿٢٨﴾ کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ نَشَآءُ

قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ	اَنْ	لَّنْ	يُّخْرِجَ	اللّٰهُ	اَضْغَانَهُمْ ﴿٢٩﴾	وَ	لَوْ	نَشَآءُ
ان کے دلوں کے	بیماری	یہ کہ	ہرگز نہ	نکالے گا	اللہ	ان کے کینے	اور	اگر	ہم چاہتے

بیماری ہے، سمجھتے ہیں کہ اللہ اُن کے کینے ہرگز ظاہر نہیں فرمائے گا۔ ﴿٢٩﴾ اگر ہم چاہیں

لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ

لَاَرَيْنٰكَهُمْ	فَلَعَرَفْتَهُمْ	بِسِيْمٰهُمْ	وَ	لَتَعْرِفَنَّهُمْ	فِيْ	لَحْنِ	الْقَوْلِ
البتہ ہم تجھے دکھادیتے وہ	سو تو پہچان لیتا انہیں	ان کی علامت سے	اور	البتہ ضرور پہچان لے گا تو انہیں	بیچ	لہجے کے	بات کرنے کے

تو آپ کو وہ لوگ دکھادیں اور آپ اُنہیں اُن کے چہروں سے ہی پہچان لیں، اور آپ اُنہیں بات کرنے کے انداز سے بھی پہچان لیں گے،

ع ٣ ٩ ٧

بیشتر علامات پوری ہوچکی ہیں اور اب صرف بڑی بڑی علامات کا ظہور باقی ہے، مثلاً ظہور مہدی، خروج دجال، نزول عیسیٰ علیہ السلام، خروج یاجوج وماجوج اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، تاہم ان علامات کے ظہور کے لیے کسی وقت کی تعیین اور اس کی روشنی میں قیامت کا وقت مقرر کرنا صرف ایک اندازہ ہوسکتا ہے، جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اس کا حقیقی اور حتمی علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ ﴿١٩﴾ اس آیت مبارکہ میں دو حکم دے کر اللہ تعالیٰ کے علم کامل کا حوالہ دیا گیا ہے، پہلا حکم یہ کہ اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت کا یقین پیدا کیا جائے، یہ یقین ہی انسان کو بنیاد فراہم کرتا ہے، اگر انسان کی بنیاد کمزور ہو تو وہ اس پر مضبوط عمارت کبھی تعمیر نہیں کرسکتا، تمام اعمال، اخلاق، معاملات، معاشرت اور عقائد کی عمارت اسی یقین پر تعمیر ہوتی ہے کہ اللہ ایک ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، نیز یہی یقین انسان کو کفر و شرک اور طاغوتی نظام سے بغاوت پر آمادہ کرتا ہے اس لیے انسان کا یقین جس قدر اعلیٰ اور مضبوط ہوگا، اسی قدر اس کے اعمال و عبادات میں اخلاص بھرپور ہوگا، چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یقین سب سے اعلیٰ درجے کا تھا، اس لیے ان کا اخلاص بھی سب سے اعلیٰ درجے کا تھا، اس کے بعد امت میں درجہ بدرجہ یقین رکھنے والے حضرات موجود رہے ہیں، دوسرا حکم یہ کہ اپنے لیے بھی اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی استغفار کا اہتمام کیا جائے، کیونکہ انسان کے نامہ اعمال میں استغفار کی جتنی بھی کثرت ہو، وہ اس کے حق میں مفید اور قیامت کے دن درجات کی بلندی کا سبب ہوگا، نیز مومنین کے حق میں استغفار کرنا دراصل کسی کی غیر موجودگی میں اس کے لیے مغفرت کی دعا کرنا ہے، غائبانہ دعا تو ویسے بھی بہت جلدی قبول ہوتی ہے اور کسی کے حق میں مغفرت کی دعا کرنا اس کی دلسوزی، ہمدردی اور خیر خواہی کو ثابت کرتا ہے، یہ ساری تفصیل اس صورت میں ہے جبکہ آیت میں خطاب کسی خاص فرد کی بجائے ہر اس شخص کو ہو جو مخاطب بننے کی صلاحیت رکھتا ہو، البتہ یہ احتمال بھی پایا جاتا ہے کہ خطاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو، ایسی صورت میں چونکہ نبی علیہ السلام پہلے سے ہی ان دونوں حکموں پر عمل فرما رہے ہیں، لہٰذا آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت کا جو یقین آپ کو حاصل ہے اس پر جمے رہیں اور اس سے پہلے کثرت سے استغفار کرنے کی جو عادت آپ کی طبیعت مبارکہ کا حصہ بن چکی ہے، اس عادت کو باقی رکھیں، اور اس کا دائرہ تمام مومن مردوں اور عورتوں تک وسیع فرما دیں، آخر میں اللہ تعالیٰ کے علم کامل کا حوالہ دیا گیا ہے اور اس کے عموم کے لیے دو لفظ استعمال کیے گئے ہیں، پہلا لفظ "متقلب" ہے جس کا معنی پلٹنے کی جگہ ہے، دوسرا لفظ "مثوی" ہے جس کا معنی ٹھکانہ ہے، ان میں سے پہلے لفظ سے مراد دنیا ہے کیونکہ اس میں انسان پلٹتا رہتا ہے اور دوسرے لفظ سے مراد آخرت ہے کیونکہ وہیں اس کا مستقل ٹھکانہ ہے، آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا میں بھی جانتا ہے اور آخرت میں بھی وہ تم سے باخبر ہوگا، دوسرا احتمال یہ ہے کہ پہلے لفظ سے زمانہ ماضی اور دوسرے لفظ سے زمانہ مستقبل مراد ہو، یعنی اللہ تمہارے ماضی اور مستقبل دونوں سے باخبر ہے، تیسرا احتمال یہ ہے کہ پہلے لفظ سے مراد دن اور دوسرے لفظ سے مراد رات ہو، کیونکہ دن میں انسان گھومتا رہتا ہے اور رات کو کسی جگہ ٹھکانہ بنا لیتا ہے، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دن سے بھی باخبر ہے اور تمہاری رات کے احوال سے بھی خوب واقف ہے، تینوں احتمالات اپنی جگہ درست ہیں۔ ﴿٢٠﴾ اس آیت مبارکہ میں جہاد کے احکام پر مشتمل کوئی سورت نازل ہونے پر منافقین کی حالت بیان کی گئی ہے، اہل ایمان تو اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے تھے کہ احکام جہاد پر مشتمل کوئی ایسی سورت نازل کی جائے جس کا کوئی حکم منسوخ نہ ہوتا کہ وہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کریں، کافروں کی ایذا رسانیوں سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں، سو جب ان کی دعائیں قبول کر کے اللہ تعالیٰ کوئی واضح سورت اس حوالے سے نازل فرماتا ہے تو اہل ایمان کی مراد بر آتی

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ

وَ	اللّٰهُ	يَعْلَمُ	اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾	وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ	حَتّٰى	نَعْلَمَ	الْمُجٰهِدِيْنَ	مِنْكُمْ
اور	اللہ	جانتا ہے	تمہارے اعمال کو	اور البتہ ضرور آزمائیں گے ہم تمہیں	یہاں تک کہ	ہم جان لیں	جہاد کرنے والوں کو	تم میں سے

اور اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔ ﴿۳۰﴾ اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے تاکہ تم میں سے مجاہدین اور صبر کرنے والوں کو

وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ

وَ	الصّٰبِرِيْنَ	وَ	نَبْلُوَا۟	اَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَ	صَدُّوْا	عَنْ
اور	صبر کرنے والوں کو	اور	جانچ لیں ہم	تمہاری خبریں	بیشک	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	اور	روکا انہوں نے	سے

ممتاز کر لیں، اور تمہاری خبروں کی جانچ پڑتال کر لیں۔ ﴿۳۱﴾ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اللہ کے راستے سے

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَاۗقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ

سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَ	شَاۗقُّوا	الرَّسُوْلَ	مِنْ	بَعْدِ	مَا	تَبَيَّنَ	لَهُمُ	الْهُدٰى	لَنْ
راستے	اللہ کے	اور	مخالفت کی انہوں نے	پیغمبر کی	سے	پیچھے	اس کے جو	واضح ہو چکی	ان کیلئے	ہدایت	ہرگز نہ

لوگوں کو روکتے رہے اور ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی پیغمبر (ﷺ) کی مخالفت کرتے رہے، وہ

يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۭ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

يَّضُرُّوا	اللّٰهَ	شَيْـًٔا	وَ	سَيُحْبِطُ	اَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾	يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا
نقصان کریں گے وہ	اللہ کا	کچھ بھی	اور	عنقریب ضائع کر دے گا وہ	ان کے اعمال کو	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے

اللہ کا کوئی نقصان ہرگز نہ کر سکیں گے، اور عنقریب وہ اُن کے اعمال کو ضائع کر دے گا۔ ﴿۳۲﴾ اے اہلِ ایمان!

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اَطِيْعُوا	اللّٰهَ	وَ	اَطِيْعُوا	الرَّسُوْلَ	وَ	لَا	تُبْطِلُوْٓا	اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ
اطاعت کرو تم	اللہ کی	اور	اطاعت کرو تم	پیغمبر کی	اور	مت	ضائع کرو تم	اپنے اعمال کو	بیشک	جن لوگوں نے

اللہ کی اطاعت کرو، پیغمبر (ﷺ) کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال ضائع مت کرو۔ ﴿۳۳﴾ بیشک وہ لوگ

كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ

كَفَرُوْا	وَ	صَدُّوْا	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	ثُمَّ	مَاتُوْا	وَ	هُمْ	كُفَّارٌ	فَلَنْ	يَّغْفِرَ	اللّٰهُ
کفر کیا	اور	روکا انہوں نے	سے	راستے	اللہ کے	پھر	مر گئے	اور	وہ	کفر کرنے والے	تو ہرگز نہ	مغفرت کرے گا	اللہ

جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکتے رہے، پھر وہ کافر ہونے کی حالت میں ہی مر گئے، تو اللہ اُن کی مغفرت ہرگز

ہے اور وہ خوش ہو جاتے ہیں، لیکن جن لوگوں کے دلوں میں نفاق و شقاق اور شک کی بیماری پائی جاتی ہے وہ پیغمبر ﷺ کو ایسے دیکھتے ہیں جیسے کسی شخص پر موت کی مدہوشی اور نشہ طاری ہو گیا ہو، انہیں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کسی نے انہیں یہ خبر دی ہو کہ وہ موت کے منہ میں جا رہے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے اپنے لیے گڑھا کھود رہے ہیں، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ انہیں اپنی زندگی سے اس قدر پیار ہے کہ وہ جہاد جیسا مقدس فریضہ ترک کرنے کے لیے تیار ہیں، اس لیے انہیں حقیقی خوشی کیونکر نصیب ہو سکتی ہے؟ [۲۱] اس آیت مبارکہ میں منافقین کی پریشانی اور حالت زار کا حال بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ جہاد کا حکم سن کر پھٹی پھٹی نگاہوں سے پیغمبر ﷺ کو دیکھنے لگتے ہیں، حالانکہ انہیں چاہیے تھا کہ حکم الٰہی کی اطاعت کرتے، سر جھکاتے، اپنی فرمانبرداری کا یقین دلاتے اور زبان سے بھی کوئی بیہودہ یا نامناسب جملہ نکالنے کی بجائے شائستہ بات نکالتے، چنانچہ بعض اوقات وہ زبان سے اطاعت کی یقین دہانی بھی کرواتے ہیں، لیکن جب اس یقین دہانی پر عمل کی نوبت آتی ہے تو وہ اس سے پھر جاتے ہیں اور مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں، اگر وہ اپنی بات سے نہ پھرتے اور اللہ تعالیٰ سے کیے گئے وعدے کو سچ کر دکھاتے تو اس کا فائدہ انہی کو ہوتا اور وہ انہی کے حق میں بہتر ہوتا۔ [۲۲] اس آیت مبارکہ کی تفسیر دو طرح کی گئی ہے، ایک یہ کہ ''تولیتم'' کا لفظ اعراض کے معنی میں ہے اور خطاب منافقین کو ہے، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اے منافقو! اگر جہاد کا حکم سن کر تمہاری جان جاتی ہے اور تم اسی طرح اعراض کی روش پر قائم رہے تو تم سے یہی توقع ہو سکتی ہے کہ تم پہلے کی طرح زمین میں فتنے اور فساد پھیلاتے رہو، رشتہ داروں کے ساتھ قطع تعلق کرتے رہو اور صلہ رحمی کے احکامات کو پامال کرتے رہو، یہ مفہوم آیت کے سیاق و سباق سے مناسبت رکھتا ہے، دوسری تفسیر یہ کہ ''تولیتم'' کا لفظ ''وِلایت'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی حکومت و سلطنت ہے اور خطاب حکمرانوں کو ہے، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے حکمرانو! اگر تمہیں زمین کے کسی حصے کی حکومت اور اقتدار مل جائے اور تم اللہ تعالیٰ کے احکامات اور نبی علیہ السلام کی سنت سے اعراض کرو تو ممکن ہے کہ حکومت و اقتدار کے لالچ میں تم زمین کو فساد اور خونریزی سے بھر دو اور قطع رحمی پر آمادہ ہو جاؤ، بیشتر مفسرین نے اسی معنی کو ترجیح دی ہے، ماضی میں بھی بیشتر حکمران ایسا کرتے رہے ہیں اور حال میں بھی حکومت کی باگ دوڑ ایسے ہی لوگوں کے ہاتھ میں ہے، جنہوں نے اقتدار کی خاطر اپنے ہی عزیزوں کو قتل کیا، یتیموں اور بیواؤں کو ذلیل کیا، ان کے مال و دولت پر ناجائز قبضہ کیا، زمین میں فساد پھیلایا، انصاف کا لفظ استعمال کر کے انصاف کا خون کیا، اپنے وفاداروں کو ہر بڑے عہدے پر فائز کیا اور انہیں کھل کھیلنے کی کھلی چھوٹ دیدی، جس کے نتیجے میں رشوت اور ناجائز آمدن کے دروازے کھل جاتے ہیں، لوگوں کے جانی اور مالی نقصان میں حکمرانوں کی ذاتی تجوریاں روپے پیسے سے لبریز ہو جاتی ہیں، اسی لیے کسی شاعر نے کہا ہے کہ کسی بھی حکومت کی تباہی کے دو سبب ہوتے ہیں، پہلا سبب ظالم حکمران اور دوسرا سبب علماء سوء ہیں۔ [۲۳] اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو ملعون، بہرا اور اندھا قرار دیا گیا ہے جو حکم جہاد سن کر اعراض کی راہ اختیار کرتے ہیں یا حکومت و سلطنت حاصل کرنے کے بعد زمین میں فتنہ اور فساد کا بازار گرم کر دیتے ہیں اور قطع رحمی پر آمادہ ہو جاتے ہیں، اور یہ لوگ ان سزاؤں کے مستحق ہیں، کیونکہ حکومت و سلطنت ہمیشہ رہنے والی چیز نہیں ہے، اگرچہ دنیا کا ہر حکمران خود کو ناگزیر اور اس کے حواری اسے دنیا کی سب سے بڑی ضرورت قرار دیتے ہیں، لیکن اقتدار کے ایوانوں سے عزت و آبرو کے ساتھ رخصت ہونے والے حکمران بہت کم ہوئے ہیں، انسان اس اقتدار کے پیچھے امن عامہ اور قرابت داری دونوں کو داؤ پر لگا دیتا ہے حالانکہ اس کے آڑے وقتوں میں اس کی مدد کے لیے ایوان اقتدار سے کوئی نہیں آتا، صرف وہی عزیز و اقارب اس کے کام آتے ہیں جنہیں وہ اپنے عروج کے زمانے میں ملاقات کے قابل نہیں سمجھتا تھا، لہٰذا جو

لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ

لَهُمْ ﴿۳۴﴾	فَلَا	تَهِنُوْا	وَ	تَدْعُوْٓا	اِلَى	السَّلْمِ	وَ	اَنْتُمُ	الْاَعْلَوْنَ	وَ	اللّٰهُ	مَعَكُمْ
ان کی	سومت	کمزور پڑو تم	اور	پکارنے لگو	طرف	صلح کے	اور	تم ہی	غالب آنے والے	اور	اللہ	تمہارے ساتھ

نہ فرمائے گا۔ ۳۴ سو تم کمزور نہ پڑو کہ "صلح" کو پکارنے لگو، اور تم ہی غالب رہو گے، اور اللہ تمہارے ساتھ ہے،

وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَاِنْ

وَ	لَنْ	يَّتِرَكُمْ	اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾	اِنَّمَا	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا	لَعِبٌ	وَّ	لَهْوٌ	وَ	اِنْ
اور	ہرگز نہ	کم کرے گا تمہیں	تمہارے اعمال	وہ تو صرف	زندگی	دنیا کی	دل لگی	اور	تماشا	اور	اگر

وہ تمہارے اعمال میں تمہارا نقصان ہرگز نہ کرے گا۔ ۳۵ دنیا کی زندگی تو محض کھیل تماشا ہے، اگر تم

تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾ اِنْ

تُؤْمِنُوْا	وَ	تَتَّقُوْا	يُؤْتِكُمْ	اُجُوْرَكُمْ	وَ	لَا	يَسْـَٔلْكُمْ	اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾	اِنْ
تم ایمان لاؤ	اور	ڈرتے رہو	دے گا وہ تمہیں	تمہارے اجر	اور	نہ	مانگے گا تم سے	تمہارے مالوں کو	اگر

ایمان لے آؤ اور تقویٰ اختیار کرلو تو وہ تمہیں تمہارا اجر دے گا اور تم سے تمہارے مال نہیں مانگے گا۔ ۳۶ اگر

يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ

يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا	فَيُحْفِكُمْ	تَبْخَلُوْا	وَ	يُخْرِجْ	اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾	هٰٓاَنْتُمْ	هٰٓؤُلَاۗءِ
وہ مانگنے لگے تم سے وہ	سو تمہیں تنگ کر دے	بخل کرنے لگو تم	اور	نکال دے وہ	تمہارے کینے	یہ تم	وہ لوگ

وہ تم سے مال مانگنے لگے اور تمہیں تنگ کر دے، تو تم بخل کرنے لگو گے اور وہ تمہارے دل کے کینے کو ظاہر کر دے گا۔ ۳۷ یہ تم لوگ ہی ہو کہ

تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ

تُدْعَوْنَ	لِتُنْفِقُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	فَمِنْكُمْ	مَّنْ	يَّبْخَلُ	وَ	مَنْ
بلائے جاتے ہو	تاکہ خرچ کرو	بیچ	راستے	اللہ کے	سو تم میں سے	وہ جو	بخل کرتا ہے	اور	جو کوئی

تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کیلئے بلایا جاتا ہے، پھر تم میں سے کوئی بخل کرتا ہے اور جو

يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ ۚ وَاِنْ

يَّبْخَلْ	فَاِنَّمَا	يَبْخَلُ	عَنْ	نَّفْسِهٖ	وَ	اللّٰهُ	الْغَنِيُّ	وَ	اَنْتُمُ	الْفُقَرَاۗءُ	وَ	اِنْ
بخل کرے گا	تو صرف	بخل کرے گا	سے	اپنی جان کے	اور	اللہ	بے نیاز	اور	تم	محتاج لوگ	اور	اگر

بخل کرتا ہے، اُس کے بخل کا نقصان اُسی کو ہوگا، اور اللہ بے نیاز ہے اور تم ہی فقراء ہو، اور اگر

ع ۴ / ۱۰ / ۸

شخص دنیا کی محبت اور اقتدار کے نشے میں مست ہوجاتا ہے، حقیقت میں وہ اندھا بہرا بن جاتا ہے، اسے صرف وہی دکھائی دیتا ہے جواس کے مشیر اور وزیر اسے دکھاتے ہیں اور وہ وہی سنتا ہے جواس کے مشیر اور وزیر اسے سننے کے لیے دیتے ہیں۔ ۲۴ اس آیت مبارکہ میں استفہام کے انداز میں "تدبر قرآن" کی دعوت دی گئی ہے اور آیت کا مفہوم یہ ہے کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے، وہ قرآن کریم میں تدبر کیوں نہیں کرتے؟ وہ اس کے الفاظ سے معانی اور معانی سے اسرار و رموز اور نکات کی طرف کیوں نہیں بڑھتے؟ وہ اس کے گہرے سمندر میں غوطہ زن ہوکر اس سے حکمت کے موتی کیوں نہیں نکالتے؟ وہ جہاد کا حکم سن کر اس کے آثار و نتائج میں تدبر کیوں نہیں کرتے؟ وہ سلطنت اور اختیار حاصل ہونے کے بعد قرآن کریم کو پس پشت کیوں ڈال دیتے ہیں؟ وہ حکومت چلانے کے لیے اس سے رہنمائی کیوں نہیں لیتے؟ کیا ان کے دلوں پر تالے پڑ چکے ہیں؟ کیا ان تالوں کی کنجیاں گم ہوگئی ہیں؟ کیا ان تالوں پر زنگ چڑھ گیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو ذکر اللہ اور توبہ و استغفار کا اہتمام ان تالوں کو کھول سکتا ہے سو ہر شخص کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ اس کے لیے تدبر قرآن کے دروازے کھل جائیں۔ ۲۵ اس آیت مبارکہ میں مرتدین کے ارتداد کی اصل وجہ بیان کی گئی ہے، کہ ان کے سامنے راہ ہدایت واضح ہوچکی، سیدھا راستہ ان کے سامنے نمایاں ہوچکا، نبی ہادی ﷺ ان کے سامنے موجود ہیں، ان کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کھلی کتاب کی مانند دستیاب ہے، اس کے باوجود اگر یہ لوگ مرتد ہوجاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان پر شیطان کا حملہ کارگر ہوگیا، وہ شیطان کے جادو کا شکار ہوگئے، شیطان نے ان کے سامنے کفر و ارتداد کو اس طرح مزین اور خوشنما بنا کر پیش کیا کہ وہ اس کے جال میں پھنس گئے، اب وہ اس سے نکل نہیں پا رہے، نیز شیطان نے ان سے لمبے چوڑے وعدے کیے اور انہیں مستقبل کے حوالے سے سبز باغ دکھائے، انہوں نے شیطان کے وعدوں پر یقین کرلیا اور رحمان کے وعدوں کو بھلا دیا، سو ان کی دنیا اور آخرت دونوں برباد ہوگئے۔ ۲۶ اس آیت مبارکہ میں مرتدین، منافقین، مشرکین اور یہودیوں کا گٹھ جوڑ بے نقاب کیا گیا ہے کہ جو لوگ مرتد ہوکر دوبارہ کفر و شرک کے گندے جوہڑ میں جا گرے، وہ مشرکوں اور منافقوں سے یا اہل کتاب یہودیوں سے خفیہ ملاقاتوں میں کہتے ہیں کہ کچھ چیزوں میں ہم تمہاری کھلم کھلا بات مان سکتے ہیں اور ان میں تمہاری بھرپور تائید کرسکتے ہیں، لیکن مسلمانوں کی تلوار سے بچنے اور ان کی صفوں میں اپنے آپ کو باقی رکھنے کے لیے بعض چیزوں میں تمہاری ظاہری موافقت نہیں کرسکتے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ ان کی خفیہ ملاقاتیں اللہ تعالیٰ کے لیے خفیہ نہیں ہیں، یہ تفسیر اس صورت میں ہے جبکہ "قالوا" کا قائل مرتدین ہوں اور اللہ کی نازل کردہ تعلیمات سے نفرت کرنے والوں سے مراد منافقین و مشرکین ہوں یا اہل کتاب یہودی، تاہم اس کے علاوہ بھی بعض مفسرین نے کئی احتمالات ذکر فرمائے ہیں، یہاں جو راجح تر معلوم ہوا، اسے ذکر کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ ۲۷ اس آیت مبارکہ میں مرتدین اور منافقین کو موت کے وقت فرشتوں کی مار یاد دلائی گئی ہے کہ فرشتے ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مار رہے ہوں گے اور وہ اس مار سے خود کو بچا نہ سکیں گے، چونکہ چہرہ جسم کے اگلے حصے میں اور پیٹھ پچھلے حصے میں ہوتی ہے اس لیے معنی یہ ہوا کہ فرشتے انہیں آگے پیچھے سے مار رہے ہوں گے اور ان اعضاء پر بھی مار لگائیں گے جن پر معمولی سی چوٹ اور تکلیف بھی نہایت شدید معلوم ہوتی ہے نیز جس شخص کے چہرے پر طمانچہ مارا جائے وہ اسے اپنی بہت بڑی بے عزتی خیال کرتا ہے، پھر اگر مارنے والا فرشتہ ہو اور مار کھانے والا ابن آدم ہو اور وقت نزع کا ہو اور گرز لوہے کا ہو تو اس کی ہولناکی کا تصور کر کے ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، اعاذنا اللہ منہا ۲۸ اس آیت مبارکہ میں موت کے وقت فرشتوں کی طرف سے مارے جانے کی دو وجہیں بیان کر کے ان کے اعمال کا رائیگاں جانا بیان کیا گیا ہے، کیونکہ فرشتوں سے ظلم کا تصور نہیں ہوسکتا کہ وہ کسی شخص کو بلا جرم مار پیٹ

تَتَوَلَّوۡا يَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَكُمۡ ﴿۳۸﴾ ع

تَتَوَلَّوۡا	يَسۡتَبۡدِلۡ	قَوۡمًا	غَيۡرَكُمۡ	ثُمَّ	لَا	يَكُوۡنُوۡۤا	اَمۡثَالَكُمۡ ﴿۳۸﴾
تم منہ پھیرلو	بدل دے گا وہ	قوم کو	علاوہ تمہارے	پھر	نہ	ہوں گے وہ	تمہاری طرح

تم منہ پھیر لو گے تو وہ بدل کر تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا، پھر وہ تمہاری طرح کے نہ ہوں گے۔ ۳۸

سورۃ: ۴۷ آیۃ: ۳۸ منزل ۶ سورۃ: ۴۷ آیۃ: ۳۸

کا نشانہ بنائیں اگر مجرموں کو موت کے وقت فرشتوں سے پٹائی کا سامنا کرنا پڑا تو اس کی دو وجہیں ہوں گی، پہلی یہ کہ وہ اللہ کی ناراضگی والے راستے پر چل پڑے، انہوں نے کفر کیا، مرتد ہو گئے، نفاق میں مبتلا ہو گئے، یہودیت اور عیسائیت پر قائم رہے، پیغمبر ﷺ کا انکار کیا اور شیطان کے بہکاوے میں آ کر اپنے نصب العین سے ہٹ گئے، اور دوسری وجہ یہ کہ انہوں نے اللہ کو راضی کرنے اور اس کی رضا حاصل کرنے کو پسند نہیں کیا، اللہ تعالیٰ اسلام قبول کرنے سے راضی ہوتا ہے، وہ اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے راضی ہوتا ہے وہ آسمانی تعلیمات پر عمل کرنے سے راضی ہوتا ہے، لیکن ان لوگوں نے ان کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں دکھائی، اللہ کی رضا کی اہمیت ہی نہیں سمجھی، بلکہ اس پر اپنی ناگواری اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا، ایسے لوگوں کے اعمال کی اللہ کو بھی کوئی ضرورت نہیں، اس لیے وہ ان کے اعمال کو ضائع اور بے فائدہ بنا دے گا، جس سے انہیں ان کے اعمال کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، خواہ وہ نیکیوں کے پہاڑ اور انبار ہی ہوں۔ ۲۹ اس آیت مبارکہ میں منافقین کے ایک گمان فاسد کی تردید کی گئی ہے کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں شک اور نفاق کی بیماری پائی جاتی ہے، یہ بیماری ان پر اس قدر غالب آ چکی ہے کہ لگتا نہیں ہے وہ اس سے کبھی صحت یاب ہوں گے، ان کا گمان یہ ہے کہ انہوں نے اپنے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے جو کینہ، عداوت اور بغض جیسے منفی جذبات پال رکھے ہیں، مسلمان ان سے بے خبر رہیں گے، اور وہ جس طرح اب تک مسلمانوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب رہے ہیں، آئندہ بھی مسلمانوں کو اسی طرح دھوکہ دیتے رہیں گے اور مسلمان پہلے کی طرح اس دھوکے کا شکار ہو کر ان پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کرتے رہیں گے، ان کے دلوں کا کینہ پردے میں ہی رہے گا، عام طور پر کینہ پرور قسم کے لوگوں کا یہی خیال ہوتا ہے، لیکن وہ نہیں جانتے کہ گندگی کے ڈھیر پر خوشبو کا چھڑکاؤ کرنے سے اس کی بدبو اور گندگی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس کے لیے گندگی کو دور کرنا، طہارت و نظافت کا اہتمام کرنا اور اس کے بعد خوشبو کا اہتمام کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ۳۰ اس آیت مبارکہ میں منافقین کی شناخت کے حوالے سے فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ بات ہرگز مشکل نہیں ہے کہ وہ تمام منافقین کو متعین طور پر نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کر دے اور وہ انہیں ان کے چہروں سے شناخت کر لیں، پھر جب وہ لوگ سامنے آئیں تو پیغمبر ﷺ ان کے حوالے سے محتاط ہو جائیں اور ان کے شر سے بچنے کا خصوصی اہتمام کریں، لیکن اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا، کیونکہ اس کی حکمت اس کا تقاضا نہیں کرتی، خود رسول اکرم ﷺ کی شان کریمی بھی اس کا تقاضا نہیں کرتی، اس لیے اس کی ضرورت تو نہیں ہے کہ انہیں متعین کر کے دکھا دیا جائے، البتہ منافقوں کے چہروں پر ایسی بے برکتی اور بے توفیقی کی مہر لگی ہوتی ہے کہ اسی سے ان کی شناخت ہو جاتی ہے اور مومنانہ فراست کا مالک چہرہ دیکھتے ہی پہچان جاتا ہے کہ کون مخلص ہے اور کون منافق؟ اسی طرح ان کا لب ولہجہ، انداز کلام اور الفاظ کا انتخاب بھی ایک صاحب بصیرت آدمی پر متکلم کا اخلاص اور نفاق ظاہر کر دیتا ہے، چنانچہ وہ لب و لہجے میں چھپے ہوئے مخلص اور منافق کی بآسانی شناخت کر لیتا ہے، یہ ممکن ہے کہ ایک عام آدمی منافقین کی لفاظی اور ظاہری حلیے کو دیکھ کر اس سے دھوکہ کھا جائے اور اسے مخلص مسلمان سمجھ بیٹھے، لیکن اللہ تعالیٰ جس شخص کو چہرے پڑھنا اور لب و لہجے کو سمجھنا آسان کر دے، وہ منافقین کی لفاظی کے جال میں نہیں پھنستا، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو چند متعین منافقین کے نام بتا دیے تھے، اسی وجہ سے انہیں "صاحب سر النبی ﷺ" کہا جاتا ہے، ممکن ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد نبی علیہ السلام کو ان کے نام بتائے گئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ نبی علیہ السلام نے انہیں ان کی لفاظی یا ظاہری حلیے سے شناخت فرمایا ہو اور یہ شناخت عام لوگوں کی شناخت سے یقیناً زیادہ قوی ہے، اس لیے ان کا منافق ہونا یقینی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے اپنے متعلق تصدیق کرواتے تھے کہ کہیں ان کا نام ان بارہ لوگوں میں سے تو نہیں ہے اور ان کے تسلی دینے پر وہ مطمئن ہو جاتے تھے۔ ۳۱ اس آیت مبارکہ میں "آزمائش" کا اعلان کیا گیا ہے کیونکہ صرف زبان سے اسلام کا دعویٰ کر لینا بہت آسان ہے اور بہت سے لوگ زبانی اسلام قبول کر کے سمجھتے ہیں کہ بس اب سیدھے جنت میں چلے جائیں گے، اس کے لیے انہیں کسی قسم کے امتحان اور آزمائش کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، ایسے لوگ اس بات سے بے خبر ہیں کہ جب تک اپنے دعوے کو دلیل سے ثابت نہ کیا جائے، اس وقت تک وہ صرف دعویٰ ہوتا ہے اور اس زبانی کلامی جمع خرچ کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، جہاد کا حکم بھی اسی وجہ سے دیا گیا ہے کہ معلوم ہو جائے، ان میں سے کون اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر دشمن کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہونے کی ہمت رکھتا ہے اور کون بزدلی دکھا کر پچھلی صفوں میں جگہ تلاش کرتا ہے؟ کون ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتا ہے اور کون پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے؟ کس کی خبر سچی ہے اور کس کی خبر جھوٹی ہے؟ گویا سچ اور جھوٹ، ثابت قدمی اور بزدلی کو جانچنے کے لیے ہر شخص کو امتحان کی بھٹی سے گزرنا ضروری ہے، پھر جو اس امتحان میں کامیاب ہوگا، اس کے لیے کامیابی ہی کامیابی ہے۔ ۳۲ اس آیت مبارکہ میں تہدید اور دھمکی کا پہلو نمایاں ہے اور اس کا تعلق یا تو بنو قریظہ اور بنو نضیر کے اہل کتاب سے ہے یا کفار قریش سے، مفسرین کی دونوں رائیں موجود ہیں، لیکن چونکہ الفاظ عام ہیں اس لیے ہر زمانے کے کفار و مشرکین اس میں شامل ہو سکتے ہیں کہ جو لوگ بھی کفر کے راستے پر چل رہے ہیں، اللہ کی مخلوق کو اسی کے راستے سے بہکا کر گمراہ کر رہے ہیں، یعنی خود بھی بھٹکے ہوئے ہیں اور راہ حق پر چلنے کی کوشش کرنے والوں کے راستے میں بھی رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ ان کی بیماری متعدی ہے، وہ خود بھی بیمار ہیں اور دوسروں کو بھی ان کی بیماری لگ رہی ہے، نیز ان کے سامنے راہ ہدایت بالکل واضح ہو چکی ہے، اس کے باوجود وہ پیغمبر ﷺ کی مخالفت اور ضد بازی پر اڑے ہوئے ہیں، اگر ان کا گمان یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے پیغمبر کا کچھ نقصان کر سکیں گے، تو وہ اپنی اس خوش فہمی سے باہر نکل آئیں، یہ ان کے بس میں ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ اور اس کے پیغمبر کا کچھ بگاڑ سکیں، وہ اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا لیں اور جو کر سکتے ہوں، وہ کر کے دیکھ لیں، اللہ سے مقابلہ کرنے والا کوئی شخص کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا اور اس کی ساری محنت ضائع ہو جاتی ہے، اس کے تمام اعمال اور تمام کاوشیں بکھرا ہوا گرد و غبار بن جاتی ہیں۔ ۳۳ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو خطاب کر کے دو امر اور ایک نہی کا مکلف بنایا گیا ہے، پہلا امر یہ کہ اللہ کی اطاعت کرو، کیونکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے اور وہی تمہاری مشین کا موجد ہے لہٰذا اسی کے احکامات کی روشنی میں زندگی گزارنا ضروری ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ تمہاری ضروریات اور جسمانی تقاضوں سے بخوبی واقف ہے، اس لیے وہ ان پہلوؤں کو سامنے رکھ کر ہی تمہیں کوئی حکم جاری کرے گا، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کا علم کامل ہے اور اس کی حکمت محیط ہے، اس کی نظروں سے کچھ بھی مخفی نہیں ہے اور وہ اپنی ہر مخلوق کی پکار خوب سنتا ہے، اس لیے اطاعت میں سب سے پہلا حق اسی کا ہے، دوسرا امر یہ کہ پیغمبر ﷺ کی اطاعت کرو، کیونکہ اس دنیا میں کوئی انسان دوسرے کے لیے اتنا شفیق، ہمدرد اور مخلص نہیں ہو سکتا جتنے رسول اکرم ﷺ ہیں، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات بندوں تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوتی ہے، وہ بندوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ زندگی کا جیتا جاگتا نمونہ ہیں، جسے سامنے رکھ کر انسان راہ عمل تلاش کر سکتا ہے، نہی یہ کہ اپنے اعمال کو ضائع اور باطل نہ کرو، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اپنی محنت کو برباد نہ کرو، سارا دن بھوکے پیاسے رہ کر، ساری رات مصلی کی پشت پر سوار ہو کر اور میدان جنگ میں جان ہتھیلی پر رکھ کر اس میں ریاکاری کی ملاوٹ نہ کرنا، ورنہ تمہاری ساری محنت ضائع ہو جائے گی، شہرت کا جذبہ بھی انسان کے نیک اعمال کو ضائع کر دیتا ہے، طبیعت یا نفس کے تقاضے کی بجائے اللہ کو راضی کرنے کے جذبے سے جو عمل کیا جائے، وہی مفید اور نفع بخش ثابت ہوتا ہے، ورنہ وہ عمل بھی ضائع ہو جاتا ہے، اسی طرح نیکی کا کوئی کام شروع کرنے کے بعد اسے ادھورا چھوڑ دینا بھی عمل کو ضائع کر دیتا ہے اسی طرح وہ عمل جو خلاف سنت ہو، یا بدعات میں سے ہو، وہ بھی اس تمام محنت پر پانی پھیر دیتا ہے جو عمل کرنے والا برداشت کرتا ہے۔ ۳۴ اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ مرتدین کی مغفرت ہرگز نہ کی جائے گی، کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے خلاف بغاوت کرتے ہیں، نہ صرف یہ کہ خود کفر کرتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں اور ان کی دعوت میں اصرار کا پہلو نمایاں ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات نہ ماننے والوں کے لیے اذیت کا پہلو غالب ہوتا ہے، پھر عام کافر اور مرتد میں ایک نمایاں فرق ہے اور وہ یہ کہ کافر اپنے کفر میں مخلص اور ثابت قدم ہوتا ہے وہ کبھی بھی اپنے پیدائشی دین یا آبائی مذہب کو ترک نہیں کرتا، جبکہ مرتد اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنا آبائی دین چھوڑ کر اسلام قبول کر لے، پھر کچھ وقت گزرنے کے بعد اسلام کو بھی چھوڑ دے اور اپنے سابقہ دین یا کسی اور مذہب میں شمولیت اختیار کر لے، ایسا شخص دوہرا مجرم ہے، اگر وہ اسلام قبول نہ کرتا تو کوئی بھی اسلام قبول کرنے پر اسے زبردستی مجبور نہیں کر سکتا تھا، لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد دوبارہ کفر میں واپس چلا جانا درحقیقت اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنے کے مترادف ہے، اس لیے جو لوگ کفر و ارتداد کی حالت میں ہی مر جائیں، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت اور بخشش ہرگز نہ فرمائے گا۔ ۳۵ اس آیت مبارکہ میں اہل اسلام کو دو کاموں سے منع کیا گیا ہے اور تین چیزوں کی خوشخبری دی گئی ہے، پہلا کام جس سے منع کیا گیا ہے، وہ سستی اور کمزوری ہے، یعنی مسلمانوں کو دشمن کے مقابلے میں سستی، کمزوری اور کم ہمتی نہیں دکھانی چاہیے، غالباً اسی وجہ سے نبی ﷺ بزدلی سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے، کیونکہ کم ہمتی کی وجہ سے انسان میں بزدلی پیدا ہو جاتی ہے، ظاہر ہے کہ اسلام بزدلی کی حوصلہ افزائی نہیں کر سکتا، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کم ہمتی ایک عیب ہے اور اسلام انسان کو اس عیب سے بچانا چاہتا ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کم ہمت آدمی اپنے ساتھ دوسروں کی ہمت بھی پست کر دیتا ہے، نیز اس کی کم ہمتی دشمن کو طاقتور اور مزید مضبوط کرنے کا ذریعہ اور سبب بن جاتی ہے، دوسرا کام جس سے منع کیا گیا ہے وہ دشمن سے صلح کی درخواست کرنا ہے، کیونکہ دشمن سے صلح کا ایک خاص طریقہ اور اس کی شرائط ہیں، ایسا نہیں ہے کہ جہاں کچھ سختی، پریشانی یا تکلیف کا سامنا کرنا پڑا تو گھبرا گئے اور دشمن سے صلح کی درخواست کرنے لگے، صرف جنگ اور میدان جنگ کی پریشانیوں، سامان جنگ کی قلت اور دشمن کی کثرت تعداد کو دیکھ کر صلح کی درخواست کرنا بھی دراصل بزدلی اور کم ہمتی ہی کی ایک شکل ہے، اس لیے

اٰیَاتُهَا ۲۹ (۴۸) سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۱) رُکُوْعَاتُهَا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ① لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ

اِنَّا	فَتَحْنَا	لَكَ	فَتْحًا	مُّبِيْنًا ①	لِّيَغْفِرَ	لَكَ	اللّٰهُ	مَا	تَقَدَّمَ	مِنْ	ذَنْۢبِكَ
بیشک ہم	فتح دی ہم نے	تیرے لیے	فتح	کھلی	تاکہ معاف کردے	تیرے لیے	اللہ	وہ جو	پہلے ہوا	سے	تیری لغزش کے

بیشک ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی ہے۔ [۱] تاکہ اللہ آپ کی اگلی اور پچھلی معمولی لغزش بھی

وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ②

وَ	مَا	تَاَخَّرَ	وَ	يُتِمَّ	نِعْمَتَهٗ	عَلَيْكَ	وَ	يَهْدِيَكَ	صِرَاطًا	مُّسْتَقِيْمًا ②
اور	جو	پیچھے ہوا	اور	تمام کردے	اپنی نعمت	تجھ پر	اور	رہنمائی کرے تیری	راستے کی	سیدھے

معاف فرما دے اور آپ پر اپنی نعمت تمام کر دے اور سیدھے راستے کی طرف آپ کی رہنمائی کردے۔ [۲]

وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ③ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ

وَ	يَنْصُرَكَ	اللّٰهُ	نَصْرًا	عَزِيْزًا ③	هُوَ	الَّذِيْٓ	اَنْزَلَ	السَّكِيْنَةَ	فِيْ	قُلُوْبِ
اور	مدد کرے تیری	اللہ	مدد	زبردست	وہ	وہی جو	اتارا اُس نے	سکون	بیچ	دلوں کے

اور اللہ آپ کی زبردست مدد کرے۔ [۳] اللہ وہی ہے جس نے مؤمنین کے دلوں پر ''سکینہ''

الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ

الْمُؤْمِنِيْنَ	لِيَزْدَادُوْٓا	اِيْمَانًا	مَّعَ	اِيْمَانِهِمْ	وَ	لِلّٰهِ	جُنُوْدُ	السَّمٰوٰتِ
ایمان والوں کے	تاکہ بڑھ جائیں وہ	ایمان میں	ساتھ	اپنے ایمان کے	اور	اللہ ہی کیلئے	بہت سے لشکر	آسمانوں کے

نازل فرمایا تاکہ اُن کے ایمان میں مزید ایمان کا اضافہ ہو جائے، اور آسمانوں اور زمین کے لشکر

اس سے منع کیا گیا ہے جن چیزوں کی خوشخبری دی گئی ہے ان میں سے پہلی خوشخبری اہل اسلام کے غلبہ کی ہے کہ اگر مسلمان کم ہمتی اور بزدلی سے بچے رہیں تو اللہ تعالیٰ انہی کو مظفر و منصور اور غالب فرمائے گا، دوسری خوشخبری یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی معیت نصیب فرمائے گا اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوجائے، وہ زندگی کے کسی موڑ پر تنہائی کا شکار نہیں ہوتا، تیسری خوشخبری یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی محنت، جدوجہد اور اعمال کو ضائع نہیں جانے دے گا، ان کے اجروثواب میں کسی قسم کی کٹوتی نہیں فرمائے گا اور انہیں ان کی محنت کا بھرپور صلہ عطا فرمائے گا۔ [۳۶] اس آیت مبارکہ میں دنیوی زندگی کو کھیل تماشا قرار دیا گیا ہے، اس کا منشا یہ نہیں ہے کہ یہ کائنات اور اس میں موجود جاندار یا بے جان مخلوق بے مقصد اور بے کار پیدا کی گئی ہے بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ دنیا کی اس زندگی میں مگن ہوکر انسان فکر آخرت سے غافل نہ ہوجائے، انسان کو دنیا میں بھیجنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ دنیا کی کشتی میں رہتے ہوئے مال و دولت، جاہ و منصب اور مادہ پرستی کا پانی کشتی کے اندر نہ آنے دے، ورنہ اس کی کشتی بھی ڈوبے گی اور وہ خود بھی غرق ہوجائے گا، اسی وجہ سے یہاں دو حکم دیئے گئے ہیں، ایک یہ کہ ایمان لاؤ اور دوسرا یہ کہ تقویٰ اختیار کرو، یہ قرآن انہی دو چیزوں کی تاکید سے بھرا پڑا ہے اور سورۂ یونس کی آیت نمبر ۶۳ میں انہی دو چیزوں کو ''ولایت'' کی بنیاد اور معیار قرار دیا گیا ہے یعنی اگر کوئی شخص اللہ کا ولی بننا چاہے تو ان دو حکموں پر عمل کرلے، بس ولی بن جائے گا، جبکہ اس آیت میں وعدہ کیا گیا ہے کہ جو شخص ایمان اور تقویٰ اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اس کا اجر و ثواب ضرور عطا فرمائے گا اور آخر میں یہ تسلی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنے لیے تمہارا مال مانگنے نہیں آئے گا تمہارا مال تمہی کو مبارک ہو، صرف مال کے حقوق ادا کرتے رہو اور اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے رہو، اللہ تعالیٰ کو تمہارے مال و دولت کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اصل مالک تو وہی ہے، عارضی طور پر اس نے تمہیں اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیدیا ہے، سو تم خود بھی اس سے فائدہ اٹھاؤ اور دوسروں کو بھی اس سے فائدہ پہنچاؤ، اس تفصیل سے اس سوال کا جواب بھی معلوم ہوگیا کہ قرآن کریم میں تو جا بجا زکوٰۃ کا حکم اور صدقہ و خیرات کی ترغیب دی گئی ہے اور یہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے تمہارا مال و دولت نہیں مانگے گا؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات کے لیے تمہاری زکوٰۃ اور صدقہ خیرات کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اس میں تمہارے لیے آخرت کا فائدہ ہے اور جن لوگوں پر اسے خرچ کیا گیا، ان کے لیے دنیا کا فائدہ ہے۔ [۳۷] اس آیت مبارکہ میں خرچ کرنے کے حوالے سے لوگوں کی اکثریت کا احوال بیان کیا گیا ہے، چونکہ انسان میں اللہ تعالیٰ نے مال کی محبت رکھی ہے اور انسان اس سے بھی واقف ہے کہ خرچ کرنے سے اس کے مال میں کمی واقع ہوگی، اس لیے عام طور پر اسے خرچ کرتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے، اسے یہ اندیشہ بھی ہوتا ہے کہ اگر آج میں نے خرچ کردیا تو کل ضرورت کے وقت کون میرے کام آئے گا؟ میری ضرورت کیسے پوری ہوگی اور میری پریشانی کیسے دور ہوگی؟ چنانچہ بعض لوگوں کی زبان سے اس کا اظہار بھی ہوجاتا ہے اور ان کے دل میں چھپے ہوئے وسوسے اور اندیشے نوک زبان پر بھی آجاتے ہیں، اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ کی مخلوق میں بہت سے لوگ خوشدلی کے ساتھ خرچ کرنے والے بھی ہیں اور وہ اپنے مال کو اللہ کی عطا سمجھ کر اسی کی رضا کے لیے دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ لیکن ہاتھ روک کر رکھنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور یہاں انہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ [۳۸] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا غنی اور مستغنی ہونا بیان کیا گیا ہے، ساری کائنات محتاج اور فقیر ہے، ساری دنیا بھکاری اور سائل ہے اور اللہ تعالیٰ غنی و مستغنی ہے، وہ سب کی احتیاج اور فقر و فاقہ کو دور کرتا ہے، تمہیں اگر خرچ کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے تو اس کا منشا یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے مال کی کوئی ضرورت پیش آگئی ہے یا اس کے خزانوں میں کوئی کمی واقع ہوگئی ہے بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ تم اس اجروثواب کو حاصل کرو جو رضاء الٰہی کے لیے خرچ کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا جائے گا، اور اگر کوئی شخص بخل اور کنجوسی سے کام لے کر اللہ کے نام پر خرچ کرنے سے ہاتھ روک لے تو اس کا نقصان اللہ کو نہیں ہوگا، خود اس کو ہوگا اور یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو لانا کچھ مشکل نہیں ہے، اس کے لیے یہ بہت آسان ہے کہ وہ تمہیں واپس بلا لے اور تمہاری جگہ ایک نئی قوم کو دین پر عمل کرنے اور دنیا کی اس زندگی میں خرچ کرنے اور نیک کام کرنے کا موقع دے، جو تمہاری طرح خرچ کرنے میں بخل سے کام نہ لے، بلکہ خندہ پیشانی اور وسعت قلبی کے ساتھ اللہ کے نام پر خرچ کرے، یقیناً یہ خطاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہیں ہے بلکہ ان بخیل لوگوں کو ہے جو دور نبوت میں مال و دولت کی محبت میں گرفتار تھے، کیونکہ احادیث میں واضح طور پر موجود ہے کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ کے نام پر صرف ایک مد یا اس کا بھی نصف حصہ اللہ کے نام پر خرچ کیا، عام لوگ احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرکے بھی وہ ثواب حاصل نہیں کرسکتے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما رکھا ہے، رہی یہ بات کہ کیا اللہ تعالیٰ نے بخیل لوگوں کے مقابلے میں کسی دوسری قوم کو کھڑا کیا یا نہیں؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی ایک قابل ذکر تعداد رکھی ہے، ایک حدیث کے مطابق اس کا مصداق اہل فارس ہیں، حضرت سلمان

فارسی رضی اللہ عنہ کا تعلق انہی سے تھا، بعد میں امام ابوحنیفہ بھی اسی بشارت کا مصداق قرار دیئے گئے ہیں، اس عاجز کے نزدیک چونکہ آیت کے الفاظ عام ہیں، اس لیے ہر زمانے کے نیک اور سخی لوگ اس بشارت میں شامل ہیں۔ واللہ اعلم ۱۹ اگست ۲۰۱۹ء بروز پیر قبل از نماز مغرب۔

سورۃ الفتح

سورۂ فتح مدنی سورت ہے، اسمیں کل حروف ۲۴۳۸، کلمات ۵۶۰، آیات ۲۹ اور رکوعات ۴ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی ''فتحا'' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ فتح رکھا گیا، یہاں ''فتح'' کا لفظ صلح حدیبیہ پر بولا گیا ہے، بعد کے حالات اور واقعات نے ثابت کر دیا کہ واقعۃً صلح حدیبیہ ''فتح مبین'' ہے، اس سورت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و اہل ایمان کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم وعدے کیے گئے ہیں اور وہ سب انشاء اللہ پورے ہوں گے، اس کے علاوہ جہاد میں شرکت نہ کرنے والے لوگوں خاص طور پر دیہاتیوں کا رویہ اور ان کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے، پھر بیعتِ رضوان میں شرکت کرنے والے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا وعدہ کیا گیا ہے، یہ وہی بیعت ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ پھیل جانے پر ببول کے ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی، غور طلب پہلو یہ ہے کہ جب اللہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے راضی ہو گیا جنہوں نے خونِ عثمان کا بدلہ لینے کیلئے نبی علیہ السلام سے بیعت کی تو خود حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا کس اعلیٰ درجے کی ہوگی اور ان کا اپنا مقام و مرتبہ کیا ہوگا، پھر نبی علیہ السلام کے ایک خواب کا حوالہ دیکر اس کا سچا ہونا بیان کیا گیا ہے جس میں نبی علیہ السلام نے اپنے آپ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ عمرہ کرتے ہوئے دیکھا تھا، ۷ھ میں اس کی تعبیر ظاہر ہو گئی، آخر میں تورات و انجیل کے حوالے سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی اہمیت پر دو مثالیں بیان کی گئی ہیں جو عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ۱ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''فتح مبین'' عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے، فتح مبین کا لفظی معنی کھلی فتح ہے اور اس سے مراد ''صلح حدیبیہ'' ہے، حدیبیہ دراصل ایک کنوئیں کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے ایک میل کے فاصلے پر واقع تھا، اس کنوئیں کی مناسبت سے پوری جگہ کا نام ہی حدیبیہ پڑ گیا، یہاں ۶ھ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ کے درمیان ایک تاریخی معاہدہ صلح ہوا تھا اسی معاہدے کو ''صلح حدیبیہ'' کہا جاتا ہے، اس معاہدے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، ارکان عمرہ ادا کرنے کے بعد بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے حلق کروایا ہے اور بعض نے قصر، نیز اس دوران انہیں کسی قسم کی بے امنی اور خوف کا سامنا نہیں کرنا پڑا، چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب حجت ہوتا ہے، اس لیے اس کا سچا اور برحق ہونا ضروری تھا، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ سنتے ہی اپنے اشتیاق کا اظہار کیا کہ اسی سال عمرے کے لیے روانہ ہو جانا چاہیے، خواب میں وقت کی تعیین نہیں کی گئی تھی کہ اس کا تحقق کب ہوگا، تاہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبے کو دیکھتے ہوئے نبی علیہ السلام بھی عمرے کے لیے تیار ہو گئے، ابتدا میں سات سو صحابہ رضی اللہ عنہم تیار ہوئے، بعد میں یہ تعداد دوگنی ہو کر چودہ پندرہ سو افراد تک پہنچ گئی، ماہ ذیقعدہ ۶ھ میں یہ سفر پیش آیا، عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پر نبی علیہ السلام کے جانشین مقرر ہوئے، نبی علیہ السلام اپنے گھر سے غسل کر کے، احرام کی چادریں لپیٹ کر قصواء پر سوار ہو گئے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہمراہ تھیں، نبی علیہ السلام کا ارادہ جنگ کرنے کا نہیں تھا، صرف عمرہ کرنا چاہتے تھے، قربانی کے لیے ستر اونٹ ہمراہ تھے، اہل مکہ کو نبی علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبر معلوم ہوئی تو وہ سمجھے کہ شاید نبی علیہ السلام جنگ کے ارادے سے آرہے ہیں، سو انہوں نے قسمیں کھائیں کہ نبی علیہ السلام کو مکہ مکرمہ میں ہرگز داخل نہیں ہونے دیں گے، اور اس کے لیے انہوں نے جنگی تیاریاں شروع کر دیں، نبی علیہ السلام کو قریش کی جنگی تیاریوں کی خبر پہنچی تو افسوس کا اظہار فرمایا اور راستہ تبدیل فرما لیا، چلتے چلتے ثنیہ مرار پہنچے تو آپ کی

وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ

وَ	الْاَرْضِ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا ۝	لِيُدْخِلَ	الْمُؤْمِنِيْنَ
اور	زمین کے	اور	ہے	اللہ	خوب جاننے والا	حکمت والا	تا کہ داخل کرے	ایمان والوں کو

اللہ ہی کیلئے ہیں اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ ۴ تا کہ وہ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو

وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ

وَ	الْمُؤْمِنٰتِ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	وَ	يُكَفِّرَ
اور	ایمان والیوں کو	باغات میں	بہتی ہوں گی	سے	اس کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہنے والے	اسمیں	اور	کفارہ کردے

ایسے باغات میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے، اور ان کی لغزشات

عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ وَّيُعَذِّبَ

عَنْهُمْ	سَيِّاٰتِهِمْ	وَ	كَانَ	ذٰلِكَ	عِنْدَ	اللّٰهِ	فَوْزًا	عَظِيْمًا ۝	وَّ	يُعَذِّبَ
ان سے	ان کی لغزشات کا	اور	ہے	وہ	نزدیک	اللہ کے	کامیابی	بڑی	اور	سزا دے

کا کفارہ کر دے، اور اللہ کے نزدیک یہی عظیم کامیابی ہے۔ ۵ اور تا کہ وہ منافق مردوں

الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ

الْمُنٰفِقِيْنَ	وَ	الْمُنٰفِقٰتِ	وَ	الْمُشْرِكِيْنَ	وَ	الْمُشْرِكٰتِ	الظَّاۗنِّيْنَ	بِاللّٰهِ
منافق مردوں کو	اور	منافق عورتوں کو	اور	مشرک مردوں کو	اور	مشرک عورتوں کو	گمان کرنے والے	ساتھ اللہ کے

اور عورتوں، مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب دے جو اللہ کے متعلق برے

ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ

ظَنَّ	السَّوْءِ	عَلَيْهِمْ	دَاۗىِٕرَةُ	السَّوْءِ	وَ	غَضِبَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِمْ	وَ	لَعَنَهُمْ
گمان	برا	ان پر	گردش	بری	اور	غضب ہوا	اللہ کا	ان پر	اور	لعنت کی ان پر

گمان رکھتے ہیں، اُنہی پر زمانے کی گردش پڑے، اُن پر اللہ کا غضب نازل ہو، اُن پر اللہ کی لعنت ہو،

وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ

وَ	اَعَدَّ	لَهُمْ	جَهَنَّمَ	وَ	سَاۗءَتْ	مَصِيْرًا ۝	وَ	لِلّٰهِ	جُنُوْدُ	السَّمٰوٰتِ
اور	تیار کیا اس نے	ان کیلئے	جہنم کو	اور	بہت برا وہ	ٹھکانہ	اور	اللہ کیلئے	بہت سے لشکر	آسمانوں کے

اور اللہ نے اُن کیلئے جہنم تیار کر رکھی ہے، اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔ ۶ اور آسمانوں اور زمین کے لشکر

وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۷ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا

وَ	الْاَرْضِ ؕ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	عَزِيْزًا	حَكِيْمًا ۝	اِنَّآ	اَرْسَلْنٰكَ	شَاهِدًا
اور	زمین کے	اور	ہے	اللہ	غالب	حکمت والا	بیشک ہم نے	بھیجا تجھے	گواہ

اور زمین کے لشکر اللہ ہی کیلئے ہیں، اور اللہ زبردست، حکمت والا ہے۔ ۷ بیشک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا

وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝۸ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ

وَ	مُبَشِّرًا	وَ	نَذِيْرًا ۝	لِّتُؤْمِنُوْا	بِاللّٰهِ	وَ	رَسُوْلِهٖ	وَ	تُعَزِّرُوْهُ	وَ	تُوَقِّرُوْهُ
اور	خوشخبری دینے والا	اور	ڈرانے والا	تاکہ ایمان لاؤ تم	اللہ پر	اور	اس کے پیغمبر پر	اور	مدد کرو اس کی	اور	تعظیم کرو اس کی

اور آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ ۸ تاکہ تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ، اُن کی مدد کرو اور اُن کی تعظیم کا خیال رکھو،

وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ

وَ	تُسَبِّحُوْهُ	بُكْرَةً	وَ	اَصِيْلًا ۝	اِنَّ	الَّذِيْنَ	يُبَايِعُوْنَكَ	اِنَّمَا	يُبَايِعُوْنَ
اور	تسبیح کرو اس کی	صبح	اور	شام	بیشک	جو لوگ	بیعت کر رہے ہیں تجھ سے	وہ تو صرف	بیعت کر رہے ہیں

اور صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کرو۔ ۹ بیشک وہ لوگ جو آپ سے بیعت کر رہے ہیں، درحقیقت وہ اللہ سے

اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ

اللّٰهَ ؕ	يَدُ	اللّٰهِ	فَوْقَ	اَيْدِيْهِمْ ۚ	فَمَنْ	نَّكَثَ	فَاِنَّمَا	يَنْكُثُ	عَلٰى	نَفْسِهٖ ۚ
اللہ سے	ہاتھ	اللہ کا	اوپر	ان کے ہاتھوں کے	سو جو کوئی	توڑے	تو صرف	توڑتا ہے وہ	پر	اپنی جان کے

بیعت کر رہے ہیں، اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے، اس لیے جو شخص اس بیعت کو توڑے گا، اُس کا وبال اُسی پر ہوگا،

وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۱۰ ع سَيَقُوْلُ

وَ	مَنْ	اَوْفٰى	بِمَا	عٰهَدَ	عَلَيْهُ	اللّٰهَ	فَسَيُؤْتِيْهِ	اَجْرًا	عَظِيْمًا ۝	سَيَقُوْلُ
اور	جو کوئی	پورا کرے	اسے جو	عہد کیا اس نے	اس پر	اللہ سے	سو عنقریب دے گا وہ اسے	ثواب	بہت بڑا	عنقریب کہیں گے

اور جو شخص اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرے گا، اللہ اُسے عنقریب اُس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ ۱۰ عنقریب پیچھے رہ جانے والے

ع ۱/۱۰ ۹

لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا

لَكَ	الْمُخَلَّفُوْنَ	مِنَ	الْاَعْرَابِ	شَغَلَتْنَآ	اَمْوَالُنَا	وَ	اَهْلُوْنَا
تجھ سے	پیچھے رہنے والے	سے	دیہاتیوں کے	مشغول کر دیا ہمیں	ہمارے مالوں نے	اور	ہمارے گھر والوں نے

دیہاتی آپ سے کہیں گے کہ ہمیں ہمارے مال و دولت اور اہلِ خانہ نے مشغول کر لیا تھا،

اونٹنی آگے بڑھنے کی بجائے بیٹھ گئی، نبی ﷺ نے فرمایا قصواء کی یہ عادت نہیں ہے اسے اسی ذات نے روکا ہے جس نے ہاتھیوں کو مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے سے روک دیا تھا، بخدا آج قریش کے لوگ مجھ سے جو بھی ایسی درخواست کریں گے جس میں صلہ رحمی کا پہلو پایا جاتا ہوگا، میں انہیں وہ ضرور دے دوں گا، مقام عسفان پر بشر بن سفیان سے ملاقات ہوئی تو نبی ﷺ نے اسے بتایا کہ ہم لوگ صرف عمرہ کرنے آئے ہیں، یہی بات حدیبیہ میں پہنچ کر نبی ﷺ نے قریش کے ان قاصدوں سے بھی فرمائی جو یکے بعد دیگرے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، یہی بات نبی ﷺ نے اپنے قاصد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ذریعے اہل مکہ تک پہنچائی، انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس روک لیا، مسلمانوں میں یہ افواہ اڑ گئی کہ قریش نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا، اس پر بیعت رضوان ہوئی، جس کی تفصیل آگے آئے گی، قریش مکہ نے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو واپس بھیجا پھر شرائط صلح طے کرنے کے لیے سہیل بن عمرو کو بھیجا، طویل مباحثے اور گفت وشنید کے بعد ایک معاہدہ طے پایا جس میں ایک شق یہ تھی کہ اس سال مسلمان عمرہ نہیں کریں گے، آئندہ سال آکر عمرہ کریں گے اور صرف تین دن مکہ مکرمہ میں قیام کر کے واپس چلے جائیں گے، ایک شق یہ تھی کہ دس سال کے لیے جنگ بندی کا اعلان کیا جا رہا ہے، جو شخص جس کے ساتھ دوستانہ معاہدہ کرنا چاہے، اسے اس کا حق ہوگا، یہ شق بھی تھی کہ مکہ مکرمہ سے کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ منورہ چلا جائے تو مسلمان اسے واپس کرنے کے پابند ہوں گے، لیکن اگر مدینہ منورہ سے کوئی مسلمان مکہ مکرمہ چلا جائے تو اہل مکہ اسے واپس نہ کریں گے، اس معاہدے کو ''صلح حدیبیہ'' کہا جاتا ہے اور اسی کو یہاں ''فتح مبین'' قرار دیا گیا ہے، بظاہر یہ صلح مغلوبانہ اور تمام شرائط یکطرفہ نظر آتی ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس موقع پر اضطراب اور غم کی کیفیت میں تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو اپنے تردد اور اضطراب کا اظہار بھی کر دیا تھا، لیکن نبی ﷺ کے تسلی دینے پر خاموش ہو گئے اور بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ یہ مغلوبانہ صلح حقیقۃً فتح مبین تھی، اس عاجز نے ''جواہر الحدیث'' میں اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے ''کیونکہ اس صلح کے بعد مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان امن قائم ہوا، مشرکین کو مسلمانوں کے ساتھ معاملات کرنے، انہیں قریب سے دیکھنے اور کھرے کھوٹے میں امتیاز کرنے کا موقع ملا، جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی، اقوام عالم تک اسلام کا پیغام پہنچانے کی راہ ہموار ہوئی، قریش کو اپنے رویے پر نظرثانی کرنا پڑی، مشرکین پر مسلمانوں کا رعب و دبدبہ قائم ہوا، مسلمانوں کو اس بات پر غور کرنا پڑا کہ نبی ﷺ کا ہر اقدام وحی الٰہی کی روشنی میں ہوتا ہے، قریش کی چودھراہٹ ختم ہوگئی، قبیلہ خزاعہ نے نبی ﷺ کے ساتھ دوستانہ معاہدہ کر لیا اور بعد میں سب کو اقرار کرنا پڑا کہ اصل فتح تو یہی ہے۔'' واللہ اعلم ۲ ۳ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کیلئے چار انعامات کا وعدہ فرمایا ہے، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی معمولی لغزش بھی معاف فرما دے گا، چونکہ نبی اکرم ﷺ ہر قسم کے گناہ سے معصوم اور پاک صاف تھے، اس لیے یہاں گناہ کے بجائے لغزش کا لفظ استعمال کیا گیا اور وہ بھی ''امکان'' کی حد تک ہے، یعنی اگر کوئی معمولی لغزش ہوگئی ہو تو وہ بھی معاف کر دی گئی ہے، دوسرا انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے آپ کو جتنی بھی نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں، خاص طور پر روحانی ترقی کے سلسلے میں، انہیں مکمل فرما دے گا، ان میں کسی قسم کی کمی نہ چھوڑے گا اور انہیں درجہ کمال تک پہنچا دے گا، کیونکہ درجہ کمال، کامل انسان کو ہی جچتا ہے اور انسانوں میں سب سے کامل رسول اکرم ﷺ ہیں، اس لیے انہی کو درجہ کمال عطا فرمایا گیا، تیسرا انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرمائے گا، یعنی آپ کو روحانی ترقی کے ان راستوں پر چلائے گا، جن پر آپ سے پہلے کوئی نہ چلا ہو، جن کے

فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلْ فَمَنْ

فَاسْتَغْفِرْ	لَنَا	يَقُوْلُوْنَ	بِاَلْسِنَتِهِمْ	مَّا	لَيْسَ	فِيْ	قُلُوْبِهِمْ	قُلْ	فَمَنْ
سو مغفرت طلب کر	ہمارے لئے	کہتے ہیں وہ	اپنی زبانوں سے	وہ جو	نہیں	بیچ	ان کے دلوں کے	تُو کہہ	تو کون

سو آپ ہمارے لیے مغفرت طلب کیجئے، وہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہہ رہے ہیں جو اُن کے دلوں میں نہیں ہے، آپ فرما دیجئے کہ کون ہے جو

يَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۭ بَلْ

يَمْلِكُ	لَكُمْ	مِّنَ	اللّٰهِ	شَيْـًٔا	اِنْ	اَرَادَ	بِكُمْ	ضَرًّا	اَوْ	اَرَادَ	بِكُمْ	نَفْعًا	بَلْ
اختیار رکھتا ہے	تمہارے لئے	سے	اللہ کے	کچھ بھی	اگر	ارادہ کرلے وہ	ساتھ تمہارے	نقصان کا	یا	ارادہ کرلے	ساتھ تمہارے	نفع کا	بلکہ

تمہارے لیے اللہ کے مقابلے میں کچھ بھی اختیار رکھتا ہو؟ اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ کر لے یا تمہیں نفع پہنچانا چاہے، بلکہ

كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ⑪ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ

كَانَ	اللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرًا ⑪	بَلْ	ظَنَنْتُمْ	اَنْ	لَّنْ	يَّنْقَلِبَ	الرَّسُوْلُ
ہے	اللہ	اس سے جو	تم کرتے ہو	خوب باخبر	بلکہ	تم نے گمان کیا	یہ کہ	ہرگز نہ	پلٹ کر آئیگا	پیغمبر

اللہ اُن کاموں سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ ⑪ بلکہ تم یہ سمجھتے تھے کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مؤمنین اپنے گھر والوں

وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ

وَ	الْمُؤْمِنُوْنَ	اِلٰٓى	اَهْلِيْهِمْ	اَبَدًا	وَّ	زُيِّنَ	ذٰلِكَ	فِيْ	قُلُوْبِكُمْ	وَ	ظَنَنْتُمْ	ظَنَّ
اور	ایمان والے	طرف	اپنے گھر والوں کے	کبھی بھی	اور	مزین کردیا گیا	یہ	بیچ	تمہارے دلوں کے	اور	تم نے گمان کیا	گمان

کی طرف پلٹ کر کبھی بھی واپس نہیں آئیں گے، اور یہ بات تمہارے دلوں میں مزین کر دی گئی، اور تم طرح طرح کے برے

السَّوْءِ ښ وَكُنْتُمْ قَوْمًا ۢ بُوْرًا ⑫ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ

السَّوْءِ	وَ	كُنْتُمْ	قَوْمًا	بُوْرًا ⑫	وَ	مَنْ	لَّمْ	يُؤْمِنْ	بِاللّٰهِ	وَ	رَسُوْلِهٖ	فَاِنَّآ
برا	اور	تم تھے	قوم	ہلاک ہونے والے	اور	جو کوئی	نہ	ایمان لائے	اللہ پر	اور	اس کے پیغمبر پر	سو بیشک ہم نے

گمان کرنے لگے، اور تم لوگ ہلاک ہونے والے تھے۔ ⑫ اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے

اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ⑬ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اَعْتَدْنَا	لِلْكٰفِرِيْنَ	سَعِيْرًا ⑬	وَ	لِلّٰهِ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ
تیار کر رکھی ہے	کافروں کیلئے	بھڑکتی آگ	اور	اللہ ہی کیلئے	حکومت	آسمانوں کی	اور	زمین کی

کافروں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ ⑬ اور اللہ ہی کیلئے آسمانوں اور زمین کی حکومت ہے،

ذریعے آپ کی روحانی ترقی پہلے سے کئی گنا زیادہ بڑھ جائے، جن کے ذریعے آپ کو بارگاہ رب العزت کا مزید قرب حاصل ہوجائے اور جن کے ذریعے سارے عالم میں ہدایت کی ہوائیں چل پڑیں، اور چوتھا انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی نصرت اور اعانت کرے گا جس میں سربلندی، غلبہ اور عزت و وقار شامل ہو، ایسی نصرت جسے دنیا کی کوئی طاقت روک نہ سکے اور ایسی نصرت جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی شامل ہو، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نبی علیہ السلام کو ان انعامات سے نوازا گیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو اس پر مبارک باد پیش کی تو نبی علیہ السلام نے عبادت کے اہتمام میں پہلے سے کئی گنا زیادہ اضافہ فرمادیا، حتیٰ کہ پاؤں مبارک ورم آلود ہونے لگے، لوگوں نے اس کی طرف توجہ دلائی تو فرمایا کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ یعنی جب اس نے مجھے اتنے بڑے انعامات سے سرفراز فرمایا ہے تو میری عبدیت کا تقاضا یہ ہے کہ میں اس کے شکر میں اضافہ کردوں، نہ یہ کہ مغرور ہوکر اپنے اوپر ناز اور گھمنڈ کرنے لگوں۔ ④ اس آیت مبارکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو انعام ذکر کیے گئے ہیں، کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد یہی جماعت اور گروہ سب سے مقدس ہے، اس جماعت نے اپنی مرضی کو اللہ اور اس کے رسول کی مرضی میں فنا کردیا تھا، یہ لوگ ہر حکم پر عمل کرنے کے لیے تیار رہتے تھے، یہ لوگ وفاشعار، مخلص اور سچے لوگ تھے، معاہدۂ حدیبیہ کے موقع پر بھی ان لوگوں نے کمال اطاعت کا ثبوت دیا تھا، اس لیے جب نبی علیہ السلام کو انعامات عطا کیے گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی حق بنتا تھا کہ وہ انعام سے سرفراز کیے جاتے، چنانچہ پہلا انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر ''سکینہ'' نازل فرمادیا، سکینہ کا لفظ سکون و اطمینان کے معنی پر دلالت کرتا ہے، یہ ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جس میں انسان پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم اور ٹھہری ہوئی،
خوشگوار ہواؤں سے زیادہ پرسکون ہوتا ہے، بڑے سے بڑے حادثے پر اس کا دل بے قرار اور بے سکون نہیں ہوتا، بڑی سے بڑی آزمائش اس کے قدموں میں ڈگمگاہٹ پیدا نہیں کرتی اور وہ صبر و تحمل کا پیکر بن کر دوسروں کو تسلی اور تسکین پہنچا رہا ہوتا ہے، چونکہ اس کیفیت کا اظہار لفظوں میں نہیں ہوسکتا، اس لیے یہاں اس کا ترجمہ کرنے کے لیے کوئی موزوں لفظ دستیاب نہیں ہوسکا، دوسرا انعام یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان میں مزید اضافہ ہوجائے، اسی کی خاطر انہیں ''سکینہ'' کی نعمت عطا فرمائی گئی، ایمان میں اضافے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کے انوارات اور درجات میں کمی بیشی ہوتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی علیہ السلام کی صحبت و ہم نشینی کی برکت سے ان انوارات اور درجات میں مسلسل ترقی نصیب ہوتی رہتی ہے، اس لیے ان کا درجہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام اولیاء اور صلحاء سے بڑھ کر ہے کیونکہ انہیں ایمان کے وہ انوارات حاصل تھے جو ان کے بعد کسی اور کو حاصل نہیں ہوسکے، آیت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ زمین و آسمان کے تمام ظاہر اور پوشیدہ لشکر اسی کی ملکیت میں ہیں، تم دشمن کی کثرت سے خوف زدہ نہ ہونا، یہ فکر نہ کرنا کہ اگر حدیبیہ میں ہی کفار سے جنگ ہوجاتی تو حق اور باطل کے درمیان فیصلہ ہوجاتا، کیونکہ اس کی فوج سب سے زیادہ طاقتور ہے اور کسی میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ اس کی کسی غیر معروف فوج کا مقابلہ کرسکے، معروف فوج سے مقابلہ تو بڑی دور کی بات ہے، دوسری صفت یہ کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا ہے اسے معلوم ہے کہ اس وقت تمہارے لیے صلح کرنا بہتر ہے یا تلوار اٹھانا، اس لیے

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۴

يَغْفِرُ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَ	يُعَذِّبُ	مَنْ	يَّشَآءُ ۭ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا ۝
معاف کردے گا	جسے	وہ چاہے گا	اور	سزا دے گا	جسے	وہ چاہے گا	اور	ہے	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان

وہ جسے چاہے گا معاف کر دے گا اور جسے چاہے گا عذاب میں مبتلا کر دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ۝۱۴

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا

سَيَقُوْلُ	الْمُخَلَّفُوْنَ	اِذَا	انْطَلَقْتُمْ	اِلٰى	مَغَانِمَ	لِتَاْخُذُوْهَا	ذَرُوْنَا
عنقریب کہیں گے	پیچھے رہنے والے	جب	تم روانہ ہوگے	طرف	غنیمتوں کے	تاکہ تم پکڑو اسے	چھوڑ دو ہمیں

عنقریب پیچھے رہ جانے والے لوگ کہیں گے ''جب تم غنیمت کے مال حاصل کرنے کیلئے روانہ ہو گے'' کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ

نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ

نَتَّبِعْكُمْ ۚ	يُرِيْدُوْنَ	اَنْ	يُّبَدِّلُوْا	كَلٰمَ	اللّٰهِ ۭ	قُلْ	لَّنْ	تَتَّبِعُوْنَا	كَذٰلِكُمْ	قَالَ
ہم پیچھے چلیں تمہارے	چاہتے ہیں وہ	کہ	بدل دیں	کلام کو	اللہ کے	تُو کہہ	ہرگز نہ	پیچھے چلو گے تم ہمارے	اسی طرح سے	کہا

چلنے دو، وہ اللہ کے کلام کو بدل دینا چاہتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ تم ہمارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤ گے، اللہ نے

اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۭ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ

اللّٰهُ	مِنْ	قَبْلُ ۚ	فَسَيَقُوْلُوْنَ	بَلْ	تَحْسُدُوْنَنَا ۭ	بَلْ	كَانُوْا	لَا	يَفْقَهُوْنَ
اللہ نے	سے	پہلے	سو عنقریب کہیں گے	بلکہ	تم حسد کرتے ہو ہم سے	بلکہ	ہیں وہ	نہیں	سمجھتے

پہلے سے اسی طرح فرمایا ہے، تو عنقریب وہ کہیں گے بلکہ تم ہمارے ساتھ حسد کرتے ہو، بلکہ وہ بہت کم

اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۵ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ

اِلَّا	قَلِيْلًا ۝	قُلْ	لِّلْمُخَلَّفِيْنَ	مِنَ	الْاَعْرَابِ	سَتُدْعَوْنَ	اِلٰى	قَوْمٍ
مگر	تھوڑا	تُو کہہ	پیچھے رہنے والوں کو	سے	دیہاتیوں کے	عنقریب تم بلائے جاؤ گے	طرف	قوم کے

سمجھتے ہیں۔ ۝۱۵ اے نبی! (ﷺ)، آپ پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے فرما دیجئے کہ عنقریب تمہیں ایک سخت جنگجو قوم سے

اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ

اُولِيْ بَاْسٍ	شَدِيْدٍ	تُقَاتِلُوْنَهُمْ	اَوْ	يُسْلِمُوْنَ ۚ	فَاِنْ	تُطِيْعُوْا	يُؤْتِكُمُ	اللّٰهُ
جنگ والے	سخت	تم لڑو گے ان سے	یا	مسلمان ہو جائیں وہ	سو اگر	تم اطاعت کرو گے	دے گا تمہیں	اللہ

لڑنے کیلئے بلایا جائے گا، تم اُن سے قتال کرو گے یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں، پھر اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تمہیں عمدہ اجر

اس کے علم پر اعتماد کرو اور جو وہ حکم دے، اس کی تعمیل کرو، تیسری صفت یہ کہ اللہ تعالیٰ خوب حکمت والا ہے، اس نے اگر اپنے پیغمبر کو صلح کرنے کا حکم دیا ہے تو یقیناً اس میں بے شمار حکمتیں ہوں گی، ضروری نہیں ہے کہ ان حکمتوں تک تمہاری ذہنی رسائی بھی ہو جائے، اس لیے مطمئن رہو، وہ تمہیں ضائع ہرگز نہیں کرے گا۔ [۵] اس آیت مبارکہ میں مومن مردوں اور عورتوں کے لیے مزید دو انعام بیان فرما کر ان پر ''عظیم کامیابی'' کی مہر لگائی گئی ہے، یوں تو عورتیں حکم میں مردوں کے تابع ہوتی ہیں لیکن یہاں ان کا ذکر ان کی حوصلہ افزائی کیلئے کیا گیا ہے، پہلا انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جنت میں داخل فرمائے گا، جہاں سے انہیں کبھی نکالا نہ جائے گا، بلکہ جو شخص ایک مرتبہ جنت میں داخل ہو جائے گا، وہ ہمیشہ وہیں رہے گا، وجہ اس کی یہ ہے کہ جنت میں داخلہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر نہیں ہو سکتا، اب اگر کسی شخص کو جنت میں داخل کرنے کے بعد وہاں سے نکال لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے رجوع کر لیا اور یہ اس کی شان کریمی سے بعید ہے، اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جب ایک شخص کو جنت میں داخل کر دیا گیا تو اسے نکالنے کی وجہ کیا ہے؟ کیا پہلا فیصلہ غلط تھا یا یہ دوسرا فیصلہ قابل اصلاح ہے؟ اپنے پہلے فیصلے سے رجوع تو وہ کرتا ہے جس کا علم محدود اور معلومات ناقص ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کا تصور بھی غلط ہے، لہٰذا جنت میں ایک مرتبہ داخل ہونے والا شخص ہمیشہ وہیں رہے گا اور دوسرا انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشات اور گناہوں کا کفارہ فرما دے گا، یہ دونوں انعام آخرت سے تعلق رکھتے ہیں، اسی وجہ سے ان پر ''عظیم کامیابی'' کی مہر لگائی گئی ہے، جبکہ گزشتہ آیت میں دنیوی انعامات کا ذکر تھا۔ [۶] اس آیت مبارکہ میں منافقوں اور مشرکوں کیلئے سزاؤں کا ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ اس سے پہلے صلح حدیبیہ کے نتیجے میں نبی ﷺ پر ہونے والے انعامات کا ذکر کیا گیا، اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انعامات سے نوازا گیا، ضروری تھا کہ صلح حدیبیہ نے جن لوگوں کے سینوں پر سانپ لوٹا دیا ہے، ان کی سزاؤں کا ذکر بھی یہیں کر دیا جائے، چنانچہ ان میں منافقوں اور مشرکوں کے دو بڑے گروہ تھے، منافقین مدینہ منورہ میں رہ کر مسلمانوں کے حوالے سے ناپسندیدہ اندازے لگا رہے تھے کہ مسلمان اپنی قلت تعداد کی وجہ سے مشرکین مکہ کے سامنے ٹھہر نہ سکیں گے، یہ لوگ اپنے ساتھ اسلحہ اور سامان جنگ بھی لیکر نہیں جا رہے، ضرور یہ لوگ گردش زمانہ کا شکار ہوں گے، ان دیکھی جنت کے حصول اور ان دیکھی جہنم سے بچنے کی خواہش میں یہ لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے، جبکہ قریش کے لوگ یہ بدگمانی کر رہے تھے کہ مسلمان احرام کی حالت میں ہمیں دھوکہ دینے کے لیے آئے ہیں، انہوں نے اپنا اسلحہ قریب ہی کہیں چھپا رکھا ہے، لیکن اس فریب اور دھوکہ دہی کا انجام برا ہوگا اور یہ خود ہی گردش زمانہ کا شکار ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ مسلمان تو گردش زمانہ کا شکار نہیں ہوں گے، البتہ منافق اور مشرک ضرور ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے سزا کا فیصلہ کیا گیا ہے، یہ لوگ اللہ کی لعنت اور غضب کے مستحق ہیں اور اللہ نے ان کیلئے جہنم تیار کر رکھی ہے جو کہ بدترین ٹھکانہ ہے اس بدترین ٹھکانے میں وہی رہے گا جو خود سب سے بدترین ہوگا۔ [۷] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، یہ تینوں صفات اسی سورت کی آیت نمبر ۴ کے آخر میں بھی گزر چکی ہیں، اس لیے ان کی تفسیر وہیں ملاحظہ کر لی جائے۔ [۸] اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ ہم نے آپ کو

أَجْرًا حَسَنًا ۚ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا

أَجْرًا	حَسَنًا	وَ	إِنْ	تَتَوَلَّوْا	كَمَا	تَوَلَّيْتُمْ	مِنْ	قَبْلُ	يُعَذِّبْكُمْ	عَذَابًا
ثواب	عمدہ	اور	اگر	تم نے منہ پھیرا	جیسا کہ	منہ پھیر چکے تم	سے	پہلے	عذاب دے گا وہ تمہیں	عذاب

عطا فرمائے گا، اور اگر تم نے منہ پھیر لیا، جیسے اس سے پہلے تم منہ پھیر چکے ہو تو وہ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا

أَلِيمًا ﴿١٦﴾ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى

أَلِيمًا ﴿١٦﴾	لَيْسَ	عَلَى	الْأَعْمَىٰ	حَرَجٌ	وَ	لَا	عَلَى	الْأَعْرَجِ	حَرَجٌ	وَ	لَا	عَلَى
دردناک	نہیں	پر	اندھے کے	کوئی گناہ	اور	نہ	پر	لنگڑے کے	کوئی گناہ	اور	نہ	پر

کرے گا۔ ﴿١٦﴾ نابینا آدمی پر کوئی حرج نہیں، لنگڑے آدمی پر بھی کوئی حرج نہیں اور بیمار پر

الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي

الْمَرِيضِ	حَرَجٌ	وَ	مَنْ	يُطِعِ	اللَّهَ	وَ	رَسُولَهُ	يُدْخِلْهُ	جَنَّاتٍ	تَجْرِي
بیمار کے	کوئی گناہ	اور	جو کوئی	اطاعت کرے	اللہ کی	اور	اس کے پیغمبر کی	داخل کرے گا وہ اسے	باغات میں	بہتی ہوں گی

بھی کوئی گناہ نہیں، اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اللہ اُسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٧﴾ لَقَدْ رَضِيَ

مِنْ	تَحْتِهَا	الْأَنْهَارُ	وَ	مَنْ	يَتَوَلَّ	يُعَذِّبْهُ	عَذَابًا	أَلِيمًا ﴿١٧﴾	لَقَدْ	رَضِيَ
سے	اس کے نیچے	نہریں	اور	جو کوئی	منہ پھیرے گا	عذاب دے گا وہ اسے	عذاب	دردناک	البتہ یقیناً	راضی ہو گیا

نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور جو شخص منہ پھیر لے گا، اللہ اُسے دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔ ﴿١٧﴾ یقیناً اُس وقت اللہ

اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي

اللَّهُ	عَنِ	الْمُؤْمِنِينَ	إِذْ	يُبَايِعُونَكَ	تَحْتَ	الشَّجَرَةِ	فَعَلِمَ	مَا	فِي
اللہ	سے	ایمان والوں کے	جب	وہ بیعت کر رہے تھے تیری	نیچے	درخت کے	سو جان لیا اس نے	وہ جو	بیچ

مؤمنین سے راضی ہو گیا جب وہ آپ سے ایک درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، سو اُس نے جان لیا جو کچھ اُن کے

قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿١٨﴾ وَمَغَانِمَ

قُلُوبِهِمْ	فَأَنْزَلَ	السَّكِينَةَ	عَلَيْهِمْ	وَ	أَثَابَهُمْ	فَتْحًا	قَرِيبًا ﴿١٨﴾	وَ	مَغَانِمَ
ان کے دلوں کے	سو نازل کیا اس نے	سکون	ان پر	اور	بدلہ دیا انہیں	فتح کا	قریب کی	اور	غنیمتیں

دلوں میں تھا، پھر اُس نے اُن پر سکینہ اتارا اور اُنہیں قریب کی فتح عطا فرما دی۔ ﴿١٨﴾ اور بہت سے

شاہد بنا کر بھیجا ہے، دوسری یہ کہ ہم نے آپ کو مبشر بنا کر بھیجا ہے، تیسری یہ کہ ہم نے آپ کو نذیر بنا کر بھیجا ہے، یہ آیت ''یایھا النبی'' کے اضافے کے ساتھ بعینہٖ انہی الفاظ میں سورۂ احزاب میں بھی گزر چکی ہے، اس لیے ان کی تفسیر سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۴۵ کے تحت ملاحظہ کی جائے۔ ﴿۹﴾ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے چار نتائج ذکر کیے گئے ہیں، یعنی جن لوگوں تک نبی ﷺ کی دعوت اور پیغام پہنچے، انہیں یہ چاروں کام کرنے چاہئیں، پہلا یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں، یعنی صرف ان کی بات سننے پر اکتفا نہ کریں، بلکہ اسے مان کر اس پر عمل بھی کریں، دوسرا یہ کہ وہ پیغمبر ﷺ کی نصرت اور ان کے ساتھ تعاون کریں، ان کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ان کی نصرت ان کے دین کی تائید سے ہوگی، اس طرح کہ خود بھی ان کے دین پر عمل کیا جائے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دی جائے، دین کی اشاعت و ترویج میں اپنا کردار ادا کیا جائے، دین سے تحریفات اور تلبیسات کو دور کر کے خالص اور صاف ستھرا دین لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے، دین کے حوالے سے لوگوں کے ذہنوں میں پائے جانے والے شکوک و شبہات کو دور کیا جائے، تیسرا یہ کہ پیغمبر ﷺ کی عظمت اور وقار کا خیال رکھیں، سورۂ حجرات کے آغاز میں اس حوالے سے مزید چند اہم ہدایات دی گئی ہیں، ان کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ان کی عظمت اور وقار کا خیال رکھنے کی صورت یہ ہے کہ ان کی عظمت اور عزت و حرمت کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہ کیا جائے، اس پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہ کیا جائے، ان کی شان میں معمولی سی گستاخی کا تصور بھی دل میں نہ لایا جائے اور کسی گستاخ کی گستاخی کو ایک لمحے کے کروڑویں حصے میں بھی برداشت نہ کیا جائے، چوتھا نتیجہ یہ کہ صبح و شام اللہ کے نام کی تسبیح بیان کریں، اس کی پاکیزگی اور حمد و ثنا بیان کریں، پانچوں نمازوں کا اہتمام کریں اور اس کے علاوہ بھی تسبیحات کا اہتمام کیا کریں۔ ﴿۱۰﴾ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے والوں کا درجہ بڑھا کر بیعت کے حوالے سے ایک اصول متعین کیا گیا ہے، ''بیعت'' شریعت کی ایک خاص اصطلاح ہے، لفظی اعتبار سے بیع کا معنی بیچنا ہوتا ہے، اصطلاح شریعت میں اصلاح نفس کیلئے خود کو کسی شیخ کامل اور مصلح کے حوالے کرنا بیعت کہلاتا ہے، یہ سلسلہ خود رسول اکرم ﷺ کے دور مبارک سے چلا آرہا ہے اور نبی اکرم ﷺ مختلف معاملات میں لوگوں کو بیعت فرمایا کرتے تھے، چنانچہ بیعت کی ایک قسم ''بیعت اسلام'' کہلاتی ہے جو کسی شخص سے اسلام قبول کرنے کے موقع پر لی جاتی ہے، ایک قسم ''بیعت جہاد'' کہلاتی ہے جس میں مرتے دم تک دشمن کا مقابلہ کرنے، میدان سے پیٹھ نہ پھیرنے یا دین کے دوسرے کاموں میں جدوجہد جاری رکھنے کا عزم ظاہر کیا جاتا ہے، ایک قسم ''بیعت طریقت'' کہلاتی ہے، جس میں انسان اپنی اصلاح کیلئے کسی شیخ کامل سے تعلق قائم کرتا ہے اور ان کی رہنمائی میں اخلاقی خوبیاں پیدا کرنے اور اخلاقی خامیوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، چونکہ اس سورت کا نزول صلح حدیبیہ کے پس منظر میں ہوا ہے، اس لیے یہ آیت اس بیعت کو خاص طور پر شامل ہے جو نبی ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ اڑ جانے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لی تھی اور ان سے یہ عہد لیا تھا کہ یا مر جائیں گے یا شہادت عثمان کا بدلہ لیں گے، لیکن چونکہ اس کے الفاظ عام ہیں، اس لیے بیعت کی دوسری اقسام بھی اس میں شامل ہیں، سو جن خوش نصیب لوگوں نے نبی ﷺ کے دست حق پرست پر کسی بھی نوعیت کی

كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ⑲ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ

كَثِيْرَةً	يَّاْخُذُوْنَهَا	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	عَزِيْزًا	حَكِيْمًا⑲	وَعَدَكُمُ	اللّٰهُ	مَغَانِمَ
بہت سی	لیں گے وہ اسے	اور	ہے	اللہ	غالب	حکمت والا	وعدہ کیا تم سے	اللہ نے	غنیمتوں کا

مال غنیمت جو وہ حاصل کریں گے ، اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ ⑲ اور اللہ نے تم سے مال غنیمت کا

كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ

كَثِيْرَةً	تَاْخُذُوْنَهَا	فَعَجَّلَ	لَكُمْ	هٰذِهٖ	وَ	كَفَّ	اَيْدِيَ	النَّاسِ	عَنْكُمْ
بہت سی	حاصل کروگے تم اسے	سوجلدی دی اس نے	تمہارے لئے	یہ	اور	روک دیا	ہاتھوں کو	لوگوں کے	تم سے

وعدہ فرما رکھا ہے جسے تم حاصل کروگے، سو اُس نے یہ غنیمت تمہیں فوراً عطا کر دی اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا،

وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ⑳ لا وَّاُخْرٰى

وَ	لِتَكُوْنَ	اٰيَةً	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ	وَيَهْدِيَكُمْ	صِرَاطًا	مُّسْتَقِيْمًا⑳	وَّ	اُخْرٰى
اور	تاکہ ہوجائے	نشانی	ایمان والوں کیلئے	اور رہنمائی کرے وہ تمہاری	راستے کی	سیدھے	اور	دوسری

تاکہ یہ مؤمنین کیلئے ایک نشانی بن جائے اور وہ سیدھے راستے کی طرف تمہاری رہنمائی فرمائے۔ ⑳ اور ایک دوسری فتح بھی دی

لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

لَمْ	تَقْدِرُوْا	عَلَيْهَا	قَدْ	اَحَاطَ	اللّٰهُ	بِهَا	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ
نہیں	قدرت رکھتے تم	اس پر	یقینا	احاطہ کرلیا	اللہ نے	اس کا	اور	ہے	اللہ	پر	ہر ایک	چیز کے

جس پر تم قادر نہیں ہو، اللہ اُس کا احاطہ کر چکا ہے، اور اللہ ہر چیز پر

قَدِيْرًا ㉑ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا

قَدِيْرًا㉑	وَ	لَوْ	قٰتَلَكُمُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَوَلَّوُا	الْاَدْبَارَ	ثُمَّ	لَا	يَجِدُوْنَ	وَلِيًّا
قدرت والا	اور	اگر	قتال کریں تم سے	وہ لوگ	کفر کیا انہوں نے	البتہ پھیرلیں گے	پیٹھیں	پھر	نہ	پائیں گے وہ	کوئی دوست

قادر ہے۔ ㉑ اگر کافر تم سے قتال کریں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے ، پھر وہ اپنا کوئی مددگار

وَّلَا نَصِيْرًا ㉒ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ښ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ

وَ	لَا	نَصِيْرًا㉒	سُنَّةَ	اللّٰهِ	الَّتِيْ	قَدْ	خَلَتْ	مِنْ	قَبْلُ	وَ	لَنْ	تَجِدَ	لِسُنَّةِ
اور	نہ	کوئی مددگار	دستور	اللہ کا	وہ جو	تحقیق	گزر چکا	سے	پہلے	اور	ہرگز نہ	پائیں گے آپ	دستور میں

اور دوست نہ پائیں گے۔ ㉒ یہ اللہ کا دستور پہلے لوگوں میں بھی رہا ہے، اور اللہ کے دستور میں آپ کوئی تبدیلی

بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی، ان کے لیے خوشخبری ہے کہ درحقیقت انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی ہے، گویا نبی کے ہاتھ میں ہاتھ دینا درحقیقت اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تھامنا ہے اور جن لوگوں نے نبی ﷺ سے بیعت کی ہے، بظاہر ان کے ہاتھ نبی ﷺ کے مبارک ہاتھوں میں تھے اور حقیقت میں ان سب کے اوپر اللہ تعالیٰ کا دست مبارک اپنی شان کے مطابق تھا، نبی ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی بیعت کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ یہ لفظ بیعت طریقت اور تصوف کے معنی میں زیادہ مشہور ہوگیا اور اب بیعت کا لفظ سنتے ہی ذہن تصوف کی طرف چلا جاتا ہے، تصوف میں سلاسل اربعہ زیادہ مشہور ہیں، ان کے علاوہ بھی کچھ سلسلے ہیں، جن کی سند موجود ہے، لیکن یہاں دو باتیں سمجھ لینا ضروری ہے، پہلی یہ کہ شریعت اور طریقت ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں، جو لوگ طریقت اور شریعت کو ایک دوسرے سے جدا سمجھتے ہیں اور ان کے درمیان فاصلے کے قائل ہیں، وہ طریقت کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور وہ شریعت پر عمل کرنے سے بچنے کیلئے تصوف میں اپنے لیے پناہ گاہ تلاش کرتے ہیں اور غلبہ حال کا ڈھونگ رچا کر لوگوں کی عقیدت سے کھیلتے ہیں، دوسری بات یہ کہ طریقت، بیعت اور تصوف ان تمام چیزوں کا مقصد نفس کی اصلاح ہے، اگر کوئی شخص معروف معانی میں کسی بزرگ سے بیعت نہ ہو، لیکن ان سے اپنی اصلاح کرواتا رہے اور دین کے معاملے میں ان سے رہنمائی اور مشورہ لیتا رہے تو بھی کافی ہے، بیعت تصوف فرض یا واجب نہیں ہے، اگر کوئی شخص کسی بڑے نامی گرامی بزرگ سے بیعت تو کرلے لیکن اس کے نفس کی اصلاح نہ ہو تو اس بیعت کا کوئی فائدہ نہیں، اور اگر کوئی شخص ان سے بیعت تو نہ کرے لیکن ان کی رہنمائی میں دین پر عمل کرتا رہے تو اسے بیعت نہ کرنے سے کوئی نقصان نہ ہوگا، آیت کے آخر میں نبی ﷺ سے بیعت کرنے والوں کو اپنا عہد اور بیعت پوری کرنے کی تاکید و ترغیب دی گئی ہے کہ جو شخص اس بیعت اور عہد کو پورا کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے بڑا اجر عطا فرمائے گا اور جو شخص اس عہد کو توڑے گا، اس کا وبال اور نقصان خود اسی کو بھگتنا پڑے گا۔ ⑪ اس آیت مبارکہ میں ان منافقوں کے ڈھول کا پول کھولا گیا ہے جو مدینہ منورہ کے آس پاس مختلف دیہاتوں میں آباد تھے۔ نبی اکرم ﷺ جب عمرے کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ تشریف لے جارہے تھے تو یہ لوگ چھپ کر اپنے گھروں میں بیٹھ رہے تھے، ان کے ذہن میں یہ خیال تھا کہ اگر مسلمانوں کا قریش سے آمنا سامنا ہوا اور جنگ کی نوبت آگئی تو مسلمان ان کے مقابلے میں کسی صورت کامیاب نہیں ہوسکیں گے، کیونکہ ان کی تعداد بھی تھوڑی ہے اور یہ لوگ اپنے ساتھ اسلحہ لیکر بھی نہیں جارہے، جبکہ دوسری طرف مشرکین اپنے وطن میں موجود ہیں، اپنا دفاع کرسکتے ہیں، اسلحہ اور سامان جنگ سے وہ لیس ہیں اور ان کی تعداد بھی زیادہ ہے، اس لیے ان کے مقابلے میں مسلمان ٹھہر نہ سکیں گے، لیکن اگر کوئی انہونی ہوگئی اور مسلمان صحیح سلامت واپس آگئے تو ہم ان سے یہ کہہ دیں گے کہ کاروباری مصروفیات اور گھریلو مسائل کی وجہ سے ہمیں آپ کے ہمراہ اس مبارک سفر پر جانے کا موقع نہیں مل سکا، اس کوتاہی پر ہم آپ سے معذرت خواہ ہیں، ہمیں معاف کردیجئے اور اللہ تعالیٰ سے بھی ہمارے حق میں مغفرت کی دعا فرمادیجئے، اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو پہلے ہی بتادیا کہ جب آپ مدینہ منورہ واپس پہنچیں گے تو یہ لوگ آپ کے پاس آکر اس طرح کی باتیں کریں گے، یہ صرف زبانی کلامی جمع خرچ ہوگا، ان کی زبان پر وہ نہیں ہوگا جو ان کے دل میں ہے، اس لیے آپ ان کی عذرخواہی پر اعتماد نہ کریں، بلکہ ان سے سوال پوچھیں کہ جن کاروباری مصروفیات اور گھریلو

اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿٢٣﴾ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ

اللّٰهِ	تَبْدِيْلًا﴿٢٣﴾	وَ	هُوَ	الَّذِيْ	كَفَّ	اَيْدِيَهُمْ	عَنْكُمْ	وَ	اَيْدِيَكُمْ	عَنْهُمْ
اللہ کے	کوئی تبدیلی	اور	وہ	جس نے	روک دیا	ان کے ہاتھوں کو	تم سے	اور	تمہارے ہاتھوں کو	ان سے

ہرگز نہ پاؤ گے۔ ٢٣ اور اللہ وہی ہے جس نے اُن کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو اُن سے شہرِ مکہ کے

بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

بِبَطْنِ	مَكَّةَ	مِنْ	بَعْدِ	اَنْ	اَظْفَرَكُمْ	عَلَيْهِمْ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ
بیچ میں	مکہ کے	سے	پیچھے	یہ کہ	تمہیں غالب کر دیا	ان پر	اور	ہے	اللہ	اسے جو	تم کرتے ہو

بیچ میں روک دیا، بعد اِس کے کہ اُس نے تمہیں اُن پر غالب کر دیا، اور تم جو کچھ کر رہے ہو، اللہ اُسے خوب

بَصِيْرًا ﴿٢٤﴾ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

بَصِيْرًا﴿٢٤﴾	هُمُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَ	صَدُّوْكُمْ	عَنِ	الْمَسْجِدِ	الْحَرَامِ
خوب دیکھنے والا	وہ	جنہوں نے	کفر کیا	اور	روکا تمہیں	سے	مسجد	حرام کے

دیکھ رہا ہے۔ ٢٤ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجدِ حرام سے روکا، اور قربانی کے جانوروں کو

وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۭ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَاۗءٌ

وَالْهَدْيَ	مَعْكُوْفًا	اَنْ	يَّبْلُغَ	مَحِلَّهٗ	وَ	لَوْلَا	رِجَالٌ	مُّؤْمِنُوْنَ	وَ	نِسَاۗءٌ
اور قربانی کے جانور کو	روکا گیا	یہ کہ	پہنچے وہ	اپنے ٹھکانے پر	اور	اگر نہ ہوتے	بہت سے مرد	ایمان والے	اور	عورتیں

اُن کے ٹھکانے تک پہنچانے سے روکے رکھا، اگر بہت سے مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں

مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ

مُّؤْمِنٰتٌ	لَّمْ	تَعْلَمُوْهُمْ	اَنْ	تَطَـُٔوْهُمْ	فَتُصِيْبَكُمْ	مِّنْهُمْ	مَّعَرَّةٌ	بِغَيْرِ
ایمان والی	نہیں	جانتے تم انہیں	یہ کہ	روند ڈالو تم انہیں	سو پہنچے تمہیں	ان سے	نقصان	بغیر

نہ ہوتیں، جنہیں تم جانتے بھی نہیں ہو، خطرہ تھا کہ تم انہیں روند ڈالتے اور بے خبری میں تمہیں اُن کی طرف سے نقصان کا سامنا

عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا

عِلْمٍ ۚ	لِيُدْخِلَ	اللّٰهُ	فِيْ	رَحْمَتِهٖ	مَنْ	يَّشَاۗءُ ۚ	لَوْ	تَزَيَّلُوْا	لَعَذَّبْنَا
علم کے	تاکہ داخل کرے	اللہ	بیچ	اپنی رحمت کے	جسے	چاہے	اگر	ہٹ جاتے وہ	البتہ عذاب دیتے ہم

کرنا پڑتا، تاکہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کرے، اگر وہ ایک طرف کو ہوتے تو ہم اُن میں سے

مسائل کا تم رونا رو رہے ہو، اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرلے تو کیا تم اپنے گھروں میں رہ کر اس نقصان کو روک سکو گے اور اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت تمہیں فائدہ پہنچانے کی ہو تو تمہارا سفر پر جانا اس کیلئے رکاوٹ بن جائے گا؟ ایسا ہرگز نہیں ہے، اس لیے تمہارا عذر مسترد کیا جاتا ہے اور یاد رکھو کہ تم جو کچھ کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے خوب باخبر ہے۔ ١٢ اس آیت مبارکہ میں ان خیالات کا راز کھول دیا گیا ہے جو منافقین کے دلوں میں پائے جاتے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ اپنی چرب زبانی اور الفاظ کے عمدہ انتخاب سے مسلمانوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جائیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے خیالات سے قبل از وقت ہی آگاہ فرما دیا کہ سفرِ عمرہ میں نبی ﷺ کے ہمراہ نہ جانے کا اصل سبب وہ کاروباری مصروفیات اور گھریلو مسائل نہیں ہیں جو تم بیان کر رہے ہو، بلکہ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ تمہیں مسلمانوں کے صحیح سلامت واپس آنے کی کوئی توقع نہ تھی، تم سمجھتے تھے کہ اہل مکہ کسی ایک مسلمان کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے، ہمیں ان کی خاطر اپنی جان خطرے میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ گمان فاسد تمہارے دل دماغ میں اس طرح رچ بس گیا تھا کہ تم اس بات کو فراموش کر بیٹھے تھے کہ یہ خیال غلط بھی ثابت ہو سکتا ہے اور وہی ہوا کہ تمہارا اندازہ غلط ثابت ہوا اور اصل خسارہ تمہی کو اٹھانا پڑا، مسلمان ہر طرح مظفر و منصور ہو کر صحیح سالم مدینہ منورہ واپس بھی لوٹ آئے اور انہیں تمہارے ناپاک خیالات اور عزائم کی اطلاع بھی مل گئی۔ ١٣ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کیلئے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ تیار کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں رکھتے، کیونکہ کافروں کیلئے اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام قرار دے رکھا ہے اور کوئی کافر جنت میں داخل نہ ہوگا، لہٰذا کفار و مشرکین کو جہنم میں ہی رہنا ہوگا جہاں ان کیلئے دہکتی اور بھڑکتی ہوئی آگ منتظر ہے، اعاذنا اللہ منہا ١٤ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کیلئے زمین و آسمان کی حکومت اور اس کی بادشاہی بیان کی گئی ہے، وہی حقیقی بادشاہ ہے اور اس کی بادشاہت سے زمین و آسمان کا کوئی چپہ باہر نہیں ہے، وہ اپنے فیصلوں میں آزاد ہے، وہ جسے چاہے معاف کر سکتا ہے خواہ وہ کتنا ہی بڑا مجرم ہو، اور جسے چاہے سزا دے سکتا ہے خواہ وہ ظاہری اعتبار سے کتنا ہی پارسا ہو، اس کے سامنے اس کی مرضی سے سفارش تو کی جا سکتی ہے لیکن اس پر دباؤ ڈال کر اس سے زبردستی مغفرت یا سزا کا فیصلہ نہیں کروایا جا سکتا، آخر میں اللہ تعالیٰ کا غفور اور رحیم ہونا بیان کیا گیا ہے، اس کی مغفرت اس کے عذاب پر اور اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اور اسی وجہ سے دنیا کا نظام بھی قائم اور باقی ہے۔ ١٥ اس آیت مبارکہ میں انہی دیہاتیوں کا دوبارہ ذکر کیا گیا ہے جو نبی ﷺ کے ہمراہ سفرِ عمرہ میں شریک نہیں ہوئے تھے اور ان کا خیال یہ تھا کہ مسلمان زندہ بچ کر واپس نہ آئیں گے، لیکن جب ان کے اندازے غلط ثابت ہوئے تو انہیں اس کی تلافی کی فکر ہوئی، نفس نے پٹی پڑھائی کہ آئندہ جس جنگ میں مال غنیمت ملنے کا امکان ہو، اس میں شریک ہو جائیں اور مسلمانوں سے یہ کہہ دیں کہ ہم گزشتہ سفر میں تو تمہارے ساتھ شریک نہیں ہو سکے، لیکن اس سفر میں اس کی کمی کا ازالہ کریں گے اور مشرکین کو قتل کر کے جی بھر کر اپنے دل کی بھڑاس نکالیں گے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی اس سوچ سے آگاہ کر دیا اور انہیں اس کا جواب بھی سمجھا دیا۔ چنانچہ جب نبی ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ غزوۂ خیبر کے سلسلے میں روانہ ہونے لگے تو یہ دیہاتی لوگ آگئے اور مسلمانوں سے کہنے لگے کہ آپ لوگ ہمیں بھی اپنے ساتھ لے چلیں، ہم چاہتے ہیں کہ یہودیوں کو سزا دینے

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٢٥﴾ إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي

الَّذِينَ	كَفَرُوا	مِنْهُمْ	عَذَابًا	أَلِيمًا ﴿٢٥﴾	إِذْ	جَعَلَ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	فِي
ان لوگوں کو	کفر کیا انہوں نے	ان میں سے	عذاب	دردناک	جب	بنایا	ان لوگوں نے	کفر کیا انہوں نے	میں

کافروں کو دردناک عذاب میں مبتلا کر دیتے۔ ۲۵ جب کافروں نے اپنے دلوں میں

قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ

قُلُوبِهِمُ	الْحَمِيَّةَ	حَمِيَّةَ	الْجَاهِلِيَّةِ	فَأَنْزَلَ	اللَّهُ	سَكِينَتَهُ	عَلَىٰ
اپنے دلوں کے	ضد بازی	جیسی ضد بازی	جاہلیت کی	سو نازل کیا	اللہ نے	اپنا سکون	پر

زمانۂ جاہلیت جیسی ضد بازی رکھی، تو اللہ نے اپنے پیغمبر اور مؤمنین پر

رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ

رَسُولِهِ	وَ	عَلَى	الْمُؤْمِنِينَ	وَ	أَلْزَمَهُمْ	كَلِمَةَ	التَّقْوَىٰ	وَ	كَانُوا	أَحَقَّ
اپنے پیغمبر کے	اور	پر	ایمان والوں کے	اور	لازم کیا ان پر	کلمہ	تقویٰ کا	اور	تھے وہ	زیادہ حقدار

"سکینہ" نازل فرمایا، اور کلمۂ تقویٰ پر اُنہیں قائم رکھا، اور وہی اُس کے زیادہ حقدار

بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٢٦﴾ لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ

بِهَا	وَ	أَهْلَهَا	وَ	كَانَ	اللَّهُ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيمًا ﴿٢٦﴾	لَقَدْ	صَدَقَ	اللَّهُ
اس کے	اور	اہل اس کے	اور	ہے	اللہ	ساتھ ہر ایک	چیز کے	خوب جاننے والا	البتہ یقیناً	سچا کر دیا	اللہ نے

اور اہل تھے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ ۲۶ یقیناً اللہ نے اپنے پیغمبر کا خواب

رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۖ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ

رَسُولَهُ	الرُّؤْيَا	بِالْحَقِّ	لَتَدْخُلُنَّ	الْمَسْجِدَ	الْحَرَامَ	إِنْ	شَاءَ	اللَّهُ
اپنے پیغمبر کو	خواب	برحق	البتہ ضرور داخل ہو گے تم	مسجد	حرام میں	اگر	چاہا	اللہ نے

حقیقت میں سچ کر دکھایا، اگر اللہ نے چاہا تو تم مسجد حرام میں امن و امان کے ساتھ داخل

آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ ۖ فَعَلِمَ

آمِنِينَ	مُحَلِّقِينَ	رُءُوسَكُمْ	وَ	مُقَصِّرِينَ	لَا	تَخَافُونَ	فَعَلِمَ
امن والے	مونڈنے والے	اپنے سروں کو	اور	چھوٹے کروانے والے	نہ	ڈرو گے تم	سو جان لیا اس نے

ہو کر رہو گے، تم میں سے بعض اپنے سر کے بال مونڈیں گے اور بعض چھوٹے کروائیں گے، تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا، سو اُس نے وہ بات جان لی

میں ہم بھی آپ کے ساتھ شریک ہوں اور مال غنیمت میں بھی حصہ دار بنیں، مسلمانوں نے انہیں اس کا وہی جواب دیا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں سمجھایا تھا، جواب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے متعلق ہمیں پہلے سے ہی بتا رکھا ہے کہ تم لوگ گزشتہ سفر کی طرح اس سفر پر بھی ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گے؟ اس لیے ہم تمہیں اپنے ساتھ چلنے کی اجازت نہیں دے سکتے، ورنہ کلام اللہ کو تبدیل کرنا لازم آئے گا اور وہ ممکن نہیں ہے، اس پر وہ دیہاتی کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے تو ایسی کوئی بات نہیں کہی ہوگی، تم لوگ اپنی طرف سے یہ بات گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر رہے ہو، کیونکہ تمہیں ہم سے حسد ہے اور تم لوگ ہم سے جلتے ہو، تمہاری خواہش ہے کہ پورا مال غنیمت تمہارے قبضے میں آجائے اور ہمیں اس میں سے کچھ بھی نہ ملے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ لوگ نا سمجھ ہیں، ان کی عقل بہت چھوٹی اور محدود ہے، ان کی نظریں صرف دنیا اور اس کے
ع ۳ ساز وسامان پر رہتی ہیں، اس لیے ہر وقت
۹ ان کے دماغ میں مال غنیمت کا خیال رہتا
۱۱ ہے اور مسلمانوں کے متعلق بھی وہ ایسا ہی گمان رکھتے ہیں، یہ ان کی نا سمجھی اور کم فہمی کی دلیل ہے۔ ۱۶ اس آیت مبارکہ میں انہی دیہاتیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو سفر عمرہ میں شریک نہیں ہوئے تھے اور مال غنیمت کے لالچ میں غزوۂ خیبر میں شرکت کرنا چاہتے تھے، مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ غزوۂ خیبر میں انہیں اپنے ساتھ لیکر ہرگز نہ جائیں، البتہ انہیں بتادیں کہ اگر تم شوق جہاد کے دعوے میں سچے ہو تو اس کے بہت سے مواقع مستقبل میں ملیں گے، کیونکہ دشمنان اسلام سے خیبر کا معرکہ آخری معرکہ نہیں ہے، بلکہ مستقبل میں نہایت طاقتور اور جنگجو اقوام سے مسلمانوں کی جنگیں ہوں گی، تمہیں ان جنگوں میں شرکت کی دعوت دی جائے گی اور تمہیں اپنی شجاعت و بہادری دکھانے کا بھرپور موقع دیا جائے گا، اس موقع کے لیے تمہیں یہ حکم دیا جاتا ہے کہ دشمنان اسلام سے اس وقت تک لڑنا جب تک کہ تمہیں غلبہ یا شہادت نصیب نہ ہو جائے، یا یہ کہ وہ لوگ اسلام کے دامن رحمت میں آجائیں، یاد رکھو! اگر تم اس موقع پر مرد میدان اور اطاعت گزار ثابت ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین اجر و ثواب کے مستحق قرار پاؤ گے اور اگر حدیبیہ کی طرح پیٹھ پھیر کر واپس چلے گئے تو تمہیں اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا، یعنی اس وقت تو تمہاری سزا صرف اتنی ہی ہے کہ تمہیں غزوۂ خیبر میں شرکت کی اجازت نہیں دی جا رہی، لیکن اگر تمہاری یہی روش برقرار رہی تو پھر دردناک سزا کے منتظر رہو، اس آیت کے عموم میں وہ تمام جنگیں شامل ہیں جو غزوۂ خیبر کے بعد مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان ہوئیں، مثلاً غزوۂ حنین میں قبیلہ ہوازن اور ثقیف کے وہ طاقتور لوگ مد مقابل تھے جنہوں نے ایک مرتبہ مسلمانوں کو میدان جنگ سے پیچھے ہٹ جانے پر مجبور کر دیا تھا، اسی طرح جنگ یمامہ میں مسیلمۂ کذاب کی حمایت پر بنو حنیفہ کا نہایت طاقتور جتھا مسلمانوں کے ساتھ مزاحمت کر رہا تھا اور بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم اس معرکے میں شہید ہو گئے تھے، دشمنان اسلام سے ہونے والی دوسری جنگیں بھی اسی کے عموم میں شامل ہیں۔ ۱۷ اس آیت مبارکہ میں ان معذور لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن پر جہاد فرض نہیں ہے اور وہ حکم جہاد سے مستثنیٰ ہیں، ان میں سے ایک نابینا آدمی ہے، دوسرا لنگڑا آدمی ہے اور تیسرا بیمار آدمی ہے، بیمار سے معمولی بیمار مراد نہیں ہے، بلکہ وہ شخص مراد ہے جس کی بیماری اسے جہاد میں شرکت سے روک دے، نیز یہاں تین قسم کے لوگوں کا ذکر بطور مثال کے فرمایا گیا ہے، ورنہ اس حکم میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جن کی بیماری یا معذوری اس قدر زیادہ ہو کہ وہ

مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿٢٧﴾ هُوَ الَّذِيْٓ

مَا	لَمْ	تَعْلَمُوْا	فَجَعَلَ	مِنْ	دُوْنِ	ذٰلِكَ	فَتْحًا	قَرِيْبًا ﴿٢٧﴾	هُوَ	الَّذِيْٓ
وہ جو	نہیں	جانا تم نے	سو کر دی اس نے	سے	علاوہ	اس کے	فتح	قریب کی	وہ	جس نے

جو تم نہیں جانتے، پھر اُس نے اُس کے بعد ہی قریب کی ایک فتح رکھ دی۔ [٢٧] اللہ وہی ہے جس نے

اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ

اَرْسَلَ	رَسُوْلَهٗ	بِالْهُدٰى	وَ	دِيْنِ	الْحَقِّ	لِيُظْهِرَهٗ	عَلَى	الدِّيْنِ
بھیجا	اپنے پیغمبر کو	ساتھ ہدایت کے	اور	دین کے	برحق	تا کہ غالب کر دے اسے	پر	دین کے

اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اُسے تمام ادیان پر غالب

كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿٢٨﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ

كُلِّهٖ ؕ	وَ	كَفٰى	بِاللّٰهِ	شَهِيْدًا ﴿٢٨﴾	مُحَمَّدٌ	رَّسُوْلُ	اللّٰهِ ؕ	وَ	الَّذِيْنَ
سارے	اور	کافی ہے	اللہ	گواہ بننے کو	محمد	پیغمبر	اللہ کا	اور	جو لوگ

کر دے، اور اللہ گواہ بننے کیلئے کافی ہے۔ [٢٨] محمد (ﷺ) اللہ کے پیغمبر ہیں، اور جو لوگ

مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا

مَعَهٗٓ	اَشِدَّآءُ	عَلَى	الْكُفَّارِ	رُحَمَآءُ	بَيْنَهُمْ	تَرٰىهُمْ	رُكَّعًا	سُجَّدًا
ہمراہ اس کے	بہت سخت	پر	کافروں کے	رحم کرنے والے	آپس میں	تو دیکھے گا انہیں	رکوع کرنے والے	سجدہ کرنے والے

اُن کے ہمراہ ہیں، کافروں پر نہایت سخت، آپس میں نہایت نرم دل ہیں، آپ اُنہیں رکوع و سجود میں ہی دیکھیں گے،

يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ

يَّبْتَغُوْنَ	فَضْلًا	مِّنَ	اللّٰهِ	وَ	رِضْوَانًا ؗ	سِيْمَاهُمْ	فِيْ	وُجُوْهِهِمْ
تلاش کرتے ہیں	فضل	سے	اللہ کے	اور	خوشنودی	ان کی علامت	بیچ	ان کے چہروں کے

وہ اللہ کا فضل اور اُس کی خوشنودی تلاش کرنے میں لگے رہتے ہیں، ان کے چہروں کی شناخت

مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِيْ

مِّنْ	اَثَرِ	السُّجُوْدِ ؕ	ذٰلِكَ	مَثَلُهُمْ	فِي	التَّوْرٰىةِ ۚۖۛ	وَ	مَثَلُهُمْ	فِيْ
سے	نشان کے	سجدے کے	وہ	مثال اُن کی	بیچ	تورات کے	اور	مثال اُن کی	بیچ

سجدے کے نشانات سے ہی ہوجاتی ہے یہ تو اُن کی مثال تورات میں ہے، اور انجیل میں اُن کی

میدان جنگ میں نکل کر دشمن سے مقابلہ کرنے سے عاجز ہوں، یہ استثناء اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ اسلام بیماری اور عذر کو قبول کرتا ہے، وہ اس قدر شدت پسند اور سخت نہیں ہے کہ انسان کی مجبوری کا خیال بھی نہ کرے اور اس میں کسی قسم کی لچک بھی نہ رکھے، آخر میں اطاعت گزاروں کے لیے جنت اور نافرمانی کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ [١٨] [١٩] ان آیتوں میں بیعت رضوان کے شرکاء سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا احوال اور دیگر انعامات ذکر کیے گئے ہیں، بیعت رضوان اس تاریخی بیعت کو کہا جاتا ہے جو حدیبیہ میں کیکر کے ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ۰۶ھ میں نبی ﷺ جب سفر عمرہ پر تشریف لائے اور قریش کے عزائم اور مزاحمت کی وجہ سے حدیبیہ میں پڑاؤ کرنا پڑا تو نبی ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ اپنا ایک قاصد اہل مکہ کے پاس بھیجیں جو انہیں اس بات کا یقین دلائے کہ نبی ﷺ کی تشریف آوری کا مقصد صرف عمرہ کرنا ہے، وہ جنگ کے ارادے سے نہیں آئے ہیں، چنانچہ اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا گیا، بعد میں قرعہ فال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نام نکلا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اسی وقت تیار ہو گئے اور نبی ﷺ کا پیغام لیکر مکہ مکرمہ پہنچ گئے، وہاں وہ ابان بن سعید سے ملے، اس نے انہیں اپنی پناہ میں لینے کا اعلان کر دیا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہاں سے ابوسفیان اور دیگر سرداران قریش کے پاس پہنچے اور انہیں نبی ﷺ کے پیغام سے آگاہ کیا، وہ لوگ کہنے لگے کہ عثمان! اگر آپ چاہیں تو بیت اللہ کا طواف کرلیں، ہم آپ کو نہ روکیں گے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عشق ومحبت میں ڈوبا ہوا جواب دیا کہ یہ کیسے ممکن ہے اللہ کا نبی مکہ سے باہر طواف کا منتظر ہو اور عثمان ان کے بغیر کعبہ کا طواف کرلے؟ قریش مکہ نے انہیں تین دن کے لیے اپنے پاس روک لیا، ادھر مسلمان ان کی واپسی کے منتظر تھے، جب تاخیر زیادہ ہوگئی تو چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں اور یہ افواہ اڑ گئی کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے، نبی ﷺ نے وہاں موجود تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو کیکر کے ایک درخت کے نیچے جمع کر کے فرمایا کہ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ عثمان کے خون کا انتقام لیں گے، چنانچہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر بیعت کی، بیعت مکمل ہونے کے بعد نبی ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے غائبانہ بیعت کی، اپنے دست مبارک کو ان کا ہاتھ قرار دیکر ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھا اور فرمایا "ھذہ ید عثمان" یہ عثمان کا ہاتھ ہے، قریش کے لوگوں کو جب اس بیعت کی خبر ملی تو انہوں نے خوفزدہ ہو کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اسی وقت واپس بھیج دیا، جو لوگ اس بیعت میں شریک ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان سب سے اپنی رضامندی اور خوشنودی کا اعلان فرمایا، اور اللہ جس سے راضی ہو جائے، کسی کو ان سے ناراض ہونے یا ان کی شان میں گستاخی کرنے کی اجازت نہیں ہے، اس بیعت کے ذریعے ان کے دلوں کا اخلاص، اسلام کی محبت، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا جذبہ معلوم ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں "سکینہ" کی نعمت عطا فرمائی، جس پر اسی سورت کے آغاز میں کلام ہو چکا ہے، اس بیعت رضوان کے نتیجے میں اللہ نے مسلمانوں کو خیبر میں نہایت آسان فتح عطا فرمادی، خیبر میں مسلمانوں کو بڑی مقدار میں مال غنیمت حاصل ہوا جس سے ان کی ضروریات زندگی کی تکمیل میں آسانی پیدا ہوگئی، یہیں سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر طرح کی عزت اور غلبہ کا مالک ہے اور یہ کہ اس کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔ [٢٠] اس آیت مبارکہ میں اہل حدیبیہ پر اللہ تعالیٰ کا انعام اور اس کا وعدہ ذکر کیا گیا ہے، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں

الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى

الْاِنْجِيْلِ ۚ	كَزَرْعٍ	اَخْرَجَ	شَطْئَهٗ	فَاٰزَرَهٗ	فَاسْتَغْلَظَ	فَاسْتَوٰى
انجیل کے	جیسے ایک کھیت	نکالے وہ	اپنی کونپل	پھر کر مضبوط کرے	پھر موٹی ہو	پھر قائم ہو جائے

مثال یہ ہے کہ جیسے ایک کھیت اپنی کونپل نکالے، پھر اُس کی کمر مضبوط ہو، پھر وہ موٹی ہو، پھر وہ اپنے تنے پر

عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ

عَلٰى	سُوْقِهٖ	يُعْجِبُ	الزُّرَّاعَ	لِيَغِيْظَ	بِهِمُ	الْكُفَّارَ ۭ	وَعَدَ	اللّٰهُ
پر	اپنی پنڈلی کے	بھلی لگتی ہے	کاشتکاروں کو	تاکہ غصہ دلائے	ان کے ذریعے	کافروں کو	وعدہ کیا	اللہ نے

کھڑی ہو جائے، کاشتکاروں کو وہ بھلی لگتی ہے، تاکہ اُن کے ذریعے کافروں کو غیظ وغضب میں مبتلا کرے، اللہ نے اُن لوگوں سے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹ ع

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	مِنْهُمْ	مَّغْفِرَةً	وَّ	اَجْرًا	عَظِيْمًا ۝
ان لوگوں سے جو	ایمان لائے	اور عمل کیے انہوں نے	اچھے	ان میں سے	مغفرت کا	اور	ثواب کا	بہت بڑے

”جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے“ مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ (۲۹)

ع ۴ ۳ ۱۲

بہت سے اموال غنیمت عطا فرمائے گا جن کی تعداد بھی زیادہ ہوگی اور مقدار بھی، چونکہ مال غنیمت کا حصول انسان کیلئے خوش کن ہوتا ہے اور اگر کئی مرتبہ اس کے حصول کی توقع ہو تو یہ خوشی زیادہ بڑھ جاتی ہے اس لیے اس پر مسلمانوں کا خوش ہونا بجا ہے، اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مال غنیمت کے حصول کیلئے ہر مرتبہ جنگ ہونا بھی ضروری نہیں ہے، بعض اوقات جنگ کے بغیر بھی مال غنیمت مل جاتا ہے، اسلامی تاریخ میں اس کی سینکڑوں، ہزاروں مثالیں موجود ہیں، دوسرا انعام یہ کہ غزوۂ حدیبیہ کے بعد سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خیبر کی فتح اور یہودیوں کا مال بطور غنیمت کے عطا فرمادیا، جس سے مسلمانوں کی مالی تنگدستی اور اس سے وابستہ ضروریات پوری ہوگئیں اور ہر مسلمان مالی طور پر مستحکم اور آسودہ ہوگیا، تیسرا انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار ومشرکین، یہودیوں اور منافقوں کی ایذا رسانیوں اور دست درازیوں سے بچالیا، حدیبیہ میں تو لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئی، خیبر کے صرف ایک قلعے کو فتح کرنے میں کچھ وقت لگا، باقی قلعے نہایت آسانی سے فتح ہوگئے اور مسلمانوں کے اہل خانہ بھی ان کی غیر موجودگی میں محفوظ رہے، چوتھا انعام یہ کہ حدیبیہ کی صلح اور خیبر کی فتح مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک نمونہ اور عظیم معجزہ بن جائے گا، اس سے فتح مکہ کی راہ ہموار ہوگی اور مسلمانوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جائے گی، اسلام کا نور پورے عالم کو منور کردے گا اور دنیا سے جہالت کی تاریکی چھٹ جائے گی، پانچواں انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرمائے گا، چنانچہ وہ گمراہی سے محفوظ ہو جائیں گے، اللہ کے وعدوں کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے ہوئے دیکھ کر انہیں یقین آجائے گا کہ اس کا ہر وعدہ سچا ہے، اس کی قدرت لامحدود ہے اور وہ انہیں ان کے دشمنوں پر غلبہ عطا فرما سکتا ہے۔ (۲۱) اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں سے فتح مکہ کا وعدہ کیا گیا ہے، عالم اسباب میں فوری طور پر اس کی کوئی صورت ممکن نہ تھی اور اہل اسلام کیلئے مکہ مکرمہ کو فتح کرنا آسان نہ تھا، اس کی بہت سی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ معاہدۂ حدیبیہ میں جو شرائط طے کی گئی تھیں ان میں دس سال کیلئے جنگ بندی کی شق بھی شامل تھی، اس لیے مسلمان تلوار کے زور پر مکہ مکرمہ کو فتح نہیں کرسکتے تھے، سوائے اس کے کہ مشرکین مکہ خود ہی معاہدۂ حدیبیہ کی خلاف ورزی کریں اور مسلمانوں کو فوج کشی کا جواز اپنے ہاتھوں سے فراہم کردیں، چنانچہ ایسے ہی ہوا، کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ اگر تمہیں اس کی قدرت نہیں ہے تو اس سے فرق نہیں پڑتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس پر مکمل قدرت اور دسترس حاصل ہے اور وہ اس کا احاطہ کرچکا ہے، عالم اسباب میں اس کی صورت یہ ہوئی کہ صلح حدیبیہ کے بعد قبیلہ خزاعہ نے نبی علیہ السلام کے ساتھ حلیفانہ معاہدہ کرلیا تھا اور بنوبکر قریش کے حلیف بن گئے، ایک مجلس میں بنوبکر کے ایک شخص نوفل بن معاویہ نے شرارت کے ارادے سے جان بوجھ کر قبیلہ خزاعہ کے لوگوں کے سامنے نبی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی، خزاعہ کے ایک آدمی منبہ نے اسے سمجھایا، وہ باز نہ آیا تو منبہ نے اسے مارا، نوفل نے اپنے قبیلے میں جاکر یہ بات بتائی، دونوں قبیلے آمنے سامنے ہوگئے، معاہدے کی رو سے قریش کو اس جنگ سے لاتعلق رہنا چاہیے تھا لیکن انہوں نے نقاب میں چہرے چھپا کر بنوبکر کے ساتھ مل کر بنوخزاعہ پر حملہ کردیا، جس کے نتیجے میں بنوخزاعہ کے بیس آدمی مارے گئے، یہ حملہ دراصل نبی علیہ السلام پر حملے کے مترادف تھا کیونکہ بنوخزاعہ نبی علیہ السلام کے حلیف تھے، عمرو بن سالم خزاعی ایک وفد کے ساتھ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، نبی علیہ السلام نے ساری صورتحال سے باخبر ہوکر اسے تعاون کی یقین دہانی کروائی اور قریش کے پاس پیغام بھیجا کہ یا تو مقتولین کی دیت ادا کریں یا بنوبکر سے لاتعلقی کا اظہار کریں، یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں، انہوں نے جنگ کو ترجیح دی، بعد میں انہوں نے صلح کی کوششیں کیں، لیکن وہ سب ناکام ہوگئیں اور نبی علیہ السلام اپنے رب کے حکم سے فتح مکہ کے لیے روانہ ہوگئے، یہ روانگی ماہ رمضان ۰۸ ھ کی دس تاریخ کو ہوئی اور بیس رمضان بروز جمعہ نہایت آسانی کے ساتھ مکہ مکرمہ فتح ہوگیا۔ (۲۲) اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو کافروں کی بزدلی کے متعلق آگاہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور قدرت سے حدیبیہ کے مقام پر جنگ کی نوبت نہیں آنے دی اور تمام معاملات ایک معاہدۂ صلح کے ذریعے طے ہوگئے، لیکن اگر جنگ کی نوبت آجاتی، تب بھی کافروں میں مسلمانوں کے سامنے ٹھہرنے کی جرأت نہ ہوتی، وہ بزدلی سے پشت پھیر کر بھاگ جاتے اور کوئی ان کی مدد یا حمایت کرنے کیلئے تیار نہ ہوتا، یہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے مسلمانوں کی تلوار سے انہیں بچالیا، ورنہ ان میں سے اکثریت زندہ بچنے میں کامیاب نہ ہوتی۔ (۲۳) اس آیت مبارکہ میں ”سنۃ اللّٰہ“ کا حوالہ دیا گیا ہے، یہاں سنت کا لفظ نبی علیہ السلام کی سنت کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ طریقہ اور عادت کے معنی میں ہے اور مطلب یہ کہ ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کا طریقہ اور عادت یہی رہی ہے کہ وہ باطل کے مقابلے میں حق کو ایسا غلبہ عطا فرماتا ہے کہ عالم اسباب میں جس کی کوئی توقع نہیں ہوتی، وہ جنگ کے بغیر بھی اپنے نیک بندوں کو کافروں اور مشرکوں پر فتح عطا فرمادیتا ہے، وہ کافروں اور مشرکوں سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لیتا ہے لہٰذا وہ ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں جس کی سزا انہیں بعد میں بھگتنی پڑتی ہے، آپ دنیا کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں، آپ کو یہ سنۃ اللّٰہ کسی بھی موقع پر تبدیل ہوتی ہوئی نظر نہ آئے گی اور کسی میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ وہ اس سنۃ اللّٰہ کو تبدیل کرسکے (۲۴) اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت کی ایک صورت بیان کی گئی ہے کہ مشرکین میں سے کچھ شریر لوگ حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کیلئے خفیہ کاروائی کے ارادے سے نکلے، میدان جنگ میں ایسے لوگ فوج کے عام حملے سے زیادہ خطرناک اور نقصان پہنچانے والے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے ارادوں میں ناکام فرمادیا، مسلمانوں نے انہیں دیکھ کر گرفتار کرلیا اور نبی علیہ السلام کو ان کے ناپاک عزائم سے باخبر کردیا، اس کے باوجود نبی ﷺ نے انہیں معاف فرمادیا اور مکہ مکرمہ واپس جانے کی اجازت دیدی، اس طرح اللہ نے مسلمانوں کو ان کے شر سے بچالیا اور انہیں مسلمانوں کی تلوار سے بچالیا، ورنہ اس قسم کے لوگوں کے لیے زندہ بچ نکلنا ممکن نہیں ہوتا، اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ بھی اس آیت کے عموم میں شامل ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ حضرت غالب بن عبد اللہ لیثی رضی اللہ عنہ کو بنوملوح کی سرکوبی کیلئے روانہ فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس موقع پر بہت سا مال غنیمت عطا فرمایا، مسلمان واپس جارہے تھے کہ راستے میں دشمن کی ایک بڑی جمعیت ان سے مقابلے کیلئے نکل آئی، اللہ تعالیٰ نے بارش برسا کر سیلاب کی صورت پیدا کردی، وہ سیلابی پانی مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان حائل ہوگیا اور مسلمان ان کے حملے سے اور وہ مسلمانوں کی تلوار سے محفوظ ہوگئے اس نوعیت کے واقعات بہت سے ہیں۔ (۲۵) اس آیت مبارکہ میں حدیبیہ کے موقع پر جنگ نہ ہونے کی حکمت بیان کی گئی ہے، اگر موقع کی صحیح صورتحال کو دیکھا جائے تو مسلمانوں اور اہل مکہ کے درمیان تناؤ کی کیفیت پورے عروج پر تھی اور خطرہ تھا کہ کسی بھی وقت جنگ چھڑ سکتی ہے، فریقین کی کیفیت یہ تھی کہ ایک طرف مسلمان تھے جو اللہ اور اس کے پیغمبر پر ایمان لائے تھے، انہوں نے احرام باندھ رکھا تھا، وہ عمرہ کرنا چاہتے تھے قربانی کے جانور ان کے ساتھ تھے، ان کی خواتین بھی ان کے ہمراہ تھیں اور واضح طور پر نظر آرہا تھا کہ ان کے کوئی جنگی عزائم نہیں

ہیں، دوسری طرف اہل مکہ تھے جو کفر و شرک پر اڑے ہوئے تھے، انہوں نے مسلمانوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا تھا، وہ انہیں عمرہ کرنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے، وہ قربانی کے جانوروں کو مذبح میں لیجاکر انہیں ذبح کرنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے، ان کی نظروں میں احرام کا کوئی تقدس تھا اور نہ ہی قربانی کے جانوروں کا، لہٰذا موقع کا تقاضا تو یہی تھا کہ مسلمانوں کو ان کے خلاف صف بستہ ہونے کی اجازت دیدی جاتی لیکن ایسا نہیں کیا گیا، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اگر دونوں فریقوں میں جنگ ہوتی تو حرمِ مکہ کا تقدس بری طرح مجروح ہوتا اور وہاں خونریزی کی نوبت آجاتی، دوسری وجہ یہ ہے کہ احرام کا تقدس پامال ہوتا کیونکہ محرم پر احرام کی وجہ سے وہ پابندیاں ہوتی ہیں جو غیر محرم پر نہیں ہوتیں، تیسری وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی زبان پر یہ جملے آجاتے کہ مسلمان احرام کی حالت میں دھوکہ دینے کے ارادے سے آئے تھے، ان کا ارادہ عمرہ کرنے کی بجائے اہل مکہ سے جنگ کرنے کا تھا، چوتھی وجہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں کئی مسلمان مرد و عورت آباد تھے جو اپنے ضعف اور کمزوری کی وجہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت نہیں کر سکتے تھے، کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا تھا اور اس کے اعلان کیلئے کسی مناسب موقع کے منتظر تھے، عمومی حملے کی صورت میں خطرہ تھا کہ کہیں ایسے مسلمان بھی پس نہ جائیں، اگر ایسا ہوتا تو خود مسلمانوں کو بھی اس کا افسوس ہوتا اور دنیا کو بھی یہ کہنے کا موقع ملتا کہ مسلمانوں نے مکہ مکرمہ پر حملہ کر کے مسلمانوں ہی کو قتل کر دیا، پانچویں وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ ان اہل مکہ میں سے بہت سے لوگوں کو ایمان کی نعمت عطا فرمائی جائے اور وہ اسلام کے سپاہی اور فدائی بن کر اس کی خدمت کریں، عمومی حملے کی صورت میں ایسا ہونا مشکل ہو جاتا، یہ اور اس جیسی دوسری بہت سی حکمتیں حدیبیہ کے موقع پر فریقین کے درمیان جنگ بندی کا تقاضا کر رہی تھیں، ورنہ اللہ کیلئے کافروں کو مسلمانوں کے ہاتھوں سزا دلوانا کچھ مشکل نہ تھا۔ ۲۶ اس آیت مبارکہ میں کافروں کی ضد بازی اور مسلمانوں کے حسن ادب کا ذکر کیا گیا ہے، صلح حدیبیہ کے موقع پر انہوں نے جس ضد بازی اور اپنی بات پر اڑ جانے کی جس حالت کا مظاہرہ کیا، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ زمانہ جاہلیت کی عادات ان میں کس قدر پختہ اور مضبوط تھیں؟ اگر ''صلح'' کے موقع پر ان کی نخوت اور ضد بازی اس عروج پر تھی تو جنگ کے موقع پر اس کا کیا عالم ہوتا ہوگا؟ چنانچہ کتب حدیث و سیرت میں موجود ہے کہ مشرکین مکہ اس بات پر اڑ گئے کہ اس سال مسلمانوں کو عمرے کیلئے مکہ مکرمہ میں کسی صورت داخل نہیں ہونے دیں گے، اگلے سال صرف تین دن تک مکہ مکرمہ میں رہنے کی اجازت ہوگی، اس سے زیادہ نہیں، انہیں صلح نامہ میں 'بسم اللہ الرحمن الرحیم' اور محمد رسول اللہ کے الفاظ لکھوانے پر اعتراض تھا، انہوں نے ضد کر کے یہ الفاظ مٹائے، ابو جندل کی واپسی کیلئے ضد کی، اپنی مرضی کی شرائط پر صلح کرنے کی ضد کی، یہاں تک کہ مسلمانوں کو یہ محسوس ہونے لگا کہ ہم دب کر اور مغلوب ہو کر صلح کر رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو اپنے اضطراب کا اظہار بارگاہ رسالت میں بھی کر دیا، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سمجھایا کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں، اس کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا، نبی علیہ السلام کو اس معاہدۂ صلح پر کوئی پشیمانی نہیں تھی، ان کا دل مطمئن تھا کہ انہوں نے درست فیصلہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسی میں خیر رکھی ہوگی، یہی وہ پیغمبرانہ یقین تھا جسے یہاں ''سکینہ'' سے تعبیر کیا گیا ہے، امت میں اس کا سب سے زیادہ حصہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیا گیا تھا، انہوں نے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر مضطرب حضرات کو تسلی دی تھی، اس کے بعد درجہ بدرجہ سب مسلمانوں کو قلبی تسکین عطا کی گئی اور انہوں نے نبی علیہ السلام کے فیصلے پر سر تسلیم خم کر دیا، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے

دل کلمہ توحید کے یقین سے بھر دیئے اور کلمہ توحید'' جسے یہاں کلمہ تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے'' ان کے دلوں میں راسخ کر دیا، اب اس کلمے کی خاطر وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کیلئے تیار ہیں، وہ اپنے جذبات کو اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر قربان کر سکتے ہیں، وہ اپنی عقل اور فہم کو حکم الٰہی پر قربان کر سکتے ہیں، وہ اپنے ذوق جہاد اور شوق شہادت کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر نیام میں کر سکتے ہیں، چونکہ اسلام ان کے دلوں میں رچ بس چکا ہے، اس لیے اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ہر حکم کی تعمیل کے لیے دل و جان سے تیار ہوں، تاریخ گواہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اطاعت بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر محبت کے ایسے نادر نمونے فراہم کیے ہیں جن کی مثال پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے اور جس کا اعتراف متعصب ترین دشمنوں نے بھی ہر زمانے میں کیا ہے، والحمد للہ علی ذلک ۲۷ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب سچ کر دکھانے کا ذکر کیا گیا ہے، نبی علیہ السلام اعلان نبوت سے پہلے بھی سچے خواب دیکھا کرتے تھے جن کی تعبیر صبح روشن کی طرح نمایاں ہو کر سامنے آجاتی تھی اور اعلان نبوت کے بعد تو ہر نبی کا خواب حجت شرعیہ ہوتا ہے اور اس پر عمل کرنا اسی طرح ضروری ہوتا ہے جیسے بیداری کے عالم میں کسی فرشتے کے لائے ہوئے پیغام پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے، یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی معلوم تھی۔ چنانچہ ۰۶ھ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ وہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ نہایت اطمینان کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ وہاں انہیں کسی قسم کا خوف اور خطرہ نہیں ہے۔ انہوں نے عمرے کا احرام باندھ رکھا ہے۔ پھر عمرے سے فارغ ہو کر ان میں سے کچھ لوگوں نے اپنے سر کے پورے بال منڈوا کر حلق کر لیا ہے اور کچھ لوگوں نے بال کٹوا کر قصر کر لیا ہے۔ نبی علیہ السلام نے بیدار ہو کر یہ خواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا تو ان کے دل میں اپنے وطن اور خانہ کعبہ کی محبت جوش مارنے لگی، پرانی یادیں ذہن میں تازہ ہونے لگیں، انہیں یقین تھا کہ یہ خواب سچا ہے اور ہمیں عمرہ کرنے کی سعادت ضرور نصیب ہوگی، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس خواب کی تعبیر ظاہر ہونا ضروری تھا، لیکن اس میں یہ بات متعین نہیں کی گئی تھی کہ یہ سفر کس سال ہوگا؟ نبی علیہ السلام نے بھی سال کی تعیین نہیں فرمائی تھی، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سمجھے کہ انہیں عمرے کی سعادت اسی سال نصیب ہوگی، لہٰذا انہوں نے سفر عمرہ کی تیاری شروع کر دی، نبی علیہ السلام نے بھی خیال فرمایا کہ ممکن ہے، اسی سال اس خواب کی تعبیر ظاہر ہو جائے، لہٰذا انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سفر کی تیاریوں سے منع نہیں فرمایا اور خود بھی سفر کیلئے آمادہ ہو گئے، حدیبیہ پہنچ کر جب حالات تبدیل ہو گئے اور معاہدہ صلح کی رو سے عمرے کے بغیر ہی واپس آنا پڑا تو بعض حضرات نے استفسار کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم امن و امان سے مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر عمرہ کریں گے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ تو میں نے کہا تھا، لیکن کیا یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال عمرہ کریں گے؟ صحابہ رضی اللہ عنہ نے تسلیم کیا کہ یہ تو نہیں فرمایا تھا، اس پر ارشاد ہوا کہ پھر مطمئن رہو، اس خواب کی تعبیر ضرور ظاہر ہوگی، چنانچہ اگلے سال وہ تعبیر انہی ایام میں ظاہر ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ نبی علیہ السلام کا خواب بھی سچا تھا اور اس کی تعبیر بھی برحق تھی اور اللہ کے علم میں وہ باتیں تھیں جن سے تم ناواقف اور بے خبر تھے، اس لیے اگر ۰۶ھ میں تم عمرہ نہیں کر سکے تو اس سے دل برداشتہ نہ ہونا، تم ضرور عمرہ کرو گے اور اس کے ساتھ ساتھ تمہیں عنقریب ایک شاندار فتح بھی نصیب ہوگی، چنانچہ ایسے ہی ہوا اور دونوں باتیں پوری ہوگئیں۔ ۲۸ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق کے ساتھ مبعوث کرنے کی حکمت بیان کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تعلیمات و احکام دیکر بھیجا ہے، ہدایت صرف انہی میں ہے، ان احکامات و تعلیمات کے علاوہ کہیں اور ہدایت کو تلاش کرنے والا ایسے ہے جیسے کوئی شخص فضا میں پھول کھلنے کا انتظار کرے اور آج کے دور میں دین حق بھی وہی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر بھیجا گیا ہے، یہ دین اس لیے نہیں بھیجا گیا کہ کوئی اسے مغلوب کر سکے، بلکہ یہ دین غالب ہونے کیلئے آیا ہے اس لیے یہ تمام ادیان و مذاہب پر غالب آکر رہے گا چنانچہ دین حق کو یہ غلبہ ہر زمانے میں حاصل رہا ہے، بعض لوگ اس سوال کا جواب تلاش کرتے ہیں کہ اس زمانے میں دین غالب کیوں نہیں ہے؟ اس عاجز کے نزدیک اس کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ دین تو کسی زمانے میں مغلوب نہیں ہوا، آج بھی دین مغلوب نہیں ہے البتہ دیندار کبھی غالب اور کبھی مغلوب ہو جاتے ہیں، اگر نظام حکومت میں دین کا غلبہ نظر نہ آئے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دین مغلوب ہو گیا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دیندار مغلوب ہو گئے ہیں، یہی تفصیل معاملات، عبادات، اخلاقیات اور معاشرت میں غالب اور مغلوب ہونے کی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اسلوب قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ دین آیا ہی غالب ہونے کے لیے ہے، اسی وجہ سے اسے جتنا دبانے کی کوشش کی جاتی ہے، یہ اتنا ہی ابھر کر اور نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے، کسی ظالم کا ظلم اور جابر کا جبر اسے دبا نہیں سکتا، آج بھی دین سربلند ہے اور ہمیشہ ہی سربلند رہے گا۔ ۲۹ اس آیت مبارکہ میں ایک دعویٰ اور اس کی دلیل ذکر کی گئی ہے۔ دعویٰ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اس دعوے کو ثابت کرنے کیلئے دلیل کے طور پر جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو پیش کیا گیا ہے گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور ان کی امانت و صداقت اور حسن اخلاق کی چلتی پھرتی دلیل اور جیتا جاگتا ثبوت اور حجت ہیں، ہر شخص جانتا ہے کہ اگر دلیل اور ثبوت میں کسی قسم کی کمزوری پائی جائے تو اصل دعویٰ کمزور ہو جاتا ہے، لہٰذا اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان، عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق اور معاشرت میں کسی قسم کا جھول فرض کر لیا جائے اور ان کے کردار پر حرف گیری کی جائے تو اس کا سیدھا سادہ مطلب نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنا ہے اور اس کا منشا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت، تربیت اور کردار سازی کو مشکوک ٹھہرانا ہے، ظاہر ہے کہ ایک صاحب ایمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا، اس تمہید سے معلوم ہوا کہ جو شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری پیغمبر تسلیم کرتا ہے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق زبان طعن دراز نہیں کر سکتا؟ اور جو شخص حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق بدگمانی یا بدزبانی کرتا ہے گویا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو تسلیم نہیں کرتا۔ یہ آیت فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیان میں بھی نہایت بلیغ اور جامع ہے، اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ پاکیزہ اوصاف نمایاں ہو کر سامنے آتے ہیں جو انہیں خلافت نبوت کا حقیقی مستحق ظاہر کرتے ہیں، اس سلسلے میں تورات و انجیل کی ان عبارتوں کا حوالہ دیا گیا ہے جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف و کمالات بیان کیے گئے ہیں، تورات میں سب سے پہلے نبی علیہ السلام کے

اٰیَاتُھَا ۱۸ (۴۹) سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۶) رُکُوْعَاتُھَا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تُقَدِّمُوْا	بَيْنَ	يَدَيِ	اللّٰهِ	وَ	رَسُوْلِهٖ	وَ	اتَّقُوا
اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	مت	آگے بڑھو تم	درمیان	ہاتھوں کے	اللہ کے	اور	اس کے پیغمبر کے	اور	ڈرو تم

اے اہل ایمان! اللہ اور اُس کے رسول سے آگے مت بڑھا کرو اور اللہ سے

اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا

اللّٰهَ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ ①	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تَرْفَعُوْٓا
اللہ سے	بیشک	اللہ	خوب سننے والا	جاننے والا	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	مت	بلند کرو تم

ڈرتے رہو، بیشک اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے۔ ① اے اہلِ ایمان! تم اپنی آواز کو

ساتھ ان کی معیت اور رفاقت کو تسلیم کیا گیا ہے، اس شخص کی خوش نصیبی کا کیا عالم ہوگا جسے خاتم النبیین ﷺ کی معیت و رفاقت نصیب ہوگئی ہو، وہ ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھتا اور جہاد کرتا ہو، ان کے ہمراہ سفر اور حضر کے معاملات میں شریک ہوتا ہو، ان کے ہمراہ دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتا اور خندق کی کھدائی کرتا ہو، دوسرا وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ کافروں کے مقابلے میں وہ نہایت طاقتور اور مضبوط ہیں، کافروں کی بڑی سے بڑی تعداد بھی انہیں خوفزدہ نہیں کرسکتی، دین کے معاملے میں وہ کافروں کے سامنے نرم پڑنے کا یا ان کی ملامت سے گھبرانے کا تصور بھی نہیں کرسکتے، کافروں کی بڑی سے بڑی پیشکش انہیں ان کے دین سے برگشتہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی، تیسرا وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر نہایت مہربان اور شفیق ہیں، ان کی ہمدردی اور شفقت کا یہ عالم ہے کہ اپنی ضرورت پر اپنے بھائیوں کی ضرورت کو ترجیح دیتے ہیں، خود بھوکے پیاسے رہ کر انہیں کھلاتے پلاتے ہیں، ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں، ایک دوسرے کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہیں، ان کی غیر موجودگی میں دوسروں کو ان کی غیبت کرنے سے منع کرتے ہیں، ان کے پیٹھ پیچھے ان کا دفاع کرتے ہیں اور ان کے فضائل کشادہ دلی کے ساتھ بیان کرتے ہیں، چوتھا وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ ہر وقت رکوع وسجود میں مشغول نظر آتے ہیں یعنی عبادات میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے، پانچواں وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ اپنی تمام تر عبادتوں اور ریاضتوں سے ان کا مقصد دنیا میں اپنی عبادت کی تشہیر کروانا، یا ریاکاری کے جذبے سے عبادت کرنا نہیں ہوتا، وہ صرف اللہ کے فضل وکرم اور اس کی رضا کی تلاش میں ہوتے ہیں، ان کا ہر عمل اللہ کی رضا کے لیے ہوتا ہے اور ان کا ہر قدم اس کے فضل کی تلاش میں اٹھتا ہے، ان کے دل دنیا کی محبت سے ناآشنا ہوتے ہیں اور اللہ کی محبت سے لبریز ہوتے ہیں، چھٹا وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کے چہروں پر کثرت سجود کی وجہ سے ایک خاص قسم کی نورانیت اور رونق نمایاں ہوتی ہے، ان کا سیاہ فام ہونا اس نورانیت کو کم نہیں کرتا، بلکہ اس میں مزید اضافے کا ذریعہ بنتا ہے، ان کے چہروں کو دیکھ کر ہی اندازہ ہوجاتا ہے کہ یہ نبی آخر الزمان ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اسی طرح انجیل میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک ایسے کھیت سے تشبیہ دی گئی ہے جس کے آغاز میں سطح زمین پر کچھ نہیں ہوتا، مالی زمین میں بیج بکھیرتا ہے، پانی لگاتا ہے اور اس کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے، اس کی مسلسل محنت کے نتیجے میں زمین کا سینہ چیر کر دانہ اپنا سر نکالتا ہے، آغاز میں وہ نہایت کمزور ہوتا ہے، آہستہ آہستہ اس میں مضبوطی اور جماؤ آجاتا ہے، فصل اپنی پنڈلی پر کھڑی ہوجاتی ہے اور مکمل تیار ہوکر قابل استعمال ہوجاتی ہے، مالی اپنی محنت کو رنگ لاتے دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور اس کے دشمن اس سے خائف ہوجاتے ہیں، اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مسلسل محنت کی، چراغ سے چراغ جلتا رہا، لوگ آتے گئے، قافلہ بنتا گیا، یہاں تک کہ ہجرت کے دسویں سال حجۃ الوداع کے موقع پر سوا لاکھ قدوسیوں کا مجمع نبی علیہ السلام کی معیت میں حج کرنے اور خطبہ حج سننے کے لیے اکٹھا ہوگیا، مسلمانوں کی تعداد بڑھتے ہوئے دیکھ کر کفار و مشرکین غیظ وغضب کی آگ میں جلتے اور کڑھتے رہتے ہیں، لیکن اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ایمان اور عمل صالح کی زندگی گزارنے والوں کو مغفرت اور اجر عظیم سے ضرور سرفراز فرمائے گا۔ ۲۷ اگست ۲۰۱۹ء بروز منگل

سورۃ الحجرات

سورۂ حجرات مدنی سورت ہے، اس میں کل حروف ۱۴۷٦، کلمات ۳۴۳، آیات ۱۸ اور رکوعات ۲ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ۴ میں ''الحجرات'' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ حجرات رکھا گیا، یہ لفظ ''حجرۃ'' کی جمع ہے، یہاں اس سے مراد رسول اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے حجرے ہیں، اس سورت میں معاشرتی زندگی کے رہنما اصول بیان کیے گئے ہیں، ان اصولوں سے آگاہی ہر مسلمان مرد اور عورت پر لازم ہے، ان میں سے ہر اصول پر تفصیلی کلام تو ہر ایک کے ضمن میں آئیگا (انشاء اللہ) لیکن یہاں یہ بات معلوم کرلینا ضروری ہے کہ آخر معاشرت کے حوالے سے باریک بینی پر مبنی ان تعلیمات کی کیا ضرورت تھی؟ ہر شخص کو اپنی معاشرتی زندگی میں آزاد ہونا چاہیے، اسی سوچ نے انسان کو مادر پدر آزادی دی اور ایسے معاشرتی بگاڑ کی بنیاد رکھ دی جس کی اصلاح اسلامی تعلیمات کے بغیر ناممکن ہے، چنانچہ وہ تمام ممالک جو ان معاشرتی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں، وہ اس کی برکتوں کا مشاہدہ بھی کر رہے ہیں خواہ انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر، لیکن جن افراد یا اقوام نے انہیں اہمیت دینے سے انکار کیا، وہ اس کا خمیازہ بھگت رہے ہیں اور معاشرتی بھنور سے نکلنے کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں، مگر کامیاب نہیں ہو پا رہے، اس لیے ہر شخص کو اس سورت کے مضامین سے آگاہ ہونا وقت کی بنیادی ضرورت ہے۔ ① اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو ایک نہی اور ایک امر کا مخاطب بنایا گیا ہے، نہی یہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے مت بڑھو، آگے بڑھنا ایک محاوراتی تعبیر ہے جس کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں اور آیت کے عموم میں وہ سب شامل ہیں، اس کی ایک صورت یہ ہے کہ انسان اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے کوئی واضح حکم آنے سے پہلے ہی آگے بڑھ کر کوئی فیصلہ کرلے، دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص نبی علیہ السلام کے بولنے سے پہلے بول پڑے اور اپنے آپ کو ان پر مقدم کرلے، تیسری صورت یہ ہے کہ انسان اپنی خواہشات اور اپنے خیالات کو اللہ اور اس کے رسول سے آگے بڑھادے، یعنی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو پس پشت ڈال کر اپنی خواہشات اور خیالات پر عمل کرنا شروع کردے، چوتھی صورت یہ ہے کہ انسان اپنی اوقات اور حیثیت کو بھول کر بڑے بڑے دعوے کرنے لگے اور اپنی زبان سے ایسے الفاظ نکالنے لگے جو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک ناپسندیدہ ہوں، ایسے مواقع پر محاورے میں کہا جاتا ہے کہ زیادہ بڑھ بڑھ کر باتیں مت کرو، آیت کے الفاظ میں ان سب کی گنجائش موجود ہے اور وہ امر جس کا مخاطب اس آیت میں اہل ایمان کو بنایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ سے ڈرو، کیونکہ تقویٰ ہی تمام آداب کی بنیاد ہے اور متقی آدمی ہی ان آداب کا خیال رکھتا ہے جن کی تلقین اسلام میں کی گئی ہے اور اس سورت میں بھی ان میں سے چند آداب بیان کیے جارہے ہیں، آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی صفت سمیع اور علیم کا حوالہ دیا گیا ہے کیونکہ وہ سب کی سنتا ہے اور سب سے باخبر ہے۔

اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ

اَصْوَاتَكُمْ	فَوْقَ	صَوْتِ	النَّبِيِّ	وَ	لَا	تَجْهَرُوْا	لَهٗ	بِالْقَوْلِ	كَجَهْرِ
اپنی آوازوں کو	اوپر	آواز کے	نبی کی	اور	مت	اونچا کرو تم	ان کیلئے	کہنے کو	جیسا اونچا کرنا

نبی (ﷺ) کی آواز پر بلند نہ کیا کرو، اور اُن کے سامنے اونچی آواز میں مت بولا کرو جیسے ایک دوسرے سے

بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝٢ اِنَّ

بَعْضِكُمْ	لِبَعْضٍ	اَنْ	تَحْبَطَ	اَعْمَالُكُمْ	وَ	اَنْتُمْ	لَا	تَشْعُرُوْنَ ۝	اِنَّ
تم میں سے بعض کا	بعض کیلئے	یہ کہ	ضائع ہو جائیں	اعمال تمہارے	اور	تم	نہ	خبر رکھتے ہو	بیشک

اونچی آواز میں بات کرتے ہو، کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ [٢] بیشک

الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

الَّذِيْنَ	يَغُضُّوْنَ	اَصْوَاتَهُمْ	عِنْدَ	رَسُوْلِ	اللّٰهِ	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ
جو لوگ	پست کرتے ہیں	اپنی آوازیں	نزدیک	پیغمبر	اللہ کے	وہی لوگ	جو

وہ لوگ جو رسول اللہ (ﷺ) کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں

امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝٣ اِنَّ

امْتَحَنَ	اللّٰهُ	قُلُوْبَهُمْ	لِلتَّقْوٰى	لَهُمْ	مَّغْفِرَةٌ	وَّ	اَجْرٌ	عَظِيْمٌ ۝	اِنَّ
چن لیا	اللہ نے	ان کے دلوں کو	تقویٰ کیلئے	ان کیلئے	مغفرت	اور	ثواب	بہت بڑا	بیشک

جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کیلئے چن لیا ہے، اُنہی کیلئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ [٣] بیشک

الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاۗءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝٤

الَّذِيْنَ	يُنَادُوْنَكَ	مِنْ	وَّرَاۗءِ	الْحُجُرٰتِ	اَكْثَرُهُمْ	لَا	يَعْقِلُوْنَ ۝
جو لوگ	پکارتے ہیں تجھے	سے	پیچھے	حجروں کے	ان میں سے اکثر	نہیں	عقل رکھتے

وہ لوگ جو حجروں کے پیچھے سے آپ کو آوازیں دیتے ہیں، اُن میں سے اکثر لوگ عقل نہیں رکھتے۔ [٤]

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ

وَ	لَوْ	اَنَّهُمْ	صَبَرُوْا	حَتّٰى	تَخْرُجَ	اِلَيْهِمْ	لَكَانَ	خَيْرًا	لَّهُمْ	وَ	اللّٰهُ
اور	اگر	یہ کہ بیشک وہ	صبر کرتے	یہاں تک کہ	نکلتا تو	ان کیطرف	البتہ ہوتا	زیادہ بہتر	ان کیلئے	اور	اللہ

اگر وہ آپ کے باہر نکلنے کا انتظار کرتے تو یہ اُن کے حق میں زیادہ بہتر ہوتا، اور اللہ

[٢] اس آیت مبارکہ میں آداب النبی ﷺ کے حوالے سے اہل ایمان کو مخاطب کر کے نہی کے دو جملے ارشاد فرمائے گئے ہیں، پہلے جملے میں نبی اکرم ﷺ کی آواز پر اپنی آواز کو اونچا کرنے کی ممانعت ہے، یہ ممانعت ''حرمت'' کیلئے ہے یعنی ایک مسلمان کے لیے ایسا کرنا حرام ہے کہ اپنی آواز کو نبی علیہ السلام کی آواز پر اونچا کرے، کیونکہ اونچی آواز سے بولنا ویسے بھی خلاف تہذیب اور بے ادبی ہے، اور پیغمبر ﷺ کی آواز پر اپنی آواز کو اونچا کرنا تو اعلیٰ درجے کی بدتہذیبی اور بے ادبی ہے، اس کے علاوہ جو شخص دوسرے کی آواز پر اپنی آواز کو اونچا کرتا ہے، اس کے سامنے اس کی کوئی حیثیت اور اہمیت نہیں ہوتی، یا اسے غصے میں اس کی اہمیت کا احساس نہیں رہتا، پیغمبر ﷺ کے حوالے سے اس چیز کا تصور بھی انسان کو دائرہ ایمان سے خارج کر دیتا ہے، اس لیے سختی کے ساتھ اس کی ممانعت کردی گئی ہے، دوسرے جملے میں اس بات کی ممانعت کی گئی ہے کہ جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے بآواز بلند، بے تکلفانہ بات چیت کرتے ہو، پیغمبر ﷺ کے سامنے اس طرح بات چیت نہ کرنا، ان کے ساتھ ادب سے گفتگو کرنا، انہیں اپنے برابر یا خود کو ان کے برابر ہرگز نہ سمجھنا، اپنا درجہ بڑھا کر ان کا درجہ گھٹا نہ دینا، وہ اگر تمہیں اپنا قرب عطا کرتے ہیں تو یہ ان کی شان کریمی اور مہربانی ہے اور اگر تم اس قرب کا ناجائز فائدہ اٹھا کر گستاخی پر آمادہ ہو جاؤ تو یہ قابل مواخذہ جرم ہے، گویا تمہیں بے تکلفی میں بھی حدود کی رعایت اور آداب کا خیال رکھنا ہوگا، اگر تم نے ایسا نہ کیا اور ان کے سامنے اونچی آواز سے بات کی یا ان کی آواز پر اپنی آواز کو اونچا کیا تو یاد رکھو کہ تمہاری بے خبری میں تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں اس ساری محنت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، یہی حکم نبی علیہ السلام کی مجلس کا بھی ہے اور یہی حکم نبی علیہ السلام کی مسجد کا بھی ہے، اسی وجہ سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور علماء کرام مسجد نبوی میں اونچی آواز سے باتیں کرنے کو بے ادبی قرار دیتے ہیں، لیکن افسوس کہ اب تو مسجد نبوی رہی ایک طرف، عین روضہ مبارکہ کے سامنے آوازیں اونچی ہوتی ہیں، شور شرابا ہوتا ہے چیخ و پکار ہوتی ہے اور کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی، اس پر مزید ستم یہ کہ مسجد نبوی میں دھکم پیل، شور شرابا اور آوازیں بلند کرنے کو معیوب بھی نہیں سمجھا جاتا۔ فالی اللہ المشتکی [٣] اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جو نبی اکرم ﷺ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں، وہ ان کی مجلس اور مسجد میں بلند آواز سے بات نہیں کرتے، وہ ادب اور تہذیب و وقار کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں، وہ شائستگی اور متانت کے ساتھ الفاظ کا بہترین انتخاب کرتے ہیں، یہ نہایت قابل تعریف لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ، اخلاص اور للّٰہیت جیسی عظیم صفات کے لیے منتخب فرمالیا ہے، اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کرتا ہے، کیونکہ مقام، مقام ادب ہے اور مقام ادب میں بے ادبی کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اور ادب والوں کو بلند درجے نصیب ہو جاتے ہیں، گویا نبی علیہ السلام کی تعظیم اور ادب انسان کے دل میں تقویٰ پیدا کرنے کا سبب ہے۔ [٤] اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کی اکثریت کو بے عقل قرار دیا گیا ہے جو نبی علیہ السلام کے حجرہ مبارکہ کے باہر کھڑے ہو کر انہیں آوازیں دیتے ہیں اور انہیں باہر نکلنے کے لیے پکارتے ہیں، کیونکہ وہ اس طرح نبی علیہ السلام کا درجہ کم کر کے انہیں اپنے برابر لے آتے ہیں، یا اپنا درجہ بڑھا کر خود کو نبی علیہ السلام کے برابر کھڑا کر لیتے ہیں، دونوں ہی صورتیں بے ادبی اور بدتہذیبی کی دلیل ہیں، کسی عام عزت دار آدمی کو اس طرح اس کے گھر کے باہر کھڑے ہو کر آوازیں دینا معاشرے میں معیوب سمجھا جاتا ہے، چہ جائیکہ پیغمبر ﷺ کو اس طرح آوازیں دی جائیں، اسی وجہ سے قرآن کریم نے ان لوگوں کو بے عقل قرار دیا ہے اور اس سے بڑھ کر بے عقلی کیا ہوگی کہ انسان کو تہذیب و

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ

غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ۝	يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْۤا	اِنْ	جَآءَكُمْ	فَاسِقٌ	بِنَبَاٍ
بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	اگر	آئے تمہارے پاس	کوئی نافرمان	ساتھ خبر کے

بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ⑤ اے اہلِ ایمان! اگر کوئی گنہگار آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لیکر آئے

فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ

فَتَبَيَّنُوْۤا	اَنْ	تُصِيْبُوْا	قَوْمًۢا	بِجَهَالَةٍ	فَتُصْبِحُوْا	عَلٰى	مَا	فَعَلْتُمْ
تو تحقیق کرلو	یہ کہ	تم پہنچ جاؤ	ایک قوم پر	نادانی سے	سو تم ہو جاؤ صبح کو	پر	اس کے جو	تم نے کیا

تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی میں کسی قوم پر جا پڑو، پھر اپنے کیے پر شرمندہ

نٰدِمِيْنَ ۝ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ

نٰدِمِيْنَ ۝	وَاعْلَمُوْۤا	اَنَّ	فِيْكُمْ	رَسُوْلَ	اللّٰهِ ؕ	لَوْ	يُطِيْعُكُمْ	فِيْ	كَثِيْرٍ
شرمندہ ہونے والے	اور جان لو	کہ بیشک	تم میں	پیغمبر	اللہ کا	اگر	ماننے لگے وہ تمہاری	بیچ	بہت سارے

ہونے لگو۔ ⑥ اور جان رکھو کہ تمہارے درمیان اللہ کے پیغمبر موجود ہیں، اگر بہت سے معاملات میں وہ تمہاری

مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ

مِّنَ	الْاَمْرِ	لَعَنِتُّمْ	وَ	لٰكِنَّ	اللّٰهَ	حَبَّبَ	اِلَيْكُمُ	الْاِيْمَانَ	وَزَيَّنَهٗ	فِيْ
سے	معاملات کے	البتہ تم مشقت میں پڑ جاؤ	اور	لیکن	اللہ نے	محبت ڈال دی	تمہاری طرف	ایمان کی	اور مزین کر دیا اسے	بیچ

اطاعت کرنے لگیں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ گے، لیکن اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی اور اُسے تمہارے دلوں میں

قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ

قُلُوْبِكُمْ	وَكَرَّهَ	اِلَيْكُمُ	الْكُفْرَ	وَ	الْفُسُوْقَ	وَ	الْعِصْيَانَ ؕ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ
تمہارے دلوں کے	اور ناپسندیدہ بنا دیا	تمہاری طرف	کفر کو	اور	فسق کو	اور	نافرمانی کو	وہ لوگ	وہی

مزین کر دیا، اور کفر و فسق اور نافرمانی کو تمہارے لیے ناپسندیدہ کردیا، یہی لوگ

الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

الرّٰشِدُوْنَ ۝	فَضْلًا	مِّنَ	اللّٰهِ	وَ	نِعْمَةً ؕ	وَ	اللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ ۝
کامیابی والے	مہربانی	سے	اللہ کے	اور	احسان	اور	اللہ	خوب جاننے والا	حکمت والا

کامیاب ہیں۔ ⑦ یہ اللہ کی مہربانی اور احسان ہے، اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ ⑧

ادب اور شائستگی کی حدود کا بھی پتہ نہ ہو، دراصل بنو تمیم کے کچھ لوگوں سے یہ کوتاہی سرزد ہوگئی تھی، اس پر انہیں ادب سکھایا گیا۔

⑤ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو ادب سکھایا گیا ہے کہ اگر رسالتمآب ﷺ اپنے گھر میں ہوں تو انہیں باہر سے آوازیں دینا خلاف تہذیب و ادب ہے، تمہیں ان کے گھر سے باہر نکلنے کا انتظار کرنا چاہیے، اگر کسی شخص کو کسی سے محبت ہو تو وہ اپنے محبوب کی معمولی بے آرامی بھی گوارا نہیں کرتا، وہ اپنے محبوب کو اذیت پہنچانے کا تصور بھی نہیں کرسکتا، وہ گھنٹوں اس کے گھر کے باہر بیٹھ کر انتظار کرنے میں لذت محسوس کرتا ہے، گھنٹوں انتظار کے بعد اگر اسے محبوب کی ایک جھلک دکھائی دے جائے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس کے نصیب جاگ اٹھے ہیں، وہ محبوب کی یاد میں سوتا اور جاگتا ہے، وہ محبوب کی تلاش میں جیتا اور مرتا ہے، یہ کیسے تعجب کی بات ہے کہ مجنوں کو لیلیٰ سے محبت کے آداب معلوم ہوں اور ایک مومن اپنے محبوب پیغمبر ﷺ سے محبت کے آداب سے بے خبر ہو، اگر محبت کے معیار سے اتر کر عقل کی کسوٹی پر پرکھا جائے تب بھی انتظار کرنا ہی بہتر معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ اس وقت نبی علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہو رہی ہو، باہر سے آوازیں دینے والے کو تو یہ بات معلوم نہیں ہوسکتی، اس لیے وہ وحی کے تسلسل میں رکاوٹ بن جاتا ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ نبی علیہ السلام آرام فرما رہے ہوں، باہر سے آنے والی آوازیں سن کر آپ کے آرام میں خلل آجائے اور نیند خراب ہوجائے، یہ بھی ممکن ہے کہ سوتے ہوئے آپ کوئی خواب دیکھ رہے ہوں جس میں کوئی خاص ہدایت دی جارہی ہو، لوگوں کے آواز دینے پر آپ کی آنکھ کھل جائے اور خواب ادھورا رہ جائے، یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت نبی علیہ السلام کی صحت اچھی نہ ہو، مرض کی شدت ہو اور باہر نکلنے میں طبیعت پر انقباض ہوتا ہو، اس لیے بہتر یہی ہے کہ انتظار کیا جائے اور جب وہ باہر تشریف لائیں تو ان کے سامنے اپنی حاجت پیش کی جائے، باقی جو غلطی پہلے ہوگئی ہے اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو، وہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ⑥ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو خبر کی تصدیق کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور تصدیق نہ کرنے کے نقصان سے آگاہ کیا گیا ہے، بعض اوقات کوئی شریر انسان اپنے یا دوسروں کے مذموم مقاصد کے لیے لوگوں میں کوئی افواہ پھیلا دیتا ہے، لوگ اس کی تصدیق کی زحمت گوارا نہیں کرتے اور یوں وہ افواہ پورے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتی ہے جس کے نتیجے میں بعض اوقات قتل و غارت گری اور خونریزی کی نوبت بھی آجاتی ہے، آج کل میڈیا کا دور ہے، ایک آدمی کوئی افواہ پھیلاتا ہے اور چند منٹوں میں وہ پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے اور اس افواہ پر لوگ آنکھ بند کر کے یقین کر لیتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے خبر کی تصدیق کرنے کی اہمیت و ضرورت اس طرح بیان فرمائی ہے کہ کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنی بات بھی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کرنے لگے، معلوم ہوا کہ خبر کی تصدیق کرنا ضروری ہے، اگر اخبارات اور ابلاغ عامہ کے دوسرے ذرائع صرف اس ہدایت پر عمل کرلیں کہ وہ بغیر تصدیق کوئی خبر شائع اور نشر نہیں کریں گے تو بہت سی خرابیوں سے جان چھوٹ جائے، لوگوں سے معذرت نہ کرنی پڑے، لوگوں میں بے چینی اور انتشار نہ پھیلے، کسی کی عزت نفس مجروح نہ ہو، ہتک عزت کے دعوے کا سامنا نہ کرنا پڑے، اسی طرح علماء سنی سنائی باتیں اپنے بیانات اور مواعظ میں بیان کرنے سے اجتناب کریں، بغیر تصدیق اور تحقیق کے عوام میں مشہور واقعات اور احادیث کا حوالہ دینے سے گریز کریں تو ان کا کھویا ہوا وقار اور اعتبار بحال ہوجائے، لوگ ان کی بات پر اعتماد کرنے لگیں اور انہیں اپنے سر آنکھوں پر بٹھانے لگیں، المیہ یہ ہے کہ عام لوگ تو تصدیق اور تحقیق کے بغیر افواہیں آگے پھیلاتے ہی ہیں، اہل علم بھی اس میدان میں کسی سے پیچھے نہیں

وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ

وَ	اِنْ	طَآىِٕفَتٰنِ	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	اقْتَتَلُوْا	فَاَصْلِحُوْا	بَيْنَهُمَا ۚ	فَاِنْۢ
اور	اگر	دو گروہ	سے	ایمان والوں کے	لڑ پڑیں	تو صلح کروا دو	ان دونوں کے درمیان	سو اگر

اور اگر مؤمنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم اُن کے درمیان صلح کروا دیا کرو، پھر اگر

بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى

بَغَتْ	اِحْدٰىهُمَا	عَلَى	الْاُخْرٰى	فَقَاتِلُوا	الَّتِيْ	تَبْغِيْ	حَتّٰى
ظلم کرے	ان میں سے ایک	پر	دوسری جماعت کے	تو لڑو تم	اس سے جو	ظلم کرتی ہے	یہاں تک کہ

اُن میں سے کوئی ایک دوسرے پر ظلم کرے تو تم ظلم کرنے والے سے لڑو یہاں تک

تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ

تَفِيْٓءَ	اِلٰٓى	اَمْرِ	اللّٰهِ ۚ	فَاِنْ	فَآءَتْ	فَاَصْلِحُوْا	بَيْنَهُمَا	بِالْعَدْلِ
لوٹ آئے وہ	طرف	حکم	اللہ کے	سو اگر	لوٹ آئے وہ	تو صلح کروا دو	ان دونوں کے درمیان	ساتھ انصاف کے

کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے تو تم اُن کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کروا دیا کرو،

وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑨ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ

وَ	اَقْسِطُوْا ۭ	اِنَّ	اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُقْسِطِيْنَ ⑨	اِنَّمَا	الْمُؤْمِنُوْنَ	اِخْوَةٌ
اور	انصاف کیا کرو	بیشک	اللہ	پسند کرتا ہے	انصاف کرنے والوں کو	وہ تو صرف	ایمان والے	بھائی بھائی

اور عدل سے کام لیا کرو، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ [9] مؤمنین تو آپس میں بھائی بھائی ہیں،

ع ۱ ۱۴

فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ⑩ يٰٓاَيُّهَا

فَاَصْلِحُوْا	بَيْنَ	اَخَوَيْكُمْ	وَ	اتَّقُوا	اللّٰهَ	لَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ ⑩	يٰٓاَيُّهَا
سو صلح کروا دو تم	درمیان	اپنے دو بھائیوں کے	اور	ڈرتے رہو تم	اللہ سے	تاکہ تم	رحم کیے جاؤ	اے

اس لیے تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کروا دیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ [10] اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	يَسْخَرْ	قَوْمٌ	مِّنْ	قَوْمٍ	عَسٰٓى	اَنْ	يَّكُوْنُوْا	خَيْرًا
وہ لوگو! جو	ایمان لائے	نہ	مذاق اڑائے	کوئی قوم	سے	کسی قوم کے	ہوسکتا ہے	کہ	وہ ہوں	زیادہ بہتر

اہلِ ایمان! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے، ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ اُن سے

ہیں، بعد میں وہ نادم اور شرمندہ ہوتے ہیں، لوگوں سے معافی مانگتے پھرتے ہیں اور دین کی بدنامی کا ذریعہ بنتے ہیں، یہی رویہ خانگی زندگی میں بھی بہت سی خرابیوں اور آفتوں کو جنم دے رہا ہے اور اس کی وجہ سے میاں بیوی، بہن بھائی، والدین اور اولاد کے درمیان دوریاں پیدا ہو رہی ہیں، اس لیے اس حکم پر عمل کرنا وقت کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ [7] [8] ان آیتوں میں دو مضمون بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور مہربانی سے تمہارے درمیان اپنے پیغمبر کو بھیجا، تاکہ تم ان کی اطاعت کرو، اس لیے نہیں کہ وہ تمہاری اطاعت کریں اور تمہاری ہر بات مان لیں، ایک تو اس وجہ سے کہ یہ بات خلاف عقل ہے کہ مطیع، مطاع بن جائے، دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں تمہارا نقصان اور تمہاری مشقت بڑھ جائے گی، کیونکہ تمہارے قول و فعل اور رائے پر وحی کا پہرہ نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ تمہاری رائے پر عمل کرنے کی صورت میں اتنا بڑا نقصان ہو جائے جس کی تلافی ناممکن یا مشکل ہو، جبکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و فعل اور رائے پر وحی کا پہرہ ہے، اس لیے اس پر عمل کرنے میں نقصان کا کوئی امکان ہی نہیں ہے اور بالفرض اگر ظاہری طور پر کوئی نقصان ہو بھی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی تلافی فرما دے گا، اس کی مثال غزوۂ احد کا موقع ہے کہ کچھ نوجوانوں نے اس بات پر اصرار کیا کہ دشمن کا مقابلہ مدینہ منورہ سے باہر نکل کر کرنا چاہیے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے یہ نہیں تھی، لیکن نوجوانوں کے اصرار پر نبی علیہ السلام اسلحہ زیب بدن کر کے آ گئے، پھر اس کا جو نتیجہ سامنے آیا، وہ سب کے علم میں ہے، گو کہ اس کے بہت سے اسباب اور عوامل تھے، لیکن ان میں سب سے پہلا سبب یہی تھا، اس لیے یہاں اس کی تاکید کی گئی ہے کہ نبی علیہ السلام کے سامنے اپنی بات پر اصرار نہ کرو اور انہیں اپنی بات ماننے پر مجبور نہ کرو، کیونکہ اس میں تمہارا ہی نقصان ہے، دوسرے مضمون میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف اور ان کے فضائل بیان کیے گئے ہیں، پہلی یہ کہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی، چنانچہ وہ اپنے ایمان کا سودا پوری دنیا کے عوض کرنے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں، دنیا اپنی تمام تر رعنائیوں اور دل فریبیوں کے ساتھ ان کے قدموں میں آ کر لوٹ پوٹ ہوتی رہی لیکن وہ شان بے نیازی سے آگے بڑھ گئے، سینکڑوں ہزاروں قربانیاں دے کر انہوں نے ایمان کی جس نعمت کو حاصل کیا تھا وہ اسے قبر میں بھی اپنے ساتھ لیجانا چاہتے تھے، اس لیے انہوں نے اس کی خوب حفاظت کی اور حفاظت کا حق ادا کر دیا، دوسری فضیلت یہ کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کو مزین اور خوبصورت کر دکھایا، چنانچہ ایمان ان کے نزدیک اس قدر حسین ہو گیا کہ وہ دنیا کے حسن و جمال کو بھول گئے، ان کی نگاہوں میں ایمان کی قدر و قیمت اتنی بڑھ گئی کہ دنیا کے خزانے ان کی نظروں میں ہیچ ہو گئے، تیسری فضیلت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کفر و شرک، فسق و فجور، معصیت اور نافرمانی کے کاموں کی ایسی نفرت ان کے دلوں میں بٹھا دی کہ اگر ان کے سینوں پر چٹان بھی رکھ دی جائے تو وہ کلمہ کفر کہنے کے لیے تیار نہ ہوں گے، ان کے لیے اللہ کی معصیت کے کام کرنے سے زیادہ آسان موت کو گلے لگانا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اعزازی تمغہ دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اصل ہدایت یافتہ، کامیاب، درست راہ پر گامزن یہی لوگ ہیں، یہ لوگ ہدایت کا سرچشمہ ہیں، ساری دنیا میں ان کے ذریعے ہدایت کا پیغام پہنچا ہے، لہٰذا اب جو شخص ہدایت اور کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے اسے انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنا ہوگا کیونکہ وہ سند یافتہ لوگ ہیں، اور اللہ ان کے ظاہر و باطن سے خوب واقف ہے اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے ان کے ظاہر کو دیکھ کر انہیں ہدایت یافتہ قرار دے دیا ہو گا اور اللہ کے ہر کام میں حکمت بھی ہوتی ہے لہٰذا اگر اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنا

مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ

مِّنْهُمْ	وَ	لَا	نِسَآءٌ	مِّنْ	نِّسَآءٍ	عَسٰٓى	اَنْ	يَّكُنَّ	خَيْرًا	مِّنْهُنَّ
ان سے	اور	نہ	عورتیں	سے	عورتوں کے	ہوسکتا ہے	کہ	وہ ہوں	زیادہ بہتر	ان سے

بہتر ہوں، اور عورتیں عورتوں کا مذاق نہ اُڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ اُن عورتوں سے زیادہ بہتر ہوں،

وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ

وَ	لَا	تَلْمِزُوْٓا	اَنْفُسَكُمْ	وَلَا	تَنَابَزُوْا	بِالْاَلْقَابِ	بِئْسَ	الِاسْمُ	الْفُسُوْقُ
اور	مت	عیب لگاؤ	اپنی جانوں پر	اور مت	چڑایا کرو ایک دوسرے کو	ساتھ القابات کے	بہت برا ہے	نام	نافرمانی کا

اور ایک دوسرے پر عیب نہ لگایا کرو، اور ایک دوسرے کو چڑانے کیلئے لقب مت ڈالا کرو، ایمان کے بعد برا نام

بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يٰٓاَيُّهَا

بَعْدَ	الْاِيْمَانِ	وَ	مَنْ	لَّمْ	يَتُبْ	فَاُولٰۗىِٕكَ	هُمُ	الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾	يٰٓاَيُّهَا
پیچھے	ایمان کے	اور	جو کوئی	نہ	توبہ کرے	تو وہ لوگ	وہی	ظلم کرنے والے	اے

رکھنا گناہ ہے، اور جو شخص توبہ نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ ﴿۱۱﴾ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	اجْتَنِبُوْا	كَثِيْرًا	مِّنَ	الظَّنِّ	اِنَّ	بَعْضَ	الظَّنِّ	اِثْمٌ
وہ لوگو! جو	ایمان لائے	بچو تم	بہت زیادہ	سے	گمان کے	بیشک	بعض	گمان	گناہ

اہلِ ایمان! بہت زیادہ گمان کرنے سے اجتناب کیا کرو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں،

وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ

وَ	لَا	تَجَسَّسُوْا	وَ	لَا	يَغْتَبْ	بَّعْضُكُمْ	بَعْضًا	اَيُحِبُّ	اَحَدُكُمْ	اَنْ
اور	مت	جاسوسی کیا کرو	اور	مت	غیبت کرے	تم میں سے کوئی	کسی کی	کیا پسند کرتا ہے	تم میں سے ایک	یہ کہ

اور جاسوسی نہ کیا کرو، اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو، کیا تم میں سے کسی آدمی کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ

يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ

يَّاْكُلَ	لَحْمَ	اَخِيْهِ	مَيْتًا	فَكَرِهْتُمُوْهُ	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	اِنَّ	اللّٰهَ	تَوَّابٌ
کھائے	گوشت	اپنے بھائی کا	مرے ہوئے	سو تم ناپسند کرتے ہو اسے	اور ڈرو تم	اللہ سے	بیشک	اللہ	خوب توبہ قبول کرنے والا

اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، اُس سے تو تمہیں گھن آتی ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، کیونکہ اللہ خوب توبہ قبول کرنے والا،

فضل وکرم اور انعام فرمایا ہے تو اس میں اس کی خاص حکمت ہے۔ ﴿۹﴾ اس آیت مبارکہ میں دو مسلمانوں کے درمیان لڑائی ہو جانے کی صورت میں اہل اسلام کی تربیت کی گئی ہے، چونکہ اسلام پاکیزہ اخلاق کا دین ہے اس لیے اسلام لڑائی کا تماشا دیکھنے کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا، وہ جلتی ہوئی آگ پر تیل چھڑکنے کو پسند نہیں کرتا، وہ دور بیٹھ کر ہار جیت کا انتظار کرنے کو اچھا نہیں سمجھتا، بلکہ اسلام اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ آگے بڑھ کر ان دونوں کے درمیان صلح کروانے کی کوشش کی جائے، معاملات کو سلجھانے، آگ کو بجھانے اور حالات کو قابو میں لانے کے اقدامات کیے جائیں، یہاں تو یہ حکم دو گروہوں کے لیے بیان کیا گیا ہے لیکن دیگر آیات و روایات کو سامنے رکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہی حکم دو لوگوں کے لیے بھی ہے، یہی حکم دو ملکوں اور قوموں کے لیے بھی ہے، یہی حکم میاں بیوی، والدین اور اولاد، بہن اور بھائی، استاد اور شاگرد، دوست اور دوست، رشتہ دار اور رشتہ دار کے لیے بھی ہے، ایک ہی ادارے میں کام کرنے والے لوگوں کے لیے بھی یہی حکم ہے، لیکن ہماری معاشرتی صورتحال یہ ہے کہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ فلاں اور فلاں آپس میں لڑے ہوئے ہیں، ہم اس میں کود پڑتے ہیں اور ان کے درمیان لگی ہوئی آگ کو مزید پھیلا دیتے ہیں، دونوں کے پاس الگ الگ چہرہ لیکر جاتے ہیں اور دونوں کے سامنے اپنا اخلاص ظاہر کر کے ایک کی بات دوسرے کو اور دوسرے کی بات پہلے کو مرچ مصالحہ لگا کر بتاتے ہیں، اس ناکارہ کا مشاہدہ ہے کہ آج کل ''بڑے'' حضرات چھوٹے اور کم عمر لوگوں میں صلح کروانے کے لیے کوئی فیصلہ کن کردار ادا نہیں کر رہے، استاد کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے شاگرد آپس میں لڑے ہوئے ہیں، وہ ان دونوں سے کام کرواتا ہے لیکن ان کے درمیان صلح نہیں کرواتا، مالک کو اپنے ملازموں کے متعلق اور سربراہ کو اپنے خاندان کی لڑائیوں کا علم ہوتا ہے، اس کے باوجود وہ دور بیٹھ کر یا تو ان کی برائیاں کرتے رہتے ہیں، یا پھر چین کی بنسی بجاتے ہیں، یہاں تک کہ دو مسلمان جماعتیں اور دو مسلم ممالک آپس میں لڑ پڑتے ہیں اور دوسرے مسلمان ان کے درمیان صلح نہیں کرواتے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہم ساری دنیا میں تماشا بنے ہوئے ہیں، آج ہمارے سامنے واحد راستہ یہی ہے کہ ہم دو لڑے ہوئے لوگوں کے درمیان صلح کروائیں، صلح کے بعد بھی اگر ایک فریق دوسرے فریق پر ظلم اور ناانصافی کرے تو ظالم کا ہاتھ روکیں، اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے جنگ کریں اور یہ جنگ اس وقت تک موقوف نہ کریں جب تک ظالم اور باغی گروہ اپنے ظلم اور بغاوت سے توبہ نہ کر لے، یہی حکم باغیوں کا بھی ہے۔ ﴿۱۰﴾ اس آیت مبارکہ میں تمام مومنین کو رشتہ اخوت میں جوڑ دیا گیا ہے اور ایک مرتبہ پھر تاکید کی گئی ہے کہ اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کروا دیا کرو، آیت کا اسلوب بیان اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ جو دو لوگ آپس میں لڑے ہوئے ہیں، اگرچہ نسبی اعتبار سے وہ تمہارے بھائی نہ ہوں، لیکن ایمان کے رشتہ اخوت میں تو تم سب جڑے ہوئے ہو، اس بھائی چارے کو اہمیت دو اور جو لوگ ایک دوسرے سے دور ہیں انہیں ایک دوسرے کے قریب کرنے کی کوشش کرو، اگر تم اللہ کی رحمت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ کے خوف سے یہ کام کرو، اس عاجز کا ایمان ہے کہ اگر مسلمان اس ایک آیت پر عمل کر لیں، مسئلہ کشمیر اور مسئلہ فلسطین بھی ایک دن میں حل ہو جائے گا اور جب تک مسلمان اس آیت پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتے رہیں گے ان کے لیے ہر مسئلہ، کشمیر اور فلسطین کے مسئلے کی طرح ہو جائے گا۔ ﴿۱۱﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے آداب معاشرت کے حوالے سے تین اہم باتیں فرمائی گئی ہیں، پہلی بات کا تعلق کسی کا مذاق اڑانے سے ہے، یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں، پہلی مذاق اڑانا، دوسری مذاق کرنا اور دونوں کا حکم الگ الگ ہے، یہاں مذاق

رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ

رَّحِيْمٌ﴿۱۲﴾	يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	اِنَّا	خَلَقْنٰكُمْ	مِّنْ	ذَكَرٍ	وَّ اُنْثٰى	وَجَعَلْنٰكُمْ
نہایت مہربان	اے	لوگو	بیشک ہم نے	تمہیں پیدا کیا	سے	ایک مرد کے	اور ایک عورت کے	اور کردیا ہم نے تمہیں

نہایت مہربان ہے۔ ﴿۱۳﴾ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور ہم نے تمہیں

شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ

شُعُوْبًا	وَّ	قَبَآئِلَ	لِتَعَارَفُوْا ؕ	اِنَّ	اَكْرَمَكُمْ	عِنْدَ	اللّٰهِ	اَتْقٰىكُمْ ؕ	اِنَّ
برادریاں	اور	قبیلے	تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو	بیشک	سب سے زیادہ معزز تم میں	نزدیک	اللہ کے	سب سے زیادہ پرہیزگار تم میں	بیشک

مختلف برادریوں اور قبیلوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے کہ تم ایک دوسرے کا تعارف حاصل کرو، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو، بیشک

اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ

اللّٰهَ	عَلِيْمٌ	خَبِيْرٌ﴿۱۳﴾	قَالَتِ	الْاَعْرَابُ	اٰمَنَّا ؕ	قُلْ	لَّمْ	تُؤْمِنُوْا	وَلٰكِنْ
اللہ	خوب جاننے والا	باخبر	کہا	دیہاتیوں نے	ایمان لائے ہم	تو کہہ	نہیں	ایمان لائے تم	اور لیکن

اللہ خوب جاننے والا، باخبر ہے۔ ﴿۱۴﴾ دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، آپ فرما دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے ہو، لیکن

قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ

قُوْلُوْٓا	اَسْلَمْنَا	وَ	لَمَّا	يَدْخُلِ	الْاِيْمَانُ	فِيْ	قُلُوْبِكُمْ ؕ	وَ	اِنْ	تُطِيْعُوا	اللّٰهَ
کہو تم	اسلام لائے ہم	اور	اب تک نہیں	داخل ہوا	ایمان	بیچ	تمہارے دلوں کے	اور	اگر	تم اطاعت کرو	اللہ کی

یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں، اور ایمان تو ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، اگر تم اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت

وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

وَ	رَسُوْلَهٗ	لَا	يَلِتْكُمْ	مِّنْ	اَعْمَالِكُمْ	شَيْـًٔا ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ
اور	اس کے پیغمبر کی	نہیں	کمی کرے گا تم میں	سے	تمہارے اعمال کے	کچھ بھی	بیشک	اللہ	بہت بخشنے والا

کرو گے تو وہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کاٹ نہ لے گا، بیشک اللہ بہت بخشنے والا،

رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ

رَّحِيْمٌ﴿۱۴﴾	اِنَّمَا	الْمُؤْمِنُوْنَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	بِاللّٰهِ	وَ	رَسُوْلِهٖ	ثُمَّ	لَمْ
نہایت مہربان	وہ تو صرف	ایمان والے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	اللہ پر	اور	اس کے پیغمبر پر	پھر	نہیں

نہایت مہربان ہے۔ ﴿۱۵﴾ اہلِ ایمان تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انہیں کوئی

اڑانے کا حکم بیان کیا گیا ہے، مذاق کرنے کا حکم یہاں ذکر نہیں کیا گیا، نبی اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والے اور ان کے اخلاق و شمائل سے واقفیت رکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ نبی ﷺ خود بھی مذاق فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی اجازت دیتے تھے، تاہم اس میں بھی حق بات فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی حق بات کہنے کی تاکید فرماتے تھے، چنانچہ ان کی مجلس میں ہنسی مذاق کی باتیں بھی ہوتی تھیں اور لوگوں کو ہنسنے بولنے کی اجازت بھی ہوتی تھی، اس لیے مذاق کرنا شرعاً جائز ہے، جہاں تک تعلق ہے کسی کا مذاق اڑانے کا تو شرعاً وہ گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ مذاق اڑانے میں دوسروں کی تحقیر کا پہلو پایا جاتا ہے اور شریعت اس بات کی اجازت ہرگز نہیں دیتی کہ کوئی شخص کسی کا مذاق اڑائے یا اسے حقیر سمجھے، کیونکہ سب اللہ کی مخلوق ہونے میں برابر ہیں اور مخلوق کو حقیر سمجھنا خالق کے کاموں میں عیب نکالنے کے مترادف ہے، اسی وجہ سے مردوں اور عورتوں سے الگ الگ خطاب کیا گیا ہے، حالانکہ اگر عمومی خطاب کیا جاتا، جیسا کہ عام طور پر ایسا ہی ہوا ہے تو بھی عورتیں اس حکم میں شامل ہوتیں، لیکن اس کی اہمیت کی وجہ سے دونوں کو نام لیکر ہدایت کی گئی ہے اور اس پہلو کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ ممکن ہے تم جس کا مذاق اڑا رہے ہو، اللہ کے نزدیک وہ تم سے زیادہ بہتر ہو اور تم جسے حقیر سمجھ رہے ہو، وہ اللہ کے نزدیک تم سے زیادہ معزز ہو، نیز یہ حکم افراد کے لیے بھی ہے اور جماعت کے لیے بھی ہے، لہٰذا کوئی فرد کسی فرد کا مذاق نہ اڑائے اور کوئی جماعت دوسری جماعت کا مذاق نہ اڑائے، دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ ایک دوسرے پر عیب نہ لگایا کرو اور کسی کو اس کے اندر پائے جانے والے عیب کا طعنہ نہ دیا کرو، کیونکہ اگر کسی شخص میں کوئی عیب پایا جاتا ہو تو دو میں سے کوئی ایک صورت ہوگی، یا وہ عیب جسمانی ہوگا یا روحانی، اگر عیب جسمانی ہو

مثلاً کسی کا رنگ کالا ہو، ناک چپٹی ہو، آنکھ بھینگی ہو، ہونٹ موٹے ہوں، آواز بھدی ہو، چہرے پر داغ دھبے ہوں یا اس کے علاوہ کوئی اور عیب ہو تو سوال یہ ہے کہ کیا یہ عیب اس کی اپنی مرضی سے اس میں پیدا ہوا، یا اللہ کی مرضی سے؟ اگر اس کی اپنی مرضی سے پیدا ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان خود کو معیوب بنانے پر راضی ہے حالانکہ وہ اپنے اندر عیب پسند نہیں کرتا اور وہ اپنے جسم کا خالق بھی نہیں ہے اور اگر اس میں وہ عیب اللہ کی مرضی سے پیدا ہوا اور یقیناً ایسا ہی ہے کیونکہ وہی ہر چیز کا خالق ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے طعنہ دینے والا در اصل اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر اعتراض کرتا ہے اور اگر وہ عیب روحانی ہو تو اس عیب کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے، نہ یہ کہ اسے اس کا طعنہ دیا جائے، تیسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ کسی کو برا نام ڈال کر اسے برے القاب سے مت پکارا کرو، کیونکہ ہر شخص کو اس کا وہی نام پسند ہوتا ہے جو اس کے والدین اس کے لیے تجویز کرتے ہیں، اگر اس نام کو بگاڑ دیا جائے یا اس کے علاوہ کوئی اور برا نام اس کے لیے تجویز کر دیا جائے تو اس سے اس کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے، وہ اس سے چڑ جاتا ہے جس کی وجہ سے بعض اوقات زبانی تکرار سے بات بڑھتے بڑھتے ہاتھا پائی تک بھی پہنچ جاتی ہے، یہ لڑائی جھگڑا آپس میں نفرت، عداوت اور کینہ پروری جیسے امراض پیدا کر دیتا ہے، قرآن کریم نے اس کی قباحت بیان کرتے ہوئے دو جملے فرمائے ہیں، پہلا یہ کہ تم بھی مسلمان اور جس کا نام بگاڑ رہے ہو وہ بھی مسلمان، کیا اسلام کے بعد بھی برے نام تجویز کرنے کی کوئی گنجائش ہے؟ کیا ایک مسلمان کا نام بگاڑنا اور اس کے برے القاب تجویز کرنا اچھی بات ہے؟ دوسرا جملہ یہ فرمایا کہ اگر اب بھی کوئی شخص ان ناپسندیدہ حرکات سے توبہ نہیں کرتا تو اس کے ظالم ہونے میں کوئی شبہ نہیں، یقیناً وہ ظالم ہے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ ﴿۱۳﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے آداب معاشرت کے حوالے سے تین اہم

يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

يَرْتَابُوْا	وَجٰهَدُوْا	بِاَمْوَالِهِمْ	وَ	اَنْفُسِهِمْ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ ۭ	اُولٰۗىِٕكَ
شک کیا انہوں نے	اور جہاد کیا انہوں نے	اپنے مالوں سے	اور	اپنی جانوں سے	بیچ	راستے	اللہ کے	وہ لوگ

شبہ نہ ہوا، اور انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کیا، وہی

هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي

هُمُ	الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾	قُلْ	اَتُعَلِّمُوْنَ	اللّٰهَ	بِدِيْنِكُمْ	وَ	اللّٰهُ	يَعْلَمُ	مَا	فِيْ
وہی	سچے	تو کہہ	کیا تم جتا رہے ہو	اللہ کو	اپنا دین	اور	اللہ	جانتا ہے	جو کچھ	بیچ

لوگ سچے ہیں۔ ﴿۱۵﴾ اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ کو اپنی دینداری جتا رہے ہو؟ اور اللہ جانتا ہے جو

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَمُنُّوْنَ

السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِيْ	الْاَرْضِ ۭ	وَ	اللّٰهُ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾	يَمُنُّوْنَ
آسمانوں کے	اور	جو کچھ	بیچ	زمین کے	اور	اللہ ساتھ	ہر ایک	چیز کے	خوب جاننے والا	احسان جتاتے ہیں وہ

کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ ﴿۱۶﴾ وہ آپ پر یہ احسان جتا

عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۭ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ

عَلَيْكَ	اَنْ	اَسْلَمُوْا ۭ	قُلْ	لَّا	تَمُنُّوْا	عَلَيَّ	اِسْلَامَكُمْ ۚ	بَلِ	اللّٰهُ	يَمُنُّ
تجھ پر	کہ	اسلام لے آئے وہ	تو کہہ	مت	احسان جتاؤ تم	مجھ پر	اپنے اسلام کا	بلکہ	اللہ	احسان کرتا ہے

رہے ہیں کہ وہ مسلمان ہو گئے، آپ فرما دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ جتاؤ، بلکہ اللہ تم پر احسان

عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

عَلَيْكُمْ	اَنْ	هَدٰىكُمْ	لِلْاِيْمَانِ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾	اِنَّ	اللّٰهَ	يَعْلَمُ
تم پر	یہ کہ	اس نے ہدایت دی تمہیں	ایمان کی	اگر	تم ہو	سچے	بیشک	اللہ	جانتا ہے

کر رہا ہے کہ اُس نے تمہیں ایمان کی ہدایت دی، اگر تم سچے ہو۔ ﴿۱۷﴾ بیشک اللہ آسمانوں اور

غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع

غَيْبَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ ۭ	وَ	اللّٰهُ	بَصِيْرٌۢ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾
پوشیدہ	آسمانوں کی	اور	زمین کی	اور	اللہ	خوب دیکھنے والا	اسے جو	تم کرتے ہو

زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور اللہ اُن کاموں کو خوب دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو۔ ﴿۱۸﴾

باتیں فرمائی گئی ہیں، پہلی بات کا تعلق گمان سے ہے، گمان دو طرح کا ہوتا ہے، سوء ظن یعنی بدگمانی اور حسن ظن یعنی کسی کے متعلق اچھا گمان رکھنا، شریعت میں کسی کے متعلق بدگمانی کرنے کے لیے اس کی دلیل پیش کرنا ضروری ہے، بغیر دلیل کے بدگمانی کرنا کبیرہ گناہ ہے جبکہ حسن ظن کیلئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے اور ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ دوسروں کے متعلق اچھا گمان رکھیں، لیکن لوگوں کا معاشرتی رویہ اس کے برخلاف ہے، وہ نہایت آسانی کے ساتھ لوگوں کے متعلق رائے زنی کرتے ہیں، میرا خیال ہے، مجھے ایسا لگتا ہے، میرا گمان یہ ہے جیسے الفاظ استعمال کر کے دوسروں کی عزت خراب کرتے ہیں اور ان کی ساکھ مجروح کرتے ہیں، پھر جب تحقیق کے بعد اصل صورتحال واضح ہوتی ہے تو شرمندہ ہوتے ہیں اور اپنی الزام تراشی پر معافیاں مانگتے پھرتے ہیں، ایک آدمی کسی کو اذان کے بعد مسجد سے نکلتے ہوئے دیکھتا ہے تو فوراً رائے زنی کرتا ہے کہ دیکھو، اس شخص نے نماز نہیں پڑھی، حالانکہ وہ یہ گمان بھی کر سکتا تھا کہ ممکن ہے اسے فوری طور پر ڈاکٹر کے پاس جانا پڑ گیا ہو، ممکن ہے کہ اس نے کسی دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھائی ہو، ممکن ہے کہ اس کے کپڑے خراب ہو گئے ہوں، ان امکانات کے علاوہ بھی بے شمار امکانات ہو سکتے ہیں، سوال یہ ہے کہ بدگمانی اور الزام تراشی زیادہ بہتر ہے یا کسی کے ساتھ حسن ظن رکھنا؟ جبکہ نبی اکرم ﷺ نے حسن ظن کو حسن عبادت میں شمار فرمایا ہے، اس لیے اللہ کے بندو! بدگمانی سے اجتناب کرو، دوسری ہدایت یہ فرمائی گئی ہے کہ لوگوں کی جاسوسی مت کیا کرو، جاسوسی کا مقصد خفیہ طور پر دوسروں کے اقوال واحوال سے باخبر رہنا اور مناسب موقع ملنے پر اس کا اظہار کرنا ہوتا ہے، یہ جاسوسی اگر میدان جنگ میں دشمن کے حالات سے باخبر رہنے کے لیے ہو تو یہ جنگی تدابیر کا ایک حصہ ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن ستم ظریفی

ع ۲ ۸ ۱۴

ہے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اپنے ہر مخالف کو دشمن اور خود کو میدان جنگ کا مجاہد سمجھتی ہے چنانچہ وہ اپنے مخالفین کی ہر نقل و حرکت سے باخبر رہتے ہیں، وہ اس پر بہت فخر محسوس کرتے ہیں کہ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ فلاں شخص نے کیا کھایا، کیا پیا اور کہاں آتا جاتا ہے؟ وہ دوسروں کی ناک کے بال بھی گن لیتے ہیں، ان کی صلاحیتیں صرف دوسروں کی ٹوہ لگانے میں خرچ ہوتی ہیں، پھر وہ دوسروں کے سامنے اپنی معلومات کی وسعت پر فخر کرتے ہیں، وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ کوئی ان کی جاسوسی بھی تو کر رہا ہوگا، کسی کی نظر ان پر بھی تو ہوگی، چنانچہ جب ان کے اندرونی راز باہر نکلتے ہیں تو وہ دنیا میں بدنام ہو کر رہ جاتے ہیں، تیسری ہدایت یہ کی گئی ہے کہ کسی کی غیبت نہ کیا کرو، کیونکہ کسی کی غیبت کرنا ایسے ہے جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا، ایک تو انسان، دوسرے مردہ اور تیسرے اپنا حقیقی بھائی، کیا کوئی شخص اس کا گوشت کھانے کا تصور بھی کر سکتا ہے؟ یقیناً نہیں، لیکن اس کے باوجود لوگوں کی اکثریت روزانہ گھنٹوں غیبت میں مبتلا رہتی ہے، لوگ اسے گناہ نہیں سمجھتے، انہیں اس میں لذت آتی ہے، غیبت کے بغیر کوئی مجلس مکمل نہیں ہوتی، اگر کسی مجلس میں غیبت کی حوصلہ شکنی کرنے والا ایک بھی شخص موجود ہو، لوگوں کو وہ پھیکی اور بدمزہ معلوم ہوتی ہے اور وہ اس شخص کے ساتھ بیٹھنے کو پسند نہیں کرتے، انہیں اس کے ساتھ بیٹھ کر بوریت کا احساس ہوتا ہے، اگر کوئی انہیں سمجھائے کہ غیبت کبیرہ گناہ ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ عیب اس میں واقعتاً پایا جاتا ہے اور میں یہ بات اس کے سامنے بھی کہہ سکتا ہوں، حالانکہ غیبت کی تعریف ہی یہ ہے کہ جس شخص کی برائی کی جا رہی ہو، اس میں وہ برائی پائی بھی جاتی ہو، اور اگر اس میں وہ برائی موجود نہ ہو تو یہ بہتان ہے اور غیبت سے زیادہ بڑا گناہ ہے، اس لیے کسی کی غیر موجودگی میں اگر اس کا ذکر کرنا ضروری ہی ہو تو اسے اچھے لفظوں میں یاد کیا جائے، برائی کے ساتھ اس کا ذکر نہ کیا جائے اور ہر وقت

سے ہےاور اسلام کا تعلق اعمال سے ہے، ایمان کا تعلق باطن سے ہےاور اسلام کا تعلق ظاہر سے ہے، ایمان نام ہے اللہ تعالیٰ کو ماننے اور اس کی ہدایات کو ماننے کا، جبکہ اسلام نام ہے اللہ تعالیٰ کی ماننے کا اور اس پر عمل کرنے کا، چونکہ یہ لوگ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے لیکن حقیقت میں وہ مومن نہ تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ ایمان کو مسترد فرمایا، اگر یہ لوگ صدق دل اور خلوص نیت کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر آمادہ ہوجاتے تو اللہ تعالیٰ کو ان کے اعمال میں کٹوتی کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی، وہ انہیں ضرور اجر وثواب عطا فرماتا، ان کے گناہوں کو بخش دیتا اور ان پر اپنا رحم فرماتا کیونکہ وہ بہت معاف کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ۱۵ اس آیت مبارکہ میں منافقین کے برخلاف ان لوگوں کو ''مومن'' تسلیم کیا گیا ہے جن کے دلوں میں کسی قسم کا شک نہیں پایا جاتا، ایسا شخص اپنے عقائد میں ثابت قدم ہوتا ہے، اس کا باطن توحید کے نور سے منور ہوتا ہے، اس کی زبان اور دل ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہوتے ہیں، وہ زبان سے اسلام کا کلمہ پڑھتا ہےاور اپنے دل کی گہرائیوں سے اس کی تصدیق کرتا ہے، پھر اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کر کے تصدیق قلب پر عمل کی مہر لگا دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دعویٰ ایمان میں سچا تسلیم کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اصل سچے لوگ یہی ہیں۔ ۱۶ اس آیت مبارکہ میں ان منافقین کو تنبیہ کی گئی ہے جو بارگاہ رسالت میں آکر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے بھی اپنے اسلام اور اپنی دینداری کا ڈھنڈورا پیٹتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم لوگ دوسروں کی طرح نہیں ہیں، دوسرے لوگ تو جنگوں کے بعد اور اپنی مکمل تسلی کرنے کے بعد مسلمان ہوئے ہیں، جبکہ ہم لوگ تو جنگ وجدال اور لڑائی کے بغیر ہی مسلمان ہوگئے، کیونکہ ہماری فطرت سلیم تھی جبکہ دوسرے لوگ فطرت سلیمہ سے محروم تھے، اس پر یہاں صرف اتنا فرمایا گیا ہے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دینداری سے باخبر اور آگاہ کرنا چاہتے ہو؟ اللہ کے علم سے تو زمین وآسمان کی معمولی سی چیز بھی مخفی نہیں ہے، اس لیے تم اپنی دینداری کے متعلق اللہ تعالیٰ کو کچھ نہ بتاؤ، اگلی آیت میں اس کا مزید جواب دیا گیا ہے۔ ۱۷ اس آیت مبارکہ میں ان منافقین کو جواب دیا گیا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر اپنے مسلمان ہونے پر احسان جتاتے تھے، وہ یہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے اسلام قبول کر کے اللہ اور اس کے رسول پر کوئی احسان کر دیا ہے، حالانکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا احسان اور اس کی مہربانی ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے کسی کو ایمان اور ہدایت کے لیے منتخب فرمائے اور اسے دولت ایمان سے مالا مال کردے، یہی جواب ان لوگوں کیلئے بھی ہے جو اپنے گناہوں سے توبہ کر کے تقویٰ اور اعمال صالحہ والی زندگی اختیار کرلیں، یا اپنے آبائی دین کو ترک کر کے کسی شخص کے ہاتھ پر کلمہ پڑھ لیں، یہ لوگ بھی عام طور پر اپنی توبہ اور نیکی و پارسائی کا دوسروں پر احسان جتاتے ہیں، اگر یہ لوگ سچے ہوتے تو اپنے اوپر اللہ کا احسان مانتے کہ اس نے توبہ اور رجوع کرنے کی توفیق عطا فرمادی ہے، اگر وہ اس کی توفیق نہ دیتا تو وہ کبھی ہدایت یافتہ اور مسلمان نہ ہوتے۔ ۱۸ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اس کا علم کامل ہے اور وہ ظاہر کے علاوہ باطن سے بھی بخوبی واقف ہے، اسے زمین وآسمان اور کائنات کی ہر پوشیدہ چیز کا علم کلی حاصل ہے، اور اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے، دوسری صفت یہ کہ وہ تمہارے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے اور تمہارا کوئی عمل اس سے مخفی نہیں ہے، اس کیلئے دن کا اجالا اور رات کا اندھیرا دونوں برابر ہیں، لہٰذا کوئی بھی عمل کرتے وقت یہ تصور دل میں لے آیا کرو کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، تمہارے لیے گناہ چھوڑنا اور نیکی کی راہ اختیار کرنا آسان تر ہوجائے گا۔ واللہ اعلم الحمد للہ! ۳ ستمبر ۲۰۱۹ء بروز منگل

اللہ سے ڈرا جائے، وہ توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان ہے، اب تک اگر کوتاہی ہوتی رہی ہے تو فوراً توبہ کرے اور متعلقہ شخص سے بھی معافی مانگے اور آئندہ ان گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے۔ ۱۳ اس آیت مبارکہ میں تعصب کی وہ تمام جڑیں اکھاڑ کر پھینک دی گئی ہیں جو انسانوں میں دوریاں پیدا کرتی ہیں، جن پر لوگ ایک دوسرے کے سامنے فخر کرتے ہیں اور جنہیں دوسروں سے خود کو ممتاز کرنے کا سبب سمجھتے ہیں، چنانچہ بعض اوقات انسان اپنے حسب نسب پر فخر کرتا ہے اور دوسروں کو ان کے ادنیٰ حسب نسب کا طعنہ دیتا ہے، بعض اوقات انسان اپنے خاندان، برادری، ذات اور قبیلے پر فخر کرتا ہے بعض اوقات اپنی خوبصورتی اور حسن و جمال پر فخر کرتا ہے، عربی اپنے سامنے کھڑے عجمی کو انسان سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہوتا، شہر میں بسنے والا دیہاتی آدمی کو کمی کمین سمجھتا ہے، امیر آدمی کسی غریب کے ساتھ بیٹھنے کو اپنی توہین سمجھتا ہے، حاکم اپنے آپ کو محکوم سے اعلیٰ اور ماوراء الفطرت مخلوق سمجھتا ہے اور انسان اپنے جیسے انسان کو اچھوت اور شودر سمجھتا ہے، اسلام خاندانی اور قبائلی تقسیم کو مسترد نہیں کرتا، لیکن وہ اسے عزت اور ذلت کا معیار بنانے کو مسترد کرتا ہے، وہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک مرد اور ایک عورت کی اولاد بنایا ہے، لہٰذا آدم وحوا کی اولاد ہونے میں تمام انسان برابر ہیں، جہاں تک تعلق ہے خاندانوں اور قبیلوں میں تقسیم کا، تو اس کا مقصد صرف اتنا ہے کہ تم لوگوں کے لیے ایک دوسرے کا تعارف اور شناخت آسان ہو، تم اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی شناخت کر کے ان کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک کیا کرو، اسی وجہ سے نبی علیہ السلام نے اپنا نسب نامہ سیکھنے کی تاکید کی ہے اور وجہ یہی بیان فرمائی ہے کہ تم اس کی وجہ سے اپنے عزیزوں کے ساتھ صلہ رحمی کرسکتے ہو، اور ویسے بھی انسان کا کسی خاص قبیلے، برادری اور خاندان میں پیدا ہونا یا اس کا عالی نسب ہونا یا اس کا حسین وجمیل ہونا اس کے اختیار میں نہیں ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے، اس پر انسان کو شکر تو ضرور ادا کرنا چاہیے، لیکن اس پر فخر کرنا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا ہرگز جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت اور ذلت کا معیار متقی ہونا اور نہ ہونا ہے، چنانچہ جو شخص تقویٰ کے جس درجے پر فائز ہوگا، اللہ کے یہاں اس کی اتنی ہی عزت ہوگی اور جس شخص کا معیار تقویٰ کم تر ہوتا جائے گا، اس کی عزت بھی اتنی ہی کم ہوتی جائے گی، یہی وہ پیغام ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر حاضرین کے سامنے ارشاد فرمایا اور انہیں بعد میں آنے والوں تک پہنچانے کی تلقین فرمائی، اور اسی نہج پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی، امت جب تک اس منہج پر چلتی رہی وہ معزز رہی اور جب امت نے اس اصول کو ترک کر دیا تو گویا خود ہی عزت کو خیر باد کہہ دیا، اللہ کرے کہ محمود و ایاز کے ایک صف میں کھڑے ہونے کا دور پھر واپس آجائے۔ ۱۴ اس آیت مبارکہ میں دیہاتی لوگوں کے اس دعویٰ کو مسترد کر دیا گیا ہے کہ ہم لوگ ایمان لے آئے ہیں، اس لیے ہم بھی مومن ہیں اور ہمارے بھی وہی حقوق ہیں جو دیگر اہل ایمان کے ہیں اور ہمیں بھی وہ تمام اجر وثواب اور بلند درجات نصیب ہوں گے جن کا وعدہ اہل ایمان سے کیا گیا ہے، لیکن چونکہ وہ اپنے اس دعوے کو دلیل سے ثابت نہیں کرسکتے تھے اور ان کے دل ان کی زبانوں سے ہم آہنگ نہیں تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایمان لانے کا دعویٰ نہ کرو، زیادہ سے زیادہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم اسلام لے آئے ہیں لہٰذا ہم مسلمان ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور اسلام ایک ہی چیز کے دو نام نہیں ہیں بلکہ ان دونوں میں نمایاں فرق ہے، اگرچہ عام طور پر لوگوں کی رسائی اس فرق تک نہیں ہوتی، فرق یہ ہے کہ ایمان کا تعلق تصدیق بالقلب سے ہے اور اسلام کا تعلق اقرار باللسان سے ہے، ایمان کا تعلق عقائد

سورۃ ق

سورۂ قٓ مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۱۴۹۴، کلمات ۳۵۷، آیات ۴۵ اور رکوعات ۳ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی لفظ قٓ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ قٓ رکھا گیا، یہ حروف مقطعات میں سے ہے، نبی ﷺ خطبات جمعہ میں اس سورت کی بکثرت تلاوت فرماتے تھے، اس سورت کا مرکزی مضمون قیامت کے دن کی ہولناکی بیان کرنا ہے، چنانچہ پہلے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کچھ نشانیاں ذکر کی گئی ہیں، انسان کی تخلیق کا حوالہ دے کر اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ حق تعالیٰ کا قریب ہونا بیان کیا گیا ہے، صور پھونکے جانے کا ذکر کر کے گمراہ ہونے والوں اور گمراہ کرنے والوں کے جھگڑے کا ذکر کیا گیا ہے، جہنم کا پیٹ نہ بھرنا اور مزید خوراک کا تقاضا کرنا بھی مذکور ہوا ہے، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم مزید خوراک کا تقاضا کرتی رہے گی، یہاں تک کہ تمام اہل جہنم اس میں داخل ہو چکیں گے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا پاؤں اس میں رکھ دے گا، تب وہ کہے گی بس، بس، بس اب بھر گئی، اہل جنت کے اچھے انجام کا حوالہ دیکر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی چند نشانیاں ذکر کی گئی ہیں، تا کہ انسان ان پر غور کر کے عبرت اور سبق حاصل کرے۔ (١) اس آیت مبارکہ کا آغاز حروف مقطعات میں سے حرف ”قٓ“ کے ساتھ کیا گیا ہے بعض اہل علم کا قول ہے کہ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جس نے پوری دنیا کا احاطہ کر رکھا ہے، غالباً کوہ قاف یہیں سے اخذ کیا گیا ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ ”قضی الامر“ کا مخفف ہے اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام امور کا فیصلہ کر چکا ہے اور اب اس کے فیصلے کو ٹالا نہیں جاسکتا، اگر یہی دوسری توجیہ راجح ہو تو آیت کے اگلے جملے میں ”قرآن مجید“ کی جو قسم کھائی گئی ہے، اس کا جواب قسم بھی یہیں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ہم اس عظمت اور بزرگی والے قرآن کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تمام امور کا فیصلہ کر چکے ہیں، یہاں تک کہ قیامت کا وقت اور اس کی مکمل تفصیلات کا تعین بھی کر چکے ہیں، لہٰذا تمہیں اس میں کسی قسم کا شک اور ابہام نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اس پر صدق دل اور خلوص نیت

آیاتُها ٤٥ | (٥٠) سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ (٣٤) | رُكُوْعَاتُهَا ٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

الْمَنْزِلُ السَّابِعُ (٧)

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ﴿١﴾ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ

قٓ	وَالْقُرْاٰنِ	الْمَجِيْدِ ﴿١﴾	بَلْ	عَجِبُوْٓا	اَنْ	جَآءَهُمْ	مُّنْذِرٌ	مِّنْهُمْ
قٓ	قسم ہے قرآن کی	بزرگی والے	بلکہ	انہیں تعجب ہوا	یہ کہ	آیا اُن کے پاس	ایک ڈرانے والا	ان میں سے

قٓ، قسم ہے اِس بڑی شان والے قرآن کی۔ (١) بلکہ اُنہیں اِس بات پر تعجب ہوا کہ اُن کے پاس اُنہی میں سے ایک ڈرانے والا آیا،

فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿٢﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ

فَقَالَ	الْكٰفِرُوْنَ	هٰذَا	شَيْءٌ	عَجِيْبٌ ﴿٢﴾	ءَ	اِذَا	مِتْنَا	وَ	كُنَّا	تُرَابًا	ذٰلِكَ
سو کہا	کافروں نے	یہ	ایک چیز	تعجب والی	کیا	جب	ہم مر جائیں گے	اور	ہو جائیں گے ہم	مٹی	وہ

چنانچہ کافر کہنے لگے کہ یہ تو بڑے تعجب کی چیز ہے۔ (٢) کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے؟ یہ لوٹنا تو

رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ﴿٣﴾ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا

رَجْعٌ	بَعِيْدٌ ﴿٣﴾	قَدْ	عَلِمْنَا	مَا	تَنْقُصُ	الْاَرْضُ	مِنْهُمْ	وَ	عِنْدَنَا
لوٹنا	دور کا	یقیناً	ہم جانتے ہیں	وہ جو	کم کرتی ہے	زمین	ان میں سے	اور	ہمارے پاس

عقل سے بہت دور ہے۔ (٣) یقیناً ہم وہ جانتے ہیں جو اُن کے جسم میں سے زمین کم کرتی ہے، اور ہمارے پاس

كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ﴿٤﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ

كِتٰبٌ	حَفِيْظٌ ﴿٤﴾	بَلْ	كَذَّبُوْا	بِالْحَقِّ	لَمَّا	جَآءَهُمْ	فَهُمْ	فِيْٓ	اَمْرٍ
کتاب	نگہبان	بلکہ	جھٹلایا انہوں نے	حق کو	جب	آیا وہ ان کے پاس	سو وہ	بیچ	ایک معاملے کے

ایک کتاب ہے جس میں سب محفوظ ہے۔ (٤) بلکہ اُنہوں نے حق کی تکذیب کی جب وہ اُن کے پاس آچکا، چنانچہ وہ اُلجھی ہوئی بات میں

مَّرِيْجٍ ﴿٥﴾ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا

مَّرِيْجٍ ﴿٥﴾	اَفَلَمْ	يَنْظُرُوْٓا	اِلَى	السَّمَآءِ	فَوْقَهُمْ	كَيْفَ	بَنَيْنٰهَا	وَزَيَّنّٰهَا	وَ	مَا
الجھے ہوئے	سو کیا نہیں	دیکھا انہوں نے	طرف	آسمان کے	اپنے اوپر	کیسے	بنایا ہم نے اسے	اور مزین کیا ہم نے اسے	اور	نہیں

پڑے ہیں۔ (٥) کیا وہ اپنے اوپر آسمانوں کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے اُسے کیسے بنایا اور مزین کیا؟ اور اس میں

کے ساتھ ایمان لانا چاہیے۔ (٢) اس آیت مبارکہ میں منکرین ومشرکین کا رویہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس عظمت والے قرآن کی قسم کھائی ہے، اس کی اہمیت کا تقاضا یہ تھا کہ لوگ اس پر ایمان لاتے، جس پیغمبر پر اسے نازل کیا گیا، اس پر ایمان لاتے اور اس کی عظمت و بزرگی کو دل سے تسلیم کرتے، لیکن ان کی محرومی کہ نہ صرف وہ قرآن پر ایمان نہیں لائے بلکہ پیغمبر ﷺ پر بھی ایمان نہیں لائے، انہوں نے قرآن کریم کو بھی عجیب چیز قرار دیا اور انہیں اس بات پر بھی تعجب ہے کہ انہیں ڈرانے، نصیحت کرنے اور سمجھانے کے لیے جس فرد کا انتخاب کیا گیا ہے، وہ انہی میں سے ایک ہے، حالانکہ اگر وہ غور کرتے تو یہ دونوں چیزیں ان کے حق میں بہتر تھیں، کتاب کی زبان بھی عربی، صاحب کتاب کی زبان بھی عربی، اولین مخاطبین کی زبان بھی عربی، پیغمبر اپنے ماحول اور لوگوں کے رہن سہن اور طرز معاشرت سے پوری طرح باخبر، خرابیوں کی جڑ سے واقف اور اپنے دائرہ کار کی وسعت سے مکمل آگاہی رکھنے والے، لیکن وہ تعجب کرتے رہے اور خوش نصیب لوگ ایمان وقرآن کی نعمتیں لے اڑے۔ (٣) اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے انکار قیامت کا ذکر کیا گیا ہے، انہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر بھی تعجب ہوتا تھا، ان کی عقل یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھی کہ جب انسان مر گیا اور مٹی میں مل کر مٹی ہو گیا، تو وہ دوبارہ کیسے زندہ ہوگا؟ گویا ان کی زندگی ”تعجب“ کا شکار تھی، قرآن پر تعجب، صاحب قرآن ﷺ پر تعجب، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر تعجب، حتی کہ اپنے پیدا کرنے والے کے وجود اور اس کی توحید پر شکوک وشبہات اور تعجب، اگر اس تعجب کو گہری نظر سے دیکھا جائے تو ہمیں اس پر تعجب ہے کہ انہوں نے کسی بھی موقع پر ”عقل“ کی پوجا نہیں چھوڑی۔

لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝٦ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا

لَهَا	مِنْ	فُرُوْجٍ ۝	وَ	الْاَرْضَ	مَدَدْنٰهَا	وَاَلْقَيْنَا	فِيْهَا	رَوَاسِيَ	وَ	اَنْۢبَتْنَا
اس کیلئے	سے	کوئی شگاف	اور	زمین کو	پھیلایا ہم نے	اور ڈال دیے ہم نے	اس میں	پہاڑ	اور	اگائی ہم نے

کوئی شگاف بھی نہیں ہے۔ ⑥ اور زمین کو ہم نے پھیلادیا اور اس میں پہاڑ گاڑ دیے، اور اس میں

فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝٧ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝٨

فِيْهَا	مِنْ	كُلِّ	زَوْجٍ	بَهِيْجٍ ۝	تَبْصِرَةً	وَّ	ذِكْرٰى	لِكُلِّ	عَبْدٍ	مُّنِيْبٍ ۝
اس میں	سے	ہر ایک	قسم کی	بارونق	دکھانے کو	اور	نصیحت کرنے کو	ہر ایک	بندے کو	رجوع کرنے والے

ہر قسم کی بارونق چیز اُگائی۔ ⑦ ہر رجوع کرنے والے بندے کو دکھانے اور یاد دلانے کیلئے۔ ⑧

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝٩

وَ	نَزَّلْنَا	مِنَ	السَّمَآءِ	مَآءً	مُّبٰرَكًا	فَاَنْۢبَتْنَا	بِهٖ	جَنّٰتٍ	وَّحَبَّ	الْحَصِيْدِ ۝
اور	اتارا ہم نے	سے	آسمان کے	پانی	بابرکت	سو اگائے ہم نے	اس کے ذریعے	باغات	اور اناج	کٹا ہوا کھیت

اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی اتارا، پھر اُس کے ذریعے باغات اُگائے اور وہ اناج جس کا کھیت کاٹا جاتا ہے۔ ⑨

وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝١٠ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً

وَ	النَّخْلَ	بٰسِقٰتٍ	لَّهَا	طَلْعٌ	نَّضِيْدٌ ۝	رِّزْقًا	لِّلْعِبَادِ	وَاَحْيَيْنَا	بِهٖ	بَلْدَةً
اور	کھجوریں	لمبی لمبی	اس کا	خوشہ	تہہ برتہہ	رزق کے طور پر	بندوں کیلئے	اور زندہ کیا ہم نے	اس کے ذریعے	شہر کو

اور لمبی لمبی کھجوریں جن کا خوشہ تہہ بر تہہ ہے۔ ⑩ بندوں کیلئے رزق کے طور پر، اور ہم نے اُس کے ذریعے مردہ شہر کو

مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝١١ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ

مَّيْتًا	كَذٰلِكَ	الْخُرُوْجُ ۝	كَذَّبَتْ	قَبْلَهُمْ	قَوْمُ	نُوْحٍ	وَّ	اَصْحٰبُ
مردہ	اسی طرح	نکلنا	جھٹلایا	ان سے پہلے	قوم نے	نوح کی	اور	رہنے والوں نے

زندہ کیا، اسی طرح نکلنا ہوگا۔ ⑪ اُن سے پہلے نوح کی قوم، کنوئیں والوں اور قوم ثمود نے بھی

الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ۝١٢ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ۝١٣ وَّاَصْحٰبُ

الرَّسِّ	وَ	ثَمُوْدُ ۝	وَ	عَادٌ	وَّ	فِرْعَوْنُ	وَ	اِخْوَانُ	لُوْطٍ ۝	وَّ	اَصْحٰبُ
کنوئیں کے	اور	ثمود نے	اور	عاد نے	اور	فرعون نے	اور	بھائیوں نے	لوط کے	اور	رہنے والوں نے

تکذیب کی تھی۔ ⑫ نیز قوم عاد، فرعون اور لوط کے بھائی بھی تکذیب کر چکے۔ ⑬ اور ایکہ کے

انہوں نے ہر چیز کو عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھا، جو چیز ان کی عقل میں آگئی، انہوں نے اسے تسلیم کرلیا، اور جو چیز ان کی عقل میں نہیں آئی، انہوں نے اسے رد کردیا اور اس بات پر غور نہیں کیا کہ ہر وہ چیز جو انسانی عقل کی دسترس سے باہر ہو، کیا انسان کو اس کا انکار کر دینا چاہیے؟ کیا انسان کی عقل لامحدود ہے یا اس کی کچھ حدود ہیں؟ کیا انسان کی عقل مختار کل ہے یا حواس کی محتاج ہے؟ اگر وہ ان پہلوؤں پر غور کرتے تو انہیں قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کے حوالے سے کوئی تعجب نہ ہوتا۔ ④ اس آیت مبارکہ میں دو جملے ہیں، دونوں کا تعلق اللہ تعالیٰ کے علم کامل سے ہے، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کا علم زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے، وہ ہمیشہ سے عالم ہے اور ہمیشہ عالم رہے گا، چنانچہ پہلے جملے میں مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کے منکرین کو جواب دیا گیا ہے کہ تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ تم مرنے کے بعد مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتے ہو اور تمہارا جسم بالکل ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے، اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں بچتا، لیکن اصل حقیقت سے تم بے خبر ہو، اصل حقیقت ہمیں معلوم ہے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جب انسان مٹی میں مل جاتا ہے تو اس کے جسم کا کون سا حصہ باقی بچتا ہے اور کون سا حصہ مٹی کھا جاتی ہے، نیز یہ کہ جو حصہ مٹی کھا جاتی ہے اسے باقی بچے ہوئے حصے سے کس طرح ملانا ہے، یہ بھی ہمیں معلوم ہے، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مٹی انسان کی ریڑھ کی ہڈی نہیں کھاتی، اعضاء سجدہ کے حوالے سے بھی روایات میں ذکر آتا ہے، دوسرے جملے میں لوح محفوظ کا ذکر آیا ہے، جو علم الٰہی کا مرکزی مقام اور صدر دفتر ہے، اس میں ہر چیز کا ماضی، حال اور مستقبل درج ہے، کوئی چیز اس سے باہر نہیں ہے، وہیں سے تمام امور کے فیصلے اترتے اور عالم پر نافذ ہوتے ہیں۔ ⑤ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کی تکذیب اور ان کے اضطراب کا ذکر کیا گیا ہے کہ دراصل مشرکین نے حق کی تصدیق کرنے کی بجائے اس کی تکذیب کا راستہ اختیار کیا ہے، اگر وہ حق کی تصدیق کرتے تو ذہنی، قلبی، جسمانی اور ایمانی راحت و سکون حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے، لیکن چونکہ وہ تکذیب اور تردید کے راستے پر چلتے رہے اس لیے ذہنی اضطراب، قلبی حیرانگی اور فکری الجھنوں کا شکار ہیں، ان کی فکر بے ترتیب، سوچ منتشر اور خیالات پراگندہ ہیں، اس کیفیت سے نکلنے کا واحد راستہ تصدیق حق ہے اور تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اس امر سے واقف ہیں کہ تصدیق حق کی راہ اختیار کرنے والوں کو ہی کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ ⑥ اس آیت مبارکہ میں آسمان اور اس کی رونق اور خوبصورت منظر کو دیکھ کر اس کے عظیم صانع تک رسائی حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے، یہ نیلگوں آسمان ہر شخص پر سائبان کی طرح تنا ہوا ہے، اسے دیکھنے کے لیے کسی دوربین کی ضرورت نہیں، اس کی مضبوطی کو جانچنے کے لیے تعمیراتی مہارت کی حاجت نہیں، اس کے ستون اور اس کی وسعتوں میں کوئی سوراخ تلاش کرنے کے لیے کسی فلسفیانہ دلیل کی ضرورت نہیں، اس کے ستاروں سے روشنی حاصل کرنے کے لیے سائنس اور فلکیات میں مہارت کی ضرورت نہیں، چنانچہ ہر انسان جانتا ہے کہ آسمان کسی ستون کے سہارے پر کھڑا ہوا نہیں ہے، اس میں کوئی پھٹن اور سوراخ نہیں ہے، اس کا رنگ کبھی خراب نہیں ہوا، رات کے وقت بکھرے ہوئے روشن ستارے آسمان میں لٹکے ہوئے قندیل معلوم ہوتے ہیں، آخر وہ کون ہے جس نے اس قدر مہارت اور باریک بینی سے یہ سارا نظام بنایا اور نہایت حسن و خوبی سے چلا رہا ہے؟ وہی اللہ ہے جو اکیلا ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔ ⑦ اس آیت مبارکہ میں زمین اور اس کی رونق پر غور و فکر کرکے حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے، مشرکین کو اس زمین پر غور کرنا چاہیے جس پر وہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ہیں، بلند و بالا عمارات تعمیر کرتے ہیں، عالی شان محلات

الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ﴿١٤﴾ أَفَعَيِينَا

الْأَيْكَةِ	وَ	قَوْمُ	تُبَّعٍ	كُلٌّ	كَذَّبَ	الرُّسُلَ	فَحَقَّ	وَعِيدِ ۝	أَفَعَيِينَا
ایکہ کے	اور	قوم نے	تبع کی	ہر ایک نے	جھٹلایا	پیغمبروں کو	تو ثابت ہو گئی	میری وعید	تو کیا ہم تھک گئے

رہنے والے اور تبع کی قوم بھی، ان میں سے ہر ایک نے پیغمبروں کی تکذیب کی تو میری وعید ثابت ہو گئی۔ ۱۴ کیا ہم پہلی مرتبہ

بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿١٥﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا

ع ۱ ۱۵ ۱۵

بِالْخَلْقِ	الْأَوَّلِ	بَلْ	هُمْ	فِي	لَبْسٍ	مِّنْ	خَلْقٍ	جَدِيدٍ ۝	وَلَقَدْ	خَلَقْنَا
پیدا کرنے سے	پہلی مرتبہ	بلکہ	وہ	بیچ	شبہ کے	سے	پیدا کرنے کے	نیا	اور البتہ یقیناً	پیدا کیا ہم نے

پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ بلکہ وہ نئی تخلیق کے حوالے سے دھوکے میں پڑے ہیں۔ ۱۵ اور یقیناً ہم نے انسان کو

الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ

الْإِنْسَانَ	وَ	نَعْلَمُ	مَا	تُوَسْوِسُ	بِهِ	نَفْسُهُ	وَ	نَحْنُ	أَقْرَبُ	إِلَيْهِ	مِنْ
انسان کو	اور	ہم جانتے ہیں	وہ جو	وسوسہ ڈالتا ہے	ساتھ اس کے	اس کا نفس	اور	ہم	زیادہ قریب	اس کی طرف	سے

پیدا کیا اور ہم وہ باتیں بھی جانتے ہیں جو اُس کے دل میں وسوسہ ڈالتی ہیں، اور ہم اُس کی شہ رگ سے بھی زیادہ

حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴿١٦﴾ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ

حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝	إِذْ	يَتَلَقَّى	الْمُتَلَقِّيَانِ	عَنِ	الْيَمِينِ	وَ	عَنِ	الشِّمَالِ
شہ رگ کے	جب	لے لیتے ہیں	دو لینے والے	سے	دائیں کے	اور	سے	بائیں کے

اُس کے قریب ہیں۔ ۱۶ جب دو لینے والے لیتے جاتے ہیں، اُن میں سے ایک دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب

قَعِيدٌ ﴿١٧﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾ وَجَاءَتْ

قَعِيدٌ ۝	مَا	يَلْفِظُ	مِنْ	قَوْلٍ	إِلَّا	لَدَيْهِ	رَقِيبٌ	عَتِيدٌ ۝	وَ	جَاءَتْ
بیٹھا ہوا	نہیں	بولتا	سے	کوئی بات	مگر	اس کے پاس	ایک نگہبان	تیار	اور	آ گئی

بیٹھا ہے۔ ۱۷ وہ جب بھی کوئی بات بولتا ہے، اُس کے پاس ایک نگہبان تیار موجود ہوتا ہے۔ ۱۸ اور یقیناً

سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ﴿١٩﴾ وَنُفِخَ فِي

سَكْرَةُ	الْمَوْتِ	بِالْحَقِّ	ذَٰلِكَ	مَا	كُنْتَ	مِنْهُ	تَحِيدُ ۝	وَ	نُفِخَ	فِي
مدہوشی	موت کی	برحق	یہ	وہ جو	تُو تھا	اس سے	بھاگتا رہا	اور	پھونکا جائیگا	بیچ

طور پر موت کی مدہوشی آ گئی، یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔ ۱۹ اور صور پھونک

اور مضبوط دکانیں کھڑی کرتے ہیں، اسی میں ان کی رہائش گاہیں بنی ہوئی ہیں اور اسی میں ان کا رزق اور معیشت ہے، سوال یہ ہے کہ اس زمین کو پانی کی سطح پر کس نے بچھایا اور پھیلایا؟ کس نے اسے ہلنے سے بچانے کے لیے اس کی سطح پر پہاڑوں کو گاڑا؟ کس نے اس میں طرح طرح کی چیزیں، پھول، پھل اور فصلیں اگائیں؟ جب بھی ان سوالات پر غور کیا جائے گا تو ایک ہی لفظ جواب میں آئے گا۔ اللہ ۸ اس آیت مبارکہ میں زمین و آسمان کے موجودہ نظام کی دو حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نظام بے مقصد پیدا نہیں کیا، لوگ اس نظام میں زندگی گزار رہے ہیں اور اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، لیکن اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان اس نظام پر غور و فکر کرے، اپنی بصیرت کو استعمال میں لائے اور اس کے خالق کی قدرت اور کاریگری کو سمجھے، تاکہ اس کے دل میں اس کی عزت اور عظمت واضح ہوجائے، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ انسان اس سے نصیحت حاصل کرنے کی کوشش کرے کہ جس ذات نے اتنا بڑا نظام بنایا اور چلایا، اس کے لیے انسان کو پیدا کرنا اور دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے؟ لیکن یہ کام وہی کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہو، جو اپنے کفر و شرک میں مگن ہو، وہ اس نظام عالم پر اگر غور کر بھی لے تو وہ ظاہر تک محدود رہتا ہے، اس کی گہرائی تک اس کی رسائی نہیں ہوتی، اور یوں وہ ہدایت سے محروم رہتا ہے۔ ۹ ۱۱ ان آیتوں میں زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار میں سے چند چیزوں کا نام لیکر انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے یہ وہ چیزیں ہیں جن سے دنیا بھر کے انسان فائدہ اٹھا رہے ہیں، سوال یہ ہے کہ پھلوں اور پھولوں سے لدے ہوئے باغات کون اگاتا ہے؟ لہلہاتی ہوئی فصلیں اور کٹنے کے بعد ان سے حاصل ہونے والا اناج اور غلہ کون اگاتا ہے؟ لمبی لمبی کھجوریں، نرم و ملائم گھنے خوشے کون اگاتا ہے؟ زمین کی اس پیداوار کو بندوں کا رزق کون بناتا ہے؟ کس نے ان چیزوں کو انسان کی خوراک اور اس کی معیشت کا پہیہ چلانے کا ذریعہ بنایا؟ اس تمام پیداوار کے لیے زمین کو سیراب کون کرتا ہے؟ اس کے لیے آسمان سے کون پانی برساتا ہے؟ کون زمین سے چشمے، کنوئیں اور نہریں جاری کرتا ہے؟ اس پانی کے ذریعے مردہ اور بنجر زمین کو زندگی کون دیتا ہے؟ کون اس بے آباد زمین کو آباد کرتا ہے؟ کیا جو اللہ بارش کا پانی برسا کر مردہ زمین کو زندہ کرسکتا ہے، وہ اپنی قدرت سے مُردوں کو ان کی قبروں سے نکال کر زندہ نہیں کرسکتا؟ ان تمام سوالات کا جواب قدرت کی انہی نشانیوں میں غور کرنے سے مل جاتا ہے کہ یہ سب کام اللہ کرتا ہے اور یقیناً وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی مکمل قدرت اور دسترس رکھتا ہے۔ ۱۲ ۱۴ ان آیتوں میں گزشتہ اقوام کی تکذیب رسل کا ذکر کیا گیا ہے، بہت سی اقوام نے اپنے پیغمبروں کے سامنے عناد و سرکشی اور تکذیب کا رویہ اختیار کیا، قوم نوح نے اپنے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی، ان کی دعوت کو مسترد کیا اور ان پر ایمان لانے سے انکار کر کے ان کی تعلیمات کا مذاق اڑایا، کنوئیں والوں نے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی، بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے، بعض نے اس کا مصداق ''اصحاب الاخدود'' کو قرار دیا ہے جن کا ذکر سورۃ البروج میں آیا ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک اس کا مصداق ''اصحاب القریہ'' ہیں جن کا ذکر سورہ یٰسٓ میں آیا ہے، اسی طرح قوم ثمود نے اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی، قوم عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب کی، قوم لوط نے حضرت لوط علیہ السلام پر ایمان لانے سے انکار کیا، اہل ایکہ نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی اور تبع کی قوم نے اپنے پیغمبر کی دعوت کو مسترد کیا، ان تمام اقوام کا ذکر پہلے بھی تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے، تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ اپنی تمام تر طاقت، مال و دولت

الصُّوْرِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ⑳ وَجَاۗءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَاۗىِٕقٌ

الصُّوْرِ	ذٰلِكَ	يَوْمُ	الْوَعِيْدِ ⑳	وَ	جَاۗءَتْ	كُلُّ	نَفْسٍ	مَّعَهَا	سَاۗىِٕقٌ
صور کے	وہ	دن	وعید کا	اور	آئے گا	ہر ایک	نفس	اس کے ساتھ	ایک دھکیلنے والا

دیا گیا، یہ وہی وعید کا دن ہے۔ ⑳ اور ہر شخص آجائے گا، اُس کے ساتھ ایک دھکیلنے والا اور ایک

وَّشَهِيْدٌ ㉑ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاۗءَكَ

وَ	شَهِيْدٌ ㉑	لَقَدْ	كُنْتَ	فِيْ	غَفْلَةٍ	مِّنْ	هٰذَا	فَكَشَفْنَا	عَنْكَ	غِطَاۗءَكَ
اور	ایک گواہ	البتہ یقیناً	تو رہا	بیچ	غفلت کے	سے	اس کے	سو ہم نے ہٹا دیا	تجھ سے	تیرا پردہ

گواہی دینے والا ہوگا۔ ㉑ یقیناً تُو اِس دن کے حوالے سے غفلت میں پڑا رہا، سو ہم نے تجھ سے پردہ ہٹا دیا،

فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ㉒ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ㉓ ۭ اَلْقِيَا

فَبَصَرُكَ	الْيَوْمَ	حَدِيْدٌ ㉒	وَ	قَالَ	قَرِيْنُهٗ	هٰذَا	مَا	لَدَيَّ	عَتِيْدٌ ㉓	اَلْقِيَا
سو بینائی تیری	آج کے دن	بہت تیز	اور	کہا	اس کے ہم نشین نے	یہ	وہ جو	میرے پاس	تیار	ڈال دو تم دونوں

اس لیے آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔ ㉒ اور اُس کا ہم نشین کہے گا کہ یہ جو کچھ میرے پاس موجود ہے، وہ تیار ہے۔ ㉓ تم دونوں ہر کفر کرنے والے،

فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ㉔ ۙ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِۨ ㉕ ۙ الَّذِيْ

فِيْ	جَهَنَّمَ	كُلَّ	كَفَّارٍ	عَنِيْدٍ ㉔	مَّنَّاعٍ	لِّلْخَيْرِ	مُعْتَدٍ	مُّرِيْبِۨ ㉕	الَّذِيْ
بیچ	جہنم کے	ہر ایک	کافر کو	عناد رکھنے والا	روکنے والا	نیکی سے	حد سے تجاوز کرنے والا	شک میں ڈالنے والا	جس نے

عناد رکھنے والے کو جہنم میں ڈال دو۔ ㉔ جو نیکی سے روکنے والا، حد سے تجاوز کرنے والا اور شک میں ڈالنے والا ہو۔ ㉕ جس نے

جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ㉖ قَالَ قَرِيْنُهٗ

جَعَلَ	مَعَ	اللّٰهِ	اِلٰهًا	اٰخَرَ	فَاَلْقِيٰهُ	فِيْ	الْعَذَابِ	الشَّدِيْدِ ㉖	قَالَ	قَرِيْنُهٗ
بنایا	ساتھ	اللہ کے	معبود	دوسرا	سو ڈال دو تم دونوں اسے	بیچ	عذاب کے	سخت	کہے گا	اس کا ہم نشین

اللہ کے ساتھ دوسرا معبود مقرر کیا، تم دونوں اُسے سخت عذاب میں ڈال دو۔ ㉖ اُس کا ہم نشین کہے گا

رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ㉗ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا

رَبَّنَا	مَآ	اَطْغَيْتُهٗ	وَلٰكِنْ	كَانَ	فِيْ	ضَلٰلٍ	بَعِيْدٍ ㉗	قَالَ	لَا	تَخْتَصِمُوْا
اے ہمارے پروردگار	نہیں	سرکشی میں ڈالا میں نے اسے	اور لیکن	تھا وہ	بیچ	گمراہی کے	دور کی	کہا اس نے	مت	جھگڑا کرو تم

کہ پروردگار! میں نے اسے سرکشی میں نہیں ڈالا تھا، لیکن یہ خود ہی دور کی گمراہی میں جا پڑا تھا۔ ㉗ اللہ فرمائے گا کہ میرے پاس جھگڑا

کی فراوانی، ہاتھ کی کاریگری، مختلف صنعتوں میں مہارت، بلند و بالا محلات، مضبوط اور مستحکم معیشت کے باوجود یہ لوگ اللہ کے عذاب سے بچ نہ سکے اور ان پر اللہ کا عذاب اتر کر رہا، کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب دراصل اللہ تعالیٰ کی تکذیب کے مترادف ہے۔ ⑮ اس آیت مبارکہ میں مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کا انکار کرنے والوں سے یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ کیا انسان کو پیدا کرنا اتنا مشکل اور تھکا دینے والا کام ہے کہ ہم ایک ہی مرتبہ انسان کو پیدا کر کے تھک گئے اور اب ہم یہ تھکا دینے والا کام دوبارہ نہیں کریں گے؟ کیا انسان کا معبود اس قدر عاجز ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ ایک کام کر کے تھک جائے اور دوبارہ اس کام سے عاجز آجائے؟ سوال یہ ہے کہ جو خود عاجز ہو اور کوئی کام کر کے تھک جائے، کیا وہ معبود بن سکتا ہے؟ کیا انسان کو اس کی عبادت کرنی چاہیے؟ کیا انسان کو اس کے سامنے اپنی پیشانی جھکانی چاہیے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر انسان کو اس بات میں دھوکہ کیوں ہو رہا ہے کہ اللہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر سکے گا یا نہیں؟ اسے اس التباس سے نکل جانا چاہیے اور یقین کر لینا چاہیے کہ جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے، وہی دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ ⑯ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ خالق ہے، دوسری یہ کہ وہ عالم ہے، تیسری یہ کہ وہ قریب ہے، اسی نے ساری مخلوق کو پیدا کیا اور وہی انسان کا بھی خالق ہے، اس کے علاوہ کوئی خالق نہیں ہے، یہ بات مشرکوں کو بھی تسلیم ہے، اس کا علم اس قدر کامل ہے کہ وہ انسان کے دل و دماغ میں آنے والے وساوس اور خیالات سے بھی خوب اچھی طرح واقف ہے، انسان کی سوچ اور اس کے خیالات تک رسائی اس کے والدین اور بیوی بچوں کو بھی نہیں ہوتی، اس کے پاس بیٹھا ہوا انسان یہ معلوم کرنے سے عاجز ہوتا ہے کہ وہ کیا سوچ رہا ہے اور اس کے خیالات میں کس وجہ سے تلاطم برپا ہے، لیکن اللہ اس سے بھی پوری طرح واقف ہے، تیسری صفت یہ کہ وہ انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، یعنی انسان کے اپنے جسم کا کوئی عضو اس کے اتنے قریب نہیں ہے جتنا قریب اللہ تعالیٰ ہے، اسے تلاش کرنے کے لیے پہاڑوں کی چوٹیاں سر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اسے غاروں کی کھوہ، سمندروں کی گہرائی، جنگلوں، بیابانوں اور صحراؤں میں دربدر کی ٹھوکریں کھانے کی ضرورت نہیں ہے، وہ انسان کے قریب ترین ہے، یہی وجہ ہے کہ جب اسے کوئی پکارتا ہے، وہ اس کی پکار کو فوراً سنتا اور قبول کرتا ہے، ایسے عظیم معبود کو چھوڑ کر غیروں کے پیچھے لگ جانا کہاں کی دانشمندی ہے؟ ⑰ اس آیت مبارکہ میں دائیں اور بائیں دو لینے والوں سے مراد وہ دو فرشتے ہیں جن میں سے ایک ہر انسان کے دائیں کندھے پر ہے اور دوسرا ہر انسان کے بائیں کندھے پر ہے، دائیں جانب والا فرشتہ اس کی نیکیاں لکھتا رہتا ہے، اور بائیں جانب والا فرشتہ اس کے گناہ لکھتا رہتا ہے ان دونوں فرشتوں کو "کراماً کاتبین" کہا جاتا ہے، ان کا تذکرہ سورۃ الانفطار میں بھی کیا گیا ہے، یہ فرشتے وہی لکھتے ہیں جو انسان کہتا یا کرتا ہے، اس میں جھوٹ یا خلاف حقیقت کوئی بات نہیں ہوتی، کیونکہ فرشتے جھوٹ نہیں بولتے، یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن جب ان فرشتوں کا لکھا ہوا نامہ اعمال انسان کے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ ان میں سے کسی چیز کا انکار نہیں کر سکے گا۔ ⑱ اس آیت مبارکہ میں انسان کی زبان سے نکلنے والے ہر لفظ پر پہرہ مقرر کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ انسان کو اپنی زبان سے سوچ سمجھ کر الفاظ نکالنے چاہئیں، اس کے ہر لفظ پر پہرہ ہے، ادھر وہ کوئی لفظ بولتا ہے، ادھر وہ لکھ لیا جاتا ہے اور اس پہرہ داری پر جو فرشتہ مقرر ہے، نہ وہ تھکتا ہے اور نہ اسے بھوک لگتی ہے، اس پہرہ داری کے علاوہ اس کی کوئی اور ذمہ داری بھی نہیں ہے، اسے رشوت دینا

لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿٢٨﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا

لَدَيَّ	وَ	قَدْ	قَدَّمْتُ	اِلَيْكُمْ	بِالْوَعِيْدِ ﴿٢٨﴾	مَا	يُبَدَّلُ	الْقَوْلُ	لَدَيَّ	وَ	مَآ	اَنَا
میرے پاس	اور	تحقیق	آگے بھیجا میں نے	تمہاری طرف	وعید کو	نہیں	بدلی جاتی	بات	میرے پاس	اور	نہیں	میں

مت کرو، اور میں تمہیں پہلے ہی عذاب کی وعید بھیج چکا تھا۔ ﴿٢٨﴾ میرے یہاں بات نہیں بدلتی، اور میں اپنے

بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٢٩﴾ ع يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ

بِظَلَّامٍ	لِّلْعَبِيْدِ ﴿٢٩﴾	يَوْمَ	نَقُوْلُ	لِجَهَنَّمَ	هَلِ	امْتَلَاْتِ	وَ	تَقُوْلُ	هَلْ	مِنْ
ظلم کرنے والا	بندوں پر	جس دن	ہم کہیں گے	جہنم سے	کیا	تُو بھر گئی	اور	کہے گی وہ	کیا	سے

بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔ ﴿٢٩﴾ جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کہ کیا تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی کہ کیا کچھ اور

مَّزِيْدٍ ﴿٣٠﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿٣١﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ

مَّزِيْدٍ ﴿٣٠﴾	وَاُزْلِفَتِ	الْجَنَّةُ	لِلْمُتَّقِيْنَ	غَيْرَ	بَعِيْدٍ ﴿٣١﴾	هٰذَا	مَا	تُوْعَدُوْنَ
اضافہ	اور قریب کردی جائے گی	جنت	متقیوں کیلئے	نہیں	دور	یہ	وہ جو	تم وعدہ کئے گئے

مزید بھی ہے؟ ﴿٣٠﴾ اور جنت متقیوں کے قریب کر دی جائے گی جو کہ دور نہ ہوگی۔ ﴿٣١﴾ یہ وہ چیز ہے جس کا ہر رجوع کرنے والے،

لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿٣٢﴾ ج مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ

لِكُلِّ	اَوَّابٍ	حَفِيْظٍ ﴿٣٢﴾	مَنْ	خَشِيَ	الرَّحْمٰنَ	بِالْغَيْبِ	وَ	جَآءَ	بِقَلْبٍ
ہر ایک	رجوع کرنے والے سے	یاد رکھنے والے	جو کوئی	ڈرے	رحمان سے	بن دیکھے	اور	لیکر آئے	دل

یاد رکھنے والے سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ﴿٣٢﴾ جو شخص رحمان سے بن دیکھے ڈرے اور رجوع کرنے والا دل

مُّنِيْبِ ﴿٣٣﴾ لا ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ط ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿٣٤﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ

مُّنِيْبِ ﴿٣٣﴾	ادْخُلُوْهَا	بِسَلٰمٍ	ذٰلِكَ	يَوْمُ	الْخُلُوْدِ ﴿٣٤﴾	لَهُمْ	مَا	يَشَآءُوْنَ
رجوع کرنے والا	داخل ہوجاؤ تم	سلامتی کے ساتھ	وہ	دن	ہمیشہ رہنے کا	ان کیلئے	وہ جو	وہ چاہیں گے

لیکر آئے۔ ﴿٣٣﴾ تم لوگ اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہی ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ ﴿٣٤﴾ وہاں اُن کیلئے وہ سب ہوگا جو وہ

فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿٣٥﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ

فِيْهَا	وَ	لَدَيْنَا	مَزِيْدٌ ﴿٣٥﴾	وَ	كَمْ	اَهْلَكْنَا	قَبْلَهُمْ	مِّنْ	قَرْنٍ	هُمْ	اَشَدُّ
اس میں	اور	ہمارے پاس	اضافہ	اور	کتنی ہی	ہلاک کردیں ہم نے	ان سے پہلے	سے	بستیاں	وہ	زیادہ سخت

چاہیں گے، اور ہمارے پاس "مزید" بھی ہے۔ ﴿٣٥﴾ اور ہم نے اُن سے پہلے کتنی ہی بستیاں ہلاک کر دیں جن کی گرفت اِن سے

ع ١٤/٢ ١٦

ممکن نہیں ہے اور اسے دھوکہ بھی نہیں دیا جاسکتا، گویا ایک ایسا ناقابل تسخیر نظام ہے جس میں ذرہ برابر بھی جھول نہیں ہے اور جس کے دائرے سے کوئی بھی انسان باہر نہیں ہے۔ ﴿١٩﴾ اس آیت مبارکہ میں موت کی مدہوشی اور نشے کا ذکر کیا گیا ہے، انسان ہمیشہ اس لمحے سے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے، وہ موت کے فرشتے کو دھوکہ دینا چاہتا ہے، وہ لمبی سے لمبی زندگی کا خواہش مند ہوتا ہے، اس کیلئے وہ خود کو جوان ثابت کرنے میں لگا رہتا ہے، وہ اپنے سفید بالوں کو سیاہ کرلیتا ہے، وہ طاقتور غذائیں کھا کر اور مختلف مشینوں کو استعمال کر کے اپنے آپ کو چاق و چوبند اور چست و چالاک ثابت کرتا ہے، وہ نانا دادا بن کر بھی خود کو پچیس سال کا نوجوان ثابت کرنے کے لیے طرح طرح کے پاپڑ بیلتا ہے، اس کے باوجود موت کا فرشتہ اپنے مقررہ وقت پر آجاتا ہے، اس پر موت کی غشی طاری ہوجاتی ہے، اس کے ہوش وحواس، اپنے اور بیگانے سب ساتھ چھوڑ جاتے ہیں اور کوئی بھی اسے مرنے سے نہیں بچاسکتا، موت کی غشی برحق ہے اور آج تک دنیا کا کوئی فرد اس کا انکار نہیں کرسکا، اللہ تعالیٰ کے وجود و توحید پر ایمان لانے کے لیے یہ معمولی دلیل نہیں ہے۔ ﴿٢٠﴾ اس آیت مبارکہ میں صور پھونکے جانے کے دن کو "یوم الوعید" قرار دیا گیا ہے، وعید کا اطلاق دھمکی اور ڈرانے کے معنی میں زیادہ تر ہوتا ہے، چونکہ قیامت کی ہولناکی سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی امتوں کو ڈرایا ہے، اس لیے اس دن کو "یوم الوعید" کہا جاتا ہے اور صور پھونکا جانا اس دن کی علامت ہے، صور دو مرتبہ پھونکا جائے گا، پہلی مرتبہ جب صور پھونکا جائے گا تو سارے عالم پر موت طاری ہوجائے گی اور اس نظام عالم کو لپیٹ دیا جائے گا، دوسری مرتبہ جب صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ زندہ ہوکر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ﴿٢١﴾ اس آیت مبارکہ میں میدان حشر میں حاضری کا ایک منظر بیان کیا گیا ہے کہ جب تمام لوگ زندہ ہوجائیں گے تو انہیں میدان حشر کی طرف چلا دیا جائے گا، اس وقت نہ کوئی بھاگ سکے گا اور نہ چھپنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو سکے گا، اس کی ایک وجہ تو یہ ہوگی کہ میدان حشر ایک ہموار میدان ہوگا جہاں کوئی آڑ یا ٹیلہ نہ ہوگا، دوسری وجہ یہ ہوگی کہ ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہوں گے جن میں سے ایک اسے پیچھے سے ہانک رہا ہوگا اور دوسرے کے ہاتھ میں اس کا نامۂ اعمال ہوگا جسے لیے ہوئے وہ اس کے آگے آگے چل رہا ہوگا، چونکہ فرشتوں کو دھوکہ دینا اور ان سے بچ نکلنا انسان کے بس میں نہیں ہے، اس لیے کوئی انسان بھی آگے پیچھے نہیں ہوسکے گا، یہیں سے یہ اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے کہ فرشتوں کی تعداد شمار کرنا کسی انسان کے بس میں نہیں ہے، کیونکہ صرف ان فرشتوں کی تعداد تمام انسانوں سے دوگنا زیادہ ہوگی جو انہیں میدان حشر میں ہانک کر لائیں گے، دیگر ذمہ داریوں پر مقرر فرشتے کس قدر زیادہ ہوں گے۔ واللہ اعلم ﴿٢٢﴾ اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن لوگوں کی نگاہوں سے غفلت کا پردہ ہٹ جانے کا ذکر کیا گیا ہے، جو لوگ نظر کی کمزوری کا شکار ہوں، وہ ہر فرض نماز کے بعد اس آیت کی تلاوت کا اہتمام کیا کریں، دنیا میں لوگ غفلت کی زندگی گزارتے رہتے ہیں، ان کی آنکھوں پر اتنے موٹے پردے آجاتے ہیں کہ انہیں آنکھوں کے سامنے حق نہیں دکھائی دیتا، یہ غفلت انہیں جانوروں سے بدتر بنا دیتی ہے، ان کی آنکھیں کھلی ہونے کے باوجود بند ہوتی ہیں، قیامت کے دن جب ان کی آنکھیں کھلیں گی اور ان کی روشنی تیز کی جائے گی تو انہیں ہر وہ چیز نظر آجائے گی جس کا وہ دنیا میں انکار کرتے رہے ہوں گے، اس وقت وہ ایمان لانا چاہیں گے لیکن اس وقت اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ ایمان وہی معتبر ہے جس پر ایمان بالغیب کی تعریف صادق آتی ہو۔ ﴿٢٣﴾ اس آیت مبارکہ میں ہر انسان کے "ہم نشین" کا ذکر کیا گیا ہے، اس ہم نشین سے مراد اگر فرشتہ ہو تو "ھذا" سے اشارہ

مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ۭ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ۝۳۶ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

ذٰلِكَ	فِيْ	اِنَّ	مَّحِيْصٍ ۝	مِنْ	هَلْ	الْبِلَادِ ۭ	فِي	فَنَقَّبُوْا	بَطْشًا	مِنْهُمْ
اس کے	بیچ	بیشک	بھاگنے کی کوئی جگہ	سے	کیا	شہروں کے	بیچ	سو چھان مارا انہوں نے	پکڑ میں	ان سے

زیادہ مضبوط تھی، سو اُنہوں نے شہر چھان مارے تھے، کیا بھاگنے کی کوئی جگہ ہے؟ [۳۶] بیشک اس میں

لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝۳۷ وَلَقَدْ

لَقَدْ	وَ	شَهِيْدٌ ۝	هُوَ	وَ	السَّمْعَ	اَلْقَى	اَوْ	قَلْبٌ	لَهٗ	كَانَ	لِمَنْ	لَذِكْرٰى
البتہ یقیناً	اور	حاضر ہو	وہ	اور	کان	لگائے وہ	یا	دل	اس کے لئے	ہو	اس کیلئے	البتہ نصیحت

اُس شخص کیلئے نصیحت ہے جس کے پاس دل ہو، یا وہ کان لگائے اور متوجہ ہو۔ [۳۷] اور یقیناً

خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا

مَسَّنَا	مَا	وَّ	اَيَّامٍ	سِتَّةِ	فِيْ	بَيْنَهُمَا	مَا	وَ	الْاَرْضَ	وَ	السَّمٰوٰتِ	خَلَقْنَا
چھوا ہمیں	نہیں	اور	دنوں کے	چھ	بیچ	ان دونوں کے درمیان	جو کچھ	اور	زمین کو	اور	آسمانوں کو	پیدا کیا ہم نے

ہم نے آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان کی چیزوں کو چھ دن میں پیدا کیا، اور ہمیں کسی تھکاوٹ نے

مِنْ لُّغُوْبٍ ۝۳۸ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ

قَبْلَ	رَبِّكَ	بِحَمْدِ	سَبِّحْ	وَ	يَقُوْلُوْنَ	مَا	عَلٰى	فَاصْبِرْ	لُّغُوْبٍ ۝	مِنْ
پہلے	اپنے رب کی	ساتھ تعریف کے	تسبیح کر تو	اور	وہ کہتے ہیں	اس کے جو	پر	سو صبر کر تو	تھکاوٹ کے	سے

نہیں چھوا۔ [۳۸] سو آپ اُن باتوں پر صبر کیجئے جو وہ کہہ رہے ہیں، اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے

طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝۳۹ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ

اَدْبَارَ	وَ	فَسَبِّحْهُ	الَّيْلِ	مِنَ	وَ	الْغُرُوْبِ ۝	قَبْلَ	وَ	الشَّمْسِ	طُلُوْعِ
بعد میں	اور	تسبیح کر اس کی	رات کو	سے	اور	غروب ہونے کے	پہلے	اور	سورج کے	طلوع ہونے

اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اُس کی تسبیح بیان کیجئے۔ [۳۹] اور رات کے ایک حصے میں بھی تسبیح کیجئے اور سجدے کے

السُّجُوْدِ ۝۴۰ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝۴۱ يَّوْمَ

يَوْمَ	قَرِيْبٍ ۝	مَّكَانٍ	مِنْ	الْمُنَادِ	يُنَادِ	يَوْمَ	وَاسْتَمِعْ	السُّجُوْدِ ۝
جس دن	قریب کی	جگہ کے	سے	ایک پکارنے والا	پکارے گا	اس دن	اور کان رکھ	سجدہ کرنے کے

بعد بھی۔ [۴۰] اور اُس دن پر کان رکھیے جب ایک پکارنے والا قریب کی جگہ سے پکارے گا۔ [۴۱] جس دن

نامہ اعمال کی جانب ہوگا اور آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ فرشتہ بارگاہ الٰہی میں عرض کرے گا کہ پروردگار! میں نے اس کا جو نامہ اعمال لکھا تھا وہ یہ حاضر اور تیار ہے، اور اگر اس ہم نشین سے مراد شیطان ہو تو "ھذا" سے اشارہ مجرم کی طرف ہوگا اور آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ شیطان بارگاہ الٰہی میں عرض کرے گا کہ پروردگار! یہ مجرم حاضر ہے، اسے اس کے جرم کے مطابق سزا دی جائے، پہلا معنی زیادہ راجح ہے۔ [۲۴] [۲۶] ان آیتوں میں دو فرشتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جن لوگوں میں حسب ذیل صفات پائی جائیں، ان سب کو جہنم میں پھینک دو، یہ دو فرشتے وہی ہیں جو ہر شخص کو میدان حشر میں لیکر آئیں گے اور ان سے بچ نکلنا کسی کے لیے ممکن نہ ہوگا اور جو لوگ جہنم کے مستحق ہوں گے ان کی صفات یہ ہیں (الف) ہر وہ شخص جو کافر ہو اور اللہ کی نعمتوں کا ناشکرا ہو (ب) ہر وہ شخص جو اللہ کے پیغمبروں اور ان کی تعلیمات سے عناد رکھنے والا ہو (ج) ہر وہ شخص جو نیکی کے کام نہ خود کرتا ہو اور نہ دوسروں کو کرنے دیتا ہو (د) ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنے والا ہو (ھ) ہر وہ شخص جو شکوک وشبہات کی وادی میں بھٹکتا رہتا ہو (و) ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں دوسروں کو شریک ٹھہراتا ہو، یہ لوگ سخت عذاب کے مستحق ہیں لہٰذا ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم دونوں ایسے ہر شخص کو جہنم میں پھینکتے چلے جاؤ۔ [۲۷] اس آیت مبارکہ میں "ہم نشین" سے مراد شیطان ہے، وہ میدان حشر میں بارگاہ رب العزت میں اپنی صفائی اس طرح پیش کرے گا کہ پروردگار! میں نے اس شخص کو سرکشی، کفر اور گمراہی پر مجبور نہیں کیا تھا، بلکہ یہ خود ہی کھلی گمراہی میں پڑا رہا، میں نے تو اسے صرف دعوت دی تھی اور یہ میری دعوت کو قبول کر کے آنکھیں بند کر کے اس کی طرف دوڑ پڑا، اس لیے سزا کا مستحق صرف یہی ہے، میں نہیں، گویا شیطان اپنے جرم کو ہلکا ثابت کرنے کی کوشش کرے گا اور انسان اپنے جرم کو ہلکا ثابت کرنے کے لیے شیطان کو قصور وار ٹھہرائے گا، اس طرح ان دونوں کے درمیان تکرار ہوگی، اس تکرار کا جواب اگلی آیت میں دیا گیا ہے۔ [۲۸] اس آیت مبارکہ میں انسان اور اس کے ہم نشین شیطان کی تکرار پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے کہ میری بارگاہ میں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تکرار اور جھگڑا مت کرو، یہ جھگڑنے اور تکرار کرنے کی جگہ اور وقت نہیں ہے، میں تمہیں دنیا میں ہی اپنے عذاب سے ڈرا چکا ہوں، اگر تم اس وعید سے ڈرے ہوتے تو آج تمہیں میرے سامنے اس جھگڑے اور تکرار کی ضرورت ہی پیش نہ آتی، لیکن چونکہ تم نے دنیا میں اس وعید سے نصیحت حاصل نہیں کی اس لیے آج اس جھگڑے اور تکرار سے کوئی فائدہ نہیں۔ [۲۹] اس آیت مبارکہ میں دو باتیں فرمائی گئی ہیں، پہلی یہ کہ ہمارے یہاں بات تبدیل نہیں ہوتی، ہم جو فیصلہ کر لیتے ہیں وہ بالکل درست اور انصاف پر مبنی ہوتا ہے، اس لیے اسے تبدیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، ہمارے یہاں ایسا نہیں ہوتا کہ صبح ایک بات کریں اور شام کو دوسری بات کریں، جب ہم اپنا فیصلہ خود ہی تبدیل نہیں کرتے تو کسی دوسرے میں اتنی جرأت کہاں کہ ہمارا فیصلہ تبدیل کر سکے، دوسری بات یہ کہ ہم اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتے، وہ دنیا میں ہوں یا آخرت میں، کیونکہ اگر ہم ان پر معمولی سا ظلم بھی کریں تو ہماری طرف نسبت کر کے وہ بہت بڑا ظلم کہلائے گا، اسی لیے "ظلام" مبالغہ کا صیغہ لیکر آئے ہیں، آیت کا مطلب یہ ہوا کہ تم لوگوں کو آپس میں جھگڑنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا کیونکہ میں جو فیصلہ کر چکا ہوں، اسی پر عمل درآمد ہوگا، اسے تبدیل کرنا ممکن نہیں ہے، البتہ یہ میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ میں کسی پر ظلم نہیں کروں گا، لہٰذا تمہارے ساتھ بھی انصاف ہوگا۔ [۳۰] اس آیت مبارکہ میں جہنم کو بھرنے کا ذکر کیا گیا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو پیدا فرمایا تو ان دونوں سے وعدہ کیا کہ میں تم دونوں کو ضرور

يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ط ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝۴۲ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ

يَسْمَعُوْنَ	الصَّيْحَةَ	بِالْحَقِّ ط	ذٰلِكَ	يَوْمُ	الْخُرُوْجِ ۝	اِنَّا	نَحْنُ	نُحْيٖ
سنیں گے وہ	چنگھاڑ	برحق	وہ	دن	نکلنے کا	بیشک ہم	ہم ہی	زندہ کرتے ہیں

وہ یقینی طور پر ایک چنگھاڑ سنیں گے، وہی نکلنے کا دن ہوگا۔ ۴۲ ہم ہی زندگی اور موت

وَ نُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۝۴۳ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ط

وَ	نُمِيْتُ	وَ	اِلَيْنَا	الْمَصِيْرُ ۝	يَوْمَ	تَشَقَّقُ	الْاَرْضُ	عَنْهُمْ	سِرَاعًا ط
اور	موت دیں گے	اور	ہماری طرف	لوٹ کر آنا	جس دن	پھٹ جائے گی	زمین	ان سے	دوڑتے ہوئے

دیتے ہیں، اور ہماری طرف ہی سب کو لوٹ کر آنا ہے۔ ۴۳ جس دن زمین پھٹ کر وہ سب دوڑتے ہوئے نکلیں گے،

ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ۝۴۴ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ

ذٰلِكَ	حَشْرٌ	عَلَيْنَا	يَسِيْرٌ ۝	نَحْنُ	اَعْلَمُ	بِمَا	يَقُوْلُوْنَ	وَ	مَآ	اَنْتَ
وہ	جمع کرنا	ہم پر	آسان	ہم	زیادہ جانتے ہیں	اسے جو	وہ کہتے ہیں	اور	نہیں	تو

یہ جمع کرنا ہمارے لیے آسان ہے۔ ۴۴ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں، ہم اُسے خوب جانتے ہیں، اور آپ اُن پر

عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ قف فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝۴۵ ع

عَلَيْهِمْ	بِجَبَّارٍ قف	فَذَكِّرْ	بِالْقُرْاٰنِ	مَنْ	يَّخَافُ	وَعِيْدِ ۝
ان پر	زبردستی کرنے والا	سو نصیحت کرو	قرآن سے	جو	ڈرتا ہو	میری وعید سے

زبردستی کرنے والے نہیں ہیں، سو آپ اُس شخص کو قرآن سے نصیحت کر دیجیے جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔ ۴۵

ع ۳ ۱۶ ۱۷

بھر دوں گا، تم میں سے کسی کا پیٹ خالی نہیں رہے گا، البتہ جہنم میرے عذاب کی جگہ ہے، لہٰذا میں اپنے بندوں میں سے جسے سزا دینا چاہوں گا، اسے جہنم میں داخل کردوں گا اور جنت میری رحمت کی جگہ ہے، لہٰذا میں اپنے بندوں میں سے جس پر رحم کرنا چاہوں گا، اسے جنت میں داخل کردوں گا، اس وعدے کی تکمیل کا دن "قیامت" ہے چنانچہ عذاب کے مستحق تمام لوگ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے، خواہ وہ شیاطین اور جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے، اس کے باوجود اس کا پیٹ نہیں بھرے گا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ تیرا پیٹ بھر گیا اور میں نے تجھ سے جو وعدہ کیا تھا، وہ پورا ہوگیا یا نہیں؟ جہنم کہے گی کہ پروردگار! کوئی اور بھی ہے تو بھیج دے، ابھی مجھ میں بہت گنجائش موجود ہے، چونکہ اللہ کے عدل سے بعید ہے کہ کسی بے گناہ کو جہنم میں ڈال دے اس لیے اللہ تعالیٰ جہنم کا پیٹ اس طرح بھرے گا کہ اس میں اپنی شان کے مطابق اپنا پاؤں رکھ دے گا، اس پر جہنم کہے گی بس، بس، بس اب میں بھر گئی۔ ۳۱ اس آیت مبارکہ میں جنت کو متقیوں کے قریب کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ اسلوب بیان اپنے اندر نہایت کشش اور دلچسپی رکھتا ہے، کیونکہ یہاں یہ نہیں فرمایا گیا کہ اہل تقویٰ کو جنت کے قریب کر دیا جائے گا اور انہیں جہنم سے دور کر دیا جائے گا، بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ جنت کو ان کے قریب کر دیا جائے گا، وہ انہیں زیادہ دور معلوم نہ ہوگی، جب مسافر کو اپنے شہر کے آثار قریب نظر آنے لگیں تو اس کی خوشی کئی گنا بڑھ جاتی ہے اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے، اس کی رفتار خود بخود بڑھ جاتی ہے، اپنے پیاروں سے ملنے کا اشتیاق بڑھ جاتا ہے، پھر جنت تو جنت ہے، جہاں اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت ہے، اس کی رضامندی ہے، اس کا دیدار ہے اور وہ لاتعداد نعمتیں ہیں جو اس نے اپنے بندوں کے لیے تیار کر رکھی ہیں، اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق جنت کو بھی اپنے نیک بندوں سے بھر دے گا، اس کے باوجود جنت میں بھی خالی جگہ بچ جائے گی، سو اسے بھرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا کرکے اسے اپنے فضل سے جنت میں داخل فرما دے گا۔ ۳۲ ۳۵ ان آیتوں میں ان لوگوں کی صفات بیان کی گئی ہیں جنہیں جنت میں داخل کیا جائے گا اور انہیں اللہ تعالیٰ کا وعدہ یاد دلایا جائے گا کہ دنیا میں تم لوگوں سے جس جنت کا وعدہ کیا جاتا تھا، وہ یہی ہے اب اس میں امن و سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہاں کوئی بے امنی اور بے چینی نہیں، یہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہوگا، کسی کی جرأت نہیں کہ تمہیں یہاں سے نکال سکے، تمہاری ہر خواہش یہاں پوری ہوگی اور ہمارے پاس تمہاری خواہشات اور خیالات سے بڑھ کر بہت کچھ ہے جو ہم تمہیں محض اپنے فضل سے عطا فرمائیں گے، لیکن ان تمام نعمتوں کے مستحق وہی لوگ ہوں گے جن میں حسب ذیل صفات پائی جائیں گی۔ (الف) اللہ تعالیٰ کی طرف ہر معاملے میں رجوع کرنا، یعنی کوئی بھی کام کرنے سے پہلے یہ سوچنا کہ یہ کام حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہے یا اس کے خلاف، اگر مرضی کے مطابق ہو تو اسے اختیار کرلینا، ورنہ اسے چھوڑ دینا، ذکر اللہ، توبہ و استغفار اور تسبیح و تحمید کا اہتمام کرنا بھی اسی میں شامل ہے۔ (ب) حفیظ ہونا، اس کا لفظی معنی حفاظت کرنے والا ہونا ہے، یہاں دو معنی مراد ہو سکتے ہیں، پہلا یہ کہ اپنے نفس کو گناہوں سے محفوظ رکھنا، دوسرا یہ کہ اللہ کے حقوق اور اس کی نعمتوں کی حفاظت کرنا اور انہیں یاد رکھنا، پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اہل جنت دنیا کی زندگی میں اپنے نفس کو سرکشی سے روکتے ہیں اور اسے گناہوں میں ملوث ہونے سے روکنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں اور دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ وہ حقوق اللہ کو فراموش نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں اور اس پر اس کے شکر گزار ہوتے ہیں۔ (ج) رحمان سے بن دیکھے ڈرنا یعنی خشیت الٰہی کے جذبات سے لبریز ہونا، اس لیے کہ ایمانیات میں ایمان بالغیب ہی معتبر ہے، ورنہ دیکھ کر تو سب ہی ایمان لے آئیں گے، یہاں یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ خشیت کے لیے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات میں سے صفت رحمان کا انتخاب کیا گیا ہے، ورنہ یہ بھی فرما سکتے تھے کہ جو "قہار" سے ڈرے، جو "غالب" سے ڈرے، جو "منتقم" سے ڈرے، اس میں دراصل اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جس ذات سے ڈرنے کی تعریف کی جارہی ہے، وہ نہایت مہربان ہے، اس لیے اس سے ڈرنا سانپ اور شیر سے خوفزدہ ہونے کی طرح نہیں ہے، بلکہ اس سے ڈرنا تعظیم اور محبت کی وجہ سے ہے کہ اس کی تعظیم اور محبت کے خلاف کوئی کام نہ ہو جائے۔ (د) اس کا دل "قلب منیب" کی تعریف پر پورا اترتا ہو، اس کا لفظی معنی رجوع کرنے والا دل ہے، بعض مفسرین نے اس سے "قلب سلیم" مراد لیا ہے یعنی ایسا دل جو کفر و شرک اور گناہوں کی گندگی سے پاک صاف ہو، ظاہر ہے کہ ایسا دل ہی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے، توبہ کرتا ہے، اس کی محبت حاصل کرنے کی فکر کرتا ہے اس کی یاد میں تڑپتا ہے اور ہمیشہ اسی کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ ۳۶ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ اقوام کی تباہی اور بربادی کا حال ذکر کیا گیا ہے، دراصل اہل مکہ کو اپنے مال و دولت اور کاروبار کی وسعت پر بڑا ناز تھا، جس کے دھوکے میں مبتلا ہو کر وہ ایمان کی سعادت سے محروم ہو رہے تھے، انہیں بتایا گیا ہے کہ ان سے پہلے بھی بہت سی اقوام گزر چکی ہیں، وہ لوگ طاقت اور بہادری میں اہل مکہ سے کہیں بڑھ کر تھے، دنیا کے مختلف ممالک میں وہ تجارتی سفر کیا کرتے تھے، انہوں نے ہر شہر چھان مارا تھا، کاروبار کی وسعت نے ان کے مال و دولت کے ذخائر بھی بڑھا دیئے تھے، لیکن جب ان کے کفر و شرک اور ان کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے ان پر ہلاکت اور تباہی آئی اور اس سے بچنے کے لیے وہ پناہ گاہ کی تلاش میں بھاگے پھرے تو انہیں کہیں بھی پناہ نہ ملی، کیا اہل مکہ کو پناہ گاہ مل جائے گی، کیا وہ ان سے زیادہ طاقتور ہیں؟ کیا ان کے تجارتی سفر اور کاروبار کی وسعت گزشتہ اقوام سے زیادہ ہے؟ کیا ان کا مال و دولت پہلے لوگوں سے زیادہ ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر یہ لوگ کس خوش فہمی میں مبتلا ہیں؟ ۳۷ اس آیت مبارکہ میں نصیحت حاصل کرنے، بات کو سمجھنے اور سبق کو یاد کرنے کے مختلف درجے بیان کیے گئے ہیں، پہلا درجہ قلبی توجہ کا ہے، یعنی انسان دل سے کسی چیز کی طرف متوجہ ہو، کیونکہ اگر انسان کا دل کسی دوسری چیز میں اٹکا ہوا ہو تو اسے کسی نصیحت کا فائدہ نہیں ہوتا، نہ اسے کسی بات کی سمجھ آتی ہے اور نہ اسے سبق یاد ہوتا ہے، اگر چہ اسے سمجھانے اور پڑھانے والا شخص ارسطو اور افلاطون ہی ہو، بعض لوگوں کی قوت حافظہ بہت اچھی ہوتی ہے اس لیے وہ پہلے درجے میں ہی بات کو سمجھ لیتے اور سبق یاد کرلیتے ہیں، کچھ لوگوں کی قوت

اٰیَاتُھَا ۶۰ | سُوْرَۃُ الذّٰرِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ (۵۱) (۶۷) | رُکُوْعَاتُھَا ۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

وَالذّٰرِیٰتِ ذَرۡوًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡحٰمِلٰتِ وِقۡرًا ۙ﴿۲﴾ فَالۡجٰرِیٰتِ یُسۡرًا ۙ﴿۳﴾

وَالذّٰرِیٰتِ	ذَرۡوًا ۙ﴿۱﴾	فَالۡحٰمِلٰتِ	وِقۡرًا ۙ﴿۲﴾	فَالۡجٰرِیٰتِ	یُسۡرًا ۙ﴿۳﴾
قسم بکھیرنے والی ہواؤں کی	اڑا کر	پھر اٹھانے والیوں کی	بوجھ کو	پھر چلنے والیوں کی	نرم ہو کر

مجھے قسم ہے بکھیرنے والی ہواؤں کی۔ [۱] پھر قسم ہے بوجھ اٹھانے والی ہواؤں کی۔ [۲] پھر قسم ہے نرمی سے چلنے والی ہواؤں کی۔ [۳]

حافظہ ان کی نسبت کمزور ہوتی ہے، ایسے لوگوں کو اپنے کانوں سے بھی مدد لینی چاہیے یعنی بار بار اس بات کو سننا چاہیے کیونکہ عربی کا مقولہ ہے'' اذا تکرر الکلام علی السمع تقرر فی القلب'' یعنی جب کوئی بات کانوں پر بار بار دہرائی جائے تو وہ دل میں پختہ ہو جاتی ہے، علاوہ ازیں اس کے لیے انسان کا حاضر باش ہونا بھی ضروری ہے، چنانچہ جو طالب علم زیادہ غیر حاضر رہتا ہو، ذہین ہونے کے باوجود وہ پیچھے رہ جاتا ہے اور جو طالب علم حاضر باش ہو، کند ذہن ہونے کے باوجود بھی وہ آگے بڑھ جاتا ہے، اقوام عالم کے واقعات سے عبرت حاصل کرنے کے لیے بھی انسان کو قلبی توجہ کی ضرورت ہے، بار بار ان واقعات کو سننا چاہیے اور حاضر دماغی سے ان واقعات کے ذریعے عبرت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ [۳۸] اس آیت مبارکہ میں زمین وآسمان کی تخلیق کے حوالے سے دو باتیں فرمائی گئی ہیں، پہلی یہ کہ ہم نے ساتوں آسمان، ساتوں زمینیں اور ان کے درمیان تمام چیزیں صرف چھ دن میں پیدا کی ہیں، اس سے تم ہماری قدرت کا اندازہ لگالو، اس موضوع پر سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۴ کا حاشیہ ملاحظہ کیا جائے، دوسری بات یہ کہ زمین وآسمان کی تخلیق اور اس کا مکمل نظام مرتب کرنے میں ہمیں کسی قسم کی معمولی سی تھکاوٹ کا احساس بھی نہیں ہوا، کیونکہ جو تھک جائے وہ عاجز ہوتا ہے اور جو عاجز ہو، وہ معبود نہیں ہو سکتا، اس سے اندازہ لگالو کہ جو رب زمین وآسمان کو پیدا کر کے تھکاوٹ کا شکار نہیں ہوا، کیا وہ انسان کو پیدا کر کے تھک جائے گا؟ اور کیا جو رب پیدا کرنے سے نہیں تھکا، وہ فنا کر دینے سے تھک جائے گا اور کیا جو رب پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے نہیں تھکا، وہ دوسری مرتبہ پیدا کر کے تھک جائے گا؟ [۳۹] اس آیت مبارکہ میں دو حکم دیئے گئے ہیں، چونکہ اس کے سب سے پہلے مخاطب رسول اکرم ﷺ ہیں، اس لیے یہ حکم پہلے انہی کو دیئے گئے ہیں، ان کے بعد ہر داعی اور مبلغ ان حکموں کا پابند ہے، پہلا یہ کہ لوگوں کی تکلیف دہ باتوں پر صبر سے کام لیں، وہ جو مرضی کہتے رہیں، آپ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں، کیونکہ جاہلوں کا علاج یہی ہے'' آنست جوابش کہ جوابش نہ دہی'' ان کا جواب یہی ہے کہ انہیں جواب ہی نہ دیا جائے، دوسرا حکم یہ کہ طلوع وغروب آفتاب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کا اہتمام کیا کریں، بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد نماز فجر اور نماز عصر ہے کیونکہ نماز فجر طلوع آفتاب سے پہلے اور نماز عصر غروب آفتاب سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے تسبیح وتحمید ہی مراد ہو، کیونکہ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد نوافل مشروع نہیں ہیں، اس لیے ان دونوں وقفوں میں تسبیحات کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، یہ وقت دعاؤں کی قبولیت اور فرشتوں کی باریاں اور ذمہ داریاں تبدیل ہونے کے لیے مقرر ہیں۔ [۴۰] اس آیت مبارکہ میں مزید دو وقت تسبیح وتحمید کے لیے متعین کیے گئے ہیں، پہلا وقت رات کا ہے، یہ وقت نہایت بابرکت اور سوز دل کے لیے پرتاثیر ہوتا ہے، راز ونیاز کی باتوں کیلئے اہل دل اور اہل محبت اسی وقت کا اہتمام اور انتظار کرتے ہیں، پھر جب انہیں رات کی تنہائی اور محبوب سے ہم کلامی کی لذت میسر ہوتی ہے تو وہ دنیا ومافیہا سے بے خبر ہو جاتے ہیں اور زبان حال سے کہتے ہیں کہ اگر دنیا کے بادشاہوں کو اس لذت کی خبر مل جائے تو وہ تلواریں لیکر ہم سے لڑنے آجائیں اور دوسرا وقت سجدے کے بعد یعنی نماز کے بعد ہے، مطلب یہ کہ فرض نمازوں کے بعد تسبیحات کا اہتمام کیا جائے، جن میں تسبیحات فاطمی بھی شامل ہیں اور دیگر تسبیحات بھی، اسی طرح اس سے مراد فرض نمازوں کے بعد پڑھے جانے والے نوافل بھی ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم [۴۱] اس آیت مبارکہ میں قیامت کے احوال توجہ سے سننے کی تاکید کی گئی ہے، اس دن ایک پکارنے والا قریب کی جگہ سے پکارے گا، ہر ایک کے کان میں اس کی آواز پہنچے گی، وہ آواز نہایت ہولناک ہوگی، کیونکہ وہ صور پھونکے جانے کی آواز ہوگی اور صور پھونکنے والا فرشتہ اسرافیل ہے، لہٰذا یہاں پکارنے والے سے مراد وہی ہے جبکہ قریب کی جگہ سے مراد صخرۂ بیت المقدس ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ جگہ آسمان کے قریب تر ہے، یہ توجیہ اس وقت راجح ہوگی جب ملک شام کا میدان حشر بننا یقینی ہو، لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ جس شخص کے کان میں بھی صور پھونکے جانے کی آواز پہنچے گی، اسے یوں محسوس ہوگا کہ یہ آواز اسے کہیں قریب سے آرہی ہو۔ واللہ اعلم [۴۲] اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن کو'' یوم الخروج'' یعنی نکلنے کا دن قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اس دن تمام اولاد آدم اپنی اپنی قبروں سے نکل پڑے گی، لوگ صرف ایک چنگھاڑ کی آواز سنیں گے اور اپنی مٹی جھاڑ کر کھڑے ہو جائیں گے، یہ دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے کا وقت ہوگا، صور پھونکا جانا برحق ہے، تمام اولاد آدم کا اس کی آواز سننا برحق ہے، اس آواز پر قبروں سے نکل پڑنا برحق ہے اور اس دن کا آنا بھی برحق ہے۔ [۴۳] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات صیغۂ متکلم کے ساتھ بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ ساری مخلوق کی زندگی ہمارے ہاتھ میں ہے، چنانچہ جسے ہم چاہتے ہیں، زندہ کر دیتے ہیں اور جسے ہم چاہتے ہیں زندہ رہنے دیتے ہیں، کسی کی مجال نہیں کہ اسے وجود میں آنے سے روک سکے یا اسے زندہ رہنے سے روک سکے، دوسری یہ کہ ساری مخلوق کی موت ہمارے ہاتھ میں ہے، چنانچہ جسے ہم چاہتے ہیں، موت دیدیتے ہیں، دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت اسے مرنے سے نہیں بچا سکتی، تیسری یہ کہ ساری مخلوق کو بالآخر ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے، کسی کو اس سے استثناء حاصل نہیں ہے، کسی کو بھاگنے یا چھپنے کی جگہ نہیں ملے گی اور ہر شخص کو ہمارے سامنے پیش کیا جائے گا۔ [۴۴] اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن زمین پھٹنے کا ذکر کیا گیا ہے، اس دن ایک سخت بھونچال اور زلزلہ آئے گا، زمین پھٹ جائے گی، مردے اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے، ہر شخص دوڑ رہا ہوگا، کسی کو کسی کی پرواہ نہ ہوگی، ہر شخص کی زبان پر نفسی نفسی کی تکرار ہوگی، کوئی شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا اور سب سے پہلے ہمارے آقا ومولیٰ جناب محمد رسول اللہ ﷺ اپنے روضہ مبارکہ سے باہر تشریف لائیں گے پھر سب لوگ نکلنا اور میدان حشر میں جمع ہونا شروع ہو جائیں گے، اللہ کے لیے ایسا کرنا بہت آسان ہے، اس کے لیے اپنے بندوں کو اپنے پاس جمع کرنے کے انتظامات کرنا کچھ مشکل نہیں ہے، اس موقع پر دل یہ گواہی دیتا ہے کہ جن دو رفیقوں کو زمین سے اوپر بھی نبی ﷺ کی رفاقت حاصل رہی اور زمین کے اندر بھی رفاقت نصیب ہوئی، انہیں زمین سے نکلتے وقت بھی رفاقت ضرور نصیب ہوگی اور سرور کونین ﷺ انہیں اکیلا چھوڑ کر خود آگے تشریف نہیں لے جائیں گے، وہ دونوں رفیق میدان حشر میں بھی شرف رفاقت سے فیض یاب ہوں گے۔ [۴۵] اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو'' تذکیر بالقرآن'' کی تاکید کی گئی ہے کہ آپ مشرکوں اور منکروں کی نامناسب اور ناپسندیدہ باتوں پر دل گرفتہ نہ ہوا کریں، ان کی زبان سے نکلنے والے ہر لفظ اور دل میں آنے والے ہر خیال سے ہم بہت اچھی طرح واقف ہیں، لہٰذا مناسب موقع پر ہم ان کی گرفت بھی کریں گے، آپ انہیں زبردستی کوئی بات ماننے پر مجبور نہ کریں، کیونکہ یہ آپ کی ذمہ داری بھی نہیں ہے اور آپ کے شایان شان بھی نہیں، آپ کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ قرآن کریم کا پیغام نصیحت لوگوں کو سناتے رہیں، اور تذکیر بالقرآن کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں جن لوگوں کے دلوں میں میرے عذاب کا خوف اور اندیشہ پایا جاتا ہے، وہ ضرور اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور آپ کی نصیحت پر ضرور کاربند ہوں گے۔ الحمد للہ! ۱۱ ستمبر ۲۰۱۹ء بروز بدھ ۱۱ محرم الحرام ۱۴۴۱ھ

سورۃ الذاریات

سورۂ ذاریات مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۱۲۸۷، کلمات ۳۶۰، آیات ۶۰ اور رکوعات ۳ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی'' الذاریات'' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ الذاریات رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنی بکھیرنا ہوتا ہے، یہاں مراد بکھیرنے والی ہوائیں ہیں، جن کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے، اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اعمال کی جزا اور سزا یقینی ہے اور وہ دن بھی برحق ہے جب سزا اور جزا کا قانون نافذ ہوگا، مشرکین آج تو پوچھ رہے ہیں کہ وہ دن کب آئیگا لیکن جب وہ دن آئیگا تو ان کیلئے خوشی کا پیغام لیکر نہیں آئیگا، البتہ تہجد گزار اور مال کے حقوق ادا کرنے والے لوگ مزے میں ہوں گے، اسکے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا تذکرہ کر کے حضرت لوط، موسیٰ، ہود اور صالح علیہم السلام کا ذکر خیر کیا گیا ہے اور یہ کہ ان حضرات کی قوموں کو ان کی نافرمانی اور سرکشی کی سزا دنیا میں بھی دی گئی، آخرت میں اس کے علاوہ ہوگی، آخر میں حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دے کر جن وانس کی تخلیق کا مقصد بیان کیا گیا ہے کہ اگرچہ فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی تسبیح وتحمید بیان کرتے ہیں لیکن اس لیے کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کا مادہ رکھا ہی نہیں ہے، جن وانسان میں فرمانبرداری اور نافرمانی دونوں کے جذبات رکھے گئے ہیں، جب وہ اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اس کی عبادت واطاعت کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو اپنے مقصد تخلیق کی تکمیل کر دیتے ہیں، ورنہ اس کی نفی کر دیتے ہیں۔

فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ④ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ⑤ وَّ اِنَّ الدِّيْنَ

فَالْمُقَسِّمٰتِ	اَمْرًا ④	اِنَّمَا	تُوْعَدُوْنَ	لَصَادِقٌ ⑤	وَّ	اِنَّ	الدِّيْنَ
پھر تقسیم کرنے والیوں کی	حکم کو	وہ تو صرف	تم وعدہ کئے گئے	البتہ سچا	اور	بیشک	انصاف

پھر قسم ہے حکم کے مطابق تقسیم کرنے والی ہواؤں کی۔ ④ تم سے جو وعدہ کیا گیا ہے، یقیناً وہ سچا ہے۔ ⑤ اور بیشک انصاف

لَوَاقِعٌ ⑥ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ⑦ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ⑧

لَوَاقِعٌ ⑥	وَالسَّمَآءِ	ذَاتِ الْحُبُكِ ⑦	اِنَّكُمْ	لَفِيْ	قَوْلٍ	مُّخْتَلِفٍ ⑧
البتہ ہونے والا	قسم آسمان کی	جالی دار	بیشک تم	البتہ بیچ	ایک بات کے	اختلافی

ہو کر رہے گا۔ ⑥ اور قسم ہے جالی دار آسمان کی۔ ⑦ بیشک تم ایک اختلافی بات میں پڑ رہے ہو۔ ⑧

يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ⑨ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ⑩ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ

يُّؤْفَكُ	عَنْهُ	مَنْ	اُفِكَ ⑨	قُتِلَ	الْخَرّٰصُوْنَ ⑩	الَّذِيْنَ	هُمْ	فِيْ
پھیرا گیا	اس سے	جو	پھیرا گیا	مارے پڑے	اندازے لگانے والوں پر	وہ لوگ	وہی	بیچ

اس سے وہی پھرے گا جو بہک گیا ہو۔ ⑨ اندازے کرنے والوں پر اللہ کی مار ہو۔ ⑩ جو غفلت میں

غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ⑪ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ⑫ يَوْمَ هُمْ عَلَى

غَمْرَةٍ	سَاهُوْنَ ⑪	يَسْـَٔلُوْنَ	اَيَّانَ	يَوْمُ	الدِّيْنِ ⑫	يَوْمَ	هُمْ	عَلَى
مدہوشی کے	بھولنے والے	وہ پوچھتے ہیں	کب ہوگا	دن	بدلے کا	جس دن	وہ	پر

پڑے بھول رہے ہیں۔ ⑪ پوچھتے ہیں کہ بدلے کا دن کب آئے گا؟ ⑫ جس دن انہیں آگ پر

النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ⑬ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ

النَّارِ	يُفْتَنُوْنَ ⑬	ذُوْقُوْا	فِتْنَتَكُمْ	هٰذَا	الَّذِيْ	كُنْتُمْ	بِهٖ
آگ کے	الٹے سیدھے کئے جائیں گے	چکھو تم	اپنی شرارت	یہ	وہی جو	تم تھے	اس کو

الٹا سیدھا کیا جائے گا۔ ⑬ اپنی شرارت کا مزہ چکھو، یہ وہی چیز ہے جسے تم جلدی

تَسْتَعْجِلُوْنَ ⑭ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ⑮ اٰخِذِيْنَ

تَسْتَعْجِلُوْنَ ⑭	اِنَّ	الْمُتَّقِيْنَ	فِيْ	جَنّٰتٍ	وَّ	عُيُوْنٍ ⑮	اٰخِذِيْنَ
جلدی طلب کرتے	بیشک	پرہیز گار لوگ	بیچ	باغات کے	اور	چشموں کے	لینے والے

طلب کرتے تھے۔ ⑭ بیشک متقی باغات اور چشموں میں ہوں گے۔ ⑮ انہیں اُن کا رب جو کچھ

[۱] [۴] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے چار قسمیں کھائی ہیں، بعض مفسرین کے نزدیک اس سے چار مختلف چیزیں مراد ہیں، جبکہ بعض مفسرین کے نزدیک یہ ایک ہی چیز کی چار مختلف صفات ہیں، اکثر مترجمین اور مفسرین نے اسی دوسرے قول کو ترجیح دی ہے، چنانچہ ترجمے میں اسی قول کا اعتبار کر کے ان تمام قسموں کا تعلق ہواؤں کی مختلف صورتوں سے جوڑا گیا ہے، اس کی ترتیب یہ ہے کہ بارش برسنے سے پہلے جب تیز ہوا چلتی ہے تو وہ گرد و غبار کو اڑاتی ہے اور مختلف چیزوں کو بکھیر دیتی ہے، پہلی آیت میں اس کی قسم کھائی گئی ہے، یہی ہوا بھاری بھرکم بادلوں کو اٹھائے پھرتی ہے اور ان کا رخ ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف پھیر دیتی ہے، دوسری آیت میں اس کی قسم کھائی گئی ہے، یہی ہوا بارش برسنے کے وقت نرم ہو جاتی ہے، اس کے جھکڑ ہلکے ہو جاتے ہیں اور اس کی تیزی میں کمی آ جاتی ہے، تیسری آیت میں اس کی قسم کھائی گئی ہے، پھر یہی ہوا بارش کا پانی اللہ کے حکم کے مطابق تقسیم کرتی ہے، چنانچہ جہاں جس بادل کو برسنے کا حکم ہوتا ہے، ہوا اسے وہاں ٹھہرنے دیتی ہے ورنہ اسے وہاں سے اڑا کر دوسری جگہ پہنچا دیتی ہے، جیسا کہ اکثر اس کا مشاہدہ ہوتا ہے، چوتھی آیت میں اس کی قسم کھائی گئی ہے، جبکہ بعض مفسرین نے صرف پہلی قسم کا تعلق ہواؤں سے جوڑا ہے، اور کہا ہے کہ دوسری آیت میں بادلوں کی قسم کھائی گئی ہے، تیسری آیت میں ستاروں کی اور چوتھی آیت میں فرشتوں کی قسم کھائی گئی ہے، آیت کے مفہوم میں ان دونوں کی گنجائش موجود ہے، باقی رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کو قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے؟ تو اس کا جواب سورۂ صافات کے آغاز میں ملاحظہ فرمائیے۔ [۵] [۶] ان آیتوں میں دو باتیں جواب قسم کے طور پر ذکر کی گئی ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے مذکورہ چار قسمیں کھا کر دو باتیں ثابت فرمائی ہیں، پہلی یہ کہ تم سے جو بھی وعدہ کیا گیا ہے، وہ سچا ہے، کیونکہ وہ سچے اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ نہ تو کبھی جھوٹ بولتا ہے اور نہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف کرتا ہے، اگر اس نے تم سے جزا یا سزا کا کوئی وعدہ کیا ہے تو ان چلتی ہواؤں کی قسم ہے کہ یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا، دوسری یہ کہ قیامت کا آنا برحق ہے، لوگوں کے درمیان انصاف پر مبنی فیصلے کا دن آنا برحق ہے اور روزِ جزا کا آنا برحق اور یقینی ہے، اگر تم ہواؤں کے اس نظام کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہو اور اسے یقینی سمجھتے ہو تو ہمیں ان چلتی ہواؤں کی قسم ہے کہ قیامت ضرور آئے گی، کیونکہ جو رب ہوائیں چلا کر بارش برساتا ہے اور بادلوں و ایک جگہ سے دوسری جگہ اڑا کر لے جاتا ہے، وہی اپنی قدرت سے تمام مُردوں کو ایک میدان میں لے جا کر جمع کر دے گا اور ان سے حساب کتاب کرے گا۔ [۷] [۹] ان آیتوں میں ایک قسم اور اس کا جواب قسم ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہاں آسمان کی قسم کھائی گئی ہے اور اس کا وصف جالی دار ہونا بیان کیا گیا ہے کیونکہ دیکھنے والوں کو یوں معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر ستاروں کا جال بچھا ہوا ہے یا آسمان ایک خوبصورت جال کی طرح تنا ہوا نظر آتا ہے، بعض علماء کے نزدیک اس سے آسمان کے راستے مراد ہیں جن پر فرشتے چلتے ہیں یا وہ چاند ستاروں اور دیگر سیاروں کیلئے مدار کے طور پر مقرر ہیں، یہاں آسمان کی قسم کھا کر اہل مکہ سے خطاب کیا گیا ہے کہ تم لوگ بے مقصد اختلافات کرتے ہو، کبھی تم قرآن کریم کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کے حوالے سے الجھتے ہو، کبھی تم اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کے حوالے سے اختلاف کرتے ہو، اس اختلاف سے صرف وہی لوگ بچے ہوئے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور مہربانی سے حق بات کی طرف پھیر دیا ہے اور بچتا وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کے سائبان تلے جگہ عطا فرما دے، بعض مفسرین نے آیت کا مطلب اس طرح بھی بیان کیا ہے کہ اختلافی معاملات میں حق بات اور اس پر ایمان لانے سے اعراض وہی شخص کرتا ہے جسے راہِ حق سے پھیر دیا گیا ہو اور توفیق الٰہی نے اس کی دستگیری نہ کی ہو، آیت کے الفاظ میں دونوں طرح کے مفہوم کی گنجائش ہے۔ واللہ

مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ⑯

مَآ	اٰتٰىهُمْ	رَبُّهُمْ	اِنَّهُمْ	كَانُوْا	قَبْلَ	ذٰلِكَ	مُحْسِنِيْنَ ⑯
وہ جو	دیا انہیں	ان کے رب نے	بیشک وہ	تھے	پہلے	اس سے	نیکوکار

دے گا، وہ اُسے لے رہے ہوں گے، کیونکہ اِس سے پہلے وہ نیکوکار تھے۔ ⑯

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ⑰ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ

كَانُوْا	قَلِيْلًا	مِّنَ	الَّيْلِ	مَا	يَهْجَعُوْنَ ⑰	وَ	بِالْاَسْحَارِ	هُمْ
تھے وہ	تھوڑا	سے	رات کے	وہ جو	سوتے وہ	اور	سحری کے اوقات میں	وہ

رات کو وہ لوگ بہت کم سوتے تھے۔ ⑰ اور سحری کے وقت مغفرت

يَسْتَغْفِرُوْنَ ⑱ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ⑲ وَفِي

يَسْتَغْفِرُوْنَ ⑱	وَ	فِيْٓ	اَمْوَالِهِمْ	حَقٌّ	لِّلسَّاۗىِٕلِ	وَ	الْمَحْرُوْمِ ⑲	وَ	فِي
مغفرت طلب کرتے	اور	بیچ	ان کے مالوں کے	حق	مانگنے والے کا	اور	محروم کا	اور	بیچ

طلب کرتے تھے۔ ⑱ اور اُن کے مالوں میں مانگنے والوں اور محروم لوگوں کا بھی حق تھا۔ ⑲ اور زمین میں

الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ⑳ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ㉑

الْاَرْضِ	اٰيٰتٌ	لِّلْمُوْقِنِيْنَ ⑳	وَ	فِيْٓ	اَنْفُسِكُمْ	اَفَلَا	تُبْصِرُوْنَ ㉑
زمین کے	نشانیاں	یقین کرنے والوں کیلئے	اور	بیچ	تمہاری جانوں کے	تو کیا نہیں	دیکھتے تم

اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو یقین رکھتے ہیں۔ ⑳ اور خود تمہاری ذات میں بھی، تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ ㉑

وَفِي السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ㉒ فَوَرَبِّ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ

وَ	فِي	السَّمَاۗءِ	رِزْقُكُمْ	وَ	مَا	تُوْعَدُوْنَ ㉒	فَوَرَبِّ	السَّمَاۗءِ	وَ	الْاَرْضِ
اور	بیچ	آسمان کے	تمہارا رزق	اور	وہ جو	تم وعدہ کیے گئے	سو قسم رب کی	آسمان کے	اور	زمین کے

اور آسمان میں تمہارا رزق بھی ہے اور وہ اجر بھی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ㉒ سو آسمان اور زمین کے رب کی قسم!

اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ㉓ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ

اِنَّهٗ	لَحَقٌّ	مِّثْلَ	مَآ	اَنَّكُمْ	تَنْطِقُوْنَ ㉓	هَلْ	اَتٰىكَ	حَدِيْثُ
بیشک وہ	البتہ برحق	جیسا کہ	وہ جو	بیشک تم	بولتے ہو	کیا	آئی تیرے پاس	خبر

بیشک یہ بات اُسی طرح برحق ہے جیسا کہ تم بولتے ہو۔ ㉓ کیا آپ کے پاس ابراہیم کے معزز

ع ۲۳ ۱۸

اعلم۔ ⑩ ⑪ ان آیتوں میں اندازے لگانے والوں پر الٰہی مار پڑنے کی پیشین گوئی یا خبر دی گئی ہے، عام طور پر ایسی تعبیر بددعا کے معنی میں استعمال ہوتی ہے کہ فلاں پر اللہ کی مار پڑے' یہاں یہ تعبیر ایمانیات کے معاملے میں اندازے لگانے اور انکل دوڑانے والوں کیلئے اختیار کی گئی ہے، جو لوگ وجود و توحید الٰہی کے حوالے سے اپنے اندازوں کے پیچھے چل رہے ہیں، آخرت' قیامت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کے حوالے سے انکلیں دوڑا رہے ہیں، قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اندازے لگا رہے ہیں' ان پر اللہ کی مار نہ پڑے تو اور کیا ہو' یہ لوگ دنیا کی رنگینیوں اور دل فریبیوں میں الجھ کر غفلت کی زندگی میں مدہوش پڑے ہیں' نہ ان کی آنکھوں سے غفلت کے پردے ہٹتے ہیں اور نہ وہ مدہوشی کے اثرات سے نکلنے کیلئے تیار ہیں، اس لئے یہ لوگ عنقریب اللہ تعالیٰ کی گرفت اور پکڑ میں ضرور آئیں گے۔ ⑫ اس آیت مبارکہ میں غفلت کی زندگی گزارنے والوں کی غفلت کا ایک نمونہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک طرف یہ لوگ دینیات اور ایمانیات کے حوالے سے اندازے لگاتے اور انکل دوڑاتے ہیں جبکہ دوسری طرف قیامت کے دن کے متعلق سوالات پوچھتے ہیں کہ وہ کب قائم ہوگی؟ اس کے رونما ہونے میں کتنا عرصہ باقی ہے؟ اور اس کا مقررہ وقت کون سا ہے؟ حالانکہ یہ ایک الٰہی راز ہے جو کائنات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہیں ہے۔ ⑬ ⑭ ان آیتوں میں قیامت کا وقت پوچھنے والوں کے سامنے اس دن کا ایک منظر بیان کیا گیا ہے' جو لوگ قیامت کے منکر ہیں اور استہزاء کے طور پر قیامت کا وقت بار بار پوچھتے ہیں، انہی لوگوں کو قیامت کے دن جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور جس طرح سیخ میں پرو کر گوشت کی بوٹیوں کو انگیٹھی پر الٹ پلٹ کیا جاتا ہے' اسی طرح ان لوگوں کو بھی سیخوں میں پرو کر جہنم کی آگ میں الٹ پلٹ کیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ تم دنیا میں جس عذاب جہنم کا مذاق اڑاتے تھے' آج اس کا مزہ چکھو' یہ وہی عذاب ہے جسے جلدی لانے کا تم لوگ تقاضا کرتے تھے' تم لوگ بار بار کہتے تھے کہ جس عذاب کی ہمیں دھمکی دی جارہی ہے' وہ اب تک آیا کیوں نہیں؟ پھر جب وہ عذاب آجائے گا تو ان کے پاس اسے ٹالنے کی کوئی تدبیر نہ ہوگی۔ ⑮ اس آیت مبارکہ میں اہل تقویٰ کیلئے دو نعمتیں بیان کی گئی ہیں' پہلی نعمت یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں باغات عطا فرمائے گا اور دوسری یہ کہ انہیں پانی کے چشمے عطا فرمائے گا، وہ باغات پھلوں اور پھولوں سے لدے ہوں گے اور وہ چشمے ٹھنڈے' میٹھے' فرحت بخش پانی سے لبریز ہوں گے، گویا اہل جنت کی نگاہوں کے سامنے ایسا بہترین منظر ہوگا جس کا نظارہ انہوں نے اس سے پہلے نہ کیا ہوگا، آنکھوں کی ٹھنڈک' زبان کا ذائقہ اور کانوں کی لذت بھرپور طریقے سے انہیں فراہم کی جائے گی، اگر کوئی شخص کئی سال تک شدید محنت اور مشقت کی زندگی گزار کر تھکا ہارا ایسے خوبصورت مناظر دیکھے تو اس کی ساری تھکاوٹ اور شکستگی چند لمحوں میں کافور ہو جائے۔ ⑯ اس آیت مبارکہ میں دو جملے ہیں، پہلے جملے کا تعلق جنت کی نعمتوں سے ہے اور دوسرے جملے کا تعلق اہل جنت کی نیکیوں سے ہے' پہلے جملے میں ایسا اجمال ہے جو سننے والوں کیلئے لذیذ تر اور دیکھنے والوں کیلئے لذیذ ترین ہے' جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے' انہیں وہاں اتنی نعمتیں دی جائیں گی جو بیان اور شمار سے باہر ہیں' صرف اتنا سمجھ لو کہ انہیں ان کا رب جو عطا فرماتا جائے گا' وہ اسے وصول کرتے جائیں گے اور ان کا رب انہیں ہر خیر عطا فرمائے گا' کیونکہ ان لوگوں نے دنیا کی زندگی میں نیکیوں کو اپنا شعار بنایا تھا، یہ لوگ نیکی کے ہر کام میں آگے بڑھتے تھے' یہ لوگ چھوٹی سی چھوٹی نیکی میں بھی اجر و ثواب اور اللہ کی رضا تلاش کرتے تھے' اس کا صلہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت کی شکل میں عطا فرمایا۔ ⑰ ⑲ ان آیتوں میں ان اعمال و اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے' جن کا اہتمام اہل تقویٰ اپنی دنیوی زندگی میں کرتے ہیں یا جن کا اہتمام انہیں کرنا چاہئے،

ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ

ضَيْفِ	اِبْرٰهِيْمَ	الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾	اِذْ	دَخَلُوْا	عَلَيْهِ	فَقَالُوْا	سَلٰمًا ؕ
مہمانوں کی	ابراہیم کے	باعزت	جب	داخل ہوئے وہ	اس پر	تو کہنے لگے	سلام ہو

مہمانوں کا واقعہ پہنچا ہے؟ ﴿۲۴﴾ جب وہ ابراہیم کے یہاں داخل ہوئے تو کہنے لگے کہ سلام ہو،

قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ

قَالَ	سَلٰمٌ ۚ	قَوْمٌ	مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾	فَرَاغَ	اِلٰٓى	اَهْلِهٖ	فَجَآءَ	بِعِجْلٍ
کہا اس نے	سلام ہو	لوگ	اجنبی	سو دوڑا	طرف	اپنے گھر والوں کے	سو لے آیا	ایک بچھڑا

ابراہیم نے کہا کہ سلام ہو، اجنبی لوگ ہیں۔ ﴿۲۵﴾ پھر وہ جلدی سے اپنے گھر والوں کے پاس گئے، اور گھی میں تلا ہوا ایک بچھڑا

سَمِيْنٍ ﴿۲٦﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ

سَمِيْنٍ ﴿۲٦﴾	فَقَرَّبَهٗٓ	اِلَيْهِمْ	قَالَ	اَلَا	تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾	فَاَوْجَسَ	مِنْهُمْ
گھی میں تلا ہوا	سو قریب کیا اسے	ان کی طرف	کہا اس نے	کیا نہیں	تم کھاتے	سو ڈرا وہ	ان سے

لے آئے۔ ﴿۲٦﴾ سو اُن کے سامنے اُسے پیش کیا اور کہا کہ آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں ہو؟ ﴿۲۷﴾ تو اُن کی طرف سے دل میں خوف

خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ

خِيْفَةً ؕ	قَالُوْا	لَا	تَخَفْ ؕ	وَ	بَشَّرُوْهُ	بِغُلٰمٍ	عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾	فَاَقْبَلَتِ
ڈرنا	کہا انہوں نے	مت	ڈر	اور	خوشخبری دی اسے	ایک لڑکے کی	جاننے والے	سو آئی سامنے

محسوس کیا، وہ کہنے لگے کہ آپ خوفزدہ نہ ہوں، اور انہوں نے ابراہیم کو ایک سمجھدار لڑکے کی خوشخبری دی۔ ﴿۲۸﴾ تو اُن کی بیوی

امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾

امْرَاَتُهٗ	فِيْ	صَرَّةٍ	فَصَكَّتْ	وَجْهَهَا	وَ	قَالَتْ	عَجُوْزٌ	عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾
بیوی اسکی	بیچ	حیرت سے بولنے کے	سو ہاتھ مارا	اپنے چہرے پر	اور	کہنے لگی	ایک بڑھیا	بانجھ

سامنے سے بولتی ہوئی آئی اور اپنے چہرے پر ہاتھ مار کر کہنے لگی کہ ایک بانجھ بڑھیا؟ ﴿۲۹﴾

قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾

قَالُوْا	كَذٰلِكِ ۙ	قَالَ	رَبُّكِ ؕ	اِنَّهٗ	هُوَ	الْحَكِيْمُ	الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾
کہا انہوں نے	اسی طرح	کہا	تیرے رب نے	بیشک وہ	وہی	حکمت والا	جاننے والا

وہ کہنے لگے کہ آپ کے رب نے اسی طرح فرمایا ہے، بیشک وہ حکمت والا، خوب جاننے والا ہے۔ ﴿۳۰﴾

وقفِ لازم

پہلا وصف یہ کہ وہ لوگ رات کا بہت کم حصہ سو کر' آرام کر کے اور خواب خرگوش کے مزے لے کر گزارتے ہیں' یاد رہے کہ صرف رات بھر جاگنا کوئی نیکی اور فضیلت والا عمل نہیں ہے کیونکہ اب تو لوگوں کی اکثریت رات کا زیادہ حصہ جاگ کر گزارتی ہے لیکن وہ لوگ ایسے ناپسندیدہ کاموں اور محفلوں میں مشغول ہوتے ہیں جن کے بیان سے اس پاکیزہ تفسیر کو داغ دار کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا، اس لئے اصل نیکی رات کو زیادہ جاگنا اور کم سونا نہیں بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ رات کو جاگ کر اللہ کی عبادت کی جائے، رکوع و سجود اور کثرت قیام سے رات کو مزین کیا جائے، ضرورت مندوں کی خفیہ امداد کی جائے، علمی حلقوں میں شرکت اور فقہی مسائل حل کر کے امت کیلئے رہنمائی اور درست حل تلاش کیا جائے اور ہر اس کام سے بچا جائے جو شیطان کو خوش اور اللہ کو ناراض کرتا ہے، دوسرا وصف یہ کہ وہ لوگ صبح صادق کے وقت توبہ واستغفار اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں، صبح کے وقت کا خصوصیت کے ساتھ ذکر اس بنا پر نہیں کیا گیا کہ صرف اس وقت میں انسان کی توبہ قبول ہوتی ہے بلکہ اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت اور کرم نوازی متوجہ ہوتی ہے اور آسمان دنیا پر قبولیت توبہ کا اعلان کیا جا رہا ہوتا ہے، یوں بھی سحری کا وقت دعاؤں کی قبولیت کیلئے نہایت بابرکت وقت ہوتا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی بہت سی دعائیں اسی وقت قبول ہوئی تھیں ورنہ توبہ واستغفار جب بھی کیا جائے فائدہ سے خالی نہیں ہوتا، تیسرا وصف یہ کہ وہ لوگ اپنے مال کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے بلکہ ہر اس شخص کو دیتے ہیں جو ضرورت مند ہوتا ہے خواہ وہ ان کے سامنے ہاتھ پھیلائے، یا وہ خود ہی اس کے حالات سے باخبر ہوں اور اس کے ہاتھ پھیلانے کا انتظار کرنے کی بجائے آگے بڑھ کر اس کی ضرورت پوری کر دیں، یہاں ہاتھ پھیلانے والے کو "سائل" کہا گیا ہے اور ہاتھ پھیلانے سے بچنے والے کو "محروم" کہا گیا ہے۔ ﴿۲۰﴾ اس آیت مبارکہ میں زمین کے اندر بکھری ہوئی قدرت کی نشانیوں پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے، یہ نشانیاں تعداد اور اقسام میں اتنی زیادہ ہیں کہ انسان کیلئے ان سے یہ نتیجہ نکالنا کچھ مشکل نہیں رہتا کہ یہ کائنات خود بخود وجود میں نہیں آئی، اسے کسی نہ کسی نے ضرور بنایا ہے' وہ بنانے والا ہی اللہ ہے، وہ یکتا اور اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک اور ثانی نہیں ہے' اگر وہ زمین کو بنا سکتا ہے تو اسے فنا بھی کر سکتا ہے، وہ زمین کے سینے سے مختلف چیزوں کو نکال سکتا ہے، اسی طرح مرنے کے بعد مردوں کو ان کی قبروں سے نکال کر انہیں بھی زندہ کر سکتا ہے، لیکن قدرت کی ان نشانیوں پر غور کر کے ان سے فائدہ صرف وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جو ان پر یقین رکھتے ہیں' بے یقینی کی زندگی گزارنے والے ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ ﴿۲۱﴾ اس آیت مبارکہ میں انسان کو خود اپنے وجود اور ذات پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے کیونکہ اس پوری کائنات کو اگر سمیٹ لیا جائے تو انسان کے وجود میں وہ مکمل سمٹ آتی ہے اور اگر اسے بکھیر دیا جائے تو پوری دنیا بن جاتی ہے' اسی وجہ سے کائنات کو عالم اکبر اور انسان کو عالم اصغر کہا جاتا ہے، عالم اکبر کی طرح عالم اصغر بھی قدرت کی ہمہ گیر نشانیوں اور معجزوں سے بھرا پڑا ہوا ہے اور جو لوگ اس پر غور کرتے ہیں' وہ ان نشانیوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ﴿۲۲﴾ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو تسلی دی گئی ہے جو اللہ کے نام پر خرچ کرتے ہیں اور شیطان انہیں فقر و فاقہ اور تنگدستی کے اندیشے سے ڈراتا ہے کیونکہ وہ کبھی نہیں چاہتا کہ انسان اللہ کے نام پر خرچ کرنے کا حوصلہ کرے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس کی ترغیب دیتا ہے اور انہیں یقین دلاتا ہے کہ ان کا رزق بندوں کے ہاتھ میں نہیں ہے، آسمان والے کے ہاتھ میں ہے اور وہی آسمان سے ان کا رزق اتارتا ہے اور ان کیلئے کشادگی کا فیصلہ کرتا ہے' ان کا اجر و ثواب بھی آسمان والے کے ہاتھ میں ہے اور وہی انہیں اپنی شان کے مطابق ان کے صدقات و خیرات کا اجر و ثواب عطا فرمائے

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى

قَالَ	فَمَا	خَطْبُكُمْ	اَيُّهَا	الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾	قَالُوْٓا	اِنَّآ	اُرْسِلْنَآ	اِلٰى
کہا اس نے	تو کیا ہے	تمہاری مہم	اے	بھیجے ہوؤ!	کہا انہوں نے	بیشک ہم	بھیجے گئے	طرف

ابراہیم نے کہا کہ اے بھیجے ہوئے فرشتو! تمہاری مہم کیا ہے؟ [۳۱] وہ کہنے لگے کہ ہمیں مجرم قوم کی

قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾

قَوْمٍ	مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾	لِنُرْسِلَ	عَلَيْهِمْ	حِجَارَةً	مِّنْ	طِيْنٍ ﴿۳۳﴾
قوم کے	مجرموں کی	تاکہ ہم چھوڑیں	ان پر	پتھر	سے	مٹی کے

طرف بھیجا گیا ہے۔ [۳۲] تاکہ ہم اُن پر مٹی کے پتھر برسائیں۔ [۳۳]

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا

مُّسَوَّمَةً	عِنْدَ	رَبِّكَ	لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾	فَاَخْرَجْنَا	مَنْ	كَانَ	فِيْهَا
نشان زدہ	نزدیک	تیرے رب کے	حد سے تجاوز کرنے والوں کیلئے	سو ہم نے نکال لیا	جو کوئی	تھا	اسمیں

آپ کے رب کے یہاں جو حد سے تجاوز کرنے والوں کیلئے نشان زدہ ہیں۔ [۳۴] پھر ہم نے اُس بستی کے اہل ایمان کو

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ

مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾	فَمَا	وَجَدْنَا	فِيْهَا	غَيْرَ	بَيْتٍ	مِّنَ
سے	ایمان والوں کے	سو نہیں	پایا ہم نے	اسمیں	علاوہ	ایک گھر کے	سے

وہاں سے نکال لیا۔ [۳۵] سو ہمیں وہاں مسلمانوں کے ایک گھر کے علاوہ کوئی

الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ

الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾	وَ	تَرَكْنَا	فِيْهَآ	اٰيَةً	لِّلَّذِيْنَ	يَخَافُوْنَ	الْعَذَابَ
مسلمانوں کے	اور	چھوڑی ہم نے	اسمیں	ایک نشانی	ان لوگوں کیلئے جو	ڈرتے ہیں	عذاب سے

نہ ملا۔ [۳۶] اور وہاں ہم نے اُن لوگوں کیلئے نشانی چھوڑ دی جو دردناک عذاب سے

الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ

الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾	وَ	فِيْ	مُوْسٰٓى	اِذْ	اَرْسَلْنٰهُ	اِلٰى	فِرْعَوْنَ	بِسُلْطٰنٍ
دردناک	اور	بیچ	موسیٰ کے	جب	ہم نے بھیجا اسے	طرف	فرعون کے	ساتھ دلیل کے

ڈرتے ہیں۔ [۳۷] اور موسیٰ کے حالات میں بھی نشانی ہے جبکہ ہم نے اُنہیں فرعون کے پاس واضح دلیل دے کر

کا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ [۲۳] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جس طرح تم لوگوں کو اپنے بولنے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور تم جو کچھ بولتے ہو اس کے درست اور برحق ہونے کا یقین رکھتے ہو اسی طرح زمین و آسمان کے رب کی قسم! اوپر جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ سب بھی برحق ہے اور اس میں کسی قسم کا شک اور شبہ نہیں ہے، چنانچہ تم سے جو وعدے کئے گئے ہیں وہ سب برحق ہیں، اسی طرح قرآن کریم کا کلام الٰہی ہونا برحق ہے، قیامت قائم ہونا برحق ہے اور جس ذات نے تمہیں گویائی عطا فرمائی، اس کا موجود اور یکتا ہونا بھی برحق ہے۔ [۲۴] اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کے متعلق استفسار کیا گیا ہے، یہ مہمان وہ فرشتے تھے جو انسانی شکل میں ان کے پاس آئے تھے، انہیں دو اہم کاموں کیلئے دو اہم پیغمبروں کے پاس بھیجا گیا تھا، پہلا اہم کام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے بڑھاپے میں ان کی بانجھ بیوی سے اولاد عطا فرمانے کی خوشخبری دینا تھا، دوسرا اہم کام حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنا اور انہیں سزا دینا تھا، انہی مہمانوں کے متعلق نبی علیہ السلام سے استفسار کیا گیا ہے کہ کیا آپ کے پاس ان کی خبر پہنچی ہے اور کیا ان کا واقعہ آپ کے علم میں ہے؟ یہ اسلوب بیان مخاطب کو شوق دلانے اور اپنی بات کی طرف پوری طرح متوجہ کرنے کیلئے اختیار کیا جاتا ہے۔ [۲۵] اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کے آنے، سلام کرنے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے انہیں جواب دینے کا ذکر کیا گیا ہے چونکہ یہ فرشتے ان کے پاس انسانی شکل میں آئے تھے اس لئے انہوں نے فرشتوں کو شناخت نہ کیا، فرشتوں کے سلام کا جواب تو دے دیا لیکن آہستہ آواز سے یا اپنے دل میں کہنے لگے کہ یہ لوگ اجنبی معلوم ہوتے ہیں، آج سے پہلے میں نے انہیں کبھی دیکھا نہیں، ممکن ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ جملہ اپنے گھر والوں کے سامنے کہا ہو۔ [۲۶] اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آنے والے مہمانوں کی مہمان نوازی کے لیے کھانے کا انتظام کرنا بیان کیا گیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنے والے مہمانوں سے ان کا تعارف جاننے کی خواہش ظاہر نہیں کی بلکہ ان کے مہمان ہونے کی حیثیت کو ترجیح دی اور فوری طور پر ان کی مہمان نوازی کے انتظامات میں مشغول ہو گئے اور ان کے لیے ایک بچھڑا بھون کر لائے، یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آنے والے مہمانوں کی تعداد اتنی نہیں تھی کہ ان کے لئے پورا بچھڑا بھون کر لانے کی ضرورت پیش آتی لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کی سخاوت اور ان کی مہمان نوازی حدود و قیود سے بلند تر ہوتی ہے اس لیے انہوں نے ان کی مہمان نوازی کیلئے زیادہ اہتمام کیا اور یہی ہمارے دین کی تعلیم ہے کہ انسان مہمان کی مہمان نوازی خوب اچھی طرح کرے اگرچہ وہ اس سے واقف نہ ہو۔ [۲۷] اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مہمانوں کو کھانا شروع کرنے کی دعوت دینا بیان کیا گیا ہے کیونکہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے کھانا لا کر رکھا تو انہوں نے اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں دعوت دی کہ کھانا شروع کریں، اس کے باوجود انہوں نے کھانا شروع نہیں کیا۔ [۲۸] اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مہمانوں سے خوفزدہ ہونا اور ان کا اپنی حقیقت بیان کرنا مذکور ہوا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ان سے ڈرنا ان کے منصب نبوت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ یہ ایک فطری چیز ہے کہ اگر مہمان کھانا کھانے سے انکار کر دے تو میزبان کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ یہ مجھے نقصان پہنچانے کے ارادے سے آئے ہیں، اگر یہ کسی اچھے ارادے سے آئے ہوتے تو یہ میری مہمان نوازی کے شکر گزار ہوتے، بالخصوص اس صورت میں جبکہ میں نے ان سے ان کے متعلق پوچھ گچھ بھی نہیں کی، ان کے اس خوف کو دور کرتے ہوئے فرشتوں نے انہیں تسلی دی اور انہیں اپنی حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے اللہ کی طرف سے یہ خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ انہیں نرینہ

مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿٣٩﴾ فَاَخَذْنٰهُ

مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾	فَتَوَلّٰى	بِرُكْنِهٖ	وَ	قَالَ	سٰحِرٌ	اَوْ	مَجْنُوْنٌ ﴿٣٩﴾	فَاَخَذْنٰهُ
واضح	سو منہ پھیرا اس نے	ساتھ اپنے ارکان کے	اور	کہا اس نے	جادوگر	یا	دیوانہ	سو ہم نے پکڑ لیا اسے

بھیجا۔ ٣٨ تو اُس نے اپنے ارکانِ سلطنت کے ہمراہ منہ موڑ لیا اور کہنے لگا کہ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ۔ ٣٩ سو ہم نے اُسے اور اُس کے

وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿٤٠﴾ وَفِىْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا

وَجُنُوْدَهٗ	فَنَبَذْنٰهُمْ	فِى	الْيَمِّ	وَ	هُوَ	مُلِيْمٌ ﴿٤٠﴾	وَ	فِىْ	عَادٍ	اِذْ	اَرْسَلْنَا
اور اس کے لشکروں کو	سو پھینک دیا ہم نے انہیں	بیچ	دریا کے	اور	وہ	ملامت زدہ	اور	بیچ	عاد کے	جب	ہم نے بھیجی

لشکروں کو پکڑ لیا اور اُنہیں دریا میں پھینک دیا، اور وہ قابلِ ملامت تھا۔ ٤٠ اور قومِ عاد کے حالات میں بھی نشانی ہے جبکہ ہم نے اُن پر

عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿٤١﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ

عَلَيْهِمُ	الرِّيْحَ	الْعَقِيْمَ ﴿٤١﴾	مَا	تَذَرُ	مِنْ	شَيْءٍ	اَتَتْ	عَلَيْهِ
ان پر	ہوا	نفع سے خالی	نہیں	چھوڑتی تھی وہ	سے	کسی چیز کے	آتی وہ	اس پر

نفع سے خالی ہوا بھیجی۔ ٤١ وہ جس چیز پر بھی گذرتی تھی، اُسے چورے کی طرح

اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿٤٢﴾ وَفِىْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى

اِلَّا	جَعَلَتْهُ	كَالرَّمِيْمِ ﴿٤٢﴾	وَ	فِىْ	ثَمُوْدَ	اِذْ	قِيْلَ	لَهُمْ	تَمَتَّعُوْا	حَتّٰى
مگر	کر دیتی اسے	چورے کی طرح	اور	بیچ	ثمود کے	جب	کہا گیا	ان سے	فائدہ اٹھا لو تم	تک

بنائے بغیر نہ چھوڑتی تھی۔ ٤٢ اور قومِ ثمود کے حالات میں بھی نشانی ہے، جبکہ اُن سے کہا گیا کہ ایک مقررہ وقت تک فائدہ

حِيْنٍ ﴿٤٣﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ

حِيْنٍ ﴿٤٣﴾	فَعَتَوْا	عَنْ	اَمْرِ	رَبِّهِمْ	فَاَخَذَتْهُمُ	الصّٰعِقَةُ	وَ	هُمْ
ایک وقت کے	تو سرکشی کی انہوں نے	سے	حکم کے	اپنے رب کے	سو پکڑ لیا انہیں	کڑک نے	اور	وہ

اٹھا لو۔ ٤٣ پھر انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی، تو اُنہیں اُن کے دیکھتے ہی دیکھتے ایک کڑک نے

يَنْظُرُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿٤٥﴾

يَنْظُرُوْنَ ﴿٤٤﴾	فَمَا	اسْتَطَاعُوْا	مِنْ	قِيَامٍ	وَّ	مَا	كَانُوْا	مُنْتَصِرِيْنَ ﴿٤٥﴾
دیکھ رہے تھے	سو نہ	استطاعت رکھی انہوں نے	سے	کھڑے ہونے کے	اور	نہ	ہوئے وہ	بدلہ لینے والے

آ پکڑا۔ ٤٤ پھر اُن سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ کھڑے ہی ہو جائیں اور نہ وہ بدلہ لینے والے ہوئے۔ ٤٥

اولاد عطا فرمائے گا اور یہ کہ اس سلسلے میں انہوں نے جتنی دعائیں کی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی ہیں۔ ٢٩ اس آیت مبارکہ میں لڑکے کی ولادت کی خوشخبری سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ حضرت سارہ کا اظہار تعجب کرنا مذکور ہوا ہے، اس تعجب کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہایت عمر رسیدہ ہو چکے تھے اور حضرت سارہ بھی بڑھاپے کے ساتھ ساتھ بانجھ تھیں، اس لیے انہوں نے تعجب سے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا اور کہنے لگیں کہ جوانی میں تو میرے یہاں اولاد نہ ہوئی، اب اس بڑھاپے میں ایک بانجھ عورت کے یہاں بچہ پیدا ہونے کی خبر پر تعجب نہ کروں تو کیا کروں؟ ٣٠ اس آیت مبارکہ میں فرشتوں کا حضرت سارہ کو جواب دینا مذکور ہوا ہے، فرشتوں نے ان سے کہا کہ یہ آپ کے رب کا فیصلہ ہے، اسے خوب معلوم ہے کہ آپ دونوں عمر رسیدہ ہو چکے ہیں اور یہ بھی کہ آپ بانجھ ہیں اور یہ بھی کہ آپ کے یہاں جوانی میں اولاد نہیں ہوئی لیکن اس کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے اس لیے آپ یقین رکھیں کہ اگر اس نے جوانی میں آپ کو اولاد نہیں دی اور اب بڑھاپے میں اولاد عطا فرما رہا ہے تو اس میں بھی ضرور اس کی کوئی حکمت ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑھاپے میں صاحب اولاد کر دیا' معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے جسے چاہے اولاد کی نعمت عطا فرما سکتا ہے۔ ٣١ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مہمان فرشتوں سے سوال پوچھنا مذکور ہوا ہے کہ کیا مجھے لڑکے کی ولادت کی خوشخبری دینے کے علاوہ بھی کسی اور اہم کام کیلئے آپ لوگوں کو بھیجا گیا ہے یا آپ لوگوں کی ذمہ داری اتنی ہی تھی کہ مجھے خوشخبری دے کر واپس چلے جائیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ سوال ان کی فراست ایمانی کی دلیل ہے کہ فرشتوں کے بتائے بغیر ہی انہیں اپنی فراست سے معلوم ہو گیا کہ ضرور یہ فرشتے کسی اور اہم کام کیلئے بھی بھیجے گئے ہیں، چنانچہ انہوں نے ان سے اس کے متعلق پوچھ لیا۔ ٣٢ اس آیت مبارکہ میں فرشتوں کا جواب مذکور ہے کہ ہماری اگلی منزل اور اگلا پڑاؤ قوم لوط کے یہاں جا کر ہوگا، وہ لوگ اپنے کفر و شرک' بد عملی' بدتہذیبی اور اعمال سیۂ خاص طور پر ہم جنس پرستی میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ اب انہیں سزا دینا بہت ضروری ہو گیا ہے، لہٰذا ہم وہاں جا رہے ہیں۔ ٣٣ ٣٤ ان آیتوں میں قوم لوط پر نازل ہونے والے عذاب کی شکل بیان کی گئی ہے، یہ لوگ عامورہ اور سدوم کی بستیوں میں آباد تھے جہاں ان پر مختلف سزائیں بھیجی گئی تھیں' ان میں سے ایک سزا یہ بھی تھی کہ ان پر کنکروں اور پتھروں کی بارش برسائی گئی، بعض لوگوں کو یہاں غلط فہمی ہوگئی ہے کہ انہوں نے اسے اولوں کی بارش قرار دے دیا ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ محاوراتی زبان میں اولوں کو پتھروں سے تعبیر کر دیا جاتا ہے اور بعض اوقات وہ پتھر کی طرح لگتے ہیں لیکن یہ دو وجہ سے درست نہیں ہے، ایک تو یہ کہ قرآن کریم میں پتھر کا لفظ استعمال ہوا ہے نہ کہ اولوں کا اور مجازی معنی اس وقت تک مراد نہیں لیا جاتا جب تک حقیقی معنی مراد لینے کی صورت ممکن ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے ''من طین'' کا لفظ بڑھا کر اس امکان کو مسترد کر دیا ہے کہ یہاں اولے مراد لئے جائیں' کیونکہ اولے مٹی کے نہیں ہوتے، علاوہ ازیں ان پتھروں کا ایک وصف یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ہر پتھر پر اس شخص کا نام درج تھا جس کی ہلاکت کیلئے اللہ تعالیٰ نے اسے مقرر فرما دیا تھا، لہٰذا جس پتھر پر جس کا نام لکھا ہوا تھا' وہ پتھر اسی کو جا کر لگا اور اس کی موت کا سبب بن گیا۔ ٣٥ اس آیت مبارکہ میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ قوم لوط کی بستیوں میں جو اہل ایمان رہتے تھے' ان کا کیا بنا ہوگا؟ کیا وہ بھی قوم لوط کی طرح اس عذاب کا شکار ہو گئے تھے؟ سو اس کا جواب دے دیا گیا کہ اس بستی میں جتنے بھی اہل ایمان رہتے تھے' ہم نے انہیں عذاب نازل کرنے سے پہلے ہی وہاں سے بحفاظت نکال لیا تھا، اس لئے وہ

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا

وَ	قَوْمَ	نُوْحٍ	مِّنْ	قَبْلُ	اِنَّهُمْ	كَانُوْا	قَوْمًا	فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾	وَ	السَّمَآءَ	بَنَيْنٰهَا
اور	قوم کو	نوح کی	سے	پہلے	بیشک وہ	تھے	قوم	نافرمانوں کی	اور	آسمان کو	بنایا ہم نے

اور اِس سے پہلے ہم نے قومِ نوح کو ہلاک کیا، کیونکہ وہ نافرمان لوگ تھے۔ ﴿۴۶﴾ اور آسمان کو ہم نے دستِ قدرت سے

بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾

بِاَيْىدٍ	وَّ	اِنَّا	لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾	وَ	الْاَرْضَ	فَرَشْنٰهَا	فَنِعْمَ	الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾
ہاتھ سے	اور	بیشک ہم	البتہ وسعت والے	اور	زمین کو	بچھایا ہم نے	سو کیا خوب	بچھانے والے

بنایا، اور بیشک ہم وسعت والے ہیں۔ ﴿۴۷﴾ اور زمین کو ہم نے بچھایا، سو کیا خوب بچھانے والے ہیں ہم۔ ﴿۴۸﴾

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى

وَ	مِنْ	كُلِّ	شَيْءٍ	خَلَقْنَا	زَوْجَيْنِ	لَعَلَّكُمْ	تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾	فَفِرُّوْٓا	اِلَى
اور	سے	ہر ایک	چیز کے	پیدا کئے ہم نے	جوڑے	تاکہ تم	نصیحت حاصل کرو	سو بھاگو تم	طرف

اور ہر چیز کے جوڑے ہم نے پیدا کیے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ ﴿۴۹﴾ پھر اللہ کی طرف

اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ ج وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ

اللّٰهِ	اِنِّيْ	لَكُمْ	مِّنْهُ	نَذِيْرٌ	مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾	وَ	لَا	تَجْعَلُوْا	مَعَ	اللّٰهِ	اِلٰهًا	اٰخَرَ
اللہ کے	بیشک میں	تمہارے لئے	اس سے	ڈرانے والا	کھلا	اور	مت	بناؤ تم	ہمراہ	اللہ کے	کوئی معبود	دوسرا

بھاگو، بیشک میں اُس کی طرف سے تمہارے لیے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ ﴿۵۰﴾ اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود مت قرار دو،

اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾ ج كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اِنِّيْ	لَكُمْ	مِّنْهُ	نَذِيْرٌ	مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾	كَذٰلِكَ	مَآ	اَتَى	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ
بیشک میں	تمہارے لئے	اس سے	ڈرانے والا	کھلا	اسی طرح	وہ جو	آیا	ان لوگوں پر	سے	ان سے پہلے

بیشک میں اُس کی طرف سے تمہارے لیے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ ﴿۵۱﴾ اِسی طرح اُن سے پہلے لوگوں کے پاس جو

مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ ج اَتَوَاصَوْا بِهٖ ج بَلْ هُمْ

مِنْ	رَّسُوْلٍ	اِلَّا	قَالُوْا	سَاحِرٌ	اَوْ	مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾	اَتَوَاصَوْا	بِهٖ	بَلْ	هُمْ
سے	کوئی پیغمبر	مگر	کہا انہوں نے	جادوگر	یا	دیوانہ	کیا ایک دوسرے کو وصیت کی انہوں نے	اس کی	بلکہ	وہ

بھی پیغمبر آیا، اُنہوں نے یہی کہا کہ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ۔ ﴿۵۲﴾ کیا اُنہوں نے ایک دوسرے کو اِس کی وصیت کی ہے؟ بلکہ وہ

ع ۲ / ۲۲ / ۱

ہمارے عذاب سے محفوظ رہے اور انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا۔ ﴿۳۶﴾ اس آیت مبارکہ میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ قوم لوط کی بستیوں میں کتنے مسلمان رہتے تھے؟ اس سوال کا منشا یہ ہے کہ کیا قوم لوط نے ان کی نقل وحرکت پر کوئی پابندی نہیں لگائی؟ فرعون کی طرح ان کا پیچھا نہیں کیا؟ اور کیا انہیں مسلمانوں کی نقل مکانی کا پتہ نہیں چلا؟ ان تمام سوالات کا جواب ایک جملے میں دے دیا گیا ہے کہ وہاں مسلمانوں کا صرف ایک ہی گھرانا آباد تھا اور یہ حضرت لوط علیہ السلام کا گھرانا تھا، اس میں بھی ان کی بیوی قوم لوط کی ہم نوا ہونے کی وجہ سے پیچھے رہ گئی تھی اور وہ بھی قوم لوط پر آنے والے عذاب کا شکار ہوگئی اس وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہلخانہ کی حفاظت کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح بہت زیادہ غیر معمولی انتظامات کی ضرورت پیش نہ آئی۔ ﴿۳۷﴾ اس آیت مبارکہ میں قوم لوط کے واقعے کو باعث عبرت اور قدرت الٰہیہ کی نشانی قرار دیا گیا ہے، غالباً اسی مقصد کیلئے ان کے کھنڈرات اور باقی ماندہ آثار کو نشان عبرت کے طور پر محفوظ رکھا گیا ہے لیکن اس سے عبرت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی سزا اور اس کے تیار کردہ عذاب سے ڈرتے ہیں، ورنہ عام لوگ ان عبرت کدوں پر جا کر بھی تفریح طبع کا سامان مہیا کرتے ہیں، چنانچہ آج کل لوگوں کی اکثریت ایسا ہی کر رہی ہے۔ ﴿۳۸﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کو درس عبرت ونصیحت قرار دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے نہایت روشن اور مضبوط دلائل ومعجزات کے ساتھ انہیں فرعون کے پاس بھیجا تھا کہ اسے توحید الٰہی کی دعوت دیں، نعرۂ ربوبیت سے باز رہنے کی تلقین کریں اور اسے راہ حق پر لانے کی کوشش کریں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ ﴿۳۹﴾ اس آیت مبارکہ میں فرعون کا اپنی طاقت پر مغرور ہونا بیان کیا گیا ہے، یہاں لفظ ''رکن'' سے مراد طاقت ہے، بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد فرعون کے ارکان سلطنت ہیں، پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ فرعون نے اپنی طاقت اور قوت پر ناز کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت سے اعراض کیا اور دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ فرعون نے اپنے ارکان سلطنت کے ہمراہ سرکشی اختیار کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت سے اعراض کیا اور انہیں جادوگر اور دیوانہ کہنے لگا، حالانکہ وہ خوب جانتا تھا کہ موسیٰ جادوگر اور دیوانے نہیں ہیں۔ ﴿۴۰﴾ اس آیت مبارکہ میں فرعون کی گرفت کا ذکر کیا گیا ہے، جب اس کی سرکشی اور نافرمانی حد سے زیادہ آگے بڑھ گئی اور اسے وعظ ونصیحت کرنے کیلئے اتمام حجت ہو چکا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر عذاب آ گیا، سو اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے تمام لشکروں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا اور ان میں سے ایک بھی باقی نہیں بچا، اس وقت وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا لیکن اس کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہوا کیونکہ وہ ملامت جو وقت گزرنے کے بعد انسان کو ہوتی ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے کسی شخص کو کھانا کھانے کے بعد یاد آئے کہ کھانے میں نمک ڈالنا تو وہ بھول ہی گیا تھا۔ ﴿۴۱﴾ اس آیت مبارکہ میں قوم عاد کے واقعے کو درس عبرت قرار دیا گیا ہے، اس قوم کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو دعوت توحید ورسالت کے ساتھ بھیجا گیا تھا، یہ قوم نہایت طاقتور تھی اور اللہ تعالیٰ نے اسے بے شمار نعمتوں سے نواز رکھا تھا، لیکن جب اس نے سرکشی کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر طوفانی ہوائیں مسلط کر دیں، ان ہواؤں میں چونکہ کسی قسم کی خیر نہ تھی اس لئے ان کیلئے ''بانجھ ہوا'' کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔ ﴿۴۲﴾ اس آیت مبارکہ میں اس ہوا کی شدت اور تباہ کاری بیان کی گئی ہے جو قوم عاد پر مسلط کی گئی تھی، وہ ہوا مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک چلتی رہی اور اس نے لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پٹخا، جس چیز پر بھی اس ہوا کا گزر ہوا اس نے اسے چورا چورا اور ریزہ ریزہ کر دیا، کسی

قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۞ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۞ وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ

قَوْمٌ	طَاغُوْنَ ۞	فَتَوَلَّ	عَنْهُمْ	فَمَآ	اَنْتَ	بِمَلُوْمٍ ۞	وَ	ذَكِّرْ	فَاِنَّ
قوم	سرکشوں کی	سو منہ پھیر لے	ان سے	سو نہیں	تو	ملامت کیا گیا	اور	نصیحت کر	سو بیشک

سرکش لوگ ہیں۔ ٥٣ سو آپ اُن کی طرف سے منہ موڑ لیجئے، آپ پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ ٥٤ اور نصیحت کرتے رہیے کیونکہ

الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ

الذِّكْرٰى	تَنْفَعُ	الْمُؤْمِنِيْنَ ۞	وَ	مَا	خَلَقْتُ	الْجِنَّ	وَ	الْاِنْسَ
نصیحت	فائدہ دیتی ہے	ایمان والوں کو	اور	نہیں	پیدا کیا میں نے	جنوں کو	اور	انسانوں کو

نصیحت مؤمنین کو نفع دیتی ہے۔ ٥٥ اور میں نے جن و انس کو تو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ

اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۞ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ

اِلَّا	لِيَعْبُدُوْنِ ۞	مَآ	اُرِيْدُ	مِنْهُمْ	مِّنْ	رِّزْقٍ	وَّ	مَآ	اُرِيْدُ	اَنْ
مگر	تا کہ عبادت کریں میری	نہیں	چاہتا میں	ان سے	سے	کوئی رزق	اور	نہیں	چاہتا میں	یہ کہ

وہ میری عبادت کریں۔ ٥٦ میں اُن سے کسی قسم کا رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے

يُّطْعِمُوْنِ ۞ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۞ فَاِنَّ

يُّطْعِمُوْنِ ۞	اِنَّ	اللّٰهَ	هُوَ	الرَّزَّاقُ	ذُو الْقُوَّةِ	الْمَتِيْنُ ۞	فَاِنَّ
کھلائیں وہ مجھے	بیشک	اللہ	وہی	رزق دینے والا	طاقت والا	مضبوط	سو بیشک

کھانا کھلائیں۔ ٥٧ بیشک اللہ ہی رزق دینے والا، طاقت والا، مضبوط ہے۔ ٥٨ پھر ان

لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ۞

لِلَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	ذَنُوْبًا	مِّثْلَ	ذَنُوْبِ	اَصْحٰبِهِمْ	فَلَا	يَسْتَعْجِلُوْنِ ۞
ان لوگوں کیلئے	ظلم کیا انہوں نے	ڈول	جیسا	ڈول	ان کے ساتھیوں کا	سو نہ	جلدی طلب کریں مجھ سے

ظالموں کا ڈول بھی اُسی طرح بھر چکا ہے جیسے ان سے ملتے جلتے لوگوں کا ڈول تھا، اس لیے مجھ سے جلدی طلب نہ کریں۔ ٥٩

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۞ ع

فَوَيْلٌ	لِّلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ	يَّوْمِهِمُ	الَّذِيْ	يُوْعَدُوْنَ ۞
سو ہلاکت	ان لوگوں کیلئے	کفر کیا انہوں نے	سے	ان کے دن کے	جس کا	وعدہ کئے جاتے ہیں وہ

سو کافروں کیلئے اُس دن سے ہلاکت ہے جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ٦٠

حفاظتی تدبیر کے ذریعے ان کیلئے اس ہوا سے بچاؤ کرنا ممکن نہیں رہا' ان کے لمبے چوڑے ڈیل ڈول اور قد کاٹھ ان کے کسی کام نہ آئے اور انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ ٢٢ اس آیت مبارکہ میں قوم ثمود کے واقعے کو درس عبرت قرار دیا گیا ہے، اس قوم کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو دعوت توحید ورسالت کے ساتھ بھیجا گیا تھا' یہ قوم نہایت کاریگر تھی اور پہاڑوں کو تراش کر شاہی محلات اور مضبوط عمارتیں بنانے کے فن میں نہایت ماہر تھی لیکن اس نے اس اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیئے جو اسی کی فرمائش پر بطور معجزے کے اللہ تعالیٰ نے ایک پہاڑ میں سے پیدا فرمائی تھی تو اس قوم پر اللہ کا عذاب متوجہ ہو گیا اور حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں بتا دیا کہ تین دن کے بعد تم لوگوں پر اللہ کا عذاب آئے گا اور تم سب کے سب ہلاک ہو جاؤ گے، تمہاری زندگی کے صرف تین دن باقی ہیں' یہاں مقررہ وقت سے یہی مدت مراد ہے۔ ٢٣ اس آیت مبارکہ میں قوم ثمود کا سرکشی پر آمادہ ہونا اور ان کا انجام بیان کیا گیا ہے، جب قوم ثمود نے اونٹنی کو قتل کیا اور حضرت صالح علیہ السلام نے ان لوگوں کو ان کے برے انجام سے ڈرایا تو بجائے اس کے کہ وہ اپنی حرکتوں پر شرمندہ اور نادم ہوتے' انہوں نے مزید سرکشی کا راستہ اختیار کیا، حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہلخانہ کو شہید کرنے کے منصوبے بنانے لگے، اللہ تعالیٰ نے ان کے منصوبوں کو ناکام کر کے ان کی گرفت فرمائی اور دیکھتے ہی دیکھتے انہیں بجلی کی کڑک نے آ پکڑا اور وہ نشان عبرت بن کر رہ گئے۔ ٢٤ اس آیت مبارکہ میں قوم ثمود کی بے بسی بیان کی گئی ہے کہ جب ان پر اللہ کے عذاب کا کوڑا برسا اور وہ منہ کے بل گرے تو ایک مرتبہ گرنے کے بعد وہ دوبارہ اٹھ کر سنبھل نہ سکے' نہ وہ اپنا بچاؤ کر سکے نہ بدلہ لے سکے اور نہ کسی کو اپنی مدد کیلئے بلا سکے، اگر بلانا چاہتے بھی تو ان کی مدد کر سکتا تھا؟ کسی میں اتنی ہمت تھی کہ اللہ

ع ٣ ١٤ ٢

کے مقابلے میں انہیں چھڑا سکتا اور ان کے کام آ جاتا؟ ٢٥ اس آیت مبارکہ میں قوم نوح کو فاسق قرار دیا گیا ہے، فاسق کا لفظ فسق سے نکلا ہے جس کا لفظی معنیٰ 'خروج عن الطاعۃ' ہے، یعنی اطاعت سے نکل جانا' چونکہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے نکل کر کفر و شرک اور نافرمانی کے راستے پر چل پڑے تھے، اس لئے انہیں فاسق قرار دیا گیا ہے اور ان کے اس کفر و شرک اور فسق و فجور کی وجہ سے انہیں سزا سے دوچار کیا گیا اور انہیں اللہ کی گرفت اور پکڑ سے بچانے والا کوئی نہ ہوا۔ ٢٦ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے دست قدرت سے آسمان کی تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے، آسمان اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا ایسا شاہکار ہے جس کی مثال پیش کرنے سے ساری کائنات عاجز ہے' یہ ہزاروں لاکھوں سال سے اللہ کی مخلوق پر سائبان کی طرح تنا ہوا ہے نہ اسے کسی ستون نے سہارا دیا ہوا ہے، نہ اس میں کوئی سوراخ اور شگاف ہو سکا ہے اور نہ ہی اس کی تخلیق میں کوئی جھول دریافت ہو سکا ہے اور ایسا ہونا ممکن بھی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے خود اپنے ہاتھ سے بنایا ہے، اہل سنت والجماعت اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے لیکن ہمارے یا کسی اور مخلوق کے ہاتھ کی طرح نہیں بلکہ جیسے اس کی شان ہے اور وہ اسے ان متشابہات میں شمار کرتے ہیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے اور ان کی کیفیت کے متعلق وہ اپنی لاعلمی تسلیم کر کے اس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتے ہیں اور سلامتی کا راستہ یہی ہے۔ ٢٧ اس آیت مبارکہ میں زمین کا فرش بچھانے کا ذکر کیا گیا ہے، وہ کیسا خوبصورت بچھانے والا رب ہے جس نے زمین جیسا فرش بچھایا، جو ہر امیر اور غریب کو یکساں میسر ہے' دنیا کے فرش اور بچھونے کچھ عرصے کے بعد اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں رہتے، لیکن زمین ہزاروں لاکھوں سال گزرنے کے بعد بھی اپنی اصلی حالت پر باقی ہے اور کسی میں اسے تبدیل کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ ٢٨ اس آیت مبارکہ میں ہر

چیز کا جوڑا پیدا کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، جوڑے سے مراد صرف نر اور مادہ نہیں ہیں بلکہ جوڑے سے مراد ہم شکل چیزیں بھی ہو سکتی ہیں، اس سے مراد متضاد اور ایک دوسرے کے مقابل چیزیں بھی ہو سکتی ہیں اور اس سے مراد نر اور مادہ بھی ہو سکتے ہیں، اس تقسیم کا مقصد یہ ہے کہ انسان ان پر غور کر کے ان سے نصیحت حاصل کرنے کی کوشش کرے کہ آخر وہ کون سی ہستی اور ذات ہے جس نے تخلیق میں اس قدر باریک بینی سے کام لیا ہے؟ (۵۰) اس آیت مبارکہ میں پوری دنیا کے انسانوں کو اللہ کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی گئی ہے اور اس کے لئے ''فرار'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے یعنی دنیا اور دنیا والوں سے راہ فرار اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے کی فکر کرو کیونکہ جب انسان کسی وقت پریشان اور افسردہ ہوتا ہے تو وہ اپنی افسردگی اور پریشانی دور کرنے کیلئے مختلف راستے اختیار کرتا ہے، چنانچہ ان میں سے کوئی ناجائز چیزوں کے استعمال اور محرمات کے ارتکاب میں ملوث ہو جاتا ہے اور کوئی جائز اور حلال طریقہ استعمال کرتا ہے، ان میں سب سے بہترین راستہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے لو لگائے اور ساری دنیا سے بھاگ کر اللہ تعالیٰ کے دامنِ رحمت سے چمٹ جائے، پیغمبر ﷺ کی دعوت کا مرکزی نکتہ بھی یہی ہے اور وہ نہایت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ اپنی امت کو مستقبل میں پیش آنے والے حالات سے باخبر کر رہے ہیں۔ (۵۱) اس آیت مبارکہ میں کفر و شرک اور بت پرستی کی ممانعت کی گئی ہے کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتا اور دوسروں کو شریک ٹھہراتا ہے گویا وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی پریشانیوں کو اکیلا حل نہیں کر سکتا' اس کی دعاؤں کو تنہا قبول نہیں کر سکتا اور اس کی ضروریات کو تنہا حل نہیں کر سکتا اس لئے اس کے ساتھ کسی معاون کا ہونا ضروری ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی شان میں اتنی بڑی گستاخی اور حماقت ہے کہ اس سے بڑی گستاخی کا تصور بھی نہیں ہو سکتا، اس لئے آخر میں فرمایا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلم کھلا پیغام پہنچا رہا ہوں' اگر تم اپنے مستقبل کو محفوظ کرنا چاہتے ہو تو شرک و بت پرستی اور کفر سے باز آ جاؤ۔ (۵۲) اس آیت مبارکہ میں سابقہ امتوں کا اپنے پیغمبروں کے ساتھ رویہ بیان کیا گیا ہے' جس کا منشا نبی اکرم ﷺ کو تسلی دینا ہے کہ ہر وہ قوم جسے ڈرانے اور نصیحت کرنے کیلئے کسی بھی پیغمبر کو مبعوث کیا گیا، اس نے اپنے پیغمبر کو جادوگر اور دیوانہ ہی کہا، اس لئے اگر اہل مکہ آپ کو جادوگر اور دیوانہ کہہ رہے ہیں تو آپ غمگین نہ ہوں' پیغمبروں کے ساتھ قوموں کا یہ رویہ پرانا ہے' ان سے اللہ تعالیٰ خود انتقام لے گا۔ (۵۳) اس آیت مبارکہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کو جادوگر اور دیوانہ قرار دینے والوں کو سرکش قرار دیا گیا ہے چونکہ ہر قوم نے ہی اپنے پیغمبر کے متعلق یہ الزام لگایا کہ وہ دیوانے اور جادوگر ہیں، اس لئے یوں لگتا ہے کہ ہر اگلی نسل پچھلی نسل کو یہ وصیت کر کے مری ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے تو تم نے اس کے متعلق یہی کہنا ہے کہ وہ دیوانہ اور جادوگر ہے، چنانچہ یہ وصیت نسل در نسل منتقل ہوتے ہوئے اہل مکہ تک پہنچ گئی اور انہوں نے بھی دیوانے اور جادوگر کی رٹ لگانا شروع کر دی، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ مشرکین کا تعلق خواہ کسی بھی زمانے' جگہ اور قوم سے ہو ان کی سوچ ہمیشہ ایک جیسی ہی رہتی ہے، حتیٰ کہ ان کے الفاظ اور رویہ بھی ایک دوسرے سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ تمام لوگ سرکشی اور شرارت کے پہلو میں ایک دوسرے کے شریک ہیں اور یہ تمام لوگ ہی سرکش ہیں' اس لئے جو کچھ پہلے شریروں اور سرکشوں نے کہا وہی بعد والے شریر اور سرکش بھی کہتے رہے ہیں۔ (۵۴) اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ پر واضح کر دیا گیا ہے کہ جو سرکش لوگ آپ کی دعوت قبول نہیں کر رہے بلکہ اس کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کر رہے ہیں' آپ ان کے پیچھے نہ پڑیں بلکہ ان سے اعراض اور کنارہ کشی کریں، ان کے ایمان نہ لانے سے آپ پر کوئی الزام نہیں آئے گا، الزام اسی پر آئے گا جس نے انکار اور سرکشی کا رویہ اختیار کیا۔ (۵۵) اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو فریضۂ تذکیر کی حسب سابق ادائیگی کرتے رہنے کی تاکید کی گئی ہے یعنی آپ کا کام لوگوں کو سمجھانا اور نصیحت فرمانا ہے، آپ اپنی ذمہ داری نہایت احسن طریقے سے پوری فرما رہے ہیں، آئندہ بھی آپ اس ذمہ داری کو ادا کرتے رہیں' جو لوگ نعمت ایمان سے مالا مال ہو چکے ہیں یا ازل میں ان کیلئے اس سعادت کا فیصلہ ہو چکا ہے وہ خود اس سے فائدہ اٹھائیں گے جبکہ منکرین اور مشرکین پر اتمام حجت ہو جائے گی اور قیامت کے دن ان کے پاس اپنی صفائی میں کہنے کیلئے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ (۵۶) اس آیت مبارکہ میں جن و انس کی تخلیق کا مقصد ذکر کیا گیا ہے، خصوصیت کے ساتھ جن و انس کا ذکر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ دراصل احکام شرعیہ کا مکلف صرف انہی کو بنایا گیا ہے اور انہیں اپنے اختیار سے کسی بھی راستے کو منتخب کرنے کی اجازت دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے جن و انس کی تخلیق کا مقصد صرف اور صرف اپنی عبادت کو قرار دیا ہے کہ وہ میری عبادت اور بندگی کریں، میرے علاوہ کسی کی بندگی اور پوجا نہ کریں لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کیلئے ہی پیدا کرنا تھا تو یہ مقصد اس کی نورانی مخلوق یعنی فرشتے بہت عمدہ طریقے سے پورا کر رہے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اس طرح مصروف رہتے تھے کہ پلک جھپکنے کی مقدار برابر بھی نافرمانی نہیں کرتے تھے، ان کی موجودگی میں عبادت ہی کیلئے دو نئی مخلوقات کو پیدا کرنے میں کیا حکمت تھی؟ سو بعض حضرات نے یہاں عبادت کو تعظیم کے معنی میں لے کر آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن و انس کی تخلیق اس لئے فرمائی ہے کہ وہ احکام الٰہیہ کی عظمت کو سمجھیں' ان کی تعظیم کریں اور ان کی اہمیت کا سبق دوسروں تک پہنچائیں جبکہ بعض حضرات نے یہاں عبادت کو معرفت کے معنی میں لیا ہے، اس عاجز کو یہی رائے زیادہ پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن و انس کی تخلیق اس لئے فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کریں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت حاصل کرنے کے جتنے راستے جن و انس کیلئے مہیا فرمائے ہیں، کسی اور مخلوق کیلئے اس کا دسواں حصہ بھی مہیا نہیں فرمایا اور جن و انس ہی کو اس نے اپنی صفات کا شعور عطا فرمایا، چنانچہ وہ اس کی صفات و کمالات پر اس کی مخلوق سے ایسے عمدہ استدلال کرتے ہیں کہ سننے والے دنگ رہ جاتے ہیں اور معرفت و شعور کا یہ سلسلہ ایک سے دوسرے کو منتقل ہوتا جاتا ہے۔ (۵۷) اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی بیان کی گئی ہے، وہ مشرکوں اور بت پرستوں کے ان معبودوں کی طرح نہیں ہے، جن کے آگے کھانے اور پینے کی چیزوں کے ڈھیر لگائے جائیں' پھر کاہن' مجاور اور پادری ان کے نام پر جمع ہونے والی تمام چیزیں خود ہی کھا پی جائیں اور ان بے بس معبودوں کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکے کہ ان کے لئے کون' کیا لایا؟ اور اسے کون کھا پی گیا؟ اللہ تعالیٰ ان تمام بے ہودہ تصورات اور لغویات سے پاک ہے، وہ فرماتا ہے کہ مجھے کسی سے کسی رزق کی تلاش نہیں ہے، میں نہیں چاہتا کہ کوئی مجھے کھانا کھلائے اس لئے کہ میں معبود ہوں اور حقیقی معبود وہی ہوتا ہے جسے کھانے پینے اور دیگر ضروریات کی احتیاج نہ ہو، ورنہ جس میں احتیاج پائی جاتی ہو وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے؟ (۵۸) اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ رزاق ہے' یہ مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کا معنی خوب رزق دینے والا ہے، چنانچہ وہ جس مخلوق کو بھی پیدا کرتا ہے اسے اس کی ضرورت کے مطابق رزق بھی عطا فرماتا ہے، بھلا یہ بات عقل میں کیسے آ سکتی ہے کہ جو اللہ اپنی مخلوق کو رزق عطا فرمائے اس کے پاس رزق کے خزانے کم پڑ جائیں اور وہ اپنی مخلوق سے رزق کا طلبگار بن جائے؟ جو اللہ اپنی مخلوق کو کھانا کھلاتا ہے، اسی کے پاس کھانے کی قلت کے واقع ہو جائے اور وہ مخلوق سے اپنے لئے کھانا طلب کرنے لگے، وہ اس قسم کے بیہودہ تصورات سے پاک اور بالاتر ہے، ہر چیز کے خزانے اس کے پاس ہیں اور وہ ازل سے انہیں خرچ کر رہا ہے اور تا ابد خرچ کرتا رہے گا لیکن اس کے خزانوں میں ذرہ برابر کمی واقع ہوئی ہے اور نہ ہوگی، دوسری صفت یہ کہ وہ قوت والا اور طاقتور ہے، اس کی طاقت کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا اور جسے وہ پکڑ لے، اسے کوئی چھڑا نہیں سکتا، اس لئے اس کی شان میں یہ بیہودہ گوئیاں چھوڑ دو، تیسری صفت یہ کہ وہ ''المتین'' ہے، یہ لفظ ''متن'' سے نکلا ہے، جس کا لغوی معنی ''پشت'' ہے، انسانی جسم میں پشت کی حیثیت یہ ہے کہ وہ جسم کیلئے بمنزلہ اساس اور بنیاد کے ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی شخص کی ہمت جواب دے جائے تو وہ کہتا ہے کہ میری کمر ٹوٹ گئی ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت قوت کے ساتھ بعض مقامات پر صفت عزت کو بیان کیا گیا ہے، مثلاً سورۂ حدید کی آیت نمبر ۲۵ میں ''قوی عزیز'' فرمایا گیا ہے، اسی طرح یہاں صفت قوت کے ساتھ صفت متانت کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قوت اور طاقت کو ایسا ثبات اور دوام حاصل ہے جس پر کبھی زوال نہیں آئے گا اور وہ ہمیشہ طاقتور اور قوی رہے گا۔ واللہ اعلم۔ (۵۹) اس آیت مبارکہ میں ظالموں کو عذاب جلدی لانے کا مطالبہ کرنے سے روکا گیا ہے کیونکہ ان کا یہ مطالبہ انہی کے حق میں نقصان دہ ہے اور جس عذاب کا ان کیلئے فیصلہ ہو چکا ہے، وہ ان سے کسی صورت ٹلنے والا نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ بھی سابقہ قوموں کی طرح اپنے کفر و شرک اور گناہوں پر ڈٹ گئے ہیں، پہلی قوموں نے بھی اپنے نامۂ اعمال کے ڈول کو ظلم و سرکشی اور گناہوں سے بھر لیا تھا، ان لوگوں نے بھی اپنے ڈول بھر لئے ہیں، سو جس طرح گزشتہ اقوام پر اللہ کا عذاب آیا' یہ لوگ بھی اس سے خود کو بچا نہ سکیں گے۔ (۶۰) اس آیت مبارکہ میں یوم العذاب کو کافروں کیلئے ہلاکت اور تباہی کا دن قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان سے جس عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے وہ ان پر نازل ہو کر رہے گا، لیکن وہ دن ان کیلئے کسی قسم کی خیر و برکت لے کر نہیں آئے گا، بلکہ اس دن وہ ہلاک اور تباہ و برباد ہو جائیں گے اور اللہ کے عذاب سے بڑھ کر تباہی اور بربادی کیا ہوگی۔ اعاذنا اللہ منها ۱۷ ستمبر ۲۰۱۹ بعد نماز مغرب

منزل ۷

اٰيَاتُهَا ٤٩ (٥٢) سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ (٧٦) رُكُوْعَاتُهَا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

وَالطُّوْرِ ۝١ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝٢ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝٣ وَّالْبَيْتِ

وَالطُّوْرِ ۝١	وَ	كِتٰبٍ	مَّسْطُوْرٍ ۝٢	فِيْ	رَقٍّ	مَّنْشُوْرٍ ۝٣	وَ	الْبَيْتِ
قسم ہے طور کی	اور	تحریر کی	لکھی ہوئی	بیچ	کاغذ کے	کھلے ہوئے	اور	گھر کی

مجھے قسم ہے کوہِ طور کی۔ [1] اور لکھی ہوئی تحریر کی۔ [2] کشادہ ورق میں۔ [3] اور قسم ہے

الْمَعْمُوْرِ ۝٤ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝٥ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝٦ اِنَّ عَذَابَ

الْمَعْمُوْرِ ۝٤	وَ	السَّقْفِ	الْمَرْفُوْعِ ۝٥	وَ	الْبَحْرِ	الْمَسْجُوْرِ ۝٦	اِنَّ	عَذَابَ
آباد کئے ہوئے	اور	چھت کی	اونچی کی ہوئی	اور	سمندر کی	ابلتے ہوئے	بیشک	عذاب

بیت المعمور کی۔ [4] اور قسم ہے بلند چھت کی۔ [5] اور قسم ہے ابلتے ہوئے سمندر کی۔ [6] بیشک آپ کے رب کا

رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝٧ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝٨ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝٩ وَّتَسِيْرُ

رَبِّكَ	لَوَاقِعٌ ۝٧	مَا	لَهٗ	مِنْ	دَافِعٍ ۝٨	يَّوْمَ	تَمُوْرُ	السَّمَآءُ	مَوْرًا ۝٩	وَّتَسِيْرُ
تیرے رب کا	البتہ واقع ہونے والا	نہیں	اس کیلئے	سے	کوئی دور کرنے والا	جس دن	لرزے گا	آسمان	کپکپا کر	اور چلیں گے

عذاب واقع ہو کر رہے گا۔ [7] اُسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ [8] جس دن آسمان کپکپا کر لرزے گا۔ [9] اور پہاڑ

الْجِبَالُ سَيْرًا ۝١٠ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١١ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ

الْجِبَالُ	سَيْرًا ۝١٠	فَوَيْلٌ	يَّوْمَئِذٍ	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١١	الَّذِيْنَ	هُمْ	فِيْ	خَوْضٍ
پہاڑ	چلنا	سو ہلاکت ہے	اس دن	جھٹلانے والوں کیلئے	جو لوگ	وہ	بیچ	باتوں کے

چلنے لگیں گے۔ [10] سو اُس دن تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہو گی۔ [11] جو کھیل تماشا کرتے ہوئے باتیں بنانے میں

يَّلْعَبُوْنَ ۝١٢ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝١٣ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا

يَّلْعَبُوْنَ ۝١٢	يَوْمَ	يُدَعُّوْنَ	اِلٰى	نَارِ	جَهَنَّمَ	دَعًّا ۝١٣	هٰذِهِ	النَّارُ	الَّتِيْ	كُنْتُمْ	بِهَا
دل لگی کر رہے ہیں	جس دن	دھکیلے جائیں گے وہ	طرف	آگ کے	جہنم کی	دھکیلنا	یہ	جہنم	وہ جو	تم تھے	اس کی

لگے ہیں۔ [12] جس دن اُنہیں جہنم کی آگ کی طرف دھکیل کر لیجایا جائے گا۔ [13] یہی وہ جہنم ہے جس کی تم تکذیب

سورة الطور

سورۂ طور مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۱۵۰۰، کلمات ۳۱۲، آیات ۴۹ اور رکوعات ۲ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت ہی لفظ "والطور" ہے، اس مناسبت سے اس کا نام "سورۂ طور" رکھا گیا، اس سے مراد کوہ طور ہے جس کی اہمیت کی وجہ سے اس کی قسم کھائی گئی ہے، اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے پانچ قسمیں کھا کر فرمایا ہے کہ اللہ کا عذاب واقع ہو کر رہے گا، اس دن آسمان تھرتھرائیں گے، پہاڑ چلنا شروع ہو جائیں گے، کفار اور مشرکین کو جہنم میں دھکیل دیا جائیگا، جبکہ اہل جنت ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بادشاہوں کی طرح ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے، ان کی بیویاں حورعین ہوں گی اور سب سے بڑھ کر حق تعالیٰ کی رضا مندی ہو گی، اس سورت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت وتبلیغ کا حکم دیا گیا ہے، کفار اور مشرکین جو مرضی کہتے رہیں، اس کی پرواہ نہ کریں، پھر چند سوالات پوچھے گئے ہیں، جن کا مقصد مشرکوں کے ضمیر کو جھنجھوڑنا ہے، اگر ان میں ضمیر نام کی کوئی چیز زندہ ہو تو ان کے سر شرم سے جھک جائیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاہیے کہ صبر اور ثابت قدمی سے کام لیتے رہیں اور تسبیح وتحمید میں مشغول رہیں اور اس کا اہتمام خاص طور پر رات کے وقت بھی کیا کریں۔ [1] اس آیت مبارکہ میں طور پہاڑ کی قسم کھائی گئی ہے، طور کا لفظی معنی سرسبز پہاڑ ہے، اگر پہاڑ سرسبز نہ ہو تو اسے طور نہیں کہتے، صحیح بخاری میں مجاہد سے مروی ہے کہ طور سریانی زبان کا لفظ ہے، بعض نے اسے نبطی زبان کا لفظ قرار دیا ہے، طور ایک پہاڑی سلسلے کا نام ہے جو خلیج سویز اور خلیج عقبہ کے درمیان ایک تکون سی بناتا ہے، اس کے اضلاع ایک سو چالیس میل لمبے ہیں، شمال کی طرف اسکی اونچائی بہت معمولی ہے، جگہ جگہ ریت کے تودے ہیں لیکن جنوب کی طرف اس کی بعض چوٹیاں نو نو ہزار فٹ بلند ہیں اور سارا حصہ سرسبز وشاداب ہے، اسی کے قریب وادیٔ طویٰ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے شرف ہم کلامی حاصل ہوا تھا۔ [2] [3] ان آیتوں میں لکھی ہوئی تحریر کی قسم کھائی گئی ہے، جو کشادہ اوراق اور کھلے صحیفوں میں لکھی ہوئی ہے، اس تحریر سے مراد بعض مفسرین کے نزدیک لوح محفوظ ہے، بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد ہر شخص کا نامۂ اعمال ہے، بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد قرآن کریم ہے جبکہ بعض حضرات کے نزدیک اس سے مراد تورات ہے، یہی زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس سے پہلے طور پہاڑ کا ذکر ہوا ہے اور طور پہاڑ پر تورات نازل ہوئی تھی، لہٰذا ممکن ہے کہ اس سے تورات ہی مراد ہو، دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر لکھی ہوئی نازل ہوئی تھی جبکہ قرآن کریم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل ہوا تھا جسے بعد میں نبی علیہ السلام لکھوالیا کرتے تھے اور نامۂ اعمال اور لوح محفوظ تک دنیا میں انسان کی رسائی نہیں ہے۔ واللہ اعلم [4] اس آیت مبارکہ میں "بیت المعمور" کی قسم کھائی گئی ہے، اس کا لفظی معنی آباد گھر ہے، بعض مفسرین نے اس سے خانۂ کعبہ مراد لیا ہے کیونکہ وہ ہر وقت طواف اور عمرہ کرنے والوں سے بھرا رہتا ہے، اسی طرح وہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات اور خصوصی توجہات سے بھی بھرپور رہتا ہے لیکن زیادہ تر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد وہ گھر ہے جو ساتویں آسمان پر فرشتوں کیلئے کعبہ کے طور پر مقرر کیا گیا ہے، وہ خانۂ کعبہ کی بالکل سیدھ میں واقع ہے، گویا زمین والوں کا کعبہ مکہ مکرمہ میں ہے اور آسمان والوں کا کعبہ ساتویں آسمان پر ہے، یہاں روزانہ ستر ہزار فرشتے عبادت کیلئے داخل ہوتے ہیں، پھر ان فرشتوں کی باری تا صبح قیامت دوبارہ نہیں آئے گی، اسی وجہ سے اسے بیت

تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِصْلَوْهَا

تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾	اَفَسِحْرٌ	هٰذَآ	اَمْ	اَنْتُمْ	لَا	تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾	اِصْلَوْهَا
تکذیب کرتے رہے	تو کیا جادو ہے	یہ	یا	تم ہو	نہیں	دیکھتے	داخل ہو جاؤ تم اسمیں

کیا کرتے تھے۔ [۱۴] کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھ نہیں پا رہے؟ [۱۵] اس میں داخل ہو جاؤ،

فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ

فَاصْبِرُوْٓا	اَوْلَا	تَصْبِرُوْا ۚ	سَوَآءٌ	عَلَيْكُمْ ۭ	اِنَّمَا	تُجْزَوْنَ	مَا	كُنْتُمْ
سو تم صبر کرو	یا نہ	صبر کرو تم	برابر ہے	تم پر	وہ تو صرف	تم بدلہ دیئے گئے	وہ جو	تم تھے

پھر صبر کرو یا نہ کرو، تمہارے لیے برابر ہے، تمہیں صرف اُنہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿۱۷﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾	اِنَّ	الْمُتَّقِيْنَ	فِيْ	جَنّٰتٍ	وَّنَعِيْمٍ ﴿۱۷﴾	فٰكِهِيْنَ	بِمَآ	اٰتٰىهُمْ	رَبُّهُمْ ۚ
عمل کرتے	بیشک	پرہیزگار لوگ	بیچ	باغات کے	اور نعمتوں کے	دل لگی کرنے والے	اس سے جو	انہیں دیا	ان کے رب نے

کرتے تھے۔ [۱۶] بیشک متقی باغات اور نعمتوں میں ہوں گے۔ [۱۷] اُن نعمتوں سے دل لگی کرتے ہوں گے جو انہیں اُن کے رب نے دی ہوں گی،

وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ

وَ	وَقٰىهُمْ	رَبُّهُمْ	عَذَابَ	الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾	كُلُوْا	وَ	اشْرَبُوْا	هَنِيْٓـًٔا	بِمَا	كُنْتُمْ
اور	بچالیا انہیں	ان کے رب نے	عذاب سے	جہنم کے	کھاؤ تم	اور	پیو تم	رغبت سے	بدلے اس کے جو	تم تھے

اور اُنہیں اُن کا رب جہنم کے عذاب سے بچا لے گا۔ [۱۸] رغبت کے ساتھ کھاؤ پیو، یہ بدلہ ہے اُن اعمال کا جو تم

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۰﴾

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾	مُتَّكِـِٕيْنَ	عَلٰى	سُرُرٍ	مَّصْفُوْفَةٍ ۚ	وَزَوَّجْنٰهُمْ	بِحُوْرٍ	عِيْنٍ ﴿۲۰﴾
عمل کرتے	ٹیک لگائے ہوئے	پر	تختوں کے	برابر بچھے ہوئے	اور نکاح کردیں گے ہم ان کا	ساتھ حوروں کے	بڑی آنکھوں والی

کرتے تھے۔ [۱۹] قطار در قطار بچھے ہوئے تختوں پر ٹیک لگائے ہوں گے، اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ہم اُن کا نکاح کر دیں گے۔ [۲۰]

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ

وَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَاتَّبَعَتْهُمْ	ذُرِّيَّتُهُمْ	بِاِيْمَانٍ	اَلْحَقْنَا	بِهِمْ	ذُرِّيَّتَهُمْ	وَ
اور	جو لوگ	ایمان لائے	اور ان کی پیروی کی	ان کی اولاد نے	ایمان میں	ملا دیں گے ہم	ان کے ساتھ	ان کی اولاد کو	اور

اور جو لوگ ایمان لائے اور اُن کی اولاد نے بھی ایمان لانے میں اُن کی پیروی کی، ہم اُن کی اولاد کو بھی اُن کے ساتھ ملا دیں گے اور

المعمور کہا جاتا ہے کہ وہ ہر وقت عبادت کرنے والے فرشتوں سے بھرا رہتا ہے اور کسی وقت بھی خالی نہیں ہوتا۔ [۵] اس آیت مبارکہ میں ''اونچی چھت'' کی قسم کھائی گئی ہے، بعض مفسرین کے نزدیک اس سے آسمان مراد ہے کیونکہ یہ اہل زمین کیلئے چھت کی طرح ہے جبکہ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے عرش الٰہی مراد ہے کیونکہ اس نے سب چیزوں کو ڈھانپ رکھا ہے، حتیٰ کہ اہل جنت کیلئے بھی وہ چھت کی طرح ہوگا۔ [۶] اس آیت مبارکہ میں ''ابلتے ہوئے سمندر'' کی قسم کھائی گئی ہے، اس سے مراد یا تو قیامت کے دن کی کیفیت ہے جب سمندروں کے پانی میں آگ لگا دیجائے گی اور وہ ابلنا شروع ہو جائیں گے جیسا کہ سورۃ التکویر کی آیت نمبر ۶ میں آیا ہے یا اس سے مراد دنیا کے وہ سمندر ہیں جو پانی سے بھرے پڑے ہیں اور ان میں پانی کی موجیں مارتی لہریں ان کے ابال کو ظاہر کرتی ہیں، بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد وہ سمندر ہے جو آسمان کے اوپر اور عرش کے نیچے ہے اور اس کا نام ''بحر الحیوان'' ہے۔ واللہ اعلم [۷] اس آیت مبارکہ میں جواب قسم کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مذکورہ تمام چیزوں کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ تمہارے رب کا عذاب ضرور آئے گا، بھلا جو رب پہاڑوں کا سلسلہ اور نظام قائم کر سکتا ہے، لکھی ہوئی کتابیں اور صحیفے نازل کر سکتا ہے، آسمان کی چھت تان سکتا ہے، فرشتوں کیلئے آسمان پر کعبہ تعمیر کر سکتا ہے اور سمندر کے ابلتے پانی میں آگ لگا سکتا ہے وہ اپنے نافرمان بندوں کو سزا نہیں دے سکتا' کیوں نہیں ایسا ہو کر رہے گا۔ [۸] اس آیت مبارکہ میں عذاب الٰہی کا اٹل ہونا بیان کیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ عذاب نازل کرنے کا فیصلہ فرمائے گا تو اس کے فیصلے کو کوئی ٹال نہ سکے گا کیونکہ مخلوق کیلئے خالق کے بھیجے ہوئے عذاب کو ٹالنا ممکن نہیں ہے ورنہ تو لازم آئے گا کہ مخلوق اپنے خالق سے زیادہ طاقتور ہو جائے اور یہ ناممکن ہے لہٰذا عذاب الٰہی کو ٹالنا بھی ناممکن ہے۔ [۹] اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن آسمان کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ آسمان پر کپکپی اور لرزہ طاری ہو جائے گا اور لرزے کی شدت اس قدر زیادہ ہوگی کہ وہ پھٹ جائے گا، دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ قیامت کا دھچکا اس قدر شدید ہوگا کہ آسمان کا سارا نظام معطل ہو کر رہ جائے گا اور یہ سارا نظام جو اب تک اپنی شان و شوکت کے ساتھ قائم ہے، شکست و ریخت کا شکار ہو جائے گا۔ [۱۰] اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن پہاڑوں کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ یہ دیوہیکل' بلند و بالا اور مضبوط پہاڑ جنہوں نے زمین کو ہلنے سے روکا ہوا ہے، نہ صرف یہ کہ زمین کو زلزلوں اور بھونچالوں سے بچا نہ سکیں گے بلکہ خود بھی اپنی جگہ چھوڑ کر چلنا شروع کر دیں گے، یہاں تک کہ روئی کے گالوں کی طرح اڑنے لگیں گے، گویا قیامت کے دن زمینی نظام بھی درہم برہم ہو جائے گا اور نہایت طاقتور چیزیں بھی بے حیثیت ہو کر رہ جائیں گی۔ [۱۱] اس آیت مبارکہ میں تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت کی وعید بیان کی گئی ہے، جو لوگ دنیا میں دعوت توحید و رسالت کو جھٹلاتے رہے، قرآن اور قیامت کی تکذیب کرتے رہے' مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کو جھٹلاتے رہے اور حق بات کی تکذیب کر کے باطل کے ساتھ چمٹے رہے، ظاہر ہے کہ قیامت کا دن ان کیلئے خوشخبری لے کر طلوع نہیں ہوگا بلکہ اس دن انہیں ان کے جرم کی پوری پوری سزا ملے گی، اس لئے وہ دن ان کیلئے ہلاکت اور تباہی کا دن ہوگا۔ [۱۲] اس آیت مبارکہ میں تکذیب کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے کہ قیامت کے دن انہیں جو سزا دی جائے گی، وہ کسی ظلم کی بناء پر نہیں ہوگی، بلکہ ان کے جرم کی بنا پر ہوگی کیونکہ یہ لوگ دنیا میں کھیل تماشے کی باتوں میں مشغول رہتے تھے، دین پر اعتراضات کرتے تھے اور اسے کھیل کود سمجھ کر نظر انداز کرتے تھے، یہ معمولی جرم نہیں ہے، اس لئے انہیں اس کی پوری پوری سزا ملنی چاہئے۔ [۱۳] اس

مَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِیْنٌ ﴿۲۱﴾

مَآ	اَلَتْنٰهُمْ	مِّنْ	عَمَلِهِمْ	مِّنْ	شَیْءٍ	كُلُّ	امْرِئٍۭ	بِمَا	كَسَبَ	رَهِیْنٌ۝
نہیں	کم کریں گے ہم ان کو	سے	ان کے عمل کے	سے	کچھ بھی	ہر ایک	شخص	بدلے اس کے جو	کمایا اس نے	گروی رکھا ہوا

ہم اُن کے عمل میں سے کچھ بھی کم نہیں کریں گے، ہر شخص اپنی کمائی کے بدلے گروی رکھا ہوا ہے۔ ﴿۲۱﴾

وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ یَتَنَازَعُوْنَ فِیْهَا كَاْسًا لَّا

وَاَمْدَدْنٰهُمْ	بِفَاكِهَةٍ	وَ	لَحْمٍ	مِّمَّا	یَشْتَهُوْنَ۝	یَتَنَازَعُوْنَ	فِیْهَا	كَاْسًا	لَّا
اور مزید دیں گے ہم انہیں	میوے	اور	گوشت	اسمیں سے جو	وہ چاہتے ہوں گے	ایک دوسرے سے جھپٹ لیں گے وہ	اسمیں	گلاس	نہ

اور ہم اُنہیں مسلسل میوے اور گوشت عطا کریں گے، جس کی بھی اُنہیں خواہش ہوگی۔ ﴿۲۲﴾ وہاں وہ ایک دوسرے سے پیالے جھپٹ لیا کریں گے،

لَغْوٌ فِیْهَا وَلَا تَاْثِیْمٌ ﴿۲۳﴾ وَیَطُوْفُ عَلَیْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ

لَغْوٌ	فِیْهَا	وَ	لَا	تَاْثِیْمٌ۝	وَ	یَطُوْفُ	عَلَیْهِمْ	غِلْمَانٌ	لَّهُمْ	كَاَنَّهُمْ	لُؤْلُؤٌ
کوئی بیہودگی	اسمیں	اور	نہ	کوئی گناہ	اور	لئے پھریں گے	ان پر	لڑکے	ان کیلئے	گویا کہ وہ	موتی ہوں

اس میں کوئی بیہودگی ہوگی اور نہ گناہ۔ ﴿۲۳﴾ اور اُن کے پاس ایسے لڑکے لیے پھریں گے جو غلاف میں چھپے ہوئے موتیوں کی

مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا

مَّكْنُوْنٌ۝	وَ	اَقْبَلَ	بَعْضُهُمْ	عَلٰی	بَعْضٍ	یَّتَسَآءَلُوْنَ۝	قَالُوْٓا	اِنَّا	كُنَّا
چھپے ہوئے	اور	سامنا کریں گے	ان میں سے بعض	پر	بعض کے	ایک دوسرے سے سوال کریں گے	کہیں گے وہ	بیشک ہم	تھے

طرح ہوں گے۔ ﴿۲۴﴾ اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے۔ ﴿۲۵﴾ کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم

قَبْلُ فِیْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾

قَبْلُ	فِیْٓ	اَهْلِنَا	مُشْفِقِیْنَ۝	فَمَنَّ	اللّٰهُ	عَلَیْنَا	وَ	وَقٰىنَا	عَذَابَ	السَّمُوْمِ۝
پہلے	بیچ	اپنے گھر والوں کے	ڈرنے والے	سو احسان کیا	اللہ نے	ہم پر	اور	بچا لیا ہمیں	عذاب سے	لُو کے

اپنے گھر والوں میں ڈرتے رہتے تھے۔ ﴿۲۶﴾ سو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لُو کے عذاب سے بچا لیا۔ ﴿۲۷﴾

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ ﴿۲۸﴾ ع فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ ع ۲۸/۲

اِنَّا	كُنَّا	مِنْ	قَبْلُ	نَدْعُوْهُ ؕ	اِنَّهٗ	هُوَ	الْبَرُّ	الرَّحِیْمُ۝	فَذَكِّرْ	فَمَآ	اَنْتَ
بیشک ہم	تھے	سے	پہلے	اسے پکارتے رہے	بیشک وہ	وہی	احسان والا	نہایت مہربان	سو نصیحت کرتو	سو نہیں	تو

کیونکہ ہم اِس سے پہلے اُسی کو پکارا کرتے تھے، بیشک وہ حسنِ سلوک والا، نہایت مہربان ہے۔ ﴿۲۸﴾ آپ نصیحت کرتے رہیے کیونکہ آپ اپنے

آیت مبارکہ میں تکذیب کرنے والوں کو قیامت کے دن جہنم کی طرف دھکیلے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ مجرموں کا اکرام اور اعزاز نہیں کیا جاتا' انہیں مجرموں کی طرح دھکے دیئے جاتے ہیں، لہٰذا انہیں فرشتے دھکے دیتے ہوئے مجرموں کی طرح جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ ﴿۱۴﴾ اس آیت مبارکہ میں جہنم کی طرف اشارہ کر کے تکذیب کرنے والوں سے کہا گیا ہے کہ تم لوگ دنیا میں جہنم کی جس آگ کی تکذیب و انکار کرتے رہے، یہی وہ جہنم ہے جو تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہے اور جس میں تمہیں دھکے دیکر پھینک دیا جائے گا، کیا اب بھی تم اس کی تکذیب کرو گے؟ کیا اس جہنم سے تمہیں کوئی بچانے والا ہے؟ کیا تم اس سے بچ کر کہیں بھاگ سکتے ہو؟ ہرگز نہیں، تمہیں اب ہمیشہ اسی میں رہنا ہے۔ ﴿۱۵﴾ اس آیت مبارکہ میں استفہام کے انداز میں ڈانٹا گیا ہے کہ اے مجرمو! اب بتاؤ' تم دنیا میں جہنم کی تکذیب کرتے تھے اور اسے جادو قرار دیتے تھے' کیا یہ جادو ہے؟ کیا اب بھی کسی نے تمہاری نظر بندی کر رکھی ہے؟ کیا اب بھی تمہیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا؟ غور سے دیکھو' یہ وہی حقیقت ہے جس کی اطلاع تمہیں دنیا میں دے دی گئی تھی لیکن تم اس کی تکذیب پر اڑے رہے، آج اس کا مزہ چکھو۔ ﴿۱۶﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل جہنم کیلئے صبر کرنے یا نہ کرنے کو برابر قرار دیا گیا ہے، اس لئے کہ اگر وہ جہنم کے عذاب اور تکلیف پر صبر کریں گے، تب بھی انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا اور انہیں یہ توقع رکھنا بیکار ہوگا کہ مصیبت کے یہ دن بھی ختم ہو ہی جائیں گے اور اگر وہ جہنم کے عذاب پر بے صبری کریں گے، تب بھی ان کی چیخ و پکار ان کی مصیبت اور تکلیف میں کمی کا سبب نہ بن سکے گی، اہل جہنم کو صرف ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، ان کے ساتھ کسی قسم کا ظلم اور ناانصافی ہرگز نہ ہوگی، انہوں نے جیسے اعمال آگے بھیجے ہوں گے، اسی کے مطابق ان کیلئے سزا کا فیصلہ ہوگا۔ ﴿۱۷﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل تقویٰ کیلئے دو نعمتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی نعمت یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں باغات عطا فرمائے گا، ان باغات میں داخل ہو کر چند لمحے گزار کر انسان دنیا کی تمام مصیبتیں اور پریشانیاں بھول جائے گا، اس وقت اگر اس سے پوچھا جائے کہ تو نے کبھی کوئی پریشانی اور مصیبت دیکھی ہے؟ تو وہ فوراً انکار کردے گا اور کہہ دے گا کہ بخدا! میں نے کبھی کسی پریشانی کا منہ تک نہیں دیکھا اور دوسری نعمت یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ناز و نعم کی زندگی عطا فرمائے گا جس میں کسی چیز کی کمی نہ ہوگی، انسان کو کسی چیز کی حسرت نہ ہوگی اور اسے کسی قسم کی تشنگی کا احساس نہ ہوگا۔ ﴿۱۸﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کیلئے دو نعمتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے خوب لطف اندوز ہوں گے، کسی نعمت کے حوالے سے ان پر کوئی قدغن نہ ہوگی، دنیا میں بعض اوقات انسان کے سرہانے نعمتوں کے ڈھیر لگے ہوتے ہیں، لیکن وہ انہیں صرف حسرت کے ساتھ دیکھ سکتا ہے، استعمال نہیں کرسکتا کیونکہ معالجوں نے اسے منع کیا ہوتا ہے' جنت میں انسان کے ساتھ ایسی کوئی مجبوری نہ ہوگی اور وہ اپنی پسند کی کوئی بھی چیز بافراغت کھا سکے گا اور اس کے ذائقے اور لذت سے لطف اندوز ہو سکے گا، دوسری نعمت یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے گا، اگر انسان کو اور کوئی نعمت نہ بھی ملے تو صرف یہی ایک نعمت بہت بڑی ہے کہ انسان عذاب جہنم سے بچ جائے اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ ﴿۱۹﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کو کھانے پینے اور نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کی دعوت و اجازت دی گئی ہے، اہل جنت پر واضح کردیا جائے گا کہ تم نے دنیا میں جو محنت اور مشقت برداشت کی ہے اور جو اعمال صالحہ تم نے سرانجام دیئے ہیں، آج تمہیں انکا بدلہ دیا جارہا ہے، اس لئے خوش دلی اور رغبت کے ساتھ جو چاہو' جہاں سے چاہو' کھاؤ پیو اور اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ۔ ﴿۲۰﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت

بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ؕ﴿۲۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ

بِنِعْمَتِ	رَبِّكَ	بِكَاهِنٍ	وَ	لَا	مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾	اَمْ	يَقُوْلُوْنَ	شَاعِرٌ	نَّتَرَبَّصُ	بِهٖ
ساتھ مہربانی کے	تیرے رب کی	کوئی کاہن	اور	نہ	کوئی دیوانہ	کیا	وہ کہتے ہیں	شاعر ہے	ہم انتظار کر رہے ہیں	ساتھ اس کے

رب کے فضل سے نہ کاہن ہیں اور نہ دیوانے۔ [۲۹] کیا یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک شاعر ہے جس کے متعلق ہم گردشِ زمانہ کا

رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿۳۱﴾ اَمْ

رَيْبَ	الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾	قُلْ	تَرَبَّصُوْا	فَاِنِّیْ	مَعَكُمْ	مِّنَ	الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿۳۱﴾	اَمْ
گردش کا	زمانے کی	تُو کہہ	انتظار کرو تم	سو بیشک میں	تمہارے ساتھ	سے	انتظار کرنے والوں کے	کیا

انتظار کر رہے ہیں؟ [۳۰] آپ فرما دیجئے کہ تم انتظار کرتے رہو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ [۳۱] کیا

تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ

تَاْمُرُهُمْ	اَحْلَامُهُمْ	بِهٰذَآ	اَمْ	هُمْ	قَوْمٌ	طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾	اَمْ	يَقُوْلُوْنَ	تَقَوَّلَهٗ
انہیں حکم دیتی ہیں	ان کی عقلیں	اسی کا	یا	وہ	قوم	سرکشی کرنے والے	کیا	وہ کہتے ہیں	کہہ دیا ہے اس نے اسے

اُن کی عقلیں اُنہیں یہی حکم دیتی ہیں یا وہ لوگ ہی سرکش ہیں؟ [۳۲] کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی (ﷺ) نے یہ کلام خود ہی بنالیا ہے،

بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ

بَلْ	لَّا	يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾	فَلْيَاْتُوْا	بِحَدِيْثٍ	مِّثْلِهٖۤ	اِنْ	كَانُوْا	صٰدِقِيْنَ ﴿۳۴﴾	اَمْ
بلکہ	نہیں	ایمان لاتے وہ	سو چاہیے کہ لے آئیں وہ	ایک بات	اس جیسی	اگر	وہ ہیں	سچے	کیا

بلکہ وہ ایمان ہی نہیں لاتے۔ [۳۳] تو انہیں چاہیے کہ اگر وہ سچے ہیں تو اس جیسی ایک بات ہی لے آئیں۔ [۳۴] کیا

خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَیْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ

خُلِقُوْا	مِنْ	غَيْرِ	شَیْءٍ	اَمْ	هُمُ	الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾	اَمْ	خَلَقُوا	السَّمٰوٰتِ
پیدا ہو گئے وہ	سے	بغیر	کسی چیز کے	یا	وہ	پیدا کرنے والے	کیا	پیدا کیا انہوں نے	آسمانوں کو

وہ بغیر کسی چیز کے خود ہی پیدا ہو گئے ہیں یا وہ خود ہی خالق ہیں؟ [۳۵] کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو

وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ

وَ	الْاَرْضَ	بَلْ	لَّا	يُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾	اَمْ	عِنْدَهُمْ	خَزَآئِنُ	رَبِّكَ	اَمْ	هُمُ
اور	زمین کو	بلکہ	نہیں	یقین رکھتے وہ	کیا	ان کے پاس	خزانے	تیرے رب کے	یا	وہ

پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے۔ [۳۶] کیا اُن کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں یا وہ

کیلئے دو نعمتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہاں انہیں شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ نصیب ہوں گے اور وہ بادشاہوں کی طرح تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے، عام طور پر انسان کو جب ذہنی یکسوئی حاصل ہوتی ہے، وہ اس وقت بے تکلف ہو کر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتا ہے گویا اہل جنت کو ذہنی یکسوئی اور آزادی نصیب ہوگی اور وہاں وہ بے تکلف زندگی گزاریں گے، دوسری نعمت یہ کہ بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کی شادی کروا دی جائے گی، حوروں کی یہ صفت ان کی خوبصورتی میں مزید اضافے کا سبب بنے گی، ان کی صورت بھی اچھی ہوگی اور ان کی سیرت بھی پاکیزہ ہوگی، اہل جنت میں سے ہر شخص کو کم از کم دو حوریں دی جائیں گی، پھر درجہ بدرجہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق کسی کو کم اور کسی کو زیادہ عطا کی جائیں گی' یہ حوریں انسان کی دنیوی بیوی کے علاوہ ہوں گی۔ [۲۱] اس آیت مبارکہ میں دو ضابطے بیان کئے گئے ہیں، پہلا ضابطہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہونے کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو، اس کی اولاد اس کے پیچھے ایمان پر قائم رہے، اپنے وقت مقررہ پر وہ بھی ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سب کو ایک جگہ اکٹھا کرے گا، چنانچہ جنت میں بھی وہ ایک دوسرے کے ساتھ ہوں گے، باپ اپنی اولاد کو دیکھ کر اور اولاد اپنے باپ کو دیکھ کر خوش ہوگی اور دنیا کی کوئی طاقت انہیں آپس میں ملنے سے روک نہ سکے گی لیکن اس کیلئے بنیادی شرط یہ ہے کہ والدین بھی مسلمان ہوں اور اولاد بھی مسلمان ہو، اگر اولاد مسلمان نہ ہو یا کفر کی حالت میں مرجائے تو اسے اس کے مسلمان والدین کے ساتھ جمع نہیں کیا جائے گا اور اگر اولاد بالغ ہونے سے پہلے فوت ہو جائے اور والدین اسلام کی حالت میں فوت ہوئے ہوں تو اولاد کو ان کے تابع سمجھا جائے گا کیونکہ صحیح احادیث کے مطابق ہر بچہ معصوم اور فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے، یہ اس کے ماں باپ ہوتے ہیں جو بعد میں اسے یہودی' عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، لہٰذا ایسے بچوں کو بھی ان کے والدین کے ساتھ جمع کر دیا جائے گا، دنیا میں بعض اوقات اولاد اور والدین کے درمیان جدائی ہو جاتی ہے، یہ جدائی بعض اوقات میاں بیوی کے درمیان نا چاقی اور طلاق کی وجہ سے ہوتی ہے، بعض اوقات گردشِ زمانہ' جنگی حالات اور دیگر عوارض کی وجہ سے ہوتی ہے، چنانچہ سالہا سال گزر جاتے ہیں اور والدین اپنی اولاد سے اور اولاد اپنے والدین سے ملنا تو دور کی بات ان کی آواز سننے کیلئے ترستے رہتے ہیں، اسی طرح اگر موت آ کر ان کے درمیان جدائی کر دے، تب بھی وہ ایک دوسری کی یاد میں تڑپتے رہتے ہیں، ایسے لوگوں کو اگر یہ خوشخبری مل جائے کہ گھبراؤ نہیں' قیامت کے دن ہم تمہیں تمہاری اولاد سے ملا دیں گے، تمہارے اور ان کے درمیان حائل تمام رکاوٹیں دور کر دیں گے تو یہ ان کے زخموں پر کتنا بڑا مرہم ہوگا، پھر یہ ملاقات ایسی ہوگی جس کے بعد ان کے درمیان کبھی جدائی نہ ہو سکے گی حتیٰ کہ اگر اولاد اپنے اعمال کی وجہ سے والدین کے درجے تک نہ پہنچ سکی تو اللہ تعالیٰ مزید فضل فرما کر اولاد کو والدین کے درجے میں پہنچا دے گا تاکہ دنیا میں جدائی کا غم سہنے والے آخرت میں اس صدمے سے محفوظ رہیں، دوسرے ضابطے کا تعلق قانون عدل کے ساتھ ہے اور وہ یہ کہ ہر شخص اپنے اعمال کے عوض گروی رکھا ہوا ہے، وہ جیسے اعمال لے کر آئے گا اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کیا جائے گا، اگر کسی کے پاس مقبول اعمال صالحہ کا ذخیرہ ہوا تو وہ اپنے آپ کو جہنم سے چھڑانے میں کامیاب ہو جائے گا، ورنہ وہ جہنم کا ایندھن بن جائے گا، گویا اولاد کو والدین کے درجے میں پہنچا دینا اللہ کا فضل ہے اور ہر شخص کے ساتھ اس کے اعمال کی مناسبت سے معاملہ کرنا اس کا عدل ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگنا چاہئے، احادیث میں بھی اس کی تاکید کی گئی ہے۔ [۲۲] اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کو من پسند

الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ

الْمُصَيْطِرُوْنَ﴿٣٧﴾	اَمْ	لَهُمْ	سُلَّمٌ	يَّسْتَمِعُوْنَ	فِيْهِ	فَلْيَاْتِ	مُسْتَمِعُهُمْ
داروغہ	کیا	ان کیلئے	کوئی سیڑھی	کان لگا کر سنتے ہیں وہ	اسمیں	سو چاہیے کہ لے آئے	ان کا سننے والا

داروغہ ہیں؟ ۳۷ کیا اُن کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر وہ کان لگا کر سنتے ہیں؟ تو اُن کے سننے والے کو چاہیے کہ کوئی

بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿٣٩﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ

بِسُلْطٰنٍ	مُّبِيْنٍ﴿٣٨﴾	اَمْ	لَهُ	الْبَنٰتُ	وَلَكُمُ	الْبَنُوْنَ﴿٣٩﴾	اَمْ	تَسْـَٔلُهُمْ	اَجْرًا	فَهُمْ
کوئی دلیل	کھلی	کیا	اس کیلئے	بیٹیاں	اور تمہارے لئے	بیٹے	کیا	تو مانگتا ہے ان سے	کوئی اجرت	سو وہ

واضح سند لیکر آئے۔ ۳۸ کیا اللہ کیلئے بیٹیاں اور تمہارے لیے بیٹے؟ ۳۹ کیا آپ اِن سے کوئی اجرت مانگتے ہیں جس کے

مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٠﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٤١﴾ اَمْ

مِّنْ	مَّغْرَمٍ	مُّثْقَلُوْنَ﴿٤٠﴾	اَمْ	عِنْدَهُمُ	الْغَيْبُ	فَهُمْ	يَكْتُبُوْنَ﴿٤١﴾	اَمْ
سے	قرض کے	بوجھ تلے دبے ہوئے	کیا	ان کے پاس	غیب	سو وہ	لکھتے ہیں	کیا

بوجھ تلے وہ دبے ہوئے ہیں؟ ۴۰ کیا اُن کے پاس غیب کا علم ہے جسے وہ لکھتے ہیں؟ ۴۱ کیا وہ

يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۭ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ

يُرِيْدُوْنَ	كَيْدًا	فَالَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	هُمُ	الْمَكِيْدُوْنَ﴿٤٢﴾	اَمْ	لَهُمْ	اِلٰهٌ	غَيْرُ
وہ چاہتے ہیں	کوئی تدبیر	سوجن لوگوں نے	کفر کیا	وہ	تدبیر کے نیچے آنے والے	کیا	ان کیلئے	کوئی معبود	علاوہ

کوئی تدبیر کرنا چاہتے ہیں؟ سو کافر ہی تدبیر کے نیچے آتے ہیں۔ ۴۲ کیا اللہ کے علاوہ اُن کا کوئی

اللّٰهِ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٤٣﴾ وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ

اللّٰهِ	سُبْحٰنَ	اللّٰهِ	عَمَّا	يُشْرِكُوْنَ﴿٤٣﴾	وَ	اِنْ	يَّرَوْا	كِسْفًا	مِّنَ	السَّمَاۗءِ
اللہ کے	پاک ہے	اللہ	اس سے جو	وہ شرک کرتے ہیں	اور	اگر	دیکھ لیں وہ	کوئی ٹکڑا	سے	آسمان کے

اور معبود ہے؟ اللہ اُن چیزوں سے پاک ہے جنہیں وہ اُس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ ۴۳ اگر وہ آسمان کا کوئی ٹکڑا گرتے ہوئے

سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ

سَاقِطًا	يَّقُوْلُوْا	سَحَابٌ	مَّرْكُوْمٌ﴿٤٤﴾	فَذَرْهُمْ	حَتّٰى	يُلٰقُوْا	يَوْمَهُمُ
گرنے والا	کہیں گے وہ	بادل	جما ہوا	سو تو چھوڑ دے انہیں	یہاں تک کہ	ملاقات کریں وہ	اپنے دن سے

دیکھیں تو کہیں گے کہ یہ تو جما ہوا گاڑھا بادل ہے۔ ۴۴ اس لیے آپ انہیں چھوڑ دیجئے، یہاں تک کہ وہ اُس دن کو دیکھ لیں جس میں

کھانے اور میوے فراہم کرنے کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ جنت نام ہی من چاہی زندگی کا ہے، اس لئے جس جانور یا پرندے کا گوشت انسان کو مرغوب ہوگا، وہ اس کیلئے حاضر کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ اگر کسی اڑتے ہوئے پرندے کو دیکھ کر کسی کے دل میں اس کی خواہش پیدا ہوگی تو پلک جھپکنے میں وہ اس کے سامنے پیش کر دیا جائے گا، اگر اسے بھنا ہوا گوشت کھانے کی رغبت ہوگی تو بھنا ہوا گوشت حاضر ہوگا اور اگر شوربے کی طلب ہوئی تو وہ حاضر ہوگا، اسی طرح خشک اور تر میوہ جات کثرت اور فراوانی کے ساتھ دستیاب ہوں گے جنہیں انسان حسب خواہش کھا سکے گا، زیادہ کھانے کی وجہ سے وہ بیمار نہ ہوگا اور کم کھانے کی وجہ سے لاغر نہ ہوگا۔ ۲۳ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کی خوش طبعی اور دل لگی کا احوال بیان کیا گیا ہے، کہ ایک شخص کے ہاتھ میں گلاس ہوگا اور وہ اسے اپنے منہ سے لگانا چاہے گا تو اچانک اس کا بے تکلف دوست آگے بڑھ کر وہ گلاس اس کے ہاتھ سے جھپٹ کر اپنے منہ سے لگا لے گا اور دونوں ہی اس دل لگی اور بے تکلفی کا مزہ لیں گے، جیسے دنیا میں بے تکلف دوست ایک دوسرے کے ساتھ اس نوعیت کی خوش طبعی کر لیتے ہیں، اس سے دلوں میں کدورت اور نفرت کی بجائے مزید محبت بڑھتی ہے اور اپنائیت میں اضافہ ہوتا ہے لیکن دنیا کی محفلوں میں اس وقت خرابی اور فساد پیدا ہو جاتا ہے جب انسان کے گلاس میں نشہ آور مشروب ہو اور اسے پینے سے اس کے ہوش و حواس کام کرنا چھوڑ دیں، اہل جنت کے گلاس بھی شراب سے چھلک رہے ہوں گے لیکن اسے پینے سے نہ تو ان پر نشہ چڑھے گا اور نہ ہی ان کی عقل کام کرنا چھوڑے گی' چنانچہ نہ وہ کوئی بیہودہ بات کریں گے اور نہ ہی اس شراب طہور کو پینے کے بعد ان کے نفس میں گناہ کے جذبات پیدا ہوں گے۔ ۲۴ اس آیت مبارکہ میں چھوٹے چھوٹے بچوں کا اہل جنت کے پاس کھانے پینے کی چیزیں لانا بیان کیا گیا ہے، یہ وہ بچے ہوں گے جو دنیا میں بلوغت کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہو گئے ہوں گے، یہ بچے اس قدر حسین وجمیل اور خوبصورت ہوں گے جیسے تراشا ہوا موتی ہو اور جوہری نے اسے گرد وغبار سے بچانے کیلئے کسی ڈبی میں بند کر کے رکھا ہوا ہو، یہ بچے معصومیت اور بھولے پن کے ساتھ جب کسی کو کھانے یا پینے کیلئے کوئی چیز پیش کریں گے تو وہ اسے انکار نہ کر سکے گا، یوں بھی ایسے بچے انسان کے ذہن اور نظر کو تازگی اور فرحت بخشتے ہیں، انسان اپنے معصوم اور ننھے بچوں کے ساتھ کھیلتا اور پیار کرتا ہے اور آج بھی دستور ہے کہ معزز مہمانوں کو چھوٹے بچوں سے پھولوں کے گلدستے پیش کروائے جاتے ہیں۔ ۲۵ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کا ایک دوسرے سے سوال جواب کرنا مذکور ہوا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل جنت آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلفی سے بات چیت اور گپ شپ کر سکیں گے اور آگے آنے والی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بات چیت کا تعلق دنیا میں گزرے ہوئے وقت اور ماضی کے واقعات کے ساتھ ہوگا، گویا اہل جنت ان باتوں کو بھولے نہیں ہوں گے جو ان کے ساتھ دنیا میں پیش آئی ہوں گی بلکہ وہ انہیں یاد رہیں گی اور موقع بہ موقع ان کی بات چیت میں اس کا حوالہ بھی آیا کرے گا۔ ۲۶ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کا ایک وصف بیان کیا گیا ہے، وہ لوگ آپس میں گفتگو کرتے ہوئے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے' اس نے دنیا میں ہمیں خوف وخشیت الٰہی کا وصف عطا فرمایا اور ہم پھونک پھونک کر قدم اٹھاتے رہے، لوگ ہمارا مذاق اڑاتے تھے' ہم اس کے باوجود فکر آخرت سے کبھی آزاد نہیں ہوتے تھے، اگر ہم لوگ احتیاط سے کام نہ لیتے اور خشیت الٰہی کے جذبے اور وصف سے عاری ہوتے تو آج یہاں نہ ہوتے۔ ۲۷ اس آیت مبارکہ میں اہل جنت کا احسانات الٰہیہ کو تسلیم کرنا مذکور ہوا ہے، اہل جنت اس بات کا اعتراف

الَّذِیْ فِیْهِ یُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ كَیْدُهُمْ شَیْـًٔا وَّ لَا هُمْ

الَّذِیْ	فِیْهِ	یُصْعَقُوْنَ	یَوْمَ	لَا	یُغْنِیْ	عَنْهُمْ	كَیْدُهُمْ	شَیْـًٔا	وَ	لَا	هُمْ
وہ جو	اسمیں	بجلی کی کڑک ڈالے جائیں گے	جس دن	نہ	کام آئے گی	ان کے	ان کی تدبیر	کچھ بھی	اور	نہ	وہ

اُن پر بجلی کی کڑک آپڑے گی۔ [۴۵] اُس دن اُن کی کوئی تدبیر اُن کے کسی کام نہ آسکے گی، اور نہ ہی اُن کی

یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ اِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

یُنْصَرُوْنَ	وَ	اِنَّ	لِلَّذِیْنَ	ظَلَمُوْا	عَذَابًا	دُوْنَ	ذٰلِكَ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ
مدد کئے جائیں گے	اور	بیشک	ان لوگوں کیلئے	ظلم کیا انہوں نے	عذاب	علاوہ	اس کے	اور لیکن	ان میں سے اکثر

مدد کی جائے گی۔ [۴۶] اور بیشک ظالموں کیلئے اِس کے علاوہ بھی عذاب ہے، لیکن اُن میں سے اکثر لوگ

لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْیُنِنَا وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ

لَا	یَعْلَمُوْنَ	وَاصْبِرْ	لِحُكْمِ	رَبِّكَ	فَاِنَّكَ	بِاَعْیُنِنَا	وَ	سَبِّحْ	بِحَمْدِ
نہیں	جانتے	اور صبر کر تو	حکم کیلئے	اپنے رب کے	سو بیشک تو	ہماری نگاہوں میں	اور	تسبیح کر	ساتھ تعریف کے

جانتے نہیں۔ [۴۷] اور آپ اپنے رب کے حکم کے مطابق صبر کیجئے، کیونکہ آپ ہماری نگاہوں میں ہیں، اور جس وقت آپ اٹھیں تو اپنے رب کی تعریف کے

رَبِّكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَ مِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾ ع

رَبِّكَ	حِیْنَ	تَقُوْمُ	وَ	مِنَ	الَّیْلِ	فَسَبِّحْهُ	وَ	اِدْبَارَ	النُّجُوْمِ
اپنے رب کی	جس وقت	تو کھڑا ہوتا ہے	اور	سے	رات کو	تسبیح کر اس کی	اور	پیٹھ پھیرنے کے	ستاروں کے

ساتھ تسبیح بیان کیجئے۔ [۴۸] اور رات کو بھی اُس کی تسبیح کیجئے اور ستاروں کے پیٹھ پھیرنے کے وقت بھی۔ [۴۹]

ع ۲ ۲۱ ۳

کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنا خاص فضل اور احسان فرمایا کہ ہمیں جنت عطا فرمائی اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرمایا، جہنم میں لو کے تھپیڑے ہیں اور انواع واقسام کی نہایت تکلیف دہ سزائیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان سب سے بچا لیا' اس پر اس کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے' کم ہے۔ [۲۸] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ ''البر'' ہے یعنی حسن سلوک یا احسان کرنے والا اور اچھا بدلہ دینے والا چونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اچھا بدلہ دینے والا اور احسان کرنے والا کوئی نہیں ہے اس لئے اسے ''البر'' کہا جاتا ہے، دوسری یہ کہ وہ ''الرحیم'' ہے یعنی وہ نہایت مہربان' رحم والا ہے، اس کی رحمت اور مہربانی اس کے غضب اور ناراضگی پر غالب رہتی ہے، اسی وجہ سے اہل جنت کہیں گے کہ ہم دنیا میں اپنے رب عظیم کو پکارتے اور اس سے دعائیں کرتے رہے، اس نے اپنے حسن سلوک اور کمال رحمت ومہربانی سے ہماری دعاؤں کو قبول کیا اور ہمیں جنت میں داخلے کا حقدار قرار دیا۔ [۲۹] اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم بیان کر کے اپنی ذمہ داری حسب سابق ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے، مشرکین مکہ نبی علیہ السلام کو ''کاہن'' کہا کرتے تھے، کاہن ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو مستقبل میں پیش آنے والے حالات اور واقعات کی پیشین گوئی کرے اور جنات سے خبریں معلوم کر کے ان میں اپنی طرف سے اضافے کر کے لوگوں میں بیان کر دے، اسلام ایسے لوگوں کی باتوں کو قابل اعتماد نہیں سمجھتا اور اس بات کی تربیت دیتا ہے کہ مستقبل میں پیش آنے والے غیبی امور کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں ہے، نبی علیہ السلام کے پاس جو وحی آتی ہے اور اس میں غیب کی خبریں دی جاتی ہیں، وہ کسی جن اور شیطان کے ذریعے ان تک نہیں پہنچتی ہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ نہایت قابل اعتماد طریقوں سے پہنچتی ہیں اور ان کے صحیح ہونے میں رتی برابر شبہ بھی نہیں ہو سکتا، اس لئے نبی علیہ السلام کی طرف لفظ کاہن کی نسبت غلط ہے، اسی طرح نبی علیہ السلام کو مجنوں کہنا بھی درست نہیں ہے، بھلا قرآن کریم جیسا عظیم الشان کلام کسی دیوانے کی زبان سے نکل سکتا ہے؟ کیا احادیث کے الفاظ اور معانی میں کہیں بھی جنون اور دیوانگی کی جھلک نظر آتی ہے؟ ہرگز نہیں، کیونکہ رسول اکرم ﷺ پر تو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل وکرم اور احسان ہے' وہ آپ کو کاہن یا مجنوں کیوں بنائے گا؟ اس نے آپ کو اپنا پیغمبر بنایا ہے لہٰذا آپ حسب عادت پہلے کی طرح لوگوں کو وعظ ونصیحت فرماتے رہیں جس کے مقدر میں ہدایت ہوگی' وہ اس سے ضرور استفادہ کرے گا۔ [۳۰] [۳۱] ان آیتوں میں مشرکین مکہ کی ایک بیہودہ گوئی اور اس کا جواب ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے بعض لوگ نبی ﷺ کو شاعر قرار دیتے تھے اور قرآن کریم کو ''شعر'' کہتے تھے، حالانکہ ہر منصف مزاج انسان جانتا ہے کہ قرآن کریم شعر نہیں ہے، اگر قرآن کریم کسی شاعر کا شاعرانہ کلام ہے تو پھر اہل مکہ جیسے قادر الکلام فصحاء اور جیسا اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز کیوں آ گئے؟ وہ نبی اکرم ﷺ پر گردش زمانہ کا انتظار ہی کرتے رہ گئے اور یہی سوچتے رہے کہ جس طرح دیگر شعراء اور ان کا شاعرانہ کلام آج دنیا کے ہاتھوں میں نہیں ہے، وہ سب کے سب گردش زمانہ کا شکار ہو گئے اور بالآخر ان کا کوئی نام لیوا بھی باقی نہیں رہا، اسی طرح ان کا بھی یہی حال ہوگا اور کچھ عرصے بعد ان کا نام لینے والا بھی کوئی نہ ہوگا، اس کا جواب دیا گیا ہے کہ پھر تم بھی انتظار کر لو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر لیتا ہوں، عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ گردش زمانہ کا شکار کون ہوا؟ کس کا نام روشن ہوا اور کون ناکام ونامراد ہو کر بے نام ونشان ہو گیا؟ [۳۲] اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ کو سرکش قوم قرار دیا گیا ہے، یہ لوگ نبی آخر الزمان ﷺ کیلئے کاہن' مجنون اور شاعر جیسے بیہودہ خطابات نہایت آزادی کے ساتھ استعمال کرتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ خود کو نہایت عقلمند' دانشور اور فہم وفراست کا مالک سمجھتے تھے، نبی ﷺ کے معاملے میں ان کی فہم وفراست نہایت پست سطح پر پہنچ جاتی تھی، ان کی دانشمندی اور عقل وشعور کا بھانڈا بیچ چوراہے میں پھوٹ جاتا تھا کہ وہ نبی علیہ السلام جیسے پاکیزہ اخلاق' کامل عقل اور ملکوتی صفات کے حامل عظیم پیغمبر کو دیوانہ' کاہن اور شاعر کہا کرتے تھے، کیا ان کی عقل نے انہیں یہ سمجھایا تھا؟ دراصل بات یہ ہے کہ یہ سرکش لوگ ہیں جو حقیقت سے مکمل طور پر واقف ہونے کے باوجود محض اپنے عناد اور دشمنی کی وجہ سے نبی ﷺ کی طرف ایسے الفاظ کی نسبت کرتے ہیں' ورنہ جانتے وہ بھی ہیں کہ نبی علیہ السلام کی طرف ان الفاظ کی نسبت مکمل طور پر غلط ہے اور وہ ان تمام چیزوں سے منزہ اور مبرا ہیں۔ [۳۳] [۳۴] ان آیتوں میں مشرکین مکہ کی ایک بیہودہ گوئی اور اس کا جواب ذکر کیا گیا ہے، وہ یہ کہا کرتے تھے کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ محمد ﷺ نے خود سے یہ کلام گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کر دی ہے اور کہتے ہیں کہ اسے اللہ نے نازل کیا ہے، کہنے کو تو مشرکین مکہ یہ بات نہایت آسانی سے کہہ دیتے تھے لیکن جب ان سے اس کا مثل لانے کا تقاضا کیا جاتا، جیسا کہ یہاں بھی کیا گیا ہے تو یہ لوگ چپ سادھ لیتے تھے، ان کے سچا ہونے کا معیار یہی تھا کہ وہ قرآن کریم جیسی کوئی بات بنا کر لے آتے لیکن اگر وہ نہیں کر سکے اور یقیناً نہیں کر سکے تو ثابت ہو گیا کہ وہ اپنے اس دعوے اور بیہودہ الزام میں سو فیصد جھوٹے ہیں، ورنہ اگر یہ انسانی کلام ہوتا تو محمد ﷺ کی طرح یہ لوگ بھی اس جیسا کلام بنا لینے پر قادر ہوتے، دراصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان ہی نہیں لانا چاہتے، اگر ان کے مقدر میں ایمان اور ہدایت ہوتی تو یہ ایسی بات ہی نہ کرتے۔ [۳۵] اس آیت مبارکہ میں مشرکوں سے سوال پوچھا گیا ہے کہ وہ خود کو خالق سمجھتے ہیں یا مخلوق؟ اگر وہ خود کو مخلوق سمجھتے ہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ کیا وہ خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا کسی پیدا کرنے والے نے انہیں پیدا کیا ہے؟ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ انہیں کسی نے پیدا نہیں کیا بلکہ وہ خود بخود وجود میں آ گئے ہیں تو یہ دہریت ہے اور اپنے اس آبائی دین کا انکار ہے جس کی خاطر وہ اپنے گمان میں نبی ﷺ کی دعوت کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں اور اگر وہ سمجھتے ہیں کہ انہیں کسی پیدا کرنے والے نے پیدا کیا ہے اور وہ خود بخود وجود میں نہیں آئے تو پھر سوال یہ ہے کہ یہ لوگ اس خالق کی بات ماننے کیلئے کیوں تیار نہیں ہیں؟ [۳۶] اس آیت مبارکہ میں دوسری شق کو اختیار کیا گیا ہے کہ اگر مشرکین مکہ خود کو مخلوق کی بجائے خالق سمجھتے

ہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ ان کی تخلیق کہاں ہے؟ وہ آسمان اور زمین کہاں ہیں جو انہوں نے پیدا کئے ہیں؟ وہ اپنی تخلیق کے شہ پارے اور فن پارے ہمارے سامنے بھی تو لے کر آئیں تا کہ معلوم ہو کہ انہوں نے فلاں فلاں چیز پیدا کی ہے، اگر مشرکین ایسی کوئی بھی تخلیق پیش کرنے سے عاجز ہوں تو یہ ان کا دعویٰ جھوٹا ہونے کی دلیل ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو جس منصب پر فائز کر دیا ہے، وہاں تک ان کی یا کسی کی بھی رسائی ممکن نہیں ہے، اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو یقین کی کیفیت نصیب نہیں ہے، بے یقینی اور شکوک وشبہات کی دلدل میں دھنسے ہوئے یہ لوگ محروم اور بدنصیب ہیں کہ ایمان و یقین کی دولت سے ان کا دامن خالی ہے۔ (۳۷) اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ سے سوال پوچھا گیا ہے کہ وہ اپنی حیثیت کا تعین کریں، کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں کی کنجیاں ان کے حوالے کر دی ہیں؟ کیا اس نے انہیں نگران مقرر کر رکھا ہے؟ کیا ان کے پاس اللہ کے خزانوں کی تقسیم کا اختیار آ گیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو وہ چند سوالات کے تسلی بخش جواب دیں (۱) ان کے پاس تمام خزانوں کی کنجیاں ہیں یا بعض خزانوں کی (۲) ان کے پاس آسمانی خزانوں کی کنجیاں ہیں یا زمینی خزانوں کی؟ (۳) ان خزانوں کی کنجیاں انہوں نے کس طرح حاصل کی ہیں؟ اپنی طاقت سے یا مکاری سے یا اللہ تعالیٰ نے خود ہی انہیں وہ کنجیاں سونپ دی ہیں؟ (۴) وہ کون سی خوبیاں اور خاص اوصاف ہیں جن کی بنا پر وہ ان کنجیوں کے مستحق ہو گئے ہیں؟ (۵) کیا وہ اوصاف اور خوبیاں صرف انہی میں پائے جاتے ہیں یا کسی اور میں بھی؟ (۶) کیا ان اوصاف اور خوبیوں کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی اس سعادت کے حقدار ہوں گے یا نہیں؟ اگر کسی مشرک کے پاس ان سوالات کے جوابات ہوں تو لے کر آئے۔ (۳۸) اس آیت مبارکہ میں مشرکین سے یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ کیا ان کے پاس کوئی ایسی سیڑھی آ گئی ہے جس پر چڑھ کر وہ آسمان تک پہنچ جاتے ہیں اور فرشتوں کے درمیان ہونے والی گفتگو براہ راست خود سنتے ہیں؟ کیا وہ خود کو پیغمبر ﷺ کی پیروی کرنے سے اس بنا پر آزاد سمجھتے ہیں کہ آسمانوں تک ان کی براہ راست رسائی ہے اور وہ فرشتوں کی مجلس میں شریک ہو کر ان سے بلا واسطہ کسب فیض کرتے ہیں تو اس پر انہیں کوئی مضبوط اور مستند دلیل پیش کرنی چاہئے، وہ کوئی ایسا ناقابل تردید ثبوت لے کر آئیں جو ان کی آسمانوں تک رسائی ثابت کر سکے۔ (۳۹) اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ سے تقسیم اولاد کے متعلق سوال پوچھا گیا ہے کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دو چیزوں کی نسبت کرتے تھے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اولاد ہے، دوسری یہ کہ اس کی اولاد میں بیٹے نہیں ہیں' صرف بیٹیاں ہیں' یہاں پہلے جزو کے متعلق سوال نہیں پوچھا گیا کیونکہ اس کی تردید متعدد آیات میں نہایت تفصیل کے ساتھ ہو چکی ہے، یہاں صرف دوسرے جزو پر کلام کیا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اولاد کا فیصلہ کر ہی لیا تھا تو یہ تقسیم کس نے کی کہ بیٹیاں اس کے حصے میں آ گئیں اور بیٹے تمہارے حصے میں؟ اگر یہ تقسیم اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی ہے تو اس نے تمہیں خود اپنی ذات پر ترجیح کیوں دی؟ تمہارے اندر وہ کون سی خوبیاں پائی جاتی ہیں جن کی بنا پر تم اس ترجیح کے حقدار بن گئے اور اگر یہ تقسیم تم نے کی ہے تو تمہیں اس کا اختیار کس نے دیا؟ اور تم نے اپنے آپ کو حق تعالیٰ پر ترجیح کس طرح دے دی؟ کیا تم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے بلند و برتر سمجھتے ہو؟ (۴۰) اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ سے یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی دعوت پر ان کے ایمان نہ لانے کی کوئی مالی وجہ ہے؟ کیا نبی ﷺ نے ان سے بھی کسی نوعیت کی اجرت یا مزدوری کا مطالبہ کیا جس کا بوجھ ان پر اتنا زیادہ پڑ گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کی ادائیگی سے عاجز پاتے ہیں اور مالی اعتبار سے ان کے پاس اتنی رقم ادا کرنے کی گنجائش نہیں ہے؟ اگر ایسا ہے تو وہ اس کا ثبوت پیش کریں اور اگر ایسا نہیں ہے' اور یقیناً نہیں ہے'' تو پھر نبی ﷺ کی دعوت سے وہ اعراض کیوں کر رہے ہیں؟ (۴۱) اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ سے یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ کیا نبی ﷺ کی پیروی نہ کرنے کیلئے ان کے پاس کوئی علمی وجہ ہے؟ کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے؟ کیا انہیں غیبی علوم پر دسترس حاصل ہے؟ کیا وہ ان غیبی علوم کو لکھ رہے ہیں جس کی وجہ سے انہیں نبی ﷺ کی پیروی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب ہمارے پاس غیبی علوم موجود ہیں تو پھر ہمیں کسی دوسرے کی پیروی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر ایسا ہے تو وہ ان غیبی علوم کو دنیا کے سامنے پیش کیوں نہیں کرتے اور اپنی لکھی ہوئی تحریر لوگوں کے استفادے کیلئے عام کیوں نہیں کرتے، حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس نہ تو کوئی غیبی علوم ہیں اور نہ ہی کوئی ایسی تحریر۔ (۴۲) اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ کو خبردار کیا گیا ہے کہ اگر وہ نبی اکرم ﷺ کے خلاف کوئی منصوبہ یا سازش تیار کر رہے ہیں تو اس خوش فہمی میں نہ رہیں کہ ان کا وہ منصوبہ اور سازش کامیاب ہو سکے گی کیونکہ ان کی ہر نقل وحرکت سے اللہ تعالیٰ خوب باخبر اور واقف ہے وہ ان کی کوئی تدبیر کامیاب نہ ہونے دے گا بلکہ ان کی سازشوں کو انہی پر الٹا دے گا اور ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا دے گا، چنانچہ سیرت اور حدیث کی تمام کتب میں ایسے بے شمار واقعات منقول ہیں کہ کافروں نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف کوئی ناپاک منصوبہ تیار کیا، اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی اور کافر خود ہی اپنی سازش کا شکار ہو گئے۔ (۴۳) اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا شرک اور شریک سے پاک اور منزہ ہونا بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین نے جن بتوں اور مجسموں کو معبود ہونے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کر رکھا ہے نہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں اور نہ ہی ان میں معبود بننے کی صلاحیت ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام شرکاء سے پاک اور بے نیاز ہے، یہ اس کیلئے بہت بڑا عیب ہے کہ کسی کو اس کے ساتھ اس کی ذات یا صفات میں شریک قرار دیا جائے۔ (۴۴) اس آیت مبارکہ میں مشرکوں اور منکروں کی اصل بیماری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر وہ توحید و رسالت کے منکر ہیں تو اس کی مالی یا مادی یا عقلی یا علمی یا معاشرتی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ ان کا اصل روگ ان کی ضد بازی اور عناد ہے، جو اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ وہ اپنے مشاہدے اور آنکھوں دیکھی بات کا انکار کرنے کیلئے بھی آمادہ ہو جاتے ہیں چنانچہ اگر وہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ آسمان کا کوئی ٹکڑا ٹوٹ کر ان کی طرف آ رہا ہے اور کچھ ہی دیر میں ان پر آ گرے گا تو اس کی حقیقت تسلیم کرنے سے بھی انکار کر دیں گے اسے اپنی نظروں کا دھوکہ قرار دیں گے اور کہہ دیں گے کہ یہ آسمان کا کوئی ٹکڑا نہیں ہے بلکہ یہ تو بادل کا ٹکڑا ہے اور گاڑھا ہو گیا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے جیسے آسمان کا ٹکڑا ہو' سو جو شخص یا قوم اس قدر ضدی اور حقیقت سے آنکھیں چرانے والی ہو، اس سے حق بات کو قبول کرنے کی توقع رکھنا بے کار ہے۔ (۴۵) اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ ان مشرکوں اور منکروں کو کچھ عرصے کیلئے مہلت دے دیں، وہ وقت دور نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ ان کی گرفت فرمائے گا اور ان کیلئے اس سے بچنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا، عنقریب وہ دن آنے والا ہے جب عذاب الٰہی کی بجلیاں ان پر گریں گی اور ان کی گرج چمک سے یہ لوگ بے ہوش ہو جائیں گے، اس دن کا آنا برحق ہے، کسی کا انکار یا اقرار اس دن کے آنے میں رکاوٹ یا مددگار نہیں بن سکتا، دراصل حکمت الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ مجرموں اور نافرمانوں کو کچھ وقت تک فائدہ اٹھانے کی مہلت دے دی جائے کیونکہ ان کیلئے اللہ کی حدود سلطنت سے نکل کر بھاگ جانا ممکن نہیں ہے اس لیے وہ جہاں بھی چلے جائیں بالآخر انہیں لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس ہی آنا ہے اور یوں بھی اللہ تعالیٰ مجرموں کی فوری گرفت نہیں فرماتا بلکہ انہیں ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں سنبھلنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا، اگر ہمیں کچھ مہلت دی جاتی تو شاید ہم بھی نیک اور پارسا بن جاتے۔ (۴۶) اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن مشرکوں اور منکروں کی بے بسی بیان کی گئی ہے، دنیا میں جب کوئی شخص کسی مصیبت یا بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو اسے دور کرنے کیلئے اپنے پاس دستیاب تمام وسائل اختیار کرتا ہے، مختلف تدبیریں کرتا ہے' غور وفکر اور تدبر و تدبیر سے کام لیتا ہے اور اپنے دوستوں اور متعلقین کو اپنی مدد کیلئے بلاتا ہے تاکہ اس کی وہ مصیبت اور بیماری دور ہو جائے اکثر اوقات انسان کو ان تدابیر کا فائدہ بھی ہوتا ہے لیکن قیامت کے دن کسی مجرم اور منکر کو اللہ کے عذاب سے بچانے کیلئے اس کی کوئی تدبیر کامیاب ہو سکے گی اور نہ ہی کوئی اس کی مدد کو آئے گا کیونکہ اس دن ہر شخص کو اپنی فکر لاحق ہوگی اور ہر شخص کی یہی خواہش ہوگی کہ کسی طرح میں بچ جاؤں اگرچہ اس کے بدلے میں مجھ سے روئے زمین کے تمام خزانے لے لیے جائیں۔ (۴۷) اس آیت مبارکہ میں ظالموں کو آخرت کے عذاب سے پہلے ایک اور عذاب سے ڈرایا گیا ہے یعنی انہیں آخرت میں جو سزا ملے گی وہ تو اپنی جگہ برحق ہے اور اسے ان سے کوئی بھی ٹال نہیں سکتا لیکن اس کے علاوہ بھی ان کیلئے سزا تیار کی گئی ہے جو بعض اوقات دنیا میں مختلف عوارض' مصائب اور بیماریوں کی شکل میں سامنے آتی ہے' نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے عذاب قبر کی طرف اشارہ ہو کیونکہ آیات و روایات کی روشنی میں اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ عذاب قبر برحق ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد مسلمانوں کے ہاتھوں میدان جنگ میں کفار کی عبرت ناک شکست ہو کیونکہ یہ شکست بھی ان کے لیے کسی سزا سے کم نہیں ہوگی، یہ الگ بات ہے کہ ایسے لوگوں کی اکثریت اسے اللہ کی پکڑ اور اس کا عذاب سمجھنے کی بجائے اسے معمول کا حصہ سمجھتی ہے اور اس طرف ان کا دھیان تک نہیں جاتا کہ یہ بھی عذاب کا حصہ ہے۔ (۴۸) اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو دو چیزوں کی تاکید کی گئی ہے، یہی حکم ان تمام لوگوں کیلئے بھی ہے جو نبی ﷺ کی دعوت کو آگے بڑھا رہے ہیں اور امت کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، پہلا یہ کہ صبر اور استقامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر جمے رہیں، ثابت قدمی کے ساتھ اس کے احکامات کا انتظار کرتے رہیں اور اس کے ہر حکم پر عمل کرنے میں مستقل مزاجی کا عملی مظاہرہ کرتے رہیں، لوگوں کی طرف سے فکر مند اور پریشان نہ ہوں، ان کی طرف سے آپ کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا کیونکہ آپ ہماری نگاہوں کے سامنے ہماری حفاظت میں ہیں اور ہم آپ کے احوال سے مکمل طور پر باخبر ہیں، دوسرا یہ کہ جب آپ نیند سے بیدار ہوں تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید بیان کیا کریں' سو کر اٹھنے کے بعد تسبیح وتحمید کی تاکید خصوصیت کے ساتھ اس وجہ سے کی گئی ہے کہ انسان جب تک سوتا رہتا ہے اس وقت تک اس کی زبان ذکر اللہ اور تسبیح وتحمید سے خالی رہتی ہے گویا محبوب حقیقی کا نام اس کی زبان پر اتنے عرصے تک نہیں آتا اس لیے

حقیقی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ سو کر اٹھتے ہی سب سے پہلے محبوب حقیقی کو یاد کیا جائے، اس کے ذکر سے اپنی زبان کو تر کیا جائے، اپنے دل دماغ کو روشن کیا جائے اور اپنی بیداری کا آغاز اس کے پاکیزہ نام سے کیا جائے، یہ بھی ممکن ہے کہ اس آیت مبارکہ میں قیام کا لفظ عام ہو اور اس سے مراد نیند سے بیداری کے علاوہ کسی مجلس سے اٹھنا بھی ہو یا نماز کیلئے کھڑا ہونا بھی ہو۔ ۴۹ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو دو وقتوں میں تسبیح کا اہتمام کرنے کی تاکید کی گئی ہے، پہلا وقت رات کا ہے کہ آپ رات کے وقت تسبیح کا اہتمام کیا کریں یعنی جب رات کو سونے لگیں تو اللہ کی تسبیح وتحمید بیان کریں، دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اپنی بیداری کا اختتام اور اپنے سونے کا آغاز محبوب حقیقی کے نام سے کرنا چاہئے تاکہ سوتے ہوئے بھی اسی کا نام زبان پر ہو اور بیدار ہو کر بھی سب سے پہلے اسی کا نام زبان پر آئے، بعض مفسرین نے اس سے تہجد کا وقت مراد لیا ہے لیکن پہلا قول زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے اور دوسرا وقت ستاروں کے پیٹھ پھیرنے کا ہے یعنی جب ستارے غروب ہو رہے ہوں' یہ وقت طلوع صبح صادق کا ہوتا ہے کیونکہ اسی وقت ستارے غروب ہو رہے ہوتے ہیں گویا نماز فجر کے بعد بھی تسبیحات کا اہتمام کرنے کی تاکید کی گئی ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں تسبیح کا لفظ نوافل کے معنی میں ہو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مذکورہ اوقات میں نوافل کا اہتمام کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم الحمدللہ! ۲۳ ستمبر ۲۰۱۹ء بروز پیر بعد نماز مغرب

اٰيَاتُهَا ۶۲ (۵۳) سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ (۲۳) رُكُوْعَاتُهَا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝١ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝٢ وَمَا يَنْطِقُ

وَالنَّجْمِ	اِذَا	هَوٰى ۝١	مَا	ضَلَّ	صَاحِبُكُمْ	وَ	مَا	غَوٰى ۝٢	وَ	مَا	يَنْطِقُ
قسم ہے ستارے کی	جب	ڈوب جائے	نہیں	گمراہ ہوا	تمہارا رفیق	اور	نہ	بہکا وہ	اور	نہیں	بولتا وہ

مجھے قسم ہے ستارے کی جب وہ غروب ہو۔ ۱ تمہارے رفیق بے راہ چلے ہیں اور نہ ہی بہکے ہیں۔ ۲ اور وہ اپنے نفس کی خواہش سے

سورة: ۵۳ اٰية: ۱ منزل ۷ سورة: ۵۳ اٰية: ۲

سورة النجم

سورۂ نجم مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۱۴۰۰، کلمات ۳۶۰، آیات ۶۲ اور رکوعات ۳ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں '' والنجم '' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ نجم رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنی ''ستارہ'' ہے، اس سورت کا آغاز رسول اکرم ﷺ کی عظمتِ شان کے بیان سے ہوا ہے، سورۂ اسراء کا آغاز بھی اسی عظیم نعمت کے بیان سے ہوا تھا، یعنی رسول اکرم ﷺ کا سفر معراج، انسانی عروج اور بلندی کی اس سے زیادہ عظیم مثال تلاش کرنا ناممکن ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی کل مخلوق میں اس کی کوئی مثال موجود نہیں ہے، یہاں رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے ہر لفظ کو وحی کا درجہ دیا گیا ہے، اسی سے اہل علم نے حجیت حدیث پر بھی استدلال کیا ہے، مشرکین اس پاکیزہ وحی کو چھوڑ کر لات، عزیٰ اور منات کی پوجا میں لگے ہوئے ہیں، یہ لوگ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں اور اتنے بڑے دعویٰ کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، حالانکہ صرف اندازے اور گمان کی بناء پر اتنی بڑی بات نہیں کہی جاتی، آخر میں مختلف انبیاء اور اقوام کا ذکر کر کے یہ اصول طے کر دیا گیا ہے کہ انسان جس مقصد کیلئے محنت کرے گا، اسے اس کی محنت کا صلہ مل کر رہے گا، خواہ اس کی محنت کا میدان کوئی بھی ہو، پاکیزہ اور نیک مقاصد کیلئے محنت کی گئی ہو تو اس کا پاکیزہ صلہ ملے گا اور اگر برے اور گندے مقاصد کیلئے سرگرمی دکھائی گئی تو اس کا برا نتیجہ سامنے آئے گا۔

۱ اس آیت مبارکہ میں ستارے کی قسم کھائی گئی ہے، بعض مفسرین نے اس سے مشہور ستارہ ''ثریا'' مراد لیا ہے، بعض نے زہرہ اور بعض نے اسے عام رکھا ہے اور ہر ستارے کو اس میں شامل کیا ہے، امام رازی نے ایک قول یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس سے ہدایت کا سب سے روشن ستارہ قرآن کریم بھی مراد ہو سکتا ہے لیکن یہ بہتر معلوم نہیں ہوتا کیونکہ آیت میں ستارے کے غروب ہونے سے استدلال کیا گیا ہے جبکہ قرآن کریم ایک ایسا روشن ستارہ ہے جو کبھی غروب نہیں ہوگا، یہیں سے ان لوگوں کی تردید بھی ہوگئی جو کواکب پرست ہیں یعنی ستاروں کی پوجا کرتے ہیں کہ تم جن ستاروں کی پوجا کرتے ہو وہ تو غروب ہو جاتے اور جو غروب ہو جائے وہ معبود نہیں ہو سکتا، لہٰذا یہ ستارے بھی معبود نہیں ہو سکتے۔ ۲ اس آیت مبارکہ میں جواب قسم ذکر کیا گیا ہے اور دو چیزوں سے نبی علیہ السلام کا معصوم ومحفوظ ہونا بیان کیا گیا ہے کیونکہ یہاں ''تمہارے ساتھی'' سے مراد رسول اکرم ﷺ ہیں، پہلی چیز ضلالت اور دوسری چیز غوایت ہے، ضلالت کا معنی یہ ہے کہ چلنے والے کو اپنی منزل تک پہنچنے کا کوئی بھی راستہ نہ مل رہا ہو جبکہ غوایت کا معنی یہ ہے کہ چلنے والے کو راستہ تو مل رہا ہو لیکن وہ راستہ درست نہ ہو، اب آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی طرف ضلالت اور غوایت کی نسبت کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اعلان نبوت سے پہلے وہ تمہارے درمیان زندگی کا ایک طویل عرصہ گزار چکے ہیں، اسی مناسبت سے یہاں 'صَاحِبُكُمْ' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اس پورے عرصے میں تم نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا کہ انہوں نے خلاف حقیقت یا خلاف مروت کوئی کام کیا ہو یا کوئی بات کہی ہو، تو اب کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ وہ خلاف حقیقت یا خلاف مروت کوئی بات یا کام کریں گے، اسی طرح اعلان نبوت کے بعد ان پر ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا جس میں ان کے سامنے اپنی منزل واضح نہ ہو یا منزل تک پہنچانے والا راستہ مبہم ہو، یا وہ اس راستے سے ہٹ کر کسی دوسرے راستے پر چل پڑے ہوں، جیسے آسمان کے ستارے اپنے مقررہ ہدف کی طرف اپنے طے شدہ مدار میں اپنی مقرر شدہ رفتار سے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور ممکن نہیں ہے کہ وہ کسی طرح اس سے آگے پیچھے ہو جائیں، اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام اور بالخصوص نبی آخر الزمان ﷺ بھی اپنے مقررہ ہدف کی طرف اپنے طے شدہ مدار میں اپنی مقررہ رفتار سے آگے بڑھتے رہے ہیں اور ان میں سے کوئی ایک بھی اپنی منزل یا راستے سے جدا نہیں ہوا۔

عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ۝۴ عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰى ۝۵

عَنِ	الْهَوٰى ۝	اِنْ	هُوَ	اِلَّا	وَحْیٌ	یُّوْحٰى ۝	عَلَّمَهٗ	شَدِیْدُ	الْقُوٰى ۝
سے	خواہش کے	نہیں	وہ	مگر	ایک وحی	بھیجی جاتی ہے وحی	سکھایا اسے	مضبوطی والے	قوتوں کے

کچھ نہیں بولتے۔ [۳] وہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو اُن پر بھیجی جاتی ہے۔[۴] اُسے نہایت قوتوں والے نے سکھایا ہے۔[۵]

ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۝۶ وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝۷ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝۸

ذُوْ مِرَّةٍ ؕ	فَاسْتَوٰى ۝	وَ	هُوَ	بِالْاُفُقِ	الْاَعْلٰى ۝	ثُمَّ	دَنَا	فَتَدَلّٰى ۝
طاقتور	پھر وہ سیدھا ہوا	اور	وہ	آسمان کے کنارے پر	اوپر والے	پھر	قریب ہوا	سو لٹک آیا

جو کہ زور آور ہے، پھر وہ سیدھا ہوا۔ [۶] اور وہ آسمان کے اوپر والے کنارے پر تھا۔ [۷] پھر وہ قریب لٹک آیا۔[۸]

فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝۹ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۝۱۰ مَا

فَكَانَ	قَابَ	قَوْسَیْنِ	اَوْ	اَدْنٰى ۝	فَاَوْحٰۤى	اِلٰى	عَبْدِهٖ	مَاۤ	اَوْحٰى ۝	مَا
سو ہو گیا	قریب	دو کمانوں کے	یا	زیادہ قریب	سو وحی کی اس نے	طرف	اپنے بندے کے	وہ جو	وحی کی اس نے	نہیں

پھر وہ دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک ہو گیا۔[۹] پھر اللہ نے اپنے بندے پر وحی بھیجی جو اُس نے وحی بھیجی۔ [۱۰] دل نے

كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝۱۱ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا یَرٰى ۝۱۲ وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً

كَذَبَ	الْفُؤَادُ	مَا	رَاٰى ۝	اَفَتُمٰرُوْنَهٗ	عَلٰى	مَا	یَرٰى ۝	وَلَقَدْ	رَاٰهُ	نَزْلَةً
جھوٹ بولا	دل نے	وہ جو	دیکھا اس نے	تو کیا تم جھگڑا کر رہے ہو اس سے	پر	اس کے جو	اس نے دیکھا	اور البتہ یقیناً	اس نے دیکھا اسے	اترتے ہوئے

جو دیکھا اس میں جھوٹ نہیں بولا۔ [۱۱] تو کیا تم اُس چیز میں جھگڑا کرتے ہو جو اُنہوں نے دیکھی؟ [۱۲] حالانکہ پیغمبر نے تو اُسے ایک اور مرتبہ بھی اترتے ہوئے

اُخْرٰى ۝۱۳ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝۱۴ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝۱۵ اِذْ

اُخْرٰى ۝	عِنْدَ	سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝	عِنْدَهَا	جَنَّةُ	الْمَاْوٰى ۝	اِذْ
دوسری مرتبہ	نزدیک	سدرة المنتہیٰ کے	اس کے پاس	جنت	آرام سے رہنے کی	جب

دیکھا ہے۔ [۱۳] سدرة المنتہیٰ کے پاس۔ [۱۴] اُس کے قریب ہی آرام سے رہنے کی جنت ہے۔ [۱۵] جب

یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰى ۝۱۶ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى ۝۱۷ لَقَدْ رَاٰى

یَغْشَى	السِّدْرَةَ	مَا	یَغْشٰى ۝	مَا	زَاغَ	الْبَصَرُ	وَ	مَا	طَغٰى ۝	لَقَدْ	رَاٰى
ڈھانپ رہی تھی	بیری کو	جو چیز	ڈھانپ رہی تھی	نہ	بہکی	نگاہ	اور	نہ	حد سے بڑھی	البتہ یقیناً	دیکھی اس نے

سدرة المنتہیٰ کو وہ چیز ڈھانپ رہی تھی جو اُسے ڈھانپ رہی تھی۔ [۱۶] نہ تو نگاہ بہکی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔ [۱۷] یقیناً پیغمبر نے اپنے رب کی

[۳] اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے صادر ہونے والے ہر لفظ کو ایسی غیر معمولی اہمیت دی گئی ہے جو کائنات میں کسی اور کو نہیں دی گئی، چنانچہ اس بات کا اعلان کیا گیا ہے کہ نبی آخر الزمان ﷺ ایک لفظ بھی اپنے نفس کی خواہش سے نہیں بولتے کیونکہ وہاں نفسانیت کا نام ونشان ہی نہیں ہے، احکام شرعیہ تو رہے ایک طرف ان کی یومیہ زندگی' شب وروز کے معمولات' زندگی کے مسائل' معاشرتی زندگی کے اتار چڑھاؤ' حتیٰ کہ دل لگی اور ہنسی مذاق میں بھی نفسانی خواہشات کا کوئی شائبہ تک نہیں ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ جس نبی کی زبان سے نکلنے والا کوئی لفظ بھی نفسانی خواہش پر مبنی نہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی نسبت کرنا شروع کردے اور ایسے دعوے کرنا شروع کردے جن کی اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہو؟ [۴] اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے صادر ہونے والے ہر لفظ کو اللہ تعالیٰ کی وحی قرار دیا گیا ہے، اسی وجہ سے اہل علم نے یہی آیت حجیت حدیث کی دلیل کے طور پر پیش فرمائی ہے، چنانچہ تمام مستند علماء اس بات پر متفق ہیں کہ احادیث مبارکہ شرعی احکام کو ثابت کرنے کیلئے اسی طرح حجت اور دلیل ہیں، جس طرح قرآن کریم کی آیات شرعی احکام کو ثابت کرنے کیلئے حجت اور دلیل ہیں' جو لوگ احادیث مبارکہ کو حجت تسلیم نہیں کرتے، ان کے پاس چند ایسی کمزور بنیادیں ہیں جو کھوکھلی ہیں اور ان پر اتنے بڑے دعوے کی بنیاد رکھنا اہل عقل کا طریقہ نہیں ہوسکتا، اس کے باوجود علماء نے ان کے نہایت تسلی بخش جوابات دے کر ان سے استدلال کو غلط ثابت کر دیا ہے، اس لئے صحیح بات یہی ہے کہ قرآن کریم کے بعد احکام شرعیہ کو ثابت کرنے کیلئے دوسرا اہم ترین ماخذ نبی ﷺ کی احادیث ہیں اور وہ شرعاً حجت ہیں، لہٰذا ان پر عمل کرنا ضروری ہے لیکن چونکہ نماز میں احادیث مبارکہ کی تلاوت نہیں کی جاتی اس لئے اہل علم نے وحی کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں (۱) وحی متلو یعنی وہ وحی جس کی نماز میں تلاوت کی جاتی ہو، اس سے مراد قرآن کریم ہے، (۲) وحی غیر متلو یعنی وہ وحی جس کی نماز میں تلاوت نہ کی جاتی ہو اس سے مراد حدیث ہے۔ [۵] اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے جو یہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ نے یہ علوم سفر شام میں حاصل کئے تھے اور فلاں شخص آپ کو یہ باتیں سکھاتا ہے جنہیں آپ اپنے الفاظ میں لوگوں کے سامنے بیان کر دیتے ہیں' انہیں جواب دیا گیا ہے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں' انسانوں میں سے کوئی بھی شخص نبی ﷺ کے استاد اور معلم کے منصب پر فائز نہیں ہوسکا، نبی ﷺ کو یہ علوم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں اور جبریل امین کو اس مقصد کیلئے نبی ﷺ کی خدمت میں بھیجا ہے، وہ آکر نبی ﷺ کو یہ علوم سکھاتے ہیں، جبریل امین کو اس اہم خدمت پر مقرر کرنے کی وجہ وہ صفات اور خوبیاں ہیں جو ان میں رکھی گئی ہیں، چنانچہ ان کی پہلی صفت یہ ہے کہ ان کی علمی اور عملی طاقت نہایت مضبوط اور پختہ ہے، ایسا ہونا اس لئے ضروری ہے کہ اگر استاد ہی علمی اور عملی اعتبار سے پختہ صلاحیت وقابلیت کا حامل نہ ہو تو وہ اپنے شاگردوں کی صلاحیتوں کو کیسے نکھار سکے گا؟ [۶] اس آیت مبارکہ میں جبریل امین کا دوسرا وصف زور آور اور طاقتور ہونا بیان کیا گیا ہے، چنانچہ بعض مفسرین کے نزدیک "ذو مرة" اسی معنی میں ہے، بعض حضرات کے نزدیک اس کا معنی "کامل العقل والدین" ہے یعنی جبریل امین کی عقل بھی کامل ہے اور دین بھی کامل ہے، بعض حضرات نے اس سے جبریل امین کی ہیبت مراد لی ہے اور بعض مفسرین نے اس سے عمدہ اخلاق اور پاکیزہ

مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ

مِنْ	اٰيٰتِ	رَبِّهِ	الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾	اَفَرَءَيْتُمُ	اللّٰتَ	وَ	الْعُزّٰى ﴿۱۹﴾	وَ	مَنٰوةَ	الثَّالِثَةَ
سے	نشانیوں کے	اپنے رب کی	بڑی	توکیا دیکھا تم نے	لات کو	اور	عزیٰ کو	اور	منات کو	تیسرا

بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ ﴿۱۸﴾ بھلا تم لات اور عزیٰ کو تو دیکھو۔ ﴿۱۹﴾ اور تیسرے آخری

الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾

الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾	اَلَكُمُ	الذَّكَرُ	وَ	لَهُ	الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾	تِلْكَ	اِذًا	قِسْمَةٌ	ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾
آخری	کیا تمہارے لئے	لڑکے	اور	اس کیلئے	لڑکیاں	وہ	اس وقت	تقسیم	ناانصافی کی

منات کو۔ ﴿۲۰﴾ کیا تمہارے لیے لڑکے اور اللہ کیلئے لڑکیاں؟ ﴿۲۱﴾ یہ تقسیم تو بڑی ناانصافی کی ہے۔ ﴿۲۲﴾

اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ

اِنْ	هِيَ	اِلَّآ	اَسْمَآءٌ	سَمَّيْتُمُوْهَآ	اَنْتُمْ	وَاٰبَآؤُكُمْ	مَّآ	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	بِهَا	مِنْ
نہیں	وہ	مگر	چندنام	رکھ لئے نام تم نے ان کے	تم نے	اور تمہارے باپوں نے	نہیں	اتاری	اللہ نے	اس کی	سے

یہ تو چند ناموں کے علاوہ کچھ نہیں ہیں، جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے رکھ لیے ہیں، جس کی اللہ نے کوئی سند

سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ

سُلْطٰنٍ ؕ	اِنْ	يَّتَّبِعُوْنَ	اِلَّا	الظَّنَّ	وَ	مَا	تَهْوٰى	الْاَنْفُسُ ۚ	وَ	لَقَدْ
کوئی دلیل	نہیں	پیروی کررہے وہ	مگر	گمان کی	اور	وہ جو	خواہش کرتے ہیں	بہت سے نفس	اور	البتہ یقیناً

نہیں اتاری ہے، وہ لوگ تو محض گمان اور نفس کی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں، حالانکہ

جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴿۲۳﴾ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ

جَآءَهُمْ	مِّنْ	رَّبِّهِمُ	الْهُدٰى ﴿۲۳﴾	اَمْ	لِلْاِنْسَانِ	مَا	تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾	فَلِلّٰهِ
آئی ان کے پاس	سے	ان کے رب کے	ہدایت	کیا	انسان کیلئے	وہ جو	اس نے تمنا کی	سواللہ ہی کیلئے

اُن کے پاس اُن کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔ ﴿۲۳﴾ کیا انسان کو وہ سب کچھ مل جاتا ہے جس کی وہ تمنا کرتا ہے۔ ﴿۲۴﴾ سو اللہ ہی کیلئے

ع ۱ ۲۵ ۵ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ

الْاٰخِرَةُ	وَ	الْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾	وَ	كَمْ	مِّنْ	مَّلَكٍ	فِي	السَّمٰوٰتِ	لَا	تُغْنِيْ	شَفَاعَتُهُمْ
آخرت	اور	دنیا	اور	کتنے ہی	سے	فرشتے	بیچ	آسمانوں کے	نہیں	کام آئے گی	ان کی سفارش

آخرت اور دنیا ہے۔ ﴿۲۵﴾ اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں، مگر اُن کی سفارش بھی کسی کام

کردار مراد لیا ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے جسمانی طاقت مراد ہو کیونکہ اس سے پہلے ان کی علمی اور عملی قابلیت اور صلاحیت کا ذکر آ چکا ہے، اگلے جملے کا تعلق اگلی آیتوں سے ہے۔ ﴿۷﴾ ﴿۹﴾ ان آیتوں میں جبریل امین کا نبی ﷺ کے قریب آنا بیان کیا گیا ہے اور اس قرب کی حد متعین کی گئی ہے، مفسرین نے ان تفصیلات کا تعلق نبی ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد ابتدائی ایام سے جوڑا ہے، چنانچہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام مقام اجیاد میں تھے کہ اچانک کسی نے انہیں ان کا نام لے کر پکارا، نبی علیہ السلام نے دائیں بائیں اور آگے پیچھے دیکھا، کوئی نظر نہ آیا، اچانک اوپر کی طرف نگاہ اٹھی تو دیکھا کہ آسمان پر جبریل امین ہیں، وہ ایک تخت پر بیٹھے ہیں جس سے زمین و آسمان کی ساری فضا بھر گئی ہے، خود ان کے اپنے چھ سو بازو ہیں، یہ ایک ناقابل فراموش اور ہیبتناک منظر تھا جسے دیکھ کر اپنے ہوش و حواس قائم رکھنا نبی علیہ السلام ہی کی خصوصیت تھی، یہ پہلا موقع تھا جب نبی علیہ السلام نے جبریل امین کو ان کی اصلی شکل و صورت میں دیکھا تھا، دوسری مرتبہ شب معراج کے موقع پر سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک وہ اپنی اصلی شکل میں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تھے، یہاں پہلا موقع بیان کیا گیا ہے کہ جبریل امین اپنے تخت پر اس طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ آسمان کا مشرقی کنارہ ان کے وجود سے بھر گیا تھا، یہاں "افق اعلیٰ" سے یہی مراد ہے، پھر وہ آہستہ آہستہ نیچے آنا شروع ہوئے، نبی علیہ السلام کے قریب ہوتے گئے اور اتنے قریب آ گئے کہ ان کے اور نبی علیہ السلام کے درمیان صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا، عوام میں یہ اس طرح مشہور ہے کہ شب معراج اللہ تعالیٰ اور نبی علیہ السلام کے درمیان صرف اتنا فاصلہ رہ گیا تھا اور وہ اس سے نبی علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب اور حق تعالیٰ کی رویت ثابت کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ یہاں شب معراج کا موقع بیان ہی نہیں کیا جا رہا، علاوہ ازیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان آیات کی تفسیر میں عوامی رائے کی سختی سے تردید فرمائی ہے اور ان کا تعلق جبریل امین کے ساتھ جوڑا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہیں، واللہ اعلم۔ ﴿۱۰﴾ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں اہل علم نے مختلف احتمالات ذکر فرمائے ہیں، پہلا احتمال یہ کہ لفظ "اوحیٰ" کا فاعل لفظ اللہ ہو اور "عبد" سے مراد جبریل امین ہوں، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے جبریل کے پاس وہ پیغام بھیجا جو اس نے بھیجا تاکہ جبریل وہ پیغام نبی علیہ السلام تک پہنچا دیں، دوسرا احتمال یہ کہ لفظ اوحی کا فاعل لفظ اللہ ہو اور "عبد" سے مراد نبی اکرم ﷺ ہوں، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے محمد ﷺ کے پاس وہ وحی بھیجی جو اس نے بھیجی، اس عاجز کے ترجمے میں ان دونوں احتمالوں کی گنجائش موجود ہے، تیسرا احتمال یہ ہے کہ لفظ "اوحیٰ" کا فاعل جبریل ہو اور "عبدہ" کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ رہی ہو، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جبریل امین نے اللہ تعالیٰ کے بندۂ خاص محمد ﷺ کے پاس وہ پیغام پہنچا دیا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھیجا تھا، یہ تفسیر آیت کے سیاق و سباق کے ساتھ مناسبت رکھنے کی وجہ سے زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے، باقی رہی یہ بات کہ وہ وحی کیا تھی جو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے بھیجی؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہی اسے مبہم رکھا ہے تو یقیناً اسی میں بہتری ہوگی اور اس ابہام کی لذت وہی لوگ محسوس کر سکتے ہیں جو عاشق اور محبوب کے درمیان ہونے والے راز و نیاز کی اہمیت سے باخبر ہوتے ہیں اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ۔

شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿٢٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

شَيْـًٔا	اِلَّا	مِنْۢ	بَعْدِ	اَنْ	يَّاْذَنَ	اللّٰهُ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَ	يَرْضٰى ﴿٢٦﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ
کچھ بھی	مگر	سے	پیچھے	یہ کہ	اجازت دے	اللہ	جسے	چاہتا ہے	اور	پسند کرتا ہے	بیشک	جو لوگ

نہ آئے گی، سوائے اس کے کہ اللہ جس کیلئے چاہے اور پسند کرے، اجازت دیدے۔ [۲۶] بیشک وہ لوگ جو

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿٢٧﴾ وَمَا لَهُمْ بِهٖ

لَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ	لَيُسَمُّوْنَ	الْمَلٰٓئِكَةَ	تَسْمِيَةَ	الْاُنْثٰى ﴿٢٧﴾	وَ	مَا	لَهُمْ	بِهٖ
نہیں	ایمان لاتے	آخرت پر	البتہ نام رکھتے ہیں	فرشتوں کا	جیسے نام	عورتوں کے	اور	نہیں	ان کیلئے	اس کا

آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، فرشتوں کے نام عورتوں جیسے رکھتے ہیں۔ [۲۷] اور انہیں اس کے متعلق کچھ

مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ

مِنْ	عِلْمٍ	اِنْ	يَّتَّبِعُوْنَ	اِلَّا	الظَّنَّ	وَ	اِنَّ	الظَّنَّ	لَا	يُغْنِيْ	مِنَ	الْحَقِّ
سے	کوئی علم	نہیں	پیروی کرتے وہ	مگر	گمان کی	اور	بیشک	گمان	نہیں	کام آتا	سے	حق کے

علم نہیں ہے، وہ تو صرف گمان کی پیروی کر رہے ہیں، اور گمان، حق کے مقابلے میں کسی کام

شَيْـًٔا ﴿٢٨﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ

شَيْـًٔا ﴿٢٨﴾	فَاَعْرِضْ	عَنْ	مَّنْ	تَوَلّٰى	عَنْ	ذِكْرِنَا	وَ	لَمْ	يُرِدْ	اِلَّا	الْحَيٰوةَ
کچھ بھی	سو منہ پھیر لے	سے	اس کے جو	منہ پھیرے	سے	ہمارے ذکر کے	اور	نہ	چاہے	مگر	زندگی

نہیں آتا۔ [۲۸] سو آپ اُس شخص سے اعراض کر لیجئے جو ہمارے ذکر سے منہ موڑ لے، اور دنیا کی زندگی کے علاوہ کچھ نہ

الدُّنْيَا ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ

الدُّنْيَا ﴿٢٩﴾	ذٰلِكَ	مَبْلَغُهُمْ	مِّنَ	الْعِلْمِ	اِنَّ	رَبَّكَ	هُوَ	اَعْلَمُ	بِمَنْ	ضَلَّ
دنیا کی	وہ	پہنچ ان کی	سے	علم کے	بیشک	تیرا رب	وہ	زیادہ جانتا ہے	اسے جو	بھٹک گیا

چاہے۔ [۲۹] اُن کے علم کی پہنچ یہیں تک ہے، بیشک آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ کون اُس کے راستے سے

عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿٣٠﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا

عَنْ	سَبِيْلِهٖ	وَ	هُوَ	اَعْلَمُ	بِمَنِ	اهْتَدٰى ﴿٣٠﴾	وَلِلّٰهِ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا
سے	اس کے راستے کے	اور	وہ	زیادہ جانتا ہے	اسے جو	سیدھے راستے پر آیا	اور اللہ ہی کیلئے	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے	اور	وہ جو

بھٹک گیا ہے اور وہ اُسے بھی خوب جانتا ہے جو راہِ راست پر آگیا۔ [۳۰] اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے،

ایسی باتیں ہر ایک کے سامنے بیان نہیں کی جاتی ہیں بلکہ وہ راز ہوتی ہیں، اس لئے ان کا راز میں رہنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ [۱۱] اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کا جبریل امین کی رویت کی تصدیق کرنا بیان کیا گیا ہے کہ جب نبی علیہ السلام نے جبریل امین کو ان کی اصلی شکل وصورت میں دیکھا تو آنکھ کے مشاہدے اور تصدیق قلبی کے درمیان کوئی ٹکراؤ نہیں ہوا، آنکھ جو دیکھ رہی تھی، دل اس کی تصدیق کر رہا تھا، دراصل بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنی آنکھ سے جو دیکھ رہا ہوتا ہے، دل اس پر یقین کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتا اور وہ اسے ناقابل یقین چیز معلوم ہوتی ہے لیکن یہاں ایسا نہیں ہوا اور نبی علیہ السلام کے دل نے اس چیز کی تصدیق کی جو ان کی آنکھ دیکھ رہی تھی یعنی جبریل امین کو۔ [۱۲] اس آیت مبارکہ میں جبریل امین کی رؤیت کے حوالے سے کفار و مشرکین کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا گیا ہے، انہیں اس بات کا یقین نہیں آتا تھا کہ نبی علیہ السلام نے جبریل امین کو ان کی اصل شکل وصورت میں کیسے دیکھا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ تمہید کے طور پر پہلے یہ فرما دیا تھا کہ نبی علیہ السلام کی آنکھ نے جو دیکھا، ان کے دل نے اس کی سو فیصد تصدیق کی، اس کی تکذیب نہیں کی، سو جب دیکھنے والے کو یقین ہے کہ اس نے جو دیکھا صحیح دیکھا تو پھر تمہارا اس کی تکذیب کرنا یا اس میں تکرار اور حجت بازی کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور تمہاری تکذیب اور حجت بازی سے اصل حقیقت کیونکر چھپ سکتی ہے؟ [۱۳] [۱۴] ان آیتوں میں شب معراج کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، واقعۂ معراج ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے کیونکہ معراج کا ثبوت قرآن کریم کی آیات اور نبی علیہ السلام کی متواتر احادیث سے ملتا ہے، لہٰذا اس پر ایمان لانا ضروری ہے، اس واقعے کی مکمل تفصیلات تو اس عاجز کی کتاب جواہر الحدیث کی جلد اول میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں، البتہ یہاں ایک پہلو پر چند سطریں لکھنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ آیا نبی علیہ السلام نے شب معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا یا نہیں؟ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس موقع پر نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی تھی، جو حضرات زیارت ہونے کے قائل ہیں وہ زیر تذکرہ آیات کو حق تعالیٰ کی رؤیت پر محمول کرتے ہیں اور جو حضرات زیارت نہ ہونے کے قائل ہیں، وہ ان آیات کو جبریل کی رؤیت پر محمول کرتے ہیں، اس عاجز کے نزدیک یہاں دو باتیں الگ الگ ہیں، پہلی یہ کہ نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا یا نہیں، دوسری یہ کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کا ذکر ہے یا جبریل امین کی رویت کا، جہاں تک تعلق ہے پہلی بات کا تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حجاب کبریائی کو ہٹا کر اپنے معزز مہمان کو اپنا دیدار کروا دیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ صرف مظاہر قدرت اور عجائبات سماوی ہی کا نظارہ کروایا گیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کیلئے یہ مشکل نہیں ہے کہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں ایسی طاقت اور صلاحیت پیدا فرما دے کہ وہ اس کا دیدار کر سکیں اور چونکہ اس وقت تمام کام خلاف عادت ہو رہے تھے اور اس وقت نبی علیہ السلام زمین پر بھی نہیں تھے اس لئے ان کی طرف زمین کے احکام بھی متوجہ نہیں تھے، رہی یہ بات کہ ان آیات میں رویت کا تعلق کس کے ساتھ ہے تو آیات کے سیاق وسباق سے یہی راجح معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی جبریل امین کی رویت کا ذکر ہے اس لئے کہ یہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے انہیں اترتے ہوئے دیکھا، اگر اللہ تعالیٰ کا دیدار مراد ہوتا

فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ

فِي	الْاَرْضِ	لِيَجْزِيَ	الَّذِيْنَ	اَسَآءُوْا	بِمَا	عَمِلُوْا	وَ	يَجْزِيَ
بیچ	زمین کے	تاکہ بدلہ دے	ان لوگوں کو	برا کیا انہوں نے	بدلہ اس کا جو	عمل کیے انہوں نے	اور	بدلہ دے

اللہ ہی کا ہے، تاکہ وہ برائی کرنے والوں کو اُن کے اعمال کا بدلہ دے اور نیکی

الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿٣١﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ

الَّذِيْنَ	اَحْسَنُوْا	بِالْحُسْنٰى ﴿٣١﴾	اَلَّذِيْنَ	يَجْتَنِبُوْنَ	كَبٰٓئِرَ	الْاِثْمِ
ان لوگوں کو	نیکی کی انہوں نے	ساتھ بھلائی کے	جو لوگ	بچتے ہیں	بڑے	گناہوں سے

کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے۔ ﴿٣١﴾ جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے

وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ

وَ	الْفَوَاحِشَ	اِلَّا	اللَّمَمَ	اِنَّ	رَبَّكَ	وَاسِعُ	الْمَغْفِرَةِ	هُوَ	اَعْلَمُ	بِكُمْ	اِذْ
اور	بے حیائی کے کاموں سے	مگر	معمولی کوتاہی کے	بیشک	تیرا رب	کشادگی والا	مغفرت کی	وہ	زیادہ جانتا ہے	تمہیں	جب

اجتناب کرتے ہیں سوائے معمولی کوتاہی کے، بیشک آپ کا رب وسیع مغفرت والا ہے، وہ تمہیں اُس وقت بھی خوب جانتا تھا جب

اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا

اَنْشَاَكُمْ	مِّنَ	الْاَرْضِ	وَ	اِذْ	اَنْتُمْ	اَجِنَّةٌ	فِيْ	بُطُوْنِ	اُمَّهٰتِكُمْ	فَلَا
اس نے پیدا کیا تمہیں	سے	زمین کے	اور	جب	تم	چھوٹے بچے	بیچ	پیٹوں کے	اپنی ماؤں کے	سو مت

اُس نے تمہیں زمین سے نکالا، اور اُس وقت بھی جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے، اس لیے

تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿٣٢﴾ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ﴿٣٣﴾

تُزَكُّوْٓا	اَنْفُسَكُمْ	هُوَ	اَعْلَمُ	بِمَنِ	اتَّقٰى ﴿٣٢﴾	اَفَرَءَيْتَ	الَّذِيْ	تَوَلّٰى ﴿٣٣﴾
پاکی بیان کرو	اپنی جانوں کی	وہ	زیادہ جانتا ہے	اسے جو	ڈرتا ہے	تو کیا دیکھا تُو نے	اسے جو	منہ موڑ لے

اپنی پاکی مت بیان کیا کرو، وہ خوب جانتا ہے کہ کون متقی ہے؟ ﴿٣٢﴾ کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا جس نے منہ موڑ لیا۔ ﴿٣٣﴾

وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿٣٤﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿٣٥﴾ اَمْ لَمْ

وَ	اَعْطٰى	قَلِيْلًا	وَّ	اَكْدٰى ﴿٣٤﴾	اَعِنْدَهٗ	عِلْمُ	الْغَيْبِ	فَهُوَ	يَرٰى ﴿٣٥﴾	اَمْ	لَمْ
اور	دیا اُس نے	تھوڑا	اور	سخت دل ہوگیا	کیا اس کے پاس	علم	غیب کا	سو وہ	دیکھتا ہے	کیا	نہیں

تھوڑا سا دیا اور اُس کا دل سخت ہوگیا۔ ﴿٣٤﴾ کیا اُس کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے۔ ﴿٣٥﴾ کیا اُسے اُس بات کی

ع ٢ ٦

تو یوں کہنا چاہیے تھا کہ نبی ﷺ نے اسے اوپر چڑھتے ہوئے دیکھا' دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں دوسری مرتبہ دیکھنے کا ذکر کیا گیا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنا مراد ہو تو پہلی مرتبہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو کب دیکھا تھا؟ تیسری وجہ یہ ہے کہ اسے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھنے کا ذکر کیا گیا ہے' وہ ایک درخت ہے جس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور اس کا پھیلاؤ ساتویں آسمان میں ہے' یہ بیر کا ایک درخت ہے جس کے پاس پہنچ کر اولین و آخرین کے تمام علوم کی انتہا ہو جاتی ہے' زمین سے جو چیزیں اوپر چڑھتی ہیں وہ یہاں پہنچ کر رک جاتی ہیں پھر انہیں اللہ تعالیٰ اٹھا لیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کو جو کچھ اتارنا منظور ہوتا ہے سب سے پہلے وہ یہاں پہنچ کر رکتا ہے، اسی طرح فرشتوں کی رسائی بھی یہیں تک ہے' وہ بھی یہاں پہنچ کر رک جاتے ہیں اور اس سے آگے جانے کی انہیں اجازت نہیں ہوتی، اسی وجہ سے اسے سدرۃ المنتہیٰ کہا جاتا ہے' اس کا ایک ایک بیر ہجر کے مٹکوں کے برابر ہے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر ہیں اور اس پر ایسے انوارات اور تجلیات چھائے ہوئے ہیں جن کی کیفیت بیان کرنا کسی کیلئے ممکن نہیں ہے، بعض مفسرین کی رائے ہے کہ اس درخت پر ایسے سنہری پروانوں کا ہجوم ہے جو نہایت خوش رنگ ہیں لیکن ان رنگوں کو بیان کرنا کسی کے بس میں نہیں' چونکہ جبریل امین سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جا نہیں سکتے اور یہاں رویت کا ذکر سدرۃ المنتہیٰ کے پاس کیا گیا ہے اس لیے عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ یہاں جبریل امین کی رویت ہی مراد ہو کیونکہ احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کو خصوصی طور پر سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے لے جایا گیا اور جبریل امین نے نبی ﷺ کی طرف سے آگے چلنے کی دعوت پر کہا کہ اگر میں ایک بال برابر بھی آگے بڑھا تو اللہ تعالیٰ کے انوارات اور تجلیات کو برداشت نہ کرسکوں گا اور جل کر راکھ ہو جاؤں گا۔ یہاں جنت الماویٰ کا ذکر بھی کیا گیا ہے، جس کا لفظی معنی آرام سے رہنے کا باغ ہے، گزشتہ آیت کے ساتھ ملا کر جب اسے پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنت سدرۃ المنتہیٰ کے قریب واقع ہے اور چونکہ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر واقع ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ جنت ساتویں آسمان پر واقع ہے، آخر میں ایک مرتبہ پھر یہ فرمایا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے جو دیکھا' برحق دیکھا' دل نے اس کی تصدیق کی' آنکھ نے اسے محفوظ کیا اور جو چیز دیکھی اس پر نظریں جمی رہیں' ان کی نگاہ نہ تو اس جگہ سے آگے بڑھی اور نہ بہک کر کسی اور چیز پر پڑی' دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ نبی ﷺ کا مشاہدہ سو فیصد ٹھیک تھا اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی آنکھوں میں اتنی طاقت پیدا فرما دی تھی کہ وہاں کے عجائبات کا مشاہدہ کر سکیں اور تحیر کی وجہ سے کچھ کا کچھ نہ سمجھ بیٹھیں، یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے جبریل امین کو بھی ان کی اصلی شکل میں دیکھا اور سدرۃ المنتہیٰ پر بکھرے ہوئے پروانوں' رنگوں' فرشتوں اور انوارات و تجلیات کو بھی ان کی اصلی حالت میں دیکھا' یہ مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تاریخ میں نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور کو عطا نہیں فرمایا۔ ﴿١٨﴾ اس آیت مبارکہ میں شب معراج کے موقع پر نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانیاں دکھائے جانے کا ذکر کیا گیا ہے چنانچہ اس رات میں نبی ﷺ نے جنت اور جہنم کو دیکھا' آسمانوں کی سیر کی' وہاں کے نظام کا مشاہدہ کیا' انبیاء کرام ؑ سے ملاقاتیں کیں' سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا' جبریل امین کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا اور وہ کچھ دیکھا جو آج تک کسی انسانی آنکھ نے نہیں دیکھا اور وہ کچھ سنا جو آج تک کسی انسانی کان نے نہیں سنا۔ ﴿١٩﴾ ﴿٢٠﴾ ان

يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿٣٦﴾ وَ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى ﴿٣٧﴾ اَلَّا تَزِرُ

يُنَبَّاْ	بِمَا	فِيْ	صُحُفِ	مُوْسٰى ﴿٣٦﴾	وَ	اِبْرٰهِيْمَ	الَّذِيْ	وَفّٰٓى ﴿٣٧﴾	اَلَّا	تَزِرُ
خبر دیا گیا	جو کچھ	بیچ	صحیفوں کے	موسیٰ کے	اور	ابراہیم کے	جس نے	وعدہ نبھایا	یہ کہ نہ	بوجھ اٹھائیگا

خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے؟ ٣٦ اور ابراہیم کے صحیفوں میں جس نے وعدہ نبھایا۔ ٣٧ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا

وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿٣٨﴾ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿٣٩﴾ وَاَنَّ سَعْيَهٗ

وَازِرَةٌ	وِّزْرَ	اُخْرٰى ﴿٣٨﴾	وَ	اَنْ	لَّيْسَ	لِلْاِنْسَانِ	اِلَّا	مَا	سَعٰى ﴿٣٩﴾	وَاَنَّ	سَعْيَهٗ
بوجھ اٹھانے والا	بوجھ	دوسرے کا	اور	یہ کہ	نہیں	انسان کیلئے	مگر	وہ جو	کوشش کی اس نے	اور یہ کہ بیشک	اس کی کوشش

کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ٣٨ اور یہ کہ انسان کو وہی ملے گا جس کیلئے اُس نے کوشش کی ہو گی۔ ٣٩ اور یہ کہ اُس کی کوشش کو بھی

سَوْفَ يُرٰى ﴿٤٠﴾ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿٤١﴾ وَ اَنَّ اِلٰى رَبِّكَ

سَوْفَ	يُرٰى ﴿٤٠﴾	ثُمَّ	يُجْزٰىهُ	الْجَزَآءَ	الْاَوْفٰى ﴿٤١﴾	وَ	اَنَّ	اِلٰى	رَبِّكَ
عنقریب	دیکھا جائیگا اسے	پھر	بدلہ دیا جائیگا اسے	بدلہ	پورا پورا	اور	بیشک	طرف	تیرے رب کے

ضرور دیکھا جائے گا۔ ٤٠ پھر اُسے اُس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ ٤١ اور یہ کہ آپ کے رب کے پاس ہی

الْمُنْتَهٰى ﴿٤٢﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى ﴿٤٣﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْيَا ﴿٤٤﴾

الْمُنْتَهٰى ﴿٤٢﴾	وَ	اَنَّهٗ	هُوَ	اَضْحَكَ	وَ	اَبْكٰى ﴿٤٣﴾	وَ	اَنَّهٗ	هُوَ	اَمَاتَ	وَ	اَحْيَا ﴿٤٤﴾
پہنچنا	اور	بیشک وہ	وہی	ہنساتا ہے	اور	رلاتا ہے	اور	بیشک وہ	وہی	اس نے موت دی	اور	اس نے زندگی دی

پہنچنا ہے۔ ٤٢ اور یہ کہ وہی ہنساتا اور رُلاتا ہے۔ ٤٣ اور یہ کہ وہی مارتا اور زندگی دیتا ہے۔ ٤٤

وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٤٥﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿٤٦﴾

وَ	اَنَّهٗ	خَلَقَ	الزَّوْجَيْنِ	الذَّكَرَ	وَ	الْاُنْثٰى ﴿٤٥﴾	مِنْ	نُّطْفَةٍ	اِذَا	تُمْنٰى ﴿٤٦﴾
اور	بیشک وہ	پیدا کیا اس نے	جوڑے کو	مرد کو	اور	عورت کو	سے	پانی کے قطرے کے	جب	ٹپکایا جائے

اور یہ کہ اُسی نے مرد و عورت کا جوڑا پیدا کیا ہے۔ ٤٥ پانی کے ایک ناپاک قطرے سے جب اُسے ٹپکایا جائے۔ ٤٦

وَ اَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿٤٧﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰى ﴿٤٨﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ

وَ	اَنَّ	عَلَيْهِ	النَّشْاَةَ	الْاُخْرٰى ﴿٤٧﴾	وَ	اَنَّهٗ	هُوَ	اَغْنٰى	وَ	اَقْنٰى ﴿٤٨﴾	وَ	اَنَّهٗ	هُوَ
اور	بیشک	اس پر	پیدا کرنا	دوسری مرتبہ	اور	بیشک وہ	وہی	مالدار بنایا اس نے	اور	فقیر بنایا اس نے	اور	بیشک وہ	وہی

اور یہ کہ دوسری مرتبہ زندہ کرنا بھی اُسی کے ذمے ہے۔ ٤٧ اور یہ کہ وہی مالدار اور فقیر بناتا ہے۔ ٤٨ اور یہ کہ وہی

آیتوں میں مشرکین مکہ کے تین بتوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کی وہ پوجا کرتے تھے اور انہیں اپنا معبود سمجھتے تھے' ان میں سے پہلا نام لات ہے یہ اہل طائف کا سب سے بڑا دیوتا سمجھا جاتا تھا' بعض اہل علم کے نزدیک مشرکوں نے اپنے بت کا یہ نام لفظ اللہ سے نکالا تھا، بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ لات ایک آدمی کا نام ہے جو نیکی اور پرہیزگاری کے لئے مشہور تھا اور حاجیوں کو پانی میں ستو گھول کر پلایا کرتا تھا، لغت میں ایسے شخص کو لات کہا جاتا ہے' جب یہ شخص فوت ہوا تو لوگوں نے اس کا ایک مجسمہ بنا دیا، بعد میں جس کی پوجا شروع ہو گئی' ان کا دوسرا مشہور بت عزیٰ تھا' یہ مکہ مکرمہ میں مقام نخلہ کے قریب نصب تھا' بعض مفسرین کے نزدیک یہ لفظ العزیز سے لیا گیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنہ میں سے ہے، بعض اہل علم کی تحقیق یہ ہے کہ یہ قبیلہ غطفان میں ایک درخت کا نام تھا جس کی قریش اور بنو کنانہ کے لوگ پوجا کرتے تھے' ان کا تیسرا بت مناۃ تھا' یہ بت مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مشلل میں واقع تھا، یہاں جانوروں کو ذبح کر کے ان کا خون بہایا جاتا تھا، قبیلۂ اوس اور خزرج کے لوگ یہیں سے حج اور عمرے کا احرام باندھتے تھے اور اس بت کا طواف بھی کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے یہاں ان بتوں کا ذکر ان کا نام لے کر اس لئے فرمایا ہے کہ مشرکین ان کی نہایت تعظیم اور تکریم کرتے تھے' سوال یہ ہے کہ پتھر کے یہ بے جان مجسمے معبود کیونکر ہو گئے؟ انہیں معبود حقیقی کے برابر لا کر کھڑا کر دینا کم عقلی اور جہالت نہیں ہے؟ یہ اور ان جیسے دوسرے بت ان کے کس کام آتے ہیں؟ اور ان بتوں کے ذریعے ایسے کون سے کارنامے ظاہر ہوئے ہیں جن کی بنا پر یہ عبادت کے مستحق قرار پائے ہیں ان کی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ غور کیوں نہیں کرتے؟ فائدہ: بعض مفسرین نے یہاں ایک واقعہ نقل کیا ہے جس کے مطابق نبی ﷺ پر جب یہ سورت نازل ہوئی اور نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھ کر سنائی تو دوران تلاوت جب وہ ان آیتوں پر پہنچے تو شیطان نے نبی ﷺ کی آواز میں اپنی آواز ملا کر یہ شعر پڑھ دیا۔ تلك الغرانيق العلى ولن شفاعتهن لترتجى یعنی یہ اونچی گردنوں والے ہیں اور ان کی شفاعت کی امید کی جا سکتی ہے، اس پر مشرکین بہت خوش ہوئے اور جب سورت کے اختتام پر نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سجدۂ تلاوت کیا تو وہاں موجود ایک مشرک کے علاوہ باقی سب نے بھی سجدہ کیا، اس کہانی میں صرف اتنی بات صحیح ہے کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مشرکوں نے بھی سجدہ کیا تھا، اس کے علاوہ یہ ساری کہانی جھوٹ پر مبنی اور من گھڑت ہے، مستند روایات میں اس کا دور دور تک کہیں پتہ نہیں چلتا' اس کی مزید تفصیل جواہر الحدیث کی تیسری جلد میں سجدۂ تلاوت کے آداب و احکام کے ضمن میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ ٢١ اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ سے یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ تم نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دے رکھا ہے، کیا تم خود اپنے لیے بیٹیوں کو پسند کرتے ہو؟ اپنے لیے تو تم بیٹوں کو پسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹیوں کی نسبت کرتے ہو' اس تقسیم سے تم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے بلند رتبہ اور معزز ثابت کرنا چاہتے ہو' کیا تمہاری یہ حیثیت ہے؟ ٢٢ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کی تقسیم کو غلط' بھونڈا اور ناانصافی پر مبنی قرار دیا گیا ہے، اس لیے کہ سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا ہی غلط ہے اس کے لیے اولاد ہونا عیب ہے اور اگر اس کے لئے اولاد کی نسبت کرنا ہی ضروری تھا تو پھر لڑکوں کی نسبت اس کی طرف کیوں نہ کی؟ جب کہ اپنا حال یہ ہے کہ جب انہیں لڑکی کی

رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿٤٩﴾ وَ اَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ِۨ الْاُوْلٰى ﴿٥٠﴾ وَ ثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰى ﴿٥١﴾

رَبُّ	الشِّعْرٰى ﴿٤٩﴾	وَ	اَنَّهٗۤ	اَهْلَكَ	عَادًا	الْاُوْلٰى ﴿٥٠﴾	وَ	ثَمُوْدَاۡ	فَمَاۤ	اَبْقٰى ﴿٥١﴾
رب	شعریٰ کا	اور	بیشک وہ	ہلاک کیا اس نے	عاد کو	پہلے والے	اور	ثمود کو	سو نہیں	باقی رکھا اس نے

شِعریٰ ستارے کا رب ہے۔ ﴿٤٩﴾ اور یہ کہ اُسی نے عادِ اولیٰ کو ہلاک کیا۔ ﴿٥٠﴾ اور قومِ ثمود کو بھی، سو کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ ﴿٥١﴾

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَ اَطْغٰى ﴿٥٢﴾ وَ الْمُؤْتَفِكَةَ

وَ	قَوْمَ	نُوْحٍ	مِّنْ	قَبْلُ	اِنَّهُمْ	كَانُوْا	هُمْ	اَظْلَمَ	وَ	اَطْغٰى ﴿٥٢﴾	وَ	الْمُؤْتَفِكَةَ
اور	قوم کو	نوح کی	سے	پہلے	بیشک وہ	تھے	وہ	بہت ظالم	اور	بہت سرکش	اور	الٹائی گئی بستیاں

اور اِس سے پہلے قومِ نوح کو بھی، کیونکہ وہ بہت ظالم اور سرکش تھے۔ ﴿٥٢﴾ اور الٹائی گئی بستیوں کو

اَهْوٰى ﴿٥٣﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿٥٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿٥٥﴾ هٰذَا

اَهْوٰى ﴿٥٣﴾	فَغَشّٰىهَا	مَا	غَشّٰى ﴿٥٤﴾	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكَ	تَتَمَارٰى ﴿٥٥﴾	هٰذَا
پٹخ دیں اس نے	سو ڈھانپ لیا اسے	وہ جو	ڈھانپ لیا	سو کون سی	نعمتوں میں	اپنے رب کی	تم شک کرو گے	یہ

پٹخ دیا۔ ﴿٥٣﴾ پھر اُنہیں اُس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپا۔ ﴿٥٤﴾ تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرو گے؟ ﴿٥٥﴾ یہ پیغمبر بھی

نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿٥٦﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

نَذِيْرٌ	مِّنَ	النُّذُرِ	الْاُوْلٰى ﴿٥٦﴾	اَزِفَتِ	الْاٰزِفَةُ ﴿٥٧﴾	لَيْسَ	لَهَا	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ
ایک ڈرانے والا	سے	ڈرانے والوں کے	پہلے والے	قریب آگئی	قریب آنے والی	نہیں	اس کیلئے	سے	علاوہ	اللہ کے

پہلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والے ہیں۔ ﴿٥٦﴾ قریب آنے والی چیز پہنچ چکی ہے۔ ﴿٥٧﴾ اللہ کے علاوہ اُسے

كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَ تَضْحَكُوْنَ

كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾	اَفَمِنْ	هٰذَا	الْحَدِيْثِ	تَعْجَبُوْنَ ﴿٥٩﴾	وَ	تَضْحَكُوْنَ
کوئی ٹالنے والا	تو کیا سے	اس	کلام کے	تم تعجب کرتے ہو	اور	تم ہنستے ہو

کوئی ٹالنے والا نہیں ہے۔ ﴿٥٨﴾ تو کیا تم اِس کلام پر تعجب کرتے ہو؟ ﴿٥٩﴾ اور تم ہنستے ہو،

وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَ اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿٦١﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَ اعْبُدُوْا ﴿٦٢﴾ (السجدۃ)

وَ	لَا	تَبْكُوْنَ ﴿٦٠﴾	وَ	اَنْتُمْ	سٰمِدُوْنَ ﴿٦١﴾	فَاسْجُدُوْا	لِلّٰهِ	وَ اعْبُدُوْا ﴿٦٢﴾
اور	نہیں	روتے ہو	اور	تم	سینہ زوری کرنے والے	سو تم سجدہ کرو	اللہ کیلئے	اور عبادت کرو تم

روتے نہیں ہو؟ ﴿٦٠﴾ اور تم تکبر سے سینہ تان رہے ہو۔ ﴿٦١﴾ سو تم اللہ کے سامنے سجدہ کرو اور اُس کی عبادت کرو۔ ﴿٦٢﴾

ع ٣

پیدائش کی خبر ملے تو اسے اپنے لیے نہایت عار سمجھتے ہیں اور اسے زندہ درگور کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے، اگر تقسیم کرنا ہی ضروری تھا تو اس میں انصاف سے کام لے لیتے اور جو زیادہ اہم تھا یعنی اللہ، اس کی طرف اولاد میں سے زیادہ اہم یعنی بیٹوں کی نسبت کر دیتے۔ ﴿٢٣﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکوں کے معبودوں اور خود ان کی اپنی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ وہ جن بتوں کی پوجا کر رہے ہیں ان کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ ان لوگوں نے چند درختوں اور مجسموں کے کچھ نام رکھ چھوڑے ہیں' انہیں مذکر فرض کر لینے سے ان کا درجہ بلند نہیں ہو جائے گا، پتھر اور لکڑی کے یہ بے جان بت مذکر ہوں یا مؤنث، معبود بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور مشرکین ان کے معبود ہونے کو کسی آسمانی دلیل سے ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آسمانی تعلیمات میں کوئی ایسی چیز نازل نہیں فرمائی ہے جس سے شرک اور بت پرستی کے جواز اور ان بتوں کے معبود ہونے پر استدلال کیا جا سکے' اگر باریک بینی کے ساتھ شرک و بت پرستی کی حقیقت پر غور کیا جائے تو معلوم ہو کہ اس کی بنیاد نہ تو آسمانی تعلیمات پر ہے اور نہ سینہ بہ سینہ منتقل ہونے والے علوم پر ہے، اور نہ ہی عقل کی مدد سے اسے درست ثابت کیا جا سکتا ہے، اس کی بنیاد صرف اندازے' اور نفسانی خواہشات ہیں، کچھ لوگوں نے اندازے سے کسی چیز کو اپنا معبود فرض کر لیا اور کچھ لوگوں نے محض اپنی خواہش کی بنا پر کسی چیز کی پوجا شروع کر دی حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر زمانے میں پیغامِ ہدایت پہنچتا رہا ہے، اس کے باوجود لوگ اپنے اندازوں اور خواہشات کے دائرے سے نہ نکل سکے۔ ﴿٢٤﴾ اس آیت مبارکہ میں انسان کی تمناؤں کے حوالے سے یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ کیا دنیا میں انسان کی ہر تمنا پوری ہو جاتی ہے؟ کیا اس کی ہر خواہش پوری ہو جاتی ہے؟ کیا وہ جو چاہتا ہے اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر وہ اس سوال کا جواب کیوں تلاش نہیں کرتا کہ آخر وہ کون سی ذات ہے جو اس کی تمناؤں اور خواہشات کے راستے میں رکاوٹ بن جاتی ہے؟ ظاہری طور پر تمام اسباب موجود ہونے اور حالات سازگار ہونے کے باوجود اس کی تمنائیں پوری کیوں نہیں ہوتیں؟ جو شخص بھی اس پہلو پر غور کرے گا وہ اس نتیجے پر ضرور پہنچے گا کہ ایک ان دیکھی طاقت ہے جو اس کے اور اس کے ارادوں کے درمیان حائل ہو جاتی ہے وہی اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ﴿٢٥﴾ اس آیت مبارکہ میں دنیا اور آخرت کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت قرار دیا گیا ہے لہٰذا دنیا اور آخرت میں وہی ہوگا جو اللہ چاہے گا، کسی کی چاہت اور تمنا خدائی قانون نہیں ہے اور کسی کے چاہنے اور نہ چاہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے، اس لئے اپنی تمناؤں اور خواہشات کو اللہ کی مرضی میں فنا کر دینا چاہیے، زندگی کا مزہ اسی میں ہے اور جو لوگ اپنی خواہشات کو اللہ کی مرضی میں فنا کر دیتے ہیں' زندگی کا حقیقی لطف وہی اٹھاتے ہیں۔ ﴿٢٦﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکوں کے اس خیال کی تردید کی گئی ہے کہ جن بتوں کی وہ عبادت کرتے ہیں اللہ کی بارگاہ میں وہ ان کی سفارش کر سکیں گے، یہ خیال اس لیے باطل ہے کہ مشرکوں کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ ان کے یہ بت قیامت کے دن ان کے حق میں سفارش کر سکیں گے، اگر کسی درجے میں یہ ثابت ہو بھی جائے تو اس کی کیا دلیل ہے کہ ان کی سفارش قبول بھی ہو جائے گی؟ قیامت کے دن تو یہ عالم ہوگا کہ بہت سے مقرب فرشتے بھی اللہ کے جلال کے سامنے سفارش کرنے سے گھبرائیں گے اور

ویسے بھی قیامت کے دن سفارش کا معیار یہ ہے کہ اللہ جسے سفارش کرنے کی اجازت دے گا وہی سفارش کر سکے گا اور جس کے حق میں سفارش کرنے کی اجازت دے گا، اسی کے حق میں سفارش معتبر ہوگی، اس اصول کی روشنی میں نہ تو مشرکوں کے معبود سفارش کرنے کے حق دار ہیں اور نہ مشرک اس کے اہل ہیں کہ ان کے حق میں سفارش کی جائے۔ ۲۷ اس آیت مبارکہ میں منکرین آخرت کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ فرشتوں کے نام عورتوں جیسے رکھتے ہیں نہ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مؤنث یا مذکر بنایا ہے اور نہ ہی مشرکوں کے تجویز کردہ نام اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں' یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ایک طرف تو یہ لوگ آخرت کے منکر ہیں اور اس پر ایمان نہیں رکھتے' جبکہ دوسری طرف فرشتوں کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں' یہ بھی اپنے نفس کی خواہش کے پیچھے چلنا ہے کہ نفس نے جس چیز کو چاہا تسلیم کر لیا اور جس چیز کو چاہا رد کر دیا۔ ۲۸ اس آیت مبارکہ میں مشرکوں کے دعوے کو دلیل سے خالی قرار دیا گیا ہے، ان کا کوئی بھی دعویٰ دلیل سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ان کے پاس علم نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے جس پر وہ اپنے دعوؤں کی بنیاد رکھ سکیں، ان کے پاس تو صرف اندازے اور تخمینے ہیں اور انہی اندازوں اور تخمینوں کی بنیاد پر وہ اپنی دنیا اور آخرت برباد کر رہے ہیں کیونکہ حق کے مقابلے میں اندازہ اور تخمینہ کسی کام نہیں آتا، یہی وجہ ہے کہ توحید کی دعوت برحق ہے، اس کے مقابلے میں شرک و بت پرستی کی دعوت باطل ہے، اس لیے باطل حق کے مقابلے میں کبھی نہیں ٹھہر سکتا اور ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اہل حق کو اہل باطل پر غلبہ عطا فرمایا ہے۔ ۲۹ اس آیت مبارکہ میں ایک حکم دیا گیا ہے جس کے اولین مخاطب رسول اکرم ﷺ ہیں اور یہی حکم ان تمام لوگوں کو بھی ہے جو وعظ و نصیحت اور دعوت و تبلیغ کے کام سے جڑے ہوئے ہیں کہ جو لوگ ہمارے ذکر سے اعراض کریں، دنیا کی فانی زندگی میں منہمک ہو کر اسی کو اپنی زندگی کا محور اور مقصد بنا لیں، ان کی نظر اس دنیاوی زندگی سے آگے نہ جاتی ہو اور وہ فکر آخرت سے خالی ہوں ایسے لوگوں سے اعراض کیجئے، ان کے کفر و شرک اور سرکشی سے غمگین نہ ہوں' اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرتے رہیں اور ان کے ایمان نہ لانے سے اپنے اجر و ثواب میں کمی کا خیال دل میں نہ لائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی محنت کا اجر و ثواب کسی بھی کمی بیشی کے بغیر عطا فرمائے گا اور اپنے فضل سے اس میں مزید اضافہ بھی فرمائے گا۔ ۳۰ اس آیت مبارکہ میں دنیوی زندگی کیلئے جینے اور یہاں کی رونقوں کو اپنا نصب العین بنانے والوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان کا کل مبلغ علم ہی دنیا ہے وہ اسی کیلئے جیتے اور مرتے ہیں' وہ یہاں کے فائدے اور نقصان کے درمیان موازنہ کرتے ہیں' وہ آخرت کے فائدے اور نقصان کی فکر سے غافل ہیں، یہ صورتحال دنیوی علوم میں مشغول رہنے والے ان لوگوں پر بھی صادق آتی ہے جو علم صرف اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ انہیں اچھی نوکری مل جائے، معقول تنخواہ ہو' ضروریات اور سہولیات میسر ہوں' بہترین رہائشگاہ عمدہ سواری اور روشن مستقبل اگر تعلیم کے حصول کے بعد بیرون ملک اچھے مواقع مل جائیں تو سونے پر سہاگہ ہے، یہی صورتحال دینی علوم میں مشغول رہنے والے ان لوگوں پر بھی صادق آتی ہے جو دین کا لبادہ اوڑھ کر دنیا کی تلاش میں ہلکان ہوتے رہتے ہیں' جو دین کا علم دنیا کی خاطر حاصل کرتے ہیں' جو دنیا اور اس کی فانی لذتوں کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے رہتے ہیں، ان میں سے کون گمراہ ہے اور کون ہدایت پر ہے؟ اللہ تعالیٰ کو اس کا خوب علم ہے اور وہ ان کی

حقیقت سے بھی واقف ہے اور ان کا انجام بھی اسے خوب معلوم ہے۔ ۳۱ اس آیت مبارکہ میں زمین و آسمان کا نظام قائم کرنے کی بہت سی حکمتوں میں ایک حکمت جزا اور سزا کا قانون بیان کی گئی ہے، یہ نظام اللہ تعالیٰ نے بے مقصد اور بے کار پیدا نہیں کیا، بلکہ یہ نظام اس بات کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ آخر وہ کون سی ذات ہے جس نے ایسا مضبوط اور مستحکم نظام بنایا؟ اس نے یہ نظام کیوں اور کیسے بنایا؟ کیا یہ نظام ہمیشہ رہنے کیلئے ہے یا ایک محدود مدت کیلئے؟ اگر یہ محدود مدت کیلئے ہے تو اس کے بعد کیا ہوگا؟ یہاں اس آخری سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ وہ محدود مدت گزرنے کے بعد جزا اور سزا کا قانون نافذ کیا جائے گا، چنانچہ جن لوگوں نے اچھے اعمال کئے ہوں گے' انہیں اچھا بدلہ دیا جائے گا اور جن لوگوں نے گناہوں سے اپنے نامۂ اعمال کو داغدار کر رکھا ہوگا، وہ سزا سے دوچار ہوں گے۔ ۳۲ اس آیت مبارکہ میں نیک لوگوں کا کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنا اور اللہ تعالیٰ کی وسیع مغفرت اور علم والا ہونا بیان کیا گیا ہے، اللہ کے نیک بندے گناہوں سے بچنے کا اہتمام اور کوشش کرتے ہیں، ان کی کوششوں کا محور یہ بات ہوتی ہے کہ ان سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو' پھر ان میں سے بعض اتنی احتیاط کرتے ہیں کہ کبیرہ گناہوں کے علاوہ صغیرہ گناہوں سے بھی بچنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ انسان ہونے کے ناطے ان سے صغیرہ گناہ کا سرزد ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے، چنانچہ بعض اوقات اولیاء کرام سے بھی صغیرہ گناہ صادر ہو جاتے ہیں اس لئے یہاں اسی پہلو کو قابل تعریف قرار دیا گیا ہے کہ انسان کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرلے، اگر اس سے صغیرہ گناہ سرزد ہو جائے تو اعمال صالحہ اس کا کفارہ بن جاتے ہیں، بعض اہل علم نے "لمم" کا یہی معنی بیان کیا ہے جبکہ بعض اہل علم کی تحقیق یہ ہے کہ "لمم" ان کاموں کو کہتے ہیں جو خود تو گناہ نہیں ہوتے لیکن گناہ کا سبب بننے کی وجہ سے گناہ کے زمرے میں داخل ہو جاتے ہیں، احادیث سے بھی اس رائے کی تائید ملتی ہے اس لئے یہی رائے زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے جہاں تک تعلق ہے کبیرہ گناہوں کا تو اس کے متعلق سورۃ نساء کی آیت نمبر ۳۱ کے حاشیے میں چند سطریں لکھی گئی ہیں' وہاں ملاحظہ فرمایئے۔ مذکورہ تفصیل کو سامنے رکھ کر آیت کا خلاصہ یہ ہوا کہ وہ لوگ قابل تعریف ہیں جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں اور اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے، خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ' فوراً اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیتے ہیں' اس پر اصرار اور سینہ زوری نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کو معاف فرما دیتا ہے کیونکہ اس کی مغفرت کا دائرہ بہت وسیع اور کشادہ ہے اور وہ بڑے سے بڑے گناہوں کو معاف کرنے میں تردد نہیں فرماتا، لیکن ایک بات انسان کو ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے، اگر اسے کبیرہ گناہوں سے بچنے کی توفیق ہو رہی ہے اور وہ تقویٰ کی زندگی گزار رہا ہے تو اس میں اس کا کوئی کمال نہیں ہے، بعض لوگ اپنی نیکی اور تقویٰ پر ناز اور فخر کرتے ہیں اور دوسروں کے سامنے اپنی پارسائی کا رعب جھاڑتے ہیں، خود کو نیک اور پرہیزگار ثابت کر کے دوسروں کو گناہگار اور نافرمان ثابت کرنے میں لگے رہتے ہیں، ایسے لوگوں سے فرمایا گیا ہے کہ یاد رکھو! اگر اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا دائرہ بہت وسیع ہے تو اس کے علم کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے، وہ تمہیں اس وقت بھی جانتا تھا جب کہ تمہارا مادہ بھی تخلیق نہ ہوا تھا، زمین سے حاصل ہونے والی غذا جسے کھا کر تمہارے ماں باپ کا مادۂ تخلیق تیار ہوا تھا، اللہ اس وقت بھی تمہیں جانتا تھا، پھر جب تم نے اپنی ماں کے پیٹ میں قرار پکڑا' اللہ اس وقت بھی تم سے باخبر تھا، حالانکہ تم ساری دنیا کی نگاہوں سے چھپے ہوئے تھے، پیٹ کے بچے کو اسی وجہ سے "جنین" کہا جاتا ہے، جس کی ابتدا یہ ہوا' اسے اپنی پارسائی کا دعویٰ کرنا کیسے زیب دے سکتا ہے؟ اور سچی بات یہ ہے کہ جن نیک لوگوں کو کسی عالم ربانی کی ہم نشینی اور تربیت میں رہنے کا شرف حاصل ہو' ان کی زبان پر ایسا دعویٰ آتا ہی نہیں ہے کیونکہ دعویٰ کرنا اللہ تعالیٰ کی شان ہے اور صرف اسی کو زیب دیتا ہے۔ ۳۳ ۳۵ ان آیتوں میں حق سے اعراض کرنے والے بخیل آدمی کی مذمت کی گئی ہے، بعض مفسرین کے نزدیک ان آیتوں کا تعلق ولید بن مغیرہ سے ہے لیکن چونکہ الفاظ عام ہیں، اس لئے ولید کو بھی شامل ہیں اور ہر اس شخص کو بھی جس میں یہ کوتاہیاں پائی جائیں، پہلی چیز اعراض کرنا ہے یعنی حق سے منہ موڑنا یا اپنے مالک و خالق سے منہ موڑنا' انسان اپنی حقیقت پر غور کرے، اپنے مادۂ تخلیق اور ایام تخلیق کو دھیان میں لائے تو کیا اس کی یہ حیثیت ہے کہ وہ حق تعالیٰ کی طرف سے منہ پھیر کر لکڑی اور پتھر کے بے جان مجسموں اور مورتیوں کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جائے؟ دوسری چیز تھوڑا سا دے کر ہاتھ روک لینا ہے' اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں، پہلا یہ کہ اسے تھوڑا سا خرچ کرنے کی توفیق ہوئی، پھر شیطان نے پٹی پڑھائی تو اس نے مزید خرچ کرنے سے ہاتھ روک لیا، دوسرا یہ کہ اسے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے کی تھوڑی سی توفیق ہوئی، پھر شیطان کے بہکاوے میں آ کر اس نے اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ نیکی کا جو کام شروع کیا تھا، اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی بجائے شیطان کے بہکاوے میں آ کر اس سے منحرف ہو گیا، ولید بن مغیرہ سے ایک کافر نے کہا کہ اگر تم عذاب کے ڈر سے مسلمان ہونا چاہتے ہو تو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں تمہاری جگہ سزا بھگتنے کیلئے تیار ہوں، شرط یہ ہے کہ تم مجھے اتنا مال دے دو' ولید راضی ہو گیا اور اسے طے شدہ رقم قسطوں میں دینے لگا، لیکن ایک دو قسطیں ادا کرنے کے بعد اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، اب یہ بات کہ کسے عذاب ہوگا اور کون اس سے محفوظ رہے گا؟ اور یہ کہ کیا کوئی شخص دوسرے کا بوجھ اٹھا سکے گا یا نہیں؟ اس کا تعلق تو علم غیب سے ہے' سوال یہ ہے کہ کیا حق سے اعراض کرنے والے اس شخص کے پاس غیب کا علم ہے جس کی روشنی میں یہ مستقبل کے حالات کو دیکھ رہا ہے، پیشین گوئیاں کر رہا ہے اور لوگوں کو تسلیاں دے رہا ہے؟ ہرگز نہیں' اللہ تعالیٰ نے اسے غیب کا علم نہیں دیا ہے، لہٰذا اس کا دعویٰ بھی جھوٹا اور باطل ہے۔ ۳۶ ۳۸ ان آیتوں میں حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں آنے والے چند مضامین کا حوالہ دیا گیا ہے اور ساتھ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک خوبی بھی بیان کی گئی ہے کہ ابراہیم نے اپنا ہر وعدہ پورا کیا، ان کی زبان سے جو الفاظ نکلے، وہ ان سے کبھی نہیں پھرے، خالق یا مخلوق سے جو وعدہ بھی کیا، اسے نبھایا، اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے انہیں بلند مقام عطا فرمایا اور ان پر چند صحیفے بھی نازل فرمائے، حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے ان صحیفوں کے مشترکہ مضامین کا خلاصہ یہ ہے۔ (۱) کوئی شخص کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا بلکہ ہر شخص کو اپنے گناہوں کا بوجھ خود اٹھانا پڑے گا، اگر ولید بن مغیرہ یہ سمجھ رہا ہے

رک جاتا ہے، آسمانی تعلیمات اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ کر ہر چیز کی انتہا ہو جاتی ہے چنانچہ انسان کے تمام علوم متناہی ہیں اور اللہ کے پاس پہنچ کر ان کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے انسان کی سخاوت' بخشش' مہربانی' قدرت' حسن و جمال' مال و دولت' ہنرمندی اور صلاحیت' عقل مندی اور ذہانت یا جو کچھ بھی ہے سب محدود ہے اور کوئی چیز بھی لامحدود نہیں ہے، ان تمام چیزوں کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ کر رک جاتا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ انسان اپنے وجود اپنی محنت اور اپنی خوبیوں پر کیسے اکڑ سکتا ہے جبکہ ان میں سے ہر چیز ایک حد پر پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔ (٦) اللہ تعالیٰ کا اختیار کائنات کی ہر چیز پر ہے یہاں تک کہ اگر کوئی ہنستا یا روتا ہے تو اسے ہنسانے اور رلانے والا بھی اللہ ہے کیونکہ ہنسنا خوشی کے سبب ہوتا ہے اور رونا رنج اور غم کی وجہ سے ہوتا ہے اور خوشی اور غمی کے اسباب اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں، انسانوں کی طرف یا تعجب خیز چیزوں کی طرف ہنسانے اور رلانے کی نسبت مجازی ہے۔ (٧) کسی بھی چیز کو وجود عطا کرنا یا معدوم کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے سو وہی زندگی اور موت دیتا ہے، ہر چیز کی زندگی اور موت جس طرح مقرر کی گئی ہے وہی اس کی زندگی اور موت ہوتی ہے خواہ انسان کو سمجھ آئے یا نہ آئے' اسی طرح انسانوں کی طرف مارنے اور جلانے کی نسبت مجازی ہے، نمرود نے اسی مجازی نسبت سے استدلال کر کے اپنی قوم کو دھوکا دینا چاہا تھا' چنانچہ اس نے ایک بے گناہ کو مروا دیا اور ایک مجرم کو سزائے موت سے بچا لیا حالانکہ موت و حیات اس کا نام نہیں ورنہ دنیا کا ہر جلاد موت دینے والا اور ہر دائی زندگی دینے والی بن جائے۔ (٨) اس کائنات میں ہر چیز کا جوڑا اور ہر چیز کی ضد اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے اور اللہ ہی نے نر اور مادہ کو پیدا کیا ہے، وہی خالق حقیقی ہے، اسی نے پانی کے ایک ناپاک اور بے جان قطرے سے انسان کو وجود عطا فرمایا ہے، جو لوگ ملت ابراہیمی پر قائم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہونے والے صحیفوں کی اس روشن تعلیم کو بھول چکے ہیں' اس لئے انہیں ملت ابراہیمی پر قائم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (٩) حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں یہ بات بھی واضح طور پر درج ہے کہ جس اللہ نے کائنات میں موت و حیات' خوشی اور غمی' ہنسنے اور رونے' متضاد چیزیں اور جوڑے پیدا کرنے اور پانی کے قطرے سے نسل انسانی کو چلانے کا انتظام کیا ہے، اسی کی ذمہ داری ہے کہ وہ مرنے کے بعد انسانوں کو دوبارہ زندہ کر دے اور یہ اس کیلئے کچھ مشکل نہیں۔ (١٠) آسمانی تعلیمات اس بات کو بھی واضح کرتی ہیں کہ کوئی انسان مالدار اور تنگدست نہیں ہوتا، مالداری اور تنگدستی کے اسباب اس کی ذات میں نہیں پائے جاتے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، وہی اپنے بندوں میں سے کسی کو مالدار اور کسی کو تنگدست بناتا ہے، اس کے فیصلے پر نہ کوئی اعتراض کر سکتا ہے اور نہ اس کے خزانوں پر کسی کا حکم چل سکتا ہے، پھر انسان کا اپنی مالداری پر مغرور یا تنگدستی پر رنجور ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ ٤٩ ٥٤ ان آیتوں میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے کہ جو لوگ قرآنی تعلیمات کے منکر، حق سے اعراض کرنے والے اور اللہ کے نام پر خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں، کیا وہ ان تعلیمات سے بھی بے خبر ہیں جو حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں ذکر کی گئی ہیں، ان میں سے دس اہم نکات اوپر بیان کیے گئے ہیں اور چند مزید اہم نکات یہاں بیان کئے جا رہے ہیں۔ (١) مشرکین شعریٰ ستارے کی پوجا کرتے ہیں اور اسے اپنا رب مانتے ہیں، ان کا گمان ہے کہ نظام عالم میں یہ عظیم ستارہ بہت تاثیر کا حامل ہے اور اس کے اثرات دور رس اور دیر پا ہیں، ان پر واضح کر دیا گیا ہے کہ شعریٰ ستارے میں رب بننے کی صلاحیت نہیں ہے، وہ تو بے چارہ خود مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ .... ''جو کہ ساری کائنات کا خالق ہے'' وہی اس کا رب ہے اور وہی اس میں تصرف کرتا ہے۔ (٢) اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت کے سامنے بڑی بڑی طاقتور قومیں نہیں ٹھہر سکیں، مشرکین مکہ کی کیا حیثیت ہے کہ وہ اللہ کے سامنے ٹھہر سکیں، ان سے پہلے قوم نوح' قوم عاد' قوم ثمود اور قوم لوط کو تباہ کر دیا گیا، کیونکہ یہ لوگ نہایت ظالم اور سرکش تھے، ان کا ظلم اور سرکشی اپنے عروج کو پہنچ چکا تھا، اس لئے ان پر جو عذاب آیا سو آیا، پھر کس طرح وہ تاریخ عالم میں نشان عبرت بنے کہ آج ان کا کوئی نام لیوا بھی نہیں ہے، صرف ان کی داستان عبرت اور بچے کھچے کھنڈرات ہیں جو زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ اپنی طاقت' مال و دولت' ہنرمندی اور اولاد پر فخر کرنے والو! ہمیں دیکھو اور ہمارے واقعات پڑھ کر عبرت حاصل کرو' کہیں تمہارا بھی وہ انجام نہ ہو جائے جس سے ہم دوچار ہوئے اور ہمارا کوئی معاون و مددگار ہمارے کسی کام نہ آ سکا، یہاں قوم عاد کو عاد اولیٰ کہا گیا ہے کیونکہ قوم ثمود کو عاد ثانیہ بھی کہا جاتا ہے سو ان سے ممتاز کرنے کیلئے اولیٰ کی قید لگائی گئی، نیز الٹائی گئی بستیوں سے مراد قوم لوط ہے جسے زمین سے اٹھا کر اوپر لے جایا گیا، پھر واپس پٹخ کر زمین پر دے مارا گیا۔ ٥٥ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شک کرنے کے حوالے سے جھنجھوڑا گیا ہے کہ کب تک تم شک' تکرار اور جھگڑے کی روش اختیار کئے رکھو گے، جو رب تمہیں ہنساتا اور رلاتا ہے، زندگی اور موت دیتا ہے، مرد اور عورت میں تقسیم کرتا ہے، امارت اور غربت کے فیصلے کرتا ہے، روزانہ تم اس کی ہزاروں نعمتوں سے لذت یاب ہوتے ہو، کب تک تم ان کی ناشکری کرتے رہو گے؟ کب تک ان کے حوالے سے شکوک و شبہات کی وادی میں بھٹکتے رہو گے؟ ٥٦ اس آیت مبارکہ میں ھذا سے اشارہ یا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے یا پھر قرآن کریم کی طرف پہلی صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح لوگوں کو ان کے انجام اور مستقبل کے احوال سے آگاہ کرنے والے ہیں، ان پر بھی یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے اور وہ اپنی ذمہ داری نہایت عمدہ طریقے سے پوری فرما رہے ہیں، دوسری صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ قرآن کریم بھی سابقہ آسمانی کتابوں کی طرح ایک ایسی کتاب ہے جس میں مستقبل کے احوال اور لوگوں کا انجام تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، خوش نصیب ہے وہ شخص جو اسے پڑھے اور پرکھ کر اس سے نصیحت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ ٥٧ ٥٨ ان آیتوں میں قیامت کے حوالے سے دو باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ قریب آ گئی ہے، اس کے قائم ہونے میں زیادہ عرصہ باقی نہیں ہے، بظاہر انسان کو احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ آیت نازل فرمائی تھی کہ قیامت قریب آ چکی ہے، اس وقت سے لے کر اب تک تقریباً ڈیڑھ ہزار سال گزر چکے ہیں، یہ کوئی چھوٹی سی مدت نہیں ہے، اس کے باوجود یہی فرمایا جا رہا ہے کہ قیامت بہت قریب ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ انسان اسے وہ سمجھ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے قریب ہی دیکھ رہا ہے، علاوہ ازیں جب قیامت قائم ہوگی تو ہر انسان یہی کہے گا کہ ہم نے تو دنیا میں بہت تھوڑا وقت گزارا، ایک دن یا اس کا بھی کچھ حصہ اور اس وقت انہیں احساس ہوگا کہ قیامت بہت جلدی آ گئی، دوسری بات یہ کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت قائم کرنے

کہ فلاں شخص اس کا بوجھ برداشت کرے گا اور وہ خود سزا سے بچ جائے گا تو اسے یہ غلط فہمی دور کر لینی چاہئے، اگر دنیا میں ایسا ہوتا ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آخرت میں بھی ایسا ہو سکے گا کیونکہ یہ ظلم ہے کہ گناہ کوئی کرے اور سزا کسی کو دی جائے، یہ اللہ تعالیٰ کے نظام عدل کے خلاف ہے، گزشتہ آسمانی صحیفوں کے اس مضمون کی تائید قرآن نے بھی کی ہے، لہٰذا یہ متفقہ آسمانی تعلیم ہے جس میں کسی مذہب کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (٢) انسان کو وہی ملے گا جس کے لیے اس نے محنت کی ہوگی یعنی جس شخص نے محنت کر کے نیک اعمال کا ذخیرہ اکٹھا کیا ہوگا وہ کسی دوسرے کو نہیں دیا جائے گا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ زید ساری رات نوافل پڑھے، دن بھر بھوک پیاس برداشت کرے، اللہ کے نام پر زکوٰۃ اور صدقات کا اہتمام کرے' فلاح عامہ کے کام کرے اور یہ سب کچھ عمرو کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جائے؟ یہ تو ظلم ہے اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا' البتہ دیگر آیات و روایات کو سامنے رکھ کر اس میں کچھ تفصیل بیان کی گئی ہے (الف) انسان نیکی تو کرے لیکن ریاکاری اور دکھاوے کے جذبے سے تو اس کی وہ محنت ضائع ہو جائے گی، (ب) انسان محنت تو کرے لیکن وہ عمل خلاف سنت ہو یا بدعت ہو تو اس کی محنت بھی ضائع ہو جائے گی،

(ج) انسان محنت تو کرے لیکن اپنی خوشی سے اس کا ثواب انبیاء کرام علیہم السلام، اپنے والدین' عزیز و اقارب اور متعلقین کو ہدیہ کر دے تو اگرچہ محنت اس کی ہے لیکن اس کا ثواب ان لوگوں کو مل جائے گا جنہیں اس نے ہدیہ کیا ہوگا، یہ الگ بات ہے کہ اس پر محنت ضائع ہونے کا لفظ نہیں بولا جا سکتا، یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص دوسرے کے اکاؤنٹ میں اپنی طرف سے کچھ رقم بھیج دے تو متعلقہ شخص کو وہ رقم مل جاتی ہے، ایصال ثواب کا بھی یہی فلسفہ ہے اس لیے جو لوگ ایصال ثواب کا انکار کرتے ہیں وہ قرآن و سنت کے مزاج سے ہٹی ہوئی بات کہتے ہیں اور اس آیت سے ان کا ایصال ثواب کے خلاف استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ (٣) انسان کی محنت اور کوشش رائیگاں نہیں جاتی، عنقریب اس کی محنت کا پھل اس کے سامنے لا کر رکھ دیا جائے گا، آسمانی صحیفوں کی یہ تعلیم ان لوگوں کیلئے مشعل راہ ہے جو محنت کرنے سے نہیں گھبراتے' جو لوگ محنت کرنے سے گھبرا جاتے ہیں، عام طور پر منزل ان سے چند قدم ہی دور ہوتی ہے' کامیاب زندگی کا اصول یہ ہے کہ انسان مسلسل محنت کرے اور جب محنت کر کے تھک جائے تو پھر نئے سرے سے دوبارہ محنت کرے اس کی محنت ایک نہ ایک دن ضرور رنگ لائے گی، جن لوگوں نے کامیابی کے اس فلسفے کو سمجھا اور اختیار کیا وہ اپنی منزل کو پہنچ گئے اور جنہوں نے محنت چھوڑ دی وہ مختلف جرائم اور گناہوں میں مبتلا ہو گئے۔ (٤) محنت کرنے والے کو اس کا پورا پورا صلہ دیا جائے گا چنانچہ جو شخص دنیا کیلئے محنت کرے گا دنیا اس کے قدموں میں ڈھیر ہو جائے گی اور جو شخص آخرت کے لیے محنت اور کمائی کرے گا، جنت کی نعمتیں اس کی منتظر ہوں گی، مشاہدہ اور تجربہ بتاتا ہے کہ دنیا کیلئے ان تھک محنت کرنے والے بالآخر اپنی مراد کو پہنچ جاتے ہیں جبکہ ایمان اور عقیدہ یہ ثابت کرتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کو سنوارنے کیلئے محنت اور کمائی کی، ان کی کوشش کا صرف بدلہ نہیں دیا جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے وہ کچھ عطا فرمائے گا جس کا انہوں نے کبھی تصور بھی نہ کیا ہوگا۔ (٥) ہر چیز کی انتہا متعین ہے اور ہر چیز کا سلسلہ کسی نہ کسی جگہ پہنچ کر

اٰيَاتُهَا ۵۵ (۵۴) سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ (۳۷) رُكُوْعَاتُهَا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝١ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا

اِقْتَرَبَتِ	السَّاعَةُ	وَانْشَقَّ	الْقَمَرُ ۝١	وَ	اِنْ	يَّرَوْا	اٰيَةً	يُّعْرِضُوْا	وَ	يَقُوْلُوْا
قریب آگئی	قیامت	اور پھٹ گیا	چاند	اور	اگر	دیکھ لیں وہ	کوئی نشانی	منہ پھیریں وہ	اور	کہیں وہ

قیامت قریب آگئی ہے اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے۔ [1] اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھ لیں تو منہ پھیریں، اور کہیں

سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝٢ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝٣

سِحْرٌ	مُّسْتَمِرٌّ ۝٢	وَ	كَذَّبُوْا	وَ	اتَّبَعُوْٓا	اَهْوَآءَهُمْ	وَ	كُلُّ	اَمْرٍ	مُّسْتَقِرٌّ ۝٣
جادو	ہمیشہ کا	اور	جھٹلایا انہوں نے	اور	پیروی کی	اپنی خواہشات کی	اور	ہرایک	کام کا	وقت مقرر

کہ یہ جادو ہے جو ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ [2] اور انہوں نے تکذیب کی اور اپنی خواہشات کی پیروی کی، اور ہر کام کا وقت مقرر ہے۔ [3]

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝٤ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا

وَلَقَدْ	جَآءَهُمْ	مِّنَ	الْاَنْۢبَآءِ	مَا	فِيْهِ	مُزْدَجَرٌ ۝٤	حِكْمَةٌۢ	بَالِغَةٌ	فَمَا
اور البتہ یقیناً	آئی ان کے پاس	سے	خبریں	وہ جو	اسمیں	عبرت	عقل کی بات	کامل	سو نہیں

اور یقیناً اُن کے پاس وہ احوال آچکے ہیں جن میں عبرت کا سامان موجود ہے۔ [4] یہ کامل عقل کی بات ہے، پھر بھی ڈرانے والے

تُغْنِ النُّذُرُ ۝٥ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝٦

وقف لازم

تُغْنِ	النُّذُرُ ۝٥	فَتَوَلَّ	عَنْهُمْ	يَوْمَ	يَدْعُ	الدَّاعِ	اِلٰى	شَيْءٍ	نُّكُرٍ ۝٦
کام آئے	ڈرانے والے	سو منہ پھیرلے تو	ان سے	جس دن	پکارے گا	پکارنے والا	طرف	ایک چیز کے	نامانوس

کچھ کام نہ آئے۔ [5] اس لیے آپ اُن کی طرف سے منہ موڑ لیجئے، جس دن پکارنے والا ایک نامانوس چیز کی طرف دعوت دے گا۔ [6]

خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ

خُشَّعًا	اَبْصَارُهُمْ	يَخْرُجُوْنَ	مِنَ	الْاَجْدَاثِ	كَاَنَّهُمْ	جَرَادٌ
جھکی ہوں گی	ان کی نگاہیں	نکل پڑیں گے وہ	سے	قبروں کے	گویا کہ وہ	ٹڈی دل

اُن کی نگاہیں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے یوں نکل پڑیں گے جیسے وہ بکھرے ہوئے

کا فیصلہ فرمالے گا تو اس فیصلے کو کوئی ٹال نہ سکے گا، چنانچہ قیامت واپس پلٹائی نہ جائے گی، اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے گا اور کسی میں اتنی جرات نہ ہوگی کہ آئے ہوئے زلزلے کو روک سکے، نظام عالم کو تباہ ہونے سے بچا سکے، قبروں کو بند رہنے پر مجبور کر سکے اور مردوں کو دوبارہ زندہ نہ ہونے دے کیونکہ یہ سب امور برحق ہیں اور اپنے مقررہ وقت پر یہ سب کام ہو کر رہیں گے۔ [۵۴] [۴۳] ان آیتوں میں علامات غفلت بیان کر کے اسے دور کرنے کا حکم دیا گیا ہے، انسان کی غفلت کی پہلی علامت یہ ہے کہ اسے قرآن کریم اور اس کے مضامین و احکام پر تعجب ہوتا ہے، جس کی بنا پر یا وہ نعمت ایمان سے محروم رہتا ہے یا سعادت عمل سے حالانکہ اگر یہ تعجب اسے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے میں معاون اور مددگار ہوتا تو قابل مذمت ہونے کی بجائے قابل تعریف ہوتا، دوسری علامت یہ ہے کہ وہ زیادہ رونے کی بجائے زیادہ ہنستا ہے، اگر اسے قبر اور حشر کے احوال سے آگاہی ہوتی اور وہ آئندہ آنے والے حالات کی ہولناکی سے باخبر ہوتا تو اس کے ہونٹوں پر مہر لگ جاتی اور اس کی آنکھوں کے چشمے ہمیشہ رواں رہتے، تیسری علامت یہ ہے کہ انسان تکبر سے سینہ تان لیتا ہے وہ اپنے رب کے سامنے اکڑ جاتا ہے، وہ اپنے خالق ہی کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیتا ہے اور وہ اسی کی بات ماننے اور اطاعت کرنے سے انکار کر دیتا ہے، اس غفلت کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز رہا جائے اور اسی کی عبادت کی جائے، سجدے کی کثرت انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے میں نہایت مؤثر اور اکسیر ہے اور عبادت کا مستحق چونکہ اس کے علاوہ کوئی نہیں ہے اس لئے عبادت صرف اسی کی ہونی چاہئے۔

الحمدللہ مورخہ ۳۰ ستمبر ۲۰۱۹ بروز پیر

سورة القمر

سورۂ قمر کی سورت ہے، اس میں کل حروف ۱۴۲۳، کلمات ۳۴۲، آیات ۵۵ اور رکوعات ۳ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں "القمر" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ قمر رکھا گیا، یہاں اس سے شق القمر کا وہ معجزہ مراد ہے جو رسول اکرم ﷺ نے قریش مکہ کی فرمائش پر دکھایا تھا اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے، اتنا بڑا معجزہ دیکھ کر بھی قریش کے لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے، ان سے پہلے بھی بہت سی قومیں اپنے انبیاء کی تکذیب کے راستے پر چل چکی ہیں، جیسے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور آل فرعون، تاہم انہیں دنیا میں بھی عذاب کا ایک نمونہ دکھا دیا گیا تھا، آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے، یہی حال مشرکین مکہ کا بھی ہوگا، ان کی جمعیت کو شکست ہو جائے گی، وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے اور آخرت میں بھی سزا کے مستحق ہوں گے، جبکہ متقی اللہ تعالیٰ کے یہاں بلند مقام و مرتبہ پائیں گے۔ [1] اس آیت مبارکہ میں قیامت قریب آنے اور چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ دونوں باتیں ایک ساتھ ذکر کرنے کا منشا یہ ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا جسے اصطلاح میں شق القمر کہا جاتا ہے، قرب قیامت کی علامت ہے چونکہ یہ علامت ظاہر ہو چکی ہے اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ قیامت قریب آ چکی ہے اور ہر آنے والی چیز قریب ہی ہوتی ہے اور چونکہ یہ خلاف عادت کاموں میں سے ہے اس لئے نبی ﷺ کے معجزات میں اس کا شمار نہایت اہم معجزات میں ہوتا ہے، تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک مرتبہ سرداران قریش نے نبی ﷺ سے فرمائش کی کہ اگر آپ واقعی اللہ کے پیغمبر ہیں تو ہمارے سامنے چاند کو اس طرح دو ٹکڑے کر کے دکھا دیں کہ اس کا ایک ٹکڑا جبل ابی قبیس پر اور دوسرا ٹکڑا

مُّنْتَشِرٌ ۙ﴿۷﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ

مُّنْتَشِرٌ ۙ﴿۷﴾	مُّهْطِعِيْنَ	اِلَى	الدَّاعِ ؕ	يَقُوْلُ	الْكٰفِرُوْنَ	هٰذَا	يَوْمٌ
بکھرے ہوئے	دوڑنے والے	طرف	پکارنے والے کے	کہتے ہوں گے	کفر کرنے والے	یہ	آج کا دن

ٹڈی دَل ہوں۔ [۷] وہ اُس پکارنے والے کی طرف دوڑ رہے ہوں گے، کافر کہہ رہے ہوں گے کہ یہ تو بڑا

عَسِرٌ ﴿۸﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَ قَالُوْا مَجْنُوْنٌ

عَسِرٌ ﴿۸﴾	كَذَّبَتْ	قَبْلَهُمْ	قَوْمُ	نُوْحٍ	فَكَذَّبُوْا	عَبْدَنَا	وَ	قَالُوْا	مَجْنُوْنٌ
مشکل	جھٹلایا	ان سے پہلے	قوم نے	نوح کی	سو جھٹلایا انہوں نے	ہمارے بندے کو	اور	کہنے لگے	مجنون

کڑا دن ہے۔ [۸] اُن سے پہلے نوح کی قوم بھی تکذیب کر چکی ہے، چنانچہ انہوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ تو دیوانہ ہے

وَّازْدُجِرَ ﴿۹﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ

وَّازْدُجِرَ ﴿۹﴾	فَدَعَا	رَبَّهٗٓ	اَنِّيْ	مَغْلُوْبٌ	فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾	فَفَتَحْنَآ	اَبْوَابَ
اور دھمکیاں دی گئیں	سو پکارا اس نے	اپنے رب کو	بیشک میں	مغلوب ہو گیا	سو تو انتقام لے	سو کھول دیئے ہم نے	دروازے

اور اُسے دھمکیاں دی گئیں۔ [۹] تو اُس نے اپنے رب کو پکارا کہ میں مغلوب ہو گیا ہوں، سو تو انتقام لے لے۔ [۱۰] تو ہم نے موسلا دھار بارش

السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى

السَّمَآءِ	بِمَآءٍ	مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾	وَّ	فَجَّرْنَا	الْاَرْضَ	عُيُوْنًا	فَالْتَقَى	الْمَآءُ	عَلٰٓى
آسمان کے	ساتھ پانی کے	موسلا دھار	اور	بہا دیئے ہم نے	زمین میں	چشمے	سو مل گیا	پانی	پر

کیلئے آسمان کے دہانے کھول دیئے۔ [۱۱] اور ہم نے زمین سے چشمے بہا دیئے، چنانچہ وہ پانی ایک ایسے فیصلے پر آکر

اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۙ﴿۱۳﴾ تَجْرِيْ

اَمْرٍ	قَدْ	قُدِرَ ﴿۱۲﴾	وَحَمَلْنٰهُ	عَلٰى	ذَاتِ اَلْوَاحٍ	وَّ	دُسُرٍ ۙ﴿۱۳﴾	تَجْرِيْ
ایک معاملے کے	یقیناً	طے ہو چکا وہ	اور سوار کیا ہم نے اسے	پر	تختوں والی کے	اور	کیلوں والی	بہتی رہی

مل گیا جو پہلے سے طے ہو چکا تھا۔ [۱۲] اور ہم نے اُسے ایک تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کر دیا۔ [۱۳] جو ہماری آنکھوں کے سامنے

بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ

بِاَعْيُنِنَا ۚ	جَزَآءً	لِّمَنْ	كَانَ	كُفِرَ ﴿۱۴﴾	وَ	لَقَدْ	تَّرَكْنٰهَآ	اٰيَةً	فَهَلْ	مِنْ
ہماری نگاہوں کے سامنے	بدلہ	اس کیلئے	ہوا وہ	ناقدری کیا گیا	اور	البتہ یقیناً	ہم نے چھوڑ دیا اسے	ایک نشانی	تو کیا	سے

بہہ رہی تھی، یہ اُس شخص کیلئے بدلہ لیا گیا جس کی ناقدری کی گئی۔ [۱۴] اور ہم نے اُس کشتی کو اپنی قدرت کی نشانی بنا کر چھوڑ دیا، تو کیا کوئی نصیحت

جبل قعیقعان پر نظر آئے، اس وقت نبی ﷺ منیٰ میں تھے اور رات چاندنی تھی، نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں تمہاری فرمائش پوری کر دوں تو کیا تم مجھ پر ایمان لے آؤ گے؟ انہوں نے کہا ضرور، سو نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اسی وقت چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، سب لوگوں نے اسے دیکھا اور حیرت سے ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے، نبی ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا گواہ رہو، اس کے بعد چاند کے دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے، تاہم مشرکین اپنے وعدے سے پھر گئے، انہوں نے ایمان لانے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ محمد ﷺ نے تمہاری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے، اس پر انہی میں سے ایک آدمی کہنے لگا کہ اگر یہ جادو ہے تو اس کا اثر صرف ہم پر ہی ہونا چاہئے، ساری دنیا کے لوگوں پر تو جادو نہیں ہو سکتا، اس لئے باہر سے آنے والے قافلوں سے اس کی تحقیق کرنی چاہئے، اگر انہوں نے چاند کے دو ٹکڑے نہیں دیکھے تو یہ جادو ہوگا ورنہ یہ جادو نہیں ہو سکتا، چنانچہ ان لوگوں نے بیرونی قافلوں سے اس کی تحقیق کی تو سب نے ہی اس کی تصدیق کی، اس کے باوجود وہ لوگ ایمان نہیں لائے جبکہ دور بیٹھے ہوئے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے نعمت ایمان سے مالا مال کر دیا، چنانچہ مؤرخین نے ہندوستان کے ایک راجہ کا معجزۂ شق القمر دیکھ کر ہندوستان سے مکہ مکرمہ کا سفر کرنا' نبی ﷺ کی خدمت میں حاضری دینا' تحائف پیش کرنا اور ایمان لانا نقل کیا ہے، علامہ حلبی نے الاصابہ کے حوالے سے شیخ زین الدین معمر کا تفصیلی واقعہ بھی بیان نقل کیا ہے جس کے مطابق وہ بھی یہ معجزہ دیکھ کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے تھے، نبی علیہالسلام نے انہیں چھ مرتبہ عمر میں برکت کی دعا دی تھی، چنانچہ ان کی عمر چھ سو سال ہوئی، مزید تفصیل کیلئے جواہر الحدیث ملاحظہ فرمایئے۔ [۲] اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ کا معاندانہ رویہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ بڑے سے بڑا معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے بلکہ اس سے اعراض ہی کرتے ہیں اور نہایت آسانی کے ساتھ اسے جادو قرار دے دیتے ہیں کہ یہ جادو کا قدیم طریقہ ہے جو ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے، اس کے ذریعے لوگوں کو اپنی باتوں سے متاثر کر کے اپنے شیشے میں اتار لیا جاتا ہے، اس پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم بھی اس جادو سے متاثر ہو گئے ہیں لیکن ہم ایسا نہیں کریں گے۔ العیاذ باللہ۔ [۳] اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ کی دو ناپسندیدہ عادتیں بیان کی گئی ہیں' پہلی یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کر رہے ہیں، ان کے احکامات کو جھٹلا رہے ہیں، ان کے معجزات کو جادو قرار دے کر ان کی توہین کر رہے ہیں اور تمام اسلامی عقائد و تعلیمات کی تکذیب کر رہے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے، دوسری یہ کہ وہ اپنی خواہشات کے پیچھے چل رہے ہیں، ان کے پاس کوئی ٹھوس معقول دلیل اور وجہ نہیں ہے جس سے وہ استدلال کر سکیں، بلکہ صرف نفس کی خواہشات ہیں' وہ خواہشات انہیں جس راستے پر چاہتی ہیں' لے چلتی ہیں اور وہ اس پر چل پڑتے ہیں، انہی خواہشات نے انہیں اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب پر آمادہ کیا ہے، گویا ان کا اصل روگ ان کا وہ بیمار نفس ہے جو انہیں گہری کھائی اور اندھے کنوئیں کی طرف لے جا رہا ہے اور وہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر تیزی سے اس کی طرف دوڑ رہے ہیں اس لئے انہیں سب سے زیادہ ضرورت اس بیمار نفس کی اصلاح کرنے کی ہے، ویسے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ نے ہر کام کا ایک وقت مقرر فرما رکھا ہے، اس کی جزئیات متعین اور تفصیلات طے فرما رکھی ہیں، سو وہ اپنے مقررہ وقت پر مقررہ طریقۂ کار کے مطابق واقع ہو جاتا ہے اور اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ [۴] اس آیت مبارکہ میں سابقہ امتوں کے واقعات میں عبرت پذیری کے پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے کہ مشرکین مکہ کو گزشتہ اقوام کے عبرتناک واقعات اس سے پہلے بھی سنائے جا چکے ہیں اور یہاں اس سورت میں بھی

مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ

مُّدَّكِرٍ ۱۵	فَكَيْفَ	كَانَ	عَذَابِيْ	وَنُذُرِ ۱۶	وَ	لَقَدْ	يَسَّرْنَا	الْقُرْاٰنَ	لِلذِّكْرِ
کوئی نصیحت لینے والا	تو کیسا	ہوا	میرا عذاب	اور میرا ڈرانا	اور	البتہ یقیناً	آسان کردیا ہم نے	قرآن کو	نصیحت کیلئے

قبول کرنے والا ہے؟ ۱۵ تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا؟ ۱۶ اور یقیناً ہم نے اس قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے،

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ إِنَّا

فَهَلْ	مِنْ	مُّدَّكِرٍ ۱۷	كَذَّبَتْ	عَادٌ	فَكَيْفَ	كَانَ	عَذَابِيْ	وَنُذُرِ ۱۸	إِنَّا
تو کیا	سے	کوئی نصیحت لینے والا	جھٹلایا	عاد نے	سو کیسا	ہوا	میرا عذاب	اور میرا ڈرانا	بیشک ہم

تو کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے؟ ۱۷ قومِ عاد نے بھی تکذیب کی تھی، تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا؟ ۱۸ بیشک ہم نے

أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ

أَرْسَلْنَا	عَلَيْهِمْ	رِيْحًا	صَرْصَرًا	فِيْ	يَوْمِ	نَحْسٍ	مُّسْتَمِرٍّ ۱۹	تَنْزِعُ
بھیجا ہم نے	ان پر	ہوا کو	طوفانی	بیچ	ایک دن کے	نحوست	ہمیشہ کیلئے	اکھاڑتی تھی وہ

اُن پر ایک طوفانی ہوا ایک ایسے دن میں بھیجی، جس کی نحوست اُن کیلئے ہمیشہ رہ گئی۔ ۱۹ وہ لوگوں کو

النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي

النَّاسَ	كَأَنَّهُمْ	أَعْجَازُ	نَخْلٍ	مُّنْقَعِرٍ ۲۰	فَكَيْفَ	كَانَ	عَذَابِيْ
لوگوں کو	گویا کہ وہ	تنے	کھجور کے	جڑ سے اکھڑے ہوئے	سو کیسا	ہوا	میرا عذاب

اکھاڑ پھینکتی تھی، یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ جڑ سے اکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہوں۔ ۲۰ تو کیسا ہوا میرا عذاب

وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ كَذَّبَتْ ع ۱ ۲۲ ۸

وَنُذُرِ ۲۱	وَ	لَقَدْ	يَسَّرْنَا	الْقُرْاٰنَ	لِلذِّكْرِ	فَهَلْ	مِنْ	مُّدَّكِرٍ ۲۲	كَذَّبَتْ
اور میرا ڈرانا	اور	البتہ یقیناً	آسان کردیا ہم نے	قرآن کو	نصیحت کیلئے	تو کیا	سے	کوئی نصیحت لینے والا	جھٹلایا

اور میرا ڈرانا؟ ۲۱ اور یقیناً ہم نے اس قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے، تو کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے؟ ۲۲ قومِ ثمود بھی

ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلٰلٍ

ثَمُوْدُ	بِالنُّذُرِ ۲۳	فَقَالُوْا	أَبَشَرًا	مِّنَّا	وَاحِدًا	نَّتَّبِعُهُ	إِنَّا	إِذًا	لَّفِيْ	ضَلٰلٍ
ثمود نے	ڈرانے والوں کو	سو کہنے لگے	کیا انسان کی	ہم میں سے	ایک	پیروی کریں ہم ان کی	بیشک ہم	اس وقت	البتہ بیچ	گمراہی کے

ڈرانے والوں کی تکذیب کر چکی ہے۔ ۲۳ چنانچہ وہ کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے میں سے ایک آدمی کی پیروی کریں؟ تب تو ہم غلطی اور حماقت میں

ان کی طرف دوبارہ اشارہ کیا جائے گا، ان واقعات میں عبرت کا بہت سا سامان موجود ہے، اہل مکہ کو اس سے عبرت پکڑنی چاہئے۔ ۵ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین مکہ کا واقعاتِ عبرت اور ڈرانے والوں سے نصیحت حاصل نہ کرنا بیان کیا گیا ہے، حالانکہ یہ واقعات نہایت حکیمانہ پیرائے میں کامل معجزانہ شان کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، اگر کسی شخص کے مقدر میں ہدایت لکھی ہوئی ہو تو وہ ان سے بہت فائدہ اٹھا سکتا ہے، لیکن افسوس کہ مشرکین مکہ ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا رہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے نقصان پر خود ہی راضی اور مطمئن ہو گئے ہیں۔ ۶ اس آیت مبارکہ میں نبی علیہ السلام کو مشرکین مکہ سے اعراض کرنے اور ان کی طرف سے اپنی توجہ پھیر لینے کی تاکید کی گئی ہے اس لیے کہ انہیں ان کے فرمائشی معجزات دکھا دیئے گئے، گزشتہ اقوام کے عبرتناک واقعات سنا دیئے گئے اور قیامت کے ہولناک احوال سے انہیں باخبر کر دیا گیا، اس کے باوجود اگر وہ اپنے کفر و شرک اور عناد پر جمے رہیں تو ان کے پیچھے اپنے آپ کو گھلانے کی کوئی ضرورت نہیں، عنقریب وہ دن آنے والا ہے جب سب کو جمع کیا جائے گا، ایک پکارنے والا آواز لگائے گا اور سب لوگ میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے، منکروں کیلئے وہ دن اور اس میں پیش آنے والے واقعات نامانوس اور تعجب خیز ہوں گے اور وہ سزا کے خوف سے دل ہی دل میں لرز رہے ہوں گے۔ ۷ ۸ ان آیتوں میں قیامت کے دن مشرکوں اور مجرموں کی حالت بیان کی گئی ہے، وہ دن ان کے لیے خوشیاں لے کر نہیں آئے گا، ان کی آنکھیں شرمندگی، ندامت اور خوف کی وجہ سے جھکی ہوئی ہوں گی، دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ انہیں نظر اٹھا کر دیکھنے کی جرات بھی نہ ہوگی، وہ اپنی قبروں سے اتنی بڑی تعداد میں نکل کر پھیل پڑیں گے جیسے ٹڈی دل کا کوئی لشکر ہو، جوں ہی ان کے کانوں میں اللہ کی طرف سے بلانے والے کی آواز پہنچے گی وہ اس کی طرف دوڑتے ہوئے چل پڑیں گے اور اس وقت ان کی زبانوں پر اس دن کی ہولناکی کا ذکر ہوگا۔ ۹ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ اقوام میں سے قوم نوح کا تذکرہ کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس حضرت نوح علیہ السلام کو پیغام ہدایت دے کر بھیجا، انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کرنے کی بجائے تکذیب و تردید کا راستہ اختیار کیا، یہاں تک کہ انہیں مجنوں اور دیوانہ کہا، انہیں دھمکیاں دی گئیں اور انہیں اللہ کے راستے میں ستایا گیا، مشرکین مکہ بھی انہی کی روش پر چل رہے ہیں۔ ۱۰ اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعاء مغلوبانہ ذکر کی گئی ہے ہر وہ شخص جو اپنے دشمن سے مغلوب ہو رہا ہو، اسے اس دعا کا اہتمام کرنا چاہئے، دشمن سے جنگ کے موقع پر بھی اس دعا کا پڑھنا مجرب ہے اور حالات سے دلبرداشتہ لوگوں کو بھی اس کی تلقین کرنی چاہئے کہ پروردگار! اب میں بے بس اور عاجز ہو گیا ہوں، میں جتنے وسائل اور تدابیر اختیار کر سکتا تھا وہ میں کر چکا، اب تو اپنی قدرت اور جلال دکھا، دشمنوں سے میرا انتقام لے اور مجھے ان کے شر اور تکلیف سے محفوظ فرما۔ ۱۱ ۱۲ ان آیتوں میں قوم نوح پر آنے والے عذاب اور اہل ایمان کو اس عذاب سے محفوظ رکھنے کی تفصیل ذکر کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے قوم نوح پر پانی کا عذاب مسلط کیا تھا، چنانچہ آسمان سے ان پر اس قدر موسلا دھار بارش برسائی گئی کہ معلوم ہوتا تھا کسی نے آسمان کے دہانے کھول دیئے ہیں اور زمین سے اتنا پانی ابلا کہ گویا بے شمار چشمے جاری ہو گئے ہیں، پھر آسمان اور زمین کا یہ سارا پانی مل کر قوم نوح کی تباہی اور بربادی کا سبب بن گیا جس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں ہی فرما لیا تھا، پانی کے اس طوفان نے مشرکوں اور بت پرستوں میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان بھی پانی کی موجوں کا شکار ہو گیا، اس طوفان سے صرف وہی لوگ بچ سکے جنہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کر لیا تھا

وَّ سُعُرٍ ﴿٢٤﴾ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿٢٥﴾

وَ	سُعُرٍ ﴿٢٤﴾	ءَ	اُلْقِيَ	الذِّكْرُ	عَلَيْهِ	مِنْۢ	بَيْنِنَا	بَلْ	هُوَ	كَذَّابٌ	اَشِرٌ ﴿٢٥﴾
اور	حماقت کے	کیا	اتاری گئی	نصیحت	اس پر	سے	ہمارے درمیان کے	بلکہ	وہ	جھوٹا	شیخی خورا

پڑ گئے۔ ﴿٢٤﴾ کیا ہمارے درمیان سب میں سے اسی پر نصیحت اُتری ہے؟ بلکہ یہ بڑا جھوٹا، شیخی خورا ہے۔ ﴿٢٥﴾

سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿٢٦﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ

سَيَعْلَمُوْنَ	غَدًا	مَّنِ	الْكَذَّابُ	الْاَشِرُ ﴿٢٦﴾	اِنَّا	مُرْسِلُوا	النَّاقَةِ	فِتْنَةً	لَّهُمْ
عنقریب جان لیں گے	کل آئندہ	کون	جھوٹا	شیخی خورا	بیشک ہم	بھیجنے والے	اونٹنی	جانچنے کو	ان کیلئے

عنقریب کل یہ جان لیں گے کہ کون بڑا جھوٹا، شیخی خورا ہے۔ ﴿٢٦﴾ ہم اُن کی آزمائش کیلئے ایک اونٹنی بھیج رہے ہیں،

فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ

فَارْتَقِبْهُمْ	وَ	اصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾	وَ	نَبِّئْهُمْ	اَنَّ	الْمَآءَ	قِسْمَةٌۢ	بَيْنَهُمْ	كُلُّ	شِرْبٍ
سو انتظار کر تو	اور	صبر کر تو	اور	بتادے انہیں	کہ بیشک	پانی	تقسیم	ان کے درمیان	ہر ایک	پانی کی باری پر

سو آپ انتظار کیجئے اور صبر سے کام لیجئے۔ ﴿٢٧﴾ اور انہیں بتا دیجئے کہ پانی کی باری اُن کے درمیان تقسیم کر دی گئی ہے، ہر ایک اپنی باری پر

مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾ فَكَيْفَ كَانَ

مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾	فَنَادَوْا	صَاحِبَهُمْ	فَتَعَاطٰى	فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾	فَكَيْفَ	كَانَ
حاضر ہو	سو پکارا انہوں نے	اپنے ساتھی کو	سو ہاتھ بڑھایا اس نے	تو پاؤں کاٹ دیے	سو کیسا	ہوا

حاضر ہو۔ ﴿٢٨﴾ پھر انہوں نے اپنے ساتھی کو آواز دی اور اُس نے ہاتھ چلا کر اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیئے۔ ﴿٢٩﴾ تو کیسا ہوا

عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا

عَذَابِيْ	وَ	نُذُرِ ﴿٣٠﴾	اِنَّآ	اَرْسَلْنَا	عَلَيْهِمْ	صَيْحَةً	وَّاحِدَةً	فَكَانُوْا
میرا عذاب	اور	میرا ڈرانا	بیشک ہم	بھیجی ہم نے	ان پر	چنگھاڑ	ایک	تو ہو گئے وہ

میرا عذاب اور میرا ڈرانا؟ ﴿٣٠﴾ ہم نے اُن پر صرف ایک چنگھاڑ بھیجی، تو وہ ایسے ہو گئے جیسے

كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ

كَهَشِيْمِ	الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾	وَلَقَدْ	يَسَّرْنَا	الْقُرْاٰنَ	لِلذِّكْرِ	فَهَلْ	مِنْ
جیسے روندی ہوئی	باڑ کانٹوں کی	اور البتہ یقیناً	آسان کر دیا ہم نے	قرآن کو	نصیحت کیلئے	سو کیا	سے

کانٹوں کی روندی ہوئی باڑ ہو۔ ﴿٣١﴾ اور یقیناً ہم نے اِس قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے، تو کیا کوئی نصیحت

اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تھے، ان تمام لوگوں کو حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک بحری جہاز پر سوار کیا جسے یہاں تختوں اور کیلوں والی سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ بحری جہاز اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس خطرناک طوفان میں بھی اپنے مسافروں کو لے کر منزل کی جانب صحیح سلامت رواں دواں رہا اور بحفاظت ان تمام مسافروں کو جودی پہاڑ لے جا کر اتار دیا، اس پورے واقعے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے ان کی ناقدری کی، سو اللہ تعالیٰ نے ان سے اس کا بدلہ لیا اور انہیں عبرتناک سزا دی، اگر مشرکین مکہ باز نہ آئے تو وہ بھی ایسے ہی انجام سے دوچار ہو سکتے ہیں۔ ﴿١٥﴾ اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو اللہ تعالیٰ کی نشانی قرار دیا گیا ہے، سورہ عنکبوت کی آیت نمبر ١٥ میں بھی کشتی نوح کو قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے، یہ کشتی مدت دراز تک باقی رہی یہاں تک کہ اس امت کے ابتدائی زمانے میں بھی کچھ لوگوں نے اسے دیکھا یہ کشتی پکار پکار کر اس بات کی دعوت دیتی رہی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے اللہ تعالیٰ اسے دنیا کی سزا سے بھی بچا لیتا ہے اور اسے آخرت کے عذاب سے بھی محفوظ فرما دیتا ہے اور جو لوگ شرک و بت پرستی سے توبہ نہیں کرتے، بالآخر وہ دنیا اور آخرت کی رسوائی اور ذلت کا شکار ہو جاتے ہیں، کیا کوئی اس واقعے سے عبرت حاصل کرنے والا ہے؟ ﴿١٦﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے کہ قوم نوح کے جس واقعے کی طرف یہاں اجمالی اشارہ کیا گیا ہے اسے پڑھ اور سن کر غور کرو کہ جب میرا عذاب آتا ہے اور میں کسی کو کھڑکھڑاتا ہوں تو اس کا کیا انجام ہوتا ہے؟ اگر میرا عذاب تمہاری طرف متوجہ ہو گیا تو اپنا انجام ابھی سے سوچ کر رکھ لو۔ ﴿١٧﴾ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے نہایت آسان کتاب قرار دے کر اس میں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے، بعض لوگ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ قرآن کو سمجھنا بہت آسان ہے تو پھر علماء اس کیلئے جو پابندیاں اور شرائط لگاتے ہیں وہ بے معنی ہو جاتی ہیں چونکہ قرآن بہت آسان ہے لہٰذا ہر شخص اس سے احکام و مسائل کا استنباط خود ہی کر سکتا ہے اور اس کیلئے اس کے پاس کسی مدرسے کا سرٹیفکیٹ ہونا ضروری نہیں ہے حالانکہ معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی اس آیت کو پڑھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ یہاں دو الگ الگ چیزیں ہیں، پہلی چیز قرآن کریم کے ذریعے نصیحت حاصل کرنا ہے یعنی دلائل قدرت میں غور کر کے قادر تک اور دلائل توحید میں غور کر کے واحد و یکتا تک رسائی حاصل ہو جائے، گزشتہ امتوں کے حالات و واقعات سے عبرت حاصل کر کے ان جیسے انجام سے بچنے کی فکر کی جائے، جنت کا تذکرہ پڑھ کر اسے حاصل کرنے اور جہنم کا تذکرہ پڑھ کر اس سے بچنے کا اہتمام کیا جائے، انبیاء کرام علیہم السلام اور اہل ایمان کے واقعات و احوال سے استقامت کا سبق حاصل کیا جائے، اس کی صاف ستھری اور روشن تعلیمات کے ذریعے صراط مستقیم کی رہنمائی حاصل کی جائے جبکہ دوسری چیز قرآن کریم سے احکام و مسائل کا استنباط ہے، اس سے شرعی احکام کی حکمتیں اور باریکیاں معلوم کرنا، اس کے ایک ایک لفظ میں چھپے ہوئے اسرار و رموز کی تہہ تک پہنچنا اور قوانین کا اجراء کر کے نت نئے نکات تلاش کرنا، ان دونوں چیزوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، زیر تذکرہ آیت میں ''نصیحت حاصل کرنے'' کے پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے اور اسی حوالے سے ہر خاص و عام کو دعوت دی گئی ہے کیونکہ قرآن کریم سے نصیحت حاصل کرنا اتنا آسان ہے کہ ایک عام ان پڑھ انسان بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا جبکہ دوسرا پہلو ہر خاص و عام کیلئے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق صرف ان اہل علم سے ہے جنہوں نے متعلقہ علوم میں اپنی زندگی اور صلاحیتوں کا قابل ذکر حصہ وقف کیا ہو۔ ﴿١٨﴾ ﴿٢٢﴾ ان

مُّدَّكِرٍ ۝٣٢ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ۝٣٣ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

مُّدَّكِرٍ ۝٣٢	كَذَّبَتْ	قَوْمُ	لُوْطٍ	بِالنُّذُرِ ۝٣٣	اِنَّآ	اَرْسَلْنَا	عَلَيْهِمْ
کوئی نصیحت لینے والا	جھٹلایا	قوم نے	لوط کی	ڈرانے والوں کو	بیشک ہم	بھیجا ہم نے	ان پر

قبول کرنے والا ہے؟ ۳۲ قومِ لوط بھی ڈرانے والوں کی تکذیب کر چکی ہے۔ ۳۳ ہم نے اُن پر پتھراؤ کرنے والی آندھی

حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۝٣٤ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ

حَاصِبًا	اِلَّآ	اٰلَ	لُوْطٍ ؕ	نَجَّيْنٰهُمْ	بِسَحَرٍ ۝٣٤	نِّعْمَةً	مِّنْ	عِنْدِنَا ؕ
پتھراؤ کرنے والی ہوا کو	مگر	گھرانا	لوط کا	بچالیا ہم نے انہیں	رات کے آخری پہر	مہربانی کرکے	سے	اپنے پاس

بھیج دی، سوائے آلِ لوط کے کہ ہم نے اُنہیں رات کے آخری پہر میں نجات دیدی۔ ۳۴ یہ ہماری طرف سے مہربانی تھی،

كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ۝٣٥ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا

كَذٰلِكَ	نَجْزِيْ	مَنْ	شَكَرَ ۝٣٥	وَلَقَدْ	اَنْذَرَهُمْ	بَطْشَتَنَا	فَتَمَارَوْا
اسی طرح	بدلہ دیتے ہیں ہم	اسے جو	شکر کرے	اور البتہ یقیناً	اس نے ڈرایا انہیں	ہماری پکڑ سے	تو وہ جھگڑنے لگے

ہم شکر کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ ۳۵ اور وہ اُنہیں ہماری پکڑ سے ڈرا چکے تھے، سو وہ اِس ڈرانے میں

بِالنُّذُرِ ۝٣٦ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا

بِالنُّذُرِ ۝٣٦	وَلَقَدْ	رَاوَدُوْهُ	عَنْ	ضَيْفِهٖ	فَطَمَسْنَآ	اَعْيُنَهُمْ	فَذُوْقُوْا
ڈرانے میں	اور البتہ یقیناً	لینا چاہا انہوں نے	سے	اس کے مہمانوں کے	سو مٹادیں ہم نے	ان کی آنکھیں	تو چکھو تم

جھگڑے کرنے لگے۔ ۳۶ اور اُنہوں نے لوط کے مہمانوں کو حاصل کرنے کی کوشش کی تو ہم نے اُن کی بینائی مٹا دی، سو اب میرے عذاب

عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝٣٧ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ۝٣٨ ج

عَذَابِيْ	وَ	نُذُرِ ۝٣٧	وَ	لَقَدْ	صَبَّحَهُمْ	بُكْرَةً	عَذَابٌ	مُّسْتَقِرٌّ ۝٣٨
میرا عذاب	اور	میرا ڈرانا	اور	البتہ یقیناً	صبح کو آیا ان پر	سویرے	عذاب	طے شدہ

اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔ ۳۷ اور صبح سویرے ہی اُن پر وہ عذاب آپڑا جو پہلے سے طے ہو چکا تھا۔ ۳۸

فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝٣٩ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ

فَذُوْقُوْا	عَذَابِيْ	وَ	نُذُرِ ۝٣٩	وَ	لَقَدْ	يَسَّرْنَا	الْقُرْاٰنَ	لِلذِّكْرِ	فَهَلْ	مِنْ
سو چکھو تم	میرا عذاب	اور	میرا ڈرانا	اور	البتہ یقیناً	آسان کر دیا ہم نے	قرآن کو	نصیحت کیلئے	تو کیا	سے

سواب میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ چکھو۔ ۳۹ اور یقیناً ہم نے اِس قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے، توکیا کوئی نصیحت

آیتوں میں قوم عاد کی تکذیب اور سرکشی کی طرف اجمالی اشارہ کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی اصلاح اور رہنمائی کیلئے انہی کے ایک معزز فرد حضرت ہود علیہ السلام کا انتخاب فرمایا، انہوں نے اپنی قوم کی اصلاح کیلئے انتھک محنت اور کوشش کی لیکن ان کی قوم نے ان کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا، ان کی تکذیب کی اور انہیں ایذا پہنچائی، بالآخر قوم عاد پر ہوا کا عذاب مسلط کر دیا گیا، وہ ہوا ایک ایسا طوفانی جھکڑ تھی جس کے آگے ان کی کوئی تدبیر نہیں چل سکتی تھی، وہ اسے روک نہیں سکتے تھے اور خود کو اس سے بچا نہیں سکتے تھے وہ دن ان کیلئے نیک شگون لے کر طلوع نہیں ہوا جب ان پر یہ عذاب مسلط کیا گیا، ہوا اس قدر تیز رفتار تھی کہ ان لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پٹختی تھی، کسی کا ہاتھ ٹوٹتا' کسی کا پاؤں اور کسی کی گردن' مسلسل سات راتوں اور آٹھ دنوں تک یہ ہوا ان پر مسلط رہی، جب اس کا زور ٹوٹا اور عذاب الٰہی اٹھالیا گیا تو قوم عاد کے قدآور اور تنومند لوگ لاشوں کی شکل میں اس طرح گرے پڑے تھے جیسے کسی نے بڑے بڑے درختوں کو ان کی جڑوں سے اکھاڑ پھینکا ہو، دیکھا تم نے میرے عذاب کو جب میں کسی قوم کو کھڑکھڑاتا ہوں اور اس پر اپنا عذاب مسلط کرتا ہوں تو اس کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے، اس لئے دانشمندی اور عبرت پذیری کا تقاضا یہ ہے کہ تم اس واقعے سے نصیحت حاصل کرو، قرآن کریم میں ہم نے یہ واقعات اس مقصد کی بنا پر ذکر فرمائے ہیں تو کیا کوئی نصیحت قبول کرنیوالا ہے؟ ۲۲ اس آیت مبارکہ میں قوم ثمود کا اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کرنا مذکور ہوا ہے، قوم ثمود کا مفصل تذکرہ اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ ہو چکا ہے، یہاں اجمالی اشارہ کیا گیا ہے تاکہ اہل مکہ کے ذہنوں میں ان کا واقعہ تازہ ہو جائے اور وہ نبی ﷺ کی تکذیب سے باز آ جائیں۔ ۲۳ ۲۶ ان آیتوں میں قوم ثمود کا واقعہ اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، حضرت صالح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو توحید و رسالت اور عقائد صحیحہ کی دعوت دی تو انہوں نے اس پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا کہ ہم اپنے ہی جیسے ایک انسان کی اتباع اور پیروی کیوں کریں؟ دوسرا اعتراض یہ کہ اگر ہم نے اپنے جیسے ایک انسان ہی کی پیروی کرنی ہے تو وہ انسان صالح کیوں ہیں؟ ان کے علاوہ کوئی اور کیوں نہیں؟ یہی اعتراض مشرکین مکہ کو بھی ہے کہ اگر ہم اپنے ہی جیسے ایک انسان کی پیروی کرنے لگیں تو یہ بڑی گمراہی اور حماقت کی بات ہوگی، یہ اعتراض کرنے والے اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے انسان ہی کو بھیجا جانا عقلمندی اور حکمت ہے یا کسی فرشتے اور جن کو؟ ان کی سمجھ میں یہ بات بھی نہیں آتی کہ کیا وہ خود فرشتے ہیں جو ان کیلئے فرشتے بھیجے جاتے؟ ان کے مزاج کو سامنے رکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ اگر کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیج دیا جاتا تو انہیں اس پر بھی اعتراض ہوتا کہ انسانوں کی رہنمائی فرشتے کیسے کریں گے؟ ان کا تو مزاج اور حالات ہی ایک دوسرے سے مختلف ہیں اس لئے یہ اعتراض بیکار ہے، باقی رہا یہ اعتراض کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا پیغمبر بنانے کیلئے ہماری پوری قوم میں صالح کے علاوہ کوئی اور آدمی نہیں ملا تھا؟ وہ تو (العیاذ باللہ) جھوٹا ہے اور خواہ مخواہ اپنی بڑائی جتا رہا ہے کہ مجھے اللہ نے پیغمبر بنایا ہے، سو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا ہے کہ بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا ہے اور کون اپنی بڑائی جتا رہا ہے، صالح یا تم لوگ؟ اس کے علاوہ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے معجزے کا مطالبہ کیا اور سامنے کے پہاڑ سے ایک ایسی اونٹنی نکالنے کی فرمائش کی جو ان کے سامنے بچے کو جنم دے، حضرت صالح علیہ السلام کی دعا پر اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر ان کی یہ فرمائش بھی پوری کردی، اس کے باوجود لوگ ان پر ایمان نہ لائے، اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ خاموشی کے ساتھ مناسب وقت کا انتظار کریں ان کی تکلیف دہ باتوں اور حرکتوں پر صبر

مُّدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾ وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿٤١﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا

مُّدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾	وَ	لَقَدْ	جَآءَ	اٰلَ	فِرْعَوْنَ	النُّذُرُ ﴿٤١﴾	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	كُلِّهَا
کوئی نصیحت لینے والا	اور	البتہ یقیناً	آئے	گھرانے پر	فرعون کے	ڈرانے والے	جھٹلایا انہوں نے	ہماری آیتوں کو	سب کی سب

قبول کرنے والا ہے؟ ﴿٤٠﴾ اور یقیناً آلِ فرعون کے پاس بھی ڈرانے والے آئے تھے۔ ﴿٤١﴾ انہوں نے ہماری ساری نشانیوں کو جھٹلا دیا،

فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٤٢﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ

فَاَخَذْنٰهُمْ	اَخْذَ	عَزِيْزٍ	مُّقْتَدِرٍ ﴿٤٢﴾	اَكُفَّارُكُمْ	خَيْرٌ	مِّنْ	اُولٰٓئِكُمْ	اَمْ
سو پکڑ لیا ہم نے انہیں	جیسی پکڑ	زبردست کی	قدرت والے کی	کیا تمہارے کافر	زیادہ بہتر	سے	ان لوگوں کے	یا

تو ہم نے انہیں اس طرح پکڑ لیا جیسے زبردست، قدرت والے کی پکڑ ہوتی ہے۔ ﴿٤٢﴾ کیا تمہارے کافر ان سے زیادہ بہتر ہیں؟ یا آسمانی

لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِى الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿٤٤﴾

لَكُمْ	بَرَآءَةٌ	فِى	الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾	اَمْ	يَقُوْلُوْنَ	نَحْنُ	جَمِيْعٌ	مُّنْتَصِرٌ ﴿٤٤﴾
تمہارے لئے	معافی نامہ	بیچ	صحیفوں کے	کیا	وہ کہتے ہیں	ہم	سب	بدلہ لینے والے

صحیفوں میں تمہارے لیے معافی نامہ موجود ہے؟ ﴿٤٣﴾ کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سب بدلہ لینے کی قدرت رکھنے والی جماعت ہیں۔ ﴿٤٤﴾

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ

سَيُهْزَمُ	الْجَمْعُ	وَ	يُوَلُّوْنَ	الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾	بَلِ	السَّاعَةُ	مَوْعِدُهُمْ	وَ
عنقریب شکست کھا جائے گی	جماعت	اور	پھیر لیں گے وہ	پشت	بلکہ	قیامت	ان کے وعدے کا وقت	اور

عنقریب اس جماعت کو شکست ہوجائے گی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ ﴿٤٥﴾ بلکہ قیامت اُن کے وعدے کا مقررہ وقت ہے اور

السَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿٤٦﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِىْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ

السَّاعَةُ	اَدْهٰى	وَ	اَمَرُّ ﴿٤٦﴾	اِنَّ	الْمُجْرِمِيْنَ	فِىْ	ضَلٰلٍ	وَّ	سُعُرٍ ﴿٤٧﴾	يَوْمَ
قیامت	بڑی آفت	اور	زیادہ کڑوی	بیشک	جرم کرنے والے	بیچ	گمراہی کے	اور	حماقت کے	جس دن

قیامت بہت بڑی آفت اور نہایت کڑوی ہے۔ ﴿٤٦﴾ بیشک مجرم غلطی اور حماقت میں پڑے ہیں۔ ﴿٤٧﴾ جس دن

يُسْحَبُوْنَ فِى النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾ اِنَّا كُلَّ

يُسْحَبُوْنَ	فِى	النَّارِ	عَلٰى	وُجُوْهِهِمْ	ذُوْقُوْا	مَسَّ	سَقَرَ ﴿٤٨﴾	اِنَّا	كُلَّ
گھسیٹے جائیں گے وہ	بیچ	جہنم کے	پر	اپنے چہروں کے	چکھو تم	لپٹ	جہنم کی	بیشک ہم نے	ہر ایک

انہیں چہروں کے بل جہنم میں گھسیٹا جائے گا کہ جہنم کی لپٹ کا مزہ چکھو۔ ﴿٤٨﴾ بیشک ہم نے

ع ۲ ۱۸

کریں اور انہیں یہ حکم پہنچا دیں کہ جس کنوئیں سے یہ لوگ پانی بھرتے ہیں، اس سے پانی حاصل کرنے کی باری مقرر کی جا رہی ہے، لہٰذا آج سے ایک دن قوم ثمود کے لوگ کنوئیں سے پانی بھریں گے، اونٹنی کنوئیں پر نہیں آئے گی اور اگلے دن اونٹنی پانی پئے گی اور لوگ کنوئیں پر نہیں جائیں گے، قوم ثمود نے چند دن تک تو اس باری کا احترام کیا، بالآخر ایک سازش کے ذریعے انہوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے اور اسے قتل کر دیا' اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا، یہ "آواز" کا عذاب تھا' چنانچہ ایک فرشتے نے اس زور سے چیخ ماری اور ایسا چنگھاڑا کہ ان لوگوں کے دلوں کی دھڑکنیں بند ہو گئیں، ہارٹ اٹیک ہونے کی وجہ سے سب کے سب مارے گئے، جو لوگ ان کی لاشوں کے پاس سے گزرتے انہیں یوں محسوس ہوتا جیسے کسی کھیت کے گرد کوئی باڑ لگی ہوئی ہو اور اسے کسی نے اپنے پاؤں تلے روند دیا ہو، قوم ثمود کے کھنڈرات اہل مکہ کے سامنے ہیں اور وہ دوران سفر وہاں سے گزرتے ہیں' انہیں اس پر غور کرنا چاہئے کہ جس قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اور اس کی گرفت اترتی ہے اس کا یہی انجام ہوتا ہے۔ ﴿٣٢﴾ اس آیت مبارکہ میں ایک مرتبہ پھر قرآن کریم کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے نہایت آسان کتاب قرار دے کر اس میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے، اس تکرار کا منشا یہ ہے کہ دل و دماغ میں اس پیغام کو اچھی طرح واضح کر دیا جائے کیونکہ جب کوئی چیز بار بار کانوں سے ٹکراتی ہے، وہ دل و دماغ میں اچھی طرح راسخ ہو جاتی ہے۔ ﴿٣٣﴾ ﴿٣٩﴾ ان آیتوں میں قوم لوط کے واقعے کیطرف اجمالی اشارہ کیا گیا ہے، قوم لوط کا تذکرہ اس سے پہلے تفصیل کے ساتھ کئی مرتبہ ہو چکا ہے، یہ لوگ سدوم اور عامورہ کی بستیوں میں آباد تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح اور رہنمائی کیلئے حضرت لوط علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا، یہ لوگ کفر و شرک اور بت پرستی کے علاوہ ایک ایسی گندگی میں مبتلا تھے جس کے موجد یہی لوگ تھے، ان سے پہلے کسی قوم میں وہ گندگی نہیں پائی جاتی تھی، یہ لوگ ہم جنس پرست تھے یعنی اپنی خواہش فطری طریقے سے خواتین سے پوری کرنے کی بجائے مرد مرد سے اپنی خواہش پوری کرتے تھے، اس عمل کو "لواطت" کہا جاتا ہے، حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو بہت سمجھایا لیکن قوم نے ان کی نصیحت پر عمل کرنے کی بجائے الٹا انہیں دھمکیاں دینا شروع کر دیں کہ اگر آپ اتنے ہی پاک باز ہیں تو ہم ناپاک اور گندے لوگوں میں آپ کا کیا کام؟ آپ ہمارے علاقے سے نکل جائیں ورنہ ہم خود آپ کو نکال دیں گے، حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے ڈرایا لیکن وہ مزید جری ہو گئے اور کہنے لگے کہ اگر آپ سچے ہیں تو اللہ کا عذاب لا کر دکھائیں، اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ نے چند فرشتے نہایت حسین و جمیل نوجوانوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بھیج دیئے، وہ انہیں انسان سمجھے اور فکر مند ہو گئے کہ اگر میری قوم کو ان حسین نوجوانوں کی آمد کی اطلاع مل گئی تو وہ میرے گھر کا محاصرہ کر لیں گے اور مجھ سے ان نوجوانوں کا تقاضا کریں گے، میں اکیلا پوری قوم سے مقابلہ کیسے کروں گا؟ وہ لوگ میرے مہمانوں کو زبردستی اپنے ساتھ لے جا کر ان سے اپنی خواہش پوری کریں گے اور میری بدنامی ہوگی کہ میرے گھر میں مہمانوں کی عزت محفوظ نہیں ہے، وہ ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ ان کی بیوی نے باہر جا کر قوم کو حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کی اطلاع دے دی، پھر وہی ہوا جس کا انہیں اندیشہ تھا، قوم نے ان سے ان کے مہمانوں کا تقاضا شروع کر دیا، وہ نہایت پریشان تھے، جب فرشتوں نے ان کی فکرمندی اور پریشانی دیکھی تو ان پر اپنی حقیقت ظاہر کرتے ہوئے انہیں تسلی دی کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے' یہ لوگ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے، آپ رات گئے اپنے اہل خانہ کو لے کر یہاں سے روانہ ہو جائیں، صبح کو ان پر عذاب نازل ہوگا اور آپ

شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ

شَيْءٍ	خَلَقْنٰهُ	بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾	وَ	مَآ	اَمْرُنَآ	اِلَّا	وَاحِدَةٌ	كَلَمْحٍ
چیز کو	پیدا کیا ہم نے اسے	اندازے سے	اور	نہیں	ہمارا حکم	مگر	یکدم	جیسے جھپکنا

ہر چیز کو ایک خاص اندازے سے پیدا کیا ہے۔ ﴿٤٩﴾ اور ہمارا حکم تو یکدم ہی ہوتا ہے جیسے

بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ وَكُلُّ

بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾	وَ	لَقَدْ	اَهْلَكْنَآ	اَشْيَاعَكُمْ	فَهَلْ	مِنْ	مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾	وَ	كُلُّ
نگاہ کا	اور	البتہ یقیناً	ہم نے ہلاک کردیا	تم جیسوں کو	سو کیا	سے	کوئی نصیحت لینے والا	اور	ہر ایک

پلک جھپکنا۔ ﴿٥٠﴾ اور تم جیسے بہت سوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں، تو کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے؟ ﴿٥١﴾ اور ہر وہ

شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ

شَيْءٍ	فَعَلُوْهُ	فِي	الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾	وَ	كُلُّ	صَغِيْرٍ	وَ	كَبِيْرٍ	مُّسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾	اِنَّ	الْمُتَّقِيْنَ
چیز	کیا انہوں نے	بیچ	صحیفوں کے	اور	ہر ایک	چھوٹا	اور	بڑا	لکھا ہوا	بیشک	پرہیزگار لوگ

کام جو انہوں نے کیا، صحیفوں میں لکھا ہوا ہے۔ ﴿٥٢﴾ اور ہر چھوٹی بڑی چیز تحریر شدہ ہے۔ ﴿٥٣﴾ بیشک متقی

فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾ ع

ع ٣ ١٥ ١٠

فِيْ	جَنّٰتٍ	وَ	نَهَرٍ ﴿٥٤﴾	فِيْ	مَقْعَدِ	صِدْقٍ	عِنْدَ	مَلِيْكٍ	مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾
بیچ	باغات کے	اور	نہروں کے	بیچ	ٹھکانے کے	سچے	نزدیک	بادشاہ کے	قدرت والے

باغات اور نہروں میں ہوں گے۔ ﴿٥٤﴾ قدرت والے بادشاہ کے پاس پسندیدہ مقام میں ہوں گے۔ ﴿٥٥﴾

کی بیوی بھی سزا پانے والوں میں ہوگی، چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام اپنے اہلخانہ کے ہمراہ وہاں سے نکل کر قریب کی ایک دوسری بستی میں چلے گئے، اللہ تعالیٰ نے انہیں قوم لوط پر آنے والے عذاب سے بچالیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی عادت رہی ہے کہ وہ اپنے شکر گزار بندوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتا ہے، ادھر قوم لوط پر عذاب کی مختلف شکلیں نازل ہوئیں' سب سے پہلے ان کی بینائی چھین کر انہیں اندھا کردیا گیا، پھر ان پر پتھروں کی بارش برسائی گئی، ہر پتھر پر کسی نہ کسی کا نام لکھا ہوا تھا اور وہ اس شخص کو جا کر لگتا تھا جس کا نام اس پر لکھا ہوا تھا، اس کے بعد پوری قوم کو تہہ وبالا کردیا گیا، زمین کا وہ ٹکڑا جہاں وہ لوگ آباد تھے اکھاڑ کر اوپر لے جایا گیا، پھر اسے پلٹا کر زمین پر مارا گیا جس کے نتیجے میں وہ حصہ دھنس گیا اور وہاں سے پانی نکل آیا، اب اس جگہ کو بحر لوط' بحر میت اور بحر مردار کہا جاتا ہے، قوم لوط کے اس واقعے میں مشرکین مکہ کیلئے عبرت کا بڑا سامان موجود ہے، انہیں قوم لوط کا انجام یاد رکھنا چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے نتیجے میں ان پر بھی ایسا ہی کوئی عذاب آجائے۔ ﴿٤٠﴾ اس آیت مبارکہ میں ایک مرتبہ پھر قرآن کریم کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے نہایت آسان کتاب قرار دے کر اس میں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے، اس دعوت کو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جن کی قسمت میں نصیحت حاصل کرنا لکھا ہوتا ہے۔ ﴿٤١﴾ ﴿٤٢﴾ ان آیتوں میں فرعون کا پیغمبروں کی تکذیب کرنا اور سزا کا مستحق ہونا بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرعون' اس کے درباریوں' سرداروں اور عوام کی اصلاح ورہنمائی کیلئے حضرات موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو مبعوث فرمایا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی صداقت کے ثبوت کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے معجزات بھی انہیں دکھائے لیکن وہ لوگ انکار اور تکذیب کی روش سے باز نہ آئے، انہوں نے ان تمام معجزات کو جھٹلایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو مسترد کردیا، پھر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ آئی تو وہ اس سے نہ بچ سکے اور نہ خود کو چھڑا سکے کیونکہ وہ ایسی طاقتور ذات کی پکڑ تھی جس کی پکڑ سے کوئی نہیں چھڑا سکتا۔ ﴿٤٣﴾ اس آیت مبارکہ میں استفہام انکاری کے انداز میں مشرکین مکہ پر ان کی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے کہ گزشتہ اقوام کے اجمالی حالات او پر تم پڑھ اور سن آئے ہو، تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ گزشتہ اقوام میں جو لوگ کفر وشرک اور بت پرستی ونافرمانی پر جمے رہے، انہیں تباہ وبرباد کردیا گیا اور ان کا نام ونشان بھی مٹا دیا گیا، تم بھی انہی کی روش پر چل رہے ہو؟ کیا تم لوگ ان سے زیادہ بہتر اور افضل ہو؟ کیا ان کا کافر' کافر تھا اور تمہارا کافر' کافر نہیں ہے؟ کیا ان کا کافر سزا کا مستحق اور تمہارا کافر انعام کا مستحق ہے؟ تمہارے کافر اور ان کے کافر میں کیا فرق ہے کہ انہیں سزا دی جائے اور تمہیں سزا نہ دی جائے؟ کیا تمہارے پاس کوئی ایسا معافی نامہ تحریری حالت میں موجود ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا وعدہ کیا گیا ہو کہ تم جہنم سے محفوظ رہو گے، تمہیں کوئی سزا نہیں دی جائے گی اور تمہارا جرم معاف کردیا جائے گا؟ اگر ایسی کوئی تحریر ہے تو لے کر آؤ، اگر نہیں ہے "اور یقیناً نہیں" تو تمہارے جھوٹا ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے؟ ﴿٤٤﴾ ﴿٤٥﴾ ان آیتوں میں مشرکین مکہ کے اپنی کثرت تعداد پر نازاں ہونے کا جواب دیا گیا ہے، یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرت تعداد سے مرعوب کرنے کی کوشش کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم تمہارے مقابلے میں اس وادی کو شہسواروں سے بھر دیں گے، تم ہماری اجتماعی طاقت کا مقابلہ نہیں کرسکو گے اور ہم تم پر ضرور غلبہ حاصل کریں گے، اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کو یہ موقع بھی فراہم کردیا تاکہ ان کے دل میں یہ حسرت نہ رہے کہ ہمیں اپنی بہادری اور پہلوانی کے جوہر دکھانے کا موقع ہی نہیں ملا لیکن ساتھ ہی یہ پیشین گوئی بھی فرمادی کہ جتنی مرضی بڑی جمعیت اکٹھی کرلو شکست تم ہی کو ہوگی اور تم لوگ ہی میدان جنگ سے پشت پھیر کر بھاگ نکلو گے چنانچہ اس کا ایک نمونہ غزوۂ بدر کے موقع پر دکھا دیا گیا، پھر غزوۂ خندق کے موقع پر مشرکین کے اس متحدہ محاذ کو بھی شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا جس میں قریش نے اپنے تمام ہمدردوں اور خیرخواہوں کو جمع کرلیا تھا جبکہ اصل سزا ابھی باقی ہے، وہ انہیں قیامت کے دن ملے گی اور قیامت کا تعارف اگر دو لفظوں میں کرنا ہو تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک بہت بڑی آفت اور سب سے زیادہ کڑوی چیز ہے، مشرک اس دن ذلیل ورسوا ہوں گے اور جیسے کسی کے منہ میں کڑواہٹ گھول دی جائے تو وہ بدمزہ ہو جاتا ہے، اسی طرح مشرک بھی اس دن بدمزہ ہو رہے ہوں گے۔ ﴿٤٧﴾ ﴿٤٨﴾ ان آیتوں میں مجرموں کی حالت زار بیان کی گئی ہے، یہ لوگ گناہوں پر جری ہو کر مسلسل جرائم کرتے چلے جارہے ہیں اور اپنے نامۂ اعمال کو داغدار کرتے جارہے ہیں، ان نادانوں کو اندازہ ہی نہیں ہے کہ وہ کتنی بڑی حماقت کا ارتکاب کر رہے ہیں اور گمراہی کی دلدل میں کس قدر دھنستے چلے جارہے ہیں، ان کی آنکھوں سے پردہ جب ہٹے گا تو قیامت برپا ہو چکی ہوگی، اس دن انہیں چہروں کے بل زمین پر گھسیٹا جائے گا اور کھینچ کر جہنم میں دھکیل دیا جائیگا، اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ جہنم کی آگ میں جلنے کا مزہ چکھو، یہ وہی جہنم ہے جس کی تم تکذیب کرتے تھے اور اپنے نبیوں سے تقاضا کرتے تھے کہ کہاں ہے وہ جہنم جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو؟ اس وقت انہیں پچھتانے اور افسوس کرنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ﴿٤٩﴾ اس آیت مبارکہ میں ہر چیز کو ایک خاص انداز سے پیدا کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوقات کا خالق ہے اس لئے اس نے اپنے علم کامل کے مطابق جس چیز کا جو سانچہ مقرر کیا ہے، اسے اسی کے مطابق ڈھال کر پیدا کیا ہے، جیسے انسان کا ایک سانچہ ہے ہر انسان اسی سانچے میں ڈھل کر پیدا ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام انسانوں کے سر' چہرے' آنکھیں' کان اور ناک سب اعضا ایک ہی جگہ ہوتے ہیں، خواہ ان کے رنگ' نسل اور زبان میں کتنا ہی نمایاں فرق ہو لیکن تمام انسانوں کا سانچہ ایک ہی ہے، یہی حال جمیع مخلوقات کا بھی ہے، علاوہ ازیں اس آیت سے استدلال کرکے علمائے مسئلہ تقدیر پر بھی کلام کیا ہے، قرآن وسنت میں مسئلہ تقدیر کے حوالے سے جو تفصیلات ذکر کی گئی ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ تقدیر کے برحق ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ یہ ایمانیات کا اہم ترین جزو ہے، تقدیر علم الٰہی کا دوسرا نام ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کامل کی روشنی میں اپنی مخلوق کا ماضی' حال اور مستقبل متعین فرمادیا ہے،

اٰیَاتُهَا ٧٨ (٥٥) سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ (٩٧) رُكُوْعَاتُهَا ٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اَلرَّحْمٰنُ ۝١ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝٢ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝٣ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝٤

اَلرَّحْمٰنُ ۝	عَلَّمَ	الْقُرْاٰنَ ۝	خَلَقَ	الْاِنْسَانَ ۝	عَلَّمَهُ	الْبَيَانَ ۝
رحمان	سکھایا اس نے	قرآن	پیدا کیا اس نے	انسان	سکھایا اس نے اسے	بیان

رحمان ہے۔ [1] جس نے قرآن سکھایا۔ [2] انسان بنایا۔ [3] اسے بات کرنا سکھایا۔ [4]

سورۃ: ٥٥ آیۃ: ١ (منزل ٧) سورۃ: ٥٥ آیۃ: ٤

چونکہ علم الٰہی میں غلطی کا امکان نہیں ہے، لہٰذا تقدیر میں بھی غلطی کا کوئی امکان نہیں چونکہ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی اور ابدی ہے، اس لئے اسے اپنی مخلوق کے اقوال و افعال کا علم ازل میں بھی تھا اور اسے بعد میں پیش آنے والے واقعات و احوال کے حوالے سے بھی معلوم تھا کہ ایسا ہوگا، چونکہ علم الٰہی کے مطابق دنیا کا یہ نظام اور کارخانہ چل رہا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی تقدیر لکھ دی ہے اور اس کے متعلق فیصلہ فرما دیا ہے کہ وہ کیا کیا کہے گا اور کیا کرے گا! یہاں تک کہ اس کا جنتی اور جہنمی ہونا' نیک بخت اور بد بخت ہونا' مومن اور کافر ہونا بھی لکھا جا چکا ہے، رہی یہ بات کو پھر انسان کو عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی جو تقدیر لکھی ہے اس کا علم انسان کے پاس نہیں ہے لہٰذا وہ اپنے جنتی یا جہنمی ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتا، اسی وجہ سے اسے ایمان اور عمل صالح کی ترغیب و تاکید کی گئی ہے، البتہ اللہ تعالیٰ کو اس کی پیدائش سے پہلے ہی اس کا جنتی یا جہنمی ہونا معلوم تھا کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کو اسکا علم نہ ہو تو جہالت لازم آئے گی اور اللہ تعالیٰ کی طرف جہالت کی نسبت کرنا بدترین گستاخی ہے،' احادیث مبارکہ میں تقدیر کے مباحث پر غور و فکر کرنے' آپس میں الجھنے اور ایک دوسرے سے اس موضوع پر تبادلۂ خیال کرنے پر شدید ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے، اس لئے مسئلہ تقدیر پر اس سے زیادہ بات کرنا مناسب نہیں ہے۔ [50] اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کا ہر فیصلہ فوری نافذ العمل ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، دنیا میں جب کوئی کام تیز رفتاری کے ساتھ سرانجام دیا جائے تو اس کیلئے پلک جھپکنے کی تعبیر اختیار کی جاتی ہے، جیسے ملکۂ سبا کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پلک جھپکنے سے پہلے پہنچ گیا، اسی طرح یہاں بھی یہی تعبیر اختیار کی گئی ہے کہ ہمارا ہر حکم پلک جھپکنے سے پہلے نافذ ہو جاتا ہے یعنی ہمیں اپنا حکم نافذ کرنے کیلئے کسی کا انتظار نہیں کرنا پڑتا، ادھر حکم دیا اور ادھر وہ نافذ ہو گیا، خواہ وہ کام کتنا ہی لمبا اور مشکل ہو اس لئے مجرموں اور مشرکوں کو دھوکے میں نہیں رہنا چاہئے ان پر اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہو کر رہے گا۔ [51] اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ کی طرف روئے سخن ہے کہ اس سے پہلے ہم نے تمہارے جیسے بہت سے لوگوں کو ہلاک اور تباہ و برباد کیا ہے، جن کے پاس طاقت بھی تھی' مال و دولت اور اختیار بھی تھا، لیکن جب انہیں ہماری گرفت سے کوئی نہ بچا سکا تو کیا تمہیں کوئی بچا سکے گا، تم ان لوگوں کے احوال و واقعات سے عبرت کیوں حاصل نہیں کرتے؟ [52] [53] ان آیتوں میں ہر چیز کا تحریری ریکارڈ موجود ہونا بیان کیا گیا ہے، چنانچہ انسان کا ہر قول اور عمل اس کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جا رہا ہے، یہ ذمہ داری دو معزز فرشتوں کے حوالے کی گئی ہے جنہیں کراماً کاتبین کہا جاتا ہے، اس سے کوئی انسان مستثنیٰ نہیں ہے، اسی طرح ہر چھوٹی بڑی چیز کی مکمل تفصیل لوح محفوظ میں بھی درج شدہ ہے یعنی ہر شخص کا انفرادی تحریری ریکارڈ بھی موجود ہے اور تمام اولاد آدم کا اجتماعی تحریری ریکارڈ بھی موجود ہے، اس ریکارڈ کو نہ تو چوری کیا جا سکتا ہے نہ اس میں ہیرا پھیری کی جا سکتی ہے اور نہ ہی اسے جلایا جا سکتا ہے کیونکہ یہ ایک ایسے محفوظ مقام پر ہے جہاں تک کسی کی رسائی ممکن نہیں ہے۔ [54] [55] ان آیتوں میں اہل تقویٰ کیلئے چار انعامات ذکر کئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے متقی اور پرہیزگار بندوں کو نہایت عالی شان باغات میں داخل فرمائے گا، جہاں بہترین مناظر اور عمدہ پھول و پھل اس کیلئے فرحت بخش ثابت ہوں گے، دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کیلئے بہت سی نہریں بہا دے گا جن میں سے کچھ پانی کی ہوں گی، کچھ خالص دودھ کی' کچھ خالص شہد کی اور کچھ خالص اور پاکیزہ شراب کی، جن سے وہ لطف اندوز ہوں گے، تیسرا یہ کہ ان کی مجلس حق اور صداقت پر مبنی ہوگی، اس میں جھوٹ یا کسی لغو بات کا کہیں گزر تک نہ ہوگا، ان کے بیٹھنے کی جگہیں نہایت عمدہ اور قابل رشک ہوں گی، کسی کو نور کے منبر عطا ہوں گے اور کسی کو مشک اور کافور کے ٹیلوں پر عزت و احترام کے ساتھ بٹھایا جائے گا، چوتھا یہ کہ انہیں قادر مطلق' مالک حقیقی کا قرب نصیب ہوگا، اس قرب کی لذت لفظوں میں تو بیان نہیں کی جا سکتی، البتہ اس قادر مطلق اور مالک حقیقی سے اس کی دعا ضرور کی جا سکتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا قرب نصیب فرمائے۔ آمین الحمد للہ آج مورخہ یکم اکتوبر ۲۰۱۹ء یکم صفر ۱۴۴۱ھ بروز منگل بعد از نماز مغرب

سورۃ الرحمٰن

سورۃ الرحمٰن مدنی سورت ہے، اس میں کل حروف ۱۶۳۶، کلمات ۳۵۱، آیات ۷۸ اور رکوعات ۳ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت ہی ''الرحمٰن'' ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ الرحمٰن رکھا گیا، یہ سورت ''عروس القرآن'' ہے، اس لیے اگر کسی کی شادی نہ ہو رہی ہو تو وہ روزانہ تین مرتبہ اس سورت کی تلاوت کیا کرے، انشاء اللہ غیب سے بہتری ظاہر ہوگی، اس سورت کا مرکزی مضمون اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور نعمتوں کا بیان ہے، اس سورت کا حسن ''فبای آلاء ربکما تکذبٰن'' کے جملے میں ہے، یہ جملہ جتنی مرتبہ دہرایا جائے، اتنی ہی مرتبہ نئی لذت اور تازگی عطا کرتا ہے، اس عاجز نے بعض جگہوں پر اس کا ترجمہ ''اللہ تعالیٰ کی قدرتوں'' سے کیا ہے اور بعض جگہوں پر ''اللہ تعالیٰ کی نعمتوں'' سے، موقع اور محل کی مناسبت سے اس باریکی کا خیال رکھا گیا ہے، جن آیات میں جہنم یا عذاب کا ذکر آیا ہے، وہاں ''نعمت'' ترجمہ کرنا مناسب نہیں ہے، اس لیے وہاں ''قدرت'' ترجمہ کیا گیا ہے، اگر انسان غور کرے تو کائنات کے ذرے ذرے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور قدرتیں بکھری ہوئی ہیں، نہ اس کی نعمتوں کی تکذیب ممکن ہے اور نہ اسکی قدرتوں سے انکار، اس حقیقت سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ روئے زمین پر جو کوئی اور جو کچھ ہے، سب فنا کے گھاٹ اترنے والا ہے، صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی باقی رہنے والی ہے، وہ جن و انس کیلئے بھی تھوڑا سا وقت نکال کر انکا حساب کتاب کرے گا، مجرموں کی شناخت ان کے چہروں سے ہی ہو جائے گی اور انہیں پیشانی اور قدموں سے پکڑ کر گھسیٹا جائیگا اور خوف الٰہی سے لبریز لوگ بہترین نعمتوں اور باغات میں ہوں گے، جہاں انکی خاطر مدارات کا ہر سامان تیار ہوگا، سچ ہے نیکی کا بدلہ نیکی کے علاوہ کچھ نہیں۔ [1] اس مبارک سورت کا آغاز اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی نام سے نہیں کیا، صفاتی ناموں میں سے بھی صرف ''الرحمٰن'' کا انتخاب کیا کیونکہ اس سورت میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ اس کی صفت ''رحمان'' ہی کے مختلف مظاہر ہیں، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس سورت کی تلاوت کرنے اور سننے والے کو مانوس اور قریب کیا جا سکے کیونکہ جب وہ پڑھے اور سنے گا کہ میں جس کا کلام پڑھ اور سن رہا ہوں وہ نہایت مہربان ہے اور وہ اپنے کلام کا آغاز ہی صفت رحمت سے کر رہا ہے تو وہ اس کی رحمت کی تلاش میں اس کے قریب آ جائے گا اور دارین کی سعادتوں سے مالا مال ہو جائے گا، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش پر اپنا یہ فیصلہ لکھ رکھا ہے کہ میری رحمت' میرے غضب پر غالب رہے گی، اس لئے یہاں اس صفت کا انتخاب کیا گیا جو دوسری صفات پر غالب ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت عام بھی ہے اور تام بھی ہے لیکن انسان کی عقل محدود ہے جس کی وجہ سے بہت سی چیزوں میں وہ رحمت کا پہلو تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا' سو آسانی کیلئے یہاں بہت سی چیزوں میں رحمت کا پہلو نمایاں کرنے کیلئے صفت رحمت سے اس کا آغاز کیا گیا۔ [2] اس آیت مبارکہ میں تعلیم قرآن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے کیونکہ معلم حقیقی وہی ہے' اس نے رسول اکرم ﷺ کو قرآن کی تعلیم دی، اس کے الفاظ اور معانی سکھائے، اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور انہیں قرآن کریم کا صحیح فہم اور شعور عطا فرمایا، وجہ اس کی یہ ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور وہ اس کا متکلم ہے اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ متکلم ہی اپنے کلام کا صحیح مفہوم جانتا ہے، اور وہ اپنی مراد سے جتنی خوبصورتی اور عمدگی کے ساتھ اپنے مخاطب کو آگاہ کر سکتا ہے، کوئی دوسرا اس پر قادر نہیں ہو سکتا، ورنہ ظاہری طور پر دیکھا جائے تو نبی علیہ السلام کے پاس وحی لانے والا فرشتہ معلم تھا اور طالب علم جب اپنے استاد کے سامنے بیٹھتا ہے تو وہی اس کا معلم ہوتا ہے لیکن جب اس کا آخری سرا تلاش کیا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی معلم حقیقی ہے۔ [3] اس آیت مبارکہ میں انسان کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اللہ تعالیٰ کو اس کا خالق قرار دیا گیا

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝٥ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝٦

اَلشَّمْسُ	وَ	الْقَمَرُ	بِحُسْبَانٍ ۝٥	وَّ	النَّجْمُ	وَ	الشَّجَرُ	يَسْجُدٰنِ ۝٦
سورج	اور	چاند	ایک حساب سے	اور	جھاڑیاں	اور	درخت	سجدہ کررہے ہیں

سورج اور چاند ایک حساب سے چل رہے ہیں۔ ۝٥ جھاڑیاں اور درخت سجدہ کر رہے ہیں۔ ۝٦

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝٧ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝٨ وَاَقِيْمُوا

وَ	السَّمَآءَ	رَفَعَهَا	وَ	وَضَعَ	الْمِيْزَانَ ۝٧	اَلَّا	تَطْغَوْا	فِي	الْمِيْزَانِ ۝٨	وَ	اَقِيْمُوا
اور	آسمان کو	اس نے بلند کیا	اور	رکھدی اس نے	ترازو	یہ کہ نہ	سرکشی کروتم	بیچ	تولنے کے	اور	سیدھارکھو

اُسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی۔ ۝٧ تاکہ تم تولنے میں ناانصافی نہ کرو۔ ۝٨ اور ترازو کو

الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝٩ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝١٠

الْوَزْنَ	بِالْقِسْطِ	وَ	لَا	تُخْسِرُوا	الْمِيْزَانَ ۝٩	وَ	الْاَرْضَ	وَضَعَهَا	لِلْاَنَامِ ۝١٠
ترازوکو	انصاف سے	اور	مت	گھٹاؤتم	وزن کو	اور	زمین کو	اس نے بچھایا	مخلوق کیلئے

انصاف کے ساتھ سیدھا رکھو اور تول میں کمی مت کرو۔ ۝٩ اور اُسی نے زمین کو مخلوق کے لیے بچھایا۔ ۝١٠

فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝١١ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ

فِيْهَا	فَاكِهَةٌ	وَّ	النَّخْلُ	ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝١١	وَ	الْحَبُّ	ذُو الْعَصْفِ
اسمیں	میوے	اور	کھجوریں	غلاف والی	اور	غلہ	بھوسے والا

جس میں میوے اور غلاف میں لپٹی ہوئی کھجوریں ہیں۔ ۝١١ اور غلہ ہے جس کے ساتھ بھوسہ بھی ہوتا ہے

وَالرَّيْحَانُ ۝١٢ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝١٣ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ

وَ	الرَّيْحَانُ ۝١٢	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ۝١٣	خَلَقَ	الْاِنْسَانَ	مِنْ
اور	خوشبودار پھول	سوکون سی	قدرتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	پیدا کیا اس نے	انسان کو	سے

اور خوشبو دار پھول۔ ۝١٢ تو تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۝١٣ اُس نے انسان کو ٹھیکری کی طرح

صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝١٤ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝١٥ فَبِاَيِّ

صَلْصَالٍ	كَالْفَخَّارِ ۝١٤	وَ	خَلَقَ	الْجَآنَّ	مِنْ	مَّارِجٍ	مِّنْ	نَّارٍ ۝١٥	فَبِاَيِّ
کھنکناتی مٹی کے	جیسے ٹھیکری	اور	پیدا کیا	جنات کو	سے	شعلے کے	سے	آگ کے	سوکون سی

کھنکناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ ۝١٤ اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔ ۝١٥ تو تم اپنے

ہے، یہ دونوں نکتے سارے عالم میں اسی طرح مشہور ہیں جہاں تک تعلق ہے پہلے نکتے کا کہ انسان مخلوق ہے تو اس میں کسی کا بھی اختلاف معلوم نہیں ہو سکا، سب لوگ ہی انسان کے مخلوق ہونے پر متفق ہیں، باقی رہا دوسرا نکتہ کہ اللہ تعالیٰ اس کا خالق ہے تو دل سے مشرک بھی اسے تسلیم کرتے ہیں لیکن چونکہ وہ عبادت میں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اس لئے وہ اپنے عمل سے اس کی تردید کردیتے ہیں، یہاں یہ پہلو بھی نہایت اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم قرآن کا ذکر پہلے فرمایا ہے اور تخلیق انسان کا ذکر بعد میں فرمایا، حالانکہ جب انسان پیدا ہوگا تو قرآن سیکھنے کے قابل ہوگا، گویا مشاہداتی ترتیب کو سامنے رکھا جائے تو انسان کی تخلیق کا ذکر پہلے اور تعلیم قرآن کا ذکر بعد میں ہونا چاہئے تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے تعلیم قرآن کا ذکر پہلے فرمایا اور تخلیق انسانی کا ذکر بعد میں' وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں' ان میں وجود اس کی بہت بڑی نعمت ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے وجود عطا فرمایا لیکن قرآن کریم وجود سے بھی بڑی نعمت ہے، سو اس کی اہمیت اور عظمت کی وجہ سے اسے تخلیق انسان پر مقدم فرمایا، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ حقیقت میں تعلیم قرآن تخلیق انسان پر مقدم ہی ہے کیونکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے کی وجہ سے قدیم ہے اور انسان مخلوق ہونے کی وجہ سے حادث ہے، اس لئے قدیم کو پہلے بیان کرنا اور حادث کو بعد میں بیان کرنا درست ثابت ہو گیا، اور تیسری وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت اللہ تعالیٰ نے خود زمین و آسمان کی تخلیق سے ہزاروں سال پہلے فرشتوں کے سامنے فرمائی تھی، اس وقت انسان تو دور کی بات زمین و آسمان کا وجود بھی نہیں تھا، معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن حقیقت میں تخلیق انسان پر مقدم ہے۔ ۝٤ اس آیت مبارکہ میں انسان کیلئے ''تعلیم بیان'' کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی بات واضح کرنا اور اپنے مافی الضمیر سے دوسروں کو آگاہ کرنا سکھایا ہے، انسان جب اپنی ماں کے پیٹ سے جنم لے کر آتا ہے' بولنا تو در کنار اپنے ہونٹ بھی نہیں ہلا سکتا، اسے حروف کی شناخت نہیں ہوتی، وہ جملے بنانے کے طریقے سے بے خبر ہوتا ہے، وہ اپنی ضرورت کا اظہار نہیں کر سکتا، وہ صرف اونچی آواز میں رو کر اپنے ماں باپ کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے، پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ بولنا سیکھتا ہے، حروف کو ملانا اور جملے بنانا شروع کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ نہایت فصیح و بلیغ کلام کرنے والا متکلم بن جاتا ہے اور دوسروں کو اپنے سامنے گونگا سمجھنا شروع کر دیتا ہے اور اپنی ابتدا کو بھول جاتا ہے۔ ۝٥ اس آیت مبارکہ میں چاند اور سورج کا ایک حساب سے چلنا بیان کیا گیا ہے، یعنی ان دونوں کے طلوع و غروب اور ان کے چلنے کا جو مدار اور ان کی جو رفتار مقرر کی گئی ہے، یہ ایک لمحے کیلئے بھی اس سے باہر نہیں نکل سکتے، چنانچہ جب سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مقررہ نظام کا پابند کیا ہے، یہ اسی نظام کے مطابق چلتے جا رہے ہیں اور جب تک اللہ کو منظور ہے' چلتے رہیں گے، چونکہ سورج اور چاند کا تعلق علویات سے ہے اور ستاروں میں یہ دونوں نہایت روشن ہیں اور پورا عالم ان سے مستفید ہو رہا ہے اس لئے دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ علویات کا جتنا بھی نظام ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہے اور ان میں سے کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتی۔ ۝٦ اس آیت مبارکہ میں ''النجم'' کا لفظ ستارے کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اس کا اطلاق زمین پر پھیلی ہوئی بیلوں اور جھاڑیوں پر کیا گیا ہے کیونکہ اس کے مقابلے میں درختوں کا ذکر کیا گیا ہے، درختوں کے ساتھ ستاروں کا ذکر کلام کے حسن کو متاثر کرتا ہے، لہٰذا اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جھاڑیاں' بیلیں اور درخت سب کے سب اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے سجدہ ریز ہیں، ان کی پیشانی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٦﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾ فَبِاَيِّ

اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ﴿١٦﴾	رَبُّ	الْمَشْرِقَيْنِ	وَ	رَبُّ	الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾	فَبِاَيِّ
قدرتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	رب	دونوں مشرقوں کا	اور	رب	دونوں مغربوں کا	سو کون سی

رب کی کون کون سی قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿١٦﴾ وہ دونوں مشرقوں اور مغربوں کا رب ہے۔ ﴿١٧﴾ تو تم

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٨﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ

اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ﴿١٨﴾	مَرَجَ	الْبَحْرَيْنِ	يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾	بَيْنَهُمَا	بَرْزَخٌ
قدرتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	ملا دیا اس نے	دو سمندروں کو	ایک دوسرے سے ملتے ہیں	ان دونوں کے درمیان	ایک آڑ

اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿١٨﴾ اُس نے دو سمندروں کو ایک دوسرے سے ملا کر چلا دیا۔ ﴿١٩﴾ اُن دونوں کے درمیان ایک ایسی آڑ ہے کہ

لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢١﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ

لَّا	يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ﴿٢١﴾	يَخْرُجُ	مِنْهُمَا	اللُّؤْلُؤُ
نہیں	حد سے بڑھتے دونوں	سو کون سی	قدرتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	نکلتا ہے	ان دونوں سے	موتی

وہ دونوں اپنی حد سے آگے نہیں بڑھتے۔ ﴿٢٠﴾ تو تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٢١﴾ اُن دونوں سمندروں سے موتی اور

وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٣﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي

وَ	الْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٣﴾	وَ	لَهُ	الْجَوَارِ	الْمُنْشَئٰتُ	فِي
اور	مونگا	سو کون سی	قدرتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	اور	اسی کیلئے	جہاز	بلند و بالا	بیچ

مونگا نکلتا ہے۔ ﴿٢٢﴾ تو تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٢٣﴾ اور سمندر میں پہاڑوں کی طرح بلند و بالا

الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٥﴾ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا ع ٢٥

الْبَحْرِ	كَالْاَعْلَامِ ﴿٢٤﴾	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٥﴾	كُلُّ	مَنْ	عَلَيْهَا
سمندر کے	پہاڑوں جیسے	سو کون سی	قدرتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	ہر ایک	جو	اس پر

جہاز اُسی کی ملکیت میں ہیں۔ ﴿٢٤﴾ تو تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٢٥﴾ زمین پر جو کوئی ہے،

فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

فَانٍ ﴿٢٦﴾	وَّ	يَبْقٰى	وَجْهُ	رَبِّكَ	ذُو الْجَلٰلِ	وَ	الْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا
فنا ہونے والا	اور	باقی رہے گا	چہرہ	تیرے رب کا	بزرگی والا	اور	عزت والا	سو کون سی	قدرتوں کو	اپنے رب کی

فنا ہونے والا ہے۔ ﴿٢٦﴾ اور آپ کے رب کی ذات باقی رہنے والی ہے، وہ بزرگی اور عظمت والا ہے۔ ﴿٢٧﴾ تو تم اپنے رب کی کون کون سی

کے سامنے نہیں جھکتی اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی سربسجود ہوتے ہیں، رہی یہ بات کہ سجدہ کرنے کیلئے تو اعضاء سجدہ کا ہونا ضروری ہے جبکہ ان چیزوں میں تو اعضاء ہوتے ہی نہیں ہیں؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کیلئے سجدہ کرنے کا ایک ایسا خاص طریقہ مقرر فرمایا ہے جس پر وہ مخلوق عمل کر سکتی ہے، دوسری مخلوق اس طرح سجدہ کرنے کی مکلف نہیں ہوتی، چنانچہ جھاڑیوں اور درختوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے سجدہ کرنے کا جو طریقہ مقرر فرمایا ہے وہ اس کے مطابق سجدہ کرتے ہیں، خواہ انسان یا کسی اور مخلوق کو اس کا شعور ہو یا نہ ہو۔ ﴿٧﴾ ﴿٩﴾ ان آیتوں میں آسمان اور ترازو دو چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، آسمان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے، جس کے پاس سر چھپانے کی کوئی جگہ نہ ہو، آسمان اس کیلئے چھت ہے، اس چھت کو اللہ تعالیٰ نے بلند کیا ہے، اس میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے، چونکہ آسمان کا تعلق علویات سے ہے لہٰذا آیت کا منشا یہ ہوا کہ علویات کا سارا نظام اللہ تعالیٰ نے قائم فرمایا ہے اور وہی اس میں تصرف فرماتا ہے، دوسری چیز ترازو ہے، اس کیلئے یہاں دو لفظ استعمال کئے گئے ہیں، پہلا لفظ ''المیزان'' اور دوسرا ''الوزن'' ہے، میزان کا لفظ یہاں تین مرتبہ استعمال کیا گیا ہے اور وزن کا لفظ ایک مرتبہ چونکہ میزان کا لفظ تین مرتبہ آیا ہے، اس لئے اس کے ساتھ تین الگ الگ لفظ لائے گئے ہیں، پہلی مرتبہ ''میزان'' قائم کرنے یا رکھنے کا ذکر کیا گیا ہے اور اس سے مراد ظاہری ترازو بھی ہو سکتا ہے اور عدل و انصاف قائم کرنے کا حکم بھی مراد ہو سکتا ہے، لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ترازو کو اتارا تاکہ تم اپنے تجارتی معاملات میں اس کا درست استعمال کرو کیونکہ تجارتی معاملات کا درست ہونا معیشت کے استحکام کیلئے

نہایت ضروری ہے، دوسری مرتبہ ''میزان'' کا لفظ اس حکم کے ساتھ آیا ہے کہ اس میں حد سے تجاوز نہ کرو یعنی دوسروں سے کوئی چیز وزن کر کے لیتے وقت انہیں زیادہ تولنے پر مجبور نہ کرو کیونکہ یہ ان پر ظلم ہوگا، مطلب یہ کہ اپنا حق ضرور وصول کرو لیکن حق سے زیادہ وصول نہ کرو، تیسری مرتبہ ''میزان'' کا لفظ اس حکم کے ساتھ آیا ہے کہ اس میں کمی نہ کرو یعنی جب دوسروں کو تول کر یا وزن کر کے کوئی چیز دینی ہو تو انہیں پورا تول کر دیا کرو، انہیں گھٹا کر نہ دیا کرو کیونکہ یہ ان کے ساتھ دھوکہ ہوگا، مطلب یہ کہ جب تم نے قیمت پوری وصول کی ہے تو وزن بھی پورا کیا کرو، لفظ میزان کے دوسرے اور تیسرے استعمال کے درمیان یہ حکم دیا گیا ہے کہ ترازو کو انصاف کے ساتھ سیدھا رکھا کرو، مطلب یہ کہ وزن کرنے میں کمی بیشی سے اجتناب کیا کرو، نہ کسی پر ظلم کرو کہ اسے زیادہ تولنے پر مجبور کرو اور نہ کسی کو دھوکہ دو کہ اسے کم تول کر دو بلکہ جس کا جتنا حق بنتا ہے اسے اتنا دے دیا کرو اور اپنا حق وصول کرنے میں بھی انصاف سے کام لیا کرو۔ ﴿١٠﴾ ﴿١٢﴾ ان آیتوں میں زمین اور اس سے حاصل ہونے والی پیداوار کا نعمت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے، زمین اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانی ہے جو اس نے اپنی مخلوق کیلئے بچھائی ہے تاکہ وہ اس سے وابستہ اپنی تمام ضروریات پوری کریں، یہ زمین انسان کو اس کی اصل بھی یاد دلاتی ہے اور اس کے انجام کی طرف بھی رہنمائی کرتی ہے، زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار پر بھی غور کرنا چاہئے، اس سے انسانوں کے کھانے کی چیزیں بھی حاصل ہوتی ہیں اور جانوروں کا چارہ بھی اس سے نکلتا ہے، پھر انسان جو چیزیں کھاتے ہیں ان میں سے بعض اس کی غذائی ضروریات میں شمار ہوتی ہیں اور بعض چیزیں

تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ

تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾	يَسْـَٔلُهٗ	مَنْ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	كُلَّ	يَوْمٍ	هُوَ	فِيْ
تم دونوں جھٹلاؤ گے	مانگتا ہے اس سے	جو کوئی	بیچ	آسمانوں کے	اور	زمین کے	ہرایک	دن	وہ	بیچ

قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٢٨﴾ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی ہے، اُسی سے مانگتا ہے، ہر دن اُس کی نرالی شان

شَاْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾

شَاْنٍ ﴿٢٩﴾	فَبِاَيِّ	اٰلَاۗءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾	سَنَفْرُغُ	لَكُمْ	اَيُّهَ	الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾
نئی شان کے	سو کون سی	قدرتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	عنقریب ہم فارغ ہوں گے	تمہارے لئے	اے	دو بھاری جماعتو

ہوتی ہے۔ ﴿٢٩﴾ تو تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٣٠﴾ اے جن وانس! عنقریب ہم تمہارے لیے بھی کچھ وقت نکالیں گے۔ ﴿٣١﴾

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ

فَبِاَيِّ	اٰلَاۗءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾	يٰمَعْشَرَ	الْجِنِّ	وَ	الْاِنْسِ	اِنِ	اسْتَطَعْتُمْ
سو کون سی	قدرتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	اے گروہ	جنوں کے	اور	انسانوں کے	اگر	تم کر سکتے ہو

تو تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٣٢﴾ اے گروہِ جن وانس! اگر تم یہ کر سکتے ہو

اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا

اَنْ	تَنْفُذُوْا	مِنْ	اَقْطَارِ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	فَانْفُذُوْا	لَا	تَنْفُذُوْنَ	اِلَّا
یہ کہ	نکل جاؤ تم	سے	کناروں کے	آسمانوں کے	اور	زمین کے	تو نکل جاؤ تم	نہیں	نکل سکتے تم	مگر

کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ، تم کسی طاقت کے بغیر نکل

بِسُلْطٰنٍ ﴿٣٣﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ

بِسُلْطٰنٍ ﴿٣٣﴾	فَبِاَيِّ	اٰلَاۗءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾	يُرْسَلُ	عَلَيْكُمَا	شُوَاظٌ
ساتھ غلبے کے	سو کون سی	قدرتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	چھوڑا جائیگا	تم دونوں پر	صاف شعلہ

ہی نہیں سکتے۔ ﴿٣٣﴾ تو تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٣٤﴾ تم دونوں پر آگ کے صاف اور دھواں ملے ہوئے

مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿٣٥﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾

مِّنْ	نَّارٍ	وَّ	نُحَاسٌ	فَلَا	تَنْتَصِرٰنِ ﴿٣٥﴾	فَبِاَيِّ	اٰلَاۗءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾
سے	آگ کے	اور	دھواں ملا شعلہ	سو نہ	بدلہ لے سکو گے تم دونوں	سو کون سی	قدرتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے

شعلے چھوڑے جائیں گے، پھر تم دونوں بدلہ نہ لے سکو گے۔ ﴿٣٥﴾ تو تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٣٦﴾

صرف لذت حاصل کرنے کیلئے کھائی جاتی ہیں، یہاں ان میں سے ہر ایک کی مثال بیان کردی گئی ہے، چنانچہ پھل، میوے اور کھجوریں لذت کیلئے، گندم غذائی ضروریات کیلئے اور بھوسہ جانوروں کے چارے کیلئے استعمال ہوتا ہے، اس کے علاوہ زمین سے کچھ ایسی چیزیں بھی حاصل ہوتی ہیں جن کی خوشبو اور عمدہ مہک سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے لیکن وہ چیزیں غذائی ضروریات میں شمار نہیں ہوتی ہیں چنانچہ ریحان یعنی نیاز بو کا پودا ایسا ہی ہوتا ہے۔ ﴿١٣﴾ اس آیت مبارکہ میں تمام جن وانس کو مخاطب کر کے استفہام کے انداز میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور قدرتوں کی تکذیب کرنے سے روکا گیا ہے، یہ آیت اس سورت کا حسن ہے اور اس پوری سورت میں اسے اکتیس مرتبہ دہرایا گیا ہے، اس کے باوجود انسان اسے پڑھ اور سن کر اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا بلکہ اسے ہر مرتبہ نئی لذت اور نئے لطف کا احساس ہوتا ہے اس سے کلام کی فصاحت اور بلاغت کا ایک نیا باب روشن ہوتا ہے، اگر کلام فصیح میں ایسا تکرار عیب ہوتا تو اہل عرب اس پر ضرور اعتراض کرتے لیکن انہوں نے ایسا کوئی اعتراض نہیں کیا، جہاں تک تعلق ہے اکتیس کے عدد میں حکمت کا تو اس میں سلامتی والا راستہ توقف کا ہے کہ اس کی حکمت اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دی جائے اور اپنی کم علمی کا اعتراف کر لیا جائے، بعض اہل علم نے امکانی طور پر چند حکمتیں بیان کی ہیں لیکن وہ یقینی نہیں ہیں اور انہیں ''اندازے'' سے آگے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں دیا جا سکتا، چنانچہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ان میں سے پہلی مرتبہ اس آیت کا ذکر اصل کے طور پر ہے، اس کے بعد یہ سمجھنا چاہئے کہ تمام نعمتوں کا خلاصہ دو چیزیں ہوتی ہیں، تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنا اور آرام دہ چیزوں کو حاصل کرنا، تمام تکلیف دہ چیزوں میں جہنم سب سے بڑی تکلیف دہ چیز ہے اور تمام آرام دہ چیزوں میں سب سے آرام دہ چیز جنت ہے، لہٰذا اگر کسی شخص کیلئے جہنم کے دروازے بند اور جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں تو گویا اس پر نعمت تمام ہوگئی، قرآن وسنت سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کے سات دروازے اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں، یہ کل پندرہ دروازے ہوئے، پھر جب انسانوں اور جنوں یعنی مکلف مخلوق کے دونوں گروہوں سے اسے ضرب دیا جائے تو حاصل ضرب تیس ہوگا اس لئے اس خاص عدد کا اہتمام کیا گیا، اللہ تعالیٰ نے جب یہ سورت نازل فرمائی اور نبی ﷺ نے اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے تلاوت فرمایا تو وہ اسے خاموشی سے سنتے رہے، تلاوت مکمل ہونے کے بعد نبی ﷺ نے فرمایا جب میں نے یہی سورت جنات کو سنائی تو جب بھی میں ''فبای آلاء ربکما تکذبٰن'' پڑھتا تو وہ اس کے جواب میں یوں کہتے تھے ''لا بشیء من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد'' کہ پروردگار! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی چیز کی تکذیب نہیں کرتے، سو ہر طرح کی تعریف تیرے لئے ہیں، اس لئے اہل علم نے اس آیت کا جواب دینے کیلئے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ ﴿١٤﴾ ﴿١٥﴾ ان آیتوں میں انسانوں اور جنات کی تخلیق کا اصل مادہ بیان کیا گیا ہے، یہ مادہ تخلیق ابوالبشر اور ابوالجن کا ہے، لہٰذا ان کی اولاد بھی اسی مادۂ تخلیق کی طرف منسوب ہوگی، اگرچہ بعد میں آنے والوں کا ظاہری مادۂ تخلیق ''آبِ شہوت'' ہو، چنانچہ انسان اول کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے ٹھیکری کی طرح کھنکناتی ہوئی مٹی سے فرمائی ہے جس پر مختلف اوقات میں مختلف مراحل گزرے، قرآن کریم میں وہ تمام مراحل بیان کیے گئے ہیں، کسی جگہ ایک مرحلہ اور کسی جگہ دوسرا مرحلہ، اس لیے ان آیات میں کوئی تعارض بھی نہیں

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝٣٧ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

فَاِذَا	انْشَقَّتِ	السَّمَآءُ	فَكَانَتْ	وَرْدَةً	كَالدِّهَانِ ۝	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا
پھر جب	پھٹ جائیگا	آسمان	سو ہو جائے گا	سرخ	چمڑے کیطرح	سوکون سی	قدرتوں کو	اپنے رب کی

پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو وہ چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا۔ ۝٣٧ تو تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کو

تُكَذِّبٰنِ ۝٣٨ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۝٣٩ فَبِاَيِّ

تُكَذِّبٰنِ ۝	فَيَوْمَئِذٍ	لَّا	يُسْـَٔلُ	عَنْ	ذَنْۢبِهٖٓ	اِنْسٌ	وَّ	لَا	جَآنٌّ ۝	فَبِاَيِّ
تم دونوں جھٹلاؤ گے	سو اس دن	نہیں	پوچھا جائیگا	سے	اس کے گناہ کے	کوئی انسان	اور	نہ	کوئی جن	سوکون سی

جھٹلاؤ گے؟ ۝٣٨ پھر اُس دن کسی انسان اور جن سے اُس کے گناہوں کے متعلق پوچھ گچھ نہیں کی جائے گی۔ ۝٣٩ تو تم

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٤٠ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ

اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ۝	يُعْرَفُ	الْمُجْرِمُوْنَ	بِسِيْمٰهُمْ	فَيُؤْخَذُ
قدرتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	پہچانے جائیں گے	جرم کرنے والے	اپنی علامتوں سے	سو پکڑے جائیں گے

اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۝٤٠ مجرموں کی شناخت اُن کے چہروں سے ہی ہو جائے گی، سو اُنہیں پیشانیوں

بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۝٤١ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٤٢ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ

بِالنَّوَاصِيْ	وَ	الْاَقْدَامِ ۝	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ۝	هٰذِهٖ	جَهَنَّمُ
پیشانیوں سے	اور	قدموں سے	سوکون سی	قدرتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	یہ	جہنم

اور قدموں سے پکڑ لیا جائے گا۔ ۝٤١ تو تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۝٤٢ یہ وہی جہنم ہے

الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝٤٣ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۝٤٤

الَّتِيْ	يُكَذِّبُ	بِهَا	الْمُجْرِمُوْنَ ۝	يَطُوْفُوْنَ	بَيْنَهَا	وَ	بَيْنَ	حَمِيْمٍ	اٰنٍ ۝
وہ جو	جھٹلاتے رہے	اسے	جرم کرنے والے	گھومتے ہوں گے	اس کے درمیان	اور	درمیان	کھولتے پانی کے	گرم

جس کی مجرم تکذیب کرتے تھے۔ ۝٤٣ وہ اُس کے اور نہایت کھولتے پانی کے درمیان گھومتے پھریں گے۔ ۝٤٤

ع ٢٠
١٢

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٤٥ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝٤٦

فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ۝	وَ	لِمَنْ	خَافَ	مَقَامَ	رَبِّهٖ	جَنَّتٰنِ ۝
سوکون سی	قدرتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	اور	اس کیلئے جو	ڈرے	سامنے کھڑے ہونے سے	اپنے رب کے	دو باغ

تو تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۝٤٥ اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر جائے، اُس کیلئے دو باغ ہیں۔ ۝٤٦

ہے، جیسا کہ بعض لوگوں کو وہم ہوا ہے، اسی طرح ابو الجن کی تخلیق آگ کے بھڑکتے ہوئے صاف شعلے سے ہوئی ہے، پھر اس سے اللہ تعالیٰ نے اس کی نسل کو چلایا اور بڑھایا، چونکہ یہ دونوں یہ مکلف مخلوق ہیں، اس لیے یہاں صرف انہی کا مادہ تخلیق بیان کیا گیا ہے اور دوسری مخلوقات کا مادۂ تخلیق بیان نہیں کیا گیا، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسان اپنی اصل کو یاد رکھے اور ہمیشہ عاجز و دستیاب رہے، جیسے مٹی عاجز اور ہوا دستیاب رہتی ہے۔ ١٦ اس آیتِ مبارکہ میں ''آلاء'' کا ترجمہ قدرت سے کیا گیا ہے جیسا کہ علامہ ابن جریرؒ نے نقل کیا ہے، کیونکہ مقام کے ساتھ مناسبت اسی کی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی میں اتنی قدرت نہیں ہے کہ کھنکھناتی ہوئی مٹی اور آگ کے شعلے سے دو مخلوقوں کو پیدا کر دے اور پھر ان کی نسل پوری دنیا میں پھیلا دے، عام طور پر اس کا ترجمہ یہی مشہور ہے کہ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے' لیکن یہاں ایسا نہیں کیا گیا ہے، بلکہ پہلے دو رکوعوں میں ''قدرت'' کا ترجمہ کیا گیا ہے اور تیسرے رکوع میں چونکہ جنت اور اس کی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے، اس لیے وہاں نعمت ہی کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ ١٧ ١٨ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات قدرت میں سے دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ دو مشرقوں کا رب ہے اور دوسری یہ کہ وہ دو مغربوں کا رب ہے، عام طور پر کلام عرب میں مشرقین اور مغربین میں سے ہر لفظ کا اطلاق مشرق اور مغرب دونوں پر کر دیا جاتا ہے، چنانچہ صرف مشرقین کا لفظ بول کر مشرق اور مغرب دونوں مراد لیے جاتے ہیں اور مغربین کا لفظ بھی دونوں پر بول دیا جاتا ہے، لیکن یہاں ایسا نہیں ہے، کیونکہ یہاں ایک کی بجائے دونوں لفظ مذکور ہیں، اب سوال یہ ہے کہ پھر دو مشرقوں اور دو مغربوں سے کیا مراد ہے؟ تو اس میں دو توجیہیں ہو سکتی ہیں، پہلی یہ کہ دو مشرقوں میں سے ایک مشرق سورج کا ہے اور دوسرا مشرق چاند کا، اسی طرح دو مغربوں میں سے ایک مغرب سورج کا ہے اور دوسرا مغرب چاند کا، کیونکہ مشرق کا معنی طلوع ہونے کی جگہ اور مغرب کا معنی غروب ہونے کی جگہ ہے اور جس طرح سورج طلوع و غروب ہوتا ہے، اسی طرح چاند بھی طلوع اور غروب ہوتا ہے، لہٰذا جس طرح سورج کے طلوع اور غروب ہونے کی جگہ ضروری ہے، اسی طرح چاند کے طلوع اور غروب ہونے کی جگہ بھی ضروری ہے، دوسری توجیہ یہ ہے کہ دو مشرقوں میں سے ایک موسم سرما کا ہے اور دوسرا موسم گرما کا، اسی طرح دو مغربوں میں سے ایک موسم سرما کا ہے اور دوسرا موسم گرما کا، اس لیے تثنیہ کے صیغے کے ساتھ مشرقین اور مغربین کا لفظ لیکر آئے، پہلی توجیہ زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے، تاہم موسم کی تبدیلی سے طلوع و غروب کی جگہ کا تبدیل ہونا بھی ایک حقیقت اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانی ہے، جس میں بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں، کیا انسان اور جنات اللہ تعالیٰ کی قدرت کی اس نشانی کو بھی جھٹلا دیں گے؟ قدرت کی یہ نشانیاں تو کائنات کے چپے چپے میں پھیلی ہوئی ہیں، وہ کتنی نشانیوں کی تکذیب کریں گے۔ ١٩ ٢١ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک اور نشانی بیان کی گئی ہے کہ وہی اللہ ہے جو دو سمندروں کا پانی ایک ساتھ چلاتا ہے، لیکن ایک کا پانی دوسرے کے پانی میں ملنے نہیں دیتا، ان میں سے ایک کا پانی میٹھا، ٹھنڈا اور فرحت بخش ہوتا ہے اور دوسرے کا پانی کڑوا، کھارا اور پینے کے ناقابل ہوتا ہے، ان دونوں کے درمیان ایک ایسی ان دیکھی آڑ ہوتی ہے جو ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا رکھتی ہے، چنانچہ میٹھا پانی

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٧﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٧﴾	ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا
سوکون سی	نعمتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	بہت سی شاخوں والے	سوکون سی	نعمتوں کو	اپنے رب کی

تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٤٧﴾ بہت سی شاخوں والے۔ ﴿٤٨﴾ تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو

تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٩﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿٥٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥١﴾

تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٩﴾	فِيْهِمَا	عَيْنٰنِ	تَجْرِيٰنِ ﴿٥٠﴾	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ﴿٥١﴾
تم دونوں جھٹلاؤ گے	ان دونوں میں	دو چشمے	بہہ رہے ہوں گے	سوکون سی	نعمتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے

جھٹلاؤ گے؟ ﴿٤٩﴾ اُن میں دو بہتے ہوئے چشمے ہوں گے۔ ﴿٥٠﴾ تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٥١﴾

فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿٥٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٣﴾

فِيْهِمَا	مِنْ	كُلِّ	فَاكِهَةٍ	زَوْجٰنِ ﴿٥٢﴾	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٣﴾
ان دونوں میں	سے	ہرایک	میوے کے	دو قسمیں	سوکون سی	نعمتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے

اُن میں ہر طرح کے میوے کی دو دو قسمیں ہوں گی۔ ﴿٥٢﴾ تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٥٣﴾

مُتَّكِـِٔيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿٥٤﴾

مُتَّكِـِٔيْنَ	عَلٰى	فُرُشٍۭ	بَطَآئِنُهَا	مِنْ	اِسْتَبْرَقٍ ؕ	وَجَنَا	الْجَنَّتَيْنِ	دَانٍ ﴿٥٤﴾
ٹیک لگائے ہوئے	پر	بستروں کے	اس کے استر	سے	موٹے ریشم کے	اور پھل	دونوں باغوں کا	جھکنے والا

وہ ایسے بستروں پر تکیے لگائے ہوں گے جن کے استر موٹے ریشم کے ہوں گے اور اُن دونوں باغوں کا پھل جھک رہا ہوگا۔ ﴿٥٤﴾

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٥﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ

فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٥﴾	فِيْهِنَّ	قٰصِرٰتُ	الطَّرْفِ ۙ	لَمْ	يَطْمِثْهُنَّ
سوکون سی	نعمتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	ان میں	نیچے رکھنے والیاں	نگاہیں	نہیں	چھوا ہوگا انہیں

تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٥٥﴾ اُن میں نیچی نگاہوں والی عورتیں ہوں گی جنہیں اُن سے پہلے کسی انسان نے

اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٥٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٧﴾ كَاَنَّهُنَّ

اِنْسٌ	قَبْلَهُمْ	وَ	لَا	جَآنٌّ ﴿٥٦﴾	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٧﴾	كَاَنَّهُنَّ
کسی انسان نے	ان سے پہلے	اور	نہ	کسی جن نے	سوکون سی	نعمتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	گویا کہ وہ

چھوا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔ ﴿٥٦﴾ تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٥٧﴾ یوں معلوم ہوگا کہ

کڑوا نہیں ہوتا اور کڑوا پانی میٹھا نہیں ہوتا، انسان اور جنات اس سوال پر غور کیوں نہیں کرتے کہ آخر وہ کون سی طاقتور ذات ہے جس نے ان دونوں کو آپس میں ملنے سے روکا ہوا ہے؟ کس نے ان کے درمیان آڑ قائم کر رکھی ہے؟ اور کون ان پر اپنا حکم چلا رہا ہے؟ یقیناً وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے، اب تم بتاؤ کہ تم اس کی کون کون سی قدرت کی تکذیب کرو گے؟ ﴿٢١﴾ ﴿٢٢﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ قدرت میں سے یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ انہی سمندروں سے موتی اور مونگے نکالتا ہے جو زیورات کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں اور خاصے مہنگے ہونے کی وجہ سے جس کے ہاتھ لگ جائیں، اس کی غربت اور تنگدستی بھی دور ہو جاتی ہے، غوطہ خور ان کی تلاش میں سمندر کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں، بادشاہوں کو بطور تحفہ پیش کیے جاتے ہیں، بعض موتی نایاب ہونے کی وجہ سے اس قدر بیش بہا ہوتے ہیں کہ بڑے بڑے جوہری اس کی قیمت لگانے سے عاجز آ جاتے ہیں، ان کے وجود میں آنے کا عمل بھی اس قدر حیرت انگیز ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت پر بے ساختہ سبحان اللہ کہہ اٹھتا ہے، جب آسمان سے بارش برستی ہے تو سمندر کی سیپیاں اپنا منہ کھول دیتی ہیں، جس سیپی کے منہ میں بارش کا قطرہ پڑ جاتا ہے، وہ اس کے منہ میں جا کر موتی بن جاتا ہے، جب اس عمل کا آغاز ہوتا ہے تو وہ سیپی عام طور پر میٹھے پانی میں ہوتی ہے اور جب اس عمل کا اختتام قریب ہوتا ہے اور وہ پانی موتی بننے والا ہوتا ہے تو وہ سیپی کھارے پانی میں چلی جاتی ہے، جیسے کوئی عورت ماں بننے کے مرحلے میں ہوتی ہے تو بعض اوقات اسے نمکین اور کھٹی چیزوں کی طلب ہوتی ہے، اس تفصیل سے اس سوال کا جواب بھی معلوم ہو گیا کہ لوگ کہتے ہیں موتی کھارے سمندر سے نکلتے ہیں، جبکہ اس آیت میں کھارے اور میٹھے دونوں سمندروں سے موتی نکلنے کا ذکر کیا گیا ہے، اس کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ ایک مؤمن اپنے خالق کی بات پر ایمان رکھتا ہے، وہ لوگوں کی باتوں کی وجہ سے خالق کے فرمائے ہوئے میں شک نہیں کرتا، لہٰذا یہاں بھی لوگوں کی بات کا اعتبار نہیں، خالق نے جو فرما دیا، وہی برحق ہے اس کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متعین کر کے یہ نہیں فرمایا کہ ان میں سے کس سمندر سے موتی نکلتے ہیں؟ بلکہ غیر متعین طور پر فرمایا ہے کہ ان دونوں میں سے ہی نکلتے ہیں، لہٰذا جس سمندر سے بھی موتی نکلیں گے، اس پر یہ آیت صادق آئے گی، لیکن یہاں اس سے زیادہ اہم نکتہ یہ ہے کہ سمندر سے موتی اور مونگا نکالنا کس کی قدرت ہے؟ آخر تم کب تک اس کی قدرت کو جھٹلاتے رہو گے؟ ﴿٢٣﴾ ﴿٢٥﴾ ان آیتوں میں پہاڑوں جیسے بلند و بالا بحری جہازوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے، کیونکہ جس طرح بلند و بالا پہاڑ اللہ کے حکم، ارادے اور قدرت کے بغیر نہیں چل سکتے، اسی طرح یہ بلند و بالا جہاز بھی اللہ کے حکم، ارادے اور قدرت کے بغیر نہیں چل سکتے، اگر وہ چاہے تو ہواؤں کو روک دے، اگر وہ چاہے تو مخالف ہوائیں چلا دے، اگر وہ چاہے تو انہیں سمندر میں غرق کر دے کیونکہ سمندر اور اس میں چلنے والی کشتیوں اور بحری جہازوں اور آبدوزوں پر صرف اسی کا حکم چلتا ہے، یہ اسی کی قدرت ہے کہ اتنے بڑے بڑے جہاز پانی کی سطح پر دوڑتے پھرتے ہیں، ورنہ پانی کی خاصیت سب کو معلوم ہے، اب تم بتاؤ کہ اس کی قدرت کی کون کون سی نشانیوں کی تکذیب کرو گے؟ ﴿٢٦﴾ ﴿٢٨﴾ ان آیتوں میں فانی اور باقی کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس کائنات میں ہر چیز فانی ہے، اسے فنا کے گھاٹ اترنا

الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ

الْيَاقُوْتُ	وَ	الْمَرْجَانُ ۵۸	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ۵۹	هَلْ	جَزَآءُ
یاقوت	اور	مونگا	سوکون سی	نعمتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	کیا	بدلہ

وہ عورتیں یاقوت اور مونگا ہوں۔ ۵۸ تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۵۹ کیا نیکی کا بدلہ

الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾ وَمِنْ

الْاِحْسَانِ	اِلَّا	الْاِحْسَانُ ۶۰	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ۶۱	وَ	مِنْ
احسان کا	سوائے	احسان کے	سوکون سی	نعمتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	اور	سے

نیکی کے علاوہ بھی کچھ اور ہے؟ ۶۰ تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۶۱ اور اُن

دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾

دُوْنِهِمَا	جَنَّتٰنِ ۶۲	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ۶۳	مُدْهَآمَّتٰنِ ۶۴
علاوہ دونوں کے	دو باغ	سوکون سی	نعمتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	گہرے سبز جیسے سیاہ

دونوں کے علاوہ دو باغ اور بھی ہیں۔ ۶۲ تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۶۳ گہرے سبز جیسے سیاہ ہوں۔ ۶۴

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ۶۵	فِيْهِمَا	عَيْنٰنِ	نَضَّاخَتٰنِ ۶۶	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ
سوکون سی	نعمتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	ان دونوں میں	دو چشمے	ابلتے ہوئے	سوکون سی	نعمتوں کو

تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۶۵ اُن میں دو اُبلتے ہوئے چشمے ہوں گے۔ ۶۶ تو تم اپنے رب کی کون کون سی

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ۶۷	فِيْهِمَا	فَاكِهَةٌ	وَ	نَخْلٌ	وَ	رُمَّانٌ ۶۸	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا
اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	ان دونوں میں	میوے	اور	کھجوریں	اور	انار	سوکون سی	نعمتوں کو	اپنے رب کی

نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۶۷ اُن میں میوے، کھجوریں اور انار ہوں گے۔ ۶۸ تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو

تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾

تُكَذِّبٰنِ ۶۹	فِيْهِنَّ	خَيْرٰتٌ	حِسَانٌ ۷۰	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ۷۱
تم دونوں جھٹلاؤ گے	ان میں	اچھے اخلاق والی عورتیں	خوب صورت عورتیں	سوکون سی	نعمتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے

جھٹلاؤ گے؟ ۶۹ اُن میں اچھے اخلاق والی خوبصورت عورتیں ہوں گی۔ ۷۰ تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۷۱

اور موت کا جام پینا ہے، کیونکہ کائنات کی ہر چیز حادث یعنی نو پید ہے، سو جو چیز حادث ہو، وہ باقی کیسے ہو سکتی ہے؟ بقاء اور دوام تو صرف حق تعالیٰ کو ہے، کیونکہ وہ قدیم ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، وہ حکم دیتا ہے، اُس پر کسی کا حکم نہیں چلتا، وہ فیصلہ کرتا ہے، اُس پر کسی کا فیصلہ نہیں چلتا، وہ ہر چیز کا مالک ہے، کوئی اس کا مالک نہیں ہے، وہ ہر چیز کا خالق ہے، کوئی اُس کا خالق نہیں ہے، لہٰذا باقی رہنا بھی اسی کو زیب دیتا ہے، انسان کی نادانی ہے کہ وہ باقی کو چھوڑ کر فانی کے پیچھے لپکتا ہے، اسے فانی چیزوں کی کشش اور رغبت اپنی طرف کھینچ لیتی ہے، چنانچہ وہ محبوبِ حقیقی سے اعراض کر کے عشقِ مجازی کے بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ آخر ایسا کب تک ہوتا رہے گا اور تم کب تک اپنے پروردگار کی قدرت کو جھٹلاتے رہو گے۔ ۲۹ ۳۰ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی منفرد شان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، زمین و آسمان کی ہر مخلوق اسی سے اپنی ضروریات کا سوال کرتی ہے، ہر مخلوق اسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرتی ہے، کوئی اُس سے اولاد مانگتا ہے، کوئی اُس سے رزق کی کشادگی طلب کرتا ہے، کوئی اُس سے صحت اور تندرستی کا سوال کرتا ہے، کوئی اُس سے اقتدار اور حکومت کا طالب ہوتا ہے، کوئی اُس سے اپنے لیے دعا کرتا ہے، کوئی اُس سے دوسروں کیلئے دعا مانگتا ہے اور وہ اکیلا ہی سب کی دعائیں سنتا ہے، سب کی ضروریات پوری کرتا ہے، سب کے مطالبے پورا کرتا ہے اور ہر مرتبہ اُس کی نئی شان ظاہر ہوتی ہے، کہیں اس کی شانِ بے نیازی کا اظہار ہوتا ہے، کہیں اس کی شانِ رحمت ظاہر ہوتی ہے، کہیں اس کی قدرت نمایاں ہوتی ہے، کہیں اس کی سخاوت حیران کرتی ہے، کہیں اس کی مغفرت امید دلاتی ہے، کہیں اس کی قدردانی ہمت بڑھاتی ہے، کہیں اس کا علم اور علم ظاہر ہوتا ہے، سوال یہ ہے کہ تم اس کی کون کون سی شان کو جھٹلاؤ گے اور کب تک اس کی تکذیب کرتے رہو گے؟ ۳۱ ۳۲ ان آیتوں میں ''ثقلان'' کا لفظ تثنیہ کے صیغے کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے، اس کا لفظی معنی دو بھاری چیزیں ہیں اور اس سے مراد جنات اور انسان ہیں، انہیں بھاری کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں پر احکامِ شرعیہ کی پابندی کرنے اور ان پر عمل کرنے کی بھاری ذمہ داری ڈالی گئی ہے، یہاں اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی ظاہر کی گئی ہے کہ اے گروہِ جن و انس! عنقریب ہم تمہارے لیے بھی کچھ وقت نکالیں گے، تاکہ تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیں اور جزا و سزا کا معاملہ طے کر دیں، کیا تمہارے اندر اتنی ہمت ہے کہ ہمارے اس فیصلے اور جزا و سزا کی تکذیب کر سکو، اگر دنیا میں تم اس کی تصدیق نہیں کر رہے تو کیا آخرت میں بھی تم اس کی تکذیب کر سکو گے؟ ۳۳ ۳۴ اس آیتِ مبارکہ میں سلطنتِ الٰہیہ کی وسعت اور اس کا لامحدود ہونا بیان کیا گیا ہے اور تمام جن و انس کو چیلنج دیا گیا ہے کہ اگر کسی میں ہمت ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حدودِ سلطنت سے نکل کر دکھائے، اس کا منشا یہ ہے کہ جب تمہارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی سلطنت سے نکل بھاگو تو پھر تمہیں کہیں اور پناہ بھی نہیں مل سکتی، کیونکہ شش جہات میں حکومت و سلطنت اسی کی ہے، اگر تم اپنے کفر و شرک اور گناہوں پر جمے رہتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دینے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو کیا تم کسی دوسرے ملک میں پناہ لے سکتے ہو؟ دنیا میں لوگ دوسری حکومتوں سے درخواست کر کے سیاسی پناہ لے لیتے ہیں، کیا تمہارے لیے ایسا کرنا ممکن ہوگا؟ کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی سلطنت اس کے مقابلے میں موجود ہے؟ یہ چیلنج آج بھی

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٣﴾ لَمْ

حُوْرٌ	مَّقْصُوْرٰتٌ	فِي	الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٣﴾	لَمْ
حوریں	ٹھہرنے والیاں	بیچ	خیموں کے	سوکون سی	نعمتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	نہیں

وہ حوریں جو اپنے خیموں میں ہی ٹھہرنے والی ہوں گی۔ ﴿٧٢﴾ تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٧٣﴾ اُنہیں

يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٧٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٥﴾

يَطْمِثْهُنَّ	اِنْسٌ	قَبْلَهُمْ	وَ	لَا	جَآنٌّ ﴿٧٤﴾	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ	رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٥﴾
چھوا ہوگا انہیں	کسی انسان نے	ان سے پہلے	اور	نہ	کسی جن نے	سوکون سی	نعمتوں کو	اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے

اُن سے پہلے کسی انسان نے چھوا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔ ﴿٧٤﴾ تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٧٥﴾

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

مُتَّكِـِٕيْنَ	عَلٰى	رَفْرَفٍ	خُضْرٍ	وَّ	عَبْقَرِيٍّ	حِسَانٍ ﴿٧٦﴾	فَبِاَيِّ	اٰلَآءِ
ٹیک لگائے ہوئے	پر	مسند کے	سبز	اور	قیمتی	نفیس بستر	سوکون سی	نعمتوں کو

وہ سبز مسندوں اور قیمتی، نفیس بستروں پر تکیے لگائے ہوں گے۔ ﴿٧٦﴾ تو تم اپنے رب کی کون کون سی

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٧﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٧٨﴾ ع ٣ ٣٢ ١٣

رَبِّكُمَا	تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٧﴾	تَبٰرَكَ	اسْمُ	رَبِّكَ	ذِي الْجَلٰلِ	وَ	الْاِكْرَامِ ﴿٧٨﴾
اپنے رب کی	تم دونوں جھٹلاؤ گے	بابرکت ہے	نام	تیرے رب کا	بزرگی والا	اور	عزت والا

نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٧٧﴾ آپ کے رب کا نام بابرکت ہے جو کہ بزرگی اور عظمت والا ہے۔ ﴿٧٨﴾

موجود ہے، اگر کسی میں ہمت ہے تو اسے قبول کرکے دکھائے، وہ تھک جائے گا، اس کی توانائیاں ختم ہوجائیں گی، اس کی ''جوانی'' بوڑھی ہوجائے گی، اس کے خزانے ختم ہو جائیں گے، اور اس کی طاقتیں جواب دے جائیں گی، لیکن وہ جہاں بھی جائے گا، اللہ تعالیٰ کی سلطنت ہی پائے گا اور وہاں سے نکل نہ سکے گا، تو پھر کب تک اپنے رب کی قدرت کو جھٹلاتا رہے گا۔ ﴿٣٥﴾ ﴿٣٦﴾ ان آیتوں میں جن وانس کی بےبسی ظاہر کی گئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی جن یا انسان کو سزا دینے کا فیصلہ فرمالے اور اس پر آگ کے شعلے برسادے، خواہ ان میں دھواں ہو یا نہ ہو، تو کیا وہ اپنا بچاؤ کرسکتا ہے؟ کیا کوئی حفاظتی تدبیر اور ڈھال اس کے کام آسکتی ہے؟ کیا وہ آگ کی لپٹ اور شعلوں سے خود کو بچا سکتا ہے؟ کیا وہ کسی کو اپنی مدد کیلئے بلا سکتا ہے؟ اور کیا کوئی اس کی مدد کر کے اس کا بدلہ لے سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو پھر کب تک تم اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کروگے؟ کب تک اس کی قدرت کو جھٹلاؤ گے اور کب تک اپنے کفر وشرک اور گناہوں پر جمے رہوگے؟ ﴿٣٧﴾ ﴿٣٨﴾ ان آیتوں میں قیامت کے دن آسمانوں کی حالت بیان کی گئی ہے، تاکہ مجرم لوگ قیامت سے بےخوف نہ ہوجائیں، کیونکہ قیامت کوئی معمولی واقعہ نہیں ہوگا، جس دن قیامت قائم ہوگی اور صور پھونکا جائے گا تو یہ آسمان ''جس میں ہزاروں لاکھوں سال گزرنے کے باوجود کوئی سوراخ اور شگاف نہیں ہوا'' اپنی جگہ برقرار نہیں رہ سکیں گے اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجائیں گے، یہ پگھل کر سرخ چمڑے کی طرح ہوجائیں گے اور ان کا سارا نظام درہم برہم ہوجائے گا، اس طرح قدرت والے کی قدرت ظاہر ہوجائے گی اور مجرموں کو بھی یقین آجائے گا کہ یہ نظام جس نے بنایا تھا، وہ نہایت قدرت والا رب ہے، تو اب وہ کہاں تک اپنے رب کی قدرتوں کو جھٹلاتے رہیں گے؟ ﴿٣٩﴾ ﴿٤٠﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے علم کامل کا حوالہ دیا گیا ہے کہ جب قیامت کا ہنگامہ برپا ہوگا اور تمام اولین وآخرین کو میدان حشر میں جمع کیا جائے گا تو اس سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ وہاں پہنچ کر شواہد اکٹھے کیے جائیں گے، بلکہ وہاں ہر ایک کی مسل تیار ہوگی، نامہ اعمال مرتب ہوگا اور گواہ موجود ہوں گے، بس فرد جرم عائد ہوگی اور اسی وقت انصاف پر مبنی فیصلہ فرمادیا جائے گا، کسی انسان یا جن کے جرائم کی تفتیش کی ضرورت نہ ہوگی، البتہ ناراضگی کے اظہار کے لیے یا کسی شخص پر اپنے انعام واکرام کا مینہ برسانے کے لیے اس کے اعمال کا حوالہ دیا جائے اور سوال جواب کیے جائیں تو دیگر آیات وروایات سے اس کا ثبوت ملتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ جس رب کا علم اتنا کامل ہے، تم اس کی قدرتوں کو کب تک جھٹلاتے رہوگے؟ ﴿٤١﴾ ﴿٤٢﴾ ان آیتوں میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر قیامت کے دن مجرموں سے تفتیش نہیں ہوگی اور ان کے جرائم کی تحقیق نہیں کی جائے گی تو کیا یہ ممکن ہے کہ اس سے انصاف کے تقاضوں میں خلل واقع ہو؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ کسی ایسے شخص کو سزا مل جائے جو انعام کا مستحق ہو اور کسی ایسے شخص کو انعام مل جائے جو سزا کا مستحق ہو؟ اس لیے عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ قیامت کے دن تحقیق وتفتیش اور سوال جواب کا مرحلہ ضرور ہونا چاہئے، سو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان اپنے چہرے سے پہچان لیا جاتا ہے، جو لوگ چہرہ پڑھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، وہ کسی بھی شخص کا چہرہ دیکھ کر فیصلہ کر لیتے ہیں کہ اس کا تعلق کس طرح کے لوگوں سے ہے، چنانچہ جرائم پیشہ لوگ اپنے چہروں سے پہچان لیے جاتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ چہرہ کھلی کتاب ہے، انسان کے چہرے کی کیفیت اور اس کے اتار چڑھاؤ سے اس کے ذہن میں چلنے والے خیالات اور وساوس تک رسائی حاصل ہوجاتی ہے، جب انسان اس سے درست تجزیہ کرسکتے ہیں حالانکہ اس کی حیثیت تخمینے اور اندازے کی ہوتی ہے تو پھر رب العالمین کیلئے کیا مشکل ہے جبکہ اس کا علم حتمی اور یقینی ہے، اس لیے وہاں غلطی کا معمولی سا بھی امکان نہیں ہے، اب تم کہاں تک اپنے رب کی قدرت کو جھٹلاؤ گے۔ ﴿٤٣﴾ ﴿٤٥﴾ ان آیتوں میں مجرموں کا انجام بیان کیا گیا ہے، گزشتہ آیت میں فرمایا گیا تھا کہ مجرموں کو نہایت ذلت کے ساتھ ان کے پاؤں سے اور پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے جہنم میں پھینک دیا جائے گا، اس کے بعد ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ جہنم ہے جس کی تم لوگ اور تمام جرائم پیشہ افراد اپنی زبان یا عمل سے تکذیب کرتے تھے، پیغمبروں کو جھٹلاتے تھے اور ان سے کہا کرتے تھے کہ اگر تم لوگ سچے ہو تو ہم پر اپنا رب کا عذاب نازل کرکے دکھاؤ، قیامت اب تک آ کیوں نہیں جاتی؟ آج تمہاری سزا یہ ہے کہ اس میں گھومتے رہو اور چکر لگاتے رہو، یہاں بھڑکتی ہوئی آگ ہے، یہاں کھولتا ہوا نہایت گرم پانی ہے اور یہاں عذاب کی اتنی زیادہ صورتیں ہیں کہ انہیں برداشت کرنا کسی کے بس میں نہیں ہے، مجرموں کو سزا دینا بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے، کیا تم اس کی تکذیب کرسکتے ہو؟ آخر کب تک اس کی تکذیب پر اصرار کروگے۔ ﴿٤٦﴾ ﴿٤٧﴾ ان آیتوں میں جنت کی نعمتوں اور اس کے مستحقین کا تذکرہ کیا گیا ہے، چنانچہ جنت اور اس کی نعمتوں کا مستحق اس شخص کو قرار دیا گیا ہے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر جائے اور اپنے نفس کو گناہوں سے روک کر رکھے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیئے کہ اس کے دل میں خوف خدا کی صفت موجود ہو، کیونکہ بہت سے لوگ خوف کی وجہ سے نافرمانی اور گناہ چھوڑ دیتے ہیں اور جنت کے مستحق ہوجاتے ہیں، یہاں یہ بات بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ قرآن کریم میں خوف اور خشیت دونوں لفظ استعمال ہوئے ہیں، ان دونوں کے استعمال میں ایک باریک فرق ہے، کیونکہ ڈرنے کے عمل میں کم از کم دو چیزیں ضرور ہوتی ہیں، ایک ڈرنے والا اور دوسرا وہ جس سے ڈرا جائے، ڈرنے والا کمزور ہوتا ہے اور جس سے ڈرا جائے وہ اس کے مقابلے میں طاقتور ہوتا

بیمار ہو، وہ زیادہ دیر تک ٹیک لگا کر نہیں بیٹھ سکتا، لیٹنا اس کی مجبوری ہوتی ہے اور چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا اس کیلئے دشوار ہوتا ہے۔(۶) اہل جنت کے بستر نہایت نفیس، قیمتی اور عمدہ ہوں گے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا استر موٹے ریشم کا ہوگا، حالانکہ دنیا میں استر کو اتنی زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی، اوپر کا غلاف اور کور نفیس رکھنے کو اہمیت دی جاتی ہے، جنت میں جب استر اتنا قیمتی ہوگا تو اندازہ لگالو کہ اس کا غلاف اور کور کتنا قیمتی اور نفیس ہوگا۔(۷) اہل جنت کو جو بیویاں عطا کی جائیں گی، ان کی پہلی خوبی یہ ہوگی کہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کی طرف ان کی نظریں نہ جائیں گی، وہ اپنے شوہروں کے لیے اس قدر محبت اور چاہت والی ہوں گی کہ شوہروں کی نظریں بھی ان کے علاوہ کسی اور پر نہ جائیں گی، دوسری خوبی یہ ہوگی کہ انہیں کسی جن وانس نے اس سے پہلے کبھی ہاتھ تک نہ لگایا ہوگا، یعنی نہ صرف یہ کہ وہ کنواریاں ہوں گی، بلکہ ان کی عصمت وعفت بھی بالکل محفوظ ہوگی، یہ بیویاں دنیوی بیوی یا بیویوں کے علاوہ ہوں گی، ان تمام نعمتوں کا تذکرہ پڑھنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تکذیب کی کوئی گنجائش باقی بچتی ہے؟ ۵۸ ۵۹ ان آیتوں میں جنت کی حوروں کو یاقوت اور مرجان سے تشبیہ دی گئی ہے، یاقوت سرخ رنگ کا موتی ہوتا ہے اور مرجان کا اطلاق چھوٹے سفید موتیوں پر ہوتا ہے جن کی چمک بھی بڑے موتیوں سے زیادہ ہوتی ہے اور اُن کا رنگ بھی بڑے موتیوں سے زیادہ سفید ہوتا ہے، جنت کی حوروں کو یاقوت اور مرجان کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح یاقوت اپنی کان میں اور مونگا اپنی سیپی میں اس طرح محفوظ ہوتا ہے کہ کسی کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ پاتا، اسی طرح جنت کی حوریں بھی دوسروں کی دسترس سے محفوظ ہوں گی، یہ بھی ممکن ہے کہ اس تشبیہ کے ذریعے ان کا حسن و جمال اور ان کی خوبصورتی بیان کرنا مقصود ہو کہ وہ موتیوں کی طرح خوبصورت اور ڈھلی ہوئی معلوم ہوں گی، سو اب تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ۶۰ ۶۱ ان آیتوں میں احسان کا لفظ دو مرتبہ آیا ہے، اس کی تفسیر میں مفسرین کے بے شمار اقوال ہیں، بعض مفسرین نے پہلے احسان سے کلمۂ توحید اور دوسرے احسان سے جنت مراد لی ہے، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ کلمۂ توحید کا بدلہ جنت کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ پہلے احسان سے مراد انعام واکرام ہے اور دوسرے احسان سے عبادت وتقویٰ مراد ہے، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جس رب نے تم پر دنیا میں اپنے انعامات کی بارش برسا رکھی ہے، اس کا تقاضا اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ تم اس کی عبادت اور تقویٰ اختیار کرو، جبکہ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ پہلے احسان سے مراد دنیا کا احسان ہے اور دوسرے احسان سے مراد آخرت کا احسان ہے، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص دنیا میں لوگوں پر احسان کرتا ہے، آخرت میں اس کا بدلہ احسان کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ بس تم اپنے رب کی نعمتوں کو جھٹلانے سے باز آجاؤ۔ ۶۲ ۶۱ ان آیتوں میں پہلی دو جنتوں کے علاوہ مزید دو جنتوں کا وعدہ کیا گیا ہے، ممکن ہے کہ پہلی دو جنتیں اہل جنت کے ایک گروہ کیلئے ہوں اور دوسری دو جنتیں دوسرے گروہ کیلئے، جیسا کہ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ پہلی دو جنتیں مقربین کیلئے اور دوسری دو جنتیں عام اہل جنت کیلئے ہوں گی، چونکہ یہاں جنت کا لفظ باغ کے معنی میں ہے، اس لیے اگر اسے اللہ تعالیٰ کے فضل پر محمول کرلیا جائے تو یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونوں باغ بھی انہی اہل جنت کیلئے ہوں جن کا تذکرہ اوپر سے چلا آرہا ہے، اس کا ایک قرینہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سلسلہ کلام میں کہیں بھی اس پہلو کی طرف اشارہ نہیں ملتا کہ پہلے دو باغ جن لوگوں کو دیئے جائیں گے، دوسرے دو باغ ان کیلئے نہیں ہوں گے یا اُن کے علاوہ کسی اور کو دیئے جائیں گے، دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اوپر کی آیات میں مقربین کا ذکر ہی نہیں ہے کیونکہ وہاں تو صرف خائفین کی جزا بیان کی گئی ہے اور پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ خوف سے اوپر خشیت کا درجہ ہے لہٰذا مقربین وہ لوگ ہوں گے جنہیں خشیت الٰہی نصیب ہوگی، رہی یہ بات کہ ایک ہی درجے کے لوگوں کو اعلیٰ اور اس سے کم درجے کے باغات کیوں دیئے جائیں گے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اعلیٰ باغات میں ان کی مستقل رہائش ہوگی اور اس سے کم درجے کے باغات دوپہر کے قیلولے کیلئے ہوں گے جیسا کہ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۲۴ سے اشارہ ملتا ہے، اس لیے اس عاجز کے نزدیک یہی زیادہ راجح ہے، ان دونوں باغوں میں مندرجہ ذیل خوبیاں رکھی گئی ہیں۔(۱) دونوں باغ گہرے سبز ہوں گے اور سبز رنگ جب زیادہ گہرا ہوجائے تو وہ سیاہ معلوم ہوتا ہے، گویا دونوں باغ سبزے سے بھرپور ہوں گے۔(۲) ان باغوں میں دو ابلتے ہوئے چشمے ہوں گے، جن میں اوپر کی طرف ابلتا ہوا پانی آنکھوں کیلئے فرحت بخش اور پینے کیلئے تازگی بخش ثابت ہوگا، پہلے جن دو چشموں کا ذکر کیا گیا تھا، ان کا وصف یہ تھا کہ وہ دونوں بہہ رہے ہوں گے، ساکن نہیں ہوں گے بلکہ متحرک ہوں گے اور یہاں ساکن چشموں کا ذکر کیا گیا ہے۔(۳) ان باغوں میں انواع واقسام کے پھل اور میوہ جات دستیاب ہوں گے خاص طور پر کھجور اور انار، چونکہ کھجور میٹھی ہوتی ہے اور انار اگر سرخ ہو تو وہ کھٹا میٹھا ہوتا ہے، البتہ سفید انار میٹھا ہوتا ہے، اس لیے گویا یوں کہا گیا ہے کہ جنت میں مٹھاس والے پھل اور میوہ جات بھی دستیاب ہوں گے اور کھٹے میٹھے بھی، انسان جس چیز کی خواہش کرے گا، اُسے اس کی خواہش کے مطابق عطا کیا جائے گا۔(۴) اہل جنت کو جو حوریں بیوی کے طور پر عطا کی جائیں گی، ان کی صورت بھی اچھی ہوگی اور ان کی سیرت بھی اچھی ہوگی، کیونکہ انسان کی رغبت ایسی ہی عورت ہوتی ہے اور دنیا میں بھی اس کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ اسے ایسی بیوی ملے جو خوب صورت بھی ہو اور خوب سیرت بھی ہو، دنیا میں اس کی خواہش فوری طور پر پوری ہو یا نہ ہو، آخرت میں اس کی خواہش ضرور پوری ہوگی اور اسے ایسی ہی بیویاں دی جائیں گی جن سے اس کی آنکھیں روشن اور چہرہ تروتازہ ہو، لیکن تم بتاؤ اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرتے رہو گے؟ ۶۷ ۶۸ ان آیتوں میں جنت کی مزید چند نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے، پہلی نعمت کا تعلق آیت نمبر ۷۰ سے ہے کہ جنت میں اہل جنت کو جو خوب صورت اور خوب سیرت بیویاں دی جائیں گی، وہ حوریں ہوں گی، گویا ان آیتوں میں دنیوی بیوی کا ذکر نہیں ہو رہا، ان حوروں میں دو خوبیاں ہوں گی، ان دونوں خوبیوں کا ذکر اسی سورت کی آیت ۵۶ کے تحت ساتویں نکتے میں تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے، پہلی یہ کہ وہ اپنے خیموں میں ہی رہنے والی ہوں گی، جس کی وجہ سے ان کی نظریں اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے مرد پر نہ پڑیں گی اور دوسری یہ کہ انہیں ان کے شوہر

ہے، تو جب ڈرنے والے کی طرف نسبت کرنا مقصود ہو تو لفظ خوف استعمال کیا جاتا ہے اور خشیت کا لفظ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جبکہ نسبت اس چیز کی طرف ہو جس سے ڈرا جائے، انسان جب اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو گویا وہ اپنی عاجزی، کمزوری اور ذلت کا اقرار کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی عظمت، بلندی اور کبریائی کا اعتراف کرتا ہے، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ خشیت کا درجہ خوف سے زیادہ اونچا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے علماء کے لیے خشیت کا لفظ استعمال کر کے فرمایا انما یخشی اللہ من عبادہ العلمؤا زیر تذکرہ آیت میں خوف کا لفظ استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ جب خوف خدا رکھنے والوں کے لیے دو جنتوں کا وعدہ کیا گیا ہے تو جن لوگوں میں خشیتِ الٰہی کا وصف پایا جاتا ہوگا، انہیں کیا کچھ نہ دیا جائے گا، پھر یہ دو جنتیں اس طرح ہونگی کہ ان میں سے ایک جنت نیک اعمال سرانجام دینے کے بدلے میں ہوگی اور دوسری جنت گناہوں سے بچنے کا انعام ہوگی، یہ بھی ممکن ہے کہ ان دونوں میں سے ایک جنت بطور جزا کے ہو اور دوسری جنت اضافی انعام کے طور پر ہو، یہاں ان جنتوں کا ایک نقشہ بھی کھینچا گیا ہے جس کے اہم نکات حسب ذیل ہیں۔(۱) جنت میں جو درخت لگائے گئے ہیں ان کی بہت سی شاخیں ہونگی اور ہر شاخ پھلوں سے لدی ہوئی ہوگی، اگر درخت کی شاخیں نہ ہوں یا کم ہوں تو دیکھنے والوں کو وہ خوش منظر معلوم نہیں ہوتا، اس لیے یہاں اس کی خوبصورتی اور عمدہ مناظر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔(۲) دونوں جنتوں میں بہتے پانی کے چشمے جاری ہوں گے، ہر جنت میں کم از کم ایک چشمہ تو ضرور ہوگا، یہ چشمہ دودھ، شہد، شراب اور پانی کی ان نہروں کے علاوہ ہوگا جو پوری جنت میں رواں دواں ہوگی، یہاں ان چشموں کا ذکر ہے جو انفرادی طور پر ہر شخص کے باغ میں الگ الگ مہیا کیے گئے ہوں گے، یہ منظر بھی انسان کی نگاہوں کو خوب بھاتا اور دماغ کو تازگی اور فرحت بخشتا ہے۔(۳) دونوں جنتوں میں ہر قسم کے پھل اور میوہ جات موجود ہوں گے اور ان کی خشک اور تر دونوں قسمیں موجود ہوں گی، یعنی کوئی پھل اور میوہ ایسا نہ ہوگا جو وہاں موجود نہ ہوں، یا انسان جس کی خواہش کرے اور وہ وہاں دستیاب نہ ہو، چونکہ انسان پھل اور میوہ جات اُسی وقت استعمال کرتا ہے جب اس کا پیٹ بھرا ہوا ہو، اگر کسی شخص کو دو وقت کی روٹی ہی میسر نہ ہو، اسے پھل اور میوہ جات کہاں دستیاب ہوں گے، اس لیے آیت کا مطلب یہ ہوا کہ وہاں کوئی بھوکا نہ ہوگا، ہر شخص شکم سیر ہوگا اور لذت وتفریح کیلئے ہر طرح کے پھلوں اور میوہ جات سے شغل کرے گا۔(۴) درختوں پر پھل اتنی کثرت کے ساتھ ہوں گے کہ شاخیں پھلوں کے ساتھ جھکی پڑی ہوں گی اور وہاں کا معاملہ دنیا سے تین طرح مختلف ہوگا، پہلا یہ کہ دنیا میں اگر انسان ٹیک لگا کر بیٹھا ہو تو وہیں بیٹھے بیٹھے درختوں کے پھلوں تک اس کی رسائی نہیں ہوتی، جبکہ جنت میں اسے اپنی ٹیک ہٹانے کی ضرورت نہ ہوگی، پھل خود بخود اس کی طرف جھک جائیں گے، دوسرا یہ کہ دنیا میں ایک درخت سے قریب ہونے والا دوسرے درخت سے دور ہوتا ہے جبکہ آخرت میں ہر درخت اس کے قریب ہوگا، تیسرا یہ کہ دنیا میں انسان متحرک اور درخت اپنی جگہ ساکن ہوتے ہیں، جبکہ آخرت میں درخت متحرک اور انسان اپنی جگہ ساکن ہوگا۔(۵) اہل جنت ٹیک لگا کر آرام وسکون کے ساتھ اپنی نشستوں پر بیٹھے ہوں گے، گویا وہ جسمانی طور پر مکمل تندرست اور ذہنی طور پر یکسو ہوں گے، کیونکہ جو شخص

اٰیَاتُهَا ٩٦ (٥٦) سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ (٤٦) رُكُوْعَاتُهَا ٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ ① لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۘ ② خَافِضَةٌ

اِذَا	وَقَعَتِ	الْوَاقِعَةُ ①	لَيْسَ	لِوَقْعَتِهَا	كَاذِبَةٌ ②	خَافِضَةٌ
جب	واقع ہوجائے گی	واقع ہونے والی	نہیں	اس کے واقع ہونے میں	کوئی جھوٹ	پست کرنے والی

جب واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی۔ [١] اُس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ [٢] وہ کسی کو پست،

رَّافِعَةٌ ۙ ③ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۙ ④ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۙ ⑤

رَّافِعَةٌ ③	اِذَا	رُجَّتِ	الْاَرْضُ	رَجًّا ④	وَّبُسَّتِ	الْجِبَالُ	بَسًّا ⑤
بلند کرنے والی	جب	لرزنے لگے گی	زمین	کانپ کر	اور ریزہ ریزہ کردیے جائیں گے	پہاڑ	بکھیر کر

کسی کو بلند کر دے گی۔ [٣] جب زمین کانپ کر لرزنے لگے گی۔ [٤] اور پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ [٥]

فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۙ ⑥ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۗ ⑦ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ

فَكَانَتْ	هَبَآءً	مُّنْۢبَثًّا ⑥	وَّ	كُنْتُمْ	اَزْوَاجًا	ثَلٰثَةً ⑦	فَاَصْحٰبُ	الْمَيْمَنَةِ
پھر ہوجائیں گے وہ	گردوغبار	اڑتا ہوا	اور	تم ہوجاؤ گے	قسمیں	تین	سو رہنے والے	دائیں ہاتھ

پھر وہ اڑتا ہوا گردوغبار بن جائیں گے۔ [٦] اور تم تین قسموں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔ [٧] سو دائیں ہاتھ والے،

سے پہلے کسی جن یا انسان نے ہاتھ تک نہ لگایا ہوگا، چنانچہ ان کی بکارت بھی محفوظ ہوگی اور ان کی عفت وعصمت بھی ایک نعمت یہ بھی ہوگی کہ اہل جنت کو بیٹھنے اور ٹیک لگانے کیلئے جو شاہانہ تخت عطا کیے جائیں گے، وہ نہایت نفیس ہوں گے، ان پر سبز رنگ کی ریشمی، قیمتی مسندیں بچھی ہوں گی اور وہاں ایسے بے نظیر، عمدہ اور نفیس قالین بچھے ہوئے ہوں گے کہ جنہیں دیکھ کر انسان مبہوت رہ جائے، اس پر چلے تو پاؤں اس کی نرمی اور ملائمت کو اس قدر محسوس کریں گے کہ اسے اپنے پاؤں اس میں دھنستے ہوئے معلوم ہوں گے، اس میں کہیں کوئی سوراخ نہ ہوگا، وہ پرانا اور میلا کچیلا نہ ہوگا، یہ ایسی عظیم نعمتیں ہیں کہ تم ان میں سے کس کس نعمت کی تکذیب کرو گے؟ اگر تمہیں ان نعمتوں کی چاہت ہے تو اپنے رب کے نام سے برکت حاصل کرو، اس پر ایمان لاؤ اور اس کے ہر حکم پر عمل کرو، اس کا نام ہی اتنا بابرکت ہے کہ جس کام پر اس کا نام لے لیا جائے، اس میں بھی خیر وبرکت پیدا ہوجاتی ہے، سوچو کہ اس کی ذات کتنی بابرکت ہوگی، وہ بزرگی، عزت اور عظمت کا مالک ہے، اگر تمہیں بھی ان چیزوں کی تلاش ہے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کرو اور اس تعلق کو دنیا کے ہر تعلق پر ترجیح دو، تم کامیاب ہوجاؤ گے۔ الحمدللہ! آج مؤرخہ ١٥ اکتوبر ٢٠١٠ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب

وقف لازم

سورۃ الواقعۃ

سورۂ واقعہ مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ١٧٠٣، کلمات ٣٧٨، آیات ٩٦ اور رکوعات ٣ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی ''الواقعۃ'' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ واقعہ رکھا گیا، اس سورت کا مرکزی مضمون قیامت کے ہولناک احوال اور اس دن لوگوں کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں، پہلا گروہ اصحاب الیمین کا ہے، یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے ایمان اور اعمال کی برکت سے دائیں جانب کھڑے کیے جائیں گے، دوسرا گروہ مقربین کا ہے جو اپنے اخلاص اور للّٰہیت کی وجہ سے حق تعالیٰ کے قرب کے مستحق ہوں گے، تیسرا گروہ اصحاب الشمال کا ہے، یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے کفر وشرک اور گناہوں کی نحوست سے بائیں جانب کھڑے کیے جائیں گے، ان میں سب سے اعلیٰ گروہ مقربین کا ہے، لہٰذا جنت میں ان کی مہمان نوازی بھی سب سے اعلیٰ درجے کی ہوگی، دوسرا درجہ اصحاب الیمین کا ہے، اگرچہ ان کا درجہ دوسرا ہے لیکن جنت میں ہونے کی وجہ سے انہیں کسی قسم کی کمی کا کوئی احساس نہ ہوگا اور ان کی مہمان نوازی بھی بھرپور ہوگی، جہاں تک تعلق ہے اصحاب الشمال کا تو ان کا جو ہولناک انجام یہاں بیان کیا گیا ہے، اس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، ان کا کھانا پینا، لباس، رہائش اور طرز زندگی نہایت تکلیف دہ ہوگا، اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی چند نعمتوں کا ذکر کر کے ان کے متعلق پوچھا ہے کہ کیا کسی اور میں یہ کام کرنے کی ہمت اور طاقت ہے، پھر قرآن کریم کا ادب اور تقدس بیان کر کے آخر میں پھر انہی تینوں گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے جن سے سورت کا آغاز کیا گیا تھا اور حق تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے کے حکم پر سورت کا اختتام کیا گیا ہے۔ [١] [٢] ان آیتوں میں قیامت قائم ہونے کو ایک ایسی حقیقت قرار دیا گیا ہے جو نا قابل تردید اور نا قابل تکذیب ہے، اگر کوئی شخص قیامت کا منکر اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتا تو اس کی وجہ سے قیامت قائم ہونے میں کوئی تاخیر تو نہ ہوگی، البتہ جب قیامت قائم ہوجائے گی تو اسے بھی یقین آ جائے گا کہ یہ سچی خبر تھی جو انبیاء کرام علیہم السلام نے دی تھی اور اس میں کوئی جھوٹ نہ تھا لیکن اس وقت اس یقین کا اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ [٣] اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن کے دو وصف بیان کئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ وہ دن پست کرنے والا ہوگا، دوسرا یہ کہ وہ دن بلند کرنے والا ہوگا، یعنی اس دن کسی کو عزت نصیب ہوگی اور کسی کے مقدر میں ذلت ورسوائی ہوگی، اس دن بہت سے کمزور سمجھے جانے والے معزز اور بلند رتبہ ہوں گے اور بہت سے معززین ذلیل ورسوا ہوں گے، اس دن عزت اور ذلت کا سب سے پہلا معیار ایمان اور کفر ہوگا، دوسرا معیار اطاعت اور معصیت ہوگا، جو شخص جس معیار پر پورا اترے گا، اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ ہوگا۔ [٤] [٦] ان آیتوں میں قیامت کے دن زمین اور پہاڑوں کی کیفیت بیان کی گئی ہے، جس زمین پر ہم چلتے ہیں، جس پر ہم گھر، دکان بناتے ہیں، جس زمین کے ایک ایک انچ کی خاطر اپنے سگے بھائیوں تک کو قتل کر دیتے ہیں، اس میں ایسا سخت بھونچال اور زلزلہ آئے گا اور یہ اس طرح کانپے گی کہ اس پر ایک عمارت بھی اپنی جگہ قائم نہ رہ سکے گی، ہر چیز منہدم اور ملیا میٹ ہوجائے گی، پھر زمین کو جن پہاڑوں کے ذریعے ہلنے سے روکا گیا ہے اور انہیں کیلوں کی طرح زمین میں گاڑ دیا گیا ہے، ان کی مضبوطی اور بلندی سب دھری کی دھری رہ جائے گی اور وہ ریزہ ریزہ ہوکر بکھرا ہوا گردوغبار بن جائیں گے، دیکھنے والے کو یوں معلوم ہوگا کہ وہ بکھرے ہوئے پروانے اور پتنگے ہیں۔ [٧] [١٤] ان آیتوں میں قیامت کے دن لوگوں کا تین بڑے گروہوں میں تقسیم ہوجانا بیان کیا گیا ہے، پہلے گروہ کو تو اصحاب المیمنہ کا نام دیا گیا ہے، اگلی آیات میں اس گروہ کو اصحاب الیمین بھی کہا گیا ہے، اس کا لفظی معنی دائیں ہاتھ والے لوگ ہے، یعنی وہ لوگ جنہیں ان کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، یا وہ لوگ جو عرش الٰہی کی دائیں جانب جمع کیے جائیں گے تاکہ انہیں جنت کی طرف دائیں ہاتھ سے ہی روانہ کیا جائے، ان لوگوں کی خوش نصیبی کا کچھ نہ پوچھو، کیونکہ انہیں ایسی خوش نصیبی حاصل ہوگی جس کے بعد کوئی بدنصیبی نہ ہوگی اور انہیں ایسی کامیابی حاصل ہوگی جس کے بعد وہ ناکامی کے اندیشے سے ہی محفوظ ہو جائیں گے، دوسرے گروہ کو ''اصحاب المشئمہ'' کا نام دیا گیا ہے، اس گروہ کو ''اصحاب الشمال'' بھی کہا جاتا ہے، اس کا لفظی معنی بائیں ہاتھ والے لوگ ہے یعنی وہ لوگ جنہیں ان کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، یا وہ لوگ جو عرش الٰہی کی بائیں جانب جمع کیے جائیں گے تاکہ انہیں جہنم کی طرف بائیں ہاتھ ہی روانہ کر دیا جائے، ان لوگوں کی بدنصیبی یا محروم

مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۞ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ

مَآ	اَصْحٰبُ	الْمَيْمَنَةِ ۞	وَ	اَصْحٰبُ	الْمَشْئَمَةِ	مَآ	اَصْحٰبُ
کیا	رہنے والے	دائیں ہاتھ	اور	رہنے والے	بائیں ہاتھ	کیا	رہنے والے

کیا خوب ہیں دائیں ہاتھ والے۔ ۸ اور بائیں ہاتھ والے، کیا ہی برے ہیں

الْمَشْئَمَةِ ۞ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۞ فِيْ جَنّٰتِ

الْمَشْئَمَةِ ۞	وَ	السّٰبِقُوْنَ	السّٰبِقُوْنَ ۞	اُولٰٓئِكَ	الْمُقَرَّبُوْنَ ۞	فِيْ	جَنّٰتِ
بائیں ہاتھ	اور	آگے بڑھنے والے	آگے بڑھنے والے	وہی لوگ	مقربین	بیچ	باغات کے

بائیں ہاتھ والے۔ ۹ اور سبقت لیجانے والے تو سبقت لیجانے والے ہیں۔ ۱۰ وہی مقرب لوگ ہیں۔ ۱۱ نعمت کے

النَّعِيْمِ ۞ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۞ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۞ عَلٰى سُرُرٍ

النَّعِيْمِ ۞	ثُلَّةٌ	مِّنَ	الْاَوَّلِيْنَ ۞	وَ	قَلِيْلٌ	مِّنَ	الْاٰخِرِيْنَ ۞	عَلٰى	سُرُرٍ
نعمت کے	ایک بڑی جماعت	سے	پہلوں کے	اور	تھوڑے	سے	پچھلوں کے	پر	تختوں کے

باغوں میں ہوں گے۔ ۱۲ ایک بڑی جماعت پہلوں میں سے ہوگی۔ ۱۳ اور تھوڑے سے لوگ پچھلوں میں بھی ہوں گے۔ ۱۴ جڑاؤ تختوں پر

مَّوْضُوْنَةٍ ۞ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۞ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ

مَّوْضُوْنَةٍ ۞	مُّتَّكِـِٕيْنَ	عَلَيْهَا	مُتَقٰبِلِيْنَ ۞	يَطُوْفُ	عَلَيْهِمْ	وِلْدَانٌ
جڑاؤ کئے ہوئے	ٹیک لگائے ہوئے	اس پر	آمنے سامنے	گھومتے ہوں گے	ان پر	لڑکے

بیٹھے ہوں گے۔ ۱۵ اُن پر تکیے لگائے آمنے سامنے ہوں گے۔ ۱۶ اُن کے سامنے ایسے لڑکے لیے پھریں گے جو

مُّخَلَّدُوْنَ ۞ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۞

مُّخَلَّدُوْنَ ۞	بِاَكْوَابٍ	وَّ	اَبَارِيْقَ	وَكَاْسٍ	مِّنْ	مَّعِيْنٍ ۞
ہمیشہ رہنے والے	کٹورے	اور	پیالے	اور گلاس	سے	نتھری شراب کے

ہمیشہ لڑکے رہیں گے۔ ۱۷ نتھری ہوئی شراب کے کٹورے، پیالے اور گلاس۔ ۱۸

لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۞ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۞ وَلَحْمِ

لَا	يُصَدَّعُوْنَ	عَنْهَا	وَ	لَا	يُنْزِفُوْنَ ۞	وَ	فَاكِهَةٍ	مِّمَّا	يَتَخَيَّرُوْنَ ۞	وَ	لَحْمِ
نہ	سردرد ہوگا اُنہیں	اس سے	اور	نہ	وہ بہکیں گے	اور	میوے	اُنمیں سے جو	وہ پسند کریں گے	اور	گوشت

جس سے اُن کے سر میں درد ہوگا اور نہ ہی وہ بہکیں گے۔ ۱۹ اور وہ میوے جو اُنہیں پسند ہوں گے۔ ۲۰ اور اُن پرندوں کا

طبیعی کا کچھ نہ پوچھو، کیونکہ وہ ایسے بدنصیب ہوں گے جو تا ابد خوش نصیبی کا منہ نہ دیکھ سکیں گے اور وہ ایسے ناکام ہوں گے جس کے بعد وہ کامیابی کیلئے ترستے اور ہاتھ ملتے رہ جائیں گے، تیسرے گروہ کو مقربین کا نام دیا گیا ہے، یعنی وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ کا خاص قرب نصیب ہوگا، ان میں سب سے اونچا مقام انبیاء کرام علیہم السلام کا ہوگا، پھر انبیاء کرام علیہم السلام میں بھی درجہ بندی ہوگی اور اس درجہ بندی کے اعتبار سے انہیں حق تعالیٰ کا قرب نصیب ہوگا، اس کے بعد ہر نبی کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اولیاء کرام اور ابدال واقطاب کی درجہ بندی ہوگی، اس درجہ بندی میں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ اہل سنت و الجماعت کا عقیدہ ہے کہ کوئی بھی غیر نبی انسان اپنی ذاتی محنت اور مجاہدے کی وجہ سے ترقی کے تمام مدارج طے کر لینے کے باوجود نبی نہیں بن سکتا کیونکہ نبوت کسبی چیز نہیں ہے بلکہ وہبی چیز ہے اور چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اس لئے ان کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء کرام بھی بھیجے وہ سب نبی علیہ السلام سے پہلے آئے، چنانچہ مقربین کے پہلے گروہ کی تقریباً کل تعداد نبی علیہ السلام سے پہلے مکمل ہونے والی تھی، جب نبی علیہ السلام تشریف لائے تو اس گروہ کی تکمیل ہوگئی اور اب اس میں کوئی اضافہ ممکن نہیں ہے، جہاں تک تعلق ہے اولیاء کرام کا تو وہ ہر امت میں ہوئے ہیں لیکن جو لوگ انبیاء کرام کے زمانے کے قریب تر رہے، ان میں اولیاء کی تعداد بعد میں آنے والے لوگوں سے زیادہ رہی اور جوں جوں لوگ عہد نبوت سے دور ہوتے گئے، ان میں ایسے پاکیزہ اولیاء کی تعداد گھٹتی چلی گئی جن کی دعا اللہ تعالیٰ مسترد نہیں فرماتا، اس لئے یہاں پہلوں اور پچھلوں میں مقربین کی تعداد کے حوالے سے فرق نمایاں کیا گیا ہے۔ ۱۵ ۲۶ ان آیتوں میں مقربین کو ملنے والے انعام کی تفصیلات بیان فرمائی گئی ہیں، ان تفصیلات میں اس قدر کشش ہے کہ پڑھنے اور سننے

والا بے اختیار ان کی خواہش اپنے دل میں محسوس کرتا ہے، جو کہ مقربین کے سب سے اہم گروہ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام میں شمولیت کے حوالے سے تو ناممکن ہے، البتہ مجاہدہ اور ریاضت کے ذریعے مقام ولایت حاصل کرنا اس گروہ کے مقربین میں شامل ہونا ممکن ہے، پہلا انعام یہ کہ انہیں جڑاؤ تخت عطا کئے جائیں گے یعنی وہ تخت خالص سونے کے ہوں گے اور ان پر جواہرات اور موتی جڑے ہوئے ہوں گے جیسے کوئی بہت بڑا بادشاہ اپنے لئے نہایت پرشکوہ تخت بنواتا ہے، دوسرا انعام یہ کہ وہاں کسی قسم کی دورخی یا بے رخی نہیں ہوگی، اہل جنت ایک دوسرے کے سامنے اپنے شاہانہ تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے اور کسی کو دوسرے سے حسد نہیں ہوگا، ان کے درمیان کوئی عداوت اور دشمنی نہ ہوگی اور وہاں مفادات کی کوئی جنگ بھی نہ ہوگی، تیسرا انعام یہ کہ ان کی خدمت کیلئے نہایت خوبصورت نوعمر لڑکے مقرر کئے جائیں گے جو ہمیشہ نوعمر ہی رہیں گے، ان کی عمر نہ کم ہوگی اور نہ زیادہ، نیز ان کی خوبصورتی میں بھی کسی قسم کی کمی یا تبدیلی واقع نہ ہوگی، چوتھا انعام یہ کہ ان کی تواضع نتھری ہوئی خالص شراب طہور سے کی جائے گی، خدام کے ہاتھوں میں منقش گلاس، سونے چاندی کے کٹورے اور پیالے ہوں گے، وہ بھر بھر کے پلاتے جائیں گے اور اہل جنت پیتے جائیں گے، پانچواں انعام یہ کہ جنت کی شراب دنیوی شراب کے آثار ونتائج سے بالکل پاک ہوگی، دنیا کی شراب پی کر انسان پر نشہ چھا جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان کے سر میں بھی درد ہوتا ہے اور اس کی عقل بھی زائل ہو جاتی ہے چنانچہ وہ نشے میں مدہوش ہو کر ایسی باتیں کہہ دیتا اور ایسے کام کر لیتا ہے جن کا ہوش کی حالت میں وہ تصور بھی نہیں کر سکتا، جنتی شراب میں یہ عیب نہیں ہوں گے اس لئے وہ پینے سے اہل جنت کے سر میں درد ہوگا اور نہ ان کی عقل زائل ہوگی، چھٹا انعام یہ کہ انہیں ہر طرح کے میوے میسر ہوں گے اور جس قسم کے میوے کی انہیں خواہش ہوگی ان کے سامنے حاضر

طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾

طَيْرٍ	مِّمَّا	يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾	وَ	حُوْرٌ	عِيْنٌ ﴿۲۲﴾	كَاَمْثَالِ	اللُّؤْلُؤِ	الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾
پرندوں کا	اُنمیں سے جو	وہ چاہیں گے	اور	حوریں	بڑی آنکھوں والی	جیسے مثالیں	موتی کی	چھپے ہوئے

گوشت جس کی اُنہیں خواہش ہوگی۔ ۲۱ اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں۔ ۲۲ جیسے غلاف میں لپٹے ہوئے موتی ہوں۔ ۲۳

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِلَّا

جَزَآءًۢ	بِمَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾	لَا	يَسْمَعُوْنَ	فِيْهَا	لَغْوًا	وَّ	لَا	تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾	اِلَّا
بدلہ	وہ جو	تھے	کرتے رہے	نہیں	سنیں گے	اُسمیں	کوئی بیہودگی	اور	نہ	گناہ	مگر

یہ اُن اعمال کا بدلہ ہوگا جو وہ کرتے رہے۔ ۲۴ وہاں وہ کوئی بیہودہ یا گناہ کی بات نہ سنیں گے۔ ۲۵ سوائے

قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾

قِيْلًا	سَلٰمًا	سَلٰمًا ﴿۲۶﴾	وَ	اَصْحٰبُ	الْيَمِيْنِ	مَآ	اَصْحٰبُ	الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾
کہنا	سلام ہو	سلام ہو	اور	رہنے والے	دائیں ہاتھ کے	کیا	رہنے والے	دائیں ہاتھ کے

اِس لفظ کے کہ سلام ہو، سلام ہو۔ ۲۶ اور دائیں ہاتھ والے، کیا خوب ہیں دائیں ہاتھ والے۔ ۲۷

فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَّمَآءٍ

فِيْ	سِدْرٍ	مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾	وَّ	طَلْحٍ	مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾	وَّ	ظِلٍّ	مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾	وَّ	مَآءٍ
بیچ	بیری کے	کانٹے سے خالی	اور	کیلے	تہہ بر تہہ	اور	سایہ	لمبا	اور	پانی

وہ بیری کے ایسے درختوں میں ہوں گے جن میں کانٹا نہیں ہے۔ ۲۸ اور تہہ بر تہہ کیلے۔ ۲۹ اور پھیلے ہوئے سائے۔ ۳۰ اور بہتا ہوا

مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾

مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾	وَّ	فَاكِهَةٍ	كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾	لَّا	مَقْطُوْعَةٍ	وَّ	لَا	مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾
بہتا ہوا	اور	میوے	بہت سے	نہ	ختم کیے گئے	اور	نہ	منع کیے گئے

پانی۔ ۳۱ اور کثیر تعداد میں میوے۔ ۳۲ جو کبھی ختم ہوگا اور نہ اس میں کوئی رکاوٹ ہو گی۔ ۳۳

وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾

وَّ	فُرُشٍ	مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾	اِنَّآ	اَنْشَاْنٰهُنَّ	اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾	فَجَعَلْنٰهُنَّ	اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾
اور	نشستیں	بلند و بالا	بیشک ہم نے	پیدا کیا عورتوں کو	پیدا کرنا	سو کر دیا ہم نے انہیں	کنواریاں

اور بلند و بالا نشستیں۔ ۳۴ بیشک ہم نے اُن عورتوں کو ایک خاص انداز میں پیدا کیا ہے۔ ۳۵ چنانچہ ہم نے اُنہیں کنواریاں بنایا ہے۔ ۳۶

ہو جائے گا، ساتواں انعام یہ کہ انہیں کھانے کیلئے پرندوں کا گوشت حسب منشا عطا کیا جائیگا، چنانچہ انہیں جس پرندے کی خواہش ہوگی وہی ان کے سامنے حاضر کیا جائے گا اور جس طرح خواہش ہوگی کہ اسے بھنا ہوا ہونا چاہئے یا سالن والا ہونا چاہئے اسے فوراً پورا کیا جائے گا، آٹھواں انعام یہ کہ انہیں جنت کی حوروں میں سے نہایت خوبصورت حوریں عطا کی جائیں گی جن کی آنکھیں انڈے کی طرح یا قیمتی موتی کی طرح ہوں گی، ان بڑی بڑی آنکھوں میں اپنے شوہر کیلئے بے پناہ محبت اور پیار ہوگا اور ان کی آنکھوں نے اپنے شوہر کے علاوہ کبھی کسی اور کو نہیں دیکھا ہوگا، نواں انعام یہ کہ وہ وہاں کوئی بیہودگی یا گناہ پر مبنی بات کان میں نہ پڑے گی کیونکہ جنت میں کوئی کبھی جھوٹ نہیں بولے گا، وہاں گالی یا بدزبانی کا تصور بھی نہیں ہوگا، غیبت، چغل خوری، لوگوں کے درمیان پھوٹ ڈالنا، فحش باتیں کرنا اور کسی کی عزت کو داغ دار کرنا وہاں ممکن نہ ہوگا ورنہ جنت بھی جہنم بن جائے گی، دسواں انعام یہ کہ جنت میں ہر سمت سے سلامتی کی صدائیں بلند ہو رہی ہوں گی، سوائے سلامتی کی بات کے کسی کے منہ سے کچھ نہیں نکلے گا، ہر لفظ اور عمل میں خیر ہی خیر ہوگی کیونکہ جنت کا دوسرا نام دارالسلام بھی ہے اور اسے دارالسلام کہنا اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جبکہ وہاں زبانوں پر سلامتی کا ہی ترانہ جاری ہو، یہ انعامات اُن اعمال اور ریاضتوں کا بدلہ ہیں جو یہ حضرات دنیا میں کرتے چلے آئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے یہ بدلہ تیار فرما رکھا ہے اور وہ بہترین بدلہ دینے والا ہے۔ ۲۷ ۳۴ ان آیتوں میں اصحاب الیمین کو ملنے والے انعامات کی تفصیل بیان فرمائی گئی ہے، اصحاب الیمین سے مراد وہ نیک لوگ ہیں جن کا درجہ انبیاء و مقربین سے کم تر ہے لیکن اپنے ایمان اور اعمال کی برکت سے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے مستحق قرار پائے اور جنت میں داخل ہو گئے، ایسے لوگوں کی تعداد پہلی امتوں میں بھی بہت زیادہ رہی ہے اور اس امت میں بھی ان کی ایک بہت بڑی تعداد ہے، اگرچہ اس امت کو دوسری امتوں کی نسبت تھوڑا زمانہ ملا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے دوسری تمام امتوں پر فوقیت اور فضیلت دی ہے، یہاں تک کہ میدان حشر میں اولین و آخرین کی ایک سو بیس صفیں بنائی جائیں گی جن میں سے اسی صفیں صرف اس امت کی ہوں گی اور باقی چالیس صفیں سابقہ تمام امتوں کی ہوں گی، ان میں سے اصحاب الیمین کیلئے یہاں چھ چیزیں ذکر کی گئی ہیں۔ (۱) خوش منظر درخت (۲) میوہ جات اور پھلوں کی کثرت (۳) دور دور تک پھیلے ہوئے سائے (۴) صاف ستھرا وافر مقدار میں پانی (۵) قیمتی بستر (۶) ہم عمر محبوبائیں، درختوں میں سے یہاں صرف بیر اور کیلے کے درختوں کا ذکر کیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر اہل جنت کو آم کھانے کی خواہش ہوگی تو انہیں وہاں آم نہیں ملے گا، یا وہاں بیروں اور کیلوں کے علاوہ کوئی اور پھل دستیاب نہیں ہوگا بلکہ ان دونوں چیزوں کا ذکر بطور مثال کے فرمایا گیا ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ بیر کے پتے چھوٹے ہوتے ہیں اور کیلے کے درخت پر بڑے بڑے پتے ہوتے ہیں، گویا چھوٹے اور بڑے پتے والے درختوں میں سے ہر ایک کی ایک ایک قسم بیان کردی گئی کہ جنت میں ہر طرح کے درخت ہوں گے، چھوٹے پتوں والے بھی اور بڑے پتوں والے بھی، رہی یہ بات کہ بیر کے درخت پر تو کانٹے بھی ہوتے ہیں اور کانٹا چبھنا تو انعام نہیں ہے؟ سو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے خود ہی دے دیا ہے کہ جنت میں بیر کے جو درخت ہوں گے، ان پر ایک بھی کانٹا نہیں ہوگا، نیز کیلے کے درخت پر کیلے کی اتنی تہیں لگی ہوں گی کہ دیکھنے والا مبہوت رہ جائے گا، پھر درختوں پر لگا ہوا پھل اور خشک میوہ جات اس قدر وافر اور کثیر مقدار میں موجود ہوں گے کہ ایک لمبے عرصے کیلئے بھی اس میں کمی کا احساس نہ ہوگا، دنیا میں پھل اپنے موسم میں ہی دستیاب ہوتا ہے، بے موسمی پھل نہیں ملتا اور اگر

عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿٣٧﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٣٨﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٩﴾ وَ ثُلَّةٌ

عُرُبًا	اَتْرَابًا ﴿٣٧﴾	لِّاَصْحٰبِ	الْيَمِيْنِ ﴿٣٨﴾	ثُلَّةٌ	مِّنَ	الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٩﴾	وَ	ثُلَّةٌ
محبت کرنے والیاں	ہم عمر	رہنے والوں کیلئے	دائیں ہاتھ	ایک بڑی جماعت	سے	پہلوں کے	اور	بڑی جماعت

محبت کرنے والی، ہم عمر۔ ﴿٣٧﴾ یہ سب دائیں ہاتھ والوں کیلئے ہے۔ ﴿٣٨﴾ ایک بڑی جماعت پہلوں میں سے ہوگی۔ ﴿٣٩﴾ اور ایک بڑی جماعت

مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٠﴾ وَ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾

مِّنَ	الْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٠﴾	وَ	اَصْحٰبُ	الشِّمَالِ	مَآ	اَصْحٰبُ	الشِّمَالِ ﴿٤١﴾
سے	پچھلوں کے	اور	رہنے والے	بائیں ہاتھ	کیا	رہنے والے	بائیں ہاتھ

پچھلوں میں سے ہو گی۔ ﴿٤٠﴾ اور بائیں ہاتھ والے، کیا ہی برے ہیں بائیں ہاتھ والے۔ ﴿٤١﴾

فِيْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِيْمٍ ﴿٤٢﴾ وَّ ظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَّ لَا كَرِيْمٍ ﴿٤٤﴾ اِنَّهُمْ

فِيْ	سَمُوْمٍ	وَّ	حَمِيْمٍ ﴿٤٢﴾	وَّ	ظِلٍّ	مِّنْ	يَّحْمُوْمٍ ﴿٤٣﴾	لَّا	بَارِدٍ	وَّ	لَا	كَرِيْمٍ ﴿٤٤﴾	اِنَّهُمْ
بیچ	لو کے	اور	کھولتا پانی	اور	سایہ	سے	کالے دھوئیں کا	نہ	ٹھنڈا	اور	نہ	باعثِ عزت	بیشک وہ

وہ لو کی لپٹ اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے۔ ﴿٤٢﴾ اور کالے دھوئیں کے سائے میں۔ ﴿٤٣﴾ جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ باعثِ عزت۔ ﴿٤٤﴾ کیونکہ

كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَ كَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ

كَانُوْا	قَبْلَ	ذٰلِكَ	مُتْرَفِيْنَ ﴿٤٥﴾	وَ	كَانُوْا	يُصِرُّوْنَ	عَلَى	الْحِنْثِ
تھے	پہلے	اس کے	آسودگی والے	اور	تھے وہ	اصرار کرتے	پر	گناہ کے

اس سے پہلے وہ لوگ آسودہ حال تھے۔ ﴿٤٥﴾ اور بڑے بڑے گناہوں پر اصرار کیا

الْعَظِيْمِ ﴿٤٦﴾ وَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا

الْعَظِيْمِ ﴿٤٦﴾	وَ	كَانُوْا	يَقُوْلُوْنَ	اَئِذَا	مِتْنَا	وَ	كُنَّا	تُرَابًا	وَّ	عِظَامًا	ءَ	اِنَّا
بڑے	اور	تھے وہ	کہتے رہے	کیا جب	ہم مرجائیں گے	اور	ہوجائیں گے	مٹی	اور	ہڈیاں	کیا	بیشک ہم

کرتے تھے۔ ﴿٤٦﴾ اور کہتے تھے کہ کیا جب ہم مرکر مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے تو کیا ہمیں

لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿٤٧﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿٤٨﴾ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٩﴾

لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿٤٧﴾	اَوَ	اٰبَآؤُنَا	الْاَوَّلُوْنَ ﴿٤٨﴾	قُلْ	اِنَّ	الْاَوَّلِيْنَ	وَ	الْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٩﴾
البتہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے	اور کیا	ہمارے باپ	پہلے والے	تُو کہہ	بیشک	پہلے	اور	پچھلے

دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ ﴿٤٧﴾ کیا ہمارے پہلے آباؤاجداد کو بھی؟ ﴿٤٨﴾ آپ فرما دیجئے کہ بیشک پہلے اور پچھلے۔ ﴿٤٩﴾

ع ۱ ۴۸ ۱۴

بڑے بڑے سٹوروں پر ملتا بھی ہے تو وہ نہایت مہنگا ہوتا ہے اور اسے معقول طریقوں سے محفوظ رکھا جاتا ہے، اس کے علاوہ دنیا میں ہر انسان کی ہر پھل تک رسائی بھی نہیں ہوتی، اکثر اوقات مہنگائی کی وجہ سے اور بعض اوقات اپنے مزاج کے موافق نہ آنے کی وجہ سے، ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض پھل ایک جگہ تو مل جاتے ہیں لیکن دوسرے علاقے میں دستیاب نہیں ہوتے، یہاں ان تمام صورتوں کی نفی کردی گئی ہے، لہٰذا اہل جنت کو ہر قسم کا پھل کسی بھی رکاوٹ کے بغیر نہایت آسانی سے دستیاب ہوگا وہاں موسمی اور بے موسمی مہنگے اور سستے خوش ذائقہ اور بدمزہ کا کوئی تصور نہ ہوگا۔ تیسری نعمت یہ کہ وہاں دور دور تک پھیلے ہوئے سائے ہوں گے، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک درخت کا سایہ اتنی لمبی مسافت پر پھیلا ہوا ہوگا کہ اگر کوئی شخص تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے، تب بھی اس کا سایہ ختم نہ ہوگا اور سایہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے، اس کے متعلق ان لوگوں سے پوچھنا چاہئے جو سارا سارا دن دھوپ میں محنت مزدوری کرتے ہیں، پسینہ ان کے جسم سے پانی کی طرح بہتا ہے، زبان ان کی لٹک رہی ہوتی ہے اور وہ بری طرح ہانپ رہے ہوتے ہیں، سو جب اہل جنت کیلئے پھیلے ہوئے سائے کا ذکر کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہاں کسی قسم کی محنت اور مشقت نہ ہوگی، وہاں کسی کو پسینہ نہیں آئے گا، لہٰذا جن لوگوں کو پسینے کی بدبو کی وجہ سے ناگواری درپیش رہتی ہے، وہ ناگواری بھی ختم ہوجائے گی، چوتھی نعمت یہ کہ جنت میں بہتا ہوا پانی لوگوں کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور فرحت بخشے گا، دنیا میں بھی انسان بہتے سمندر، بہتی جھیل، بہتے چشمے اور بہتی آبشاریں دیکھ کر خوش ہوتا ہے، ان قدرتی مناظر سے اس کی فطرت کی تسکین ہوتی ہے اور دماغ کو سکون ملتا ہے، جس کی وجہ سے لوگ گھنٹوں بہتے پانی کے سامنے بیٹھے رہتے ہیں، پانچویں نعمت یہ کہ اہل جنت کو نہایت عمدہ نفیس اور قیمتی بستر عطا کئے جائیں گے، مزاج کی نفاست اور پرسکون نیند کیلئے یہ چیز بہت اہمیت رکھتی ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر دولہا اور دلہن کیلئے جس طرح کمرے کو آراستہ اور پیراستہ کیا جاتا ہے، موقع کی مناسبت سے اس کا اہتمام ہر علاقے کے لوگ کرتے ہیں، گویا یوں کہئے کہ اہل جنت کی ہر رات ہی شادی کی پہلی رات کی طرح ہوگی اور ان کا ہر دن عید کے دن کی طرح ہوگا اور ان کی خوشیوں کو دوبالا کرنے کیلئے انہیں جو بیویاں دی جائیں گی ان کی اٹھان ہی عام اولاد آدم سے مختلف ہوگی، انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ کُن سے پیدا کرکے ہر جن وانس کی نگاہوں سے محفوظ کر رکھا ہے، ان تک ان کے شوہر کے علاوہ ہر ایک کی رسائی ناممکن بنادی ہے، وہ شادی شدہ نہیں ہیں، اللہ نے انہیں کنواریاں رکھا ہے، وہ اپنے شوہر سے بے حد محبت کرنے والی اور اپنے شوہر کو بے حد محبوب ہوں گی اور اپنے شوہر کے ساتھ عمر کے لحاظ سے بھی ان کا جوڑ بنا ہوگا، چنانچہ دونوں ہم عمر ہوں گے، دنیا میں بہت سی بے جوڑ شادیاں ہوتی ہیں، بسا اوقات انسان کو اپنی بیوی سے محبت نہیں ہوتی یعنی وہ بیوی تو ہوتی ہے لیکن محبوبہ نہیں ہوتی اور بسا اوقات جو عورت اس کی محبوبہ ہوتی ہے وہ اس کی بیوی نہیں بن پاتی، اسی طرح بعض اوقات شوہر کی عمر تیرہ سال اور بیوی کی عمر پچیس سال ہوتی ہے اور بعض اوقات شوہر کی عمر ستر سال اور بیوی کی عمر تیس سال ہوتی ہے، جنت میں اس طرح کی بے جوڑ شادیاں نہ ہوں گی، سب حسین وجمیل اور خوبصورت ہوں گے اور سب کی عمریں ۳۳ سال ہوں گی۔ ﴿٤١﴾ ﴿٥٦﴾ ان آیتوں میں اصحاب الشمال کا انجام اور انہیں دی جانے والی سزاؤں کی تفصیل بیان کی گئی ہے، اس تفصیل کو پڑھ اور سن کر انسان کو جھرجھری سی آجاتی ہے اور جس شخص کے دل میں فکر آخرت موجود ہو وہ سکون سے نہیں بیٹھ سکتا، جب تک ان سزاؤں سے بچنے کیلئے ڈھال اور مواد جمع نہ کرلے، اصحاب

لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ إِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝٥٠ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ

لَمَجْمُوْعُوْنَ	إِلٰى	مِيْقَاتِ	يَوْمٍ	مَّعْلُوْمٍ ۝	ثُمَّ	إِنَّكُمْ	أَيُّهَا	الضَّآلُّوْنَ
البتہ جمع کیے جائیں گے	طرف	وقت کے	ایک دن	متعین	پھر	بیشک تم	اے	گمراہوں

سب ایک مقررہ دن کے وقت پر جمع کیے جائیں گے۔ ۝٥٠ پھر اے بھٹکے ہوئے، جھٹلانے والو!

الْمُكَذِّبُوْنَ ۝٥١ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝٥٢ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا

الْمُكَذِّبُوْنَ ۝	لَاٰكِلُوْنَ	مِنْ	شَجَرٍ	مِّنْ	زَقُّوْمٍ ۝	فَمَالِـُٔوْنَ	مِنْهَا
جھٹلانے والوں	البتہ کھانے والے	سے	درخت	سے	زقوم کے	سو بھرنے والے	اس سے

تم لوگ ۝٥١ زقوم کے درخت میں سے ضرور کھاؤ گے۔ ۝٥٢ پھر اُس سے اپنے پیٹ

الْبُطُوْنَ ۝٥٣ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝٥٤ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ

الْبُطُوْنَ ۝	فَشٰرِبُوْنَ	عَلَيْهِ	مِنَ	الْحَمِيْمِ ۝	فَشٰرِبُوْنَ	شُرْبَ
پیٹوں کو	سو پینے والے	اس پر	سے	کھولتا پانی	پھر پینے والے	جیسے پینا

بھرو گے۔ ۝٥٣ پھر اُس کے اوپر کھولتا ہوا پانی پیو گے۔ ۝٥٤ اور اس طرح پیو گے جیسے پیاسا اونٹ

الْهِيْمِ ۝٥٥ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝٥٦ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا

الْهِيْمِ ۝	هٰذَا	نُزُلُهُمْ	يَوْمَ	الدِّيْنِ ۝	نَحْنُ	خَلَقْنٰكُمْ	فَلَوْلَا
پیاسے اونٹ کا	یہ	ان کی مہمان نوازی	دن	بدلے کے	ہم	پیدا کیا ہم نے تمہیں	تو کیوں نہیں ہوا

پیتا ہے۔ ۝٥٥ قیامت کے دن یہ اُن کی مہمان نوازی ہو گی۔ ۝٥٦ ہم نے ہی تمہیں پیدا کیا ہے تو تم

لَا تُصَدِّقُوْنَ ۝٥٧ أَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝٥٨ ءَأَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ أَمْ نَحْنُ

تُصَدِّقُوْنَ ۝	أَفَرَءَيْتُمْ	مَّا	تُمْنُوْنَ ۝	ءَ	أَنْتُمْ	تَخْلُقُوْنَهٗ	أَمْ	نَحْنُ
تم تصدیق کرتے	تو کیا تم نے دیکھا	وہ جو	تم ٹپکاتے ہو	کیا	تم	اسے پیدا کرتے ہو	یا	ہم

تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ ۝٥٧ بھلا یہ تو بتاؤ کہ وہ مادہ جو تم ٹپکاتے ہو؟ ۝٥٨ کیا تم اُسے پیدا کرتے ہو یا ہم ہی

الْخٰلِقُوْنَ ۝٥٩ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝٦٠

الْخٰلِقُوْنَ ۝	نَحْنُ	قَدَّرْنَا	بَيْنَكُمُ	الْمَوْتَ	وَ	مَا	نَحْنُ	بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝
پیدا کرنے والے	ہم	اندازہ مقرر کیا ہم نے	تمہارے درمیان	موت کا	اور	نہیں	ہم	عاجز ہونے والے

اُسے بھی پیدا کرنے والے ہیں؟ ۝٥٩ ہم تمہارے درمیان موت کا اندازہ مقرر کر چکے ہیں اور ہم عاجز نہیں ہیں۔ ۝٦٠

الشمال سے وہ لوگ مراد ہیں جنہیں ان کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ جہنم کے مستحق ہوں گے، یہاں ان کے جرائم کی تفصیل بھی دی گئی ہے، جس کا منشا یہ ہے کہ اگر انہیں اصحاب الشمال میں داخل کیا گیا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے، بلکہ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مال و دولت کی فراوانی، خوشحالی اور فارغ البالی عطا فرما رکھی تھی، اس خوشحالی اور فراوانی کا شکر ادا کرنے کی بجائے انہوں نے ناشکری کا راستہ اختیار کیا اور روپے پیسے کی ریل پیل نے انہیں غفلت، سرکشی اور تکبر کے اندھے کنوئیں میں دھکیل دیا اور یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں پر اصرار کرتے رہے، اپنے کفر و شرک پر جو روئے زمین کا سب سے بڑا گناہ ہے، جمے رہے اور انہوں نے اپنی علمی اور عملی کوتاہیوں پر کبھی بھی اللہ تعالیٰ سے معافی نہیں مانگی بلکہ اپنے گناہوں پر اکڑ گئے اور نہایت جرات و بے باکی سے ان کا ارتکاب کرتے رہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے، قیامت قائم ہونے اور جزا و سزا کا نظام نافذ ہونے کے منکر تھے، چنانچہ جب بھی انبیاء کرام علیہم السلام اور دعوت و تبلیغ میں ان کے نائبین انہیں یہ باور کروانے کی کوشش کرتے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا برحق ہے، قیامت ضرور آئے گی اور ہر شخص کو اسکے اعمال کا بدلہ ضرور دیا جائے گا تو انہیں اس پر تعجب ہوتا تھا اور وہ کہتے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جب ہماری ہڈیاں بھی گل سڑ جائیں گی اور ہم مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے تو ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ اگر ایسا ہونا ممکن ہے تو جو لوگ ہم سے پہلے فوت ہو چکے، ان میں سے کسی کو زندہ کیوں نہیں کیا گیا؟ کیا قیامت کے دن ہمارے پہلے آباؤ اجداد کو بھی دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ ہماری عقل تو اس بات کو تسلیم نہیں کرتی، اللہ تعالیٰ نے اس پر شدید ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے گمراہ اور جھوٹے لوگو! تمہاری عقل تسلیم کرے یا نہ کرے لیکن یاد رکھو! کہ نہ صرف تمہیں بلکہ تمہارے آباؤ اجداد کو بھی اور تمام اولین و آخرین کو بھی دوبارہ زندہ کیا جائے گا، اس مقصد کیلئے دن بھی مقرر ہے، وقت بھی مقرر ہے اور جگہ بھی مقرر ہے، نیز یہ بھی یاد رکھو کہ تم اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ کر کہیں بھاگ نہ سکو گے، تمہارے لئے ''مہمان نوازی'' کے تمام لوازمات کا انتظام کر لیا گیا ہے، وہاں تمہیں شدید قسم کی گرمی کا سامنا کرنا پڑے گا، گرم ہوا کے تھپیڑے اور نہایت شدید لُو تمہاری تکلیفوں میں اضافے کا سبب ہوگی، یہ تو بیرونی گرمی ہوگی، اندرونی گرمی اس طرح ہوگی کہ انہیں پینے کیلئے جو پانی دیا جائے گا، وہ نہایت کھولتا ہوا پانی ہوگا جسے ہونٹ کے قریب لانے سے ہونٹ جل جائیں گے، منہ میں ڈالنے سے زبان جل جائے گی، پیٹ میں پہنچنے پر انتڑیاں کٹ کر باہر آ جائیں گی اور اس وقت انہیں اس قدر شدید پیاس لگی ہوگی جیسے پیاسے اونٹ کو لگتی ہے اور اسے جوں ہی پانی نظر آتا ہے وہ تیزی کے ساتھ اس کی طرف لپکتا ہے، یہی حال اہل جہنم کا ہوگا، انہیں کھانے کیلئے زقوم کا درخت دیا جائے گا، وہ اس کے پھل توڑ کر کھانا چاہیں گے تو اس کے کانٹے ان کے حلق میں پھنس جائیں گے وہ اسے کھانا تو نہ چاہیں گے لیکن ان کے پاس اپنا پیٹ بھرنے کیلئے اس کے علاوہ کوئی اور چارۂ کار نہیں ہوگا، وہاں ہر وقت کالے دھوئیں کے بادل اور مرغولے چھائے رہیں گے، جس سے نہ انہیں جسمانی آرام ملے گا اور نہ ذہنی تازگی نصیب ہوگی، یہ تو ان سزاؤں کا ایک مختصر سا نمونہ ہے جو جہنم میں تیار کی گئی ہیں، اصل سزائیں آخرت میں سامنے آئیں گی، اب انسان کو سوچنا چاہئے کہ جب نمونہ ناقابل برداشت ہے تو اصل سزا کیونکر قابل برداشت ہوگی۔ ۝٦٢ ۝٥٧ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی پہلی تخلیق یاد کروائی ہے جس کا منشا یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو پہلی مرتبہ تمہیں پیدا کرنے میں کوئی دشواری اور

عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ

عَلٰٓى	اَنْ	نُّبَدِّلَ	اَمْثَالَكُمْ	وَ	نُنْشِئَكُمْ	فِيْ	مَا	لَا	تَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾	وَ	لَقَدْ	عَلِمْتُمُ
پر	یہ کہ	بدل دیں	تم جیسوں کو	اور	لا کھڑا کریں تمہیں	بیچ	اس کے جو	نہیں	تم جانتے	اور	البتہ یقیناً	تم جانتے ہو

اس بات سے کہ تمہارے بدلے میں تم جیسے ہی دوسرے لوگ لے آئیں، اور تمہیں ایک ایسے جہان میں لا کھڑا کریں جسے تم نہیں جانتے۔ ﴿٦١﴾ اور یقیناً تم اپنی پہلی

النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿٦٣﴾ ءَاَنْتُمْ

النَّشْاَةَ	الْاُوْلٰى	فَلَوْلَا	تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾	اَفَرَءَيْتُمْ	مَّا	تَحْرُثُوْنَ ﴿٦٣﴾	ءَ	اَنْتُمْ
پیدائش کو	پہلی	تو کیوں نہ ہوا	تم نصیحت حاصل کرتے	تو کیا تم نے دیکھا	وہ جو	تم کھیتی باڑی کرتے ہو	کیا	تم

پیدائش کو جانتے ہو، تو نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے؟ ﴿٦٢﴾ بھلا یہ تو بتاؤ کہ تم جو کھیتی باڑی کرتے ہو؟ ﴿٦٣﴾ کیا تم

تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ

تَزْرَعُوْنَهٗٓ	اَمْ	نَحْنُ	الزّٰرِعُوْنَ ﴿٦٤﴾	لَوْ	نَشَآءُ	لَجَعَلْنٰهُ	حُطَامًا	فَظَلْتُمْ
اسے اگاتے ہو	یا	ہم	اگانے والے	اگر	ہم چاہیں	البتہ کردیں ہم اسے	چورا	سو تم رہ جاؤ

اُس سے فصل اُگاتے ہو یا ہم ہی اُگانے والے ہیں؟ ﴿٦٤﴾ اگر ہم چاہیں تو اُسے چورا کردیں اور تم باتیں ہی

تَفَكَّهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَرَءَيْتُمُ

تَفَكَّهُوْنَ ﴿٦٥﴾	اِنَّا	لَمُغْرَمُوْنَ ﴿٦٦﴾	بَلْ	نَحْنُ	مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٦٧﴾	اَفَرَءَيْتُمُ
باتیں بناتے	بیشک ہم	البتہ مقروض ہوگئے	بلکہ	ہم	محروم ہوگئے	تو کیا تم نے دیکھا

بناتے رہ جاؤ۔ ﴿٦٥﴾ کہ ہم تو مقروض ہو گئے۔ ﴿٦٦﴾ بلکہ ہم تو محروم رہ گئے۔ ﴿٦٧﴾ بھلا یہ تو بتاؤ کہ

الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿٦٨﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ

الْمَآءَ	الَّذِيْ	تَشْرَبُوْنَ ﴿٦٨﴾	ءَ	اَنْتُمْ	اَنْزَلْتُمُوْهُ	مِنَ	الْمُزْنِ	اَمْ	نَحْنُ
پانی	وہ جو	تم پیتے ہو	کیا	تم	نازل کیا تم نے اسے	سے	بادل کے	یا	ہم ہی

جو پانی تم پیتے ہو؟ ﴿٦٨﴾ کیا تم نے اُسے بادلوں سے اتارا ہے یا ہم ہی اُسے

الْمُنْزِلُوْنَ ﴿٦٩﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ اَفَرَءَيْتُمُ

الْمُنْزِلُوْنَ ﴿٦٩﴾	لَوْ	نَشَآءُ	جَعَلْنٰهُ	اُجَاجًا	فَلَوْلَا	تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾	اَفَرَءَيْتُمُ
اتارنے والے	اگر	ہم چاہتے	بنا دیتے اسے	کھارا	تو کیوں نہ ہوا	تم شکر کرتے	تو کیا تم نے دیکھا

اتارنے والے ہیں؟ ﴿٦٩﴾ اگر ہم چاہتے تو اُسے کھارا کر دیتے، تو تم شکر کیوں نہیں ادا کرتے؟ ﴿٧٠﴾ بھلا یہ تو بتاؤ کہ

مشکل پیش نہیں آئی تو اسے دوسری مرتبہ تمہیں پیدا کرنے میں کیوں مشکل پیش آئے گی؟ کیا تم نے اس بات پر کبھی غور کیا ہے کہ تمہارا مادۂ تخلیق کہاں سے آیا؟ پانی کا وہ قطرہ جو تمہارے وجود کا سبب بنا ہے اور تمہیں عدم سے نکال کر وجود میں لاتا ہے، وہ کس نے پیدا کیا ہے؟ کیا تم پانی کے اس قطرے کو پیدا کر سکتے ہو؟ کیا پانی کے اس قطرے کے ذریعے اللہ کے علاوہ کسی میں اتنی ہمت ہے کہ ایک جیتا جاگتا انسان پیدا کر کے دکھا دے؟ کتنے ہی لوگ ہیں جن کی شادی کو کئی کئی دہائیاں گزر جاتی ہیں لیکن وہ ماں باپ نہیں بن پاتے، آخر ان کے مادۂ تخلیق سے تخلیق کی صلاحیت کس نے ختم کی ہے؟ اپنی اس پہلی پیدائش پر غور کر کے تم حق تعالیٰ کو اپنا خالق کیوں نہیں مان لیتے؟ تم عقیدۂ توحید کی تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ اور تم اسے اپنا رب کیوں نہیں مانتے؟ اگر زندگی اور مادۂ تخلیق پر غور نہیں کرتے تو اپنے مرنے پر ہی غور کر لو کیونکہ اس بات کا یقین تو ہر شخص کو ہے کہ اس نے مر جانا ہے اور دنیا کے کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والا شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے کیلئے نہیں آیا، اب یہاں سوال یہ ہے کہ ''موت'' پر کس کا حکم اور اختیار چلتا ہے؟ کون ہے جو موت کا وقت اور جگہ متعین کرتا ہے؟ کون ہے جو ایک نسل کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری نسل کو پروان چڑھاتا ہے؟ کون ہے جو تمہیں اس جہان سے لے جاتا ہے اور ایک ایسے جہان میں پہنچا دیتا ہے جس کی مکمل حقیقت سے تم ناواقف ہو؟ تمہیں مرنے کی خواہش نہیں ہوتی اور تم مرنے سے گھبراتے ہو، اس کے باوجود وہ کون ہے جو تم پر موت طاری کر دیتا ہے، یقیناً اس کی قدرت صرف اور صرف حق تعالیٰ کو حاصل ہے، وہی خالق ہے، وہی زندگی اور موت دیتا ہے، وہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوسری مرتبہ پیدا کر دے گا اور اس کیلئے ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ ﴿٦٣﴾ ﴿٦٧﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک اور نشانی پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے یعنی زمین کی پیداوار، اس نشانی پر غور کرنے کیلئے انسان کا بہت بڑا فلسفی یا سائنسدان ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ ہر انسان اس پر غور کر سکتا ہے کیونکہ زمین کی پیداوار سے ہر شخص ہی فائدہ اٹھاتا ہے، بہت سے لوگ کھیتی باڑی کے شعبے سے وابستہ ہوتے ہیں، انہیں زمین کے مختلف حصوں کی پہچان ہوتی ہے، چنانچہ وہ بتا دیتے ہیں کہ زمین کا یہ حصہ فلاں قسم کی پیداوار کیلئے موزوں اور فلاں کیلئے ناموزوں ہے، پھر وہ بیج بکھیرتے ہیں' ہل چلاتے ہیں، زمین کو پانی سے سیراب کرتے ہیں اور اس کی پیداوار سے اپنی بہت سی امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں، اب یہاں سوال یہ ہے کہ زمین سے فصل کون نکالتا ہے؟ زمین کے اندر اس کی حفاظت اور پرورش کون کرتا ہے؟ زمین کا سینہ پھاڑ کر ایک کمزور سی کونپل' پودے اور گھاس کو کون نکالتا ہے؟ کون اسے پروان چڑھاتا ہے؟ کون اسے پکاتا اور کھانے کے قابل بناتا ہے؟ کون اس میں ذائقہ پیدا کرتا ہے؟ کون اس سے تمہاری معیشت کو مستحکم کرتا ہے؟ کون تمہیں قسم قسم کی غذائی ضروریات اور تفریحات فراہم کرتا ہے؟ بسا اوقات فصل تیاری پر آ جاتی ہے اور تم سمجھتے ہو کہ اب وہ فصل مکمل طور پر تمہاری دسترس میں ہے، اچانک اس پر کوئی آفت آ جاتی ہے' سیلاب آ جاتا ہے یا ٹڈی دل حملہ کر دیتا ہے اور تیار فصل تباہ و برباد ہو جاتی ہے اور تم ہاتھ ملتے رہ جاتے ہو کہ ہم تو مقروض ہو گئے ہم تو لٹ گئے اور ہماری ساری محنت ضائع ہو گئی، آخر وہ کون ہے جو تمہارے غرور کو خاک میں ملاتا ہے؟ تمہارے ہاتھ میں آئی ہوئی چیز کو تمہارے ہاتھ سے نکال کر لے جاتا ہے؟ یقیناً وہ اللہ ہے جو اس طرح تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم ان پر غور کرو۔ ﴿٦٨﴾ ﴿٧٠﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک اور نشانی پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے یعنی پانی' قدرت کی یہ نشانی بھی نہایت عام فہم ہے اور

النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ﴿٧١﴾ ءَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ

النَّارَ	الَّتِي	تُورُونَ ﴿٧١﴾	ءَ	أَنتُمْ	أَنشَأْتُمْ	شَجَرَتَهَا	أَمْ	نَحْنُ
آگ کو	وہ جو	تم جلاتے ہو	کیا	تم	پیدا کیا تم نے	اس کا درخت	یا	ہم ہی

جو آگ تم جلاتے ہو؟ ﴿٧١﴾ کیا تم نے اُس کا درخت بنایا ہے یا ہم ہی

الْمُنشِـُٔونَ ﴿٧٢﴾ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً وَمَتَاعًا لِّلْمُقْوِينَ ﴿٧٣﴾

الْمُنشِـُٔونَ ﴿٧٢﴾	نَحْنُ	جَعَلْنَاهَا	تَذْكِرَةً	وَ	مَتَاعًا	لِّلْمُقْوِينَ ﴿٧٣﴾
پیدا کرنے والے	ہم	ہم نے بنایا اسے	نصیحت	اور	فائدہ	ضرورت مندوں کیلئے

بنانے والے ہیں؟ ﴿٧٢﴾ ہم نے اُسے باعثِ نصیحت اور ضرورت مند لوگوں کے فائدے کی چیز بنایا ہے۔ ﴿٧٣﴾

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٧٤﴾ فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ ﴿٧٥﴾

فَسَبِّحْ	بِاسْمِ	رَبِّكَ	الْعَظِيمِ ﴿٧٤﴾	فَلَا أُقْسِمُ	بِمَوَاقِعِ	النُّجُومِ ﴿٧٥﴾
سو تسبیح کرو	نام کی	اپنے رب کے	عظمت والے	سو میں قسم کھاتا ہوں	ڈوبنے کی	ستاروں کے

سو آپ اپنے عظمت والے رب کے نام کی تسبیح بیان کیجئے۔ ﴿٧٤﴾ سو میں ستاروں کے ڈوبنے کی قسم کھاتا ہوں۔ ﴿٧٥﴾

وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ﴿٧٦﴾ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ﴿٧٧﴾ فِي كِتَابٍ

وَ	إِنَّهُ	لَقَسَمٌ	لَّوْ	تَعْلَمُونَ	عَظِيمٌ ﴿٧٦﴾	إِنَّهُ	لَقُرْآنٌ	كَرِيمٌ ﴿٧٧﴾	فِي	كِتَابٍ
اور	بیشک یہ	البتہ قسم	اگر	تم جانتے ہو	بڑی	بیشک یہ	البتہ قرآن	معزز	بیچ	کتاب کے

اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔ ﴿٧٦﴾ کہ بیشک یہ ایک معزز قرآن ہے۔ ﴿٧٧﴾ جو کہ ایک محفوظ کتاب میں

مَّكْنُونٍ ﴿٧٨﴾ لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ﴿٧٩﴾ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ

مَّكْنُونٍ ﴿٧٨﴾	لَّا	يَمَسُّهُ	إِلَّا	الْمُطَهَّرُونَ ﴿٧٩﴾	تَنزِيلٌ	مِّن	رَّبِّ
محفوظ	نہیں	چھو سکتے اسے	مگر	پاکیزہ لوگ	اتارا ہوا	سے	رب کے

موجود ہے۔ ﴿٧٨﴾ اِسے صرف وہی لوگ چھو سکتے ہیں جو پاک ہوں۔ ﴿٧٩﴾ یہ قرآن رب العالمین کی جانب سے

الْعَالَمِينَ ﴿٨٠﴾ أَفَبِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَنتُم مُّدْهِنُونَ ﴿٨١﴾ وَتَجْعَلُونَ

الْعَالَمِينَ ﴿٨٠﴾	أَفَبِهَٰذَا	الْحَدِيثِ	أَنتُمْ	مُّدْهِنُونَ ﴿٨١﴾	وَ	تَجْعَلُونَ
جہان والوں کے	تو کیا اس	کلام میں	تم	سستی کرنے والے	اور	بنالیتے ہو تم

اتارا ہوا ہے۔ ﴿٨٠﴾ تو کیا اِس کلام میں تم سُستی کرتے ہو؟ ﴿٨١﴾ اور اپنا حصہ یہی

ع ٢ / ١٥

ہر شخص اس سے مختلف طریقوں سے فائدہ اٹھاتا ہے، چنانچہ پیاس بجھانے کیلئے انسان جس قدر مرضی مشروبات پی لے، اس کی تسلی پانی سے ہی ہوتی ہے اور مہنگے سے مہنگا مشروب بھی پانی کا بدل نہیں ہوسکتا، جسم کا میل کچیل دور کرنے کیلئے پانی سے وضو اور غسل کیا جاتا ہے، آج تک یہ بات کہیں سے بھی سننے میں نہیں آئی کہ دودھ' شہد یا کسی اور مشروب کو وضو اور غسل کیلئے استعمال کیا گیا ہو، کپڑوں اور جگہ کو پاک کرنے کیلئے بھی پانی سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، روزمرہ استعمال کی چیزوں کو پانی سے ہی دھویا جاتا ہے، اگر پانی کا کوئی اور استعمال نہ بھی ہو، صرف انسان کی پیاس بجھانے کا کام ہی اس سے لیا جاتا ہو، تب بھی یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے اور انسان کو دعوت فکر دیتی ہے کہ وہ کون ہے جس نے بادلوں سے پانی برسانے کا انتظام کیا ہے؟ زمین کے مساموں سے پانی کون نکالتا ہے؟ اسے پینے کے قابل کون بناتا ہے؟ اسے ٹھنڈا اور میٹھا کون بناتا ہے؟ اگر کسی علاقے کا پانی کڑوا اور کھارا ہو تو کیا اسے میٹھا اور پینے کے قابل بنانا کسی کے بس میں ہے؟ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت ہے اور اس کے علاوہ کوئی بھی یہ کام نہیں کرسکتا، سو تمہیں چاہئے کہ اس عظیم نعمت پر اس کا شکر ادا کرو اور اس کی وحدانیت کا اقرار کر کے اس کے احکام پر عمل کرو۔ ﴿٧١﴾ ﴿٧٢﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک اور نشانی پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے یعنی آگ' اس میں اللہ تعالیٰ نے جلانے کی خاصیت رکھی ہے۔ چنانچہ یہ خود تو جلتی ہی ہے، دوسروں کو بھی جلا دیتی ہے، اس کے بھڑکتے ہوئے شعلے آن واحد میں جیتے جاگتے انسان کو کوئلہ بنا دیتے ہیں، عمارتیں اور بلڈنگیں راکھ کا ڈھیر بن جاتی ہیں، ایک درخت کو آگ لگتی ہے اور پورے جنگل کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، نقصانات کے علاوہ زندگی کے بے شمار فائدے بھی اس کے ساتھ وابستہ ہیں، چنانچہ کھانا پکانے کیلئے آگ کا ہونا ضروری ہے، صنعتوں کا پہیہ چلانے' کاروباری ترقی حاصل کرنے' زیورات بنانے' مختلف دھاتوں کو پگھلانے اور ان سے مختلف مصنوعات کو تیار کرنے کیلئے آگ کا ہونا ضروری ہے، یہ آگ پتھروں کو رگڑ کر بھی حاصل کی جاتی ہے اور درختوں کی ٹہنیوں کو ایک دوسرے سے رگڑ کر بھی حاصل کی جاتی ہے، مٹی کا تیل' پٹرول اور گیس بھی آگ جلانے کے کام آتے ہیں، مسافروں کی ضرورت پتھروں اور ٹہنیوں کے ذریعے پوری ہوتی ہے کیونکہ گیس ہر جگہ دستیاب نہیں ہوتی،

غور طلب بات یہ ہے کہ آگ میں جلنے اور جلانے کی خاصیت کس نے رکھی؟ آگ سے فائدہ اٹھانے کے اسباب کس نے فراہم کئے؟ درختوں اور پتھروں سے آگ کون نکالتا ہے؟ آگ کے نقصانات سے کون بچاتا ہے؟ جس کیلئے درخت سے آگ نکالنا مشکل نہیں، کیا اس کیلئے قبر سے مردے کو نکالنا مشکل ہوگا؟ جس نے اس آگ کو بھڑکایا ہے کیا اس کیلئے جہنم کی آگ کو بھڑکانا مشکل ہے؟ ان سوالات کے جواب تلاش کرو' یہ آگ تمہیں پانی تک پہنچادے گی اور تم اپنی منزل پر پہنچ کر سرخرو ہو جاؤ گے۔ ﴿٧٤﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے نام کی تسبیح بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کو باعظمت قرار دیا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا نام کائنات کی ہر چیز سے زیادہ عظیم ہے، اللہ نے یہ نام آسمان پر رکھا تو وہ قائم ہو گئے، زمین پر رکھا تو وہ تھم گئے، پہاڑوں پر رکھا تو وہ پھیل گئی، سمندروں پر رکھا تو وہ بہہ پڑے' فصلوں اور باغوں

رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾

رِزْقَكُمْ	اَنَّكُمْ	تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾	فَلَوْلَآ	اِذَا	بَلَغَتِ	الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾
اپنا حصہ	کہ بیشک تم	جھٹلاتے رہو گے	سو کیوں نہ ہوا	جب	پہنچی	حلق میں

رکھتے ہو کہ تم اس کی تکذیب کرتے رہو گے۔ ﴿۸۲﴾ پھر ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ جب روح حلق میں پہنچے۔ ﴿۸۳﴾

وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ

وَ	اَنْتُمْ	حِيْنَئِذٍ	تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾	وَ	نَحْنُ	اَقْرَبُ	اِلَيْهِ	مِنْكُمْ	وَلٰكِنْ
اور	تم	اس وقت	دیکھ رہے ہو	اور	ہم	زیادہ قریب	اس کیطرف	تم سے	اور لیکن

اور تم اُس وقت دیکھ بھی رہے ہو۔ ﴿۸۴﴾ اور ہم تم سے زیادہ اُس کے قریب ہوتے ہیں لیکن تم

لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ

لَا	تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾	فَلَوْلَآ	اِنْ	كُنْتُمْ	غَيْرَ	مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾	تَرْجِعُوْنَهَا	اِنْ
نہیں	دیکھتے تم	سو کیوں نہ ہوا	اگر	تم ہو	نہیں	دباؤ میں آنے والے	لوٹا لو تم اسے	اگر

دیکھ نہیں رہے ہوتے۔ ﴿۸۵﴾ تو ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ اگر تم کسی کے تابع حکم نہیں ہو۔ ﴿۸۶﴾ تو اُس روح کو لوٹا کر لے آؤ، اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ

كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾	فَاَمَّآ	اِنْ	كَانَ	مِنَ	الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾	فَرَوْحٌ
تم ہو	سچے	سو رہا	اگر	ہو وہ	سے	مقربین کے	تو راحت

تم سچے ہو۔ ﴿۸۷﴾ پھر اگر مرنے والا مقربین میں سے ہوا۔ ﴿۸۸﴾ تو اُس کیلئے راحت،

وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾

وَ	رَيْحَانٌ	وَ	جَنَّتُ	نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾	وَ	اَمَّآ	اِنْ	كَانَ	مِنْ	اَصْحٰبِ	الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾
اور	روزی	اور	باغ	نعمت کا	اور	رہا	اگر	وہ ہوا	سے	رہنے والوں کے	دائیں ہاتھ

روزی اور نعمتوں کے باغ ہیں۔ ﴿۸۹﴾ اور اگر وہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہوا۔ ﴿۹۰﴾

فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ

فَسَلٰمٌ	لَّكَ	مِنْ	اَصْحٰبِ	الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾	وَ	اَمَّآ	اِنْ	كَانَ	مِنَ
تو سلام	تیرے لئے	سے	رہنے والوں کے	دائیں ہاتھ	اور	رہا	اگر	وہ ہوا	سے

تو کہا جائے گا کہ تم پر سلام ہو، تم دائیں ہاتھ والوں میں سے ہو۔ ﴿۹۱﴾ اور اگر وہ تکذیب کرنے والے،

پر رکھا تو وہ لہلہانے لگے اور کائنات کی ہر مخلوق اس کے نام کی تسبیح بیان کرنے لگی، سو تم بھی اس کی تسبیح بیان کرو اس آیت کے نزول پر نبی ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ یہ تسبیح اپنے رکوع میں شامل کرلو، اسی وجہ سے رکوع میں "سُبحان ربی العظیم" کی تسبیح پڑھی جاتی ہے۔ ﴿۷۵﴾ ﴿۸۰﴾ ان آیتوں میں قرآن کریم کی اہمیت وعظمت کو ایک مختلف اسلوب کلام میں قسم اور جواب قسم کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کے ڈوبنے کی جگہوں کی قسم کھائی ہے، بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد ستاروں کے برج اور ان کی منزلیں ہیں جہاں وہ مقررہ وقت پر جا کر چھپ جاتے ہیں، بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ جب شیاطین اور جنات پر کوڑوں کی طرح شہاب ثاقب برسائے جاتے ہیں تو وہ اپنا بچاؤ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور مختلف پناہ گاہوں کی طرف لپکتے ہیں، یہاں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس میں قیامت کی ہولناکی کی طرف اشارہ کر کے اس کی قسم کھائی گئی ہے جب ستارے بے نور ہو کر جھڑ پڑیں گے اور بعض مفسرین نے یہاں ستاروں سے ظاہری ستاروں کی بجائے قرآن کریم مراد لیا ہے جس کی تاثیر اور روشنی ان ظاہری ستاروں سے کروڑوں گنا زیادہ ہے، اس صورت میں قسم کا مطلب یہ ہوگا کہ مجھے قسم ہے پیغمبر کے مبارک دل پر اترنے والی آیتوں کی، جو آسمان سے تھوڑی تھوڑی کر کے موقع کی مناسبت سے اترتی رہیں، اگر انسان غور وفکر اور توجہ سے کام لے تو یہ معمولی قسم نہیں ہے، کیونکہ قسم کھانے والا عظیم ہے لہٰذا قسم بھی عظیم ہوگی اور قسم اس بات پر کھائی گئی ہے کہ تم لوگ جو یہ کہتے ہو کہ قرآن محمد ﷺ کا اپنا کلام ہے، کبھی تم اسے شعر کہتے ہو اور کبھی اسے سحر اور جادو قرار دیتے ہو، یہ اس عظیم کلام کی بے حرمتی ہے کیونکہ یہ نہ تو شعر ہے اور نہ سحر بلکہ یہ تو قرآن کریم ہے یعنی ایک ایسی پڑھی جانے والی کتاب جو غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے، بار بار پڑھنے کے باوجود اس سے اکتاہٹ یا سیرابی نہیں ہوتی، اسی لئے اسے "کریم" کہا گیا ہے، عام کتابوں کا معاملہ یہ ہے کہ انہیں زیادہ مرتبہ پڑھنے سے انسان اکتا جاتا ہے اور اس کے سر میں درد ہونے لگتا ہے جبکہ اس کتاب ہدایت کی تلاوت سے اس کا سر درد ختم ہو جاتا ہے، اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں اس طرح بحفاظت رکھا ہوا ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ ہر ایک کی دسترس سے دور ہے، لہٰذا اس میں کوئی تحریف اور ترمیم بھی نہیں ہو سکتی اور اسے دنیا سے ختم کرنا بھی ممکن نہیں ہے، اس کی حفاظت کے اہتمام کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے، کہ اسے ہاتھ لگانے سے پہلے طہارت حاصل کرنے کو ضروری قرار دیا گیا ہے اور یہ طہارت ظاہری بھی ہونا ضروری ہے اور باطنی بھی' ظاہری طہارت سے مراد کپڑوں اور جسم کا گندگی سے پاک ہونا ہے چنانچہ جس شخص پر غسل واجب ہو یا وہ بے وضو ہو، اس کیلئے اسے ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں ہے، بلکہ ضروری ہے کہ پہلے طہارت حاصل کرے، پھر اسے ہاتھ لگائے اور باطنی طہارت سے مراد کفر وشرک اور غلط عقائد کی گندگی سے دل کا پاک ہونا ہے، چونکہ فرشتوں کو ظاہری اور باطنی طہارت نصیب ہوتی ہے، اس لئے وہ اسے ہاتھ لگا سکتے ہیں، شیاطین اس سے محروم ہوتے ہیں لہٰذا ان کی قرآن کریم تک رسائی نہیں ہے، اسی طرح اہل ایمان بھی ظاہری اور باطنی طہارت حاصل کر سکتے ہیں لہٰذا وہ بھی اسے ہاتھ لگا سکتے ہیں اور کفار چونکہ اس سے محروم ہوتے ہیں اس لئے انہیں اسے ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں ہے، غور طلب بات یہ ہے کہ جب قرآن کریم کی ظاہری حفاظت کا اتنا اہتمام کیا گیا ہے تو باطنی طور پر کیا کچھ انتظامات کیے گئے ہوں گے اور یہ حفاظت رب العالمین کے کلام کو ہی مل سکتی ہے، شعر، سحر یا انسانی کلام کو نہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اتارا ہوا کلام ہے اور اس کے کلام اللہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں

الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّ تَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾

الْمُكَذِّبِيْنَ	الضَّآلِّيْنَ	فَنُزُلٌ	مِّنْ	حَمِيْمٍ	وَّ	تَصْلِيَةُ	جَحِيْمٍ
جھٹلانے والوں کے	گمراہوں کے	تو مہمان نوازی	سے	کھولتے پانی کے	اور	داخل ہونا	جہنم میں

گمراہوں میں سے ہوا۔ ۹۲ تو اُس کی مہمان نوازی کھولتے ہوئے پانی سے ہوگی۔ ۹۳ اور اُسے جہنم میں داخل ہونا ہوگا۔ ۹۴

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾ ع ۳ ۲۲/۱۶

اِنَّ	هٰذَا	لَهُوَ	حَقُّ	الْيَقِيْنِ	فَسَبِّحْ	بِاسْمِ	رَبِّكَ	الْعَظِيْمِ
بیشک	یہ	البتہ وہی	برحق	یقینی	سو تسبیح کرو	نام کی	اپنے رب کے	عظمت والے

بیشک یہ بات یقینی طور پر برحق ہے۔ ۹۵ سو آپ اپنے عظمت والے رب کے نام کی تسبیح بیان کریں۔ ۹۶

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ (۵۷) (۹۴)

اٰیَاتُهَا ۲۹ — رُكُوْعَاتُهَا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱﴾ لَهٗ

سَبَّحَ	لِلّٰهِ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	هُوَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ	لَهٗ
تسبیح کی اُس نے	اللہ کی	جو کچھ	بیچ	آسمانوں کے	اور	زمین کے	اور	وہ	غالب	حکمت والا	اس کیلئے

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور وہ غالب، حکمت والا ہے۔ ۱

ہے۔ ۸۱ ۸۲ ان آیتوں میں مداہنت اور تکذیب کو جرم قرار دے کر ان پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے، مداہنت کا لفظی معنی سستی اور کمزوری دکھانا ہے، یہاں مراد دین میں سستی اور کمزوری دکھانا ہے، یعنی انسان مصلحتوں کا شکار ہوکر دین کے معاملے میں ایسی لاپرواہی کا مظاہرہ کرے جس کی وجہ سے دین کا تقدس مجروح ہو، عام طور پر ایسے مواقع پر مذہبی رواداری کا لفظ نہایت فراوانی کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے حالانکہ مذہبی رواداری اور چیز ہے، مداہنت دوسری چیز ہے ان میں سے پہلی چیز اچھی اور قابل تحسین ہے جبکہ دوسری چیز بری اور قابل مذمت ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کیا تم قرآن کریم کے معاملے میں مداہنت سے کام لیتے ہو؟ کیا تمہاری ذمہ داری صرف اتنی ہی رہ گئی ہے کہ تم کلام اللہ کی تکذیب کرتے رہو؟ اس کے علاوہ تمہارا کوئی اور کام نہیں ہے؟ ۸۳ ۸۷ ان آیتوں میں مداہنت اور تکذیب کرنے والوں کی بے بسی اور عاجزی بیان کی گئی ہے کہ ایک طرف تو ان کی جرات اور بے باکی کا یہ عالم ہے کہ وہ کلام اللہ کی تکذیب کرتے ہیں اور اسے شعر اور سحر قرار دیتے ہیں، اس پر ایمان لانے کی بجائے اس کی تعلیمات کا مذاق اڑاتے ہیں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو عقلاً ناممکن سمجھتے ہیں، دوسری طرف ان کی بے بسی اور عاجزی کا یہ عالم ہے کہ نزع کے عالم میں جب فرشتہ ان کی روح قبض کرنے آتا ہے اور ان کی آنکھوں کے سامنے ان کی روح نکال لیتا ہے تو وہ اسے روک نہیں سکتے، اسے رشوت نہیں دے سکتے، اسے دھوکہ نہیں دے سکتے، کسی کی سفارش سے اسے مرعوب نہیں کر سکتے، اپنے جسم سے نکلنے والی روح کو واپس نہیں لوٹا سکتے، جب اپنے معاملے میں وہ اس قدر بے بس ہیں تو دوسروں کی روح کیونکر واپس لاسکیں گے؟ محبت اور وفا کا دم بھرنے والے جدائی کی اس گھڑی کو ٹال نہیں سکتے، یہ تو ممکن ہے کہ محبوب کے مرتے ہی ان کی جان بھی نکل جائے لیکن یہ ناممکن ہے کہ محبوب کی موت کو ٹالا جاسکے، اگر انسان اپنے مال و دولت' اقتدار اور سلطنت کے نشے میں مدہوش ہوکر جرات اور بے باکی کی تمام حدود کو پھلانگ سکتا ہے تو وہ مرتے وقت عاجز اور بے بس کیوں نظر آتا ہے؟ وہ روح کو کھینچ کر حلق تک پہنچنے سے کیوں نہیں روکتا؟ اللہ تعالیٰ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہوتا ہے، انسان اسے کیوں نہیں دیکھ پاتا؟ اگر انسان پر کسی کا حکم نہیں چلتا، وہ مختار کل ہے اور وہ اپنی موت وحیات' صحت و مالداری اور زندگی کے ہر لمحے میں مکمل آزاد ہے اور کسی کے زیر تصرف نہیں ہے تو وہ خود کو مرنے سے کیوں نہیں بچالیتا؟ وہ روح کو جسم سے نکلنے سے روک کیوں نہیں لیتا، اور اگر نکل جائے تو اسے واپس کیوں نہیں لے آتا؟ چونکہ یہ کام انسان کے اختیار میں نہیں ہیں اس لئے اسے اتنا جری اور بے باک نہیں ہونا چاہئے کہ کلام اللہ کی تکذیب پر آمادہ ہوجائے۔ ۸۸ ۹۶ ان آیتوں میں ایک مرتبہ پھر ان تینوں گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کے ذکر سے اس سورت کا آغاز کیا گیا تھا، ان میں سے درجے کے اعتبار سے پہلا گروہ مقربین کا ہے کیونکہ اس میں انبیاء کرام علیہم السلام اور اعلیٰ درجے کے صدیقین آتے ہیں، آخرت میں ان کیلئے جسمانی اور ذہنی راحتیں اعلیٰ پیمانے پر مہیا کی گئی ہیں، وافر رزق اور نعمتوں سے لدے پھندے باغات ان کیلئے تیار کئے گئے ہیں اور آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور بننے والی ہر چیز وہاں فراہم کی گئی ہے، دوسرا گروہ اصحاب الیمین یعنی دائیں ہاتھ والوں کا ہے، انہیں انکا نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ دائیں طرف سے چلتے ہوئے جنت میں داخل ہوجائیں گے، ان لوگوں کیلئے سلامتی ہی سلامتی ہے، چنانچہ وہ جہنم سے بچ گئے اللہ کے عذاب سے محفوظ ہوگئے، سلامتی کے گھر یعنی جنت میں داخل ہوگئے، اب فرشتے انہیں سلام کریں گے بلکہ خود رب انہیں سلام کرے گا اور ان سے ان کا حال دریافت کرے گا، تیسرا گروہ اصحاب الشمال یعنی بائیں ہاتھ والوں کا ہے چونکہ یہ لوگ تکذیب وتردید کے راستے پر چلنے کی وجہ سے گمراہ ہوگئے تھے اس لئے آخرت میں ان کی مہمان نوازی کھولتے ہوئے گرم پانی سے کی جائے گی اور انہیں جہنم میں داخل کیا جائے گا، یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے سب کا سب برحق ہے اور اس کا ہونا یقین کے اس اعلیٰ درجے پر ہے جس کے اوپر یقین کا کوئی درجہ نہیں ہے اور اسے حق الیقین کہا جاتا ہے، آخر میں ایک مرتبہ پھر اللہ تعالیٰ کے باعظمت نام کی تسبیح بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ اس تسبیح کا اہتمام وہی کرے گا جو تکذیب اور گمراہی سے بچا ہوا ہوگا جو مقربین میں سے ہوگا یا کم از کم اصحاب الیمین میں سے ہوگا، گویا مقربین اور اصحاب الیمین کو اپنے درجات کی بلندی کیلئے تسبیح کا اہتمام کرنا چاہئے، مثال کے طور پر چلتے پھرتے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کا ورد کرتے رہنا چاہئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے اور آسان ہیں، نامۂ اعمال میں بہت وزنی ہیں اور رحمان کو بہت محبوب ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا ورد رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین　الحمدللہ آج مورخہ ۱۴ اکتوبر ۲۰۱۹ء بروز پیر

سورۃ الحدید

سورۂ حدید مدنی سورت ہے، اس میں کل حروف ۲۴۷۶، کلمات ۵۴۴، آیات ۲۹ اور رکوعات ۴ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ۲۵ میں "الحدید" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ حدید رکھا گیا، اس کا لفظی معنی "لوہا" ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے جو اس نے لوگوں کے فائدے کیلئے اتاری ہے، اس سورت میں عزت اور غلبہ حاصل کرنے کے دو اصول بیان کیے گئے ہیں، پہلا اصول فناء فی اللہ اور دوسرا اصول انفاق فی سبیل اللہ ہے، اس کے علاوہ قیامت کے دن منافقین جس کسمپرسی کا شکار ہوں گے، اس کا نقشہ کھینچ کر لوگوں کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ لوگوں کے دل نرم پڑ جائیں اور موم ہوکر اللہ کی یاد میں لذت پانے لگیں؟ لوگوں کو یاد

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	يُحْيٖ	وَ	يُمِيْتُ	وَ	هُوَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ
حکومت	آسمانوں کی	اور	زمین کی	وہ زندہ کرتا ہے	اور	موت دیتا ہے	اور	وہ	پر	ہر ایک	چیز کے

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اُسی کے پاس ہے، وہی زندگی اور موت دیتا ہے، اور وہ ہر چیز پر

قَدِيْرٌ ۝۲ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ

قَدِيْرٌ ۝	هُوَ	الْاَوَّلُ	وَ	الْاٰخِرُ	وَ	الظَّاهِرُ	وَ	الْبَاطِنُ	وَ	هُوَ	بِكُلِّ	شَيْءٍ
قدرت والا	وہی	اوّل	اور	آخر	اور	ظاہر	اور	باطن	اور	وہ	ساتھ ہر ایک	چیز کے

قادر ہے۔ [۲] وہی اوّل ہے، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے، اور وہ ہر چیز کو

عَلِيْمٌ ۝۳ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ

عَلِيْمٌ ۝	هُوَ	الَّذِيْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضَ	فِيْ	سِتَّةِ	اَيَّامٍ	ثُمَّ
خوب جاننے والا	وہ	جو	پیدا کیا اُس نے	آسمانوں کو	اور	زمین کو	بیچ	چھ	دنوں کے	پھر

خوب جانتا ہے۔ [۳] وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر

اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ

اسْتَوٰى	عَلَى	الْعَرْشِ	يَعْلَمُ	مَا	يَلِجُ	فِي	الْاَرْضِ	وَ	مَا	يَخْرُجُ
قائم ہوا	پر	عرش کے	وہ جانتا ہے	جو کچھ	داخل ہوتا ہے	بیچ	زمین کے	اور	جو کچھ	نکلتا ہے

وہ عرش پر قائم ہوا، وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اُس سے

مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا

مِنْهَا	وَ	مَا	يَنْزِلُ	مِنَ	السَّمَآءِ	وَ	مَا	يَعْرُجُ	فِيْهَا	وَ	هُوَ	مَعَكُمْ	اَيْنَ مَا
اس سے	اور	جو کچھ	اترتا ہے	سے	آسمان کے	اور	جو کچھ	چڑھتا ہے	اسمیں	اور	وہ	تمہارے ساتھ	جہاں کہیں بھی

خارج ہوتا ہے، اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اُس میں چڑھتا ہے، اور تم جہاں کہیں بھی ہو، وہ تمہارے ساتھ

كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۴ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

كُنْتُمْ	وَ	اللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ ۝	لَهٗ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ
تم ہو	اور	اللہ	اسے جو	تم کرتے ہو	خوب دیکھنے والا	اس کیلئے	حکومت	آسمانوں کی	اور	زمین کی

ہی ہوتا ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ اُسے خوب دیکھ رہا ہے۔ [۴] آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اُسی کے پاس ہے،

رکھنا چاہیے کہ دنیا کی جس زندگی پر وہ فریفتہ ہیں، اسے کوئی دوام اور بقاء نہیں ہے، کچھ لوگ دہریے ہیں، ان کا نظریہ یہ ہے کہ زمانہ ہمیں زندگی اور موت دیتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے وجود ہی کے منکر ہیں، لیکن اس کیلئے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، پھر مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کر کے عیسائیوں کی ایجاد کردہ "رہبانیت" کی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا تھا، بلکہ یہ انہوں نے خود اپنی طرف سے ایجاد کر لی تھی، اور اس کے بعد اس کا حق بھی ادا نہیں کر سکے تھے، مسلمانوں کو چاہیے کہ اللہ اور اس کے پیغمبر پر ایمان لائیں، اپنی طرف سے کوئی چیز ایجاد کرنے کے بجائے ان کے احکام پر عمل کریں۔ [۱] اس آیت مبارکہ میں ماضی کے صیغے کے ساتھ کائنات کی ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہنا بیان کیا گیا ہے، اٹھائیسویں پارے میں مزید چار سورتوں کا آغاز اسی تعبیر سے کیا گیا ہے جن میں سے کہیں ماضی کا صیغہ لایا گیا ہے اور کہیں مضارع کا تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح تینوں زمانوں میں کائنات کی ہر مخلوق کر رہی ہے اور کوئی زمانہ ایسا نہیں ہے جس میں اس کی تسبیح نہ کی جا رہی ہو کیونکہ وہ غالب حکمت والا ہے۔ [۲] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی چار صفات قدرت بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان پائی جانے والی ہر چیز کا مالک و بادشاہ ہے، دوسری یہ کہ کسی کو زندگی عطا کرنا صرف اسی کے اختیار میں ہے، تیسری یہ کہ موت پر بھی اس کا حکم چلتا ہے، لہٰذا وہی موت دے سکتا ہے اس کے علاوہ کوئی اور نہیں، چوتھی یہ کہ وہ ہر چیز پر مکمل قدرت اور دسترس رکھتا ہے چنانچہ کوئی چیز بھی اس کی قدرت سے خارج نہیں ہے۔ [۳] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ اول ہے یعنی جب کچھ بھی نہ تھا، وہ اس وقت بھی موجود تھا اس سے پہلے کچھ نہ تھا لیکن وہ ایسا اول ہے جو ابتدا سے پاک ہے، دوسری یہ کہ وہ آخر ہے یعنی جب کچھ بھی نہ ہوگا وہ اس وقت بھی موجود ہوگا، لیکن وہ ایسا آخر ہے جو انتہا سے پاک ہے، تیسری یہ کہ وہ ظاہر ہے، یہاں ظاہر کا لفظ غالب کے معنی میں ہے، مطلب یہ کہ وہ سب پر غالب ہے، کوئی اس پر غالب نہیں ہے اور وہ اپنے غالب آنے میں اسباب و وسائل کا محتاج نہیں ہے، چوتھی یہ کہ وہ باطن ہے، ہر باطن کے پیچھے کوئی نہ کوئی ظاہر ہوتا ہے لیکن وہ ایسا باطن ہے کہ اس کے پیچھے کوئی ظاہر نہیں ہے، اس کے راز ہمیشہ راز رہتے ہیں، لوگ جو چیز چھپاتے ہیں، وہ کبھی نہ کبھی ظاہر ہو جاتی ہے لیکن وہ جس چیز کو مخفی رکھنا چاہے ممکن نہیں ہے کہ اسے کوئی ظاہر کر سکے اور کسی کو اس تک رسائی حاصل ہو سکے، پانچویں صفت یہ کہ وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے یعنی اس کا علم عام بھی ہے اور تام بھی ہے۔ [۴] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ نہایت عظیم خالق ہے، اس کا اندازہ تم اس بات سے لگا سکتے ہو کہ اس نے بلند و بالا آسمانوں اور وسیع و عریض زمینوں کو صرف چھ دن میں پیدا کر دیا، دوسری صفت "استواء علی العرش" ہے، جس کا لفظی معنی عرش پر قائم ہونا ہے لیکن یہاں مراد عرش پر اپنی خصوصی تجلی ڈالنا ہے، تیسری صفت علم محیط ہے یعنی اسے زمین میں داخل ہونے والی اور اس سے خارج ہونے والی نیز آسمان پر چڑھنے والی اور اس سے اترنے والی ہر چیز کا علم ہے، چوتھی صفت ہر جگہ موجود ہونا ہے کہ تم دنیا کے کسی بھی کونے میں چلے جاؤ، پہاڑوں، غاروں، خفیہ سرنگوں اور سمندر کی تہوں میں چھپ جاؤ یا آسمانوں میں کوئی خفیہ مقام تلاش کر لو وہ ہر جگہ تمہارے ساتھ رہتا ہے اور تمہاری ہر نقل و حرکت سے بخوبی واقف ہے، پانچویں صفت اس کا بصیر ہونا ہے یعنی وہ ہر مخلوق کو دیکھ رہا ہے اور ہر ایک کے اعمال اس کی نگاہوں کے سامنے ہیں اور اس کی نظروں سے کوئی چیز اوجھل نہیں ہے، ان صفات کا تذکرہ اس سے

وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝٥ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي

وَ	اِلَى	اللّٰهِ	تُرْجَعُ	الْاُمُوْرُ ۝٥	يُوْلِجُ	الَّيْلَ	فِي	النَّهَارِ	وَ	يُوْلِجُ	النَّهَارَ	فِي
اور	طرف	اللہ کے	لوٹائے جائیں گے	معاملات	داخل کرتا ہے وہ	رات کو	بیچ	دن کے	اور	داخل کرتا ہے	دن کو	بیچ

اور اللہ ہی کی طرف تمام معاملات لوٹائے جاتے ہیں۔ ٥ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں

الَّيْلِ ؕ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٦ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا

الَّيْلِ ؕ	وَ	هُوَ	عَلِيْمٌۢ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٦	اٰمِنُوْا	بِاللّٰهِ	وَ	رَسُوْلِهٖ	وَ	اَنْفِقُوْا
رات کے	اور	وہ	خوب جاننے والا	سینوں کی باتیں	ایمان لاؤ تم	اللہ پر	اور	اس کے پیغمبر پر	اور	خرچ کرو تم

داخل کرتا ہے اور وہ سینوں کے رازوں سے خوب واقف ہے۔ ٦ تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اُس چیز میں سے

مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ

مِمَّا	جَعَلَكُمْ	مُّسْتَخْلَفِيْنَ	فِيْهِ ؕ	فَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مِنْكُمْ	وَ	اَنْفَقُوْا	لَهُمْ
اس سے جو	بنایا اس نے تمہیں	جانشینی کرنے والے	اسمیں	سو جو لوگ	ایمان لائے	تم میں سے	اور	خرچ کیا انہوں نے	ان کیلئے

خرچ کرو جس میں اُس نے تمہیں جانشین بنایا ہے، سو تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے خرچ کیا، اُن کیلئے

اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝٧ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ

اَجْرٌ	كَبِيْرٌ ۝٧	وَ	مَا	لَكُمْ	لَا	تُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ ۚ	وَ	الرَّسُوْلُ	يَدْعُوْكُمْ
اجر	بہت بڑا	اور	کیا ہوا	تمہیں	نہیں	ایمان لاتے تم	اللہ پر	اور	پیغمبر	پکارتا ہے تمہیں

بڑا اجر ہے۔ ٧ اور تمہیں کیا ہوا کہ تم ایمان نہیں لاتے؟ جبکہ پیغمبر (ﷺ) تمہیں دعوت دے رہے ہیں

لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝٨ هُوَ

لِتُؤْمِنُوْا	بِرَبِّكُمْ	وَ	قَدْ	اَخَذَ	مِيْثَاقَكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ۝٨	هُوَ
تاکہ تم ایمان لاؤ	اپنے رب پر	اور	یقیناً	لیا اس نے	پختہ عہد تمہارا	اگر	تم ہو	ایمان والے	وہ

کہ تم اپنے رب پر ایمان لے آؤ، اور وہ تم سے اِس پر پختہ عہد بھی لے چکا ہے، اگر تم مؤمن ہو۔ ٨ اللہ وہی ہے

الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

الَّذِيْ	يُنَزِّلُ	عَلٰى	عَبْدِهٖٓ	اٰيٰتٍۭ	بَيِّنٰتٍ	لِّيُخْرِجَكُمْ	مِّنَ	الظُّلُمٰتِ	اِلَى
جو	نازل کرتا ہے	پر	اپنے بندے کے	آیتیں	واضح	تاکہ نکالے تمہیں	سے	اندھیروں کے	طرف

جو اپنے بندے پر واضح آیتیں نازل کرتا ہے تاکہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف

پہلے بھی بارہا تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے۔ ٥ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ زمین و آسمان پر اسی کی حکومت اور بادشاہت ہے، اس کے علاوہ نہ کسی کی حکومت چلتی ہے اور نہ بادشاہت، دوسری یہ کہ ہر چیز اسی کے پاس لوٹ کر جاتی ہے، کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو اس کی بارگاہ میں پیش نہ کی جاتی ہو، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ حکومت بھی اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا ہے، یہی وجہ ہے کہ فیصلے کیلئے ہر چیز اسی کے سامنے پیش کی جاتی ہے اور قیامت کے دن بھی تمام معاملات اس کے سامنے رکھے جائیں گے۔ ٦ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں' پہلی یہ کہ دن اور رات کو چھوٹا اور بڑا کرنا اسی کے اختیار میں ہے، کسی کی طاقت نہیں ہے کہ دن اور رات کو چھوٹا یا بڑا کر سکے، دوسری یہ کہ دلوں میں آنے والے خیالات' منصوبوں' تدبیروں' وسوسوں اور نیتوں سے وہی باخبر ہے، اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ انسان کے دل میں کیا خیالات پنپ رہے ہیں اور وہ کیا منصوبے بنا رہا ہے، بعض اوقات قرائن اور شواہد کی بنا پر انسان کی سوچ اور خیال کے متعلق اندازہ لگانا ممکن ہوتا ہے اور وہ اندازہ درست بھی ثابت ہو جاتا ہے لیکن اسے حق تعالیٰ کے علم کامل کے مقابلے میں پیش نہیں کیا جا سکتا کیونکہ انسان اندازے سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور حق تعالیٰ کے پاس علم کامل ہے، علاوہ ازیں انسان کا اندازہ بھی قرائن اور شواہد کا محتاج ہے، حق تعالیٰ اس احتیاج سے پاک ہے نیز انسان کا اندازہ بعض اوقات غلط بھی ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے علم کامل میں خطا کا تصور بھی محال ہے۔ ٧ اس آیت مبارکہ میں دو حکم' ایک نصیحت اور ایک بشارت بیان کی گئی ہے، پہلا حکم یہ کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اس حکم کی تاکید مزید اگلی آیت میں کی گئی ہے، دوسرا حکم یہ کہ اللہ کی رضا کیلئے اپنا مال خرچ کیا کرو، دراصل اگلی آیات میں منافقین کا تذکرہ آ رہا ہے اور چونکہ وہ اپنے ایمان میں بھی مخلص نہیں ہوتے اور اللہ کے نام پر خرچ کرنے کا حوصلہ بھی اپنے دل میں نہیں پاتے اس لئے خاص طور پر یہاں یہ دو حکم دیئے گئے ہیں' نصیحت یہ کی گئی ہے کہ تم اپنی دولت کی حقیقت پر غور کرو، کیا یہ مال و دولت اور روپیہ پیسہ تمہارا اپنا ذاتی ہے؟ معمولی غور و فکر سے یہ بات سمجھی جا سکتی ہے کہ ایسا نہیں ہے اس لئے کہ ہر انسان پیدائش کے وقت دنیا میں خالی ہاتھ آتا ہے، وہ اپنے ساتھ کوئی خزانہ اور مال و دولت لے کر نہیں آتا، مالک حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے اور مالک مجازی اس کا باپ یا سرپرست ہے، وہ اسے مال و دولت سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دے دیتا ہے، پھر وہ خریداری' تحفے اور وراثت کے ذریعے بعض چیزوں کا مالک بنتا ہے، جن کا وہ پہلے مالک نہیں تھا اور اب بھی وہ اس کا حقیقی مالک نہیں ہے تو آئندہ بھی وہ اس کا مالک نہیں رہے گا، کچھ عرصے تک اس سے فائدہ اٹھانے کے بعد اسے وہ سب کچھ دنیا میں چھوڑ کر جانا پڑے گا، ایسی عارضی چیز سے دل لگانا اور اللہ کے نام پر خرچ کرنے کا حوصلہ نہ دکھانا سوائے نادانی کے اور کیا ہے؟ آیت کے آخر میں ان لوگوں کو بشارت دی گئی ہے جنہیں ایمان و انفاق کی توفیق میسر ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے بڑا اجر و ثواب تیار کر رکھا ہے اور وہ انہیں اس کا صلہ ضرور عطا فرمائے گا۔ ٨ اس آیت مبارکہ میں اولاد آدم کو خطاب کر کے اسے عالم ارواح کا وہ معاہدہ یاد دلایا گیا ہے جس کے مطابق سارے انسانوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب ماننے کا اقرار و عہد کیا تھا، اس معاہدے کی یاد دہانی کیلئے اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، نبی آخر الزمان ﷺ بھی اس دعوت کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور وہ انہیں مسلسل یہی دعوت دے رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ اور اپنے معاہدے کی پاسداری کرو، اس کے باوجود اگر تم لوگ ایمان نہیں لا رہے یا زبان سے جو کلمہ پڑھتے ہوا اپنے

النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑨ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ

النُّوْرِ	وَ	اِنَّ	اللّٰهَ	بِكُمْ	لَرَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ ⑨	وَ	مَا	لَكُمْ	اَلَّا	تُنْفِقُوْا	فِيْ
روشن کے	اور	بیشک	اللہ	تمہارے ساتھ	البتہ بہت شفیق	نہایت مہربان	اور	کیا ہوا	تمہیں	کہ نہیں	خرچ کرتے تم	میں

لے جائے، اور بیشک اللہ تم پر بہت شفیق، نہایت مہربان ہے۔ ⑨ اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی راہ میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ

سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَ	لِلّٰهِ	مِيْرَاثُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ ۭ	لَا	يَسْتَوِيْ	مِنْكُمْ
راستے	اللہ کے	اور	اللہ کیلئے	وراثت	آسمانوں کی	اور	زمین کی	نہیں	برابر ہوسکتا	تم میں سے

خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کیلئے ہے؟ تم میں سے وہ لوگ برابر نہیں ہو سکتے

مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ

مَنْ	اَنْفَقَ	مِنْ	قَبْلِ	الْفَتْحِ	وَ	قٰتَلَ ۭ	اُولٰۗىِٕكَ	اَعْظَمُ	دَرَجَةً	مِّنَ
وہ جو	خرچ کیا اس نے	سے	پہلے	فتح کے	اور	قتال کیا اس نے	وہ لوگ	زیادہ بڑے	درجے میں	سے

جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور قتال کیا، ان لوگوں کا درجہ اُن لوگوں سے زیادہ بڑا ہے

الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا

الَّذِيْنَ	اَنْفَقُوْا	مِنْۢ	بَعْدُ	وَقٰتَلُوْا ۭ	وَ كُلًّا	وَّعَدَ	اللّٰهُ	الْحُسْنٰى ۭ	وَ	اللّٰهُ	بِمَا
ان لوگوں کے	خرچ کیا انہوں نے	سے	پیچھے	اور قتال کیا انہوں نے	اور ہر ایک سے	وعدہ کیا	اللہ نے	بھلائی کا	اور	اللہ	اس سے جو

جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور قتال کیا، اور ہر ایک سے ہی اللہ نے بھلائی کا وعدہ کر رکھا ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو،

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑩ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرٌ ⑩	مَنْ	ذَا	الَّذِيْ	يُقْرِضُ	اللّٰهَ	قَرْضًا	حَسَنًا
تم کرتے ہو	خوب باخبر	کون ہے	وہ	جو	قرض دے	اللہ کو	قرض	اچھا

اللہ اُس سے خوب باخبر ہے۔ ⑩ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے ،

فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ⑪ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

فَيُضٰعِفَهٗ	لَهٗ	وَ	لَهٗٓ	اَجْرٌ	كَرِيْمٌ ⑪	يَوْمَ	تَرَى	الْمُؤْمِنِيْنَ	وَ	الْمُؤْمِنٰتِ
سو دوگنا کر دے اسے	اس کیلئے	اور	اس کیلئے	اجر	باعزت	جس دن	دیکھے گا تو	مؤمن مردوں کو	اور	مؤمن عورتوں کو

سو وہ اُسے اُس کیلئے دوگنا کر دے، اور اُس کیلئے باعزت اجر ہے۔ ⑪ جس دن آپ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو دیکھیں گے

ع ۱/۱۰ ۱۷

دل میں اسے جگہ نہیں دے پا رہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ اگر تم یہ عذر بیان کرو کہ ہمیں تو ایسا کوئی معاہدہ یاد نہیں ہے تو اس کی یاددہانی کیلئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام ﷺ کو بھیجا ہے اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور معقول عذر ہو تو وہ پیش کرو لیکن کفر اور نفاق کیلئے پیش کیا جانے والا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ ⑨ اس آیت مبارکہ میں نزول قرآن کی ایک حکمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، آیت کا اسلوب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی ایک عظیم نعمت کے طور پر ذکر فرمایا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن کریم ساری انسانیت کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم تحفہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اختتام آیت پر اللہ تعالیٰ کی صفات رحمت میں سے صفت رؤف اور رحیم کا ذکر کیا گیا ہے جو بے انتہا شفقت اور مہربانی پر دلالت کرتی ہے جبکہ نبی اکرم ﷺ کی جملہ صفات میں سے صفت عبدیت کا انتخاب کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندۂ خاص پر قرآن کریم نازل کیا ہے کیونکہ عبدیت وصف کمال ہے اور تمام آسمانی تعلیمات کا خلاصہ یہی ہے کہ بندہ بندہ رہے معبود نہ بنے، نیز اللہ تعالیٰ کی شفقت اور مہربانی جس اعلیٰ درجے میں نبی اکرم ﷺ کے اوپر ہے کسی اور پر نہیں، یہ اسی شفقت کا ایک حصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب مبارک پر اپنا کلام نازل فرما دیا جو واضح آیات' روشن دلائل اور کھلے معجزات پر مشتمل ہے، اس نزول کی حکمت اور مقصد یہ ہے کہ انسانیت کو کفر و شرک' بت پرستی' توہم پرستی اور گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکال کر اسلام کی وسیع' صاف ستھری اور روشن تعلیمات کی طرف ان کی رہنمائی کی جائے اور یہ مقصد نزول قرآن سے ہی پورا ہوتا ہے۔ ⑩ اس آیت مبارکہ میں انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دیتے ہوئے قرن اول کے مسلمانوں کو دو درجوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے، اس سلسلے میں سب سے پہلے تو اس چیز کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ زمین و آسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جس کے پاس کسی چیز کی حقیقی ملکیت ہو' یہی وجہ ہے کہ دنیا سے جو بھی رخصت ہوتا ہے، وہ خالی ہاتھ جاتا ہے، اپنے ساتھ کچھ نہیں لے جاتا، اس کے سارے خزانے' تمام جائیدادیں' اہل و عیال' سواریاں اور تمام مملوکات یہیں رہ جاتے ہیں، اگر وہ حقیقی مالک ہوتا تو ضرور ان چیزوں کو اپنے ساتھ لے جاتا، آخر میں جب کوئی بھی نہ بچے گا اور سب فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے تو ظاہری طور پر بھی ان کا دعویٰ کرنے والا کوئی شخص نہ رہے گا اور جیسے ابتدا میں وہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں تھیں، لوگوں کے چند روزہ استعمال کے بعد پھر مالک حقیقی کے پاس لوٹ جائیں گی، یہاں اسی کو "میراث" سے تعبیر کیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے پاس جو کچھ ہے، عارضی طور پر اللہ تعالیٰ نے اسے اس سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی ہے، اس کے باوجود اگر وہ اسے اللہ کے نام پر ہی خرچ کرنے سے گریز کرے تو کیا یہ قابل تعجب چیز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیز اسی کے نام پر خرچ نہ کی جائے، بعض لوگ خرچ تو کرتے ہیں لیکن وقت نکلنے کے بعد یعنی جب ضرورت ہوتی ہے، تب خرچ نہیں کرتے اور جب خرچ کرتے ہیں تو اس وقت تک ضرورت ختم یا پوری ہو چکی ہوتی ہے، ایسا نہیں ہے کہ اس خرچ کرنے پر انسان کو ثواب سے محروم کر دیا جائے بلکہ اس پر بھی وہ اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے، لیکن زیادہ اجر و ثواب کا حقدار وہ شخص ہوتا ہے جو ضرورت کے موقع پر خرچ کرے، یہی وجہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جن مسلمانوں نے اللہ کے نام پر اپنا مال خرچ کیا، ان کا اجر و ثواب فتح مکہ کے بعد خرچ کرنے والوں سے زیادہ رکھا گیا ہے، اسی طرح صحت کے زمانے میں خرچ کرنے کا ثواب صحت سے مایوسی کے زمانے میں خرچ کرنے سے زیادہ رکھا گیا ہے، ⑪ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے خرچ

يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ

يَسْعٰى	نُوْرُهُمْ	بَيْنَ	اَيْدِيْهِمْ	وَبِاَيْمَانِهِمْ	بُشْرٰىكُمُ	الْيَوْمَ	جَنّٰتٌ	تَجْرِيْ
دوڑتا ہے	نوراُن کا	درمیان	ان کے ہاتھوں کے	اوران کے دائیں ہاتھ	خوشخبری تمہارے لئے	آج کے دن	باغات	بہتی ہوں گی

کہ اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کی دائیں طرف دوڑ رہا ہے، آج تمہارے لیے خوشخبری ہے، ایسے باغات جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۲ۚ يَوْمَ

مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	ذٰلِكَ	هُوَ	الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ	يَوْمَ
سے	اس کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہنے والے	اسمیں	وہ	وہی	کامیابی	بڑی	جس دن

نہریں بہتی ہوں گی، وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔ ۱۲ جس دن

يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ

يَقُوْلُ	الْمُنٰفِقُوْنَ	وَ	الْمُنٰفِقٰتُ	لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	انْظُرُوْنَا	نَقْتَبِسْ	مِنْ
کہیں گے	منافق مرد	اور	منافق عورتیں	ان لوگوں سے جو	ایمان لائے	انتظار کرو ہمارا	حاصل کرلیں ہم	سے

منافق مرد اور منافق عورتیں اہل ایمان سے کہیں گے کہ ہمارا بھی انتظار کرو، تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے تھوڑی سی

نُوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَاۗءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ

نُوْرِكُمْ	قِيْلَ	ارْجِعُوْا	وَرَاۗءَكُمْ	فَالْتَمِسُوْا	نُوْرًا	فَضُرِبَ	بَيْنَهُمْ
تمہاری روشنی کے	کہاجائیگا	لوٹ جاؤتم	اپنے پیچھے	سوتلاش کرو	روشنی	سوکھڑی کردی جائے گی	ان کے درمیان

روشنی حاصل کرلیں، اُن سے کہا جائے گا کہ اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، اور وہاں روشنی تلاش کرو، پھر اُن کے درمیان ایک دیوار

بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ

بِسُوْرٍ	لَهٗ	بَابٌ	بَاطِنُهٗ	فِيْهِ	الرَّحْمَةُ	وَ	ظَاهِرُهٗ	مِنْ	قِبَلِهِ
ایک دیوار	اس کا	ایک دروازہ	اس کا اندر	اسمیں	رحمت	اور	اس کا باہر	سے	اس طرف

کھڑی کر دی جائے گی، جس میں ایک دروازہ بھی ہوگا، اُس کے اندر رحمت ہو گی، اور اُس کے باہر کے حصے کی طرف

الْعَذَابُ ۝۱۳ۭ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ

الْعَذَابُ	يُنَادُوْنَهُمْ	اَلَمْ	نَكُنْ	مَعَكُمْ	قَالُوْا	بَلٰى	وَ	لٰكِنَّكُمْ	فَتَنْتُمْ
عذاب	وہ پکاریں گے انہیں	کیانہ	تھے ہم	تمہارے ساتھ	کہیں گے وہ	کیوں نہیں	اور	لیکن تم	فتنے میں ڈالاتم نے

عذاب ہوگا۔ ۱۳ وہ اُنہیں پکاریں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں، لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں

کرنے کو قرض حسنہ سے تعبیر کر کے اس پر دوگنے ثواب اور "اجر کریم" کا وعدہ کیا گیا ہے کیونکہ جس طرح مقروض کے ذمے قرض کی ادائیگی کرنا لازم ہوتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے ان لوگوں کا اجرو ثواب اپنے ذمے لازم فرما لیا ہے جو اس کے نام پر خرچ کرتے ہیں اور اسے قرض حسنہ سے تعبیر فرما دیا ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بندے اس بات کا یقین رکھیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر جو کچھ بھی خرچ کریں گے، وہ واجب الادا ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں کم از کم دوگنا بدلہ اس پر ضرور عطا فرمائے گا، اجر کریم اس کے علاوہ ہوگا کیونکہ یہاں دونوں چیزوں کا الگ الگ وعدہ کیا گیا ہے، اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اگر کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے تو وہ یہ سمجھ کر ہی خرچ کر لے کہ وہ اللہ کو قرض حسنہ دے رہا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بھی ضرور اجرو ثواب عطا فرمائے گا۔ ۱۲ ۱۳ ان آیتوں میں قیامت کے دن مومنین اور منافقین کی ایک خاص کیفیت کا حال بیان کیا گیا ہے، یہ کیفیت میدان حشر میں اس وقت پیش آئے گی، جب لوگوں کو پل صراط سے گزرنے کا حکم دیا جائے گا، اس وقت ہر طرف اندھیرا اور تاریکی ہوگی، اس اندھیرے اور تاریکی کو دور کرنے کیلئے سورج روشن کیا جائے گا اور نہ کوئی چاند اپنی چاندنی بکھیرے گا بلکہ اس کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہوگی، پہلی چیز ایمان ہے اور دوسری چیز نیک اعمال ہیں، ایمان سے حاصل ہونے والا نور انسان کے آگے آگے ہوگا اور اعمال صالحہ کی برکت سے دائیں طرف روشنی نصیب ہوگی، جس شخص کا ایمان جس قدر مضبوط ہوگا اس کی روشنی اسی قدر صاف' تیز اور گہری ہوگی اور جس شخص کے اعمال صالحہ کا ذخیرہ جس قدر وسیع ہوگا، اس کی روشنی بھی اسی تناسب سے ہوگی، چنانچہ کسی کا نور پہاڑوں کے برابر ہوگا اور کسی کا نور اس کے انگوٹھے کے پاس ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی طرح جلتا بجھتا ہوگا، لیکن جس شخص کے ایمان یا اعمال میں کمزوری ہوگی، اس کی کمزوری کے تناسب سے اس کی روشنی میں کمی ہوتی جائے گی، چنانچہ کفار اور منافقین اس روشنی سے محروم ہوں گے، ان میں سے کفار اور مشرکین تو اپنے کفر و شرک کی وجہ سے پہلے ہی مسلمانوں سے ممتاز ہوں گے لیکن منافقین اپنے ظاہری دعویٰ اسلام کی وجہ سے مسلمانوں میں گھس جائیں گے اور دنیا کی طرح یہاں بھی فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے، چنانچہ جب پل صراط کو عبور کرنے کا حکم ہوگا تو مسلمان اپنے ایمان اور اعمال صالحہ کے نور کی روشنی میں چل پڑیں گے، فرشتے انہیں خوش آمدید کہہ کر ان کا استقبال کریں گے، ان میں سے ہر شخص اپنے درجے کے اعتبار سے پل صراط کو عبور کر لے گا، کوئی ہوا کی طرح' کوئی بجلی کی طرح' کوئی تیز رفتار گھوڑے کی طرح اور کوئی معمول کی رفتار سے بالآخر پل صراط کو عبور کرنے کے بعد وہ جنت میں پہنچ جائیں گے اور اعلیٰ درجے کی کامیابی حاصل کر لیں گے لیکن وہ منافقین جو اہل ایمان کے ساتھ لگ گئے ہوں گے اور ان کے ایمان و اعمال کی روشنی میں مسافت طے کر رہے ہوں گے، مسلمانوں کی تیز رفتاری کو دیکھ کر ان سے کہیں گے کہ ذرا آہستہ آہستہ چلو تا کہ ہم بھی تمہارے ساتھ پل صراط کو عبور کر لیں، جب دنیا میں ہم تمہارے ساتھ رہے تو اس وقت بھی ہم تمہارے ساتھ رہنا چاہتے ہیں، ہم سے بے رخی نہ کرو، اگر ہم تمہاری روشنی سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں تو اس میں تمہارا کیا نقصان ہے؟ اس پر انہیں جواب دیا جائیگا کہ روشنی پیچھے تقسیم ہو رہی ہے' تم بھی وہاں سے جا کر تھوڑی سی روشنی لے آؤ تا کہ تمہارے لئے اپنی منزل تک پہنچنا آسان ہو جائے، دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہمیں جنت کا شوق بے تاب کر رہا ہے، اسلئے ہم اپنی رفتار ہلکی نہیں کر سکتے، اگر تمہیں بھی یہی شوق ہے تو ضروری ہے کہ تمہارے پاس اپنی ذاتی انفرادی روشنی ہو، اس کیلئے تمہیں پیچھے واپس جانا پڑے گا،

اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ

اَنْفُسَكُمْ	وَ	تَرَبَّصْتُمْ	وَارْتَبْتُمْ	وَ	غَرَّتْكُمُ	الْاَمَانِيُّ	حَتّٰى	جَآءَ	اَمْرُ
اپنی جانوں کو	اور	انتظار کرتے رہے تم	اور شک میں رہے تم	اور	دھوکہ دیا تمہیں	امیدوں نے	یہاں تک کہ	آ گیا	حکم

ڈالے رکھا، تم انتظار کرتے رہے، تم شک میں پڑے رہے اور امیدوں نے تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم

اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ

اللّٰهِ	وَ	غَرَّكُمْ	بِاللّٰهِ	الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾	فَالْيَوْمَ	لَا	يُؤْخَذُ	مِنْكُمْ	فِدْيَةٌ	وَّ	لَا	مِنَ
اللہ کا	اور	دھوکہ دیا تمہیں	ساتھ اللہ کے	دھوکے بازنے	سو آج کے دن	نہیں	لیا جائیگا	تم سے	کوئی فدیہ	اور	نہ	سے

آ پہنچا، اور اُس دھوکے باز نے تمہیں اللہ کے حوالے سے دھوکے میں ڈالے رکھا۔ ﴿۱۴﴾ سو آج کے دن تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ہی

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ

الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا ۭ	مَاْوٰىكُمُ	النَّارُ ۭ	هِيَ	مَوْلٰىكُمْ ۭ	وَ	بِئْسَ	الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾	اَلَمْ
ان لوگوں کے	کفر کیا انہوں نے	تمہارا ٹھکانہ	جہنم	وہی	تمہاری رفیق	اور	وہ بدترین	ٹھکانہ	کیا نہیں

اُن لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا، تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے، وہی تمہاری رفیق ہے، اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔ ﴿۱۵﴾ کیا

يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ

يَاْنِ	لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اَنْ	تَخْشَعَ	قُلُوْبُهُمْ	لِذِكْرِ	اللّٰهِ	وَ	مَا	نَزَلَ	مِنَ
آیا وقت	ان لوگوں کیلئے جو	ایمان لائے	یہ کہ	ڈریں	ان کے دل	ذکر کیلئے	اللہ کے	اور	وہ جو	نازل ہوا	سے

اہلِ ایمان کیلئے اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کی یاد سے لرزنے لگیں، اور اُس حق سے جو

الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ

الْحَقِّ ۙ	وَ	لَا	يَكُوْنُوْا	كَالَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْكِتٰبَ	مِنْ	قَبْلُ	فَطَالَ	عَلَيْهِمُ
حق کے	اور	نہ	ہو جائیں وہ	جیسے وہ لوگ	دیئے گئے وہ	کتاب	سے	پہلے	تو لمبی ہوگئی	ان پر

نازل ہوا ہے، اور وہ اُن لوگوں کی طرح نہ ہوں جنہیں اُن سے پہلے کتاب دی گئی، پھر اُن پر طویل مدت

الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ

الْاَمَدُ	فَقَسَتْ	قُلُوْبُهُمْ ۭ	وَ	كَثِيْرٌ	مِّنْهُمْ	فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾	اِعْلَمُوْٓا	اَنَّ
مدت	تو سخت ہوگئے	ان کے دل	اور	بہت سارے	ان میں سے	نافرمانی کرنے والے	جان رکھو	کہ بیشک

گذری تو اُن کے دل سخت ہو گئے اور اُن میں سے اکثر نافرمان ہیں۔ ﴿۱۶﴾ جان رکھو! کہ اللہ

دراصل اس جملے میں منافقین کیلئے بھرپور جواب موجود ہے کہ آج تم جس روشنی کی تلاش میں ہو وہ روشنی حاصل کرنے کا وقت بہت پیچھے رہ گیا ہے، دنیا میں تمہارے پاس وقت تھا کہ تم ایمان خالص اور اعمال صالحہ کا ذخیرہ اکٹھا کر کے آج کے دن کیلئے روشنی مہیا کر لیتے لیکن تم نے منافقت سے کام لیا، اس لئے اب اس کا وقت تمہارے ہاتھ سے نکل چکا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب وہ روشنی کی تلاش میں پیچھے کی جانب پلٹیں گے تو ان کے اور اہل ایمان کے درمیان ایک دیوار حائل ہو جائے گی، منافقین کی جانب عذاب ہوگا اور اہل ایمان کی طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی متوجہ ہوگی یعنی دیوار کے ایک طرف عذاب اور دوسری طرف رحم و کرم اور مہربانی کا اظہار ہوگا۔ ﴿۱۴﴾ اس آیت مبارکہ میں منافقوں کی فریاد اور اس کا جواب دیا گیا ہے کہ جب ان کے اور مومنین کے درمیان ایک آڑ قائم کر دی جائے گی اور وہ اندھیروں میں پڑے رہ جائیں گے تو وہ مسلمانوں سے فریاد کریں گے کہ یہ تم نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ ہمیں تنہا کیوں چھوڑ دیا؟ کیا ہم تمہارے ساتھ نمازیں نہیں پڑھتے تھے حج، زکوٰۃ، روزہ، جہاد اور دیگر فلاح عامہ کے کاموں میں تمہارے ساتھ شریک نہیں ہوتے تھے؟ اہل ایمان انہیں جواب دیں گے کہ یہ درست ہے کہ تم لوگ ظاہری طور پر ہمارے ساتھ اجتماعی کاموں میں شریک ہوتے تھے اور وہ تمام کام سرانجام دیتے تھے جن کا تم حوالہ دے رہے ہو لیکن اپنے دلوں کی حالت سے بھی تم بخوبی واقف ہو، تمہیں معلوم ہے کہ تم نے ان میں سے کوئی کام بھی اللہ کی رضا کیلئے نہیں کیا، تمہارے دل ایمان کی لذت و حلاوت سے ہمیشہ ناآشنا رہے، تم نے ظاہری طور پر اسلام کا لبادہ اوڑھا اور دل سے تم کافر ہی رہے، تم مختلف فتنوں کا حصہ بنتے رہے، تم لوگ مسلمانوں کے متعلق گردش زمانہ کے منتظر رہے، تمہاری خواہش رہی کہ مسلمان کسی بہت بڑی مصیبت سے دوچار ہو جائیں اور اس کیلئے تم نے کوششیں بھی کیں، تم اسلام اور اس کی تعلیمات کے حوالے سے ہمیشہ شکوک و شبہات میں مبتلا رہے، تم جھوٹی آرزوئیں اور ناکام امیدیں پالتے اور خود کو دھوکہ دیتے رہے اور شیطان نے بھی تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا مقرر وقت آ پہنچا، تم پر موت آ گئی، تم نے برزخ کی زندگی گزاری اور آج تمہاری قسمت کا فیصلہ ہو گیا ہے، اگر تم یہ سمجھتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح چھوٹ جاؤ گے اور یہاں بھی تمہارا دھوکہ اور فریب چل جائے گا تو یہ تمہاری خام خیالی اور خود فریبی تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہمارے اور تمہارے درمیان دیوار کھڑی ہو گئی ہے۔ ﴿۱۵﴾ اس آیت مبارکہ میں منافقین کو صاف جواب دے دیا گیا ہے کہ اگر تمہیں یہ توقع ہے کہ کسی نہ کسی طرح آج بھی بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو اس خام خیالی کو اپنے دماغ سے نکال دو، اگر تم اپنی جان بخشی کیلئے کوئی بہت بڑا فدیہ پیش کرنا چاہو تو وہ بھی قبول نہیں کیا جائے گا، اس معاملے میں تم اور کافر دونوں برابر ہو، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ تم بھی کافروں کی طرح ہی ہو، فرق صرف اتنا ہے کہ انہوں نے اپنے کفر میں منافقت نہیں کی اور تم اپنے کفر میں بھی منافق ہی رہے، اس لئے تمہارا جرم زیادہ بڑا ہے جس کی پاداش میں تمہارا ٹھکانہ جہنم کو مقرر کیا جاتا ہے، اب تمہیں یہیں رہنا ہے، یہی تمہارا اوڑھنا بچھونا ہے، یہی تمہاری رفیق ہے کیونکہ یہاں کوئی کسی کا رفیق نہیں ہے، عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمہارا ٹھکانہ بہترین ہے یا بدترین اور بہت جلد تم یہ فیصلہ کر دو گے کہ اس سے برا ٹھکانہ کوئی اور نہیں ہے۔ ﴿۱۶﴾ اس آیت مبارکہ میں دلوں کے تار ہلائے گئے ہیں اور اہل ایمان کے ضمیروں کو جھنجھوڑ گیا ہے، جو لوگ گناہوں کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہیں، شرابیں پی رہے ہیں، جوا کھیل رہے ہیں، لوگوں کے مال پر دن دیہاڑے ڈاکے ڈال رہے ہیں، بدکاری اور بے راہ روی میں مبتلا ہیں،

اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ

اللّٰه	يُحْيِ	الْاَرْضَ	بَعْدَ	مَوْتِهَا	قَدْ	بَيَّنَّا	لَكُمُ	الْاٰيٰتِ	لَعَلَّكُمْ
اللہ	زندہ کرتا ہے	زمین کو	پیچھے	اس کے مرنے کے	یقیناً	بیان کرچکے ہم	تمہارے لئے	نشانیاں	تاکہ تم

زمین کو اُس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے، یقیناً ہم نے تمہارے لیے اپنی نشانیاں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں تاکہ تم

تَعْقِلُوْنَ ﴿١٧﴾ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا

تَعْقِلُوْنَ ﴿١٧﴾	اِنَّ	الْمُصَّدِّقِيْنَ	وَ	الْمُصَّدِّقٰتِ	وَ	اَقْرَضُوا	اللّٰهَ	قَرْضًا
سمجھو	بیشک	صدقہ کرنے والے مرد	اور	صدقہ کرنے والی عورتیں	اور	قرض دیا انہوں نے	اللہ کو	قرض

سمجھو۔ ﴿١٧﴾ بیشک صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو قرضِ حسنہ

حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿١٨﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ

حَسَنًا	يُّضٰعَفُ	لَهُمْ	وَ	لَهُمْ	اَجْرٌ	كَرِيْمٌ ﴿١٨﴾	وَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	بِاللّٰهِ
اچھا	دوگنا کیا جائیگا	ان کیلئے	اور	ان کیلئے	ثواب	باعزت	اور	جو لوگ	ایمان لائے	اللہ پر

دیا، اُنہیں دوگنا بدلہ دیا جائے گا اور اُن کیلئے باعزت اجر ہے۔ ﴿١٨﴾ اور جو لوگ اللہ پر اور اُس کے پیغمبروں پر

وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ

وَ	رُسُلِهٖ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الصِّدِّيْقُوْنَ	وَ	الشُّهَدَآءُ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ	لَهُمْ
اور	اس کے پیغمبروں پر	وہ لوگ	وہی	صدیقین	اور	شہداء	نزدیک	اپنے رب کے	ان کیلئے

ایمان لائے، وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں، اُن کیلئے

اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ

اَجْرُهُمْ	وَ	نُوْرُهُمْ	وَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَآ	اُولٰٓئِكَ
ان کا اجر	اور	ان کا نور	اور	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	اور	جھٹلایا انہوں نے	ہماری آیتوں کو	وہ لوگ

اُن کا اجر اور اُن کا نور ہے، اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی، وہی لوگ

اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿١٩﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ

اَصْحٰبُ	الْجَحِيْمِ ﴿١٩﴾	اِعْلَمُوْٓا	اَنَّمَا	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا	لَعِبٌ	وَّ	لَهْوٌ	وَّ	زِيْنَةٌ
رہنے والے	جہنم کے	جان رکھو	وہ تو صرف	زندگی	دنیا کی	کھیل کود	اور	تماشا	اور	زینت

اہلِ جہنم ہیں۔ ﴿١٩﴾ جان رکھو کہ دنیوی زندگی تو محض کھیل تماشا، بناؤ سنگھار، آپس میں

ع ٢ ٩ ١٨

بچیوں کی عزت و آبرو سے کھیل رہے ہیں، قومی وسائل کو لوٹ رہے ہیں، عوام کو دھوکہ دے رہے ہیں اور اس قدر سنگ دل ہو چکے ہیں کہ گناہ کو گناہ نہیں سمجھتے، کسی پر ظلم کرتے ہوئے انہیں ترس نہیں آتا اور ان کی زبان اور ہاتھ ان کے قابو میں نہیں ہیں، آخر کب تک یہ لوگ ان گناہوں میں ملوث رہیں گے؟ کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے خوف سے لرز اٹھیں؟ کیا اب بھی توبہ کا وقت نہیں آیا؟ کیا وہ بھی گزشتہ اہل کتاب کی طرح سنگ دل بننا چاہتے ہیں؟ جو طویل عرصہ گزرنے کی وجہ سے انبیاء کرام علیہم السلام کے زمانے سے دور ہوتے چلے گئے اور ان کی آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑتے چلے گئے اور ان کی اکثریت اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی راہ پر چل پڑی، اگر اسلام کی برحق تعلیمات کی موجودگی میں بھی کوئی شخص اس راستے پر چل پڑے تو اس میں اور گزشتہ اہل کتاب میں کوئی فرق نہیں رہا۔ ﴿١٧﴾ اس آیت مبارکہ میں مردہ زمین کو زندہ کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ بنجر اور ویران زمین کو آباد کر دیتا ہے، آسمان سے پانی برسا کر اسے نئی زندگی عطا فرما دیتا ہے اور اسے لوگوں کیلئے مفید بنا دیتا ہے، وہی اللہ اپنی قدرت سے مردوں کو بھی زندہ کر کے دکھا دے گا اور زمین کے سینے کو پھاڑ کر اس میں سے ہر شخص کو نکال کھڑا کرے گا اور اس کیلئے یہ کچھ مشکل نہیں ہے۔ ﴿١٨﴾ اس آیت مبارکہ میں صدقہ و خیرات کرنے والوں کیلئے اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، جو لوگ دوسروں کی ضروریات میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں، گویا وہ اللہ کو قرض حسنہ دیتے ہیں اور قرض کے حوالے سے اصول یہ ہے کہ وہ جسے دیا جائے اسی سے وصول کرنا چاہئے، لہٰذا اللہ کے نام پر خرچ کرنے والوں کیلئے اصول یہ ہوا کہ وہ ان غرباء و فقراء سے کسی قسم کے شکریے اور بدلے کے طلبگار نہ ہوں جن پر خرچ کرنے کی انہیں توفیق نصیب ہوئی بلکہ وہ اس کا تقاضا اللہ تعالیٰ سے کریں کیونکہ انہوں نے قرضہ اللہ تعالیٰ کو دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ جو کچھ خرچ کریں گے، اللہ تعالیٰ اسے دوگنا یا کئی گنا اضافے کے ساتھ انہیں واپس لوٹائے گا اور انہیں مزید اجر و ثواب بھی عطا فرمائے گا۔ ﴿١٩﴾ اس آیت مبارکہ میں صدیقین اور شہداء کیلئے اجر و ثواب اور کفار و مکذبین کیلئے جہنم کے عذاب کی خبر دی گئی ہے، صدیق کا لفظ مبالغے کا صیغہ ہے جس کا لفظی معنی بہت سچ بولنے والا ہے، قرآن کریم میں بعض انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے بھی اسی وصف کو بطور خاص ذکر کیا گیا ہے جیسے حضرت ادریس علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام، معلوم ہوا کہ یہ نہایت خاص اور ممتاز وصف ہے، ورنہ کسی نبی کے صدیق ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا، اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ ہر نبی صدیق ہوتے ہیں لیکن ہر صدیق کیلئے نبی ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص صدیق ہو لیکن نبی نہ ہو جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ وہ صدیق تو ہیں لیکن نبی نہیں ہیں، یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ صدیقیت کا درجہ نبوت سے کم تر ہے، اس کے بعد شہادت کا درجہ آتا ہے جیسا کہ سورۂ نساء کی آیت نمبر ٦٩ میں درجہ بندی کی گئی ہے، نیز یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ یہاں لفظ صدیق سے اس کا صرف لفظی معنی مراد نہیں ہے بلکہ صدیق کا لفظ ایک ایسے شخص پر بولا جاتا ہے جو اپنے اقوال و افعال میں سچا ہونے کے ساتھ ساتھ ایمان و اعمال کا ایسا بلند درجہ رکھتا ہو کہ اس سے اوپر صرف انبیاء و مرسلین کا درجہ آتا ہو وہ اپنے ایمان اور اعمال میں ایسی پختگی اور مضبوطی رکھتا ہو کہ انبیاء و مرسلین کے علاوہ اس ایمانی پختگی میں کوئی اس کے درجے کو نہ پہنچ سکے، نبوت اور صدیقیت میں اس کے علاوہ ایک فرق یہ ہے کہ نبوت وہبی چیز ہے، محنت سے حاصل نہیں ہوسکتی جبکہ صدیقیت کسبی چیز ہے اور انسان محنت کر کے اسے حاصل کر سکتا ہے، اس کے بعد شہادت کا درجہ ہے جس کا لفظی معنی گواہی دینا ہے،

وَ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ

وَ تَفَاخُرٌۢ	بَيْنَكُمْ	وَ	تَكَاثُرٌ	فِي	الْاَمْوَالِ	وَ	الْاَوْلَادِ ؕ	كَمَثَلِ	غَيْثٍ
اور ایک دوسرے پر فخر کرنا	آپس میں	اور	کثرت کا شوق	بیچ	مالوں کے	اور	اولاد کے	جیسے مثال	بارش کی

ایک دوسرے پر فخر کرنا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش ہے، اس کی مثال اُس بارش کی سی ہے

اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ

اَعْجَبَ	الْكُفَّارَ	نَبَاتُهٗ	ثُمَّ	يَهِيْجُ	فَتَرٰىهُ	مُصْفَرًّا	ثُمَّ	يَكُوْنُ
اچھا لگتا ہے	کسانوں کو	اس کا سبزہ	پھر	پک جاتی ہے وہ	سو دیکھتا ہے تو اسے	پیلا	پھر	ہو جاتی ہے وہ

جس کا سبزہ کسانوں کو اچھا لگتا ہے، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر آپ اُسے زرد ہوتا دیکھتے ہیں، پھر وہ چورا

حُطَامًا ؕ وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ

حُطَامًا ؕ	وَ	فِي	الْاٰخِرَةِ	عَذَابٌ	شَدِيْدٌ ۙ	وَّ	مَغْفِرَةٌ	مِّنَ	اللّٰهِ
چورا	اور	بیچ	آخرت کے	عذاب	سخت	اور	مغفرت	سے	اللہ کے

ہو جاتی ہے، اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ کی مغفرت اور اُس کی

وَ رِضْوَانٌ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝٢٠ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ

وَ	رِضْوَانٌ ؕ	وَ	مَا	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَآ	اِلَّا	مَتَاعُ	الْغُرُوْرِ ۝٢٠	سَابِقُوْٓا	اِلٰى	مَغْفِرَةٍ
اور	خوشنودی	اور	نہیں	زندگی	دنیا کی	مگر	سامان	دھوکے کا	آگے بڑھو	طرف	مغفرت کے

رضا بھی، اور دنیوی زندگی تو محض دھوکے کا سامان ہے۔ ٢٠ اپنے رب کی مغفرت اور اُس کی جنت کی طرف

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ

مِّنْ	رَّبِّكُمْ	وَ	جَنَّةٍ	عَرْضُهَا	كَعَرْضِ	السَّمَآءِ	وَ	الْاَرْضِ ۙ	اُعِدَّتْ
سے	اپنے رب کی	اور	جنت	چوڑائی اس کی	جیسے چوڑائی	آسمان کی	اور	زمین کی	تیار کی گئی

ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرو جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے، وہ اُن لوگوں کیلئے

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	بِاللّٰهِ	وَ رُسُلِهٖ ؕ	ذٰلِكَ	فَضْلُ	اللّٰهِ	يُؤْتِيْهِ	مَنْ	يَّشَآءُ ؕ
ان لوگوں کیلئے جو	ایمان لائے	اللہ پر	اور اس کے پیغمبروں پر	وہ	فضل	اللہ کا	دیتا ہے وہ	جسے	چاہتا ہے

تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اُس کے پیغمبروں پر ایمان لائے، یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے عطا فرما دیتا ہے،

یہاں وہ معنی بھی مراد ہو سکتا ہے کیونکہ یہ امت گزشتہ تمام انبیاء کے حق میں گواہی دے گی اور اللہ کے نام پر اپنی جان قربان کر دینے کا معنی بھی مراد ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ان کے ایمان و اعمال کا اجر و ثواب بھی عطا فرمائے گا اور پل صراط کو عبور کرنے کیلئے نور اور روشنی بھی عطا فرمائے گا لیکن جو لوگ کفر و تکذیب پر اڑے رہے ان کیلئے جہنم کا فیصلہ ہو چکا ہے اور وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ ٢٠ اس آیت مبارکہ میں دنیوی زندگی کی اصل حقیقت کو کھول کر بیان کر دیا گیا ہے، اگر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو وجود و توحید باری تعالیٰ کے منکرین اور اہل ایمان میں سے مادیت ہی کی دوڑ دھوپ میں مشغول رہنے والے اور فکر آخرت سے غافل لوگوں کی زندگی انہی چیزوں کے گرد گھومتی ہوئی دکھائی دیتی ہے کوئی شراب و شباب کی محفلیں سجا رہا ہے، مخلوط محفلوں میں میوزیکل شوز ہو رہے ہیں، ساری ساری رات کھیل کود اور تماشے جاری رہتے ہیں، روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے نام پر تعلیمی اداروں میں لہو و لعب اور بے ہودگی پر مبنی پروگرام ہو رہے ہیں، کہیں فخر و مباہات کی مجلسیں گرم ہیں، کوئی اپنے حسن و جمال پر فخر کر رہا ہے، کوئی اپنے لباس، زیورات اور طرز معاشرت پر نازاں ہے، کسی کو اپنی تعلیمی قابلیت پر غرور ہے، کوئی اپنے مال و دولت کی کثرت میں دوسروں پر فخر کر رہا ہے، کسی کا سر بڑی عمارت بنا کر فخر سے بلند ہو رہا ہے اور وہ دوسروں کے سامنے فخر کرتے ہوئے یہ بھول رہا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے نہ وہ اس کا اپنا ہے اور نہ اس کے پاس ہمیشہ رہے گا، تھوڑا سا اور آگے جائیں تو پتہ چلتا ہے کہ کچھ لوگ مال و دولت کے حصول کیلئے مشین بنے ہوئے ہیں، ان کی زندگی کا پہلا اور آخری مقصد پیسہ اور پیسہ ہے، پیسہ کمانے کی دھن میں وہ دن اور رات، سردی اور گرمی، صحت اور بیماری ہر چیز سے بے نیاز دکھائی دیتے ہیں، حلال و حرام کا امتیاز تو بڑی دور کی بات ہے، پیسے کے چکر میں وہ کئی کئی دنوں اور مہینوں اپنی اولاد کی شکل بھی نہیں دیکھ پاتے، دوسری طرف کچھ لوگ اولاد سے محرومی کا غم لئے درباروں، قبرستانوں، پیروں، فقیروں اور مختلف آستانوں کے چکر لگاتے نظر آتے ہیں، وہ حصول اولاد کیلئے بڑی سے بڑی قربانی دینے کیلئے تیار ہوتے ہیں، جب اولاد نصیب ہو جائے تو اس کی خاطر ناجائز اور حرام طریقے اختیار کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے، یہ ٹھیک ہے کہ دنیا میں اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے لیکن لوگوں کی اکثریت انہی چیزوں کے دائرے میں گھوم رہی ہے، اگر وہ غور کریں تو اس مثال سے سمجھ سکتے ہیں کہ ایک سرسبز و شاداب باغ ہو، بارش کا پانی اسے خوب سیراب کرے اور وہ اپنی پیداوار خوب لے کر آئے اور دیکھنے والوں کو وہ خوش منظر معلوم ہوتا ہو کیا وہ باغ ہمیشہ سرسبز و شاداب رہتا ہے یا کبھی اس پر خزاں بھی اترتی ہے؟ کیا اس کے پتے ہمیشہ سبز اور پھول ہمیشہ کھلے رہتے ہیں یا پیلے ہو کر مرجھا بھی جاتے ہیں؟ یقیناً وہ باغ ہمیشہ ایک جیسی حالت پر نہیں رہتا اور اس کی شادابی ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح دنیا کی باغ و بہار، رونق اور شادابی بھی ختم ہو جائے گی، پھر اس سے دل لگانے کا کیا فائدہ؟ خاص طور پر جبکہ یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ آخرت میں کیا انجام ہو گا؟ مغفرت اور رضاء الٰہی نصیب ہو گی یا عذاب اور سزا بھگتنا پڑے گی کیونکہ وہاں تو یہ دونوں چیزیں ہوں گی اس لئے اس دھوکے کی زندگی اور اس کی دل فریبیوں میں الجھ کر اپنی آخرت کو برباد نہ کر لینا۔ ٢١ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جنت کو حاصل کرنے کیلئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے، مطلب یہ کہ اگر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا مقابلہ کرنا ہی ہے تو پھر مقابلے کا میدان دنیا اور اس کی لذتیں نہیں ہیں بلکہ مقابلے کا میدان اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی جنت ہے جس کی لمبائی تو رہی ایک طرف، صرف چوڑائی اتنی زیادہ ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان کی مسافت کے

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٢١﴾ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ

وَ	اللّٰهُ	ذُو الْفَضْلِ	الْعَظِيْمِ ﴿٢١﴾	مَآ	اَصَابَ	مِنْ	مُّصِيْبَةٍ	فِي	الْاَرْضِ
اور	اللہ	فضل والا	بڑے	جو	پہنچے	سے	کوئی مصیبت	بیچ	زمین کے

اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ﴿٢١﴾ زمین میں یا خود تمہاری ذات میں جو

وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

وَ	لَا	فِيْٓ	اَنْفُسِكُمْ	اِلَّا	فِيْ	كِتٰبٍ	مِّنْ	قَبْلِ	اَنْ	نَّبْرَاَهَا	اِنَّ	ذٰلِكَ	عَلَى	اللّٰهِ
اور	نہ	بیچ	تمہاری جانوں کے	مگر	بیچ	کتاب کے	سے	پہلے	یہ کہ	ہم پیدا کریں اسے	بیشک	یہ	پر	اللہ کے

مصیبت آتی ہے، اس سے پہلے کہ ہم اُسے پیدا کریں، وہ ایک کتاب میں لکھی ہوتی ہے، بیشک اللہ پر یہ

يَسِيْرٌ ﴿٢٢﴾ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

يَسِيْرٌ ﴿٢٢﴾	لِّكَيْلَا	تَاْسَوْا	عَلٰى	مَا	فَاتَكُمْ	وَلَا	تَفْرَحُوْا	بِمَآ	اٰتٰىكُمْ	وَ	اللّٰهُ
آسان	تاکہ نہ	افسوس کرو تم	پر	اس کے جو	چھوٹ جائے تم سے	اور نہ	اترایا کرو تم	اس پر جو	وہ تمہیں دیدے	اور	اللہ

آسان ہے۔ ﴿٢٣﴾ تاکہ تم اُس چیز پر افسوس نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے نکل گئی، اور اُس چیز پر مت اِتراؤ جو اُس نے تمہیں عطا کردی اور اللہ

لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ﴿٢٣﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ

لَا	يُحِبُّ	كُلَّ	مُخْتَالٍ	فَخُوْرِ ﴿٢٣﴾	الَّذِيْنَ	يَبْخَلُوْنَ	وَ	يَاْمُرُوْنَ	النَّاسَ
نہیں	پسند کرتا	ہر ایک	متکبر	شیخی خورا	وہ لوگ جو	بخل کرتے ہیں	اور	حکم دیتے ہیں	لوگوں کو

کسی متکبر، شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا۔ ﴿٢٣﴾ وہ لوگ جو خود بھی بخل کریں اور لوگوں کو بھی بخل کرنے کا

بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿٢٤﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا

بِالْبُخْلِ	وَ	مَنْ	يَّتَوَلَّ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	هُوَ	الْغَنِيُّ	الْحَمِيْدُ ﴿٢٤﴾	لَقَدْ	اَرْسَلْنَا
بخل کا	اور	جو کوئی	منہ موڑلے	تو بیشک	اللہ	وہی	بے نیاز	قابل تعریف	البتہ یقیناً	ہم نے بھیجے

حکم دیں، اور جو شخص منہ موڑلے تو بیشک اللہ ہی بے نیاز، قابلِ تعریف ہے۔ ﴿٢٤﴾ یقیناً ہم اپنے کئی پیغمبر

رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ

رُسُلَنَا	بِالْبَيِّنٰتِ	وَ	اَنْزَلْنَا	مَعَهُمُ	الْكِتٰبَ	وَ	الْمِيْزَانَ	لِيَقُوْمَ	النَّاسُ
اپنے پیغمبر	واضح دلائل کے ساتھ	اور	نازل کی ہم نے	ان کے ہمراہ	کتاب	اور	ترازو	تاکہ قائم رہیں	لوگ

واضح نشانیاں دیکر بھیج چکے، اور ہم نے اُن کے ساتھ کتاب اور ترازو بھی اتاری، تاکہ لوگ انصاف پر

برابر ہے، اس میدان میں مقابلے بازی کرو کہ کون آگے بڑھ کر بخشش و مغفرت اور جنت کا پروانہ حاصل کرتا ہے کیونکہ یہی اصل کامیابی ہے اور جو اس میدان میں آگے بڑھ گیا، اس پر اللہ کا فضل ہوگیا اور جو اس میدان میں پیچھے رہ گیا، وہ خسارہ اٹھانے والا ہوگیا۔ ﴿٢٢﴾ اس آیت مبارکہ میں لوح محفوظ میں لکھی جانے والی چیزوں کی وسعت اور ان کا یقینی ہونا بیان کیا گیا ہے یعنی اس کائنات میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے' خواہ اچھا ہو یا برا، رزق کی کشادگی ہو یا تنگی، اصلاح ہو یا فساد' بارش ہو یا طوفان' زلزلے ہوں یا سیلاب' قدرتی آفتیں ہوں یا مصنوعی پریشانیاں' خوشی ہو یا غمی' ترقی ہو یا تنزلی' دوستی ہو یا دشمنی' محبت ہو یا نفرت' زندگی ہو یا موت' ہر چیز وجود اور ظہور میں آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے پاس لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم کامل نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے یہ کچھ مشکل نہیں ہے کہ کائنات میں رونما ہونے والے ہر واقعے اور معاملے کو لوح محفوظ میں جمع کر دے، آج کل تو لوگوں نے ایسی ڈیوائسز ایجاد کر رکھی ہیں جن میں کئی ہزار GB کا ریکارڈ آ جاتا ہے، اگر انسان چھوٹے سے آلے میں ہزاروں لاکھوں معلومات جمع کر سکتا ہے تو اللہ کیلئے کیا مشکل ہے۔ ﴿٢٣﴾ اس آیت مبارکہ میں تقدیر پر ایمان رکھنے کی ایک نہایت اہم حکمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انسان اس بات پر ایمان کامل اور یقین محکم رکھے کہ اس کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ کے علم میں پہلے سے موجود ہے اور وہ اس نے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے، اس کے لکھے ہوئے میں کسی قسم کی تبدیلی ممکن نہیں ہے، جب انسان کو اس بات پر یقین کامل نصیب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے خیر اور شر کا جو بھی فیصلہ فرمایا ہے وہ مجھے پیش آ کر رہے گا اور اللہ تعالیٰ نے میرے لئے جو لکھ دیا ہے وہ ہو کر رہے گا خواہ مجھے پسند آئے یا نہ آئے تو اس ایمان و یقین کے نتیجے میں انسان کو دو نعمتیں نصیب ہوں گی، پہلی یہ کہ جو چیز اسے مل جائے گی وہ اس پر اترانے اور غرور کرنے سے گریز کرے گا اور دوسری یہ کہ جو چیز اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی، اس پر افسوس کرنے سے گریز کرے گا کیونکہ اسے وہی چیز ملے گی جو اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے لکھ دی ہے اور اس سے وہی چیز روکی جائے گی جس کے متعلق پہلے سے طے ہو چکا ہے کہ وہ اسے نہیں دی جائے گی، یوں انسان تکبر اور شیخیاں مارنے سے بچ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کو متکبر اور شیخی خورے لوگ پسند نہیں ہیں۔ ﴿٢٤﴾ اس آیت مبارکہ میں متکبروں اور شیخی خوروں کی ایک عادت ذکر کر کے اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں کہ جو لوگ متکبر اور شیخی خوری ہوتے ہیں وہ صرف ڈینگیں مار سکتے ہیں، نہ وہ خود خرچ کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو خرچ کرنے دیتے ہیں بلکہ خود بھی بخل سے کام لیتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے ہیں، ان میں سے بعض لوگ اپنے بخل کو کفایت شعاری کا نام بھی دے دیتے ہیں، حالانکہ بخل اور کفایت شعاری میں زمین آسمان کا فرق ہے، اس کے باوجود اگر کوئی شخص اپنی روش پر برقرار رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے مال کی کوئی احتیاج نہیں ہے وہ بے نیاز بھی ہے اور قابل تعریف بھی۔ ﴿٢٥﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی چند نعمتوں کا ذکر کر کے ان کے فوائد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، پہلی نعمت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت کیلئے اپنے پاس سے کچھ پیغمبروں کا انتخاب کر کے انہیں مبعوث فرمایا تاکہ انسان کی روحانی ضروریات کی تکمیل اور باطنی بیماریوں کا علاج ہو سکے، دوسری یہ کہ ان میں سے ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ ضرور دیا گیا تاکہ ان کے سچا ہونے کی تصدیق کی جا سکے، تیسری یہ کہ بعض انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے احکام و شرائع پر مبنی کتابیں عطا فرمائیں تاکہ لوگوں کو جائز اور ناجائز' حلال اور حرام' اللہ تعالیٰ کی پسند اور ناپسند کا مستند علم حاصل ہو سکے اور وہ اس کی روشنی میں اپنے

بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

بِالْقِسْطِ	وَ	اَنْزَلْنَا	الْحَدِيْدَ	فِيْهِ	بَاْسٌ	شَدِيْدٌ	وَّ	مَنَافِعُ	لِلنَّاسِ
انصاف پر	اور	اتارا ہم نے	لوہا	اس میں	جنگ	سخت	اور	بہت سے فائدے	لوگوں کے

قائم رہیں، اور ہم نے لوہا بھی اتارا، جس میں سخت جنگ کا سامان اور لوگوں کے دوسرے فائدے بھی ہیں،

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿٢٥﴾ ع

وَ	لِيَعْلَمَ	اللّٰهُ	مَنْ	يَّنْصُرُهٗ	وَرُسُلَهٗ	بِالْغَيْبِ	اِنَّ	اللّٰهَ	قَوِيٌّ	عَزِيْزٌ ﴿٢٥﴾
اور	تا کہ جان لے	اللہ	کون	مدد کرتا ہے اس کی	اور اس کے پیغمبروں کی	بن دیکھے	بیشک	اللہ	طاقتور	غالب

تا کہ اللہ جان لے کہ کون بن دیکھے اُس کی اور اُس کے پیغمبروں کی مدد کرتا ہے، بیشک اللہ طاقتور، غالب ہے۔ ﴿٢٥﴾

ع ٣ ٦ ١٩

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ

وَ	لَقَدْ	اَرْسَلْنَا	نُوْحًا	وَّ	اِبْرٰهِيْمَ	وَجَعَلْنَا	فِيْ	ذُرِّيَّتِهِمَا	النُّبُوَّةَ	وَ	الْكِتٰبَ
اور	البتہ یقیناً	بھیجا ہم نے	نوح کو	اور	ابراہیم کو	اور کردی ہم نے	بیچ	ان دونوں کی اولاد کے	نبوت	اور	کتاب

اور یقیناً ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور اُن دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی،

فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ

فَمِنْهُمْ	مُّهْتَدٍ	وَ	كَثِيْرٌ	مِّنْهُمْ	فٰسِقُوْنَ ﴿٢٦﴾	ثُمَّ	قَفَّيْنَا	عَلٰٓي	اٰثَارِهِمْ
سو ان میں سے	ہدایت پانے والا	اور	بہت سارے	ان میں سے	نافرمانی کرنے والے	پھر	پے درپے بھیجے ہم نے	پر	ان کے نشانات کے

پھر اُن میں سے بعض لوگ ہدایت یافتہ ہیں اور اُن میں سے اکثر نافرمان ہیں۔ ﴿٢٦﴾ پھر ہم نے اُن کے بعد پے درپے

بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ڏ وَجَعَلْنَا فِيْ

بِرُسُلِنَا	وَ	قَفَّيْنَا	بِعِيْسَى	ابْنِ	مَرْيَمَ	وَ	اٰتَيْنٰهُ	الْاِنْجِيْلَ	وَ	جَعَلْنَا	فِيْ
اپنے پیغمبر	اور	پیچھے بھیجا ہم نے	عیسیٰ کو	بیٹا	مریم کا	اور	دی ہم نے اسے	انجیل	اور	کردی ہم نے	بیچ

اپنے پیغمبر بھیجے اور اُن کے پیچھے ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ہم نے اُنہیں انجیل دی، اور ہم نے اُن کی پیروی

قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا

قُلُوْبِ	الَّذِيْنَ	اتَّبَعُوْهُ	رَاْفَةً	وَّ	رَحْمَةً	وَ	رَهْبَانِيَّةَ	ابْتَدَعُوْهَا	مَا
دلوں کے	ان لوگوں کے جو	پیروی کریں اس کی	شفقت	اور	مہربانی	اور	ترک دنیا کو	ایجاد کرلیا انہوں نے اسے	نہیں

کرنے والوں کے دلوں میں شفقت اور مہربانی رکھ دی، اور ترک دنیا کو "جسے اُنہوں نے خود ایجاد کیا تھا"

عقائد و اعمال کی اصلاح کر سکیں، گمراہ کن نظریات' غلط عقائد اور خلاف شریعت اعمال کی گرفت بھی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتب اور تعلیمات کی روشنی میں ہی ممکن ہے، چوتھی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ترازو کو اتارا یعنی ترازو کا خالق اور مالک بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس نے ترازو کو پیدا کیا اور اسی نے ترازو سے تولنے کا حکم دیا تاکہ خرید و فروخت اور کاروباری لین دین کے معاملے میں کسی پر ظلم یا اس کے ساتھ ناانصافی نہ ہو، جو لوگ ترازو سے تولنے میں انصاف سے کام لیتے ہیں اور کسی پر ظلم نہیں کرتے گویا وہ ایک خاص قسم کا توازن قائم کر دیتے ہیں، یہ توازن تمام آسمانی تعلیمات کا حصہ رہا ہے اور ہر آسمانی دین میں اس کی تلقین کی گئی ہے، توازن کا مفہوم اعتدال کے لفظ سے زیادہ سمجھ میں آتا ہے، اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں ترازو سے یہی توازن اور اعتدال مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہر موقع پر افراط اور تفریط سے بچ کر اعتدال پسندی کی ترغیب وتاکید فرمائی ہے. پانچویں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے لوہا اتارا' آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی لوہے کی ضرورت واہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اسی سے اسلحہ اور سامان جنگ تیار ہوتا ہے، اسی سے مشینری اور اس کے پرزے تیار ہوتے ہیں، کسی عمارت کی تعمیر لوہے کے بغیر مکمل نہیں ہوتی اور لوگوں کے بے شمار فوائد اس دھات کے ساتھ وابستہ ہیں، مذکورہ تمام نعمتوں کا ایک مشترکہ فائدہ اور مقصد یہ بھی ہے کہ ماننے والوں اور نہ ماننے والوں' مخلصوں اور منافقوں' مؤمنوں اور کافروں میں امتیاز ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کون کرتا ہے اور کون پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے؟ کون اللہ اور اس کے رسول کو دیکھنے کا تقاضا کرتا ہے اور کون بن دیکھے ان پر ایمان لا کر ان کی نصرت اور اعانت کیلئے تیار ہو جاتا ہے؟ اور جو لوگ اس کی نصرت کرتے ہیں وہ اپنا ہی فائدہ کرتے ہیں، اللہ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ تو خود سب سے زیادہ طاقتور اور سب پر غالب' عزت والا ہے۔ ﴿٢٦﴾ اس آیت مبارکہ میں انبیاء کرام علیہم السلام میں سے دو جلیل القدر نبیوں حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے، حضرت نوح علیہ السلام ابوالبشر ثانی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جدالانبیاء کے لقب سے مشہور ہیں، حضرت نوح علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی نسل چلائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے انبیاء کرام علیہم السلام کی اور ان دونوں کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی، چنانچہ بعد میں جتنے بھی انبیاء کرام آئے اور جتنی بھی کتابیں نازل ہوئیں، وہ سب انہی دونوں بزرگوں کی نسل سے صاحب نسبت رہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان حضرات کی نسل میں صرف صاحب کتاب وشریعت انبیاء کرام ہی آتے رہے اور ان میں کوئی کافر ومشرک اور اللہ کا نافرمان بندہ پیدا ہی نہیں ہوا بلکہ ان میں سے ایک جماعت کو ہدایت ملی تو ایک بہت بڑی تعداد اللہ کی نافرمانی کی راہ پر بھی چلتی رہی، اس لئے اگر اس زمانے میں بھی ہدایت یافتہ اور گمراہ لوگوں کے درمیان مقابلہ جاری ہے تو اس کا حسب نسب وہاں سے ہی جا کر ملتا ہے۔ ﴿٢٧﴾ اس آیت مبارکہ میں تسلسل کے ساتھ انبیاء کرام کو مبعوث فرمانے اور انبیاء بنی اسرائیل کے آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجے جانے اور ان کی بعض تعلیمات کا ذکر کر کے رہبانیت کی تردید کی گئی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں اتنی کثرت اور تسلسل کے ساتھ انبیاء کرام بھیجے گئے کہ کسی اور خاندان کو یہ سعادت نصیب نہیں ہو سکی، پھر خاندان بنی اسرائیل میں اس سلسلے کی آخری کڑی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے، ان کے بعد بنی اسرائیل میں کوئی نبی نہیں آئے بلکہ ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بنی اسماعیل کی طرف منتقل کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں مبعوث فرما کر سلسلۂ نبوت کی تکمیل فرما دی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے انجیل کی شکل میں آسمانی تعلیمات عطا فرمائی تھیں اور انہیں

كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ

كَتَبْنٰهَا	عَلَيْهِمْ	اِلَّا	ابْتِغَآءَ	رِضْوَانِ	اللّٰهِ	فَمَا	رَعَوْهَا	حَقَّ	رِعَايَتِهَا
لکھا ہم نے اسے	ان پر	مگر	حاصل کرنے کو	خوشنودی	اللہ کی	سو نہ	رعایت کی انہوں نے اس کی	جیسا حق	اس کی رعایت کا

ہم نے اُسے اُن پر فرض نہیں کیا تھا، سوائے اِس کے کہ اللہ کی رضا حاصل کرنا مقصود ہو، سو انہوں نے اُس کی رعایت کا حق ادا نہیں کیا،

فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝٢٧ يٰۤاَيُّهَا

فَاٰتَيْنَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مِنْهُمْ	اَجْرَهُمْ	وَ	كَثِيْرٌ	مِّنْهُمْ	فٰسِقُوْنَ ۝٢٧	يٰۤاَيُّهَا
سو دیا ہم نے	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	ان میں سے	ان کا اجر	اور	بہت سارے	ان میں سے	نافرمانی کرنے والے	اے

تو ہم نے اُن میں سے ایمان لانے والوں کو اُن کا اجر عطا کر دیا، اور اُن میں سے اکثر نافرمان ہیں۔ ۲۷ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	اتَّقُوا	اللّٰهَ	وَ	اٰمِنُوْا	بِرَسُوْلِهٖ	يُؤْتِكُمْ	كِفْلَيْنِ	مِنْ	رَّحْمَتِهٖ
وہ لوگو! جو	ایمان لائے	ڈرو تم	اللہ سے	اور	ایمان لاؤ	اس کے پیغمبر پر	دے گا وہ تمہیں	دو حصے	سے	اپنی رحمت کے

اہلِ ایمان! اللہ سے ڈرتے رہو اور اُس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ، وہ تمہیں اپنی مہربانی سے دوہرا حصہ عطا فرمائے گا،

وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٢٨ لِّئَلَّا

وَ	يَجْعَلْ	لَّكُمْ	نُوْرًا	تَمْشُوْنَ	بِهٖ	وَيَغْفِرْ لَكُمْ	وَ	اللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ۝٢٨	لِّئَلَّا
اور	کردے گا	تمہارے لئے	نور	چلو گے تم	ساتھ اس کے	اور معاف کردے گا تمہیں	اور	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	تا کہ نہ

تمہارے لیے نور مقرر کردے گا جس کی روشنی میں تم چل سکو گے، اور تمہاری مغفرت فرمادے گا اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ۲۸ تا کہ اہلِ کتاب

يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ

يَعْلَمَ	اَهْلُ الْكِتٰبِ	اَلَّا	يَقْدِرُوْنَ	عَلٰي	شَيْءٍ	مِّنْ	فَضْلِ	اللّٰهِ	وَ	اَنَّ
جان لیں	اہل کتاب	کہ نہیں	قدرت رکھتے وہ	پر	نئی چیز کے	سے	فضل	اللہ کے	اور	بیشک

یہ نہ سمجھ لیں کہ وہ اللہ کے فضل میں سے کوئی چیز حاصل کرنے پر قادر نہیں رہے اور یہ کہ

الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝٢٩

الْفَضْلَ	بِيَدِ	اللّٰهِ	يُؤْتِيْهِ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَ	اللّٰهُ	ذُو الْفَضْلِ	الْعَظِيْمِ ۝٢٩
فضل	ہاتھ میں	اللہ کے	دیتا ہے وہ	جسے	چاہتا ہے	اور	اللہ	فضل والا	بہت بڑے

فضل تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہے عطا فرما دیتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ۲۹

ع ۴ / ۲۰

جو پیروکار عطا فرمائے تھے، اگرچہ وہ تعداد میں تھوڑے تھے لیکن ایک دوسرے پر نہایت شفیق اور مہربان تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد ان لوگوں نے کچھ ایسی چیزیں ایجاد کرلیں جن کی تلقین آسمانی کتابوں بالخصوص انجیل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مواعظ میں بالکل نہیں ملتی، ممکن ہے کہ ان ایجادات کے معاملے میں ان کی نیت اچھی اور جذبہ پاکیزہ ہو لیکن وہ ان کے حقوق ادا کرنے میں بھی ناکام رہے۔ جیسے انہوں نے ''رہبانیت'' کو ایجاد کر کے اس کی حوصلہ افزائی کی، دنیا اور اس کی رنگینیوں اور سرگرمیوں سے لاتعلق ہوگئے، بیوی بچوں اور والدین کو چھوڑ کر پہاڑوں، صحراؤں اور غاروں میں جھگیاں ڈال کر پڑ گئے لیکن انہی میں سے کچھ لوگوں نے اس ترک دنیا کو حصول دنیا کا ذریعہ بنالیا اور اکثریت نے رہبانیت کے روپ میں عوام کے مال اور عزت وآبرو پر ڈاکے ڈالنا شروع کردیئے، اس لئے اسلام نے رہبانیت کی حوصلہ افزائی نہیں کی اور معاشرے کا حصہ بن کر معاشرتی زندگی گزارنے پر زور دیا ہے۔ ۲۸ اس آیت مبارکہ میں دو حکم، تین بشارتیں اور اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلا حکم یہ کہ اللہ سے ڈرو اور ہر حال میں تقویٰ اختیار کرو، دوسرا حکم یہ کہ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ، ان کی نافرمانی اور تکذیب نہ کرو، اس پر تمہارے لئے تین چیزوں کی بشارت ہے، پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی دوہری رحمت عطا فرمائے گا یعنی تمہیں دوہرا اجروثواب عطا فرمائے گا، دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن ایسا نور عطا فرمائے گا جس کی روشنی میں تم اپنی منزل طے کرسکو گے اور تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کا فیصلہ فرما کر تمہیں بخش دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ دو صفتیں نہایت ممتاز ہیں کہ وہ خوب بخشنے والا بھی ہے اور نہایت مہربان بھی۔ ۲۹ اس آیت مبارکہ کی تفسیر دو طرح سے ہوسکتی ہے، ایک یہ کہ اہل کتاب کو تسلی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا دروازہ ابھی بند نہیں ہوا ہے، اگر تم لوگ بھی اس کا فضل وکرم حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ اور اس کے پیغمبر پر صدق دل اور خلوص نیت کے ساتھ ایمان لے آؤ، اللہ کا فضل وکرم تمہاری طرف بھی متوجہ ہوجائے گا، دوسری تفسیر یہ کہ اگر تم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر محض اس حسد کی وجہ سے ایمان نہیں لا رہے کہ ان کا تعلق بنی اسماعیل سے کیوں ہے؟ اور بنی اسرائیل سے کیوں نہیں ہے؟ اور اس حسد کی وجہ سے تم یہ سمجھتے ہو کہ تم ان سے اللہ کے فضل وکرم کو روکنے میں کامیاب ہوجاؤ گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل فرمادیتا ہے اور کسی کو اس میں رکاوٹ بننے کی جرات نہیں ہوتی، اس لئے تمہیں اپنے حسد سے باز آکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر خلوص دل سے ایمان لانا چاہئے تاکہ تم بھی اللہ کی مغفرت ورحمت کے مستحق بن جاؤ۔

الحمدللہ! آج مورخہ ۱۹ اکتوبر ۲۰۱۹ بروز ہفتہ قبل از نماز ظہر

سورة المجادلة

سورۂ مجادلہ مدنی سورت ہے، اس میں کل حروف ۱۷۷۲، کلمات ۴۷۳، آیات ۲۲ اور رکوعات ۳ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں " تجادلك " آیا ہے، اس کا مصدر " المجادلة " ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ مجادلہ رکھا گیا ہے، اس سورت میں اصولی طور پر چند آدابِ زندگی کی تلقین کی گئی ہے جو کہ اسلامی تربیت کا حصہ ہیں، سب سے پہلے تو " ظہار " کا حکم بیان کیا گیا ہے، ظہار کا لفظ " ظہر " سے نکلا ہے جس کا معنی پشت ہوتا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنی محرمات میں سے کسی خاتون کی پشت کی طرح اپنے اوپر حرام قرار دے لے، شریعت میں اس کی سزا مقرر ہے، جو آگے آ رہی ہے، اس سورت میں ہر جگہ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کو تفصیل کے ساتھ بیان کر کے آپس میں سرگوشی کرنے کے آداب متعین کیے گئے ہیں، آدابِ مجلس سکھائے گئے ہیں، اہل علم کیلئے بلند درجات کا وعدہ کیا گیا ہے، اسلام دشمنوں سے دوستی کی ممانعت کی گئی ہے، پیغمبر ﷺ اور اہل ایمان کیلئے غلبے کا وعدہ کیا گیا ہے، نیز اہل ایمان کی اس خوبی پر ان کی تحسین کی گئی ہے کہ ان کیلئے اپنے نسبی تعلقات اور دنیوی مصلحتوں سے کہیں بڑھ کر ایمان عزیز ہوتا ہے اور وہ ایمان پر کسی چیز کو ترجیح دینے کیلئے تیار نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ ان کے اس جذبے کی قدردانی کرتے ہوئے انہیں " حزب اللہ " قرار دیتا ہے اور ان کیلئے کامیابی اور اپنی رضا کا اعلان فرماتا ہے، جبکہ اس سے پہلے حزب الشیطان کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے۔ [1] اس آیت مبارکہ میں ایک عورت کا آنحضرت ﷺ سے کسی بات پر تکرار کرنا، اللہ سے فریاد کرنا اور اللہ تعالیٰ کا سمیع و بصیر ہونا بیان کیا گیا ہے، دراصل اس میں ایک واقعے کی طرف اشارہ ہے جس کا تعلق حضرت اوس بن صامت کی اہلیہ حضرت خولہ بنت مالک سے ہے، واقعہ یہ ہے کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کی کسی بات پر ناراض ہو کر اس سے یوں کہہ دیا کہ تو مجھ پر اس طرح حرام ہے جیسے میری ماں کی پشت مجھ پر حرام ہے، عربی زبان میں اس طرح کا جملہ کہنا " ظہار " کہلاتا ہے، اسلام سے قبل یہ تصور پایا جاتا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے ظہار کر لے تو اس کے اس جملے سے اس کی بیوی اس کی ماں بن جاتی ہے، ان دونوں کے درمیان جدائی ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے کیلئے ماں بیٹے کی طرح ہمیشہ کیلئے حرام ہو جاتے ہیں، اسلام کے ابتدائی زمانے میں بھی اس سلسلے میں کوئی واضح ہدایت نہیں آئی تھی، پھر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اس حوالے سے مکمل رہنمائی اتاری جائے اس لیے حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی زبان پر یہ الفاظ جاری کروا دیئے، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا روتی پیٹتی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئیں اور سارا واقعہ ذکر کر کے اپنے لئے رہنمائی طلب کی، نبی علیہ السلام نے گزشتہ دستور کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا میرے خیال میں تو تم اس پر حرام ہو چکی ہو، انہوں نے عرض کیا کہ ان الفاظ سے میرے شوہر کا مقصد مجھے طلاق دینا نہیں تھا، میں اس بڑھاپے میں کہاں جاؤں؟ بچے رل جائیں گے اور وہ بار بار فریاد کرنے لگیں، کبھی وہ اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرنے لگتیں کہ اے اللہ! تو ہی میری اس مصیبت اور پریشانی کو حل فرما، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس فریاد کو قبول فرما کر سورۂ مجادلہ کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں جن میں ظہار کا حکم واضح طور پر بیان کر دیا گیا اور نہ صرف حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کیلئے بلکہ تا صبح قیامت ہر مسلمان کیلئے مکمل شرعی رہنمائی عطا فرما دی گئی کیونکہ اللہ سب کی سنتا اور سب کو دیکھتا

اٰیَاتُهَا ٢٢ (٥٨) سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ (١٠٥) رُكُوْعَاتُهَا ٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ

قَدْ	سَمِعَ	اللّٰهُ	قَوْلَ	الَّتِيْ	تُجَادِلُكَ	فِيْ	زَوْجِهَا	وَتَشْتَكِيْٓ	اِلَى	اللّٰهِ
یقیناً	سن لی	اللہ نے	بات	اس کی جو	جھگڑا کر رہی تھی تجھ سے	بیچ	اپنے شوہر کے	اور شکایت کر رہی تھی	طرف	اللہ کے

یقیناً اللہ نے اُس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملے میں تکرار کر رہی تھی اور اللہ کے سامنے شکایت کر رہی تھی،

وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ

وَ	اللّٰهُ	يَسْمَعُ	تَحَاوُرَكُمَا	اِنَّ	اللّٰهَ	سَمِيْعٌ	بَصِيْرٌ ①	اَلَّذِيْنَ	يُظٰهِرُوْنَ
اور	اللہ	سن رہا تھا	تم دونوں کی گفتگو	بیشک	اللہ	خوب سننے والا	دیکھنے والا	جو لوگ	ظہار کرلیں

اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا، بیشک اللہ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ [1] تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی

مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ

مِنْكُمْ	مِّنْ	نِّسَاۗئِهِمْ	مَّا	هُنَّ	اُمَّهٰتِهِمْ	اِنْ	اُمَّهٰتُهُمْ	اِلَّا	الّٰۗـِٔيْ	وَلَدْنَهُمْ
تم میں سے	سے	اپنی بیویوں کے	نہیں	وہ	ان کی مائیں	نہیں	ان کی مائیں	مگر	وہ جنہوں نے	جنم دیا انہیں

پشت کی طرح قرار دیتے ہیں، تو وہ اُن کی مائیں نہیں بن جاتیں، اُن کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنم دیا،

وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ②

وَ	اِنَّهُمْ	لَيَقُوْلُوْنَ	مُنْكَرًا	مِّنَ	الْقَوْلِ	وَ	زُوْرًا	وَ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَعَفُوٌّ	غَفُوْرٌ ②
اور	بیشک وہ	البتہ کہتے ہیں	ناپسندیدہ	سے	بات	اور	جھوٹ	اور	بیشک	اللہ	البتہ بہت معاف کرنے والا	بہت بخشنے والا

اور وہ ایک ناپسندیدہ بات کہتے اور جھوٹ بولتے ہیں، اور بیشک اللہ درگذر کرنے والا، معاف فرمانے والا ہے۔ [2]

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ

وَ	الَّذِيْنَ	يُظٰهِرُوْنَ	مِنْ	نِّسَاۗئِهِمْ	ثُمَّ	يَعُوْدُوْنَ	لِمَا	قَالُوْا	فَتَحْرِيْرُ	رَقَبَةٍ
اور	جو لوگ	ظہار کرلیں	سے	اپنی عورتوں کے	پھر	رجوع کرلیں وہ	اس سے جو	انہوں نے کہا	تو آزاد کرنا	ایک غلام

اور جو لوگ اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی پشت کی طرح قرار دے دیں، پھر وہ اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کرنا چاہیں، تو ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے

مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

مِّنْ	قَبْلِ	اَنْ	يَّتَمَآسَّا ؕ	ذٰلِكُمْ	تُوْعَظُوْنَ	بِهٖ ؕ	وَ	اللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ
سے	پہلے	یہ کہ	ایکدوسرے کو چھوئیں	تمہارا یہ طریقہ	نصیحت کئے گئے تم	ساتھ اس کے	اور	اللہ	اس سے جو	تم کرتے ہو

ایک غلام آزاد کرنا ہوگا، یہ وہ طریقہ ہے جس سے تمہیں نصیحت ہو گی، اور اللہ اُن کاموں سے خوب باخبر ہے

خَبِيْرٌ ۝٣ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ

خَبِيْرٌ ۝	فَمَنْ	لَّمْ	يَجِدْ	فَصِيَامُ	شَهْرَيْنِ	مُتَتَابِعَيْنِ	مِنْ	قَبْلِ	اَنْ
خوب باخبر	سو جو کوئی	نہ	پائے	تو روزے رکھنا	دو مہینے کے	مسلسل دونوں	سے	پہلے	یہ کہ

جو تم کرتے ہو۔ ۳ پھر جسے غلام نہ ملے تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے دو مہینے کے مسلسل روزے

يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا

يَّتَمَآسَّا ۚ	فَمَنْ	لَّمْ	يَسْتَطِعْ	فَاِطْعَامُ	سِتِّيْنَ	مِسْكِيْنًا ؕ	ذٰلِكَ	لِتُؤْمِنُوْا
ایک دوسرے کو چھوئیں	سو جو کوئی	نہ	طاقت رکھتا ہو	تو کھانا کھلانا	ساٹھ	مسکینوں کو	وہ	تا کہ ایمان لاؤ تم

رکھنا ہوں گے، سو جو شخص اِس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اُسے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا، یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اُس کے پیغمبر پر

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٤

بِاللّٰهِ	وَ	رَسُوْلِهٖ ؕ	وَ	تِلْكَ	حُدُوْدُ	اللّٰهِ ؕ	وَ	لِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ۝
اللہ پر	اور	اس کے پیغمبر پر	اور	وہ	حدیں	اللہ کی	اور	کافروں کیلئے	عذاب	دردناک

ایمان لے آؤ، اور یہ اللہ کی مقررہ حدود ہیں، اور کافروں کیلئے درد ناک عذاب ہے۔ ۴

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ

اِنَّ	الَّذِيْنَ	يُحَآدُّوْنَ	اللّٰهَ	وَ	رَسُوْلَهٗ	كُبِتُوْا	كَمَا	كُبِتَ	الَّذِيْنَ
بیشک	جو لوگ	مخالفت کرتے ہیں	اللہ کی	اور	اس کے پیغمبر کی	ذلیل کئے گئے	جیسا کہ	ذلیل ہوئے	وہ لوگ جو

بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کر رہے ہیں، وہ اُسی طرح ذلیل ہوں گے جیسے اُن سے پہلے لوگ

مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝٥ يَوْمَ

مِنْ	قَبْلِهِمْ	وَ	قَدْ	اَنْزَلْنَآ	اٰيٰتٍ	بَيِّنٰتٍ ؕ	وَ	لِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابٌ	مُّهِيْنٌ ۝	يَوْمَ
سے	ان کے پہلے	اور	تحقیق	نازل کی ہم نے	آیتیں	واضح	اور	کافروں کیلئے	عذاب	رسوا کن	جس دن

ذلیل ہوئے تھے، اور یقیناً ہم واضح آیتیں نازل کر چکے، اور کافروں کیلئے رسوا کن عذاب ہے۔ ۵ جس دن

ہے ۲ اس آیت مبارکہ میں ایک عقلی دلیل کے ذریعے زمانۂ جاہلیت کے اس تصور کو باطل ثابت کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنی ماں بہن کہہ دے تو وہ اس کی ماں نہیں بن جاتی ہے، سوال یہ ہے کہ ''ماں'' کی تعریف کیا ہے اور کیا ''بیوی'' پر وہ تعریف صادق آسکتی ہے؟ ہر شخص اس بات سے واقف ہے کہ انسان کی ماں وہ عورت ہوتی ہے جس نے اسے نو ماہ اپنے پیٹ میں رکھنے کے بعد جنم دیا ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ بیوی پر یہ تعریف صادق نہیں آتی، وہ اسے اپنے پیٹ میں رکھ کر جنم نہیں دیتی' سو جب اس نے اسے جنم ہی نہیں دیا تو وہ اس کی ماں کیسے بن گئی؟ لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنی ماں کہہ دیتا ہے تو وہ خلاف تہذیب اور خلاف حقیقت بات کہتا ہے جس پر وہ عند اللہ گنہگار ہوتا ہے لیکن اس کے اس طرح کہنے سے وہ اس کی ماں نہیں بن جاتی اور اس پر اسے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہئے اور اگلی آیات میں جو حکم دیا گیا ہے، اس پر عمل کرنا چاہئے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا کیونکہ وہ بہت معاف کرنے اور درگزر فرمانے والا ہے۔

۳ ۴ ان آیتوں میں ظہار کا کفارہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے ظہار کر بیٹھے تو اگرچہ اس نے خلاف تہذیب اور خلاف حقیقت بات زبان سے نکالی لیکن اگر وہ دل سے اپنی اس حرکت پر نادم ہو اور اپنی بیوی سے رجوع کرنا چاہتا ہو تو اس کیلئے اسے کفارہ ادا کرنا پڑے گا، کفارے کے تین درجے ہیں، پہلا یہ کہ ایک غلام اللہ تعالیٰ کی رضا اور اپنے قول کے کفارے کیلئے آزاد کرے، جب تک وہ غلام کو آزاد نہیں کرے گا اسے اپنی بیوی کے پاس جانے اور اس سے کسی بھی نوعیت میں بے تکلف ہونے کی اجازت نہیں ہوگی، اگر کسی شخص کو غلام میسر نہ ہو جیسے آج کل غلام دستیاب نہیں ہوتے تو اس کیلئے دوسرا درجہ یہ ہے کہ وہ دو مہینے کے مسلسل روزے اس طرح رکھے کہ درمیان میں ایک روزہ بھی چھوٹنے نہ پائے، اگر ایک روزہ بھی چھوٹ گیا تو اسے نئے سرے سے دو ماہ کی گنتی شروع کرنا پڑے گی، جب دو ماہ کے روزے اس پابندی کے ساتھ رکھ لے تب اس کی بیوی اس کیلئے حلال ہوگی، درمیان میں یا اس سے پہلے اسے اپنی بیوی کے ساتھ کسی نوعیت کی بے تکلفی کی اجازت نہیں ہوگی، اگر کوئی شخص اس قدر بیمار یا عمر رسیدہ ہو کہ اس کیلئے دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا ممکن نہ ہو تو اس کیلئے کفارے کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، جب وہ لوگ کھانا شروع کر دیں تو اس کی بیوی اس کیلئے حلال ہو جائے گی اور اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ لوگ کھانا کھا کر فارغ ہو جائیں، اس درجہ بندی میں ترتیب کا خیال رکھنا ضروری ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص غلام آزاد کر سکتا ہو تو اس کیلئے روزے رکھنا کافی نہ ہوگا اور اگر کوئی شخص روزے رکھ سکتا ہو تو اس کیلئے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا کافی نہ ہوگا، اس درجہ بندی کا منشا یہ ہے کہ انسان آئندہ کیلئے اپنی زبان سوچ سمجھ کر چلائے، اس میں عورت کا تحفظ اور مرد کی اصلاح ہے، عورت اس بات کو کیونکر گوارا کر سکتی ہے کہ اس کا شوہر اسے اپنی ماں بنا لے؟ اس لئے مرد کو حکم دیا گیا کہ ایک غلام آزاد کرے تا کہ اس کا مال خرچ ہو اور اسے اندازہ ہو کہ ایک چھوٹا سا جملہ منہ سے نکال لینے پر اپنے غلام سے ہاتھ دھونا پڑے گا، اگر غلام میسر نہ ہو تو دو ماہ کے روزے رکھنا پڑیں گے، اس دوران رات کے وقت بھی اس کی بیوی اس کیلئے حلال نہ ہوگی جبکہ رمضان کے روزوں میں کفارے کے روزے شامل نہ ہوں گے بلکہ وہ الگ سے رکھنا ہوں گے، اس حکم پر عمل کر کے انسان کے ہوش ٹھکانے آ جائیں گے اور

يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ

يَبْعَثُهُمُ	اللّٰهُ	جَمِيْعًا	فَيُنَبِّئُهُمْ	بِمَا	عَمِلُوْا ؕ	اَحْصٰىهُ	اللّٰهُ	وَنَسُوْهُ ؕ
دوبارہ اٹھائے گا انہیں	اللہ	سب کو	سو بتادے گا انہیں	وہ جو	عمل کیے انہوں نے	محفوظ کرلیا اسے	اللہ نے	اور بھلا دیا انہوں نے اسے

اللہ اُن سب کو دوبارہ زندہ کرے گا تو انہیں بتادے گا جو اعمال وہ کرتے رہے ہوں گے، اللہ نے اُن کے اعمال محفوظ کر رکھے ہیں اور وہ انہیں بھول چکے ہیں،

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۞۶ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

وَ	اللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	شَهِيْدٌ ۞	اَلَمْ	تَرَ	اَنَّ	اللّٰهَ	يَعْلَمُ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ
اور	اللہ	پر	ہر ایک	چیز کے	گواہ	کیا نہیں	دیکھا تو نے	کہ بیشک	اللہ	جانتا ہے	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے

اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ ⑥ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے،

وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ

وَ	مَا	فِي	الْاَرْضِ ؕ	مَا	يَكُوْنُ	مِنْ	نَّجْوٰى	ثَلٰثَةٍ	اِلَّا	هُوَ	رَابِعُهُمْ
اور	جو کچھ	بیچ	زمین کے	نہیں	ہوتا	سے	سرگوشی	تین کی	مگر	وہ	چوتھا اُن کا

اللہ اُسے جانتا ہے، جہاں بھی تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ہوتی ہے، وہ اُن میں چوتھا ہوتا ہے،

وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ

وَ	لَا	خَمْسَةٍ	اِلَّا	هُوَ	سَادِسُهُمْ	وَ	لَا	اَدْنٰى	مِنْ	ذٰلِكَ	وَ	لَا	اَكْثَرَ	اِلَّا	هُوَ
اور	نہ	پانچ کی	مگر	وہ	چھٹا اُن کا	اور	نہ	کم تر	سے	اس کے	اور	نہ	زیادہ	مگر	وہ

اور پانچ کی ہو تو وہ اُن میں چھٹا ہوتا ہے، اور نہ ہی اس سے کم یا زیادہ تعداد میں، مگر یہ کہ وہ

مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

مَعَهُمْ	اَيْنَ مَا	كَانُوْا ۚ	ثُمَّ	يُنَبِّئُهُمْ	بِمَا	عَمِلُوْا	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ
ان کے ہمراہ	جہاں کہیں بھی	وہ ہوں	پھر	بتادے گا انہیں	وہ جو	عمل کیے انہوں نے	دن	قیامت کے	بیشک	اللہ

اُن کے ساتھ ہوتا ہے، خواہ وہ کہیں بھی ہوں، پھر قیامت کے دن وہ انہیں بتا دے گا جو اعمال وہ کرتے رہے ہوں گے، بیشک اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۞۷ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ

بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمٌ ۞	اَلَمْ	تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	نُهُوْا	عَنِ	النَّجْوٰى	ثُمَّ
ساتھ ہر ایک	چیز کے	خوب جاننے والا	کیا نہیں	دیکھا تو نے	طرف	ان لوگوں کے جو	منع کیے گئے	سے	سرگوشی کے	پھر

ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ ⑦ کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں سرگوشی سے منع کیا گیا، پھر

وہ آئندہ کبھی بھی اپنی بیوی کو اپنی ماں نہیں کہے گا، کفارے میں سختی رکھنے کی حکمت بھی یہی ہے، رہی یہ بات کہ "دو ماہ" یا "ساٹھ مسکینوں" کے عدد میں کیا خاص حکمت ہے کہ روزے کیلئے دو مہینے متعین کیے گئے ہیں اور کھانا کھلانے کیلئے ساٹھ مسکینوں کو متعین کیا گیا ہے تو ہمیں اس کی تلاش میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اکابر کا طریقہ ع ۱ ۶ اس اصول پر عمل کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو مبہم رکھا ہے تم بھی اسے مبہم چھوڑ دو، بس اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مقرر کردہ حدود پر عمل پیرا رہو کامیابی اسی میں ہے اور انکار کی صورت میں دردناک سزا ہے۔ ⑤ اس آیت مبارکہ میں اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کا انجام بیان کیا گیا ہے خواہ اس مخالفت کی کوئی بھی صورت اختیار کی جائے، اس کا انجام سوائے ذلت اور رسوائی کے کچھ نہیں، اس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی فرمایا ہے اور دوسری دلیل تاریخی تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ گزشتہ امتوں میں جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے رہے، وہ ذلیل و رسوا ہو گئے اس لئے اب بھی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے ذلیل و رسوا ہوں گے، اس کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے واضح آیات اور روشن معجزات اتار دیئے ہیں جس کے بعد مخالفت کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ ⑥ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی چار صفات بیان کر کے لوگوں کو قیامت کے احوال سے خبردار کیا گیا ہے، پہلی صفت یہ کہ ایک دن آئے گا جب اللہ تعالیٰ تمام مردوں کو زندہ کر کے کھڑا کر دے گا اس دن کا آنا برحق ہے اور اللہ تعالیٰ کا مردوں کو زندہ کرنا بھی برحق ہے اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی یہ کام نہیں کر سکتا، دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کا نامۂ اعمال عطا فرما دے گا جس میں اس کی زندگی کی ہر نیکی اور بدی کا اندراج ہوگا، یہ نامۂ اعمال فردِ جرم کی طرح ہوگا جو ہر شخص پر عائد کی جائے گی، اس فردِ جرم میں ایک لفظ بھی خلافِ حقیقت درج نہ ہوگا، تیسری یہ کہ انسان اپنی کرتوتوں اور اپنے اعمال کو یاد رکھے یا نہ رکھے، اللہ تعالیٰ نے اس کے تمام اعمال کا احاطہ کر رکھا ہے، چنانچہ اس کا ہر قول اور عمل محفوظ ہے، انسان بھول جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسے یاد رکھتا ہے، چوتھی یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، اس کی بنائی ہوئی کائنات کا کوئی چپہ اس کی نگاہوں سے مخفی نہیں ہے، جسے کوئی نہیں دیکھ سکتا، وہ اسے بھی دیکھتا ہے اور جس کی آواز کوئی نہیں سن سکتا وہ اس کی فریاد بھی سنتا ہے اور اس کیلئے کچھ مشکل نہیں ہے۔ ⑦ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے علمِ کامل اور ہر جگہ حاضر ناظر ہونے کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اس کا علم ماضی، حال اور مستقبل کی قید سے آزاد ہے، اس کا علم زمان و مکان کی حد بندیوں سے آزاد ہے وہ جس طرح ظاہر سے باخبر ہے باطن سے بھی اسی طرح باخبر ہے۔ اس کے علمِ کامل کا ایک نمونہ قیامت کے دن لوگوں پر ظاہر ہوگا جب وہ انہیں ان کے ایک ایک قول اور عمل کی خبر دے گا اور کسی کیلئے ان میں سے کسی چیز کا انکار کرنا ممکن نہ ہوگا، ہٹ دھرمی الگ چیز ہے، علاوہ ازیں وہ ہر جگہ حاضر ناظر بھی ہے، خفیہ سے خفیہ بھی اس کیلئے خفیہ نہیں ہے، آنکھوں کے اشارے اور کانوں کی سرگوشیاں بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہیں، جو لوگ اجتماعی مجالس میں بیٹھ کر دوسرے لوگوں کے حوالے سے سرگوشیاں کرتے ہیں، دوسرے لوگ اگرچہ اس سے بے خبر ہوں لیکن اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں ہوتا کیونکہ وہ اپنے ہر بندے کے ساتھ ہر زمانے میں اور ہر جگہ موجود ہے، اسے دیکھ اور سن رہا ہے اس لئے سرگوشیاں کرنے والوں کو غافل نہیں ہونا چاہئے۔

يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ

يَعُوْدُوْنَ	لِمَا	نُهُوْا	عَنْهُ	وَيَتَنٰجَوْنَ	بِالْاِثْمِ	وَ	الْعُدْوَانِ	وَ	مَعْصِيَتِ
دوبارہ کرتے ہیں	وہ جو	منع کئے گئے	اس سے	اور ایکدوسرے سے سرگوشی کرتے ہیں	گناہ کی	اور	سرکشی کی	اور	نافرمانی کی

بھی وہ وہی کام کرتے ہیں جس سے اُنہیں منع کیا گیا ہے، اور گناہ، سرکشی اور پیغمبر کی نافرمانی کی

الرَّسُوْلِ ۫ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ

الرَّسُوْلِ	وَ	اِذَا	جَآءُوْكَ	حَيَّوْكَ	بِمَا	لَمْ	يُحَيِّكَ	بِهٖ	اللّٰهُ	وَيَقُوْلُوْنَ
پیغمبر کی	اور	جب	آتے ہیں وہ تیرے پاس	دعا دیتے ہیں تجھے	ساتھ اس کے جو	نہیں	دعا دی تجھے	ساتھ اس کے	اللہ نے	اور کہتے ہیں

سرگوشیاں کرتے ہیں، اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو ایسے الفاظ سے آپ کو سلام کرتے ہیں جن سے اللہ نے آپ کو دعا نہیں دی، اور اپنے دلوں میں

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ

فِيْٓ	اَنْفُسِهِمْ	لَوْلَا	يُعَذِّبُنَا	اللّٰهُ	بِمَا	نَقُوْلُ	حَسْبُهُمْ	جَهَنَّمُ
بیچ	اپنے دلوں کے	کیوں نہ ہوا	عذاب دیتا ہمیں	اللہ	بدلے اس کے جو	ہم کہتے ہیں	کافی ہے انہیں	جہنم

کہتے ہیں کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں، اُس کی وجہ سے اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا؟ اُن کیلئے جہنم ہی کافی ہے،

يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑧ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا

يَصْلَوْنَهَا	فَبِئْسَ	الْمَصِيْرُ ⑧	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِذَا	تَنَاجَيْتُمْ	فَلَا
داخل ہوں گے وہ اسمیں	سو بدترین	ٹھکانہ	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	جب	تم سرگوشی کیا کرو	تو مت

وہ اس میں داخل ہوں گے، سو وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔ ⑧ اے اہلِ ایمان! جب تم ایک دوسرے سے سرگوشی کرو تو گناہ،

تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ

تَتَنَاجَوْا	بِالْاِثْمِ	وَ	الْعُدْوَانِ	وَ	مَعْصِيَتِ	الرَّسُوْلِ	وَ	تَنَاجَوْا	بِالْبِرِّ
سرگوشی کرو	گناہ کی	اور	سرکشی کی	اور	نافرمانی کی	پیغمبر کی	اور	سرگوشی کرو	نیکی کی

سرکشی اور پیغمبر کی نافرمانی کی سرگوشی مت کیا کرو، اور نیکی اور تقویٰ کی

وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ⑨ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ

وَ	التَّقْوٰى	وَ	اتَّقُوا	اللّٰهَ	الَّذِيْٓ	اِلَيْهِ	تُحْشَرُوْنَ ⑨	اِنَّمَا	النَّجْوٰى	مِنَ
اور	تقویٰ کی	اور	ڈرو تم	اللہ سے	وہ جو	اس کیطرف	تم جمع کئے جاؤ گے	وہ تو صرف	سرگوشی	سے

سرگوشی کیا کرو اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تمہیں جمع کیا جائے گا۔ ⑨ سرگوشی تو شیطانی

⑧ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کی سرکشی بیان کی گئی ہے جو بار بار منع کئے جانے کے باوجود باز نہیں آتے اور مسلسل وہی کام کرتے چلے جاتے ہیں جس سے انہیں منع کیا جاتا ہے، یہ وہ منافقین ہیں جو مسلمانوں میں بددلی، بے چینی اور انتشار پھیلانا چاہتے ہیں، رسول اکرم ﷺ کے دور باسعادت میں منافقوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کی جتنی بھی سازشیں کیں، اللہ تعالیٰ نے موقع محل کی مناسبت سے ان سب کا پول کھول کر اسلام اور مسلمانوں کو بروقت ان کے خطرے سے آگاہ کر دیا جس سے ان کی تمام سازشیں اپنی موت آپ مر گئیں، اسی تناظر میں ان لوگوں نے باہمی اتفاق اور مشورے سے طے کیا کہ مسلمانوں میں خوف اور انتشار پیدا کرنے کیلئے سرگوشی کو ہتھیار بنایا جائے، چنانچہ اب یہ ہونے لگا کہ جہاں چند مسلمان اکٹھے ہوتے وہاں دو تین منافق بھی جا کر بیٹھ جاتے، کچھ دیر تک تو اس مجلس میں بیٹھے رہتے، اس کے بعد ایک دوسرے کو اشارے کرنے لگتے یا آپس میں ایک دوسرے سے سرگوشی کرنے لگتے، مسلمان فکر میں پڑ جاتے کہ یہ لوگ نجانے کیوں ایک دوسرے کو اشارے کر رہے ہیں اور کھل کر بات کرنے کی بجائے سرگوشیوں میں بات کر رہے ہیں؟ رسول اکرم ﷺ کی مجلس میں بھی ان لوگوں نے یہی وطیرہ اپنا لیا، ایک کام یہ بھی ہوا کہ یہودیوں کی دیکھا دیکھی منافقوں نے بھی نبی علیہ السلام کو سلام کرنے کی بجائے ''السام علیک'' کہنا شروع کر دیا تھا، یعنی تم پر موت طاری ہو، یہ لوگ اس طرح سلام کر کے خوش ہوتے تھے اور اپنے دل میں اور اپنی شیطانی مجلسوں میں کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ہمارے دلوں کی باتیں معلوم ہیں اور یہ صاحب حقیقت میں اللہ کے پیغمبر ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں سزا کیوں نہیں دیتا؟ ہمارے اس جملے پر ہماری گرفت کیوں نہیں ہوتی؟ یہاں منافقوں کی اس بیہودہ گوئی کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ لوگ اس قدر سرکش ہیں کہ منع کرنے کے باوجود باز نہیں آتے اور گناہ کی باتیں سرگوشیوں میں کرتے ہیں، وہ اس پر زیادہ خوش نہ ہوں کہ ان کی گرفت کیوں نہیں ہو رہی؟ اللہ تعالیٰ نے جہنم میں ان کیلئے سزا طے کر رکھی ہے اور وہ ان کیلئے کافی ہے کیونکہ وہ سب سے بدترین ٹھکانہ ہے جہاں عنقریب وہ داخل ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ⑨ اس آیت مبارکہ میں سرگوشی کا ایک ادب بیان کیا گیا ہے، اس کی تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ بذات خود سرگوشی کرنا برا نہیں ہے اور اپنی ذات کے اعتبار سے یہ کوئی جرم نہیں ہے، البتہ یہ دیکھا جانا ضروری ہے کہ سرگوشی میں کیا بات کہی جا رہی ہے؟ کیونکہ بعض اوقات کسی شخص کو چپکے سے نیکی کی ترغیب دی جاتی ہے، بعض اوقات سرگوشیوں میں کسی کو اس کی کوتاہی پر تنبیہ کر کے اللہ سے ڈرنے کی تاکید کی جاتی ہے، معلوم ہوا کہ اپنی ذات کے اعتبار سے سرگوشی کرنے میں کوئی برائی نہیں ہے، البتہ برائی اس بات میں ہو سکتی ہے جو سرگوشی میں کہی جا رہی ہو، مثلاً سرگوشیوں میں کسی کو لوٹنے کا منصوبہ بنایا جائے، کسی راہگیر خاتون کو چھیڑنے کیلئے سرگوشی کی جائے، کسی پر حملہ کرنے کیلئے سرگوشی کی جائے، کسی کو دینی، دینوی، جسمانی، ذہنی یا مالی نقصان اور اذیت پہنچانے کیلئے سرگوشی کی جائے، ایک دوسرے کو سرگوشی میں تاکید کی جائے کہ پیغمبر ﷺ کی بات نہیں ماننی اور اسے ٹالنے کے طریقے ایک دوسرے کو سرگوشیوں میں بتائے جائیں، اس لئے یہاں اہل ایمان کو تاکید کی گئی ہے کہ اچھائی اور نیکی کی سرگوشی کرنے کی تمہیں اجازت ہے، برائی اور گناہ کی سرگوشی کرنے کی تمہیں اجازت نہیں ہے اور یاد رکھو کہ تم سب کو اللہ کی بارگاہ میں جمع کیا جائے گا، اس لئے اس سے ڈرتے رہو۔

الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ

الشَّيْطٰنِ	لِيَحْزُنَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	لَيْسَ	بِضَآرِّهِمْ	شَيْـًٔا	اِلَّا	بِاِذْنِ
شیطان کے	تاکہ غمگین کرے	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	اور	نہیں	انہیں نقصان دینے والے	کچھ بھی	مگر	اجازت سے

عمل ہے تاکہ اہلِ ایمان کو غمگین کرے اور وہ اللہ کی مرضی کے بغیر اُن کا

اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ

اللّٰهِ ؕ	وَ	عَلَى	اللّٰهِ	فَلْيَتَوَكَّلِ	الْمُؤْمِنُوْنَ ۱۰	يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْۤا	اِذَا	قِيْلَ
اللہ کی	اور	پر	اللہ کے	تو بھروسہ کرنا چاہئے	ایمان والوں کو	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	جب	کہا جائے

کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے، اور اللہ پر ہی مؤمنین کو بھروسہ کرنا چاہیے۔ ۱۰ اے اہلِ ایمان! جب تم سے

لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ

لَكُمْ	تَفَسَّحُوْا	فِي	الْمَجٰلِسِ	فَافْسَحُوْا	يَفْسَحِ	اللّٰهُ	لَكُمْ ۚ	وَ	اِذَا	قِيْلَ
تم سے	کشادگی کرو تم	بیچ	مجلسوں کے	تو کشادگی کرو	کشادگی کرے گا	اللہ	تمہارے لئے	اور	جب	کہا جائے

کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادگی کرو، تو کشادگی کر دیا کرو، اللہ تمہیں کشادگی عطا کرے گا اور جب کہا جائے

انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

انْشُزُوْا	فَانْشُزُوْا	يَرْفَعِ	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مِنْكُمْ ۙ	وَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْعِلْمَ
اٹھ جاؤ	تو اٹھ جاؤ	بلند کرے گا	اللہ	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	تم میں سے	اور	وہ لوگ جو	دیئے گئے	علم

کہ اٹھ جاؤ، تو اٹھ جایا کرو، اللہ تم میں سے اہلِ ایمان کو بلند کرے گا اور اہلِ علم کیلئے بہت سے

دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا

دَرَجٰتٍ ؕ	وَ	اللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرٌ ۱۱	يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْۤا	اِذَا
بہت سے درجے	اور	اللہ	اس سے جو	تم کرتے ہو	خوب باخبر	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	جب

درجے ہیں، اور اللہ اُن کاموں سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ ۱۱ اے اہلِ ایمان! جب

نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ

نَاجَيْتُمُ	الرَّسُوْلَ	فَقَدِّمُوْا	بَيْنَ	يَدَيْ	نَجْوٰىكُمْ	صَدَقَةً ؕ	ذٰلِكَ
تم سرگوشی کرو	پیغمبر سے	تو آگے بھیجو	درمیان	ہاتھوں کے	اپنی سرگوشی کے	کوئی صدقہ	وہ

تم پیغمبر (ﷺ) سے سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کوئی خیرات کیا کرو، یہ

۱۰ اس آیت مبارکہ میں منافقوں کے سرگوشیاں کرنے کا مقصد بیان کر کے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے، دراصل منافقین نے سرگوشی کا راستہ اس لئے اختیار کیا کہ جب مسلمان انہیں آپس میں سرگوشی کرتے ہوئے دیکھیں گے تو اس فکر میں پڑ جائیں گے کہ کہیں ان کے حوالے سے تو کوئی بات نہیں ہو رہی؟ وہ کون سی خاص بات ہے جو سب کے سامنے کہنے کی بجائے سرگوشی میں کہی جا رہی ہے؟ چنانچہ مسلمانوں کو یہ تشویش بھی ہوتی تھی کہ کہیں ان کے خلاف کوئی منصوبہ تو نہیں بنایا جا رہا؟ حالانکہ ان کی سرگوشیاں معمولی معمولی باتوں پر ہوتی تھیں جن کیلئے سرگوشی کی ضرورت بھی نہیں تھی لیکن مسلمانوں کو مرعوب اور خوفزدہ رکھنے کیلئے وہ اس طرح کی حرکتیں کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے شیطانی عمل قرار دیتے ہوئے اہل ایمان کے عقائد کی اصلاح فرمائی ہے کہ تمہیں اس بات پر کامل ایمان اور اعتقاد رکھنا چاہئے کہ یہ منافق ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، جب تک اللہ کی مرضی اور اس کا حکم شامل نہ ہو، اس وقت تک کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، اس لئے اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور اعتماد رکھو اور منافقوں کی سرگوشیوں سے فکرمند اور پریشان نہ ہو۔

۱۱ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو آدابِ مجلس کی تعلیم دی گئی ہے، یہ ایک ایسی پاکیزہ تعلیم ہے جو شرکاءِ مجلس کے حقوق کا تحفظ بھی کرتی ہے، صدرِ مجلس کے حقوق کی نگرانی بھی کرتی ہے اور درمیان میں یا بعد میں آنے والوں کے حقوق کا خیال بھی کرتی ہے، شرکاءِ مجلس کا حق یہ ہے کہ وہ اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ وہاں بیٹھ سکیں، وہاں ہونے والے مکالمے سے استفادہ کر سکیں اور آپس میں ایک دوسرے سے رنجش نہ رکھیں، اسی وجہ سے مجلس میں سرگوشیاں کرنے پر پابندی لگائی گئی، صدرِ مجلس کا حق یہ ہے کہ اس کی بات کو توجہ سے سنا جائے اور اس کے ہر حکم پر عمل کیا جائے، خواہ طبیعت کے موافق ہو یا مخالف، مثلاً اگر وہ کہہ دے کہ آپ لوگ قریب آ جائیں تو لوگ اپنی نشستوں کو چھوڑ کر اس کے قریب آ جائیں، وہ کسی خاص فرد یا افراد کو اپنے پاس بلائے تو اسے آگے آنے اور قریب بیٹھنے کی جگہ دے دیں، وہ پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کی مجلس برخاست کرنے کا حکم دے تو انہیں مجلس برخاست کر دینی چاہئے، وہ اگر نئی مجلس قائم کرنے کا حکم دے تو پہلی مجلس کے لوگوں کو برا نہیں منانا چاہئے کہ ہمیں اٹھا کر دوسروں کو اپنے قریب بٹھایا جا رہا ہے، نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ ایسے کیا تو کچھ لوگوں نے ناک بھوں چڑھائی اس پر یہ آیت نازل ہوئی، جس کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اہل ایمان کو رفعتیں اور بلندیاں عطا فرمائے گا اور یہ کہ ان میں سے جو لوگ اہل علم ہیں ان کیلئے بہت سے درجات قائم کئے گئے ہیں، چنانچہ مختلف اہل علم کے مختلف درجات ہیں، دنیا میں بھی تمام اہل علم کا درجہ یکساں نہیں ہے اور آخرت میں بھی ان کا درجہ یکساں نہیں ہوگا، چنانچہ ان میں سے بعض کا درجہ بعض سے اوپر اور بعض سے نیچے ہوگا کیونکہ تمام اہل علم اپنے علم پر عمل کرنے میں یکساں نہیں ہوتے، اسی وجہ سے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے اور وہ اسی مناسبت سے تمہارے درجات طے فرمائے گا۔

خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

خَيْرٌ	لَّكُمْ	وَ	اَطْهَرُ ؕ	فَاِنْ	لَّمْ	تَجِدُوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ۞
زیادہ بہتر	تمہارے لئے	اور	زیادہ پاکیزہ	سو اگر	نہ	پاؤ تم	تو بیشک	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان

تمہارے حق میں زیادہ بہتر اور زیادہ پاکیزگی کا ذریعہ ہے، پھر اگر تم کچھ بھی نہ پاؤ تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ⑫

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا

ءَ	اَشْفَقْتُمْ	اَنْ	تُقَدِّمُوْا	بَيْنَ	يَدَيْ	نَجْوٰىكُمْ	صَدَقٰتٍ	فَاِذْ لَمْ	تَفْعَلُوْا
کیا	تم ڈر گئے	یہ کہ	آگے بھیجو تم	درمیان	ہاتھوں کے	اپنی سرگوشی کے	صدقات	سو جب نہ	کیا تم نے

کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ کرو؟ پھر جب تم نے ایسا نہ کیا

وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

وَ	تَابَ	اللّٰهُ	عَلَيْكُمْ	فَاَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ	وَ	اٰتُوا	الزَّكٰوةَ	وَ	اَطِيْعُوا	اللّٰهَ
اور	توجہ کی	اللہ نے	تم پر	تو قائم کرو تم	نماز	اور	ادا کرو	زکوٰۃ	اور	اطاعت کرو	اللہ کی

اور اللہ تم پر متوجہ ہوا تو اب تم نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، اور اللہ اور اُس کے رسول کی

وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا ع ۲

وَرَسُوْلَهٗ ؕ	وَ	اللّٰهُ	خَبِيْرٌ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ ۞	اَلَمْ	تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	تَوَلَّوْا	قَوْمًا
اور اس کے پیغمبر کی	اور	اللہ	خوب باخبر	اس سے جو	تم کرتے ہو	کیا نہیں	دیکھا تو نے	طرف	ان لوگوں کے	دوستی کی انہوں نے	ایک قوم سے

اطاعت کرو، اور اللہ اُن کاموں سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ ⑬ کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو ایسی قوم سے دوستی کرتے ہیں

غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى

غَضِبَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِمْ ؕ	مَا	هُمْ	مِّنْكُمْ	وَ	لَا	مِنْهُمْ ۙ	وَ	يَحْلِفُوْنَ	عَلَى
غضب کیا	اللہ نے	ان پر	نہ	وہ	تم سے	اور	نہ	ان سے	اور	قسم کھاتے ہیں	پر

جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا؟ نہ وہ تم سے ہیں اور نہ اُن سے، اور وہ جھوٹی باتوں پر

الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ

الْكَذِبِ	وَ	هُمْ	يَعْلَمُوْنَ ۞	اَعَدَّ	اللّٰهُ	لَهُمْ	عَذَابًا	شَدِيْدًا ؕ	اِنَّهُمْ	سَآءَ
جھوٹ کے	اور	وہ	جانتے ہیں	تیار کیا	اللہ نے	ان کیلئے	عذاب	سخت	بیشک وہ	برا ہے

جانتے بوجھتے قسمیں کھاتے ہیں۔ ⑭ اللہ نے اُن کیلئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، بیشک بہت برے ہیں

⑫ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو نبی اکرم ﷺ سے سرگوشی میں بات کرنے کا ادب سکھایا گیا ہے، بسا اوقات ایک آدمی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کرتا کہ مجھے تنہائی میں آپ سے کچھ بات کہنی ہے، نبی ﷺ تخلیہ فرما لیتے، وہ شخص چھوٹی سی ضرورت پیش کرنے کیلئے لمبی چوڑی تمہید باندھ کر بیس پچیس منٹ اسی میں ضائع کر دیتا، اپنی اس حرکت سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ نبی ﷺ کے نزدیک میری اتنی اہمیت ہے کہ میں آدھ گھنٹہ تک آپ کے پاس بیٹھا رہا، آپ نے مجھے ایک مرتبہ بھی وہاں سے اٹھنے کیلئے نہیں فرمایا، حالانکہ اکثر اوقات یہ اس کی اہمیت کی بجائے نبی ﷺ کی مروت اور رواداری کی وجہ سے ہوتا تھا، بعض لوگ مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو پھلانگ کر نبی ﷺ کے قریب پہنچتے اور سرگوشی کے انداز میں وہ باتیں شروع کر دیتے جن کا کوئی فائدہ نہ ہوتا، غیر ضروری اور غیر متعلقہ باتوں میں نبی ﷺ کو الجھا کر وہ چاہتے تھے کہ لوگوں پر اپنی بڑائی ثابت کریں اور خود کو معزز ثابت کریں، اس ساری صورتحال کا سدباب کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمادیا کہ اگر کسی کو نبی ﷺ سے تنہائی اور تخلیے میں کوئی سرگوشی کرنا ہو تو اس سے پہلے وہ اللہ کے نام پر صدقہ و خیرات کر کے آئے ورنہ اسے سرگوشی کی اجازت نہیں ملے گی، عمومی مجلس میں جو کہنا ہو وہ کہہ لے جوں ہی یہ حکم نازل ہوا، منافقین اپنے گھروں میں دبک کر بیٹھ گئے اور ساری سرگوشیاں اور تخلیے کی ملاقاتیں بھول گئے کیونکہ اس مقصد کیلئے انہیں اپنا پیسہ خرچ کرنا منظور نہیں تھا، مال و دولت کی محبت اور لالچ ان کے دلوں پر غالب تھی اور حب مال کے مرض میں مبتلا ان لوگوں کو پیسے خرچ کرتے ہوئے ہمیشہ تکلیف ہوتی تھی اس لئے ان کی یہ عادت نہایت آسانی کے ساتھ چھوٹ گئی اور مسلمانوں کو بھی تنبیہ ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کو سرگوشی کرنا پسند نہیں ہے۔ ⑬ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ حکم کو منسوخ کر کے اس میں نرمی کی گئی ہے، دراصل نبی ﷺ سے تخلیے کی ملاقات اور سرگوشی میں بات کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم ایک عارضی بندوبست تھا، جس کا مقصد منافقوں کو تنبیہ کرنا اور نبی ﷺ کے قیمتی اوقات کو ضائع ہونے سے بچانا تھا، گزشتہ آیت میں ہی اس بات کی طرف اشارہ کر دیا گیا تھا کہ یہ حکم ہمیشہ کیلئے نہیں ہے، کچھ عرصے بعد اسے منسوخ کر دیا جائے گا، چنانچہ زیر تذکرہ آیت کے ذریعے اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا اور مسلمانوں کو پابند کر دیا گیا کہ غیر ضروری کاموں میں مشغول ہونے کی بجائے ان کاموں میں معروف رہو جنہیں سرانجام دینے کا حکم تمہیں اس سے پہلے دیا جا چکا ہے، مثلاً یہ کہ نماز قائم کرو زکوٰۃ ادا کرو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو، اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور ہر اس کام سے بچو جس میں رسول اکرم ﷺ کی ایذا رسانی پائی جاتی ہو، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ آیت کے حکم پر عمل کرنے کا موقع صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حصے میں آیا کہ انہوں نے کچھ پیسے خرچ کر کے نبی ﷺ سے تنہائی میں بات کرنے کیلئے وقت لیا اور دین کے بعض مسائل کا حکم دریافت کیا، رضی اللہ عنہ وارضاہ ⑭ اس آیت مبارکہ میں منافقوں کی مذمت کی گئی ہے کہ وہ یہودیوں کے ساتھ قلبی دوستانہ تعلقات قائم کرتے ہیں حالانکہ یہودی وہ قوم ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا ہے، گویا انہیں دوستی کرنے کیلئے مغضوب علیہ قوم کے علاوہ کوئی اور نہیں ملا اور اگر منافقین نے انہیں اپنا دوست بنا ہی لیا تھا تو پھر انہیں اس میں خود کو مخلص بھی ثابت کرنا چاہئے تھا لیکن وہ تو نہ تین میں ہیں اور نہ تیرہ میں، نہ مسلمانوں میں سے ہیں اور نہ یہودیوں میں سے، مسلمانوں میں سے تو اس لئے نہیں کہ وہ دل سے کافر ہیں اور یہودیوں میں سے اس لئے نہیں کہ ظاہری طور پر وہ مسلمانوں کے اجتماعی افعال و اعمال میں شرکت کرتے ہیں، اسکے علاوہ جان بوجھ کر جھوٹی قسمیں بھی کھاتے ہیں، مخلص مسلمانوں کو ایسے منافقوں سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہئے بلکہ ان سے مکمل احتیاط برتنی چاہئے۔

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ

مَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ۝	اِتَّخَذُوْٓا	اَيْمَانَهُمْ	جُنَّةً	فَصَدُّوْا	عَنْ	سَبِيْلِ
وہ جو	ہیں وہ	عمل کرتے	بنالیا انہوں نے	اپنی قسموں کو	ڈھال	سو روکا انہوں نے	سے	راستے

وہ اعمال جو وہ کر رہے ہیں۔ ⑮ انہوں نے اپنی قسموں کو اپنی ڈھال بنا لیا ہے سو یہ اللہ کے راستے سے

اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ

اللّٰهِ	فَلَهُمْ	عَذَابٌ	مُّهِيْنٌ ۝	لَنْ	تُغْنِيَ	عَنْهُمْ	اَمْوَالُهُمْ	وَ	لَآ	اَوْلَادُهُمْ
اللہ کے	سو ان کیلئے	عذاب	رسوا کن	ہرگز نہ	کام آئے گا	ان کے	ان کے مال	اور	نہ	ان کی اولاد

روکتے ہیں، سو اُن کیلئے رسوا کن عذاب ہے۔ ⑯ اُن کے مال و اولاد اللہ کے مقابلے میں اُن کے کسی کام بھی

مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾

مِّنَ	اللّٰهِ	شَيْـًٔا ؕ	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ	النَّارِ ؕ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ۝
سے	اللہ کے	کچھ بھی	وہی لوگ	رہنے والے	جہنم کے	وہ	اسمیں	ہمیشہ رہنے والے

ہرگز نہ آسکیں گے، وہی لوگ اہلِ جہنم ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ⑰

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ

يَوْمَ	يَبْعَثُهُمُ	اللّٰهُ	جَمِيْعًا	فَيَحْلِفُوْنَ	لَهٗ	كَمَا	يَحْلِفُوْنَ	لَكُمْ
جس دن	دوبارہ اٹھائے گا انہیں	اللہ	سب کو	سو قسمیں کھائیں گے وہ	اس کیلئے	جیسا کہ	قسمیں کھاتے ہیں	تمہارے لئے

جس دن اللہ اُن سب کو دوبارہ زندہ کرے گا تو وہ اللہ کے سامنے بھی اُسی طرح قسمیں کھائیں گے جیسے تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں

وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾

وَ	يَحْسَبُوْنَ	اَنَّهُمْ	عَلٰى	شَيْءٍ ؕ	اَلَآ	اِنَّهُمْ	هُمُ	الْكٰذِبُوْنَ ۝
اور	سمجھتے ہیں	کہ بیشک وہ	پر	کسی چیز کے	آگاہ رہو	کہ بیشک وہ	وہی	جھوٹے

اور یہ سمجھیں گے کہ وہ کسی دلیل پر قائم ہیں، آگاہ رہو کہ بیشک وہی لوگ جھوٹے ہیں۔ ⑱

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ

اِسْتَحْوَذَ	عَلَيْهِمُ	الشَّيْطٰنُ	فَاَنْسٰىهُمْ	ذِكْرَ	اللّٰهِ ؕ	اُولٰٓئِكَ	حِزْبُ
قابو پالیا	ان پر	شیطان نے	سو بھلا دیا انہیں	ذکر	اللہ کا	یہی لوگ	گروہ

شیطان اُن پر قابو پا چکا ہے، سو اُس نے اُنہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے، یہی لوگ شیطانی

⑮ اس آیت مبارکہ میں منافقوں کیلئے سخت عذاب تیار کئے جانے کی دھمکی ذکر کی گئی ہے کہ اگر وہ دنیا میں کسی سزا سے بچے ہوئے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بے خبر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیکر سزا سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آخرت میں ان کیلئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے نامۂ اعمال کو خود ہی گناہوں سے داغ دار کر رکھا ہے اور ان کے اعمال ہی ایسے ہیں کہ انہیں عبرتناک سزا دی جائے۔

⑯ اس آیت مبارکہ میں جھوٹی قسموں کو منافقوں کا ہتھیار قرار دے کر ان کی شدید مذمت کی گئی ہے کیونکہ ان کے پاس مسلمانوں کو اپنی بات کا یقین دلانے کیلئے جھوٹی قسموں کے علاوہ کوئی موثر ہتھیار نہیں تھا، جب بھی وہ کسی جگہ خود کو بے بس محسوس کرتے فوراً قسم اٹھا لیتے اور اسے بطور ہتھیار کے استعمال کرتے، اس طرح وہ بہت سے لوگوں کو سیدھے راستے سے بہکانے میں بھی کامیاب ہو جاتے تھے کیونکہ عام لوگ ان کی اصل حقیقت اور مکاری سے ناواقف ہوتے تھے اس لئے ان کی قسم کو سچا سمجھ بیٹھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کیلئے رسوا کن عذاب کی دھمکی دی ہے اور وہ اسی عذاب کے مستحق ہیں۔

⑰ اس آیت مبارکہ میں منافقوں کو اہل جہنم میں سے قرار دیا گیا ہے، پانچویں پارے کے آخر میں تو ان کیلئے جہنم کا سب سے آخری اور نچلا طبقہ متعین کیا گیا ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سے کبھی نکلنے نہ پائیں گے، اگر انہیں یہ خوش فہمی ہے کہ ان کا مال و دولت اس دن بھی ان کے پاس ہوگا جب میدان حشر میں ان کی قسمت کا فیصلہ ہوگا تو انہیں اس خوش فہمی سے نکل آنا چاہئے کیونکہ اولاً تو وہاں سوائے ایمان و اعمال کے کوئی دوسری دولت سرے سے ہی نہ ہوگی اور اگر بالفرض ہوئی بھی تو وہاں اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ وہاں سکہ رائج الوقت ایمان اور اعمال ہیں، کرنسی اور مال نہیں، اسی طرح ان کی اولاد بھی آڑے وقتوں میں ان کے کسی کام نہ آ سکے گی اور وہ ذلت و رسوائی کے گڑھے میں جا گریں گے۔

⑱ اس آیت مبارکہ میں جھوٹی قسموں کے حوالے سے منافقوں کی جرات اور بے باکی بیان کی گئی ہے کہ انہیں جھوٹی قسمیں کھانے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی جو پختہ عادت پڑ چکی ہے، ان کی یہ عادت چھوٹنے والی نہیں ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن میدان حشر میں وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جھوٹی قسم کھانے کیلئے تیار ہو جائیں گے، ان کے ذہن میں یہ گمان ہوگا کہ شاید یہاں بھی اس طرح کام بن جائے جیسے دنیا میں کام بن جاتا تھا لیکن وہاں اس طرح کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکے گی اور یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خبردار فرما دیا ہے کہ یاد رکھو! یہ جھوٹے لوگ ہیں، ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے تم انہیں سچا سمجھ کر ان کی باتوں میں نہ آ جانا۔

الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۱۹ اِنَّ الَّذِيْنَ

الشَّيْطٰنِ ؕ	اَلَآ	اِنَّ	حِزْبَ	الشَّيْطٰنِ	هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ ۝	اِنَّ	الَّذِيْنَ
شیطان کا	آگاہ رہو	بیشک	گروہ	شیطان کا	وہی	نقصان اٹھانے والے	بیشک	جو لوگ

گروہ ہیں، آگاہ رہو کہ شیطانی گروہ ہی نقصان اٹھانے والا ہے۔ ۱۹ بیشک وہ لوگ

يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِى الْاَذَلِّيْنَ ۝۲۰ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا

يُحَآدُّوْنَ	اللّٰهَ	وَ	رَسُوْلَهٗ	اُولٰٓئِكَ	فِى	الْاَذَلِّيْنَ ۝	كَتَبَ	اللّٰهُ	لَاَغْلِبَنَّ	اَنَا
مخالفت کرتے ہیں	اللہ کی	اور	اس کے پیغمبر کی	وہی	بیچ	ذلیل ہونے والوں کے	لکھ دیا	اللہ نے	ضرور غالب رہوں گا	میں

جو اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہی سب سے زیادہ ذلیل ہوں گے۔ ۲۰ اللہ یہ بات لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ہی

وَرُسُلِىْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌ ۝۲۱ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

وَ	رُسُلِىْ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	قَوِىٌّ	عَزِيْزٌ ۝	لَا	تَجِدُ	قَوْمًا	يُّؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ
اور	میرے پیغمبر	بیشک	اللہ	طاقتور	زبردست	نہیں	پائے گا تُو	کوئی قوم	ایمان رکھتے ہوں وہ	اللہ پر

غالب رہیں گے، بیشک اللہ طاقتور، زبردست ہے۔ ۲۱ آپ کسی ایسی قوم کو "جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں"

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ

وَ	الْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	يُوَآدُّوْنَ	مَنْ	حَآدَّ	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	وَلَوْ	كَانُوْٓا	اٰبَآءَهُمْ
اور	دن پر	پچھلے	دوستی کرتے ہوں وہ	اس سے جو	مخالفت کرے	اللہ کی	اور اس کے پیغمبر کی	اگرچہ	ہوں وہ	ان کے باپ

ایسا نہیں پائیں گے کہ وہ اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے دوستی کرتے پھریں، اگرچہ وہ اُن کے باپ،

اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ

اَوْ	اَبْنَآءَهُمْ	اَوْ	اِخْوَانَهُمْ	اَوْ	عَشِيْرَتَهُمْ ؕ	اُولٰٓئِكَ	كَتَبَ	فِىْ	قُلُوْبِهِمُ
یا	ان کے بیٹے	یا	ان کے بھائی	یا	ان کا خاندان	یہی لوگ	لکھ دیا اس نے	بیچ	ان کے دلوں کے

بیٹے، بھائی یا اپنے ہی خاندان کے لوگ ہوں، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان

الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ

الْاِيْمَانَ	وَاَيَّدَهُمْ	بِرُوْحٍ	مِّنْهُ ؕ	وَ	يُدْخِلُهُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِىْ	مِنْ
ایمان	اور تائید کی اس نے ان کی	ساتھ روح کے	اپنے سے	اور	داخل کرے گا انہیں	باغات میں	بہتی ہوں گی	سے

لکھ دیا ہے اور روح القدس کے ذریعے اُن کی تائید فرمائی ہے، اور وہ اُنہیں ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے

۱۹ اس آیت مبارکہ میں منافقوں کو "حزب الشیطان" یعنی شیطانی گروہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ شیطان ان پر اس قدر غالب آ چکا ہے کہ ان کی ہر سوچ اور خیال پر بھی اسی کا قبضہ ہے، ان کے ہر قول اور فعل پر بھی اسی کا تسلط ہے ان کا ہر عضو شیطان کے زیر تسلط ہے، چنانچہ وہ وہی دیکھتے، سنتے، بولتے اور پکڑتے ہیں جو شیطان انہیں دکھاتا، سناتا، بلواتا اور پکڑاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے دلوں سے اللہ کی یاد اور اس کا ڈر خوف بالکل نکل گیا اور یہ لوگ پوری طرح شیطان کے رنگ میں رنگے گئے، انہوں نے شیطان کا آلہ کار بن کر اپنے آس پاس شیطانیت پھیلانا شروع کر دی اور اپنے ہم مزاج اور ہم ذہن لوگوں کو بھی اسی چیز کی تربیت دینے لگے، اس لئے انہیں "شیطانی گروہ" قرار دیا گیا ہے، یہ لوگ کبھی فلاح نہیں پا سکتے بلکہ دنیا اور آخرت کا خسارہ ان کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے اس لئے ان کی دنیا بھی برباد ہو گئی اور ان کی آخرت بھی تباہ ہو گئی۔

۲۰ اس آیت مبارکہ میں اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں کو ذلیل لوگوں میں شمار کیا گیا ہے، ایسے لوگوں کو عزت کیونکر مل سکتی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کریں اور ان سے مقابلہ کرنے کی جرات کریں؟ عزت تو صرف ان لوگوں کیلئے ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی مان کر زندگی گزاریں اور اپنی طبیعت کو شریعت کے تابع کر دیں۔

۲۱ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک فیصلہ ذکر کر کے اس کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، فیصلہ یہ ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ہی غالب رہیں گے، مجھے اور میرے پیغمبروں کو کبھی مغلوب نہیں کیا جا سکتا، دنیا میں ہمیشہ اس کا مشاہدہ بھی ہوتا رہا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ طاقتور بھی ہے اور غالب بھی ہے، وہ ایسا طاقتور ہے کہ دنیا کے تمام طاقتور اس کے زیر نگیں ہیں اور وہ ایسا غالب ہے جو اپنے غلبے کیلئے اسباب و وسائل کا محتاج نہیں ہے، رہی یہ بات کہ پھر بعض انبیاء کو شہید کیوں کیا گیا اور بعض انبیاء کو دشمن کے مقابلے میں فتح کیوں نہ مل سکی؟ سو اس کا جواب سورۂ مومن کی آیت نمبر ۵۱ کے حاشیے میں ملاحظہ فرمائیے۔

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ

تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا ؕ	رَضِيَ	اللّٰهُ	عَنْهُمْ	وَ	رَضُوْا	عَنْهُ ؕ
اس کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہنے والے	اسمیں	راضی ہوا	اللہ	ان سے	اور	راضی ہوئے وہ	اس سے

نہریں بہتی ہوں گی، وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے،

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

اُولٰٓئِكَ	حِزْبُ	اللّٰهِ ؕ	اَلَآ	اِنَّ	حِزْبَ	اللّٰهِ	هُمُ	الْمُفْلِحُوْنَ ۝
وہی لوگ	گروہ	اللہ کا	آگاہ رہو	بیشک	گروہ	اللہ کا	وہی	کامیاب ہونے والے

یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں ، آگاہ رہو کہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہوگا۔ ﴿۲۲﴾

ع ۳ / ۹ / ۳

اٰيَاتُهَا ۲۴ (۵۹) سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۱) رُكُوْعَاتُهَا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان ،نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱﴾

سَبَّحَ	لِلّٰهِ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِي	الْاَرْضِ ۚ	وَ	هُوَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ۝
تسبیح بیان کی	اللہ کی	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے	اور	وہ جو	بیچ	زمین کے	اور	وہ	غالب	حکمت والا

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے ، سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اوروہ غالب، حکمت والا ہے۔ ﴿۱﴾

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ

هُوَ	الَّذِيْٓ	اَخْرَجَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	مِنْ	دِيَارِهِمْ
وہ	جو	نکالا اُس نے	ان لوگوں کو	کفر کیا انہوں نے	سے	اہل کتاب کے	سے	ان کے گھروں کے

اللہ وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کفر کرنے والوں کو "پہلے حشر" میں ہی اُن کے گھروں سے

لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ

لِاَوَّلِ	الْحَشْرِ ؕ	مَا	ظَنَنْتُمْ	اَنْ	يَّخْرُجُوْا	وَ	ظَنُّوْٓا	اَنَّهُمْ	مَّانِعَتُهُمْ	حُصُوْنُهُمْ
پہلے	حشر میں	نہیں	سمجھتے تھے تم	یہ کہ	وہ نکلیں گے	اور	وہ سمجھے	کہ بیشک وہ	بچالیں گے انہیں	ان کے قلعے

نکال دیا، تمہارا یہ گمان نہ تھا کہ وہ وہاں سے نکلیں گے، اور وہ بھی یہی سمجھتے تھے کہ اُن کے قلعے اُنہیں اللہ سے

﴿۲۲﴾ اس آیت مبارکہ میں "حزب الشیطان" کے مقابلے میں "حزب اللہ" کا مفصل ذکر کیا گیا ہے، ان کا تعارف اوران کیلئے تیار کردہ انعامات بھی یہاں بیان کیے گئے ہیں، دراصل حزب اللہ کا لفظی معنی اللہ کا گروہ ہے، اس سے مراد کوئی ایسی جماعت نہیں ہے جس نے اپنا نام "حزب اللہ" رکھ لیا ہو، بلکہ اس سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل رکھتے ہوں، پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہوں اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہوں دوسرے لفظوں میں یوں کہیئے کہ ان کے عقائد اور نظریات میں کسی قسم کا جھول نہ ہو، ان کا ایمان غیر متزلزل اور یقین اعلیٰ درجے کا ہو، وہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت پر ہر محبت اور تعلق کو نچھاور کر سکتے ہوں، وہ اللہ اوراس کے رسول کی مخالفت کرنے والے کسی بھی فرد سے قلبی محبت اور دوستانہ تعلقات نہ رکھتے ہوں، خواہ وہ نسبی اور خاندان اعتبار سے ان کا کتنا ہی قریبی عزیز کیوں نہ ہو، چنانچہ باپ، بیٹا، بھائی اور خاندان کے وہ تمام قریبی عزیزان کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے میں عزیز تر نہ ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت اور دشمنی پر آمادہ ہوں. جب انسان اپنے ایمان کی مضبوطی اور پختگی کیلئے ایسے ٹھوس اور سنجیدہ اقدامات کرتا ہے تو اللہ کی طرف سے بھی اس کی غیبی نصرت اور اعانت ہوتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں ایمان کو راسخ کر دیتا ہے، پھر ان پر ایمان کا ایسا نشہ چڑھتا ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت اتار نہیں سکتی اور اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعے ان کی مدد فرماتا ہے جو لغزش کے مواقع پر ان کی رہنمائی کرتے اور ان کے دلوں کو ایمان پر ثابت قدم رکھتے ہیں، اس دنیوی انعام کے علاوہ آخرت میں بھی ان لوگوں کیلئے بڑی نعمتیں مہیا کی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ انہیں اپنی جنت میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا عطا فرمائے گا اور انہیں اتنا کچھ دے گا کہ وہ بھی اللہ سے راضی ہو جائیں گے، اصل کامیاب لوگ یہی ہیں، انہی کو "حزب اللہ" کہنا چاہئے کیونکہ اطاعت وعبادت کے ذریعے یہ لوگ "صبغۃ اللہ" کے رنگ میں رنگے گئے، سو ان کا دیکھنا، سننا، بولنا، پکڑنا، چلنا، اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، ہنسنا، رونا اور زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی مرضی کے مطابق ہو گیا اور انہوں نے اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی میں فنا کر دیا، لہٰذا یہ لوگ کامیاب ہو گئے اور انہوں نے حزب اللہ کا اعزاز اپنے نام کر لیا۔

الحمدللہ! آج مورخہ ۲۲ اکتوبر ۲۰۱۹ء بروز منگل

سورۃ الحشر

سورۂ حشر مدنی سورت ہے، اس میں کل حروف ۱۹۱۳، کلمات ۴۴۵، آیات ۲۴ اور رکوعات ۳ ہیں، اس سورت کی دوسری آیت میں ہی لفظ "الحشر" آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ حشر رکھا گیا، اس سورت میں غزوۂ بنو نضیر کے احوال کی طرف اشارہ کر کے مسلمانوں کے ہر عمل کو اللہ کی مرضی کے موافق قرار دیا گیا ہے، مال غنیمت کی تقسیم کیلئے مصارف کا تعین کر کے اسے نبی ﷺ کے اختیار پر منحصر قرار دیا گیا ہے، رسول اکرم ﷺ کے اوامر و نواہی کو نہایت اونچا مقام دیا گیا ہے کہ نبی ﷺ تمہیں جس چیز کا حکم دیں، اس پر فوراً عمل کرو اور جس چیز سے منع فرمائیں، اس سے فوراً رک جاؤ، اس کے بعد مسلمانوں کے تین گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے، مہاجرین، انصار اور بعد میں آنے والے مسلمان، اگلے رکوع میں منافقین اور یہودیوں کے ساتھ ان کی ساز باز کا ذکر کر کے ان کی قلعی کھولی گئی ہے، مسلمانوں کے خلاف ان کی کوئی سازش کامیاب نہیں ہوسکتی

مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَقَذَفَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ

مِّنَ	اللّٰهِ	فَاَتٰىهُمُ	اللّٰهُ	مِنْ	حَيْثُ	لَمْ	يَحْتَسِبُوْا	وَ	قَذَفَ	فِىْ	قُلُوْبِهِمُ
سے	اللہ کے	سو آیا اُن کے پاس	اللہ	سے	جہاں	نہیں	گمان کیا انہوں نے	اور	ڈال دیا	میں	ان کے دلوں کے

بچالیں گے، تو اللہ اُن کے پاس ایسی جگہ سے آیا کہ اُنہیں جس کا گمان بھی نہ تھا، اور اُس نے اُن کے دلوں میں

الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِى الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا

الرُّعْبَ	يُخْرِبُوْنَ	بُيُوْتَهُمْ	بِاَيْدِيْهِمْ	وَاَيْدِى	الْمُؤْمِنِيْنَ	فَاعْتَبِرُوْا
رعب	ویران کر رہے تھے وہ	اپنے گھروں کو	اپنے ہاتھوں سے	اور ہاتھوں سے	مؤمنین کے	سو عبرت پکڑو تم

رعب ڈال دیا، وہ اپنے گھروں کو اپنے ہی ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں ویران کرنے لگے، سو اے آنکھیں رکھنے والو!

يٰۤاُولِى الْاَبْصَارِ ۝٢ وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ

يٰۤاُولِى الْاَبْصَارِ ۝	وَ	لَوْلَآ	اَنْ	كَتَبَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِمُ	الْجَلَآءَ	لَعَذَّبَهُمْ
اے آنکھوں والو	اور	اگر نہ ہوتا	یہ کہ	لکھ دیا	اللہ نے	ان پر	جلاوطنی کو	البتہ عذاب دیتا انہیں

عبرت حاصل کرو۔ ۲ اگر اللہ نے اُن کیلئے جلاوطنی کا فیصلہ نہ لکھا ہوتا تو اُنہیں دنیا ہی میں

فِى الدُّنْيَا ۗ وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝٣ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ

فِى	الدُّنْيَا	وَ	لَهُمْ	فِى	الْاٰخِرَةِ	عَذَابُ	النَّارِ ۝	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	شَآقُّوا	اللّٰهَ
بیچ	دنیا کے	اور	ان کیلئے	بیچ	آخرت کے	عذاب	جہنم کا	وہ	اس وجہ سے کہ وہ	مخالفت کی انہوں نے	اللہ کی

عذاب دے دیتا اور آخرت میں اُن کیلئے جہنم کا عذاب ہے۔ ۳ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُنہوں نے اللہ اور اُس کے رسول کی

وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝٤ مَا قَطَعْتُمْ

وَرَسُوْلَهٗ	وَ	مَنْ	يُّشَآقِّ	اللّٰهَ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ ۝	مَا	قَطَعْتُمْ
اور اس کے پیغمبر کی	اور	جو کوئی	مخالفت کرے	اللہ کی	تو بیشک	اللہ	سخت دینے والا	سزا کا	جو	کاٹا تم نے

مخالفت کی، اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرے تو بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ ۴ تم نے کھجور کا جو

مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِىَ

مِّنْ	لِّيْنَةٍ	اَوْ	تَرَكْتُمُوْهَا	قَآئِمَةً	عَلٰٓى	اُصُوْلِهَا	فَبِاِذْنِ	اللّٰهِ	وَلِيُخْزِىَ
سے	کھجور کا درخت	یا	چھوڑ دیا تم نے اسے	کھڑا رہنے والا	پر	اپنی جڑوں کے	سو اجازت سے	اللہ کی	اور تاکہ رسوا کر دے

درخت بھی کاٹا، یا تم نے اُسے اُس کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، سو وہ اللہ کے حکم سے، اور تاکہ اللہ فاسقوں کو

بظاہر وہ ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں ان کے دل پھٹے پڑے ہوتے ہیں، آخر میں مسلمانوں کو قیامت کی تیاری کا حکم دے کر قرآن کریم کی عظمت اور اسے نازل کرنے والے رب کی خصوصی صفات بیان کی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ کی یہ صفات اس کے اسماء حسنیٰ میں شامل ہیں اور وہ اپنی ان صفات میں بے مثل اور بے مثال ہے۔ ۱ اس آیت مبارکہ میں زمین و آسمان کی ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید میں مشغول ہونا بیان کیا گیا ہے، چونکہ پہلی آیت میں ہی لفظ تسبیح فعل ماضی کے صیغے کے ساتھ آیا ہے اس لئے یہ سورت بھی مسبحات میں شامل ہے، آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ غالب عزت والا ہے اور دوسری یہ کہ اس کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے کیونکہ وہ "الحکیم" ہے۔ ۲ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کے ایک گروہ کو ان کے علاقے سے اول حشر کے موقع پر نکالنے کے واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، یہ واقعہ بنو نضیر کا ہے جو کہ مدینہ کے مشرق میں آباد تھے، یہ لوگ مذہباً یہودی تھے، ان کے علاوہ بنو قینقاع اور بنو قریظہ بھی یہودیوں کے ہی قبیلے تھے جو مدینہ منورہ میں آباد تھے، ۴ھ کے ماہ صفر میں نبی ﷺ نے ستر قراء صحابہ رضی اللہ عنہم کو بنو عامر کے پاس ان کی دعوت پر پیغام توحید و رسالت دے کر بھیجا، بنو عامر نے غداری کی اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا، صرف کعب بن زید اور عمرو بن امیہ بچے، عمرو بن امیہ واپس مدینہ منورہ جا رہے تھے کہ راستے میں بنو عامر کے دو آدمی مل گئے، نبی ﷺ نے انہیں پناہ دے رکھی تھی، عمرو کو یہ بات معلوم نہ تھی، انہوں نے موقع پا کر ان دونوں کو قتل کر دیا، نبی ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ مجھے ان دونوں کی دیت اپنے پاس سے ادا کرنا پڑے گی، نبی ﷺ نے بنو نضیر کے یہودیوں سے یہ معاہدہ کر رکھا تھا کہ وہ کسی مقتول کی دیت ادا کرنے میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے اور ایک دوسرے کے خلاف کسی دشمن کی مدد نہیں کریں گے، اسی معاہدے کے تحت نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے، وہ لوگ دیت میں حصہ ڈالنے پر بظاہر راضی ہو گئے لیکن پیٹھ پیچھے یہ سازش کی کہ جس جگہ نبی ﷺ تشریف فرما تھے وہاں سے ایک چٹان نبی ﷺ کے اوپر گرا دی جائے، اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اس سازش سے باخبر کر دیا، نبی ﷺ فوراً وہاں سے اٹھے اور مدینہ منورہ چلے گئے، یہودیوں کو پتہ چلا تو وہ خوفزدہ اور پریشان ہو گئے، نبی ﷺ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے انہیں پیغام بھجوایا کہ تم نے جو عہد شکنی اور سازش کی ہے میں تمہیں دس دن کی مہلت دیتا ہوں اس کے بعد یہاں تم میں سے جو شخص بھی نظر آیا اس کی گردن اڑا دی جائے گی، عبد اللہ بن ابی نے بنو نضیر کو اپنے بھرپور تعاون کی یقین دہانی کروائی جس پر بنو نضیر نے نبی ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ سے جو ہو سکتا ہے کر لیں، ہم اپنا علاقہ چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے، چنانچہ وہ قلعہ بند ہو گئے، نبی ﷺ نے چھ دن تک ان کا محاصرہ کئے رکھا، منافقین ان کی مدد کو نہ پہنچے بالآخر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے، نبی ﷺ نے ان کی جان بخشی کرتے ہوئے انہیں خیبر کی طرف جلاوطن کر دیا، چھ سو اونٹوں پر مشتمل ان کا قافلہ تیار ہو گیا، انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو برباد کیا، دروازے، لکڑیاں اور ستون تک اکھیڑ دیئے اور دھاگے برابر بھی کام کی چیز نہ چھوڑی، زیر تذکرہ آیت میں اول حشر سے یہی مراد ہے، دوسرا حشر اس وقت ہوا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں خیبر سے شام کی طرف جلاوطن فرمایا۔ ۳ اس آیت مبارکہ میں بنو نضیر کا مستحق سزا ہونا بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں ان کے علاقے سے جلاوطن فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق پہلے سے یہی فیصلہ فرما رکھا تھا، اگر پہلے سے یہ فیصلہ نہ ہوتا تب بھی وہ اپنی عہد شکنی اور سازش کی سزا سے بچ نہیں سکتے تھے، کوئی نہ کوئی سزا انہیں ضرور ملتی اور آخرت کی

الْفٰسِقِيْنَ ۝۵ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ

الْفٰسِقِيْنَ۝	وَ	مَآ	اَفَآءَ	اللّٰهُ	عَلٰى	رَسُوْلِهٖ	مِنْهُمْ	فَمَآ	اَوْجَفْتُمْ	عَلَيْهِ
فاسقوں کو	اور	جو	غنیمت دی	اللہ نے	پر	اپنے پیغمبر کے	ان میں سے	سو نہیں	دوڑائے تم نے	اس پر

رسوا کرے۔ ۵ اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو اُن سے جو بھی مالِ غنیمت عطا فرمایا، تم نے اُس پر کوئی گھوڑے

مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ

مِنْ	خَيْلٍ	وَّ	لَا	رِكَابٍ	وَّ	لٰكِنَّ	اللّٰهَ	يُسَلِّطُ	رُسُلَهٗ	عَلٰى	مَنْ	يَّشَآءُ	وَ	اللّٰهُ
سے	کوئی گھوڑے	اور	نہ	کوئی اونٹ	اور	لیکن	اللہ	غلبہ دیتا ہے	اپنے پیغمبروں کو	پر	جس کے	چاہتا ہے	اور	اللہ

اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے، لیکن اللہ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے غلبہ عطا فرما دیتا ہے، اور اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۶ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى

عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ۝	مَآ	اَفَآءَ	اللّٰهُ	عَلٰى	رَسُوْلِهٖ	مِنْ	اَهْلِ	الْقُرٰى
پر	ہرایک	چیز کے	قدرت والا	جو	غنیمت دی	اللہ نے	پر	اپنے پیغمبر کے	سے	رہنے والے	بستیوں کے

ہر چیز پر قادر ہے۔ ۶ اللہ نے اپنے پیغمبر کو بستیوں والوں سے جو بھی مالِ غنیمت عطا فرمایا ہو

فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ

فَلِلّٰهِ	وَ	لِلرَّسُوْلِ	وَلِذِي الْقُرْبٰى	وَ	الْيَتٰمٰى	وَ	الْمَسٰكِيْنِ	وَابْنِ	السَّبِيْلِ ۙ
سو اللہ کیلئے	اور	پیغمبر کیلئے	اور قرابت دار کیلئے	اور	یتیموں کیلئے	اور	مسکینوں کیلئے	اور بیٹے کیلئے	راستے کے

تو وہ اللہ کیلئے، پیغمبر (ﷺ) کیلئے، اور قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہے

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ

كَيْ	لَا	يَكُوْنَ	دُوْلَةًۢ	بَيْنَ	الْاَغْنِيَآءِ	مِنْكُمْ	وَ	مَآ	اٰتٰىكُمُ	الرَّسُوْلُ
تاکہ	نہ	رہے	مال گردش کرتا	درمیان	مالداروں کے	تم میں سے	اور	جو کچھ	دے تمہیں	پیغمبر

تاکہ وہ مال تمہارے مالداروں کے درمیان ہی گردش نہ کرتا رہے، اور پیغمبر (ﷺ) تمہیں جو کچھ دیدیں،

فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

فَخُذُوْهُ	وَ	مَا	نَهٰىكُمْ	عَنْهُ	فَانْتَهُوْا	وَ	اتَّقُوا	اللّٰهَ	اِنَّ	اللّٰهَ	شَدِيْدُ
سو لے لو اُسے	اور	جو	روک دے تمہیں	اس سے	تو رک جاؤ	اور	ڈرو	اللہ سے	بیشک	اللہ	سخت دینے والا

اُسے لے لو اور جس سے روک دیں، اُس سے رک جاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ سخت

سزا اس کے علاوہ ہوتی جو اب بھی انہیں مل کر رہے گی۔ ۴ اس آیت مبارکہ میں بنو نضیر کو سزا دیے جانے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ وہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت، ضد بازی اور عداوت میں حد سے آگے بڑھ گئے تھے یہاں تک کہ نبی ﷺ کو شہید کرنے کی سازش کرنے لگے سو جو شخص مخالفت میں اس حد تک بڑھ جائے اسے سخت سے سخت سزا ملنی چاہیے تاکہ وہ خود بھی آئندہ احتیاط کرے اور کسی دوسرے کو بھی اس کی جرأت نہ ہو۔

۵ اس آیت مبارکہ میں ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے جس کا پس منظر یہ ہے کہ جن دنوں میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ بنو نضیر کے قلعے کا محاصرہ کر رکھا تھا، اس دوران بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کے کھجور کے درختوں میں آگ لگا دی، ان درختوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ چھ بیان کی گئی ہے، عام حالات میں درختوں کو کاٹنے کی ممانعت کی گئی ہے لیکن اس وقت اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ یہودیوں کو یہ بات سمجھا دی جائے کہ مسلمانوں نے ان کے باغات اور درختوں کی لالچ میں ان کا محاصرہ نہیں کیا ہے، اگر انہیں اس کا لالچ ہوتا تو وہ انہی چیزوں کو آگ نہ لگاتے، دوسری وجہ یہ تھی کہ نبی ﷺ محاصرہ طویل نہیں کرنا چاہتے تھے کیونکہ اس کی وجہ سے ضروریات زندگی کی دستیابی مشکل ہو جاتی ہے اور عورتیں اور بچے مصیبت میں پڑ جاتے ہیں تو ایک جنگی تدبیر کے طور پر ایسا کیا تاکہ وہ اپنے درختوں کو جلتے دیکھیں تو باہر نکلنے پر مجبور ہو جائیں، تیسری وجہ یہ تھی کہ جو منافقین عبداللہ بن ابی کی سرکردگی میں یہودیوں کو تعاون کی یقین دہانی کروا رہے تھے، وہ اپنی املاک کی حفاظت کیلئے فکر مند ہو جائیں، چنانچہ ایسے ہی ہوا، منافقین ان کی مدد کیلئے نہ آئے اور وہ لوگ قلعے سے نیچے اترنے پر تیار ہو گئے، اس موقع پر کچھ لوگوں نے درخت کاٹنے پر اعتراض کیا، یہاں اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اگر مسلمانوں نے کوئی درخت کاٹا تو وہ بھی ہماری اجازت سے تھا اور اگر کسی درخت کو چھوڑا تو وہ بھی ہماری اجازت سے تھا، اس اجازت کا مقصد فاسقوں کو ذلیل و رسوا کرنا تھا، یہ حاکمانہ جواب ہے کہ مسلمانوں نے اپنی مرضی سے ایسا نہیں کیا بلکہ ہمارے حکم اور اجازت سے کیا ہے، تمہیں اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ۶ اس آیت مبارکہ میں غزوۂ بنو نضیر کی منظر کشی کی گئی ہے کہ اس موقع پر مسلمانوں کو گھوڑے یا اونٹ نہیں دوڑانے پڑے، صرف چند دن تک بنو نضیر کے قلعے کا محاصرہ کرنا پڑا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو ان کے زیر تصرف پورے علاقے کا تسلط عطا فرما دیا، بنو نضیر نے قلعے سے نیچے اترنے کیلئے یہ شرط رکھی کہ ان میں سے کسی کو قتل نہ کیا جائے اور ان کے اونٹ جتنا بوجھ اٹھا سکیں، انہیں اتنا سامان لے جانے کی اجازت دی جائے، نبی ﷺ نے ان کی شرط منظور کر لی، یوں بغیر جنگ کے وہ علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا اور بنو نضیر وہاں سے جلاوطن ہو گئے، ان کے وہاں سے جانے کے بعد نبی ﷺ کو وہاں سے پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں حاصل ہوئیں، کھجوروں کے بے شمار باغات اور بنو نضیر کی جائیدادیں اس کے علاوہ تھیں، ایسا مال جو دشمن سے جنگ کے بغیر حاصل ہو جائے اسے مالِ فئے کہتے ہیں اور جو مال دشمن سے جنگ کے بعد حاصل ہو اسے مالِ غنیمت کہا جاتا ہے، مالِ غنیمت کے احکام دسویں پارے کی پہلی آیت میں بیان کیے گئے ہیں جبکہ مالِ فئے کا حکم اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

الْعِقَابِ ۝٧ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

الْعِقَابِ ۝	لِلْفُقَرَآءِ	الْمُهٰجِرِيْنَ	الَّذِيْنَ	اُخْرِجُوْا	مِنْ	دِيَارِهِمْ
سزا کا	فقراء کیلئے	ہجرت کرنے والے	وہ لوگ جو	نکالے گئے	سے	اپنے گھروں کے

سزا دینے والا ہے۔ ۷ یہ مال اُن مہاجر فقراء کا حق ہے جنہیں اُن کے گھروں اور مالوں سے

وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ

وَ	اَمْوَالِهِمْ	يَبْتَغُوْنَ	فَضْلًا	مِّنَ	اللّٰهِ	وَ	رِضْوَانًا	وَّ	يَنْصُرُوْنَ	اللّٰهَ
اور	اپنے مالوں کے	تلاش کرتے ہیں	فضل	سے	اللہ کے	اور	خوشنودی	اور	مدد کرتے ہیں	اللہ کی

نکال دیا گیا، وہ اللہ کا فضل اور اُس کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اللہ اور اُس کے رسول کی

وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝٨ۚ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ

وَ	رَسُوْلَهٗ	اُولٰۗىِٕكَ	هُمُ	الصّٰدِقُوْنَ ۝	وَ	الَّذِيْنَ	تَبَوَّءُو	الدَّارَ	وَ	الْاِيْمَانَ
اور	اس کے پیغمبر کی	وہ لوگ	وہی	سچے	اور	جو لوگ	مقیم رہے	گھر میں	اور	ایمان میں

مدد کرتے ہیں، وہی لوگ سچے ہیں۔ ۸ اور وہ لوگ جو اِس گھر میں اور ایمان کے معاملے میں

مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ

مِنْ	قَبْلِهِمْ	يُحِبُّوْنَ	مَنْ	هَاجَرَ	اِلَيْهِمْ	وَ	لَا	يَجِدُوْنَ	فِيْ
سے	ان کے پہلے	محبت کرتے ہیں	اس سے جو	ہجرت کرے	اُن کیطرف	اور	نہیں	پاتے وہ	بیچ

اُن سے پہلے مقیم تھے، وہ اپنی طرف ہجرت کرکے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور اپنے دلوں میں اُس چیز کے

صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ

صُدُوْرِهِمْ	حَاجَةً	مِّمَّآ	اُوْتُوْا	وَ	يُؤْثِرُوْنَ	عَلٰٓي	اَنْفُسِهِمْ	وَ لَوْ	كَانَ
اپنے سینوں کے	کوئی تنگی	اس سے جو	وہ دیئے گئے	اور	ترجیح دیتے ہیں	پر	اپنی جانوں کے	اگرچہ	ہو

حوالے سے کوئی تنگی محسوس نہیں کرتے جو مہاجرین کو دی جائے، اور وہ انہیں اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ وہ

بِهِمْ خَصَاصَةٌ ڟ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

بِهِمْ	خَصَاصَةٌ	وَ	مَنْ	يُّوْقَ	شُحَّ	نَفْسِهٖ	فَاُولٰۗىِٕكَ	هُمُ
انہیں	ضرورت	اور	جسے	بچالیا گیا	بخل سے	اس کی ذات کے	تو وہ لوگ	وہی

خود ضرورت مند ہوں، اورجس شخص کو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا، دراصل وہی لوگ

وقف لازم

۷ اس آیت مبارکہ میں مال فئے کو مکمل طور پر نبی ﷺ کے تصرف میں دے دیا گیا ہے، یہ تصرف مالکانہ بھی ہوسکتا ہے اور حاکمانہ بھی، اس سلسلے میں مسلمانوں کو یہ ہدایت جاری کی گئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ تمہیں جو عطا فرمادیں وہ لے لو اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ، ان کے کسی تصرف پر اعتراض نہ کرو، اہل علم نے یہیں سے حجیت حدیث پر بھی استدلال کیا ہے، اس بات پر یقین رکھو کہ پیغمبر ﷺ مال فئے کو بھی انہی مصارف میں خرچ فرمائیں گے جن کا ذکر یہاں کیا گیا ہے، پہلا مصرف خود نبی علیہ السلام کی ذات گرامی ہے، دوسرا مصرف ان کے قریبی رشتہ دار ہیں خواہ وہ مالدار ہوں یا ضرورت مند' تیسرا مصرف یتیم بچے اور بچیاں ہیں، چوتھا مصرف مساکین ہیں، پانچواں مصرف مسافر ہیں، مال کو ان مصارف میں خرچ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مال ودولت ایک جگہ منجمد ہوکر نہ رہے بلکہ اس کی گردش ہو اور وہ مالداروں کے ہاتھوں سے نکل کر ضرورت مند غربا و فقراء اور مساکین کے ہاتھوں میں پہنچے، جس معاشی نظام میں دولت کی گردش رک جائے گویا اس معاشی نظام میں خون کی گردش رک گئی اور یوں وہ اپنی موت آپ مر جاتا ہے، اسلام کا معاشی نظام دولت کی گردش روکنے پر کاری ضرب لگاتا ہے اور اسے چند ہاتھوں میں محدود کرنے کی سخت مخالفت کرتا ہے کیونکہ دولت چند ہاتھوں میں محدود ہونے کی صورت میں غریب طبقے کا استحصال ہوتا ہے اور وہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

۸ اس آیت مبارکہ میں مال فئے کی تقسیم میں ان فقراء مہاجرین کے حقوق کا خیال رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے جنہوں نے اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا، یہاں تک کہ وہ گھر سے بے گھر ہو گئے، مشرکوں نے انہیں ان کے وطن سے نکلنے پر مجبور کردیا، ان کی جائیدادوں پر قبضہ کرلیا، ان کا مال ودولت سمیٹ کر ہڑپ کر گئے لیکن آفرین ہے ان مخلص مسلمانوں پر کہ انہوں نے اف تک نہ کی اور اللہ اور اس کے رسول کی نصرت کیلئے اپنے گھر بار کو چھوڑ کر مدینہ منورہ آکر آباد ہو گئے، اللہ تعالیٰ ان کی قربانی کی قدر کرتا ہے اور تصدیق کرتا ہے کہ اصل سچے لوگ یہی ہیں' ان کی زبان سچی ہے، ان کی محبت سچی ہے اور ان کا ہر عمل سچا ہے، عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس سے بڑی کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ ان کی سچائی کو بیان کرے بلکہ اس پوری سورت میں صحابہ کرام پر حق تعالیٰ کے اعتماد کی جا بجا مثالیں ملتی ہیں، چنانچہ جن صحابہ نے بنونضیر کے درختوں کو آگ لگائی تھی اللہ تعالیٰ نے ان پر اظہار اعتماد کرتے ہوئے لوگوں کے اعتراض کو مسترد کردیا اور فرمایا کہ انہوں نے جو کیا میری اجازت سے کیا اور ٹھیک کیا، تمہیں اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے اور اگلی آیت میں بھی صحابہ کرام کی مدح سرائی کی گئی ہے۔

الْمُفْلِحُوْنَ ⑨ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا

الْمُفْلِحُوْنَ ⑨	وَ	الَّذِيْنَ	جَآءُوْ	مِنْ	بَعْدِهِمْ	يَقُوْلُوْنَ	رَبَّنَا	اغْفِرْلَنَا
کامیاب ہونے والے	اور	جولوگ	آئے	سے	ان کے پیچھے	کہتے ہیں وہ	اے ہمارے پروردگار!	معاف کردے ہمیں

کامیاب ہیں۔ ⑨ اور وہ لوگ جو اُن کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں کہ پروردگار! ہمیں اور ہمارے اُن بھائیوں کو

وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا

وَ	لِاِخْوَانِنَا	الَّذِيْنَ	سَبَقُوْنَا	بِالْاِيْمَانِ	وَ	لَا	تَجْعَلْ	فِيْ	قُلُوْبِنَا	غِلًّا
اور	ہمارے بھائیوں کو	وہ جو	آگے بڑھ گئے ہم سے	ایمان میں	اور	مت	بنا تو	بیچ	ہمارے دلوں کے	کینہ

معاف فرما جو ایمان کے معاملے میں ہم پر سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں اہلِ ایمان کے حوالے سے

لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑩ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا

لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	رَبَّنَآ	اِنَّكَ	رَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ ⑩	اَلَمْ تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	نَافَقُوْا
ان لوگوں کیلئے	جوایمان لائے	اے ہمارے پروردگار	بیشک تو	بہت شفیق	نہایت مہربان	کیا نہیں دیکھا تو نے	طرف	ان لوگوں کے جو	منافق ہوئے

کینہ نہ ڈال، پروردگار! تو بہت شفیق، نہایت مہربان ہے۔ ⑩ کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو منافق ہیں؟

يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ

يَقُوْلُوْنَ	لِاِخْوَانِهِمْ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	لَئِنْ	اُخْرِجْتُمْ
کہتے ہیں وہ	اپنے بھائیوں سے	جولوگ	کافر ہوئے	سے	اہل کتاب کے	البتہ اگر	تم نکالے گئے

وہ اہلِ کتاب میں سے اپنے کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہاں سے نکالا گیا

لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ

لَنَخْرُجَنَّ	مَعَكُمْ	وَ	لَا	نُطِيْعُ	فِيْكُمْ	اَحَدًا	اَبَدًا ۙ	وَّ	اِنْ	قُوْتِلْتُمْ
البتہ ضرور نکلیں گے ہم	تمہارے ساتھ	اور	نہیں	اطاعت کریں گے ہم	تم میں	کسی کی	کبھی بھی	اور	اگر	تم لڑے گئے

تو ہم بھی تمہارے ساتھ ضرور نکل جائیں گے، اور تمہارے معاملے میں کسی کی کبھی بھی بات نہ مانیں گے، اور اگر تم سے لڑائی ہوئی

لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑪ لَئِنْ اُخْرِجُوْا

لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ	وَ	اللّٰهُ	يَشْهَدُ	اِنَّهُمْ	لَكٰذِبُوْنَ ⑪	لَئِنْ	اُخْرِجُوْا
البتہ ضرور مدد کریں گے ہم تمہاری	اور	اللہ	گواہی دیتا ہے	بیشک وہ	البتہ جھوٹے	البتہ اگر	نکالے گئے وہ

تو ہم تمہاری مدد ضرور کریں گے، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک وہ جھوٹے ہیں۔ ⑪ اگر انہیں نکالا گیا

ع ٢

⑨ اس آیت مبارکہ میں مہاجرین کے بعد جماعت صحابہ کے دوسرے بڑے گروہ انصار کی فضیلت اور تعریف بیان کی گئی ہے، انصار سے مراد قبیلۂ اوس اور خزرج کے وہ لوگ ہیں جو حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے، اسلام سے پہلے ان کے درمیان سخت عداوت رہتی تھی، اسلام نے ان کے دلوں میں ایسی الفت اور محبت پیدا کردی کہ وہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے، پھر انہوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے آنے والوں کیلئے جس محبت اور ہمدردی کے ساتھ دیدہ و دل فراش راہ کئے اس نے انہیں ''انصار'' کے معزز لقب سے سرفراز کردیا، یہ لوگ نبی ﷺ کی مدینہ منورہ تشریف آوری سے پہلے مسلمان ہونا شروع ہو گئے تھے، ان حضرات نے ایثار، قربانی اور خود پر دوسروں کو ترجیح دینے کے حوالے سے ایسی لازوال مثالیں پیش کی ہیں کہ اب یہ حضرات تاریخ میں امر ہو گئے ہیں، سو جہاں بھی ایثار اور قربانی زیر غور آئیں گے وہاں ان حضرات کا تذکرہ ضرور ہوگا، ان حضرات نے خود ضرورت مند ہونے کے باوجود دوسروں کی ضرورت کو مقدم کردیا اور اپنی ضرورت کا گلا گھونٹ دیا، اگر انہیں چھوڑ کر دوسروں کو مال و دولت اور جائیداد وغیرہ دے دی گئی تو ان کے دلوں میں اس نوعیت کی کوئی رنجش پیدا نہیں ہوتی کہ ہمیں چھوڑ کر دوسروں کو کیوں دیا گیا؟ چنانچہ بنو نضیر کا علاقہ نبی ﷺ نے مہاجرین میں تقسیم فرما دیا، انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے صرف حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اور دجانہ رضی اللہ عنہ کو ان کے مالی حالات کی وجہ سے حصہ دیا گیا تھا لیکن انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا، اس سے معلوم ہوا کہ ان کے دلوں میں مال کی نہیں، اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے اور وہ بخل اور لالچ جیسی برائیوں سے بچے ہوئے ہیں اور جو شخص بخل اور لالچ سے بچ جائے وہ کامیاب ہو جاتا ہے، لہٰذا یہ لوگ کامیاب ہیں۔ ⑩ اس آیت مبارکہ میں مہاجرین و انصار کے بعد مسلمانوں کے تیسرے بڑے گروہ کا ذکر کیا گیا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو نہ مہاجرین میں سے ہیں اور نہ انصار میں سے، بلکہ ان کے بعد دنیا میں وجود لے کر آئے، اس میں تابعین سے لے کر تا صبح قیامت آنے والے تمام مسلمان شامل ہیں، یہ لوگ جس قدر مرضی ریاضت اور مجاہدہ کرلیں مہاجرین و انصار کے درجے تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے، اس لئے انہیں مہاجرین و انصار کے ساتھ اپنی محبت اور قلبی تعلق کا اظہار ان کے حق میں دعائیں کرنی چاہئیں، ان میں سے کسی کو سر کا تاج بنا کر دوسرے سے بغض اور نفرت کا اظہار نہیں کرنا چاہئے، نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے امت کو واضح ہدایات جاری فرمائی ہیں، ایک موقع پر فرمایا کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا مت کہا کرو، میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ جو شخص ان سے محبت کرے گا، گویا اسے مجھ سے محبت ہے اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے مجھ سے بغض ہے، اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی اللہ کی راہ میں خرچ کردے تو کسی صحابی کے نصف مد کے برابر نہیں پہنچ سکتا، اس مضمون کی احادیث جمع کرنے کیلئے مستقل رسالے کی ضرورت ہے، خلاصہ ان سب کا یہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے دلوں میں کوئی بغض نہ رکھا جائے اور اپنے لئے اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی جائے، کیونکہ وہ ایمان لانے میں ہم سے بہرحال مقدم ہیں اور انہیں وہ فضائل حاصل ہیں جو ان کے بعد کسی کو نہیں مل سکے۔ ⑪ اس آیت مبارکہ میں منافقین کا یہودیوں کو جھوٹی تسلی دینا مذکور ہوا ہے، جب بنو نضیر نے نبی ﷺ کو شہید کرنے کی ناپاک سازش کی، نبی ﷺ نے انہیں جلاوطن کرنے کا فیصلہ فرمایا تو عبداللہ بن ابی نے بنو نضیر کے پاس پیغام بھیجا کہ میرے ساتھ دو ہزار جانباز ہیں، وہ تمہارے ساتھ آخر دم تک لڑیں گے، بنو قریظہ اور بنو غطفان بھی تمہاری مدد کریں گے، تمہیں اپنا علاقہ چھوڑنے کی کیا

لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ

لَا	يَخْرُجُونَ	مَعَهُمْ	وَ	لَئِنْ	قُوتِلُوا	لَا	يَنْصُرُونَهُمْ	وَلَئِنْ	نَصَرُوهُمْ
نہیں	نکلیں گے وہ	ان کے ہمراہ	اور	البتہ اگر	لڑائی ہوئی ان سے	نہیں	مدد کریں گے وہ ان کی	اور البتہ اگر	انھوں نے مدد کی ان کی

تو یہ اُن کے ساتھ کبھی نہیں نکلیں گے، اور اگر اُن سے لڑائی ہوئی تو یہ لوگ اُن کی مدد نہیں کریں گے، اور اگر وہ اُن کی مدد کریں بھی

لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ﴿١٢﴾ لَأَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي

لَيُوَلُّنَّ	الْأَدْبَارَ	ثُمَّ	لَا	يُنْصَرُونَ ﴿١٢﴾	لَأَنْتُمْ	أَشَدُّ	رَهْبَةً	فِي
البتہ ضرور پھیر لیں گے	پیٹھوں کو	پھر	نہ	مدد کیے جائیں گے وہ	البتہ تم	زیادہ سخت	خوف میں	بیچ

تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، پھر کہیں مدد نہ پائیں گے۔ ⑫ یقیناً اُن کے دلوں میں اللہ سے

صُدُورِهِمْ مِنَ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿١٣﴾ لَا يُقَاتِلُونَكُمْ

صُدُورِهِمْ	مِنَ	اللّٰهِ	ذٰلِكَ	بِأَنَّهُمْ	قَوْمٌ	لَا	يَفْقَهُونَ ﴿١٣﴾	لَا	يُقَاتِلُونَكُمْ
ان کے سینوں کے	سے	اللہ کے	وہ	اس وجہ سے کہ وہ	قوم	نہیں	سمجھتے	نہیں	لڑیں گے وہ تم سے

زیادہ خوف تمہارا ہے، اس وجہ سے کہ وہ ایسی قوم ہے جو سمجھتی نہیں ہے۔ ⑬ وہ سارے مل کر بھی تم سے

جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ ۚ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ

جَمِيعًا	إِلَّا	فِي	قُرًى	مُحَصَّنَةٍ	أَوْ	مِنْ	وَرَاءِ	جُدُرٍ	بَأْسُهُمْ	بَيْنَهُمْ
سب کے سب	مگر	بیچ	بستیوں کے	قلعہ بند	یا	سے	پیچھے	دیواروں کے	ان کی جنگ	آپس میں

نہیں لڑ سکتے، سوائے اس کے کہ قلعہ بند بستیوں میں ہوں، یا دیواروں کی آڑ میں چھپ کر، آپس میں اُن کی جنگ

شَدِيدٌ ۚ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتّٰى ۚ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ

شَدِيدٌ	تَحْسَبُهُمْ	جَمِيعًا	وَ	قُلُوبُهُمْ	شَتّٰى	ذٰلِكَ	بِأَنَّهُمْ	قَوْمٌ
سخت	تُو سمجھے گا انہیں	اکٹھا	اور	دل ان کے	مختلف	وہ	اس وجہ سے کہ وہ	قوم

بہت سخت ہوتی ہے، آپ سمجھتے ہیں کہ وہ سارے اکٹھے ہیں حالانکہ اُن کے دل پھٹے پڑے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایسی قوم ہے

لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٤﴾ كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ۖ ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ ۚ

لَا	يَعْقِلُونَ ﴿١٤﴾	كَمَثَلِ	الَّذِينَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ	قَرِيبًا	ذَاقُوا	وَبَالَ	أَمْرِهِمْ
نہیں	عقل رکھتے	جیسے مثال	ان لوگوں کی جو	سے	ان کے پہلے	قریب میں	چکھا انہوں نے	سزا کو	اپنے کام کی

جو عقل نہیں رکھتی ہے۔ ⑭ جیسے اُن لوگوں کا واقعہ ہے جو قریب کے زمانے میں اُن سے پہلے ہو چکے ہیں کہ اُنہوں نے اپنے کیے کی سزا چکھی،

ضرورت ہے؟ بس تم قلعہ بند ہو جاؤ، ہم تمہاری مدد کیلئے ہر طرح تیار ہیں، اگر تمہیں یہاں سے نکالا گیا تو ہم بھی یہاں نہیں رہیں گے، اگر تم پر جنگ مسلط کی گئی تو ہم تمہارے دست و بازو بنیں گے اور تمہارے معاملے میں کسی کی کوئی بات ہرگز نہ مانیں گے، اس پر بنونضیر نبی ﷺ سے جنگ کیلئے تیار ہو گئے، وہ سمجھ رہے تھے کہ منافقین ان کے ساتھ مخلص ہیں، اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں اور کبھی ان کی مدد کیلئے نہ آئیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا،

⑫ ⑬ ان آیتوں میں منافقوں اور بنو نضیر کے یہودیوں کی قلبی حالت بیان کی گئی ہے اور پیشین گوئی کی گئی ہے کہ بنونضیر کو اگر منافقوں کی مدد اور نصرت کا انتظار ہے تو ان کا یہ انتظار کبھی ختم نہ ہوگا، اگر وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی جلاوطنی کی صورت میں منافقین بھی اپنے گھر بار کو چھوڑ دیں گے تو یہ ان کی خوش فہمی ہے، یہی بات بنونضیر کے سردار حیی بن اخطب کو ایک دوسرے سردار سلام بن مشکم نے سمجھائی کہ عبداللہ بن ابی کے وعدے پر مت جاؤ وہ تمہاری مدد کو کبھی نہ آئے گا، اس کا منشا صرف اتنا ہے کہ وہ تمہیں محمد ﷺ سے لڑا دے اور خود گھر میں بیٹھ کر تماشا دیکھتا رہے جبکہ اس سے پہلے وہ بنو قریظہ اور بنو قینقاع کے ساتھ ایسا کر بھی چکا ہے لیکن حیی نہ مانا اور عبداللہ بن ابی کے بھروسے پر قلعہ بند ہو گیا، ادھر نبی ﷺ تشریف لائے اور قلعہ کا محاصرہ فرما لیا، عبداللہ بن ابی ان کے پاس تعاون کے پیغامات تو مسلسل بھیجتا رہا لیکن ان کی مدد کو وہ خود یا اس کا کوئی نمائندہ نہ آیا، یہ دیکھ کر سلام بن مشکم اور نصر بن کنانہ نے حیی سے کہا کہ عبداللہ بن ابی کی وہ مدد کہاں ہے جس سے تمہیں بڑی توقعات وابستہ تھیں؟ وہ شرمندہ ہو کر کوئی معقول جواب نہ دے سکا، ان آیتوں میں بھی یہی فرمایا گیا ہے کہ منافقین ان کی مدد کیلئے کبھی نہ آئیں گے اور ان کی خاطر اپنا گھر بار کبھی نہیں چھوڑیں گے، بالفرض اگر جنگ کی نوبت آ جائے تو یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے کیونکہ ان کے دلوں میں اللہ کی عظمت اور جلال تو ہے نہیں ورنہ یہ منافقت اختیار ہی نہ کرتے، ان کے دلوں میں تو صرف تمہارا رعب اور تمہاری تلوار کا خوف بھرا ہوا ہے، اسی وجہ سے انہیں کھلے میدان میں نکل کر تم سے مقابلہ کرنے کی جرات نہیں ہو رہی، یہ لوگ اس قدر بزدل ہیں کہ قلعہ بند ہو کر یا دیواروں کی آڑ میں ہو کر تم سے لڑنا چاہتے ہیں، اگر یہ لوگ آپس میں لڑیں تو ان کے درمیان ہولناک جنگ ہو، لیکن مسلمانوں کے خلاف جنگ میں ان کی بزدلی پورے عروج پر ہوتی ہے، ان کے جنگی اتحاد صرف ظاہری اتحاد ہوتے ہیں لیکن ان کے دل آپس میں پھٹے پڑے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے حوالے سے ان کے دلوں میں بغض اور نفرت پائی جاتی ہے، یہی صورتحال آج بھی ہے کہ دنیا کے غیر مسلم ممالک مسلمانوں کے خلاف نیٹو کی طرز پر ایک ایسا بلاک تشکیل بھی دے دیں جو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے یا انہیں ختم کرنے کیلئے اپنے تمام وسائل اختیار کر لیں جب بھی آپس میں ان کے دل پھٹے ہوئے ہی ہوں گے، چنانچہ تاریخ سے معمولی واقفیت رکھنے والے لوگ اس حقیقت سے بہت اچھی طرح واقف ہیں۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا

وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾	كَمَثَلِ	الشَّيْطٰنِ	اِذْ	قَالَ	لِلْاِنْسَانِ	اكْفُرْ	فَلَمَّا
اور	ان کیلئے	عذاب	درد ناک	جیسے مثال	شیطان کی	جب	کہا اس نے	انسان سے	کفر کر	سو جب

اور اُن کیلئے درد ناک عذاب ہے۔ ﴿۱۵﴾ ان کی مثال شیطان جیسی ہے کہ وہ انسان سے کہتا ہے کہ تو کافر ہو جا، پھر جب

كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ

كَفَرَ	قَالَ	اِنِّيْ	بَرِيْٓءٌ	مِّنْكَ	اِنِّيْٓ	اَخَافُ	اللّٰهَ	رَبَّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾	فَكَانَ
کفر کیا اس نے	کہنے لگا	بیشک میں	بیزار	تجھ سے	بیشک میں	ڈرتا ہوں	اللہ سے	رب	جہان والوں کا	سو ہو گیا

وہ کفر اختیار کرلے تو وہ کہتا ہے کہ میں تو تجھ سے بیزار ہوں، میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ ﴿۱۶﴾ سو ان دونوں کا

عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

عَاقِبَتَهُمَآ	اَنَّهُمَا	فِي	النَّارِ	خَالِدَيْنِ	فِيْهَا	وَ	ذٰلِكَ	جَزٰۗؤُا	الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾
انجام دونوں کا	کہ بیشک دونوں	بیچ	جہنم کے	ہمیشہ رہنے والے	اسمیں	اور	وہ	سزا	ظالموں کی

انجام یہ ہے کہ یہ دونوں جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔ ﴿۱۷﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	اتَّقُوا	اللّٰهَ	وَلْتَنْظُرْ	نَفْسٌ	مَّا	قَدَّمَتْ	لِغَدٍ	وَ	اتَّقُوا
اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	ڈرو تم	اللہ سے	اور چاہیے کہ دیکھ لے	نفس	وہ جو	آگے بھیجا اس نے	آئندہ کل کیلئے	اور	ڈرو تم

اے اہلِ ایمان! اللہ سے ڈرو اور ہر نفس دیکھ لے کہ اُس نے آئندہ کل کیلئے کیا بھیجا ہے؟ اور اللہ سے

اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ

اللّٰهَ	اِنَّ	اللّٰهَ	خَبِيْرٌۢ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾	وَ	لَا	تَكُوْنُوْا	كَالَّذِيْنَ	نَسُوا	اللّٰهَ
اللہ سے	بیشک	اللہ	خوب باخبر	اس سے جو	تم کرتے ہو	اور	مت	ہو جاؤ تم	جیسے وہ لوگ	بھول گئے وہ	اللہ کو

ڈرتے رہو، بیشک اللہ اُن کاموں سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ ﴿۱۸﴾ اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلایا

فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ

فَاَنْسٰىهُمْ	اَنْفُسَهُمْ	اُولٰۗىِٕكَ	هُمُ	الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾	لَا	يَسْتَوِيْٓ	اَصْحٰبُ
سو اس نے بھلا دیا انہیں	ان کی جانیں	وہی لوگ	وہ	نافرمانی کرنے والے	نہیں	برابر ہو سکتے	رہنے والے

تو اللہ نے اُنہیں اُن کی ذات ہی بھلادی، یہی لوگ فاسق ہیں۔ ﴿۱۹﴾ اہلِ جہنم اور اہلِ جنت

ع ۲ ۵

﴿۱۵﴾ اس آیت مبارکہ میں بنونضیر کو بنوقینقاع کے انجام سے تشبیہ دی گئی ہے، بنوقینقاع کے یہودی نہایت بہادر اور جری لوگ تھے، سونے کے کاروبار سے وابستہ ہونے کی وجہ سے مالی طور پر بھی آسودہ تھے، ایک مرتبہ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کی بیوی اپنا سامان تجارت بنوقینقاع کے بازار میں لے کر آئی، اسے فروخت کیا اور ایک جوہری کے پاس چلی گئی، وہ اس سے کچھ خریدنا چاہتی تھی، وہ جوہری یہودی تھا اس نے یہ شرارت کی کہ چپکے سے اٹھا' پیچھے جا کر اس کی چادر کا سرا کسی چیز سے باندھ دیا، جب وہ عورت وہاں سے اٹھی تو اس کی چادر سرک گئی اور اس کا چہرہ نمایاں ہوگیا، آس پاس کے سب یہودی ہنسنے لگے، اس عورت نے وہیں بلند آواز سے چیخنا چلانا شروع کر دیا، اتفاق سے ایک مسلمان وہاں سے گزر رہا تھا، صورتحال سے باخبر ہونے پر اس نے جوہری پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، یہودیوں نے اس مسلمان کو قتل کر دیا، اس سے پہلے بھی یہ لوگ مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے، نبی علیہ السلام کے ساتھ بھی بدتمیزی سے پیش آ چکے تھے اور ان تمام معاہدوں کو بالائے طاق رکھ چکے تھے جو نبی علیہ السلام کے ساتھ انہوں نے کر رکھے تھے، اس واقعے کے بعد مسلمانوں میں شدید غم و غصہ اور اشتعال تھا، سو نبی علیہ السلام نے اعلان جہاد فرمایا اور ۱۵ شوال ۲ھ کو نبی علیہ السلام نے ان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا، پندرہ دن تک محاصرہ جاری رہا، بالآخر انہوں نے امان کی درخواست کی اور اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے نکل گئے، بنونضیر کو اس واقعے سے عبرت حاصل کرنی چاہئے تھی لیکن وہ بھی انہی کے نقش قدم پر چل پڑے لہٰذا وہ بھی انہی جیسے انجام کا شکار ہو گئے۔ ﴿۱۶﴾ اس آیت مبارکہ میں منافقین کو شیطان کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح شیطان پہلے انسان کو کفر کی ترغیب دیتا ہے اور جب وہ کفر اختیار کر لیتا ہے تو اس سے اپنی بیزاری اور لاتعلقی ظاہر کر کے خود ایک طرف کو ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں، یہی حال منافقین کا ہے کہ انہوں نے پہلے بنونضیر کو مسلمانوں کے خلاف ڈٹ جانے کا مشورہ دیا اور اپنے تعاون کا یقین دلایا، پھر جب وہ ڈٹ گئے تو یہ لوگ پیچھے ہٹ گئے اور ان کی مدد سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ ﴿۱۷﴾ اس آیت مبارکہ میں ظالموں کی سزا جہنم بیان کی گئی ہے، چونکہ بنونضیر اور بنوقینقاع دونوں نے ظلم کیا، اسی طرح منافقین اور شیاطین بھی اپنے ظلم پر ڈٹے رہے، لہٰذا ان دونوں گروہوں کا انجام یہی ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور انہیں وہاں سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا۔ ﴿۱۸﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے فکر آخرت کی ترغیب دی گئی ہے، منفرد بات یہ ہے کہ اول اور آخر دو مرتبہ اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ تقویٰ ہی اس پورے دین کی بنیاد ہے چنانچہ جس شخص کے دل میں تقویٰ پیدا ہو گیا اس نے اپنے دین کی بنیاد کو مضبوط کر لیا اور فکر آخرت بھی اسی کے دل میں پیدا ہوگی جو متقی ہوگا، وہی یہ بات سوچے گا کہ میں نے ایک نہ ایک دن یہاں سے چلے جانا ہے، بہت جلد وہ سفر مجھے پیش آنے والا ہے، کیا میں نے اس سفر کیلئے کوئی تیاری کی ہے؟ کیا میں نے زادِ سفر مہیا کیا ہے؟ راستے میں مجھے کسی چیز کی کمی کا احساس تو نہیں ہوگا؟ اگر ایسا ہوا تو میں کیا کروں گا؟ یہ سوچ اسے بہت سے گناہوں سے بچانے میں معاون ثابت ہوگا۔ ﴿۱۹﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کی توجہ دلائی گئی ہے کہ جو لوگ غفلت کا شکار ہو گئے، اللہ تعالیٰ کو اور اس کی یاد کو ہی بھلا بیٹھے، ان کی زبان پر کبھی اللہ کا ذکر نہیں آتا، ان کی زندگی کو دیکھ کر یہ

النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿٢٠﴾ لَوْ

النَّارِ	وَ	اَصْحٰبُ	الْجَنَّةِ ؕ	اَصْحٰبُ	الْجَنَّةِ	هُمُ	الْفَآئِزُوْنَ ۝	لَوْ
جہنم کے	اور	رہنے والے	جنت کے	رہنے والے	جنت کے	وہی	کامیاب ہونے والے	اگر

کبھی برابر نہیں ہو سکتے، اہل جنت ہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ ٢٠ اگر ہم

اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ

اَنْزَلْنَا	هٰذَا	الْقُرْاٰنَ	عَلٰى	جَبَلٍ	لَّرَاَیْتَهٗ	خَاشِعًا	مُّتَصَدِّعًا	مِّنْ
ہم نازل کرتے	یہ	قرآن	پر	پہاڑ کے	البتہ تو دیکھتا اسے	دبا ہوا	پھٹ جانے والا	سے

یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ اُسے دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دب کر

خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١﴾

خَشْیَةِ	اللّٰهِ	وَ	تِلْكَ	الْاَمْثَالُ	نَضْرِبُهَا	لِلنَّاسِ	لَعَلَّهُمْ	یَتَفَكَّرُوْنَ ۝
خوف کے	اللہ کے	اور	وہ	مثالیں	بیان کرتے ہیں ہم	لوگوں کیلئے	تاکہ وہ	غور وفکر کریں

پھٹ گیا ہے، اور یہ مثالیں ہم لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور وفکر کریں۔ ٢١

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ

هُوَ	اللّٰهُ	الَّذِیْ	لَاۤ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ ۚ	عٰلِمُ	الْغَیْبِ	وَ	الشَّهَادَةِ ۚ	هُوَ	الرَّحْمٰنُ
وہ	اللہ	جو	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہی	جاننے والا	پوشیدہ کا	اور	ظاہر کا	وہی	بہت مہربان

وہی اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ پوشیدہ اور ظاہر سب جاننے والا ہے، وہ بہت مہربان،

الرَّحِیْمُ ﴿٢٢﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ

الرَّحِیْمُ ۝	هُوَ	اللّٰهُ	الَّذِیْ	لَاۤ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ ۚ	اَلْمَلِكُ	الْقُدُّوْسُ	السَّلٰمُ
نہایت رحم والا	وہی	اللہ	جو	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہی	بادشاہ	ہر عیب سے پاک	سلامتی والا

نہایت رحم والا ہے۔ ٢٢ وہی اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے، ہر عیب سے پاک ہے، سلامتی والا ہے،

الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا

الْمُؤْمِنُ	الْمُهَیْمِنُ	الْعَزِیْزُ	الْجَبَّارُ	الْمُتَكَبِّرُ ؕ	سُبْحٰنَ	اللّٰهِ	عَمَّا
امن والا	نگہبان	غالب	ٹوٹے دلوں کو جوڑنے والا	کبریائی والا	پاک ہے	اللہ	اس سے جو

امن دینے والا ہے، نگہبان ہے، غالب ہے، ٹوٹے دلوں کو جوڑنے والا ہے، کبریائی والا ہے، اللہ اُن چیزوں سے پاک ہے جنہیں وہ اُس کے ساتھ

احساس ہی نہیں ہوتا کہ انہیں اپنے رب کی کچھ یاد ہے، حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوئے بلکہ اپنی ذات سے غافل ہوگئے، انہیں اپنے انجام کی فکر نہیں رہی اور وہ خدا فراموشی سے خود فراموشی تک جا پہنچے، اے مسلمانو! کہیں تم بھی ان لوگوں کی طرح غفلت میں نہ پڑ جانا، یہ لوگ تو فاسق ہیں، کہیں تم بھی انہی کی ڈگر پر چل کر نافرمان نہ ہوجانا۔ ٢٠ اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ جنت اور اہلِ جہنم کے درمیان امتیاز اور فرق بیان کیا گیا ہے کہ انسانوں اور جنات کے یہ دو گروہ آپس میں کبھی برابر نہیں ہوسکتے، کیونکہ اہلِ جنت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامیابی کی، پروانہ لگے اور اہل جہنم کے حصے میں ناکامی آئے گی، اہل جنت معزز ہوں گے اور اہلِ جہنم ذلیل، اہلِ جنت نعمتوں میں ہوں گے اور اہل جہنم عذاب میں، اہلِ جنت کو اللہ کی رضا نصیب ہوگی اور اہلِ جہنم اس کے غضب کا شکار ہوں گے، اہلِ جنت مرکزِ رحمت میں ہوں گے اور اہلِ جہنم مرکزِ عذاب میں، اہلِ جنت پاکیزہ زندگی گزاریں گے اور اہلِ جہنم بد ترین حالات سے دوچار ہوں گے، پھر یہ دونوں گروہ کیسے برابر ہوسکتے ہیں؟

٢١ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کی عظمت و اہمیت بیان کی گئی ہے کہ یہ نہایت پرتاثیر کتاب ہے، اس کے فضائل بے شمار ہیں لیکن اس کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانا آسان نہیں ہے، رسول اکرم ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو اونٹنی کیلئے وزن برداشت کرنا مشکل ہو جاتا تھا اور وہ بیٹھ جاتی تھی، اگر کسی کی ٹانگ پر سر رکھا ہوتا تو اسے یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس کی ٹانگ ٹوٹ جائے گی، خود نبی ﷺ پسینے میں تر بتر ہوجاتے تھے اور سردی کے موسم میں آپ کی پیشانی پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے، اس کے باوجود اس پاکیزہ کلام کو نبی ﷺ نے من وعن اپنے سینۂ مبارک میں محفوظ فرمایا، نیز ان کی امت میں اب تک کروڑوں اربوں لوگ حفظ قرآن کی سعادت سے مالا مال ہوچکے اور اسے اپنے سینوں میں محفوظ کر چکے حالانکہ اس قرآن کا وزن اس قدر زیادہ ہے کہ اگر اسے کسی عالی شان پہاڑ پر اتار دیا جاتا تو وہ اللہ کے خوف سے پھٹ کر ریزہ ریزہ اور ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا اور اس کے ذرے بکھر جاتے، اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل کو اتنی طاقت اور ہمت عطا فرمائی کہ وہ اس کی تجلیات وانوارات کو برداشت کرلیتا ہے اور اس کے وزن سے پھٹ کر ٹکڑے نہیں ہوجاتا، اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا اور اس عظیم نعمت کی قدر کرنا چاہئے۔

٢٢ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا تعارف اس کی چار صفات کے ساتھ کروایا گیا ہے، پہلی صفت یہ کہ وہ معبود ہونے میں اکیلا ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ ہر قسم کے شرک اور شریک سے بے نیاز اور مستغنی ہے اور وہی معبودِ حقیقی ہے، دوسری صفت یہ کہ وہ پوشیدہ اور ظاہر سب کچھ جاننے والا ہے، اس کے سامنے ہر پوشیدہ سے پوشیدہ چیز بھی ظاہر ہے، تیسری صفت یہ کہ وہ رحمان ہے چوتھی صفت یہ کہ وہ رحیم ہے، ان دونوں میں فرق سورۂ فاتحہ کے آغاز میں بیان ہوچکا ہے، وہیں ملاحظہ فرمائیے۔

يُشْرِكُوْنَ ﴿٢٣﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى

يُشْرِكُوْنَ ﴿٢٣﴾	هُوَ	اللّٰهُ	الْخَالِقُ	الْبَارِئُ	الْمُصَوِّرُ	لَهُ	الْاَسْمَآءُ	الْحُسْنٰى
وہ شریک ٹھہراتے ہیں	وہی	اللہ	پیدا کرنے والا	بنانے والا	تصویرکشی کرنے والا	اُس کیلئے	بہت سے نام	اچھے

شریک ٹھہراتے ہیں۔ ﴿۲۳﴾ وہی اللہ پیدا کرنے والا، بنانے والا، تصویر کشی کرنے والا ہے، سارے اچھے نام اُسی کے ہیں،

يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٤﴾

يُسَبِّحُ	لَهُ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	هُوَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ﴿٢٤﴾
تسبیح کرتی ہے	اس کی	جو کچھ	بیچ	آسمانوں کے	اور	زمین کے	اور	وہ	غالب	حکمت والا

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب اُس کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور وہ غالب، حکمت والا ہے۔ ﴿۲۴﴾

ع ۳ / ۶

اٰيَاتُهَا ۱۳ — (۶۰) سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ (۹۱) — رُكُوْعَاتُهَا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تَتَّخِذُوْا	عَدُوِّيْ	وَ	عَدُوَّكُمْ	اَوْلِيَآءَ	تُلْقُوْنَ
اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	مت	بناؤ تم	میرے دشمن کو	اور	اپنے دشمن کو	دوست	تم بھیجتے ہو

اے اہل ایمان! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم اُن کے پاس

اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ

اِلَيْهِمْ	بِالْمَوَدَّةِ	وَ	قَدْ	كَفَرُوْا	بِمَا	جَآءَكُمْ	مِّنَ	الْحَقِّ	يُخْرِجُوْنَ
ان کیطرف	دوستی کو	اور	تحقیق	کفر کیا انہوں نے	اس سے جو	آیا تمہارے پاس	سے	حق کے	نکالتے ہیں وہ

دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، جبکہ وہ اُس حق کا انکار کر چکے ہیں جو تمہارے پاس آیا، وہ پیغمبر (ﷺ) اور خود تمہیں بھی

الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا

الرَّسُوْلَ	وَ	اِيَّاكُمْ	اَنْ	تُؤْمِنُوْا	بِاللّٰهِ	رَبِّكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	خَرَجْتُمْ	جِهَادًا
پیغمبر کو	اور	خود تمہیں	یہ کہ	تم ایمان لائے	اللہ پر	تمہارا رب	اگر	تم ہو	نکلے	جہاد کرنے

صرف اس بنیاد پر نکال رہے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو جو کہ تمہارا رب ہے، اگر تم میری راہ میں جہاد کیلئے اور میری رضا

﴿۲۳﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا تعارف اس کی دس صفات کے ساتھ کروایا گیا ہے، پہلی صفت یہ کہ وہ معبود حقیقی ہے اس کے علاوہ کسی میں معبود بننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، دوسری صفت یہ کہ وہ حقیقی بادشاہ ہے، بادشاہی کے جتنے بھی دعویدار ہیں، ان میں سے کسی پر بھی بادشاہ کی تعریف صادق نہیں آتی کیونکہ ان میں سے ہر ایک عاجز اور بے بس ہے اور اپنی سلطنت کی بقا کیلئے بہت سی چیزوں کا محتاج ہے، پھر وہ آج بادشاہ ہے اور کل ایک لاش، اس لئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بادشاہ نہیں ہے، تیسری صفت یہ کہ وہ قدوس ہے یعنی اسے ذاتی تقدس حاصل ہے ایسا تقدس کہ وہ ہر قسم کے عیب سے پاک ہے خواہ لوگ اسے عیب سمجھتے ہوں یا نہ سمجھتے ہوں کیونکہ بہت سی چیزیں ہیں جو انسان کیلئے عیب نہیں ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کیلئے عیب ہیں مثلاً اولاد کا ہونا' اس لئے وہ ہر پہلو سے مقدس ہے، دنیا کی کسی چیز میں اگر کسی نوعیت کا تقدس ہے تو وہ اسی کی وجہ سے ہے، چوتھی صفت یہ کہ وہ "السلام" ہے یعنی سلامتی والا' ہر قسم کی سلامتی اسی کے اختیار میں ہے جسے وہ سلامتی عطا فرمائے، وہ سلامت رہتا ہے اور جس سے وہ سلامتی چھین لے اس کے پاس سلامتی نہیں رہتی، پانچویں صفت یہ کہ وہ المؤمن ہے یعنی امن دینے والا، ہر قسم کا امن و امان اس کے اختیار میں ہے، وہ جس ملک یا فرد کیلئے امن و امان کا فیصلہ کر لے اس کا امن و امان مثالی ہو جاتا ہے وہ جسے جہنم کے عذاب سے امن دے دے وہ ہر قسم کے خطرے سے محفوظ و مامون ہو جاتا ہے اور وہی امن و امان کا فیصلہ فرماتا ہے، چھٹی صفت یہ کہ وہ "المهيمن" ہے یعنی نگہبانی کرنے والا لوگوں کو پناہ دینے والا' اپنی مخلوق کی حفاظت کرنے والا' اس کی پناہ کو کوئی توڑ نہیں سکتا اور اس کی پناہ لینے والے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، ساتویں صفت یہ کہ وہ "العزیز" ہے یعنی وہی عزت کا مالک ہے، غلبہ اسی کا ہے، وہ اپنے ہر فیصلے میں غالب اور معزز ہے، کوئی اس پر غالب آ کر اسے جھکنے پر مجبور نہیں کر سکتا، آٹھویں صفت یہ کہ وہ "الجبار" ہے یہ لفظ "جبیرہ" سے نکلا ہے، جس کا معنی ٹوٹی ہوئی ہڈی کو کھپچی باندھ کر جوڑنا ہے، یہاں مراد دلوں کو جوڑنا ہے، سو وہی شکستہ دلوں کو جوڑتا ہے وہی سب کے بگڑے ہوئے کاموں کو سنوارتا ہے اور وہ شکستہ دل لوگوں کو ہی اپنے قریب رکھتا ہے، اردو میں لفظ جبار جس معنی میں استعمال ہوتا ہے وہ یہاں مراد نہیں ہے، نویں صفت یہ کہ وہ "المتکبر" ہے یعنی اپنی بڑائی اور عظمت و کبریائی کا اعلان کرنے والا ہے' تکبر کرنا اسے جچتا ہے، اس کے علاوہ جو تکبر کرے گا جہنم میں جائے گا دسویں صفت یہ کہ وہ ہر قسم کے شرک اور شریک سے پاک اور بے نیاز ہے، یہ تو اس کیلئے عیب ہے اور وہ ہر عیب سے پاک ہے، لہٰذا وہ شرک اور شریک سے بھی پاک ہے۔ ﴿۲۴﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا تعارف اس کی سات صفات کے ساتھ کروایا گیا ہے، پہلی صفت یہ کہ وہ "الخالق" ہے اس کا لفظی معنی پیدا کرنے والا ہے، اہل علم نے لکھا ہے کہ خالق کا اطلاق اس ذات پر ہوتا ہے جو اپنے ارادے اور اختیار سے کسی مخلوق کو پیدا کرے چونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی میں یہ صفت نہیں پائی جاتی اس لئے اس کے علاوہ کسی کو خالق کہنا درست نہیں ہے، دوسری صفت یہ کہ وہ الباری ہے، لفظی اعتبار سے اس کا معنی بھی پیدا کرنے والا ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے اس کا معنی روح کو وجود عطا فرمانے والا ہے، گویا خالق کا تعلق جسم بنانے کے ساتھ ہے اور باری کا تعلق اس میں روح پھونکنے کے ساتھ ہے، تیسری

فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ

فِيْ	سَبِيْلِيْ	وَ	ابْتِغَآءَ	مَرْضَاتِيْ	تُسِرُّوْنَ	اِلَيْهِمْ	بِالْمَوَدَّةِ	وَ	اَنَا	اَعْلَمُ
بیچ	میرے راستے کے	اور	تلاش کرنے	میری خوشنودی	تم خفیہ بھیجتے ہو	ان کیطرف	دوستی	اور	میں	زیادہ جانتا ہوں

حاصل کرنے کیلئے نکلے ہو، تم اُن کے پاس خفیہ طور پر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں خوب جانتا ہوں

بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ

بِمَآ	اَخْفَيْتُمْ	وَ	مَآ	اَعْلَنْتُمْ	وَ	مَنْ	يَّفْعَلْهُ	مِنْكُمْ	فَقَدْ	ضَلَّ	سَوَآءَ
وہ جو	تم نے چھپایا	اور	وہ جو	تم نے ظاہر کیا	اور	جوکوئی	کرے ایسا	تم میں سے	تو یقیناً	وہ گمراہ ہوگیا	سیدھے

جو تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا، اور تم میں سے جو شخص یہ کام کرے، وہ سیدھے راستے سے

السَّبِيْلِ ① اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ

السَّبِيْلِ ①	اِنْ	يَّثْقَفُوْكُمْ	يَكُوْنُوْا	لَكُمْ	اَعْدَآءً	وَّ	يَبْسُطُوْٓا	اِلَيْكُمْ
راستے سے	اگر	قابو پالیں وہ تم پر	ہوجائیں وہ	تمہارے لئے	دشمن	اور	بڑھانے لگیں	تمہاری طرف

بھٹک گیا۔ [1] اگر وہ تم پر قابو پالیں تو وہ تمہارے دشمن ہو جائیں گے اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ

اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ② لَنْ تَنْفَعَكُمْ

اَيْدِيَهُمْ	وَ	اَلْسِنَتَهُمْ	بِالسُّوْٓءِ	وَ	وَدُّوْا	لَوْ	تَكْفُرُوْنَ ②	لَنْ	تَنْفَعَكُمْ
اپنے ہاتھ	اور	اپنی زبانیں	برائی سے	اور	چاہیں	کاش	تم کفر کرنے لگو	ہرگز نہیں	فائدہ دے گی تمہیں

اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ بڑھائیں گے، اور چاہیں گے کہ کسی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ۔ [2] قیامت کے دن تمہاری رشتہ داریاں

اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا

اَرْحَامُكُمْ	وَ	لَآ	اَوْلَادُكُمْ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	يَفْصِلُ	بَيْنَكُمْ	وَ	اللّٰهُ	بِمَا
تمہاری رشتہ داریاں	اور	نہ	تمہاری اولاد	دن	قیامت کے	فیصلہ کرے گا وہ	تمہارے درمیان	اور	اللہ	اسے جو

اور تمہاری اولاد تمہیں ہرگز نفع نہ پہنچائے گی، وہی تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا، اور تم جو کچھ کر رہے ہو، اللہ

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ

تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ ③	قَدْ	كَانَتْ	لَكُمْ	اُسْوَةٌ	حَسَنَةٌ	فِيْٓ	اِبْرٰهِيْمَ	وَ	الَّذِيْنَ
تم کرتے ہو	خوب دیکھنے والا	یقیناً	ہے	تمہارے لئے	نمونہ	عمدہ	بیچ	ابراہیم کے	اور	جولوگ

اُسے خوب دیکھ رہا ہے۔ [3] یقیناً تمہارے لیے ابراہیم اور اُن کے ساتھیوں میں بہترین

صفت یہ کہ وہ "المصور" ہے یعنی صورت کشی کرنے والا' وہ ایسا زبردست مصور ہے کہ بڑے سے بڑا مصور تصویر سازی میں اس کا مقابلہ کرنے کی جرات نہیں کرسکتا، چنانچہ وہ ماں کے رحم میں پانی کے قطرے کی صورت کشی کرتا ہے، اگر کسی کو مصور ہونے کا دعویٰ ہے تو سامنے آئے، چوتھی صفت یہ کہ وہ اسماء حسنیٰ والا ہے یعنی اس کے تمام نام نہایت پاکیزہ اور عمدہ ہیں، اسماء حسنیٰ پر سورۂ اعراف میں بھی کلام ہو چکا ہے، پانچویں صفت یہ کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اس کی تسبیح وتحمید میں مشغول ہے، اگر انسان کوتاہی کرے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی عزت اور عظمت پر کوئی فرق نہیں پڑتا، چھٹی صفت یہ کہ وہ العزیز ہے یعنی ہر قسم کی عزت اور غلبہ کا مالک وہی ہے، ساتویں صفت یہ کہ وہ الحکیم ہے کیونکہ اس کا کوئی کلام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

الحمدللہ! آج مورخہ ۲۳ اکتوبر ۲۰۱۹ بروز بدھ بعد نماز مغرب

سورۃ الممتحنۃ

سورۂ ممتحنہ مدنی سورت ہے، اس میں کل حروف ۱۵۰۱، کلمات ۳۴۸، آیات ۱۳ اور رکوعات ۲ ہیں، یہ سورت خاص اس موقع پر نازل ہوئی تھی جب حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے ایک خط کے ذریعے سرداران قریش کو نبی علیہ السلام کے مکہ مکرمہ کی طرف روانگی اور فوج کشی کے ارادے سے خفیہ طور پر مطلع کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن نبی علیہ السلام کو وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا اور وہ خط سرداران قریش تک پہنچنے سے پہلے ہی پکڑا گیا تھا، حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اپنی صفائی پیش کر دی، نبی علیہ السلام نے اسے قبول فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا اور یہ سورت نازل فرمائی کہ تم لوگ مشرکوں کو فائدہ مت پہنچاؤ، وہ اللہ کے دشمن ہیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں، قرآن کریم کے دشمن ہیں اور خود تمہارے بھی دشمن ہیں، انہیں اگر تمہارے خلاف عداوت نکالنے کا موقع ملے تو وہ ہرگز اسے ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ ایسے لوگوں سے دوستی رکھنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ اس سلسلے میں تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ میں رہنمائی تلاش کرو جنہوں نے کفر اور شرک سے مکمل طور پر بیزاری کا اظہار کر دیا تھا، اس کے علاوہ کافروں کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں، بعض وہ کافر ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی ایذاء رسانی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا، یہاں تک کہ انہیں گھر سے بے گھر اور وطن سے بے وطن کر دیا، مسلمانوں کے لیے ان سے دوستی کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے، جبکہ بعض کافر وہ ہیں جو اپنے کام سے کام رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف کسی سرگرمی کا حصہ نہیں بنتے، ان کے ساتھ حسن سلوک جائز ہے، آخر میں ہجرت کر کے آنے والی مسلمان خواتین کا امتحان لینے اور ان سے بیعت لینے کی شرائط اور طریقہ کار کا ذکر کیا گیا ہے، یہی شرائط بیعتِ تصوف کی ہیں۔

[1] اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو کفار اور مشرکین کے ساتھ دوستی کرنے سے منع کیا گیا ہے، اس ممانعت کی پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا دشمن قرار دیا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا دشمن قرار دے اور مسلمان اس سے دوستی کرنے لگیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے بھی دشمن ہیں، اس سے بڑی نادانی اور کیا ہوگی کہ انسان اپنے دشمنوں کو اپنا دوست سمجھنے لگے اور ان کے پاس دوستانہ پیغامات بھیجنے لگے، تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ ان تعلیمات کے منکر ہیں جو تمہارے پاس حق کی صورت میں آئی ہیں، وہ تعلیمات بھی برحق ہیں اور ان کا تمہارے پاس آنا بھی برحق ہے لیکن یہ لوگ انہیں تسلیم نہیں کرتے ایسے لوگوں کے ساتھ دوستی کا کیا

مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

مَعَهٗ ۚ	اِذْ	قَالُوْا	لِقَوْمِهِمْ	اِنَّا	بُرَءٰٓؤُا	مِنْكُمْ	وَ	مِمَّا	تَعْبُدُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ
ہمراہ اس کے	جب	کہا انہوں نے	اپنی قوم سے	بیشک ہم	بیزار ہیں	تم سے	اور	اس سے جو	تم عبادت کرتے ہو	سے	علاوہ

نمونہ ہے، جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے بھی بیزار ہیں اور اُن سے بھی جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر

اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى

اللّٰهِ	كَفَرْنَا	بِكُمْ	وَبَدَا	بَيْنَنَا	وَ	بَيْنَكُمُ	الْعَدَاوَةُ	وَ	الْبَغْضَآءُ	اَبَدًا	حَتّٰى
اللہ کے	انکار کیا ہم نے	تم سے	اور ظاہر ہوگئی	درمیان ہمارے	اور	درمیان تمہارے	دشمنی	اور	نفرت	ہمیشہ	یہاں تک کہ

عبادت کرتے ہو، ہم تم سے انکار کرتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کیلئے عداوت اور نفرت ظاہر ہوگئی ہے، یہاں تک

تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَاۤ

تُؤْمِنُوْا	بِاللّٰهِ	وَحْدَهٗۤ	اِلَّا	قَوْلَ	اِبْرٰهِيْمَ	لِاَبِيْهِ	لَاَسْتَغْفِرَنَّ	لَكَ	وَ	مَاۤ
ایمان لے آؤ تم	اللہ پر	اکیلے	مگر	کہنا	ابراہیم کا	اپنے باپ کیلئے	البتہ ضرور مغفرت طلب کروں گا میں	تیرے لئے	اور	نہیں

کہ تم اکیلے اللہ پر ایمان لے آؤ، سوائے اُس ایک بات کے جو ابراہیم نے اپنے باپ سے کہی تھی کہ میں آپ کے حق میں مغفرت طلب کرتا رہوں گا، اور میں

اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَيْكَ اَنَبْنَا

اَمْلِكُ	لَكَ	مِنَ	اللّٰهِ	مِنْ	شَيْءٍ ؕ	رَبَّنَا	عَلَيْكَ	تَوَكَّلْنَا	وَاِلَيْكَ	اَنَبْنَا
مالک ہوں میں	تیرے لئے	سے	اللہ کے	سے	کچھ بھی	اے ہمارے پروردگار	تجھ پر	بھروسہ کیا ہم نے	اور تیری طرف	رجوع کیا ہم نے

اللہ کے سامنے آپ کیلئے کچھ اختیار نہیں رکھتا، پروردگار! ہم نے تجھ پر ہی بھروسہ کیا، تیری طرف ہی رجوع کیا

وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝۴ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ اغْفِرْ لَنَا

وَ	اِلَيْكَ	الْمَصِيْرُ ۝	رَبَّنَا	لَا	تَجْعَلْنَا	فِتْنَةً	لِّلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَاغْفِرْلَنَا
اور	تیری طرف	لوٹ کر جانا	اے ہمارے پروردگار!	مت	بنا تو ہمیں	آزمائش	ان لوگوں کیلئے	کفر کیا انہوں نے	اور معاف کردے ہمیں

اور تیری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ ۴ پروردگار! ہمیں کافروں کیلئے تختۂ مشق نہ بنا اور پروردگار! ہماری

رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۵ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ

رَبَّنَا ۚ	اِنَّكَ	اَنْتَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ۝	لَقَدْ	كَانَ	لَكُمْ	فِيْهِمْ	اُسْوَةٌ
اے ہمارے پروردگار	بیشک تو	تُو ہی	غالب	حکمت والا	البتہ یقیناً	ہے	تمہارے لئے	ان میں	نمونہ

مغفرت فرما، بیشک تو غالب، حکمت والا ہے۔ ۵ یقیناً تمہارے لیے ان لوگوں میں بہترین

مطلب؟ چوتھی وجہ یہ ہے کہ ان کفار و مشرکین نے تمہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی پاداش میں تمہارے وطن سے نکال دیا، یہاں تک کہ خود پیغمبر ﷺ کو وہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیا، تعجب ہے کہ انہوں نے تمہارے پیغمبر کو ان کے شہر سے نکال دیا اور خود تمہیں بھی جلاوطن کر دیا اور تم ان سے دوستانہ تعلقات قائم کر رہے ہو؟ تم ان کے پاس خفیہ پیغامات بھیج رہے ہو؟ مجھے تو تمہارا ظاہر اور باطن سب معلوم ہے، تم جو دوسروں سے چھپاتے ہو وہ مجھ سے نہیں چھپا سکتے، تم اپنے مقصد پر غور کرو کہ آخر تم نے مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کیوں کی تھی؟ کیا اس لئے کہ انہی لوگوں سے دوبارہ خفیہ خط و کتابت کرو، یا اس لئے کہ میری راہ میں جہاد کرو اور میری رضا حاصل کرنے کی کوشش کرو اگر تمہارا مقصد میری رضا حاصل کرنا تھا تو اس کے بعد میرے ہی دشمنوں سے دوستی کرنا تو اصل منزل سے بھٹک جانے والی بات ہے، اس پورے مضمون کو اگر حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے واقعے کی روشنی میں پڑھا جائے تو زیادہ بہتر سمجھ میں آئے گا، سورت کے تعارف میں اس واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ۲ اس آیت مبارکہ میں کفار و مشرکین کا رویہ بیان کیا گیا ہے کہ تم لوگ ان کے پاس خفیہ پیغامات بھیج رہے ہو جبکہ ان لوگوں کی صورتحال یہ ہے کہ اگر تم کسی موقع پر ان کے ہتھے چڑھ جاؤ اور انہیں تم پر غلبہ حاصل ہو جائے تو ان کی ساری شائستگی، وقار، تہذیب، رواداری اور شیریں بیانی دھری کی دھری رہ جائے اور وہ کسی بھی طرح تمہیں تکلیف پہنچانے سے دریغ نہ کریں، جہاں ہاتھ چلانے کی ضرورت ہو وہاں ہاتھ چلائیں اور جہاں زبان سے کام لینے کی ضرورت ہو وہاں بے دریغ زبان چلائیں، ان لوگوں کی تو اولین خواہش یہی ہے کہ کسی طرح تمہیں بھی کافر بنا دیں اور تمہیں تمہارے آبائی دین میں واپس پلٹا دیں، ایسے لوگوں کے ساتھ ہمدردی کا کیا مطلب؟ ۳ اس آیت مبارکہ میں واضح کر دیا گیا ہے کہ قیامت کے دن تمہاری رشتہ داریاں، نسبی تعلقات اور اولاد تمہارے کسی کام نہ آئیں گے، دراصل حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے بیوی بچے مکہ مکرمہ میں رہتے تھے، انہوں نے سوچا کہ اگر میں اہل مکہ پر احسان کردوں تو شاید وہ اس کے بدلے میرے اہل خانہ کا خیال رکھیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں، اس پر یہاں فرمایا گیا ہے کہ کیا تمہارے بیوی بچے قیامت کے دن تمہارے کسی کام آسکیں گے، اگر نہیں تو پھر ان کی خاطر اللہ کے دشمنوں سے دوستی کرنے کا کیا مطلب ہے؟ ۴ ۵ ان آیتوں میں اہل ایمان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کے اسوۂ حسنہ سے رہنمائی لینے کی ترغیب دی گئی ہے، ایک مسلمان کیلئے پیغمبروں اور مومنوں کا طرز عمل ہی مشعل راہ ہوتا ہے، حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کیلئے بھی اور ان کے بعد آنے والے تمام مسلمانوں کیلئے بھی انہی سے رہنمائی حاصل کرنا اور ان کے نقش قدم پر چلنا سعادت کی علامت ہے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اپنے دین اور اپنے اہل خانہ کے درمیان انتخاب کی آزمائش کا سامنا کرنا پڑا تو انہوں نے اپنے اہل خانہ کی قربانی دیدی، انہوں نے بتوں اور ان کی پرستش کرنے والوں سے اپنی بیزاری اور لاتعلقی کا اعلان کر دیا، انہوں نے اپنے اہل خانہ اور اپنی قوم پر واضح فرمایا کہ ہم لوگ تمہارے طور طریقوں کا انکار کرتے ہیں، تم جن بتوں اور مجسموں کو اپنا معبود مانتے ہو ہم انہیں معبود تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں، اس نکتے پر آکر ہمارے اور تمہارے درمیان کھلی عداوت اور جنگ ہے، ہم اللہ تعالیٰ کی توحید کے معاملے میں کسی قسم کا کمپرومائز نہیں کر سکتے، اس جنگ اور عداوت کا خاتمہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ تم لوگ اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یکتائی پر ایمان لے آؤ کیونکہ یہی دین اور دعوت برحق ہے، ہمارے لئے اس دین اور دعوت کو

حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ

حَسَنَةٌ	لِمَنْ	كَانَ	يَرْجُوا	اللّٰهَ	وَ	الْيَوْمَ	الْاٰخِرَ	وَ	مَنْ	يَتَوَلَّ	فَاِنَّ
عمدہ	اس کیلئے جو	ہو	امید رکھتا	اللہ کی	اور	دن کی	پچھلے	اور	جو کوئی	منہ موڑ لے	تو بیشک

نمونہ ہے، اُس شخص کیلئے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اور جو شخص منہ موڑ لے تو بیشک

اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ⑥ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ

ع ١ ٦ ٧

اللّٰهَ	هُوَ	الْغَنِيُّ	الْحَمِيْدُ ⑥	عَسَى	اللّٰهُ	اَنْ	يَجْعَلَ	بَيْنَكُمْ	وَ	بَيْنَ	الَّذِيْنَ
اللہ	وہی	بے نیاز	قابلِ تعریف	ممکن ہے	اللہ	یہ کہ	کردے	درمیان تمہارے	اور	درمیان	ان لوگوں کے

اللہ ہی بے نیاز، قابلِ تعریف ہے۔ ⑥ قریب ہے کہ اللہ تمہارے اور اُن میں سے جو لوگ تمہارے دشمن ہیں،

عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑦

عَادَيْتُمْ	مِنْهُمْ	مَوَدَّةً	وَ	اللّٰهُ	قَدِيْرٌ	وَ	اللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَحِيْمٌ ⑦
دشمن کی تم نے	ان سے	دوستی	اور	اللہ	قدرت والا	اور	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان

اُن کے درمیان دوستی پیدا کر دے، اور اللہ قدرت والا ہے اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ⑦

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ

لَا	يَنْهٰكُمُ	اللّٰهُ	عَنِ	الَّذِيْنَ	لَمْ	يُقَاتِلُوْكُمْ	فِي	الدِّيْنِ	وَ	لَمْ	يُخْرِجُوْكُمْ	مِنْ
نہیں	روکتا تمہیں	اللہ	سے	ان لوگوں کے جو	نہیں	لڑتے تم سے	بیچ	دین کے	اور	نہیں	نکالا انہوں نے تمہیں	سے

اللہ تمہیں اُن لوگوں سے حسنِ سلوک اور انصاف کا معاملہ کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں

دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

دِيَارِكُمْ	اَنْ	تَبَرُّوْهُمْ	وَ	تُقْسِطُوْٓا	اِلَيْهِمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	يُحِبُّ
تمہارے گھروں کے	یہ کہ	تم نیکی کرو ان سے	اور	انصاف کرو	ان کی طرف	بیشک	اللہ	پسند کرتا ہے

قتال نہیں کیا اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو

الْمُقْسِطِيْنَ ⑧ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ

الْمُقْسِطِيْنَ ⑧	اِنَّمَا	يَنْهٰكُمُ	اللّٰهُ	عَنِ	الَّذِيْنَ	قٰتَلُوْكُمْ	فِي	الدِّيْنِ
انصاف کرنے والوں کو	وہ تو صرف	منع کرتا ہے تمہیں	اللہ	سے	ان لوگوں کے	لڑائی کی انہوں نے تم سے	بیچ	دین کے

پسند کرتا ہے۔ ⑧ اللہ تو تمہیں اُن لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے قتال کیا، تمہیں تمہارے

چھوڑنا ممکن نہیں ہے لیکن جب ان کے والد دیگر اہلخانہ اور مشرک قوم نے ان کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کیا تو وہ اس علاقے سے ہجرت کر گئے، پھر والدین اور گھر بار کی محبت نے انہیں کبھی اپنے گھر واپسی کا راستہ نہیں دکھایا، مسلمانوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے کہ جب اللہ کی رضا کیلئے کسی چیز کو چھوڑیں تو پھر اسے اللہ کے حوالے کر دیں اور واپس پلٹنے کا تصور بھی دل سے نکال دیں، دعوت کے بعد دوسرا مرحلہ دعا کا ہوتا ہے، وہ اختیار کرنے کی البتہ اجازت ہے کہ انسان اپنے لئے اور اپنے اہلخانہ کیلئے ہدایت کی دعا کرے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی دعا کی تھی کہ پروردگار! ہم نے سب کو چھوڑ چھاڑ کر تجھ پر بھروسہ کیا ہے اور ہم اپنی قوم سے ٹوٹ کر تیری طرف رجوع کر رہے ہیں کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ انجام کار لوٹ کر تیری بارگاہ میں ہی حاضر ہونا ہے، وہاں اولاد اور والدین میں سے کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، وہاں صرف تیری رحمت اور مہربانی کام آئے گی، اس لئے ہمارے اس توکل اور یقین کو قبول فرما، جن لوگوں سے ہم نے تیری رضا کی خاطر دشمنی مول لی ہے ہمیں ان کا تختۂ مشق نہ بنا کہ وہ ہم پر طبع آزمائی کریں، ہمیں جانی یا مالی نقصان پہنچائیں، ہمارے دین پر اعتراضات کریں اور ہم پر آوازے کسیں اور پروردگار! ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرما دے کیونکہ تو غالب، حکمت والا ہے، یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب سب کچھ چھوڑ دیا تو پھر اپنے کافر باپ سے یہ کیوں فرمایا کہ میں آپ کے حق میں اللہ سے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا؟ سو اسی کا جواب دینے کیلئے یہاں استثناء کیا گیا ہے، علاوہ ازیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ پر یہ بھی واضح فرما دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں میرا کوئی اختیار نہیں چلتا، یہ ضروری نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو آپ کی مغفرت پر مجبور کر سکوں، اس کی مکمل تفصیل سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۴ کے حاشیے میں ملاحظہ فرمائیں۔ ⑥ اس آیت مبارکہ میں انبیاء و رسل اور اہل ایمان کی زندگی کو مشعل راہ اور بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ اسے مشعل راہ صرف وہی شخص بنائے گا جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہوگا اور جسے اس بات کا یقین ہوگا کہ اسے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنی ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے اور جو لوگ اس راستے سے گریز کر کے خود ساختہ راہوں پر دوڑیں گے اور آسمانی تعلیمات سے روگردانی کر کے اللہ کے دشمنوں سے دوستانہ تعلقات قائم کریں گے اللہ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں ہے، وہ نہایت بے نیاز اور قابل تعریف ہے۔ ⑦ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت بیان کی گئی ہے کہ اگر تمہیں کافروں اور مشرکوں سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی ممانعت کی گئی ہے تو تم اس حکم پر عمل کرو، اگر تمہیں اس پر عمل کرنا مشکل معلوم ہوتا ہو تو مجاہدہ کرو تاکہ ساری دنیا کو معلوم ہو جائے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کرنے میں مخلص ہوتا ہے خواہ اس حکم پر عمل کرنا اس کیلئے کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ایک حکم پر اپنی قرابت داری اور نسبی تعلقات کو بھی قربان کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے، یہ تمہاری فرمانبرداری اور اطاعت شعاری کا بھی امتحان ہے، اگر تم نے اس امتحان میں ثابت قدمی دکھا کر کامیابی حاصل کی تو یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں اور مشرکوں کو دولت اسلام سے مالا مال اور نعمت ایمان سے آسودہ حال کر دے جس کے نتیجے میں تم اور وہ بھائی بھائی بن جائیں، تمہارے اور ان کے درمیان دشمنی کی دیواریں گر جائیں اور وہ بنیاد ہی منہدم ہو جائے جس پر دشمنی کی عمارت قائم تھی، اللہ کیلئے تو ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں ہے اور جو لوگ کفر و شرک سے توبہ کر کے آئیں گے وہ اللہ کو بہت بخشنے والا اور مہربان پائیں گے، چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر ایسا ہی ہوا، بیشتر لوگ مسلمان ہو گئے اور آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ ⑧ اس

وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ

وَ	اَخْرَجُوْكُمْ	مِّنْ	دِيَارِكُمْ	وَ	ظٰهَرُوْا	عَلٰٓى	اِخْرَاجِكُمْ	اَنْ	تَوَلَّوْهُمْ ج
اور	نکالا انہوں نے تمہیں	سے	تمہارے گھروں کے	اور	غالب آگئے	پر	تمہارے نکالنے کے	یہ کہ	دوستی کرو تم ان سے

گھروں سے نکالا، اور تمہیں نکالنے کے معاملے میں شریک ہوئے،

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝٩ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا

وَ	مَنْ	يَّتَوَلَّهُمْ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الظّٰلِمُوْنَ ۝٩	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِذَا
اور	جو کوئی	دوستی کرے ان سے	تو وہی لوگ	وہ	ظلم کرنے والے	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	جب

اور جو کوئی اُن سے دوستی کرے گا تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔ ۝٩ اے اہلِ ایمان! جب

جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ

جَآءَكُمُ	الْمُؤْمِنٰتُ	مُهٰجِرٰتٍ	فَامْتَحِنُوْهُنَّ ط	اَللّٰهُ	اَعْلَمُ
آئیں تمہارے پاس	مؤمن عورتیں	ہجرت کرنے والیاں	سو امتحان کرلو تم ان کا	اللہ	زیادہ جانتا ہے

تمہارے پاس مؤمن عورتیں ہجرت کرکے آئیں تو تم اُن کا امتحان لے لیا کرو، اللہ اُن کے ایمان کو

بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ

بِاِيْمَانِهِنَّ ج	فَاِنْ	عَلِمْتُمُوْهُنَّ	مُؤْمِنٰتٍ	فَلَا	تَرْجِعُوْهُنَّ	اِلَى	الْكُفَّارِ ط
ان کے ایمان کو	سو اگر	جانو تم انہیں	ایمان والیاں	تو مت	لوٹاؤ انہیں	طرف	کافروں کے

خوب جانتا ہے، پھر اگر تمہیں اُن عورتوں کے مؤمن ہونے کا یقین ہو جائے تو اُنہیں کافروں کی طرف واپس نہ لوٹاؤ،

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ

لَا	هُنَّ	حِلٌّ	لَّهُمْ	وَ	لَا	هُمْ	يَحِلُّوْنَ	لَهُنَّ ط	وَ	اٰتُوْهُمْ	مَّآ
نہیں	وہ عورتیں	حلال	ان کیلئے	اور	نہ	وہ مرد	حلال	ان کیلئے	اور	دیدو تم انہیں	وہ جو

نہ وہ عورتیں اُن کیلئے حلال ہیں، اور نہ وہ کافر ان عورتوں کیلئے حلال ہیں، اور جو کچھ وہ خرچ کرچکے ہوں،

اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ

اَنْفَقُوْا ط	وَ	لَا	جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	اَنْ	تَنْكِحُوْهُنَّ	اِذَآ	اٰتَيْتُمُوْهُنَّ	اُجُوْرَهُنَّ ط
خرچ کیا انہوں نے	اور	نہیں	کوئی حرج	تم پر	یہ کہ	تم نکاح کرو ان سے	جب	تم دیدو انہیں	ان کے مہر

وہ تم اُنہیں دیدو، اور اُن عورتوں سے نکاح کرلینے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے جبکہ تم اُنہیں اُن کے مہر دیدو،

آیت مبارکہ میں اسلام کے نظام عدل وانصاف کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے، اسلام ان لوگوں کے درمیان ایک نمایاں لکیر اور واضح امتیاز قائم کرتا ہے جو اپنے آبائی دین پر قائم رہنا چاہتے ہیں اور اسلام قبول کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتے، چونکہ اسلام کی تعلیم یہ نہیں ہے کہ کسی کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے اس لئے اس معاملے میں انہیں مکمل آزادی اور اختیار حاصل ہے، البتہ اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ کہیں یہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تلوار تو نہیں اٹھا رہے؟ ان کے خلاف کوئی سازش تو نہیں کر رہے؟ انہیں جان و مال کے حوالے سے کسی پریشانی میں تو مبتلا نہیں کر رہے؟ انہیں جلا وطنی اختیار کرنے پر تو مجبور نہیں کر رہے؟ اگر وہ ایسی کسی سرگرمی کا حصہ نہیں بن رہے تو ان کے ساتھ حسن سلوک اور رواداری کے ساتھ پیش آنے میں کوئی حرج نہیں ہے، مسلمانوں کو ان کے معاملے میں بھی انصاف اور نرم دلی سے کام لینا چاہئے، مسلمانوں کا یہ رویہ ان کے دلوں میں مثبت اثرات پیدا کرسکتا ہے اور وہ بھی اسلام کی رواداری اور مسلمانوں کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو سکتے ہیں۔ ۹ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو ان کافروں اور مشرکوں سے ''موالات'' کا تعلق قائم کرنے کی ممانعت کی گئی ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشی سرگرمیوں میں شریک ہوں، جو مسلمانوں سے ان کے مسلمان ہونے کی بنا پر لڑ رہے ہوں، گویا ان کی جنگ مسلمانوں سے نہیں بلکہ اسلام سے ہو، جو مسلمانوں کی جائیدادوں پر ناجائز قبضہ کر کے انہیں گھر سے بے گھر کردیں یا جو مسلمانوں کو جلاوطن کرنے میں دلچسپی رکھتے ہوں اور اس میں سرگرم حصہ لے رہے ہوں، ایسے لوگوں سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی مسلمانوں کو اجازت نہیں ہے، کیونکہ یہ تو سراسر ظلم اور ناانصافی ہے اور جو شخص ظالم کے ساتھ تعاون کرے وہ بھی ظالم شمار ہوتا ہے، اس لئے آیت کے آخر میں ایسے کافروں سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے والے مسلمانوں کو ظالم قرار دیا گیا ہے اور اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا کہ ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کے مقابلے میں کافروں کے ساتھ تعاون کرے، اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو کافروں کے ساتھ کس نوعیت کے تعلقات کی اجازت ہے اور کس قسم کے تعلقات کی ممانعت ہے؟ سو اس سلسلے میں سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۲۸ کے حاشیے میں چار درجے بیان کر کے ان میں سے ہر ایک کا حکم واضح کردیا گیا ہے، تکرار سے بچنے کیلئے اسے دہرایا نہیں جا رہا، مذکورہ حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۰ ۱۱ ان آیتوں میں ہجرت کر کے آنے والی مسلمان عورتوں کا امتحان لینے کا حکم دے کر ان کے نکاح اور مہر کے حوالے سے چند اہم احکامات بیان فرمائے گئے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ (الف) حدیبیہ میں مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان دس سالہ جنگ بندی کا جو معاہدۂ صلح لکھا گیا تھا، اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر کوئی شخص مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلا جائے تو مسلمان اسے واپس بھیجنے کے پابند ہوں گے، اس شق سے مشرکین مکہ نے خاصا فائدہ اٹھایا اور کئی لوگوں کو اپنے ساتھ واپس مکہ مکرمہ لے گئے، یہی فائدہ مشرکین مکہ نے اس وقت بھی اٹھانا چاہا جب کچھ مسلمان خواتین مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئیں، چنانچہ ان کے رشتہ داروں نے نبی ﷺ سے درخواست کی کہ ان عورتوں کو معاہدے کی رو سے آپ ہمارے ساتھ واپس بھیج دیں لیکن مشکل یہ تھی کہ اگر ان مسلمان عورتوں کو واپس بھیجا جاتا تو انہیں اپنے مشرک شوہروں کے ساتھ رہنا پڑتا اور وہ ان کے ساتھ ازدواجی تعلقات بھی قائم کرتے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان نکاح اور ازدواج کو حرام فرما رکھا ہے اور اگر ان عورتوں کو واپس نہ بھیجا جاتا تو معاہدے کی خلاف ورزی لازم آتی،

وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ

وَ	لَا	تُمْسِكُوْا	بِعِصَمِ	الْكَوَافِرِ	وَسْئَلُوْا	مَآ	اَنْفَقْتُمْ	وَلْيَسْئَلُوْا	مَآ
اور	مت	روکو تم	عصمتوں کو	کافرہ عورتوں کی	اور مانگ لو	وہ جو	خرچ کیا تم نے	اور چاہئے کہ مانگ لیں وہ	جو

اور کافرہ عورتوں کے ناموس اپنے قبضے میں روک کر نہ رکھو، اور تم نے جو خرچ کیا ہو، وہ تم مانگ لو اور جو اُنہوں نے خرچ کیا ہو،

اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑩

اَنْفَقُوْا	ذٰلِكُمْ	حُكْمُ	اللّٰهِ	يَحْكُمُ	بَيْنَكُمْ	وَ	اللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ ⑩
خرچ کیا انہوں نے	تمہارا یہ طریقہ	حکم ہے	اللہ کا	فیصلہ کرتا ہے وہ	درمیان تمہارے	اور	اللہ	خوب جاننے والا	حکمت والا

وہ اُسے طلب کر لیں، یہی اللہ کا فیصلہ ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ ⑩

وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ

وَ	اِنْ	فَاتَكُمْ	شَيْءٌ	مِّنْ	اَزْوَاجِكُمْ	اِلَى	الْكُفَّارِ	فَعَاقَبْتُمْ	فَاٰتُوْا	الَّذِيْنَ
اور	اگر	چھوٹ جائے تم سے	کوئی چیز	سے	تمہاری بیویوں کے	طرف	کافروں کے	پھر تمہاری باری آئے	تو دیدو تم	ان لوگوں کو

اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی عورت تمہارے ہاتھ سے چھوٹ کر کافروں کے پاس چلی جائے، پھر تمہاری باری آئے تو جن لوگوں کی

ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ

ذَهَبَتْ	اَزْوَاجُهُمْ	مِّثْلَ	مَآ	اَنْفَقُوْا	وَ	اتَّقُوا	اللّٰهَ	الَّذِيْٓ	اَنْتُمْ	بِهٖ
چلی گئیں	ان کی بیویاں	اتنا	جو	خرچ کیا انہوں نے	اور	ڈرو تم	اللہ سے	جو کہ	تم ہو	اس پر

بیویاں چلی گئی ہیں، اُنہیں اُتنا مال دیدو جو انہوں نے خرچ کیا تھا، اور اُس اللہ سے ڈرو جس پر تم

مُؤْمِنُوْنَ ⑪ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ

مُؤْمِنُوْنَ ⑪	يٰٓاَيُّهَا	النَّبِيُّ	اِذَا	جَآءَكَ	الْمُؤْمِنٰتُ	يُبَايِعْنَكَ	عَلٰٓى	اَنْ
ایمان لانے والے	اے	نبی	جب	آئیں تیرے پاس	مؤمن عورتیں	تجھ سے بیعت کریں وہ	پر	یہ کہ

ایمان لائے ہو۔ ⑪ اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم)، جب مؤمن عورتیں آپ کے پاس اِس شرط پر بیعت کرنے کیلئے آئیں کہ

لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ

لَا	يُشْرِكْنَ	بِاللّٰهِ	شَيْـًٔا	وَّلَا	يَسْرِقْنَ	وَ	لَا	يَزْنِيْنَ	وَ	لَا	يَقْتُلْنَ	اَوْلَادَهُنَّ
نہ	شریک کریں گی	ساتھ اللہ کے	کسی چیز کو	اور نہ	چوری کریں گی	اور	نہ	بدکاری کریں گی	اور	نہ	قتل کریں گی	اپنی اولاد کو

وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی، نہ چوری کریں گی، نہ بدکاری کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی،

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اس مشکل کو حل فرما دیا۔ (ب) اس آیت نے طے کر دیا کہ معاہدہ صلح کی مذکورہ شق کا تعلق صرف مردوں کے ساتھ ہے عورتوں کے ساتھ نہیں، لہٰذا خواتین کو واپس بھیجنے کی درخواست مسترد کی جاتی ہے۔ (ج) جو خواتین مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے آ رہی ہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ کو ان کے مومن ہونے یا نہ ہونے کا خوب علم ہے لیکن مسلمانوں کو بھی ان کا امتحان کر لینا چاہئے کہ آیا انہوں نے صرف اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کی ہے یا صرف زبان سے اس کا دعویٰ کر رہی ہیں اور حقیقت میں کسی دنیوی، مالی، جسمانی یا نفسانی مفاد کی وجہ سے مکہ مکرمہ کو چھوڑ آئی ہیں، اس امتحان کا منشا بے مقصد یا دنیا کی خاطر ہجرت کی حوصلہ شکنی اور روک تھام کرنا تھا۔ (د) اگر امتحان لینے سے ثابت ہو جائے کہ وہ ایمان کے دعوے میں سچی ہیں اور ان کی ہجرت صرف اللہ اور اس کے رسول کیلئے ہے کسی دنیوی مفاد کی وجہ سے نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسلمان ہیں، لہٰذا انہیں ان کے کافر شوہروں کے پاس واپس بھیجنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے کیلئے اب حلال نہیں رہے، اگر ان کے شوہر انہیں واپس لینا چاہیں تو اس کی صرف یہی صورت ممکن ہے کہ وہ خود بھی مسلمان ہو جائیں جیسے نبی علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابوالعاص مسلمان ہو گئے۔ (ہ) ہجرت کر کے آنے والی مسلمان خواتین کو ان کے سابقہ کافر شوہروں نے جو مہر دیا تھا وہ انہیں واپس لوٹا دیا جائے، یہ رقم وہ شخص ادا کرے جو اس مسلمان خاتون سے نکاح کرنا چاہے۔ (و) اس مسلمان عورت سے نکاح کرنے والا شخص اس کیلئے مہر کی رقم بھی مقرر کرے اور اسے ادا کرے۔ (ز) اگر کسی مسلمان کے نکاح میں کوئی کافرہ عورت ہو، چونکہ وہ دونوں بھی ایک دوسرے کیلئے حلال نہیں رہے اس لئے عورت کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جائے گی، اگر وہ عورت قبول کر لے تو بہت اچھا، ورنہ ان دونوں کے درمیان اختلافِ دین کی وجہ سے جدائی ہو جائے گی، ایسی عورت جس کافر کے پاس جائے، اس سے تقاضا کیا جائے گا کہ وہ اس کے سابق مسلمان شوہر کو اس کا مہر واپس لوٹائے۔ (ح) اگر وہ کافر اس عورت کے سابق مسلمان شوہر کو مہر کی رقم نہ لوٹائے تو دیکھا جائے گا کہ اگر مکہ مکرمہ سے کوئی مسلمان عورت ہجرت کر کے آئی ہو تو جو رقم اس کے شوہر کو لوٹانی تھی وہ اس کی بجائے اس مسلمان کو دے دیں جس کا حق مارا گیا ہے اور اس کی سابقہ بیوی کا موجودہ شوہر اسے مہر کی رقم ادا نہیں کر رہا، اس طرح دونوں پہلو برابر ہو جائیں گے، یہ اللہ کا فیصلہ ہے لہٰذا اس پر عمل درآمد کرو اور ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ وہ تم پر رحم کرے۔ ⑫ اس آیت مبارکہ میں مسلمان خواتین سے بیعت لینے کی شرائط اور طریقہ کار ذکر کیا گیا ہے، اسی وجہ سے اسے "آیت مبایعت" بھی کہا جاتا ہے، بیعت کا لفظی معنی خرید و فروخت اور تجارتی معاملہ کرنا ہے، محاوراتی زبان میں بیعت کا لفظ تصوف اور پیری مریدی کیلئے استعمال ہوتا ہے جس میں پیر و مرشد بیعت لیتا ہے اور مرید اس سے بیعت کرتا ہے، اس آیت میں بیعت سے بیعت اسلام مراد نہیں ہے بلکہ بیعت اصلاح مراد ہے جس میں کوئی شخص کسی اللہ والے سے رابطہ کر کے اس سے اپنے نفس کی مختلف بیماریوں کا علاج اور اصلاح کرواتا ہے، یہ اصلاح نفس ہر شخص کے ذمے فرض ہے لیکن اس کیلئے کسی پیر و مرشد سے بیعت کرنا فرض نہیں ہے کیونکہ بیعت اصل مقصود نہیں ہے بلکہ اصلاح نفس مقصود ہے، بزرگوں میں اس کیلئے چار سلسلے سہروردی، قادری، نقشبندی اور چشتی سلسلے معروف ہیں، موجودہ دور میں پیری اور مریدی کے حوالے سے صوفیاء اور ان کے معتقدین کے یہاں جو افراط اور تفریط نظر آتی ہے اس کا اسلام سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ ان میں چھلکا تو بہت موٹا ہے لیکن مغز بالکل نہیں ہے، پیروں کو خواتین سے بیعت لینے میں

وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ

وَ	لَا	يَأْتِيْنَ	بِبُهْتَانٍ	يَّفْتَرِيْنَهٗ	بَيْنَ	اَيْدِيْهِنَّ	وَ	اَرْجُلِهِنَّ	وَلَا	يَعْصِيْنَكَ
اور	نہ	لائیں گی	کوئی بہتان	گھڑیں وہ اسے	درمیان	اپنے ہاتھوں کے	اور	اپنے پاؤں کے	اور نہ	نافرمانی کریں گی تیری

نہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان کوئی بہتان گھڑ کر لائیں گی، اور نہ ہی نیکی کے کسی کام میں

فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ

فِيْ	مَعْرُوْفٍ	فَبَايِعْهُنَّ	وَاسْتَغْفِرْ	لَهُنَّ	اللّٰهَ	اِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ
بیچ	کسی نیکی کے	تو بیعت کر لے انہیں	اور مغفرت طلب کر	ان کیلئے	اللہ سے	بیشک	اللہ	بہت بخشنے والا

آپ کی نافرمانی کریں گی، تو آپ اُنہیں بیعت فرما لیا کریں اور اُن کے حق میں اللہ سے مغفرت طلب کیا کریں، بیشک اللہ بہت بخشنے والا،

رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

رَّحِيْمٌ﴿١٢﴾	يٰاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تَتَوَلَّوْا	قَوْمًا	غَضِبَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِمْ
نہایت مہربان	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	مت	دوستی کرو تم	قوم سے	ناراض ہوا	اللہ	ان پر

نہایت مہربان ہے۔ ﴿١٢﴾ اے اہلِ ایمان! کسی ایسی قوم سے دوستی مت کرو جن پر اللہ کا غصہ نازل ہو چکا ہو،

قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ﴿١٣﴾ ع

قَدْ	يَئِسُوْا	مِنَ	الْاٰخِرَةِ	كَمَا	يَئِسَ	الْكُفَّارُ	مِنْ	اَصْحٰبِ	الْقُبُوْرِ﴿١٣﴾
تحقیق	مایوس ہو چکے وہ	سے	آخرت کے	جیسا کہ	مایوس ہو گئے	کفر کرنے والے	سے	رہنے والے	قبروں کے

وہ لوگ آخرت سے اسی طرح نااُمید ہو گئے جیسے قبروں میں پڑے ہوئے کافر نااُمید ہو گئے تھے۔ ﴿١٣﴾

ع ٢ ٨

آيَاتُهَا ١٤ — (٦١) سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ (١٠٩) — رُكُوْعَاتُهَا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١﴾

سَبَّحَ	لِلّٰهِ	مَا	فِيْ	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِيْ	الْاَرْضِ	وَ	هُوَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ﴿١﴾
تسبیح کی	اللہ کی	وہ جو	بیچ	آسمانوں کے	اور	وہ جو	بیچ	زمین کے	اور	وہ	غالب	حکمت والا

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور وہ غالب، حکمت والا ہے۔ ﴿١﴾

خاصی رغبت ہوتی ہے اور اس حوالے سے اسلام کے نام پر احکام اسلام کی دھجیاں اڑا دی جاتی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے کبھی کسی عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت نہیں فرمائی، کبھی کسی عورت کو بے حجاب ہونے کی اجازت نہیں دی اور کسی عورت کو اپنے محرم رشتہ دار کے بغیر کسی مرد سے تنہائی میں ملاقات کرنے کی اجازت نہیں دی، علاوہ ازیں ان شرائط پر بھی غور کرنا چاہئے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ شرک نہ کیا جائے، دوسری یہ کہ چوری نہ کی جائے، تیسری یہ کہ بدکاری نہ کی جائے، چوتھی یہ کہ تنگدستی کے ڈر سے اولاد کو قتل نہ کیا جائے، پانچویں یہ کہ کسی شخص پر بدکاری کا جھوٹا الزام نہ لگایا جائے، چھٹی یہ کہ نیکی کے کسی کام میں پیغمبر ﷺ کی مخالفت اور نافرمانی نہ کی جائے، ان شرائط میں عقیدے کی حفاظت بھی ہے، عزت و آبرو اور لوگوں کے مال کا تحفظ ہے، اپنی اولاد کا تحفظ بھی ہے اور دوسروں کی عزت و آبرو کو بھی محفوظ کر دیا گیا ہے، اور چھٹی شرط میں یہ طے کر دیا گیا ہے کہ اگر پیر و مرشد کی طرف سے کسی نیک کام کا حکم ملے تو اس پر فوراً عمل کر لینا چاہئے، مطلب یہ کہ پیر و مرشد گناہ کے کسی کام کا حکم دیں تو ان کی بات پر ہرگز عمل نہ کیا جائے، پھر جب بیعت کی ان تمام شرائط کو پورا کر لیا جائے تو پیر و مرشد پر لازم ہے کہ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت و رضا اور ہدایت کی دعائیں کرے۔ ﴿١٣﴾ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے ان لوگوں سے دوستی کرنے کی ممانعت کی گئی ہے جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے کیونکہ اگر ایسے لوگوں کے ساتھ دوستی کی جائے تو اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں اللہ کا غضب اس کی طرف بھی متوجہ نہ ہو جائے، علاوہ ازیں ان لوگوں کو تو یہ توقع نہیں ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ہوگی اور یہ کہ آخرت برحق ہے جہاں انسان کو اس کے اعمال کا بدلہ انصاف کے ساتھ دیا جائے گا، جیسے قبروں میں پڑے ہوئے کافروں کو توقع نہیں ہے کہ کسی طرح وہ اللہ کے عذاب سے بچ سکیں گے یا اللہ کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کر سکیں گے اس لئے ایسے لوگوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے میں انسان کا اپنا ہی نقصان ہے کہ اس میں بھی مایوسی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جبکہ ایک مومن کو اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

الحمدللہ! آج مورخہ ٢٤ اکتوبر ٢٠١٩ بروز جمعرات بعد نماز عصر

سورۃ الصف

سورۂ صف مدنی سورت ہے، اس میں کل حروف ٩٠٠، کلمات ٢٢١، آیات ١٤ اور رکوعات ٢ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ٤ میں ''صفا'' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ صف رکھا گیا، اس سورت میں جہاد فی سبیل اللہ کو سب سے افضل عمل قرار دیا گیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا حوالہ دیا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی نبی علیہ السلام کی تشریف آوری کی بشارت کا ذکر کیا گیا ہے، یہ بشارت انجیل کے قدیم نسخوں میں ''فارقلیط'' کے نام سے موجود ہے جو کہ لفظ ''احمد'' کا ترجمہ ہے، عیسائی لوگ اسے تسلیم نہیں کرتے اور اسے مسلمانوں کی تصنیف قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ بے اصل بات ہے، دراصل یہ لوگ اپنی پھونکوں سے اللہ کے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝٢ كَبُرَ مَقْتًا

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لِمَ	تَقُوْلُوْنَ	مَا	لَا	تَفْعَلُوْنَ ۝	كَبُرَ	مَقْتًا
اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	کیوں	کہتے ہو تم	وہ جو	نہیں	تم کرتے	بڑی ہے	بیزاری میں

اے اہلِ ایمان ! تم وہ بات کہتے کیوں ہو جو تم کر نہیں سکتے ہو ؟ ۲ اللہ کے نزدیک یہ بڑی

عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝٣ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ

عِنْدَ	اللّٰهِ	اَنْ	تَقُوْلُوْا	مَا	لَا	تَفْعَلُوْنَ ۝	اِنَّ	اللّٰهَ	يُحِبُّ	الَّذِيْنَ
نزدیک	اللہ کے	یہ کہ	تم کہو	وہ جو	نہیں	تم کرتے	بیشک	اللہ	پسند کرتا ہے	ان لوگوں کو جو

بیزاری کی بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم کر نہ سکو ۔ ۳ بیشک اللہ اُن لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اُس کی

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝٤ وَاِذْ

يُقَاتِلُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِهٖ	صَفًّا	كَاَنَّهُمْ	بُنْيَانٌ	مَّرْصُوْصٌ ۝	وَ	اِذْ
لڑتے ہیں وہ	بیچ	اس کے راستے کے	صف بستہ ہوکر	گویا کہ وہ	عمارت	سیسہ پلائی ہوئی	اور	جب

راہ میں صف بستہ ہو کر قتال کرتے ہیں ، یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں ۔ ۴ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ

قَالَ	مُوْسٰى	لِقَوْمِهٖ	يٰقَوْمِ	لِمَ	تُؤْذُوْنَنِيْ	وَ	قَدْ	تَّعْلَمُوْنَ	اَنِّيْ
کہا	موسیٰ نے	اپنی قوم سے	اے میری قوم	کیوں	ایذا دیتے ہو تم مجھے	اور	تحقیق	تم جانتے ہو	کہ بیشک میں

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم ! تم مجھے کیوں ایذاء پہنچاتے ہو حالانکہ تم جانتے بھی ہو کہ میں

رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ

رَسُوْلُ	اللّٰهِ	اِلَيْكُمْ ؕ	فَلَمَّا	زَاغُوْٓا	اَزَاغَ	اللّٰهُ	قُلُوْبَهُمْ ؕ	وَ	اللّٰهُ
پیغمبر	اللہ کا	تمہاری طرف	سو جب	ٹیڑھے ہوئے وہ	ٹیڑھا کر دیا	اللہ نے	ان کے دلوں کو	اور	اللہ

تمہاری طرف اللہ کا پیغمبر بن کر آیا ہوں؟ پھر جب اُنہوں نے کجی اختیار کی تو اللہ نے اُن کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا ، اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝٥ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ

لَا	يَهْدِي	الْقَوْمَ	الْفٰسِقِيْنَ ۝	وَ	اِذْ	قَالَ	عِيْسَى	ابْنُ	مَرْيَمَ	يٰبَنِيْٓ
نہیں	ہدایت دیتا	قوم کو	نافرمانوں کی	اور	جب	کہا	عیسیٰ نے	بیٹا	مریم کا	اے بیٹو

نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ ۵ اور اُس وقت کو یاد کیجئے جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا کہ اے

دین کا چراغ بجھانا چاہتے ہیں لیکن اللہ اپنے دین کی روشنی کو مکمل کرنا چاہتا ہے اور ہوگا وہی جو اللہ چاہتا ہے، اس کے بعد مسلمانوں کو ایک کامیاب اور منافع بخش تجارت کی طرف رہنمائی گئی ہے، جس میں ایک طرف اللہ اور اس کے رسول پر ایمان اور اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ ہے اور دوسری طرف یقینی نجات، ہمیشہ رہنے کے باغات، دشمن کے مقابلے میں فتح و نصرت اور سب سے بڑھ کر اللہ کی رضا مندی ہے، یہ ایسی کامیاب تجارت ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے بھی کی تھی، سو تم بھی کرو۔ ۱ اس آیت مبارکہ میں زمین و آسمان کی ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہنا بیان کیا گیا ہے اور اس کیلئے فعل ماضی کی تعبیر اختیار کی گئی ہے، مطلب یہ کہ انسان کی پیدائش سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان ہو رہی ہے، انسان اپنے اوپر ناز نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ غالب اور عزتوں والا ہے، البتہ انسان کو پیدا کرنے میں اس کی بے شمار حکمتیں ہیں کیونکہ وہ حکیم ہے اور اس کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ ۲ ۳ ان آیتوں میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے انہیں تلقین کی گئی ہے کہ دعویٰ مت کیا کرو کیونکہ بعض اوقات انسان کسی چیز کا دعویٰ کرتا ہے اور اسے پورا کرنا اس کیلئے ممکن نہیں ہوتا، جس سے لوگوں کے سامنے شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے سخت ناراض ہوتا ہے اس لئے کہ دعویٰ کرنا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو زیب نہیں دیتا، اسی کو قدرت ہے کہ وہ بڑے سے بڑے دعوے کو پورا کر سکے، انسان بیچارہ تو محدود اختیار اور قدرت رکھتا ہے، چنانچہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب انسان دعویٰ کرتا ہے تو شرمندگی ہی اٹھاتا ہے، یوں بھی دعوے میں بڑا بول پایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو انسان کے بڑے بول پسند نہیں ہیں، بعض لوگوں نے اس آیت کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ اگر انسان خود نیکی کا کوئی کام نہ کرتا ہو تو وہ دوسروں کو اس کی ترغیب کیوں دیتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ انسان دوسروں کو وہ کام کرنے کیلئے کہے جو وہ خود نہ کرتا ہو، لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان دوسروں کو نیکی کی دعوت اس وقت تک نہ دے جب تک وہ خود اس نیکی پر عمل نہ کر لے. اس طرح تو دعوت کے کام کو محدود کرنا لازم آئے گا اور یہ اس آیت کا منشا نہیں ہے، نیکی کی دعوت دینے میں اعلیٰ درجہ تو یہی ہے کہ انسان خود بھی نیکی پر عمل کرے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دے، البتہ بعض اوقات دوسروں کو ترغیب دینے سے خود کو بھی ترغیب ہو جاتی ہے، اس لئے اس آیت میں ''دعوت'' کی ممانعت نہیں کی گئی ہے بلکہ ''دعوے'' کی ممانعت کی گئی ہے اور ان دونوں میں فرق واضح ہے۔ ۴ اس آیت مبارکہ میں بعض صحابہ کے اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کون سا ہے، مختلف حالات میں مختلف لوگوں کیلئے مختلف اعمال کی فضیلت احادیث میں بیان ہوئی ہے کیونکہ موقع کی مناسبت سے جس عمل کی زیادہ ضرورت ہو اس موقع پر وہی عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے، چنانچہ جس وقت سوال پوچھا گیا اس وقت جہاد کے میدان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اور اپنی کارکردگی دکھانا ضروری تھا، اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں جو اس کے راستے میں جہاد کیلئے نکلیں اور دشمن کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑے ہو جائیں، گویا جہاد اور اس میں ثابت قدمی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں میں سے ہے۔ ۵ اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کے ٹیڑھے پن اور فاسق ہونے کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ بنی اسرائیل جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نبوت و رسالت کا جو دعویٰ کیا ہے وہ اس میں بالکل سچے ہیں اور وہ واقعتاً اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں، اس کے باوجود جب انہوں نے کجروی اختیار کی تو اللہ نے بھی ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا کیونکہ وہ لوگ فاسق تھے اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ

اِسْرَآءِيْلَ	اِنِّيْ	رَسُوْلُ	اللّٰهِ	اِلَيْكُمْ	مُّصَدِّقًا	لِّمَا	بَيْنَ	يَدَيَّ	مِنَ
اسرائیل کے	بیشک میں	پیغمبر	اللہ کا	تمہاری طرف	تصدیق کرنے والا	اس کی جو	درمیان	میرے ہاتھوں کے	سے

بنی اسرائیل ! میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں، میں اپنے سے پہلے نازل ہونے والی تورات کی تصدیق

التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا

التَّوْرٰىةِ	وَ	مُبَشِّرًا	بِرَسُوْلٍ	يَّاْتِيْ	مِنْۢ	بَعْدِي	اسْمُهٗٓ	اَحْمَدُ ؕ	فَلَمَّا
تورات کے	اور	خوشخبری دینے والا	ایک پیغمبر کی	آئے گا وہ	سے	میرے پیچھے	نام اُس کا	احمد	سو جب

کرتا ہوں ، اور اُس پیغمبر کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئیگا، اُس کا نام احمد ہوگا ، پھر جب

جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٦ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ

جَآءَهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	قَالُوْا	هٰذَا	سِحْرٌ	مُّبِيْنٌ ۝٦	وَ	مَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنِ
آیا وہ ان کے پاس	ساتھ واضح دلائل کے	کہا انہوں نے	یہ	جادو	کھلا	اور	کون	زیادہ ظالم	اس سے جو

وہ اُن کے پاس واضح دلائل لیکر آئے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے ۔ ٦ اور اُس شخص سے بڑھ کر

افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ

افْتَرٰى	عَلَى	اللّٰهِ	الْكَذِبَ	وَ	هُوَ	يُدْعٰٓى	اِلَى	الْاِسْلَامِ ؕ	وَ	اللّٰهُ
گھڑے	پر	اللہ کے	جھوٹ	اور	وہ	بلایا جاتا ہے	طرف	اسلام کے	اور	اللہ

ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے جبکہ اُسے اسلام کی طرف دعوت دی جا رہی ہو ؟ اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٧ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ

لَا	يَهْدِي	الْقَوْمَ	الظّٰلِمِيْنَ ۝٧	يُرِيْدُوْنَ	لِيُطْفِـُٔوْا	نُوْرَ	اللّٰهِ
نہیں	ہدایت دیتا	قوم کو	ظالموں کی	وہ چاہتے ہیں	کہ بجھادیں	نور کو	اللہ کے

ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا ۔ ٧ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے اللہ کے نور کو

بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝٨ هُوَ الَّذِيْٓ

بِاَفْوَاهِهِمْ	وَ	اللّٰهُ	مُتِمُّ	نُوْرِهٖ	وَلَوْ	كَرِهَ	الْكٰفِرُوْنَ ۝٨	هُوَ	الَّذِيْٓ
اپنے مونہوں سے	اور	اللہ	پورا کرنے والا	اپنے نور کو	اگرچہ	ناپسند کریں	کفر کرنے والے	وہ	جو

بجھا دیں ، جبکہ اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے ، اگرچہ کافروں کو ناگوار ہی گزرے ۔ ٨ اللہ ہی ہے جس نے

٦ اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک بشارت کا حوالہ دیا گیا ہے جس کا تعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہے، دراصل یہودی اور عیسائی اس بات کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہ تھے کہ نبوت بنی اسرائیل کے ہاتھوں سے نکل کر بنی اسماعیل کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے، اسی وجہ سے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے تھے، سو مختلف انبیاء کرام کی پیشین گوئیوں اور بشارتوں کا حوالہ دیا گیا ہے جن کا مصداق نبی علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا، یہ پیشین گوئیاں اس عاجز نے بشارات انبیاء کرام علیہم السلام کے نام سے ایک کتابچے میں جمع کردی ہیں، یہاں ان میں سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک بشارت کا حوالہ دیا گیا ہے اور اس میں واضح طور پر نبی علیہ السلام کا اسم گرامی ''احمد'' موجود ہے، انجیل یوحنا کے باب نمبر ١٤ میں آیت نمبر ١٧-١٥ کا ترجمہ یہ ہے کہ ''اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخش دے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے'' بائبل کے اس ترجمے میں مترجموں نے تحریف کی ہے اور ''مددگار'' کا لفظ استعمال کر کے اصل حقیقت چھپانے کی کوشش کی ہے، دراصل یہاں یونانی زبان کا لفظ فارقلیط (Periclytos) تھا جس کا لفظی معنی قابل تعریف شخص ہے، عربی میں لفظ ''احمد'' کا بھی یہی معنی ہے اسی لئے زیر تذکرہ آیت میں ''احمد'' اسم گرامی آیا ہے، انگریزی مترجموں نے اس کے حروف بھی بگاڑ کر (Paracletus) بنا دیئے اور اردو ترجمہ کرنے والوں نے مددگار، وکیل اور شفیع جیسے الفاظ لکھ دیئے لیکن اس کے باوجود اس کا مصداق سوائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور کوئی نہیں ہو سکتا، لہٰذا اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لانے کے سوا کوئی اور راستہ نہیں بچتا، ورنہ اس کا مطلب یہی سمجھا جائے گا کہ اس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان کا دعویٰ کھوکھلا ہے۔

٧ اس آیت مبارکہ میں اس شخص کو سب سے بڑا ظالم قرار دیا گیا ہے جسے اسلام کی دعوت دی جائے اور وہ اسے قبول کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی نسبت کرنے لگے، مثلاً انجیل کی عبارت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی پیشین گوئی موجود تھی، اسے اپنی مرضی کے لفظ سے تبدیل کر دیا، گویا یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ استعمال فرمایا تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں وہ لفظ موجود نہیں تھا، یہ اتنی بڑی جسارت ہے کہ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے، دنیا میں کسی بادشاہ کے الفاظ کو تبدیل کرنا ناقابل معافی جرم اور خیانت تصور کیا جاتا ہے، یہودیوں اور عیسائیوں نے بادشاہوں کے بادشاہ کے کلام میں تبدیلی کر دی، اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا۔

٨ اس آیت مبارکہ میں دشمنان اسلام کی خواہش بیان کر کے واضح کیا گیا ہے کہ ان کی یہ خواہش کبھی پوری نہ ہوگی، وہ کلام اللہ میں تحریف کر کے انبیاء کرام علیہم السلام کی پیشین گوئیوں کے الفاظ تبدیل کر کے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے منہ سے پھونکیں مار مار کر نورالٰہی کو بجھانے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن یہ نادان لوگ نہیں جانتے کہ

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے   وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ

اَرْسَلَ	رَسُوْلَهٗ	بِالْهُدٰى	وَ	دِيْنِ	الْحَقِّ	لِيُظْهِرَهٗ	عَلَى	الدِّيْنِ
بھیجا اُس نے	اپنے پیغمبر کو	ساتھ ہدایت کے	اور	دین کے	برحق	تاکہ غالب کردے اسے	پر	دین کے

اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے ، تاکہ اُسے تمام ادیان پر

كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝٩ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ ع ١ ٩

كُلِّهٖ	وَلَوْ	كَرِهَ	الْمُشْرِكُوْنَ ۝٩	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	هَلْ	اَدُلُّكُمْ
سارے	اگرچہ	ناپسند کریں	شرک کرنے والے	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	کیا	میں رہنمائی کروں تمہاری

غالب کر دے ، اگرچہ مشرکوں کو نا گوارہی گزرے ۔ ⁹ اے اہل ایمان ! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کا

عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝١٠ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

عَلٰى	تِجَارَةٍ	تُنْجِيْكُمْ	مِّنْ	عَذَابٍ	اَلِيْمٍ ۝١٠	تُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ
پر	ایک تجارت کے	نجات دے تمہیں	سے	عذاب کے	دردناک ۔	ایمان لاؤ تم	اللہ پر

پتہ بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلا دے ؟ ١٠ تم اللہ اور اُس کے پیغمبر پر

وَرَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ط

وَ	رَسُوْلِهٖ	وَ	تُجَاهِدُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	بِاَمْوَالِكُمْ	وَ	اَنْفُسِكُمْ ط
اور	اس کے پیغمبر پر	اور	جہاد کرو تم	بیچ	راستے	اللہ کے	ساتھ اپنے مالوں کے	اور	اپنی جانوں کے

ایمان لاؤ ، اپنے مال اور جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہو،

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝١١ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

ذٰلِكُمْ	خَيْرٌ	لَّكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ ۝١١	يَغْفِرْ	لَكُمْ	ذُنُوْبَكُمْ
تمہارا یہ (عمل)	زیادہ بہتر	تمہارے لئے	اگر	تم ہو	جانتے	معاف کردے گا	تمہارے لئے	تمہارے گناہوں کو

یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو ۔ ١١ وہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا

وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ

وَ	يُدْخِلْكُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	وَ	مَسٰكِنَ	طَيِّبَةً	فِيْ
اور	داخل کرے گا تمہیں	باغات میں	بہتی ہوں گی	سے	اس کے نیچے	نہریں	اور	رہائش گاہیں	پاکیزہ	بیچ

اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ہمیشہ رہنے کے باغات میں

٩ اس آیت مبارکہ میں غلبۂ دین کا اعلان کیا گیا ہے کہ کافروں، مشرکوں اور غیر مسلموں کو یہ بات خواہ کتنی ہی بری لگے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمارکھا ہے کہ اس نے اپنے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے اسے دنیا کے تمام ادیان و مذاہب پر ضرور غلبہ عطا فرمائے گا، چنانچہ مختصر سے عرصے میں اسلام نے فتوحات اور کامیابی کے ایسے جھنڈے گاڑے کہ پوری دنیا میں اسلام غالب آ گیا، ظاہری اور باطنی طور پر اسے مغلوب کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں، چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ آباد دنیا کے ہر کونے میں اسلام کو سربلندی نصیب ہوئی، صوفیاء و تجار، مجاہدین، علماء، حفاظ، قراء، مبلغین اور خاموشی سے محنت کرنے والوں نے اس مقصد کیلئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں اور بارگاہ الٰہی میں سرخرو ہو کر حاضر ہو گئے اور عنقریب اسلام کے ظاہری غلبے کا زمانہ دوبارہ لوٹ کر آنے والا ہے۔ انشاء اللہ۔

١٠ ١١ ان آیتوں میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے ایک ایسی کامیاب تجارت کی طرف ان کی رہنمائی کی گئی ہے جس میں انہیں منافع ہی منافع ہوگا، اس تجارت میں گھاٹے اور نقصان کا تصور بھی نہیں ہو سکتا چونکہ دنیا کا ہر شخص ایسی تجارت میں دلچسپی رکھتا ہے جس میں اس کی اصل رقم بھی محفوظ رہے، اسے نقصان بھی نہ ہو اور منافع بھی بڑھ چڑھ کر ہو، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو چند ایسے کام بتائے ہیں جن کے کرنے سے انہیں فائدہ ہی فائدہ ہے، کسی قسم کا نقصان نہیں ہے اور وہ کام بھی مشکل نہیں ہیں، پہلا یہ کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ" یہ ایمان ایسا مضبوط، کامل اور پختہ ہونا چاہئے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت اور بڑے سے بڑا مادی فائدہ تمہارے ایمان میں ڈگمگاہٹ پیدا نہ کر سکے، اس سے تمہاری وفاداری ثابت ہوگی اور ساری دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مخلص بندہ ہے، کچھ بھی ہو جائے یہ اپنے ایمان سے منہ نہیں موڑے گا، ایسے مخلص اور وفادار بندوں کا مستحق انعام ہونا واضح بات ہے کیونکہ اگر ایسے لوگ ہی انعام کے مستحق نہ ہوں گے تو اور کون ہوگا؟ دوسرا کام یہ کہ اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو یعنی اللہ کو راضی کرنے کیلئے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کرو، اگر جان کی ضرورت ہو تو جان پیش کرو، مال کی ضرورت ہو تو مال پیش کرو اور دونوں کی ضرورت ہو تو دونوں پیش کرو، دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ تمہارے پاس اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے اور اس کے ساتھ سودا کرنے کیلئے جو پونجی ہے وہ دو چیزوں پر مشتمل ہے، پہلی چیز وفاداری ہے اور دوسری چیز قربانی ہے اس کے بدلے میں مسلمانوں کو کیا ملے گا اس کا جواب اگلی آیتوں میں دیا گیا ہے۔

جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۙ﴿۱۲﴾ وَ اُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ

جَنّٰتِ	عَدْنٍ ؕ	ذٰلِكَ	الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾	وَ	اُخْرٰى	تُحِبُّوْنَهَا ؕ
باغات کے	ہمیشہ کے	وہ	کامیابی	بہت بڑی	اور	دوسری چیز	تم پسند کرتے ہو اسے

پاکیزہ رہائش گاہیں ، یہی بڑی کامیابی ہے ۔ ⑫ اور ایک اور چیز بھی جو تم پسند کرتے ہو ،

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

نَصْرٌ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَ	فَتْحٌ	قَرِيْبٌ ؕ	وَ	بَشِّرِ	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾	يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ
مدد	سے	اللہ کے	اور	فتح	قریب کی	اور	خوشخبری دیدے	ایمان والوں کو	اے	وہ لوگو! جو

یعنی اللہ کی مدد اور قریب کی فتح ، اور آپ مؤمنین کو خوشخبری دے دیجئے۔ ⑬ اے اہل

اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ

اٰمَنُوْا	كُوْنُوْۤا	اَنْصَارَ	اللّٰهِ	كَمَا	قَالَ	عِيْسَى	ابْنُ	مَرْيَمَ	لِلْحَوَارِيّٖنَ
ایمان لائے	ہوجاؤ تم	مددگار	اللہ کے	جیسا کہ	کہا	عیسیٰ نے	بیٹا	مریم کا	حواریوں سے

ایمان! اللہ کے مددگار بن جاؤ ، جیسے عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا

مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ

مَنْ	اَنْصَارِيْۤ	اِلَى	اللّٰهِ ؕ	قَالَ	الْحَوَارِيُّوْنَ	نَحْنُ	اَنْصَارُ	اللّٰهِ
کون	میرا مددگار	طرف	اللہ کے	کہا	حواریوں نے	ہم	مددگار	اللہ کے

کہ اللہ کی راہ میں کون میری مدد کرے گا ؟ حواری کہنے لگے کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں ،

فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ

فَاٰمَنَتْ	طَّآئِفَةٌ	مِّنْۢ	بَنِيْۤ	اِسْرَآءِيْلَ	وَ	كَفَرَتْ	طَّآئِفَةٌ ۚ
سو ایمان لایا	ایک گروہ	سے	بیٹوں کے	اسرائیل کے	اور	کفر کیا	ایک گروہ نے

چنانچہ بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لے آیا اور ایک گروہ نے کفر کیا،

فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾ ع

فَاَيَّدْنَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	عَلٰى	عَدُوِّهِمْ	فَاَصْبَحُوْا	ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾
سو مدد کی ہم نے	ان لوگوں کی جو	ایمان لائے	پر	اپنے دشمن کے	سو ہو گئے وہ صبح کو	غالب ہونے والے

سو ہم نے ایمان لانے والوں کی اُن کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کی ، چنانچہ وہی غالب ہو کر رہے۔ ⑭

ع ٢ ٥ ١٠

⑫ ⑬ ان آیتوں میں وہ منافع بیان کیا گیا ہے جو مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجارت کرنے کی صورت میں حاصل ہوگا، پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ تجارت مسلمانوں کے حق میں مکمل خیر پر مبنی ہے، اس میں شر کا کوئی پہلو نہیں ہے، دوسری بات یہ ہے کہ یہ تجارت اہل ایمان کیلئے دنیا میں بھی فائدہ کا سبب ہے اور آخرت میں بھی اس کا اجر و ثواب بہت عظیم ہے چونکہ آخرت کا اجر ہمیشہ رہنے والا ہے اس لئے پہلے اسے بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اس تجارت کے بدلے میں تمہیں مغفرت کا پروانہ عطا فرمائے گا، نیز تمہیں جنت میں داخلہ عطا فرمائے گا اور راستے کی تمام رکاوٹیں دور فرمائے گا اور جنت میں ایسی عمدہ نفیس اور بہترین رہائشگاہیں عطا فرمائے گا جن کا تصور بھی انہوں نے نہ کیا ہوگا، اصل کامیابی اور منافع تو یہی ہے اس کے ساتھ ساتھ ایک فائدہ دنیا کا بھی ہے جس کی خواہش مسلمانوں کو ہوتی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ دشمن کے خلاف ان کی مدد اور نصرت فرمائے اور انہیں فتح قریب عطا فرمائے، سو اس کیلئے نبی علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے کہ اہل ایمان کو اس کی خوشخبری سنا دیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی یہ خواہش ضرور پوری کرے گا اور دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد کر کے انہیں فتح سے ضرور ہمکنار کرے گا۔

⑭ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے انہیں دین اسلام کی نشر و اشاعت اور اس کے فروغ کیلئے کوششیں کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے چند مخلص ساتھیوں کو اشاعت دین کی طرف متوجہ کیا تو وہ لوگ اس کام کیلئے فوراً تیار ہو گئے اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ دین الٰہی کی نصرت و اشاعت کیلئے ہم اللہ کے مددگار ہیں، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد ان کے حواری مختلف علاقوں میں پھیل گئے اور ان کی تعلیمات کو عام کرنے کی بھرپور کوشش کی، تاہم کچھ عرصے بعد ان تعلیمات کا حلیہ بگاڑنے کیلئے کچھ یہودیوں نے سازش کی اور بنی اسرائیل مختلف فرقوں میں بٹ گئے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے یا نہ لانے کے حوالے سے بنی اسرائیل میں پہلے ہی تفریق موجود تھی، اس لئے جب اسلام آیا اور اس نے پوری قوت کے ساتھ باطل عقائد اور فرسودہ نظریات و تعلیمات پر کاری ضرب لگائی تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ان پر کامل غلبہ عطا فرما دیا اب انہیں چاہئے کہ وہ دین اسلام کی نشر و اشاعت کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان حواریوں کی طرح محنت کریں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے براہ راست شاگرد تھے اور انہی کی طرح قربانیاں دیں تاکہ یہ ان کے نامہ اعمال میں لکھا جائے چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس حکم کی بھرپور تعمیل کی دین کا علم حاصل کرنے کیلئے لازوال قربانیاں دیں، پھر اس کی اشاعت، حق بات کی تلقین اور باطل کی تردید میں انہوں نے دن اور رات، سردی اور گرمی، اپنے اور بیگانے کی تفریق ختم کر دی، تحریر اور تقریر کے ذریعے اس دین کو محفوظ کرنے کی نہایت درخشاں مثالیں قائم کیں، پھر انہی کے تیار کردہ خطوط پر ان کے شاگرد نسل در نسل چلتے رہے اور انہوں نے اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں کسی کوتاہی کا ثبوت دیا اور نہ ہی بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ کیا بلکہ مختلف فرقوں میں تقسیم ہونے کے باوجود ان کے دین کی بنیاد ابھی بھی صحیح سلامت باقی ہے اور تا صبح قیامت اس دین میں تحریف کرنے والوں کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکے گی اور یہ دین ہمیشہ تمام ادیان و مذاہب پر غالب رہے گا۔ انشاء اللہ

الحمد للہ! آج مورخہ ۲۶ اکتوبر ۲۰۱۹ بروز ہفتہ

اٰيَاتُهَا ١١ | (٦٢) سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ (١١٠) | رُكُوْعَاتُهَا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ

يُسَبِّحُ	لِلّٰهِ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِي	الْاَرْضِ	الْمَلِكِ	الْقُدُّوْسِ
تسبیح کرتا ہے	اللہ کی	جو کچھ	بیچ	آسمانوں کے	اور	جو کچھ	بیچ	زمین کے	بادشاہ	ہر عیب سے پاک

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو کہ حقیقی بادشاہ، ہر عیب سے پاک،

الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝١ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا

الْعَزِيْزِ	الْحَكِيْمِ ۝	هُوَ	الَّذِيْ	بَعَثَ	فِي	الْاُمِّيّٖنَ	رَسُوْلًا	مِّنْهُمْ	يَتْلُوْا
غالب	حکمت والا	وہ	جو	بھیجا اس نے	بیچ	اُمیوں کے	ایک پیغمبر	ان میں سے	تلاوت کرتا ہے وہ

غالب، حکمت والا ہے۔ [1] اللہ وہی ہے جس نے اُمیوں میں اُن ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو اُس کی آیتوں کی

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ

عَلَيْهِمْ	اٰيٰتِهٖ	وَيُزَكِّيْهِمْ	وَ	يُعَلِّمُهُمُ	الْكِتٰبَ	وَ	الْحِكْمَةَ ۚ	وَاِنْ	كَانُوْا	مِنْ
ان پر	اپنی آیتیں	اور تزکیہ کرتا ہے اُن کا	اور	سکھاتا ہے انہیں	کتاب	اور	حکمت	اگرچہ	تھے وہ	سے

تلاوت کرتا ہے، اُن کا تزکیہ کرتا ہے، اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے وہ

قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٢ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ

قَبْلُ	لَفِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ۝	وَّ	اٰخَرِيْنَ	مِنْهُمْ	لَمَّا	يَلْحَقُوْا	بِهِمْ ۭ	وَ	هُوَ
پہلے	البتہ بیچ	گمراہی کے	کھلی	اور	کچھ دوسرے	ان میں سے	اب تک نہیں	آکر ملے	ان سے	اور	وہ

کھلی گمراہی میں پڑے تھے [2] اور اُنہی میں سے کچھ دوسرے لوگوں کیلئے بھی جو ابھی تک اُن سے آکر نہیں ملے، اور وہ

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٣ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ

الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ۝	ذٰلِكَ	فَضْلُ	اللّٰهِ	يُؤْتِيْهِ	مَنْ	يَّشَاۗءُ ۭ	وَ	اللّٰهُ
غالب	حکمت والا	وہ	فضل	اللہ کا	دیتا ہے وہ	جسے	چاہتا ہے	اور	اللہ

غالب، حکمت والا ہے۔ [3] یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ

سورة الجمعة

سورۂ جمعہ مدنی سورت ہے، اس میں کل حروف ۷۲۰، کلمات ۱۸۰، آیات ۱۱ اور رکوعات ۲ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ۹ میں "الجمعۃ" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ جمعہ رکھا گیا، اس سورت کا مرکزی مضمون اہل علم کی ذمہ داریوں کا بیان ہے، تلاوت آیات، تعلیم کتاب، تزکیہ نفس اور تعلیم حکمت جس طرح پیغمبر ﷺ کی ذمہ داریاں ہیں، وراثت نبوت کے توسط سے علماء کرام کی بھی ذمہ داریاں ہیں، اگر اہل علم اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کریں تو ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہو اور اسے خود اس سے کوئی فائدہ نہ ہو، اس سورت میں یہودیوں کو چیلنج دیا گیا ہے کہ اگر جنت کے حقیقی وارث اور اللہ تعالیٰ کے حقیقی دوست تم ہی ہو تو موت کی تمنا کر کے دکھاؤ، آج تک یہودی اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکے اور نہ کبھی کر سکیں گے، آخر میں مسلمانوں کو جمعہ کے دن کے آداب و احکام سمجھائے گئے ہیں، جن کی تفصیل آیات میں موجود ہے۔

[1] اس آیت مبارکہ میں زمین و آسمان کی ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہونا بیان کیا گیا ہے، گزشتہ سورت کا آغاز بھی اسی مضمون سے کیا گیا تھا، فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں فعل ماضی کا صیغہ تھا اور یہاں فعل مضارع کا صیغہ ہے، نیز وہاں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں العزیز اور الحکیم بیان کی گئی تھیں جبکہ یہاں ان دو سے پہلے مزید دو صفتیں الملک اور القدوس بیان کی گئی ہیں، ان دونوں صفتوں پر سورۂ حشر کی آیت نمبر ۲۳ کے تحت کلام ہو چکا ہے، وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔

[2] [3] ان آیتوں میں نبی علیہ السلام کی بعثت کے حوالے سے چار اہم باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ نبی علیہ السلام کی بعثت کن لوگوں میں ہوئی؟ دوسری یہ کہ نبی علیہ السلام کی بعثت سے پہلے ان کی کیا حالت تھی؟ تیسری یہ کہ نبی علیہ السلام کی بعثت کے مقاصد کیا تھے؟ اور چوتھی یہ کہ وہ مقاصد پورے ہوئے یا نہیں؟ ان میں سے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کی بعثت کسی مخصوص قوم علاقے یا ملک کیلئے نہیں تھی بلکہ آپ کی بعثت عمومی تھی اور آپ کو ہر قوم، علاقے اور ملک کے لوگوں کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا تھا، سو جو لوگ آپ کے زمانے میں موجود تھے وہ بھی آپ کی دعوت کے مخاطب تھے اور جو آپ کے بعد آئے یا قیامت تک آتے رہیں گے اگرچہ انہیں نبی علیہ السلام سے شرف ملاقات حاصل نہ ہو اور انہوں نے آپ کا زمانہ نہ پایا ہو وہ بھی آپ کی امت میں شامل ہیں، ان میں سے وہ لوگ نبی علیہ السلام کی دعوت کے اولین مخاطب تھے جنہیں نبی علیہ السلام کا مبارک دور نصیب ہو گیا، وہ لوگ غیر تعلیم یافتہ امی تھے، نبی اکرم ﷺ کو ان کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری دی گئی، نبی علیہ السلام نے یہ ذمہ داری اس قدر خوبصورتی اور عمدگی کے ساتھ نبھائی کہ وہ غیر تعلیم یافتہ امی لوگ ساری دنیا کے معلم بن گئے، دوسرے سوال کا جواب آیت نمبر ۲ کے آخری جملے میں دیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے وہ لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے، وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، بے حیائی اور گناہ کا ہر کام ان کیلئے معمولی بات تھی، وہ یتیموں اور بیواؤں کے مال و جائیداد پر بہت آسانی سے قبضہ کر لیتے تھے، ہر طاقتور اپنے سے کمزور کو کھا جاتا تھا اور وہ حقیقت سے دور ایک غیر حقیقی زندگی گزار رہے تھے جیسا کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے شاہ حبشہ نجاشی کے دربار میں تقریر کرتے ہوئے بیان کیا تھا، تیسرے سوال کا جواب آیت نمبر ۲ کے دوسرے جزو میں دیا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام کی بعثت کے چار مقصد تھے، تلاوت آیات، تزکیۂ نفس، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت ان چاروں مقاصد پر سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۹ کے تحت مفصل کلام ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جہاں تک تعلق ہے چوتھے سوال کا تو اس کا جواب آیت نمبر ۳ کے آخری جملے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے، اس لئے اس نے نبی علیہ السلام کی بعثت جن مقاصد کیلئے فرمائی تھی وہ اس نے سو فیصد حاصل کر لئے اور ان کے فوائد سے آج تک پوری دنیا استفادہ کر رہی ہے اسلئے یہاں ناکامی کا دور دور تک کوئی تصور نہیں ہے۔

ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (٤) مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا

ذُوالْفَضْلِ	الْعَظِيْمِ (٤)	مَثَلُ	الَّذِيْنَ	حُمِّلُوا	التَّوْرٰىةَ	ثُمَّ	لَمْ	يَحْمِلُوْهَا
فضل والا	بڑے	مثال	ان لوگوں کی جو	بوجھ ڈالے گئے وہ	تورات کا	پھر	نہیں	بوجھ اٹھایا انہوں نے اس کا

بڑے فضل والا ہے۔ [٤] اُن لوگوں کی مثال جن پر تورات کی ذمہ داری ڈالی گئی ، پھر انہوں نے اُس ذمہ داری کو نہ اٹھایا

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

كَمَثَلِ	الْحِمَارِ	يَحْمِلُ	اَسْفَارًا ؕ	بِئْسَ	مَثَلُ	الْقَوْمِ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا
جیسے مثال	گدھے کی	اٹھائے ہوئے	بہت سی کتابیں	بدترین	مثال	قوم کی	وہ لوگ جو	جھٹلایا انہوں نے

اُس گدھے کی سی ہے جو اپنی پشت پر کتابوں کا بوجھ لادے ہوئے ہو ، بہت بری مثال ہے اُن لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیتوں کی

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (٥) قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ ؕ	وَ	اللّٰهُ	لَا	يَهْدِى	الْقَوْمَ	الظّٰلِمِيْنَ (٥)	قُلْ	يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ
آیتوں کو	اللہ کی	اور	اللہ	نہیں	ہدایت دیتا	قوم کو	ظالموں کی	تُو کہہ	اے	وہ لوگو! جو

تکذیب کی ، اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا ۔ [٥] اے نبی ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ، آپ فرما دیجئے کہ اے

هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا

هَادُوْۤا	اِنْ	زَعَمْتُمْ	اَنَّكُمْ	اَوْلِيَآءُ	لِلّٰهِ	مِنْ	دُوْنِ	النَّاسِ	فَتَمَنَّوُا
یہودی ہوئے	اگر	تم سمجھتے ہو	کہ بیشک تم	دوست ہو	اللہ کے	سے	علاوہ	لوگوں کے	تو تمنا کرو

یہودیو! اگر تم سمجھتے ہو کہ دوسرے تمام لوگوں کے علاوہ تم ہی اللہ کے دوست ہو تو موت کی

الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (٦) وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ

الْمَوْتَ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ (٦)	وَ	لَا	يَتَمَنَّوْنَهٗۤ	اَبَدًا	بِمَا	قَدَّمَتْ
موت کی	اگر	تم ہو	سچے	اور	نہیں	تمنا کریں گے اس کی	کبھی	اس وجہ سے جو	آگے بھیجا

تمنا کرو، اگر تم سچے ہو ۔ [٦] اور اُن کے ہاتھوں نے جو کچھ آگے بھیجا ہے ، اُس کی وجہ سے وہ موت کی تمنا

اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (٧) قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِىْ تَفِرُّوْنَ

اَيْدِيْهِمْ ؕ	وَ	اللّٰهُ	عَلِيْمٌ	بِالظّٰلِمِيْنَ (٧)	قُلْ	اِنَّ	الْمَوْتَ	الَّذِىْ	تَفِرُّوْنَ
ان کے ہاتھوں نے	اور	اللہ	خوب جاننے والا	ظالموں کو	تُو کہہ	بیشک	موت	وہ جو	تم بھاگ رہے ہو

کبھی بھی نہ کریں گے، اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ [٧] اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) ، آپ فرما دیجئے کہ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو، وہ تم سے آ کر ضرور

[٤] اس آیت مبارکہ میں "ذٰلك" سے نبوت و رسالت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، یعنی نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اپنا فضل فرما دے، کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے ، یہودیوں کو نبی ﷺ کے بنی اسماعیل میں سے ہونے پر اعتراض تھا، مشرکوں کا کہنا تھا کہ کسی سردار کو نبوت کیوں نہیں دی گئی؟ حالانکہ نبوت کسی کی پسند یا ناپسند کی بنا پر نہیں دی جاتی اس کا صرف ایک ہی معیار ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم چونکہ نبی ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم کامل ہے لہٰذا انہیں خاتم النبیین ہونے کا اعزاز عطا فرمایا گیا سو اب ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ [٥] اس آیت مبارکہ میں بے عمل یہودیوں کو اس گدھے سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی پشت پر نہایت قیمتی، نفیس اور معلومات سے بھرپور کتابیں لدی ہوئی ہوں اور وہ اس کے خمار میں مبتلا ہو کر یہ سمجھنے لگے کہ دنیا میں مجھ سے بڑا علامہ اور کون ہو سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس خوش فہمی کی وجہ سے وہ علامہ نہیں بن جاتا، یہ مثال تو بری ہے لیکن یہودیوں پر پوری طرح صادق آتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تورات کی حفاظت کی ذمہ داری دی تھی، ان پر لازم تھا کہ اسے سیکھتے، سمجھتے اور اس پر عمل کرنے کی حتی الامکان کوشش کرتے، حالانکہ تورات آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد سب سے اہم اور عظیم الشان کتاب ہے، احکام اور حکمتوں کا ایک بھرپور خزانہ اس میں موجود ہے اور یہودی اس کی وجہ سے خود کو اقوام عالم میں سب سے ممتاز اور برتر بھی خیال کرتے تھے لیکن جب اسے محفوظ کرنے اور اس پر عمل کرنے کی بات آتی تو وہ اس میں ایسی مکاری اور چالاکی دکھاتے کہ احکام و تعلیمات تورات کی اصل شکل ہی مسخ ہو کر رہ جاتی، گویا تورات کا عالم اور حامل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی ذمہ داری پوری ہو گئی ہے ، بلکہ اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس پر عمل بھی کر کے دکھائیں، یہی حکم اس امت کے ان علماء کا بھی ہے جن کے پاس علم اور معلومات کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہے، لیکن وہ اس علم پر عمل کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں، ان کے قول اور فعل میں تضاد ہے، ان کے دل میں لالچ اور بخل کے اڈے ہیں، ان کی آنکھوں اور کانوں میں خیانت ہے اور ان کی زبانوں پر جھوٹ، بڑے بول اور برے بول ہیں، وہ دین کا لبادہ اوڑھ کر دنیا کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ اللہ کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جائیں گے، سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا [٦] [٧] ان آیتوں میں ایک چیلنج اور ایک پیشین گوئی کی گئی ہے، یہ چیلنج اور پیشین گوئی ہر زمانے کے یہودیوں کیلئے ہے کیونکہ وہ خود کو اللہ کا مقرب اور چہیتا سمجھتے ہیں، انہیں یہ خوش گمانی بھی ہے کہ جنت تو صرف انہی کیلئے بنائی گئی ہے اس لئے جنت میں صرف وہی جائیں گے چنانچہ یہ لوگ اس کا اظہار بھی وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تو یہودیوں سے ایسا کوئی وعدہ نہیں فرمایا کہ جنت میں ان کے علاوہ اور کوئی نہیں جائے گا لیکن اگر ایک لمحے کیلئے فرض کر لیا جائے کہ یہودیوں کا یہ دعویٰ درست اور سچا ہے تو پھر ان کے اور جنت کے درمیان میں سب سے بڑی رکاوٹ ان کی زندگی ہے، جب تک وہ زندہ رہیں گے اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہو سکیں گے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے جنت میں داخل ہونے کیلئے ان کا مرنا ضروری ہے، گویا موت ایک ایسا پل ہے جسے عبور کرتے ہی وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جنت میں داخل ہونے کا اشتیاق ہر کسی کو ہوتا ہے اور اگر یہ اشتیاق صرف موت سے پورا ہو سکتا ہو تو یہ کوئی مہنگا سودا نہیں ہے، اس لئے یہودیوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے موت کی تمنا اور دعا کریں تاکہ دنیا کے ان بکھیڑوں سے نجات حاصل کر کے راحت اور سلامتی کے گھر منتقل ہو جائیں اور انہیں جنت نصیب ہو جائے ، اگر یہودی اپنے دعوے میں سچے ہیں اور ان میں جرات اور جنت کا اشتیاق ہے تو وہ اس چیلنج کو قبول کر لیں، اس چیلنج کے ذریعے

مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ

مِنْهُ	فَاِنَّهٗ	مُلٰقِيْكُمْ	ثُمَّ	تُرَدُّوْنَ	اِلٰى	عٰلِمِ	الْغَيْبِ	وَ	الشَّهَادَةِ	فَيُنَبِّئُكُمْ
اس سے	تو بیشک وہ	ملنے والی تم سے	پھر	تم لوٹائے جاؤ گے	طرف	جاننے والے کے	پوشیدہ	اور	ظاہر	سو بتادے گا وہ تمہیں

ملے گی، پھر تم اُس ذات کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو کہ پوشیدہ اور ظاہر سب کچھ جاننے والا ہے، سو وہ تمہیں بتادے گا

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٨﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ

بِمَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ۝	يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْۤا	اِذَا	نُوْدِيَ	لِلصَّلٰوةِ	مِنْ
وہ جو	تم تھے	جانتے	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	جب	اذان دی جائے	نماز کیلئے	سے

جو اعمال تم کرتے رہے ہو۔ ⑧ اے اہلِ ایمان! جب جمعہ کے دن نماز کیلئے

يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

يَوْمِ	الْجُمُعَةِ	فَاسْعَوْا	اِلٰى	ذِكْرِ	اللّٰهِ	وَ	ذَرُوا	الْبَيْعَ ۭ	ذٰلِكُمْ	خَيْرٌ	لَّكُمْ
دن کے	جمعہ کے	تو دوڑو	طرف	ذکر کے	اللہ کے	اور	چھوڑ دو	تجارت کو	تمہارا یہ (عمل)	زیادہ بہتر	تمہارے لئے

اذان ہو تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ لگایا کرو اور تجارت کو چھوڑ دیا کرو، یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٩﴾ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ

اِنْ	كُنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ ۝	فَاِذَا	قُضِيَتِ	الصَّلٰوةُ	فَانْتَشِرُوْا	فِي	الْاَرْضِ
اگر	تم ہو	جانتے	سو جب	پوری ہوجائے	نماز	تو پھیل جاؤ تم	بیچ	زمین کے

اگر تم جانتے ہو۔ ⑨ پھر جب نماز مکمل ہو جائے تو تم زمین میں پھیل جایا کرو

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٠﴾ وَاِذَا

وَابْتَغُوْا	مِنْ	فَضْلِ	اللّٰهِ	وَاذْكُرُوا	اللّٰهَ	كَثِيْرًا	لَّعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ ۝	وَ	اِذَا
اور تلاش کرو	سے	فضل	اللہ کا	اور ذکر کرو	اللہ کا	کثرت سے	تاکہ تم	کامیاب ہوجاؤ	اور	جب

اور اللہ کا فضل تلاش کیا کرو اور کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کیا کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ ⑩ اور جب

رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ِۨانْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ

رَاَوْا	تِجَارَةً	اَوْ	لَهْوَا	انْفَضُّوْۤا	اِلَيْهَا	وَتَرَكُوْكَ	قَآئِمًا ۭ	قُلْ	مَا	عِنْدَ	اللّٰهِ
دیکھتے ہیں وہ	کوئی تجارت	یا	کوئی کھیل	منتشر ہوجاتے ہیں	اس کی طرف	اور چھوڑ دیتے ہیں	تجھے کھڑا ہوا	تو کہہ	وہ جو	پاس	اللہ کے

وہ کوئی تجارت یا کھیل تماشا دیکھتے ہیں تو اُس کی طرف منتشر ہوجاتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں، اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ فرمادیجئے کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے،

ع ١ ٨ ١١

یہودیوں کو یہ موقع فراہم کیا گیا تھا کہ وہ خود کو درست اور حق پر ثابت کرسکیں، اگر وہ اس چیلنج کو قبول کر کے موت کی تمنا کر لیتے تو ثابت ہو جاتا کہ وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں لیکن قرآن کریم نے پیشین گوئی کردی کہ یہ لوگ اپنے اعمال اور کرتوتوں سے خوب باخبر ہیں، اس لئے یہ موت کی تمنا کبھی بھی نہیں کریں گے کیونکہ یہودی جانتے تھے کہ جوں ہی وہ موت کی تمنا کریں گے اسی وقت ان پر موت مسلط ہو جائے گی جبکہ وہ مرنا نہیں چاہتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اس چیلنج اور پیشین گوئی کی روشنی میں کسی یہودی نے موت کی تمنا نہیں کی۔

⑧ اس آیت مبارکہ میں موت کا برحق ہونا بیان کیا گیا ہے، دراصل یہودیوں کو مرنے سے ڈر لگتا تھا اس لئے وہ خود کو جنت کا حقدار سمجھنے کے باوجود مرنے کی تمنا کرنے کیلئے تیار نہ تھے حالانکہ موت ایک ایسی حقیقت ہے کہ انسان اس سے جتنا مرضی بھاگ لے اس کے چنگل سے بچ نہیں سکتا اور اسے دھوکہ دینے میں کامیاب نہیں ہوسکتا، اس سے اگلی حقیقت یہ ہے کہ مرنے کے بعد جب ساری مخلوق کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا، وہ اپنے علم کامل کے مطابق ہر شخص کو اس کے اعمال سے باخبر کر کے اس کیلئے جزا اور سزا کا فیصلہ فرمائے گا۔ ⑨ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے جمعہ کے دن کے حوالے سے دو حکم دیئے گئے ہیں جس کا مقصد اس دن کی اہمیت اور عظمت کو اجاگر کرنا ہے، ابتدا میں اس دن کو "یوم العروبہ" کہا جاتا تھا، جب سے نبی علیہ السلام کے اجداد میں سے کعب بن لوئ نے اس دن لوگوں کو جمع کر کے انہیں وعظ و نصیحت کرنا شروع کیا، اس دن سے لوگوں کے اجتماع کی مناسبت سے اس کا نام "یوم الجمعہ" پڑ گیا یعنی اجتماعیت کا دن' اللہ تعالیٰ نے اس دن میں ایک گھڑی ایسی رکھی ہے کہ انسان اس میں جو بھی دعا کرے' وہ ضرور قبول ہوتی ہے، پہلی امتوں نے ہفتہ وار اجتماعی عبادت کے دن کا انتخاب کرنے میں غلطی کی، چنانچہ یہودیوں نے ہفتے کا دن اور عیسائیوں نے اتوار کا دن مقرر کرلیا، حالانکہ سب سے زیادہ بابرکت دن جمعہ کا تھا، اس کی توفیق اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دے دی، چنانچہ اب وہ دنیا میں اپنی اجتماعیت کا مظاہرہ اسی دن کرتے ہیں اور اس کیلئے خاص اہتمام کرتے ہیں، اس میں دو چیزوں کو ضرور مدنظر رکھنا چاہئے، پہلی یہ کہ اذان جمعہ سنتے ہی اپنا کاروبار موقوف کردیا کرو، اور یہ کہ فوراً ذکر اللہ کی طرف دوڑا کرو، مسجد میں پہنچ کر ذکر اور وعظ کی مجلسوں میں شریک ہوا کرو، اہل علم کی رائے یہ ہے کہ یہ دونوں کام اس وقت کرنا ضروری ہیں جب نماز جمعہ کیلئے پہلی اذان دی جائے، گویا یہاں اذان جمعہ سے مراد دوسری اذان نہیں، بلکہ پہلی اذان ہے، لہٰذا نماز جمعہ کی اذان اول کے بعد کاروباری سرگرمیاں اور خرید وفروخت کرنا ممنوع اور حرام ہے، تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنی تمام معروفیات کو ترک کر کے مسجد میں جمع ہوں' اللہ کا ذکر کریں' اس کا ذکر سنیں' دین کا علم حاصل کریں اور ایک بھرپور اجتماع کے ساتھ نماز ادا کر کے اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمام لوگوں کیلئے خیر و برکت کی دعا کریں، ایسا کرنے میں ہی اہل ایمان کیلئے خیر اور بھلائی ہے۔ ⑩ اس آیت مبارکہ میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد تین کام کرنے کیلئے فرمایا گیا ہے، پہلا یہ کہ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد مسجد میں ہی بیٹھے رہنا ضروری نہیں ہے بلکہ وہاں سے جانے اور زمین میں منتشر ہونے اور اپنے اپنے کاموں پر جانے کی اجازت ہے، دوسرا یہ کہ نماز جمعہ کے بعد کاروبار ممنوع نہیں ہے بلکہ وہ تو اللہ کا فضل ہے اور اللہ کا فضل زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، لہٰذا نماز جمعہ کے بعد کاروبار میں مشغول ہونا جائز ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن ہفتہ وار چھٹی کا یہ تصور کہ کاروباری سرگرمیاں معطل ہوجائیں، اسلام میں فرائض اور واجبات کا درجہ نہیں رکھتا بلکہ آیت نمبر ٩ سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان

خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝١١ ع

خَيْرٌ	مِّنَ	اللَّهْوِ	وَ	مِنَ	التِّجَارَةِ ؕ	وَ	اللّٰهُ	خَيْرُ	الرّٰزِقِيْنَ ۝
زیادہ بہتر	سے	کھیل کے	اور	سے	تجارت کے	اور	اللہ	بہترین	رزق دینے والوں میں

وہ کھیل تماشے اور تجارت سے زیادہ بہتر ہے اور اللہ بہترین رزق دینے والا ہے ۔ [11]

اٰيَاتُهَا ١١ — (٦٣) سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ (١٠٤) — رُكُوْعَاتُهَا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

اِذَا	جَآءَكَ	الْمُنٰفِقُوْنَ	قَالُوْا	نَشْهَدُ	اِنَّكَ	لَرَسُوْلُ	اللّٰهِ	وَ	اللّٰهُ	يَعْلَمُ
جب	آتے ہیں تیرے پاس	منافقین	کہتے ہیں وہ	ہم گواہی دیتے ہیں	کہ بیشک تو	البتہ پیغمبر	اللہ کا	اور	اللہ	جانتا ہے

جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں ، اور اللہ جانتا ہے کہ

اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝١ ۚ اِتَّخَذُوْٓا

اِنَّكَ	لَرَسُوْلُهٗ ؕ	وَ	اللّٰهُ	يَشْهَدُ	اِنَّ	الْمُنٰفِقِيْنَ	لَكٰذِبُوْنَ ۝ ۚ	اِتَّخَذُوْٓا
کہ بیشک تو	البتہ اس کا پیغمبر	اور	اللہ	گواہی دیتا ہے	کہ بیشک	منافقین	البتہ جھوٹے	بنالیا انہوں نے

بیشک آپ اُس کے رسول ہیں ، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافقین جھوٹے ہیں ۔ [1] اُنہوں نے اپنی قسموں کو

اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا

اَيْمَانَهُمْ	جُنَّةً	فَصَدُّوْا	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ ؕ	اِنَّهُمْ	سَآءَ	مَا	كَانُوْا
اپنی قسموں کو	ڈھال	سو روکا انہوں نے	سے	راستے	اللہ کے	بیشک وہ	برا ہے	وہ جو	تھے وہ

اپنی ڈھال بنالیا ہے ، سو وہ اللہ کے راستے سے روک رہے ہیں ، بیشک بہت برے ہیں وہ کام جو وہ

يَعْمَلُوْنَ ۝٢ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ

يَعْمَلُوْنَ ۝	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	اٰمَنُوْا	ثُمَّ	كَفَرُوْا	فَطُبِعَ	عَلٰى	قُلُوْبِهِمْ	فَهُمْ
کرتے رہے	وہ	اس وجہ سے کہ وہ	ایمان لائے	پھر	کفر کیا انہوں نے	سو مہر لگادی گئی	پر	ان کے دلوں کے	سو وہ

کر رہے ہیں ۔ [2] یہ اس وجہ سے کہ پہلے وہ ایمان لائے ، پھر کافر ہوگئے ، سو اُن کے دلوں پر مہر لگ گئی ، لہٰذا اب وہ

ع ٢ ١٢

جمعہ سے پہلے بھی کاروبار جائز ہے، معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن کاروباری سرگرمیاں صرف اس وقت تک معطل رکھی جائیں جب تک اذان جمعہ سے لے کر نماز جمعہ ادا نہ کر لی جائے، تیسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتے رہو تا کہ تمہیں کامیابی نصیب ہو، گویا کاروبار میں کامیابی اور ترقی کا راز بھی ذکر اللہ میں پوشیدہ ہے۔

[11] اس آیت مبارکہ میں ایک واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، آغاز میں جب مسلمانوں پر نماز جمعہ فرض کی گئی تو اس کی ترتیب موجودہ ترتیب کے برعکس اس طرح ہوتی تھی کہ نماز جمعہ پہلے ادا کی جاتی اور خطبہ اس کے بعد ہوتا تھا، جیسا کہ عیدین کے موقع پر اب بھی ہوتا ہے، ایک مرتبہ نبی ﷺ نماز جمعہ کے بعد خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اسی دوران ایک تجارتی قافلہ غذائی ضروریات پر مشتمل چیزیں لے کر مدینہ منورہ میں اترا، اتفاق سے اس وقت اشیاء ضرورت کی قلت اور قحط سالی کی شکل بنی ہوئی تھی، ہر آدمی یہ چاہتا تھا کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق یہ چیزیں خرید لے، اس لئے لوگوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر ہم پیچھے رہ گئے تو ہمارے ہاتھ کچھ نہ آئے گا، سو لوگوں نے دوران خطبہ ایک ایک دو دو کر کے مسجد سے کھسکنا شروع کر دیا، حتیٰ کہ نبی علیہ السلام کے ہمراہ صرف بارہ لوگ رہ گئے، ان حضرات نے ضرورت پر نبی علیہ السلام کے خطاب اور وعظ کو ترجیح دی، گویا انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم رکھا، جبکہ دوسرے لوگوں نے دنیا کو دین پر مقدم کر دیا، یہ سارے لوگ اگرچہ منافق نہیں تھے بلکہ ان میں بہت سے مخلص مسلمان بھی تھے لیکن چونکہ یہ نبی علیہ السلام کی مجلس مبارک کی بے ادبی تھی اس لئے انہیں فوری طور پر ادب سکھایا گیا تا کہ وہ آئندہ ایسا نہ کریں، اس سلسلے میں تعبیر یہ اختیار کی گئی کہ تجارتی قافلہ تمہارا رازق نہیں ہے، تمہارا رزق تو اللہ تعالیٰ ہے اور وہ سب سے بہترین رازق ہے، اس لئے تمہیں فکر معاش میں پڑ کر نبی علیہ السلام کی مجلس مبارک سے اٹھ جانا زیب نہیں دیتا' یہ تو لہولعب اور تجارت میں مشغول ہو کر ان چیزوں سے منہ موڑنے کے مترادف ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کیلئے تیار کر رکھی ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ موجود ہے، وہ سب سے بہترین ہے، سو اسی کو حاصل کرنے کی فکر کرو' دنیا کا رزق تمہیں طے شدہ مقدار میں ملتا رہے گا۔

الحمدللہ آج مورخہ ۲۸ اکتوبر ۲۰۱۹ بروز پیر

سورة المنافقون

سورۂ منافقون مدنی سورت ہے، اس میں کل حروف ۱۷۷۶، کلمات ۱۸۰، آیات ۱۱ اور رکوعات ۲ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی'' المنافقون '' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ منافقون رکھا گیا ہے، یہ لفظ ''منافق'' کی جمع ہے، یہ لوگ نہ تو مخلص مسلمان ہوتے ہیں اور نہ ہی کھل کر اپنے کفر کا اظہار کرتے ہیں، موقع ملنے پر اپنی خباثت کا اظہار کر دیتے ہیں، ایک موقع پر عبداللہ بن ابی نے منافقین کی ایک مجلس میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی موجودگی کو نظر انداز کر کے یہ جملہ کہہ دیا کہ مدینہ منورہ پہنچ کر ہم میں سے جو زیادہ معزز ہوگا، وہ زیادہ ذلیل کو وہاں سے نکال دے گا، بعد میں وہ اس سے مکر گیا، اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کر کے اصل حقیقت کو نمایاں کر دیا، آخر میں مسلمانوں کو ہوشیار کیا گیا ہے کہ مال و اولاد کے چکر میں پڑ کر ذکر اللہ سے غافل نہ ہو جائیں، مرنے سے پہلے اللہ کے نام پر جو خرچ کر سکتے ہیں، کر لیں اور یاد رکھیں کہ موت کا وقت آنے

لَا يَفْقَهُوْنَ ③ وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ۚ وَإِنْ يَّقُوْلُوْا

لَا	يَفْقَهُوْنَ ۝	وَ	إِذَا	رَأَيْتَهُمْ	تُعْجِبُكَ	أَجْسَامُهُمْ	وَ	إِنْ	يَّقُوْلُوْا
نہیں	سمجھتے	اور	جب	تُو دیکھے گا انہیں	اچھے لگیں گے تجھے	ان کے جسم	اور	اگر	وہ کہیں

سمجھتے نہیں ہیں۔ ③ اور جب آپ اُنہیں دیکھیں گے تو آپ کو اُن کے جسم بڑے اچھے لگیں گے ، اور اگر وہ کوئی بات کہیں

تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۚ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۚ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ

تَسْمَعْ	لِقَوْلِهِمْ	كَأَنَّهُمْ	خُشُبٌ	مُّسَنَّدَةٌ	يَحْسَبُوْنَ	كُلَّ
سنے تُو	ان کی بات	گویا کہ وہ	لکڑیاں	گڑی ہوئی	وہ سمجھتے ہیں	ہر ایک

تو آپ اُن کی بات سنیں گے ، یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ دیوار میں گڑی ہوئی لکڑیاں ہوں، وہ ہر چیخ کو

صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۚ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۚ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ أَنّٰى

صَيْحَةٍ	عَلَيْهِمْ	هُمُ	الْعَدُوُّ	فَاحْذَرْهُمْ	قَاتَلَهُمُ	اللّٰهُ	أَنّٰى
چیخ کو	اپنے اوپر	وہی	دشمن	سو احتیاط کر تُو ان سے	مارے انہیں	اللہ	کہاں

اپنے خلاف ہی سمجھتے ہیں ، وہی حقیقی دشمن ہیں ، سو آپ اُن سے احتیاط کریں ، اُن پر اللہ کی مار ہو ، وہ کہاں

يُؤْفَكُوْنَ ④ وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا

يُؤْفَكُوْنَ ۝	وَ	إِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	تَعَالَوْا	يَسْتَغْفِرْ	لَكُمْ	رَسُوْلُ	اللّٰهِ	لَوَّوْا
وہ بہکے جاتے ہیں	اور	جب	کہا جائے	ان سے	آؤ تم	مغفرت طلب کرے	تمہارے لئے	پیغمبر	اللہ کا	موڑ لیتے ہیں

بہکے جا رہے ہیں۔ ④ اور جب اُن سے کوئی کہے کہ آؤ ، رسول اللہ (ﷺ) تمہارے لئے مغفرت کی دعا کردیں تو وہ اپنے سر مٹکاتے

رُءُوْسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ⑤ سَوَاءٌ

رُءُوْسَهُمْ	وَ	رَأَيْتَهُمْ	يَصُدُّوْنَ	وَ	هُمْ	مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝	سَوَاءٌ
اپنے سروں کو	اور	تُو دیکھے گا انہیں	روکتے ہیں وہ	اور	وہ	تکبر کرنے والے	برابر ہے

ہیں اور آپ اُنہیں دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے رک جاتے ہیں ۔ ⑤ اُن کیلئے

عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۚ

عَلَيْهِمْ	أَسْتَغْفَرْتَ	لَهُمْ	أَمْ	لَمْ	تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ	لَنْ	يَّغْفِرَ	اللّٰهُ	لَهُمْ
ان پر	کیا آپ مغفرت طلب کریں	ان کیلئے	یا	نہ	مغفرت طلب کریں ان کیلئے	ہرگز نہ	معاف کرے گا	اللہ	انہیں

برابر ہے کہ آپ اُن کے حق میں مغفرت کی دعا کریں یا نہ کریں ، اللہ اُن کی مغفرت ہرگز نہ کرے گا ،

پر مہلت نہیں مل سکے گی ، ابھی موجودہ زندگی سے فائدہ اٹھالیں۔ ① اس آیت مبارکہ میں منافقوں کے جھوٹا ہونے پر اللہ تعالیٰ کی شہادت بیان کی گئی ہے ، حالانکہ یہ لوگ مسلمانوں کے تمام اجتماعی افعال و اعمال میں شریک ہوتے تھے ، نماز ، روزہ ، حج ، زکوٰۃ اور صدقہ و خیرات کی ظاہری شکل بھی اختیار کرتے تھے ، لوگوں کے سامنے کلمہ بھی پڑھتے تھے اور نبی علیہ السلام کی نبوت و رسالت کی گواہی بھی دیتے تھے ، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ منافقوں کو نبی علیہ السلام کی نبوت و رسالت کی گواہی دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ، اللہ تعالیٰ نے ہی انہیں نبی اور رسول بنایا ہے ، اس لیے اسے خوب معلوم ہے کہ آپ نبی اور رسول ہیں ، جہاں تک تعلق ہے ان کی گواہی کا تو اللہ تعالیٰ اس بات کی گواہی دیتا یعنی قسم کھاتا ہے کہ منافقین جھوٹے لوگ ہیں ، ان کی نماز بھی صرف جسم اور ان کا کلمہ بھی صرف زبان سے نکلنے والے الفاظ ہیں ، گویا ان کے پاس جسم تو ہے لیکن وہ جسم روح سے خالی ہے ، وہ مرچکا ہے ، ان کی زبان اور ان کا دل ایک دوسرے کا ساتھ نہیں دے رہے ، ان کی زبان پر جو کچھ ہے ، وہ ان کے دل میں تو دور کی بات ، ان کے حلق سے بھی نیچے نہیں اترا ، اسی وجہ سے بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جھوٹ ہر اس کلام کو کہا جاتا ہے جو متکلم کے اپنے اعتقاد کے مطابق نہ ہو ، خواہ حقیقت کے عین مطابق ہو ، مرزا غلام قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو اسی وجہ سے جھوٹا کہا جاتا ہے کہ وہ لوگ بھی زبان سے تو کلمہ پڑھتے اور نبی علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا اظہار کرتے ہیں ، لیکن دل میں اس کا اعتقاد نہیں رکھتے جیسا کہ ان کی کتابوں اور تحریروں سے ثابت ہے اور اسی بناء پر وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ② اس آیتِ مبارکہ میں جھوٹی قسموں کو منافقوں کو ہتھیار قرار دیکر اُن کی شدید مذمت کی گئی ہے ، سورۂ مجادلہ کی آیت نمبر ١٦ میں بھی یہی مضمون انہی الفاظ کے ساتھ گزر چکا ہے ، وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے۔ ③ اس آیتِ مبارکہ میں منافقین کے دلوں پر مہر لگ جانے کا ذکر کیا گیا ہے ، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی زبان کلمہ پڑھتی رہی اور دل کافر رہا ، یا شروع میں تو وہ دائرہ اسلام میں مکمل طور پر داخل ہوگئے ، بعد میں اپنے کفر کی طرف واپس پلٹ گئے ، لیکن اس کا اعلان نہ کیا اور ظاہری طور پر پہلے کی طرح مسلمانوں کی صفوں میں شامل رہے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اگر کھلم کھلا کفر کرتے ہیں تو مرتد کہلائیں گے اور اس کی وجہ سے سزائے موت کے مستحق قرار پائیں گے ، اس لیے یہ منافقت اختیار کی ، جس کا نتیجہ دل پر مہر لگ جانے کی صورت میں نکلا اور جس شخص کے دل پر مہر لگ جائے ، اس پر حق بات کا کوئی اثر نہیں ہوتا ، اسے دین حق کی دعوت دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا جیسے بھینس کے آگے بین بجانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور ایسے لوگوں کو حق بات سمجھ بھی نہیں آتی ، ان منافقین کا یہی حال ہے۔ ④ اس آیت مبارکہ میں منافقوں کا ظاہری حلیہ ، جسمانی خدوخال اور اندرونی بزدلی کا حال بیان کیا گیا ہے کہ اگر ان کی جسمانی حالت ، بہترین صحت ، موزوں قد و قامت ، مضبوط ڈیل ڈول ، رنگ روپ اور حسن و جمال ، نفیس لباس ، مہنگی خوشبوئیں ، رکھ رکھاؤ اور متاثر کن شخصیت کو دیکھا جائے تو انسان مرعوب ہوجائے ، دل میں ان کی محبت اور عقیدت پیدا ہوجائے اور ان کے پاس بیٹھنے کو دل چاہے ، اگر ان کی گفتگو اور تقریر سنی جائے تو ایسا معلوم ہو کہ سحبانِ وقت اور ابن جوزی بول رہے ہیں ، الفاظ کا بہترین انتخاب ، لچھے دار تقریر ، معلومات سے بھرپور ، موقع محل کی مناسبت سے موضوع کا انتخاب ، انداز خطاب ایسا کہ مجمع سانس لینا بھول جائے ، لیکن حقیقت میں وہ اس قدر کھوکھلے ہوتے ہیں کہ جو شخص کچھ عرصے کیلئے ان کے قریب رہے ، اسے ان سے گھن آنے لگتی ہے ، اللہ تعالیٰ نے انہیں بے جان لکڑیوں سے تشبیہ دی ہے جو خود کھڑی نہیں ہوسکتی ، اسے کسی چیز کے سہارے سے کھڑا کرنا پڑتا ہے ، یہ ایسے بزدل لوگ ہیں کہ جہاں کوئی اونچی آواز سنتے ہیں ، فوراً ڈر جاتے ہیں کہ کہیں ہماری

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑥ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ

إِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يَهْدِي	الْقَوْمَ	الْفٰسِقِيْنَ ⑥	هُمُ	الَّذِيْنَ	يَقُوْلُوْنَ
بیشک	اللہ	نہیں	ہدایت دیتا	قوم کو	نافرمانوں کی	وہی	جو	کہتے ہیں

بیشک اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا ۔ ⑥ وہی لوگ ہیں جو یہ بھی کہتے ہیں

لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ

لَا	تُنْفِقُوْا	عَلٰى	مَنْ	عِنْدَ	رَسُوْلِ	اللّٰهِ	حَتّٰى	يَنْفَضُّوْا ؕ	وَ	لِلّٰهِ	خَزَآئِنُ
مت	خرچ کروتم	پر	اس کے جو	پاس	پیغمبر کے	اللہ کے	یہاں تک کہ	منتشر ہوجائیں	اور	اللہ کیلئے	خزانے

کہ اُن لوگوں پر خرچ مت کرو جو رسول اللہ (ﷺ) کے پاس ہیں ، تاکہ وہ خودہی منتشر ہو جائیں ، اور آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ⑦ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ

السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	لٰكِنَّ	الْمُنٰفِقِيْنَ	لَا	يَفْقَهُوْنَ ⑦	يَقُوْلُوْنَ	لَئِنْ
آسمانوں کے	اور	زمین کے	اور	لیکن	منافقین	نہیں	سمجھتے	کہتے ہیں وہ	البتہ اگر

اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں ، لیکن منافقین سمجھتے نہیں ہیں ۔ ⑦ وہ کہتے ہیں کہ اگر

رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ

رَّجَعْنَآ	اِلَى	الْمَدِيْنَةِ	لَيُخْرِجَنَّ	الْاَعَزُّ	مِنْهَا	الْاَذَلَّ ؕ	وَ	لِلّٰهِ	الْعِزَّةُ
لوٹے ہم	طرف	مدینہ کے	البتہ ضرور نکال دے گا	زیادہ معزز	اس سے	زیادہ ذلیل کو	اور	اللہ ہی کیلئے	عزت

ہم مدینہ منورہ لوٹے تو جو زیادہ معزز ہوگا ، وہ وہاں سے زیادہ ذلیل کو نکال کر رہے گا ، اور عزت تو اللہ ہی کیلئے ہے

وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑧ ع يٰۤاَيُّهَا

وَ	لِرَسُوْلِهٖ	وَ	لِلْمُؤْمِنِيْنَ	وَ	لٰكِنَّ	الْمُنٰفِقِيْنَ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ⑧	يٰۤاَيُّهَا
اور	اس کے پیغمبر کیلئے	اور	ایمان والوں کیلئے	اور	لیکن	منافقین	نہیں	جانتے	اے

اور اُس کے پیغمبر اور مؤمنین کیلئے ہے ، لیکن منافقین جانتے نہیں ہیں ۔ ⑧ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تُلْهِكُمْ	اَمْوَالُكُمْ	وَ	لَآ	اَوْلَادُكُمْ	عَنْ	ذِكْرِ	اللّٰهِ ۚ	وَ	مَنْ
وہ لوگو! جو	ایمان لائے	نہ	غافل کرے تمہیں	تمہارے مال	اور	نہ	تمہاری اولاد	سے	یاد کے	اللہ کی	اور	جو کوئی

اہلِ ایمان ! تمہارے مال و اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں، اور جو شخص

ع ۸ ۱۲

اصلیت تولوگوں کے سامنے نہیں آ گئی؟ کہیں ہمارا بھانڈا تو نہیں پھوٹ گیا؟ اسلام اور مسلمانوں کے اصل دشمن یہی ہیں اس لیے نبی اکرم ﷺ اور تمام مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ ان لوگوں سے احتیاط برتتے رہیں اور ان سے بے خوف نہ ہوں، یہ لوگ کسی بھی وقت کوئی بھی چال چل سکتے ہیں، ان پر اللہ کی مار پڑے، کیسے غلط راستے پر چل پڑے ہیں اور دوسروں کو بھی نقصان پہنچانے سے دریغ نہیں کر رہے،

⑤ اس آیتِ مبارکہ میں منافقوں کا غرور و تکبر بیان کیا گیا ہے کہ وہ اس حد تک مغرور اور متکبر ہو چکے ہیں کہ اگر اُن سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو وہ اس پر معافی مانگنے کی بجائے اکڑ جاتے ہیں، اگر کوئی انہیں مشورہ دے کہ جا کر نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں اپنی غلطی کا اعتراف کر لو اور ان سے درخواست کرو کہ تمہارے حق میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کر دیں تو وہ اس مشورے کو قبول کرنے کی بجائے تکبر کی وجہ سے منہ موڑ لیتے ہیں اور یوں اپنا سر مارتے ہیں جیسے کوئی آدمی کسی چیز کو غیر اہم سمجھ کر سر مارتا ہے، کئی مرتبہ یہ لوگ مشورہ دینے والے کے پاس سے اٹھ کر بھی چلے جاتے ہیں، گویا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اپنی نصیحت اپنے پاس سنبھال کر رکھو، ہمیں تمہارے مشوروں اور نصیحتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ⑥ اس آیتِ مبارکہ میں منافقین کے متعلق اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ بیان کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کا غرور و تکبر اور گستاخی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ یہ آپ سے اپنے حق میں مغفرت کی دعا کروانے کو بھی اپنی توہین سمجھتے ہیں، اب آپ ان کے حق میں دعاء مغفرت کر بھی دیں تو ہم انہیں ہرگز ہرگز معاف نہیں کریں گے، یہ لوگ فاسق ہیں اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ⑦ ⑧ ان آیتوں میں ایک واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، غزوۂ بنو مصطلق سے فراغت کے بعد مسلمان پانی کے ایک گھاٹ پر جمع تھے، وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک ملازم "جہجاہ بن مسعود" قبیلہ خزرج کے ایک حلیف سنان بن وبرہ سے لڑ پڑا، یہاں تک کہ سنان کا خون بہنے لگا، اس نے اپنی مدد کیلئے انصار کو آواز دی، جہجاہ نے مہاجرین کو آوازیں دینا شروع کر دیں، انصار اور مہاجرین آمنے سامنے آ گئے، قریب تھا کہ تلواریں چل پڑتیں کہ نبی علیہ السلام کو معلوم ہو گیا، آپ فوراً تشریف لائے اور دونوں گروہوں کو ٹھنڈا کیا، رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کو معلوم ہوا تو اس نے مسلمانوں کے خلاف بہت زہر اگلا اور یہاں تک کہہ دیا "سمن کلبك یاكلك" اپنے کتے کو کھلا پلا کر خوب صحت مند کرو، تاکہ سب سے پہلے تم ہی کو کھائے، اس نے یہ بھی کہا کہ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد جو معزز ہو گا، وہ ذلیل کو وہاں سے نکال دے گا، معزز سے مراد وہ اپنی ذات لے رہا تھا اور ذلیل سے مراد معاذ اللہ، معاذ اللہ پیغمبر اسلام کو لے رہا تھا، اتفاق سے وہاں ایک نوعمر صحابی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، انہوں نے نبی علیہ السلام کو یہ ساری باتیں بتا دیں، اس پر لوگوں نے بہت برا منایا کہ زید کو سفر کے دوران یہ بات نبی علیہ السلام کو نہیں بتانی چاہیے تھی، نبی علیہ السلام نے بھی زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہو سکتا ہے تمہارے سننے میں غلطی ہوئی ہو، ہر طرف سے زید پر اعتراضات ہونے لگے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں بلکہ پوری سورت نازل فرما کر زید کو سچا ثابت کر دیا کہ زید سے نہ تو سننے میں غلطی ہوئی ہے اور نہ انہوں نے جھوٹ بولا ہے، بلکہ واقعہ ایسا ہی ہے جیسا انہوں نے بیان کیا ہے اور عبد اللہ بن ابی نے یہ سب باتیں کہی ہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر تم لوگ مسلمانوں پر خرچ کرنا چھوڑ دو تو یہ سب کے سب تتر بتر ہو جائیں اور ان میں سے ایک بھی نبی علیہ السلام کے ساتھ نہ رہے، حالانکہ مخلص مسلمانوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو نبی علیہ السلام کا ساتھ چھوڑنے کا تصور بھی کر سکے، وہ تو نبی علیہ السلام کے دیوانے اور سچے عاشق تھے، وہ تو ان کی ایک ایک ادا پر مرتے تھے، لیکن عشق و محبت کی یہ باتیں منافقین کیا جانیں،

يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۞ ۹ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ

يَّفْعَلْ	ذٰلِكَ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ ۞	وَ	اَنْفِقُوْا	مِنْ	مَّا	رَزَقْنٰكُمْ
کرے	وہ	تو وہی لوگ	وہ	نقصان اٹھانے والے	اور	خرچ کرو تم	سے	اس سے جو	ہم نے تمہیں دیا

ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں ۔ ⑨ اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرو ،

مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ

مِّنْ	قَبْلِ	اَنْ	يَّاْتِيَ	اَحَدَكُمُ	الْمَوْتُ	فَيَقُوْلَ	رَبِّ	لَوْلَآ	اَخَّرْتَنِيْٓ
سے	پہلے	یہ کہ	آجائے	تم میں سے ایک کو	موت	سو کہے وہ	اے میرے پروردگار	کیوں نہ ہوا	تو نے مہلت دی مجھے

اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے ، پھر وہ کہنے لگے کہ پروردگار! تُو نے تھوڑی مدت کیلئے

اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۞ ۱۰ وَلَنْ

اِلٰٓى	اَجَلٍ	قَرِيْبٍ ۙ	فَاَصَّدَّقَ	وَ	اَكُنْ	مِّنَ	الصّٰلِحِيْنَ ۞	وَ	لَنْ
طرف	مدت کے	قریب کی	تو صدقہ کرتا میں	اور	ہوجاتا میں	سے	نیکوکاروں کے	اور	ہرگز نہ

مجھے مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ خیرات کرتا اور میں بھی نیک لوگوں میں سے ہوجاتا؟ ⑩ اور اللہ

يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۞ ۱۱ ع

يُّؤَخِّرَ	اللّٰهُ	نَفْسًا	اِذَا	جَآءَ	اَجَلُهَا ۭ	وَ	اللّٰهُ	خَبِيْرٌۢ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ ۞
مہلت دے گا	اللہ	کسی نفس کو	جب	آجائے گی	اس کی مدت	اور	اللہ	خوب باخبر	اس سے جو	تم کرتے ہو

کسی نفس کو ہرگز مہلت نہ دے گا جب اُس کی موت کا وقت قریب آئیگا ، اور اللہ اُن کاموں سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو ۔ ⑪

ع ۲ ۲ ۱۴

اٰيَاتُهَا ۱۸ (۶۴) سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۸) رُكُوْعَاتُهَا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ

يُسَبِّحُ	لِلّٰهِ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِي	الْاَرْضِ ۚ	لَهُ	الْمُلْكُ
تسبیح کرتا ہے	اللہ کیلئے	جو چیز	بیچ	آسمانوں کے	اور	جو کچھ	بیچ	زمین کے	اس کیلئے	حکومت

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اُسی کی تسبیح بیان کرتے ہیں ، اُسی کی حکومت ہے

اگر انہیں اپنے مال و دولت پر ناز ہے تو اسے سنبھال کر رکھیں، زمین و آسمان کے سارے خزانے اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہیں، اس کیلئے مسلمانوں کی ضرورت پوری کرنا کچھ مشکل نہیں ہے، اسی طرح یہ خود کو معزز سمجھنے کی خوش فہمی میں مبتلا ہیں، جبکہ اصل عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین کے پاس ہے، جس چیز کو یہ نادان عزت سمجھ رہے ہیں، وہ عزت نہیں ہے۔

⑨ اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ ایمان کو مخاطب کر کے انہیں خوابِ غفلت سے بیدار کیا گیا ہے کہ کہیں مال و دولت اور اولاد کے چکر میں پڑ کر اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہوجانا، اس لیے کہ اگر کوئی شخص دنیا کے سارے خزانے حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے اور اسے کسی کاروبار میں کبھی نقصان نہ ہو، لیکن وہ ذکر اللہ سے غافل رہے، اس کی زبان پر کبھی اللہ کا نام نہ آئے اور وہ اس کی اطاعت سے منہ موڑ لے تو دنیا کی نظروں میں کامیاب ہو جانے کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناکام ترین انسان ہے، اور وہ نقصان اٹھانے والوں میں ہے، گویا اللہ تعالیٰ کے نزدیک خسارہ وہ نہیں ہے جو انسانوں کو کاروبار، مال و اولاد کے حوالے سے ہو، اصل خسارہ اللہ کی یاد سے غافل ہونے میں ہے۔ ⑩ اس آیتِ مبارکہ میں نزع کا عالم طاری ہونے سے پہلے اللہ کے نام پر اس کی رضا کیلئے خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، کیونکہ جب انسان مرض الوفات میں مبتلا ہوتا ہے اور اسے دکھائی دیتا ہے کہ اب وہ چند دنوں یا چند گھڑیوں کا مہمان ہے تو وہ وصیت کرنے لگتا ہے کہ فلاں کو اتنا دیدو اور فلاں کو اتنا دیدو، حالانکہ اب تو وہ مال اس کے ورثاء کا ہوگیا، ان میں سے ہر ایک اس کے مال پر نظریں گاڑ کر بیٹھا ہے، اس کی روح نکلنے کا انتظار کر رہا ہے اور اپنے حصے میں آنے والے مال و جائیداد کے مصارف متعین کر رہا ہے، اس وقت انسان کو حسرت ہوتی ہے کہ کاش! مجھے تھوڑی سی مہلت مل جائے اور میری زندگی میں تھوڑا سا اضافہ کر دیا جائے، تا کہ اتنے عرصے میں میں اپنا مال اللہ کی راہ میں صدقہ و خیرات کرسکوں اور نیکی کے ذخیرے جمع کرلوں، جو آخرت میں میرے کام آسکیں۔ ⑪ اس آیتِ مبارکہ میں موت کا وقت اٹل ہونے اور مدتِ عمر میں اضافے کی تمنا کو مسترد کیے جانے کا بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے جس شخص کی جتنی زندگی لکھی ہے، وہ اتنی ہی زندگی گزارے گا، اس میں کمی بیشی کا کوئی امکان نہیں ہے، اس لیے جو لوگ مرتے دم یہ خواہش کرتے ہیں کہ انہیں تھوڑی سی مہلت مل جائے تو وہ اللہ کے نام پر اپنا سارا مال خرچ کر دیں، ان کی یہ خواہش ہرگز پوری نہیں کی جائے گی، کیونکہ اگر ایک آدمی کی خواہش پوری کی جائے تو دوسرے کیلئے جواز پیدا ہو جائے گا اور وہ کہہ سکے گا کہ جب فلاں کی خواہش پوری کی گئی ہے تو میری خواہش بھی پوری کی جائے کیونکہ جس طرح وہ آپ کی مخلوق ہے، اسی طرح میں بھی آپ کی مخلوق ہوں، اس طرح ایک سلسلہ چل پڑے گا جو کبھی ختم نہ ہوگا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ضابطہ بنا دیا ہے کہ کسی کی عمر میں بھی اضافہ نہیں کیا جائے گا اور ہر شخص اپنی طے شدہ عمر پوری کر کے بہر حال دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔

الحمدللہ! آج مؤرخہ ۲۹ اکتوبر ۲۰۱۹ء بروز منگل

سورۃ التغابن

سورۂ تغابن مدنی سورت ہے، اس میں کل حروف ۱۰۷۰، کلمات ۲۴۱، آیات ۱۸ اور رکوعات ۲ ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ۹ میں ” التغابن “ کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ تغابن رکھا گیا، اس کا لفظی معنی

وَلَهُ الْحَمْدُ ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ

وَ	لَهُ	الْحَمْدُ	وَ	هُوَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ①	هُوَ	الَّذِيْ	خَلَقَكُمْ	فَمِنْكُمْ
اور	اس کیلئے	تمام تعریفیں	اور	وہ	پر	ہر ایک	چیز کے	قدرت والا	وہ	جس نے	تمہیں پیدا کیا	سو تم میں سے

اور اُسی کیلئے تمام تعریفیں ہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۔ [۱] اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ، سو تم میں سے

كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

كَافِرٌ	وَّ	مِنْكُمْ	مُّؤْمِنٌ	وَ	اللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ ②	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ
کافر	اور	تم میں سے	مؤمن	اور	اللہ	اسے جو	تم کرتے ہو	خوب دیکھنے والا	پیدا کیا اس نے	آسمانوں کو

بعض لوگ کافر ہیں اور بعض مومن ہیں ، اور تم جو کچھ کرتے ہو ، اللہ اُسے خوب دیکھ رہا ہے ۔ [۲] اُس نے آسمانوں اور زمین کو

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ

وَ	الْاَرْضَ	بِالْحَقِّ	وَ	صَوَّرَكُمْ	فَاَحْسَنَ	صُوَرَكُمْ ۚ	وَ	اِلَيْهِ
اور	زمین کو	برحق	اور	صورتیں بنائیں تمہاری	سو بہترین بنائیں	تمہاری صورتیں	اور	اس کیطرف

برحق پیدا کیا ہے اور تمہاری صورت کشی کی ، سو تمہاری بہترین صورتیں بنائیں ، اور اُسی کی طرف

الْمَصِيْرُ ③ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ

الْمَصِيْرُ ③	يَعْلَمُ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	يَعْلَمُ	مَا	تُسِرُّوْنَ
لوٹ کر جانا	وہ جانتا ہے	جو کچھ	بیچ	آسمانوں کے	اور	زمین کے	اور	جانتا ہے	جو کچھ	تم چھپاتے ہو

لوٹ کر جانا ہے ۔ [۳] آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے ، وہ سب جانتا ہے، اور تم جو چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو ،

وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ

وَ	مَا	تُعْلِنُوْنَ	وَ	اللّٰهُ	عَلِيْمٌ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④	اَلَمْ	يَاْتِكُمْ	نَبَؤُا	الَّذِيْنَ
اور	جو کچھ	تم ظاہر کرتے ہو	اور	اللہ	خوب جاننے والا	سینوں کی باتیں	کیا نہیں	آئی تمہارے پاس	خبر	ان لوگوں کی

وہ اُسے بھی جانتا ہے ، اور اللہ سینوں کے رازوں سے خوب واقف ہے ۔ [۴] کیا تمہارے پاس اُن لوگوں کی خبر نہیں پہنچی

كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۫ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑤

كَفَرُوْا	مِنْ	قَبْلُ	فَذَاقُوْا	وَبَالَ	اَمْرِهِمْ	وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ⑤
کفر کیا انہوں نے	سے	پہلے	سو چکھی انہوں نے	سزا	اپنے کام کی	اور	ان کیلئے	عذاب	دردناک

جنہوں نے اِس سے پہلے کفر کیا ؟ سو انہوں نے اپنے کیے کی سزا چکھی ، اور اُن کیلئے دردناک عذاب ہے ۔ [۵]

"ہار جیت" ہے، اس سے مراد قیامت کا دن ہے جس میں لوگوں کی ہار جیت کا فیصلہ ہوگا اس سورت میں دو قومی نظریے کی بنیاد رکھ کر حق تعالیٰ کی بعض نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے، کافروں کے اس گمان کی تردید کی گئی ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی نہیں ہوگی، اہل ایمان کی جزا اور کافروں کی سزا بیان کی گئی ہے، دنیا میں پیش آنے والے تمام حالات کو اللہ کی اجازت پر موقوف رکھا گیا ہے، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دے کر مال و اولاد کو باعثِ آزمائش قرار دیا گیا ہے اور اللہ کے نام پر خرچ کرنے کو قرض حسنہ قرار دے کر کم از کم دوگنا ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ [۱] اس آیتِ مبارکہ میں زمین و آسمان کی ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہنا بیان کیا گیا ہے اور اس کیلئے فعل مضارع کا صیغہ لایا گیا ہے، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی تین صفات بھی بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ حکومت اور سلطنت اسی کی ہے، اس کے علاوہ نہ کوئی حاکم ہے اور نہ سلطان ، دوسری یہ کہ تمام تعریفیں اسی کیلئے ہیں ، کیونکہ وہی ہر چیز کا خالق اور مالک ہے، لہٰذا جس مخلوق کی بھی تعریف ہوگی ، درحقیقت وہ اس کے خالق کی تعریف ہوگی، تیسری یہ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کیلئے کوئی بھی کام مشکل نہیں ہے۔ [۲] اس آیتِ مبارکہ میں دو قومی نظریئے کی بنیاد رکھی گئی ہے، دو قومی نظریے سے مراد یہ ہے کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں اور غیر مسلم الگ قوم ہیں ، جو لوگ اس نظریئے کا مذاق اڑتے ہیں اور ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعرہ لگاتے ہیں ، غالباً وہ اس آیتِ سے بے خبر ہیں، یہ آیت واضح طور پر اعلان کر رہی ہے کہ اللہ نے سارے انسانوں کو پیدا کیا، ہونا یہ چاہئے تھا کہ سب اس پر ایمان لاتے اور اس کی اطاعت و عبادت کرتے ، لیکن ان میں سے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے اور کچھ لوگ کافر ہو گئے ، یہ دونوں گروہ ایک دوسرے سے بالکل الگ اور ایک دوسرے کی ضد ہیں ، جیسے دن اور رات ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ان دونوں کا جمع ہونا ممکن نہیں ہے، اسی دو قومی نظریے کی بنیاد پر پاکستان وجود میں آیا تھا اور اسی دو قومے نظریئے نے ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک آزاد اسلامی ریاست کے قیام کیلئے جدوجہد کرنا اور تحریک پاکستان چلانا آسان کیا تھا، کچھ لوگ آج بھی دو قومی نظریئے کو خلیج بنگال میں غرق کردینے کی بات کرتے ہیں ، یہ لوگ جانتے نہیں کہ یہ نظریہ کسی انسان کا پیش کردہ نہیں ہے، بلکہ خود رب العالمین نے انسانوں کو دو گروہوں میں تقسیم فرمایا ہے، لہٰذا اس نظریئے اور فلسفے کو ختم کرنا ممکن نہیں ہے۔ [۳] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ زمین و آسمان کا خالق ہے اور اس نے انہیں برحق پیدا کیا ہے، کھیل تماشے کیلئے یا بے مقصد پیدا نہیں کیا، دوسری یہ کہ وہ مصور ہے، ہر چیز کی تصویر کشی کر کے اس میں رنگ اُسی نے بھرے ہیں لیکن سب سے عمدہ اور بہترین تصویر کشی اس نے انسانوں کی فرمائی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی ساری مخلوق میں انسان اُس کی مصوری کا نہایت اعلیٰ شاہکار اور شہ پارہ ہے اور تیسری یہ کہ سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے، پھر وہی ہر چیز کے متعلق حق اور انصاف پر مبنی فیصلہ فرمائے گا۔ [۴] اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کامل کا حوالہ دیا گیا ہے اور انسان کی مختلف کیفیتوں اور حالتوں کا ذکر کر کے ان سب پر اللہ تعالیٰ کی مکمل گرفت ثابت کی گئی ہے، چنانچہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس سے ان میں سے کوئی بھی چیز مخفی نہیں ہے، وہ زمین و آسمان کی ہر چیز سے مکمل باخبر ہے، انسان جو چیزیں اپنی زبان پر لے آتا ہے یا جن چیزوں کو ظاہر کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں بھی جانتا ہے اور جو باتیں یا چیزیں وہ چھپالیتا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں بھی جانتا ہے، گویا اس کیلئے ظاہر اور باطن دونوں یکساں ہیں، حتیٰ کہ اس کے ذہن میں آنے والے خیالات اور وساس بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، انسان اپنے جیسے انسانوں سے تو اپنے احساسات اور خیالات کو چھپا سکتا ہے لیکن

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ز

ذٰلِكَ	بِاَنَّهٗ	كَانَتْ	تَّاْتِيْهِمْ	رُسُلُهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	فَقَالُوْٓا	اَبَشَرٌ	يَهْدُوْنَنَا
وہ	اس وجہ سے کہ	وہ تھے	ان کے پاس آئے	ان کے پیغمبر	ساتھ واضح دلائل کے	سو کہتے وہ	کیا انسان	رہنمائی کریں گے ہماری

اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے پاس اُن کے پیغمبر واضح نشانیاں لیکر آتے رہے ، وہ کہتے تھے کہ کیا انسان ہماری رہنمائی کریں گے ؟

فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝٦ زَعَمَ الَّذِيْنَ

فَكَفَرُوْا	وَ	تَوَلَّوْا	وَّاسْتَغْنَى	اللّٰهُ	وَ	اللّٰهُ	غَنِيٌّ	حَمِيْدٌ ۝	زَعَمَ	الَّذِيْنَ
سو کفر کیا انہوں نے	اور	منہ موڑ لیا انہوں نے	اور بے نیازی کی	اللہ نے	اور	اللہ	بے نیاز	قابل تعریف	سمجھا	ان لوگوں نے

چنانچہ انہوں نے کفر کیا اور منہ موڑ لیا ، اور اللہ نے بے نیازی کا اظہار کیا ، اور اللہ بے نیاز ، قابلِ تعریف ہے ۔ ⑥ کافروں کا گمان

كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا

كَفَرُوْٓا	اَنْ	لَّنْ	يُّبْعَثُوْا	قُلْ	بَلٰى	وَرَبِّيْ	لَتُبْعَثُنَّ	ثُمَّ	لَتُنَبَّؤُنَّ	بِمَا
کفر کیا انہوں نے	یہ کہ	ہرگز نہ	دوبارہ اٹھائے جائیں گے وہ	آپ فرما دیجئے	کیوں نہیں	میرے رب کی قسم	البتہ ضرور اٹھائے جاؤ گے تم	پھر	البتہ ضرور بتائے جاؤ گے تم	وہ جو

یہ ہے کہ اُنہیں ہرگز زندہ نہیں کیا جائیگا ، آپ فرما دیجئے کیوں نہیں ، میرے رب کی قسم ! تم ضرور زندہ کئے جاؤ گے ، پھر تمہیں اُن اعمال کے متعلق

عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝٧ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ

عَمِلْتُمْ	وَ	ذٰلِكَ	عَلَى	اللّٰهِ	يَسِيْرٌ ۝	فَاٰمِنُوْا	بِاللّٰهِ	وَ	رَسُوْلِهٖ	وَ	النُّوْرِ
تم نے عمل کئے	اور	وہ	پر	اللہ کے	آسان	سو ایمان لاؤ	اللہ پر	اور	اس کے پیغمبر پر	اور	نور پر

ضرور بتایا جائیگا جو تم نے کئے ہوں گے ، اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے ۔ ⑦ سو تم اللہ پر ، اُس کے پیغمبر پر اور اُس نور پر

الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝٨ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ

الَّذِيْٓ	اَنْزَلْنَا	وَ	اللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرٌ ۝	يَوْمَ	يَجْمَعُكُمْ	لِيَوْمِ
وہ جو	ہم نے نازل کیا	اور	اللہ	اس سے جو	تم کرتے ہو	خوب باخبر	جس دن	وہ جمع کرے گا تمہیں	دن

ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے ، اور تم جو کچھ کرتے ہو ، اللہ اُس سے خوب باخبر ہے ۔ ⑧ جب وہ تمہیں جمع ہونے کے دن

الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا

الْجَمْعِ	ذٰلِكَ	يَوْمُ	التَّغَابُنِ	وَ	مَنْ	يُّؤْمِنْ	بِاللّٰهِ	وَ	يَعْمَلْ	صَالِحًا
جمع ہونے کے	وہ	دن	ہار جیت کا	اور	جو کوئی	ایمان لائے	اللہ پر	اور	عمل کرے	نیک

اکٹھا کرے گا ، وہی ہار جیت کا دن ہوگا ، اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے ،

اپنے خالق سے نہیں چھپا سکتا، اس لیے کسی بھی بات اور کام سے پہلے انسان کو سوچ لینا چاہئے۔ ⑤ اس آیتِ مبارکہ میں گزشتہ اقوام کے عبرتناک انجام کا حوالہ دیکر ڈرایا گیا ہے کہ ذرا تاریخ کا مطالعہ کرو، تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ تم سے پہلے جو طاقتور اقوام گزر چکی ہیں، ان کے غرور و تکبر، کفر و شرک پر اصرار اور گناہوں کی سیاہی نے ان کا کیا انجام کیا؟ آج وہ تاریخ کا حصہ ہے، انہوں نے اس دنیا میں بھی اپنی کرتوتوں کا مزہ چکھا اور آخرت میں بھی ان کیلئے دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے، یہی انجام آج کے مشرکوں اور منکروں کا بھی ہو سکتا ہے۔

⑥ اس آیتِ مبارکہ میں ان وجوہات کی تفصیل بیان کی گئی ہے جن کی بناء پر گزشتہ اقوام کو تباہ کیا گیا، پہلی وجہ یہ ہے کہ جب بھی ان کی ہدایت و رہنمائی کیلئے انہی میں سے کسی کو پیغمبر بنا کر مبعوث کیا گیا تو انہوں نے پیغمبر کی بشریت پر اعتراض کیا، انہیں اس بات پر تعجب ہوتا تھا کہ ایک انسان کو ان کی اصلاح و ہدایت کیلئے بھیجا گیا؟ حالانکہ اس پر تو انہیں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار ہونا چاہیے تھا کہ اس نے کسی دوسری جنس کی مخلوق کو اُن کے پاس نہیں بھیج دیا، ورنہ افہام و تفہیم میں کس قدر دشواری پیش آتی، دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے کفر پر جمے رہے اور مرتے دم تک کافر ہی رہے، تیسری وجہ ان کا اعراض ہے کہ انہوں نے کلامِ الٰہی اور آسمانی تعلیمات سے منہ موڑا اور ان کی اہمیت کو تسلیم کرنے کی بجائے انہیں معمولی چیز سمجھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے استغناء کا اظہار فرمایا، کیونکہ اللہ کی تو صفت ہی یہ ہے کہ وہ کل عالم سے مستغنی اور ہر حال اور ہر زمانے میں قابلِ تعریف ہے، اسے کسی کافر کے کفر سے کیا نقصان ہوتا ہے؟ اور کسی کے ایمان لانے اور کلمہ پڑھنے سے اسے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ ایمان اور کفر کا فائدہ اور نقصان تو خود انسان کو ہے، اللہ تعالیٰ اس سے مستغنی اور بے نیاز ہے۔

⑦ اس آیتِ مبارکہ میں مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کا یقینی ہونا بیان کیا گیا ہے، کفار اور مشرکین اس گمان فاسد میں مبتلا ہیں کہ مرنے کے بعد ان کی کہانی ختم ہو جائے گی اور دوبارہ زندہ ہونا ایک افسانہ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، یوں تو اللہ تعالیٰ کو قسم کھانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اہلِ عرب کے رواج کے مطابق یہاں قسم کھا کر فرمایا گیا ہے کہ تمہیں ضرور دوبارہ زندگی ملے گی اور صرف یہی نہیں ہے کہ تمہیں زندہ کیا جائے گا بلکہ تمہیں تمہارا نامۂ اعمال بھی دیا جائے اور تمہیں تمہارے ہر قول اور ہر عمل سے باخبر کیا جائے گا، اگر تمہارے ذہن میں یہ خیال ہے کہ یہ تو بہت مشکل کام ہے تو یاد رکھو کہ اللہ کیلئے ان میں سے کوئی بھی کام مشکل نہیں ہے، اس کیلئے مشکل سے مشکل کام بھی نہایت آسان ہے، اس لیے مرنے کے بعد دوبارہ زندگی دینا بھی اس کیلئے نہایت آسان ہے۔

⑧ اس آیتِ مبارکہ میں تین چیزوں پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت پر، کہ وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا اور یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، دوسرے نمبر پر رسول اکرم ﷺ کی نبوت اور رسالت پر، کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آخری نبی بنا کر تا صبح قیامت ہر شخص کیلئے رہبر و رہنما بنا دیا ہے، تیسرے نمبر پر وہ نور جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، یہاں نور سے مراد قرآن کریم ہے، معلوم ہوا کہ قرآن کریم پر مکمل ایمان بھی اجزاءِ ایمان میں شامل ہے۔

يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

يُكَفِّرْ	عَنْهُ	سَيِّاٰتِهٖ	وَ	يُدْخِلْهُ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ
کفارہ کردے گا	اس سے	اس کی لغزشوں کا	اور	داخل کرے گا اسے	باغات میں	بہتی ہوں گی	سے	اس کے نیچے	نہریں

اللہ اُس کی لغزشوں کا کفارہ فرمادے گا اور اُسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی،

خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝٩ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

خٰلِدِيْنَ	فِيْهَاۤ	اَبَدًا ؕ	ذٰلِكَ	الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ ۝٩	وَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا
ہمیشہ رہنے والے	اسمیں	ہمیشہ	وہ	کامیابی	بڑی	اور	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے

وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے ، یہی بڑی کامیابی ہے ۔ ٩ اور جن لوگوں نے کفر کیا

وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ

وَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَاۤ	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ	النَّارِ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا ؕ	وَ	بِئْسَ
اور	جھٹلایا انہوں نے	ہماری آیتوں کو	وہی لوگ	رہنے والے	جہنم کے	ہمیشہ رہنے والے	اسمیں	اور	وہ بدترین

اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی ، وہی لوگ اہلِ جہنم ہیں ، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ، اور وہ بدترین

ع ١٠ ١٥ الْمَصِيْرُ ۝١٠ مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ

الْمَصِيْرُ ۝١٠	مَاۤ	اَصَابَ	مِنْ	مُّصِيْبَةٍ	اِلَّا	بِاِذْنِ	اللّٰهِ ؕ	وَ	مَنْ	يُّؤْمِنْۢ
ٹھکانہ	نہیں	پہنچتی	سے	کوئی مصیبت	مگر	اجازت سے	اللہ کی	اور	جو کوئی	ایمان لائے

ٹھکانہ ہے ۔ ١٠ کوئی مصیبت بھی اللہ کے حکم کے بغیر نہیں پہنچتی ، اور جو شخص اللہ پر

بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝١١ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا

بِاللّٰهِ	يَهْدِ	قَلْبَهٗ ؕ	وَ	اللّٰهُ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمٌ ۝١١	وَ	اَطِيْعُوا	اللّٰهَ	وَ	اَطِيْعُوا
اللہ پر	ہدایت دے گا وہ	اس کے دل کو	اور	اللہ	ساتھ ہر ایک	چیز کے	خوب جاننے والا	اور	اطاعت کرو تم	اللہ کی	اور	اطاعت کرو تم

ایمان لائے ، وہ اُس کے دل کو ہدایت عطا فرما دے گا، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ۔ ١١ اور اللہ کی اطاعت کرو ، اور پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی

الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝١٢ اَللّٰهُ

الرَّسُوْلَ ۚ	فَاِنْ	تَوَلَّيْتُمْ	فَاِنَّمَا	عَلٰى	رَسُوْلِنَا	الْبَلٰغُ	الْمُبِيْنُ ۝١٢	اَللّٰهُ
پیغمبر کی	سو اگر	تم نے منہ موڑا	تو وہ صرف	پر	ہمارے پیغمبر کے	پہنچا دینا	کھلم کھلا	اللہ

اطاعت کرو ، پھر اگر تم منہ موڑ لو تو ہمارے پیغمبر کے ذمے واضح طور پر پیغام پہنچا دینا ہے ۔ ١٢ اللہ کے علاوہ

٩ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن کو ہار جیت کا دن قرار دیکر ایمان اور عمل صالح کا اہتمام کرنے والوں کی جزا بیان کی گئی ہے، کیونکہ قیامت کے دن اولین و آخرین کو جمع کر کے ان کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا اور ان میں سے کون جنت کا مستحق ہے اور کون جہنم کا حق دار؟ سو جس شخص کو جنت کا حق دار قرار دیا گیا، وہ جیت گیا اور جس شخص کیلئے جہنم کا فیصلہ ہو گیا، وہ ہار گیا، اسی وجہ سے قیامت کے دن کو یوم التغابن یعنی ہار جیت کا دن قرار دیا گیا ہے، لیکن اس دن جیتنے کا معیار صرف دو چیزیں ہیں ایک ایمان اور دوسری چیز اعمال صالحہ کا ذخیرہ، جس کے پاس یہ دونوں چیزیں موجود ہوں، اس کی لغزشات کا کفارہ بھی ہو جائے گا اور اسے جنت میں ہمیشہ کیلئے داخلہ بھی مل جائے گا، یہی بڑی کامیابی ہے اور اسی کیلئے محنت کرنی چاہیے۔

١٠ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن ہار جانے والوں کا ذکر کیا گیا ہے، یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر اور شرک کیا ہوگا، اور اس کی آیتوں کی تکذیب کرتے رہے ہوں گے، سو ان لوگوں کو جہنم میں داخل کیا جائے گا، جو کہ ان کیلئے بدترین ٹھکانہ ثابت ہوگا اور وہاں سے انہیں کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا۔

١١ اس آیتِ مبارکہ میں ایمانیات اور عقائد میں سے ایک اہم چیز کی تعلیم دی گئی ہے اور وہ یہ کہ انسان کو اس بات پر ایمان اور پختہ یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت، اس کے حکم اور مرضی کے بغیر اس کائنات میں ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا اور انسان پر جو حالات آتے ہیں، خواہ وہ خوشی کے ہوں، یا غمی کے، تنگدستی کے ہوں یا کشادگی کے، اس کی اپنی ذات سے متعلق ہوں یا اس کے عزیز و اقارب اور دوستوں سے متعلق ہوں، زمین میں ہوں یا آسمان میں ہوں، خشکی میں ہوں یا تری میں، اللہ تعالیٰ کا حکم ان سب پر مقدم ہے، اگر انسان اس عقیدے پر خوب اچھی طرح محنت کر لے تو اسے بڑے سے بڑا صدمہ اور بڑی سے بڑی خوشی اس کے رب سے دور نہیں کر سکتی، وہ کسی صدمے پر رنجیدہ نہیں ہوگا اور کسی خوشی اور ترقی پر اتراتا نہیں پھرے گا، وہ اپنے رب سے کبھی شکوہ نہیں کرے گا، بلکہ اس کی زبان پر ہمیشہ شکر کے الفاظ ہوں گے، انسان کو اس بات پر بھی ایمان رکھنا چاہیے کہ جس شخص کو ایمان باللہ کی توفیق مل گئی، گویا اس کے دل کو سیدھی راہ مل گئی، اب اسے اپنے دل کو اس سیدھی راہ پر قائم رکھنے کی محنت کرنی اور اس کیلئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد فرمائے گا۔

١٢ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیکر اس سے روگردانی کرنے والوں سے استغناء کا اظہار کیا گیا ہے، اس لیے کہ جو شخص اطاعت کی راہ اختیار کرتا ہے، اس کا فائدہ اسی کو ہوتا ہے اور دنیا میں اس کا بارہا مشاہدہ کیا گیا ہے کہ جو شخص اپنے بڑوں کی بات مان کر چلتا ہے، وہ بہت سی خرابیوں اور نقصانات سے بچ جاتا ہے، اب یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان اللہ اور اس کے رسول کو اپنا بڑا مان کر ان کی اطاعت کرے اور اسے فائدہ نہ ہو؟ البتہ جو لوگ اس اطاعت سے روگردانی کرتے ہیں، وہی نقصان اٹھاتے ہیں، نہ اللہ کو اس سے کوئی نقصان ہوتا ہے اور نہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو، بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری تو صرف اتنی ہے کہ وہ اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دیں، اطاعت کروانا ان کی ذمہ داری نہیں ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	وَ	عَلَى	اللّٰهِ	فَلْيَتَوَكَّلِ	الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٣﴾	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا
نہیں	کوئی معبود	مگر	وہی	اور	پر	اللہ کے	بھروسہ کرنا چاہیے	ایمان والوں کو	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے

کوئی معبود نہیں ، اور اللہ پر ہی مومنین کو بھروسہ کرنا چاہیے ۔ ١٣ اے اہل ایمان !

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ

اِنَّ	مِنْ	اَزْوَاجِكُمْ	وَ	اَوْلَادِكُمْ	عَدُوًّا	لَّكُمْ	فَاحْذَرُوْهُمْ	وَ	اِنْ
بیشک	سے	تمہاری بیویوں کے	اور	تمہاری اولاد کے	دشمن	تمہارے لئے	سو احتیاط کرو ان سے	اور	اگر

تمہاری بیویوں اور اولاد میں بھی تمہارے دشمن ہیں ، سو اُن سے احتیاط کرتے رہو ، اگر

تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤﴾ اِنَّمَآ

تَعْفُوْا	وَ	تَصْفَحُوْا	وَ	تَغْفِرُوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿١٤﴾	اِنَّمَآ
معاف کردو	اور	درگزر کرو	اور	بخش دو	تو بیشک	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	وہ تو صرف

تم معاف کرو، درگزر کرواور بخش دو تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے ۔ ١٤ تمہارے

اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾ فَاتَّقُوا

اَمْوَالُكُمْ	وَ	اَوْلَادُكُمْ	فِتْنَةٌ	وَ	اللّٰهُ	عِنْدَهٗٓ	اَجْرٌ	عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾	فَاتَّقُوا
تمہارے مال	اور	تمہاری اولاد	آزمائش	اور	اللہ	اس کے پاس	اجر	بڑا	سو ڈرو تم

مال واولاد تو ایک آزمائش ہیں ، اور اللہ کے پاس بڑا اجر ہے ۔ ١٥ اس لئے جہاں تک

اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ

اللّٰهَ	مَا	اسْتَطَعْتُمْ	وَاسْمَعُوْا	وَ	اَطِيْعُوْا	وَ	اَنْفِقُوْا	خَيْرًا	لِّاَنْفُسِكُمْ
اللہ سے	جو	تم کر سکتے ہو	اور بات سنو	اور	کہا مانو	اور	خرچ کرو	زیادہ بہتر	تمہاری جانوں کیلئے

تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو ، بات سنواور اطاعت کرو ، اور خرچ کرو ، یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے ،

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٦﴾ اِنْ

وَ	مَنْ	يُّوْقَ	شُحَّ	نَفْسِهٖ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٦﴾	اِنْ
اور	جو کوئی	بچالیا گیا	بخل سے	اپنے نفس کے	تو وہ لوگ	وہی	کامیاب ہونے والے	اگر

اور جس شخص کو اُس کے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں ۔ ١٦ اگر

١٣ اس آیتِ مبارکہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، وہی معبودِ حقیقی ہے، اس کے سوا معبود ہونے کے جتنے دعویدار خود کھڑے ہوئے یا کھڑے کیے گئے، سب باطل ہیں، دوسری یہ کہ اہل ایمان کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں، اس پر ایمان لانے کی وجہ سے نہ ان کا رزق کم ہوگا اور نہ ان کی زندگی کم ہوگی، اگر کسی قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تو اسی سے مدد مانگیں، وہ ضرور مدد فرمائے گا، اس پر کامل بھروسہ رکھیں، وہ انہیں کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔ ١٤ اس آیتِ مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے اپنی بیویوں اور اولاد سے محتاط رہنے کا حکم دیتے ہوئے درگزر کرنے کی تاکید کی گئی ہے، کیونکہ بعض اوقات انسان اپنے بیوی بچوں کی خاطر حرام کاموں اور گناہوں کا ارتکاب بھی کر لیتا ہے، وہ ان کی خاطر رشوت لیتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، کرپشن کرتا ہے، اختیارات کا ناجائز استعمال کرتا ہے، حلال اور حرام کے درمیان فرق بھلا دیتا ہے اور انہیں خوش کرنے کیلئے اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کر لیتا ہے، یقیناً ہر بیوی ایسی نہیں ہوتی، اور بہت سی اولاد انسان کو سیدھے راستے پر لانے کا سبب بن جاتی ہے، اسی لیے یہاں "مِن" کا لفظ لائے ہیں کہ کچھ بیوی بچے ایسے ہوتے ہیں اور کچھ ایسے نہیں بھی ہوتے، سو جس شخص کے بیوی بچے اُسے اللہ اور اس کے رسول سے دور کر دیں، وہ اس کے دشمن ہوئے اور جو اُسے اللہ کے قریب کر دیں، وہ اس کے دوست ہوئے، اس لیے اس معاملے میں حد سے زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے اور احتیاط میں بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ بیوی بچوں کے ساتھ میدانِ جنگ کے دشمن جیسا سلوک نہیں کرنا چاہیے، بلکہ جہاں تک ممکن ہو، عفو و درگزر سے کام لیا جائے، ان کی غلطیوں کو نظر انداز کر دیا جائے اور جذبہ انتقام کی بجائے معاف کرنے کا حوصلہ پیدا کیا جائے تاکہ وہ خود اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کا مستحق بن سکے۔ ١٥ اس آیتِ مبارکہ میں مال واولاد کو انسان کیلئے فتنہ قرار دیا گیا ہے اور فتنہ کا معنی ہے وہ چیز جس کے ذریعے انسان کی آزمائش اور امتحان کیا جائے، لفظی اعتبار سے "فتنہ" کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز کو آگ پر تپا کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے کہ یہ چیز کھری ہے یا کھوٹی، جیسے سنار کرتے ہیں، لہٰذا آیت کا مطلب یہ ہوا کہ تمہیں مال اور اولاد کی بھٹی میں تپا کر دیکھا جائے گا کہ کون کھرا ہے اور کون کھوٹا؟ کون اپنے ایمان پر ثابت قدم رہتا ہے اور کون مال واولاد کے چکر میں پڑ کر اپنے ایمان کا سودا کر لیتا ہے؟ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کچھ لوگوں کیلئے مال اولاد کا ہونا آزمائش کا سبب ہے اور کچھ لوگوں کیلئے مال واولاد کا نہ ہونا امتحان کیلئے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات کچھ دے کر آزماتا ہے اور بعض اوقات کچھ لیکر آزماتا ہے، جو اس امتحان اور آزمائش میں کامیاب ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کیلئے اجرِ عظیم تیار ہے اور جو اس امتحان میں ناکام ہو جاتا ہے، وہ دنیا و آخرت میں نقصان اٹھانے والا ہو جاتا ہے۔ ١٦ اس آیتِ مبارکہ میں چار چیزوں کا حکم دیکر انہیں فلاح اور کامیابی کا معیار مقرر کیا گیا ہے، پہلی یہ کہ جہاں تک انسان سے ممکن ہو، اللہ سے ڈرتا رہے، آغاز میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ سے ایسے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے، لیکن چونکہ انسان کیلئے یہ ناممکن ہے، اس لیے اس میں تخفیف کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ جہاں تک تمہارے لیے ممکن ہو اور انسانی استطاعت اور بساط میں ہو، اُسے اللہ سے ڈرنا چاہیے، دوسرا حکم یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کی ہر بات توجہ کے کان سے سنو، تیسرا حکم یہ کہ صرف سننا کافی نہیں، بلکہ سب پر لازم ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور چوتھا حکم یہ کہ اللہ کے نام پر خرچ کرنے کا حوصلہ پیدا کرو، اس کے دو فائدے ہیں، پہلا یہ کہ تمہارے حق میں یہی بہتر ہے، تمہیں دنیا میں بھی اس کی بھلائی نصیب ہوگی اور آخرت میں بھی، دوسرا یہ کہ اس طرح تمہارے اندر

تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

تُقْرِضُوا	اللّٰهَ	قَرْضًا	حَسَنًا	يُّضٰعِفْهُ	لَكُمْ	وَ	يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ	وَ	اللّٰهُ
تم قرض دو	اللہ کو	قرض	عمدہ	دوگنا کردے گا وہ اسے	تمہارے لئے	اور	معاف کردے گا تمہیں	اور	اللہ

تم اللہ کو قرضِ حسنہ دو ، وہ اُسے تمہارے لیے دوگنا کر دے گا اور تمہاری مغفرت کردے گا ، اور اللہ

شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝١٧ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝١٨

شَكُوْرٌ	حَلِيْمٌ ۝	عٰلِمُ	الْغَيْبِ	وَ	الشَّهَادَةِ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ۝
قدردان	بردبار	جاننے والا	پوشیدہ کا	اور	ظاہر کا	غالب	حکمت والا

بڑا قدردان، بردبار ہے ۔ ١٧ وہ پوشیدہ اور ظاہر سب کچھ جاننے والا ہے ، غالب ، حکمت والا ہے ۔ ١٨

اٰیاتُھا ١٢ (٦٥) سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ (٩٩) رُكُوْعَاتُھَا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا

يٰٓاَيُّهَا	النَّبِيُّ	اِذَا	طَلَّقْتُمُ	النِّسَآءَ	فَطَلِّقُوْهُنَّ	لِعِدَّتِهِنَّ	وَ	اَحْصُوا
اے	نبی	جب	طلاق دوتم لوگ	عورتوں کو	تو طلاق دو انہیں	ان کی عدت پر	اور	شمار کرو

اے نبی ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ، جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو اُنہیں اُن کی عدت پر طلاق دیا کرو ، اور عدت کو

الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ

الْعِدَّةَ ۚ	وَ	اتَّقُوا	اللّٰهَ	رَبَّكُمْ ۚ	لَا	تُخْرِجُوْهُنَّ	مِنْ	بُيُوْتِهِنَّ
عدت کو	اور	ڈروتم	اللہ سے	تمہارا رب	نہ	نکالوتم عورتوں کو	سے	ان کے گھروں کے

شمار کیا کرو ، اور اللہ سے ڈرتے رہو جو کہ تمہارا رب ہے ، اُنہیں اُن کے گھروں سے مت نکالو

وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ

وَ	لَا	يَخْرُجْنَ	اِلَّآ	اَنْ	يَّاْتِيْنَ	بِفَاحِشَةٍ	مُّبَيِّنَةٍ ؕ	وَ	تِلْكَ	حُدُوْدُ	اللّٰهِ ؕ
اور	نہ	نکلیں وہ	مگر	یہ کہ	لائیں وہ	کوئی بے حیائی	کھلی	اور	وہ	حدیں	اللہ کی

اور وہ خود بھی نہ نکلیں ، سوائے اِس کے کہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں ، اور یہ اللہ کی مقررہ حدود ہیں ،

سے بخل کی کیفیت نکل جائے گی اور جس شخص سے بخل کی بیماری نکل جائے اور وہ سخاوت کے وصفِ کامل سے مزین ہو جائے ، وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔

١٧ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دینے کے دو فائدے اور اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں ، اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دینے کا مطلب اس کے بندوں کو قرضِ حسنہ دینا ہے، اس کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دوگنا اجر و ثواب عطا فرماتا ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کی مغفرت کا فیصلہ فرما لیتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ قدردان ہے، چھوٹی سی نیکی پر بہت بڑا اجر و ثواب دیتا ہے اور بڑی سے بڑی غلطی پر صبر و تحمل سے کام لیتا اور در گزر فرما دیتا ہے۔ ١٨ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی تین صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ ظاہر اور پوشیدہ ہر چیز کا مکمل علم رکھتا ہے، دوسری یہ کہ وہ "العزیز" ہے یعنی غالب یا عزت والا اور تیسری یہ کہ وہ "الحکیم" ہے یعنی حکمت والا ، اللہ تعالیٰ کی یہ تینوں صفتیں اس کے پاکیزہ کلام میں جگہ جگہ بکھری پڑی ہیں اور اس کے نمونے جا بجا پھیلے ہوئے ہیں۔ والحمد للہ

ع ٢ / ٨ / ١٦

الحمد للہ! آج مؤرخہ ۲۹ اکتوبر ۲۰۱۹ء بروز منگل

سورة الطلاق

سورۂ طلاق مدنی سورت ہے، اس میں کل حروف ١٠٦٠، کلمات ٢٤٩، آیات ١٢ اور رکوعات ٢ ہیں، اس سورت میں بیشتر مسائل طلاق بیان کیے گئے ہیں اور پہلی آیت میں "طلقتم" کا لفظ بھی "الطلاق" سے ماخوذ ہے، اس لیے اس کا نام سورۂ طلاق رکھا گیا ہے، طلاق کے علاوہ مختلف عورتوں کی عدت، احکامِ عدت اور عورت کے نان و نفقہ کے مسائل بھی ذکر کیے گئے ہیں اور بار بار اللہ سے ڈرنے کی تاکید کی گئی ہے، تا کہ انسان کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے سوچ لے کہ اس میں رب کی رضا شامل ہے یا نہیں، اس کے بعد مختلف قوموں کی سرکشی کا حال بیان کر کے اس امت کو عبرت دلائی گئی ہے تا کہ وہ سابقہ امتوں کے راستے پر نہ چل پڑے۔ ١ اس آیتِ مبارکہ میں خطاب تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے، لیکن چونکہ حکم عام ہے اور تمام مسلمانوں کو شامل ہے اس لیے "طلقتم" جمع مذکر حاضر کا صیغہ لایا گیا ہے اور طلاق کے حوالے سے چند اہم ہدایات دی گئی ہیں، پہلی یہ کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے تو اس کی عدت کا خیال رکھ کر طلاق دے، مطلقہ عورت کی عدت ماہانہ ایام کے تین دور ہیں، اس لیے طلاق دینے والے کو ماہانہ ایام کا دور شروع ہونے سے پہلے اپنی بیوی کو طلاق دینی چاہیے، جسے اہلِ علم کی اصطلاح میں طہر کا زمانہ کہا جاتا ہے، احادیث سے اس میں یہ قید بھی ثابت ہوتی ہے کہ طہر کے اس زمانے میں شوہر نے اپنی بیوی سے ازدواجی تعلق قائم نہ کیا ہو، یعنی بیس، بائیس دن مرد پر ایسے گزر جائیں کہ جن میں وہ اپنی بیوی سے علیحدہ رہا ہو اور اس دوران صلح کی کوئی بھی کوشش کامیاب نہ ہو سکی ہو، ظاہر ہے کہ اس سے دلوں کے درمیان مزید نفرت بڑھے گی اور ایک دوسرے سے دوریاں پیدا ہوں گی اور اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اب وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رہنے پر آمادہ نہیں ہیں، اس کے باوجود شریعت طلاق کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی بلکہ اسے حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض قرار دیتی ہے، لیکن اگر کوئی شخص طلاق دینے کا فیصلہ ہی کر لے تو اسے دمِ ماہانہ کی حالت میں طلاق نہیں دینی چاہیے کیونکہ نبی علیہ السلام نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے اور اس آیت میں بھی عدت کا خیال رکھنے کا حکم اسی بناء پر دیا گیا ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر عورت کو دمِ ماہانہ کی حالت میں طلاق دی جائے تو اس کی عدت کا زمانہ معمول سے زیادہ لمبا ہو جاتا ہے، کیونکہ ماہانہ ایام کا وہ دور "جس میں اُسے طلاق دی گئی" عدت میں شمار نہیں ہوتا، لہٰذا تقریباً ایک مہینہ عورت کو انتظار کرنا پڑتا ہے کہ یہ دور مکمل ہو، پھر طہر کا زمانہ آئے، اس کے بعد جب ماہانہ ایام کا دور آئے تب اُس کی عدت شروع ہو، اس لیے عورت کے

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ

وَ	مَنْ	يَّتَعَدَّ	حُدُوْدَ	اللّٰهِ	فَقَدْ	ظَلَمَ	نَفْسَهٗ ؕ	لَا	تَدْرِيْ	لَعَلَّ	اللّٰهَ
اور	جو کوئی	تجاوز کرے	حدوں سے	اللہ کی	تو یقینا	اس نے ظلم کیا	اپنی جان پر	نہیں	جانتا تو	ہوسکتا ہے	اللہ

اور جو شخص اللہ کی مقررہ حدود سے تجاوز کرے گا ، یقینا اُس نے اپنی جان پر ظلم کیا ، آپ کو معلوم نہیں ، ممکن ہے کہ اللہ

يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝۱ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ

يُحْدِثُ	بَعْدَ	ذٰلِكَ	اَمْرًا ۝	فَاِذَا	بَلَغْنَ	اَجَلَهُنَّ	فَاَمْسِكُوْهُنَّ
پیدا کردے	پیچھے	اس کے	نئی صورت	سو جب	پہنچ جائیں وہ	اپنی مدت کو	تو روک لو انہیں

اس کے بعد کوئی نئی صورت پیدا کر دے ۔ ۱ پھر جب وہ عورتیں اپنے مقررہ وقت کو پہنچیں تو اُنہیں بھلے طریقے سے

بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ

بِمَعْرُوْفٍ	اَوْ	فَارِقُوْهُنَّ	بِمَعْرُوْفٍ	وَّ	اَشْهِدُوْا	ذَوَيْ عَدْلٍ	مِّنْكُمْ
بھلے طریقے سے	یا	جدا کردو انہیں	بھلے طریقے سے	اور	گواہ بنالو	دوعدل والوں کو	تم میں سے

روک لو ، یا شائستہ طریقے سے چھوڑ دو ، اور اپنے میں سے دوعادل آدمیوں کو گواہ بنا لیا کرو ،

وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ

وَ	اَقِيْمُوا	الشَّهَادَةَ	لِلّٰهِ ؕ	ذٰلِكُمْ	يُوْعَظُ	بِهٖ	مَنْ	كَانَ	يُؤْمِنُ	بِاللّٰهِ
اور	قائم کرو	گواہی کو	اللہ کیلئے	تمہارا یہ طریقہ	نصیحت کی جاتی ہے	اس سے	وہ جو	ہو	ایمان رکھتا	اللہ پر

اور گواہی کو اللہ کی رضا کیلئے سیدھا رکھا کرو ، اِن باتوں کے ذریعے اُس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ

وَ	الْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	وَ	مَنْ	يَّتَّقِ	اللّٰهَ	يَجْعَلْ	لَّهٗ	مَخْرَجًا ۝	وَّيَرْزُقْهُ	مِنْ	حَيْثُ
اور	دن پر	پچھلے	اور	جو کوئی	ڈرتا ہے	اللہ سے	بنا دیتا ہے وہ	اس کیلئے	نکلنے کی جگہ	اور رزق دیتا ہے اسے	سے	جہاں

ایمان رکھتا ہو اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے ، اللہ اُس کیلئے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے ۔ ۲ اور اُسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے کہ وہاں

لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ

لَا	يَحْتَسِبُ ؕ	وَ	مَنْ	يَّتَوَكَّلْ	عَلَى	اللّٰهِ	فَهُوَ	حَسْبُهٗ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	بَالِغُ
نہیں	گمان کرتا وہ	اور	جو کوئی	بھروسہ کرے	پر	اللہ کے	تو وہ	اسے کافی	بیشک	اللہ	پہنچنے والا

اُس کا گمان بھی نہیں جاتا ، اور جو شخص اللہ پر بھروسہ رکھے ، اللہ اُس کیلئے کافی ہوجاتا ہے ، بیشک اللہ اپنا حکم پورا کر کے

ساتھ حسن سلوک کرنے کیلئے یہ حکم دیا گیا ہے، دوسرا حکم یہ ہے کہ عدت کو شمار کیا کرو یعنی ایام عدت کی گنتی مکمل کرنی چاہیے، اس لیے کہ اگر اس میں غفلت ہوجائے تو ممکن ہے کہ عورت دوسری جگہ نکاح کرے اور اُس وقت تک اس کی عدت کے کچھ ایام باقی ہوں، اس طرح دورانِ عدت نکاح کرنا لازم آئے گا جو کہ کبیرہ گناہ ہے، یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ دورانِ عدت نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور اس ممانعت کی وجہ لوگوں کے نسب نامے کو محفوظ بنانے کی کوشش ہے، کیونکہ اگر کوئی شخص شرعی اصولوں کے مطابق زمانۂ طہر میں اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے، پھر اسے ماہانہ ایام کا سلسلہ شروع ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے رحم نے مرد کا پانی قبول نہیں کیا اور وہ ماں بننے والی نہیں ہے، تیسرا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، وہی تمہارا رب ہے، طلاق دینے کے معاملے میں جذباتی نہ ہوجانا اور عدت کا خیال رکھنا، دورانِ عدت نکاح نہ کرلینا، چوتھا حکم یہ ہے کہ عدت کے دوران عورت کو اپنے شوہر کے گھر میں ہی رہنا چاہیے، نہ شوہر اُسے وہاں سے نکالے اور نہ وہ خود وہاں سے نکلے، کیونکہ جب دونوں ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے تو ممکن ہے کہ اپنی پچھلی غلطیوں پر انہیں ندامت ہو اور وہ طلاقِ رجعی کی صورت میں رجوع اور طلاقِ بائن کی صورت میں نیا نکاح کرلیں، اس طرح وہ گناہ سے بھی بچ جائیں اور ان کے بچوں کا مستقبل بھی خراب نہ ہو، لیکن اگر عورت چوری، بدکاری یا بدزبانی وغیرہ کا ارتکاب کرے جس کی وجہ سے مرد کی عزت یا مال کو خطرہ ہو تو شوہر کے ذمے اسے اپنے گھر میں رکھنا ضروری نہیں ہے، ان ہدایات کی پابندی طلاق دینے والے ہر شخص پر لازم ہے، اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ہدایت پر عمل نہیں کرتا تو وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور جو شخص ان پر عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کیلئے راستہ نکال دیتا ہے اور بعض اوقات میاں بیوی گنجائش کی صورت میں صلح کر لیتے ہیں ، ورنہ اچھے طریقے سے ایک دوسرے سے جدا ہوجاتے ہیں۔ ۲ اس آیتِ مبارکہ میں طلاق رجعی کی عدت پوری ہونے کا زمانہ قریب آنے کی صورت میں ہدایت دی گئی ہے کہ جب تک طلاق رجعی کی عدت باقی ہو، اُس وقت تک شوہر کے پاس اپنی بیوی سے رجوع کرنے کا اختیار ہوتا ہے اور جب عدت گزر جائے تو یہ اختیار ختم ہو جاتا ہے، البتہ فریقین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، اس لیے جب عدت ختم ہونے کے قریب ہو تو مرد کو فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرنا چاہتا ہے یا نہیں، پھر وہ جو فیصلہ کرلے، شرعاً اور قانوناً وہ معتبر ہوتا ہے، لیکن اس میں اسے یہ تاکید کی گئی ہے کہ اگر وہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہو تو حسن سلوک کے ساتھ رکھے، گزشتہ نادانیوں پر عورت کو طعنہ نہ دے اور اگر وہ اس سے رجوع نہیں کرنا چاہتا تو شائستگی، تہذیب اور وقار کے ساتھ علیحدگی اختیار کرلے لڑائی جھگڑا اور قتل و غارت گری اور خونریزی کرکے علیحدہ نہ ہو، پھر جو شخص پہلی شق کو اختیار کرلے یعنی رجوع کی گنجائش ہونے کی صورت میں رجوع کرلے تو بہتر ہے کہ دو عادل اور نیک آدمیوں کی موجودگی میں اپنی بیوی سے رجوع کرے، تاکہ اپنی مطلقہ کے ساتھ رہنے کا الزام اس پر نہ آئے، اور گواہوں کو چاہیے کہ سیدھی اور سچی گواہی دیں اور اس معاملے میں کسی کی پرواہ بھی مت کریں، لیکن اگر گواہ موجود نہ ہوں تو صرف شوہر کے اتنا کہہ دینے سے بھی رجوع ہوجاتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کرلیا، یا یہ کہ وہ اپنی بیوی سے تنہائی کی ملاقات کرلے، یا اس سے بوس و کنار کرلے، جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں، انہیں ان نصیحتوں پر عمل کرنا چاہئے اور زمانۂ جاہلیت کے اس رواج سے اجتناب کرنا چاہیے جس میں عورت کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا تھا، ان نصیحتوں پر عمل کرنے والے کو متقی سمجھا جائے گا اور وہ اپنے تقویٰ کا فائدہ دنیا میں بھی حاصل کرلے گا، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

أَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ③ وَالّٰٓـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ

اَمْرِهٖ ۭ	قَدْ	جَعَلَ	اللّٰهُ	لِكُلِّ	شَيْءٍ	قَدْرًا ③	وَالّٰٓـِٔيْ	يَىِٕسْنَ	مِنَ
اپنا حکم	تحقیق	بنا دیا ہے	اللہ نے	ہر ایک کیلئے	چیز کا	اندازہ	اور جو عورتیں	مایوس ہو جائیں	سے

رہتا ہے، یقیناً اللہ نے ہر چیز کیلئے ایک خاص اندازہ مقرر فرما رکھا ہے۔ ③ اور تمہاری خواتین میں سے جو عورتیں

الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَاۗىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰۗـِٔيْ لَمْ

الْمَحِيْضِ	مِنْ	نِّسَاۗىِٕكُمْ	اِنِ	ارْتَبْتُمْ	فَعِدَّتُهُنَّ	ثَلٰثَةُ	اَشْهُرٍ	وَّالّٰۗـِٔيْ	لَمْ
ماہانہ ایام کے	سے	تمہاری عورتوں کے	اگر	تمہیں شک ہو	تو ان کی عدت	تین	مہینے	اور جو عورتیں	نہیں

ماہانہ ایام کے سلسلے سے نا امید ہو گئی ہوں، اگر تمہیں شبہ ہو تو ایسی عورتوں کی عدت تین ماہ ہے، نیز وہ عورتیں بھی جن کے ایام

يَحِضْنَ ۭ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۭ

يَحِضْنَ ۭ	وَ	اُولَاتُ الْاَحْمَالِ	اَجَلُهُنَّ	اَنْ	يَّضَعْنَ	حَمْلَهُنَّ ۭ
ایام آئے انہیں	اور	پیٹ والی عورتیں	عدت ان کی	یہ کہ	وہ جنم دیں	اپنے پیٹ کے بچے کو

اب تک شروع نہیں ہوئے، اور ماں بننے والی عورتوں کی عدت یہ ہے کہ اُن کے یہاں بچہ پیدا ہو جائے،

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ④ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ

وَ	مَنْ	يَّتَّقِ	اللّٰهَ	يَجْعَلْ	لَّهٗ	مِنْ	اَمْرِهٖ	يُسْرًا ④	ذٰلِكَ	اَمْرُ	اللّٰهِ	اَنْزَلَهٗٓ
اور	جو کوئی	ڈرتا ہے	اللہ سے	کر دیتا ہے وہ	اس کیلئے	سے	اس کے معاملے کے	آسانی	وہ	حکم	اللہ کا	نازل کیا اس نے

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اُس کے معاملات میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔ ④ یہ اللہ کا حکم ہے جو اُس نے تمہاری طرف

اِلَيْكُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ⑤

اِلَيْكُمْ ۭ	وَ	مَنْ	يَّتَّقِ	اللّٰهَ	يُكَفِّرْ	عَنْهُ	سَيِّاٰتِهٖ	وَ	يُعْظِمْ	لَهٗٓ	اَجْرًا ⑤
تمہاری طرف	اور	جو کوئی	ڈرتا ہے	اللہ سے	کفارہ کر دیتا ہے وہ	اس سے	اس کی لغزشات کا	اور	بڑا کرتا ہے	اس کیلئے	اجر کو

نازل کیا ہے، اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اُس کی لغزشات کا کفارہ کر دیتا ہے اور اُسے اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔ ⑤

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَاۗرُّوْهُنَّ

اَسْكِنُوْهُنَّ	مِنْ	حَيْثُ	سَكَنْتُمْ	مِّنْ	وُّجْدِكُمْ	وَ	لَا	تُضَاۗرُّوْهُنَّ
رہائش دو تم عورتوں کو	سے	جہاں	تم نے رہائش رکھی	سے	اپنی گنجائش کے	اور	مت	نقصان پہنچاؤ انہیں

اُن عورتوں کو اپنی حیثیت کے مطابق وہیں رہائش فراہم کرو جہاں تم خود رہتے ہو اور اُنہیں نقصان مت پہنچاؤ

③ اس آیتِ مبارکہ میں تقویٰ اور توکل کا فائدہ بیان کرکے اللہ تعالیٰ کی قدرت ذکر کی گئی ہے، تقویٰ کا پہلا فائدہ گزشتہ آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر متقی آدمی کسی مشکل اور پریشانی میں گھر جائے اور اسے اس مصیبت سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہ آ رہا ہو تو جب تک وہ اپنے تقویٰ پر قائم رہے گا، اللہ تعالیٰ غیب سے اس کیلئے اس مشکل سے نکلنے کا راستہ بنا دے گا اور وہ اس مشکل سے یوں نکل آئے گا جیسے مکھن میں سے بال نکل آتا ہے، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے ایسی ایسی جگہوں سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں اس کا وہم وگمان بھی کبھی نہیں جاتا، اسے اس بات کا تصور بھی نہیں ہوتا کہ فلاں جگہ سے اسے رزق مل سکے گا، گویا تقویٰ ایک ایسی خوبی ہے کہ جس میں بھی یہ خوبی پیدا ہو جائے اس کے بگڑے ہوئے کام سنور جاتے ہیں اور اس کے رزق میں غیبی اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ نافذ فرما کر رہتا ہے، اس کیلئے کچھ مشکل نہیں ہے، اس نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر فرما رکھا ہے جو کبھی غلط ثابت نہیں ہوا، اسی بناء پر اس آیت میں اللہ پر بھروسہ کرنے والے کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کی کفایت فرماتا ہے اور اس کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچنے دیتا۔

④ اس آیتِ مبارکہ میں مختلف عورتوں کی عدت بیان کی گئی ہے، چونکہ عورت ہمیشہ ایک جیسی حالت میں نہیں رہتی اس لیے اس کی ہر حالت کا حکم دوسری حالت کے حکم سے جدا رکھا گیا ہے جو اس کے ساتھ مکمل مناسبت رکھتا ہے، چنانچہ پہلے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ جس عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دیدی ہو، اُس کی عدت ماہانہ ایام کے تین دور ہیں، لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ عورت کے یہاں ماہانہ ایام کا سلسلہ ختم ہو چکا ہوتا ہے، ایسی عورت کی عدتِ طلاق پورے تین ماہ ہے، جبکہ بعض اوقات عورت ماں بننے والی ہوتی ہے، ایسی عورت کی عدتِ طلاق بچے کی پیدائش ہے، یعنی جب تک اس کے یہاں بچے کی ولادت نہ ہو جائے، اُس وقت تک وہ عدت میں ہی رہے گی اور جب اس کے یہاں ولادت ہو جائے تو اس کی عدت ختم ہو جائے گی، خواہ بچے کی ولادت چند گھنٹوں یا منٹوں کے بعد ہی ہو جائے، ان احکامات پر عمل کرنا ہی تقویٰ ہے اور جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے معاملات میں آسانیاں پیدا فرما دیتا ہے۔

⑤ اس آیتِ مبارکہ میں مذکورہ احکامات پر عمل کرنے کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ طلاق، رجوع اور عدت کے جو احکام اس سے پہلے بیان ہو چکے، ان پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں جو اُس نے تمہاری رہنمائی کیلئے نازل فرمائے ہیں اور ان معاملات میں بھی اور زندگی کے ہر معاملے میں بھی اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے، اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی لغزشات کا کفارہ فرما دیتا ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اجرِ عظیم سے نوازتا ہے، سو جو شخص اپنی لغزشات کا کفارہ اور اجرِ عظیم حاصل کرنا چاہتا ہو، اسے تقویٰ اختیار کرنا چاہیے۔

لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى

لِتُضَيِّقُوْا	عَلَيْهِنَّ ؕ	وَ	اِنْ	كُنَّ	اُولَاتِ حَمْلٍ	فَاَنْفِقُوْا	عَلَيْهِنَّ	حَتّٰى
کہ تم تنگی کرو	ان پر	اور	اگر	وہ ہوں	پیٹ والی عورتیں	تو خرچ کرو	ان پر	یہاں تک کہ

کہ اُن پر تنگی کرنے لگو ، اور اگر وہ عورتیں ماں بننے والی ہوں تو اُن پر اُس وقت تک خرچ کرو جب تک

يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا

يَضَعْنَ	حَمْلَهُنَّ ۚ	فَاِنْ	اَرْضَعْنَ	لَكُمْ	فَاٰتُوْهُنَّ	اُجُوْرَهُنَّ ۚ	وَاْتَمِرُوْا
جنم دے لیں	اپنے پیٹ کے بچے کو	سو اگر	وہ دودھ پلائیں	تمہارے لئے	تو دیدو تم انہیں	ان کی اجرت	اور حکم دو

کہ وہ بچے کو جنم نہ دے لیں ، پھر اگر وہ تمہاری خاطر بچے کو دودھ پلائیں تو اُنہیں اُن کی اُجرت دے دیا کرو ، اور آپس میں

بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ؕ ۶ لِيُنْفِقْ

بَيْنَكُمْ	بِمَعْرُوْفٍ ۚ	وَ	اِنْ	تَعَاسَرْتُمْ	فَسَتُرْضِعُ	لَهٗٓ	اُخْرٰى ؕ ۶	لِيُنْفِقْ
آپس میں	بھلائی کا	اور	اگر	تم آپس میں تنگ ہو	تو دودھ پلائے	اسے	دوسری	تا کہ خرچ کرے

بھلائی کی تلقین کیا کرو ، اور اگر تم آپس میں تنگی محسوس کرو تو اُسے کوئی دوسری عورت دودھ پلائے ۔ ۶ تا کہ گنجائش والا

ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ

ذُوْ سَعَةٍ	مِّنْ	سَعَتِهٖ ؕ	وَ	مَنْ	قُدِرَ	عَلَيْهِ	رِزْقُهٗ	فَلْيُنْفِقْ	مِمَّآ	اٰتٰىهُ
گنجائش والا	سے	اپنی گنجائش کے	اور	جو کوئی	تنگ کیا گیا	اس پر	اس کا رزق	تو چاہیے کہ خرچ کرے	اس سے جو	دیا اسے

اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرے اور جس شخص کا رزق تنگ ہو ، وہ اس میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اُسے

اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۷ ع ۱ ۷ ۱۷

اللّٰهُ ؕ	لَا	يُكَلِّفُ	اللّٰهُ	نَفْسًا	اِلَّا	مَآ	اٰتٰىهَا ؕ	سَيَجْعَلُ	اللّٰهُ	بَعْدَ	عُسْرٍ	يُّسْرًا ۷
اللہ نے	نہیں	پابند کرتا	اللہ	کسی نفس کو	مگر	وہ جو	اس نے دیا اسے	عنقریب کردے گا	اللہ	پیچھے	سختی کے	آسانی

دیا ہے ، اللہ کسی نفس کو پابند نہیں کرتا سوائے اُسی چیز کے جو اُس نے اُسے دی ہو ، عنقریب اللہ سختی کے بعد آسانی کردے گا ۔ ۷

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا

وَ	كَاَيِّنْ	مِّنْ	قَرْيَةٍ	عَتَتْ	عَنْ	اَمْرِ	رَبِّهَا	وَرُسُلِهٖ	فَحَاسَبْنٰهَا	حِسَابًا
اور	کتنی ہی	سے	بستیاں	سرکشی کی اس نے	سے	حکم کے	اپنے رب کے	اور اس کے پیغمبروں کے	سوحساب لیا ہم نے ان کا	حساب

اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہوں نے اپنے رب اور اُس کے پیغمبروں کے حکم سے سرکشی کی ، سو ہم نے اُن کا سخت

۶ اس آیتِ مبارکہ میں مطلقہ عورتوں کیلئے نفقہ اور سکنی کا حکم دیا گیا ہے، اس میں مطلقہ عورت کیلئے کوئی قید نہیں لگائی گئی کہ اسے طلاق رجعی دی گئی ہو یا طلاق بائن یا طلاق مغلظہ، لہٰذا یہ حکم عام ہے اور ہر مطلقہ عورت کو دورانِ عدت خرچ بھی دیا جائے گا اور اسے رہائش بھی فراہم کی جائے گی، خاص طور پر اس صورت میں جبکہ مطلقہ عورت ماں بننے والی ہو، کہ طلاق دینے والے پر لازم ہے کہ جب تک بچے کی ولادت نہ ہو جائے، اُس وقت تک اُس کی ماں کو خرچ دیتا رہے، اس سلسلے میں اُسے کسی قسم کی تنگی اور پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے، البتہ اگر عورت خود ہی اپنے شوہر کے گھر سے چلی جائے تو نفقہ اور سکنی دونوں معطل ہو جائیں گے، پھر جب بچے کی ولادت ہو جائے اور اسے دودھ پلانے کا مرحلہ پیش آئے تو دو میں سے کوئی ایک صورت ہو سکتی ہے یا تو عورت اپنے بچے کو خود دودھ پلانے پر اصرار کرے گی یا اسے دودھ پلانے سے انکار کرے گی، اگر وہ انکار کر دے تو ظاہر ہے کہ اس پر اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا اور اگر وہ کہے کہ میں اپنے بچے کو اس شرط پر دودھ پلاؤں گی کہ اس کا باپ مجھے دودھ پلانے کی اجرت دے تو یہاں پھر دو صورتیں ہیں، بچے کا باپ اسے اجرت دینے کیلئے راضی ہوگا یا نہیں، اگر وہ اسے اجرت دینے پر راضی ہو تو معاملہ آسان ہے، دونوں باہمی رضامندی سے کوئی رقم متعین کر لیں جس کی بروقت ادائیگی کا اہتمام ہو جائے، اور اگر وہ اسے اجرت دینے پر راضی نہ ہو تو لامحالہ وہ کسی دوسری عورت سے اپنے بچے کو دودھ پلانے کی درخواست کرے گا اور وہ بھی اجرت کے بغیر اسے دودھ نہیں پلائے گی، تو جو اجرت اس نے دوسری عورت کو دینی ہے، وہ اپنے بچے کی ماں کو دیدے تا کہ ماں اور بچے کے درمیان جدائی بھی نہ ہو اور بچے کی ماں کی ضروریات پوری ہونے کا بھی کوئی انتظام ہو جائے۔

۷ اس آیتِ مبارکہ میں خرچ کے حوالے سے باپ کی مالی حیثیت کو مدنظر رکھنے کی تاکید کی گئی ہے، یعنی اگر بچے کے باپ سے خرچ وصول کرنا ہو تو اس کی مقدار اس کی مالی حیثیت کو سامنے رکھ کر متعین کی جانی چاہیے، اگر ایک شخص کی کل تنخواہ بیس ہزار روپے ہو اور اس سے پندرہ ہزار روپے خرچ کے نام پر مانگ لیے جائیں تو یہ اس پر ظلم ہے، اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا، اس لیے اگر کسی کی مالی حیثیت مستحکم ہو تو اُسے اس کے مطابق خرچ دینا چاہئے اور اگر کوئی شخص غریب یا متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والا ہو تو وہ اپنی گنجائش کے مطابق خرچ دے اور اللہ سے دعا کرتا رہے، اللہ تعالیٰ اس کا مشکل وقت ختم کر دے گا۔

شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨﴾ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ

شَدِيْدًا ۙ	وَّعَذَّبْنٰهَا	عَذَابًا	نُّكْرًا ﴿٨﴾	فَذَاقَتْ	وَبَالَ	اَمْرِهَا	وَ	كَانَ	عَاقِبَةُ
سخت	اور عذاب دیا ہم نے اسے	عذاب	بالکل مختلف	سو چکھی اس نے	سزا	اپنے کام کی	اور	ہوگیا	انجام

محاسبہ کیا اور ہم نے اُنہیں بالکل مختلف عذاب میں مبتلا کر دیا۔ ﴿٨﴾ سو انہوں نے اپنے کیے کا مزہ چکھا، اور اُن کے معاملات کا

اَمْرِهَا خُسْرًا ﴿٩﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي

اَمْرِهَا	خُسْرًا ﴿٩﴾	اَعَدَّ	اللّٰهُ	لَهُمْ	عَذَابًا	شَدِيْدًا ۙ	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	يٰٓاُولِي
اس کے معاملے کا	نقصان	تیار کیا ہے	اللہ نے	ان کیلئے	عذاب	سخت	سو ڈرو تم	اللہ سے	اے اہل

انجام نقصان پر ہوا۔ ﴿٩﴾ اللہ نے اُن کیلئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، سو اے اہل

الْاَلْبَابِ ۖۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿١٠﴾ ۙ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا

الْاَلْبَابِ ۖۚ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا ۛ	قَدْ	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	اِلَيْكُمْ	ذِكْرًا ﴿١٠﴾	رَّسُوْلًا	يَّتْلُوْا
عقل	وہ لوگ جو	ایمان لائے	یقیناً	نازل کردیا	اللہ نے	تمہاری طرف	ذکر کو	ایک پیغمبر	تلاوت کرتا ہے وہ

عقل! جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو، یقیناً اُس نے تمہاری طرف اپنی نصیحت نازل کی ہے۔ ﴿١٠﴾ یعنی ایک پیغمبر جو تمہارے سامنے

عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

عَلَيْكُمْ	اٰيٰتِ	اللّٰهِ	مُبَيِّنٰتٍ	لِّيُخْرِجَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ
تم پر	آیتوں کو	اللہ کی	واضح	تاکہ نکال دے	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	اور	عمل کئے انہوں نے	اچھے

اللہ کی واضح آیتوں کی تلاوت کرتا ہے، تاکہ اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے، اندھیروں سے

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا

مِنَ	الظُّلُمٰتِ	اِلَى	النُّوْرِ ۭ	وَ	مَنْ	يُّؤْمِنْ	بِاللّٰهِ	وَ	يَعْمَلْ	صَالِحًا
سے	اندھیروں کے	طرف	روشنی کے	اور	جو کوئی	ایمان لائے	اللہ پر	اور	عمل کرے	نیک

نکال کر روشنی کی طرف لیجائے، اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک اعمال کرے،

يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ قَدْ

يُّدْخِلْهُ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَآ	اَبَدًا ۭ	قَدْ
وہ داخل کرے گا اسے	باغات میں	بہتی ہوں گی	سے	اس کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہنے والے	اسمیں	ہمیشہ	یقیناً

اللہ اُسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یقیناً

﴿٨﴾ ﴿١٠﴾ ان آیتوں میں گزشتہ اقوام کے عبرتناک انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، ماضی میں جتنی اقوام بھی گزری ہیں اور عبرتناک انجام سے دو چار ہوئی ہیں، ان میں سے کسی بھی قوم پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ تمام اقوام اپنے کفر و شرک، بد عملی اور سرکشی کی وجہ سے کیفر کردار کو پہنچی ہیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پس پشت ڈالا، پیغمبروں کی تعلیمات کو نظر انداز کیا، تکبر اور سینہ زوری کا مظاہرہ کیا، اپنے مال و دولت پر ناز کیا، اپنی اولاد کی کثرت اور بہادری پر فخر کیا، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے دائرے سے نکل گئے جس کے نتیجے میں ان کا شدید محاسبہ ہوا، ان پر ایسا عذاب آیا جس کا انہوں نے تصور تک نہیں کیا تھا اور انجام کار انہیں ایسے خسارے اور نقصان کا سامنا کرنا پڑا جو اُن کی توقع کے برخلاف تھا، گویا انہوں نے جو کیا، اس کا مزہ چکھ لیا، آخرت کی سزا اس کی علاوہ ہے، وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے سخت سزائیں تیار کر رکھی ہیں، عقل مند ہے وہ انسان جو تاریخ کو پڑھ کر اس سے عبرت حاصل کر لے اور اس کے دل میں تقویٰ پیدا ہو جائے، ورنہ بہت سے لوگ تاریخ تو پڑھتے ہیں اور بعد میں اس سے عبرت حاصل کرنے کی بجائے خود تاریخ اور داستانِ عبرت بن جاتے ہیں۔

مع ١٤

اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ⑪ اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ

اَحْسَنَ	اللّٰهُ	لَهٗ	رِزْقًا ⑪	اَللّٰهُ	الَّذِىْ	خَلَقَ	سَبْعَ	سَمٰوٰتٍ	وَ	مِنَ
عمدہ کیا	اللہ نے	اس کیلئے	رزق	اللہ	جس نے	پیدا کیا	سات	آسمانوں کو	اور	سے

اللہ نے انہیں بہترین رزق عطا فرمایا۔ ⑪ اللہ وہی ہے جس نے سات آسمانوں کو پیدا کیا اور اتنی ہی

الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى

الْاَرْضِ	مِثْلَهُنَّ ؕ	يَتَنَزَّلُ	الْاَمْرُ	بَيْنَهُنَّ	لِتَعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	عَلٰى
زمین کے	اتنی ہی	اترتا ہے	حکم	ان کے درمیان	تاکہ تم جان لو	کہ بیشک	اللہ	پر

زمینوں کو بھی، اُن کے درمیان اُس کا حکم نازل ہوتا رہتا ہے تاکہ تم جان لو کہ بیشک اللہ

كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَىْءٍ عِلْمًا ⑫ ع

۲ ع ۵ ۱۸

كُلِّ	شَىْءٍ	قَدِيْرٌ ۙ	وَ	اَنَّ	اللّٰهَ	قَدْ	اَحَاطَ	بِكُلِّ	شَىْءٍ	عِلْمًا ⑫
ہر ایک	چیز کے	قدرت والا	اور	یہ کہ بیشک	اللہ	یقیناً	احاطہ کرچکا	ساتھ ہر ایک	چیز کے	علم میں

ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ نے اپنے علم میں ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ ⑫

اٰيَاتُهَا ١٢ سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ (٦٦) (١٠٧) رُكُوْعَاتُهَا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِىْ مَرْضَاتَ

يٰٓاَيُّهَا	النَّبِىُّ	لِمَ	تُحَرِّمُ	مَآ	اَحَلَّ	اللّٰهُ	لَكَ ۚ	تَبْتَغِىْ	مَرْضَاتَ
اے	نبی	کیوں	حرام کرتا ہے تو	وہ جو	حلال کیا	اللہ نے	تیرے لئے	تُو چاہتا ہے	خوش کرنا

اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ اپنے اوپر اُس چیز کو کیوں حرام قرار دیتے ہیں جو اللہ نے آپ کیلئے حلال کر رکھی ہے؟ آپ اپنی بیویوں کو خوش

اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ

اَزْوَاجِكَ ؕ	وَ	اللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ①	قَدْ	فَرَضَ	اللّٰهُ	لَكُمْ	تَحِلَّةَ
اپنی بیویوں کو	اور	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان	یقیناً	مقرر کردیا	اللہ نے	تمہارے لئے	کھولنا

کرنا چاہتے ہیں، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ① اللہ نے تمہارے لئے اپنی قسموں سے نکلنے کا طریقہ

⑪ اس آیتِ مبارکہ میں لفظ "ذکر" کی وضاحت کی گئی ہے جو گزشتہ آیت کے آخر میں آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے نازل کرنے کو اپنے انعام کے طور پر بیان فرمایا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے جو ذکر نازل فرمایا ہے، وہ ایک جیتا جاگتا انسان ہے، اسے ہم نے اپنا پیغمبر بنایا ہے، وہ ہمارا پیغام لیکر تمہارے پاس آیا ہے، وہ ہماری روشن اور واضح آیتیں تمہارے سامنے تلاوت کرتا ہے اور تمہیں اپنی خوبصورت آواز میں ہمارا کلام سناتا ہے، وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے جانا چاہتا ہے، اس کی تمام تر کوششوں کا محور یہی ہے کہ تم گمراہی سے بچ جاؤ اور ہدایت حاصل کرلو، سو جو شخص ان کی دعوت پر لبیک کہے، ایمان لے آئے اور اعمال صالحہ کا اہتمام کرے اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ رہنے کی جنت میں داخل فرما دے گا، وہ جنت بھی ہمیشہ رہے گی اور وہاں رہنے والے بھی فنا نہ ہوں گے، ہمیشہ نہیں نفیس، لذیذ اور عمدہ کھانے اور رزق سے متعلق تمام چیزیں فراوانی کے ساتھ میسر ہوں گی، اللہ تعالیٰ نے ان کی مہمان نوازی کیلئے بھرپور انتظامات فرما رکھے ہیں۔

⑫ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی چار صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ زمین و آسمان کا خالق ہے، اس کے علاوہ ان کا کوئی اور خالق نہیں ہے، اگر کسی کو دعوئی ہے کہ وہ زمین و آسمان کا خالق ہے تو سامنے آئے، دوسری یہ کہ زمین و آسمان کے درمیان اسی کا حکم چلتا ہے اور اسی کا حکم نافذ ہوتا ہے، تیسری یہ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کیلئے کوئی بھی کام مشکل نہیں ہے، چوتھی یہ کہ اللہ تعالیٰ کا علم کامل اور محیط ہے اور اس نے اپنے علم کے ذریعے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے، سو کوئی بھی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے، آیت کا اصل منشا تو یہی بیان کرنا ہے، البتہ ضمنی طور پر "ومن الارض مثلھن" کے جملے سے علماء نے یہ استدلال بھی فرمایا ہے کہ جس طرح آسمانوں کی تعداد سات ہے، اسی طرح زمینوں کی تعداد بھی سات ہے، پورے قرآن میں یہ واحد موقع ہے جہاں سات زمینوں کا حوالہ دیا گیا ہے، لیکن یہاں صرف اتنی بات ہی کہی گئی ہے کہ زمینیں بھی آسمانوں کی طرح سات ہیں، وہ زمینیں کیسی ہیں؟ ان میں کون سی مخلوق آباد ہے؟ اس مخلوق کی شکل و صورت، قد کاٹھ، بول چال، رنگ روپ اور اس کی ضروریات و سہولیات کیا ہیں؟ اس حوالے سے کوئی بھی مستند تفصیل قرآن و سنت میں نہیں ملتی، اس لیے اگر جدید سائنس اس حوالے سے کوئی انکشاف کرے تو ہمیں اس انکشاف کو نہ تو رد کرنے کی ضرورت ہے اور نہ قبول کرنے کی، اس کی حیثیت ایک علمی تحقیق کی ہوگی جس کی تعریف کی جاسکتی ہے، تاہم اسے قرآن و سنت کے درجے پر فائز کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ الحمدللہ! آج مؤرخہ ۳۰ اکتوبر ۲۰۱۹ء بروز بدھ

سورۃ التحریم

سورۂ تحریم مدنی سورت ہے، اس میں کل حروف ۱۰۶۰، کلمات ۲۴۷، آیات ۱۲ اور رکوعات ۲ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی "لم تحرم" کا لفظ آیا ہے جو کہ "التحریم" سے ماخوذ ہے، اس لیے اس کا نام سورۂ تحریم رکھا گیا، اس سورت کا نزول شہد پینے کے ایک خاص واقعے میں ہوا تھا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے یہاں شہد پی لیا تھا، بعد میں دیگر ازواج مطہرات کی خوشی کیلئے آئندہ شہد نہ پینے کی قسم کھالی، اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو اپنی قسم کا کفارہ دینے کی تاکید فرمائی اور اس پورے واقعے کی طرف نہایت لطیف اشارے فرمائے، پھر خود اپنی ذات کو اور اپنے اہل خانہ کو جہنم کی آگ سے بچانے کی تاکید کی گئی ہے، جہنم کے فرشتوں کی فرمانبرداری کا حوالہ دیا

اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى

اَيْمَانِكُمْ	وَ	اللّٰهُ	مَوْلٰىكُمْ	وَ	هُوَ	الْعَلِيْمُ	الْحَكِيْمُ ۝	وَ	اِذْ	اَسَرَّ	النَّبِيُّ	اِلٰى
اپنی قسموں کو	اور	اللہ	تمہارا آقا	اور	وہ	خوب جاننے والا	حکمت والا	اور	جب	راز بتایا	نبی نے	طرف

مقرر کر دیا ہے، اور اللہ تمہارا آقا ہے اور وہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ [۲] اور اُس وقت کو یاد کیجیے جب پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی کسی

بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ

بَعْضِ	اَزْوَاجِهٖ	حَدِيْثًا	فَلَمَّا	نَبَّاَتْ	بِهٖ	وَ	اَظْهَرَهُ	اللّٰهُ	عَلَيْهِ	عَرَّفَ
کسی	اپنی بیوی کے	کوئی بات	سوجب	بتادیا عورت نے	اسے	اور	ظاہر کردیا اسے	اللہ نے	اس پر	بیان کردی اس نے

اہلیہ سے راز کی کوئی بات کہی، پھر جب اہلیہ نے وہ بات بیان کردی اور اللہ نے اپنے نبی پر اُسے ظاہر کر دیا تو نبی نے کچھ بات

بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ

بَعْضَهٗ	وَ	اَعْرَضَ	عَنْۢ	بَعْضٍ	فَلَمَّا	نَبَّاَهَا	بِهٖ	قَالَتْ	مَنْ	اَنْۢبَاَكَ	هٰذَا
کچھ بات	اور	اعراض کیا	سے	کچھ بات کے	سوجب بتایا	اس نے اسے	اس کے متعلق	کہنے لگی وہ	کس نے	بتایا تجھے	یہ

بیان کر دی اور کچھ سے اعراض کیا، پھر جب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اہلیہ کو اُس کے متعلق بتایا تو وہ کہنے لگیں کہ آپ کو یہ بات کس نے بتائی؟

قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ

قَالَ	نَبَّاَنِيَ	الْعَلِيْمُ	الْخَبِيْرُ ۝	اِنْ	تَتُوْبَآ	اِلَى	اللّٰهِ	فَقَدْ	صَغَتْ	قُلُوْبُكُمَا
کہا اس نے	بتایا مجھے	خوب جاننے والے نے	باخبر	اگر	تم دونوں توبہ کرو	طرف	اللہ کے	یقینا	جھک گئے	تم دونوں کے دل

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ مجھے یہ بات اُس ذات نے بتائی ہے جو خوب جاننے والا، باخبر ہے۔ [۳] اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرلو تو بہتر ہے، کیونکہ تمہارے دل جھک پڑے ہیں،

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ

وَ	اِنْ	تَظٰهَرَا	عَلَيْهِ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	هُوَ	مَوْلٰىهُ	وَ	جِبْرِيْلُ	وَ	صَالِحُ	الْمُؤْمِنِيْنَ
اور	اگر	تم غالب آؤ گی	اس پر	تو بیشک	اللہ	وہی	اس کا رفیق	اور	جبریل	اور	نیک	ایمان والے

اور اگر تم دونوں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر غالب آنا چاہو گی تو بیشک اللہ ہی اُن کا رفیق ہے اور جبریل اور نیک اہلِ ایمان بھی،

وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ

وَ	الْمَلٰٓئِكَةُ	بَعْدَ	ذٰلِكَ	ظَهِيْرٌ ۝	عَسٰى	رَبُّهٗٓ	اِنْ	طَلَّقَكُنَّ	اَنْ	يُّبْدِلَهٗٓ
اور	فرشتے	پیچھے	اس کے	مددگار	ممکن ہے	اس کا رب	اگر	وہ طلاق دیدے تمہیں	کہ	بدل دے انہیں

اِس کے علاوہ فرشتے بھی اُن کے مددگار ہیں۔ [۴] ممکن ہے کہ اگر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں طلاق دیدیں تو اُن کا رب اُنہیں بدلے میں

گیا ہے، اہل ایمان کو "توبۂ نصوح" کا حکم دیا گیا ہے، آخر میں چند مثالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ فضیلت اور نجات کا مدار اور معیار دنیوی نسب، قرابت داری اور رشتہ داری نہیں ہے، حضرت نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویوں کی مثال بھی سامنے رکھو اور فرعون کی اہلیہ حضرت آسیہ اور حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی مثال بھی سامنے رکھو، تم پر بات واضح ہو جائے گی اور تم صحیح نتیجہ اخذ کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ [۱] اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ آپ اپنی ازواجِ مطہرات کی خوشی کی خاطر ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کیوں کرتے ہیں؟ حلال کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے نہیں بنایا کہ اسے حرام کیا جائے، بلکہ اس لیے بنایا ہے کہ حسبِ مزاج اور ضرورت اسے اپنے استعمال میں لایا جائے، دراصل یہ ایک واقعے کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل کتبِ حدیث میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ نبی علیہ السلام روزانہ نمازِ عصر کے بعد باری باری تمام ازواجِ مطہرات کے پاس مزاج پرسی کیلئے تشریف لے جاتے تھے، کسی کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو وہ پوری فرما دیتے تھے، ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس معمول سے زیادہ وقت لگ گیا، دیگر ازواجِ مطہرات کو تجسس ہوا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خضراء نامی ایک حبشن باندی کا سہارا لیا اور پتہ چلا لیا کہ نبی علیہ السلام نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے یہاں شہد پیا ہے، اس میں چند منٹ اضافی لگ گئے، پھر کئی دن اسی طرح ہو، ازواجِ مطہرات میں سے ہر ایک کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت تھی، وہ محتاجِ بیان نہیں ہے، ہر ایک کی خواہش ہوتی تھی کہ اسے کچھ اضافی وقت مل جائے، سو جب ان میں سے ایک کو اضافی وقت ملا اور بقیہ ازواج کو معمول کے مطابق وقت ملا تو عورت کے فطری مزاج اور جذبات کا بیدار ہو جانا قابلِ تعجب نہیں رہتا، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، صفیہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا سے اس سلسلے میں مشورہ کیا تو طے پایا کہ نبی علیہ السلام ان میں سے جس کے پاس بھی تشریف لائیں، وہ یہی کہے کہ یارسول اللہ! کیا آپ نے "مغافیر" کھایا ہے کیونکہ آپ کے منہ سے اسی کی مہک آرہی ہے؟ یہ گوند کے مشابہ ہوتا ہے اور اس کی مہک نامرغوب ہوتی ہے، چنانچہ ان میں سے ہر ایک نے مشورے کے مطابق عمل کیا، نبی علیہ السلام نے ہر ایک کو یہی جواب دیا کہ مجھے زینب نے شہد پلایا تھا، مغافیر تو میں نے نہیں کھایا، انہوں نے عرض کیا کہ ممکن ہے شہد کی مکھی نے اس کا رس چوس لیا ہو، جب یہی بات مختلف ازواجِ مطہرات کی طرف سے بار بار دہرائی گئی تو نبی علیہ السلام نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سامنے قسم کھالی کہ میں آئندہ شہد نہیں پیوں گا، لیکن تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا، زینب کو پتہ چلے گا تو وہ رنجیدہ ہوں گی، ظاہر ہے کہ شہد حلال ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے ہمیشہ کے لیے حلال رکھا ہے، اب اگر ازواجِ مطہرات کی خاطر ایک حلال کو حرام فرما لیا جاتا تو لوگوں کیلئے ایک راستہ کھل جاتا اور لوگ یہ سمجھتے کہ بیوی کو خوش کرنے کیلئے حلال کو حرام کر لینا بھی سنت ہے، پھر اس میں جو بے اعتدالیاں پیش آسکتی تھیں، وہ دین سے دوری کا سبب بھی بن سکتی تھیں، اس لیے فوری طور پر آیت نازل کی گئی تاکہ آپ اپنی قسم پر عمل نہ فرمائیں۔ [۲] اس آیت مبارکہ میں مذکورہ قسم کو توڑنے اور اس کا کفارہ ادا کرنے کیلئے فرمایا گیا ہے، یہ اس سوال کا جواب تھا کہ نبی علیہ السلام نے شہد نہ پینے کی جو قسم کھائی ہے، اگر اس پر عمل نہ فرمائیں تو کیا کریں؟ سو واضح فرما دیا گیا کہ اپنی قسم توڑ دیں اور اس کا کفارہ ادا کر دیں جس کا ذکر سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۸۹ میں ہو چکا ہے، یہی طریقہ ہر اس قسم کیلئے مقرر کیا گیا ہے جس کے متعلق قسم کھانے والے کو بعد میں احساس ہو کہ جس کام کی اُس نے قسم کھائی ہے، اس میں خیر نہیں ہے۔ [۳] اس آیت مبارکہ میں شہد کے مذکورہ واقعے کے ایک اور جزو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ نبی علیہ السلام نے شہد نہ پینے کی جو قسم کھائی تھی، اس کے متعلق حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو تاکید فرما دی تھی کہ کسی سے میرے قسم کھانے کا ذکر نہ کرنا، گویا یہ ایک راز تھا جو نبی علیہ السلام اور

اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ

اَزْوَاجًا	خَيْرًا	مِّنْكُنَّ	مُسْلِمٰتٍ	مُّؤْمِنٰتٍ	قٰنِتٰتٍ	تٰٓئِبٰتٍ	عٰبِدٰتٍ
بیویاں	بہتر	تم عورتوں سے	اسلام والی	ایمان والی	فرمانبرداری کرنے والی	توبہ کرنے والی	عبادت کرنے والی

تم سے بہترین بیویاں عطا کر دے جو مسلمان ، صاحب ایمان ، فرمانبردار ، توبہ کرنے والی ، عبادت کرنے والی

سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ۝٥ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ

سٰٓئِحٰتٍ	ثَيِّبٰتٍ	وَ	اَبْكَارًا ۝	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	قُوْٓا	اَنْفُسَكُمْ
روزہ رکھنے والی	شوہر دیدہ	اور	کنواریاں	اے	وہ لوگو! جو	ایمان لائے	بچاؤ تم	اپنی جانوں کو

اور روزہ رکھنے والی ہوں ، خواہ وہ شوہر دیدہ ہوں یا کنواریاں ۔ ۵ اے اہل ایمان ! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو

وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ

وَ	اَهْلِيْكُمْ	نَارًا	وَّقُوْدُهَا	النَّاسُ	وَ	الْحِجَارَةُ	عَلَيْهَا	مَلٰٓئِكَةٌ	غِلَاظٌ	شِدَادٌ
اور	اپنے گھر والوں کو	جہنم سے	ایندھن اس کا	انسان	اور	پتھر	اس پر	فرشتے	مضبوط	طاقتور

جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں ، اُس پر ایسے مضبوط ، طاقتور فرشتے مقرر کیے گئے ہیں

لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝٦ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

لَا	يَعْصُوْنَ	اللّٰهَ	مَآ	اَمَرَهُمْ	وَ	يَفْعَلُوْنَ	مَا	يُؤْمَرُوْنَ ۝	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ
نہیں	نافرمانی کرتے	اللہ کی	وہ جو	حکم دیا اس نے انہیں	اور	کرتے ہیں وہ	جو کچھ	وہ حکم دیے گئے	اے	وہ لوگو! جو

جو اللہ کے کسی حکم کی نا فرمانی نہیں کرتے ، اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا گیا ہو۔ ۶ اے کفر اختیار

كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٧ يٰٓاَيُّهَا

كَفَرُوْا	لَا	تَعْتَذِرُوا	الْيَوْمَ	اِنَّمَا	تُجْزَوْنَ	مَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ۝	يٰٓاَيُّهَا
کافر ہوئے	مت	عذر پیش کرو	آج کے دن	وہ تو صرف	تم بدلہ دیے جاؤ گے	وہ جو	تم تھے	عمل کرتے	اے

کرنے والو! آج کے دن تم اپنے عذرمت پیش کرو ، تمہیں تو صرف تمہارے اعمال کا ہی بدلہ دیا جائیگا۔ ۷ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	تُوْبُوْٓا	اِلَى	اللّٰهِ	تَوْبَةً	نَّصُوْحًا	عَسٰى	رَبُّكُمْ	اَنْ	يُّكَفِّرَ
وہ لوگو! جو	ایمان لائے	توبہ کرو تم	طرف	اللہ کے	توبہ	خالص	ممکن ہے	تمہارا رب	یہ کہ	کفارہ کردے

اہل ایمان ! اللہ کے سامنے خالص توبہ کرو ، امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے درمیان تھا، لیکن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے راز کی یہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتا دی ، اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی نبی علیہ السلام کو بتا دیا کہ حفصہ نے وہ راز عائشہ کے سامنے بیان کر دیا ہے، نبی علیہ السلام نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو وہ سمجھیں کہ شاید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات نبی علیہ السلام کو بتائی ہے، اس لیے انہوں نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کو یہ بات کس نے بتائی ہے کہ میں نے اس موضوع پر عائشہ رضی اللہ عنہا سے بات کی ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے یہ بات اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی بتائی ہے کیونکہ وہ علیم بھی ہے اور خبیر بھی ، اگر اس موقع پر نبی علیہ السلام خاموش رہتے یا کوئی غیر واضح جواب دیدیتے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان پیار اور محبت کے تعلق میں کمی آ جاتی ، اسی وجہ سے نبی علیہ السلام نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی پوری بات نہیں فرمائی، صرف اتنی سی بات فرما دی جس سے انہیں معلوم ہو گیا کہ نبی علیہ السلام کو یہ بات پتہ چل گئی ہے کہ میں نے ان کا راز فاش کر دیا ہے۔

۴ اس آیت مبارکہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو توبہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، بعض حضرات نے اس سے ان دونوں معزز اور پاکباز خواتین کی شان میں نامناسب الفاظ استعمال کیے ہیں، حالانکہ اس آیت کے پس منظر کو سامنے رکھا جائے تو اس کا بے تکلف مفہوم یہ بنتا ہے کہ

ع ۱ ۷ ۱۹

ازواج مطہرات نے نبی علیہ السلام کی محبت اور توجہ اور اضافی وقت حاصل کرنے کیلئے جو طریقہ اختیار کیا، وہ ان کی شان کے شایان نہیں تھا، جذبہ محبت کا قابل قدر ہونا اپنی جگہ، لیکن اظہار محبت کا طریقہ بھی ایسا ہونا چاہیے جو ان کی شایان شان ہو، اس لیے آپ دونوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کریں اور آئندہ کوئی ایسا اقدام نہ کریں جس سے نبی علیہ السلام کو قسم کھا کر ایک حلال چیز اپنے اوپر حرام کرنی پڑے، اگر آپ نے دوبارہ ایسا کام کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اپنے کیے پر کوئی پچھتاوا اور ندامت نہیں ہے، اس سے آپ ہی کو نقصان ہوگا ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ انہیں تو اپنے رب کی محبت و رفاقت اور مدد حاصل ہے، جبریل امین ، نیک مسلمان اور تمام فرشتے ان کی پشت پر کھڑے ہیں، اس لیے آئندہ ایسا کوئی کام نہ کریں۔

۵ اس آیت مبارکہ میں نیک خصلت اور اچھی بیوی کے چند اوصاف بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ وہ مسلمان ہو یعنی ظاہری اعمال میں اللہ اور اس کے رسول کی پابند ہو، دوسرا یہ کہ وہ مؤمن ہو یعنی اس کے عقائد درست ہوں، تیسرا یہ کہ وہ فرمانبردار ہو، یعنی اللہ اور اس کے رسول کی بھی اور اپنے شوہر کی بھی، چوتھا یہ کہ وہ عبادت گزار ہو، یعنی اللہ کی بغاوت کرنے والی نہ ہو، پانچواں یہ کہ وہ دنیا سے بے رغبت ہو اور اس بے رغبتی کا اظہار روزے کے ذریعے کرے، یعنی فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزوں کا اہتمام بھی کرے، چھٹا یہ کہ وہ شوہر دیدہ ہو یا کنواری ہو، اس سے فرق نہیں پڑتا، بعض اوقات انسان شوہر دیدہ عورت کو کنواری پر ترجیح دیتا ہے اور بعض اوقات اسے کنواری لڑکی سے نکاح کرنے میں دلچسپی ہوتی ہے، یہ اوصاف جس طرح ازواج مطہرات میں بدرجہ کمال پائے جاتے ہیں، اگر اللہ چاہے تو ان اوصاف سے موصوف زیادہ بہتر خواتین اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما سکتا ہے اور طلاق کی صورت میں ان کا نعم البدل فراہم کر سکتا ہے لیکن نہ تو نبی علیہ السلام نے اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کو طلاق دی اور نہ ہی نعم البدل تلاش کرنے کی ضرورت پیش آئی، صرف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک طلاق رجعی دی تھی، پھر اس سے بھی رجوع فرما لیا تھا۔

۶ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے ان پر ایک بھاری ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ اپنے آپ کو بھی جہنم کا ایندھن بننے سے بچاؤ اور اپنے اہل خانہ کو بھی اس کی آگ سے بچاؤ، کیونکہ جہنم کا ایندھن صرف انسان اور پتھر ہوں گے، جس شخص کو جہنم میں ڈالنے کا حکم ہوگا، وہ جہنم کے داروغہ فرشتوں کو دھوکہ نہ دے سکے گا اور نہ ہی ان کے پنجے سے خود کو بچا سکے گا، کیونکہ وہ مجرموں پر ترس کھانے والے نہیں ہوں گے اور نہایت طاقتور ہوں گے، ان کی

عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَ يُدۡخِلَكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۙ يَوۡمَ

عَنۡكُمۡ	سَيِّاٰتِكُمۡ	وَ	يُدۡخِلَكُمۡ	جَنّٰتٍ	تَجۡرِىۡ	مِنۡ	تَحۡتِهَا	الۡاَنۡهٰرُ	يَوۡمَ
تم سے	تمہاری لغزشات کا	اور	داخل کردے تمہیں	باغات میں	بہتی ہوں گی	سے	اس کے نیچے	نہریں	جس دن

گناہوں کا کفارہ کر دے گا اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ، جس دن

لَا يُخۡزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ ۚ نُوۡرُهُمۡ يَسۡعٰى بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ

لَا	يُخۡزِى	اللّٰهُ	النَّبِىَّ	وَ	الَّذِيۡنَ	اٰمَنُوۡا	مَعَهٗ	نُوۡرُهُمۡ	يَسۡعٰى	بَيۡنَ	اَيۡدِيۡهِمۡ
نہیں	رسوا کرے گا	اللہ	نبی کو	اور	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	اس کے ہمراہ	ان کا نور	دوڑتا ہوگا	درمیان	ان کے ہاتھوں کے

اللہ اپنے نبی کو اور اُن پر ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا ، اُن کا نور اُن کے آگے اور دائیں جانب

وَبِاَيۡمَانِهِمۡ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَاغۡفِرۡ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ

وَبِاَيۡمَانِهِمۡ	يَقُوۡلُوۡنَ	رَبَّنَاۤ	اَتۡمِمۡ	لَنَا	نُوۡرَنَا	وَاغۡفِرۡلَنَا	اِنَّكَ	عَلٰى	كُلِّ
اور ساتھ ان کے دائیں ہاتھ کے	وہ کہتے ہیں	اے ہمارے پروردگار	مکمل کردے	ہمارے لئے	ہمارے نورکو	اورمعاف کردے ہمیں	بیشک تو	پر	ہر ایک

دوڑتا ہوگا ، وہ کہہ رہے ہوں گے کہ پروردگار ! ہمارے لئے ہمارے نور کو مکمل فرمادے اور ہماری مغفرت فرمادے ، بیشک تو ہر

شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ⑧ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الۡكُفَّارَ وَالۡمُنٰفِقِيۡنَ وَاغۡلُظۡ

شَىۡءٍ	قَدِيۡرٌ ⑧	يٰۤاَيُّهَا	النَّبِىُّ	جَاهِدِ	الۡكُفَّارَ	وَ	الۡمُنٰفِقِيۡنَ	وَاغۡلُظۡ
چیز کے	قدرت والا	اے	نبی	جہاد کرتو	کافروں سے	اور	منافقوں سے	اور سختی کرتو

چیز پر قادر ہے ۔ [8] اے نبی ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ، کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور اُن پر سختی

عَلَيۡهِمۡ ؕ وَمَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ⑨ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

عَلَيۡهِمۡ	وَ	مَاۡوٰٮهُمۡ	جَهَنَّمُ	وَ	بِئۡسَ	الۡمَصِيۡرُ ⑨	ضَرَبَ	اللّٰهُ	مَثَلًا
ان پر	اور	ان کا ٹھکانہ	جہنم	اور	وہ بدترین	ٹھکانہ	بیان کی	اللہ نے	ایک مثال

کیجئے ، اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بد ترین ٹھکانہ ہے ۔ [9] اللہ نے کافروں کیلئے نوح کی

لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوا امۡرَاَتَ نُوۡحٍ وَّ امۡرَاَتَ لُوۡطٍ ؕ كَانَتَا تَحۡتَ عَبۡدَيۡنِ

لِلَّذِيۡنَ	كَفَرُوۡا	امۡرَاَتَ	نُوۡحٍ	وَّامۡرَاَتَ	لُوۡطٍ	كَانَتَا	تَحۡتَ	عَبۡدَيۡنِ
ان لوگوں کیلئے جو	کافرہوئے	عورت	نوح کی	اورعورت	لوط کی	تھیں دونوں	نیچے	دو بندوں کے

بیوی اور لوط کی بیوی کی ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ یہ دونوں عورتیں ہمارے بندوں میں سے

خوبی یہ بھی ہے کہ وہ ایک لمحے کے کروڑویں حصے میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور انہیں جو حکم ملتا ہے، اس پر عمل کر گزرتے ہیں، انہیں اس بات کی فکر نہیں ہوتی کہ اس حکم پر عمل کرنے کا نتیجہ کیا نکلے گا اور کسی قسم کی مصلحت بھی ان کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنتی، اس لیے خود کو ان کی گرفت سے بچانے کی کوشش کرو، اور اپنے بیوی بچوں کی فکر کرو، ان کی اصلاح اور تربیت کی کوشش کرو، اور انہیں دین پر عمل کرنے کی ترغیب دو، گویا کہ ایک مؤمن کی ذمہ داری ہے کہ خود بھی دین پر عمل کا اہتمام کرے اور اپنی اولاد اور دیگر اہل خانہ کو بھی صراطِ مستقیم پر چلائے، جن لوگوں کے ذہن میں یہ خیال ہے کہ ان کے بیوی بچے ان کی ذمہ داری نہیں ہیں، وہ گمراہ کن مغالطے میں مبتلا ہیں۔ [7] اس آیتِ مبارکہ میں کافروں سے خطاب کیا گیا ہے، یہ خطاب اُن سے قیامت کے دن ہوگا جب انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا اور وہ مختلف عذر اور بہانے پیش کر کے اپنی جان بچانے کی کوشش کریں گے، اُس وقت اُن سے کہا جائے گا کہ آج تمہیں معذرت کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، یہ حیلے، عذر داریاں اور بہانے آج تمہارے کسی کام نہ آئیں گے، آج تمہیں انہی اعمال کا بدل دیا جائے گا جو تم ساری زندگی کرتے رہے ہو، ہم تم پر ظلم نہیں کریں گے، بلکہ تمہارے معاملے میں پورا انصاف کریں گے۔ [8] اس آیتِ مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے انہیں توبہ کا حکم دیا گیا ہے اور اس کا فائدہ بیان کیا گیا ہے، توبہ اور استغفار کی آیات پورے قرآن میں بکھری ہوئی ہیں۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ١٨۔١٧ میں توبہ کی شرائط بیان کی جا چکی ہیں، یہاں توبہ کا ایک وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ "نصوح" ہو، یعنی توبہ کرنے والا صدقِ دل سے توبہ کرے، صرف زبان سے "یا اللہ! میری توبہ" کہہ لینا کافی نہیں ہے، اسی طرح جو شخص زبان سے توبہ بھی کر رہا ہو اور گناہ بھی نہ چھوڑ رہا ہو یا لوگوں کے سامنے توبہ کر کے اپنی جان چھڑا لے اور دل میں یہ خیال رکھے کہ جیسے ہی مجھے موقع ملے گا، دوبارہ یہی کام کروں گا، ایسے شخص کی توبہ کو "توبۂ نصوحا" نہیں کہا جا سکتا، اور وہ لوگ جو توبہ کی شرائط پوری کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُن سے وعدہ فرما رکھا ہے کہ وہ ان کی لغزشات کا کفارہ فرما دے گا، ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا، انہیں جنت میں داخلہ عطا فرمائے گا، ان کیلئے نہریں بہا دے گا اور انہیں قیامت کے دن کی رسوائی اور شرمندگی سے محفوظ رکھے گا، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے کسی نبی اور رسول کو تنہا نہیں چھوڑے گا، انہیں شرمندہ نہیں ہونے دے گا، ان پر ایمان لانے والوں کو بھی ذلت و رسوائی سے بچائے گا اور انہیں ایسا نور عطا فرمائے گا جو اُن کے آگے اور دائیں طرف دوڑتا ہوگا، وہ اس کی روشنی میں اپنی منزلِ مقصود کی طرف تیزی سے بڑھتے چلے جائیں گے اور اُس وقت ان کے لبوں پر یہی دعا ہوگی کہ پروردگار! تو نے ہمیں میدانِ حشر کے اس اندھیرے میں جو نور اور روشنی عطا فرمائی ہے، اسے آخر تک برقرار رکھنا یہاں تک کہ ہم جنت کے دروازے پر پہنچ جائیں، منافقوں کی طرح ہمیں اس سے محروم نہ فرمانا اور ہماری مغفرت فرمانا، کیونکہ تو ہر چیز پر قادر ہے اور تیرے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔ [9] اس آیتِ مبارکہ میں نبی ﷺ کو مخاطب کر کے انہیں دو حکم دیئے گئے ہیں، پہلا یہ کہ کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے، چونکہ منافقین مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ کر ان کی صفوں میں گھسے رہتے ہیں، اس لیے منافقوں سے جہاد کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ کفار و مشرکین کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہو جائیں تو یہ نہ دیکھنا کہ یہ لوگ ہمارے ساتھ نماز روزہ کرتے رہے ہیں، بلکہ یہ دیکھنا کہ اس وقت وہ کن لوگوں کی صفوں میں کھڑے ہیں اور بے دریغ ان کے خلاف تلوار اٹھا لینا، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور عنقریب وہ تمہارے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچیں گے، دوسرا حکم یہ کہ کفار اور منافقین پر سختی کیجئے، دراصل نبی ﷺ کے اخلاق کریمانہ، آپ کا صبر و تحمل، بردباری اور معاف کر دینے کا حوصلہ اس قدر زیادہ تھا کہ عام لوگوں کو تو صبر و تحمل اور معاف کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے، لیکن

مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا

مِنْ	عِبَادِنَا	صَالِحَيْنِ	فَخَانَتٰهُمَا	فَلَمْ	يُغْنِيَا	عَنْهُمَا	مِنَ	اللّٰهِ	شَيْـًٔا
سے	ہمارے بندوں کے	نیکوکار	سوخیانت کی دونوں نے ان سے	سو نہ	کام آئے وہ دونوں	ان کے	سے	اللہ کے	کچھ بھی

دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں ، ان دونوں نے اُن سے خیانت کی ، سو وہ دونوں اللہ کے سامنے اپنی بیویوں کے کچھ کام نہ آ سکے ،

وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿١٠﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا

وَ	قِيْلَ	ادْخُلَا	النَّارَ	مَعَ	الدّٰخِلِيْنَ ﴿١٠﴾	وَ	ضَرَبَ	اللّٰهُ	مَثَلًا	لِّلَّذِيْنَ	اٰمَنُوا
اور	کہا گیا	داخل ہو جاؤ تم دونوں	آگ میں	ساتھ	داخل ہونے والوں کے	اور	بیان کی	اللہ نے	مثال	ان لوگوں کیلئے جو	ایمان لائے

اور حکم دے دیا گیا کہ تم دونوں بھی جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ ۔ ﴿١٠﴾ اور اللہ نے اہلِ ایمان کیلئے فرعون کی بیوی کی

امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ

وقف لازم

امْرَاَتَ	فِرْعَوْنَ ۘ	اِذْ	قَالَتْ	رَبِّ	ابْنِ	لِيْ	عِنْدَكَ	بَيْتًا	فِي	الْجَنَّةِ
بیوی	فرعون کی	جب	کہا اس نے	پروردگار!	بنا دے تو	میرے لئے	اپنے پاس	ایک گھر	بیچ	جنت کے

مثال بیان فرمائی ہے ، جب وہ کہنے لگی کہ پروردگار! میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک گھر تیار کر دے

وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١١﴾ وَمَرْيَمَ

وَنَجِّنِيْ	مِنْ	فِرْعَوْنَ	وَعَمَلِهٖ	وَنَجِّنِيْ	مِنَ	الْقَوْمِ	الظّٰلِمِيْنَ ﴿١١﴾	وَ	مَرْيَمَ
اور نجات دے مجھے	سے	فرعون کے	اور اس کے عمل کے	اور نجات دے مجھے	سے	قوم کے	ظالموں کی	اور	مریم

اور مجھے فرعون اور اُس کے عمل سے نجات عطا فرما ، اور مجھے ظالم قوم سے نجات عطا فرما ۔ ﴿١١﴾ اور مریم

ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا

ابْنَتَ	عِمْرٰنَ	الَّتِيْٓ	اَحْصَنَتْ	فَرْجَهَا	فَنَفَخْنَا	فِيْهِ	مِنْ	رُّوْحِنَا
بیٹی	عمران کی	جس نے	حفاظت کی	اپنی شرمگاہ کی	سو پھونک دی ہم نے	اسمیں	سے	اپنی روح

بنت عمران کی ، جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی ، تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی ،

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿١٢﴾ ع

ع ٢ / ٥ / ٢٠

وَ	صَدَّقَتْ	بِكَلِمٰتِ	رَبِّهَا	وَ	كُتُبِهٖ	وَ	كَانَتْ	مِنَ	الْقٰنِتِيْنَ ﴿١٢﴾
اور	تصدیق کی اس نے	کلمات کی	اپنے رب کے	اور	اس کی کتابوں کی	اور	ہوگئی وہ	سے	فرمانبرداروں کے

اور اُس نے اپنے رب کے کلمات اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداری کرنے والوں میں سے تھی ۔ ﴿١٢﴾

نبی علیہ السلام کو اُن پر سختی کرنے کا حکم دیا گیا ہے تا کہ وہ اپنی جرأت اور بے باکی میں حد سے زیادہ نہ بڑھ جائیں۔ ﴿١٠﴾ ﴿١٢﴾ ان آیتوں میں دو قسم کی مثالیں بیان کی گئی ہیں، پہلی قسم کی مثال کافروں کی ہے اور دوسری قسم میں دو مثالیں بیان کی گئی ہیں اور دونوں کا تعلق اہل ایمان سے ہے، دونوں قسم کی مثالوں میں چار عورتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، (۱) حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی (۲) حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی (۳) فرعون کی بیوی (۴) حضرت مریم بنت عمران، قرآن کریم نے ان چار میں سے پہلی خواتین کا نام نہیں لیا، بلکہ انہیں ان کے شوہروں کی طرف منسوب کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ پہلی دو خواتین اپنی ذاتی حیثیت میں غیر معروف تھیں، ان کا تعارف ان کے نام سے نہیں ہو سکتا تھا اس لیے ان کے شوہر کی طرف ان کی نسبت کی گئی، دوسری اہم وجہ جس کیلئے یہ مضمون یہاں لایا گیا ہے، یہ ثابت کرنا ہے کہ کسی انسان کی نجات کا معیار اس کی قرابت داری، نسبی تعلقات اور رشتہ داریاں نہیں ہیں، انسان کی نجات کا معیار صرف ایمان اور اعمال صالحہ ہیں، ضمنی طور پر یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ ایمان اور اعمال صالحہ خاندانی چیزیں نہیں ہیں، چنانچہ یہ ضروری نہیں ہے کہ مسلمانوں کے خاندان میں مسلمان ہی پیدا ہوں اور یہ بھی غیر ضروری ہے کہ کافروں کے خاندان میں کافر ہی پیدا ہوں، بلکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر مکمل قدرت رکھتا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کے گھروں میں کافروں اور مشرکوں کو کھانا کھلا دے اور بت پرستوں اور بت سازوں کے گھروں میں انبیاء و اولیاء کو پروان چڑھا دے، شوہر کو ایمان کا روشن ستارہ بنا دے اور بیوی کو کفر کا گہوارہ بنا دے یا شوہر کو کافروں کا پیشوا اور سرپرست بنا دے اور بیوی کو دولتِ ایمان سے مالا مال کر دے، چنانچہ حضرت نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویاں کافر یا منافق تھیں، یہ دونوں حضرات اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ اور مخلص بندے اور اس کے پیغمبر تھے، اس کے باوجود جب ان کی قوم عذاب میں مبتلا ہوئی تو وہ اپنی بیویوں کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکے، چنانچہ وہ دونوں اپنے اپنے وقت پر آنے والے عذاب میں گرفتار ہو کر جہنم کی مستحق بن گئیں، دوسری طرف فرعون اتنا بڑا باغی تھا کہ خود کو "رب اعلیٰ" کہلواتا تھا، اس کی سرکشی اور کفر و شرک کی وجہ سے اس پر اللہ کا عذاب آیا، لیکن اس کی بیوی آسیہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی تھی، اُس عذاب سے بچ گئی، حضرت آسیہ نے کئی مواقع پر اپنے حسن تدبر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ہاتھوں سے بچایا، وہ فرعون کو بھی سمجھاتی تھیں، کچھ عرصے تک فرعون خاموش رہا، بالآخر اس کا ہاتھ کھل گیا اور اس نے حضرت آسیہ کو شدید جسمانی اذیتیں پہنچانا شروع کر دیں، حتیٰ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جنت میں اپنے لیے ایک گھر کی دعا کی اور فرعون، فرعونیوں اور ان کی کرتوتوں سے نجات طلب کی، حق تعالیٰ نے ان کی دونوں دعائیں قبول فرمائیں، مرنے سے پہلے ان کا محل انہیں دکھا دیا اور فرعون کے ظلم و تسلط سے نجات دیکر انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دی، فرعون کی بیوی ہونے کی وجہ سے ان کے درجے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، اسی طرح حضرت مریم بنت عمران بھی ہیں، مسلمان عورتوں کو ان کی زندگی سے رہنمائی لینی چاہیے، وہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو سچا مانتی تھیں، اللہ تعالیٰ کی باتوں کی تصدیق کرتی تھیں، وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں میں سے تھیں اور وہ اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرنے والی تھیں، اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ پھر ان کے یہاں شوہر کے بغیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کیسے ہوئی؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں ہم نے اپنی روح پھونکی تھی، اسی وجہ سے ان کے بیٹے عیسیٰ کو روح اللہ کہا جاتا ہے، اور یہ ہماری قدرت کا ایک جیتا جاگتا نمونہ ہے کہ اگر ہم بغیر شوہر کے عورت کو ماں بنانا چاہیں تو ہمارے لیے کچھ مشکل نہیں ہے، اس لیے اپنے نسب نامے پر فخر کرنے کی بجائے ایمان اور اعمال صالحہ کا اہتمام کرو۔ الحمد للہ! آج مورخہ ۱۳۱ اکتوبر ۲۰۱۹ء بروز جمعرات

اٰیَاتُهَا ۳۰ (۶۷) سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ (۷۷) رُكُوْعَاتُهَا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ٘ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُۙ ① الَّذِیْ

تَبٰرَكَ	الَّذِیْ	بِیَدِهِ	الْمُلْكُ	وَ	هُوَ	عَلٰى	كُلِّ	شَیْءٍ	قَدِیْرُ ①	الَّذِیْ
بابرکت ہے	وہ جو	اس کے ہاتھ میں	حکومت	اور	وہ	پر	ہرایک	چیز کے	قدرت والا	وہ جو

بابرکت ہے وہ ذات جس کے دستِ قدرت میں حکومت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ① وہ ذات جس نے

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ

خَلَقَ	الْمَوْتَ	وَ	الْحَیٰوةَ	لِیَبْلُوَكُمْ	اَیُّكُمْ	اَحْسَنُ	عَمَلًا ؕ	وَ	هُوَ
پیدا کیا اُس نے	موت کو	اور	زندگی کو	تا کہ آزمائے تمہیں	کون تم میں سے	زیادہ اچھا	عمل میں	اور	وہ

موت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اعمال کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے؟ اور وہ

الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُۙ ② الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِیْ

الْعَزِیْزُ	الْغَفُوْرُ ②	الَّذِیْ	خَلَقَ	سَبْعَ	سَمٰوٰتٍ	طِبَاقًا ؕ	مَا	تَرٰى	فِیْ
غالب	بہت بخشنے والا	وہ جو	پیدا کیا اُس نے	سات	آسمانوں کو	تہہ برتہہ	نہیں	دیکھے گا تو	بیچ

زبردست، بخشنے والا ہے۔ ② وہ ذات جس نے تہہ بر تہہ سات آسمان پیدا کیے، تم رحمان کے

خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ

خَلْقِ	الرَّحْمٰنِ	مِنْ	تَفٰوُتٍ ؕ	فَارْجِعِ	الْبَصَرَ ۙ	هَلْ	تَرٰى	مِنْ
پیدا کرنے	رحمان کے	سے	کوئی فرق	سو تو لوٹا	نگاہ کو	کیا	دیکھتا ہے تو	سے

پیدا کرنے میں کوئی فرق نہیں دیکھو گے، اس لئے دوبارہ نظر لوٹاؤ کہ کیا تمہیں کوئی شگاف

فُطُوْرٍ ③ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا

فُطُوْرٍ ③	ثُمَّ	ارْجِعِ	الْبَصَرَ	كَرَّتَیْنِ	یَنْقَلِبْ	اِلَیْكَ	الْبَصَرُ	خَاسِئًا
کوئی شگاف	پھر	تو لوٹا	نگاہ کو	بار بار	لوٹ آئے گی	تیری طرف	نگاہ	ذلیل ہوکر

دکھائی دیتا ہے؟ ③ پھر بار بار نگاہ دوڑاؤ، تمہاری نگاہ ذلیل ہو کر تمہاری طرف تھک ہار کر

سورة الملك

سورۂ ملک مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۱۳۰۰، کلمات ۳۳۰، آیات ۳۰ اور رکوعات ۲ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی "الملك" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ ملک رکھا گیا، اس کا لفظی معنی بادشاہت ہے اور مراد حق تعالیٰ کی وہ بادشاہت ہے جس کے سامنے کوئی بادشاہت نہیں چل سکتی، اس سورت میں حق تعالیٰ کی قدرت مختلف پہلوؤں سے نمایاں کی گئی ہے، جہنم کی ہولناکی اور مجرموں کا اعترافِ جرم بھی بیان کیا گیا ہے اور خشیتِ الٰہی سے لبریز لوگوں کیلئے مغفرت اور اجرِ کبیر کا وعدہ بھی کیا گیا ہے۔ ① اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو بابرکت قرار دیتے ہوئے اس کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ حکومت وسلطنت اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، وہی اصل حکمران ہے، وہی حقیقی بادشاہ ہے اور پوری کائنات پر اسی کا حکم چلتا ہے، وہ جسے چاہتا ہے، کچھ عرصے کیلئے ایک محدود حکومت عطا فرما دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے، واپس چھین لیتا ہے، دوسری یہ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے، کوئی کام اس کیلئے مشکل نہیں ہے۔ ② اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی تین صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ وہ موت وحیات کا خالق ہے، سو وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، ہر چیز کی زندگی اور موت کا تعین بھی وہی کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جانداروں کی موت وحیات کا طریقہ اور معیار بے جان چیزوں کی زندگی اور موت کے طریقے اور معیار سے بالکل مختلف ہے، نیز جاندار مخلوقات میں سے بھی جن وانس کی موت وحیات کا مقصد باقی مخلوقات کے مقصد سے مختلف ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ جن وانس کو موت وحیات کے اس دائرے میں گھما کر ان دونوں کا امتحان لیتا ہے کہ کون اچھے اعمال اختیار کرتا ہے اور کون برائیوں اور گناہوں کے انبار جمع کر کے لاتا ہے، دوسری صفت یہ کہ وہ "العزیز" ہے یعنی وہ ہر چیز اور ارادے پر غالب، عزت والا ہے، تیسری یہ کہ وہ "الغفور" ہے یعنی وہ بہت بخشنے والا ہے، لہٰذا جو بھی اس سے معافی مانگ لے، وہ اسے معاف فرما دیتا ہے۔ ③ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفتِ قدرت ذکر کر کے اس میں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے، چنانچہ آسمان بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک عظیم شاہکار ہے اور اس کی اہمیت میں مزید اضافہ اس وجہ سے بھی ہو جاتا ہے کہ یہ ایک آسمان نہیں ہے، بلکہ سات آسمان ہیں جو اوپر تلے قائم ہیں، ماہرینِ فلکیات اور سائنسدان کہتے ہیں کہ آسمان ایک ایسے جسم کا نام ہے جو گول ہے اور سارے عالم پر محیط ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آسمان کا اطلاق تا حدِ نگاہ پر ہوتا ہے یعنی جس اونچی جگہ پر پہنچ کر انسان کی نگاہ رک جائے، اور اس سے آگے نہ بڑھ سکے، اسی کو آسمان کہتے ہیں اور بعض لوگوں نے اس سے مراد فضائی طبقے لیے ہیں، یہ دونوں نظریئے حقیقت سے دور ہیں، اسی طرح ارسطو کا یہ فلسفہ بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں ہے کہ سیارے، ستارے اور کہکشائیں آسمان کے جسم میں اس طرح گڑے ہوئے ہیں جیسے کیل دیوار میں گڑی ہوئی ہوتی ہے، بلکہ آیات وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام سیارے، ستارے اور کہکشائیں آسمان اور زمین کے درمیان لامتناہی فضاء میں کسی ظاہری سہارے کے بغیر معلق ہیں اور اپنے اپنے مدار میں متحرک رہتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام ستارے زمین و آسمان کے درمیان لٹکے ہوئے فانوس ہیں، نور کی زنجیروں کے ساتھ جنہیں فرشتے تھامے ہوئے ہیں، غالباً اسی وجہ سے حقیقی آسمان تک سائنسدانوں کی رسائی نہیں ہو سکی، اور وہ سرتوڑ کوششوں کے باوجود وہاں تک نہیں پہنچ

وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝٤ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا

وَّ	هُوَ	حَسِيْرٌ ۝٤	وَ	لَقَدْ	زَيَّنَّا	السَّمَآءَ	الدُّنْيَا	بِمَصَابِيْحَ	وَ	جَعَلْنٰهَا
اور	وہ	تھکاہارا	اور	البتہ یقیناً	ہم نے مزین کردیا	آسمان کو	قریب کے	ساتھ چراغوں کے	اور	بنایا ہم نے اسے

لوٹ آئیگی ۔ ٤ اور یقیناً ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے مزین کیا ، اور ہم نے انہیں شیطانوں پر

رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝٥ وَلِلَّذِيْنَ

رُجُوْمًا	لِّلشَّيٰطِيْنِ	وَ	اَعْتَدْنَا	لَهُمْ	عَذَابَ	السَّعِيْرِ ۝٥	وَ	لِلَّذِيْنَ
مارنے کو	شیطانوں کیلئے	اور	تیار کیا ہم نے	ان کیلئے	عذاب	بھڑکتی آگ کا	اور	ان لوگوں کیلئے جو

مارنے کیلئے بھی بنایا ہے ، اور ہم نے شیطانوں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے ۔ ٥ اور جن لوگوں نے

كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝٦ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا

كَفَرُوْا	بِرَبِّهِمْ	عَذَابُ	جَهَنَّمَ ؕ	وَ	بِئْسَ	الْمَصِيْرُ ۝٦	اِذَآ	اُلْقُوْا	فِيْهَا
کفر کیا انہوں نے	ساتھ اپنے رب کے	عذاب	جہنم کا	اور	بدترین ہے	ٹھکانہ	جب	ڈالے جائیں گے وہ	اسمیں

اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ، اُن کیلئے جہنم کا عذاب ہے اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے ۔ ٦ جب اُنہیں جہنم میں ڈالا جائیگا

سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِىَ تَفُوْرُ ۝٧ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَآ

سَمِعُوْا	لَهَا	شَهِيْقًا	وَّ	هِىَ	تَفُوْرُ ۝٧	تَكَادُ	تَمَيَّزُ	مِنَ	الْغَيْظِ ؕ	كُلَّمَآ
سنیں گے وہ	اس کیلئے	دھاڑنا	اور	وہ	جوش ماررہی ہوگی	قریب ہوگا	پھٹ جائے گی وہ	سے	غصے کے	جب بھی

تو وہ اُس کی دھاڑیں سنیں گے اور اُس وقت وہ جوش مار رہی ہوگی ۔ ٧ یوں معلوم ہوگا کہ غصے کیوجہ سے وہ پھٹ پڑے گی ، جب بھی

اُلْقِىَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝٨ قَالُوْا بَلٰى قَدْ

اُلْقِىَ	فِيْهَا	فَوْجٌ	سَاَلَهُمْ	خَزَنَتُهَآ	اَلَمْ	يَاْتِكُمْ	نَذِيْرٌ ۝٨	قَالُوْا	بَلٰى	قَدْ
ڈالی جائے گی	اسمیں	کوئی جماعت	پوچھیں گے ان سے	داروغہ اس کے	کیا نہیں	آیا تمہارے پاس	کوئی ڈرانے والا	کہا انہوں نے	کیوں نہیں	تحقیق

اُس میں کوئی جماعت ڈالی جائیگی تو جہنم کے داروغہ اُن سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ ٨ وہ کہیں گے کہ کیوں نہیں ،یقیناً

جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَىْءٍ ۖۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا

جَآءَنَا	نَذِيْرٌ ۙ	فَكَذَّبْنَا	وَ	قُلْنَا	مَا	نَزَّلَ	اللّٰهُ	مِنْ	شَىْءٍ ۖۚ	اِنْ	اَنْتُمْ	اِلَّا
آیا ہمارے پاس	ایک ڈرانے والا	سو جھٹلایا ہم نے	اور	کہا ہم نے	نہیں	نازل کی	اللہ نے	سے	کوئی چیز	نہیں	تم	مگر

ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا ، سو ہم نے اُس کی تکذیب کی اور ہم نے کہا کہ اللہ نے کوئی چیز نازل نہیں کی ، تم تو بہت بڑی

سکے ، اگر انسان اپنے سر پر پھیلی ہوئی نیلی چھت پر ہی غور کر لے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر سبحان اللہ کہہ اٹھے ، نہ اس میں کوئی شگاف ہے اور نہ ہی اس میں کوئی فرق ہے ، چاروں طرف سے آسمان ایک جیسا معلوم ہوتا ہے ، کہیں سے ہموار اور کہیں سے ناہموار نہیں ہے ، کہیں سے شکستہ اور کہیں سے پیوستہ بھی نہیں ہے ، ایسی عظیم کاریگری کو دیکھ کر بھی تمہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو تسلیم کرنے میں تردد ہے؟

٤ اس آیتِ مبارکہ میں ایک مرتبہ پھر دعوتِ غور وفکر دی گئی ہے یا یوں کہیے کہ ایک چیلنج دیا گیا ہے کہ تمہارے سروں پر جو مضبوط اور طاقتور نظام قائم کیا گیا ہے اور آسمانوں کا جال بچھا دیا گیا ہے ، تم اسے بار بار دیکھو ، اپنے سر کی آنکھ سے دیکھو یا جدید ترین آلات اور مشینوں کی مدد سے دیکھو اور اس میں کوئی کمی ، عیب اور فالٹ تلاش کرنے کی کوشش کرو ، مختلف زاویوں سے جائزہ لو ، ایک کونے سے لیکر دوسرے کونے تک اپنی آنکھوں اور عقل کے گھوڑے دوڑاؤ ، اگر تمہیں اس میں کوئی نقص نظر آجائے تو اسے ہمارے سامنے پیش کرو ، لیکن ہم چیلنج کرتے ہیں کہ تمہاری نگاہیں تھک ہار کر ، شکست خوردہ ہو کر یوں ہی واپس آجائیں گی اور تم اس میں کوئی عیب تلاش نہ کرسکو گے ، اتنا بڑا دعویٰ وہی کرسکتا ہے جسے اپنی تخلیق پر مکمل گرفت ہو اور جس کی قدرت کامل ہو ، کیا پھر بھی تم ایمان لانے سے گریز کرو گے؟ ٥ اس آیتِ مبارکہ میں آسمانِ دنیا کو ستاروں سے مزین کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے ، یہ ایک مستقل جہان ہے جس میں قدرت کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھانے کی کوششیں زمانہ قدیم سے ہوتی چلی آرہی ہیں ، ان ستاروں میں کچھ دم دار ستارے ہوتے ہیں ، کچھ شہابِ ثاقب ہوتے ہیں اور کچھ اس کے علاوہ ہوتے ہیں ، دم دار ستاروں میں سے بعض کی دم ٥ کروڑ میل تک طویل ہوتی ہے ، ۱۸۴۳ء میں ایک دم دار ستارہ ظاہر ہوا تھا جس کی دم ٣٦ کروڑ ٥٠ لاکھ میل لمبی تھی ، دم دار ستاروں میں سب سے زیادہ مشہور ہیلے کا دم دار ہے جو سورج کے گرد ٧٦ سال میں ایک دورہ مکمل کرتا ہے ، اسی طرح شہابِ ثاقب بھی ستاروں ہی کی ایک قسم ہے ، عام طور پر اس سے مراد وہ ستارہ لیا جاتا ہے جو ٹوٹ کر فضا میں بکھر جاتا ہے ، لیکن ماہرین فلکیات کا کہنا ہے کہ فضا میں لوہے اور پتھر کے بے شمار چھوٹے بڑے اجسام بکھرے ہوئے ہیں ، ان کی متوسط رفتار فی سیکنڈ ٢٦ میل ہے ، اس تیز رفتاری کی وجہ سے یہ اجسام ہوا سے رگڑ کھا کر ہم تک پہنچنے سے پہلے ہی جل کر راکھ ہوجاتے ہیں ، اگر ایسا نہ ہوتا تو روزانہ صبح وشام ہم پر ان پتھروں کی بارش ہی ہوتی رہتی ، دیکھنے والوں کو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہوا میں آگ کا شعلہ حرکت کر رہا ہے ، انہی کو شہابِ ثاقب کہا جاتا ہے ، یہ شیاطین کو مارنے کیلئے بھی استعمال ہوتے رہے ہیں جس سے وہ دنیا میں بھی جلتے ہیں اور آخرت میں بھی ان کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار ہے ۔ ٦ اس آیتِ مبارکہ میں کافروں کیلئے عذابِ جہنم کی وعید سنائی گئی ہے ، جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے اور مجرموں کو جہاں سزا دی جاتی ہے ، وہ جگہ جتنی مرضی صاف ستھری اور نفیس ہو اور وہاں کا ماحول جتنا مرضی سحر انگیز ہو ، وہ بہر حال انعام ملنے کی جگہ نہیں ہوتی ۔ ٧ اس آیتِ مبارکہ میں جہنم کے چیخنے چنگھاڑنے اور ہنڈیا کی طرح ابلنے کا ذکر کیا گیا ہے ، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا تو اس کے منہ میں ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے مقرر ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے ، لیکن وہ پھر بھی بے قابو ہو رہی ہوگی ، وہ چیخ رہی ہوگی ، چنگھاڑ رہی ہوگی اور اس کی آواز سے کانوں کے پردے پھٹ رہے ہوں گے اور دل لرز رہے ہوں گے ، اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے ۔ ٨ اس آیتِ مبارکہ میں جہنم سے ایک سوال پوچھا جانا مذکور ہوا ہے ، قیامت کے دن جہنم کا غصہ اپنے پورے عروج پر ہوگا اور غصے کی شدت سے یوں معلوم ہوگا کہ وہ ابھی پھٹ پڑے

فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ⑨ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ

فِيْ	ضَلٰلٍ	كَبِيْرٍ⑨	وَ	قَالُوْا	لَوْ	كُنَّا	نَسْمَعُ	اَوْ	نَعْقِلُ	مَا	كُنَّا	فِيْٓ	اَصْحٰبِ
بیچ	گمراہی کے	بڑی	اور	کہیں گے وہ	کاش	ہوتے ہم	سنتے	یا	ہم سمجھے	نہ	رہتے ہم	بیچ	رہنے والوں کے

گمراہی میں پڑے ہوئے ہو ۔ ⑨ اور کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو ہم اہلِ جہنم میں سے

السَّعِيْرِ ⑩ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑪

السَّعِيْرِ⑩	فَاعْتَرَفُوْا	بِذَنْۢبِهِمْ ۚ	فَسُحْقًا	لِّاَصْحٰبِ	السَّعِيْرِ⑪
بھڑکتی آگ کے	سو اعتراف کیا انہوں نے	اپنے گناہ کا	سو دور ہو جائیں	رہنے والے	بھڑکتی آگ کے

نہ ہوتے ۔ ⑩ چنانچہ وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیں گے سو اہلِ جہنم دور ہو جائیں ۔ ⑪

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑫

اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَخْشَوْنَ	رَبَّهُمْ	بِالْغَيْبِ	لَهُمْ	مَّغْفِرَةٌ	وَّ	اَجْرٌ	كَبِيْرٌ⑫
بیشک	جو لوگ	ڈرتے ہیں	اپنے رب سے	بن دیکھے	ان کیلئے	مغفرت	اور	اجر	بڑا

بیشک وہ لوگ جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں ، اُن کیلئے مغفرت اور بڑا اجر ہے ۔ ⑫

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑬ اَلَا

وَ	اَسِرُّوْا	قَوْلَكُمْ	اَوِ	اجْهَرُوْا	بِهٖ	اِنَّهٗ	عَلِيْمٌۢ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ⑬	اَلَا
اور	چھپاؤ تم	اپنی بات کو	یا	کھول دو	اسے	بیشک وہ	خوب جاننے والا	سینوں کی باتیں	کیا نہیں

اور تم اپنی بات چھپا کر کہو یا کھول کر کہو ، بیشک وہ سینوں کے رازوں سے خوب واقف ہے ۔ ⑬ کیا وہی

يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ⑭ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ

يَعْلَمُ	مَنْ	خَلَقَ	وَ	هُوَ	اللَّطِيْفُ	الْخَبِيْرُ⑭	هُوَ	الَّذِيْ	جَعَلَ	لَكُمُ
جانتا وہ	جس نے	پیدا کیا	اور	وہ	باریک بیں	باخبر	وہ	جس نے	بنایا	تمہارے لئے

نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ؟ حالانکہ وہ باریک بیں، خوب باخبر ہے ۔ ⑭ اللہ وہی ہے جس نے زمین کو

الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۭ وَاِلَيْهِ

الْاَرْضَ	ذَلُوْلًا	فَامْشُوْا	فِيْ	مَنَاكِبِهَا	وَ	كُلُوْا	مِنْ	رِّزْقِهٖ	وَ	اِلَيْهِ
زمین کو	تابع	سو چلو تم	بیچ	اس کے کندھوں کے	اور	کھاؤ تم	سے	اس کا رزق	اور	اس کی طرف

تمہارے تابع کر دیا ، سو تم اُس کے کندھوں پر سوار ہو کر چلو اور اُس کے دیئے ہوئے رزق میں سے کھاؤ ، اور اُسی کے پاس

ع ١٤

گی ، یہاں اس بات پر تعجب نہ کیا جائے کہ چلانا ، چنگھاڑنا اور غصے میں آنا تو جاندار چیزوں کے اوصاف ہیں ، جہنم میں یہ اوصاف کیسے پیدا ہو جائیں گے؟ اس لیے کہ یہ اوصاف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں، وہ جس میں چاہے، یہ اوصاف پیدا کر دے، اس کیلئے کیا مشکل ہے کہ وہ جہنم میں یہ اوصاف پیدا کر دے؟ علاوہ ازیں مشاہدے سے یہ بات ثابت ہے کہ آگ جب بے قابو ہو جائے تو اس کی آواز بھی ہوتی ہے اور اس کا نقصان بھی بہت زیادہ ہوتا ہے، جہنم میں جب کسی گروہ یا فرد کو پھینکنے کیلئے لایا جائیگا تو جہنم کے داروغہ اُن سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی نصیحت کرنے اور سمجھانے والا نہیں آیا تھا؟ تم اس انجام تک کیوں پہنچے؟ کیا تم بے خبری میں مارے گئے؟ اس سوال کا منشا یہ ہوگا کہ ایک مرتبہ پھر انہیں معلوم ہو جائے کہ اُن پر کسی نے ظلم نہیں کیا ہے، بلکہ وہ اسی سزا کے مستحق تھے ۔ (٩) (١١) اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ جہنم کے اعترافِ جرم کا ذکر کیا گیا ہے، مجرم اگر اعترافِ جرم کر لے تو اسے سزا سے بچانے کی اس کے علاوہ کوئی اور صورت ممکن نہیں ہوتی کہ صاحبِ حق اسے معاف کر دے، اہلِ جہنم مجرم ہوں گے، جہنم کے داروغہ جب ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہیں سمجھانے اور نصیحت کرنے والا کوئی نہیں آیا تھا؟ تو وہ جواب دیں گے کہ کیوں نہیں، نصیحت کرنے اور سمجھانے والا تو ضرور آیا تھا، لیکن یہ ہماری بدبختی اور بدنصیبی تھی کہ ہم نے اس کی نصیحت پر کان نہیں دھرے، ہم انبیاءِ کرام علیہم السلام کی تکذیب ہی کرتے رہے، ہم انہیں جھوٹا ہی سمجھتے رہے، ہم انہیں گمراہ اور خود کو درست اور سیدھے راستے پر سمجھتے رہے، ہم اپنے پیغمبروں کے سامنے اس طرح کے تکلیف دہ جملے بولتے رہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا ہے، تم لوگ اپنے پاس سے باتیں گھڑ گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے رہتے ہو، وہ یہ بھی تسلیم کریں گے کہ ہم نے ہی اپنے کان بند کر رکھے تھے، ہم نے ہی حق کا پیغام سننے سے انکار کر دیا تھا، اگر ہم اپنے کانوں کو کھلا رکھتے ، پیغامِ حق کو توجہ کے ساتھ سنتے اور اپنی عقل کو استعمال کرتے تو آج ہمیں یہ دن دیکھنا نہ پڑتا اور ہم کبھی جہنم میں جانے والے نہ ہوتے، گویا اہلِ جہنم اعترافِ جرم کر کے اپنی غلطی تسلیم کر لیں گے لیکن اُس وقت انہیں اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اور انہیں دھتکار دیا جائے گا کہ اب یہاں پڑے عذاب کا مزہ چکھتے رہو، وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر اس وقت اعترافِ جرم کی بناء پر ان کی سزا کم یا ختم کر دی جائے تو پھر اُس دن ہر شخص ہی اعترافِ جرم کرنے کیلئے تیار ہو جائے گا، حتیٰ کہ اگر شیطان کو معلوم ہو جائے کہ اُس دن اپنی غلطی تسلیم کر لینے اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کر لینے کی وجہ سے اس کی سزا معطل ہو سکتی ہے تو وہ بھی فوراً اس کیلئے تیار ہو جائے گا اور ہزاروں سجدے کرنے پر آمادہ ہو جائے گا، ظاہر ہے کہ یہ انصاف کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے، انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ دار العمل میں عمل کی آزادی ہو اور دار الجزاء میں عمل کا سلسلہ منقطع ہو کر عدل و انصاف کے مطابق جزا اور سزا کا فیصلہ کیا جائے ، اس لیے اس دن کسی کا اعترافِ جرم اُسے فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔ (١٢) اس آیتِ مبارکہ میں اپنے رب سے بن دیکھے ڈرنے والوں سے دو وعدے کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما دے گا اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا، گویا خشیتِ الٰہی اسبابِ مغفرت میں سے ایک اہم ترین سبب ہے، لہٰذا جو شخص چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے اور اسے اجر و ثواب بھی خوب عطا فرمائے ، اسے چاہیے کہ اپنے رب کی عظمت دل میں پیدا کرے تا کہ اسے گناہ کرتے ہوئے اور نیکی چھوڑتے ہوئے ڈر لگے اور وہ اپنے رب کی عظمت سے کبھی غافل نہ ہو۔ (١٣) اس آیتِ مبارکہ میں اُن لوگوں کی تردید کی گئی ہے جن کا خیال یہ تھا یا ابھی بھی وہ یہ خیال رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو تو جانتا ہے جو ہم لوگ آپس میں اونچی آواز سے کرتے ہیں، لیکن جو باتیں ہم آہستہ

النُّشُوْرُ ﴿١٥﴾ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا

النُّشُوْرُ﴿١٥﴾	ءَ	اَمِنْتُمْ	مَّنْ	فِي	السَّمَآءِ	اَنْ	يَّخْسِفَ	بِكُمُ	الْاَرْضَ	فَاِذَا
زندہ ہونا	کیا	تم بے خوف ہو گئے	اس سے جو	بیچ	آسمانوں کے	یہ کہ	دھنسادے	تمہیں	زمین میں	تو اچانک

زندہ ہو کر جانا ہے۔ ﴿۱۵﴾ کیا تم اُس سے بے خوف ہو گئے "جو آسمان میں ہے" کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے تو اُسی وقت

هِيَ تَمُوْرُ ﴿١٦﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ

هِيَ	تَمُوْرُ﴿١٦﴾	اَمْ	اَمِنْتُمْ	مَّنْ	فِي	السَّمَآءِ	اَنْ	يُّرْسِلَ	عَلَيْكُمْ
وہ	ہلنے لگے	کیا	تم بے خوف ہو گئے	اس سے جو	بیچ	آسمان کے	یہ کہ	بھیج دے	تم پر

وہ ہلنے لگے؟ ﴿۱۶﴾ کیا تم اُس سے بے خوف ہو گئے "جو آسمان میں ہے" کہ تم پر پتھروں کی بارش

حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿١٧﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ

حَاصِبًا ؕ	فَسَتَعْلَمُوْنَ	كَيْفَ	نَذِيْرِ﴿١٧﴾	وَ	لَقَدْ	كَذَّبَ	الَّذِيْنَ	مِنْ
پتھروں کی بارش	سو عنقریب جان لوگے تم	کیسا ہوا	میرا ڈرانا	اور	البتہ یقیناً	جھٹلایا	انہوں نے جو	سے

برسا دے؟ سو عنقریب تم جان لوگے کہ میرا ڈرانا کیسا ہوا؟ ﴿۱۷﴾ اور یقیناً اُن سے پہلے لوگ بھی

قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿١٨﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ

قَبْلِهِمْ	فَكَيْفَ	كَانَ	نَكِيْرِ﴿١٨﴾	اَوَلَمْ	يَرَوْا	اِلَى	الطَّيْرِ	فَوْقَهُمْ	صٰٓفّٰتٍ
ان کے پہلے	تو کیسا	ہوا	میرا انکار	اور کیا نہیں	دیکھا انہوں نے	طرف	پرندوں کے	اپنے اوپر	پر کھولنے والے

تکذیب کر چکے ہیں، تو کیسا ہوا میرا انکار؟ ﴿۱۸﴾ کیا انہوں نے اپنے اوپر اڑتے ہوئے پرندے نہیں دیکھے جو کبھی پر کھول لیتے ہیں

وَّيَقْبِضْنَ ؕۘ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿١٩﴾

وقف لازم اختلاف

وَ	يَقْبِضْنَ ؕۘ	مَا	يُمْسِكُهُنَّ	اِلَّا	الرَّحْمٰنُ ؕ	اِنَّهٗ	بِكُلِّ	شَيْءٍۢ	بَصِيْرٌ﴿١٩﴾
اور	سمیٹ لیتے ہیں	نہیں	تھام رہا انہیں	مگر	رحمان	بیشک وہ	ساتھ ہر ایک	چیز کے	خوب دیکھنے والا

اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں؟ انہیں رحمان کے علاوہ کوئی نہیں تھام سکتا، بیشک وہ ہر چیز کو خوب دیکھ رہا ہے۔ ﴿۱۹﴾

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ

اَمَّنْ	هٰذَا	الَّذِيْ	هُوَ	جُنْدٌ	لَّكُمْ	يَنْصُرُكُمْ	مِّنْ	دُوْنِ	الرَّحْمٰنِ ؕ	اِنِ
بھلا کون	یہ	جو	وہ	لشکر	تمہارا	مدد کرے تمہاری	سے	علاوہ	رحمان کے	نہیں

بھلا کون ہے جو تمہارا لشکر بن کر رحمان کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے؟ کافر لوگ

آواز سے کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو ان باتوں کا پتہ نہیں چلتا، دراصل وہ اللہ تعالیٰ کے لا محدود علم کی وسعتوں کا اندازہ نہیں کر سکے، ورنہ وہ سمجھ سکتے تھے کہ معبود ہونے کے لیے علم محیط وکامل کا ہونا نہایت ضروری ہے، اگر کسی کو معبود ہونے کا دعویٰ ہو لیکن اس کے پاس علم کامل ومحیط نہ ہو تو اس کا دعویٰ سرے سے ہی غلط ہے، اس لیے یہاں فرمایا کہ تم پست آواز سے بات کر دیا اونچی آواز سے بات کرو، اللہ تعالیٰ کیلئے دونوں صورتیں برابر ہیں، وہ تو دلوں میں آنے والے خیالات اور دماغوں میں آنے والے منصوبوں سے مکمل طور پر باخبر ہے، اس کیلئے تمہاری زبانوں پر آ جانے والی بات مخفی کیسے ہو سکتی ہے؟ ﴿۱۴﴾ اس آیتِ مبارکہ میں یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے علم کامل کے حوالے سے شک ہے، وہ یہ بتائیں کہ کیا خالق ہی کے پاس علم نہیں ہے؟ اگر خالق کے پاس علم نہیں ہے تو پھر اور کس کے پاس ہے؟ اگر وہ ہی نہیں جانتا تو پھر کون جانتا ہے؟ یاد رکھو! وہ سب کچھ جانتا ہے اور وہ بہت باریک بین، خوب باخبر ہے، اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

﴿۱۵﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دو نشانیاں اور پہلی نشانی سے دو طرح فائدہ اٹھانے کی اجازت دی گئی ہے، پہلی نشانی یہ ہے کہ ہم نے زمین کو تمہارے تصرف میں دیدیا، تمہاری طاقت نہ تھی کہ زمین کو اپنے تابع اور زیرِ تصرف کر سکتے، یہ ہماری قدرت اور تم پر ہمارا احسان ہے کہ تم اس زمین کو اپنے تصرف میں لا سکتے ہو، کہیں تم گھر بناتے ہو، کہیں تم کاروباری مراکز تعمیر کرتے ہو، کہیں تم کھدائی کرتے ہو، کہیں تم فصلیں کاشت کرتے ہو اور کہیں پھول اور پھل اگاتے ہو، اگر ہم زمین کو تمہارے لیے مسخر نہ کرتے تو تم اس میں کوئی تصرف نہیں کر سکتے تھے، دوسری نشانی یہ ہے کہ ہم سب اولین وآخرین کو جمع کر کے، دوبارہ زندہ کر کے اپنے پاس حاضر کریں گے اور سب ہی کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے، نہ کسی کو استثنیٰ حاصل ہے اور نہ ہی کسی میں اتنی طاقت ہے کہ ہماری بارگاہ میں حاضری سے انکار کر سکے، گویا انسان کی ابتدا بھی زمین سے ہے اور اس کا دوبارہ زندہ ہونا بھی زمین سے ہے، اس اعتبار سے زمین کا کردار اس کی زندگی میں بہت اہم ہوا، اس کے ساتھ ساتھ ہم تمہیں یہ بھی اجازت دیتے ہیں کہ زمین کے کندھوں پر سوار ہو کر چلو پھرو، ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر کرو، اس پر گاڑے ہوئے پہاڑوں کی چوٹیاں سر کرو اور اس میں سے جو رزق ہم نے تمہارے لیے نکالا ہے، اسے کھاؤ، لیکن یاد رکھو! تم یہاں ہمیشہ نہیں رہو گے۔ ﴿۱۶﴾ اس آیتِ مبارکہ میں مجرموں کو زمین میں دھنسائے جانے کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے، کیونکہ انسان جب سرکشی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت کر کے حد سے گزر جاتا ہے تو اس وقت وہ اتنا جری، نڈر اور بے باک ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی شانِ انتقام کو بھی بھول جاتا ہے، وہ اس بات سے بھی بے خوف ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اسے سزا دینے کیلئے کوئی لشکر بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ چاہے تو اُسی زمین میں اُسے دھنسا دے جس پر وہ بڑے غرور اور تکبر کے ساتھ سینہ پھلا کر اور پاؤں مار مار کر چلتا ہے، پھر کوئی اس کی مدد کو نہ آئے گا جیسے قارون کے ساتھ ہوا۔ ﴿۱۷﴾ اس آیت مبارکہ میں مجرموں کو پتھروں کی بارش کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کیلئے یہ کچھ مشکل نہیں ہے کہ وہ آسمان سے پانی کی جگہ پتھروں کی بارش برسا دے اور اس کیلئے یہ بھی آسان ہے کہ وہ آگ کی بارش کر دے، جیسے اُس نے قوم لوط پر پتھروں کی اور قوم عاد پر آگ کی بارش برسائی تھی، لیکن لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ پہلے مجرموں اور سرکش لوگوں کے راستے پر چلتے ہوئے اُس انجام سے بے خوف ہو گئے ہیں جو پہلے لوگوں کا ہو چکا ہے؟ کیا اُن کے دلوں سے اللہ تعالیٰ کا خوف نکل گیا ہے؟ کیا وہ آسمان والے سے بے خوف ہو گئے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو عنقریب وہ اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ ﴿۱۸﴾ اس آیت

اَلْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍۚ ﴿٢٠﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ

اَلْكٰفِرُوْنَ	اِلَّا	فِیْ	غُرُوْرٍۚ ﴿٢٠﴾	اَمَّنْ	هٰذَا	الَّذِیْ	یَرْزُقُكُمْ	اِنْ	اَمْسَكَ
کفر کرنے والے	مگر	بیچ	دھوکے کے	بھلا کون	یہ	وہ جو	رزق دیتا ہے تمہیں	اگر	روک لے وہ

تو محض دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں ۔ ٢٠ بھلا کون ہے جو تمہیں رزق فراہم کرسکتا ہے اگر وہ اپنا رزق

رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿٢١﴾ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ

رِزْقَهٗ ۚ	بَلْ	لَّجُّوْا	فِیْ	عُتُوٍّ	وَّ	نُفُوْرٍ ﴿٢١﴾	اَفَمَنْ	یَّمْشِیْ	مُكِبًّا	عَلٰی	وَجْهِهٖۤ
اپنا رزق	بلکہ	اَڑے ہوئے ہیں	بیچ	سرکشی کے	اور	بدکنے کے	تو کیا جو کوئی	چلتا ہے	اوندھا ہوکر	پر	اپنے چہرے کے

روک لے ؟ بلکہ وہ اپنی سرکشی اور بدکنے پر اَڑے ہوئے ہیں۔ ٢١ بھلا وہ آدمی جو اپنے چہرے کے بل اوندھا ہو کر چل رہا ہو ،

اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿٢٢﴾ قُلْ هُوَ

اَهْدٰۤی	اَمَّنْ	یَّمْشِیْ	سَوِیًّا	عَلٰی	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِیْمٍ ﴿٢٢﴾	قُلْ /	هُوَ
زیادہ ہدایت والا	یا وہ جو	چلتا ہے	برابر	پر	راستے کے	سیدھے	تُو کہہ	وہ

وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا جو سیدھے راستے پر سیدھا سیدھا چل رہا ہو ؟ ٢٢ اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) ، آپ فرما دیجئے کہ وہی ہے

الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا

الَّذِیْۤ	اَنْشَاَكُمْ	وَ	جَعَلَ	لَكُمُ	السَّمْعَ	وَ	الْاَبْصَارَ	وَ	الْاَفْـِٕدَةَ ؕ	قَلِیْلًا
جس نے	تمہیں پیدا کیا	اور	بنایا اس نے	تمہارے لئے	کان کو	اور	آنکھوں کو	اور	دلوں کو	بہت کم

جس نے تمہیں پیدا کیا اور اُسی نے تمہارے کان ، آنکھیں اور دل بنائے، بہت کم تم

مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٢٣﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ

مَّا	تَشْكُرُوْنَ ﴿٢٣﴾	قُلْ	هُوَ	الَّذِیْ	ذَرَاَكُمْ	فِی	الْاَرْضِ	وَ	اِلَیْهِ
وہ جو	تم شکر کرتے ہو	تُو کہہ	وہ	جس نے	تمہیں پھیلا دیا	بیچ .	زمین کے	اور	اس کی طرف

شکر کرتے ہو ۔ ٢٣ آپ فرما دیجئے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں بکھیر دیا، اور اُسی کے پاس

تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿٢٥﴾

تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾	وَ	یَقُوْلُوْنَ	مَتٰی	هٰذَا	الْوَعْدُ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِیْنَ ﴿٢٥﴾
تم جمع کیے جاؤ گے	اور	کہتے ہیں	کب ہوگا	یہ	وعدہ	اگر	تم ہو	سچے

تمہیں جمع کیا جائیگا ۔ ٢٤ اور کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم سچے ہو ؟ ٢٥

مبارکہ میں گزشتہ اقوام کے عبرتناک انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر اہلِ مکہ نے تکذیب وتردید کا راستہ اختیار کیا ہے تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے، اس سے پہلے بھی جتنی اقوام گزری ہیں ، انہوں نے بھی یہی روش اختیار کی تھی ، پھر ان کا جو انجام ہوا، وہ تمہارے سامنے ہے، اگر تم نے اپنی روش ترک نہ کی تو تمہیں بھی انہی کی طرح عبرتناک انجام کا سامنا کرنا پڑے گا۔

١٩ اس آیتِ مبارکہ میں پرندوں کے اڑنے کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی قرار دیکر اس پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے ، روزانہ جب صبح ہوتی ہے تو مختلف پرندے ٹولیاں بنا کر اپنے اپنے گھونسلوں اور ٹھکانوں سے رزق کی تلاش میں نکلتے ہیں ، پھر جب شام ہوتی ہے تو اسی طرح ٹولیوں کی شکل میں واپس اپنے گھونسلوں کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں ، فضا میں اڑتے ہوئے یہ پرندے ٹولیوں کی شکل میں اس قدر خوبصورت لگتے ہیں اور ایسی دلکش تصویر بناتے ہیں کہ انسان بے ختیار سبحان اللہ کہہ اٹھتا ہے، ان کا ڈسپلن ، نظم و ضبط ، سیدھی قطاریں اور اجتماعیت انسان کو ڈسپلن وغیرہ سکھاتی ہیں، یہ پرندے اڑتے ہوئے کبھی اپنے پر پھیلا لیتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں، ان کی ہر نقل وحرکت میں قدرت کی نشانی ہے، لیکن اگر صرف ایک پہلو پر غور کرلیا جائے ،تو انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت کا قائل ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ زمین میں کششِ ثقل رکھی گئی ہے جسے تمام سائنسدان تسلیم کرتے ہیں ، اسی کششِ ثقل کی وجہ سے فضا میں جو چیز اچھالی جاتی ہے، وہ زمین کی طرف پلٹ کر واپس آ جاتی ہے کیونکہ زمین اسے اپنی طرف کھینچ لیتی ہے، لیکن پرندے اسی طرح ہوا میں اڑتے رہتے ہیں ، زمین کی کششِ ثقل انہیں اپنی طرف نہیں کھینچتی اور وہ زمین پر نہیں گرتے ، کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور ہے جس نے انہیں زمین پر گرنے سے روکا ہوا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو تم اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ ٢٠ اس آیتِ مبارکہ میں مجرموں کو اس پہلو کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے سرکشی اور بغاوت پر کمربستہ ہو، کیا اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تم نے کوئی لشکر اور فوج تیار کر رکھی ہے؟ کیا کوئی لشکر اس سے مقابلہ کرسکتا ہے؟ اور کیا کوئی لشکر اس کے مقابلے میں تمہاری مدد کو آ سکتا ہے؟ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے معبودوں اور اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کی یہ فوج تمہارے کسی کام آ سکے گی تو یاد رکھو! کہ تم سخت دھوکے اور صریح غلطی میں مبتلا ہو، یہ لوگ تو اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے ، تمہاری خاک مدد کریں گے؟ ٢١ اس آیتِ مبارکہ میں مجرموں کو اُن کے رزق کے حوالے سے یاددہانی کروائی گئی ہے کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھا رہے ہو، وہی تمہیں طرح طرح کی نعمتوں کے ذائقے چکھا رہا ہے، اس کے باوجود تم اسی کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہو اور اسی پر ایمان لانے ، اس کے سامنے سجدہ کرنے اور ہاتھ پھیلانے سے انکار کرتے ہو، کیا تمہارے دل میں کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ اگر وہ اپنا رزق روک لے، اور تمہیں کھلانا پلانا چھوڑ دے تو اس کے علاوہ کون ہے جو تمہیں رزق فراہم کر سکے اور تمہاری غذائی ضروریات کو پورا کر سکے؟ کیا پتھر اور لکڑی اور دھاتوں کے بے جان مجسمے تمہیں کھانا کھلا سکتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ صرف شرارت اور سرکشی پر اڑے ہوئے ہو، عنقریب اس کا انجام تمہیں بھگتنا پڑے گا۔ ٢٢ اس آیتِ مبارکہ میں مثال کے انداز میں مسلمان اور کافر کے درمیان فرق سمجھایا گیا ہے، مثال یہ ہے کہ اگر تمہارے سامنے دو آدمی ایسے ہوں کہ اُن میں سے ایک شخص کے ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے ہوں، جس کی وجہ سے وہ نہ تو اپنے پاؤں کے بل چل سکے اور نہ ہاتھوں کے بل، پھر جب اسے چلنے کی ضرورت پیش آئے تو وہ اوندھا ہو کر اپنے چہرے کے بل چلنے لگے اور دوسرے شخص کے ہاتھ پاؤں سلامت ہوں، وہ اپنے ہاتھوں سے پکڑ سکتا ہو

قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٢٦ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً

قُلْ	اِنَّمَا	الْعِلْمُ	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَ	اِنَّمَآ	اَنَا	نَذِيْرٌ	مُّبِيْنٌ ۝٢٦	فَلَمَّا	رَاَوْهُ	زُلْفَةً
تُو کہہ	وہ تو صرف	علم	پاس	اللہ کے	اور	وہ تو صرف	میں	ڈرانے والا	کھلا	سو جب	دیکھیں گے وہ اسے	قریب

آپ فرما دیجئے کہ اِس کا حقیقی علم تو اللہ کے پاس ہے اور میں تو صرف کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں ۔ ٢٦ پھر جب وہ اُسے قریب

سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ

سِيْٓـَٔتْ	وُجُوْهُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَ	قِيْلَ	هٰذَا	الَّذِيْ	كُنْتُمْ	بِهٖ
بگڑ جائیں گے	چہرے	ان لوگوں کے جو	کافر ہوئے	اور	کہا جائیگا	یہ	وہ جو	تھے تم	اسے

دیکھیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور کہا جائیگا کہ یہ وہی چیز ہے جو تم

تَدَّعُوْنَ ۝٢٧ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ

تَدَّعُوْنَ ۝٢٧	قُلْ	اَرَءَيْتُمْ	اِنْ	اَهْلَكَنِيَ	اللّٰهُ	وَ	مَنْ	مَّعِيَ	اَوْ	رَحِمَنَا ۙ
مانگا کرتے	تُو کہہ	کیا تم نے دیکھا	اگر	ہلاک کردے مجھے	اللہ	اور	جو	میرے ہمراہ	یا	رحم کردے ہم پر

مانگا کرتے تھے ۔ ٢٧ اے نبی ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتاؤ اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کردے یا ہم پر رحم کردے

فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝٢٨ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ

فَمَنْ	يُّجِيْرُ	الْكٰفِرِيْنَ	مِنْ	عَذَابٍ	اَلِيْمٍ ۝٢٨	قُلْ	هُوَ	الرَّحْمٰنُ	اٰمَنَّا	بِهٖ
سو کون	پناہ دے گا	کافروں کو	سے	عذاب کے	دردناک	تُو کہہ	وہ	رحمان	ایمان لائے ہم	اس پر

تو کون ہے جو کافروں کو دردناک عذاب سے بچا سکے ؟ ٢٨ آپ فرما دیجئے کہ وہی رحمان ہے جس پر ہم ایمان لائے

وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٢٩ قُلْ

وَ	عَلَيْهِ	تَوَكَّلْنَا ۚ	فَسَتَعْلَمُوْنَ	مَنْ	هُوَ	فِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ۝٢٩	قُلْ
اور	اس پر	ہم نے بھروسہ کیا	سو عنقریب تم جان لوگے	کون	وہ	بیچ	گمراہی کے	کھلی	تُو کہہ

اور اُسی پر ہم نے بھروسہ کیا ، تو عنقریب تم جان لو گے کہ کون کھلی گمراہی میں پڑا ہوا ہے ۔ ٢٩ آپ فرما دیجئے

اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝٣٠ ع

ع ١٦ ٢

اَرَءَيْتُمْ	اِنْ	اَصْبَحَ	مَآؤُكُمْ	غَوْرًا	فَمَنْ	يَّاْتِيْكُمْ	بِمَآءٍ	مَّعِيْنٍ ۝٣٠
کیا تم نے دیکھا	اگر	صبح کو ہو جائے	تمہارا پانی	خشک	تو کون	لائے گا تمہارے پاس	پانی	نتھرا ہوا

یہ تو بتاؤ کہ اگر صبح کو تمہارا پانی خشک ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے پاس نتھرا ہوا پانی لیکر آئے گا؟ ٣٠

اور اپنے پاؤں سے چل سکتا ہو، چنانچہ جب اسے چلنے کی ضرورت پیش آئے تو وہ اپنے پاؤں کے بل سیدھا چلنے لگے، کیا تمہارے خیال میں یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر یہ دیکھنا چاہئے کہ ان دونوں میں سے زیادہ بہتر کون ہے؟ ہر شخص یہی کہے گا کہ ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے پاؤں کے بل چل سکے اس مثال میں پاؤں کے بل چلنے والے کو توحید پرست مسلمان سے تشبیہ دی گئی ہے اور چہرے کے بل اوندھا ہو کر چلنے والے کو مشرک و بت پرست سے تشبیہ دی گئی ہے، ثابت ہوا کہ مسلمان ہر حال میں مشرک سے بہتر ہے۔ ٢٣ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی چار نعمتیں اور انسان کی ناشکری بیان کی گئی ہے، سب سے پہلی نعمت تو وجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو وجود عطا فرمایا ہے، اگر وہ اسے وجود عطا نہ فرماتا تو کسی میں طاقت نہ تھی کہ اسے موجود کر سکتا، دوسری نعمت کان یعنی سننے کی طاقت ہے، تیسری نعمت آنکھیں یعنی دیکھنے کی طاقت ہے، چوتھی نعمت دل ہے جس کی دھڑکن میں زندگی رکھی گئی ہے، جس دن انسان کے دل کی دھڑکن بند ہو جائے، اس کی موت واقع ہو جاتی ہے، لیکن لوگوں کی اکثریت ان نعمتوں کو نعمت سمجھتی ہی نہیں ہے اس لیے بہت سے لوگوں کو ان کا شکر ادا کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ ٢٤ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اسی نے تمہیں زمین میں پھیلایا ہے، مختلف ملکوں اور علاقوں میں تمہیں آباد کیا ہے، ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں تمہیں آباد کرتا ہے، تم پیدا کسی اور علاقے میں ہوتے ہو، رزق دوسرے ملک میں کماتے ہو اور موت تمہیں کسی اور جگہ آتی ہے، تم زمین کے چپے چپے پر آباد اور بکھرے پڑے ہو، اللہ کے علاوہ کوئی اور یہ کام نہیں کر سکتا، دوسری یہ کہ تم سب کو اسی کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا، اور وہی تمہاری جزا اور سزا کا فیصلہ کرے گا، تم اس کی قدرت اور دسترس سے باہر نہیں ہو۔ ٢٥ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین اور منکرین آخرت کا ایک سوال ذکر کیا گیا ہے جو وہ اکثر پوچھا کرتے ہیں کہ اگر قیامت برحق ہے اور تم لوگ اپنے دعوے میں سچے ہو کہ قیامت ضرور آئے گی تو یہ بتاؤ کہ وہ کب آئے گی؟ ان کے سوال کا منشا یہ ہے کہ جب قیامت کا وقت ہی معلوم نہیں ہے تو وہ ایک مجہول چیز ہوئی، یہ کہاں کی دانشمندی ہے کہ انسان ایک مجہول چیز کے پیچھے پڑ کر اپنے اوپر اگلے جہان کی فکر مسلط کرلے؟ اس لیے اگر فوری طور پر قیامت کو لانا ممکن نہیں ہے تو کم از کم اس کا وقت ہی بتا دیں۔ ٢٦ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے وقت کے متعلق مشرکوں کے سوال کا نہایت مختصر دو حرفی جواب دیا گیا ہے کہ قیامت کا اصل وقت اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور میرا کام صرف اتنا ہے کہ تمہیں واضح الفاظ کے ساتھ نصیحت کردوں اور مستقبل کے حالات سے باخبر کردوں، یہ جواب اختصار اور فصاحت و بلاغت کا بہترین نمونہ ہے، جس سے سوال کرنے والوں پر واضح کر دیا گیا ہے کہ میرے ذمے جو کام لگایا گیا ہے، میں وہ کام پوری ذمہ داری کے ساتھ کروں گا، لیکن جس چیز کا تعلق میرے ساتھ نہیں ہے، اس کا علم میں اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں، وہ اسے اس کے مقررہ وقت پر خود ہی ظاہر کردے گا۔ ٢٧ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن کافروں کی بدنمائی بیان کی گئی ہے کہ آج وہ جس چیز کا مطالبہ اور تقاضا کر رہے ہیں، جب وہ اسے اپنی آنکھوں سے اپنے قریب آتے ہوئے دیکھیں گے تو ان کے چہروں کا رنگ اڑ جائے گا اور ان کی شکلیں بگڑ جائیں گی، اور اس وقت ان کی خواہش ہوگی کہ کسی طرح یہ ٹل جائے یا ہمیں کہیں چھپنے یا بھاگنے کی جگہ مل جائے، لیکن ایسا ہونا ممکن نہیں ہوگا اور اُس وقت انہیں بتایا جائے گا کہ یہ وہی قیامت ہے جس کا تم تقاضا کرتے تھے اور جس کی تمہیں بہت جلدی تھی، اب اس کا مزہ چکھو۔ ٢٨ اس آیتِ مبارکہ میں کفار اور مشرکین کو اس پہلو کی

طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ تم لوگ ہماری فکر میں گھلنے کی بجائے یہ سوچو کہ تمہارا انجام کیا ہوگا؟ تمہیں یہ فکر کھائے جارہی ہے کہ ہمارا انجام کیا ہوگا؟ اور تم یہ فرض کیے بیٹھے ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور مجھ پر ایمان لانے والوں کو ہلاک کردے گا، تم اس بات کو چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہلاک کرے گا، یا ہم پر رحم کرے گا، اس بات کی فکر کرو کہ اگر تم اس کے دردناک عذاب میں مبتلا ہو گئے تو تمہیں اس سے کون بچائے گا؟ کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جسے عذاب میں مبتلا کر دے گا، اُسے اُس کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ [٢٩] اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر کیا گیا ہے اور نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ آپ یہ اعلان فرما دیں کہ ہمیں اپنی نجات کے حوالے سے کوئی تردد اور فکر نہیں ہے کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں، اسی پر ہمارا بھروسہ ہے اور وہ خود رحمان ہے، ہمیں اس کے رحم و کرم پر پورا یقین ہے کہ وہ ہمیں دنیا اور آخرت میں

اٰيَاتُهَا ٥٢ | (٦٨) سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ (٢) | رُكُوْعَاتُهَا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝١ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝٢

نٓ	وَالْقَلَمِ	وَ	مَا	يَسْطُرُوْنَ ۝١	مَآ	اَنْتَ	بِنِعْمَةِ	رَبِّكَ	بِمَجْنُوْنٍ ۝٢
نٓ	قسم ہے قلم کی	اور	جو کچھ	وہ لکھتے ہیں	نہیں	تُو	مہربانی سے	اپنے رب کی	دیوانہ

نٓ قسم ہے قلم کی اور اُس چیز کی جو وہ لکھتے ہیں۔ [١] آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہیں۔ [٢]

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝٣ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝٤

وَ	اِنَّ	لَكَ	لَاَجْرًا	غَيْرَ	مَمْنُوْنٍ ۝٣	وَ	اِنَّكَ	لَعَلٰى	خُلُقٍ	عَظِيْمٍ ۝٤
اور	بیشک	تیرے لئے	البتہ ثواب	نہ	ختم ہونے والا	اور	بیشک تُو	البتہ پر	اخلاق کے	بڑے

اور آپ کیلئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ [٣] اور بیشک آپ کے اخلاق بہت عظیم ہیں۔ [٤]

ہر قسم کی ہلاکت اور عذاب سے محفوظ فرمائے گا اور عنقریب مشرکوں اور مجرموں کو بھی پتہ چل جائے گا کہ حق پر کون تھا اور غلطی پر کون تھا؟ [٣٠] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ''پانی'' کا ذکر کر کے اس پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے کہ یہ پانی جو تم بے حساب پیتے اور پلاتے ہو، کھانا پکانے میں استعمال کرتے ہو، کپڑے اور برتن دھوتے ہو، غسل کرتے ہو اور اپنے جسم کا میل کچیل دور کرتے ہو، اور تم جانتے ہو کہ ''پانی زندگی ہے'' اس کے بغیر زندہ رہنا ممکن نہیں ہے، اس کے باوجود اس رب پر ایمان نہیں لاتے ہو جو پانی کے چشمے بہاتا ہے، سمندر، نہریں، کنوئیں اور ندی نالے جاری کرتا ہے، تمہیں صاف ستھرا، ٹھنڈا اور میٹھا پانی پلاتا ہے، اگر وہ زمین کے مسام بند اور اس کے سوتوں کو خشک کردے اور تمہیں پانی کی قلت میں مبتلا کردے تو کیا اُس کے علاوہ کوئی اور ایسا ہے جو تمہیں پانی سے سیراب کر سکے گا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تم اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے ہو؟ الحمدللہ! آج مؤرخہ یکم نومبر ٢٠١٩ء بروز جمعہ

سورۃ القلم

سورۂ قلم مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ١٢٥٦، کلمات ٣٠٠، آیات ٥٢ اور رکوعات ٢ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی '' القلم '' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ قلم رکھا گیا، اس سورت میں قسم کھا کر نبی علیہ السلام کے عظیم اخلاق کا حوالہ دیا گیا ہے، ولید بن مغیرہ کی مذمت پر مشتمل سخت الفاظ نازل کیے گئے ہیں، اصحاب الجنۃ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، یہ کچھ لوگ تھے جو اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کے باغات اور جائیداد کے وارث ہوئے تھے اور باپ کی عادت کے برخلاف کچھ بھی خرچ کرنا نہیں چاہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فوری گرفت فرمائی، انہوں نے توبہ کی، حق تعالیٰ نے قبول فرمائی اور بدلے میں اس سے بہتر باغ عطا فرمایا، اس سورت میں قیامت کے دن پنڈلی کھولے جانے کا ذکر بھی کیا گیا ہے، اس وقت سب لوگ سجدے میں گر پڑیں گے لیکن یہ توفیق صرف اہل ایمان کو ہوگی، کافروں، مشرکوں اور منافقوں سے اس کی توفیق سلب کر لی جائے گی، آخر میں نبی علیہ السلام کو صبر کرنے کی تاکید کی گئی ہے، کیونکہ کافروں اور مشرکوں کی ایذاء رسانی کے مقابلے میں صبر ہی ان کا جواب ہے۔ [١] [٢] ان آیتوں میں لفظِ نون حروفِ مقطعات میں سے ہے، یہاں دو چیزوں کی قسم کھا کر تین چیزیں بطور جوابِ قسم کے ذکر کی گئی ہیں، پہلی چیز جس کی قسم کھائی گئی ہے، وہ قلم ہے، اس سے مراد کسی خاص قسم کا قلم نہیں ہے بلکہ ہر وہ چیز جس سے لکھا جاتا ہے، اس پر لفظ قلم بولا جاتا ہے، قلم کو ہاتھ کی زبان کہا جاتا ہے، یہ دوات سے سیاہی لیتا ہے اور انسان کے دل میں اسی کو نور اور روشنی بنا کر پہنچا دیتا ہے، بسا اوقات جو کام تیر اور تلوار سے نہیں ہوتا، وہ قلم سے ہو جاتا ہے، لوحِ محفوظ بھی قلم سے لکھی گئی ہے، اسی وجہ سے حدیث میں آتا ہے ''جف القلم بما انت لاق'' کہ تمہیں جن حالات سے سابقہ پڑے گا قلم وہ سب کچھ لکھ کر خشک ہو چکا ہے، دوسری چیز جس کی قسم کھائی گئی ہے، وہ قلم سے لکھی جانے والی تحریر ہے، یہ تحریر بعض اوقات احکام پر مشتمل ہوتی ہے بعض اوقات ایجاد سے متعلق ہوتی ہے، بعض اوقات تحریر کا تعلق دینی معاملات سے ہوتا ہے جبکہ بعض اوقات دنیاوی معاملات سے ہوتا ہے، ہر وہ تحریر جو لوگوں کے لیے مفید اور ان کے علم یا معلومات میں اضافے کا سبب ہو یا جس میں حکمت کی کوئی بات بیان کی گئی ہو خواہ اس کا تعلق نظم سے ہو یا نثر سے سب اس میں شامل ہیں، ان دو چیزوں کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے جو تین چیزیں ثابت فرمائی ہیں، ان میں سے پہلی یہ کہ نبی اکرم ﷺ مجنوں اور دیوانے نہیں ہیں کیونکہ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا بے انتہاء فضل و کرم ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کی سب سے اہم اور اعلیٰ صورت کسی کو نبوت عطا فرمانا ہے سو وہ بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرما رکھی ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نبوت عطا فرمائے، وہ مجنون کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت کی ذمے داریاں نبھانا کسی مجنون کے بس میں نہیں ہے، دوسری چیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے لیے ایسا اجر و ثواب تیار کر رکھا ہے جو کبھی منقطع اور ختم نہیں ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات پر عمل کرنے والے اور ان کا نام لینے والے یا تو ختم ہو چکے ہیں یا موجود ہونے کے باوجود وہ ان کی تعلیمات پر عمل پیرا نہیں ہیں، اس لیے ان کے اجر و ثواب کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا، لیکن نبی اکرم ﷺ کی امت چونکہ قیامت تک رہے گی اس لیے ان کی تعلیمات پر قیامت تک عمل بھی ہوتا رہے گا، یہ عمل کرنے والوں کو جو ثواب ملے گا وہ نبی علیہ السلام کو بھی ملتا رہے گا، اس لیے کہ نیکی کے راستے پر چلانے والے کو بھی نیکی کرنے والے کے برابر اجر و ثواب ملتا ہے، تیسری چیز جس پر اللہ تعالیٰ نے قلم اور تحریر کی قسم کھائی ہے، یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے یعنی آپ کے اخلاق بہت عظیم ہیں اور آپ کو اخلاق اور کردار کی وہ تمام خوبیاں عطا فرما دی گئی ہیں جن کا تصور کسی انسان میں ہو سکتا ہے اور جو پہلے مختلف انبیاء کرام اور روحانی شخصیات میں بکھری ہوئی تھیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام جیسا اخلاق، حضرت ادریس علیہ السلام جیسا فہم، حضرت نوح علیہ السلام جیسا شکر، حضرت شعیب علیہ السلام جیسی معرفت، حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی خلت (خلیل ہونا) حضرت اسماعیل علیہ السلام جیسی فرمانبرداری، حضرت صالح علیہ السلام جیسی فصاحت، حضرت لوط علیہ السلام جیسی حکمت، حضرت اسحاق علیہ السلام جیسی رضا، حضرت یعقوب علیہ السلام جیسی بشارت، حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا عزم، حضرت شعیب علیہ السلام جیسی خطابت، حضرت الیاس علیہ السلام جیسا وقار، حضرت ایوب علیہ السلام جیسا صبر، حضرت یوشع علیہ السلام جیسا جہاد، حضرت داؤد علیہ السلام جیسا لحن، حضرت سلیمان علیہ السلام جیسا رعب، حضرت یوسف علیہ السلام جیسا حسن و جمال، حضرت یونس علیہ السلام جیسی اطاعت، حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسی پاک دامنی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا زہد اور تمام انبیاء کرام کے اخلاق اور کمالات آپ ﷺ کی ذات اقدس میں اس طرح جمع کر دیئے تھے کہ شاعر کہتا ہے۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری کہ جو خوبیاں تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں پائی جاتی تھیں، وہ اکیلے آپ ﷺ کی ذات میں جمع کر دی گئی ہیں، نبی علیہ السلام کے اخلاق کے حوالے سے سب زیادہ جامع بات وہی ہے

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝٥ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝٦ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ

فَسَتُبْصِرُ	وَ	يُبْصِرُوْنَ ۝٥	بِاَيِّكُمُ	الْمَفْتُوْنُ ۝٦	اِنَّ	رَبَّكَ	هُوَ
سوعنقریب تُو دیکھ لے گا	اور	وہ دیکھ لیں گے	کہ تم میں سے کون	فتنے میں مبتلا	بیشک	تیرا رب	وہ

سوعنقریب آپ دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔ ۵ کہ تم میں سے کون فتنے میں مبتلا ہو رہا ہے؟ ۶ بیشک آپ کا رب ہی

اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝٧ فَلَا

اَعْلَمُ	بِمَنْ	ضَلَّ	عَنْ	سَبِيْلِهٖ	وَ	هُوَ	اَعْلَمُ	بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝٧	فَلَا
زیادہ جانتا ہے	اسے جو	بھٹک گیا	سے	اس کے راستے کے	اور	وہ	زیادہ جانتا ہے	ہدایت پانے والوں کو	سو مت

خوب جانتا ہے کہ کون اُس کے راستے سے بھٹکا ہے اور وہی ہدایت حاصل کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ ۷ سو آپ

تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝٨ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝٩ وَلَا تُطِعْ كُلَّ

تُطِعِ	الْمُكَذِّبِيْنَ ۝٨	وَدُّوْا	لَوْ	تُدْهِنُ	فَيُدْهِنُوْنَ ۝٩	وَ	لَا	تُطِعْ	كُلَّ
اطاعت کرتُو	جھٹلانے والوں کی	وہ چاہتے ہیں	کاش	تُو ڈھیلا پڑے	تو وہ ڈھیلے پڑیں	اور	مت	اطاعت کرتُو	ہر ایک

تکذیب کرنے والوں کی اطاعت نہ کیجئے۔ ۸ اُن کی خواہش ہے کہ کسی طرح آپ ڈھیلے پڑیں تو وہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں۔ ۹ اور کسی ایسے شخص کی

حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝١٠ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ۝١١ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ

حَلَّافٍ	مَّهِيْنٍ ۝١٠	هَمَّازٍ	مَّشَّآءٍ	بِنَمِيْمٍ ۝١١	مَّنَّاعٍ	لِّلْخَيْرِ	مُعْتَدٍ
قسمیں کھانے والا	بے اہمیت	طعنے دینے والا	چلنے والا	چغل خوری پر	روکنے والا	نیکی سے	حد سے تجاوز کرنے والا

بات نہ مانیے جو قسمیں اٹھانے والا، بے اہمیت ہو۔ ۱۰ طعنے دینے والا، چغل خوری کرنے والا ہو۔ ۱۱ نیکی سے روکنے والا، حد سے تجاوز کرنے والا،

اَثِيْمٍ ۝١٢ عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝١٣ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝١٤

اَثِيْمٍ ۝١٢	عُتُلٍّ	بَعْدَ	ذٰلِكَ	زَنِيْمٍ ۝١٣	اَنْ	كَانَ	ذَا مَالٍ	وَّ	بَنِيْنَ ۝١٤
گنہگار	اجڈ	پیچھے	اس کے	بدنام	یہ کہ	ہے وہ	مال والا	اور	بیٹوں والا

گنہگار ہو۔ ۱۲ اُجڈ، اُس کے علاوہ بدنام۔ ۱۳ اِس وجہ سے کہ وہ مال اور بیٹوں والا ہے۔ ۱۴

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٥ سَنَسِمُهٗ عَلَى

اِذَا	تُتْلٰى	عَلَيْهِ	اٰيٰتُنَا	قَالَ	اَسَاطِيْرُ	الْاَوَّلِيْنَ ۝١٥	سَنَسِمُهٗ	عَلَى
جب	تلاوت کی جاتی ہیں	اس پر	ہماری آیتیں	کہتا ہے وہ	کہانیاں	پہلوں کی	عنقریب ہم داغیں گے	پر

جب اُس کے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ ۱۵ عنقریب ہم اُس کی سونڈ پر

جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک سائل کے جواب میں فرمائی تھی کہ نبی ﷺ کے اخلاق قرآن کریم کے عین مطابق تھے اگر تمہیں ان کے اخلاق معلوم کرنے کا شوق ہو تو قرآن کی تلاوت کرلو، کیونکہ وہ چلتا پھرتا قرآن تھے۔ ۵ ۶ ان آیتوں میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ مشرکین اور منکرین کی باتیں آپ کو غمگین نہ کریں، عنقریب ہر شخص کھلی آنکھوں دیکھ لے گا کہ عقل مند کون تھا اور مجنون کون تھا؟ کس نے عقل مندی سے کام لیا اور کون دیوانوں جیسی باتیں اور حرکتیں کرتا رہا؟ ۷ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کامل کا حوالہ دیا گیا ہے کہ اُسے خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ کون اس کے راستے سے بہکا ہوا ہے اور کون راہِ راست پر قائم ہے، مشرکین اور منکرین کے بتانے سے اس کے علم میں اضافہ نہ ہوگا، اس تعبیر میں مشرکین پر ایک طرح سے ناراضگی کا اظہار بھی کیا گیا ہے اور گویا یوں کہا گیا ہے کہ تم ہمیں نہ بتاؤ، ہمیں سب کچھ پتہ ہے۔ ۸ اس آیتِ مبارکہ میں تکذیب اور تردید کرنے والے لوگوں کی بات ماننے اور ان کی اطاعت کرنے کی ممانعت کی گئی ہے، نبی اکرم ﷺ سے یوں تو اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ تکذیب کرنے والوں کی اطاعت کریں گے، آیت کا منشا یہ ہے کہ جیسے آپ ﷺ نے پہلے ایسے لوگوں کی اطاعت نہیں کی، آئندہ بھی ان کی اطاعت نہ کرنے کی روش پر قائم رہیں اور یہی حکم آپ ﷺ کی امت کو بھی ہے۔ ۹ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین مکہ کی ایک خواہش کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ چاہتے تھے کہ نبی ﷺ مصلحت پسندی سے کام لیں اور حالات کی نزاکت کو سمجھیں تاکہ ہم بھی اپنے رویے میں کچھ لچک دکھائیں، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ مشرکین یہ چاہتے تھے کہ نبی ﷺ ان کے معبودوں کی بے بسی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت بیان کرنے میں تھوڑی سی لچک دکھائیں تو ہم بھی اپنے رویے میں نرمی لے کر آئیں، بہت سارے لوگ اسے دینی ضرورت اور اخلاق کی بلندی سمجھتے ہیں، حالانکہ دین میں مصلحت کا شکار ہونا اخلاقی بلندی نہیں، اخلاقی پستی کی علامت ہے اور اسے مداہنت کہا جاتا ہے، نبی ﷺ سے اس کا تصور بھی ناممکن ہے۔ ۱۰ ۱۶ ان آیتوں میں ولید بن مغیرہ کی شدید مذمت کرکے نبی ﷺ سے یہ خطاب کیا گیا ہے کہ آپ اس کی بات ہرگز نہ مانیں، کفار اور مشرکین کی نگاہوں میں ولید بن مغیرہ بہت معزز سردار تھا، لیکن صاحبِ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے دس عیوب بیان فرمائے ہیں جن سے ایک مسلمان کو بچنے کی تاکید کی گئی ہے، اس کا پہلا عیب بہت زیادہ قسمیں کھانے والا ہونا بیان کیا گیا ہے، گویا بار بار قسمیں کھانا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے، اسی وجہ سے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ قسمیں کھانے سے سامان تو بک جاتا ہے لیکن برکت اٹھ جاتی ہے، دوسرا عیب یہ کہ وہ بے اہمیت، پست ہمت اور نکما انسان ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ لوگوں کی نگاہوں میں اس کے معزز ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اللہ کے نزدیک وہ بے اہمیت اور حقیر ہے، تیسرا عیب منہ پر طعنہ دینا ہے یعنی لوگوں کو ان کے منہ پر ان کے حسب نسب اور دوسرے معاملات میں طعنے دینا پسندیدہ عادت نہیں ہے، چوتھا عیب چغل خوری ہے یعنی دو لوگوں یا خاندانوں یا ملکوں کو آپس میں لڑوانے کے لیے ایک کی بات دوسرے کو پہنچانا، بعض اوقات اس چغل خوری کی وجہ سے ایسا زبردست فساد ہوتا ہے کہ قتل وغارت گری اور خون ریزی تک بات پہنچ جاتی ہے، پانچواں عیب خیر اور بھلائی کے کاموں سے اجتناب کرنا ہے حالانکہ انسان کو نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے اور برائی کے کاموں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہیے، چھٹا عیب حد سے تجاوز کرنا ہے یعنی لوگوں پر ظلم کرنا، حق دار کو اس کا حق نہ دینا مثلاً مزدور کی اُجرت دبا لینا اور حدود اللہ کو پامال کرنا، ساتواں عیب گناہ گار ہونا ہے یعنی وہ کام

الْخُرْطُوْمِ ﴿١٦﴾ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا

الْخُرْطُوْمِ ۝	اِنَّا	بَلَوْنٰهُمْ	كَمَا	بَلَوْنَآ	اَصْحٰبَ	الْجَنَّةِ ۚ	اِذْ	اَقْسَمُوْا
سونڈ کے	بیشک ہم نے	آزمایا انہیں	جیسا کہ	ہم نے آزمایا	رہنے والوں کو	باغ کے	جب	قسم کھائی انہوں نے

داغ لگائیں گے ۔ ١٦ بیشک ہم نے انہیں آزمایا ہے ، جیسے ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا ، جب انہوں نے قسمیں کھائیں

لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿١٧﴾ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿١٨﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا

لَيَصْرِمُنَّهَا	مُصْبِحِيْنَ ۝	وَ	لَا	يَسْتَثْنُوْنَ ۝	فَطَافَ	عَلَيْهَا
البتہ ضرور کاٹ لیں گے اسے	صبح کرنے والے	اور	نہ	استثناء کیا اُنہوں نے	سو گھوما	اس پر

کہ وہ صبح صبح ہی اُس کا پھل کاٹ لیں گے ۔ ١٧ اور انشاء اللہ بھی نہ کہا ۔ ١٨ پھر آپ کے رب کی

طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿١٩﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿٢٠﴾

طَآئِفٌ	مِّنْ	رَّبِّكَ	وَ	هُمْ	نَآئِمُوْنَ ۝	فَاَصْبَحَتْ	كَالصَّرِيْمِ ۝
ایک گھومنے والا	سے	تیرے رب کے	اور	وہ	سونے والے	سو وہ ہوگیا صبح کو	جیسے کٹی فصل

طرف سے اُس باغ پر ایک گھومنے والا آیا ، جبکہ وہ سو رہے تھے ۔ ١٩ پھر وہ صبح کو کٹی ہوئی فصل کی طرح ہو گیا ۔ ٢٠

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿٢١﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

فَتَنَادَوْا	مُصْبِحِيْنَ ۝	اَنِ	اغْدُوْا	عَلٰى	حَرْثِكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ
سو ایکدوسرے کو پکارا	صبح کرنے والے	یہ کہ	سویرے چلو تم	پر	اپنے کھیت کے	اگر	تم ہو

تو صبح کے وقت وہ ایک دوسرے کو پکارنے لگے ۔ ٢١ کہ صبح سویرے ہی اپنے کھیت کی طرف چل پڑو اگر تمہیں

صٰرِمِيْنَ ﴿٢٢﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿٢٣﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا

صٰرِمِيْنَ ۝	فَانْطَلَقُوْا	وَ	هُمْ	يَتَخَافَتُوْنَ ۝	اَنْ	لَّا	يَدْخُلَنَّهَا
توڑنے والے	سو روانہ ہوگئے وہ	اور	وہ	ایکدوسرے سے چپکے چپکے کہہ رہے تھے	یہ کہ	نہ	داخل ہونے پائے اسمیں

پھل توڑنا ہے ۔ ٢٢ چنانچہ وہ روانہ ہوگئے اور وہ ایک دوسرے سے چپکے چپکے کہہ رہے تھے ۔ ٢٣ کہ آج اس باغ میں تمہارے پاس

الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿٢٤﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا

الْيَوْمَ	عَلَيْكُمْ	مِّسْكِيْنٌ ۝	وَّ	غَدَوْا	عَلٰى	حَرْدٍ	قٰدِرِيْنَ ۝	فَلَمَّا	رَاَوْهَا
آج کے دن	تم پر	کوئی مسکین	اور	صبح کو چلے وہ	پر	تیزی کے	قدرت والے بن کر	سو جب	دیکھا انہوں نے اسے

کوئی مسکین اندر نہیں آنا چاہیے ۔ ٢٤ اور وہ صبح سویرے لپکتے جا رہے تھے ، وہ اپنے آپ کو اُس پر قادر سمجھتے تھے ۔ ٢٥ پھر جب اُس باغ کو دیکھا

جو شریعت میں تو ممنوع ہیں، انسانی فطرت بھی ان سے نفرت کرتی ہے مثلاً شراب نوشی اور ہم جنس پرستی وغیرہ گناہوں میں مبتلا رہتا ہے، آٹھواں عیب بدخو، سرکش اور خود پسند ہونا ہے یعنی کسی کے سمجھانے کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا، نواں عیب اس کا بدکاری کے نتیجے میں پیدا ہونا ہے یعنی اس کے ماں باپ نے نکاح کی بجائے بدکاری کا راستہ اختیار کیا تھا اور وہ ان کی ناجائز اولاد ہے، چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کی پیدائش کے اٹھارہ سال بعد مغیرہ نے اعتراف کیا تھا کہ اس کا باپ میں ہوں اور میں نے اس کی ماں سے بدکاری کی تھی، دسواں عیب اس کا اپنے مال و اولاد کی کثرت پر اس قدر مغرور ہونا ہے کہ قرآن کریم کی آیات سن کر اُن پر ایمان لانے کی بجائے انہیں پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں قرار دیدیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ دس عیوب بیان کر کے فرمایا ہے کہ عنقریب ہم اس کی سونڈ کو داغ دیں گے، یعنی وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا، چنانچہ غزوۂ بدر میں ایک انصاری کی تلوار اس کی ناک پر لگی جس سے وہ زخمی ہوگیا، اس نے بہتیرا علاج کروایا لیکن افاقہ نہ ہوا، بالآخر اسی مرض میں مبتلا رہ کر مرگیا۔ ١٧ تا ٣٠ ان آیتوں میں ''اصحاب الجنۃ'' کے واقعے کی طرف مختصر اشارہ کیا گیا ہے، مفسرین نے لکھا ہے کہ یمن کے دارالسلطنت صنعاء سے تین میل کے فاصلے پر ایک نیک آدمی کا ایک بہترین باغ تھا، جس میں ہر قسم کے پھل اور پھول فراوانی کے ساتھ موجود تھے، اسے باغ ذروان کہا جاتا تھا، باغ کے ساتھ ہی زمین کے ایک وسیع و عریض ٹکڑے میں فصلیں کاشت ہوتی تھیں، اسے اللہ تعالیٰ نے تین یا پانچ بیٹے عطا فرما رکھے تھے، وہ دیکھتے تھے کہ ان کا باپ ہر چیز کا دسواں حصہ اللہ کے نام پر ضرور نکالتا ہے، جب پھل توڑا جاتا ہے تو اس کا دسواں حصہ غرباء اور فقراء میں تقسیم کر دیتا ہے، گھر میں دس روٹیاں پکتی ہیں تو ایک اللہ کے نام پر صدقہ کر دیتا ہے، پھل توڑتے ہوئے جو زمین پر گر جاتا ہے، وہ اسے بھی نہیں اٹھاتا بلکہ ضرورت مندوں کیلئے چھوڑ دیتا ہے، اس کی ان اچھی عادتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے رزق میں خوب برکت رکھی تھی، لیکن اس کے بیٹوں کو یہ چیز پسند نہ تھی اور وہ اکثر تنہائی میں یہ باتیں کرتے تھے کہ اگر صدقہ و خیرات کرنے میں احتیاط سے کام لیا جائے تو وہ بھی ہمارے کام آسکتا ہے اور ہماری ضروریات زیادہ بہتر طریقے سے پوری ہوسکتی ہیں، درمیانہ بھائی اپنے بھائیوں سے اتفاق نہیں کرتا تھا بلکہ اپنے باپ کے اس عمل کی تائید کرتا تھا اور اسے اچھا سمجھتا تھا، کچھ عرصے کے بعد جب اُس شخص کا انتقال ہوا اور اس کا تمام مال و دولت اور وہ باغ اس کے بیٹوں کے قبضے میں آیا تو انہوں نے اکٹھے ہو کر آپس میں مشورہ شروع کیا کہ ہمارے باپ کا جو طریقہ تھا، وہ ہمیں جوں کا توں رکھنا چاہیے یا وقت کی ضرورت، مصلحت اور تقاضے کو مدنظر رکھنا چاہیے، اکثریت کی رائے یہ تھی کہ اب اس طریقے کو برقرار رکھنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ اخراجات پہلے سے کئی گنا بڑھ گئے ہیں، پہلے افراد کم تھے لہٰذا اخراجات بھی کم تھے، اب افراد بڑھ گئے ہیں لہٰذا اخراجات بھی بڑھ گئے ہیں، جبکہ درمیانے بھائی کی رائے یہ تھی کہ اگر ہم نے اپنے والد کے طریقے کو بدلنے کی کوشش کی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے اور ہمارے رزق سے برکت ختم کر دے، لیکن باقی بھائیوں نے اس رائے کو مسترد کر دیا، چنانچہ جب فصل تیار ہو گئی اور پھل پک کر کھانے کے قابل ہوگئے تو ایک رات میں بھائیوں نے مل کر مشورہ کیا اور قسمیں کھائیں کہ صبح صبح جا کر سارا پھل توڑ لیں گے تاکہ غرباء اور فقراء کے جمع ہونے سے پہلے پہلے ہم اپنے کام سے فارغ ہو جائیں، وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ پھل پک چکا ہے اور فصل تیار ہے اور دونوں چیزیں پوری طرح ہماری دسترس میں ہیں، اس لیے انہوں نے انشاء اللہ کہنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی، اس پر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوئی کہ انہیں

قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ

قَالُوْٓا	اِنَّا	لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾	بَلْ	نَحْنُ	مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾	قَالَ	اَوْسَطُهُمْ
کہنے لگے	بیشک ہم	البتہ راستہ بھولنے والے	بلکہ	ہم	محروم ہونے والے	کہا	ان میں درمیان والے نے

تو کہنے لگے کہ ہم راستہ بھول گئے ہیں ۔ [۲۶] بلکہ ہم تو محروم ہی رہ گئے ۔ [۲۷] اُن میں سے درمیان والا کہنے لگا

اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا

اَلَمْ	اَقُلْ	لَّكُمْ	لَوْلَا	تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾	قَالُوْا	سُبْحٰنَ	رَبِّنَآ	اِنَّا	كُنَّا
کیا نہیں	کہا میں نے	تم سے	کیوں نہ ہوا	تم تسبیح کرتے	کہا انہوں نے	پاک ہے	ہمارا رب	بیشک ہم	تھے

کہ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم لوگ تسبیح کیوں نہیں کرتے ؟ [۲۸] وہ کہنے لگے کہ ہمارا ربّ پاک ہے ، بیشک ہم ہی

ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا

ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾	فَاَقْبَلَ	بَعْضُهُمْ	عَلٰى	بَعْضٍ	يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾	قَالُوْا
ظلم کرنے والے	تو سامنے آیا	ان میں سے بعض	پر	بعض کے	ایکدوسرے کو ملامت کرنے لگے	کہا انہوں نے

ظالم تھے ۔ [۲۹] پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے ۔ [۳۰] کہنے لگے

يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ

يٰوَيْلَنَآ	اِنَّا	كُنَّا	طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾	عَسٰى	رَبُّنَآ	اَنْ	يُّبْدِلَنَا	خَيْرًا	مِّنْهَآ	اِنَّآ
ہائے ہلاکت ہماری	بیشک ہم	تھے	سرکشی کرنے والے	امید ہے	ہمارا رب	یہ کہ	بدل دے ہمیں	بہتر	اس سے	بیشک ہم

کہ ہائے افسوس ! ہم ہی سرکشی کرنے والے تھے ۔ [۳۱] ممکن ہے کہ ہمارا رب ہمیں بدلے میں اس سے بہتر باغ عطا فرما دے ، بیشک ہم

اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ

اِلٰى	رَبِّنَا	رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾	كَذٰلِكَ	الْعَذَابُ	وَ	لَعَذَابُ	الْاٰخِرَةِ	اَكْبَرُ
طرف	اپنے رب کے	رغبت والے	اسی طرح	عذاب	اور	البتہ عذاب	آخرت کا	زیادہ بڑا

اپنے رب کی طرف رغبت رکھتے ہیں ۔ [۳۲] عذاب اسی طرح ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب سب سے بڑا ہے ،

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ ع اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ

لَوْ	كَانُوْا	يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾	اِنَّ	لِلْمُتَّقِيْنَ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ	جَنّٰتِ
کاش	ہوتے وہ	جانتے	بیشک	متقیوں کیلئے	پاس	ان کے رب کے	باغات

کاش! کہ وہ جانتے ہوتے ۔ [۳۳] بیشک متقیوں کیلئے اُن کے رب کے یہاں نعمتوں کے

وقف لازم

ع ۱ ۴۳ ۲

خود اپنے لیے اور دوسروں کے لیے عبرت پذیری کا ذریعہ بنادے ، چنانچہ رات ہی کے کسی پہر میں آگ بھڑکی اور اس نے دیکھتے ہی دیکھتے پورے باغ اور کھیت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، صبح ہونے سے پہلے وہ باغ جل کر راکھ ہو چکا تھا، ان لوگوں کو اس کی کوئی خبر نہ تھی، وہ لوگ طے شدہ پروگرام کے مطابق اٹھے اور ایک دوسرے کو آوازیں دے کر جگایا کہ جلدی اٹھو، اگر تم لوگوں نے پھل توڑنا ہے تو غرباء اور فقراء کے آنے سے پہلے ہی اس کام سے فارغ ہو جاؤ ، چنانچہ سب لوگ تیار ہو کر تیزی کے ساتھ اپنے باغ کی طرف روانہ ہو گئے ، راستے میں وہ چپکے چپکے باتیں بھی کرتے جا رہے تھے کہ آج تو ہم کسی فقیر مسکین کو باغ کے اندر نہیں آنے دیں گے اور ایسا کریں گے اور ویسا کریں گے ، یہی باتیں کرتے ہوئے وہ تیز رفتاری کے ساتھ اپنے باغ کی طرف لپکتے جا رہے تھے ، قریب پہنچے تو بھونچکے رہ گئے ، وہاں نہ کوئی پھل تھا اور نہ پھول، سارا باغ اور کھیت کھلیان جل کر راکھ ہو چکا تھا اور اس کی جلی ہوئی خاک اور راکھ ان کا منہ چڑا رہی تھی ، پہلے تو انہیں اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آیا، وہ سمجھے کہ شاید ہم راستہ بھول کر کہیں اور پہنچ گئے ہیں، لیکن جب علامات سے تصدیق ہوگئی کہ یہ انہی کا باغ ہے جس پر راتوں رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آفت آئی ہے تو وہ اپنی محرومی اور بدقسمتی پر افسوس کرنے لگے، اس وقت انہیں درمیانے بھائی نے یاد دلایا کہ میں نے تمہیں سمجھایا نہ تھا کہ اپنے باپ کی روش کو تبدیل نہ کرو، غرباء اور فقراء کو ان کے حق سے محروم نہ کرو، اللہ تعالیٰ کو مت بھولو اور ایسی منصوبہ بندی مت کرو جس سے تم رزق سے ہی محروم ہو جاؤ ، تب انہوں نے اپنی غلطی تسلیم کی اور اعتراف کیا کہ ہم نے ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، ہمارا رب تو پاک ہے، وہ کیوں ہم پر ظلم کرے گا؟ اس واقعے کا اگلا حصہ اگلی آیات میں مکمل کیا گیا ہے۔ [۲۷] [۳۱] ان آیتوں میں اصحاب الجنۃ کے واقعے کی تکمیل کی گئی ہے کہ اپنے باغ کو اجڑا ہوا دیکھ کر وہ ایک دوسرے کو ملامت کرنے اور ایک دوسرے پر الزام دھرنے لگے، ہر ایک دوسرے سے یہی کہتا تھا کہ یہ تیرے مشورے پر عمل کرنے کا نتیجہ ہے کہ آج ہمیں یہ دن دیکھنا پڑا، دنیا میں ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے کہ کامیابی کا سہرا ہر شخص اپنے سر پر سجانا چاہتا ہے اور ناکامی کی ذلت برداشت کرنے کیلئے کوئی تیار نہیں ہوتا، بلکہ وہ دوسروں پر الزام تراشی کرتا ہے، لیکن اس میں ایک اچھا پہلو یہ تھا کہ انہیں فوراً اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور وہ اس پر ڈٹ جانے کی بجائے نادم اور شرمندہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے امید ظاہر کی کہ وہ ان کے نقصان کی تلافی فرما دے، انہیں اس کا نعم البدل عطا فرمائے اور اس سے بہترین باغ مرحمت فرما دے، مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سچی ندامت کو قبول فرمایا اور انہیں اس باغ کا نعم البدل بھی عطا فرمایا، جس کی صورت یہ ہوئی کہ بادشاہِ وقت کو اس سانحے کا علم کسی طرح ہو گیا، اس نے ان بھائیوں کو بلایا اور اپنے باغوں میں سے ایک بہترین باغ ''جس کا نام باغ حیوان تھا'' انہیں دیدیا، یہ باغ ان کے اپنے باغ سے کئی گنا زیادہ خوبصورت اور قیمتی تھا، اللہ تعالیٰ نے اس واقعے میں عبرت حاصل کرنے کیلئے بہت سے اسباق رکھے ہیں، ان میں سے اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو سزا دینا چاہتا ہے تو اس طرح بھی سزا دیدیتا ہے، دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ماں باپ کی نیکی کو آگے بڑھانے کی بجائے اسے ختم کر دینے سے انسان نقصان کا شکار ہو جاتا ہے، تیسرا نکتہ یہ ہے کہ جب دنیوی سزا اس قدر عبرتناک ہے کہ اس میں انسان کی ساری جمع پونجی جل کر راکھ ہو جاتی ہے تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آخرت کی سزا کس قدر عبرتناک ہوگی؟ کاش ! کہ یہ لوگ جان لیتے اور اس سے بچنے کا اہتمام کر لیتے۔

النَّعِيْمِ ﴿٣٤﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ وقفة كَيْفَ

النَّعِيْمِ ﴿٣٤﴾	اَفَنَجْعَلُ	الْمُسْلِمِيْنَ	كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٥﴾	مَا	لَكُمْ	كَيْفَ
نعمتوں کے	تو کیا ہم کردیں	مسلمانوں کو	مجرموں کیطرح	کیا ہوا	تمہیں	کیسا

باغات ہیں ۔ ﴿٣٥﴾ تو کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے ؟ ﴿٣٦﴾ تمہیں کیا ہو گیا ؟ تم کیسے

تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٦﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿٣٧﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا

تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٦﴾	اَمْ	لَكُمْ	كِتٰبٌ	فِيْهِ	تَدْرُسُوْنَ ﴿٣٧﴾	اِنَّ	لَكُمْ	فِيْهِ	لَمَا
فیصلہ کرتے ہو تم	کیا	تمہارے لئے	کوئی کتاب	اُسمیں	تم پڑھتے ہو	بیشک	تمہارے لئے	اُسمیں	البتہ وہ جو

فیصلے کرتے ہو؟ ﴿٣٧﴾ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جسے تم پڑھتے ہو؟ ﴿٣٨﴾ کہ تمہیں اُس میں وہی ملے گا جو تم

تَخَيَّرُوْنَ ﴿٣٨﴾ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ

تَخَيَّرُوْنَ ﴿٣٨﴾	اَمْ	لَكُمْ	اَيْمَانٌ	عَلَيْنَا	بَالِغَةٌ	اِلٰى	يَوْمِ	الْقِيٰمَةِ	اِنَّ	لَكُمْ
تم پسند کرتے ہو	کیا	تمہارے لئے	قسمیں	ہم پر	پہنچنے والی	تک	دن	قیامت کے	بیشک	تمہارے لئے

پسند کرتے ہو ؟ ﴿٣٩﴾ کیا ہمارے ذمے تمہاری کچھ قسمیں ہیں جو قیامت کے دن تک پہنچ کر رہیں گی کہ تمہیں وہی ملے گا

لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٩﴾ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿٤٠﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ

لَمَا	تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٩﴾	سَلْهُمْ	اَيُّهُمْ	بِذٰلِكَ	زَعِيْمٌ ﴿٤٠﴾	اَمْ	لَهُمْ	شُرَكَآءُ
البتہ وہ جو	تم فیصلہ کرتے ہو	پوچھ لے ان سے	کون ان میں سے	اس کا	ضامن	کیا	ان کیلئے	بہت سے شریک

جس کا تم فیصلہ کرو گے ۔ ﴿٤٠﴾ آپ اُن سے پوچھئے کہ اُن میں سے کون اس کا ذمہ دار ہے ؟ ﴿٤١﴾ کیا اُن کے کچھ شرکاء ہیں ،

فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿٤١﴾ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ

فَلْيَاْتُوْا	بِشُرَكَآئِهِمْ	اِنْ	كَانُوْا	صٰدِقِيْنَ ﴿٤١﴾	يَوْمَ	يُكْشَفُ	عَنْ	سَاقٍ
سو چاہیے کہ لے آئیں	اپنے شرکا کو	اگر	وہ ہیں	سچے	جس دن	کھولا جائیگا	سے	پنڈلی کے

سو انہیں چاہیے کہ اپنے شرکاء کو لے آئیں اگر وہ سچے ہوں ۔ ﴿٤٢﴾ جس دن پنڈلی کھولی جائے گی

وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٤٢﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ

وَّ	يُدْعَوْنَ	اِلَى	السُّجُوْدِ	فَلَا	يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٤٢﴾	خَاشِعَةً	اَبْصَارُهُمْ
اور	بلائے جائیں گے وہ	طرف	سجدے کے	سو نہ	کر سکیں گے وہ	جھکی ہوئی	ان کی نگاہیں

اور لوگوں کو سجدے کیلئے بلایا جائیگا تو مشرک سجدہ نہ کر سکیں گے ۔ ﴿٤٣﴾ اُن کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی ،

ع ١٥

﴿٣٤﴾ اس آیت مبارکہ میں متقیوں کیلیے نعمتوں کے باغات کا وعدہ کیا گیا ہے، چونکہ یہ باغات اُن کے رب نے ان کے لیے اپنے پاس تیار کیے ہیں، اس لیے نہ ان کا پھل کبھی کم ہوگا، نہ انہیں آگ لگے گی، نہ آندھی اور طوفان آئیں گے اور نہ ہی سیلاب اور زلزلے آکر ان کی تباہی کا سبب بنیں گے، بلکہ وہ ہمیشہ محفوظ، سرسبز و شاداب اور تروتازگی کا سبب بنیں گے۔ ﴿٣٥﴾ ﴿٣٦﴾ ان آیتوں میں مشرکوں کے ایک گمان فاسد کی تردید کی گئی ہے، وہ مسلمانوں سے یہ کہا کرتے تھے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہمیں تم پر مال و اولاد کے حوالے سے فوقیت اور ترجیح دی ہے، اسی طرح آخرت میں بھی ہمیں تم پر فوقیت دے گا، یہ کیسا غیر ذمہ دارانہ فیصلہ کیا جا رہا ہے؟ کیا ہم مسلمانوں اور مجرموں کو ایک دوسرے کے برابر کردیں گے؟ تو پھر مسلمان ہونے کا فائدہ اور مجرم ہونے کا نقصان کیا ہوا؟ نیز اگر ایسا ہوا تو عدل اور انصاف کا تقاضا کہاں پورا ہوا؟ اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف اس چیز کی نسبت درست نہیں ہے۔ ﴿٣٧﴾ ﴿٣٨﴾ ان آیتوں میں مشرکوں کے ایک اور گمان فاسد کی تردید کی گئی ہے، وہ سمجھتے تھے کہ ہم جو چاہیں گے، آخرت میں ہمیں وہ سب ملے گا اور ہم جو چھانٹی کریں گے، ہمیں اس کا اختیار ہوگا، ان سے یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ کیا تمہارے پاس اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی لکھا ہوا تحریری فرمان آیا ہے؟ اور کیا تم نے اس تحریر میں یہ چیز پڑھی ہے کہ تمہیں قیامت کے دن چھانٹی کا اختیار ہوگا؟ اگر ایسا ہے تو اس کا ثبوت پیش کرو۔ ﴿٣٩﴾ ﴿٤١﴾ ان آیتوں میں مشرکوں کے فاسد خیالات کی تردید دو مختلف پہلوؤں سے کی گئی ہے، پہلا یہ کہ اگر مشرکوں کا یہ دعویٰ ہے کہ دنیا کی طرح آخرت میں بھی ہمیں مال و اولاد اور ہر طرح کی سہولیات فراہم کی جائیں گی اور جو وہ چاہیں گے، انہیں وہ سب کچھ مل جائے گا تو اسے دو میں سے کسی ایک طریقے سے ثابت کریں، یا تو وہ یہ ثابت کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے یہ قسم کھائی تھی کہ ان سے ان کی پیدائش کے دن سے لیکر قیامت کے دن تک ایک جیسا ہی سلوک کیا جائے گا، اگر دنیا میں وہ مال و اولاد والے ہوئے تو آخرت میں بھی مال و اولاد والے ہوں گے، اگر ایسا ہے تو اس کا کوئی ضامن لیکر آئیں، اور اگر انہیں اپنے معبودوں پر بھروسہ ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے معبود اُن کے کسی کام آسکیں گے تو پھر انہیں دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے معبودوں کو لے آئیں اور ان سے اپنی مرضی کے فیصلے کروا کر دکھائیں، چونکہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شرک اور شریک سے بے نیاز ہے اس لیے ان کے خیالات فاسد اور بے بنیاد ہیں۔ ﴿٤٢﴾ ﴿٤٣﴾ ان آیتوں میں قیامت کے دن پنڈلی کھولے جانے اور مشرکین کے سجدہ نہ کر سکنے کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے، یہاں ''پنڈلی'' سے مراد اللہ تعالیٰ کی پنڈلی ہے، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی پر سے کپڑا ہٹا دیں گے، جسے دیکھ کر ہر شخص سجدے میں گر پڑے گا، پھر مخلص مسلمان مرد و عورت تو نہایت آسانی کے ساتھ سجدہ کر لیں گے، لیکن منافقین اور کفار و مشرکین سجدہ نہ کر سکیں گے، ان کی کمر تانبے کے ایک تختے کی طرح ہو جائے گی اور اسے دہرا کرنا اُن کیلئے ممکن نہ رہے گا، جیسا کہ دنیا میں کسی شخص کی پیٹھ میں کوئی سخت چیز ڈالی گئی ہو تو اس کیلئے جھکنا اور کمر کو دہرا کرنا ممکن نہیں ہوتا، یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ یہ لوگ نافرمان ہیں، دنیا میں جب ان لوگوں کو سجدے کی دعوت ملتی تھی تو یہ لوگ اسے بڑی حقارت اور غرور کے ساتھ مسترد کر دیتے تھے، حالانکہ اگر وہ اُس وقت سجدہ کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے، سو جب دار العمل میں وہ سجدے سے محروم رہے تو دار الجزاء میں بھی انہیں اس کی اجازت نہیں ملے گی، اُس وقت شرمندگی اور ندامت کی وجہ سے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور مجرموں کی طرح ان کے چہروں پر ذلت اور رسوائی چھا رہی ہوگی، رہی

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾

تَرْهَقُهُمْ	ذِلَّةٌ	وَ	قَدْ	كَانُوْا	يُدْعَوْنَ	اِلَى	السُّجُوْدِ	وَ	هُمْ	سٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾
چھا رہی ہوگی ان پر	ذلت	اور	تحقیق	وہ تھے	بلائے جاتے	طرف	سجدے کے	اور	وہ	صحیح سالم ہوئے

اُن پر ذلت چھا رہی ہو گی ، کیونکہ اُنہیں اُس وقت سجدے کیلئے بلایا جاتا تھا جب وہ صحیح سالم ہوتے تھے ۔ ﴿٤٣﴾

فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ

فَذَرْنِيْ	وَ	مَنْ	يُّكَذِّبُ	بِهٰذَا	الْحَدِيْثِ	سَنَسْتَدْرِجُهُمْ	مِّنْ
سو چھوڑ دے مجھے	اور	جو کوئی	جھٹلاتا ہے	اس	کلام کو	عنقریب ہم اتاریں انہیں	سے

سو آپ مجھے اور اِس کلام کی تکذیب کرنے والوں کو چھوڑ دیجئے ، عنقریب ہم اُنہیں ایسی جگہ سے آہستہ آہستہ اُتاریں گے کہ

حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿٤٥﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ

حَيْثُ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٤﴾	وَ	اُمْلِيْ	لَهُمْ	اِنَّ	كَيْدِيْ	مَتِيْنٌ ﴿٤٥﴾	اَمْ	تَسْـَٔلُهُمْ
جہاں	نہیں	جانتے ہوں گے وہ	اور	میں مہلت دے رہا ہوں	ان کیلئے	بیشک	میری تدبیر	مضبوط	کیا	تو ان سے مانگتا ہے

اُنہیں پتہ بھی نہ چلے گا ۔ ﴿٤٤﴾ اور میں اُنہیں ڈھیل دے رہا ہوں ، بیشک میری تدبیر بہت مضبوط ہے ۔ ﴿٤٥﴾ کیا آپ اُن سے کوئی اجرت

اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٦﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ

اَجْرًا	فَهُمْ	مِّنْ	مَّغْرَمٍ	مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٦﴾	اَمْ	عِنْدَهُمُ	الْغَيْبُ	فَهُمْ
کوئی اجرت	سو وہ	سے	قرض کے	دباؤ تلے آئے ہوئے	کیا	ان کے پاس	غیب	سو وہ

مانگتے ہیں جس کے بوجھ تلے یہ دبے ہوئے ہیں ؟ ﴿٤٦﴾ کیا اُن کے پاس غیب کی خبریں ہیں ، سو وہ لکھ

يَكْتُبُوْنَ ﴿٤٧﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ

يَكْتُبُوْنَ ﴿٤٧﴾	فَاصْبِرْ	لِحُكْمِ	رَبِّكَ	وَ	لَا	تَكُنْ	كَصَاحِبِ الْحُوْتِ	اِذْ
لکھتے ہیں	سو تو صبر کر	حکم کیلئے	اپنے رب کے	اور	مت	ہو جا	جیسے مچھلی والا	جب

لیتے ہیں ۔ ﴿٤٧﴾ تو آپ اپنے رب کے حکم کی خاطر صبر کیجئے ، اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جایئے ، جبکہ

نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿٤٨﴾ لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ

نَادٰى	وَ	هُوَ	مَكْظُوْمٌ ﴿٤٨﴾	لَوْلَآ	اَنْ	تَدٰرَكَهٗ	نِعْمَةٌ	مِّنْ	رَّبِّهٖ	لَنُبِذَ
اس نے پکارا	اور	وہ	گھٹنے والا	اگر نہ ہوتا	یہ کہ	سنبھالا اسے	مہربانی نے	سے	اس کے رب کی	البتہ ڈالا گیا

اُنہوں نے غم سے گھٹتے ہوئے پکارا ۔ ﴿٤٨﴾ اگر اُن کے رب کی مہربانی نے اُنہیں سنبھالا نہ ہوتا تو اُنہیں چٹیل میدان میں ڈال

وقف لازم

یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کی پنڈلی سے کیا مراد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف پنڈلی کی نسبت کی گئی ہے، لہٰذا ہم اس پر مکمل ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پنڈلی ہے، لیکن وہ کیسی ہے اور اس کی دیگر تفصیلات کیا ہیں؟ چونکہ قرآن وسنت میں اس حوالے سے کسی قسم کی تفصیلات ذکر نہیں کی گئی ہیں، اس لیے ہم انہیں اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتے ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جیسی اس کی شان ہے، اس کے مطابق ہی اس کی پنڈلی ہے۔ ﴿٤٤﴾ ﴿٤٥﴾ ان آیتوں میں کلام اللہ کی تکذیب کرنے والوں کو کچھ عرصے کی مہلت دینے کا تذکرہ کیا گیا ہے اور نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ میرے کلام کی تکذیب کر رہے ہیں ، آپ انہیں میرے حوالے کر دیجئے کیونکہ میری تدبیر بہت مضبوط ہے، ابھی تو میں انہیں ڈھیل اور مہلت دوں گا ، ان کی رسی دراز کروں گا اور ان پر دنیا کے دروازے کھول دوں گا ، لیکن آہستہ آہستہ انہیں ایسی بند گلی میں پہنچا دوں گا جہاں سے آگے جانے کا راستہ بھی بند ہو گا اور وہ وہاں سے واپس پلٹ بھی نہیں سکیں گے، ان کے گرد گھیرا تنگ ہوتا جائے گا لیکن ایسے غیر محسوس طریقے سے کہ انہیں پتہ بھی نہ چلے گا اور وہ محصور ہو کر رہ جائیں گے۔ ﴿٤٦﴾ ﴿٤٧﴾ ان آیتوں میں مشرکین مکہ کے اعراض اور دعوتِ توحید کو قبول نہ کرنے کے اسباب کا جائزہ لیا گیا ہے کہ آخر وہ نبی علیہ السلام کی دعوت کو قبول کیوں نہیں کر رہے؟ کیا نبی علیہ السلام نے اُن سے اپنی دعوت کے عوض کوئی اجرت اور مزدوری طلب کی ہے جس کی ادائیگی ان کیلئے اس قدر دشوار ہو رہی ہے کہ گویا وہ اس کے بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں؟ کیا اُن کے پاس غیب کا علم موجود ہے؟ کیا وہ نبی علیہ السلام کی دعوت سے خود کو اس لیے مستغنی ظاہر کرتے ہیں کہ العیاذ باللہ اُن کے پاس کوئی وحی آتی ہے جسے وہ لکھ لیتے ہیں؟ اس غیبی علم اور تحریر کی روشنی میں انہیں مزید کسی روشنی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی؟ اگر ایسا ہے تو اس کا ثبوت پیش کریں خواہ عقل سے ہو یا نقل سے، اگر وہ اسے کسی بھی طرح ثابت نہ کر سکیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے اُن سے کسی اجرت کا مطالبہ کیا ہے اور نہ ہی ان کے پاس غیب کا علم ہے، بلکہ وہ محض ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان کی تعلیمات سے اعراض کر رہے ہیں۔ ﴿٤٨﴾ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کیلئے ایک امر اور ایک نہی کو جمع کیا گیا ہے، امر یہ کہ اپنے رب کے حکم پر ثابت قدم رہیں، صبر سے کام لیں اور مشرکوں کی ایذا رسانیوں سے دل برداشتہ نہ ہوں اور نہی یہ کہ مچھلی والے کی طرح جلدی میں کوئی فیصلہ نہ کریں، کہ انہوں نے ایک رائے قائم کر کے اگلے حکم کا انتظار نہیں کیا، بلکہ اجتہاد کی رو سے اپنی رائے پر عمل فرما لیا، اس جلدی کے نتیجے میں وہ مچھلی کے پیٹ میں پہنچ گئے اور انہیں اندازہ ہوا کہ میں نے جلدی میں فیصلہ کیا اور حق تعالیٰ کے صاف اور واضح حکم کا انتظار نہ کیا، تب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے آزمائش کے خاتمے کی دعا کی، جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا، یاد رہے کہ مچھلی والے سے مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں جن کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔

بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿٤٩﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ

مِنَ	فَجَعَلَهٗ	رَبُّهٗ	فَاجْتَبٰهُ	مَذْمُوْمٌ ﴿٤٩﴾	هُوَ	وَ	بِالْعَرَآءِ
سے	سو کر دیا اسے	اس کے رب نے	سو چن لیا اسے	الزام کھایا ہوا	وہ	اور	چٹیل میدان میں

دیا گیا تھا ، اور وہ الزام کھائے ہوئے تھے ۔ ﴿٥٠﴾ پھر انہیں اُن کے رب نے چن لیا ، سو انہیں نیکو کاروں

الصّٰلِحِيْنَ ﴿٥٠﴾ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا

لَمَّا	بِاَبْصَارِهِمْ	لَيُزْلِقُوْنَكَ	كَفَرُوْا	الَّذِيْنَ	يَّكَادُ	اِنْ	وَ	الصّٰلِحِيْنَ ﴿٥٠﴾
جب	اپنی نگاہوں سے	البتہ ہلا دیتے تجھے	کافر ہوئے	وہ لوگ جو	قریب تھے	بیشک	اور	نیکوکاروں کے

میں سے کر دیا ۔ ﴿٥١﴾ قریب تھا کہ کافر لوگ آپ کو اپنی نگاہوں کے ذریعے اپنی جگہ سے ہلادیتے ، جب بھی

سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٥١﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٥٢﴾ ع

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٥٢﴾	ذِكْرٌ	اِلَّا	هُوَ	مَا	وَ	لَمَجْنُوْنٌ ﴿٥١﴾	اِنَّهٗ	يَقُوْلُوْنَ	وَ	الذِّكْرَ	سَمِعُوا
جہان والوں کیلئے	نصیحت	مگر	یہ	نہیں	اور	البتہ دیوانہ	کہ بیشک وہ	کہتے ہیں	اور	ذکر کو	سنا انہوں نے

وہ قرآن سنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ تو دیوانہ ہے ۔ ﴿٥٢﴾ اور یہ قرآن تو اہلِ عالم کیلئے نصیحت کے علاوہ کچھ نہیں ہے ۔ ﴿٥٣﴾

(٦٩) سُوْرَةُ الْحَآقَّةِ مَكِّيَّةٌ (٧٨)

اٰيَاتُهَا ٥٢ — رُكُوْعَاتُهَا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اَلْحَآقَّةُ ﴿١﴾ مَا الْحَآقَّةُ ﴿٢﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ﴿٣﴾ كَذَّبَتْ

كَذَّبَتْ	الْحَآقَّةُ ﴿٣﴾	مَا	اَدْرٰىكَ	مَآ	وَ	الْحَآقَّةُ ﴿٢﴾	مَا	اَلْحَآقَّةُ ﴿١﴾
جھٹلایا	حق ثابت ہونے والی	کیا ہے	معلوم تجھے	کیا	اور	حق ثابت ہونے والی	کیا ہے	حق ثابت ہونے والی

حق ثابت ہو جانے والی ۔ ﴿١﴾ کیا ہے وہ حق ثابت ہونے والی ؟ ﴿٢﴾ اور آپ کو کیا خبر کہ کیا ہے وہ حق ثابت ہونے والی ؟ ﴿٣﴾ قومِ ثمود

﴿٤٩﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یونس علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا حوالہ دیا گیا ہے تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ مچھلی کے پیٹ میں رکھ کر انہیں کوئی سزا دی گئی تھی یا اس وجہ سے وہ ان کے متعلق نازیبا الفاظ کا استعمال کر سکے، بلکہ ان پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم تھا، یہی وجہ ہے کہ مچھلی کے پیٹ میں بھی وہ سلامت رہے اور جب انہیں مچھلی کے پیٹ سے نکال کر ایک چٹیل میدان میں ڈالا گیا تو لاغر اور کمزور ہونے کے باوجود ان کی سلامتی کے حوالے سے کوئی خطرہ نہ تھا، چنانچہ اس کے بعد وہ ایک طویل عرصے تک حیات رہے اور لوگوں کی مذہبی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، اگر ان پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل نہ ہوتا تو وہ وہیں پڑے رہتے جہاں مچھلی نے انہیں اگل دیا تھا۔ ﴿٥٠﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یونس علیہ السلام کیلئے دو انعام ذکر کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں چن لیا اور ان کے ذریعے لاکھوں لوگوں کو ایمان اور ہدایت عطا فرمائی، دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نیکوکار، شائستہ اور مہذب لوگوں میں شامل فرما لیا، لہٰذا اب کسی کیلئے جائز نہیں ہے کہ ان کے حوالے سے کوئی نا مناسب الفاظ اپنی زبان پر لیکر آئے۔ ﴿٥١﴾ ﴿٥٢﴾ ان آیتوں میں کفار اور مشرکین کی ایسی حرکتوں کا ذکر کر کے ان کا جواب دیا گیا ہے جن سے کفار کا مقصد نبی علیہ السلام کو ایذاء پہنچانا تھا، چنانچہ مشرکینِ مکہ نے بنو اسد کا ایک آدمی تلاش کیا جس کے متعلق مشہور تھا کہ اس کی نظر بہت جلدی لگ جاتی ہے، انہوں نے اس شخص کو توقع دلائی کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیری نظر لگ گئی جس کے نتیجے میں ان کا جسمانی نقصان ہو گیا تو تیرے وارے نیارے ہیں، اس نے نبی علیہ السلام کی مجلس میں کئی مرتبہ آ کر اس کی کوشش کی لیکن ہر مرتبہ ناکام رہا، اس کے علاوہ مشرکوں نے بہت کوشش کی کہ قرآن کریم کو مجنونانہ کلام اور نبی علیہ السلام کو مجنوں مشہور کیا جا سکے، لیکن ان کی یہ سازش بھی ناکام ہوئی اور واضح کر دیا گیا کہ یہ کوئی مجنونانہ کلام نہیں، یہ تو اہلِ علم کیلئے نصیحت اور خیر خواہی پر مبنی پیغام ہے، ہر شخص کو اسے قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے، اہل علم نے لکھا ہے کہ جس شخص یا چیز پر نظر لگی ہو، وہ تین مرتبہ یہ آیت پڑھ کر اپنے اوپر یا اس چیز پر دم کر لے، نظرِ بد کے اثرات سے محفوظ رہے گا، ایک طریقہ سورۃ الناس کی تفسیر میں بھی آئے گا، امام ابن کثیرؒ نے نظرِ بد کے اثرات سے بچنے کیلئے ایک مسنون دعا کا حوالہ بھی دیا ہے۔ ’’ اللهم ذاالسلطان العظيم والمن القديم ، ذاالوجه الكريم ولى الكلمات التامات والدعوات المستجابات ، عاف... من أنفس الجن واعين الانس‘‘ خالی جگہ پر اس شخص کا نام لے جسے نظر لگی ہو، نظرِ بد کے اثرات سے بچنے کیلئے یہ نہایت پر تاثیر اور مجرب دعا ہے۔ الحمدللہ! آج مؤرخہ ۴ نومبر ۲۰۱۹ء بروز پیر

سورة الحاقة

سورۂ حاقہ مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۱۴۸۰، کلمات ۲۵۶، آیات ۵۲ اور رکوعات ۲ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت ہی ’’الحاقة‘‘ کا لفظ ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ حاقہ رکھا گیا، یہ لفظ ’’حق‘‘ سے نکلا ہے، اس کا معنی برحق ثابت ہونے والی چیز ہے، مراد قیامت ہے کیونکہ اس کا واقع ہونا برحق ہے، اس سورت کے آغاز میں قوم عاد، قوم ثمود اور قوم فرعون کی تکذیب و سرکشی کا ذکر کر کے ان پر نازل ہونے والی سزائیں بیان کی گئی ہیں، قیامت کے دن صور پھونکے جانے، حاملینِ عرش کی تعداد آٹھ ہونے، نامہ اعمال تقسیم ہونے، دائیں ہاتھ والوں کے خوش اور بائیں ہاتھ والوں کے غمگین ہونے، قرآن کریم کے رب العالمین کی طرف سے نازل ہونے کا ذکر کر کے اس بات کی بھرپور تردید کی گئی ہے کہ اسے شاعرانہ کلام قرار دیا جائے، یا کسی مجنون کا کلام کہا جائے، آخر میں نبی علیہ السلام کو تسبیح کا اہتمام کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ﴿١﴾ ﴿٣﴾ ان آیتوں میں قیامت کے دن کو ’الحاقة‘ قرار دیا گیا ہے، اس کا لفظی معنی وہ چیز ہے جو حقیقت بن کر سامنے آ جائے، قیامت ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار کسی آسمانی دین میں جائز نہیں رکھا گیا، وہ ایک ایسی حقیقت ہے جو حق اور باطل کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دے گی، وہ ایک ایسی حقیقت ہے جو اپنے مقررہ وقت پر رونما ہو جائے گی، وہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کی خبر تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام نے دی ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قیامت کے دن کی مکمل حقیقت، اس کے اہوال و احوال اور اس کی تمام جزئیات کا احاطہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے، اس لیے یہاں یہ فرمایا کہ آپ کو کیا خبر کہ وہ ثابت شدہ حقیقت اصل میں ہے کیا؟ پھر مثال کے طور پر گزشتہ چند اقوام کا عبرتناک انجام بیان کیا گیا ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا میں جن لوگوں پر قیامت آ گئی، وہ ان کیلئے ناقابلِ برداشت ہو گئی، اصل قیامت کیونکر قابلِ برداشت ہو سکے گی۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝٤ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝٥

ثَمُوْدُ	وَ	عَادٌۢ	بِالْقَارِعَةِ ۝	فَاَمَّا	ثَمُوْدُ	فَاُهْلِكُوْا	بِالطَّاغِيَةِ ۝
ثمود نے	اور	عاد نے	کھڑکھڑا دینے والی کو	سو رہے	ثمود	تو ہلاک کر دیے گئے	سخت بھونچال سے

اور عاد نے اُس کھڑکھڑا دینے والی چیز کی تکذیب کی ۔ ۞ باقی رہی قوم ثمود تو اُسے ایک سخت بھونچال سے ہلاک کر دیا گیا ۔ ۞

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝٦ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ

وَ	اَمَّا	عَادٌ	فَاُهْلِكُوْا	بِرِيْحٍ	صَرْصَرٍ	عَاتِيَةٍ ۝	سَخَّرَهَا	عَلَيْهِمْ
اور	رہے	عاد	تو ہلاک کیے گئے وہ	ساتھ ہوا کے	تیز رفتار	ہاتھوں سے نکلنے والی	مسلط کر دیا اسے	ان پر

اور جہاں تک تعلق ہے قوم عاد کا تو اُسے ایک تیز ہوا کے ذریعے ہلاک کیا گیا جو ہاتھوں سے نکلی جا رہی تھی ۔ ۞ اُس ہوا کو اللہ نے اُن پر

سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى

سَبْعَ	لَيَالٍ	وَّ	ثَمٰنِيَةَ	اَيَّامٍ	حُسُوْمًا	فَتَرَى	الْقَوْمَ	فِيْهَا	صَرْعٰى
سات	راتیں	اور	آٹھ	دن	مسلسل	سو دیکھے گا تو	قوم کو	اسمیں	پچھاڑے ہوئے

مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن مسلط کیے رکھا ، سو آپ اُس میں اُس قوم کو پچھاڑ کھا کر گرا ہوا دیکھ سکتے تھے ،

كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝٧ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝٨

كَاَنَّهُمْ	اَعْجَازُ	نَخْلٍ	خَاوِيَةٍ ۝	فَهَلْ	تَرٰى	لَهُمْ	مِّنْۢ	بَاقِيَةٍ ۝
گویا کہ وہ	تنے ہوں	کھجور کے	گرے ہوئے	سو کیا	تو دیکھتا ہے	ان کیلئے	سے	کوئی باقی بچا ہوا

یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں ۔ ۞ تو کیا آپ کو اُن میں سے کوئی باقی بچا ہوا نظر آتا ہے ؟ ۞

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝٩ فَعَصَوْا

وَ	جَآءَ	فِرْعَوْنُ	وَ	مَنْ	قَبْلَهٗ	وَ	الْمُؤْتَفِكٰتُ	بِالْخَاطِئَةِ ۝	فَعَصَوْا
اور	آیا	فرعون	اور	جو	اس سے پہلے	اور	الٹائی گئی بستیاں	گناہ کے ساتھ	پھر انہوں نے نافرمانی کی

اور فرعون اور اُس سے پہلے لوگ اور الٹائی گئی بستیوں کے لوگ گناہ کرتے ہوئے آئے ۔ ۞ کہ اُنہوں نے اپنے رب کے

رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝١٠ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ

رَسُوْلَ	رَبِّهِمْ	فَاَخَذَهُمْ	اَخْذَةً	رَّابِيَةً ۝	اِنَّا	لَمَّا	طَغَا	الْمَآءُ
پیغمبر کی	اپنے رب کی	سو انہیں پکڑ لیا اس نے	پکڑ کرنا	سخت قسم کی	بیشک ہم نے	جب	ابلنے لگا	پانی

پیغمبر کی نافرمانی کی ، سو اُس نے اُن کی سخت گرفت فرمائی ۔ ۞ جب پانی ابلنا شروع ہوا

۞ اس آیت مبارکہ میں قوم عاد اور ثمود کا قیامت کی تکذیب کرنا مذکور ہوا ہے، جب انہیں ان کے پیغمبروں نے بتایا کہ قیامت کا آنا برحق ہے اور یہ کہ اس کا حتمی اور مقررہ وقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے علم میں نہیں ہے تو انہوں نے اس پر ایمان لانے کی بجائے تکذیب اور تردید کا راستہ اختیار کرلیا، پھر ان کا وہ انجام ہوا جو اگلی آیتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ ۞ اس آیت مبارکہ میں قوم ثمود کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ انہیں ایک سخت بھونچال کے ذریعے ہلاک کیا گیا، قوم ثمود پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں اپنے گھر اور شاہی محلات وغیرہ بنانے میں مہارت رکھتی تھی، حضرت صالح علیہ السلام کو ان کے پاس دعوت حق دیکر بھیجا گیا تھا، انہوں نے انکار اور تکذیب کا راستہ اختیار کیا جس کے نتیجے میں انہیں ہلاک کر دیا گیا، ان کا مفصل تذکرہ پہلے کئی مرتبہ ہو چکا ہے۔ ۞ ۞ ان آیتوں میں قوم عاد کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ جب انہوں نے توحید کی دعوت قبول کرنے سے انکار کیا اور قیامت کی تکذیب و تردید کی تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر ایک نہایت تند اور تیز ہوا مسلط فرما دی، وہ ہوا اس قدر بے قابو تھی کہ اس کے انتظام پر مقرر فرشتوں کے ہاتھوں سے نکلی جا رہی تھی، وہ ہوا مسلسل سات راتوں اور آٹھ دنوں تک چلتی رہی، اس طوفان نے ہر چیز کو اکھاڑ پھینکا، حتیٰ کہ خود اس قوم کے گرانڈیل لوگوں کو ایسے پٹخ پٹخ کر مارا کہ جب ہوا تھمی تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ وہ زمین پر اس طرح پچھاڑ کھا کر گرے پڑے تھے جیسے کھجور کے درخت اپنی جڑوں سے اکھڑ کر گر پڑے ہوں۔ ۞ اس آیت مبارکہ میں یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ کیا تمہیں قوم عاد اور قوم ثمود پر آنے والے عذاب کے بعد ان میں سے کوئی فرد زندہ بچا ہوا نظر آتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر یاد رکھو! کہ مشرکین مکہ بھی عذاب الٰہی کا شکار ہونے کے بعد گزشتہ اقوام کی طرح نشانِ عبرت بن جائیں گے اور ان میں سے ایک فرد بھی بچنے نہ پائے گا۔ ۞ اس آیت مبارکہ میں الٹائی گئی بستیوں سے مراد قوم لوط ہے اور آیت کا منشا یہ ہے کہ تاریخ میں فرعون بھی گزر چکا ہے جس نے ''انا ربکم الاعلیٰ'' کا نعرہ لگایا تھا، اس سے پہلے بھی بہت سی سرکش اقوام گزر چکی ہیں اور قوم لوط کا حال بھی تم نے سنا ہوگا جن کی بستیوں کو الٹا دیا گیا تھا، ان کے عبرتناک انجام کو فراموش نہ کرو، کہیں تمہارا بھی وہی حال نہ ہو جائے جو ان کا ہوا۔ ۞ اس آیتِ مبارکہ میں پیغمبروں کی نافرمانی کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ اوپر جن اقوام کا ذکر ہوا ہے، ان سب نے اپنے پیغمبروں کی نافرمانی پر کمر باندھی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور پکڑ میں آگئے، اُس پکڑ سے انہیں کوئی بچا سکا اور نہ چھڑا سکا، کیونکہ اس کی پکڑ بہت سخت ہے۔

حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ﴿١١﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ

حَمَلْنٰكُمْ	فِي	الْجَارِيَةِ ⑪	لِنَجْعَلَهَا	لَكُمْ	تَذْكِرَةً	وَ	تَعِيَهَا	اُذُنٌ
ہم نے تمہیں سوار کیا	بیچ	کشتی کے	تاکہ ہم بنادیں اسے	تمہارے لیے	ایک نصیحت	اور	محفوظ رکھیں اسے	کان

تو ہم نے تمہیں ایک کشتی میں سوار کیا۔ ⑪ تاکہ ہم اُسے تمہارے لئے ایک نصیحت بنادیں، اور محفوظ رکھنے والے کان اُسے

وَّاعِيَةٌ ﴿١٢﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ وَّحُمِلَتِ

وَّاعِيَةٌ ⑫	فَاِذَا	نُفِخَ	فِي	الصُّوْرِ	نَفْخَةٌ	وَّاحِدَةٌ ⑬	وَ	حُمِلَتِ
حفاظت والے	سوجب	پھونکی جائے گی	بیچ	صور کے	پھونک	ایک	اور	اٹھالیا جائے گا

محفوظ رکھیں۔ ⑫ پھر جب صور میں ایک مرتبہ پھونک ماری جائے گی۔ ⑬ اور زمین اور پہاڑ کو

الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿١٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ

الْاَرْضُ	وَ	الْجِبَالُ	فَدُكَّتَا	دَكَّةً	وَّاحِدَةً ⑭	فَيَوْمَئِذٍ	وَّقَعَتِ
زمین کو	اور	پہاڑوں کو	سو ریزہ ریزہ کردیے جائیں گے	کوٹ کر	ایک ہی مرتبہ	سو اُس دن	واقع ہوجائے گی

اپنی جگہ سے اٹھا لیا جائیگا، پھر اُن دونوں کو ایک ہی مرتبہ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائیگا۔ ⑭ پھر جس دن وہ واقع ہونے والی

الْوَاقِعَةُ ﴿١٥﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿١٦﴾ وَّالْمَلَكُ

الْوَاقِعَةُ ⑮	وَانْشَقَّتِ	السَّمَآءُ	فَهِيَ	يَوْمَئِذٍ	وَّاهِيَةٌ ⑯	وَ	الْمَلَكُ
واقع ہونے والی	اور پھٹ جائیگا	آسمان	سو وہ	اس دن	بکھرنے والا	اور	فرشتے

واقع ہو چکے گی۔ ⑮ اور آسمان پھٹ جائیگا، سو اُس دن وہ بکھر جائیگا۔ ⑯ اور فرشتے

عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ

عَلٰى	اَرْجَآئِهَا	وَ	يَحْمِلُ	عَرْشَ	رَبِّكَ	فَوْقَهُمْ	يَوْمَئِذٍ
پر	اس کے کناروں کے	اور	اٹھایا ہوگا	عرش	تیرے رب کا	ان کے اوپر	اس دن

اُس کے کناروں پر ہوں گے، اور اُس دن آپ کے رب کا عرش آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے

ثَمٰنِيَةٌ ﴿١٧﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾ فَاَمَّا

ثَمٰنِيَةٌ ⑰	يَوْمَئِذٍ	تُعْرَضُوْنَ	لَا	تَخْفٰى	مِنْكُمْ	خَافِيَةٌ ⑱	فَاَمَّا
آٹھ	اس دن	پیش کیے جاؤ گے تم	نہ	پوشیدہ رہے گا	تم میں سے	کوئی چھپنے والا	سو رہا

ہوئے ہوں گے۔ ⑰ اُس دن تمہیں پیش کیا جائیگا، تب تمہارے حوالے سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی۔ ⑱ پھر جس

⑪ ⑫ ان آیتوں میں حضرت نوح ؑ کے زمانے کی یاد دلائی گئی ہے، جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک کشتی تیار کی، ہر چیز کا ایک ایک جوڑا اس میں سوار کیا، تمام اہل ایمان کو بھی اس میں سوار ہونے کی دعوت دی، اس وقت پانی کی موجیں اس قدر بپھری ہوئی تھیں کہ گویا سرکش ہوگئی تھیں، لیکن ہم نے پانی کی ان سرکش لہروں سے تمہیں بچایا اور صحیح سلامت تمہیں خشکی پر پہنچایا، تاکہ لوگ اسے یاد رکھیں اور کان اسے سن کر محفوظ رکھیں، اللہ تعالیٰ کیلئے اسی طرح کا طوفان دوبارہ بھیجنا، سرکشوں اور کافروں کو ہلاک کرنا، فرمانبرداروں اور مؤمنوں کو نجات عطا فرمانا اب بھی کچھ مشکل نہیں ہے۔ ⑬ ⑯ ان آیتوں میں قیامت کے دن کی ہولناکی اور مختلف طاقتور اور مضبوط چیزوں کے ٹوٹنے اور بکھرنے کا ذکر کیا گیا ہے، جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا کہ اس نظامِ عالم کو لپیٹ دیا جائے اور قیامت قائم ہو جائے تو اسرافیل کو حکم دیا جائے گا، وہ ایک مرتبہ صور پھونکیں گے، یہ ایک ہیبت ناک آواز ہوگی جو آہستہ آہستہ تیز ہوتی جائے گی، یہاں تک کہ اس کی شدت سے لوگوں کے دلوں کی دھڑکن بند ہوجائے گی اور وہ مرنا شروع ہوجائیں گے، پھر کائنات کی دوسری چیزیں بھی موت سے مستثنیٰ نہیں رہیں گی، چنانچہ زمین میں سخت زلزلہ آجائے گا، جس کی وجہ سے یوں معلوم ہوگا کہ اسے کسی نے کوٹ کر ریزہ ریزہ کردیا ہے، پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں گے اور گرد وغبار کی طرح فضا میں اڑتے پھریں گے اور آسمان پھٹ کر بکھر جائے گا، اس کی مضبوطی اور وسعت اور اس کا محکم نظام پارہ پارہ ہوجائے گا، دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز پر موت طاری ہوجائے گی اور ہر چیز کی موت اسی طرح ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے مقرر فرمائی ہے۔ ⑰ اس آیتِ مبارکہ میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ جب آسمان پھٹ کر بکھر جائیں گے تو اربوں کھربوں بلکہ لامحدود تعداد میں فرشتے کہاں جائیں گے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اُس وقت ابتدائی طور پر فرشتے آسمانوں کے کناروں پر چلے جائیں گے، یہ ایک عارضی بندوبست ہوگا، پھر جب تمام زمین والے مرجائیں گے تو ان کے بعد آسمان والوں کی باری آئے گی اور تمام فرشتے بھی مرجائیں گے، دوسری بات یہ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا جلال اپنے پورے عروج پر ہوگا، اور اس کا اظہار اس طرح ہوگا کہ اِس وقت عرشِ الٰہی کو چار طاقتور فرشتوں نے اٹھا رکھا ہے، قیامت کے دن یہ تعداد بڑھا کر آٹھ کردی جائے گی اور یہ آٹھ فرشتے وہ ہوں گے جن کی طاقت اور قوت ہر طاقتور چیز سے بڑھ کر ہوگی۔ ⑱ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت کے دن کی پیشی کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اس دن چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی کوئی چیز مخفی نہیں رہے گی، کوئی راز، راز نہیں رہے گا اور ہر چیز نمایاں ہوکر سامنے آجائے گی۔

مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ⑲ ۚ اِنِّيْ

مَنْ	اُوْتِيَ	كِتٰبَهٗ	بِيَمِيْنِهٖ	فَيَقُوْلُ	هَآؤُمُ	اقْرَءُوْا	كِتٰبِيَهْ ⑲	اِنِّيْ
وہ جو	دیا گیا	کتاب اپنی	دائیں ہاتھ میں	سو کہے گا وہ	یہ لو	پڑھ لو	میرا نامہ اعمال	بیشک میں

شخص کو اُس کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا گیا، وہ کہے گا کہ یہ لو، میرا نامۂ اعمال پڑھ لو۔ ⑲ کیونکہ میں

ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ⑳ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ㉑ ۙ فِيْ

ظَنَنْتُ	اَنِّيْ	مُلٰقٍ	حِسَابِيَهْ ⑳	فَهُوَ	فِيْ	عِيْشَةٍ	رَّاضِيَةٍ ㉑	فِيْ
سمجھتا تھا	کہ بیشک میں	سامنا کرنے والا	اپنے حساب سے	سو وہ	بیچ	زندگی کے	خوش ہونے والی	بیچ

جانتا تھا کہ مجھے حساب کتاب کا سامنا کرنا ہوگا۔ ⑳ سو وہ من چاہی زندگی میں ہوگا۔ ㉑ بلند و بالا

جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ㉒ ۙ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ㉓ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ

جَنَّةٍ	عَالِيَةٍ ㉒	قُطُوْفُهَا	دَانِيَةٌ ㉓	كُلُوْا	وَاشْرَبُوْا	هَنِيْٓـًٔا	بِمَآ
باغ کے	بلند وبالا	میوے اس کے	جھکے ہوئے	کھاؤ تم	اور پیو تم	رغبت سے	اس وجہ سے جو

باغات میں۔ ㉒ جن کے میوے جھکے پڑے ہوں گے۔ ㉓ رغبت کے ساتھ کھاؤ پیو، یہ بدلہ ہے اُن اعمال کا جو گزرے ہوئے

اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ㉔ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ

اَسْلَفْتُمْ	فِيْ	الْاَيَّامِ	الْخَالِيَةِ ㉔	وَ	اَمَّا	مَنْ	اُوْتِيَ	كِتٰبَهٗ	بِشِمَالِهٖ
آگے بھیجا تم نے	بیچ	دنوں کے	گزرے ہوئے	اور	رہا	جو کوئی	دیا گیا	نامہ اعمال اپنا	بائیں ہاتھ میں

دنوں میں تم آگے بھیج چکے ہو۔ ㉔ اور باقی رہا وہ شخص جس کا نامۂ اعمال اُسے بائیں ہاتھ میں دیا گیا،

فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ㉕ ۚ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ㉖ ۚ

فَيَقُوْلُ	يٰلَيْتَنِيْ	لَمْ	اُوْتَ	كِتٰبِيَهْ ㉕	وَ	لَمْ	اَدْرِ	مَا	حِسَابِيَهْ ㉖
سو کہے گا وہ	اے کاش! میں	نہ	دیا جاتا	اپنا اعمال نامہ	اور	نہ	جانتا میں	کیا ہوا	میرا حساب

وہ کہے گا کہ اے کاش! مجھے میرا نامہ اعمال ہی نہ دیا جاتا۔ ㉕ اور مجھے معلوم بھی نہ ہوتا کہ میرا حساب کتاب کیا رہا؟ ㉖

يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ㉗ ۚ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ㉘ ۚ هَلَكَ عَنِّيْ

يٰلَيْتَهَا	كَانَتِ	الْقَاضِيَةَ ㉗	مَآ	اَغْنٰى	عَنِّيْ	مَالِيَهْ ㉘	هَلَكَ	عَنِّيْ
اے کاش! وہ	ہوتی	فیصلہ کرنے والی	نہیں	کام آیا	مجھ سے	میرا مال	چھن گئی	مجھ سے

اے کاش! کہ موت ہی آکر فیصلہ کر جاتی۔ ㉗ میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ ㉘ مجھ سے میری سلطنت

⑲ ㉔ ان آیتوں میں قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے نجات پانے والے اور اس کے انعام کے مستحق قرار پانے والے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان کی خوش نصیبی کا سلسلہ اُس وقت شروع ہوگا جب ان کے اعمال تولے جانے کے بعد ان کا نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ وقت نہایت کڑا ہوگا، ہر شخص اپنے مستقبل کے حوالے سے فکر مند ہوگا، اس کا کچھ اندازہ دنیا میں تعلیمی اداروں کے امتحانات کے نتائج کا اعلان کرنے کے وقت ہوتا ہے، جب نتائج کا اعلان ہو رہا ہوتا ہے تو ہر طالب علم کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے، اس سے زیادہ فکر مندی قیامت کے دن ہو گی، کیونکہ سب کو معلوم ہوگا کہ آج جو شخص کامیاب ہو گیا، وہ کبھی ناکام نہیں ہوگا اور جو آج ناکام ہو گیا، وہ کبھی کامیاب نہیں ہوگا، اس لیے ہر شخص کے دل کی دھڑکن تیز ہوگی اور ہر شخص ہی اپنے انجام کے حوالے سے فکر مند ہوگا، سو جب کسی شخص کو اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ اسے آخرت کے امتحانی پرچے میں کامیابی نصیب ہو گئی ہے، اُس وقت اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا اور وہ نہایت مسرت اور خوشی کے ساتھ ہر ایک کو اپنا نامۂ اعمال دکھاتا پھرے گا کہ یہ دیکھو میرا نامۂ اعمال، اسے پڑھو اور دیکھو کہ میں کامیاب ہو گیا، مجھے اس چیز کا خیال ہمیشہ دامن گیر رہا کہ مرنے کے بعد مجھے دوبارہ اٹھایا جائے گا، میرا حساب کتاب ہو گا اور مجھے تفتیش کا سامنا کرنا پڑے گا، اس لیے میں نے اس کی بھرپور تیاری کی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے سرخرو کر دیا، کامیابی کے اس اعلان کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسے جنت میں داخل کیا جائے گا، وہاں اسے من چاہی زندگی نصیب ہوگی، بلند و بالا باغات ہوں گے اور درختوں پر پھل اتنا وافر ہوگا کہ شاخیں اس کے بوجھ سے جھکی پڑی ہوں گی اور اُس وقت اسے خوشخبری دی جائے گی کہ دنیا کی زندگی میں تم نے جو ریاضتیں اور مجاہدے کیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جنت کی شکل میں تمہیں اس کا بدلہ دیا ہے، خوب رغبت کے ساتھ کھاؤ پیو اور مزے کی زندگی گزارو، یہاں تمہیں کسی قسم کے رنج اور غم کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ ㉕ ㉙ ان آیتوں میں قیامت کے دن ناکام ہو جانے والے لوگوں کا برا انجام بیان کیا گیا ہے، ناکام لوگوں کی علامت یہ ہوگی کہ ان کا نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور ان کے چہروں پر پھٹکار برس رہی ہوگی، جس شخص کو اس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اسے کسی خبر دینے والے کی خبر کی ضرورت نہ ہوگی، اسے خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ وہ ہلاک ہو گیا اور یہ کہ اب اسے جہنم سے کوئی نہیں بچا سکتا، اس دن وہ اپنی بے بسی، حسرت اور افسوس کا اظہار جن الفاظ میں کرے گا، یہاں اس کا ایک نمونہ بھی دیا گیا ہے، وہ کہے گا کہ اے کاش! مجھے میرا نامۂ اعمال ہی نہ دیا جاتا، مجھے یوں ہی جہنم میں دھکیل دیا جاتا اور کسی دوسرے کو تو کیا، خود مجھے بھی پتہ نہ چلتا کہ میرا حساب کتاب کیا ہوا؟ اے کاش! مجھے موت آجائے اور میرا کام تمام کر جائے، میں تو ذلیل و رسوا اور تباہ و برباد ہو گیا، میں تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا، وہ مال و دولت جس کی کثرت پر میں ناز کرتا تھا اور جس کی بھاگ دوڑ میں حلال و حرام کی بھی پرواہ نہیں کرتا تھا، آج وہ مال مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، وہ حکومت و سلطنت جس کے حصول کیلئے میں نے سازشوں اور سازشیوں کا سہارا لیا اور جس کی خاطر میں نے اپنوں اور بیگانوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کیا، آج وہ سلطنت چھن چکی ہے، سو آج میں خالی ہاتھ اور چاک گریبان ہوں، کوئی بھی میرا ساتھ دینے کیلئے تیار نہیں ہے، ادھر وہ اپنی بے بسی کا رونا رہا ہوگا، ادھر فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اسے گرفتار کر لو، اس کی گردن میں طوق ڈال دو، اسے جہنم میں پہنچا دو اور وہاں اسے ستر گز لمبی زنجیر میں جکڑ دو، فرشتے فوراً اس حکم کی تعمیل کریں گے، مقام غور ہے کہ اگر کسی شخص کو ستر

سُلْطٰنِيَهْ ﴿۲۹﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ

سُلْطٰنِيَهْ ﴿۲۹﴾	خُذُوْهُ	فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾	ثُمَّ	الْجَحِيْمَ	صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾	ثُمَّ
میری سلطنت	پکڑلو اسے	پھر جکڑلو اسے	پھر	جہنم میں	داخل کردو اسے	پھر

چھن گئی ۔ ﴿۲۹﴾ اسے پکڑ کر جکڑلو ۔ ﴿۳۰﴾ پھر جہنم میں اسے داخل کردو ۔ ﴿۳۱﴾ پھر

فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ

فِيْ	سِلْسِلَةٍ	ذَرْعُهَا	سَبْعُوْنَ	ذِرَاعًا	فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾	اِنَّهٗ	كَانَ
بیچ	ایک زنجیر کے	اس کی لمبائی	ستر	گز	توتم جکڑلواسے	بیشک وہ	تھا

ایک زنجیر میں "جس کی لمبائی ستر گز ہے" اسے جکڑ دو ۔ ﴿۳۲﴾ کیونکہ یہ عظمتوں

لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾

لَا	يُؤْمِنُ	بِاللّٰهِ	الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾	وَ	لَا	يَحُضُّ	عَلٰى	طَعَامِ	الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾
نہیں	ایمان رکھتا	اللہ پر	عظمت والے	اور	نہیں	ترغیب دیتا	پر	کھانے کے	مسکین کے

والے اللہ پر ایمان نہ لایا تھا ۔ ﴿۳۳﴾ اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا ۔ ﴿۳۴﴾

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾

فَلَيْسَ	لَهُ	الْيَوْمَ	هٰهُنَا	حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾	وَّ	لَا	طَعَامٌ	اِلَّا	مِنْ	غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾
سونہیں	اس کیلئے	آج کے دن	یہاں	کوئی گرم جوش دوست	اور	نہ	کھانا	سوائے	سے	زخموں کے دھوون کے

سو آج یہاں اس کا کوئی گرم جوش دوست نہیں ہے ۔ ﴿۳۵﴾ اور زخموں کے دھوون کے علاوہ اُس کیلئے کوئی کھانا نہ ہوگا ۔ ﴿۳۶﴾

لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِــُٔوْنَ ﴿۳۷﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا

لَّا	يَاْكُلُهٗٓ	اِلَّا	الْخَاطِــُٔوْنَ ﴿۳۷﴾	فَلَآ اُقْسِمُ	بِمَا	تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾	وَ	مَا
نہیں	کھائیں گے اسے	مگر	گنہگار لوگ	سو میں قسم کھاتا ہوں	اس کی جو	تم دیکھتے ہو	اور	وہ جو

اُسے صرف وہی لوگ کھائیں گے جو گنہگار ہوں گے ۔ ﴿۳۷﴾ سو میں اُن چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جو تم دیکھتے ہو ۔ ﴿۳۸﴾ اور اُن چیزوں

لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ

لَا	تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾	اِنَّهٗ	لَقَوْلُ	رَسُوْلٍ	كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾	وَّ	مَا	هُوَ	بِقَوْلِ	شَاعِرٍ
نہیں	تم دیکھتے ہو	بیشک یہ	البتہ کلام	ایک قاصد کا	معزز	اور	نہیں	وہ	کلام	شاعر کا

کی بھی جنہیں تم نہیں دیکھتے ۔ ﴿۳۹﴾ بیشک یہ ایک معزز قاصد کا لایا ہوا کلام ہے ۔ ﴿۴۰﴾ یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے ،

ع ۱ ۲۷ ۵

گز لبی زنجیر میں جکڑ دیا جائے تو کیا اس کے جسم کا کوئی حصہ دکھائی دے سکتا ہے؟ اور کیا وہ اپنی جگہ سے حرکت کرسکتا ہے؟ رہی یہ بات کہ اسے یہ سزا کیوں دی جائے گی؟ تو اس کا جواب بھی ان آیتوں میں دیدیا گیا ہے، دولفظوں میں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ شخص نہ مؤمن تھا اور نہ مسلم، یایوں کہیے کہ اس کا عقیدہ درست تھا اور نہ اس کے اعمال اچھے تھے، یایوں کہیے کہ اس کا ظاہر بھی اچھا نہیں تھا اور اس کا باطن بھی اچھا نہیں تھا، اس لیے اسے یہ سزا دی گئی، چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کی عظمت پر ایمان نہیں لاتا تھا اور غریبوں اور ضرورت مندوں کو خود کھانا کھلانا تو دور کی بات، دوسروں کو ترغیب بھی نہیں دیتا تھا، اس لیے اب یہاں اس کا کوئی گرم جوش دوست ہے اور نہ ہی اہل جہنم کی پیپ اور زخموں کے دھوون کے علاوہ کوئی اور چیز ان کی غذائی ضروریات پوری کرنے کیلئے مہیا کی گئی ہے، یہ کھانا صرف گناہ گاروں کیلئے ہوگا، نیکوکار اور پرہیز گارلوگ بہترین قسم کے مزیدار کھانے کھائیں گے اور من چاہی زندگی کا لطف اٹھائیں گے۔ ﴿۳۸﴾ ﴿۳۹﴾ ان آیتوں میں ایک خاص مضمون پر قسم اور جواب قسم کو جمع کیا گیا ہے، جن چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے، وہ دو طرح کی ہیں، ان میں سے بعض چیزیں وہ ہیں جنہیں انسان اپنی ظاہری آنکھ سے دیکھتا ہے اور بعض چیزیں وہ ہیں جنہیں انسان اپنی ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا، ایسی چیزوں میں وہ دیگر ظاہری اور باطنی حواس استعمال کرتا ہے تاکہ اسے ان کا علم حاصل ہوجائے، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ انسان جن چیزوں کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے، اس کیلئے اس کے پاس دو میں سے کوئی ایک راستہ ہوتا ہے، یا تو وہ اپنے ظاہری حواس سے مدد لیتا ہے، یہ اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ حواس ظاہری سے اس سلسلے میں کوئی مدد مل سکتی ہو، یا پھر وہ اپنے باطنی حواس مثلاً عقل، تجربہ اور اپنی ذہانت سے مدد لیتا ہے، یہ اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ انسان کے ظاہری حواس سے کسی قسم کی مدد حاصل نہ ہوسکتی ہو، اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کے ظاہری حواس مثلاً آنکھ، کان، ناک وغیرہ کا دائرہ محدود ہے، جہاں یہ کام کرنا چھوڑ دیں، وہاں انسان کی عقل، تجربہ اور ذہانت کام کرتی ہے، ظاہر ہے کہ انسانی عقل کا دائرہ بھی لامحدود نہیں ہے، وہ بھی ایک جگہ پہنچ کر کام کرنا چھوڑ دیتی ہے، نیز یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص کی عقل ہر موقع پر درست فیصلہ کرسکے، بہت سے اہل عقل و دانش ایسی بڑی بڑی غلطیاں کرجاتے ہیں کہ ایک معمولی عقل رکھنے والا اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا، معلوم ہوا کہ ایک ایسی چیز کی ضرورت باقی ہے جس کا دائرہ عقل سے بھی آگے ہو اور وہ عقل کی غلطیوں کی اصلاح بھی کرسکے، اس ضرورت کو وحی الٰہی کے ذریعے پورا کیا گیا ہے، چنانچہ وحی ان تمام ضروریات کو نہایت خوبصورتی اور کمال کے ساتھ پورا کرتی ہے، اس لیے یہاں پہلی دو چیزوں کی قسم کھا کر تیسری چیز کا برحق ہونا ثابت کیا گیا ہے کہ جس طرح تم اپنے ظاہری حواس اور عقل کو ایک حقیقت سمجھتے ہو، اسی طرح وحی الٰہی بھی ایک حقیقت ہے، قرآن کریم اسی وحی کے ذریعے اتارا گیا ہے، جس نے اسے اتارا، وہ رب العالمین ہے، جو قاصد اور پیغام بر فرشتہ اسے لیکر اترا، وہ نہایت معزز ہے اور جس ہستی پر اسے اتارا گیا، وہ رسول اکرم ﷺ ہیں، اگر کسی کو غلط فہمی ہو کہ یہ کسی شاعر کا شاعرانہ کلام اور تخیل ہے تو اپنی اس غلط فہمی کو دور کرلے کیونکہ یہ اشعار کا کوئی دیوان اور کسی شاعر کا کلام نہیں ہے، شعراء کے کلام میں وزن شعری کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے، ہر کلام کسی خاص بحر پر مشتمل ہوتا ہے، شعراء اپنے تخیلات کو منظوم انداز میں پیش کرتے ہیں، کسی کی تعریف کرتے ہیں تو اسے آسمان پر پہنچا دیتے ہیں اور کسی کی ہجو بیان کرتے ہیں تو اسے جہنم کے ساتویں طبقے میں پہنچا آتے ہیں، قرآن کریم ان تمام عیوب سے پاک ہے لیکن سب کچھ جانتے ہوئے بھی تم میں سے بہت کم لوگوں کو

قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ۝٤١ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝٤٢

قَلِيْلًا مَّا	تُؤْمِنُوْنَ ۝	وَ	لَا	بِقَوْلِ	كَاهِنٍ	قَلِيْلًا مَّا	تَذَكَّرُوْنَ ۝
بہت کم	تم ایمان لاتے ہو	اور	نہ	کلام	کسی کاہن کا	بہت کم	تم نصیحت حاصل کرتے ہو

بہت کم تم ایمان لاتے ہو۔ ۝٤١ اور نہ ہی یہ کسی کاہن کا کلام ہے، بہت کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ ۝٤٢

تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝٤٣ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝٤٤

تَنْزِيْلٌ	مِنْ	رَّبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ۝	وَ	لَوْ	تَقَوَّلَ	عَلَيْنَا	بَعْضَ	الْاَقَاوِيْلِ ۝
اتارا ہوا	سے	رب کے	جہان والوں کے	اور	اگر	گھڑ دیتا وہ	ہم پر	کچھ	باتیں

یہ کلام رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔ ۝٤٣ اور اگر وہ اپنے پاس سے کوئی بات بنا کر ہماری طرف منسوب کر دیتا۔ ۝٤٤

لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝٤٥ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝٤٦ فَمَا مِنكُم

لَاَخَذْنَا	مِنْهُ	بِالْيَمِيْنِ ۝	ثُمَّ	لَقَطَعْنَا	مِنْهُ	الْوَتِيْنَ ۝	فَمَا	مِنْكُمْ
البتہ پکڑ لیتے ہم اسے	اس سے	دائیں ہاتھ کے	پھر	البتہ ہم توڑ دیتے	اس سے	گردن	سو نہیں	تم میں سے

تو ہم اُسے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ ۝٤٥ پھر ہم اُس کی گردن توڑ دیتے۔ ۝٤٦ پھر تم میں سے

مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ۝٤٧ وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ۝٤٨ وَإِنَّا

مِنْ	اَحَدٍ	عَنْهُ	حٰجِزِيْنَ ۝	وَ	اِنَّهٗ	لَتَذْكِرَةٌ	لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝	وَ	اِنَّا
سے	کوئی ایک	اسے	بچانے والا	اور	بیشک یہ	البتہ ایک نصیحت	متقیوں کیلئے	اور	بیشک ہم

کوئی بھی اُسے بچانے والا نہ ہوتا۔ ۝٤٧ اور بیشک یہ متقیوں کیلئے نصیحت ہے۔ ۝٤٨ اور ہم

لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنكُم مُّكَذِّبِينَ ۝٤٩ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝٥٠

لَنَعْلَمُ	اَنَّ	مِنْكُمْ	مُّكَذِّبِيْنَ ۝	وَ	اِنَّهٗ	لَحَسْرَةٌ	عَلَى	الْكٰفِرِيْنَ ۝
البتہ ہم جانتے ہیں	کہ بیشک	تم میں سے	تکذیب کرنے والے	اور	بیشک وہ	البتہ حسرت	پر	کافروں کے

جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض لوگ تکذیب کرنے والے بھی ہیں۔ ۝٤٩ اور یہ کہ وہ کافروں کیلئے حسرت کا سبب ہوگا۔ ۝٥٠

وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ ۝٥١ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝٥٢ ع

وَ	اِنَّهٗ	لَحَقُّ	الْيَقِيْنِ ۝	فَسَبِّحْ	بِاسْمِ	رَبِّكَ	الْعَظِيْمِ ۝
اور	بیشک وہ	البتہ برحق	یقینی	سو تسبیح کرو	نام کی	اپنے رب کی	عظمت والے

اور بیشک وہ کلام یقینی طور پر برحق ہے۔ ۝٥١ سو آپ اپنے رب کی تسبیح کیجئے جو عظمتوں والا ہے۔ ۝٥٢

ع ۲ ۱۵ ۶

ایمان لانے کی توفیق ہوتی ہے، اسی طرح اگر کسی شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے تو اسے یہ اندیشہ بھی دل سے نکال دینا چاہیے، کیونکہ کاہن اسے کہتے ہیں جو بعض علامات کی مدد سے مستقبل کے متعلق اندازے لگاتا اور پیشین گوئیاں کرتا ہے، اس کیلئے اسے کچھ جنات اور شیاطین کی مدد حاصل ہوتی ہے جو اسے فرشتوں سے چوری چھپے سنی ہوئی باتیں بتا دیتے ہیں، وہ اس میں اپنی طرف سے سو باتیں مزید شامل کرتا ہے، اپنے کلام کو مقفّٰی اور مسجع کرتا ہے، ایک جیسے الفاظ اور ملتے جلتے قافیے استعمال کر کے وہ اپنا کلام لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے، لیکن معمولی غور و فکر سے کام لینے والا انسان بھی بآسانی فیصلہ کر سکتا ہے کہ قرآن کریم کو کسی کاہن کا کلام دینا سراسر ناانصافی ہے، مگر غور و فکر سے کام لینے والے لوگ بہت کم ہیں۔ ۝٤٣ ۝٤٨ ان آیتوں میں قرآن کریم کا کلام اللہ ہونا اور ہر قسم کی کمی بیشی سے محفوظ ہونا ایک ایسے اسلوب میں بیان کیا گیا ہے جو شاعرانہ تخیل اور کاہنوں کے فرضی کلام سے کروڑوں درجے اونچا ہے، نیز اس اسلوب سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی کا ایک حرف بھی نہیں چھپایا، بعض مفسرین کے نزدیک ان آیتوں کا مضمون رسول اکرم ﷺ سے متعلق ہے، یہ درست تو ہو سکتا ہے لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس کا تعلق جبریل امین سے جوڑا جائے کیونکہ الفاظ میں دونوں کی گنجائش موجود ہے، اور مضمون یہ ہے کہ اگر جبریل امین ہمارے اس کلام اور وحی میں اپنی طرف سے ایک حرف بھی شامل کر دیتے تو ہم اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ کر اس کی گردن مروڑ دیتے اور کوئی انہیں ہم سے بچانے والا نہ ہوتا، لیکن وہ ہمارا امانت دار قاصد ہے، اس نے اپنی طرف سے ہمارے کلام میں ایک حرف بھی کمی بیشی نہیں کی، لہٰذا تم اس کے برحق ہونے کا یقین رکھو اور یہ بھی کہ یہ پاکیزہ کلام اہلِ تقویٰ کیلئے نصیحت، خیر خواہی اور یاد دہانی پر مشتمل ناصحانہ کلام ہے، سو تمہیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ۝٤٩ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کی تکذیب کرنے والوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ہم انہیں خوب اچھی طرح جانتے ہیں اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس کلام کے مخاطبین میں سے بعض اس پر ایمان لائیں گے اور بعض اس کی تکذیب کریں گے اور ہمیں ان کا انجام بھی معلوم ہے۔ ۝٥٠ اس آیتِ مبارکہ میں قرآنِ کریم کی تکذیب پر کافروں کی حسرت اور ندامت بیان کی گئی ہے، یعنی آج تو یہ لوگ قرآن کریم کی تکذیب پر اڑے ہوئے ہیں، ایک دن عنقریب آنے والا ہے جب انہیں اپنی اس تکذیب پر حسرت ہوگی کہ اے کاش! ہم نے قرآن کریم کی تکذیب نہ کی ہوتی، لیکن اُس وقت حسرت اور ندامت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ۝٥١ اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کو "حق الیقین" کا درجہ دیا گیا ہے، یہ یقین کا سب سے اعلیٰ درجہ ہوتا ہے، گویا یوں فرمایا گیا ہے کہ اس بات پر یقین کامل رکھو کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے اور اسی نے اسے نازل کیا ہے اور اس میں کسی قسم کی رتی برابر کمی بیشی نہیں ہو سکتی ہے۔ ۝٥٢ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے اپنے رب کی تسبیح و تحمید بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ وہ نہایت عظمت اور بزرگی والا ہے، لہٰذا اس کی عظمت اور بزرگی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی تسبیح بیان کی جائے۔ الحمدللہ! آج مؤرخہ ٦ نومبر ٢٠١٩ء بروز بدھ

اٰیَاتُهَا ٤٤ (٧٠) سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ (٧٩) رُكُوْعَاتُهَا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝١ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝٢ مِّنَ اللّٰهِ

سَاَلَ	سَآئِلٌ	بِعَذَابٍ	وَّاقِعٍ ۝	لِّلْكٰفِرِيْنَ	لَيْسَ	لَهٗ	دَافِعٌ ۝	مِّنَ	اللّٰهِ
مانگا	ایک مانگنے والے نے	عذاب	واقع ہونے والا	کافروں کیلئے	نہیں	اسے	کوئی ٹالنے والا	سے	اللہ کے

ایک مانگنے والے نے عذاب مانگا جو واقع ہو کر رہے گا۔ [١] کافروں پر آ کر رہے گا، اُسے کوئی ٹالنے والا نہ ہوگا۔ [٢] اللہ کی طرف سے،

ذِى الْمَعَارِجِ ۝٣ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ

ذِى الْمَعَارِجِ ۝	تَعْرُجُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	وَ	الرُّوْحُ	اِلَيْهِ	فِىْ	يَوْمٍ	كَانَ	مِقْدَارُهٗ
بلند درجوں والا	چڑھیں گے	فرشتے	اور	روح	اس کیطرف	بیچ	ایک دن کے	ہے	اس کا اندازہ

جو کہ بلند درجوں والا ہے۔ [٣] اُس کی بارگاہ میں فرشتے اور روح القدس ایک ایسے دن میں چڑھ کر جائیں گے جس کا اندازہ

خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝٤ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝٥ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ

خَمْسِيْنَ	اَلْفَ	سَنَةٍ ۝	فَاصْبِرْ	صَبْرًا	جَمِيْلًا ۝	اِنَّهُمْ	يَرَوْنَهٗ
پچاس	ہزار	سال	تو صبر کر تو	صبر کرنا	عمدہ	بیشک وہ	دیکھ رہے ہیں اسے

پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ [٤] سو آپ صبر جمیل اختیار کیجئے۔ [٥] کیونکہ وہ اُسے

بَعِيْدًا ۝٦ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝٧ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝٨ وَتَكُوْنُ

بَعِيْدًا ۝	وَ	نَرٰىهُ	قَرِيْبًا ۝	يَوْمَ	تَكُوْنُ	السَّمَآءُ	كَالْمُهْلِ ۝	وَ	تَكُوْنُ
دور	اور	ہم دیکھ رہے ہیں اسے	قریب	جس دن	ہوگا	آسمان	جیسے پگھلا ہوا تانبا	اور	ہوجائیں گے

دور سمجھ رہے ہیں۔ [٦] اور ہم اُسے قریب دیکھ رہے ہیں۔ [٧] جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائیگا۔ [٨] اور پہاڑ دھنی ہوئی

سورة المعارج

سورۂ معارج مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ١٠٦١، کلمات ٢١٦، آیات ٤٤ اور رکوعات ٢ ہیں، اس سورت کی تیسری آیت میں "المعارج" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ معارج رکھا گیا، یہ لفظ معرج کی جمع ہے، اس کا مادہ "عرج" ہے جس کا معنی چڑھنا ہوتا ہے، یہاں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد بلندی والا ہوتا ہے، اس سورت میں قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر ہونا مذکور ہے، نبی ﷺ اور اہل ایمان کو صبر جمیل کا حکم دیا گیا ہے، قیامت کے دن کی نفسانفسی بیان کر کے انسان کی بے مروتی اور جزع فزع کا حوالہ کیا گیا ہے، البتہ نیک لوگوں کی کچھ صفات ذکر کر کے انہیں مستثنیٰ کر لیا گیا ہے، آخر میں منکرین قیامت کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ جیسا مناسب سمجھے گا، فیصلہ کرے گا۔ [١] [٢] ان آیتوں میں عذاب کا تقاضا کرنے والوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ کچھ لوگ مطالبہ کرتے ہیں کہ گناہ گاروں اور نافرمانوں کیلئے جس عذاب کی وعید سنائی جاتی ہے، وہ عذاب کب آئے گا اور اب تک وہ عذاب آیا کیوں نہیں ہے؟ یہاں عذاب کا تقاضا کرنے والوں کیلئے "سائل" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، وہ سائل کون تھا، اس کی تعیین یہاں نہیں کی گئی ہے، بعض مفسرین نے اس سے نبی ﷺ کو مراد لیا ہے کہ مشرکین کی جرأت و گستاخی سے رنجیدہ ہو کر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اُن پر عذاب نازل کرنے کی درخواست کی، لیکن یہ مطلب زیادہ راجح معلوم نہیں ہوتا، شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے سائل سے مراد وہ شخص لیا ہے جو قیامت اور عذاب کا منکر ہو، اس صورت میں عذاب کا تقاضا کرنا اس کی جرأت اور بے باکی بیان کرنے کیلئے ہوگا کہ ایک تو خود عذاب کا مستحق اور اوپر سے عذاب کا تقاضا، جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرما رکھا ہے کہ کافروں پر عذاب آ کر رہے گا، اسے کوئی ٹال نہیں سکتا، کیونکہ یہ اُس اللہ کا فیصلہ ہے جو بلند درجات کا مالک ہے، یعنی وہ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے سب سے بلند رتبہ ہے اور اپنی مخلوق میں سے وہ جس کا رتبہ بلند کر دے، اس کا رتبہ بھی بلند ہو جاتا ہے، گویا اگر کسی کو بلند رتبے کی خواہش ہو تو اسے بلند رتبے والے اللہ کے ساتھ دوستی اور تعلق قائم کرنا چاہیے، نہ یہ کہ اس کے عذاب سے بے خوف ہو کر اس کا تقاضا کرنے لگیں۔ [٣] اس آیت مبارکہ میں فرشتوں اور روحوں کے اوپر چڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے یعنی جن فرشتوں کو انتظامی معاملات کے سلسلے میں مختلف ذمہ داریاں دی گئی ہیں، وہ زمین سے آسمان کی طرف چڑھتے رہتے ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں حاضری دیتے رہتے ہیں، یہی حال روح القدس کا ہے اور یہی حال ان انسانی روحوں کا ہے جو مرنے کے بعد آسمان کی طرف چڑھتی ہیں، لوگ مرتے جاتے ہیں اور ان کی روحیں اوپر چڑھتی جاتی ہیں، یہ سلسلہ قیامت کے دن تک چلتا رہے گا، قیامت کا وہ دن دنیا کے موجودہ دنوں کے حساب سے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا یعنی دنیا میں جو کام پچاس ہزار سال کے عرصے میں کیا جاتا ہے، وہ آخرت میں ایک دن کے اندر سرانجام دیدیا جائے گا، کافروں اور مجرموں کو یہ دن اتنا طویل معلوم ہوگا کہ ان کے خیال میں وہ ختم ہی نہیں ہوگا، جبکہ مخلصوں اور مؤمنوں کو وہ اتنا طویل دن یوں معلوم ہوگا جیسے دو نمازوں کے درمیان وقفہ ہو۔ [٥] اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے صبرِ جمیل اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ آپ مشرکوں کی باتیں سن کر تنگ دل اور رنجیدہ نہ ہوں، عنقریب یہ سزا سے دوچار ہوں گے، آپ خاموشی اور ثابت قدمی کے ساتھ باوقار طریقہ اختیار کریں اور صرف صبر فرمائیں، آپ کا صبر آپ کے درجات میں مزید بلندی کا سبب بنے گا اور آپ کے دشمن رسوا ہو جائیں گے۔ [٦] [١٨] ان آیتوں میں قیامت کے دن ہر شخص پر جو نفسانفسی کا عالم طاری ہوگا، اس کے حوالے سے چند مناظر بیان کیے گئے ہیں، اس مضمون کا آغاز اس طرح کیا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور قیامت کا تقاضا کر رہے ہیں، وہ اسے بعید از عقل سمجھتے ہیں، ان کے خیال میں قیامت کا لفظ صرف ڈرانے کیلئے استعمال ہوتا ہے، حقیقت میں ایسا کچھ نہیں ہونے والا، اسی طرح قیامت پر ایمان رکھنے والوں میں بھی ایک بڑی اکثریت اس سے بے خبر اور غافل ہے، ان کا گمان یہ ہے کہ قیامت آنے میں ابھی بڑا وقت ہے، ابھی سے اس کی فکر میں گھلنے اور دنیا کی آسائشوں اور راحتوں سے خود کو دور رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ جب قیامت قریب آئے گی تو دیکھ لیں گے کہ اس کیلئے کیا کرنا ہے؟ حالانکہ وہ جس چیز کو دور سمجھ رہے ہیں، درحقیقت وہ نہایت قریب آ چکی ہے، رسول اکرم ﷺ کی بعثت اور قیامت کے درمیان صرف اتنا ہی وقفہ حائل ہے جتنا دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے، اس کا اندازہ انہیں اُس

الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿٩﴾ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ﴿١٠﴾ يُبَصَّرُونَهُمْ يَوَدُّ

الْجِبَالُ	كَالْعِهْنِ ﴿٩﴾	وَ	لَا	يَسْئَلُ	حَمِيمٌ	حَمِيمًا ﴿١٠﴾	يُبَصَّرُونَهُمْ	يَوَدُّ
پہاڑ	جیسے رنگین اون	اور	نہیں	پوچھے گا	کوئی دوست	کسی دوست کو	وہ دیکھتے ہوں گے انہیں	خواہش کرے گا

رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے ۔ ⑨ اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا ۔ ⑩ وہ اُنہیں دیکھ رہے ہوں گے ، اور مجرم کی

الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ﴿١١﴾ وَصَاحِبَتِهِ

الْمُجْرِمُ	لَوْ	يَفْتَدِي	مِنْ	عَذَابِ	يَوْمِئِذٍ	بِبَنِيهِ ﴿١١﴾	وَ	صَاحِبَتِهِ
مجرم	کاش	فدیے میں دیدے	سے	عذاب کے	اس دن کے	اپنے بیٹوں کو	اور	اپنی بیوی کو

خواہش ہو گی کہ کسی طرح اُس دن کے عذاب کے فدیئے میں اپنے بیٹوں کو دیدے ۔ ⑪ اور اپنی بیوی

وَأَخِيهِ ﴿١٢﴾ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ﴿١٣﴾ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ

وَ	أَخِيهِ ﴿١٢﴾	وَ	فَصِيلَتِهِ	الَّتِي	تُؤْوِيهِ ﴿١٣﴾	وَ	مَنْ	فِي	الْأَرْضِ	جَمِيعًا	ثُمَّ
اور	اپنے بھائی کو	اور	اپنے گھرانے کو	وہ جو	ٹھکانہ حاصل کرتا تھا	اور	جو کوئی	بیچ	زمین کے	سب کے سب	پھر

اور بھائی کو ۔ ⑫ اور اپنے اُس گھرانے کو جس میں وہ پناہ حاصل کرتا تھا ۔ ⑬ اور اُن تمام لوگوں کو جو زمین میں پائے جاتے ہیں ، پھر

يُنْجِيهِ ﴿١٤﴾ كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ﴿١٥﴾ نَزَّاعَةً لِلشَّوَىٰ ﴿١٦﴾ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ

يُنْجِيهِ ﴿١٤﴾	كَلَّا	إِنَّهَا	لَظَىٰ ﴿١٥﴾	نَزَّاعَةً	لِلشَّوَىٰ ﴿١٦﴾	تَدْعُوا	مَنْ	أَدْبَرَ
بچالے اپنے آپ کو	ہرگز نہیں	بیشک وہ	بھڑکتی آگ	کھینچ لینے والی	کلیجہ	پکارے گی	اسے جو	پیٹھ پھیرے

اپنے آپ کو بچالے۔ ⑭ ایسا ہرگز نہ ہوگا ، بیشک وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے ۔ ⑮ وہ آگ کلیجہ کھینچ کر نکال لینے والی ہے ۔ ⑯ وہ ہر اُس شخص کو پکارے گی جس نے پشت پھیری

وَتَوَلَّىٰ ﴿١٧﴾ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ﴿١٨﴾ إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾ إِذَا

وَ	تَوَلَّىٰ ﴿١٧﴾	وَ	جَمَعَ	فَأَوْعَىٰ ﴿١٨﴾	إِنَّ	الْإِنْسَانَ	خُلِقَ	هَلُوعًا ﴿١٩﴾	إِذَا
اور	منہ موڑے	اور	جمع کرے	پھر محفوظ کر کے رکھے	بیشک	انسان	پیدا کیا گیا	کم ہمت	جب

اور منہ موڑ لیا ۔ ⑰ اور اُس نے مال جمع کیا اور محفوظ کر کر کے رکھا ۔ ⑱ بیشک انسان کم ہمت پیدا کیا گیا ہے ۔ ⑲ جب

مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾ إِلَّا

مَسَّهُ	الشَّرُّ	جَزُوعًا ﴿٢٠﴾	وَ	إِذَا	مَسَّهُ	الْخَيْرُ	مَنُوعًا ﴿٢١﴾	إِلَّا
پہنچے اسے	کوئی تکلیف	بے صبرا	اور	جب	پہنچے اسے	کوئی بھلائی	روکنے والا	سوائے

اُسے کوئی تکلیف پہنچے تو بے صبرا ہو جاتا ہے ۔ ⑳ اور جب اُسے کوئی خیر پہنچے تو نیکی سے رکنے والا ہو جاتا ہے ۔ ㉑ سوائے

وقت ہوگا جب قیامت قائم ہو جائے گی ، وہ دن افراتفری اور نفسا نفسی کا ہوگا ، اس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح معلوم ہو گا ، پہاڑ دھنی ہوئی رنگین کی طرح بے وقعت ہو کر اڑتے پھریں گے ، وہ ریزہ ریزہ ہو چکیں گے اور اپنی جگہ چھوڑ دیں گے ، اس دن ہر شخص اپنے دوستوں ، عزیز و اقارب حتیٰ کہ والدین اور اولاد کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوگا ، لیکن کوئی ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر اس کی خیریت تک دریافت نہیں کرے گا ، حالانکہ انسان کی فطرت ہے کہ اگر اتنے بڑے مجمعے میں کوئی واقفیت رکھنے والا اسے مل جائے تو اس کی تکلیف کم ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے سے مل کر خوش ہوتے اور مشکل وقت ایک ساتھ گزارنے کی تدبیر کرتے ہیں لیکن میدان حشر میں ایسا نہ ہو سکے گا ، بلکہ لوگ اپنے جاننے والوں کو دیکھ کر ان سے منہ پھیر لیں گے اور اپنی جگہ تبدیل کر لیں گے ، اُس وقت ہر مجرم کی خواہش ہوگی کہ کسی طرح میں جہنم کے عذاب اور اللہ کی گرفت سے بچ جاؤں ، چاہے اس کیلئے میرے بیوی بچوں کو پکڑ لیا جائے ، یا میرے بہن بھائیوں کو پکڑ لیا جائے ، بلکہ اگر میرے پورے خاندان کو پکڑ لیا جائے اور ان سب کے عوض مجھے رہا کر دیا جائے تو یہ سودا مہنگا نہیں ہے ، بعض لوگوں کی یہ خواہش بھی ہوگی کہ روئے زمین پر جتنے انسان آئے اور گئے ، ان سب کو گرفتار کر کے جہنم میں پھینک دیا جائے اور مجھے نجات مل جائے ، بعض لوگ روئے زمین کے خزانے دینے کیلئے تیار ہوں گے ، بعض لوگ اپنی سلطنت اور حکومت کی قربانی دینے کیلئے تیار ہوں گے لیکن ظاہر ہے کہ محض خواہش کا اظہار کر دینے سے اسے حقیقت میں تبدیل تو نہیں کیا جا سکتا ، اگرچہ خواہشات پر کوئی پابندی نہیں لگائی جا سکتی ، لیکن ان کی خواہشات کو پورا بھی نہیں کیا جا سکتا ، اس لیے ایک مجرم کے بدلے دوسرے مجرم کو گرفتار نہیں کیا جائے گا ، بلکہ جسے بھی گرفتار کیا جائے گا ، اس کے اپنے جرائم اور گناہوں کی وجہ سے اسے گرفتار کیا جائے گا ، پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا ، وہاں کا عذاب ناقابل برداشت ہوگا ، جہنم کی آگ خوب دہکتی ہوئی ہوگی ، وہ صرف بال اور کھال نہیں جلائے گی بلکہ اندرونی نظام تک پہنچ کر اس کا کلیجہ نکال باہر کرے گی ، اُس دن اللہ تعالیٰ اسے قوت گویائی بھی عطا فرمائے گا ، چنانچہ وہ کافروں اور منافقوں کو نام لیکر پکارے گی اِلَیَّ یَا کَافِرُ ، اِلَیَّ یَا مُنَافِقُ ، اِلَیَّ یَا جَامِعَ الْمَالِ یہ آواز سن کر وہ لوگ بھاگیں گے ، تب جہنم سے ایک لمبی گردن باہر نکلے گی اور سو سال کی مسافت پر جتنے کافر اور منافق ہوں گے ، وہ ان سب کو گردن سے پکڑ کر یوں اٹھالے گی ، جیسے جانور زمین سے دانہ اٹھالیتا ہے اور وہ ہزار کوشش کے باوجود خود کو چھڑا نہ سکیں گے ۔ ⑲ ㉑ ان آیتوں میں انسان کی ایک ایسی عادت کا حوالہ دیا گیا ہے جو اس میں اس قدر پختہ اور مضبوط ہوتی ہے کہ گویا وہ پیدائشی اور فطری طور پر اس عادت کے ساتھ پیدا ہوا ہو ، اس کیلئے یہاں "ھلوع" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ، بعض لوگ اس لفظ کی وضاحت کیلئے بہت دور چلے گئے ہیں ، حالانکہ اگلی دو آیتوں میں اسی لفظ کی وضاحت کی گئی ہے یعنی "ھلوع" اُس شخص کو کہتے ہیں کہ اگر اسے کوئی تکلیف ، بیماری اور مصیبت پیش آجائے تو وہ چلانے اور فریاد کرنے لگے ، شور مچانے اور جزع فزع کرنے لگے ، بے صبرا ہو کر اُس پر واویلا شروع کر دے اور اگر اسے کوئی بھلائی ، نعمت اور خوشی حاصل ہو تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے اور اس میں دوسروں کو شریک کرنے کی بجائے اپنا ہاتھ روک کر بیٹھ جائے ، یہ عادت اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے ، وہ تو ان بندوں کو پسند کرتا ہے جو مصیبت پر صبر اور نعمت پر شکر ادا کرتے ہیں ، اس لیے اگلی آیات میں اللہ کے نیک بندوں کی صفات بیان کی گئی ہیں ۔

الْمُصَلِّيْنَ ﴿٢٢﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ

الْمُصَلِّيْنَ ﴿٢٢﴾	الَّذِيْنَ	هُمْ	عَلٰى	صَلَاتِهِمْ	دَآئِمُوْنَ ﴿٢٣﴾	وَ	الَّذِيْنَ	فِيْٓ
نمازیوں کے	وہ لوگ جو	وہ	پر	اپنی نماز کے	پابندی کرنے والے	اور	جو لوگ	میں

نمازیوں کے ۔ ﴿٢٢﴾ جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں ۔ ﴿٢٣﴾ اور وہ لوگ جن کے

اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِيْنَ

اَمْوَالِهِمْ	حَقٌّ	مَّعْلُوْمٌ ﴿٢٤﴾	لِّلسَّآئِلِ	وَ	الْمَحْرُوْمِ ﴿٢٥﴾	وَ	الَّذِيْنَ
ان کے مالوں کے	حق	متعین	مانگنے والے کا	اور	محروم کا	اور	جو لوگ

مال میں حصہ مقرر ہے ۔ ﴿٢٤﴾ مانگنے والوں اور محروم لوگوں کا ۔ ﴿٢٥﴾ اور جو لوگ

يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ

يُصَدِّقُوْنَ	بِيَوْمِ	الدِّيْنِ ﴿٢٦﴾	وَ	الَّذِيْنَ	هُمْ	مِّنْ	عَذَابِ	رَبِّهِمْ
تصدیق کرتے ہیں	دن کی	انصاف کے	اور	جو لوگ	وہ	سے	عذاب کے	اپنے رب کے

انصاف کے دن کی تصدیق کرتے ہیں ۔ ﴿٢٦﴾ اور جو لوگ اپنے رب کے عذاب سے

مُّشْفِقُوْنَ ﴿٢٧﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ

مُّشْفِقُوْنَ ﴿٢٧﴾	اِنَّ	عَذَابَ	رَبِّهِمْ	غَيْرُ	مَاْمُوْنٍ ﴿٢٨﴾	وَ	الَّذِيْنَ	هُمْ
ڈرنے والے	بیشک	عذاب	ان کے رب کا	نہیں	بے خوف ہونے والا	اور	جو لوگ	وہ

ڈرتے ہیں ۔ ﴿٢٧﴾ کیونکہ اُن کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے ۔ ﴿٢٨﴾ اور جو لوگ اپنی

لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ

لِفُرُوْجِهِمْ	حٰفِظُوْنَ ﴿٢٩﴾	اِلَّا	عَلٰٓى	اَزْوَاجِهِمْ	اَوْ	مَا	مَلَكَتْ
اپنی شرمگاہوں کی	حفاظت کرنے والے	سوائے	پر	اپنی بیویوں کے	یا	وہ جو	مالک ہوں

عصمتوں کی حفاظت کرتے ہیں ۔ ﴿٢٩﴾ سوائے اپنی بیویوں یا باندیوں کے ،

اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ

اَيْمَانُهُمْ	فَاِنَّهُمْ	غَيْرُ	مَلُوْمِيْنَ ﴿٣٠﴾	فَمَنِ	ابْتَغٰى	وَرَآءَ	ذٰلِكَ	فَاُولٰٓئِكَ
ان کے دائیں ہاتھ	سو بیشک وہ	نہیں	ملامت کیے جائیں گے	سو جو کوئی	تلاش کرے	علاوہ	اس کے	تو وہ لوگ

کہ اِس پر اُنہیں ملامت نہیں کی جا سکتی ۔ ﴿٣٠﴾ پھر جو شخص اس کے علاوہ کوئی اور راستہ تلاش کرے تو وہی لوگ

﴿٢٢﴾ ﴿٢٣﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے مخلص اور فرمانبردار بندوں کو بے صبرے پن اور ناشکری سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص بے صبرا اور ناشکرا نہیں ہوتا، کچھ لوگ صابر اور شاکر بھی ہوتے ہیں، اگرچہ ان کی تعداد کم ہو سکتی ہے، ان صابر اور شاکر لوگوں میں کچھ ایک صفات اور خصوصیات پائی جاتی ہیں جو اُن کیلئے صبر اور شکر میں معاون بن سکتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان صفات کا بیان شروع بھی نماز سے کیا ہے اور اس کا اختتام بھی نماز پر کیا ہے، اس کی وجہ آئندہ بیان ہو گی، یہاں اتنی بات سمجھ لینی چاہیے کہ ان لوگوں کی پہلی صفت نماز قائم کرنا ہے، اس میں سب سے اہم چیز دوام اور پابندی ہے، اگر کوئی شخص کبھی کبھار نماز پڑھ لیتا ہو مثلاً صرف نماز جمعہ اور عیدین کا اہتمام کر لیتا ہو تو وہ اس صفت کا مصداق نہیں ہو گا، دوسری صفت یہ کہ وہ اپنے مال میں غریبوں، فقیروں اور مسکینوں کا ایک متعین حق ضرور رکھتے ہیں، مانگنے والوں کو بھی دیتے ہیں اور اپنی سفید پوشی کا بھرم رکھنے والوں کو اُن کے مانگے بغیر بھی دیتے ہیں، تیسری صفت یہ کہ وہ قیامت کے دن کو برحق سمجھتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں، منکرین قیامت کی طرح اس کی تکذیب و تردید نہیں کرتے، چوتھی صفت یہ کہ وہ اپنے رب کے عذاب سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں، اس لیے وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتے جس سے اندیشۂ عذاب لاحق ہو اور وہ ہر اس کام سے بچنے کی پوری کوشش کرتے ہیں جس پر قرآن و سنت میں عذاب کی وعید آئی ہے، یہاں بعض لوگوں کو یہ اشکال پیش آیا ہے کہ لوگوں کو خوف دلانے کی بجائے انہیں امید دلانی چاہیے اور ان کے سامنے عذاب کا ذکر کرنے کی بجائے ثواب کا ذکر کرنا چاہیے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سلسلے میں لوگوں کی طبیعتیں مختلف واقع ہوئی ہیں، چنانچہ کوئی عذاب کے خوف سے دین پر عمل کرتا ہے اور کوئی ثواب کے شوق سے اعمال صالحہ کا اہتمام کرتا ہے، لیکن ایک بات طے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے، اس سے انسان کو خوف زدہ ہی رہنا چاہیے، پانچویں صفت یہ کہ وہ لوگ اپنی عزت و آبرو اور اپنی عفت و عصمت کی حفاظت کرتے ہیں، دنیا کا کوئی لالچ، مال و راحت کی پیشکش، حسن و جمال کی دل فریبی، عہدہ اور منصب کا دھوکہ انہیں اپنی عزت و آبرو کا سودا کرنے پر مجبور نہیں کرتا، وہ جیل اور قید خانے کو اپنے گھر اور آزادی پر ترجیح دیتے ہیں، وہ حلال اور پاکیزہ دسترخوان کو چھوڑ کر حرام اور ناپاک دسترخوان پر منہ مارنا پسند نہیں کرتے، وہ چند لمحوں یا منٹوں کی لذت کیلئے اپنے رب کی ناراضگی مول لینے کیلئے تیار نہیں ہوتے اور وہ شیطان کو خوش کر کے اپنے رب کو ناراض نہیں کرنا چاہتے، ایسے لوگوں کی کچھ صفات اور بھی ہیں جو اگلی آیتوں میں بیان کی گئی ہیں۔ ﴿٣٠﴾ ﴿٢٥﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کی مزید صفات بیان کی گئی ہیں، ان کی پانچویں صفت یہ بیان کی گئی تھی کہ وہ اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرتے ہیں، ان آیات میں سب سے پہلے تو دو صورتوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے، ایک یہ کہ ان کی بیویاں ان کیلئے حلال ہیں، لہٰذا وہ ان سے اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے میں آزاد ہیں اور اس میں ان پر کوئی روک ٹوک اور قدغن نہیں ہے، بشرطیکہ وہ ان کے نکاح میں ہوں اور انہوں نے انہیں طلاق دیکر خود اپنے اوپر حرام نہ کیا ہو اور محل مباشرت درست مقام ہو، دوسری یہ کہ ان کی شرعی باندیاں اُن کیلئے حلال ہیں اور وہ ان سے بھی اپنے نفس کی خواہش پوری کر سکتے ہیں، چونکہ آج کل شرعی باندیاں نہیں ہیں، اس لیے اب مرد کیلئے اپنی بیوی کے علاوہ کسی اور عورت سے ''فائدہ'' اٹھانا جائز نہیں ہے اور گھروں میں کام کرنے والی نوکرانیوں کو باندی سمجھنا غلط ہے، اگر کوئی شخص جائز اور حلال بیوی کو چھوڑ کر کسی عورت سے ناجائز تعلقات قائم کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مقررہ حدود سے تجاوز کرنے والا اور گناہ گار ہو گا اور اسے بھی بے صبرے

هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾

هُمُ	الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾	وَ	الَّذِیْنَ	هُمْ	لِاَمٰنٰتِهِمْ	وَ	عَهْدِهِمْ	رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾
وہی	حد سے تجاوز کرنے والے	اور	جولوگ	وہ	اپنی امانتوں کا	اور	اپنے عہد کا	خیال رکھنے والے

حد سے تجاوز کرنے والے ہیں ۔ ۳۱ اور جو لوگ اپنے پاس رکھی امانتوں اور وعدوں کا خیال رکھتے ہیں ۔ ۳۲

وَالَّذِیْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ

وَ	الَّذِیْنَ	هُمْ	بِشَهٰدٰتِهِمْ	قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾	وَ	الَّذِیْنَ	هُمْ	عَلٰی	صَلَاتِهِمْ
اور	جولوگ	وہ	اپنی گواہیوں پر	قائم رہنے والے	اور	جولوگ	وہ	پر	اپنی نماز کے

اور جو لوگ اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں ۔ ۳۳ اور جو لوگ اپنی نماز کی

یُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ اُولٰٓئِكَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَالِ الَّذِیْنَ

یُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾	اُولٰٓئِكَ	فِیْ	جَنّٰتٍ	مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾	فَمَالِ	الَّذِیْنَ
نگہبانی کرتے ہیں	وہی لوگ	بیچ	باغات کے	معزز لوگ	سو کیا ہوا	ان لوگوں کو جو

خبر گیری کرتے ہیں ۔ ۳۴ وہی لوگ باغات میں عزت کے ساتھ ہوں گے ۔ ۳۵ تو کافروں کو

كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِیْنَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ

كَفَرُوْا	قِبَلَكَ	مُهْطِعِیْنَ ﴿۳۶﴾	عَنِ	الْیَمِیْنِ	وَ	عَنِ	الشِّمَالِ
کافر ہوئے	آپ کیطرف	دوڑنے والے	سے	دائیں کے	اور	سے	بائیں کے

کیا ہوا کہ وہ آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آتے ہیں ؟ ۳۶ دائیں اور بائیں سے فوج در فوج

عِزِیْنَ ﴿۳۷﴾ اَیَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِیْمٍ ﴿۳۸﴾

عِزِیْنَ ﴿۳۷﴾	اَیَطْمَعُ	كُلُّ	امْرِئٍ	مِّنْهُمْ	اَنْ	یُّدْخَلَ	جَنَّةَ	نَعِیْمٍ ﴿۳۸﴾
فوج درفوج	کیا چاہتا ہے	ہر ایک	شخص	ان میں سے	یہ کہ	داخل کردیا جائے	جنت میں	نعمتوں کی

ہو کر ۔ ۳۷ کیا اُن میں سے ہر شخص اس بات کی توقع رکھتا ہے کہ وہ نعمتوں کے باغ میں داخل ہو جائے گا ؟ ۳۸

كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ

كَلَّا ؕ	اِنَّا	خَلَقْنٰهُمْ	مِّمَّا	یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾	فَلَآ	اُقْسِمُ	بِرَبِّ	الْمَشٰرِقِ
ہرگز نہیں	بیشک ہم نے	پیدا کیا انہیں	اس سے جو	وہ جانتے ہیں	سو میں	قسم کھاتا ہوں	رب کی	مشرقوں کے

ایسا ہرگز نہ ہوگا ، بیشک ہم نے اُنہیں اُس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ بھی جانتے ہیں ۔ ۳۹ سو میں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی

اور ناشکرے لوگوں کی فہرست میں شامل کر دیا جائے گا، چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ اپنی امانتوں اور وعدوں کی پاسداری کرتے ہیں، یعنی اگر کوئی شخص ان کے پاس کوئی چیز امانت کے طور پر رکھوائے یا اللہ تعالیٰ انہیں کوئی ہنر اور صلاحیت عطا فرمائے یا اُن پر کسی کام کی ذمہ داری ڈالی جائے تو وہ اس میں خیانت نہیں کرتے، چونکہ وعدہ بھی ایک طرح کی امانت ہوتا ہے اس لیے وعدے کی پاسداری کو بھی امانت ادا کرنے میں شمار کر لیا گیا ہے اور اگر اسے الگ شمار کیا جائے تو یہ ساتویں صفت بن جائے گی، گزشتہ ترتیب کے مطابق ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ سچی گواہی دیتے ہیں، خواہ اُن کے اپنے ہی خلاف کیوں نہ ہو اور جھوٹی گواہی دینے سے اجتناب کرتے ہیں، آٹھویں صفت یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، یعنی انہیں ان کی شرائط اور آداب کی رعایت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور اپنی نمازوں کو ضائع ہونے سے بچاتے ہیں، نماز ضائع ہونے کی صورت یہ ہے کہ ریاکاری کے جذبے سے نماز پڑھی جائے یا خلافِ سنت ادا کی جائے، یا لا پرواہی اور غفلت کے ساتھ پڑھی جائے، یہی وہ فرق ہے جس کی وجہ سے مخلص مسلمانوں کی صفات کا آغاز اور اختتام نماز پر کیا گیا ہے، آغاز میں یہ پہلو مقدم کیا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ نماز ادا کرتے ہیں، ایسا نہیں کرتے کہ کبھی پڑھ لی اور کبھی نہ پڑھی، جبکہ اختتام پر یہ پہلو پیش نظر ہے کہ وہ نماز کی شرائط و آداب کا بھی بھرپور خیال رکھتے ہیں، ایسے لوگوں کیلئے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے جہاں ان کی عزت و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں رکھا جائے گا۔ ۳۶ ۳۸ ان آیتوں میں کافروں اور مشرکوں کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ قرآن کریم کی تلاوت فرماتے ہیں اور احکامِ الٰہیہ کی دعوت و تلقین فرماتے ہیں تو ان کفار و مشرکین کی عجیب حالت ہوتی ہے، ایک طرف تو یہ لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے اور

ع ۱ ۴۵ ۷

اس کی تکذیب و تردید کرتے ہیں، دوسری طرف یہی دائیں بائیں سے جتھوں کی شکل میں آکر آپ کے گرد گھیرا ڈال لیتے ہیں، کبھی ایذاء پہنچاتے ہیں، کبھی مذاق اڑاتے ہیں اور کبھی بدزبانی کرتے ہیں، اس پر مزید ستم یہ کہ ان میں سے ہر شخص اپنے تئیں اس خوش فہمی میں بھی مبتلا ہے کہ سب سے پہلے جنت میں وہی جائے گا، یعنی ایک طرف جنت کا انکار اور دوسری طرف اسی میں داخلے کی خواہش، یہ کیسا کھلا تضاد ہے؟ ۳۹ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے جنت میں داخلے کی خواہش کا جواب دیا گیا ہے کہ ان کی یہ خواہش ہرگز پوری نہیں ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کافر اور مشرک پر جنت کو حرام کر رکھا ہے اور اگر کسی کو یہ خوش فہمی ہو کہ کروڑوں اربوں لوگوں میں رل مل کر میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا، کسی کو پتہ بھی نہ چلے گا تو اس خوش فہمی کو اپنے دل سے نکال دے کیونکہ اللہ تعالیٰ انسان کا خالق ہے اور خالق کو دھوکہ دینا ممکن نہیں ہے اور اس نے جس چیز سے انسان کو پیدا کیا ہے، وہ خود بھی اسے جانتے ہیں، ناپاک پانی کے ایک قطرے سے وجود میں آنے والا انسان خالق کو ہرا نہیں سکتا۔

وَالْمَغْرِبِ إِنَّا لَقَٰدِرُونَ ﴿٤٠﴾ عَلَىٰٓ أَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَمَا

وَ	الْمَغْرِبِ	اِنَّا	لَقٰدِرُوْنَ ﴿٤٠﴾	عَلٰٓى	اَنْ	نُّبَدِّلَ	خَيْرًا	مِّنْهُمْ	وَ	مَا
اور	مغربوں کے	بیشک ہم	البتہ قدرت والے	پر	یہ کہ	بدل دیں ہم	زیادہ بہتر	ان سے	اور	نہیں

قسم کھاتا ہوں کہ ہم قدرت رکھتے ہیں ۔ ﴿۴۰﴾ اس بات پر کہ اُن سے بہتر لوگ بدل کر لے آئیں اور وہ ہم سے

نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿٤١﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ

نَحْنُ	بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٤١﴾	فَذَرْهُمْ	يَخُوْضُوْا	وَ	يَلْعَبُوْا	حَتّٰى
ہم	عاجز آنے والے	سو چھوڑ دے تو انہیں	باتیں کرتے رہیں	اور	دل لگی کرتے رہیں	یہاں تک کہ

آگے نہ بڑھ سکیں گے ۔ ﴿۴۱﴾ سو آپ اُنہیں چھوڑ دیجئے کہ وہ باتیں کرتے اور کھیل تماشا کرتے رہیں ، یہاں تک

يُلَٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٤٢﴾ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ

يُلٰقُوْا	يَوْمَهُمُ	الَّذِيْ	يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٢﴾	يَوْمَ	يَخْرُجُوْنَ	مِنَ
سامنا کرلیں	اپنے دن سے	وہ جو	وعدہ کیے گئے	جس دن	نکلیں گے وہ	سے

کہ اُس دن سے اُن کا آمنا سامنا ہو جائے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے ۔ ﴿۴۲﴾ جس دن وہ دوڑتے ہوئے

الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ﴿٤٣﴾ خَاشِعَةً

الْاَجْدَاثِ	سِرَاعًا	كَاَنَّهُمْ	اِلٰى	نُصُبٍ	يُّوْفِضُوْنَ ﴿٤٣﴾	خَاشِعَةً
قبروں کے	دوڑتے ہوئے	گویا کہ وہ	طرف	نصب شدہ چیزوں کے	دوڑ رہے ہیں	جھکی ہوئی

قبروں سے نکلیں گے تو یوں معلوم ہوگا کہ وہ کسی نصب شدہ چیز کی طرف لپک رہے ہیں۔ ﴿۴۳﴾ اُن کی نگاہیں

أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿٤٤﴾

اَبْصَارُهُمْ	تَرْهَقُهُمْ	ذِلَّةٌ	ذٰلِكَ	الْيَوْمُ	الَّذِيْ	كَانُوْا	يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٤﴾
ان کی نگاہیں	چھا رہی ہوگی ان پر	ذلت	وہ	دن	جس کا	تھے وہ	وعدہ کیے گئے

جھکی ہوں گی ، اُن پر ذلت چھا رہی ہو گی ، یہی وہ دن ہے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے ۔ ﴿۴۴﴾

ع ۲ ۹ ۸

﴿۴۰﴾ ﴿۴۱﴾ ان آیتوں میں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی قسم کھا کر فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے یہ کچھ مشکل نہیں ہے کہ وہ ایک قوم کے بدلے دوسری قوم کو پیدا کر دے، وہ یہ بھی کرسکتا ہے کہ ایک قوم کو ختم کر کے ان سے بہتر قوم کو اُن کی جگہ آباد کر دے، اسے عاجز اور مغلوب نہیں کیا جا سکتا، اگر اہل مکہ نبی ﷺ کی دعوت توحید کو قبول نہیں کرتے تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان سے بہتر قوم دنیا میں کہاں ہوگی؟ یہ ان کی بھول ہے، اللہ تعالیٰ ایسا کرنے کی مکمل قدرت رکھتا ہے۔ ﴿۴۲﴾ ﴿۴۴﴾ ان آیتوں میں مشرکوں اور مجرموں کو کچھ عرصے کیلئے مہلت دینے کی تاکید کی گئی ہے، تاکہ کچھ عرصے تک یہ لوگ کھیل کود اور مزے کی زندگی گزار لیں، جو کھانا پینا چاہتے ہیں، کھا پی لیں اور موج مستی کر کے فارغ ہو جائیں، عنقریب ایک ایسا دن آنے والا ہے جب انہیں اپنی قبروں سے نکلنا پڑے گا، قبروں سے نکل کر وہ اس طرح تیزی کے ساتھ دوڑیں گے گویا کہ دوڑ کا مقابلہ ہو رہا ہو اور ان کیلئے منزل کا تعین کرنے کیلئے کوئی خاص چیز گاڑ دی گئی ہو اور یہ اعلان کر دیا گیا ہو کہ جو شخص وہاں پہلے پہنچے گا، وہ یہ مقابلہ جیت جائے گا، لیکن جب وہ طے شدہ مقام پر پہنچیں گے تو انہیں سوائے شرمندگی اور ندامت کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا، ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان کے چہروں پر ذلت اور پھٹکار برس رہی ہوگی، یہ قیامت کا دن ہوگا اور اسی دن کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے، اُس وقت تک انہیں مہلت دیدیجئے، بہت جلد یہ مہلت ختم ہو جائے گی۔ الحمد للہ! آج مؤرخہ ۶ نومبر ۲۰۱۹ء بروز بدھ

اٰیاتُہا ۲۸ — (۷۱) سُوْرَةُ نُوْحٍ مَّكِّيَّةٌ (۷۱) — رُکُوْعَاتُہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان ، نہایت رحم والا ہے

سورۃ نوح

سورۂ نوح مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۹۲۹، کلمات ۲۲۴، آیات ۲۸ اور رکوعات ۲ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی لفظ ''نوح'' آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ نوح رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنی نوحہ اور آہ و بکا کرنا ہے، حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کی حالت پر بہت آہ و بکا کیا کرتے تھے اس لیے ان کا یہ نام پڑ گیا، بعض اہل علم نے ان کا اصل نام عبدالجبار بیان کیا ہے، قرآن کریم کی ۲۸ سورتوں میں ۴۳ مرتبہ حضرت نوح علیہ السلام کا اسم گرامی وارد ہوا ہے، عام عادت کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے انہیں لمبی عمر عطا فرمائی تھی، صرف ان کی دعوت کا زمانہ ہی ۹۵۰ سالوں پر مشتمل تھا، اس دوران ان کی نسلیں گزر گئیں لیکن ان پر بہت کم لوگ ایمان لائے، یہاں بھی ان کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے جو اس سے پہلے مختلف سورتوں میں تفصیل اور اختصار کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

إِنَّآ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦٓ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن

إِنَّآ	أَرْسَلْنَا	نُوحًا	إِلَىٰ	قَوْمِهِۦٓ	أَنْ	أَنذِرْ	قَوْمَكَ	مِن	قَبْلِ	أَن
بیشک ہم	بھیجا ہم نے	نوح کو	طرف	اس کی قوم کے	یہ کہ	ڈراؤ تو	اپنی قوم کو	سے	پہلے	یہ کہ

بیشک ہم نے نوح کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا کہ تم اپنی قوم کو ڈراؤ اس سے پہلے کہ اُن پر ایک

يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝١ قَالَ يَٰقَوْمِ إِنِّى لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝٢ أَنِ

يَأْتِيَهُمْ	عَذَابٌ	أَلِيمٌ ۝	قَالَ	يَٰقَوْمِ	إِنِّى	لَكُمْ	نَذِيرٌ	مُّبِينٌ ۝	أَنِ
آجائے ان پر	عذاب	دردناک	کہا اس نے	اے میری قوم	بیشک میں	تمہارے لئے	ڈرانے والا	کھلا	یہ کہ

دردناک عذاب آجائے۔ [1] وہ کہنے لگے کہ اے میری قوم ! میں تمہارے لئے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں ۔ [2] کہ

ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ۝٣ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ

ٱعْبُدُوا۟	ٱللَّهَ	وَ	ٱتَّقُوهُ	وَ	أَطِيعُونِ ۝	يَغْفِرْ لَكُم	مِّن	ذُنُوبِكُمْ
عبادت کرو تم	اللہ کی	اور	ڈرو اس سے	اور	کہا مانو میرا	معاف کردے گا وہ تمہیں	سے	تمہارے گناہوں کے

تم اللہ کی عبادت کرو ، اور اُسی سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ۔ [3] تاکہ وہ تمہارے گناہوں کی مغفرت فرمادے

وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ أَجَلَ ٱللَّهِ إِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ

وَ	يُؤَخِّرْكُمْ	إِلَىٰٓ	أَجَلٍ	مُّسَمًّى	إِنَّ	أَجَلَ	ٱللَّهِ	إِذَا	جَآءَ	لَا	يُؤَخَّرُ
اور	مہلت دے گا تمہیں	طرف	ایک مدت کے	مقررہ	بیشک	مدت	اللہ کی	جب	آجائے گی	نہ	مہلت دی جائے گی

اور تمہیں ایک مقررہ وقت تک مہلت دیدے ، کیونکہ اللہ کی مقرر کی ہوئی مدت جب آجائے تو اُسے مؤخر نہیں کیا جا سکتا ،

لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝٤ قَالَ رَبِّ إِنِّى دَعَوْتُ قَوْمِى لَيْلًا وَنَهَارًا ۝٥ فَلَمْ

لَوْ	كُنتُمْ	تَعْلَمُونَ ۝	قَالَ	رَبِّ	إِنِّى	دَعَوْتُ	قَوْمِى	لَيْلًا	وَّ	نَهَارًا ۝	فَلَمْ
کاش	تم ہوتے	جانتے	کہا اس نے	پروردگار	بیشک میں	دعوت دے چکا	اپنی قوم کو	رات	اور	دن	سو نہیں

کاش! کہ تم جانتے ہوتے ۔ [4] وہ کہنے لگے کہ پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوت دی ۔ [5] میری

يَزِدْهُمْ دُعَآءِىٓ إِلَّا فِرَارًا ۝٦ وَإِنِّى كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوٓا۟

يَزِدْهُمْ	دُعَآءِىٓ	إِلَّا	فِرَارًا ۝	وَ	إِنِّى	كُلَّمَا	دَعَوْتُهُمْ	لِتَغْفِرَ لَهُمْ	جَعَلُوٓا۟
نہیں بڑھایا انہیں	میری دعوت نے	مگر	بھاگنے میں	اور	بیشک میں	جب بھی	انہیں دعوت دی میں نے	تاکہ تو معاف کردے انہیں	ڈال لیں انہوں نے

دعوت سے اُن کے بھاگنے میں ہی اضافہ ہوا۔ [6] اور میں نے جب بھی اُنہیں اس بات کی دعوت دی کہ تو اُن کی مغفرت کردے تو اُنہوں نے اپنی

وقف لازم

[1] اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کو اُن کی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجنے کا ذکر کرتے ہوئے وہ پیغام بھی واضح کیا گیا ہے جو انہیں دیکر اُن کی قوم کی طرف بھیجا گیا تھا، یہ وہی پیغام ہے جس کے ساتھ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا گیا کہ اپنی اپنی قوم کو آنے والے عذاب سے باخبر کردیں، انہیں آگاہ کردیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نافرمانی کرنے والوں کیلئے ایسا دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے جسے برداشت کرنے کی کسی میں ہمت نہیں ہے، قبل اس کے کہ وہ عذاب آجائے ، ہر شخص کو اپنا راستہ سیدھا کر لینا چاہیے اور ان تمام کاموں سے ہاتھ روک لینا چاہیے جو اللہ کی ناراضگی اور اس کے عذاب کا سبب بنتے ہیں۔ [2] [4] ان آیتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کا حکم الٰہی کی تعمیل میں اپنی قوم کو پیغام الٰہی پہنچانا بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا کہ اپنی قوم کو آنے والے عذاب سے ڈرادیں، سوانہوں نے اپنی قوم سے بارہا فرمایا کہ اے میری قوم! میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ تمہیں مستقبل کے حالات تفصیل کے ساتھ کھول کر بیان کر دوں اور تمہیں واضح لفظوں میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرا دوں ، اگر تم اس کے عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو اس کیلئے تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی ہوگی ، بتوں اور مجسموں کی پوجا ترک کرنی ہوگی، تمہیں تقویٰ اختیار کرنا پڑے گا ، ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا پڑے گا، کوئی بھی کام کرنے یا زبان سے کوئی بھی بات نکالنے سے پہلے یہ سوچنا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا یا ناراض، علاوہ ازیں تمہیں میری اطاعت کرنی پڑے گی اور میں تمہیں جس راستے پر چلاؤں، تمہیں اس پر چلنا پڑے گا، اس کا فائدہ بھی تم ہی کو ہوگا ، چنانچہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا اور تمہاری جتنی عمر اُس نے طے کر رکھی ہے، اُس وقت تک تمہیں اپنا ایمان مضبوط کرنے اور اعمال صالحہ کا ذخیرہ جمع کرنے کی مہلت دے دے گا اور مقررہ وقت پر تمہیں اپنے پاس بلالے گا، کیونکہ اس نے یہ اصول طے کر رکھا ہے کہ جس شخص کی جتنی زندگی لکھی گئی ہے، اس میں ایک لمحے کی کمی بیشی بھی نہیں ہوسکتی، اس لیے اگر تم فہم وفراست سے کام لو تو میری بات مان لو اور میری نصیحت پر عمل کرلو۔ [5] [12] ان آیتوں میں مناجات کی شکل میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعوتی سرگرمیوں اور قوم نوح کا ردعمل بیان کیا گیا ہے، ہر وہ شخص جو دین کی دعوت اور اس کا پیغام پوری دنیا میں عام کرنا چاہتا ہو اور اس کے دل میں یہ خواہش اور تمنا ہو کہ کسی طرح لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور جہنم سے بچ کر اس کی رحمت اور مرکز رحمت کے مستحق بن جائیں تو اسے ان دعوتی سرگرمیوں سے ضرور رہنمائی لینی چاہیے جو یہاں بیان کی گئی ہیں، ان آیات کو پڑھ کر حضرت نوح علیہ السلام کا دکھ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ جس قوم پر انہوں نے اپنی تمام تر شفقت اور ہمدردی نچھاور کردی، اُس قوم نے اس کی قدر نہیں کی، حضرت نوح علیہ السلام کے انداز دعوت سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ ایک داعی کو وقت کا پابند نہیں ہونا چاہیے، اسے موقع محل کی مناسبت کا خیال رکھتے ہوئے دن اور رات، سردی اور گرمی، اندھیرے اور اجالے کی حد بندیوں سے اوپر اٹھ کر اپنی دعوت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالینا چاہیے، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے مناجات کرتے ہوئے عرض کیا کہ پروردگار! میں نے اپنی قوم کو تیرا پیغام رات کی تاریکی میں بھی پہنچایا اور دن کے اجالے میں بھی، میں نے انہیں بلند آواز سے بھی مخاطب کیا اور پست آواز سے بھی، میں نے ان کے اجتماعات سے بھی جا کر خطاب کیا اور انفرادی

اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا

اَصَابِعَهُمْ	فِيْٓ	اٰذَانِهِمْ	وَ	اسْتَغْشَوْا	ثِيَابَهُمْ	وَ	اَصَرُّوْا	وَ	اسْتَكْبَرُوْا
اپنی انگلیاں	بیچ	اپنے کانوں کے	اور	لپیٹنے لگے وہ	اپنے کپڑے	اور	اصرار کیا انہوں نے	اور	تکبیر کیا انہوں نے

انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں، اپنے اوپر کپڑے لپیٹنے لگے اپنی بات پر اڑ گئے اور خوب

اسْتِكْبَارًا ۚ﴿۷﴾ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴿۸﴾ ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ

اسْتِكْبَارًا ﴿۷﴾	ثُمَّ	اِنِّيْ	دَعَوْتُهُمْ	جِهَارًا ﴿۸﴾	ثُمَّ	اِنِّيْٓ	اَعْلَنْتُ	لَهُمْ
تکبر کرنا	پھر	بیشک میں نے	دعوت دی انہیں	بلند آواز سے	پھر	میں نے	علانیہ بات کی	ان سے

تکبر کیا۔ ۷ پھر میں نے اُنہیں مجمعوں میں بلند آواز سے دعوت دی۔ ۸ پھر میں نے اُن کے سامنے علانیہ بھی بات کی

وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۙ﴿۹﴾ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ

وَ	اَسْرَرْتُ	لَهُمْ	اِسْرَارًا ﴿۹﴾	فَقُلْتُ	اسْتَغْفِرُوْا	رَبَّكُمْ	اِنَّهٗ	كَانَ
اور	چھپ کر بات کی میں نے	ان کیلئے	چھپ کر	سو میں نے کہا	مغفرت طلب کرو تم	اپنے رب سے	بیشک وہ	ہے

اور تنہائی میں چھپ کر بھی بات کی۔ ۹ سو میں نے اُن سے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرو، کیونکہ وہ

غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ

غَفَّارًا ﴿۱۰﴾	يُّرْسِلِ	السَّمَاۗءَ	عَلَيْكُمْ	مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾	وَّ	يُمْدِدْكُمْ	بِاَمْوَالٍ
خوب بخشنے والا	بھیج دے گا وہ	آسمان کو	تم پر	موسلادھار برسنے والا	اور	بڑھا دے گا تمہیں	مالوں میں

خوب بخشنے والا ہے۔ ۱۰ وہ تم پر آسمان سے موسلادھار بارش برسائے گا۔ ۱۱ اور تمہارے مال اور بیٹوں میں

وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ

وَّ	بَنِيْنَ	وَ	يَجْعَلْ	لَّكُمْ	جَنّٰتٍ	وَّ	يَجْعَلْ	لَّكُمْ	اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾	مَا	لَكُمْ	لَا	تَرْجُوْنَ
اور	بیٹوں میں	اور	بنا دے گا	تمہارے لئے	باغات	اور	بنا دے گا	تمہارے لئے	نہریں	کیا ہوا	تمہیں	نہیں	امید رکھتے تم

اضافہ کر دے گا، تمہارے لئے باغات بنا دے گا اور تمہارے لئے نہریں بنا دے گا۔ ۱۲ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی طرف سے

لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ

لِلّٰهِ	وَقَارًا ﴿۱۳﴾	وَ	قَدْ	خَلَقَكُمْ	اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾	اَلَمْ	تَرَوْا	كَيْفَ	خَلَقَ	اللّٰهُ
سے	بڑائی کی	اور	تحقیق	پیدا کیا اس نے تمہیں	مختلف مراحل میں	کیا نہیں	دیکھا تم نے	کیسے	پیدا کیا	اللہ نے

بڑائی کی امید نہیں رکھتے؟ ۱۳ جبکہ اُسی نے تمہیں مختلف مراحل سے گزار کر پیدا کیا ہے۔ ۱۴ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے کیسے تہ بر تہ

ملاقاتوں میں بھی توحید کا ترانہ سنایا، میں نے انہیں تیرے ثواب کا شوق بھی دلایا اور تیرے عذاب کے خوف سے بھی ڈرایا، میں نے انہیں سمجھایا کہ تم سے اب تک شرک و بت پرستی اور اللہ کی نافرمانی پر مشتمل جتنے گناہ بھی ہو چکے ہیں، ان پر اپنے رب سے معافی مانگ لو، میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میرا رب بہت بخشنے والا ہے، وہ تمہارے سارے گناہوں کو معاف فرما دے گا، پروردگار! میں نے انہیں توبہ و استغفار کے فوائد سے بھی آگاہ کیا اور انہیں بتایا کہ آخرت کے اجر و ثواب کے علاوہ تمہیں دنیا میں بھی اس کے بے شمار فوائد حاصل ہوں گے، تمہیں سب سے پہلا فائدہ یہ ہوگا کہ تمہیں معافی مل جائے گی اور تمہارے گناہ تمہارے نامۂ اعمال سے مٹا دیئے جائیں گے، دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ تمہاری قحط سالی دور ہو جائے گی اور ضرورت کے مطابق موسلادھار بارشیں برسیں گی، فصلیں تیار ہوں گی، باغات پھولوں اور پھلوں سے خوش منظر معلوم ہونے لگیں گے، تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ تمہارے مال و دولت میں اضافہ ہو جائے گا اور تمہارے رزق کی تنگی دور ہو جائے گی، چوتھا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد عطا فرمائے گا اور اولاد میں سے بھی تمہاری خواہش کے مطابق بیٹے دے گا، پانچواں فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں باغات عطا فرمائے گا جس سے تمہاری معیشت مستحکم ہو جائے گی اور چھٹا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری آبی ضروریات کی تکمیل کیلئے نہریں جاری کر دے گا اور تم پانی کی قلت کا شکار نہیں رہو گے، اس قدر شوق اور رغبت دلانے کے باوجود میری قوم کا ردعمل اس پر نہایت افسوسناک تھا، پروردگار! انہوں نے میری دعوت کو قبول کرنے کی بجائے اس کی تکذیب و تردید کا راستہ اختیار کیا، جوں جوں میری دعوت بڑھتی گئی، توں توں وہ مزید بدکتے چلے گئے، انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونسنا شروع کر دیں تاکہ میری آواز بھی ان کے کانوں میں نہ پڑے، کبھی چادر میں لپٹ کر پڑ جاتے اور کبھی کانوں میں روئی ٹھونس لیتے، اپنے غرور و تکبر کا مظاہرہ کرتے اور اپنے کفر و شرک اور سابقہ روش کو برقرار رکھنے پر اصرار کرتے، حق کی دعوت دینے والے ہر داعی کو انہی حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، سو اسے چاہئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی طرح صبر و استقامت کا مظاہرہ کرے اور اپنی ذمہ داری پوری کرتا رہے۔ ۱۳ ۲۰ ان آیتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کے سامنے اللہ تعالیٰ کی مختلف نعمتوں کا حوالہ دینا بیان کیا گیا ہے، گویا داعی کو اپنے مخاطب کے سامنے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور اس کی نعمتوں اور احسانات کا تذکرہ بھی کرنا چاہیے تاکہ مخاطب کو یہ احساس ہو کہ جس ذات نے ان پر اتنے احسانات کیے ہیں، کیا اس کے احسانات کا بدلہ کفر و شرک اور ناشکری کے ساتھ اتارنا چاہیے یا اس کا احسان مند ہونا اور اس پر ایمان لا کر اس کا فرمانبردار ہونا چاہیے؟ چنانچہ سب سے پہلے تو انسان اپنی تخلیق پر غور کرے کہ نطفے سے لیکر پورا بچہ اور بچے سے لیکر لڑکا اور لڑکے سے لیکر جوان اور جوان سے لیکر بوڑھا ہونے تک وہ کتنے مراحل سے گزرتا ہے، اس کی تخلیق کے مراحل میں سے ہر مرحلہ دوسرے سے مختلف ہے، شکم مادر میں وہ جتنا عرصہ گزارتا ہے اور ماں کے پیٹ میں اس کی غذائی اور جسمانی ضروریات جس طرح پوری کی جاتی ہیں، اگر انسان صرف ان کا شکر ادا کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا، موجودہ تحقیق اور سائنس نے اس بات کو آسان کر دیا ہے کہ انسان شکم مادر میں پیش آنے والے حالات سے باخبر ہو سکے، قدرت کا یہ نظام انسان کو دعوت دیتا ہے

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ

سَبْعَ	سَمٰوٰتٍ	طِبَاقًا	وَ	جَعَلَ	الْقَمَرَ	فِيْهِنَّ	نُوْرًا	وَ	جَعَلَ
سات	آسمانوں کو	تہہ برتہہ	اور	بنایا اس نے	چاند کو	ان میں	روشنی کرنے والا	اور	بنایا اس نے

سات آسمان پیدا کیے؟ ﴿۱۵﴾ اور چاند کو اُن میں روشنی کرنے والا بنایا، اور سورج کو

الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ

الشَّمْسَ	سِرَاجًا	وَ	اللّٰهُ	اَنْۢبَتَكُمْ	مِّنَ	الْاَرْضِ	نَبَاتًا	ثُمَّ
سورج کو	چراغ	اور	اللہ نے	اگایا تمہیں	سے	زمین کے	اگانا	پھر

چراغ بنایا۔ ﴿۱۶﴾ اور اللہ نے تمہیں زمین سے خوب اچھی طرح جما کر پیدا کیا۔ ﴿۱۷﴾ پھر

يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ

يُعِيْدُكُمْ	فِيْهَا	وَ	يُخْرِجُكُمْ	اِخْرَاجًا	وَ	اللّٰهُ	جَعَلَ	لَكُمُ	الْاَرْضَ
لوٹائے گا تمہیں	اسمیں	اور	نکالے گا تمہیں	نکالنا	اور	اللہ نے	بنایا	تمہارے لئے	زمین کو

اُسی میں تمہیں لوٹائے گا اور اُسی سے تمہیں باہر نکالے گا۔ ﴿۱۸﴾ اور اللہ نے زمین کو تمہارے لئے

بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ ع ۲۰ / ۹

بِسَاطًا	لِتَسْلُكُوْا	مِنْهَا	سُبُلًا	فِجَاجًا	قَالَ	نُوْحٌ	رَبِّ	اِنَّهُمْ
فرش	تاکہ چلو تم	اسمیں سے	راستوں میں	کشادہ	کہا	نوح نے	پروردگار!	بیشک وہ

بچھونا بنایا۔ ﴿۱۹﴾ تاکہ تم اُس کے کشادہ راستوں میں چلو۔ ﴿۲۰﴾ نوح نے کہا کہ پروردگار! ان لوگوں نے

عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوْا

عَصَوْنِيْ	وَ	اتَّبَعُوْا	مَنْ	لَمْ	يَزِدْهُ	مَالُهٗ	وَ	وَلَدُهٗ	اِلَّا	خَسَارًا	وَ	مَكَرُوْا
نافرمانی کی انہوں نے میری	اور	پیروی کی	اس کی	نہیں	بڑھایا اسے	اس کے مال نے	اور	اس کی اولاد نے	مگر	نقصان میں	اور	مکر کیا انہوں نے

میری نافرمانی کی اور اُس شخص کی پیروی کی جس کے مال و اولاد نے اُس کے خسارے میں ہی اضافہ کیا ہے۔ ﴿۲۱﴾ اور اُنہوں نے ایک بہت

مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ

مَكْرًا	كُبَّارًا	وَ	قَالُوْا	لَا	تَذَرُنَّ	اٰلِهَتَكُمْ	وَ	لَا	تَذَرُنَّ	وَدًّا	وَ	لَا	سُوَاعًا
مکر	بہت بڑا	اور	کہنے لگے وہ	مت	چھوڑو تم	اپنے معبودوں کو	اور	مت	چھوڑو تم	ودکو	اور	نہ	سواع کو

بڑا مکر تیار کیا۔ ﴿۲۲﴾ اور کہنے لگے کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا، اور ودّ، سواع،

کہ وہ اس قادر مطلق پر بغیر کسی تردد کے ایمان لے آئے جو یہ اندرونی نظام چلا رہا ہے، پھر انسان کو اپنے جد امجد کی تخلیق پر بھی غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کا آغاز کس طرح فرمایا؟ چنانچہ معلوم ہے کہ انسان اوّل حضرت آدم علیہ السلام کا مادۂ تخلیق زمین کی مٹی تھی، جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کا پتلا تیار کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور اس عمل میں ہر قسم کی باریکی کا خیال رکھا گیا، انسان کو اپنے اوپر پھیلے ہوئے آسمانوں کے نظام پر بھی غور کرنا چاہیے کہ ایک کے اوپر دوسرا اور دوسرے کے اوپر تیسرا یہاں تک کہ سات آسمان کس نے بنائے ہیں؟ انسان کو شمسی اور قمری نظام پر بھی غور کرنا چاہیے کہ چاند کو روشنی کس نے دی ہے اور اس کی روشنی کو ٹھنڈا کس نے کیا ہے؟ سورج کو منور کس نے کیا ہے اور اس کی شعاعوں میں گرمی اور حدت کس نے رکھی ہے؟ انسان کو زمین کے فوائد اور اس کے نظام پر بھی غور کرنا چاہیے کہ زمین کو بچھونا کس نے بنایا ہے؟ اس میں کشادہ راستے کس نے بنائے ہیں؟ وہ کون ہے جو تمہیں زمین کی مٹی سے پیدا کر کے پھر دوبارہ اسی مٹی میں واپس لوٹا دیتا ہے؟ وہ اللہ ہے اور وہی تمہیں اس زمین سے دوبارہ نکال کھڑا کرے گا، آخر کیا وجہ ہے کہ تم ایسی قدرت اور عظمت والے رب پر ایمان نہیں لاتے؟ کیا تم اس کیلئے عظمت، وقار اور بزرگی کا یقین نہیں رکھتے؟ کیا تمہیں یہ توقع نہیں ہے کہ اس پر ایمان لا کر تمہارے وقار اور عزت میں اضافہ ہو جائے گا؟ اس ساری تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ داعی کو اپنے مخاطب کے سامنے اس کی ذہنی صلاحیت اور عقلی استعداد کے مطابق عام فہم دلائل پیش کرنے چاہئیں تاکہ وہ بآسانی ان میں غور و فکر کر سکے۔ ﴿۲۱﴾ ﴿۲۵﴾ ان آیتوں میں مناجات کی شکل میں حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کی زبوں حالی بیان کرنا مذکور ہوا ہے، چنانچہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تک حق کی دعوت دی، اس دوران کئی نسلیں گزر گئیں اور ہر مرنے والا اپنی اولاد کو وصیت کرتا گیا کہ نوح کی بات نہ ماننا، اپنے معبودوں کی عبادت ہرگز نہ چھوڑنا، ان کے علاوہ کسی کی پوجا نہ کرنا، خاص طور پر جو ہمارے پانچ قومی دیوتا ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر ہیں، ان کی عبادت کسی صورت ترک نہ کرنا، دراصل حضرت نوح علیہ السلام وہ پہلے پیغمبر ہیں جنہیں ایک بت پرست اور مشرک قوم کی اصلاح و تربیت کیلئے بھیجا گیا تھا، ان سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانے تک حضرت آدم علیہ السلام کی آٹھ نسلیں توحید خالص پر قائم رہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو پانچ بیٹے عطا فرمائے تھے، یہ نہایت نیک اور پرہیزگار لوگ تھے، ان کے انتقال کے بعد لوگوں کو ان کی جدائی کا بہت غم تھا، شیطان ایک عمر رسیدہ بزرگ کی شکل میں ان کے پاس آیا اور مشورہ دیا کہ ان کے مجسمے بنا کر رکھ لو، تاکہ تمہیں ان کی یاد آتی رہے اور تم ان کی ہدایات اور تعلیمات کی روشنی میں زندگی گزارتے رہو، لوگوں کو یہ رائے پسند آئی، مجسمے عبادت گاہوں میں نصب ہو گئے، رفتہ رفتہ لوگوں نے انہیں چومنا اور ان کی تعظیم کرنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ ایک وقت آیا کہ لوگوں نے ان کی پوجا شروع کر دی، حضرت ادریس علیہ السلام کے انہی بیٹوں کے نام ود، سواع، یغوث، یعوق، اور نسر تھے، بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ود کا لفظی معنی محبت ہے، گویا قوم نوح کے نزدیک یہ بت محبت کا مظہر تھا، سو انہوں نے اس کی تصویر مرد کی سی بنائی تھی، سواع کا لفظ سکون ثابت قدمی اور بقاء پر دلالت کرتا ہے، گویا قوم نوح کے نزدیک یہ بت تمام عالم کی بقاء کا سبب تھا، سو انہوں نے اس کی تصویر عورت کی سی بنائی تھی، کیونکہ گھر کی بقاء عورت کے سبب سے ہوتی ہے، یغوث کا لفظ فریادرسی کے معنی پر دلالت کرتا ہے، گویا قوم نوح کے نزدیک یہ بت لوگوں کی فریادرسی کا مظہر تھا، سو انہوں نے اس کی تصویر گھوڑے کی سی بنائی تھی کیونکہ وہ تیز رفتاری سے دوڑ کر دوسروں کی مدد کو پہنچتا ہے، یعوق کا لفظ حمایت کرنے کا مفہوم

وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۖ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِينَ

وَلَا	يَغُوْثَ	وَيَعُوْقَ	وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾	وَقَدْ	اَضَلُّوْا	كَثِيْرًا	وَلَا	تَزِدِ	الظّٰلِمِيْنَ
اور نہ	یغوث کو	اور یعوق کو	اور نسر کو	اور تحقیق	گمراہ کر دیا انہوں نے	بہت سوں کو	اور مت	بڑھا تو	ظالموں کو

یغوث، یعوق اور نسر کو ہرگز نہ چھوڑنا ۔ ۲۳ اور یقیناً انہوں نے بہت سارے لوگوں کو گمراہ کر دیا ، اور تو ظالموں کی گمراہی میں ہی

إِلَّا ضَلٰلًا ﴿٢٤﴾ مِمَّا خَطِيٓـٰٔتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوا

اِلَّا	ضَلٰلًا ﴿٢٤﴾	مِمَّا	خَطِيٓـٰٔتِهِمْ	اُغْرِقُوْا	فَاُدْخِلُوْا	نَارًا	فَلَمْ	يَجِدُوْا
مگر	گمراہی میں	اس سے جو	ان کی خطائیں	غرق کر دیے گئے وہ	سو داخل کیے گئے	جہنم میں	سو نہ	پایا انہوں نے

مزید اضافہ فرما ۔ ۲۴ اپنے گناہوں کی وجہ سے ہی وہ غرق کیے گئے ، پھر انہیں جہنم میں داخل کر دیا گیا ، سو انہیں اللہ کے

لَهُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَنْصَارًا ﴿٢٥﴾ وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ

لَهُمْ	مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	اَنْصَارًا ﴿٢٥﴾	وَ	قَالَ	نُوْحٌ	رَّبِّ	لَا	تَذَرْ	عَلَى	الْاَرْضِ
اپنے لیے	سے	علاوہ	اللہ کے	مدد کرنے والے	اور	کہا	نوح نے	پروردگار	مت	چھوڑ تو	پر	زمین کے

علاوہ اپنے کوئی مددگار نہ مل سکے ۔ ۲۵ اور نوح نے کہا کہ پروردگار! زمین پر کافروں کا ایک بھی

مِنَ الْكٰفِرِينَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ

مِنَ	الْكٰفِرِيْنَ	دَيَّارًا ﴿٢٦﴾	اِنَّكَ	اِنْ	تَذَرْهُمْ	يُضِلُّوْا	عِبَادَكَ
سے	کفر کرنے والوں کے	بستا گھر	بیشک تو	اگر	انہیں چھوڑ دے	گمراہ کریں گے وہ	تیرے بندوں کو

رہنے والا گھر نہ چھوڑ ۔ ۲۶ کیونکہ اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے

وَلَا يَلِدُوٓا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ

وَ	لَا	يَلِدُوْٓا	اِلَّا	فَاجِرًا	كَفَّارًا ﴿٢٧﴾	رَبِّ	اغْفِرْلِيْ	وَ	لِوَالِدَيَّ	وَ	لِمَنْ	دَخَلَ
اور	نہیں	جنم دیں گے	مگر	گنہگار کو	کافر کو	پروردگار!	معاف کر دے مجھے	اور	میرے والدین کو	اور	اسے جو	داخل ہو جائے

اور گنہگاروں اور کافروں کے علاوہ کسی کو جنم نہ دیں گے ۔ ۲۷ پروردگار! میری بھی مغفرت فرما، میرے والدین کی بھی، اور اُس شخص کی بھی

بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۖ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾ ع

بَيْتِيَ	مُؤْمِنًا	وَ	لِلْمُؤْمِنِيْنَ	وَ	الْمُؤْمِنٰتِ	وَ	لَا	تَزِدِ	الظّٰلِمِيْنَ	اِلَّا	تَبَارًا ﴿٢٨﴾
میرے گھر میں	ایمان والا ہو کر	اور	مؤمن مردوں کو	اور	مؤمن عورتوں کو	اور	مت	بڑھا تو	ظالموں کو	مگر	ہلاکت میں

جو مؤمن ہو کر میرے گھر میں داخل ہو جائے ، اور تمام مؤمن مردوں اور عورتوں کی بھی اور ظالموں کی ہلاکت میں ہی مزید اضافہ فرما ۔ ۲۸

ع ۲ ۸ ۱۰

بتاتا ہے، گویا قوم نوح کے نزدیک یہ بت مصائب اور تکالیف دور کرنے کا مظہر تھا، سو انہوں نے اس کی تصویر شیر کی سی بنائی تھی کیونکہ وہ جس کی مدد اور حمایت کرے، وہ غالب آ جاتا ہے، نسر کا لفظی معنی گدھ ہے، یہ نہایت تیز رفتار اور طاقتور پرندہ ہے، گویا قوم نوح کے نزدیک یہ بت غیبی امداد کا مظہر تھا، سو انہوں نے اس کی تصویر گدھ جیسی بنائی تھی، ان بتوں کی پوجا اور عبادت میں وہ اس قدر سخت ہو چکے تھے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کوئی بات سننے کیلئے تیار نہ تھے، اپنے مالداروں اور سرداروں کی رائے پر چلتے تھے جن کے مال و اولاد نے انہیں دنیا کے غرور اور آخرت کے خسارے میں مبتلا کر رکھا تھا، وہ خود بھی گمراہ تھے اور ایک خلق کثیر کو بھی گمراہ کر رہے تھے، وہ حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف بڑے بڑے منصوبے بناتے تھے، اسی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام کے منہ سے یہ جملہ نکلا کہ پروردگار! انہیں مزید گمراہ کر دے اور ان کی گمراہی میں مزید اضافہ فرما دے، اس لیے کہ اب ان کے راہِ راست پر آنے کا کوئی امکان نہیں ہے، چنانچہ وہ لوگ دنیا و آخرت کے عذاب کا شکار ہوئے اور اپنے گناہوں کی پاداش میں پانی میں غرق ہوئے اور جہنم میں داخل کیے گئے، نہ وہاں کوئی ان کی مدد کو پہنچے گا اور نہ دنیا میں انہیں کوئی بچانے والا ہوا۔

۲۶ ۲۸ ان آیتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا اور بد دعا دونوں کو جمع کر دیا گیا ہے، دعا کا آغاز انہوں نے اپنی ذات سے کیا ہے اور شرعاً یا اخلاقاً اس میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے جو خیر بھی مانگے، پہلے اپنے لیے، پھر دوسروں کیلئے مانگے اور انسان کیلئے اس سے بڑی خیر کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت اور بخشش کا فیصلہ فرما دے، سو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ پروردگار! میری مغفرت فرما، میرے والدین کی بھی مغفرت فرما، جو شخص میرے گھر یا میری کشتی میں مؤمن ہو کر داخل ہو گیا، اس کی بھی مغفرت فرما اور اس مغفرت میں قیامت تک آنے والے تمام مؤمن مردوں اور عورتوں کو بھی شامل فرما اور ان کی بھی مغفرت فرما، حضرت نوح علیہ السلام کی اس دعا میں پیغمبرانہ رنگ پوری طرح موجود ہے کہ وہ صرف اپنے زمانے کے اہل ایمان کیلئے دعا نہیں کر رہے بلکہ قیامت تک آنے والے اہل ایمان کو اپنی دعا میں شامل کر رہے ہیں، لہٰذا تمام اہل ایمان کو ان کا احسان مند اور ان کے درجات کی بلندی کیلئے دعا گو ہونا چاہیے، جہاں تک تعلق ہے بد دعا کا تو وہ انہوں نے صرف اپنے زمانے کے کافروں کیلئے فرمائی ہے کہ پروردگار! زمین پر کافروں کا ایک گھر بھی باقی نہ رہنے دے، انہیں جڑ سے ختم کر دے اور ان کی نسل مٹا دے، اس لیے کہ اگر یہ لوگ باقی رہے تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کرتے رہیں گے اور ان کی نسلوں میں کافر اور فاسق و فاجر لوگ پیدا ہوتے ہی رہیں گے، ان لوگوں نے ظلم اور ناانصافی کی تمام حدود کو پھلانگ کر اپنی سرکشی اور بدبختی پر مہر لگا دی ہے، لہٰذا ان کی تباہی اور ہلاکت کو بڑھا دے، انہیں مزید ہلاک اور تباہ و برباد اور ان کی تباہی و بربادی میں کوئی کمی نہ چھوڑ، کیونکہ یہ لوگ اب بھی راہِ راست پر نہ آئیں گے، کسی کے ذہن میں یہ خیال نہ آئے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کی بد دعا کیوں فرمائی؟ اس لیے کہ ساڑھے نو سو سال کا عرصہ تھوڑا نہیں ہوتا، لوگوں کی بدزبانی، گستاخی اور بدتمیزی پر مشتمل رویہ برداشت کرنے کیلئے ساڑھے نو سو سال ایک طویل ترین مدت ہے، یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ داعی کو آخر وقت تک صبر کرنا چاہیے، جب وہ اپنی قوم سے بالکل مایوس اور ناامید ہو جائے اور زندگی کا طویل عرصہ ان پر محنت کرنے کے باوجود قوم میں تبدیلی کے کوئی آثار نہ دیکھے اور ان کے خلاف بد دعا کر دے تو حضرت نوح علیہ السلام کے اسوہ سے اس کی اجازت ملتی ہے، اگرچہ اس میں بھی بہتر یہی ہے کہ ان کی ہلاکت کی بجائے ہدایت کی دعا کرے۔ واللہ اعلم۔ الحمدللہ! آج مؤرخہ ۸ نومبر ۲۰۱۹ء بروز جمعہ

اٰيَاتُهَا ٢٨ (٧٢) سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ (٤٠) رُكُوْعَاتُهَا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا

قُلْ	اُوْحِيَ	اِلَيَّ	اَنَّهُ	اسْتَمَعَ	نَفَرٌ	مِّنَ	الْجِنِّ	فَقَالُوْٓا	اِنَّا	سَمِعْنَا	قُرْاٰنًا
تو کہہ	وحی کی گئی ہے	میری طرف	کہ بیشک وہ	کان لگا کر سنا	ایک گروہ نے	سے	جنوں کے	سو کہا انہوں نے	بیشک ہم	سنا ہے ہم نے	ایک قرآن

اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ فرما دیجئے کہ میرے پاس یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے توجہ سے کان لگا کر سنا، پھر وہ کہنے لگے کہ ہم نے ایک تعجب خیز

عَجَبًا ﴿١﴾ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ

عَجَبًا	يَّهْدِيْٓ	اِلَى	الرُّشْدِ	فَاٰمَنَّا	بِهٖ	وَ	لَنْ	نُّشْرِكَ	بِرَبِّنَآ
تعجب خیز	رہنمائی کرتا ہے	طرف	ہدایت کے	سو ہم ایمان لے آئے	اس پر	اور	ہرگز نہ	شریک کریں گے ہم	ساتھ اپنے رب کے

قرآن سنا ہے۔ ١ جو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے، سو ہم اُس پر ایمان لے آئے، اور اب ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک

اَحَدًا ﴿٢﴾ وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ﴿٣﴾

اَحَدًا	وَ	اَنَّهٗ	تَعٰلٰى	جَدُّ	رَبِّنَا	مَا	اتَّخَذَ	صَاحِبَةً	وَّ	لَا	وَلَدًا
کسی ایک کو	اور	یہ کہ بیشک وہ	برتر	شان	ہمارے رب کی	نہیں	بنائی اس نے	کوئی بیوی	اور	نہ	کوئی اولاد

نہ ٹھہرائیں گے۔ ٢ اور یہ کہ ہمارے رب کی شان سب سے اونچی ہے، اُس نے کوئی بیوی بنا رکھی ہے اور نہ کوئی اولاد۔ ٣

وَّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ﴿٤﴾ وَّ اَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ

وَ	اَنَّهٗ	كَانَ	يَقُوْلُ	سَفِيْهُنَا	عَلَى	اللّٰهِ	شَطَطًا	وَّ	اَنَّا	ظَنَنَّآ	اَنْ	لَّنْ
اور	بیشک وہ	تھا	کہتا رہا	ہم میں سے کم عقل	پر	اللہ کے	لغو باتیں	اور	بیشک ہم	سمجھتے تھے	کہ	ہرگز نہ

اور یہ کہ ہم میں سے جو کم عقل ہے، وہ اللہ کے متعلق لغو باتیں بڑھا چڑھا کر کہتا تھا۔ ٤ اور ہم یہ سمجھتے تھے کہ انسان اور جنات

سورۃ الجن

سورۂ جن کی سورت ہے، اس میں کل حروف ۸۷۰، کلمات ۲۸۵، آیات ۲۸ اور رکوعات ۲ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی "الجن" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ جن رکھا گیا، اس سورت میں ایمان قبول کرنے والے سعادت مند جنات کا مافی الضمیر بیان کیا گیا ہے، اسے پڑھ اور سن کر معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اپنی سابقہ گمراہیوں اور کوتاہیوں پر شرمندگی اور ندامت بھی تھی، انہیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ اللہ کے نام پر بھی گمراہی پھیلائی جاتی ہے، اعتراف جرم اور احساس ندامت کے ساتھ انہوں نے حقیقت کا کھلے دل سے اعتراف کیا، آخر میں واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جن حضرات کو پیغمبری کا شرف عطا فرماتا ہے، ان کی عزت اور عظمت کے باوجود انہیں الوہیت کے مقام پر فائز کرنا جائز نہیں ہے، نہ تو یہ پیغمبروں کی دعوت ہے اور نہ ہی اس میں ان کی کوئی رغبت ہے، وہ تو برملا کہتے ہیں کہ ہم تمہارے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں اور اللہ کے علاوہ ہم کسی کی بھی عبادت نہیں کر سکتے۔ ١ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وحی کا اعلان کروایا گیا ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے توجہ کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت سنی ہے اور اپنی قوم کو جا کر اس کے متعلق بتایا ہے کہ ہم ایک ایسا قرآن سن کر آئے ہیں جس نے ہمیں تعجب میں ڈال دیا ہے، اس کی فصاحت و بلاغت نہایت اعلیٰ درجے کی ہے، اس کی تاثیر اور رونق نے ہمیں تعجب میں ڈال دیا ہے، اس کی حلاوت اور مٹھاس بھی تعجب خیز ہے اور اسے پڑھنے اور سننے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسانی کلام نہیں ہے، کوئی انسان ایسا کلام کر ہی نہیں سکتا، چونکہ جنات کی آمد و رفت خفیہ ہوتی ہے اور وہ نظروں سے غائب رہتے ہوئے کسی جگہ آتے اور چلے جاتے ہیں اس لیے خاص طور پر ان کی آمد کا ذکر کیا گیا، تاکہ انسانوں کو معلوم ہو کہ اس کلام کی تاثیر انسانوں کی طرح جنات پر بھی یکساں ہوتی ہے، نیز یہ کہ انسانوں کی طرح جنات بھی احکام شرعیہ کے مکلف ہیں، رہی یہ بات کہ یہ جنات کون تھے اور کس علاقے کے رہنے والے تھے؟ سو اس کی تفصیل سورۂ احقاف کے آخر میں آیت نمبر ۲۹ کے تحت ذکر کر دی گئی ہے، وہیں ملاحظہ فرما لیجئے۔ ٢ اس آیت مبارکہ میں جنات کے مشرف بہ اسلام ہونے کا اعلان مذکور ہوا ہے، انہوں نے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن کریم کی تلاوت سنی، اس کے آداب کو ملحوظِ خاطر رکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل و دماغ کو ایمان کیلئے روشن کر دیا تو وہ اپنی قوم کے پاس داعی بن کر گئے اور سب سے پہلے انہوں نے اپنے ایمان کا اعلان کیا کہ ہم قرآن کریم کی تلاوت سن کر اس پر ایمان لے آئے ہیں کیونکہ وہ محض ایک کلام نہیں ہے، بلکہ اس کے ذریعے انسانوں اور جنوں کو ہدایت ملتی ہے اور سیدھے راستے کا پتہ چلتا ہے، اب ہم اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ آج کے بعد ہم اپنے رب کے ساتھ شرک ہرگز نہیں کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ جنات میں بھی کفر و شرک اور بت پرستی پائی جاتی ہے، لہٰذا گمان کیا جا سکتا ہے کہ کفر و شرک اور بت پرستی کے وہ مظاہر جو انسانوں میں دیکھے جاتے ہیں، وہ سب بلکہ ممکن ہے کہ اس سے کچھ زیادہ جنات میں بھی پائے جاتے ہیں۔ ٣ اس آیت مبارکہ میں جنات کا یہ اقرار ذکر کیا گیا ہے کہ اسلام قبول کرنے اور کلمہ پڑھنے کے بعد ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارے رب کی شان بہت اونچی ہے، وہ ہر چیز سے اونچا اور بلند و برتر ہے، جو لوگ اس کیلئے بیوی بچوں کے قائل ہیں، وہ اس کی شان عظیم میں گستاخی کرتے ہیں، وہ بیوی بچوں کی ضروریات سے مستغنی اور پاک ہے، اسے ان کی ضرورت ہی نہیں ہے، دراصل جن و انس کو اپنی نسل چلانے اور اپنی نفسانی خواہشات و ضروریات کی تکمیل کیلئے بیوی بچوں کی ضرورت پیش آتی ہے لیکن جن و انس ہی میں ہمیں ایسے بہت سے افراد بھی مل جاتے ہیں جو نکاح نہیں کرتے، وہ دنیا سے بے رغبت ہوتے ہیں اور ان کی دلچسپیوں کا مرکز بیوی بچوں کے علاوہ دوسری چیزیں ہوتی ہیں، شریعت نے بے نکاح رہنے کی ترغیب نہیں دی، البتہ اپنی عفت و عصمت کی حفاظت پر بے پناہ زور دیا ہے، گویا اگر کوئی انسان یا جن ضبط نفس کے ساتھ شادی بیاہ کے بندھن میں بندھنے سے رکنا چاہے تو یہ ممکن ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ رب العالمین کیلئے بیوی بچوں کی ضرورت پر اصرار کرتے ہیں؟ وہ کنواری مریم کو معاذ اللہ اس کی بیوی اور عیسیٰ مسیح کو اس کا بیٹا قرار دیتے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کو اپنی نسل چلانے کی کوئی ضرورت ہے؟ کیا اسے یہ اندیشہ ہے کہ کسی وقت اُس پر بڑھاپا اور موت آ سکتی ہے؟ کیا اُسے یہ خطرہ ہے کہ اس کے خزانے کم پڑ سکتے ہیں؟ کیا اُسے آڑے وقتوں میں کسی سہارے اور اپنے نام و نسل کو محفوظ کرنے کی کوئی ضرورت پیش آ گئی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس کی طرف بیوی بچوں کی نسبت کرنا گستاخی اور جرأت نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟ آج ہم اس فلسفے سے بھی اپنی بیزاری ظاہر کرتے ہیں۔ ٤ اس آیت مبارکہ میں جنات کی طرف سے یہ اعتراف مذکور ہوا ہے کہ ہم میں سے جو لوگ کم عقل

تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝۵ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ

تَقُوْلَ	الْاِنْسُ	وَ	الْجِنُّ	عَلَى	اللّٰهِ	كَذِبًا۝	وَ	اَنَّهٗ	كَانَ	رِجَالٌ	مِّنَ
کہیں گے	انسان	اور	جنات	پر	اللہ کے	جھوٹ	اور	بیشک وہ	تھے	بہت سے مرد	سے

اللہ کے متعلق جھوٹ ہرگز نہیں بولیں گے ۔ ۵ اور یہ کہ انسانوں میں سے بہت سے لوگ جنات میں سے بہت سے

الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝۶ وَّاَنَّهُمْ

الْاِنْسِ	يَعُوْذُوْنَ	بِرِجَالٍ	مِّنَ	الْجِنِّ	فَزَادُوْهُمْ	رَهَقًا۝	وَ	اَنَّهُمْ
انسانوں کے	پناہ میں آتے تھے	مردوں کی	سے	جنوں کے	سو بڑھا دیا انہیں	سرکشی میں	اور	بیشک وہ

لوگوں کی پناہ پکڑتے تھے ، سو اُن کی سرکشی میں اس طرح مزید اضافہ ہو گیا ۔ ۶ اور جیسے تمہارا

ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝۷ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ

ظَنُّوْا	كَمَا	ظَنَنْتُمْ	اَنْ	لَّنْ	يَّبْعَثَ	اللّٰهُ	اَحَدًا۝	وَ	اَنَّا	لَمَسْنَا	السَّمَآءَ
سمجھے	جیسا کہ	تم سمجھے	کہ	ہرگز نہ	بھیجے گا	اللہ	کسی ایک کو	اور	بیشک ہم نے	چھوا	آسمان کو

خیال ہے ، اسی طرح اُن کا بھی یہی گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ہرگز دوبارہ زندہ نہیں کرے گا ۔ ۷ اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا ،

فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝۸ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا

فَوَجَدْنٰهَا	مُلِئَتْ	حَرَسًا	شَدِيْدًا	وَ	شُهُبًا۝	وَ	اَنَّا	كُنَّا	نَقْعُدُ	مِنْهَا
تو ہم نے پایا اسے	بھرا ہوا	چوکیداروں سے	مضبوط	اور	شہابوں سے	اور	بیشک ہم	تھے	بیٹھتے	اس میں سے

تو ہم نے اُسے مضبوط چوکیداروں اور شہاب ثاقب سے بھرا ہوا پایا ۔ ۸ اور یہ کہ ہم آسمانوں میں مختلف ٹھکانوں پر

مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝۹

مَقَاعِدَ	لِلسَّمْعِ	فَمَنْ	يَّسْتَمِعِ	الْاٰنَ	يَجِدْ	لَهٗ	شِهَابًا	رَّصَدًا۝
بیٹھنے کی جگہوں پر	سننے کیلئے	سو جو کوئی	کان لگا کر سنے	اب	پاتا ہے وہ	اپنے لئے	ایک ستارہ	تاک میں

بات سننے کیلئے بیٹھا کرتے تھے ، سو اب جو بھی کان لگا کر سنا چاہے ، وہ اپنے لئے ایک شہاب ثاقب کو تاک لگائے پاتا ہے ۔ ۹

وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْۤ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ

وَ	اَنَّا	لَا	نَدْرِيْۤ	اَشَرٌّ	اُرِيْدَ	بِمَنْ	فِي	الْاَرْضِ	اَمْ	اَرَادَ	بِهِمْ	رَبُّهُمْ
اور	بیشک ہم	نہیں	جانتے	کیا برا ہے	ارادہ کیا گیا	اس سے جو	بیچ	زمین کے	یا	ارادہ کیا	ان کے ساتھ	ان کے رب نے

اور یہ کہ ہمیں معلوم نہیں کہ زمین میں رہنے والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا گیا ہے ، یا اُن کے ساتھ اُن کے رب نے بھلائی کا

اور نادان ہیں، ہمیں تسلیم ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حوالے سے ایسی بے سروپا باتیں کہہ رکھی ہیں جو خلافِ حقیقت ہیں اور ان کا اصل حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، جیسے بہت سارے انسانوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف بہت سی جھوٹی نسبتیں بھی کر رکھی ہیں، وہ نہایت آسانی کے ساتھ کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات فرمائی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے وہ بات نہیں فرمائی ہوتی، فلاں بات یا کام سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے ناخوش اور ناراض ہوتا ہے، ہم اپنی اس غلطی کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ عزم ظاہر کرتے ہیں کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے۔ ۵ اس آیت مبارکہ میں جنات کی گفتگو اور دعوت کا چوتھا نکتہ بیان کیا گیا ہے، اور وہ یہ کہ لوگوں نے جس جرأت، بے باکی اور دیدہ دلیری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی نسبتیں کی ہیں اور اس پر جھوٹ باندھا ہے، ہماری عقل حیران و پریشان اور دنگ ہے کہ کیا اس قدر جرأت کے ساتھ لوگوں کی اتنی بڑی تعداد اللہ تعالیٰ کی طرف کسی بات کی جھوٹی نسبت کر سکتی ہے؟ جس میں بڑے بڑے دانشور، فلاسفہ اور ماہرین علوم و فنون پائے جاتے ہیں، ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، لیکن جب حقیقت سامنے آئی تو معلوم ہوا کہ ہمارا گمان غلط ہے، اور صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جتنی باتوں کی جھوٹی نسبت کی گئی ہے، کسی اور پر اتنے جھوٹ نہیں باندھے گئے۔ ۶ اس آیت مبارکہ میں جنات کی گفتگو کا پانچواں نکتہ بیان کیا گیا ہے جس میں جنات کی سرکشی کی اصل وجہ بیان کی گئی ہے، دراصل اہلِ عرب دورانِ سفر جب کسی ویرانے صحرا اور جنگل بیابان سے گزرتے یا رات کے وقت کسی ایسی جگہ انہیں پڑاؤ کرنے کی نوبت پیش آتی تو وہ اس جگہ داخل ہو کر بلند آواز سے یوں کہا کرتے تھے کہ اس وادی کے جنات کا جو سردار ہے، ہم اپنے آپ کو اس کی پناہ میں دیتے ہیں، ان کا گمان تھا کہ اس طرح وہ جنات کی شرارتوں سے محفوظ ہو جائیں گے اور اس جگہ سے بآسانی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں گے، وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو وہ کسی بہت بڑے حادثے بلکہ تباہی کا شکار بھی ہو سکتے ہیں، ظاہر ہے کہ جنات میں دوسروں کی حفاظت کی طاقت ہو یا نہ ہو، لیکن یہ جملہ ان کے غرور و سرکشی کو بڑھانے کیلئے کافی سے زیادہ ہے، کیونکہ اس طرح وہ خود کو ایسی طاقتوں کا مالک سمجھ بیٹھتے تھے جو صرف معبودِ حقیقی کو حاصل ہیں، چنانچہ انسانوں کی جہالت اور نادانی نے جنات کی سرکشی میں پہلے سے زیادہ اضافہ کر دیا، حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے منکر ہو کر اس کے ساتھ کفر و شرک کرنے لگے۔ ۷ اس آیت مبارکہ میں جنات کی گفتگو کا چھٹا نکتہ بیان کیا گیا ہے جس کا تعلق مرنے کے بعد دوبارہ زندگی سے ہے، وہ سمجھتے تھے کہ جب ایک جن مر جاتا ہے تو اس کی کہانی ختم ہو جاتی ہے، اس کے بعد دوبارہ زندگی کا تصور محال اور ناممکن ہے، یہ بعینہٖ وہی خیال ہے جو انسانوں میں سے منکرین قیامت کے ذہنوں میں پایا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جس طرح انسان عقیدۂ قیامت کا انکار کرنے کی وجہ سے عقیدۂ توحید سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں، اسی طرح جنات بھی مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کے عقیدے سے منحرف ہو کر عقیدۂ توحید سے محروم ہو گئے۔ ۸ ۹ ان آیتوں میں جنات کی گفتگو کا ساتواں نکتہ ''آسمانوں کی حفاظت'' بیان کیا گیا ہے، چونکہ جنات کو اللہ تعالیٰ نے فضاؤں میں اڑنے اور آسمانوں تک پہنچنے کی طاقت دی ہوئی ہے، اس لیے وہ نبی اکرم ﷺ کے اعلانِ نبوت سے قبل آسمانوں تک رسائی رکھتے تھے، وہاں انہوں نے اپنے بیٹھنے کیلئے کچھ ٹھکانے اور مخصوص جگہیں مقرر کی ہوئی تھیں، ان ٹھکانوں میں چھپ کر وہ فرشتوں کے درمیان ہونے والی باتیں سن لیتے تھے اور واپس آ کر ان لوگوں کو بتا دیتے تھے جن کے وہ زیرِ تصرف ہوتے تھے، لیکن جب نبی ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو وحی کی حفاظت کیلئے

رَشَدًا ۝١٠ وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ

رَشَدًا ۝	وَ	اَنَّا	مِنَّا	الصّٰلِحُوْنَ	وَ	مِنَّا	دُوْنَ	ذٰلِكَ	كُنَّا	طَرَآئِقَ
بھلائی کا	اور	بیشک ہم	ہم میں سے	نیکوکار	اور	ہم میں سے	علاوہ	اس کے	ہم تھے	مختلف راستوں پر

ارادہ فرمایا ہے ۔ ۱۰ اور یہ کہ ہم میں سے کچھ لوگ نیک ہیں اور کچھ اس سے کم تر ، ہم مختلف راستوں پر

قِدَدًا ۝١١ وَّ اَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ

قِدَدًا ۝	وَ	اَنَّا	ظَنَنَّآ	اَنْ	لَّنْ	نُّعْجِزَ	اللّٰهَ	فِي	الْاَرْضِ	وَلَنْ	نُّعْجِزَهٗ
پھٹے پڑے	اور	بیشک ہم	سمجھے	کہ	ہرگز نہ	عاجز کرسکیں گے	اللہ کو	بیچ	زمین کے	اور ہرگز نہ	عاجز کرسکیں گے اسے

پھٹے پڑے تھے ۔ ۱۱ اور یہ کہ ہم سمجھ گئے کہ ہم اللہ کو زمین میں ہرگز عاجز نہ کرسکیں گے ، اور ہم اُسے بھاگ کر بھی عاجز

هَرَبًا ۝١٢ وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا

هَرَبًا ۝	وَ	اَنَّا	لَمَّا	سَمِعْنَا	الْهُدٰٓى	اٰمَنَّا	بِهٖ	فَمَنْ	يُّؤْمِنْ	بِرَبِّهٖ	فَلَا
بھاگ کر	اور	بیشک ہم	جب	سن لی ہم نے	ہدایت	ایمان لے آئے ہم	اس پر	تو جو کوئی	ایمان لائے	اپنے رب پر	تو نہیں

نہ کرسکیں گے۔ ۱۲ اور یہ کہ جب ہم نے ہدایت کی بات سنی تو ہم اُس پر ایمان لے آئے ، سو جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آئے ، اُسے کسی

يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۝١٣ وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا

يَخَافُ	بَخْسًا	وَ	لَا	رَهَقًا ۝	وَ	اَنَّا	مِنَّا	الْمُسْلِمُوْنَ	وَ	مِنَّا
اندیشہ ہوگا	کسی نقصان کا	اور	نہ	زبردستی کا	اور	بیشک ہم	ہم میں سے	فرمانبرداری کرنے والے	اور	ہم میں سے

نقصان کا اندیشہ ہو گا اور نہ ہی زبردستی کا ۔ ۱۳ اور یہ کہ ہم میں سے بعض لوگ مسلمان ہیں اور بعض

الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝١٤ وَ اَمَّا

الْقٰسِطُوْنَ	فَمَنْ	اَسْلَمَ	فَاُولٰٓئِكَ	تَحَرَّوْا	رَشَدًا ۝	وَ	اَمَّا
ناانصافی کرنے والے	سو جو کوئی	مسلمان ہوگیا	تو یہی لوگ	غور کیا انہوں نے	ہدایت میں	اور	رہے

ناانصافی کرنے والے ہیں، سو جو لوگ مسلمان ہوگئے، تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے راہِ ہدایت حاصل کرنے میں غور وفکر سے کام لیا۔ ۱۴ اور باقی رہے

الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝١٥ وَّ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى

الْقٰسِطُوْنَ	فَكَانُوْا	لِجَهَنَّمَ	حَطَبًا ۝	وَ	اَنْ	لَّوِ	اسْتَقَامُوْا	عَلَى
ناانصافی کرنے والے	تو ہوگئے وہ	جہنم کا	ایندھن	اور	یہ کہ	اگر	کھڑے رہے وہ	پر

ناانصافی کرنے والے تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں ۔ ۱۵ اور یہ کہ اگر وہ صحیح راستے پر سیدھے

جنات کی آسمان تک رسائی روکنا ضروری ہو گیا، لہٰذا ان پر ہر طرف سے شہابِ ثاقب کی بارش برسنا شروع ہوگئی، شہابِ ثاقب کے متعلق سورۂ ملک کی آیت نمبر ۵ کا حاشیہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، یہاں جنات کی طرف سے اسی حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے کہ اب اگر ہم آسمان کے قریب جانے کی کوشش کرتے ہیں تو وہاں ہمیں چوکیدار بھرے ہوئے نظر آتے ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آگ کے شعلے اور انگارے جل رہے ہوں، پہلے ہم جہاں جا کر بیٹھتے اور فرشتوں کی باتیں سنتے تھے، اب اگر اس کے قریب جانے کی کوشش کرتے ہیں تو فوراً ایک شہاب ثاقب ہماری طرف لپکتا ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ گھات لگا کر ہمارے انتظار میں بیٹھا ہوا اور وہ ہمیں جلا کر راکھ کر دیتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ تبدیلی بلا وجہ نہیں ہے اور ''وجہ'' رسول اکرم ﷺ کی بعثت ہے، اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے بعد اُن پر ایمان لائے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں ہے اس لیے ہم ان پر ایمان لے آئے ہیں۔ ۱۰ اس آیتِ مبارکہ میں جنات کی گفتگو کا آٹھواں نکتہ علمِ الٰہی اور تدبیرِ الٰہی کے سامنے اپنی لاعلمی اور بے بسی کا اعتراف مذکور ہوا ہے کہ اہلِ زمین کے متعلق اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کا ارادہ کیا ہے؟ ہم اس سے اپنی لاعلمی اور بے خبری کا اعتراف کرتے ہیں، ہمیں معلوم نہیں ہے کہ اہلِ زمین کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا گیا ہے یا شر اور برائی کا؟ ان کیلئے ہدایت کا فیصلہ کیا گیا ہے یا گمراہی کا؟ ہم نے اپنی ذمہ داری پوری کردی ہے، تمہیں اصل حقیقت سے آگاہ کردیا ہے، خود ہم ایمان لے آئے ہیں اور تمہیں دعوت دے رہے ہیں کہ تم بھی اس ابدی سعادت کو حاصل کرلو، اسے قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار تمہارے پاس ہے۔ ۱۱ اس آیتِ مبارکہ میں جنات کی گفتگو کا نواں نکتہ زمانۂ جاہلیت میں اپنی حالت بیان کرنا ہے کہ جب تک ہمارے پاس اسلام کی دعوت نہیں آئی تھی اور ہمارے کان نغمۂ توحید اور کلام اللہ کی تلاوت سے مانوس اور آشنا نہیں ہوئے تھے، اُس وقت تک ہم جاہلیت کی زندگی گزار رہے تھے، ہم آپس میں پھٹے پڑے تھے، ایک دوسرے پر حملے کرتے اور نقصان پہنچاتے تھے، ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کے حوالے سے بغض اور نفرت تھی، اور ہمارے درمیان ہر طرح کے جنات تھے، کچھ اچھی عادت اور خصلت والے شریف اور شائستہ جنات، اور کچھ شریر و سرکش اور نافرمان قسم کے جنات، لیکن اب وقت آگیا ہے کہ اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہو کر اپنی شرارت اور سرکشی سے توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں میں شامل ہوجائیں۔ ۱۲ اس آیتِ مبارکہ میں جنات کی گفتگو کا دسواں نکتہ اللہ تعالیٰ کی طاقت اور اپنی ناطاقتی پر یقین کا اظہار کرنا مذکور ہوا ہے، انسان سمجھتے ہیں کہ جنات بہت طاقتور ہیں اور ان کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں ہے، جبکہ جنات اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ اب ہماری سمجھ میں یہ بات آچکی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو عاجز اور مغلوب ہرگز نہیں کرسکتے، ہم اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے، ہم اس سے مقابلہ کر کے اسے ہرا نہیں سکتے، اگر ہم نے اس سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو ہم کسی صورت کامیاب نہیں ہوں گے، ہم اسے تھکا نہیں سکتے، لیکن ہم خود بری طرح تھک جائیں گے چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ جس مخلوق نے بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے اکڑفوں دکھانے کی کوشش کی، اُس نے خود اپنی تھکاوٹ اور عاجزی کا اعتراف کیا۔ ۱۳ اس آیتِ مبارکہ میں جنات کی گفتگو کا پہلا نکتہ دوبارہ دہرایا گیا ہے جس میں وہ اپنے مخاطب جنات کو اپنی کیفیت سے آگاہ کر رہے ہیں کہ ہم نے تو جب ہدایت اور رحمت پر مبنی کلام اللہ اور نغمۂ توحید کی آواز سنی، اُسی وقت اس نے ہمارے دلوں میں گھر کرلیا اور ہمارے لیے اسے رد کرنا ممکن نہیں رہا، سو ہم اُسی وقت اس پر ایمان لے آئے، اب ہم تمہیں دعوت دیتے ہیں کہ تم بھی اس پر ایمان لے آؤ اور تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ

الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿١٦﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ

الطَّرِيْقَةِ	لَاَسْقَيْنٰهُمْ	مَّآءً	غَدَقًا ﴿١٦﴾	لِّنَفْتِنَهُمْ	فِيْهِ	وَ	مَنْ	يُّعْرِضْ
راستے کے	البتہ ہم پلائیں گے انہیں	پانی	بھرا ہوا	تا کہ ہم انہیں آزمائیں	اسمیں	اور	جو کوئی	منہ پھیرے

چلتے رہے تو ہم انہیں خوب بھرے ہوئے پانی سے سیراب کریں گے۔ ﴿١٦﴾ تا کہ ہم اُنہیں اُس کے حوالے سے آزمائیں، اور جو شخص اپنے رب کے

عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا

عَنْ	ذِكْرِ	رَبِّهٖ	يَسْلُكْهُ	عَذَابًا	صَعَدًا ﴿١٧﴾	وَّ	اَنَّ	الْمَسٰجِدَ	لِلّٰهِ	فَلَا
سے	یاد کے	اپنے رب کی	ڈال دے گا وہ اسے	عذاب میں	چڑھتے	اور	بیشک	مسجدیں	اللہ کیلئے	سو مت

ذکر سے منہ موڑے گا، وہ اُسے چڑھتے ہوئے عذاب میں ڈال دے گا۔ ﴿١٧﴾ اور یہ کہ مسجدیں اللہ کیلئے ہیں، سو تم

تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿١٨﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا

تَدْعُوْا	مَعَ	اللّٰهِ	اَحَدًا ﴿١٨﴾	وَّ	اَنَّهٗ	لَمَّا	قَامَ	عَبْدُ	اللّٰهِ	يَدْعُوْهُ	كَادُوْا
پکارو تم	ہمراہ	اللہ کے	کسی ایک کو	اور	بیشک بات یہ ہے	جب	کھڑا ہوتا ہے	بندہ	اللہ کا	پکارتا ہے اسے	قریب ہیں

اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔ ﴿١٨﴾ اور یہ کہ جب بھی اللہ کا بندہ کھڑا ہو کر اُسے پکارتا ہے تو لوگ اُن کے پاس

ع ١٩ ١١

يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ

يَكُوْنُوْنَ	عَلَيْهِ	لِبَدًا ﴿١٩﴾	قُلْ	اِنَّمَآ	اَدْعُوْا	رَبِّيْ	وَ	لَآ	اُشْرِكُ	بِهٖٓ
وہ ہو جاتے	اس پر	رش لگانے	تُو کہہ	وہ تو صرف	میں پکاروں گا	اپنے رب کو	اور	نہیں	شریک کروں گا	اس کے ساتھ

رش لگانے لگتے ہیں۔ ﴿١٩﴾ (اے نبی ! صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ میں تو اپنے رب کو ہی پکاروں گا اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں

اَحَدًا ﴿٢٠﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿٢١﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ

اَحَدًا ﴿٢٠﴾	قُلْ	اِنِّيْ	لَآ	اَمْلِكُ	لَكُمْ	ضَرًّا	وَّ	لَا	رَشَدًا ﴿٢١﴾	قُلْ	اِنِّيْ	لَنْ
کسی ایک کو	تُو کہہ	بیشک میں	نہیں	مالک ہوں	تمہارے لئے	کسی نقصان کا	اور	نہ	کسی نفع کا	تُو کہہ	بیشک میں	ہرگز نہ

ٹھہراؤں گا۔ ﴿٢٠﴾ اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ فرما دیجئے کہ میں تمہارے کسی نقصان یا نفع کا مالک نہیں ہوں۔ ﴿٢١﴾ اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ فرما دیجئے کہ مجھے

يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿٢٢﴾ اِلَّا بَلٰغًا

يُّجِيْرَنِيْ	مِنَ	اللّٰهِ	اَحَدٌ	وَّ	لَنْ	اَجِدَ	مِنْ	دُوْنِهٖ	مُلْتَحَدًا ﴿٢٢﴾	اِلَّا	بَلٰغًا
پناہ دے گا مجھے	سے	اللہ کے	کوئی ایک	اور	ہرگز نہ	پاؤں گا میں	سے	اس کے علاوہ	کوئی پناہ گاہ	مگر	پہنچانا

اللہ کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے گا، اور اُس سے چھوڑ کر مجھے کہیں کوئی پناہ گاہ ہرگز نہ ملے گی۔ ﴿٢٢﴾ سوائے اِس کے کہ اللہ کی

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی وجہ سے تمہیں کسی قسم کے نقصان کا سامنا ہرگز نہیں کرنا پڑے گا، خواہ اس نقصان کا تعلق دنیا سے ہو یا دین سے، نیز ہر قسم کی زبردستی، ظلم اور ناانصافی سے محفوظ اور بے خوف ہو جاؤ گے۔ ﴿١٤﴾ ﴿١٥﴾ ان آیتوں میں جنات کے اندر مسلم اور غیر مسلم کی تقسیم کا حوالہ دیا گیا ہے، انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ ہمارے اندر بھی کچھ جنات مسلمان ہیں اور کچھ غیر مسلم ہیں، غیر مسلموں کو انہوں نے ناانصافی کرنے والوں سے تعبیر کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس شخص کے پاس اسلام کی دعوت پہنچے اور اس دعوت کو رد کرنے کیلئے اس کے پاس کوئی معقول جواز اور دلیل موجود نہ ہو، اس کے باوجود وہ اس دعوت کو رد کر دے تو اس سے بڑی ناانصافی اور ظلم کیا ہوگا؟ علاوہ ازیں وہ اپنی قوم کو یہ بھی بتا رہے ہیں کہ جو شخص دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور دعوتِ اسلام کو قبول کر لیتا ہے، اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس نے سوچ بچار کر کے بہت سے راستوں میں سے سیدھے اور صحیح راستے کا انتخاب کیا ہے، حق کی تلاش اور جستجو میں پھرنے والے لوگ اپنے اندر صحیح راستے کے انتخاب کا جذبہ رکھتے ہیں اور اسلام قبول کرنے والے لوگ اس جذبے کی تکمیل کرتے ہیں، لیکن جو لوگ اسلام کی دعوت کو قبول نہیں کرتے اور سیدھے راستے کو چھوڑ دیتے ہیں تو پھر صراطِ مستقیم کو ترک کرنے کے بعد جتنے بھی راستے بچتے ہیں، وہ سب جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں اور ایسے لوگ جہنم کا ایندھن بنتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا ﴿١٦﴾ ﴿١٧﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو اصول بیان کیے گئے ہیں، اس سے پہلے جنات کا اپنی قوم کو اسلام قبول کرنے کیلئے دعوت دینا اور اس کیلئے ان کے سامنے ان کے ماضی، حال اور مستقبل کا حوالہ دینا مذکور ہوا تھا، یہاں جو دو اصول بیان کیے گئے ہیں، وہ جنات کیلئے بھی ہیں اور انسانوں کیلئے بھی ہیں، پہلا اصول یہ کہ اگر یہ لوگ سیدھے راستے پر ثابت قدمی کے ساتھ گامزن رہیں گے، صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر شیطانی شاہراہوں پر سفر کرنے سے گریز کریں گے اور ہر مشکل کو خندہ پیشانی سے برداشت کر کے دین اسلام پر قائم رہیں گے تو ہم انہیں خوب اچھی طرح پانی پلا کر سیراب کر دیں گے، پانی کے بغیر چونکہ انسان تو کیا کوئی مخلوق بھی زندہ نہیں رہ سکتی، اس لیے خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر فرما دیا، مراد یہ ہے کہ ہم انہیں ہر طرح کی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے سرفراز کریں گے، دوسرا اصول یہ کہ جو شخص اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرے گا، اللہ تعالیٰ اُسے چڑھتے ہوئے عذاب میں مبتلا کر دے گا، ذکر سے اعراض کرنے کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ وہ تسبیح پکڑ کر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کا ذکر ایک ایسی چیز ہے جو انسان کی پوری زندگی کا احاطہ کرتی ہے اور مطلب یہ ہے کہ انسان کوئی بھی کام کرنے یا بات کہنے یا قدم اٹھانے لگے تو اسے فوراً اللہ کی یاد آ جائے اور وہ پہلے یہ سوچے کہ میرا رب اس پر مجھ سے راضی ہوگا یا ناراض، اس کے بعد اگر اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا نظر آئے تو وہ کام کر لے اور اگر ناراضی ہو تو اسے چھوڑ دے، جہاں تک تعلق ہے چڑھتے عذاب کا تو اس کا معنی یہ ہے کہ اسے نہایت بلند و بالا پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے کی سزا دی جائے گی جہاں تک پہنچنا نہایت تکلیف دہ اور صبر آزما ہوگا اور جب وہ ہزار دقتوں کے ساتھ اس کی چوٹی پر پہنچے گا تو پھسل کر گر پڑے گا اور پھر دوبارہ اوپر چڑھنے کی کوشش میں مصروف ہو جائے گا، یہی سلسلہ ہمیشہ چلتا رہے گا، درمیان میں اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت اہم پہلو کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے امتحان لینے کے طریقے مختلف ہیں، وہ کبھی کسی سے کوئی چیز واپس لیکر آزماتا ہے اور کبھی کسی کو کوئی چیز دے کر آزماتا ہے، اہلِ مکہ کو ایک مرتبہ اس نے قحط کے ساتھ آزمایا ہے اور اب وہ انہیں بارشوں سے سیراب کر کے آزمائے گا۔ ﴿١٨﴾ اس آیت مبارکہ میں مساجد کے حوالے

مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ

مِنَ	اللّٰهِ	وَ	رِسٰلٰتِهٖ	وَ	مَنْ	يَّعْصِ	اللّٰهَ	وَ	رَسُوْلَهٗ	فَاِنَّ	لَهٗ	نَارَ	جَهَنَّمَ
سے	اللہ کے	اور	اس کے پیغامات کے	اور	جو کوئی	نافرمانی کرے	اللہ کی	اور	اس کے پیغمبر کی	تو بیشک	اس کیلئے	آگ	جہنم کی

طرف سے پہنچانا اور اس کی پیغام بری کرنا ہے ، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا ، اُس کیلئے جہنم کی آگ ہے ،

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۝۲۳ ؕ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ

خٰلِدِيْنَ	فِيْهَآ	اَبَدًا ۝۲۳	حَتّٰٓى	اِذَا	رَاَوْا	مَا	يُوْعَدُوْنَ	فَسَيَعْلَمُوْنَ
ہمیشہ رہنے والے	اُسمیں	ہمیشہ	یہاں تک کہ	جب	دیکھ لیں گے	وہ جو	وعدہ کیے گئے	سو عنقریب جان لیں گے وہ

جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہے گا ۔ ۲۳ یہاں تک کہ جب وہ اُس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے تو وہ جان لیں گے

مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۝۲۴ قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا

مَنْ	اَضْعَفُ	نَاصِرًا	وَ	اَقَلُّ	عَدَدًا ۝۲۴	قُلْ	اِنْ	اَدْرِيْٓ	اَقَرِيْبٌ	مَّا
کون	زیادہ کمزور	مدد کرنے والا	اور	زیادہ کم	تعداد میں	تُو کہہ	نہیں	جانتا میں	کیا قریب	وہ جو

کہ کس کے مددگار کمزور اور تعداد میں تھوڑے ہیں ۔ ۲۴ اے نبی ! (ﷺ) ، آپ فرما دیجئے کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ جس چیز کا تم سے

تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ۝۲۵ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى

تُوْعَدُوْنَ	اَمْ	يَجْعَلُ	لَهٗ	رَبِّيْٓ	اَمَدًا ۝۲۵	عٰلِمُ	الْغَيْبِ	فَلَا	يُظْهِرُ	عَلٰى
تم وعدہ کیے گئے	یا	کردے گا	اس کیلئے	میرا رب	کوئی مدت	جاننے والا	غیب کا	سو نہیں	اطلاع دیتا	پر

وعدہ کیا جا رہا ہے ، وہ قریب ہے یا میرا رب اُس کیلئے کوئی مدت مقرر کرے گا ؟ ۲۵ وہ پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے ، سو وہ اپنے غیب کی

غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝۲۶ لا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ

غَيْبِهٖٓ	اَحَدًا ۝۲۶	اِلَّا	مَنِ	ارْتَضٰى	مِنْ	رَّسُوْلٍ	فَاِنَّهٗ	يَسْلُكُ	مِنْ
اپنے غیب کے	کسی ایک کو	مگر	جسے	چن لے وہ	سے	پیغمبر کے	تو بیشک وہ	چلاتا ہے	سے

اطلاع کسی کو نہیں دیتا ۔ ۲۶ سوائے اِس پیغمبر کے جسے وہ پسند کر لے ، کہ وہ اُس کے آگے

بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝۲۷ لا لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ

بَيْنِ	يَدَيْهِ	وَ	مِنْ	خَلْفِهٖ	رَصَدًا ۝۲۷	لِّيَعْلَمَ	اَنْ	قَدْ	اَبْلَغُوْا	رِسٰلٰتِ
درمیان	اس کے ہاتھوں کے	اور	سے	اس کے پیچھے	چوکیدار	تاکہ جان لے وہ	یہ کہ	تحقیق	پہنچادیے انہوں نے	پیغامات

اور پیچھے چوکیداروں کو چلاتا ہے ۔ ۲۷ تاکہ وہ جان لے کہ یقیناً انہوں نے اپنے رب کے پیغامات

سے قرار دیا گیا ہے کہ انہیں اللہ کی عبادت کیلئے مقرر کیا گیا ہے، لہٰذا اُن میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی ہونی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو پکارنا اور اپنا حاجت روا سمجھنا جائز نہیں ہے، اگر کوئی شخص مسجد میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت شروع کر دے یا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو پکارنا شروع کر دے تو اس نے ظلم کیا، دراصل اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ وہ جہاں بھی نماز پڑھنا چاہے، اسے اس کی اجازت ہے، روئے زمین کو اس کیلئے مسجد بنا دیا گیا ہے، نیز زمین کے کسی بھی پاک حصے میں مسجد بنائی جاسکتی ہے، لیکن زمین پر بننے والی ہر عمارت مسجد نہیں ہے، اسی وجہ سے اس کی طرف مسجد کے احکام بھی متوجہ نہیں ہوتے ، البتہ جس جگہ مسجد تعمیر کی گئی ہو، اس کی طرف مسجد کے احکام متوجہ ہو جاتے ہیں اور ان میں سب سے پہلا حکم یہ ہے کہ مسجد کو غیر اللہ کی عبادت ، شرک و بت پرستی اور مظاہر کفر و شرک سے پاک رکھا جائے اور وہاں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی کی جائے ، دیگر احکام کی تفصیل احادیث میں بیان کر دی گئی ہے۔ ۱۹ اس آیت مبارکہ میں عبد اللہ یعنی اللہ کے بندے سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب نبی کرم ﷺ عوام الناس کے کسی اجتماع سے خطاب کیلئے کھڑے ہوتے ہیں ، کفر و شرک اور بت پرستی کی مذمت فرماتے ہیں ، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یکتائی کی دعوت دیتے ہیں، اس کی قدرت اور عظمت بیان کرتے ہیں ، نماز پڑھتے ہیں اور تلاوت کرتے ہیں تو مشرکوں کا بس نہیں چلتا کہ وہ آپ پر حملہ کر دیں ، ان کا ہجوم آپ کے گرد بھیڑ لگا کر کھڑا ہو جاتا ہے اور آپ پر حملہ کرنے کیلئے پر تولنے لگتا ہے، اگلی آیتوں میں ان کے ضمیر کو جھنجھوڑا گیا ہے۔ ۲۰ ۲۱ ان آیتوں میں نبی اکرم ﷺ کی دعوت کا خلاصہ اور ان کی تمام تر کاوش ، مجاہدے اور ریاضت کا مغز بیان کر دیا گیا ہے، اس میں نبی علیہ السلام کی اپنی دعوت پر استقامت کا رنگ بھی نمایاں ہے اور مشرکین کیلئے ایک طرح کی للکار بھی ہے تاکہ انہیں یقین ہو جائے کہ نبی علیہ السلام اپنے اس موقف سے کبھی دستبردار نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ اس میں معمولی سی لچک کا مظاہرہ بھی نہیں کریں گے، پہلا نکتہ یہ ہے کہ میں صرف اپنے رب کو پکاروں گا، اسی سے دعا کروں گا اور اسی کے سامنے اپنی ضروریات رکھوں گا، کیونکہ دعا نہ صرف یہ کہ عبادت بلکہ روح عبادت ہے اور عبادت کا مستحق اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں، لہٰذا میری دعا اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے، کسی اور کیلئے ہرگز نہیں، دوسرا نکتہ یہ کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو کسی صورت بھی شریک نہیں ٹھہراؤں گا، کیونکہ مجھے شرک کی جڑیں ختم کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے، اس لیے مجھے مشرکوں کی ناراضگی کی کوئی پرواہ نہیں ہے، میں شرک نہیں کر سکتا اور بت پرستی کا داغ اپنی پیشانی پر نہیں لگا سکتا، تیسرا نکتہ یہ ہے کہ میں تمہارے کسی نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں، تمہارے نفع اور نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے بھی اس کی توقع نہ رکھنا، جو لوگ پیروں، فقیروں اور گدی نشینوں کو اپنے نفع اور نقصان کا مالک سمجھتے ہیں، انہیں اپنے عقائد کی اصلاح کیلئے فکرمند ہونا چاہیے، چوتھا نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں میری کوئی جائے پناہ نہیں ہے، میں اس سے بھاگ کر کہیں روپوش نہیں ہو سکتا، میرا اس کے علاوہ کسی کے پاس کوئی ٹھکانہ نہیں ہے وہی میری پناہ گاہ ہے، وہی میری حفاظت کرتا ہے اور میں اس کی پناہ میں خود کو آسودہ اور مطمئن محسوس کرتا ہوں، اس لیے مجھے مشرکوں کے معبودوں میں کوئی رغبت اور دلچسپی معلوم نہیں ہوتی ۔ ۲۲ اس آیت مبارکہ میں گزشتہ مضمون سے ایک چیز کو مستثنیٰ کیا گیا ہے، مضمون یہ تھا کہ میں اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا کیونکہ وہی میری حفاظت فرماتا ہے، اگر میں اس سے مقابلہ کرنے لگوں تو اس کی حفاظت سے محروم ہو

رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَىْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾ ع

رَبِّهِمْ	وَ	اَحَاطَ	بِمَا	لَدَيْهِمْ	وَ	اَحْصٰى	كُلَّ	شَىْءٍ	عَدَدًا ﴿۲۸﴾
اپنے رب کے	اور	احاطہ کر لیا اس نے	اس کا جو	ان کے پاس	اور	شمار کر لیا اس نے	ہر ایک	چیز کو	گن کر

پہنچا دیے، اور اُس نے ان چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے جو اُن کے پاس موجود ہیں اور اُس نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے۔ ۲۸

ع ۲ ۹ ۱۲

اٰیاتھا ۲۰ (۷۳) سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ (۳) رُكُوعَاتُهَا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ

يٰٓاَيُّهَا	الْمُزَّمِّلُ ﴿۱﴾	قُمِ	الَّيْلَ	اِلَّا	قَلِيْلًا ﴿۲﴾	نِّصْفَهٗ	اَوِ	انْقُصْ	مِنْهُ
اے	کپڑے میں لپٹنے والے	قیام کر تو	رات کو	مگر	تھوڑا سا حصہ	آدھی رات	یا	کم کر لے تو	اس میں سے

اے کپڑے میں لپٹنے والے! ۱ رات کو" تھوڑا سا حصہ چھوڑ کر" قیام کیا کیجئے۔ ۲ آدھی رات، یا اُس میں سے کچھ حصہ

جاؤں، اس لیے میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا، البتہ میرے ذمے جو کام لگایا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی وحی، اس کے پیغامات، اس کی تعلیمات اور اس کے احکامات اس کی مخلوق کو پہنچانا اور فریضہ نبوت و رسالت کی ادائیگی کا اہتمام کرنا، سو میں یہ کام کرتا رہوں گا، آگے لوگوں کی مرضی ہے کہ وہ اسے قبول کریں یا نہ کریں، قبول کرنے والے فائدہ اٹھائیں گے اور مسترد کر کے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے والے ہمیشہ کیلئے جہنم کے مستحق قرار پائیں گے۔ ۲۴ اس آیت مبارکہ میں مشرکین مکہ کی ایک دھمکی کا جواب دیا گیا ہے، وہ مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ تم لوگ اس قدر لاغر اور کمزور ہو کہ اپنی مدد نہیں کر سکتے، تم اپنے پیغمبر اور دین کی خاطر کیسے ڈٹ جاؤ گے؟ تمہارے مددگار بھی کمزور اور تمہاری تعداد بھی تھوڑی ہے، پھر کس بنیاد پر تم ہمارا مقابلہ کر سکتے ہو؟ سو انہیں جواب دیا گیا ہے کہ جس عذاب کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے، جب وہ ان کی آنکھوں کے سامنے آئے گا، تب ان کی پٹی اترے گی اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس کے مددگار کمزور اور تعداد میں تھوڑے تھے؟ مسلمانوں کے یا مشرکوں کے؟ صرف چند دن انتظار کر لیں، اس کے بعد ان کا انجام ان کی اپنی نگاہوں کے سامنے ہوگا۔ ۲۵ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کے ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر مسلمانوں کا یہ دعویٰ درست ہے کہ کافروں اور مشرکوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا اور وہ انہیں جہنم میں داخل کرے گا تو وہ یہ بتائیں کہ اس کا مقررہ وقت کیا ہے اور وہ عذاب کس دن آئے گا؟ اور قیامت کب قائم ہوگی؟ یہ سوال وہ نبی علیہ السلام سے بھی بار بار کرتے تھے، اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ، آپ انہیں بتا دیجئے کہ میرے پاس اس کا علم نہیں ہے کہ قیامت اور عذاب جہنم قریب ہے یا ابھی اللہ تعالیٰ اس میں مزید کچھ مہلت اور وقفہ کرے گا، چونکہ قیامت اُس نے برپا کرنی ہے لہٰذا یہ فیصلہ بھی اسی نے کرنا ہے کہ وہ اسے کب برپا کرے گا؟ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ۲۶ ۲۸ ان آیتوں میں علم غیب کے حوالے سے ایک نہایت واضح بات فرما دی گئی ہے جس سے اس مسئلے کا تصفیہ ہو جاتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور بھی عالم الغیب ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ لوگوں کے درمیان مناظرے اور مجادلے کی شکل اختیار کر چکا ہے، حالانکہ واضح بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا خالق و مالک ہے، وہ وحی لانے والے فرشتے کا بھی خالق ہے اور رسول اکرم ﷺ سمیت تمام انبیاء و رسل کا بھی خالق ہے جن کے پاس وحی بھیجی گئی، چونکہ خالق اور مخلوق برابر نہیں ہو سکتے، اس لیے ان کی صفات بھی ایک دوسرے کے برابر نہیں ہو سکتیں، خالق کی صفات کمال میں سے ایک صفت "علم" ہے، ساری مخلوق کا علم مل کر بھی اس کے علم کے برابر نہیں ہو سکتا اس لیے اصل عالم الغیب وہی ہے، وہ اپنے بھید کی باتیں ہر کسی و ناکس کو نہیں بتاتا، لہٰذا ہر شخص عالم الغیب نہیں ہو سکتا، البتہ وہ اپنے بندوں میں سے اپنے لیے کچھ قاصد اور پیغامبر منتخب کر لیتا ہے، یہ قاصد فرشتوں میں سے بھی ہوتے ہیں اور انسانوں میں سے بھی، وہ ان قاصدوں اور پیغامبروں کو اپنے بھید کی باتیں بتاتا ہے، کسی کو کم اور کسی کو زیادہ، پھر جب وہ اپنے قاصد فرشتوں کو اپنے پیغمبروں کے پاس وحی اور بھید کی باتیں دے کر بھیجتا ہے تو اس کی حفاظت کیلئے آگے پیچھے بہت سے فرشتوں کو بھی بھیجتا ہے تاکہ وہ فرشتے اس بات کی ضمانت اور گواہی دیں کہ قاصد نے پیغام پہنچا دیا ہے، اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت تو نہیں ہے کیونکہ اس نے ہر چیز کا احاطہ بھی کیا ہوا ہے اور ہر چیز کی گنتی بھی کر رکھی ہے، لیکن وحی کی اہمیت اور پیغام الٰہی کے تقدس کی وجہ سے ایسا کیا جاتا ہے، سو جس شخص کے پاس اللہ تعالیٰ نے جتنا علم غیب بھیج دیا، اسے اتنی باتوں کا علم غیب حاصل ہو گیا اور ان میں سب سے زیادہ علم غیب اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا و مولیٰ جناب رسول اکرم ﷺ کو عطا فرمایا، اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ انسانوں میں بلکہ تمام مخلوق میں سب سے بڑے عالم الغیب نبی علیہ السلام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ اپنے بھید کی باتیں بتائیں اور وہ نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے بتانے سے معلوم ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ کو اس بات کا مکمل اختیار ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے، جتنا چاہے علم عطا فرما دے۔ واللہ اعلم الحمد للہ! آج مؤرخہ ۱۴ نومبر ۲۰۱۹ء بروز جمعرات

سورۃ المزمل

سورۂ مزمل مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۸۳۸، کلمات ۲۸۵، آیات ۲۰ اور رکوعات ۲ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی" المزمل " کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ مزمل رکھا گیا، اس کا لفظی معنی چادر اوڑھنا ہے، یہاں نبی علیہ السلام کو پیار سے "المزمل" کا خطاب دیا گیا ہے جس کی وجہ سے یہ لفظ نبی علیہ السلام کے اسماء گرامی میں شامل ہو گیا ہے، اصولی طور پر اس سورت میں "قیام اللیل" ہی مرکزی عنوان ہے، سورت کی آخری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں قیام اللیل فرض تھا، بعد میں بیماروں، کمزوروں اور حاجت مندوں کی رعایت کر کے اس کی فرضیت کو ختم کر دیا گیا، البتہ قیام اللیل کا مسنون ہونا اب بھی باقی ہے اور ترقی مدارج اور درجات کی بلندی کیلئے اس کا سب سے زیادہ مؤثر نسخہ ہونا ثابت ہو چکا ہے، اس لیے ہر شخص اپنی ہمت اور توفیق کے مطابق اس کا معمول اختیار کرے۔ ۱ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو "المزمل" کے منفرد نام سے مخاطب کیا گیا ہے، اس کا معنی سورت کے ابتدائی تعارف میں بیان ہو چکا ہے، یعنی چادر اوڑھنا، اس میں دراصل اس واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو اعلان نبوت کے بالکل آغاز میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ پیش آیا، جب آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو جسم مبارک پر کپکپی طاری تھی، گھر واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "زملونی زملونی" یعنی مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو، لفظ "المزمل" اسی سے نکلا ہے اور اس میں نبی علیہ السلام کو وہ زمانہ یاد دلایا گیا ہے جب آپ پر نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا تھا، کیسا مبارک آغاز تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کی اصلاح اور ہدایت کیلئے منتخب فرما لیا تھا اور جبریل امین کو اپنا قاصد بنا کر آپ کے پاس وحی دے کر بھیجا تھا، یہ نام مبارک چادر لپیٹنے والوں کے نام بھی ایک پیغام ہے کیونکہ کچھ لوگوں کا چادر لپیٹنا آرام کرنے اور سونے کیلئے ہوتا ہے، سو انہیں قیام اللیل کی تاکید کر دی گئی ہے اور کچھ لوگوں کا چادر لپیٹنا درویشوں اور صوفیوں کا لباس اور ان کی ہیئت اختیار کرنے کیلئے ہوتا ہے، سو انہیں اس لباس اور ہیئت کی لاج رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ۲ ۴ ان آیتوں میں دو حکم دیے گئے ہیں، پہلا حکم قیام اللیل کا ہے اور دوسرا حکم ترتیل قرآن کا ہے، قیام اللیل کا لفظی معنی رات کو اٹھنا اور نماز میں کھڑے ہونا ہے، یہاں مراد تہجد کی نماز ہے، نماز تہجد کی فضیلت اور اس کے اجر و ثواب پر کلام اسی سورت کی آیت نمبر ۲۰ کے ضمن میں آ رہا ہے، یہاں صرف اتنی بات سمجھ لینی چاہیے کہ قیام اللیل کی تاکید کا منشا یہ ہے کہ انسان اپنی رات کو دو حصوں میں تقسیم کرے، ایک حصہ آرام کیلئے رکھے اور دوسرا حصہ اللہ کی عبادت اور اس سے

قَلِيلًا ۝٣ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝٤ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ

قَلِيلًا۝	أَوْ زِدْ	عَلَيْهِ	وَ	رَتِّلِ	الْقُرْآنَ	تَرْتِيلًا۝	إِنَّا	سَنُلْقِي	عَلَيْكَ
تھوڑا سا	یا اضافہ کرلے تو	اس پر	اور	ٹھہر ٹھہر کر پڑھ	قرآن کو	ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا	بیشک ہم	عنقریب القاء کریں گے	تجھ پر

کم کر لیجئے۔ ۳ یا اُس پر کچھ اضافہ کر لیجئے، اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کیجئے۔ ۴ بیشک ہم آپ پر ایک بھاری کلام

قَوْلًا ثَقِيلًا ۝٥ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا ۝٦ إِنَّ

قَوْلًا	ثَقِيلًا۝	إِنَّ	نَاشِئَةَ	اللَّيْلِ	هِيَ	أَشَدُّ	وَطْئًا	وَ	أَقْوَمُ	قِيلًا۝	إِنَّ
ایک کلام	بھاری	بیشک	اٹھنا	رات کو	وہ	زیادہ سخت	روندنے میں	اور	زیادہ سیدھا	بات کہنے میں	بیشک

القاء کرنے والے ہیں۔ ۵ یقیناً رات کو اٹھنا نفس کو سب سے زیادہ روندتا ہے اور بات بھی سیدھی نکلتی ہے۔ ۶ کیونکہ

لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۝٧ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ

لَكَ	فِي	النَّهَارِ	سَبْحًا	طَوِيلًا۝	وَاذْكُرِ	اسْمَ	رَبِّكَ	وَ	تَبَتَّلْ	إِلَيْهِ
تیرے لئے	بیچ	دن کے	مصروفیت	طویل	اور یاد کرتو	نام	اپنے رب کا	اور	کٹ جاتو	اس کیطرف

دن میں تو آپ کی طویل مصروفیت رہتی ہے۔ ۷ اور اپنے رب کا نام لیا کیجئے، اور سب سے کٹ کر اُسی کی طرف

تَبْتِيلًا ۝٨ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝٩

تَبْتِيلًا۝	رَبُّ	الْمَشْرِقِ	وَ	الْمَغْرِبِ	لَا	إِلَٰهَ	إِلَّا	هُوَ	فَاتَّخِذْهُ	وَكِيلًا۝
کٹ جانا	رب	مشرق کا	اور	مغرب کا	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہی	سو بنالے تو اس کو	کارساز

چلے آیئے۔ ۸ وہ مشرق اور مغرب کا رب ہے، اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، سو اسی کو اپنا کار ساز بنا لیجئے۔ ۹

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ۝١٠ وَذَرْنِي

وَاصْبِرْ	عَلَىٰ	مَا	يَقُولُونَ	وَاهْجُرْهُمْ	هَجْرًا	جَمِيلًا۝	وَ	ذَرْنِي
اور صبر کرتو	پر	اس کے جو	وہ کہتے ہیں	اور چھوڑدے اُنہیں	چھوڑنا	بھلے طریقے سے	اور	چھوڑدے مجھے

اور وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں، اُس پر صبر کیجئے، اور بھلے طریقے سے اُنہیں چھوڑ دیجئے۔ ۱۰ اور مجھے اور اُن

وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ۝١١ إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا

وَ	الْمُكَذِّبِينَ	أُولِي النَّعْمَةِ	وَ	مَهِّلْهُمْ	قَلِيلًا۝	إِنَّ	لَدَيْنَا	أَنْكَالًا
اور	جھٹلانے والوں کو	راحتوں والوں کو	اور	مہلت دے انہیں	تھوڑی سی	بیشک	ہمارے پاس	بیڑیاں

تکذیب کرنے والوں کو چھوڑ دیجئے جو راحتوں میں ہیں، اور اُنہیں تھوڑی سی مہلت دیدیجئے۔ ۱۱ کیونکہ ہمارے پاس بیڑیاں

مناجات کیلئے رکھے، ساری رات سو کر بھی نہ گزارے اور ساری رات قیام و عبادت میں بھی نہ گزارے، اعتدال پر مبنی شریعت کی یہ ایسی تعلیم ہے جس میں انسانی جسم کا حق بھی تسلیم کیا گیا ہے اور اسے اپنے رب کے ساتھ تعلق مضبوط کرنے کا راستہ بھی فراہم کیا گیا ہے، اس لیے یہ فرمایا گیا ہے کہ آدھی رات قیام کیجئے، یا اس وقت میں کچھ کمی کر کے ایک تہائی رات قیام فرمالیں، یا اس میں کچھ اضافہ کر کے دو تہائی رات قیام فرما لیں، اس کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ معمول تو ایک مقررہ وقت کا ہی ہو، لیکن موقع محل کی مناسبت سے اس میں تبدیلی کر لی جائے، مثلاً بیماری یا سفر کی حالت میں وقت کم یا زیادہ کر لیا جائے، اور ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ہر شخص اپنی ہمت کے مطابق وقت مقرر کر لے، کیونکہ ہر انسان کی ہمت ایک جیسی نہیں ہوتی، سو جس شخص کی ہمت آدھی رات تک قیام کرنے کی ہو، وہ آدھی رات تک قیام کر لے اور جس کی ہمت کم یا زیادہ وقت کی ہو، وہ اتنے وقت کا اہتمام کر لے، دوسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ قرآن کریم کو خوب اچھی طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے، یعنی قرآن کریم کی تلاوت اس طرح کی جائے کہ اس کا ایک ایک حرف سمجھ میں آئے، اس کے مخارج اور صفات کا خوب اہتمام کیا جائے، تلاوت کے آداب واحکام کی رعایت کی جائے اور یہ تصور کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ہم کلام ہے اور مجھ سے باتیں کر رہا ہے، تاکہ تلاوت کی لذت اور مزہ آئے اور نت نئے معانی کی طرف ذہن متوجہ ہوتا رہے۔

۵ اس آیت مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو مستقبل کے حوالے سے ذہنی طور تیار کیا گیا ہے کہ آپ پر نزول وحی کے جس سلسلے کا آج آغاز ہوا ہے اور آپ کو نبوت ورسالت کی جن ذمہ داریوں پر مقرر کیا گیا ہے، یہ سلسلہ بتدریج آگے بڑھے گا، آپ کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہوگا اور آپ کے درجات بھی بلند ہوتے جائیں گے، کیونکہ ہم آپ پر "قول ثقیل" کی ذمہ داری ڈالنے والے ہیں، قول ثقیل کا لفظی معنی بھاری بول، بھاری کلام ہے، یہاں مراد قرآن کریم ہے، قرآن کریم کو قول ثقیل قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ زمین وآسمان نے اس کی ذمہ داری اٹھانے سے انکار کردیا تھا، اگر اسے پہاڑوں پر نازل کیا جاتا تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہوکر بکھر جاتے، ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نبی علیہ السلام پر جب نزول وحی کی کیفیت طاری ہوتی اور اُس وقت اگر نبی علیہ السلام اونٹنی پر تشریف فرما ہوتے تو وہ بوجھ برداشت نہ کرپاتی اور بیٹھ جاتی اور خود نبی علیہ السلام پسینے میں تربتر ہوجاتے تھے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے ''قول ثقیل'' اس کی اہمیت اور عظمت کی وجہ سے قرار دیا گیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں ثقیل کا لفظ ہی عظیم کے معنی میں ہو، اس صورت میں کسی توجیہ اور تاویل کی ضرورت ہی نہیں رہے گی اور آیت کا معنی یہ ہوگا کہ ہم آپ پر ایک عظیم کلام کی ذمہ داری ڈالنے والے ہیں کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ آپ اس ذمہ داری کو نبھانے کی مکمل صلاحیت رکھتے ہیں۔ ۶ اس آیت مبارکہ میں شب بیداری کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے، یوں تو بہت سارے لوگ شب بیداری کرتے ہیں اور ساری رات جاگتے ہیں، ان میں سے کچھ لوگوں کا جاگنا شیطان کو خوش کرنے کیلئے ہوتا ہے، چنانچہ وہ پوری رات رقص وسرور اور شراب وشباب کے ساتھ گزار دیتے ہیں، ان کی شب بیداری ان کیلئے باعث ہلاکت ہے، کچھ لوگوں کا جاگنا تو عبادت کیلئے ہوتا ہے، لیکن پھر ان میں سے کچھ لوگ شہرت اور ریا کاری کا جذبہ رکھتے ہیں، ان کا جاگنا ان کیلئے باعث حسرت ہے اور کچھ لوگ اپنے رب کو راضی کرنے کے جذبے سے رات کو جاگتے ہیں، ان کا جاگنا ان کیلئے باعث اجر وثواب ہے، اس تیسرے گروہ کو گمراہ کرنے کیلئے شیطان اپنی ساری توانائیاں خرچ کرتا ہے، انہیں تھپکیاں دے کر سلاتا ہے، انہیں تھکاوٹ کا احساس دلاتا ہے اور انہیں یہ کہہ کر ورغلاتا ہے کہ تہجد کی نماز فرض تو نہیں ہے زیادہ سے زیادہ سنت ہے، اگر نہ پڑھی جائے تو کون سا

وَّجَحِیۡمًا ﴿١٢﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿١٣﴾ یَوۡمَ تَرۡجُفُ

وَ	جَحِیۡمًا ﴿١٢﴾	وَ	طَعَامًا	ذَا غُصَّةٍ	وَ	عَذَابًا	اَلِیۡمًا ﴿١٣﴾	یَوۡمَ	تَرۡجُفُ
اور	بھڑکتی آگ	اور	کھانا	کانٹے والا	اور	عذاب	دردناک	جس دن	کانپے گی

اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ ﴿١٢﴾ اور گلے میں اٹک جانے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے۔ ﴿١٣﴾ جس دن زمین اور

الۡاَرۡضُ وَالۡجِبَالُ وَكَانَتِ الۡجِبَالُ كَثِیۡبًا مَّهِیۡلًا ﴿١٤﴾ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ

الۡاَرۡضُ	وَ	الۡجِبَالُ	وَ	كَانَتِ	الۡجِبَالُ	كَثِیۡبًا	مَّهِیۡلًا ﴿١٤﴾	اِنَّاۤ	اَرۡسَلۡنَاۤ
زمین	اور	پہاڑ	اور	ہوجائیں گے	پہاڑ	ریت کا ٹیلا	پھسلتا ہوا	بیشک ہم	بھیجا ہم نے

پہاڑ کانپنے لگیں گے، اور پہاڑ ریت کے ایسے ٹیلے بن جائیں گے جن پر قدم نہ جمتے ہوں گے۔ ﴿١٤﴾ بیشک ہم نے تمہاری طرف

اِلَیۡكُمۡ رَسُوۡلًا ۙ شَاهِدًا عَلَیۡكُمۡ كَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا ﴿١٥﴾

اِلَیۡكُمۡ	رَسُوۡلًا	شَاهِدًا	عَلَیۡكُمۡ	كَمَاۤ	اَرۡسَلۡنَاۤ	اِلٰی	فِرۡعَوۡنَ	رَسُوۡلًا ﴿١٥﴾
تمہاری طرف	ایک پیغمبر	گواہی دینے والا	تم پر	جیسا کہ	ہم نے بھیجا	طرف	فرعون کے	ایک پیغمبر

ایک پیغمبر بھیجا جو تمہارے متعلق گواہی دینے والا ہے، جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف بھی ایک پیغمبر بھیجا تھا۔ ﴿١٥﴾

فَعَصٰی فِرۡعَوۡنُ الرَّسُوۡلَ فَاَخَذۡنٰهُ اَخۡذًا وَّبِیۡلًا ﴿١٦﴾ فَكَیۡفَ

فَعَصٰی	فِرۡعَوۡنُ	الرَّسُوۡلَ	فَاَخَذۡنٰهُ	اَخۡذًا	وَّبِیۡلًا ﴿١٦﴾	فَكَیۡفَ
سو نافرمانی کی	فرعون نے	پیغمبر کی	سو پکڑلیا ہم نے اسے	پکڑ	وبال کی	سو کیونکر

تو فرعون نے پیغمبر کی نافرمانی کی، سو ہم نے اُسے اس طرح پکڑ لیا جیسے وبال کی پکڑ ہوتی ہے۔ ﴿١٦﴾ اگر تم

تَتَّقُوۡنَ اِنۡ كَفَرۡتُمۡ یَوۡمًا یَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِیۡبًا ﴿١٧﴾ السَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ

تَتَّقُوۡنَ	اِنۡ	كَفَرۡتُمۡ	یَوۡمًا	یَّجۡعَلُ	الۡوِلۡدَانَ	شِیۡبًا ﴿١٧﴾	السَّمَآءُ	مُنۡفَطِرٌۢ
بچو گے تم	اگر	تم کفر کرتے رہے	اس دن	کردے گا وہ	بچوں کو	بوڑھا	آسمان	پھٹ جائیگا

کفر ہی کرتے رہے تو اُس دن سے کیونکر بچ سکو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ ﴿١٧﴾ اُس دن آسمان پھٹ

بِهٖ ؕ كَانَ وَعۡدُهٗ مَفۡعُوۡلًا ﴿١٨﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی

بِهٖ	كَانَ	وَعۡدُهٗ	مَفۡعُوۡلًا ﴿١٨﴾	اِنَّ	هٰذِهٖ	تَذۡكِرَةٌ	فَمَنۡ	شَآءَ	اتَّخَذَ	اِلٰی
اس سے	ہے	اس کا وعدہ	پورا ہونے والا	بیشک	یہ	ایک نصیحت	سو جو کوئی	چاہے	بنالے	طرف

جائیگا، یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ ﴿١٨﴾ بیشک یہ تو ایک نصیحت ہے، سو جو چاہے، اپنے رب کی بارگاہ کا

گناہ لازم آئے گا؟ اس کے باوجود اگر کوئی شخص نماز تہجد کیلئے اٹھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے نفس اور شیطان کی تدبیر کو اپنے پاؤں تلے روند کر ناکام بنا دیا ہے، اس لیے نفس پر رات کے وقت اٹھنا نہایت گراں گزرتا ہے لیکن جو شخص اپنے نفس کو اس گرانی اور محنت و مشقت کا عادی بنالیتا ہے، اس کے دل سے نکلنے والی دعا سیدھی اور پر تاثیر ہوتی ہے، ذکر میں اخلاص ہوتا ہے اور زبان سے بھی، سیدھی اور درست بات نکلتی ہے۔ ﴿٧﴾ اس آیت مبارکہ میں نبی ﷺ کا دن مصروف گزرنا بیان کیا گیا ہے، یعنی دن میں تو آپ کی مصروفیت بہت زیادہ رہتی ہے اور آپ کو دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں سفر کی ضرورت بھی پیش آتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیم و تربیت کا خیال بھی رکھنا ہوتا ہے، امامت صغریٰ اور امامت کبریٰ دونوں ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا پڑتا ہے، ازواج مطہرات کی ضروریات کا احساس بھی کرنا پڑتا ہے، آنے والے وفود اور قاصدوں کو بھی وقت دینا پڑتا ہے اس لیے دن میں نوافل کیلئے اتنا زیادہ وقت نکالا نہیں جاسکتا، لیکن اسے مکمل طور پر ترک بھی نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ دن کے وقت میں جن نوافل کی فضیلت آئی ہے، ان کا اہتمام کرنے کی کوشش کی جائے، بقیہ نوافل کیلئے رات کے وقت کا انتخاب کیا جائے۔ ﴿٨﴾ اس آیتِ مبارکہ میں دو حکم دیئے گئے ہیں، پہلا حکم یہ کہ اپنے رب کا ذکر کرتے رہا کرو، کسی لمحے اس کی یاد سے تمہاری زبان غافل نہ ہو اور تمہارا دل ہر لمحے اس کی یاد میں تڑپتا ہو، اس کی یاد میں تمہیں لذت آتی ہو، اس کے ذکر سے تمہاری روح کو تازگی اور ذہن کو بالیدگی نصیب ہوتی ہو، دوسرا حکم یہ ہے کہ ساری مخلوق سے اپنی توجہات ہٹا کر اپنے خالق کو اپنی تمام تر توجہات کا مرکز بنالو، کیونکہ مخلوق سے کچھ نہیں ہوتا، جو کچھ ہوتا ہے وہ خالق سے ہوتا ہے، مخلوق کے ساتھ شفقت، ہمدردی اور ان کے حقوق و فرائض کی بجا آوری اپنی جگہ، لیکن تعلقات اور توجہات کا حقیقی مرکز اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہونا چاہیے۔ ﴿٩﴾ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں اور ان کی مناسبت سے ایک حکم دیا گیا ہے، پہلی صفت یہ کہ وہ مشرق و مغرب کا رب ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شمال اور جنوب کا رب اور مالک کوئی اور ہے اور اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ وہ صرف مشرق اور مغرب کا رب ہے، ان کے درمیان یا ان کے علاوہ جو کچھ ہے، اس کا رب وہ نہیں ہے بلکہ کوئی اور ہے، کیونکہ یہ ایک محاوراتی تعبیر ہے جس کا منشا یہ ہے کہ وہ ہر سمت اور ہر شے کا رب ہے، محاورے میں اس سے کوئی خاص سمت مراد نہیں ہوتی، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جو اللہ مشرق اور مغرب کا رب ہوسکتا ہے، سوال یہ ہے کہ وہی اللہ شمال اور جنوب کا رب کیوں نہیں ہوسکتا؟ مشرق اور مغرب کے درمیان یا اس کے علاوہ جو کچھ ہے، وہ ان سب کا رب کیوں نہیں ہوسکتا؟ معلوم ہوا کہ وہی ہر چیز کا رب ہے، دوسری صفت یہ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہی معبود حقیقی ہے اور وہی عبادت کے لائق و مستحق ہے، سو جب اللہ تعالیٰ ان دونوں صفتوں سے موصوف ہے تو آپ پر لازم ہے کہ اسی کو اپنا کارساز اور وکیل بنائیں اور یقین رکھیں کہ وہی آپ کے بگڑے ہوئے کام سنوارے گا، اس کے علاوہ کوئی بگڑے ہوئے کاموں کو نہیں سنوار سکتا۔ ﴿١٠﴾ اس آیت مبارکہ میں نبی ﷺ کو دو حکم دیئے گئے ہیں، یہی دونوں حکم ہر داعی اور مبلغ کیلئے ہیں، پہلا یہ کہ لوگوں کی تکلیف دہ اور دل دکھانے کی باتوں پر صبر کیجئے، اس لیے کہ اگر مبلغ اور داعی ہی لوگوں کی ایذا رسانی پر صبر نہ کرے تو وہ دوسروں کو صبر کی تلقین کیسے کر سکے گا؟ اگر وہی لوگوں کو جواب دینا شروع کردے تو پھر اس میں اور عام لوگوں میں کیا فرق رہ جائے گا اور اگر وہ صبر و استقامت سے کام نہیں لے گا تو بلند درجات حاصل کرنے میں کیونکر کامیاب ہوگا؟ دوسرا حکم یہ کہ مخالفت اور دشمنی کرنے والوں کو اچھے طریقے

رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝۱۹ ؏ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ

رَبِّهٖ	سَبِيْلًا	اِنَّ	رَبَّكَ	يَعْلَمُ	اَنَّكَ	تَقُوْمُ	اَدْنٰى	مِنْ	ثُلُثَيِ	الَّيْلِ
اپنے رب کے	راستہ	بیشک	تیرا رب	جانتا ہے	کہ بیشک تو	کھڑے ہوتا ہے	قریب	سے	دو تہائی	رات کے

راستہ پکڑ لے ۔ ۱۹ بیشک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ دو تہائی رات کے قریب قیام کرتے ہیں ،

وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ۭ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ

وَ	نِصْفَهٗ	وَ	ثُلُثَهٗ	وَ	طَآئِفَةٌ	مِّنَ	الَّذِيْنَ	مَعَكَ	وَ	اللّٰهُ	يُقَدِّرُ	الَّيْلَ
اور	آدھی رات	اور	تہائی رات	اور	ایک گروہ	سے	ان لوگوں کے جو	تیرے ہمراہ	اور	اللہ	اندازہ کرتا ہے	رات کا

اور آدھی رات اور ایک تہائی رات بھی ، اور آپ کے ہمراہ جو لوگ ہیں ، اُن میں سے بھی ایک جماعت قیام کرتی ہے ، اور اللہ ہی رات اور دن کا

وَالنَّهَارَ ۭ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ

وَ	النَّهَارَ	عَلِمَ	اَنْ	لَّنْ	تُحْصُوْهُ	فَتَابَ	عَلَيْكُمْ	فَاقْرَءُوْا	مَا	تَيَسَّرَ
اور	دن کا	جان لیا اس نے	یہ کہ	ہرگز نہ	پورا کر سکو گے تم اسے	سو توجہ کی اس نے	تم پر	سو پڑھ لو تم	وہ جو	آسان ہو

اندازہ مقرر کرتا ہے ، اُسے معلوم ہے کہ تم اسے ہرگز پورا نہ کر سکو گے ، سو وہ تم پر متوجہ ہوا ، لہٰذا اب جتنا آسان ہو ، قرآن

مِنَ الْقُرْاٰنِ ۭ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ

مِنَ	الْقُرْاٰنِ	عَلِمَ	اَنْ	سَيَكُوْنُ	مِنْكُمْ	مَّرْضٰى	وَ	اٰخَرُوْنَ
سے	قرآن کے	جان لیا اس نے	یہ کہ	عنقریب ہوں گے	تم میں سے	بیمار لوگ	اور	کچھ دوسرے

پڑھ لیا کرو ، اُسے معلوم ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ بیمار بھی ہوں گے ، کچھ لوگ

يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ

يَضْرِبُوْنَ	فِي	الْاَرْضِ	يَبْتَغُوْنَ	مِنْ	فَضْلِ	اللّٰهِ	وَ	اٰخَرُوْنَ
سفر کریں گے	بیچ	زمین کے	تلاش کرتے ہوں گے	سے	فضل	اللہ کا	اور	کچھ دوسرے

زمین میں اللہ کا فضل تلاش کرنے کیلئے سفر بھی کریں گے ، اور کچھ لوگ

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۡ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا

يُقَاتِلُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	فَاقْرَءُوْا	مَا	تَيَسَّرَ	مِنْهُ	وَ	اَقِيْمُوا
لڑتے ہوں گے	بیچ	راستے	اللہ کے	سو پڑھ لو تم	وہ جو	آسان ہو	اسمیں سے	اور	قائم کرو تم

اللہ کی راہ میں قتال بھی کرتے ہوں گے ، لہٰذا جتنا آسان ہو ، قرآن کی تلاوت کر لیا کرو ، اور نماز

ع ۱۹ / ۱ / ۱۴

سے چھوڑ کر ان سے کنارہ کشی کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ داعی اور مبلغ انسانوں کی شکایت انسانوں سے کرنا چھوڑ دے گا، لیکن اس کے دل میں ہر وقت اس بات کی فکر زندہ رہے گی کہ کاش! یہ مخالفت اور دشمنی کرنے والا شخص بھی مسلمان ہو جائے، چنانچہ وہ اس کے حق میں ہدایت اور ایمان کی دعائیں کرے گا، ممکن ہے کہ یہ غائبانہ دعائیں اس بھٹکے ہوئے شخص کو نورِ ایمان سے منور کر دیں، لیکن کنارہ کشی شائستہ طریقے سے اور تہذیب کے دائرے میں رہ کر ہونی چاہیے تاکہ دین اور اس کی تعلیمات پر بھی کسی کو حرف گیری کا موقع نہ ملے اور اس کی اذیت سے حفاظت بھی ہو جائے۔ ۱۱ ۱۴ ان آیتوں میں نبی اکرم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ مالداروں، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کا جو طبقہ آپ کی تکذیب پر کمربستہ ہے اور اپنی خوشحالی اور آسودگی پر نازاں ہے، اسے آپ کچھ عرصے کیلئے تھوڑی سی مہلت دید یجئے اور اس کا معاملہ میرے حوالے کر دیجئے، آپ کو ان لوگوں کے حوالے سے فکرمند ہونے اور ان کی باتوں سے غمگین اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میرے پاس ان کا پورا پورا بندوبست موجود ہے، میں نے ان کیلئے بیڑیاں تیار کر رکھی ہیں جو ان کے پاؤں میں ڈالی جائیں گی؟ دہکتی ہوئی آگ ان کیلئے تیار کی گئی ہے جو دنیا کی آگ سے ۶۹ گنا زیادہ گرم ہے ،انہیں غذائی ضروریات کے سلسلے میں جو کھانا فراہم کیا جائے گا، وہ حلق میں اٹکنے والا ہوگا، آسانی کے ساتھ ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا اور اس کے علاوہ بہت سی درد ناک اور عبرتناک سزائیں ان کیلئے تیار کی گئی ہیں، اگر دنیا میں یہ لوگ ہر قسم کی سزاؤں اور آفتوں سے بچ گئے تب بھی ایک ایسا دن آنے والا ہے جب ہر چیز تہہ و بالا ہو جائے گی، زمین میں زلزلہ آ جائے گا، پہاڑ کانپنے لگیں گے، حتیٰ کہ وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور دور سے دیکھنے والوں کو ریت اور مٹی کے بڑے بڑے تودے معلوم ہوں گے جن پر کسی چلنے والے کے قدم نہیں جمتے ، پھر یوں معلوم ہوگا کہ وہ چل رہے ہیں اور کسی نے انہیں پہیئے لگا دیئے ہیں ، پھر یوں معلوم ہوگا کہ وہ ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑتے پھر رہے ہیں، وہ دن تکذیب کرنے والوں کیلئے خوشی اور راحت کا سبب نہیں بنے گا۔ ۱۵ اس آیتِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کو سلسلۂ نبوت کی ایک کڑی قرار دیا گیا ہے، جس کا منشاء یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت پر اعتراض کرنے والے لوگ دراصل پورے سلسلۂ نبوت کو مشکوک بنانا چاہتے ہیں، کیونکہ ایک نبی پر اعتراض تمام انبیاء کرام پر اعتراض کے مترادف ہے اور ایک نبی کا انکار تمام انبیاء کرام کے انکار کے مترادف ہے، کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ ہم نے فرعون کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغامِ حق دیکر بھیجا تھا؟ اور تورات میں رسول اکرم ﷺ کی بعثت کی پیشین گوئی بھی کر دی تھی، آج وہ پیشین گوئی پوری ہو گئی ہے اور اس کا مصداق نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا، سو ہم نے انہیں تمہارے پاس اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور وہ قیامت کے دن تمہارے متعلق گواہی دیں گے جیسا کہ دوسرے پارے کے آغاز میں گزر چکا ہے۔ ۱۶ اس آیتِ مبارکہ میں فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کرنے اور پھر اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ کی گرفت اور پکڑ میں آنے کا ذکر کیا گیا ہے، گویا اہلِ مکہ کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ اگر وہ اپنی روش سے باز نہ آئے، نبی علیہ السلام کی تکذیب اور نافرمانی پر قائم رہے اور توبہ و استغفار کے ذریعے اپنی سابقہ کوتاہیوں کا ازالہ اور ان کی تلافی نہ کی تو انہیں بھی اللہ تعالیٰ کی گرفت اور پکڑ سے کوئی نہ بچا سکے گا، اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت سخت ہے، وہ جسے پکڑ لے اسے کوئی چھڑا نہیں سکتا اور جسے وہ چھوڑ دے، اسے کوئی پکڑ نہیں سکتا، اگر وہ فرعون کو اس کے لشکر سمیت سمندر میں غرق کر سکتا ہے تو وہ مشرکینِ مکہ کو بھی سخت سزا اور وبال میں گرفتار کر سکتا ہے۔

الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا

الصَّلٰوةَ	وَ اٰتُوا	الزَّكٰوةَ	وَ	اَقْرِضُوا	اللّٰهَ	قَرْضًا	حَسَنًا ؕ	وَ	مَا
نماز	اور ادا کرو	زکوۃ	اور	قرض دو	اللہ کو	قرض	عمدہ	اور	وہ جو

قائم کیا کرو ، اور زکوۃ ادا کیا کرو ، اور اللہ کو قرض حسنہ دیا کرو ، اور تم

تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا

تُقَدِّمُوْا	لِاَنْفُسِكُمْ	مِّنْ	خَيْرٍ	تَجِدُوْهُ	عِنْدَ	اللّٰهِ	هُوَ	خَيْرًا
تم آگے بھیجو گے	اپنی جانوں کیلئے	سے	نیکی کے	پاؤ گے تم اسے	پاس	اللہ کے	وہ	زیادہ بہتر

اپنے لئے جو نیکی بھی آگے بھیجو گے ، اُسے اللہ کے یہاں موجود پاؤ گے ، کہ وہی سب سے

وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ ع

وَ	اَعْظَمَ	اَجْرًا ؕ	وَ	اسْتَغْفِرُوا	اللّٰهَ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾
اور	زیادہ بڑا	اجر میں	اور	مغفرت طلب کرو تم	اللہ سے	بیشک	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت مہربان

بہتر اور اجر میں سب سے زیادہ عظیم ہے ، اور اللہ سے مغفرت طلب کیا کرو ، کیونکہ اللہ بہت بخشنے والا ، نہایت مہربان ہے ۔ ﴿۲۰﴾

ع ۲ ۱۴

۱۷ ۱۸ ان آیتوں میں کفر وشرک پر اصرار کرنے والوں کو قیامت کی ہولناکی سے ڈرایا گیا ہے، ان میں سے بہت سارے لوگوں کو ان کے کفر وشرک اور نافرمانی کے باوجود دنیا میں مال و اولاد کی فراوانی اور کثرت سے نوازا جاتا ہے، ان کے پاس ضروریات سے بڑھ کر ہر نوعیت کی سہولیات تک موجود ہوتی ہیں، ہر قسم کا سامان راحت و آسائش وافر مقدار میں موجود ہوتا ہے، انہیں مہنگائی سے کوئی پریشانی ہوتی ہے اور نہ ہی انہیں فاقے کا اندیشہ ستاتا ہے، وہ ہر مصیبت اور تکلیف سے بچے رہتے ہیں، نہایت پرتکلف زندگی گزارتے ہیں اور اپنی تمام خواہشات نہایت آسانی کے ساتھ پوری کر لیتے ہیں، اس کی وجہ سے وہ غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ مستقبل میں بھی انہیں کسی قسم کی تنگی اور پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، اوّل تو انہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کا یقین ہی نہیں ہوتا اور اگر امکانی طور پر وہ اسے فرض کر لیں تب بھی انہیں یہ خوش فہمی رہتی ہے کہ وہاں بھی انہیں دنیا ہی کی طرح پرتکلف زندگی ملے گی، اس پر فرمایا گیا ہے کہ اگر دنیا میں تم اپنے کفر وشرک کی سزا پانے سے بچ گئے ہو تو کیا آخرت کے عذاب سے بچ جاؤ گے؟ دراصل تمہیں قیامت کی ہولناکی کا اندازہ نہیں ہے، وہ اس قدر ہولناک دن ہوگا کہ رنج اور غم کی شدت سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور جوانوں کے سیاہ بال سفید ہو جائیں گے، جیسے دنیا میں بہت سے لوگوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص تو قبل از وقت ہی بوڑھا ہو گیا اور فلاں شخص کے بال اتنی سی عمر میں سفید ہو گئے، یہ اُس شخص کے متعلق کہا جاتا ہے جسے بہت زیادہ رنج وغم اور مصائب کا سامنا ہو، قیامت کے رنج اور غم سے بڑھ کر اور کون سا رنج ہو سکتا ہے؟ پھر اُس دن آسمان بھی پھٹ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں کو لپیٹ کر اپنی مٹھی میں پکڑ لے گا، یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اس کا وعدہ ہر حال میں پورا ہو کر رہے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نصیحت ہے، اب سننے اور پڑھنے والوں کی مرضی ہے کہ وہ اپنے رب کے ساتھ راہ و رسم بڑھا کر اس کے ساتھ اپنے تعلقات کو استوار اور مضبوط کرتے ہیں یا اپنی سابقہ روش پر قائم رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں مکمل اختیار ہے۔ ﴿۲۰﴾ اس آیتِ مبارکہ میں قیام اللیل کے حوالے سے دیئے جانے والے ''حکم'' کو ''ترغیب'' سے تبدیل کر کے مزید چند اہم احکام دیئے گئے ہیں، اس سورت کی دوسری آیت میں قیام اللیل کا جو حکم دیا گیا تھا، اس کی وجہ سے رات کو قیام کرنا اور تہجد کی نماز پڑھنا نبی علیہ السلام اور تمام اہل ایمان پر فرض ہو گیا تھا، نبی علیہ السلام نے بھی اپنی احادیث میں اس کے بے شمار فضائل بیان فرمائے، چنانچہ ایک موقع پر فرمایا کہ تم اپنے اوپر قیام اللیل کو لازم کر لو، کیونکہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا یہی شیوہ رہا ہے، یہ تمہارے رب کی بارگاہ میں تمہارے قرب کا سبب ہے، سابقہ گناہوں کا کفارہ اور آئندہ گناہوں سے روکنے والی چیز ہے، ایک موقع پر فرمایا کہ نمازِ تہجد کیلئے اٹھنے والے کو اللہ تعالیٰ دیکھ کر مسکراتا ہے، ایک موقع پر نمازِ تہجد پڑھنے والوں کو اس امت کے سب سے معزز اور شریف لوگوں میں شمار فرمایا، رات کی آخری گھڑی کو قبولیتِ دعا کا موقع قرار دیا، خلاصہ یہ ہے کہ روحانی ترقی اور مدارج کی بلندی کیلئے نمازِ تہجد اکسیر اور نسخۂ کیمیا کی حیثیت رکھتی ہے اسی بناء پر آغاز میں نمازِ تہجد کو فرض قرار دیا گیا تھا، لیکن چونکہ تمام انسانوں کے حالات ایک جیسے نہیں ہیں اور اسی دین نے تا صبح قیامت لوگوں کی رہنمائی کرنی ہے، اس لیے لوگوں کے حالات کو پیشِ نظر رکھنا بھی ضروری ہے، چنانچہ بعض اوقات انسان بیمار ہو جاتا ہے، یا تجارتی سفر پر چلا جاتا ہے، یا اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے روانہ ہو جاتا ہے اور اس کیلئے آدھی رات، ایک تہائی رات یا دو تہائی رات تک قیام کرنا ممکن نہیں رہتا، نیز یہ کہ سردی کی راتیں بڑی اور گرمی کی راتیں چھوٹی ہوتی ہیں، سردی کی راتوں میں بستر سے نکلنا دشوار ہوتا ہے اور گرمی کی راتوں میں نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے آنکھ نہیں کھلتی، اس ساری صورتحال کے پیشِ نظر تہجد کی فرضیت کو ایک سال کے بعد زیرِ تذکرہ آیت کے ذریعے منسوخ کر دیا گیا، لہٰذا اب نمازِ تہجد امت پر فرض نہیں رہی، البتہ اس کا استحباب اور ترغیب اب بھی باقی ہے، اسی وجہ سے نبی علیہ السلام تا دمِ آخر نمازِ تہجد کا اہتمام فرماتے رہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد ہر زمانے کے نیک لوگ اس کی پابندی کرتے رہے، جو شخص جنت میں بلا حساب داخلے کا خواہش مند ہو، اسے بھی اس نماز کا اہتمام کرنا چاہیے، دوسری آسانی یہ کی گئی کہ تلاوت کی کوئی مقدار متعین کرنے کی بجائے یہ حکم دیدیا گیا کہ نماز میں جس قدر آسانی سے ممکن ہو، قرآنِ کریم کی تلاوت کر لیا کرو، مخصوص سورت اور مخصوص آیتوں کی کوئی قید نہیں ہے، تیسرا حکم یہ دیا گیا کہ نماز قائم کرو، یعنی فرائض کی بھرپور پابندی کرو، اس میں کوتاہی نہ کرو، چوتھا حکم یہ دیا گیا کہ اپنے مال کی فرض زکوٰۃ ادا کیا کرو، پانچواں حکم یہ دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیا کرو یعنی نفلی صدقات وخیرات کا اہتمام بھی کیا کرو، چھٹا حکم یہ دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہا کرو، وہ تمہیں معاف فرما کر تم پر اپنا رحم ضرور فرمائے گا، درمیان میں اس بات کی تسلی دی گئی ہے کہ بڑھ چڑھ کر نیکی کے کاموں میں حصہ لیا کرو، یہ اندیشہ نہ کیا کرو کہ کہیں تمہاری نیکی ضائع نہ ہو جائے، اس لیے کہ تم اللہ کو راضی کرنے کے جذبے سے نیکی کا جو بھی کام کرو گے، وہ تمہارے لیے ذخیرۂ آخرت اور ذریعۂ نجات بنے گا اور جب تم بارگاہِ الٰہی میں پہنچو گے تو تمہارے نیک اعمال تم سے پہلے وہاں موجود ہوں گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں ان پر بہترین اجر وثواب عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے فضل سے مالا مال فرمائے۔ آمین الحمد للہ! آج ۱۴ نومبر ۲۰۱۹ء، بروز جمعرات نماز مغرب

اٰيَاتُهَا ٥٦ — (٧٤) سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ (٤) — رُكُوْعَاتُهَا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ② وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ③ وَثِيَابَكَ

يٰۤاَيُّهَا	الْمُدَّثِّرُ ①	قُمْ	فَاَنْذِرْ ②	وَ	رَبَّكَ	فَكَبِّرْ ③	وَ	ثِيَابَكَ
اے	چادر میں لپٹنے والے	کھڑا ہوجا	سو ڈرا تو	اور	اپنے رب کی	سو بڑائی کر تو	اور	اپنے کپڑوں کو

اے چادر میں لپٹنے والے! [١] اٹھ کر ڈرائیے۔ [٢] اور اپنے رب کی کبریائی بھی کیجئے۔ [٣] اور اپنے کپڑوں کو

فَطَهِّرْ ④ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ⑤ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ⑥ وَلِرَبِّكَ

فَطَهِّرْ ④	وَ	الرُّجْزَ	فَاهْجُرْ ⑤	وَ	لَا	تَمْنُنْ	تَسْتَكْثِرُ ⑥	وَ	لِرَبِّكَ
سو پاک کر تو	اور	گندگی کو	سو چھوڑ دے	اور	مت	احسان کر تو	زیادہ طلب کرنے کو	اور	اپنے رب کیلئے

پاک کر لیجئے۔ [٤] اور گندگی سے دور رہیے۔ [٥] اور اس لئے احسان نہ کیجئے کہ اُس کا زیادہ بدلہ طلب کریں۔ [٦] اور اپنے رب کی

فَاصْبِرْ ⑦ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ⑧ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ⑨

فَاصْبِرْ ⑦	فَاِذَا	نُقِرَ	فِي	النَّاقُوْرِ ⑧	فَذٰلِكَ	يَوْمَئِذٍ	يَّوْمٌ	عَسِيْرٌ ⑨
سو صبر کر تو	سو جب	پھونکا جائیگا	بیچ	صور کے	تو وہ	اس دن	دن	مشکل

خاطر صبر کیجئے۔ [٧] پھر جب صور میں پھونک ماری جائے گی۔ [٨] تو وہ دن بڑا مشکل دن ہوگا۔ [٩]

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ⑩ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ⑪

عَلَى	الْكٰفِرِيْنَ	غَيْرُ	يَسِيْرٍ ⑩	ذَرْنِيْ	وَ	مَنْ	خَلَقْتُ	وَحِيْدًا ⑪
پر	کافروں کے	نہ	آسانی والا	تو چھوڑ دے مجھے	اور	جسے	میں نے پیدا کیا	اکیلا

کافروں پر، وہ آسان دن نہ ہوگا۔ [١٠] آپ مجھے اور اُس شخص کو چھوڑ دیجئے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا ہے۔ [١١]

وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ⑫ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ⑬ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ

وَ	جَعَلْتُ	لَهٗ	مَالًا	مَّمْدُوْدًا ⑫	وَّ	بَنِيْنَ	شُهُوْدًا ⑬	وَّ	مَهَّدْتُّ	لَهٗ
اور	میں نے دیا	اسے	مال	پھیلا ہوا	اور	بیٹے	حاضر باش	اور	میں نے اسباب دیئے	اسے

اور میں نے اُسے ریل پیل کے ساتھ خوب مال دیا۔ [١٢] اور حاضر باش بیٹے دیئے۔ [١٣] اور میں نے اُس کیلئے خوب اسباب

سورۃ المدثر

سورۂ مدثر کی سورت ہے، اس میں کل حروف ١٠١٠، کلمات ٢٥٥، آیات ٥٦ اور رکوع ٢ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی "المدثر" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ مدثر رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنی بھی چادر اوڑھنا ہے اور یہ بھی نبی ﷺ کے اسماء گرامی میں سے ہے، یہ سورت ابتدائی احکامات پر مشتمل ہے، جس میں رب کی کبریائی اور عظمت شان بیان کرنے، کپڑوں اور جسم کی پاکیزگی کا خیال رکھنے اور مصائب پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے، ولید بن مغیرہ کی مذمت کی گئی ہے، جہنم کے انیس فرشتوں کا ذکر کر کے اس تعداد پر مشرکین اور منافقین کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے، نیز واضح کیا گیا ہے کہ انیس کے عدد سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس افواج کی قلت ہے، کیونکہ اس کے لشکروں کی تعداد کو اس کے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا، آخر میں واضح کیا گیا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کے عوض گروی رکھا ہوا ہے، جیسے اعمال کرے گا، اس کے مطابق بدلہ پالے گا، قیامت کے دن ہر مجرم اپنے گناہوں کا خود اعتراف کرے گا لیکن اس کے اس اعتراف کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ [١] [٧] ان آیتوں میں نبی اکرم ﷺ کو پانچ کاموں کیلئے امر اور ایک کام کیلئے نہی کا مخاطب بنایا گیا ہے اور سلسلہ کلام کا آغاز نبی اکرم ﷺ کے نامِ نامی، اسم گرامی "المدثر" سے کیا گیا ہے، اس کا لفظی معنی بھی چادر اوڑھنے والا ہے، جیسا کہ مفسرین کی رائے ہے، اس عاجز کے نزدیک لغت کے اعتبار سے اس کے معنی میں ایک اور نہایت عمدہ تاویل بھی ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ لفظ "المدثر" کا معنی ہے تنکا تنکا جوڑ کر گھونسلہ بنانا، پرندوں کو اپنا گھونسلہ بنانے کیلئے ایک ایک تنکا لانا پڑتا ہے، تب کہیں جا کر ان کا گھونسلہ تیار ہوتا ہے، گویا نبی علیہ السلام کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کر دیا گیا کہ آپ کو بھی ایک ایک تنکا جوڑ کر ایک آشیانہ تعمیر کرنا ہے، ایک ایک ساتھی کو لیکر آنا ہے، اسے جوڑنا ہے اور جماعت مرتب کرنی ہے، اس عمل میں جو محنت درکار ہے، اسے بیان کرنے کیلئے کسی فلسفے کی ضرورت نہیں ہے، اس محنت کا آغاز چھ نکاتی پروگرام سے کرنے کی یہاں تاکید کی گئی ہے، پہلا نکتہ "انذار" ہے، یعنی اٹھ کر لوگوں کو ان کے مستقبل اور انجام سے باخبر کرنا، چونکہ یہ ایک مستقل محنت ہے اور ایک دو مرتبہ کر کے چھوڑ دینے والا عمل نہیں ہے اس لیے یہاں فرمایا گیا ہے کہ اٹھ کر لوگوں کو ڈرائیے، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ داعی اور مبلغ کو اس سلسلے میں مسلسل محنت اور ریاضت سے کام لینا ہوگا اور چین سے بیٹھنے کی بجائے لوگوں کے مستقبل کی فکر کرنا ہوگی، دوسرا نکتہ تکبیر ہے یعنی اپنے رب کی عظمت کبریائی اور بڑائی بیان کرنا اس لیے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں نہیں بیٹھے گی، اس وقت تک اس کے احکام و تعلیمات کی عظمت بھی دل میں نہیں بیٹھے گی، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی عظمت زبان سے بیان کی جائے گی تو وہ دل میں بیٹھے گی، اگر زبان سے اس کی عظمت بیان نہ کی جائے تو دلوں کا اس کی عظمت سے لبریز ہونا آسان نہیں ہے، تیسرا نکتہ تطہیر ہے یعنی اپنے کپڑوں کی صفائی اور ستھرائی کا خیال رکھنا کیونکہ لباس کسی بھی انسان کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے چنانچہ کسی کا لباس دیکھ کر ہی اس کی نفاست اور ذوق کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور لوگ لباس کے ذریعے ہی پہچانے جاتے ہیں، اگر داعی اور مبلغ کا لباس صاف ستھرا نہ ہو اور اس میں سے بدبو آرہی ہو تو مخاطب اس سے متاثر نہیں ہوتا اور اس کی بات میں دلچسپی نہیں لیتا، یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ہر مہذب ادارے اور معاشرے میں لباس کی صفائی ستھرائی پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے، جہالت کے اندھیروں میں اسلام وہ واحد مذہب تھا جس نے طہارت اور صفائی کو نصف ایمان قرار دیا تھا، لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اس حکم کو پس پشت ڈال دیا اور طہارت کے

تَمْهِيدًا ﴿١٤﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ﴿١٥﴾ كَلَّا ۖ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ﴿١٦﴾

تَمْهِيدًا	ثُمَّ	يَطْمَعُ	أَنْ	أَزِيدَ	كَلَّا	إِنَّهُ	كَانَ	لِآيَاتِنَا	عَنِيدًا
اسباب فراہم کرنا	پھر	لالچ رکھتا ہے	یہ کہ	میں مزید دوں گا	ہرگز نہیں	بیشک وہ	تھا	ہماری آیتوں کیلئے	مخالف

فراہم کردیئے۔ [۱۴] پھر بھی وہ لالچ رکھتا ہے کہ میں اُسے مزید عطا کروں گا۔ [۱۵] ایسا ہرگز نہ ہوگا، کیونکہ وہ ہماری آیتوں کی مخالفت کر رہا ہے۔ [۱۶]

سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ﴿١٧﴾ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾ ثُمَّ

سَأُرْهِقُهُ	صَعُودًا	إِنَّهُ	فَكَّرَ	وَ	قَدَّرَ	فَقُتِلَ	كَيْفَ	قَدَّرَ	ثُمَّ
عنقریب میں چڑھاؤں گا اسے	صعود پر	بیشک وہ	تفکر کیا اس نے	اور	ایک تجویز مقرر کی	پھر مارا جائے	کیسی	تجویز مقرر کی	پھر

عنقریب میں اُسے "صعود" پہاڑ پر چڑھاؤں گا [۱۷] اُس نے تفکر کیا، پھر ایک تجویز مقرر کرلی۔ [۱۸] اُس پر مار ہو کہ اُس نے کیسی تجویز طے کی؟ [۱۹] پھر

قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ

قُتِلَ	كَيْفَ	قَدَّرَ	ثُمَّ	نَظَرَ	ثُمَّ	عَبَسَ	وَ	بَسَرَ	ثُمَّ	أَدْبَرَ
مارا جائے	کیسی	تجویز طے کی	پھر	اس نے دیکھا	پھر	تیوری چڑھائی	اور	ترش رو ہوا	پھر	پیٹھ پھیری

اُس پر مار پڑے کہ اُس نے کیسی تجویز طے کی؟ [۲۰] پھر اُس نے نظر اٹھائی۔ [۲۱] پھر تیوری چڑھائی اور ترش رُو ہوا۔ [۲۲] پھر پیٹھ پھیری

وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ

وَاسْتَكْبَرَ	فَقَالَ	إِنْ	هَٰذَا	إِلَّا	سِحْرٌ	يُؤْثَرُ	إِنْ	هَٰذَا	إِلَّا	قَوْلُ
اور تکبر کیا	سو کہنے لگا	نہیں	یہ	مگر	ایک جادو	نقل کیا گیا	نہیں	یہ	مگر	کلام

اور تکبر کیا۔ [۲۳] اور کہنے لگا کہ یہ تو صرف ایک جادو ہے جو پہلے سے چلا رہا ہے۔ [۲۴] یہ تو صرف ایک انسان کا

الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾ لَا تُبْقِي

الْبَشَرِ	سَأُصْلِيهِ	سَقَرَ	وَ	مَا	أَدْرَاكَ	مَا	سَقَرُ	لَا	تُبْقِي
انسان کا	عنقریب میں داخل کروں گا اسے	سقر میں	اور	کیا	معلوم تجھے	کیا ہے	سقر	نہ	باقی رکھے گی

کلام ہے۔ [۲۵] عنقریب میں اُسے "سقر" میں داخل کروں گا۔ [۲۶] اور آپ کو کیا خبر کہ "سقر" کیا ہے؟ [۲۷] ایسی آگ جو نہ باقی رکھے گی

وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ لِلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾ وَمَا جَعَلْنَا

وَ	لَا	تَذَرُ	لَوَّاحَةٌ	لِلْبَشَرِ	عَلَيْهَا	تِسْعَةَ عَشَرَ	وَ	مَا	جَعَلْنَا
اور	نہ	چھوڑے گی	جلا دینے والی	کھال کو	اس پر	انیس	اور	نہیں	بنایا ہم نے

اور نہ چھوڑے گی۔ [۲۸] کھال کو جلا دے گی۔ [۲۹] اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں۔ [۳۰] اور ہم نے جہنم کے

حوالے سے وہ اس قدر بدنام ہو چکے ہیں کہ اب اگر کوئی شخص صفائی ستھرائی کا اہتمام کرتا ہے تو لوگ تعجب سے اس کی مثالیں دیتے ہیں، ہمارے یہاں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے جو غیر مسلم ممالک کی صفائی ستھرائی کی مثالیں دیتے ہیں حالانکہ اس کی تعلیم انہوں نے اسلام سے ہی چرائی ہے جو اس پر عمل کر کے وہ لوگ مہذب اور شائستہ بن گئے اور مسلمان اس پر عمل نہ کر کے گندگی پسند ہو گئے، چوتھا نکتہ گندگی سے دور رہنا ہے، یہاں گندگی کا لفظ ظاہری اور باطنی ہر طرح کی گندگی کو شامل ہے، ظاہری گندگی سے مراد جسمانی گندگی ہے مثلاً جسم سے بدبو آنا، ناخن گندے ہونا اور دانت صاف نہ ہونا اور باطنی گندگی سے مراد شرک و بت پرستی کی گندگی ہے، اس کے علاوہ حسد، کینہ، عداوت، تکبر، چغل خوری اور تمام اخلاقی برائیاں بھی باطنی گندگی میں شامل ہیں، پانچواں نکتہ یہ کہ کسی پر احسان کرنے کا مقصد اس سے بدلہ لینا نہ ہو، یعنی داعی اور مبلغ کسی پر احسان کر کے یہ توقع نہ رکھے کہ اس سے اس کا بدلہ بھی وصول کرنا ہے، بلکہ اس کا بدلہ اور اجر و ثواب اللہ تعالیٰ سے مانگے کیونکہ اخلاقی اعتبار سے یہ نہایت پست سوچ ہے کہ جس پر احسان کیا جائے، اس سے بدلے کی توقع رکھی جائے، اخلاقی بلندی اسی میں ہے کہ اپنی تمام توقعات اور توجہات کا مرکز اللہ تعالیٰ کو بنا لے، چھٹا نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر لوگوں کی تکلیف دہ باتوں، رویوں اور پیش آمدہ مصائب پر صبر اور استقامت سے کام لے، تا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے شامل حال ہو۔ [۸] [۱۰] ان آیتوں میں قیامت کے دن کو کافروں کیلئے نہایت مشکل اور دشوار گزار قرار دیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ ایمان و اخلاص کے لیے وہ دن کسی خاص مشکل اور پریشانی کا سبب نہیں بنے گا، چنانچہ کافروں کیلئے قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، جب کہ اہل ایمان و اخلاص کو وہ نمازِ عصر اور نمازِ مغرب کے درمیان مختصر وقت کی طرح معلوم ہوگا۔ [۱۱] [۱۷] ان آیتوں کا نزول ولید بن مغیرہ کے حوالے سے ہوا ہے، لیکن آیت کے الفاظ عام ہیں جو ولید بن مغیرہ کو بھی شامل ہیں اور ہر اُس شخص کو بھی جس میں ولید جیسی عادتیں پائی جاتی ہوں، ولید اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا، مکہ مکرمہ کے سرداروں میں نہایت ممتاز تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے خوب مال و دولت عطا فرمایا تھا، مکہ مکرمہ سے طائف تک اس کے بہت سے باغات تھے، جس کی آمدن کروڑوں میں ہوتی تھی، اس کے دس بیٹے تھے، جو سب کے سب نہایت ممتاز اور اس کی شان و شوکت میں اضافے کا سبب تھے، حضرت خالد بن ولید بھی انہی میں شامل تھے، ولید آخر دم تک مسلمان نہیں ہوا، لیکن نبی اکرم ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے تلاوتِ قرآن سن کر متاثر ہو چکا تھا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی نشست و برخاست بھی رہتی تھی، قریش کے لوگوں کو اندیشہ تھا کہ اگر ولید اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آتا جاتا رہا تو وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا اور اگر وہ مسلمان ہو گیا تو وہ مسلمانوں کے معاشی استحکام اور طاقت کا ذریعہ بن جائے گا اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو ایک مضبوط سہارا مل جائے گا، چنانچہ ابو جہل کو ولید بن مغیرہ کی ذمہ داری سونپی گئی، اس نے ولید کو بتایا کہ لوگ یہ باتیں کر رہے ہیں کہ ولید کا ابو بکر کے پاس آنا جانا اس کے مال و دولت کے لالچ میں ہے، تیر سیدھا جا کر نشانے پر لگا، ولید کو غصہ آیا اور اس نے قسم کھائی کہ آئندہ میں ابو بکر کے پاس نہیں جاؤں گا، ابو جہل نے دوسرا تیر چلایا اور کہا کہ لوگوں کو اطمینان دلانے کیلئے ضروری ہے کہ قرآن کریم کے متعلق تمہاری رائے سامنے آئے کہ وہ شعر و شاعری ہے یا کہانت؟ ولید نے کہا قرآن نہ تو شاعرانہ کلام ہے اور نہ ہی کاہنوں والی بات ہے کیونکہ میں ان دونوں سے خوب اچھی طرح واقف ہوں، پھر کچھ سوچنے کے بعد اس نے اسے جادو قرار دیدیا اور کہا کہ جس طرح جادو کے ذریعے

اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۪ وَّ مَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ

اَصْحٰبَ	النَّارِ	اِلَّا	مَلٰٓئِكَةً	وَّ	مَا	جَعَلْنَا	عِدَّتَهُمْ	اِلَّا	فِتْنَةً	لِّلَّذِیْنَ
داروغے	جہنم کے	مگر	فرشتے	اور	نہیں	بنائی ہم نے	ان کی تعداد	مگر	آزمانے کو	ان لوگوں کیلئے جو

داروغہ فرشتے ہی مقرر کئے ہیں ، اور ہم نے اُن کی یہ تعداد کافروں کو آزمانے کیلئے ہی

كَفَرُوْا ۙ لِیَسْتَیْقِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ یَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا

كَفَرُوْا ۙ	لِیَسْتَیْقِنَ	الَّذِیْنَ	اُوْتُوا	الْكِتٰبَ	وَ	یَزْدَادَ	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْٓا
کافر ہوئے	تاکہ یقین کرلیں	وہ لوگ جو	دیئے گئے	کتاب	اور	بڑھ جائیں	وہ لوگ جو	ایمان لائے

مقرر کی ہے تاکہ اہلِ کتاب یقین کر لیں ، اور اہلِ ایمان کے ایمان میں مزید اضافہ

اِیْمَانًا وَّ لَا یَرْتَابَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَ لِیَقُوْلَ

اِیْمَانًا	وَّ	لَا	یَرْتَابَ	الَّذِیْنَ	اُوْتُوا	الْكِتٰبَ	وَ	الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ	وَ	لِیَقُوْلَ
ایمان میں	اور	نہ	شک کریں	وہ لوگ جو	دیئے گئے	کتاب	اور	ایمان والے	اور	تاکہ کہیں

ہو جائے ، اور اہلِ کتاب اور اہلِ ایمان شک میں نہ رہیں ، اور جن لوگوں کے

الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا

الَّذِیْنَ	فِیْ	قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ	وَّ	الْكٰفِرُوْنَ	مَا	ذَآ	اَرَادَ	اللّٰهُ	بِهٰذَا
وہ لوگ	بیچ	ان کے دلوں کے	بیماری	اور	کفر کرنے والے	کیا	وہ جو	ارادہ کرلیا	اللہ نے	اس سے

دلوں میں بیماری ہے ، وہ اور کافر کہہ سکیں کہ اللہ نے اِس مثال سے کیا

مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ مَا

مَثَلًا ؕ	كَذٰلِكَ	یُضِلُّ	اللّٰهُ	مَنْ	یَّشَآءُ	وَ	یَهْدِیْ	مَنْ	یَّشَآءُ ؕ	وَ	مَا
مثال کا	اسی طرح	گمراہ کرتا ہے	اللہ	جسے	چاہتا ہے	اور	ہدایت دیتا ہے	جسے	چاہتا ہے	اور	نہیں

ارادہ کیا ہے ؟ اسی طرح اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے ، اور آپ کے

یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ مَا هِیَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾ كَلَّا ع

یَعْلَمُ	جُنُوْدَ	رَبِّكَ	اِلَّا	هُوَ ؕ	وَ	مَا	هِیَ	اِلَّا	ذِكْرٰى	لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾	كَلَّا
جانتا	لشکروں کو	تیرے رب کے	مگر	وہ	اور	نہیں	وہ	مگر	نصیحت	انسان کیلئے	ہرگز نہیں

رب کے لشکروں کو اُس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ، اور یہ تو انسانوں کیلئے صرف ایک نصیحت ہے ۔ ﴿۳۱﴾ کوئی بات نہیں ،

میاں بیوی ، والدین اور اولاد کے درمیان تفریق کروائی جاتی ہے، اسی طرح اس کے ذریعے بھی لوگوں میں جدائی پڑگئی ہے، لہٰذا یہ بھی جادو ہے، ابوجہل کا مقصد پورا ہوگیا اور ولید بن مغیرہ دولت ایمان سے محروم ہو گیا، نبی اکرم ﷺ کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ ولید نے قرآن کریم کو جادو قرار دیا ہے تو طبیعت مبارکہ پر بوجھ آیا، اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں کے ذریعے نبی علیہ السلام کو تسلی دی اور فرمایا کہ اس کا معاملہ میرے حوالے کر دیجئے، اسے اس کی گستاخی اور کفر و نافرمانی کی سزا دینا میرا کام ہے، میں نے اسے کیسی کیسی نعمتیں دیں اور اس کا رویہ کیسا رہا؟ وہ بھول گیا کہ جب میں نے اسے پیدا کیا تو وہ دنیا میں اکیلا ہی آیا تھا، پھر میں نے اسے ایسی نعمتیں دیں کہ وہ اپنے علاقے کے ممتاز لوگوں میں شمار ہونے لگا، میں نے اسے مال و دولت کی فراوانی اور ریل پیل عطا کی ، میں نے اسے حاضر باش بیٹے دیئے، جو ہر وقت اس کی نگاہوں کے سامنے رہتے ، محنت مزدوری کیلئے غلاموں کی کثرت کے سبب بیٹوں کو کہیں سفر پر جانے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی، لوگ بھی اس کے صحت مند اور طاقتور بیٹوں کو دیکھ کر مرعوب ہوتے ، میں نے ہر طرح کے اسباب اسے مہیا کیے، لوگ اس کی عزت کرتے اور اپنے مسائل کے حل کیلئے اس کی طرف رجوع کرتے تھے، گویا میں نے مکہ مکرمہ میں اس کے قدم خوب اچھی طرح جما دیئے ، اس پر لازم تھا کہ میری نعمتوں کا شکر ادا کرتا، تاکہ میں اس کی نعمتوں میں مزید اضافہ کرتا، وہ اس بات کی خواہش بھی رکھتا ہے کہ میں اس کی نعمتوں میں مزید اضافہ کروں لیکن اس کیلئے وہ
ع ۱ ۳۱ ۱۵ میری نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی بجائے ناشکری کرتا ہے، میری آیتوں اور میرے کلام سے دشمنی رکھتا ہے اور ان کا انکار کرتا ہے، اس لیے اب وہ یہ توقع ہرگز نہ رکھے کہ میں اس کی نعمتوں میں اضافہ کروں گا، اب ایسا ہرگز نہ ہوگا ، بلکہ اب میں اسے دوزخ کے اس پہاڑ پر چڑھاؤں گا جس کا نام "صعود" ہے، اس کی چوٹی پر پہنچنے کیلئے انسان کو پچاس سال لگیں گے، جب کوئی مجرم شدید مشقت اور تکلیف برداشت کر کے اس کی چوٹی پر پہنچے گا تو وہاں سے پھسل کر لڑھکتا ہوا دوبارہ نیچے پہنچ جائے گا اور یہ سلسلہ مسلسل چلتا رہے گا، یہی حکم ہر اُس شخص کا ہے جس پر ولید بن مغیرہ کی طرح انعامات کی بارش ہو اور جس کا رویہ ولید بن مغیرہ کی طرح ہو۔ ﴿۱۸﴾ ﴿۳۰﴾ ان آیتوں میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کرتے ہوئے ولید بن مغیرہ کا غرور و تکبر اور اس کی سزا بیان کی گئی ہے، نبی علیہ السلام کے مکی دور میں ایک مرتبہ جب ایام حج قریب آئے تو قریش کے لوگوں کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں تمام سرداران قریش نے شرکت کی، انہیں اس بات پر تشویش تھی کہ بیرون ملک سے آنے والے حجاج کو نبی اکرم ﷺ اور ان کی تعلیمات کے متعلق کیا بتائیں گے؟ انہیں اندیشہ تھا کہ لوگ نبی علیہ السلام کی تعلیمات سے متاثر نہ ہو جائیں، اس مجلس مشاورت میں ولید بن مغیرہ بھی موجود تھا، سب لوگوں نے اپنی اپنی رائے دی، کسی کا کہنا تھا کہ ہم لوگوں کو یہ بتائیں گے کہ یہ ایک شاعر ہے اور شاعرانہ کلام پیش کرتا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں، کچھ لوگوں کی رائے یہ تھی کہ ہم انہیں کاہن قرار دیدیں گے اور بعض لوگوں کی تجویز تھی کہ ہم انہیں مجنون قرار دیدیں گے، جب لوگ دیکھیں گے کہ ان کی قوم کے لوگ ان کے متعلق یہ رائے رکھتے ہیں تو وہ ان کی باتوں پر اعتماد کرنے اور ان سے متاثر ہونے کی بجائے بدگمان ہو جائیں گے، لیکن یہ ساری تجویزیں مسترد کر دی گئیں، کیونکہ قریش کے لوگ خوب اچھی طرح جانتے اور مانتے تھے کہ نبی علیہ السلام نہ تو شاعر ہیں، نہ کاہن ہیں اور نہ ہی مجنون اور دیوانے، اس مجلس میں ولید کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا، وہ اس حوالے سے متفکر تھا کہ نبی علیہ السلام کے متعلق کیا رائے قائم کرے؟ کبھی اندازے لگاتا، کبھی نگاہ اٹھا کر دیکھتا، کبھی تیوری چڑھاتا، کبھی برے برے منہ بناتا اور اس طرح سے ظاہر کرتا کہ گویا اسے سمجھ نہیں آ رہا کہ قرآن کریم کے متعلق

وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ اِنَّهَا

وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾	وَ	الَّيْلِ	اِذْ	اَدْبَرَ ﴿٣٣﴾	وَ	الصُّبْحِ	اِذَآ	اَسْفَرَ ﴿٣٤﴾	اِنَّهَا
قسم ہے چاند کی	اور	رات کی	جب	وہ پیٹھ پھیرے	اور	صبح کی	جب	روشن ہوجائے	بیشک وہ

مجھے چاند کی قسم! ﴿٣٢﴾ اور رات کی قسم! جب وہ پیٹھ پھیرے۔ ﴿٣٣﴾ اور صبح کی قسم! جب وہ روشن ہو جائے۔ ﴿٣٤﴾ بیشک

لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ

لَاِحْدَى	الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾	نَذِيْرًا	لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾	لِمَنْ	شَآءَ	مِنْكُمْ	اَنْ	يَّتَقَدَّمَ
البتہ ایک	بڑی چیزوں میں	ڈرانے والی	انسان کو	اس کیلئے جو	چاہے	تم میں سے	یہ کہ	آگے بڑھے

دوزخ ایک بہت بڑی چیز ہے۔ ﴿٣٥﴾ انسانوں کو ڈرانے والی ہے۔ ﴿٣٦﴾ اُس کیلئے جو تم میں سے آگے بڑھنا یا

اَوْ يَتَاَخَّرَ ﴿٣٧﴾ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿٣٨﴾ اِلَّآ اَصْحٰبَ

اَوْ	يَتَاَخَّرَ ﴿٣٧﴾	كُلُّ	نَفْسٍ	بِمَا	كَسَبَتْ	رَهِيْنَةٌ ﴿٣٨﴾	اِلَّآ	اَصْحٰبَ
یا	پیچھے ہٹے	ہرایک	نفس	بدلے اس کے جو	کمایا اس نے	گروی رکھا ہوا	مگر	رہنے والے

پیچھے ہٹنا چاہے۔ ﴿٣٧﴾ ہر نفس ہی اپنے اعمال کے بدلے گروی رکھا ہوا ہے۔ ﴿٣٨﴾ سوائے دائیں ہاتھ

ع ١٦ الْيَمِيْنِ ﴿٣٩﴾ فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٤٠﴾ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٤١﴾ مَا

الْيَمِيْنِ ﴿٣٩﴾	فِيْ	جَنّٰتٍ	يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٤٠﴾	عَنِ	الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٤١﴾	مَا
دائیں ہاتھ	بیچ	باغات کے	ایکدوسرے سے پوچھتے ہوں گے	سے	مجرموں کے	کیا چیز

والوں کے۔ ﴿٣٩﴾ کہ وہ باغات میں ہوں گے، ایک دوسرے سے سوال کرتے ہوں گے۔ ﴿٤٠﴾ مجرموں کے متعلق۔ ﴿٤١﴾ تمہیں

سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ

سَلَكَكُمْ	فِيْ	سَقَرَ ﴿٤٢﴾	قَالُوْا	لَمْ	نَكُ	مِنَ	الْمُصَلِّيْنَ ﴿٤٣﴾	وَ	لَمْ	نَكُ	نُطْعِمُ
تمہیں لے آئی	بیچ	جہنم کے	کہیں گے وہ	نہیں	تھے ہم	سے	نمازیوں کے	اور	نہیں	تھے ہم	کھلاتے

کون سی چیز جہنم میں لے آئی؟ ﴿٤٢﴾ وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ ﴿٤٣﴾ اور ہم مسکین کو کھانا نہیں

الْمِسْكِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ

الْمِسْكِيْنَ ﴿٤٤﴾	وَ	كُنَّا	نَخُوْضُ	مَعَ	الْخَآئِضِيْنَ ﴿٤٥﴾	وَ	كُنَّا	نُكَذِّبُ	بِيَوْمِ
مسکین کو	اور	تھے ہم	بحث کرتے	ساتھ	بحث کرنے والوں کے	اور	تھے ہم	جھٹلاتے	دن کو

کھلاتے تھے۔ ﴿٤٤﴾ اور ہم بیکار بحث کرنے والوں کے ساتھ بحث کرتے تھے۔ ﴿٤٥﴾ اور ہم انصاف کے دن کی تکذیب

کیا رائے قائم کرے؟ اپنے اس طرز عمل سے وہ قریش کی ہمدردیاں بھی حاصل کرنا چاہتا تھا اور لوگوں پر اپنی عقل و دانش کا سکہ بھی بٹھانا چاہتا تھا، تاکہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ وہ خوب سوچ سمجھ کر بولنے والا دانشور ہے، عام لوگوں کی طرح سوچے سمجھے بغیر رائے قائم نہیں کرتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ فرمایا ہے کہ اس پر اللہ کی مار پڑے، کیسے اندازے لگا رہا ہے؟ قرآن اور صاحب قرآن کے متعلق کیسی رائے قائم کر رہا ہے؟ وہ اسے قدیم زمانے سے نقل ہونے والا جادو قرار دے رہا ہے اور کلام الٰہی کو انسانی کلام قرار دے کر اس کی اصل حیثیت کو مشکوک بنا رہا ہے؟ دنیا میں بھی اس پر اللہ کی مار پڑے گی اور آخرت میں بھی وہ "سقر" کا مستحق ہوگا، وہ جو غرور و تکبر کا مظاہرہ کر رہا ہے، اس کی سزا سے اسے کوئی نہ بچا سکے گا، رہی یہ بات کہ "سقر" سے کیا مراد ہے؟ تو تمہیں کو اس کے متعلق کیسے پتہ چلے گا؟ جب ہم تمہیں اس کے متعلق بتائیں گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ بھی جہنم کا ایک طبقہ ہے، مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ جہنم کے سات میں سے پانچویں طبقے کا نام ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی آگ کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ اس قدر شدید ہوگی کہ انسانی جسم کا کوئی حصہ بھی اس کی لپٹ سے محفوظ نہیں ہوگا، وہ انسان کے کسی حصہ جسم کو نہیں چھوڑے گی، اس کے پورے جسم کو جلا کر راکھ کر دے گی اور اس کی کھال کی تہہ تک پہنچ کر اس کا حلیہ اور شکل و صورت بگاڑ کر رکھ دے گی، اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ آگ کا کام تو جلانا ہے، لہٰذا اگر جہنم کی آگ خوب دہکائی گئی ہے تو وہاں کے سانپوں، بچھوؤں اور فرشتوں کو بھی جلا کر رکھ دے گی، اس طرح مجرموں کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی اور یہ ان کے حق میں اچھا ہوگا، سو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ آگ صرف انسانوں کو جلانے پر مامور ہے، لہٰذا وہ انسانوں کے علاوہ کسی اور چیز کو نہیں جلائے گی، نیز اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ جہنم سے نکل جائے گا تو یہ اس کی خام خیالی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کے انتظامی معاملات پر فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے اور فرشتوں کو ایسی طاقت دے رکھی ہے کہ لاکھوں کروڑوں لوگ مل کر بھی اکیلے فرشتے کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، پھر ان فرشتوں کے نگران افسر انیس رکھے گئے ہیں جو اپنے ماتحتوں پر حکم چلاتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکمت سے آگاہ کرتے ہیں، اس لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص انہیں دھوکہ دیکر جہنم سے نکلنے میں کامیاب ہو جائے، رہی یہ بات کہ انیس کے عدد میں کیا حکمت ہے؟ سو اس پر اگلی آیت میں کلام کیا گیا ہے۔ ﴿٣١﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکین کی ایک بیہودہ گوئی کا جواب دیا گیا ہے، جب ان لوگوں نے یہ سنا کہ جہنم پر مقرر فرشتوں کی تعداد انیس ہے تو انہوں نے حسب عادت اس عدد کا مذاق اڑانا شروع کر دیا، حتیٰ کہ ان میں سے ایک آدمی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ انیس میں سے سترہ کو تو اکیلا میں ہی کافی ہوں، باقی دو فرشتوں کو تم لوگ مل کر سنبھال لینا، شاید انہیں فرشتوں کی طاقت اور تعداد کا صحیح اندازہ نہیں ہے، ورنہ یہ لوگ ایسی بات نہ کرتے، انہیں اپنی غلط فہمی کا ازالہ کر لینا چاہیے اور چند نکتے ذہن نشین کر لینے چاہئیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ جہنم پر جو انیس داروغہ مقرر کیے گئے ہیں، وہ انسان یا جن نہیں ہیں بلکہ فرشتے ہیں اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ طاقت دے رکھی ہے سو وہ اس کے ہر حکم کو نہایت آسانی کے ساتھ سرانجام دیتے ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ یہ تعداد تمام فرشتوں کی نہیں ہے، صرف جہنم کے داروغہ فرشتوں کی تعداد ہے، جبکہ فرشتوں کی اصل تعداد اور اللہ تعالیٰ کے دیگر لشکروں کو اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کتنے ہیں؟ کہاں ہیں؟ وہ کس قدر طاقتور ہیں؟ اور ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ تیسری بات یہ ہے کہ جہنم کے فرشتوں کی تعداد صرف انیس ہو یا انیس ہزار، دونوں صورتوں میں اس کا منشا انسانیت کیلئے نصیحت اور یاد دہانی ہے کہ جہنم اور اس کے داروغہ فرشتوں

الدِّيْنِ ﴿٤٦﴾ حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ

الدِّيْنِ ﴿٤٦﴾	حَتّٰٓى	اَتٰىنَا	الْيَقِيْنُ ﴿٤٧﴾	فَمَا	تَنْفَعُهُمْ	شَفَاعَةُ
انصاف کے	یہاں تک کہ	آگیا ہمارے پاس	یقین	سو نہیں	فائدہ دے گی انہیں	سفارش

کرتے تھے ۔ ﴿٤٧﴾ یہاں تک کہ ہمارے پاس یقین آگیا ۔ ﴿٤٨﴾ پھر سفارش کرنے والوں کی سفارش

الشّٰفِعِيْنَ ﴿٤٨﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿٤٩﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ

الشّٰفِعِيْنَ ﴿٤٨﴾	فَمَا	لَهُمْ	عَنِ	التَّذْكِرَةِ	مُعْرِضِيْنَ ﴿٤٩﴾	كَاَنَّهُمْ	حُمُرٌ
سفارش کرنے والوں کی	سو کیا ہوا	انہیں	سے	نصیحت کے	اعراض کرنے والے	گویا کہ وہ	گدھے

انہیں نفع نہ دے گی ۔ ﴿٤٨﴾ انہیں کیا ہوا کہ وہ نصیحت سے اعراض کرتے ہیں ؟ ﴿٤٩﴾ گویا کہ وہ بدکے ہوئے

مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ

مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿٥٠﴾	فَرَّتْ	مِنْ	قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾	بَلْ	يُرِيْدُ	كُلُّ	امْرِئٍ
بدکے ہوئے	بھاگ رہے ہیں	سے	شیر کے	بلکہ	چاہتا ہے	ہر ایک	شخص

گدھے ہوں ۔ ﴿٥٠﴾ جو شیر کو دیکھ کر بھاگ رہے ہوں ﴿٥١﴾ بلکہ اُن میں سے ہر شخص کی

مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾ كَلَّا ؕ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ

مِّنْهُمْ	اَنْ	يُّؤْتٰى	صُحُفًا	مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾	كَلَّا	بَلْ	لَّا	يَخَافُوْنَ
ان میں سے	یہ کہ	دیا جائے وہ	صحیفے	کھلے ہوئے	ہرگز نہیں	بلکہ	نہیں	ڈرتے وہ

یہ خواہش ہے کہ اُسے کھلے ہوئے صحیفے دیے جائیں ۔ ﴿٥٢﴾ ایسا ہرگز نہیں ہوگا ، بلکہ بات یہ ہے کہ وہ آخرت سے ڈرتے ہی

الْاٰخِرَةَ ﴿٥٣﴾ كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ

الْاٰخِرَةَ ﴿٥٣﴾	كَلَّآ	اِنَّهٗ	تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾	فَمَنْ	شَآءَ	ذَكَرَهٗ ﴿٥٥﴾	وَ	مَا	يَذْكُرُوْنَ
آخرت سے	ہرگز نہیں	بیشک وہ	ایک نصیحت	سو جو	چاہے	نصیحت لے لے	اور	نہیں	نصیحت حاصل کریں گے

نہیں ہیں۔ ﴿٥٣﴾ کوئی بات نہیں، یہ تو ایک نصیحت ہے۔ ﴿٥٤﴾ سو جو چاہے اِس سے نصیحت حاصل کرلے۔ ﴿٥٥﴾ اور اس سے وہ صرف اُسی وقت

اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾

اِلَّآ	اَنْ	يَّشَآءَ	اللّٰهُ	هُوَ	اَهْلُ	التَّقْوٰى	وَ	اَهْلُ	الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾
مگر	یہ کہ	چاہے	اللہ	وہ	لائق	ڈرنے کے	اور	لائق	معاف کرنے کے

نصیحت حاصل کر سکتے ہیں جب کہ اللہ چاہے ، وہی اس لائق ہے کہ اُس سے ڈرا جائے اور وہی معاف کرنے کا اہل ہے ۔ ﴿٥٦﴾

کو بھول نہ جانا ، وہ تمہارے پیچھے ہی کھڑے ہیں، چوتھی بات یہ ہے کہ اس عدد کے ذریعے اہل کتاب کافروں، منافقوں اور مسلمانوں چاروں کا خیال رکھا گیا ہے، اہل کتاب کا خیال اس طرح رکھا گیا ہے کہ وہ اپنی آسمانی کتابوں میں فرشتوں کے متعلق جو کچھ پڑھتے تھے، قرآن کریم کے اس بیان نے اس کی تصدیق کر کے ان کے یقین میں اضافہ کر دیا ، اس لیے اب انہیں سلسلے میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے، اہل ایمان کا خیال اس طرح رکھا گیا ہے کہ وہ اس عدد کے برحق ہونے پر ایمان لائیں گے ، جس سے ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہوگا اور وہ یہ تسلیم کریں گے کہ ہمارے رب نے جو کچھ فرمایا ہے، برحق فرمایا ہے اور اس عدد کی حکمتیں وہی خوب اچھی طرح جانتا ہے، اس طرح ان کے دل سے بھی شکوک وشبہات نکل جائیں گے ، باقی رہے کافر اور منافق تو اس عدد کے ذریعے ان کا امتحان لیا گیا ہے کہ آیا وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں یا اسے سنجیدہ لیتے ہیں؟ آیا وہ اسے عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھنا چاہتے ہیں یا اسے اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کی حیثیت سے دیکھنا چاہتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کو تو پہلے سے معلوم ہے کہ کفار اور منافقین اس امتحان میں کامیاب نہیں ہوں گے اور وہ یہیں کہیں گے کہ اس مثال سے اللہ تعالیٰ کا مقصد کیا ہے؟ لیکن جب وہ اپنی زبان اور رویئے سے اس کا اظہار کریں گے تو دوسروں کو بھی ان کی تہذیب وشائستگی اور علمی قابلیت کا پتہ چل جائے گا اور ان کے ڈھول کا پول کھل جائیگا ، اللہ تعالیٰ اس طرح کچھ لوگوں کو ہدایت دیتا اور کچھ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور بعض چیزیں ایک شخص کی ہدایت کا ذریعہ بن جاتی ہیں اور وہی چیزیں دوسرے انسان کی گمراہی کا سبب بن جاتی ہیں، جہاں تک تعلق ہے انیس فرشتوں کا تو ان میں سے پہلا فرشتہ عرش الٰہی کی روحانیات سے تعلق رکھتا ہے، دوسرا فرشتہ کرسی کی ، تیسرا فرشتہ ساتویں آسمان کی، چوتھا فرشتہ چھٹے آسمان کی ، پانچواں فرشتہ پانچویں آسمان کی ، چھٹا فرشتہ چوتھے آسمان کی ، ساتواں فرشتہ تیسرے آسمان کی ، آٹھواں فرشتہ دوسرے آسمان کی ، نواں فرشتہ پہلے آسمان کی ، دسواں فرشتہ کرۂ ناریہ کی ، گیارھواں فرشتہ کرۂ ہوا کی ، بارھواں فرشتہ کرۂ آب کی ، تیرھواں فرشتہ کرۂ خاک کی ، چودھواں فرشتہ معدنیات کی ، پندرھواں فرشتہ درختوں کی ، سولھواں فرشتہ حیوانات کی ، سترھواں فرشتہ لطیفۂ طبع کی ، اٹھارھواں فرشتہ لطیفۂ اول کی اور انیسواں فرشتہ لطیفۂ عقل کی روحانیت سے تعلق رکھتا اور ان کی نمائندگی کرتا ہے اور ہر فرشتہ کے ماتحت لاکھوں کروڑوں فرشتے کام کر رہے ہیں اس لیے اس عدد کے پیچھے پڑنے کے بجائے اس بات کی فکر کرنی چاہیے کہ انسان کسی طرح جہنم سے بچ جائے ، ممکن ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہو کہ جہنم میں ہر شخص پر انیس فرشتے مقرر ہوں گے جن سے مقابلہ کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم ۔ ﴿٣٢﴾ ﴿٣٤﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی قسم کھائی ہے، ان میں سے پہلی چیز چاند ہے جو ہر شخص کی نگاہوں کے سامنے ہے اور لوگ اس کی اہمیت سے خوب واقف ہیں، انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ چاند اپنے مقررہ راستے پر مقررہ طریقۂ کار کے مطابق رواں دواں رہتا ہے، لیکن کبھی کبھار اسے گہن بھی لگ جاتا ہے، دوسری چیز رات ہے کہ جب وہ چھا جاتی ہے تو پورے عالم پر ایک سیاہ چادر محسوس ہوتی ہے، لیکن یہ رات بھی ہمیشہ باقی نہیں رہتی ، اپنے مقررہ وقت پر پیٹھ پھیر کر چلی جاتی ہے، تیسری چیز صبح روشن ہے کہ جب اس کا اجالا چاروں طرف پھیل کر عالم کو منور کرتا ہے تو ہر سو روشنی پھیل جاتی ہے لیکن کبھی کبھار دن میں بھی اندھیرا چھا جاتا ہے اور رات کا گمان ہونے لگتا ہے، ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب چاند مکمل طور پر گہنا جائے گا اور پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا ، نیز دن اور رات کا یہ نظام ختم ہو جائے گا ، کیونکہ دن اور رات کو ایک دوسرے سے ممتاز کرنے والا سورج بے نور ہو

جائے گا، گویا اللہ تعالیٰ نے چاند اور سورج، دن اور رات کی قسم کھا کر فرمایا کہ جس طرح تم نظام شمسی اور نظام قمری کو ایک حقیقت سمجھتے ہو، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ قیامت بھی ایک حقیقت ہے اور جہنم بھی بڑی ہولناک چیزوں میں سے ایک چیز ہے، اسے معمولی نہ سمجھنا، اس کے ذریعے تمام اولادِ آدم کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ اللہ کے عذاب سے بچنے کا انتظام کر لو، میں نے تمہیں اس کی ہولناکی سے ڈرا دیا اور آگاہ کر دیا ہے، آگے تمہاری مرضی ہے، جو آگے بڑھنا چاہے وہ آگے بڑھ جائے اور جو پیچھے ہٹنا چاہے، وہ پیچھے ہٹ جائے، یعنی اگر کوئی جہنم کی طرف آگے بڑھنا چاہے تو اس کی مرضی ہے، وہ گناہ کرتا جائے اور جہنم کی طرف بڑھتا جائے اور اگر کوئی جہنم سے پیچھے ہٹنا چاہے اور اس سے بچنے کی کوشش کرے تو وہ بھی مکمل با اختیار ہے وہ نیکی کے کام کرتا جائے اور جہنم سے پیچھے ہٹتا چلا جائے، بعض مفسرین نے یہ توجیہ کی ہے کہ جو شخص نیکیوں میں آگے بڑھنا چاہے، اسے بھی اختیار ہے اور جو شخص نیکیوں سے پیچھے ہٹنا چاہے، وہ بھی آزاد ہے، لیکن پہلی توجیہ زیادہ بہتر معلوم ہوتی ہے۔ ۳۸ ۳۹ ان آیتوں میں تین مضمون بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ انسان اپنے اعمال کے عوض گروی رکھا ہوا ہے اور گروی کا اصول یہ ہے کہ مالک کو اس کی چیز لوٹا دی جائے تو وہ گروی کی چیز واپس دیدیتا ہے، ورنہ اسے بیچ کر اپنا نقصان پورا کر لیتا ہے، اس لیے اگر انسان اپنے آپ کو چھڑانا چاہتا ہے تو کفر و نافرمانی کے ساتھ ایسا ہونا ممکن نہیں ہے، دوسرا مضمون یہ ہے کہ جن لوگوں کو ان کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائیگا'' جنہیں قرآن و سنت کی اصطلاح میں اصحاب الیمین کہا جاتا ہے'' وہ اپنے نفس کو چھڑانے میں کامیاب ہو جائیں گے اور ان کا نفس گروی نہیں رہے گا، چنانچہ وہ ایمان اور ذخیرۂ اعمال کو پیش کریں گے اور خود کو گروی ہونے سے آزاد کروا لیں گے، تیسرے مضمون میں اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان ایک مکالمہ بیان کیا گیا ہے، یہ مکالمہ اُس وقت ہوگا جب جنتی لوگ جنت میں اور جہنمی لوگ جہنم میں چلے جائیں گے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ گروی چھڑانے والے اور نہ چھڑانے والے اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گے تو اُن کے درمیان ایک مکالمہ ہوگا، یہ مکالمہ ابھی ہوا نہیں ہے، لیکن حق تعالیٰ کے علم کامل میں پہلے سے موجود ہے اس لیے اپنے علم کامل کی روشنی میں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی اس کا احوال بتا دیا، تاکہ کل کو یہ نہ کہا جا سکے کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان یہ باتیں ہوں گی تو ہم اس کی نوبت ہی نہ آنے دیتے، اس مکالمے میں اہل جنت، اہل جہنم سے سوال پوچھیں گے کہ تمہارے وہ جرائم اور گناہ کون کون سے ہیں جن کی پاداش میں تمہیں جہنم میں جانا پڑا؟ اس سوال کا منشاء یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ظلم نہیں کیا، بلکہ خود تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، نیز اس طرح خود ان سے اعتراف جرم بھی کروانا مقصود ہوگا کہ وہ اپنی زبان سے اپنی کوتاہیوں اور گناہوں کا اقرار کریں، نیز اہل دنیا بھی ان باتوں پر غور کر لیں کہ کہیں ان میں تو یہ چیزیں نہیں پائی جاتیں، چنانچہ اہل جہنم اپنے چار بڑے گناہوں کا حوالہ دیں گے، پہلا یہ کہ ہم لوگ نماز نہیں پڑھتے تھے، یعنی اپنے جسم پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ہم ادا نہیں کرتے تھے اور حقوق اللہ کی ادائیگی کا اہتمام ہم نہیں کرتے تھے، اس کا مطلب یہ ہے کہ حقوق اللہ کی عدم ادائیگی پر بھی سزا ہوتی ہے، ضروری نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کو معاف کرنے کا پابند ہو، دوسرا یہ کہ ہم لوگ غرباء، فقراء اور مساکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے، یعنی ہم نے حقوق العباد کی ادائیگی میں بھی کوتاہی کی، اپنے مال کا حق ادا نہیں کیا اور انسانی ہمدردی کے جوہر سے محروم رہے، تیسرا یہ کہ ہم بیکار باتوں میں الجھے رہے، دین کے حوالے سے شکوک و شبہات میں گرفتار رہے اور ایسے لوگوں کی مجلسوں میں بیٹھتے رہے جن کی وجہ سے ہمارے شکوک و شبہات کا ازالہ ہونے کی بجائے ان میں مزید اضافہ ہو گیا، سو ہماری زبانوں پر دین اور اس کے احکام کے حوالے سے اعتراضات آنا شروع ہو گئے اور ہم نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے وجود پر بھی سوالات اٹھا دیئے، چوتھا جرم یہ کہ ہم لوگ قیامت کے دن کی تکذیب کرتے رہے، ہم نے قیامت کی بھی تصدیق نہیں کی، ہم اسے ہمیشہ محال بلکہ ناممکن سمجھتے رہے اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم اپنے ان گناہوں پر مرتے دم تک قائم رہے، ہمیں کبھی اپنی غلطی کا احساس تک نہیں ہوا، لہٰذا ہم نے کبھی توبہ و استغفار کی زحمت بھی گوارا نہیں کی، نتیجہ یہ ہوا کہ انہی گناہوں کے ساتھ ہمیں موت آگئی اور اب ہم ان کی سزا بھگتنے کیلئے جہنم میں پڑے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ نہ تو ان مجرموں کے حق میں کوئی سفارش کرے گا اور نہ ہی انہیں کسی کی سفارش سے کوئی فائدہ پہنچے گا، بلکہ انہیں اپنے گناہوں کی سزا بھگتنا ہی پڑے گی۔ ۴۹ ۵۱ ان آیتوں میں مشرکوں اور مجرموں کے اعراض کا حوالہ دیا گیا ہے، کہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اہل جہنم کا احوال سن کر اس سے عبرت پکڑتے اور نصیحت حاصل کرتے اور ان گناہوں سے اجتناب کرنے کی کوشش کرتے جو انسان کو جہنم میں لے جانے کا ذریعہ بنتے ہیں، لیکن انہوں نے ایسا کرنے کی بجائے اس سے اعراض کیا اور منہ موڑ کر ایسے بھاگے جیسے کوئی گدھا شیر کو دیکھ کر بدک جاتا ہے اور تیزی سے بھاگ نکلتا ہے، اس تعبیر میں مشرکین مکہ اور ان کی پیروی کرنے والے ہر زمانے کے مجرموں کو حماقت اور نادانی میں گدھوں سے تشبیہ دی گئی ہے، گویا یوں فرمایا ہے کہ تم لوگ خود کو بہت بڑا دانشور اور فلسفی سمجھتے ہو، تمہاری عقل و دانش اور فلاسفی کو کیا ہوا کہ نصیحت کی بات سن کر اس سے استفادہ کرنے کی بجائے منہ موڑ کر گزر جاتے ہو، یہ تو گدھوں جیسی حماقت ہے اور تم اس حماقت کا ارتکاب کر کے خود کو گدھوں کی صف میں کھڑا کر رہے ہو۔ ۵۲ اس آیتِ مبارکہ میں مشرکوں اور مجرموں کی ایک خواہش ذکر کی گئی ہے کہ اگر محمد ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ان کی اطاعت اور اتباع کریں تو اس کیلئے ہماری شرط یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کے نام ایک آسمانی خط اترے، جب ہم لوگ سو کر اٹھیں تو ہر شخص کے سرہانے وہ خط موجود ہو، اس خط میں یہ مضمون لکھا ہوا ہو کہ یہ فرمان رب العالمین کی طرف سے فلاں بن فلاں کے نام ہے اور اسے محمد ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا حکم دیا جا رہا ہے، جب تک ایسے خطوط ہم میں سے ہر شخص کے نام نہ آئیں گے، ہم ان پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ ۵۳ ۵۶ ان آیتوں میں مشرکوں اور مجرموں کی مذکورہ خواہش اور فرمائش کو مسترد کر دیا گیا ہے اور دوٹوک انداز میں فرمایا گیا ہے کہ ان کی یہ فرمائش ہرگز پوری نہیں کی جائے گی، کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ ان کی یہ فرمائش ماننے کے جذبے سے نہیں ہے کہ اگر ہم ان کی فرمائش پوری کر دیں تو یہ لوگ ایمان لے آئیں گے، ان کی اصل بیماری یہ ہے کہ انہیں آخرت کی کوئی فکر اور اندیشہ ہی نہیں ہے، اگر انہیں آخرت کی فکر ہوتی تو وہ اس قسم کی فرمائشیں کرنے کی بجائے وہاں کی مشکلات کا حل تلاش کرتے اور اللہ اور اس کے رسول کے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرتے، اس لیے یہ بات اٹل ہے کہ ہم ان کی یہ فرمائش کسی صورت پوری نہیں کریں گے، ہر ایک کیلئے مستقل خط بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، قرآن کریم نازل کر دیا گیا ہے، وہ تمام اولادِ آدم کے نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خط اور نصیحت ہے، جو چاہے اس خط کو پڑھ کر اس سے نصیحت حاصل کر لے، لیکن نصیحت بھی وہی حاصل کرے گا جس کیلئے اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوگی، کیونکہ انسان کی چاہت سے فرق نہیں پڑتا، ہر چاہت سے پہلے اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے اور اس کی مشیت ہر چیز پر مقدم ہے، وہی اس بات کا حق دار ہے کہ لوگ اس سے ڈریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور وہی اس بات کا حقدار ہے کہ جب لوگ یہ کام کر لیں تو وہ ان کی مغفرت کا فیصلہ فرما کر انہیں معاف فرما دے۔

الحمد للہ! آج مؤرخہ ۱۹ نومبر ۲۰۱۹ء بروز منگل

اٰيَاتُهَا ۴۰ (۷۵) سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۱) رُكُوْعَاتُهَا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝١ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝٢ اَيَحْسَبُ

لَآ اُقْسِمُ	بِيَوْمِ	الْقِيٰمَةِ ۝١	وَ	لَآ اُقْسِمُ	بِالنَّفْسِ	اللَّوَّامَةِ ۝٢	اَيَحْسَبُ
میں قسم کھاتا ہوں	دن کی	قیامت کے	اور	میں قسم کھاتا ہوں	نفس کی	ملامت کرنے والے	کیا سمجھتا ہے

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی ۔ ۱ اور میں قسم کھاتا ہوں برائی پر ملامت کرنے والے نفس کی ۔ ۲ کیا انسان یہ

الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝٣ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ

الْاِنْسَانُ	اَلَّنْ	نَّجْمَعَ	عِظَامَهٗ ۝٣	بَلٰى	قٰدِرِيْنَ	عَلٰٓى	اَنْ	نُّسَوِّيَ
انسان	کہ ہرگز نہ	جمع کریں گے ہم	اس کی ہڈیوں کو	کیوں نہیں	قدرت رکھنے والے	پر	یہ کہ	ہم برابر کردیں

سمجھتا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیوں کو ہرگز جمع نہ کریں گے ؟ ۳ کیوں نہیں ، ہم اِس بات پر قدرت رکھتے ہیں کہ اُس کے پورے

بَنَانَهٗ ۝٤ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝٥ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ

بَنَانَهٗ ۝٤	بَلْ	يُرِيْدُ	الْاِنْسَانُ	لِيَفْجُرَ	اَمَامَهٗ ۝٥	يَسْـَٔلُ	اَيَّانَ	يَوْمُ
اس کے پورے	بلکہ	چاہتا ہے	انسان	کہ ڈھٹائی کرے	اس کے سامنے	پوچھتا ہے	کیسا ہوگا	دن

برابر کریں ۔ ۴ بلکہ انسان چاہتا ہے کہ اُس کے سامنے ڈھٹائی کرے ۔ ۵ وہ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن

الْقِيٰمَةِ ۝٦ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝٧ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝٨ وَجُمِعَ الشَّمْسُ

الْقِيٰمَةِ ۝٦	فَاِذَا	بَرِقَ	الْبَصَرُ ۝٧	وَ	خَسَفَ	الْقَمَرُ ۝٨	وَ	جُمِعَ	الشَّمْسُ
قیامت کا	سو جب	چندھیا جائیں گی	نگاہیں	اور	گہنا جائیگا	چاند	اور	جمع کرلیا جائیگا	سورج کو

کب آئیگا ۔ ۶ سو جب نگاہیں چندھیا جائیں گی ۔ ۷ اور چاند گہنا جائے گا ۔ ۸ اور سورج اور چاند کو جمع

وَالْقَمَرُ ۝٩ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝١٠ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝١١ اِلٰى

وَالْقَمَرُ ۝٩	يَقُوْلُ	الْاِنْسَانُ	يَوْمَئِذٍ	اَيْنَ	الْمَفَرُّ ۝١٠	كَلَّا	لَا وَزَرَ ۝١١	اِلٰى
اور چاند کو	کہے گا	انسان	اس دن	کہاں ہے	بھاگنے کی جگہ	ہرگز نہیں	کوئی بچاؤ نہیں	طرف

کر دیا جائے گا ۔ ۹ اُس دن انسان کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے ؟ ۱۰ ہرگز نہیں ، اب بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ۔ ۱۱ اُس دن

سورۃ القیامۃ

سورۂ قیامہ مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۶۵۲، کلمات ۱۹۷، آیات ۴۰ اور رکوعات ۲ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی "القیامۃ" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ قیامہ رکھا گیا، یہاں اہمیت کی وجہ سے قیامت کے دن کی قسم کھا کر اس دن کے احوال بیان کیے گئے ہیں، درمیان میں نبی ﷺ کو نزول وحی کے موقع پر جبریل امین کے ساتھ ساتھ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، پھر اصل مضمون کی طرف رجوع کر کے قیامت کے دن لوگوں کے چہرے دو طرح سے بیان کیے گئے ہیں، پہلی قسم ان لوگوں کی ہوگی جو اپنے رب کا دیدار کریں گے اور اس کے حسن و جمال سے اپنے حسن و جمال میں مزید اضافہ کریں گے، دوسری قسم ان لوگوں کی ہو گی جو پریشان کن احوال سے دو چار ہوں گے، آخر میں انسان کو اس کی ابتداء یاد دلائی گئی ہے تاکہ انسان اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے پہلے اپنی حقیقت پر غور کر لے ۱ ۲ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کی قسم کھائی ہے، پہلی چیز قیامت کا دن ہے، اُس دن سارا عالم تباہ و برباد ہو جائے گا اور ہر متکبر مغرور کا سر نیچا ہو جائے گا، وہ ایسا ہولناک دن ہو گا کہ ہر انسان کی زبان پر نفسی نفسی کی پکار ہوگی، ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی، باپ اپنے لاڈلے بیٹوں کو فراموش کر دے گا، اولاد اپنے محسن والدین کی طرف دیکھنا بھول جائے گی اور کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، دوسری چیز نفس لوامہ ہے جس کا لفظی معنی ملامت کرنے والا نفس ہے، دراصل نفس ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے، بعض اوقات وہ انسان کو نیکی کا حکم اور اس کی ترغیب دیتا ہے، جب انسان نفس کا حکم مان کر نیکی کا وہ کام کر لیتا ہے تو نفس کو اطمینان ہو جاتا ہے، اطمینان کی اس کیفیت کی وجہ سے اسے "نفسِ مطمئنہ" کہا جاتا ہے، جس کا ذکر سورۃ الفجر کے آخر میں آیا ہے، جبکہ بعض اوقات نفس انسان کو برائی کا حکم اور اس کی ترغیب دیتا ہے، جب انسان اس کا کہنا مان کر برائی کا وہ کام کر لیتا ہے تو پھر اس کی دو حالتیں ہوتی ہیں، یا تو اسے بعد میں گناہ کا ارتکاب کرنے پر ندامت اور شرمندگی ہوتی ہے اور وہ خود کو اس گناہ کا ارتکاب کرنے پر ملامت کرتا ہے، یا وہ اسے معمولی کام سمجھ کر نظر انداز کر دیتا ہے، پہلی صورت میں ندامت اور شرمندگی کا نتیجہ توبہ و استغفار کی شکل میں نکل آتا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ کر اس سے اپنا تعلق بحال کر لیتا ہے، نفس کی اس کیفیت کو "نفس لوامہ" کہا جاتا ہے جس کی یہاں قسم کھائی گئی ہے، کیونکہ اگر انسان کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے تو اس کیلئے اس غلطی کو چھوڑ دینا آسانی سے ممکن ہو جاتا ہے اور اگر انسان اپنی غلطی کو تسلیم ہی نہ کرے تو اس کیلئے اسے چھوڑنا بھی ممکن نہیں ہوتا، ایسے شخص کو نفس بار بار گناہوں کی ترغیب اور حکم دیتا ہے، سو وہ اس کے حکم پر عمل کرتا جاتا ہے، نفس کی اس کیفیت کو "نفس امارہ" کہا جاتا ہے، اس تفصیل سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ انسان کا نفس تو ایک ہی ہوتا ہے لیکن اس کی کیفیت ایک دوسرے سے مختلف ہو سکتی ہیں، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کیفیات کا تعلق مختلف لوگوں سے بھی ہو سکتا ہے اور ایک ہی شخص سے بھی ہو سکتا ہے جبکہ اس کی زندگی کے مختلف گوشوں پر نظر ڈالی جائے چنانچہ ایسی لاکھوں مثالیں پائی جاتی ہیں کہ ایک شخص کو ایک وقت میں خود پر نفس امارہ کا غلبہ محسوس ہوتا ہے دوسرے وقت میں وہ خود کو نفس لوامہ کے درجے پر دیکھتا ہے اور تیسرے وقت میں وہ نفس مطمئنہ کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ۳ اس آیت مبارکہ میں انسان کا ایک گمان فاسد بیان کیا گیا ہے، انسان سے مراد مشرک اور منکر قیامت انسان ہے اور اس کا گمان فاسد یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی ہڈیوں کو جمع کرنا ممکن نہیں ہوگا، کیونکہ جب انسان مرجاتا ہے اور مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتا ہے، اس کا جسم ریزہ ریزہ اور اس کی ہڈیاں بھربھری ہو جاتی ہیں تو بسا اوقات

رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ ِۨالْمُسْتَقَرُّ ﴿١٢﴾ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ

رَبِّكَ	يَوْمَىِٕذِ	الْمُسْتَقَرُّ ﴿١٢﴾	يُنَبَّؤُا	الْاِنْسَانُ	يَوْمَىِٕذٍ	بِمَا	قَدَّمَ
تیرے رب کے	اس دن	ٹھکانہ	بتادیا جائیگا	انسان کو	اس دن	وہ جو	آگے بھیجا اس نے

آپ کے رب کے پاس جا کر ہی ٹھہرنا ہوگا ۔ ﴿١٢﴾ اُس دن انسان کو بتادیا جائیگا جو اُس نے آگے بھیجا اور جو

وَاَخَّرَ ﴿١٣﴾ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ﴿١٤﴾ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ﴿١٥﴾

وَ	اَخَّرَ ﴿١٣﴾	بَلِ	الْاِنْسَانُ	عَلٰى	نَفْسِهٖ	بَصِيْرَةٌ ﴿١٤﴾	وَّلَوْ	اَلْقٰى	مَعَاذِيْرَهٗ ﴿١٥﴾
اور	پیچھے چھوڑا	بلکہ	انسان	پر	اپنی جان کے	آگاہ	اگرچہ	پیش کرتا رہے	اپنے بہانے

پیچھے چھوڑا ہوگا ۔ ﴿١٣﴾ بلکہ انسان اپنی ذات کے حوالے سے خود آگاہ ہوگا ۔ ﴿١٤﴾ اگرچہ اپنے بہانے پیش کرتا رہے ۔ ﴿١٥﴾

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿١٦﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿١٧﴾ فَاِذَا

لَا	تُحَرِّكْ	بِهٖ	لِسَانَكَ	لِتَعْجَلَ	بِهٖ ﴿١٦﴾	اِنَّ	عَلَيْنَا	جَمْعَهٗ	وَ	قُرْاٰنَهٗ ﴿١٧﴾	فَاِذَا
مت	حرکت دے تُو	اس کے ساتھ	اپنی زبان کو	تاکہ جلدی کرے تُو	اسمیں	بیشک	ہم پر	اسے جمع کرنا	اور	اسے پڑھنا	سو جب

آپ اِس کلام کی تلاوت میں جلدی کی خاطر اپنی زبان کو حرکت نہ دیجئے ۔ ﴿١٦﴾ کیونکہ اسے آپ کے سینے میں جمع کرنا اور آپ کی زبان سے اسے پڑھوانا ہماری ذمہ داری ہے ۔ ﴿١٧﴾ سو جب

قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿١٨﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿١٩﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ

قَرَاْنٰهُ	فَاتَّبِعْ	قُرْاٰنَهٗ ﴿١٨﴾	ثُمَّ	اِنَّ	عَلَيْنَا	بَيَانَهٗ ﴿١٩﴾	كَلَّا	بَلْ	تُحِبُّوْنَ
ہم پڑھ لیں	تو پیروی کر تُو	اس پڑھنے کی	پھر	بیشک	ہمارے اوپر	اس کی وضاحت	ہرگز نہیں	بلکہ	تم پسند کرتے ہو

ہم اِسے پڑھ چکیں تو اُس کے بعد آپ پڑھیں ۔ ﴿١٨﴾ پھر اُس کی وضاحت بھی ہمارے ہی ذمے ہے ۔ ﴿١٩﴾ کوئی بات نہیں ، بلکہ تم فوری ملنے والی چیز کو

الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿٢١﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ اِلٰى رَبِّهَا

الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾	وَ	تَذَرُوْنَ	الْاٰخِرَةَ ﴿٢١﴾	وُجُوْهٌ	يَّوْمَىِٕذٍ	نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾	اِلٰى	رَبِّهَا
جلدی والی چیز	اور	چھوڑ دیتے ہو تم	آخرت	بہت سے چہرے	اس دن	تروتازہ	طرف	اپنے رب کے

پسند کرتے ہو ۔ ﴿٢٠﴾ اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو ۔ ﴿٢١﴾ اُس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے ۔ ﴿٢٢﴾ اپنے رب کی طرف

نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍۭ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾

نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾	وَ	وُجُوْهٌ	يَّوْمَىِٕذٍ	بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾	تَظُنُّ	اَنْ	يُّفْعَلَ	بِهَا	فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾
دیکھنے والے	اور	بہت سے چہرے	اس دن	اداس	وہ سمجھتے ہوں گے	کہ	کیا جائیگا	ان کے ساتھ	کمرتوڑنے والا معاملہ

دیکھ رہے ہوں گے ۔ ﴿٢٣﴾ اور بہت سے چہرے اُس دن اداس ہوں گے ۔ ﴿٢٤﴾ وہ سمجھ جائیں گے کہ اُن کے ساتھ کمر توڑنے والا معاملہ کیا جائیگا ۔ ﴿٢٥﴾

گورکن بھی قبروں سے ہڈیاں نکال کر پھینک دیتے ہیں اور اس جگہ کسی نئے مردے کو دفن کردیتے ہیں ، یہ دیکھ کر مشرکوں اور منکروں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ اب ان بے جان اور بے نام ہڈیوں کو کون جمع کرے گا اور کون ان میں روح پھونکے گا اور ان میں زندگی کے آثار کیونکر پیدا ہوں گے؟ اگلی آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔ ﴿٤﴾ اس آیت مبارکہ میں مشرکوں اور منکروں کے گمان فاسد کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، اس کی قدرت سے کوئی کام خارج نہیں ہے، اس لیے کہ اگر وہ کوئی کام نہ کرسکے تو وہ قادرِ مطلق نہیں رہتا، سو اس کی قدرتِ مطلقہ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ مُردوں کی بوسیدہ ہڈیوں کو بھی بآسانی جمع کرسکے، لہٰذا وہ نہ صرف ان کی ہڈیوں کو جمع کرے گا بلکہ وہ اس بات پر بھی مکمل قدرت رکھتا ہے کہ ان کی انگلیوں کے پورے اور ان پر پڑی ہوئی لکیریں بھی درست کرسکے، ٹیکنالوجی کے اس دور میں ہر شخص فنگر پرنٹس کی اہمیت سے باخبر ہے، انہی کے ذریعے ایک انسان دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک مستقل نشانی ہے کہ کسی انسان کے فنگر پرنٹس دوسرے سے نہیں ملتے ، اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ مُردوں کی ہڈیاں جمع کرے گا، بلکہ ان کے فنگر پرنٹس بھی دوبارہ بنادے گا اور ان کی انگلیوں کے پورے بھی سیدھے کردے گا ، کیونکہ وہ قادرِ مطلق ہے۔ ﴿٥﴾ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کی ڈھٹائی کا حال بیان کیا گیا ہے کہ اگر وہ قیامت کا انکار کرتا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ قیامت قائم ہونا عقلی طور پر ممکن نہیں ہے، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کو تسلیم کرلینے کی صورت میں اس کی آزادی سلب ہوجاتی ہے، گناہ کا ارتکاب کرتے ہوئے سزا کا خیال ذہن میں لانا پڑتا ہے، اپنی مرضی کی زندگی گزارنے کی خواہش کا گلا گھونٹنا پڑتا ہے، بے حیائی اور بیہودگی کے کاموں کو چھوڑنا پڑتا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ نفس اور شیطان کی مخالفت کرنی پڑتی ہے اور اپنی خواہشات کے گھوڑے کو لگام دینی پڑتی ہے، اس لیے وہ قیامت کا انکار کردیتا ہے، ﴿٦﴾ اس آیت مبارکہ میں منکرین قیامت کا قیامت کے وقت کے متعلق استفسار کرنا مذکور ہوا ہے، وہ استہزاء اور مذاق اڑانے کے انداز میں پوچھتے ہیں کہ آپ لوگ جس قیامت کی ہمیں دھمکی دیتے ہو، وہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا دن اور تاریخ بتاؤ، اس سوال سے ان کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ وہ قیامت کی تیاری کرنا چاہتے ہیں، بلکہ اس طرح وہ اس کا مذاق اڑانا چاہتے ہیں اور اسے غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کرنا چاہتے ہیں۔ ﴿٧﴾ ﴿١١﴾ ان آیتوں میں قیامت برپا ہونے کا ایک منظر بیان کیا گیا ہے، کہ جو لوگ آج قیامت کا وقت پوچھتے پھر رہے ہیں اور انہیں اس بات کا یقین نہیں آرہا کہ قیامت ایک حقیقت ہے، عنقریب جب اُن کی آنکھیں چندھیا جائیں گی، حق تعالیٰ کی تجلی کے سبب وہ صاف صاف دیکھنے سے رہ جائیں گے، چاند کو گہن لگ جائے گا اور وہ بے نور ہوجائے گا، چاند اور سورج کو ایک جگہ جمع کردیا جائے گا، یعنی دونوں ہی سے روشنی ختم ہوجائے گی اور وہ ایک ساتھ بے نور ہوکر گر پڑیں گے، اُس وقت وہ پناہ گاہ کی تلاش میں بھاگے پھریں گے، اُس وقت انہیں یقین آئے گا کہ واقعی قیامت ایک حقیقت تھی اور اُس وقت وہ اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچیں گے، لیکن اُس وقت ان کی کوئی تدبیر ان کے کسی کام ہرگز نہ آئے گی اور انہیں بھاگنے کیلئے کہیں جگہ نہ ملے گی۔ ﴿١٢﴾ ﴿١٥﴾ ان آیتوں میں قیامت کے احوال بیان کیے گئے ہیں، قیامت کے دن ہر انسان پناہ گاہ کی تلاش میں ہوگا، لیکن اُس دن صرف ایک ہی پناہ گاہ ہوگی یعنی اللہ رب العالمین کا عرش، جسے ٹھکانہ ملے گا، وہیں ملے گا، اس کے علاوہ نہ کوئی ٹھکانہ ہوگا اور نہ کوئی پناہ گاہ، اُس دن انسان کے اگلے پچھلے تمام اعمال کا حساب کتاب اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا، اس کا نامۂ اعمال اسے دیدیا جائے گا جس میں اس کا

كَلَّآ إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿٢٧﴾ وَّظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾

كَلَّآ	إِذَا	بَلَغَتِ	التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾	وَ	قِيلَ	مَنْ	رَاقٍ ﴿٢٧﴾	وَ	ظَنَّ	أَنَّهُ	الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾
ہرگز نہیں	جب	پہنچے گی روح	ہنسلی کی ہڈیوں میں	اور	کہا جائیگا	کون	دم کرنے والا	اور	وہ سمجھ جائے	کہ بیشک وہ	جدائی کا وقت

کوئی بات نہیں، جب روح ہنسلی کی ہڈی میں پہنچتی ہے۔ ﴿٢٦﴾ اور کہا جاتا ہے کہ کوئی دم کرنے والا ہے؟ ﴿٢٧﴾ اور وہ سمجھ جاتا ہے کہ اب جدائی کا وقت آ گیا۔ ﴿٢٨﴾

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾ فَلَا

وَ	الْتَفَّتِ	السَّاقُ	بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾	إِلَىٰ	رَبِّكَ	يَوْمَئِذٍ	الْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾	فَلَا
اور	لپٹ جائے	پنڈلی	پنڈلی سے	طرف	تیرے رب کے	اس دن	کھنچ کر جانا	سو نہیں

اور پنڈلی، پنڈلی کے ساتھ لپٹ جاتی ہے۔ ﴿٢٩﴾ اُسی دن آپ کے رب کی طرف کھنچ کر جانا ہوتا ہے۔ ﴿٣٠﴾ پھر

صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ﴿٣١﴾ وَلَٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿٣٢﴾ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ

صَدَّقَ	وَ	لَا	صَلَّىٰ ﴿٣١﴾	وَلَٰكِن	كَذَّبَ	وَ	تَوَلَّىٰ ﴿٣٢﴾	ثُمَّ	ذَهَبَ	إِلَىٰ	أَهْلِهِ
تصدیق کی اس نے	اور	نہیں	نماز پڑھی	اور لیکن	جھٹلایا اس نے	اور	منہ موڑا	پھر	چلا گیا	طرف	اپنے گھر والوں کے

اُس نے نہ تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی۔ ﴿٣١﴾ لیکن اُس نے تکذیب کی اور منہ موڑ لیا۔ ﴿٣٢﴾ پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کے پاس

يَتَمَطَّىٰ ﴿٣٣﴾ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿٣٤﴾ ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿٣٥﴾ أَيَحْسَبُ

يَتَمَطَّىٰ ﴿٣٣﴾	أَوْلَىٰ	لَكَ	فَأَوْلَىٰ ﴿٣٤﴾	ثُمَّ	أَوْلَىٰ	لَكَ	فَأَوْلَىٰ ﴿٣٥﴾	أَيَحْسَبُ
اکڑتا ہوا	ہلاکت ہے	تیرے لئے	پھر ہلاکت	پھر	ہلاکت	تیرے لئے	سو ہلاکت	کیا سمجھتا ہے

چلا گیا۔ ﴿٣٣﴾ تیرے لیے خرابی پر خرابی ہے۔ ﴿٣٤﴾ پھر تیرے لئے ہلاکت پر ہلاکت ہے۔ ﴿٣٥﴾ کیا انسان

الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾ أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ

الْإِنسَانُ	أَن	يُتْرَكَ	سُدًى ﴿٣٦﴾	أَلَمْ	يَكُ	نُطْفَةً	مِّن	مَّنِيٍّ
انسان	یہ کہ	چھوڑ دیا جائیگا	بیکار	کیا نہیں	تھا وہ	پانی کا قطرہ	سے	مادہ منویہ کے

یہ سمجھتا ہے کہ اُسے یونہی بیکار چھوڑ دیا جائیگا؟ ﴿٣٦﴾ کیا وہ مادہ منویہ کا ایک قطرہ نہ تھا جسے

يُمْنَىٰ ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ

يُمْنَىٰ ﴿٣٧﴾	ثُمَّ	كَانَ	عَلَقَةً	فَخَلَقَ	فَسَوَّىٰ ﴿٣٨﴾	فَجَعَلَ	مِنْهُ	الزَّوْجَيْنِ
ٹپکایا گیا	پھر	ہوگیا وہ	جما ہوا خون	سو پیدا کیا اس نے	پھر برابر کیا	سو کر دیا	اس میں سے	دو جوڑے

ٹپکایا گیا؟ ﴿٣٧﴾ پھر وہ جما ہوا خون بنا، سو اللہ نے اُسے پیدا کیا اور برابر کر دیا۔ ﴿٣٨﴾ پھر اس میں سے نر اور مادہ کا

ہر عمل درج ہوگا، اور کوئی چھوٹا بڑا یا اگلا پچھلا عمل ایسا نہ ہوگا جو اس میں درج نہ ہو، بالفرض اگر وہاں نامۂ اعمال نہ بھی دیا جائے جب بھی انسان اپنے حالات سے خود باخبر ہے، اسے خوب معلوم ہوگا کہ وہ دنیا میں کیا کارنامے سرانجام دے کر آیا ہے؟ اور وہ اپنے متعلق دوسروں سے زیادہ بہتر تجزیہ کر سکے گا، یہ الگ بات ہے کہ وہاں بھی وہ حیلے بہانے اور جھوٹے سچے عذر پیش کرنے لگے، لیکن جو مجرم ہوگا وہ دل سے خود کو مجرم سمجھتا ہوگا اور دل ہی دل میں اپنے کارناموں پر نادم اور شرمسار ہوگا۔ ﴿١٦﴾ ﴿١٩﴾ ان آیتوں میں روئے سخن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے الفاظ اور اس کے معانی کی حفاظت اپنے ذمے لی ہے، دراصل جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو فوری طور پر اسے لکھنے یا لکھوانے کی کوئی صورت نہیں ہوتی تھی، ایک مرتبہ ذہن میں خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وحی لانے والا فرشتہ جب واپس جائے تو میں وہ آیات اور سورتیں ہی بھول جاؤں جو وہ لیکر آیا تھا اس کا حل یہ ذہن میں آیا کہ جب وحی لانے والا فرشتہ ایک ایک آیت پڑھ پڑھ کر سنا رہا ہو تو مجھے بھی اس وقت ساتھ ساتھ پڑھنا چاہیے، اس طرح وہ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہو جائے گی، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی خیال کے مطابق جبریل امین کے ساتھ ساتھ اس وحی کی تلاوت شروع کر دی جو وہ لیکر آئے تھے، یہ سلسلہ جب بڑھ گیا اور نبی علیہ السلام کو اس میں مشقت ہونے لگی کیونکہ بیک وقت ذہن کو دو چیزوں کی طرف متوجہ کرنا مشکل ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرما دیا کہ آپ جلدی کے پیش نظر اپنی زبان مبارک کو جبریل امین کے ساتھ حرکت نہ دیں بلکہ جبریل امین کو پہلے تلاوت مکمل کرنے دیں، اس کے بعد آپ تلاوت فرمائیں، اگر آپ کو یہ اندیشہ ہو کہ کہیں کوئی آیت یا کوئی لفظ بھول نہ جائیں تو آپ اطمینان رکھیں کہ نازل شدہ وحی کو آپ کے مبارک سینے میں جمع کرنا، اسے آپ کی زبان مبارک سے پڑھوانا اور اس پر جاری کروانا، پھر اس کی مکمل وضاحت اور تفسیر بیان کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے، ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ آپ اس مبارک کلام کی تلاوت بھی خود فرمائیں گے، یہ کلام آپ کے سینے میں بھی محفوظ رہے گا اور آپ اس کی مکمل وضاحت اور تفسیر بھی فرمائیں گے، جو رب قرآن کریم کی مختلف آیتوں اور الفاظ کو ایک جگہ جوڑ کر جمع کر سکتا ہے، وہ مُردوں کی بوسیدہ ہڈیوں کو بھی بآسانی جمع کر سکتا ہے۔ ﴿٢٠﴾ ﴿٢١﴾ ان آیتوں میں انکار قیامت کے روگ کی اصل وجہ کی نشاندہی کی گئی ہے، یہ روگ دراصل ''دنیا کی محبت'' سے پیدا ہوتا ہے اور انسان کو دنیا سے محبت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اس کا بدلہ اور صلہ انسان کو فوری طور پر مل جاتا ہے اور آخرت کے حوالے سے رغبت میں کمی اس لیے ہوتی ہے کہ انسان کو اس کیلئے انتظار کرنا پڑتا ہے، چونکہ انسان کی طبیعت اور فطرت میں جلد بازی ہے اس لیے وہ فوری ملنے والے معمولی فائدے کو تاخیر سے ملنے والے زیادہ منافع پر ترجیح دیدیتا ہے، یوں بھی دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ اور فساد کا اصل سبب ہے، جب تک یہ سبب زائل نہ ہوگا، اُس وقت تک فکرِ آخرت انسان پر غالب نہ آئے گی۔ ﴿٢٢﴾ ﴿٢٥﴾ ان آیتوں میں قیامت کے ان لوگوں کی دو حالتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی حالت کا تعلق اہل ایمان واخلاص سے ہے اور دوسری حالت کا تعلق اہل کفر وشرک سے ہے، اہل ایمان کے چہرے قیامت کے دن نہایت تر وتازہ، شاداں وفرحاں ہوں گے، ان کے چہروں پر مسکراہٹ کے پھول کھلے ہوں گے اور ان کی آنکھوں میں حق تعالیٰ کی تجلیات بسی ہوئی ہوں گی، وہ اپنی آنکھوں سے اپنے رب کا دیدار کریں گے اور اپنی بے تاب وشوقین نگاہوں کی لذت اور ٹھنڈک کا سامان مہیا کر رہے ہوں گے، دوسری طرف کفار ومشرکین ہوں گے جن کے چہروں پر اداسی اور پھٹکار برس رہی ہوگی، وہ بے رونق اور بے برکت چہروں کے ساتھ حیران

ع ۱۰ ۱۸

الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾ ع

الذَّكَرَ	وَ	الْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾	اَلَيْسَ	ذٰلِكَ	بِقٰدِرٍ	عَلٰٓى	اَنْ	يُّحْيِۦَ	الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾
مرد کا	اور	عورت کا	کیا نہیں	وہ	قدرت والا	پر	یہ کہ	زندہ کردے	مردوں کو

جوڑا پیدا کیا۔ ﴿۳۹﴾ کیا وہ اللہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ مُردوں کو زندہ کر سکے؟ ﴿۴۰﴾

اٰیاتُھا ۳۱ (۷۶) سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَدَنِيَّةٌ (۹۸) رُکُوعَاتُھَا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

پریشان پھر رہے ہوں گے اور ان کے چہروں سے ہی اندازہ ہو جائے گا کہ وہ اپنے انجام کے حوالے سے کس قدر فکرمند اور پریشان ہیں، خود انہیں بھی اندازہ ہوگا کہ اب ان کے ساتھ وہ سلوک ہونے والا ہے جو ان کی کرتوت کو کر کے رکھ دے گا اور انہیں دردناک اور عبرتناک سزاؤں کیلئے جہنم میں دھکیل دیا جائے گا، گویا انسان کا چہرہ دیکھ کر ہی اس کی خوشی اور غمی کا فیصلہ کرنا آسان ہوگا۔ زیر تذکرہ آیتوں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قیامت کے دن اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی زیارت اور دیدار نصیب ہونا برحق ہے، ان لوگوں کی بدذوقی اور کھردرے مزاج پر تعجب ہوتا ہے جو رؤیت باری تعالیٰ کے منکر ہیں، شاید انہیں محبوب حقیقی کے دیدار کی تڑپ اور تمنا ہی نہیں ہے، ورنہ اگر آیات قرآنی سے اس کے امکان کی طرف صرف اشارہ بھی ملتا ہو تو ایک باذوق محبت کرنے والا انسان اسی میں اپنی محبت کی تکمیل کے اسباب تلاش کرنے لگتا ہے، اے اللہ! میں تیرے دیدار کا مشتاق ہوں، مجھے اپنے دیدار سے محروم نہ فرمانا۔ ﴿۲۶﴾ ﴿۳۰﴾ ان آیتوں میں بڑی قیامت سے پہلی چھوٹی قیامت کی منظرکشی کی گئی ہے، جو لوگ آخرت کو بہت دور سمجھنے کی وجہ سے دنیا کو اس پر ترجیح دیتے ہیں، ان سے فرمایا گیا ہے کہ آخرت دور ہرگز نہیں ہے، وہ تمہارے بہت قریب ہے، کیونکہ آخرت کی پہلی منزل موت ہے اور مرنے کے بعد سب سے پہلی منزل قبر ہے، جو شخص اس پہلی منزل میں کامیاب ہو گیا، اس کی اگلی منازل بھی آسان ہو جائیں گی، ورنہ وہ مشکلات کا شکار ہو جائے گا، چونکہ موت بھی قیامت کا ایک نمونہ ہی ہے اس لیے یہاں اُس کیفیت کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو مرنے والے اور اس کے لواحقین پر طاری ہوتی ہے، چنانچہ جب کوئی شخص قریب المرگ ہوتا ہے اور اس پر نزع کا عالم طاری ہوتا ہے تو اس کی روح پاؤں کی جانب سے نکلنا شروع ہوتی ہے، سب سے پہلے اس کے پاؤں بے جان ہوتے ہیں، پھر آہستہ آہستہ اس کی پنڈلیاں بے جان ہونا شروع ہو جاتی ہیں، بسا اوقات ایک پنڈلی دوسری پنڈلی پر چڑھ جاتی ہے، اُس وقت انسان اتنا بے بس ہوتا ہے کہ ایک پنڈلی کو دوسری پنڈلی سے جدا بھی نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ اسے حرکت دینا بھی اس کیلئے ممکن نہیں رہتا، یہاں تک کہ روح کھنچتے کھنچتے ہنسلی کی ہڈی تک پہنچ جاتی ہے، مریض کے لواحقین ڈاکٹروں، حکیموں اور معالجوں کی تلاش میں ہوتے ہیں، پیروں، فقیروں اور جھاڑ پھونک کرنے والوں کو دور دراز سے لیکر آرہے ہوتے ہیں، ایک ہسپتال سے دوسرے ہسپتال اور ایک معالج سے دوسرے معالج کا سفر کر رہے ہوتے ہیں، مہنگی دوائیں اور ٹیکے مہیا کر رہے ہوتے ہیں، اُدھر مرنے والا نزع کی کیفیت میں شدید تکلیف کا سامنا کر رہا ہوتا ہے، اسے اندازہ ہو جاتا ہے کہ بس اب دنیا سے جدائی کا وقت آگیا ہے، اپنے مال و دولت، جائیداد، عہدہ و منصب، محبوب بیوی اور چہیتی اولاد کو چھوڑنے کا وقت آگیا ہے، بس یہی وہ مرحلہ ہوتا ہے جب لواحقین کی ساری کوششیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور مریض سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری کیلئے روانہ ہو جاتا ہے، جس ذات نے عالم اصغر کو موت کا مزہ چکھایا ہے، وہی ذات عالم اکبر پر بھی موت طاری کردے گی اور عالم اکبر کی موت ہی قیامت کا دوسرا نام ہے۔ ﴿۳۱﴾ ﴿۳۵﴾ ان آیتوں میں حسرت بھری موت مرنے والے شخص کی فکرِ آخرت سے غافل رہنے کی تفصیل بیان کی گئی ہے کہ وہ آخرت کی فکر سے اس قدر غافل اور لاپرواہ رہا کہ اسے یہ احساس ہی نہیں ہوا کہ میں بہت بڑی غلطی اور نادانی کا ارتکاب کر رہا ہوں، مجھے ایک طویل سفر پر روانہ ہونا ہے اور اس کیلئے زادِ راہ وافر مقدار میں مہیا کرنا ہے، چنانچہ نہ تو اس نے دین کی تصدیق کی اور نہ ہی پیغمبروں کو سچا سمجھا، بلکہ وہ ان کی تکذیب و تردید ہی کرتا رہا، نہ اس نے نماز پڑھی اور نہ روزہ رکھا، ہمیشہ غرور و تکبر، فخر اور خود پسندی میں مبتلا رہا، اپنے گھر والوں اور جاننے والوں کے سامنے ہمیشہ اپنی بڑائی کے گن گاتا اور شیخیاں بگھارتا رہا، اسے یہ اندازہ ہی نہ تھا کہ اسے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جانا پڑے گا، قیامت کے دن ایسے شخص سے کہا جائے گا کہ اب تیرے لیے ہر طرف سے ہلاکت ہی ہلاکت اور بربادی ہی بربادی ہے، تباہی تیرا مقدر ہو چکی ہے اور ہر قسم کی خرابی اور نقصان تیرا منتظر ہے، اس تباہی اور بربادی سے آج تجھے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ ﴿۳۶﴾ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کا ایک گمانِ فاسد بیان کیا گیا ہے، انسان سے مراد کافر و مشرک اور منکرِ قیامت ہے، اس کے نزدیک جو شخص مر جاتا ہے، اس کی کہانی ختم ہو جاتی ہے اور اس کا باب بند ہو جاتا ہے، لہٰذا اس کی رائے میں مرنے والے کی لاش محض ایک لاش ہوتی ہے جس سے کوئی مقصد وابستہ نہیں ہوتا، اسی وجہ سے بہت سے مشرک مرنے والوں کی لاش کو جلا دیتے ہیں اور بعض لوگ سمندر کے پانی میں بہا دیتے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا موت کی وجہ سے انسان کی کہانی ختم ہو جاتی ہے؟ کیا زندگی صرف اسی چند روزہ بہار یا خزاں کا نام ہے جس کا سامنا دنیا کے لوگ کرتے ہیں؟ یا زندگی اس سے بھی آگے ہے؟ کیا موت زندگی کی فنا کا نام ہے یا زندگی کی بقاء کا؟ اور کیا جزا و سزا کے نظام سے گزارے بغیر انسان کو یونہی چھوڑ دینا انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے؟ ان تمام سوالات کا جواب اگلی آیتوں میں دیا گیا ہے۔ ﴿۳۷﴾ ﴿۴۰﴾ ان آیتوں میں انسان کو اس کی پہلی تخلیق کے چند مراحل یاد دلا کر یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ جس رب نے تمہیں پہلی مرتبہ وجود عطا فرمایا، کیا وہ تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا؟ انسان اپنی ہستی پر غور تو کرے کہ وہ اصل میں کیا تھا؟ پانی کا ایک ناپاک قطرہ، اگر وہ جسم پر لگ جائے تو جسم ناپاک ہو جاتا ہے اور کپڑوں پر لگ جائے تو کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں، شرفاء اور معززین اپنی مجلسوں اور محفلوں میں اس لفظ کا تذکرہ بھی اپنی زبان پر لانا پسند نہیں کرتے، پانی کا یہ ناپاک قطرہ رحمِ مادر میں مختلف مراحل سے گزرتا ہے، ایک موقع پر وہ جمے ہوئے خون کا ایک لوتھڑا ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اس کی تصویرکشی کرتا ہے، اس میں روح پھونکتا ہے، اس کے تمام اعضاء کو برابر اور ہموار کرتا ہے، ہر عضو کو اس کی جگہ پر استوار کرتا ہے، کسی کو مذکر اور کسی کو مؤنث بناتا ہے اور جس میں جیسے رنگ بھرنا چاہتا ہے، بھر دیتا ہے، اب ذرا ٹھنڈے دل سے اس بات پر غور کرو کہ جو رب اس قدر طاقت اور قدرت والا ہو کہ پانی کے ایک ناپاک قطرے سے انسان کو وجود عطا فرمادے، کیا اس کیلئے مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا مشکل ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر تمہیں اس بات کا اقرار کرنا چاہیے کہ پروردگار! کیوں نہیں، تو ہر چیز پر مکمل قدرت اور دسترس رکھتا ہے اور تیرے لیے مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ الحمدللہ! آج مورخہ ۱۹ نومبر ۲۰۱۹ء بروز منگل

سورة الدھر

سورۂ دہر مدنی سورت ہے، اس میں کل حرف ۱۴۵۰، کلمات ۲۴۰، آیات ۳۱ اور رکوعات ۲ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی ''الدھر'' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ دہر رکھا گیا، اس کا لفظی معنیٰ ''زمانہ'' ہے، کچھ لوگ زمانے ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور ہر قسم کے تغیر کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ارادے سے جوڑنے کی بجائے زمانے کی گردش سے کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو دہریہ کہا جاتا ہے، اس سورت میں ان کی تردید کر کے انسان کو شکرگزار اور ناشکرے بندوں میں تقسیم کیا گیا ہے، پھر شکرگزار لوگوں کی صفات اور ان کے انعام کا ذکر کیا گیا ہے، یہ اس جنت کا نقشہ ہے جس کا اللہ نے وعدہ فرما رکھا ہے، اور ناشکرے لوگوں کے متعلق بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ دنیوی زندگی کی چاہت اور محبت میں مبتلا ہیں اور آخرت کو بھلا بیٹھے ہیں، اس کا نقصان خود انہی کو اٹھانا پڑے گا۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ①

هَلْ	اَتٰى	عَلَى	الْاِنْسَانِ	حِيْنٌ	مِّنَ	الدَّهْرِ	لَمْ	يَكُنْ	شَيْـًٔا	مَّذْكُوْرًا ①
کیا	آیا	پر	انسان کے	ایک وقت	سے	زمانے کے	نہ	تھا وہ	کوئی چیز	قابل ذکر

انسان پر ایک زمانہ ایسا بھی آیا ہے کہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا ۔ ①

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا

اِنَّا	خَلَقْنَا	الْاِنْسَانَ	مِنْ	نُّطْفَةٍ	اَمْشَاجٍ	نَّبْتَلِيْهِ	فَجَعَلْنٰهُ	سَمِيْعًا
بیشک ہم	پیدا کیا ہم نے	انسان کو	سے	پانی کے قطرے کے	مخلوط	ہم اسے پلٹتے ہیں	پھر کر دیا ہم نے اسے	سننے والا

بیشک ہم نے انسان کو ایک مخلوط پانی کے قطرے سے پیدا کیا ، ہم اُسے پلٹتے رہے ، پھر ہم نے اُسے سننے والا ،

بَصِيْرًا ② اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ③ اِنَّآ

بَصِيْرًا ②	اِنَّا	هَدَيْنٰهُ	السَّبِيْلَ	اِمَّا	شَاكِرًا	وَّ	اِمَّا	كَفُوْرًا ③	اِنَّآ
دیکھنے والا	بیشک ہم نے	رہنمائی کی اس کی	راستے کی	یا	شکر کرنے والا	اور	یا	ناشکری کرنے والا	بیشک ہم نے

دیکھنے والا بنا دیا۔ ② بیشک ہم نے سیدھے راستے کی طرف اُس کی رہنمائی کر دی ، اب وہ شکرگزار بنے یا ناشکری کرنے والا ۔ ③ بیشک ہم نے

اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ④ اِنَّ الْاَبْرَارَ

اَعْتَدْنَا	لِلْكٰفِرِيْنَ	سَلٰسِلَا۟	وَ	اَغْلٰلًا	وَّ	سَعِيْرًا ④	اِنَّ	الْاَبْرَارَ
تیاری کی ہے	کافروں کیلئے	زنجیریں	اور	طوق	اور	بھڑکتی آگ	بیشک	نیکوکار

کافروں کیلئے زنجیریں ، طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے ۔ ④ بیشک نیک لوگ

يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ⑤ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ

يَشْرَبُوْنَ	مِنْ	كَاْسٍ	كَانَ	مِزَاجُهَا	كَافُوْرًا ⑤	عَيْنًا	يَّشْرَبُ	بِهَا	عِبَادُ
پیتے ہیں وہ	سے	گلاس کے	ہوگی	اس کی آمیزش	کافور کی	ایک چشمہ	پیتے ہیں	اس سے	بندے

ایک ایسے پیالے میں سے پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی ۔ ⑤ وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے خاص بندے

اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ⑥ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ

اللّٰهِ	يُفَجِّرُوْنَهَا	تَفْجِيْرًا ⑥	يُوْفُوْنَ	بِالنَّذْرِ	وَ	يَخَافُوْنَ	يَوْمًا	كَانَ
اللہ کے	بہائیں گے وہ اسے	بہانا	پورا کرتے ہیں	منت کو	اور	ڈرتے ہیں	اس دن سے	ہوگا

پیتے ہیں ، وہ اپنے اختیار سے اُس کی نالیاں بہائیں گے ۔ ⑥ یہ وہ لوگ ہیں جو منت کو پورا کرتے ہیں ، اور اُس دن سے ڈرتے ہیں جس کی

① اس آیت مبارکہ میں انسان کو وہ زمانہ یاد دلایا گیا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا، جب وہ معدوم تھا، جب اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا، نہ زبانوں پر اس کا تذکرہ تھا اور نہ مجلسوں میں کوئی اسے یاد کرتا تھا، نہ اس کا کوئی نام تھا اور نہ کوئی تعارف، نہ اس کے پاس مال و دولت تھی اور نہ جائیداد، نہ حکومت اور نہ اقتدار، آج جب اسے کچھ چیزیں مل گئی ہیں تو وہ اکڑتا پھرتا اور اپنے رب سے مقابلہ کرتا ہے۔ ② اس آیتِ مبارکہ میں انسان کی تخلیق اور اس کا مقصد بیان کیا گیا ہے، انسان کی تخلیق ایک مخلوط پانی کے قطرے سے ہوئی، کیونکہ جب مرد کا ''پانی'' عورت کے ''پانی'' سے ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے تو ایک نئی جان کی تخلیق کے مراحل شروع ہو جاتے ہیں، جب تک مرد کا پانی عورت کے پانی سے نہ ملے، اُس وقت تک عام حالات میں اکیلے مرد یا اکیلی عورت کے پانی سے بچہ وجود میں نہیں آتا، گویا انسان کو یاد دلایا گیا ہے کہ اس کی تخلیق میں اس کی ماں اور باپ دونوں کا پانی شامل ہے، لہٰذا اسے اپنی ابتدا کو یاد رکھتے ہوئے ان دونوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا چاہیے، نیز اپنے مقصدِ تخلیق کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے، ہم نے اسے امتحان اور آزمائش کیلئے دنیا میں بھیجا ہے اور اس مقصد کیلئے اسے کانوں اور آنکھوں والا بنایا ہے، یعنی اسے سننے اور دیکھنے کی ایسی طاقت بخشی ہے جو اس کے علاوہ کسی دوسری مخلوق کو نہیں دی ، تا کہ ہم اسے آزمائیں کہ وہ اپنے رب کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر اس کا فرمانبردار بندہ بنتا ہے یا اس کی نافرمانی پر کمر بستہ ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے ہم نے اسے احکامِ شرعیہ کا مکلف بنایا ہے، گویا یوں کہیے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ اسے احکام شرعیہ کا مکلف بنا کر اس کا امتحان لیا جائے کہ وہ اس امتحان میں کامیاب ہوتا ہے یا ناکام ہوتا ہے اور اس مقصد کیلئے اسے مطلوبہ تمام قوتیں اور نعمتیں فراہم کر دی گئی ہیں تا کہ وہ ان سے فائدہ اٹھا کر اپنے امتحان کی بھرپور تیاری کر سکے۔ ③ اس آیتِ مبارکہ میں انسان کا ایک محدود اختیار بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے بعد اسے نیکی اور بدی، ایمان اور کفر، ہدایت اور گمراہی، شکر اور ناشکری، تقویٰ اور فسق و فجور دونوں راستے دکھا دیئے، پھر اسے اختیار دیدیا کہ ان دونوں راستوں میں سے جس مرضی راستے کا انتخاب کر لے، اس نے کسی کو ایمان لانے کیلئے مجبور نہیں کیا اور کسی سے کفر کا اختیار سلب نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ ایمان، ہدایت، نیکی اور شکر و تقویٰ کا راستہ چن لیتے ہیں اور کچھ لوگ کفر، گمراہی، بدی، ناشکری اور فسق و فجور کی راہ پر چل پڑے ہیں، گویا اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبورِ محض نہیں بنایا، اگر وہ مختارِ کل نہیں ہے تو مجبورِ محض بھی نہیں ہے۔ ④ اس آیتِ مبارکہ میں کافروں کا انجام بیان کیا گیا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قدرت کے بنائے ہوئے دو راستوں میں سے کفر و شرک، گمراہی، بدی اور ناشکری کی راہ اختیار کی، چونکہ یہ راہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے، اس لیے اس نے پہلے سے ہی لوگوں کو بتا رکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اس راستے پر چلے گا تو میں اسے سزا دوں گا، میں نے اس کیلئے زنجیریں، طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے، اس کے پاؤں میں بھاری بھرکم زنجیریں ہوں گی جن کی صرف لمبائی ستر گز ہوگی، اس کے گلے میں بھاری طوق ہوں گے جن کے بوجھ تلے دب کر وہ چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے سے عاجز ہوگا اور بھڑکتی ہوئی آگ اس کے پورے جسم کو جلا ڈالے گی۔ ⑤ ⑥ ان آیتوں میں نیک اور فرمانبردار لوگوں کا انجام بیان کیا گیا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قدرت کے بنائے ہوئے دو راستوں میں سے ایمان، ہدایت، نیکی، شکر اور تقویٰ کا راستہ اپنے

شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝٧ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا

شَرُّهٗ	مُسْتَطِيْرًا۝	وَ	يُطْعِمُوْنَ	الطَّعَامَ	عَلٰى	حُبِّهٖ	مِسْكِيْنًا	وَ	يَتِيْمًا
اس کا شر	پھیل جانے والا	اور	کھلاتے ہیں	کھانا	پر	اس کی محبت کے	مسکین کو	اور	یتیم کو

سختی پھیل پڑے گی ۔ ⑦ اور وہ خواہش کے باوجود اپنا کھانا کسی مسکین ، یتیم اور قیدی کو

وَّاَسِيْرًا ۝٨ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً

وَ	اَسِيْرًا۝	اِنَّمَا	نُطْعِمُكُمْ	لِوَجْهِ	اللّٰهِ	لَا	نُرِيْدُ	مِنْكُمْ	جَزَآءً
اور	قیدی کو	وہ تو صرف	ہم کھلاتے ہیں تمہیں	رضا کیلئے	اللہ کی	نہیں	چاہتے ہم	تم سے	کوئی بدلہ

کھلا دیتے ہیں ۔ ⑧ کہ ہم تو تمہیں صرف اللہ کی رضا کیلئے کھلاتے ہیں ، ہم تم سے نہ تو کوئی بدلہ چاہتے ہیں

وَّلَا شُكُوْرًا ۝٩ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝١٠ فَوَقٰىهُمُ

وَ	لَا	شُكُوْرًا۝	اِنَّا	نَخَافُ	مِنْ	رَّبِّنَا	يَوْمًا	عَبُوْسًا	قَمْطَرِيْرًا۝	فَوَقٰىهُمُ
اور	نہ	شکرگزاری	بیشک ہم	ڈرتے ہیں	سے	اپنے رب کے	ایک دن سے	اداسی والا	سختی والا	سو بچالے گا انہیں

اور نہ ہی شکر گزاری۔ ⑨ ہم تو اپنے رب کی طرف سے آنے والے ایک دن سے ڈرتے ہیں جو بہت اُداسی اور سختی والا ہوگا۔ ⑩ تو انہیں اُس دن کی

اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝١١ وَجَزٰىهُمْ بِمَا

اللّٰهُ	شَرَّ	ذٰلِكَ	الْيَوْمِ	وَلَقّٰىهُمْ	نَضْرَةً	وَ	سُرُوْرًا۝	وَجَزٰىهُمْ	بِمَا
اللہ	شر سے	اس	دن کے	اور دے گا انہیں	تازگی	اور	خوشیاں	اور بدلہ دے گا انہیں	اس کا جو

سختی سے اللہ بچالے گا اور انہیں تروتازگی اور خوشیاں عطا کرے گا ۔ ⑪ اور انہیں اُن کے صبر کے

صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝١٢ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ

صَبَرُوْا	جَنَّةً	وَ	حَرِيْرًا۝	مُّتَّكِـِٕيْنَ	فِيْهَا	عَلَى	الْاَرَآئِكِ	لَا	يَرَوْنَ
صبر کیا انہوں نے	جنت	اور	ریشم	ٹیک لگائے ہوئے	اس میں	پر	تختوں کے	نہ	دیکھیں گے وہ

بدلے باغ اور ریشمی لباس عطا فرمائیگا ۔ ⑫ وہاں وہ تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے ، وہاں وہ دھوپ

فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝١٣ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ

فِيْهَا	شَمْسًا	وَ	لَا	زَمْهَرِيْرًا۝	وَ	دَانِيَةً	عَلَيْهِمْ	ظِلٰلُهَا	وَ	ذُلِّلَتْ
اس میں	کوئی سورج	اور	نہ	سردی	اور	جھکے ہوئے	ان پر	سائے	اور	لٹکا دیئے جائیں گے

دیکھیں گے اور نہ سخت سردی ۔ ⑬ اور اُن پر سائے جھکے پڑے ہوں گے ، اور اُس کے گچھے

لیے منتخب کیا، چونکہ اللہ تعالیٰ کو یہی راستہ پسند ہے اس لیے اس نے اس راستے پر چلنے والوں کیلئے انعامات کا وعدہ فرمایا ہے، یہاں ان میں سے صرف ایک نعمت کا حوالہ دیا گیا ہے کہ انہیں جنت میں پینے کیلئے جو مشروبات دیئے جائیں گے، ان میں کافور کی آمیزش کی جائے گی جیسے دنیا میں لوگ پانی یا دودھ وغیرہ میں شربت ملاتے ہیں، جس سے پانی اور دودھ میں اس شربت کا رنگ اور ذائقہ آجاتا ہے اور انسان اس سے لطف اندوز ہوتا ہے، اسی طرح جنت کے مشروبات میں کافور کی آمیزش سے بھی اہل جنت لطف اندوز ہوں گے، لیکن یاد رہے کہ یہاں کافور سے مراد خوشبو نہیں ہے، بلکہ یہ جنت کے ایک چشمے کا نام ہے جس کا اصل منبع رسول اکرم ﷺ کے محل میں ہوگا، وہاں سے تمام انبیاء، ومؤمنین کے باغات تک اسے سپلائی کیا جائے گا، چنانچہ اس چشمے سے سینکڑوں ہزاروں نالیاں اہل جنت کیلئے نکالی جائیں گی ، ان کی خاصیت یہ ہوگی کہ وہ انہیں جس طرف بہانا اور لے جانا چاہیں گے، وہ ایسا کر سکیں گے۔ سبحان اللہ ⑦ ⑩ ان آیتوں میں ''ابرار'' کا تعارف ان کی کچھ صفات اور اخلاقی خوبیوں کے ساتھ کیا گیا ہے، یہ خوبیاں اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب اور پسندیدہ ہیں، پہلی خوبی منت کو پورا کرنا ہے، شریعت میں منت ماننے کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی ہے کیونکہ منت ماننے والا اُس سوداگر کی طرح ہوتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ تم پہلے میرا یہ کام کرو تو میں تمہیں فلاں چیز دوں گا، منت ماننے والا بھی یہی کہتا ہے کہ اے اللہ! پہلے تو میرا فلاں کام کر، پھر میں تین روزے رکھوں گا، حالانکہ اسے روزے تو ویسے بھی رکھ لینے چاہئیں، اس سودے بازی کی کیا ضرورت ہے؟ اس لیے شریعت اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی، لیکن اگر نیکی کے کسی کام کی منت مان لی جائے تو پھر اسے پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے، نیک لوگ اپنی منت کو پورا کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، دوسری خوبی قیامت کا خوف دل میں رکھنا ہے، کیونکہ قیامت کے دن کی سختی ہر طرف پھیلی پڑی ہوگی، نہ کوئی فرد اس سے بچے گا اور نہ کوئی جگہ، اس دن کی شدت نے سب کا احاطہ کر رکھا ہوگا، اس لیے نیک لوگ اس سے بے خوف نہیں ہوتے اور یہی چیز انہیں بے شمار گناہوں سے بچا لیتی ہے، تیسری خوبی اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دینا ہے، مثلاً شدید بھوک لگ رہی ہو، دل میں کھانے کی خواہش بھی ہو، کھانا بھی موجود ہو، دسترخوان بھی لگا دیا گیا ہو، لیکن ابھی وہ لقمہ لینے نہ پایا ہو کہ کوئی یتیم، مسکین یا قیدی آجائے اور اس کے سامنے اپنی بھوک پیاس کا ذکر کرے تو وہ اپنا کھانا اسے کھلا دے اور اپنا دسترخوان اس کے حوالے کر دے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے واقعے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرات حسنین بیمار ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی باندی فضہ تینوں نے تین تین روزے رکھنے کی منت مان لی، جب وہ دونوں صحت یاب ہوئے تو تینوں حضرات نے روزے شروع کر دیئے، لیکن تینوں دن ایسا ہوا کہ افطاری کے وقت جب دسترخوان پر بیٹھے تو کوئی ضرورت مند آ گیا اور انہوں نے اپنا سارا کھانا اسے دیکر خود پانی سے روزہ افطار کر لیا، اللہ تعالیٰ کو یہ ادا پسند آئی اور ان حضرات کی شان میں زیر تذکرہ آیتیں نازل فرمادیں، چوتھی خوبی اخلاص ہے کہ اگر وہ نیکی کا کوئی کام کرتے ہیں، کسی کی ضرورت پوری کرتے ہیں، کسی کو کھانا کھلاتے ہیں یا کسی کو لباس مہیا کرتے ہیں تو واضح کر دیتے ہیں کہ ہماری یہ نیکی صرف اللہ کی رضا کے جذبے سے ہے، اس کے بدلے ہمیں تم سے کسی چیز کا تقاضا نہیں ہے، بلکہ ہم تو یہ بھی نہیں چاہتے کہ تم ہمارا شکر ادا کرو، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہاں تک اہتمام فرماتی تھیں کہ اگر وہ کسی

قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ﴿١٤﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ

قُطُوفُهَا	تَذْلِيلًا ﴿١٤﴾	وَ	يُطَافُ	عَلَيْهِمْ	بِآنِيَةٍ	مِّنْ	فِضَّةٍ	وَ	أَكْوَابٍ
اس کے گچھے	لٹکا دینا	اور	لیے پھریں گے	ان پر	برتن	سے	چاندی کے	اور	کٹورے

لٹکا کر اُن کی خاطر نیچے کر دیے جائیں گے۔ ⑭ اور اُن کے پاس چاندی کے برتن اور کٹورے لئے پھریں گے،

كَانَتْ قَوَارِيرَا ﴿١٥﴾ قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ﴿١٦﴾

كَانَتْ	قَوَارِيرَا ﴿١٥﴾	قَوَارِيرَا	مِنْ	فِضَّةٍ	قَدَّرُوهَا	تَقْدِيرًا ﴿١٦﴾
ہوں گے وہ	شیشے	شیشے	سے	چاندی کے	اندازہ کریں گے وہ اس کا	اندازہ کرنا

جو شیشے کی طرح معلوم ہوں گے۔ ⑮ یعنی وہ شیشہ جو چاندی کی قسم کا ہوگا، وہ اُس کا خاص اندازہ مقرر کر لیں گے۔ ⑯

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ﴿١٧﴾ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ

وَ	يُسْقَوْنَ	فِيهَا	كَأْسًا	كَانَ	مِزَاجُهَا	زَنْجَبِيلًا ﴿١٧﴾	عَيْنًا	فِيهَا	تُسَمّٰى
اور	پلائے جائیں گے وہ	اس میں	ایک گلاس	ہوگی	اس کی آمیزش	سونٹھ	ایک چشمہ	اس میں	اس کا نام ہوگا

اور اُنہیں ایک ایسے پیالے میں سے پلایا جائیگا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ ⑰ وہ جنت کا ایک چشمہ ہے، جسے

سَلْسَبِيلًا ﴿١٨﴾ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ

سَلْسَبِيلًا ﴿١٨﴾	وَ	يَطُوفُ	عَلَيْهِمْ	وِلْدَانٌ	مُّخَلَّدُونَ	إِذَا	رَأَيْتَهُمْ
سلسبیل	اور	لیے پھریں گے	ان پر	لڑکے	سدا رہنے والے	جب	تو انہیں دیکھے گا

"سلسبیل" کہا جاتا ہے۔ ⑱ اور اُن پر ایسے لڑکے لئے پھریں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، جب آپ اُنہیں دیکھیں گے

حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ﴿١٩﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا

حَسِبْتَهُمْ	لُؤْلُؤًا	مَّنْثُورًا ﴿١٩﴾	وَ	إِذَا	رَأَيْتَ	ثَمَّ	رَأَيْتَ	نَعِيمًا	وَ	مُلْكًا
سمجھے گا تو انہیں	موتی	بکھرے ہوئے	اور	جب	تو دیکھے گا	وہاں	تو دیکھے گا	نعمتیں	اور	حکومت

تو یہ سمجھیں گے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ ⑲ اور جب آپ وہاں دیکھیں گے تو نعمتیں اور بڑی سلطنت ہی

كَبِيرًا ﴿٢٠﴾ عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوا

كَبِيرًا ﴿٢٠﴾	عَالِيَهُمْ	ثِيَابُ	سُنْدُسٍ	خُضْرٌ	وَ	إِسْتَبْرَقٌ	وَ	حُلُّوا
بڑی	ان کے اوپر	کپڑے	باریک ریشم کے	سبز	اور	موٹے ریشم کے	اور	پہنائے جائیں گے

دیکھیں گے۔ ⑳ اُن کے جسم پر سبز رنگ کے باریک اور موٹے ریشمی کپڑے ہوں گے، اور اُنہیں چاندی کے

قرء حفص بتغير الألف في الوصل فيهما ووقف على الأول بالألف وعلى الثاني بغير الألف ١٢

کے ساتھ حسن سلوک کرتیں اور وہ انہیں دعا دیتا تو وہ بھی اسے دعا دیتیں، تا کہ دعا کے بدلے دعا ہو جائے اور ان کے صدقے کا ثواب خالص رہ جائے، آخر میں نیک لوگوں کی دوسری خوبی کا حوالہ دوبارہ دیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا خوف اور آخرت کی فکر کا غلبہ نہایت قابل تعریف خوبی ہے کیونکہ وہ دن نہایت اداسی والا ہوگا، حق تعالیٰ کا جلال پورے عروج پر ہوگا، ہر شخص اپنے انجام کے حوالے سے فکرمند اور اداس ہوگا، پھر جس شخص کو اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اس کا چہرہ کھل اٹھے گا جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ ١١ ١٨ ان آیتوں میں نیک لوگوں کیلئے مختلف انعامات کا وعدہ کیا گیا ہے، پہلا انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن کا خوف رکھنے اور فکر آخرت سے غافل نہ ہونے کا بدلہ اس طرح دے گا کہ انہیں اس دن کی شدت، ہولناکی اور ناپسندیدہ حالات سے محفوظ کر دے گا۔ دوسرا انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی اداسی دور کر کے انہیں چہروں کی تازگی، رونق اور شادابی عطا فرمائے گا، تیسرا انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہر قسم کی ظاہری اور باطنی مسرتیں اور خوشیاں عطا فرمائے گا، چوتھا انعام یہ کہ انہیں ان کے صبر و استقامت کے بدلے جنت عطا فرمائے گا، پانچواں انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں پہننے کیلئے ریشمی لباس عطا فرمائے گا، مردوں کیلئے جنت میں ریشم بھی حلال ہو جائے گا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ادنیٰ درجے کے جنتی کو روزانہ ستر نفیس ریشمی لباس دیے جائیں گے، چھٹا انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ذہنی سکون عطا فرمائے گا اور وہ نہایت پرسکون ہو کر اپنے تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے، ساتواں انعام یہ کہ انہیں معتدل موسم عطا کیا جائے گا، چنانچہ جنت میں نہ تو بہت تیز دھوپ ہوگی کہ پسینہ آنے لگے اور گرمی کی شدت محسوس ہونے لگے اور نہ بہت سردی ہوگی کہ انسان کے دانت بجنے لگیں اور اس پر کپکپی طاری ہو جائے، بلکہ معتدل اور خوشگوار موسم ہوگا، آٹھواں انعام یہ کہ درختوں کے سائے ان پر جھکے پڑے ہوں گے، گھرے اور طویل سایوں میں وہ نہایت شاداں و فرحاں ہوں گے، نواں انعام یہ کہ درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کے گچھے ان کی مرضی اور اشارے کے تابع کر دیے جائیں گے، چنانچہ وہ جس ہیئت پر ہوں گے، پھلوں کے گچھے اسی حالت میں ان کے قریب رہیں گے اور وہ لیٹے اور بیٹھے اور کھڑے ہر حال میں پھل توڑ سکیں گے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ انہیں پھل توڑنے کیلئے اپنی حالت اور کیفیت تبدیل نہیں کرنی پڑے گی، بلکہ ان کی خاطر پھل اور پھول اپنی جگہ سے اوپر نیچے ہوتے رہیں گے، دسواں انعام یہ کہ انہیں چاندی کے برتنوں اور شیشے کے کٹوروں میں کھانے پینے کی چیزیں پیش کی جائیں گی، وہ چاندی دنیا کی چاندی سے بالکل مختلف اور اس قدر صاف شفاف ہوگی کہ دیکھنے والوں کو وہ شیشہ معلوم ہوگی اور وہ بنانے والے کی کاریگری کی داد دیں گے جس نے وہ برتن بہترین سانچے میں ڈھال کر تیار کیے ہوں گے اور ہر برتن کو اسی مقدار کیلئے استعمال کریں گے جس کی اس میں گنجائش رکھی گئی ہوگی، گیارہواں انعام یہ کہ شفاف چاندی کے ان برتنوں اور آبخوروں میں اہل جنت کو جو مشروبات پیش کیے جائیں گے، ان میں زنجبیل یعنی سونٹھ کی آمیزش ہوگی، سونٹھ کا لفظی معنی سوکھی ادرک ہوتا ہے، اہل عرب اسے مشروبات میں لذت اور سرور کیلئے استعمال کرتے ہیں، لیکن یہاں سونٹھ سے یہ مراد نہیں ہے بلکہ یہاں اس سے مراد ایک خاص چشمہ ہے جس کا نام جنت میں سلسبیل ہوگا، یہ چشمہ خاص مقربین کیلئے مقرر کیا گیا ہے، لیکن دوسرے اہل جنت کو بھی اس میں سے آمیزش نصیب ہوگی، مقربین سے مراد وہ لوگ ہیں

اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿٢١﴾ اِنَّ هٰذَا

اَسَاوِرَ	مِنْ	فِضَّةٍ	وَ	سَقٰهُمْ	رَبُّهُمْ	شَرَابًا	طَهُوْرًا ﴿٢١﴾	اِنَّ	هٰذَا
کنگن	سے	چاندی کے	اور	پلائے گا انہیں	ان کا رب	شراب	پاکیزہ	بیشک	یہ

کنگن پہنائے جائیں گے ، اور انہیں اُن کا رب پاکیزہ شراب پلائے گا ۔ ﴿٢١﴾ بیشک یہ

كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿٢٢﴾ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ

كَانَ	لَكُمْ	جَزَآءً	وَ	كَانَ	سَعْيُكُمْ	مَّشْكُوْرًا ﴿٢٢﴾	اِنَّا	نَحْنُ	نَزَّلْنَا	عَلَيْكَ
ہے	تمہارے لئے	بدلہ	اور	ہوئی	تمہاری کوشش	قدردانی کی گئی	بیشک ہم	ہم	نازل کیا ہم نے	تجھ پر

تمہارا بدلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی ۔ ﴿٢٢﴾ بیشک ہم نے ہی آپ پر یہ قرآن

الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿٢٣﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا

الْقُرْاٰنَ	تَنْزِيْلًا ﴿٢٣﴾	فَاصْبِرْ	لِحُكْمِ	رَبِّكَ	وَ	لَا	تُطِعْ	مِنْهُمْ	اٰثِمًا
قرآن	نازل کرنا	تو صبر کرتُو	حکم کیلئے	اپنے رب کے	اور	مت	اطاعت کرتُو	ان میں سے	کسی گنہگار کی

تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے ۔ ﴿٢٣﴾ سو آپ اپنے رب کے حکم کی خاطر صبر کیجئے اور اُن میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کی بات

اَوْ كَفُوْرًا ﴿٢٤﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٢٥﴾ وَمِنَ الَّيْلِ

اَوْ	كَفُوْرًا ﴿٢٤﴾	وَاذْكُرِ	اسْمَ	رَبِّكَ	بُكْرَةً	وَ	اَصِيْلًا ﴿٢٥﴾	وَ	مِنَ	الَّيْلِ
یا	ناشکرے	اور ذکر کرتُو	نام	اپنے رب کا	صبح	اور	شام	اور	سے	رات کے

نہ مانئے ۔ ﴿٢٤﴾ اور صبح و شام اپنے رب کا نام لیا کیجئے ۔ ﴿٢٥﴾ اور رات کے وقت

فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿٢٦﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ

فَاسْجُدْ	لَهٗ	وَ	سَبِّحْهُ	لَيْلًا	طَوِيْلًا ﴿٢٦﴾	اِنَّ	هٰٓؤُلَآءِ	يُحِبُّوْنَ
تو سجدہ کرتُو	اس کیلئے	اور	تسبیح کرتُو اس کی	رات کو	دیر تک	بیشک	یہ لوگ	پسند کرتے ہیں

اُس کے سامنے سجدہ کیجئے اور رات ہی کو دیر تک اُس کی تسبیح بیان کیجئے ۔ ﴿٢٦﴾ بیشک یہ لوگ جلدی ملنے والی چیز کو

الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿٢٧﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ

الْعَاجِلَةَ	وَ	يَذَرُوْنَ	وَرَآءَهُمْ	يَوْمًا	ثَقِيْلًا ﴿٢٧﴾	نَحْنُ	خَلَقْنٰهُمْ
جلدی والی کو	اور	چھوڑ دیتے ہیں	اپنے پیچھے	ایک دن	بھاری	ہم نے	پیدا کیا انہیں

پسند کرتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بھاری دن کو چھوڑ دیتے ہیں ۔ ﴿٢٧﴾ ہم نے ہی اُنہیں پیدا کیا ہے

ع ١ ٢٢ ١٩

جو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی یاد میں اس قدر مستغرق رہتے تھے کہ انہیں اس کے علاوہ کوئی دکھائی نہ دیتا تھا، لہٰذا جو چشمہ ان کیلئے مختص کیا گیا ہے، اس کا نام بھی ان کی حالت سے مکمل مناسبت رکھتا ہے، کیونکہ یہ اصل میں ''سل سبیلا'' ہے اور پہلا لفظ امر کا صیغہ ہے، معنی اس کا یہ ہے کہ اپنے محبوب کا راستہ پوچھو، کیونکہ مجھے اسی راستے کی تلاش ہے جو مجھے محبوب حقیقی تک پہنچا دے۔ واللہ اعلم ﴿١٩﴾ ﴿٢٢﴾ ان آیتوں میں اہل جنت کیلئے مزید انعامات کا اعلان کیا گیا ہے، پہلا انعام یہ کہ اُن کی خدمت کیلئے ایسے نو عمر لڑکے مقرر کیے جائیں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، ان کا لڑکپن کبھی ختم نہ ہوگا اور دیکھنے والوں کو ایسا لگے گا کہ چاروں طرف موتی بکھرے ہوئے ہیں، کیونکہ نو عمر بچوں کا حسن اور خوبصورتی انسان کو ان پر بے اختیار پیار دلاتی ہے اور ان بچوں کے اصرار پر انسان نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی دی ہوئی چیز کھا لیتا ہے، پھر ایسے بچوں کو گھر کی خواتین کے پاس بھیجتے ہوئے بھی انسان کو بے پردگی کا احساس اور فکر نہیں ہوتی، دوسرا انعام یہ کہ اہل جنت کو ناز و نعم کی زندگی نصیب ہوگی، چاروں طرف قسم قسم کی نعمتیں بکھری ہوں گی اور کسی چیز کی کمی کا احساس بھی نہیں ہوگا، تیسرا انعام یہ کہ اہلِ جنت کو عظیم الشان سلطنت او حکومت دی جائے گی اور ہر جنتی اپنی حدودِ سلطنت میں'' جو دنیا بھر سے زیادہ وسیع و عریض ہوگی'' بلا شرکت غیرے تن تنہا حکمران اور بادشاہ ہوگا، چوتھا انعام یہ کہ اہل جنت کو باریک اور موٹے ریشم کے لباس مہیا کیے جائیں گے، سندس باریک ریشم اور استبرق موٹے ریشم کو کہا جاتا ہے، پانچواں انعام یہ کہ اہل جنت کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے، دوسری آیات و روایات میں سونے کے کنگن پہنائے جانے کا ذکر بھی آیا ہے، جو دنیا میں مردوں کیلئے حلال نہیں ہے، آخرت میں ان کیلئے بھی حلال کر دیئے جائیں گے اور چھٹا انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں شراب طہور پلائے گا، یہاں اللہ تعالیٰ نے پلانے کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے، اس تعبیر میں اہل محبت کیلئے بڑی کشش اور رغبت پائی جاتی ہے کیونکہ جب پلانے والا محبوب ہو تو اس کا نشہ دو آتشہ ہو جاتا ہے اور پینے کی لذت دوبالا ہو جاتی ہے، سبحان اللہ کیسا دل فریب منظر اور پاکیزہ وقت ہوگا جب پلانے والا رب العالمین ہوگا اور برتن سونے چاندی کے ہوں گے اور ان میں پلایا جانے والا مشروب ''شراب طہور'' ہوگا یعنی وہ شراب پاکیزگی بخش ہوگی اور اس کے پینے سے انسان مدہوش ہوکر اول فول نہیں بکے گا، بلکہ اس کے پینے سے حق تعالیٰ کی محبت میں مزید اضافہ ہوگا اور اہل جنت کو بتایا جائے گا کہ یہ تمہاری محنت شاقہ، ریاضت اور مجاہدے کا ثمرہ ہے جو آج تمہارے سامنے ہے، ہم نے تمہاری محنت کی قدر دانی کی اور تمہیں تمہارے اعمال کا بھرپور بدلہ اور صلہ دیدیا، اب پر مسرت زندگی گزارتے رہو، اللہ تم سے راضی ہو گیا اور تم اللہ سے راضی ہو گئے۔ ﴿٢٣﴾ اس آیت مبارکہ میں روئے سخن نبی اکرم ﷺ کی طرف ہے اور انہیں مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے آپ پر قرآن کریم نازل کیا ہے، یہاں دو باتیں قابل غور ہیں، پہلی یہ کہ اس فرمان کے ذریعے نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ مشرکین مکہ کی تکذیب و تردید اور ان کے انکار سے رنجیدہ اور دل گرفتہ نہ ہوں، اس کلام کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے، دوسرا یہ کہ یہاں ''تنزیل'' کا لفظ لایا گیا ہے، اس کا لفظی معنی صرف اتارنا نہیں ہے، بلکہ اس کا صحیح معنی تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا ہے، گویا اس لفظ کے ذریعے نزول قرآن کی اصل کیفیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ہم نے یہ قرآن ایک ہی دفعہ آپ پر نازل نہیں کیا، بلکہ تھوڑا تھوڑا کر

وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿٢٨﴾ اِنَّ

وَ	شَدَدْنَآ	اَسْرَهُمْ	وَ	اِذَا	شِئْنَا	بَدَّلْنَآ	اَمْثَالَهُمْ	تَبْدِيْلًا ﴿٢٨﴾	اِنَّ
اور	مضبوط کیے ہم نے	ان کے جوڑ	اور	جب	ہم چاہیں گے	بدل دیں گے ہم	ان جیسے	بدلنا	بیشک

اور ہم نے ہی اُن کے جوڑ مضبوط کیے ہیں اور ہم جب چاہیں گے ، اُن کے بدلے میں اُن جیسے ہی دوسرے لوگ لے آئیں گے ۔ [٢٨] یہ تو

هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ

هٰذِهٖ	تَذْكِرَةٌ	فَمَنْ	شَآءَ	اتَّخَذَ	اِلٰى	رَبِّهٖ	سَبِيْلًا ﴿٢٩﴾	وَ	مَا	تَشَآءُوْنَ
یہ	ایک نصیحت	سو جو	چاہے	بنالے	طرف	اپنے رب کے	راستہ	اور	نہیں	چاہو گے تم

ایک نصیحت ہے ، سو جو شخص چاہے ، اپنے رب سے راستہ استوار کر لے ۔ [٢٩] اور تم نہیں چاہو گے ،

اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٣٠﴾ يُّدْخِلُ

اِلَّآ	اَنْ	يَّشَآءَ	اللّٰهُ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا ﴿٣٠﴾	يُّدْخِلُ
مگر	یہ کہ	چاہے	اللہ	بیشک	اللہ	ہے	خوب جاننے والا	حکمت والا	داخل کرتا ہے

مگر یہ کہ اللہ کی مشیت ہو ، بیشک اللہ خوب جاننے والا ، حکمت والا ہے ۔ [٣٠] وہ اپنی رحمت میں

مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٣١﴾ ع

مَنْ	يَّشَآءُ	فِيْ	رَحْمَتِهٖ	وَ	الظّٰلِمِيْنَ	اَعَدَّ	لَهُمْ	عَذَابًا	اَلِيْمًا ﴿٣١﴾
جسے	چاہتا ہے	بیچ	اپنی رحمت کے	اور	ظلم کرنے والے	تیار کیا اس نے	ان کیلئے	عذاب	دردناک

جسے چاہتا ہے ، داخل کر لیتا ہے اور ظالموں کیلئے اُس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ [٣١]

کے ٢٣ سال کے عرصے میں نازل کیا ہے جس کی بہت سی حکمتیں انیسویں پارے کے آغاز میں گزر چکی ہیں۔ [٢٤] [٢٥] ان آیتوں میں روئے سخن نبی اکرم ﷺ کی طرف ہے اور آپ کو دو امر اور ایک نہی کا مخاطب بنایا گیا ہے، پہلا امر یہ کہ اپنے رب کے حکم پر ثابت قدمی اور پختگی کے ساتھ جمے رہیں اور صبر سے کام لیتے رہیں، جیسا کہ پہلے بھی آپ نے استقامت، ثابت قدمی اور صبر وتحمل کا مظاہرہ فرمایا ہے اور کسی بھی موقع پر دشمن کی ایذاء رسانی کا جواب نہیں دیا ہے، دوسرا امر یہ کہ صبح وشام اپنے رب کے ذکر سے اپنی زبان کو تر اور آباد رکھیں ، یہ ذکر زبان سے بھی ہونا چاہیے اور یہ ذکر اعضاء وجوارح سے بھی ہونا چاہیے اور یہ ذکر دل سے بھی ہونا چاہیے، اس میں جتنی ترقی ہوتی جائے گی ، قلب کی صفائی ، چہرے کی نورانیت اور ذہن کا اطمینان بڑھتا چلا جائے گا ، جہاں تک تعلق ہے نہی کا تو وہ یہ کہ کسی گناہ گار ع ٢ ٩ ٢
اور ناشکرے آدمی کی باتوں میں نہ آئیں، اس لیے کہ گناہ گار آدمی گناہ کی بات کرے گا اور ناشکرا آدمی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا منکر ہوگا ، یقیناً یہ لوگ انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری اور شکر گزاری کی تلقین تو نہیں کریں گے، بلکہ اسے بھی اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کریں گے اس لیے ایسے لوگوں سے دامن بچا کر رہنا چاہیے۔ [٢٦] اس آیتِ مبارکہ میں دو حکم دیئے گئے ہیں اور دونوں کا تعلق رات کے ساتھ ہے، پہلا حکم یہ کہ رات کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوا کرو یعنی نوافل اور نمازِ تہجد کا اہتمام کیا کرو، دوسرا حکم یہ کہ رات کا ایک قابل ذکر حصہ تسبیح وتہلیل میں بھی گزارا کرو، تعلق مع اللہ کی مضبوطی کیلئے سجدوں کی کثرت اور تسبیحات کا اہتمام نہایت مجرب نسخہ ہے۔ [٢٧] اس آیتِ مبارکہ میں مشرکین ومنکرین کے اصل مرض کی نشاندہی کی گئی ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتے، قرآن کریم کی تکذیب وتردید کرتے ہیں، قیامت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کا انکار کرتے ہیں اور احکام شرعیہ کا مذاق اڑاتے ہیں، ان کی تمام بیماریوں کی جڑ ''حب دنیا'' ہے، کیونکہ دنیا فوری مل جاتی ہے اور اس کیلئے مرنے کا انتظار نہیں کرنا پڑتا، اسی حب دنیا نے انہیں آخرت کی فکر سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اس بھاری دن کو بھول گئے ہیں جو خود انہیں بوجھل کر دے گا، اُس دن انہیں اپنے کفر وشرک، فسق وفجور، ظلم وناانصافی، کرپشن اور خیانت، جھوٹ اور عہد شکنی اور معصیت کے تمام کاموں کا بوجھ اٹھانا پڑے گا، اگر وہ اس بھاری دن کے بوجھ سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو حب دنیا کے مرض کو جڑ سے علیحدہ کرنا بے حد ضروری ہے۔ [٢٨] اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ تمام بندوں کا خالق وہی ہے اور اسی نے انسان کو پیدا کر کے اس کے جوڑ بند درست کیے ہیں، ہر عضو کو اس کی جگہ پر رکھا ہے اور ہر عضو کو متناسب بنایا ہے، دوسری یہ کہ اس کی مشیت اور ارادہ ہر چیز پر غالب ہے، اگر موجودہ مشرک اور منکر لوگ اس دعوت کو قبول نہیں کرتے اور انکار وتکذیب پر اڑے رہتے ہیں تو اس کیلئے یہ مشکل نہیں ہے کہ وہ انہیں تباہ وبرباد اور فنا کر کے ان کی جگہ انہی جیسے دوسرے انسانوں کو پیدا کر دے اور وہ آکر ان کی جگہ سنبھال لیں، وہ جب چاہے ایسا کرنے کی مکمل قدرت رکھتا ہے کیونکہ اس کی چاہت کی راہ میں کوئی چیز حائل نہیں ہو سکتی اور اس کا معاملہ تو یہ ہے کہ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو صرف ''کن'' کہنے کی دیر ہوتی ہے اور وہ کام ہو جاتا ہے۔ [٢٩] اس آیتِ مبارکہ میں قرآن کریم کی آیتوں کی طرف ''ھذہ'' سے اشارہ کر کے انہیں نصیحت قرار دیا گیا ہے، ان آیات میں نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے خیر خواہی اور ہمدردی کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے، اب یہ انسان کی مرضی ہے کہ اس سے فائدہ اٹھاتا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص چاہے کہ اپنے رب کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط اور استوار کر لے اور حق تعالیٰ تک اس کی براہِ راست رسائی ہو جائے تو اسے اس نصیحت سے فائدہ اٹھا کر تعلق مع اللہ کو مضبوط کر لینا چاہیے۔ [٣٠] اس آیتِ مبارکہ میں انسان کی چاہت اور خواہش کو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف اور اس کے تابع قرار دیا گیا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان مجبورِ محض ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان مختارِ کل نہیں ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ آپ ایک بڑا سا گول دائرہ بنائیں، اس دائرے کے اندر ایک اور چھوٹا سا گول دائرہ بنائیں، اس طرح کہ دوسرے دائرے اور پہلے دائرے میں کچھ فاصلہ ہو اور دوسرا دائرہ پہلے دائرے سے باہر نہ نکلنے پائے، آپ آسانی کیلئے چھوٹا دائرہ انسان کے اختیار کو اور بڑے دائرے کو اللہ تعالیٰ کے اختیار کی طرف منسوب کر دیں اور مثال کو یوں سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اختیار کا دائرہ کار بڑا گول دائرہ ہے، اس گول دائرے سے انسان باہر نکل نہیں سکتا، البتہ اس کے اندر رہتے ہوئے ایک چھوٹا دائرہ ضرور بنا سکتا ہے، سو ایک حد تک اسے اختیار ہے اور اس حد سے باہر وہ بے بس ہے۔ [٣١] اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عذاب کے مستحق لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، اپنی رحمت اور مہربانی میں اسے داخل کر کے ڈھانپ لیتا ہے، پھر وہ دوسروں کی مہربانیوں اور احسانات سے آزاد ہو جاتا ہے اور جہاں تک تعلق ہے سزاؤں کا تو وہ اللہ تعالیٰ نے ظالموں کیلئے تیار کر رکھی ہیں، وہ سزائیں نہایت دردناک ہیں اور ظالموں کو ان سے کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔ اعاذنا اللہ منہا الحمد للہ! آج مؤرخہ ٢٠ نومبر ٢٠١٩ء بروز بدھ

اٰیَاتُهَا ۵۰ (۷۷) سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّیَّةٌ (۳۳) رُكُوْعَاتُهَا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۞۱ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۞۲ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۞۳

وَالْمُرْسَلٰتِ	عُرْفًا ۞۱	فَالْعٰصِفٰتِ	عَصْفًا ۞۲	وَّ	النّٰشِرٰتِ	نَشْرًا ۞۳
قسم ہے چلتی ہواؤں کی	خوشگوار ہوکر	پھر جھونکا دینے والیوں کی	جھونکا دے کر	اور	اٹھانے والیوں کی	ابھار کر

مجھے قسم ہے اُن چلتی ہواؤں کی جو دل کو اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ ۱ پھر قسم ہے اُن ہواؤں کی جو زور سے جھونکا دیتی ہیں۔ ۲ پھر قسم ہے اُن ہواؤں کی جو اٹھا کر ابھارتی ہیں۔ ۳

فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۞۴ فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا ۞۵ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۞۶ اِنَّمَا

فَالْفٰرِقٰتِ	فَرْقًا ۞۴	فَالْمُلْقِیٰتِ	ذِكْرًا ۞۵	عُذْرًا	اَوْ	نُذْرًا ۞۶	اِنَّمَا
پھر بانٹنے والیوں کی	پھاڑ کر	پھر اتارنے والیوں کی	ذکر کو	الزام اتارنے کیلئے	یا	ڈرانے کیلئے	وہ تو صرف

پھر قسم ہے اُن ہواؤں کی جو بانٹ کر پھاڑ دیتی ہیں۔ ۴ پھر قسم ہے اُن فرشتوں کی جو ذکر کو اتار کر لاتے ہیں۔ ۵ الزام اتارنے کیلئے یا ڈرانے کیلئے۔ ۶ تم سے جو بھی

تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۞۷ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۞۸ وَاِذَا السَّمَآءُ

تُوْعَدُوْنَ	لَوَاقِعٌ ۞۷	فَاِذَا	النُّجُوْمُ	طُمِسَتْ ۞۸	وَ	اِذَا	السَّمَآءُ
تم وعدہ کیے گئے	البتہ واقع ہونے والا	سو جب	ستارے	مٹا دیئے جائیں گے	اور	جب	آسمان

وعدہ کیا گیا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ ۷ پھر جب ستاروں کو مٹا دیا جائیگا۔ ۸ اور جب آسمان میں

فُرِجَتْ ۞۹ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۞۱۰ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۞۱۱ لِاَیِّ

فُرِجَتْ ۞۹	وَ	اِذَا	الْجِبَالُ	نُسِفَتْ ۞۱۰	وَ	اِذَا	الرُّسُلُ	اُقِّتَتْ ۞۱۱	لِاَیِّ
شگاف پڑ جائیں گے	اور	جب	پہاڑ	بکھر دیئے جائیں گے	اور	جب	پیغمبروں کو	وقت مقرر کیا جائیگا	کس کیلئے

شگاف پڑ جائیں گے۔ ۹ اور جب پہاڑوں کو بکھیر دیا جائیگا۔ ۱۰ اور جب پیغمبروں کیلئے وقت مقرر کیا جائیگا۔ ۱۱ کس دن

یَوْمٍ اُجِّلَتْ ۞۱۲ لِیَوْمِ الْفَصْلِ ۞۱۳ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ

یَوْمٍ	اُجِّلَتْ ۞۱۲	لِیَوْمِ	الْفَصْلِ ۞۱۳	وَ	مَآ	اَدْرٰىكَ	مَا	یَوْمُ
دن کی	تاخیر کی جارہی ہے	ایک دن کیلئے	فیصلے کے	اور	کیا	معلوم تجھے	کیا	دن

کیلئے تاخیر کی جارہی ہے؟ ۱۲ ایک فیصلے کے دن کیلئے۔ ۱۳ اور آپ کو کیا خبر کہ فیصلے کا وہ دن

سورۃ المرسلات

سورۂ مرسلات مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۸۱۶، کلمات ۱۸۱، آیات ۵۰ اور رکوعات ۲ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی "المرسلت" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ مرسلات رکھا گیا، اس کا لفظی معنی "چھوڑا ہوا" ہے، یہاں مراد چلتی ہوائیں ہیں، اس سورت کا مرکزی مضمون "قیامت کا برحق ہونا" ہے، اسے "یوم الفصل" قرار دیکر اس کی ہولناکی اور مجرموں کی پریشانی بیان کی گئی ہے، لیکن اس پریشانی سے وہ لوگ محفوظ ہوں گے جو تقویٰ اور طہارت کی زندگی گزار کر گئے ہوں گے، اس سورت میں "ویل یومئذ للمکذبین" کا جملہ بار بار دہرایا گیا ہے، جسے پڑھ اور سن کر ایک دم دل دہل جاتا ہے اور بے ساختہ زبان سے نکل جاتا ہے کہ پروردگار! اس دن کی ہلاکت اور تباہی سے بچالینا، کیونکہ جو اس دن ہلاک ہو گیا، وہ مکمل ہلاک ہو گیا اور جو اس دن بچ گیا، وہ مکمل طور پر بچ گیا۔ ۱ ۷ ان آیتوں میں پانچ چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا گیا ہے کہ قرآن کریم میں اور پیغمبروں کے فرامین میں تم سے جو بھی وعدہ کیا گیا ہے، وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا، چنانچہ قیامت ضرور آئے گی، مُردوں کو ضرور زندہ کیا جائیگا، حساب کتاب اور جزاوسزا کا عمل ضرور ہوگا، جنت اور جہنم ضرور ہوگی، میزان عمل اور پل صراط ضرور قائم ہوگی، اس کے علاوہ بھی اللہ اور اس کے پیغمبروں کا ہر وعدہ پورا ہوگا، جن پانچ چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے، ان کے الفاظ میں کئی احتمالات پائے جاتے ہیں، چنانچہ بعض مفسرین نے ان کا مصداق فرشتوں کو، بعض نے ہواؤں کو اور بعض نے پیغمبروں کو قرار دیا ہے، حضرت شیخ الہندؒ نے پہلی چار قسموں کا مصداق ہواؤں کو اور پانچویں قسم کا مصداق فرشتوں کو قرار دیا ہے، زیر نظر ترجمے میں اسی رائے کو ترجیح دی گئی ہے، لہٰذا تفسیر میں بھی صرف اسی رائے کی وضاحت ہوگی، یاد رکھنا چاہیے کہ زمین و آسمان کے درمیان چلنے والی ہواؤں کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں، بعض اوقات جب ہوا چلتی ہے تو انسانی جسم کو وہ خوشگوار معلوم ہوتی ہے جیسے موسم بہار کی ہوا یا سخت گرمی کے موسم میں چلنے والی ٹھنڈی ہوا کہ اس سے جسم کو سکون ملتا ہے اور انسان اس خوشگوار ہوا سے لطف اندوز ہونے کیلئے باغات اور سرسبز و شاداب علاقوں کا رخ کرتا ہے، بعض اوقات یہی ہوا طوفانی جھکڑ اور تند و تیز آندھی کی شکل میں ہوتی ہے، اُس وقت اس کی تیز رفتاری اور قوت پورے شباب پر ہوتی ہے، اس کی راہ میں جو درخت آجائے، وہ اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکتی ہے، دیواروں پر لگے ہوئے بڑے بڑے بورڈ اکھاڑ ڈالتی ہے، فضا میں ریت اور مٹی کے ذرات اور چھوٹے بڑے کنکر مسافروں کیلئے برداشت کرنا ممکن نہیں رہتا اور طوفان تھمنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ لوگوں کا جانی اور مالی نقصان کس قدر زیادہ ہوا ہے، بعض اوقات یہی ہوا آسمانوں سے بارش برسانے کا ذریعہ بنتی ہے اور سمندری بخارات کو اوپر پہنچا دیتی ہے، اسکے بعد ایک خودکار نظام کے تحت وہ بخارات زمین پر بارش برسنے کا ذریعہ اور سبب بن جاتے ہیں، اور بعض اوقات یہی ہوا چیزوں کو تقسیم کرتی ہے، چنانچہ بادلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا اور انہیں جدا جدا کرنا ہوا کے ذریعے ممکن ہوتا ہے، چنانچہ بارہا یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ کسی علاقے میں گھنے بادل جمع ہو گئے ہیں اور لوگوں کو امید بندھی ہوئی ہے کہ اب بارش ہوگی، لیکن اسی دوران ہوا چلتی ہے اور بادلوں کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے، غور طلب بات یہ ہے کہ ہوا تو ایک ہی ہے صرف اس کی کیفیات مختلف ہیں، کیا انسان اس پہلو پر غور نہیں کرتا کہ ایک ہی ہوا کو مختلف کیفیات میں کون تقسیم کرتا ہے؟ اس ہوا کو کبھی رحمت اور کبھی زحمت کون بناتا ہے؟ اس ہوا کو بعض چیزیں جمع اور بعض چیزیں جدا کرنے کیلئے کون استعمال کرتا ہے؟ اس ہوا کے ذریعے انسان کی ناک تک خوشبو اور بدبو کا احساس کون پہنچاتا ہے؟ اس ہوا کے نظام پر مکمل

الْفَصْلِ ﴿١٤﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٥﴾ أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٦﴾

الْفَصْلِ ﴿١٤﴾	وَيْلٌ	يَوْمَئِذٍ	لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٥﴾	أَلَمْ	نُهْلِكِ	الْأَوَّلِينَ ﴿١٦﴾
فیصلے کا	ہلاکت ہے	اس دن	جھٹلانے والوں کیلئے	کیا نہیں	ہلاک کیا ہم نے	پہلوں کو

کیا ہے؟ ﴿١٤﴾ اُس دن تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے۔ ﴿١٥﴾ کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کر دیا؟ ﴿١٦﴾

ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْآخِرِينَ ﴿١٧﴾ كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ﴿١٨﴾ وَيْلٌ

ثُمَّ	نُتْبِعُهُمُ	الْآخِرِينَ ﴿١٧﴾	كَذَٰلِكَ	نَفْعَلُ	بِالْمُجْرِمِينَ ﴿١٨﴾	وَيْلٌ
پھر	ہم پیچھے کرتے ہیں	بعد والوں کو	اسی طرح	ہم کریں گے	مجرموں کے ساتھ	ہلاکت ہے

پھر ہم اُنہی کے پیچھے بعد میں آنے والوں کو بھیجتے ہیں۔ ﴿١٧﴾ مجرموں کے ساتھ ہم اِسی طرح کرتے ہیں۔ ﴿١٨﴾ اُس دن

يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٩﴾ أَلَمْ نَخْلُقكُّم مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ﴿٢٠﴾ فَجَعَلْنَاهُ

يَوْمَئِذٍ	لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٩﴾	أَلَمْ	نَخْلُقكُّم	مِّن	مَّاءٍ	مَّهِينٍ ﴿٢٠﴾	فَجَعَلْنَاهُ
اس دن	جھٹلانے والوں کیلئے	کیا نہیں	پیدا کیا ہم نے تمہیں	سے	پانی کے	بے وقعت	سو کر دیا ہم نے اسے

تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے۔ ﴿١٩﴾ کیا ہم نے تمہیں ایک بے وقعت پانی سے پیدا نہیں کیا؟ ﴿٢٠﴾ پھر ہم نے اُس پانی کو

فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿٢١﴾ إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ﴿٢٢﴾ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ

فِي	قَرَارٍ	مَّكِينٍ ﴿٢١﴾	إِلَىٰ	قَدَرٍ	مَّعْلُومٍ ﴿٢٢﴾	فَقَدَرْنَا	فَنِعْمَ
بیچ	ایک ٹھکانے کے	مضبوط	طرف	ایک اندازے کے	متعین	سو ہم نے اندازہ کیا	سو کیا خوب

ایک مضبوط ٹھکانے میں رکھا۔ ﴿٢١﴾ ایک مقررہ وقت تک۔ ﴿٢٢﴾ پھر ہم نے اندازہ مقرر کیا، سو ہم کیا خوب اندازہ

الْقَادِرُونَ ﴿٢٣﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٢٤﴾ أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ

الْقَادِرُونَ ﴿٢٣﴾	وَيْلٌ	يَوْمَئِذٍ	لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٢٤﴾	أَلَمْ	نَجْعَلِ	الْأَرْضَ
اندازہ کرنے والے	ہلاکت ہے	اس دن	جھٹلانے والوں کیلئے	کیا نہیں	بنایا ہم نے	زمین کو

مقرر کرنے والے ہیں۔ ﴿٢٣﴾ اُس دن تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے۔ ﴿٢٤﴾ کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والا

كِفَاتًا ﴿٢٥﴾ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا ﴿٢٦﴾ وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ شَامِخَاتٍ

كِفَاتًا ﴿٢٥﴾	أَحْيَاءً	وَ	أَمْوَاتًا ﴿٢٦﴾	وَ	جَعَلْنَا	فِيهَا	رَوَاسِيَ	شَامِخَاتٍ
سمیٹنے والا	زندوں کو	اور	مردوں کو	اور	بنائے ہم نے	اسمیں	پہاڑ	بلند و بالا

نہیں بنایا؟ ﴿٢٥﴾ زندوں اور مُردوں کو۔ ﴿٢٦﴾ اور ہم نے زمین میں بلند وبالا پہاڑ رکھدیے،

گرفت کس کی ہے؟ پھر یہاں ایک اور پہلو بھی توجہ طلب ہے کہ جس ذات کو ہواؤں کے نظام پر قدرت حاصل ہے، کیا اسے کارخانۂ عالم میں کارفرما دیگر امور پر بھی گرفت حاصل ہے یا نہیں؟ کیا پانی اس کے حکم کے تابع ہے یا نہیں؟ کیا آگ اس کے حکم کے تابع ہے یا نہیں؟ کیا مٹی پر اس کا حکم چلتا ہے یا نہیں؟ اگر جواب ''ہاں'' میں ہے اور ''یقیناً ہے'' تو پھر اس بات پر بھی یقین کر لینا چاہیے کہ اپنی اسی قدرت اور حکم کو نافذ کرنے کے اختیار کے بل بوتے پر وہ اپنے سارے وعدے پورے کر کے دکھائے گا، اس کیلئے وہ ان فرشتوں کی قسم کھاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے وعدے اور شرعی احکام پر مشتمل وحی اور دیگر تعلیمات لیکر اترتے ہیں، جس کا مقصد یہ ہے کہ مجرموں کو مستقبل سے آگاہ کر دیا جائے اور مخلصوں کیلئے عذر بن جائے اور وہ قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں اپنا عذر پیش کر سکیں کہ ہم نے اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کیا، آپ کی وحی کی روشنی میں ہی زندگی گزارنے کی کوشش کر کے آئے ہیں۔ واللہ اعلم ﴿٨﴾ ﴿١٣﴾ ان آیتوں میں قیامت کے اہوال و احوال کی منظر کشی کی گئی ہے کہ جب قیامت کا وعدہ پورا ہو گا تو ستارے بے نور ہو جائیں گے، آسمان پھٹ کر کھل جائیں گے اور ان میں دروازے بن جائیں گے، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح فضا میں بکھیر دیے جائیں گے اور پیغمبروں کو حکم ہو گا کہ باری باری اپنی امتوں کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں اور اپنے اعمال کا حساب دیں، ان تمام کاموں کیلئے ایک وقت مقرر کیا گیا ہے، یہ وقت ابھی آیا نہیں ہے، اس میں کچھ مہلت باقی ہے لیکن وہ مہلت زیادہ نہیں ہے، عنقریب وہ مہلت ختم ہو جائے گی اور فیصلے کا دن آ پہنچے گا، سو اُس دن اللہ تعالیٰ سب کا حساب بے باق کر دے گا۔ ﴿١٤﴾ ﴿١٥﴾ ان آیتوں میں قیامت کے دن کو 'یوم الفصل' قرار دیا گیا ہے، اس ''یوم الفصل'' کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اس کی مکمل خبر کسی کو نہیں، البتہ اس کی کچھ جزئیات قرآن وسنت میں بیان کر دی گئی ہیں جن سے اس کی ہولناکی کا ایک اندازہ ہو سکتا ہے، اگر صرف اتنی بات بھی کہہ دی جائے کہ اُس دن تکذیب وتردید کرنے والوں کی خیر نہیں ہو گی، ان کیلئے وہ دن ہلاکت اور تباہی و بربادی ہی لیکر آئے گا تو بھی اس دن کی ہولناکی سمجھ میں آ جاتی ہے۔ ﴿١٦﴾ ﴿١٩﴾ ان آیتوں میں منکرین قیامت کی ایک غلط فہمی کا ازالہ کیا گیا ہے، انہیں اس بات پر بہت تعجب ہوتا تھا کہ کائنات کے اتنے بڑے نظام کو یک بیک کیسے ختم کیا جا سکتا ہے؟ سارے انسانوں پر یکدم کیسے موت طاری ہو سکتی ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ ''آناً فاناً'' انسانی نسل نیست و نابود ہو جائے؟ ان کی عقل اس بات کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہ تھی، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس میں تعجب اور اچنبھے کی کیا بات ہے؟ کیا تمہارے سامنے گزشتہ تباہ شدہ اقوام کی مثالیں موجود نہیں ہیں؟ کیا پیغمبروں کی نافرمانی اور تکذیب کی پاداش میں پوری پوری قوم کو صفحۂ ہستی سے نہیں مٹایا گیا؟ کیا ان کی جگہ دوسری اقوام کو آباد نہیں کیا گیا؟ کیا ایک نسل کو ختم کر کے اس کی جگہ دوسری نسل کو پروان نہیں چڑھایا گیا؟ اگر یہ سب کچھ ہوا ہے ''اور یقیناً ہوا ہے'' تو یاد رکھو! کہ اللہ تعالیٰ کیلئے اس دور کے مجرموں کی پوری نسل مٹا دینا بھی کچھ مشکل نہیں ہے، جو ایک قوم کو یک بیک فنا کر سکتا ہے، وہ تمام اقوام کو بھی اسی طرح فنا کر سکتا ہے، اگر تم اسے تسلیم کرنے کی بجائے اپنی تکذیب وتردید پر جمے رہے تو قیامت کے دن تمہیں تباہی اور بربادی کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ ﴿٢٠﴾ ﴿٢٣﴾ ان آیتوں میں امکان قیامت کی ایک اور دلیل بیان کی گئی ہے جس پر غور کر کے منکرین قیامت اصل حقیقت تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں، ''دلیل'' انسان کی پہلی تخلیق ہے، اگر قیامت کا انکار اور تکذیب کرنے والے کسی دوسری دلیل پر غور نہ کریں تو صرف اسی پہلو پر غور کر لیں کہ ان کی اپنی اصل کیا ہے؟ کیا ان کی اصل ایک بے حقیقت، بے اہمیت، پانی کا ایک معمولی

وَّ اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿٢٧﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٨﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى

وَّ	اَسْقَيْنٰكُمْ	مَّآءً	فُرَاتًا ﴿٢٧﴾	وَيْلٌ	يَّوْمَئِذٍ	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٨﴾	اِنْطَلِقُوْٓا	اِلٰى
اور	پلایا ہم نے تمہیں	پانی	میٹھا	ہلاکت ہے	اس دن	جھٹلانے والوں کیلئے	چلو تم	طرف

اور ہم نے تمہیں پیاس بجھانے والا میٹھا پانی پلایا۔ ٢٧ اُس دن تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے۔ ٢٨ اُس چیز کی طرف

مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِىْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿٣٠﴾

مَا	كُنْتُمْ	بِهٖ	تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٩﴾	اِنْطَلِقُوْٓا	اِلٰى	ظِلٍّ	ذِىْ ثَلٰثِ	شُعَبٍ ﴿٣٠﴾
اس کے جو	تم تھے	اسے	جھٹلاتے رہے	چلو تم	طرف	سائے کے	تین والی	شاخیں

جس کی تم تکذیب کرتے رہے ہو۔ ٢٩ ایسے سائے کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہوں گی۔ ٣٠

لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِىْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿٣١﴾ اِنَّهَا تَرْمِىْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ كَاَنَّهٗ

لَّا	ظَلِيْلٍ	وَّ	لَا	يُغْنِىْ	مِنَ	اللَّهَبِ ﴿٣١﴾	اِنَّهَا	تَرْمِىْ	بِشَرَرٍ	كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾	كَاَنَّهٗ
نہ	گہری چھاؤں	اور	نہ	کام آئے	سے	تپش کے	بیشک وہ	پھینک رہی ہوگی	شعلے	جیسے محل	گویا کہ وہ

جس کی نہ گہری چھاؤں ہوگی اور نہ ہی تپش میں کام آئے گی۔ ٣١ وہ آگ محل کی طرح چنگاریاں پھینکتی ہوگی۔ ٣٢ یوں معلوم ہوگا

جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٤﴾ هٰذَا يَوْمُ

جِمٰلَتٌ	صُفْرٌ ﴿٣٣﴾	وَيْلٌ	يَّوْمَئِذٍ	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٤﴾	هٰذَا	يَوْمُ
اونٹ ہیں	زرد رنگ کے	ہلاکت ہے	اس دن	جھٹلانے والوں کیلئے	یہ	دن

کہ وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔ ٣٣ اُس دن تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے۔ ٣٤ یہ ایک ایسا دن ہے

لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

لَا	يَنْطِقُوْنَ ﴿٣٥﴾	وَ	لَا	يُؤْذَنُ	لَهُمْ	فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿٣٦﴾	وَيْلٌ	يَّوْمَئِذٍ
نہیں	بول سکیں گے وہ	اور	نہ	اجازت دی جائے گی	انہیں	کہ وہ معذرت کرسکیں	ہلاکت ہے	اس دن

کہ وہ بول ہی نہ سکیں گے۔ ٣٥ اور نہ ہی اُنہیں اس بات کی اجازت ہوگی کہ وہ معذرت کرسکیں۔ ٣٦ اُس دن تکذیب کرنے والوں کیلئے

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٧﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ فَاِنْ كَانَ

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٧﴾	هٰذَا	يَوْمُ	الْفَصْلِ	جَمَعْنٰكُمْ	وَ	الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾	فَاِنْ	كَانَ
جھٹلانے والوں کیلئے	یہ	دن	فیصلے کا	ہم نے تمہیں جمع کیا	اور	پہلوں کو	سو اگر	ہے

ہلاکت ہے۔ ٣٧ یہ ہے فیصلے کا دن، ہم نے تمہیں اور پہلوں کو جمع کر لیا ہے۔ ٣٨ سو اگر تمہارے پاس

قطرہ نہیں ہے؟ کیا انہیں پانی کی ایک حقیر بوند سے پیدا نہیں کیا گیا؟ کیا اس پانی کو ایک مقررہ وقت تک شکم مادر میں نہیں رکھا گیا؟ کیا اس مقررہ مدت میں اس حقیر پانی کو تخلیق کے مختلف مراحل سے نہیں گزارا گیا؟ کیا اسے ایک خاص سانچے میں ڈھال کر پیدا نہیں کیا گیا؟ اگر یہ سب کام ہوئے ہیں "اور یقیناً ہوئے ہیں" اور ہمارے علاوہ کسی میں یہ کام کرنے کی قدرت نہیں ہے، ہماری قدرت سب سے زیادہ اور ہمارا اندازہ سب سے بہترین ہے، اس کے باوجود اگر منکرین قیامت ہماری قدرت کو تسلیم نہیں کرتے اور مسلسل انکار قیامت پر قائم رہتے ہیں تو پھر قیامت کے دن ہلاکت اور تباہی و بربادی ہی ان کا مقدر ہو گی۔ ٢٥ ٢٨ ان آیتوں میں امکان قیامت کی ایک اور دلیل بیان کی گئی ہے کہ جو لوگ قیامت کے انکار اور اس کی تکذیب پر اڑے ہوئے ہیں، وہ زمین اور اس پر مضبوط گڑے ہوئے پہاڑوں اور بہتے پانی پر غور کیوں نہیں کرتے؟ اگر ان چیزوں پر معمولی غور کیا جائے تو انسان سمجھ سکتا ہے کہ جس زمین پر ہم چلتے پھرتے اور اٹھتے بیٹھتے ہیں، اس نے زندہ اور مردہ تمام لوگوں کو اپنے اندر سمیٹ رکھا ہے، جیسے ماں اپنے بچوں کو سمیٹ کر رکھتی ہے، چنانچہ زندہ لوگ بھی اسی زمین پر بستے ہیں، آسمان پر نہیں اور مردے بھی اسی زمین میں دفن ہوتے ہیں، آسمان پر نہیں، بعض مفسرین نے "زندہ" سے مراد جاندار چیزوں کو لیا ہے اور "مردہ" سے مراد بے جان چیزوں مثلاً جمادات وغیرہ کو لیا ہے، کیونکہ یہ سب چیزیں بھی زمین سے تعلق رکھتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کی گواہی دیتی ہیں، اسی طرح یہ بلند و بالا پہاڑ جن کی چوٹیاں آسمانوں سے باتیں کرتی دکھائی دیتی ہیں اور یہ پیاس بجھانے والا ٹھنڈا، میٹھا فرحت بخش پانی جو سمندروں، دریاؤں، نہروں، چشموں اور ندی نالوں کی صورت میں بہتا دکھائی دیتا ہے، انسان کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے کہ آخر یہ نظام کس نے بنایا اور کون اسے چلا رہا ہے؟ اور یہ کہ جو اتنا بڑا نظام چلانے پر قدرت رکھتا ہے، کیا اسے قیامت قائم کرنے کی قدرت نہیں ہے؟ اتنے واضح دلائل کے باوجود اگر کوئی شخص قیامت کی تکذیب و تردید پر اڑا رہے تو اس کیلئے ہلاکت اور تباہی و بربادی کے علاوہ کیا چیز ہو سکتی ہے؟ ٢٩ ٣٤ ان آیتوں میں منکرین قیامت کا انجام بیان کیا گیا ہے، کہ دنیا میں تو وہ نہایت آسانی سے قیامت کی تکذیب و تردید کر دیتے ہیں، لیکن جب قیامت کا دن آئے گا تو وہ اس کی قرار واقعی سزا سے بچ نہ سکیں گے، چنانچہ جب اُس دن انہیں جمع کیا جائے گا تو فرشتے ان سے کہیں گے کہ دنیا میں تم جس چیز کی تکذیب کرتے تھے، اب ذرا اس کی طرف چلو، تاکہ تمہیں اس کا مزہ چکھائیں، تمہارے لیے سائبان اور سائے کا انتظام بھی کیا گیا ہے، آؤ ذرا اس سائبان کی طرف چلیں، جب وہ اس کے قریب پہنچیں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ بھی عذاب کی ایک شکل ہے، کیونکہ اس کا سایہ ایک تکون کی طرح ہوگا یعنی اس کے تین سرے ہوں گے، ایک اس کے سر کے اوپر، ایک اس کے دائیں ہاتھ اور ایک اس کی بائیں جانب، گویا وہ سایہ ان کا احاطہ کرلے گا لیکن اس سائے سے انہیں کسی قسم کی راحت حاصل ہونے کی بجائے مزید تکلیف اور پریشانی اٹھانی پڑے گی، چنانچہ نہ تو اس کی چھاؤں گہری ہوگی کہ انسان گرمی اور دھوپ سے بچ سکے، نہ وہ انہیں جہنم کے شعلوں اور آگ کی لپٹ سے بچا سکے گا کیونکہ جہنم ان کی طرف آگ کی اتنی بڑی بڑی چنگاریاں اور شعلے پھینکے گی کہ ایک ایک شعلہ اور چنگاری بادشاہوں کے محلات جتنی بڑی ہوگی، اور وہ چنگاریاں مجرموں پر اس طرح پے در پے پڑیں گی جیسے زرد رنگ کے اونٹوں کی قطار لگی ہو اور ایک کے بعد دوسرا اونٹ قطار میں آگے بڑھتا چلا جا رہا ہو، یہ حالات دیکھ کر منکرین قیامت کو بھی اندازہ ہو جائے گا کہ آج کا دن ان کیلئے ہلاکت اور تباہی و بربادی لیکر آیا ہے۔ ٢٥ ٢٨ ان آیتوں میں

ع ۱ ۹ ۲۱

لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿٣٩﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٠﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ

لَكُمْ	كَيْدٌ	فَكِيْدُوْنِ ﴿٣٩﴾	وَيْلٌ	يَّوْمَئِذٍ	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٠﴾	اِنَّ	الْمُتَّقِيْنَ	فِيْ
تمہارے لئے	کوئی تدبیر	تو تدبیر چلالو مجھ پر	ہلاکت ہے	اس دن	جھٹلانے والوں کیلئے	بیشک	پرہیزگار لوگ	میں

کوئی تدبیر ہے تو وہ تدبیر مجھ پر چلا لو ۔ ۳۹ اُس دن تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے ۔ ۴۰ بیشک متقی سایوں

ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٤١﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٤٢﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًۢا

ظِلٰلٍ	وَّ	عُيُوْنٍ ﴿٤١﴾	وَّ	فَوَاكِهَ	مِمَّا	يَشْتَهُوْنَ ﴿٤٢﴾	كُلُوْا	وَ	اشْرَبُوْا	هَنِيْٓـئًۢا
سایوں کے	اور	چشموں کے	اور	میووں کے	اُنمیں سے جو	وہ خواہش کریں گے	کھاؤ تم	اور	پیو تم	رغبت سے

اور چشموں میں ہوں گے ۔ ۴۱ اور جس قسم کے میووں کی اُنہیں خواہش ہو گی ۔ ۴۲ تم لوگ رغبت کے ساتھ کھاؤ پیو ،

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَيْلٌ

بِمَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾	اِنَّا	كَذٰلِكَ	نَجْزِي	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٤٤﴾	وَيْلٌ
بدلے اس کے جو	تم تھے	عمل کرتے رہے	بیشک ہم	اسی طرح	بدلہ دیتے ہیں	نیکوکاروں کو	ہلاکت ہے

یہ بدلہ ہے اُن اعمال کا جو تم کرتے تھے ۔ ۴۳ بیشک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں ۔ ۴۴ اُس دن

يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٥﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٤٦﴾

يَّوْمَئِذٍ	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٥﴾	كُلُوْا	وَ	تَمَتَّعُوْا	قَلِيْلًا	اِنَّكُمْ	مُّجْرِمُوْنَ ﴿٤٦﴾
اس دن	جھٹلانے والوں کیلئے	کھاؤ	اور	فائدہ اٹھالو	تھوڑا سا	بیشک تم	مجرم ہو

تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے ۔ ۴۵ کھاؤ اور کچھ عرصے کیلئے مزے اڑالو ، کیونکہ تم مجرم ہو ۔ ۴۶

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿٤٨﴾

وَيْلٌ	يَّوْمَئِذٍ	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٧﴾	وَ	اِذَا	قِيْلَ	لَهُمُ	ارْكَعُوْا	لَا	يَرْكَعُوْنَ ﴿٤٨﴾
ہلاکت ہے	اس دن	جھٹلانے والوں کیلئے	اور	جب	کہا جائے	ان سے	رکوع کرو	نہیں	رکوع کرتے

اُس دن تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے ۔ ۴۷ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جھکو تو وہ جھکتے نہیں ہیں ۔ ۴۸

ع ۲ ۱۰ ۲۲

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع

وَيْلٌ	يَّوْمَئِذٍ	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾	فَبِاَيِّ	حَدِيْثٍۢ	بَعْدَهٗ	يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٠﴾
ہلاکت ہے	اس دن	جھٹلانے والوں کیلئے	سوکون سی	بات	اس کے بعد	وہ ایمان لائیں گے

اُس دن تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے ۔ ۴۹ تو اب اِس کے بعد بھی وہ کس بات پر ایمان لائیں گے ؟ ۵۰

منکرین قیامت کی بے بسی اور عاجزی بیان کی گئی ہے کہ دنیا میں وہ قیامت کے دن کی تکذیب وانکار کررہے ہیں، جب قیامت کا دن آئے گا، اُس دن ان کی زبانیں گنگ ہو جائیں گی ، انہیں تالا لگ جائے گا اور وہ اپنے دفاع میں کچھ نہ بول سکیں گے، اُس وقت اگر وہ اپنی صفائی پیش کرنا چاہیں گے تو انہیں اس کی اجازت نہ ملے گی ، کیونکہ اُن کے پاس کوئی معقول عذر نہیں ہوگا جسے وہ اپنی صفائی میں پیش کرسکیں ، نیز وہ وقت معذرت اور صفائی پیش کرنے کا نہیں ہوگا ، اس کیلئے انہیں دنیا میں خاصا وقت دیا گیا تھا، لیکن انہوں نے اسے انکار اور تکذیب و تردید میں گزار دیا ، اب یہاں ان کیلئے صرف ہلاکت اور تباہی و بربادی ہے کیونکہ یہ فیصلہ کن دن ہے، جس میں اولین وآخرین کو انصاف پر مبنی فیصلے کیلئے جمع کیا گیا ہے، اگر آج بھی ان لوگوں کو چھوڑ دیا گیا تو اسے ''یوم الفصل'' کیونکر کہا جا سکے گا ؟ ۳۹ ۴۰ ان آیتوں میں مجرموں کو چیلنج دیا گیا ہے جو قیامت کے دن ان کے سامنے رکھا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سزا دینے کا فیصلہ کر لیا ہے ، اب تمہیں ہلاکت سے کوئی نہیں بچا سکتا، اگر تم میں کوئی دم خم ہو تو آزما کر دیکھ لو، اگر تمہارے پاس کوئی داؤ پیچ اور تدبیر ہے تو تمہیں اجازت ہے کہ اسے کام میں لاکر دیکھ لو، سیاق کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ چیلنج ان کی بے بسی اور عاجزی کو مزید گہرا اور نمایاں کرنے کیلئے دیا جائے گا، تاکہ انہیں اس بات پر حسرت ہو کہ کاش ! ہم قیامت کی تکذیب نہ کرتے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کو قبول کر لیتے۔ ۴۱ ۴۴ ان آیتوں میں اللہ سے ڈرنے والوں اور پرہیزگار لوگوں کا انعام بیان کیا گیا ہے، چونکہ یہ لوگ دنیا میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے تھے اور فکرِ آخرت سے ان کے دل ہر وقت آباد رہتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے بہترین انعامات تیار فرمائے ہیں ، پہلا انعام یہ کہ انہیں گہرے، گھنے اور ٹھنڈے سایوں میں رکھا جائے گا اور تکلیف دہ دھوئیں کے سائے سے انہیں محفوظ رکھا جائے گا، دوسرا انعام یہ کہ ان کیلئے ٹھنڈے میٹھے اور خوشبودار پانی اور دیگر مشروبات کے چشمے جاری کردیئے جائیں گے، تیسرا انعام یہ کہ انہیں جس قسم کے میووں اور پھلوں کی خواہش ہوگی، وہ انہیں وافر مقدار میں مہیا کیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ دنیا میں تم نے بہت محنت اور مجاہدے کیے ہیں، آج اس کے عوض خوب کھاؤ پیو اور دل میں کسی قسم کا خیال نہ لاؤ، رغبت کے ساتھ کھاتے پیتے رہو اور اپنی من چاہی زندگی گزارو۔ ۴۵ ۵۰ ان آیتوں میں ایک مرتبہ پھر قیامت کی تکذیب کرنے والوں کا انجام بیان کیا گیا ہے اور یہ جملہ بار بار دہرایا گیا ہے کہ قیامت کے دن یہ لوگ ہلاک ہوجائیں گے، اس کی وجہ یہی ہے کہ شاید ان کے دلوں پر پڑے ہوئے پردے ہٹ جائیں اور ان کے دلوں میں نصیحت پکڑنے کا خیال پیدا ہوجائے کہ اگر ہمارا رب بار بار اس دن کی ہلاکت خیزی اور تباہی سے آگاہ کررہا اور ڈرا رہا ہے تو یقیناً وہ کوئی بہت ہولناک چیز ہے، اُس دن حسرت اور افسوس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اگر اس کے باوجود یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی اور ضد پر قائم رہنا چاہتے ہیں تو چند دن تک کھاپی کر موج مستی کرلیں اور مزے اڑالیں، اگر یہ لوگ نماز میں اور دیگر احکام میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے سے انکار کررہے ہیں تو کوئی بات نہیں، ہم ان پر فردِ جرم عائد کردیتے ہیں کہ یہ لوگ مجرم ہیں اور انہیں ان کے جرم کی قرار واقعی سزا ملنی چاہیے، اگر یہ لوگ قرآن کریم پر ایمان نہیں لا رہے تو پھر کس بات پر ایمان لائیں گے؟ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ قرآن کریم کے بعد آسمان سے کوئی اور کتاب نازل نہیں کرے گا، اس لیے جو شخص اس پر ایمان لانے کی سعادت سے محروم رہا، وہ ہمیشہ کیلئے محروم ہوگیا اور جو اس پر ایمان لانے میں کامیاب ہوگیا، وہ ہمیشہ کیلئے کامیاب ہوگیا۔ الحمدللہ! آج مؤرخہ ۲۱ نومبر ۲۰۱۹ء بروز جمعرات

سورۃ النبا

سورۂ نبا کی سورت ہے، اس میں کل حروف ٧٧٠، کلمات ١٧٣، آیات ٤٠ اور رکوعات ٢ ہیں، اس سورت کی دوسری آیت میں "النبأ" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ النبا رکھا گیا، اس کا لفظی معنی خبر ہے اور اس سے مراد قیامت کی خبر ہے جو سب سے بڑی خبر ہے، اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی مختلف نعمتوں کا اقرار کروا کر قیامت کا وقت مقررہ پر رونما ہونا برحق قرار دیا گیا ہے، آخر میں اہل تقویٰ کیلئے حقیقی کامیابی کا وعدہ کر کے جنت کی بعض نعمتوں کے ذریعے رغبت دلائی گئی ہے اور کافروں کی اس خواہش کا ذکر کیا گیا ہے جو وہ اس دن کی ہولناکیوں اور پریشانیوں کو دیکھ کر کریں گے، ہر کافر یہی کہتا ہوگا کہ کاش! میں مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتا، تا کہ مجھے تا ابد عذاب کی تکلیف اور ذلت نہ سہنی پڑتی، لیکن یہ خواہش پوری نہ ہو سکے گی۔

١ ٢ ان آیتوں میں کفار اور مشرکین کا قیامت کے حوالے سے سوال جواب اور اختلاف کرنا بیان کیا گیا ہے اور قیامت کو ایک بہت بڑی خبر یا ایک بہت بڑی حقیقت قرار دیا گیا ہے، دراصل مشرکین مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور قیامت قائم ہونے کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہ تھے، وہ جب بھی آپس میں بیٹھ کر مسلمانوں کے عقائد اور نظریات پر غور کرتے تو ان کے اس عقیدے پر پہنچ کر وہ الجھ جاتے ہیں اگر چہ وہ سب عقیدہ قیامت کے انکار میں متفق تھے لیکن اس کے باوجود اس انکار کی توجیہات میں وہ یک زبان نہ تھے، چنانچہ ان میں سے بعض کی رائے یہ تھی کہ قیامت کا آنا عقلی طور پر ناممکن ہے، بعض اسے خیالی چیز سمجھتے ہیں، بعض کے نزدیک قیامت تناسخ کی شکل میں آئے گی کہ مرنے کے بعد روح کسی دوسرے جسم میں منتقل ہو جائے گی، بعض کے نزدیک صرف جسم زندہ

(٧٨) سُوْرَةُ النَّبَا مَكِّيَّةٌ (٨٠) | اٰيَاتُهَا ٤٠ | رُكُوْعَاتُهَا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ① عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ② الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ

عَمَّ	يَتَسَآءَلُوْنَ ①	عَنِ	النَّبَاِ	الْعَظِيْمِ ②	الَّذِيْ	هُمْ	فِيْهِ
کس چیز سے	پوچھ رہے ہیں وہ ایک دوسرے سے	سے	خبر کے	بہت بڑی	وہ جو	وہ	اسمیں

کس چیز کے متعلق وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں۔ ١ ایک بڑی خبر کے حوالے سے۔ ٢ جس میں وہ خود

مُخْتَلِفُوْنَ ③ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ④ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ⑤ اَلَمْ نَجْعَلِ

مُخْتَلِفُوْنَ ③	كَلَّا	سَيَعْلَمُوْنَ ④	ثُمَّ	كَلَّا	سَيَعْلَمُوْنَ ⑤	اَلَمْ	نَجْعَلِ
اختلاف کرنے والے	ہرگز نہیں	عنقریب جان لیں گے وہ	پھر	ہرگز نہیں	عنقریب جان لیں گے وہ	کیا نہیں	بنایا ہم نے

اختلاف رکھتے ہیں۔ ٣ کوئی بات نہیں، عنقریب وہ جان لیں گے۔ ٤ پھر کوئی بات نہیں، عنقریب وہ جان لیں گے۔ ٥ کیا ہم نے زمین کو

الْاَرْضَ مِهٰدًا ⑥ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ⑦ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ⑧

الْاَرْضَ	مِهٰدًا ⑥	وَ	الْجِبَالَ	اَوْتَادًا ⑦	وَ	خَلَقْنٰكُمْ	اَزْوَاجًا ⑧
زمین کو	بچھونا	اور	پہاڑوں کو	کیلیں	اور	پیدا کیا ہم نے تمہیں	جوڑے جوڑے

بچھونا نہیں بنایا؟ ٦ اور پہاڑوں کو میخیں؟ ٧ اور ہم نے تمہیں جوڑے جوڑے پیدا کیا۔ ٨

وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ⑨ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ⑩ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ

وَ	جَعَلْنَا	نَوْمَكُمْ	سُبَاتًا ⑨	وَ	جَعَلْنَا	الَّيْلَ	لِبَاسًا ⑩	وَ	جَعَلْنَا	النَّهَارَ
اور	بنایا ہم نے	تمہاری نیند کو	تھکن دور کرنے کو	اور	بنایا ہم نے	رات کو	لباس	اور	بنایا ہم نے	دن کو

اور ہم نے تمہاری نیند کو تھکن دور کرنے کا ذریعہ بنایا۔ ٩ اور ہم نے رات کو لباس بنایا۔ ١٠ اور ہم نے دن کو کاروبار

مَعَاشًا ⑪ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ⑫ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا

مَعَاشًا ⑪	وَ	بَنَيْنَا	فَوْقَكُمْ	سَبْعًا	شِدَادًا ⑫	وَ	جَعَلْنَا	سِرَاجًا
کاروبار کیلئے	اور	بنائے ہم نے	تمہارے اوپر	سات	مضبوط	اور	بنایا ہم نے	ایک چراغ

کیلئے بنایا۔ ١١ اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے۔ ١٢ اور ہم نے ایک جگمگاتا ہوا

ہوگا بعض کے نزدیک صرف روح کو اٹھایا جائے گا، سو جب وہ خود ہی کسی ایک توجیہ پر متفق نہیں ہیں تو پھر اس توجیہ کو کیوں تسلیم نہیں کر لیتے، جو اللہ اور اس کے رسول نے بیان فرمائی ہے؟ اور وہ قیامت جیسی بڑی حقیقت اور خبر کا مذاق اڑانے کے لئے ایک دوسرے سے استہزائیہ انداز میں سوال جواب کیوں کرتے ہیں؟ ٤ ٥ ان آیتوں میں مشرکین و منکرین قیامت کے رویے کی مؤکد مذمت کی گئی ہے کہ یہ لوگ انکار قیامت کی جس بحث میں الجھے ہوئے ہیں، انہیں اپنے اس رویے کو ترک کر دینا چاہئے اور ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ عنقریب انہیں اس کی مکمل حقیقت معلوم ہو جائے گی، پہلی مرتبہ اس وقت جب وہ قبر میں پہنچیں گے اور دوسری مرتبہ اس وقت جب وہ میدان حشر میں پہنچیں گے، تب انہیں اپنے کئے پر ندامت اور شرمندگی ہوگی، لیکن اس وقت اس ندامت اور شرمندگی کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ٦ ١٢ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی سات نشانیاں ذکر کی گئی ہیں تا کہ منکرین قیامت کے سامنے اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت نمایاں ہو اور وہ اس پر سنجیدگی سے غور کر کے یہ نتیجہ اخذ کر سکیں کہ جو اللہ اس قدر طاقتور اور عظیم ہے، اس کیلئے قیامت برپا کرنا کچھ مشکل نہیں ہے، پہلی نشانی زمین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہر امیر اور غریب کے لئے یکساں طور پر بچھونا اور فرش بنا دیا ہے، وہ اس پر چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے ہیں، ایک انسان دوسرے انسان سے جو چاہے چھین لے، پر زمین نہیں چھین سکتا، دوسری نشانی پہاڑ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین کے اوپر کیلوں کی طرح ٹھونک دیا ہے، جس کی وجہ سے زمین ہلنے اور ڈانواں ڈول ہونے سے رک گئی ہے، ورنہ اس سے پہلے زمین ہلتی

وَّهَّاجًا ﴿١٣﴾ وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿١٤﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا

وَهَّاجًا	وَ	اَنْزَلْنَا	مِنَ	الْمُعْصِرٰتِ	مَآءً	ثَجَّاجًا	لِنُخْرِجَ	بِهٖ	حَبًّا
چمکتا ہوا	اور	اتارا ہم نے	سے	نچڑنے والی بدلیوں کے	پانی	موسلادھار	تاکہ نکالیں ہم	ساتھ اس کے	اناج

چراغ بنایا ۔ ﴿١٣﴾ اور ہم نے نچڑنے والی بدلیوں سے موسلادھار پانی برسایا ۔ ﴿١٤﴾ تاکہ ہم اس کے ذریعے اناج اور سبزہ

وَّنَبَاتًا ﴿١٥﴾ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿١٦﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿١٧﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ

وَ	نَبَاتًا	وَ	جَنّٰتٍ	اَلْفَافًا	اِنَّ	يَوْمَ	الْفَصْلِ	كَانَ	مِيْقَاتًا	يَوْمَ	يُنْفَخُ
اور	سبزہ	اور	باغات	لپٹے ہوئے	بیشک	دن	فیصلے کا	ہے	مقررہ وقت	جس دن	پھونکا جائیگا

نکالیں ۔ ﴿١٥﴾ اور گھنے باغات۔ ﴿١٦﴾ بیشک فیصلے کا دن ایک مقررہ وقت ہے ۔ ﴿١٧﴾ جس دن صور میں

فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿١٨﴾ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿١٩﴾

فِيْ	الصُّوْرِ	فَتَاْتُوْنَ	اَفْوَاجًا	وَ	فُتِحَتِ	السَّمَآءُ	فَكَانَتْ	اَبْوَابًا
بیچ	صور کے	تو آؤ گے تم	گروہ در گروہ	اور	کھول دیئے جائیں گے	آسمان	سو ہو جائیں گے وہ	دروازے

پھونک ماری جائے گی تو تم گروہ در گروہ آؤ گے ۔ ﴿١٨﴾ اور آسمان کو کھولا جائیگا ، سو اس میں دروازے بن جائیں گے ۔ ﴿١٩﴾

وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾

وَ	سُيِّرَتِ	الْجِبَالُ	فَكَانَتْ	سَرَابًا	اِنَّ	جَهَنَّمَ	كَانَتْ	مِرْصَادًا
اور	چلا دیا جائیگا	پہاڑوں کو	سو ہو جائیں گے وہ	چمکتی ریت	بیشک	جہنم	ہے	گھات لگائے ہوئے

اور پہاڑ چلا دیئے جائیں گے ، سو وہ چمکتی ہوئی ریت بن جائیں گے ۔ ﴿٢٠﴾ بیشک جہنم گھات لگائے ہوئے ہے ۔ ﴿٢١﴾

لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ﴿٢٢﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا

لِلطّٰغِيْنَ	مَاٰبًا	لٰبِثِيْنَ	فِيْهَآ	اَحْقَابًا	لَا	يَذُوْقُوْنَ	فِيْهَا	بَرْدًا
سرکشوں کیلئے	ٹھکانہ	رہنے والے	اسمیں	غیر متعین مدت کو	نہیں	چکھیں گے وہ	اسمیں	ٹھنڈک

سرکشوں کا ٹھکانہ بننے کیلئے ۔ ﴿٢٢﴾ وہاں وہ اس میں غیر متعین مدت تک رہیں گے ۔ ﴿٢٣﴾ نہ وہاں ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے

وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا

وَ	لَا	شَرَابًا	اِلَّا	حَمِيْمًا	وَ	غَسَّاقًا	جَزَآءً	وِّفَاقًا	اِنَّهُمْ	كَانُوْا
اور	نہ	کوئی مشروب	مگر	کھولتا پانی	اور	بہتی پیپ	بدلہ	پورا پورا	بیشک وہ	تھے

اور نہ کسی مشروب کا ۔ ﴿٢٤﴾ سوائے کھولتے ہوئے پانی اور بہتی ہوئی پیپ کے ۔ ﴿٢٥﴾ یہ پورا پورا بدلہ ہوگا ۔ ﴿٢٦﴾ کیونکہ وہ

رہتی تھی کیونکہ اسے پانی کی سطح پر بچھایا گیا ہے، تیسری نشانی انسان کو جوڑنے میں تقسیم کرنا ہے، اس تقسیم کی وجہ سے کچھ انسان مذکر اور کچھ مؤنث ہیں، مرد اور عورت کی اس تقسیم میں دونوں ہی ایک دوسرے کا جوڑا ہیں اور انہی کے ذریعے انسانی نسل پروان چڑھ رہی ہے، چوتھی نشانی نیند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے انسان کی تھکاوٹ دور کرنے اور اس کے تازہ دم ہونے کا ذریعہ بنایا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب انسان سو کر اٹھتا ہے تو اس کی ساری تھکاوٹ دور ہو چکی ہوتی ہے اور وہ ایک مرتبہ پھر اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کیلئے تازہ دم ہو جاتا ہے، نیند اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے، اس کے متعلق ان لوگوں سے پوچھنا چاہئے جو نیند کی گولیاں کھا کر سونے پر مجبور ہیں، پانچویں نشانی رات ہے جو انسان کو لباس کی طرح ڈھانپ لیتی ہے، نیکوکار اور متقی لوگ اس میں چھپ کر نیکیاں کرتے ہیں، اور گنہگار اس میں چھپ کر گناہ کرتے ہیں، چھٹی نشانی دن ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی معیشت اور حصولِ رزق کے اسباب رکھے ہیں، چنانچہ لوگوں کی اکثریت حصولِ رزق کیلئے دن میں ہی نکلتی ہے اور شام کو اپنے اپنے حصے کا رزق لیکر واپس لوٹتی ہے، ساتویں نشانی سات مضبوط آسمان ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اوپر سائبان اور چھت کی طرح تان دیئے ہیں، ان میں آج تک کوئی نقب لگا سکا ہے اور نہ ہی اس میں دراڑ ڈال سکا، قدرت کی ان نشانیوں میں سے ہر نشانی پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اللہ ایک ہے، وہ اپنی قدرت کی یہ نشانیاں دکھا سکتا ہے، تو قیامت بھی قائم کر کے دکھا سکتا ہے ۔ ﴿١٣﴾ ﴿١٦﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی مزید دو نشانیاں اور ان کے فائدے ذکر کیے گئے ہیں، پہلی نشانی چمکتا ہوا روشن چراغ یعنی سورج ہے، جو پورے عالم کو اپنی روشنی سے روشن اور منور کر رہا ہے، ماہرین فلکیات کا کہنا ہے کہ سورج نظام شمسی کا مرکز ہے، اس نظام شمسی میں ۹ سیارے، ۴۰ سے زیادہ چاند، بے شمار شہاب ثاقب اور دم دار ستارے پائے جاتے ہیں، سورج کا کشش قطر ۸۶۶۵۰۰ میل ہے، یہ مختلف گیسوں اور عناصر سے مل کر بنا ہوا آتشی کرہ ہے، اس کی قوت کشش زمین کی قوت کشش سے ۲۸ گنا زیادہ ہے، اس کا حجم زمین کے حجم سے ۱۳ لاکھ گنا بڑا ہے، سورج اپنے مدار میں مغرب سے مشرق کیطرف گردش کرتا ہے، ماہرین نے دوربینوں کی مدد سے سورج کی سطح پر سیاہ دھبوں کا انکشاف کیا ہے اور اس میں بہت سی تحقیقات کا دروازہ کھولا ہے جن کی تفصیل کتب فلکیات میں دیکھی جا سکتی ہے، دوسری نشانی بادلوں سے برستا ہوا پانی ہے جسے دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بادلوں کو نچوڑ رہا ہو اور ان سے پانی کا ریلا بہہ رہا ہو، اس برستے پانی سے انسان کی یومیہ زندگی کے بے شمار فائدے وابستہ ہیں، صرف اسی فائدے پر غور کر لیا جائے کہ جتنا بھی غلہ اور سبزہ اُگتا ہے، اسی پانی کی وجہ سے اُگتا ہے اور جہاں کہیں بھی گھنے اور گنجان باغات نظر آتے ہیں، ان کی آبیاری اور نشوونما پانی سے ہی ممکن ہوتی ہے، سو جو اللہ پانی برسا کر زمین کے سینے سے طرح طرح کے پھول، پھل اور غذائی ضروریات نکال سکتا ہے، وہی اللہ زمین کے سینے سے مردوں کو بھی نکال سکتا ہے ۔ ﴿١٧﴾ ﴿٢٠﴾ ان آیتوں میں قیامت کے دن کو یوم الفصل قرار دیکر اس دن پیش آنے والے چند اہم واقعات کیطرف اشارہ کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا وقت مقرر فرما رکھا ہے اور جب وہ مقررہ وقت آئے گا تو اس کے وقوع کو کوئی روک نہ سکے گا، اس دن صور پھونکا جائے گا، اس کی آواز میں ایسی تاثیر ہوگی کہ تمام لوگ

لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۝٢٧ وَّ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ۝٢٨ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ

لَا	يَرْجُوْنَ	حِسَابًا ۝٢٧	وَّ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	كِذَّابًا ۝٢٨	وَ	كُلَّ	شَيْءٍ	اَحْصَيْنٰهُ
نہ	امید رکھتے	حساب کی	اور	جھٹلایا انہوں نے	ہماری آیتوں کو	جھٹلانا	اور	ہر ایک	چیز کو	محفوظ کرلیا ہم نے

حساب کتاب کی امید ہی نہ رکھتے تھے ۔ ٢٧ اور ہماری آیتوں کی خوب تکذیب کرتے تھے ۔ ٢٨ اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر

كِتٰبًا ۝٢٩ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۝٣٠ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۝٣١

كِتٰبًا ۝٢٩	فَذُوْقُوْا	فَلَنْ	نَّزِيْدَكُمْ	اِلَّا	عَذَابًا ۝٣٠	اِنَّ	لِلْمُتَّقِيْنَ	مَفَازًا ۝٣١
لکھ کر	سو چکھو تم	سو ہرگز نہ	اضافہ کریں گے ہم تمہیں	مگر	عذاب میں	بیشک	متقیوں کیلئے	کامیابی

محفوظ کررکھا ہے۔ ٢٩ سو اب مزہ چکھو، کیونکہ ہم تمہارے عذاب کے علاوہ کسی چیز میں ہرگز اضافہ نہ کریں گے ٣٠ بیشک متقیوں کیلئے ہی کامیابی ہے۔ ٣١

حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۝٣٢ وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۝٣٣ وَّ كَاْسًا دِهَاقًا ۝٣٤

حَدَآئِقَ	وَ	اَعْنَابًا ۝٣٢	وَّ	كَوَاعِبَ	اَتْرَابًا ۝٣٣	وَّ	كَاْسًا	دِهَاقًا ۝٣٤
باغات	اور	انگور	اور	نوجوان عورتیں	ہم عمر	اور	گلاس	چھلکتے ہوئے

یعنی باغات اور انگور ۔ ٣٢ اور ہم عمر نوجوان عورتیں ۔ ٣٣ اور چھلکتے ہوئے جام ۔ ٣٤

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۝٣٥ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً

لَا	يَسْمَعُوْنَ	فِيْهَا	لَغْوًا	وَّ	لَا	كِذّٰبًا ۝٣٥	جَزَآءً	مِّنْ	رَّبِّكَ	عَطَآءً
نہیں	سنیں گے وہ	اس میں	کوئی بیہودگی	اور	نہ	جھوٹ	بدلہ	سے	تیرے رب کے	بخشش

وہاں وہ کوئی بیہودہ بات اور جھوٹ فریب نہ سنیں گے ۔ ٣٥ یہ آپ کے رب کی طرف سے بدلہ ہے ، جو حساب بن کر

حِسَابًا ۝٣٦ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ

حِسَابًا ۝٣٦	رَّبِّ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ	مَا	بَيْنَهُمَا	الرَّحْمٰنِ
حساب سے	رب	آسمانوں کا	اور	زمین کا	اور	جو کچھ	ان دونوں کے درمیان	بہت مہربان

بخشش ہوگی ۔ ٣٦ جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ، سب کا رب ہے ، بہت مہربان ہے ،

لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۝٣٧ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا

لَا	يَمْلِكُوْنَ	مِنْهُ	خِطَابًا ۝٣٧	يَوْمَ	يَقُوْمُ	الرُّوْحُ	وَ	الْمَلٰٓئِكَةُ	صَفًّا
نہیں	کرسکیں گے وہ	اس سے	بات	جس دن	کھڑا ہوگا	روح	اور	فرشتے	صف بستہ

لوگ اس سے بات کرنے کی قدرت نہ رکھیں گے ۔ ٣٧ جس دن روح اور سارے فرشتے صف بستہ ہو کر کھڑے ہوں گے ،

ع ١

گروہ در گروہ ہو کر بارگاہ الٰہی میں پہنچنا شروع ہو جائیں گے، بظاہر اس سے دوسری مرتبہ کا صور پھونکا جانا مراد ہے، کیونکہ پہلی مرتبہ صور پھونکے جانے پر تمام لوگ موت کے منہ میں چلے جائیں گے ، اس دن آسمانوں کو کھول دیا جائے گا اور دیکھنے والوں کو اس میں دروازے ہی دروازے نظر آئیں گے ، جن سے فرشتے قطار اندر قطار اتر رہے ہوں گے ،اور پہاڑوں کی یہ حالت ہوگی کہ وہ اپنی اصل حالت کو برقرار نہ رکھ سکیں گے ، ایک وقت میں تو دیکھنے والوں کو یوں معلوم ہوگا کہ جیسے ان پہاڑوں کو کسی نے پہیے لگا دیے ہیں اور وہ چلنا شروع ہو گئے ہیں اور دوسرے وقت میں دور سے تو وہ پہاڑ ہی دکھائی دیں گے، لیکن قریب جا کر دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ وہ چمکتی ہوئی ریت کے بڑے بڑے تودے بن گئے ہیں اور ان کی مضبوطی اور پختگی ختم ہو گئی ہے ، ان تفصیلات سے قیامت کے دن کی ہولناکی کا تھوڑا سا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ۔ ٢١ ٢٦ ان آیتوں میں ان مجرموں اور سرکشوں کا حال وانجام بیان کیا گیا ہے جو دنیا کی زندگی میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے رہے، سرکشی اور بغاوت پر کمر بستہ رہے ، مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہے، جہنم ایسے لوگوں کی تاک میں گھات لگائے بیٹھی ہے، جیسے کوئی ہوشیار آدمی کسی جگہ چھپ کر بیٹھا اپنے دشمن کا انتظار کر رہا ہو اور جیسے ہی وہ اس کی حدود میں آئے ، وہ اسے فوراً قابو کر لے ، جہنم بھی سرکش اور مجرم لوگوں کو قابو کرلے گی ، وہی ان کا ٹھکانہ ہوگی اور وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے ، وہاں انہیں کسی قسم کی راحت نصیب نہ ہوگی ، پیاس بجھانے والا مشروب اور فرحت بخش ٹھنڈا پانی تک دستیاب نہ ہوگا ، جب انہیں پیاس لگے گی تو انہیں کھولتا ہوا پانی پینے کیلئے دیا جائے گا، وہ اس قدر گرم ہوگا کہ ہونٹوں کے قریب آتے ہی انہیں جھلسا دے گا، لیکن چونکہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا پانی دستیاب نہیں ہوگا، اس لیے اسی کو پینا پڑے گا اور وہ اندر جا کر اس کی ساری آنتوں کو کاٹ ڈالے گا، اسی طرح انہیں پیپ دی جائے گی جو اہل جہنم کے زخموں سے بہہ بہہ کر جمع ہوئی ہوگی، دنیا میں انہوں نے جو کچھ کیا ہوگا، یہ اس کا پورا پورا بدلہ ہوگا اور اس میں ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا۔ ٢٧ ٣٠ ان آیتوں میں ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ جن لوگوں کو جہنم میں بھیجا جائے گا انہوں نے دنیا میں ساٹھ، ستر سال کی محدود عمر میں گناہ کئے ہوں گے، کیا ان ساٹھ ستر سالوں کے گناہوں کی سزا لاکھوں، کروڑوں بلکہ لامحدود سالوں تک دینا انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے؟ اگر نہیں تو پھر اہل جہنم کو ہمیشہ کے لئے سزا کیوں دی جائے گی؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی ساٹھ ستر سالہ زندگی ان کے مستقبل کا تجزیہ کرنے کے لئے بہت کافی ہوتی ہے اور اسی کو دیکھ کر اندازہ ہو جاتا ہے کہ جو شخص اتنے عرصے تک نافرمانی کی ڈگر پر چلتا رہا، اگر اسے مزید مہلت دی گئی تب بھی وہ اسی پر قائم رہے گا، اور حق تعالیٰ کا اندازہ غلط نہیں ہوتا، لہٰذا اس بات کا یقین کامل موجود ہے کہ اگر ان لوگوں کو لاکھوں سال کی عمر دیدی جائے تب بھی وہ اپنی روش سے باز آنے والے نہیں، گویا ان کے موجودہ اعمال لامحدود زندگی کا نمونہ ہیں، اس لئے انہیں لامحدود سزا دی جائے گی، یہاں اس بات کو یوں تعبیر کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کو توقع ہی نہیں تھی کہ ان کا حساب کتاب بھی ہوگا اور وہ دل کھول کر ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے رہے، ہم نے ان میں سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے اور ہر چیز کو تحریری طور پر محفوظ کر رکھا ہے، لہٰذا قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا کہ جہنم کے عذاب کا مزہ

لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿٣٨﴾ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ

لَا	يَتَكَلَّمُونَ	إِلَّا	مَنْ	أَذِنَ	لَهُ	الرَّحْمَٰنُ	وَ	قَالَ	صَوَابًا ﴿٣٨﴾	ذَٰلِكَ	الْيَوْمُ
نہیں	بات کریں گے وہ	مگر	جسے	اجازت دی	اس کیلئے	رحمان نے	اور	کہے وہ	صحیح بات	وہ	دن

صرف وہی بات کر سکے گا جسے رحمان نے اجازت دی ہوگی اور وہ بات بھی صحیح کرے۔ ۳۸ وہ دن

الْحَقُّ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَآبًا ﴿٣٩﴾ إِنَّا أَنْذَرْنَاكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا

الْحَقُّ	فَمَنْ	شَاءَ	اتَّخَذَ	إِلَىٰ	رَبِّهِ	مَآبًا ﴿٣٩﴾	إِنَّا	أَنْذَرْنَاكُمْ	عَذَابًا	قَرِيبًا
برحق	سو جو	چاہے	پکڑلے	طرف	اپنے رب کے	ٹھکانہ	بیشک ہم نے	ڈرادیا تمہیں	عذاب سے	قریب کے

برحق ہے، سو جو چاہے، اپنے رب کے یہاں ٹھکانہ حاصل کرلے ۔ ۳۹ بیشک ہم تمہیں ایک قریب آنے والے عذاب سے ڈرا چکے ہیں،

يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا ﴿٤٠﴾ ع ۲ ۱۰ ۲

يَوْمَ	يَنْظُرُ	الْمَرْءُ	مَا	قَدَّمَتْ	يَدَاهُ	وَ	يَقُولُ	الْكَافِرُ	يَا لَيْتَنِي	كُنْتُ	تُرَابًا ﴿٤٠﴾
جس دن	دیکھ لے گا	انسان	وہ جو	آگے بھیجا	اس کے ہاتھوں نے	اور	کہے گا	کافر	اے کاش! میں	ہوجاتا	مٹی

اُس دن انسان وہ دیکھ لے گا جو اُس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہوگا اور کافر کہے گا کہ اے کاش ! میں مٹی ہو چکا ہوتا ۔ ۴۰

چکھتے رہو اب تمہارے عذاب میں اضافہ ہی ہوتا چلا جائے گا، ممکن نہیں ہے کہ اس میں کمی تو کیا، تخفیف بھی ہو سکے ۔ ۳۱ ۳۶ ان آیتوں میں متقیوں کی جزا اور مختلف انعامات بیان کیے گئے ہیں، لیکن یہ صرف ایک نمونہ ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لئے جنت میں وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں ہیں، کسی کان نے سنی نہیں ہیں، اور کسی دل میں ان کا خیال بھی نہیں گزرا، پہلا انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے اردگرد چاردیواری ہوگی، یہ مفہوم لفظ حدائق سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ حدیقۃ کی جمع ہے اور حدیقہ کا لفظ ایسے ہی باغ پر بولا جاتا ہے، دوسرا انعام یہ کہ اہل جنت کیلئے انگور تیار کیے گئے ہیں، چونکہ بہترین شراب انگور کی ہوتی ہے اور وہ اہل عرب کیلئے بہت مرغوب تھی، اس لیے خاص طور پر انگوروں کا ذکر کیا گیا، تیسرا انعام یہ کہ اہل جنت کو جو بیویاں عطا کی جائیں گی خواہ وہ ان کی دنیوی بیویاں ہوں یا جنت کی حوریں ہوں، بالکل نوجوان اور اپنے شوہروں کی ہم عمر ہوں گی، کامل نوجوانی میں عورت کے جسم کا ابھار بہت نمایاں ہوتا ہے، اس لیے ''کواعب'' کے لفظ سے اس کی طرف اشارہ کیا گیا اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جنت کی عمر ۳۳ سال ہوگی، اس طرح وہ بھرپور جوانی میں خوبصورت، ہم عمر اور ہم مزاج بیوی کے ساتھ بھرپور انداز میں جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوسکیں گے، بے جوڑ شادیوں میں مزاج کی ہم آہنگی تلاش کرنا لکڑیوں کی جلی ہوئی راکھ میں سونا تلاش کرنے کی طرح ہے، چوتھا انعام یہ کہ ان کے جام شراب طہور اور من پسند مشروبات سے چھلکتے ہوں گے، پانچواں انعام یہ کہ وہاں کسی قسم کی بیہودہ گوئی، جھوٹ، حسد اور فریب نہ ہوگا، کوئی شخص دوسرے کی بات کی تکذیب کرکے اسے جھوٹا فریبی نہ کہے گا اور ایک دوسرے سے کسی قسم کا ٹکراؤ نہ ہوگا، خلاصہ یہ کہ جنت میں ہر قسم کی راحت اور بے فکری نصیب ہوگی اور جنت کی تمام نعتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے نیک اعمال کا بدلہ ہوں گی، لیکن دو باتیں سمجھ لینا ضروری ہیں، پہلی یہ کہ جنت میں داخلہ اور وہاں کی نعتیں انسان کو اللہ کے فضل کے بغیر نہیں مل سکتی ہیں اس لیے ''عطاء'' کا لفظ لیکر آئے اور دوسری یہ کہ انعامات کیلئے فرق مراتب کا خیال ضرور رکھا جائے گا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کی مناسبت سے وہی بدلہ دیا جائے گا جس میں اس کا کوئی عمل جزا کے بغیر نہیں رہے گا، بلکہ پورا پورا حساب ہوگا اور ہر عمل کا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ بدلہ دینے والا وہ رب ہے جو زمین و آسمان کا رب ہے، ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہے، وہ ان کا بھی رب ہے، وہ رحمان ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایسے جلال اور عظمت والا بھی ہے کہ کسی کو اس کے سامنے دم مارنے کی جرأت نہیں ہوسکتی۔ ۳۸ ۴۰ ان آیتوں میں قیامت کے دن کی منظر کشی کی گئی ہے، اس منظر کو اس طرح دیکھا جاسکتا ہے کہ اللہ رب العالمین کی بارگاہ قائم ہے اور وہاں سب چھوٹے بڑے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں، بے شمار قطاریں لگی ہوئی ہیں اور ان قطاروں میں صف بستہ فرشتے کھڑے ہیں، روح القدس بھی صف بستہ باادب کھڑے ہیں، کوئی ایک فرشتہ بھی قطار سے باہر نہیں ہے اور سب کے چہروں پر گہری سنجیدگی اور حق تعالیٰ کے جلال کا دبدبہ دکھائی دے رہا ہے، کسی کی زبان پر گویائی نہیں ہے اور کسی کے ہونٹ نہیں ہل رہے، سب پر خاموشی طاری ہے اور ایک گہری اور طویل خاموشی ہے جس میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک کسی کو بولنے کی اجازت نہیں ہے، البتہ جسے اجازت ملتی ہے، صرف وہی بول سکتا ہے، لیکن اس کیلئے بھی یہ شرط ہے کہ وہ صحیح اور درست بات کہے، جھوٹ بولنے، بات کو گھمانے اور چرب لسانی کی وہاں کسی کو اجازت نہ ہوگی، اُس دن انسان اپنے کیے ہوئے تمام اعمال کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ لے گا اور اس نے جیسا ذخیرۂ اعمال آگے بھیجا ہوگا، وہ سب اس کی نگاہوں کے سامنے ہوگا، اُس دن کافروں کی خواہش ہوگی کہ کاش! آج میں بھی مٹی میں مل کر مٹی ہوجاؤں، جیسے جانور ایک دوسرے سے مظالم کا بدلہ لینے کے بعد مٹی ہوگئے، اب نہ اُن کا حساب کتاب ہے اور نہ ہی کوئی جزا اور سزا، لیکن اُن کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکے گی، اِس دن کا آنا برحق ہے، اللہ تعالیٰ نے آنے والے عذاب سے لوگوں کو خوب اچھی طرح باخبر اور آگاہ کر دیا ہے، آگے ہر شخص کی مرضی ہے، جو چاہے اپنے رب کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کرلے اور جو چاہے اپنے لیے جہنم میں جگہ بنالے، کل کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ ہمیں تو ان باتوں کے متعلق کچھ بتایا ہی نہیں گیا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایک بات کھول کر واضح کردی ہے۔ واللہ اعلم

الحمد للہ! آج مورخہ ۲۲ نومبر ۲۰۱۹ء بروز جمعہ بعد نماز عصر

اٰيَاتُهَا ۴۶ (۷۹) سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ (۸۱) رُكُوْعَاتُهَا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝١ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝٢ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝٣

وَالنّٰزِعٰتِ	غَرْقًا	وَّالنّٰشِطٰتِ	نَشْطًا	وَّالسّٰبِحٰتِ	سَبْحًا
قسم ہے کھینچنے والوں کی	ڈوب کر	قسم ہے کھول دینے والوں کی	بندھن کھولنا	قسم ہے تیرنے والوں کی	تیرنا

قسم ہے ڈوب کر روح کھینچنے والے فرشتوں کی۔ ① اور قسم ہے روح کا بندھن کھول دینے والے فرشتوں کی۔ ② اور قسم ہے تیزی سے تیرنے والے فرشتوں کی۔ ③

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝٤ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝٥ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝٦

فَالسّٰبِقٰتِ	سَبْقًا	فَالْمُدَبِّرٰتِ	اَمْرًا	يَوْمَ	تَرْجُفُ	الرَّاجِفَةُ
قسم ہے آگے بڑھنے والوں کی	آگے بڑھنا	قسم ہے تدبیر کرنے والوں کی	معاملات کی	جس دن	کانپے گی	کانپنے والی

پھر قسم ہے جلدی سے آگے بڑھنے والے فرشتوں کی۔ ④ پھر قسم ہے معاملات کی تدبیر کرنے والے فرشتوں کی۔ ⑤ جس دن کانپنے والی کانپے گی۔ ⑥

تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝٧ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۝٨ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝٩

تَتْبَعُهَا	الرَّادِفَةُ	قُلُوْبٌ	يَّوْمَئِذٍ	وَّاجِفَةٌ	اَبْصَارُهَا	خَاشِعَةٌ
پیچھے ہوگی اس کی	پیچھے آنے والی	بہت سے دل	اس دن	دھڑکنے والے	نگاہیں ان کی	جھکی ہوئی

اُس کے پیچھے دوسری بھی آجائے گی۔ ⑦ بہت سے دل اُس دن دھڑکتے ہوں گے۔ ⑧ اُن کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی۔ ⑨

يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝١٠ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝١١

يَقُوْلُوْنَ	ءَ	اِنَّا	لَمَرْدُوْدُوْنَ	فِي	الْحَافِرَةِ	ءَ	اِذَا	كُنَّا	عِظَامًا	نَّخِرَةً
یہ کہتے ہیں	کیا	بیشک ہم	البتہ لوٹائے جائیں گے	بیچ	گڑھے کے	کیا	جب	ہوگئے ہم	ہڈیاں	بھربھری

یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا ہم قبر کے گڑھے میں پہنچ کر پھر دوبارہ لوٹائے جائیں گے؟ ⑩ کیا جب ہم بھربھری ہڈیاں بن جائیں گے؟ ⑪

قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝١٢ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝١٣ فَاِذَا هُمْ

قَالُوْا	تِلْكَ	اِذًا	كَرَّةٌ	خَاسِرَةٌ	فَاِنَّمَا	هِيَ	زَجْرَةٌ	وَّاحِدَةٌ	فَاِذَا	هُمْ
کہتے ہیں وہ	یہ	اس وقت	لوٹنا	نقصان والا	وہ تو صرف	وہ	ڈانٹ	ایک	سو اسی وقت	وہ

وہ کہتے ہیں کہ تب تو یہ لوٹ کر آنا نقصان کا باعث ہوگا۔ ⑫ وہ تو صرف ایک ڈانٹ ہوگی۔ ⑬ تو اُسی وقت وہ

سورة النازعات

سورۂ نازعات مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۷۵۳، کلمات ۱۷۹، آیات ۴۶ اور رکوعات ۲ ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی "النازعات" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ نازعات رکھا گیا، اس کا لفظی معنی کھینچنا ہوتا ہے۔ یہاں مراد روح کھینچنے والے فرشتے ہیں، اس سورت میں ایک دوسرے اسلوب میں قیامت کی ہولناکی بیان کی گئی ہے، اس کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعے کا حوالہ دیا گیا ہے، فرعون نے "أنا ربكم الاعلىٰ" کا نعرہ لگایا اور اللہ تعالیٰ نے اسے ہمیشہ کیلئے نشانِ عبرت بنا دیا، قیامت کے دن اسی طرح تمام مجرم نشانِ عبرت بنا دیئے جائیں گے، انہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور نعمتوں پر غور کریں کیونکہ قیامت کے دن ہر انسان کو وہ سب کچھ یاد آئے گا جو اس نے دنیا میں کیا ہوگا، اس دن دو طرح کے لوگ ہوں گے، ایک وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر گئے اور نفسانی خواہشات کے پیچھے چلنے سے رک گئے، ان کا ٹھکانہ جنت ہے اور دوسرے وہ جو سرکشی پر آمادہ ہوئے اور دنیا کی زندگی ہی کو اصل زندگی سمجھ بیٹھے، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

① ⑤ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم کھا کر قیامت کا برحق ہونا بیان فرمایا ہے، یہ پانچ چیزیں پانچ قسم کے فرشتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مختلف ذمہ داریوں پر مقرر فرما رکھا ہے، چنانچہ ملک الموت کی ماتحتی میں بعض فرشتے کافروں اور مجرموں کی روح قبض کرنے کیلئے رکھے گئے ہیں، یہ نہایت خوفناک اور ڈراؤنے فرشتے ہیں اور یہ کافروں کی روح نہایت بے دردی سے کھینچتے ہیں، کافروں کو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ان کی رگوں میں گھس کر ان کی روح کھینچی جارہی ہے، بعض فرشتے اہل ایمان و اخلاص کی روح قبض کرنے کیلئے ملک الموت کی ماتحتی میں رکھے گئے ہیں، ان کے چہروں پر کسی قسم کی کرختگی اور ڈراؤنا پن نہیں ہوتا، وہ ہنستے مسکراتے خوبصورت چہروں کے ساتھ اہل ایمان کے پاس آتے ہیں، انہیں خوشخبریاں سناتے ہیں اور نہایت آسانی کیساتھ ان کی روح نکال لیتے ہیں، اہل ایمان کو اس کی ذرہ برابر بھی تکلیف محسوس نہیں ہوتی، بلکہ انہیں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کسی نے ان کی گرہ کھول دی ہے اور ان کی روح جسم کے بندھن سے آزاد ہوگئی ہے، ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ایسی طاقت دے رکھی ہے کہ وہ فضا میں ایسی سہولت کے ساتھ اڑتے چلے جاتے ہیں جیسے پانی پر تیر رہے ہوں، گویا انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے میں قطعاً دشواری محسوس نہیں ہوتی، نیز فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ خوبی عطا فرمائی ہے کہ وہ اس کے ہر حکم کی تعمیل کیلئے تیزی سے آگے بڑھتے ہیں، اس میں کسی قسم کی سستی اور تاخیر ہرگز نہیں کرتے، پھر کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مختلف تکوینی ذمہ داریوں پر مقرر فرما رکھا ہے اور وہ اپنی ذمہ داری نہایت عمدہ طریقے سے ادا کر رہے ہیں، چنانچہ ان میں سے بعض فرشتے ہواؤں کے نظام پر، بعض مٹی کے انتظامات پر اور بعض دشمنوں کو سزا دینے کے انتظامات پر مقرر ہیں، اس قسم کی لاکھوں کروڑوں ذمہ داریوں پر کروڑوں اربوں فرشتے مقرر ہیں اور ان میں سے کوئی فرشتہ دوسرے کے کام میں مداخلت نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ نے ان سب کی قسم کھائی ہے کہ قیامت برحق ہے اور وہ ضرور آکر رہے گی، لہٰذا اس کا انکار مت کرو۔ ⑥ ⑨ ان آیتوں میں قیامت کی ہولناکی بیان کی گئی ہے، اُس دن دو مرتبہ صور پھونکا جائے گا، پہلی مرتبہ جب صور پھونکا جائیگا تو سارے عالم پر موت

بِالسَّاهِرَةِ ﴿١٤﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿١٥﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ

بِالسَّاهِرَةِ﴿١٤﴾	هَلْ	اَتٰىكَ	حَدِيْثُ	مُوْسٰى﴿١٥﴾	اِذْ	نَادٰىهُ	رَبُّهٗ	بِالْوَادِ
میدان میں	کیا	آیا آپ کے پاس	واقعہ	موسیٰ کا	جب	پکارا اُسے	اس کے رب نے	وادی میں

میدان میں آجائیں گے۔ ۱۴ کیا آپ کے پاس موسیٰ کے حالات پہنچے ہیں؟ ۱۵ جب انہیں اُن کے رب نے وادی مقدس

الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٦﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿١٧﴾ فَقُلْ هَلْ

الْمُقَدَّسِ	طُوًى﴿١٦﴾	اِذْهَبْ	اِلٰى	فِرْعَوْنَ	اِنَّهٗ	طَغٰى﴿١٧﴾	فَقُلْ	هَلْ
پاکیزہ	طویٰ	جاؤ	طرف	فرعون کے	بیشک وہ	سرکشی کی اس نے	سو کہہ تو	کیا

"طویٰ" میں پکارا۔ ۱۶ کہ تم فرعون کے پاس جاؤ، کیونکہ اُس نے سرکشی کی ہے۔ ۱۷ سو اُس سے کہو کہ کیا

لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ﴿١٨﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿١٩﴾ فَاَرٰىهُ

لَّكَ	اِلٰۤى	اَنْ	تَزَكّٰى﴿١٨﴾	وَ	اَهْدِيَكَ	اِلٰى	رَبِّكَ	فَتَخْشٰى﴿١٩﴾	فَاَرٰىهُ
تیرے لئے	طرف	اس کے کہ	تو سنور جائے	اور	میں تیری رہنمائی کروں	طرف	تیرے رب کے	سو تو ڈر جائے	پھر دکھایا اسے

تمہیں اس بات میں دلچسپی ہے کہ تم سنور جاؤ؟ ۱۸ اور میں تمہارے رب کی طرف تمہاری رہنمائی کروں تاکہ تم ڈرو۔ ۱۹ سو موسیٰ نے اُسے

الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿٢٠﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿٢١﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿٢٢﴾ فَحَشَرَ

الْاٰيَةَ	الْكُبْرٰى﴿٢٠﴾	فَكَذَّبَ	وَ	عَصٰى﴿٢١﴾	ثُمَّ	اَدْبَرَ	يَسْعٰى﴿٢٢﴾	فَحَشَرَ
معجزہ	بڑا	سو جھٹلایا اس نے	اور	نافرمانی کی	پھر	پیٹھ پھیری	کوشش کرتا ہوا	سو جمع کیا

ایک بڑا معجزہ دکھایا۔ ۲۰ پھر اُس نے تکذیب اور نافرمانی کی۔ ۲۱ پھر پیٹھ پھیر کر کوششیں کرنے لگا۔ ۲۲ پھر وہ سب کو جمع کرکے

فَنَادٰى ﴿٢٣﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿٢٤﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ

فَنَادٰى﴿٢٣﴾	فَقَالَ	اَنَا	رَبُّكُمُ	الْاَعْلٰى﴿٢٤﴾	فَاَخَذَهُ	اللّٰهُ	نَكَالَ	الْاٰخِرَةِ
پھر پکارا	سو کہا اس نے	میں ہوں	تمہارا رب	سب سے بالا	سو پکڑ لیا اسے	اللہ نے	سزا میں	آخرت کی

بلند آواز سے پکارنے لگا۔ ۲۳ سو وہ کہنے لگا کہ میں ہی تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ ۲۴ تو اللہ نے اُسے دنیا اور آخرت کی سزا میں

وَالْاُوْلٰى ﴿٢٥﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿٢٦﴾ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا

وَ	الْاُوْلٰى﴿٢٥﴾	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَعِبْرَةً	لِّمَنْ	يَّخْشٰى﴿٢٦﴾	ءَ	اَنْتُمْ	اَشَدُّ	خَلْقًا
اور	دنیا کی	بیشک	بیچ	اس کے	البتہ عبرت	اس کیلئے جو	ڈرتا ہے	کیا	تم	زیادہ سخت	پیدا کرنے میں

پکڑ لیا۔ ۲۵ بیشک اِس میں اُس شخص کیلئے عبرت کا سامان موجود ہے جو ڈرتا ہے۔ ۲۶ کیا تمہیں پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے

وقف لازم

ع ۱ ۲۶ ۲

طاری ہوجائے گی یہاں تک کہ تمام اہل زمین مرجائینگے، پھر آسمان والوں پر موت آئیگی، اس کے بعد مقرب فرشتوں پر موت آئیگی، حتیٰ کہ صور پھونکنے والا فرشتہ اسرائیل بھی مرجائیگا، یہاں پہلی مرتبہ صور پھونکے جانے کو "راجفہ" کا نام دیا گیا ہے، راجفہ کا لفظی معنی کانپنے والی چیز ہے، مراد زمین ہے جو سخت بھونچال اور زلزلے کی وجہ سے کانپنے لگے گی، پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو اسرائیل کو زندہ کرکے انہیں دوبارہ صور پھونکنے کا حکم دیگا، اس مرتبہ اللہ تعالیٰ کی دوسری قدرت کا ظہور ہوگا، یہ امر باعثِ تعجب ہے کہ صور بھی وہی ہوگا، پھونک مارنے والا بھی وہی ہوگا اور اس کی آواز سننے والے بھی پہلے دن والے ہی ہونگے، لیکن پہلی مرتبہ اس میں موت کی تاثیر رکھی گئی تھی، دوسری مرتبہ اس میں زندگی کا سامان پیدا کردیا جائیگا اور یکے بعد دیگرے سب کے سب زندہ ہوجائینگے، یہاں اسے "رادفہ" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے جس کا لفظی معنی سواری پر پیچھے بیٹھنے والا ہوتا ہے، چونکہ سواری پر پیچھے بیٹھنے والا دوسرے نمبر پر ہوتا ہے، اسلئے دوسرے نمبر پر آنیوالی چیز کیلئے بھی اسے استعمال کیا جاتا ہے، پھر جب دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے کے نتیجے میں سب لوگ زندہ ہوجائینگے تو انہیں میدانِ حشر میں جمع کیا جائیگا، اُسی دن بہت سے دلوں پر لرزہ اور خوف طاری ہوگا اور ان کی آنکھیں جھکی جھکی ہونگی، شرمندگی اور خوف کی اس کیفیت سے بچنے کیلئے پہلے سے تیاری کی ضرورت ہے۔ ۱۰ ۱۲ ان آیتوں میں منکرین قیامت کا دوبارہ زندگی پر متعجب ہونا بیان کیا گیا ہے، انہیں یقین نہیں آتا کہ قیامت قائم ہوگی، مردے زندہ ہونگے اور ان کیلئے جنت یا جہنم کا فیصلہ ہوگا اسلئے وہ اعتراض کرتے ہیں کہ کیا ہمیں قبر کے گڑھے سے نکال کر دوبارہ زندگی کی طرف لوٹایا جائیگا؟ کیا ہماری بوسیدہ ہڈیوں اور جسم کے ریزوں میں دوبارہ روح پھونکی جائیگی؟ بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر یہ ناممکن کام ممکن ہوگیا اور ہمیں دوبارہ زندگی کی طرف لوٹایا گیا اور میدانِ حشر میں جمع کیا گیا تو یہ بڑے خسارے اور نقصان کی بات ہوگی، اس سے یہ بات نہ سمجھی جائے کہ منکرینِ قیامت اپنے نفع نقصان کا تجزیہ کررہے تھے، بلکہ وہ ان جملوں میں مسلمانوں کا مذاق اڑا رہے تھے جیسا کہ مفسرین نے ذکر کیا ہے۔ ۱۳ ۱۴ ان آیتوں میں منکرین قیامت کے تعجب کو رد کیا گیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کیلئے قیامت قائم کرنا کچھ مشکل نہیں ہے، بلکہ اس کیلئے قیامت قائم کرنا اتنا ہی آسان ہے جیسے کسی کو جھڑک کر اپنے پاس بلانا آسان ہے، چنانچہ صور پھونکے جانے کو ایک جھڑکی ہی سمجھو، لہٰذا جوں ہی وہ جھڑکی دی جائیگی اور صور پھونکا جائیگا، اُسی وقت سب کے سب ایک کھلے میدان میں آکر جمع ہوجائینگے، جہاں کوئی ٹیلہ یا چھپنے کی جگہ نہ ہوگی، اس لئے اس پر تعجب کرنے کی بجائے اسکی تیاری کریں، فرعون جیسا رویہ اختیار نہ کریں، ورنہ اسی جیسے انجام کا شکار ہوجائینگے۔ ۱۵ ۱۹ ان آیتوں میں ایک بہت بڑے منکر قیامت "فرعون" کے واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی اصلاح اور رہنمائی کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتخاب فرمایا، وہ مدین سے مصر کی طرف اپنے والدین اور عزیز و اقارب سے ملنے اپنے آبائی گھر جارہے تھے، ان کے ساتھ ان کے بیوی بچے بھی تھے، ایک خاص تدبیر سے انہیں وادی مقدس طویٰ میں کوہِ طور کے پاس بلایا گیا اور انہیں شرفِ ہم کلامی سے نوازا گیا اور انہیں یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ آپ فرعون کے پاس جائیں، وہ سرکشی اور گمراہی میں آگے بڑھتا چلا جارہا ہے، اسے جاکر سمجھائیں، نصیحت کریں، اسکے دل پر لگے ہوئے

اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰهَا ﴿٢٧﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿٢٨﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا

اَمِ	السَّمَآءُ	بَنٰهَا ﴿٢٧﴾	رَفَعَ	سَمْكَهَا	فَسَوّٰىهَا ﴿٢٨﴾	وَ	اَغْطَشَ	لَيْلَهَا
یا	آسمان	بنایا اس نے اُسے	بلند کیا	اس کی چھت کو	سو برابر کر دیا اسے	اور	اندھیری بنایا	اس کی رات کو

یا آسمان کو؟ جسے اللہ نے بنایا۔ ٢٧ اُس کی چھت کو بلند کیا، پھر اُسے برابر ہموار کر دیا۔ ٢٨ اور اُس کی رات کو اندھیرے والا بنایا،

وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿٢٩﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿٣٠﴾ اَخْرَجَ

وَ	اَخْرَجَ	ضُحٰىهَا ﴿٢٩﴾	وَ	الْاَرْضَ	بَعْدَ	ذٰلِكَ	دَحٰىهَا ﴿٣٠﴾	اَخْرَجَ
اور	نکالا	اس کی روشنی کو	اور	زمین کو	پیچھے	اس کے	بچھایا اسے	نکالا اس نے

اور اُس کی روشنی کو نمایاں کیا۔ ٢٩ اور اُس کے بعد زمین کو بچھایا۔ ٣٠ زمین ہی سے

مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿٣١﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿٣٢﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ

مِنْهَا	مَآءَهَا	وَ	مَرْعٰىهَا ﴿٣١﴾	وَ	الْجِبَالَ	اَرْسٰىهَا ﴿٣٢﴾	مَتَاعًا	لَّكُمْ
اس سے	اس کا پانی	اور	اس کا چارہ	اور	پہاڑوں کو	گاڑ دیا اس نے	فائدہ کیلئے	تمہارے

اُس کا پانی اور چارہ نکالا۔ ٣١ اور پہاڑوں کو گاڑ دیا۔ ٣٢ تمہارے اور تمہارے جانوروں کے

وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٣﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ

وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٣﴾	فَاِذَا	جَآءَتِ	الطَّآمَّةُ	الْكُبْرٰى ﴿٣٤﴾	يَوْمَ	يَتَذَكَّرُ	الْاِنْسَانُ
اور تمہارے جانوروں کے	سو جب	آئیگا	ہنگامہ	بڑا	جس دن	یاد کرے گا	انسان

فائدے کیلئے۔ ٣٣ پھر جب وہ بڑا ہنگامہ برپا ہوگا۔ ٣٤ اُس دن انسان کو اپنی کوششیں

مَا سَعٰى ﴿٣٥﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿٣٦﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿٣٧﴾

مَا	سَعٰى ﴿٣٥﴾	وَ	بُرِّزَتِ	الْجَحِيْمُ	لِمَنْ	يَّرٰى ﴿٣٦﴾	فَاَمَّا	مَنْ	طَغٰى ﴿٣٧﴾
وہ جو	کوشش کی اس نے	اور	ظاہر کر دی جائے گی	جہنم	اس کیلئے جو	دیکھے گا	سو رہا	وہ جو	سرکشی کی اس نے

یاد آئیں گی۔ ٣٥ اور دیکھنے والوں کیلئے جہنم نمایاں کر دی جائے گی۔ ٣٦ پھر جس نے سرکشی کی ہو گی۔ ٣٧

وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٣٩﴾ وَاَمَّا مَنْ

وَ	اٰثَرَ	الْحَيٰوةَ	الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾	فَاِنَّ	الْجَحِيْمَ	هِيَ	الْمَاْوٰى ﴿٣٩﴾	وَ	اَمَّا	مَنْ
اور	ترجیح دی اس نے	زندگی کو	دنیا کی	تو بیشک	جہنم	وہ	ٹھکانہ	اور	رہا	وہ جو

اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہو گی۔ ٣٨ تو جہنم ہی اُس کا ٹھکانہ ہے۔ ٣٩ اور باقی رہا وہ شخص جو

زنگ کو کھرچنے اور اسمیں خشیت الٰہی کا جذبہ اور وصف پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اسے بتائیں کہ آپ کے پاس اس کے تزکیہ نفس اور ہدایت و رہنمائی کا جامع پروگرام موجود ہے، شاید وہ آپ کی بات مان لے اور انکار قیامت سے باز آجائے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم الٰہی کی تعمیل کی، اس کا ذکر اگلی آیتوں میں آیا ہے۔ ٢٠ ٢٦ ان آیتوں میں فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو رد کرنا اور قیامت کی تکذیب کرنا بیان کیا گیا ہے، ہر چند کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو متعدد عظیم الشان معجزات دکھائے اور بھرپور کوشش کی کہ کسی طرح فرعون اپنے باطل نظریات اور فاسد خیالات کی دلدل سے نکل آئے لیکن اس کے دل پر مہر لگ چکی تھی، سو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو نہایت غرور و تکبر کے ساتھ رد کر دیا، قیامت کی تکذیب پر قائم رہا، موسیٰ علیہ السلام کیخلاف سازشیں کرنے لگا، جادوگروں کو ان سے مقابلے کیلئے لے آیا، ایک کھلے میدان میں ان کا مقابلہ کروایا اور اپنے آپ کو "رب اعلیٰ" قرار دینے لگا، گویا اس کا غرور اور سرکشی اس حد تک بڑھ چکے تھے کہ اس نے خود کو صرف رب قرار دینے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اپنے لئے "رب اعلیٰ" کے لقب پر اصرار کیا، جب نوبت یہاں تک جا پہنچی تو پھر اللہ تعالیٰ کا جلال متوجہ ہوا اور اس نے اسے دنیا و آخرت کی سزا میں گرفتار کر لیا، دنیا کی سزا یہ کہ اسے سمندر میں غرق کر دیا اور آخرت کی سزا یہ کہ اس کیلئے جہنم میں دردناک عذاب تیار ہے، جس شخص کے دل میں معمولی سا خوف خدا بھی موجود ہے، وہ اس واقعے سے عبرت حاصل کرے گا، اللہ تعالیٰ نے مزید عبرت کیلئے اس کی لاش کو بھی محفوظ فرما دیا ہے تاکہ لوگ اسے دیکھیں اور اس سے عبرت پکڑیں۔ ٢٧ ٣٣ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی چند نشانیاں بیان فرمائی ہیں، ان نشانیوں کو بیان کرنے کا مقصد اس بات پر غور و فکر کی دعوت دینا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ سب کام کر سکتا ہے تو اس کیلئے مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا اور قیامت قائم کرنا کیا مشکل کام ہے؟ منکرین قیامت یا تو یہ ثابت کریں کہ یہ کام اللہ تعالیٰ نے نہیں کیے، اور اگر وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے "اور یقیناً نہیں کر سکتے" تو پھر انہیں بلاوجہ قیامت کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کو دعوت نہیں دینی چاہیے، مثال کے طور پر وہ آسمان کو دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کس قدر منظم طریقے سے بنایا ہے؟ کیسے اسے ہموار کیا؟ اسکی مضبوطی پر بھی غور کریں اور یہ بھی کہ لاکھوں سال گزرنے کے باوجود اسمیں کوئی سوراخ اور شگاف نہیں پڑا، وہ رات کی تاریکی، سناٹے اور اندھیرے پر بھی غور کریں اور دن کی روشنی اور اجالے پر بھی، وہ اپنے پاؤں کے نیچے بچھی ہوئی زمین پر بھی غور کریں وہ زمین سے نکلنے والے پانی اور پانی سے اگنے والی غذائیں ضروریات پر بھی غور کریں جن میں سے کچھ چیزیں انسانوں کے کھانے کی ہیں اور کچھ چیزیں جانوروں کی غذا ہیں، یعنی ان سے تمہارا بھی کام چلتا ہے اور تمہارے جانور بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور تم سب مل کر اسے برتتے ہو، علاوہ ازیں یہ بلند و بالا مضبوط پہاڑ جو زمین کے سینے پر کیلوں کی طرح گڑے ہوئے ہیں بھی انسان کو غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں کہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ نے کیے ہیں، اس کے علاوہ کسی میں ان کاموں کی طاقت نہیں ہے، حالانکہ ان میں سے ہر کام نہایت مشکل اور دشوار گزار ہے، سو جب اللہ تعالیٰ کو ان امور میں کوئی مشکل اور دشواری پیش نہیں آئی، تو پھر انسان کو پہلی یا دوسری مرتبہ پیدا کرنے میں اسے کیا دشواری پیش آسکتی ہے؟ اگر

خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝٤٠ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ

خَافَ	مَقَامَ	رَبِّهٖ	وَ	نَهَى	النَّفْسَ	عَنِ	الْهَوٰى ۝	فَاِنَّ	الْجَنَّةَ	هِيَ
ڈر گیا	کھڑا ہونے سے	اپنے رب کے	اور	روک لیا اس نے	نفس کو	سے	خواہش کے	تو بیشک	جنت	وہ

اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اُس نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکے رکھا۔ ۝٤١ تو جنت اُس کا

الْمَاْوٰى ۝٤١ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۝٤٢ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ

الْمَاْوٰى ۝	يَسْـَٔلُوْنَكَ	عَنِ	السَّاعَةِ	اَيَّانَ	مُرْسٰهَا ۝	فِيْمَ	اَنْتَ	مِنْ
ٹھکانہ	پوچھتے ہیں تجھ سے	سے	قیامت کے	کب ہوگا	قیام اس کا	کس وجہ سے	تو	سے

ٹھکانہ ہے۔ ۝٤١ اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم)، یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اُس کا قیام کب ہوگا؟ ۝٤٣ آپ اس کی بحث میں

ذِكْرٰىهَا ۝٤٣ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝٤٤ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ

ذِكْرٰىهَا ۝	اِلٰى	رَبِّكَ	مُنْتَهٰىهَا ۝	اِنَّمَآ	اَنْتَ	مُنْذِرُ	مَنْ
اس کے ذکر میں	طرف	تیرے رب کے	اس کی انتہا	وہ تو صرف	تو	ڈرانے والا	اسے جو

کیوں پڑیں؟ ۝٤٤ آپ کے رب کے پاس ہی پہنچ کر اس کی انتہاء ہوتی ہے۔ ۝٤٥ آپ تو صرف اُس شخص کو ڈرانے والے ہیں

يَّخْشٰىهَا ۝٤٥ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ۝٤٦ ع

يَّخْشٰىهَا ۝	كَاَنَّهُمْ	يَوْمَ	يَرَوْنَهَا	لَمْ	يَلْبَثُوْٓا	اِلَّا	عَشِيَّةً	اَوْ	ضُحٰىهَا ۝
ڈرتا ہے اس سے	گویا کہ وہ	جس دن	دیکھیں گے اسے	نہیں	ٹھہرے وہ	مگر	ایک شام	یا	اس کی صبح

جو ڈرتا ہے۔ ۝٤٥ جس دن وہ اُسے دیکھیں گے تو انہیں یوں محسوس ہوگا کہ وہ دنیا میں ایک شام یا ایک صبح سے زیادہ نہیں رہے۔ ۝٤٦

ع ٢ ٢٠ ٤

اللہ تعالیٰ پہلی مرتبہ انسان کو پیدا کرسکتا ہے تو دوسری مرتبہ کیوں نہیں کرسکتا؟ اگر وہ ان سب چیزوں کو بنا سکتا ہے تو فنا کیوں نہیں کرسکتا؟ اگر وہ ان سب کا خالق ہے تو پھر وہ ان میں اپنی مرضی سے کوئی تصرف کیوں نہیں کرسکتا؟ ان سوالات اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں پر غور کرو، شاید کہ تمہیں ایمان کی دولت نصیب ہوجائے۔

۝٣٤ ۝٣٦ ان آیتوں میں ہنگامہ قیامت کو بہت بڑا ہنگامہ قرار دیا گیا ہے، کیونکہ وہ ایک عظیم انقلاب کا دن ہوگا، اُس دن غیر معمولی نوعیت کے اہم ترین واقعات پیش آئینگے، ہر طرف افراتفری ہوگی، کسی کو کسی سے کوئی سروکار نہ ہوگا، مرد و عورت سب بے لباس ہوکر پھر رہے ہونگے لیکن کسی کی کسی پر نظر نہ پڑے گی، اُس دن انسان کو وہ سب کام یاد آئینگے جو اُس نے دنیا میں کیے ہونگے، اپنی محنت کا میدان اور شب و روز کی مصروفیات یاد آئینگی، اُس دن جہنم کو لایا جائیگا، اس کے منہ میں ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے مقرر ہونگے، اس کے باوجود وہ ان کے قابو سے نکلی جارہی ہوں گی، وہ ہر شخص کی نگاہوں کے سامنے ہوگی اور سب لوگ اس کا غیظ و غضب دیکھ رہے ہونگے، پھر لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو جہنم میں پھینک دیا جائیگا اور ایک بہت بڑی تعداد کو اس سے بچالیا جائیگا اور انہیں جنت میں داخل کردیا جائیگا، ان میں سے ہر گروہ کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائیگا جس کا وہ حقدار ہوگا، چنانچہ جہنم میں اُن لوگوں کو ڈالا جائیگا جنہوں نے دنیا کی زندگی میں سرکشی کی، اپنی گمراہی اور کفر و شرک پر اڑ گئے اور دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دیتے رہے، انہوں نے دنیاوی منافع حاصل کرنے کو آخرت کے اجر و ثواب پر ترجیح دی، لہٰذا اب انکا ٹھکانہ جہنم ہوگا، اور جن لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف موج زن رہا، وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری اور اسکے سامنے کھڑے ہونے کی فکر سے کبھی غافل نہیں ہوئے اور انہیں ہر وقت یہ خیال دامن گیر رہا کہ اگر کفر و شرک اور نافرمانی کی کالک چہرے پر مل کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گئے تو اس کے سامنے اپنی بدعملی کی کیا توجیہ پیش کرسکیں گے، اسی اندیشے کی وجہ سے وہ اپنے نفس کے سرکش اور منہ زور گھوڑے کو لگام دے کر زندگی گزارتے رہے اور اپنے نفس کی خواہشات سے کبھی مغلوب نہیں ہوئے، ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جنت ہوگا اور وہ اسمیں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ ۝٤٢ ۝٤٦ ان آیتوں میں منکرین قیامت کے ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے جو وہ ہر زمانے میں پوچھتے چلے آئے ہیں، سوال یہ ہے کہ اگر قیامت کا آنا برحق ہے تو ہمیں اس کا وقت بتایا جائے کہ وہ کب واقع ہوگی؟ اس سوال کا تجزیہ کرنے پر بہت دلچسپ صورتحال سامنے آتی ہے کہ ایک طرف یہ لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں اور دوسری طرف اسی کا وقت دریافت کرتے ہیں، یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص مجرم ہو، اسے اس کے جرم کی سزا سے ڈرایا جائے تو وہ اس کا مذاق اڑائے اور ڈرانے والے سے تقاضا کرے کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ مجھے سزا ملے گی تو اس کا وقت بتاؤ، اب یہاں دو صورتیں ہیں یا تو ڈرانے والے کو وقت معلوم ہوگا یا نہیں، لیکن دونوں صورتوں میں یہ بات واضح ہے کہ اگر مجرم کو سزا کا وقت بتادیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ مقررہ وقت تک جو چاہے کرتا پھرے، صرف چند دن یا چند گھنٹے پہلے توبہ کرلے تو اسکے سارے جرائم معاف ہوجائینگے، عام حالات میں ایسا ہوتا بھی ہے کہ ساری زندگی گناہ کرنے والا آخر میں آکر توبہ کرلیتا ہے اور معافی کا پروانہ حاصل کرلیتا ہے لیکن پہلے سے آگاہ کردینے کی صورت میں لوگوں کو گناہوں کی کھلی چھٹی دے دینا لازم آتا ہے، پھر جن لوگوں کو معلوم ہوگا کہ قیامت ہماری زندگی میں نہیں آئے گی، ان کے لیے توبہ کرنا اور ایمان و عمل صالح کا اہتمام کرنا بھی آسان نہیں ہوگا، اس طرح چاروں طرف مجرم دندناتے پھریں گے اور دنیا جرائم پیشہ لوگوں سے بھر جائیگی، اسلیے اس سوال کا جواب کبھی نہیں دیا گیا کہ قیامت کا مقررہ وقت کیا ہے؟ کیونکہ یہ ایک کائناتی راز ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے پاس رکھا ہے، اسلیے یہاں یہ فرمایا ہے کہ آپ کو اس بحث میں الجھنے کی کیا ضرورت ہے کہ قیامت کب آئیگی؟ آپ کا کام صرف خوف خدا رکھنے والے لوگوں کو ڈرانا ہے، اس کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، لیکن اتنا بتائے دیتے ہیں کہ جس دن قیامت آئیگی اُس دن پوچھنے والوں کو یوں محسوس ہوگا کہ وہ دنیا میں ایک دن یا ایک رات سے زیادہ نہیں رہے۔ واللہ اعلم

الحمدللہ! آج مورخہ ٢٣ نومبر ٢٠١٩ء بروز ہفتہ

اٰيَاتُهَا ٤٢ (٨٠) سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ (٢٤) رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ﴿١﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ﴿٢﴾ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ

عَبَسَ	وَ	تَوَلّٰٓى ﴿١﴾	اَنْ	جَآءَهُ	الْاَعْمٰى ﴿٢﴾	وَ	مَا	يُدْرِيْكَ	لَعَلَّهٗ
ناراض ہوا	اور	منہ موڑ لیا	یہ کہ	آیا اس کے پاس	نابینا	اور	کیا	معلوم تجھے	شاید وہ

ناراض ہوگئے اور منہ موڑ لیا۔ ﴿١﴾ اس بات پر کہ اُن کے پاس ایک نابینا آگیا۔ ﴿٢﴾ اور آپ کو کیا خبر کہ شاید

يَزَّكّٰٓى ﴿٣﴾ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ﴿٤﴾ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ﴿٥﴾ فَاَنْتَ

يَزَّكّٰٓى ﴿٣﴾	اَوْ	يَذَّكَّرُ	فَتَنْفَعَهُ	الذِّكْرٰى ﴿٤﴾	اَمَّا	مَنِ	اسْتَغْنٰى ﴿٥﴾	فَاَنْتَ
سنور جاتا	یا	غور کرتا	سو نفع دیتی اسے	نصیحت	رہا	وہ جو	بے نیازی دکھاتا ہے	تو تو

وہ سنور ہی جاتا۔ ﴿٣﴾ یا غور و فکر کرتا، سو نصیحت اُسے فائدہ دیتی۔ ﴿٤﴾ باقی رہا وہ شخص جو بے نیازی ظاہر کرتا ہے۔ ﴿٥﴾ تو آپ

لَهٗ تَصَدّٰى ﴿٦﴾ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ﴿٧﴾ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ

لَهٗ	تَصَدّٰى ﴿٦﴾	وَ	مَا	عَلَيْكَ	اَلَّا	يَزَّكّٰى ﴿٧﴾	وَ	اَمَّا	مَنْ	جَآءَكَ
اس کیلئے	فکر کرتا ہے	اور	نہیں	تجھ پر	کہ نہیں	سنور سکا وہ	اور	رہا	وہ جو	آیا تیرے پاس

اُس کی فکر میں پڑتے ہیں۔ ﴿٦﴾ اور آپ پر یہ الزام نہیں آتا کہ اُس کا تزکیہ کیوں نہ ہوا؟ ﴿٧﴾ اور جو شخص آپ کے پاس

يَسْعٰى ﴿٨﴾ وَهُوَ يَخْشٰى ﴿٩﴾ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ﴿١٠﴾ كَلَّآ اِنَّهَا

يَسْعٰى ﴿٨﴾	وَ	هُوَ	يَخْشٰى ﴿٩﴾	فَاَنْتَ	عَنْهُ	تَلَهّٰى ﴿١٠﴾	كَلَّآ	اِنَّهَا
دوڑتا ہوا	اور	وہ	ڈرتا ہے	تو تو	اس سے	منہ موڑتا ہے	ہرگز نہیں	بیشک یہ

دوڑتا ہوا آیا۔ ﴿٨﴾ اور وہ ڈرتا بھی ہے۔ ﴿٩﴾ تو آپ اُس سے اعراض کرتے ہیں۔ ﴿١٠﴾ ایسا ہرگز نہ ہوگا، کیونکہ یہ تو

تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿١٢﴾ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾ مَّرْفُوْعَةٍ

تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾	فَمَنْ	شَآءَ	ذَكَرَهٗ ﴿١٢﴾	فِيْ	صُحُفٍ	مُّكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾	مَّرْفُوْعَةٍ
ایک نصیحت	سو جو	چاہے	نصیحت حاصل کرلے	بیچ	صحیفوں کے	باعزت	بلند کیے ہوئے

ایک نصیحت ہے۔ ﴿١١﴾ تو جو چاہے اِس سے نصیحت حاصل کرلے۔ ﴿١٢﴾ یہ باعزت صحیفوں میں لکھی ہے۔ ﴿١٣﴾ جو بلند جگہوں پر رکھے ہوئے،

وقفِ غفران

سورۃ عبس

سورۂ عبس کی سورت ہے، اس میں کل حروف کی تعداد ۵۳۳، کلمات ۱۳۳، آیات ۴۲ اور ایک رکوع ہے، لفظ عبس کا معنی ناراض ہونا اور چہرے پر شکن ڈالنا ہے، اس سورت کے نزول کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سرداران قریش بیٹھے ہوئے تھے، دوران گفتگو حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے، نابینا ہونے کی وجہ سے انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ نبی علیہ السلام کے پاس کون لوگ ہیں؟ اور نبی علیہ السلام کے ساتھ وہ کن موضوعات پر گفتگو کر رہے ہیں؟ چنانچہ انہوں نے نبی علیہ السلام سے کچھ سکھانے کی درخواست کی، نبی علیہ السلام کی طبیعت مبارکہ پر بوجھ ہوا اور ان کی بات کا جواب ارشاد نہ فرمایا، بلکہ اپنی دعوت میں مشغول رہے، جس پر یہ سورت نازل ہوئی اور اس بات کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا کہ معلمین کے لیے ضابطۂ اخلاق یہ ہے کہ تعلیم کے معاملے میں امیر اور غریب، چھوٹا اور بڑا، مرد اور عورت، معذور اور صحت مند سب برابر ہیں، اور علمی مجالس میں امتیاز کرنا، مخصوص لوگوں کو موقع دینا اور کچھ دوسرے لوگوں کو حاضری کی اجازت نہ دینا اہل علم کے شایانِ شان نہیں ہے، اسی وجہ سے اس سورت میں تخلیق انسان کے ان مراحل کا ذکر کیا گیا ہے جن سے ہر انسان گزرتا ہے یہاں تک کہ قبر اور اس کے بعد کے مراحل اسے درپیش آتے ہیں۔ ﴿١﴾ ﴿١٠﴾ ان آیتوں میں ایک خاص واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، مفسرین نے وہ واقعہ اس طرح نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ کچھ سردارانِ قریش نبی اکرم ﷺ کے پاس ملاقات کیلئے آئے، دورانِ گفتگو نبی ﷺ نے انہیں دین کی بنیادی دعوت پیش فرمائی، وہ اپنے خدشات اور تحفظات کا اظہار کرتے اور نبی ﷺ انہیں تسلی بخش جواب ارشاد فرماتے، چونکہ نبی ﷺ حق اور صداقت پر مبنی بات فرما رہے تھے، اسلئے قریش کے سردار دفاعی پوزیشن پر تھے اور ان کیلئے نبی ﷺ کی بات کو رد کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں تھی، وہ اس حد تک لاجواب تھے کہ نبی علیہ السلام کو یہ امید پیدا ہوگئی تھی کہ اب یہ لوگ دعوتِ حق کو قبول کرلیں گے، لیکن اُسی دوران ایک نابینا صحابی حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ، اس مجلس میں آکر نبی ﷺ سے سوالات پوچھنے لگے، انہیں نہ تو معلوم تھا اور نہ ہی وہ دیکھ سکتے تھے کہ نبی علیہ السلام کن لوگوں کے ساتھ کس موضوع پر مصروف ہیں، اسلئے وہ ایک حد تک معذور بھی تھے، تاہم نبی اکرم ﷺ کی طبیعت مبارکہ پر اس کا بوجھ ہوا، یہاں تک کہ چہرۂ مبارک پر اسکے آثار بھی ظاہر ہوگئے، اس موقع کی مناسبت سے یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ ایک نابینا آدمی کے آنے پر طبیعت میں اس قدر بوجھ کیوں ہوگیا کہ چہرۂ مبارک پر اسکے آثار ظاہر ہونے لگے، ممکن ہے کہ آپ اس نابینا آدمی کی بات سنتے، اس کا تزکیہ فرماتے اور اسے دین کی دعوت دیتے تو اسے اس دعوت کا زیادہ فائدہ ہوتا، اس کا دل سنور جاتا اور وہ آپ کی نصیحت سے مستفید ہوکر اس پر شوق اور رغبت کے ساتھ عمل کرلیتا، اس طرح اس کا بھلا بھی ہوجاتا اور آپ کے درجات بھی مزید بلند ہوجاتے، اس پہلو پر بھی غور فرمایا جائے کہ یہاں دو طرح کے لوگ ہیں، ایک وہ آدمی جو آپ کے سامنے اپنی بے نیازی کا اظہار کرتا ہے اور دوسرا وہ جو آپ کے سامنے اپنی نیازمندی ظاہر کرتا ہے، اگر پہلے شخص کی طرف توجہ کی جائے تو یہ دین کی بے توقیری کا سبب ہوگا کیونکہ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی کے سنورنے یا بگڑنے کی ذمہ داری آپ پر عائد نہیں ہوتی، دوسری بات یہ کہ آپ کی نصیحت سے استفادہ کرنا اسی کے حق میں ہے، آپ کے حق میں نہیں ہے، سو جب وہی اپنے استغناء کا اظہار

مُّطَهَّرَةٍۭ ﴿١٤﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾ قُتِلَ الْاِنْسَانُ

مُّطَهَّرَةٍ ﴿١٤﴾	بِاَيْدِيْ	سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾	كِرَامٍ	بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾	قُتِلَ	الْاِنْسَانُ
صاف ستھرے	ہاتھوں میں	لکھنے والوں کے	معزز	پاک باز	مارا جائے	انسان

صاف ستھرے ہیں ۔ ﴿١٤﴾ ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ۔ ﴿١٥﴾ جو معزز و پاکباز ہیں ۔ ﴿١٦﴾ انسان پر مار ہو، وہ کس قدر

مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿١٧﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿١٨﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ

مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿١٧﴾	مِنْ	اَيِّ	شَيْءٍ	خَلَقَهٗ ﴿١٨﴾	مِنْ	نُّطْفَةٍ	خَلَقَهٗ
کس قدر ناشکرا ہے	سے	کسی	چیز کے	پیدا کیا اسے	سے	پانی کے قطرے کے	پیدا کیا اسے

ناشکرا ہے؟ ﴿١٧﴾ اللہ نے اُس کو کس چیز سے پیدا کیا؟ ﴿١٨﴾ پانی کے ایک ناپاک قطرے سے، اُسے پیدا کر کے اُس کا

فَقَدَّرَهٗ ﴿١٩﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿٢١﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ

فَقَدَّرَهٗ ﴿١٩﴾	ثُمَّ	السَّبِيْلَ	يَسَّرَهٗ ﴿٢٠﴾	ثُمَّ	اَمَاتَهٗ	فَاَقْبَرَهٗ ﴿٢١﴾	ثُمَّ	اِذَا	شَآءَ
سو اندازہ کیا اس کا	پھر	راستے کو	آسان کیا اس کے	پھر	موت دی اسے	پھر قبر میں اتارا اسے	پھر	جب	چاہے گا

اندازہ مقرر کیا ۔ ﴿١٩﴾ پھر اُس کا راستہ آسان کر دیا ۔ ﴿٢٠﴾ پھر اُسے موت دیکر قبر میں پہنچایا ۔ ﴿٢١﴾ پھر جب چاہے گا،

اَنْشَرَهٗ ﴿٢٢﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿٢٣﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى

اَنْشَرَهٗ ﴿٢٢﴾	كَلَّا	لَمَّا	يَقْضِ	مَآ	اَمَرَهٗ ﴿٢٣﴾	فَلْيَنْظُرِ	الْاِنْسَانُ	اِلٰى
دوبارہ زندہ کرے گا اسے	ہرگز نہیں	اب تک نہیں	پورا کیا اس نے	وہ جو	حکم دیا اسے	سو چاہئے کہ دیکھے	انسان	طرف

اُسے دوبارہ زندہ کر دے گا۔ ﴿٢٢﴾ ابھی ایسا ہرگز نہ ہوگا، کیونکہ اُس نے اب تک اپنے حکم کو پورا نہیں کیا۔ ﴿٢٣﴾ سو انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی چیزوں پر ہی

طَعَامِهٖٓ ﴿٢٤﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾

طَعَامِهٖٓ ﴿٢٤﴾	اَنَّا	صَبَبْنَا	الْمَآءَ	صَبًّا ﴿٢٥﴾	ثُمَّ	شَقَقْنَا	الْاَرْضَ	شَقًّا ﴿٢٦﴾
اپنے کھانے کے	کہ بیشک ہم نے	انڈیلا	پانی کو	انڈیلنا	پھر	پھاڑ دیا ہم نے	زمین کو	پھاڑنا

غور کرلے ۔ ﴿٢٤﴾ کہ ہم نے اوپر سے برستا ہوا پانی انڈیلا ۔ ﴿٢٥﴾ پھر زمین کو پھاڑ کر چیر دیا ۔ ﴿٢٦﴾

فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَّحَدَآئِقَ

فَاَنْبَتْنَا	فِيْهَا	حَبًّا ﴿٢٧﴾	وَّ	عِنَبًا	وَّ	قَضْبًا ﴿٢٨﴾	وَّ	زَيْتُوْنًا	وَّ	نَخْلًا ﴿٢٩﴾	وَّ	حَدَآئِقَ
سو اگایا ہم نے	اس میں	اناج	اور	انگور	اور	ترکاری	اور	زیتون	اور	کھجور	اور	باغات

پھر ہم نے اس میں اناج اُگایا ۔ ﴿٢٧﴾ اور انگور اور ترکاری ۔ ﴿٢٨﴾ اور زیتون اور کھجور ۔ ﴿٢٩﴾ اور گھنے

کر رہا ہے تو آپ کو اس کے پیچھے پڑنے کی کیا ضرورت ہے، لہٰذا اصولی طور پر آپ کو اپنی خصوصی توجہات کا مستحق اُس شخص کو بنانا چاہیے جو دوڑتا اور ڈرتا ہوا آپ کے پاس آرہا ہو، جس کے دل میں خشیت الٰہی کے جذبات موج زن ہوں، کیونکہ ایسے ہی لوگ اصل سرمایہ ہوتے ہیں، اس واقعے کے ذریعے دنیا بھر کے تمام داعیوں اور مبلغوں کو اصولِ دعوت سکھا دیئے گئے ہیں کہ اپنے پاس آنے والوں کے ساتھ کس قسم کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ ﴿١١﴾ ﴿١٦﴾ ان آیتوں میں قرآنِ کریم کا تعارف کروایا گیا ہے، اس تعارف کا مقصد یہ ہے کہ داعی اور مبلغ کے ذہن میں قرآنِ کریم کی تکریم اور عظمت اچھی طرح راسخ ہو جائے، تاکہ وہ اس کی عظمت کا اقرار کرنے والوں کے سامنے ہی اس کے اسرار و رموز بیان کرے، ناقدری کرنے والوں کے سامنے قرآن اور دین کی بات کرنا جانور کے گلے میں سونے کا ہار ڈالنے کے مترادف ہے، اسلیے داعی کو یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ میرا مخاطب غیر معمولی آدمی ہے بلکہ یہ سوچنا چاہیے کہ میری دعوت غیر معمولی ہے کیونکہ قرآن کریم نصیحت اور خیر خواہی پر مشتمل کتاب ہے، جن نسخوں میں اسکی آیتیں لکھی جاتی ہیں وہ نسخے نہایت معزز اور قابلِ تکریم ہیں، انہیں اونچی جگہ پر رکھا جاتا ہے تاکہ اس کی بے حرمتی نہ ہو، ان کی پاکیزگی اور طہارت نہایت مثالی ہوتی ہے، چنانچہ جس غلاف میں انہیں لپیٹا جاتا ہے، وہ بھی پاک صاف ہوتا ہے، جس جگہ اسے رکھا جاتا ہے وہ جگہ بھی پاک ہوتی ہے، اور دیکھ کر اس کی تلاوت کرنے اور اسے چھونے والے کا بھی پاک ہونا ضروری ہے، علاوہ ازیں اس کی تحریر و کتابت کرنے والے کاتبین نہایت معزز اور پاکیزہ لوگ ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی بہت تعظیم و تکریم کی جاتی ہے اور لوگ انہیں کاتبِ قرآن ہونے کی وجہ سے نہایت اہمیت دیتے ہیں، اسی طرح آسمانوں میں بھی اس کلام کی، اسے پڑھنے والوں کی، اسے لکھنے والے فرشتوں کی اور اسے رکھنے کے بلند و بالا مقامات کو بھی بہت اہمیت دی جاتی ہے، اسلیے اگر کوئی شخص اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو اس کی مرضی ہے، استغناء اور بے نیازی ظاہر کرنے والوں کے پیچھے پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ﴿١٧﴾ ﴿٢٢﴾ ان آیتوں میں انسان کو اس کی زندگی کے مختلف مراحل یاد دلا کر فرمایا جا رہا ہے کہ اس پر اللہ کی مار پڑے، یہ کس قدر ناشکرا ہے، اسے کچھ بھی یاد نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کو فراموش کر بیٹھا ہے، یہ اپنے مادۂ تخلیق کو بھول چکا ہے، کیا اسے یاد نہیں ہے کہ اللہ نے اسے پانی کی ایک بوند سے پیدا کیا ہے، اس نے اس کی تقدیر مقرر کی، اس کے جسمانی اعضاء ایک خاص سانچے میں ڈھال کر نہایت متوازن رکھے، اس کیلئے ایمان لانے اور اعمالِ صالحہ کا اہتمام کرنے کا راستہ نہایت آسان بنایا اور راستے کی تمام مشکلات کو دور فرما دیا، ولادت سے لے کر ہدایت تک ہر موقع پر ایسی آسانیاں پیدا کیں کہ اس سے زیادہ کا تصور نہیں ہو سکتا، ان میں سے ہر نعمت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ انسان اپنے رب کا شکر گزار ہو، علاوہ ازیں کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جو انسان کے حق میں نعمت ہیں، لیکن انسان انہیں نعمت نہیں سمجھتا، مثلاً موت کا آنا بھی نعمت ہے، اسلئے کہ اگر موت نہ ہوتی تو دنیا اس وقت بوڑھے لوگوں سے بھری ہوتی، اگر موت نہ ہوتی تو جنت یا جہنم نہ ہوتی، اگر موت نہ ہوتی تو مومن بھی راحت نہ پاتا اور کافر بھی انصاف کے شکنجے میں نہ آتا، اگر موت نہ ہوتی تو شہادت اور اسکے مختلف مراتب و مدارج نہ ہوتے، اگر موت نہ ہوتی تو لوگ اپنے پیاروں سے خود ہی عاجز آ جاتے، اسلئے موت اللہ تعالیٰ کی نعمت

غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿٣١﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾ فَاِذَا جَآءَتِ

غُلْبًا ﴿٣٠﴾	وَ	فَاكِهَةً	وَّ اَبًّا ﴿٣١﴾	مَّتَاعًا	لَّكُمْ	وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾	فَاِذَا	جَآءَتِ
گھنے	اور	میوے	اور گھاس	فائدے کو	تمہارے لئے	اور تمہارے جانوروں کیلئے	سو جب	آئے گی

باغات۔ ﴿٣٠﴾ اور میوے اور گھاس۔ ﴿٣١﴾ یہ تمہارے لئے اور تمہارے جانوروں کیلئے سامان ہے۔ ﴿٣٢﴾ پھر جب کان پھاڑ دینے والی

الصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهٖ

الصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾	يَوْمَ	يَفِرُّ	الْمَرْءُ	مِنْ	اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾	وَ	اُمِّهٖ	وَ	اَبِيْهِ ﴿٣٥﴾	وَ	صَاحِبَتِهٖ
کان پھاڑ دینے والی	جس دن	بھاگے گا	انسان	سے	اپنے بھائی کے	اور	اپنی ماں کے	اور	اپنے باپ کے	اور	اپنی بیوی کے

آواز آئے گی۔ ﴿٣٣﴾ اُس دن انسان اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ ﴿٣٤﴾ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے۔ ﴿٣٥﴾ اور اپنی بیوی

وَبَنِيْهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿٣٧﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ

وَ	بَنِيْهِ ﴿٣٦﴾	لِكُلِّ	امْرِئٍ	مِّنْهُمْ	يَوْمَئِذٍ	شَاْنٌ	يُّغْنِيْهِ ﴿٣٧﴾	وُجُوْهٌ	يَّوْمَئِذٍ
اور	اپنے بیٹوں کے	ہر ایک کیلئے	مرد کی	ان میں سے	اس دن	ایک حالت	بے نیاز کردے گی اسے	بہت سے چہرے	اس دن

اور اپنے بیٹوں سے۔ ﴿٣٦﴾ اُس دن اُن میں سے ہر ایک کی جدا حالت ہوگی جو اُسے دوسروں سے بے نیاز کردے گی۔ ﴿٣٧﴾ بہت سے چہرے اُس دن

مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا

مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾	ضَاحِكَةٌ	مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾	وَ	وُجُوْهٌ	يَّوْمَئِذٍ	عَلَيْهَا
روشن	ہنستے ہوئے	مسکراتے ہوئے	اور	بہت سے چہرے	اس دن	ان پر

روشن ہوں گے۔ ﴿٣٨﴾ ہنستے مسکراتے ہوں گے۔ ﴿٣٩﴾ اور بہت سے چہروں پر اُس دن گرد و غبار

غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾

غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾	تَرْهَقُهَا	قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْكَفَرَةُ	الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾
غبار	چھا جائے گی ان پر	سیاہی	وہی لوگ	وہ	کفر کرنے والے	گنہگار لوگ

چھایا ہوگا۔ ﴿٤٠﴾ اُن پر سیاہی چھا رہی ہوگی۔ ﴿٤١﴾ یہ وہی لوگ ہوں گے جو کافر، گنہگار ہیں۔ ﴿٤٢﴾

ع ١/٤٢ ٥

ہے جس کی دعا نہیں کرنی چاہیے، البتہ جب آجائے تو خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرنا چاہیے، اسی طرح انسان کو قبر نصیب ہوجانا بھی نعمت ہے، ورنہ انسان کی لاش درندے چیر پھاڑ کر کھا جائیں، قبر میں دفن کرنا انسانی لاش کے حرمت کے تقاضے کے بھی عین مطابق ہے، جو لوگ مردوں کی لاش کو جلا دیتے ہیں، وہ اس کی بے حرمتی کرتے ہیں، جس رب کو ان سب کاموں پر دسترس اور قدرت حاصل ہے، وہ جب چاہے گا، مردوں کو دوبارہ زندہ کردے گا، اس کیلئے یہ ہرگز مشکل نہیں ہے۔ ﴿٢٣﴾ اس آیت مبارکہ کی تفسیر دو طرح کی گئی ہے، پہلی تفسیر کا تعلق انسان سے ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ اوپر جن نعمتوں کا تذکرہ ہوا ہے ان کا تقاضا یہ تھا کہ انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا اور اسکے احکامات بجالاتا لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوا اور اس نے اب تک احکامات الٰہی کو پورا نہیں کیا، دوسری تفسیر کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے، اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے گا، وہ اپنے بندوں کو دوبارہ زندگی کردے گا لیکن ابھی ایسا نہیں ہوگا، بلکہ قیامت اپنے مقررہ وقت پر آئے گی کیونکہ اس کائنات سے متعلق اللہ تعالیٰ نے ابھی تک ان تمام احکامات کو پورا نہیں کیا ہے جن کا وہ فیصلہ کرچکا ہے، گویا ابھی بہت سے کائناتی امور ایسے باقی ہیں جن پر عملدرآمد ہونا باقی ہے، اس لیے ابھی مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کا وقت نہیں آیا، ترجمے میں اسی دوسری تفسیر کو ترجیح دی گئی ہے کیونکہ اس میں ایک اضافی فائدہ یہ ہے کہ مشرکوں کے اس سوال کا جواب ہوگیا ہے کہ اگر مردوں کا زندہ ہونا برحق ہے تو انہیں ابھی زندہ کرکے دکھائیں۔ واللہ اعلم ﴿٢٤﴾ ﴿٣٢﴾ ان آیتوں میں انسان کو اس کی غذائی ضروریات پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے، تاکہ اس کا ذہن اس پہلو پر سوچے کہ جس رب نے ہماری جسمانی غذائی ضروریات کا ایسا وسیع اور مضبوط و مستحکم نظام بنایا ہے کہ ہماری تمام ضروریات نہ صرف یہ کہ پوری ہوجاتی ہیں بلکہ ضرورت سے زیادہ مقدار میں وہ موجود رہتی ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ہماری روحانی ضروریات کی تکمیل کا کوئی بندوبست نہ کرے؟ حالانکہ روح جسم سے زیادہ اہم ہے، سو جو چیز زیادہ اہم ہو، اس کیلئے اہتمام بھی زیادہ ہونا چاہیے، چونکہ انسان کا جسمانی نظام ان چیزوں سے بخوبی مانوس ہوتا ہے جنہیں وہ اپنے کھانے پینے میں استعمال کرتا ہے، اس لئے اس پر غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے کہ آسمان سے موسلا دھار حقیقی بارش کون برساتا ہے؟ حقیقی اسلیے کہ آج کل مصنوعی بارش برسانے کی ٹیکنالوجی استعمال کی جارہی ہے لیکن اس کے اثرات، اس کی حدود اور اس کے مصنوعی ہونے سے سب ہی لوگ واقف ہیں، پھر جب یہ بارش زمین کی تہہ میں پہنچتی ہے تو زمین کے سینے کو پھاڑ کر اس میں سے قسم قسم کی چیزیں کون نکالتا ہے؟ اسمیں سے گندم، غلہ، انگور، سبزیاں، زیتون، کھجوریں، گھنے باغات، میوہ جات اور قسم قسم کی گھاس کون نکالتا ہے؟ کچھ چیزیں تمہارے فائدے کی اور کچھ چیزیں تمہارے جانوروں کے استعمال کی کون نکالتا ہے؟ پھر اس پر بھی غور کرو کہ جب وہ زمین سے اس کی پیداوار کو نکال سکتا ہے تو وہ مردوں کو اسمیں سے کیوں نہیں نکال سکتا؟ ﴿٣٣﴾ ﴿٤٢﴾ ان آیتوں میں قیامت کے دن کی منظر کشی کی گئی ہے، اس دن کا آغاز ایک ایسی آواز سے ہوگا جو آہستہ آہستہ اونچی ہوتی جائیگی، یہاں تک کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دے گی اور اس آواز کی دہشت سے لوگ مرنے لگیں گے، یہ صور پھونکنے کی آواز ہوگی، اسی کو یہاں "صاخہ" سے تعبیر کیا گیا ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا تو ایسی افراتفری اور نفسانفسی ہوگی کہ کسی کو کسی کی پرواہ نہ ہوگی، ہر شخص کو اپنی فکر پڑی ہوئی ہوگی، اسے دوسروں کے احوال سے کوئی سروکار نہ ہوگا، بلکہ اپنے رشتہ داروں کو دیکھ کر لوگ ان سے کوسوں دور بھاگیں گے کہ کہیں ان میں سے کوئی کسی نوعیت کا مطالبہ نہ کربیٹھے، چنانچہ بھائی اپنے بھائی سے، اولاد اپنے ماں باپ سے، شوہر اپنی بیوی سے اور باپ اپنے بچوں سے کنی کترا کے نکل جائے گا، یہاں اولاد میں سے خاص طور پر بیٹوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ انسان دنیا میں اپنے بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دیتا ہے، قیامت کے دن وہ ان سے بھی بھاگے گا اور اس کی خواہش ہوگی کہ ان میں سے کسی سے بھی اس کا سامنا نہ ہو، پھر جب اعمال نامے تقسیم ہوجائینگے اور لوگوں کیلیے جنت یا جہنم کا فیصلہ ہوجائیگا تو بہت سے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ جائے گی، وہ ہنس رہے ہونگے، مسکرا رہے ہونگے اور خوشیاں منا رہے ہونگے، جبکہ بہت سے چہروں پر گرد وغبار چھایا ہوا ہوگا، وہ اداس ہونگے، انکے سرخ وسفید چہرے کالے سیاہ ہوجائینگے اور ان پر ذلت چھا جائیگی، یہ وہ کافر لوگ ہونگے جو دنیا میں نافرمانی کی تمام حدود ڈھٹائی کی حد تک پھلانگ چکے تھے، اسلیے ان کا انجام یہی ہونا تھا معاذنا اللہ منہا الحمدللہ! آج مورخہ ٢٤ نومبر ٢٠١٩ء بروز اتوار

اٰيَاتُهَا ٢٩ (٨١) سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ (٧) رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝١ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝٢ وَ اِذَا الْجِبَالُ

اِذَا	الشَّمْسُ	كُوِّرَتْ ۝١	وَ	اِذَا	النُّجُوْمُ	انْكَدَرَتْ ۝٢	وَ	اِذَا	الْجِبَالُ
جب	سورج	لپیٹ دیا جائیگا	اور	جب	ستارے	میلے ہوجائیں گے	اور	جب	پہاڑوں کو

جب سورج کی روشنی لپیٹ دی جائے گی ۔ ١ اور جب ستارے میلے پڑ جائیں گے ۔ ٢ اور جب پہاڑ

سُيِّرَتْ ۝٣ وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝٤ وَ اِذَا الْوُحُوْشُ

سُيِّرَتْ ۝٣	وَ	اِذَا	الْعِشَارُ	عُطِّلَتْ ۝٤	وَ	اِذَا	الْوُحُوْشُ
چلایا جائیگا	اور	جب	دس ماہ کی اونٹنیاں	کھلی پھریں گی	اور	جب	وحشی جانوروں کو

چلا دیے جائیں گے ۔ ٣ اور جب دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں کھلی پھریں گی ۔ ٤ اور جب وحشی جانور بھی

حُشِرَتْ ۝٥ وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝٦ وَ اِذَا النُّفُوْسُ

حُشِرَتْ ۝٥	وَ	اِذَا	الْبِحَارُ	سُجِّرَتْ ۝٦	وَ	اِذَا	النُّفُوْسُ
جمع کیا جائیگا	اور	جب	سمندروں کو	بھڑکا دیا جائیگا	اور	جب	نفوس کو

رَل مل جائیں گے ۔ ٥ اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے ۔ ٦ اور جب انسانوں کو جوڑے جوڑے

زُوِّجَتْ ۝٧ وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝٨ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝٩ وَ اِذَا

زُوِّجَتْ ۝٧	وَ	اِذَا	الْمَوْءٗدَةُ	سُئِلَتْ ۝٨	بِاَيِّ	ذَنْۢبٍ	قُتِلَتْ ۝٩	وَ	اِذَا
جوڑے کیا جائیگا	اور	جب	زندہ درگور کی ہوئی بچی	پوچھی جائے گی	بدلے کس	گناہ کے	قتل کی گئی وہ	اور	جب

کر دیا جائیگا ۔ ٧ اور جب زندہ درگور کی ہوئی بچی سے پوچھا جائیگا ۔ ٨ کہ اُسے کس جرم کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا ؟ ٩ اور جب

الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝١٠ وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝١١ وَ اِذَا الْجَحِيْمُ

الصُّحُفُ	نُشِرَتْ ۝١٠	وَ	اِذَا	السَّمَآءُ	كُشِطَتْ ۝١١	وَ	اِذَا	الْجَحِيْمُ
اعمال نامے	کھولے جائیں گے	اور	جب	آسمان کی	کھال اتاری جائے گی	اور	جب	جہنم

اعمال نامے کھولے جائیں گے ۔ ١٠ اور جب آسمان کی کھال اُتار لی جائے گی ۔ ١١ اور جب جہنم کی آگ کو

سورة التكوير

سورۃ التکویر کی سورۃ ہے اس میں کل حروف ۴۴۳، کلمات ۱۰۴، آیات ۲۹ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں کورت کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ تکویر رکھا گیا، اس کا لفظی معنی لپیٹ دینا ہوتا ہے، یہاں سورج کو لپیٹ دینے کیلئے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے، اس سورت میں مشرکین مکہ کے اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علم کس طرح اور کہاں سے آتا ہے، چنانچہ واضح کیا گیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم حاصل ہوا ہے، اس کا ذریعہ ایک باعزت باوقار، طاقتور، امانت دار فرشتہ ہے جس کی اطاعت تمام فرشتے کرتے ہیں، گویا وہ نہایت قابل اعتماد اور قابل بھروسہ فرشتہ ہے، یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اس وحی میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ کر سکے۔ ١ ١١ ان آیتوں میں قیامت کے چند ہولناک مناظر بیان کیے گئے ہیں جنہیں پڑھ اور سن کر ایک مرتبہ تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں کہ کائنات میں ایسی ہمہ گیر اور اتنے وسیع پیمانے پر اکھاڑ پچھاڑ سب کچھ تلپٹ کر کے رکھ دے گی اور جو کام ابھی ناممکن دکھائی دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ کو اس بات پر مکمل قدرت ہے کہ انہیں ممکن کر دکھائے، چنانچہ سورج کو دیکھو، کتنا روشن اور منور ہے، چاروں طرف اس کی شعاعوں سے اجالا پھیلا ہوا ہے، حتیٰ کہ چاند کی روشنی بھی اسی سے حاصل ہوتی ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو وہ اسے لپیٹ کر ایک طرف رکھ دے گا، اس کی نورانی کرنیں اور تاحد نگاہ پھیلی ہوئی شعاعیں بجھا کر اسے بے نور کردے گا، یہ سورج کی موت ہوگی، اس دن ستارے بھی بے نور ہو کر جھڑ پڑینگے اور آسمان کو مزین کرنے والے یہ فانوس بھی بجھ جائینگے، اس دن بلند و بالا اور مضبوط گڑے ہوئے پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دینگے، دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوگا کہ گویا انہیں پہیئے لگے ہوئے ہیں، پھر وہ ہوا میں بکھر کر اڑتے پھرینگے، اس دن قیمتی سے قیمتی چیز بے قیمت اور بے اہمیت ہوجا ئیگی، دنیا میں لوگ جن چیزوں کے پیچھے اپنے عزیزوں کے قتل سے بھی دریغ نہیں کرتے، قیامت کے دن اسے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گے، چنانچہ ایسی اونٹنیاں جو بچہ جنم دینے والی ہوں اور انہیں اس حالت میں دس ماہ گزر چکے ہوں اور مالک کو معلوم ہو کہ وہ صبح یا شام کسی بھی وقت بچے کو جنم دے سکتی ہیں، وہ ان کی بہت دیکھ بھال کرتا اور اسے نہایت قیمتی مال تصور کرتا ہے، لیکن قیامت کے دن اس طرح کی بے شمار اونٹنیاں کھلی پھریں گی اور کوئی انہیں پکڑنے والا تو دور کی بات، دیکھنے والا بھی نہ ملے گا کیونکہ اُس دن ہر شخص اپنی فکر میں الجھا ہوا ہوگا، اُس دن ایسا خوف و ہراس طاری ہوگا کہ ایک دوسرے کی جان کے دشمن آمنے سامنے ہو کر بھی ایک دوسرے کو نقصان پہنچانا اور بدلہ لینا بھول جائیں گے، حتیٰ کہ چیر پھاڑ کرنے والے درندے اور ڈنک مار کر لوگوں کو مار دینے والے سانپ بچھو بھی انسانوں کے ساتھ ایک ہی جگہ جمع ہوں گے لیکن کوئی کسی کو نقصان نہ پہنچائے گا، اُس دن سمندر کے پانی میں آگ لگا دی جائے گی، حالانکہ آگ اور پانی کبھی جمع نہیں ہو سکتے، ممکن ہے کہ جس طرح خشک لکڑیوں کو آگ لگ جاتی ہے، اسی طرح اللہ کی قدرت اور حکم سے سمندر کے پانی میں آگ لگ جائے، یہ بھی ممکن ہے کہ سمندر کے پانی کو اتنا گرم کر دیا جائے کہ وہ آگ کی طرح کھولتا ہوا معلوم ہونے لگے، یہ بھی ممکن ہے کہ سمندر کے پانی کو خشک کر کے اس میں آگ لگا دی جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں دریاؤں اور سمندروں میں طغیانی آنا مراد ہو جس کی وجہ سے

سُعِّرَتْ ﴿١٢﴾ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ﴿١٣﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ﴿١٤﴾

سُعِّرَتْ ﴿١٢﴾	وَ	اِذَا	الْجَنَّةُ	اُزْلِفَتْ ﴿١٣﴾	عَلِمَتْ	نَفْسٌ	مَّآ	اَحْضَرَتْ ﴿١٤﴾
دہکائی جائیگی	اور	جب	جنت	قریب کی جائے گی	جان لے گا	انسان	وہ جو	لیکر آیا

دہکایا جائیگا ۔ [١٢] اور جب جنت کو قریب لایا جائیگا ۔ [١٣] تو ہر نفس جان لے گا جو کچھ وہ لیکر آیا ہوگا ۔ [١٤]

فَلَآ أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿١٥﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿١٦﴾ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ﴿١٧﴾

فَلَآ اُقْسِمُ	بِالْخُنَّسِ ﴿١٥﴾	الْجَوَارِ	الْكُنَّسِ ﴿١٦﴾	وَالَّيْلِ	اِذَا	عَسْعَسَ ﴿١٧﴾
سو قسم کھاتا ہوں میں	پیچھے ہٹ جانے والوں کی	سیدھے چلنے والے	دبک جانے والے	قسم ہے رات کی	جب	وہ پھیل جائے

سو مجھے قسم ہے پیچھے ہٹ جانے والے ستاروں کی۔ [١٥] سیدھے چلنے والے، پھر دبک جانے والے ستاروں کی۔ [١٦] اور مجھے قسم ہے رات کی جب وہ پھیل جائے۔ [١٧]

وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ﴿١٨﴾ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿١٩﴾ ذِي قُوَّةٍ

وَالصُّبْحِ	اِذَا	تَنَفَّسَ ﴿١٨﴾	اِنَّهٗ	لَقَوْلُ	رَسُوْلٍ	كَرِيْمٍ ﴿١٩﴾	ذِيْ قُوَّةٍ
قسم ہے صبح کی	جب	وہ سانس لے	بیشک یہ	البتہ کلام	قاصد کا	معزز	طاقت والا

اور مجھے قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لینے لگے ۔ [١٨] بیشک یہ ایک معزز قاصد کا لایا ہوا کلام ہے ۔ [١٩] جو طاقتور ،

عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿٢٠﴾ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ﴿٢١﴾ وَمَا

عِنْدَ	ذِي الْعَرْشِ	مَكِيْنٍ ﴿٢٠﴾	مُّطَاعٍ	ثَمَّ	اَمِيْنٍ ﴿٢١﴾	وَ	مَا
پاس	عرش والے کے	مرتبے والا	اطاعت کیا ہوا	وہاں	امانت دار	اور	نہیں

عرش والے کے یہاں مرتبے والا ہے ۔ [٢٠] وہاں اُس کی اطاعت کی جاتی ہے ، وہ امانت دار ہے ۔ [٢١] اور تمہارے

صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ﴿٢٣﴾ وَمَا هُوَ

صَاحِبُكُمْ	بِمَجْنُوْنٍ ﴿٢٢﴾	وَ	لَقَدْ	رَاٰهُ	بِالْاُفُقِ	الْمُبِيْنِ ﴿٢٣﴾	وَ	مَا	هُوَ
تمہارا رفیق	دیوانہ	اور	البتہ یقیناً	اس نے دیکھا اسے	آسمان کے کنارے	کھلے	اور	نہیں	وہ

رفیق دیوانے نہیں ہیں ۔ [٢٢] اور انہوں نے اُسے آسمان کے کھلے کنارے میں دیکھا ہے ۔ [٢٣] اور وہ

عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ﴿٢٤﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ﴿٢٥﴾ فَأَيْنَ

عَلَى	الْغَيْبِ	بِضَنِيْنٍ ﴿٢٤﴾	وَ	مَا	هُوَ	بِقَوْلِ	شَيْطٰنٍ	رَّجِيْمٍ ﴿٢٥﴾	فَاَيْنَ
پر	غیب کے	بخیل	اور	نہ	وہ	کلام	شیطان کا	دھتکارے ہوئے	سو کہاں

غیب کی خبریں دینے میں بخیل نہیں ہیں ۔ [٢٤] اور نہ ہی یہ شیطان مردود کا کلام ہے ۔ [٢٥] تو تم کہاں

تمام دریاؤں اور سمندروں کا پانی آپس میں مل جائے، بہرحال جو بھی صورت ہو، حیرت ناک ہوگی، اُس دن لوگوں کو مختلف گروہوں اور جماعتوں میں تقسیم کر دیا جائے گا، پھر ان میں مزید درجہ بندیاں کر دی جائیں گی، مثلاً مسلمان اور کافر پھر ان میں ہر ایک کی تقسیم در تقسیم ہوگی، تاکہ ہر ایک کے ساتھ اس کے درجے کے مطابق سلوک کیا جائے، اُس دن ہر ظالم اور مظلوم کو لایا جائے گا، دونوں کی بات سنی جائے گی اور فریقین سے جواب طلبی کی جائے گی حتیٰ کہ اگر کسی بچی کو اس کے سنگدل باپ نے فقر و فاقہ کے ڈر یا کسی اور وجہ سے زندہ درگور کیا ہوگا تو اسے بھی لایا جائے گا اور اس سے بھی سوال جواب کیے جائیں گے، تاکہ مجرم کا جرم اور مظلوم پر ہونے والے ظلم کی تفصیلات سامنے لائی جاسکیں اور مجرم کو اس کے جرم کی قرار واقعی سزا دی جا سکے، اُس دن تمام لوگوں کے اعمال نامے کھول دیے جائیں گے تاکہ ہر شخص اپنے اعمال کو پڑھ لے اور اپنے انجام کیلئے تیار ہو جائے، اُس دن آسمان کو دیکھ کر یوں معلوم ہوگا جیسے کسی نے اس کی کھال اتار لی ہو، مزید ہولناک مناظر اگلی آیتوں میں بیان کیے گئے ہیں۔ [١٢] [١٤] ان آیتوں میں جنت اور جہنم کا منظر بیان کر کے سلسلۂ کلام کو اس طرح ختم کیا گیا ہے کہ جس دن یہ سب کچھ ہو چکے گا، جہنم کو بھڑکایا جا چکے گا اور جنت کو متقیوں کے قریب کر دیا جائے گا تو انسان اپنے اعمال پر غور کرے گا، اسے فوراً یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ آج کے دن کیلئے میرے پاس جمع پونجی اور سرمایہ کتنا ہے؟ کیا میرے پاس اتنا سرمایہ ہے کہ وہ میری نجات کیلئے کافی ہو جائے یا نہیں؟ اور اسے دیکھ کر وہ اپنے متعلق خود ہی رائے قائم کرنے کے قابل ہو جائے گا کہ اسے جزا ملے گی یا سزا۔ [١٥] [٢٥] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی قسم کھا کر تین چیزوں کو ثابت فرمایا ہے، جن تین چیزوں کی قسم کھائی ہے، ان میں سے پہلی چیز وہ ستارے ہیں جو مشرق سے مغرب کی طرف اپنے مدار میں گھومتے ہیں لیکن اپنا دائرہ مکمل کرنے کی بجائے بعض اوقات آدھے راستے سے ہی واپس پلٹتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں اور دیکھنے والوں کو یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیچھے ہٹ رہے ہیں، بعض ستارے سیدھی راہ پر چلتے اور اپنے مدار میں گھومتے رہتے ہیں، جبکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ ستارے سورج کے قریب آکر لوگوں کی نظروں سے اس طرح غائب ہو جاتے ہیں کہ گویا وہ کہیں دبک کر چھپ گئے ہوں، ستاروں کی یہ مختلف حالتیں مختلف انبیاء کرام کے احوال پر دلالت کرتی ہیں، اور نبی ﷺ پر نزول وحی کی مختلف حالتوں کو بھی ظاہر کرتی ہیں، دوسری چیز جس کی قسم کھائی گئی ہے رات ہے، جب وہ سارے عالم پر اپنا سایہ پھیلا دے، تیسری چیز صبح ہے کہ جب وہ سانس لے، بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد بادِ نسیم ہے یعنی وہ ٹھنڈی ہوا جو طلوعِ صبح صادق کے وقت عام طور پر چلتی ہے، جسم کی تازگی کا سبب بنتی ہے اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ سرگوشی کرتی ہوئی جا رہی ہو، اسی کو یہاں ''صبح کی سانس'' سے تعبیر کیا گیا ہے، لیکن اگر اسے معنی حقیقی پر محمول کیا جائے اور یوں کہا جائے کہ صبح کا سانس لینا ایک حقیقت ہے تو یہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت زیادہ نمایاں ہوتی ہے کہ انسان جن چیزوں کو بے جان سمجھتا ہے، اللہ چاہے تو ان میں بھی جان پیدا کر سکتا ہے، جیسا کہ اس نے صبح میں سانس لینے کی صلاحیت رکھی ہے، ان تینوں چیزوں کی قسم کھا کر جن تین چیزوں کو ثابت کیا گیا ہے، ان میں سے پہلی چیز قرآن کریم کا برحق ہونا ہے یعنی میں مذکورہ

تَذْهَبُوْنَ ۭ﴿۲۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ۙ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ

تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾	اِنْ	هُوَ	اِلَّا	ذِكْرٌ	لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾	لِمَنْ	شَآءَ	مِنْكُمْ	اَنْ
تم جا رہے ہو	نہیں	وہ	مگر	نصیحت	جہان والوں کیلئے	اس کیلئے جو	چاہے	تم میں سے	یہ کہ

چلے جا رہے ہو؟ ٢٦ یہ تو اہل عالم کیلئے صرف ایک نصیحت ہے ۔ ٢٧ اُس شخص کیلئے جو تم میں سے سیدھے راستے پر

يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾ۭ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾ۧ

يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾	وَ	مَا	تَشَآءُوْنَ	اِلَّآ	اَنْ	يَّشَآءَ	اللّٰهُ	رَبُّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾
سیدھا رہے	اور	نہیں	چاہو گے تم	مگر	یہ کہ	چاہتا ہو	اللہ	پالنے والا	جہان والوں کو

چلنا چاہے ۔ ٢٨ اور تمہاری چاہت نہیں ہو سکتی ، مگر یہ کہ اللہ رب العالمین کی مشیت ہو ۔ ٢٩

اٰيَاتُهَا ١٩ (٨٢) سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ (٨٢) رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴿۱﴾ۙ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴿۲﴾ۙ وَاِذَا الْبِحَارُ

اِذَا	السَّمَآءُ	انْفَطَرَتْ ﴿۱﴾	وَ	اِذَا	الْكَوَاكِبُ	انْتَثَرَتْ ﴿۲﴾	وَ	اِذَا	الْبِحَارُ
جب	آسمان	پھٹ جائیگا	اور	جب	ستارے	جھڑ پڑیں گے	اور	جب	سمندر

جب آسمان پھٹ جائیگا ۔ ١ اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے ۔ ٢ اور جب سمندر

چیزوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ قرآن بر حق ہے، یہ کسی شیطان مردود کا کلام نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے اور اسی نے جبریل امین کے ذریعے یہ کلام نبی آخر الزماں ﷺ کے قلب مبارک پر اتارا ہے، دوسری چیز جبریل امین کا تعارف ہے، جن پر شکوہ الفاظ میں یہاں جبریل امین کا تعارف کروایا گیا ہے، ان سے جبریل امین کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خصوصی مقام اور تقرب نمایاں ہوتا ہے، ان کا پہلا وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ ''رسول کریم'' ہیں یعنی معزز قاصد، دوسرا یہ کہ وہ نہایت طاقتور ہیں، تیسرا یہ کہ مالک عرش و کرسی کے یہاں انہیں ممتاز مقام حاصل ہے اور اس کے دربار میں وہ نمایاں اہمیت کے حامل ہیں، چوتھا یہ کہ تمام آسمانوں کے فرشتے ان کی اطاعت کرتے ہیں، انہیں اپنا سردار تسلیم کرتے ہیں اور ان کے احکامات پر عمل کرتے ہیں اور پانچواں یہ کہ وہ نہایت امانت دار ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ان کی امانت داری پر مکمل اطمینان ہے کہ وہ اس کے کسی پیغام یا حکم میں رتی بھر خیانت بھی نہیں کریں گے، تیسری چیز جس کی قسم کھائی گئی ہے، رسول اکرم ﷺ کا تعارف ہے، اس سلسلے میں تین باتوں پر اکتفاء کیا گیا ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا مفصل تذکرہ بھی مختصر ہی ہوگا، اسے چند جملوں میں سمیٹ لینا ویسے بھی ان کی شان کے خلاف ہے، اس لیے پورا قرآن ہی رسول اکرم ﷺ کا تعارف ہے، خاص طور پر یہ تین باتیں جو یہاں ذکر کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ نبی علیہ السلام کو کسی قسم کا جنون اور دیوانگی لاحق نہیں ہے، لہٰذا مشرکین مکہ کا انہیں مجنون کہنا غلط ہے، ان کی عقل و دانش مکمل اور ان کا فہم و شعور پوری طرح بیدار ہے، انہیں دیوانہ کہنے والے خود دیوانے ہیں، دوسری یہ کہ نبی علیہ السلام نے وحی لانے والے فرشتے جبریل امین کو اپنے سر کی آنکھوں سے آسمان کے مشرقی کنارے پر ان کی اصلی صورت میں بالکل واضح طور پر دیکھا ہے، اس لیے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے پاس یہ کلام کوئی جن یا شیطان لیکر آتا ہے (العیاذ باللہ) وہ بہت بڑی غلطی بلکہ گستاخی کا ارتکاب کر رہے ہیں، تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علوم نبوت عطا فرمائے ہیں، ماضی اور مستقبل کے احوال سے مطلع فرمایا ہے اور آپ کو ساری مخلوق سے بڑھ کر علم عطا فرمایا ہے، اس علم کے بیان و اظہار میں آپ بخیل نہیں ہیں، بلا معاوضہ بیان فرماتے ہیں اور ہر بات بیان فرماتے ہیں اور کوئی بات اپنی امت سے چھپا کر نہیں رکھتے، باقی جو چیزیں اللہ اور اس کے پیغمبر کے درمیان راز ہیں یا عقیدہ اور عمل کے میدان میں امت کو جن چیزوں کی ضرورت نہیں تھی، اگر وہ بیان نہیں فرمائیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ راز کو چھپانا انسان کے امانت دار ہونے کی علامت ہے، گویا یہاں تین چیزیں ہوگئیں، پہلی چیز خود قرآن ہے، دوسری چیز قرآن لانے والا فرشتہ اور تیسری چیز جس نبی پر وہ قرآن نازل ہوا، اللہ تعالیٰ نے ان تینوں چیزوں کا برحق ہونا قسم کھا کر ثابت فرمایا ہے۔ ٢٦ ٢٩ ان آیتوں میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ جب قرآن کریم ایک برحق کتاب ہے، اسے نازل کرنے والا اللہ بھی برحق ہے، اسے لانے والا فرشتہ اور اس کا مخاطب پیغمبر بھی برحق ہے، تو پھر تم لوگ اسے چھوڑ کر کہاں چلے جا رہے ہو؟ اس پر ایمان لانے کی بجائے اس سے روگردانی اور اعراض کیوں کر رہے ہو؟ دوسری یہ کہ قرآن سارے اہل عالم کیلئے وعظ و نصیحت اور ہدایت پر مبنی پیغام اور مکمل دستور العمل ہے، سیدھے راستے پر چلنے والوں کیلئے اس کتاب میں مکمل رہنمائی موجود ہے، اس لیے اسے چھوڑ کر دوسری چیزوں کی طرف لپکنا دانشمندی نہیں ہے، تیسری یہ کہ ہدایت اور نصیحت انسان کے چاہنے سے نہیں ملتی، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اگر اللہ رب العالمین چاہے کہ کسی کو ہدایت مل جائے تو اسے مل جاتی ہے اور اگر وہ چاہے کہ نہ ملے تو نہیں ملتی ہے، کیونکہ انسان کی چاہت بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے، جیسا کہ سورۃ الدھر کی آیت نمبر ٣٠ میں اس مضمون کو مثال سے واضح کر دیا گیا ہے، وہیں ملاحظہ فرما لیا جائے۔ الحمد للہ! آج مؤرخہ ٢٤ نومبر ٢٠١٩ء بروز اتوار

سورۃ الانفطار

سورۂ انفطار مکی سورت ہے اس میں کل حروف ٣٢٧، کلمات ٨٠، آیات ١٩ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی لفظ انفطرت آیا ہے اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ انفطار رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنی پھٹ جانا اور چر جانا ہے، یہاں قیامت کے دن آسمانوں کا پھٹ جانا بیان کیا گیا ہے، اس سورت میں انسان کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ جس ذات نے اسے وجود کی دولت سے مالا مال کیا اور تخلیق کے مختلف مراحل سے گزار کر اس کی بہترین تصویر کشی کی اور یہ ناشکرا انسان اس سے اپنے تعلق کو بگاڑ لے اور اس دھوکے میں مبتلا رہے کہ وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے تو اسے قیامت کی ہولناکی کو فراموش نہیں کرنا چاہیے اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کندھوں پر بیٹھے ہوئے کراماً کاتبین کی تیار کردہ دستاویز میں کسی قسم کی غلطی نہیں ہو سکتی اس لیے تعلق مع اللہ کی درستگی ہر شخص کے لیے نہایت ضروری ہے تا کہ وہ گناہ گاروں کے انجام سے بچ کر اللہ کی نعمتوں کا مستحق بن جائے۔

١ ٥ ان آیتوں میں قیامت کے دن کے چار احوال بیان کر کے فرمایا گیا ہے کہ جب یہ سب کچھ ہونے لگے تو سمجھ لینا کہ اب اعمال ناموں کی جانچ پڑتال کا وقت آگیا ہے، انسان نے جو کچھ آگے بھیجا اور جو کچھ پیچھے چھوڑا، اس کے حساب کتاب کا وقت آگیا ہے، آگے بھیجے جانے والی چیز سے مراد اس کے اچھے یا برے اعمال ہیں اور پیچھے چھوڑی جانے والی چیز سے مراد اس کی وہ سوچ، فلسفہ، تعلیم اور تربیت ہے جسے اس کے بعد لوگوں

فُجِّرَتْ ۝٣ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝٤ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ

فُجِّرَتْ ۝٣	وَ	اِذَا	الْقُبُوْرُ	بُعْثِرَتْ ۝٤	عَلِمَتْ	نَفْسٌ	مَّا	قَدَّمَتْ
ابل پڑیں گے	اور	جب	قبروں کو	اکھیڑ دیا جائیگا	جان لے گا	انسان	وہ جو	آگے بھیجا اس نے

ابل پڑیں گے ۔ ۳ اور جب قبریں زیروزبر کر دی جائیں گی ۔ ۴ تو ہر نفس جان لے گا جو اُس نے آگے بھیجا ہوگا اور جو اُس نے

وَ اَخَّرَتْ ۝٥ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝٦ الَّذِيْ

وَ	اَخَّرَتْ ۝٥	يٰۤاَيُّهَا	الْاِنْسَانُ	مَا	غَرَّكَ	بِرَبِّكَ	الْكَرِيْمِ ۝٦	الَّذِيْ
اور	پیچھے چھوڑا اس نے	اے	انسان	کس چیز نے	دھوکہ دیا تجھے	تیرے رب سے	معزز	وہ جو

پیچھے چھوڑا ہوگا ۔ ۵ اے انسان ! تجھے تیرے رب کریم کے حوالے سے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا ؟ ۶ جس نے

خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝٧ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝٨

خَلَقَكَ	فَسَوّٰىكَ	فَعَدَلَكَ ۝٧	فِيْۤ	اَيِّ	صُوْرَةٍ	مَّا	شَآءَ	رَكَّبَكَ ۝٨
پیدا کیا اُس نے تجھے	سو ہموار کیا تجھے	پھر برابر کیا تجھے	بیچ	جس	صورت کے	وہ جو	چاہا اس نے	جوڑ دیا تجھے

تجھے پیدا کیا ، پھر تجھے ہموار کر کے برابر کر دیا ۔ ۷ جس صورت میں چاہا ، تجھے جوڑ دیا ۔ ۸

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝٩ وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝١٠ كِرَامًا

كَلَّا	بَلْ	تُكَذِّبُوْنَ	بِالدِّيْنِ ۝٩	وَ	اِنَّ	عَلَيْكُمْ	لَحٰفِظِيْنَ ۝١٠	كِرَامًا
ہرگز نہیں	بلکہ	تم جھٹلاتے ہو	انصاف کو	اور	بیشک	تم پر	البتہ نگہبانی کرنے والے	معزز

کوئی بات نہیں ، بلکہ تم انصاف کی تکذیب کرتے ہو ۔ ۹ اور بیشک تم پر نگہبان مقرر ہیں ۔ ۱۰ معزز

كَاتِبِيْنَ ۝١١ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝١٢ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝١٣ وَ اِنَّ

كَاتِبِيْنَ ۝١١	يَعْلَمُوْنَ	مَا	تَفْعَلُوْنَ ۝١٢	اِنَّ	الْاَبْرَارَ	لَفِيْ	نَعِيْمٍ ۝١٣	وَ	اِنَّ
لکھنے والے	جانتے ہیں وہ	جو کچھ	تم کرتے ہو	بیشک	نیکوکار	البتہ بیچ	نعمتوں کے	اور	بیشک

لکھنے والے ۔ ۱۱ تم جو کچھ کرتے ہو ، وہ اُسے جانتے ہیں ۔ ۱۲ بیشک نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے ۔ ۱۳ اور بیشک

الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝١٤ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝١٥ وَ مَا هُمْ عَنْهَا

الْفُجَّارَ	لَفِيْ	جَحِيْمٍ ۝١٤	يَّصْلَوْنَهَا	يَوْمَ	الدِّيْنِ ۝١٥	وَ	مَا	هُمْ	عَنْهَا
گنہگار	البتہ بیچ	جہنم کے	داخل ہوں گے وہ اس میں	دن	انصاف کے	اور	نہیں	وہ	اس سے

گنہگار جہنم میں ہوں گے ۔ ۱۴ انصاف کے دن اُس میں داخل ہوں گے ۔ ۱۵ اور وہ اُس سے چھپ

نے اپنایا اور اس کی روشنی میں آگے بڑھتے رہے، یا آگے سے مراد شروع عمر کے اعمال ہیں اور پیچھے سے مراد آخری عمر کے اعمال ہیں، جہاں تک تعلق ہے قیامت کے دن کے چار احوال کا تو ان میں سے پہلی حالت یہ ہے کہ آسمان چر کر پھٹ جائیں گے، دوسری حالت یہ ہے کہ ستارے بے نور ہو کر جھڑ پڑیں گے، تیسری حالت یہ ہے کہ سمندروں کا پانی ابل کر بہہ پڑے گا اور چوتھی حالت یہ ہے کہ قبریں زیروزبر کر دی جائیں گی، زمین کی تہہ میں جو کچھ چھپا ہوا ہے، سب کچھ باہر نکل آئے گا اور زمین کے سینے میں مدفون تمام مردے بھی نکل پڑیں گے، جب یہ سب کچھ ہونے لگے گا تو ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ اب حساب کتاب کا وقت آ گیا ہے۔ ۶ ۸ ان آیتوں میں پوری دنیا کے انسانوں کو مخاطب کیا گیا ہے خواہ ان کا تعلق کسی بھی دین و مذہب، رنگ نسل، زبان اور علاقے سے ہو کہ تمہیں تمہارے رب کریم کے حوالے سے کس چیز نے دھوکے میں ڈال کر غافل کر رکھا ہے؟ آخر تم اس عظیم رب کو چھوڑ کر کمزور، بے بس اور بے جان چیزوں کی پوجا کب تک کرتے رہو گے؟ آخر وہ کون سی چیز ہے جو بے جان مجسموں کے پاس ہے اور تم یہ گمان کرتے ہو کہ وہ تمہارے رب کے پاس نہیں ہے؟ آخر تم اس کی نعمتوں پر غور کیوں نہیں کرتے ہو؟ پھر ان نعمتوں پر اس کے احسان مند اور شکر گزار کیوں نہیں ہوتے ہو؟ ذرا دیکھو تو سہی کہ اس نے تمہیں پیدا کیا اس نے تمہارے اعضاء کو ہموار اور برابر کیا، پھر تمہارے اندرونی نظام کو معتدل بنایا اور جس صورت میں چاہا، تمہیں بنا دیا، ان میں سے کسی کام میں تمہاری مداخلت اور مرضی شامل نہیں ہے، ہر کام میں وہی اکیلا فیصلہ کرنے والا ہے اور اس نے جس کیلئے جو فیصلہ کیا، اس کے حق میں وہی بہتر تھا، سو ان نعمتوں اور احسانات کا تقاضا یہ تھا کہ تم اس کی بندگی کرتے اور اس پر ایمان لا کر اس کے فرمانبردار بندوں میں شامل ہوتے، لیکن تم نے اپنے محسن رب کو ہی بھلا دیا اور اس کے حوالے سے آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئے۔ ۹ اس آیت مبارکہ میں ان کی غفلت کی اصل وجہ بیان کی گئی ہے اور وہ ہے قیامت کے دن کی تکذیب، جو شخص مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر یقین ہی نہیں رکھتا اور اس کے نزدیک قیامت، جنت، جہنم، حساب کتاب، جزا اور سزا کی کوئی حقیقت نہ ہو، وہ ان سب چیزوں کو مفروضوں اور داستانوں پر مبنی سمجھتا ہو، وہ کیوں اپنے رب کی تلاش میں سرگرداں ہوگا؟ وہ کیوں ایمان اور عمل صالح کا اہتمام کرے گا؟ وہ کیوں اپنے ذہن پر آخرت کی فکر کو سوار کرے گا اور وہ کیوں اپنی مرضی کی زندگی کو ترک کر کے کسی کے تابع فرمان ہونا پسند کرے گا؟ اس لئے اصل مسئلہ قیامت کے دن کی تکذیب ہے، اگر یہ لوگ قیامت کے دن پر ایمان لے آئیں تو ان کی آنکھوں سے غفلت کے پردے ہٹ سکتے ہیں، ورنہ نہیں۔ ۱۰ ۱۲ ان آیتوں میں ان فرشتوں کا حوالہ دیا گیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کا نامۂ اعمال مرتب کرنے اور ہر عمل کا اندراج کرنے کی ذمہ داری پر مقرر فرما رکھا ہے، ان فرشتوں کو ''کراما کاتبین'' کہا جاتا ہے جس کا لفظی معنی ''معزز لکھنے والے'' ہے، یہ فرشتے گویا انسان کے کندھوں پر سوار ہیں، دائیں طرف نیکی لکھنے والے فرشتے ہوتے ہیں اور بائیں طرف گناہ لکھنے والے فرشتے، یہ فرشتے انسان پر نگہبان مقرر ہیں اور اس کے ہر قول اور عمل پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں، انسان جو کچھ کرتا ہے، وہ سب ان کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہوتا ہے اس لئے وہ اس سے خوب اچھی طرح واقف ہوتے ہیں، وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھتے، وہ

بِغَآئِبِينَ ﴿١٦﴾ وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿١٧﴾ ثُمَّ مَآ أَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ

بِغَآئِبِينَ ﴿١٦﴾	وَ	مَآ	أَدْرٰىكَ	مَا	يَوْمُ	الدِّينِ ﴿١٧﴾	ثُمَّ	مَآ	أَدْرٰىكَ	مَا	يَوْمُ
چھپنے والے	اور	کیا	معلوم تجھے	کیا ہے	دن	انصاف کا	پھر	کیا	معلوم تجھے	کیا ہے	دن

نہ سکیں گے۔ ﴿١٦﴾ اور آپ کو کیا خبر کہ انصاف کا دن کیا ہے؟ ﴿١٧﴾ پھر آپ کو کیا معلوم کہ انصاف کا دن

الدِّينِ ﴿١٨﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿١٩﴾ ع

الدِّينِ ﴿١٨﴾	يَوْمَ	لَا	تَمْلِكُ	نَفْسٌ	لِّنَفْسٍ	شَيْـًٔا	وَ	الْأَمْرُ	يَوْمَئِذٍ	لِّلّٰهِ ﴿١٩﴾
انصاف کا	جس دن	نہیں	مالک ہوگا	کوئی نفس	کسی نفس کیلئے	کچھ بھی	اور	حکم	اس دن	اللہ کا

کیا ہے؟ ﴿١٨﴾ جس دن کوئی نفس کسی نفس کیلئے کسی بھی چیز کا مالک نہیں ہو گا، اور اُس دن حکم اللہ ہی کا ہو گا۔ ﴿١٩﴾

اٰيَاتُهَا ٣٦ (٨٣) سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ مَكِّيَّةٌ (٨٦) رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ﴿١﴾ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ﴿٢﴾

وَيْلٌ	لِّلْمُطَفِّفِينَ ﴿١﴾	الَّذِينَ	إِذَا	اكْتَالُوا	عَلَى	النَّاسِ	يَسْتَوْفُونَ ﴿٢﴾
ہلاکت	ناپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے	جولوگ	جب	ماپ کرلیں	پر	لوگوں کے	پورا طلب کریں وہ

ناپ تول میں بے احتیاطی کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے۔ ﴿١﴾ وہ لوگ کہ جب دوسروں سے ماپ کرلیں تو پورا پورا وصول کریں۔ ﴿٢﴾

نہایت امانت دار اور ذمہ دار فرشتے ہیں، انسان نیکی کا ارادہ کرتا ہے، متعلقہ فرشتے اس کیلئے نیکی لکھ دیتے ہیں، وہ گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو متعلقہ فرشتے اس وقت تک اس کا اندراج نہیں کرتے، جب تک وہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کرلے، اور اگر وہ گناہ کر بیٹھے، بعد میں توبہ کرلے تو وہ اس کے نامہ اعمال سے اس گناہ کو مٹا دیتے ہیں، جب کوئی شخص پیدا ہوتا ہے تو اس کا اعمال نامہ شروع کرنے سے پہلے اس کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جاتا ہے، جب تک وہ بالغ نہیں ہوتا، اس کا کھاتا نہیں کھلتا اور بلوغت کے بعد جب اس کا کھاتا کھلتا ہے تو اس کی موت پر وہ بند ہو جاتا ہے، یہ ایک ایسا زبردست نظام ہے کہ اس پر جتنا غور کرتے جائیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی مستحکم و مضبوط تدبیر نکھر کر سامنے آتی جاتی ہے۔ ﴿١٣﴾ ﴿١٦﴾ ان آیتوں میں انسانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ان کا انجام بیان کیا گیا ہے، چنانچہ کچھ لوگ نیکوکار ہیں، انہیں قیامت کے دن نعمتوں، آسائشوں اور راحتوں میں رکھا جائے گا اور کچھ لوگ گنہگار اور فاسق و فاجر ہیں، انہیں جہنم میں پھینکا جائے گا، وہاں وہ قیامت کے دن داخل ہوں گے، اگر وہ کہیں چھپنا چاہیں گے تو یہ ان کیلئے ممکن نہ ہوگا، کیونکہ وہاں چھپنے کی کوئی جگہ نہ ہوگی اور سب سے اہم بات یہ کہ ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے چھپنا کیونکر ممکن ہو سکے گا؟ اس لئے اہل جہنم بہرحال جہنم میں داخل ہو کر ہی رہیں گے۔ ﴿١٩﴾ ﴿١٧﴾ ان آیتوں میں 'یوم الدین' کی وضاحت کی گئی ہے اور روئے سخن بظاہر نبی علیہ السلام کی طرف رکھا گیا ہے، لیکن مراد ہر مخاطب شخص ہے اور مطلب یہ ہے کہ اوپر یہ جو کہا گیا ہے کہ کافر اور گنہگار لوگ 'یوم الدین' میں جہنم کے اندر داخل کئے جائیں گے تو تمہیں کیا خبر کہ یوم الدین کی اصل حقیقت کیا ہے؟ تم کیا جانو کہ وہ کس قدر ہولناک اور دہشت ناک دن ہوگا، صرف اتنا سمجھ لو کہ وہ ایک ایسا دن ہوگا جس میں کوئی کسی کے ذرہ برابر بھی کام نہ آسکے گا، نہ کسی کی مدد کر سکے گا، نہ کسی کا فدیہ دے سکے گا، نہ کسی کی سفارش کر سکے گا اور نہ ہی کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکے گا، کیونکہ اس دن ہر شخص کی زبان پر نفسی نفسی کا لفظ ہوگا اور ہر شخص اپنی فکر میں گرفتار ہوگا اور یہ بھی سمجھ لو کہ اس دن صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حکم چلے گا، آج دنیا میں جن لوگوں کا حکم ظاہری طور پر چلتا ہے، ان سب کی حکومت اور بادشاہت ختم ہو جائے گی اور کسی کی مجال نہ ہوگی کہ اللہ کے حکم کے آگے دم مار سکے۔

سورة المطففين

سورۂ مطففین مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۷۸۰، کلمات ۱۶۹، آیات ۳۶ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی 'المطففین' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ مطففین رکھا گیا، تطفیف کا لفظی معنی ناپ تول میں کمی بیشی کرنا ہے، اس مرض کا آغاز اہل مدین سے ہوا تھا، جن کی اصلاح اور رہنمائی کیلئے حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اہل مدینہ میں بھی یہ مرض پایا جاتا تھا، پھر نبی علیہ السلام کی تعلیم اور تربیت کی برکت سے ان میں سے یہ چیز ختم ہوگئی، غالباً اسی وجہ سے بعض حضرات نے اس سورت کو مدنی بھی قرار دیا ہے، اس سورت میں قیامت کے دن کے حوالے سے لوگوں کی درجہ بندی کرتے ہوئے انہیں ابرار اور فجار کے دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے، پھر ان میں سے ہر ایک کا انجام بھی بیان کر دیا گیا ہے، آخر میں مشرکین مکہ کا مسلمانوں کے ساتھ استہزائی رویہ بیان کر کے اس کی مذمت کی گئی ہے۔ ﴿١﴾ ﴿٣﴾ ان آیتوں میں ان لوگوں کیلئے ہلاکت کی وعید سنائی گئی ہے جو ناپ تول میں کمی بیشی کرتے ہیں، یعنی اپنا حق تو دوسروں سے پورا وصول کرنا چاہتے ہیں اس لئے جب خود گاہک بن کر کسی کے پاس جاتے ہیں تو خوب اچھی طرح تسلی کرتے ہیں کہ اس نے پورا تولا اور ماپا ہے یا نہیں؟ لیکن دوسروں کو ان کا پورا حق دینے کیلئے تیار نہیں ہوتے اس لئے جب کوئی ان کے پاس گاہک بن کر آتا ہے تو چالاکی اور مہارت سے اس میں کمی کر دیتے ہیں، بعض لوگ اس کیلئے ترازو میں اپنی کاریگری دکھاتے ہیں اور بعض لوگ خریدار کی آنکھ میں دھول جھونک کر اپنی فنکاری کا مظاہرہ کرتے ہیں، آج کل الیکٹرانک ترازو استعمال ہوتے ہیں لیکن ہیرا پھیری کے ماہر لوگ اس میں بھی ہیرا پھیری سے باز نہیں آتے، یہ طرز عمل خود غرضی اور دھوکے پر مبنی ہے، اس سے انسان کا لالچی ہونا بھی ثابت ہوتا ہے اور یہ انسان کی اخلاقی پستی اور ذہنی دیوالیہ پن کی بھی علامت ہے، اسی وجہ سے یہاں صرف ترازو اور ماپنے کے آلات میں کمی بیشی کی مذمت نہیں کی گئی، بلکہ ہر اُس طریقے کی مذمت کی گئی ہے جس کے ذریعے کسی دوسرے کی حق تلفی ہوتی ہو، اس لئے کہ اگر اپنے حقوق پورے پورے وصول کرنا جائز ہے تو دوسروں کو ان کے حقوق پورے پورے ادا کرنا فرض ہے اور اس فرض میں کوتاہی کرنے والے اللہ کی پکڑ اور سزا کے مستحق ہیں۔

وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝٣ۭ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ

وَ	اِذَا	كَالُوْهُمْ	اَوْ	وَّزَنُوْهُمْ	يُخْسِرُوْنَ ۝	اَلَا	يَظُنُّ	اُولٰٓئِكَ	اَنَّهُمْ
اور	جب	ماپ کردیں انہیں	یا	وزن کر کے دیں انہیں	گھٹاتے ہیں	کیا نہیں	گمان کرتے	وہ لوگ	کہ بیشک وہ

اور جب اُنہیں ماپ کر یا وزن کر کے دیں تو گھٹا دیں ۔ ٣ کیا اُنہیں یہ اندازہ نہیں ہے کہ اُنہیں دوبارہ

مَّبْعُوْثُوْنَ ۝٤ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝٥ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٦ۭ

مَّبْعُوْثُوْنَ ۝	لِيَوْمٍ	عَظِيْمٍ ۝	يَّوْمَ	يَقُوْمُ	النَّاسُ	لِرَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ۝
دوبارہ اٹھائے جائیں گے	ایک دن	بہت بڑے	جس دن	کھڑے ہوں گے	لوگ	رب کیلئے	جہان والوں کے

زندہ کیاجائیگا ؟ ٤ ایک عظیم دن کیلئے ۔ ٥ جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے ۔ ٦

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝٧ۭ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا

كَلَّآ	اِنَّ	كِتٰبَ	الْفُجَّارِ	لَفِيْ	سِجِّيْنٍ ۝	وَ	مَآ	اَدْرٰىكَ	مَا
ہرگزنہیں	بیشک	اعمال نامہ	گنہگاروں کا	البتہ بیچ	سجین کے	اور	کیا	معلوم تجھے	کیا ہے

کوئی بات نہیں ، گنہگاروں کا نامۂ اعمال " سجین "میں ہے ۔ ٧ اور آپ کو کیا معلوم کہ "سجین "

سِجِّيْنٌ ۝٨ۭ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝٩ۭ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١٠ۙ الَّذِيْنَ

سِجِّيْنٌ ۝	كِتٰبٌ	مَّرْقُوْمٌ ۝	وَيْلٌ	يَّوْمَئِذٍ	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝	الَّذِيْنَ
سجین	تحریر	لکھی ہوئی	ہلاکت ہے	اس دن	جھٹلانے والوں کیلئے	جولوگ

کیا چیز ہے ؟ ٨ وہ ایک لکھا ہوا دفتر ہے ۔ ٩ اُس دن تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہوگی ۔ ١٠ وہ لوگ جو

يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝١١ۭ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝١٢ۙ اِذَا

يُكَذِّبُوْنَ	بِيَوْمِ	الدِّيْنِ ۝	وَ	مَا	يُكَذِّبُ	بِهٖٓ	اِلَّا	كُلُّ	مُعْتَدٍ	اَثِيْمٍ ۝	اِذَا
جھٹلاتے ہیں	دن کو	انصاف کے	اور	نہیں	جھٹلاتا	اسے	مگر	ہرایک	حد سے تجاوز کرنے والا	گنہگار	جب

انصاف کے دن کی تکذیب کرتے ہیں ۔ ١١ اور اُس کی تکذیب تو ہر وہ شخص ہی کرسکتا ہے جو حد سے تجاوز کرنے والا ، گنہگار ہو ۔ ١٢ جب

تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٣ۭ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى

تُتْلٰى	عَلَيْهِ	اٰيٰتُنَا	قَالَ	اَسَاطِيْرُ	الْاَوَّلِيْنَ ۝	كَلَّا	بَلْ ۜ	رَانَ	عَلٰى
تلاوت کی جاتی ہیں	اس پر	ہماری آیتیں	کہتا ہے	کہانیاں	پہلوں کی	ہرگزنہیں	بلکہ	زنگ چڑھ گیا	پر

اُس کے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتا ہے کہ یہ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں ۔ ١٣ ایسا ہرگز نہیں ہے ، بلکہ اُن کے دلوں پر اُن اعمال کیوجہ سے

٣ ٦ ان آیتوں میں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو قیامت کے دن سے ڈرایا گیا ہے کہ کیا یہ لوگ اس قدر بے خوف اور جری ہو گئے ہیں کہ انہیں قیامت کے دن کا بھی کوئی اندیشہ نہیں رہا؟ کیا انہیں اس بات کا یقین نہیں ہے کہ انہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ کیا انہیں اندازہ نہیں ہے کہ ایک دن انہیں رب العالمین کی بارگاہ میں حاضر ہونا اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے؟ اگر یہ تمام امور ان کے پیش نظر ہوتے تو یہ لوگ دوسروں کی حق تلفی نہ کرتے۔ ٧ ٩ ان آیتوں میں گنہگاروں کا انجام بیان کیا گیا ہے تاکہ جو لوگ گناہوں اور دوسروں کی حق تلفی میں مشغول ہیں، وہ اس غلط فہمی میں ہرگز نہ رہیں کہ وہ حساب کتاب سے بچ جائیں گے، ان میں سے ہر ایک کا نام "سجین" میں درج کر دیا گیا ہے، تمہیں کیا خبر کہ "سجین" کس چیز کا نام ہے اور اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اس لئے ہم تمہیں بتائے دیتے ہیں کہ "سجین" ایک دستاویز کا نام ہے جس میں تمام اہل جہنم کے کوائف درج ہیں، یہ دستاویز ساتویں زمین کے نیچے رکھی گئی ہے اور جہنم بھی وہیں ہے اس لئے یوں سمجھنا چاہئے کہ یہ جہنم کیلئے مرکزی مقام یا ہیڈ کوارٹر کی طرح ہے جہاں تمام اہل جہنم کا ریکارڈ موجود ہے اور وہیں پر ان سب کے اعمال نامے رکھے گئے ہیں۔ ١٠ ١٣ ان آیتوں میں قیامت کے دن کی تکذیب کرنے والوں کی چند بری عادتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ یہ لوگ تمام حدود کو پھلانگ کر سرکشی پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور ادب، شائستگی اور تمیز کی تمام حدود کو بھلا دیتے ہیں، دوسری یہ کہ یہ لوگ گناہوں پر نہایت دلیر اور ہر قسم کے گناہ کا ارتکاب کرنے میں جری ہوتے ہیں اور انہیں گناہ کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی، تیسری یہ کہ یہ لوگ قرآن کریم کی تلاوت سن کر اس پر ایمان لانے کی بجائے اسے پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں قرار دیتے ہیں، ظاہر ہے کہ ایسے لوگ قیامت کے دن پر ایمان کہاں لائیں گے؟ وہ تو اس کی تکذیب ہی کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے پہلے سے طے فرما رکھا ہے کہ قیامت کے دن تکذیب و تردید کرنے والے لوگ ہلاکت اور تباہی کے گڑھے میں گریں گے اس لئے ان لوگوں کیلئے تباہی اور ہلاکت کی خبر ہے۔

قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ

قُلُوْبِهِمْ	مَّا	كَانُوْا	يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾	كَلَّآ	اِنَّهُمْ	عَنْ	رَّبِّهِمْ	يَوْمَئِذٍ
ان کے دلوں کے	وہ جو	تھے وہ	کماتے رہے	ہرگز نہیں	بیشک وہ	سے	اپنے رب کے	اس دن

زنگ چڑھ گیا ہے جو وہ کرتے رہے ہیں ۔ ١٤ ایسا ہرگز نہیں ہے ، بیشک وہ اُس دن اپنے رب سے

لَمَحْجُوْبُوْنَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿١٦﴾ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ

لَمَحْجُوْبُوْنَ ﴿١٥﴾	ثُمَّ	اِنَّهُمْ	لَصَالُوا	الْجَحِيْمِ ﴿١٦﴾	ثُمَّ	يُقَالُ	هٰذَا	الَّذِيْ
البتہ پردے میں ہوں گے	پھر	بیشک وہ	البتہ داخل ہونے والے	جہنم میں	پھر	کہا جائیگا	یہ	وہ جو

دور کر دیئے جائیں گے ۔ ١٥ پھر یقیناً وہ جہنم میں داخل ہوں گے ۔ ١٦ پھر اُن سے کہا جائیگا کہ یہ وہی چیز ہے جس کی

كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٧﴾ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿١٨﴾ وَمَآ

كُنْتُمْ	بِهٖ	تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٧﴾	كَلَّآ	اِنَّ	كِتٰبَ	الْاَبْرَارِ	لَفِيْ	عِلِّيِّيْنَ ﴿١٨﴾	وَ	مَآ
تم تھے	اسے	جھٹلاتے رہے	ہرگز نہیں	بیشک	اعمال نامہ	نیکوکاروں کا	البتہ بیچ	علیین کے	اور	کیا

تم تکذیب کرتے تھے ۔ ١٧ ایسا ہرگز نہیں ہے ، بیشک نیک لوگوں کے نامۂ اعمال "علیین" میں ہیں۔ ١٨ اور آپ کو کیا

اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿١٩﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿٢٠﴾ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢١﴾

اَدْرٰىكَ	مَا	عِلِّيُّوْنَ ﴿١٩﴾	كِتٰبٌ	مَّرْقُوْمٌ ﴿٢٠﴾	يَّشْهَدُهُ	الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢١﴾
معلوم تجھے	کیا ہے	علیین	تحریر	لکھی ہوئی	حاضر ہوتے ہیں اس پر	مقربین

معلوم کہ "علیین" کیا چیز ہے؟ ١٩ وہ ایک لکھا ہوا دفتر ہے ۔ ٢٠ جس پر مقرب فرشتے ہی حاضر ہو سکتے ہیں ۔ ٢١

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِيْ

اِنَّ	الْاَبْرَارَ	لَفِيْ	نَعِيْمٍ ﴿٢٢﴾	عَلَى	الْاَرَآئِكِ	يَنْظُرُوْنَ ﴿٢٣﴾	تَعْرِفُ	فِيْ
بیشک	نیکوکار	البتہ بیچ	نعمتوں کے	پر	تختوں کے	دیکھتے ہوں گے	دیکھے گا تو	بیچ

بیشک نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے ۔ ٢٢ تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہوں گے ۔ ٢٣ آپ اُن کے چہروں پر

وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿٢٤﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿٢٥﴾

وُجُوْهِهِمْ	نَضْرَةَ	النَّعِيْمِ ﴿٢٤﴾	يُسْقَوْنَ	مِنْ	رَّحِيْقٍ	مَّخْتُوْمٍ ﴿٢٥﴾
ان کے چہروں کے	تازگی	نعمتوں کی	پلائے جائیں گے وہ	سے	خالص شراب	مہر لگی ہوئی

نعمتوں کی تازگی دیکھ سکیں گے ۔ ٢٤ اُنہیں خالص ، مہر لگی ہوئی شراب پلائی جائے گی ۔ ٢٥

١٤ ١٧ ان آیتوں میں مجرمین کے دلوں پر زنگ لگ جانے اور ان کیلئے دو سزاؤں کا ذکر کیا گیا ہے، جو لوگ تمام حدود کو پھلانگ جائیں، گناہوں پر جری ہو جائیں اور کلام اللہ کو قصے کہانیاں قرار دینے لگیں، ان کے دلوں پر کفر کا زنگ نہیں لگے گا تو اور کیا ہوگا؟ اس زنگ کی وجہ سے ان کے دلوں پر کسی حق بات کا اثر نہیں ہوتا، حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، اگر وہ توبہ کر لے تو وہ نقطہ مٹ جاتا ہے، ورنہ وہ گناہ کرتا جاتا ہے اور نقطے بڑھتے جاتے ہیں یہاں تک کہ ان کی سیاہی پورے دل پر چھا جاتی ہے اور انسان قبول حق کی استعداد سے محروم ہو جاتا ہے، یہاں اسی کو زنگ لگ جانے سے تعبیر کیا گیا ہے، ایسے لوگوں کیلئے پہلی سزا یہ ہے کہ قیامت کے دن وہ اپنے رب کے دیدار سے محروم رہیں گے، دوسری سزا یہ ہے کہ انہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جس کی تم تکذیب کرتے تھے، اب یہاں پڑے اس کا مزہ چکھتے رہو۔ ١٨ ٢١ ان آیتوں میں سجین کے بالمقابل علیین اور فجار کے مقابلے میں ابرار کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیک اور بد، نیکی اور بدی برابر نہیں ہیں، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ وہ ان دونوں کو برابر کر دے، چنانچہ گنہگاروں کیلئے "سجین" اور ابرار کیلئے "علیین" کا انتخاب کیا گیا ہے، سجین کا لفظ سجن سے نکلا ہے جس کا معنی قید خانہ ہے جبکہ علیین کا لفظی معنی بلندی کا مفہوم ادا کرتا ہے، ابرار اور نیکوکار لوگوں میں سے ہر ایک کا نام علیین میں درج کر دیا گیا ہے، تمہیں کیا خبر کہ علیین کس چیز کا نام ہے اور اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اس لئے ہم تمہیں بتائے دیتے ہیں کہ وہ ایک دستاویز کا نام ہے جس میں تمام اہل جنت کے کوائف درج ہیں، یہ دستاویز ساتویں آسمان کے اوپر رکھی گئی ہے، اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کیلئے مقرب فرشتوں کو مقرر کیا گیا ہے، ہر کسی کو وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے، چونکہ جنت بھی وہیں ہے اس لئے یوں سمجھنا چاہئے کہ علیین جنت کیلئے مرکزی مقام یا ہیڈ کوارٹر کی طرح ہے جہاں تمام اہل جنت کا ریکارڈ موجود ہے اور وہیں پر ان سب کے اعمال نامے رکھے گئے ہیں۔ ٢٢ ٢٨ ان آیتوں میں ابرار یعنی نیک لوگوں کیلئے مختلف انعامات کا ذکر کیا گیا ہے، ان انعامات میں ایسی کشش اور دلچسپی ہے جو ہر شخص کو اپنی طرف کھینچتی ہے، اگر کسی شخص نے انعام کے حصول کیلئے محنت کرنی ہی ہے تو پھر اسے ان انعامات کے حصول کیلئے کوشش کرنی چاہئے، اگر کسی کو دوسروں سے آگے بڑھنے اور مقابلہ کرنے کا شوق ہو تو اس کیلئے یہی میدان سب سے زیادہ موزوں اور مفید ہے، دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے والے اکثر حسد اور دیگر اخلاقی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن آخرت کی نعمتوں کے حوالے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے والوں میں یہ بیماریاں پیدا نہیں ہوتی ہیں، اس لئے انسان کو اسی میدان میں محنت کرنی چاہئے، ایسے لوگ نازونعم کی زندگی میں ہوں گے، بادشاہوں کی طرح تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے، دلکش نظارے ان کی آنکھوں کے سامنے ہوں گے اور چہروں پر شادابی اور تروتازگی کے آثار نمایاں ہوں گے، انہیں جو شراب پلائی جائے گی، وہ خالص ہوگی، اس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ ہوگی، اس پر مشک کی مہر لگی ہوئی ہوگی جو اس بات کی علامت ہوگی کہ اسے جس حالت میں بند کیا گیا تھا، اہل جنت تک اسی حالت میں پہنچائی گئی ہے کیونکہ اس کی مہر ٹوٹی ہوئی نہیں ہے، اسے ہاتھ

خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۭ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَمِزَاجُهٗ

خِتٰمُهٗ	مِسْكٌ	وَ	فِيْ	ذٰلِكَ	فَلْيَتَنَافَسِ	الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿٢٦﴾	وَمِزَاجُهٗ
اس کی مہر	مشک	اور	بیچ	اس کے	سو آگے بڑھنا چاہئے	آگے بڑھنے والوں کو	اور آمیزش اس کی

جس کی مہر مشک ہو گی ، آگے بڑھنے والوں کو اسی میں آگے بڑھنا چاہئے ۔ ﴿٢٦﴾ اور اس میں تسنیم کی

مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿٢٧﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا

مِنْ	تَسْنِيْمٍ ﴿٢٧﴾	عَيْنًا	يَّشْرَبُ	بِهَا	الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢٨﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	اَجْرَمُوْا
سے	تسنیم کے	ایک چشمہ	پئیں گے	اس سے	مقربین	بیشک	جن لوگوں نے	جرم کیے

آمیزش کی جائے گی۔ ﴿٢٧﴾ جو کہ ایک چشمہ ہے ، جس سے مقرب لوگ پئیں گے ۔ ﴿٢٨﴾ بیشک مجرم لوگ

كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿٢٩﴾ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ

كَانُوْا	مِنَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	يَضْحَكُوْنَ ﴿٢٩﴾	وَ	اِذَا	مَرُّوْا	بِهِمْ
تھے وہ	سے	ان لوگوں کے جو	ایمان لائے	ہنستے رہے	اور	جب	گزرتے وہ	ان سے

اہلِ ایمان پر ہنستے تھے۔ ﴿٢٩﴾ اور جب اُن کے پاس سے گزرتے

يَتَغَامَزُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿٣١﴾ وَاِذَا

يَتَغَامَزُوْنَ ﴿٣٠﴾	وَ	اِذَا	انْقَلَبُوْٓا	اِلٰٓى	اَهْلِهِمُ	انْقَلَبُوْا	فَكِهِيْنَ ﴿٣١﴾	وَ	اِذَا
ایک دوسرے کو آنکھیں مارتے	اور	جب	پلٹ کر جاتے	طرف	اپنے گھر والوں کے	پلٹ کر جاتے	دل لگی کرنے والے	اور	جب

تو ایک دوسرے کو آنکھیں مارتے تھے۔ ﴿٣٠﴾ اور جب اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جاتے تو دل لگی کرتے ہوئے لوٹتے تھے۔ ﴿٣١﴾ اور جب

رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَضَاۗلُّوْنَ ﴿٣٢﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ

رَاَوْهُمْ	قَالُوْٓا	اِنَّ	هٰٓؤُلَاۗءِ	لَضَاۗلُّوْنَ ﴿٣٢﴾	وَ	مَآ	اُرْسِلُوْا	عَلَيْهِمْ
دیکھتے انہیں	کہتے وہ	بیشک	یہ لوگ	البتہ گمراہ ہونے والے	اور	نہیں	بھیجے گئے وہ	ان پر

اُنہیں دیکھتے تو کہتے تھے کہ بیشک یہ لوگ گمراہ ہیں ۔ ﴿٣٢﴾ حالانکہ اُنہیں اُن پر نگہبان بنا کر

حٰفِظِيْنَ ﴿٣٣﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿٣٤﴾ عَلَى

حٰفِظِيْنَ ﴿٣٣﴾	فَالْيَوْمَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مِنَ	الْكُفَّارِ	يَضْحَكُوْنَ ﴿٣٤﴾	عَلَى
نگہبانی کرنے والے	سو آج کے دن	وہ لوگ جو	ایمان لائے وہ	سے	کافروں کے	ہنسیں گے	پر

نہیں بھیجا گیا ۔ ﴿٣٣﴾ سو آج اہلِ ایمان ، کافروں پر ہنسیں گے ۔ ﴿٣٤﴾ تختوں پر

میں پکڑتے ہی مشک کی خوشبو سے ان کے دماغ معطر ہو جائیں گے اور اسے پینے سے اللہ تعالیٰ کی محبت میں مزید اضافہ ہو جائے گا، تمام اہل جنت کیلئے شراب طہور کا لطف دوبالا کرنے کیلئے تسنیم کے چشمے سے مشروب دیا جائے گا تا کہ وہ اس مشروب کو اپنے مشروب میں ملا لیں اور تسنیم کے ذائقے سے بھی لطف اندوز ہوں، تسنیم ایک خاص قسم کے چشمے کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص اور مقرب بندوں کیلئے تیار فرمایا ہے، لیکن یہ اس کی مہربانی ہے کہ عام اہل جنت کو بھی اس سے محروم نہیں فرمائے گا، رزقنا اللہ وایاکم بفضلہ وکرمہ

﴿٢٩﴾ ﴿٣٢﴾ ان آیتوں میں مشرکین مکہ کے ناپسندیدہ رویوں کی تردید اور مذمت کی گئی ہے، دراصل یہ لوگ مسلمانوں کو دیکھ کر ان کا مذاق اڑاتے اور ان پر جملے کستے تھے، وہ مسلمانوں پر ہنستے تھے کہ یہ کیسے نادان لوگ ہیں، ایک ان دیکھی جنت اور اس کی خیالی نعمتوں کے حصول کیلئے اپنی جان جوکھوں میں ڈال رکھی ہے، ساری رات جاگتے اور ان دیکھے معبود کے سامنے روتے ہیں، دنیا کی موجودہ لذتوں اور راحتوں کو اپنے اوپر حرام کر بیٹھے ہیں، اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر ایک نئے دین کے پیچھے چل پڑے ہیں اور اس نئے دین کی خاطر ہر قسم کی محنت اور مشقت برداشت کرنے کیلئے تیار ہیں، اپنوں اور بیگانوں سے مار کھا رہے ہیں، ان دیکھے معبود کی خاطر دکھائی دینے والے معبودوں اور ان کے عبادت گزاروں سے دشمنی مول لے رہے ہیں، یہ کیسے نادان اور بھٹکے ہوئے لوگ ہیں، گویا مشرکین مکہ خود کو راہ راست پر اور مسلمانوں کو گمراہی پر خیال کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے، ان کے پاس سے گزرتے ہوئے ایک دوسرے کو آنکھیں مارتے تھے اور اپنے گھروں میں جا کر ایک دوسرے کے ہاتھوں پر ہاتھ مارتے اور بدحال ہو کر ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی یہاں مذمت فرمائی ہے اور واضح کر دیا ہے کہ مشرکوں کو مسلمانوں کے معاملات پر نگہبان اور نگران مقرر کر کے نہیں بھیجا گیا کہ وہ ان کی ریاضت اور مجاہدے کو دیکھ کر فکر مند ہوں، بلکہ انہیں اپنے انجام کی فکر کرنی چاہئے کہ مسلمانوں کے مذاق اڑانے کے نتیجے میں وہ جس سزا سے دوچار ہوں گے وہ نہایت ہولناک ہوگی اور وہ بہت دور نہیں ہے۔ ﴿٣٤﴾ ﴿٣٦﴾ ان آیتوں میں مشرکین کے استہزاء کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ آج دنیا میں وہ مسلمانوں پر ہنس رہے ہیں، قیامت کے دن مسلمان ان پر ہنسیں گے کہ ان لوگوں نے کم عقلی اور نادانی یا سرکشی اور شرارت

عَلَى الۡاَرَآئِكِ ۙ يَنۡظُرُوۡنَ ؕ ٣٥ هَلۡ ثُوِّبَ الۡكُفَّارُ مَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ ٣٦

الۡاَرَآئِكِ	يَنۡظُرُوۡنَ	هَلۡ	ثُوِّبَ	الۡكُفَّارُ	مَا	كَانُوۡا	يَفۡعَلُوۡنَ
تختوں کے	دیکھتے ہوں گے	کیا	بدلہ دیا گیا	کافروں کو	وہ جو	تھے	کرتے رہے

بیٹھے دیکھتے ہوں گے۔ ٣٥ کہ کیا کافروں کو ان کاموں کا بدلہ مل گیا جو وہ کرتے تھے۔ ٣٦

اٰیَاتُهَا ٢٥ (٨٤) سُوۡرَةُ الۡاِنۡشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ (٨٣) رُكُوۡعُهَا ١

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ ١ وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ ۙ ٢ وَاِذَا الۡاَرۡضُ

اِذَا	السَّمَآءُ	انۡشَقَّتۡ	وَ	اَذِنَتۡ	لِرَبِّهَا	وَ	حُقَّتۡ	وَ	اِذَا	الۡاَرۡضُ
جب	آسمان	پھٹ جائیگا	اور	کان لگائے گا	اپنے رب کیلئے	اور	اسی لائق ہے وہ	اور	جب	زمین

جب آسمان پھٹ جائیگا۔ ١ اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گا اور وہ اسی لائق ہے۔ ٢ اور جب زمین کھینچ کر

مُدَّتۡ ۙ ٣ وَاَلۡقَتۡ مَا فِيۡهَا وَتَخَلَّتۡ ۙ ٤ وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ ؕ ٥

مُدَّتۡ	وَ	اَلۡقَتۡ	مَا	فِيۡهَا	وَ	تَخَلَّتۡ	وَ	اَذِنَتۡ	لِرَبِّهَا	وَ	حُقَّتۡ
پھیلادی جائے گی	اور	ڈال دے گی	جو کچھ	اسمیں	اور	خالی ہوجائے گی	اور	کان لگائے گی	اپنے رب کیلئے	اور	اسی لائق ہے وہ

پھیلادی جائیگی۔ ٣ اور اس میں جو کچھ ہے، وہ نکال ڈالے گی اور خالی ہوجائے گی۔ ٤ اور وہ اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گی اور اس پر حق بھی یہی ہے۔ ٥

يٰۤاَيُّهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدۡحًا فَمُلٰقِيۡهِ ۚ ٦ فَاَمَّا مَنۡ

يٰۤاَيُّهَا	الۡاِنۡسَانُ	اِنَّكَ	كَادِحٌ	اِلٰى	رَبِّكَ	كَدۡحًا	فَمُلٰقِيۡهِ	فَاَمَّا	مَنۡ
اے	انسان	بیشک تو	تکلیف اٹھانے والا	طرف	اپنے رب کے	تکلیف اٹھانا	پھر ملاقات کرنے والا اس سے	سو رہا	وہ جو

اے انسان! تجھے اپنے رب تک پہنچنے میں خوب تکلیف اٹھا کر اس سے ملاقات کرنا ہے۔ ٦ پھر جس شخص کو

اُوۡتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيۡنِهٖ ۙ ٧ فَسَوۡفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيۡرًا ۙ ٨

اُوۡتِىَ	كِتٰبَهٗ	بِيَمِيۡنِهٖ	فَسَوۡفَ	يُحَاسَبُ	حِسَابًا	يَّسِيۡرًا
دیا گیا	نامۂ اعمال اس کا	اس کے دائیں ہاتھ میں	سوعنقریب	حساب لیا جائیگا	حساب	آسان

اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ ٧ تو عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائیگا۔ ٨

کی وجہ سے آخرت کی دائمی نعمتوں پر دنیا کی فانی نعمتوں کو ترجیح دی، وہ تختوں پر بیٹھے محو نظارہ ہوں گے اور دیکھ رہے ہوں گے کہ کافروں کو ان کی سرکشی کی قرار واقعی سزا دی جارہی ہے۔ ع ١ ٢٦ ٨

الحمد للہ! آج مؤرخہ ٢٥ نومبر ٢٠١٩ء بروز ہفتہ

سورۃ الانشقاق

سورۂ انشقاق مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ٤٣٠، کلمات ١٠٧، آیات ٢٥ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی ''انشقت'' کا لفظ آیا ہے جو کہ ''الانشقاق'' سے نکلا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ انشقاق رکھا گیا، انشقاق کا لفظی معنی پھٹ جانا ہے، یہاں مراد آسمان کا پھٹ جانا ہے، جو کہ قیامت کی علامت ہے، اس سورت کا مرکزی مضمون قیامت کے دن لوگوں کی دو بڑے گروہوں میں تقسیم اور ان کا انجام بیان کرنا ہے، پہلا گروہ ان لوگوں کا ہوگا جنہیں ان کا نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہوگا، جنہیں ان کا نامہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں پشت کے پیچھے سے دیا جائے گا، ان لوگوں کی تعیین کے ساتھ اس سورت میں ایک آیت سجدہ بھی ہے، جس پر سجدہ تلاوت کرنا قرآن پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر واجب ہے۔ ١ ٥

ان آیتوں میں قیامت قائم ہونے پر آسمانوں اور زمینوں کی حالت بیان کی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا کہ قیامت قائم ہوجائے اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم ہوگا تو آسمان بھی اپنے رب کے حکم پر کان دھریں گے اور اس کی طرف مکمل متوجہ ہوں گے، چونکہ سارے آسمان اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہیں، لہٰذا مملوک ہونے کی حیثیت سے ان کا حق بھی یہی بنتا ہے کہ وہ اپنے رب کے حکم کے انتظار میں ہوں اور جو حکم ملے، اس پر فوراً عمل کریں، سو وہ حکم ملتے ہی اپنی جگہ چھوڑ دیں گے اور پھٹ کر چرچرانے لگیں گے، یہی حال زمین کا ہوگا، وہ بھی اپنے رب کے حکم پر کان دھرے گی اور اسے بھی ایسا ہی کرنا چاہئے کیونکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کا حکم ملتے ہی وہ اس پر کاربند ہوجائے گی، وہ اپنے دفینے، خزانے اور مردے سب باہر نکال پھینکے گی اور ان میں سے کوئی چیز بھی اپنے اندر باقی نہ رہنے دے گی، اس دن زمین کو ربڑ کی طرح کھینچ کر پھیلا دیا جائے گا اور زمین کی سطح بالکل ہموار اور برابر ہوجائے گی، چنانچہ وہاں کوئی پہاڑ، غار اور ٹیلہ باقی نہ رہے گا، صرف ایک ہموار میدان ہوگا جس میں چھپنے کی کوئی جگہ نہ ہوگی۔ ٦ اس آیت مبارکہ میں پوری دنیا کے انسانوں کو مخاطب کرکے انہیں اللہ تعالیٰ کی ملاقات یاد دلائی گئی ہے کہ تم لوگ اپنی پوری زندگی محنت اور مشقت کے کاموں میں خوب تکلیفیں اٹھا کر گزار دیتے ہو، تم میں سے بعض لوگ دنیا کی راحتوں کی خاطر تکلیفیں اٹھاتے ہیں اور بعض لوگ آخرت کی نعمتوں اور راحتوں کیلئے مشقت برداشت کر رہے ہیں، تم سب لوگ اسی طرح تکلیفیں اٹھاتے اٹھاتے بالآخر اپنے رب تک جا پہنچو گے اور وہاں اس کی بارگاہ میں تمہاری پیشی ہوگی گویا تم کہیں بھی چلے جاؤ اور کچھ بھی کرلو، تمہاری انتہا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ پر جاکر ہی ہوگی تو کیا تم نے اس کیلئے کوئی تیاری کی ہے؟ ٧ ٩ ان آیتوں میں ان خوش نصیب لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جنہیں ان کا نامہ اعمال قیامت کے دن ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، یہ وہ اہل ایمان ہوں گے جن کے نامہ اعمال میں نیکیوں کا وزن بڑھ گیا ہوگا، سو ان کے حساب کتاب میں سختی نہیں کی جائے گی، آسان حساب لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے گا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ''آسان حساب'' کی وضاحت دریافت کی تو فرمایا اس سے مراد

وَّ يَنقَلِبُ إِلَىٰٓ أَهۡلِهِۦ مَسۡرُورٗا ۝٩ وَأَمَّا مَنۡ أُوتِيَ كِتَٰبَهُۥ وَرَآءَ

وَ	يَنقَلِبُ	إِلَىٰٓ	أَهۡلِهِۦ	مَسۡرُورٗا ۝٩	وَ	أَمَّا	مَنۡ	أُوتِيَ	كِتَٰبَهُۥ	وَرَآءَ
اور	پلٹے گا وہ	طرف	اپنے گھر والوں کے	خوش ہوکر	اور	رہا	جو کوئی	دیا گیا	نامہ اعمال اس کا	پیچھے

اور وہ اپنے اہلِ خانہ کے پاس خوش و خرم لوٹ آئے گا۔ ۝٩ اور باقی رہا وہ شخص جسے اُس کا نامۂ اعمال اُس کی پشت کے پیچھے سے

ظَهۡرِهِۦ ۝١٠ فَسَوۡفَ يَدۡعُواْ ثُبُورٗا ۝١١ وَيَصۡلَىٰ سَعِيرًا ۝١٢ إِنَّهُۥ كَانَ فِيٓ

ظَهۡرِهِۦ ۝١٠	فَسَوۡفَ	يَدۡعُواْ	ثُبُورٗا ۝١١	وَ	يَصۡلَىٰ	سَعِيرًا ۝١٢	إِنَّهُۥ	كَانَ	فِيٓ
اس کی پشت کے	سو عنقریب	پکارے گا وہ	ہلاکت کو	اور	داخل ہوگا	بھڑکتی آگ میں	بیشک وہ	تھا	بیچ

دیا گیا۔ ۝١٠ تو عنقریب وہ ہلاکت کو پکارے گا۔ ۝١١ اور بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔ ۝١٢ کیونکہ وہ اپنے اہلِ خانہ میں

أَهۡلِهِۦ مَسۡرُورًا ۝١٣ إِنَّهُۥ ظَنَّ أَن لَّن يَحُورَ ۝١٤ بَلَىٰٓۚ إِنَّ رَبَّهُۥ كَانَ بِهِۦ

أَهۡلِهِۦ	مَسۡرُورًا ۝١٣	إِنَّهُۥ	ظَنَّ	أَن	لَّن	يَحُورَ ۝١٤	بَلَىٰٓۚ	إِنَّ	رَبَّهُۥ	كَانَ	بِهِۦ
اپنے گھر والوں کے	خوش ہوکر	بیشک وہ	سمجھا	کہ	ہرگز نہیں	لوٹے گا وہ	کیوں نہیں	بیشک	اس کا رب	تھا	اسے

خوش و خرم رہتا تھا۔ ۝١٣ اُس کا یہ گمان تھا کہ وہ ہرگز نہیں لوٹے گا۔ ۝١٤ کیوں نہیں، اُس کا رب تو بے شک اُسے

بَصِيرٗا ۝١٥ فَلَآ أُقۡسِمُ بِٱلشَّفَقِ ۝١٦ وَٱلَّيۡلِ وَمَا وَسَقَ ۝١٧ وَٱلۡقَمَرِ إِذَا

بَصِيرٗا ۝١٥	فَلَآ أُقۡسِمُ	بِٱلشَّفَقِ ۝١٦	وَ	ٱلَّيۡلِ	وَ	مَا	وَسَقَ ۝١٧	وَ	ٱلۡقَمَرِ	إِذَا
خوب دیکھنے والا	سو میں قسم کھاتا ہوں	شام کی سرخی کی	اور	رات کی	اور	جو کچھ	وہ سمیٹ لے	اور	چاندکی	جب

دیکھتا تھا۔ ۝١٥ سو مجھے قسم ہے شام کی سرخی کی۔ ۝١٦ اور قسم ہے رات کی اور اُن چیزوں کی جو رات میں سمٹ آتی ہیں۔ ۝١٧ اور قسم ہے چاند کی جب وہ

ٱتَّسَقَ ۝١٨ لَتَرۡكَبُنَّ طَبَقًا عَن طَبَقٖ ۝١٩ فَمَا لَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُونَ ۝٢٠

ٱتَّسَقَ ۝١٨	لَتَرۡكَبُنَّ	طَبَقًا	عَن	طَبَقٖ ۝١٩	فَمَا	لَهُمۡ	لَا	يُؤۡمِنُونَ ۝٢٠
پورا ہوجائے	البتہ ضرور چڑھو گے تم	ایک درجہ	سے	درجے کے	سو کیا ہوا	انہیں	نہیں	ایمان لاتے وہ

پورا ہو کر کامل ہو جائے۔ ۝١٨ کہ تم درجہ بدرجہ ضرور چڑھو گے۔ ۝١٩ پھر اُنہیں کیا ہوا کہ وہ ایمان نہیں لاتے؟ ۝٢٠

وَإِذَا قُرِئَ عَلَيۡهِمُ ٱلۡقُرۡءَانُ لَا يَسۡجُدُونَۤ۩ ۝٢١ بَلِ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ

وَ	إِذَا	قُرِئَ	عَلَيۡهِمُ	ٱلۡقُرۡءَانُ	لَا	يَسۡجُدُونَ ۝٢١	بَلِ	ٱلَّذِينَ	كَفَرُواْ
اور	جب	پڑھا جائے	ان پر	قرآن	نہیں	سجدہ کرتے وہ	بلکہ	جن لوگوں نے	کفر کیا

اور جب اُن کے سامنے قرآن پڑھا جائے تو سجدہ نہیں کرتے۔ ۝٢١ بلکہ کافر لوگ

معانقۃ ٧ — السجدۃ ١٣

سرسری حساب کتاب ہے یعنی کسی شخص کو پیش کیا جائے اور سرسری طور پر چند آسان اور ہلکے پھلکے سوالات پوچھ کر اسے جنت میں داخلے کی اجازت دے دی جائے. کیونکہ اگر کسی شخص سے ہر عمل کے متعلق تفتیش شروع ہوگئی تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا حساب کتاب مشکل ہوگیا، لہٰذا اس کا بچنا بھی مشکل ہوگیا، اسی وجہ سے نبی ﷺ یہ دعا فرماتے تھے، اللھم حاسبنی حسابا یسیرا پھر جس کے حساب میں آسانی ہو جائے گی، وہ اپنے اہلِ خانہ کے پاس خوش و خرم لوٹ آئے گا اور انہیں نہایت مسرت سے اپنی کامیابی کے متعلق آگاہ کرے گا، حقیقی مسرت اور خوشی اسی دن کی ہو گی۔ ١٠ ١٥ اس آیت مبارکہ میں اُن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جنہیں ان کا نامۂ اعمال قیامت کے دن اُن کے بائیں ہاتھ میں ان کی پشت کے پیچھے سے دیا جائے گا، یہ وہ محروم لوگ ہوں گے جو آخرت کے امتحان میں ناکام قرار پائے ہوں گے، یہ لوگ چلا چلا کر موت کی دعائیں کریں گے، ان کا خیال ہوگا کہ اب تو موت کے ذریعے ہی اللہ کے عذاب سے چھٹکارا نصیب ہو سکے گا، اس کے علاوہ اللہ کے عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، لیکن نہ تو انہیں موت آئے گی اور نہ ہی ان کا چلانا اور دعائیں کرنا رنگ لائے گا، کیونکہ جس وقت دعا کرنا مفید تھا، اُس وقت وہ غرور اور تکبر سے بھرے ہوئے تھے، بے فکری اور عیش و عشرت کے ساتھ اپنے اہل خانہ کے ہمراہ رنگ رلیاں منا رہے تھے، غفلت اور لا پرواہی کی زندگی گزار رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کہاں ہوگی؟ یہ تو ایک ناممکن سی بات ہے، ایسا ہرگز نہیں ہوگا، لیکن جس دن ایسا ہو جائے گا اُس دن وہ چلائیں گے اور دعائیں کریں گے، سو اس کا انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا اور انہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا کیونکہ انہیں ان کا رب خوب اچھی طرح دیکھ رہا تھا اور ان کے ایک ایک قول اور عمل پر اس کی نگاہ تھی، وہ ان کے اعمال کا بدلہ ان کے نامۂ اعمال اور اپنے علم کامل کے مطابق ضرور دے گا۔ ١٦ ١٩ ان آیتوں میں تین چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا گیا ہے کہ تم لوگ ضرور درجہ بدرجہ اپنی منزل کی طرف بڑھتے اور اوپر چڑھتے چلے جاؤ گے، چنانچہ تمہاری منزل کی سب سے پہلی سیڑھی دنیا کی زندگی ہے، دوسری سیڑھی قبر کی برزخی زندگی ہے، تیسری سیڑھی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی ہے، چوتھی سیڑھی میدان حشر میں جمع ہونے کی ہے، پانچویں سیڑھی نامۂ اعمال دیئے جانے، وزنِ اعمال اور حساب کتاب کی ہے، چھٹی سیڑھی پل صراط کی ہے، اس درمیان نجانے اور کتنی سیڑھیاں ہیں جو ہر انسان کو بہر حال طے کرنی ہیں، اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے شفق کی قسم کھائی ہے، فیروز اللغات میں لکھا ہے کہ شفق کا اطلاق اس سرخی پر ہوتا ہے جو سورج طلوع ہونے سے پہلے اور سورج غروب ہونے کے بعد افق پر دکھائی دیتی ہے، یہ سرخی سورج کا اثر ہوتی ہے اسی لیے اس وقت تھوڑی سی روشنی افق پر رہتی ہے، اس کے بعد رات کی تاریکی پھیل جاتی ہے، چنانچہ دوسری قسم رات اور اس میں سمٹنے والی چیزوں کی ہی ہے، کیونکہ رات کا اندھیرا سب چیزوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے، انسان اور دوسرے جاندار اپنے اپنے گھروں اور ٹھکانوں میں سمٹ جاتے ہیں، کاروبار اور دیگر مشاغل زندگی بھی سمٹ جاتے ہیں، سڑکیں، بازار اور گلیاں خالی ہوجاتی ہیں اور یوں لگتا ہے کہ کسی طاقتور ذات نے ان سب کو سمیٹ کر ان کے دائروں میں محدود کر دیا ہے، تیسری چیز چاند ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے، چاند بھی آہستہ آہستہ اپنی منزلیں طے کرتا ہوا بدر کامل بنتا ہے، اسی طرح انسان بھی مختلف منزلیں طے کرتا ہوا اپنے مقصد تک پہنچے گا، سو جیسے رات، دن، چاند اور سورج کا اپنی منزلیں طے کرنا برحق ہے، اسی طرح انسان کا بھی مختلف منازل کو طے کرنا برحق ہے۔ ٢٠ ٢٥ ان آیتوں میں مشرکوں کا رویہ بیان کیا گیا ہے کہ اس قدر واضح

يُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٤﴾

يُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٢﴾	وَ	اللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِمَا	يُوْعُوْنَ ﴿٢٣﴾	فَبَشِّرْهُمْ	بِعَذَابٍ	اَلِيْمٍ ﴿٢٤﴾
وہ جھٹلاتے ہیں	اور	اللہ	زیادہ جانتا ہے	جو وہ	بھرے ہوئے دل میں	سو خوشخبری دیدے انہیں	عذاب کی	دردناک

تکذیب کرتے ہیں۔ ٢٢ اور اللہ اُن چیزوں کو خوب جانتا ہے جو وہ اپنے دلوں میں بھرے ہوئے ہیں۔ ٢٣ سو آپ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجئے۔ ٢٤

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿٢٥﴾ ع ١ ٢٥ ٩

اِلَّا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	لَهُمْ	اَجْرٌ	غَيْرُ	مَمْنُوْنٍ ﴿٢٥﴾
مگر	جو لوگ	ایمان لائے	اور	عمل کئے انہوں نے	اچھے	ان کیلئے	اجر	نہ	ختم ہونے والا

سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور اُنہیں نے نیک اعمال کئے ، کہ اُن کیلئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ ٢٥

اٰيَاتُهَا ٢٢ سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ (٨٥) (٢٧) رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿١﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿٢﴾ وَشَاهِدٍ

وَالسَّمَآءِ	ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿١﴾	وَ	الْيَوْمِ	الْمَوْعُوْدِ ﴿٢﴾	وَ	شَاهِدٍ
قسم ہے آسمان کی	برجوں والے	اور	دن کی	وعدہ کئے ہوئے	اور	حاضر ہونے والے کی

مجھے قسم ہے برجوں والے آسمان کی ۔ ١ اور وعدے کے دن کی ۔ ٢ اور قسم ہے حاضر ہونے والے کی

وَّمَشْهُوْدٍ ﴿٣﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴿٤﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿٥﴾

وَّ	مَشْهُوْدٍ ﴿٣﴾	قُتِلَ	اَصْحٰبُ	الْاُخْدُوْدِ ﴿٤﴾	النَّارِ	ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿٥﴾
اور	جس کے پاس حاضر ہوا جائے	مار پڑے	ساتھیوں پر	خندقوں کے	آگ کی	بہت سے ایندھن والی

اور جس کے پاس لوگ حاضر ہوتے ہیں ۔ ٣ خندقیں کھودنے والوں پر مار ہو ۔ ٤ بہت سے ایندھن والی آگ کی خندقیں ۔ ٥

دلائل سن کر بھی نجانے ان لوگوں کی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اب بھی ایمان نہیں لاتے اور قرآن کریم کی تلاوت سن کر سجدے کی توفیق سے محروم رہتے ہیں ، مسلمانوں کو مشرکوں کی مشابہت سے بچانے کیلئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب اس آیت کی تلاوت اپنی زبان سے کریں یا دوسروں کی زبان سے سنیں تو سجدۂ تلاوت کریں ، تا کہ وہ زبان حال سے یہ تصور کریں کہ ہمارا مشرکوں کے طور طریقے سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ہم ان سے مکمل لاتعلقی اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں ، کیونکہ مشرکین نہ صرف یہ کہ سجدے کی توفیق سے محروم رہتے ہیں بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تکذیب وتردید کرتے ہیں ، پیغمبروں کو جھٹلاتے ہیں اور آسمانی تعلیمات کا مذاق اڑاتے ہیں ، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو بے خبر نہ سمجھیں ، ان کے دلوں میں جو کچھ بھرا ہوا ہے ، اللہ تعالیٰ اس سے خوب اچھی طرح واقف ہے کہ ان میں کس قدر حسد ، عداوت ، بغض ، نفرت ، حق کی تکذیب وتردید اور اہل اللہ کے ساتھ دشمنی کے جذبات بھرے ہوئے ہیں ، ان جذبات و احساسات اور ان کے کفر کے نتیجے میں انہیں عذاب جہنم کی ''خوشخبری'' سنا دی جائے جو اُن کیلئے نہایت دردناک عذاب ہوگا ، اس عذاب سے صرف وہی لوگ بچ سکیں گے جو ایمان اور عمل صالح کی دولت سے مالا مال ہو گئے ، اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے بہترین اجر وثواب تیار کر رکھا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا اور ہمیشہ باقی رہے گا۔
الحمد للہ! آج مؤرخہ ٢٥ نومبر ٢٠١٩ء بروز پیر

سورة البروج

سورۂ بروج مکی سورت ہے ، اس میں کل حروف ٤٥٨ ، کلمات ١٠٩ ، آیات ٢٢ اور ایک رکوع ہے ، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی ''البروج'' کا لفظ آیا ہے ، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ بروج رکھا گیا ہے ، البروج دراصل ''برج'' کی جمع ہے جس کا لفظی معنی گنبد ہے ، دراصل آسمان میں دو دائرے کام کر رہے ہیں ، پہلے کو معدل النہار کہتے ہیں جو پورے عالم کو شمالی اور جنوبی دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے ، دوسرے کو منطقۃ البروج کہتے ہیں ، یہ دائرہ بارہ برجوں کے وسط پر گزرتا ہے اور بارہ برج اسی دائرے کے ٹکڑے ہیں ، زمانۂ قدیم سے ماہرین نے اس دائرے کو بارہ برابر حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے ، ان میں سے چھ برج شمالی ہیں جن کے نام حمل ، ثور ، جوزاء ، سرطان ، اسد اور سنبلہ ہیں ، جبکہ دوسرے چھ برج جنوبی ہیں ، جن کے نام میزان ، عقرب ، قوس ، جدی ، دلو اور حوت ہیں ، یہ سب فرضی نام ہیں ، ان برجوں میں ان حیوانات میں سے کوئی حیوان موجود نہیں ہے جن کے نام پر یہ برج مشہور ہیں ، اس سورت کا مرکزی مضمون یہ بیان کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت سخت ہے ، اس سلسلے میں گزشتہ اقوام کے ایک واقعے کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات کا حوالہ دیکر اہل ایمان کیلئے جنت کا وعدہ اور اہل ایمان کو ستانے والوں کیلئے عذاب جہنم کی وعید بیان کی گئی ہے۔ ١ اس آیت مبارکہ میں برجوں والے آسمان کی قسم کھائی گئی ہے ، بیشتر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد وہی بارہ آسمانی برج ہیں جن کا مفصل تذکرہ سورت کے تعارف میں گزر چکا ہے ، جبکہ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد آسمانی قلعے ہیں جہاں فرشتوں کو تعینات کیا گیا ہے ، واللہ اعلم ٢ اس آیت مبارکہ میں وعدہ کے دن کی قسم کھائی گئی ہے ، اس سے مراد قیامت کا دن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما رکھا ہے کہ یہ دن ضرور آئے گا۔ ٣ اس آیت مبارکہ میں شاہد اور مشہود دو چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے ، بعض مفسرین کے نزدیک شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے کیونکہ وہ سب شہروں میں حاضر ہوتا ہے اور مشہود سے مراد عرفہ کا دن ہے کیونکہ لوگ اس کیلئے میدان عرفات میں حاضر ہوتے ہیں ، بعض مفسرین کے نزدیک شاہد سے مراد انسان ہے کیونکہ وہ حاضر ہوگا اور مشہود سے مراد قیامت کا دن ہے کیونکہ لوگ اس کے پاس حاضر ہوں گے اور بعض مفسرین کے نزدیک شاہد سے مراد نبی ﷺ ہیں کیونکہ وہ قیامت کے دن گواہی دیں گے اور مشہود سے مراد تمام انبیاء اور ان کی امتیں ہیں کیونکہ ان کے حق میں نبی ﷺ گواہی دیں گے۔ واللہ اعلم۔ ٤ ٥ ان آیتوں میں ''اصحاب الاخدود'' کے واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ، اس کا لفظی معنیٰ ''خندقوں والے لوگ'' ہے ، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ ان پر اللہ کی مار پڑے ، انہوں نے بہت سا ایندھن جمع کر کے خندقوں میں آگ جلائی ، خود اس کے ارد گرد بیٹھے ، اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ جو شخص توحید پرستی سے باز نہ آئے ، اسے آگ کی جلتی ہوئی اس خندق میں پھینک دیں ، وہ خود بیٹھے دیکھتے رہے اور اسے ایک تماشا سمجھ کر اس سے لطف اندوز ہوتے رہے اور ان کے کارندے توحید پرستوں کو آگ میں جلاتے رہے ، اگر حقیقت معلوم کی جائے کہ وہ لوگ ان توحید

إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝٦ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ

اِذْ	هُمْ	عَلَيْهَا	قُعُوْدٌ ۝	وَّ	هُمْ	عَلٰى	مَا	يَفْعَلُوْنَ	بِالْمُؤْمِنِيْنَ
جب	وہ	اس پر	بیٹھنے والے	اور	وہ	پر	اس کے جو	وہ کر رہے تھے	ایمان والوں کے ساتھ

جب کہ وہ اُس کے سامنے بیٹھے تھے ۔ ٦ اور مؤمنین کے ساتھ وہ جو کچھ کر رہے تھے ، اُسے دیکھ بھی

شُهُوْدٌ ۝٧ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ

شُهُوْدٌ ۝	وَ	مَا	نَقَمُوْا	مِنْهُمْ	اِلَّآ	اَنْ	يُّؤْمِنُوْا	بِاللّٰهِ	الْعَزِيْزِ
دیکھنے والے	اور	نہیں	ناراض ہوئے وہ	ان سے	مگر	یہ کہ	وہ ایمان لے آئے	اللہ پر	غالب

رہے تھے ۔ ٧ اور وہ اُن سے صرف اسی بات کا بدلہ لے رہے تھے کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو کہ غالب ،

الْحَمِيْدِ ۝٨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

الْحَمِيْدِ ۝	الَّذِيْ	لَهٗ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ ۚ	وَ	اللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ
قابل تعریف	وہ جو	اس کیلئے	حکومت	آسمانوں کی	اور	زمین کی	اور	اللہ	پر	ہر ایک

قابلِ تعریف ہے۔ ٨ وہ اللہ کہ جس کے پاس آسمانوں اور زمین کی حکومت ہے ، اور اللہ ہر

شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝٩ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ

شَيْءٍ	شَهِيْدٌ ۝	اِنَّ	الَّذِيْنَ	فَتَنُوْا	الْمُؤْمِنِيْنَ	وَ	الْمُؤْمِنٰتِ	ثُمَّ	لَمْ
چیز کے	روبرو	بیشک	جو لوگ	بہکائیں	ایمان والے مردوں کو	اور	ایمان والی عورتوں کو	پھر	نہ

چیز پر گواہ ہے ۔ ٩ بیشک وہ لوگ جنہوں نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو دین سے بہکانے کی کوشش کی ، پھر توبہ

يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝١٠ اِنَّ

يَتُوْبُوْا	فَلَهُمْ	عَذَابُ	جَهَنَّمَ	وَ	لَهُمْ	عَذَابُ	الْحَرِيْقِ ۝	اِنَّ
توبہ کریں	تو ان کیلئے	عذاب	جہنم کا	اور	ان کیلئے	عذاب	جلنے کا	بیشک

نہیں کی تو اُن کیلئے جہنم کا عذاب ہے اور اُن کیلئے آگ میں جلنے کا عذاب ہے ۔ ١٠ بیشک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوْا	الصّٰلِحٰتِ	لَهُمْ	جَنّٰتٌ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا
جو لوگ	ایمان لائے	اور عمل کئے انہوں نے	اچھے	ان کیلئے	باغات	بہتی ہوں گی	سے	ان کے نیچے

وہ لوگ جو ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک اعمال کئے ، اُن کیلئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں

پرستوں سے کیوں ناراض تھے اور انہیں کس جرم کی سزا دے رہے تھے؟ تو اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں تھی کہ وہ لوگ اللہ تعالی پر ایمان کیوں لے آئے؟ وہ اللہ جو ہر قسم کی عزت کا مالک ہے، ہر طرح کی تعریف اسی کیلئے ہے، آسمانوں اور زمین کی حکومت اسی کے پاس ہے اور ہر چیز اس کی نگاہوں کے سامنے ہے، وہ ظالموں کو بھی دیکھ رہا ہے اور مظلوموں پر بھی نگاہ رکھے ہوئے ہے، اس لیے ظالم بے خوف نہ ہوں اور مظلوم تسلی رکھیں، اللہ تعالی ان کی دادرسی ضرور فرمائے گا، باقی رہی یہ بات کہ یہ واقعہ کس زمانے میں پیش آیا؟ سو اس سلسلے میں یقین سے کوئی بھی بات نہیں کہی جا سکتی ، مفسرین نے اس سے متعلق کئی واقعات نقل کیے ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور واقعہ عبداللہ بن التامر کا ہے جو امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں اور امام احمدؒ نے اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے، یہ واقعہ اس عاجز کی کتاب جواہر الحدیث کی دوسری جلد میں مفصل درج ہے، وہاں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، اگر وہی واقعہ اس کا مصداق ہو تو اس کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بنتا ہے کیونکہ اس میں ایک عیسائی راہب کا ذکر آیا ہے اور رہبانیت کی ایجاد عیسائیوں نے کی تھی۔ واللہ اعلم۔ ١٠ اس آیتِ مبارکہ میں اہل ایمان کو ستانے اور اس پر توبہ نہ کرنے والوں کی سزا بیان کی گئی ہے، اس میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جنہوں نے کسی بھی زمانے میں کسی بھی انداز میں مسلمانوں کو جانی یا مالی نقصان پہنچایا اور ان کیلئے دین پر عمل کرنے میں رکاوٹیں کھڑی کیں، پھر اپنے ان کاموں اور گناہوں پر توبہ کیے بغیر ہی مر گئے، اللہ تعالی نے ان کیلئے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور انہیں جہنم کی آگ میں ہمیشہ جلنا ہوگا، یہی سزا خندقیں کھود کر، ان میں ایندھن بھر کر، توحید پرستوں کو آگ میں جلانے والوں کیلئے بھی ہے اور یہی سزا موجودہ مشرکین مکہ کی بھی ہے۔

الْاَنْهٰرُ ۬ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴿۱۱﴾ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ

الْاَنْهٰرُ	ذٰلِكَ	الْفَوْزُ	الْكَبِيْرُ ﴿۱۱﴾	اِنَّ	بَطْشَ	رَبِّكَ	لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾	اِنَّهٗ
نہریں	وہ	کامیابی	بڑی	بیشک	پکڑ	تیرے رب کی	البتہ سخت	بیشک وہ

بہتی ہوں گی ، یہی بڑی کامیابی ہے ۔ [۱۱] بیشک آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے ۔ [۱۲] بیشک وہی

هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ

هُوَ	يُبْدِئُ	وَ	يُعِيْدُ ﴿۱۳﴾	وَ	هُوَ	الْغَفُوْرُ	الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾	ذُو الْعَرْشِ
وہی	پہلی مرتبہ کرتا ہے	اور	دوبارہ کرے گا	اور	وہ	بہت بخشنے والا	بہت محبت والا	عرش والا

پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا ۔ [۱۳] اور وہ بہت بخشنے والا ، بہت محبت کرنے والا ہے ۔ [۱۴] وہ عرش کا مالک ،

الْمَجِيْدُ ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۶﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾

الْمَجِيْدُ ﴿۱۵﴾	فَعَّالٌ	لِّمَا	يُرِيْدُ ﴿۱۶﴾	هَلْ	اَتٰىكَ	حَدِيْثُ	الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾
بڑی شان والا	کرگزرنے والا	اسے جو	چاہتا ہے	کیا	آئی تیرے پاس	خبر	لشکروں کی

بڑی شان والا ہے ۔ [۱۵] جو چاہے کر گزرتا ہے ۔ [۱۶] کیا آپ کے پاس لشکروں کی خبر پہنچی ہے ؟ [۱۷]

فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿۱۹﴾ وَّاللّٰهُ مِنْ

فِرْعَوْنَ	وَ	ثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾	بَلِ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	فِيْ	تَكْذِيْبٍ ﴿۱۹﴾	وَّ	اللّٰهُ	مِنْ
فرعون کے	اور	ثمود کے	بلکہ	جن لوگوں نے	کفر کیا	بیچ	جھٹلانے کے	اور	اللہ	سے

فرعون اور ثمود کے ۔ [۱۸] بلکہ کفر کرنے والے تو تکذیب میں پڑے ہوئے ہیں ۔ [۱۹] جبکہ اللہ نے اُن کے

وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿۲۰﴾ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾

وَّرَآئِهِمْ	مُّحِيْطٌ ﴿۲۰﴾	بَلْ	هُوَ	قُرْاٰنٌ	مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾	فِيْ	لَوْحٍ	مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾
ان کے پیچھے	احاطہ کرنے والا	بلکہ	وہ	قرآن	بڑی شان والا	بیچ	لوح کے	محفوظ کی ہوئی

پیچھے سے اُن کا احاطہ کر رکھا ہے ۔ [۲۰] بلکہ یہ بڑی شان والا قرآن ہے ۔ [۲۱] جو کہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے ۔ [۲۲]

ع ۱ / ۲۲ / ۱۰

[۱۱] اس آیت مبارکہ میں جنت کے حصول کو سب سے بڑی کامیابی قرار دیا گیا ہے اور یہ کامیابی ان لوگوں کو ملے گی جو دنیا میں ایمان لا کر اعمال صالحہ کا اہتمام کرتے رہے، اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ خوش وخرم زندگی گزاریں گے۔ [۱۲] [۱۶] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی سات صفات بیان کی گئی ہیں ،پہلی یہ کہ اس کی پکڑ بہت سخت ہے،سو جب وہ کسی کو پکڑتا ہے تو اسے کوئی چھڑا نہیں سکتا، دوسری یہ کہ پہلی مرتبہ بھی وہی پیدا کرتا ہے اور دوسری مرتبہ بھی وہی پیدا کرے گا، جب اس کیلئے پہلی مرتبہ پیدا کرنا مشکل نہیں تھا تو دوسری مرتبہ اسے مشکل کیوں ہوگی؟ تیسری یہ کہ وہ نہایت بخشنے اور معاف کرنے والا ہے اور گناہ گاروں کو معاف کر کے خوش ہوتا ہے ، چوتھی یہ کہ وہ اپنی مخلوق اور اپنے فرمانبرداروں سے بے حد محبت کرنے والا ہے، ایسے محبت کرنے والے رب کو چھوڑ کر غیروں سے دل لگانا حماقت اور نادانی کے علاوہ کیا ہوسکتا ہے؟ پانچویں یہ کہ وہ عرش عظیم کا مالک ہے، چھٹی یہ کہ وہ نہایت اونچی شان اور بزرگی والا ہے اور ساتویں یہ کہ وہ اپنے ہر ارادے کو پورا کرسکتا ہے، اس کے ارادے کی راہ میں کوئی حائل نہیں ہوسکتا اور وہ جو چاہے کرگزرتا ہے، لہٰذا وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ [۱۷] [۲۲] ان آیتوں میں سابقہ امتوں کا حوالہ دیکر موجودہ کافروں کی روش بیان کی گئی ہے ، کتنے طاقتور لشکر اور کتنے متمدن ملک تھے جنہیں اپنی وسعت ، ثروت ، سلطنت ، طاقت اور ہنرمندی پر ناز تھا، لیکن جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے سرکشی اور شرارت پر کمر باندھی تو ان کا انجام تمہارے سامنے ہے کہ کس طرح انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا، کہاں گیا وہ فرعون جو ''رب اعلیٰ'' ہونے کا دعویدار تھا؟ کہاں ہے وہ قوم ثمود جو اپنے ہنر اور کاریگری پر نازاں تھی؟ آج ان کے کھنڈرات ان کا عبرتناک انجام دکھا رہے ہیں ، اگر مشرکین مکہ بھی اپنی روش سے باز نہ آئے ، قرآن اور صاحب قرآن کی تکذیب کرتے رہے، تو وہ اس خوش فہمی میں نہ رہیں کہ وہ بچ جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے ہر سمت سے، خاص طور پر پیچھے سے، ان کا احاطہ کر رکھا ہے، وہ لوگ پیچھے سے بے خبر ہیں اس لیے اپنے کاموں میں مگن ہیں، اللہ تعالیٰ جب چاہے گا، انہیں اپنے عذاب میں جکڑ لے گا، باقی رہا قرآن مجید، تو مشرکین مکہ کی تکذیب سے اس کی عظمت واہمیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا، وہ ہمیشہ قابل تعظیم وتکریم رہا ہے اور ہمیشہ قابل احترام رہے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے سب سے اہم جگہ یعنی لوح محفوظ میں رکھا ہوا ہے، اس لیے یہ پوری طرح محفوظ بھی ہے اور ہمیشہ کیلئے قابل تعظیم وتکریم بھی، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس قرآن کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے اپنی زندگی اس کی خدمت کیلئے وقف کر رکھی ہے۔ الحمد للہ! آج مورخہ ۲۵ نومبر ۲۰۱۹ء بروز پیر

اٰيَاتُهَا ١٧ (٨٦) سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ (٣٦) رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝١ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝٢ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝٣

وَالسَّمَآءِ	وَالطَّارِقِ ۝	وَ	مَآ	اَدْرٰىكَ	مَا	الطَّارِقُ ۝	النَّجْمُ	الثَّاقِبُ ۝
قسم ہے آسمان کی	اور رات میں آنے والے کی	اور	کیا	معلوم تجھے	کیا	رات میں آنے والا	ستارہ	چمک دار

مجھے قسم ہے آسمان کی اور رات میں آنے والے کی۔ [1] اور آپ کو کیا معلوم کہ رات میں آنے والا کیا ہے؟ [2] وہ ایک چمک دار ستارہ ہے۔ [3]

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝٤ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝٥

اِنْ	كُلُّ	نَفْسٍ	لَّمَّا	عَلَيْهَا	حَافِظٌ ۝	فَلْيَنْظُرِ	الْاِنْسَانُ	مِمَّ	خُلِقَ ۝
نہیں	ہرایک	نفس	نہ ہو	اس پر	ایک نگہبان	سو دیکھنا چاہیے	انسان کو	کس چیز سے	پیدا کیا گیا

کوئی نفس ایسا نہیں جس پر ایک محافظ مقرر نہ ہو۔ [4] سو انسان کو غور کرنا چاہیے کہ اُسے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ [5]

خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝٦ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝٧ اِنَّهٗ

خُلِقَ	مِنْ	مَّآءٍ	دَافِقٍ ۝	يَّخْرُجُ	مِنْ	بَيْنِ	الصُّلْبِ	وَ	التَّرَآئِبِ ۝	اِنَّهٗ
پیدا کیا گیا	سے	پانی کے	اچھلتے ہوئے	نکلتا ہے وہ	سے	درمیان	پشت کے	اور	سینے کے	بیشک وہ

اُسے ایک اُچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔ [6] جو پشت اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔ [7] بیشک وہ

عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝٨ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝٩ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ

عَلٰى	رَجْعِهٖ	لَقَادِرٌ ۝	يَوْمَ	تُبْلَى	السَّرَآئِرُ ۝	فَمَا	لَهٗ	مِنْ	قُوَّةٍ
پر	اسے لوٹانے کے	البتہ قدرت والا	جس دن	ظاہر ہو جائیں گے	بہت سے راز	سو نہیں	اس کیلئے	سے	کوئی طاقت

اُسے لوٹا کر لانے پر قدرت رکھتا ہے۔ [8] جس دن راز کی باتیں ظاہر ہو جائیں گی۔ [9] تو اُس کے پاس نہ کوئی طاقت ہو گی

وَّلَا نَاصِرٍ ۝١٠ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝١١ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝١٢

وَّ	لَا	نَاصِرٍ ۝	وَالسَّمَآءِ	ذَاتِ الرَّجْعِ ۝	وَ	الْاَرْضِ	ذَاتِ الصَّدْعِ ۝
اور	نہ	کوئی مددگار	قسم ہے آسمان کی	بارش لانے والے	اور	زمین کی	پھٹ جانے والی

اور نہ کوئی مددگار۔ [10] مجھے قسم ہے بارش لانے والے آسمان کی۔ [11] اور قسم ہے پھٹ جانے والی زمین کی۔ [12]

سورۂ طارق مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۲۷۱، کلمات ۷۲، آیات ۱۷ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی "الطارق" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ طارق رکھا گیا ہے، طارق کا لفظی معنی رات کو اچانک بلا اطلاع آنے والا ہے یعنی اگر کوئی شخص سفر پر گیا ہوا ہو، کسی دن وہ اپنے اہل خانہ کو اطلاع کئے بغیر رات کے وقت اچانک گھر آ جائے تو اسے طارق کہا جاتا ہے، لیکن یہاں یہ معنی مراد نہیں ہے جیسا کہ آیت کی تفسیر میں آ رہا ہے، اس سورت میں ہر شخص پر محافظ مقرر ہونے، انسان کو اپنے مادۂ تخلیق پر غور کرنے اور قرآن کریم کے برحق ہونے پر کلام کرتے ہوئے کافروں کو تھوڑی سی مہلت دینے کا ذکر کیا گیا ہے، جس شخص کو کسی خطرناک دشمن سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، وہ چالیس دن تک سورۂ طارق کی تلاوت کرے اور آخری تین آیتوں کو روزانہ چالیس مرتبہ پڑھ لیا کرے، اللہ تعالیٰ اس کی غیبی حفاظت فرمائے گا انشاء اللہ۔ [1] [3] ان آیتوں میں قسم اور جوابِ قسم دونوں جمع ہو گئے ہیں، قسم دو چیزوں کی کھائی گئی ہے، ان میں سے پہلی چیز آسمان ہے، اور دوسری چیز طارق ہے، لغت کے اعتبار سے طارق کا معنی سب کو معلوم ہے جیسا کہ اوپر تعارفِ سورت میں گزرا، لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ یہاں بھی وہی معنی مراد ہے یا کوئی اور معنی، اس لئے فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ طارق سے کیا مراد ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس لئے ہم تمہیں بتائے دیتے ہیں کہ یہاں اس سے مراد چمکتا ہوا ستارہ اور شہاب ثاقب ہے، ایک مرتبہ خواجہ ابو طالب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک ایک شہاب ثاقب قریب آ گیا، وہ فکر مند ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں بتایا کہ یہ آسمانی وحی کی حفاظت کا غیبی انتظام ہے، جب بھی کوئی شیطان یا جن آسمانی خبر لیکر بھاگتا ہے تو یہ شہابِ ثاقب اس کی پیٹھ پر کوڑے کی طرح برستا ہے اور اسے جلا کر راکھ کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان دو چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ ہم نے ہر انسان کی حفاظت کیلئے محافظ فرشتے مقرر کئے ہوئے ہیں جو دن رات مختلف شیاطین اور آفتوں سے ان کی حفاظت کرتے ہیں، اگر یہ محافظ فرشتے نہ ہوں تو شیاطین انسان کی ایک ایک بوٹی اچک کر لے جائیں، اب انسان کو چاہئے کہ اس پہلو پر غور کرے کہ جس رب نے اس کی حفاظت کا ایسا مضبوط غیبی انتظام فرما رکھا ہے، اس نے اپنی وحی کی حفاظت کا کیسا مضبوط انتظام کیا ہوگا۔ [5] [10] ان آیتوں میں انسان کو اپنی پہلی تخلیق پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے اور اس کے ذریعے مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کے برحق ہونے پر استدلال کیا گیا ہے، انسان اس چیز کو ناممکن سمجھتا ہے کہ اسے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا، کیا وہ اپنی پہلی پیدائش کو بھول گیا؟ کیا اس نے یہ نہیں سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی مرتبہ اسے کس چیز سے پیدا کیا تھا؟ پانی کے ایک ایسے قطرے سے جو خواہش نفس کے غلبے سے اپنی جگہ سے اچھل کر نکلتا ہے اور جب وہ پانی نکل جاتا ہے تو انسان پر سکون ہو جاتا ہے اور اس کی خواہش کا زور ٹوٹ جاتا ہے، اس مادہ منویہ کا مرکز انسانی جسم میں اس کی پیٹھ اور سینے کا درمیانی حصہ ہے، جب کوئی مرد اور عورت تنہائی میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور مرد کا مادۂ منویہ اپنی جگہ سے جدا ہو کر عورت کے مادۂ منویہ سے اس کے رحم میں جا کر ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے تو ایک نئے انسان کی تخلیق کے مراحل شروع ہو جاتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ انسان کو اس طرح پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے تو کیا اس کیلئے مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنا مشکل ہے؟ ہرگز نہیں، یقیناً وہ انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر مکمل قدرت رکھتا ہے اور جس دن وہ انہیں زندہ کرے گا، اس دن کوئی راز، راز نہیں رہے گا، سب راز کھل جائیں گے اور سب کی قلعی کھل جائے گی، اس دن نہ کوئی طاقتور ہوگا اور نہ کوئی معاون اور مددگار، اور اس دن انسان نہ تو اپنا بچاؤ خود کر سکے گا اور نہ کوئی دوسرا اس کی مدد کو آئے گا۔ [11] [14] ان آیتوں میں دو چیزوں کی قسم کھا کر قرآنِ کریم کا برحق ہونا ثابت کیا گیا

إِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝١٣ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝١٤ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝١٥

إِنَّهٗ	لَقَوْلٌ	فَصْلٌ ۝	وَ	مَا	هُوَ	بِالْهَزْلِ ۝	إِنَّهُمْ	يَكِيدُونَ	كَيْدًا ۝
بیشک یہ	البتہ کلام	فیصلہ کن	اور	نہیں	وہ	مذاق	بیشک وہ	تدبیر کر رہے ہیں	ایک تدبیر

بیشک یہ ایک فیصلہ کن کلام ہے۔ ⑬ یہ کوئی مذاق نہیں ہے۔ ⑭ یقیناً وہ لوگ بھی تدبیر کر رہے ہیں۔ ⑮

وَّأَكِيدُ كَيْدًا ۝١٦ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝١٧

وَ	أَكِيدُ	كَيْدًا ۝	فَمَهِّلِ	الْكٰفِرِينَ	أَمْهِلْهُمْ	رُوَيْدًا ۝
اور	میں تدبیر کر رہا ہوں	ایک تدبیر	سو مہلت دیدے	کافروں کو	مہلت دیدے انہیں	تھوڑی سی مہلت دیدے

اور میں بھی ایک تدبیر کر رہا ہوں۔ ⑯ اس لئے آپ کافروں کو مہلت دے دیجئے، انہیں تھوڑی سی ڈھیل دے دیجئے۔ ⑰

ایاتہا ١٩ — (٨٧) سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ (٨) — رکوعہا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝١ الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝٢ وَالَّذِىْ

سَبِّحِ	اسْمَ	رَبِّكَ	الْاَعْلَى ۝	الَّذِىْ	خَلَقَ	فَسَوّٰى ۝	وَ	الَّذِىْ
تسبیح کرو	نام کی	اپنے رب کے	سب سے برتر	جس نے	پیدا کیا	پھر برابر کیا	اور	جس نے

اپنے رب کے نام کی تسبیح بیان کیجئے جو سب سے برتر ہے۔ ① جس نے پیدا کیا، پھر برابر کیا۔ ② اور جس نے اندازہ

قَدَّرَ فَهَدٰى ۝٣ وَالَّذِىْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝٤ فَجَعَلَهٗ غُثَاۗءً

قَدَّرَ	فَهَدٰى ۝	وَ	الَّذِىْٓ	اَخْرَجَ	الْمَرْعٰى ۝	فَجَعَلَهٗ	غُثَاۗءً
اندازہ کیا	پھر ہدایت دی	اور	جس نے	نکالا	چارہ	سو کر دیا اسے	کوڑا کرکٹ

مقرر کیا، پھر ہدایت دی۔ ③ اور جس نے چارہ نکالا۔ ④ پھر اُسے سیاہ کوڑا کرکٹ

اَحْوٰى ۝٥ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝٦ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ

اَحْوٰى ۝	سَنُقْرِئُكَ	فَلَا	تَنْسٰٓى ۝	اِلَّا	مَا	شَاۗءَ	اللّٰهُ	اِنَّهٗ	يَعْلَمُ
سیاہ	عنقریب ہم تجھے پڑھائیں گے	سو نہیں	بھولے گا تو	مگر	جو	چاہے	اللہ	بیشک وہ	جانتا ہے

بنا دیا۔ ⑤ ہم آپ کو ضرور پڑھائیں گے، سو آپ نہیں بھولیں گے۔ ⑥ سوائے اُس کے جو اللہ چاہے، کیونکہ وہ ظاہر اور

ہے، پہلی قسم بارش لانے والے آسمان کی ہے، دوسری قسم زمین کی ہے کہ جب وہ پھٹتی ہے تو اس سے مختلف قسم کی نباتات اور پیداوار حاصل ہوتی ہے، آسمان سے بارش اور زمین سے پیداوار حاصل ہونا ایک مستقل جہان ہے جس کی اپنی باریکیاں اور نزاکتیں ہیں، ان باریکیوں اور نزاکتوں کا خیال رکھنا مخلوق کے بس کی بات نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور صرف وہی یہ کام کر سکتا ہے، ع ١٧/١ ١١
ساری دنیا اس سے فائدہ اٹھاتی ہے اور اسے ایک ایسی حقیقت سمجھتی ہے جس کا انکار سوائے جہالت اور ہٹ دھرمی کے کچھ نہیں ہے، اس حقیقت سے ایک اور حقیقت کی طرف ذہن متوجہ ہو جاتا ہے کہ اگر آسمان سے بارش برسنا اور زمین سے پیداوار حاصل ہونا برحق ہے تو آسمان سے قرآن نازل ہونا اور زمین پر اس کے عمل کی کھیتی تیار ہونا برحق کیوں نہیں ہے؟ وہ کھیل تماشا اور شاعرانہ کلام کیوں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ یہ ایک فیصلہ کن کلام ہے جو حق اور باطل کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دیتا ہے، یہ کوئی کھیل تماشا نہیں ہے کہ اسے مذاق سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے، ایک حدیث میں قرآن کریم کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اس کتاب میں تم سے پہلوں کے احوال، بعد والوں کے واقعات اور درمیان والوں کیلئے فیصلے ہیں، یہ فیصلہ کن کلام ہے، مذاق نہیں ہے، جو کوئی ظالم اسے ترک کرے گا، اللہ اُسے پارہ پارہ کر دے گا اور جو شخص اس کے علاوہ کسی اور چیز میں ہدایت تلاش کرے گا، اللہ اسے گمراہ کر دے گا، یہ اللہ کی مضبوط رسی ہے، یہ حکمت والا ذکر ہے، یہ سیدھا راستہ ہے، اس کی موجودگی میں خواہشات کجی کا شکار نہیں ہو سکتیں، علماء کو اس سے کبھی سیرابی نہیں ہوگی، کثرتِ تلاوت کی وجہ سے یہ پرانا نہیں ہوگا اور اس کے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں گے۔ ⑮ ⑰ ان آیتوں میں کافروں اور مشرکوں کو تھوڑی سی ڈھیل اور مہلت دینے کی سفارش کی گئی ہے کہ اگر یہ لوگ منصوبے اور سازشیں تیار کر رہے ہیں تو انہیں اپنے دل کی حسرت نکال لینے دیجئے اور انہیں تھوڑی سی مہلت دے دیجئے، میری خفیہ تدبیر اپنی جگہ کام کر رہی ہے، ان کی سازشیں اور منصوبے ناکام ہو کر اپنی موت آپ مر جائیں گے اور میں اپنی مضبوط اور ناقابلِ شکست تدبیر کے ساتھ ان پر غالب آجاؤں گا، اس لئے اگر انہیں کچھ وقت خوش ہونے کیلئے دیدیا جائے تو کیا حرج ہے؟ الحمدللہ! آج مورخہ ٢٦ نومبر ٢٠١٩ بروز منگل

سورة الاعلی

سورۃ الاعلیٰ مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ٢٨٤، کلمات ٧٢، آیات ١٩ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی "الاعلیٰ" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ اعلیٰ رکھا گیا ہے، اعلیٰ کا لفظی معنی سب سے بلند چیز ہے، یہ لفظ اردو زبان میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے، یہاں یہ لفظ "رب" کی صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے، فرعون خود کو "رب اعلیٰ" کہلواتا تھا، حالانکہ وہ ایک عاجز اور بے بس بندہ تھا، رب اعلیٰ ہونے کیلئے جن صفات کا پایا جانا ضروری ہے، اس سورت میں ان کا مختصر حوالہ دیا گیا ہے، اس کے علاوہ لوگوں کو نصیحت کرتے رہنے کی تاکید کی گئی ہے اور ان لوگوں کو کامیاب قرار دیا گیا ہے جو تزکیہ نفس کے مراحل سے گزر کر اپنی اصلاح کر لیں۔ ① ⑤ ان آیتوں میں ایک حکم اور چھ صفات بیان کی گئی ہیں، حکم یہ کہ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کرو، اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے اس آیت کے نازل ہونے پر صحابہ کرام ؓ سے فرمایا کہ اپنے سجدوں میں اس تسبیح کو شامل کر لو، اسی وجہ سے سجدے میں "سبحان ربی الاعلیٰ" کی جو تسبیح پڑھی جاتی ہے، اس کے الفاظ اسی آیت سے لئے گئے ہیں، آیت کے الفاظ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ

الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ⑦ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ⑧ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ

الْجَهْرَ	وَ	مَا	يَخْفٰى ⑦	وَنُيَسِّرُكَ	لِلْيُسْرٰى ⑧	فَذَكِّرْ	اِنْ	نَّفَعَتِ
ظاہر کو	اور	جو	چھپ گیا	اور ہم آسان کردیں گے تجھے	آسانی کیلئے	سو نصیحت کرتو	اگر	فائدہ دے

پوشیدہ سب جانتا ہے۔ ⑦ اور ہم آپ کیلئے آسانی کے اسباب فراہم کر دیں گے۔ ⑧ سو اگر نصیحت کرنا فائدہ مند ہو تو آپ

الذِّكْرٰى ⑨ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ⑩ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ⑪

الذِّكْرٰى ⑨	سَيَذَّكَّرُ	مَنْ	يَّخْشٰى ⑩	وَيَتَجَنَّبُهَا	الْاَشْقَى ⑪
نصیحت کرنا	عنقریب نصیحت حاصل کرے گا	جو کوئی	ڈرتا ہو	اور بچے گا اس سے	سب سے بدبخت

نصیحت کیجئے۔ ⑨ عنقریب وہ شخص نصیحت قبول کر لے گا جو ڈرتا ہو۔ ⑩ اور بد بخت آدمی اُس سے پہلو تہی کرتا رہے گا۔ ⑪

الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ⑫ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ⑬

الَّذِيْ	يَصْلَى	النَّارَ	الْكُبْرٰى ⑫	ثُمَّ	لَا	يَمُوْتُ	فِيْهَا	وَ	لَا	يَحْيٰى ⑬
جو	داخل ہوگا	آگ میں	بڑی	پھر	نہ	مرے گا وہ	اُسمیں	اور	نہ	جیے گا

وہ جو بڑی آگ میں داخل ہو گا۔ ⑫ پھر وہ اس میں نہ مرے گا اور نہ جیے گا۔ ⑬

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ⑭ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ⑮ بَلْ

قَدْ	اَفْلَحَ	مَنْ	تَزَكّٰى ⑭	وَ	ذَكَرَ	اسْمَ	رَبِّهٖ	فَصَلّٰى ⑮	بَلْ
یقیناً	کامیاب ہوگیا	جس نے	تزکیہ کرلیا	اور	ذکر کیا	نام کا	اپنے رب کے	سو نماز پڑھی	بلکہ

یقیناً وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا۔ ⑭ اور اپنے رب کا نام لیکر نماز پڑھی۔ ⑮ بلکہ تم

تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ⑯ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ⑰ اِنَّ هٰذَا

تُؤْثِرُوْنَ	الْحَيٰوةَ	الدُّنْيَا ⑯	وَ	الْاٰخِرَةُ	خَيْرٌ	وَّ	اَبْقٰى ⑰	اِنَّ	هٰذَا
تم ترجیح دیتے ہو	زندگی کو	دنیا کی	اور	آخرت	سب سے بہتر	اور	زیادہ باقی رہنے والی	بیشک	یہ

دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ ⑯ اور آخرت ہی سب سے بہتر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والی ہے۔ ⑰ بیشک یہ بات

لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ⑱ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ⑲

لَفِي	الصُّحُفِ	الْاُوْلٰى ⑱	صُحُفِ	اِبْرٰهِيْمَ	وَ	مُوْسٰى ⑲
البتہ بیچ	صحیفوں کے	پہلے	صحیفوں میں	ابراہیم کے	اور	موسیٰ کے

پہلے صحیفوں میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ ⑱ یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔ ⑲

ع ۱ ۱۹ ۱۲

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت ہے، اسی طرح اس کا نام بھی بابرکت ہے اسی لئے یہ فرمایا گیا ہے کہ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کرو، کیونکہ اس میں ایک عظیم صفات پائی جاتی ہیں جو کسی اور میں نہیں پائی جاتیں، پہلی صفت یہ کہ وہ ''الاعلیٰ'' ہے، یعنی وہ سب سے برتر اور بلند ہے، اس سے اوپر کوئی نہیں ہے، اس لئے وہی ربّ اعلیٰ ہے، کوئی اور نہیں، دوسری یہ کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز کو اُسی نے پیدا کیا ہے، تیسری یہ کہ اسی نے ہر چیز کو ہموار اور برابر کر کے اس کے جوڑ بند متناسب رکھے ہیں، چونکہ انسان کا خالق بھی وہی ہے لہٰذا اسی نے انسان کے اعضاء اور جوڑ بھی ہموار کئے ہیں، چوتھی یہ کہ اُسی نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا اور انسان کی تقدیر لکھی ہے، پانچویں یہ کہ وہی اپنے بندوں کو ہدایت دیتا ہے، اگر وہ کسی کو گمراہ کرنے کا فیصلہ کر لے تو ساری دنیا مل کر بھی اسے ہدایت نہیں دے سکتی، اور چھٹی یہ کہ زمین سے سبزہ اور چارہ وہی نکالتا ہے، وہی اسے خوشنما بناتا ہے اور وہی اسے سیاہ کوڑا کرکٹ بناتا ہے، اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال ہو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے بیان میں کوڑا کرکٹ بنانے کا تذکرہ مناسب نہیں لگتا کیونکہ یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں تو یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ دنیا کے ہر عروج کو زوال سے بدلنا اللہ تعالیٰ کے مکمل اختیار میں ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ آج کے ترقی یافتہ دور میں کوڑا کرکٹ سے بھی بہت سے کام لئے جا رہے ہیں، یہاں تک کہ اس سے بجلی تیار کر کے لوگوں کی ضرورت پوری کی جا رہی ہے، اس اعتبار سے یہ بھی ایک مفید چیز بن گئی ہے۔ ⑥ ⑧ ان آیتوں میں روئے سخن نبی اکرم ﷺ کی طرف ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ کو قرآن ہم خود پڑھائیں گے، سبحان اللہ، پڑھنے والا بھی کیسا عظیم اور پڑھانے والا بھی کیسا عظیم، شاگرد اور استاد دونوں بے مثل و بے مثال، لہٰذا یہاں اشتباہ والتباس کا کوئی امکان ہی نہیں ہے اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جو پڑھا دے، وہ آپ بھول جائیں، اس لئے یہ خطرہ بھی دل میں نہیں رہنا چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ وحی کا کچھ حصہ بھول جائیں گے، البتہ اگر اللہ تعالیٰ کو کسی خاص حکمت کی وجہ سے کوئی سورت یا آیت یا اس کا کچھ حصہ منسوخ کرنا منظور ہوا اور وہ آپ کو یاد نہ رہا تو یہ ممکن ہے، چنانچہ منسوخ آیات میں ایسا ہی ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ بھی فرمایا ہے کہ ہم آپ کیلئے وحی کو یاد رکھنے کے ایسے اسباب مہیا کر دیں گے کہ وہ آپ کیلئے نہایت آسان ہو جائے گی اور اسے یاد رکھنے کیلئے آپ کو کسی قسم کا تردد نہیں کرنا پڑے گا اور اللہ کیلئے ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں ہے، وہ قادر مطلق بھی ہے اور اس کا علم بھی کامل ہے، چنانچہ وہ ظاہر اور باطن سب کچھ جانتا ہے، وہ اپنے پیغمبر کی ظاہری اور باطنی استعداد سے بھی خوب اچھی طرح واقف ہے، اس لئے وہ ان کی ہر قسم کی استعداد کو کام میں لائے گا۔ ⑨ ⑬ ان آیتوں میں نبی اکرم ﷺ کو لوگوں کے سامنے نصیحت کرنے کی تاکید کرتے ہوئے لوگوں کی دو حالتیں بیان کی گئی ہیں، چونکہ نبی اکرم ﷺ کو ''مذکر'' بنا کر بھیجا گیا تھا اس لئے اس منصب کا یہ تقاضا تھا کہ آپ لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے رہیں، اگر توقع ہو کہ مخاطب اس نصیحت کا اثر قبول کرے گا تو اسے نصیحت کرنا فرض اور واجب ہو جاتا ہے اور اگر بار بار کی

اٰيَاتُهَا ٢٦ (٨٨) سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ (٦٨) رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝٢

هَلْ	اَتٰىكَ	حَدِيْثُ	الْغَاشِيَةِ ۝١	وُجُوْهٌ	يَّوْمَئِذٍ	خَاشِعَةٌ ۝٢
کیا	تیرے پاس آئی	خبر	ڈھانپ لینے والی کی	بہت سے چہرے	اس دن	جھکنے والے

کیا آپ کے پاس اُس ڈھانپ لینے والی قیامت کی خبر پہنچی ہے؟ ۝١ اُس دن بہت سے چہرے جھکے ہوئے ہوں گے ۝٢

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝٣ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝٤ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝٥

عَامِلَةٌ	نَّاصِبَةٌ ۝٣	تَصْلٰى	نَارًا	حَامِيَةً ۝٤	تُسْقٰى	مِنْ	عَيْنٍ	اٰنِيَةٍ ۝٥
محنت کرنے والے	جھکے ہوئے	داخل ہوں گے	آگ میں	دہکتی ہوئی	پلایا جائیگا	سے	چشمے کے	کھولتے ہوئے

محنت کرنے والے، جھکے ہوئے۔ ۝٣ وہ دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ ۝٤ انہیں کھولتے ہوئے چشمے کا پانی پلایا جائیگا۔ ۝٥

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝٦ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ

لَيْسَ	لَهُمْ	طَعَامٌ	اِلَّا	مِنْ	ضَرِيْعٍ ۝٦	لَّا	يُسْمِنُ	وَ	لَا	يُغْنِيْ	مِنْ
نہیں	ان کیلئے	کوئی کھانا	مگر	سے	کانٹے دار	نہیں	صحت مند کرے گا	اور	نہ	کام آئے گا	سے

اُن کیلئے کانٹے دار درخت کے علاوہ کوئی کھانا نہ ہوگا۔ ۝٦ جو نہ صحت مند کرے گا اور نہ بھوک میں

نصیحت کے باوجود مخاطب پر اس کا کوئی اثر نہ ہو تو اسے نصیحت کرنے کی تاکید ختم ہو کر اس کا استحباب باقی رہ جاتا ہے، غالباً اسی پہلو کی طرف اشارہ کرنے کیلئے یہاں یہ فرمایا ہے کہ اگر نصیحت کرنا فائدہ مند ہو تو آپ نصیحت کیجئے، یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ وعظ و نصیحت کا مخاطب دو میں سے کوئی ایک شخص ہوگا، یا تو وہ اس نصیحت کا اثر قبول کرے گا یا نہیں، اگر وہ اثر قبول کر لے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دل میں خشیت الٰہی کی صفت پیدا ہوگئی ہے اور وہ عظمتِ الٰہی کے رعب سے متاثر ہو گیا ہے اور اگر وہ اثر قبول نہ کرے تو یہ اس کے محروم اور بد نصیب ہونے کی علامت ہے، ایسا شخص جہنم میں داخل ہوگا، اس کی آگ ہر آگ سے بڑی اور گرم ہے، وہاں نہ وہ مُردوں میں ہوگا اور نہ زندوں میں، اس کی زندگی مُردوں سے بدتر ہوگی، نہ زندگی کی راحت نصیب ہوگی اور نہ موت آ کر اس کی مصیبتوں کا خاتمہ کرے گی۔ ١٤ ١٥ ان آیتوں میں اُس شخص کو کامیاب قرار دیا گیا ہے جو تزکیۂ نفس کے نتیجے میں نفس کی برائیوں اور باطنی اخلاقی بیماریوں سے بچ جائے، اس کیلئے انسان کو کسی شیخِ کامل کی رہنمائی میں اپنی اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ نفس کی بہت سی برائیاں ایسی ہوتی ہیں جن کی طرف عام انسان کی توجہ ہی نہیں جاتی، اس لئے اسے ان کی اصلاح کی فکر بھی نہیں ہوتی، پھر جب انسان کا نفس باطنی بیماریوں مثلاً حسد، کینہ، عداوت، تکبر اور دیگر بیماریوں سے پاک ہو جاتا ہے تو وہ آئینے کی طرح روشن اور منجھے ہوئے برتن کی طرح صاف ہو جاتا ہے، کامیابی کیلئے دوسرا کام یہ ہے کہ انسان ذکر اللہ کا اہتمام کرے، اس سے اس کے دل کو جلا اور روشنی ملے گی اور تیسرا یہ کہ نماز پڑھے، کیونکہ نماز در حقیقت اللہ تعالیٰ سے مناجات کا نام ہے، لہٰذا اس کے نتیجے میں اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہوگا اور یہی کامیابی اور ترقی کی علامت ہے۔ ١٦ ١٩ ان آیتوں میں حضرت ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں سے ایک مضمون بیان کیا گیا ہے، یہی مضمون دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کا بھی حصہ ہے کہ تزکیۂ نفس، ذکر اللہ اور نماز کا اہتمام کرنے والے ہی کامیاب ہوتے ہیں لیکن تم لوگ دنیا کی فانی زندگی اور نقد منافع کو آخرت کی دائمی زندگی اور بعد میں ملنے والے اجر و ثواب پر ترجیح دیتے ہو، حالانکہ دنیا کا نقد تھوڑا بھی ہے اور ختم ہو جانے والا بھی ہے، جبکہ آخرت کا اجر و ثواب ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور وہ کبھی ختم نہ ہوگا اگرچہ اس کیلئے تمہیں تھوڑا سا انتظار کرنا پڑتا ہے، بہتر ہے کہ تم انتظار کرو اور آخرت کے ثواب پر دنیا کے منافع کو ترجیح نہ دو۔ الحمد للہ! آج مورخہ ٢٦ نومبر ٢٠١٩ بروز منگل

سورة الغاشية

سورۂ غاشیہ مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ١٣٣١، کلمات ٩٢، آیات ٢٦ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی 'اَلْغَاشِيَةُ' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ غاشیہ رکھا گیا ہے، غاشیہ کا لفظی معنی ڈھانپ لینے والی چیز ہے، یہاں مراد قیامت کا دن ہے کیونکہ وہ ساری مخلوق کو ڈھانپ لے گا اور سائبان کی طرح ان پر چھا جائے گا، اس سورت میں اہل جنت اور اہل جہنم کے چند احوال بیان کر کے لوگوں کو قدرت کی نشانیوں پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے اور آخر میں نبی علیہ السلام کو اپنا فریضۂ تذکیر و نصیحت ادا کرتے رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ١ اس آیت مبارکہ میں روئے سخن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے اور مراد ہر مخاطب ہے، اور آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کیا آپ تک قیامت کے اہوال و احوال کی خبر اور اطلاع پہنچی ہے؟ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ایک ایسا دن آنے والا ہے جو اپنے حوادث اور عجائبات کے ساتھ ساری مخلوق کو ڈھانپ لے گا؟ آیئے آپ کو اس کے کچھ احوال سناتے ہیں۔ ٢ ٧ ان آیتوں میں کافروں اور گنہگاروں کا انجام بیان کیا گیا ہے جنہیں قیامت کا دن اپنی آفتوں، مصیبتوں اور آزمائشوں کے ساتھ گھیر لے گا اور عذاب الٰہی اپنی لپیٹ میں لیکر انہیں ڈھانپ لے گا، یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی آنکھیں شرمندگی کی وجہ سے جھکی ہوئی ہوں گی اور چہروں پر ذلت چھا رہی ہوگی، دنیا کی زندگی میں دنیا کی خاطر محنت کرنے کی وجہ سے آج وہ تھکاوٹ سے چور ہوں گے، اپنے برے انجام کا سوچ کر ان کی تھکاوٹ اور افسردگی مزید بڑھ جائے گی، پھر انہیں جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا جائے گا، وہاں انہیں پینے کیلئے جو پانی دیا جائے گا، وہ نہایت گرم اور کھولتے ہوئے چشمے کا پانی ہوگا جسے پینے سے پیاس تو کیا بجھے گی، الٹے مصیبت میں پڑ جائیں گے، ہونٹ جھلس جائیں گے اور انتڑیاں کٹ کر باہر نکل پڑیں گی، پیٹ بھرنے کیلئے انہیں جو کھانا دیا جائے گا، اس کا حال بھی مشروبات سے مختلف

جُوْعٍ ۝٧ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝٨ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝٩ فِيْ جَنَّةٍ

جُوْعٍ ۝	وُجُوْهٌ	يَّوْمَئِذٍ	نَّاعِمَةٌ ۝	لِّسَعْيِهَا	رَاضِيَةٌ ۝	فِيْ	جَنَّةٍ
بھوک کے	بہت سے چہرے	اس دن	تروتازہ	اپنی محنت پر	خوش ہونے والے	میں	باغ کے

کسی کام آئے گا ۔ [7] بہت سے چہرے اُس دن تروتازہ بھی ہوں گے ۔ [8] اپنی محنت پر خوش ہوں گے ۔ [9] بلند وبالا باغ میں

عَالِيَةٍ ۝١٠ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝١١ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝١٢ فِيْهَا سُرُرٌ

عَالِيَةٍ ۝	لَّا	تَسْمَعُ	فِيْهَا	لَاغِيَةً ۝	فِيْهَا	عَيْنٌ	جَارِيَةٌ ۝	فِيْهَا	سُرُرٌ
بلند	نہ	سنیں گے	اسمیں	کوئی بیہودگی	اسمیں	چشمہ	بہتا ہوا	اسمیں	تخت

ہوں گے ۔ [10] وہاں وہ کوئی بیہودہ بات نہ سنیں گے ۔ [11] وہاں بہتا ہوا چشمہ ہوگا ۔ [12] وہاں اونچے رکھے ہوئے

مَّرْفُوْعَةٌ ۝١٣ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝١٤ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝١٥

مَّرْفُوْعَةٌ ۝	وَّ	اَكْوَابٌ	مَّوْضُوْعَةٌ ۝	وَّ	نَمَارِقُ	مَصْفُوْفَةٌ ۝
اونچے رکھے ہوئے	اور	کٹورے	سامنے چنے ہوئے	اور	گاؤ تکیے	برابر بچھے ہوئے

تخت ہوں گے ۔ [13] اور سامنے چنے ہوئے کٹورے ۔ [14] اور برابر بچھے ہوئے گاؤ تکیے ۔ [15]

وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝١٦ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝١٧ وَاِلَى

وَّ	زَرَابِيُّ	مَبْثُوْثَةٌ ۝	اَفَلَا	يَنْظُرُوْنَ	اِلَى	الْاِبِلِ	كَيْفَ	خُلِقَتْ ۝	وَ	اِلَى
اور	مخملی قالین	پھیلے ہوئے	تو کیا نہیں	دیکھتے وہ	طرف	اونٹ کے	کیسے	پیدا کیا گیا	اور	طرف

اور جگہ جگہ پھیلے ہوئے مخملی قالین ۔ [16] کیا وہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ اُنہیں کیسے پیدا کیا گیا ؟ [17] اور آسمان

السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝١٨ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝١٩ وَاِلَى

السَّمَاءِ	كَيْفَ	رُفِعَتْ ۝	وَ	اِلَى	الْجِبَالِ	كَيْفَ	نُصِبَتْ ۝	وَ	اِلَى
آسمان کے	کیسے	بلند کیا گیا	اور	طرف	پہاڑوں کے	کیسے	نصب کیا گیا	اور	طرف

کو ، کہ اُسے کیسے بلند کیا گیا ؟ [18] اور پہاڑوں کو ، کہ اُنہیں کیسے نصب کیا گیا ؟ [19] اور زمین

الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝٢٠ فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝٢١ لَسْتَ

الْاَرْضِ	كَيْفَ	سُطِحَتْ ۝	فَذَكِّرْ	اِنَّمَآ	اَنْتَ	مُذَكِّرٌ ۝	لَسْتَ
زمین کے	کیسے	بچھائی گئی	سو نصیحت کرتو	وہ تو صرف	تو	نصیحت کرنے والا	نہیں ہے تو

کو ، کہ اُسے کیسے بچھایا گیا ؟ [20] سو آپ نصیحت کرتے رہیے ، کیونکہ آپ نصیحت ہی کرنے والے ہیں ۔ [21] آپ

نہ ہوگا، ان کا کھانا ''ضریع'' ہوگا، یہ جہنم کے ایک کانٹے دار درخت کا نام ہے، اہل جہنم جب اس کا پھل توڑ کر کھائیں گے تو اس کے کانٹے ان کے حلق میں چبھ جائیں گے، جیسے کوئی شخص مچھلی کھا رہا ہو اور اس کے حلق میں کانٹا چبھ جائے تو وہ تکلیف کی شدت سے بے حال ہو جاتا ہے، اس کی آنکھیں ابل کر باہر آ جاتی ہیں اور بعض اوقات اس سے انسان کی موت بھی واقع ہو جاتی ہے، ایسا کھانا انسان کی صحت میں بہتری کا سبب بنتا ہے اور نہ ہی اس کی بھوک مٹاتا ہے بلکہ اس کی صحت اور اس سے بڑھ کر اس کی زندگی کو خطرے میں ڈال دیتا ہے، ضریع کو بھی ایسے ہی سمجھنا چاہئے۔ [8] [16] ان آیتوں میں ایمان اور عمل صالح سے مزین نامہ اعمال والوں کیلئے تیار کردہ بہترین انعامات کا اعلان کیا گیا ہے، پہلا انعام یہ کہ اُس دن اُن کے چہرے پھول کی طرح کھلے ہوئے اور تازہ ہوں گے، دوسرا انعام یہ کہ وہ دنیا میں کی گئی اپنی محنت پر خوش اور مطمئن ہوں گے اور انہیں تسلی ہوگی کہ ان کی محنت رائیگاں نہیں گئی، تیسرا انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے عالیشان باغات تیار کر رکھے ہیں، چوتھا انعام یہ کہ جنت میں ان کے کان ہر قسم کی تکلیف دہ اور لغویات سننے سے محفوظ ہوں گے، کوئی بیہودہ بات ان کے کان میں نہ پڑے گی، پانچواں انعام یہ کہ ان کیلئے چشمے بہہ رہے ہوں گے اور چھٹا انعام یہ کہ وہاں ان کی راحت، آسائش اور آرائش کا مکمل سامان موجود ہوگا، نہایت عمدہ ترتیب سے سجا ہوا ہوگا اور دیکھنے والوں کو نہایت دلفریب معلوم ہوگا مثلاً اونچے رکھے ہوئے تخت، سامنے چنے ہوئے کٹورے، برابر بچھے ہوئے گاؤ تکیے اور جگہ جگہ پھیلے ہوئے مخملی قالین انسان کو خوش منظر معلوم ہوں گے، انہی انعامات کیلئے انسان کو محنت اور مقابلہ کرنا چاہئے۔ [17] [20] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی چار نشانیوں پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی میں یہ کام کرنے کی طاقت ہے؟ اگر ہے تو اسے سامنے لیکر آؤ اور اگر نہیں ہے تو اس کی قدرت پر ایمان لاؤ، پہلی چیز اونٹ ہے، اگر وہ فرمانبرداری کرے تو ایک نوعمر لڑکے کے ہاتھ میں اپنی نکیل پکڑا کر اس کے پیچھے چلنے لگے اور اگر بدک جائے تو کسی پہلوان کے بھی قابو میں نہ آئے، بعض مصنفین نے اونٹ کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک شاہکار ثابت کرنے کیلئے مختلف کتابیں لکھی ہیں، تفصیل کیلئے ان کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے، دوسری چیز آسمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو کس طرح بلند کیا اور ان کی چھت اوپر رکھی، جب تک اللہ کو منظور ہے یہ چھت اور یہ آسمان ہمیشہ قائم رہے گا، کسی کا عزم اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا، تیسری چیز پہاڑ ہیں کہ ان کی مضبوطی اور جماؤ پر نظر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کس مضبوطی کے ساتھ گاڑا ہے کہ ان پہاڑوں کی وجہ سے زمین ہلنے سے رک گئی ہے، ورنہ اس سے پہلے زمین پانی کی سطح پر قائم ہونے کی وجہ سے ہلتی تھی، چوتھی چیز زمین ہے کہ اس کے پھیلاؤ اور ہموار سطح پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کیسی عمدگی اور نفاست کے ساتھ بچھایا اور اس کی سطح ہموار کی ہے، قدرت کے یہ عظیم الشان کارنامے ہر انسان کو دعوت غور وفکر دے رہے ہیں، تاکہ انسان ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ [21] [26] ان آیتوں میں نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کا کام اپنے مخاطب کو نصیحت کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''مذکر'' بنا کر بھیجا ہے، لہٰذا آپ حسب سابق نصیحت کرتے رہیں اور لوگوں کو سمجھاتے رہیں، اگر کوئی شخص آپ کی نصیحت سے متاثر ہو کر اسے قبول کر لے تو یہ اس کی خوش نصیبی

عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ إِلَّا مَنْ تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ

عَلَيْهِمْ	بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾	إِلَّا	مَنْ	تَوَلَّىٰ	وَ	كَفَرَ ﴿٢٣﴾	فَيُعَذِّبُهُ	اللَّهُ	الْعَذَابَ
ان پر	کوئی داروغہ	مگر	جو کوئی	منہ موڑ لے	اور	کفر کرے	تو عذاب دے گا اسے	اللہ	عذاب

اُن پر کوئی ذمہ دار مقرر نہیں ہیں۔ ﴿۲۲﴾ مگر وہ شخص جو منہ موڑ لے اور کافر ہو جائے۔ ﴿۲۳﴾ تو اللہ اُسے بڑے عذاب میں

الْأَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾

الْأَكْبَرَ ﴿٢٤﴾	إِنَّ	إِلَيْنَا	إِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾	ثُمَّ	إِنَّ	عَلَيْنَا	حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾
سب سے بڑا	بیشک	ہماری طرف	ان کا لوٹنا	پھر	بیشک	ہم پر	ان کا حساب لینا

مبتلا کرے گا۔ ﴿۲۴﴾ بیشک ہماری طرف ہی اُنہیں لوٹ کر آنا ہے۔ ﴿۲۵﴾ پھر ہمارے ذمے ہی اُن کا حساب کتاب ہے ﴿۲۶﴾

اٰیاتُها ۳۰ — (۸۹) سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ (۱۰) — رُكُوعُها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

وَالْفَجْرِ ﴿١﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿٢﴾ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿٣﴾ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ﴿٤﴾ هَلْ

وَالْفَجْرِ ﴿١﴾	وَ	لَيَالٍ	عَشْرٍ ﴿٢﴾	وَ	الشَّفْعِ	وَ	الْوَتْرِ ﴿٣﴾	وَ	اللَّيْلِ	إِذَا	يَسْرِ ﴿٤﴾	هَلْ
قسم ہے فجر کی	اور	راتوں کی	دس	اور	جفت کی	اور	طاق کی	اور	رات کی	جب	وہ چلے	کیا

مجھے قسم ہے فجر کی۔ ﴿۱﴾ اور قسم ہے دس راتوں کی۔ ﴿۲﴾ اور قسم ہے جفت اور طاق کی۔ ﴿۳﴾ اور قسم ہے رات کی جب وہ چلے۔ ﴿۴﴾ عقلمند

فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِذِي حِجْرٍ ﴿٥﴾ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿٦﴾ إِرَمَ

فِي	ذَٰلِكَ	قَسَمٌ	لِذِي حِجْرٍ ﴿٥﴾	أَلَمْ	تَرَ	كَيْفَ	فَعَلَ	رَبُّكَ	بِعَادٍ ﴿٦﴾	إِرَمَ
بیچ	اس کے	قسم	عقلمند کیلئے	کیا نہیں	دیکھا تُو نے	کیسے	کیا	تیرے رب نے	عاد کے ساتھ	ارم

آدمی کیلئے ان چیزوں کی قسم میں بڑی اہمیت ہے۔ ﴿۵﴾ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ آپ کے رب نے قومِ عاد کے ساتھ کیا کیا؟ ﴿۶﴾ یعنی قومِ ارم

ہے اور آپ اپنی ذمہ داری میں سرخرو ہو گئے اور اگر کوئی شخص اسے قبول کرنے سے انکار کر دے تب بھی آپ اپنی ذمہ داری سے سرخرو ہو گئے، کیونکہ آپ کی ذمہ داری نہیں ہے کہ آپ لوگوں کے سر پر مسلط ہو کر انہیں اپنی دعوت ونصیحت قبول کرنے پر مجبور کریں، بلکہ یہ اُس نصیحت سے اعراض کرنے والے اور کفر پر جمے رہنے والوں کی محرومی اور بدنصیبی ہے کہ انہیں اس پر عمل کی توفیق میسر نہ ہوئی، لہٰذا ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ بڑے عذاب میں مبتلا کر دے گا، کیونکہ وہ خود فرماتا ہے کہ سب لوگوں کو لوٹ کر ہمارے ہی پاس آنا ہے اور ان کا حساب کتاب کرنا بھی ہمارے ہی ذمے ہے، سو جب یہ لوگ لوٹ کر ہمارے پاس آئیں گے تو ہم خود ہی ان کا حساب کتاب کر لیں گے، آپ ان کے پیچھے فکرمند نہ ہوں، الحمد للہ! آج مورخہ ۲۶ نومبر ۲۰۱۹ بروز منگل۔

سورة الفجر

سورۂ فجر مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۵۷۷، کلمات ۱۳۹، آیات ۳۰ اور ایک رکوع ہے اس سورت کی پہلی آیت ہی لفظ "الفجر" پر مشتمل ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ فجر رکھا گیا ہے، اس سورت میں گزشتہ کئی اقوام کے عبرتناک انجام کی طرف اشارہ کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو غافل اور بےخبر نہ سمجھنا، وہ ہر ایک پر پوری طرح نگاہ رکھے ہوئے ہے، اس کے بعد رزق کی تنگی اور کشادگی کا فلسفہ بیان کر کے قیامت کی طرف موضوعِ سخن موڑ دیا گیا ہے اور نفسِ مطمئنہ کے بیان پر سورت کو مکمل کر دیا گیا ہے۔ ﴿۱﴾ ﴿۵﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھا کر ان قسموں کی اہمیت بھی بیان فرمائی ہے کہ یہ قسمیں معمولی نہیں ہیں، بلکہ ہر عقلمند آدمی کیلئے ان میں غور وفکر کرنے کے بہت سے نمایاں پہلو موجود ہیں، پہلی قسم فجر کی ہے، یہ لفظ روشنی اور پھوٹ پڑنے کے معنی پر دلالت کرتا ہے، چونکہ فجر کے وقت افق سے روشنی پھوٹتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اس لئے اسے "فجر" کہا جاتا ہے، رات کی گھٹاٹوپ تاریکی کے بعد جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے کہ عالم نور سے منور اور روشن ہو جائے تو افق پر ہلکی سی روشنی ہوتی ہے، تھوڑی دیر بعد یہ روشنی ختم ہو جاتی ہے، اسے صبح کاذب کہا جاتا ہے، پھر چوڑائی میں جو روشنی پھیلتی ہے تو وہ پھیلتی ہی چلی جاتی ہے، اسے صبح صادق یا فجر صادق کہا جاتا ہے، نیند سے بیداری اور معمولاتِ زندگی میں مشغول ہونے کیلئے لوگوں کو فجر کے وقت کا انتظار ہوتا ہے اور اس سے لوگوں کی بےشمار ضروریات وابستہ ہیں، اس کی اس اہمیت کی وجہ سے اس وقت کی قسم کھائی گئی ہے، بعض مفسرین کے نزدیک اس سے دس ذوالحجہ کی صبح مراد ہے، اس عاجز کی رائے یہ ہے کہ اگر عشق ومحبت کے رخ سے دیکھا جائے تو زیادہ موزوں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے نبی اکرم ﷺ کے یومِ ولادت کی صبح مراد لی جائے، کیونکہ اس سے پہلے پورے عالم پر جہالت کی رات چھائی ہوئی تھی اور لوگوں کو ایک صبحِ روشن کا انتظار تھا، نبی علیہ السلام کی ولادت سے وہ انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئیں اور پورے عالم سے تاریکی کے بادل چھٹنا شروع ہو گئے، یہ توجیہ اس لئے بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ تیسویں پارے کے اس نصف آخر میں زیادہ تر نبی علیہ السلام کے فضائل اور تعارف کا ہی تذکرہ کیا گیا ہے، جیسا کہ معمولی غور وفکر سے معلوم ہو سکتا ہے، وللناس فیما یعشقون مذاهب، دوسری قسم دس راتوں کی اللہ تعالیٰ نے کھائی ہے، اس سے مراد ماہ ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں یا ماہِ رمضان کے آخری عشرے کی راتیں مراد ہیں، تیسری قسم جفت اور طاق کی ہے، دنیا کا کوئی عدد جفت اور طاق کے دائرے سے خارج نہیں ہے، اس اعتبار سے اس قسم میں عدد اور معدود کی تمام اقسام شامل ہیں، بعض مفسرین کے نزدیک جفت سے مراد مخلوق اور طاق سے مراد خالق ہے، بعض مفسرین کے نزدیک جفت سے مراد جنت کے دروازے ہیں کہ وہ آٹھ ہیں اور طاق سے مراد جہنم کے دروازے ہیں کہ وہ سات ہیں، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ جفت سے مراد ہر رکعت میں دو سجدے اور طاق سے مراد ہر رکعت میں ایک رکوع ہے اور بعض حضرات کے نزدیک جفت سے مراد دس ذی الحجہ اور طاق سے مراد یوم عرفہ نو ذی الحجہ ہے، آیت کے مفہوم میں ان سب اقوال کی گنجائش موجود ہے چوتھی قسم رات کی ہے جس کی تاریکی پھیل کر پورے عالم پر چھا جاتی ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سے شب معراج مراد ہے۔ ﴿۶﴾ ﴿۱۴﴾ ان آیتوں میں گزشتہ اقوام کے انجام پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے تاکہ اس سے عبرت حاصل کی جا سکے، چنانچہ اس

ذَاتِ الْعِمَادِ ⑦ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ⑧ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا

ذَاتِ الْعِمَادِ ⑦	الَّتِيْ	لَمْ	يُخْلَقْ	مِثْلُهَا	فِيْ	الْبِلَادِ ⑧	وَ	ثَمُوْدَ	الَّذِيْنَ	جَابُوْا
لمبے ستونوں والے	وہ جو	نہیں	پیدا کیا گیا	اس جیسا	بیچ	شہروں کے	اور	ثمود	جنہوں نے	تراشا

جو لمبے ستونوں کی طرح قد رکھتے تھے۔ ⑦ کہ اُن جیسی کوئی قوم شہروں میں نہیں پیدا کی گئی۔ ⑧ اور قوم ثمود کے ساتھ کیا کیا جنہوں نے وادی میں

الصَّخْرَ بِالْوَادِ ⑨ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ⑩ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ⑪

الصَّخْرَ	بِالْوَادِ ⑨	وَ	فِرْعَوْنَ	ذِي الْاَوْتَادِ ⑩	الَّذِيْنَ	طَغَوْا	فِيْ	الْبِلَادِ ⑪
چٹانوں کو	وادی میں	اور	فرعون	کیلوں والا	وہ لوگ	سرکشی کی انہوں نے	بیچ	شہروں کے

چٹانوں کو تراشا؟ ⑨ اور فرعون کے ساتھ کیا کیا جو میخوں والا تھا؟ ⑩ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی۔ ⑪

فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ⑫ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ⑬ اِنَّ

فَاَكْثَرُوْا	فِيْهَا	الْفَسَادَ ⑫	فَصَبَّ	عَلَيْهِمْ	رَبُّكَ	سَوْطَ	عَذَابٍ ⑬	اِنَّ
سو زیادہ کیا انہوں نے	اسمیں	فساد	سو برسایا	ان پر	تیرے رب نے	کوڑا	عذاب کا	بیشک

سو اُن میں خوب فساد پھیلایا۔ ⑫ تو آپ کے رب نے اُن پر عذاب کا کوڑا برسایا۔ ⑬ بیشک

رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ⑭ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ

رَبَّكَ	لَبِالْمِرْصَادِ ⑭	فَاَمَّا	الْاِنْسَانُ	اِذَا مَا	ابْتَلٰىهُ	رَبُّهٗ	فَاَكْرَمَهٗ
تیرا رب	البتہ گھات میں	سو رہا	انسان	جب بھی	آزمائے اسے	اس کا رب	سو عزت دے اسے

آپ کا رب تاک میں ہے۔ ⑭ چنانچہ جب انسان کو اُس کا رب آزمائے، سو اُسے عزت

وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ⑮ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ

وَنَعَّمَهٗ	فَيَقُوْلُ	رَبِّيْٓ	اَكْرَمَنِ ⑮	وَ	اَمَّآ	اِذَا مَا	ابْتَلٰىهُ	فَقَدَرَ	عَلَيْهِ
اور نعمت دے اسے	تو کہتا ہے	میرے رب نے	عزت دی مجھے	اور	رہا	جب بھی	آزمائے وہ اسے	سو تنگ کردے	اس پر

اور نعمت دے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے میرے رب نے عزت دی۔ ⑮ اور جب وہ اُسے اس طرح آزمائے کہ اُس کا رزق

رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ⑯ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ⑰

رِزْقَهٗ	فَيَقُوْلُ	رَبِّيْٓ	اَهَانَنِ ⑯	كَلَّا	بَلْ	لَّا	تُكْرِمُوْنَ	الْيَتِيْمَ ⑰
اس کا رزق	تو کہتا ہے	میرے رب نے	مجھے رسوا کردیا	ہرگز نہیں	بلکہ	نہیں	تم عزت دیتے	یتیم کو

تنگ کر دے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے میرے رب نے رسوا کردیا۔ ⑯ ایسا ہرگز نہیں ہے، بلکہ تم یتیم کو عزت نہیں دیتے۔ ⑰

سلسلے میں سب سے پہلے قوم عاد کا ذکر کیا گیا ہے، اسے قوم ارم بھی کہا جاتا ہے، عاد اور ارم دو لوگوں کے نام تھے، جن میں سے ہر ایک کی طرف اس قوم کی نسبت کی جاتی تھی، ان لوگوں کے قد دراز ہوا کرتے تھے، اسی لمبائی کو ظاہر کرنے کیلئے یہاں "ذات العماد" کا اضافہ کیا گیا ہے کہ ان کے قد ستونوں کی طرح لمبے دراز تھے بعض مفسرین نے اسے ان کی تعمیراتی مہارت کا مفہوم دیا ہے کہ وہ لمبے لمبے ستون تیار کر کے ان پر عمارتیں کھڑی کرتے تھے، وہ ایسے طاقتور لوگ تھے کہ اپنے وقت میں وہ پوری دنیا میں بے مثل تھے، ان جیسی طاقتور کوئی اور قوم موجود نہ تھی، لیکن آج وہ طاقتور قوم کہاں ہے؟ قوم ثمود کہاں چلی گئی جن کی مہارت اور کاریگری کا یہ عالم تھا کہ وہ جدید مشینری کے بغیر پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں عالی شان محلات اور رہنے کے گھر بناتے تھے، وہ فرعون کہاں غرق ہو گیا جو طاقت اور سلطنت کے نشے میں چور تھا؟ جو لوگوں کے ہاتھوں اور پیروں میں کیلیں ٹھونک دیتا تھا، ان جیسے بہت سے سر پھرے لوگ دنیا میں آئے اور چلے گئے، اپنے اپنے وقت میں انہوں نے دنیا کو تہہ و بالا اور زیر و زبر کرنے کی کوششیں کیں، ان کی سرکشی اور نافرمانی پورے عروج پر رہی، انہوں نے زمین میں خوب فساد پھیلایا، مال و دولت، جائیداد اور سلطنت کے نشے میں وہ اپنے پیدا کرنے والے کو بھول گئے اور اسی کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے، بالآخر مقررہ وقت پر اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت فرمائی اور ان پر اپنے عذاب کا کوڑا اور ڈنڈا برسایا، وہ اس کے سامنے ٹھہر نہ سکے اور آج دنیا میں ان کے کھنڈرات لوگوں کیلئے نشانِ عبرت بنے ہوئے ہیں۔ ⑭ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کی غلط فہمی دور کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے گناہوں پر گرفت نہ ہونے اور ڈھیل ملنے کی وجہ سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ شاید اللہ تعالیٰ کو ہمارے قول یا عمل کا پتہ نہیں چلا، ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری غلطی کا علم بھی ہو اور اس کے باوجود وہ ہمیں سزا نہ دے؟ یہاں اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بے خبر یا غافل نہیں ہے، وہ تمہارے ہر قول اور عمل سے مکمل باخبر ہے، بلکہ یوں سمجھو کہ جیسے کوئی شخص کسی کی تاک میں گھات لگا کر بیٹھا ہو اور مناسب موقع کے انتظار میں ہو، اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی تمہیں مناسب موقع تک ڈھیل دے رہا ہے، جب وہ گرفت کرے گا تو اس کی گرفت سے بچنا کسی کیلئے ممکن نہ ہوگا۔ ⑮ ⑯ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی آزمائش کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ دونوں طرح اپنے بندوں کو آزماتا ہے، چنانچہ بعض اوقات وہ اپنے بندوں کو کوئی نعمت دیکر آزماتا ہے مثلاً اسے عزت دیتا ہے، اس کی نعمتوں میں اضافہ کر دیتا ہے، اس کا رزق اور خوشحالی بڑھا دیتا ہے، اس کی زندگی کے خاکے میں خوشیوں کے رنگ بھر دیتا ہے اور اسے دوسروں کیلئے قابل رشک بنا دیتا ہے، جبکہ بعض اوقات وہ اپنے بندوں سے کوئی نعمت واپس لیکر آزماتا ہے، مثلاً اس کی اولاد کو موت دیدیتا ہے، اس کی بینائی واپس لے لیتا ہے، اس کے کاروبار کو محدود اور خسارہ بڑھا دیتا ہے، اس کا رزق تنگ اور خوشحالی کم کر دیتا ہے، اسے مختلف ذہنی، جسمانی اور مالی آزمائشوں میں مبتلا کر دیتا ہے، لیکن لوگوں کی اکثریت اس آزمائش اور امتحان میں کامیاب نہیں ہوتی، چنانچہ جب کسی شخص کو آسودگی ملتی ہے تو وہ اس پر شکر ادا کرنے کی بجائے لوگوں کو جتاتا ہے کہ میں اسی قابل تھا، میں نے محنت ہی اتنی کی تھی کہ اب مجھے یہ آسودگی ملنا ضروری تھا اور جب

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝١٨ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۝١٩

وَ	لَا	تَحٰٓضُّوْنَ	عَلٰى	طَعَامِ	الْمِسْكِيْنِ ۝١٨	وَ	تَاْكُلُوْنَ	التُّرَاثَ	اَكْلًا	لَّمًّا ۝١٩
اور	نہیں	ترغیب دیتے تم	پر	کھانے کے	مسکین کے	اور	تم کھالیتے ہو	وراثت	کھالینا	سمیٹ کر

اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے ۔ ۱۸ اور تم وراثت کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو ۔ ۱۹

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝٢٠ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝٢١ وَّجَآءَ

وَّتُحِبُّوْنَ	الْمَالَ	حُبًّا	جَمًّا ۝٢٠	كَلَّآ	اِذَا	دُكَّتِ	الْاَرْضُ	دَكًّا	دَكًّا ۝٢١	وَ	جَآءَ
اور محبت کرتے ہو تم	مال سے	محبت	بے پناہ	ہرگز نہیں	جب	کوٹ دیا جائے گا	زمین کو	کوٹ کر	کوٹ کر	اور	آئیگا

اور تم مال سے بے پناہ محبت کرتے ہو ۔ ۲۰ کوئی بات نہیں، جب زمین کو خوب اچھی طرح کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائیگا ۔ ۲۱ اور آپ کا رب

رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝٢٢ وَجِايْٓءَ يَوْمَىٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَىٕذٍ

رَبُّكَ	وَ	الْمَلَكُ	صَفًّا	صَفًّا ۝٢٢	وَ	جِايْٓءَ	يَوْمَىٕذٍۭ	بِجَهَنَّمَ	يَوْمَىٕذٍ
تیرا رب	اور	فرشتے	صف بستہ	صف بستہ	اور	لائی جائے گی	اس دن	جہنم	اس دن

آئیگا اور قطار اندر قطار فرشتے بھی ۔ ۲۲ اور اُس دن جہنم کو لایا جائیگا ، اُس دن

يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝٢٣ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ

يَتَذَكَّرُ	الْاِنْسَانُ	وَ	اَنّٰى	لَهُ	الذِّكْرٰى ۝٢٣	يَقُوْلُ	يٰلَيْتَنِيْ	قَدَّمْتُ
یاد کرے گا	انسان	اور	کہاں ہوگا	اس کیلئے	نصیحت حاصل کرنا	وہ کہے گا	اے کاش! میں	آگے بھیجتا

انسان نصیحت قبول کرنا چاہے گا ، اب اُسے کہاں نصیحت ملے گی ؟ ۲۳ وہ کہے گا کہ اے کاش! میں نے اپنی زندگی کیلئے

لِحَيَاتِيْ ۝٢٤ فَيَوْمَىٕذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۝٢٥ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ

لِحَيَاتِيْ ۝٢٤	فَيَوْمَىٕذٍ	لَّا	يُعَذِّبُ	عَذَابَهٗٓ	اَحَدٌ ۝٢٥	وَ	لَا	يُوْثِقُ	وَثَاقَهٗٓ
اپنی زندگی کیلئے	سو اس دن	نہیں	عذاب دے گا	جیسا عذاب اس کا	کوئی بھی	اور	نہ	جکڑ سکے گا	جیسی جکڑ اس کی

کچھ آگے بھیجا ہوتا ۔ ۲۴ سو اُس دن اُس کے عذاب جیسا کوئی عذاب نہ دے سکے گا ۔ ۲۵ اور اُس کی جکڑ جیسی جکڑ کوئی

اَحَدٌ ۝٢٦ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ۝٢٧ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ

اَحَدٌ ۝٢٦	يٰٓاَيَّتُهَا	النَّفْسُ	الْمُطْمَىٕنَّةُ ۝٢٧	ارْجِعِيْٓ	اِلٰى	رَبِّكِ
کوئی بھی	اے	نفس	اطمینان والے	لوٹ چل	طرف	اپنے رب کے

نہ کر سکے گا ۔ ۲۶ اے نفس مطمئنہ! ۲۷ تو اپنے رب کی طرف چل ، اس حال میں کہ تو اُس سے راضی ،

کسی شخص کو کسی قسم کی تنگی اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ اس پر صبر کرنے کی بجائے واویلا شروع کر دیتا ہے کہ میں تو ذلیل ہوگیا، میں تو لٹ گیا، پٹ گیا اور برباد ہوگیا، یہ میرے ساتھ اللہ نے کیا کیا؟ حالانکہ اگر انسان معمولی غور وفکر کرے تو اسے یہ سمجھنے میں قطعاً کوئی دشواری نہ ہوگی کہ یہ تو صرف ایک امتحان ہے جس کا مقصد یہ معلوم کرنا ہے کہ کون اس امتحان میں سرخرو ہوتا ہے اور کون ناکامی کا منہ دیکھتا ہے، دنیوی نعمتوں کی کمی بیشی انسان کی عزت اور ذلت کا معیار نہیں ہے۔ ۱۷ ۲۰ ان آیتوں میں عزت اور ذلت کے حوالے سے لوگوں کے قائم کردہ معیار کو مسترد کر کے رزق کی تنگی کی چار وجوہات بیان کی گئی ہیں، پہلی وجہ یتیم کی بے اکرامی ہے کہ اگر کوئی شخص رزق کی تنگی کا شکار ہو تو اسے دیکھنا چاہئے کہ کہیں اس نے کسی یتیم بچے یا بچی کے مال پر ناجائز قبضہ تو نہیں کر رکھا؟ اس نے کسی یتیم کی بے اکرامی تو نہیں کی؟ اسے دھکے دیکر گھر سے تو نہیں نکالا؟ دوسری وجہ غرباء اور مساکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دینے سے گریز کرنا ہے یعنی خود تو دوسروں کو کھلاتا نہیں، کھلانے والوں کو بھی روکتا اور منع کرتا ہے، تیسری وجہ وراثت کا مال سمیٹ کر ہڑپ کر جانا ہے، بہت سے لوگ اپنی تمام تر ظاہری پرہیزگاری کے باوجود بہنوں کو وراثت میں ان کے حق سے محروم کر دیتے ہیں اور بہت سے لوگ تقسیمِ وراثت میں شرعی اصولوں کو نظر انداز کر کے دوسروں کی حق تلفی کرتے ہیں، چوتھی وجہ حبِ مال میں گھٹنوں گھٹنوں غرق ہونا ہے، چنانچہ بہت سے لوگ مال کی محبت میں اس قدر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ حلال وحرام کی تمیز بھی کھو بیٹھتے ہیں، وہ مال کے پیچھے بھاگتے جاتے ہیں اور مال ان کے آگے بھاگتا جاتا ہے، اس بھاگ دوڑ میں اکثر اوقات جیت مال کی ہی ہوتی ہے اور انسان اپنا پورا زور لگا کر بھی یہ مقابلہ ہار جاتا ہے۔ ۲۱ ۲۶ ان آیتوں میں قیامت کے چند مناظر بیان کیے گئے ہیں تاکہ جو لوگ یتیموں کے مال پر ناجائز قبضہ جما کر، بخل اور کنجوسی کر کے، وراثت کا مال ہڑپ کر کے اور مال ودولت کی محبت میں ہلکان ہو کر فکرِ آخرت سے غافل ہو چکے ہیں، وہ اپنی آنکھوں سے غفلت کا پردہ ہٹانے کی کوشش کریں کیونکہ ایک ایسا دن آنے والا ہے جب زمین اور پہاڑ سب کچھ مٹا کر برابر کر دیئے جائیں گے، حق تعالیٰ کی خصوصی تجلی اور توجہ آدم واولادِ آدم پر ہوگی، فرشتے صفیں باندھے قطار اندر قطار اتریں گے اور مجرموں کی سزا کیلئے جیل خانہ جہنم کو لایا جائے گا، یہ سب کچھ دیکھ کر انسان کو ہوش آئے گا اور اس کی آنکھیں کھل جائیں گی، اُس وقت اس کی خواہش ہوگی کہ کاش! مجھے ایک موقع مل جائے تو میں ضرور اپنے رب کی نصیحت کو قبول کروں گا، لیکن اُس وقت ہوش آنے اور آنکھیں کھلنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، اُس دن مجرموں کو یہ بھی حسرت ہوگی کہ کاش! میں نے آج کے دن کیلئے ایمان اور اعمال کا ذخیرہ آگے بھیجا ہوتا، اصل زندگی تو یہی ہے، کاش! میں نے اس کیلئے کوئی تیاری کی ہوتی اور اپنے آپ کو فضول اور بے فائدہ کاموں میں نہ لگایا ہوتا، لیکن اس حسرت یا خواہش کا اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا، بلکہ اسے اپنے گناہوں کی سزا بھگتنی ہی پڑے گی اور مجرموں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس دن اللہ تعالیٰ جو سزا دے گا، ویسی سزا کوئی نہ دے سکے گا، اگر اس نے کسی کو جکڑ لیا تو کوئی اسے چھڑا نہیں سکے گا کیونکہ اس جیسی گرفت کسی کی نہیں ہے، بہتر ہے کہ دنیا کی زندگی میں ہی اس کا حل نکال لیا جائے۔ ۲۷ ۳۰ ان آیتوں میں نفسِ مطمئنہ کو مخاطب کر کے بہت سی خوشخبریاں دی گئی ہیں، پہلی خوشخبری حق

تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کی ہے جس کی خواہش اور انتظار ہر بندۂ مؤمن کو ہے، دوسری خوشخبری یہ کہ اللہ تعالیٰ تجھے اتنا دے گا کہ تو اس سے راضی اور خوش ہو جائے گا، تیسری خوشخبری اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے راضی ہو گیا ہے، چوتھی خوشخبری اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے حلقے میں داخل ہونا ہے اور پانچویں خوشخبری جنت میں داخلے کی ہے، یہ خوشخبریاں اسے نزع کی کیفیت میں بھی دی جاتی ہیں اور فرشتے اس کے سرہانے بیٹھ کر اسے یہ خوشخبریاں سناتے ہیں اور یہی خطاب روح افزا میدان حشر میں بھی ہوگا اور اسے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ جنت میں داخل کر دیا جائے گا، رہی یہ بات کہ نفسِ مطمئنہ کسے کہتے ہیں؟ تو اس کی مکمل تفصیل سورۂ قیامہ کے آغاز میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

الحمد للہ! آج مورخہ ۲۷ نومبر ۲۰۱۹ بروز بدھ

ع ۱ ۱۴

رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۲۸ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۲۹ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۳۰

رَاضِيَةً	مَّرْضِيَّةً ۲۸	فَادْخُلِيْ	فِيْ	عِبٰدِيْ ۲۹	وَادْخُلِيْ	جَنَّتِيْ ۳۰
خوش ہونے والا	خوش کیا ہوا	سو داخل ہو جا تو	بیچ	میرے بندوں کے	اور داخل ہو جا تو	میری جنت میں

وہ تجھ سے راضی۔ [۲۸] سو تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا۔ [۲۹] اور تو میری جنت میں داخل ہو جا۔ [۳۰]

(۹۰) سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ (۳۵)

اٰیاتُھا ۲۰ رُکوعُھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۱ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۲ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۳

لَآ اُقْسِمُ	بِهٰذَا	الْبَلَدِ ۱	وَ	اَنْتَ	حِلٌّ	بِهٰذَا	الْبَلَدِ ۲	وَ	وَالِدٍ	وَّ	مَا	وَلَدَ ۳
میں قسم کھاتا ہوں	اس	شہر کی	اور	تُو	مقیم	اس	شہر میں	اور	والد کی	اور	جو	اس کی اولاد

مجھے قسم ہے اس شہر کی۔ [۱] جبکہ آپ اس شہر میں مقیم ہیں۔ [۲] اور مجھے قسم ہے والد کی اور اُس کی اولاد کی۔ [۳]

وقف لازم

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۴ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۵

لَقَدْ	خَلَقْنَا	الْاِنْسَانَ	فِيْ	كَبَدٍ ۴	اَيَحْسَبُ	اَنْ	لَّنْ	يَّقْدِرَ	عَلَيْهِ	اَحَدٌ ۵
البتہ یقیناً	ہم نے پیدا کیا	انسان کو	بیچ	مشقت کے	کیا وہ سمجھتا ہے	کہ	ہرگز نہیں	قدرت رکھتا	اس پر	کوئی ایک

یقیناً ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔ [۴] کیا وہ سمجھتا ہے کہ اُس پر کوئی بھی ہرگز قادر نہیں ہے؟ [۵]

يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۶ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗۤ اَحَدٌ ۷ اَلَمْ

يَقُوْلُ	اَهْلَكْتُ	مَالًا	لُّبَدًا ۶	اَيَحْسَبُ	اَنْ	لَّمْ	يَرَهٗۤ	اَحَدٌ ۷	اَلَمْ
کہتا ہے	میں نے ختم کر دیا	مال	بہت سا	کیا وہ سمجھتا ہے	کہ	نہیں	دیکھا اسے	کسی ایک نے	کیا نہیں

وہ کہتا ہے کہ میں نے مالِ کثیر خرچ کر دیا ہے۔ [۶] کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اُسے کسی نے دیکھا نہیں ہے؟ [۷] کیا

نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۸ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۹ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۱۰

نَجْعَلْ	لَّهٗ	عَيْنَيْنِ ۸	وَ	لِسَانًا	وَّ	شَفَتَيْنِ ۹	وَهَدَيْنٰهُ	النَّجْدَيْنِ ۱۰
بنائیں ہم نے	اس کیلئے	دو آنکھیں	اور	ایک زبان	اور	دو ہونٹ	اور ہم نے اس کی رہنمائی کی	دونوں راہوں کی

ہم نے اُسے دو آنکھیں نہیں دیں؟ [۸] اور ایک زبان اور دو ہونٹ؟ [۹] اور ہم نے دونوں راستوں کی طرف اُس کی رہنمائی کر دی۔ [۱۰]

سورة البلد

سورۂ بلد مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۳۲۰، کلمات ۸۲، آیات ۲۰ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی ''البلد'' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ البلد رکھا گیا اس کا لفظی معنی شہر ہے اور اس سے مراد شہرِ مکہ ہے، جیسا کہ آگے آئے گا، اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی مختلف نعمتیں یاد دلا کر انسان کو ایک ''گھاٹی'' عبور کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور سورت کا اختتام دائیں ہاتھ والے اہلِ جنت اور بائیں ہاتھ والے اہلِ جہنم کے تذکرے پر کیا گیا ہے، اس سورت کے نزول کا پس منظر یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں کلدہ بن اسید نام کا ایک طاقتور پہلوان رہتا تھا، نبی علیہ السلام نے جب اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے غرور و تکبر سے اپنی طاقت اور شادی بیاہ کے مواقع پر اپنی شاہ خرچی کا حوالہ دیا اور کہا کہ مجھے جہنم کے عذاب سے ڈرنے کی ضرورت ہے اور نہ جنت کی حوروں سے شادی کرنے میں کوئی دلچسپی ہے، اس کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی۔ [۱] [۲] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ''اس شہر'' کی قسم کھائی ہے، اس شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے، اس کی دلیل اگلی آیت میں ہے کہ آپ اس شہر میں مقیم ہیں، ویسے تو شہر مکہ پہلے بھی شہرِ امن و حرم تھا، لیکن آپ کی اقامت کے سبب اس میں مزید عظمت و اہمیت پیدا ہو گئی ہے اور اس شہر امن کی حرمت کو چار چاند لگ گئے ہیں، گویا اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی قسم اس وجہ سے نہیں کھائی کہ اس میں خانہ کعبہ موجود ہے یا یہ کہ اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آباد کیا تھا، بلکہ اس وجہ سے قسم کھائی ہے کہ یہاں آپ کی ولادت ہوئی، یہیں آپ نے اپنی زندگی کے ابتدائی ۵۳ سال نہایت پاکبازی اور امانت داری کے ساتھ گزارے، پھر یہیں آپ ۸ھ میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوئے، آپ نے اس کی حرمت کو پہلے سے کئی گنا زیادہ بڑھا دیا اور آپ کی طرف نسبت کی وجہ سے یہ شہر اس قدر مقدس ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی قسم کھائی ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے والد اور اولاد کی قسم کھائی ہے والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور اولاد سے مراد ان کی وہ تمام ذریت ہے جو روزِ اول سے قیامت کے دن تک ان کی نسل میں آئے گی، بعض مفسرین نے اس کے علاوہ بھی مختلف توجیہات کی ہیں۔ [۴] اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی تخلیق قرار دیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہی انسان کا خالق ہے، اس نے انسان کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے آغاز سے موت تک مختلف قسم کی آزمائشوں اور محنت و مشقت کے کاموں میں الجھا رہتا ہے، کوئی اپنی زندگی کیلئے لڑتا ہے اور کوئی اپنی زندگی سے لڑتا ہے، کوئی مال کی آزمائش میں الجھا ہوا ہے اور کوئی اولاد کی

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿١١﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿١٢﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾ اَوْ

فَلَا	اقْتَحَمَ	الْعَقَبَةَ ۝	وَ	مَآ	اَدْرٰىكَ	مَا	الْعَقَبَةُ ۝	فَكُّ	رَقَبَةٍ ۝	اَوْ
سو نہ	چڑھا وہ	گھاٹی پر	اور	کیا	معلوم تجھے	کیا	گھاٹی	چھڑانا	گردن کو	یا

پھر بھی وہ گھاٹی پر نہ چڑھ سکا ۔ ١١ اور آپ کو کیا خبر کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟ ١٢ وہ غلام کی گردن چھڑانا ہے ۔ ١٣ یا

اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا

اِطْعٰمٌ	فِيْ	يَوْمٍ	ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝	يَّتِيْمًا	ذَا مَقْرَبَةٍ ۝	اَوْ	مِسْكِيْنًا
کھانا کھلانا	بیچ	دن کے	قحط کے	یتیم کو	قرابت دار	یا	مسکین کو

قحط کے دنوں میں کھانا کھلانا ۔ ١٤ کسی قرابت دار یتیم کو ۔ ١٥ یا کسی خاک نشین

ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

ذَا مَتْرَبَةٍ ۝	ثُمَّ	كَانَ	مِنَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	تَوَاصَوْا	بِالصَّبْرِ
خاک نشین	پھر	ہوجائے	سے	ان لوگوں کے جو	ایمان لائے	اور	تاکید کی ایک دوسرے کو	صبر کی

مسکین کو ۔ ١٦ پھر جو شخص اُن لوگوں میں سے ہو جائے جو ایمان لائے اور اُنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی

وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾ وَالَّذِيْنَ

وَ تَوَاصَوْا	بِالْمَرْحَمَةِ ۝	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ	الْمَيْمَنَةِ ۝	وَ	الَّذِيْنَ
اور تاکید کی ایک دوسرے کو	رحم کی	وہی لوگ	رہنے والے	دائیں ہاتھ کے	اور	جن لوگوں نے

اور ایک دوسرے کو رحم کھانے کی تاکید کی ۔ ١٧ یہی لوگ دائیں ہاتھ والے ہیں ۔ ١٨ اور وہ لوگ

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿١٩﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾ ع

كَفَرُوْا	بِاٰيٰتِنَا	هُمْ	اَصْحٰبُ	الْمَشْئَمَةِ ۝	عَلَيْهِمْ	نَارٌ	مُّؤْصَدَةٌ ۝
انکار کیا	ہماری آیتوں کا	وہ	رہنے والے	بائیں ہاتھ کے	ان پر	آگ	بند کردی جائے گی

جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا ، وہی بائیں ہاتھ والے ہیں ۔ ١٩ اُن پر آگ کو بند کر دیا جائیگا ۔ ٢٠

ع ١/٢٠ ١٥

مشقتوں میں گھرا ہوا ہے، جو لوگ ظاہری طور پر بہت پر سکون، خوشحال اور مطمئن نظر آتے ہیں، اندرونی طور پر وہ اس قدر ٹوٹ پھوٹ، الجھنوں اور پریشانیوں میں گھرے ہوتے ہیں کہ ان کی داستان سن کر ان کا کھوکھلا پن پتہ چلتا ہے، اس لئے اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اس کی زندگی سے محنت، مشقت اور پریشانی کا خاتمہ ہو جائے تو یہ ناممکن ہے، اہلِ ایمان اگر اپنے اوپر آنے والی مشقتوں کو اس پس منظر میں دیکھیں گے تو ان کیلئے کوئی مشکل، مشکل نہیں رہے گی اور وہ ہر قسم کی سختی کو بآسانی جھیلنے کیلئے تیار ہو جائیں گے۔ ٥ ١٠

ان آیتوں میں انسان کے گمانِ فاسد کو رد کر کے اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا حوالہ دیا گیا ہے جن سے ہر شخص استفادہ کرتا ہے، لیکن جس رب کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے اسی کے سامنے اکڑتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس پر کسی کو قدرت حاصل نہیں ہے، اس کا یہ گمان فاسد ہے کیونکہ جس نے اُسے پیدا کیا ہے، وہ اس پر مکمل قدرت رکھتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ اسے مال و دولت عطا فرماتا ہے، وہ اس پر شکر ادا کرنے کی بجائے اپنی شاہ خرچیوں کا حوالہ دیتا ہے اور دعوتِ اسلام اور جنت کی نعمتوں کو مسترد کر کے کہتا ہے کہ مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں تو دنیا میں صرف اپنی شادی کے اوپر لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر چکا ہوں، جیسا کہ شانِ نزول میں کلدہ بن اسید کے حوالے سے ذکر کیا جا چکا ہے، اس کا یہ غرور بھی بے جا ہے کیونکہ اس کے پاس جتنا بھی مال و دولت ہے، وہ اس کا اپنا ذاتی نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، اسی طرح اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس پر کسی کی نگاہ نہیں ہے اور وہ کسی کے زیرِ نگرانی نہیں ہے تو یہ بھی اس کا گمانِ فاسد ہے، بھلا جس خالق نے اسے آنکھیں دیں، وہی اسے نہیں دیکھ سکتا؟ نہ صرف یہ کہ اسے دیکھنے کیلئے آنکھیں دیں، بلکہ اسے بولنے کیلئے ایک زبان اور دو ہونٹ دیئے اور منزلِ مقصود تک پہنچنے کیلئے خیر اور شر دونوں کے راستے اسے دکھا دیئے اور اسے ان راستوں کی رہنمائی کر دی، پھر بھی انسان خود کو اس کی دسترس سے دور اور اس کی گرفت سے آزاد خیال کرتا ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے اور عنقریب اسے پتہ چل جائیگا۔ ١١ ١٦ ان آیتوں میں ایک خاص قسم کی گھاٹی کا ذکر کیا گیا ہے اور مضمون اس طرح سے ہے کہ ہم نے انسان کو اتنی بڑی بڑی نعمتیں عطا فرمائیں، اس پر لازم تھا کہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کیلئے اس گھاٹی کو ضرور عبور کرتا لیکن عبور کرنا تو دور کی بات، اس پر چڑھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی، رہی یہ بات کہ وہ ''گھاٹی'' کون سی ہے؟ تو ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں کہ جس طرح ظاہری گھاٹی کو عبور کرنا انسان کو مشکل معلوم ہوتا ہے، اسی طرح کچھ کام ایسے بھی ہیں جنہیں سرانجام دینا انسان کو گھاٹی عبور کرنے کی طرح مشکل لگتا ہے، اسی وجہ سے انہیں ''گھاٹی'' سے تعبیر کیا گیا ہے، ان میں سے پہلا کام کسی غلام کو آزاد کروانا یا مقروض کی گردن قرض کی رقم سے چھڑوانا ہے، اگر کوئی شخص یہ کام کر لے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے جنت کا ایک اہم سنگِ میل عبور کر لیا اور دوسرا کام غرباء اور فقراء کو کھانا کھلانا اور ان کی غذائی ضروریات کو پورا کرنا ہے، خاص طور پر اگر کسی علاقے میں قحط پڑا ہوا ہو اور لوگ غذائی ضروریات کی قلت کا شکار ہوں تو ان حالات میں کسی قرابت دار یتیم بچے یا کسی خاک نشین فقیر اور مسکین کو کھانا کھلانا بہت بڑی نیکی ہے اور یہ نیکی کرنے والا جنت کا دوسرا اہم سنگِ میل عبور کر لیتا ہے، انسان کو چاہئے کہ اس گھاٹی اور سنگِ میل کو عبور کرنے کی کوشش کرے۔ ١٧ ٢٠ ان آیتوں میں اصحاب المیمنہ اور اصحاب المشئمہ یعنی دائیں ہاتھ والوں اور بائیں ہاتھ والوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ ''گھاٹی'' پر چڑھنے کے ساتھ ساتھ چڑھنے والے میں تین مزید چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے، سب سے پہلی اور بنیادی چیز ''ایمان'' ہے کیونکہ اگر نیک کام کرنے والا ایمان کی نعمت سے ہی محروم ہو تو آخرت میں اس کی کسی نیکی کی قیمت نہیں لگے گی، دوسری چیز ایک دوسرے کو صبر و تحمل کی تلقین ہے اور تیسری چیز ایک دوسرے کو لوگوں پر ترس کھانے، رحم کھانے اور شفقت سے پیش آنے کی تاکید کرنا ہے، جو شخص ان چیزوں کا اہتمام کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے دائیں ہاتھ والے لوگوں کے زمرے میں شامل کر دیتا ہے، لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے رہتے ہیں اور اس سے توبہ نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ انہیں بائیں ہاتھ والے لوگوں میں شامل کر دیتا ہے، یہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے اور چاروں طرف سے جہنم کی آگ ان کا احاطہ کر لے گی اور انہیں اس آگ میں بند کر دیا جائے گا جیسے گوشت کو پریشر ککر میں ڈال کر گلایا جاتا ہے اور پریشر ککر میں وہ خوب اچھی طرح گل جاتا ہے یہاں تک کہ ہاتھ لگانے سے ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے، جہنم میں مجرموں کے ساتھ یہی سلوک ہوگا، اعاذنا اللہ منھا۔ الحمد للہ آج مورخہ ٢٧ نومبر ٢٠١٩ء بروز بدھ

اٰيَاتُهَا ١٥ (٩١) سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ (٢٦) رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝١ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝٢ وَالنَّهَارِ اِذَا

وَالشَّمْسِ	وَ	ضُحٰهَا ۝١	وَ	الْقَمَرِ	اِذَا	تَلٰهَا ۝٢	وَ	النَّهَارِ	اِذَا
قسم ہے سورج کی	اور	اس کی دھوپ چڑھنے کی	اور	چاند کی	جب	اس کے پیچھے آئے	اور	دن کی	جب

مجھے قسم ہے سورج کی اور اُس کی دھوپ چڑھنے کی۔ ١ اور قسم ہے چاند کی، جب وہ سورج کے پیچھے آجائے۔ ٢ اور قسم ہے دن کی،

جَلّٰىهَا ۝٣ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ۝٤ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝٥

جَلّٰىهَا ۝٣	وَ	الَّيْلِ	اِذَا	يَغْشٰىهَا ۝٤	وَ	السَّمَآءِ	وَ	مَا	بَنٰىهَا ۝٥
وہ اسے روشن کردے	اور	رات کی	جب	وہ اسے ڈھانپ لے	اور	آسمان کی	اور	جو	اسے بنایا

جب وہ اُسے روشن کردے۔ ٣ اور قسم ہے رات کی، جب وہ اُسے ڈھانپ لے۔ ٤ اور قسم ہے آسمان کی اور جیسی شان سے اُسے بنایا۔ ٥

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝٦ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝٧ فَاَلْهَمَهَا

وَ	الْاَرْضِ	وَ	مَا	طَحٰىهَا ۝٦	وَ	نَفْسٍ	وَّ	مَا	سَوّٰىهَا ۝٧	فَاَلْهَمَهَا
اور	زمین کی	اور	جو	اسے پھیلایا	اور	نفس کی	اور	جو	اسے برابر کیا	پھر دل میں ڈالا اس کے

اور قسم ہے زمین کی اور جیسی شان سے اُسے پھیلایا۔ ٦ اور قسم ہے نفس کی اور جیسی شان سے اُسے برابر کیا۔ ٧ پھر اُس کے دل میں

فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝٨ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝٩ وَقَدْ خَابَ مَنْ

فُجُوْرَهَا	وَ	تَقْوٰىهَا ۝٨	قَدْ	اَفْلَحَ	مَنْ	زَكّٰىهَا ۝٩	وَ	قَدْ	خَابَ	مَنْ
اس کی بدی	اور	اس کی پرہیزگاری	یقیناً	کامیاب ہوگیا	جس نے	اس کا تزکیہ کرلیا	اور	تحقیق	ناکام ہوگیا	جس نے

نیکی اور بدی کا خیال ڈالا۔ ٨ یقیناً وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا۔ ٩ اور یقیناً وہ شخص ناکام ہوگیا جس نے

دَسّٰىهَا ۝١٠ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ۝١١ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝١٢

دَسّٰىهَا ۝١٠	كَذَّبَتْ	ثَمُوْدُ	بِطَغْوٰىهَآ ۝١١	اِذِ	انْۢبَعَثَ	اَشْقٰىهَا ۝١٢
اسے مٹی میں ملادیا	جھٹلایا	ثمود نے	اپنی سرکشی سے	جب	اٹھ کھڑا ہوا	ان میں سب سے بدبخت

اُسے مٹی میں ملادیا۔ ١٠ قومِ ثمود نے اپنی سرکشی کیوجہ سے تکذیب کی۔ ١١ جب اُن میں سب سے زیادہ بدبخت آدمی اٹھ کھڑا ہوا۔ ١٢

سورۃ الشمس

سورۃ الشمس کی سورت ہے، اس میں کل حروف ٢٤٧ کلمات ٥٤ آیات ١٥ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں "الشمس" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ شمس رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنی سورج ہے، نظامِ شمسی میں سورج کی اہمیت اور ماہرین فلکیات کی آراء سورۂ نبا کی آیت نمبر ١٣ کے حاشیے میں ذکر کی گئی ہیں، اس لئے انہیں دوبارہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، اس سورت کا مرکزی مضمون تزکیۂ نفس کی اہمیت بیان کرنا ہے کیونکہ یہ نبی ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک اہم ترین مقصد ہے اور اس کی اہمیت کا تقاضا ہے کہ اسے تاکید کے ساتھ مؤکد کرکے بیان کیا جائے۔ ١ ١٠ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے گیارہ چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا، یقین کرلو کہ وہ کامیاب ہو گیا اور جس شخص نے اسے گناہوں سے داغ دار کردیا اور اسے صاف کرنے کی بجائے مزید گندہ کردیا، یقین کرلو کہ وہ ناکام اور محروم ہوگیا، چونکہ تزکیۂ نفس نہایت غیر معمولی اور عظیم الشان مقصد ہے، اس لئے جتنی قسمیں اللہ تعالیٰ نے اس کے حصول پر کامیابی کا اعلان کرنے کیلئے کھائی ہیں، کسی دوسری چیز کیلئے اتنی قسمیں نہیں کھائیں، چنانچہ سب سے پہلی قسم سورج کی ہے جو کہ نظامِ شمسی کا سب سے بڑا کرہ ہے اور پورے عالم پر اپنی روشن کرنیں بکھیر رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو بھی آفتابِ نبوت بنایا تھا اور آج تک پورا عالم ان کی کرنوں سے روشنی حاصل کررہا ہے، دوسری قسم سورج کی روشنی کی ہے، کیونکہ سورج کا صرف جسم تو اس کے بے نور ہونے کے بعد بھی ہوگا لیکن اس سے عالم کو فائدہ نہیں ہوگا، معلوم ہوا کہ سورج کا جسم زیادہ اہم نہیں، اس سے حاصل ہونے والی روشنی زیادہ اہم ہے، تیسری قسم چاند کی ہے جو سورج غروب ہونے کے بعد دنیا کو اپنی روشنی سے منور کرتا ہے جیسے نبی ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دنیا کو آفتاب نبوت سے حاصل کیا ہوا فیض منتقل کیا، چوتھی قسم دن کے وقت کی ہے، چونکہ دن کے وقت انسان محنت اور مشقت برداشت کرتا ہے اور کسب معاش کیلئے نکلتا ہے لہٰذا وہ حق کی تلاش اور جستجو میں پھرنے والے طالبِ صادق کی طرح ہے، پانچویں قسم رات کے وقت کی ہے جب اس کی تاریکی سارے عالم پر چھا جاتی ہے تو انسان اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹ آتا ہے اور انہیں اور خود اپنے جسم کو راحت پہنچا کر اپنے جسم کے حقوق ادا کرتا ہے، چھٹی قسم آسمان کی ہے جو انسان کے سر پر سائبان کی طرح قائم ہے، جیسے شریعت کا سائبان انسان پر قائم ہے، ساتویں قسم اس شان کی ہے جس شان کے ساتھ اللہ نے اسے بنایا ہے کہ اس میں کسی قسم کا کوئی شگاف اور سوراخ نہیں رکھا، آٹھویں قسم زمین کی ہے جس میں بیج قبول کرنے اور اگانے کی صلاحیت رکھی گئی ہے جیسے انسان کے نفس میں معرفتِ الٰہی کا بیج قبول کرنے کی استعداد رکھی گئی ہے، نویں قسم اس شان کی ہے جس شان کے ساتھ اللہ نے اسے بچھایا ہے کہ اس میں کسی قسم کی ناہمواری اور بے ڈھنگا پن نہیں رکھا، دسویں قسم نفسِ انسانی کی ہے کہ اس میں کمالات کے حصول کی قابلیت رکھی گئی ہے اور گیارہویں قسم اس شان کی ہے جس شان کے ساتھ اللہ نے اسے معتدل اور ہموار بنایا ہے، پھر اس میں یہ صلاحیت رکھی ہے کہ اگر وہ نیکی کے راستے پر چلنا چاہے تو اس کیلئے کوئی مشکل نہ ہو اور اگر گناہ کے راستے کو اختیار کرنا چاہے تو وہ بھی اس کے سامنے کھلا پڑا ہے، اس صلاحیت کے علاوہ اسے ان میں سے کسی ایک راستے کے انتخاب کا مکمل اختیار بھی دیدیا کہ اپنی مرضی سے نیکی اور بدی میں سے جس راستے کا انتخاب

فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَ سُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۪

فَقَالَ	لَهُمْ	رَسُوْلُ	اللّٰهِ	نَاقَةَ	اللّٰهِ	وَ سُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾	فَكَذَّبُوْهُ	فَعَقَرُوْهَا
سو کہا	ان سے	پیغمبر نے	اللہ کے	اونٹنی	اللہ کی	اور اس کے پینے کی باری	سو جھٹلایا انہوں نے اسے	سو پاؤں کاٹ دیئے اس کے

سو اُن سے اللہ کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ کی اونٹنی اور اُس کے پانی پینے کی باری میں محتاط رہنا۔ ﴿۱۳﴾ تو انہوں نے پیغمبر کی تکذیب کر کے اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے،

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾ ع

فَدَمْدَمَ	عَلَيْهِمْ	رَبُّهُمْ	بِذَنْۢبِهِمْ	فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾	وَ	لَا	يَخَافُ	عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾
سو الٹا مارا	ان پر	ان کے رب نے	ان کے گناہوں کی وجہ سے	تو برابر کر دیا انہیں	اور	نہیں	ڈرتا وہ	انجام سے

سو اُن پر اُن کے گناہوں کیوجہ سے اُن کے رب نے عذاب الٹا کر مارا، پھر اُنہیں برابر کر دیا۔ ﴿۱۴﴾ اور وہ انجام سے نہیں ڈرا کرتا۔ ﴿۱۵﴾

اٰيَاتُهَا ۲۱ (۹۲) سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ (۹) رُكُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ﴿۱﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ﴿۲﴾ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ

وَالَّيْلِ	اِذَا	يَغْشٰى ﴿۱﴾	وَ	النَّهَارِ	اِذَا	تَجَلّٰى ﴿۲﴾	وَ	مَا	خَلَقَ	الذَّكَرَ
قسم ہے رات کی	جب	وہ ڈھانپ لے	اور	دن کی	جب	وہ روشن ہو جائے	اور	وہ جو	اس نے پیدا کیا	نر کو

مجھے قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے۔ ﴿۱﴾ اور قسم ہے دن کی، جب وہ روشن ہو جائے۔ ﴿۲﴾ اور اُس کی جو اُس نے نر

وَالْاُنْثٰٓى ﴿۳﴾ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ﴿۴﴾ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ﴿۵﴾

وَ	الْاُنْثٰى ﴿۳﴾	اِنَّ	سَعْيَكُمْ	لَشَتّٰى ﴿۴﴾	فَاَمَّا	مَنْ	اَعْطٰى	وَاتَّقٰى ﴿۵﴾
اور	مادہ کو	بیشک	کوشش تمہاری	البتہ مختلف	سو رہا	وہ جو	دیا اس نے	اور ڈرا وہ

اور مادہ پیدا کئے۔ ﴿۳﴾ بیشک تمہاری کوششیں مختلف ہیں۔ ﴿۴﴾ سو جس شخص نے دیا اور تقویٰ اختیار کیا۔ ﴿۵﴾

۱۵ ع ۱۶

کرنا چاہے، آزادی کے ساتھ اسے منتخب کر لے لیکن یہ یاد رکھے کہ کامیابی صرف اس صورت میں ملے گی جبکہ اپنے نفس کا علاج کر کے اسے باطنی بیماریوں سے پاک کرے گا، ورنہ ناکامی اس کا مقدر ہوگی۔ ﴿۱۱﴾ ﴿۱۵﴾ ان آیتوں میں قوم ثمود کی سرکشی کا حوالہ دیکر ان کا انجام بیان کیا گیا ہے، اس مثال سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم اور فرد کے سامنے حق اور باطل، صحیح اور غلط، نیکی اور گناہ کو روز روشن کی طرح واضح کر کے یہ اختیار دیدیا کہ ان میں سے کسی بھی راستے کا انتخاب کرنے میں وہ آزاد ہیں، یہ اختیار قوم ثمود کو بھی دیا گیا تھا اور انہیں معجزات کے ذریعے یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی تھی کہ ان کیلئے فلاں راستہ منتخب کرنا زیادہ بہتر اور ان کے حق میں مفید ہے، چنانچہ ان کی فرمائش پر حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں ایک عظیم معجزہ دکھایا اور ایک پہاڑی کے اندر سے گڑگڑاہٹ کی آواز آئی اور دس ماہ کی بچہ جنم دینے والی اونٹنی برآمد ہوئی جس نے ان کے سامنے بچے کو جنم دیا، اس معجزے کی وجہ سے اسے "ناقة اللّٰه" کا نام دیا گیا، اتنا عظیم معجزہ دیکھنے کے بعد انہیں حضرت صالح علیہ السلام پر فوراً ایمان لے آنا چاہیے تھا، لیکن انہوں نے ان کی تکذیب و تردید کا راستہ اختیار کیا اور گمراہی کے راستے پر پہلے سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ دوڑنے لگے، حضرت صالح علیہ السلام نے ان کے اور اونٹنی کے درمیان پانی پینے کی باری مقرر کر دی اور انہیں تاکید کر دی کہ اس اونٹنی کے پینے کی باری کا خیال رکھنا، لیکن ان ظالموں اور سرکشوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی یہ بات بھی زیادہ دن تک نہ مانی اور بالآخر ایک سازش کے تحت اونٹنی کو قتل کر دیا، اس کا بچہ کہیں بھاگ گیا، حضرت صالح علیہ السلام کو معلوم ہوا تو افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اپنی قوم کو عذابِ الٰہی کیلئے تیار رہنے کیلئے فرمادیا، چونکہ انہوں نے اپنے نفس کا تزکیہ کرنے کی بجائے اسے گناہوں کی دلدل میں دھنسا دیا تھا، اس لئے وہ آخرت کے امتحان میں بری طرح ناکام ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب نازل فرمایا اور اہل ایمان کو نجات دیکر پوری قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالا، اگر تم لوگ بھی سرکشی اور بغاوت پر کمربند ہوگے تو تمہارا انجام بھی ان سے مختلف نہ ہوگا اور یاد رکھو! کہ اللہ تعالیٰ کو یہ اندیشہ نہیں ہے کہ مجرموں کو سزا دینے کے بعد کیا ہوگا؟ اس کی مخلوق کم ہو جائے گی، اس کی حکومت وسلطنت میں بغاوت اور شورش برپا ہو جائے گی؟ اس کیلئے اپنی حکومت بچانا مشکل ہو جائے گا؟ اس بستی اور علاقے کو دوبارہ آباد کرنا ممکن نہیں رہے گا؟ اسے دنیا کے حکمرانوں اور بادشاہوں پر قیاس نہ کرنا جو اپنی کرسی اور تخت بچانے کیلئے مجرموں کو سزا دینے سے ڈرتے اور چشم پوشی کر جاتے ہیں، وہ شہنشاہِ حقیقی ہے اور وہ انجام سے نہیں گھبراتا، بلکہ ہر چیز کا انجام وہ خود متعین کرتا ہے، اگر وہی ڈر جائے تو پھر بے خوف کون رہے گا؟ الحمد للہ! آج مورخہ ۲۷ نومبر ۲۰۱۹ء۔ بروز بدھ

سورة الليل

سورۃ اللیل مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۳۱۰، کلمات ۷۱، آیات ۲۱ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی "اللیل" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ اللیل رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنی رات ہے، اس سے پہلے سورج اور چاند کے ناموں کی مناسبت سے دو سورتیں گزر چکی ہیں اور اس سے اگلی سورت میں "الضحیٰ" کا مصداق دن کا اول وقت ہے، دراصل چاند، سورج، دن اور رات اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایسی نشانیاں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سمجھنے کیلئے کسی فلسفے اور منطق کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں ہے، معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی ان پر غور کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سمجھ سکتا ہے، اس سورت میں انسان کی کوشش کا میدان بیان کر کے اس کے انجام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے آخری چند آیات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام لئے بغیر ان کے بعض اہم فضائل وکمالات بیان کئے گئے ہیں اور ان سے اعلیٰ درجات اور بہترین انعامات کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ﴿۱﴾ ﴿۴﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی قسم کھا کر یہ مضمون بیان فرمایا ہے کہ تم میں سے ہر شخص کی کوششوں کا میدان مختلف ہے، چنانچہ کوئی دنیا کیلئے محنت کر رہا ہے اور کوئی آخرت کیلئے کوشاں ہے، کوئی مال ودولت کے انبار اکٹھے کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے اور کوئی جائیداد بڑھانے کی فکر کر رہا ہے، کوئی کارخانے اور فیکٹریاں لگانے کیلئے محنت کر رہا ہے اور کوئی تختِ اقتدار تک پہنچنے کیلئے کوشش کر رہا ہے، کوئی کسی لڑکی سے نکاح کیلئے اور کوئی اولاد کے حصول کیلئے کوشاں ہے، کسی کی کوشش ہے کہ کسی طرح اللہ کو راضی کر لوں اور کسی کی کوشش ہے کہ فلاحِ عامہ کا کوئی ایسا کام کروں جس سے لوگوں کو فائدہ ہو، غرض ہر شخص ایک دوسرے سے مختلف میدان میں اپنی صلاحیتیں اور توانائیاں صرف کر رہا ہے، اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے پہلی قسم رات کی تاریکی، دوسری قسم دن کے اجالے اور تیسری قسم اپنی مخلوق میں سے نر اور مادہ یعنی

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝٦ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝٧ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ

وَصَدَّقَ	بِالْحُسْنٰى ۝	فَسَنُيَسِّرُهٗ	لِلْيُسْرٰى ۝	وَ	اَمَّا	مَنْ	بَخِلَ
اور تصدیق کی اس نے	بھلائی کی	سوعنقریب ہم آسان کردیں گے	آسانی کیلئے	اور	رہا	وہ جو	بخل کیا اس نے

اور اچھی بات کی تصدیق کی۔ ۶ تو ہم اُس کیلئے آسانی کے اسباب مہیا کر دیں گے۔ ۷ اور باقی رہا وہ شخص جس نے بخل کیا

وَاسْتَغْنٰى ۝٨ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝٩ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝١٠

وَاسْتَغْنٰى ۝	وَ	كَذَّبَ	بِالْحُسْنٰى ۝	فَسَنُيَسِّرُهٗ	لِلْعُسْرٰى ۝
اور بے نیازی دکھائی	اور	جھٹلایا اس نے	بھلائی کو	سوعنقریب ہم آسان کردیں گے	مشکل کیلئے

اور بے نیازی ظاہر کی۔ ۸ اور اچھی بات کی تکذیب کی۔ ۹ تو ہم اُس کیلئے مشکل کے اسباب فراہم کر دیں گے۔ ۱۰

وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۝١١ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝١٢ وَاِنَّ لَنَا

وَ	مَا	يُغْنِيْ	عَنْهُ	مَالُهٗ	اِذَا	تَرَدّٰى ۝	اِنَّ	عَلَيْنَا	لَلْهُدٰى ۝	وَاِنَّ	لَنَا
اور	نہیں	کام آئیگا	اس سے	اس کا مال	جب	گڑھے میں گرے گا	بیشک	ہم پر	البتہ ہدایت	اور بیشک	ہمارے لئے

اور اُس کا مال اُس کے کام نہ آئیگا جب وہ گڑھے میں گرے گا۔ ۱۱ بیشک ہمارے ذمے ہی ہدایت دینا ہے۔ ۱۲ اور دنیا

لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝١٣ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝١٤ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا

لَلْاٰخِرَةَ	وَ	الْاُوْلٰى ۝	فَاَنْذَرْتُكُمْ	نَارًا	تَلَظّٰى ۝	لَا	يَصْلٰىهَآ	اِلَّا
البتہ آخرت	اور	دنیا	سوڈراوایا میں نے تمہیں	آگ سے	بھڑکتی ہوئی	نہیں	داخل ہوگا اسمیں	مگر

وآخرت ہمارے ہی ہیں۔ ۱۳ سو میں نے تمہیں ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا دیا ہے۔ ۱۴ جس میں وہی داخل ہوگا جو سب سے

الْاَشْقَى ۝١٥ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝١٦ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝١٧

الْاَشْقَى ۝	الَّذِيْ	كَذَّبَ	وَ	تَوَلّٰى ۝	وَسَيُجَنَّبُهَا	الْاَتْقَى ۝
سب سے بدبخت	جس نے	جھٹلایا	اور	منہ موڑا	اور عنقریب بچالیا جائیگا اس سے	سب سے متقی کو

زیادہ بدبخت ہوگا۔ ۱۵ جس نے تکذیب کی ہوگی اور منہ موڑا ہوگا۔ ۱۶ اور عنقریب سب سے بڑے متقی کو اُس سے بچالیا جائیگا۔ ۱۷

الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝١٨ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ

الَّذِيْ	يُؤْتِيْ	مَالَهٗ	يَتَزَكّٰى ۝	وَ	مَا	لِاَحَدٍ	عِنْدَهٗ	مِنْ	نِّعْمَةٍ
وہ جو	دیتا ہے	اپنا مال	پاک ہوتا ہے وہ	اور	نہیں	کسی ایک کا	اس کے پاس	سے	کوئی احسان

جو اپنا مال اپنے نفس کا تزکیہ کرنے کیلئے خرچ کرتا ہے۔ ۱۸ اور اُس پر کسی کا احسان نہیں ہے کہ جس کا بدلہ

مذکر اور مؤنث کی کمائی ہے کیونکہ یہ چیزیں بھی آپس میں ایک دوسرے کی ضد اور ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ۵ ۷ ان آیتوں میں تین کام کرنے والوں کیلئے آسانی کا وعدہ کیا گیا ہے، پہلا کام یہ کہ اللہ کے نام پر خرچ کرے اور لوگوں کو دیا کرے، دوسرا کام یہ کہ اللہ سے ڈرتا رہے اور تقویٰ اختیار کرے، تیسرا کام یہ کہ بھلی بات یعنی کلمہ توحید کی تصدیق کرے، اللہ تعالیٰ کے کلام کو سچا سمجھے اور پیغمبروں کی تصدیق کرے، اللہ تعالیٰ ایسے شخص کیلئے آسانی اور نیکی کے اسباب مہیا فرما کر اس کیلئے نیکی کرنا آسان بنا دے گا، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو جن کاموں کیلئے پیدا کیا ہے، وہ اس کیلئے انہی کاموں کے اسباب فراہم کر دیتا ہے، چنانچہ وہ شخص وہی کام کرتا ہے جن کیلئے اسے پیدا کیا گیا ہوتا ہے، اگر اسے ایمان اور اعمال صالحہ کی توفیق دینا منظور ہو تو اس کیلئے اسباب بنتے جاتے ہیں اور وہ اس منزل تک پہنچ جاتا ہے، تاریخ اور مشاہدے سے اس کی بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں کہ ایک شخص کفر اور نافرمانی کی دلدل میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے لیکن ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس کے ایمان قبول کرنے کے اسباب بننے لگتے ہیں، یہاں تک کہ وہ پکا کافر اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہو جاتا ہے اور پھر اسلام کا جانثار سپاہی ثابت ہوتا ہے۔ ۸ ۱۱ ان آیتوں میں تین کام کرنے والوں کو منزل مشکل ہونے سے ڈرایا گیا ہے، پہلا کلام بخل اور کنجوسی ہے یعنی اللہ کے نام پر خرچ کرنے کا حوصلہ نہ کرنا، دوسرا کام استغنا، اور بے نیازی کا اظہار کرنا ہے، یعنی ایسے ظاہر کرنا کہ گویا اسے جنت اور اس کے اجر وثواب کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اس کے پاس پہلے ہی اتنا کچھ موجود ہے کہ وہ کسی چیز کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا، تیسرا کام بھلی بات یعنی کلمہ توحید کی تکذیب وتردید کرنا، ایسے شخص کو خبردار کیا گیا ہے کہ اگر وہ ان کاموں پر جما رہا تو اس کیلئے مشکلات بڑھتی جائیں گی، جنت تک پہنچنے کے راستے بند ہوتے جائیں گے اور اس کیلئے انہی کاموں کے اسباب بنتے جائیں گے جن سے وہ کفر اور نافرمانی میں مزید مضبوط ہوتا اور ایمان سے دور ہوتا جائے گا، بالآخر وہ جہنم کے گڑھے میں جا گرے گا اور اس وقت اس کا مال بھی اس کے کسی کام نہ آ سکے گا۔ ۱۲ ۱۳ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ لوگوں کیلئے ہدایت اور درست راستے کی رہنمائی کے انتظامات کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے رکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس نے ہر زمانے میں انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور آسمان سے چھوٹی بڑی کئی کتابیں نازل فرمائیں تاکہ لوگ ان کی رہنمائی میں اپنی زندگی کا قبلہ درست کر لیں، دوسری یہ کہ دنیا اور آخرت کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا وہ جسے چاہتا ہے، جتنی مقدار میں چاہتا ہے اور جو چاہتا ہے، دیدیتا ہے، کسی کو حق نہیں ہے کہ اس سے پوچھ گچھ اور سوال جواب کر سکے۔ ۱۴ ۱۶ ان آیتوں میں جہنم کی آگ سے ڈرایا گیا ہے جو نہایت شدت کے ساتھ بھڑک رہی ہوگی، اس شعلے مارتی ہوئی آگ میں وہی شخص داخل ہوگا جس کی بدبختی اور محرومی پر مہر لگ چکی ہوگی، جس کی ساری زندگی دعوتِ توحید کو مسترد کرتے ہوئے، قرآن اور صاحبِ قرآن کی تکذیب کرتے ہوئے، اور آسمانی تعلیمات سے اعراض کرتے ہوئے گزر چکی ہوگی اور وہ نعمتِ ایمان سے محروم رہ کر دنیا سے خالی ہاتھ چلا گیا ہوگا، ہر خاص وعام کو ان آیتوں کے ذریعے جہنم اور اس کی آگ سے خبردار اور آگاہ کیا جا رہا ہے، تاکہ بعد میں کوئی یہ نہ کہے کہ ہمیں تو کسی نے بتایا ہی نہیں تھا۔ ۱۷ ۲۱ ان آیتوں کے الفاظ تو عام ہیں اور ہر متقی اور پرہیزگار شخص کو شامل ہیں، لیکن شانِ نزول کے ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ آیتیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور وہی ان آیات کا اولین مصداق ہیں، گزشتہ آیتوں میں جہنم سے ڈرا کر یہ بتایا گیا تھا کہ جہنم

تُجۡزٰۤی ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ رَبِّهِ الۡاَعۡلٰی ﴿۲۰﴾ وَلَسَوۡفَ یَرۡضٰی ﴿۲۱﴾ ع

تُجۡزٰۤی ﴿۱۹﴾	اِلَّا	ابۡتِغَآءَ	وَجۡهِ	رَبِّهِ	الۡاَعۡلٰی ﴿۲۰﴾	وَ	لَسَوۡفَ	یَرۡضٰی ﴿۲۱﴾
بدلہ دیا جائے اس کا	مگر	حاصل کرنے کو	رضا	اپنے رب کی	سب سے برتر	اور	البتہ عنقریب	وہ راضی ہوگا

دیا جا رہا ہو۔ ﴿۱۹﴾ سوائے اپنے اُس رب کی رضا حاصل کرنے کے جو سب سے برتر ہے۔ ﴿۲۰﴾ اور عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔ ﴿۲۱﴾

اٰیاتُھا ۱۱ (۹۳) سُوۡرَۃُ الضُّحٰی مَکِّیَّۃٌ (۱۱) رُکُوۡعُھَا ۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

وَالضُّحٰی ﴿۱﴾ وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ﴿۳﴾

وَ الضُّحٰی ﴿۱﴾	وَ	الَّیۡلِ	اِذَا	سَجٰی ﴿۲﴾	مَا	وَدَّعَكَ	رَبُّكَ	وَ	مَا	قَلٰی ﴿۳﴾
قسم ہے چڑھتی دھوپ کی	اور	رات کی	جب	وہ چھا جائے	نہیں	چھوڑا تجھے	تیرے رب نے	اور	نہ	بیزار ہوا

مجھے قسم ہے چڑھتی دھوپ کے وقت کی۔ ﴿۱﴾ اور قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے۔ ﴿۲﴾ آپ کے رب نے نہ تو آپ کو چھوڑا ہے اور نہ وہ بیزار ہوا ہے ﴿۳﴾

وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ﴿۴﴾ وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ

وَ	لَلۡاٰخِرَۃُ	خَیۡرٌ	لَّكَ	مِنَ	الۡاُوۡلٰی ﴿۴﴾	وَ	لَسَوۡفَ	یُعۡطِیۡكَ	رَبُّكَ
اور	البتہ آخرت	زیادہ بہتر	تیرے لئے	سے	دنیا کے	اور	البتہ عنقریب	دے گا تجھے	تیرا رب

اور آپ کے حق میں آخرت، دنیا سے زیادہ بہتر ہے۔ ﴿۴﴾ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا کرے گا

ع ۲۱/۱۷

میں بدنصیب لوگ ہی داخل ہوں گے جو کلمہ توحید کی تکذیب کرتے رہے، یہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ جہنم سے ان لوگوں کو بچا لیا جائے گا جو تقویٰ اور پرہیزگاری میں آگے بڑھے ہوئے ہوں گے، چونکہ تقویٰ اور پرہیزگاری میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا درجہ پوری امت میں سے بلند تر ہے، اس لئے یہاں ''الاتقیٰ'' کا مصداق وہی ہیں، انہوں نے اپنا مال ہمیشہ اللہ کی رضا کیلئے وقف کیے رکھا، وہ اسلام اور پیغمبر اسلام پر اپنا مال دونوں ہاتھوں سے خرچ کرتے رہے، اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ نفس باطنی بیماریوں مثلاً بخل اور لالچ وغیرہ سے پاک ہو جائے، یہ واضح تھا کہ وہ اپنے اوپر لوگوں کے کسی احسان کا بدلہ نہیں اتار رہے تھے، چنانچہ انہوں نے اپنے مال سے کئی غلاموں اور باندیوں کو خرید کر آزاد کیا، ان غلاموں اور باندیوں کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر کوئی احسان نہیں تھا جس کے بدلے میں انہوں نے انہیں خرید کر آزاد کیا، ان کا مقصد صرف اپنے رب اعلیٰ کو راضی کرنا تھا، اس لئے اگر کوئی ان کے خرچ کرنے پر سوال اٹھاتا تو وہ اسے یہی جواب دیتے تھے کہ نہ میں کسی کا بدلہ اتار رہا ہوں اور نہ میں کسی سے بدلہ لینا چاہتا ہوں، میں تو صرف اپنے رب کی رضا کی تلاش میں ہوں اور چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے راضی ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جذبۂ صادق کو قبول کرتے ہوئے انہیں بشارت دی ہے کہ ان کا رب تو ان سے راضی ہو چکا ہے، اب خود انہیں راضی کرنا رہ گیا ہے، سو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ابوبکر کو اتنا دیں گے کہ وہ بھی راضی اور خوش ہو جائیں گے۔ زہے نصیب کہ پروردگار خود انہیں راضی کرنے کا اہتمام کرے۔ الحمدللہ! آج مورخہ ۲۸ نومبر ۲۰۱۹ بروز جمعرات۔

سورۃ الضحی

سورۃ الضحیٰ مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۲۷۲، کلمات ۴۰، آیات ۱۱ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت ہی لفظ ''الضحی'' پر مشتمل ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ الضحیٰ رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنی چاشت کا وقت ہے، موسم کی مناسبت سے سردی اور گرمی میں چاشت کا وقت مختلف ہوتا رہتا ہے، اس کی شناخت کا آسان طریقہ یہ ہے کہ طلوع صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک درمیان کے پورے وقت کو چار برابر حصوں میں تقسیم کر لیا جائے، جب پہلا حصہ ختم ہو جائے تو چاشت کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور دوسرا حصہ شروع ہونے تک رہتا ہے، یہ وقت زوال تک رہتا ہے، اس سورت کے نزول کی تاریخ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد چند دنوں کیلئے جبریل امین کی آمد موقوف رہی، جس کی وجہ سے طبیعتِ مبارکہ میں اضطراب پیدا ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ سے جو تعلق قائم ہوا تھا اور روحانی سکون کی جو کیفیت پیدا ہوئی تھی، کہیں اسے ختم تو نہیں کر دیا گیا، اس اضطراب کا اندازہ وہ لوگ بہت اچھی طرح کر سکتے ہیں جو ایک عرصے تک اپنے محبوب کی تلاش میں رہے ہوں، چالیس سال کی تلاش کے بعد محبوب نے ایک مرتبہ اپنی آواز سنائی ہو اور اس کے بعد پھر اس کی آواز سننے کیلئے کان ترس جائیں تو اس کے اضطراب اور بے چینی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اس سورت کے نزول سے اس اضطراب کو ختم کیا گیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے متعدد انعامات کا وعدہ کیا گیا ہے ﴿۱﴾ ﴿۳﴾ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ وحی کا سلسلہ چند دنوں کیلئے موقوف ہونے کی وجہ سے آپ فکرمند نہ ہوں اور اطمینان رکھیں کہ آپ کو آپ کے رب نے نہ تو چھوڑا ہے اور نہ ہی وہ آپ سے بیزار ہوا ہے کیونکہ اس نے آپ کو نبوت و رسالت اور نزولِ وحی کیلئے منتخب فرمایا ہے، اگر وہ آپ سے ناراض ہو جائے تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے انتخاب میں غلطی کی اور حق تعالیٰ کا انتخاب کسی صورت غلط نہیں ہو سکتا، لہٰذا وہ اپنے پیغمبر سے ناراض بھی نہیں ہو سکتا، اس کے علاوہ کسی سے ناراضگی اور بیزاری کی کوئی نہ کوئی اہم اور معقول وجہ ضرور ہوتی ہے اور وہ وجہ یہاں پائی نہیں جاتی لہٰذا ناراضگی کا تصور بھی نہیں ہو سکتا، یہاں یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ اعلانِ نبوت کے آغاز میں ہی نبی علیہ السلام کو چھوڑ دینے اور ان سے ناراض ہونے کا کیا جواز ہے؟ دنیا میں اگر کوئی شخص کسی کو اپنا نمائندہ مقرر کرتا ہے اور اس نمائندے سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے، تب بھی وہ اس سے ناراض نہیں ہوتا کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابھی نیا نیا آیا ہے، مزاج سمجھنے اور مانوس ہونے میں کچھ وقت لگے گا، جبکہ یہاں تو نبی علیہ السلام سے کوئی غلطی بھی نہیں ہوئی لہٰذا ان سے ناراض ہونے کا کوئی جواز بھی نہیں رہتا، اسی وجہ سے دو چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا گیا ہے کہ آپ مطمئن رہیں، ہم آپ سے ناراض نہیں ہیں، ان میں سے پہلی چیز چاشت کا وقت ہے اور دوسری چیز رات کی تاریکی ہے، بعض مفسرین کے نزدیک پہلی قسم نبی علیہ السلام کی ولادت کے دن کی ہے اور دوسری قسم شب معراج کی ہے، بعض مفسرین کے نزدیک پہلی قسم نبی علیہ السلام کے روشن چہرۂ مبارک کی ہے اور دوسری قسم نبی علیہ السلام کے سیاہ بالوں کی، اور اس قسم کو جواب قسم کے ساتھ مکمل مناسبت ہے کیونکہ جس طرح رات کے بعد دن کا آنا برحق ہے، اسی طرح نزولِ وحی کا سلسلہ منقطع ہونے کے بعد دوبارہ شروع ہونا بھی برحق ہے، اور جس طرح رات ہمیشہ باقی نہیں رہتی، بلکہ اسے مقررہ وقت پر بہر حال ختم ہونا ہوتا ہے، اسی طرح انقطاعِ وحی کا سلسلہ بھی ہمیشہ نہیں رہے گا بلکہ جلد ختم ہوگا، یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد نزولِ وحی کا جو سلسلہ شروع ہوا، وہ نبی علیہ السلام کے دنیا سے پردہ فرمانے تک تسلسل کے ساتھ جاری رہا۔ ﴿۴﴾ اس آیت مبارکہ میں آخرت کو نبی علیہ السلام کے حق میں دنیا سے زیادہ بہتر قرار دیا گیا ہے، کیونکہ آخرت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ایسے فضائل و کمالات نمایاں ہوں گے جو تمام اولادِ آدم پر آپ کی عظمت و برتری کو ثابت کر دیں گے، جیسا کہ لواء الحمد آپ کے دستِ مبارک میں ہوگا، آپ کی سفارش پر ہی حساب کتاب شروع ہوگا، آپ کو مقام محمود پر سرفراز کیا جائے گا اور آپ ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھلوائیں گے، اسی طرح جنت میں آپ کا مقام سب سے اونچا اور برتر ہوگا، آپ کیلئے اللہ تعالیٰ نے مقامِ وسیلہ تیار کر رکھا ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ مقام صرف نبی علیہ السلام کیلئے تیار کیا گیا ہے اور وہ انہی کے ساتھ خاص ہے۔

فَتَرْضٰى ⑤ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ⑥ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا

فَتَرْضٰى ⑤	اَلَمْ	يَجِدْكَ	يَتِيْمًا	فَاٰوٰى ⑥	وَ	وَجَدَكَ	ضَآلًّا
سو تُو راضی ہو جائے گا	کیا نہیں	پایا اس نے تجھے	یتیم	سو ٹھکانہ دیا	اور	پایا اس نے تجھے	(احکام سے) ناواقف

کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ ⑤ کیا اُس نے آپ کو یتیم نہیں پایا تھا کہ پھر ٹھکانہ دیا؟ ⑥ اور آپ کو حق کی جستجو میں پایا،

فَهَدٰى ⑦ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ⑧ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ⑨

فَهَدٰى ⑦	وَ	وَجَدَكَ	عَآئِلًا	فَاَغْنٰى ⑧	فَاَمَّا	الْيَتِيْمَ	فَلَا	تَقْهَرْ ⑨
سو ہدایت دی	اور	پایا اس نے تجھے	تنگ دست	سو غنی کر دیا	سو رہا	یتیم	سو مت	ڈانٹ تُو

سو ہدایت عطا فرمائی۔ ⑦ اور آپ کو تنگ دست پایا، سو غنی کر دیا۔ ⑧ لہٰذا جو یتیم ہو، اُسے مت ڈانٹیں۔ ⑨

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ⑩ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ⑪ ع

وَ	اَمَّا	السَّآئِلَ	فَلَا	تَنْهَرْ ⑩	وَ	اَمَّا	بِنِعْمَةِ	رَبِّكَ	فَحَدِّثْ ⑪
اور	رہا	مانگنے والا	سو مت	جھڑک تُو	اور	رہی	نعمت	تیرے رب کی	سو بیان کر تُو

اور جو سوال کرنے والا ہو، اُسے مت جھڑکیں۔ ⑩ اور جو آپ کے رب کی نعمتیں ہیں، اُنہیں بیان کیجئے۔ ⑪

ع ۱۱ ۱۸

اٰيَاتُهَا ۸ (۹۴) سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَكِّيَّةٌ (۱۲) رُكُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ① وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ② الَّذِيْٓ اَنْقَضَ

اَلَمْ	نَشْرَحْ	لَكَ	صَدْرَكَ ①	وَ	وَضَعْنَا	عَنْكَ	وِزْرَكَ ②	الَّذِيْٓ	اَنْقَضَ
کیا نہیں	کھول دیا ہم نے	تیرے لئے	تیرا سینہ	اور	اتار دیا ہم نے	تجھ سے	تیرا بوجھ	وہ جس نے	جھکا دی

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کھول نہیں دیا؟ ① اور ہم نے آپ سے آپ کا بوجھ اتار دیا۔ ② جس نے آپ کی کمر

⑤ اس آیت بارکہ میں نبی اکرم ﷺ سے ایک ایسا وعدہ کیا گیا ہے جو ان کے علاوہ کسی اور سے نہیں کیا گیا، ان سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی اور خوش ہو جائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو آپ کی رضا اور خوشی عزیز ہے، لہٰذا جب تک آپ راضی نہیں ہوں گے، اس وقت تک اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرماتا جائے گا اور آپ جس چیز کو طلب فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ آپ کو وہ ضرور دے گا، حدیث میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا پھر میں اسی وقت راضی ہوں گا جب میری امت کا ہر فرد جنت میں داخل ہو جائے گا۔ ⑥ ⑧ ان آیتوں میں نبی علیہ السلام کی تین حالتیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کے تین انعامات ذکر کیے گئے ہیں، پہلی حالت یتیم ہونے کی ہے، دوسری حالت کیلئے "ضالا" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور تیسری حالت مالی تنگدستی کی ہے، کتب سیرت میں ان تینوں حالتوں کی خوب تفصیل بیان کی گئی ہے، رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت سے پہلے ہی آپ کے والد گرامی خواجہ عبداللہ کا انتقال عین جوانی میں ہو گیا تھا، اس لئے آپ نے اپنے والدِ گرامی کو نہیں دیکھا تھا اور آپ کا پورا بچپن یتیمی کی حالت میں گزرا تھا، یہ صدمہ اُس وقت مزید بڑھ گیا جب نبی علیہ السلام چھ سال کے تھے تو والدہ محترمہ نے اور آٹھ سال کے تھے تو دادا جناب عبدالمطلب نے بھی وفات پائی، اس یتیمی اور کسمپرسی کی حالت میں عام طور پر بچے بہت سی محرومیوں کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان محرومیوں سے بچایا اور آپ کو نہایت عمدہ ٹھکانہ دیا، چنانچہ پہلے خواجہ ابو طالب نے نبی علیہ السلام کی سرپرستی کی اور ان کی ذمہ داری کو عمدہ طریقے سے نبھایا، پھر مدینہ منورہ کو آپ کی ہجرت گاہ بنا کر وہاں آپ کو ٹھکانہ دیا، چنانچہ آج تک آپ وہیں آرام فرما ہیں، دوسری حالت کیلئے یہاں "ضالا" کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے، عام طور پر ترجمہ کرنے والوں نے اس کا ترجمہ راستے سے بھٹکتا ہوا یا ناواقف کیا ہے، لیکن اس عاجز نے نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے روز و شب اور اعلانِ نبوت سے پہلے کے معمولات کو سامنے رکھ کر اس کا ترجمہ حق کی جستجو کرنے والا کیا ہے، یہ اس کا لفظی ترجمہ نہیں ہے، لیکن اس کا مفہوم یہی ہے، چونکہ بہت سی جگہوں پر مفہومی ترجمہ ضرورت کی بناء پر کر لیا جاتا ہے، اس لئے یہاں بھی مفہومی ترجمہ کیا گیا ہے اور ضرورت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی طرف "راستے سے بھٹکا ہوا یا ناواقف" جیسے الفاظ کی نسبت کرنے کی جرأت کم از کم اس ناکارہ میں تو نہیں ہے، البتہ یہ درست ہے کہ اعلانِ نبوت سے پہلے نبی علیہ السلام حق کی تلاش اور جستجو میں تھے اور اسی وجہ سے غارِ حرا میں جا کر خلوت نشینی فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ جبریل امین پہلی وحی لیکر آ گئے اور تلاشِ حق کا سفر مکمل ہوا اور اتباعِ حق کا سفر شروع ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو سارے عالم کی ہدایت کا امین اور ذمہ دار مقرر فرما دیا، تیسری حالت تنگدستی کی تھی جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ کا رفیقِ حیات بنا دیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسے مخلص کو آپ کا جانثار خادم بنا دیا اور انہوں نے ہر موقع پر نبی علیہ السلام کی بہتر سے بہتر خدمت سرانجام دی۔ ⑨ ⑪ ان آیتوں میں نبی اکرم ﷺ کی مذکورہ تین حالتوں کی مناسبت سے تین ہدایتیں دی گئی ہیں، پہلی یہ کہ چونکہ آپ خود یتیمی کی حالت سے گزر کر آئے ہیں، اس لئے آپ یتیموں کے ساتھ خصوصی حسن سلوک سے پیش آیا کریں، دوسری یہ کہ اگر آپ کے پاس کوئی سائل اپنی کسی ضرورت کے سلسلے میں سوال کرنے کے لئے آ جائے تو آپ اسے جھڑک کر مت بھگائیں، بلکہ اگر اُس وقت اسے دینے کیلئے کچھ نہ ہو تو اس سے مناسب طریقے سے معذرت کر لیں، کیونکہ آپ خود مالی تنگدستی کے دور سے گزر چکے ہیں، تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو لوگوں کے سامنے بیان کیا کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تلاشِ حق کے سلسلے میں آپ کا سفر مبارک کر دیا اور آپ کو سارے عالم کی ہدایت کا ذمہ دار مقرر فرمایا ہے لہٰذا وہ پیغامِ ہدایت تفصیل کے ساتھ لوگوں کے سامنے بیان کریں، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا ایک طریقہ ہے، یہاں "حدث" امر کا صیغہ ہے جو کہ بابِ تفعیل سے ہے، اس کا لفظی معنی بات کرنا ہے، چونکہ احادیث میں نبی اکرم ﷺ کے اقوال و افعال ہی اصل موضوع ہیں، اسی وجہ سے انہیں بھی "حدیث" کہا جاتا ہے جیسا کہ ہمارے اکابر نے رائے قائم کی ہے۔ الحمد للہ۔ آج مورخہ ۲۸ نومبر ۲۰۱۹ء بروز جمعرات۔

سورۃ الانشراح: سورۃ الانشراح مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۱۰۱، کلمات ۲۷، آیات ۸ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی "نشرح" کا لفظ آیا ہے اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ الانشراح یا سورۃ الشرح رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنی کھل جانا ہے، یہاں مراد سینہ کھل جانا ہے، اس سورت میں نبی اکرم ﷺ کیلئے بعض ایسے انعامات اور فضائل کا ذکر کیا گیا ہے جو صرف نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہی خاص ہیں اور انہیں تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے بلند رتبہ اور ممتاز ثابت کرتے ہیں، جیسا کہ آگے آ رہا ہے، بعض مفسرین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ پروردگار! تو نے ابراہیم کو اپنا خلیل اور موسیٰ کو اپنا کلیم بنایا، داؤد کے ہاتھوں میں لوہا نرم کیا اور سلیمان کو جن و انس کی حکومت بخشی، میرے لئے تو نے کون سی چیز خاص کی ہے؟ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ ① ③ ان آیتوں میں نبی اکرم ﷺ کیلئے تین نعمتوں کا اعلان کیا گیا ہے، پہلی نعمت شرحِ صدر ہے، دوسری نعمت وضعِ وزر اور تیسری نعمت رفعِ ذکر ہے، شرحِ صدر کا لفظی معنی سینہ کھل جانا ہے، بعض لوگوں کو یہاں غلط فہمی ہوئی ہے اور وہ شرحِ صدر کو شقِ صدر سمجھ بیٹھے ہیں، حالانکہ یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں اور دونوں مستقل طور پر نبی علیہ السلام کیلئے ثابت ہیں، ان میں سے شقِ صدر کی تفصیلات حدیث و سیرت کی کتابوں میں آئی ہیں کہ جبریل امین نے اپنے ساتھی فرشتوں کی مدد سے نبی علیہ السلام کا سینہ مبارک چاک کیا، اس میں سے قلبِ مبارک کو نکال کر زمزم سے دھویا اور اس میں ایمان و حکمت کو

ظُهْرَكَ ۝٣ وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝٤ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٥ اِنَّ مَعَ

ظُهْرَكَ ۝	وَ	رَفَعْنَا	لَكَ	ذِكْرَكَ ۝	فَاِنَّ	مَعَ	الْعُسْرِ	يُسْرًا ۝	اِنَّ	مَعَ
تیری کمر	اور	بلند کیا ہم نے	تیرے لئے	ذکر تیرا	سو بیشک	ہمراہ	مشکل کے	آسانی	بیشک	ہمراہ

جھکا دی تھی ۔ ۳ اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا ۔ ۴ سو بیشک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے ۔ ۵ یقیناً ہر مشکل کے

الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٦ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝٧ وَ اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝٨ ع ١ ٨ ١٩

الْعُسْرِ	يُسْرًا ۝	فَاِذَا	فَرَغْتَ	فَانْصَبْ ۝	وَ	اِلٰى	رَبِّكَ	فَارْغَبْ ۝
مشکل کے	آسانی	سو جب	تو فارغ ہو	تو محنت کر	اور	طرف	اپنے رب کے	سو دل لگا

ساتھ آسانی ہے ۔ ٦ لہٰذا جب آپ کو فراغت ملے، آپ محنت کیجئے ۔ ٧ اور اپنے رب کی طرف دل لگائیے ۔ ٨

اٰیاتُھا ٨ (٩٥) سُوْرَةُ التِّيْنِ مَكِّيَّةٌ (٢٨) رُکُوْعُھا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝١ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝٢ وَهٰذَا الْبَلَدِ

وَالتِّيْنِ	وَ	الزَّيْتُوْنِ ۝	وَ	طُوْرِ	سِيْنِيْنَ ۝	وَ	هٰذَا	الْبَلَدِ
قسم ہے انجیر کی	اور	زیتون کی	اور	طور	سینین کی	اور	اس	شہر کی

مجھے قسم ہے انجیر اور زیتون کی ۔ ١ اور قسم ہے طور سینین کی ۔ ٢ اور قسم ہے اس شہر

الْاَمِيْنِ ۝٣ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝٤

الْاَمِيْنِ ۝	لَقَدْ	خَلَقْنَا	الْاِنْسَانَ	فِيْٓ	اَحْسَنِ	تَقْوِيْمٍ ۝
امن والے	البتہ یقیناً	پیدا کیا ہم نے	انسان کو	بیچ	سب سے عمدہ	سانچے کے

امن کی ۔ ٣ یقیناً ہم نے انسان کو سب سے بہترین سانچے میں ڈھال کر پیدا کیا ہے ۔ ٤

بھر دیا، اس کے بعد قلب مبارک کو اس کی جگہ واپس رکھ کر سینۂ مبارک کو ٹانکے لگا کر سی دیا، اس پورے عمل کو شق صدر کہا جاتا ہے، یہ عمل نبی علیہ السلام کے ساتھ چار مختلف مواقع پر کیا گیا اور تمام انبیاء کرام میں یہ صرف نبی علیہ السلام کی خصوصیت ہے اس لئے کسی دوسرے نبی کے ساتھ شق صدر کا واقعہ پیش نہیں آیا، جبکہ شرح صدر سے مراد وہ کیفیت ہے جس میں انسان کسی کام کو کرتے ہوئے مکمل مطمئن ہوتا ہے، وہ ظاہری حالات کی ناموافقت سے گھبراتا نہیں ہے اور جو فیصلہ کر لیتا ہے، اس پر ڈٹ جاتا ہے، یہ کیفیت دوسرے لوگوں کو بھی درجہ بدرجہ نصیب ہوئی ہے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے شرح صدر کی دعا کرنا سورۂ طٰہٰ کے دوسرے رکوع میں مذکور ہے، لیکن جس درجے میں نبی علیہ السلام کو یہ کیفیت عطا کی گئی، شرح صدر کا وہ سب سے اعلیٰ درجہ تھا اور اس میں نبی علیہ السلام کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں تھا، دوسری چیز ''وضع وزر'' ہے، وزر کا لفظی معنی بوجھ ہے، لیکن یہاں مراد ذمہ داری ہے اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرائض نبوت کی جو ذمہ داریاں ڈالی تھیں اور آپ ان کی ادائیگی کے حوالے سے احساس ذمہ داری کے بوجھ تلے خود کو محسوس فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مہربانی سے اس بوجھ کو ہٹا دیا اور اس کی جگہ آپ کا سینہ ان کی ادائیگی کیلئے کشادہ فرما دیا، دراصل جو لوگ اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں حساس ہوتے ہیں، انہیں ہر وقت یہی فکر رہتی ہے کہ وہ سو فیصد اپنی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی ادا کر سکیں، نبی علیہ السلام کی طبیعت مبارکہ ایسی ہی حساس واقع ہوئی تھی، سو اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے نبی علیہ السلام کیلئے ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کو نہایت آسان اور سہل بنا دیا، تیسری چیز رفع ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر اس قدر بلند کر دیا کہ اپنے ذکر کے ساتھ نبی علیہ السلام کے ذکر کو ملایا، چنانچہ اب جہاں کہیں اور جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے، نبی علیہ السلام کا ذکر بھی اس کے ساتھ ہی ہوتا ہے، ہر جگہ ان پر درود پڑھا جا رہا ہے، ان کی احادیث پڑھی اور سنی جا رہی ہیں اور ان کی تشریحات بیان کی جا رہی ہیں، ان کی تعریف میں نعتیہ اشعار اور قصیدے کہے جا رہے ہیں، ان کی تعلیمات اور سنتوں کو اپنانے کی کوشش ہو رہی ہے اور ان کے مبارک تذکرے سے اپنی مجلسوں کو منور اور قلب و جگر کو روشن کیا جا رہا ہے اور تا صبح قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا، انشاء اللہ ۵ ٦ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ جو لوگ مشکلات اور پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہیں، وہ گھبرائیں نہیں، عنقریب ان مشکلات اور پریشانیوں کے بعد انہیں راحت اور آسانی بھی نصیب ہوگی، بلکہ علماء نے عربی گرائمر کے اصولوں اور باریکیوں کی روشنی میں یہ سمجھا ہے کہ ہر ایک پریشانی کے ساتھ کم از کم دو آسانیاں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہیں، اس لئے مشکل حالات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرنا چاہئے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر آنے والی پریشانیاں اور مشکلات ایک ایک کر کے حل ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ آسانیاں عطا فرمائیں، آج بھی اللہ تعالیٰ کا یہی وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ ٧ ٨ ان آیتوں میں روئے سخن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور یہ تاکید کی گئی ہے کہ آپ اپنی فرصت کے اوقات میں نفلی عبادات اور دیگر اوراد و وظائف اور تسبیحات کا اہتمام بھی فرمایا کریں، اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا کریں اور اپنے آپ کو اپنے رب کی عبادت کیلئے تھکایا کریں، یہی تاکید ہر داعی اور مبلغ کیلئے بھی ہے کہ اگرچہ آپ کا سارا وقت دین کی اشاعت و ترویج میں لگ رہا ہو اور آپ کی تمام کارگزاری کا تعلق دین ہی کے شعبوں سے وابستہ ہو، اس کے باوجود روحانی ترقی اور تعلق مع اللہ کی مضبوطی کیلئے نفلی عبادات کیلئے وقت نکالنا اور خود کو اس کیلئے تھکانا بے حد ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام دن بھر کی مصروفیات کے باوجود رات کو اتنا طویل قیام فرماتے تھے کہ قدم مبارک ورم آلود ہو جایا کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے استفسار پر فرماتے تھے کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ الحمد للہ! آج مورخہ ٢٨ نومبر ٢٠١٩ء بروز جمعرات

سورة التين

سورة التين مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ١٥٠، کلمات ٣٤، آیات ٨ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی ''التین'' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ التین رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنی انجیر ہے، اس کا درخت چھوٹے قد کا ہوتا ہے، اس کی چھال ہموار اور پتے بڑے ہوتے ہیں، اس کا پھل ٣.٥ سینٹی میٹر لمبا اور سبز ہوتا ہے، اور پکنے پر جامنی ہو جاتا ہے، اس کے آثار وادی اردن میں ملے ہیں، یہ پہلا پودا ہے جو انسان نے کاشت کیا، اس کی دو بڑی قسمیں ہیں، پہلی قسم کو بستانی کہا جاتا ہے، اسے خود کاشت کیا جاتا ہے اور دوسری قسم کو جنگلی انجیر کہا جاتا ہے، اسے اگانا نہیں پڑتا بلکہ یہ خودرو انجیر ہوتی ہے، پہلی قسم کا ذائقہ زیادہ عمدہ ہوتا ہے اور اس میں بھرپور غذائیت ہوتی ہے، اطباء نے اس کے بے شمار فوائد بیان کئے ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے، اس سورت کا مرکزی مضمون انسان کی تخلیق سب سے بہترین سانچے میں ہونے کو بیان کرنا ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

١ ٢ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھا کر یہ مضمون بیان فرمایا ہے کہ ہم نے جتنی بھی مخلوقات پیدا کی ہیں، ان میں سے ہر ایک کو کسی نہ کسی سانچے میں ڈھال کر پیدا کیا ہے چنانچہ پہاڑوں، ندی نالوں،

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝٥ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

وَعَمِلُوا	اٰمَنُوْا	الَّذِيْنَ	اِلَّا	سٰفِلِيْنَ ۝	اَسْفَلَ	رَدَدْنٰهُ	ثُمَّ
اور عمل کئے انہوں نے	ایمان لائے	جو لوگ	مگر	نیچے والوں کے	سب سے نیچے	لوٹا دیا ہم نے اسے	پھر

پھر ہم نے اُسے نیچے سے بھی نیچے پھینک دیا ۔ ۵ سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال

الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝٦ فَمَا يُكَذِّبُكَ

يُكَذِّبُكَ	فَمَا	مَمْنُوْنٍ ۝	غَيْرُ	اَجْرٌ	فَلَهُمْ	الصّٰلِحٰتِ
جھٹلاتا تجھے	سو کیا ہے	ختم ہونے والا	نہ	ثواب	تو ان کیلئے	اچھے

کئے ، کہ اُن کیلئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے ۔ ۶ پھر اس کے بعد بھی کون سی چیز ہے جو قیامت کے دن کے

بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝٧ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝٨

الْحٰكِمِيْنَ ۝	بِاَحْكَمِ	اللّٰهُ	اَلَيْسَ	بِالدِّيْنِ ۝	بَعْدُ
حاکموں میں	سب سے بڑا حاکم	اللہ	کیا نہیں	ساتھ انصاف کے	پیچھے

معاملے میں اُن سے تمہاری تکذیب کرواتی ہے ؟ ۷ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے ؟ ۸

اٰيَاتُهَا ١٩ — (٩٦) سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ (١) — رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

درختوں، پھولوں، پھلوں، پرندوں، درندوں، جانداروں اور بے جان جمادات میں سے ہر ایک کا ایک سانچہ ہے اور ہر چیز اسی سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے، اسی طرح انسان کو بھی ایک خاص قسم کے سانچے میں ڈھال کر پیدا کیا ہے، اس سانچے میں تمام انسانوں کا سر، دھڑ، بازو، پاؤں، انگوٹھے، گھٹنے، انگلیاں، پیٹ، پیٹھ، آنکھ اور کان وغیرہ سب ایک ہی جگہ پر رکھے گئے ہیں اور تمام مخلوقات میں ہم نے انسان کا سانچہ سب سے بہترین اور عمدہ بنایا ہے، اس سے زیادہ خوبصورت سانچہ کسی اور مخلوق کا نہیں ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انجیر کی قسم کھائی ہے، اس کے بعد زیتون کی، اس کے بعد طور سینا کی اور پھر شہر امن
ع ١ ٨ ٢٠ یعنی مکہ مکرمہ کی، ان میں سے پہلی دو چیزیں انسان کے جسمانی فائدے سے تعلق رکھتی ہیں اور دوسری دو جگہیں انسان کی روحانی ترقی کا مرکز ہیں، کیونکہ طور سینا، وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا اور مکہ مکرمہ وہ شہر امن ہے جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، ان پر وحی نازل ہوئی اور آسمانی تعلیمات پر مشتمل سب سے زیادہ اہم اور مقدس کتاب نازل ہوئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تورات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن روحانی ترقی کا سرچشمہ ہیں، گویا اللہ تعالیٰ نے انسان کی ظاہری اور باطنی، جسمانی اور روحانی ہر قسم کی ضروریات کا بہترین انتظام فرمایا ہے، اس لئے اس سے زیادہ خوبصورت سانچہ کسی اور مخلوق کا ہو ہی نہیں سکتا، لہٰذا کسی بھی انسان کو اپنے حوالے سے احساسِ کمتری میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اس پر شکر ادا کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی ساری مخلوق میں سب سے خوبصورت مخلوق قرار دیا ہے۔ ۵ ۶ ان آیتوں میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے، ایک قسم ان اہل ایمان کی ہے جنہوں نے اپنے ایمان کی حفاظت کی اور اعمالِ صالحہ کا خوب اہتمام کیا، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس بات کا شکر ادا کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی مخلوق میں سب سے خوبصورت مخلوق بنایا ہے، لہٰذا انہیں ایسا اجر و ثواب ملے گا جو نہ کبھی ختم ہوگا اور نہ کبھی معطل یا موقوف ہوگا، بلکہ بلا انقطاع مسلسل جاری رہے گا، دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو ایمان اور عملِ صالح کی توفیق سے محروم رہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی خوبصورتی کا حق ادا نہیں کیا، لہٰذا اب وہ اپنی اس خوبصورتی کو ہمیشہ برقرار بھی نہیں رکھ سکیں گے، بلکہ اپنے کفر اور نافرمانی کی سزا بھگتنے کیلئے جہنم میں داخل ہوں گے جہاں ان کا سارا حسن و جمال رائیگاں چلا جائے گا اور وہ بد سے بدتر ہو جائیں گے، اسفل سافلین سے یہی حالت مراد ہے، اس حالت میں انسان جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے، صرف اہلِ ایمان اس سے مستثنیٰ رہتے ہیں۔ ۷ ۸ ان آیتوں میں انسان کو مخاطب کر کے اس سے دو سوال پوچھے گئے ہیں، پہلا یہ کہ جب ظاہری اور باطنی حسن کی مکمل تفصیل تمہارے سامنے آگئی اور تمہیں معلوم ہو گیا کہ ظاہری حسن اُسی وقت باقی رہے گا جب باطنی حسن نصیب ہوگا تو اس کے بعد اب کون سی چیز ہے جو تمہیں قیامت کے دن کی تکذیب کرنے پر آمادہ کرتی ہے؟ یا کون سی چیز ہے جو تمہیں دینِ برحق کی تکذیب پر آمادہ کرتی ہے (یعنی دین کا لفظ یہاں اپنے اصلی معنی میں بھی استعمال ہو سکتا ہے) اس سوال کا منشا یہی ہے کہ انسان دینی تعلیمات کی تکذیب کی بجائے ان پر عمل کر کے اپنے باطنی حسن کو بڑھائے تاکہ اس کا ظاہری حسن اور خوبصورتی بھی برقرار رہے، دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟ کیا اس کے علاوہ کوئی اور احکم الحاکمین ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس کی تعلیمات کو رد کرنے کی کون سی منطق درست ہو سکتی ہے؟ خلاصہ یہ کہ اگر تم اپنے ظاہری حسن کو برقرار رکھنا چاہتے ہو تو باطنی حسن کی فکر کرو، حدیث میں ہے کہ سورۃ التین کی آخری آیت پڑھ کر انسان کو یہ جواب دینا چاہئے "بلى و أنا على ذالك من الشهدين" کیوں نہیں، اور میں اس بات کی گواہی دینے والوں میں سے ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی احکم الحاکمین ہے۔ الحمد للہ! آج مورخہ ۲۸ نومبر ۲۰۱۹ء بروز جمعرات

سورة العلق

سورۂ علق مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۲۰۷، کلمات ۷۲، آیات ۱۹ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی دوسری آیت میں "علق" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ علق رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنی جما ہوا خون ہے اور مراد انسان کی تخلیق کا وہ مرحلہ ہے جس میں وہ خون کا جما ہوا لوتھڑا ہوتا ہے، اس سورت کی ابتدائی پانچ آیتیں نبی علیہ السلام پر نازل ہونے والی وحی میں سب سے مقدم ہیں، صحیح بخاری اور حدیث کی دیگر معتبر کتابوں میں یہ روایت موجود ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نزولِ وحی سے پہلے غارِ حرا میں جا کر عبادت و اعتکاف میں مشغول رہا کرتے تھے اور کئی کئی دن تک وہاں قیام فرماتے تھے، اس دوران نبی علیہ السلام کو سچے خواب دکھائی دینے لگے، کچھ عرصہ کے بعد جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ آپ پر نزولِ وحی کا سلسلہ شروع کر دے تو اپنے قاصد جبریل امین کو سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیتیں دے کر نبی علیہ السلام کے پاس غارِ حرا میں بھیج دیا، انہوں نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا "اقرأ" یعنی پڑھیے، تو نبی علیہ السلام نے فرمایا "ما أنا بقارئ" یعنی میں نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا اس لئے میں نہیں پڑھ سکوں گا، جبریل امین نے نبی علیہ السلام کو اپنے سینے سے لگا کر زور سے بھینچا، پھر دوبارہ پڑھنے کیلئے کہا، نبی علیہ السلام نے حسب سابق جواب دیا، تین مرتبہ اسی طرح ہوا، پھر جبریل امین نے ان پانچ آیتوں کی تلاوت کی اور اپنی ذمہ داری پوری کر کے رخصت ہو گئے، نبی علیہ السلام کے جسم مبارک پر لرزہ طاری ہو گیا اور اسی حالت میں گھر واپس تشریف لائے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کمبل اوڑھایا، جب حالت ذرا سنبھلی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا واقعہ سنایا، انہوں نے نبی علیہ السلام کو خوب تسلی دی اور نبی علیہ السلام کی خوبیاں

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ ﴿١﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿٢﴾ اِقْرَاْ

اِقْرَاْ	بِاسْمِ	رَبِّكَ	الَّذِيْ	خَلَقَ ﴿١﴾	خَلَقَ	الْاِنْسَانَ	مِنْ	عَلَقٍ ﴿٢﴾	اِقْرَاْ
پڑھ تُو	نام سے	اپنے رب کے	جس نے	پیدا کیا	پیدا کیا اس نے	انسان کو	سے	جمے ہوئے خون کے	پڑھ تُو

اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ۔ ﴿١﴾ اُس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ۔ ﴿٢﴾ پڑھیے ،

وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴿٣﴾ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿٤﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿٥﴾

وَ	رَبُّكَ	الْاَكْرَمُ ﴿٣﴾	الَّذِيْ	عَلَّمَ	بِالْقَلَمِ ﴿٤﴾	عَلَّمَ	الْاِنْسَانَ	مَا	لَمْ	يَعْلَمْ ﴿٥﴾
اور	تیرا رب	سب سے معزز	جس نے	سکھایا	قلم سے	سکھایا اس نے	انسان کو	وہ جو	نہیں	جانتا وہ

اور آپ کا رب سب سے زیادہ باعزت ہے۔ ﴿٣﴾ جس نے قلم کے ذریعے علم عطا فرمایا۔ ﴿٤﴾ اُس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ ﴿٥﴾

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ﴿٦﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ﴿٧﴾ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ

كَلَّآ	اِنَّ	الْاِنْسَانَ	لَيَطْغٰٓى ﴿٦﴾	اَنْ	رَّاٰهُ	اسْتَغْنٰى ﴿٧﴾	اِنَّ	اِلٰى	رَبِّكَ
ہرگز نہیں	بیشک	انسان	البتہ سرکشی کرتا ہے	یہ کہ	دیکھتا ہے اپنے آپ کو	بے نیاز ہو گیا وہ	بیشک	طرف	تیرے رب کے

کوئی بات نہیں ، انسان سرکشی کرتا ہے ۔ ﴿٦﴾ کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیتا ہے ۔ ﴿٧﴾ بیشک آپ کے رب کی طرف ہی

الرُّجْعٰى ﴿٨﴾ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ﴿٩﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ﴿١٠﴾ اَرَءَيْتَ

الرُّجْعٰى ﴿٨﴾	اَرَءَيْتَ	الَّذِيْ	يَنْهٰى ﴿٩﴾	عَبْدًا	اِذَا	صَلّٰى ﴿١٠﴾	اَرَءَيْتَ
لوٹنا	کیا دیکھا تُو نے	اسے جو	منع کرتا ہے	بندے کو	جب	وہ نماز پڑھتا ہے	کیا دیکھا تُو نے

لوٹ کر جانا ہے۔ ﴿٨﴾ کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے ۔ ﴿٩﴾ ایک بندے کو، جب وہ نماز پڑھتا ہے ۔ ﴿١٠﴾ یہ تو بتاؤ کہ

اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ﴿١١﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ﴿١٢﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ

اِنْ	كَانَ	عَلَى	الْهُدٰٓى ﴿١١﴾	اَوْ	اَمَرَ	بِالتَّقْوٰى ﴿١٢﴾	اَرَءَيْتَ	اِنْ	كَذَّبَ
اگر	وہ ہو	پر	ہدایت کے	یا	حکم دے	تقویٰ کا	کیا دیکھا تُو نے	اگر	وہ جھٹلائے

اگر وہ بندہ ہدایت پر قائم ہو ۔ ﴿١١﴾ یا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دے رہا ہو۔ ﴿١٢﴾ یہ تو بتاؤ کہ اگر یہ شخص تکذیب کرے

وَتَوَلّٰى ﴿١٣﴾ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿١٤﴾ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًاۢ

وَ	تَوَلّٰى ﴿١٣﴾	اَلَمْ	يَعْلَمْ	بِاَنَّ	اللّٰهَ	يَرٰى ﴿١٤﴾	كَلَّا	لَئِنْ	لَّمْ	يَنْتَهِ	لَنَسْفَعًا
اور	منہ پھیر لے	کیا نہیں	جانتا وہ	کہ بیشک	اللہ	دیکھ رہا ہے	ہرگز نہیں	البتہ اگر	نہ	باز آیا وہ	البتہ ہم گھسیٹیں گے

اور منہ موڑ لے ۔ ﴿١٣﴾ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟ ﴿١٤﴾ کوئی بات نہیں ، اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اُسے پیشانی سے پکڑ کر

ذکر کر کے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تنہا کبھی نہیں چھوڑے گا، اس لئے آپ مطمئن رہیں، اس واقعے کے بعد چند دن تک وحی موقوف رہی، پھر تسلسل کے ساتھ جاری ہو گئی اور آخر وقت تک یہ سلسلہ برقرار رہا۔

﴿١﴾ ﴿٥﴾ ان آیتوں میں نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے دو مرتبہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، چونکہ یہ پہلی وحی تھی اس لئے اس حکم کے ذریعے گویا اس بات کی طرف اشارہ کر دیا گیا کہ آپ کی امت دوسری امتوں سے تعلیم کے ذریعے ممتاز ہوگی، نیز یہ کہ اب اہل عرب امی نہیں رہیں گے، بلکہ اب انہیں لکھنا پڑھنا سکھایا جائے گا اور یہی ان کی شناخت ہوگی، اس کے علاوہ ان آیتوں میں قلم کو ذریعہ علم قرار دیا گیا ہے، جو لوگ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے، غالباً وہ ان آیتوں سے واقف نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی وحی میں اپنے پیغمبر کو تلوار پکڑائی تھی یا قلم اور کتاب؟ اور اس امت کا پہلا منشور تلوار تھی یا علم؟ جبکہ اگلی آیت میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انسان کو ان چیزوں کا علم عطا فرماتا ہے جو اسے پہلے سے معلوم نہیں ہوتی ہیں، آپ کو اور آپ کی امت کو بھی وہ ایسے علوم عطا فرمائے گا جو پہلے لوگوں کو دیئے ہوں گے اور نہ آپ کی امت ان سے واقف ہوگی، گویا اس میں بھی حصول علم کی ترغیب دی گئی ہے کہ انسان کو جو بات معلوم نہ ہو یا اسے جس چیز کا علم نہ ہو، ان کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، ان آیتوں میں وہ تمام سوالات بھی حل کر دیئے گئے ہیں جو نزول وحی سے پہلے نبی علیہ السلام کے ذہن میں موجود تھے اور ہر شخص ان کے جواب کی تلاش میں رہتا ہے، چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ اپنے رب کے نام سے پڑھو کیونکہ وہی خالق ہے، گویا انسان کا اپنے رب سے تعلق خالق اور مخلوق ہونے کا ہے، پھر رب کا لفظ اس پہلو کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ وہ آپ کو آہستہ آہستہ درجہ کمال تک پہنچائے گا، پھر انسان کو اس کی تخلیق کا وہ مرحلہ یاد دلایا گیا ہے جب وہ خون کا جما ہوا لوتھڑا تھا، اللہ نے اسے جیتا جاگتا انسان بنا دیا، اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر کریم ہے، وہی انسان کو علم عطا فرماتا ہے اور وہی اس کیلئے علم کے ذریعے مہیا کرتا ہے، لہٰذا انسان کو اسی کا فرمانبردار ہونا چاہئے۔

﴿٦﴾ ﴿٨﴾ ان آیتوں میں ''جو کہ پہلی وحی کے کچھ عرصے بعد نازل ہوئی تھیں'' انسان کی سرکشی کا حوالہ دیا گیا ہے کہ وہ اپنی پیدائش اور مادۂ تخلیق کو بھول جاتا ہے اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری اور احسان فراموشی کرتے ہوئے اس کے سامنے اپنا استغناء اور بے نیازی ظاہر کر کے اکڑتا ہے، اس مغرور کو یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ اسے اپنے رب کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے، بھاگ کر کہاں جائے گا؟ ﴿٩﴾ ﴿١٢﴾ ان آیتوں کے الفاظ عام ہیں اور شانِ نزول خاص ابوجہل سے تعلق رکھتا ہے، اعلانِ نبوت کے بعد جب نبی اکرم ﷺ نے سب لوگوں کے سامنے نماز پڑھنا شروع کر دی تو شروع میں لوگ خاموشی سے دیکھتے رہے، آہستہ آہستہ مشرکوں نے اس پر اعتراضات شروع کر دیئے، حتیٰ کہ ایک دن ابوجہل نے آ کر نبی علیہ السلام کو دھمکی دی کہ اگر آئندہ میں نے آپ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ کی گردن سجدے میں ہی مسل دوں گا، ایک مرتبہ اس نے دھمکی دی کہ میں آپ سے مقابلہ کرنے کیلئے وادیٔ مکہ کو شہسواروں سے بھر دوں گا، ایک مرتبہ اس نے دورانِ نماز گستاخی کرنے کا ارادہ بھی کیا، لیکن جب نبی علیہ السلام کے قریب پہنچا تو خوفزدہ ہو کر واپس بھاگ گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے سامنے فرشتے کر دیئے تھے، یہ آیات اسی مناسبت سے آخر سورت تک نازل ہوئی ہیں، چونکہ الفاظ عام ہیں اس لئے یہ آیات ہر اس شخص کو بھی شامل ہیں جو لوگوں کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے، خود بھی سجدے کی توفیق سے محروم رہتا ہے اور دوسروں کو بھی اس سے محروم رکھنے کی کوشش کرتا ہے، حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ خود بھی راہِ راست پر آنے کی کوشش کرتا اور دوسروں کو بھی تقویٰ اختیار کرنے کی تاکید کرتا، اس طرح اس کے

بِالنَّاصِيَةِ ۝۱۵ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝۱۶ فَلۡيَدۡعُ نَادِيَهٗ ۝۱۷

بِالنَّاصِيَةِ ۝	نَاصِيَةٍ	كَاذِبَةٍ	خَاطِئَةٍ ۝	فَلۡيَدۡعُ	نَادِيَهٗ ۝
پیشانی سے	پیشانی	جھوٹی	گنہگار	سو چاہیے کہ بلالے	اپنے ہم نشین

گھسیٹیں گے۔ ۱۵ وہ پیشانی جو کہ جھوٹی، گنہگار ہے۔ ۱۶ اُسے چاہیے کہ اپنے ہم نشینوں کو بلالے۔ ۱۷

سَنَدۡعُ الزَّبَانِيَةَ ۝۱۸ كَلَّا ۚ لَا تُطِعۡهُ وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبۡ ۝۱۹ (السجدۃ)

سَنَدۡعُ	الزَّبَانِيَةَ ۝	كَلَّا	لَا	تُطِعۡهُ	وَ اسۡجُدۡ	وَ اقۡتَرِبۡ ۝
عنقریب ہم بلائیں گے	جہنم کے فرشتوں کو	ہرگز نہیں	مت	اطاعت کر تُو اس کی	اور سجدہ کر تُو	اور قریب ہو جا

ہم بھی جہنم کے فرشتوں کو بلالیتے ہیں۔ ۱۸ ایسا ہرگز نہ ہوگا، آپ اُس کی بات نہ مانیے، اور سجدہ کرکے اپنے رب کا قرب حاصل کرتے رہیے۔ ۱۹

اٰيَاتُهَا ۵ (۹۷) سُوۡرَةُ الۡقَدۡرِ مَكِّيَّةٌ (۲۵) رُكُوۡعُهَا ۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

إِنَّآ أَنۡزَلۡنٰهُ فِيۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۝۱ وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۝۲ لَيۡلَةُ

إِنَّآ	أَنۡزَلۡنٰهُ	فِيۡ	لَيۡلَةِ	الۡقَدۡرِ ۝	وَ	مَآ	اَدۡرٰىكَ	مَا	لَيۡلَةُ	الۡقَدۡرِ ۝	لَيۡلَةُ
بیشک ہم	نازل کیا ہم نے اسے	بیچ	رات کے	قدروالی	اور	کیا	معلوم تجھے	کیا ہے	رات	قدروالی	رات

بیشک ہم نے اِس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔ ۱ اور آپ کو کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ ۲ شب

سرکش نفس کا علاج بھی ہو جاتا اور وہ دوسروں کی ہدایت کا ذریعہ بھی بن جاتا، یہ اس کے حق میں زیادہ مفید ہوتا۔ ۱۴ ۱۵ ان آیتوں میں گزشتہ مضمون کی تکمیل کی گئی ہے، ابوجہل نے اسلام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کیا، پیغمبر ﷺ کی تکذیب کی، دینِ حق سے اعراض کیا اور منہ موڑا، اسے اس بات کا یقین نہیں تھا کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے، اس نے پیغمبر ﷺ کو دھمکیاں دیں اور انہیں اپنی طاقت سے مرعوب کرنے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ نے اس کی دھمکیوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اب یہ گیدڑ بھبکیاں ہرگز نہیں سنی جائیں گی اور ان دھمکیوں کو ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا، بلکہ اسے وارننگ دی جا رہی ہے کہ ان باتوں سے باز آجائے، اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اسے اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے، جیسے کسی مجرم اور قیدی کو ذلیل کرنے کیلئے پکڑا جاتا ہے، اس کی پیشانی بھی اس کے مجرم ہونے کی نشاندہی کرتی ہے اور ہر شخص اس کی پیشانی دیکھ کر فیصلہ کرسکتا ہے کہ یہ ایک جھوٹے اور گنہگار آدمی کی پیشانی ہے، اور یہ جو اس نے دھمکی دی کہ میں آپ سے مقابلے کیلئے وادیٔ مکہ کو شہسواروں سے بھر دوں گا تو ہم اس چیلنج کو قبول کرتے ہیں، تاکہ اس کے دل میں حسرت نہ رہے، اسے چاہئے کہ جسے بلانا چاہتا ہے، بلا لے، ہم اس کے مقابلے کیلئے ''زبانیہ'' کو بھیج دیتے ہیں، زبانیہ جہنم کے ان فرشتوں کا نام ہے جو اہلِ جہنم کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں جہنم میں پھینک دیں گے، ابوجہل کو یہ چیلنج سن کر سانپ سونگھ گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی اسے ''زبانیہ'' کا مزہ چکھا دیا، چنانچہ بدر کے میدان میں اس نے عبرتناک شکست کھائی اور اس کی لاش کو گھسیٹ کر بدر کے کنوئیں میں پھینک دیا گیا اور آخرت میں بھی اسے زبانیہ کے حوالے کیا جائے گا، سورت کے اختتام پر نبی علیہ السلام کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ اس کی دھمکیوں کی پرواہ نہ کریں اور اس کے کہنے میں نہ آئیں، اگر یہ آپ کو سجدہ کرنے سے روکتا ہے تو آپ اپنے سجدوں کی کثرت میں اضافہ فرمادیں، کیونکہ سجدہ انسان کو اپنے رب کے قریب کرتا ہے اور قربِ الٰہی حاصل کرنے کے جتنے بھی طریقے ممکن ہوسکتے ہیں، ان میں سب سے زیادہ مؤثر طریقہ سجدہ ہے، ایک شعر میں اسے یوں بیان کیا گیا ہے۔ تصورِ عرش پر ہے وقفِ سجدہ ہے جبیں میری میرا پھر پوچھنا کیا، آسماں میرا، زمیں میری الحمدللہ! آج مورخہ ۲۹ نومبر ۲۰۱۹ء بروز جمعہ بوقت اشراق۔

سورۃ القدر

سورۂ قدر مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۱۱۲، کلمات ۳۰، آیات ۵ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی ''القدر'' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ القدر رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنیٰ اندازہ کرنا، تنگ کرنا اور تقدیر مقرر کرنا ہے، اس کی مراد آگے بیان ہوگی، مفسرین نے اس سورت کا شانِ نزول اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے بنی اسرائیل کے ایک عبادت گزار شخص ''شمعون'' کا تذکرہ کیا کہ اس نے مسلسل ایک ہزار مہینے تک اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کی کہ دن میں روزہ رکھ کر کافروں کے ساتھ جہاد کرتا اور رات کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کرتا اور نمازیں پڑھتا تھا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم لوگ اس شخص کے ثواب تک کیسے پہنچ سکتے ہیں جبکہ ہماری کل عمر بھی اس سے کم ہوتی ہے اور اس کا بھی بہت بڑا حصہ سونے، کھانے اور کمانے میں نکل جاتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرما کر مسلمانوں کو خوشخبری سنادی کہ اس نے جو کام ایک ہزار مہینوں میں کیا تھا، تم ایک رات میں ہی اس کا ثواب حاصل کرسکتے ہو، بلکہ اس سے زیادہ اجر و ثواب کما سکتے ہو، اس سورت میں اُس رات کا مکمل تعارف کروایا گیا ہے، تاکہ مسلمان اسے غنیمت سمجھ کر اسے حاصل کرنے کی فکر اور کوشش کریں۔ ۱ ۵ ان آیتوں میں قرآنِ کریم کو شبِ قدر میں نازل کرنے کا ذکر کرکے اس کی چند خصوصیات بیان کی گئی ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے قلبِ مبارک پر پورا قرآن ایک ہی رات میں نازل کردیا گیا تھا، کیونکہ یہ بات تو سب لوگ جانتے ہیں کہ قرآن کریم ۲۳ سال کے عرصے میں نبی علیہ السلام پر نازل کیا گیا تھا، اس لئے شبِ قدر میں نازل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا نزول شبِ قدر میں شروع کیا گیا تھا، یا یہ مطلب ہے کہ اسے لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر شبِ قدر میں اتارا گیا تھا، پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا کرکے نبی علیہ السلام کے قلبِ مبارک پر اتارا جاتا رہا، یہی توجیہ زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے۔ شبِ قدر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ''قدر'' کا معنیٰ عظمت ہے، لہٰذا شبِ قدر کا معنیٰ ''عظمت والی رات'' ہوا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رات نہایت عظمت والی ہے، یا یہ کہ قدر کا معنیٰ ''تنگی'' ہے، لہٰذا شبِ قدر کا معنیٰ ''تنگی والی رات'' ہوا، چونکہ اس رات کی تعیین اٹھالی گئی ہے اس لئے امت اس کی تعیین کے حوالے سے تنگی کا شکار ہوگئی ہے، یا یہ کہ قدر کا معنیٰ ''تقدیر'' ہے، لہٰذا شبِ قدر کا معنیٰ تقدیر والی رات ہوا، کیونکہ اسی رات میں انسان کیلئے سال بھر کے فیصلے فرشتوں کے سپرد کئے جاتے ہیں، اس رات کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک ہزار مہینوں یعنی تراسی سال چار ماہ سے زیادہ بہتر ہے، یعنی اگر کوئی شخص تراسی سال چار ماہ تک مسلسل اللہ کی عبادت کرتا رہے تو جتنا ثواب اسے ملے گا، صرف ایک شبِ قدر میں عبادت کرنے پر اسے اس سے زیادہ ثواب ملے گا، دوسری خصوصیت یہ کہ اس میں فرشتوں کی غیر معمولی تعداد آسمان سے زمین پر نازل ہوتی ہے اور اس کے ہمراہ فرشتوں کے سردار جبریل امین بھی ہوتے ہیں، تیسری خصوصیت یہ کہ یہ پوری رات امن و سلامتی اور اطمینان و سکینت والی رات ہے، اس رات میں عبادت کرکے انسان کو سکون ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر سلامتی برستی ہے، چنانچہ یہ رات بھی سلامتی والی ہوتی ہے اور رات والا بھی سلامتی سے ہوتا ہے اور اس رات کی برکات سے طلوعِ صبح

صادق تک مستفید ہوا جاسکتا ہے۔ شب قدر کی تعیین کے حوالے سے اہلِ علم کی مختلف آراء ہیں، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم قسم کھا کر ماہِ رمضان کی ۲۷ ویں شب کو شب قدر قرار دیتے تھے، بعض احادیث سے ۲۳ ویں شب، بعض احادیث سے ۱۷ ویں شب اور بعض احادیث سے ۲۱ ویں شب کو شب قدر ہونے کا ثبوت ملتا ہے، اس لئے تمام آیات وروایات کو سامنے رکھ کر یہ رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ شب قدر عام طور پر ماہِ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہوتی ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر سال ایک ہی رات میں شب قدر ہو اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر ملک میں شب قدر ایک ساتھ ہو، نیز جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے وصال کے بعد شب قدر اٹھالی گئی تھی، وہ بھی غلطی پر ہیں، کیونکہ خود نبی علیہ السلام نے اس کے باقی رہنے کا ذکر فرمایا تھا اور اس کی شناخت کی متعدد علامات بھی ذکر فرمائی تھیں، لہٰذا شب قدر اب بھی باقی ہے اور اسی کے حصول کیلئے اعتکاف کی سنت کو ہر سال زندہ کیا جاتا ہے، اگر کسی شخص کو اپنی زندگی میں دس مرتبہ شب قدر نصیب ہو جائے، گویا اسے آٹھ سو چونتیس سال کی عبادت کا ثواب مل گیا، اس اعتبار سے یہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل وکرم اور اس کا احسان ہے اور اس امت کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

الحمدللہ آج مورخہ ۲۹ نومبر ۲۰۱۹ء بروز جمعہ۔

الْقَدْرِ ۝ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝۳ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ

الْقَدْرِ	خَيْرٌ	مِّنْ	اَلْفِ	شَهْرٍ ۝	تَنَزَّلُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	وَ	الرُّوْحُ	فِيْهَا	بِاِذْنِ
قدر والی	زیادہ بہتر	سے	ایک ہزار	مہینے کے	اترتے ہیں	فرشتے	اور	روح	اسمیں	ساتھ حکم کے

قدر ہزار مہینوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ [۴] اُس میں فرشتے اور روح القدس اپنے رب کی اجازت سے

رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝۴ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝۵

رَبِّهِمْ	مِنْ	كُلِّ	اَمْرٍ ۝	سَلٰمٌ	هِيَ	حَتّٰى	مَطْلَعِ	الْفَجْرِ ۝
اپنے رب کے	سے	ہرایک	حکم کے	سراپا سلامتی	وہ	تک	طلوع ہونے	صبح کے

ہر حکم لیکر اترتے ہیں۔ [۴] سراپا سلامتی ہے، وہ رات طلوع صبح صادق تک رہتی ہے۔ [۵]

اٰیَاتُھَا ۸ (۹۸) سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۰) رُکُوْعُھَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى

لَمْ	يَكُنِ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	وَ	الْمُشْرِكِيْنَ	مُنْفَكِّيْنَ	حَتّٰى
نہیں	تھے	وہ لوگ	کفر کیا انہوں نے	سے	اہلِ کتاب کے	اور	شرک کرنے والے	باز آنے والے	یہاں تک کہ

اہلِ کتاب میں سے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور عام مشرکین باز آنے والے نہ تھے، یہاں تک کہ

تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝۱ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝۲ فِيْهَا

تَاْتِيَهُمُ	الْبَيِّنَةُ ۝	رَسُوْلٌ	مِّنَ	اللّٰهِ	يَتْلُوْا	صُحُفًا	مُّطَهَّرَةً ۝	فِيْهَا
آجاتی ان کے پاس	واضح دلیل	ایک پیغمبر	سے	اللہ کے	تلاوت کرتا ہو	صحیفوں کی	پاکیزہ	اسمیں

اُن کے پاس کوئی واضح دلیل آجائے۔ [۱] یعنی اللہ کا پیغمبر جو پاکیزہ اوراق کی تلاوت کرتا ہو۔ [۲] جن میں

كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝۳ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا

كُتُبٌ	قَيِّمَةٌ ۝	وَ	مَا	تَفَرَّقَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْكِتٰبَ	اِلَّا	مِنْ	بَعْدِ	مَا
احکام	مضبوط	اور	نہیں	تفرقہ کیا	ان لوگوں نے جو	دیئے گئے	کتاب	مگر	سے	پیچھے	وہ جو

واضح احکام لکھے ہوئے ہوں۔ [۳] اور اہلِ کتاب نے اُسی وقت تفرقہ بازی کی جب کہ اُن کے پاس

سورۃ البینۃ

سورۂ بینہ مدنی سورت ہے، اس میں کل حروف ۳۹۹، کلمات ۹۴ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی "البینۃ" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ بینہ رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنی واضح کرنے والی چیز ہے، عام طور پر مدعی اپنے دعوے کے ثبوت میں جن گواہوں کو پیش کرتا ہے، انہیں بھی بینہ کہہ دیا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی مدعی کے حق کو واضح کرتے ہیں، اس سورت میں اخلاص کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کافروں اور مسلمانوں کا انجام بیان کیا گیا ہے، نیز آغاز سورت میں ایک پیغمبر کی بعثت کی ضرورت و اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے، چنانچہ اسی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا اور ان پر قرآن کریم کو نازل کیا گیا۔ [۱] [۲] ان آیتوں میں لوگوں کی دینی اور مذہبی رہنمائی اور روحانی ضروریات کی تکمیل کیلئے ایک خاص پیغمبر کو اُس وقت کی ضرورت قرار دیا گیا ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل پوری دنیا پر جہالت کا غلبہ تھا، گنتی کے چند اہلِ کتاب آسمانی تعلیمات کو اپنی جھونپڑیوں میں لیکر قید ہو چکے تھے، آسمانی کتابوں میں تحریف ہو چکی تھی، مختلف مشرکانہ رسوم و بدعات کو دین فرض کرلیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ سے تعلق ٹوٹ چکا تھا، رہبر کی شکل میں رہزن چھپے ہوئے تھے، دین کا سودا ہو رہا تھا اور چند ٹکوں کے عوض دین کو فروخت کیا جارہا تھا، پورا عالم خزاں رسیدہ تھا، اللہ کا نام لینے والا اور اس کی عظمت بیان کرنے والا دور دور تک کوئی نہیں ملتا تھا، کفر اور شرک لوگوں کی جڑوں میں اس طرح بیٹھ چکا تھا کہ اس نے انہیں اندر سے کھوکھلا کر دیا تھا، روحانیات تو دور کی بات، لوگ اخلاقیات سے بھی عاری ہو چکے تھے اور بگاڑ اپنے عروج کو پہنچ چکا تھا، ایسے میں کسی معمولی مصلح یا ریفارمر، مصنف، سیاستدان، بادشاہ اور جرنیل سے اصلاح کا عظیم الشان فریضہ سرانجام پانا ممکن نہ تھا، بلکہ اس کیلئے غیر معمولی پیغمبر کی ضرورت تھی، جس کی زندگی کھلی کتاب کی مانند ہو، جس پر ایک روشن اور پاکیزہ کتاب ہدایت نازل کی جائے، اس کتاب میں واضح ہدایات، مضبوط احکام اور زندگی گزارنے کا ایک جامع دستور العمل موجود ہو، ایک ایسا پیغمبر جو مرض کی صحیح تشخیص، پھر اس کیلئے مناسب دوا

جَآءَتۡهُمُ الۡبَيِّنَةُ ۝٤ وَمَآ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَعۡبُدُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ

جَآءَتۡهُمُ	الۡبَيِّنَةُ ۝	وَ	مَآ	اُمِرُوۡۤا	اِلَّا	لِيَعۡبُدُوا	اللّٰهَ	مُخۡلِصِيۡنَ	لَهُ
آئی ان کے پاس	واضح دلیل	اور	نہیں	حکم دیئے گئے وہ	مگر	تاکہ عبادت کریں	اللہ کی	خالص کرنے والے	اس کیلئے

واضح دلائل آ چکے۔ ۝٤ حالانکہ انہیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ دین کو اللہ کیلئے خالص

الدِّيۡنَ ۙ۬ حُنَفَآءَ وَيُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيۡنُ

الدِّيۡنَ ۙ	حُنَفَآءَ	وَ	يُقِيۡمُوا	الصَّلٰوةَ	وَ	يُؤۡتُوا	الزَّكٰوةَ	وَ	ذٰلِكَ	دِيۡنُ
دین کو	سب سے یکسو ہوکر	اور	قائم کریں وہ	نماز	اور	ادا کریں وہ	زکوٰۃ	اور	وہ	دین

کرتے ہوئے ، سب سے یکسو ہو کر اُسی کی عبادت کریں ، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں ، اور یہی مضبوط

الۡقَيِّمَةِ ۝٥ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ فِيۡ نَارِ

الۡقَيِّمَةِ ۝	اِنَّ	الَّذِيۡنَ	كَفَرُوۡا	مِنۡ	اَهۡلِ الۡكِتٰبِ	وَ	الۡمُشۡرِكِيۡنَ	فِيۡ	نَارِ
مضبوط	بیشک	وہ لوگ جو	کفر کیا انہوں نے	سے	اہل کتاب کے	اور	شرک کرنے والوں کے	بیچ	آگ کے

دین ہے ۔ ۝٥ بیشک وہ لوگ جنہوں نے اہلِ کتاب میں سے کفر کیا اور عام مشرکین ، سب جہنم کی

جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمۡ شَرُّ الۡبَرِيَّةِ ۝٦ اِنَّ الَّذِيۡنَ

جَهَنَّمَ	خٰلِدِيۡنَ	فِيۡهَا ؕ	اُولٰٓئِكَ	هُمۡ	شَرُّ	الۡبَرِيَّةِ ۝	اِنَّ	الَّذِيۡنَ
جہنم کی	ہمیشہ رہنے والے	اُس میں	وہی لوگ	وہ	بدترین	مخلوق	بیشک	جو لوگ

آگ میں ہوں گے ، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ، وہی سب سے بدترین مخلوق ہیں ۔ ۝٦ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے

اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمۡ خَيۡرُ الۡبَرِيَّةِ ۝٧ جَزَآؤُهُمۡ عِنۡدَ

اٰمَنُوۡا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ ۙ	اُولٰٓئِكَ	هُمۡ	خَيۡرُ	الۡبَرِيَّةِ ۝	جَزَآؤُهُمۡ	عِنۡدَ
ایمان لائے	اور عمل کیے انہوں نے	اچھے	وہی لوگ	وہ	بہترین	مخلوق	ان کا بدلہ	پاس

اور اُنہوں نے نیک اعمال کیے ، وہی سب سے بہترین مخلوق ہیں ۔ ۝٧ اُن کا بدلہ اُن کے رب کے

رَبِّهِمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِيۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ

رَبِّهِمۡ	جَنّٰتُ	عَدۡنٍ	تَجۡرِيۡ	مِنۡ	تَحۡتِهَا	الۡاَنۡهٰرُ	خٰلِدِيۡنَ	فِيۡهَاۤ	اَبَدًا ؕ
ان کے رب کے	باغات	ہمیشہ رہنے کے	بہتی ہوں گی	سے	اس کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہنے والے	اُس میں	ہمیشہ

یہاں ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ، وہ اُن میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے ،

تجویز کر سکے، جو بیماری کی جڑ تک پہنچ کر اس کا حل تلاش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور کڑوی سے کڑوی دوا مریض کو اس طرح کھلانے کی استعداد رکھتا ہو کہ مریض خوشی خوشی اس کیلئے تیار ہو جائے، اس عظیم الشان مقصد کیلئے اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ان پر قرآن کریم نازل کیا اور ان کی غیر معمولی اہمیت بیان کرنے کیلئے انہیں "البینۃ" قرار دیا، دوسرے لفظوں میں انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا شاہکار قرار دیا ہے، صلی اللہ علیہ وسلم ۝٤ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب کا رویہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل وہ بہت عمدہ الفاظ میں ان کا تذکرہ کرتے تھے، ان کی بعثت اور مدینہ آمد کے منتظر رہتے تھے اور ان کے وسیلے سے اپنے دشمنوں پر فتح مانگا کرتے تھے، لیکن جب رسول اکرم ﷺ تشریف لے آئے اور انہیں اپنی نبوت پر واضح معجزات بھی دکھا دیئے، تو اہلِ کتاب دو بڑے گروہوں میں تقسیم ہو گئے، کچھ لوگ ان پر ایمان لائے اور اکثر اپنے آبائی دین پر قائم رہے، ان کی یہ تقسیم اور نبی علیہ السلام کی نبوت کا انکار کسی معقول دلیل کی بناء پر نہیں تھا، بلکہ اس کی وجہ صرف ضد بازی تھی اور انہیں اس بات پر حسد تھا کہ نبی علیہ السلام کا تعلق بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسماعیل سے کیوں ہے؟ حالانکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے اور اس میں کسی کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ ۝٥ اس آیت مبارکہ میں آسمانی تعلیمات اور دین کے روشن احکامات میں سے چند اہم اور بنیادی باتوں کا ذکر کیا گیا ہے، پہلی یہ کہ جن لوگوں کی طرف حکم الٰہی متوجہ ہو چکا ہے اور وہ احکامِ شرعیہ کے مکلف بن چکے ہیں، انہیں اپنی عبادات میں اخلاص پیدا کرنا ہوگا، ریاکاری اور شہرت کے جذبے سے کی جانے والی عبادت ایک ایسے جسم کی طرح ہوتی ہے جس میں روح نہ ہو، نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے جو چند لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے بھی تھے تو ان کے پیش نظر شہرت اور ریاکاری کا جذبہ ہی ہوتا تھا، دوسرا حکم یہ کہ مخلوق سے اپنی توقعات وابستہ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کی فکر کی جائے، اسی کو "حنیفیت" کہا جاتا ہے، تیسرا حکم یہ کہ نماز قائم کریں یعنی ہر طرح کی بدنی عبادت سرانجام دیں اور چوتھا حکم یہ کہ زکوٰۃ ادا کیا کریں یعنی ہر طرح کی مالی عبادت بھی پابندی کے ساتھ سرانجام دیتے رہیں تاکہ دین کے بنیادی احکام پر عمل ہو جائے۔ ۝٦ اس آیت مبارکہ میں کافروں کی سزا جہنم بیان کرتے ہوئے انہیں سب سے بدترین مخلوق قرار دیا گیا ہے، خواہ ان کافروں کا تعلق اہلِ کتاب سے ہو یا شرک و بت پرستی پر مبنی کسی دوسرے دین و مذہب کے پیروکاروں سے، ان کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سے نکلنا انہیں نصیب نہ ہوگا۔ ۝٧ ۝٨ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کیلئے مختلف انعامات کا اعلان اور وعدہ فرمایا ہے کیونکہ جب ایک شخص ایمان لا کر اعمال صالحہ کا اہتمام کرنے کی کوشش کرتا ہے تو گویا وہ اپنی مرضی پر اللہ تعالیٰ کی مرضی کو ترجیح دیتا ہے، اس لئے اس کا پہلا انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی مخلوق میں سب سے بہترین قرار دیا ہے، دوسرا انعام یہ کہ اللہ نے اس کیلئے ہمیشہ رہنے کی جنت تیار فرمائی ہے، وہ جنت کبھی فنا نہ ہوگی، تیسرا انعام یہ کہ ان باغات کے نیچے صاف شفاف نہریں بہہ رہی ہوں گی، چوتھا انعام یہ کہ اہل جنت کو وہاں سے کبھی نکالا نہ جائے گا بلکہ وہ وہاں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، پانچواں انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا عطا فرما کر ان سے ہمیشہ کیلئے راضی ہو جائے گا اور چھٹا انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی بخشش اور احسان سے اتنا عطا فرمائے گا کہ وہ بھی خوش اور

ع ٤٨ ٢

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴿٨﴾

رَضِيَ	اللّٰهُ	عَنْهُمْ	وَ	رَضُوْا	عَنْهُ ؕ	ذٰلِكَ	لِمَنْ	خَشِيَ	رَبَّهٗ ۝
راضی ہوگیا	اللہ	ان سے	اور	راضی ہوگئے وہ	اس سے	وہ	اس کیلئے جو	ڈر جائے	اپنے رب سے

اللہ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ، یہ اُس شخص کا بدلہ ہے جو اپنے رب سے ڈر جائے۔ ﴿٨﴾

اٰیَاتُهَا ٨ (٩٩) سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ (٩٣) رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان ،نہایت رحم والا ہے

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ﴿١﴾ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ

اِذَا	زُلْزِلَتِ	الْاَرْضُ	زِلْزَالَهَا ۝	وَ	اَخْرَجَتِ	الْاَرْضُ
جب	ہلادیا جائیگا	زمین کو	اس کا ہلانا	اور	نکال دے گی	زمین

جب زمین کو پوری شدت کے ساتھ ہلادیا جائیگا ۔ ﴿١﴾ اور زمین اپنے بوجھ باہر

اَثْقَالَهَا ۙ﴿٢﴾ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ﴿٣﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ

اَثْقَالَهَا ۝	وَ	قَالَ	الْاِنْسَانُ	مَا	لَهَا ۝	يَوْمَئِذٍ	تُحَدِّثُ
اپنے بوجھ	اور	کہے گا	انسان	کیا ہوا	اسے	اس دن	بیان کردے گی وہ

نکال دے گی ۔ ﴿٢﴾ اور انسان کہے گا کہ اِسے کیا ہو گیا ؟ ﴿٣﴾ اُس دن وہ اپنی ساری خبریں

اَخْبَارَهَا ۙ﴿٤﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ؕ﴿٥﴾ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ

اَخْبَارَهَا ۝	بِاَنَّ	رَبَّكَ	اَوْحٰى	لَهَا ۝	يَوْمَئِذٍ	يَّصْدُرُ	النَّاسُ
اپنی خبریں	یہ کہ بیشک	تیرے رب نے	حکم دیا	اسے	اس دن	نکلیں گے	لوگ

بیان کر دے گی ۔ ﴿٤﴾ کیونکہ آپ کے رب نے اُسے یہی حکم دیا ہوگا ۔ ﴿٥﴾ اُس دن لوگ مختلف گروہوں میں

اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ﴿٦﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ

اَشْتَاتًا	لِّيُرَوْا	اَعْمَالَهُمْ ۝	فَمَنْ	يَّعْمَلْ	مِثْقَالَ	ذَرَّةٍ
مختلف گروہوں میں	تاکہ دکھائے جائیں وہ	ان کے اعمال	سو جو کوئی	عمل کرے	برابر	ایک ذرے کے

نکلیں گے ، تاکہ اُنہیں اُن کے اعمال دکھائے جائیں۔ ﴿٦﴾ سو جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا ،

راضی ہو جائیں گے لیکن یہ سب انعامات اس شخص کیلئے ہیں جس کے دل میں اپنے رب کی خشیت اور اس کی عظمت کے احساس سے گناہ ترک کرنے کا جذبہ موجود ہو۔

الحمد للہ! آج مورخہ ۲۹ نومبر ۲۰۱۹ بروز جمعہ بعد نماز مغرب۔

سورة الزلزال

سورۂ زلزال مدنی سورت ہے، اس میں کل حروف ۱۴۹، کلمات ۳۵، آیات ۸ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی ''زلزال'' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ زلزال رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنی زلزلہ ہے اور اس سے مراد قیامت کا زلزلہ ہے، اس سورت میں قیامت کے دن آنے والے زلزلے کی ہولناک کیفیت بیان کر کے اچھے اور برے اعمال کے حوالے سے ایک کلیہ بیان کر دیا گیا ہے جس کی وضاحت آگے آ رہی ہے، ایک حدیث میں اس سورت کو ''چوتھائی قرآن'' قرار دیا گیا ہے، یعنی جو شخص اس سورت کی ایک مرتبہ تلاوت کرے، اسے ایک چوتھائی قرآن کی تلاوت کا ثواب دیا جائے گا، مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ ایک عمر رسیدہ آدمی نے نبی علیہ السلام سے اپنے بڑھاپے کی وجہ سے کوئی جامع سورت سکھانے کی فرمائش کی اور عرض کیا کہ زیادہ لمبی سورتیں میں یاد نہیں کر سکتا تو نبی علیہ السلام نے اسے یہی سورت پڑھائی، وہ شخص کہنے لگا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں اس سورت پر عمل کرنے میں کوئی کمی بیشی نہیں کروں گا، پھر وہ مجلس سے رخصت ہوا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر یہ شخص اپنی بات پر قائم رہا تو کامیاب ہو گیا۔ [١] [٢] ان آیتوں میں قیامت کے دن آنے والے بھونچال کے حوالے سے تین باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ اُس دن شدید قسم کا زلزلہ آئے گا، سورۂ حج کی پہلی آیت میں اسے بہت بڑی چیز قرار دیا گیا ہے، روئے زمین پر آنے والا یہ آخری زلزلہ ہوگا، اس کے بعد کبھی زلزلہ نہیں آئے گا، دوسری یہ کہ زمین اپنے تمام دفینے، خزانے اور مردے باہر نکال پھینکے گی، چنانچہ سونا چاندی اور ہیرے جواہرات زمین پر ریت کنکر کی طرح بکھرے پڑے ہوں گے اور کوئی ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا، تیسری یہ کہ زمین کی اس کیفیت کو دیکھ کر انسان کو تعجب ہوگا اور وہ حیران ہو کر کہے گا کہ آج زمین کو کیا ہو گیا ہے، اس نے تو اپنے اندر چھپی ہوئی ساری دولت ہی نکال باہر پھینکی ہے، بظاہر یہ اُس وقت ہوگا جب حضرت اسرافیل علیہ السلام دوسری مرتبہ صور پھونکیں گے، اور یہ جملہ کافروں کی زبان سے سرزد ہوگا، کیونکہ مسلمانوں کی زبان پر یہ جملہ ہوگا ''هٰذا ما وعد الرحمٰن و صدق المرسلون'' [٤] [٦] ان آیتوں میں قیامت کے دن کے حوالے سے مزید دو باتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ زمین نہ صرف اپنے دفینے باہر نکال دے گی بلکہ اپنے سارے راز بھی اگل دے گی اور لوگوں کے نیک یا برے اعمال کی گواہی بھی دے گی، چنانچہ اللہ تعالیٰ اسے قوت گویائی عطا فرمائے گا اور جس کے متعلق زمین سے گواہی طلب کرے گا، وہ حکمِ الٰہی کی تعمیل کرے گی اور سب کچھ بتا دے گی کہ اس شخص نے زمین پر کیا گل کھلائے تھے، لہٰذا انسان زمین کو بے حس یا بے شعور نہ سمجھے، وہ اس کے خلاف یا اس کے حق میں گواہی دینے کی مکمل صلاحیت رکھتی ہے، دوسری یہ کہ اس دن لوگوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا اور جب وہ اپنی قبروں سے نکل کر اپنے اعمال کے حساب کتاب اور معائنے کیلئے میدان حشر کی طرف روانہ ہوں گے تو وہ اپنے اپنے گروہ میں ہوں گے، چنانچہ ایک گروہ مسلمانوں کا ہوگا، دوسرا گروہ کافروں کا ہوگا، پھر ان میں سے ہر ایک میں بہت سے گروہ اور مختلف درجہ بندیاں ہوں گی۔

خَيْرًا يَّرَهٗ ۞٧ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۞٨

خَيْرًا	يَّرَهٗ ۞	وَ	مَنْ	يَّعْمَلْ	مِثْقَالَ	ذَرَّةٍ	شَرًّا	يَّرَهٗ ۞
بھلائی کا	دیکھ لے گا اسے	اور	جو کوئی	عمل کرے	برابر	ایک ذرے کے	برائی کا	دیکھ لے گا اسے

وہ اُسے دیکھ لے گا ۔ ⑦ اور جو شخص ذرہ برابر برائی کرے گا ، وہ اُسے بھی دیکھ لے گا ۔ ⑧

آیاتہا ١١ سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ (١٠٠) (١٤) رکوعہا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان،نہایت رحم والا ہے

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۞١ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۞٢ فَالْمُغِيْرٰتِ

وَالْعٰدِيٰتِ	ضَبْحًا ۞	فَالْمُوْرِيٰتِ	قَدْحًا ۞	فَالْمُغِيْرٰتِ
قسم ہے دوڑنے والوں کی	ہانپ کر	پھر چنگاری جلانے والوں کی	ٹاپ مار کر	پھر حملہ کرنے والوں کی

مجھے قسم ہے ہانپتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑوں کی ۔ ① پھر ٹاپ مار کر چنگاری سلگانے والوں کی ۔ ② پھر صبح کے وقت

صُبْحًا ۞٣ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۞٤ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۞٥ اِنَّ

صُبْحًا ۞	فَاَثَرْنَ	بِهٖ	نَقْعًا ۞	فَوَسَطْنَ	بِهٖ	جَمْعًا ۞	اِنَّ
صبح کو	سو اڑائیں وہ	اس کے ساتھ	گرد وغبار	پھر درمیان میں ہو جائیں	ساتھ اس کے	لشکر میں	بیشک

حملہ کرنے والوں کی ۔ ③ پھر اس میں گرد وغبار اڑانے والوں کی ۔ ④ پھر لشکر کے بیچوں بیچ گھس جانے والوں کی ۔ ⑤ بیشک

الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۞٦ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۞٧ وَاِنَّهٗ

الْاِنْسَانَ	لِرَبِّهٖ	لَكَنُوْدٌ ۞	وَ	اِنَّهٗ	عَلٰى	ذٰلِكَ	لَشَهِيْدٌ ۞	وَ اِنَّهٗ
انسان	اپنے رب کا	البتہ بہت ناشکرا	اور	بیشک وہ	پر	اس کے	البتہ گواہ	اور بیشک وہ

انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے ۔ ⑥ اور بیشک وہ اس پر خود ہی گواہ بھی ہے ۔ ⑦ اور بیشک وہ

لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۞٨ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۞٩

لِحُبِّ	الْخَيْرِ	لَشَدِيْدٌ ۞	اَفَلَا	يَعْلَمُ	اِذَا	بُعْثِرَ	مَا	فِي	الْقُبُوْرِ ۞
محبت کیلئے	مال کی	البتہ بہت سخت	تو کیا نہیں	جانتا وہ	جب	اکھیڑ دیا جائیگا	وہ جو	بیچ	قبروں کے

مال کی محبت میں بہت مضبوط ہے ۔ ⑧ کیا وہ نہیں جانتا کہ جب قبروں کو زیروزبر کر دیا جائیگا۔ ⑨

⑦ ⑧ ان آیتوں میں انسان کے اعمال کے حوالے سے ایک کلیہ بیان کیا گیا ہے، عرب کے مشہور شاعر فرزدق کے چچا نے نبی ﷺ سے جب ان دونوں آیتوں کی تلاوت سنی تو کہنے لگا کہ اگر میں آپ سے ان دو آیتوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہ سنوں تو میرے لئے یہی دو آیتیں کافی ہیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ان آیتوں نے رلا دیا تھا کیونکہ ان آیتوں میں یہ کلیہ طے کر دیا گیا ہے کہ انسان دنیا میں جو کچھ کرے گا، خواہ وہ خیر کا کام کرے یا شر اور برائی کا کام کرے، تھوڑا کرے یا زیادہ کرے، حتیٰ کہ اگر ایک ذرے کے برابر بھی کوئی عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن وہ سب کچھ دکھا دے گا، اس لئے عمل کرنے سے پہلے انسان کو یہ سوچ لینا چاہئے کہ جب مجھے رب العالمین کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا اور میرے نامہء اعمال میں مجھے یہ عمل دکھایا جائے گا تو کہیں شرم کے مارے میرا سر جھک تو نہیں جائے گا؟ اگر ایسا کوئی عمل ہو تو اسے ترک کر دے اور اگر باعثِ مسرت ہو تو اس میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہ کرے اور فوراً اس نیک عمل میں معروف ہو جائے۔

الحمدللہ! آج مورخہ ٣٠ نومبر ٢٠١٩ء بروز ہفتہ۔

سورة العاديات

سورۂ عادیات مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ١٦٣، کلمات ٤٠، آیات ١١ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی ''العادیات'' کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ عادیات رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنی دوڑنا ہوتا ہے، یہاں گھوڑوں کا دوڑنا مراد ہے، اس سورت میں انسان کا مال و دولت کی محبت میں مستغرق ہونا بیان کر کے اسے قیامت کے دن کی یاد دلائی گئی ہے تاکہ وہ اس قدر آگے نہ بڑھ جائے کہ وہاں سے واپسی اس کیلئے ناممکن ہو جائے، مشائخ نے لکھا ہے کہ رزق کی آسانی کیلئے اس سورت کا پڑھنا مجرب ہے۔ ① ⑧ ان آیتوں میں گھوڑوں کی پانچ حالتوں کی قسم کھا کر تین باتیں جواب قسم کے طور پر فرمائی گئی ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک کیلئے خیر باندھ دی گئی ہے، اس لئے گھوڑا بابرکت جانور ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی جسمانی ساخت ایسی بنائی ہے کہ وہ اسے حملہ آوروں سے بچ کر بھاگنے کے قابل بناتی ہے، گھوڑے میں توازن کی حس بہت ترقی یافتہ ہے، وہ کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر دونوں طرح سو سکتا ہے، مادہ گھوڑی کے یہاں ماں بننے کا عمل گیارہ ماہ کے دورانیے پر مشتمل ہوتا ہے، گھوڑے کا بچہ اپنی پیدائش کے تھوڑی دیر بعد ہی بھاگنے دوڑنے کے قابل ہو جاتا ہے، زیادہ تر پالتو گھوڑوں کو دو سے چار سال کی عمر میں زین اور لگام کی عادت ڈال دی جاتی ہے، گھوڑوں کی اوسط عمر ٢٥ سے ٣٠ سال تک ہوتی ہے، گھوڑے کی تین نسلیں زیادہ اہم ہوتی ہیں، پہلی نسل گرم خون والے گھوڑوں کی ہے، یہ نہایت تیز رفتار اور زیادہ قوت برداشت کے حامل ہوتے ہیں، دوسری نسل ٹھنڈے خون والے گھوڑوں کی ہے، ان کی رفتار تو زیادہ تیز نہیں ہوتی لیکن یہ وزن زیادہ اٹھا لیتے ہیں، تیسری نسل غیر گرم خون والے گھوڑوں کی ہے جو پہلی دو نسلوں کے ملاپ سے پیدا ہوتے ہیں، انہیں گھڑسواری کیلئے استعمال کیا جاتا ہے، قدیم زمانے سے ہی گھوڑوں کو جنگوں میں استعمال کیا جاتا رہا ہے، یہ نہایت وفادار جانور سمجھا جاتا ہے جو اپنے مالک کی خاطر اپنی جان کو خطرے میں ڈال دیتا ہے، یہاں اس کی پہلی حالت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے مالک کے ایک اشارے پر اتنی تیزی کے ساتھ دوڑتا ہے کہ ہانپنے لگتا ہے، دوسری حالت ٹاپ مار کر چنگاری سلگانے کی ہے، کیونکہ گھوڑوں کے نعل جب پتھریلی زمین پر ٹکراتے ہیں تو ان سے آگ کا شعلہ نکلتا ہے، تیسری حالت صبح کے وقت دشمن پر حملہ کرنے کی ہے، اُس وقت وہ تازہ دم اور چاق و چوبند ہوتے ہیں اور دشمن پر ح

وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ⑩ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ⑪ ع ١١/٢٥

وَ	حُصِّلَ	مَا	فِيْ	الصُّدُوْرِ ⑩	اِنَّ	رَبَّهُمْ	بِهِمْ	يَوْمَئِذٍ	لَّخَبِيْرٌ ⑪
اور	ظاہر ہوجائیگا	وہ جو	بیچ	سینوں کے	بیشک	ان کا رب	انہیں	اس دن	البتہ خوب باخبر

اور دلوں میں جو باتیں چھپی ہیں ، وہ ظاہر ہو جائیں گی ۔ ⑩ بیشک اُن کا رب اُس دن اُن سے خوب باخبر ہوگا ۔ ⑪

اٰيَاتُهَا ١١ — سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ (١٠١) (٣٠) — رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اَلْقَارِعَةُ ① مَا الْقَارِعَةُ ② وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ③

اَلْقَارِعَةُ ①	مَا	الْقَارِعَةُ ②	وَ	مَآ	اَدْرٰىكَ	مَا	الْقَارِعَةُ ③
کھڑکھڑادینے والی	کیا ہے	کھڑکھڑادینے والی	اور	کیا	معلوم تجھے	کیا ہے	کھڑکھڑادینے والی

کھڑکھڑادینے والی ۔ ① کیا ہے وہ کھڑکھڑا دینے والی ۔ ② اور آپ کو کیا خبر کہ وہ کھڑکھڑا دینے والی کیا ہے ؟ ③

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ④ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ

يَوْمَ	يَكُوْنُ	النَّاسُ	كَالْفَرَاشِ	الْمَبْثُوْثِ ④	وَ	تَكُوْنُ	الْجِبَالُ
جس دن	ہوں گے	انسان	جیسے پروانے	بکھرے ہوئے	اور	ہوں گے	پہاڑ

اُس دن انسان بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے ۔ ④ اور پہاڑ دھنی ہوئی

كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ⑤ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ⑥ فَهُوَ فِيْ

كَالْعِهْنِ	الْمَنْفُوْشِ ⑤	فَاَمَّا	مَنْ	ثَقُلَتْ	مَوَازِيْنُهٗ ⑥	فَهُوَ	فِيْ
جیسے رنگین اون	دھنی ہوئی	سو رہا	وہ جو	بھاری ہوگئے	اس کے وزن	سو وہ	بیچ

رنگین اون کی طرح ہوں گے ۔ ⑤ سو جس شخص کے وزن بھاری ہوگئے ۔ ⑥ تو وہ من چاہی

کرنے کیلئے تیار ہوتے ہیں، چوتھی حالت گرد وغبار اڑانے کی ہے، یعنی اس قدر تیز رفتاری سے دوڑتے ہیں کہ ان کے دوڑنے کی وجہ سے گرد وغبار اٹھنے لگتا ہے اور بعض اوقات اس میں سوار بھی چھپ جاتے ہیں، پانچویں حالت یہ کہ وہ دشمن کی فوج کے بیچوں بیچ گھس جاتے ہیں اور اپنی جان ہتھیلی پر رکھ لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پانچوں حالتوں کی قسم کھا کر گویا انسان کو اس رف متوجہ فرمایا ہے کہ گھوڑا تو ایک جانور ہے اور جانور ہونے کے باوجود اپنے مالک کا اس قدر وفادار ہوتا ہے اور تم انسان ہو کر بھی اپنے مالک کے وفادار بندے بننے کیلئے تیار نہیں ہو چنانچہ تین باتیں واضح طور پر فرمائی ہیں، پہلی یہ کہ انسان اپنے رب کا بہت ناشکرا ہے، دن رات اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اس کا شکر ادا کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتا' دوسری یہ کہ اپنے ناشکرے ہونے پر وہ خود گواہ ہے' یعنی انسان کے ناشکرا ہونے کو ثابت کرنے کیلئے کسی بیرونی گواہ کی ضرورت نہیں ہے' وہ خود اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ وہ ناشکرا ہے اور تیسری یہ کہ اس کے دل میں مال و دولت کی محبت خوب اچھی طرح جمی ہوئی ہے' چونکہ حب مال بہت سی روحانی اور باطنی بیماریوں کی جڑ ہے اس لئے وہ ان تمام روحانی اور باطنی بیماریوں میں مبتلا ہے جو حب مال کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں انسان کو ان کا علاج کرنا چاہئے اور گھوڑے کی وفاداری سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ ⑨ ⑪ ان آیتوں میں قیامت کے دن سب کچھ ظاہر ہو جانے کا تذکرہ کیا گیا ہے، مطلب یہ کہ اگر دنیا میں کوئی شخص حب مال میں مبتلا ہو کر اپنے مالک و خالق سے وفاداری نہ کرے اور اس کی نافرمانی پر آمادہ ہو جائے' دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ ایک جانور سے بھی پست تر ہو جائے تو یہ نہ سمجھے کہ اسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا' یا اللہ تعالیٰ کو اس کا پتہ نہیں چلے گا اور اربوں کھربوں انسانوں میں اس کیلئے چھپنا آسان ہو جائے گا' یہ اس کی بھول اور غلط فہمی ہے' جب قیامت قائم ہوگی تو قبریں زیر وزبر کر دی جائیں گی اور تمام مردے اپنی اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے' لہٰذا کسی کیلئے چھپنا ممکن نہ ہوگا' اس دن دلوں کے راز بھی کھل کر سامنے آ جائیں گے اور حب مال کے مریضوں کی اصل حالت بھی سب کے سامنے آ جائے گی' اور اس دن اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر ایک سے خوب اچھی طرح باخبر ہوگا کہ کون کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟ اس لئے مال کی محبت سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی محبت کے سمندر میں غوطہ لگاؤ تا کہ تمہاری آخرت سنور جائے۔ الحمدللہ! آج مورخہ ٣٠ نومبر ٢٠١٩ء بروز ہفتہ۔

سورة القارعة

سورۂ قارعہ مکی سورت ہے اس میں کل حروف ١٠٢' کلمات ٣٦' آیات ١١ اور ایک رکوع ہے' اس سورت کی پہلی آیت ہی "القارعة" کے لفظ پر مشتمل ہے' اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ قارعہ رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنی دروازہ کھٹکھٹانا ہے' یہاں مراد قیامت کے دن کی کھڑکھڑاہٹ ہے' اس سورت میں قیامت کے دن کی ہولناکی بیان کر کے لوگوں کے دو گروہ اور ان کا انجام ذکر کیا گیا ہے۔ ① ⑤ ان آیتوں میں قیامت کے دن پیش آنے والی حالت کو بیان کیا گیا ہے اور صور پھونکے جانے کی آواز کو "القارعة" قرار دیا گیا ہے کیونکہ "القارعة" کا لفظی معنی اوپر بیان ہو چکا ہے دروازہ کھٹکھٹانا' بعض اوقات آنے والا دروازہ اس زور سے بجاتا ہے کہ گھر کے اندر بیٹھا ہوا شخص گھبرا جاتا ہے اور اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگتا ہے' حضرت اسرافیل علیہ السلام جب حکم الٰہی سے صور پھونکیں گے تو اس وقت بھی ایسی ہی کیفیت ہوگی اور جوں جوں آواز کی شدت بڑھتی جائے گی' دلوں کی دھڑکن بے قابو ہوتی جائے گی' یہاں تک کہ لوگ مرنا شروع ہو جائیں گے' چونکہ یہ معنی صرف لغت سے معلوم نہیں ہو سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم "القارعة" کی اصل حقیقت کیا ہے؟ جس دن یہ کھڑکھڑاہٹ ہوگی تو اس کی دہشت سے انسان بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح معلوم ہوں گے' اس تعبیر میں انسان کو پروانے سے تشبیہ دی گئی ہے' یہ تشبیہ چار چیزوں میں ہے' پہلی چیز ذلت' دوسری چیز حرکت کا ضعف' تیسری چیز حرکت کی بے انتظامی اور چوتھی چیز حرکت کا متعین نہ ہونا ہے اور پہاڑوں کو اون سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ اون کے گالے نہایت ہلکے پھلکے اور بے وزن معلوم ہوتے ہیں' لہٰذا تشبیہ کا حاصل یہ ہوا کہ قیامت کے دن پہاڑوں جیسی مضبوط چیز بھی بے وزن اور ہلکی پھلکی ہو کر رہ جائے گی۔ ⑥ ⑪ ان آیتوں میں دو قسم کے لوگوں کا انجام بیان کیا گیا ہے۔ پہلی قسم ان لوگوں کی ہے' جن

عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۞٧ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۞٨ فَأُمُّهُ

عِيشَةٍ	رَّاضِيَةٍ ٧	وَ	أَمَّا	مَنْ	خَفَّتْ	مَوَازِينُهُ ٨	فَأُمُّهُ
زندگی کے	من پسند	اور	رہا	وہ جو	ہلکے پڑ گئے	اس کے وزن	تو اس کا ٹھکانہ

زندگی میں ہوگا ۔ ⑦ اور جس شخص کے وزن ہلکے پڑ گئے ۔ ⑧ تو اُس کا ٹھکانہ

هَاوِيَةٌ ۞٩ وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۞١٠ نَارٌ حَامِيَةٌ ۞١١

هَاوِيَةٌ ٩	وَ	مَآ	أَدْرٰىكَ	مَا هِيَهْ ١٠	نَارٌ	حَامِيَةٌ ١١
ہاویہ	اور	کیا	معلوم تجھے	کیا ہے وہ	آگ	دہکتی ہوئی

''ہاویہ'' ہوگا۔ ⑨ اور آپ کو کیا خبر کہ وہ کیا ہے ؟ ⑩ وہ دہکتی ہوئی آگ ہے ۔ ⑪

ع ١ ١١ ٢٦

کے نامۂ اعمال میں نیکیوں کا وزن بڑھ جائے گا اور جب نامۂ اعمال تولا جائے گا تو ان کا نیکیوں والا پلڑا بھاری ہو جائے گا' دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کے نامۂ اعمال میں نیکیوں کا وزن کم پڑ جائے گا' اور جب نامۂ اعمال تولا جائے گا تو ان کا گناہوں والا پلڑا بھاری ہو جائے گا' پہلی قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ انہیں ان کی من چاہی زندگی عطا فرمائے گا' جس میں انہیں ہر طرح کا عیش و آرام میسر ہوگا' ان کی ہر خواہش پوری ہوگی اور وہ جو چاہیں گے' انہیں مہیا کیا جائے گا اور دوسری قسم کے لوگوں کیلئے ''ہاویہ'' کی وعید سنائی گئی ہے۔ ہاویہ کا لفظی معنی اوپر سے نیچے گرنا ہوتا ہے' اسی وجہ سے اس کا اطلاق گہرے کنوئیں پر بھی ہوتا ہے کیونکہ اس میں گرنے والا بھی اوپر سے نیچے کی طرف جاتا ہے' یہاں مراد جہنم کا وہ طبقہ ہے جس میں انسان لڑھکتا ہوا گرتا چلا جائے گا اور وہ نہایت دہکتی ہوئی آگ پر مشتمل ہے' گویا اس کے تعارف میں صرف اتنی بات کہہ دینا کافی ہے کہ ''ہاویہ'' دہکتی ہوئی آگ کا نام ہے اور اس کے مقابلے میں کسی قسم کی آگ کو نہیں رکھا جا سکتا' احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ٦٩ گنا زیادہ گرم ہے، اعاذنا اللہ منہا۔ الحمد للہ! آج مورخہ ٣٠ نومبر ٢٠١٩ء بروز ہفتہ۔

اٰيَاتُهَا ٨ سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ (١٠٢) (١٦) رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۞١ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۞٢ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۞٣ ثُمَّ كَلَّا

أَلْهٰكُمُ	التَّكَاثُرُ ١	حَتّٰى	زُرْتُمُ	الْمَقَابِرَ ٢	كَلَّا	سَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ ٣	ثُمَّ	كَلَّا
غفلت میں ڈالا تمہیں	کثرت کے شوق نے	یہاں تک کہ	تم نے دیکھ لیں	قبریں	ہرگز نہیں	عنقریب	جان لوگے تم	پھر	ہرگز نہیں

ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی لالچ نے تمہیں غفلت میں ڈال دیا ① یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔ ② کوئی بات نہیں،عنقریب تم جان لوگے ۔ ③ پھر کوئی بات نہیں،

سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۞٤ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۞٥ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۞٦

سَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ ٤	كَلَّا	لَوْ	تَعْلَمُوْنَ	عِلْمَ	الْيَقِيْنِ ٥	لَتَرَوُنَّ	الْجَحِيْمَ ٦
عنقریب	تم جان لوگے	ہرگز نہیں	اگر	تم جانتے	علم	یقینی	البتہ ضرور دیکھوگے تم	جہنم کو

عنقریب تمہیں معلوم ہو جائیگا ۔ ④ ایسا ہرگز نہیں ، کاش ! کہ تمہیں اس کا یقینی علم حاصل ہوتا ۔ ⑤ کہ تم جہنم کو ضرور دیکھو گے ۔ ⑥

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۞٧ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۞٨

ثُمَّ	لَتَرَوُنَّهَا	عَيْنَ	الْيَقِيْنِ ٧	ثُمَّ	لَتُسْـَٔلُنَّ	يَوْمَئِذٍ	عَنِ	النَّعِيْمِ ٨
پھر	البتہ ضرور دیکھوگے تم اسے	آنکھ سے	یقین کی	پھر	البتہ ضرور پوچھے جاؤ گے تم	اس دن	سے	نعمتوں کے

پھر تم اُسے یقین کی آنکھ سے دیکھ کر رہو گے ۔ ⑦ پھر اُس دن تم سے نعمتوں کے متعلق ضرور پوچھ گچھ کی جائے گی ۔ ⑧

سورۃ التکاثر

ع ١ ٨ ٢٧

سورۃ التکاثر مکی سورت ہے' اس میں کل حروف ١٢٠ کلمات ٢٨ آیات ٨ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی التکاثر کا لفظ آیا ہے' اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۃ التکاثر'' رکھا گیا ہے، یہ لفظ کثرت سے نکلا ہے اور باب تفاعل کا مصدر ہے، اسی وجہ سے اس کا معنی صرف کثرت بیان کرنا نہیں ہے' بلکہ کسی چیز کی کثرت میں ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے' جیسے دو یا زیادہ لوگ آپس میں اپنے مال کی کثرت پر فخر کریں' یا کاروبار کی وسعت پر' یا اپنے حسن و جمال پر' یا اپنے بیٹوں کی کثرت پر' یا اپنی جائیداد کی کثرت پر فخر کریں' بعض اوقات لوگ اپنی کثرت تعداد پر بھی فخر کرتے ہیں کہ ہمارے خاندان اور قبیلے کے افراد تعداد میں دوسروں سے زیادہ ہیں' ایک مرتبہ قریش کے لوگوں کے درمیان ایک ایسا ہی فخریہ مکالمہ ہوا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی' اس سورت میں حب دنیا کا علاج کیا گیا ہے کیونکہ دنیا کی محبت ہی انسان کو دنیوی چیزوں پر فخر کیلئے آمادہ کرتی ہے' مشائخ نے لکھا ہے کہ جس شخص کو آدھے سر کے درد کی تکلیف رہتی ہو' وہ نماز عصر کے بعد یہ سورت پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لے، اللہ تعالیٰ اسے صحت عطا فرمائے گا۔ ①-⑧ ان آیتوں میں انسان کی غفلت' لاپرواہی اور غیر ضروری کاموں میں مشغول ہونا بیان کیا گیا ہے کہ انسان کو جن کاموں میں مشغول ہونا چاہئے تھا وہ ان سے غافل ہے اور اسے ان کی کوئی فکر ہی نہیں ہے اور جن کاموں سے اسے بچنا چاہئے تھا' وہ ان میں بری طرح سے دھنسا ہوا ہے' مال و اولاد کی کثرت کی خواہش' دنیوی نعمتوں اور آرائشوں کی طلب اور دنیا کی محبت اس پر اس قدر غالب ہے کہ وہ ایک دوسرے پر ان چیزوں کی کثرت اور وسعت میں فخر کر رہا ہے' وہ ساری زندگی اسی طرح گزار دیتا ہے حتیٰ کہ اسے موت آجاتی ہے اور وہ قبر میں جا کر سو جاتا ہے' ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے اس سورت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ انسان میرا مال' میرا مال کہتا رہتا ہے' حالانکہ اس کا مال صرف وہ ہے جو اس نے کھانے پینے' پہننے اوڑھنے اور صدقہ وخیرات کرنے میں خرچ کر دیا' ورنہ وہ جو کچھ چھوڑ جاتا ہے' وہ اس کے ورثاء کا ہوتا

اٰيَاتُهَا ۳ سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ (۱۰۳) (۱۳) رُكُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

وَالْعَصْرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

وَالْعَصْرِ ۙ	اِنَّ	الْاِنْسَانَ	لَفِيْ	خُسْرٍ ۙ	اِلَّا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا
قسم ہے زمانے کی	بیشک	انسان	البتہ بیچ	نقصان کے	مگر	وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور عمل کئے انہوں نے

مجھے قسم ہے زمانے کی ۔ ﴿۱﴾ کہ بیشک انسان خسارے میں ہے ۔ ﴿۲﴾ سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائیں ، اور نیک اعمال

الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾

الصّٰلِحٰتِ	وَ	تَوَاصَوْا	بِالْحَقِّ ۙ	وَ	تَوَاصَوْا	بِالصَّبْرِ
اچھے	اور	ایکدوسرے کوتاکید کریں	حق کی	اور	ایکدوسرے کوتاکید کریں	صبر کی

کریں ، اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین کریں ، اور ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کریں ۔ ﴿۳﴾

ع ۱ ۴ ۲۸

ہے اس کا نہیں' اس لئے اس سورت میں انسان کو بار بار جھنجھوڑا گیا ہے تا کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو جائے اور اپنی تمام تر توجہات کا مرکز دنیوی زندگی کو نہ بنالے' چنانچہ پہلی مرتبہ فرمایا کہ مال و اولاد کی کثرت اور اس پر فخر تمہارے کام ہرگز نہیں آئے گا' عنقریب جب تم پر نزع کی کیفیت طاری ہوگی تو تم پر اپنی غلطی واضح ہو جائے گی، پھر جب تم قبروں میں پہنچو گے تو اس وقت بھی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم غلطی پر تھے' اگر تمہیں اس بات کا یقین ہوتا تو دنیا کی محبت تمہیں اصل مقصد سے ہرگز دور نہیں کر سکتی تھی' گویا تمہارا اصل مرض حب دنیا کے ساتھ ساتھ بے یقینی کی کیفیت سے دوچار ہونا ہے' تمہیں اس بات کا یقین ہی نہیں ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ہوگی اور اس زندگی میں جزا اور سزا کا قانون نافذ ہوگا، جنت اور جہنم کو لایا جائے گا اور تم اپنے سر کی آنکھوں سے جہنم کو دیکھو گے' اس طرح کہ تمہیں اس میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہے گا' گویا یقین کے دو درجے بیان کئے گئے ہیں' پہلا درجہ علم الیقین ہے، آخرت کے حوالے سے انسان کو یہ درجہ دنیا میں پیغمبروں کی تعلیمات سے حاصل ہو سکتا ہے لیکن اگر کوئی شخص کفر و شرک اور بت پرستی و نافرمانی پر قائم رہے تو پھر اسے یہ درجہ قبر میں حاصل ہو جائے گا' دوسرا درجہ عین الیقین ہے یعنی آنکھ سے دیکھ کر کسی چیز کا یقین کرنا' یہ درجہ ہر شخص کو قیامت کے دن حاصل ہوگا جب وہ اپنی آنکھوں سے جنت اور جہنم کو دیکھے گا' اس دن اس سے ان تمام نعمتوں کا حساب لیا جائے گا' جن سے وہ دنیا میں استفادہ کرتا رہا ہوگا' حتیٰ کہ اگر کسی شخص کو بقدر ضرورت ہی دنیا کی نعمتیں دی گئی ہوں گی' اس سے بھی ان کی تفتیش اور سوال و جواب ہوگا' ایک مرتبہ نبی ﷺ پر بھوک کی شدت غالب تھی' حضرات شیخین سے ملاقات ہوئی تو ان کا بھی یہی حال تھا' ایک انصاری صحابی کے باغ میں پہنچے' انہوں نے کھجور کا خوشہ اور میٹھا پانی پیش کیا' کچھ دیر بعد بکری کا بچہ ذبح کر کے اس کا کھانا تیار کر کے لائے' کھانا تناول فرمانے کے بعد نبی ﷺ نے فرمایا یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے متعلق اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن تم سے ان کے متعلق باز پرس ہوگی' غور کیا جا سکتا ہے کہ جب اس قدر شدید بھوک کی حالت میں بقدر ضرورت کھانا کھانے پر سوال ہوگا تو اس کے علاوہ جو لاکھوں کروڑوں نعمتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرما رکھی ہیں' ان کا حساب کیوں نہ ہوگا؟ الحمد للہ! آج مورخہ ۳۰ نومبر ۲۰۱۹ء بروز ہفتہ۔

سورة العصر

سورۂ عصر مکی سورت ہے، اس میں کل حروف ۶۸' کلمات ۱۴' آیات ۳ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت ہی لفظ ''العصر'' پر مشتمل ہے' اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ عصر رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنیٰ ''زمانہ'' ہے، بعض مفسرین نے اس سے نماز عصر کا وقت مراد لیا ہے' جبکہ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس سورت کی پہلی آیت میں جس زمانے کی قسم کھائی گئی ہے، اس سے ہمارے نبی ﷺ کا زمانہ مراد ہے کیونکہ تمام زمانوں میں وہی زمانہ سب سے زیادہ قیمتی اور بابرکت تھا جب رسول اکرم ﷺ دنیا میں جلوہ گر تھے، لوگ انہیں دیکھ رہے تھے' ایمان قبول کر رہے تھے اور اپنے دامن کو خیر و برکت سے بھر رہے تھے' تینوں احتمال درست ہیں' اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں زمانے کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ ہر انسان خسارے اور نقصان کا شکار ہے' خواہ ظاہری اعتبار سے لوگ کسی شخص کو دنیا کا میاب ترین انسان تصور کرتے ہوں، اسے پوری دنیا کی حکومت حاصل ہو' زمین کے سارے خزانے اس کی ملکیت میں ہوں' اسے کاروبار میں کبھی کوئی نقصان نہ ہوا ہو' وہ مٹی میں ہاتھ ڈالے تو وہ مٹی بھی سونا بن جائے' وہ کبھی بیمار نہ ہوا' اس کی بیوی اس کی فرمانبردار ہو اور اس کے بچے اس کے اطاعت گزار ہوں' جس امتحان گاہ میں بیٹھے' پہلی امتیازی حیثیت لے کر باہر نکلے' دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں کامیابی کے جتنے معیارات قائم ہیں وہ ان تمام پر پورا اترتا ہو' دنیا اسے ایک کامیاب ترین انسان تسلیم کرتی ہو' لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مکمل خسارے میں ہے اور وہ ایک ناکام انسان ہے' اس ناکامی اور خسارے سے بچنے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ اس سورت میں جن چار کاموں کا استثناء کیا گیا ہے، وہ ان کاموں میں خود کو مصروف کر لے' پہلا یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو' یہ سب سے پہلا بنیادی کام ہے' کیونکہ اگر کسی شخص کے پاس یہ بنیاد ہی نہ ہو تو اس پر عمارت کیسے کھڑی کی جا سکے گی' اور ایمان ہی مدار نجات ہے' یہی وجہ ہے کہ کوئی مشرک اور بت پرست جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا' دوسرا یہ کہ وہ اعمال صالحہ کا اہتمام کرے یعنی ایسے نیک کاموں کا خاطر خواہ ذخیرہ جمع کرے جو آخرت میں اس کے درجات کی بلندی کا سبب اور ذریعہ بن سکیں' تیسرا یہ کہ وہ دوسروں کو حق بات کی تاکید و تلقین کرے، یعنی اپنی نیکی اور تقویٰ کو ''لازم'' رکھنے کی بجائے ''متعدی'' بنائے اور اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ اس بات کیلئے بھی فکرمند اور کوشاں رہے کہ دوسروں تک حق کی دعوت کس طرح موثر انداز میں پہنچائی جا سکتی ہے تا کہ وہ اس کیلئے صدقہ جاریہ بن سکے' چوتھا یہ کہ وہ ایک دوسرے کو صبر و تحمل' برداشت اور استقامت کا رویہ اختیار کرنے کی تاکید کرتے رہیں' یعنی حق کے راستے میں پیش آنے والی تکالیف اور مشکلات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کریں' جو لوگ ان کے دین ایمان کا سودا کرنا چاہیں' ان کی سودے بازی کو مسترد کر کے اپنے دین و ایمان پر ثابت قدمی سے جم جائیں' جو لوگ ان کے سامنے گناہوں کو مزین اور خوشنما بنا کر پیش کریں' ان کی پیشکش کو رد کر کے اپنی پیشانی کو گناہوں سے داغ دار ہونے سے بچائیں اور ایک دوسرے کو گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے صبر کے واقعات سنا کر اپنا ایمان تازہ کریں تا کہ ان کیلئے صبر کی ہر قسم پر عمل کرنا آسان ہو جائے' اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جو لوگ یہ چاروں کام کر لیں' اللہ تعالیٰ انہیں خسارے سے محفوظ اور کامیاب ترین انسان قرار دیتا ہے اور جو لوگ یہ کام نہ کریں' انہیں ناکام قرار دیتا ہے' خواہ دنیا میں انہیں کامیاب ترین ہی سمجھا جاتا ہو اور اصل کامیاب وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ کامیاب قرار دے۔ الحمد للہ! آج مورخہ ۳۰ نومبر ۲۰۱۹ء بروز ہفتہ۔

اٰيَاتُهَا ٩ (١٠٤) سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ (٣٢) رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۨ ۙ﴿١﴾ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ﴿٢﴾

وَيْلٌ	لِّكُلِّ	هُمَزَةٍ	لُّمَزَةِۨ ﴿١﴾	الَّذِيْ	جَمَعَ	مَالًا	وَّ	عَدَّدَهٗ ﴿٢﴾
ہلاکت ہے	ہر ایک کیلئے	منہ پر طعنہ دینے والے کے	عیب تلاش کرنے والے کے	جس نے	جمع کیا	مال کو	اور	گنتا رہا اسے

منہ پر طعنہ دینے والے، عیب تلاش کرنے والے ہر شخص کیلئے ہلاکت ہے۔ ﴿١﴾ جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھتا رہا۔ ﴿٢﴾

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ﴿٣﴾ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ﴿٤﴾

يَحْسَبُ	اَنَّ	مَالَهٗ	اَخْلَدَهٗ ﴿٣﴾	كَلَّا	لَيُنْۢبَذَنَّ	فِي	الْحُطَمَةِ ﴿٤﴾
وہ سمجھتا ہے	یہ کہ بیشک	اس کا مال	اسے ہمیشگی دے گا	ہرگز نہیں	البتہ ضرور پھینکا جائیگا	بیچ	حطمہ کے

وہ یہ سمجھتا ہے کہ اُس کا مال اُسے ہمیشگی عطا کردے گا۔ ﴿٣﴾ ایسا ہرگز نہ ہوگا، اُسے ضرور "حطمہ" میں پھینکا جائیگا۔ ﴿٤﴾

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴿٥﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ﴿٦﴾ الَّتِيْ تَطَّلِعُ

وَ	مَآ	اَدْرٰىكَ	مَا	الْحُطَمَةُ ﴿٥﴾	نَارُ	اللّٰهِ	الْمُوْقَدَةُ ﴿٦﴾	الَّتِيْ	تَطَّلِعُ
اور	کیا	معلوم تجھے	کیا ہے	حطمہ	آگ	اللہ کی	سلگائی ہوئی	وہ جو	جھانک لے گی

اور آپ کو کیا خبر کہ "حطمہ" کیا ہے؟ ﴿٥﴾ وہ اللہ کی دہکائی ہوئی آگ ہے۔ ﴿٦﴾ جو دلوں کو

عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ﴿٧﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ﴿٨﴾ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿٩﴾

عَلَى	الْاَفْـِٕدَةِ ﴿٧﴾	اِنَّهَا	عَلَيْهِمْ	مُّؤْصَدَةٌ ﴿٨﴾	فِيْ	عَمَدٍ	مُّمَدَّدَةٍ ﴿٩﴾
پر	دلوں کے	بیشک وہ	ان پر	بند کردی جائے گی	بیچ	ستونوں کے	لمبے لمبے

جھانک لے گی۔ ﴿٧﴾ بیشک اُس آگ کو اُن پر بند کردیا جائیگا۔ ﴿٨﴾ لمبے لمبے ستونوں میں۔ ﴿٩﴾

سورۃ الھمزۃ

سورۂ ہمزہ مکی سورت ہے اس میں کل حروف ۱۳۰، کلمات ۳۳، آیات ۹ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی لفظ "ھمزۃ" آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ ہمزہ رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنی کسی کو اس کے منہ پر طعنہ دینا ہے، اسلامی تعلیمات میں اسے بہت معیوب اور بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے کہ کوئی شخص کسی کو اس کے منہ پر کسی بات کا طعنہ دے، کیونکہ طعنہ دینے والا ہمیشہ خود کو بڑا اور دوسرے کو حقیر سمجھ کر طعنہ دیتا ہے اور اس کے طعنے کا تعلق عام طور پر دوسرے کے جسم یا مال سے ہوتا ہے، چنانچہ یا تو اسے اس کے جسمانی عیب کا طعنہ دیا جاتا ہے یا مالی کمزوری کا، چونکہ ان چیزوں میں انسان بے اختیار اور بے بس ہوتا ہے اس لئے دوسروں کا طعنہ سن کر وہ شدید قسم کے احساس محرومی اور احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے اور وہ نہایت شکستہ دل ہو جاتا ہے، لہٰذا شریعت نے اس کی سختی سے ممانعت کی ہے، اس سورت میں ایسے لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے ان کی کچھ مزید ناپسندیدہ عادات بیان کی گئی ہیں۔ ﴿١﴾ ﴿٢﴾ ان آیتوں میں انسان کی چار بری عادتوں اور ناپسندیدہ خصلتوں کا ذکر کر کے انہیں تباہی اور ہلاکت کی وعید
ع ١ ٩ ٢٩
سنائی گئی ہے، پہلی بری عادت کسی کو اس کے منہ پر اس کی کسی کمزوری کا طعنہ دینا ہے، دوسری بری عادت لوگوں کے عیوب تلاش کرنا ہے، یہ لوگ عام طور پر خود بہت سے ناپسندیدہ عیوب میں مبتلا ہوتے ہیں لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھنے کی بجائے دوسروں کی آنکھ کا تنکا تلاش کرتے رہتے ہیں، ایسے بہت سے لوگ دیکھے گئے ہیں جن کی زندگی کا مقصد دوسروں کے عیوب کی تلاش میں رہنا ہی بن گیا ہے اس لئے انہیں اس میں بہت مزہ آتا ہے، لیکن یہ لوگ اس بات سے غافل ہیں کہ نبی ﷺ نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ایک وقت آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے عیوب کے پیچھے لگ جاتا ہے اور انہیں گھر بیٹھے ذلیل کر دیتا ہے، تیسری بری عادت مال جمع کرنا، اسے بار بار گننا ہے یعنی اس کے دل میں مال کی محبت اس قدر زیادہ ہے کہ خرچ کرنے کے نام سے وہ گھبراتا ہے اور صرف جوڑ کر رکھنا چاہتا ہے اور اسے اکیلے کمرے میں کنڈی لگا کر بار بار گنتا ہے، کہ کہیں کوئی پیسہ کم تو نہیں ہو گیا، گویا وہ مال کی شدید محبت، حرص اور دوسروں پر خرچ نہ کرنے کے حوالے سے شدید بخل میں مبتلا رہتا ہے، چوتھی بری عادت اس کا یہ گمان فاسد ہے کہ اگر اس کے پاس مال و دولت ہو تو اس کا مال اسے ہمیشہ کی زندگی بھی عطا کر سکتا ہے، اس لئے وہ مال و دولت ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے اور اسی وجہ سے اس کی شدید محبت میں مبتلا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو ہلاکت کی وعید سنائی ہے۔ ﴿٤﴾ ﴿٩﴾ ان آیتوں میں مذکورہ چاروں بری عادتیں رکھنے والے لوگوں کے گمان فاسد کی تردید اور ان کی سزا بیان کی گئی ہے کہ ایسے لوگوں کا گمان بالکل غلط ہے، ایسا ہرگز نہ ہوگا، نہ وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور نہ ان کا مال و دولت ان کے کسی کام آئے گا، بلکہ ان کی ناپسندیدہ عادتوں کی وجہ سے انہیں "حطمہ" میں پھینک دیا جائے گا، اس کا لفظی معنی چورا چورا کر دینے والی چیز ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ نام جہنم کی آگ کا رکھا ہے کیونکہ وہ بھی انسان کو چورا چورا کر دے گی، اس آگ کو اللہ تعالیٰ نے خود سلگایا ہے، جو صرف ظاہری جسم کو نقصان نہیں پہنچائے گی بلکہ ان کے دلوں تک پہنچ جائے گی، اس کے شعلے لمبے لمبے ستونوں کی طرح ہوں گے اور انہیں اس میں چاروں طرف سے بند کر دیا جائے گا۔

اٰیَاتُهَا ٥ ۔ سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ (١٠٥) (١٩) ۔ رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝١ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ

اَلَمْ	تَرَ	كَيْفَ	فَعَلَ	رَبُّكَ	بِاَصْحٰبِ	الْفِيْلِ ۝١	اَلَمْ	يَجْعَلْ	كَيْدَهُمْ
کیا نہیں	دیکھا تو نے	کیا	کیا	تیرے رب نے	ساتھیوں کے ساتھ	ہاتھی کے	کیا نہیں	کردیا اس نے	ان کی تدبیر کو

کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا ؟ [1] کیا اس نے اُن کی تدبیروں کو

فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝٢ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝٣ تَرْمِيْهِمْ

فِيْ	تَضْلِيْلٍ ۝٢	وَّ	اَرْسَلَ	عَلَيْهِمْ	طَيْرًا	اَبَابِيْلَ ۝٣	تَرْمِيْهِمْ
بیچ	گم ہونے کے	اور	بھیجے اس نے	اُن پر	پرندے	جھنڈ کے جھنڈ	وہ پھینکتے تھے ان پر

بیکار نہیں کر دیا ؟ [2] اور اُس نے اُن پر اڑتے ہوئے پرندوں کے جھنڈ بھیجے ۔ [3] وہ اُن پر کنکر کے

بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝٤ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝٥

بِحِجَارَةٍ	مِّنْ	سِجِّيْلٍ ۝٤	فَجَعَلَهُمْ	كَعَصْفٍ	مَّاْكُوْلٍ ۝٥
پتھر	سے	کنکر کے	سو کردیا اس نے انہیں	جیسے بھوسہ	کھایا ہوا

پتھر برساتے تھے ۔ [4] پھر اُس نے اُنہیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا ۔ [5]

ع ١ ۔ ٥ ۔ ٣٠

سورة الفيل

سورۃ الفیل مکی سورت ہے' اس میں کل حروف ۹۶' کلمات ۲۰' آیات ۵ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی ''الفیل'' کا لفظ آیا ہے' اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ الفیل رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنی ہاتھی ہے' اور اس سے مراد وہ ہاتھی ہیں جنہیں ابرھہ الاشرم خانۂ کعبہ پر حملہ کرنے کے ارادے سے لیکر آیا تھا' دراصل یہ شخص حبشہ کے بادشاہ کی طرف سے یمن کا گورنر مقرر تھا' ایام حج میں جب یمن کے لوگ خانۂ کعبہ کی زیارت اور ارکان حج کی ادائیگی کیلئے جاتے تو یہ بات اسے بری لگتی تھی اور وہ لوگوں کو مکہ مکرمہ کا سفر کرنے سے روکنے کی تدبیریں سوچتا تھا' ایک دن اس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اگر خانۂ کعبہ سے زیادہ پرشکوہ عمارت یمن میں بن جائے تو لوگ مکہ مکرمہ جانا چھوڑ دیں گے' یمن کی معیشت بھی اس طرح مستحکم ہو جائے گی' کیونکہ بیرونی پیسہ یہاں منتقل ہونے لگے گا' اس نے اپنے خیال کو عملی جامہ پہنایا اور ایک عالیشان گرجا تعمیر کروالیا' اس گرجے کی خدمت کیلئے جو خادم رکھے گئے تھے ان میں سے ایک شخص مکہ مکرمہ کا تھا' اس نے موقع مناسب دیکھ کر رات کے وقت اس گرجے میں جگہ جگہ پائخانہ کر دیا' ابرہہ کو معلوم ہوا تو غصے سے پاگل ہوگیا' چند ہی دن بعد اس کے بنائے ہوئے گرجے کو آگ لگ گئی' معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ کے کسی آدمی نے کھانا کھانے کیلئے آگ جلائی تھی' جو اس کی وجہ سے لگی ہے' ابرہہ نے اسی وقت فوج کو تیاری کا حکم دیا اور اس کے ساتھ بارہ نہایت طاقتور ہاتھی بھی لئے جن میں سب سے بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا، مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ کر ہاتھیوں نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا اور اپنی اپنی جگہ اڑ گئے' اسی اثناء میں ایک آدمی آیا جس کا نام نفیل بن حبیب تھا' اس نے محمود کا کان پکڑ کر کہا کہ جہاں سے آیا ہے' وہیں واپس چلا جا' ابرہہ نے بہت کوشش کی کہ ہاتھی آگے بڑھیں' لیکن وہ آگے بڑھنے کے علاوہ ہر سمت میں چلنے کو تیار تھے' یہ معجزہ دیکھ کر ابرہہ کو واپس لوٹ جانا چاہئے تھا لیکن وہ اپنی سرکشی پر اڑا رہا' بالآخر وادی محسر میں ان لوگوں پر اللہ کا عذاب آیا' سمندر کی طرف سے سبز اور زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے پرندوں کی ٹکڑیاں آئیں' ان کی چونچ اور پنجوں میں مسور اور چنے کے درمیانی سائز کی کنکریاں تھیں' انہوں نے وہ کنکریاں اس لشکر پر برسانا شروع کر دیں اور تھوڑی ہی دیر میں لشکر کو پسپائی پر مجبور کر دیا' یہ کنکریاں گولی کی طرح اثر رکھتی تھیں' سر پر لگ کر شرمگاہ سے نکل جاتی تھیں اور جسے لگتی تھیں وہ اسی وقت مرجاتا تھا' ابرہہ بھی عذاب الٰہی کا شکار ہوگیا اور لوگوں کے دلوں میں خانۂ کعبہ کی عظمت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی' یہ واقعہ نبی ﷺ کی ولادت سے پچاس یا پچپن دن پہلے پیش آیا تھا اور زبان حال سے خبر دے رہا تھا کہ کائنات میں کوئی بہت بڑی تبدیلی رونما ہونے والی ہے' ایسے واقعات کو ''ارہاص'' کہا جاتا ہے اور اس کے چند دن بعد نبی ﷺ کی ولادت ہوگئی تھی ۔ [1] [2] اس آیت مبارکہ میں ''اصحاب الفیل'' سے مراد ہاتھی والوں کا وہی لشکر ہے جس کی قیادت ابرہہ اشرم کر رہا تھا' ہاتھیوں کو ساتھ لانے سے اس کا مقصد یہ تھا کہ خانۂ کعبہ کو (نعوذ باللہ) رسیوں سے باندھ کر دوسرا سرا ہاتھیوں سے باندھ دیا جائے گا' پھر ہاتھیوں کو بھگایا جائے گا تو ان کے دوڑنے کی وجہ سے خانۂ کعبہ خود بخود منہدم ہو جائے گا' (نعوذ باللہ) وہ اپنے مقصد میں تو کامیاب نہیں ہو سکے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں نشان عبرت بنا دیا ۔ [2] اس آیت مبارکہ میں اصحاب الفیل کی تدبیر کو ناکام بنانے کا ذکر کیا گیا ہے' چنانچہ ہاتھیوں نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا' انہیں لوہے کے آنکڑوں سے مارا گیا' اس کے باوجود انہوں نے اپنی جگہ سے ہلنے سے انکار کر دیا' البتہ اس کے علاوہ انہیں جس طرف چلایا جاتا تھا' وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے چل پڑتے تھے، اس طرح ان کا منصوبہ پہلے ہی مرحلے پر ناکام ہوگیا ۔ [3] [5] ان آیتوں میں ابرہہ کے لشکر پر چھوٹے چھوٹے پرندوں کا بھیجا جانا بیان کیا گیا ہے' مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے گھر کی حفاظت کرنے کیلئے لوگوں کا محتاج نہیں ہے اس کے حفاظت کرنے کے انداز ہی نرالے ہیں، یہاں ''ابابیل'' کا لفظ بھی خاص پرندے کیلئے استعمال نہیں ہوا' بلکہ ٹکڑی اور غول کے معنی استعمال ہوا ہے' ان پرندوں نے ابرہہ کے لشکر پر پتھر کے کنکر برسائے اور انہیں کھائے ہوئے بھس کی طرح کر دیا' بہت سے لوگ وہیں مر گئے' جو بھاگ نکلے وہ راستے میں مر گئے' ابرہہ کے جسم میں زہر پھیل گیا' اسی حالت میں اسے یمن منتقل کیا گیا' وہاں وہ عبرت ناک موت مر گیا' اس کے دو ہاتھی بان مکہ مکرمہ رہ گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں سزا کے طور پر اندھا اور اپاہج کر دیا تھا' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اسماء رضی اللہ عنہا نے ان دونوں کو دیکھا تھا' واللہ اعلم ۔ الحمد للہ! آج مورخہ یکم دسمبر ۲۰۱۹ء، بروز اتوار۔

اٰيَاتُهَا ٤ (١٠٦) سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَّكِّيَّةٌ (٢٩) رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ① اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ② فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ

لِاِيْلٰفِ	قُرَيْشٍ ①	اٖلٰفِهِمْ	رِحْلَةَ	الشِّتَآءِ	وَ	الصَّيْفِ ②	فَلْيَعْبُدُوْا	رَبَّ
مانوس کرنے کو	قریش کے	مانوس کرنا انہیں	سفر سے	سردی کے	اور	گرمی کے	سو چاہئے کہ عبادت کریں وہ	رب کی

قریش کو مانوس کرنے کیلئے۔ ١ یعنی انہیں سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس رکھنے کیلئے۔ ٢ اس لئے انہیں چاہئے کہ اس گھر کے

هٰذَا الْبَيْتِ ③ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۵ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ④

هٰذَا	الْبَيْتِ ③	الَّذِيْٓ	اَطْعَمَهُمْ	مِّنْ	جُوْعٍ	وَّ	اٰمَنَهُمْ	مِّنْ	خَوْفٍ ④
اس	گھر کے	جس نے	کھلایا انہیں	سے	بھوک کے	اور	امن دیا انہیں	سے	خوف کے

رب کی عبادت کریں۔ ٣ جس نے انہیں بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف میں امن دیا۔ ٤

اٰيَاتُهَا ٧ (١٠٧) سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ (١٧) رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ① فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ②

اَرَءَيْتَ	الَّذِيْ	يُكَذِّبُ	بِالدِّيْنِ ①	فَذٰلِكَ	الَّذِيْ	يَدُعُّ	الْيَتِيْمَ ②
کیا تُو نے دیکھا	اسے جو	جھٹلاتا ہے	انصاف کو	سو یہ	وہ جو	دھکے دیتا ہے	یتیم کو

کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا جو انصاف کے دن کی تکذیب کرتا ہے؟ ١ یہ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ ٢

ع ٤ / ٢١

سورۃ قریش

سورۂ قریش کی سورت ہے' اس میں کل حروف ۷۴' کلمات ۱۷' آیات ۴ اور ایک رکوع ہے' اس سورت کی پہلی آیت میں ہی قریش کا لفظ آیا ہے اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ قریش رکھا گیا ہے۔ اس لفظ کا اطلاق دراصل ایک سمندری جانور پر ہوتا ہے جو تمام سمندری جانوروں میں سب سے طاقتور اور سب پر غالب ہوتا ہے بعد میں اس کا اطلاق ایک قبیلے پر ہونے لگا جس کا سلسلۂ نسب حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جا کر ملتا ہے' یہ لوگ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے نضر بن کنانہ کی اولاد میں سے ہیں جو کہ نبی ﷺ کے آباؤ اجداد میں تیرھویں نمبر پر آتے ہیں، قریش کا لفظی معنی جمع کرنا ہے' چونکہ یہ لوگ حرم کعبہ کی خدمت اور حفاظت کے لئے جمع رہتے تھے' اس لئے انہیں قریش کہا جاتا ہے' ان کی دس بڑی شاخوں نے زیادہ شہرت پائی، بنو ہاشم' بنو امیہ' بنو نوفل' بنو عبدالدار' بنو اسد' بنو تمیم' بنو مخزوم' بنو عدی' بنو عبد مناف' بنو سہم' قبیلۂ قریش کیلئے یہ بڑی فضیلت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نام پر پوری سورت نازل فرمائی ہے۔ ١ ٢ ان آیتوں میں قریش کے لوگوں کو سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس رکھنے کا ذکر بطور انعام کے فرمایا گیا ہے، دراصل سرداران قریش تجارت پیشہ لوگ تھے کیونکہ مکہ مکرمہ کی زمین قابل کاشت نہ ہونے کی وجہ سے وہاں زراعت ممکن نہ تھی' ان کا ذریعہ معاش امپورٹ اور ایکسپورٹ تھی' اس سلسلے میں انہیں مختلف علاقوں کے تجارتی سفر کرنا پڑتے تھے' لیکن اس زمانے کے سفر پرخطر ہوتے تھے' ڈاکو راستے میں ناکے لگا کر لوگوں کو لوٹ لیا کرتے تھے اور دوران سفر لوگوں کو اپنی جان و مال کے حوالے سے شدید قسم کے خطرات لاحق رہتے تھے' لیکن اللہ تعالیٰ نے قریش کے لوگوں پر یہ خاص کرم نوازی فرما رکھی تھی کہ اگر کوئی ڈاکو ان کا سامان لوٹ لیتا' پھر اسے معلوم ہوتا کہ یہ قریش میں سے ہیں اور خانہ کعبہ کے مجاور اور خادم ہیں تو وہ ان کی عزت و احترام کرتا' لوٹا ہوا مال واپس کرتا اور ان کی خدمت کر کے عزت و احترام سے رخصت کرتا' یہ لوگ سردیوں میں یمن جاتے تھے کیونکہ وہ گرم ملک تھا اور گرمیوں میں شام جاتے تھے تاکہ اس کی شادابی اور دل فریبی سے گرمی کی شدت کو دور کریں' اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے یہ دونوں سفر نہایت آسان کر رکھے تھے .... اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اور بھی بہت سی آسانیاں دے رکھی تھیں' یہاں اس چیز کا انعام کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ ٣ ٤ ان آیتوں میں قریش کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی مزید دو نعمتوں اور ایک حکم کا ذکر کیا گیا ہے، پہلی نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھوکا نہیں رہنے دیتا' وہ تمہیں بھوک میں ہمیشہ کھلاتا ہے اور تمہاری معیشت کو مستحکم اور ہموار رکھتا ہے' دوسری نعمت یہ ہے کہ وہ تمہیں کبھی خوف میں مبتلا نہیں کرتا' بلکہ ہمیشہ امن عطا فرماتا ہے' چنانچہ تم بیرونی دشمنوں کے حملوں سے بھی محفوظ ہو اور اندرونی طور پر بھی تمہیں کسی قسم کی بدامنی کا اندیشہ نہیں ہے انسان تو انسان' تمہارے جانور بھی پرامن اور محفوظ ہیں، اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ تم صرف اس کی عبادت کرو، اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرو' وہی اس گھر یعنی خانہ کعبہ کا رب ہے' خانہ کعبہ کی نسبت سے ہی تمہاری تجارت اور امن محفوظ ہے' لہٰذا اس نسبت کی لاج رکھو اور اس کی عبادت کر کے اسے راضی کر لو۔ الحمدللہ! آج یکم دسمبر ۲۰۱۹ء بروز اتوار۔

سورۃ الماعون

سورۃ الماعون مکی سورت ہے' اس میں کل حروف ۱۲۳' کلمات ۲۵' آیات ۷ اور ایک رکوع ہے اس سورت کی آخری آیت میں ''الماعون'' کا لفظ آیا ہے' اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ ماعون رکھا گیا ہے، اس کا لفظی معنی عام استعمال کی معمولی اور برتنے کی چیزیں ہیں، اس سورت میں لوگوں کے ناپسندیدہ رویوں کی مذمت کی گئی ہے' مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ تمام منفی رویے ابوجہل میں پائے جاتے تھے اور وہ یتیموں کے مال پر قبضہ کر کے انہیں اپنے پاس سے دھتکار دیتا تھا' نبی ﷺ کی فہمائش پر بھی باز نہ آیا تو یہ سورت نازل ہوئی۔ ١ ٢ ان آیتوں میں ناپسندیدہ رویے بیان کئے گئے ہیں' پہلا رویہ دین برحق کی تکذیب کرتا ہے' بعض مفسرین کے نزدیک یہاں دین سے مراد قیامت کا دن ہے جب لوگوں کے درمیان انصاف پر مبنی فیصلے کئے جائیں گے' اس دن کی تکذیب و تردید کرنا پسندیدہ رویہ نہیں ہے' ایسا شخص توحید پرست کبھی بھی نہیں ہو سکتا' دوسرا رویہ

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝۳ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝۴

وَ	لَا	يَحُضُّ	عَلٰى	طَعَامِ	الْمِسْكِيْنِ ۝	فَوَيْلٌ	لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝
اور	نہیں	ترغیب دیتا	پر	کھانے کے	مسکین کے	سو ہلاکت ہے	نمازیوں کیلئے

اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ ۳ سو ہلاکت ہے ایسے نمازیوں کیلئے۔ ۴

الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝۵ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝۶

الَّذِيْنَ	هُمْ	عَنْ	صَلَاتِهِمْ	سَاهُوْنَ ۝	الَّذِيْنَ	هُمْ	يُرَآءُوْنَ ۝
وہ لوگ	وہ	سے	اپنی نماز کے	بے خبر رہنے والے	وہ لوگ جو	وہ	ریا کاری کرتے ہیں

جو اپنی نماز سے ہی بے خبر ہیں۔ ۵ وہ لوگ جو ریا کاری کرتے ہیں۔ ۶

وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝۷

وَيَمْنَعُوْنَ	الْمَاعُوْنَ ۝
اور روک لیتے ہیں	عام چیز کو

اور عام استعمال کی چیزیں دینے سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔ ۷

اٰيَاتُهَا ۳ سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ (۱۰۸) (۱۵) رُكُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳

اِنَّآ	اَعْطَيْنٰكَ	الْكَوْثَرَ ۝	فَصَلِّ	لِرَبِّكَ	وَانْحَرْ ۝	اِنَّ	شَانِئَكَ	هُوَ الْاَبْتَرُ ۝
بیشک ہم	دیا ہم نے تجھے	کوثر	سو نماز پڑھ تو	اپنے رب کیلئے	اور قربانی کر تو	بیشک	دشمن تیرا	وہی بے نام ونشان ہونے والا

(اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک ہم نے آپ کو "کوثر" عطا کیا ہے۔ ۱ سو آپ اپنے رب کیلئے نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے۔ ۲ بیشک آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہوگا۔ ۳

یتیموں کو دھکے دینا ہے' جیسے ابو جہل یتیم بچوں کے مال پر قبضہ کر لیتا تھا اور جب وہ بچہ اس کے پاس اپنا مال لینے کیلئے جاتا تو اسے دھکے دیتا اور اپنے گھر سے نکال دیتا تھا' تیسرا رویہ دوسروں کو کھانا کھلانے سے روکنا ہے یعنی اس کا بخل اس درجے کو پہنچ چکا ہے کہ خود کھانا کھلانا تو رہا ایک طرف' دوسروں کو بھی اس سے منع کرتا ہے' یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو ان ناپسندیدہ رویوں میں مبتلا ہے' اسے بے خوف نہیں رہنا چاہئے' اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے سزا ضرور ملے گی' جیسا کہ اگلی آیت میں کچھ لوگوں کیلئے سزا بیان کی گئی ہے۔ ۴ ۷ ان آیتوں میں بعض اہل ایمان کیلئے سزا کی وعید بیان کی گئی ہے جس کا منشا یہ ہے کہ اگر گناہ کا ارتکاب کرنے والا اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو' تب بھی وہ سزا سے نہیں بچ سکتا تو جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہی نہ رکھتا ہو' وہ سزا سے کیونکر بچ سکے گا' چنانچہ وہ لوگ جو کلمہ پڑھ چکے ہیں لیکن نماز کے حقوق و آداب کا خیال نہیں رکھتے، نماز تو پڑھتے ہیں لیکن ان کا پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں ایک برابر ہیں کیونکہ ان کا جسم کہیں ہوتا ہے اور روح کہیں اور ہوتی ہے' بظاہر وہ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں لیکن ان کے دل دماغ میں دوسری چیزوں کی فلم چل رہی ہوتی ہے' جو چیزیں نماز سے باہر یاد نہیں ہوتیں' وہ نماز کے اندر یاد آ رہی ہوتی ہیں اور وہ اس بات سے غافل ہوتے ہیں کہ وہ کس عظیم رب کی بارگاہ میں کھڑے ہیں' یہ لوگ ریا کاری کے جذبے سے نماز پڑھتے ہیں' ان کی طویل قرأت اور لمبے لمبے سجدے لوگوں کو دکھانے کے لئے ہوتے ہیں' تاکہ لوگ کہیں کہ بڑا نمازی آدمی ہے' جب انسان اتنی اعلیٰ عبادت اتنے پست جذبے سے کرے گا تو اس عبادت سے اسے کونسی روحانیت یا نورانیت حاصل ہوگی؟ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے ہلاکت اور تباہی کی وعید ارشاد فرمائی ہے اور یہی وعید اس شخص کے لئے بھی ہے جو عام استعمال کی چیزیں بھی لوگوں کو دینے سے انکار کر دے مثلاً کوئی شخص نمک یا ماچس مانگنے کیلئے آئے تو وہ انکار کر دے حالانکہ وہ چیز اس کے پاس موجود بھی ہو' سو جب انسان کے بخل کا یہ عالم ہو تو اس کا ذکر ابو جہل کے ساتھ کیوں نہ کیا جائے؟ اسی وجہ سے یہاں ایسے نمازیوں اور بخیلوں کا ذکر ابو جہل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ الحمدللہ! آج مورخہ یکم دسمبر ۲۰۱۹ء بروز اتوار۔

ع ۱ / ۷ / ۳۲

ع ۱ / ۳ / ۳۳

سورۃ الکوثر

سورۂ کوثر مکی سورت ہے اس میں کل حروف ۴۲' کلمات ۱۰' آیات ۳ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی "الکوثر" کا لفظ آیا ہے اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ کوثر رکھا گیا ہے، اس کے لفظی معنی میں کثرت کے اندر مبالغہ کا مفہوم پایا جاتا ہے' یعنی ایک ایسی چیز جو مقدار اور معیار دونوں میں بہت زیادہ ہو' اس سورت کا نزول مکہ مکرمہ میں اس وقت ہوا تھا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد نے یکے بعد دیگرے دنیا سے پردہ کر لیا' نبی علیہ السلام کے دو صاحبزادے تھے' حضرت قاسم بڑے تھے اور انہی کے نام سے نبی علیہ السلام کی کنیت ابوالقاسم تھی' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ چھوٹے تھے اور انہیں طیب اور طاہر بھی کہا جاتا تھا' جب یہ دونوں ہی بچپن میں فوت ہو گئے تو مشرکین مکہ اور خاص طور پر عاص بن وائل سہمی نے نبی علیہ السلام کے متعلق "ابتر" کا لفظ استعمال کرنا شروع کر دیا' وہ کہتے تھے کہ محمد کا دین زیادہ دیر تک نہیں چل سکتا' کیونکہ ان کی نرینہ اولاد نہیں ہے اور جس کی نرینہ اولاد نہ ہو' اس کی نسل نہیں چلتی اور جس کی نسل نہیں چلتی' دنیا اس کا تذکرہ بھول جاتی ہے اور اس کا کوئی نام لینے والا بھی باقی نہیں رہتا' گویا وہ اس بات پر خوش ہو رہے تھے کہ نبی علیہ السلام کے صاحبزادگان کا انتقال ہو گیا' اب یہ دین خود بخود ختم ہو جائے گا' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی' جو شخص شب جمعہ میں ایک ہزار مرتبہ سورۂ کوثر اور ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھے اللہ تعالیٰ اسے نبی علیہ السلام کی زیارت عطا فرمائے گا۔ ۱ ۳ ان آیتوں میں وعدے اور دو حکم جمع ہو گئے ہیں' پہلا حکم یہ کہ اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے نمازوں کا اہتمام کیجئے کیونکہ نماز جامع ترین عبادت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کا نام ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو دشمن کی طرف سے تکلیف دہ باتیں سننے کو ملیں اور ناشائستہ رویے کا سامنا کرنا پڑے تو اسے نماز کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ کی مناجات کر کے اپنی پریشانی اس کے سامنے بیان کرنی چاہئے' دوسرا حکم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی پیش کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا یہ نہایت

بہترین ذریعہ ہے اور اس کے ذریعے انسان کو روحانی ترقی نصیب ہوتی ہے' دراصل یہ دونوں حکم ان نعمتوں کے شکرانے کے طور پر بھی دیئے گئے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے یہاں وعدہ فرمایا ہے' چنانچہ پہلا وعدہ یہ ہے کہ ہم آپ کو "کوثر" عطا کریں گے اور آپ کو اس کا ملنا اس قدر یقینی ہے کہ گویا ہم آپ کو ماضی میں دے چکے ہیں' اسی وجہ سے ماضی کا صیغہ استعمال فرمایا ہے' کوثر سے مراد بعض مفسرین کے نزدیک خیر کثیر ہے یعنی ہم نے آپ کو ظاہری اور باطنی' حسی اور معنوی ہر قسم کی خیر کثیر مقدار میں عطا فرمائی ہے' بیشتر مفسرین کے نزدیک اس سے حوض کوثر مراد ہے' اس کی چوڑائی ایک ماہ کی مسافت رکھتی ہے' اس کے کٹورے سونے اور چاندی کے ہیں' تعداد میں آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں' اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے' اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا' دودھ سے زیادہ سفید اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے' اس کا ایک گھونٹ پینے والا آئندہ کبھی پیاسا نہ ہوگا' میدان حشر میں نبی اکرم ﷺ اس حوض کا پانی اپنی امت میں تقسیم فرمائیں گے' جبکہ بعض حضرات نے "کوثر" سے مراد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو لیا ہے' اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اگر آپ کی نرینہ اولاد نہ رہی تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ ہم نے آپ کو فاطمہ دی ہے' ہم اسی سے آپ کی نسل چلا کر دکھا دیں گے' دوسرا وعدہ یہ کیا گیا ہے کہ جو لوگ آپ کو "ابتر" ہونے کا طعنہ دے رہے ہیں' ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ان کی نسل اور نام ونشان مٹا دیں گے' دنیا میں عزت واحترام سے ان کا نام لینے والا بھی نہ ملے گا اور ان کی نسل بھی منقطع ہو جائے گی' چنانچہ یہ وعدہ بھی حرف بحرف پورا ہوا کہ دشمن آج بے نام ونشان ہے اور نبی علیہ السلام کا نام نامی اسم گرامی پوری آب وتاب کے ساتھ ساری دنیا میں جگمگا رہا ہے اور ہمیشہ جگمگاتا رہے گا۔ انشاء اللہ۔ الحمدللہ! آج مورخہ یکم دسمبر ۲۰۱۹ء بروز اتوار۔

ع ٦ / ١ / ٢٤

اٰیَاتُهَا ٦   (١٠٩) سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ (١٨)   رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝١ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝٢ وَلَاۤ اَنْتُمْ

قُلْ	يٰۤاَيُّهَا	الْكٰفِرُوْنَ ۝	لَاۤ	اَعْبُدُ	مَا	تَعْبُدُوْنَ ۝	وَ	لَاۤ	اَنْتُمْ
تُو کہہ	اے	کافرو!	نہیں	عبادت کرتا میں	اس کی جو	تم عبادت کرتے ہو	اور	نہ	تم

اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ اے کافرو! ١ میں اُس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ ٢ اور نہ تم

عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝٣ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝٤ وَلَاۤ

عٰبِدُوْنَ	مَاۤ	اَعْبُدُ ۝	وَ	لَاۤ	اَنَا	عَابِدٌ	مَّا	عَبَدْتُّمْ ۝	وَ	لَاۤ
عبادت کرنے والے	اس کی جو	میں عبادت کرتا ہوں	اور	نہ	میں	عبادت کرنے والا	اس کی جو	عبادت کی تم نے	اور	نہ

اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ ٣ اور نہ میں اُس کی عبادت کبھی کرنے والا ہوں جس کی تم نے عبادت کی۔ ٤ اور نہ تم

اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝٥ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝٦

اَنْتُمْ	عٰبِدُوْنَ	مَاۤ	اَعْبُدُ ۝	لَكُمْ	دِيْنُكُمْ	وَلِيَ	دِيْنِ ۝
تم	عبادت کرنے والے	اس کی جو	میں عبادت کرتا ہوں	تمہارے لئے	تمہارا دین	اور میرے لئے	میرا دین

اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ ٥ تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔ ٦

سورۃ الکافرون

سورۂ کافرون مکی سورت ہے' اس میں کل حروف ۹۴' کلمات ۲۶' آیات ۶ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی "الکافرون" کا لفظ آیا ہے' اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ کافرون رکھا گیا ہے، یہ لفظ کافر کی جمع ہے اور اس کا معنی کفر کرنے والا ہے' اس سورت میں واضح طور پر اعلان کر دیا گیا ہے کہ ایک مسلمان اپنے دین کے معاملے میں بہت حساس ہوتا ہے' وہ کسی دوسرے دین ومذہب کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے نہیں دیکھتا' وہ دوسروں کو اپنے دین کی دعوت ضرور دیتا ہے لیکن اپنے دین پر کسی قسم کی مصلحت پسندی کا شکار نہیں ہوتا' یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ سرداران قریش نے نبی علیہ السلام کو مصالحت کی پیشکش کرتے ہوئے کہا کہ ایک سال تک آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کر لیں' ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کر لیں گے' نبی علیہ السلام نے فوراً اسے مسترد فرما دیا' انہوں نے کہا کہ آپ صرف اتنا کر لیں کہ ہمارے معبودوں کی عاجزی اور بے بسی بیان نہ کیا کریں' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی جس میں ان لوگوں کو صاف جواب دے کر ان کی ہر قسم کی پیشکش کو مسترد کر دیا گیا ہے۔ ١ ٦ ان آیتوں میں نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے ان سے کافروں کے نام اعلان کروایا گیا ہے' اس اعلان کے وقت اور موقع کی نزاکت کو پیش نظر رکھا جائے تو اس کے جاہ وجلال میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ نبی علیہ السلام سے یہ اعلان مدینہ منورہ میں نہیں کروایا گیا' بلکہ عین اس وقت مکہ مکرمہ میں کروایا گیا جبکہ کافروں کی طرف سے آپ کو اور آپ پر ایمان لانے والوں کو ریاستی جبر وتشدد کا نشانہ بنایا جا رہا تھا' اس وقت ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان کروایا گیا کہ اے کافرو! کان کھول کر سن لو کہ تم جن بتوں' مورتیوں اور مجسموں کی پوجا کرتے ہو' میں نے ماضی میں بھی ان کی پوجا نہیں کی' حال میں بھی ان کی پوجا نہیں کر رہا اور مستقبل میں بھی ان کی عبادت کبھی نہیں کروں گا' جہاں تک تعلق ہے تمہاری پیشکش کا کہ تم میرے معبود کی عبادت کرو گے تو میں واضح کر دیتا ہوں کہ اپنے کفر وشرک پر قائم رہتے ہوئے نہ تم فی الحال میرے معبود کی عبادت کر سکتے ہو اور نہ مستقبل میں اس کی عبادت کرو گے، اس لئے مجھے تمہاری اس پیشکش میں کوئی دلچسپی نہیں ہے' تمہارا دین الگ ہے اور میرا دین الگ ہے' تمہیں تمہارا دین مبارک ہو اور مجھے میرا دین مبارک رہے' یہ دو الگ الگ راستے ہیں' کسی خاص مصلحت کی وجہ سے اگر انہیں اکٹھا کرنے کی کوشش کی گئی تو دین حقیقی کا حلیہ ہی بگڑ جائے گا اور وقتی مصلحت اس دین کو ماننے والوں کیلئے بہت مہنگی ثابت ہوگی' چنانچہ شہنشاہ اکبر کے دور میں جب اس طرح کی کوشش کی گئی اور "دین الٰہی" کے نام سے ایک نیا دین تصنیف کیا گیا' جس میں توحید کی بجائے آفتاب پرستی اور عقیدۂ قیامت کی بجائے تناسخ ارواح کو ترجیح دی گئی' کلمہ میں "اکبر خلیفۃ اللہ" شامل کیا گیا' سود' جوا' شراب اور خنزیر کو حلال کر دیا گیا' گائے کے ذبیحہ پر پابندی لگا دی گئی' سجدۂ تعظیمی کا حکم جاری کیا گیا اور ایسی خرافات کو دین کا حصہ بنا دیا گیا جن کو مٹانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس دین کا انتخاب فرمایا تھا' اس لئے سرداران قریش کی اس پیشکش کو مسترد کر دیا گیا' ویسے بھی یہ بات بہت تعجب کا باعث ہوتی کہ جس نبی کو کفر وشرک اور بت پرستی کی جڑیں کاٹنے کیلئے بھیجا جائے' وہی مصلحت پسندی کا شکار ہو کر ان کے معبودوں کی پوجا شروع کر دے' اس طرح تو نبی علیہ السلام کی بعثت کا مقصد ہی خطرے میں پڑ جاتا لہٰذا حق یہی تھا کہ ان کی پیشکش کو رد کر دیا جائے۔ الحمدللہ! آج مورخہ یکم دسمبر ۲۰۱۹ء بروز اتوار۔

(۱۱۰) سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۴)

اٰيَاتُهَا ٣ — رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝١ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ

اِذَا	جَآءَ	نَصْرُ	اللّٰهِ	وَ	الْفَتْحُ ۝	وَرَاَيْتَ	النَّاسَ	يَدْخُلُوْنَ	فِيْ	دِيْنِ	اللّٰهِ
جب	آئے گی	مدد	اللہ کی	اور	فتح	اور تُو دیکھے گا	لوگوں کو	داخل ہورہے ہیں	بیچ	دین کے	اللہ کے

جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے ۔ ① اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج

اَفْوَاجًا ۝٢ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝٣

اَفْوَاجًا ۝	فَسَبِّحْ	بِحَمْدِ	رَبِّكَ	وَ	اسْتَغْفِرْهُ	اِنَّهٗ	كَانَ	تَوَّابًا ۝
فوج درفوج	سو تسبیح کرتُو	ساتھ تعریف کے	اپنے رب کی	اور	مغفرت طلب کرتُو اس سے	بیشک وہ	ہے	خوب توبہ قبول کرنے والا

داخل ہورہے ہیں۔ ② تو اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اُس کی تسبیح بیان کیجیے، اور اُس سے مغفرت طلب کیجیے، کیونکہ وہ خوب توبہ قبول کرنے والا ہے۔ ③

ع ۱ ۳۵ وقف النبی علی اللہ علیہ وسلم

(۱۱۱) سُوْرَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ (٦)

اٰيَاتُهَا ٥ — رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا

تَبَّتْ	يَدَآ	اَبِيْ لَهَبٍ	وَّ	تَبَّ ۝	مَآ	اَغْنٰى	عَنْهُ	مَالُهٗ	وَ	مَا
ٹوٹ جائیں	دونوں ہاتھ	ابولہب کے	اور	تباہ ہوجائے وہ	نہیں	کام آیا	اس کے	اس کا مال	اور	وہ جو

ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ ہو جائے ۔ ① نہ اُس کا مال اُس کے کسی کام آئیگا اور نہ وہ جو

كَسَبَ ۝٢ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّامْرَاَتُهٗ ۚ

كَسَبَ ۝	سَيَصْلٰى	نَارًا	ذَاتَ لَهَبٍ ۝	وَّامْرَاَتُهٗ
کمایا اس نے	عنقریب داخل ہوگا وہ	آگ میں	شعلوں والی	اوراس کی بیوی

اُس نے کمایا ۔ ② عنقریب وہ شعلے مارتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا ۔ ③ اور اُس کی بیوی بھی ،

سورۃ النصر

سورۂ نصر مدنی سورت ہے،اس میں کل حروف ۹۹، کلمات ۲۶، آیات ۳ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی نصر کا لفظ آیا ہے،اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ النصر رکھا گیا ہے،اس کا لفظی معنی مدد ہے،اُردو میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے،بعض مفسرین کے نزدیک یہ سورت فتح مکہ سے کچھ پہلے نازل ہوئی تھی اور اس میں غلبہ دین کا وعدہ اور اعلان کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسبیح و استغفار میں مشغول رہنے کی تاکید کی گئی ہے، مستند احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اس سورت کے نزول کے بعد نبی علیہ السلام اکثر یہ تسبیح پڑھا کرتے تھے،"سبحنك اللهم ربنا و بحمدك اللهم اغفرلی انك انت التواب الرحيم"،لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ اس سورت کے نزول کے بعد نبی علیہ السلام کا قیام اس دنیا میں صرف ستر دن رہا،اس اعتبار سے اس کا نزول فتح مکہ سے قبل تسلیم کرنا درست نہ ہوگا اور یہی آخری رائے زیادہ راجح ہے کیونکہ اس سورت کے نزول کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ رونے لگے،وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ اس سورت میں نبی علیہ السلام کے وصال کی خبر دی گئی ہے۔ ① ② ان آیتوں میں دو چیزوں کی اطلاع اور دو کاموں کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ کی ایک اہم صفت بیان کی گئی ہے، پہلی اطلاع یہ ہے کہ آپ کے پاس اللہ کے دشمنوں کے خلاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت آچکی ہے اور مکہ مکرمہ فتح ہوگیا ہے، جس کی فتح کا عرب کے بہت سے قبیلوں کو انتظار تھا اور وہ یہ دیکھنا چاہ رہے تھے کہ نبی علیہ السلام اور قریش کا کیا معاملہ رہتا ہے؟ سو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور کانوں سے سن لیا کہ مکہ مکرمہ فتح ہوگیا ہے اور وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ مزاحمت کاروں کے علاوہ کسی کے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں بہایا گیا،دوسری اطلاع یہ کہ آپ لوگوں کو اللہ کے پسندیدہ دین میں فوج در فوج داخل ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، اسلام کو سربلندی اور مسلمانوں کو تقویت نصیب ہورہی ہے جس کی وجہ سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہورہی ہیں،اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوشی اور مسرت کے یہ عظیم لمحات عطا فرمائے ہیں اب آپ کو دو کام کرنے ہیں، پہلا یہ کہ اپنے رب کی تسبیح وتحمید میں مزید اضافہ فرمادیں، شکر نعمت کا یہی تقاضا ہے اور دوسرا یہ کہ استغفار کی کثرت میں بھی اضافہ فرمادیں،یہ آپ کے درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے، کیونکہ استغفار صرف گناہوں کی معافی کیلئے نہیں ہوتا، بلکہ درجات کی بلندی کے لئے بھی ہوتا ہے جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے، آخر میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے بندوں پر خوب توجہ فرمانے والا اور ان کی توبہ قبول کرنے والا ہے،اور اس کی توجہ ہر آن اپنے بندوں پر رہتی ہے۔ الحمدللہ! آج مورخہ یکم دسمبر ۲۰۱۹ء بروز اتوار۔

سورۃ اللھب : سورۂ لہب مکی سورت ہے،اس میں کل حروف ۷۷، کلمات ۲۳، آیات ۵ اور ایک رکوع ہے،اس سورت کی پہلی اور تیسری آیت میں "لھب" کا لفظ آیا ہے اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ لہب رکھا گیا ہے،اس کا لفظی معنی آگ کا بھڑکتا ہوا شعلہ ہے،یہ لفظ نبی علیہ السلام کے چچا ابولہب کی کنیت کا حصہ ہے،ابولہب کا اصل نام عبدالعزی بن عبدالمطلب تھا،لیکن اپنے سرخ و سفید رنگ کی وجہ سے ابولہب کے نام سے مشہور ہوگیا،اسے نبی علیہ السلام کی پیدائش کی خبر سن کر اتنی خوشی ہوئی تھی کہ اس نے خوشخبری سنانے والی باندی "ثویبہ" کو آزاد کردیا تھا،ثویبہ نے نبی علیہ السلام کو چند دن دودھ بھی پلایا ہے،لیکن جب نبی علیہ السلام نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا اور قریش کے لوگوں کو صفا پہاڑی پر جمع کر کے اسلام کی دعوت دی اور جہنم کے عذاب سے ڈرایا تو سب سے پہلے اسی ابولہب نے اس دعوت کی مخالفت کی اور گستاخانہ لہجے میں بولا،" تبا لك الهذا جمعتنا " اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی اور جو الفاظ اس نے نبی علیہ السلام کے لئے کہے تھے،وہی الفاظ اس کی طرف لوٹا دیئے،نبی علیہ السلام کے حق میں اس کے الفاظ قبول نہ ہوئے اور اس کے حق میں نبی علیہ السلام کے الفاظ قبول ہوگئے،چنانچہ وہ تباہ و برباد ہوگیا اور عبرتناک موت سے دوچار

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝٥

حَمَّالَةَ	الْحَطَبِ ۝	فِيْ	جِيْدِهَا	حَبْلٌ	مِّنْ	مَّسَدٍ ۝
اٹھانے والی	لکڑیوں کا گٹھا	بیچ	اس کی گردن کے	رسی	سے	بٹی ہوئی

جو لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے پھرتی ہے۔ ۴ اُس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی رسی ہوگی۔ ۵

آیاتھا ۴ (۱۱۲) سُوْرَةُ الْإِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ (۲۲) رُکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝١ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝٢ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝٣

قُلْ	هُوَ	اللّٰهُ	اَحَدٌ ۝	اَللّٰهُ	الصَّمَدُ ۝	لَمْ	يَلِدْ ۙ	وَ	لَمْ	يُوْلَدْ ۝
تُو کہہ	وہ	اللہ	ایک	اللہ	بے نیاز	نہیں	جنم دیا اس نے	اور	نہ	اسے جنم دیا گیا

(اے نبی ﷺ)، آپ فرمادیجئے کہ وہ اللہ یکتا ہے۔ ۱ اللہ بے نیاز ہے۔ ۲ نہ اُس نے کسی کو جنم دیا اور نہ کسی نے اُسے جنم دیا۔ ۳

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝٤

وَ	لَمْ	يَكُنْ	لَّهٗ	كُفُوًا	اَحَدٌ ۝
اور	نہیں	ہے	اس کا	جوڑ	کوئی ایک

اور کوئی بھی اُس کا ہمسر نہیں ہے۔ ۴

ع ۵ / ۲۶
ہوا' اس کا یہ انجام اس قدر یقینی تھا کہ مستقبل میں پیش آنے والے انجام کو ماضی کے صیغوں سے تعبیر کیا گیا' مفسرین نے لکھا ہے کہ غزوۂ بدر کے سات دن بعد ابولہب طاعون کی بیماری میں مبتلا ہوا اور اسی میں مر گیا' تین دن تک اس کی لاش یوں ہی بے گور وکفن گھر میں پڑی رہی' بالآخر جب اس میں سے بدبو آنے لگی اور تعفن پھیلنے لگا تو اس کے اپنے گھر والوں نے حبشی مزدوروں کو بلا کر اس کی لاش ایک گڑھے میں ڈلوا دی' انہوں نے اسے ایک لکڑی سے اس گڑھے میں دھکیل دیا اور اوپر سے پتھر بھر دیئے۔ ۱ ۵ ان آیتوں میں ابولہب اور اس کی بیوی کا انجام بیان کیا گیا ہے' جب اُس نے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور اس سے توبہ کرنے کی بجائے اس کی عداوت اور سرکشی مزید بڑھ گئی یہاں تک کہ وہ باہر سے آنے والے لوگوں کو نبی ﷺ کے پاس جانے' ان کی بات سننے اور ماننے سے منع کرنے کیلئے انہیں مجنوں اور دیوانہ قرار دینے لگا' اس کی بیوی ام جمیل بنت حرب بن
ع ۱ / ۲۷
امیہ جو کہ ابوسفیان کی بہن تھی' نبی ﷺ کو ایذا پہنچانے میں اس کا ہاتھ بٹانے لگی' اس نے اپنا معمول بنا رکھا تھا کہ نبی ﷺ کے راستے میں کوڑا کرکٹ اور کانٹے پھینک دیتی تھی' وہ لوگوں کے درمیان چغل خوری کرتی تھی اور بخل کی وجہ سے لکڑیاں خود کاٹ کر جنگل سے لاتی تھی تا کہ مزدوروں کو پیسے نہ دینے پڑیں' اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ وبرباد ہوجائے' اگر اسے یہ غلط فہمی ہے کہ اس کا مال واولاد اسے اللہ کے عذاب سے بچالیں گے تو وہ اسے دور کرلے کیونکہ قیامت کے دن اس کا مال واولاد اس کے کسی کام نہ آئیں گے اور اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہونا ہی پڑے گا' یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور اس فیصلے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی' باقی رہی اس کی بیوی جو بخل کی وجہ سے لکڑیوں کا گٹھا اپنی سر پر رکھ کر خود ہی لاتی ہے' دنیا میں اس کی سزا یہ ہے کہ اس کی گردن میں بٹی ہوئی رسی پڑے گی اور اس کا دم گھٹ جائے گا' چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک مرتبہ وہ لکڑیوں کا گٹھا لیکر آرہی تھی' رسی اس کے گلے میں پڑی ہوئی جھول رہی تھی' ایک جگہ تھک کر وہ آرام کرنے لگی' اچانک گٹھا اپنی جگہ سے پھسل گیا اور وہ رسی اس کے گلے میں پھندا بن گئی' اور دم گھٹنے کی وجہ سے وہیں اس کی موت واقع ہوگئی' بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتے نے ایسا کیا تھا' آخرت میں بھی اس کی یہی سزا ہوگی' وہ اور اس کا شوہر نبی علیہ السلام کو ایذا پہنچانے کی سزا سے بچ نہیں سکیں گے۔ الحمدللہ! آج مورخہ یکم دسمبر ۲۰۱۹ء۔ بروز اتوار۔

سورۃ الاخلاص: سورۂ اخلاص مکی سورت ہے' اس میں کل حروف ۴۷' کلمات ۱۵' آیات ۴ اور ایک رکوع ہے' اس سورت کی یہ انفرادیت ہے کہ اس کا نام اس کے الفاظ کی بجائے اس کے مفہوم سے لیا گیا ہے کیونکہ اس سورت میں ''اخلاص'' کا لفظ کہیں نہیں آیا' البتہ اس کا مفہوم اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت اخلاص کے ساتھ کرے کیونکہ وہ ایسی عظیم الشان صفات کے ساتھ موصوف ہے کہ خالص اسی کی عبادت کے علاوہ کوئی اور چارۂ کار معلوم نہیں ہوتا' ایک مرتبہ چند سرداران قریش نے نبی علیہ السلام سے کہا کہ اپنے معبود کا تعارف کروایئے کہ وہ کس چیز سے بنا ہوا ہے' اس کی شکل وصورت کیسی ہے' وہ کیا کھاتا پیتا ہے؟ اس کے آباؤ اجداد اور اس کی اولاد کون ہے اور کہاں ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔ ۱ ۴ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا جامع تعارف بیان فرمایا گیا ہے کہ سوال کرنے والوں کے لئے مزید وضاحت کی ضرورت نہیں رہتی' کیونکہ سب سے پہلے تو لفظ ''اللہ'' لایا گیا ہے اس کا اطلاق ایک ایسی ذات پر ہے جس میں کمال کی تمام صفات پورے عروج پر ہوں' جس میں نقص اور زوال کا کوئی شائبہ بھی نہ پایا جاتا ہو اور جس کا ہونا ہر ضرورت پر مقدم ہو' پھر لفظ ''احد'' لایا گیا' بظاہر واحد اور احد کے لفظ میں کوئی فرق نہیں ہے اور دونوں ''ایک'' کا معنی ادا کرتے ہیں' لیکن حقیقت میں ان دونوں کے درمیان نمایاں فرق ہے' چنانچہ واحد کا لفظ ایک کا معنی دیتا ہے جبکہ اس کے مختلف اجزا ہوں اور انہیں تقسیم کیا جاسکتا ہو مثلاً ''ایک روٹی'' یہ ایسا ''ایک'' ہے کہ اسے مختلف اجزاء میں تقسیم کیا جاسکتا ہے لیکن ''احد'' کا معنی ایسا ''ایک'' ہے جس کا کوئی جزو نہ ہو کہ اسے تقسیم کیا جاسکے' لہٰذا مشرکوں کے اس سوال کا جواب بھی ہوگیا کہ وہ کس چیز کا بنا ہوا ہے' جواب یہ ہے کہ وہ کسی چیز سے بنا ہوا نہیں ہے' وہ اکیلا' یکتا اور یگانہ ہے' اس کا کوئی جز نہیں ہے' اس کی تیسری صفت ''صمدیت'' ہے' عام طور پر اس کا معنی ''بے نیاز ہونا'' بیان کیا جاتا ہے' یہ ترجمہ غلط نہیں ہے' البتہ لفظ صمد کے مفہوم میں اس سے زیادہ وسعت پائی جاتی ہے' چنانچہ صمد کا پورا معنی یہ ہے کہ جو کسی کا محتاج نہ ہو' اور سب اس کے محتاج ہوں' یا یوں کہیے کہ اس کا کام بھی رکے نہیں اور دوسروں کا کام اس کے بغیر چلے نہیں' اس لفظ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے جسمانی ضروریات اور اس کے لوازمات کی نفی کی گئی ہے' جس کے متعلق مشرکوں نے سوال پوچھا تھا' اسی طرح مشرکوں نے اس کے آباؤ اجداد کے متعلق جو سوال پوچھا تھا' اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ آباؤ اجداد اور اولاد سے پاک ہے' نہ صرف یہ کہ اسے ان کی ضرورت نہیں بلکہ یہ اس کی شان میں بہت بڑی گستاخی اور بے باکی ہے کہ اس کی طرف ان چیزوں کی نسبت کی جائے' قرآن کریم میں ایسے خیالات کی شدید مذمت جا بجا کی گئی ہے' اللہ تعالیٰ کی پانچویں صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا کوئی ہمسر اور جوڑ نہیں ہے' لہٰذا اسے کسی چیز کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جاسکتی' وہ ہر قسم کی تشبیہ اور مشابہت سے پاک ہے' گویا معبود ہونے کے لئے جن صفات کی ضرورت ہے وہ تمام صفات حق تعالیٰ میں موجود ہیں' چنانچہ وہ ان صفات سے بھی موصوف ہے جو یہاں بیان کی گئی ہیں' جو انسانوں' فرشتوں اور جنوں کے علم میں ہیں' جو آسمانی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں اور ان تمام صفات سے بھی موصوف ہے جہاں تک کسی کے علم وفہم اور عقل کی رسائی نہیں ہے' اس لئے اسے اپنی عقل کے پیمانے پر پرکھنے سے تم اسے نہیں سمجھ سکو گے' اسے اس کی صفات میں تلاش کرو' وہ تمہیں ہر جگہ اور ہر وقت دکھائی دے گا۔ الحمدللہ! آج مورخہ یکم دسمبر ۲۰۱۹ء بروز اتوار عین اذان مغرب۔

اٰيَاتُهَا ٥ | (١١٣) سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ (٢٠) | رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿١﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿٢﴾ وَمِنْ شَرِّ

قُلْ	اَعُوْذُ	بِرَبِّ	الْفَلَقِ ﴿١﴾	مِنْ	شَرِّ	مَا	خَلَقَ ﴿٢﴾	وَ	مِنْ	شَرِّ
تُو کہہ	میں پناہ میں آتا ہوں	رب کی	صبح کے	سے	شر کے	وہ جو	پیدا کیا اس نے	اور	سے	شر کے

اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ فرما دیجئے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔ ١ ہر اُس چیز کے شر سے جو اُس نے پیدا کی۔ ٢ اور اندھیرے کے

غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿٣﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ﴿٤﴾ وَمِنْ

غَاسِقٍ	اِذَا	وَقَبَ ﴿٣﴾	وَ	مِنْ	شَرِّ	النَّفّٰثٰتِ	فِي	الْعُقَدِ ﴿٤﴾	وَ	مِنْ
اندھیرے کے	جب	وہ چھا جائے	اور	سے	شر کے	پھونکیں مارنے والیوں کے	بیچ	گرہوں کے	اور	سے

شر سے، جب کہ وہ چھا جائے۔ ٣ اور گرہوں میں پھونکیں مارنے والی عورتوں کے شر سے۔ ٤ اور حاسد کے

شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿٥﴾ ع

شَرِّ	حَاسِدٍ	اِذَا	حَسَدَ ﴿٥﴾
شر کے	حاسد کے	جب	وہ حسد کرنے لگے

شر سے، جب کہ وہ حسد کرنے لگے۔ ٥

ع ١ ٥ ٣٨

سورة الفلق

سورۂ فلق میں کل حروف ٧٤، کلمات ٢٣ آیات ٥ اور ایک رکوع ہے اس سورت کی پہلی آیت میں ہی "الفلق" کا لفظ آیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ فلق رکھا گیا ہے اس کا لفظی معنی کسی چیز کو پھاڑنا ہے، چونکہ صبح کی روشنی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نکلتی ہے اس لئے لفظ فلق کا اطلاق صبح کے وقت پر بھی ہوتا ہے، قرآن کریم کے وہ تمام نسخے جو دنیا بھر میں دستیاب ہیں اور طبع ہو رہے ہیں ان سب میں اسے اور سورۃ الناس کو "مکی" لکھا گیا ہے، ہمارے اس موجودہ نسخے میں بھی انہیں مکی ہی لکھا گیا ہے کیونکہ محکمہ اوقاف نے جس نسخے کو معیاری قرآن دیکر اس کے مطابق اشاعت قرآن کو ضروری قرار دیا ہے اس کی خلاف ورزی قانونی پیچیدگی پیدا کرتی ہے، لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ تمام مفسرین نے اس کا جو شانِ نزول بیان کیا ہے، اس کا تعلق مدینہ منورہ کے ایک واقعے سے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یہودی لبید بن اعصم نے اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ مل کر جادو کر دیا تھا، ایک یہودی لڑکا نبی علیہ السلام کی خدمت کرتا تھا، انہوں نے اس سے نبی علیہ السلام کے چند بال اور کنگھی کے دندانے منگوائے، موم کا ایک پتلا نبی علیہ السلام کے ہم شکل تیار کیا، اس میں سوئیاں چبھوئیں، موئے مبارک اور کنگھی کے دندانوں اور کھجور کا خوشہ لیکر اس پر جادو کیا، بالوں میں گیارہ گرہیں لگائیں اور ان سب چیزوں کو بیر ذروان نامی کنوئیں میں ایک پتھر کے نیچے دبا کر رکھ دیا، اس کا اثر یہ ہوا کہ بعض دنیوی کاموں میں نبی علیہ السلام کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ انہوں نے وہ کام کر لیا ہے، حالانکہ نہیں کیا ہوتا تھا اور بعض کام نہیں کئے ہوتے تھے لیکن یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ کام کر لیا ہے، اس جادو کے نتیجے میں فرائض رسالت کی ادائیگی ہرگز متاثر نہیں ہوئی، صرف چند دنیوی امور متاثر ہوئے، یہاں تک کہ خواب میں نبی علیہ السلام کو اس کی مکمل حقیقت سے آگاہ کر دیا گیا، نبی علیہ السلام، حضرت علی رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لیکر اس کنوئیں پر پہنچے کنوئیں کا پانی مہندی کے رنگ جیسا ہو رہا تھا نبی علیہ السلام نے وہ چیزیں نکلوائیں، اسی اثنا میں جبریل امین یہ آخری دونوں سورتیں لیکر نازل ہوئے، ان میں کل گیارہ آیات ہیں نبی علیہ السلام ایک ایک آیت پڑھتے جاتے اور گرہیں کھولتے جاتے، حتیٰ کہ ساری گرہیں کھل گئیں اور نبی علیہ السلام کو اپنی طبیعت ہلکی پھلکی اور ہشاش بشاش محسوس ہونے لگی، نبی علیہ السلام نے اس یہودی کو کوئی سزا نہیں دی اور درگزر سے کام لیا۔ اب بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہو چکی تھیں، اس موقع پر نبی علیہ السلام سے کہا گیا کہ یہ دونوں سورتیں جو آپ پر پہلے نازل ہو چکی ہیں، ان کے ذریعے اپنے اوپر دم کیجئے، لیکن اس کیلئے وہ کوئی مستند حوالہ پیش کرنے سے عاجز ہیں، اگر یہ کہا جائے کہ یہ سورتیں دو مرتبہ نازل ہوئی تھیں تو اس کیلئے بھی مستند حوالہ درکار ہے، اگر یہ دلیل دی جائے کہ مکی سورتیں عام طور پر چھوٹی ہوتی ہیں تو سورۃ النصر کو بھی مکی کہنا چاہئے حالانکہ بالاتفاق وہ مدنی ہے اس کے علاوہ تفسیر کبیر میں امام رازیؒ نے اور تفسیر عزیزی میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان دونوں سورتوں کو مدنی ہی لکھا ہے، اس لئے اس عاجز کے نزدیک بھی ان کا مدنی ہونا ہی راجح ہے۔ واللہ اعلم۔ ١ ۔ ٥ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت کے ذریعے چار چیزوں کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت یہ ہے کہ وہ صبح کا رب ہے یعنی جس طرح وہ رات کی تاریکی کو دور کر کے صبح کی روشنی لا سکتا ہے، اسی طرح شریروں کے شر اور جادوگروں کے جادو کو دور کر کے عافیت اور صحت بھی عطا فرما سکتا ہے، سب سے پہلے تو اجمالی طور پر تمام مخلوق کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے، اس عموم میں ہر مخلوق شامل ہے، خواہ اس سے انسان واقف ہو یا نہ ہو اور وہ دکھائی دینے والی ہو یا نظروں سے غائب رہتی ہو، اس کے بعد خصوصی طور پر تین چیزوں کا نام لیکر ان سے پناہ مانگی گئی ہے، ان میں سے پہلی چیز رات کا اندھیرا ہے، کیونکہ جادو ٹونا کرنے والوں اور دوسروں کے خلاف منصوبے بنانے والوں کیلئے یہ وقت نہایت سازگار اور بہترین ہوتا ہے، دوسری چیز سحر ہے جس کیلئے بعض اوقات کچھ چیزوں میں گرہ لگا کر اس پر منتر پڑھے جاتے ہیں اور دم کیا جاتا ہے جیسا کہ مذکورہ واقعے میں ہوا، چونکہ اس عمل میں اس یہودی کی بیٹیاں بھی شامل تھیں اس لئے پھونکیں مارنے والیوں کی تعبیر اختیار کی گئی، تیسری چیز حسد ہے، لیکن یہ اسی وقت نقصان دہ ہوتا ہے جب حاسد اپنے حسد کا اظہار کسی بھی طریقے سے کرنے لگے، اسی لئے یہاں "اذا حسد" کا اضافہ کیا گیا ہے، البتہ عمومی طور پر انسان کو حاسدین کے شر سے بچنے کی دعا کرتے رہنا چاہئے کیونکہ اسے معلوم نہیں ہے کہ کون شخص کس وجہ سے اس کے ساتھ حسد کر رہا ہے، اور اسے نقصان پہنچانے کی کوششوں میں مصروف ہے۔

اٰیَاتُهَا ٦	سُوْرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ (١١٤) (٢١)	رُكُوْعُهَا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝١ مَلِكِ النَّاسِ ۝٢ اِلٰهِ النَّاسِ ۝٣ مِنْ

قُلْ	اَعُوْذُ	بِرَبِّ	النَّاسِ ۝	مَلِكِ	النَّاسِ ۝	اِلٰهِ	النَّاسِ ۝	مِنْ
تو کہہ	میں پناہ میں آتا ہوں	رب کی	لوگوں کے	بادشاہ کی	لوگوں کے	معبود کی	لوگوں کے	سے

اے نبی! (ﷺ)، آپ فرما دیجئے کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔ ١ لوگوں کے بادشاہ کی۔ ٢ لوگوں کے معبود کی۔ ٣ چھپ کر

شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ۝٤ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ

شَرِّ	الْوَسْوَاسِ ۙ	الْخَنَّاسِ ۙ	الَّذِيْ	يُوَسْوِسُ	فِيْ	صُدُوْرِ
شر کے	وسوسہ ڈالنے والے	چھپ کر	جو	وسوسہ ڈالتا ہے	بیچ	سینوں کے

وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے۔ ٤ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے

النَّاسِ ۝٥ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ۝٦ ع

النَّاسِ ۝	مِنَ	الْجِنَّةِ	وَ	النَّاسِ ۝
انسانوں کے	سے	جنوں کے	اور	انسانوں کے

ڈالتا ہے۔ ٥ خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔ ٦

ع ١ ٦ ٢٩

سورة الناس

سورۂ ناس مدنی سورت ہے، اس میں کل حروف ٩٩، کلمات ٢٠، آیات ٦ اور ایک رکوع ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں ہی "الناس" کا لفظ آیا ہے اس مناسبت سے اس کا نام سورة الناس رکھا گیا ہے اس کا لفظی معنی "لوگ" ہے سورة الناس اور سورة الفلق کو معوذتین کہا جاتا ہے، احادیث میں رات کو سونے سے پہلے انہیں پڑھ کر اپنے اوپر دم کرنے کی فضیلت اور ترغیب آئی ہے اگر کسی شخص کو نظر لگی ہوئی ہو تو وہ گیارہ عدد سرخ مرچیں لیکر ان پر گیارہ گیارہ مرتبہ آخری تینوں قل پڑھ کر دم کرلے اس کے بعد نظر لگے ہوئے کے سر پر سے ان مرچوں کو گیارہ مرتبہ وار دے درمیان میں سورۂ اخلاص پڑھتا رہے اس کے بعد ان مرچوں کو آگ میں جلا دے نظر بد کا اثر فوراً ختم ہو جائیگا۔ ١ ٦ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی تین صفتوں کے ذریعے ایک چیز کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے پہلی صفت یہ کہ وہ لوگوں کا رب ہے دوسری صفت یہ کہ وہ لوگوں کا بادشاہ ہے تیسری صفت یہ کہ وہ لوگوں کا معبود ہے کیونکہ شیطان تین چیزوں کے ذریعے انسان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے نفسانی خواہشات غصہ اور باطل عقائد و خیالات سو رب کی پناہ نفسانی خواہشات سے بچنے کیلئے، بادشاہ کی پناہ غصے سے بچنے کیلئے اور معبود کی پناہ باطل عقائد وخیالات سے بچنے کیلئے مانگی گئی ہے پھر شیطان کے نقصان پہنچانے کے طریقوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس کا طریقہ واردات یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وساوس اور برے خیالات ڈالتا ہے اور اس کے سامنے انہیں اس طرح خوشنما اور پرکشش بنا کر پیش کرتا ہے کہ انسان اکثر اوقات اس کے بہکاوے میں آجاتا ہے، اس کیلئے ضروری نہیں ہے کہ وہ سب کے سامنے آکر اپنا کام کرے بلکہ وہ ایک جگہ دبک کر بیٹھا رہتا ہے جیسا کہ الخناس کے لفظ میں اشارہ ہے اور جوں ہی اسے موقع ملتا ہے وہ اپنا کام کرگزرتا ہے اور یہ وساوس وہ انسان کے سینے میں دھڑکتے ہوئے دل کے اندر پیدا کرتا ہے کیونکہ اس میں وسوسہ جلد قبول کرنے کی صلاحیت اور استعداد پائی جاتی ہے اس کیلئے اسے جنات کی ضرورت نہیں ہے وہ یہی کام اپنے انسانی چیلوں سے بھی کروالیتا ہے چنانچہ بعض انسان بھی شیطانی کاموں میں اس قدر مہارت رکھتے ہیں کہ وہ مجسم شیطان معلوم ہوتے ہیں غالباً اسی وجہ سے قرآن کریم کا اختتام معوذتین پر کیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی نعمت کسی شخص پر تام ہو جاتی ہے تو اس کی حفاظت ضروری ہوتی ہے ورنہ شریر، ساحر، حاسد اور انسانی وغیر مرئی شیاطین اس کی نعمت کے زوال کی کوشش کرتے رہتے ہیں، اس کے لئے انسان خود کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیدے اور کسی بھی موقع پر نفس اور شیطان کے بہکاوے میں نہ آئے، قرآن کریم پر عمل کرنے کی کوشش کرے، جس کا آغاز بسم اللہ کی ب سے اور اختتام والناس کی سین پر ہوا ہے، ان دونوں کو ملائیں تو "بس" بنتا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ دونوں جہان میں انسان کی کامیابی حفاظت اور نجات کا ذریعہ بس یہی قرآن ہے جو اس "ب" اور "سین" کے درمیان ہے، اسی میں عزت اور عظمت ہے، اسی میں سربلندی اور سرخروئی ہے یہی ہادی اور رہنما ہے یہی انسان کیلئے نور و روشنی ہے اور یہی انسان کے کام آنے والی پونجی ہے۔ اے اللہ! اے لوگوں کے رب! اے لوگوں کے بادشاہ! اے لوگوں کے معبود! میں ہر شیطان کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں شریروں کے شر حاسدوں کے حسد مکاروں کے مکر اور ساحروں کے سحر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اے مالک! مجھے اپنی پناہ عطا فرما اے اللہ! تیرا نہایت احسان اور شکر ہے کہ تو نے اپنے پاکیزہ کلام کی خدمت کیلئے قبول فرمایا پروردگار! تو ننھے پرندوں سے بڑے بڑے لشکروں کا کام لے سکتا ہے اور تو گنہگاروں سے اپنے دین کی خدمت کروالیتا ہے پروردگار! میں یقین رکھتا ہوں جبکہ اس وقت تیرے پاکیزہ نام کی صدا مسجدوں سے بلند ہو رہی ہے اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے یہ سب تیرا فضل وکرم اور احسان ہے، پروردگار! میں تیرا شکر ادا نہیں کرسکتا تو میری عاجزی کو قبول فرمالے، اے رب! میں تیری نعمتوں کا بدلہ نہیں اتار سکتا تو میرے آنسوؤں کو قبول فرمالے پروردگار! تو کریم ہے اور ہمیشہ سے سخاوت کرتا آرہا ہے مجھے اپنے کرم کی چادر میں چھپالے میں تجھ سے اپنے لئے اپنے والدین کیلئے، اپنے اساتذہ اور مشائخ کیلئے اور اپنے اہل خانہ کیلئے جو مانگنا چاہتا ہوں وہ سب عطا فرما دے اور پروردگار! تو جانتا ہے کہ میں تیری محبت اور رضا کی تلاش میں ہوں اگر تو مجھے اپنی محبت اور اپنی رضا کا پروانہ عطا فرما دے تو میری محنت ٹھکانے لگ جائے گی اے پروردگار! تو مجھے اپنی محبت عطا فرما اور مجھ سے راضی ہو جا اے اللہ! راضی ہو جا اے اللہ راضی ہو جا۔ آمین یارب العلمین۔ یکم دسمبر ٢٠١٩ء بروز اتوار۔

تحدیث نعمت

اللہ تعالیٰ کا کروڑہا شکر ہے کہ اس نے آج تفسیر قرآن مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی اس تفسیر میں سورۂ بقرہ کی تکمیل ١٧ جنوری ٢٠١٨ء کو ہوئی تھی اور آج یکم دسمبر ٢٠١٩ء کو سورة الناس کی تکمیل ہوگئی حق تعالیٰ اسے قبول و مقبول اور نافع فرمائیں، میرے لئے میرے والدین اساتذہ اہل خانہ اور تمام متعلقین کے لئے ذخیرۂ آخرت اور ذریعۂ نجات فرمائے اور مرتے دم تک دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے۔ آمین محمد ظفر

دُعَاءُ خَتْمِ الْقُرْاٰنِ

صَدَقَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْأَحَدُ، الْفَرْدُ الصَّمَدُ، الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ، وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ، وَنَحْنُ عَلٰی مَا قَالَ رَبُّنَا وَخَالِقُنَا مِنَ الشّٰهِدِیْنَ وَلِمَا أَلْزَمَ وَأَوْجَبَ غَیْرُ جَاحِدِیْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ رَبِیْعَ قُلُوْبِنَا وَنُوْرَ صُدُوْرِنَا، وَجَلَآءَ اَحْزَانِنَا، وَذَهَابَ هُمُوْمِنَا وَغُمُوْمِنَا، وَقَآئِدَنَا اِلَیْكَ وَاِلٰی رِضْوَانِكَ وَاِلٰی جَنَّتِكَ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ، اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنَا مِنْهُ مَانَسِّیْنَا، وَعَلِّمْنَا مِنْهُ مَا جَهِلْنَا، وَارْزُقْنَا تِلَاوَتَهٗ اٰنَآءَ اللَّیْلِ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ عَلَی الْوَجْهِ الَّذِیْ یُرْضِیْكَ عَنَّا، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا تَحْلِیْلَ حَلَالِهٖ، وَتَحْرِیْمَ حَرَامِهٖ، وَالْاِیْمَانَ بِمُتَشَابِهِهٖ، وَالْعَمَلَ بِمُحْكَمِهٖ، وَأَنْ نَتْلُوَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِمَّنْ یُقِیْمُ حُرُوْفَهٗ وَحُدُوْدَهٗ، وَلَا تَجْعَلْنَا مِمَّنْ یُقِیْمُ حُرُوْفَهٗ وَیُضَیِّعُ حُدُوْدَهٗ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ اَهْلِ الْقُرْاٰنِ الَّذِیْنَ هُمْ أَهْلُكَ وَخَآصَّتُكَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِمَّنْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ فَیَرْقٰی، وَلَا تَجْعَلْنَا مِمَّنْ یَقْرَأُهٗ فَیَشْقٰی، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِمَّنْ یُّقَالُ لَهُمْ اقْرَأْ، وَارْقَ، وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنْیَا، فَاِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰیَةٍ تَقْرَؤُهَا، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا بِتِلَاوَةِ كِتَابِكَ مُنْتَفِعِیْنَ، وَاِلٰی لَذِیْذِ خِطَابِهٖ مُسْتَمِعِیْنَ، وَلِاَوَامِرِهٖ وَنَوَاهِیْهِ خَاضِعِیْنَ، وَعِنْدَ خَتْمِهٖ مِنَ الْفَآئِزِیْنَ، اَللّٰهُمَّ انْقُلْنَا بِالْقُرْاٰنِ الْكَرِیْمِ مِنَ الشَّقَآءِ اِلَی السَّعَادَةِ، وَمِنَ الْبِدْعَةِ اِلَی السُّنَّةِ، وَمِنَ الْفَقْرِ اِلَی الْغِنَآءِ، وَمِنَ الذُّلِّ اِلَی الْعِزِّ، وَمِنْ أَنْوَاعِ الشُّرُوْرِ كُلِّهَا اِلٰی أَنْوَاعِ الْخُیُوْرِ كُلِّهَا. اِلٰهَنَا! قَدْ حَضَرْنَا خَتْمَ كِتَابِكَ، وَ أَنَخْنَا مَطَایَانَا بِبَابِكَ، فَلَا تَطْرُدْنَا عَنْ جَنَابِكَ، فَاِنْ طَرَدْتَّنَا فَاِنَّهٗ لَا حَوْلَ لَنَا وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ یَا أَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

رموزِ اوقاف قرآن مجید

ہر ایک زبان کے اہلِ زبان جب گفتگو کرتے ہیں تو کہیں ٹھہر جاتے کہیں نہیں ٹھہرتے۔ کہیں کم ٹھہرتے ہیں کہیں زیادہ۔ اس ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کو بات کے صحیح بیان کرنے اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے میں بہت دخل ہے۔ قرآن مجید کی عبارت بھی گفتگو کے انداز میں واقع ہوئی ہے۔ اسی لئے اہلِ علم نے اس کے ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کی علامتیں مقرر کر دی ہیں جن کو رموز اوقاف قرآن مجید کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے ان رموز کو ملحوظ رکھیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

O جہاں بات پوری ہو جاتی ہے، وہاں چھوٹا سا دائرہ لکھ دیتے ہیں۔ یہ حقیقت میں گول ۃ ہے جو بصورت ۃ لکھی جاتی ہے اور یہ وقفِ تام کی علامت ہے یعنی اس پر ٹھہرنا چاہیے۔ اب ۃ تو نہیں لکھی جاتی، چھوٹا سا حلقہ ڈال دیا جاتا ہے اس کو آیت کہتے ہیں۔

م یہ علامت وقفِ لازم ہے۔ اس پر ضرور ٹھہرنا چاہیے۔ اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے۔ اسکی مثال اردو میں یوں سمجھنی چاہیے کہ مثلاً کسی کو یہ کہنا ہو کہ اُٹھو، مت بیٹھو۔ جسمیں اُٹھنے کا امر اور بیٹھنے کی نہی ہے۔ تو اُٹھو پر ٹھہرنا لازم ہے۔ اگر ٹھہرا نہ جائے تو اٹھومت بیٹھو ہو جائیگا جسمیں اُٹھنے کی نہی اور بیٹھنے کے امر کا احتمال ہے اور یہ قائل کے مطلب کیخلاف ہو جائے گا۔

ط وقفِ مطلق کی علامت ہے اس پر ٹھہرنا چاہیے۔ مگر یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب تمام نہیں ہوتا اور بات کہنے والا ابھی اور کچھ کہنا چاہے ہے۔

ج وقف جائز کی علامت ہے۔ یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔

ز علامت وقف مجوز کی ہے۔ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

ص علامت وقف مرخص کی ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا چاہیے، لیکن اگر کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو رخصت ہے۔ معلوم رہے کہ ص پر ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

صلے الوصل اولیٰ کا اختصار ہے، یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ق قیل علیہ الوقف کا خلاصہ ہے۔ یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

صل قد یوصَل کی علامت ہے یعنی یہاں کبھی ٹھہرا بھی جاتا ہے کبھی نہیں۔ لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔

قف یہ لفظ قف ہے جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ۔ اور یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں پڑھنے والے کے ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔

س یا سکتة سکتہ کی علامت ہے۔ یہاں کسی قدر ٹھہرنا چاہیے مگر سانس نہ ٹوٹنے پائے۔

وقفة لمبے سکتہ کی علامت ہے۔ یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہیے لیکن سانس نہ توڑے۔ سکتہ اور وقفہ میں یہ فرق ہے کہ سکتہ میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے۔ وقفہ میں زیادہ۔

لا لا کے معنی نہیں کے ہیں یہ علامت کہیں آیت کے اُوپر استعمال کی جاتی ہے اور کہیں عبارت کے اندر، عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہیے، آیت کے اوپر ہو تو اختلاف ہے بعض کے نزدیک ٹھہر جانا چاہیے۔ بعض کے نزدیک نہ ٹھہرنا چاہیے لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے۔ اس سے مطلب میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ وقف اسی جگہ نہیں چاہیے جہاں عبارت کے اندر لکھا ہو۔

ك کذٰلک کی علامت ہے، یعنی جو رمز پہلے ہے وہی یہاں سمجھی جائے۔

قرآن مجید کی سورتوں کی فہرست

انتباہ

عرض ناشر

قارئین کرام سے التماس ہے کہ تفسیر خیر البیان کے اس نسخہ کی تصحیح کیلئے کتابت، سکیننگ، کمپوزنگ، ڈیزائننگ سے لے کر طباعت وجلد بندی تک تمام مراحل کو انتہائی باریک بینی سے مکمل کیا گیا ہے، پھر بھی بشری تقاضا کے مطابق اگر کوئی غلطی نظر آجائے تو ادارہ کو اطلاع دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

بعض دفعہ جلد بندی میں جلد ساز سے صفحات آگے پیچھے جڑ جاتے ہیں یا کوئی صفحہ رہ جاتا ہے یا ڈبل لگ جاتا ہے، اگر کوئی ایسا نسخہ آپ کی نظر سے گزرے تو ادارہ کو بھجوا کر نیا نسخہ منگوالیا جائے۔

آخر میں آپ حضرات سے درخواست ہے کہ دوران تلاوت ومطالعہ جہاں آپ اپنے لئے اور اپنے عزیز واقارب کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائے خیر کریں وہاں ارا کین ادارہ کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں خاص طور پر حاجی مقبول الرحمٰن صاحب اور بھائی طارق مقبول کے لیے دعائے مغفرت فرمادیں (شکریہ)

سرٹیفکیٹ تصحیح

ہم نے تفسیر خیر البیان کے اس نسخہ کے متن کو حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے اور ہم تصدیق کرتے ہیں کہ یہ نسخہ اغلاط سے مبرّا اور صحت متن کے لحاظ سے مکمل ہے اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے اور نہ ہی کتابت قرآن میں کوئی غلطی ہے۔

قاری محمد اشرف خوشابی	قاری حافظ مختار احمد قادری	قاری محمد اجمل
رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف حکومت پنجاب، پاکستان	رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف حکومت پنجاب، پاکستان	رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف حکومت پنجاب، پاکستان

کمپوزنگ و سیٹنگ

الحسن گرافکس
03014788716

ضروری ہدایت

قرآن مجید میں بیس مقامات ایسے ہیں کہ ذرا سی بے احتیاطی سے نادانستہ کلمہ کفر کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔ زیر، زبر اور پیش میں ردوبدل کر دینے سے معنی کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں اور دانستہ پڑھنے سے گناہ کبیرہ بلکہ کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ ذیل میں وہ تمام مقام درج کئے جاتے ہیں۔

نمبر شمار	اسمائے سور مع آیات نمبر	صحیح	غلط
۱	سورۃ الفاتحۃ ٤	اِیَّاکَ نَعْبُدُ	اِیَاکَ نَعْبُدُ
۲	" الفاتحۃ ٦	اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ	اَنْعَمْتُ عَلَیْهِمْ
۳	" البقرۃ ١٢٤	وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ	وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمُ رَبَّهٗ
۴	" البقرۃ ٢٥١	وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ	وَقَتَلَ دَاوٗدَ جَالُوْتُ
۵	" البقرۃ ٢٥٥	اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ	اَللّٰهُ لَآ اِلٰهُ اِلَّا هُوَ
۶	" البقرۃ ٢٦١	وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ	وَاللّٰهُ یُضَعَّفُ
۷	النسآء ١٦٥	رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ	رُسُلًا مُّبَشَّرِیْنَ وَمُنْذَرِیْنَ
۸	التوبۃ ٣	مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُهٗ	مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلِهٖ
۹	بنی اسرآئیل ١٥	وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ	وَمَا کُنَّا مُعَذَّبِیْنَ
۱۰	طٰهٰ ١٢١	وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ	وَعَصٰٓی اٰدَمَ رَبُّهٗ
۱۱	الانبیآء ٨٧	اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ	اِنِّیْ کُنْتَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ
۱۲	الشعرآء ١٩٤	لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ	لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذَرِیْنَ
۱۳	فاطر ٢٨	یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا	یَخْشَی اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤَا
۱۴	الصّٰفّٰت ٧٢	فِیْهِمْ مُّنْذِرِیْنَ	فِیْهِمْ مُّنْذَرِیْنَ
۱۵	الفتح ٢٧	صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ	صَدَقَ اللّٰهَ رَسُوْلُهٗ
۱۶	الحشر ٢٤	اَلْمُصَوِّرُ	اَلْمُصَوَّرُ
۱۷	الحآقۃ ٣٧	اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ	اِلَّا الْخَاطَئُوْنَ
۱۸	المزمل ١٦	فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ	فَعَصٰی فِرْعَوْنَ الرَّسُوْلُ
۱۹	المرسلٰت ٤١	فِیْ ظِلٰلٍ	فِیْ ظَلٰلٍ
۲۰	النّٰزعٰت ٤٥	اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ	اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذَرُ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حدیث نفس

ہر قسم کی حمد وثنا کا مستحق وہ معبود حقیقی ہے جس نے مجھ حقیر سمیت کائنات کے ذرّے ذرّے کو وجود بخشا

اور

صلاۃ وسلام اُس ذات والا صفات کا تحفہ ہے جن کی اُمت میں مجھ جیسے گنہگار بھی امیدوار شفاعت ہیں

امّا بعد!

زندگی اللہ تعالیٰ کی کروڑہا نعمتوں سے آراستہ ہے، ان میں سے ہر نعمت بہت خاص اور نہایت اہم ہے، ان میں سے خاص الخاص نعمت جو اللہ تعالیٰ نے آج عطا فرمائی ہے، کوئی شک نہیں ہے کہ یہ میری زندگی کے انتہائی پر مسرّت اور ناقابل فراموش لمحات ہیں، یہی لمحات دراصل زندگی کی زندگی ہیں، یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایمان کے بعد اتنی بڑی نعمت نصیب ہوگئی ہے جو اگرچہ استحقاق سے بڑھ کر ہے، لیکن مالک کی کرم نوازی اور سخاوت کی ایسی لازوال بہار ہے جو تاحیات خوشیاں بکھیرتی رہے گی، یوں محسوس ہوتا ہے کہ دنیا میں آنے کا مقصد پورا ہوگیا ہے، اور واپسی کی تیاری کرنی ہے، سامان سفر درست کرنا ہے اور پڑاؤ سمیٹ لینا ہے، اے کاش! کہ میں زادِراہ کے حصول اور فراہمی میں کامیاب ہو جاؤں اور اگلا سفر آسان ہوجائے۔

دورانِ تحریر کئی مرتبہ ذہن نے سوچا کہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے جو سفر شروع کیا تھا، کیا سورۃ الناس تک پہنچنا نصیب ہوگا؟ کیا زندگی کے پیمانے میں اتنی گنجائش رکھی گئی ہے کہ افتتاح کی خوشی کے ساتھ تکمیل کی مسرّت بھی حاصل ہوجائے گی؟ کیا مشکل گھاٹیوں اور بلند و بالا چوٹیوں سے گزر کر منزل تک پہنچنا ممکن ہوگا؟ لیکن ہمیشہ اس بات کی تسلی حاصل رہی کہ یہ مالک کے کام ہیں اور ہمارے دائرہ اختیار سے باہر ہیں، اگر اس نے اپنے علم ازلی میں اس کی تکمیل مقدر فرمارکھی ہے، تو دنیا کی بڑی سے بڑی رکاوٹ بھی آسانی سے دور ہوجائے گی، چنانچہ کئی مرتبہ ہمت ٹوٹنے کے بعد دوبارہ توفیق الٰہی نے دستگیری کی اور رکا ہوا قلم پھر سے رواں ہوگیا، ہچکولے کھاتی ہوئی کشتی بھنور میں پھنس کر دوبارہ منزل مقصود کی طرف روانہ ہوگئی اور ستار العیوب نے پردہ پوشی فرماتے ہوئے بالآخر منزل تک پہنچا دیا، لہٰذا اس تفسیر کی تکمیل پر جو قلبی مسرّت اور خوشی حاصل ہوئی ہے، اس کی لذت لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے اور یہ لذت جواب نصیب ہوئی ہے، اگرچہ اس سے پہلے بھی حق تعالیٰ نے بہت مرتبہ اس کے قریب پہنچایا ہے، لیکن اس مرتبہ تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حلاوت اور مٹھاس دل سے نکل کر زبان پر بھی آگئی ہے۔

یہ سوال بہت زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کہ اُردو زبان میں بے شمار تراجم اور تفاسیر کی موجودگی میں ایک نئے ترجمے اور تفسیر کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ کیونکہ قارئین جب اس کا مطالعہ فرمائیں گے تو انہیں اس کی ضرورت و اہمیت کا احساس خود ہی ہوجائے گا، البتہ ابتدائی طور پر چند باتیں یہاں بھی لکھی جاتی ہیں تاکہ اسے روایتی نظر سے نہ دیکھا جائے، بلکہ اسے سنجیدگی سے پڑھا جائے اور اپنی تعمیری مثبت آراء سے مترجم و مفسر کی شائستہ طریقے سے رہنمائی کی جائے۔

1۔ پاکستان میں پہلی مرتبہ تین چیزوں کا امتزاج لفظی ترجمہ، بامحاورہ ترجمہ، اور آیات الٰہیہ کی تفسیر پیش کی گئی ہے۔

2۔ ہر سورت کے آغاز میں اس کا جامع تعارف دیا گیا ہے

3۔ تفسیر میں کوئی آیت نہیں چھوڑی گئی، آیت کا نمبر لگا کر آیت کی تفسیر کی گئی ہے، بعض مقامات پر دو یا دو سے زیادہ آیات کی تفسیر کو جمع کیا گیا ہے، تاہم ان سب کا نمبر لازماً دیا گیا ہے، تاکہ کوئی آیت چھوڑنا لازم نہ آئے۔

4۔ یہ ایک غیر جانبدارانہ تفسیر ہے جسے ہر مسلک کے لوگ پڑھ سکتے ہیں۔

5۔ اس میں قدیم اور جدید تفاسیر کا خلاصہ جمع کر دیا گیا ہے۔

6۔ جدید تعلیم یافتہ طبقے کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے اشکالات کا نہایت آسان اور مدلل جواب دیا گیا ہے۔

7۔ اسے معتبر کتب حدیث کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے۔

8۔ غیر معتبر اسرائیلی روایات سے گریز کیا گیا ہے۔

9۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کا جامع تعارف پیش کیا گیا ہے۔

10۔ شرعی احکام کی حکمتیں نہایت مؤثر پیرائے میں بیان کی گئی ہیں۔

اس تفسیر کو مرتب کرنے میں اپنی چند تصانیف کے علاوہ تفسیر عثمانی اور امام رازیؒ کی تفسیر کبیر سے بطور خاص استفادہ کیا گیا ہے، کئی مشکل مقامات کی جو گتھی امام رازیؒ نے سلجھائی ہے، اس سے اس تفسیر میں بہت مدد ملی ہے، تعجب ہے کہ لوگ اسی تفسیر کبیر سے استفادہ کرتے ہیں اور اسی کے متعلق نامناسب جملے بھی کہتے ہیں، اس کے علاوہ تفسیر ابن کثیر سے بھی بعض مقامات پر استفادہ کیا گیا ہے، چونکہ اس سے پہلے توفیق الٰہی نے دستگیری کی تھی اور لفظی و بامحاورہ ترجمہ قرآن کی سعادت نصیب ہو چکی تھی، اس لیئے انہی تراجم کو شامل کیا گیا ہے، اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہو گیا کہ اپنے ترجمے پر نظر ثانی اور ثالث کا موقع بھی مل گیا اور بعض جگہوں پر مناسب تبدیلیاں بھی کی گئیں، لہذا اب اس ترجمے کو معیاری سمجھا جائے گا جو کہ تفسیر کے ساتھ شائع ہو رہا ہے، اس تفسیر کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے دل میں اس طرح ڈالا کہ ایک دن نماز مغرب کے بعد اس موضوع پر مشاورت جاری تھی، محکم البیان کے نام پر تبادلہ خیال ہو رہا تھا کہ اچانک ایک بجلی سی کوندی اور پردۂ خیال پر ”خیر البیان " کا نام روشن ہو گیا، اساتذہ اور پبلشر نے بھی اس سے اتفاق کر لیا اور یہی نام طے کر لیا گیا۔ فالحمد للہ علی ذالك

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی اس کاوش کو قبول و منظور اور نافع فرمائے، میرے لیئے، میرے والدین کے لیئے، میرے اساتذہ و مشائخ، طلباء و تلامذہ، عزیز و اقارب، اور دیگر متعلقین کے لیئے اسے ذخیرۂ آخرت اور ذریعہ نجات فرمائے، خاص طور پر حاجی مقبول الرحمن صاحب مدیر مکتبہ رحمانیہ کے لیے، جو کہ 21 اپریل 2020ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور ان کے صاحبزادے بھائی طارق مقبول کے لیے جو کہ عین جوانی کے عالم میں کورونا کے وبائی مرض سے 23 رمضان المبارک 1441ھ میں اپنے والد صاحب کی وفات سے تقریباً ایک ماہ بعد جام شہادت نوش کر گئے، ذخیرۂ آخرت اور ذریعہ نجات بنائے، اور مکتبہ رحمانیہ کے موجودہ مدیر بھائی عقیل مقبول، بھائی ناصر مقبول، حماد طارق، احتشام طارق کو اس تفسیر کی اشاعت کا اہتمام کرنے پر جزائے خیر عطا فرمائے اور مکتبہ رحمانیہ کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین

محمد ظفر

26 دسمبر 2020ء

تقریظ

حضرت اقدس مولانا فضل الرحیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

امابعد! اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے اپنے آخری پیغمبر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم نازل کیا اور خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا اور پھر ہر زمانے میں اس کی حفاظت کے ایسے اسباب پیدا فرمائے کہ اس کے الفاظ، معانی اور مضامین میں ایک رتی برابر بھی تحریف نہ ہوسکی، چنانچہ ایک طرف تو حفاظ اور قراء نے قرآن کریم کے الفاظ اور ان کی ادائیگی کے طریقہ کار کی حفاظت میں نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں تو دوسری طرف مترجمین اور مفسرین نے اس کے معانی اور مضامین کی حفاظت کے سلسلہ میں اپنی صلاحیتیں اور توانائیاں صرف کیں، چنانچہ ہمارے اکابرین میں سے حضرت شیخ الہندؒ، حضرت تھانویؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور دیگر بہت سارے علماء اور محققین نے اس میدان میں اپنی خدمات سرانجام دیں۔

عزیزم مولوی محمد ظفر اقبال سلمہ نے چندروز قبل مجھے "خیر البیان " کا مسودہ دکھایا، چیدہ چیدہ مقامات سے مطالعہ کیا، موصوف نے کوشش کی ہے کہ کسی آیت کا ترجمہ اس کے عربی الفاظ سے آگے نہ جائے اور ہر صفحہ کی تفسیر اسی صفحہ پر پوری ہو جائے، کتابت نمایاں اور عمدہ ہے، ترجمہ بھی آسان ہے، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی عزیز موصوف کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسی طرح دین متین کی خدمت میں مصروف رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محتاج دعا
حافظ فضل الرحیم

تقریظ

مفکر اسلام حضرت شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن کریم کو ترجمہ وتفسیر سے پڑھنا جہاں ایک مسلمان کے دین کا تقاضا ہے، وہاں اللہ تعالی کے اس مقدس کلام کے ساتھ محبت وعقیدت کا اظہار بھی ہے اور برکات وثمرات کا ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کی نسل انسانی کے لئے احکام وقوانین، وعظ ونصیحت اور رہنمائی کا یہ جامع اور کامل مجموعہ اپنے آخری پیغمبر کے ذریعے بھجوایا اور دنیا کے ہر علاقے اور خطے میں اس کو سمجھنے کے لئے مختلف زبانوں میں اس کے تراجم اور تشریحات کا سلسلہ تب سے جاری ہے جس سے کروڑوں انسان ہر دور میں فائدہ اُٹھاتے رہے ہیں اور اس کا دائرہ مسلسل پھیلتا جارہا ہے، اُردو زبان میں قرآن کریم کے سینکڑوں تراجم اور تفاسیر اب تک منظر عام پر آچکے ہیں، اور اس کے فیض کو عام کرنے کا ذریعہ بنے ہیں، ہمارے فاضل دوست مولانا مفتی ظفر اقبال صاحب نے بھی اس کے لئے یہ کاوش کی ہے جو قرآن کریم کی تعلیمات کے ساتھ ان کی گہری وابستگی کے ساتھ ساتھ ان کے حسن ذوق کی علامت بھی ہے کہ انہوں نے آیات والفاظ کے لفظی اور بامحاورہ ترجمہ کے علاوہ مفید اور عام فہم تشریحی نوٹ اور حواشی کا بھی اہتمام کیا ہے، جس سے اس کی افادیت تمام پڑھے لکھے مسلمانوں کے فہم کے دائرے میں آگئی ہے اور متوسط درجہ کے تعلیم یافتہ شخص کے لئے بھی آسان ہو گیا ہے کہ وہ تھوڑی بہت توجہ اور محنت کے ساتھ قرآن کریم کے مفہوم سے آگاہی حاصل کرسکتا ہے، انہوں نے ترجمہ وتشریح میں جدید اہل علم کے اسلوب اور دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق کامیاب محنت کی ہے جو ان کے لئے صدقہ جاریہ اور سعادت دارین کا باعث ہے، ان کی اس علمی محنت پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ اللہ ربّ العزت قبولیت سے نوازیں اور اسے زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے نفع بخش بنائیں۔ آمین یارب العالمین۔

ابوعمار زاھد الراشدی نزیل جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور (۲ فروری ۲۰۲۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر (القمر:۱۷)

اللہ رب العزت نے قرآن مجید کو آسان بنایا اور اس بات کا تذکرہ سورۂ قمر میں چار مرتبہ فرمایا' اور یقیناً ہم نے اس قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیۓ آسان کر دیا ہے تو کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے؟ " آسان وہی چیز ہوتی ہے جو سمجھ آجائے، الحمد للہ! ہمارے اکابر نے اپنے زمانے میں اس دور کی زبان اور محاورے کا خیال رکھتے ہوئے آسان اور عام فہم ترجمہ اور تفسیر کی خدمات انجام دی ہیں۔

وقت کا اہم تقاضا ہے کہ دور حاضر کی زبان اور محاورے کے مطابق آسان ترجمہ اور آسان تفسیر پیش کی جائے، اس تقاضے کو دور حاضر کے بہت سے مفسرین نے پورا کرنے کی کوشش فرمائی ہے، اللہ رب العزت عزیزم مولانا ظفر اقبال حفظہ اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے ایک ایسی کاوش فرمائی ہے جس کی وجہ سے عوام الناس اور درس قرآن کا اہتمام کرنے والے علماء کے لیۓ بہت آسانی ہوگئی ہے اور انہوں نے ایک ہی جگہ لفظی ترجمہ، بامحاورہ ترجمہ اور ہر آیت کی آسان مختصر تفسیر مہیا کر دی ہے۔

دراصل "لفظی ترجمہ" کا معنی کسی زبان کا ترجمہ اسی زبان کی ترتیب سے کرنا ہے اور بامحاورہ ترجمہ کا معنی کسی زبان کا ترجمہ اپنی زبان کی ترتیب سے کرنا ہے، الحمد للہ! عزیز موصوف نے پورے قرآن حکیم میں اس کا حق ادا کر دیا ہے، انہوں نے ترجمہ کرتے ہوئے حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمے ہی کو پیش نظر رکھا ہے، البتہ اسے دور جدید کے محاورے کو مطابق پیش کیا ہے، اسی طرح تفسیر کرتے ہوئے تفسیر عثمانی ہی کے مضامین کو جدید شکل دی گئی ہے، اس طرح یہ ترجمہ اور تفسیر مستند بھی ہے اور غیر اختلافی بھی، اور اسی وجہ سے اس ترجمہ اور تفسیر میں آپ کو فرقہ واریت کہیں بھی نظر نہیں آئے گی اور قدیم وجدید کتب تفسیر کا بہترین امتزاج بھی محسوس ہوگا۔

اللہ رب العزت اس کاوش کو قبول فرمائے، جن مفسرین اور مترجمین کی تحریر سے استفادہ کیا گیا ہے، اسے ان کے لیۓ، نیز مترجم کے والدین، اساتذہ ومشائخ اور پبلشر کے لیۓ صدقۂ جاریہ بنائے، اس کتاب ہدایت سے ملنے والی رہنمائی کو دل میں اتار دے، اور پوری زندگی اس کتاب ہدایت کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد یوسف خان

دعا

پروردگار! اس کتابِ لاریب پر ایمانِ کامل عطا فرما۔

پروردگار! اس کتابِ ہدایت پر خلوصِ نیت کے ساتھ عمل کی توفیق عطا فرما۔

پروردگار! اس کتابِ حکمت کے پیغام کو پوری دنیا میں عام کرنے کا جذبہ اور اس کے وسائل واسباب مہیا فرما۔

پروردگار! اس کتابِ اعجاز کے فیوض و برکات سے مستفید اور مالا مال فرما۔

پروردگار! اس کتابِ رحمت کو زندگی کے ہر موڑ پر میرا رفیق سفر بنا۔

پروردگار! اس کتابِ زندگانی کو مرنے کے بعد قبر کی ٹھنڈک اور میدان حشر کی راحت کا سبب بنا۔

پروردگار! اس کتابِ شفاعت کو میرے لیے، میرے والدین اور اساتذہ کیلئے میرے اہل خانہ، دوست احباب اور متعلقین کیلئے ذخیرۂ آخرت اور ذریعۂ نجات فرما۔

آمین یارب العالمین

محکمہ اوقاف و مذہبی امور حکومت پنجاب، لاہور

رجسٹریشن نمبر : ﴿78﴾

فائل نمبر: ایس او (آئی پی) 2011/4-17/ABRAD

تاریخ اجراء : ۲۶ جون ۲۰۱۷ء

تاریخ تنسیخ : ۲۵ جون ۲۰۲۲ء

﴿رجسٹریشن سرٹیفکیٹ﴾

تصدیق کی جاتی ہے کہ مکتبہ رحمانیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

کو پنجاب قرآن مجید (طباعت اور ریکارڈنگ) ایکٹ XIII آف 2011 اور رولز 2011

کے ضابطہ 4 کے تحت بطور ﴿ناشر قرآن مجید﴾ رجسٹرڈ کیا جاتا ہے۔

پروپرائیٹر : مطیع الرحمن

قومی شناختی کارڈ نمبر 35401-[illegible]-7

[illegible]

سیکشن آفیسر (آئی پی ایم)

برائے سیکرٹری اوقاف و مذہبی امور

اِستدعا

الحمد للہ قرآن پاک کے اس نسخے کی تصحیح اور تیاری میں منتظمین نے بھرپور محنت کی ہے، لیکن انسانی طاقت اور بساط میں جو کچھ ہے، اس کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ) نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ نسخہ ہذا میں کسی قسم کی کوئی غلطی نہ رہ جائے، پھر بھی انسان خطا کا پتلا ہے، اگر دوران طباعت کوئی (زیر، زبر، نقطہ، مد) ٹوٹ جائے تو اسے غلطی نہیں کہتے لاکھوں کی تعداد میں چھپنے والی مطبوعات میں باوجود ہر امکانی کوشش کے ایسی خفیف اور نادانستہ لغزش قابل گرفت نہیں ہوتی بلکہ قابل معافی ہوتی ہے، کوئی مسلمان جان بوجھ کر دیدہ دانستہ تو قرآن پاک کی طباعت میں ذرا سی غفلت بھی نہیں کر سکتا، پھر بھی آپ سے استدعا ہے کہ اگر دوران تلاوت کسی قسم کی غلطی کا شبہ ہو تو ہمیں ضرور مطلع فرما کر مشکور فرمائیے۔

میں مالک عتیق الرحمن بک بائنڈنگ یہ تصدیق کرتا ہوں کہ نسخہ ہذا کی جلد بندی میں کسی قسم کی کمی بیشی ہوگی تو اس کی تصحیح کا ذمہ دار ہوں۔ 2021ء

اشاعت: ۲۰۲۱ء

تعداد: ۱۱۰۰

مطبع: لعل سٹار پریس، لاہور

